تحریکِ ختمِ نبوت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ و پنجم (۵۵)

قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۶۔۱۹۲۷ء (۱۶)

نکاح مرزا

مراق مرزا

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ و پنجم (۵۵)
	قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۶۔۱۹۲۷ء (۱۶)
	نکاح مرزا۔
	مراق مرزا
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۲۲
ویب سائٹ اڈیشن	مئی ۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرستِ عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
جبار مرزا صاحب کا ہدیہ مودت	۸
فاتحۃ الکتاب	۹
مرزا قادیانی کا مولوی ثناء اللہ کیساتھ آخری فیصلہ	۱۰
احمد کے دو غلام اور ان کا آپس میں کلام ۔ ۲	۱۶
خلیفہ قادیانی کی ملکی واقفیت	۱۹
بہائیت اور مرزائیت میں بہت تھوڑا فرق ہے	۲۲
احمد کے دو غلام اور ان کا آپس میں کلام ۔۳	۲۴
میں مرزائیوں سے مباہلہ کیوں کروں؟	۲۸
اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح	۳۰
مرزا صاحب حنفی تھے؟	۳۵
وحدت قومی کے متعلق ایک احمدی کا خط بنا بر جواب	۳۷
مرزا قادیانی با ایمان تھے؟ خود ان کی زبانی	۳۹
حلف کا تقاضا کیوں ہے؟	۴۱
مسٹر نوٹو وچ روسی سیاح کا افسانہ	۴۳
مرزا صاحب نبی تھے جیسے کوّا	۴۸
خواجہ کمال الدین سے ایک سوال	۴۹
مرزا قادیانی ۳۵ رنگوں میں	۵۰

تردید مرزا قادیانی، مرزائی علماء کی زبانی	۵۳
قادیانی بکری	۵۸
راز کھل گیا	۶۲
مرزا قادیانی کون ہیں؟	۶۸
انجمن احمدیہ لاہور۔ بلی کے بھاگوں چھنکا ٹوٹا	۷۱
مرزا صاحب ۳۵ رنگوں میں	۷۵
قادیان میں اسلامی جلسہ	۷۸
اخلاق مرزا	۷۹
مرزا صاحب ۳۵ رنگوں میں	۸۵
تنقید تقلید	۸۸
فساد کی ذمہ واری مرزا قادیانی پر ہے	۹۲
وحی مرزا کی نوعیت	۹۴
کیا مرزا جی صاحب کتاب نبی تھے	۹۷
مرزائی خنزیر بھاگ نکلا۔ پکڑا نہ گیا	۱۰۱
کفر مرزا: بزبان مرزا	۱۰۳
دعوی نبوت مرزا	۱۰۸
مرزا قادیانی اور اقرار معراج جسمانی	۱۱۱
وحی مرزا کی نوعیت ۔۲	۱۱۳
کیا بہاء اللہ نے خدا ہونے کا دعوی نہیں کیا؟	۱۱۶
مرزا صاحب کی نبوت کا پول	۱۱۹
خدا کی قدرت کے نشان اور میرزائے قادیان	۱۲۱

الدر المکنون فی تفسیر آیۃ بالآخرۃ ھم یوقنون	۱۲۸
خاتم النبیین پر سوال	۱۳۳
لاہوری احمدی توجہ کریں	۱۳۴
کیا مرزا صاحب کا اسم علم احمد تھا	۱۳۶
بہاء اللہ کا دعوی الوہیت	۱۳۹
کیا مرزا صاحب کا اسم علم احمد تھا	۱۴۵
مرزائی کس طرح تبلیغ اسلام کرتے ہیں	۱۴۷
بہاء اللہ کے دعوی پر ایک نظر	۱۴۸
مسیح قادیان سے اسلام کو نقصان	۱۵۱
قادیانی تحریک سے فائدہ ضرور ہوا	۱۵۵
قادیانی قلعہ کی بنیادیں کھوکھلی ہوگئیں	۱۵۷
مرزائی سوال اور اس کا جواب	۱۵۸
قادیان میں فساد کا بم پھٹا	۱۶۰
قادیان میں طاعون	۱۶۱
کھلی چٹھی بنام منشی عمرالدین احمدی	۱۶۴
میاں محمود احمد قادیانی کے عقائد۔ا۔	۱۶۵
میاں محمود احمد خلیفہ قادیانی کے عقائد۔۲	۱۶۹
محتسب را درون خانہ چہ کار	۱۷۰
کھلی چٹھی کا جواب آ گیا	۱۷۳
مرزا غلام احمد اور میاں محمود احمد	۱۷۵
کھلی چٹھی بخدمت منشی عمرالدین جالندھری	۱۷۷

احمدیت اور اسلام	۱۸۰
حدیث کے منکر: حنفی اور مرزائی	۱۶۸
شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی	۱۷۰
شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی	۱۷۳
خلیفہ قادیان کی غلط بیانی	۱۷۹
مرزا قادیانی کی سیرت پر لیکچر	۱۸۷
دجال کون ہے ؟	۱۸۹
اسلام اور احمدیت	۱۹۲
خلیفہ قادیان کی غلط بیانی کا جواب الجواب	۱۹۸
خلیفہ قادیانی اور وزیر ہند	۲۰۵
احمدی مشن افترا پردازی نہیں ہے	۲۰۶
آخری فیصلہ	۲۲۴
لاہوری جماعت احمدیہ سے چند مطالبات	۲۲۷
مرزا قادیانی کی خدمت گذاری	۲۲۹
ایک غلطی کا ازالہ	۲۳۲
محمد علی کے ترجمہ قرآن کی نسبت المنار کی رائے	۲۳۷
قادیانی کو اختیار کن فیکون بلکہ احیا اور افنا	۲۳۹
خنازیر زندہ ہیں، بلکہ غراتے ہیں	۲۴۵
شکار اور شکاری	۲۴۶
خلیفہ قادیانی کی غلط بیانیاں	۲۵۱

مسیح کی آمد ثانی اور مرزا قادیانی	۲۵۲
مباحثہ مرزائیاں	۲۵۶
شیر پنجاب اور قادیان	۲۵۸
بہاء اللہ ایرانی کا دعوی نبوت	۲۵۹
دجال کا گدھا قادیان میں	۲۶۳
مسیح موعود کی علامت حج ہے	۲۶۵
قادیانی چیلنج منظور	۲۶۶
مرزا صاحب کا پاؤں چار کشتیوں میں	۲۶۷
برما سے ایک اطلاعی خط	۲۷۳
مرزا صاحب کا پاؤں چار کشتیوں میں	۲۷۵
مرزا صاحب کا علم کلام	۲۷۸
خلیفہ قادیان اور قادیانی خرِ دجال کو لینے آئے	۲۸۲
نکاح مرزا	۲۸۴
پہلے مجھے دیکھئے	۲۸۴
الہامی پیش گوئی بابت نکاح دختر مرزا احمد بیگ	۲۸۶
عجیب دور اندیشی	۲۹۹
نکاح کا الہام تھا اور نکاح نہیں ہوا: محمد علی لاہوری	۳۰۶
مراق مرزا۔ بابو حبیب اللہ کلرک	۳۰۸

جبار مرزا صاحب کا ہدیہ مودت

پاکستان کے نامور اہل علم وفضل، عالی جناب عبدالجبار مرزا بالقابہ
نے پاکستان کے دارالحکومت اسلام آباد سے بالفاظ ذیل ہدیہ مودت ارسال فرمایا ہے:

اللہ پاک آپ پر بہت زیادہ اور حسب سابق کرم فرماتے رہیں۔
آپ نے ہم سب، بلکہ کائنات کے آخری نبی، حضرت محمد ﷺ کے دین اور ان کی ناموس کے لئے جو کام کردیا ہے، وہ بہت اعلی وارفع ہے۔
ہم سب تحریک ختم نبوت کے اس کام کے سامنے بے فائدہ اور گھاٹے کی زندگی بسر کررہے ہیں۔آپ کو اللہ تعالی نے توفیق دی آپ دنیا وآخرت سارا کچھ کما گئے۔
اللہ پاک آپ کو سلامت رکھیں۔

فاتحۃ الکتاب

ا لحمد لله و الصلوۃ و السلام علی سید ا لا نبیا ء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد ۵۵ (اور قادیانی مشن کی جلد ۱۶) جلد قارئین کی نذر کی جا رہی ہے جس میں ۱۹۲۶ء اور ۱۹۲۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ مولوی عبدالرحیم حامد عمرپوری الہ آباد، ماسٹر شیخ غلام حیدر سرگودھا، مولانا عبدالغفار خیری دہلوی، بابو حبیب اللہ کلرک امرتسری، منشی محمد حسین صابری بریلوی، جناب غلام احمد خان سوداگر ہنگو، مولوی نور محمد خان سہارن پوری، ڈاکٹر محمد حسین ایم ڈی بٹالہ، حکیم عبدالرحمٰن خلیل قریشی نظام آبادی، پروفیسر ابومسعود قمر بنارسی، جناب ایم اے لطیف برما، مولوی نور محمد میانوی جہلمی، جناب مخلص خان کابلی سرائے نورنگ بنوں، مولانا محمد عثمان فارقلیط دہلوی، مولوی محمد محی الدین صدیقی کینٹ کوبن ضلع ٹانگو برما، فیض اللہ کلرک، مولانا عبدالغفار خیری دہلی، کی نگارشات بھی نقل ہوئی ہیں۔

نیز حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کا رسالہ: نکاح مرزا، احتساب قادیانیت کی آٹھویں جلد سے نقل کر دیا گیا ہے۔ اور دفتر اہل حدیث امرتسر کے زیر اہتمام چھپنے والے منشی حبیب اللہ امرتسری کے مختصر رسالے: مراق مرزا، کو بھی شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۲۶ء۔۱۹۲۷ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام۔ فقیر بارگاہ صمدی محمد بہا ء الدین ۔ ۱۳ جنوری ۲۰۱۹ء

....

ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنے کی غرض سے مطبوعہ جلد ہذا پر نظر ثانی کی گئی ہے، اور کمپوزنگ کی چند غلطیاں بھی درست کر دی گئی ہیں۔ ناظرین وقارئین سے دعائے خیر کی درخواست ہے۔ محمد بہاء الدین۔ ۱۷ مئی ۲۰۲۰ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

مرزا قادیانی کا مولوی ثناء اللہ کیساتھ آخری فیصلہ

جناب منشی محمد حسین صابری، بریلی سے لکھتے ہیں:

مولوی اللہ دتا جالندھری نے ۲۱ دسمبر ۱۹۲۶ء کے الفضل میں قادیان کے آخری فیصلہ والے اشتہار کا کچھ ذکر کیا اس لئے مجھے بھی خیال ہوا کہ میں اپنے ہم وطن (جالندھری) کا ہم نوا ہو کر اپنے خیالات کا اظہار اشتہار مذکور کے متعلق کروں۔

حقیقت یہ ہے کہ حضرت مولوی ثناء اللہ صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ مباہلہ کرنے کے لئے تلے بیٹھے تھے جیسا کہ مرزا صاحب خود بھی تسلیم کرتے ہیں کہ:

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لئے بدل خواہش مند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی ہی مر جائے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۱۴)

لیکن قدرت کو چونکہ کچھ اور کرنا منظور تھا اس لئے مباہلہ نہ ہوا، اور مباہلہ ہوتا بھی تو اس کا نتیجہ زیادہ سے زیادہ مولوی عبدالحق غزنویؒ کے مباہلہ کی طرح ہوتا جس میں مرزائی صاحبان خواہ مخواہ کہتے ہیں کہ ہمارے مسیح موعود کامیاب ہوئے۔ حالانکہ سراسر کامیابی مولوی عبدالحق ؒ صاحب غزنوی کو ہوئی تھی۔

چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی ذات گرامی سے قدرت کو بہت بڑا کام لینا منظور تھا ایسا کہ تاریخ قادیان میں اس سے زیادہ اور کوئی معاملہ نہ ہوتا اس لئے وقت مقررہ پر خود مرزا صاحب قادیانی کے ہاتھوں سے قدرت کو جو کچھ لکھوانا تھا لکھوالیا۔

چنانچہ حضرت مرزا صاحب قادیانی نے پردہ فرمانے سے پیشتر اپنے قلم خاص سے ایک دستاویز لکھی جو مخالفین کے لئے بطور سند اور مریدین کے لئے بطور وصیت ثابت ہوئی۔ جس کا نام بھی بہت ہی موزوں تھا، یعنی آخری فیصلہ۔

بعض مرزائی کہتے ہیں کہ اشتہار مذکور کی سرخی مرزا صاحب قادیانی نے نہیں لکھی تھی بلکہ کسی مرید نے لکھی تھی۔

کسی نے لکھی ہو، بہرحال قدرت نے جس سے چاہا لکھوالیا اور اس پر مرزا صاحب قادیانی کے دستخط کروا کر ثابت کردیا کہ یہ ساری مرزا غلام احمد کی تحریر ہے۔

فی الحقیقت یہ سارا کام قدرت کا تھا اور اسی کی طرف سے بخیر و خوبی انجام کو پہنچا اور خدائے تعالی نے اس آخری فیصلہ کی قبولیت کا الہام بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر نازل کردیا تاکہ اتمام حجت ہوجائے۔

تحریر مذکور بلند آواز سے کہہ رہی ہے کہ اے میرے مخالف مسلمانو! اگر اس فیصلہ کے مطابق میری موت پہلے ہوگئی تو میرے غیر صادق ہونے پر صاف اور روشن دلیل ہوکر یہ تحریر تمہارے لئے بطور سند ہوگی۔

اور اے میرے مریدو! تمہارے لئے یہ میری وصیت ہے کہ اگر میں اس مقابلہ میں مغلوب رہا تو میری جماعت کو چاہیے جو ایک لاکھ سے اب زیادہ ہے کہ سب مجھ سے بے زار ہوکر الگ ہوجائیں کیونکہ جب خدا نے مجھے جھوٹا قرار دے کر ہلاک کیا تو میں جھوٹے ہونے کی حالت میں کسی پیشوائی اور امامت کو نہیں چاہتا بلکہ اس حالت میں ایک یہودی سے بھی بدتر ہونگا اور ہر ایک کے لئے جائے عار و ننگ ۔(اعجاز احمدی ص۱۶)

ممکن تھا کہ ایسی ضروری تحریر لوگوں کی نظروں سے کبھی پوشیدہ ہوجاتی کہ خدائے قادر مطلق نے قادیان کے ایک نامور شخص منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق کے دل میں تحریک کی جس کا مخفی منشاء یہ تھا کہ یہ تحریر اب تاریخ قادیان میں جلی حروف سے لکھی جائے۔ چنانچہ وہ صاحب بمقام لودہانہ قلمی جہاد یا قدرت کی طرف سے قدرت کی منشاء کے مطابق جدوجہد کرنے آئے۔ حق تو یہ ہے کہ انہوں نے خوب ہی کوشش کی کہ اس ساری دعا کے مختلف پہلوؤں پر مکمل بحث ہوکر آئندہ چون و چرا کا دروازہ بھی بند ہوجائے۔

اگرچہ انہیں اس بات کی ذرہ امید نہ تھی کہ میں اس لسانی اور قلمی جہاد میں کبھی مغلوب ہوسکوں گا،

تاہم بغرض احتیاط مبلغ تین سو روپیہ جو درصورت شکست فاش مدعی کو دینا طے ہو چکا تھا وہ ساتھ ہی لیتے آئے۔ اور خوب دل کھول کر عدالتی جرح وقدح کی۔ بالآخر اپنے شکست خوردہ ہونا قبول کر کے مبلغات مذکور مدعی کے آگے رکھ دیئے۔ تاریخ قادیان کا اور کوئی واقعہ نظر انداز ہو جائے تو ہوسکتا ہے لیکن یہ جب تک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نام باقی ہے، باقی رہے گا۔

حضرت مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو تین سو روپئے قادیان والوں سے حاصل کئے، اگر چہ یہ ایک قلیل رقم ہے مگر ان کی وقعت ان تین لاکھ روپئوں سے بھی کہیں زیادہ ہے جو جناب مرزا صاحب قادیانی نے ساری عمر میں اپنے مریدوں سے پیدا کئے۔ کیونکہ مریدوں سے روپیہ حاصل کرنا نہ آج کل مشکل ہے کہ بہت سے لوگ پیدا کر رہے ہیں نہ پیشتر کبھی مشکل تھا کہ اس کی مثالیں موجود ہیں، لیکن مولوی صاحب کو جو روپیہ ملا اس کی خصوصیت یہ تھی کہ وہ صادق کو غیر صادق کی طرف سے گورنمنٹ ایڈووکیٹ نے نہایت اعلی درجہ کا قانونی فیصلہ کر کے دلایا تھا۔

ہمارے قادیانی دوست اگر انصاف سے ذرہ برابر بہرہ یاب ہوتے، تو اپنے پیشوا کے فیصلہ کو سچا قرار دیتے۔ مگر خدا تعالی کی شان ہے کہ وہی تکذیب کرتے ہیں اور نت نئے عذر تراشتے رہتے ہیں۔

سب سے پیارا عذر اس فیصلہ کے متعلق مرزائی صاحبان کا مجھ کو یہ معلوم ہوتا ہے کہ جو وہ مولوی صاحب کو مخاطب کر کے کہا کرتے ہیں کہ مرزا کے جھوٹا ہونے کی قسم کھاؤ پھر دیکھو کیا حال ہوتا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہے جیسے ایک شخص پٹ کر مارنے والے کو کہا کرتا ہے کہ اب تو ہاتھ اٹھاؤ، دیکھو کیا حال کرتا ہوں۔

مولوی صاحب، مرزا کے کاذب ہونے پر کئی دفعہ قسم کھا چکے ہیں مگر اہل قادیان ہمیشہ اسے بھول جاتے ہیں شاید یہ اس قسم ہی کی وجہ تھی کہ جس نعمت عظمی (زیارت حرمین) سے مرزا صاحب محروم رہے تھے وہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو حاصل ہوگئی۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اعجاز احمدی میں علماء کرام کے لئے دس لعنتوں کا طوق تجویز کیا

تھا۔شائدوہ لعنتیں آنجہانی کے پاس ہی رہ گئیں کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے دعوی تو یہ کیا تھا کہ میں شریعت کی کامل پابندی کرنے کی وجہ سے نبی بنا ہوں مگر حال یہ تھا کہ باوجود استطاعت اور ارادہ کے حج کے فرض سے بھی سبک دوش نہ ہوسکے۔مرزا صاحب قادیانی نے حج کرنے کا ارادہ کیا تھا جیسا کہ سیرۃ المہدی صفحہ ۳۸ سے معلوم ہوتا ہے مگر اپنی ان لعنتوں میں دبے ہوئے ہونے کی وجہ سے محروم اور خائب و خاسر رہ گئے اور مرزا صاحب قادیانی کے مخالف علماء کامیاب اور بامراد حج جیسی نعمت سے مالا مال ہوگئے۔

اس وقت قادیانی اور غیر قادیانی مرزائی صاحبان کی عام طور پر اس آخری فیصلہ والے اشتہار کے متعلق یہ رائے ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی کی یہ دعا بطور مباہلہ تھی چونکہ مولوی صاحب نے اسے قبول نہیں کیا اس لئے مباہلہ بھی نہیں ہوا، اور نہ اس کا کچھ اثر سمجھنا چاہیے۔لیکن ایک دوسری رائے خاص مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی ہے کہ یہ دعا بطور مباہلہ تو نہ تھی البتہ اس کا فیصلہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے معیار کے مطابق ہوا اور مولوی صاحب کا زندہ رہنا مرزا غلام احمد صاحب کے صادق ہونیکی دلیل ہے۔

اول کے متعلق یہ دیکھنا چاہیے کہ عام مرزائی صاحبان کہاں تک حق پر ہیں اور وہ ایسا کہنے میں اپنے پیشوا کی تردید کررہے ہیں یا اسے تائید کہا جاسکتا ہے۔جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اعجاز احمدی صفحہ ۱۴ پر تحریر فرماتے ہیں کہ :

ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کرسکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے۔

گویا ۱۹۰۲ء (تاریخ اشاعت اعجاز احمدی) سے پہلے مرزا غلام احمد قادیانی گورنمنٹ سے عہد کر چکے تھے کہ: میں آئندہ کسی کے ساتھ موت کا مباہلہ نہ کرونگا۔۔پس ظاہر ہے کہ اگر یہ دعا مباہلہ تھی تو مرزا صاحب نے حکومت کا عہد توڑا اور قانونی مجرم ثابت ہوئے۔

علاوہ اس کے قرآن مجید میں مومن کی علامتوں میں سے ایک یہ ہے کہ

و الذ ین ھم لا ما نا تھم و عھد ھم راعو ن۔

جس کا مطلب خود مرزا قادیانی نے یوں تحریر فرمایا ہے:

جو عہد اور امانتیں مخلوق کی اس کی گردن پر ہیں ان سب کو ایسے طور سے تقوی کی رعایت سے بجالائے کہ وہ بھی ایک سچی قربانی ہو جائے۔(براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۲۰۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک مومن کے بہت سے کاموں میں سے یہ پانچواں کام ہے، لیکن عام مرزائیوں نے اپنے پیشوا کو عہد شکن بنا کر اس پانچویں کام میں گویا مومن کے درجہ پرائمری میں بھی فیل کر دیا، تو اب نبوت ورسالت تو بہت بلند مقام ہے جو شخص خود اپنے معتقدین کے ہاتھوں مومن کے درجہ میں بھی فیل ہے اسے نبی اور رسول کہنا ایک عجیب بات ہے۔

دوسرا عذر خاص الخاص ہے جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے قلم سے دعوۃ الامیر کے صفحہ ۲۷۱ پر بدیں الفاظ مرقوم ہے :

ان (مولوی ثناء اللہ) کے اس اعلان کا (کہ یہ ہرگز کوئی معیار نہیں اور میں اس طریق فیصلہ کو منظور نہیں کرتا) نتیجہ یہ ہوا کہ خدا تعالی نے ان کو اپنے بنائے معیار کے مطابق پکڑا اور ان کو بھی مہلت دی ۔

گویا مرزا صاحب قادیانی کا معیار خدا کی نظر میں کچھ چیز نہ تھا اس لئے قادیانی خدا نے اسے پرے پھینک کر مولوی ثناء اللہ صاحب کے معیار کو پسند کرلیا۔ قادیانی خلیفہ صاحب کے اس عذر کو مرزا غلام احمد صاحب نے اشتہار زیر بحث میں بدیں الفاظ خود بخود توڑ دیا ہے :

میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام اور ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے تا خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے ۔ (قادیانی اشتہار آخری فیصلہ۔۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) لاکھ تاویل کریں مگر مرزا صاحب موصوف ایک نہ چلنے دیں گے کیونکہ انہوں نے اپنی نبوت کو اسی معیار پر تو چلایا تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرا کرتا ہے اس کے برخلاف کیونکر کسی کی سن سکتے ہیں اگر نہیں تو ان کی نبوت کا کہیں ٹھکانا نہیں رہتا کیونکہ آنجہانی اپنے بعض مخالفوں کے مرجانے کے بعد اپنے کو دیکھ کر اپنے صادق ہونے کی دلیل بتایا کرتے تھے (مولوی غلام دستگیر قصوری مولوی اسماعیل علی گڈھی وغیرہ مرحومین کے حق میں بھی لکھا کرتے تھے کہ انہوں نے کہا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا پہلے مرے گا لہذا ان کا مرنا میرے سچا ہونے کی دلیل ہے۔

حالانکہ انہوں نے یہ کہیں نہیں کہا، مگر خود جو ایسا کہا تو انکے مرید اس کو بھی مٹا رہے ہیں ۔ثناءاللہ امرتسری)،

اب اگر پہلے مرنا بھی نشان صداقت ہو جائے تو قادیانی نبوت ایک چیستاں بلکہ معمہ ہو جائے گی کہ جس کا سمجھنا مرزا صاحب قادیانی کے ملفوظات سے تو امر محال ہوگا۔البتہ خلیفہ صاحب کی صحبت سے کچھ پتہ لگ جائے تو لگ جائے۔علاوہ اس کے یہ تو آنجہانی کا مقام تھا کہ وہ مولوی ثناءاللہ صاحب کی تحریر کے بعد فوراً شائع کرتے کہ اب فیصلہ مولوی صاحب کے لکھنے کے مطابق ہوگا، میرا لکھنا کچھ چیز نہیں رہا۔عرصہ دراز کے بعد بیت الفکر میں بیٹھ کر ایک تاویل نکال لینا ہرگز قابل قبول نہیں ہوسکتی جب کہ خود مرزا جی کا لٹریچر سارے کا سارا اس کے برخلاف گواہی دے رہا ہے۔

آخر میں خلیفہ صاحب کے مبایعین سے یہ پوچھنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ شیخ بہاءاللہ عرب و شام میں عرصہ سے مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے ان کی زندگی ہی میں ان کے بعد مرزا غلام احمد صاحب نے دعوی کر دیا، پھر ۱۸۹۲ میں شیخ بہاءاللہ فوت ہو گئے اور مرزا غلام احمد صاحب کئی سال زندہ رہے تو اب ان کے مقابلہ پر مرزا غلام احمد صاحب کو مسیلمہ سمجھنے میں کون سی وجہ مانع ہے؟ ذرہ سوچ سمجھ کر خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب سے پوچھ کر جواب عنایت ہو۔

میں ایسے سوالات کرنے میں مجبور ہوں کیونکہ جہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ذکر ہوتا ہے وہاں شیخ بہاءاللہ ضرور مجھے یاد آجاتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء مطابق ۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۲۔ص ۹۔۱۰۔۱۱)

احمد کے دو غلام اور ان کا آپس میں کلام۔۲

(ہمارے قابل مضمون نگار غلام احمد خان سوداگر ہنگو کسی زمانہ میں قادیان گئے تھے اس زمانہ میں جو کچھ آپ نے دیکھا اس کا ذکر اس مضمون میں ہے۔سلسلہ کیلئے گزشتہ پرچہ ملاحظہ ہو۔مدیر اہل حدیث امرتسر۔
جس پرچے کی طرف مولانا ثناءاللہ صاحب نے اشارہ کیا ہے وہ مجھے نہیں ملا،اس لئے یہ مضمون ناقص رہا ہے۔بہاء)

جناب غلام احمد خان سوداگر ہنگو لکھتے ہیں:

(مولوی محمد علی ایم اے لاہوری کے لئے قابل توجہ ہے کیونکہ وہ اس وقت موجود تھے)۔

کوٹھڑی مذکورہ میں جو چار در چار،سولہ فٹ مربع تھی،حسب ذیل اشخاص بیٹھے تھے۔مرزا غلام احمد۔مولوی محمد احسن امروہی،حکیم نورالدین،مولوی محمد علی ایم اے،عطاءاللہ خان میرا ساتھی حال ڈپٹی بنوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی فرمانے لگے کہ مجھے جو الہام بصورت رؤیائے صادقہ ہوا تھا گویا میرے ساتھ ایک سانپ لڑ رہا ہے جس سے میں بہت تکلیف میں ہوں،میں گردن سے پکڑے ہوئے اس کے سر کو پتھر سے رگڑ رہا ہوں آخرکار اس کو قتل کر کے میری رہائی ہوئی۔اس وقت مجھے علم نہ تھا کہ درحقیقت یہ کیا واقعہ ہونے والا ہے لیکن آج وہ الہام مجھ پر منکشف ہوا وہ یہ کہ آج مجھے ایک چٹھی منجانب عبدالمجید مقام جموں سے موصول ہوئی جس میں مجھے اس بنا پر کہ میں نے اس کی ماں کو فاحشہ اور زانیہ اور اس کو ولدالزنا کہا ہے فوجداری کی دھمکی دی ہے۔پھر دریافت کیا کہ کیا میری تقریر کو چھاپا گیا ہے؟ جواب اثبات میں دیا گیا پھر پوچھا کہ کیا میری اجازت سے؟ ایک دو نامعلوم اڈیٹروں نے عرض کیا ہاں حضور کی اجازت سے۔پھر حضرت نے فرمایا کہ اگر میں ایسے چشم دید وغیرہ گواہ گذار دوں کہ وہ شہادت کے لئے کافی ہوں تو پھر۔اس پر محمد علی صاحب نے عرض کیا حضور پھر بھی جرم ہے۔اگر ایک شخص واقعی زانی اور شرابی ہو،اس کی نسبت اشتہار لگانا،یا اعلان کر کے اخباروں میں

چھپانا جرم ہے۔اسی طرح سے چند قانونی دلائل بیان کرنے کے بعد خاموش ہو گئے۔

اس پر مرزا صاحب قادیانی نے تھوڑی دیر تک متفکر رہ کر ارشاد کیا کہ بس وہ سانپ یہی ہے جس کے استغاثہ سے کچھ کلفت اٹھانے کے بعد آخر کار مجھے فتح ہو گی۔(کسی کی ماں کو زانیہ کہنے ست دنیاوی عدالت میں تو چھوٹ گئی مگر جہاں سارے منکروں کو اولاد زانیات کہا ہے خدائی عدالت میں اس جرم سے کیسے چھوٹیں گے ۔آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۸۔

احمدی دوستو! ہر ایک منکر کی پاک دامن ماں قیامت کے روز اپنے پر افک کا دعوی کر دے گی تو مرزا صاحب کو، فی مدعیہ ۸۰ درے اگر لگا دیئے گئے تو ساری دنیا کی مدعیات کے بدلے میں کتنے درے لگیں گے۔ ہمارے پاس تو اتنا عدد کوئی نہیں تم ہی حساب کر کے بتاؤ،ثناء اللہ امرتسری)اسی کو کہتے ہیں : خودکوزہ، وخودکوزہ گر،خودگل کوزہ

اس کے بعد خلیفہ صاحب نے عرض کیا،حضرت پٹھان کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔فرمایا: بابو کیا پوچھنا ہے۔

اب مرزا صاحب قادیانی سے حسب ذیل مکالمہ شروع ہوا:

حضرت ہمارے ملک میں ملا مولوی آپ کو ایسے برے الفاظ میں یاد کرتے ہیں جس کا دہرانا مناسب نہیں، بلکہ میں تو اس کو بہتان سمجھتا ہوں۔اس لئے آپ سے بالمشافہ پوچھنے آیا ہوں۔نہ مباحثانہ رنگ میں بلکہ شاگردانہ حیثیت سے کیونکہ میں بے علم اوران پڑھ ہوں۔

پھر تو کشادہ روئی سے(مرزا صاحب نے)فرمایا کہ: اچھا جو پوچھنا ہے پوچھو

سوال: جناب وہ لوگ آپ پر تہمت لگاتے ہیں کہ آپ نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔کیا یہ سچ ہے؟

جواب: نہیں میں نے از خود کوئی دعوی نہیں کیا، بلکہ خدا نے مجھے نبی سے مخاطب فرمایا ہے۔اور رسول خدا نے میری نسبت پیش گوئی کی ہے۔میرا دعوی خود ساختہ نہیں۔

سوال: آپ کس قسم کے نبی ہیں؟

جواب۔ جیسے موسی وعیسی۔

سوال: میں نے ملاں لوگوں سے سنا ہے: و لو كا ن نبی بعدی لكا ن عمر

کیا یہ حدیث صحیح ہے یا موضوع؟

جواب۔ ہاں صحیح ہے، موضوع نہیں۔

سوال: جب اس حدیث میں نبوت کی نفی ہے بشرط امکان اگر کسی کا نبی ہونا ممکن ہوتا تو اس حالت میں عمرؓ ہی ہوتے، تو پھر آپ کیسے نبی ہوئے؟

جواب: میں ایک اور حدیث سے مستثنی ہو چکا ہوں جیسا کہ آپ لوگوں میں مشہور ہے کہ عیسی آسمان سے اتریں گے۔ اگر ایسا ہو بھی جائے تو پھر بھی اسے نبی ہی تو کہیں گے۔ لیکن یہ غلط ہے اور در حقیقت وہ میں ہی ہوں اور اس قسم کی مستثنیات قرآن میں بھی ہیں۔ (باقی آئندہ)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء مطابق ۱۶ رجب ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۲۔ ص ۱۱)

خلیفہ قادیانی کی ملکی واقفیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تو بجائے خود تھا ہی کہ میں جو بات کہوں وہی صحیح سمجھی جائے، کیونکہ میں مجدد ہوں، مسیح موعود ہوں، حکم ہوں، کرشن مہاراج ہوں، وغیرہ وغیرہ ہوں۔ وہ تو جو کچھ کہتے، صحیح تھا یا کچھ تھا، مگر ان کے بیٹے کو خدا جانے کس نے یہ حق دیا کہ وہ مذہبی مسائل سے گذر کر واقعات میں بھی تجدید کرنے لگے ہیں۔ آپ ملک حجاز میں شریفی بغاوت کے متعلق واقعات بتاتے ہیں جو غور سے سننے کے قابل ہیں۔

جب حجازیوں کو معلوم ہوا کہ اٹلی کی حکومت مکہ و مدینہ پر قبضہ کرنے کا ارادہ رکھتی ہے اور اٹلی والے لوگ اس قسم کے ہیں کہ جب وہ حملہ کرنا چاہیں تو وہ کسی کے روکے رکا نہیں کرتے، اس لئے انہوں نے ترکوں کو لکھا کہ اگر آپ حجاز کی حفاظت اور اٹلی سے مقابلہ کی تاب رکھتے ہیں تو آپ طیار رہو جائیں ورنہ ہمیں اسلام کی عزت اور حفاظت کے لئے علیحدہ کر دیں تا ہم خود حفاظت کا بندوبست کرلیں۔

ترکوں نے جواب دیا کہ ہمارے پاس فوجیں نہیں ہیں۔

تو عرب ان سے علیحدہ ہو گئے اور انگریزوں سے مدد لی۔

میرے نزدیک انہوں نے ارض حجاز کی حفاظت کے لئے دوراندیشی سے کام لیا۔ مگر ادھر کے مسلمان اس کے مخالف ہو گئے۔ اسوجہ سے کہ وہ انگریزوں سے کیوں مل گئے۔

(الفضل قادیان۔ ۱۱ جنوری ۱۹۲۷ء ص ۵)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! اس خبر کی کسی وزیر سلطنت یا کسی اخبار نویس کو اگر اطلاع نہیں تو بھی یہ خبر قادیانی اصول

سے غلط نہیں ہوسکتی کیونکہ الہام خانہ سے نکلی ہے۔ کہاں اٹلی کہاں اس کا حملہ، اور کہاں ترکوں کا جواب۔ یہ سب باتیں خواب میں ہورہی ہیں۔

عجیب مشابہت:

شیخ سعدی مرحوم نے لکھا ہے کہ خلیفہ ہارون رشید کو ایک دفعہ مصر پر غصہ آیا تو اس نے اس پر ایک شخص امیر مقرر کیا جس کے پاس زمین داروں نے درخواست کی کہ اس دفعہ بارش نہیں آپ ہمیں خراج معاف کریں۔

امیر خیریت سے ایسے باخبر تھے، فرمایا تم نے روئی کیوں بوئی تھی، اون کیوں نہ بوئی تا کہ تمہیں پانی کی ضرورت ہی نہ ہوتی۔

جناب خلیفہ قادیانی بھی اس امیر مصر سے کم واقف نہیں۔ ہاں غدار شریف کے فعل بد کی تحسین برمحل ہے۔

دوسرا فقرہ بھی ملاحظہ ہو، خلیفہ صاحب قادیان فرماتے ہیں:

ہاں انگریزوں کا عربوں سے معاہدہ تھا کہ وہ تمام عرب آزاد کردیں گے اس معاہدہ کی بنا پر جنگ کے ختم ہونے پر آزادی کا مطالبہ کیا مگر جنگ کے ختم ہونے کے بعد خود یورپ کی حکومتوں میں ملکوں کی تقسیم کے متعلق اختلاف تھا اس لئے انگریز آزادی کا فیصلہ نہ کرسکے۔ اور عرب کو آزادی نہ ملی جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ شریف حسین نے غلطی سے چیلنج دے دیا کہ اگر آزاد نہ کرو گے تو میں خلافت کا دعوی کر دوں گا اور تمام مسلمانوں کو تمہارے خلاف کھڑا کردوں گا۔ انگریز جانتے تھے کہ مسلمان تائید تو کیا کریں گے اس کے خلافت کے دعوی کے ساتھ ہی خود اس کے مخالف ہو جائیں گے۔ ادھر شریف حسین ابھی عرب کو انگریزوں کے پنجے سے نکالنے اور آزاد کرانے ہی کی کوشش کررہا تھا کہ ابن سعود خلاف کھڑا ہوگیا۔ (حوالہ مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

یہ خبر بھی فارن آفس (بیرونی دفتر) میں نہ ہوگی مگر الہامی ضرور ہے۔ خلیفہ صاحب کو یہ بھی خبر نہیں کہ شریف مکہ نے خلیفہ کہلانا شروع کر دیا تھا جب ہی تو مولوی عبدالباری مرحوم جیسے ذی علم نے لکھا تھا کہ میں ان کو جامع اوصاف خلیفہ جانتا ہوں۔ مگر یہ فقرہ بڑا زبردست ہے کہ:

آزاد نہ کرو گے تو میں خلافت کا دعویٰ کر دوں گا اور تمام مسلمانوں کو تمہارے خلاف کھڑا کر دوں گا۔

اس فقرہ کا محکی عنہ اور ثبوت دنیا کے کسی دفتر میں تو نہ ہوگا ہاں اس مسل مکمل میں شائد ہو جو حضرت مرزا صاحب قادیانی نے دنیا کے واقعات خود لکھ کر خدا تعالیٰ سے دستخط کرائے تھے اور خدا نے سرخ سیاہی سے دستخط کرتے ہوئے قلم چھڑکا تھا جس کے قطرات مرزا صاحب قادیانی کے کپڑوں پر پڑے تھے (تریاق القلوب)

خدا کی شان ان مرزائی لوگوں یا احمدیہ جماعت کے ممبروں کے حال پر رحم آتا ہے کہ ان کو کیا ہو گیا یہ کیوں اچھے بھلے پڑھے لکھے ہو کر ایسی پیر پرستی میں پھنسے ہیں کہ دین و دنیا کی انہیں بوجھ نہیں رہی۔ سچ ہے

وہ عجب گھڑی تھی کہ جس گھڑی لیا درس نکتہ عشق کا
کہ کتاب عقل کی طاق پر جاں دھری تھی واں ہی دھری رہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ فروری ۱۹۲۷ء مطابق یکم شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۴ ص ۴-۵)

بہائیت اور مرزائیت میں بہت تھوڑا فرق ہے

(بلکہ نہیں ہے)

جناب منشی محمد حسین صاحب صابری بریلی سے لکھتے ہیں:

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اشاعت اسلام کے نام سے جو مذہب رائج کرنا چاہا ہے وہ فی الحقیقت بہائی اصولوں پر مبنی ہے آنجناب اوران کے بعد انب کے جانشینوں کی طرف سے اس دعوے کے ثبوت میں اس قدر دلائل کے انبار جمع ہو گئے ہیں کہ آج اہل قادیان اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہی وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ بہائی مذہب والوں نے قرآن مجید کی فلاں آیت کا مطلب اپنا مطلب نکالنے کے لئے غلط بتایا ہے کیونکہ اگر وہ ایسا کہیں تو پھر انہیں اپنے پیشواؤں کی تحریریں دیکھ کر شرمندہ ہونا پڑے گا۔

گذشتہ ایام میں بہائی اور مرزائی مباحثہ کے لئے فریقین میں خط وکتابت ہوئی تھی قادیان والوں کا عذر تھا کہ ہمارے پاس بہائی مذہب کی بنیادی کتب نہیں ہیں۔لیکن میرے نزدیک قادیان والوں کو اس بات کا بھی خوف تھا کہ ہم بہائیوں کے ساتھ اصولاً کون سا اختلاف رکھتے ہیں جس پر بحث کر سکیں گے چنانچہ آج اس مضمون میں چند عقائد جو مسلمہ فریقین ہیں ذیل میں درج کرتا ہوں جس سے میرے دعویٰ کا کافی ثبوت ملے گا (نوٹ: جو عقیدہ کسی ایک فریق کا یا متفقہ ہر دو فریق کا مشہور ہے، اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔محمد حسین صابری)

اول: مسیح ابن مریم فوت ہو گئے بجسد عنصری آسمان پر نہیں گئے۔

دوم۔ آنے والا مسیح کے نام پر کوئی اور شخص ہے جو اسی امت میں سے ہوگا۔

(بہائی رسالہ المعیار المسیح۔ص۱۷۹۔۱۸۰)

سوم: قرآن مجید آسمان پر اٹھالیا گیا۔

چہارم: ایک ایسا وقت آئے گا جب کہ آنخضرتﷺ کا نور دنیا کو روشن کرنے سے رک جائے گا۔

(الفضل ۲۷ اگست ۱۹۱۴ء ص ۸، از مرزا بشیر الدین محمود صاحب، درس قرآن کے نوٹ)

پنجم: قرآن مجید قرآن مجید میں جو آیات قیامت کے متعلق ہیں ان سے مراد مسیح موعود کا زمانہ ہے یہاں تک کہ یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام سے یہ مراد ہے کہ خدا انسانی مظہر (غلام احمد یا بہاء اللہ) کے ذریعہ سے اپنا چہرہ دکھائے گا۔ (ایضاً و حقیقۃ الوحی۔ص ۱۵۴)

ششم: با لآ خرة هم يوقنون سے مراد آخری وحی ہے جو بعد قرآن مجید مسیح موعود پر نازل ہوئی۔

(پارہ اول مع تفسیر شائع کردہ انجمن ترقی اسلام قادیان۔ زیر نگرانی مرزا محمود احمد صفحہ ۱۲۔۱۳ حاشیہ)

تھوڑا سا اختلاف

اختلاف صرف اس قدر ہے کہ ایک گروہ کہتا ہے کہ آخری وحی کا نزول ایران اور شام میں ہوا۔ لیکن دوسرا گروہ اس بات کا مدعی ہے کہ خدا نے آخری وحی قادیان ضلع گورداسپور میں نازل فرمائی۔

اگر تعصب اندھی تقلید زبان کی پچ دنیاوی لالچ درمیان میں حائل نہ ہو تو اس تھوڑے سے اختلاف کو رفع کر لینا کچھ بھی مشکل نہیں ہے۔ اس کے بعد پھر عکہ (جہاں بہائی مرکز ہے) اور قادیان کے کارکن مل کر کام کرتے ہوئے ایک دوسرے سے کہیں گے

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جان شدی

تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ فروری ۱۹۲۷ء مطابق یکم شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۴ ص ۵)

احمد کے دو غلام اور ان کا آپس میں کلام۔۳

(مدعی سست گواہ چست)

(ہمارے قابل نامہ نگار غلام احمد خان صاحب سوداگر ہنگو کسی زمانہ قادیان گئے تھے وہاں جو کچھ ان کی مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ اوران کے حواریوں کے ساتھ گفتگو اس کا سلسلہ گذشتہ نمبروں میں درج ہوتا آیا ہے آج بھی اسی کا تتمہ ہے۔مدیر اہل حدیث امرتسر)

اب ایک اور چیستان جو قابل سماعت ہے، گذارش کرتا ہوں:

مرزا صاحب قادیانی کے اندر گھسنے کے بعد ناصر نواب نامی ایک شخص نے مجھ کو ہاتھ سے پکڑ کر بٹھالیا، جو بعد میں معلوم ہوا کہ مرزا صاحب کے خسر ہیں۔فرمایا حضرت (مرزا قادیانی) کو فرصت نہ تھی، میں آپ کو بارہ اشخاص کے نام بتاتا ہوں۔چار یار کبار چاروں نبی تھے۔چار مذاہب والے چاروں نبی تھے۔جنید بغدادی، عبدالقادر جیلانی، معین الدین اجمیری، مجدد الف ثانی سرہندی۔چار یہ ہوئے۔جملہ ہوئے بارہ۔علی ہذاالقیاس ہزاروں سے متجاوز اس امت میں انبیاء گذر چکے ہیں۔

میں نے کہا کہ جب انہوں نے خود دعوی نہیں کیا پھر آپ کس بناپر یہ بھاری بھاری جاگیریں ان کے نام لکھ رہے ہیں۔، جواب میں کہا آفتاب نبوت کے سامنے تاروں کا جو ہر نمود ناممکن ہے اوراسی طرح آئمہ اربعہ وغیرہ کے ازمنہ میں اسلام اور علم کا زور تھا۔اعلان نبوت کی ضرورت نہ تھی۔

میں نے کہا اچھا معین الدین کے لئے تو ازبس ضروری تھا کہ وہ اپنی نبوت کا اعلان کرتے کیونکہ وہ کفرستان اور بت پرستوں کے درمیان میں تھے۔

اس کے جواب میں کہا: اس کی مرضی۔

خیر یہ گفتگو بھی ختم ہوئی۔

اسکے بعد خلیفہ (حکیم نورالدین) کے پاس دوبارہ حاضر ہوئے۔انہوں نے جھٹ مثنوی شریف

کھول کر میرے سامنے رکھ دی۔ میں نے کہا کہ پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بے علم اوران پڑھ ہوں۔

اس پر خلیفہ صاحب فرمانے لگے کہ خاصان خدا اکثر ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جو ظاہر بینوں کے نزدیک قابل اعتراض ہوتی ہیں لیکن درحقیقت وہ قابل گرفت نہیں ہوتیں۔ دیکھو جلال الدین رومی نے اپنی مثنوی میں کیا کیا دعوی کیئے ہیں کہ

آدم میرے سامنے طفل مکتب ہے، موسی وعیسی میرے نوکر چاکر ہیں، جبریل میرا دربان ہے،

اور باوجود ایسے الفاظ اہانت کے آپ کے علماء اس کو مولائے رومی کے معزز خطاب سے یاد کرتے ہیں۔ مگر حضرت مرزا صاحب قادیانی باوجود غلامی احمدﷺ خود کو اگر ظلی اور غیر تشریعی نبی کہیں، تو کافر۔

میں نے کہا مولوی صاحب مثنوی کے یہ الفاظ رسول خدا کی تعریف میں ہوں گے۔ خلیفہ صاحب نے جھٹ کتاب مثنوی کو پیش کیا۔ مگر میں نے بوجہ شرم کے جو اپنے آپ کو ان پڑھ ظاہر کیا تھا ہاتھ تک نہیں لگایا۔ گو ابھی تک مجھے اس کا افسوس ہے۔ پھر خلیفہ صاحب نے ارشاد کیا کہ کوئی نبی کذاب ۲۳ سال تک (جو ہمارے نبی کی میعاد نبوت تھی) زندہ نہیں رہ سکتا۔

اس پر میں نے عرض کیا کہ فرعون باوجود دعوی خدائی کے اس سے بھی زیادہ عرصہ تک زندہ رہا تھا۔

خلیفہ (حکیم نورالدین) نے فرمایا کہ خدائی کا دعوی اس قدر موجب خلل وفساد نہیں جس قدر نبوت کا ذبہ، کیونکہ یہ تو اظہر من الشّمس ہے کہ ایک غلیظ ہگنے والا انسان خدا نہیں ہوسکتا، لیکن انسان نبی بن سکتا ہے۔ اس لئے ایک جھوٹے مدعی سے فساد فی الدین کا زیادہ احتمال ہے، اور خدا ایسے شخص کو مہلت نہیں دیتا کہ وہ دین اسلام میں ایسا علانیہ فتور ڈالا کرے۔

چونکہ اس خانہ ساز دلیل کا کوئی معقول اور تاریخی جواب میرے پاس نہ تھا، اس لئے خاموش ہوا۔ اور کچھ دیر بعد واپس روانہ ہو کر لاہور پہنچا۔

مجھے اس بات کے ظاہر کرنے میں ذرہ بھی تامل نہیں کہ مرزائی کارخانہ جیل کے افسر اعلی درحقیقت نورالدین تھے۔ میرے ساتھ جو تلبیس خلیفہ مذکور کی بارگاہ سے عمل میں آئی اگر دستگیر حقیقی کی دست گیری نہ ہوتی

تو ضرور کچھ عرصہ تک متفکر رہتا۔اب تائیدغیبی کاشگوفہ بھی قابل نظارہ ہے۔

لاہور میں سیدھا بیگم شاہی مسجد میں جاکر مولوی غلام قادر صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا، اور واقعات مندرجہ صدر کوحرف بحرف بیان کر کے عرض کیا کہ ذکر مثنوی اور میعاد نبوت نے مجھ کولاجواب کر دیا تھا، چنانچہ اس کا خاطرخواہ جواب میری طرف سے پیش نہ ہوسکا۔

مولوی صاحب ممدوح نے فرمایا کہ اللہ جل شانہ قرآن شریف میں فرماتا ہے ان الشیــــاطیـن لیوحو ن الی او لیاء هم لیجا د لو کم (الانعام:۱۲۱)
اس آیت کی رو سے شیطانی وحی ثابت ہے۔پس مرزا صاحب کو جووحی ہوتی ہے وہ درحقیقت شیطانی وحی ہے۔
تم نے برا کیا جواس کے پاس گئے۔

پھر وہاں سے مولوی عبداللہ چکڑالوی کے پاس گیا۔اس نے بھی تقریباً اسی قسم کا جواب دیا،مگر کسی نے قابل اطمینان ردّ پیش کر کے میری تسکین قلب نہیں کی۔اب حیران تھا کہ کیا کروں۔آخر کار کشمیری بازار میں الٰہی بخش صاحب کتب فروش کی دوکان پر جاکر مثنوی شریف کوطلب کیا۔خدا شاہد ہے کہ مجھے صفحہ کا پتہ یاد نہ تھالیکن کھولتے ہی اسی صفحہ پرنظر پڑی جس میں یہ مذکور مندرج تھا کہ
آدم میرے سامنے طفل مکتب ہے۔وغیرہ وغیرہ۔
جو دراصل ویسا ہی تھا جیسا نورالدین خلیفہ قادیانی کو جواب دیا تھا۔لیکن اس نے خلاف صدق ودیانت مجھ کو ڈانٹا کہ بتاؤ کہاں لکھا ہے کیونکہ اس نے میری زبانی مجھ کوان پڑھ ہی جانا تھا۔اس ذلیلانہ خاموشی پر مجھے آج تک افسوس ہےاور تاحیات رہے گا۔

اب دوسراواقعہ بھی لائق یادداشت ہے۔جب ہرطرف سے مایوسی ہوئی تو ناگاہ میرے ہاتھ میں ایک رسالہ آیا جس کا نام ہے،

سیاحت نامہ حافظ عبدالرحمٰن امرتسری۔،
جسکو بطور تفریح طبع پڑھ رہا تھا۔ رفتہ رفتہ بہاء اللہ ایرانی مدعی نبوت کے حالات پر نظر پڑی۔ لکھا تھا کہ دوران سیاحت مقام عکہ واقع شام میں پہنچا، جہاں بہاء اللہ کا مزار ہے۔ وہاں پر عباس آفندی، اس کے نواسے، سے ملاقات ہوئی، جس نے مجھے ایک کتاب فارسی زبان کی عنایت کی جسکا نام غالبًا ، کتاب مقدس، ہے اور کہا کہ یہ الہامی کتاب ہے جو بہاء اللہ پر نازل ہوئی تھی۔

غرض اس رسالہ میں ابتداء سے انتہاء تک مجمل حالات کے بعد تحریر ہے کہ بہاء اللہ ۲۹ سال تک دعوی نبوت پر قائم رہا اور آخر کار اپنی موت مر کر عکہ میں دفن ہوا ہے جس کے مزار پر سال بہ سال عقیدت مند آتے جاتے ہیں۔

ناظرین کرام! دیکھی خدا کی دستگیری
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۴۔ فروری ۱۹۲۷ء مطابق یکم شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۴ ص ۵۔۶)

میں مرزائیوں سے مباہلہ کیوں کروں؟

ما ذا بعد الحق ا لا الضلا ل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بعض اوقات مرزائی اخبارات میں مجھے مباہلہ کی دعوت دی جاتی ہے اور لکھا جاتا ہے :

جتنی بار مولوی ثناءاللہ صاحب کو سلسلہ احمدیہ کی طرف سے مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے، اتنی دفعہ کسی اور مخالف سلسلہ کو اس طریق فیصلہ کی طرف بلانے کی ضرورت پیش نہیں آئی .... لیکن دنیا جانتی ہے کہ آج تک کبھی انہوں نے اس طریق کو منظور کر کے اس پر عمل پیرا ہونے کی جرأت نہیں کی۔

(الفضل قادیان ۷ جنوری ۱۹۲۷ء)

یہ بیان بالکل صحیح ہے کہ مجھ کو مباہلہ کی طرف بلایا گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی زندگی میں بھی بلایا اور اب بھی بلایا جاتا ہے۔ مگر میرا مباہلہ مرزا صاحب قادیانی سے نہیں ہوا، اور اب تو حاجت ہی نہیں رہی۔

اس کی وجہ کیا ہوئی؟

جناب متوفی (مرزا غلام احمد) کی عادت شریفہ تھی کہ جوں ہی مخالف کو کوئی معمولی تکلیف ہوئی، تو انہوں نے اس کو نشان قرار دیا۔ اس لئے ان کی زندگی میں ان سے پوچھتا رہا کہ مباہلہ کا اثر کیا ہوگا، مجھے پہلے بتا دیجئے۔

یہ بتانے سے وہ ہمیشہ پہلو تہی کرتے رہے۔ آخر کار انہوں نے یہ لکھا کہ یہ تمہاری کٹ حجتیں ہیں۔ اب میں خدائی تحریک سے تمہارے فیصلہ کیلئے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ:

جو ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناءاللہ) میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں پہلے مر جائے ۔

(اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد صاحب کے اس اقرار سے پہلی سب دعوتیں اور مباہلہ کے متعلق گفتگوئیں بند ہوگئیں۔ بجائے مباہلہ کے یک طرفہ دعا موسومہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

شائع ہوگئی۔ چنانچہ اس کی قبولیت ہوکر واقعہ بھی ہوگیا، جس پر لوگوں نے یہ شعر پڑھا

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

یہ تو تھا آسمانی فیصلہ۔ اس پر تم مرزائیوں نے منکرانہ شور کیا، تو لودھیانہ میں انعامی مباحثہ ہوا۔ جس میں فیصلہ میرے حق میں ہوا، اور میں نے مبلغ تین سو روپئہ تم سے وصول کیا، جس پر تاریخی مصرعہ یہ کہا گیا:

مال موذی نصیب غازی

ان سب آسمانی اور زمینی فیصلوں کے بعد بھی مباہلہ کی دعوت دینا کتنی جہالت ہے اور ان فیصلوں کو قبول نہ کرنا کتنی حماقت ہے۔

احمدیو! الیس منکم رجل رشید ۔ مقدمات میں ماتحت عدالت کی اپیل ججی میں ہوسکتی ہے۔ آخر بڑھتے بڑھتے ہائی کورٹ تک یا کبھی ولایت کی پریوی کونسل تک بھی ہوتی ہے۔ لیکن پریوی کونسل کے فیصلہ کے بعد بھی کوئی شخص اپنا مقدمہ نئے سرے سے شروع کرے، تو کون اس کو عقل مند کہے گا۔

نئے لوگوں کی کیجئے آزمائش
ضرورت کیا ہمارے امتحان کی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۱ فروری ۱۹۲۷ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۵ ص ۳)

اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح

جناب بابو حبیب اللہ صاحب ؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کے دعاوی

۱۔ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۲۸۲ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

وہ مسیح موعود جس کے آنے کا قرآن کریم میں وعدہ دیا گیا ہے یہ عاجز ہی ہے۔

۲۔ تبلیغ رسالت دوم صفحہ ۲۱ بحوالہ اشتہار ۲۔اکتوبر ۱۸۹۱ء مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

مسیح ابن مریم ہونے کا دعوی نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے۔

۳۔ کشتی نوح کے صفحہ ۴۹ پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اس امت کا مسیح موعود کھلے کھلے طور پر خدا کے حکم اور اذن سے اسرائیلی مسیح کے مقابل کھڑا کیا گیا ہے تا موسوی اور محمدی سلسلہ کی مماثلت سمجھ میں آجائے اسی غرض سے اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے

اور مولوی سرور شاہ قادیانی کہتے ہیں:

ہم نے مسیح موعود کو اپنی آنکھوں سے دیکھا۔آپ میں وہ تمام باتیں تھیں جو مسیح ناصری میں پائی جاتی تھیں۔

اقول: حق بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں وہ تمام باتیں نہ تھیں جو حضرت عیسیٰؑ میں پائی جاتی تھیں ۔اور نہ جناب مرزا قادیانی کو حضرت عیسیٰؑ سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے۔جیسا کہ ذیل سے ظاہر ہوگا۔

۱: مسیح ناصری بغیر باپ کے پیدا ہوئے،(ازالہ اوہام ۔ص ۳۷۷،۲۶۹)۔

مرزا غلام احمد کے والد کا نام غلام مرتضیٰ تھا۔(کشف الغطاء۔ص ۲)

۲۔حضرت مسیح نے مہد میں کلام کیا۔(تریاق القلوب ۔ ص ۴۱)۔

مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ بات نہ تھی۔

۳۔مسیح نے شادی نہیں کی آپ کی کوئی بیوی نہ تھی۔(ریویو۔مارچ ۱۹۰۲ء ص ۱۲۴)

جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے دو شادیاں کیں۔

۴۔حضرت مسیح کی کوئی اولاد نہ تھی۔(تریاق القلوب ۔ ص ۹۹ کا حاشیہ)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اولاد میں سلطان احمد، فضل احمد، محمود احمد وغیرہ تھے۔

۵۔مسیح صاحب شریعت رسول تھے۔(تحفہ گولڑویہ ۔ ص ۲۲ کا حاشیہ)

۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی غیر تشریعی نبی تھے۔(حقیقۃ النبوۃ ۔ ص ۱۔۴)

۶۔مسیح نے براہ راست فیضان پایا۔(الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ ۔ضمیمہ براہین ۵ ص ۱۸۲)

حقیقۃ النبوۃ صفحہ ۱۳۷ و ۵ پر لکھا ہے کہ مرزا قادیانی نے حضرت احمد مجتبیٰ ﷺ کی اتباع سے سب کچھ حاصل کیا ہے

۷۔ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۰۔۳۱۱ پر مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ کا رہا، کہ قریب قریب ناکام رہے۔

مرزا غلام احمد صاحب اس وقت دنیا سے تشریف لے گئے کہ چار لاکھ سے زیادہ کی خدا پرست جماعت قائم کردی تھی۔(الحکم ۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۳)

۸۔ کیا ہے حضرت مسیح ناصری کے شاگردوں میں سے کوئی ایسا شاگرد نہیں، جسے مسیح کے جیتے جی ایسا نصیب ہوا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔مئی ۱۹۱۵ء ص ۲۲۱ حاشیہ)

ہمارے خداوند مسیح قادیانی کے شاگرد ایسے ہیں کہ اپنی جان و مال مسیح موعود پر قربان کرتے ہیں۔
(ریویو آف ریلی جنز۔مئی ۱۹۱۵ء ص ۲۱۱ حاشیہ)

۹۔ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے تھے مگر آپ صلیب پر مرے نہ تھے۔ بلکہ بے ہوش ہو گئے تھے اور مرہم عیسیٰ سے آپ کا علاج کیا گیا۔ (مسیح ہندوستان میں۔ص ۴۹، ۵۵، ۵۶، راز حقیقت۔ص ۳ حاشیہ، کتاب البریہ۔ص ۲۴۳ وغیرہ)۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ ایسے واقعات پیش نہیں آئے۔

۱۰۔ حضرت موسیٰ کے بعد بائیسویں صدی میں آنحضرت ﷺ ہوئے اور حضرت عیسیٰ آں حضرت ﷺ سے چھ صدیاں پہلے ہوئے۔ پس اس حساب سے حضرت موسیٰؑ کے بعد سولہویں صدی میں حضرت مسیح ہوئے۔ (دیکھو ازالہ اوہام۔ص ۲۷۸، راز حقیقت ص ۱۵)،

آنحضرت ﷺ درحقیقت مثیل موسیٰؑ ہیں۔ (ایام الصلح۔ص ۵۶، ۵۹)۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے آپ ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں اپنے دعاوی کا اظہار کیا۔ یعنی بقول احمدی مولوی کے ۱۳۰۸ھ میں مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا۔

۱۱۔ ابن مریم باذن الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے ۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۹)

ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹ کے حاشیہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا، تو خدائے تعالیٰ کے فضل و توفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

۱۲۔ کشتی نوح کے صفحہ ۸۵ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ شراب پیا کرتے تھے شاید کسی بیماری کی وجہ سے پرانی عادت کی وجہ سے ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا دامن شراب خوری سے بری تھا۔

۱۳۔ عیسائیوں نے بہت سے یسوع کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۶ حاشیہ)۔

یسوع مسیح عیسیٰ بن مریم ایک ہی ہے۔ (توضیح مرام۔ص ۳)

میری تائید میں خدا نے وہ نشان ظاہر فرمائے ہیں کہ آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ہے اگر میں ان کو فرداً فرداً شمار کروں تو میں خدا تعالیٰ قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ وہ تین لاکھ سے بھی زیادہ ہیں۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۶۷)

۱۴۔ بقول مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت مسیح نے صلیب سے نجات پانے کے بعد یروشلم سے تا گلیل اور وہاں سے نصیبین (عراق) ایران، فغانستان، پنجاب، تبت، نیپال، کشمیر کا سفر کیا اور آخر سری نگر کے محلّہ خانیار میں وفات پائی اور وہیں دفن کیئے گئے (مسیح ہندوستان میں۔ص ۶۵۔۶۸۔راز حقیقت۔ص ۹۔تریاق القلوب۔ص ۵۲)

مرزا قادیان میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔آپ نے بٹالہ، گورداسپور، امرتسر، جہلم، سیالکوٹ، ہوشیار پور، جالندھر، لودھیانہ، پٹیالہ، دہلی، علی گڈھ کا سفر کیا ۔یا یوں کہو کہ صوبہ پنجاب اور صوبہ یوپی سے باہر کبھی نہیں گئے۔

۱۵۔ کنز العمال جلد ۲ ص ۷۱ پر ہے کہ دیلمی اور ابن النجار نے حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ سفر کرتے تھے۔جب شام پڑ جاتی تو جنگل کا ساگ پات کھا لیتے تھے۔چشموں کا پانی پیتے اور مٹی کا تکیہ بناتے۔ پھر کہتے کہ نہ تو میرا گھر ہے جس کے خراب ہونے کا اندیشہ ہو، اور نہ کوئی اولاد ہے جسکے مرنے کا ڈر ہو۔

(عسل مصفی اول۔ص ۱۹۱)

یہ باتیں مرزا غلام احمد قادیانی میں نہیں پائی گئیں۔

۱۶۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جب حضرت مسیح یہودیوں میں پیدا ہوئے تو وہ تیس سال کی عمر میں ان قوموں کی تبلیغ کے لئے مامور ہوئے تھے ۔ (عسل مصفی حصہ اول۔ص ۵۷۰)۔

پھر جب میری عمر چالیس سال تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا، تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ سے میرے اوپر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے۔اور یہ اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے ۔(تریاق القلوب۔ ص ۶۸)۔

۱۷۔اخبار الحکم ۳۰،اپریل ۱۹۰۲ء صفحہ ۸ پر ہے:

حضرت مسیح ناصری صرف نبی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے لئے اور ایک محدود وقت کیلئے آئے تھے۔

اخبار الحکم قادیان ۳۰۔اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۸ پر ہے کہ:

مرزا صاحب قادیانی کل دنیا اور ہمیشہ کے لئے آئے ہیں۔

۱۸۔حضرت عیسیٰؑ چونکہ بلاد شام کے رہنے والے تھے اس لئے وہ بگوا یعنی سفید رنگ تھے۔

(مسیح ہندوستان میں۔ص ۸۱)۔

ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۷ پر ہے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے میرا رنگ گندمی ہے۔

مرزا اپنی نسبت شکایت کرتے ہیں کہ حافظہ اچھا نہیں، یاد نہیں رہا۔

(ریویو آف ریلی جنز۔اپریل ۱۹۰۳ ص ۱۵۳ کا حاشیہ)

۱۹۔سیدنا حضرت مسیح ابن مریم نے کبھی ایسے الفاظ اپنی نسبت استعمال نہیں کیئے

۲۰۔سیدنا حضرت عیسیٰؑ نے ایسا کبھی نہیں فرمایا۔

جناب مرزا نے فرمایا مجھے مراق ہے ۔(ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۶)

نتیجہ یہ نکلا کہ جناب مرزا غلام احمد حضرت مسیح کے مثیل نہ تھے اور آپ کو کسی پہلو سے حضرت عیسی سے تشبیہ نہ دی گئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ فروری ۱۹۲۷ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۵ ص ۳۔۵)

مرزا صاحب حنفی تھے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قاعدہ کی بات ہے کہ جو آدمی نیک شہرت رکھتا ہو اسے سارے اپنی طرف یا اپنے کو اس کی طرف منسوب کرنا فخر جانتے ہیں اور جو بدنام ہو اس کو سارے ہی دھتکارتے ہیں۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چونکہ عام رائے اسلام میں بدنام ہیں، اس لئے کوئی بھی ان کو اپنی طرف منسوب کرنا پسند نہیں کرتا۔ مگر کیا وہ واقع میں کسی طرف منسوب نہ تھے؟ ضرور تھے۔

ہم نے ایک دفعہ لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب حنفی المذہب تھے۔ ہمارا مدعا اس سے (معاذ اللہ) حنفی مذہب پر طعن کرنا نہ تھا، بلکہ صحیح واقعہ بتانا مقصود تھا۔

اب تازہ پرچہ الفقیہ (۱۴ جنوری ۱۹۲۷ء) میں اس کے ایک نامہ نگار نے ہم سے سوال کیا ہے کہ اس کا ثبوت دو کہ مرزا غلام احمد قادیانی قبل نبوت حنفی تھے، حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی سوانح عمری مصنفہ پسر مرزا میں ملتا ہے کہ انہوں نے ایک دفعہ اپنے ایک مرید سے آمین بالجہر، رفع یدین چھڑا دیا۔ چنانچہ کتاب مذکور کے الفاظ یہ ہیں:

> میاں عبداللہ سنوری کہتے ہیں، میں نے آپ (مرزا قادیانی) کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے مجھ سے مسکرا کر فرمایا میاں عبداللہ صاحب اب تو سنت پر بہت عمل ہو چکا ہے۔ اور اشارہ رفع یدین کی طرف تھا۔ میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ اس دن سے میں نے رفع یدین کرنا ترک دیا بلکہ آمین بالجہر کہنا بھی چھوڑ دیا۔ اور میاں عبداللہ بیان کرتے ہیں کہ میں نے حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا آمین بالجہر کہتے نہیں سنا اور نہ کبھی بسم اللہ بالجہر پڑھتے سنا ہے۔
>
> (سیرۃ المہدی۔ ص ۱۴۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ میاں عبداللہ اس زمانہ سے مرزا صاحب قادیانی کا خادم خاص ہے، جب کہ مرزا صاحب قادیانی ابھی ابتدائی حالت میں زاویہ خمول میں تھے۔

اور سنئیے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حنفیت کا دوسرا ثبوت ہے۔

میاں عبداللہ سنوری نے بیان کیا کہ ایک دفعہ یہ ذکر تھا کہ یہ جو چہلم کی رسم ہے یعنی مردے کے مرنے سے چالیسویں دن کھانا تقسیم کرتے ہیں۔غیر مقلد اس کے بہت مخالف ہیں۔

اس پر حضرت (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ چالیسویں دن غربا میں کھانا تقسیم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ یہ مردے کی روح کے رخصت ہونے کا دن ہے۔(سیرۃ المہدی۔ص ۱۶۸)

احمدیو! یہ قول مرزا غلام احمد کا گو زمانہ مسیحیت کا نہیں ہے، لیکن زمانہ مجددیت کا تو ہے۔پھر کیا مجدد کیلئے اتنا ہی علم ہوتا ہے یا اس سے زیادہ کی بھی ضرورت ہے۔ایمان سے کہنا یہی اتباع سنت ہے جس کی بابت تمہارے خلیفہ اول کی شہادت درج ذیل ہے:

حکیم نورالدین صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب اہل سنت والجماعت خاص کر حنفی المذہب تھے اسی طائفہ ظاہرین میں سے تھے۔ نورالدین۔(۲۹۔اگست ۱۹۱۲ء مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۷ جنوری ۱۹۲۶ء)

ہمارے خیال میں اس سے زیادہ ثبوت کی کیا حاجت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے اول سے آخر تک دیکھنے والے دو راسخ الاعتقاد مرید بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب حنفی تھے۔ہم نہیں سمجھتے کہ مرزا صاحب قادیانی اگر حنفی ہوں تو حنفی مذہب پر کیا اعتراض۔

حنفیہ کرام خدا معلوم کیوں ان کے حنفی ہونے سے چڑتے ہیں میں سچ کہتا ہوں کہ اگر مرزا صاحب قادیانی کے اہل حدیث ہونے کا ثبوت ہوتا اور کوئی شخص ان کی وجہ سے اہل حدیث پر اعتراض کرتا تو اہل حدیث کہہ دیتے کہ اس سے اہل حدیث مذہب پر کوئی اعتراض نہیں۔

اس کی مثال میں بہت سے واقعات پیش کئے جاسکتے ہیں کہ فلاں فلاں شخص اسلام سے نکلا۔فلاں

شخص ملائکہ سے نکلا۔ پھر ہمارے حنفی دوست مرزا صاحب قادیانی کی حنفیت سے کیوں اتنی نفرت کرتے ہیں ۔ہمارے خیال میں برا ماننے کی کوئی بات نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔فروری ۱۹۲۷ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۶ ص ۵۔۶)

وحدت قومی کے متعلق ایک احمدی کا خط بنا بر جواب

مولانا مکرمی: السلام علیکم ورحمۃ اللہ

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳۱ دسمبر ۱۹۲۶ء ص ۴ کالم سوم میں عنوان:

لاہوری احمدیوں کا جلسہ،

کے نیچے آپ نے: اسلام خطرہ میں؟ کے عنوان کے تحت میں مرزا صاحب قادیانی کی کتاب چشمہ معرفت سے نوٹ ذیل نقل کیا تھا:

مسیح موعود کے آنے سے تمام دنیا میں وحدت قومی اسلامی پیدا ہو جائے گی کوئی غیر مسلم نہیں رہے گا۔،

اس کے بعد آپ کا یہ نوٹ درج ہے:

ہم دیکھتے ہیں کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) آئے اور چلے بھی گئے مگر لاہوری جلسہ کے پروگرام میں ایک عنوان مضمون دیکھ کر ہمیں حیرت ہوئی ہے کہ (اسلام خطرہ میں ہے)۔ یہ اس جماعت کی طرف سے ہے جو مرزا صاحب کو مسیح موعود مان کر ان کی طرف اپنے آپ کو منسوب کرتی ہے لیکن اسے معلوم نہیں کہ اسلام کا خطرہ میں ہونا ان کے مسیح موعود کے دعوی کی تردید ہے۔ وغیرہ

آپ کے مذکورہ نوٹ کو پڑھ کر ایک احمدی نے خاکسار کو ایک مراسلہ واسطے جواب کے ارسال کیا ہے جس کو بجنسہ نقل کر کے خدمت شریف میں بنا بر جواب بھیجتا ہوں اور امیدوار ہوں کہ آپ اس کا جواب

باصواب آئندہ پرچہ اہل حدیث میں درج فرما کر خاکسار کو اس کے مطالبہ سے سبکدوش فرمائیں گے

خاکسار۔ ماسٹر غلام حیدر مقیم سرگودھا

نقل خط (اصل ملفوف):

بسم الله الر حمن الر حیم نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم

جناب من ماسٹر صاحب۔ السلام علیکم

جناب کا عنایت کردہ پرچہ اہل حدیث غور سے پڑھا۔ مضمون پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ ہمارے علماء کس طرح اپنی آنکھیں بند کر کے اعتراض کر دیتے ہیں کچھ نہیں سوچتے کہ اس کا اثر کہاں جا کر پڑیگا (هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله) آنحضرتﷺ تمام جہان اور تمام زمانوں کیلئے تا قیامت مبعوث ہوئے پھر کیا وجہ کہ اسلام کا غلبہ سوائے ملک عرب (حسب مفہوم آنجناب) آنحضرتﷺ کی زندگی میں نہ ہوا بعد میں بھی تمام جہان کا دعوی ہی دعوی رہا خصوصاً یہ زمانہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے عیسائیوں اور ہندوؤں کا زور کوئی پوشیدہ امر نہیں خدا جانے کس قدر نفوس اسلام سے مرتد ہو گئے ہیں کیا اس وعدہ کو بھی محبوبہ کی طرح محسوب کریں وعدہ محبوبہ تو خدا نے منسوخ کیا مسیح الزمان خود لکھ گیا یمحوا الله مایشاء و یثبت ۔ پر غور کرو۔

دستخط۔ محمد صدیق نقل نویس سرگودھا

مدیر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں: انسان اگر حق پسند ہو تو اس کے لئے ایک ہی بات کافی ہے ناحق پسند ہو تو دفتر بلکہ دفتر ہا بھی کام نہیں دیتے

وما تغنی الآیات والنذر عن قوم لا یؤمنون (یونس:۱۰۱)

واضح رہے کہ اس آیت کی تفسیر کے متعلق گفتگو نہیں بلکہ گفتگو یہ ہے کہ مرزا ..

(اخبار اہل حدیث کے شمارہ ہذا کا صفحہ میرے پاس موجود نہیں، لہذا یہ مضمون نامکمل ہے۔ بہاء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ فروری ۱۹۲۷ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۶ ص ۵۔۶)

مرزا قادیانی باایمان تھے؟ خود ان کی زبانی

جناب مولانا نور محمد خان مدرسہ محمدیہ راجپورہ ریاست پٹیالہ لکھتے ہیں:

پہلی وجہ:

جناب مرزا صاحب قادیانی اس شخص کے متعلق جو امام حسین یا آئمہ مطہرین کی تحقیر وتوہین کرتا ہے، اپنے اشتہار تبلیغ الحق مورخہ ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء مطبوعہ ضیاء الاسلام قادیان میں فرماتے ہیں (جس کو منشی قاسم علی احمدی نے اپنی کتاب دین الحق یا ہمارا مذہب کے صفحہ ۸۹ پر نقل کیا ہے) وھو ہذا:

یہ امر نہایت درجہ شقاوت اور بے ایمانی میں داخل ہے کہ حسین کی تکفیر کی جائے اور جو شخص حسینؓ یا کسی اور بزرگ کی جو آئمہ مطہرین میں سے ہے تحقیر کرتا ہے یا کوئی کلمہ استخفاف کا ان کی نسبت اپنی زبان پر لاتا ہے وہ اپنے ایمان کو ضائع کرتا ہے کیونکہ اللہ جل شانہ اس شخص کا دشمن ہو جاتا ہے جو اس کے برگزیدوں اور پیاروں کا دشمن ہے (دین الحق از قاسم علی۔ص۸۹)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک (مرزا غلام احمد قادیانی) ہے کہ اس حسینؓ سے بڑھ کر ہے۔ (دافع البلاء۔ص۱۳)

کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم
(نزول المسیح۔ص۹۹)

و قالوا علی الحسنین فضّل نفسه
اقول نعم و الله ربی سیظهر

(یعنی انہوں نے کہا کہ اس شخص (مرزا قادیانی) نے امام حسن اور حسین سے اپنے تئیں اچھا سمجھا میں کہتا ہوں کہ ہاں میرا خدا عنقریب ظاہر کردے گا)

شتـــان مـــا بيــنـــی و بيــن حسيــنــكــم

فـــانـــی اؤيـــد كـــل آن و انـــصـــرو

(یعنی اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے، مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد مل رہی ہے)

و امـــا حسيـــن فـــاذكـــروا دشـــت كـــربـــلا

الـــی هـــذه الايـــام تبـــكـــون فـــانـــظـــروا

(حسین پر تم دشت کربلا کو یاد کرلو۔ اب تک تم روتے ہو۔ پس سوچ لو)

و انـــی قتيـــل الـــحـــب لـــكـــن حسيـــنـــكـــم

قتيـــل الـــعـــدی فـــالـــفـــرق اجـــلـــی و اظـــهـــر

اور میں خدا کا کشتہ ہوں لیکن تمہارے حسین دشمنوں کا کشتہ ہے۔ پس فرق کھلا کھلا ظاہر ہے (اعجاز احمدی)

مرزائی دوستو! کیا یہ امام حسین کی ہتک نہیں۔ پھر کیا مرزا غلام احمد قادیانی کے ایمان میں تم کو شبہ ہے۔

دوسری وجہ:

اور جناب مرزا صاحب قادیانی دعوی نبوت کے متعلق فرماتے ہیں:

الف: حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ (دین الحق از قاسم علی)

ب۔ و ما كان لی ان ادعی النبوة واخرج من الاسلام و الحق بكا فرين۔

(حمامۃ البشری۔ص ۷۹۔ از دین الحق۔ص ۴۷)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دوسری عبارات دیکھئے:

ا۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ (البدر۔ ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔ (اخبار عام لاہور ۱۹۰۸ء)

سچا ہے خدا جس نے قادیان میں رسول بھیجا۔ (دافع البلاء۔ص ۱۱)

نوٹ: میں مرزا صاحب کوکسی لقب سے ملقب نہیں کرتا لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا
تیرے قول و فعل میں ہوتا ہے بعد المشرقین
گو زبان و قلب میں کچھ فاصلہ اتنا نہیں

اور حضرات ناظرین سے پوچھتا ہوں کہ آپ ہی انصاف سے فرمائیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے قول کے رو سے کون اور کیسے تھے ۔

تمہیں کرتے ہیں قائل یا خطا میری بتا تے ہیں
مجھے بھی دیکھنی ہے منصفی انصاف والوں کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء مطابق ۲۲ شعبان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۷ص ۸)

....

حلف کا تقاضا کیوں ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی امت میں یہ تو کمال ہے کہ اپنے ناظرین تک صرف اپنی بات پہنچاتے ہیں، مخالف کی طرف سے جواب کبھی نہیں پہنچاتے تا کہ بٹیریں تھیلے سے نکل نہ جائیں۔

قادیانی اخبارات اور امت مرزائیہ مجھ سے متقاضی رہتی ہے کہ میں ان کے لفظوں میں قسم کھاؤں جس کے ساتھ عذاب کیلئے ایک سال کی مدت بھی مقرر ہو۔

میں نے ان کے جواب میں بار ہا حلف اٹھائے حتی کہ قادیان کے جلسہ اسلامیہ میں بھی علی الاعلان حلف اٹھا چکا ہوں قادیانی اخبار ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں صفحہ ۹ پر ملتا ہے۔ اسکے بعد اخبار اہل حدیث ۲۔ اپریل

۱۹۲۶ء میں ایک مضمون لکھا جسکا عنوان یہ ہے :

خدا کی قسم

باوجود اس کے آئے دن مجھ سے تقاضا حلف کا ہوتا رہتا ہے اس پر لطف یہ ہے کہ وہ چاہتے ہیں کہ میں ان کے پیش کردہ الفاظ میں قسم کھاؤں جن کو میں ناجائز سمجھتا ہوں اس لئے میں آج کل قادیانی اخبارات سے اور امت مرزائیہ بہردونوع سے ایک سوال کرنا چاہتا ہوں اس کا جواب پہنچنے پر حلف کا فیصلہ آسان ہوگا۔

سوال یہ ہے:

ہماری نزاع کی صورت یہ ہے کہ مرزا صاحب مدعی مسیحیت موعودہ تھے اور میں ان کا منکر۔ اس صورت میں تم لوگ مجھ سے مطالبہ حلف کس اصول سے کرتے ہو۔ آیا منکر کی حیثیت میں مجھ پر حلف ڈالتے ہو، یا کسی امر کے قائل کی حیثیت سے؟ جون سی صورت بھی اختیار کرو اس کی دلیل قرآن یا حدیث سے پیش کرنی ہوگی۔ پھر میں دیکھونگا کہ اگر تمہاری دلیل سے مجھ پر حلف واجب ہوئی تو میں اس وجوب کو ادا کرونگا۔ ان شاءاللہ۔

پس آئندہ حلف مانگنے سے پہلے تم لوگوں کا فرض ہے کہ میری حیثیت مجھ سے بیان کرو اور قرآن و حدیث سے اس پر دلیل لاؤ کیونکہ ہمارا اصول ہے :

آنچہ نہ قال ست نہ قال الرسول
فضل بود فضل مخواں اے فضول

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۱ مارچ ۱۹۲۷ء ۔ مطابق ۶ رمضان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۹ ص ۲۔۳)

مسٹر نوٹووچ روسی سیاح کا افسانہ

(کتاب: یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات)

جناب بابو حبیب اللہ صاحبؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد قادیانی کی بہت سی تصنیفات کا ملاحظہ کیا گیا اور ان سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی کے متعلق انکا عقیدہ یہ تھا کہ:

۱۔ حضرت عیسی ابن مریم ۳۳ برس کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے
(راز حقیقت۔ص ۳ حاشیہ۔ کتاب البریہ۔ص ۲۴۳ کا حاشیہ)۔

۲۔ حضرت عیسی صلیب پر فوت نہیں ہوئے مگر غشی کی حالت ان پر طاری ہوگئی تھی بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آگئے اور مرہم عیسی کے استعمال سے ان کے زخم بھی اچھے ہو گئے۔
(حقیقۃ الوحی۔ص ۳۶۔۳۷)

۳۔ حضرت عیسی اس واقعہ کے بعد بیت المقدس سے مشرق کی طرف شہر نصیبین میں تشریف لائے۔ وہاں سے مشرقی ممالک ایران، افغانستان، پنجاب، بنارس، نیپال، تبت، کشمیر کا آپ نے سفر کیا۔
(کتاب، مسیح ہندوستان میں۔ص ۸۵ تا ۶۸۔ ست بچن حاشیہ متعلقہ ص ۱۶۴ ص ب)

۴۔ جوسری نگر میں محلّہ خانیار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلاشک وشبہ حضرت عیسی کی قبر ہے (راز حقیقت۔ص ۲۰)

نوٹ نمبر ا۔ جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے ایام الصلح صفحہ ۱۱۸ کے حاشیئے، راز حقیقت، ست بچن حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴ صفحہ ب، نور القرآن صفحہ ۳۷ کے حاشیہ پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے:

حال میں جو ایک روسی انگریز نے بدھ مذہب کی کتابوں کے حوالہ سے حضرت عیسی کا اس ملک (ہندوستان) میں آنا ثابت کیا ہے وہ کتاب میں دیکھی ہے اور میرے پاس ہے وہ کتاب بھی اس رائے کی مؤید ہے۔

نوٹ نمبر ۲۔ حکیم خدا بخش صاحب احمدی نے عسل مصفی اول صفحہ ۱۹۲، ۱۹۳، ۵۸۵ پر اور مولوی غلام رسول راجیکی نے رسالہ التنقید کے صفحہ ۲۵ پر لکھا ہے:

ناٹووچ روسی سیاح اپنی کتاب میں جو مسیح کی نا معلوم زندگی کی نسبت لکھی ہے اس میں وہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ ۲۶ سال کی عمر میں حضرت مسیح نیپال میں تھے اور تبت وکشمیر و ہندوستان میں آئے تھے۔

اقول:

ا۔ قرآن مجید احادیث نبویہ، اقوال صحابہ وتابعین، اسلامی تفسیروں و اسلامی تاریخوں میں کہیں بھی مرہم عیسی کا ذکر نہیں ہے، اور نہ ہی ان میں یہ ذکر ہے کہ حضرت مسیح نے واقعہ صلیب کے بعد ہندوکشمیر کا سفر کیا اور سری نگر میں فوت ہوکر دفن ہوئے۔

۲۔ کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ فی اثبات الغیب وکشف الخیرہ، اور کتاب۔شہزادہ یوز آسف وحکیم بلوہر ، کے حوالوں سے اخبار گوہر بار اہل حدیث امرتسر کے پچھلے پرچوں میں اس امر کو بیان کیا گیا ہے کہ کشمیر میں شہزادہ یوز آسف کی وفات ہوئی تھی اور وہی یہاں دفن ہوئے تھے۔مگر یوز آسف ملک ہند کے علاقہ سولابط کے کسی حکمران کے لڑکے تھے اور حضرت مسیح سے بہت پہلے ہوئے ہیں۔شہزادہ یوز آسف کی قبر کو حضرت مسیح

ابن مریم کی قبر قرار دینا دیانت کے خلاف ہے۔

۳۔ واضح ہو کہ مسٹر نکوس نوٹو وچ روسی سیاح نے بودھ حضرات کے مٹھ واقع مقام لیہ دارالحکومت لداخ سے دریافت کر کے فرانسیسی اور انگریزی زبان میں ایک کتاب، دی ان نون لائف آف جیسس کرائسٹ (The Unknown life of Jesus Christ) لکھی تھی اسکا ترجمہ بزبان اردو لالہ جے چند سابق منتری آریہ پرتی ندھی سبھا پنجاب نے کیا چنانچہ اس کا نام، یسوع مسیح کی نامعلوم زندگی کے حالات، ہے، اور یہ کتاب بزبان اردو ۱۸۹۹ء میں مطبع ست دھرم پرچارک جالندھر میں طبع کی گئی ہے اس کتاب کے ٦٦ صفحے ہیں پہلے ۳۵ صفحہ میں مترجم کی طرف سے دیباچہ ہے۔ اور صفحہ ۳۵ سے ٦٦ تک حضرت یسوع کے حالات درج ہیں اس کتاب میں ۱۴ فصلیں ہیں اب میں اس کتاب کی چودہ فصلوں (ص ۳۵ تا ٦٦) کا خلاصہ ذیل میں درج کرتا ہوں۔

عیسی بچپن سے ہی گمراہوں کو توبہ کے ذریعہ گنا ہوں سے نجات حاصل کرنے کی ترغیب دے کر ایک خدا کا اپدیش کرنے لگا (فصل ۴ص ۴۰)

جب عیسی تیرہ برس کی عمر کو پہنچا کہ جس عمر میں اسرائیلی لوگ شادی کیا کرتے تھے تو دولتمند اور امیر لوگ عیسی کے والدین کی جائے سکونت میں آ کر جمع ہونے لگے تا کہ نوجوان کو اپنا داماد بناویں۔ یہ وہ وقت تھا جب کہ عیسی چپ چاپ والدین کا گھر چھوڑ کر یروشلم سے نکل گیا اور سوداگروں کے ساتھ سندھ کی طرف روانہ ہوا تا کہ وہ تعلیم کلام الہی میں کمالیت حاصل کرے اور بدھ دیوں کے قوانین کا مطالعہ کرے۔ (فصل ۴ص ۴۰۔۴۱)

نوجوان عیسی جس کو خدا نے برکت دی تھی چودہ برس کی عمر میں سندھ کے اس پار آیا اور ایشور کی پیاری زمین میں آریوں کے درمیان رہنے لگا۔

اس عجوبہ بچہ کی شہرت سارے شمالی سندھ میں پھیل گئی اور جب وہ پنجاب اور راجپوتانہ میں گذرا تو وہ جین دیو کے پیرؤوں نے اس سے درخواست کی کہ وہ ان کے پاس رہے لیکن وہ جین کے گمراہ پجاریوں کے پاس نہ رہا اور جگن ناتھ واقعہ ملک اڑیسہ کو چلا گیا جہاں ویاس کرشن کے، پھول، (سوختہ استخوان) مدفون تھے یہاں کے برہمنوں نے اس کا بہت اور شکار کیا۔

انہوں نے عیسی کو وید پڑھائے اوران کا مطلب سمجھایا اور دعا کے ذریعہ شفا بخشنا، لوگوں کو ویدوں اور شاستروں کا پڑھانا اور سمجھانا، اور آدمیوں میں سے بھوت پریت نکال کران کو تندرست کرنا سکھلایا۔ جگن ناتھ راج گڈھ بنارس اور دیگر متبرک شہروں میں عیسی ۶ برس رہا۔ (فصل پنجم۔ ص ۴۱)

عیسی ویدوں اور پرانوں کے الہامی ہونے سے انکاری تھا (فصل ۵ ص ۴۲)

عیسی رات کو ہی جگن ناتھ سے نکل گیا اور گوتم کے پیرووں کے کوہستانی ملک میں جہاں کہ ساکی منی بدھ دیو پیدا ہوئے جا بسا اوران لوگوں کے درمیان رہنے لگا۔ (فصل ۶ ص ۴۴)

پالی زبان میں کمالیت حاصل کر کے منصف مزاج سوتروں کے متبرک خرطوم کو پڑھنے لگا۔ چھ برس کے بعد عیسی نے جس کو بدھ دیو اپنے شاستروں کے پھیلانے کے لئے منتخب کر رکھا تھا ان متبرک خرطوموں کی تشریح کرنے میں کامل مہارت حاصل کر لی تھی۔

اس وقت عیسی نیپال اور ہمالہ کے پہاڑوں کو چھوڑ کر راجپوتانہ میں آنکلا اور مختلف قوموں کو اس بات کا اپدیش کرتا ہوا کہ انسان کمالیت حاصل کرنے کی قابلیت رکھتا ہے مغرب کی طرف چلا گیا۔ (فصل ۶ ص ۴۵)

عیسی کے اپدیشوں کی شہرت گردونواح کے ملکوں میں پھیل گئی اور جب وہ ملک فارس میں داخل ہوا تو پوجاریوں نے ڈر کر لوگوں کو اس اپدیش سننے سے منع کر دیا۔ (فصل ۸ ص ۴۸۔۴۹)

عیسی کو خالق نے گمراہوں کو سچے خدا کا راستہ بتانے کے لئے پیدا کیا تھا ۲۹ برس کی عمر میں ملک اسرائیل میں واپس آیا۔ (فصل ۹ ص ۵۱)

عیسی اس طرح ۳ سال تک قوم اسرائیل کو ہر قصبہ اور شہر میں سڑکوں پر اور میدانوں میں ہدایت کرتا رہا۔ (فصل ۱۳ ص ۶۱)

نوٹ۔ فصل ۱۴ صفحہ ۶۵ پر لکھا ہے کہ عیسی پلاطوس حاکم کے وقت میں پھانسی دیا گیا اور صلیب پر ہی مر گیا اور پھر گاڑا گیا۔

اقول: جو کچھ مسٹر نکوس نوٹو وچ روسی سیاح کی کتاب کے حوالہ سے اوپر لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ مطلب الفضل ۱۰ نومبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۸ پر یوں ہے:

۱۔ مسیح کا ہندوستان کے ملک سندھ میں چودہ سال کی عمر میں آنا اور پھر سیاحت ہند۔

۲۔ مسیح کا ہندوستان سے ایران جانا۔

۳۔ مسیح کا ۲۹ سال کی عمر میں شام میں پہنچنا اور تین سال تک تبلیغ کرنا۔

۴۔ تینتیس سالہ عمر میں صلیب دیا جانا اور پھر خاتمہ۔

بھلا مسٹر نوٹو وچ کی کتاب سے جناب مرزا صاحب قادیانی کو کیا فائدہ ملا۔ حالانکہ مرزا صاحب کا تو یہ مذہب ہے کہ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر (ملک شام) میں کھینچے گئے،۔ مگر آپ صلیب پر مرے نہ تھے۔ مرہم عیسی سے آپ کا علاج کیا گیا تھا۔ صلیبی واقعہ کے بعد حضرت مسیح نے عراق، ایران، افغانستان، ہند، کشمیر کا سفر کیا اور آخر کار ۱۲۰ برس کی عمر میں سری نگر شہر میں فوت ہوا۔

افسوس صد افسوس مرزا غلام احمد صاحب کی حالت پر کہ انہوں نے تحقیق سے کام نہ لیا اور خدا کے بندوں کو سخت مغالطہ دیا ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۱۔ مارچ ۱۹۲۷ء ۔ مطابق ۶ رمضان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۱۹ ص ۳۔۴)

مرزا صاحب نبی تھے جیسے کوّا

ہر کہ شک آرد کافر گردد

اخبار الفضل قادیان ۲۵ فروری ۱۹۲۷ء میں خلیفہ قادیان (محمود احمد) کا مکالمہ لکھا ہے جو چند نوجوان گورداسپوری سائلوں سے ہوا۔ اس کا بہت سا حصہ تو ہم شیعہ اخبارات کے لئے سر دست چھوڑتے ہیں، اس میں سے ایک سوال مع جواب اپنے ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔ سائلوں نے کہا :

سوال: ہم مرزا صاحب قادیانی کو ریفارمر ماننے کیلئے تیار ہیں۔

جواب خلیفہ: حضرت مرزا صاحب قادیانی، خدا تعالی طرف سے مبعوث ہوئے اور عربی زبان میں مبعوث ہونے والے شخص کو نبی ورسول کہتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بہت خوب! اب سنیئے ہم آپ کے بے دلیل دعوی کو قرآن مجید کی آیت سے مدلل کرتے ہیں۔ غور سے سنیئے :

فبعث الله غراباً يبحث فى الارض ليريه كيف يوارى سوءة اخيه .

(المائدة : ۳۱)

حضرت آدمؑ کے ایک بیٹے نے دوسرے کو جب قتل کیا تو اس کے چھپانے کے لئے پریشان تھا۔ خدا تعالی نے ایک کوا مبعوث کیا (بھیجا) جو زمین کھود رہا تھا تا کہ اس کو سمجھائے کہ بھائی کی لاش کو کس طرح چھپائے۔

قادیانی علماء بتادیں کہ اللہ تعالی نے جس کوّے کو مبعوث کیا وہ قادیان کی اصطلاح میں نبی اور رسول ہوا یا نہیں؟ نہیں ہوا تو خلیفہ کا قاعدہ کلیہ ٹوٹا۔ اگر کوا بھی نبی اور رسول ہوا، تو اس میں اور مرزا صاحب قادیانی میں کیا فرق ہے ؟ ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۲۷ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۱ ص ۴)

خواجہ کمال الدین سے ایک سوال

خواجہ صاحب! آپ نے اپنے رسالہ اشاعت الاسلام مارچ ۱۹۲۷ء میں ایک بسیط مضمون اتحاد اسلام پر شائع کیا ہے جس کی ہم داد دیتے ہیں۔ خدا آپ کو اس میں کامیاب کرے۔ مگر رسالے کے صفحہ ۱۷ پر آپ نے کچھ لکھا ہے اس کے متعلق ایک سوال ہے اس کے جواب کا انتظار ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

میری تبلیغ قرآن و حدیث ہے۔ اسی کا نام میں نے احمدیت سمجھا ہے۔ یہی لاہوری احمدیوں کا مسلک ہے، ہاں شرکت نماز کا سوال ضرور بیچ میں آجاتا ہے اس کی بنا صرف یہی ہے کہ ہم کسی اہل قبلہ کے مکفر کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے۔ ہم بعض کے پیچھے اس لئے نماز نہیں پڑھتے کہ وہ احمدی نہیں بلکہ اس لئے کہ وہ مکفر اہل قبلہ ہے۔ ہم قادیان کے احمدیوں کے پیچھے بھی نماز نہیں پڑھتے کیونکہ وہ اہل قبلہ کے مکفر ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آپ چونکہ قرآن کی تبلیغ کرتے ہیں اس لئے آپ پر مخفی نہ ہوگا کہ قرآن مجید میں انسانوں کی تین قسمیں آئی ہیں: مومن، فاسق اور کافر۔

مومن اور فاسق کے پیچھے تو نماز پڑھنے کے لئے صاف ارشاد ہے

صلّوا خلف کل برّ و فا جر (ہر ایک نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو)

آپ (خواجہ) باوجود مریدی مرزا قادیانی کے چونکہ اپنی تقریروں میں صاف صاف کہا کرتے ہیں کہ میں حنفی ہوں اور مرزا قادیانی بھی حنفی تھے، اس لئے آپ کے سامنے تو اس امر پر طول دینا ضروری نہیں کیونکہ امام ابو حنیفہؒ نے اہل سنت کی علامت ہی یہ قرار دی ہے کہ وہ ہر نیک و بد کے پیچھے نماز پڑھ لے۔ (شرح فقہ اکبر)

سوال یہ ہے کہ آپ جو قادیانیوں کے پیچھے نماز پڑھنا ممنوع جانتے ہیں تو وہ آپکے نزدیک ان تینوں مراتب میں سے کس مرتبے میں ہوئے؟

اگر یہ مومن ہیں یا فاسق بھی ہوں تو آپ ان کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے ہیں؟

اور اگر آپ انکو بوجہ تکفیر کے کافر جانتے ہیں تو آپ نے جس دروازہ کو بند کرنے کیلئے آواز اٹھائی تھی خود بھی اسی میں داخل ہو گئے، یعنی آپ نے بھی اہل قبلہ کو کافر کہا۔

پھر کیا دیگر مکفرین آپ کو یہ نہ کہیں گے :

ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۲۷ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۱ ص ۴)

....

مرزا قادیانی ۳۵ رنگوں میں

جناب بابو حبیب اللہؒ صاحب کلرک امرتسری مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مختلف رنگ گنواتے ہوئے لکھتے ہیں:

۱۔ مؤلف ومصنف:

جو فساد دین کی بے خبری سے پھیلا ہے اس کی اصلاح اشاعت علم دین ہی پر موقوف ہے سو اسی مطلب کو کامل طور پر پورا کرنے کے لئے میں نے کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا ہے۔

(براہین احمدیہ حصہ اول۔ صفحہ و)

۲۔ محدث یعنی جزوی نبی:

ماسوا اس کے اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ عاجز خدائے تعالی کی طرف سے اس امت کیلئے محدث ہو

کرآیا ہےاور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہی ہوتا ہے۔ گو اس کے لئے نبوت تامہ نہیں، مگر تاہم جزوی طور پر وہ ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا ایک شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں ۔(توضیح مرام۔ص ۱۷۔۱۸)

۳۔امام الزمان:

میں اس وقت سے بے دھڑک کہتا ہوں کہ خدا تعالی کے فضل اور عنایت سے امام الزمان میں ہوں۔ (ضرورت الامام۔ص ۲۴)۔

۴،مجدد وقت:

اور بخدائے لایزال میں اللہ تعالی کی طرف سے مجدد بن کر آیا ہوں جب کہ شیطانوں نے لوگوں کو گمراہ کر دیا۔(حمامۃ البشری۔ص ۱۱۱)

۵۔مسیح موعود:

مسیح موعود جس نے اپنے تئیں ظاہر کیا وہ یہی عاجز ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۸۶)

۶۔مثیل مسیح:

اور مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوی نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے۔(تبلیغ رسالت۔ج ۲۔ص ۲۱)

۷۔ملہم:

پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالی نے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔

(تریاق القلوب۔ص ۶۸)

۸۔امام مہدی:

بذریعہ وحی الہی میرے پر بتصریح کھولا گیا کہ وہ مسیح جو اس امت کے لئے ابتداء سے موعود تھا اور وہ آخری مہدی جو تنزل اسلام کے وقت اور گمراہی کے پھیلنے کے زمانہ میں براہ راست خدا سے

ہدایت پانے والا اور اس آسمانی مائدہ کو نئے سرے انسانوں کے آگے پیش کرنے والا تقدیر الٰہی پر مقرر کیا گیا تھا جس کی بشارت آج سے تیرہ سو برس پہلے رسول کریم ﷺ نے دی تھی وہ میں ہی ہوں ۔ (تذکرۃ الشہادتین ۔ص۲۔۳)

۹۔حارث موعود:

یہ پیشگوئی جو ابوداؤد کی صحیح میں درج ہے کہ ایک شخص حارث نام یعنی حراث ماورائے نہر سے یعنی سمرقند کی طرف سے نکلے گا جو آل رسول کو تقویت دے گا جس کی امداد اور نصرت ہر ایک مومن پر واجب ہوگی ۔الہامی طور پر مجھ پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی اور مسیح کے آنے کی پیش گوئی جو مسلمانوں کا امام اور مسلمانوں میں سے ہوگا، دراصل یہ دونوں پیش گوئیاں متحد المضمون ہیں اور دونوں کا مصداق یہی عاجز ہے ۔(ازالہ اوہام حصہ اول ۔ص۷۹ حاشیہ)

۱۰۔رجل فارسی:

یہی وہ زمانہ ہے جو مسیح موعود کا زمانہ ہے اور یہ فارسی الاصل وہی ہے جس کا نام مسیح موعود ہے ۔
(ایام الصلح ۔ص۷۰۔۷۱)

ہاں میرے پاس فارسی ہونے کیلئے بجز الہام الٰہی اور کچھ ثبوت نہیں ۔(تحفہ گولڑویہ ۔ص۲۹)

۱۱۔کرشن:

میں ان گناہوں کے دور کرنے کے لئے جن سے زمین پر ہوگئی ہے جیسا کہ مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہوں، ایسا ہی راجہ کرشن کے رنگ میں بھی ہوں جو ہندو مذہب کے تمام اوتاروں میں سے ایک بڑا اوتار تھا ۔یا یوں کہنا چاہیے کہ روحانی حقیقت کی رو سے میں وہی ہوں ۔یہ میرے خیال اور قیاس سے نہیں ہے بلکہ وہ خدا جو زمین و آسمان کا خدا ہے اس نے یہ میرے پر ظاہر کیا ہے اور نہ ایک دفعہ بلکہ کئی دفعہ مجھے بتلایا ہے کہ تو ہندوؤں کے لئے کرشن اور مسلمانوں اور عیسائیوں کے لئے مسیح موعود ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ ۔ص۳۴)

۱۲، بروزی طور پر خاتم الانبیاء:

میں بموجب آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم بروزی طور پر وہی خاتم الانبیاء ہوں اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا۔

(ایک غلطی کا ازالہ۔ضمیمہ النبوت فی الاسلام۔ص ۱۰۸)۔باقی دارد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۲۷ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

....

تردید مرزا قادیانی، مرزائی علماء کی زبانی

جناب بابو حبیب اللہ ؒ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

۱۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

صاحب نبوۃ تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے وہ کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہوجانا نصوص قرآنیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ فرماتا ہے و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ . (ازالہ اوھام .ص ۵۶۹).

میاں محمود احمد قادیانی فرماتے ہیں؛

بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے کا متبع نہیں ہوسکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ قرآن میں فرماتا ہے

و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ ....

اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن بسبب قلت ہے۔

(حقیقۃ النبوت۔ص ۱۵۵)

۲۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

بات یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ تمام انبیاء کے نام اپنے اندر جمع رکھتے ہیں...تمام انبیاء کی شانیں آنحضرت ﷺ کی ذات میں شامل تھیں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۴۳)

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کو گذشتہ انبیاء کے نام نہیں دیئے گئے تھے اسلئے لوگ مسیح وغیرہ کے منتظر تھے اور اب بھی ہیں۔مگر آپ کے منتظر نہیں حالانکہ آنحضرت ﷺ سب انبیاء کے موعود ہیں۔

(الفضل ۱۶ جون ۱۹۱۷ء ص ۵)

۳۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔(الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص..)

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان فرماتے ہیں:

اور سوائے آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی اس شان کا نہیں گذرا کہ اس کی اتباع میں ہی انسان نبی بن جائے۔(القول الفصل۔ص ۱۴)

۴۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

بدخیال لوگوں کو واضح ہو کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۲۸۸)

اخبار پیغام صلح لاہور ۷ جون ۱۹۲۵ء صفحہ ۳ پر ہے:

پیشگوئیوں کو کسی کے صدق و کذب کا معیار قرار دینا ان نادانوں ہی کا کام ہے جو امرتسری مکذب کی طرح علم و فضل کو بغض و تعصب کی قربان گاہ پر نثار کر چکے ہیں۔

۵۔مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے:

و الذین یؤ منو ن بما انزل الیك و ما انز ل من قبلك و بالآ خرة هم یو قنو ن

طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخر الزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر ایمان لاوے اور

اس پیغمبر سے پہلے جو کتابیں اور صحیفے سابقہ انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوئے ان کو بھی مانے۔ اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پر یقین رکھے اور جزا و سزا مانتا ہو۔

(الحکم قادیان ۱۰۔۱۷ فروری ۱۹۰۴ء ص ۹۔ تفسیر خزینۃ العرفان۔ ج اول ص ۷۸)۔

مولوی غلام رسول احمدی لکھتے ہیں:

اب غور کر کے دیکھ لیں کہ آیت و الذین یو منو ن بما انز ل الیك میں زمانہ حال اور ماضی اور مستقبل کی وحی کا ذکر ہے کہ نہیں۔ الیك میں آنحضرت ﷺ کی وحی جو زمانہ حال کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور قبلك سے پہلے انبیاء کی وحی جو زمانہ ماضی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔ اور بـا لآ خـر ۃ سے مسیح موعود کی وحی ہے جو زمانہ مستقبل کے ساتھ رکھتی ہے اور یہ وہم کہ بـا لآ خـر ۃ سے مراد قیامت ہے بلحاظ سیاق کلام کے درست نہیں۔ (رسالہ مباحثہ لاہور۔ ص ۲۵)۔

۶۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

پس آیت ممدوحہ بالا (و ان من اھل الکتا ب ا لا لیو منن بہ قبل مو تہ) کا صحیح ترجمہ یہ ہے کہ ہر ایک شخص جو اہل کتاب میں سے ہے وہ اپنی موت سے پہلے آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر ایمان لے آویں گے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ج ۵۔ ص ۲۳۴)۔

حکیم خدا بخش احمدی عسل مصفی میں لکھتے ہیں:

جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر اہل کتاب اپنی موت سے پہلے مسیح پر ایمان لاتا ہے یہ مشاہدہ کی رو سے سراسر غلط ہے کیونکہ کوئی یہودی اپنی موت سے پہلے یا موت کے وقت مسیح پر ایمان لاتے ہوئے نہیں سنا۔

(حصہ اول۔ ص ۴۱۹)۔

ایسا ہی یہ معنی کہ ہر اہل کتاب حضرت محمد ﷺ پر ایمان لاتا ہے ثبوت طلب ہیں۔ یہ معنی بھی ایسے ہی دور از قیاس ہیں جیسے پہلے نمبر میں دکھلائے گئے ہیں ۔ (حصہ اول۔ ص ۴۲۰۔۴۲۱)۔

۷۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں:

حضرت مسیح جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ توریت کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح

پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے ۔
(کتاب منظور الٰہی ۔ ص ۲۹۲)

مولوی عمر الدین احمدی لکھتے ہیں:

درحقیقت تو حضرت عیسیٰ تشریعی نبی ہیں اور انہوں نے جو کچھ پایا ہے براہ راست جناب الٰہی سے پایا ہے ۔(ختم نبوت کی حقیقت ۔ص ۱۱۵۔۱۱۶)۔

۸۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

انجیل کی نسبت کہیں کتاب کا لفظ قرآن میں نہیں بولا گیا ۔اس پر ایک دوست نے یہ آیت پیش کی حضرت مسیح کے بارہ میں ہے انی عبد الله آتا نی الکتا ب ۔تو جواب دیا کہ مراد فہم کتاب ہے ۔(منظور الٰہی ۔ص ۳۵۲)

مرزا بشیر احمد قادیانی فرماتے ہیں:

کتاب سے اس جگہ (الانعام ۔رکوع ۱۰) وہ کلام الٰہی مراد ہے جو ہر نبی کو دیا جاتا ہے خواہ وہ شریعت لاوے یا نہ لاوے ...اسی واسطے قرآن شریف میں انجیل کو باوجود اس کے کہ وہ شریعت کی کتاب نہیں، کتاب کہا گیا ہے ۔(تبلیغ ہدایت ۔ص ۱۹۸)۔

۹۔مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں:

خدائے تعالیٰ نے یہودیوں کی نسبت قرآن میں بیان فرمایا

افکلما جاء کم رسو ل بما لا تھوی انفسکم .. الخ .

یعنی اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہوگئی ہے کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آئے تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا ۔(آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۳۴)

حضرت یحیٰ وزکریا قتل کئے گئے ۔(حمامۃ البشریٰ ۔ص ۵۶ کا حاشیہ)۔

مولوی حکیم نورالدین قادیانی لکھتے ہیں:

یقتلون النبیین سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے اور منصوبے ہیں اس لئے اس کو مضارع کے صیغے سے بیان کیا ہے ورنہ قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی نبی قتل کیا گیا ہو۔

(تفسیر القرآن پارہ اول۔ص ۹۶) ..

کوئی نبی قتل نہیں کیا گیا (تفسیر القرآن پارہ اول۔ص ۱۱۶)،

۱۰۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں:

حضرت یونسؑ مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بے ہوشی اور غشی تھی۔ اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونسؑ خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ رہا۔ (مسیح ہندوستان میں۔ص ۱۴)۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری کہتے ہیں:

قرآن میں کسی بھی جگہ مذکور نہیں کہ یونس کو مچھلی نے نگل لیا تھا کیونکہ لفظ التقم جو یہاں مذکور ہے بالضرور لقمہ کے نگل جانے کا مفہوم نہیں ہوتا صرف منہ میں اخذ کرنے کا...اس بارے میں ایک حدیث نبوی بھی موجود ہے کہ مچھلی نے حضرت یونسؑ کی صرف ایڑی کو منہ میں لیا تھا

(یہ حدیث کس کتاب میں ہے؟ حبیب اللہ)

(ترجمہ قرآن بزبان انگریزی صفحہ ۸۷۶ نوٹ نمبر ۲۱۲۳)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث یکم اپریل ۱۹۲۷ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۲ ص ۷۔۸)

قادیانی بکری

جناب مولوی عبدالرحیم عمر آبادی الہ آباد سے لکھتے ہیں:

میں نہ تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی مانتا ہوں اور نہ رسول، مگر اتنا ضرور مانتا ہوں کہ وہ ایک ملہم تھے ان کے الہامات کبھی صحیح ہوتے اور کبھی غلط۔ مرزا صاحب قادیانی کا خود مقرر کردہ اصول ہے کہ بعض وقت بدکاروں اور فاحشہ عورتوں کو بھی ایسے الہامات ہوتے ہیں جو صحیح ہوتے ہیں (تحفہ گولڑویہ)۔

مگر مرزا صاحب قادیانی کے الہامات ایسے پیچ در پیچ ہوتے تھے کہ بعض الہامات آج تک حل نہ ہوئے کہ کس کے متعلق تھے اور اس کا کیا مطلب تھا۔ بعض الہام انگریزی میں اور بعض ایسی زبان میں الہام ہوا جس کا مرزا صاحب قادیانی کو بھی اعتراف کرنا پڑا کہ نمعلوم یہ کس زبان میں ہے۔

منجملہ ان سب الہامات کے ایک الہام مرزا غلام احمد صاحب کا شا تا ن تذبحا ن (یعنی دو بکریاں ذبح کی جائیں گی) تذکرہ شہادتین صفحہ ۷۰ پر مرقوم ہے۔ آج تک اس الہام کے متعلق مختلف تاویلیں کی گئیں۔ کبھی تو مرزائیوں کی طرف سے یہ کہا گیا کہ وہ بکریاں عبداللطیف اور عبدالرحمٰن ہیں جو کابل میں مارے گئے۔ اور جب نعمت اللہ کابل میں سنگسار کئے گئے، تو یہی پیش گوئی نعمت اللہ پر بھی چسپاں کر دی گئی مگر سچ پوچھئے تو کوئی تاویل اور کوئی توجیہ صحیح ثابت نہیں ہوئی۔

خاکسار ایک روز سوامی شردھانند کے قتل کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی تلاش کر رہا تھا تو یہی پیش گوئی شا تا ن تذ بحا ن نظر آ گئی۔ اس پر غور کیا تو قتل شردھانند کو شا تان تذ بحا ن سے خوب موافق پایا۔

چونکہ شا تا ن تذ بحا ن میں دو بکریوں کے ذبح ہونے کا ذکر ہے، پس یہاں بھی دو ہی شخص ایک ساتھ قتل ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ قاتل کے پاس اور بھی گولیاں تھیں، وہ تیسرے شخص کو بھی مارنا چاہتا تھا مگر

مار نہ سکا جب کہ مشیت ایزدی یہی تھی کہ دو ہی بکریاں ذبح ہو کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت پر مہر لگادیں تو پھر تیسرا کیسے مارا جا سکتا ہے۔

جن قادیانی دوستوں نے شاتان تذبحان کو عبداللطیف یا نعمت اللہ وغیرہ کے اوپر چسپاں کیا ہے، انہوں نے غلطی کھائی ہے۔

وجہ اول یہ کہ عبداللطیف اور نعمت اللہ کے زمانہ میں اس قدر بعد ہے کہ ان دونوں کی موت پر شاتان تذبحان صادق نہیں آسکتا۔

دوسری وجہ یہ ہے کہ نعمت اللہ کو ذبح نہیں کیا گیا بلکہ سنگ سار کیا گیا۔

تیسری وجہ یہ ہے کہ چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کو مثیل مسیح ہونے کا دعوی تھا، اس لئے جب مسیح کی اصطلاحات کا مطالعہ کرتے ہیں تو وہ بکری مخالفوں کے لئے استعمال کرتے ہیں اور بھیڑ کا لفظ موافقوں کے لیے۔ (دیکھو انجیل متی ۲۵:۳۳-۴۳)

اس تشبیہی اصول پر معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی کے جانبازوں کو بکری کا خطاب دینا محض لغو ہے، کیونکہ یہ لفظ کافروں اور مخالفوں کیلئے استعمال ہوتا ہے۔

پس اس سے نتیجہ نکلا کہ سوامی شردھانند جی کا قتل مرزا غلام احمد صاحب کے شاتان تذبحان والے الہام کے تحت میں تھا، اور وہ الہام پورا ہو گیا کیونکہ سوامی شردھانند کے ساتھ ایک اور شخص مقتول ہوا، اور اخبارات کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ گولی حلق ہی میں لگی تھی، جو محل ذبح ہے۔

ہاں مریدین مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی سے استدلال کرتے ہیں جو قتل لیکھ رام کے متعلق ہے اور وہ پیش گوئی یہ ہے

۲۔اپریل ۱۸۹۳ء کو میں نے دیکھا کہ ایک شخص قوی ہیکل مہیب شکل گویا اس کے چہرہ سے خون ٹپکتا ہے گویا وہ انسان نہیں بلکہ ملائکہ شداد غلاظ میں سے ہے وہ میرے سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔ اور اس کی ہیبت دلوں پر طاری تھی اور میں اس کو دیکھتا تھا کہ ایک خونی شخص کے رنگ میں اس نے مجھ سے پوچھا کہ لیکھ رام اور ایک اور شخص کا نام لیا اور کہا کہ وہ کہاں ہے اب تک مجھے معلوم نہیں کہ وہ شخص

کون ہے اس فرشتہ خونی نے اس کا نام تو لیا مگر مجھے یاد نہ رہا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۲۸۴)

مرزا غلام احمد صاحب کی اس پیش گوئی سے سوامی شردھانند کی موت ثابت کرنا دراصل لیکھ رام کی موت کے الہام کو بھی مشتبہ بنانا ہے کیونکہ اس پیش گوئی میں ذکر ہے کہ لیکھ رام اور دوسرا شخص کسی فرشتہ کے ہاتھ سے مارے جائیں گے اور فرشتہ ایک ہی شخص ہوگا۔ حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ لیکھ رام چھری سے مارا گیا اور شردھانند گولی سے۔ لیکھ رام اکیلا مارا گیا اور شردھانند کے ساتھ ایک اور آدمی مارا گیا۔

چونکہ شردھانند اور لیکھ رام ہر دو کی موت مختلف ہے اور زمانہ بھی ایک نہیں ہے اس لئے قادیانیوں کا مرزا غلام احمد کی ۶ سالہ پیش گوئی کو سوامی شردھانند کی موت کے مطابق بنانا دور از قیاس ہے، بلکہ شا تا ن تذ بحا ن کے مطابق یہ پیش گوئی صحیح ہوئی اور بالکل صحیح ہوئی۔ امید ہے کہ مرزائی اصحاب میری اس توجیہ کو نظر قبولیت سے دیکھ کر میری ہم نوائی کریں گے۔

نوٹ: بعض قادیانی اصحاب شاید یہ کہیں گے کہ جب تم یہ بات مانتے ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو الہام ہوتا تھا اور ان کے الہامات سچے بھی ہوتے تھے، تو پھر ان کو نبی کیوں نہیں مان لیتے۔

اس کے متعلق گذارش ہے کہ ہم بایں وجہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی نہیں مانتے کہ پیش گوئیاں پوری ہونا نبی ہونے کی دلیل نہیں ہے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب خود لکھتے ہیں:

یاد رہے کہ وہ کاہن جو عرب میں آنحضرت ﷺ کے ظہور سے پہلے بکثرت تھے ان لوگوں کو بکثرت شیطانی الہام ہوتے تھے۔ اور بعض وقت وہ پیش گوئیاں بھی کرتے تھے۔ اور تعجب یہ ان کی بعض پیشگوئیاں سچی بھی ہوتی تھیں چنانچہ اسلامی کتابیں ان قصوں سے بھری پڑی ہیں (ضرورۃ الامام۔ص ۱۷)

پس اس بنا پر تو مرزا غلام احمد نبی تھے اور نہ وہ کاہن عرب نبی ہوسکتے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

معاف کیجئے، ہمیں آپ سے اس بارے میں قدرے اختلاف ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جتنے واقعات بھی

دنیا میں ہوں وہ سب اس پیش گوئی کے ماتحت ہیں۔

شاتان کی حقیقت تو دو بکریاں ہے۔حقیقت جب مراد نہیں تو مجاز جملہ جہان کو شامل ہے۔گذشتہ ایام میں انگورہ میں جن لوگوں کو پھانسی ہوئی تھی وہ بھی اس الہام کے ماتحت ہوئی تھی حتی کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور حکیم نورالدین صاحب بھیروی جو فوت ہو گئے،وہ بھی اس کے ماتحت ہوئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۸۔اپریل ۱۹۲۷ء جلد ۲۴ نمبر ۲۳ ص ۲۔۳)

مرزائیت سے توبہ

منکہ مسمی محمد شریف ولد بدردین قوم شیخ ساکن موضع دھرم کوٹ بگے ضلع گورداسپور عرصہ ۹ سال تک قادیانی جماعت میں رہا ہوں اور..ماہوار چندہ بھی دیتا ہوں۔آخر مرزا صاحب قادیانی کے اشتہار موسومہ مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، سے مجھے ہدایت ہوئی اور میں نے سمجھ لیا کہ مرزا صاحب اپنے اس اشتہار کی رو سے جھوٹے ہیں۔لہذا میں نے آج ۳۱ مارچ کو دفتر اہل حدیث امرتسر پہنچ کر بمعیت شیخ عبدالحمید مرزائیت سے توبہ کی ہے خدا میرے پچھلے گناہ معاف کرے اور آئندہ دین پر قائم رکھے۔گواہ: عبدالحمید مینیجر کارخانہ حاجی شیخ غلام قادر۔نشان انگوٹھا محمد شریف

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔اپریل ۱۹۲۷ء مطابق ۵ شوال ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۳ ص ۱۵)

اٹھوال مباحثہ:

اٹھوال میں مولوی غلام علی مرزائی اور حافظ گوہر دین اہل حدیث کا مباحثہ ہوا۔مرزائی کو شکست ہوئی۔

(کرم الدین از موضع ورک ضلع گورداسپور)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اپریل ۱۹۲۷ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۴۔ص ۱۵)۔

رازکھل گیا

مرزا قادیانی اور بہاءاللہ ایرانی
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

(ایک شخص بہاءاللہ ایران میں ہوا، جس کا دعوی تھا کہ میں مسیح موعود ہوں ۔اس نے اپنی دعوت بڑی بلند آہنگی سے ملک میں پہنچائی ۔آخر میں اس کا دعوی یہاں تک ترقی کر گیا کہ میں نبی ہوں، میری کتاب قرآن کی ناسخ ہے ۔ایرانی حکومت نے ہر چند اس کی دعوت کو دبایا مگر وہ پھیلتی گئی ۔آخر کار وہ عکہ علاقہ ترکی میں قید کی حالت میں مر گیا۔، ادھر پنجاب میں مرزا غلام احمد نے مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا، تو بہاءاللہ کے مریدوں نے مرزا غلام احمد کی رفتار کا اندازہ کر کے کہنا شروع کیا کہ ان کی تقریر و تحریر ہمارے ایرانی مسیح کی نقل ہے ۔یعنی جو کچھ ایرانی نے دعوی کیا تھا، قادیانی نے اس کی کاپی کی ہے ۔اس پر عرصہ تک ان دونوں پارٹیوں میں چلتی رہی ۔آج کے مضمون کا رخ ایک خاص طرف ہے وہ یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب نے چند اصول لکھے ہیں جن سے نتیجہ نکلتا ہے کہ شیخ بہاءاللہ سچا تھا اور مرزا صاحب قادیانی جھوٹے ۔یہ ایک مقابلہ کی گفتگو ہے، ورنہ ہمارے نزدیک چونکہ مرزائی پیش کردہ اصول ہی صحیح نہیں اس کا نتیجہ کہاں صحیح ہو سکتا ہے؟ مرزائی اصول ہے کہ سچا مدعی سابقہ نبیوں کے مقرر کردہ وقت پر ظاہر ہوتا ہے اور جھوٹے اسکے بعد ہوتے رہتے ہیں لیکن سچا سب سے پہلا ہوتا ہے

مندرجہ ذیل مضمون میں مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں سے اس بات کا ثبوت دیا گیا ہے اور اسی سے یہ نتیجہ نکالا گیا ہے کہ تم دونوں (مرزا قادیانی اور بہاءاللہ ایرانی) میں سے ایرانی سچا ثابت ہوتا ہے، مگر ہمارے نزدیک دونوں ان تیس میں سے ہیں جن کی بابت حدیث میں پیش گوئی آئی ۔اللہ اعلم ۔اب مضمون پڑھیں اور نامہ نگار کی محنت کی داد دیں ۔ثناءاللہ امرتسری)۔

جناب ڈاکٹر محمد حسین صاحب، ایم ڈی، بٹالہ لکھتے ہیں:

محترم برادر محمد حسین صاحب صابری اہل حدیث مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۲۷ء صفحہ ۱۱ میں ایک لاجواب مطالبہ کا بدیں الفاظ ذکر فرماتے ہیں کہ

آخر میں خلیفہ صاحب کے مبایعین سے یہ پوچھنا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ شیخ بہاء اللہ عرب و شام میں عرصہ سے مسیح موعود ہونے کے مدعی تھے۔ان کی زندگی ہی میں ان کے بعد مرزا صاحب نے دعوی کر دیا۔ پھر ۱۸۹۲ء میں شیخ بہاء اللہ فوت ہو گئے اور مرزا صاحب کئی سال زندہ رہے۔تو اب ان کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو مسیلمہ سمجھنے میں کون سی وجہ مانع ہے؟ ذرہ سوچ سمجھ کر اور خلیفہ صاحب سے پوچھ کر جواب عنایت ہو۔

چونکہ اس سوال کا جواب مرزائی جماعت خصوصاً میاں محمود احمد قادیانی سے طلب کیا گیا ہے، لہذا ہم جواب دیتے وقت اس بات کا خاص طور پر خیال رکھیں گے کہ جواب حتی الامکان مرزائی لٹریچر یا موجودہ خلیفہ کے الفاظ میں ہو۔

مگر قبل اس کے کہ ہم مذکورہ بالا سوال کا جواب دیں، ضروری معلوم ہوتا ہے کہ بالفاظ مرزا قادیانی اس امر کو پایہ ثبوت تک پہنچائیں کہ شیخ بہاء اللہ کے مقابلہ پر واقعی مرزا غلام احمد صاحب، مسیلمہ تھے۔اور نہ صرف یہی بلکہ اسی مضمون کی دوسری شق میں ہم قادیانی نبوت کی حقیقت پر بھی روشنی ڈالیں گے۔ وباللہ التوفیق

اس سوال کے جواب کے لئے کہ واقعی مدعی قادیان، بہائے ایران کے مقابلہ میں مسیلمہ تھے، اولاً ہم مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب چشمہ معرفت کا حاشیہ پیش کرتے ہیں جس میں آپ نے صادق ملہوں کی پہچان کے معیار لکھتے ہوئے فرمایا کہ سچا مدعی اپنی بعثت کے وقت جو اس کے لئے سابق انبیاء کی کتب نے مقرر فرمایا ہے سب سے پہلے اس کا ظہور ہوتا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں اس کا ظہور (یعنی سچے مدعی کا ظہور) سب مدعیوں سے پہلے ہوتا ہے (چشمہ معرفت۔ص ۳۰۱)

اب میں دکھاتا ہوں کہ ظہور مسیح موعود کا کون سا زمانہ ہے، کیونکہ جب تک یہ معلوم نہ ہو ہر ایک مدعی کہہ سکتا ہے کہ چونکہ میں نبیوں کے مقرر کردہ وقت میں ظاہر ہوا ہوں لہذا میں صادق ہوں۔اور اب کسی مدعی کو قدم رکھنے کی گنجائش نہیں۔جیسا کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں۔

میری سچائی پر ایک یہ دلیل ہے کہ میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظاہر ہوا ہوں اور اگر اور کوئی دلیل نہ بھی ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کے لئے کافی تھی۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ ج ۳ نمبر ۱۱ ص ۳۶۸)

پھر تحفہ گولڑویہ حاشیہ صفحہ ۹۵ پر لکھتے ہیں:

کسی مدعی کو قدم رکھنے کی گنجائش نہیں کیونکہ مسیح موعود کے ظہور اور پیدائش کا وقت گذر گیا۔

لہذا ضروری معلوم ہوتا کہ زمانہ ظہور موعود کی وہ تعیین بیان کر دی جائے جس پر تمام نبیوں کا اتفاق تھا چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں:

نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا اور چھٹے ہزار کے اخیر میں پیدا ہوگا۔ (ریویو آف ریلی جنز مذکور۔ ص ۳۶۸)

دوسری جگہ ساتویں ہزار کے سر کی تعیین بدیں الفاظ کرتے ہیں

الف ششم یعنی چھٹا ہزار ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء ختم ہوا تھا۔

(اخبار الحکم قادیان ۶ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۶ کالم ۳)

ریویو آف ریلی جنز کی عبارت محولہ بالا سے ظاہر ہے کہ مسیح موعود کی پیدائش ۱۲۷۰ھ مطابق ۱۸۵۳ء سے پہلے ضروری ہے۔ اور ۱۸۵۳ء میں مسیح کا دعوی ظاہر ہونا ضروریات حقہ سے ہے۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب قادیانی ۱۸۵۳ء میں بعثت موعود کی پیش گوئی تمام نبیوں سے مرقوم ہے اور یہی وقت ظہور موعود کا ہے۔ اس کے بعد جو شخص دعوی کرے گا وہ سچا نہیں۔

اس بات کو یاد رکھنا چاہیے کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تمام نبیوں کا اس بات پر اتفاق تھا کہ ۱۸۵۳ء میں مسیح موعود کا دعوی موجود ہو کیونکہ یہ اس کے ظہور کا وقت ہے اور ٹھیک اسی وقت شیخ بہاء اللہ ظہور فرما تھے۔ چنانچہ الحکم ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۴ میں ایک احمدی گجراتی کے الفاظ ہمارے بیان کی یوں تصدیق کرتے ہیں کہ

بہاء اللہ جس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی ۱۲۶۹ھ میں کیا تھا وہ ۱۳۰۹ تک زندہ رہا۔ بلفظہ بقدر الحاجۃ

پس بقول مرزا صاحب قادیانی نبیوں کے ٹھیک مقررہ وقت پر شیخ بہاء اللہ ظاہر ہو گئے اور کسی موعود کا اپنے وقت پر ظاہر ہو جانا ہی اس کے صدق کی کافی دلیل ہے۔ جناب مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں

چونکہ میں چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوا لھذا یہ میری صداقت کی دلیل ہے

حالانکہ یہ صریح غلط ہے کیونکہ جناب مرزا قادیانی لکھتے ہیں

چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا اور ۱۸۵۳ء یعنی ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا۔

یوں تو چھٹے ہزار میں آدھا جہان پیدا ہوا ہوگا۔ ایسی فضول پیدائش کس کام کی۔ پیدائش وہ اہم ہے جو ساتویں ہزار کے شروع سے اتنا عرصہ پہلے ہو کہ ۱۸۵۳ء میں اس انسان کی عمر پیغام الہی کی حامل ہو سکے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ وصف موجود نہیں جیسا کہ ان کا بیان ہے

میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ۔ ص ۱۵۴)

یا بالفاظ دیگر یوں کہو کہ ۱۸۵۳ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۱ برس کے بچے تھے اور اس وقت موصوف کا کوئی دعوی نہیں تھا۔ مگر ان کا اپنا قول یہ ہے کہ ۱۸۵۳ء میں مدعی مسیحیت کا ظہور ضروری ہے کیونکہ جملہ انبیاء کا اسی پر اتفاق ہے۔

اس قدر بتا دینے کے بعد ہم چشمہ معرفت کے معیار کو لیتے ہیں جس میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں اس کا ظہور سب مدعیوں سے پہلے ہو۔

(چشمہ معرفت حاشیہ ص ۳۰۱)

موعود زمانہ کی تعیین بالفاظ مرزا قادیانی ہو چکی ہے کہ ۱۸۵۳ء ہے۔ ٹھیک اسی وقت میں شیخ بہاء اللہ

ایرانی کا دعوی مسیحیت موجود تھا۔پس بقول مرزائے غلام احمد قادیانی، بہائے ایرانی سچا موعود ہوا۔کیونکہ اپنے وقت میں پہلا مدعی ہےاور مرزا صاحب قادیانی بعد میں مدعی بنے۔بعد میں مدعی بننے والوں کے حق میں آپ جو لکھتے ہیں وہ بھی ملاحظہ ہو۔لکھا ہے

منجملہ ان لوازم خاصہ کے ایک یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں اس کا ظہار سب مدعیوں سے پہلے ہوتا ہے جیسا کہ ہمارے نبی وجب مبعوث نہ تھے تب جھوٹے نبیوں کا نام ونشان نہ تھا اور جب ان کا نور زمین پر خوب روشن ہوگیا تب مسیلمہ کذاب اسود عنسی اور ابن صبا وغیرہ جھوٹے نبی ظاہر ہوئے تا خدا دکھائے کہ وہ کس طرح سچے کی حمایت کرتا ہے۔

یہ ہم بتا چکے ہیں کہ ۱۸۵۳ء میں شیخ بہاء اللہ نے دعوی کیا۔جب ان کا نور زمین پر خوب روشن ہوگیا یعنی ۱۸۹۱ء کا وقت آ گیا تب مثیل مسیلمہ وغیرھا جناب مرزا غلام احمد وغیرہ جھوٹے نبی ظاہر ہوئے تا خدا دکھا وے کہ وہ کس طرح سچے کی حمایت کرتا ہے۔

یہ ہے ثبوت شیخ بہاء اللہ کے مقابلے میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مسیلمہ ہونے کا جو اسی مسیلمہ کا مسلمہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک الہام ہے:

راز کھل گیا۔ (البشری۔جلد۲۔ص۱۲۹)۔

سوالحمد للہ کہ اس راز کے کھلنے کا وقت آ گیا۔اس کی تفصیل یوں ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا ایک الہام ہے:

اے عبدالحکیم خدا تعالی تجھے ہر ایک ضرر سے بچاوے۔(البشری۔ج ۲ ص۱۲۰)

مرتب البشری نے اس الہام پر نوٹ لکھا ہے کہ

عبدالحکیم حضرت مسیح موعود کا الہامی نام رکھا گیا ہے۔

جس کی تصدیق مکاشفات صفحہ ۵۵ سے یوں ہوتی ہے:

میرے دل میں ڈالا گیا کہ میرا نام عبدالحکیم رکھا گیا ہے۔

یہ ہے وہ الہامی نام جس میں ایک راز ہے اور وہ یہ ہے کہ عبدالحکیم اور مسیلمہ کے اعداد حسب ذیل ہیں

مسیلمہ : م ۴۰۔س ۶۰۔ی ۱۰۔ل ۳۰۔م ۴۰۔ہ ۵ ۔کل ۱۸۵

عبدالحکیم: ع ۷۰۔ب ۲۔د ۴۔ا ۱۔ل ۳۰ ۔ح ۸۔ک ۲۰۔ی ۱۰۔م ۴۰ ۔ کل ۱۸۵

یہ ہے وہ راز جو آج آ کر کھلا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا الہامی نام عبدالحکیم کیوں رکھا گیا۔ پھر مرزا صاحب قادیانی کا الہام کنندہ اسے بے ثبوت ہی نہیں رہنے دیتا۔ اول تو ہم واقعات کی روشنی میں احمدی تحریرات سے بہائے ایران کا تقدم زمانی دکھا کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیلمہ ثابت کر چکے ہیں۔ پھر عبدالحکیم نام نے دوٹوک فیصلہ کر دیا۔ اس سے اوپر کا الہام یوں ہے:

کاذب کا خدا دشمن ہے وہ اس کو جہنم میں لے جائے گا۔

اس الہام میں صریح طور پر بتایا گیا ہے کہ تو کاذب ہے، کیسا کاذب؟ عبدالحکیم کا نام راز میں بتا کر فیصلہ کر دیا کہ مسیلمہ کذاب..

(مضمون نامکمل ہے کیونکہ شمارہ زیر نظر سے اس کی آخری سطور دست یاب نہیں ہوسکیں۔ بہاء)..

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۵۔اپریل ۱۹۲۷ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۴۔ص ۴۔۶)۔

مرزا قادیانی کون ہیں؟

یسوع کی طرف سے ایلچی یا ان سے بڑھ کر

جناب بابو حبیب اللہؒ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

تصویر کا ایک رخ: فضیلت کا دعوی

۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

عیسائی مشنریوں نے عیسی بن مریم کو خدا بنایا اور ہمارے سید و مولا حقیقی شفیع کو گالیاں دیں اور بد زبانی کی کتابوں سے زمین کو نجس کر دیا۔ اس لئے اس مسیح کے مقابل پر جس کا نام خدا رکھا گیا خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے اور خدا نے اس دوسرے مسیح کا نام غلام احمد رکھا تا یہ اشارہ ہو کہ عیسائیوں کا مسیح کیسا خدا ہے جو احمد کی ادنی غلام سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یعنی کیا مسیح ہے جو اپنے قرب اور شفاعت کے مرتبہ میں احمد کے غلام سے بھی کم تر ہے۔ (دافع البلاء۔ ص ۱۳۔۱۴)

۲۔ اور سنئیے۔ دافع البلاء صفحہ ۲۰ میں مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

خدا بتلاتا ہے کہ دیکھو میں اس (یعنی مسیح) کا ثانی پیدا کرونگا جو اس سے بھی بہتر ہے جو غلام احمد ہے یعنی احمد کا غلام

زندگی بخش جام احمد ہے
کیا پیارا یہ نام احمد ہے
لاکھ ہوں انبیاء مگر بخدا
سب سے بڑھ کر مقام احمد ہے
باغ احمد سے ہم نے پھل کھایا
میرا بستان کلام احمد ہے
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

۳۔اور سنیئے ۔ریویو آف ریلی جنز جلد اول نمبر ۶ کے صفحہ ۲۵۷ پر ہے:

خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔

نوٹ: ان مندرجہ بالا مقامات میں جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو حضرت مسیح سے افضل قرار دیا ہے۔

تصویر کا دوسرا رخ: مسیح کا ایلچی

جناب مرزا غلام احمد قادیانی ارشاد فرماتے ہیں:

یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت میں کھڑا ہوں۔ (تحفہ قیصریہ۔ص ۲۲)

پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اس وقت ہم یہ عاجزانہ التماس کسی مذہبی حیثیت سے نہیں بلکہ ایک کامل انسان کی حفظ عزت کے لئے پیش کرتے ہیں اور یسوع کی طرف سے رسول ہو کر کہ جس طرح کشفی عالم میں اس کی زبان

سے سنا حضور قیصرہ ہند میں پہنچا دیتے ہیں۔(تحفہ قیصریہ۔ص ۲۲ تبلیغ رسالت۔ص ۶ ص ۱۱۹)

اور جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس جگہ اس قدر لکھنے کی میں نے اس لئے جرأت کی ہے کہ حضرت یسوع مسیح کی سچی محبت اور سچی عظمت جو میرے دل میں ہے اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی زبان سے سنیں اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظّمہ کے حضور میں یسوع کی طرف سے ایلچی ہو کر بادب التماس کروں۔(تحفہ قیصریہ۔ص ۲۳)

پھر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

یسوع مسیح کا پیغام ہے جو میں پہنچاتا ہوں۔(تحفہ قیصریہ۔ص ۲۴)

پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اگر حضور ملکہ قیصرہ ہند و انگلستان توجہ کریں تو میرا خدا قادر ہے کہ ان کی تسلی کے لئے بھی کوئی نشان دکھاوے جو بشارت اور خوشی کا نشان ہو، بشرطیکہ نشان دیکھنے کے بعد میرے پیغام کو قبول کر لیں اور میری سفارت جو یسوع مسیح کی طرف سے ہے اس کے موافق ملک میں عمل درآمد کرایا جائے۔

(تحفہ قیصریہ۔ص ۲۴)

نیز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں؛

اس وقت ہم یسوع مسیح کی عزت کے لئے ہر ایک خطرہ کو قبول کرتے ہیں اور محض اس کی طرف سے رسالت لے کر بحیثیت ایک سفیر کے اپنے عادل بادشاہ کے حضور میں کھڑے ہیں (تحفہ قیصریہ ص ۲۵)

نوٹ ان چھ مقامات میں جناب مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو یسوع کی طرف سے ایلچی کی حیثیت میں پیش کیا ہے اور واضح ہو کہ سینٹ پال یعنی پولوس (جس کی وفات ۶۷ء میں ہوئی تھی اس) نے بھی اپنے آپ کو رسول مسیح کی حیثیت میں پیش کیا تھا۔(کشتی نوح صفحہ ۶۰ کا حاشیہ)۔لیکن پولوس تو اپنے دعوی رسالت پر رہا، مگر مرزا غلام احمد صاحب ترقی کر کے حضرت عیسیٰؑ سے بڑھنے کے مدعی ہو گئے۔اسلئے کہا گیا ہے

یار ما امسال دعوی رسالت کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔اپریل ۱۹۲۷ءمطابق ۱۹شوال ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۶ ص ۳۔۴)

مرزائیت سے توبہ:

ہمارے گاؤں میں میاں امام دین مرزائی تھا اب اس نے مرزائیت سے توبہ کر کے حنفی مذہب اختیار کر لیا ہے عام اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے ۔راقم: میاں جی محمد ثناءاللہ امام مسجد موضع ادھووالی ضلع گوجرانوالہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔اپریل ۱۹۲۷ءمطابق ۲۶شوال ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۶ ص ۱۵)

....

انجمن احمدیہ لاہور

بلی کے بھاگوں چھنکا ٹوٹا

مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات و مقالات سے مسلمانوں کو جو نفرت ہے وہ عیاں ہے کیونکہ وہ سارے کے سارے متعلیانہ متکبرانہ ہیں۔مثلاً آپ کا یہ کہنا کہ :

انبیاء گرچہ بودہ اند بسے۔من بعرفاں نہ کمترم زکسے

(یعنی حضرات انبیاء اگرچہ بہت ہوئے ہیں مگر میں (مرزا) بھی کسی سے کم نہیں)

بلکہ اس پر ترقی کر کے آپ نے یہ فرمایا:

آنچہ دادہ سے ہر نبی را جام۔داد آں جام را مرا بہ تمام

(یعنی خدا نے ہر نبی کو جو کچھ دیا ہے اس کا مجموعہ مجھ کو دیا ہے)

جس کا مطلب صاف ہے جو کسی شاعر نے آنحضرت ﷺ کے حق میں کہا ہے

آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

اسی طرح درثمین میں مرزا غلام احمد کا یہ قول بھی مسلمانوں کے لئے موجب نفرت ہے

کربلائیست سیر ہر آنم۔صد حسین سے در گریبانم

اس لئے مسلمان مرزا قادیانی اور مرزائیوں سے سخت نفرت کرتے ہیں یہاں تک کہ مرزائیوں کی کسی تحریک کو وہ خالص اسلامی تحریک نہیں سمجھتے نہ اس سے خوش ہیں۔

لیکن آج کل جو ہندوؤں اور آریوں کی بے معنی شورش ہو رہی ہے اس میں مرزائی جماعت دخل دے کر مسلمانوں سے اپنی نفرت دور کرنے کی کوشش کر رہی ہے جو ان کے نقطہ نگاہ سے بہت دانش مندی کا کام ہے چنانچہ اس کوشش کی ایک مثال مندرجہ ذیل اشتہار ہے جو لاہوری جماعت مرزائیہ نے شائع کیا ہے۔ہم اپنے ناظرین تک اس پہنچاتے ہیں اور جو کچھ وہ مخفی کر گئے ہیں وہ اضافہ کر دیتے ہیں تاکہ تصویر کے دونوں رخ سامنے آجائیں

احمدیہ جماعت لاہور کے عقائد

۱۔ہم اللہ تعالی کی توحید اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں

۲۔ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں۔آپ کی بعثت کے ساتھ اللہ تعالی نے دین کو کامل کر دیا۔اور اس لئے آنجناب کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں مجدد آئیں گے جن کا کام خدمت اسلام اور تائید دین ہے۔

۳۔ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوا اور اس کا کوئی حکم منسوخ نہیں۔نہ قیامت تک منسوخ ہوگا اور وہ قیامت تک واجب العمل ہے۔

۴۔ ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں۔نبی نہیں مانتے

(اس میں ایک لفظ چھوڑ گئے ،یعنی مسیح موعود مانتے ہیں۔جس کا صاف مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جو فرمایا ہے

و الله لینزن فیکم ابن مریم رسو ل اللہ خدا کی قسم ابن مریم رسول اللہ تم میں اتریں گے۔اس حدیث سے مرزا صاحب مراد ہیں چنانچہ مولوی محمد علی نے ایک کتاب خاص اس نام کی لکھی ہے جس نام ہے مسیح موعود،۔اس میں مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دیا ہے۔پس ناظرین سمجھ لیں کہ اس خاص عہدہ کا چھپانا کس مطلب سے ہے۔ثناء اللہ)

۵۔ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالی اس امت کے اولیاء سے کلام کرتا ہے اور ایسے لوگ اصطلاح شریعت میں محدث کہلاتے ہیں اسی پر اولیاء کی اصطلاح میں ظلی نبوت کا لفظ استعمال ہوتا۔ورنہ جیسے ظل اللہ ، اللہ نہیں، ظلی نبی بھی نبی نہیں۔

۶ ہم ہر اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسو ل اللہ پر ایمان لاتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں۔

۷۔ ہم تمام صحابہ کرام اور تمام بزرگان دین کی عزت کرتے ہیں اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تحقیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

۸۔مسلمانوں کی تکفیر کو ہم سب سے بڑھ کر قابل نفرت فعل سمجھتے ہیں۔اور جو لوگ کسی مسلمان کی یا کسی مسلمان جماعت کی تکفیر کریں ان سے اظہار نفرت کے طور پر ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے خواہ ایسے مکفر احمدی ہوں یا دوسرے لوگ اور جو لوگ تکفیر کے فتووں سے متنفر ہیں ان کے پیچھے ہم نماز پڑھ لیتے ہیں خواہ وہ احمدی ہوں یا دوسرے مسلمان (مرزا صاحب کا فتوی ہے کہ جو مجھے نہیں مانتا اس کے پیچھے نماز مت پڑھو۔ملاحظہ ہو فتاوی احمدیہ اور اربعین نمبر ۴۔یعنی محض مرزا کے انکار پر یہ نتیجہ ہے کہ وہ شخص امامت کے لائق نہیں۔چنانچہ گزشتہ دسمبر کے جلسہ میں لاہوری جماعت میں یہ مسئلہ اقتداء بالمنکر پیش ہوا تو جواز پاس نہیں ہوسکا۔سچ تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کی تصریحات ایسی صاف ہیں کہ ان کے معنی اس کے سوا ہو ہی نہیں سکتے کہ منکرین مرزا کے پیچھے نماز جائز نہیں چنانچہ مولوی محمد علی اور ان کے اتباع کا بھی آج تک یہی عمل ہے۔یہ محض بناوٹ ہے کہ ہم خاص مکفرین کے پیچھے نہیں پڑھتے۔گو بحیثیت تعلیم اسلام یہ عذر بھی صحیح نہیں۔ثناء اللہ امرتسری)

۹۔ حدیثوں میں جو نزول مسیح کا ذکر ہے اسے ہم درست مانتے ہیں مگر چونکہ قرآن کریم حضرت مسیح کی وفات کا ذکر صاف الفاظ میں فرماتا ہے اس لئے اس سے مراد ہم ایک مجدد کا مثیل مسیح ہو کر ظاہر ہونا مراد لیتے ہیں

(یہ لفظ بھی مغالطہ ہے۔مثیل مسیح کا دعوی مرزا صاحب کی طرف سے براہین احمدیہ کے زمانہ تک تھا جب وہ مسیح موعود کے آنے کے قائل تھے اور خود کو مثیل مسیح کہتے تھے ملاحظہ ہو براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸۔۴۹۹۔مگر اس کے بعد جب ترقی کی تو

ازالہ اوہام اوراس کے سوا باقی کتابوں میں صاف تحریر ہے کہ میں مسیح موعود ہوں جس کی بابت حدیثوں میں وعدہ کیا آیا ہے کہ وہ دمشق میں نازل ہوں گے اور دمشق سے مراد قادیان ہے۔ثناءاللہ امرتسری)

۱۰۔ دین اسلام ہمارے نزدیک نہ پہلے جبر سے پھیلا نہ آئندہ کوئی ایسا مہدی ظاہر ہوگا جو اسلام کو بزور شمشیر پھیلائے (بزور شمشیر اسلام پھیلا نے والہ تو ہم بھی نہیں مانتے ہاں حضرت مہدی صاحب سیاست اور باحکومت ضرور ہوں گے جس کو مرزا صاحب اپنی معمولی اخلاقی اصطلاح میں ،خونی مہدی، کے نام سے موسوم کرتے ہیں چونکہ خود مہدی بنے تھے اور صاحب سیاست تو تھے نہیں اس لئے اس بہانہ سے لوگوں کو حضرت مہدی سے نفرت دلاتے تھے کہ ہم کسی کسی خونی مہدی کو جو بزور شمشیر اسلام پھیلائے گا نہیں مانتے ،۔اے جناب اگر آپ کسی با سیاست مہدی کو ماننے سے انکاری ہیں تو ہم بھی کسی محض اشتہاری مہدی کے ماننے کو تیار نہیں ۔ثناءاللہ) **بلکہ مہدی وہی ہے جو خدائے تعالی سے ہدایت پا کر دین اسلام کی صداقت کو قائم کرتا ہے ۔**

(محمد علی پریذیڈنٹ احمدیہ انجمن اشاعت اسلام احمدیہ بلڈنگس لاہور۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم مرزا صاحب کو دعوی مسیحیت اور ادعائے مہدویت میں جھوٹا جانتے ہیں ان کی کوئی تحدی آمیز پیش گوئی سچی ثابت نہیں ہوئی ۔انہوں نے اسلام کی خدمت کرنے کی بجائے اپنے اعمال سے دشمنوں کی نگاہ میں اسلام کو ذلیل اور مسلمانوں کو شرمندہ کیا۔آخر کار وہ اپنی دعا مشتہرہ ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء کے مطابق صادق کی زندگی میں کاذب کی موت مر گئے ۔اس لئے ہم ایسے شخص کو مہدی اور مثیل مسیح ماننے کیلئے بالکل تیار نہیں اور ماننے والے ہمارے نزدیک خدا کے ہاں معذور نہیں

سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبو ن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۷ ص ۹۔۱۰)

مرزا صاحب ۳۵ رنگوں میں

(۲۵ مارچ ۱۹۲۷ء کے اخبار اہلحدیث امرتسر میں اس سرخی کے نیچے مرزا کے ۱۲ رنگ لکھے گئے تھے آج تیرھویں دعوی سے درج ہے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب بابو حبیب اللہؒ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

۱۳۔ خاتم الاولیاء: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

اور میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرنے والا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت ﷺ نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے۔ اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں ہوگا مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔ (خطبہ الہامیہ۔ ص ۳۵)

۱۴۔ خاتم الخلفاء: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

پس آخر جو خاتم الخلفاء اور بموجب اس پیش گوئی کے جو شیخ نے اپنی کتاب عنقاء عرب، میں لکھی ہے وہ خاتم الخلفاء اور خاتم الاولیاء عجم میں پیدا ہونے والا ہے نہ عرب میں۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۵۹)

۱۵۔ چینی الاصل: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

شیخ محی الدین عربی اپنی کتاب فصوص میں مہدی خاتم الاولیاء کی ایک علامت لکھتے ہیں کہ اس کا خاندان چینی حدود میں سے ہوگا اور اس کی پیدائش میں یہ ندرت ہوگی کہ اس کے ساتھ ایک لڑکی بطور توام پیدا ہوگی یعنی اس طرح پر خدا اناث کا مادہ اس سے الگ کر دے گا سو اسی کشف کے مطابق اس عاجز کی ولادت ہوئی اور اسی کشف کے مطابق میرے بزرگ چینی حدود سے پنجاب میں آئے۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۳۹۔ ۴۰ کا حاشیہ)

۱۶۔ معجون مرکب۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

الف: قریباً ۱۸ برس سے ایک یہ پیش گوئی ہے الحمد للہ الذی جعل لکم الصھر و النسب ۔ ترجمہ۔ وہ خدا سچا خدا ہے جس نے تمہاری دامادی کا تعلق ایک شریف قوم سے جو سید تھے کیا اور خود تمہارے نسب کو شریف بنایا جو فارسی خاندان اور سادات سے معجون مرکب ہے۔

(تریاق القلوب۔ص ۶۴)

ب۔ مجھے دو بروز عطا ہوئے ہیں بروز عیسی و بروز محمد۔

غرض میرا وجود ان دونوں نبیوں کے وجود سے بروزی طور پر ایک معجون مرکب ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز ج ۵ نمبر ۵)

۱۷۔ یسوع کا ایلچی: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

حضرت یسوع مسیح کی سچی محبت اور سچی عظمت جو میرے دل میں ہے اور نیز وہ باتیں جو میں نے یسوع مسیح کی زبان سے سنیں اور وہ پیغام جو اس نے مجھے دیا، ان تمام امور نے مجھے تحریک کی کہ میں جناب ملکہ معظّمہ کے حضور میں یسوع کی طرف سے ایلچی ہو کر بادب التماس کروں

(تحفہ قیصریہ۔ص ۲۳، تبلیغ رسالت ج ۶ ص ۱۲)

۱۸۔ مسیح سے بہتر: دافع البلاء میں مرزا قادیانی نے فرمایا ہے:

ابن	مریم	کے	ذکر	کو	چھوڑو
اس	سے	بہتر	غلام	احمد	ہے

۱۹۔ رسول: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

سچا خدا وہی خدا ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔ (ایضاً ص ۱۱)

۲۰۔ مظہر خدا۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

میرا آنا خدا کے کامل جلال کے ظہور کا وقت ہے۔ اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی دکھائے نہیں گویا خدا زمین پر خود اتر

آئے گا جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے یو م یأ تی ر بك فی ظلل من الغمام یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا۔یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھلائے گا۔(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۴)

۲۱۔ حجر اسود۔مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

و انی و اللہ فی ھذا ا لا مر کعبة الحتا ج کما ان مکه کعبة الحجا ج و انی انا الحجر ا لاسود الذی و ضع له القبو ل فی الا رض و الناس یمسه یتبر کون
(ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔الاستفتاء۔ص ۴۱)

۲۲۔ذوالقرنین: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

خداتعالی نے میرا نام ذولقرنین بھی رکھا کیونکہ خداتعالی کی میری نسبت یہ وحی مقدس کہ جر ی اللہ فی حلل ا لا نبیاء جسکے یہ معنی ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرایوں میں، یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے صفات بھی ہوں۔ (نصرۃ الحق۔ص ۹۰)

۲۳۔آدم: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

خداتعالی نے میرا نام عیسی ہی نہیں رکھا بلکہ ابتداء سے انتہا تک جس قدر انبیاء کے نام تھے وہ سب میرے نام رکھ دیئے چنانچہ براہین احمدیہ حصص سابقہ میں میرا نام آدم رکھا۔(نصرۃ الحق۔ص ۸۵)

۲۴۔نوح: مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا نے میرا نام نوح بھی رکھا ہے۔(نصرۃ الحق۔ص ۹۶)

۲۵۔ابراہیم۔مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام ابراہیم بھی رکھا گیا ہے ۔

(ایضاً ۔ص ۸۷)۔باقی دارد۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۷ ص ۱۰۔۱۱)

قادیان میں اسلامی جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو غالباً معلوم ہوگا کہ مرزا قادیانی کے دارالحکومت قادیان میں ایک انجمن اسلامیہ ہے جو سالانہ جلسہ کیا کرتی ہے جس میں علماء سنت شریک ہوا کرتے ہیں۔ اس دفعہ خلاف معمول علماء دیوبند غالباً مدرسہ کی ضرورت کی وجہ سے نہ آسکے۔ مولانا عبدالشکور لکھنوی نے ان کی قائم مقامی کی۔ اور علماء پنجاب بھی بکثرت شریک تھے۔

جلسہ ۳۔۴۔۵ مئی کو ہوتا رہا۔ حاضرین کی تعداد بہت زیادہ تھی۔

۶ کس مرزائی تائب ہوئے۔ مرزائی کیمپ میں بڑی کھلبلی رہی۔ موقع بے موقع خلل اندازی کرتے تھے چونکہ صاحب ضلع گورداسپور کے حکم سے جلسہ ہذا میں ۲۵ جوان پولیس سب انسپکٹر اور انسپکٹر پولیس ایک ڈپٹی کلکٹر (مجسٹریٹ) شریک جلسہ رہتے تھے اس لئے امن رہتا ہے اور رہا۔ جلسہ کے اختتام پر چیلنج بازی بھی ہوئی۔

ہمارا چیلنج بخدمت میاں محمود خلیفہ قادیان

آپ کو معلوم ہوگا کہ حکیم نورالدین کے زمانہ خلافت میں منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق اور ان کے ساتھ کئی احمدیوں نے مجھ سے انعامی مباحثہ کیا تھا، مضمون بحث مرزا کا میرے ساتھ آخری فیصلہ تھا جس میں بفضلہٖ تعالیٰ حق کی فتح ہوئی یعنی تین سو روپیہ میں نے وصول کیا۔

اس پر بھی آپ کی جماعت خاموش نہ ہوئی۔ اس لئے میں نے قادیان کے جلسہ میں چیلنج دیا تھا کہ احمدی لوگ چاہیں تو اسی مبحث پر دوبارہ بحث کرلیں درصورت فتح پانے کے میں انعام میں صرف پانچ روپئے دونگا۔

باقی شروط وہی ہوں گی جو مباحثہ لدھیانہ میں تھیں فرق صرف اتنا ہوگا کہ اس میں فریق ثانی قاسم علی تھے اور اس مباحثہ میں فریق ثانی آپ ہونگے۔

جلسہ میں آپ کے فرستادوں نے یہ چیلنج منظور کیا تھا۔ امید ہے آپ بھی اپنے والد کی طرح سیدھے اور صاف طریق سے بدستخط خود جواب دیں گے، میں کسی اور کے جواب کو لیس کل خطاب یستحق الجواب قابل جواب نہیں سمجھونگا۔ ابوالوفاء ثناءاللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۱۰ذی قعد ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۸ ص ۷)

....

اخلاق مرزا

جناب مولوی نور محمد خانؒ مدرس راجپورہ ریاست پٹیالہ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب (بقول خود) نہ صرف حضور نبی کریم ﷺ کے کمالات کے مظہر و بروز تھے بلکہ تفصیلی طور پر تمام انبیاء کے کمالات کو اس طور سے جذب کئے ہوئے تھے کہ بعض اولوالعزم انبیاء سے بڑھ کر حضور ﷺ کے برابر اور پہلو بہ پہلو کھڑے تھے اور امت مرزائیہ کے نزدیک تو کوئی دین و دنیا کی ایسی صفت باقی نہیں تھی جو مرزا صاحب کی خادمہ نہ ہو گویا مرزا صاحب آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری ، کے پورے پورے مصداق تھے ۔ خیر یہ تو اپنا اپنا حسن ظن ہے کہ کوئی اپنے پیر بزرگ کو امام نبی رسول کہے یا خدا کے درجہ کو پہنچا دیوے مگر دیکھنا یہ ہے کہ حقیقت میں بھی ان اوصاف سے موصوف ہے یا یاروں کا محض حسن ظن ہی حسن ظن ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بقول خود چاہے کوئی ہوں لیکن اخلاقی حالت آپ کی ایسی ردی وگری ہوئی تھی کہ آپ کو ایک مہذب انسان کہنا اگر مشکل نہیں تو آسان بھی نہیں۔ ناظرین ذیل کے الفاظ سے جس سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حریفوں کی تواضع فرمائی ہے آپ کے اخلاق کا اندازہ کر سکتے ہیں:

(یہ الفاظ کتاب عشرہ کاملہ بحوالہ عصائے موسیٰ سے نقل کئے گئے ہیں اسی سے یہ بھی ملخص ہے۔ منہ)

(میں نے عصائے موسیٰ سے ساری متعلقہ عبارت ذیل میں نقل کر دی ہے۔ منشی الٰہی صاحب نے مرزا صاحب کی شیریں کلامی کے نمونوں کی فہرست حروف تہجی اعتبار سے مرتب کی تھی۔ ملاحظہ فرمائیں۔ بہاء)

اس جگہ مرزا کی خوش اخلاقی وشیریں کلامی کا جو انہوں نے اپنے کتب واشتہارات میں ظاہر فرمائی ہے اور جس کا بالاستیعاب ذکر تو مشکل وطول ہے لیکن بطور نمونہ چند الفاظ وکلمات وفقرات اظہار حقیقت کے لئے بترتیب حروف تہجی بادل نخواستہ لکھتا ہوں اور ان کے نقل کرنے سے اللہ تعالیٰ کی پناہ وبخشش مانگتا ہوں۔

❁ الف: اے بدذات فرقہ مولویاں تمنے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا؛ اندھیرے کے کیڑو؛ ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا؛ اندھے؛ نیم دہریہ؛ ابولہب؛ اسلام کے دشمن؛ اسلام کی عار مولویو؛ اے جنگل کے وحشی؛ اے نابکار؛ ایمانی روشنی مسلوب ہوئے؛ احمق مخالف؛ اے پلید دجال؛ اسلام کے بدنام کرنے والے؛ اے بدبخت مفتریو؛ امی؛ اشرار؛ اول الکافرین؛ اوباش؛ اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے؛ ان بے وقوفوں کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی

❁ ب۔ بے ایمان اندھے مولوی؛ بلید طبع ؛ بدذات جھوٹا؛ بدگوہری ظاہر نہ کرتے؛ بے حیائی سے بات بڑھانا؛ بددیانت بے حیا انسان؛ بدذات فتنہ انگیز؛ بدقسمت منکر؛ بدچلن؛ بخیل؛ بداندیش؛ بدظن؛ بدبخت قوم؛ بدگفتار؛ بدباطن نکتہ چیں؛ باطنی جذام؛ بخل کی سرشت والے؛ بیوقوف جاہل؛ بے ہودہ۔

❁ ت۔ تمام دنیا سے بدتر؛ تنگ ظرف؛ ترک حیا؛ تقوی ودیانت کے طریق کو بکلی چھوڑ دیا؛ ترک تقوی کی شامت سے ذلت پہنچ گئی ؛ تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

❁ ث۔ ثعلب (لومڑی جیسے) ایّھا الشّیخ الضّال و الدّجال البطال۔

❁ ج ۔ جھوٹ کی نجاست کھائی؛ جھوٹ کو گوہ کھایا؛ جاہل وحشی؛ جادہ صدق وثواب سے منحرف و دور؛ جعل ساز ؛ جیتے ہی مرجاتا۔

❁ چ۔ چوہڑے؛ چمار۔

❁ ح۔ حمار؛ حمقاء؛ حق وراستی سے منحرف؛ حق پوش۔

﴾ خ۔خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں؛خنزیر سے زیادہ پلید؛ خطا کی ذلت انھی کے منہ پر؛ خالی گدھے؛ خائن؛ خباثت پیشہ؛ خاسرین خالیۃ من نورالرحمٰن؛ خام خیال؛ خفاش؛ خوش شدہ آید کہ حق و دین را باطل کنید۔

﴾ د۔دل کے مجذوم۔دھوکہ دہ۔دیانت امانت راستی سے خالی۔دجال۔دروغ گو۔ڈوموں کی طرح مسخرہ ۔دشمن سچائی۔دشمن قرآن۔دلی تاریکی۔دروغ شما تا کنارہائے بغداد منتشر خواہد شد

﴾ ذ۔ ذلت کی موت۔ذلت کے ساتھ پردہ دری۔ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو سوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔

﴾ ر۔رئیس الدجالین۔ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔روسیاہ ۔روباہ باز۔ رئیس المتصلفین ۔ راس المعتدین۔ راس الغاوین ۔

﴾ ز۔زہرناک مادے والے۔زندیق۔

﴾ س۔ سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی۔سفلی ملا بے بصر۔سیاہ دل منکر۔سخت بے حیا ہوگا جو اس فوق العادت سلسلہ سے انکار کرے۔سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہا ہے۔سادہ لوح،ساہسی،سفلہ،سفہاء،

سلطا ن المتکبّرین الّذی ا ضاع دینہ با لکبر والتّو ھین ۔ سگ بچگان۔

﴾ ش۔شرم وحیا سے دور۔شرارت وخباثت۔شیطانی کاروائی والے۔ شریف از سفلہ نمی ترسد بلکہ از سفلگی اوے ترسد۔شریر مکار۔ شیخی سے بھرا ہوا۔ شیخ نجدی۔

﴾ ص ۔صم عمی ۔صدرالقناۃ نیوش صدرک ضربہ ۔و یریک رمانی بحار دماء۔

﴾ ض۔ضال ۔ ضررھم اکثرمن ابلیس اللّعین

﴾ ط۔ طالع منحوس۔ طبتم نفساً بالغاء الحقّ و الدّین

﴾ ظ۔ظالم۔ظلمانی حالت۔

﴾ ع۔علماء السوء۔ عداوت اسلام، عجیب دیندار، عدوالعقل النھی ،عقارب،عقب الکلب

- غ۔غول الاغوی۔غدار سرشت۔غالی۔غافل
- ف۔ فیمت یا عبدالشّیطان الموسوم بہ۔فریبی۔فن عربی سے بے بہرہ،فرعونی رنگ۔
- ق۔قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے۔ قست قلو بھم کما ھی عا دۃ النو کی ۔ قد سبق الکلّ فی الکذب و المین۔
- ک۔کتے۔کینہ ور۔ کمینہ۔کہماء (مادرزاداندھے)۔کج دل قوم۔کوتاہ نظر۔کھوپڑی میں کیڑا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مر جاویں گے۔
- گ۔گدھا۔گندے اور پلید فتوی والے۔گندی کاروائی والے۔گندی عادت۔گندے اخلاق۔ گندہ دہانی۔گندے خیال والے ذلت سے غرق ہو جاتا۔گندی روحو۔
- ل۔لاف وگذاف والے۔لعنت کی موت۔
- م۔مولویت کو بدنام کرنے والو۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے۔منافق۔مفتری۔مورد غضب۔مفسد۔مرے ہوئے کیڑے۔مخذول۔مہجور۔مجنون درندہ۔مغرور۔منکر۔محجوب مولوی۔مکس طینت مولوی کی بک بک۔مردار خور مولویو۔
- ن۔نجاست نہ کھاؤ۔نااہل مولوی۔ناک کٹ جائیگی۔ناپاک طبع لوگوں نے۔نابینا علماء۔نمک حرام۔مفسانی۔ناپاک نفس۔نابکار قوم ابھی تک حیا وشرم کی طرف رخ نہیں کرتی۔نفرتی وناپاک شیوہ۔ نادان متعصب۔نالائق۔نفس امارہ کے قبضہ میں۔نااہل حریف۔نجاست سے بھرے ہوئے۔نادانی میں ڈوبے ہوئے۔نجاست خوری کا شوق۔
- و۔وحشی طبع۔وحشیانہ عقاید والے۔
- ھ۔ ہامان۔ہالکین۔ہندوزادہ۔
- ی۔یک چشم مولوی۔یہودیانہ تحریف۔یہودی سیرت۔ یا ایّھا الشّیخ الضّا ل و المفتری البطّا ل ۔یہود کے علماء۔یہودی صفت۔

مرزا صاحب کی کتب وغیرہ تو ان کلمات سے لبالب ہیں لیکن بہت ہی اختصار کر کے ضمیمہ رسالہ انجام آتھم اور دوسرے اوراق سے جو الفاظ سرسری دیکھنے سے نظر سے گذرے، ان میں سے بھی بہت سے چھوڑ کر یہ لئے ہیں (عصائے موسیٰ مولفہ منشی الٰہی بخش لاہوری کی عبارت ختم ہوئی ۔ بہاء)

اس کے علاوہ مولوی ثناء اللہ اور مرزا صاحب میں جس قسم کا تعلق تھا اسکا علم مرزا کو تھا یا مولانا کو۔ لیکن ناظرین ذیل کے واقعہ سے تعلق کا احساس کر سکتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ایک ان ٹل پیش گوئی مولوی صاحب کے متعلق کی تھی کہ وہ ہرگز ہرگز قادیان نہیں آوے گا مگر مولوی صاحب کو بھی مرزا جی سے کچھ ایسا عشق تھا کہ فرماتے تھے

مر کے چھٹ جائے تو چھٹ جائے تمہارا کوچہ
یہی گھر ہے یہی در ہے یہی مسکن میرا

بایں ہمہ ممکن ہے کہ خود مولوی صاحب واحباب نے کوشش نہ جانے کی ہو مگر معذور تھے کیونکہ

کوئے دلدار میں کچھ ایسی کشش ہے ناصح
لاکھ چاہیں نہ وہاں جائیں مگر جاتے ہیں

چنانچہ مولوی صاحب قادیان تشریف لے گئے اور بڑی شدومد سے تمنائے ملاقات کا اظہار کیا لیکن مولوی صاحب یہ کہتے ہوئے

پردہ اٹھا کے مجھ سے ملاقات بھی نہ کی
رخصت کے پان بھیج دیئے بات بھی نہ کی

مع ان ذیل کے تحائف کے جو بذریعہ حکیم محمد صدیق صاحب جالندھری ومحمد ابراہیم امرتسری کے مرزا صاحب نے مولوی صاحب کو خصوصیت کے ساتھ عنایت فرمایا تھا (معاذ اللہ) خبیث سور، کتا، گوہ خوار، بدذات ۔ ہم اس کو کبھی بولنے نہ دیں گے۔ گدھے کی طرح لگام دے کر بٹھائیں گے۔ اور گندگی اس کے منہ میں ڈالیں گے۔ لعنت ہی لیکر جائے گا۔ اس کو کہو کہ قادیان سے لعنت لے کر چلا جاوے وغیرہ وغیرہ (الہامات مرزا) واپس تشریف لائے اور اب تک یہ کہتے ہیں

گالی سے کون خوش ہو مگر حسن اتفاق
جو ان کی آرزو تھی مرا مدعا ہوا
لگتی ہیں تیرے منہ سے بھلی گالیاں مجھے
قربان میں تیرے پھر مجھے کہہ لے اسی طرح

ناظرین مرزا غلام احمد کے رسالہ ضرورۃ الامام کی اس عبارت کو بھی ملاحظہ فرمائیں

یہ نہایت قابل شرم بات ہے کہ ایک شخص خدا کا دوست کہلا کر پھر اخلاق رذیلہ میں گرفتار ہو اور درشت بات ذرہ بھی متحمل نہ ہو سکے اور جو امام زمان کہلا کر ایسی کچی طبیعت کا آدمی ہو کہ ادنی بات میں منہ میں جھاگ آتا ہے آنکھیں نیلی پیلی ہوتی ہیں وہ کسی طرح امام زمان نہیں ہو سکتا لہذا اس پر آیت انك لعلى خلق عظيم کا پورے طور صادق آجانا ضروری ہے

احمدی دوستو! ایمان سے بتلاؤ کیا مرزا صاحب پر آیت انك لعلى خلق عظيم پورے طور پر صادق آتی ہے ؟ اور کیا نبی کے ایسے ہی اخلاق ہوتے ہیں؟ مانا کہ مرزا صاحب مدافعتاً اور جواباً اس اخلاق رذیلہ کے مرتکب ہوئے مگر مرزا صاحب کی اخلاقی و مسیحی شان کے یہ بھی خلاف تھا کہ ایسی بدتہذیبی سے مدافعت کرتے در آں حالیکہ وہ نہ صرف مسیح بلکہ نبی اور خلق عظیم کے کامل بروز تھے این چہ بوالعجبی است ۔

مرزائیو!

آپ ہی اپنے ذرہ جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۸ ص ۷۔۸)

مرزا صاحب ۳۵ رنگوں میں

جناب بابو حبیب اللہ صاحبؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

نمبر ۲۶۔ یوسف۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام یوسف بھی رکھا گیا ہے۔ (نصرۃ الحق۔ ص ۸۸)

نمبر ۲۷۔ موسیٰ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں میرا نام موسیٰ رکھا گیا۔ (نصرۃ الحق۔ ص ۸۸)

نمبر ۲۸۔ داؤد۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

خدا نے براہین حصص سابقہ میں میرا نام داؤد بھی رکھا۔ (نصرۃ الحق۔ ص ۸۹)

نمبر ۲۹۔ سلیمان۔ مرزا صاحب کا کہنا ہے (حوالہ مذکور):

براہین احمدیہ کے حصص سابقہ میں خدا تعالیٰ نے میرا نام سلیمان بھی رکھا۔

نمبر ۳۰۔ تمام انبیاء کا مظہر۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

کل دنیا میں جو نبی گذرے ہیں ان کی مثالیں اور ان کے واقعات میرے ساتھ اور میرے اندر موجود ہیں...

اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں ان کے نمونے ظاہر کئے جائیں۔ (حوالہ مذکور ص ۹۰۔)

نوٹ: میاں محمود احمد خلیفہ قادیان فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کو گذشتہ انبیاء کے نام نہیں دیئے گئے تھے۔ (الفضل ۱۶ جون ۱۹۱۷ ص ۵)۔

حضرت یحیٰ کو صرف ایک نبی کا نام دیا گیا مگر مسیح موعود (مرزا) کو جن کیلئے حضرت یحیٰ ایک دلیل کے طور پر ہیں تمام گزشتہ انبیاء کے نام دیئے گئے ہیں۔ (الفضل ۱۶ جون ۱۹۰۷ء)

نمبر ۳۱۔ مریم: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اس تمام امت میں وہ میں ہی ہوں میرا ہی نام خدا نے براہین احمدیہ میں پہلے مریم رکھا۔ اور بعد اس کے میری ہی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسیٰ قرار دیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۳۸ حاشیہ)

نمبر ۳۲۔ محمد و احمد ظلی طور پر: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں

نمبر ۳۳۔ بشارت اسمہ احمد کا مصداق:

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیش گوئی میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے اور آنحضرت ﷺ احمد اور محمد دونوں تھے۔

(القول الفصل ص ۲۷ بحوالہ ازالہ اوہام ص ۶۷۳)

نمبر ۳۴۔ تشریعی نبی: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۷)۔

نوٹ۔ اسی اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ کی رو سے الفضل ۲۷۔ اپریل و ۴ مئی ۱۹۱۴ء صفحہ ۵، الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۱۴ء صفحہ ۴، تشحیذ الاذہان ج ۱۰ نمبر ۲ صفحہ ۲۳ و ۵۵، اور النبوۃ فی القرآن مصنفہ قاضی محمد یوسف احمدی پشاوری کے صفحہ ۴۷ کے حاشیہ پر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو صاحب شریعت نبی لکھا گیا ہے۔

نمبر ۳۵۔ دعویٰ خالقیت: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے اس تعلق کو جو ربوبیت کے ساتھ ہے جس سے ظلی طور پر صفات الٰہیہ بندہ میں پیدا ہوتی ہیں، نہ سمجھ کر میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا ہے کہ

انما امر ك ا ذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكو ن

یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا، تو وہ ہو جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا یہ میری طرف سے نہیں ہے۔ (نصرۃ الحق۔ص ۹۵)

نوٹ: اب میں صرف دو باتیں اور لکھ کر اس مضمون کو ختم کرتا ہوں۔

اول یہ کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا:

مجھے مراق ہے (ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۲)۔

دوسرا یہ کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نسبت لکھا ہے:

کہ حافظہ اچھا نہیں یاد نہیں رہا۔

(ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۵۳ کا حاشیہ)

ثنائی نوٹ: قصہ مختصر مرزا صاحب کے حق میں ان کے معتقدین کہتے ہیں:

حسین ہو مہ جبیں ہو دل نشیں ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

مگر مخالفوں کا عندیہ یہ ہے:

جفا جو ، سنگ دل ، بے رحم ، ظالم
لقب جنکے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۸ ص ۸۔۹)

تنقید تقلید

(مولانا ثناءاللہ امرتسری مرحوم اور مولانا مرتضی حسن چاندپوری مرحوم کی مختلف مسائل پر ردوقدح چلتی رہتی تھی، اور اہل حدیث امرتسر اور العدل گوجرانوالہ میں طرفین کے مضامین نکلتے رہتے تھے۔ ذیل کا مضمون براہ راست ردقادیانیت سے متعلق نہیں ہے، لیکن چونکہ مولانا چاندپوری نے مرزا غلام احمد کو دعوی نبوت سے قبل غیر مقلد قرار دے کر، اس کے کارناموں کو اہل حدیث کے کھاتے میں ڈالنے کی کوشش کی تھی، اس پر مولانا ثناءاللہ نے جواب میں ذیل کی تحریر رقم فرمائی۔ بہاء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ نمبروں میں بتایا گیا ہے کہ یہ سلسلہ مولانا مرتضی حسن دیوبندی کے جواب میں جاری ہوا ہے آج ہم اس بات کا اظہار بادل نخواستہ کرتے ہیں کہ موصوف آج کل اہل حدیث پر بہت خفا ہیں اس لئے جہاں جہاں آپ تقریر کرتے ہیں یہ فقرے ضرور ارشاد فرماتے ہیں: سب سے پہلے شیطان غیر مقلد تھا۔ چنانچہ مئو اور دربھنگہ وغیرہ مقامات سے یہی اطلاعیں آئی ہیں ہم حیران ہیں کہ مولانا مرتضی کو ایسے فتنہ کے زمانہ میں یہ کیا سوجھی ہے کہ غصے میں ایسی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں جو نہ اصول پر منطبق ہوں نہ معقول پر۔

گذشتہ نمبروں میں تمہیدی نوٹ کے بعد ممدوح کی عبارت پوری مع جوابات درج کی گئی ہے۔ آج بقیہ مضمون درج ہے ناظرین بغور ملاحظہ کریں۔ (ثناءاللہ)

مرزا صاحب (قادیانی) بھی کیا شروع میں غیر مقلد ہی نہ تھے (جو شخص شیطان کو غیر مقلد کہے اس سے کیا تعجب ہے کہ اپنے جملہ مخالفین قادیانی ہوں یا آریہ سب کو غیر مقلد کہدے لکل ان یصطلح۔ ورنہ حقیت اصلیہ تو یہ ہے کہ مرزا صاحب کا اپنا صریح قول ہے کہ: میں ہمیشہ ان خشک وہابیوں سے متنفر رہا ہوں۔ البدر ۲۰ شعبان ۱۳۲۰ھ

اور سنیئے:

مرزا صاحب کی زندگی کے حالات ان کے بیٹے (نمبر دوم) نے لکھے ہیں۔ قبل از دعوی مسیحیت کا ذکر لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جو چہلم کی رسم ہے یعنی مردے کے مرنے سے چالیسویں دن کھانا کھلا کر تقسیم کرتے ہیں غیر مقلد اس کے بہت مخالف ہیں اس پر حضرت (مرزا) صاحب نے فرمایا چالیسویں دن غرباء میں کھانا تقسیم کرنے میں

یہ حکمت ہے الخ۔ سیرۃ المہدی ص ۱۶۵

کہیے غیر مقلد ایسے ہوتے ہیں۔ حکیم نور الدین جو مرزا صاحب کے احب مخلصین اور خاص راز داروں میں اندر باہر کے واقف تھے وہ خود کہتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ: مرزا صاحب حنفی مذہب تھے۔ ملاحظہ ہو اخبار پیغام صلح ۳ جنوری ۱۹۲۵ء

معلوم نہیں ایسی عبارات صریحی کے ہوتے ہوئے بھی مولانا مرتضیٰ (چاند پوری) جو قادیانی لٹریچر کے بڑے واقف ہیں مرزا صاحب کے مذہب سے کیوں ناواقف ہیں۔ مدیر اہل حدیث)

امام مجدد محدث ظلی نبی بروزی تشریعی کا دعوی کیا لوگوں نے انکار کیا مقابلہ کیا۔ تو مسلمانوں ہی کی شکایت کرتے ہیں کہ ان مولویوں کا یہی دھندا ہے جو بے دین گمراہ کرنے والا پیدا ہوتا ہے اسے کافر کہتے ہیں۔ مشرک بنا کر مسلمانوں کو کافر ہونے سے روکتے ہیں۔ چپ چاپ سب مسلمانوں کو مرزا صاحب کی نبوت کیوں نہیں ماننے دیتے۔ مرزا صاحب کو کافر و مرتد کیوں کہتے ہیں۔ آخر وہ کلمہ گو تو ہیں (معلوم نہیں یہ سوال کس پر وارد ہے۔ اہل حدیث پر یا جملہ مکفرین مرزا پر؟) کیا کوئی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب نے بجز مسلمانوں کے کافر اور مرتد بنانے کے کس قدر آریہ عیسائیوں غیر مسلموں کو کلمہ گو بنایا ہاں نامردے ہاتھی کی طرح اپنے ہی لشکر کو تباہ کیا۔ اس جملہ معترضہ کے بعد حضرات مقلدین کیا آپ فرما سکتے ہیں کہ آپ نے شروع میں غیر مقلدیت کی صدا غیر مسلموں میں بلند فرمائی تھی اور مقلدین آپ سے لڑنے کو کیسے مستعد ہو گئے۔ یا اب آپ کی ہمت غیر مسلموں کی طرف متوجہ ہے اور مقلدین کو آپ نے چھوڑ دیا نہیں نہیں بلکہ رات دن تقلید ہی کی جڑ کاٹنے میں مشغول ہیں (اور انہی کو مشرک کہا جاتا ہے۔ پھر اگر مقلدین کی طرف سے بھی زیادتیاں ہوئیں گو ہم ان کو بھی پسند نہیں کرتے مگر ذمہ دار اول غیر مقلدین حضرات ہی ہوں گے)

یہ تو ابتدائے عشق تھی انتہاء کو سنیئے سال ہا سال کے بعد مقدمہ بازی فوجداری جھگڑے نزاع مناظرے بند ہوئے تھے مگر ابن سعود کے حرمین شریفین پر قابض ہوتے ہی نہ معلوم کیا بہار کے دن آ گئے کہ غیر مقلدین صاحبان جامہ میں نہیں سماتے حالانکہ نجدی اپنے آپ کو مقلد کہتے ہیں جو غیر مقلدین کے نزدیک دوسرے مقلدین کی طرح ایک ہی کشتی میں سوار ہیں۔ پھر یہ نجدیوں پر کیوں عاشق ہیں (جناب من! آپ نے جلدی میں غور نہیں فرمایا کہ ہم اہل حدیث جلالۃ الملک ابن سعود پر کیوں عاشق ہیں۔ غور سے سنئے

ترکوں کے زمانہ میں حضرت میاں صاحب (مولانا سید نذیر حسین صاحب قدس سرہ) حج کو گئے تو مخالفوں کی شکایت پر عدالت میں ان کی

طلبی ہوئی۔گو چندسوالات کے جوابات دینے کے بعد بعزت واحترام رہائی ہوگئی۔شریف (ناشریف) کے زمانہ میں حضرت مولانا محمود حسن صاحب دیوبندی شیخ الحدیث نوراللہ مرقدہ کو جوتکلیف ہوئی وہ تو کسی واقف یا ناواقف سے مخفی نہیں کہ مرحوم کوقید فرنگ میں بھجوادیا گیا ۔رحمہ اللہ۔،

آج ابن مسعود کی حکومت ہے کہ کوئی مخالف سے مخالف بھی حج کو جائے تو کسی کی مجال نہیں کہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر دیکھے یہ معنی ہیں من دخله کان آمنا

مولانا بشیر احمد صاحب دیوبندی نے گذشتہ سفرحج میں مجھ سے بیان کیا کہ آج سے چھ برس پہلے میں حج کرنے آیا تھاتو مجال نہ تھی کہ کوئی شخص قافلہ سے جدا ہو سکے۔اس دفعہ یہ حال ہے کہ اندھیری راتوں میں میں اونٹ سے اتر کرنماز عشا پڑھی قافلہ برابر چلتا رہا میں پیچھے سے پہنچ کرقافلہ سے جاملا نہ مجھے کسی نے کچھ کہا نہ میں کسی سے ڈرا۔ذلك فضل الله

مولانا!اب تو آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ اہل حدیث ابن سعود کے کیوں عاشق ہیں غالبًا اس وجہ سے تو دیوبندی جماعت بھی عاشق ہوگی یہی وجہ ہے کہ مولانا خلیل احمد سہارن پوری ہندوستان چھوڑ کر مدینہ شریف میں جارہے ہیں اور تحریر فرماتے ہیں کہ اس حکومت میں اہل حدیث شر پر خیر غالب ہے۔ثناءاللہ) **اگر وہ غیر مقلد بھی ہیں تو ہندوستان پر کیا اثر۔یہاں اس فتنہ خوابیدہ کو کیوں جگایا۔گوجرانوالہ میں مناظری کی تحریک کس طرف سے ہوئی** (میرے مکرم دوست پر بڑھاپے کے اثر سے ذہول ہوگیا ورنہ اگر یاد ہوتا تو یہ سوال کبھی نہ کرتے یا ان کو خیال ہوگا کہی پرانے کاغذات کس کے پاس ہوں گے۔خیر جو کچھ بھی ہوآپ کے سوال کا جواب یہ ہے کہ گوجرانوالہ میں مباحثہ کی بنیاد آپ کی حنفی جماعت نے رکھی ثبوت سنئے

مولانا عبدالعزیز صاحب خطیب جامعہ حنفیہ کی کوشش سے انجمن اہل سنت گوجرانوالہ قائم ہوئی جس کے پہلے سالانہ جلسہ کے خطوط جو بیرون جات بھیجے گئے ان میں ایک یہ فقرہ بھی تھا:اس جلسہ میں جناب (مکتوب الیہ) کی شمولیت اس وجہ سے بھی ضروری ہے کہ امسال یہاں اہل حدیث کی آل انڈیا کانفرنس کا جلسہ ۱۵۔۱۶مارچ کو ہونا قرار پایا ہے یہ فرقہ خصوصاً اور عمداً اہل سنت والجماعت کے عقاید حقہ کے خلاف زہر پھیلانا اپنا فرض سمجھتا ہے راقم خواجہ غلام رسول وغیرہ

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل حدیث کانفرنس کا ڈر محض مشہور مثال،آب ندیدہ موزہ کشیدہ،کی تصدیق ہے ورنہ کانفرنس مذکور کی طرف سے کوئی کاروائی خلاف نہیں ہوئی ۔

اب سنئے حنفی جلسہ کی کیفیت:جس جلسہ کے خط سے ہم نے اقتباس نقل کیا ہے اس کے ایام میں یک شنبہ کے روز بعض مضامین اختلافی بھی نظر آتے ہیں مثلاً پروگرام میں درج ہے

فاتحہ خلف الامام حضرت قبلہ سید انور شاہ صاحب

اسی پروگرام کے نیچے ایک نوٹ ہے جسکے الفاظ یہ ہیں

یک شنبہ کے اجلاس کے مضامین پر اگر کوئی تبادلہ خیالات کرنا چاہیں تو ایک روز قبل اطلاع دیں

مولا مرتضی کی اصطلاح میں یہ الفاظ اگر مباحثہ مناظرہ کے مترادف (ہم معنی) نہیں تو اور بات ہے۔ عام طور پر تو ایسے الفاظ کے معنی مناظرہ کی دعوت ہی سمجھی جاتی ہے۔

ہاں اس چیلنج کا انجام کیا ہوا۔ ناظرین اس کی سننے منتظر ہوں

میں ان دنوں جلسہ وزیرآباد میں گیا تھا اہل حدیث گوجرانوالہ نے وزیرآباد پہنچ کر مجھے مجبور کیا کہ میں جلسہ حنفیہ میں شریک ہوں چنانچہ مجبوراً میں بھرا ہیان ۳ بجے سے کچھ پہلے پہنچ گیا مگر فاتحہ خلف الامام بیان کرنے والوں کو موجود نہ پایا۔ جواب ملا کہ استراحت فرما رہے ہیں آخر خاتمہ وقت پر ہم یہ کہتے ہوئے چلے آئے: تھی خبر گرم کہ غالب کے اڑیں گے پرزے۔ دیکھنے آئے تھے افسوس تماشا نہ ہوا۔) **میرٹھ میں مقلدین کو کس نے کیا کیا کہا** (میرٹھ کا قصہ بھی سن لیجئے جو حرف بحرف صحیح ہوگا۔ مولوی محمد صاحب دہلوی نے جلسہ اہل حدیث میں بیان کیا کہ بعض مسائل فقہ حنفیہ میں امام ابوحنیفہ صاحب کی طرف منسوب کئے گئے ہیں ن حالانکہ وہ ان کے بتائے ہوئے نہیں نہ ان کی شان کے لائق ہیں۔ مثلاً کسی عورت کو اجرت پر نوکر رکھے اور اس سے زنا بھی کرے، تو لکھا ہے کہ یہ اجرت امام صاحب کے نزدیک حلال ہے۔ فرمایا میں کہتا ہوں کہ ایسے مسائل امام صاحب کے نہیں ہیں۔

اس پر حنفیہ پبلک میرٹھ نے شور مچایا اور مباحثہ کا اعلان کر دیا لاچار اہل حدیث نے ایک روز بڑھا کر جلسہ کیا جس میں مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے شرح وقایہ کے حواشی مولفہ مولوی عبدالحی صاحب مرحوم پڑھ کر سنائے کہ یہ مسئلہ امام ابوحنیفہ صاحب کی طرف منسوب کرنا غلط ہے۔ مولانا عبدالحی مرحوم نے اس پر بہت ناراضگی کا اظہار کیا ہوا ہے۔ وہ حواشی پڑھ کر سنا دیئے گئے۔ اس پر حنفی علماء اور طلبا نے کچھ چوں چراں کی تو مولانا مبارک حسین صاحب (حنفی دیوبندی) نے بلند آواز سے کہا کہ اہل حدیث نے جو دعوی کیا تھا اس کا ثبوت دے دیا گیا اب جھگڑا فضول ہے۔ بتایئے اس میں کس کی زیادتی ہے؟ معلوم نہیں مولا مرتضی کو دیوبند میں کیا کیا بتایا گیا ہوگا۔ ثناء اللہ) **بنگالہ میں مناظرہ کا علم کس نے بلند کیا**۔ (بنگالہ میں کئی ایک مناظرے ہوئے ہیں معلوم نہیں آپ کی کیا مراد ہے اگر سب سے آخری مناظرہ مراد ہے جس میں علماء دیوبند اور خاکسار بھی مدعو تھا، نہ آپ گئے، نہ میں گیا۔ اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ ابتداء کس کی طرف سے ہوئی۔ ہاں فریق اہل حدیث کا بیان تھا کہ ہم کو فرقہ حنفیہ نے تنگ کر رکھا ہے۔ مساجد میں نماز پڑھنے وعظ وتقریر کرنے سے مانع ہوتے ہیں اس لئے ہم نے مجبور ہو کر مباحثہ کا ارادہ کیا ہے واللہ اعلم) **حضرت شیخ الحدیث قبلہ سید انور شاہ مدظلہ اور یہ عاجز نہیں گیا تو غیر مقلدین نے کیا کیا لکھا؟** (مجھے نہیں معلوم کیا کہا۔ یہی کہا ہوگا کہ وقت مقرر کر کے سامنے نہیں آئے۔ ممکن ہے یہ بھی کہا ہو: خود سوئے ماندید وحیارا بہانہ ساخت۔ جو بالکل معمولی بات ہے۔ ثناء اللہ) **گوجرانوالہ کا مناظرہ روکنا صرف ہمارا ہی کام تھا** (میں تسلیم کرتا ہوں کہ واقعی آپ نے مناظرہ روکا۔ اس کی وجہ کیا ہوئی واللہ اعلم۔ میں نہیں کہہ سکتا۔ ہاں مولانا عبدالعزیز خطیب مسجد حنفیہ اور بانی جلسہ اہل سنت گوجرانوالہ کا بیان، خدام الدین، لاہور کے گذشتہ جلسہ میں اپنے خاص احباب سے یہ ہے کہ ہم نے سمجھا تھا کہ اہل حدیث مناظرہ کو نہ آئیں گے مگر جب ہم نے دیکھا کہ مولوی ثناء اللہ موجود ہے تو ہمارے حواس باختہ ہو گئے اس لئے ہم نے وہ مضمون ہی ملتوی کر

دیا۔شائداسی لئے لوگ کہتے جارہے تھے: کنجے گرفت وترس خدارابہانہ ساخت

بمنت گذارش: ہمارے احباب کرام حنفیہ عظام کومسئلہ فاتحہ خلف الامام پر بہت ناز ہے جہاں درس شروع کراتے ہیں تو یہی آواز آتی ہے باب ما جاء فی القرأة خلف الا مام ۔کیا اچھا ہو کہ جلسہ اہل سنت گوجرانوالہ کے موقعہ پر عام یا خاص نشست میں اس مسئلہ پر تحریری تبادلہ خیالات ہوجائے۔اس مجلس میں کیا ہوگا؟

خطا ثابت کریں گے ہم کسی کی،اور چھیڑیں گے۔سنا ہے ان کو غصے میں لپٹ جانے کی عادت ہے) ورنہ وہیں جنگ شروع ہو چکی تھی جس کی مولوی ثناءاللہ نے بھی تحسین کی اور قادیان میں خود مجھ سے ذکر کیا:(گو مجھے یہ واقعہ یادنہیں تاہم میں آپ کی دوراندیشی کی تحسین کرتا ہوں۔ثناءاللہ)) باقی دارد۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰مئی ۱۹۲۷ءمطابق ۱۷ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ جلد۲۴نمبر ۲۹)

....

فساد کی ذمہ واری مرزا قادیانی پر ہے

گہہ بت شکنی گاہ بمسجد زنی آتش

از مذہب تو گبر و مسلمان گلہ دارد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! ہمارا یہ عنوان دیکھ کر جلدی میں تعجب نہ کریں بلکہ ہمارا پیش کردہ ثبوت ملاحظہ کر کے رائے قائم کریں۔

بہت کم لوگوں کو خبر ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو نبوت مجددیت کے علاوہ خدائی حکومت کے چیف سکرٹری کا عہدہ بھی تھا چنانچہ آپ ایک جگہ تحریر کرتے ہیں:

ایک میرے مخلص دوست عبداللہ نام پٹواری غوث گڈھ علاقہ پٹیالہ کے دیکھتے ہوئے اور ان کی نظر کے سامنے یہ نشان الٰہی ظاہر ہوا کہ اول مجھ کو کشفی طور پر دکھلایا گیا کہ میں نے بہت سے احکام قضاو قدر کے اہل دنیا کی نیکی بدی کے متعلق اور نیز اپنے اور اپنے دوستوں کیلئے لکھے ہیں اور پھر تمثل کے طور پر میں نے خدا تعالیٰ کو دیکھا اور وہ کاغذ جناب باری کے آگے رکھ دیا کہ وہ اس پر دستخط کر دیں مطلب یہ تھا کہ سب باتیں جن کے ہونے کے لئے میں نے ارادہ کیا ہے ہو جائیں۔ سو خدا تعالیٰ نے سرخی کی سیاہی سے دستخط کر دیئے اور قلم کی نوک پر جو سرخی زیادہ تھی اس کو جھاڑا اور معاً جھاڑنے کے ساتھ ہی اس سرخی کے قطرے میرے کپڑوں پر اور عبداللہ کے کپڑوں پر پڑے میں نے بچشم خود ان قطروں کو بھی دیکھا۔ (تریاق القلوب۔ص ۳۴)

ناظرین غور کریں کہ مرزا صاحب نے اہل دنیا کے لئے جو احکام قضاوقدر لکھے تھے کیا ممکن ہے کہ ہندوستان کے فسادات عموماً اور لاہور کے خصوصاً ان میں نہ ہوں اتنے بڑے بڑے واقعات خصوصاً اپنے ملک کے اگر چھوڑ گئے تو لکھا ہی کیا۔ یقین ہے کہ مرزا صاحب کے مجوزہ احکام قضاوقدر میں یہ سب کچھ ہوگا۔ مقام غور ہے باپ تو اس قسم کے فسادات پیدا کرتا ہے بیٹا (محمود احمد) ان فسادات پر تبصرہ کرتا ہوا افسوس۔ بعد از نقصان رسیدوں کے حق میں ہمدردی کا اظہار کرتا ہے۔

حضرت ناصح نے مے پی کر یہ کیسی چال چلی
محتسب سے جا ملے رندوں کے مخبر بن گئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۹ ص ۴)

وحی مرزا کی نوعیت

آنچہ داده است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

جناب بابو حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

یہ شعر مرزا غلام احمد کا اپنا ہے۔اس میں اپنی نبوت کی نوعیت بتاتے ہیں کہ سارے نبیوں کے مجموعہ کے کمالات مجھے ملے ہیں۔پس وہ نوعیت وحی سنئے۔

ا۔ کتاب براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۶ پر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

هو شعنا نعسا . یہ الہام شائد عبرانی ہے جس کے معنی نہیں کھلے،

قارئین اب ذیل کی قادیانی عبارات ملاحظہ فرمائیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اللہ تعالی نے فرمایا ہے کہ ہر ایک نبی کو ہم اس کی قوم کی زبان میں اس کی طرف بھیجتے ہیں۔

(ملفوظات احمد۔ص۴۲)

یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جسکو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے کیا فائدہ جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے (چشمہ معرفت۔ص۲۰۹)

بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ میں جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا گیا ہے۔

(نزول المسیح۔ص۵۷)

اخبار الفضل قادیان میں لکھا ہے:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کو عربی، فارسی، اردو انگریزی پنجابی عبرانی سنسکرت میں الہام ہوتے تھے۔ (الفضل ۲۹ فروری ۱۹۲۴ء ص ۱۰)

اخبار بدر قادیان میں لکھا ہے:

عبرانی ایک مردہ زبان ہے۔ (بدر ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۱۲)

اخبار فاروق قادیان میں لکھا ہے:

سنسکرت ایک مردہ زبان ہے۔ (فاروق ۶ مئی ۱۹۲۶ء ص ۶)

ناظرین! ان حوالجات معارضہ کے ہوتے ہوئے کسی نوٹ کی حاجت ہے

۲۔ کتاب البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۷ پر ہے: ایک دم میں رخصت ہوا

(حضرت مسیح موعود نے) فرمایا کہ: آج کی رات ایک (مندرجہ بالا) الہام ہوا اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے اور جس قدر یاد رہا وہ یقینی ہے مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے۔ یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان میں سے بھول گیا۔ (اخبار بدر جلد ۲ نمبر ۳۱ ص ۲)

۳۔ کتاب البشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۸۔۱۱۹ پر ہے:

امین الملک جے سنگھ بہادر.... پیٹ پھٹ گیا (دن کے وقت کا الہام ہے معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے)

۴۔ الحکم ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء صفحہ ا۔ اور ریویو آف ریلی جنز نومبر ۱۹۰۶ء کے ٹائٹل صفحہ الف و ب پر ہے: مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

خواب میں دیکھا کہ کچھ لکھ رہا ہوں اور لکھتے لکھتے یہ الفاظ دیکھے :

علم الدرمان ۲۲۳۔،

علم عربی لفظ ہے اور درمان فارسی ہے۔ اس سے آگے ۲۲۳ کا ہندسہ ہے معلوم نہیں کہ اس سے کیا

مراد ہے۔

۵۔کتاب البشری جلد اول کے صفحہ ۴۳ پر ہے

ایلی ایلی لما سبقتنی کرمہائے تو مارا کرد گستاخ ۔

اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا۔، تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔

__بیٹے کی ڈگری باپ پر:__

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے ۵ جنوری ۱۹۱۷ء کو ارشاد فرمایا کہ:

نادان ہے وہ شخص جس نے کہا: کرم ہائے تو مارا گستاخ کرد

کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمان بردار بناتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۳)

۶۔کتاب البشری جلد ۲ صفحہ ۱۲۹ پر ہے: الذین اعتدوا منکم فی السبت (نوٹ مسیح موعود) ساتھ کا فقرہ بھول گیا ہے۔ واللہ اعلم۔

ترجمہ: وہ لوگ جنہوں نے سبت کے معاملہ میں زیادتی کی

(جہاں مرزا صاحب بھول جانے کا، یا شبہ کا، یا معنی سے لاعلمی کا اظہار کرتے ہیں، غور کرنے کی بات ہے کہ اس کے بعد کیا سلسلہ وحی والہام، اور خدا سے سوال جواب کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ کیا مرزا صاحب موقع دیگر پر بھول جانے والے لفظ کے بارے میں نہیں پوچھ سکتے تھے، یا معنی میں سے اشتباہ نہیں کھلوا سکتے تھے۔ بہاء)

۷۔کتاب البشری جلد دوم صفحہ ۶۵ پر ہے: بعد۔ ۱۱۔ انشاء اللہ

۸۔البشری جلد اول صفحہ ۱۸۔ اور جلد دوم صفحہ ۱۲۸ پر ہے

لائف آف پین۔ تکلیف کی زندگی

۹۔البشری جلد اول صفحہ ۴۸ پر ہے: شخصے پائے من بوسید من گفتم کہ سنگ اسود منم

۱۰۔البشری جلد اول صفحہ ۵۱ پر ہے: پریشن، عمر براطوس۔ یا پلاطوس۔

نوٹ: مرزا صاحب قادیانی خود (اپنے ایک مرید کو) فرماتے ہیں:

آخری لفظ پڑطوس یا پلاطوس ہے بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔ اور نمبر دو میں عمر عربی لفظ ہے اس جگہ براطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کیا ہیں اور کس زبان کے یہ لفظ ہیں ۔

(از مکتوبات احمدیہ جلد اول۔ص ۶۸)

۱۱۔ البشری جلد اول صفحہ ۵۶ پر ہے:

آریوں کا بادشاہ آیا (پرانا الہام ہے۔ الحکم ۶ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۷) باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۱۷ ذی قعد ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲۹ ص ۴۔۵)

....

کیا مرزا جی صاحب کتاب نبی تھے

بابو حبیب اللہ کلرک امرتسریؒ، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب حقیقۃ الوحی سے آیت ذیل مع قادیانی ترجمہ نقل کرتے ہیں:

و اذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه قال أأقررتم و اخذتم علی ذلکم اصری قالوا اقررنا قال فاشهدوا و انا معکم من الشاهدین

اور یاد کرو جب خدا نے رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب اور حکمت دونگا اور پھر تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا جو تمہاری کتابوں کی تصدیق کرے گا تمہیں اس پر ایمان لانا ہوگا اور اس کی مدد کرنی ہوگی اور کہا کیا تم نے اقرار کرلیا۔ اس عہد پر استوار ہو گئے۔ انہوں نے کہا کہ ہم نے اقرار کرلیا تب خدا نے فرمایا کہ اب اپنے اقرار کے گواہ رہو اور میں بھی تمہارے ساتھ اس بات کا گواہ ہوں۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۰،۱۳۱)

نوٹ نمبرا۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بقول مرزا صاحب قادیانی تمام رسولوں کو خدا نے کتابیں دیں۔

۲۔ کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵ کے صفحہ ۱۹۲ پر لکھا ہے :

میں اپنے مخالفوں کو یقیناً کہتا ہوں کہ حضرت عیسی امتی ہرگز نہیں،(ازالہ اوہام میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھ چکے ہیں کہ حضرت عیسی اس امت کے شمار میں آ گئے ہیں) گو وہ بلکہ تمام انبیاء آنحضرت ﷺ کی سچائی پر ایمان رکھتے تھے مگر وہ ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں۔اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔ یہ ہرگز نہیں تھا کہ آنحضرت ﷺ کی روحانی تعلیم سے وہ نبی بنے تھے تا وہ امتی کہلاتے ان کو خدا تعالی نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ ان پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن اس پر گواہ ہے۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے تمام انبیاء کو کتابیں دیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی۔

جناب مرزا کا دعوی:

کتاب حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۲۱۳ پر ہے:

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۲)

قاضی یوسف احمدی اپنی کتاب النبوۃ فی القرآن مطبع فاروق قادیان صفحہ ۴۴، ۴۵، ۴۶، ۴۷ پر لکھتے ہیں:

جن نبیوں کے پاس کتاب الشریعت تھی وہ شریعت والی کتاب کہلائے گی مگر جن کے پاس صرف مبشرات اور منذرات کا مجموعہ ہو تو اگر چہ وہ کتاب بھی ہے مگر کتاب الشریعت نہیں۔پس جن نبیوں کے پاس کتاب الشریعت تھی وہ شارع نبی اور رسول ہوں گے وہ بھی صاحب کتاب ہیں اور جن کے پاس صرف مجموعہ الہامات و وحی ہے مگر اس میں شریعت نہیں تو صاحب کتاب وہ بھی ہیں مگر صاحب شریعت نہیں۔اور جہاں مراد صاحب کتاب سے صاحب الشریعت نبی اور رسول ہو تو وہاں ایسی کتابوں والے صاحب کتاب نہ کہلائیں گے اگر چہ درحقیقت صاحب کتاب ہوں۔مگر جب وہ

صاحب کتاب بمعنی صاحب الشریعت نہیں تو وہاں اس کو صاحب کتاب کہنا محض مغالطہ کا باعث ہو گا مگر جہاں صاحب کتاب نبی اور رسول سے مراد صرف صاحب مجموعہ الہامات ووحی اللہ ہو تو وہاں ان کی کتاب کو کتاب نہ کہنا یا ان کو صاحب کتاب نہ کہنا امر حق پر پردہ ڈالنا ہے۔ پس جہاں جہاں کسی نبی یا رسول کی کتاب کا ہم انکار کرتے ہیں یا حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب کا انکار کیا ہے وہاں صرف اسی کتاب کا انکار ہے جس میں شریعت جدیدہ ہو اور ان معنوں میں از روئے قرآن صاحب شریعت ہمارے سامنے صرف حضرت موسیٰ اور حضرت محمد ﷺ دو ہی رسول ہیں جو صاحب کتاب یعنی صاحب الشریعت کہلا سکتے ہیں۔ اور اس کے ماسوا باقی جس قدر رسول اور نبی امت موسویہ میں ہو گذرے ہیں اور یا حضرت احمد (مرزا قادیانی) امت محمدیہ میں، یہ سب کتاب الشریعت والے نبی نہ تھے مگر جہاں صرف ان کے مجموعہ الہامات ووحی سے کتاب مراد ہو گی تو وہاں ہم کسی نبی اور رسول کو بلا کتاب نبی اور رسول نہیں کہتے نہ حضرت مسیح ناصری کو اور نہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کو یہ سب صاحب کتاب تھے یعنی صاحب کتاب المبشرات و المنذرات

سوال۔ اگر سوال ہو کہ کیا حضرت مسیح موعود بھی صاحب کتاب نبی ہیں:

جواب۔ تو سائل سے دریافت کر لیا جائے کہ کتاب سے اس کی کیا مراد ہے آیا شریعت جدیدہ مراد لیتا ہے۔ پس اگر اس کا مطلب یہی ہے تو صاف الفاظ میں حضرت مسیح موعود کا یہ مصرعہ قصیدہ الہامیہ میں سے سنا دو کہ: من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

اور حضرت مسیح موعود کی وہ تشریح جو ایک غلطی کا ازالہ میں آپ نے اس مصرع کی کی ہے ان الفاظ میں بتا دو کہ اسکے معنی صرف اس قدر ہیں کہ میں صاحب شریعت نہیں ہوں۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۹۴)۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں کہ میں نبی اور رسول ہوں مگر بغیر کسی جدید شریعت کے۔ (ص ۲۶۴)۔ اور بس۔

۲۔ ہاں اگر اس سوال میں کہ کیا حضرت مسیح موعود کتاب لائے ہیں، سائل کی مراد شریعت جدیدہ نہ ہو بلکہ مبشرات اور منذرات کا مجموعہ ہو تو کہہ دو کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) بے شک صاحب کتاب

نبی ہیں اور کتاب البشری پیش کردو۔ کیا حضرت سلیمان ؑ کا دوسطروں کا خط کتاب کہلائے گا اور اس قدر الہامات کثیرہ کا مجموعہ کتاب نہ کہلائے گی۔ بلکہ خود خدا نے اس کو کتاب سے موسوم کیا ہے جیسا کہ الہامات ذیل سے واضح ہے:

یا یحیی خذ الکتاب بقوۃ ، (بشری جلداول۔ص۵۱)۔

کتا ب سجلناہ من عند نا ۔(بشری جلددوم۔ص ۱۷)

ان کنتم فی ریب مما اید نا عبد نا فا توا بکتا ب من مثلہ .

(بشری. جلددو م. ص ۳۸).

یہ میری کتاب ہے اس کو ہاتھ نہ لگاوے مگر وہی جو میرے خاص خدمت گار ہیں۔

(بشری۔جلددوم۔ص۱۱۲)

حم۔ تلك آ یات الکتا ب المبین ۔ (بشری جلددوم۔ص۱۲۹)

نتیجہ یہ نکلا کہ قاضی محمد یوسف احمدی پشاوری کی تحقیقات کی رو سے جناب مرزا غلام احمد بے شک صاحب کتاب ہی ہیں اور اس پر لطف یہ ہے کہ اربعین نمبر۴ صفحہ ٦ کی عبارت نقل کرنے کے بعد بطور نتیجہ کے قاضی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

دیکھو حضرت مسیح موعود نے تجدید کے طور پر نزول احکام شریعت کو ممکن مانا ہے پھر اپنی وحی میں ان کو تسلیم کیا ہے اور اس طرح سے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی بھی مانا ہے۔

(النبوۃ فی القرآن۔ص۴۷ کا حاشیہ)۔

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۲۷ء مطابق ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۴۵ھ ص۳۔۵)

مرزائی خنزیر بھاگ نکلا۔ پکڑا نہ گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عام طور پر لکھا ہوا ہے کہ حضرت مسیح موعود کی بابت جو حدیثوں میں آیا ہے کہ خنزیروں کو قتل کریں گے ان خنزیروں سے مراد پادری لوگ ہیں۔ میرے دم تحریر سے یہ لوگ قتل ہورہے ہیں۔

ان پادریوں میں ایک جوان پادری عبدالحق ہیں جو بطور فخر کہا کرتے ہیں کہ میں اتنا بڑا خنزیر زندہ ہوں تو مرزا صاحب قادیانی کا دعوی کیسے سچا ہوسکتا ہے۔

۱۸ مئی کو قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ میں جو ہمارا عیسائیوں سے مباحثہ تھا ایک وقت دونوں پادری صاحبان ہمارے ڈیرہ پر آئے۔ اثناء گفتگو میں یہ ذکر بھی چل پڑا پادری عبدالحق تو چونکہ عام طور پر یہ کہا کرتے ہیں کہ میں اتنا موٹا خنزیر زندہ ہوں اور احمدیوں کو للکارتا ہوں۔ مجھے مارنے کی بجائے مجھ سے کیوں بھاگتے ہیں۔ مجلس مذکور میں ایسی باتیں خوش طبعی سے ہورہی تھیں۔ ایک احمدی بھی چپکے بیٹھے تھے۔ انہوں نے کہا کہ اس مباحثہ کے بعد ہم سے بھی مناظرہ کرلو۔ عبدالحق نے منظور کیا۔ بہت سی گفتگو کے بعد قرار پایا کہ ۲۰ مئی ۱۹۲۷ء کو مباحثہ گوجرانوالہ میں بتفصیل ذیل ہوگا:

۲ بجے دوپہر سے ۴ بجے تک مسیحیت حضرت عیسی پر۔ مدعی پادری، معترض احمدی

۵ بجے سے ۷ بجے تک مسیحیت مرزا قادیانی پر۔ مدعی احمدی، معترض پادری

ہم مباحثہ سے فارغ ہوکر ۴ بجے گوجرانوالہ پہنچے۔ خیال تھا کہ پہلی نشست میں نہیں تو دوسری نشست میں شریک ہوں گے۔ آتے ہی ایک اشتہار مرزائیوں کی طرف سے دیکھا جس میں اسلام اور عیسائی مذہب پر

مباحثہ لکھا تھا۔ وقت ۵ بجے۔ ہم نے کہا یہ تو قرارداد کیخلاف ہے کیونکہ قرارداد میں مباحثہ دونوں مسیحوں (مسیح ناصری اور مسیح قادیانی) پر تھا اور اشتہار میں اسلام اور عیسائیت پر ہے۔

آخر ہم نے کہا چلو تو سہی جو ہوگا دیکھیں گے۔

ہم جلسہ گاہ میں پہنچے تو مرزائی جماعت کو تو موجود پایا، بلکہ انتظام انہی کا تھا مگر پادری صاحبان خصوصاً پادری عبدالحق کو نہ دیکھا۔ انتظار کر کے جب ان کے آنے سے بالکل مایوسی ہوئی تو ساڑھے ٦ بجے ہم چلے آئے۔

ہم نے سمجھا کہ پادری عبدالحق کہتے تھے کہ مجھے ۲۱ مئی کو میرٹھ ضرور پہنچنا ہے شائد وہ بمبئی میل پر میرٹھ جائیں گے۔ لیکن ہمارے تعجب کی کوئی حد نہ رہی جب ہم خود بمبئی میل پر سوار ہوئے، لیکن نہ اسٹیشن پر، نہ گاڑی میں ان کو دیکھا۔

ہمارا خیال ہے کہ پادری عبدالحق نے جب اشتہار دیکھا ہوگا کہ اسلام اور عیسائیت پر مباحثہ ہے، تو انہوں نے اس کو بدعہدی سمجھ کر شرکت جلسہ سے انکار کر دیا ہوگا۔ لیکن یہ بھی ہمارا گمان ہے کہ اگر وہ آجاتے اور جلسہ میں قرارداد سناتے، تو پبلک ان کی تائید میں ہوتی اور مباحثہ ہوتا تو مقررہ مضمون ہی پر ہوتا۔ لیکن وہ ایسے گم ہوئے کہ امید نہ تھی۔

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ مرزائی جماعت کو ہم اس پر مبارک باد کہیں یا افسوس کریں کیونکہ ان کا شکار ہاتھ سے نکل گیا۔ یہ تو افسوس کا مقام ہے۔

مبارک یہ ہے کہ وہ میدان میں پہنچ گئے مگر مخالف نہ پہنچا۔ ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ پادری عبدالحق صاحب اس عدم شرکت کی کوئی وجہ معقول بتائیں گے اور آئندہ کسی تاریخ پر اس کی تلافی بھی کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۲ ذی الحج ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۱ ص ۳۔۴)

کفرِ مرزا: بزبانِ مرزا

جناب مولانا ابوالنور نور محمدؒ مدرس مدرسہ راج پورہ ریاست پٹیالہ لکھتے ہیں:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں

۱۔ و ما کان لی ان ادعی النبوۃ وا خرج من الاسلام والحق بقوم کافرین . (حمامۃ البشریٰ۔ص ۷۹) یعنی مجھ کو کیا ہوا ہے کہ میں دعوی نبوت کا کر کے خارج از اسلام اور کافروں میں شامل ہوں۔

۲۔ اور سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ (قول مرزا قادیانی از دین الحق مصنفہ منشی قاسم علی احمدی)

۳۔ غرض ہمارا مذہب یہی ہے کہ جو شخص حقیقی طور پر نبوت کا دعوی کرے اور آنحضرت ﷺ کے دامن فیوض سے اپنے تئیں الگ اور اس پاک سرچشمہ سے جدا ہو کر آپ ہی براہ راست نبی اللہ بننا چاہے تو وہ ملحد بے دین ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۲۷ منقولہ از دین الحق)

نوٹ: الغرض مرزا صاحب قادیانی (و مرزائی امت) کا خود اقرار ہے کہ میں نبوت تشریعیہ و شریعت جدیدہ کے مدعی کو کافر و کاذب جانتا ہوں اور اگر میں بھی نبوت تشریعیہ و شریعت جدیدہ کا مدعی ہوں گا تو بے شک کافر و کاذب ہوں گا۔ اس لئے ناظرین مرزا غلام احمد صاحب کی ذیل کی تحریر غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

۱۔ اور اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا نہ ہر ایک مفتری، تو اول تو یہ دعوی بے دلیل ہے۔ خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی۔ ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ

شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا، وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔ پس اس تعریف کی رو سے ہی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ مثلاً یہ الہام

قل للمو منین یغضوا من ابصا ر ھم و یحفظوا فرو جھم ذلك ازكى لھم

یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ (اربعین ۴۔ حاشیہ ص ۶)

۲۔ چونکہ میری تعلیم میں امر بھی ہے اور نہی بھی، اور شریعت کے ضروری احکام کی تجدید ہے، اس لئے خدا تعالی نے میری تعلیم کو اور اس وحی کو جو میرے پر ہوئی فلک یعنی کشتی کے نام سے موسوم کیا

(حاشیہ ص ۶۔ اربعین نمبر ۴)

مرزا قادیانی مرزائیوں کی نظر میں کون ہیں

ظہیر الدین اروپی مع اپنے گروہ کے مرزا صاحب کو نبی مستقل رسول حقیقی صاحب الشریعت و کتاب مانتے ہیں بلکہ کلمہ طیبہ کے ساتھ لا الہ ا لا اللہ ا حمد جر ی اللہ کے قائل اور قادیانی مسجد اقصی اور قادیان کو قبلہ عبادت جانتے ہیں اور دوسرے پر ترجیح دیتے ہیں (المبارک وغیرہ)

اور مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان مع اپنے گروہ کے اگر چہ دبی زبان وظلی و بروزی کی آڑ میں مرزا صاحب قادیانی کو نبی تشریعی ہی مانتے ہیں، مگر قدرت اپنے دست تصرف سے کھلم کھلا دل کی بات ظاہر کرا دیتی ہے۔ سنو!

۱۔ اور تیسری یہی بات بھی موجود ہے کہ اللہ تعالی نے آپ کا نام نبی رکھا پس شریعت اسلام نبی کے جو معنی کرتی ہے اس کے معنی سے حضرت صاحب ہرگز مجازی نبی نہیں ہیں بلکہ حقیقی نبی ہیں۔

(حقیقۃ النبوۃ۔ ص ۱۷۴۔ از عقائد محمودیہ۔ ص ۲۵)

۲۔ تو اس صورت میں کیا اس بات میں کوئی شک رہ جاتا ہے کہ قادیان میں اللہ تعالی نے پھر محمد صلعم کو اتارا تا اپنے وعدہ کو پورا کرے۔ (کلمۃ الفصل۔ ص ۱۰۵۔ عقائد محمودیہ۔ ص ۱۴)

۳۔پس مسیح موعود خود محمد رسول اللہ ہے جو اشاعت اسلام کے لئے دوبارہ دنیا میں تشریف لائے۔
(کلمۃ الفصل ۔ص ۱۵۸۔عقائد محمودیہ ۔ص ۱۶)

۴۔محکم کیا ہے حضرت مسیح موعود نبی ہیں بلحاظ نفس نبوت یقیناً ایسے جیسے ہمارے آقا سیدنا محمد مصطفیٰ ۔ (الفضل قادیان ۴۔۶۔اپریل ۱۹۱۴ء ص ۸)

۵۔خدا تعالی نے صاف لفظوں میں آپ کا نام نبی اور رسول رکھا اور کہیں بروزی وظلی نبی نہ کہا۔ پس ہم خدا کے حکم کو مقدم کریں گے اور آپکی تحریریں جن میں انکساری اور فروتنی کا غلبہ ہے اور جو نبیوں کی شان ہے اس کو ان الہامات کے ماتحت کریں گے (الحکم قادیان ۲۱۔اپریل ۱۹۱۴ء ہینڈ بل ص ۳)

۶۔نیز مسیح موعود کو احمد نبی اللہ نہ تسلیم کرنا اور آپ کو امتی قرار دینا یا امتی گروہ سمجھنا گویا آنحضرت ﷺ کو جو سید المرسلین اور خاتم النبیین ہیں امتی قرار دینا اور امتیوں میں داخل کرنا جو کفر عظیم اور کفر بعد کفر ہے ۔ (الفضل ۲۹ جون ۱۹۱۵ء ص ۷، زیر عنوان احمد نبی اللہ)

۷۔ہم جیسے خدا تعالی کی دوسری وحیوں میں حضرت اسماعیل حضرت عیسی حضرت ادریس کو نبی پڑھتے ہیں، ایسے ہی خدا کی آخری وحی میں مسیح موعود کو بھی یا نبی اللہ کے خطاب سے مخاطب دیکھتے ہیں۔اور اس نبی کے ساتھ کوئی لغوی یا ظلی یا جزوی ء کا لفظ نہیں پڑھتے کہ اپنے آپ کو خود بخود ایک مجرم فرض کر کے اپنی بریت کرنے لگ جائیں۔ بلکہ جیسے اور نبیوں کی نبوت کا ثبوت ہم دیتے ہیں ایسا ہی بلکہ اس سے بڑھ کر کیونکہ ہم چشم دید گواہ ہیں مسیح موعود کی نبوت کا ثبوت دے سکتے ہیں۔ (الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۱۳ء ۔ص ۸۔ ہینڈ بل ۔ص ۲)

ناظرین! ایک اور طرح سے مرزا صاحب کے دعوی نبوت تشریعیہ کا ثبوت سنئے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ نکتہ یاد رکھنے کے لائق ہے کہ اپنے دعوی کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں لیکن صاحب شریعت کے ماسوا جس قدر ملہم اور محدث ہیں گو وہ کیسی ہی جناب الہی میں اعلی شان رکھتے ہیں اور خلعت مکالمہ الہیہ

سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا۔ (تریاق القلوب حاشیہ ص ۱۳۰)

منکر نبوت مرزا کافر ہے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

۱۔کفر دو قسم پر ہے۔ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا۔دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے، کافر ہے۔

اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں

(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۷۹)

۲۔ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے ۔(انجام آتھم۔ص ۶۲)

۳۔بہر حال جب کہ خدا تعالی نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

(نہج المصلی جلد اول۔ص ۳۰۸ منقول از تشحیذ الاذہان۔ج ۶ ص ۱۳۵)

۴۔اور مجھ کو باوجود صدہا نشانوں کے مفتری ٹھہراتا ہے تو وہ مومن کیوں کر ہو سکتا ہے

(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۴)

خلیفہ ثانی قادیانی کا بیان

۱: جو حضرت صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔(تشحیذ الاذہان۔ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۰)

۲۔آپ (مرزا قادیانی) نے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔ (تشحیذ الاذہان۔ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۰ بابت اپریل ۱۹۱۱ء)

۳، ہمارا ایمان ہے کہ جیسے اور انبیاء کے منکرین اللہ تعالی کی درگاہ سے بعید کئے جاتے ہیں آپ کے (یعنی مرزا قادیانی) کے منکرین کا بھی یہی حال ہے۔ (تشحیذ الاذہان۔ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۳۱)

نوٹ: الحاصل نبی اور امت دونوں کا صاف اقرار ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت میں الہاماً و وحیاً ظلی و بروزی کی کوئی قید نہیں ہے اس وجہ سے آپ نبی حقیقی و تشریعی ہیں جیسے حضرت عیسی و موسی وغیرھما ہیں۔ اور نہ آپ امتی ہیں بلکہ آپ کو امتی کہنا کفر ہے۔

علی ہذا القیاس چونکہ مرزا جی کی وحی میں اوامر و نواہی و ضروری احکام کی تجدید موجود ہے، اور نیز بقول مرزا صاحب انبیاء تشریعیہ و حقیقی ہی کے منکرین کافر ہوتے ہیں اور خود مرزا صاحب قادیانی اور آپ کی امت نے تمام اہل اسلام کی جو منکر نبوت مرزا ہیں تکفیر و تفسیق کی ہے اس لئے مرزا صاحب قادیانی بقول خود نبوت تشریعیہ اور صاحب الشریعت کے مدعی ہوئے۔

مرزائیو! اب تم ہی انصاف سے بتلاؤ کہ مرزا غلام احمد اپنے اس فرمان وما کان لی ان ادعی النبوۃ وا خرج عن الاسلا م و الحق بقوم کا فرین۔ کے رو سے کون ہوئے؟ کیونکہ:

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

مگر احمدی دوستو، اس قدر ضرور عرض کروں گا کہ

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۲ ذی الحج ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۱ ص ۴۔۵)

دعوی نبوت مرزا

جناب حکیم عبدالرحمٰن خلیل قریشیؒ ،نظام آباد ضلع گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں:

تھوڑے دن ہوئے کہ وزیرآباد میں مرزائی جماعت کی لاہوری پارٹی کے رکن مولوی صدر دین صاحب تشریف لائے۔آپ نے رات کولیکچر دیا اوراس میں رسول اللہ ﷺ کے واقعات وحالات زندگی بیان فرما کر مسلمانوں کی باہمی اتفاق واتحاد کی نصیحت فرمائی۔آپ نے لیکچر کے اخیر میں اپنے عقیدہ کا اظہار کرتے ہوئے یوں فرمایا:

ہم محمد رسول اللہ ﷺ کوآخرالزمان نبی مانتے ہیں اور یہ ایک حدیث بھی پڑھ کر اپنے دعوی کی توثیق کی انا محمد وانا احمد و انا الماحی الذی یمحوا اللہ بی الکفر و انا الحاشر الذی یحشر الناس علی قدمی و انا العاقب و العاقب الذی لیس بعدہ نبی (متفق علیہ) آپ چونکہ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے اگر کوئی شخص آپ کے بعد نبوت کا دعوی کرتا ہےتو ہم اسے کافر قرار دیتے ہیں ۔،

سامعین میں سے چند حضرات نے پوچھا: پھر مرزا نے نبوت کا دعوی کیوں کیا؟

آپ نے پھر اپنے پہلے الفاظ کودہرایا کہ،اگر کوئی شخص آنحضور خاتم الانبیاء کے بعد نبوت یا رسالت کا دعوی کرتا ہےتو وہ کافر ہے۔

اورمرزا صاحب کوتو ہم مجدد مانتے ہیں جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں ہر صدی کے بعد ایک مجدد دین ہوا کرے گا جو دین کی تمام بگڑی ہوئی باتوں کواز سرنو درست کرے گا۔وغیرہ

مولوی صدر دین صاحب لاہوری کے الفاظ کوسامنے رکھ کر ہم ان سے چند سوالات عرض کرنے کرنے کی جرأت کرتے ہیں امید ہے کہ آنجناب تسلی بخش جواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

آپ کے ارشاد کے خلاف مرزا صاحب قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا اور بڑے زور شور سے کیا:

۱۔اس کے نام محمد و احمد سے مسمی ہو کر میں رسول بھی ہوں اور نبی بھی ہوں بھیجا گیا بھی اور خدا سے غیب کی خبریں پانے والا بھی۔ (ملاحظہ فرمائیں حقیقۃ النبوۃ۔ص ۲۶۵)

۲۔اور اس زمانہ میں خدا نے چاہا کہ جس قدر نیک اور راست باز مقدس نبی گذر چکے ہیں ایک ہی شخص کے وجود میں انکے نمونے ظاہر کئے جائیں۔سو وہ میں ہوں۔اسی طرح خدا نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا کیونکہ خدا تعالی کی میری نسبت یہ وحی مقدس کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء جس کے معنی ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرایوں میں۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۹۰)

۳۔ نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے، وہ ان میں پائی نہیں جاتی۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۳۹۱)

۴۔خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا۔کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔

(دافع البلاء۔ص ۱۵)

۵۔تذکرۃ الشہادتین فارسی صفحہ ۴۶ ورسالہ ریویو آف ریلی جنز نومبر دسمبر ۱۹۰۳ء ص ۴۴۱ میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ایک وحی میں خدا تعالی نے مجھے مخاطب کر کے یوں فرمایا

یا احمد جعلت مرسلاً یعنی اے احمد تو مرسل بنایا گیا۔

یہ ایسے دعاوی ہیں جن میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے آپ کو نبی، مرسل رسول وغیرہ ہونے کا علی الاعلان دعوی کیا۔یہ ان بے شمار اعلانات نبوت اور دعاوی رسالت میں سے چند بطور مشتے نمونہ ازخروارے پیش کئے جاتے ہیں۔

یا تو مولوی صدرالدین صاحب موصوف، مرزا صاحب کے ان دعاوی سے بے خبر ہیں اور محض حسن ظنی رکھتے ہوئے آنجہانی کو مجدد اور مصلح اعظم کا خطاب دے رہے ہیں اور یا یہی آپ کا تجاہل، عارفانہ ہے۔

مولوی صاحب نے مرزا قادیانی کی مجددیت کا ایک اور ثبوت بھی پیش کیا وہ یہ کہ انہوں نے مخالفین اسلام کے مقابلہ میں بے شمار کتابیں اور رسائل لکھے۔

جناب من! اگر مجددیت کیلئے یہی شرف ہے تو پھر آپ ہی انصاف فرمایئے کہ کیا جناب سردار اہل حدیث (مولانا ثناءاللہ) کی تصنیفات مخالفین اسلام کے مقابلہ میں کچھ کم ہیں۔ بلکہ اس معاملہ میں جو حقیقی اور ٹھوس خدمت اسلام سردار اہل حدیث نے کی ہے، اس کی مثال ہندوستان بھر میں کم ہے۔، تو کیا اندریں حالات آپ نے کبھی ایسا دعوی کیا؟ یا ان کے نیازمندوں میں سے کسی نے ان کو مجدد کہا؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ وہ ایسے خادم اسلام ہیں جیسے دوسرے علماء کرام۔

پس مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا اور بڑے زور سے کیا۔ اس کے ثبوت کے لئے ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے چند ملفوظات لکھ دیئے۔ اب آپ ہی فرمایئے کہ مرزا صاحب نے نبوت کا دعوی کیا یا نہ؟ اور آپ ہی کے مقرر کردہ اصول کے مطابق وہ کیا ہوئے؟ ہم تو وہ لفظ کہنے کی جرأت نہیں کرتے، آپ ہی فرما دیجئے

آپ کی طرف سے تسلی بخش جواب آنے پر ہم آپ سے ایک ایسی بات عرض کرنا چاہتے ہیں جو ہم دونوں کے حق میں مفید ہے اور جس میں حقیقی اور سچی خدمت اسلام مرموز ہے۔ تعصب ضد اور تنگ نظری اور ہٹ دھرمی کو ایک طرف رکھ کر محض سائل کو سمجھانے کے لئے اور یہ مغالطہ دور کرنے کے لئے اس حقیقت پر سے پردہ اٹھایئے۔ جواب مجھ تک بھی پہنچنا چاہیے۔

منتظر:

عبدالرحمٰن خلیل قریشی منشی فاضل وحکیم حاذق از نظام آباد ضلع گوجرانوالہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۲ ذی الحج ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۱ ۵۔۶)

مرزا قادیانی اور اقرار معراج جسمانی

گل و گل چین کا گلہ بلبل خوش لہجہ نہ کر
تو گرفتار ہوئی اپنی صدا کے باعث

مولانا ابوالنور نور محمد خانؒ مدرس مدرسہ راج پورہ ریاست پٹیالہ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی و اپنی امت کی تمام عمر کی کمائیوں کو کاغذ و سیاہی کی نذر کر کے دفتر کے دفتر سیاہ کر ڈالے۔ لیکن کچھ عجیب بات ہے کہ مقلب القلوب اپنی قدرت سے خود مرزا صاحب قادیانی سے بھی ان مسائل حقہ کی حقانیت و صداقت کا اقرار کرا دیتا ہے۔ یعنی مرزا صاحب کے خیالات کی تردید خود مرزا صاحب کی زبان و قلم سے کرادی ہے۔ گویا تردید مرزا میں مرزا صاحب قادیانی کو آلہ بنایا۔ خوب

مثلاً آنحضرتﷺ کے معراج جسمانی کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جہاں بڑے بڑے محالات و مشکلات کے پہاڑ کھڑے کئے، وہاں خود ہی ان تمام محالات کو آلہ قدرت سے پاش پاش کر دیا اور کہا کہ ہاں:

خدا تعالی کی قدرت سے بعید نہیں کہ انسان مع جسم عنصری آسمان پر چڑھ جائے

(چشمہ معرفت۔ ج۲ ص۲۱۹)

اور جہاں معراج جسمانی کو خلاف نص قرآنی او ترقی فی السماء و لن نؤمن لر قیك ازالہ اوہام جلد۲ میں لکھا وہاں یہ بھی تحریر کیا کہ:

ا۔ باوجودیکہ کہ آنحضرتﷺ کے معراج جسمی کے بارہ میں کہ وہ جسم سمیت شب معراج میں آسمان کی طرف اٹھائے گئے تھے تقریباً تمام صحابہ کا یہی اعتقاد تھا۔ (ثم قال بعد سطور) لیکن پھر بھی حضرت عائشہ اس بات کو تسلیم نہیں کرتیں اور کہتی ہیں کہ رؤیائے صالحہ تھی ۔ (ازالہ اوہام)

۲۔ اور مولوی صاحب کو معلوم ہوگا کہ خلاف اجماع صحابہ حضرت عائشہ جناب رسول اللہ کے معراج کے دونوں ٹکڑوں کی نسبت یہی رائے ظاہر کرتی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جسم کے ساتھ نہ بیت المقدس میں گئے نہ آسمان پر بلکہ وہ ایک رؤیائے صالحہ تھی۔(ازالہ اوہام۔کلاں، جلد ا ص ۱۲۱)

۳۔ بلکہ خود آنحضرت ﷺ اپنا چشم دید ماجرا بیان فرماتے ہیں کہ مجھے دوزخ دکھلایا گیا تو میں نے اکثر اس میں عورتیں دیکھیں۔(ازالہ اوہام۔ج ا ص ۱۴۶)

احمدی دوستو! سچ بتلاؤ کہ اب بھی تم کو حضور ﷺ کے معراج جسمانی میں شک ہے؟ ہونا تو نہ چاہیے کیونکہ اب تو تمہارا پیرو مرشد صاف معراج جسمانی کا اقرار کر رہا ہے۔

ناظرین کرام! میری حیرت کی کوئی حد نہیں رہتی جب ایک طرف میں مرزا صاحب کے اتنے لمبے لمبے و چوڑے دعاوی کو دیکھتا ہوں اور دوسری طرف آپ کی تحقیقات کا یہ عالم ہوتا ہے کہ حضرت عائشہ کے اس قول ما فقدت جسد رسول اللہ ﷺ کو اپنے خیال کا سنگ بنیاد رکھ لیا لیکن نہ تو مرزا جی کو اور نہ آپ کی امت کو اس امر کی توفیق نصیب ہوئی کہ دیکھتے آیا یہ قول حضرت عائشہ تک متصل اور صحیح بھی ہے یا نہیں

مرزائی دوستو! مرزا قادیانی تو قبل از وقت تشریف لے گئے اس لئے آپ لوگوں کی خدمت میں حضرت عائشہ ؓ کا مذہب و اس قول کی عدم صحت پیش کی جاتی ہے۔سنو

و حديثها هذا ليس بالثا بت عنها لما فى متنه من الحلة النادحة و فى سنده من انقطاع و راوٍ مجهولٍ وقال ابن دحية فى التنوير انه حديث موضوع عليها وقال فى معراجه الصغير قال امام الشافعية ابوالعباس بن سريج هذا حديث لا يصح وانها وضع رداً للحديث الصحيح و قال التفتازانى فى الجواب على تقدير الصحة اى ما فقد جسد عن الروح بل كان مع روحه و كان المعراج للجسد والروح جميعا . (زرقانی شرح مواہب جلد ۶ ص ۴ مقصد خامس)

(یعنی یہ حدیث حضرت عائشہؓ سے ثابت نہیں کیونکہ یہ محلول المتن والسند ہے اور اس کی سند منقطع و ایک راوی مجہول ہے اور ابن وحیہ نے تنویر میں کہا ہے کہ یہ حدیث موضوع ہے اور معراج صغیر میں کہا ہے کہ امام الشافعیہ ابوالعباس بن سریج یہ

فرماتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں بلکہ معراج جسمانی کی تردید میں وضع کی گئی ہے اور علامہ تفتازانی بتقدیر صحت حدیث عائشہ یہ فرماتے ہیں کہ مطلب یہ ہے کہ آپ کا جسم مبارک روح سے الگ نہیں ہوا بلکہ جسم روح کے ساتھ رہا اور جسم اور روح دونوں کے ساتھ معراج ہوئی)

اور حضرت عائشہؓ کا مذہب سنو

بل الذی یدل علیه صحیح قولها انه لجسده الشریف لانکارها رویة ربه لرویة عین ولو کانت عندها مناماً لم تنکره (زرقانی شرح مواہب۔ج۶ص۴)

(یعنی عائشہ کا قول صحیح و مذہب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو معراج جسمانی ہوئی کیونکہ وہ رؤیت بصری کی منکر تھیں اور اگر ان کا مذہب معراج روحانی کا ہوتا تو رؤیت بصری سے انکار نہ کرتیں)

احمدی دوستو! کہو کچھ خیال میں آیا کہ نہیں۔سوچو اور سمجھو۔اس لئے میں تم سے غیر متوقع انصاف کا امیدوار ہوں۔

تمہیں کرتے ہیں قائل یا خطا میری بتاتے ہیں
مجھے بھی دیکھنی ہے منصفی انصاف والوں کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۹ ذی الحج ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۲ ص ۸۔۹)

....

وحی مرزا کی نوعیت۔۲

جناب بابو حبیب اللہ صاحبؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

۱۳۔بشری جلد دوم صفحہ ۴۷ پر مرزا صاحب قادیانی کا کہنا ہے:

نتیجہ خلاف مراد ہوا یا نکلا (آخر کا لفظ ٹھیک یاد نہیں۔اور یہ بھی پختہ یاد نہیں کہ یہ الہام کس کے متعلق ہے)۔(بدر ۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۸۔جلد ۱ نمبر ۲)

۱۴۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۶ پر مرزا قادیانی کا الہام ہے:

ینادی مناد من السماء۔ترجمہ آسمان سے ایک پکارنے والے نے پکارا

(اخبار بدر۔قادیان ۱۲۔دسمبر ۱۹۰۲ء)

نوٹ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک اور عجیب مبشر فقرہ تھا یاد نہیں۔

۱۵۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۶ پر قادیانی الہام ہے۔

دسمبر ۱۹۰۲ء، انی انا الصاعقة ۔ ترجمہ۔میں ہی صاعقہ ہوں۔

نوٹ یہ اللہ تعالیٰ کا نیا نام ہے، (بدر قادیان۔ج ۱ نمبر ۱۱ ص ۸۶)

۱۶۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۷۹ پر قادیانی الہام ہے:

اصلی و اصوم و اسهر و انام و اجعل لك انوار القدوم و اعطيتك ما يدوم ان الله مع الذين اتقوا .

ترجمہ: میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جاگتا ہوں، اور سوتا ہوں، اور تیرے لئے آپنے آنے کے نور عطا کرونگا اور وہ چیز تجھے دونگا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔خدا ان کے ساتھ ہے جو تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔

۱۷۔ بشریٰ جلد دوم صفحہ ۸۲ پر ہے:

۲۷ مئی ۱۹۰۳ء۔بلا نازل یا حادث یا

(تشریح: فرمایا یہ الفاظ الہام ہوئے ہیں مگر معلوم نہیں کس کی طرف اشارہ ہے یاد نہیں رہا کہ یا کے آگے کیا تھا)۔

۱۸۔بشریٰ جلد دوم کے صفحہ ۸۲ پر ہے:

۴ جون ۱۹۰۳ء۔رات کے ۲ یا ۳ بجے۔سلیم۔حامد۔ متبشراً ۔

ترجمہ۔سلامتی والا حمد کرنے والا بشارت دیا گیا۔تشریح۔کچھ حصہ الہام کا یاد نہیں رہا۔،

۱۹۔بشریٰ جلد دوم دوم صفحہ ۸۴ پر ہے:

یکم ستمبر۔ فیرمین Fair Man ۔ترجمہ معقول آدمی

۲۰۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۹۱ پر ہے۔

۸ تا ۱۶ مئی ۱۹۰۴ء ۔دخت کرام۔شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔

۲۱۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۹۴ پر ہے:

ہفتہ مختتمہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء۔خاکسار پیپرمنٹ۔کشف نمبر ۱۵۰۔

(الحکم قادیان ج ۹ نمبر ۷ ص ۱۲)

۲۲۔بشریٰ دوم جلد صفحہ ۱۰۱ پر ہے:

۵۔اکتوبر ۱۹۰۵ء ۔رہا گوسفندان عالی جناب

۲۳۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۰۷ پر ہے:

ایک دانہ کس کس نے کھایا

۲۴۔بشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۱۴ پر ہے:

۷ مئی ۱۹۰۶ء۔کلیسا کی طاقت کا نسخہ۔(اخبار بدر قادیان۔ج ۲ نمبر ۱۹ ص ۲)

۲۵۔ بشریٰ جلد دوم صفحہ ۱۲۶ پر ہے:

۱۳ مارچ ۱۹۰۷ء۔لاہور میں ایک بے شرم ہے۔

۲۶۔حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵۔اور براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۹۵ پر ہے:

انما امرك اذا اردت شيئا ان تقول له كن فيكون .

ترجمہ۔تحقیق تیرا ہی حکم ہے جو تو کسی شئے کا ارادہ کرے تو اسے کہہ دیتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے

۔(اخبار بدر۔قادیان۔ج ۴ نمبر ۷ ص ۲)

۲۷۔ اخبار بدر ۶ مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ پر ہے :

فرمایا صبح کو ایک الہام ہوا تھا میرا ارادہ ہوا کہ لکھ لوں پھر حافظہ پر بھروسہ کر کے نہ لکھا آخر وہ ایسا بھولا

کہ ہر چند یاد کیا مطلق یاد نہ آیا۔

۲۸۔اخبار بدر ۲۵ جولائی ۱۹۰۴ء صفحہ ۴ پر ہے:

ایسوسی ایشن

۲۹۔بشری جلد دوم صفحہ ۱۴۰ پر ہے:

کبھی معدے کے خلل سے بھی ورم ہو جاتی ہے۔(بدر۔ج ۷ نمبر ۱۳ ص ۲)

۳۰۔بشری جلد دوم صفحہ ۵۶ پر ہے:

آسمان سے کئی تخت اترے مگر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۱۶ ذی الحج ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۳ ص ۵۔۶)

....

کیا بہاء اللہ نے خدا ہونے کا دعوی نہیں کیا؟

حافظ سلیم احمد، احمدی اٹاوی نے لکھا ہے:

۲۹۔اپریل کے اہل حدیث میں ایک مضمون شیخ بہاء اللہ اور مرزا نبی اللہ، کے عنوان سے شائع ہوا ہے جس میں راقم مضمون ہداہ اللہ لکھتے ہیں کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہے ۔

اس کے متعلق چند اقوال خود بہاء اللہ اور اس کی جماعت کے نقل کئے جاتے ہیں ملاحظہ ہوں:

بہاء اللہ اپنی کتاب مبین صفحہ ۲۸۶ میں لکھتے ہیں:

لا اله ا لا انا المسجو ن الفريد

(کہ کوئی خدا نہیں مگر میں اکیلا (بہاء اللہ) جو قید میں ہوں)

پھر بہاء اللہ کہتے ہیں:

و ما دو نی قد خلق با مری . (الوا ح مبا ر که. ص ۲۱۷)

اس میں بہاء اللہ تمام مخلوقات کے خالق بن رہے ہیں۔شاید کوئی کہہ دے کہ یہ خدا فرما رہا ہے لیکن صفحہ ۲۱۶ پر اس سے پہلے یہ جملہ ہے:

و ردّ علینا من الذین خلقوا با مر من عند نا

(کہ ہم پر مصائب ان کی طرف سے بھی وارد ہوئے ہیں جو ہمارے حکم سے پیدا کئے گئے ہیں)

بہاء اللہ اپنی کتاب اقدس کے صفحہ ۲۲۵ پر لکھتے ہیں:

الـذیـن ینطق فی السجن ا لاعظم انه لخا لق ا لا شیاء و موجدها حمل البلا یا لا حیاء العا لم و انه لهوا لاسم ا لا عظم الذی کا ن مکنوناً فی از ل ا لآ زا ل

(کہ وہ جو عکہ کے بڑے قید خانہ میں بولتا ہے وہی تمام چیزوں کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ان کا ایجاد کرنے والا ہے اس نے مصائب کو دنیا کے زندہ کرنے کے لئے اپنے اوپر اٹھایا ہے اور وہ اسم اعظم ہے جو ہمیشہ ہمیش سے مخفی تھا)

بہاء اللہ اپنے ایک مرید کو خطاب کرتے ہوئے لکھتے ہیں

یـا اکبـر یـذ کـرك مالك القدر فی حین احا طه ا لاحزان من الذین کفروا بالر حما ن (اے اکبر تجھ کو قضا و قدر کا مالک ایسے وقت میں یاد کرتا ہے جبکہ اس کو غموں نے گھیرا ہوا ہے)

کتاب مبین کے صفحہ ۳۳۳ میں ہے:

هذا کتاب نزل بالحق من لدن عزیز حکیم ینطق با نی انا المسجو ن فی هذا السجن العظیم (یہ کتاب اتاری گئی ہے عزیز حکیم کی طرف سے جو کہتا ہے کہ میں عکہ کے قید خانے میں قید ہوں)

بہاء اللہ اپنی کتاب اقتداء کے صفحہ ۳۶ پر لکھتا ہے:

کـذ لك نـطـق الـقلم اذ کا ن مالك القدم فی سجنه ا لا عظم بما اکتسبت ایدی الظا لمین

(قلم اعلیٰ نے اسی طرح نطق فرمایا جس وقت مخلوق کا قودیمی مالک ظالموں کی شرارت سے قید خانہ میں پڑا ہوا تھا)

کتاب اقدس کے صفحہ ۲۴۰ پر بہاء اللہ لکھتا ہے:

والکتا ب الذی یقول قد جا ء منز لی

(کتاب بیان پکار کر کہہ رہی ہے کہ میرا اتارنے والا آ گیا)

بہاءاللہ اپنے مرید کو کہتا ہے:

یا عیسی افرح بما یذکرک مالک العرش والثری

(اے عیسی خوش ہو کہ تجھ کو قید خانہ میں مالک العرش والثری یاد کرتا ہے)

پھر بہاءاللہ اپنی کتاب مبین کے صفحہ ۳۲۰ میں لکھتے ہیں:

کذلک یامرک الرحمن اذ کان بایدی الظالمین مسجوناً

(یعنی بہاءاللہ (جو ظالموں کے ہاتھ میں قید ہوا ہے تم کو یوں حکم دیتا ہے)

اس عبارت میں بہاءاللہ نے اپنے رحمٰن ہونے کا ادعا کیا ہے اور بتایا ہے کہ رحمٰن قید میں ہے۔ پھر لکھتا ہے:

کذلک امرک ربک اذ کان مسجونا فی اخرب البلاد۔

(دیکھو مبین ص ۳۴۵)۔ (تمہارے رب نے سب سے خراب شہر (عکہ) میں قید ہونے کی حالت میں تم کو یہ حکم دیا ہے)

پھر بہاءاللہ ایک جگہ اپنے ایک مرید کو حکم دیتا ہوا لکھتا ہے

قل لک الحمد یا مبدع الاکوان بما ذکرتنی فی السجن اذ کنت بین ایدی الفجار (کتاب مبین ص ۳۴۷) (کہ تو یہ کہو کہ اے کائنات کے پیدا کرنے والے رب رحمٰن تیری حمد ہو کہ تو نے مجھ کو ایسے حال میں یاد کیا جب کہ تو ظالموں کی قید میں تھا)

اسی کتاب مبین کے صفحہ ۱۹۰ پر بہاءاللہ لکھتا ہے:

اقتدوا بربکم الاعلی الابھی انه فی الشدة و البلاء

(کہ تم اپنے برتر صاحب الجمال رب کی اقتداء کرو جو مصیبت اور بڑی تکلیف میں ہے)

اسی کتاب مبین کے صفحہ ۲۹۷ پر ہے:

اقتدوا بربکم الرحمن انه فی البلیة الکبری یدعوا الناس بالحق (کہ تم اپنے رحمٰن رب کی پیروی کرو جو بڑی مصیبت کی حالت میں لوگوں کو اپنے سچے راستے کی طرف بلاتا ہے)

ایک اور حوالہ ملاحظہ ہو۔ اقتداء کے صفحہ ۱۱۴ پر بہاءاللہ اپنی نسبت لکھتا ہے:

اذا یراه احد فی الظاهر یجده علی هیکل الانسان بین ایدی اهل الطغیان و اذا یتفکر الانسان فی الباطن یراه مهیمنا علی من فی السماوات

والارضیـــــن (کہ بہاءاللہ کو دیکھنے والا شخص ظاہر میں تو اس کو انسانی شکل میں دیکھتا ہے لیکن جب کوئی شخص اس کے باطن پر غور کرتا ہے تو اس کو آسمان وزمین کی کل مخلوق کا نگہبان ومحافظ پاتا ہے)

ایک بہائی شاعر دیوان نوش صفحہ ۹۳ پر کہتا ہے

رخ سوئے تو آوردم اے مالک جاں ابہی
زاں روکہ در عالم معبودی و سلطانی

بہاءاللہ کی قبر پر سجدہ کیا جاتا ہے چنانچہ بهجة الصدور صفحہ ۲۵۸ پر مرزا حیدر علی اصفہانی بہائی لکھتا ہے:

زائرین زیارت وطواف وتقبیل وسجدہ عتبہ مقدسہ اش نمودہ ونمایندہ اند۔

(کہ بہاءاللہ کے مقدس آستانہ پر زیارت کرنے والے لوگ سجدہ کرتے اور بوسہ دیتے اور طواف کرتے تھے اور اب بھی ایسا ہی کیا جاتا ہے)

بہائیوں کا خلیفہ عبدالبہاء جب سفر یورپ سے واپس آیا تو سب سے پہلے جو کام کیا وہ یہ تھا

جبین مبین رابر تراب آستان مقدس سودند۔ (بدائع الآثار جلد ۲ ص ۳۷۳)

(کہ عبدالبہاء نے علی محمد باب کی قبر پر جا کر ماتھا رگڑا)۔ باقی پھر۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جون ۱۹۲۷ء مطابق ۲۳ ذی الحج ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۴ ص ۷۔۸)

....

مرزا صاحب کی نبوت کا پول

جناب محمد فیض اللہ کلرک ار۔ بی۔ ریلوے لاہور لکھتے ہیں:

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

قارئین کرام! مرزا غلام احمد قادیانی کسی تعارف کے محتاج نہیں۔ آپ کے دعوی نبوت سے متاثر ہو کر ہمارے بہت سے اسلامی بھائی گمراہ ہو گئے ہیں اور ایک نئے فرقہ کی شکل میں الگ ہو کر دوسرے مسلمانوں سے برسر پیکار ہیں اور اسلام میں مزید تفریق کا باعث بن رہے ہیں۔

اس نئے تفرقہ کو مٹانے کے لئے بہت سے بزرگان دین نے مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کے مختلف پہلوؤں پر اپنے اپنے انداز میں بحث کی ہے اور ان بھائیوں کو راہ راست کی طرف مدعو کیا ہے۔

راقم بھی اسی نیت سے قادیانی نبوت کی بطالت کا ایک نہایت آسان ثبوت پیش کرتا ہے اگر احمدی دوستوں کی آنکھوں پر تعصب کا غلبہ نہیں ہے تو امید ہے وہ اپنی غلطی پر متنبہ ہو جائیں گے۔ پس سنیئے:

کسی نبی کا مبعوث ہونا محض نبوت ہی تسلیم کرانے کے لئے نہیں ہوتا بلکہ قوم کے نقائص دور کر کے صلاح کرنا ہوتا ہے چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کو بھی یہ تسلیم ہے اور اسی لئے انہوں نے بھی اپنا مشن اصلاح قوم ہی بتایا ہے۔

آپ اس مشن کو ذہن میں رکھ کر ہدایت یافتہ قادیانی امت اور دوسرے مسلمانوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لیں کہ اول الذکر جماعت نے مرزا صاحب کے اتباع میں کون سی ہدایت پائی ہے اور دوسرے مسلمانوں پر کس قدر فوقیت اور خوبیاں حاصل کی ہیں پھر فیصلہ آسان ہے۔

کیا سوائے اقرار و انکار نبوت کے اور کوئی فرق بھی نظر آتا ہے؟ بالکل نہیں۔ دونوں جماعتیں جماعتی اور انفرادی حیثیت سے ایک ہی لیول پر ہیں جو کمزوریاں ایک فریق (مسلمان) میں ہیں، وہی دوسری (قایانی) میں بھی بعینہ موجود ہیں۔ اتنے بڑے دعوی اور اس کارگذاری کو دیکھ کر تو بیساختہ منہ سے نکل جاتا ہے۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

پس اس (اصلاح قوم کے) نقطہ نگاہ سے تو ہم مرزا صاحب کو اپنے دعوی میں بالکل فیل پاتے ہیں اور جب اپنے دعوی کردہ مشن ہی میں فیل ہیں تو پھر نبی کیسے؟

احمدی دوستو! اگر مرزا صاحب واقعی سچے نبی تھے تو بتاؤ ان کے اتباع میں آپ نے کون سے مزیت حاصل کی جس سے دوسرے مسلمان محروم ہیں۔ کیا وہی معاملہ تو نہیں کہ:

تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جولائی ۱۹۲۷ء جلد ۲۴ نمبر ۳۵ ص ۵)

....

خدا کی قدرت کے نشان اور میرزائے قادیان

جناب بابو حبیب اللہؒ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

جب کبھی حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات (یعنی رفع جسمانی) وممات (یعنی رفع روحانی) کے مسئلہ پر علماء احمدیہ سے تحریراً یا تقریراً تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے تو احمدی جماعت کی طرف سے ایک یہ بھی اعتراض پیش ہوا کرتا ہے کہ،

قانون قدرت بھی آسمان پر جانے سے قطعی مانع ہے۔، اور یہ کہ، آسمان پر جانا سنت اللہ کے خلاف ہے، (عسل مصفی۔ص ۵۰۵ طبع ۱۹۱۴ء وزیر ہند امرتسر)

اس پر عرض یہ ہے کہ جیسے حضرت عیسی کا بلا باپ پیدا ہونا امور نادرہ سے ہے (الحق ۶۔۱۳ نومبر ۱۹۱۴ء ص ۳)، ایسے ہی حضرت مسیح کا رفع جسمانی بھی امور نادرہ میں سے ہے واقعات نادرہ کا قانون قدرت کے برخلاف ہونا ان کے وجود اور وقوع کی نفی کی دلیل نہیں واقعات نادرہ بھی کسی قانون کے نیچے ہی آتے ہیں جیسے مسیح کا بلا باپ پیدا ہونا باوجود واقعات نادرہ سے ہونے کے کسی قانون کے ماتحت ہی ہوا ہے نہ خلاف قانون قدرت (الحق۔ ۶۔۱۳ نومبر ۱۹۱۴ء ص ۲)۔

جناب مرزا صاحب قادیانی نے حضرت مسیح کی پیدائش کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے کہ

خدا کی سنت دو طرح پر ہوتی ہے ایک کثرت جیسے عموماً عورت سے دودھ نکلتا ہے مگر بعض اوقات نر

سے بھی نکلا کرتا ہے ایسے واقعات دنیا میں ہوئے یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادت کہے جاتے ہیں (الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵)

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ارشاد فرماتے ہیں:

عام قاعدے کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس میں کوئی استثنا نہیں ہم لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کی پانچ انگلیاں ہوتی ہیں لیکن کئی لوگ ایسے بھی پیدا ہوتے ہیں جن کی چھ انگلیاں ہوتی ہیں یا سات۔ اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں قرآن کریم میں انسان کے لئے اللہ تعالی فرماتا ہے۔ ہر ایک انسان کو ہم نے دو آنکھیں دی ہیں۔ جیسا کہ بیان فرماتا ہے الم نجعل له عينين و لسانا و شفتين و هديناه النجدين لیکن ہم دیکھتے ہیں بیسیوں آدمی اس قسم کے پیدا ہوتے ہیں جن کی ایک آنکھ ہوتی ہے کئی ایسی کمزور خلق کے بچے پیدا ہوتے ہیں جن کی زبان ہی نہیں ہوتی کئی ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے ہونٹ ہی الگ الگ نہیں ہوتے اور پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں

چاروں قواعد جو یہاں بیان کئے گئے ان چاروں کے استثنا ہم کو دنیا میں نظر آتے ہیں تو جب قانون بیان کیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ استثنا نہیں جب تک کہ اللہ خود نہ بیان کر دے کہ اس میں استثناء نہیں ہے سنت کے خلاف قرار دیں انسان کو اختیار نہیں بلکہ خود خدا بتلاتا ہے کون سی بات سنت کے خلاف ہے اسی طرح اللہ تعالی فرماتا ہے

انا خلقنا الانسان من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعا بصيرا (۲:۷۶)

حالانکہ کئی انسان ایسے پیدا ہوتے ہیں جو بہرے ہوتے ہیں اور گونگے ہوتے ہیں پس اگر خدا کی سنت سے ایک استثناء ثابت ہو جائے تو عام الفاظ سے اس کو رد نہیں کیا جا سکتا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ ج ۲۲ نمبر ۷ ص ۱۲۔۱۳)

یہ امر بھی یاد رکھنا چاہیے کہ کسی خاص حکم کے مقابل میں عام حکم سے استدلال نہیں ہو سکتا دیکھو اللہ فرماتا ہے

انا خلقناكم من ذكر و انثى ، ۔ خلقكم من نفس واحدة و خلق منها زوجها و

بث منهما رجالا کثیرا و نساء ا۔

اس قبیل کی اور بہت سی آیات ہیں جن سے پایا جاتا ہے کہ حضرت آدم اور حوا کے بعد جملہ انسان زوجین سے پیدا ہوتے ہیں حالانکہ حضرت عیسی کی نسبت یہ عقیدہ چلا آتا ہے جس کو حضرت مرزا صاحب بھی تسلیم کرتے ہیں کہ وہ بے پدر ہیں اور ان کے لئے بے باپ پیدا ہونے پر جن آیات سے استدلال کیا جاتا ہے وہ خاص ہیں اور ان کے مقابل میں ان عام آیات سے استدلال نہیں ہوسکتا یہ ایک عام اصول قرار دیا گیا ہے کہ مامن عام الاخص منہ البعض ترجمہ: کوئی عام نہیں جو مخصوص البعض نہیں ہوتا ہے۔

(میر مدثر شاہ احمدی کی کتاب ختم نبوت ص ۲۰)

واقعات نادرہ:

ا۔ کتاب سرمہ چشم آریہ صفحہ ۳۹۔۴۰ پر جناب مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کچھ تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ مظفر گڈھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا جب اس کا شہر میں چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڈھ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہوں نے ایک عجیب امر قانون قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا چنانچہ وہ بکرا جب ان کے روبرو دوہا گیا تو شائد قریب ڈیڑھ سیر دودھ اس نے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا تب ایک شاعر نے اس پر ایک شعر بھی بنایا اور وہ شعر یوں ہے

مظفر گڈھ جہاں ہے مکالف صاحب عالی
یہاں تک فضل باری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے

اس کے بعد تین معتبر ثقہ اور معزز آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو عورتوں کی طرح دودھ دیتے دیکھا ہے بلکہ ایک نے ان میں سے کہا کہ امیر علی نام ایک سید کا لڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پاتا ہے کیوں کہ اس کی ماں مرگئی تھے

۲۔اخبار بدر ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء صفحہ ۶ پر بحوالہ اخبار مشیر دکن حیدر آباد لکھا ہے:

صوبہ جات متحدہ امریکہ کی ہارورڈ یونیورسٹی میں ولیم جیمس سیدین نامی نے لغت طب ہیئت فلسفہ اور ریاضی کی تکمیل کی ہے ایسی عمر میں کہ جب وہ صرف دس اور ایک گیارہ سال کا ہے اس نوعمر عالم کی مختصر سوانح عمری دل چسپی سے خالی نہ ہوگی دو سال کی عمر میں ہجے کر کے صحیح عبارت پڑھنے لگا تھا تین سال میں مضمون نگاری کرتا تھا چوتھے سال میں اس نے ایک قصیدہ لکھا پانچویں سال میں اس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جس سے مہینہ کی تاریخ صرف ہفتہ کے دن سے معلوم ہو جا سکے۔ چھٹے برس ماہر علم تشریح ہو گیا ساتویں برس علم ریاضی کی تکمیل کی آٹھویں سال فرانسیسی جرمنی یونانی لاطینی اور انگریزی زبانوں میں اچھی طرح باتیں کرنے لگا نویں سال علم الافلاک میں ماہر ہو گیا گیارھویں سال یعنی ۱۹۰۹ء میں علم ہندسہ کے اندر بعض نئی باتیں ایجاد کیں۔

۳۔اخبار الفضل ۲۵ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۵ پر لکھا ہے:

اخبار سیاست مورخہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۲۵ء میں حسب ذیل خبر شائع ہوئی ہے

امرت سر میں ہاتھی دروازہ کے باہر چند روز سے ایک عجیب الخلقت انسان (میں نے خود اس تین ٹانگوں والے ہندو بچہ کو شہر لاہور بازار انارکلی کے قریب ماہ نومبر موسم سرما ۱۹۲۵ء میں دیکھا۔ حبیب اللہ) کی نمائش کی جا رہی ہے جس کی خلاف معمول تین ٹانگیں ہیں نصف حصہ جسم میں اندری ہے اور نصف حصہ میں عورت کی شرم گاہ ہے یعنی یہ مخلوق زنانہ اور مردانہ علامات کا مجموعہ ہے باقی ماندہ اعضائے انسانی بدستور حسب معمول ہیں۔

۴۔اخبار فاروق مورخہ ۶۔۱۳ جنوری ۱۹۲۶ء صفحہ ۲ پر لکھا ہے:

لنڈن کے مانچسٹر گارڈین میں ایک عجیب وغریب بچہ کے حالات چھپے ہیں یہ ۱۹۲۲ء میں کرسمس کی رات کو مسٹر جوزف کا ہن سکنہ ۴۸ ہائی سٹریٹ گیٹ لندن کے ہاں پیدا ہوا تھا یہ پیدائش کے وقت سے ہی بوڑھا معلوم ہوتا تھا اس کے چہرے پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں یہ پیدائش کے دن سے لے کر اب تک کبھی رویا ہی نہیں اب اس نے دانت بھی نہیں نکالے ایک معمر آدمی کی طرح ہر وقت بستر

میں خاموش پڑا رہتا ہے اس کا جسم برف کی طرح ٹھنڈا رہتا ہے۔

۵۔الحکم ۱۴ مارچ ۱۹۱۸ء صفحہ ۱۰ پر لکھا ہے:

حضرت خبیب بن عدی کی باتوں کا عقبہ بن حارث کی بیوی پر خاص اثر ہوا کہتی تھی کہ میں نے خبیب سے بہتر کسی قیدی کو نہ دیکھا میں نے ان کے ہاتھ میں انگور کا خوشہ دیکھا حالانکہ اس زمانہ میں انگور کی فصل بھی نہ تھی اس کے علاوہ بندھے ہوئے تھے اس لئے وہ یقیناً خدا کا دیا ہوا رزق تھا جو خزانہ غیب سے ان کو ملتا تھا۔

۶۔بدر ۲۳ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۵ پر لکھا ہے:

ذیل میں ہم ایک مضمون عجیب الخلقت اشیاء پر سراج الاخبار سے نقل کرتے ہیں جو کہ معجزات کی فلسفی پر ایک گونہ روشنی ڈالتا ہے معجزات بھی قانون قدرت میں داخل ہیں مثلاً کسی شخص کا بے باپ پیدا ہو جانا جیسا کہ حضرت عیسی کا کوئی خلاف قانون الٰہی بات نہیں ہے ہاں یہ ایک معجزہ ہے تاکہ بنی اسرائیل اور ان کی اولاد کے واسطے مقام عبرت ہو کہ ان کا آخری نبی ان میں سے کسی مرد کا نطفہ نہ ہوا کیونکہ وہ اب اس لائق نہ تھے اور نبوت کا دور بنی اسماعیل میں تبدیل ہونے والا تھا

میرے اللہ کی قدرت سے تعجب کیا ہے
مچھلیاں دشت میں پیدا ہوں ہرن دریا میں

۱۸۸۵ء کو قصبہ تلیس علاقہ راج گڈھ میں مسمی نذر قلی کے ایک لڑکی پیدا ہوئی جسکا ایک ہاتھ مثل سانپ کے تھا

۱۹۰۵ء کو امرتسر میں ایک ایسا بکرا آیا جس کے دو خصیوں کے درمیان ایک پستان تھا جس میں سے دودھ نکلتا تھا۔

۱۹۰۵ء میں مدراس میں کہیں سے ایک سفید کوا آیا جس کو مبارک سمجھ کر اس کی پرستش شروع ہوئی۔

۱۹۰۶ء کو مغربی افریقہ میں ایک لڑکا دیکھا جس کی دوفٹ لمبی دم تھی یہ آدمیوں کی طرح نہیں بلکہ جانوروں کی طرح چلتا تھا اور یہ نئی بات ہے کہ وہ گوشت نہیں کھاتا تھا۔

۲۴ اگست ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک میونسپل کمشنر جالندھر کی بھینس کے ایک بچہ پیدا ہوا جو از خود پیدا نہیں ہوا بلکہ سلوتری ڈاکٹروں کی مدد سے پیٹ چاک کر کے نکالا گیا جس کے دو سر اور ایک دھڑ دو پونچھ اور چھ لاتیں تھیں اور ہر دو سروں اور ہر دو پونچھوں میں کوئی تفاوت نہ تھا بالکل یکساں تھے۔

اوٹکمنڈ میں ایک لڑکے کے دول ہیں ڈاکٹر اس کا معائنہ کر چکے ہیں اور اسے نہایت عجیب بات بتاتے ہیں لڑکے کو اس سے ذرہ تکلیف نہیں۔

۱۹۰۷ء کو شہر اوٹاوہ میں ایک عورت کے ہاں ایک عجیب قسم کا بچہ پیدا ہوا جس کے تمام دانت تھے اور آنکھیں ماتھے پر تھیں بچہ ایک ہفتی تک زندہ رہا کثرت سے لوگوں نے دیکھا اس کی آواز بیل کے مشابہ تھی۔

۱۹۰۸ء ہاڑ پور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک کمہار کے گھر دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کی پشت آپس میں ملی ہوئی تھی دو سر اور چار آنکھیں مگر ٹانگیں دو تھیں۔ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی بولنے لگیں مگر ان کی زبان کچھ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ صرف کلمہ سمجھ میں پڑتا تھا لوگ جوق در جوق انہیں دیکھنے کے لئے آئے تو لڑکیوں نے انبوہ کو دیکھ کر رونا شروع کیا اور ٹھنڈی آہیں بھر کر کچھ کہتی تھیں مگر ایک حرف بھی سمجھ میں نہ آتا تھا اور ایک دن زندہ رہ کر مر گئی جس کی لاش غائب ہوگئی۔

۱۹۰۸ء کو نواب معین الدین خان بہادر جاگیر دار حیدر آباد دکن نے حضور نظام الملک کو ایک مرغ نذر گذرانا جس کی تین ٹانگیں تھیں۔

۱۹۰۹ء کو حیدر آباد کے کوتوال نے حضور سرکار نظام کے سامنے ایک لڑکی پیش کی جس کے دو منہ چار ہاتھ چار پاؤں اور چار آنکھیں تھیں۔

۱۹۱۰ء میں دہلی کے ایک مسلمان سوداگر کے ہاں لڑکا پیدا ہوا جس کی جائے براز، ندارد تھی ڈاکٹروں نے شگاف دیا مگر کامیابی نہ ہوئی۔

ضلع حصار کے موضع گنگا تھانہ ڈلوالی کے ایک چڑی مار نے ایک کوا پکڑا جس کی چار ٹانگیں تھیں اور

چاروں ہی پنجے تھے۔

موضع کرم آباد تحصیل وزیر آباد ضلع گوجرانوالہ میں ایک زمین دار کے ہاں ایک بکری نے چھ بچے دیئے۔

کالیفورنیا سے ایک شخص بریگیڈ روڈ میسور لکڑی لایا جس کا سر انسانی تھا اور حرکت کر سکتا تھا۔

نیو یارک امریکہ میں ایک شخص کے پاس ایک مرغی ہے جس کے منہ میں دانت ہیں اور اس کی بناوٹ بھی کسی قدر عجیب ہے اس کی چونچ چپٹی بلکہ بیٹھی ہوئی ہے اور اس کے نیچے منہ کا سوراخ مثل دہن کے ہے جس کے اندر دو مسلسل لڑیاں دانتوں کی ہیں مرغی کی زبان بھی ہے دیگر چوپائے جانوروں کی طرح دانہ وغیرہ چبا کر کھاتی ہے اور پھر نگل جاتی ہے اس کی بدولت اس کے مالک نے نمائش سے خوب روپئہ کمایا ہے۔

۱۹۱۱ء کو الہ آباد میں ایک وکیل کی بکری نے ایسا بچہ دیا کہ جس کا سر انسان کی مانند اور دھڑ بکرے جیسا تھا۔ یہ بچہ تھوڑی دیر زندہ رہ کر مر گیا۔ (بدر قادیان ۲۳ مئی ۱۹۱۲ء ص ۵۔۶)

نتیجہ ان مندرجہ بالا تحریروں کو دیکھ کر میں وہی کہتا ہوں جو جناب مرزا غلام احمد نے ارشاد فرمایا ہے کہ خدا تعالی قدرتوں اور قوانین کا احاطہ اور اندازہ نہیں کیا جا سکتا اچھی طرح یاد رکھو کہ کبھی قانون قدرت پر بھروسہ نہ کرلو امام فخر الدین کا یہ قول بہت معقول ہے کہ جو شخص خدا تعالی کو عقل کے پیمانہ سے اندازہ کرنے کا ارادہ کرے گا وہ بیوقوف ہے (کتاب منظور الہی ۔ص ۷۶)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۲۷ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۷ ص ۴۔۷)

الدر المکنون فی تفسیر آیة
بالآخرة ھم یوقنون

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

(قادیانیوں نے جہاں اور جدتیں کی ہیں، ایک جدت یہ بھی کی ہے کہ قادیانی مذہب کی بنیاد کا پہلا پتھر قرآن کی تحریف ہے۔ ان کی ایک ایک تحریف یہ ہے کہ قرآن مجید سے نبوت مرزا کا ثبوت دینے کو آیت بالآخرۃ کے معنی کرتے ہیں پچھلی وحی۔ یعنی مرزا قادیانی کی وحی پر ایمان لاویں۔ اسکے جواب میں مندرجہ ذیل مضمون قابل دید ہے۔ ثناء اللہ امرتسری)

سورہ بقرہ رکوع اول میں اللہ تعالی فرماتا ہے

و الذین یومنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و بالآخرة ھم یوقنون ۔ اولئك علی ھدی من ربھم و اولئك ھم المفلحون ۔(اور جولوگ کہ ایمان لاتے ہیں اس پر جوتجھ پر اتارا گیا اور اس پر جو تجھ سے پہلے اتارا گیا اور قیامت یعنی جزا وسزا کے دن پر یقین رکھتے ہیں، یہ لوگ اس ہدایت پر ہیں جو ان کے رب کی طرف سے ہے اور یہی لوگ کامیاب ہونے والے ہیں)

عاشق احمد مدنی: (احمدی کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے) یہ آیت قطعی فیصلہ کرتی ہے کہ کوئی جدید نبی بعد خاتم النبیین کے پیدا نہ ہوگا کیونکہ صاف صاف فرما دیا ہے کہ اے محمد ﷺ جو اس وحی پر جو تم پر اتری، اس پر ایمان لانے والے سیدھے راستے پر ہیں اور وہی لوگ آخرت میں من مانی مراد پائیں گے اگر کوئی جدید نبی بعد آنحضرت ﷺ کے پیدا ہونا ہوتا تو من قبلك کی قید نہ لگائی جاتی۔ پھر یوں فرمایا جاتا :

بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و من بعدك

(یعنی جولوگ تیری وحی پر اور تجھ سے پہلے وحی پر اور تجھ سے بعد کی وحی پر ایمان لائیں گے وہی لوگ فلاح پانے والے اور سیدھے راستے پر ہیں)

مگر ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ الحمد سے و الناس تک دیکھ جاؤ من بعدك کہیں نہیں پاؤ گے سب جگہ من قبلك ہی لکھا ہے۔ (مولوی پیر بخش کے الفاظ مندرجہ رسالہ تائید الاسلام بابت ستمبر ۱۹۲۱ء ص ۱۰)

جواب از خادم کرشن قدنی: (اپنے مخالف کی بات نہایت غور سے سننے کے بعد) ظاہر ہے کہ ما انز ل من قبلك کے بعد خدانے و بــا لآ خـر ۃ کے فقرہ کولا کر بتادیا کہ جس طرح قبل والی وحی کے ساتھ ایمان لانا ضروری ہے، اسی طرح آخری وحی کے ساتھ ایمان اور ایقان لانا ضروری ہے۔

اب غور کر کے دیکھ لیں کہ آیت والـذین یومنو ن بما انز ل الیك میں آنحضرت ﷺ کی وحی جو زمانہ حال کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور قبلك سے پہلے انبیاء کی وحی جو زمانہ ماضی کے ساتھ تعلق رکھتی ہے اور بــا لآ خـر ۃ سے مسیح موعود (مرزا) کی وحی جو زمانہ مستقبل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے۔اور یہ وہم (خیال) کہ با لآ خرۃ سے مراد قیامت ہے بلحاظ سیاق کلام درست کے درست نہیں،

(مولوی غلام رسول راجے کی کا رسالہ مباحثہ لاہور۔ص ۲۹، ۳۰۔قرآن کریم مع ترجمہ اردو فوائد تفسیر یہ پارہ اول صفحہ ۱۲۔۱۳۔مولوی فضل الدین احمدی کا رسالہ جماعت مبایعین کے عقائد صحیحہ ص ۵۹۔۶۲۔ریویو آف ریلی جنز، اپریل ۱۹۱۵ء ص ۱۶۰)۔

اقول:

الف: قرآن کی تفسیر یوں ہوتی ہے کہ پہلے قرآن کو قرآن ہی سے بیان کرے۔اسلئے کہ جو بات ایک جگہ قرآن میں مجمل آئی ہے وہ دوسری جگہ تفسیر سے بیان کی گئی ہے

۲۔اسی طرح جو تفسیر قرآن کی رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہو چکی ہے وہ ہر چیز پر مقدم ہے بلکہ وہی تفسیر ساری امت پر حجت ہے اس کے خلاف ہرگز کہنا یا کرنا نہ چاہیے اسی کی پیروی سب پر واجب ہے۔

ب۔تفسیر صحیح :

و الذین یو منون بما انز ل الیك : اور جو یقین کرتے ہیں ساتھ اس کے جو کچھ اترا ہے تجھ پر۔مراد سارا قرآن شریعت اسلام ہے۔

مطلب قرآن کے اترنے کا یہ ہے کہ جبریل نے آسمان میں اللہ کا کلام سنا اس کو جوں کا توں لے کر رسول اللہ ﷺ کے پاس آئے اس کو اوپر سے نیچے اتار لائے ۔ و مـا انـز ل من قبلك اور جو اترا تجھ سے پہلے یعنی اور رسولوں پر جیسے صحف ابراہیم، حضرت داؤد پر زبور، حضرت موسی پر توریت، حضرت عیسی پر انجیل وغیرھا، کہ ان سب پر ایمان لانا اجمالاً فرض عین اور قرآن پر تفصیلاً فرض کفایہ

ہے وبالآخرۃ ھم یوقنون ۔اور آخرت کو وہ یقین جانتے ہیں یعنی جتنے کام اس دن ہوں گے جیسے بعث نشر وحشر وغیرہ کسی میں ان کو کچھ شک نہیں ہے،سب کو سچے دل سے تصدیق کرتے ہیں ابن کثیر نے کہا ہے کہ مراد آخرت سے اس جگہ بعث وقیامت وجنت ونار وحساب ومیزان ہے وہ دن بعد دنیا کے آوے گا اس لئے اس کو آخرت ویوم آخر بولتے ہیں۔(تفسیر ترجمان القرآن جلد اول صفحہ ۳۸۔۳۹)

آیات قرآنی :

سورہ نمل پارہ ۱۹ رکوع ۱۶ میں ہے ۔

طٰس ۔ تلك آيات القرآن و كتا ب مبين ۔ هدى و بشرى للمومنين۔ الذين يقيمو ن الصلوة و يؤ تو ن الز كوة و هم بالآخرة هم يو قنو ن ۔ ان الذين لا يؤمنون بالآخرة زيّنّا لهم اعما لهم فهم يعمهون ۔ اولئك الذين لهم سو ء العذاب و هم فى الآخرة هم ا لاخسرون ۔ (النمل :۱۔۵)

(ترجمہ: یہ آیتیں ہیں قرآن مجید کی اور کتاب روشن کی ۔ہدایت ہے اور خوش خبری ایمان والوں کے واسطے ۔جو لوگ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور دیتے ہیں زکوۃ اور وہ ساتھ آخرت کے یقین رکھتے ہیں۔تحقیق جو لوگ کہ نہیں ایمان لاتے ساتھ آخرت کے،زینت دی ہم نے واسطے ان کے عملوں ان کے کو پس وہ بہکتے ہیں۔یہ لوگ وہ ہیں کہ واسطے ان کے ہے برا عذاب اور وہ بیچ آخرت کے وہ ہیں ٹوٹا پانے والے۔)

۲۔سورہ انفطار پارہ ۳۰ ع ۷ میں اللہ فرماتا ہے:

انّ ا لا برار لفى نعيم ۔ و ان الفجّار لفى جحيم يصلو نها يوم الدّين وما هم عنها بغا ئبين و ما ادر ك ما يو م الدين ثم ما ادرك ما يو م الدين يو م لا تملك نفس لنفس شيئاً والا مر يومئذ لله

(ترجمہ۔تحقیق نیک لوگ البتہ بیچ نعمت کے ہیں اور تحقیق بدکار لوگ البتہ دوزخ میں ہیں۔داخل ہوں گے دوزخ میں جزا کے دن،جس دن نہیں اختیار پاوے گا کوئی بھی کسی جی کا کچھ اور حکم اس دن کے واسطے خدا کے ہیں)۔

نوٹ:قرآن میں لفظ آخرت کا پچاس سے زیادہ دفعہ استعمال ہوا ہے اور اسی طرح دار الآ خـرۃ اوریوم ا لآخرۃ اوریوم الدین بھی کئی دفعہ فرقان حمید میں آئے ہیں اور ہر جگہ اس سے قیامت روز حشر جزا و

سزا کا دن، ہی مراد ہے۔

حدیث رسول ربانی:

مسند احمد طبع مصر جلد ۵ صفحہ ۳۵۵ میں ہے :

عن بریدہ قال قال رسول اللہ ﷺ انی کنت نہیتکم عن زیارۃ القبور فزوروھا فانہا تذکرۃ الآخرۃ .

(ترجمہ: رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں تم کو زیارت قبور سے منع کرتا تھا مگر اب تم کو اس بات کی اجازت ہے کی قبور کی زیارت کرو کیونکہ قبور آخرۃ کو یاد دلاتی ہیں) ۔

اس حدیث میں آخرت سے مراد جزا و سزا کا دن یعنی قیامت کا دن ہی مراد ہے۔

تفسیر از ابن عباس:

جامع البیان یعنی تفسیر ابن جریر جلد ا صفحہ ۸۱ اور تفسیر درمنثور جلد ا صفحہ ۲۷ میں ہے

عن ابن عباس و بالآخرۃ ھم یوقنون ، ای بالبعث و القیامۃ و الجنۃ و النار و الحساب و المیزان ،

یعنی حضرت عبداللہؓ ابن عباس فرماتے ہیں کہ اس سے مراد بعث و قیامت و جنت و دوزخ و حساب و میزان ہے۔

تفسیر از مرزا قادیانی:

الحکم قادیان ۱۰۔۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۴ صفحہ ۹ کالم ۲ میں مرزا قادیانی کے الفاظ یوں ہیں:

والذین یؤمنون بما انزل الیک وما انزل من قبلک .

ترجمہ طالب نجات وہ ہے جو خاتم النبیین پیغمبر آخرالزمان پر جو کچھ اتارا گیا ہے اس پر ایمان لاوے اور اس پیغمبر سے پہلے جو کتابیں اور صحیفے سابقہ انبیاء اور رسولوں پر نازل ہوئے ان کو بھی مانے و بالآخرۃ ھم یوقنون اور طالب نجات وہ ہے جو پچھلی آنے والی گھڑی یعنی قیامت پر یقین رکھے اور جزا و سزا مانتا ہو۔ (نیز دیکھو تفسیر خزینۃ العرفان ۔ ج ا ص ۷۸)

تفسیر از مولوی نورالدین قادیانی:

ضمیمہ اخبار بدر ۴ فروری ۱۹۰۹ء صفحہ ۳ پر لکھا ہے:

پھر ان متقیوں کے لئے ہدایت ہے جو اس سے زیادہ ترقی کر کے اس وحی کو مانتے ہیں جو تیری طرف نازل ہوا اور جو تجھ سے پہلے نازل ہوتی رہی۔ اور آخر کی گھڑی پر بھی وہ یقین کرتے ہیں۔

فرقہ بابیہ کی تفسیر:

فرقہ بابیہ کی کتاب بحر العرفان صفحہ ۱۴۱ پر لکھا ہے:

برائے منکرین ظہور اعظم ہمیں یک آیت کافی است کہ والذ ین یومنون بما انز ل الیك و ما انز ل من قبلك و با لآخرة هم یوقنو ن

یعنی کسانیکہ ایمان آوردہ اند بآنچہ فرو فرستادہ شد قبل از تو و آنچہ نازل شود بعد از تو یعنی در آخر زمان موقن شوند۔ در حق چنیں اشخاص مے فرماید اولئك علی هدی من ر بهم و اولیك هم المفلحون وایں آیت را چوں بحساب ابجد بیرون آرے میشود ہزار و بست سی و پنج یا سنہ تولد حضرت باب۔ (از اخبار پیغام صلح لاہور ۵ مئی ۱۹۲۰ء)

نتیجہ: مرزائی مولوی کا یہ لکھنا کہ :

یہ وہم کہ بالآ خرۃ سے مراد قیامت ہے، بلحاظ سیاق کلام کے درست نہیں (اور یہ کہ) بالآ خرۃ سے مراد مسیح موعود (مرزا) کی وحی ہے جو زمانہ مستقبل کے ساتھ تعلق رکھتی ہے ،، سراسر غلط ہے اور مسلمانوں کو سیدھی راہ سے بھٹکانا ہے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۸ ص ۵،۶)

خاتم النبیین پر سوال

گذارش ہے کہ مسئلہ ختم نبوت کی بابت ایک سوال ارسال خدمت کرتا ہوں تا کہ اخبار اہل حدیث میں جواب درج فرما کر جلدی شائع فرما دیں بندہ مشکور وممنون ہوگا۔مزید تاکید ہے۔

اہل حدیث حضرات ودیگر مسلمان کہتے ہیں کہ اللہ تعالی نے حضورﷺ کو خاتم النبیین بنا کر عالم میں مبعوث فرمایا ہےاور اتممت علیکم نعمتی کے الفاظ سے بھی ارشاد فرمایا ہے گویا کہ حضور پرنور سلسلہ نبوت کے ختم کرنے والے آخری نبی ہیں آپ کے بعد کوئی نیا نبی نہیں ہوا اور نہ ہوگا۔

مگر احمدی لوگوں کا عقیدہ ہے کہ یہاں پر خاتم النبیین کے معنی نبیوں کی مہر کے ہیں۔یعنی آپ کے زیر نبوت تابعداری کر کے نبی بن سکتا ہے۔دیگر صدق المرسلین یعنی نبیوں کی تصدیق کرنے والے ہیں اور اتممت علیکم نعمتی سے کمالات کا کامل بلکہ اکمل ہونا مراد ہے مگر تکمیل شریعت کے باوجود نبی آسکتے ہیں جیسے آتینا موسی الکتاب تماما یعنی ہم نے موسی کو کتاب پوری دی

لیکن پھر بھی و قفینا من بعدہ بالرسل

دیگر کانت بنو اسرائیل تسوسھم الانبیاء کلما ھلک نبی خلفہ نبی

الغرض تکمیل شریعت نبی کے آنے کے لئے مانع نہیں ہے بلکہ یہ امکان نبوت کی دلیل ہے کیونکہ پہلے انٹرنس کا کورس تھا اب ایم اے کا ہوگیا تو اب پہلے کی نسبت زیادہ آسان ہے ایم اے پاس کرنا اگر مشکل ہے تو وہ پاس شدہ زیادہ وقعت رکھے گا۔

دیگر مرزائی لوگ یہ بھی کہتے ہیں کہ نبوت نعمت ہے۔نعوذ باللہ آپﷺ رحمۃ للعالمین نہیں بلکہ لوگوں کے لئے منحوس ہیں کہ انعام کو بند کر دیا

لو عاش ابراھیم لکان صدیقا نبیا۔(ابن ماجہ جلد اول صفحہ۱۱۰)

حدیث مذکور سے بھی امکان نبوت ثابت ہے چنانچہ

قولوا انه خاتم الانبياء لا تقولوا لا نبی بعده۔(تکملہ مجمع البحار۔ص ۸۵)

مولانا اڈیٹر (ثناءاللہ) صاحب مدظلہ کو فرصت نہ ہو، تو منشی حبیب اللہ صاحب مہربانی فرما کر مدلل جواب از روئے قرآن کریم واحادیث رسول ﷺ تحریر فرمائیں مذکورہ بالا حدیثوں کا صحیح مفہوم و ضعف وغیرہ لکھیں تاکہ تسلی ہو۔

راقم: عبدالعزیز اہل حدیث خریدار اہل حدیث نمبر ۳۹۲۷۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ جولائی ۱۹۲۷ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۳۸ ص ۷)

....

لاہوری احمدی توجہ کریں

مولانا محمد عبدالغفار الخیریؒ، دہلوی لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ ۷ جنوری ۱۹۲۷ء سے معلوم ہوا کہ لاہوری احمدی پارٹی نے اپنے جلسہ حال میں غیر احمدیوں کے پیچھے احمدیوں کے نماز پڑھنے کے مسئلہ کو پیش کیا جس میں کثرت رائے خلاف ہونے کی وجہ سے کامیابی نہ ہوئی۔

کامیابی ہو یا نہ ہو، یہ تو ان کے گھر کی باتیں ہیں، محتسب را درون خانہ چہ کار۔ سوال یہ ہے کہ جو پارٹی مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی تو نہیں کہتی، مگر مسیح موعود ضرور مانتی ہے اور ان کو صاحب الہام سمجھتی ہے، کیا اس کو یہ حق حاصل ہے کہ مرزا صاحب کا کھلا ہوا اعلان ہونے پر بھی کہ :

خدا نے مجھے اطلاع دی ہے، تمہارے پر حرام قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔ (مولانا ثناءاللہ کہتے ہیں: یہ حوالہ کسی نے پیش کیا تھا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ اس قول کو ہم قرآن وحدیث کے برابر نہیں سمجھتے)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیرو اس کو نظر ثانی کے لئے متبعین کی جماعت میں پیش کریں مرزا صاحب کے الفاظ مندرجہ بالا جو اربعین نمبر ۳ صفحہ ۳۴ کے حاشیہ پر موجود ہیں قابل غور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں :
خدا نے مجھے اطلاع دی ہے۔

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ ان سے آگے کے الفاظ وحی کئے گئے ہیں اور اگر اینچ تان کی جاوے تو الہام میں تو شک نہیں رہتا۔

آگے چلئے تو لوگوں میں کل تین جماعتیں ہوسکتی ہیں: مکفر یا مکذب یا متردد۔ ان ہر سہ کے پیچھے مرزا صاحب کے خدا کے حکم سے احمدی اصحاب کو کسی حالت میں نماز پڑھنی جائز نہیں۔ نہیں معلوم مرزا صاحب قادیانی کے الہامات اور وحی کس قسم کی ہیں کہ خاطی انسان کی مجالس میں ان کی ترمیم و تنسیخ پر بحثیں ہوتی ہیں۔

احمدی لاہوری پارٹی بتائے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامات کو منجانب خدا سمجھتی ہے یا منجانب...

اگر منجانب خدا سمجھتی ہے تو کیا نص صریح اجماع سے قابل تنسیخ ہو جاتی یا ٹھہر سکتی ہے۔

اور اگر من جانب خدا نہیں سمجھتی، تو جو شخص خدا کی طرف منسوب کر کے کوئی حکم دے وہ اس قابل ہو سکتا ہے کہ اسکو مسیح موعود مانا جاوے اور وہ مجتہد قرار پاوے اور اس کی تاویلات کو صحیح مانا جاوے۔

اگر مرزا صاحب کے الہام یا وحی مندرجہ بالا کو صحیح مانتے ہو تو حق نہیں کہ اس کی تنسیخ تم سب ملکر کرسکو۔ اور اگر غلط مانتے ہو تو لازم آئے گا کہ مرزا صاحب اللہ پر بہتان باندھا کرتے تھے۔ لہذا میں اس وقت کہونگا اور تم کو ماننا پڑے گا کہ : قیاس کن زگلستان او بہار او

سچ ہے حبك الشيء يعمي و يصم مرزا صاحب قادیانی سے عقیدت نے غافل کر دیا، مجتہد قیاس میں غلطی کر جائے تو قابل معافی سمجھو یا نہ سمجھو مگر الہام اور وحی میں غلطی چہ معنی۔ یہ تو دیدہ دلیری اور معمولی سے معمولی خداترس انسان کے امکان سے بھی باہر ہے۔ اصل تو یہ ہے کہ اصلی عقیدت تو لاہوری احمدیوں کو بھی مرزا صاحب سے نہیں مرزا غلام احمد کے سینکڑوں الہاموں اور وحیوں کی تکذیب رات دن کر رہے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اگست ۱۹۲۷ء مطابق ۶ صفر ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۴۰ ص ۸)

کیا مرزا صاحب کا اسم علم احمد تھا

(اس مضمون کا تھوڑا سا حصہ ۱۲۔اگست ۱۹۲۷ء میں درج ہوا مگر وہ غلطی سے غیر مرتب ہو گیا اسلئے اسے کالعدم سمجھا جائے۔
مدیر اہل حدیث امرتسر)

(۱۲۔اگست ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳صفر ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۴۱ کے صفحہ ۵ تا ۷ پر یہ مضمون ہے۔مجھے جو شمارہ دست یاب ہوا ہے اس میں سے صفحہ ۷ غائب ہے اس لئے مضمون نامکمل ہے۔بہاء)

بابو حبیب اللہ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں: قرآن مجید میں ہے

و اذ قال عیسی ابن مریم یا بنی اسرا ئیل انی رسول الله الیکم مصدقاً لما بین یدی من التورٰة و مبشراً برسول یا تی من بعدی اسمه ا حمد فلما جاء هم با لبینا ت قا لوا هذاسحر مبین

عقیدہ قادیانی:

جناب مرزا محمود احمد اسمه ا حمد کے متعلق لکھتے ہیں:

میرے نزدیک وہ رسول جس کا اسم ذات احمد ہے حضرت مسیح موعود ہی ہیں...جب اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو ذکر ہے، دو کا نہیں اور اس شخص کی تعیین ہم خود حضرت مسیح موعود پر کرتے ہیں تو اس سے خود نتیجہ نکل آیا کہ دوسرا اس کا مصداق نہیں اور جب ہم یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دوسرا کوئی شخص اس کا مصداق نہیں۔(الفضل قادیان ۳،۵ دسمبر ۱۹۱۶ء۔ص ۵)۔

اس آیت میں ایک ہی شخص احمد نام کی خبر دی گئی ہے نہ دو کی۔جب اس پیشگوئی کا ایک مستحق مل گیا تو انتظار ختم ہو گیا اور پیش گوئی پوری ہو گئی۔اسی طرح میں اگر یہ ثابت کر دوں کہ حضرت مسیح موعود اس کے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ احمد نام والے رسول آپ ہی ہیں دوسرا کوئی اس میں شامل نہیں۔کیونکہ احمد نام کے ایک ہی رسول کی اس جگہ خبر دی گئی ہے نہ ایک سے زیادہ کی...ہم تو ظلی

طور پر حضرت مسیح موعود کو اسمہ احمد والی پیش گوئی کا مصداق نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک آپ اس کے حقیقی مصداق ہیں۔(الفضل قادیان ۲۔۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۶)

میرا دعوی ہے کہ حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے اصل مصداق ہیں اور آپ کا نام احمد تھا۔

(القول الفصل۔ص ۷)

حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیش گوئی کا میں ہی ہوں۔ (القول الفصل۔ص ۲۷)۔

اس پیش گوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی۔

(انوار خلافت۔ص ۳۳)

حضرت مسیح موعود کا نام احمد تھا، آپ کا نام آپ کے والدین نے احمد رکھا۔(انوار خلافت۔ص ۳۳)

اقول: میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کے عقیدہ بالا کا خلاصہ یہ ہے:

ا۔اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو، ذکر ہے۔

ب۔اس آیت میں ایک ہی شخص احمد نام کی خبر دی گئی ہے، نہ دو کی۔

ج۔مرزا صاحب قادیانی کا نام احمد تھا۔

د۔مرزا صاحب قادیانی ہی وہ رسول ہیں جن کا اسم ذات احمد ہے۔

ھ۔ مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کے اصل مصداق ہیں۔

و۔مرزا صاحب قادیانی اس کے حقیقی مصداق ہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ

ا:اس آیت میں ایک رسول جس کا صفاتی نام احمد ہو، ذکر ہے دو کا نہیں۔اور وہ رسول جس کا صفاتی نام احمد ہے حضرت محمد ﷺ ہی ہیں، پس اس بشارت عیسوی اسمہ احمد کے اصل و حقیقی مصداق آنحضرت ﷺ ہی ہیں اور جو شخص یہ کہتا ہے کہ اس بشارت کے اصل و حقیقی مصداق مرزا صاحب ہیں وہ گمراہ اور کافر ہے۔

۲۔میاں محمود کا یہ لکھنا کہ آپ کا نام آپ کے والدین نے احمد رکھا، سراسر غلط ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا اسم ذاتی غلام احمد تھا جیسا کہ ذیل کی تحریروں سے ظاہر ہے:

ا: مرزا غلام مرتضی نے ایک نہایت مبارک فال کو مدنظر رکھ کر آپ کا نام غلام احمد رکھا۔

(براہین احمدیہ طبع بدر پریس لاہور ۱۹۰۶ء ص ۶۲)

۲۔حیاۃ النبی جلد اول صفحہ ۵۱ پر ہے:

مرزا صاحب کا نام غلام احمد رکھا گیا

۳۔تحفہ شاہزادہ ویلز صفحہ ۲۹ پر ہے:

اور آپ کا نام آپ کے ماں باپ نے غلام احمد رکھا۔

۴۔پیغام صلح لاہور ۲۹ شوال۔۳ ذی قعد ۱۳۴۳ صفحہ ۹ پر ہے:

آپ کے والد ماجد نے ایک نہایت مبارک فال کو مدنظر رکھ کر آپ کا نام غلام احمد رکھا۔

۵۔ الفضل ۶ ستمبر ۱۹۱۴ء صفحہ ۶ پر ہے:

والدین نے اسکا نام غلام احمد رکھا۔

۶۔الفضل ۱۵۔۱۹ مئی ۱۹۱۷ء صفحہ ۸ پر ہے:

مسیح موعود کا نام غلام احمد۔یہی نام ان کا ان کے والدین نے رکھا۔

۷۔الفضل ۲۷ نومبر یکم دسمبر ۱۹۱۷ء صفحہ ۹ پر ہے :

حضرت مسیح موعود کے والدین نے آپ کا نام غلام احمد رکھا۔

۸۔الحکم ۳۰، اپریل ۱۹۰۲ صفحہ ۸، پر مرزا نے فرمایا:

ہم جو کچھ کر رہے ہیں آنحضرت ﷺ کی عزت کیلئے کر رہے ہیں ہم تو اسلام کے مزدور ہیں۔میرا نام جو غلام احمد رکھا میرے والدین کو کیا خبر تھی کہ اس میں کیا راز ہے۔

۹۔الحکم ۷ امئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲ پر ہے:

اور خود اللہ تعالی نے ماں باپ کے ذریعہ سے غلام احمد نام رکھا۔

۱۰۔الحکم ۷امئی ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳ پر ہے:

اور اللہ تعالی نے نام اس کا بذریعہ والدین کے غلام احمد رکھوایا ہے۔باقی آئندہ

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۶۔اگست ۱۹۲۷ء مطابق ۲۷ صفر ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۴۳ ص ۳۔۴)

....

بہاء اللہ کا دعویٰ الوہیت

دفاع از بہاء اللہ

جناب منشی محمد حسین صاحب صابری بریلوی لکھتے ہیں:

قادیانی حضرات کی پالیسی جو مذہبی مناظرات کے متعلق انہوں نے اختیار کر رکھی ہے اس کی مثال اگر کہیں مل سکتی ہے،تو وہ غیر مسلم (آریہ و عیسائی) میں ملتی ہے جہاں تحقیق حق کا کچھ کام نہیں۔یعنی خالی موقع محل دیکھ کر شور وغل مچاتے ہوئے اپنا مطلب نکالنے کی سعی کرنا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔لیکن اپنی ذاتی صداقت کو پوشیدہ رکھنے کے لئے اہل اسلام کے مقابلہ پر مسئلہ وفات مسیح تجویز کیا۔جس سے مطلب یہ تھا کہ ذاتی صداقت پر تو مخالف کو بحث کرنے کا موقع ملے یا نہ ملے،عوام کا الانعام قادیان کو خوش کرنے کے لئے پہلے حیات و ممات کے مسئلہ پر خوب قال اقول ہو جایا کرے،اور مریدین کو کہنے کا موقع مل جائے کہ ہمارے مولوی صاحب نے خوب قرآن و حدیث پڑھا اور حقائق و معارف بیان فرمائے۔

اسی طرح جب کبھی غیر مسلم اقوام سے مناظرہ ہونے کو ہوتا ہے،تو قادیان سے شرط پیش ہوتی ہے کہ پہلی بحث آنحضرت ﷺ کی صداقت پر ہوگی۔اگر کوئی غیر مسلم چاہے کہ پہلے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت پر بحث ہو،تو قادیانی حضرات ہرگز اس پہلو پر نہ آئیں گے۔

چنانچہ ۱۹۲۴ء میں بمقام سیالکوٹ عیسائیوں نے قادیانی حضرات کی بے جا تعلیوں کو چیلنج کیا کہ احمدی صاحبان ہمارے ساتھ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت پر بحث کر لیں۔ مگر قادیانی حضرات کی طرف سے (باوجود اصرار و تکرار کے) یہی جواب ملا کہ ہم تو پہلے آنحضرت ﷺ کی صداقت پر بحث کرینگے۔ مسیحی صاحبان نے یہاں تک لکھا کہ،

اگر مرزا صاحب کی مسیحیت پر کسی کو اعتراض کرنے کا حق حاصل ہے، تو وہ صرف مسیحیوں کو ہے، کیونکہ مسیحی صرف ہم ہی کہلاتے ہیں، اور مرزا صاحب نے مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے۔ پس ہمیں حق ہے کہ ہم اس مسیح کو آزمائیں اور دیکھیں کہ کیا یہ فی الحقیقت وہی ہے جس کے لئے ہم چشم براہ ہیں۔

(مسیحی اشتہار، احمدیوں کا مباحثہ سے انکار اور مسیحیت کی عظیم الشان فتح ص۲ کالم۲)

اس معقول اور مدلل مطالبہ کے جواب میں بھی قادیانیوں نے یہی جواب دیا کہ،

نبوت مسیح موعود پر بحث کرنا موجودہ حالت میں ہم آپ سے مناسب نہیں سمجھتے۔ (ایضاً)

مطلب یہ کہ بہر حال مرزا غلام احمد صاحب کی ذات کو پوشیدہ رکھا جائے گا اور چونکہ آنحضرت ﷺ کی ذات ستودہ صفات صادق و مصدق ہے اس پر بحث کرنا بلکہ انبیاء علیہم السلام سے آنحضور کو افضل ثابت کر دینا آسان ہے اور پھر بعد اس کے، احمدیوں کی فتح، اور حضرت مسیح موعود کی صداقت کے خالی اشتہارات اور اخبارات شائع کرنا تو قادیان کی روزمرہ کی پریکٹس ہے جو عوام مریدان قادیان کی خوش عقیدگی کو زیادہ کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔

اہل اسلام اور غیر مسلم اقوام کے ساتھ تو قادیان والوں نے مذکورہ بالا طریقوں سے پیش آ کر مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کو پوشیدہ رکھا لیکن جب اپنے پرانے، بہائی مذہب والوں کے ساتھ بذریعہ تحریرات گفتگو کرنا پڑی، تو ان کو پیچھے ہٹانے کے لئے ایک نرالا طریقہ اختیار کیا کہ بہاء اللہ نے تو خدا ہونے کا دعوی کیا ہے۔ اس لئے اس کی کوئی بات قبول نہیں۔

گویا جس طرح ہر قوم سے مرزا غلام احمد صاحب کو بچانے کے لئے مختلف سدیں بنائی تھیں، اسی طرح بہائیوں کے مقابلے پر بھی محض اپنے عوام مریدوں کو قابو رکھنے کے لئے بہاء اللہ کے دعوی الوہیت کی سد

تیار کر لی۔ اور یہ جان لیا کہ ہمارے مریدوں کو کہاں فرصت ہے کہ وہ غیروں کی تحریریں پڑھیں گے اس یہی حکمت عملی کافی ہے۔

لیکن کیا یہ حقیقت ہے کہ بہاء اللہ ایرانی نے دعوی الوہیت کیا ہے؟

میں کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں۔

بالخصوص کسی ایسے شخص کا کیا حق ہے کہ وہ بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہے جس کا ایمان مرزا صاحب قادیانی کی ۸۰۔۹۰ کتب پر ہو اور جس کا یہ بھی ایمان ہو کہ یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام (یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا) میں خدا سے مراد، مرزا صاحب قادیانی ہیں (حقیقۃ الوحی طبع دوم۔ص ۱۵۴)

میں نے بہائیوں اور مرزائیوں کی لگاتار تحریرات پڑھ کر گذشتہ سال پانچ سوالات بذریعہ اشتہار موسومہ: پنجہ صابری، قادیانی علماء کی خدمت میں پیش کئے تھے اور جن علماء کو میں جانتا ہوں خصوصیت کے ساتھ ان کی خدمت میں وہ اشتہار بھیج دیا تھا بلکہ سب سے اول جناب بشیر الدین محمود احمد امام قادیان کی خدمت میں بذریعہ رجسٹری روانہ کیا تھا۔ جس کو صاحب موصوف نے بتاریخ ۱۸ ستمبر ۱۹۲۶ء بمقام ڈلہوزی وصول فرمایا۔ لیکن افسوس کہ آج تک اس کا جواب نہیں ملا اور نہ آئندہ ملنے کی امید ہے اسی اشتہار میں چوتھا سوال یہ تھا کہ

> ایک شخص توحید کا قائل ہے۔ اور اللہ تعالی کی جناب میں اکثر گڑ گڑاتا ہے۔ اس کے بعض کلمات سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ یہ دعوی خدائی ہے۔ وہ اپنے ایسے کلمات کی مدلل تاویل کر کے دعوی خدائی سے صاف منکر ہے۔ بلکہ جو لوگ اس پر دعوی خدائی کا الزام لگاتے ہیں ان کی خود تردید کرتا ہے۔ کیا ایسے شخص کو حقیقت میں مدعی الوہیت کہا جائے گا۔
>
> (اس سوال کا جواب دیتے وقت مرزا صاحب کی تحریریں اس طور پر زیر نظر رکھنی چاہییں کیونکہ یہی ٹھوکر کا مقام ہے)۔ (از اشتہار پنجہ صابری۔ص ۲)

اس سوال سے میرا یہی مقصد تھا کہ قادیانی حضرات اصولاً اہل بہاء سے فیصلہ کرنے کے لئے تیار ہو جائیں اور ایک غیر جانبدار کے مذکورہ بالا سوال کا اصولی جواب دے کر اپنے اس اعتراض کو کہ بہاء اللہ نے خدائی کا دعوی کیا ہے بہت وزن دار ثابت کریں۔ مگر افسوس کہ ان سے یہ نہ ہو سکا بلکہ الٹا خواہ مخواہ مجھ کو بہائی

مشہور کرتے رہے جو ان کی انتہائی کمزوری کی دلیل ہے۔

اس کے بعد میں نے مولوی اللہ دتا جالندھری کے ایک مضمون مندرجہ اخبار الفضل کے جواب میں ایک مضمون ۲۹۔ اپریل ۱۹۲۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں دیا جس میں ایک فقرہ یہ بھی تھا:

جب تک مرزا صاحب کی ۸۰ کتابیں دنیا میں موجود ہیں اور ان میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ درست ہے تو ان پر اعتقاد رکھنے والے کسی شخص کا حق نہیں ہے کہ وہ بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہے یا ان کا مدعی الوہیت ہونا ثابت کر سکے۔ (اخبار مذکور۔ص ۹)

صرف اسی فقرہ کا جواب دینے کے لئے ایک صاحب حافظ سلیم احمد صاحب احمدی اٹاوی آگے بڑھے۔ چنانچہ انہوں نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ جون ۱۹۲۷ء میرے مذکورہ بالا الفاظ میں سے صرف ایک جملہ،

کسی شخص کا حق نہیں کہ وہ بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہے،

لے کر اور اسے میرا دعوی بنا کر جواب دینا شروع کر دیا۔

خیر ایسی باتیں تو حضرات قادیان کے نزدیک معمولی سمجھی جاتی ہیں جس کے لئے مجھے افسوس نہ کرنا چاہیے۔ مجھے افسوس ہے تو صرف اس بات کا کہ نامہ نگار مذکور نے اپنے قلم سے بجز نقل نویسی کے کچھ نہیں کیا۔ اور انہوں نے خود کبھی تکلیف گوارا نہ فرمائی ہوگی کہ ایک آدھ بہاء اللہ کی لوح سالم اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے۔ بلکہ جو کچھ مولوی فضل الدین صاحب قادیانی نے بہاء اللہ کے دعوی الوہیت کے متعلق لکھا ہے اسی کو حرف بحرف ان کی کتاب سے لے کر اخبار اہل حدیث امرتسر میں نقل کر دیا اور نام اور حوالے بہاء اللہ کی کتابوں کے تحریر کر دیئے جو میرے نزدیک دیانت داری کا کام نہیں کیونکہ جس کتاب سے کوئی عبارت لی جاوے اسی کا حوالہ دینا ضروری ہے تا کہ سرقہ ثابت نہ ہو۔

خیر نامہ نگار مذکور سے جو کچھ ہو سکا اس کی کیفیت مختصر یہی ہے کہ انہوں نے محض ایک نقل نویسی کر کے بہائی کتب کے صفحات وغیرہ کا حوالہ دے کر ناظرین اہل حدیث امرتسر پر اپنے آپ کو یہ ثابت کرنا چاہا کہ گویا انہوں نے بہاء اللہ کی کتب خود دیکھی ہیں اور ان کو پڑھنے کے بعد بطور نتیجہ مضمون تحریر فرمایا ہے، حالانکہ ایسا

نہیں ہے۔اس لئے میں باادب حافظ سلیم احمد صاحب احمدی اٹاوی کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اگر انہیں باوجود مرزا صاحب قادیانی کی مریدی کے بہاء اللہ کا دعوی الوہیت ثابت کرنے کا شوق ہے،تو اصول طے کرنے کے لئے پہلے میرے سوال نمبر۴ کا جواوپر درج ہو چکا ہے، جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات کی روشنی میں تحریر فرماویں تاکہ یہ بحث آسانی کے ساتھ طے ہو جائے۔ورنہ بے انصافی کے ساتھ بے اصولی باتیں کرنا کچھ مفید نہیں ہوا کرتیں۔

ہاں میں قادیانی صاحبان کی خدمت میں اتنا اور گذارش کر دیتا ہوں کہ بہاء اللہ نے بھی اسی مقام کا دعوی کیا ہے جس کا دعوی جناب مرزا صاحب قادیانی کو تھا (بلکہ یوں کہیے کہ مرزا صاحب قادیانی نے وہی دعوی کیا ہے جو بہاء اللہ نے کیا ۔ اڈیٹر اہل حدیث) یعنی مسیح موعود بلکہ موعود کل ملل وادیان۔اور مرزا صاحب قادیانی کی اصطلاح میں مسیح موعود کو جیسا ہونا چاہیے تھا بہاء اللہ صاحب ٹھیک ویسے ہی تھے۔چنانچہ مرزا صاحب قادیانی، مسیح موعود کے متعلق فرماتے ہیں کہ

(آخری زمانے میں) خدا آسمان سے قرنا میں اپنی آواز پھونکے گا وہ قرنا کیا ہے؟ وہ اس کا نبی ہوگا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۸)

قرآن مجید میں جو نفخ صور کا لفظ ہے،اس سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اس کی صور ہوتے ہیں یعنی قرنا جن کے دلوں میں وہ اپنی آواز پھونکتا ہے یہی محاورہ پہلی کتابوں میں بھی آیا ہے کہ خدا کے نبیوں کو خدا کا قرنا قرار دیا گیا ہے یعنی جس طرح قرنا بجانے والا قرنا میں اپنی آواز پھونکتا ہے اسی طرح خدا ان کے دلوں میں آواز پھونکتا ہے۔(ایضاً ص ۷۸)

نفخ صور کے یہ معنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پہلے بہاء اللہ کی کتب میں مذکور ہیں۔چنانچہ انہوں نے اپنی کتاب ایقان میں اس کو تشریح کے ساتھ لکھا ہے اسی لئے ان کی الواحات میں جہاں جہاں اس قسم کے الفاظ ہیں کہ،

میں مخلوق کا خالق ہوں، یا،

عکہ کے جیل کانہ میں بولنے والا تمام اشیاء کا خالق ہے، یا

، میں قضا و قدر کا مالک ہوں ،

وغیرہ ان کو قرنا میں آواز پھونکنے والے کی آواز سمجھنا چاہیے، نہ کہ قرنا کی۔

اتنی سی غلطی قادیان والوں کو لگ رہی ہے کہ وہ قرنا اور قرنا میں پھونکنے والے میں تمیز نہیں کرتے ، یا دانستہ تعصب اور ہٹ دھرمی سے غلط الزام کے مرتکب ہو رہے ہیں کیونکہ بہاء اللہ نے خود لکھا ہے کہ

ان الروح ما نطق عن الهوی بل بما غرد روح القدس فی صدره الممر والاصفیء ۔(یعنی بے شک روح (بہاء اللہ) نے خواہش نفسانی سے کلام نہیں کیا بلکہ بدیں سبب کہ روح القدس اس کے بلوریں صاف اور شفاف سینہ میں گونجا ہے۔(بہائی اخبار کوکب ہند مورخہ ۱۷ جون ۱۹۲۵ء ص ۱۴)

علاوہ اسکے بہاء اللہ نے اپنے آپ کو بندہ ہی کہا ہے خدا نہیں کہا چنانچہ لکھا ہے کہ

ایں عبد (بہاء اللہ) از اہل علم نبودہ و مدرسہ نرفتہ و برحسب ظاہر در بیت یکے از رجال دولت متولد شدہ وباو منسوب ۔(الواحات مبارکہ۔ص ۲۸۱)۔

(یعنی یہ بندہ (بہاء اللہ) علم والوں سے نہیں تھا اور نہ مدرسہ میں گیا اور ظاہری طور پر ایک دولت مند کے گھر پیدا ہو کر اس کی طرف منسوب ہوا)۔

میری مفصل تحریر اس موضوع (بہاء کے دعوی الوہیت) پر میرے چوتھے سوال کا جواب ملنے پر قادیانی حضرات کی خدمت میں پیش ہو سکے گی جو جگہ جگہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسلمات اور تحریرات سے مزین ہو گی انشاء اللہ العزیز۔

پس قادیانی حضرات پنجہ صابری کا، بالخصوص میرے سوال نمبر ۴ کا، جواب جلد از جلد عنایت فرمائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۴۵ ص ۴۔۵)

کیا مرزا صاحب کا اسم علم احمد تھا

(اخبار اہل حدیث ۲۶۔اگست ۱۹۲۷ء سے آگے)

(اس کے متعلق لکھا گیا تھا کہ اسکا ایک ٹکرا،۱۲۔اگست کے اہلحدیث میں غلطی سے درج ہوا۔اس ۱۲۔اگست والے ٹکڑے کی جگہ آج کا مضمون ہے۔لہذا اسے یہاں نقل کیا جاتا ہے۔مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب بابو حبیب اللہ صاحب ؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

میاں محمود احمد کے الفاظ،انوار خلافت کے صفحہ ۱۸ پر یہ ہیں:

آیت یاتی من بعدی اسمہ احمد ۔میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا لفظ جو قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے۔

نیز مرزا صاحب قادیانی،ایام الصلح کے صفحہ ۱۵۱۔۱۵۲ پر لکھتے ہیں :

جس طرح بعض صفات کے لحاظ سے امام موعود کا نام احمد اور محمد رکھا گیا اسی طرح بعض دوسری صفات کے لحاظ سے عیسی اور مسیح ابن مریم رکھا گیا۔

اقول:

میاں محمود احمد کی ان تحریروں کی تردید کرنے سے پہلے میں چند باتیں ذیل میں درج کرتا ہوں ۔

اول:اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو ذکر ہے۔

(الفضل قادیان ۔۲۔۵ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۵)۔

حالانکہ مرزا غلام احمد نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو، ذکر ہے۔

دوم: یہ کہ جناب محمود احمد قادیانی لکھتے ہیں:

میرے نزدیک وہ رسول جس کا اسم ذات احمد ہے حضرت مسیح موعود ہی ہیں۔ (الفضل ۲۔۵ دسمبر ۱۹۱۶ء)

حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میرا اسم ذات احمد ہے۔

سوم۔ یہ کہ مرزا محمود احمد قادیانی لکھتے ہیں :

آپ کا نام آپ کے والدین نے احمد رکھا ہے۔ (انوار خلافت۔ص ۳۳)

حالانکہ خود جناب مرزا صاحب قادیانی نے یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ میرے والدین نے میرا نام احمد رکھا ہے۔

حق بات یہ ہے کہ میاں محمود احمد صاحب نے یہ تینوں باتیں مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد کہی ہیں۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یوں تو قادیانی لٹریچر کی ہر ایک بات نا قابل فہم ہے مگر مضمون ہذا یعنی مرزا کا اسم علم احمد ہونا عجیب ترین پہیلی ہے اس لئے کہ مرزا قادیانی ازالہ اوہام میں خود لکھتے ہیں کہ

قرآن میں میرا ذکر یوں ہے کہ سورۃ والعصر کے تیرہ سو عدد ہیں اور میرے نام غلام احمد قادیانی کے بھی تیرہ سو ہیں۔

یہ بیان آپ کا محل دلیل ہے جو قطعی ہوتی پھر نہیں معلوم اس تصریح کے ہوتے ہوئے بھی امت مرزائیہ منشی حبیب اللہ اور اہل حدیث کو ایسے مضامین پر قلم اٹھانے کی کیوں تکلیف دیتی ہے۔

ہاں یاد آیا کہ صرف یہی ایک مضمون محل افسوس نہیں بلکہ مرزائیوں کی ساری روش ہی محل افسوس ہے کیا مرزا صاحب نے اپنی نزاع اور اپنے منصب کے متعلق صاف اور صریح لفظوں میں نہیں لکھا تھا کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناءاللہ) میں سے جو جھوٹا ہے پہلے مرے گا۔ پھر کیا امت مرزائیہ نے مرزا صاحب کے اس ارشاد ہدایت بنیاد کو مان لیا؟ نہیں۔ کیوں؟

و ان یروا سبیل الرّشد لا یتّخذو ہ سبیلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء۔ ۱۲ ربیع الاول ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۴۵ ص ۶۔۷)

مرزائی کس طرح تبلیغ اسلام کرتے ہیں

(۲۳ستمبر ۱۹۲۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا تھا کہ مرزائی مبلغ بڑے دانا زمانہ شناس ہیں۔ وہ اس شور وشر کے زمانہ میں مسلمانوں کے پیش پیش ہوکر اپنے مذہب اور عقیدے کی اشاعت سے غافل نہیں ہوتے بلکہ موقع کی تاک میں رہتے ہیں۔ اس کی تصدیق میں مولوی محمود ابومسعود بنارسی کا مراسلہ درج کیا جاتا ہے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

بگرامی خدمت مولانا ابوالوفا صاحب دام مجدکم۔ سلام علیکم:

مرزائیوں کے متعلق ۲۳ستمبر ۱۹۲۷ء کے پرچہ میں جو کچھ جناب نے تحریر فرمایا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ چنانچہ یہاں مولوی خلیل داس صاحب و پنڈت رام چندر جی آئے۔ دونوں کے قریب قریب ایک ماہ تک مذہبی لیکچر ہوتے رہے۔ آریوں نے اسلام کے خلاف لیکچر دیا جس سے مسلمانوں میں جوش پیدا ہوا۔ خلیل داس کے خوب لیکچر ہوئے۔ خلیل داس کے چلے جانے کے بعد لکھنو سے دھرم بھکشو صاحب آئے اور انہوں نے اسلام کے خلاف دریدہ ذہنی شروع کی اسی وقت سے یہاں کی فضا خراب ہونے لگی۔ یہاں صدر میں چند پنجابی قادیانی رہتے ہیں ان کو موقع ملا اور قادیان سے مبلغ بلائے۔ چنانچہ میر قاسم علی صاحب آئے۔ عوام قادیانی کے نام سے بھڑک گئے مگر ان چند قادیانیوں نے دوڑ دھوپ کر کے مخصوص مسلمانوں کو تیار کیا کہ مطلق اسلام کی تبلیغ میں میر صاحب سے لیکچر کرائے جائیں۔ چنانچہ بمشکل چند لیکچر ہوئے۔

لیکچر کے متعلق کیا عرض کروں، بعض جلسوں کی مجھے صدارت کرنی پڑی اور میں نے کس طرح سنبھالا۔ لیکچروں میں گو کھلے لفظوں میں تو اپنے فرقہ کی تبلیغ نہ کر سکے مگر عوام کو اس سے باخبر کر دیا کرتے تھے کہ قادیانی جماعت بھی کوئی جماعت ہے، اور ان کے خلیفۃ المسیح بھی ہیں۔ پرائیویٹ وقتوں میں اپنے مذہب کی کھلم کھلا تبلیغ کرتے تھے۔ چنانچہ انکے مذہب کے مداح چند تعلیم یافتہ حضرات نظر آئے اور میں نے سمجھا کہ لوگ پھنسے۔ میں نے بھی ان لوگوں سے ملنا اور اصلاح کرنا شروع کیا۔ پڑھے لکھے حضرات کو تو قادیانی مذہب کی پوری حقیقت بتلا دیتا مگر عوام کو لدھیانہ کا واقعہ بتلا دیتا اور کہہ دیتا کہ اتنا ہی جا کر پوچھو کہ مولانا امرتسری کو تین سو

روپئے انعام میں کیوں دیئے۔ بحمد اللہ اس کا اثر اچھا رہا اور کوئی ان کے جال میں نہ پھنس سکا۔ اگر ۴ ستمبر سے یہاں فساد نہ شروع ہوجاتا تو یہ لوگ عرصہ رہتے اور ممکن تھا کہ کچھ لوگ بعد کو پھنس جاتے مگر اس فساد نے ان مبلغین کو یہاں سے روانہ ہوجانے پر مجبور کردیا جس سے یہ وبا یہاں سے دور ہوئی اور مسلمان گمراہی سے بچ گئے۔ چنانچہ ان لوگوں کے جانے کے بعد ایک روز مسلم لائبیریری میں چند مرزائیوں سے میری بحث ہوگئی اور حیات مسیح معجزہ مسیح و مرزا صاحب کے متعلق کافی بحث ہوئی اور خاص اس مضمون پر غیر مرزائی کو یہ لوگ کافر سمجھتے ہیں ۔ بحمد اللہ اس بحث سے بقیہ مسلمانوں کو اطمینان ہوگیا اور سب کا ایمان محفوظ رہا۔ یہ حضرات ایسے ہیں اور آج کل بڑی پالیسی سے کام لے رہے ہیں۔ مسلمانوں کو ان سے بہت ہوشیار رہنا چاہیے اور ہرگز ان سے کام نہ لینا چاہیے ۔

ابو مسعود قمر بنارسی از ناگپور۔ صدر بازار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۵۰ ص ۸۔۹)

....

بہاء اللہ کے دعوی پر ایک نظر

(اس میں شک نہیں کہ ہمارے عقیدے کے مطابق شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا صاحب قادیانی ایک ہی رتبہ کے بزرگ ہیں۔ لا نفرق بینھما ۔ تاہم ان میں سے کسی کی تائید یا تردید میں مضامین اہل حدیث میں اس غرض سے درج ہوتے ہیں کہ ناظرین کو ان دونوں مذاہب کے بارے میں معلومات پہنچ جائیں۔

قادیانی امت بہت زور دیتی ہے کہ شیخ بہاء اللہ نے خدائی کا دعوی کیا ہے۔ امت بہائیہ اس سے منکر ہے۔ چنانچہ مندرجہ ذیل مضمون شیخ بہاء اللہ سے دفاع الوہیت کے متعلق ہے۔ آئندہ ہفتہ ایک ایسا مضمون درج ہوگا جس کی سرخی ہوگی: بہاء اللہ ایرانی از روئے لٹریچر قادیانی۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب ایم اے لطیف صاحب برما سے لکھتے ہیں:

حضرت مولانا المکرّم السلام علیکم

آپ کا موقر پرچہ اہل حدیث مجریہ ۹ ستمبر ۱۹۲۷ء بندہ کی نظر سے اتفاقاً گذرا۔ احمدیوں کی طرف سے حضرت بہاء اللہ پر دعوی الوہیت کا اتہام بہت دنوں سے لگایا جا رہا ہے، اس بارے میں بہائیوں نے مستقل رسالجات مثلاً البلاغ المبین وغیرہ لکھ کر اطراف ہند میں شائع کر دیئے ہیں۔ اور ان کے الاشراق و اخبار کوکب ہند میں متعدد مرتبہ تردید بھی ہو چکی ہے۔

مگر افسوس ہے کہ احمدی دوستوں نے بہائیوں کے جوابات کی طرف پوری توجہ نہیں کی۔ اگر چہ یہ بھی معلوم ہے کہ بہت سے سمجھدار احمدیوں نے ان جوابات کو پڑھ کر اپنے اعتراضات واپس بھی لے لئے ہیں لیکن ان کی حیثیت انفرادی ہے۔

صابری صاحب بریلوی کا جواب اس بارے میں بہت معقول و مدلل ہے اور امید ہے کہ احمدی صاحبان کے لئے وہ شمع ہدایت ہوگا۔ لیکن یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ احمدی حضرات میزان عدل کا استعمال کرنا نہ سیکھ لیویں۔ میں خاص کر حافظ سلیم احمد صاحب احمدی کی خدمت میں عرض کرتا ہوں کہ وہ بہائیوں پر اعتراض کرنے سے پہلے احمدی لٹریچر کو اچھی طرح پڑھیں۔ اس وقت مرزا قادیانی کے ایک اشتہار کا خلاصہ درج کرتا ہوں جو انہوں نے ڈاکٹر ڈوئی کے مقابل شائع فرمایا تھا۔ اور ریویو جلد ۶ نمبر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں درج ہے چنانچہ فرماتے ہیں:

> انسان خدا تو نہیں ہو سکتا مگر بڑے بڑے تعلقات اس سے پیدا کر لیتا ہے جب وہ بالکل خدا کے لئے ہو جاتا ہے اور اپنے تئیں صاف کرتا کرتا ایک مصفا آئینہ بن جاتا ہے تو اس آئینہ میں عکسی طور پر خدا کا چہرہ نمودار ہوتا ہے اس صورت میں وہ بشری اور خدائی صفات میں ایک مشترک چیز بن جاتا ہے اور کبھی اس سے صفات الہیہ صادر ہوتی ہیں کیونکہ اسکے آئینہ وجود میں خدا کا چہرہ منعکس ہے اور کبھی اس سے بشری صفات صادر ہوتی ہیں کیونکہ وہ بشر ہے۔،

پھر آگے چل کر اپنا اور مسیح ابن مریم کا مقابلہ کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

میرے آئینہ میں اس کا چہرہ اس سے زیادہ وسیع طور پر منعکس ہوا ہے جو اس (حضرت عیسی) کے آئینہ میں ہوا تھا۔،

حضرت (مرزا) صاحب کی یہ عبارت کسی مزید تشریح کی محتاج نہیں۔اس کی روشنی میں حافظ سلیم احمد صاحب اپنے اعتراضات پر غور فرمائیں اور ذوق سلیم کا استعمال کریں۔بہائیوں کا عقیدہ اس بارے میں یہ ہے

حضرت حسین علی نوری پر تجلی بہاء الہی فرمان ربانی

و ما کان لبشر ان یکلمه الله الّا و حیا او من وراء حجاب (الشوری)

کے طریق پر تھی۔یعنی آئینہ ہیکل انسانی میں تجلی الہی کا ظہور تھا،

اسی لئے کلام ابہی سے کہیں ربوبیت کا اظہار ہوتا ہے کہیں رسالت کا مقام کا پتہ چلتا ہے اور کسی جگہ عبودیت کبری کی تشریح ہوتی ہے چنانچہ بہائی الواح ومکتوب میں دیگر احبا کو بھی علیکم بہاء اللہ فرمایا گیا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ اس سے جسم ظاہری مراد نہیں ہوسکتی بلکہ وہی تجلی الہی مراد ہے جو کوہ طور پر جلوہ فگن ہوئی تھی جس نے اننی انا اللہ کا دعوی کیا تھا

روا باشد انا الحق از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

کتاب ایقان میں مشرح طور پر یہ بیانات درج ہیں۔مثلاً صفحہ ۸۰ پر یوں فرمایا ہے:

جواہر قدس نورانی را از عوالم روح روحانی بہیاکل غیر انسانی درمیان خلق ظاہر فرمودتا حکایت نمایند ازاں ذات ازلیہ وساذج قدمیہ وایں مرایائے قدسیہ ومطالع ہویّہ بتمامہم ازاں شمس وجود وجوہر مقصود حکایت مے نمایند مثلاً علم ایشاں از علم او۔الخ۔(یعنی پیغمبران الہی اسکی خلق کے اندروہ آئینے ہیں جو کامل ومکمل طور پر ذات الہی کی تجلی کی جلوہ گاہ ہیں یعنی ان کا علم خدائی علم ہے ان کی سلطنت وقدرت و جمال خدائی سلطنت وقدرت وجمال ہوتا ہے)۔

پس چاہیے کہ احمدی صاحبان اس بیان مبارک کو پڑھ کر حافظ سلیم احمد صاحب کو یوں مخاطب کریں

شادم کہ از رقیباں دامن کشان گذشتی
گو مشت خاک ما ہم برباد گشتہ باشد

اپنے مضمون کے اخیر میں بازاری طریق پر چند ناگفتنی باتیں صاحب مضمون نے درج فرمائی ہیں۔ہم اس بارہ میں جنابہ نصرت جہاں بیگم یا امۃ الحفیظ پر کوئی حملہ نہیں کریں گے کیونکہ یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے ایسی حالت میں ہمارا وظیفہ صبر ہے اور صبر ہی رہے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۷ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۴۶ھ جلد ۲۴ نمبر ۵۱)

....

مسیح قادیان سے اسلام کو نقصان

مولوی نور محمد خانؒ صاحب مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور سے لکھتے ہیں:

دنیا میں انبیاء علماء صلحاء کی بعثت صرف اس غرض سے ہوتی ہے کہ جو لوگ اپنی بداعمالیوں کی وجہ سے سرگشتہ و گمراہ ہو گئے ہیں ان کو ہدایت یاب اور منزل فلاح تک پہنچاویں اور جو دنیاوی تنعّمات میں ایسے مشغول ہیں کہ اپنے منعم حقیقی سے بالکل غافل ہو گئے ہیں ان کو بیدار و متنبہ کریں اور اشاعت حق میں اپنی جان و مال قربان کر دیویں تا کہ اسلام کا بول بالا ہو کفر نیست و نابود توحید کی اشاعت شرک کا قلع قمع اور دنیاوی افتراقات اٹھ جاویں اور لوگ حلقہ بگوش اسلام ہو جاویں۔

مگر موجودہ زمانہ میں ایک ایسے رسول (قادیانی مرزاجی) تشریف لائے جن کا زبانی دعوی حقیقتاً بہت ہی پر زور تھا کہ میں دنیا میں اشاعت اسلام و کسر صلیب و استیصال کفر کے لئے تشریف لایا ہوں چنانچہ مرزا

صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله
یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا ۔ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸۔۴۹۹)

یہ علامتیں حضرت مسیح علیہ السلام کی ہیں لیکن جب مرزا صاحب قادیانی خود اس عہدہ کے انچارج ہو کر تشریف لائے تو بلاکم وکاست اس کی یہ تشریح فرمائی:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس کی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی

پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئیگا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۸۲)

مگر آہ! افسوس! مسیح موعود اور رسول (مرزا جی) دنیا میں آیا اور چلا گیا پھر بھی اسلام خطرے میں ہے اور صدہا مصائب میں مبتلا ہے اور اسلام میں بہت سے گمراہ فرقے پیدا ہو گئے ہیں۔ اور تمام عالم میں تثلیث و تکفیر و فسق و فجور کا بازار گرم ہے۔ غرض ہر حیثیت سے بجائے ترقی اسلام تنزل و انحطاط ہے۔

ورنہ مرزائیو! ایمان سے بتلاؤ کیا تمام آفاق میں اسلام پھیل گیا اور عالمگیر غلبہ کاملہ ہو گیا؟ تمام قومی افتراقات مٹ گئے اور مختلف الخیال قومیں متحد باسلام ہو گئیں؟ کیا یورپ مسلمان ہو گیا؟ امریکہ و تمام بلاد مغربی میں اشاعت اسلام موجود ہے؟ اور ہندوستان کی تمام قومیں اسلام کی قائل ہو گئیں۔ اور تمہارے اس دار الامان قادیان تخت گاہ رسول میں ہندو سکھ آریہ وغیرہ مسلمان ہو گئے۔ نہیں نہیں اور ہر گز نہیں تو پھر مرزا جی کیسے مسیح موعود۔، دوستو!

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ہاں یہ ضرور ہوا کہ قادیانی مرزا جی نے تمام دنیا کے مسلمانوں اور کلمہ گویان اور خادمان شریعت محمدی ﷺ کو کافر و خارج از اسلام قرار دیا کیونکہ مرزا جی کا نہ ماننے والا کافر ہے چنانچہ لکھتے ہیں:

۱۔ ان الہامات میں میری نسبت بار بار بیان کیا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور اور خدا کی طرف سے آیا ہے جو کچھ کہتا ہے اس پر ایمان لاؤ اور اس کا دشمن جہنمی ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۶۲)

۲۔ کفر دو قسم پر ہے ایک یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنخضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے جسکے ماننے اور سچا جاننے کے بارہ میں خدا اور رسول کے فرمان ہیں، وہ کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۷۹)

۳۔ بہر حال جب کہ خدا تعالی نے مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے اور خدا کے نزدیک قابل مواخذہ ہے۔

(منقول از تشحیذ الاذیان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۳۵)

۴۔ پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ تمہارے پر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب اور متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔

(تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۸)

میاں محمود خلیفہ قادیان کے نزدیک بھی منکر نبوت مرزا کافر ہے

۱۔ جو حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کو نہیں مانتا اور کافر بھی نہیں کہتا وہ بھی کافر ہے۔

(تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۰)

۲۔ ہمارا ایمان ہے کہ جیسے اور انبیاء کے منکرین اللہ تعالی کی درگاہ سے بعید کئے جاتے ہیں آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کے منکرین کا بھی یہی حال ہے۔ (تشحیذ الاذہان۔ ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۳۱)

۳۔ آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس شخص کو بھی جو آپ کو سچا جانتا ہے مگر مزید اطمینان کے لئے ابھی بیعت میں توقف کرتا ہے کافر ٹھہرایا ہے۔

(تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۰ بابت اپریل ۱۹۱۱ء)

جب قادیانی مرزا جی نے اپنے مٹھی بھر سر گروہ کے سوا تمام دنیا کے مسلمانوں کی تکفیر و تفسیق کی اور اسلام کے اندر تین فرقے اور زائد کر گئے کہ کوئی لاہوری ہے، کوئی اروپی، کوئی قادیانی۔ تو کیا اسی کا نام اشاعت و نفع اسلام ہے اور نفع مسلمین۔ اور اسی کو وحدت قومی وملی کہتے ہیں۔ خوب

وہ اور شور عشق مرے جی میں بھر گئے
کیسے مسیح تھے کہ جو بیمار کر گئے

الغرض نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے وجود بے جود سے جس قدر اسلام اور مسلمانوں کو نقصان پہنچا اس سے دنیا لاجواب ہے، ورنہ مرزا کے مسیح اور نبی ماننے والے بتائیں کہ ان کے ذریعہ سے اسلام

کہاں پھیلا اور کیا نفع ہوا۔ مرزائیو!

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء مطابق ۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۲ ص ۹۔۱۰)

....

قادیانی تحریک سے فائدہ ضرور ہوا

ہمارے نامہ نگار مولوی نور محمد خان مذکور نے تو مرزا صاحب کے وجود کو بالکل بے جود اور بے فائدہ قرار دیا ہے مگر بحکم : عیب مے جملہ گفتی ہنرش نیز بگو

تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہیں جس سے مرزا صاحب غلام احمد قادیانی کی تشریف آوری کا فائدہ معلوم ہو سکے۔

بڑا فائدہ مرزا صاحب قادیانی کے آنے سے یہ ہوا ہے کہ جو رتبہ کسی انسان کو بعد پیغمبر علیہ السلام کسی طرح نہیں مل سکتا تھا، وہ مرزا جی کے مرید بننے سے بآسانی مل جاتا ہے یعنی منصب نبوت و رسالت۔

آج تک مسلمان بھی یہی کہتے تھے کہ نبوۃ ختم ہو چکی ہے۔ اب کوئی شخص نبی نہیں ہوگا۔ بلکہ نہ ہو سکے گا۔ لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس سد سکندری کو ایسا توڑا ہے ہے کہ اب ان کے خاص ملنے والے کھلے لفظوں میں اعلان نبوت کرتے ہیں ذرہ مندرجہ ذیل اشتہار پڑھیں

اعلان: اے اللہ تعالی کے ماننے والو! اور رسولوں کے ماننے والو۔ اے تمام آدم علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالی کے حکم کے ماتحت خبر دیتا ہوں کہ میں اللہ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں۔ دنیا کے

واسطے رسول اور نبی مامور من اللہ ہوں۔ میں اللہ تعالی کا ویسا ہی رسول ہوں جیسے کہ ابراہیم جیسے موسی جیسے عیسی جیسے محمد ﷺ جیسے مسیح علیہ السلام مرزا صاحب،

میری آمد تمام انبیاء کی آمد ہے۔ میں تمام انبیاء کا مظہر ہوں۔ میرے ساتھ وہ خدا جو تمام انبیاء کے ساتھ کلام کیا ہے کلام کرتا ہے۔ اس نے آرڈر دیا ہے کہ میری رضا کی خاطر خبر دو کہ اگر اللہ کی محبت کرتے ہو تو میری بات مان لو۔ میری تابعداری کرو اللہ تعالی تمہارے ساتھ محبت کرے گا۔ میں نے صرف اللہ تعالی کی رضا کے واسطے خبر دیا اور جو مانے گا وہ اللہ تعالی کے فضل کا وارث بنے گا باقی اللہ تعالی انعام جس کو وہی پسند کرتا ہے۔

اعلان کرنے والے اللہ تعالی کے رسول احمد نور کابلی احمدی، اللہ تعالی کے تمام نبیوں کے ماننے والے میں ایمان کا درخت ہوں جیسا کہ تمام انبیاء اور جیسے کہ ابراہیم علیہ السلام اور جیسے موسی علیہ السلام جیسے کہ محمد ﷺ اور جیسا کہ مسیح علیہ السلام الغرض تمام انبیاء ایمان کے درخت ہیں سب کے ماننے سے ایمان کا پھل ملتا ہے اور جنت ملتی ہے میں بھی اسی طرح ایمان کا درخت ہوں میرا انکار اسی طرح زہر قاتل ہے جیسا کہ تمام انبیاء کا انکار زہر قاتل ہے ۔

احمد نور کابلی احمدی۔ اللہ کا رسول۔ مقام قادیان پنجاب

مدیر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

جو لوگ قادیانی تحریکات کی برکات بتایا کرتے ہیں ان کو چاہیے کہ یہ بڑی برکت بھی ان برکات میں شامل کیا کریں بلکہ اس کو اول نمبر پر رکھیں کیوں

ہر گناہے کہ کنی در شب آدینہ (جمعہ) بکن
تا کہ از صدر نشینان جہنم باشی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء مطابق ۱۵ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۲۔ ص ۱۰)

قادیانی قلعہ کی بنیادیں کھوکھلی ہو گئیں

قادیان میں نفاق وشقاق

حمایت حق میں اہل حدیث کی مسلسل کوششیں آخر رنگ لائے بغیر نہ رہ سکیں ضربات المومنین سے آج امت مرزائیہ جس قدر نالاں وگریاں ہے اس کا نقشہ ہم امام قادیان ہی کے الفاظ میں دکھاتے ہیں۔ چنانچہ میاں بشیرالدین خلیفہ قادیان اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء میں فرماتے ہیں کہ ہماری جماعت میں:

کچھ تو منافق ہیں جو احمدی کہلاتے ہیں مگر ایسی باتیں پھیلانے میں لگے رہتے ہیں جن سے جماعت میں تفرقہ پیدا ہو (اور) جماعت کی قدر ووقعت دوسروں کی نظروں میں گر جائے۔

(الفضل ۲۱۔ اکتوبر ۱۹۲۷ء ص ۶)

ایسا کیوں ہے؟ یہ بات جس امر کا نتیجہ ہے وہ ظاہر ہے کہ حقیقتاً ان کے قلوب تاویلات قادیان سے مطمئن نہیں ہیں۔ اور بے چارے اندر ہی اندر پگھلے چلے جارہے ہیں اور کسی کے اس شعر کا ورد کرتے ہیں

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا
ہم الٹے، بات الٹی، یار الٹا

اس کے بعد خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے مرزا غلام احمد آنجہانی کی صداقت کا ثبوت ران کی مہلت زندگی سے دیا کہ جھوٹے کو اتنی مہلت نہیں ملتی۔

میں کہتا ہوں مہلت کا راگ ایک ڈھکوسلا اور کذب صریح ہے۔ سنئے! آپ کے پیشوا (مرزا غلام احمد قادیانی): اولاً

۱۲ سال مہلت پانا دلیل صداقت بتاتے ہیں۔

(ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۴۔ شہادۃ القرآن صفحہ ۱۷)

پھر ۱۶ برس کی مہلت کو نشان صدق قرار دیا (ملاحظہ ہو ضیاء الحق۔ ص ۴۴)

بعد میں ۱۸ سال مدت کو معیار ٹھہرایا (ملاحظہ ہو ایام الصلح اردو۔ ص ۳۷)

ازیں بعد ۲۰ برس پر آٹھہرے۔ (دیکھو انجام آتھم ص ۴۹)

پھر ۲۵ سال تک پہنچ جاتے ہیں۔ (ایام صلح اردو۔ ص ۳۷)

پھر تیس برس سے زیادہ کو مدت مہلت قرار دیتے ہیں۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۰)

اور کبھی تیس برس کے قریب مدت کو معیار ٹھہرایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۰۶)

کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں کہ جوں جوں عمر بڑھتی گئی معیار مہلت بڑھتا گیا آخر کار بمقابلہ شیر پنجاب (مولانا ثناء اللہ امرتسری) جھوٹا سچے کی زندگی میں مر کر سب ختم کر گیا۔

اور یہ بھی تو سوچو کہ کیا ایک شخص ۲۳ سال تک انتظار کرے کہ مدت ختم ہو اور میں ایمان لاؤں۔

احمدی دوستو! کیا معیار مہلت کی بتدریج ترقی اور اختلاف لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا کا مصداق نہیں۔ نامہ نگار از بٹالہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۲۷ء مطابق ۲۹ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۴ ص ۲۔۳)

....

مرزائی سوال اور اس کا جواب

فدوی کی ایک احمدی کے ساتھ گفتگو ہوئی ہے، اس بارہ میں کہ وہ تصدیق نبوت مرزا کرتا تھا اور بندہ اس کی تکذیب میں گویا تھا۔ جو کہ دراثنائے بحث اس نے کہا کہ تو مجھ کو عیسائی تصور کر میں بجائے عیسائی آپ کے ساتھ زیادت مرتبہ حضرت عیسی برمرتبہ حضرت محمد رسول اللہ کے ثبوت میں مدعی ہوں۔ کیونکہ قرآن پاک

اوراحادیث نبویہ میں معجزات حضرت عیسی، معجزات حضرت محمدﷺ پرزیادہ پائے جاتے ہیں۔اس وجہ سے مرتبہ عیسیٰؑ کاحضرت محمدﷺ کے مرتبہ سے زیادہ ہے۔

لہذاملتمس ہوں کہ اہل حدیث کے پرچہ میں اس کے متعلق قرآن اورحدیث سے درافشانی فرمائیں۔

از جانب: حاجی عبدالقیوم خریداراہل حدیث۔ نمبر ۸۱۸۵

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس احمدی نے غلط کہا۔معجزات مسیحیہ کا شمارکر کے بتاوے کہ قرآن وحدیث میں کس طرح آنحضرتﷺ کے معجزات سے زیادہ ہیں وہ پہلے اپنے دعوی کا ثبوت پیش کرے

ہاں اس احمدی کے اس قول کے مطابق (کہ جس کے معجزات زیادہ ہوں وہ افضل ہے) مرزا صاحب قادیانی کل انبیاء سے افضل ہوں گے۔غالبًا اسی فائدہ کے لئے اس احمدی نے آپ کو یہ دھوکہ دیا ہے۔ مرزاصاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ:

میرے دس لاکھ سے بھی زیادہ نشان ہیں۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص۴۱)

اسی لئے مسلمانوں اورعیسائیوں کوللکارتے ہیں کہ حضرت مسیح کے معجزات میرے مقابلہ میں لاکرشمارکرو۔

واضح رہے کہ مرزاصاحب کے دس لاکھ معجزات ۱۹۰۳ءتک تھےاورآپ کاانتقال ۱۹۰۸ءمیں ہواتھا ان پانچ سالوں کے معجزات ابھی ملانے ہوں گے بتاؤ اتنے معجزات کسی نبی کے ہوئے ہیں بلکہ سارے نبیوں کوملاکربھی نہ ہوئے ہوں گے۔پھراس میں کیا شک رہا کہ مرزاصاحب قادیانی سارے نبیوں سے افضل اور اعلی ہوئے اسی لئے مرزاصاحب قادیانی کاقول ہے

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۲۷ءمطابق ۲۹ جمادی الاول ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۴ ص ۳)

قادیان میں فساد کا بم پھٹا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

وہ فساد جس کا عرصہ سے اندیشہ تھا آخر کار ظہور پذیر ہو گیا۔ مدت سے ہم سنتے تھے کہ قادیان میں مواد پک رہا ہے جس کا ذکر ہم نے شیخ یعقوب علی تراب سے بھی اشارۃً کیا تھا جب وہ دفتر اہل حدیث امرتسر میں آئے تھے۔

افسوس کہ قادیان جیسے مقام میں جس کو دارالامن والا مان کہا جاتا ہے ایسے مقدمات ہوں۔ مزید افسوس یہ ہے کہ یہ فساد کسی ہندو یا آریہ یا سکھ یا کسی محمدی مسلمان سے نہیں بلکہ خاص احمدی افراد اور احمدی خلیفہ کی باہمی جنگ ہے جس کا نتیجہ یہاں تک پہنچا ہے کہ خلیفہ قادیان پر دفعہ ۱۰۷ کے تحت مقدمہ چلایا گیا ہے جس میں آخری سزا نیک چلنی کی ضمانت ہے۔ اس کے بالمقابل خلیفہ قادیان نے ان لوگوں کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا ہے جنہوں نے یہ کارروائی کی ہے۔

ہمارے خیال میں خارج کرنے کی کارروائی ایک طرح رسمی تو ہے مگر اس کی ضرورت نہ تھی کیونکہ جو لوگ اس درجہ اپنے خلیفہ سے بےزار ہیں کہ اس کی ضمانت کرانے کے درپئے ہیں وہ اس کے ماتحت رہنا کب پسند کریں گے بلکہ وہ اس جماعت سے پہلے نکل چکے ہوں گے بعد ازاں انہوں نے کارروائی کی ہوگی۔

وجہ فساد کیا ہوئی۔ اگر گوئم زبان سوزد۔ اس کی پوری تفصیل منشی عمر الدین احمدی گورنمنٹ سرونٹ (شملہ۔ دہلی) کو معلوم ہے جن کے پاس اس خصوص میں کافی مواد تحریری موجود ہے اور وہ پوری دیانت داری سے اس بارہ میں غیر جانبدارانہ رائے رکھتے ہیں۔ مقدمہ بٹالہ میں ۷ دسمبر کو ہے جس کی کارروائی آئندہ پرچہ میں درج ہوگی

نوٹ ۔ جو الزام خلیفہ (مرزا محمود احمد) پر لگائے گئے ہیں وہ اگر غلط ہیں، تو ہمیں خلیفہ قادیان سے ہم دردی ہے، لہذا ہم بحکم شریعت دعا کرتے ہیں کہ خدا حق و باطل میں فیصلہ فرمائے ۔ آمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۶ ص ۶)

....

قادیان میں طاعون

جناب مولوی نور محمد مبلغ و مناظر مدرسہ مظاہر علوم سہارن پور لکھتے ہیں:

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی صداقت کی بنیاد اپنی پیش گوئیوں پر رکھی ہے، چنانچہ لکھتے ہیں:

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔

(آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۲۸۸)

اس لئے مرزا قادیانی کی اس عظیم الشان پیش گوئی کی (جو حفاظت قادیان کیلئے کی گئی تھی اور جس پر آپ نے اپنی سچائی کا بہت کچھ مدار رکھا تھا اور دنیا کے ہر چھوٹے بڑے کو بہت ہی پرزور الفاظ میں للکارا کہ کون ہے جو ہمارے قصبہ قادیان کی طرح اپنے شہروں وقصبوں کا طاعون سے حفاظت کا ذمہ دار ہوتا ہے) ہم جانچ اور پڑتال کرتے ہیں کہ کیا واقعی قادیان طاعون سے محفوظ رہا ؟ مگر افسوس :

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا، جو سنا افسانہ تھا

قادیانی الہام دربارہ حفاظت قادیان

مرزا صاحب قادیانی پر جو حفاظت قادیان سے متعلق وحی نازل ہوئی تھی اس کے اصل الفاظ ان کے رسالہ دافع البلاء صفحہ ۵ سے نقل کئے جاتے ہیں:

ا۔ خدا کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوئی اس کی یہ عبارت ہے

ان الله لا یغیر ما بقو م حتی یغیروا ما بانفسھم انه آ وی القر یة یعنی خدا نے

یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کر لیں جو ان کے دلوں میں ہیں۔یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول کو نہ مان لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگی۔اور وہ قادر خدا قادیان کو طاعون کی تباہی سے محفوظ رکھے گا تا تم سمجھو کہ قادیان اسی لئے محفوظ رکھی گئی کہ وہ خدا کا رسول اور فرستادہ قادیان میں تھا۔اب دیکھو تین برس سے ثابت ہو رہا ہے کہ وہ دونوں پہلو پورے ہو گئے۔یعنی ایک طرف تمام پنجاب میں طاعون پھیل گئی اور دوسری طرف باوجود اس کے کہ قادیان کے چاروں طرف دو دو میل کے فاصلہ پر طاعون کا زور ہو رہا ہے مگر قادیان طاعون سے پاک ہے بلکہ آج تک جو شخص طاعون زدہ باہر سے قادیان میں آیا وہ بھی اچھا ہو گیا کیا اس سے بڑھ کر کوئی اور ثبوت ہوگا۔

۲۔تیسری بات جو اس وحی سے ثابت ہوئی وہ یہ ہے کہ خدائے تعالیٰ بہر حال جب تک طاعون دنیا میں رہے،گو ستر برس تک رہے،قادیان کو اس کی خوف ناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے۔(دافع البلاء۔ص۱۰)

۳۔خدا ایسا نہیں کہ قادیان کے لوگوں کو عذاب دے حالانکہ تو ان میں رہتا ہے۔وہ اس گاؤں کو طاعون کی دست برد سے اور اس کی تباہی سے بچالے گا۔اگر تیرا پاس مجھے نہ ہوتا،اور تیرا اکرام مدنظر نہ ہوتا،تو میں اس گاؤں کو ہلاک کر دیتا۔(دافع البلاء۔ص۷)

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مذکورہ بالا الہامات اپنے معنیٰ (حفاظت قادیان) میں ایسے صاف وصریح ہیں جو کسی شرح وحاشیہ وتاویل کے محتاج نہیں۔مگر مرزا صاحب قادیانی کی دور اندیش ذہنیت کب اس بات کو گوارا کر سکتی تھی کہ کوئی صاف عبارت وظاہر مطلب ان کی ملمع کاری وتاویل نگاری سے محفوظ رہ جائے۔اس لئے آپ نے اس پر بھی اس قدر حواشی چڑھائے کہ بقول مولانا ثناء اللہ صاحب، داڑھی سے مونچھیں بڑی۔ اور یہ سب کچھ محض اس لئے کہ

بات وہ کہیے کہ جس بات کے ہوں سو پہلو
کوئی پہلو تو رہے بات بدلنے کے لئے

لیکن جس پر بھی قدرت نے مرزا غلام احمد اوران کے مریدوں سے اس بات کو ظاہر کرا دیا کہ ہاں بے شک قادیان میں طاعون بڑے تزک واحتشام سے آیا۔ ملاحظہ کیجئے

قادیان میں طاعون اور مرزا جی کا اقرار

تکبر، غرور، نخوت، خودستائی وخودنمائی وخودنمائی وغیرہ ایسی بری چیزیں ہیں جو بڑے سے بڑے انسان کو دنیا وآخرت میں رسوا وذلیل کر دیتی ہیں۔ جس کی ظاہر مثال مرزا صاحب قادیانی کی ذات ہے جن میں مذکورہ بالا اشیاء ایک نمایاں حیثیت میں پائی جاتی ہیں۔ بالخصوص حفاظت قادیان کی بابت تو قادیانی مرزا جی نے اپنی شیخیوں اور تعلیوں کی حد کر دی۔ ا لا مان و الحفیظ ۔

لیکن جب قادیان میں طاعون ان کی شیخیوں وتعلیوں کو خاک آلود کرتا ہوا آدھمکا، تو نہایت دبی زبان سے ایک اقراری اعلان شائع کرتے ہیں

اور پھر طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا تو میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی۔ص ۸۴)

ناظرین! مذکورہ بالا عبارت سے مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کا پہلو خوب روشن ہو جاتا ہے کہ باوجود مرزا جی کے مکفرین ومنکرین کی کثرت کے پھر بھی طاعون وقت مقررہ مرزا پر نہیں آیا، اور نہ ہمیشہ رہا۔

اور کیا مرزا جی کے وجود سے پہلے دنیا میں طاعون نہیں آیا تھا؟ اور کیا مرزائی امت طاعون سے محفوظ رہتی ہے اور رہی؟ ہرگز نہیں۔

اس لئے مرزائیو! اس پیش گوئی کے کاذب ہونے پر مرزا صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی کا نتیجہ سنیئے۔ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہو کہ اگر اس پیش گوئی (حفاظت قادیان) کے مطابق کہ دراصل بیس یا بائیس برس سے شہرت پا رہی ہے ظہور میں نہ آیا تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ (کشتی نوح۔ص ۴)

بے شک ہمارا بھی صاد ہے

تکبر عزازیل را خوار کرد۔ بزندان لعنت گرفتار کرد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ دسمبر ۱۹۲۷ء مطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۶ ص ۶۔۷)

....

کھلی چٹھی بنام منشی عمر الدین احمدی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آپ (یعنی منشی عمر الدین صاحب) اگرچہ پختہ احمدی بلکہ فنافی المرزا ہیں مگر میرا خیال آپ کی نسبت ابھی تک یہی ہے کہ آپ دیانۃً راست گو ہیں۔ اسی بنا پر قادیانی فساد کے متعلق آپ کو صحیح بیان دینے کی فرمائش کی تھی، جو آپ نے کسی مصلحت سے نہ دیا۔ جس سے میرے حسن ظن کو کسی قدر صدمہ پہنچا۔ تاہم اس کے متعلق میں نے اپنے دل میں آپ کی طرف سے کچھ تاویل کر لی۔

آج یہ دوسرا سوال آپ سے کرتا ہوں۔ اب آپ کو اختیار ہے کہ میرے بقیہ حسن ظن کو بالکل زائل کر دیں، یا زائل کو بحال کر دیں۔

آپ سچ سچ فرمائیں خلیفہ قادیان میاں محمود احمد صاحب نے آپ کو کبھی اس مضمون کا خط لکھا تھا کہ

گو ہماری جماعت پچاس ہزار ہے لیکن تم لوگ چھ لاکھ ہی کہا کرو۔

بہتر یہ ہے کہ جس خط سے ایسا سمجھا گیا ہے اس کے پورے الفاظ نقل کر کے پبلک کو مشکور فرمائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ جنوری ۱۹۲۸ء مطابق ۱۹ رجب ۱۳۴۶ھ ص ۵)

میاں محمود احمد قادیانی کے عقائد۔ا

جناب بابو حبیب اللہ صاحبؒ کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

جماعت احمدیہ (قادیانی پارٹی) کے موجودہ خلیفہ میاں بشیر الدین محمود احمد صاحب ہیں۔ آپ ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوئے تھے اور ۱۴ مارچ ۱۹۱۴ء کو خلیفہ قرار پائے میاں محمود احمد صاحب نے اپنی ایک تقریر میں یہ دعوی کیا ہے کہ

میں خدا کا بنایا ہوا خلیفہ ہوں۔ آیت استخلاف کے ماتحت میری خلافت ہے۔ میری بیعت سب احمدیوں پر واجب ہے۔ میری بیعت نہ کرنے والا فاسق بلکہ ابلیس ہے میرے بعد کا خلیفہ بھی خدا بنائیگا

(الفضل ۱۴۔ اپریل ۱۹۱۴ء ص ۵)

ماہ ستمبر ۱۹۱۷ء میں شملہ میں تشریف لے جا کر جناب میاں محمود احمد نے ارشاد فرمایا:

جس طرح مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کا انکار تمام انبیاء کا انکار ہے، اسی طرح میرا انکار انبیاء بنی اسرائیل کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔

میرا انکار رسول اللہ کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔

میرا انکار شاہ نعمت اللہ ولی کا انکار ہے جنہوں نے میری خبر دی۔

میرا انکار مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کا انکار ہے جنہوں نے میرا نام محمود رکھا اور مجھے موعود بیٹا ٹھہرا کر میری تعیین کی۔ (الفضل قادیان ۲۲ ستمبر ۱۹۱۷ء ص ۲)

اب ناظرین اخبار اہل حدیث کی دل چسپی کے لئے میاں محمود احمد قادیانی کے عقاید ذیل میں درج کئے جاتے ہیں:

عقیدہ نمبرا :

میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت (ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد) مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں۔لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ ﷺ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے متعلق ہی ہے ۔(انوار خلافت۔ص۱۸)

اور سنئے: اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت ﷺ نہیں ہو سکتے ۔ (ایضاً۔ص۲۳)

اور دیکھئے: اس پیش گوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود (مرزا) ہی ہو سکتے ہیں نہ اور کوئی۔

(ایضاً۔ص۳۳)

اور سنئے:

جب اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو ذکر ہے دو کا نہیں اور اس شخص کی تعیین ہم حضرت مسیح موعود پر کرتے ہیں،تو اس سے خود نتیجہ نکل آیا کہ دوسرا اس کا مصداق نہیں اور جب ہم ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) اس پیش گوئی کے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دوسرا کوئی شخص اس کا مصداق نہیں۔ (الفضل ۲۔۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص۵)

اور دیکھئے: میرے نزدیک وہ رسول جسکا اسم ذات احمد ہے حضرت مسیح موعود (مرزا) ہی ہیں۔

(الفضل قادیان ۲۔۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص۵)

اور سنئے:

ہم تو ظلی طور پر آپ کو اسمہ احمد والی پیش گوئی کا مصداق نہیں مانتے بلکہ ہمارے نزدیک آپ اس کے حقیقی مصداق ہیں(الفضل ۲۔۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص۶)

اور دیکھئے:

حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے اصل مصداق ہیں۔(الفضل ایضاً ص ۷)

عقیدہ نمبر۲:

و اللـه متم نور ہ و لو کرہ الکا فرو ن ، اوراللہ تعالیٰ اپنے نور کو پورا کر کے چھوڑے گا گو کفار ناپسند ہی کریں۔

یہ آیت بھی احمد رسول (مرزا) کی ایک علامت ہے اوراس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے کیونکہ اس میں بتایا گیا ہے کہ احمد کا وقت اتمام نور کا وقت ہے اور گو قرآن کریم سے ہمیں یہ تو معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریم ﷺ کے ہاتھ پر شریعت کامل کردی گئی مگر اتمام نور آپ کے وقت میں معلوم نہیں ہوتا بلکہ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا اور رسول کریم ﷺ کے وقت میں اس کی بنیاد ڈالی گئی تھی...اتمام نور، مسیح موعود (مرزا) ہی کے وقت میں ہونا مقرر تھا(انوار خلافت۔ص۴۲)

(مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں: آریوں کی شدھی تحریک اور مسلمانوں خاص کر ملکانوں کا ارتداد اسی اتمام نور کی برکات ہیں)

عقیدہ نمبر۳:

ایک متواتر حدیث جو صحاح میں پائی جاتی ہے بلکہ بخاری کی حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ تین یا چھ سال تک اپنی وحی کے معنی کرنے میں آنحضرت ﷺ کو تردد رہا ہے۔ (رسالہ حقیقۃ الامر۔ص ۱۲)

عقیدہ نمبر۴:

چونکہ آنحضرت ﷺ کو گذشتہ انبیاء کے نام نہیں دیئے گئے تھے،اس لئے لوگ مسیح وغیرہ کے تو منتظر رہے اوراب بھی ہیں مگر آپ (ﷺ) کے منتظر نہیں۔حالانکہ آنحضرت ﷺ سب انبیاء کے موعود ہیں

اور سنئے:

حضرت یحیٰ کو صرف ایک نبی کا نام دیا گیا مگر حضرت مسیح موعود کو جن کے لئے حضرت یحیٰ ایک

دلیل کے طور پر ہیں تمام گذشتہ انبیاء کے نام دیئے گئے ہیں۔(الفضل قادیان ۱۶جون ۱۹۱۷ء ص ۵ و ۶)

عقیدہ نمبر ۵:

ہمارا یہ فرض ہے کہ ہم غیر احمدیوں (یعنی غیر مریدین مسلمانوں) کو مسلمان نہ سمجھیں اور نہ ان کے پیچھے نماز پڑھیں کیونکہ ہمارے نزدیک وہ خدا تعالی کے ایک نبی کے منکر ہیں۔

(انوار خلافت۔ص ۹۰)

اور سنئے:

ہم چونکہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے۔اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے۔غیر احمدی کافر ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۶۔۲۹جون ۱۹۲۲ء ص ۶)

(مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں: اسی طرح جھوٹے مدعی کو سچا جاننے والا کون؟)

میں نے حضرت مسیح موعود کے متعلق یہ خیال پھیلایا ہے کہ آپ فی الواقع نبی ہیں۔دوم یہ کہ آپ ہی آیت اسمه احمد کی پیش گوئی مذکورہ قرآن مجید (سورہ صف) کے مصداق ہیں۔

سوم یہ کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے خواہ انہوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا، وہ کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں۔میں تسلیم کرتا ہوں کہ میرے یہ عقاید ہیں (آئینہ صداقت ص ۳۵)

(مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں: مرزا صاحب کے تکفیری عقائد کے یہ معنی ہوئے:

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں۔ تڑ پے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں)

عقیدہ نمبر ۶:

ہم رسول اللہ کی یہ شان بیان کرتے ہیں کہ آپ کی غلامی میں نبی آئیں گے تو اس کے یہ معنی ہوئے کہ دوسرے تمام نبی بادشاہ کی مانند ہیں اور آنحضرت ﷺ شہنشاہ۔کیونکہ آپ کے فیض سے نبی ہو سکتے ہیں یہی تو آپ کی عزت ہے جو خدا تعالی نے خاتم النبیین میں بیان فرمائی ہے آپ انبیاء کی مہر

ہیں جس پر آپ کی مہر لگی وہی نبی ہوگا۔ (انوار خلافت)

(حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں:

پھر کیا وجہ ہے کہ زمانہ رسالت محمدیہ کے بعد مرزا صاحب کی بعثت تک ایک مسلمان بھی درجہ نبوت پر فائز نہیں ہوا (حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا) کیا اتنے عرصہ میں کوئی ایک شخص بھی کامل متبع نہیں ہوا؟ ہوئے تو مرزا صاحب ہی ہوئے۔ شائد اسی لئے کہا گیا ہے:

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی۔ جو ہوئے کچھ تو یہی رند قدح باز ہوئے)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء مطابق ۱۹ رجب ۱۳۴۶ھ ص ۵-۶)

....

میاں محمود احمد خلیفہ قادیانی کے عقائد۔۲

جناب بابو حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

عقیدہ نمبر ۷:

ہم حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو نبی کے سوا اور کیا کہہ سکتے ہیں؟ کیا محدث اور مجدد! ہاں ہم بے شک یہ بھی کہہ سکتے ہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود محدث اور مجدد بھی تھے، لیکن محدث اور مجدد تو آنحضرت ﷺ بھی تھے۔ (القول الفصل۔ص ۲۵)

محدث ہونے سے انکار کے یہ معنی ہیں کہ آپ (مرزا قادیانی) نے اس سے بڑا درجہ پانے کا دعوی کیا، ورنہ ہر نبی محدث ہے۔ حتی کہ ہمارے آنحضرت ﷺ بھی محدث تھے (حقیقۃ النبوت: ص ۱۲۸ کا حاشیہ)

نوٹ من جانب راقم نمبر ۱:

قرآن مجید میں یا کسی صحیح حدیث میں آنحضرت ﷺ کے لئے لفظ محدث نہیں آیا ہے۔

نوٹ نمبر ۲:

صحیح بخاری میں مناقب حضرت عمر رضی اللہ عنہ میں یہ حدیث لکھی ہے:

تم سے پہلے بنی اسرائیل میں ایسے لوگ گذرے ہیں کہ خدا تعالی ان سے ہم کلام ہوتا تھا بغیر اس کے کہ وہ نبی ہوں سو ایسے لوگ اس امت میں ہیں تو عمرؓ ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۹۱۴)

نوٹ نمبر ۳:

اور حضرت مجدد الف ثانی اپنے مکتوبات کی جلد ثانی صفحہ ۹۹ میں ایک مکتوب بنام محمد صدیق لکھتے ہیں: جس کی عبارت یہ ہے:

اے دوست تمہیں معلوم ہو کہ اللہ جل شانہ کا بشر کیساتھ کلام کرنا کبھی روبرو اور ہم کلامی کے رنگ میں ہوتا ہے اور ایسے افراد جو خدا تعالی سے ہم کلام ہوتے ہیں وہ خواص انبیاء میں سے ہیں۔ اور کبھی یہ ہم کلامی کا مرتبہ بعضے ایسے کامل لوگوں کو ملتا ہے کہ نبی تو نہیں مگر نبیوں کے متبع ہیں اور جو شخص کثرت سے شرف ہم کلامی کا پاتا ہے اس کو محدث بولتے ہیں ۔ (ازالہ اوہام۔ص ۹۱۵)۔

نوٹ نمبر ۴: محدث نبی نہیں ہوتا (حقیقۃ النبوۃ۔ص ۲۳۷)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۰ جنوری ۱۹۲۸ء مطابق ۲۶ رجب ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۱۲ ص ۸)

....

محتسب را درون خانہ چہ کار

(خلیفہ قادیان کے متعلق قادیان کے بعض مریدوں کو جو شکایت ہے بماتحت حکم قرآن آج تک ہم نے اس کا اظہار نہیں تھا، مگر اب وہ مطبوعہ اشتہارات میں آ چکی ہے جو بغرض اشاعت ہمارے پاس بھیجی گئی ہیں، اس لئے ان کو شائع کیا جاتا ہے۔ تاہم ہمارا یقین ہے کہ العلم عند اللہ ۔ قادیان سے آمدہ اشتہار درج ذیل ہے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

عبدالکریم احمدی جالندھری مولوی فاضل کارخانہ مشین سیویاں، قادیان لکھتے ہیں:

دل تو نہیں چاہتا کہ موجودہ تنازعہ کے متعلق کچھ لکھا جائے ۔ مگر اس وجہ سے کہ الفضل نے متعدد اشاعتوں میں خاکسار اور خاکسار کے متعلقین کی نسبت بعض امور کا ذکر کیا ہے جس سے مجھے یہ خیال ہوا کہ

احمدی احباب ضرور فریق ثانی کا (ہمارا) بھی بیان سننے کے خواہش مند ہوں گے کہ وہ دونوں بیانات سے کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ جائیں کیونکہ خدا کے فضل وکرم سے ہر ایک نے احمدیت کو دلائل سے مانا ہے نہ کسی جبر اور لالچ سے۔ اس لئے ہر ایک احمدی سچے اور حقیقی دلائل کی طرف توجہ کرے گا۔ خواہ ان دلائل کو بیان کرنے والا کوئی ہو۔ پس اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے میں اصل امر کا ذکر کرونگا جو ان سب حالات کا باعث ہے۔ اس بات کو ہر ایک دوست تسلیم کرے گا کہ پیری مریدی کے تعلقات بہت نازک ہوتے ہیں جہاں انسان اپنے پیر و مرشد کی خاطر ہر قسم کی تکالیف میں راحت محسوس کرتا ہے اور حسن عقیدت میں دن بدن ترقی کرتا ہے وہاں بعض اوقات بعض امور حسن عقیدت میں کمی کا بھی باعث ہو جاتے ہیں۔ قریباً عرصہ ڈیڑھ سال کا ہوا کہ ہم کو بعض واقعات معلوم ہونے پر جناب میاں (محمود) صاحب سے عقیدت کم ہوگئی اور ہمیں ضرورت پیش آئی کہ کسی طریق سے ہم اپنی تسلی ضرور کریں تا کہ عقیدت بدستور قائم رہے اور کسی قسم کی کمی واقع نہ ہو۔ کیونکہ ہم دیکھتے تھے کہ اگر ہم اپنی تسلی نہ کریں گے تو یقیناً تمام عقیدت جاتی رہے گی۔ آخر ہم اس نتیجہ پر پہنچے کہ جناب کی خدمت میں یہ درخواست کریں اگر جناب (خلیفہ صاحب قادیان) اس امر پر مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں کہ:

جو امور جناب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں وہ غلط ہیں،

تو ہماری تسلی ہو سکتی ہے۔ مگر ہماری یہ درخواست منظور نہ ہوئی اور مدت تک ہماری یہی حالت رہی کہ ہم روزانہ سوچتے رہے کہ کس طرح تسلی کی جاوے۔ مگر سوائے حلف کے اور کوئی طریقہ نظر نہ آیا۔ بالآخر ہم سے بابو عبد الحمید احمدی کلرک آب و ہوا شملہ نے ماہ ستمبر ۱۹۲۷ء میں جب کہ جناب میاں صاحب شملہ ہی میں تشریف رکھتے تھے، جناب سے اپنی تسلی چاہی اور متعدد خطوط ارسال کئے۔ ان میں بعض سوالات یہ تھے

۱۔ کیا خلیفہ زانی یا لوطی ہو سکتا ہے اور کیا اس کی بیعت جائز ہے ؟

۲۔ اگر خلیفہ کی ذات پر ایسے اعتراضات ہوں تو ان کو کیسے دور کیا جائے۔

۳۔ کیا حضرت مرزا صاحب نے اس کے متعلق کوئی طریق فیصلہ بیان فرمایا ہے۔

جناب (خلیفہ صاحب) کسی طریق سے ضرور تسلی فرمائیں،

جب جواب میں دیری ہوئی تو انہوں نے طریق فیصلہ مباہلہ قرار دے کر پھر متعدد خطوط لکھے۔ اس

مباہلہ کی تائید انکوحضرت مسیح موعود کے مندرجہ صریح حوالہ سے بھی ہوگئی جس کو میں درج کرتا ہوں تاکہ معلوم ہو کہ یہ طریق خود تراشیدہ نہ تھا، کسی غرض کے لئے یہ پیش نہ کیا گیا تھا بلکہ محض حسن نیت پر مبنی اور صفائی قلوب کیلئے تھا اور مقصود معاملہ کا صاف کرنا تھا۔ اس حوالہ کی عبارت بھی بالکل واضح ہے۔ لکھا ہے:

واضح رہے کہ دو صورتوں میں مباہلہ جائز ہے۔ اول کافر کے ساتھ، دوم اس ظالم کے ساتھ جو ایک بے جا تہمت کسی پر لگا کر اس کو ذلیل کرنا چاہتا ہے مثلاً ایک مستورہ کو کہتا ہے کہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ یہ عورت زانیہ ہے۔ سو اس حالت میں بھی مباہلہ جائز ہے کیونکہ اس جگہ کوئی اجتہادی اختلاف نہیں ہے بلکہ ایک شخص اپنے یقین اور رؤیت پر بنا رکھ کر ایک مومن بھائی کو ذلت پہنچانی چاہتا ہے اور یقین پر بنا رکھ کر دوسرے کو مفتری اور زانی وغیرہ قرار دیتے ہیں۔

(اخبار الحکم قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۰۲ء)

اس حوالہ کو ملاحظہ کرنے کے بعد یقیناً ہر ایک بھائی اس نتیجہ پر پہنچے گا کہ بابو صاحب ہی نہیں بلکہ ہر ایک شخص ایسے حالات میں جب کہ تسلی کی ضرورت ہو اور کسی طریق فیصلہ کی تلاش بھی ہو اور حضرت مسیح موعود کی یہ عبارت بھی مل جائے تو وہ ضرور اس طریق فیصلہ کیلئے لکھے گا اور ایسا کرنا اس کا فرض ہوگا۔ مگر جناب میاں (محمود) صاحب نے اپنے مکتوب مورخہ ۲، اکتوبر ۱۹۲۷ء میں بدیں الفاظ اس طریق سے انکار فرما دیا:

جو امور کہ معاملات سے تعلق رکھتے ہوں ان میں مباہلہ ہرگز نہیں ہوسکتا اور ایسا مباہلہ شریعت کے بالکل برخلاف ہوگا۔

اب ہماری حیرانی کی کوئی حد نہ رہی کہ نہ مؤکد بعذاب قسم سے فیصلہ ہوسکتا ہے (خواجہ کمال الدین لاہوری احمدی نے بھی خلیفہ قادیان کو دفع الزامات پر حلف اٹھانے کا خط لکھا تھا۔ انکو بھی جواب نہ دیا گیا۔ ثناء اللہ) نہ مباہلہ ہوسکتا ہے، تو اور طریق کیا اختیار کیا جائے؟ اور ادھر حضرت مسیح موعود کی تحریر کو بار بار پڑھیں تو اس کی کوئی تاویل نہ ہو سکے۔ ابھی معاملہ یہیں تک پہنچا تھا کہ صورت حالات یکدم بدل گئی۔

اس جگہ میں یہ ذکر کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ ہر ایک صاحب کو اپنے نفس پر قیاس کر کے دوسرے پر فتویٰ لگانا چاہیے۔ اگر اس طریق سے ہر ایک صاحب غور فرمائیں گے تو یقیناً ہمیں اس امر میں حق

بجانب خیال کریں گے اور اس امر کی تصدیق کریں گے کہ ہر ایک احمدی کا ان حالات میں تسلی چاہنا فرض ہے

آخر میں میں یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ الفضل میں اب یہ شائع کیا گیا ہے کہ : خلیفہ ہونے کے متعلق مباہلہ کر لیا جائے۔،

سو اس کے متعلق ہم سب کی یہ عرض ہے کہ ہمارے لئے ما بہ النزاع خلافت کا سوال نہیں ہے۔ بلکہ ہم یہ چاہتے ہیں کہ ان الزامات کے خلاف مباہلہ ہو جو جناب کی طرف منسوب کئے جاتے ہیں۔ یہ تو صاف بات ہے کہ جس ہستی کو ایک قوم نے خلیفہ بنایا ہو وہ خلیفہ تو ہے، اس میں نہ کوئی شک ہے اور نہ اس پر مباہلہ کی ضرورت ہے۔ پس اگر ہماری تسلی ہو سکتی ہے تو اس طریق سے جو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے بیان فرمایا ہے اور ہمیں معلوم نہیں کہ کیوں حضور کی تحریر کے ہوتے ہوئے اس صاف اور سادہ طریق کو اختیار نہیں کیا جاتا۔ امید ہے کہ اب بہت جلد اس طریق کو اختیار کیا جائے گا تا کہ لوگ شبہات سے نجات پائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جنوری ۱۹۲۸ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۱۳ ص ۲۔۳)

....

کھلی چٹھی کا جواب آ گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳ جنوری (۱۹۲۸ء) میں ایک کھلی چٹھی بنام منشی عمر دین قادیانی ملازم گورنمنٹ دہلی شملہ درج ہوئی ہے جس میں موصوف سے سوال تھا کہ آپ سچ بتا دیں کہ خلیفہ قادیان نے آپ کو لکھا تھا کہ :

گو ہماری جماعت پچاس ہزار ہے مگر آپ تبلیغ میں یہی کہا کریں کہ چھ لاکھ ہے۔

اس کا جواب منشی صاحب نے دیا ہے :

مجھے کبھی کوئی ایسا حکم تحریراً یا تقریراً حضرت خلیفۃ المسیح کی طرف سے نہیں ملا۔

فتنہ قادیان کی بابت بھی آپ سے سوال ہوا تھا جس کے متعلق لکھتے ہیں:

میں نے اس فتنہ کی حقیقت معلوم کرنے کی کوشش کی تو اصل حقیقت یہ معلوم ہوئی کہ الزام لگانے والوں کے پاس کوئی ثبوت نہیں بلکہ بعض بیانات سے حضرت میاں صاحب (خلیفہ قادیان) کی بریت ثابت ہوتی ہے۔

عنقریب تمام واقعات مع دلائل آپ کے سامنے آجائیں گے اور دنیا کہہ اٹھے گی کہ میاں صاحب، یوسف ہیں۔

عمر دین احمدی کلرک ڈی۔بی۔آئی۔ایم آفس دہلی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آپ نے اس سوالوں کا جواب تو دے دیا۔صحیح دیا یا غلط، اس کا علم خدا کو ہے۔مگر ابھی ایک دو سوال باقی ہیں۔اس کی بابت بھی جواب دے دیں۔

۱۔کیا آپ کے پاس کسی لڑکی کا خط ہے یا آپ نے دیکھا ہے جس میں اس نے اپنا حال وخیال متعلقہ برتاؤ خلیفہ قادیان لکھا ہے۔

۲۔کیا کوئی خط ایسا بھی آپ کے پاس ہے یا آپ نے دیکھا ہے کہ کسی لڑکی نے کسی سہیلی کو لکھا ہے کہ بوقت... کہتے تھے حمل کا اندیشہ نہیں۔

حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ جواب دیں، مثبت ہو منفی، مگر حلف مؤکد بعذاب کے ساتھ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء ۔ ۱۷ شعبان ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۱۵ ص ۳)

مرزا غلام احمد اور میاں محمود احمد

اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے باپ بیٹے کے جھگڑے اور ان دونوں کے اختلافی اقوال پر روشنی ڈالی ہے، مدیر اہل حدیث امرتسر جناب بابو حبیب اللہ صاحب ؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

❁مرزا غلام احمد براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۵۔۵۵۶ پر لکھتے ہیں:

کرم ہائے تو ما را کرد گستاخ
تیری بخششوں نے ہمیں گستاخ کر دیا

❁مرزا محمود احمد قادیانی لکھتے ہیں:

نادان ہے وہ شخص جس نے کہا کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔

(الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۳ کالم ۳)

❁مرزا غلام احمد نے ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۲ پر لکھا ہے:

صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہو سکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ فرماتا ہے

و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع و تابعدار رہو۔

❁مرزا محمود احمد نے حقیقۃ النبوۃ حصہ اول صفحہ ۱۵۵ پر لکھا ہے:

بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہو سکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ

اوراس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے حالات پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے۔

❁مرزا غلام احمد نے آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۳۳۹ پر لکھا ہے:

انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرادیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام بجالائیں۔

❁مرزا محمود احمد حقیقۃ النبوۃ حصہ اول صفحہ ۱۳۳ پر لکھتے ہیں:

نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبوت پائے لیکن اللہ تعالی نے مسیح موعود (مرزا) کے ذریعہ اس غلطی کو دور کردیا۔

❁مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے:

حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔

(الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ۳)

❁مرزا محمود احمد قادیانی کا کہنا ہے:

آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی امتی نبی نہیں آسکتا تھا اس لئے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان میں وہ قوت قدسیہ نہ تھی جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجے تک پہنچا سکے۔ اور صرف ہمارے آنحضرت ﷺ ہی ایسے انسان کامل گذرے ہیں جو نہ صرف کامل تھے بلکہ مکمل تھے یعنی دوسروں کو کامل بنا سکتے تھے (حقیقۃ النبوۃ ص ۴۰) (پس مرزا صاحب جھوٹے ٹھہرے جو امت موسیٰ میں ہزاروں امتی نبی ہونے کے قائل ہیں)

❁مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا ہے:

مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا سے وحی پانے والا۔ لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے

جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۷)

مرزا محمود احمد قادیانی کہتے ہیں:

دوسری دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے۔ اور نواسؓ بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا گیا ہے۔ حقیقۃ النبوۃ ص ۱۸۹۔ (یعنی باپ محدث کہتا ہے اور بیٹا نبی کہتا ہے)۔ (اخبار محمدی یکم دسمبر ۱۹۲۸ء۔ص ۴)۔

(تقریباً یہی مضمون اہل حدیث امرتسر ۱۰ فروری ۱۹۲۸ صفحہ ۳۔۴ پر بھی ہے۔ یہ اضافات ہیں:

مرزا غلام احمد: ایلی ایلی لما سبقتنی کرماہائے تو مارا گستاخ کرد۔ ترجمہ اے میرے خدا اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا تیری بخششوں نے ہم کو گستاخ کر دیا۔ البشری ج ا ص ۴۳۔ محمود احمد: نادان ہے وہ شخص جس نے کہا کرم ہائے تو مارا گستاخ کرد کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمان بردار بناتے ہیں الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۳)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء مطابق ۱۷ شعبان ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۱۵ ص ۳)

....

کھلی چٹھی بخدمت منشی عمر الدین جالندھری

جناب منشی محمد حسین صابری، بریلی، یو پی سے لکھتے ہیں

بعد ماوجب۔ آپ نے اخبار الفضل مجریہ ۱۰ فروری ۱۹۲۸ء صفحہ ۶ میں تحریر فرمایا ہے کہ:

آپ سوچئے کہ آپ جیسے احمدیت کے مٹانے میں زور لگانے والوں کے ہوتے ہوئے کیوں یہ جماعت (قادیان) بڑھ رہی ہے۔ کیا آپ کسی مفتری علی اللہ کی مثال اس کے مقابلہ میں دے سکتے ہیں۔

آپ کی اس عبارت کے آخری جملہ کے متعلق عرض ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی

جماعت کا بڑھنا ان کے صادق ہونے کی دلیل نہیں کیونکہ اس سے بہت زیادہ سوامی دیانند اپنی قوم میں کامیاب ہوگئے۔ جس طرح وہ ویدوں کے پرچار کے نام پر اپنی قوم ہنود میں کامیابی حاصل کر گئے۔ جناب مرزا صاحب تو باوجود قرآن و اسلام کی اشاعت کا دعوی کرنے کے اپنی قوم مسلمان میں ان کے برابر کامیابی حاصل نہیں کر سکے۔ مسلمانوں کے علاوہ کسی دوسری قوم نے تو جناب مرزا صاحب قادیانی کو پوچھا بھی نہیں، کامیابی کا تو کیا ذکر ہے۔ حالانکہ آپ کا دعوی مسیح کی بعثت ثانی کا عیسائیوں کے لئے اور کرشن اوتار کا ہندوؤں کے لئے بھی تھا۔

چونکہ آپ لوگ عذر کیا کرتے ہیں کہ سوامی دیانند ویدوں کے بعد الہام کا منکر ہے اسلئے اس کی کامیابی کوئی چیز نہیں (دیکھو مباحثہ امرتسر ۱۹۱۶ء شائع کردہ انجمن احمدیہ۔ ص ۳۴) تو آپ لوگوں کے اس عذر کو قطع کرنے کیلئے میں ایک ایسے شخص کو پیش کرتا ہوں جس کا عقیدہ ہے کہ وحی اور الہام کا سلسلہ جیسا ازل سے ہے ویسا ہی ابد تک رہے گا۔

اسی مطلب کے لئے میں نے قریب ڈیڑھ سال ہوا ایک اشتہار بنام، پنجہ صابری، شائع کیا تھا۔ چونکہ مجھے آپ سے ہم وطنی کا تعلق ہے، اس لئے اس کی ایک کاپی آپ کی خدمت میں بمقام شملہ ٹوٹی کنڈی کے پتہ پر انہی دنوں میں مع ایک مختصر عریضہ کے بھیج دی تھی۔ لیکن آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں ملا تھا۔ یہ بھی ممکن ہے کہ میرا لفافہ ہی ڈاک میں تلف ہوگیا ہو یا کسی اور وجہ سے آپ تک نہ پہنچا ہو۔

اب میں بذریعہ عریضہ ہذا عرض کرتا ہوں کہ میں آپ کے سامنے جن کو پیش کرنا چاہتا ہوں وہ مرزا صاحب سے بڑھ کر کامیاب مدعی مسیحیت بلکہ مدعی موعود کل ملل وادیان ہیں اور وہ مرزا صاحب کے ہم عصر بھی تھے اور مرزا صاحب ان کے دعوی مسیحیت کو جانتے تھے۔ ان کی جماعت اپنی کامیابی کا اظہار آپ جیسوں کو مخاطب کر کے یوں کیا کرتی ہے:

در ظل ایں لوائے الہی ز ہر فریق
حتی ز قادیان تو از مرد و زن رسید

میں اس خدمت کے لئے حاضر ہوں صرف آپکی منظوری کی ضرورت ہے۔ پنجہ صابری کی ایک کاپی آپ کی طلب پر بھیجی جاسکتی ہے

۲۔ اسی اخبار میں آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ:

مجھے اللہ تعالی سچا اور پکا احمدی بنائے اور اگر فنا فی المرزا کا درجہ عطا کرے تو میں نے اپنی زندگی کا مقصد پالیا کیونکہ مرزا صاحب فنا فی المحمد ﷺ ہیں۔

اس عبارت کے بھی آخری جملے کے متعلق مجھے یہ دریافت کرنا ہے کہ جناب مرزا صاحب کو فنا فی المحمد کا درجہ کیونکر ملا؟ کیا اتباع محمد ﷺ کی وجہ سے یا بغیر اتباع کے؟ اگر بغیر اتباع مل گیا ہے تو مرزا صاحب قادیانی کی گواہی پیش کیجئے۔ اگر اتباع محمد ﷺ سے ملا ہے تو بتایئے کہ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن حج کا تارک بھی کامل متبع محمد ہو سکتا ہے؟ اور فنا فی المحمد کے درجہ تک پہنچ جایا کرتا ہے؟ کیا جناب مرزا صاحب کی طرف سے آپ کوئی معقول عذر ترک حج کے متعلق پیش کر سکتے ہیں؟ جو ایسا ہو کہ خود انہی (مرزا صاحب قادیانی) کے بیان سے اس کی تردید نہ ہوتی ہو۔ اگر آپ کے پاس ایسا کوئی معقول عذر نہیں ہے، تو آپ کے فنا فی المرزا کے ذریعہ سے فنا فی المحمد کے درجے کی خواہش پر یہی کہا جا سکتا ہے کہ:

ترسم نرسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است

میں نے یہ چند سطور آپ کی خدمت میں آپ کو محقق، غیر متعصب، بے لالچ اور اپنی زبان کی پچ نہ کرنے والا گمان کر کے لکھی ہیں۔ امید ہے کہ آپ بھی جلد از جلد علم و انصاف، دیانت اور امانت کے ساتھ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔ و السلام علی من اتبع الهدى۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ مارچ ۱۹۲۸ء مطابق ۹ رمضان ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۱۸ ص ۴)

....

احمدیت اور اسلام

مولوی عصمت اللہ کو جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جماعت مرزائیہ (بہردونوع) کو پروپیگنڈہ کرنے میں بڑا کمال ہے۔حقیقت میں جو قوم یا جو شخص دنیا میں اپنے غلط خیالات کی اشاعت کرنا چاہے،اس کیلیئے پروپیگنڈے سے بہتر کوئی صورت نہیں۔ پروپیگنڈہ کیا ہے۔اپنی بات کو شہرت دینے میں غلط یا صحیح الفاظ میں تمیز نہ کرنا بلکہ اس اصول پر کاربند رہنا کہ :

کہتے جاؤ جہان سننے والوں سے خالی نہیں

اس اصول سے احمدیہ جماعت (قادیانی ہو یا لاہوری) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی احمدیت پھیلاتی ہے۔آج ہم اس کی ایک مثال سناتے ہیں جن میں اعلی درجہ کا پروپیگنڈہ کیا گیا ہے۔

مولوی عصمت اللہ مبلغ احمدیہ لاہور نے ایک مضمون اپنی پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں دیا ہے جو اس طرح ہے

ناعاقبت اندیش مسلم علماء احمدیت پر اعتراض کرنے کو اپنا فخر خیال کرتے ہیں اور یہ نہیں سمجھتے کہ احمدیت درحقیقت سچے اور ٹھیٹھ اسلام ہی کا دوسرا نام ہے۔اس پر اعتراض کرنا اسلام پر اعتراض کرنا ہے۔مسلم علماء تو شائد اس نتیجہ پر تعصب کی وجہ سے جلدی نہ پہنچ سکیں مگر آریوں نے اس نکتہ کو سمجھ لیا ہے۔وہ انہی مولویوں کے اعتراضات کو لیکر اسلام کے منہ آتے ہیں۔مولوی تو پھولے نہیں سماتے کہ ہم نے احمدیت پر دل کھول کر اعتراضات کر دیئے مگر آریہ خوش ہو جاتے ہیں کہ ہم نے اسلام پر اعتراضات کرنے سیکھ لئے۔وہ خوب جانتے ہیں کہ اسلام اور احمدیت دو جداگانہ چیزیں نہیں۔اس لئے مولویوں کی جدت طبع کے نتائج سے فائدہ اٹھالیتے ہیں۔مگر افسوس کہ مولوی نہیں سمجھتے کہ ہمارے یہ اعتراضات احمدیت کو نقصان پہنچانے کے بجائے آریہ سماج کو تقویت دے رہے ہیں۔

کاش مولوی اس حقیقت کو سمجھتے اور احمدیت کو مورد اعتراضات شنیعہ نہ بناتے۔

(پیغام صلح لاہور ۶ مارچ ص ۲)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم اس منطق کو نہیں سمجھے اور نہ سمجھ سکتے ہیں کہ احمدیت اور اسلام ایک کیسے ہوئے۔ کیا ایسے ایک ہیں جس کو منطقی اصطلاح میں متساوی، یا مترادف کہتے ہیں جیسے اسد اور لیث (شیر) اگر یہ مراد ہے، تو ہر احمدی مسلم اور ہر مسلم احمدی ہوگا۔

تو کیا اس تعریف کے مطابق اڈیٹر اہل حدیث بھی بوجہ مسلم ہونے کے احمدی بھی ہے؟ سوچ کر کہنا۔ اور اگر کچھ اور مراد ہے تو وہ کیا ہے؟

آیئے ہم انصاف کی بات بتائیں۔ تمہارے مسلّمات پر بھی صحیح یہ ہے کہ اسلام اور احمدیت عام و خاص مطلق ہیں۔ احمدیت میں اسلام کے سوا ایک اور چیز ملی ہوئی ہے یعنی مرزا غلام احمد سے عقیدت (نبوت اصلی کی ہو جیسے قادیانی گروہ میں، یا ظلی کی جیسے لاہوری جماعت میں) پس احمدیت مرکب ہے اسلام اور اس عقیدت سے جو مرزا غلام احمد کے ساتھ ہے۔ پس اس مرکب (احمدیت) کی تحقیق کرنے کو دو چیزوں کی تحقیق کرنی لازم ہے۔ یعنی اسلام کی اور مرزا قادیانی کے دعوی کی۔

غیر مسلم تو دونوں جزوں کی تحقیق کرے گا، مسلم معترض چونکہ اسلام کا قائل ہے، وہ اسلام کی تحقیق کیوں کرنے لگا، وہ تو دوسرے حصہ کی کرے گا۔ یعنی مرزا صاحب کے دعوی کی۔ اور یہ اس کا حق ہے کیونکہ مرکب میں جو جزو اس کو مسلم ہے اس کی تحقیق وہ کیوں کرے۔ ہاں جو جزو غیر مسلّم ہے اس کی تحقیق کرنا اس کا حق ہی نہیں بلکہ فرض ہے۔

مسلم کے اسی ادائے فرض پر مولوی عصمت اللہ ناراض ہیں تو وہ خود ہی بتا دیں کہ ان کا ایسا کرنا انصاف ہے یا ظلم۔

ہم یہ بھی نہیں سمجھتے کہ مسلم محققین کی تحقیق متعلق احمدیت سے آریوں کو اسلام کی تکذیب کرنے میں کیا قوت ملتی ہے اور کیوں کر ملتی ہے مثلاً مسلم محقق احمدیت کو اس طرح تحقیق کرتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی

نے فرمایا تھا کہ :

مرزا سلطان محمد میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ (انجام آتھم۔ص ۱۳)۔

مرزا سلطان محمد ساکن پٹی میری زندگی میں نہ مرے تو میں ہر ایک بد سے بدتر ہونگا۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۵)

حالانکہ مرزا سلطان محمد صاحب آج تک (۱۹۲۸ء) بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہیں، تو کیا اس سے احمدیت کو نقصان پہنچا، یا اسلام کو۔

ہاں چونکہ احمدیہ جماعت (مرزائیہ) کے نزدیک اسلام اور احمدیت ایک ہی ہے اس لئے وہ ایسا کہیں کہ احمدیت کے نقصان سے اسلام کو نقصان ہوتا ہے، تو ان کو چاہیے کہ یا تو احمدیت کو ایسے اعتراضوں سے پاک کریں یا اس کو چھوڑ کر ٹھیٹھ اسلام قبول کریں۔

ہم سے پوچھو تو احمدیت، اسلام سے بالکل ایک الگ مفہوم ہے جو دو امروں کا مجموعہ ہے۔ خدا پر بہتان اور مخلوق کو دشنام۔ ثبوت کے لئے ہمارا رسالہ الہامات مرزا، اور دور یفار مردیکھو۔ سچ ہے اور بالکل سچ ہے :

میرے محبوب کے دو ہی نشان ہیں

کمر پتلی صراحی دار گردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۲۸ء مطابق ۳۰ رمضان ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۲۱ ص ۲)

مرزائی مباحثہ

ہمارے گاؤں موضع گھرینڈا ضلع امرتسر والوں کو مولوی عباس وغیرہ مرزائی ساکن بھڈیار مرزائی ہونے کی ترغیب دیتے تھے۔ آخر کار بحث کا دن ۳ فروری ۱۹۲۸ء بروز اتوار مقرر ہوا۔ مضمون زیر بحث صداقت مرزا تھا۔ ہماری طرف سے مولوی محمد امین امرتسری تھے۔ اور فریق مخالف کی طرف سے مولوی قمر الدین صاحب احمدی تھے۔

مولوی محمد امین نے معیار صداقت پیش کر کے مرزا صاحب کا نکاح محمدی بیگم پیش کیا۔ دوسرے مولوی صاحب نے اس کا کوئی جواب نہ دیا۔ ادھر ادھر کی باتیں کرتا رہا۔

الحمدللہ اثر بہت اچھا ہوا کامیابی ہوئی۔متذبذب عقائد درست ہوئے۔اللہ آپ کو اور مولوی صاحب کو سلامت رکھے ۔
المشتہر مولوی فتح محمد امام مسجد، چودھری پھلا ۔روڑا۔ محمد دین۔سراج دین
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۲۸ءمطابق ۳۰ رمضان ۱۳۴۶ھ جلد ۲۵ نمبر ۲۱ ص ۳)

....

حدیث کے منکر: حنفی اور مرزائی

(نامہ نگار اپنی رائے کے مختار ہیں)

جناب مولوی نور محمدؒ ممیانوی جہلمی لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اس عنوان بالا کو ترچھی نگاہ سے دیکھیں گے کیونکہ ان ہر دو فریق میں کون سی ایسی مطابقت ہے جس سے یہ مضمون لکھا گیا۔

میرے معزز بھائیو! آپ سے یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مروجہ کتب فقہ کے خلاف اگر کوئی حدیث پیش کی جائے ،تو رسمی حنفی اس حدیث کو ہر گز تسلیم نہیں کرتے اور جواباً کہتے ہیں کہ اس حدیث کو امام صاحب نے نہیں لیا ،اس لئے ہم اس پر عمل پیرا نہیں ہو سکتے کیونکہ ہم مقلد ہیں۔پھر کیسے خلاف مذہب حدیث کو واجب العمل قرار دیویں خواہ وہ حدیث صحیح غیر منسوخ غیر معارض ہی کیوں نہ ہو۔لیکن حنفیہ کبھی اس پر عمل نہ کریں گے اور صریح طور پر یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے امام نے اس کو نہیں پکڑا لہذا ہم اس کے ماننے پر تیار نہیں۔

اسی طرح مرزائی دوستوں کا شیوہ وطریقہ ہے کہ جب تک مرزا صاحب کسی حدث کو صحیح نہ کہہ دیں، مرزائی جماعت اس وقت تک اس حدیث کو ہر گز نہیں مانتی۔اور مرزا کے قول کو رٹتے جائیں گے اور حدیث کا صاف انکار کر دیں گے۔کیونکہ ان کے امام کے نزدیک وہ حدیث قابل عمل نہیں ہے خواہ صحیح بخاری وصحیح مسلم کو ہزار ہا بار پیش کریں مگر وہ بالکل تسلیم نہیں کرتے۔

سوان ہر دو جماعت میں ایک ہی طریق پر عمل ہو رہا ہے۔صرف فرق اتنا ہے کہ حنفیہ امام ابوحنیفہؒ

کو مجتہد قرار دیتے ہیں اور واقعی ہیں بھی۔ اور مرزائی مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں۔ اعتقاداً تو ان میں سے بہت سا فرق ہے لیکن تقلیدی صورت میں ہر دو برابر ہیں ان ہر دو جماعت کے اقوال و افعال صاف ظاہر ہیں کہ آپس میں ان کا تقلیدی برادرانہ گہرا تعلق ہے جو کس پر مخفی نہیں۔

میرے حنفی بھائیو! آپ مہربانی فرما کر اس جماعت سے اپنا تعلق برادرانہ عملاً ہٹالیں کیونکہ آپ کا یہ طریقہ کار شریعت محمدیہ میں مذموم ہے۔ امید ہے کہ آپ سوچ کر جواب دینے کی کوشش فرمائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اپریل ۱۹۲۸ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۴۶ھ نمبر ۲۳ جلد ۲۵ ص ۸)

الفضل جواب دے

پیغام صلح میں لکھا ہے، میاں (محمود) صاحب یا آپ کی جماعت کے افراد حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو فی الحقیقت نبی تسلیم نہیں کرتے اور نہ ہی آپ کے نہ ماننے والوں کو دل سے کافر جانتے ہیں۔ مگر بعض وجوہ سے جن کا نام مصلحت وقتی ہے ایسا اعتقاد ظاہر کرنا ضروری سمجھتے ہیں۔ (پیغام صلح ۲۲ فروری ص ۶)

اگر یہ سچ ہے، تو یہ نفاق ہے یا ایمان؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اپریل ۱۹۲۸ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۴۶ھ نمبر ۲۳ جلد ۲۵ ص ۸)

....

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہماری تحقیق یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ جنہوں نے مسیح موعود وغیرہ کا دعوی کیا تھا ہمارے پنجابی نبی مرزا صاحب قادیانی کے لئے استاد نہیں، تو نقاش ضرور ہیں۔ اس کا ثبوت دونوں صاحبوں کی تصانیف سے ملتا ہے۔

مجمل بیان اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے جو دعاوی ان کی تصنیفات میں ملتے ہیں کہ

الحمد سے لے کر و الناس تک میرے (مرزا قادیانی) کے حق میں پیش گوئیاں ہیں (ثبوت کے لئے دیکھو ہمارا رسالہ نکات مرزا) اس قسم کے دعاوی دراصل مرزا صاحب قادیانی نے شیخ بہاءاللہ ایرانی سے حاصل کئے ہیں۔

شیخ بہاءاللہ ایرانی کا دعوی مرزا صاحب قادیانی سے بہت وسیع تھا۔انہوں نے تو نہ آؤ دیکھا نہ تاؤ، نہ سیاق دیکھا نہ سباق، جو دل میں آیا لکھ مارا۔ہم اس جگہ ان کے دعاوی کی چند مثالیں بتا کر اصل سوال کا جواب دیں گے۔شیخ بہاءاللہ اپنے حق میں لکھتے ہیں:

هذا يو م لو ادركه محمد رسو ل الله لقا ل قد عر فنا ك يا مقصود المرسلين و لو ادر كه الخليل ليضع و جهه على التراب خا ضعاً لله ر بك و يقول قد اطمأن قلبى يا اله من فى ملكو ت السما وا ت و ا لا ر ضين و لواد ركه الكليم ليقو ل لك الهمد بما ار يتنى جما لك و جعلنى من الزا ئر ين

(مجموعہ الواح مبارکہ ص۹۴) یعنی اگر آج کا دن (شیخ بہاءاللہ کا زمانہ) حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پاتے تو (بہاءاللہ کو مخاطب کر کے) کہتے اے مرسلین کے مقصود ہم نے آپ کو پہچان لیا اور اگر اس زمانہ کو حضرت ابراہیم پاتے تو اپنا ماتھا زمین پر رکھ کر اللہ کے سامنے عاجزی سے کہتے کہ اے آسمانوں اور زمینوں کے مالک میرا دل تسلی پا گیا۔اگر اس زمانہ کو حضرت موسی کلیم پاتے تو کہتے اے اللہ تیری تعریف ہے کیونکہ تو نے مجھے اپنا جمال دکھایا اور مجھ کو زیارت کرائی

ایک جگہ فرماتے ہیں:

قل يا اهل الفر قا ن قد اتى الموعود الذى وعد تم به فى الكتاب اتقوا الله و لا تتبعوا كل مشر ك اثيم انه قد ظهر على شا ن لا ينكره ا لا من غشة احجاب ا لاو ها م و كا ن من المدحضين (ص۴و۲۳۵) اے قرآن والو! موعود نبی تمہارے پاس آ گیا جس کے آنے کی بابت تم کو کتاب میں وعدہ دیا گیا تھا۔تم اللہ سے ڈرو اور کسی مشرک اور بدکار کی پیروی نہ کرو۔تحقیق وہ موعود (بہاءاللہ) اپنی شان میں ایسا ظاہر ہوا ہے کہ سوائے وہم پرستوں کے اور مغلوب العقل لوگوں کے کسی نے انکار نہیں کیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس دعوی میں بھی ہمارے پنجابی نبی (مرزا ادیانی) ایرانی مدعی سے کم نہیں رہے ۔چنانچہ آپ نے فرمایا :

و يقبلنى و يصدق دعوتى ا لا ذرية البغا يا الذين ختم الله على قلو بهم

فھم لا یقبلو ن (مجھ (مرزا قادیانی) کوسب لوگ مانتے ہیں مگر بدکارعورتوں کی اولاد (ولدالحرام) نہیں مانتی جن کے دلوں پراللہ نے مہر لگارکھی ہے

الواح مبارکہ صفحہ ۱۲ پرسورہ و الشمس و ضحھا و القمر ا ذا تلا ھا ۔ساری اپنے حق میں لگائی ہے۔ شمس بھی آپ ہیں،قمر بھی آپ ہیں،نہار بھی آپ ہیں،لیل بھی آپ ہیں۔غرض یہ شعرآپ کے حق میں ہے

حسین ہو مہ جبیں ہو دل نشین ہو
لقب جس کے ہیں اتنے وہ تمھیں ہو

عجیب نظریہ:

مرزا قادیانی نے جونبوت ظلیہ اور بروزیہ کی اصطلاح قائم کی ہے وہ بھی دراصل شیخ بہاء اللہ ایرانی سے اخذ کی ہے۔مرزاغلام احمد قادیانی نے کئی ایک جگہ لکھا ہے کہ میں ابراہیم ہوں، میں نوح ہوں، میں موسی ہوں، میں عیسی ہوں۔ یہاں تک کہ میں محمد (ﷺ) ہوں۔چنانچہ آپ کا ایک اردوشعر درثمین میں یوں ہے :

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

یہ بھی آپ کا ایک فارسی شعرتریاق القلوب میں ہے :

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

شیخ بہاء اللہ نے ایک نظریہ(اصول) ازخود مقرر کیا ہے کہ خدائی امر (نبوت رسالت وغیرہ) دراصل ایک ہے۔اور نبی جتنے آئے ہیں سب اسی ایک ہی امر کے مظہر ہیں۔اول اورآخر نبوت اور نبی ایک ہی ہیں۔بس اول میں بھی محمد،آخر میں بھی محمد۔چنانچہ کہتے ہیں:

و ما امر نا ا لا وا حدۃ .(سورہ قمر) .وچوں امرواحد شد البتہ مظاہرامرہم واحد...وہم چنیں آئمہ دین وسراجہائے یقین فرمودند اوّلنا محمد و آ خر نا محمد و اوسطنا محمد بارے معلوم ومحقق آنجناب بودہ کہ جمیع انبیاء ہیاکل امراللہ ہستند کہ درقمایص مختلفہ ظاہرشدندواگر

بنظر لطیف ملاحظہ فرمائی ہمہ را در یک رضوان ساکن بینی و در یک ہوا طائر و بر یک بساط جالس و بر یک کلام ناطق و بر یک امر آمر اینست اتحاد آن جواہر وجود و شموس غیر محدود و معدود پس اگر یکے از ایں مظاہر قدسیہ بفرماید من رجوع کل انبیاء ہستم صادق است ۔(ایقان فارسی اردو۔ص ۱۵۴)

اس کی مثال یہ ہے کہ انگریزی حکومت میں عہدہ وائسرائے ایک ہی ہے جس کی ابتداء اور انتہاء مساوی ہے۔ جیسا پہلا وائسرائے تھا پچھلا بھی ویسا ہی ہے۔ بلکہ فرق یہ ہے کہ انبیاء اور دیگر باکمال لوگوں میں سے اگر کوئی یہ کہے کہ میں مجموعہ کمالات رکھتا ہوں تو شیخ بہاء اللہ کے نزدیک وہ صحیح کہتا ہے اسی اصول سے شیخ بہاء اللہ اپنا نام محمد رکھ کر یوں الہام لکھتا ہے : یا محمد بشر نی نفسك بما نزل عليك كتا ب قدس كر يم ۔(الواح مبارکہ ص ۳۰۱) اے محمد (بہاء اللہ) جو پاک کتاب تیری طرف اتری ہے اس کے ساتھ دل میں خوش ہو ۔

اسی اصول سے مرزا صاحب قادیانی نے اپنا نام بروزی یا ظلی محمد رکھا اور مجموعہ کمالات کا اپنے واسطے اعادہ کیا۔ چنانچہ آپ کا ایک شعر ہے

آنچہ دادہ ست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

غرض شیخ بہاء اللہ نے جو لائن اختیار کی تھی مرزا صاحب نے اس پر گاڑی چلائی اور جو نیو کھودی تھی مرزا صاحب قادیانی نے اس پر عالیشان عمارت بنائی یہاں تک کہ سیاسی اصول بھی جو مرزا صاحب نے اختیار کیا تھا جس کا خلاصہ ہے کہ :

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

یہ بھی ایرانی شیخ سے حاصل کیا ہے لیکن ہم اس کی تفصیل میں جانا نہیں چاہتے۔ مختصر یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ نے بہت سی آیات کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے ان کی دیکھا دیکھی ہمارے پنجابی نبی (مرزا) نے بھی قرآن مجید کو اپنے پر لگایا۔ باقی آئندہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۲۸ء جلد ۲۵ نمبر ۲۴ ص ۱۔۲)

مرزائیت سے توبہ

عبدالعزیز احمدی کے دولڑکوں،عبدالحق،الطاف حسین نے مسجد اہل حدیث میں مرزائیت سے توبہ کی۔

محمد عبد الرزاق ساکن اوٹکور ضلع محبوب نگر دکن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۲۸ء مطابق ۱۹ ذی الحج ۱۳۴۶ھ ص ۱۵)

....

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی

جناب منشی محمد حسین صاحب صابری بریلی سے لکھتے ہیں:

حضرت مولانا اڈیٹر اہل حدیث نے اخبار اہل حدیث ۲۰۔اپریل ۱۹۲۸ء میں زیر عنوان بالا یہ ثابت کیا تھا کہ ان ہر دو بزرگوں (قادیانی اور ایرانی) کے دلائل اور دعاوی میں مطابقت ہے۔اور یہ ایک ایسا امر ہے کہ خود اہل بہاء بھی بطور فخر اس کو پیش کیا کرتے ہیں۔چنانچہ بہائی رسالہ کوکب ہند جلد ۲ نمبر ۱۷ صفحہ ۸ پر خود اڈیٹر کوکب ہند نے قادیانی خلیفہ صاحب کے ساتھ دمشقی علماء کے مناظرہ کا حال لکھتے ہوئے لکھا تھا:

دمشقیوں نے صاف کہہ دیا کہ احمدیوں کا سرمایہ علمی واستدلالی بابیوں (بابی اور بہائی ایک ہی فرقہ کا نام ہے۔مدیر اہل حدیث امرتسر) کا سرقہ ہے...

عجیب توارد ہے کہ ہندوستان کے علماء نے بھی یہی رائے قائم فرمائی جیسا کہ ناظرین کوکب ہند کو معلوم ہے اور عرب وشام کے لوگ بھی یہی کہتے ہیں اور انہوں نے پہلی ہی ملاقات میں بھانپ لیا کہ قادیان کا دعوی اور استدلال بابیوں سے مستعار لیا گیا ہے۔،

اسی امر کو ثابت کرنے کے لئے مولانا اڈیٹر صاحب اہل حدیث نے مضمون مذکور تحریر فرمایا جو ابھی (۲۰۔اپریل) تک ابتدائی مراحل ہی میں تھا کہ بہائی رسالہ کوکب ہند دہلی کے اڈیٹر صاحب اسے ناپسندیدگی کی نگاہ سے دیکھنے لگے۔

بہائی اڈیٹر نے مضمون مذکور پر پہلا اعتراض یہ کیا ہے کہ:

اہل حدیث نے جناب بہاء اللہ کو نبی کیوں لکھا جب کہ اہل بہاء ان کو نبی نہیں مانتے۔،

حالانکہ جناب بہاء اللہ کی تحریریں اور ان کے فرزند اعظم عبدالبہاء عباس آفندی کی تشریحات پڑھنے سے یہ امر صاف روشن ہے کہ اگر چہ جناب بہاء اللہ نے نبوت کے نام سے دعوی نہیں کیا لیکن وہ جس مقام کا بھی دعوی کرتے تھے وہ مقام نبوت ہی تھا، نام چاہے کچھ ہو۔ چنانچہ لکھا ہے کہ

قل اتظنو ن انه اراد شیئا لنفسه لا و رب العا لمین (کتاب مبین ص ۲۶۹)

(کہدے کیا تم گمان کرتے ہو کہ بہاء اللہ نے اپنے نفس کے لئے کچھ چاہا ہے۔ نہیں رب العالمین کی قسم ایسا نہیں)۔

(کوکب ہند ج ۱ نمبر ۷ ص ۴)

جناب بہاء اللہ کی مندرجہ بالا تحریر میں قل صیغہ مخاطب سے صاف ظاہر ہے کہ ان کو مقام نبوت کا دعوی تھا۔ چنانچہ عبدالبہاء عباس آفندی نبوت کی اقسام کا تذکرہ کرتے ہوئے واضح الفاظ میں فرماتے ہیں:

آں مظاہر نبوت کلیہ کہ بالاستقلال اشراق نمودہ اند مانند حضرت ابراہیم و حضرت موسی حضرت مسیح و حضرت محمد و حضرت اعلی (باب) و جمال مبارک (بہاء اللہ)۔ (مفاوضات عبدالبہاء۔ ص ۱۱۴)

جب خود بہاء اللہ کے فرزند رشید عبدالبہاء جناب بہاء اللہ کو صاف طور پر نبی صاحب شریعت کہتے ہیں تو اب اگر حضرت مولانا اڈیٹر اہل حدیث نے نبی لکھ دیا تو اڈیٹر کوکب ہند کا یہ کہنا کہ، اہل بہا حضرت بہاء اللہ کو نبی نہیں مانتے، نہ معلوم کہاں تک درست ہے۔ اور اڈیٹر صاحب کوکب ہند کے نزدیک مفاوضات کی عبارت مذکورہ کا کیا مطلب ہے۔

پھر اڈیٹر کوکب ہند کو اس پر بھی اعتراض ہے کہ جو اہل حدیث مذکور میں لکھا گیا تھا کہ

والشمس و ضحا ها والقمر اذا تلا ها، بہاء اللہ نے ساری اپنے حق میں لگائی ہے۔،

اس پر لکھتے ہیں:

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ فاضل مدیر (اہل حدیث) نے یہ خلاصہ کن آیات مبارکہ کا درج فرمایا ہے۔

(کوکب ہند مذکور۔ ص ۲۷)

حالانکہ الواحات مبارکہ صفحہ ۱۲ پر یوں مرقوم ہے:

(والقمر اذا تلاها) والقمر رتبة الولاية الذی تلا شمس النبوة ای یظهر بعده لیقو م علی امر النبی بین العبا د و انا لو فذ کر مقا ما ت القمر لتری الکتا ب ذا حجم عظیم

(کہ القمر ولایت کے اس مرتبہ کا نام ہے جو نبوت کے سورج سے روشن ہوا یعنی نبی کے امر پر بندوں کے درمیان اس کے بعد ظاہر ہوتا ہے اور اگر ہم القمر کے مقامات کا ذکر کریں تو تو دیکھے کتاب کو بڑے حجم والی)

اس عبارت میں القمر کو ولایت کا مرتبہ کہا گیا ہے اور بہاء اللہ نے اپنا دعوی ولایت اللہ ہی کے نام سے پیش کیا ہے جس کا صاف مطلب یہی ہے کہ القمر سے مراد جناب بہاءاللہ ہیں چنانچہ اس طرح ولایت کا دعوی کیا ہے

خبر دار جو تم کو لفظ نبی کا ذکر اس بناء الاعظم سے روک دے یا ولایت کا خیال اس ولایت اللہ کے پہچاننے سے مانع ہو جو تمام عوالم پر محیط ہے۔ (بحوالہ اقدس از جواب لیکچر جناب قادیانی ص ۱)

یہی اہل بہا کا عقیدہ ہے کہ دورہ ء نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گیا اب مظہریت اور ولایت کا زمانہ ہے جسکے مدعی جناب بہاءاللہ ہیں (مناظرات الدینیہ ص ۸۸)

پھر اڈیٹر کوکب ہند فرماتے ہیں:

اسی طرح آیات ذیل کے سمجھنے میں مولانا (اڈیٹر اہل حدیث) نے غلطی کی ہے یا محمد بشر فی نفسك بما نز ل علیك کتا ب قدس کر یم .

(اے محمد! جو پاک کتاب تیری طرف اتری ہے اس سے اپنے دل میں خوش ہو)۔

جناب مولانا اس آیت مبارکہ کا یہ مطلب سمجھے ہیں کہ حضرت بهاء الله عز اسمه ا لاعلی نے اس آیت مبارکہ میں اپنے آپ کو بروزی طور پر محمد قرار دیا ہے حالانکہ یہ درست نہیں (کوکب ہند مذکور)

اس جگہ مجھ کو اڈیٹر کوکب ہند پر بہت ہی افسوس ہے کہ انہوں نے جناب مولانا (اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) کی نیک نیتی اور حسن ظنی کی ذرہ قدر نہ کی، کیونکہ اس عبارت کا مطلب بقول اڈیٹر کوکب ہند مولانا نہیں سمجھے اور نہ اڈیٹر کوکب ہند سمجھ سکے۔ یہ اسی قسم کی عبارت ہے جس کو قادیانی صاحبان بہاءاللہ کے دعوی الوہیت کے

ثبوت میں پیش کیا کرتے ہیں اور یوں نتیجہ نکالا کرتے ہیں:

بہاء اللہ نے خود اپنے مرید محمد نام ایک شخص کو اپنے گھر واقع بغداد کے حج کرنے کا حکم دیتے ہوئے یا الٰہی کے ساتھ جو دعا مانگنے کی ہدایت کی ہے اس میں یا الٰہی سے سوائے بہاء اللہ کے کوئی دوسرا خدا مراد نہیں ہوسکتا (بہائی مذہب کی حقیقت۔ص ۴۵)

لیکن حضرت مولانا ثناء اللہ نے ایسا کوئی اعتراض نہیں کیا۔ بلکہ آنجناب کی تحقیق میں چونکہ بہاء اللہ مدعی الوہیت نہیں تھے (دیکھو اہل حدیث ۴ نومبر ۱۹۲۷ء ص ۸ کالم ۱ کا نوٹ از مدیر) اس لئے آپ نے یہی سمجھا کہ عبارت زیر بحث میں بہاء اللہ نے اپنا نام محمد رکھا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ جب بہاء اللہ رجعت اور بروز کے قائل تھے جب ہی تو وہ اپنے آپ کو مسیح کی آمد ثانی کہتے ہیں اسی کو مدنظر رکھ کر جناب مولانا نے عبارت زیر بحث سے مذکورہ بالا نتیجہ نکالا جو ان کی حسن نیت کا بین ثبوت ہے ورنہ اسی عبارت کا قادیانی مفہوم لکھ کر اعتراض کر دینا تو بہت ہی آسان تھا

اس کے بعد جناب اڈیٹر کوکب ہند فرماتے ہیں:

حضرت بہاء اللہ کا دعویٰ وہ دعویٰ ہے جو کسی صادق یا غیر صادق نے آج تک نہیں کیا۔ کسی صادق نے تو اس لئے نہیں کیا کہ وہ سچائی اور بصیرت کے مقام پر یہ جانتے تھے کہ اس مقام یکتا کا مالک صرف وہ موعود مطلق بہاء اللہ ہے جس کے ذکر کو قرآن نے نباء عظیم اور جس کے ظہور کو ظہور رب العالمین کہا گیا ہے۔ اور کسی کاذب نے اس لئے نہیں کیا کہ اس کے ذہن کے لئے اس مقام تک رسائی اور تصور بھی ناممکن ہے اس لئے قادیانی دعوے کو اس دعویٰ کے بالمقابل رکھنا سورج کے سامنے ایک جگنو کو پیش کرنا ہے۔ (ص ۲۸)

یہ اڈیٹر کوکب ہند کا اپنا اعتقاد ہے ہر شخص اپنے پیشوا کو بڑا اور دوسروں کے پیشوا کو کمتر درجہ سمجھا کرتا ہے جس سے کسی غیر جانبدار کو بحث نہیں ہوتی نفس دعویٰ (موعود کل ملل وادیان) مساوی ہیں ایک غیر جانبدار کی نظر اسی پر جاسکتی ہے، ورنہ ذہن کی رسائی کی اگر پوچھو تو جناب مرزا صاحب قادیانی نے ایسے بلند بانگ دعاوی کئے ہیں کہ اس سے اونچا ہونے کی کسی میں مجال ہی نہیں فرماتے ہیں

آسمان سے کئی تخت اترے مگر سب سے اونچا تیرا (مرزا غلام احمد کا) تخت بچھایا گیا ۔

(قادیانی اربعین نمبر۳۔ص۴۵)

یہ میرا قدم ایک ایسے بلند منارہ پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔

(خطبہ الہامیہ۔ص۳۵)

پس اس اونچائی اور نچائی، بلندی اور پستی سے غیروں کو کچھ سروکار نہیں۔ آپ دونوں گروہ (بہائی اور قادیانی) باہمی فیصلہ کرلیں۔

اس کے بعد اڈیٹر کوکب ہند نے لکھا ہے:

پھر آیت مبارکہ و ما امرنا الا واحدۃ کی توضیح پر اعتراض کرتے ہوئے (مولانا اڈیٹر اہل حدیث نے) لکھا ہے کہ خدائی امر (نبوت ورسالت وغیرہ) دراصل ایک ہے، اور جتنے بھی آئے ہیں سب اسی ایک ہی امر کے مظہر ہیں اور بقول جناب مدیر (اہل حدیث) حضرت جمال مبارک (بہاء اللہ) نے یہ نظریہ (اصول) از خود مقرر کیا ہے غالباً مولانا یہ عبارت لکھتے وقت بخاری کی یہ مشہور حدیث بھول گئے کہ فخر الرسل سیدنا خاتم التحیۃ والثناء نے فرمایا

الانبیاء اخوۃ علاتیۃ امہاتھم شتی و دینھم واحدۃ ،

کوکب ہند کے اڈیٹر صاحب نے غور نہیں کیا تمام نبیوں کا دین ایک ہونا اور بات ہے، اور یہ درست ہے۔ لیکن نبی ایک نہیں ہوتے۔ عیسی کو موسی اور آنحضرت ﷺ کو ابراہیم نہیں کہا جا سکتا۔ لیکن ایقان کی عبارت جو خبار اہل حدیث ۲۰۔ اپریل میں درج ہوئی ہے اس سے یہی ظاہر ہوتا ہے کہ عیسی کو موسی اور ابراہیم کو نوح کہہ دو تو کچھ ہرج نہیں۔ بلکہ ایک ہی نبی اپنے سب نام رکھ لے تو رکھ سکتا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں صاحب ایقان کے اصل الفاظ یوں ہیں:

پس اگر یکے از ایں مظاہر قدسیہ بفرماید من رجوع کل انبیاء ہستم صادق است۔

(ایقان۔ص ۱۵۴)

یعنی نبیوں میں سے ایک نبی اگر فرمائے کہ میں کل انبیاء کی رجعت ہوں تو وہ سچا ہے اس اصول کو

بخاری کی حدیث سے (جو اڈیٹر کوکب نے پیش کی ہے) کچھ بھی لگاؤ نہیں۔ پس یہ ایک نیا اصول ہے جو جناب بہاء اللہ کا مقرر کردہ ہے اور جس پر اہل حدیث کا اعتراض ہے اور جسے دیکھ کر قادیان کے نقل نویسوں نے بھی یوں لکھنا شروع کردیا ہے

آیت اذا الرسل اقتت سے ثابت ہے کہ آنے والا مسیح نبی ہوگا کیونکہ آیت میں مسیح موعود کی پیش گوئی کی گئی ہے اور اس زمانہ کی نسبت ان الفاظ میں خبر دی گئی ہے کہ جب رسول وقت مقررہ پر لائے جائیں گے یعنی ایک ہی وقت میں سب رسولوں کو جمع کردیا جائے گا اور مسیح موعود کے وجود میں وہ ظاہر ہوں اس آیت کو بھی خود حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنے پر چسپاں کیا ہے۔

(حقیقۃ النبوۃ۔ص ۱۱۸)

حالانکہ ایسے عقائد کا اسلام میں کہیں ذکر نہیں

لطف یہ ہے کہ قیامت کے متعلق جو آیات قرآن مجید میں ہیں ان کو بہائی اپنے پیشواؤں پر، اور مرزائی ان کی دیکھا دیکھی مرزا صاحب پر چسپاں کرتے ہیں۔ چونکہ پہلے یہ کام بہاء اللہ نے کیا، ان کے بعد جناب مرزا صاحب نے بھی اسی راستہ پر قدم مارا، اس لئے علماء نے یک زبان ہوکر کہہ دیا کہ مرزائی مذہب بہائی مذہب کی نقل ہے اسی کو ثابت کرنے کے لئے حضرت مولانا (ثناءاللہ) مضمون زیر بحث لکھ رہے ہیں جس کی بقیہ اقساط کا ناظرین کو انتظار کرنا چاہیے۔

التماس ضروری:

حافظ سلیم احمد صاحب احمدی اوٹاوی نے میرے مقابلہ پر بہاء اللہ ایرانی کو مدعی الوہیت ثابت کرنے کی کوشش کی تھی۔ ان کے اہل حدیث میں بہت سے مضمون نکلے۔ لیکن میرے پرچے ان کی نسبت کم ہوئے۔ وجہ یہ تھی میں اپنے مضامین میں کوشش کرتا رہا کہ حافظ سلیم صاحب جناب مرزا صاحب قادیانی کے مسلمہ اصولوں کے اندر اندر رہیں۔ کیونکہ میرا خیال ہے کہ جب مرزائی صاحبان مرزا صاحب کے اصولوں کو لے کر بہاء اللہ کے مقابلہ پر کھڑے ہوں گے تو بجز بہائی مذہب کے راستہ کے ان کے لئے کوئی دوسری راہ نہ ہوگی ۔

اسی لوٹ پھیر میں آخر کار اڈیٹر صاحب کی طرف سے الارم ہوگیا کہ اب فریقین ایک ایک پرچہ مکمل لکھ کر اس بحث کو ختم کردیں۔ میرا پرچہ ۱۳ جنوری ۱۹۲۸ء کو آخری نکلا۔ اس کے بعد آج تک حافظ سلیم احمد صاحب خاموش ہیں۔ اس لئے بذریعہ سطور ہذا گذارش ہے کہ وہ خود یا ان کی طرف سے کوئی اور صاحب اپنے ایک پرچہ کا حق لے کر میرے آخری پرچہ کا حق مجھ کو دلوادیں۔ ورنہ یہ بات تو اچھی نہیں کہ

یکے پیش خصم آمدن مرد دار
دوم جان بدر بردن از کار زار

مولانا ثناءاللہ امرتسری ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

حافظ سلیم احمد صاحب کا مضمون انہی دنوں آیا تھا جسے انہوں نے جلدی واپس طلب کرلیا تھا۔ جو بھیجا گیا۔ پھر نہیں آیا۔ اسلئے میدان آپ کے ہاتھ رہا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جون ۱۹۲۸ء مطابق ۲۶ ذی الحج ۱۳۴۶ھ نمبر ۳۲ جلد ۲۵ ص ۵۔۷)

....

خلیفہ قادیان کی غلط بیانی

(الفضل مورخہ ۱۹ جون ۱۹۲۸ء میں)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا اعتقاد ہے جسے ہم بارہا ثابت کرچکے ہیں اور اب بھی ثابت کرنے پر مستعد ہیں کہ قادیانی عمارت کی بنیاد جھوٹ اور افتراء علی اللہ پر ہے۔ اسلئے اس میں جتنا بھی جھوٹ اور افتراء ثابت ہو جائے وہ بحکم

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اسی بنیادی کذب وافتراء کا نتیجہ ہوگا۔

ہماری یہ تحریر کوئی صاحب بدکلامی یا تیزی پر محمول نہ کریں۔ آج ہم جس کذب بیانی کے اظہار کرنے کو یہ نوٹ لکھتے ہیں ہم سچ کہتے ہیں کہ قادیانی تحریرات میں بڑے میاں (غلام احمد قادیانی) سے لے کر چھوٹے بھیوں تک جتنا کچھ جھوٹ اور افتراء ہم نے دیکھا ہے اس پر کبھی اتنا رنج نہیں ہوا جتنا اس کذب بیانی پر ہوا جس کا ذکر ہم آج کرنے کو ہیں۔

یہ بھی ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں اتنا خوف پیدا ہوا کہ دل ڈرنے لگا کہ آسمان نہ گر پڑے، زمین نہ پھٹ جائے۔

جو صاحب اس خیال کو ہماری ضعیف الاعتقادی یا مبالغہ آفرینی کہیں وہ ذرہ صبر کر کے ہمارے منقولہ کذبات قادیانی پڑھ لیں۔

ناظرین کو یہ تو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب آنجہانی نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ ایک لڑکی بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا مجھ سے آسمان پر نکاح ہو چکا ہے۔ لہذا وہ میرے نکاح میں آئے گی اور ضرور آئے گی۔ گو اس کے لئے آپ نے مدت بھی مقرر کر دی تھی اور وہ مدت گذر بھی گئی۔ تاہم بحکم

جب تک سانس تب تک آس

زندگی میں دامن امید ہاتھ سے نہ دیا تھا، بلکہ ہمیشہ یہی کہتے رہے :

کبھی تو ہر جی پوچھیں گے کون کھڑے دربار

لیکن جب مرزا صاحب قادیانی (امیدوار نکاح) کا اس دنیا سے انتقال ہوا تو سوال پر سوال وارد ہوا کہ اب وہ آسمانی نکاح کہاں گیا؟ اس کا جواب ایک تو حکیم نورالدین اول خلیفہ قادیان نے دیا تھا کہ

> مرزا جی کی نسل سے کسی لڑکے کا اس آسمانی منکوحہ کی نسل سے کسی لڑکی کے ساتھ آئندہ چل کر نکاح بھی ہو گیا تو پیش گوئی سچی رہے گی ۔

یعنی یہ نکاح مرزا صاحب آنجہانی کی ذات خاص اور منکوحہ کی شخصیت کا نہیں تھا بلکہ نسل کا نسل سے ہے۔ بہت خوب۔

دوسرا جواب آج خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) دیتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں خلیفہ قادیان، امام جماعت قادیان، ہاں قمر الانبیاء، ہاں مصلح اعظم نے چار جھوٹ بولے ہیں۔ جھوٹ بھی کیا خدا پر، انبیاء پر، خاص کر سید الانبیاء پر افترا کر کے منکرین اسلام کو اسلام اور نبی علیہ السلام کی تکذیب کرنے کی جرأت دلائی۔

ناظرین بغور سنیں خلیفہ قادیان میاں محمود احمد پر سوال ہوا کہ

الہام در بارہ نکاح محمدی بیگم جو آسمان پر پڑھا گیا وہ پورا نہیں ہوا۔

جواب: ایسے آسمان پر نکاح پڑھے ہوئے کئی پورے نہیں ہوئے۔ حضرت نوح نے بھی آسمان سے ہی خبر پا کر کہا تھا کہ میرا بیٹا بچ رہے گا مگر وہ پوری نہ ہوئی۔ (الفضل قادیان ۱۹ جون ص ۵)۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ حکایت مشہور ہے کسی کبڑی کو کسی شخص نے پوچھا کہ بڑی بی تم چاہتی ہو کہ ساری عورتیں تمہاری طرح کبڑی ہو جائیں یا تم اچھی ہو جاؤ۔ بڑی بی نے نہایت صفائی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا کہ:

سب کبڑی ہو جائیں تو میں ان کو دیکھوں۔

یہی حال قادیانی کبار کا ہے جب کبھی ان کے ہیرو (نبی) پر ان کی زندگی میں اعتراض ہوتا تھا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی، تو وہ فوراً کہہ دیتے کہ

چار سو نبیوں کی پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۹)

آج خلیفہ قادیان بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہوا کہتا ہے کہ میرے باپ کی کہی ہوئی بات اگر پوری نہیں ہوئی تو کیا ہوا۔ حضرت نوح کی بات بھی تو پوری نہیں ہوئی۔ اس کی بات پوری نہ ہونے سے اس کی نبوت پر اعتراض نہ آیا، تو ہمارے نبی کی نبوت پر اعتراض کیوں؟

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

ہم کہتے ہیں قرآن میں خدا نے نوح ؑ کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں تو یہ مضمون منقولہ خلیفہ قادیان ملتا نہیں۔

صرف اتنا ہے کہ حضرت نوح ؑ نے پانی دیکھ کر عرض کی

ان ابنی من اهلی وان وعدك الحق

اے خدا میرا بیٹا میرے اہل میں ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے

اس دعا سے معلوم ہوا کہ حضرت نوح ؑ کو جو بتایا گیا تھا کہ تجھے اور تیرے اہل کو ہم بچا لیں گے، حضرت نوح ؑ نے بیٹے کو اہل موعود لہ سمجھا۔ مگر اس سمجھ کا کسی دوسرے کے سامنے اظہار یا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ صرف خدا کے سامنے اپنے فہم کو پیش کیا۔ جس کا جواب ملا

انّہ لیس من اهلك۔ انه عمل غیر صالح

اے نوح تو اہل سے مراد نسلی اہل سمجھا ہے ہماری مراد نسلی نہیں بلکہ تابعدار ہیں اس لحاظ سے وہ تیرا بیٹا تیرے اہل سے نہیں (اسکی دلیل یہ بتائی کہ) وہ اچھے کام کرنے والا نہیں بلکہ بدکار ہے

بس بات ختم ہوگئی حضرت نوح ؑ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ: میرا بیٹا بچ جائے گا۔

خلیفہ قادیان یا علماء قادیان ہم کو اس مضمون کی کوئی آیت بتا دیں تو لودھیانہ کی رقم تین سو میں سے ایک سو روپئہ ہم سے انعام لیں۔

اللہ اللہ! کس دلیری اور جرأت سے کہتے ہیں، پوری نہ ہوئی۔ الی الله المشتکی

دوسری غلط بیانی:

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے آسمانی نکاح کے ٹل جانے پر دوسری شہادت کا ذبہ یہ پیش کی ہے۔

حضرت موسیٰ ؑ نے بھی آسمان سے ہی خبر پا کر یہ کہا تھا کہ تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے مگر وہ داخل نہ ہو سکے۔ (ص ۵)

مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ بھی جھوٹ بلکہ افتراء اور توہین انبیاء ہے۔ حضرت موسیٰ ؑ کا یہ اعلان کہیں نہیں، بلکہ یوں ہے

یا قوم ا دخلوا ا لا ر ض المقدسة التی کتب الله لکم

اے میرے بھائیو! اس زمین میں داخل ہو جاؤ جو خدا نے تمہارے لئے مقدر کی ہے

مگر جب بنی اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کیا تو ارشاد ہوا

فـا نها محر مة عليهم ار بعين سنة يتيهو ن فی الا رض فلا تأس على القو م الفاسقين

(کہ اس زمین کا داخلہ ان پر چالیس سال تک حرام ہے اس جنگل میں حیران پریشان گھومتے رہیں گے۔ پس اے موسیٰ تو ان بدعمل لوگوں کے حال پر افسوس نہ کر)

اس مدت کے بعد بنی اسرائیل داخل ہوئے۔ بتایئے اس سے حضرت موسیٰ کی غلط گوئی ثابت ہوئی یا قادیانی کذب بیانی۔

خلیفہ صاحب قادیان یہ حوالہ دکھائیں تو یک صد چہرہ دار انعام پائیں۔

قادیانی ممبرو!

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو! ذرہ انصاف سے کہیو خدا لگتی

تیسری شہادت کا ذبہ:

آسمانی نکاح مرزا کی تنسیخ پر خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد نے تیسری شہادت کا ذبہ یہ دی ہے رسول کریم ﷺ کو بھی آسمان سے ہی خبر ملی تھی کہ مسیلمہ کذاب آپ ﷺ کی زندگی میں فنا ہو جائے گا۔ مگر وہ فنا نہ ہوا۔ (ص۶)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ میں لکھتے ہیں: اس موقع پر تو ہم اس حدیث کے بیان کرنے پر مجبور ہیں جس میں ارشاد ہے

من كذ ب عليّ متعمداً فليتبوا مقعده من النار

ارشاد ہے: جو کوئی مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

دن کی روشنی میں ڈاکہ مارنا آسان ہے، مگر ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خدا کے فضل سے احادیث رسول کے جاننے والے، بلکہ یاد رکھنے والے بے شمار ہیں، کسی جھوٹی حدیث کو پیش کر کے دھوکہ دے

جانا ڈاکہ زنی سے زیادہ مشکل ہے۔

احمدی دوستو! ہم تمہارے خلیفہ کا گلہ تو کیا کریں جن کا مبلغ علم وفضل ہمیں معلوم ہے۔آخر وہ وہی تو ہیں، جن کو بھرے جلسہ امرتسر میں مولوی عطاء اللہ نے ایک حدیث پوچھی تھی، جو ان کے مضمون میں درج تھی۔تو وہ علماء قادیان کی طرف دیکھنے لگ گئے تھے۔اس لئے ان کی علمی نابالغی کو ہم کیا کہیں۔کہنا تو آپ لوگوں سے ہے جنہوں نے علم پڑھنے پر کچھ وقت لگایا، اور سمجھنا چاہیں تو سمجھ بھی سکتے ہیں۔بتائیے یہ حدیث کس کتاب میں ہے جس میں حضورﷺ نے ارشاد فرمایا ہو کہ مسیلمہ میری زندگی میں فنا ہو جائے گا۔

بتاؤ تو لودھیانہ کی رقم تین سو میں سے یک صد چہرہ دار انعام لے سکتے ہو

نہ دکھا سکو تو ایمان کا تقاضا ہونا چاہیے کہ صاف صاف لفظوں میں اعلان کرو کہ میاں محمود احمد (امام جماعت احمدیہ قادیانیہ) نے جھوٹ بولا اور پیغمبر اسلام علیہ السلام پر افتراء کیا اور دشمنان اسلام کو تکذیب اسلام پر جرأت دلائی۔

چوتھی شہادت کا ذبہ:

اس شہادت میں تو جی کھول کر جھوٹ بولا گیا ہے خلیفہ صاحب کہتے ہیں:

قیصر و کسری کے خزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر بھی آسمان ہی سے ملی تھی۔مگر وہ کنجیاں آپ (ﷺ) کی زندگی میں نہ ملیں۔ (ص٦)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس کے متعلق روایت کے مشرحہ الفاظ ہم نقل کئے دیتے ہیں:

قال رسول اللہ ﷺ قد مات کسری فلا کسری بعدہ و اذ ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ والذء نفسی بیدہ لتمفقنّ کنوز ھما فی سبیل اللہ (یعنی حضورﷺ نے فرمایا ہے کہ تم مسلمان ان کسری اور قیصر کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کروں گے)۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول لتفتحنّ عصا بة من المسلمین کنز آل کسری (صحیح مسلم ج٢ص ٣٩٦)(یعنی حضورﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسری کے خزانے کو فتح کرے گی)

احمدی دوستو! بتاؤ اس حدیث میں کیا غلطی ہے۔ کیا خلافت ثانیہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے دونوں کے خزانے نہیں توڑے۔ پھر تم جو مرزا صاحب آنجہانی کی ایک غلط پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے خدا کے سچے نبیوں کے واقعات ایسے بتاتے ہو جن کی وجہ سے مخالفین اسلام ان سچے پیغمبروں کو بھی تختہ مشق بنائیں، تو تم ہی کہو کہ اس ظلم عظیم کا گناہ کس کی گردن پر ہوگا۔ پس

ذرہ انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

قادیانی ممبرو! لودھیانہ کی رقم کل تین سو تھی جو پہلے تین سوالوں میں ختم ہوگئی۔ اس چوتھے جواب کے لئے ہم اپنے پاس سے یک صد چہرہ دار دیں گے۔ پس ہمت کرو میدان میں آؤ۔ اپنے خلیفہ کی لاج رکھ لو۔ دنیا کیا کہے گی کہ خلیفہ قادیانی کے مریدان کو سچا ثابت نہ کر سکے۔

ان سب شہادتوں کے بعد خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد نے ان سے بھی عجیب تر بات لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

صحیح بات یہ ہے کہ آسمان کی باتیں تو سچی ہوتی ہیں مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو روحانی آنکھیں عطا نہیں ہوتیں وہ جب تعصب کے غبار کی عینک لگا کر دیکھنا چاہتے ہیں تو بجز غبار کے ان کی آنکھوں کے سامنے اور کچھ نہیں آتا۔ (ص ٦)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ تعصب بہت برا فعل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ خلیفہ صاحب یا تو تعصب کے معنی نہیں جانتے، یا اس فعل بد کو دوسروں کیلئے برا اور قادیانی گروہ کے لئے جائز بلکہ مستحسن جانتے ہیں۔

سنئے! تعصب کے معنی ہیں اپنی ہی بات کو چاہے غلط ہو مضبوط کرتے جانا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وصف قادیانی نبی اور ان کی امت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر نہ ہوتا تو آسمانی نکاح جیسی جھوٹی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتے کرتے قبر شریف میں نہ چلے جاتے۔

سنئیے آپ کے والد صاحب (مرزا غلام احمد) فرماتے ہیں:

میں نہیں کہتا کہ یہ کام (نکاح کا) ختم ہو گیا بلکہ یہ کام ابھی باقی ہے اس کو کوئی بھی کسی حیلہ سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر مبرم ہے (یقینی اور قطعی) ہے۔ اس کا وقت آئے گا قسم خدا کی جس نے حضرت محمد رسول

اللہ کو بھیجا ہے یہ بالکل سچ ہے تم دیکھ لو گے اور میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بنا تا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے (رسالہ انجام آتھم)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ بتایئے خلیفہ صاحب! اس سے بھی زیادہ کوئی کلام واضح ہوگا۔ کیسی صفائی سے فرماتے ہیں اور حلفیہ فرماتے ہیں وقوعہ نکاح کو تقدیر مبرم (قطعی) قرار دیتے ہیں باوجود اس کے وقوعہ نہیں ہوتا تاہم قادیانی خلیفہ مرزا جی کے ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے حضرات انبیاء بلکہ خود خدا پر افتراء کرنے سے باز نہیں آتے۔

احمدی دوستو! آؤ ہم اس مشکل سوال کا جواب تم کو بتائیں۔ مشہور شاعر متنبّی کا شعر پڑھ دیا کرو تمہاری طرف سے مخالفوں کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔ پس وہ شعر سنو

اذا غـــدرت حســنـــاء اوفـــت بـــعهـــدهـــا

و مـــن عهـــدهـــا الا يـــدوم لهـــا عهـــد

(محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو اس کو وعدہ خلافی نہ جانا کرو بلکہ وہ بھی وعدہ وفائی ہے کیونکہ اس کے وعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ میں وعدہ پورا نہ کروں گی)

جتنی پیش گوئیاں مرزا جی کی جھوٹی ہوئیں وہ سب اس شعر کے ماتحت جھوٹی نہیں بلکہ بحکم

انت جميل الو جه مستحسن الكذ ب

صحیح اور مستحسن ہیں۔ اللہ اعلم

ناظرین ہم نے جو شروع مضمون میں اظہار غیظ وغضب کیا تھا کیا مضمون ہذا دیکھ کر بھی آپ لوگ ہمارے غیظ وغضب میں شریک نہ ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۳۶ ص ۱-۴)

مرزا قادیانی کی سیرت پر لیکچر

جناب منشی محمد حسین صاحب صابری، بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے گدی نشین میاں محمود احمد ہمیشہ اس بات کی کوشش فرمایا کرتے تھے کہ مسلمان اور مرزائی آپس میں اتحاد نہ کریں۔ چنانچہ ایک دفعہ تو صاف آپ نے لکھ دیا کہ

میں تو اس وقت چاہتا تھا کہ...احمدی اور غیر احمدی آپس میں مل نہ سکیں۔

(الفضل قادیان ۲۷ستمبر ۱۹۱۴ء ص ۷)۔

مگر اب پینتیس چھتیس برس کی مسلسل مخالفت اور مسلمانوں سے لڑنے کے بعد آپ اپنی پرانی اور موروثی خواہش کے برخلاف ہو کر مسلمانوں اور مرزائیوں کا اتحاد کرانا چاہتے ہیں بلکہ اس اتحاد کے پیشرو بننا چاہتے ہیں

بدلتا ہے رنگ آسماں کیسے کیسے

آپ نے تحریک فرمائی تھی کہ ۱۷ جون گذشتہ کو آنحضرت ﷺ کی سیرت پر تمام ہندوستان میں جگہ جگہ لیکچر ہونا چاہیے۔ چنانچہ قادیانی اخبارات سے معلوم ہوا کہ تاریخ مقررہ پر بہت سے مقامات پر لیکچر ہوئے اور سیرت رسول بیان کی گئی۔

مرزا صاحب نے جو مسلم قوم پر سبّ وشتم فرمائی تھی بلکہ خود خلیفہ صاحب نے جو ترک موالات با مسلماناں کی تعلیم اپنے مریدوں کو دے رکھی ہے، اس پر خیال کرتے ہوئے خلیفہ صاحب کی موجودہ پالیسی بہت عمدہ معلوم ہوتی ہے اور خلیفہ صاحب کو صبح کا بھولا ہوا شام کو واپس آیا سمجھ کر مسلمانوں کو چاہیے کہ وہ بھی مرزائیوں سے ملنے جلنے کے لئے بڑھیں۔ شائد وہ وقت بھی خدا کبھی لے آئے کہ خلیفہ صاحب مسلمانوں کو کافر کہنا اور ان کو مرزائی بیٹی دینا حرام سمجھنا، اور ان کی میت کا جنازہ پڑھنا حرام جاننا چھوڑ کر اپنے ایسے تمام فتوے

منسوخ کردیں۔

قادیان کی طرف قدم بڑھاتے ہوئے سب سے پہلے میں یہ تجویز پیش کرتا ہوں کہ جس طرح ۱۷ جون گذشتہ کو آنحضرت ﷺ کی سیرت پر جگہ جگہ لیکچر ہو چکے اسی طرح اب ایک تاریخ میں، جناب مرزا صاحب کی سیرت پر بھی لیکچر ہونا چاہیے۔

اور ہر شخص مرزائی ہو یا غیر مرزائی اپنے خیال کے مطابق اس میں حصہ لے۔اس مبارک کام کیلئے آئندہ چھٹی ستمبر کی بہت موزوں ہوگی کیونکہ اس تاریخ میں ہندوستان کی تینوں بڑی قوموں (مسلمان ہندو عیسائی) کا تعلق ہے۔مسلمانوں کا تو یہ تعلق ہے کہ یہ تاریخ ماہ مبارک ربیع الاول میں واقع ہے۔اور ہندوؤں کے لئے اس لئے موزوں ہے کہ اس کی شب کرشنا جنم اشٹمی ہوگی اور خود مرزا صاحب کو بھی کرشن اوتار ہونے کا دعوی تھا۔ باقی رہے عیسائی،سو ان کو تو یہ تاریخ حضرت مرزا صاحب قادیانی کے دم قدم کی برکت سے ہمیشہ یاد ہے اور یاد رہے گی۔اس لئے موزوں تاریخ تو یہی ہے آئندہ کوئی تاریخ بھی مقرر ہو جائے تو بہتر ہے بہرحال سیرت مرزا پر لیکچر ضرور ہونا چاہیے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں فرماتے ہیں؛

فاضل مضمون نگار کی تجویز بجائے خود مدلل ہے تاہم ہمارے نزدیک آپ کی تجویز کی دلیل یہ واضح ہے کہ جناب مرزا صاحب اپنی بروزی بعثت کے لحاظ سے محمد ثانی کہلاتے تھے اس لئے بہت ضروری ہے کہ محمد اول ﷺ کی سیرت کے بعد محمد ثانی (مرزا) کی سیرت بھی بتائی جائے تاکہ ناظرین اور سامعین کو دونوں میں مطابقت کا علم ہو سکے۔خلیفہ قادیان میاں محمود احمد تو ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ محمد رسول اللہ ﷺ تک پہنچنے کا ذریعہ محمد ثانی (مرزا)ہی ہیں اس وجہ سے بھی فاضل نامہ نگار کی تجویز قادیانی دربار میں قابل قبول ہی نہیں واجب التائید ہے۔ کیا دربار قادیانی سے اس تجویز کی منظوری ہوگی؟اس کا فیصلہ آئندہ زمانہ کرے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء مطابق ۲ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۳۷ ص ۷)

دجال کون ہے؟

مولانا محمد عبدالغفار خیریؒ، دہلی سے لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی نے تحفہ گولڑویہ کے حاشیہ پر ایک حدیث لکھی ہے جس کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے :

یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے یعنی اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے اور ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔ اور دل بھیڑیوں کے ہوں گے۔ خدا کہے گا کہ تم میرے علم کے ساتھ مغرور ہو گئے اور کیا تم میرے کلمات میں تحریف کرنے لگے۔

اس حدیث میں بقول مرزا صاحب، دجال کی پہچان حسب ذیل بیان کی گئی ہے :

۱۔ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے۔

۲۔ اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے۔

۳۔ بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے دل بھیڑیوں کے ہوں گے۔

۴۔ زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔

ہم کو اس سے بحث نہیں کہ حدیث شریف میں لفظ دجال (بالدال) ہے یا رجال (بالراء)۔ ہمارا مقصد ہر صورت میں حاصل ہے۔ ہم کو دیکھنا یہ ہے کہ آج کل یہ صفات کس گروہ میں ہیں تاکہ مسلمان معلوم کر سکیں۔ ہم حسب ذیل اقتباس اخبار زمین دار لاہور مجریہ ۲۳ مئی ۱۹۲۸ء سے پیش کئے دیتے ہیں۔ فکاہات کے کالم میں ہے کہ

میاں بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان ہر اس کلمہ گو کو جو حضور ختمی مرتبت ﷺ کو خاتم الانبیاء ماننے کی وجہ سے ان کے والد کی نبوت اور ان کی خلافت کا قائل نہ ہو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں۔

اس کی دلیل میں زمین دار نے قادیانی مستند کتب سے تین حوالے بھی دیئے ہیں جن کو ہم اس وقت

نظر انداز کرتے ہیں ۔ یہ حقیقت ہے کہ قادیانی گروہ ہو یا لاہوری ۔ یہ دونوں ہم مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھتے ہیں نہ جنازے کی نماز میں شرکت کرتے ہیں ۔

خیر آیئے آگے موضوع پر چلئے

ا۔دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے۔،

باوجود اس کے کہ ہم سب مسلمانوں کو کافر سمجھتے ہیں پھر بھی دین کے ساتھ فریب کی صورت بالفاظ زمین دار مذکور یہ ہے کہ:

باوجود اس عقیدے کے مرزا بشیر الدین محمود نے تمام غیر احمدیوں کو دعوت دی ہے کہ ان کی طرف سے ۱۷ جون کو جو جلسے ہونے والے ہیں ان میں وہ حضور آقائے دو جہان کی سیرت پر تقریریں کریں گے اور یہ معلوم کر کے ہماری حیرت کی کچھ انتہاء نہ رہی کہ چھ سو سے زیادہ مسلمانوں نے (جو خلیفہ قادیان کے عقیدہ کے مطابق دائرہ اسلام سے خارج ہیں) اس دعوت پر لبیک کہی ہے جس کی وجہ یہ ہے قادیانی نہایت زور شور سے پروپیگنڈہ کر رہے ہیں کہ ان جلسوں کے انعقاد کی اصلی غرض شارع اسلام ﷺ کی سیرت کو اصلی اور حقیقی رنگ میں دنیا کے سامنے پیش کرنا اور حضور ﷺ کی ذات قدسی صفات پر اعتراض کرنے والوں کے اعتراضات کا جواب دینا ہے۔لیکن ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو بتا دینا چاہتے ہیں کہ ان جلسوں کی اصلی وجہ اور ہی ہے اور یہ ہمرنگ زمین جال کسی اور ہی غرض سے بچھایا گیا ہے۔

حال ہی میں قادیان میں ایک جلسہ ہوا جس میں خلیفہ قادیان اور قادیانی جماعت کے تمام اکابر اور زعماء شریک ہوئے اور یہ قرار پایا کہ جو روپیہ قادیانی جماعت سے وصول ہوتا ہے وہ بصد مشکل خلیفہ صاحب کے ذاتی اخراجات کے لئے کافی ہوتا ہے۔اس لئے دوسری ضروریات کے لئے غیر احمدی مسلمانوں سے کم از کم ۲۵ لاکھ روپیہ وصول کیا جائے اور اس کے لئے ہر بات کو جائز سمجھا جائے۔ جلسہ میں ہر شخص نے ایک خاص رقم غیر احمدی مسلمانوں سے جمع کر کے خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش کرنے کا وعدہ کیا۔اور یہ فیصلہ ہوا کہ فراہمی زر کے لئے تبلیغ اسلام کی آڑ لی جائے اور یہ جلسے اسی

کا پیش خیمہ ہیں، ۔

۲۔ اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے۔،

قادیانی اور لاہوری دونوں گروہ یورپ میں کام کر رہے ہیں۔ چائے دعوتیں ڈنر اور مختلف اخراجات اس قدر ہیں کہ ان میں سے کوئی جماعت از خود برداشت نہیں کر سکتی۔ قادیانی گروہ ہم مسلمانوں سے ۲۵ لاکھ روپیہ بقول زمین دار وصول کرنے کی فکر میں ہے۔ اور لاہوری گروہ کبھی مسجد کے نام سے، کبھی جرمنی وغیرہ میں ترجمہ قرآن کے نام سے، کبھی تبلیغ کے نام سے غیر احمدی مسلمانوں سے وصولی چندہ کر رہی ہے جو اپنے مذہب کی اشاعت میں صرف کرتے ہیں اور ہمیشہ لاکھوں کا سوال ہے۔

۳۔ بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے دل بھیڑیوں کے ہوں گے۔،

یہ دونوں گروہ عام مسلمانوں کے پیچھے نہ نماز پڑھیں، نہ جنازوں کی نماز میں شرکت کریں، مگر اتحاد اتحاد کی رٹ لگاتے رہتے ہیں۔ علماء کو عامیوں کے سامنے برا کہتے رہتے ہیں اور بہت کچھ ہمدردی کا اظہار کرتے رہتے ہیں۔ اپنے آپ کو حنفی بھی کہہ دیتے ہیں تاکہ مسلمانوں کی منافرت دور ہو کر ان کا رسوخ ہو جائے۔ پھر ایمان اور جیب ان کے رحم پر۔

۴۔ زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی۔،

ہر جگہ اپنے کاموں کو سراہنا۔ اپنی مظلومیت کا اظہار، خدمت اسلامی کے دعوی بیان کرنے، ان گروہوں کا خاص شیوہ ہے۔ ایسی نرم زبان سے باتیں کریں کہ بموجب ارشاد باری و ان یقولوا تسمع لقولھم آدمی سنا ہی کرے۔

اگر ہمارا استدلال غلط ہے تو ہم اپنی غلطی کے اعتراف کے لئے ہر وقت تیار ہیں۔ بہر حال ناظرین کا کام ہے کہ وہ اس کی صحت وعدم صحت کو جانچ کر فیصلہ کریں کہ دجال کون ہے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۲۸ء مطابق ۹ صفر جلد ۲۵ نمبر ۳۸ ص ۵۔۶)

اسلام اور احمدیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان سے امت مرزائیہ کی لاہوری جماعت کے آرگن پیغام صلح میں کئی نمبر شائع ہوئے ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ قابل مضمون نگار نے ایڑی سے چوٹی تک کا زور لگا کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا وجود اسلام کے حق میں مفید ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ آپ کے سارے نمبروں کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مرزا صاحب قادیانی نے کوئی نیا اسلام پیش نہیں کیا بلکہ وہی اسلام پیش کیا ہے جو قرون اولی میں تھا جن لوگوں نے رسومات کو داخل اسلام سمجھ رکھا ہے ان کو وہ خالص اسلام نیا معلوم ہوا۔

چونکہ یہاں پہنچ کر مضمون نگار کو جماعت اہل حدیث کا تصور آنا ضروری تھا کہ اس دعوی کے اصل مدعی تو اہل حدیث ہیں جو ثبوت بھی بین دیتے ہیں کہ کسی قول کو یا فعل کو جو بعد میں کہایا کیا گیا ہے داخل اسلام نہیں مانتے، اس لئے بطور دفع دخل مقدر قابل اڈیٹر نے ان کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے کہ :

گروہ اہل حدیث نے ان باتوں (رسومات بدعیہ) سے کنارہ کشی اختیار کی لیکن ان سطحی باتوں کو چھوڑنے کے علاوہ اسلام کی حقیقت کو سمجھنے اور قرآن کے مغز کو تلاش کرنے کی انہوں نے بھی کوشش نہ کی۔ وہی ناسخ ومنسوخ کے جھگڑے، عیسی کا دوبارہ نزول، اور تبلیغ دین کے لئے تلوار کی ضرورت ان کے دماغوں پر بھی مسلط رہی۔ (پیغام صلح لاہور۔۲۳ جون ۱۹۲۸ء)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخبار پیغام صلح کے نزدیک یہ تو حقیقت مسلمہ ہے کہ اہل حدیث گروہ رسمی اسلام کو چھوڑ کر اصل اسلام پر ہے ہاں ان میں (بقول پیغام) چند عیب ہیں۔

۱۔قرآن کا مغز تلاش نہیں کرتے ۔۲۔ناسخ ومنسوخ کے جھگڑے میں مشغول ہیں۔

۳۔نزول عیسی کے متعلق جھگڑا کرتے ہیں۔

۴۔اشاعت اسلام میں تلوار کی ضرورت جانتے ہیں۔

پس ان الزامات کے جواب دینا ہمارا فرض ہے۔اس کے بعد جو ہم پوچھیں گے اس کا جواب دینا پیغام اور دیگر امت مرزائیہ کا فرض ہوگا۔

نمبر ۱

مغز قرآن توحید ہے کون نہیں جانتا کہ جماعت اہل حدیث بفضلہ تعالی اسلامی فرقوں میں کہاں تک توحید کی محافظ ہے جہاں تک راستی کا تعلق ہے دیگر فرقے جماعت اہل حدیث سے مخالفت اسی بنا پر کرتے ہیں۔

نمبر ۲

ناسخ ومنسوخ کا جھگڑا اگر آیت ما ننسخ من آیة او ننسها کی حد تک زیر بحث رہے تو کیا اعتراض؟ آخر یہ آیت قرآن مجید میں ہے۔اس کی تفسیر کسی نہ کسی صورت میں کرنی ہوگی۔رہی تعداد منسوخات، سو قدیم الایام سے اس میں اختلاف چلا آیا ہے۔آخری رائے شاہ ولی اللہ کی ہے کہ پانچ آیتیں منسوخ ہیں۔ان میں بھی کوئی صاحب تطبیق دے لے تو شاہ صاحب خوش ہیں۔ہم نہیں سمجھتے کہ یہ علمی بحث کہاں تک قابل عتاب ہے۔

نمبر ۳

نزول عیسی کی بحث پر تو اتنا وقت خرچ نہیں ہوتا نہ کوئی طویل الذیل بحث ہے۔ہاں مصنوعی عیسی کی تائید کرنے والوں کی تردید میں بے شک وقت لگا ہے، اور آج تک لگ رہا ہے۔سو یہ ایک عارضی کام ہے جیسے شیوع طاعون میں حکومت کو اس کے دفع کرنے کی طرف توجہ ہو جاتی ہے اگر مصنوعی عیسی کی تائید کرنے والے سوال ختم کر دیں تو بے چارے اہل حدیث بھی اور کام میں لگ جائیں۔

نمبر ۴

پیغام صلح لاہور کو اپنے معاصرین کا گلہ ہے کہ وہ احمدیت پر جھوٹے اعتراض کرتے ہیں۔بے شک کسی فرد یا فرقہ پر افتراء کرنا بدترین فعل ہے۔کیا پیغام صلح، اہل حدیث کی کسی تحریر سے ثابت کر سکتا ہے کہ وہ

اشاعت اسلام کے لئے تلوار کی ضرورت کہتے ہیں۔ ہر گز نہیں۔ ہاں وہ چونکہ قرآن اور حدیث دونوں کو مانتے ہیں، اس لئے ان کا عقیدہ ہے

الجهاد ماضٍ الی یوم القیامة جہاد قیامت تک جاری رہے گا۔

ہاں اہل حدیث لوگ اس حدیث کو بھی ظاہر کرتے اور مانتے ہیں جس میں ارشاد ہے:

ذروة سنامه الجهاد ۔اسلام کی بلندی جہاد میں ہے۔

ہاں اہلحدیث لوگ، قرآن کی اس آیت پر بھی ایمان رکھتے ہیں جس میں ارشاد ہے:

فلیقاتل فی سبیل الله الذین یشترون الحیوة الدنیا بالآخرة.

جو لوگ دنیا پر آخرت کو ترجیح دیتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں جہاد کیا کریں۔

مگر وہ اس جہاد کے لئے ضروری جانتے ہیں کہ کسی امام وقت (امیر) کے ماتحت ہو، جیسا کہ ارشاد ہے:

الامام جنة یقاتل من ورائه (امیر وقت کے حکم کے ماتحت جہاد کیا جائے)

چونکہ مسئلہ جہاد کے متعلق آیات اور احادیث بکثرت وارد ہیں اس لئے جو آج کل کا ریفارمر اس مقدس فعل کو منسوخ قرار دیتا ہے، اہل حدیث اس کو خودغرض اور خوش آمدی جانتے ہیں۔ بس یہی ان پر خفگی کی وجہ ہے جس کے جواب میں اہل حدیث کہتے ہیں:

مکش به تیغ ستم والهان سنت را
نه کرده اند بجز پاس حق گناه دگر

مقطع کلام:

کہتے ہیں زلیخا جو عشق یوسف میں متوالی ہو رہی تھی، وہ جب کبھی شہروں کا ذکر کرتی تو چند شہروں کا نام لے کر حضرت یوسفؑ کے کنعان کا نام لینے کو کہتی تھی، کنعان سب سے اچھا ہے۔

یہی کیفیت امت مرزائیہ کی ہے۔ دنیا کی بات ہو، یا دین کی، اس سب میں ان کا یہی مقصود ہوتا ہے کہ، مرزا غلام احمد مسیح موعود اور مہدی مسعود تھے۔

پیغام صلح نے صاف لفظوں میں لکھا ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود بھی ہیں اور مہدی مسعود بھی۔ ان دو

عہدوں کی وجہ یہ بتائی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی عیسائیوں کی اصلاح کی حیثیت سے مسیح ہیں اور مسلمانوں کی اندرونی اصلاح کی حیثیت میں مہدی ہیں۔ مسیح موعود ہونے کی حیثیت سے مرزا صاحب کا جو فرض تھا پیغام صلح ان لفظوں میں بیان کرتا ہے :

حضرت مسیح موعود (مرزا) قادیانی کی بعثت کی اغراض میں سے ایک بہت بڑی غرض اس دجالیت (عیسویت) کا قلع قمع کرنا تھا جو صلیبی (عیسائی) مذہب نے اس زمانہ میں پھیلا رکھی ہے حدیث میں مسیح موعود کے جو کام بیان کئے گئے ہیں ان میں صاف طور پر جو کام بیان کئے گئے ہیں ان میں صاف طور پر یکسر الصلیب کا لفظ موجود ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کا کام صلیبی مذہب کو توڑنا اور مسیحی قوموں کو اسلام کے نور کی طرف لانا ہے پس اس لحاظ سے کہ آپ کے مشن کا بہت بڑا تعلق مسیحی قوم سے تھا آپ کا نام مسیح ابن مریم رکھ دیا گیا۔

(پیغام صلح لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء ص ۱۔۲)۔

میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں۔ اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔ اور آنحضرت ﷺ کی جلالت وعظمت اور شان دنیا پر ظاہر کردوں۔

بس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ بس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے۔ وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا، تو پھر میں سچا ہوں۔ اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ (اخبار بدر قادیان ۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مضمون بالکل صاف ہے۔ دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب جو بحیثیت مسیح موعود دنیا میں آئے اور آخر کار کام کر کے تشریف لے گئے۔ کیا (بقول ان کے) عیسویت کا دجالی فتنہ صلیب اور عیسی پرستی دنیا سے اٹھ گئی؟

اس سوال کا جواب دینے کے لئے ہم پیغام صلح کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ہمیں اس تکلیف سے

سبک دوش کر دیا۔ پس دجالی عیسوی فتنہ کے مٹنے یا ترقی پانے کے متعلق خود اسی کا قول ہم پیش کرتے ہیں فاضل اڈیٹر پیغام صلح لاہور لکھتے ہیں :

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی آج پچاس لاکھ کے قریب ہے (پیغام صلح ٦ مارچ ١٩٢٨ء ص ٥)

جانے دیجئے یورپ کو، جانے دیجئے افریقہ کو، جانے دیجئے ایشیا کے دوسرے ملکوں کو، خود ہندوستان ہاں وہ ملک جہاں خصوصیت سے مسیح موعود آئے تھے اس کی یہ حالت ہے کہ دہ سالہ مردم شماری میں کوئی قوم فی سینکڑہ پانچ، کوئی دس فی صدی ترقی کرتی ہے عیسائی فیصدی سو ترقی کرتے ہیں (بقول پیغام صلح) دجالی مذہب کی اشاعت کا یہ حال ہے کہ :

١٩٢٧ء میں عیسائیوں نے ١٩ لاکھ ٨ ہزار نسخے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بائیبل کے شائع کئے ۔(پیغام صلح لاہور ١٣ مارچ ١٩٢٨ء)

ناظرین! خدارا انصاف کریں۔ یہ زندگی کی علامت ہے یا موت کی؟

یہ تو ہے مرزا صاحب کی مسیحیت موعودہ کا نتیجہ۔ رہی مہدویت معہودہ، سو اس کی بابت کیا کہنا ہے کہ اسلامی دنیا خصوصاً ہندوستان کے مسلمانوں شہری اور دیہاتیوں کو دیکھئے کہ ان میں اسلامی احکام کی پابندی کیا کلمہ شریف تک پڑھنا نہیں آتا۔ شرک، کفر، بدعت، قبر پرستی، پیر پرستی، درخت پرستی، تعزیہ پرستی، غرض ہر قسم کی پرستی، اور ہر قسم کی جہالت نے انہیں گھیر رکھا ہے بلکہ سچ تو یہ ہے کہ تباہ کر رکھا ہے۔ عیسائیوں کی وہ ترقی اور مسلمانوں کی یہ حالت۔ اس پر بھی ہمیں کہا جائے کہ مسیح موعود اور مہدی مسعود آئے اور چلے گئے تو ہمارے منہ سے یہی نکلے گا : تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

احمدی دوستو! واللہ تمہارے حال پر رحم آتا ہے تم کن بھول بھلیوں میں پڑے ہو۔ تم لوگ تو اچھے بھلے پڑھے لکھے ہو۔ تمہیں یہ کیوں نہیں سوجھتا کہ سیدھے ہو کر اسلامی خدمت کرو۔ ایک ایسے شخص کا توسط چھوڑو جو اتنا بڑا دعوی لے کر آیا اور بری طرح تفرقہ ڈال کر اپنے مقصد میں فیل ہو کر چلا گیا۔

واللہ باللہ! سچ کہتا ہوں کہ یورپ کا پہلوان زبسکو پٹیالہ میں پنجابی پہلوان گاماں سے میں جیسا

صاف نا کام رہا تھا، تمہارا مسیح موعود، ہاں مہدی معہود، ہاں کرشن گوپال، اس سے بھی زیادہ چاروں شانے چت پڑا۔ مگر تم ہو کہ اس کے پیچھے ڈھول پیٹتے ہوئے اس کو فتح مند ظاہر کر رہے ہو۔ کچھ تو خدا کا خوف اور مخلوق سے شرم کرو الیس منکم رجل رشید۔

پیارے احمدی دوستو! میں کن لفظوں میں اپنا اخلاص تمہیں بتاؤں۔ واللہ سچ کہتا ہوں مرزا صاحب قادیانی اگر کم سے کم اتنا ہی کر جاتے کہ مسلمانوں کو عقائد صحیحہ سکھا کر سلف صالحین کے نمونہ پر جمع کر جاتے، تو میں ان کے اتنے کام پر ان کو مہدی مان لیتا۔ مگر میں کن لفظوں میں بیان کروں بحیثیت عقائد صحیحہ کے وہ ہندوستان کے آخری مصلح مولانا اسماعیل قدس سرہ کے برابر کیا، ان کے عشر عشیر کو بھی نہیں پہنچے۔ حالانکہ شہید مرحوم نہ مسیح موعود تھے، نہ مہدی، نہ نبی نہ نبی کے بیٹے۔ برخلاف اس کے تمہارے مسیح موعود وہ شخصیت رکھتے تھے کہ آج ان کے دارالحکومت سے آواز اٹھتی ہے کہ انبیاء عظام، حضرت مسیح (مرزا قادیانی) کے خادموں میں پیدا ہوں گے۔ (اخبار الفضل کا خاتم النبیین نمبر ۱۲ جون۔ ص ۱۵)

اللہ اکبر! یہ تعلیٰ اور یہ تکبر اور یہ درجہ کہ مرزا صاحب کی پیروی کرنے سے ان کے مرید انبیاء عظام بن جائیں گے۔ بتایئے اس کو اسلام کا عقیدہ کہیں یا جنون مرزا اس کا نام رکھیں۔ مرزائی دوستو! تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

قادیانی جواب:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء میں جو ایک مضمون بعنوان خلیفہ قادیانی کی غلط بیانی، درج ہوا تھا جس میں خلیفہ مذکور کی چار غلطیاں دکھا کر فی غلطی کے جواب پر ایک سو روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا، اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل ۲۰ جولائی میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں انعامی رقم کا مطالبہ کیا ہے۔ ہم آئندہ بتا دیں گے کہ مجیب نے ہمارے اعتراضات کو اٹھایا ہے یا پختہ کیا ہے۔ اس کے بعد انعام کا فیصلہ ہو سکے گا۔ فانتظر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۱۶ صفر ۱۳۴۷ھ ص ۱۔ ۳)

خلیفہ قادیان کی غلط بیانی کا جواب الجواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں خلیفہ قادیان میاں محمود کے چار غلط دعاوی کی تردید کی گئی تھی اور چاروں کے ثبوت دینے پر چار سو روپیہ انعام کا اعلان تھا۔

اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جو ہماری تردید نہیں بلکہ تائید ہے بایں ہمہ انعام کا تقاضا کیا گیا (حیرت انگیز جلدی یہ کی کہ کوئی کاغذ چار سو روپیہ کا ویلو کر کے بھیج دیا۔ سچ ہے خلق الانسان من عجل)۔

کیا کسی جواب کی صحت کا فیصلہ راقم مضمون کی رائے سے ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ کسی مسلمہ منصف کی رائے سے۔ اس لئے حسب قاعدہ ان کو چاہیے تھا کہ انعام کا تقاضا کرنے سے پہلے تقرر ثالث کا سوال کرتے،۔

مگر وہ کیوں کرتے وہ جانتے ہیں کہ ثالث کا فیصلہ ان کے حق میں نہ ہوگا۔ بھلا کون دانا مان لے گا کہ اہل حدیث کی گرفت سے قادیانی کسی طرح نکل سکتے ہیں اب مختصر بتاتے ہیں کہ ہمارے مواخذہ سے قادیانی کیمپ میں کہاں تک بے چینی پیدا ہوئی ہے اور اس بے چینی میں وہ بجائے تردید کرنے کے کہاں تک تائید کر گئے ہیں ۔

ناظرین! انصاف سے دیکھئے اور سنیئے:

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) پر اعتراض ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کہا تھا کہ ایک عورت سے میرا نکاح آسمان پر ہوا۔ وہ کیوں پورا نہ ہوا؟

اس کے جواب میں خلیفہ (مرزا محمود) نے کہا کہ :

حضرت نوح ؑ نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا میرا بیٹا بچ رہے۔ مگر وہ پوری نہ ہوئی۔

اس کا ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ خلیفہ قادیانی ہم کو اس مضمون کی کوئی آیت بتا دے تو ایک سو روپیہ انعام لے۔ اس کے جواب میں مجیب نے چند آیات لکھ کر نتیجہ بتایا ہے کہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ :

ا۔ حضرت نوح کو دشمنوں کی غرقابی کا وعدہ دے گیا تھا (بے شک)

۲۔ اپنے ساتھیوں کی نجات کی بشارت دی گئی (بے شک)

۳۔ ساتھیوں میں تمام مومن اور اہل میں سے بجز من سبق علیه القول شامل ہیں (بیشک)

ان تین جملوں سے خود ساختہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

کیا حضرت نوح ؑ نے ان پیشگوئیوں کو محض راز سربستہ کی طرح رکھا تھا یا ان کا اعلان بھی کیا تھا۔ قرآن مجید فرماتا ہے کہ ان بشارات کے بعد انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔ تم جان لو گے کس پر عذاب آئے گا جو اسے رسوا کرے گا۔ (الفضل قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء) ۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

یہ کلام بتا رہا ہے کہ مجیب نے بڑی بے چینی میں جواب دیا ہے۔ اسے مطلق احساس نہیں کہ میں تردید کر رہا ہوں یا تائید۔

کیوں صاحب! یہ فقرے جن کا حضرت نوح ؑ نے اعلان کیا ہے ان میں کوئی ایسا لفظ ہے جس کے وہ معنی ہوں جو خلیفہ قادیان کا دعوی ہے کہ : میرا بیٹا بچ رہے گا،، ہے تو، اس پر نشان لگایئے۔

سنئے ! ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ حضرت نوح ؑ نے بیٹے کی نجات کا اعلان نہیں کیا۔ کیونکہ اگر کیا ہوتا تو چونکہ وہ منشاء الٰہی کے خلاف تھا، فوراً اسی وقت حضرت نوح ؑ کو اس غلطی پر متنبہ کر کے دوسرا اعلان کر دیا جاتا ، جیسا کہ حضرت نوح کو اس وقت متنبہ کیا گیا جب انہوں نے کہا تھا :

میرا بیٹا میرے اہل سے ہے،۔

فوراً الٰہی جواب ملا: لیس من ا ھلك (وہ تیرے اہل سے نہیں) ۔

اگر حضرت نوح ؑ اس خبر کا اعلان کر دیتے کہ میرا بیٹا نجات پائے گا، تو قطعاً اس کی تردید خدا کی طرف سے کرائی جاتی۔ ہمارا مطالبہ خلیفہ کے ادعائے الفاظ سے ہے جو مجیب کی خاطر مکرر سہ کر رہم سامنے

رکھتے ہیں کہ :

حضرت نوح نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا کہ میرا بیٹا بچ رہے گا۔

انعام لینے کا شوق ہے تو یہ الفاظ دکھاؤ۔

دوسری غلط بیانی :

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے دوسرا غلط دعوی یہ کیا تھا کہ :

حضرت موسی نے بھی آسمان ہی سے خبر پا کر یہ کہا تھا کہ تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے۔ مگر وہ داخل نہ ہو سکے۔

اس دعوی کا ثبوت دیتے وقت تو مجیب کی بے چینی پر ہمیں بھی رحم آتا ہے مجیب کی ساری کوشش کا ملخص یہ ہے کہ :

ارض شام دینے کا وعدہ تھا اسی لئے اس کو ارض المواعید کہتے ہیں

حالانکہ سوال ارض شام کے وعدہ سے نہیں تھا بلکہ خلیفہ قادیان کے الفاظ سے تھا جو جملہ خبریہ کی صورت میں ہیں کہ: تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے۔

اس جملہ خبریہ کا ثبوت مطلوب ہے۔ اگر انعام کا شوق ہے تو دکھاؤ۔

ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغاں چیزے نیست

تیسرا دعوی:

خلیفہ قادیان نے تیسرا دعوی سراپا افتراء یہ کیا تھا کہ :

رسول کریم ﷺ کو بھی آسمان سے خبر ملی تھی کہ مسیلمہ کذاب آپ کی زندگی میں فنا ہو جائے گا۔ مگر وہ فنا نہیں ہوا۔

جس دل میں نبوت محمدیہ ﷺ کا کمزور سا اعتقاد بھی ہے وہ بھی یہ دعوی سن کر کانپ جائے گا اور یقین کرلے گا کہ جس شخص نے یہ دعوی کیا اور جن لوگوں نے اس سراپا بہتان کو شائع کیا اور جو اس کی تائید کرتے ہیں

ان لوگوں کے دلوں میں نبوت محمدیہ کا وقار جیسا چاہیے نہیں ہے۔ بلکہ فی قلوبھم مرض فزادہ اللہ مرضاً ۔

غور کیجئے یہ فقرہ مخالفین اسلام کو کتنی جرأت دلاتا ہے۔ وہ تکذیب نبوت محمدیہ میں کہاں تک دلیر ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ :

جس شخص کی کہی ہوئی بات سچی نہ ہو وہ نبی کیسے ہو سکتا ہے۔

اس لئے ہم نے اس دعوی مکذوبہ کا ثبوت پوچھا تھا جس کے جواب میں مجیب نے اپنی پریشانی کا پورا ثبوت دیا۔

صحیح بخاری باب علامات النبوت سے روایت نقل کرتا ہے جس میں یہ لفظ ہیں :

فاولتهما كذابين يخرجان بعدی فكان احدهما العنسی و الآخرة مسيلمة الكذاب

(یعنی حضور ﷺ نے فرمایا مجھے خواب میں میں جن کی ہلاکت بتائی گئی وہ دو کس ہیں جو میرے بعد ظہور کریں گے۔ ابن عباس (راوی حدیث) کہتے ہیں اپنے بعد جن دو کے ظہور اور ہلاکت کی خبر دی تھی ایک ان میں سے اسود عنسی ہوا دوسرا مسیلمہ کذاب۔

ناظرین! مجیب کی جرأت دیکھئے کہ اس روایت کو جس میں بعد کا لفظ بھی ہے اپنے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔

پھر لطف یہ ہے کہ یخرجان بعدی کا ترجمہ کرتا ہے :

میرے برخلاف کھڑے ہوں گے۔

باوجود ترجمہ کی غلطی کے صیغہ مستقبل ہی رہا مسیلمہ کا دعوی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں تھا، مگر خروج جس کے معنی ہیں مقابلہ پر آنا یہ آنحضرت ﷺ کے بعد خلافت صدیقیہ میں ہوا تھا اور اسی خلافت میں وہ مارا گیا ۔بس جیسا اس کا خروج (بمعنی مقابلہ) بعد آنحضرت ﷺ کے ہوا اس کی موت بھی بعد ہوئی۔ اور یہی فرمایا تھا۔

مقام حیرت ہے کہ امت مرزائیہ کے دلوں میں مرزا کی بے جا محبت یا بالفاظ دیگر پیغمبر اسلام سے بے پرواہی کیوں ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ کھلے منہ اور جلی قلم سے ایسے مضامین لکھتے ہیں جو مخالفین اسلام کو تکذیب

کا موقع دیں۔اس طرفہ پرطرہ یہ کہ اشاعت اسلام کرنے کا دعوی ہے :

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

چوتھی غلط بیانی:

قیصر وکسری کے خزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر بھی آسمان ہی سے ملی تھی،مگر وہ کنجیاں آپ (ﷺ) کی زندگی میں نہ ملیں۔

اس دعوی کا ثبوت مانگا گیا تھا جس میں قیصر وکسری کے خزانوں کی کنجیاں ملنے کا ذکر ہواور نہ ملی ہوں ۔ہم نے اس کی تشریح میں دو روایات لکھی تھیں جن میں حضورﷺ نے قیصر وکسری کے خزانوں کا فاتح مسلمانوں کی ایک جماعت کوقرار دے کرفرمایا تھا کہ تم ان کو فتح کرو گے اورتم ہی خرچ کرو گے۔ اس کے جواب میں کیا چاہیے تھا؟ تقاضاء ایمان تو یہ تھا کہ خلیفہ کومرید مجبور کرتے کہ آپ اپنی غلطی کا اعلان کریں تا کہ مخالفین اسلام کوطعن کرنے کا موقع نہ ملے لیکن ایسا تو وہ کرے جس کومحمدی اسلام سے محبت ہو۔جس کو قادیانی نبوت وخلافت سے دل بستگی ہووہ ایسا کیونکر کرے۔اس کا تو قول ہے :

پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا ئے

اس لئے انہوں نے اس غلطی کوبھی صحیح کرنے کی کوشش کی۔اوراس کوشش میں مندرجہ ذیل روایت لکھی ہے،جس میں آنحضرتﷺ اپنے ایک خواب کا ذکر سنانے کو فرماتے ہیں

بینما انا نا ئم ا تیت بمفا تیح خزا ئن ا لا ر ض فو ضِعت فی یدی

(بخاری .با ب نصر ت با لرعب)

اس حدیث میں قیصر وکسری کا نام نہیں اورخلیفہ قادیان نے خاص کر قیصر وکسری کا نام لیا تھا۔

مجیب کا مطلب اگر یہ ہے کہ قیصر وکسری کی کنجیوں کو یہ روایت شامل ہے،بیشک ہم مانتے ہیں کہ اس روایت کا سب کوشمول ہے اورقیصر وکسری کا اس میں دخول ہے لیکن ہم نے جودوروایتیں نقل کی تھیں جن کے

لفظ اور مفہوم یہ تھا کہ: تم مسلمان قیصر وکسری کے خزانے فتح کرو گے،

یہ دو روایتیں بالتصریح فتح کی تفصیل مسلمانوں کو فاعل اور زمانہ مستقبل بتا رہی ہیں تو پھر آج کسی غیر محتاط شخص کا دلیری سے یہ کہنا کہ :

قیصر وکسری کے خزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر آسمان سے ملی تھی مگر آنحضرت کی زندگی میں نہ ملیں۔

کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ خود متکلم (ﷺ) بتا رہے ہیں کہ یہ کنجیاں دراصل مسلمانوں کو ملیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر اس واقعہ کو تمہارے اصل واقعہ (نکاح آسمانی) کے ساتھ کیا تعلق؟ اسی لئے قادیانی مجیب نے ہماری پیش کردہ دونوں روایتوں کو چھوا بھی نہیں۔

سنو! تمہارا واقعہ تو صاف ہے اس میں نہ کسی خلیفہ کی خلافت جائز ہے، نہ کسی نائب کی نیابت، نہ مرزا صاحب کی مرضی۔ سنئے وہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں سب کے سامنے مسماۃ مذکورہ کا خود بدولت مرزا صاحب کے ساتھ نکاح ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اس پیش گوئی (متعلقہ نکاح آسمانی) کے جو اجزاء بتائے ہیں وہ یہ ہیں :

۱۔ مرزا احمد بیگ تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو ۔

۲۔ پھر داماد اس (منکوحہ آسمانی کا خاوند مرزا سلطان محمد) کا اڑھائی سال کے اندر فوت ہو (مرزا سلطان محمد کے نکاح کی تاریخ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء ہے۔ اس نکاح سے اڑھائی سال تک مرزا سلطان محمد کو اکتوبر ۱۸۹۴ء تک مرجانا چاہیے تھا۔ مگر وہ آج تک، ۱۹۲۸ء، زندہ ہے۔ ثناء اللہ امرتسری)

۳۔ پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ پھر یہ کہ عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

(شہادۃ القرآن، از مرزا قادیانی۔ص ۸۱)

احمدی دوستو! ہمیں تمہارے حال پر رحم آتا ہے خدا جانے تم کس بلا میں پھنسے ہو اور کس گناہ کی تم کو یہ سزا ملی ہے۔تم سوچتے نہیں کہ کوئی وکیل اپنے موکل کے بیان اور اقرار کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔مگر تم ہو کہ تمہیں نہ کسی قانونی عدالت کی پرواہ ہے نہ قانون شریعت تم کو خلاف کہنے سے روک سکتا ہے۔

للہ فی اللہ تم کسی غیر کے حال پر نہیں اپنے حال پر تو رحم کرو۔سب مخلوق کو دھوکہ دے سکتے ہو، چرب لسانی سے مخالف کی زبان بند کر سکتے ہو، مگر خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس بگڑی ہوئی بات کو بنانے کی کوشش کرتے ہو جو ایسی بگڑی ہے کہ بنانے سے نہ بن سکے

تروح الی العطار تبغی شبابھا
و لن یصلح العطار ما افسد الدھر

ناظرین! غور کیجئے اس مقدس جماعت قادیانی کی یہ ساری کوشش (انبیاء پر بہتان، خدا پر افتراء وغیرہ) محض اس لئے ہے کہ مرزا صاحب کی غلط پیش گوئی کسی طرح صحیح ہو سکے الی اللہ المشتکی

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہر ایک پیش گوئی خصوصاً نکاح آسمانی والی پیش گوئی امت مرزائیہ کے لئے سوہان روح بن رہی ہے۔اس لئے ناظرین سے ہم درخواست کریں گے کہ ان لوگوں کو عشق مرزا میں مجنون سمجھ کر ایسی بہتان طرازیوں اور افترا پردازیوں میں معذور سمجھا کریں

یا عاذل العاشقین دع فئة
اضلھا اللہ کیف ترشدھا

آخری فیصلہ۔ہم نے ازالہ اوہام سے ایک حوالہ دیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے چار سو نبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی ہوئیں۔اس کے جواب میں مجیب نے لکھا ہے :

اگر مولوی صاحب (یہ حوالہ) نکال دیں تو ہم انہیں راست باز تسلیم کر لیں گے

اگر چہ راست بازی کا سرٹیفکیٹ ان لوگوں یا اس شخص سے لینا مفید ہوتا ہے جو خود بھی راست باز ہوں۔اور جو خود ہی غلط گو ہوں ان کا سرٹیفکیٹ کیا اور ان کی سند کیا۔بلکہ وہ تو اس مصرعہ کے مصداق ہیں :

پہلے خود حضرت اقدس تو مسلمان ہولیں

تاہم قطع نزاع کے لئے ہم فیصلہ کرانے کو تیار ہیں۔قادیانی صدر انجمن احمدیہ کے صدر اور ناظم اعلی اس بارے میں ہمارے ساتھ تقرر منصف منظور کریں۔مسلمہ منصف ہماری تحریر مندرجہ اہل حدیث ۱۳ جولائی کو مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے خلاف پائیں تو اپنی غلطی کے قائل ہو جائیں گے۔ہماری طرف سے دو اصحاب کے نام پیش ہیں جو دونوں معزز اور غیر جانبدار دیانتدار ہیں۔

۱۔ڈاکٹر سیف الدین کچلو امرتسر۔

۲۔چودھری فضل الدین ڈپٹی کلکٹر پنشنر امرت سر ۔

احمد یو! مرد میدان بن کر باہر آؤ۔انعامی مضمون کا فیصلہ بھی منصفوں سے کرالو :

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۰ ص ۱۔۴)

....

خلیفہ قادیانی اور وزیر ہند

اہل حدیث میں ایک نوٹ لکھا گیا تھا کہ قادیانی خلیفہ نے اپنے سفر یورپ میں ۸۰ ہزار روپیہ قومی چندہ کا خرچ کیا محض اسلئے کہ وزیر ہند کے پاس درخواست کی کہ کونسلوں اور اسمبلی میں ہماری نمائندگی جدا ہو جائے۔اس کے جواب میں وزیر ہند نے کہا جب تک تم محمدی ذیل میں اپنا نام لکھواتے ہو، یہ نہ ہوگا۔اس کے جواب میں الفضل قادیان مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۲۸ء میں نوٹ نکلا ہے کہ یہ جھوٹ ہے۔

ہمارے پاس اس دعوی کا ثبوت سرکاری ہے مگر ہم اسے پیش کرنا نہیں چاہتے ۔البتہ فیصلہ کی صورت آسان یہ ہے کہ : خلیفہ قادیان مؤکد بعذاب حلف اٹھا کر کہے کہ میں نے لندن کے سرکاری حلقوں میں یہ تحریک نہیں کی اگر وہ حلف اٹھا کر کہدے تو ہم اپنے بیان کو غیر ثابت مان لیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ ۔اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۰ ص ۴)

احمدی مشن افترا پردازی نہیں ہے

(مولوی عبداللہ تیماپوری رئیس جماعت ثالثہ احمدیہ کے قلم سے)

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب۔

ازطرف محمد عبداللہ تیماپورحال وارڈ ممکو رعلاقہ میسور

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ۔

آپ کا اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۴ محرم الحرام ۱۳۴۷ھ دیکھا بعنوان: غلط بیانی خلیفہ قادیان، کے تحت میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ قادیانی عمارت کی بنیاد جھوٹ اور افتراء علی اللہ پر ہے۔ پھر آگے تحریر ہے کہ اس تحریر کو کوئی صاحب بدکلامی یا تیزی پر محمول نہ کریں

کیا آپ کے نزدیک کسی شخص کی اجتہادی غلطی کو افتراء علی اللہ اور کذب کے ساتھ مشابہت دینا بدکلامی نہیں ہے (قائل اگر اجتہاد کو الہام کہے اور غلط نکلے تو اسکو افتراء کہنا درست ہے اور اجتہاد کہنا غلط۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) ۔یوں تو اکثر اماما ن دین سے بھی اجتہادی غلطیاں ہوا ہی کرتی ہیں میاں (محمود احمد) صاحب (قادیانی) کے جواب میں نوح کا بیٹا بچ رہے گا۔ اور حضرت موسی کا ارض مقدس کا داخلہ، اور مسیلمہ کذاب کا قصہ بر بنائے ان بزرگوں کے بیان کے استنباط کیا گیا ہے جس کو آنجناب صریحاً کذب کے ساتھ تعبیر کرتے ہیں۔ یہ زیادتی ہے (ایسی سختی سے محض اس لئے جواب دیا ہے کہ دشمنان اسلام کو تکذیب کی سند نہ مل جائے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

آخر مضمون میں اطلاعاً لکھا ہے کہ اس مضمون کو دوبارہ اشتہار کی صورت میں بھی چھاپنا ہے اس کے قبل احمدی احباب کو ایک ہفتہ کی مہلت کے ساتھ نوٹس دیا گیا ہے کہ وہ اسکا جواب دیں، اس لئے یہ عرض ہے۔

سوال یہ ہے کہ محمدی بیگم کی نسبت حضرت (مرزا) صاحب کا الہام دربارہ نکاح پورا ہوا یا نہیں؟

اس کے جواب میں آپ نے دو جواب نقل کئے ہیں۔ ایک مولوی نورالدین صاحب کا دوسرا میاں محمود صاحب کا۔ اب یہ تیسرا جواب بھی اس اشتہار کے ساتھ شامل کر دیں تو حق ظاہر ہو رہے گا جو یہ ہے:

محمدی بیگم کی نسبت جو پیش گوئی تھی وہ مشروط تھی (بالکل غلط ہے۔احمدی ایک دوسرے کی تقلید میں مشروط کہے جاتے ہیں حالانکہ جس کو شرط کہتے ہیں وہ شرط ہی نہیں۔اڈیٹر اہل حدیث) پہلی شرط پوری ہونے پر پیش گوئی کا پورا ہونا ظاہر ہے۔

رہا دوبارہ بیوہ بن کر نشان پورا ہونے کی خوش خبری کا الہام،

یہ سراسر قرآن مجید کے احکام کے خلاف ہے،اس لئے وہ پورا نہ ہوا۔

چنانچہ قرآن پاک میں ہے ایک مطلقہ عورت جو عدت کے دنوں میں ہو،اس سے علانیہ نکاح کا اظہار نہ کیا جائے۔اس کے خلاف ایک خاوند والی عورت کی نسبت یہ اعلان کرنا کہ وہ میرے نکاح میں آئے گی کیوں کر جائز ہوسکتا ہے۔

رہا یہ شبہ کہ پھر خدا نے مرزا صاحب کو ایسا الہام کیوں کیا،اس کا جواب یہ ہے۔جن الہامات کا تعلق نفس انسانی سے ہوتا ہے،وہ اس کی ذات کے لئے مبشرات ہوتے ہیں۔مبشرات کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ایک ظاہر کرنے کے قابل ہوتے ہیں دوسرے صیغہ راز میں رکھنے کے قابل ہوتے ہیں۔ان کو صیغہ راز ہی میں رکھنا چاہیے۔مرزا صاحب سے اس امر میں ضرور اجتہادی غلطی ہوئی۔یہ کوئی ان کی کسر شان نہیں ہے جب کہ وہ خود ہی اس امر کے قائل ہیں کہ مجھ سے بھی اجتہادی غلطیاں ہوتی ہیں اور ہوئی بھی ہیں ایسی اجتہادی غلطیوں سے مجددوں کی ماموریت پر کوئی برا اثر نہیں پڑ سکتا (اچھا اجتہادی غلطی سے صیغہ راز کو انہوں نے ظاہر کردیا مان لو غلطی ہوئی مگر اس سے حقیقت کیوں بدل گئی یعنی نکاح کیوں نہ ہوا حالانکہ اس نکاح کو اپنے لئے نشان صدق بتا چکے تھے۔اڈیٹر اہل حدیث) ہمارا اپنا فرض ہے کہ ہر ایک مامور من اللہ کے الہاموں کو بذریعہ مرافعہ قرآن سے مطابقت کرلیں۔اگر موافق ہے،مان لیں وگرنہ خیر سلا۔

کسی مامور کا الہام قرآن پاک کو منسوخ نہیں کرسکتا۔ممکن ہے کہ مامور سے اجتہادی غلطی ہو(مامور اور ملہم جس کلام کو کلام خدا کہہ کر بیان کرے ہم اسے اس کا اجتہاد کہیں تو اس کا نام تصدیق یا ہے یا تکذیب۔اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربی ۔اڈیٹر اہل حدیث) اللہ پاک کو یہ خوب معلوم تھا حضرت اقدس مسیح موعود(مرزا) کو حقیقی نبی مان کر غلو کیا جائے گا اس لئے اللہ پاک کی اس میں یہی مصلحت تھی کہ ان سے اجتہادی غلطیاں صادر ہوں تاکہ ان کے مرید اپنے مرتبہ کی حد سے باہر قدم نہ رکھیں۔ایسی اجتہادی غلطیوں پر ان کی خدمت اسلام کی بہت ساری

خوبیوں پر پانی پھیرنا اور مفتری علی اللہ قرار دینا سراسر ظلم ہے (ان کی اسلامی خدمت کا لب لباب اتنا ہی تھا کہ اسلام ایسا پاک مذہب ہے جس کے اتباع سے میرے جیسے باکمال افراد پیدا ہو سکتے ہیں۔ چونکہ اپنے کمال کو اسلام کی صداقت میں پیش کرتے تھے اس لئے دشمنان اسلام کو موقع تھا کہ وہ آپ (مرزا) کے کمالات کو اسلام کی تکذیب میں پیش کریں لہذا علماء اسلام کو ضرورت ہوئی کہ مرزا صاحب کی خدمات کی جانچ کر کے ان کو مفتری قرار دیا جائے تاکہ ان کی وجہ سے اسلام پر حملہ نہ ہو۔ اڈیٹر اہل حدیث)

اللہ پاک نے حضرت اقدس کو مسیح موعود کے خطاب سے سرفراز فرما کے مبعوث کیا تو وفات عیسی کا اظہار ان سے بخوبی کرایا (حضرت عیسی کی وفات سے درحقیقت عیسائی مذہب کی تائید ہوتی ہے کیونکہ عیسائی مذہب کا مدار مسیح کی موت پر ہے ان کی زندگی ماننے سے عیسائی مذہب کا بنیادی اصول، کفارہ، جڑ سے اکھڑتا ہے۔ آپ خیال کریں کہ مسیح کی موت کا اظہار اسلام کی خدمت ہے یا عیسائیت کی۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) ہر دو امور کا مرافعہ کرنے پر قرآن پاک سے ان کی صداقت ظاہر ہوئی۔ اللہ پاک اس امت مرحومہ میں پہلے کے انبیاء کی طرح خلیفہ بنائے گا اور حدیث میں وارد ہے العلماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل (ھکذا کان مر قو ماً۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) جب کہ قرآن اور احادیث دونوں اس امر کی شہادت دیتے ہیں کہ آنے والے مسیح ومہدی اسی امت سے ہوں گے پھر اس کے وقت پر آ بھی گئے تو اس کا انکار کرنا صریحاً نابینائی ہے۔

اس میں شک نہیں حضرت میاں محمود احمد صاحب نے مرزا صاحب کے مرتبہ کی نسبت بہت غلو کیا ہے حالانکہ خود مرزا صاحب کا الہام ہے:

تیرے بعد ایک مامور تجھ سے افضل آنے والا ہے۔ جب کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو نبی قرار دیں تو جوان سے بڑھ کر آنے والے کو (جو آ گیا ہے۔ یعنی ذات عبداللہ تیماپوری۔ اڈیٹر اہل حدیث) کیا مرتبہ دینا ہوگا۔ اور اس کے انکار سے منکروں پر کیا فتوی لگایا جائے۔

یہ عاجز بذریعہ الہام (کہیں آپ کا الہام بھی اجتہادی غلطی تو نہیں سمجھ کر کہیے گا کہیں بعد میں رائے تبدیل نہ کرنی پڑے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) اس امر کی گواہی دیتا کہ بے شک مرزا غلام احمد مجدد تھے اور خدا کی طرف سے خدمت اسلام کے لئے مامور تھے ان کا انکار انسان کو ولایت کے مرتبہ سے گراتا ہے مگر دائرہ اسلام سے خارج نہیں کراتا۔ والسلام

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۰ ص ۴۔۶)

آخری فیصلہ

(مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا مرتضی حسن کی طرف سے خاکسار کے ساتھ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے پنجابی نبی نے (اخبار) اہل حدیث کے تعاقبات سے تنگ آ کر ایک اعلان شائع کیا تھا۔ جس میں لکھا تھا کہ

ثناءاللہ نے مجھے بہت تنگ کیا ہے۔ میرے قلعہ کو گرانا چاہتا ہے، لہذا میں اس کے ساتھ آخری فیصلہ کرنے کو دعا کرتا ہوں کہ اے میرے بھیجنے والے خدا مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جس کی صورت یہ ہے کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں موت سے اٹھالے۔

اس کا نتیجہ جو ہوا، دنیا نے دیکھ لیا کہ آج دنیا کا ہر باشندہ مرزا صاحب کے حق میں صاف گوئی سے کہہ رہا ہے کہ

خدا نے خاص نظر عنایت سے مرزا صاحب کی یہ دعا قبول فرمالی۔

اس کے بعد جناب علامہ ابن شیر خدا مولا مرتضی نے مسئلہ تقلید اخبار العدل گوجرانوالہ پنجاب میں شروع کر کے اس کا آخری فیصلہ العدل مورخہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء میں شائع فرمایا۔ موصوف نے اس آخری فیصلہ میں مضمون کی پچھلی اقساط پر ریویو کر کے ناظرین کو اخبار العدل کے قائم رکھنے پر توجہ دلائی ہے جس کی ہم بھی تائید کرتے ہیں۔ کیونکہ اگر العدل جاری نہ ہوا ہوتا تو اہل حدیث اور احناف وغیرھم تقلید کے متعلق ایسے معلومات کیسے حاصل کرتے جو آج تک ان کو حاصل نہ ہوئے۔

ہم دل سے شکرگزار ہیں مولانا مرتضی حسن اور عدلی پارٹی کے جنہوں نے مسئلہ تقلید کی نسبت فریقین کی غلط فہمی دور فرمادی۔ وہ کس طرح ؟ یوں کہ:

آج تک تو فریقین مسئلہ تقلید میں اس بنا پر لڑ رہے تھے کہ اس کے معنی علماء اصول کی اصطلاح کے موافق وہ یہ سمجھتے تھے کہ اللہ و رسول کے سوا کسی امام کی بات کو واجب القبول جاننا تقلید ہے مگر علماء دیو بندی نے فرمایا تم دونوں غلطی پر ہو بقول: چوں ندا ند حقیقت رہ افسانہ روند

تم لوگ ادھر اودھر کو بھٹک رہے ہو۔ تقلید کے معنی ہیں: اللہ و رسول کی اطاعت۔

اور عدم تقلید ہے ان دونوں کی یا ان میں سے کسی ایک کی خلاف ورزی۔ چنانچہ اسی تعریف کی بنا پر جناب موصوف نے فرمایا کہ

شیطان غیر مقلدین میں سب سے پہلا غیر مقلد ہے۔ (العدل ۷ مارچ ۱۹۲۷ء ص ۸)

اسی نتیجہ میں آپ نے یہ بھی صاف فرمایا تھا کہ

نام کے حنفی (کسی ظاہر بین کو یہ خیال گذرے کہ مولانا دیو بندی اس قول میں نام کے حنفیوں کو غیر مقلد کہہ کر حنفیوں سے الگ کرتے ہیں اور العدل ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء میں اخبار العدل کی تائید کے لئے لکھتے ہیں:

جو واقعی حنفی ہیں یا نام کے دونوں جماعتوں کو العدل کی ترقی کی فکر کرنی چاہیے ص ۵ کالم ۲۔

سو یہ ایک معمولی لغزش ہے جو عمر کے لحاظ سے قابل معافی ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) گور پرست، تعزیہ پرست، کنکر شاہ، روڑے شاہ، بر بادشاہ وغیرہ کے ماننے والے، ہم ان کو بھی غیر مقلد ہی جانتے ہیں

(العدل مذکور)

ان دونوں عبارتوں پر نظر غائر کرنے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ علامہ دیو بندی نے مسئلہ تقلید کو یوں صاف کیا کہ

جو کوئی اللہ و رسول کا تابع ہے وہ مقلد ہے اور جو برخلاف چلتا ہے وہ غیر مقلد ہے۔

دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ آپ کے نزدیک مطیع الرسول مقلد ہے اور غیر مطیع غیر مقلد ہے۔

مولانا مرتضی کے اتباع بھی اسی تان کے ماتحت راگ گانے لگے ہیں۔ چنانچہ ایک صاحب لکھتے ہیں

سب سے پہلے تقلید ملائکہ نے کی اور بلا حیلہ و حجت حق تعالی کے حکم کو تسلیم کیا

(العدل ۲۹ جولائی ۱۹۲۸ء ص ۸)

پس فرشتے بوجہ اطاعت حکم خدا مقلد ہوئے یعنی مطیع۔ اس کے مقابلہ میں غیر مقلد کون ہوئے؟ اس

کی بابت بھی یہی صاحب فرماتے ہیں

درحقیقت غیر مقلدین کا وجود آئمہ اربعہ اوران کے مقلدین سے کئی ہزار سال پہلے سے ہے ۔
(العدل مذکور)

بہت خوب! الحمدللہ مولانا مرتضی حسن کے طفیل مسئلہ تقلید صاف ہو گیا کہ:

تقلید عدم تقلید کو آئمہ اربعہ سے تعلق نہیں بلکہ خدا کی ذات اور رسول کی رسالت سے تعلق ہے۔

نزاع لفظی:

آج تک مقلدین اور غیر مقلدین ناحق لڑتے رہے غیر مقلدین کا دماغ یہ کہتے کہتے پچی ہو گیا کہ آئمہ اربعہ تو آنحضرت ﷺ کے بعد ہوئے پھر ان کا اتباع دین اسلام میں کیوں داخل سمجھا جائے۔ اس کے جواب میں بے چارے مقلدین کو دماغ سوزی کرنی پڑی جس کا لب لباب یہ ہے کہ، ہم مقلدین بے علم یا کم علم ہیں۔،

اس لئے ہم کو مثل اندھے کے کسی مجتہد کا سہارا لینا چاہیے وغیرہ

مولانا مرتضی حسن اور اخبار العدل نے ان دونوں فرقوں کو بتایا کہ تم ناحق لڑتے ہو۔ تقلید کوئی بری چیز نہیں اس کے معنی وہی ہیں جن کو تم اہل حدیث، اتباع سنت، کہتے ہو۔ اس میں نظر صرف قرآن وحدیث پر ہے کسی امام پر نہیں۔

رہا لفظ تقلید یا مقلد غیر مقلد، صبر کرو گے تو مولانا دیوبندی کی طفیل یہ لفظ بھی اٹھ جائے گا سردست یہی کافی سمجھو کہ :

تقلیدی مذہب میں کسی امام یا مجتہد کا تصور داخل نہیں بلکہ محض خدا اور رسول کی اطاعت کا دوسرا نام تقلید ہے اور بس

پس مولانا دیوبندی کا آخری فیصلہ سنو اور باہمی نزاع ترک کرو۔

ہاں اس کا اثر یہ ہونا چاہیے کہ آئندہ کو جس مسئلہ کی تحقیق کرو، اس میں بطور دلیل اللہ و رسول ہی کے ارشادات کو پیش کیا کرو۔ کسی عالم یا مجتہد کا قول سند نہ مانا کرو۔ درحقیقت یہ تحقیق مولانا ذوالفقار علی مرحوم (والد مولانا محمود حسن

مرحوم دیوبندی) کے اس شعر پر مبنی ہے

العلم ما کان فیہ قال حدثنا
وما سوی ذاک وسواس الشیاطین

(علم دینی وہی ہے جس میں حدیث کی سند کا ذکر ہو اس کے سوا شیطانی وسواس ہیں)

یہ شعر درحقیقت حضرت استاذ الہند شاہ ولی اللہ قدس سرہ کے شعر سے ماخوذ ہے

علمے کہ ماخوذ ز مشکوۃ نبی ست
و اللہ کہ سیرابی ازاں تشنہ لبی ست

(جو علم نبی کے مشکوۃ سے حاصل نہ ہو اس کا حاصل کرنا بے فائدہ ہے)

مولانا مرتضی! میں نے آپ کا مطلب بیان کرنے میں بڑی صفائی سے کام لیا ہے۔ امید ہے آپ بھی میری صفائی کی داد دیں گے۔ یار زندہ صحبت باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۱ ص ۱۔۳)

....

لاہوری جماعت احمدیہ سے چند مطالبات

جناب مخلص خان کابلی مجلس اتحاد۔ سرائے نورنگ بنوں لکھتے ہیں:

میں نے تقریباً جماعت لاہور اور قادیانی کتب کا تین سال متواتر مطالعہ کیا ہے جس سے مجھے یہی معلوم ہوا کہ دونوں جماعتوں کا مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی کے متعلق ایک ہی خیال ہے۔ اگر جماعت قادیانیہ مرزا صاحب کو نبی تسلیم کرتی ہے تو لاہوری جماعت بھی ویسا ہی عقیدہ مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق رکھتی ہے۔ چنانچہ کچھ عرصہ ہوا کہ پیغام صلح لاہور میں مرزا صاحب کے اس شعر کو مرزا صاحب کی نبوت میں پیش

کیا تھا جس کو اہل حدیث امرتسر نے پیغام صلح سے نقل کیا تھا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اس سے بہتر غلام احمد ہے

ظاہر ہے کہ ابن مریم،خدا کا ایک نبی تھا اور جب مرزا صاحب ابن مریم سے اپنے کو بہتر کہتے ہیں تو ثابت ہوا کہ نہ صرف نبی ہی، بلکہ حضرت عیسی سے افضل نبی کہتے تھے۔کیا جماعت لاہور مرزا صاحب کے اس شعر سے منکر ہے؟اگر نہیں تو پھر مرزا کی نبوت کے باب میں کیا جواب ہے۔

۲۔لاہوری جماعت ادھر اپنے آپ کو یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتی ہے کہ ہم مرزا صاحب کو مجدد مانتے ہیں اور ادھر کہتی ہے کہ ہم کو مسلمانوں سے علیحدہ کہا جائے۔

۳۔لاہوری جماعت مرزا صاحب کو علاوہ مجدد کے مسیح موعود بھی مانتی ہے۔ہمارا سوال یہ ہے کہ جو مرزا صاحب کو مسیح موعود نہیں مانتا،اسے آپ کیا خیال کرتے ہیں؟ کیا مسیح موعود کو نہ ماننے والے پر کفر کا اطلاق آ سکتا ہے یا نہیں؟اگر نہیں تو کیوں نہیں؟

راقم الحروف دونوں جماعتوں کی کتب کے پڑھنے سے اس نتیجہ پر پہنچا ہے کہ ان کا آپس میں عقائد کے متعلق کوئی اختلاف نہیں ہے۔اگر ہے تو کوئی ذاتی یا انتظامی اختلاف ہے۔ورنہ عام مسلمانوں کو جس طرح قادیانی جماعت کافر خیال کرتی ہے ویسے ہی یہ لاہوری جماعت بھی عام مسلمانوں کو مسلمان نہیں جانتی۔اسی لئے ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتی۔

مگر فرق یہ ہے کہ قادیانی جماعت اپنے خیال کو ظاہر کرتی رہتی ہے اور یہ لوگ اپنے خیال کو سینہ میں چھپائے ہوئے ہیں صرف مسلمانوں کی ہمدردی حاصل کرنے کے لئے۔

اگر میں اس خیال میں جھوٹا ہوں تو کیا پیغام صلح یا امیر صاحب اس پر روشنی ڈالیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۱ ص ۹)

مرزا قادیانی کی خدمت گذاری

اخبار اہل حدیث امرتسر ۳۔ اگست میں ایک مضمون اسلام اور احمدیت شائع ہوا ہے اس میں مرزا صاحب قادیانی کی ایک پرانی تحریر نقل کی ہے کہ :

میں اس غرض سے آیا ہوں کہ عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی بجائے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی عظمت وشان دنیا پر ظاہر کروں

اس کے بعد بتایا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی آئے اور چلے گئے مگر عیسی پرستی کا ستون تا حال نہیں گرا ، بلکہ دن بدن مضبوط ہوتا جا رہا ہے۔ اوراس کا ثبوت بھی مرزائیوں کی تحریرات سے دیا تھا۔

اس پر معاصر زمین دار لاہور ۱۴۔ اگست کے فکاہات میں ایک نوٹ دیکھنے میں آیا جس میں معاصر موصوف نے مرزا صاحب کی خدمات کا اہل حدیث کی روایت کی بنا پر انکار کیا۔ اس لئے ہم آج معاصر موصوف کی تسلی کے لئے مرزا صاحب کی وہ خدمات بتاتے ہیں جوانہوں نے عیسائیت کی بیخ کنی کے لئے کی ہیں ان خدمات کی خاص کر معاصر زمین دار ہی قدر کرسکتا ہے دوسرا کوئی کیا کرے گا۔

حضرت مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں اور صحیح فرماتے ہیں:

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے

معدوم ہو جائیں۔(تریاق القلوب۔ص ۱۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں :

یہ تو ہے والد ماجد حضرت مرزا صاحب کلاں (غلام احمد) کی خدمات کا ذکراب سنئے مرزا خرد میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کے اظہار عقیدہ کا ذکر۔

۱۹۲۲ء میں شہزادہ ویلز کی آمد پر میاں محمود احمد نے ایک رسالہ لکھا جس کا نام ہے، تحفہ شہزادہ ویلز۔ اس میں مرزا صاحب کلاں کی پیش گوئی متعلقہ زلزلہ عظیمہ ذکر کی ہےاوراس زلزلہ سے مراد جنگ عظیم بتائی ہے ۔اس کے بعد لکھا ہے :

یہ سب کچھ مطابق پیش گوئی (مرزا غلام احمد) سولہ سال کے اندر ہوا۔اور پھر اے شہزادے! کس طرح اللہ تعالی نے عین مایوسی اور ناامیدی کے وقت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی دعا کوسن کر برطانیہ کی فتح کا سامان پیدا کر دیا۔اورزار روس کے متعلق جو کہا گیا تھا وہ کس طرح حرف بحرف پورا ہوا (ص ۸۳)

واضح رہے کہ مرزا قادیانی کا انتقال ۱۹۰۸ء میں ہوا ہےاور جنگ عظیم ۱۹۱۴ء میں شروع ہو کر ۱۹۱۸ء میں ختم ہوئی۔یعنی مرزا غلام احمد صاحب کی موت کے بعد دس سال ۔مگر انگریزوں کی فتح مرزا صاحب کی دعا سے ہوئی کیونکہ مرزا صاحب مرنے کے بعد بھی انگریزوں کی فتح کے لئے دعا کرتے رہےاوراب بھی کرتے ہوں گے۔کیوں؟ عیسائیت کا بت گرانے کو۔

غالباً معاصر زمین دار کو یہ خیال پیدا ہوگا کہ انگریزی حکومت تو خود عیسائی حکومت ہے چنانچہ بادشاہ انگلستان جب تخت نشین ہوتا ہے تو عیسائی فرقہ تثلیث، پروٹسٹنٹ کی حفاظت کا عہد کرتا ہے۔پھر اس میں کیا شک رہا کہ انگریزی حکومت کی تائید اور خدمت کرنا گویا عیسی پرستی کو مضبوط کرنا ہے۔اس کا جواب یہ ہے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر و شیر

مرزا صاحب قادیانی نے جو انگریزی حکومت کی اتنی خدمت کی وہ اس نیت سے کی تھی کہ گورنمنٹ

میرے احسان میں دب کر مسلمان ہو جائے تا کہ عیسائیت کا بت خود بخود گر جائے۔ ہاں یہ انگریزوں کی سخت دلی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب کے احسان کے اتنے ممنون نہیں ہوئے کہ حسب منشاء ان کے مسلمان ہو جائیں۔ کیوں؟

تہیدستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

احمدی دوستو! ایک بات تو للہ سچ بتاؤ، خدا کے لئے سچ بتاؤ کہ پچاس الماریاں تو مرزا صاحب نے گورنمنٹ کی خدمت سے بھریں، خالص اسلام کی خدمت کے لئے پچاس بھریں یا زیادہ؟ جواب دیتے ہوئے سوچ لینا کہ پوچھنے والا کون ہے

ستعلم لیلی ایّ دینٍ تداینت
و ایّ غریمٍ فی التقاضی غریمها

(اور حاشیہ میں لکھا ہے:
الماریوں کا شمار بتایا مگر ان کا طول عرض نہیں بتایا۔ لیکن عام طور پر عمارتی اصطلاح میں الماری ۵ فٹ لمبی اور تین فٹ چوڑی سمجھی جاتی ہے حالانکہ مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات مع اشتہارات اور ضروری اخبارات کے ہماری ایک ہی الماری میں رکھی ہوئی ہیں۔ جس کی بہت سی جگہ ابھی خالی ہے۔ معلوم نہیں گورنمنٹ کی خدمت کی تصنیفات سے ۵۰۔ الماریاں کس طرح بھر سکتی ہیں۔
ہاں مرزائی طریق پر اس کلام کی تصحیح ہوسکتی ہے کہ جس جس کتاب میں گورنمنٹ کی خدمت ہو، اس کتاب کے سارے مطبوعہ نسخے اگر الماریوں میں رکھے جائیں، تو ۵۰۔ الماریاں بھر جائیں۔ مثلاً اسی کتاب تریاق القلوب کے سارے نسخے اگر ہزار ہوں، تو سب کو ایک جگہ رکھا جائے۔ اسی طرح کتاب، آئینہ کمالات اسلام، اسکے بھی سارے نسخے یکجا رکھے جائیں، تو بے شک پچاس نہیں سو الماریاں بھر جائیں۔ کیا معاصر زمین دار ہماری تاویل کی تصدیق کرے گا۔ دیدہ باید۔ ثناء اللہ امرتسری)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۲ ص ۱۔۲)

ایک غلطی کا ازالہ

(اس مضمون میں اس امر کی تحقیق کی گئی ہے کہ حدیث لو کا ن موسی حیاً، میں عیسی کا لفظ صحیح نہیں ہے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب منشی حبیب اللہ صاحبؒ کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

الف: سید مصطفیٰ البہائی: اپنی کتاب المعیار الصحیح لمعرفة ظهور الهمدی و المسیح (مطبوعہ ۱۳۲۸ھ مطابق ۱۹۱۰ء مطبع انوار محمدی کلکتہ) کے صفحہ ۹۱ پر لکھتا ہے:

حضرت رسول اکرم ﷺ فرماتے ہیں

لو کا ن عیسی حیاً لما وسعه خلا فی ۔ترجمہ: اگر عیسی مسیح جیتے رہتے اور میرے زمانہ (بعثت) میں موجود ہوتے تو ان کو ضرور میری شریعت اور دین کی پیروی کرنی پڑتی

ب: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، اپنی کتاب اتمام الحجۃ صفحہ ۶ حمامۃ البشری صفحہ ۱۲۷ حاشیہ، اربعین نمبر ۲ صفحہ ۲۷ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۵ اور کتاب ایام الصلح کے صفحہ ۴۲ پر لکھتے ہیں:

اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی فرمایا کہ اگر موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

ج: حکیم خدا بخش احمدی اپنی کتاب عسل مصفی حصہ اول کے صفحہ ۲۶۸۔۲۶۹ پر (تفسیر ابن کثیر۔ تفسیر ترجمان القرآن۔ فصل الخطاب۔ الیواقیت والجواہر، مدارج السالکین، زرقانی شرح مواہب، رسالہ بشارات احمدیہ ورسالہ براہین محمدیہ کے حوالہ سے) یہ الفاظ لکھتے ہیں:

لو کا ن موسی و عیسی حیین لما وسعهما ا لا اتباعی

(ترجمہ) (اگر حضرت موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو ان کو بجز ہماری اطاعت کے اور کچھ چارہ نہ ہوتا)۔

نیز دیکھو رسالہ ریویو بابت مارچ ۱۹۲۲ء ص ۷۸ تا ۸۳)

د: مباحثہ میانی: مطبوعہ ۱۹۲۴ء مطبع وزیر ہند امرتسر کے صفحہ ۵۳ پر مولوی جلال الدین احمدی سیکھوانی کے الفاظ یوں درج ہیں:

فقہ اکبر مطبوعہ مصر اڈیشن اول صفحہ ۱۰۰ پر حدیث لکھی ہوئی ہے

و یقتدی به لیظهر متا بعته لنبینا ﷺ کما اشار الی هذا المعنی ﷺ لو کان عیسی حیاً لما وسعه ا لا اتباعی .

یعنی مسیح موعود، مہدی کی اقتداء کریں گے تا یہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسی زندہ ہوتا تو اسے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔

اقول:

۱۔ واضح ہو کہ حدیث کی کسی مسند یا مخرج کتاب میں کوئی ایسی صحیح مرفوع متصل روایت نہیں ہے جس میں الفاظ لو کا ن عیسی حیا لما وسعه ا لا اتباعی ہوں اور نہ کسی صحیح روایت مرفوع متصل میں الفاظ لو کا ن مو سی و عیسی حیین لما وسعهما ا لا اتباعی ہیں جن کتابوں کے نام حکیم خدا بخش صاحب احمدی نے عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۲۶۸ تا ۲۷۰ پر لکھے ہیں وہ کتابیں حدیث کی کتابیں نہیں ہیں اور نہ ان کتابوں میں ان الفاظ کے متعلق حدیث کی کسی کتاب کا حوالہ دیا گیا ہے۔

مجھے مرزا صاحب قادیانی پر تعجب ہوتا ہے کہ حیات وممات مسیح کی بحث کرتے ہوئے اپنے مخالفوں کو کہا کرتے ہیں کہ، کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں کہ عیسی آسمان سے نازل ہوگا (حقیقۃ الوحی۔ص ۴۵ کا حاشیہ) گویا حدیث کے ساتھ، صحیح مرفوع متصل، کی قید لگاتے ہیں اور خود ایسے الفاظ پیش کرتے ہیں جو کسی حدیث صحیح مرفوع متصل سے ثابت نہیں۔

۲۔ مسند احمد شریف جلد ۳ صفحہ ۳۸۷، مشکوۃ المصابیح صفحہ ۳۰، مرقاۃ المفاتیح جلد اول صفحہ ۲۰۶۔۲۰۷، اشعۃ اللمعات جلد اول صفحہ ۱۵۵ اور مظاہر حق جلد اول صفحہ ۸۹ پر ہے

عن جا بر عن النبی ﷺ حین اتا ہ عمر فقا ل انا نسمع احادیث من یهود تعجبنا افتری ان نکتب بعضها فقا ل اتهوّکو ن انتم کما تهو کت الیهود و النصاری لقد جئتکم بها بیضاء نقیة ولو کان مو سی حیا ما وسعه ا لا اتباعی .

یعنی روایت ہے حضرت جابرؓ سے انہوں نے نقل کی حضرت رسول خدا ﷺ سے اس وقت کہ آئے آپ کے پاس حضرت عمرؓ پس کہا تحقیق ہم سنتے ہیں حدیثیں یہود کی اچھی لگتی ہیں ہم کو پس کیا دیکھتے ہو کہ لکھیں بعض ان میں سے۔ پس فرمایا رسول خدا ﷺ نے کیا حیران ہو تم جیسے ہیں یہود اور نصاری۔ تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس شریعت روشن صاف اور اگر موسیٰ زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا،

(اس کو امام بیہقی نے بھی کتاب شعب الایمان میں روایت کیا)۔

۳۔ سنن دارمی صفحہ ٦٢ ، مشکوۃ المصابیح صفحہ ۳۲ ، مرقاۃ المفاتیح جلد اول صفحہ ۲۱۴۔۲۱۵۔ ، اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۱٦۱، اور مظاہر حق جلد اول صفحہ ۹۴ پر ہے:

حضرت جابر سے روایت ہے کہ حضرت عمر بن الخطاب حضرت رسول اکرم ﷺ کے پاس تورات کا ایک نسخہ لے کر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے پس آنحضرت ﷺ چپ رہے حضرت عمرؓ تورات پڑھنے لگے اور رسول خدا ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہوا۔ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے کہا اے عمرؓ رونے والیاں تجھے روویں۔ کیا تو آنحضرت ﷺ کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتا۔ حضرت عمر ؓ نے آنحضرت ﷺ کی طرف دیکھا اور عرض کیا میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے غصے سے اور اللہ کے رسول کے غصے سے۔ راضی ہوئے ہم ساتھ اللہ کے جو رب ہے اور ساتھ اسلام کے جو دین ہے اور ساتھ حضرت محمد ﷺ کے کہ نبی ہے۔ آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جس کے ہاتھ میں (حضرت) محمد کی جان ہے اگر تمہارے واسطے موسی ظاہر ہو جاویں پس تم اس کی پیروی کرنے لگ جاؤ تو گمراہ ہو جاؤ سیدھے راستے سے (ولو کان موسی حیا و ادرك نبوتی لا تبعنی) اور اگر حضرت موسی زندہ ہوتا اور میری نبوت کو پاتا تو ضرور میری اتباع کرتا۔

۴۔ سید بدرالدین محمود عینی کی کتاب عمدہ القاری شرح صحیح بخاری کی جلد ۱۱ کے صفحہ ۵۰۷ پر ہے

اخرج احمد و ابن شيبة و البزاز من حديث جابر ان عمرؓ اتى بكتاب اصابه من بعض اهل الكتاب فقرأ عليه فغضب فقال لقد جئتكم بها بيضاء نقية لا تسألوهم عن شيء فيخبرونكم بحق فتكذبوا به او بباطل

فتصدقوا به و الذی نفسی بیده لو ان موسی کان حیا ما وسعه ا لا ان یتبعنی

۵۔ دلائل النبوت جلد اول صفحہ ۸ اور خصائص الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ پر ہے

عن عمر بن الخطاب قال اتیت النبی ﷺ و معی کتاب اصبته من بعض اهل الکتاب فقال و الذی نفس محمد بیده لو ان موسی کان حیا ما وسعه الا ان یتبعنی

۶۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۴۶ اور ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۶۱ پر ہے

ابو یعلی موصلی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو۔ وہ تم کو کیا خاک ہدایت دیں گے جب کہ وہ خود گمراہ ہو گئے۔ تم یا تو باطل کی تصدیق کرو گے یا سچ کو جھٹلاؤ گے واللہ حال یہ ہے کہ اگر موسی تمہارے درمیان زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کرنے کے سوا کچھ چارہ نہ ہوتا

نوٹ نمبر ۱۔ حدیث کی کتابوں مثلاً مسند احمد، بیہقی، دلائل النبوۃ، ابو یعلی موصلی، ابن ابی شیبہ، بزاز، دارمی اور مشکوۃ، مرقاۃ، اشعۃ اللمعات، مظاہر حق، خصائص الکبری اور عمدۃ القاری میں حدیث شریف کے الفاظ لو کان موسی حیا ما وسعه ا لا اتباعی آئے ہیں۔

نوٹ نمبر ۲: حدیث کی کسی مسند یا مخرج کتاب میں الفاظ لو کان عیسی حیا لما وسعه ا لا اتباعی نہیں آئے۔ بہائی عالم اور مرزائی مولوی نے تحقیق سے کام نہیں لیا۔

نوٹ نمبر ۳۔ جن کتابوں میں الفاظ لو کان موسی و عیسی حیین لما وسعهما ا لا اتباعی آئے ہیں ان کتابوں میں حدیث کی مسند کتابوں کا حوالہ نہیں دیا گیا اس لئے ہم ان الفاظ کو صحیح نہیں مان سکتے

نوٹ نمبر ۴: الیواقیت و الجواهر فی بیان عقاید الاکابر طبع میمنیہ مصر جلد دوم صفحہ ۱۹۔۲۰ پر لکھا ہے:

و قال فی الباب العاشر من الفتوحات فی قوله ﷺ انا سید ولد آدم و لا فخر انما کان ﷺ سیدولد آدم لان جمیع الانبیاء نوّاب له ﷺ من لدن آدم الی آخر الرسل و هو عیسی کما ابان عن ذالك حدیث لو کان موسی و عیسی حیین ما وسعهما الا اتباعی و صدق رسول الله ﷺ فی ذلك فانه لو کان موجوداً بجسمه من لدن آدم الی زمان وجوده لکان جمیع بنی آدم تحت شریعته حسّاً و لهذا لم یبعث نبی الی الناس عامة الا و هو خاصةً فجمیع شرائع الانبیاء هی بالحقیقة شرعه ﷺ۔

حکیم خدا بخش احمدی کی خیانت ملاحظہ ہو آپ نے اپنی کتاب عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۲۶۹ پر یہ عبارت درج کرتے ہوئے شروع کے الفاظ و قال فی الباب العاشر من الفتوحات نقل نہیں کئے تاکہ پول نہ کھل جائے اب ہم دیکھتے ہیں کہ فتوحات مکیہ کے باب ۱۰ جلد اول صفحہ ۱۳۵ پر شیخ اکبر محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ یوں لکھتے ہیں

اعلم ایدك الله انه قد ورد فی الخبر ان النبی ﷺ قال انا سید ولد آدم و لا فخر و فی صحیح مسلم انا سید الناس یوم القیامة فثبت له السیادة و الشرف علی ابناء جنسه ... فکانت الانبیاء فی العالم نوّابه ﷺ من آدم الی آخر الرسل و هو عیسی علیه السلام و قد ابان ﷺ عن هذا المقام بامور منها قوله ﷺ و الله لو کان موسی حیا ما وسعه الا ان یتبعنی و قوله فی نزول عیسی ابن مریم فی آخر الزمان انه یؤمنا ای یحکم فینا بسنة نبینا ﷺ و یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و لو کان محمد بعث فی زمان آدم لکانت الانبیاء و جمیع الناس تحت حکم شریعته الی یوم القیامة حسّاً

اب دیکھئے کہ فتوحات مکیہ کے باب ۱۰ میں حدیث شریف کے الفاظ یوں آئے ہیں

لو کا ن موسی حیا ما وسعه ا لا ان یتبعنی

اورحدیث کی کتابوں میں بھی یہی الفاظ آئے ہیں کہ

لو کا ن موسی حیا ما وسعه ا لا اتباعی ۔

(اہل حدیث امرتسر۳۱۔اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۱۵ربیع الاول ۱۳۴۷ھ جلد۲۵نمبر۴۳ ص۵۔۷)

....

محمد علی کے ترجمہ قرآن کی نسبت المنار کی رائے

جناب مولانا محمد عثمان فارقلیط دہلوی دفتر جمعیۃ علماء ہند دہلی سے لکھتے ہیں:

کل المنار (مصر) کا تازہ پرچہ ولائتی ڈاک سے موصول ہوا جس میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ترجمۃ القرآن انگریزی پر مدیر المنار نے ایک سائل کے جواب میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور مختصر الفاظ میں اس کی حقیقت ایسی واضح کی ہے کہ جسے پڑھ کر لاہوری احمدی اپنے بلند بانگ مگر بے معنی شوروشر پر ضرور نادم ہوں گے اور انہیں معلوم ہو جائے گا کہ ایک انگریزی دان ہندی کی تفسیر اہل زبان اور عربی ادب وانشاء کے اساطین کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہے۔

ہمیں تفسیر کی صحت وعدم صحت سے فی الحال بحث نہیں ہے بلکہ اس وقت جماعت احمدیہ کے ذمہ دار اراکین کی اس بانگ بے ہنگام کا انکشاف مقصود ہے جو وہ ہندوستان میں انگریزی تفسیر کے متعلق شائع فرماتے رہتے ہیں اور تحسین وآفرین کے نمائشی پھول برسا کر اپنی علالت ذوق اور علمی بے مائیگی کا ثبوت بہم پہنچاتے رہتے ہیں

تفسیر مذکور کی نسبت یہ کہنا کہ اس کو دنیا میں جیسی مرجعیت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ کسی دوسری تفسیر کو آج تک نصیب نہیں ہوئی ہے، انتہاء درجہ کی ناواقفیت اور عدم احتیاط کی غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے جسے

کوئی ہوش منداور بالغ نظر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔اس سے مطلب ہندوستان کے عام مسلمانوں میں اعتبار اور اعتماد پیدا کرنا اور اپنے تقدم وترقی کی جانب تیز پا اقدام اور اپنی نظر فریب خدمات کی تشہیر ہے۔بہر حال ہم المنار کے اس حصہ کا ترجمہ درج ذیل کرتے ہیں تاکہ دیار اسلامیہ میں جو وقعت وعزت اس تفسیر کو حاصل ہے وہ معلوم ہو جائے۔

سوال: مولوی محمد علی ہندی نے جو انگریزی تفسیر لکھ کر شائع کی ہے اس پر اعتماد وعمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس تفسیر کا ترجمہ انگریزی سے ملاوی زبان میں حاجی عثمان جوکروامینوٹو نے کیا ہے جس کی وجہ سے علماء جاوہ میں سخت نزاع پیدا ہو گیا ہے اور اکثر علماء نے اس تفسیر پر نہایت مدلل اور معقول اعتراض کئے ہیں لیکن جاوی قرآن کے مترجم حاجی عثمان کہتے ہیں کہ مجھے اس تفسیر میں کوئی غلطی معلوم نہیں ہوتی۔پس آپ کا فرض ہے کہ اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کریں

جواب: یہ بات مشہور ہے کہ مولوی محمد علی جو اس تفسیر کے مصنف ہیں قادیانی عقائد کے مبلغ ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ تفسیر مذکور میں بعض آیات میں مضحکہ خیز معنوی تحریف کی گئی ہے۔وہ آیات جن کا تعلق حضرت مسیح علیہ السلام سے ہے یا وہ آیات جن کو زبردستی مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیح موعود پر چسپاں کیا گیا ہے، ہمارے دعوی کا کھلا ثبوت ہیں۔انہی وجوہات کی بنا پر جامع ازھر کے شیوخ اور بیروت کے مفتی نے اس انگریزی ترجمہ کی مصر اور شام میں داخلہ کی ممانعت کر دی ہے تا کہ لوگ تحریف وتسویل سے گمراہ نہ ہوں اور ان کے سلفی عقاید پر زد نہ پڑے۔قادیانی بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ وہ مسیح الدجال کے حق میں وحی اور رسالت کے مجوز ہیں ان کو قرآن کریم کی معنوی تحریف میں وہ ملکہ حاصل ہے جن کے مقابلہ میں باطنی عقاید کے پیرو اور فارس کے زندیق کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔انکے نزدیک سورہ فاتحہ میں استمرار وحی الی آخر الزمان منجملہ نکات ومعارف قرآن سے ہے۔قادیانی مدعی کے فاسد عقاید اور جاہلانہ غلط نویسی کی تردید ہم نے اس کی زندگی میں بھی کی ہے اور اس کی موت کے بعد بھی ہم اس امر سے غافل نہیں ہیں اور انشاء اللہ ہم باطل کا مقابلہ حق وانصاف کے ساتھ تا مقدور کرتے رہیں گے۔

میری تحقیق میں اس ترجمہ پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ فہم کا کوئی خاکہ اور عمل وسعی کا کوئی نقشہ اس کج اور ناہموار سطح پر تیار ہوسکتا ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ تفسیر غیر اقوام میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بہت مفید ہے، سوحقیقت میں یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو مطالب قرآن پر عبور نہ ہو اور نہ وہ لغت عرب اور اسالیب قرآن پر کوئی ادنی سی بھی واقفیت رکھتا ہو۔ سلف کی تفسیر سے واقف انسان کبھی اس لغو گوئی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔ (المنار۔ صفر ۱۳۴۷ھ ص ۲۸ مطبوعہ مصر)

مندرجہ بالا تحریر کسی حاشیہ کی محتاج نہیں اور نہ اپنے اظہار و بیان میں کسی اضافہ کی حاجت مند۔ امید ہے کہ مولانا محمد علی اسے پڑھ کر اپنی، لاثانی تفسیر۔ پر نظر ثانی کی تکلیف ضرور گوارا فرمائیں گے ورنہ ان کی یہ حرکتیں مسلمانوں کی روحانی اذیت کا موجب بنی رہیں گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ ستمبر ۱۹۲۸ء ۔ج ۲۵ نمبر ۴۴ ص ۱۰۔۱۱)

....

قادیانی کو اختیار کن فیکون بلکہ احیا اور افنا

معزز معاصر زمین دار کی طرف سے ادائے قرضہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: معاصر زمین دار لاہور نے کسی پرچہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے دو دعوی لکھے تھے:

۱۔ مجھے کن فیکون کے اختیارات ملے ہیں ۔۲۔ میں سب انبیاء سے افضل ہوں۔

اس پر قادیانی پریس زمین دار پر ٹوٹ پڑا کہ تم ایسے ہو، ویسے ہو۔ جھوٹ کہتے ہو۔ مفتری ہو۔ چند شیریں

کلمات کا نمونہ درج ذیل ہے۔ اخبار فاروق قادیان لکھتا ہے

رئیس الاشرار زمین دار کا سگ دیوانہ

۲۲۔ اگست ۱۹۲۸ء کے زمین دار کو ایک دوست نے مجھے دکھا کر کہا کہ اس کی مزخرفات کو دیکھو جو اس نے اپنے ناظرین کے ناشتہ کے لئے تو دہ سرگیں کی طرح زمیندار کے کھیت کے ایک کنارے جمع کیا ہے۔

میں نے جب اس کو پڑھا تو معلوم ہوا کہ یہ ایک کیڑا ہے جو لاہور کی تنگ و تاریک گلیوں کی عفونت سے پیدا ہوا اور زمین دار کی بدرو میں گر کر رینگنے لگا ہے۔ اس برساتی کیڑے کی کچلیوں نے طبعًا وہی زہر اگلا ہے جو اس قسم کے حشرات الارض کی فطرت کے اندر موجود ہوتا ہے۔

تعجب ہے کہ اس سنڈاس کے کرم کو جو گندگی سے باہر نکلتے ہی مر جاتا ہے جس کی فرحت و آسائش وہ ڈھیر ہی میں مقدر ہے کیوں اس ڈھیر سے باہر نکلنے کی تمنا ہوتی ہے۔

حیرت پر حیرت ہے کہ جس کا آقائے نامدار حرص و آز کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہو جس کا حضرت مولانا (ظفر علی) خاک ذلت وادبار میں ہزاروں سرتوں اور نامرادیوں کو سینہ میں لے کر اپنی سفلی زندگی کے دن گزار رہا ہو، اس کے نمک خوار کو دوسروں سے دست و گریبان ہونا کیسے سوجھتا ہے۔

اور تعجب پر تعجب آتا ہے کہ ہار کھایا ہوا تباہ حال نامراد بزدل دہقان کیوں آئے دن پاکھنڈ مچاتا اور اپنی ہنسی کراتا ہے اور کیوں غصہ اور جوش میں آکر کاغذی گھوڑے کی ٹاپ سے اپنے فاتح حریف کو روندتا اور سرکنڈے کے تیروں سے ہیجڑے کی بہادری....کا ثبوت دیتا اور اس پر ناز کرتا ہے۔

ہنوز باقی۔ (اخبار فاروق ۲۷۔ اگست ۱۹۲۸ء)۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: سچ تو یہ ہے کہ ان کلمات لذیدہ پر اہل حدیث کو رشک ہے۔ کیوں:

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

معاصر زمین دار لاہور نے لکھا تھا

۱۔مرزا صاحب نے محض اپنی نبوت کی داغ بیل ڈالنے کے لئے بعض اولوالعزم انبیاء کا مضحکہ اڑایا ہے۔

۲۔اپنی شان رسول اللہ ﷺ کی شان سے بڑھا کر دکھانا چاہتے ہیں۔مثال کے طور پر آپ (مرزا قادیانی) کا یہ ادعا پیش کر دینا کافی ہوگا کہ خدا نے مجھے کن فیکو ن کے اختیارات دے دئے ۔

قادیان کا الفضل اس پر خفگی کے لہجہ میں دو کالم لکھ کر کہتا ہے :

اڈیٹر صاحب زمین دار نے اس عبارت میں تین خوفناک جھوٹ بولے ہیں

اول:حضرت مسیح موعود کا دعوی تھا کہ خدا نے مجھے کن فیکو ن کے اختیارات دے دئے۔

دوم۔حضرت مسیح موعود اپنی شان رسول اللہ ﷺ بڑھا کر دکھانا چاہتے تھے۔

سوم۔مرزا صاحب نے محض اپنی نبوت کی داغ بیل ڈالنے کیلئے بعض اولوالعزم انبیاء کا مضحکہ اڑایا ہے۔

ہم (احمدی) زمین دار کو چیلنج کرتے ہیں کہ وہ ان باتوں کا ثبوت دے۔ورنہ آئندہ کے لئے اس قسم کی دروغ بافیوں ے اجتناب کرے۔حضرت مسیح موعود نے کہیں نہیں فرمایا کہ خدا نے مجھے کن فیکو ن کے اختیارات دے دئے ۔(الفضل قادیان ۱۷۔اگست ۱۹۲۸ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

زمین میں اس کا جواب ہماری نظر سے نہیں گذرا تو خیال آیا کہ بوجہ تعلق معاصرانہ اور بوجہ وحدت اسلامیہ اہل حدیث ہی زمین دار کی طرف سے یہ قرض ادا کر دے تو دوگنا ثواب ہے۔ایک ذمہ دار برادر کی حمایت،دوم قرض خواہ ظالم کی منہ بندی۔اور اصل بات بھی یہ ہے کہ اہل حدیث اسی لائق ہے کہ یہ دونوں کام کرے

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے
بلا یہ کو ن لے گا جان پر لیں گے تو ہم لیں گے

پس سنئے !کن فیکو ن کے اختیار والا الہام مرزا صاحب قادیانی کو ۲۰ فروری ۱۹۰۵ء کو ہوا تھا جس

روز پیپرمنٹ کا الہام ہوا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں

انما امر ك اذا ار دت شيئاً ان تقو ل له كن فيكو ن.

(ریویو آف ریلی جنز مارچ ۱۹۰۵ء)

(یعنی اے مرزا تیرا اختیار یہ ہے کہ جب تو کسی کام کو ہو جا کہے، تو ہو جاتا ہے)

اس الہام پر مخالفوں کی طرف سے جب اعتراض ہوئے کہ مرزا صاحب نے خدائی کا دعوی کر دیا تو آپ ان معترضین پر خفا ہوئے اور اس خفگی میں آپ نے اس الہام کے معنی کی ایسی عمدہ تشریح فرمائی جس سے مضمون بالکل صاف ہو گیا۔ اور آئندہ کو شبہات سب دور ہو گئے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

افسوس بعض نادانوں نے عبودیت کے ساتھ اس تعلق کو جو ربوبیت کے ساتھ ہے جس سے ظلی طور پر صفات الہیہ بندہ میں پیدا ہوتی ہیں نہ سمجھ کر میری اس وحی من اللہ پر اعتراض کیا کہ

انما امرك اذا اردت شيئاً ان تقو ل له كن فيكو ن .

یعنی تیری یہ بات ہے کہ جب تو ایک بات کو کہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے، یہ خدا تعالی کا کلام ہے جو میرے پر نازل ہوا یہ میری طرف سے نہیں ہے۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم۔ص ۹۵)

اس تشریح سے دو امر ثابت ہوئے۔ ایک یہ کہ اس الہام کے مخاطب خاص مرزا صاحب قادیانی ہیں، نہ کہ اللہ جل شانہ۔

دوم اس الہام کے معنی میں حقیقی اختیار مراد نہیں بلکہ ظلی مراد ہے۔

یاد رہے کہ مرزا صاحب کی نبوت بھی ظلی ہے۔ یعنی نبوت محمدیہ کا ظل آپ پر پڑا ہے، اس لئے آپ ظلی نبی ہیں۔ اور ظلی نبی ہونے کا نتیجہ یہ ہے کہ آپ کا منکر بھی اصل نبیوں کے منکر کی طرح کافر ہے۔

اس سے ہماری مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب کے نزدیک ظلی کا درجہ اصل درجہ سے کم نہیں۔ پس جس طرح مرزا صاحب ظلی نبی ہیں، اسی طرح آپ مالک مختار کن فیکون بھی ظلی ہیں جو ان کی اصطلاح میں اصل کے برابر ہے۔

علاوہ اس کے زمین دار کا دعوی صرف اتنا تھا کہ مرزا نے کن فیکون کا اختیار اپنے لئے ظاہر کیا تھا۔ ظلی ہو یا اصلی

اس کا اسنے ذکر نہیں کیا پس زمین دار کا دعوی ثابت ہوا۔

مزید تشریح مرزا صاحب کی اورعبارت سے بھی ہوتی ہے۔آپ خطبہ الہامیہ میں ایک بہت بڑا دعوی کرتے ہیں جس کے متعلق آپ کے اصل الفاظ عربی اور اردو یہ ہیں:

و اعطیت صفة ا لا فناء و ا لا حیاء من الر ب الفعّا ل

(مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے)(ص ۲۳)

بس یہ ہے (بقول الفضل) زمین دار کا پہلا دعوی جو مرزا صاحب قادیانی کے صاف صاف الفاظ سے ثابت ہے۔،دوسرا دعوی مرزا کی افضلیت کا ہے۔خطبہ الہامیہ میں ہے :ان قـد مـی هـذه عـلـی منارة ختم علیها کل رفعة (یہ میرا قدم ایک ایسے منارہ پر ہے اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے)(ص ۳۵)۔

ظاہر ہے کہ یہ منارہ اینٹوں اور چونہ کا مراد نہیں کیونکہ مرزا صاحب قادیانی دہلی میں قطب کی لاٹ پر نہ رہتے تھے بلکہ آپ کی روحانی بلندی ہے چنانچہ آپ کا ایک شعر ہے جو درثمین سے نقل کیا جاتا ہے:

آنچہ داده ست ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بتمام

یعنی اورنبیوں کو جو معرفت الہیہ کی ایک ایک پیالی ملی ان سب کا مجموعہ بڑا پیالہ مجھ کو ملا ہے۔

مزید ثبوت یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا الہام ہے

لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك

اے مرزا تو اگر نہ ہوتا تو میں (خدا) آسمان پیدا نہ کرتا۔

اس کی مزید تشریح مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام سے ہوتی ہے

اتا نی ما لم یؤ ت ا حداً من العا لمین (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۰۷) ۔

(خدا نے مجھے وہ چیز دی ہے جو جہان کے لوگوں میں سے کسی کو نہیں دی)۔

گویا یہ شعر آپ کے حق میں ہے

حسن یوسف دم عیسی ید بیضاداری
آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

تیسرا دعوی تو بالکل مشہور ہے کہ مرزا صاحب قادیانی حضرت عیسی کے حق میں ادھار کھائے بیٹھے تھے۔ یسوع کا نام لے کر لکھا کہ :

آپ کی تین دادیاں اور تین نانیاں بدکار تھیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم)۔

جب اعتراض ہوا کہ یہ ایک رسول کی ہتک ہے، تو آپ نے اس کا جواب دیا کہ میں نے یسوع کو کہا ہے، یسوع قرآن مجید میں کوئی نبی نہیں۔

مگر خدا کی شان خدا نے مرزا صاحب کے اس جواب کی قلعی اتروانے کو ان کے قلم پر تصرف کیا تو مرزا صاحب قادیانی نے لکھ مارا : حضرت عیسی علیہ السلام شراب پیتے تھے (کشتی نوح)

اس عبارت کی کوئی تاویل نہیں ہوسکتی کیونکہ اس میں تین لفظ لکھے ہیں حضرت، عیسی، علیہ السلام۔ ان تینوں کا صدق اس اولوالعزم رسول پر ہوتا ہے جس کی شان میں ارشاد ہے و جیھاً فی الدنیا و الآخرة ومن المقربین۔

احمدی دوستو! بتاؤ اور ایمان سے سچ بتاؤ کہ مرزا غلام احمد صاحب کے ان حوالوں میں سے کسی حوالہ میں تم کو شک ہے۔

آہ! تم لوگ اہل حدیث کے ہوتے ہوئے اصلیت نہیں چھپا سکتے۔ سنئے اہل حدیث جناب مرزا صاحب قادیانی کا ایک آنریری (مفت کا) مبلغ ہے۔ کلمات مرزا کے اصل معنی میں تبلیغ اور اشاعت کرتا ہے۔

آخر میں سنو، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

الحمد اللہ ہمارے ایک مقروض برادر (زمین دار) کا قرضہ ادا ہوا ورنہ خطرہ تھا کہ قادیانی بنیئے سال ہا سال تک سود

درسود مانگتے رہتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ستمبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۹ربیع الاول ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵نمبر ۴۵ ص ۱۔۳)

....

خنازیر زندہ ہیں، بلکہ غراتے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہا کرتے تھے کہ میں مسیح موعود بحکم حدیث شریف خنزیروں کو قتل کرنے آیا ہوں۔اور خنازیر سے پادری لوگ مراد بتاتے تھے۔اور بتاتے تھے کہ مسیح موعود کے سانس سے خنزیر مرنے کا جوذکر ہےاس سے مراد یہ ہے کہ میرے مضامین سے پادری لوگ مردہ ہوجائیں گے۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ (بقول مرزا قادیانی) خنزیرابھی مرے نہیں بلکہ غراتے ہیں جس کی تفصیل یہ ہے:

۱۰۔اگست ۱۹۲۸ء کے عیسائی اخبار نور افشاں لاہور میں پادری عبدالحق نے مرزائیوں کو عجیب دلیری سے چیلنج کیا ہے کہ ہمارے ساتھ باقاعدہ مباحثہ کرلو۔لکھا ہے کہ :

آپ جس مسیحی عقیدہ کو کمزور سمجھیں اور جس پر گفتگو کر کے بآسانی کامیابی حاصل کر لینا ممکن سمجھیں اسی کو چن لیں اس میں ہم مدعی ہوں گے اور آپ معترض۔

اسی طرح ہمیں بھی یہ حق حاصل ہوگا کہ قادیانی مسلمات میں سے جس کو چاہیں بحث کے لئے منتخب کریں۔اور ہماری پوزیشن بعینہ وہی ہوگی جو آپ کی۔۲۔دعوی اوراس کے دلائل فریقین اپنی مسلمہ کتب سماویہ سے پیش کریں گےاس کے علاوہ معقول دلائل تائیدی رنگ میں بیان کرسکیں گے۔

(نورافشاں۔۱۰۔ اگست ۱۹۲۸ءص۵)۔

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں۔آج (۸ستمبر) تک اس چیلنج کی منظوری یا تردید قادیانی اخباروں میں نہیں دیکھی۔دیکھئے کیا جواب دیتے ہیں۔

ہم اپنی ناچیز خدمت پیش کرتے ہیں کہ مباحثہ اگر امرتسر میں تو ہم دونوں فریقوں کی خدمت کریں گے۔
پادری عبدالحق کی دلیری پر ہمیں جس قدر حیرت ہے، قادیانیوں کی خاموشی پر اس سے زیادہ حیرت ہے۔
خموشی معنیء دارد کہ در گفتن نمے آید ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ستمبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۵ ص ۳۔۴)

....

شکار اور شکاری

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی بحیثیت مسیح موعود عیسائیوں کو عموماً اور پادریوں کو خصوصاً اپنا شکار کہا کرتے تھے ان کا دعوی تھا کہ میں انہی کے قتل کرنے کو آیا ہوں ۔اسی بنا پر اہل حدیث امرتسر ۳۔اگست ۱۹۲۸ء میں لکھا گیا تھا کہ مرزا قادیانی نے دعوی کیا تھا کہ میں عیسائیت کا ستون توڑنے آیا ہوں ۔اگر نہ توڑوں تو میں جھوٹا۔ حالانکہ ہندوستان اور پنجاب میں عیسائیت دگنی ترقی کر رہی ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی بقول خود اپنے دعوی میں جھوٹے ہوئے۔

اس کا جواب مرزائی امت کی لاہوری پارٹی کے آرگن اخبار پیغام صلح نے دیا تھا جس کا جواب عیسائی اخبار نور افشان نے دیا ہے۔ہم ناظرین کی معلومات کے لئے دونوں نقل کرتے ہیں تا کہ معلوم کرسکیں کہ مرزا جن شکاروں کو مارنے آئے تھے وہ ابھی مرے نہیں بلکہ شکاری کو گھورتے ہیں۔

پیغام صلح میں لکھا ہے:

حضرت مسیح موعود کا کام

۳۔اگست ۱۹۲۸ء کے اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے ہمارے اس مضمون کا جواب دینے کی کوشش کی ہے جو اسلام اور احمدیت کے عنوان سے پیغام صلح کی متعدد اشاعتوں میں درج ہو چکا ہے۔سب سے بڑا اعتراض مولوی ثناء اللہ کا یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود کے وجود سے عیسائیت کا قلع قمع اور مسلمانوں کی اصلاح ہونے کے بجائے الٹا عیسائیت ترقی کر رہی ہے اور مسلمان گر رہے ہیں۔

ہم اس کا جواب متعدد مرتبہ دے چکے ہیں کہ کسی مامور کے سپرد جو کام کیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اس کی زندگی ہی میں پورا ہو جائے بلکہ مامور کے آنے کا منشاء صرف ایسی جماعت تیار کرنا ہوتا ہے جو اس کام کو متحد کوشش کے ساتھ سرانجام دے۔خود آنحضرت ﷺ کو دیکھئے دنیا جہان کی طرف آپ نبی ہو کر آئے لیکن آپ کی زندگی میں عرب کے سوا باقی ممالک اسلام کے نور سے منور نہیں ہوئے۔آپ کی وفات کے بعد صحابہ کی کوششوں سے اور مساعی جمیلہ نے اس نور کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔حضرت مسیح موعود بھی اپنے پیچھے ایک جماعت تیار کر کے چھوڑ گئے جو آپ کے بتائے ہوئے اصولوں سے کام لے کر دنیا میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے اور خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہے۔

مولوی ثناء اللہ کو عیسائیت کی جو ترقی نظر آ رہی ہے وہ محض چند روزہ سراب کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جہاں تک اصل عیسوی معتقدات کا تعلق ہے محقق عیسائی ان سے کنارہ کش ہو چکے ہیں اور کلیسائے انگلستان سے ایسی آوازیں آئے دن پیدا ہوتی ہیں جن میں کفارہ اور الوہیت مسیح کی علانیہ تردید ہوتی ہے۔یہ لہر دنیا میں پھیلتی جاتی ہے اور دجالیت دنیا میں ہر جگہ نمک کی طرح پگھل رہی ہے اور اس کی جگہ اسلام دنیائے مسیحیت میں پھیلتا جا رہا ہے جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک کھلا نشان ہے یہ ایک دن کا کام نہیں ایک سال کا کام نہیں بلکہ سالہا سال کا کام ہے اور خدا نے

چاہا تو وہ دن آنے والا ہے جب مسیحیت کی بجائے اسلام دنیا پر غالب ہوگا۔

(پیغام صلح لاہور ۔۱۰۔اگست ۱۹۲۸ء)

اخبار نور افشاں لاہور لکھتا ہے:

کاسر الصلیب کی مبرہن ناکامی: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

احمدیوں نے کیا جواب دیا؟

اخبار اہل حدیث کے جواب میں اخبار پیغام صلح ۱۰۔اگست بعنوان حضرت مسیح موعود کا کام لکھتا ہے:

ہم اس کا جواب متعدد مرتبہ دے چکے ہیں کہ کسی مامور کے سپرد جو کام کیا جاتا ہے ضروری نہیں کہ وہ اس کی زندگی ہی میں پورا ہو جائے بلکہ مامور کے آنے کا منشاء صرف ایسی جماعت تیار کرنا ہوتا ہے جو اس کام کو متحد کوشش کے ساتھ سرانجام دے۔ خود آنحضرت ﷺ کو دیکھئے دنیا جہان کی طرف آپ نبی ہو کر آئے لیکن آپ کی زندگی میں عرب کے سوا باقی ممالک اسلام کے نور سے منور نہیں ہوئے آپ کی وفات کے بعد صحابہ کی کوششوں سے اور مساعی جمیلہ نے اس نور کو دنیا کے کناروں تک پہنچایا۔ حضرت مسیح موعود بھی اپنے پیچھے ایک جماعت تیار کر کے چھوڑ گئے جو آپ کے بتائے ہوئے اصولوں سے کام لے کر دنیا میں تبلیغ اسلام کا کام کر رہی ہے اور خدا کے فضل سے نہایت کامیابی کے ساتھ کر رہی ہے۔

ہم اس کے جواب میں یہ کہتے ہیں کہ اگرچہ آپ نے لاکھ مرتبہ بھی اس کا جواب دیا ہو مگر آپ کا جواب سرے ہی سے غلط ہے۔ اگر آپ مرزا صاحب کے دعوی پر ایک سرسری نگاہ بھی ڈال لیتے تو ایسا بے معنی اور غلط جواب نہ دیتے۔ مرزا صاحب کا یہ دعوی ہرگز نہیں ہے کہ عیسی پرستی کے ستون کو میری امت توڑے گی اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلائے گی بلکہ ان کا دعوی یہ ہے کہ:

میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت

غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں ۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں ۔،

اب فرمائیے کہ ان فقرات میں امت کا ذکر کہاں ہے؟ یہاں تو مرزا یہ دعوی کر رہے ہیں کہ :
یہ کام (عیسی پرستی کے ستون کو توڑنا اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلانا) میری زندگی ہی میں انجام پذیر ہوگا اگر نہ ہوا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں

چونکہ یہ کام ان کی زندگی میں ہرگز ہرگز پورا نہیں ہوا جس کے معترف آپ خود بھی ہیں اس لئے اب آپ ہی خدا لگتی کہیں اور ساتھ ہی سب احمدی بھی مل کر شہادت دیں کہ آیا وہ اپنے قول کے مطابق جھوٹے ہیں یا نہیں؟ ہم نے شہادت دے دی کہ واقعی وہ اپنے دعوی میں جھوٹے نکلے اب آپ بھی شہادت دے دیں ۔ یہاں آپ کی من مانی تاویلوں سے کام نہیں چلے گا ہم تو مرزا صاحب کے الفاظ ہی کو دیکھیں گے اور ان کے مطابق فیصلہ کریں گے فیصلہ یہی ہے کہ مرزا اپنے اس قسم کے تمام دعووں میں جھوٹے نکلے

پھر آپ کس عبارت سے اور سجا کھوں کو اندھا بنانے کی غرض سے لکھتے ہیں:
مولوی ثناء اللہ صاحب کو عیسائیت کی جو ترقی (ترقی کا ثبوت تو آپ کے اخبار اور آپ ہی کی تحریر سے دیا گیا تھا اب اس کو آپ مولوی ثناء اللہ صاحب سے کس منطق کی رو سے منسوب کرتے ہیں؟) نظر آ رہی ہے وہ محض چند روزہ سراب کی حیثیت رکھتی ہے کیونکہ جہاں تک اصل عیسوی معتقدات کا تعلق ہے محقق عیسائی ان سے کنارہ کش ہو چکے ہیں اور کلیسائے انگلستان سے ایسی آوازیں آئے دن پیدا ہوتی ہیں جن میں کفارہ اور الوہیت مسیح کی علانیہ تردید ہوتی ہے ۔ یہ لہر دنیا میں پھیلتی جاتی ہے اور دجالیت دنیا میں ہر جگہ نمک کی طرح پگھل رہی ہے اور اس کی جگہ اسلام دنیائے مسیحیت میں پھیلتا جا رہا ہے جو حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک کھلا نشان ہے یہ ایک دن کا کام نہیں ایک سال کا کام نہیں بلکہ سالہا سال کا کام ہے اور خدا نے چاہا تو وہ دن آنے والا ہے جب مسیحیت کی بجائے اسلام دنیا پر غالب

ہوگا۔

ہم اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے اس امر کا کہیں بھی دعوی نہیں کیا کہ میری موجودگی اور میرے مرنے کے بعد جو ترقی مسیحیت کی ہوگی وہ محض چندروزہ سراب کی سی ہوگی۔ جب کہ آپ اس بات کے خود مقر ہیں کہ مسیحیت کی ترقی (آپ کے قول کے مطابق سراب ہی سہی) ہو رہی ہے تو پھر اس میں آپ تنزل کس منطقی قاعدے سے ثابت کر سکتے ہیں؟ کیا ترقی کو کبھی تنزل کہا جا سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ پس صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی اور ان کا بھیجنے والا اللہ دونوں مسیحیت کی ترقی روکنے کے بارے میں شکست فاش کھا گئے اور ناکام نکلے بلکہ (بقول مولانا ثناءاللہ امرتسری) چاروں شانے چت گر گئے۔ بولو مسیح یسوع ناصری کی جے۔ پھر آپ کا یہ فرمانا کہ :

جہاں تک اصل عیسوی معتقدات کا تعلق ہے محقق عیسائی ان سے کنارہ کش ہو چکے ہیں اور کلیسائے انگلستان سے ایسی آوازیں آئے دن پیدا ہوتی ہیں جن میں کفارہ اور الوہیت مسیح کی علانیہ تردید ہوتی ہے۔ یہ لہر دنیا میں پھیلتی جاتی ہے۔

محض ایک طفلانہ تسلی ہے یا عالم بیداری کا خواب یا محض ایک تاویل رکیکہ و بعیدہ کیونکہ تمام دنیا جانتی ہے کہ کلیسائے انگلستان آج تک کفارہ اور الوہیت مسیح کی علانیہ مقر ہے آپ یورپ کے دہریوں کے اقوال مسیحیوں کے گلے نہ منڈھا کریں اور نیز آپ ان مسلم رپورٹوں پر بھی ہرگز اعتبار نہ کر لیا کریں جو انگلستان یا برلن سے موصول ہوا کرتی ہیں۔ یہ تو صرف ہندوستان کے مسلمانوں کو سبز باغ دکھا کر چندہ بٹورنے اور خود عیش و عشرت کرنے کے حیلے ہیں۔ مسلم اور آریہ اور مسیحی اخبارات میں اس پر کافی سے زیادہ روشنی ڈالی جا چکی ہے۔ انگلستانی اور برلنی مبلغان اسلام ہی نے سارا بھانڈا پھوڑ دیا ہے اور بالکل صاف طور سے بتا دیا ہے کہ انگلستان اور برلن میں احمدیوں کی طرف سے کوئی کام نہیں ہو رہا ہے صرف دھوکہ ہی دھوکہ ہے۔ یہ تصویر انگلستان و برلن میں اسلام یا احمدیت کے پھیلنے کی ہے برعکس اس کے مسیحیت ہر ملک ہر جزیرہ میں اور ہر ایک جگہ روز بروز اپنا محکم قدم جماتی چلی جاتی ہے (عیاں راچہ بیاں) حتی کہ ایک وقت آ جائے گا کہ تمام دنیا میں صرف

اسی کا جھنڈا لہرائے گا۔ (نور افشاں لاہور ۱۴ستمبر ۱۹۲۸ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ، مرزا کی زبان حال سے لکھتے ہیں:

سنو جی! میں بحیثیت مسیح موعود تم دونوں (قائلوں اور منکروں) کو سچ کہتا ہوں میرے دعوی اور کلام میں کسی تاویل کی ضرورت نہیں نہ میں کسی اپنے پیرو کو تاویل کی اجازت دیتا ہوں۔ میرے الفاظ صاف ہیں۔ پس تم دونوں فریق کان کول کر سنو اور کوئی فریق محض میری خاطر تاویل یا تحریف نہ کرے میں خدا کے پاس ایسی تاویلوں اور تحریفوں سے بے زار ہونگا۔ پس سنو!

میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ وہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے۔ اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا (یسوع مسیح) نظر نہ آوے دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ (الحکم ادیان ۱۷جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰ کالم ۴۔)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ستمبر ۱۹۲۸ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ ص ۵۔۷)

....

خلیفہ قادیانی کی غلط بیانیاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳جولائی ۱۹۲۸ء میں ہم نے اس عنوان کے تحت بتایا تھا کہ خلیفہ قادیان نے چار غلط بیانیاں کی ہیں وہ غلط بیانیاں کچھ معمولی نہیں بلکہ خدا پر، انبیاء پر افتراء ہیں۔ مثلاً

۱۔ حضرت نوح نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا میرا بیٹا بچ رہے گا، مگر وہ پوری نہ ہوئی۔

۲۔ حضرت موسی نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا کہ تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے مگر داخل نہ ہوئے۔

۳۔ رسول کریم کو بھی آسمان سے خبر ملی تھی کہ مسیلمہ کذاب آپ کی زندگی میں فنا ہو جائے گا، مگر وہ فنا نہ ہوا ۔

۴۔قیصر وکسری کےخزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر بھی آسمان ہی سے ملی تھی مگر وہ کنجیاں آپ کی زندگی میں نہ ملیں۔(الفضل قادیان ۱۹جون ۱۹۲۸ء)۔

ان الزامات کے جواب میں الفضل قادیان میں مضمون نکلا جس کا جواب اہل حدیث مورخہ ۱۰۔ اگست میں دیا گیا۔اس پر الفضل پھر بولا۔ناظرین جانتے ہوں گے کہ جھوٹ کو سچ کر دکھانے کی کوشش کرنا تو قادیانی مشن کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مرزا صاحب ساری عمر اپنی تردید سنتے رہے بدیہی سے بدیہی اعتراضات آپ پر ہوئے مگر وہ خاموش نہ ہوئے اس لئے ہم اپنا آخری جواب محفوظ رکھتے ہیں اور الفضل کو کہتے ہیں کہ وہ خلیفہ کو کہے کہ وہ اگر کسی منصف کا تقرر مانتا ہے تو یہ اقرار شائع کرے کہ اگر میری بیان کردہ چاروں باتیں منصف نے غلط قرار دے دیں تو میں اقرار کرونگا کہ میں نے خدا اور رسول پر افتراء کیا۔اس کے بعد ہم تقرر منصف پر گفتگو کرینگے اور اپنا جواب الجواب لکھ کر مطبوعہ پرچے منصفوں کے پاس بھیج دیں گے ان شاء اللہ ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۲۸ء۔۱۸ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ ص ۷)

....

مسیح کی آمد ثانی اور مرزا قادیانی

جناب منشی محمد حسین صابری عقب کوتوالی بریلی سے لکھتے ہیں:

جب سے جناب مرزا صاحب قادیانی نے خروج کیا ہے اور مسئلہ ختم نبوت کے متعلق قرآن پاک میں اور حدیث شریف میں من مانی تاویل بلکہ تحریف کرنا شروع کی ہے تب سے مرزائی مولویوں کے ہاتھوں سے عجیب عجیب حرکات سرزد ہو رہی ہیں بلکہ بعض وقت تو ان کے ہاتھ سے ایسی ایسی تحریریں نکل جاتی ہیں کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے۔آج ناظرین کو منشی عمر الدین جالندھری مرزائی کی ایک تحریر سے (سارے مضمون کا جواب الفضل کے چھوٹے برادر پیغام صلح میں فوراً نکل گیا اس لئے اس پر توجہ کی ضرورت نہیں۔ثناء اللہ) جوانہوں نے اخبار الفضل میں شائع

کرائی ہے ایک لطیفہ اخذ کر کے سناتا ہوں آپ مسلمانوں کی موجودہ حالت میں بارگاہ رسالت میں فریاد کرنے کا ذکر کر کے لکھتے ہیں :

اس فریاد کو سن کر حضرت نبی اکرم ﷺ کے فیض سے درجہ کمال کو پانے والا تو کوئی ایسا نہیں جو اس بیڑے کو بحیثیت وارث محمد ﷺ پار کر کے اپنے روحانی باپ رسول اللہ ﷺ کی عزت کو قائم کر دے مگر اس وقت ایک خدا کا نبی جو بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کو اکٹھا کرنے کے لئے بھیجا گیا تھا وہ آئے گا اور وہی اپنے کمال ذاتی سے امت محمدیہ کی پریشان حال فریاد کناں بھیڑوں کو بھیڑیوں سے بچائے گا اگرچہ وہ اپنے اس احسان کو نہ جتلائے لیکن دجال زبان حال سے کہہ اٹھے گا کہ اے مسلمانو! الحق فی آل عیسی دیکھو تمہیں جس نے بچایا وہ عیسی ہی ہے۔ آج نور احمد تمہارے لئے چارہ گر نہ ہوا نہ وہ علماء تمہارے کام آئے جن کے متعلق تم اپنے نبی کی فضیلت جتانے کے لئے کہا کرتے تھے کہ امت محمدیہ کے علماء ہی بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں اور نہ تمہارے اولیاء عظام ہی تمہارے کام آئے۔ اگر کام آیا تو خدا کا خداوند یسوع مسیح ہی کام آیا۔

مگر احمدیہ جماعت جو ظاہرین علی الحق ہے صاف کہہ دے گی کہ الحق فی آل محمد، آل محمد ہی حق پر ہے وہ کسی ایسے شخص کے فیضان کے محتاج نہیں جو فیضان محمدی سے پرورش پانے والا نہیں۔ ایک مسیح ناصری کیا، محمد رسول اللہ ﷺ وہ کامل نبی ہے جس کے فیضان سے لاکھوں مسیح پیدا ہوئے اور ہوتے رہیں گے (ان لاکھوں میں سے آپ کتنوں کو مانتے ہیں۔ ثناءاللہ) جس کا زمانہ شاہد ہے۔

(الفضل ۲۵ ستمبر ۱۹۲۸ء ص ۷)

کیسا مزیدار لطیفہ ہے کہ حضرت عیسی کے آجانے پر بھی منشی عمر الدین جیسے پکے مرزائی ان کو نہیں مانیں گے بلکہ مقابلہ پر سینہ ٹھونکینگے۔ معلوم ہوتا ہے کہ علم و عقل سے اس وقت بھی کچھ کام نہ کیا جائے گا۔ مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کا تو بنیادی مسئلہ ہی یہ ہے کہ حضرت عیسی فوت ہو گئے تو پھر جب وہ آسمان سے آجائیں گے تو مقابلہ کے نکلنے والا کوئی شرم دار احمدی تو ہو نہیں سکتا۔ البتہ تنخواہ دار مرزائی مولوی صاحبان اس وقت بھی تنخواہوں کے مارے چاہے شور مچاتے پھریں کہ الحق فی آل محمد، مگر پھر ان تنخواہ داروں کی

کون سنے گا۔

اصل یہ ہے کہ حضرت عیسی جب دوبارہ آئیں گے تو مرزائیوں کے آقاؤں (انگریزوں) کی قوم (عیسائی) دجال کے منہ سے بھی اگر کہیں نکل گیا کہ الحق فی آل عیسی تو خود حضرت عیسی ہی ان کو منہ توڑ دے دیں گے کہ نہیں الحق فی آل محمد۔ چنانچہ احادیث میں اس کا قرینہ موجود ہے جہاں لکھا ہے کہ حضرت عیسی سے حضرت امام مہدی کہیں گے کہ آپ نماز کی امامت کرایئے۔ حضرت عیسی جواب دیں گے کہ نہیں آپ ہی آپس میں ایک دوسرے کے سردار ہو اور یہ بزرگی، سرداری کی خدا نے اسی امت کو دی ہے گویا صاف اقرار کریں گے کہ الحق فی آل محمد۔

منشی عمر الدین نے مذکورہ بالا تحریر میں آگے چل کر فرمایا ہے کہ یہ مضمون میں نے ارادۃً نہیں لکھا بلکہ زندہ نبی کی صحبت میں میری قلم سے نکل گیا اور فرماتے ہیں کہ: مجھے دنیا کا دکھ منظور ہے پر محمد رسول اللہ ﷺ پر مسیح کا احسان منظور نہیں۔

ہاں صاحب محبت ہو تو ایسی ہی ہو۔ مگر اس بے جا محبت کا نتیجہ آپ کے حق میں یہ ہوا ہے کہ آپ اپنے محبوب سے بھی مخالفت کرنے لگ گئے اس لئے ایسی محبت سے خدا ہر مومن کو بچائے۔ ہماری تو دعا یہ ہے کہ دنیا میں چاہے کچھ بھی ہوتا پھرے پر محمد رسول اللہ ﷺ کی ہم سے بھول کر بھی مخالفت نہ ہو۔ آمین ثم آمین

لیکن آپ تسلی رکھئے کیونکہ حضرت عیسی دوبارہ آکر آنحضرت ﷺ کے اتباع کا دم بھریں گے اس لئے ان کا احسان کچھ نہ ہوگا بلکہ ان کا اس حیثیت سے آنا تمام دنیا کی عیسائی قوموں کے لئے ہدایت کا باعث ہو جائے گا اور عیسائی خود بخود خیال کریں گے کہ دیکھو جس کو ہم اپنا خداوند بنائے بیٹھے تھے وہ تو محمد ﷺ کا متبع ہے۔ برعکس اس کے موضع قادیان کا ایک غیر معلوم شخص لاکھ دفعہ آپ کی غلامی کا دوی کرے تو عیسائیوں پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ زیادہ سے زیادہ ان کی توجہ ہوئی تو یہ کہیں گے کہ:

ایک بے وقوف محمدی مسیح، (حقیقۃ الوحی تتمہ ص۷۳) (فا فهم و لا تعجل)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل فرقہ وارانہ ماوشما کثرت سے مروج ہے مثلاً قادیانی کوئی کام کرتے ہیں تو اپنی شیخی

بھگارتے ہیں۔ لاہوری مرزائی کچھ کرتے ہیں تو اپنی پتنگ اڑاتے ہیں۔ ان لوگوں نے اسی طرح انبیاء کرام کو سمجھا ہے کہ محمدی کارگذاری الگ ہے تو عیسائی خدمات الگ۔ عیسائی فخر کریں گے تو ہم یوں کہیں گے۔ ان لوگوں کو خبر نہیں کہ حضرات انبیاء کرام کے نفس تمہاری طرح موٹے نہیں ہوتے ان کو تو حکم ہے

لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصر نه .

ارشاد خداوندی ہے:

اے رسولو! تمہاری موجودگی میں کوئی اور رسول آجائے تو تم اس کو مان کر اس کے ہمراہ ہو جانا۔ ،

ایسے ماوشما کے خیالات ان تنگ دلوں کے ہیں جو اپنی کاروائی دکھا کر چندے جمع کر کے پیٹ پالتے ہیں حضرات انبیاء کرام سب ایک جماعت ہیں۔ فرمان نبوی غور سے پڑھو الا نبیاء اخوة علاتية ... الحدیث

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ ص ۷۔۸)

قادیان سے قادیانی مذہب کے خلاف اخبار

قادیان سے اخبار پیغام حق نکلنا شروع ہوا ہے اس کی نسبت مرزائیوں نے مشہور کیا تھا کہ یہ اخبار احمدی ہے اس کے جواب میں اخبار کے بانیوں کی طرف سے اعلان ہوا ہے کہ یہ اخبار مرزا قادیانی کے دعاوی کی تردید کے لئے جاری کیا گیا ہے۔

پیغام حق ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء

(ہفت روزہ اہل حدیث ۹ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۲ ص ۱۱)

آریوں اور مرزائیوں کا مباحثہ

اس ہفتہ امرتسر میں آریوں اور قادیانیوں کا مباحثہ ہوا مباحثہ ویداور قرآن پر تھا مگر احمدی مباحث نے بطور شہادت مرزا صاحب کے کمالات کا ذکر کرتے ہوئے پنڈت لیکھ رام کو مرزا صاحب کی پیش گوئی کا نشانہ بتایا۔ اس کے جواب میں آریہ مناظر نے کہا تمہارے مرزا صاحب ایسے ہی سچے الہامی تھے تو انکی دعا اور الہام کے موافق مولوی ثناء اللہ جو اسی شہر میں رہتے ہیں نہیں مرے حالانکہ مرزا

صاحب بیس سال ہوئے مر گئے۔ اس کے جواب میں احمدی مناظر نے کہا مباحثہ قرآن اور وید پر ہے مرزا صاحب کا ذکر کیوں لاتے ہو ۔ آریہ مناظر نے کہا تم نے خود ذکر کیا

یہ ہے احمدیت کا اصلی قلعہ جو ریت کی دیوار سے بھی زیادہ کمزور ہے باقی مباحثہ میں وہی گفتگو تھی جو ہوا کرتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۹ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۵ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۲ ص ۱۱)

....

مباحثہ مرزائیاں

موضع ماڑی بوچیاں ضلع گورداسپور میں بحث ہوئی جس کی تفصیل یہ ہے کہ موضع مذکور میں کچھ عرصہ سے فتح محمد خان نمبر دار مرزائی ہو گیا اور ذی اثر ہونے کی وجہ سے اپنا اثر اپنے ہم نشینوں پر مخفی طور پر ڈالتا تھا۔ کبھی کبھی اپنے دیوان خانہ ہی میں قادیانی علماء کو بلا کر وعظ بھی کرواتا۔ چندروز کہ میاں محمود خلیفہ قادیانی بھی ظاہری زیبائش کے ساتھ بڑے کروفر سے موٹر پر سوا ہو کر معہ چند ہمراہیوں کے شکار کھیلنے کے بہانے سے اپنا اثر لوگوں پر ڈالنے کے لئے نمبر دار مذکور کے مکان پر آ ٹھہرے (نمبرداران کی تعریف اور آمد کا نقارہ جا بجا پھیرتا تھا) شام کو خلیفہ واپس چلا گیا۔

خدائے تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے مولوی محمد امین امرتسری کو دوسرے روز ہمارے گاؤں بھیج دیا انہوں نے شام کو وعظ کیا جس میں حضرت مریم کی پاک دامنی قرآن شریف سے بیان کی، اور بتایا کہ مرزا صاحب کی کتابوں (کشتی نوح، ایام الصلح وغیرہ) میں اس کے خلاف تحریر ہے۔ اس پر نمبر دار صاحب بول اٹھے کہ آپ کا حوالہ درست نہیں ہم سے مناظرہ کر لیجئے۔ مولوی صاحب نے مناظرہ منظور کیا مورخہ ۷ نومبر ۱۹۲۸ء کو ۱۲ بجے سے ۲ بجے تک مناظرہ کیا جاوے جو وقت پر نہ پہنچے وہ جھوٹا ہو گا۔ آخر قادیانی علماء ۷ نومبر کو ۲ بجے پہنچے بموجب شرائط نامہ چونکہ وہ جھوٹے تھے اس لئے اسلامی مناظر نے کہا پہلے آپ اپنے جھوٹے ہونے کا اقرار

کیجئے۔ خاموش ہوئے لوگوں نے کہا جھوٹے ہوئے۔ پھر دو گھنٹے وقت شیخ یعقوب علی تراب اور دوسرے لوگوں کے کہنے سے دیا گیا۔

اسلامی مناظر نے اپنا دعوی کشتی نوح صفحہ ۱۶ سے ثبوت دیا کہ :

بوجہ حمل کے نکاح کرلیا گولوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم تورات عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا..الخ۔

اس حمل کی تشریح ایام الصلح صفحہ ۶۵ سے بیان کی گئی:

افاغنہ مثل یہود فرقے میان نسبت و نکاح نہ کردہ دختران از ملاقات ومخالطت بامنسوب خود مضائقت نہ گیرند کا ختلاط مریم صدیقہ بامنسوب خودش یوسف وبمعیت وے خارج بیت گردش نمودن شہادۃ حقہ برایں رسم است

(یعنی افغان یہودیوں کی مانند نکاح اور منگنی میں فرق نہیں کرتے یکساں جانتے ہیں لڑکیوں کو جن سے ان کی منگنی ہوتی ہے ملاقات اور مخالطت (مجامعت) سے پرہیز نہیں کرتے جیسا کہ مریم صدیقہ جس (یسف) سے ان کی منگنی ہوئی تھی منگنی کی حالت میں اس (یوسف) سے گھر سے باہر جاکر چکر لگایا کرتی اور مجامعت بھی نعوذ باللہ)

اس کو مفصل بیان کیا کہ مرزا صاحب قادیانی کی ان عبارتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ مریم صدیقہ کو حمل یوسف کا بحالت منگنی ہو گیا تھا۔

اس کی تردید میں مواہب الرحمٰن کا حوالہ (خلق عیسی من غراب بالقدرة المجردة) پیش کیا جس کو دعوی سے کوئی تعلق نہیں۔ پھر دعوی کا اعادہ کیا گیا۔ مزید توضیح کے لئے تین دادیاں، (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷) اسلامی مناظر نے پڑھنا شروع کیا تو جھٹ مولوی ظہور حسین صدر احمدیاں بول اٹھے کہ اسلامی مناظر موضوع سے باہر جارہا ہے اور شور ڈالنا شروع کیا۔

اسلامی مناظر نے کہا میں موضوع کے اندر ہوں اس کی تشریح سناتا ہوں۔ بھلا سنے کون؟ وہ تو پہلے ہی وقت گذار کر آئے تھے کہ ہم سے یہ پیالہ ٹل جائے۔ اب ان کو بھاگنے کا بہانہ مل گیا۔ اسلامی صدر نے روکا بھی آخر کار لوگوں نے کہا ہم سمجھ گئے مرزائی جھوٹے ہیں۔ لاجواب ہو گئے ہیں۔ مسلمانوں نے اللہ اکبر کہا۔

اسلامی نمایاں فتح ہوئی مذہب عقائد درست ہوئے ہمارے لئے مولوی محمد امین نے سد سکندری کا کام دیا۔ جزا هم الله۔

دستخط حاضرین جلسہ۔ چراغ دین ولد مودے شاہ سکرٹری انجمن اسلامیہ ماڑی۔ منصب داد خان سفید پوش۔ نبی بخش۔ دولو خان۔ نعمت خان۔ سردار خان۔ دولت خان۔ دولے خان۔ فتح محمد، غلام ولد فوجا۔ برکت علی۔ مہندے خان۔ چراغ خان۔ سلطان خان۔ غلام احمد حصہ داران جوہڑ علی بخش، دئیوہا قاضی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۴ ص ۶)

....

شیر پنجاب اور قادیان

شیر پنجاب کے لقب پر قادیانی اخبار الفضل لکھتا ہے اور کیا خوب لکھتا ہے :

پنجاب میں شیر پنجاب کا خطاب عرصہ سے متنازعہ فیہ چلا آرہا ہے جس پر کبھی ہندو قبضہ جما کر لالہ لاجپت رائے کو واحد مستحق قرار دیتے ہیں کبھی مسلمانوں میں سے مولوی ثناءاللہ صاحب اس کے مدعی نظر آتے ہیں اور کبھی سکھ اس پر اپنا دیرینہ حق جتاتے ہیں۔ ان کا ایک اخبار بھی اسی نام سے شائع ہوتا ہے۔ لیکن اس وقت ان میں سے کسی نے اتنی جرأت نہ دکھائی تھی کہ اپنے، نام کے شیر، کو، حقیقی شیر، کی شکل وصورت میں تبدیل کردیں اس کی چار ٹانگیں بنالیں اور پیچھے دم بھی لگادیں۔

(الفضل قادیان ۱۳ نومبر ۱۹۲۸ء ص ۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

خاکسار کی نسبت جو مدعی نے لکھا ہے یہ تو قادیانی الہام کی طرح غلط ہے۔ البتہ جب سے قادیانی شکار کو مارا ہے لوگ شیر پنجاب کہنے لگ گئے۔ خیر زبان خلق کو نقارہ خدا لوگ کہتے ہیں۔

رہا اس لقب میں تنازعہ ہونا، سو یہ بھی غلط۔ آج ہم دیکھتے ہیں ایک لفظ (خان بہادر، رائے بہادر وغیرہ)

سے بیسیوں اشخاص ملقب ہوتے ہیں حتی کہ مسیح اور مہدی کے ملقب بھی بہت ہیں۔ ہاں دم اور چار ٹانگیں لگانے کی بابت ہم کیا کہیں جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ پنجاب میں ایسے لوگ بھی گذرے ہیں جو کہتے تھے کہ میں مہدی ہوں مسیح ہوں شیر ہوں ہوں الا اننی اسد و انك ثعلب (کرامات الصادقین۔ص۵۴) انہوں نے چار ٹانگیں اور دم نہ لگوائیں، حالانکہ وہ مریدوں کے چندے سے چاندی سونے کی دم اور ٹانگیں بھی لگوا سکتے تھے آج کوئی شیر پنجاب دم اور چار پیر نہ لگائے تو کیا اعتراض۔ احمدیو!

ایں گناہیست کہ درشہر شمانیز کنند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۴ ص ۴)

....

بہاء اللہ ایرانی کا دعوی نبوت

مرزائیوں اور بہائیوں کا مشترکہ شوروغل

جناب منشی محمد حسین صاحب صابری بریلی سے لکھتے ہیں:

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری مرزائی نے اخبار الفضل مورخہ ۹ نومبر ۱۹۲۸ء میں ایک مضمون بعنوان، بانی بہائیت اور دعوے نبوت، لکھا ہے آپ ہمیشہ تصویر کا ایک رخ جو اپنے مفید مطلب ہو دکھایا کرتے ہیں، جناب مرزا صاحب کی طرح کیا مجال کہ مخالف کی اصلی بات صحیح صحیح بتادیں۔

حضرت مولانا اڈیٹر اہل حدیث نے اخبار کی گذشتہ جلد میں ایک سلسلہ مضمون شروع کیا تھا جو مشترک طور پر ایرانی اور قادیانی مدعیان مسیحیت کے مذاہب کی تنقید تھی۔

اسی سلسلہ میں شیخ بہاء اللہ کی ایک تحریر کا ترجمہ کرتے ہوئے بہاء اللہ نبی لکھ دیا تھا جو اس مقام کے لئے نہایت موزوں تھا اس پر بہائی رسالہ، کوکب ہند، دہلی کے اڈیٹر صاحب خفا ہو گئے۔ اور بلا سوچے سمجھے لکھ

گئے کہ ہمارے پیشوا (بہاء اللہ) نبی نہیں تھے۔ اور نہ ہم اہل بہاء انہیں نبی مانتے ہیں۔

اس کو دیکھ کر ایک مضمون میں نے لکھا کہ جس میں مدعی (بہاء اللہ) کے فرزند اعظم عبدالبہا عباس آفندی کی خاص تحریر سے ثابت کر دیا کہ خود اہل بہاء کا سب سے بڑا بزرگ ہی بہاء اللہ کو نہ صرف نبی صاحب شریعت تسلیم کرتا ہے بلکہ لفظ نبی کو بھی ان کی طرف منسوب کرتا ہے تو پھر کسی اور بہائی کا کیا حق ہے کہ لفظ نبی سے انکار کرے چنانچہ اس تحریر کو دیکھ کر بہائی رسالہ مذکور آج تک خاموش ہے اور یقین ہے کہ اس حوالہ کی تردید کرنے کی کبھی اسے جرأت نہ ہوگی۔

یہ تو اصل واقعہ تھا مگر مرزائی مولوی مذکور نے اپنی ملازمت کے فرائض ادا کرنے کے لئے بجائے اس کے کہ اڈیٹر کوکب ہند سے مطالبہ کرتے کہ وہ اہل حدیث کی صریح دلیل کی یا تو تردید کرے یا اپنی غلطی کا اعتراف کر کے ایمان داری کا ثبوت دے الٹا اہل حدیث کے منہ آنے لگے اور بہت خوشی میں بغلیں بجانے لگے کہ:

> ہم نے بارہا (اہل حدیث کو) سمجھایا کہ بہائی لٹریچر میں اس بات کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں کہ وہ (بہاء اللہ) نبوت کے مدعی تھے ...افسوس آپ (اہل حدیث) نے احمدی محققین کی تحقیق سے بھی فائدہ نہ اٹھایا۔ (الفضل مذکور۔ص ۹)

احمدی کیسے محقق ہیں؟ اس کو سارا ملک جانتا ہے کہ تصویر کا اپنے مفید مطلب رخ دکھایا کرتے ہیں۔

اور پھر اڈیٹر صاحب اہل حدیث جس قدر ان محققین سے واقف ہیں اور کون ہوسکتا ہے۔ لیکن اصل بات تو یہ ہے کہ اگر کوئی مرزائی کہے کہ، بہائی لٹریچر میں بہاء اللہ کے دعوی نبوت کا قطعاً ثبوت نہیں، تو وہ کسی طرح قابل یقین نہیں ہوسکتا،

اول اس لئے کہ مرزائی صاحبان کے دل میں چونکہ بہائیت کی طرف سے رقابت کا رنج ہے اس لئے اس کے متعلق ان کی کوئی بات قابل یقین نہیں ہوگی۔

دوم اس لئے کہ جب یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ بہاء اللہ مقام نبوت ہی کے مدعی تھے تو مرزا صاحب آنجہانی کا دعوی خود بخود دپا در ہوا ہو جاتا ہے تو بھلا کوئی مرزائی بہاء اللہ کے مقام نبوت کے ادعا کا کیونکر اقرار کرسکتا ہے اور پھر

سوم اس لئے بھی کہ مرزائی صاحبان ہمیشہ سے انکار کر رہے ہیں کہ ہمارے پاس ، بہائی کتب ،موجود نہیں تو پھر وہ کس منہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ فلاں بات کا بہائی لٹریچر میں قطعاً ثبوت نہیں ۔

چنانچہ انہی وجوہات سے اہل حدیث نے مرزائیوں کے شوروغل کی پرواہ نہ کی اور اپنی تحقیق پر ثابت قدم رہا تا آنکہ جناب عبدالبہاء کی صریح تحریر پیش کر کے اہل بہاء کے ساتھ اہل قادیان پر بھی حجت پوری کردی

اب میں یہ بتاتا ہوں کہ جناب بہاء اللہ نے کیا دعوی کیا ان کی کتب مجموعہ الواحات ، کتاب الشیخ وغیرہ دیکھ کر صاف پتہ چلتا ہے کہ اگر چہ اپنے نام کے ساتھ بہاء اللہ نے لفظ نبی نہیں لکھا

(جناب بہاء اللہ کی تحریرات میں گو اپنے نام کے ساتھ انہوں نے لفظ نبی نہیں لکھا تاہم اپنے لئے کہیں مقام نبوت سے کبھی انکار نہیں کیا صاحب الفرائد جو ایک بہائی عالم ہیں انہوں نے بے شک اپنی کتاب میں بہاء اللہ کے متعلق اس لفظ سے انکار کیا ہے جسے اڈیٹر کوکب ہند نے اتنی ترقی دی کہ وہ مقام نبوت سے بھی منکر ہو گئے مگر ہمیں کیا فکر ہے ہمارے ساتھ بہائیوں کا سب سے بڑا پیشوا عبدالبہاء عباس آفندی متفق ہے ۔منہ)

تاہم آپ کو وہ گذشتہ نبیوں ہی کے زمرے میں شمار کرتے تھے چنانچہ ایک جگہ لکھا ہے

اگر یہی (تجدید دین) میرا جرم ہے تو اس میں حضرت محمد رسول اللہ نے مجھ سے پہلے سبقت کی ہے اور ان سے پہلے روح اللہ نے اور ان سے پہلے کلیم اللہ نے اور اگر اعلاء کلمۃ اللہ اور اظہار امر الٰہی میرا گناہ ہے تو میں سب سے اول گنہگار رہوں اس گناہ کو آسمانوں اور زمینوں کی بادشاہت سے بھی نہیں بھول سکتا ۔(ترجمہ از کتاب الشیخ ۔ص ۳۹)

ظاہر ہے کہ یہ دعوی صریحاً صاحب شریعت نبی ہونے کا ہے چنانچہ اسی وجہ سے جناب عبدالبہاء عباس آفندی نے جو اہل بہا کے نزدیک مہبط الہام الٰہی ،مفسر و مبین کتاب اقدس ہیں ایک سوال کے جواب میں کہ ،انبیاء کی کتنی قسمیں ہیں ،یوں جواب دیا ہے :

انبیاء دو قسم کے ہیں ایک بالاستقلال ومتبوع دوسرے غیر مستقل اور تابع ۔انبیاء مستقلہ صاحب شریعت اور دور جدید کے موسس ہوتے ہیں ان کے ظہور سے دنیا ایک نیا چولہ بدلتی ہے اور ایک نئے دین کی بنیاد پڑتی ہے اور ایک نئی کتاب نازل ہوتی ہے ....دوسری قسم کے نبی تابع اور مروج

ہیں کیونکہ فرع ہیں مستقل نہیں۔.... مظاہر نبوت کلیہ جو بالاستقلال اس دنیا میں ظاہر ہوئے ان میں سے حضرت ابراہیم، حضرت موسی، حضرت مسیح، حضرت محمد، حضرت اعلی (یعنی باب) اور حضرت جمال مبارک (یعنی بہاءاللہ) ہیں۔ (ترجمہ مفاوضات عبدالبہاء۔ ص ۱۱۴۔ کوکب ہند جلد ۳ نمبر ۱۵ ص ۲)

ایسی صاف اور واضح عبارتوں کے ہوتے ہوئے کسی مرزائی کا خوشی سے بغلیں بجانا کہ بہاءاللہ کا دعوی نبوت نہ تھا یا کسی بہائی کا انکار کرنا کہ بہائی لٹریچر میں جناب بہاءاللہ کو نبی نہیں کہا گیا، کیا حقیقت رکھتا ہے۔ اور اہل حدیث کو اس کی کیا پرواہ ہے۔

واقعہ یہ ہے کہ اہل حدیث ان دونوں مذاہب (مرزائی اور بہائی) کے درمیان ایک بحیثیت ایک جج کے کام کر رہا تھا اور نہایت انصاف کے ساتھ غیر جانبدارانہ نظر سے اصل حقیقت کو نہ صرف مذکورہ بالا دونوں مذاہب کے سامنے بلکہ تمام ملک کے آگے پیش کر رہا تھا کہ وکلاء بہائیہ نے کوتہ اندیشی سے شور مچا دیا جو خود ان کے حق میں بھی مضر ہوا، اور جس سے اہلحدیث کی تحقیق میں ذرہ فرق نہیں آیا اسی لئے اہل حدیث نے لکھ دیا کہ جاؤ اگر تم خود ہی بہاءاللہ کو نبوت ورسالت سے کوئی بلند مرتبہ دینا چاہتے ہو تو دیتے پھر کسی کو کیا ضرورت کہ تمہارے معاملہ میں پڑے۔ یہ تھی اصلیت جسے مرزائی مولوی نے اپنے مطلب کے مطابق بنا کر ظاہر کیا۔

اب میں ناظرین کو مرزائی مولوی صاحب کی صریح ایمان داری کا نمونہ دکھاتا ہوں آپ بہائیوں کی کتاب الفرائد کی عبارت کا ایک فقرہ لکھتے ہیں اول تو اس کا سیاق وسباق درج نہیں اور جو کچھ لکھا ہے اس کے ترجمہ میں بھی اپنے دین وایمان کا پورا ثبوت دیتے ہیں لکھتے ہیں:

مقام او مقام نیانت وخلافت وامامت نیست بل ظہور کل الہی است ۔ (ص ۲۸۲)

ان (بہاءاللہ) کا مقام خلافت امامت یا نبوت کا مقام نہیں بلکہ وہ تو اللہ تعالی کے ظہور کلی کے مقام پر ہیں یعنی پورے طور پر خدا ہیں۔ الفضل مذکور

ناظرین غور فرماویں کہ ترجمے ج میں الفاظ، نبوت، اور، پورے طور پر خدا، اصل عبارت کے کون سے لفظ کا ترجمہ ہے۔

یہ ہے مرزائیوں کی تحقیق کا ادنی نمونہ جو انہیں اپنے نبی صاحب سے ورثہ میں ملا ہے جس کے ذریعہ

سے وہ تمام دنیا پر فتح حاصل کیا کرتے ہیں۔افسوس صد افسوس

میں دعوی سے کہتا ہوں اور تمام مرزائیوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ صاحب الفرائد نے بہاء اللہ کے متعلق صرف لفظ نبی سے انکار کیا ہے مقام نبوت سے ہرگز انکار نہیں کیا اگر کسی مرزائی میں طاقت ہے تو وہ میرے مقابلہ پر نکل کر مجھ سے ثبوت لے لے ۔

مدیر اہل حدیث لکھتے ہیں: اس مسئلہ کا فیصلہ ایک طرح سے بالکل آسان ہے ہمارے قابل نامہ نگار صابری صاحب تو جو معلومات پیش کریں گے وہ تو بروقت ضرور مفید ہوں گی ہم ایک اصولی بات پیش کرتے ہیں جس سے نبوت بہاء اللہ پر کافی روشنی پڑ سکتی ہے وہ یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ کتاب اقدس وغیرہ میں بارہا خدا کی طرف سے بصیغہ قل اپنا مخاطب ہونا ظاہر کرتا ہے اور قل صیغہ مخاطب بتا رہا ہے کہ متکلم خدا ہے اور مخاطب بہاء اللہ۔ یہ متکلم اور مخاطب کی نسبت خدا اور رسول میں ہوتی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۹ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۴ ص ۴۔۶)

....

دجال کا گدھا قادیان میں

اور بڑی شان وشوکت سے اس کا استقبال

جناب مرزا غلام احمد قادیانی ایک عجیب دل ودماغ کے بزرگ تھے۔آپ جو بات منہ سے نکالتے یا قلم سے لکھتے تھے اس کو منوانے کی از حد کوشش فرماتے تھے بلکہ کئی ایک سادہ لوحوں سے منوا بھی لیتے تھے۔آپ نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اعتراضات کی بھر مار ہوئی کہ مسیح موعود کے وقت دجال ہوگا جو بہت بڑے گدھے پر سوار ہوا کرے گا، وہ کون ہے اس کے جواب میں مرزا صاحب نے نہایت صفائی سے فرمایا،

میاں یہ سوال تو کچھ مشکل نہیں۔دجال پادری لوگ ہیں اور خر دجال ریل ہے جو بہت لمبی ہے (ازالہ اوہام)

اس پر کسی ظریف طبع شاعر کو کیا سوجھی جو ایک شعر کہہ دیا :

یہ کیسا ہے خرِ دجال کہ عیسی بعز و شاں
بصد منت بصد خواہش کرایہ دے کے چڑھتا ہے

آج ہم خوش خبری سنتے ہیں کہ یہ دجال کا گدھا جو آج تک مسیح موعود کو اٹھائے پھرتا تھا یہاں تک کہ موصوف کی نعش مبارک کو لاہور سے بٹالہ تک بھی یہی (خردجال) لے گیا اور ظالم نے بڑی بے وفائی سے بٹالہ کے اسٹیشن پر ممدوح کو اتار پھینکا تھا۔آج وہی گدھا قادیان میں بھی جا پہنچا جس کی خوشی میں قادیان کی انجمن نے شیرینی بانٹی اور صاحبزادگان مع حوارییں اس کی زیارت کرنے کو طویلہ خر (اسٹیشن) تک گئے چنانچہ اس خر دجال کے دخول قادیان اور اسکی زیارت اور تقسیم شیرینی کی کیفیت الفضل قادیان بڑی خوشی سے لکھتا ہے :

ہفتہ زیر رپورٹ اس وجہ سے قادیان کی تاریخ میں یادگار رہے گا کہ ۱۴ نومبر ریل کی پٹڑی قادیان کی حد تک پہنچ گئی اس دن سکولوں اور تمام دفاتر میں تعطیل کی گئی اور لوگ جوق در جوق ریلوے لائن دیکھنے کے لئے جاتے رہے....۱۶ نومبر کو ریلوے لائن قادیان کے اسٹیشن تک عین اس وقت پہنچی جب کہ جمعہ کی نماز ہو رہی تھی۔نماز کے بعد مرد عورتیں اور بچے سٹیشن پر جمع ہونے شروع ہوئے اور قریباً دواڑھائی ہزار کا مجمع ہو گیا۔ریلوے کے مزدوروں اور ملازمین کے کام ختم کرنے پر ان میں مٹھائی تقسیم کی گئی جس کا انتظام مقامی چندے سے کیا گیا تھا اور جب گاڑی بٹالہ کی طرف واپس روانہ ہوئی تو اس کے نیچے گولے رکھ کر چلائے گئے۔حضرت میاں بشیر احمد صاحب اور حضرت میاں شریف احمد صاحب (صاحبزادگان مسیح موعود) بذات خود تشریف رکھتے اور بہت دلچسپی لیتے رہے ۔

(الفضل ۱۶۔۲۰ نومبر ۱۹۲۸ء ص ۱)۔

اہل حدیث اپنے ناظرین کی طرف سے جماعت مرزائیہ قادیانیہ کو خر دجال کے دخول اور زیارت پر مبارکباد دیتا ہے

اے ذوق کسی ہم دم دیرینہ کا ملنا
اچھا ہے ملاقات مسیحا و خضر سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۲۸ء مطابق ۱۶ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۵ ص ۳۔۴)

مسیح موعود کی علامت حج ہے

اخبار پیغام صلح (لاہور) میں ایک سوال چھپا ہے سوال کا ملخص یہ ہے کہ

مرزا صاحب قادیانی نے باوجود وسعت اور مال کے فریضہ حج ادا نہ کیا لہذا وہ مسیح موعود نہیں ہو سکتے

مجیب نے مرزا صاحب کی کتاب ایام صلح سے اخذ کر کے جواب دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مرزا صاحب قادیانی بیمار رہتے تھے آپ کی بیماری کی یہ حالت تھی کہ ابھی اچھے ہیں تو گھڑی میں سخت بیمار۔ نیز آپ کو دشمنوں سے قتل جان کا اندیشہ تھا۔ (پیغام صلح ۲۳۔ نومبر ۱۹۲۸ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہم اس عذر کو مانتے ہیں کہ واقعی مرزا صاحب حج کو نہیں جا سکتے تھے بلکہ ہم یہ بھی مانتے ہیں کہ خدا ہی نے ان کو معذور رکھا تھا کیوں؟ تا کہ وہ حسب فرمان نبوی، مسیح موعود، نہ ہو سکیں۔ سنئے ارشاد نبوی ہے

و الذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مر یم من فج الرو حا ء

(صحیح مسلم) یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں قسم ہے اللہ کی ابن مریم فج الروحاء سے حج کا احرام باندھیں گے

فج الروحاء کی بابت شرح نووی میں لکھا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ایک مقام ہے

اس حدیث کے مطابق ہمارا یقین ہے کہ خدا نے ان کو حج سے معذور کر دیا تا کہ دین دار طبقے میں باتباع حدیث ان کی مسیحیت موعودہ کا دعوی غلط ہو۔

ایک بزرگ کی پیش گوئی

ہماری جماعت اہل حدیث کے ایک بزرگ عالم قاضی محمد سلیمان صاحب پٹیالوی نے بھی اسی حدیث سے استنباط کر کے پیش گوئی کر دی تھی کہ مرزا صاحب کو حج نصیب نہ ہوگا۔ (اصل عبارت قاضی صاحب:

میں نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیش گوئی کو سب صاحب یاد رکھیں تائید الاسلام طبع دوم۔ ص ۱۱۶)

کیا احمدی دوست مرزا صاحب کی پیش گوئیوں میں ایسی سچی پیش گوئی دکھا سکتے ہیں جس میں ان کی صنعت وحرفت کو دخل نہ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ نمبر ۶ جلد ۲۶ ص ۴)

....

قادیانی چیلنج منظور

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۲۸ء میں چیلنج دیا گیا کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار آخری فیصلہ کے مضمون پر امرتسر میں بحث کر لیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں..

پہلے مباحثہ میں جو شروط تھیں وہ تو بحال رہیں گی، تقرر منصف بھی بدستور ہوگا ،غرض سب بحال۔

مزید شرط ہماری طرف سے دو ہوں گی۔

۱۔خلیفہ قادیان میاں محمود کے حکم سے یہ مباحثہ ہوگا۔وہ خود کریں یا ان کی اجازت سے کوئی وکیل کرے۔کیونکہ آخری فیصلہ لکھنے والے باپ کے قائم مقام وہی ہیں۔

۲۔انعامی رقم قادیانیوں کی طرف سے پہلے تین سو تھی، اب پانچ سو ہونی چاہیے۔

لدھیانہ کی طرح امرتسر کی مجلس مباحثہ میں بھی پچاس پچاس آدمی شریک ہوں۔ایسے وسیع اور آرام دہ مکان کا انتظام اگر قادیانی نہ کرسکیں تو ہم کر دیں گے۔انشاءاللہ

قادیانیوں! تم اس کام میں لاہوی قادیانی کی تمیز اٹھا کر سب اکھٹے ہو کر مقابلے پر آجاؤ۔سب کام چھوڑ کر

جلدی کرو سر پر رمضان آتا ہے۔ دیر نہ کرو۔ ہاں اتنا یاد رکھو

انـــا صــخـــرة الــوادی اذا مـــا زوحـــمـــت

و اذا نـــطـــقـــت فـــانـــنـــی الـــجـــوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۲۸ء۔ ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ۔ ص ۴۔۵)

....

مرزا صاحب کا پاؤں چار کشتیوں میں

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

کشتی نمبر ۱: مرزا صاحب مدعی رسالت:

جناب میاں بشیر الدین محمود احمد (جو جماعت قادیانیہ کے موجودہ خلیفہ ہیں) اپنی کتاب القول الفصل کے صفحہ ۲۷ پر لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیشگوئی (مسیح کی بشارت ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد) کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے اور آنحضرت ﷺ احمد اور محمد دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی۔ اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اسی کی طرف یہ اشارہ ہے

و مبشرا برسو ل یأ تی من بعدی اسمه ا حمد

مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال، لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا(ازالہ اوہام۔ص۶۷۳)

نوٹ: کتاب ازالہ اوہام ۱۳۰۸ء یعنی ۱۸۹۱ء میں لکھی گئی تھی اس کتاب کے صفحہ۶۷۳ میں جناب مرزا صاحب قادیانی کا حضرت عیسی کی بشارت کو اپنے اوپر چسپاں کرنا اور اپنے آپ کو اس کا مصداق قرار دینا، ثابت کر رہا ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۳۰۸ھ یعنی ۱۸۹۱ء میں کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ۶۷۳ پر رسالت کا دعوی کیا تھا کیونکہ حضرت مسیح نے الفاظ و مبشرا بر سو ل یا تی من بعدی اسمه ا حمد کہہ کر اپنے بعد ایک نبی ورسول کے آنے کی خبر دی تھی۔

لاہوری کشتی نمبر۲

مرزا صاحب کا دعوی نبوت ورسالت سے انکار

ایک لاہوری مرزائی نے لکھا ہے کہ حضرت مرزا صاحب انقطاع نبوت اور مسدودی نبوت پر اپنے ایمان کو بنی؟ کیا ہے اور صاف صاف لکھا ہے کہ حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا بلکہ جو نبوت کا دعوی کرے وہ کافر اور بے دین ہے حضرت مرزا صاحب نے نبوت ورسالت کا دعوی ہرگز نہیں کیا(میر مدثر شاہ پشاوری کی کتاب ختم نبوت۔ص۶۷)

اسی لاہوری مرزائی نے اپنی اسی کتاب کے صفحہ ۶، ۷، ۸، ۹، ۱۰، ۶۷ تا ۸۰ پر جو اقوال جناب مرزا صاحب قادیانی کے ان کی کتابوں سے لکھے ہیں ان کو مختصراً ذیل میں لکھتا ہوں:

۱۔سوال: رسالہ فتح اسلام میں نبوت کا دعوی کیا ہے۔

جواب: نبوت کا دعوی نہیں کیا بلکہ محدثیت کا دعوی ہے جو خدا تعالی کے حکم سے کیا گیا ہے۔(ازالہ اوہام۔ص۴۲۱)

۲۔مسیح کیوں کر آ سکتا تھا وہ رسول تھا اور خاتم النبیین کی دیوار...اس کو آنے سے روکتی ہے، سو اس کا ہم رنگ آ گیا وہ رسول نہیں مگر رسولوں کے مشابہ اور مثل ہے (ازالہ اوہام۔ص۵۲۲)

۳۔حسب تصریح قرآن کریم رسول اس کو کہتے ہیں جس نے احکام وعقائد دین جبریل کے ذریعے سے حاصل

کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تو تیرہ سو برس سے مہر لگ گئی ہے (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۴)

۴۔ ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ اگر خدا تعالی صادق الوعد ہے تو جو آیت خاتم النبیین میں وعدہ دیا گیا ہے اور جو حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کیلئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۵۷۸)

۵۔ لست بنبی و لکن محد ث الله و کلیم الله لا جدد دین المصطفی۔

(ترجمہ: میں نبی نہیں ہوں بلکہ اللہ کی طرف سے محدث ہوں اور کلیم اللہ ہوں تا کہ دین مصطفیٰ کی تجدید دین کروں (آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۴۹)

٦: مجھے دعوی نبوت وخروج از امت اور نہ میں منکر معجزات اور ملائکہ اور لیلۃ القدر سے انکاری ہوں اور آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور یقین کامل سے جانتا ہوں اور اس بات پر محکم ایمان رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کے بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے میں ایک ہوں (نشان آسمانی۔ص ۲۹)

۷۔ اور ان لوگوں نے مجھ پر افتراء کیا ہے جو یہ کہتے ہیں کہ یہ شخص نبی ہونے کا دعوی کرتا ہے

(حمامۃ البشریٰ۔ص ۸)

۸۔ میرا نبوت کا کوئی دعوی نہیں یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوی کرے وہ نبی بھی ہو جائے میں تو محمدی اور کامل طور پر اللہ اور رسول کا متبع ہوں اور ان نشانوں کا نام معجزہ رکھنا نہیں چاہتا بلکہ ہمارے مذہب کی رو سے ان نشانوں کا نام کرامت ہے جو اللہ و رسول کی پیروی سے دیئے جاتے ہیں۔(جنگ مقدس۔ص ٦۷)

۹۔ افتراء کے طور پر ہم پر یہ تہمت لگاتے ہیں کہ ہم نے نبوت کا دعوی کیا ہے۔

(کتاب البریہ۔ص ۱۸۲ کا حاشیہ)

۱۰۔اور قرآن کی رو سے آنحضرتﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا ممنوع ہے (ایام الصلح۔ص ۱۶۴)

۱۱۔(مولوی غلام دستگیر) پر واضح رہے کہ ہم (مرزا) نبوت کے مدعی پر لعنت بھیجتے ہیں اور لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے قائل ہیں اور آنحضرتﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ وحی ولایت جوزیر سایہ نبوت محمدیہ اور باتباع آنجنابﷺ اولیاء اللہ کوملتی ہے اس کے قائل ہیں...غرض جب کہ نبوت کا دعوی اس طرف بھی نہیں صرف ولایت اور مجددیت کا دعوی ہے۔(مجموعہ اشتہارات۔حصہ۳۔ص ۲۲۳)

ناظرین!ان سب حوالہ جات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب دعوی نبوت کو غلط اور اپنے حق میں بہتان کہتے ہیں۔

قادیانی کشتی نمبر۳

مرزا،نبوت ورسالت کے مدعی

مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفہ قادیان لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نبی تھے۔(حقیقۃ النبوت۔ص ۲۰۵)۔

اوراس پر دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے خود اپنے آپ کو نبی کے لفظ سے پکارا ہے اگر آپ نبی نہ ہوتے تو کیوں اپنے آپ کو نبی اور رسول کر کے پکارتے (حقیقۃ النبوت۔ص ۲۰۹)

۱۔صریح طور نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۵۰)

۲۔نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۹۱)

۳۔میں مسیح موعود ہوں اور وہی ہوں جس کا نام سرور انبیاء نے نبی اللہ رکھا ہے۔(نزول المسیح۔ص ۴۸)

۴۔خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بغیر گواہی چھوڑ دے (دافع البلاء۔ص ۸)

قادیان کو اس خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔(ایضا۔ص ۶۰)

سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا (ایضاً۔ص ۱۱)

۵۔میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں۔

(آخری خط حضرت اقدس مندرجہ اخبار عام ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء)

٦۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں ،۔(بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

۷اس جگہ صور کے لفظ سے مراد مسیح موعود ہے کیونکہ خدا کے نبی اس کی صور ہوتے ہیں۔

(چشمہ معرفت۔ص ۷۷)

۸۔ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے اور اس کا جواب محض انکار کے الفاظ میں دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ۔ص ۱)

۹۔ و ما کنا معذبین حتی نبعث رسو لا

پس اس سے بھی آخری زمانہ میں ایک رسول کا مبعوث ہونا ظاہر ہوتا ہے اور وہی مسیح موعود ہے۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ٦۵)

۱۰۔یہ آیت (یعنی وآخرین منھم لما یلحقوا بھم) آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت پیشگوئی ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ٦۷)

۱۱۔ ایسا ہی خدا تعالی نے اور اس کے پاک رسول نے بھی مسیح موعود کا نام نبی اور رسول کیا ہے۔

(نزول المسیح۔ص ۴۸)

۱۲۔میرا نام مریم اور عیسی رکھنے سے یہ ظاہر کیا گیا کہ میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی ۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵۔ص ۱۸۹)

۱۳: میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ٦۸)

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تیسری کشتی ملاحظہ کریں کیسی تصریح سے نبوت کا دعوی کر رہے ہیں۔

کشتی نمبر۴۔مرزا،تشریعی نبوت کے مدعی

۱۔اگر کہو کہ صاحب الشریعت افتراء کر کے ہلاک ہوتا ہے نہ ہر ایک مفتری،تو اول تو یہ دعوی بے دلیل ہے خدا نے افتراء کے ساتھ شریعت کی کوئی قید نہیں لگائی ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر اور نہی بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب الشریعت ہو گیا۔پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔مثلاً یہ الہام: قل للمؤمنين يغضوا من ابصار هم و يحفظوا فرو جهم ذ لك ازكى۔

یہ براہین احمدیہ میں درج ہے اور اس میں امر بھی ہے اور نہی بھی اور اس پر ۲۳ برس کی مدت بھی گذر گئی اور ایسا ہی اب تک میری وحی میں امر بھی ہوتے ہیں اور نہی بھی۔(قادیانی اربعین نمبر۴۔ص۶۔۷)

نوٹ: جناب مرزا صاحب کی وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی پس مرزا صاحب،اربعین میں (جو ۱۹۰۰ء میں لکھی گئی تھی) صاحب شریعت ہونے کے مدعی تھے۔

۲۔قاضی محمد یوسف احمدی پشاوری لکھتا ہے:

حضرت مسیح موعود علیہ السلام اربعین نمبر صفحہ ۶۰ پر فرماتے ہیں

ہمارا ایمان ہے کہ آنحضرتﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور قرآن ربانی کتابوں کی خاتم ہے تاہم خدا تعالی نے اپنے نفس پر یہ حرام نہیں کیا کہ تجدید کے طور پر کسی اور مامور کے ذریعہ سے یہ احکام صادر کرے کہ جھوٹ نہ بولو جھوٹی گواہی نہ دو،زنا نہ کرو،خون نہ کرو اور ظاہر ہے کہ ایسا بیان کرنا شریعت ہے جو مسیح موعود کا بھی کام ہے۔پھر وہ دلیل تمہاری کیسی گاؤ کورد ہو گئی کہ اگر کوئی شریعت لاوے اور مفتری ہو تو وہ مدعی نبوت ۲۳ برس تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

دیکھو حضرت مسیح موعود نے تجدید کے طور پر نزول احکام شریعت کو ممکن مانا ہے پھر اپنی وحی میں ان کو تسلیم کیا ہے اور اس طرح سے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی بھی مانا ہے۔(النبوۃ فی القرآن۔ص۴۷ کا حاشیہ)

۳۔ حضرت احمد علیہ السلام (یعنی مرزا صاحب) انہی معنوں میں صاحب شریعت نبی اور رسول ہیں جن میں جمیع انبیاء بنی اسرائیل حضرت موسیٰ کے بعد صاحب شریعت نبی ہوئے پس وہ صاحب شریعت نبی ہیں اس کی تشریح وہی ہے جو حضرت احمد علیہ السلام نے اربعین میں کردی ہے۔

فقط ۱۴ جولائی ۱۹۲۴ء خاکسار قاضی محمد یوسف احمدی۔

(از پیغام صلح لاہور ۲۶ ذی الحج ۱۳۴۲ھ ص ۳)۔

۴۔ سو غور کر کے دیکھنا چاہیے کہ اگر شریعت سے مراد اوامر و نواہی ہیں بغیر اس کے کہ وہ پہلی شریعت کے ناسخ ہوں تو ان معنوں کی رو سے ہمارے حضرت مسیح موعود بھی صاحب شریعت نبی تھے چنانچہ اربعین میں آپ فرماتے ہیں (اربعین نمبر ۴ ص ۶ والی عبارت درج ہے) الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۱۴ء ص ۴۔

باقی دارد (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ۔ ص ۹۔ ۱۰)

....

برما سے ایک اطلاعی خط

مولانا ابو عبد الجبار محمد محی الدین صدیقی خطیب مسجد توحید و ناظم انجمن عامل بالقرآن والحدیث کینٹ کوبن ضلع ٹانگو ملک برما سے لکھتے ہیں:

برادران اسلام ناظرین اہل حدیث السلام علیکم:

ملک برما ایک زرخیز قطعہ ہے اور اس میں ہر قسم کے اقوام و مذاہب کے لوگ پائے جاتے ہیں اور ہر ایک قوم و مذہب والے اپنے اپنے قوم و مذہب کی ترقی اور تبلیغ میں مشغول ہیں۔ حتی کہ قادیانی بہائی وغیرہ تبلیغ میں کوشاں نظر آتے ہیں۔ مگر یہاں کے برادران اہل حدیث خاموشی کی نیند میں پڑے ہوئے ہیں۔

ناظرین چند برسوں سے رنگون اور اس کی اطراف میں قادیانی اپنے آپ کو مسلمان ثابت کرتے

ہوئے دھوکہ بازی سے قادیانی احمدیت کی تبلیغ کرتے ہیں۔ یہ مرض ہمارے گاؤں کینٹ کوبن میں چند ماہ قبل سے وارد ہوا۔اوراس وقت خاکسار جنگل میں تھا۔عبدالرحیم احمدی قادیانی کنٹریکٹر ندی کے پل بنانے کوآیا،تو وہ حاجی عبدالجلیل زمین دار موضع مذکور کے مکان میں آتا جاتا رہا۔ایک روز اتفاقاً خاکسار جنگل سے آیا ہوا تھا ،اس روز وہ بھی آیا،تو اپنی چالاکی سے باتیں کرنے لگا۔میں نے اس کی چوری چالاکی کی بات کوسمجھ کر امتحاناً اس سے پوچھا کہ

مرزاغلام احمد کے آسمانی نکاح محمدی بیگم کا حال آپ کو کچھ معلوم ہے۔

اس پر وہ غضب ناک ہوکر کہنے لگا کیا مسیح موعود کو برا کتے ہو۔

میں نے پھر کہا کہ: آپ کے نبی کو حیض آتا تھا۔وغیرہ۔

اس نے مجھ کو لاحول پڑھنے کو کہا۔

اس کے بعد جو لوگ وہاں تھے پوچھنے لگے مولوی صاحب یہ کیا بات ہے؟ اس وقت میں نے کھڑے ہوکر جو کچھ معلوم تھا ان لوگوں کو سنایا۔

پھر اس شخص قادیانی نے مجھ کو دیوانہ وغیرہ کہنے کے بعد اپنا راستہ لیا۔اس روز سے لوگوں کو معلوم ہوا یہ قادیانی ہے۔

خیر میں نے جہاں تک ہوسکا اخبار اہل حدیث،رسالہ شہادات مرزا،اورالہامات مرزاوغیرہ پڑھ کر سنائے۔ ہر جمعہ کو مسجد میں توحید کا وعظ بھی سنایا کرتا ہوں

آخرکار اس سے ہم سے بذریعہ حاجی عبدالجلیل خط وکتابت ہوئی وہ لاجواب ہوکر آئینہ کمالات وغیرہ سے انکار کر بیٹھا۔

تب خاکسار نے مناظرہ کے لئے بلایا تو حیلہ بہانہ کرکے کبھی ٹانگو کبھی رنگون جاتا رہتا ہے۔

ایک اور شخص مسمی نور محمد مولوی بن کر آیا وہ بھی سامنے نہیں آتا،اور لوگوں کو حدیث وقرآن کے الٹے ترجمے سنا کر گمراہ کرتا ہے۔ایک روز بذریعہ حاجی صاحب موصوف خط کے ذریعہ سے ۱۹۔اکتوبر ۱۹۲۸ء کو مباحثہ کے لئے بلایا،وہ نہیں آیا۔آخری فیصلہ ہمراہ مولانا سردار اہل حدیث لوگوں کو سنایا۔لوگ اصل بات سمجھ گئے۔

عبدالرحیم قادیانی نے دھوکہ سے چندہ وصول کر کے اپنی انجمن کو لکھ مارا کہ ہم نے ۱۵ آدمیوں کو قادیانی بنا دیا ہے حالانکہ یہاں پر کوئی بھی قادیانی نہیں۔ یہاں لوگ جانتے ہی نہیں کہ قادیانی کیا چیز ہیں۔ یہاں اللہ کے فضل سے کوئی بھی قادیانی نہیں ہوا۔ ہاں ایک فائدہ یہ ہوا کہ مقلد لوگ اہل حدیث کو اور مولانا شیر پنجاب (ثناءاللہ امرتسری) کو سراہنے لگے اور دعائیں دینے کو تیار ہو گئے اور خاکسار کو بھی عزت سے دیکھنے لگے اور طریقہ سلف صالحین سمجھنے لگے۔ جس طرح رنگون وغیرہ میں قبرستان وغیرہ قادیانیوں کے واسطے بند کر دیا اسی طرح یہاں بھی ہوگا انشاءاللہ۔ باقی آئندہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء مطابق یکم رجب ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۷ ص ۳-۴)

....

مرزا صاحب کا پاؤں چار کشتیوں میں

(گذشتہ پرچہ ہل حدیث میں درج ہوا ہے کہ جناب مرزا لام احمد صاحب قادیانی ایک، دو، تین کشتیوں پر نہیں، بلکہ چار کشتیوں پر سوار تھے، یعنی چار مختلف قسم کے ان کے دعاوی تھے۔ ان میں سے چوتھی کشتی مضمون تھا، تشریعی نبوت، یعنی با شرع نبی۔ اس قسم کی نبوت کا ادعا امت مرزائیہ بھی کفر کہتی ہے۔ قابل مضمون نگار نے اس دعوی کے متعلق کئی ایک حوالے نقل کئے ہیں جن میں سے چار پرچہ اہل حدیث مورخہ ۷ دسمبر میں درج ہو چکے آج اس سے آگے پڑھیئے۔ مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر)

جناب بابو حبیب اللہ صاحب رض کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

۵۔ ہاں یہ سچ ہے کہ آپ کوئی نئی ہدایت یا نئی شریعت نہ لائے تھے لیکن مطلق ہدایت اور شریعت کا اگر سوال ہو تو آپ یقیناً ہدایت بھی لائے اور شریعت بھی لائے شریعت کے متعلق اگر سوال ہو تو دیکھو حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں (یہاں اربعین جلد ۴ صفحہ ۶ والی عبارت درج ہے جو اہل حدیث ۷ دسمبر کے ص ۱۱ کالم ۲ میں درج ہو چکی)

(اخبار الفضل ۲۷۔ اپریل و ۴ مئی ۱۹۱۶ء ص ۵)

۶۔مولوی سعدی احمدی لاہوری کتاب اربعین کی مندرجہ بالا عبارت درج کرنے کے بعد لکھتا ہے:

اس حوالہ میں مسیح موعود نے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی کر کے پیش کیا ہے لیکن آپ نے صاحب شریعت جدید نبی ہونے سے انکار کیا ہے اور مانا ہے کہ قرآن کے بعد قیامت تک کوئی نئی شریعت نازل نہیں ہوگی۔(دیکھو چشمہ معرفت۔ص۲۷)۔(رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۱۰ نمبر ۲ ص ۲۳ و ۵۵)

۷۔جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پس یاد رکھو کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے اوپر حرام ہے اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو۔

(اربعین نمبر ۳۔ص ۳۴ کا حاشیہ)

نوٹ: مرزا صاحب کی اس وحی میں نیا امر اور نہی ہے یعنی مخالفوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو بلکہ مرید مرزا کے پیچھے پڑھو۔پس مرزا قادیانی،صاحب الشریعت نبی ہونے کے مدعی بھی تھے۔

۸۔الف: جناب مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس بات کو قریباً نو برس کا عرصہ گذر گیا کہ جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی۔(اربعین نمبر ۴ ص ۱۳ کا حاشیہ)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے مخالف و منکر کو دین اسلام سے خارج یعنی کافر سمجھتے تھے۔

ب: اگر میاں شمس الدین کہیں کہ پھر ان کے مناسب حال کون سی آیت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ یہ آیت مناسب حال ہے کہ

ما دعاء الکا فر ین ا لافی ضلال (دافع البلاء۔ص ۱۱)

دیکھئے مرزا صاحب قادیانی اپنے منکر و مخالف کو کافر سمجھتے ہیں۔

ج: حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶۳، ۱۶۷ پر بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے منکر و مخالف کو کافر قرار دیا ہے۔

د۔تریاق القلوب کے صفحہ ۱۳۰ کے حاشیہ پر ہے:

اپنے دعوی کے انکار کرنے والے کو کافر کہنا یہ صرف نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں۔

ان سب تحریروں کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی، صاحب شریعت نبی ہونے کے مدعی تھے۔

نتیجہ یہ نکلا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کے دعاوی میں سخت اختلاف ہے کہیں دعوی رسالت ہے کہیں رسالت و نبوت سے انکار ہے۔ کہیں تشریعی نبوت سے انکار ہے اور کہیں صاحبِ شریعت نبی ہونے پر اصرار ہے حالانکہ خود مرزا صاحب نے اس بات کو تسلیم کیا ہے کہ:

کسی عقل منداور صاف دل انسان کے کلام میں ہر گز تناقض نہیں ہوتا۔ (ست بچن۔ص ۳۰)

ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن۔ص ۳۱)

اسی طرح ایک احمدی عالم لکھتا ہے:

یہ تمام اہل اسلام اور قانون دان دنیا پر روشن ہے کہ مدعی جس کے دعوی میں اضطراب اور تناقض ہو وہ عدالت شرعی اور قانونی میں کبھی بھی قابل سماعت وقبولیت نہیں ہوسکتا۔

(پیغام صلح لاہور ۳۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء ص ۴)

جناب مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا ہے کہ مجھے مراق ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

اس مرض میں مریض کو اپنے جذبات و خیالات پر قابو نہیں رہتا۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۶)

پس ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعووں میں سچے نہ تھے۔ صدق اللہ

لو کا ن من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلا فا کثیراً۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۲۸ء مطابق یکم رجب ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۷ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب کا علم کلام

(آریوں اور عیسائیوں سے مرزائی مناظر بحث نہیں کر سکتے)

مولوی ادریس خان بدایونی کے امرتسر آنے پر جو آریوں سے مباحثات کی تحریک ہوئی جس کا ذکر گزشتہ پرچہ اہل حدیث میں ہوا تھا اس پر احمدی (مرزائی) بھی اس میں حصہ لینے کو امرتسر میں آئے۔ چنانچہ ۱۵ دسمبر کو بوقت شب مولوی شب عصمت اللہ کا بمعیت مولوی عبدالحق احمدی مباحثہ پنڈت دھرم بھکشو آریہ سے ہوا۔ یہ وہ وقت تھا کہ ہم دینا نگر میں تھے۔ ۱۶ نومبر کو عام شہادتوں سے جو سنا اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مضمون مباحثہ تھا وید اور قرآن۔ احمدی مناظر نے وید میں تحریف ہونے کا دعوی کیا۔ اس کے ثبوت میں سام وید کے مختلف نسخے دکھائے جن میں منتروں میں کمی بیشی تھی۔ آریہ مناظر نے اس کا جواب دیتے ہوئے یہ بھی کہا کہ تم احمدی لوگ وید پر اعتراض نہیں کر سکتے کیونکہ تمہارے پیرومرشد مرزا صاحب نے ویدوں کو الہامی مانا ہوا ہے۔ اس دعوی کے ثبوت میں کتاب پیغام صلح کا حوالہ دیا۔ احمدی مناظر نے کہا کہ مرزا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ وید میں ودیا (علم معرفت) نہیں ہے۔

آج کے اس مضمون میں ہم اس امر پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے ویدوں کے متعلق کیا رائے دی ہے اور کیا عقیدہ ظاہر فرمایا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کا انتقال ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ہوا۔ بعد انتقال ان کے کاغذات میں کچھ مسودہ ملا جس کو کتاب پیغام صلح کی صورت میں بحکم خلیفہ نورالدین خواجہ کمال الدین نے مرتب کر کے ۲۱ جون ۱۹۰۸ء کو شائع کیا۔ اس کتاب پیغام صلح میں مندرجہ ذیل مرزا صاحب کے اعترافات ہمیں ملتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

۱۔ ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں اور اس کے رشیوں کو بزرگ اور مقدس سمجھتے ہیں۔

(پیغام صلح۔ ص ۲۳)

۲۔وید انسان کا افترا ءنہیں۔(پیغام صلح۔ص۲۴)

۳۔ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں وہ وید کے بھاشکاروں (مترجموں اور شارحوں) کی غلطیاں سمجھتے ہیں۔
(پیغام صلح۔ص ۲۵)۔

یہ حوالہ جات تو تسلیم وید کے متعلق ہیں۔ان کے علاوہ کمال تو یہ کیا کہ کرشن جی کو نبی بلکہ خدا کا اوتار بھی مان لیا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

۴۔اس میں شک نہیں کہ سری کرشن اپنے وقت کا نبی اور اوتار تھا اور خدا اس سے ہمکلام ہوتا تھا۔
(پیغام صلح۔ص۱۱)

ناظرین ان کھلے اعترافات کے ہوتے ہوئے کسی احمدی (مرزائی) کو حق پہنچتا ہے کہ وہ آریوں ہندوؤں کے ساتھ وید کی حقیقت یا حقیت پر بحث کرے؟

واضح رہے کہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی آخری تحریر ہے اس کے خلاف اگر کوئی تحریر ہوگی تو وہ اس آخری تحریر سے منسوخ یا مرجوح سمجھی جائے گی اس کے بعد کی ہو نہیں سکتی کیونکہ یہ کتاب بعد انتقال چھپی ہے۔

نتیجہ: مرزا صاحب نے کرشن جی کو نبی اور اوتار مان لیا۔اوتار اس کو کہتے ہیں جس میں خدا نے نزول جلال خاص کیا ہو۔اس کی زبان پر خدا بولتا ہو۔یہی اعتقاد عیسائیوں کا حضرت عیسی بن مریم کے حق میں ہے اس لئے کرشن جی اوتار مان کر مرزا صاحب نے مسیح کی اوتاریت یا بالفاظ دیگر الوہیت کا راستہ صاف کر دیا۔

احمدی دوستو! ایمان سے سچ سچ بتاؤ یہی وہ علم کلام ہے جس کی بنیاد بڑی مضبوط چٹان پر پنجابی مسیح موعود نے رکھی تھی جس پر تم فخر کیا کرتے ہو کہ ہمارے مسیح نے تمام کافروں کے منہ بند کر دیئے قلم توڑ دیئے۔ واقعی آپ سے کسی مسلمان مناظر بلکہ امام الکلام کو یہ جرأت نہ ہوئی تھی کہ وہ کسی مخلوق خدا کو خدا کا اوتار مانے یہ خصوصیت صرف مرزا صاحب قادیانی کو حاصل ہے۔سچ ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

بس اب تم لوگ ناحق دردسری نہ کیا کرو۔ آریوں اور عیسائیوں سے مباحثہ چھوڑ دو۔ ناحق ایک ایسی کتاب پر جدال وقتال کرتے ہو جسے بحکم اپنے مسیح موعود کے تم خود بھی مانتے ہو چنانچہ خواجہ کمال الدین لاہوری مرتب کتاب پیغام صلح، دیباچے میں لکھتے ہیں :

احمدی مسلمان تو ہر وقت اپنے مرشد و مولا کی اس آخری وصیت کو اپنے لئے ایک واجب التعمیل فرمان سمجھتے ہیں۔ (دیباچہ۔ص۲)

اللہ اکبر! یہ ہیں وہ مسیح موعود جو دنیا میں شرک وکفر کو مٹا کر توحید اسلامی پھیلانے آئے تھے جو تلوار سے نہیں بلکہ دلیل اور حجت سے اسلام کو کفر پر غالب کرنے کے مدعی تھے۔ انہی کو ہم دیکھتے ہیں کہ عقاید غیر اسلامیہ کو کھلے لفظوں میں تسلیم کرتے ہیں اس پر بھی دعوی ہے کہ ہم اسلام پر قربان ہیں۔ آہ!

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا ناخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

اس اعتقاد پر یہ دعوی کیسا زیبا ہے کہ :

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے مسئلہ توحید ایسے رنگ میں اور اس وضاحت سے بیان کیا ہے کہ دوسری امتوں کے انبیاء نے اس طرح بیان نہیں کیا (خطبہ میاں محمود احمد۔ در الفضل ۲۵ فروری ۱۹۲۶ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ایک معنی سے تو ہم بھی اس دعوی کی تصدیق کرتے ہیں کہ واقعی اس قسم کی توحید کسی نے بیان نہیں کی کہ مخلوق خدا کو خدا کا اوتار مانا ہو بلکہ ایسا ماننے والوں کو کافر کہا ہے۔ غور سے پڑھئے۔

لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم

(جو لوگ کہتے ہیں کہ مسیح اللہ ہی ہے وہ کافر ہیں)

مقطع کلام یہ ہے کہ احمدیوں کو عیسائیوں اور ہندو آریوں سے الوہیت مسیح اور صداقت وید پر بحث

کرنے کا کوئی حق نہیں۔ ہاں یہ حق ہے کہ آریوں سے یوں کہیں کہ ویدوں میں نیوگ کی تعلیم نہیں۔ یہ نہ کہیں کہ ویدوں میں چونکہ نیوگ کی تعلیم ہے اس لئے وید کلام الٰہی نہیں چنانچہ مرزا صاحب قادیانی خود فرماتے ہیں:

ایسا ہی جو نیوگ کی تعلیم وید کی طرف منسوب کی جاتی ہے یہ بھی وہ امر ہے جو انسانی غیرت اور شرافت اس کو قبول نہیں کرتی لیکن جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے ہم قبول نہیں کر سکتے کہ درحقیقت یہ وید ہی کی تعلیم ہے (اس ہی کے لفظ کو ہم نہیں سمجھ سکتے ۔ثناء اللہ امرتسری) بلکہ ہماری نیک نیتی بڑے زور سے ہمیں اس بات کی طرف مائل کرتی ہے کہ ایسی تعلیمیں کسی نفسانی غرض سے بعد میں وید کی طرف منسوب کی گئی ہیں۔ (کتاب پیغام صلح۔ص۲۴)

بس اب احمدیوں کی حیثیت نیوگ کے بارے میں بالکل وہی ہوئی جو ہندوؤں کی آریوں کے سامنے ہے۔ اور بت پرستی کے متعلق احمدیوں کی حیثیت وہ ہوگی جو آریوں کی سناتن ہندوؤں کے سامنے ہے۔ یعنی ہندوؤں آریوں اور احمدیوں کا مباحثہ کسی ویدک مضمون پر فروعی ہوگا اصولی نہ ہوگا

احمدی دوستو! مصاحبت اور یگانگت تم کو مبارک ہو

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

مباحثہ آریہ میں احمدی مناظر کے سامنے آریہ نے کہا کہ تم لوگ وید میں تحریف کہتے ہو قرآن میں بھی ایسی تحریف ہوئی ہے۔ مثال کے طور اس نے یہ آیت و ما او تیتم من العلم ا لا قلیلا پیش کی، اور کہا اس آیت کی بابت صحیح بخاری میں بجائے او تیتم کے او توا آیا ہے۔

اس کے جواب میں مولوی عصمت اللہ احمدی مناظر نے کہا اگر یہ بخاری میں دکھا دو، تو میں پانچ سو روپیہ انعام دوں گا اور اسلام چھوڑ دونگا۔

چنانچہ بخاری منگائی گئی اور آریہ مناظر نے یہ روایت دکھا دی۔ اس موقع پر غیر مسلموں نے تالی بجائی اور مجلس میں شور بپا ہو گیا اور لوگوں کے کھڑے ہو جانے سے نقض امن کا خطرہ ہوا۔ اسی پر جلسہ برخاست ہو گیا۔

حالانکہ یہ روایت صحیح بخاری میں بروایت اعمش تابعی کتاب العلم میں ہے اور اس کا جواب بھی آسان ہے کہ جن لوگوں نے ما او توا پڑھا تھا وہ اپنے فہم سے پڑھا تھا کیونکہ سیاق آیت میں یسئلو نك غائب کا صیغہ ہے اس لئے انہوں نے دوسرا صیغہ بھی غائب سمجھا۔لیکن آنحضرتﷺ کے دہان مبارک سے او تیتم نکلا تھا اس لئے وہی قرآن میں لکھا گیا اور وہی حافظوں کے سینوں میں محفوظ ہوا۔اس قسم کی قرأت شاذہ قرآن نہیں ہوتیں اس لئے کہ قرآن کی تعریف میں داخل ہے ما نقل بين الدفتين با لتوا تر (جو متواتر روایت سے پہنچا ہو)مگر احمدی مناظر کی اس بے خبری اور جلد بازی سے شہر میں الٹا اثر ہوا جس کا ہمیں بھی افسوس ہے۔

مختصر یہ ہے کہ اس مباحثہ میں جو انکشاف ہوا اس سے معلوم ہوا کہ احمدی جماعت کا حق نہیں کہ وہ آریوں سے صداقت وید پر بحث کرے بلکہ وہ آریوں کو مخاطب کر کے کہے

کون کہتا ہے کہ تم ہم میں جدائی ہو گی
یہ ہوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء ۔مطابق ۱۵ رجب ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۹ ص ۱۔۳)

....

خلیفہ قادیان اور قادیانی خرِ دجال کو لینے آئے

(ایک مطبوعہ اشتہار از انجمن اہل حدیث امرتسر)

مرزا صاحب قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو ریل کو خرِ دجال اور اس کے جاری کرنے والوں کو دجال قرار دیا۔ (ازالہ اوہام)

آج تک تو یہ خر دجال یعنی (ریل) دجال کا گدھا قادیان میں نہ گیا۔اب گورنمنٹ نے امرتسر سے

بوٹاری تک جاری کرنے کا حکم دیا جس کا ایک ٹکڑا قادیان تک ۱۹ دسمبر ۱۹۲۸ء کو جاری ہوگا۔ اس لئے خلیفہ صاحب قادیان اور قادیانی اس خر دجال کا استقبال کرنے کو امرتسر اسٹیشن پر آئے ہیں۔

ہم پبلک کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ خلیفہ قادیان کا استقبال کریں اور اپنی آنکھوں سے دیکھیں کہ وہ خرِ دجال پر بیٹھ کر اپنے گھر قادیان تک کس طرح جاتے ہیں۔

المشتہر : ناظم انجمن اہل حدیث امرتسر

۱۹۔ دسمبر کو ٹھیک ۳ بج کر ۴۰ منٹ پر خرِ دجال قادیان کو گیا جسکو قادیانیوں نے پھولوں کے ہاروں سے خوب سجایا ہوا تھا، اور خلیفہ قادیان اور مریدان باصفا اس پر سوار تھے۔ بڑی نمائش اور شان سے جا رہے تھے اور دیکھنے والے بزبان حال کہہ رہے تھے:

مرا دجال لیکن ہے ابھی اس کا گدھا باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۹ ص ۳)

....

نکاح مرزا

پہلے مجھے دیکھئے

مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدویت مسیحیت بلکہ نبوت کے دعوے کئے جس پر علماء اسلام سے ان کی بحثیں ہوتی رہیں ان سب بحثوں کو جن میں قال اقول کی گردانیں ہوتی تھیں مرزا قادیانی نے قطع مسافت کرنے اور ختم کرنے کو یوں فرمایا کہ مجھے میری روحانیات سے جانچو۔ یعنی میں جو کسی غیبی امر کی نسبت پیشگوئی کروں اسکو دیکھو ۔ اگر وہ سچی ہے تو میں سچا ہوں جھوٹی ہے تو میں جھوتا ہوں چنانچہ لکھتے ہیں:

بعض عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے ۱۵ مہینہ دن تک اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصا ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تیئں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔

سو پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے ۔ یہ تینوں پیشین گوئیاں

ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندووں سے اور ایک عیسائیوں سے۔اور ان میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں۔

ا۔کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے کے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔،

(شہادۃ القرآن۔ص۷۹۔۸۰ قادیانی خزائن ج۶ص ۳۷۵۔۳۷۶)

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے بڑی صفائی سے دو باتوں کا اظہار کیا ہے ایک یہ کہ میری یہ تین پیش گوئیاں قابل غور ہیں۔دوم یہ کہ ان میں سے مرزا احمد بیگ اور اس کے داماد کی موت اور اس کی لڑکی کے نکاح والی پیش گوئی مسلمانوں سے خاص تعلق رکھتی ہے ہم نے ان تینوں پیش گوئیوں بلکہ عموماً ان کی ساری پیش گوئیوں کی پڑتال رسالہ الہامات مرزا میں کی ہوئی ہے مگر بغرض اختصار خاص اس پیش گوئی کو جو (بقول مرزا) مسلمانوں سے خاص تعلق رکھتی ہے الگ رسالہ کی صورت میں شائع کرنا مفید سمجھا اس لئے یہ چھوٹا سا رسالہ ناظرین کی خدمت میں پیش ہوتا ہے امید ہے باانصاف ناظرین اسے بغور دیکھیں گے

ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ ملقب فاتح قادیان امرتسر ذی الحجہ ۱۳۳۹ھ اگست ۱۹۲۱ء

الہامی پیش گوئی

بابت نکاح دختر مرزا احمد بیگ

سب سے پہلے بطور اشتہار جو مرزا قادیانی نے اس نکاح کے متعلق اعلان کیا تھا وہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کا اشتہار ہے جس کے ضروری فقرے درج ذیل ہیں:

اس خدائے قادر وحکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک اور مروت تم سے اسی شرط سے کیا جاوے گا (کیا ہی عجیب موقع تھا بیل کنویں میں خصی نہ کریں گے تو کہاں کریں گے۔ ثناء اللہ) اور یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہے لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا اور بے دینوں کو مسلمان بناوے گا اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا چنانچہ عربی الہام اس بارہ میں یہ ہے

كذوا بآياتنا وكانوا بها يستهزؤن فسيكفيكهم الله ويردها اليك لاتبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد انت معنى وانا معك عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا

(ترجمہ) یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کے لئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائے گی)

یعنی گو اول میں احمق اور نادان لوگ بد باطنی اور بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف تعریف ہوگی۔خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ج ۲ص ۱۵۷۔۱۵۸)

اس اشتہار کی عبارت اپنا مدعا بتانے میں صاف اور واضح ہے جس کی تفصیل خود مرزا غلام احمد قادیانی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن میں کر چکے ہیں جس کی عبارت ہم دیباچہ میں نقل کر آئے ہیں۔

اس اشتہار سے دو امر ثابت ہیں ایک داماد مرزا احمد بیگ کا روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اندر مر جانا ۔دوم مسمات (محمدی بیگم) کا مرزا قادیانی سے نکاح ہونا چنانچہ اس مضمون کو مرزا قادیانی نے ایک اور مقام پر خود ہی لکھا ہے

فدعوت ربی بالتضرع و الا بتهال و مددت اليه ايدی السوال فالهمنی ربی و قال سأريهم آيا ته من انفسهم و اخبرنی و قال اننی ساجعل بنتا من بنا تهم آية لهم فسماها و قال انها سيجعل ثيبة و يموت بعلها و ابوها الی ثلث سنة من يوم النكاح ثم نردها اليك بعد موتهما و لا يكون احدهما من العاصمين (کرامات الصادقین۔ص۱۰۔خزائن ج۷ص۱۶۲)

ترجمہ: میں (مرزا) نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا کہ میں ان (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤں گا خدا تعالی نے ایک لڑکی (محمدی) کا نام لے کر فرمایا کہ وہ بیوہ کی جائے گی اس کا خاوند اور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہو جائینگے پھر ہم اس لڑکی کو تیری طرف لائیں گے اور کوئی اس کو روک نہ سکے گا۔

یہ عبارت بھی اپنا مدعا بتانے میں صاف ہے کہ یوم نکاح سے تین سال کے عرصہ کے اندر اندر مرزا احمد بیگ اور اس کا داماد مر جائیں گے اور مسمات منکوحہ اس کے بعد مرزا قادیانی کے نکاح میں آئے گی۔

شہادۃ القرآن کی منقولہ بالا عبارت بتا رہی ہے کہ مرزا سلطان محمد داماد احمد بیگ کی مدت حیات اگست ۱۸۹۴ء تک ختم تھی اس کے بعد اس کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ تھی حالانکہ وہ آج (جولائی ۱۹۲۱ء) تک بھی زندہ ہے اور اس مدت میں وہ فرانس کی جاں گداز جنگ میں بھی گیا مگر قادیانی کی دعا سے گولی کھا کر بھی زندہ بچ گیا۔ سچ ہے

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

مرزا قادیانی کا اپنے چچا زاد بھائیوں سے ایک دیوار کے متعلق مقدمہ تھا جس میں انہوں نے مرزا قادیانی پر چند سوال کئے جن کے جواب میں مرزا قادیانی نے عدالت ہی میں حلفیہ بیان دیا۔ فرماتے ہیں:

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے۔ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے۔ جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیش گوئی میں تھا میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔ پیش گوئی کے الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے اور یہی پیش گوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزء پوری ہوگئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصاً شوہر پر پڑا جو پیش گوئی کا ایک جزء تھا۔ انہوں نے توبہ کی۔ (مرزا قادیانی! یہ فقرہ کیسا غلط دھوکہ ہے۔ توبہ تو کی رشتہ داروں نے اور مہلت دی گئی سلطان محمد کو۔

ثناءاللہ) چنانچہ اسکے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔اس لئے خدا تعالی نے اس کو مہلت دی۔عورت اب تک زندہ ہے۔میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔امید کیسی، یقین کامل ہے۔یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

(اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء کتاب منظور الٰہی۔ص ۲۴۵)

یہ حوالہ بھی اپنا مدعا بتانے کو کافی ہے کہ نکاح ضرور ہوگا اسی کی تائید میں مرزا غلام احمد قادیانی ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا اور فرمایا کہ خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا، باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھادے گا اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۹۶۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۰۵)

یہ عبارت بھی اپنا مطلب بتانے میں کسی شرح یا حاشیہ کی محتاج نہیں تاہم اس کی تشریح مرزا قادیانی خود فرماتے ہیں۔

جب مسماۃ مذکورہ کی شادی ہوگئی اور معترضین نے اعتراض کئے،تو آپ نے جواب دیا:

وحی الٰہی میں یہ نہیں تھا کہ دوسری جگہ بیاہی نہیں جائے گی بلکہ یہ تھا کہ ضرور ہے کہ اول دوسری جگہ بیاہی جائے۔سو یہ ایک پیش گوئی کا حصہ تھا کہ دوسری جگہ بیاہی جانے سے پورا ہوا۔الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں فسيكفيكهم الله يرد ها اليك

یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور وہ جو دوسری جگہ بیاہی جائے گی خدا پھر اس کو تیری طرف لائے گا۔

جاننا چاہیے کہ ردّ کے معنی عربی زبان میں یہ ہیں کہ ایک چیز ایک جگہ ہے اور وہاں سے چلی جائے اور پھر واپس لائے جائے۔ پس چونکہ محمدی ہمارے اقارب میں سے بلکہ قریب خاندان میں سے تھی یعنی میری چچازاد ہمشیرہ کی لڑکی تھی اور دوسری طرف قریب رشتہ میں ماموں زاد بھائی کی لڑکی تھی یعنی احمد بیگ کی پس اس صورت میں رد کے معنی اس پر مطابق آئے کہ پہلے وہ ہمارے پاس تھی اور پھر وہ چلی گئی اور قصبہ پٹی میں بیاہی گئی اور وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی سوایسا ہی ہوگا۔ (الحکم قادیان ۳۰ جون ۱۹۰۵ء۔ص ۲ کالم ۲)

یہ عبارت سب حوالہ جات کی شرح بلکہ شرح الشرح ہے اس عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے عزم واستقلال کا کمال ثبوت ملتا ہے کہ باوجودیکہ منکوحہ دوسری جگہ بیاہی گئی تھی تاہم مرزا قادیانی امید لگائے بیٹھے ہیں۔ کیا سچ ہے

سنبھلنے دے ذرہ اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

ناظرین! کیا ان عبارات کو دیکھ کر اس نکاح کے یقینی ہونے میں کسی قسم کا شبہ رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ تاہم مرزا قادیانی نے اس نکاح کو رجسٹری بھی کرایا اور رجسٹری بھی کسی انگریزی محکمہ میں نہیں بلکہ محکمہ محمدیہ میں اس کی تصدیق کرائی تاکہ کسی مسلمان کو اس کی بابت چون وچرا کرنے کی گنجائش نہ رہے پس رجسٹری کی عبارت سنئے:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے ہی ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔
اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان کے ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ

رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ حاشیہ۔ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۳۳۷)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ آسمانی نکاح مدینہ طیبہ کی عدالت عالیہ میں رجسٹری ہو چکا ہے اس لئے ممکن نہیں کہ ظہور پذیر نہ ہو۔ بہت خوب مگر کیا ہوا؟ اس کا جواب بڑا دلفگار ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا قادیانی نے ان الہامی دھمکیوں پر کفایت نہیں کی تھی بلکہ اس کیلئے بہت سی دنیاوی کوششیں بھی کی تھیں مسمات مذکورہ کے والد اس کے رشتہ داروں، تعلق داروں کو خطوط لکھے۔ طمع اور دھمکیاں دیں۔ غرض جو کچھ بھی ایسی مشکل میں مبتلا انسان کیا کرتا ہے مرزا قادیانی نے بھی کیا۔ چنانچہ آپ کی کوشش کے چند خطوط ہم بھی نقل کرتے ہیں

پہلا خط:

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیال آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا

چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچالینا اللہ تعالیٰ کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔

اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا۔ کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالیٰ سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آکر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالیٰ کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک

نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لا وارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جو، اب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کے لئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کے لئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔

یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ **واللہ اعلم**۔ راقم خاکسار غلام احمد از لودھیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

دوسرا خط:

مرزا صاحب بنام والدہ عزت بی بی

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا اور کوئی تعلق نہیں رہے گا اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد،

عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔یاد رہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔

راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

تیسرا خط

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی بہو سے لکھوا کر بھیجا جو یہ ہے

عزت بی بی بطرف والدہ

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔پھر میرا اس جگہ

ٹھہرنا مناسب نہیں۔

(نوٹ از مرزا صاحب) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو تا کہ اس کو لے جائے۔

چوتھا خط:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں۔

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے۔ مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے ۔سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم

طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں کا دروازہ کھول دے گا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہو گی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جس کے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی ۔اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو لیکن یقیناً خدا تعالیٰ ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہم دردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے ویسے ہی خدا تعالیٰ کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے ایمان لاتا ہے اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالیٰ کی برکتیں آپ پر نازل ہوں ۔خدا تعالیٰ سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالیٰ آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالیٰ عطا فرماوے اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

یہ خطوط سب سے پہلے رسالہ کلمہ فضل رحمانی میں درج ہوئے تھے جس کی بابت مرزا قادیانی نے

عدالت میں حلفیہ بیان کے ذریعہ سے اقرار کیا کہ جو خط کلمہ فضل رحمانی میں درج ہے وہ میرا ہے

اس کے علاوہ ان خطوط کی تصدیق ایک اور مقام پر بھی فرمائی لوگوں نے خطوط لکھنے پر طعنہ دیا تو آپ نے فرمایا:

یہ کہنا کہ پیش گوئی کے بعد احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے لئے کوشش کی گئی اور طمع دی گئی اور خط لکھے گئے یہ عجیب اعتراض ہے سچ ہے انسان شدت تعصب کی وجہ سے اندھا ہو جاتا ہے کوئی مولوی اس بات سے بے خبر نہیں ہوگا کہ اگر وحی الہی کوئی بات بطور پیش گوئی ظاہر فرماوے اور ممکن ہو کہ انسان بغیر کسی فتنہ اور ناجائز طریق سے اس کو پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کا پورا کرنا نہ صرف جائز بلکہ مسنون ہے ۔ (حقیقت الوحی ۔ص ۱۹۱۔ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۸)

بہر حال یہ خطوط مصدقہ ہیں اور ہم سے کوئی پوچھے تو ہم بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو ایسا کرنے میں معذور جانتے ہیں۔ آہ!

کیوں ہوتے ہیں مانع میرے احباب و اعزہ
کیا کوچہ دلدار میں جایا نہیں کرتے

مرزا قادیانی کا عام دستور تھا کہ جب کوئی مخالف پیش گوئی کی زد سے بچ رہتا تو اس کی بابت یہ عذر بتاتے کہ یہ دل سے ڈر گیا، خوف زدہ ہو گیا، بچ گیا۔ مگر یہاں اپنے رقیب (مرزا سلطان محمد شوہر منکوحہ آسمانی) کے حق میں یہ بھی نہیں کہہ سکے کیونکہ اس نے مقابلہ میں ایسا استقلال دکھایا کہ دشمن کو بھی اس کا لوہا ماننا پڑا۔ چنانچہ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے داماد (سلطان محمد) کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی خط پر خط بھیجے گئے ان سے کچھ نہ ڈرا پیغام بھیج کر سمجھایا گیا کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی۔

(اشتہار انعامی چار ہزار۔ص ۲۰۔ مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۲ ص ۹۵)

واہ رے شیر بہادر سلطان محمد تیرے کیا کہنے تو نے ایمان داروں کی صفت لم یخش الا الله (مومن اللہ کے سوا کسی سے نہیں ڈرتا) کو پورا کر دکھایا۔ اسی ہمت کی برکت ہے کہ تمام مسلمانوں کی دعائیں تیرے شامل

حال رہیں اورتو اپنے سخت ترین دشمن پر غالب آیا جزا ك الله و بار ك الله عليك و على عيالك
اب ہم ایک حوالہ اس مضمون کا نقل کرتے ہیں کہ سلطان محمد ڈرتا بھی تو اس کو مفید نہ ہوتا کیونکہ اس کی تقدیر مبرم (موت قطعی) تھی کیونکہ جرم اس کا نکاح تھا لہذا معمولی ڈریا توبہ کسی کام نہ آتی جب تک نکاح نہ چھوڑتا اس لئے مرزا قادیانی اس کی بابت بہت معقول فرماتے ہیں:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم (قطعی) ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی

(انجام آتھم ص ۳۱۔قادیانی خزائن۔ج ۱۱ص ۳۱)

ناظرین اب بھی آپ کو مرزا قادیانی کے اس کلام کی تصدیق کرنے میں کچھ تامل ہوگا۔مناسب نہیں۔اب ہم ایک آخری فیصلہ سناتے ہیں جو مرزا سلطان محمد (رقیب خاص) کے نہ مرنے کی صورت میں مرزا قادیانی نے اپنے حق میں کیا ہوا ہے رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں اس پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے اس کے دو جزء قرار دیئے ہیں ایک مرزا احمد بیگ والد منکوحہ کی موت دوسرا سلطان محمد کی موت۔اس دوسرے جز کی بابت فرماتے ہیں:

یادرکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔
اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴۔قادیانی خزائن ج ۱۱ص ۳۳۸)

بالکل ٹھیک ہے خدا اس کی باتیں کبھی نہیں ٹلتیں اور جو ٹل جائیں وہ خدا کی نہیں آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین ۔

اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کا آخری نوٹس ان کے مریدوں کو سنا کر ایک سوال کریں گے۔مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف (اس پیش گوئی کے) انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوئی ظاہر نہ کرتے۔بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف

جیتے ہی رہ جائیں گے۔اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ان بیوقوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

مرزائی دوستو! سنتے ہو مرزا جی کیا کہتے ہیں؟ آپ کا مطلب یہ ہے نہ کہ اس پیش گوئی کے خاتمہ پر ایسا ہوگا۔کس کے حق میں ہوگا؟ واقعہ جس کے خلاف ہوگا پھر کیا ہوا؟ بس تم سمجھ لو۔ اگر گوئیم زبان سوزد

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

عجیب دوراندیشی

مرزا قادیانی بلا کے پرکالے اور غضب کے دوراندیش تھے دیکھا کہ ادھر بڑھاپا غالب آ رہا ہے اور ادھر موانع نکاح کم نہیں ہوتے بڑا مانع سلطان محمد شوہر منکوحہ کی زندگی ہے جو ختم ہونے میں نہیں آتی۔ اس لئے اپنے کمال دوراندیشی سے ارشاد فرمایا اور کیا ہی معقول فرمایا

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اس وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ

ایتها المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا ۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۳۔خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰)

اس عبارت میں جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے بالکل اس شاعر کے مشورے پر عمل کیا ہے جس

نے اپنے معشوق سے درخواست کی تھی کہ

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

مرزا قادیانی نے اس پر خوب عمل کیا۔ فسخ اور التواء دونوں کو ہاتھ میں رکھا حالانکہ فسخ تو قطع چاہتا ہے اور التوا میں تعلق ثابت رہتا ہے۔ دونوں پہلو ہاتھ میں رکھنے میں یہ حکمت تھی کہ اگر احد الفریقین کی موت تک ملاپ نہ ہوا تو فسخ کہہ دیں گے اور اگر ملاپ ہو گیا تو کہہ دیں کہ التواء تھا۔

مرزا قادیانی!

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

ہاں اس نکاح کی کارعوائی کو شرطی کہنا بھی عجیب منطق ہے حالانکہ حوالہ جات سابقہ کے علاوہ ایک حوالہ خاص مرزا قادیانی کے صریح الفاظ میں ہم نقل کرتے ہیں جو اس نکاح کو تقدیر مبرم (یقینی اور قطعی) ثابت کرتا ہے۔ چنانچہ مرزا قادیانی اسی نکاح کی بابت فرماتے ہیں

ثم ما قلت لكم ان القضيت علكى هذا القدر تمت و النتيجة الآ خرة هي التى ظهر ت وحقيقة انباء عليها ختمت بل ا لا مر قا ئم على حا له و لا ير ده ا حد باحتيا ط له و القدر قدر مبرم من عند الر ب العظيم و سيأتى وقته بفضل الله الكر يم فو الذى بعث لنا محمد المصطفى و جعله خير الرسل و خير الورى ان هذا حق فسو ف ترى وانى اجعل هذا النبا معيار الصدقى و كذبى وماقلت ا لا ببعد ما انبئت من ر بى

(انجام آتھم ص۲۲۳۔ قادیانی خزائن ج۱۱ص۲۲۳)

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ کام (نکاح) ختم ہو گیا بلکہ یہ کام ابھی باقی ہے اس کو کوئی بھی کسی حیلہ سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر مبرم (یقینی اور قطعی) ہے اس کا وقت آئے گا قسم خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا ہے یہ بالکل سچ ہے تم دیکھ لو گے اور

میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے

بعض مرزائی اس پیش گوئی اور اس جیسی اور پیش گوئیوں کے غلط ہونے پر حضرت یونسؑ کا واقعہ پیش کیا کرتے ہیں حالانکہ نہ حضرت یونسؑ نے کوئی پیش گوئی فرمائی تھی نہ وہ غلط ہوئی بلکہ جیسا کہ حضرات انبیاء کرام کا دستور ہے کہ کفر پر عذاب کی دھمکی سنائی تھی لیکن جب وہ لوگ ایمان لے آئے تو عذاب ٹل گیا۔ اللہ اللہ خیر سلا۔ غور سے سنئے

الا قو م یو نس لما آ منوا کشفنا عنهم العذا ب فی الحیاة الدنیا و متعنا هم الی حین .(یو نس: ۹۸) .

(یعنی یونس کی قوم ایمان لے آئی تو ہم نے اس سے عذاب ہٹا دیا یعنی واقع نہ ہونے دیا)

یہ حضرت یونسؑ کا واقعہ اس کو مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی خصوصا مبرم اور قطعی پیش گوئی بابت آسمانی نکاح سے کیا تعلق؟

(حضرت یونس والے واقعہ کا مرزا صاحب قادیانی تذکرۃ الشہادتین میں ذکر کیا ہے۔ جہاں لکھا ہے:

تذکرۃ الشہادتین ۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء...ص ۴۳۔ رہا احمد بیگ کا داماد پس ہر شخص کو معلوم ہے کہ یہ پیش گوئی دو شخصوں کی نسبت تھی۔ ایک احمد بیگ کی بیگ دوسری اس کے داماد کی نسبت۔ سو ایک حصہ اس پیش گوئی کا میعاد کے اندر ہی پورا ہو گیا یعنی احمد بیگ میعاد کے اندر مر گیا اور اس طرح پر ایک ٹانگ پیش گوئی کی پوری ہو گئی اب دوسری ٹانگ جو باقی ہے اس کی نسبت جو اعتراض ہے۔ افسوس کہ وہ دیانت کے ساتھ پیش نہیں کیا جاتا اور آج تک کسی معترض کے منہ سے میں نے یہ نہیں سنا کہ وہ طرح پر اعتراض کرے کہ اگرچہ اس پیشگوئی کا ایک حصہ پورا ہو چکا ہے اور ہم بصدق دل اعتراف کرتے ہیں کہ وہ پورا ہوا مگر دوسرا حصہ اب تک پورا نہیں ہوا۔ بلکہ یہودیوں کی طرح پورا ہونے والا حصہ بالکل مخفی رکھ کر اعتراض کرتے ہیں۔ کیا ایسا شیوہ ایمان اور حیا اور راست بازی کے مطابق ہے اَب قطع نظر ان کی خائنانہ طرز گفتگو کے جواب یہ ہے کہ یہ پیش گوئی بھی آتھم کی پیش گوئی کی طرح مشروط بشرط ہے یعنی یہ لکھا گیا تھا کہ اس شرط سے وہ میعاد کے اندر پوری ہوگی کہ ان دونوں میں سے کوئی شخص خوف اور خشیت ظاہر نہ کرے سو احمد بیگ کو یہ خوفناک علامت پیش نہ آئی اور وہ پیش گوئی کو خلاف واقعہ سمجھتا رہا مگر احمد بیگ کے داماد اور اس کے عزیزوں کو یہ خوفناک حالت پیش آ گئی کیونکہ احمد بیگ کی موت نے ان کے دلوں پر ایک لرزہ ڈال دیا جیسا کہ انسانی فطرت میں داخل ہے کہ سخت سے سخت انسان نمونہ دیکھنے کے بعد ضرور ہراساں ہو جاتا ہے سو ضرور تھا کہ اس کو بھی مہلت دی جاتی۔ سو یہ تمام اعتراضات جہالت اور نابینائی اور تعصب کی وجہ سے ہیں نہ دیانت اور حق طلبی کی وجہ سے۔ جس شخص کے ہاتھ سے اب تک دس لاکھ سے زیادہ نشان ظاہر ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں کیا اگر ایک یا دو پیش گوئیاں اس کی کسی جاہل اور بدفہم اور غبی کی سمجھ میں نہ آئیں تو اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ وہ تمام پیش گوئیاں صحیح نہیں۔ میں یہ بات حتمی وعدہ سے لکھتا ہوں کہ اگر کوئی مخالف خواہ

عیسائی ہوخواہ بگفتن مسلمان، میری پیش گوئیوں کے مقابل پر اس شخص کی پیش گوئیوں کو جس کا آسمان سے اترنا خیال کرتے ہیں صفائی اور یقین اور بداہت کے مرتبہ پر زیادہ ثابت کر سکے تو میں اس کو نقد ایک ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔ مگر ثابت کرنے کا یہ طریق نہیں ہوگا کہ وہ قرآن شریف کو پیش کرے کہ قرآن کریم نے حضرت عیسیٰ کو نبی مان لیا ہے اور یا اس کو نبی قرار دے دیا ہے۔ کیونکہ اس طرح پر تو بھی زور سے دعویٰ کرتا ہوں کہ قرآن شریف میری سچائی کا بھی گواہ ہے، تمام قرآن شریف میں کہیں یسوع کا لفظ نہیں ہے مگر میری نسبت منکم کا لفظ موجود ہے اور دوسری علامات موجود ہیں۔ بلکہ اس جگہ میرا صرف یہ مطلب ہے کہ قرآن شریف سے قطع نظر کر کے محض میری پیش گوئیوں اور یسوع کی پیش گوئیوں پر عدالتوں کی عام تحقیق کے رنگ میں نظر ڈالی جائے اور دیکھا جائے کہ ان دونوں میں سے کون سی پیش گوئیاں یا اکثر حصہ ان کا بحکم عقل کمال صفائی سے پورا ہو گیا اور کون سا اس درجہ پر نہیں۔ یعنی یہ تحقیقات اور مقابلہ ایسے طور ست ہونا چاہیے کہ اگر کوئی شخص قرآن سے منکر ہو تو وہ بھی رائے ظاہر کر سکے کہ ثبوت کا پہلو کس طرف ہے

ماسوا اس کے مجھے افسوس آتا ہے کہ ہمارے مخالف مسلمان تو کہلاتے ہیں لیکن اسلام کے اصول سے بے خبر ہیں اسلام میں مسلّم امر ہے کہ جو پیش گوئی وعید کے متعلق ہو اس کی نسبت ضروری نہیں کہ خدا اس کو پورا کرے۔ یعنی جس پیش گوئی کا یہ مضمون ہو کہ کسی شخص یا گروہ پر کوئی بلا پڑے گی اس میں یہ بھی ممکن ہے کہ خدا تعالیٰ اس بلا کو ٹال دے جیسا کہ یونس کی پیش گوئی کو جو چالیس دن تک محدود تھی ٹال دیا۔ لیکن جس پیش گوئی میں وعدہ ہو یعنی کسی انعام اکرام کی نسبت پیش گوئی ہو وہ کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ خدا تعالیٰ نے یہ فرمایا ہے ان اللہ لا یخلف المیعاد مگر کسی جگہ یہ نہیں فرمایا ان اللہ لا یخلف الوعید پس اس میں راز یہی ہے کہ وعید کی پیش گوئی خوف اور دعا اور صدقہ خیرات سے ٹل سکتی ہے تمام پیغمبروں کا اس پر اتفاق ہے کہ صدقہ اور دعا اور خوف اور خشوع سے وہ بلا جو خدا کے علم میں ہے جو کسی شخص پر آئے گی وہ رد ہو سکتی ہے۔ اب سوچ لو کہ ہر ایک بلا جو خدا کے علم میں ہے اگر کسی نبی یا ولی کو اس کی اطلاع دی جائے تو اسکا نام اس وقت پیش گوئی ہوگا جب وہ نبی یا ولی دوسروں کو اس بلا سے اطلاع دے اور یہ ثابت شدہ بات ہے کہ بلا ٹل سکتی ہے۔ پس ضرورۃً یہ نتیجہ نکلا کہ ایسی پیش گوئی کے ظہور میں تاخیر ہو سکتی ہے جو کسی بلا کی پیش خبری کرے۔ ص ۴۵۔ تذکرۃ الشہادتین)

اور مرزا صاحب حضرت یونسؑ والے واقعہ کا ذکر تتمہ حقیقۃ الوحی میں بھی کیا ہے چنانچہ فرمایا: اور یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست ہے۔ مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا، خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ ایتھا المرأۃ توبی توبی فانّ البلاء علی عقبک۔ پس جب ان لوگوں نے شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔ کیا آپ کو خبر نہیں کہ یمحو اللّٰہ ما یشاء و یثبت نکاح آسمان پر پڑھا گیا یا عرش پر مگر آخر وہ سب کارروائی شرطی تھی۔ شیطانی وساوس سے الگ ہو کر اس کو سوچنا چاہیے کیا یونس کی پیش گوئی نکاح پڑھنے سے کچھ کم تھی جس میں بتلایا گیا تھا کہ آسمان پر یہ فیصلہ ہو چکا ہے کہ چالیس دن تک اس قوم پر عذاب نازل ہوگا مگر عذاب نازل نہ ہوا حالانکہ اس میں کسی شرط کی تصریح نہ تھی۔ پس وہ خدا جس نے اپنا ایسا ناطق فیصلہ منسوخ کر دیا کیا اس پر مشکل تھا کہ اس نکاح کو بھی منسوخ یا کسی اور وقت پر ڈال دے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۳۲۔۱۳۳۔ قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۵۷۰)

خیر یہ تھا مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارت کا جواب ہماری طرف سے۔مگر مرزائی امت تو اپنا یہ حق نہیں جانتی کہ مرزا کے کسی قول کو جانچیں۔ان کا تو اصول ہی یہ ہے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جا

اسلئے مرزا قادیانی کی اس گول مول عبارت سے مرزائی امت دو گروہ ہو گئی ایک فریق کہتا ہے نکاح فسخ ہو گیا ان کے سرگروہ مفتی محمد صادق ہیں جنہوں نے ایک رسالہ آئینہ صداقت لکھا ہے اس میں وہ فسخ کی صورت کو اختیار کئے ہیں (ص۲۴) دوسرے گروہ کے سرگروہ مولوی حکیم نورالدین صاحب اول خلیفہ قادیان ہیں جن کے علم وفضل پر مرزا قادیانی اور مرزائی صاحبان کو بہت ناز تھا اور جس کی تصدیق ہم بھی کرتے ہیں ۔ واقعی حکیم صاحب ان علم داروں میں تھے جو اپنے زور علم سے آدمی کو گدھا اور گدھے کو الو بنا دیا کرتے تھے ۔ہمارے اس دعو ی کی جو تصدیق نہ کرے وہ حکیم صاحب کا جواب سن لے۔حکیم صاحب نے پہلے تو وہ آیات لکھی ہیں جن میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم نے یہ کیا تم نے وہ کیا حالانکہ ان کے پرانے بزرگوں نے کیا تھا اس کے بعد حکیم صاحب لکھتے ہیں:

اب میں تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی۔

کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات (لڑکیوں کی لڑکیوں) کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں۔میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہو جائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا۔پھر یہی وجہ بیان کی و الحمد لله رب العالمين ۔ (ریویو آف ریلیجنز قادیان باب ۱۹۰۸ص۴۷۹)

(حکیم نورالدین صاحب کی مکمل عبارت یوں ہے:

ایک لڑکی کے متعلق کہ اس سے آپ کی شادی ہوگی،اور ایک عورت سے زلازل کے پہلے ایک لڑکا ہوگا،اور پانچویں اولاد کی

بشارت پر جو اعتراض ہیں ان کا للہ و باللہ قرآنی جواب یہ ہے کہ کتب سماویہ کا طرز ہے کہ مخاطب سے گا ہے خود مخاطب ہی مراد ہوتا ہے اور گا ہے وہ اور اس کا جانشین (جانشین تو حکیم صاحب تھے، تو کیا حکیم صاحب بھی اس پیش گوئی میں شامل تھے۔حکیم صاحب کی تو مرزا صاحب کے بعد محمدی بیگم یا کسی بھی دیگر خاتون سے شادی نہ ہوئی۔ بہاء) اور اس کی اولاد بلکہ اس کا مثیل مراد ہوتا ہے مثلاً اللہ تعالی زمانہ نبوی میں فرماتا ہے اقیموا الصّلوۃ و آتو الزّکوۃ ۔اس حکم الہی میں خود مخاطب اور انکے مابعد کے لوگ شامل ہیں جو ان مخاطبین کی مثل ہیں (اس کے بعد قرآنی تمثیلات دے کر لکھتے ہیں) اب تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاد دلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد، مخاطب کے جانشین، اور اس کے مماثل داخل ہوسکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی، یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہوسکتی؟ اور کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات کو حکم بنات نہیں مل سکتا؟ اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات ہوجائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آسکتا۔ پھر یہی وجہ بیان کی والحمدللہ رب العالمین (ریویو آف ریلی جنز جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۷۶۔۲۷۹)

حکیم صاحب کی اس حکیمانہ عبارت کا مطلب ہم یوں سمجھاتے ہیں

یعنی مرزا قادیانی کا لڑکا در لڑکا در لڑکا اور منکوحہ آسمانی کی لڑکی در لڑکی در لڑکی در لڑکی کا جب کبھی کسی درجہ میں نکاح ہوگیا، یہ پیش گوئی صادق ہوجائے گی۔

حکیم صاحب کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ نکاح ثابت ہے صرف طرفین نکاح بدل گئے ہیں یعنی مرزا اور منکوحہ آسمانی کی ذات خاص مراد نہیں بلکہ ان دونوں کی اولاد میں سے کوئی جوڑی بھی ہو پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔

اس حکیمانہ کلام کے جواب میں کچھ لکھنے کی حاجت نہیں ماشاءاللہ ایسے حکیم ایسے عالم ایسے فلسفی کا کلام قابل تردید ہوسکتا ہے؟ لیکن نہایت ادب سے عرض ہے کہ مرزا قادیانی بذات خود اس نکاح کو مسیح موعود کی علامت بتارہے ہیں انکی عبارت ملاحظہ ہو

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے ہی ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان کے ہوگا اور اولاد

سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کوان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳ حاشیہ ۔قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۳۳۷)

پس چونکہ یہ نکاح مرزا غلام احمد قادیانی کا نہیں ہوا لہذا اس اقرار کے موافق خود بدولت تو کسی طرح مسیح موعود نہیں ہیں بقول حکیم صاحب آئندہ کسی کا ہوا تو دیکھا جائے گا سردست مرزا قادیانی ناکام تشریف لے گئے ۔آہ! سچ ہے

ہمہ شوق آمد بودی ہمہ حرماں رفتی

اخیر میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک اور حوالہ نقل کرتے ہیں جو سارے نزاع کے لئے فیصلہ کن ہے آپ اس پیش گوئی کی بابت مکرر تفصیل سے لکھتے ہیں

میری اس پیش گوئی میں نہ ایک بلکہ چھ دعوی ہیں ۔

اول نکاح کے وقت تک میرا زندہ رہنا۔

دوم ۔نکاح کے وقت تک اس لڑکی کے باپ کا یقیناً زندہ رہنا۔

سوم ۔پھر نکاح کے بعد اس لڑکی کے باپ کا جلدی سے مرنا جو تین برس تک نہیں پہنچے گا،

چہارم ۔اس کے خاوند کا اڑھائی برس کے عرصہ میں مرجانا۔

پنجم ۔اس وقت تک کہ میں اس سے نکاح کروں اس لڑکی کا زندہ رہنا ۔

ششم ۔پھر آخر یہ کہ بیوہ ہونے کی تمام رسموں کو توڑ کر باوجود سخت مخالفت اس کے اقارب کے میرے نکاح میں آجانا۔

اب آپ ایمانا کہیں کہ کیا یہ باتیں انسان کے اختیار میں ہیں ۔اور ذرہ اپنے دل کو تھام کر سوچ لیں کہ کیا ایسی پیش گوئی سچی ہوجانے کی حالت میں انسان کا فعل ہوسکتی ہے ۔

(آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۳۲۵ ۔خزائن ج ۵ ص ایضا)

آہ! یہ تفصیل اور آخر کار ناکامی قبر میں بھی حسرت دکھاتی ہوگی افسوس مرزا غلام احمد قادیانی کی اس ناکامی پر آج ان کے مخالفوں کو بھی رحم آتا ہے اور وہ زبان حال بلکہ قال سے کہہ رہے ہیں

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

نکاح کا الہام تھا اور نکاح نہیں ہوا

(مولوی محمد علی ایم اے لاہور کا قول)

شهد شاهد من اهلها

اور کوئی کہتا تو خدا جانے وہ منکر اور مکذب اور کیا نہیں بنتا، مگر اپنے گھر کا بھیدی جو چاہے کہے۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری مرزائی جماعت کی ایک شاخ کے امیر ہیں آپ اس پیش گوئی کی نسبت کو رائے رکھتے ہیں قابل دید وشنید ہے۔ فرماتے ہیں:

یہ سچ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا تھا کہ نکاح ہوگا اور یہ بھی سچ ہے کہ نہیں ہوا۔،

باوجود اس اقرار کے آپ اس کے متعلق مخالفین کو یوں سمجھاتے ہیں:

میں کہتا ہوں کہ ایک ہی بات کو لے کر باقی سب باتوں کو چھوڑ دینا ٹھیک نہیں۔ کسی امر کا فیصلہ مجموعی طور پر کرنا چاہیے۔ جب تک سب کو نہ لیا جائے ہم نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے صرف ایک پیش گوئی لیکر بیٹھ جانا اور باقی پیش گوئیوں کو چھوڑ دینا جن کی صداقت پر ہزاروں گواہیاں موجود ہیں یہ طریق انصاف اور راہ ثواب نہیں صحیح نتیجہ پر پہنچنے کے لئے یہ دیکھنا چاہیے کہ تمام پیش گوئیاں پوری ہوئیں یا نہیں۔

(اخبار پیغام صلح لاہور ۲۱ جنوری ۱۹۱۲ء ص ۵ کالم ۳)

کوئی شخص جسکو ذرہ بھی علم شریعت یا علم منطق میں واقفی ہوگی جو اتنا بھی جانتا ہوگا کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبی جزئیہ ہوتا ہے وہ بھی جان لے گا کہ مولوی محمد علی صاحب اگر دل سے ایسا کہتے ہیں تو وہ عالم نہیں اگر عالم ہیں تو یہ لکھنا ان کا دل سے نہیں بلکہ محض زبان ہیے ان ھی الا کلمة ھو قا ئلھا سنئے صاحب ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ جملہ متحدیانہ پیش گوئیاں مرزا غلام احمد قادیانی کی غلط ہوئیں جن کا ثبوت ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں ملتا ہے لیکن اس پیش گوئی کو ہم اس لئے لیتے ہیں کہ خود صاحب الہام مرزا غلام احمد قادیانی اس پیشگوئی کو مسلمانوں کے لئے مخصوص کرتے ہیں اور لکھتے ہیں

اس پیش گوئی کو میں اپنے صدق یا کذب کا معیار بناتا ہوں (انجام آتھم ص ۲۲۳)

بس بحکم یؤخذ المرء باقرارہ آدمی اپنے اقرار سے پکڑا جاتا ہے

ہمارا حق ہے کہ ہم اس پیش گوئی کو خوب جانچیں اور آپ کا فرض ہے کہ اس کا جواب دیں اور درصورت جواب نہ بن سکنے کے قادیانی کو دعوی الہام وغیرہ میں کاذب کہنے میں ہمارے ہم نوا ہوں جسکی ہمیں امید ہے کیونکہ اتنا بھی جو آپ نے مانا ہے ہمارے (مخالفین ہی کے) اعتراضوں کا اثر ہے تو پھر آئندہ مزید اثر کی امید کیوں نہ ہو۔ آہ

کہتا ہے کون نالہ بلبل ہے بے اثر
پردے میں گل کے لاکھ جگر پاش ہو گئے

....

مراقِ مرزا

مصنفہ: بابو حبیب اللہ کلرک امرتسری

دیباچہ:

رقم فرمودہ: شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ

قرآن میں صاف الفاظ میں ذکر ہے کہ کافر لوگ آنحضرتﷺ کے حق میں مسحور و مجنون وغیرہ کے الفاظ بولتے تھے۔ جن کو اللہ نے بڑی سختی سے رد فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہے

ن۔ والقلم وما یسطرون۔ ما انت بنعمة ربك بمجنون۔ وان لك لاجراً غير ممنون۔ وانك لعلى خلق عظيم (القلم :١-٤)

قسم ہے قلم کی اور جو کچھ قلم کے ساتھ لکھتے ہیں۔ تو اے نبی (ﷺ) اللہ کے فضل سے مجنون نہیں۔ تیرے لئے غیر منقطع اجر ہے اور تو خلق عظیم پر ہے۔

اس آیت نے مجنون اور نبی میں فرق بتا دیا ہے۔ وہ یہ کہ مجنون کی حرکات منظّم اور باقاعدہ نہیں ہوتیں۔ ایک وقت اگر کسی پر خفا ہوتا ہے، تو فوراً خوشی کا اظہار کرنے لگ جاتا ہے۔ ایک وقت گالیاں دیتا ہے تو معاً قرآن پڑھنے لگ جاتا ہے۔ اس لئے اس کی حرکات اور افعال کسی نتیجہ کا موجب نہیں ہوتے۔ نبیﷺ کے حق میں فرمایا گیا۔ ’تیرے لئے بہت بڑا اجر ہے‘ یہ اسی طرف اشارہ ہے کہ تیری حرکات اور افعال منظّم ہیں۔ اس لئے تو بہت بڑے بدلے کا مستحق ہے۔ ثابت ہوا کہ جنون اور نبوت میں بڑا اتبائن اور تخالف ہے۔

مراق

ابتدا میں معمولی تغیر کا نام ہے لیکن ترقی کر کے اس کا نام مالیخولیا مراقی ہو جاتا ہے۔ (طب اکبر)۔
اس امر پر قادیانی جماعت کو بھی اتفاق ہے کہ 'مرض مراق میں مریض کو بدہضمی اور تخیل (بدحواسی) ہو جاتی ہے'۔
چنانچہ رسالہ ریویو میں ایک معتبر احمدی ڈاکٹر شاہ نواز خان اسسٹنٹ سرجن کی رائے یوں چھپی تھی۔

'یونانی میں مراق اس پردے کا نام ہے جو احشاء الصدر کو احشاء البطین سے جدا کرتا ہے۔ اور معدے کے نیچے واقع ہوتا ہے اور فعل تنفس میں کام آتا ہے۔ پرانے سوئے ہضم کی وجہ سے اس پردے میں تشنج سا ہو جاتا ہے۔ بدہضمی اور اسہال بھی اس مرض میں پائے جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مرض میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات پر قابو نہیں رہتا۔'۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۶ جلد ۲۵ نمبر ۸)

مراق کی یہ تشریح از روئے طب قدیم ہے۔ ڈاکٹر صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ

مراق کا دوسرا نام عربی میں جمود ہے اور انگریزی میں اس علامت کو کیٹا لاپسی catalapsy کہتے ہیں۔ یہ بعض علامات کو مجموعی طور پر پکارنے کے لئے بولا جاتا ہے۔ اور اس میں بڑی علامات متعین پائی جاتی ہیں۔ یعنی بازو اچانک سن ہو جاتا ہے اور جہاں رکھا ہو وہیں پڑا رہتا ہے۔ یعنی اس میں اپنے ارادہ سے حرکت دینے کی طاقت نہیں رہتی۔ بازو بعض دفعہ تشنج ہو کر سخت ہو جاتا ہے اور بعض دفعہ نرم رہتا ہے۔ دل کی حرکت کمزور ہو جاتی ہے۔ نبض سست ہو جاتی ہے۔ سانس مدھم پڑھ جاتا ہے اور سخت ضعف ہو جاتا ہے۔ بالعموم اس کا حملہ اچانک ہو جاتا ہے۔ مگر بعض دفعہ سر درد اور متلی وغیرہ پہلے ہو جاتی ہے۔' (ریویو آف یلی جنز مذکور۔ ص ۸)

مرض مراق کی تشریح کے بعد یہی ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں

'یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت (مرزا) صاحب کو بدہضمی اسہال اور دردسر کی عموماً شکایت رہتی تھی'۔ (حوالہ مذکور ص ۸)

بس مطلع صاف ہے۔مرزا غلام احمد کا دعوی تھا کہ میں: 'بروز اور عکس محمد ہوں '(تریاق القلوب۔ص ۱۰۱)۔

اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ مرزا صاحب ان جملہ عوارض سے پاک ہوتے جن سے پیغمبر خدا ﷺ پاک صاف تھے۔کیونکہ جو عوارض اور امراض صورت محمدیہ علے صاحبہا الصلوۃ والتحیہ میں خدا کی طرف سے نبوت کے مطلقاً متضاد قرار دئے گئے ہیں وہ صورت مرزائیہ میں نبوت سے متحد کیسے ہو سکتے ہیں؟

پس شکل اول کا کبرے تو مدلل اور فریقین میں مسلّم ہے۔اب صغرے کا ثبوت باقی ہے۔یعنی ' مرزا صاحب مراقی تھے'۔اس کا ثبوت اخبار اہل حدیث امرتسر میں بار بار دیا گیا ہے۔رسالہ ہذا میں عزیزی مولوی حبیب اللہ سلمہ اللہ امرتسری نے جو حوالجات جمع کئے ہیں۔ناظرین سے امید ہے کہ ان کو غور سے پڑھیں گے اور نبوت مرزائیہ کی حقیقت سے آگاہ ہوں گے۔ابوالوفاء ثناء اللہ کفاہ اللہ۔امرتسر شوال ۱۳۴۷ھ

....

جناب منشی حبیب اللہ صاحب لکھتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی کا مراقی اعتراف: مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

'دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیشگوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہن رکھی ہونگی۔تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی۔یعنی مراق اور کثرت بول۔ '(دیکھو اخبار بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵۔ملفوظات۔ ج ۸۔ص ۴۴۵)

خانگی شہادت: جناب مرزا بشیر احمد صاحب (پسر دوم مرزا قادیانی) لکھتے ہیں ۔

'بیان کیا مجھ سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیریا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند دن بعد ہوا تھا۔رات کو سوئے ہوئے آپ کو اتھو آیا، اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔مگر یہ دورہ خفیف تھا۔پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ ایک دفعہ نماز کیلئے باہر گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آج طبیعت کچھ خراب ہے۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ تھوڑی دیر بعد شیخ حامد علی نے دروازہ کھٹکھٹایا کہ جلدی پانی کی ایک گاگر گرم کر دو۔

والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہے ہوگی۔ چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت کو کہا کہ اس سے پوچھو کہ میاں صاحب کی طبیعت کا کیا حال ہے؟ شیخ حامد علی نے کہا کچھ خراب ہوگئی ہے۔ میں پردہ کرا کے مسجد چلی گئی۔ تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ 'میری طبیعت خراب ہوگئی تھی مگر اب افاقہ ہے'۔ میں نماز پڑھا رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی اور آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی'۔

والدہ صاحبہ فرماتی ہیں اس کے بعد آپ کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ خاکسار نے پوچھا دورہ میں کیا ہوتا تھا؟ والدہ صاحبہ نے کہا ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور بدن کے پٹھے کھچ جاتے تھے۔ خصوصاً گردن کے پٹھے اور سر میں چکر ہوتا تھا۔ اور اس وقت آپ اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہیں رہی اور کچھ طبیعت عادی ہوگئی۔ خاکسار نے پوچھا اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہیں تھی؟ والدہ صاحبہ نے فرمایا پہلے معمولی سر کے دورے ہوا کرتے تھے۔

خاکسار نے پوچھا کیا پہلے حضرت صاحب خود نماز پڑھاتے تھے؟ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاں مگر دوروں کے بعد چھوڑ دی'۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول روایت نمبر ١٩)

رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ اپریل ١٩٢٥ء کے صفحہ ۴۵ پر ہے

'حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے فرمایا مجھے مراق کی بیماری ہے'۔

کتاب منظور الٰہی میں مرزا صاحب قادیانی کا یہ قول نقل کیا گیا ہے ۔

'میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ مبتلا رہتا ہوں تاہم آجکل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ رات کو مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی دیر تک بیٹھا اس کام کو

کرتا رہتا ہوں۔حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہےاوردوران سر کا دورہ زیادہ ہوجاتا ہے۔تاہم میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا اوراس کام کو کیے جاتا ہوں۔'

(ملفوظات جلد۲ص ۳۷۶۔)

رسالہ ریویوآف ریلیجنز بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء کےصفحہ۶ پر ہے۔

حضرت مرزاصاحب نے اپنی بعض کتابوں میں لکھاہے کہ مجھ کومراق ہے۔

رسالہ ریویوآف ریلیجنز بابت ماہ اگست کےصفحہ۱۰پر ہے

'مراق کا مرض حضرت (مرزا) صاحب میں موروثی نہ تھا بلکہ خارجی اثرات کے ماتحت پیداہوا ۔ اوراس کا باعث سخت دماغی محنت،تفکرات،غم اورسوءہضم تھا۔جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھااورجس کا اظہارمراق اوردیگرضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔'

رسالہ ریویوقادیان بابت ماہ مئی ۱۹۲۷ء کےصفحہ۲۶ پر ہے

حضرت صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، درد سر، کمی خواب، تشنج دل اور بدہضمی اسہال، کثرت پیشاب اورمراق وغیرہ کاایک ہی باعث تھااوروہ عصبی کمزوری تھا۔

مرزاصاحب کومراق کیوں ہوا؟

'مرض مراق حضرت صاحب کوورثہ میں نہیں ملا۔پس حضرت صاحب کی زندگی کے حالات کے مطالعہ سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مراقی علامات کے دو بڑے سبب تھے۔اول کثرت دماغی محنت تفکرات قوم کا غم اوراس کی اصلاح کی فکر۔دوسرے غذا کی بے قاعدگی کی وجہ سےسوءہضم اوراسہال کی شکایت۔'

(رسالہ ریویوقادیان بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ءصفحہ۹)

مرزاصاحب کی بیوی کومراق : یک نہ شد دوشد ۔

خوب گذرے گی جومل بیٹھیں گے دیوانے دو

مرزاغلام احمد صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں کہ:

'میری بیوی کومراق کی بیماری ہے۔کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے، کیونکہ طبی اصول کے مطابق

اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے۔'

(اخبار الحکم مورخہ ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴۔ کتاب منظور الہی ص ۲۴۴)

مرزا غلام احمد کے بیٹے خلیفہ قادیان کو مراق

یک نہ شد دو شد بلکہ سہ شد ۔ ایں خانہ ہمہ آفتاب ست

حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (میاں محمود احمد قادیانی) نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے ۔'

(ریویو آف ریلی جنز قادیان اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱)

نبی اور مراقی میں فرق عظیم: نبی میں اجتماع توجہ بالا رادہ ہوتا ہے۔ جذبات پر قابو ہوتا ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان مئی ۱۹۲۷ء۔ص ۳۰۔۳۱)

مریض مراق: اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مرض (مراق) میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو نہیں رہتا ۔ (ریویو آف ریلی جنز۔اگست ۱۹۲۶ء ص ۶)

مراق ایک برا مرض ہے: (ایک احمدی کا خیال)۔

'پیسہ اخبار کے کسی پچھلے پرچے میں قاضی عبدالعزیز نے اس امر کا اعلان کیا ہے کہ میں خلیفہ وقت ہوں۔ جب میں نے اس شخص کا یہ مضمون دیکھا تو ہنس کر ٹال دیا تھا کہ ایسے مراقی اور کمزور طبع آدمی کی بے ربط اور بے سروپا باتوں کا کیا نوٹس لیا جائے' (منشی احمد حسین صاحب احمدی فرید آبادی کے الفاظ مندرجہ اخبار بدر مورخہ ۶۔دسمبر ۱۹۰۶ء ۔ص ۴)

لاہوری شہادت: بدقسمتی سے ہمارے قادیانی بھائی اس حد تک مرض بحث مباحثہ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ میں کہونگا کہ [monomonia] مونومونیا تک حد پہنچ چکی ہے۔ یہ وہ عارضہ ہے جسے غالباً مراق کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ اور اس کا خاصہ ہے کہ جب ایک بات نے دل و دماغ پر قبضہ جمالیا تو باقی تمام دنیا و جہان کی چیزیں اسی رنگ میں رنگین نظر آتی ہیں۔' (پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۴۔اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۴)

پشاوری شہادت: قاضی یوسف قادیانی لاہوری احمدیوں کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

بگوش ہوش بشنو اے مراقی
بہ میخانہ نخواہی جام ساقی

(اخبار الفضل قادیان ۔۲۰۔اپریل ۱۹۲۸ء ص ۷)

مراقی شخص نبی یا ملہم نہیں ہوسکتا: ڈاکٹر شاہ نواز خان احمدی اسسٹنٹ سرجن لکھتے ہیں

'ایک مدعی الہام کے متعلق اگر ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوے کی تردید کیلئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی۔ کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو کہ اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔

(' رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص ۶۔۷)

مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنے خیالات پر قابو نہیں تھا:

مثال نمبرا ۔مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں

'ایلی ایلی لما سبقتنی ایلی اوس '۔اے میرے خدا۔اے میرے خدا۔تو نے مجھ کو کیوں چھوڑ دیا۔آخری فقرہ اس الہام کا یعنی ایلی اوس بباعث سرعت ورود مشتبہ رہا ہے اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے. واللہ اعلم بالصواب ' (براہین احمدیہ ص ۵۱۳ حاشیہ)۔

'پھر بعد اس کے خدا نے فرمایا ' ھو شعنا نعسا ' یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی اس عاجز پر نہیں کھلے' (براہین احمدیہ ص ۵۵۶ حاشیہ)۔

' بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ۔جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا گیا ہے۔' (نزول مسیح۔ص ۵۷)

اس کے متضاد:

یہ بالکل غیر معقول اور بیہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی اور ہو، اور الہام کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا۔ کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے' (چشمہ معرفت مصنفہ مرزا صاحب ص ۲۰۹)

تضاد کا نتیجہ:

'ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل لگتا ہے یا منافق '

(ست بچن مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب ص ۳۱)

'ہر ایک کو سوچنا چاہیے کہ اس شخص کی حالت ایک مخبوط الحواس انسان کی حالت ہے کہ ایک کھلا کھلا تناقض امنے کلام میں رکھتا ہے' (حقیقت الوحی ص ۱۸۴)

مثال نمبر ۲:

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر

آیت فلمّا توفّیتنی سے پہلے یہ آیت ہے واذ قال الله یا عیسی اانت قلت للناس ... الخ اور ظاہر ہے کہ صیغہ ماضی کا ہے اور اس کے اول میں اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے۔ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ کہ استقبال کا' (ازالہ اوہام ص ۷۴۷۔۷۴۸)

یہ سوال حضرت مسیح سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا تھا نہ کہ قیامت میں کیا جائے گا(ازالہ اوہام ۔ص ۷۴۷۔۷۴۸) یعنی واقعہ ماضی ہے۔

اس کے متضاد:

اس تمام آیت (اذ قال الله) کے اول و آخر کی آیتوں کے ساتھ یہ معنی ہیں کہ خدا قیامت کے دن حضرت عیسی علیہ السلام کو کہے گا کہ تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا کہ..الخ [(نصرۃ الحق ص ۴۰۔خزائن ج ۲۱ ص ۵۱) ۔یعنی واقعہ مستقبل کا ہے۔

دوسرا تضاد

'جس شخص نے کافیہ یا ہدایت النحو بھی پڑھی ہوگی وہ خوب جانتا ہے کہ ماضی مضارع کے معنوں پر بھی آجاتی ہے ۔ بلکہ ایسے مقامات میں جب کہ آنے والہ واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقین الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر

لاتے ہیں۔جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔

و نفخ فی الصور فاذا هم من الاجداث الی ربهم ينسلون ۔

اورجیسا کہ فرماتا ہے

' واذ قال الله يا عيسى ابن مريم ء انت قلت للناس اتخذونی و امی الهين من دون الله ۔ قال الله هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم '(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ص۶ خزائن ج۲۱ص ۱۵۹)

مثال نمبر۳

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر

' آخر انجام یہ ہوا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد خدا نے مرنے سے بچا لیا۔اوران کی وہ دعا منظور کر لی جو انہوں نے درد دل سے باغ میں کی تھی۔جیسا کہ لکھا ہے کہ جب مسیح کو یقین ہو گیا کہ یہ خبیث یہودی میری جان کے دشمن ہیں اور مجھے نہیں چھوڑتے تب وہ ایک باغ میں رات کے وقت جا کر زار زار رویا اور دعا کی کہ یا الٰہی اگر یہ پیالہ مجھ سے ٹال دے تو تجھ سے بعید نہیں تو جو چاہتا ہے کرتا ہے۔اس جگہ عربی انجیل میں عبارت لکھی ہے

' نبکی بدموع جارية و عبرات متحدرة فسمع لتقواه۔ '(یعنی یسوع مسیح اس قدر رویا کہ دعا کرتے کرتے اس کے منہ پر آنسو رواں ہو گئے اور وہ آنسو پانی کی طرح اس کے رخساروں پر بہنے لگے۔اور وہ سخت رویا اور سخت دردناک ہوا۔تب اس کے تقوے کی وجہ سے اس کی دعا سنی گئی)(تذکرۃ الشہادتین ص۲۶،۲۷)

اس کے خلاف:

' حضرت مسیح علیہ السلام نے ابتلا کی رات میں جس قدر تضرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں۔تمام رات حضرت مسیح جاگتے رہے اور جیسے کسی کی جان ٹوٹتی ہے غم واندوہ سے ایسی حالت ان پر طاری تھی۔وہ ساری رات رو رو کر دعا کرتے رہے کہ وہ بلا کا پیالہ جو ان کے لئے مقدر تھا ٹل جائے۔ باوجود اس گریہ وزاری کے دعا پھر بھی منظور نہ ہوئی کیونکہ ابتلاء کے وقت دعا منظور نہیں ہوا کرتی '

(تبلیغ رسالت ج اص ۱۳۲۔۱۳۳۔مجموعہ اشتہارات ج اص ۱۷۵ احاشیہ)

مثال نمبر ۴

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر

'اللہ جل شانہ نے آنحضرتﷺ کو صاحب خاتم بنایا۔یعنی آپ کو افاضہ کمال کیلئے مہر دی جو کسی اور نبی کو ہرگز نہیں دی گئی۔اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ہے۔یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپ کی روحانی توجہ نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔یعنی معنی اس حدیث کے یہ ہیں کہ 'علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل' یعنی میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں کی طرح ہونگے۔اور بنی اسرائیل میں اگرچہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت حضرت موسی کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ نبوتیں براہ راست خدا کی ایک موہبت تھیں۔حضرت موسی کی پیروی کا اس میں ایک ذرہ دخل نہ تھا۔اس وجہ سے میری طرح ان کا یہ نام نہ ہوا کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔بلکہ وہ انبیاء مستقل نبی کہلائے۔اور براہ راست ان کو منصب نبوت ملا'(حقیقت الوحی۔ص ۹۷ حاشیہ)

اس کی نقیض

مرزا صاحب قادیانی کا قول ہے:

'حضرت موسی علیہ السلام کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے' (الحکم مورخہ ۲۴۔نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ۶)

نتیجہ:

قول اول میں حضرت موسی کے اتباع سے نبی بننے سے انکار ہے۔قول دوم میں اقرار۔ ضدان مفترقان ای تفرق

شرعی نصاب شہادت دو ہے۔صرف ایک معاملہ میں چار گواہوں کی ضرورت ہے کیونکہ اس کی سزا بہت سخت ہے اور بدنامی بھی بہت زیادہ۔یعنی جرم زنا۔ہم نے شرعی نصاب کی اعلی حد کر کے مرزا صاحب کی مراقیت پر چار گواہ پیش کیئے ہیں۔لہذا ہمارا دعوی ثابت ہونے میں کس کو مجال سخن نہیں۔

قرآن شریف میں مجنونوں اور مراقیوں کا جیسے محل نبوت ہونے سے انکار کیا ہے۔مختلف القول اشخاص کے حق میں بھی یہی فیصلہ ہے کہ مورد الہام اور محل نزول وحی اور مخاطب الٰہی نہیں ہوسکتے۔چنانچہ ارشاد ہے

'لو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه اختلافا کثیرا۔(پارہ۵رکوع۸)

نتیجہ ۔ان سارے حوالہ جات کا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نہ نبی تھے،نہ رسول،نہ مجدد، نہ مسیح، نہ ملہم،نہ محدث۔ہاں کچھ تھے تو مراقی۔جس کا انہیں خود اعتراف ہے

مرزا صاحب قادیانی کی وحی پر مراق کا اثر

'منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ۲۲۔فروری ۱۹۲۹]

پنجاب کی سرزمین بھی عجیب ہے۔یہ سرزمین زرخیز ہونے کے علاوہ ایسی ہے کہ اس کے مختلف ضلعوں میں اس زمانہ میں بعض لوگ نبوت ورسالت کے مدعی گذرے ہیں ان مدعیان میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نمبر سب سے بڑھا ہوا تھا۔آپ نے مسیح موعود مہدی موعود نبی رسول مجدد کرشن اوتار وغیرہ ہونے کے دعوے کیئے۔آپ نے ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۸ء تک کے عرصہ میں تیس سے زیادہ دعاوی کیئے۔آپ کا یہ بھی دعوی تھا کہ مجھ پر خدا کی وحی نازل ہوتی ہے۔آپ کی وفات کے بعد آپ کے مریدوں میں سے ایک مرید محمد منظور الٰہی صاحب احمدی نے آپ کی وحی کو اکٹھا کیا اور 'البشرے' نامی کتاب میں اس کو شائع کیا۔اس میں کچھ وحی ذیل میں لکھی جاتی ہے۔

۱۔ 'ایلی ایلی لما سبقتنی ۔ ایلی اوس' (اے میرے خدا۔اے میرے خدا۔تونے مجھے کیوں چھوڑ دیا) آخری فقرہ اس الہام کا یعنی 'ایلی اوس' بباعث ورود مشتبہ رہا ہے اور نہ اس کے کچھ معنی کھلے۔ واللہ اعلم بالصواب۔ (براہین احمدیہ ص۵۱۳۔ البشرے۔ج ۱ص۳۶)

۲۔ 'ربنا عاج' (ہمارا رب عاجی ہے)۔اس کے معنی ابھی تک معلوم نہیں ہوئے۔ (براہین احمدیہ۔ص۵۵۵۔۵۵۶۔ البشرے ج ۱ص۴۳)

۳۔ 'کرمہائے تو مارا کرد گستاخ' (تیری بخششوں نے ہمیں گستاخ کر دیا) ۔(دیکھو حاشیہ ص۱۴ پر)(براہین احمدیہ ص۵۵۵ اور۵۵۶۔ البشرے ج ۱ص۴۳)مرزا صاحب قادیانی کے بیٹے جناب میاں محمود احمد صاحب فرماتے ہیں۔

'نادان ہے وہ شخص جس نے کہا : کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ'

کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے'

(الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ئے ص۱۳)۔

احمدیو! باپ نادان یا بیٹا؟ سچ کہتے ہوئے جھجکنا نہیں۔

۴۔ پھر بعد اس کے (خدا نے) فرمایا 'ھو شعنا نعسا' یہ دونوں فقرے شاید عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے (براہین احمدیہ ص۵۵۶)

۵۔ 'شخصے پائے من بوسید۔من گفتم کہ سنگ اسود منم' (البشرے۔ج ۱ص۴۸۔تذکرہ ص۳۶)

۶۔ 'پریشن۔عمر براطوس۔ یا پلاطوس' (نوٹ) آخری لفظ پراطوس ہے یا پلاطوس۔ بباعث سرعت الہام دریافت نہیں ہوا۔اور نمبر۲ میں عمر عربی لفظ ہے اس جگہ براطوس اور پریشن کے معنی دریافت کرنے ہیں کہ کس زبان کے یہ لفظ ہیں (از مکتوبات احمدیہ ج ۱ص۶۸ تاریخ نزول الہام ہفتہ مختتمہ ۱۲ دسمبر ۱۸۸۳ء)

۷۔ 'آریوں کا بادشاہ آیا' (الحکم ۶۔مارچ ۱۹۰۸ء])

'ہے کرشن جی رودر گوپال' (پرانا الہام ہے۔البدر ۲۹۔اکتوبر ۱۸ نومبر ۱۹۰۳ء کشف نمبر ۵۴ البشرے ج ۱ص۵۶)

۸۔ 'خدا قادیان میں نازل ہوگا' (پرانا الہام ہے۔البدر ۷۔۳ نومبر ۱۹۰۲ء۔الحکم مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص۱)(البشرے ج ۱ص ۵۴)

۹۔ 'بعد ۱۱ انشاء اللہ' اس کی تفہیم نہیں ہوئی کہ ۱۱ سے کیا مراد ہے۔ گیارہ دن یا گیارہ ہفتے یا کیا۔ یہی ہندسہ ۱۱ کا دکھایا گیا۔ (البشرے ج ۱ ص ۶۵ اور ۶۶)

۱۰۔ 'نتیجہ خلاف مراد ہوا یا نکلا'۔ آخر کا لفظ ٹھیک یاد نہیں اور یہ بھی پختہ پتہ نہیں کہ یہ الہام کس امر کے متعلق ہے۔' (البشرے ج ۲ ص ۷۴۔۷۵)

۱۱۔' ینادی مناد من السماء '

(آسمان سے ایک پکارنے والے نے پکارا)۔ (البدر ۱۲۔ دسمبر ۱۹۰۲ء جمعہ قبل از عصر) نوٹ حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس کے ساتھ ایک اور عجیب اور مبشر فقرہ تھا وہ یاد نہیں رہا' (البشرے ج ۲ ص ۷۶)

۱۲۔' انی انا الصاعقة ' (میں ہی صاعقہ ہوں)۔ نوٹ۔ یہ اللہ تعالی کا نیا نام ہے' (البشرے ج ۲ ص ۷۶)

۱۳۔ ' انی مع الرسول اقوم و اصلی و اصوم '

میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہونگا اور نماز پڑھونگا اور روزہ رکھونگا۔ (البشرے ج ۲ ص ۷۸۔۷۹)

۱۴۔ ' اصلی و اصوم اسهر و انام'

میں نماز پڑھونگا اور روزہ رکھونگا۔ جاگتا ہوں اور سوتا ہوں) (البشرے ج ۲ ص ۷۹۔ تذکرہ ص ۴۶۰)

نوٹ۔ قرآن شریف میں اللہ تعالی کی شان میں آیا ہے ' لا تاخذه سنة ولا نوم ' اور مرزا صاحب کے الہام میں خدا کہتا ہے 'میں سوؤنگا چہ عجب۔

۱۵۔، ۲۷۔ مئی ۱۹۰۳ء بلا نازل یا حادث یا۔۔۔'

(تشریح) فرمایا کہ یہ الفاظ الہام ہوئے مگر معلوم نہیں کہ کس کی طرف اشارہ ہے۔ یاد نہیں رہا کہ یا کے آگے کیا تھا۔' (البدر) (البشرے ج ۲ ص ۸۲۔ تذکرہ ص ۴۷۳)

۱۶۔ ۱۹۔۲۰ فروری ۱۹۰۵ء میں' انما امرك اذا اردت شيئاًان تقول له كن فيكون '

ترجمہ۔ تحقیق تیرا ہی یہ حکم ہے جب تو کسی شے کا ارادہ کرے تو اسے کہہ دیتا ہے ہو جا پس وہ ہو جاتی ہے۔' (البدر) (البشرے ج ۲ ص ۹۴۔ حقیقت الوحی ص ۱۰۵۔ نصرۃ الحق ص ۹۵)۔ تذکرہ ۵۲۷)

۱۷۔ ہفتہ مختتمہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء 'خاکسار پیپرمنٹ' (کشف نمبر ۱۵۰) (الحکم) (البشرے۔ج۲ص۹۴۔تذکرہ۔ص ۵۲۷)

۱۸۔ایک عربی الہام تھا۔الفاظ مجھے یاد نہیں رہے۔حاصل مطلب یہ ہے 'مکذبوں کونشان دکھایا جائے گا '

(الحکم) (البشرے ج۲ص۹۴)

۱۹۔'لنگرا ٹھادو' (بدر)(البشرے ج۲ ص۹۷۔تذکرہ ص۵۵۰)

۲۰۔ ۱۲۔ستمبر ۱۹۰۵ء ' دوشہتیر ٹوٹ گئے' (البشرے ج۲ ص۱۰۰۔تذکرہ ص۵۶۶)

۲۱۔ 'ایک دانہ کس کس نے کھایا' [البشرے ج۲ ص۱۰۷۔تذکرہ ص۵۹۵)

۲۲۔ ۷۔مئی ۱۹۰۶ء 'کلیسا کی طاقت کا نسخہ' (البشرے ج۲ ص۱۱۴۔تذکرہ ص۶۱۵)

۲۳۔'ایک دم میں دم رخصت ہوا'

(نوٹ از حضرت مسیح موعود) فرمایا کہ رات مجھے (مندرجہ بالا) الہام ہوا۔اس کے پورے الفاظ یاد نہیں رہے اور جس قدر یاد رہا وہ یقینی ہے۔مگر معلوم نہیں کہ کس کے حق میں ہے لیکن خطرناک ہے یہ الہام ایک موزوں عبارت میں ہے مگر ایک لفظ درمیان سے بھول گیا'۔(البدر)(البشرے ج۲ص۱۱۷۔تذکرہ ۶۷۲)

۲۴۔'پیٹ پھٹ گیا'۔دن کے وقت کا الہام ہے۔معلوم نہیں کہ یہ کس کے متعلق ہے'۔ (البشرے ج۲ ص۱۱۹، تذکرہ۔ص۶۷۲)

۲۵۔'خدا اس کو پنج بار ہلاکت سے بچائے گا'۔نہ معلوم کس کے حق میں یہ الہام ہے۔

(البشرے ج۲۔ ص۱۱۹۔تذکرہ ۶۷۴)

۲۶۔ ۱۴۔ستمبر ۱۹۰۶ء مطابق ۵۔شعبان ۱۳۲۴ھ بروز پیر 'موت تیرہ ماہ حال کو '

(نوٹ) قطعی طور پر معلوم نہیں کہ کس کے متعلق ہے (البشرے ج۲ص۱۲۰۔تذکرہ ص۶۷۵)

۲۷۔'وہ کام جو تم نے کیا خدا کی مرضی کے موافق نہیں ہوگا'(حقیقت الوحی ص۱۰۵۔البشرے ج۲ص۱۲۳۔تذکرہ ۶۶۲)

۲۸۔'بہتر ہوگا کہ اور شادی کرلیں'۔معلوم نہیں کہ کس کی نسبت یہ الہام ہے۔(البشرے ج۲ص۱۲۵۔تذکرہ ۶۹۷)

۲۹۔لاہور میں ایک بے شرم ہے'۔(البشرے۔ج۲ص۱۲۶) لاہوری مرزائیو یہ کون ہے؟

۳۰۔ بلغت قدم الرسول (میں رسول کے قدم پر پہنچ گیا ہوں)۔(البشرے ج۲ص ۱۲۷)

۳۱۔'ایسوسی ایشن'۔(بدرج ۶ نمبر ۳۰۔ص ۴)(البشرے ج ۲ ص ۱۳۲۔تذکرہ ۷۲۴)

۳۲۔آسمان ایک مٹھی بھر رہ گیا۔' (البشرے ج ۲ص ۱۳۹۔تذکرہ۔ص ۷۵۱)

واقعات اور اقوال مرزا غلام احمد صاحب پیش کر کے فیصلہ ناظرین پر ہم چھوڑتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کون تھے؟

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

☆☆☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔
و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

بسم اللہ الرحمن الرحیم

قُلْ أَطِيعُوا اللَّهَ وَأَطِيعُوا الرَّسُولَ

مجلس التحقیق الاسلامی زیر اہتمام

محدث لائبریری

کتاب وسنت کی روشنی میں لکھی جانے والی اردو اسلامی کتب کا سب سے بڑا مفت مرکز

معزز قارئین توجہ فرمائیں

- کتاب وسنت ڈاٹ کام پر دستیاب تمام الیکٹرانک کتب... عام قاری کے مطالعے کیلئے ہیں۔
- مجلس التحقیق الاسلامی کے علمائے کرام کی باقاعدہ تصدیق واجازت کے بعد (Upload) کی جاتی ہیں۔
- دعوتی مقاصد کیلئے ان کتب کو ڈاؤن لوڈ (Download) کرنے کی اجازت ہے۔

تنبیہ

ان کتب کو تجارتی یا دیگر مادی مقاصد کیلئے استعمال کرنے کی ممانعت ہے کیونکہ یہ شرعی، اخلاقی اور قانونی جرم ہے۔

اسلامی تعلیمات پر مشتمل کتب متعلقہ ناشرین سے خرید کر تبلیغ دین کی کاوشوں میں بھرپور شرکت اختیار کریں

PDF کتب کی ڈاؤن لوڈنگ، آن لائن مطالعہ اور دیگر شکایات کے لیے درج ذیل ای میل ایڈریس پر رابطہ فرمائیں۔

KitaboSunnat@gmail.com

www.KitaboSunnat.com

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ و ششم (۵۶)

سراج الاخبار جہلم

قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۹ء (۱۷)

تاریخ مرزا

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ و ششم (۵٦)
	سراج الاخبار جہلم
	قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۹ء (۱۷)
	تاریخ مرزا
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۲٦
ویب سائٹ اڈیشن	مئی ۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

فاتحۃ الکتاب	۱۰
سراج الاخبار جہلم	۱۲
بشارت عظیمہ	۱۲
مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی پیش گوئی	۱۳
لاہور کی انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ	۱۵
مسیح کہیں نہ کہیں جنم دھارتا ہی رہتا ہے	۱۶
مباحثہ کھاریاں میں مرزا قادیانی کے ایک حواری کو شکست	۱۷
مسیح موعود اپنی صداقت پر کیسے نا قابل تردید دلائل دیتا ہے	۲۰
الحق یعلو و لا یعلی	۲۲
مفتی غلام دستگیر قصوری کی دعوت مباحثہ اور مرزا کا فرار	۲۲
مولوی خیر الدین کی پیش گوئی	۲۳
چھاؤنی فیروز پور	۲۳
مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کا جھوٹا ثابت ہونا	۲۴
مرزا کی پیش گوئی غلط ثابت ہونے پر عیسائیوں کا اشتہار	۲۵
سیالکوٹ	۲۶
مرزا قادیانی اور ان کی پیشین گوئی کی مٹی خراب	۲۶
مرزا قادیانی کو ایک پنڈت کا چیلنج	۳۱

گدھا، سیاہی، رسی، بھبھوں	۳۲
مرزا صاحب قادیانی کا تازہ الہام	۳۳
مرزا قادیانی کی دوسری پیش گوئی بھی غلط نکلی	۳۸
خانقاہ پیر غازی ضلع گجرات کے مجاور کا دعوی مہدویت	۳۹
رسالہ گوہر بار	۳۹
انجمن اسلامیہ کی مکروہ کاروائی	۴۱
ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور	۴۳
طاعون سے مرزائی کنبہ کی ہلاکت	۴۴
قادیان میں طاعون جارف	۴۵
دارالایمان قادیان سے مرزا کا فرار	۴۶
مولا بخش مرزائی کا طاعون سے انتقال	۴۶
طاعون	۴۷
قادیانی مرزا جی کے انوکھے الہام	۴۹
الہامی شگوفہ	۵۱
لڑکے سے لڑکی ہوگئی	۵۳
مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا وعظ	۵۴
لاہور میں مرزا قادیانی کا تحریری لیکچر	۵۴
مرزا قادیانی کے رد میں اہلیان لاہور کا جلسہ	۵۵
مسیح قادیانی کی تردید میں اہل اسلام لاہور کا جلسہ	۵۶
انجمن اہل حدیث جہلم کا سالانہ جلسہ	۵۸
انگلینڈ میں اسلام	۶۰

قادیانی خلافت کا جھگڑا ۶۰

لاہوری مرزائیوں کا نیا امیر اور اڈیٹر وطن ۶۳

مرزائیوں کا اپیل خارج ۶۶

ریویو: افادۃ الافہام ۶۸

قادیانی ۶۹

مرزا جی کے الہامات ۷۱

مرزا جی کی پیش گوئی ۷۷

ولی را ولی مے شناسد ۷۹

ولی نعمت اللہ قدس سرہ اور مرزا غلام احمد قادیانی ۸۱

مقدمہ اول کی روداد ۸۳

قادیانی مشن۔ اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۹ء سے ۸۶

حرام زادے کی رسی دراز ہے ۸۶

تثلیث قادیانی ۸۳

قادیانی خدمت اسلام ۹۱

کیا مرزا قادیانی مسیح موعود تھے ۹۳

قادیانی خلق ۹۵

ڈاکٹر بشارت احمد اور سہ صدی دوست ۹۷

احمدیوں سے بات چیت ۱۰۴

مرزا اور بہاء ۱۰۶

مناظرہ پٹھان کوٹ ۱۱۴

تقابل ریفارمران آریہ مرزائیہ با آئمہ رافضہ۔۲ ۱۱۷

قادیانی اور دیانند سوامی سب سے بڑھ کر ہیں	۱۲۳
قادیانی وفد گورنر کے حضور	۱۳۰
مرزا اور بہاء	۱۳۳
مرزا صاحب قادیانی آریہ تھے؟	۱۳۵
خلیفہ قادیانی اور اللہ دتہ جالندھری	۱۳۸
مولوی اللہ دتا مرزائی تیار ہو جائیں	۱۳۹
رسول قادیان اور اس کا عمل بالقرآن	۱۴۲
خلیفہ صاحب قادیان کی دورخی	۱۴۴
عیسائی اشاعت اور مرزا قادیانی	۱۴۶
امرتسر میں مرزائی جلسہ	۱۴۹
آخر انتظار کب تک؟	۱۵۰
قادیان میں دفعہ ۱۴۴	۱۵۴
افغانستان میں مرزائی غضب کا نزول	۱۵۷
الفضل کی ناراضگی پر ہمارا جواب	۱۵۸
کیا یہ بہائیت کی نقل نہیں	۱۶۲
قرآن اور انجیل کا رشتہ	۱۶۴
انتظار کب تک۔۲	۱۶۷
آخر یہ اس قدر جلدی کیوں ہے؟	۱۷۱
ایک متلاشیء احمدیت کو جواب	۱۷۵
مرزائیوں کو احمدی نہ لکھا جائے	۱۸۰
شرابی اور افیونی مسیح	۱۸۱

خلیفہ قادیان اب بھی مباہلہ نہ کرے گا؟	۱۸۴
جلدی مت کرو	۱۸۶
ایک جنازہ پر جھگڑا	۱۸۹
تمام روئے زمین کے مرزائیوں کو چیلنج	۱۹۱
مباہلہ مرزائیہ	۱۹۲
انعام نہ لے سکے	۱۹۴
مولانا ابراہیم سیالکوٹی پر افتراء	۱۹۶
قادیانی کی تکذیب، واقعات سے	۱۹۹
قادیانی اور بابی	۲۰۰
مرزا صاحب کے اخلاق	۲۰۷
قادیانی امت کے اخلاق	۲۱۰
خلیفہ قادیان کی بابیت	۲۱۲
بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہنا بے عقلی ہے	۲۱۷
تردید حکیم نور الدین قادیانی	۲۲۱
راولپنڈی میں مباحثہ	۲۲۸
مرزا صاحب پر حج فرض نہ تھا	۲۳۲
مباحثہ راولپنڈی: ایک وضاحت	۲۳۴
بہاء اللہ کو مرزا کے مقابل کیوں پیش کرتے ہیں	۲۳۶
راولپنڈی کے مباحثہ کی روداد: سچا کون ہے	۲۴۰
قادیانی اور بہائی	۲۴۳
قادیانی کے اقوال میں اختلاف کوئی نئی بات ہے؟	۲۴۴

نبوت کا دروازہ کھل گیا ۲۴۵
دانیال کی پیش گوئی اور قادیانی نقل باز ۲۴۹
لالہ موسیٰ میں احمدیوں اور اہل حدیثوں کا مناظرہ ۲۵۳
حضرت عیسیٰ آسمان سے اتریں گے ۲۵۵

تاریخ مرزا **۲۵۷**

پہلے مجھے دیکھئے ۲۵۷
تمہید ۲۵۸
باب اول: قبل دعویٰ مسیحیت ۲۵۸
اشتہار انعامی پانسو روپیہ ۲۵۹
اعلان ۲۶۱
اشتہار بغرض استعانت واستظہار از انصار دین محمد مختار ۲۶۲
پیش گوئی ۲۶۵
اشتہار واجب الاظہار ۲۶۷
اشتہار صداقت آثار ۲۷۰
خوش خبری ۲۷۱
حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر ۲۷۳
باب دوم: براہین احمدیہ کے بعد ۲۷۹
لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی ۲۸۳
مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ ۲۸۹
شمس العلماء سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کے مدمقابل ۲۹۴

پیرمہرعلی شاہ گولڑوی کے مدمقابل	۳۰۰
سہ سالہ میعادی پیشین گوئی	۳۰۱
قادیانی کا دعوی نبوت	۳۰۴
ڈاکٹرعبدالحکیم خان پٹیالوی سے مقابلہ	۳۰۸
قادیانی کا دعوی الوہیت	۳۰۹
قادیانی کی نظرعنایت خاکسارثناءاللہ پر	۳۱۰
خاکسارثناءاللہ پرآخری نظرعنایت	۳۱۷
وفات مسیح	۳۱۸
بہاءالدین:تحریک ختم نبوت کاپروانہ(پروفیسرعبدالعظیم جانباز)	۲۳۲۰
سلیمان وابوسلیمان۔(شیخ شیرخان جمیل احمد)	۳۲۵
ایک مبشرخواب۔(قاری نویدالحسن لکھوی)	۳۲۶

فاتحة الکتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الا نبیاء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد چھپن (اور قادیانی مشن کی جلد ۱۷) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۹۲۹ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ بابو حبیب اللہ کلرک امرتسری، منشی محمد حسین صابری بریلوی، مولوی نور محمد خان سہارن پوری ، مولوی نور محمد ممیانوی جہلمی ، مولوی خلیل احمد بستوی ، جناب اللہ بخش آف پٹھان کوٹ ، مولوی ابوالمسعود محمود دریاوی آزادسورتی رنگون، جناب عبدالمجید حسین رنگون، منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، مولوی عبدالرحمٰن رانیوال، قاضی تجمل حسین جنجوعہ گوجرانوالہ، حضرت اللہ خطیب میمو برہما، مولوی عبدالقیوم رجاوی ثم اوٹاوی، ماسٹر محمد اعظم سیالکوٹی، مولوی عبدالقیوم بردوانی، مولوی عبداللہ وکیل سری نگر، کی نگارشات بھی نقل ہوئی ہیں۔

نیز حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ کا رسالہ تاریخ مرزا بھی احتساب قادیانیت کی آٹھویں جلد سے نقل کردیا گیا ہے۔

جلد ہذا کے آغاز میں ردقادیانیت اور سنی صحافت سے کچھ مواد، جو سراج الاخبار جہلم سے لیا گیا ہے، نقل کیا گیا ہے۔ جہلم کے اس اخبار کے مالک و مہتمم مولوی فقیر محمد جہلمی تھے۔ عالی جناب محمد ثاقب رضا قادری کی مرتبہ ۳۶۷ صفحات پر مشتمل زیر نظر جلد اول ہفتہ وار اخبار سراج الاخبار جہلم ۱۸۸۵ء تا ۱۹۱۷ کی تقریباً ۱۵۔ ۱۶ برسوں کی فائل پر مبنی ہے۔ اور مکتبہ اعلیٰ حضرت پاکستان سے شائع ہوئی ہے۔

(بتایا گیا ہے کہ ردقادیانیت اور سنی صحافت کی دوسری جلد ہفتہ وار اخبار اہل فقہ امرت سر (۱۹۰۸ء تا ۱۹۱۳ء) کی فائلز پر مشتمل ہوگی جب کہ تیسری جلد ہفت روزہ اخبار الفقیہ امرتسر ۱۹۱۸ء تا ۱۸۵۲ء سے ماخوذ ہوگی)۔

سراج الاخبار سے منقول بیشتر تحریریں اڈیٹر کے قلم سے ہیں ۔تاہم مولانا کرم الدین جہلمی ، ملا محمد بخش لاہوری، منشی تاج الدین تاج اور ماسٹر شیخ غلام حیدر آف سرگودھا کی تحریریں نقل ہوئی ہیں ۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۲۶ء۔۱۹۲۹ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں ۔ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین ۔ ۲۸ جنوری ۲۰۱۹ء**

ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنے کی غرض سے مطبوعہ جلد ہذا پر نظر ثانی کی گئی ہے، اور کمپوزنگ کی چند غلطیاں بھی درست کردی گئی ہیں ۔ناظرین وقارئین سے دعائے خیر کی درخواست ہے

محمد بہاءالدین ۔ ۱۶ مئی ۲۰۲۰ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

ردقادیانیت اورسنی صحافت، میں منقول
سراج الاخبار جہلم
کے مندرجات سے انتخاب

....

بشارت عظیمہ

وہ لڑکا جس کے لئے خداوند کریم نے وعدہ فرمایا تھا جس کے لئے ہم نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں دعوی کر کے لکھا تھا کہ اس کا پیدا ہونا دوسرے حمل سے ہر گز تجاوز نہیں کرسکتا، اور وہ عن قریب بہت ہی نزدیک دوسرے حمل میں بالضرور پیدا ہو جائے گا، آج وہ مبارک لڑکا سولھویں ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے عین حد میعاد پیشین گوئی میں پیدا ہو گیا۔

پس اے بھائی مسلمانوں! تم سب کے لئے مبارک ہو۔ والسلام۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ملک پنجاب ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء

(سراج الاخبار ۱۸۸۷ء۔ ص ۸) (ردقادیانیت اورسنی صحافت جلد اول ص ۷۷)

مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان کی پیش گوئی

آج کل مرزا صاحب موصوف جو اپنی پیش گوئی کی تصدیق میں جو انہوں نے ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کے اشتہار،،

ایک لڑکے کے پیدا ہونے کی نسبت کی تھی،

کہ جس کا ظہور ۷۔اگست ۱۸۸۷ء کو ہو گیا، ہندوستان و پنجاب کے دیسی اخبارات میں خوش خبری چھپوا رہے ہیں، اس پر بعض صاحب کئی ایک طرح کی بے فائدہ نکتہ چینیاں کر رہے ہیں۔

بعض تو یہ کہتے ہیں کہ مرزا صاحب واقعی صاحب کرامت ہیں تو کس لئے اخبارات میں اپنی شہرت کرا رہے ہیں، اور ان کا اپنی شہرت کا خواہاں ہونا سراسر ان کی نفسانیت پر دلالت کرتا ہے حالانکہ صاحب کرامت کو خود غرضی سے کیا علاقہ ہے۔

بعض کا یہ اعتراض ہے کہ وہ کوئی پیغمبر یا صاحب نبوت نہیں ہیں جو جا بجا اپنے قول میں الہام کا دعوی کرتے ہیں کہ ہم کو خدا سے یہ الہام ہوا اور روح القدس نے یہ الہام کیا۔

سو پہلے اعتراض کے جواب میں ہم یہ کہتے ہیں کہ خود غرضی اور شہرت کا اعتراض اس وقت مرزا صاحب پر قائم ہو سکتا تھا کہ جب کہ ان کی غرض اپنی شہرت سے لوگوں کو اپنا معتقد کر کے دنیا کمانا مقصود ہوتا ،حالانکہ یہ بات نہ تو ان کی تقریر و تحریر سے کنایۃً واشارۃً ہی پائی جاتی ہے، اور نہ کوئی شخص ایسا خیال ان کی نسبت کر سکتا ہے۔

بلکہ اصل بات تو یہ ہے کہ ان کی اپنی پیش گوئیوں کو شہرت اور تصدیق سے صرف یہ غرض ہے کہ اپنے مخالفین اسلام پر اس ہادی کی صداقت کو ثابت کریں کہ جس کے دین متین میں وہ ہیں، اور کہ ان پر یہ ظاہر کریں کہ اس رسالت مآب کی یہ شان ہے کہ اس کی امت کے ادنی ادنی لوگ بھی ایسی ایسی سچی پیش گوئیاں کر سکتے ہیں کہ جن سے مخالفین کو سوائے آمنا وصدقنا کے کوئی چارہ باقی نہ رہ کر حقیت اسلام کے اثبات پر کسی دوسری دلیل کے لانے کی کوئی حاجت نہیں رہتی۔

پس اس صورت میں مرزا (غلام احمد) صاحب کی ایسی کاروائی سراسر محمود اور پسندیدہ خیال کی جاتی ہے اور من جملہ حمایت مذہبی میں سے ہے۔ دوسرا اعتراض محض الہام کے معنی نہ جاننے سے ہے۔ کیونکہ الہام کے معنی ہیں:

آنچہ دردل کسی انداز وخدا تعالی ازخبر وقوع خیر وشر

سو ایسا الہام نیک بندوں کو بھی ہوا کرتا ہے اور ایسے الہام کو صرف صاحب نبوت شخص سے ہی کچھ خصوصیت نہیں ہے۔

پس ہم نہیں خیال کر سکتے کہ لوگ ایسے فضول اور بے جا اعتراض مرزا صاحب پر کر کے ناحق تضیع اوقات کیوں کرتے ہیں۔ مبحث فیہ بات تو ان کی پیش گوئی ہے۔ جب وہ خدا کے فضل سے بہمہ وجوہ ایسے طور سے پوری ہوگئی کہ مخالفین اسلام کو اس میں کلام کرنے کی کچھ گنجائش نہ رہی تو پھر فضول نکتہ چینیوں سے کیا حاصل

(سراج الاخبار ۱۲ستمبر ۱۸۸۷ء ص۶)(ردقادیانیت اورسنی صحافت جلداول ص ۷۹)

لاہور کی انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ

لاہور کی انجمن حمایت اسلام کا سالانہ جلسہ ۲۳ و ۲۴ فروری (۱۸۹۰ء) کو منعقد ہوگا۔

مولانا الطاف حسین صاحب حالی،

مولانا نذیر احمد صاحب،

مولوی حسن علی صاحب رئیس پٹنہ،

مولوی مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان،

مولوی نور الدین صاحب طبیب مہاراجہ جموں

و دیگر اصحاب لیکچراروں میں ہوں گے

(سراج الاخبار۔ص ۳ فروری ۱۸۹۰ء ص ۴)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۷۹)

مسیح کہیں نہ کہیں جنم دھارتا ہی رہتا ہے

یہ تو اہل کتاب واسلام کا عقیدہ ہے کہ مسیح قیامت سے پہلے ضرور آئے گا۔اسی واسطے زیرک لوگوں نے موقعے پا کر دعوی بھی کئے ہیں۔لیکن تھوڑے دن لطائف الحیل سے کام چلا کر رہ گئے۔اس وقت تین شخص میسحیت کے مدعی ہیں۔اخبار تحفہ ہند جلد۲ نمبر ۴۶ صفحہ ۴ لکھتا ہے کہ

عرب میں ایک جھوٹا مسیح پیدا ہوا ہے۔بہت سے یہودی اس کے ساتھ ہیں۔یہ شخص بڑا تعلیم یافتہ اور خوب مستقل مزاج ہے۔یہودی کہتے ہیں کہ یہی ہمارا حامی ہے اور اسی کی ہم کو امید ہے۔اس کی محافظت کے واسطے جوان عبرانیوں کا گارڈ قائم ہوا جو ہر وقت اس کا چوکی پہرہ رکھتے ہیں۔

اسی طرح ایک اور لکھتا ہے کہ یونائیٹڈ اسٹیٹ امریکہ میں شہر لزبی کے جنوب میں مقام سوانہ سے ۴۰ میل کے فاصلہ پر قوم حبشی آباد ہے،ان میں ایک مسیح پیدا ہوا ہے۔جوان کو ہر روز وعظ کرتا ہے یہ اسکے پورے پورے معتقد ہیں اس نے اپنی صداقت ان کے دل میں ایسے جمائی ہے کہ دن بدن ان میں مذہبی جوش ہوتا جاتا ہے۔

یہ مسیح تاویلات میں بڑا عالم ہے۔اس کا بیان ہے کہ معجزات انبیاء جیسے کہ دنیا مانتی ہے ویسے نہیں

اسی طرح ضلع گورداسپور (پنجاب) میں ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی کئی ایک موقعے تاڑ کر مدعی میسحیت ہوا ہے۔اس بہادر نے چاروں طرف سے تاویلات کے دروازے کھول دیئے ہیں۔اور بعینہ مسیح دوم کی مثل معجزات کو مانتا ہے۔قرآن کے تمام الفاظ مجاز قرار دیتا ہے۔مفسرین کو بے ہودہ سرا کہنے میں آنر یبل سر سید (احمد خان) کا پیرو ہے۔احادیث کی صحت کو بالکل صحت اعتباری اور تمام امور خیر و برکت کو جو من جانب اللہ انجیل میں عیسی بن مریم کی نسبت مذکور ہیں اپنے حق میں بیان کرتا ہے۔اس وقت ہم کو مصدوق کے قول صادق سے ہرگز نہ چوکنا چاہیے جو صحیح بخاری میں ہے کہ قیامت کے پہلے بہت سے جھوٹے سچائی کے مدعی ہوں گے تم ان سے بچو

(سراج الاخبار ۲۷ مارچ ۱۸۹۳ء) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۸۰۔۸۱)

مباحثہ کھاریاں میں

مرزا قادیانی کے ایک حواری کو شکست

اس مناظرہ کی جو بمقام کھاریاں ضلع گجرات ۱۴ رمضان المبارک ۱۳۱۰ھ کو اتوار کے روز ہوا، مختصر تفصیل یہ ہے کہ

مولوی فضل الدین صاحب ساکن کھاریاں جن کو پہلے کچھ سال غیر مقلد ہونے اور طریقہ مذہب حنفیہ کو ترک کر دینے کے باعث منجانب علمائے وقت بہت کچھ زجر و تنبیہ ہوئی تھی، اور اس وقت ظاہراً مجمع عام میں اپنے عقائد سے تائب ہو کر اقرار نامہ لکھ دیا تھا کہ میں کبھی ملت حنفیہ اور عقائد اہل سنت و جماعت سے گریز نہیں کرونگا اور حتی الوسع غیر مقلد فرقوں سے راہ و رسم نہیں رکھونگا، ان دنوں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت کے قائل ہوئے اور قادیان میں جا کر حواریوں میں شامل ہوئے۔ اور مسیح موعود کے زندہ ہونے، آسمان پر جانے اور پھر نازل ہونے سے جو اہل اسلام کا مسلم الثبوت عقیدہ ہے، صریحاً منکر ہوئے۔ اور تمام آیات قرآنی اور احادیث نبویہ کی جن سے حیات مسیح، عروج و نزول آسمانی ثابت ہے، محض بے ہودہ تاویلیں شروع کیں۔ جس پر چار ناچار کھاریاں اور اس کے قرب و جوار کے چند برگزیدہ اشخاص کی توجہ سے عموماً اور مولوی الٰہی بخش صاحب تحصیل دار اور دیوان تلسی رام صاحب تھانیدار کھاریاں کی مہربانی سے خصوصاً، یہ بات قرار پائی کہ اس کے عقائد باطلہ کو روبروئے علمائے نامدار بیان کیا جائے، تاکہ حق باطل سے جدا ہو جائے۔ چنانچہ صاحبزادہ غلام محی الدین ساکن باولی شریف، مولوی شیخ عبداللہ ساکن چک عمر، مولوی صدر الدین ساکن ملکہ، مولوی غلام احمد ساکن دوگہ اور مولوی محمد افضل ساکن کملہ وغیرہ اکابر دین کھاریاں میں جمع ہوئے۔ اور

ان سب حضرات کی مجلس میں مولوی فضل دین کو بلا کر کہا گیا کہ اب آپ اپنے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے ان بزرگوں میں سے جس کے ساتھ چاہیں گفتگو کریں۔ جس پر اس نے اپنے ساتھ گفتگو کرنے کے لئے مولوی غلام احمد صاحب کو منتخب کیا۔اور یہ شرط قرار پائی کہ اثنائے گفتگو میں اور کوئی صاحب مداخلت نہ کرے۔

پھر مولوی غلام احمد نے مولوی موصوف سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آپ چونکہ مدعی ہیں، اس لئے اپنے دعوی کو ثابت کیجئے۔آپ نے ٹال مٹول کا سلسلہ شروع کر دیا۔اس پر مولوی صاحب نے فرمایا آپ مقلد ہیں یا غیر مقلد؟ اگر مقلد ہیں تو آپ کے لئے یہ عبارت فقہ اکبر کی جو خود امام اعظم کی مصنفہ اور اہل سنت و جماعت کی مستند کتاب ہے: و نزو ل المسیح من السماء حق ۔ حیات مسیح کے لئے ایک کافی ووافی ثبوت ہے۔مولوی فضل دین غیر مقلد ہونے کے نام سے تو دیر تک قیل وقال میں وقت ضائع کرتے رہے، مگر جب کچھ بن نہ پڑا تو چپکے سے بولے کہ میں اس وقت صرف قرآنی ثبوت چاہتا ہوں۔

اس پر مولوی غلام احمد نے کہا، بہت اچھا۔ اگر آپ عقائد اہل سنت سے گریز کرتے ہیں تو حیات مسیح اور ان کے زندہ آسمان پر جانے کے ثبوت کیلئے قرآنی ثبوت لیجئے۔پھر قرآن شریف کے چھٹے پارہ کی آیت ما قتلو ہ یقیناً ۔ و ما صلبو ہ ۠ بل رفعه الله ،یعنی نہیں قتل کیا انہوں نے عیسی بن مریم کو.. اور نہ پھانسی دیا... بلکہ اٹھا لیا اس کو اللہ نے اپنی طرف، پڑھ کر سنائی کہ یہ مسیح کے زندہ آسمان پر جانے کیلئے برہان قاطع ہے کیونکہ اللہ تعالی نے جس مسیح کے قتل ہونے کی نفی فرمائی وہ جسم مع الروح تھا، اور پھر اس کے رفع کو اپنی طرف منسوب کیا ہے، وہ بھی جسم مع الروح ہے اور یہی زندگی ہے۔اگر برخلاف اس کے کہا جائے کہ رفعه الله کی ضمیر روح کی طرف راجع ہے تو روح پہلے اس جگہ کہاں مذکور ہے اور ضمیر غائب کا مرجع ہونا ضروریات نحوی سے ہے۔اگر یہ کہا جائے کہ مسیح مذکور مرجع ہے تو پہلے میں کل دوسرے میں جزو مرجع قرار دینا نحوی قاعدہ کے برخلاف ہے۔اگر نہیں ہے تو اس کا ثبوت پیش کیجئے اور کوئی ایسی مثال آیت قرآنی سے بیان کیجئے جس سے یہ بات درست سمجھی جائے۔

یہ سنتے ہی مولوی فضل الدین کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہوگئے اور عالم تحیر میں ادھر ادھر کی باتیں کرکے اصل مطلب سے گریز کرتے رہے۔اور پھر تو ایسی خاموشی چھائی کہ جواب دینا تو درکنار، ہونٹ تک نہ ہلایا۔اور دل میں دبے پاؤں وہاں سے بھاگ جانے کی تجاویز وتدابیر کرنے لگے۔

اخیر کو بالاتفاق تمام حاضرین جلسہ مولوی شیخ عبداللہ صاحب نے اٹھ کر حسب عقیدہ اہل سانت و جماعت قرآن وحدیث سے حیات مسیح اور ان کا آسمان پر جانا اور پھر نازل ہونا ثابت کیا۔اور اس عقیدہ کا منکر بجز فلاسفہ معتزلہ یہود ونصاریٰ کے کوئی نہیں اور قرار پایا کہ اگر مولوی فضل الدین اس عقیدہ سے تائب نہ ہوں تو ان کے حق میں وہی فتاوی علمائے حنفیہ جو مرزا قادیانی کے حق میں منسوب ہوئے ہیں نسبت کئے جائیں گے۔

راقم: یکے از حاضرین مباحثہ

(سراج الاخبار ۱۷۔اپریل ۱۸۹۳ء)

(ردقادیانیت اورسنی صحافت جلداول ص ۸۱۔۸۳)

مسیح موعود اپنی صداقت پر کیسے ناقابل تردید دلائل دیتا ہے

جناب مرزا قادیانی نے پھر ایک خط مولوی محمد حسین صاحب کو بھیجا ہے کہ آپ مجھ سے ایک عام جلسہ میں (خواہ جلسہ عیسائیوں سے پہلے یا پیچھے) میری صداقت کے آثار دیکھ لیں اور میری مخالفت سے باز آئیں تو بہتر ہے۔تم اگر فیضان الٰہی کو یا خدا کی روح کو، جو میرے ساتھ ہے، دیکھنا چاہتے ہو تو تاریخ قبول سے ۱۵ روز تک ایک سورہ قرآنی کے اسرار و معانی نکات لطائف جو تم کو یاد ہوں ایک بار عام میں سناؤ اور یہ سورہ کچھ اوپر اسّی (۸۰) آیت کی ہو۔اور بعد میں ایک عربی قصیدہ جو کم سے کم ایک سو بیت کا ہو، ختم المرسلین ﷺ کی نعت میں پڑھ کر سنا دو۔ یا دونوں کام مجھ سے دیکھو۔

مولوی (محمد حسین) صاحب نے جواب دینا منظور کر لیا ہے کہ میں تیری ہر ایک بات کے جواب دینے کو تیار ہوں۔مگر کرتے کراتے یہ امتحانی جلسہ عیسائیوں کے ساتھ فیصلہ کرنے کے بعد جو اخیر مئی تک ہو جائے گا، پیچھے رہا۔

افسوس فی البدیہہ شعر بول دینا یا کسی کلام کے چند علمی نکات بیان کر دینا نبوت کا کیا ثبوت ہے۔

امام جلال الدین سیوطی نے ایک رات میں ہر فن کے نکات و رموز ایک سو بیس تک صرف ایک ہی آیت الله و لی الذین آ منوا یخر جھم من الظلما ت الی النور (بقرہ:۲۵۷) سے سوچ کر ایک سال میں لکھی ہیں جس کا نام فتح الجلیل بعبد الذ لیل ہے۔

امام عبداللہ یافعی نے صرف بسم الله الر حمن الر حیم کے رموز و غوامض کو انیس جلدوں میں لکھا ہے۔ یعنی ایک حرف کے لئے ایک جلد تیار کی ہے۔

اورامام غزالی یا قوت التاویل و اسرار التنزیل، میں کچھ رہنے نہیں دیا۔

جس شخص کے پاس محی الدین عربی اور دیگر علمائے متصوفہ اور علمائے فلسفہ حقیہ (شرعیہ) و بلاغت و معانی کی کتابوں کا ذخیرہ ہو، اس کو کچھ مشکل نہیں کہ ایک وقت میں سامعین کو حیرت دلائے۔

اسی طرح عرب میں ہزاروں ایسے شاعر ہو گزرے ہیں کہ سو دو سو بیت کا قصیدہ فی البدیہہ کہہ دینا انہیں کچھ بات نہ تھی۔ حضرت مولوی عبدالحکیم سیالکوٹی معقول و منقول کے مشہور جامع عالم جب بلائے گئے تو مسجد کے امام نے حسداً خطبہ نہ دیا اور دستور تھا کہ ہر جمعہ نیا خطبہ بادشاہ کے حضور پڑھا جائے۔ آج کل بھی چند بیت اس نظم کے جمعہ میں لوگ خطبہ کے درمیان پڑھتے ہیں مرزا صاحب کو بھی شائد پتہ ہو جس کے پہلے ہی

الحمد لمن قدر خیرا و خبا لا

تو پس معلوم نہیں کہ نہ ان علماء سے، اور نہ اس شعرا سے کسی نے اپنی ذہانت کو معجزہ یا اپنے دعوی کا ثبوت ٹھہرایا ہو۔

مسند ابی حنیفہ کے صفحہ ۲۸۹ میں ابن الصلاح سے منقول ہے کہ مامون الرشید کے پاس ایک چار سالہ لڑکے کو لائے جو حافظ قرآن تھا۔ اسی طرح نہ کسی مامور من اللہ نے شعر گوئی کو اپنا مصداق بنایا۔ آخر پر ہم مولوی صاحب (مولوی محمد حسین بٹالوی) سے ملتمس ہیں کہ وہ اس اجابت سے کیا چاہتے ہیں۔

(سراج الاخبار ۲۹ مئی ۱۸۹۳ء ص ۷)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول۔ص ۸۴۔۸۵)

الحق یعلو و لا یعلی

پادریان امرتسر جنڈیالہ بمقابلہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی عہدہ برآ نہیں ہو سکے اور .(میدان؟)..مرزا صاحب کے ہاتھ رہا۔

بڑے سے بڑا پیچیدہ اور ادق مسئلہ جو اول ہی اول طے ہوا، الوہیت مسیح کی نسبت تھا، جو سرآمد عیسائیاں عبداللہ آتھم مان گئے کہ ہم مسیح کو مظہر الوہیت کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ گو مظہر میں بھی کلام تھا مگر مسیحیوں نے مظہر بضم میم پر دستخط کر دیئے ہیں کیونکہ مظہر بفتح میم میں ورود الوہیت پایا جاتا تھا۔

راقم: محمد اعظم۔ میر ووالی

(سراج الاخبار ۳ جولائی ۱۸۹۳ء ص ۷)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۹۵)

....

مفتی غلام دستگیر قصوری کی دعوت مباحثہ اور مرزا کا فرار

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آج کل اپنے خسر کے پاس فیروز پور میں رونق افروز ہیں، جو رشتہ میں بڑے، لیکن عمر میں مرزا صاحب سے بہت ہی کم ہیں۔ قصور کے مولوی غلام دستگیر نے پیغام بھیجا ہے کہ مرزا صاحب سے کچھ مباحثہ یا مناظرہ کریں۔ لیکن مرزا صاحب نے جواب دیا کہ ہم کو براہ الہام ہوا ہے کہ، کسی مولوی سے مباحثہ نہ کرو۔

(سراج الاخبار ۴ دسمبر ۱۸۹۳ء)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۱۵)

مولوی خیرالدین کی پیش گوئی

کلکتہ میں ایک شخص مولوی خیرالدین صاحب جو بڑے عالم فاضل ولی اللہ جن کے ہزاروں آدمی مرید ہیں اور ہزاروں پیشین گوئیاں انہوں نے کی ہیں، اس میں سرموفرق نہیں نکلا۔ اور محلّہ ناخدا میں مقیم ہیں۔ جو ہر جمعہ کو مسجد ناخدا میں یعنی کلکتہ کی بڑی جامع مسجد میں وعظ فرمایا کرتے ہیں۔ انہوں نے وعظ میں زبان مبارک سے فرمایا ہے کہ دو برس کے اندر تمام دنیا میں کھلبلی مچ جائے گی۔ اور باہم سلاطین میں جنگ عظیم شروع ہو جائے گی۔ اور لغایت عرصہ ۹ سال کے اندر اندر حضرت امام مہدی آخرالزمان صاحب کا آنا اور حضرت مسیح کا آنا یہ جملہ کاروائی ہو جائے گی۔

(سراج الاخبار ۲۵ جون ۱۸۹۴ء ص ۳) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۲۶)

....

چھاؤنی فیروز پور

ایک صاحب ۲۹۔ اگست (۱۸۹۴ء) کو لکھتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم صاحب پنشنر اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر جن کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ پیش گوئی کی ہوئی تھی کہ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک یا تو وہ مسلمان ہو جائیں گے یا بسزائے موت ہاویہ میں پڑیں گے، رائے میاداس صاحب اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر کی کوٹھی واقعہ چھاؤنی فیروز پور میں مقیم ہیں۔ ان کی حفاظت کے لئے پہرہ مقرر ہے۔ اور ان کی خوراک کو پہلے ڈاکٹر ملاحظہ کر لیتا ہے پھر وہ کھاتے ہیں۔ اب تک وہ ہر طرح سے تندرست ہیں۔ کوئی شخص ان سے ملاقی نہیں ہوسکتا اور ان کے بیمار ہونے کی افواہ بالکل غلط ہے۔

(سراج الاخبار ۳ ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۶) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول۔ ص ۱۲۵)

مرزا قادیانی کی پیشین گوئی کا جھوٹا ثابت ہونا

امرتسر سے ہمارے ایک ہندو نامہ نگار لکھتے ہیں کہ آج ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو امرتسر میں ایک اشتہار مطبوعہ تقسیم ہوا ہے جس کی نقل ذیل میں درج ہے

اشتہار واجب الاظہار

فمن اظلم ممن افترای علی الله کذبا۔

اس سے بڑا کون ظالم ہے جو اللہ پر جھوٹ باندھے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خدا پر جھوٹ باندھا، گویا خدا نے مرزا سے کہا تھا کہ آتھم صاحب ۱۵ مہینے کے عرصہ میں مرجائیں گے۔ چنانچہ کل ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پندرہ مہینے پورے ہو گئے۔ اور آتھم صاحب خدا کے فضل سے امرتسر میں سب کے سامنے زندہ موجود ہیں۔

مرزا صاحب کی پیشین گوئی خدا پر تہمت تھی۔ اور خدا پر وہی تہمت باندھتا ہے جس کا ایمان خدا پر نہیں۔ ان کے جھوٹے ثبوت جھوٹے دعوی ہر طرح سے جھوٹ ہیں۔ چاہیے کہ ان کے معتقد ان کی طرف سے ہٹیں، اور خدا کی طرف رجوع کریں۔ اور شاباش ہے ان مسلمانوں کو جنہوں نے شروع سے ان کو گم راہ سمجھا۔

راقم ایک خیر خواہ خلائق۔

(سراج الاخبار ۱۰ ستمبر ۱۸۹۴ء) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۲۷)

مرزا کی پیش گوئی غلط ثابت ہونے پر عیسائیوں کا اشتہار

مرزا قادیانی کی نسبت امرتسر کے عیسائیوں نے اخبار آفتاب پنجاب وغیرہ میں مشتہر کرایا ہے کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہونے پر اب مرزا کے اپنے اقرار کے بموجب ہم حق دار ہیں کہ اس کو کہیں کہ آیئے جناب وعدہ وفا کیجئے اور ہمیں قدرت واختیار دیجئے کہ ہم آپ کے چہرہ مبارک کو کالا کریں (مگر داڑھی سرخ ہی رہے گی) اور گلوئے اقدس میں رسی ڈالیں اور پھر جوتیوں کی مالا سے آراستہ کر کے بٹالہ لاہور سیالکوٹ امرتسر خصوصاً جنڈیالہ و نیز دیگر ہندوستان کے مشہور و معروف شہروں کی سیر کرائیں کیونکہ تکمیل پیش گوئی کے تر دد کے بعد آپ کے لئے تبدیلی آب وہوا مناسب فائدہ مند ہے۔ اور خاطر جمع رکھئے جب آپ پیادہ چلنے سے کہیں تھک جائیں تو آپ کو اسی خارشتی گدھے پر جو آپ کی دمشقی مسجد کے زیر سایہ ہر وقت موجود رہتا ہے سوار کرا دیں۔ نیز آپ کو اجازت دی جاتی ہے کہ آپ اپنے مقرب فرشتوں کو بھی اپنے ہم راہ رکھیں۔ لیکن ان کو اپنے اصلی رنگ وروپ میں رہنا ہوگا تا کہ جناب کا نور دین بوجہ احسن ظاہر اور قابل برہان ہو۔ اگر وہ آپ کا کہنا نہ مانیں تو آپ کو اختیار دیا جاتا ہے کہ آپ ان پر کسی کو پریسیڈنٹ بھی مقرر کر دیں تا کہ انتظام میں فتور نہ ڈالیں۔

اخبار عام کو ایک صاحب لکھتے ہیں کہ جب سے مرزا صاحب قادیانی کی پیشین گوئی کی تاریخ گزر چکی ہے اس روز سے بٹالہ میں اکثر عیسائی صاحب یکوں میں بیٹھ کر قادیان کو جاتے ہوئے دیکھے ہیں۔ معلوم نہیں ان کے وہاں جانے کا کیا مطلب ہے۔ افواہاً سنا جاتا ہے کہ ان کا منشاء اس اقرار نامہ کی تکمیل کرانے کا ہے جو مرزا صاحب نے بروقت پیش گوئی کے اپنی مرضی سے دعوی کے ساتھ مشتہر کیا تھا۔ مگر ادھر مرزا صاحب اپنے علیحدہ گوشے میں بیٹھے ہوئے چہلم کر رہے ہیں اور کسی کو اپنے پاس پھٹکنے نہیں دیتے۔ اور کہتے ہیں کہ وہ چہلم کے بعد گفتگو کریں گے۔ پیش گوئی مذکور کے غلط نکلنے کی نسبت ایک صاحب نے عجیب بات سنائی کہ مرزا صاحب نے صرف اس بات کے امتحان کے لئے پیشین گوئی کی تھی کہ دیکھیں کون لوگ ان کے پکے پیرو ہیں، اور کون کچے۔ اور اس کی تشہیر سے ان کی یہ غرض نہیں تھی کہ پیشین گوئی سچ ہوگی یا نہ ہوگی۔

(سراج الاخبار ۷ ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۵) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول۔ ص ۱۲۷۔ ۱۲۸)

سیالکوٹ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیشین گوئی (جوانہوں نے مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت کی تھی) کے خلاف ظہور پر یہاں کے مسیحیوں نے ٦ ستمبر کو بڑی خوشی منائی اور تمام شہر میں بذریعہ دہل منادی کرائی کہ آج ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب خدا کے فضل سے بالکل تندرست اور صحیح سلامت ہیں اور قادیانی مرزا غلام احمد کی پیشین گوئی ان کے حق میں بالکل لغو اور جھوٹی ٹھہری اور اسی مضمون کے اشتہارات بھی تقسیم کئے۔ مرزا صاحب اور ان کے حواریوں کی نقل اتار کر باجہ کے ساتھ شہر میں گشت کرنے کا ارادہ کیا تھا مگر صاحب ڈپٹی کمشنر بہادر نے ان کو ایسا کرنے کی اجازت نہ دی۔

(سراج الاخبار ١٧ستمبر ١٨٩٤ء ص ٦) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ١٢٨۔١٢٩)

....

مرزا قادیانی اور ان کی پیشین گوئی کی مٹی خراب

مرزا قادیانی کی پیش گوئی کے غلط ثابت ہونے کے موقع پر امرتسر وغیرہ کے راسخ الاعتقاد مسلمانوں نے جو مختلف مضامین کے ہزاروں بلکہ لاکھوں اشتہارات اپنی گرہ سے خرچ کر کے چھپوا کر پنجاب و ہندوستان کے اکثر شہروں وقصبات میں مفت مشتہر کرائے ہیں اور بڑی خوشیاں منائی ہیں ہمارے نزدیک اس بارے میں وہ جس قدر اظہار مسرت اور خوشی کریں تھوڑا ہے، کیونکہ کمزور اور سست اعتقاد لوگوں کے لئے ١٨٩٤ء بسبب اس پیش گوئی کے امتحان وآزمائش میں اس مسیح الدجال کے فتنہ سے کچھ کم نہ تھا جس کے آنے کا ابتداء اسلام سے انتظار ہو رہا ہے۔ بلکہ اگر بنظر غور وتعمق دیکھا جائے تو اس سے بدرجہا بڑھ کر تھا کیونکہ مسیح الدجال

کے آنے اوراس کے قدرت واختیاراوراس کی کارروائی کی خبریں توبشرح وبسط مخبرصادق سے بسند صحیح متصل مروی ہوکرکتب احادیث میں بھری پڑی ہیں اوراس کی علامات کی یہاں تک خبردی گئی ہے کہ اس کی پیشانی پر لفظ ک ف ر لکھا ہوا مسلمانوں کودکھائی دے گا جس سے راسخ الاعتقاد مسلمان اس کے دام تزویر میں ہرگزنہیں آسکیں گے، مگرمرزاصاحب جومسلمانی پیرائے اورلباس میں اس صدی کےلوگوں کے لئے ایک دجال پیداہوئے ہیں، اس سے زیادہ ترمضرہیں جواپنے زعم باطل اورخیال فاسد میں اپنے خارج از دائرہ اسلام دعاوی کوقرآن وحدیث سے ثابت کرنے کی لاحاصل کوشش کررہے ہیں۔اورساتھ ہی اس کے پیش گوئیوں اورالہام کی مسلسل پنخ لگاکرابلہ فریبی کے لئے ایک پوری پوری دام تزویربچھارکھی ہے۔اس اثنامیں اگرچہ علاوہ کئی ایک مسلمان اخبارنویسوں کے ہمارے معززہم عصرصاحب رسالہ اشاعۃ السنہ لاہورنے مرزاصاحب کی دیگرپیش گوئیوں کی عموماًاورمسٹرآتھم والی پیش گوئی کی خصوصاًاپنے رسالہ نمبر۹ جلد۱۵ میں صفحہ۲۳۱ سے۲۴۲ تک من وعن قلعی کھول کراس کوپانچ دلائل ساطع اور براہین قاطع سے محض القائے شیطانی اورصرف افتراء برالہام ربانی ثابت کرکے صاف صاف جتادیاتھاکہ اگربالفرض والتقدیراتفاق زمانہ سے یہ پوری بھی ہوجائے تب بھی اس کی نجومیوں اورجوتشیوں وغیرہ کی بعض بتائی ہوئی باتوں سے جواتفاق سے پوری ہوجاتی ہیں زیادہ وقعت نہیں ہوسکتی۔مگرتاہم اگرخدانخواستہ اس کی پیش گوئی بحق عبداللہ آتھم جوبوجہ پیرانہ سالی اور بیماری ضیق النفس وغیرہ کے مدت سے پاؤں درگورلٹکائے ہوئے ہیں اتفاق سے پوری ہوجاتی،اوروہ مرجاتے تواکثرعام اورجاہل مسلمان اپنے سچے اسلام کوخیربادکہہ کران کے پیروہوجاتے اورجس راستہ مرزاصاحب چاہتے ان کو چلاتے،لیکن خداتعالی نے اپنے فضل وکرم اوراس وعدہ صادقہ سے جودین محمدی کے قائم رکھنے میں آیت کریمہ لیظھرہ علی الدین کلہ میں ثابت ہےاورنیزراسخ الاعتقادمسلمانوں کی اس ثابت قدمی کے یمن وبرکت سے جوانہوں نے ابتداءہی سے مرزاصاحب کے دعاوی کی عدم تسلیم بلکہ تردید میں دکھائی ہےان کی پیش گوئی صریحاً جھوٹی اور بالکل خلاف واقع اس طرح سے ثابت کردکھلائی کہ مرزااوران کے معتقدین کوکچھ بھی اس میں تاویل اورچون وچراکی گنجائش باقی نہ رہنے دی۔اب اہل اسلام اس صداقت اسلامی کے ظاہر ہونے اوراپنے جاہل بھائیوں کے گمراہی سے محفوظ رہنے پرجسقدراس قادرمطلق کاشکریہ اداکریں تھوڑاہے

اس وقت ہم کو ان عیسائیوں پر سخت افسوس ہے کہ جنھوں نے اپنی عادت قدیمہ کے بموجب اپنے اشتہارات میں اس موقع پر بھی کل اہل اسلام کا دل دکھایا، حالانکہ علمائے دین اور ارا کین اسلام پنجاب و ہندوستان نے مدت سے مرزا قادیانی کو بوجہ ان کی کفریات ومنکرات کے احاطہ اسلام سے خارج کر دیا ہوا ہے اوران کی پیش گوئیوں والہام کو لغو اور خدا پر افترا سمجھا ہوا ہے اور فتاوی ورسائل وغیرہ چھپ کر ملکوں میں شائع ہو چکے اور ہو رہے ہیں، بلکہ ارا کین عیسائی خود ضمیمہ نور افشاں مطبوعہ ۱۴مئی ۱۸۹۳ میں اس امر کو تسلیم کر چکے ہیں کہ مرزا (غلام احمد) صاحب قادیانی باتفاق رائے اہل اسلام، اسلام سے باضابطہ خارج کیا گیا ہے۔ پھر اب وہ مرزا کی پیش گوئی غلط ہونے پر اس کو کس منہ سے حامی اسلام کہہ سکتے اور اس کے اکاذیب سے اسلام اور اس کے بزرگان پر طعن کر سکتے ہیں۔ اہل اسلام کو جس قدر نفرت مرزا صاحب کی حرکات پر اس لئے ہے کہ وہ مسلمانی کی آڑ میں اسلام کو بدنام کرتے ہیں، اس کا اندازہ ان اشتہارات سے بخوبی ہوسکتا ہے جو ان دنوں ان کی لے دے میں اہل اسلام کی طرف سے مختلف پیرائے میں شائع ہوئے ہیں۔ اور جن میں سے ذیل کی نظم ہے جو گو بحیثیت نظم قابل تعریف نہیں سمجھی جاسکتی مگر مسلمانوں کے دلی خیالات کو بخوبی ظاہر کرتی ہے

بنمائے بہ صاحب نظرے گوہر خود را
عیسی نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

ارے او خود غرض خود کام مرزا
ارے نادان نا فرجام مرزا
غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو
رسول حق باستحکام مرزا
مسیح و مہدی موعود بن کر
بچھائے تو نے کیا کیا دام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر
مسیحائی کا یہ انجام مرزا

مہینے پندرہ بڑھ چڑھ کے گزرے
ہے آتھم زندہ اے ظلام مرزا
تری تکذیب کی شمس و قمر نے
ہوا مدت کا خواب اتمام مرزا
ڈبویا قادیاں کا نام تو نے
کیا الہام کو بدنام مرزا
اگر ہے کچھ بھی غیرت ڈوب مر تو
بظاہر اس میں ہے آرام مرزا
بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تو
ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور
دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا
و لیکن تو نہ آیا باز پھر بھی
یہ اس شوخی کا انعام مرزا
نہ کہتا کچھ اگر منہ پھاڑ کر تو
ندامت کا نہ پیتا جام مرزا
گلے میں اب ترے رسا پڑے گا
سیہ روہو گا پیش عام مرزا
ہے سو لی اور پھانسی کار سرکار
رعایا کا نہیں یہ کام مرزا

مسلمانوں سے تجھ کو واسطہ کیا
نہیں مسلک ترا اسلا م مرزا
مسلماں دے چکے ہیں صاف فتوی
ہے بیشک خار ج از اسلام مرزا
تو ہے اک انبیاء دا جل میں سے
سلف کو دے رہا دشنام مرزا
زمین و آسمان قائم ہیں اب تک
ترے وہ ٹل گے اعلا م مر زا
براہین سے ٹھگے تو نے مسلمان
کبھی ایسے بھی تھے ایام مرزا
بحمد اللہ کہ چھپ کر فتح و توضیح
کھلے تیرے چھپے اصنام مرزا
در توبہ ہے وا ، ہو جا مسلمان
یہی سعدی کا ہے پیغام مرزا

(سراج الاخبار ۷ستمبر۱۸۹۴ءص۶،۷)

(ردقادیانیت اورسنی صحافت جلداول ص ۱۲۹۔۱۳۲)

مرزا قادیانی کو ایک پنڈت کا چیلنج

مرزا (غلام احمد) صاحب قادیانی کو پنڈت گردھاری لال جفار و منجم سیالکوٹی حال وارد لاہور نے بذریعہ اخبار آفتاب پنجاب نوٹس دیا ہے کہ

آپ کا تو الہام جس کو کہ آپ کلام الٰہی فرماتے تھے، غلط نکلا۔

اور میں صرف علم جوتش و رمل و جفر کے ذریعہ سے پیشین گوئی آپ کی ذات کی نسبت، یا جس کو آپ اپنی خوشی سے فرمائیں، کر سکتا ہوں۔

اور اپنے علم کی صداقت سے یہاں تک کہہ سکتا ہوں کہ بفضل ایزد تعالی درست ہو گی۔

اور میں آپ کی طرح بے سروپا پیشین گوئی نہیں دونگا، بلکہ ایک دن وقت گھڑی تک تحریر کرونگا کہ فلاں چیز فلاں وقت میں یہ ظہور لائے گی۔

سوان شاء اللہ تعالی ایسا ہی عمل میں آئے گا۔

اگر آپ مجھ کو جواب خط سے مشکور کریں اور آپ اپنی ذات کی نسبت پیشین گوئی کی اجازت دیں، یا اور کی نسبت، تو میں تیار کر کے عرض کر سکتا ہوں اور جواب خط ضرور تحریر کریں لیکن اس مصرع پر عمل نہ کریں کہ: جواب خط سے جواب ہے۔

(سراج الاخبار ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۲)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۳۲۔۱۳۳)

گدھا، سیاہی، رسی، بھیجوں

مرزائے قادیانی کی پیشین گوئی سے مسٹر آتھم نے ۱۵ مہینے بڑی تشویش میں بسر کیے اور اکثر ان کی جان لینے کی کوشش کی گئی۔ ایک اخبار لکھتا ہے کہ

فیروز پور میں ان پر چار حملے ہوئے۔

دو مرتبہ بندوق کے فائر ہوئے۔

ایک دفعہ ایک شخص گنڈاسہ لئے ہوئے نظر آیا۔

دو دفعہ تین تین آدمی رات کے وقت کھیتوں میں چھپے ہوئے معلوم ہوئے جو پولیس کے تعاقب کرنے سے مفرور ہو گئے۔

رات کے وقت ان کے مکان پر پولیس کا پہرہ رہا کرتا تھا،

اور اس خیال سے کہ کھانے میں زہر نہ دے دیا جائے وہ سوائے اپنی لڑکی کے کسی کے ہاتھ کا پکا ہوا کھانا نہ کھاتے تھے۔

۶ ستمبر (۱۸۹۴ء) کو ۱۲ بجے رات کے بعد ان کے دوستوں نے پنجاب کے مختلف شہروں میں دس تار خبریں بھجیں جس میں سے ایک مرزا (غلام احمد) صاحب کے نام بھی تھی اور وہ یہ ہے کہ:

آتھم تندرست،

گدھا۔ سیاہی۔ رسی۔ ہے،

یا بھیجوں

(سراج الاخبار ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۴) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۳۳۔۱۳۴)

مرزا صاحب قادیانی کا تازہ الہام

مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت جس صراحت و وضاحت سے بالکل خلاف واقع اور سراسر غلط نکلی ہے، اگر مرزا صاحب کو کچھ بھی شرم وحیا ہوتا تو یقین تھا کہ وہ صاف صاف الفاظ میں اپنی غلطی اور سہو وخطا کا اقرار کر لیتے اور بیچارے الہام کو بدنام اور مضحکہ طفلاں نہ بناتے۔ مگر اب جو انہوں نے اپنی پیشگوئی کے غلط ثابت ہونے پر ۹ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک تقریر، فتح اسلام کے بارے میں مختصر تقریر، کے عنوان سے شائع کی ہے اور جس کی دو کاپیاں براہ راست کادیان سے ہمارے پاس بھی پہنچی ہیں، اس سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب صرف چال بازی دھوکہ دہی اور بے جا تاویلیں کرنے میں ہی یگانہ آفاق نہیں ہیں، بلکہ پرلے درجہ کے ڈھیٹ اور بے شرم اور سچ مچ: شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید، کے مصداق بھی ہیں۔ آپ اپنی تحریر مذکور میں لکھتے ہیں:

ہماری پیش گوئی بحق عبداللہ آتھم کے دو حصے تھے۔ یعنی اگر ان سے ۱۵ ماہ تک حق کی طرف رجوع کر لیا تو بہتر، ورنہ وہ بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اب ہم کو خدا نے اپنے خاص الہام سے جتلا دیا کہ عبداللہ آتھم نے اپنے دل میں عظمت اسلام کا خوف اور وہم وغم ڈال کر کسی قدر حق کی طرف رجوع کیا، جس سے وعدہ موت میں تاخیر ہوئی کیونکہ ضرور تھا کہ خدا تعالیٰ اپنی قرارداده شرط کا لحاظ رکھتا، اور اسی نے اپنی کتاب مقدس میں فرمایا:

و من یعمل مثقال ذرة خیراً یره (الزلزلۃ:۷)

سو مسٹر عبداللہ نے الہامی شرط کے مطابق کسی قدر اسلامی سچائی کی طرف جھکنے سے اپنا اجر پا لیا۔ ہاں جب پھر بے باکی اور سخت گوئی اور گستاخی کی طرف منہ کرے گا تو وہ وعدہ ضرور اپنا کام کرے گا۔ اگر عبداللہ

آتھم ہمارے اس بیان کو جھوٹ سمجھیں تو ایک ہفتہ کے اندر ہمارے سامنے حلفیہ اقرار کریں کہ اس پندرہ ماہ کے عرصہ میں کبھی ان کو سچائی اسلام کے خیال کے دل پر ڈرانے والا اثر نہیں کیا، اور نہ عظمت اور صداقت الہام نے گرداب غم میں ڈالا، اور نہ خدا کے حضور میں اسلامی توحید کو انہوں نے اختیار کیا، اور نہ ان کو اسلامی پیشگوئی سے دل میں ذرا بھی خوف آئی، اور نہ تثلیث کے اعتقاد سے وہ ایک ذرہ متزلزل ہوئے اور عظمت اسلام نے ایک لحظہ کے لئے بھی دل کو نہیں پکڑا، اور میں مسیح کی ابنیت اور الوہیت کا زور سے قائل رہا اور قائل ہوں اور دشمن اسلام ہوں۔ اور اگر میں جھوٹ بولتا ہوں تو میرے پر ایک ہی برس کے اندر وہ ذلت کی موت اور تباہی آئے جس پر یہ بات خلق اللہ پر کھل جائے کہ میں نے حق چھپایا۔ جب مسٹر آتھم یہ اقرار کریں تو اسی وقت ایک ہزار روپیہ کا بدرہ ڈاکٹر مارٹن کلارک اور پادری عماد الدین کے پاس بطور ضمانت اس شرط پر رکھ دیا جائے گا کہ اگر آتھم ایک سال کے اندر مر گئے تو وہ روپیہ ہم کو دیدیا جائے اور اگر نہ مرے تو یہ روپیہ ان کا ملک ہو جائیگا۔

اول تو ناظرین صاحب بصیرت خیال فرمائیں کہ مرزا صاحب نے اپنے اس جدید الہام میں کس قدر پیچ دار اور ذو معنی الفاظ اور فقرے استعمال کئے ہیں جن سے ادنی درجہ کی فہم و عقل کا آدمی بھی فوراً نتیجہ نکال سکتا ہے کہ جس شخص کی نسبت اس شد و مد اور زور شور سے موت کی خبر دی جائے خواہ وہ شخص کیسا ہی بہادر اور جری القلب اور مستقل مزاج کیوں نہ ہو ممکن نہیں کہ ۱۵ مہینے کے عرصہ میں احیاناً ایک ذرہ یا لمحہ بھر بھی اس کو اس خبر کا خوف دامن گیر نہ ہوا ہو اور اس کے استقلال میں کبھی لحظہ بھر بھی تزلزل و اندیشہ نے دخل نہ دیا ہو حاشا و کلا کوئی دانا اس کو تسلیم نہ کرے گا

دوم

ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی کے جو جلی حروف میں امرتسر کے مباحثہ کے اختتام پر انہوں نے لکھی تھی دو پہلو تھے (گو اس کی تفسیری عبارت میں انہوں نے حکمت عملی سے اس کا ایک ہی پہلو اختیار کیا تھا) یعنی یا تو مسٹر عبداللہ مر جائے گا یا حق کی طرف رجوع کرے گا، یعنی صریح مسلمان ہو جائے گا۔ چنانچہ حق کی طرف رجوع کرنے سے مسٹر عبداللہ کا اسلام مراد رکھنا خود مرزا صاحب کی زبان سے ثابت ہے۔ اور نیز ان کے

معتقدوں کا اخیر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک یہی قول رہا ہے کہ یا تو عبداللہ مسلمان ہو جائے گا یا مر جائے گا۔ پس جب یہ بات ہے تو اب اس پیش گوئی میں یہ تیسرا پہلو کہاں سے نکل آیا کہ اس نے عظمت اسلام کا لمحہ بھر دل میں خیال کرنے سے کسی قدر حق کی طرف رجوع کر کے موت کو ٹال دیا۔

افسوس مرزا صاحب کو یہ دوسرا الہام اس تیسرے پہلو کی نسبت ایسے آخری وقت پر ہوا کہ جب ان کی پیش گوئی کی جھوٹ کی قلعی ساری دنیا پر کھل چکی۔ ہاں اگر ۵ ستمبر سے دس بیس روز پہلے بھی وہ ایسا مشتہر کر دیتے تو ایک بات تھی۔ اب ایسی بات ان کے چیلے چانٹوں کے سوا صم بکم عمی کے مصداق بن رہے ہیں کون سن سکتا ہے

سوم

جب مرزا صاحب کی پیش گوئی سے ذرہ بھر دل میں خوف کرنے سے آتھم صاحب کو اور ایک سال کی تاریخ مل گئی اور ۵ ستمبر تک جو موت کا پیالہ وہ پینے والے تھے اور ایک سال تک ٹل گیا تو اس سے لازم آتا ہے کہ اگر وہ پورے پورے رجوع بحق ہو کر مسلمان ہو جاتے تو سینکڑوں سال ان کو موت سے امان مل جاتی حالانکہ خدا تعالی نے کسی جاندار کے سلکسلہ حیات و ممات کا بڑھنا گھٹنا یا ٹلنا کسی نیک یا بد کام کے کرنے سے وابستہ اور متعلق نہیں کیا بلکہ ہر ایک شخص کے حصہ میں جس جس قدر سال و ماہ بلکہ سانس تک لینے تقدیر میں لکھ دیئے ہیں اس میں لمحہ بھر کی بھی پس و پیش نہیں ہو سکتی جیسا کہ اس نے اپنی کلام پاک میں فرمایا ہے :

و لن یو خر اللہ نفساً اذا جاء اجلھا (المنافقو ن : ۱۱) یعنی ہرگز ڈھیل نہیں دیتا اللہ کسی جی کو موت سے۔ جس وقت آتا ہے اس کا وقت

پھر اور جگہ فرمایا ہے :

و لو یوا خذ اللہ الناس بظلمھم ما تر ک علیھا من دا بۃ و لکن یو خر ھم الی اجل مسمی فا ذا جاء اجلھم لا یستاخرو ن سا عۃ و لا یستقد مو ن (النحل: ۶۱)

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو بسبب ان کے ظلم نہ چھوڑے اوپر روئے زمین کے کوئی چلنے والا ولیکن ڈھیل دیتا ہے ان کو ایک وقت مقرر تک پس جب آئے گا وقت ان کا نہ پیچھے رہیں گے ایک ساعت اور نہ پہلے چلیں گے

ان آیتوں سے ثابت ہو گیا ہے کہ مرزا کا یہ کیا بے ہودہ اور واہیات خیال ہے کہ مسٹر آتھم کسی قدر حق کی طرف رجوع کرنے کے باعث موت سے بچ گئے یہ کیوں صاف اقرار نہیں کرتے کہ ابھی ان کی موت کا وقت ہی نہیں آیا تھا قبل از وقت کیسے مرتے۔

چہارم

آیت ومن یعمل مثقال ذرة خیرا یره سے مرزا صاحب کے مدعا کی کچھ بھی تائید نہیں ہو سکتی کیونکہ اس آیت سے صرف اتنا ہی ثابت ہوتا ہے کہ نیک کام اگر ذرہ بھر بھی ہو تو اس کا ثواب مل جاتا ہے نہ یہ کہ اس کے سبب سے کسی کی حیات بڑھ جاتی یا ممات ٹل جاتی ہے۔ علاوہ اس کے اس آیت میں عمل کا لفظ آیا ہے اور عمل اس کام کو کہتے ہیں جو کسی کے جوارح یعنی ہاتھ زبان آنکھ کان یا پاؤں سے وقوع میں آئے اور ثواب یا عذاب بھی اسی کام پر ملتا ہے جو جوارح مذکورہ بالا کے ذریعہ ظہور میں آئے اور جو کسی بات کا خیال واندیشہ بے اختیار کسی کے دل میں گزر جائے تو نہ تو اس کو عمل کہہ سکتے ہیں اور نہ حسب آیت کریمہ لا یکلف الله نفسا الا وسعها (البقرة: ۲۸۶) اس خیال واندیشہ پر کوئی عذاب یا ثواب مترتب ہو سکتا ہے اور ظاہر ہے کہ بقول مرزا صاحب اس پیش گوئی کے اثنا میں مسٹر آتھم سے جو صرف اتنی ہی بات واقعہ ہوتی ہے کہ لمحہ بھر ان کو عظمت اسلام کا خوف آیا یا ان کی کی پیش گوئی سے لحظہ بھر ان کو ہیبت آئی سو ایسی بات نہ تو عمل میں داخل ہوتی ہے اور نہ اس سے وہ کچھ اجر پانے کے مستحق ٹھہرتے ہیں پھر ان کو وعدہ موت میں کیسے تاخیر ملی؟

پنجم:

مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ مسٹر عبداللہ آتھم نے ہماری پیش گوئی سے ہمارے وعدہ کا ثبوت اپنی خوف ناک حالت اور وہم اور سراسیمگی اور شہر بشہر بھاگتے پھرنے سے آپ دکھا دیا۔ ہم کہتے ہیں کہ اگر مسٹر آتھم کی مرزا کی پیش گوئی موت کے خوف سے ایسی ہی حالت تھی تو اس حالت میں آتھم صاحب بجائے کسی قدر حق کی طرف رجوع کرنے کے اگر پورے پورے رجوع ہو کر مومن بھی ہو جاتے، تب بھی ان کو اس ایمان سے کوئی فائدہ حاصل نہ ہوتا کیونکہ معائنہ عذاب کے وقت ایمان نامقبول ہوتا ہے جیسا کہ خدا تعالی نے اپنی

کلام پاک میں فرمایا ہے:

فلم يك ينفعهم ايما نهم لما رأوا بأسنا (المو من : ۸۵)

یعنی پس نہ تھا کہ فائدہ دیتا ان کو ایمان ان کا جب دیکھا انہوں نے عذاب ہمارا۔

اخیر میں جو مرزا صاحب نے یہ لکھا ہے کہ ہماری پیش گوئی کے دو پہلو میں سے مسٹر آتھم کی موت کے پہلو کی طرف خدا نے اس لئے رخ نہ کیا کہ موت کا پہلو تختہ مشق اعتراضات ہونے کے باعث بہت کمزور اور مشکوک ہو گیا تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر آپ کا الہام کنندہ مشکوک و کمزور پہلو وفات ہی کو اختیار کرتا تو اس سے بہت عمدہ نتیجہ یہ نکلتا کہ صرف ہزاروں نادان و جاہل مسلمان ہی آپ کے معتقد و مرید نہ بنتے بلکہ صدہا عیسائی اور ہندو مسلمان ہو جاتے، اور آپ کی بڑی شہرت ہوتی جس کے لئے آپ اس قدر مفتون ہو رہے ہیں کہ خارج از ایمان تک ہونے کی کچھ پرواہ نہیں کرتے۔ بخلاف دوسرے پہلو کے اختیار کرنے کے کہ اس سے آپ کے تقریباً کل معتقدین مذبذب و بے اعتقاد ہو گئے اور آپ کو تمام دنیا کے موافق و مخالف لوگ لعنت وملامت کر رہے ہیں۔ ہماری دانست میں مرزا صاحب کو چاہیے کہ مرزا احمد بیگ صاحب کے داماد کی پیش گوئی کی نسبت ابھی سے کوئی تاویل گھڑ کر شائع کر دیں کیونکہ اس کی میعاد کے ختم ہونے میں بھی صرف چند روز باقی رہتے ہیں اور وہ نوجوان اس وقت مزے سے راولپنڈی میں دندنا رہا ہے۔

(سراج الاخبار ۲۴ ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۶)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۳۴۔۱۳۹)

مرزا قادیانی کی دوسری پیش گوئی بھی غلط نکلی

مرزا (غلام احمد) صاحب قادیانی کی دوسری پیشین گوئی بھی صریحاً غلط نکلی جو مرزا احمد بیگ اور اس کی دختر کی نسبت، جس کی شادی اس نے برخلاف ان کے مرزا سلطان محمد ساکن پٹی سے کردی تھی، کی گئی تھی۔ جس میں یہ حکم لگایا گیا تھا کہ اڑھائی سال کے عرصہ میں احمد بیگ مرجائے گا، اور وہ لڑکی ہمارے نکاح میں ضرور واپس آئے گی۔

سو تاریخ پیش گوئی سے ٦ ماہ کے بعد اگرچہ احمد بیگ تو بوجہ کبرسنی اور تقدیر کے مرگیا تھا، مگر اس کی لڑکی جو سلطان محمد کے نکاح میں ہے، اب تک مرزا صاحب کے نکاح میں نہیں آئی۔ مرزا (غلام احمد) صاحب اپنے اشتہار مطبوعہ ریاض ہند امرتسر میں جو خاص اس پیش گوئی کے غلط نکلنے پر انہوں نے شائع کیا ہے، یہ تاویل کرتے ہیں کہ: لڑکی کا ہمارے نکاح میں آنا سلطان محمد کی موت پر موقوف تھا۔ مگر چونکہ اس کی موت بوجہ اس کے بزرگوں کی توبہ و استغفار کے ٹل کر کسی اور غیر معین تاریخ پر جا پڑی ہے، اس لئے جب وہ لوگ پھر سرکشی کریں تو ضرور مرجائے گا، اور اس کی عورت ہمارے نکاح میں آجائے گی۔

ہم کہتے ہیں کہ اگر مرزا صاحب کا الہام کنندہ بالفرض والتقدیر سلطان محمد کے بزرگوں کی توبہ کے باعث اس کی وفات سے معذور ہوگیا تھا تو کیا اس سے معاذ اللہ یہ قدرت بھی سلب ہوگئی تھی کہ میعاد کے اندر اس کا دل اپنی عورت کی طرف سے متنفر کر کے اس کو طلاق دینے پر مجبور کر دیتا، جس سے، سانپ بھی مرجاتا اور لاٹھی بھی بچ رہتی، کی مثال صادق آتی۔ یعنی سلطان محمد بھی بچ رہتا اور وہ عورت بھی مرزا صاحب کو مل جاتی کیونکہ مرزا صاحب کی اصل غرض تو محض عورت کی واپسی کی تھی۔ اور جو روکیں اس کے واپس آنے میں سد راہ تھیں، ان میں سے ایک تو اتفاقاً دور ہی ہوچکی ہوئی تھی، اور دوسری روک سلطان محمد والی اس کے طلاق دینے سے دور ہوسکتی تھی۔

(سراج الاخبار ٢٩۔ اکتوبر ١٨٩٤ء ص ٥)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ١٤٣۔١٤٤)

خانقاہ پیر غازی ضلع گجرات کے مجاور کا دعوی مہدویت

لوصاحبان اب قیامت آگئی۔آپ صاحبوں کو تو معلوم ہی ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتے ہیں، اب ایک مہدی بھی پیدا ہو گیا۔خانقاہ پیر غازی ضلع گجرات پر ایک مجاور محمد حسین نام ہے، جو کہتا ہے کہ میں مہدی ہوں،اور مرزا قادیانی مسیح ہے، مجھے الہام ہوتا۔مرزا صاحب سے اس کی خط وکتابت ہے۔مرزا نے اس کو بلا بھیجا ہے۔وہ مجاور کہتا ہے مجھ پر حقیقت محمدی وارد ہے بعض دفعہ کلمہ پڑھتا ہوا کہتا ہے انا محمد رسول اللہ

مرزا صاحب نے اس کو لکھا ہے کہ مجھے تیری بابت الہام ہوا ہے کہ تو سچا ہے لیکن اب یہ معلوم نہیں کہ آگے مرزا صاحب مہدی و مسیح دونوں کا دعوی کرتے تھے،اب کون سی تاویل کریں گے۔خدا خیر کرے۔

(سراج الاخبار ۳ جنوری ۱۸۹۸ء ص ۶) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۴۴)

....

رسالہ گوہر بار

عیسی نتواں گشت بہ تصدیق خرے چند

جناب شہزادہ والا گوہر صاحب ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر جہلم سے شائد ہمارے ناظرین واقف ہوں گے جو ان دنوں میں بتقریب رخصت دو ماہ لدھیانہ میں گئے رہے،اور وہاں بے کار نہیں رہے، بلکہ ایک رسالہ گوہر بار ایام رخصت میں تالیف کیا جس کے حسب ذیل مضامین ہیں

اول: بموجب معیار شریعت اسلام کے مرزا قادیانی مرد صالح کے درجہ میں نہیں ہیں اور ان کے دعاوی بالکل ضعیف اور کمزور ہیں۔

دوم۔الہامات مرزا صاحب مبالغہ آمیز اور دروغ ہیں۔

سوم۔مسیح علیہ السلام کے ہی تشریف لانے کی ہم کو ضرورت ہے اور ایک امتی شخص مثیل پیغمبر نہیں ہوسکتا۔،

چہارم: جوابات اعتراض ہائے مرزا صاحب متعلق دوبارہ تشریف آوری مسیح علیہ السلام۔

پنجم۔مسیح بے باپ پیدا ہوئے اور معجزہ گویائی مہد اور مردہ زندہ کرنے کا،ان کے ساتھ لازمی ثبوت ہے۔

ان پانچوں فصلوں میں ایک نئی طرز پر بحث کی گئی ہے اور نصوص قرآنیہ کو نیچرل فلسفہ کے مقابلہ میں لاکر ایسے طور پر استدلال کیا گیا ہے کہ بلاریب دندان شکن جواب مرزا صاحب کو دیا گیا ہے اپنے ڈھنگ کا یہ پہلا رسالہ ہے علماء عظام نے بے شک اس بارے میں بہت کچھ لکھا ہے مگر وہ صرف ماہران علوم نقلی ہی کو تسلی بخش ہے۔ شہزادہ صاحب نے طرز فلسفہ جدیدہ کی اختیار کی ہے اور اس پر نصوص قرآنیہ کا استدلال موٹی عقل والے انسان کو بھی تسلی بخش ہے۔مرزا صاحب کے فرضی قانون قدرت کی خوب قلعی کھولی گئی ہے۔اور نیچرل فلسفے کو زبردست قانون الٰہی کی مدد سے مرزا صاحب کے ہذیان کی پردہ دری کے لئے خوب باموقع استعمال کیا گیا ہے۔علاوہ ازیں یہ نسخہ مجرب بھی ہے یعنی شہزادہ صاحب نے اپنے جس رشتہ دار شیدائی مرزا صاحب کے لئے یہ رسالہ لکھا تھا اس پر اس کا ایسا اثر ہوا ہے کہ بیماری جنون دور ہوکر اس کو صحت کلی ہوگئی ہے۔واقعی شہزادہ صاحب جمیع طبقات اسلام کی طرف سے تحسین وآفرین کے مستحق ہیں کہ محض ہمدردی کی راہ سے اس نسخہ مجربہ کی تشہیر گوارا کی اور اس کی مسیحائی تاثیر اس امر کی متقاضی ہوئی کہ اس کو عام فائدہ کے لئے چھاپ کر مشتہر کیا جائے۔یہ رسالہ قریباً ۵ جزو کا ہوگا۔اور مطبع سراج الاخبار جہلم میں زیر طبع ہے اور چونکہ اس رسالہ کی تحریر وتشہیر کی محرک محض حمیت اسلام ہوئی ہے اس لئے قیمت بھی بہت کم رکھی گئی ہے یعنی ۴ آنہ علاوہ محصول ڈاک اور اس کی خریداری کی درخواستیں خاص مطبع کے نام پر آنی چاہییں تاکہ تیار ہونے پر یہ فوراً ان کی خدمت میں رسالہ بھیج دیا جائے درصورت توقف دوسری بار کے طبع ہونے کا شائقین کو انتظار کرنا پڑے گا۔

(سراج الاخبار ۲۳ مئی ۱۸۹۸ء ص ۸)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۴۸۔۱۴۹)

انجمن اسلامیہ کی مکروہ کاروائی

سراج الاخبار مطبوعہ ۲۵ جولائی (۱۸۹۸ء) میں اس خبر کے پڑھنے سے کہ انجمن حمایت اسلام لاہور نے ،میموریل امہات المومنین ، کی اشاعت کی بابت گورنمنٹ کی خدمت میں بھیجا تھا وہ خدا کے فضل سے نامنظور رہا ہے ہر ایک مسلمان کوخوشی بھی ہوئی ہوگی اورافسوس بھی۔

افسوس اس لئے کہ ہماری معزز انجمن کو جنہوں نے حمایت اسلام کا بیڑاا ٹھایا ہے، ان کواس مکروہ کاروائی سے ندامت اٹھاناپڑی۔

اول تواس کتاب کا جواب لکھنے سے عاجز اورتنگ ہوکر گورنمنٹ کی خدمت میں ایسا میموریل بھیجنا ہی شرم کی بات ہے۔دوسرااس وقت بھیجنا جب کہ اشاعت ہوچکی اور جو کچھ صدمہ پہنچنا تھاوہ پہنچ چکا، پھرسب سے بڑھ کراس میموریل کا نامنظورہونا نہایت ہی شرم کی بات ہے۔

اراکین انجمن نے کیوں نہ اس کی طرف توجہ کی کہ اس کتاب کا جواب شائستہ طور سے لکھے۔اور اپنے سر سے وہ قرض اتارے جس کا اتارنا اس کے واسطےضروری ہے جیسا کہ انجمن کے ماہ واری رسالہ کے پہلے صفحہ پرلکھاہوا ہوتا ہے:

> مقاصد انجمن حمایت اسلام ۔معترضین اصول مذہب مقدس اسلام کے جواب تحریری یاتقریری تہذیب کے ساتھ دینے اوراس مذہب مقدس کےاصول کی حمایت اوراشاعت کرنی،

جب انجمن کے مقاصد میں سے مقصداول یہی ہے کہ معترضین اسلام کا جواب دینا اس کا پہلافرض ہے تو پھرکیوں معترضین کوجواب نہیں دیا جاتا۔کہاں ہیں ان کے بڑے بڑے لائق پروفیسراورحامی جوسالانہ

جلسے پر سکندر نامہ کے برابر نظمیں تیار کر کے حاضرین کا دل خوش کرتے ہیں۔اور ہنساتے ہیں۔اور کہاں غروب ہوگئے ان کے شمس العلماء مولوی و مسٹر نذیر احمد خان صاحب بہادر۔

اگر انجمن سے یہ بھی نہیں ہوسکتا تو پھر وہ کس مرض کی دوا ہے؟

اکثر لوگ یہی لوگ خیال کرتے ہیں کہ انجمن جواب لکھنے سے عاجز ہے،اسی واسطے گھبرا کر گورنمنٹ کے پاس دوڑے۔ایسا ہی پچھلے سال کسی عیسائی نے چار سوال بغرض طلب جواب بھیجے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ان کا جواب لکھا تھا اور جب وہ اسلامیہ کالج میں جواب پڑھے گئے تو پڑھنے سے پہلے جناب سکرٹری انجمن نے فرمایا چونکہ اس انجمن کا یہ پہلا مقصد ہے کہ مخالفوں کا جواب دیا جائے،لہذا مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے جواب دیا جاتا ہے۔

کیا خوب! جواب لکھنے والے مرزا صاحب،اور فرض انجمن کا ادا ہوگیا۔

اور لوگ حیران تھے کہ اراکین انجمن تو مرزا صاحب کو کافر کہتے ہیں تو پھر کیوں انہیں مختار کرتے ہیں کہ ہمارے مخالفوں سے لڑو اور ہماری حمایت کرو۔

اگر اب بھی انجمن پچھلے سال کی طرح مرزا غلام احمد صاحب کی طرف لکھ دیتی کہ ہمارا ہاتھ پکڑو،تو میموریل بھیجنے سے یہ اچھا تھا کیونکہ وہ تو اسی کام کے واسطے بیٹھے ہیں۔

راقم: قاضی غلام حیدر۔از کرنانہ متصل جوڑا۔گجرات

(سراج الاخبار ۸۔اگست ۱۸۹۸ء ص ۸)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول۔ص ۱۵۱۔۱۵۲)

(حاشیہ: نامہ نگار کے کوائف دست یاب نہ ہوسکے تاہم ان کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ مرزا قادیانی کے حواری تھے)

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور

غم خوار ہند کا نامہ نگار گورداسپور سے لکھتا ہے کہ

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی نے صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی خدمت میں ایک درخواست دی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ۲۱ نومبر (۱۸۹۸ء) کو جو اشتہار جاری کیا ہے اس کی وجہ سے ان کو جان کا خطرہ ہو گیا ہے، اس لئے لائسنس واسطے رکھنے اسلحہ کے مل جائے۔

اس پر صاحب موصوف نے خود مولوی صاحب اور مرزا صاحب کے نام نوٹس جاری کئے کہ وہ دونوں ۱۵ دسمبر کو حاضر ہو کر وجہ ظاہر کریں کہ کیوں ان سے ضمانت حفظ امن نہ لے جائے۔

لاہور کے مشہور وکیل مولوی محمد فضل الدین وکیل چیف کورٹ پنجاب مرزا صاحب کی طرف سے بشمولیت شیخ علی احمد وکیل گورداسپور پیروکار تھے

اور مولوی صاحب کی طرف سے شیخ نبی بخش وکیل گورداسپور تھے۔ ۱۵ تاریخ کو مقدمہ پیش ہوا لیکن بلا کسی کاروائی کے ۵ جنوری (۱۸۹۹ء) کے لئے ملتوی کیا گیا، نتیجہ سے پھر اطلاع دی جائے گی۔

(سراج الاخبار ۲۶ دسمبر ۱۸۹۸ء ص ۴)

(رد قادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۵۴)

....

طاعون سے مرزائی کنبہ کی ہلاکت

روزانہ پیسہ اخبار میں لکھا ہے کہ مولوی بدرالدین سکنہ موضع قادرآباد جو مریدان خاص مرزاصاحب قادیانی سے تھے اوران کا یہ دعوی تھا کہ مریدان مرزاصاحب کبھی طاعون سے ضائع نہ ہوں گے۔

عرصہ ۱۸ یوم کا گزرہوا کہ مولوی صاحب موصوف کو بیماری طاعون ظاہر ہوئی۔انہوں نے اپنا آدمی مرزاصاحب کی خدمت میں بھیج کرالتجا کی کہ مرزاصاحب میرے حق میں خدا کی جناب میں دعا کریں۔

مرزاصاحب نے آدمی سے خط لے کر مولوی نورالدین کودیا کہ اس کوسات پڑیاں دوا کی دو،اور میں مولوی بدرالدین کے واسطےصحت کی دعا خدا کی جناب میں کرونگا۔اور پشت خط پرتحریر کردیا کہ ان شاءاللہ تم صحت یاب ہوجاؤ گے۔

ابھی وہ پڑیاں لے کرآدمی گاؤں پہنچا بھی نہ تھا کہ مولوی صاحب فوت ہوگئے۔دوسرے روزمولوی صاحب کے والد بھی، جومرزائی تھے وہ بھی فوت ہوئے۔اورمولوی صاحب کی ہمشیرہ اورزوجہ بھی اسی روز بیماری طاعون سےفوت ہوئیں۔اورمولوی صاحب کی والدہ بھی طاعون سےفوت ہوئیں۔الغرض اسی طرح بارہ آدمی آٹھ یوم کےاندر مولوی صاحب کے کنبہ کےفوت ہوئے۔افسوس کہ تین سالہ خورد سالہ لڑکےاورایک لڑکی یتیم کنبہ سے باقی ہیں۔

مزیداسی صفحہ پرہے:مولوی شیرمحمد ساکن ہنجرا تحصیل بھیرہ ضلع شاہ پور جو مرزا قادیانی کے بڑے راسخ الاعتقاد مریداورمرزائی نبوت کے پھیلانے والے تھے بقول نامہ نگاراخبار اہل حدیث طاعون سے معہ اہل وعیال کے چل بسے۔کیا عجب دل سے مرزاجی پرایمان نہ ہوگا۔

(سراج الاخبار۴ ۱۔اپریل۱۹۰۴ء)

(ردقادیانیت اورسنی صحافت جلداول ص۱۷۶)

قادیان میں طاعون جارف

افسوس کہ طاعون نابکار نے مرزا قادیانی کے دارالامان قادیان کو بھی نہ چھوڑا قادیان میں اب اس کا زور وشور ہے۔اور بہت کچھ افراتفری ہورہی ہے۔اس چھوٹے سے قصبہ میں جہاں تک معتبر ذریعہ سے معلوم ہوا،سات آٹھ اموات کی روزانہ اوسط ہے۔تھوڑے دنوں میں قریب اسّی (۸۰) اشخاص اس کا شکار ہوچکے ہیں۔اورایک سینکڑہ کے قریب اس کے پنجہ میں پھنسا ہوا جاں بلب ہوئے ہیں الاماں الاماں

مرزائی جماعت نے پلیگ افسر کو گورداسپور سے کسی ہاسپٹل اسسٹنٹ کو قادیان میں بھیجنے کی درخواست کی لیکن ابھی تک شائد درخواست منظور نہیں ہوئی۔ایک ہندوساہوکار نے بھی درخواست کی ہے کہ قادیان میں مکانات ڈس انفیکشن کرنے کے لئے محکمہ طبی انتظام کرے۔

اب تو قادیان کا طاعون ،طاعون جارف ،کا مصداق بن گیا ہے۔لیکن مرزا صاحب کے پاس تاویلات کا باب وسیع ہے کوئی اور قید لگادی جائے گی۔اور یہ توالحکم میں پڑھا جاچکا ہے کہ طاعون سے اکثر، صحابہ،بھی تو فوت ہوتے رہے ہیں،اس لئے اس جماعت کا کوئی مرگیا تو اس کے لئے شہادت ہوگی۔

اللہ رے دلیری!کبھی تو طاعون کو کتے کی موت سے تعبیر کیا جاتا تھا۔جب اپنی جماعت بھی اس کی زدمیں آگئی تو شہادت ہوگئی و ان ھذاا لشی عجیب

طاعون کے الہام نے بھی عجیب عجیب رنگ بدلے ہیں۔پہلے تو انہ آوی القریۃ کاالہام سارے قصبہ کو تسلی بخشتا تھا۔لیکن جب قادیان میں پچھلی دفعہ اس الہام کی تصدیق کے لئے مسٹر پلیگ آ بھٹکے،تو ملہم نے اس وسیع الہام کو انی احافظ من فی الدار چاردیواری کے اندر رہنے والوں سے محدود کردیا۔ لیکن یہ بھی ڈر تھا کہ شائد چاردیواری والوں پر بھی مسٹر پلیگ وار کرنے سے نہ رہیں (چنانچہ ایسا ہوا بھی) تو ساتھ ہی الا من علا باستکبار ،کی قید لگ گئی۔

اب دل کی تو خدا ہی کو خبر ہے۔ جو مر گیا اس نے کب بتانا ہے کہ وہ بے چارہ علا باستکبار کا مصداق نہ تھا۔ سمجھ نہیں آتی کہ خوش اعتقاد مرید ایسے ایر پھیر ہوتے رہنے پر بھی پھر الہام کو کیوں مانے جاتے ہیں۔ راقم: ع، ن، از گورداسپور

(سراج الاخبار ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۶)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۷۷۔۱۷۸)

....

دارالایمان قادیان سے مرزا کا فرار

دارالایمان قادیان میں بقول نامہ نگار اخبار اہل حدیث (امرتسر) آج کل سخت طاعون پھیلا ہوا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی اور مولوی نور الدین کے سوا تمام مرید قادیان سے بھاگ گئے ہیں۔ مولوی نور الدین کا خیمہ قادیان سے باہر ہے۔ اوسط اموات ۲۰۔۲۵ یومیہ ہے۔ مولوی نور الدین کے سالے کا لڑکا منظور الحق بھی چل بسا۔ مرزا جی نے اپنے گھر میں بالکل بندش کر دی ہے کہ کوئی آدمی نہ آنے پائے۔ حکیم نور الدین اور قطب الدین کو حکم دیا گیا ہے کہ کسی مریض کے مکان پر نہ جائیں۔ مرزا جی کا سکول بھی بیماری کی وجہ سے بند ہے۔ قصبہ میں تین ہزار کی آبادی سے بمشکل تین سو آدمی نظر آتے ہیں۔ دوکانیں بند ہیں بازار سنسان ہیں۔

(سراج الاخبار ۲۵ اپریل ۱۹۰۴ء ص ۲)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۷۹)

....

مولابخش مرزائی کا طاعون سے انتقال

مولابخش پکا احمدی ولد حافظ غلام رسول مشہور احمدی سوداگر وزیر آباد نے عین عالم جوانی میں بعارضہ طاعون انتقال کیا۔ حافظ غلام رسول کا یہ دوسرا نوجوان فرزند تھا جو طاعون سے مرا ۔

(سراج الاخبار ۳۰ مئی ۱۹۰۴ء ص ۵) (ردقادیانیت اورسنی صحافت جلد اول ص ۱۸۱)

....

طاعون

طاعون قہر خدا ہے ۔ یہ آسمانی بلا ہے
اس کی نہ کوئی دوا ہے ۔ طاعون قہر خدا ہے
یہ مرض لا دوا ہے ۔ اب آتی برملا ہے
اللہ ہی دافع بلا ہے ۔ طاعون قہر خدا ہے
ہوئی جب سے خلق خدا۔ تھا ہند کو نہ اس کا پتہ
سب ملک ہند محفوظ تھا ۔ طاعون قہر خدا ہے
سب لوگ اس کے نام سے ۔ بے خبر بآرام تھے
پیتے خوشی کے جام تھے ۔ طاعون قہر خدا ہے
تم جانتے ہو یہ سبب ۔ کیوں ہوا قہار رب
میں ہی بتا دیتا ہوں اب ۔ طاعون قہر خدا ہے
آدم سے تا مرزا زمان ۔ پیدا ہوا جو قادیان
جس کو کہے دار الاماں ۔ طاعون قہر خدا ہے
پیدا ہوا مرسل نہیں ۔ اس ہند میں ہر گز کہیں

عیسی بنا یہ ہی یہیں ۔ طاعون قہر خدا ہے
اس واسطے وہ کبریا ۔ اب غضب میں ہی آ گیا
جھوٹا کیوں دعوی کیا ۔ طاعون قہر خدا ہے
مرزا کی ہے شامت تمام ۔ اس میں نہیں کچھ بھی کلام
یہ سمجھ لو سب خاص و عام ۔ طاعون قہر خدا ہے
کدھر ہے الہام وہ ۔ مانے گا ہم کو شخص جو
اس کو نہ یہ طاعون ہو ۔ طاعون قہر خدا ہے
وہ قادیاں دار الاماں ۔ اب بن گیا دار الزیاں
غضب خدا اس پر رواں ۔ طاعون قہر خدا ہے
سب سے پہلے وہ مرے ۔ پکے عقیدے جن کے تھے
مرزا بھی اب بھاگا پھر ے ۔ طاعون قہر خدا ہے
جو نہیں مرزائی تھا ۔ طاعون سے گر مر گیا
جانو کہ دل میں تھا پھرا ۔ طاعون قہر خدا ہے
مت جا نو اس کو شہا دت ۔ مرزا کی ہے یہ شامت
اب آگئی قیامت ۔ طاعون قہر خدا ہے
طاعون جب سے آئی ۔ مرتے ہیں میرزائی
سمجھو پیارے بھائی ۔ طاعون قہر خدا ہے
شامت ہے بد افعال کی ۔ بدکار کے اعمال کی
اعمال اور اقوال کی ۔ طاعون قہر خدا ہے
لازم ہے سب توبہ کرو ۔ ہر وقت اللہ سے ڈرو
لاحول کو ہر دم پڑھو ۔ طاعون قہر خدا ہے

صلوۃ جو امر خدا ۔ کرتے رہو ہر وقت ادا

مولا رکھے گا خوش سدا ۔ طاعون قہر خدا ہے

قائم کرو دین نبی ۔ مت پھرو اس سے کبھی

ہے یہی جادہ قوی ۔ طاعون قہر خدا ہے

سلیمان کی ہے یہ دعا ۔ کر دور مولا یہ بلا

اس رنج سے ہم کو بچا ۔ طاعون قہر خدا ہے

راقم: محمد سلیمان چشتی چکوال

(سراج الاخبار ۶ جون ۱۹۰۴ء ص ۷)

(ردقادیانیت اورسنی صحافت جلد اول ص ۱۸۵۔۱۸۹)

....

قادیانی مرزاجی کے انوکھے الہام

متنبیّ قادیانی کے الہاموں کی کیفیت ناظرین جانتے ہی ہیں، ان کی طرز ہی نرالی ہوتی ہے۔ گو ان دنوں بوجہ کشاکش مقدمہ فوجداری کے کسی قدر الہامی مشین کے پرزے ڈھیلے پڑ گئے ہیں، لیکن تاہم کبھی نہ کبھی قادیان کا اخبار کوئی نہ کوئی الہام چھاپ ہی دیتا ہے۔ چنانچہ ان دنوں ایک الہام یہ بھی چھپا ہے کہ،

شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا۔،

یہ نہیں معلوم کہ یہ لڑکا کب ہوگا اور کس کا ہوگا۔ کافی گنجائش ہے۔

اگر کوئی امید حضور اقدس (مرزا قادیانی) کے ہاں لگ رہی ہے، اور اتفاق سے لڑکا ہو گیا تو بس صداقت الہام کا نقارہ قادیان کے فرضی مینار مسیحی کی بلند چوٹی پر کہنا شروع ہوگیا۔ اور اگر معاملہ برعکس ہو گیا تو کہا جائے گا کہ کب کہا گیا کہ اب ہی ہوگا۔ خیر خدا کرے تو کوئی بات بھی پوری ہو جائے، اور مرزا جی اپنی

آخری عمر میں شوخ وشنگ لڑکا بھی دیکھ لیں۔معلوم نہیں یہ شوخ لڑکا اپنی شوخی سے دنیا میں کیا قیامت برپا کرے گا جس کے تولد سے پیشتر ہی ،شوخی ،کا آسمانی لقب پہنچ گیا ہے

دوسرا الہام انا فتحنا لك کا ہے۔معلوم نہیں کون سی فتح اب باقی ہے۔فتح والے الہاموں کا تو حشر ہونا تھا، پہلے مقدمات کی ناکامیابی سے مرزا جی دیکھ چکےلیکن واہ رے استقلال ابھی تک فتح کا گیت گائے جاتے ہیں۔ایسی گپوں پر مریدوں کوتو کچھ سہارا مل جائے لیکن اہل بصیرت سمجھتے ہیں کہ مجموعہ فتوحات والا الہام جب غلط ہو چکا،اورجاء ك الفتح ثم جاء ك الفتح ،کی مٹی خراب ہو چکی،تو اب اگر کسی مقدمہ میں مرزا جی کو کامیابی بھی ہو تو اتفاقات سے سمجھا جائے گا الہامی ڈھکوسلہ تو اب کوئی نہ مانے: خیر دیدہ باید

ہنوز دہلی دوراست

ان شاء اللہ تعالی ان الہاموں کا بھی وہی حشر ہوگا جو پہلے ظہور میں آچکا۔مرزا جی کو اب تو دارالامان میں بہت تھوڑی اقامت نصیب ہوتی ہے،زیادہ عمر شائد گورداسپور میں گزارنی ہے۔

ہاں ایک اور الہام تازہ ہوا ہے عفت الدیار محلها و مقامها ۔

واہ جی !اب تو ملہم کو اپنے الہام تراشنے کے لئے شعراء جاہلیت (کفار) سے مدد لینی پڑی۔یہ الہامی مصرع لبید(شاعر جاہلیت) کا ہے جو سبعہ معلقہ میں موجود ہے۔

راقم:ایک ناظر اخبار الحکم

(سراج الاخبار ۲۰ جون ۱۹۰۴ء ص ۶)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۹۰۔۱۹۱)

الہامی شگوفہ

آج کل قادیانی ملہم کے فیضان صحبت کے باعث کئی لوگ ملہمیت کا دم بھرنے لگے ہیں۔۲۴ جون کو حافظ عبدالقدوس صاحب قدسی (جو کسی زمانہ میں صادق الاخبار بہاولپور کے اڈیٹر تھے) بمقدمہ یعقوب علی مرزائی بنام مولوی محمد کرم الدین وغیرہ مرزائیوں کی طرف سے شہادت دے رہے تھے۔اور مولوی صاحب کی جرح شروع تھی،تو مولوی صاحب کے ایک سوال پر قدسی صاحب نے اپنا الہامی شگوفہ یہ بیان کیا کہ

میں نے ایک روز حق تعالی سے دعا مانگی کہ الہی مجھے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی نبوت کے متعلق اطلاع بخشی جائے کہ وہ اس دعوی میں سچے ہیں یا نہیں۔تو یوں الہام ہوا:لست مر سلا۔تو رسول نہیں۔
حاکم نے سوال کیا کہ کیا یہ خطاب آپ سے تھا۔
قدسی صاحب نے کہا:نہ حضور، میں نے تو دعوی رسالت کیا ہی نہیں تھا،اور دعا بھی مرزا جی کی رسالت کے متعلق تھی۔اس لئے میری سمجھ میں نفی رسالت مرزا جی کے الہام سے معلوم ہوئے ۔
واہ جی۔خوب کہی :ولی را ولی می شناسد

آج کل مرزا جی کے الہاموں کے مقابلہ میں ایسے ہی ملہموں کی ضرورت ہے۔مرزائی صاحبان قدسی صاحب کا یہ الہام سن کر کچھ حیران سے ہو گئے۔دل میں کہتے ہوں گے کہ اچھا گواہ آیا ہے ہمارے مرشد جی کی رسالت کو ہی اڑانے لگا۔واہ رے دلیری۔ایک زمانہ وہ تھا کہ مرزا جی کی نبوت کے متعلق کھلا اعلان کرنے سے دب کر محدثیت ملہمیت وغیرہ کی آڑ لیتے تھے،اب کھلے طور پر دعوی نبوت کر دیا گیا ہے۔اور ان

کے مرید تو سارے لوازمات نبوت ان کی نسبت بڑی دلیری سے ثابت کرنے لگ گئے ہیں۔

مرزا جی کے گھر والے، خاندان رسالت۔،،

آپ کی بیوی ام المومنین علیھا الصلوۃ والسلام، کے القاب سے ملقب ہوگئی۔

قادیان دارالامان،

اور مغلیء مسجد، مسجد اقصی کہلاتی ہے۔

الٰہی توبہ، خدایا تیری پناہ

یہ معمہ سمجھ میں نہیں آتا کہ قادیان، دارالایمان، بھی ہے اور دمشق (مسکن یزیدیاں) بھی۔ مقدمات کا سلسلہ چھیڑ کر لامہ جہاد بھی پورا کر دیا گیا ہے۔ سابقہ مقدمات کا نام، جنگ احزاب، جنگ صفین، تھا (جیسا کہ الحکم کے مختلف پرچوں میں شائع ہو چکا ہے) اب مقدمہ حال کا نام، جنگ بدر، رکھا گیا ہے، اور اسکے متعلق مرزا جی کو گورداسپور میں یہ الہام ہوا ہے و القد نصر کم اللہ ببدر و انتم ا ذلة ۔ دیکھو الحکم ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء ۔ اس الہام میں ذلت تو اقبال ہے۔ آئندہ نصرت دیدہ باید۔

راقم: ایک گورداسپوری

(سراج الاخبار ۲۷ جون، ۴ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۱۰)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۹۳۔۱۹۴)

....

لڑکے سے لڑکی ہوگئی

ناظرین سراج الاخبار ۲۰ جون (۱۹۰۴ء) کے پڑھ چکے ہیں کہ قادیانی مرزاجی نے شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہونے کا الہام کیا تھا اور یہ الہام ۷امئی ۱۹۰۴ء الحکم میں شائع ہو چکا ہے۔اب یہ خبر ناظرین کی بے حد دلچسپی کا باعث ہوگی کہ (قادیانی) مرزاجی کے حرم سرائے میں ۲۴ جون ۱۹۰۴ء یوم جمعہ کو بجائے لڑکا کے لڑکی پیدا ہوئی ۔آج ساکنان دارالامان میں سخت اداسی کا عالم برپا ہے۔اب قادیانی کے اس الہام کی قلعی کھلنے پر گورداسپور میں خوب تمسخر ہورہا ہے۔

سبحان اللہ! قیافہ دانوں منجموں طبیبوں کی بھی فیصدی دس باتیں پوری ہو جاتی ہیں لیکن قادیانی ملہم کی فیصدی ایک گپ بھی پوری نہیں ہوتی۔ہائے غضب پھر بھی مرزائی صاحبان نہیں سوچتے۔

کیوں جی! بتایئے اب کیا تاویل ہوگی۔بس یہی کہ لڑکا پیدا ہوگا۔استقبال کا صیغہ ہے، آخر کبھی نہ کبھی پیدا ہو ہی جائے گا۔لیکن بھائیو! یہ تب سنا جاتا کہ خاص ایام وضع حمل کے دنوں میں یہ الہام شائع نہ کیا جاتا۔ادھر ایام معدودہ سے چند دن باقی ہیں اور ادھر دنیا میں ڈنکے کی چوٹ کہا جاتا ہے کہ شوخ وشنگ لڑکا پیدا ہوگا، بجز اس کے اور کیا مراد ہوسکتا ہے کہ اسی حمل میں ہوگا۔ ہاں اب تو کہہ دیجئے کہ الہام غلط ہوگیا اور بڑی صفائی سے غلط ہوگیا۔

اب مرزاجی کو اندیشہ کرنا چاہیے کہ جب ایک الہام کا یہ حشر ہوا تو بقیہ اس کے الہاموں کا بھی یہی انجام ہوگا۔ان شاءاللہ تعالی۔بقیہ الہامات جو فتح ونصرت کے متعلق شائع کئے گئے ہیں وہ بھی اس لڑکے والے الہام کی بدشگونی سے برعکس ہوتے نظر آتے ہیں جب ستون گر گیا تو پھر کوٹھے کا خدا حافظ

لو مرزاجی خدا کے لئے آئندہ باز آجایئے۔جانے دو۔بہتیری جگ ہنسائی ہوچکی ہے۔اب عاقبت کی فکر کیجئے۔دنیا روزے چند۔آپ کو ان الہاموں کے بدلے کیا کیا مصیبتیں پیش آئیں اور کیا کیا پیش آئیں گی ان بطش ربك لشديد ۔یا اللہ تو سب مسلمانوں کو ہدایت کر۔آمین

(سراج الاخبار ۲۷ جون،۴ جولائی ۱۹۰۴ء ص ۱۰)۔(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۹۴۔۱۹۵)

مولوی ابراہیم سیالکوٹی کا وعظ

آج کل مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی جہلم میں تشریف لائے ہوئے ہیں اور مختلف مساجد میں مرزا قادیانی کے دعاوی کی تردید میں موثر وعظ فرما رہے ہیں چنانچہ اس جمعہ کو آپ شیخ حسین بن بخش صاحب مرحوم خانساماں کی کلاں جامع مسجد میں جو وعظ فرمایا تو سامعین کی کثرت سے مسجد میں تل دھرنے کو جگہ نہ تھی۔

(سراج الاخبار ۲۲۔اگست ۱۹۰۴ء ص ۷) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۱۹۹۔۲۰۰)

....

لاہور میں مرزا قادیانی کا تحریری لیکچر

مرزا صاحب قادیانی کا لیکچر ۳ ستمبر کی صبح کو لاہور میں حضرت داتا گنج بخش صاحب کی مزار کی پچھلی طرف منڈوے میں مولوی عبدالکریم صاحب ... نے بلند آواز سے پڑھ کر سنایا جس میں تقریباً ۲ گھنٹے صرف ہوئے۔ سامعین کی تعداد ۳ ہزار سے زیادہ تھی۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے خود کھڑے ہو کر ایک زبانی تقریر فرمائی جس کی نسبت صاحب پیسہ اخبار ریمارک کرتے ہیں کہ آپ کی آواز بھرائی ہوئی تھی اور آپ کا تلفظ بالکل عامیانہ تھا۔ بلکہ کئی الفاظ زبان سے غلط نکلتے تھے۔

ایک عیسائی جنٹل مین جنہوں نے عربی میں ایم اے کا امتحان پاس کیا ہے، کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تقریر سن کر مجھے خیال پیدا ہوا کہ اگر یہ زمانہ چھاپہ خانہ کا نہ ہوتا، اور مرزا صاحب کی تقریروں پر ان کے کام کا انحصار ہوتا، تو ایسی پھیکی تقریروں پر بہت کم لوگ گرویدہ ہوتے ۔

(سراج الاخبار ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۲) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۰۰)

مرزا قادیانی کے رد میں اہلیان لاہور کا جلسہ

لاہور میں ۳ ستمبر (۱۹۰۴ء) کو حضرت شاہ محمد غوث صاحب کے مزار پر ایک جلسہ بہ تردید عقائد مرزا غلام احمد قادیانی بڑے زور وشور سے ہوا۔ جس میں مفصلہ ذیل بزرگان دین:

شمس العلماء مولوی عبداللہ ٹونکی،

مولوی اصغر علی روحی ایم اے ایل،

مولوی غلام اللہ قصوری

اور چند ایرانی فضلاء کے علاوہ قریباً ۵۰۰ سامعین موجود تھے۔

مولوی حافظ محمد ابراہیم نے آدھ گھنٹہ وعظ فرمایا۔

بعد اس کے ایک قصیدہ غیر منقوط فارسی ساٹھ ستر شعر کا بہ تردید اقوال مرزا صاحب پڑھا گیا۔

بعدہ ایک عربی قصیدہ سید ظہور احمد وحشی شاہجہان پوری نے پڑھا۔

اس کے بعد سلسلہ تقریریں بڑے زور سے ہوتی رہیں۔

(سراج الاخبار ۵ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۲)

(رد قادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۰۰۔۲۰۱)

مسیح قادیانی کی تردید میں اہل اسلام لاہور کا جلسہ

یہ بات ہر خاص وعام پر ایک عرصہ سے ظاہر ہو چکی ہے کہ جب سے میرزا قادیانی کا خروج ہوا ہے اور اس نے اپنے عقائد مخترعہ کو اسلامی لباس میں عوام کالانعام پر ظاہر کر کے اپنی شہرت کو بڑھانا چاہا ہے، تب ہی سے اکثر دیار وامصار میں وقتاً فوقتاً علمائے اسلام خدام سید الانام ﷺ اس کی تردید قرآن وحدیث وفلسفہ جدیدہ سے برابر کرتے چلے آئے ہیں جو اہل حق پر اظہر من الشّمس ہے۔ مگر دریں ولا چونکہ میرزا قادیانی معہ اپنی مجلس شوری واہل خانہ واکثر شاگردوں کے ۲۰ اگست ۱۹۰۴ء کو لاہور میں آیا ہوا تھا، اور بمقتضائے زمانہ جدت پسند اصحاب اس کی ظاہری شکل دیکھنے اور تقریر سننے کے لئے منتظر تھے، چنانچہ ایسے لوگ صبح وشام کو اس مکان کے نیچے جس میں مرزا مذکور قیام پذیر تھا، کھڑے رہتے تھے۔ اور میرزا قادیانی کی مجلس شوری ہر چند باتوں سے ترغیب وتحریص دلاتی تھی، مگر میرزا مذکور زنان خانہ سے نیچے نہ آتا تھا۔ بعض ناواقف اور ضعیف اعتقاد لوگ جو مرزائیوں کی ترغیبوں سے مذبذبین بین ذلک ہو رہے تھے لہذا بمقتضائے ضرورت حق ظاہر کرنے اور ان لوگوں کو غلط فہمیوں سے بچانے کے لئے ملا محمد بخش صاحب سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور نے جو زمانہ خروج مرزا سے اس وقت تک نہایت ثابت قدمی اور علو ہمتی سے باتباع شریعت محمد مرزا کے تمام نئے عقائد کا جواب باثواب بہ براہان جلیلہ دے کر کل مسلمانوں کو مغالطہ سے بچاتے رہے ہیں بمقام لاہور بہ مسجد حضرت شاہ محمد غوث ایک جلسہ اسلامیہ ۲۰ اگست ۱۹۰۴ء سے شروع کیا جو ہر روز بلا ناغہ بعد فراغ نماز مغرب بڑی صلاحیت اور عمدگی سے ہوتا رہا، اور علمائے حقانی وقتاً فوقتاً اپنے پر اثر مواعظ وتقاریر سے سامعین کو محظوظ فرماتے رہے۔ اور مجمع سامعین روز بروز بڑھتا گیا۔ جس کی خبر کئی دفعہ روزانہ پیسہ اخبار میں بھی شائع ہوتی رہی ہے۔ چنانچہ ۳ ستمبر ۱۹۰۴ء کو جس دن مرزا قادیانی کی مجلس شوری کے تحریری لیکچر منڈوے تھیٹر میں پڑھے جانے کی تاریخ تھی، ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا گیا جس میں لاہور اور علاقہ بیرون جات کے بڑے بڑے متبحر علمائے اسلام اور

چند ایرانی اہل علم بھی شریک تھے۔ یہ جلسہ ساڑھے پانچ بجے تاریخ مذکور پر شروع ہو کر ۱۲ بجے دن کے اختتام کو پہنچا۔ حاضرین جلسہ کی تعداد جن میں معززین لاہور بھی شامل تھے ۵ ہزار کے قریب تھی۔ جلسہ مذکور میں مفصلہ ذیل علمائے دین شامل تھے جن میں سے اکثر علماء نے مرزا قادیانی کی تردید میں پرزور و پراثر تقاریر و مواعظ سے سامعین کو از حد محظوظ فرمایا

اسمائے گرامی علمائے دین شرکائے جلسہ:

ا۔ شمس العلماء مولوی عبداللہ ٹونکی پروفیسر عربی اورئینٹل کالج۔

مولوی اصغر علی روحی ایم اوایل پروفیسر اسلامیہ کالج لاہور،

مولوی غلام اللہ قصوری۔ مولوی حافظ رحیم بخش لاہوری

سید علی حائری امامیہ مع معززین امامیہ۔ مولوی محمد یار امام مسجد طلائی لاہور۔

مولوی غلام جیلانی لاہوری۔ مولوی سید ابراہیم میرٹھی (مقیم چھاؤنی جالندھر)

مولوی حافظ عبدالعزیز مہتمم مدرسہ تعلیم القرآن انارکلی لاہور۔

مولوی محمد ابراہیم وکیل انجمن حامی اسلام لاہور۔ مولوی محمد متقی امام مسجد شاہ محمد غوث

اسماء گرامی تقریر کنندگان: محمد ابراہیم میرٹھی۔ حافظ رحیم بخش۔ منشی خورشید احمد صمصام (قصیدہ غیر منقوط)۔ مولوی سید ظہور احمد وحشی قصیدہ عربیہ و اردو، منشی تاج الدین تاج۔ منشی امام الدین منشی فاضل۔ منشی اسداللہ غالب نظم، سید علی حائری وعظ۔ مولوی اصغر علی وعظ۔ ملا محمد بخش سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور، تقریر در بطلان الہامات و پیش گوئیاں مرزائے قادیانی و نظم پراثر۔ مولوی غلام اللہ قصوری نے دعا پر خاتمہ کیا۔

اسی روز مولوی صاحب موصوف نے وعظ بعد نماز مغرب شروع کر کے ۱۰ بجے شب کو تمام کیا شب مذکورہ کے جلسہ میں سامعین کی تعداد تین ہزار سے کم نہ تھی

واضح ہو کہ ملا محمد بخش جو ۱۶ سال سے تن تنہا سینہ سپر ہو کر عقائد مرزا کی تردید کر رہے ہیں اور اس کی قلعی کھول رہے ہیں۔ ان کی ہمت ہمیشہ قابل تعریف ہے۔ ایک متمول گروہ کے مقابل ملا صاحب کی مالی حالت بالکل کمزور ہے۔ مگر وہ طاقت خداداد سے اسے اسی طرح چلا رہے ہیں کہ جس کو یقینی طور سے اعجاز... ہیں۔

ملا صاحب کی حیثیت موجودہ اور ایسے دولت مند گروہ کا مقابلہ کا رے دارد کا مضمون ہے۔لہذا کل مسلمان ...عرض ہے کہ ایسے شخص کی معقول امداد فرمائیں تاکہ دروازہ خیر کا کھلا رہے اور ضعیف الاعتقاد .. مرزائی اعتقاد سے محفوظ رہیں اور ان کے ایمان کی بضاعت سلامت رہے۔جو اصحاب اس کار خیر میں حصہ لیں گے وہ الدال علی الخیر کفا عله اور من سن فی الاسلا م کے پورے مصداق ہوں گے۔یہ دین حقہ کی بڑی بھاری مدد ہے،اور دین کی مدد کرنا فرض ہے یعنی جس پر ان استنصرو کم فی الدین فعلیکم النصر شاہد ہے جولوگ اللہ کے دین کی مدد کرتے ہیں وہ اللہ تعالی کی مدد کرتے ہیں یعنی اللہ کے سچے بندے ہیں اللہ ان کو مدد دینے کا وعدہ فرماتا ہے کہ جس پر ان تنصر الله ینصر کم ناطق ہے

و ما علینا الا البلاغ

(سراج الاخبار ۱۹ ستمبر ۱۹۰۴ء ص ۵) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۱۳۔۲۱۷)

....

انجمن اہل حدیث جہلم کا سالانہ جلسہ

گزشتہ سال جب صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلف مرزا قادیانی نے جہلم میں کسی برات پر آ کر اپنے لیکچر و وعظ کے لئے اشتہار دیا تھا،تو مستری عبدالرحمٰن و عبدالحق اور بابو عبدالرشید وغیرہ نے جن کی ہمت پر آفرین و تحسین ہے،چند مشہور مولوی بلا کر الگ وعظ کرانے شروع کرائے تھے تاکہ بے خبر لوگ ان کے پھندے میں نہ پھنس جائیں اور گم راہ نہ ہوں۔چنانچہ نامبردوں نے وہی پہلا جلسہ انجمن اہل حدیث جہلم قرار دے کر اب دوسرے سالانہ جلسہ کا انعقاد بھی ۱۵، ۱۶، ۱۷ جنوری 1915 بروز جمعہ ہفتہ اتوار کو قرار دیا ہے، جو مستری عبدالرحمٰن و عبدالحق جنرل کنٹرکٹران کے وسیع احاطہ کے گودام میں منعقد ہوگا۔اور آئندہ باقاعدہ انجمن قائم کردی ہے۔اور اب کے بڑے بڑے جلی حروف میں خوش خط مطبوعہ اشتہار و پروگرام تقسیم کئے ہیں۔اور اس جلسہ کو بڑی دھوم دھام اور اعلی پیمانہ پر کرنے کے لئے شہر سے معقول چندہ بھی کیا گیا ہے۔ابھی پریذیڈنٹ

کا انتخاب نہیں کیا گیا، وہ انعقاد جلسہ میں اتفاق رائے سے انتخاب کیا جائے گا۔اس جلسہ کو رونق دینے کے لئے حضرات علماء کرام پنجاب اور دور دراز حصص ہندوستان سے مدعو کئے گئے ہیں۔اور پروگرام اجلاس کے مطابق

۱۵ جنوری کو قاری حافظ عبید الرحمٰن صاحب، مولوی محمد ابو القاسم صاحب خاموش، حافظ عبد العلی صاحب عرف حافظ جھنڈا، مولوی محمد علی صاحب واعظ،

۱۶ جنوری کو حاجی مولوی محمد ابراہیم سیالکوٹی، حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی، مولوی نور محمد صاحب امرتسری، مولوی ابو الوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری

اور ۱۷ جنوری کو مولوی ابو عبد اللہ غلام حسین صاحب سیالکوٹی، مسٹر عبد الغفور (دھرم پال) وغیرہ اپنے اپنے مواعظ حسنہ و تقاریر دل پذیر اور نعت خوانی و تلاوت قرآن شریف سے حاضرین جلسہ کو محظوظ و مسرور کریں گے۔

اس انجمن کے اجلاس کے بعد اغلب ہے جیسا کہ سنا جاتا ہے کہ اہل احناف بھی بڑے تزک و احتشام اور دھوم دھام سے علمائے عظام کو مدعو کر کے ایک بھاری جلسہ کریں گے۔اللہ تعالی مسلمانوں کے ایسے نیک کام کرنے کی توفیق دیوے کہ جس سے ان کے اخلاق سدھریں، اور اپنے پیارے دین کی حفاظت کر سکیں

اللهم زد فزد

یہ بھی سنا گیا ہے کہ احمدی جماعت کے بعض ممبروں نے منتظمان انجمن مذکور سے حیات مسیح پر روشنی ڈالنے کے لئے وقت حاصل کرنے کی جرأت کی ہے۔جن کو جواب ملا ہے کہ چونکہ پروگرام اجلاس چھپ چکا ہے، اب درج نہیں ہو سکتا۔اگر آپ کو حوصلہ ہے تو اس کے لئے البتہ ہم جلسہ کے بعد ایک روز علمائے مدعو شدہ کو ٹھہرا سکتے ہیں۔

راقم: حسن الدین کاتب سراج الاخبار

(سراج الاخبار ۱۱ جنوری ۱۹۱۵ء ص ۱۱)

(رد قادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۱۹۔۲۲۱)

انگلینڈ میں اسلام

یہ سن کر بڑی خوشی ہوتی ہے کہ بعض مرزائی صاحبان کی کوشش سے چند انگلش آدمی اور عورتیں ہر مہینے انگلینڈ کے اندر مسلمان ہو جاتے ہیں۔ لیکن جب ہم مرزائی عقائد پر غور کرتے ہیں تو ہم کو ان اسلامیوں سے کچھ غمی بھی ہو جاتی ہے کیونکہ دین حق کے متلاشی، مسیح قادیانی کے پیرو اگر ہو جاویں تو اس سے حقیقی اسلام کو کوئی فائدہ نہیں۔ اگر بجائے مرزائی صاحبان کے دوسرے کوئی مسلم قدیمی عقیدہ کے وہاں جاتے تو البتہ ہماری خوشی بہتر ہوتی۔ ووکنگ کی مسجد بھی ہم ایک گرجا سے بڑھ کر نہیں خیال کر سکتے جہاں جوتیوں سمیت فقط ایک لیکچر ہال کے موافق کام ہوتا ہے، جو اب بالکل اسلام کے موافق آواز نہیں نکالتے۔ اسلام پھیلانے کے لئے زیادہ ضرورت اس بات کی ہے کہ ہمارے مسلمان شکم پرستی اور نام پرستی سے ہٹ کر خدا ورسول پرستی کے متساعی ہوں۔

(سراج الاخبار۔ یکم مارچ 1915ء ص۳) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص۲۲۲)

....

قادیانی خلافت کا جھگڑا

مرزا صاحب قادیانی کے مرنے کے بعد قادیانی نبوت کا جھگڑا ایک دم بڑھ گیا۔ حکیم نورالدین کو خلیفہ بنایا گیا۔ اس وقت بعض مرزائیوں نے مخالفت کی اور اس آگ کو خوب بھڑکایا۔ کسی وجہ سے یہ معاملہ ملتوی رہا۔ یہ آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی۔ آخر کار مولوی نورالدین صاحب کے مرنے کے بعد اس آگ کے شعلے تمام مرزائی کیمپ میں پھیل گئے اور کئی خلیفے بن بیٹھے۔ مرزا غلام احمد صاحب کا بیٹا میاں بشیرالدین محمود قادیان میں جانشین قرار پایا اور چند مدعیان خلافت ان کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے۔ خیر یہ قصہ طویل ہے اس پر چند

سطریں بطور نمونہ لکھتا ہوں۔

روزانہ پیسہ اخبار ۲ مارچ ۱۹۱۵ء میں ایک مضمون بعنوان، تین ایک اور ایک تین، شائع ہوا۔ اس کے راقم کوئی میاں حفیظ شائد مرزائی ہیں۔ جب سے چند لوگ جماعت احمدیہ سے الگ ہوئے ہیں ان کی یہ خواہش رہی ہے کہ ہم ہر رنگ میں قادیان کی جماعت سے بڑھ کر رہیں۔ پہلے انہوں نے جماعت میں خلیفہ کا ہونا جماعت کی تباہی و بربادی کا موجب ظاہر کیا۔ لیکن جب دیکھا کہ یہ اصول بیان کرنے میں سخت غلطی کھائی ہے کیونکہ اس سے پہلے ۶ سال تک وہ ایک خلیفہ کو تسلیم کر چکے ہیں، اب جماعت کے لوگ بغیر خلیفہ پکڑنے کے رہنا نہیں چاہتے، تو پھر جھٹ ایک نہیں تین تین خلیفے بنائے ہیں۔ یعنی مولوی غلام حسن صاحب، خواجہ کمال الدین صاحب و مولوی محمد علی صاحب۔ خلیفۃ المسیح کا لفظ تو خیر پہلے دو بزرگوں کے نام سے مخصوص کیا ہے اور مولوی محمد علی صاحب کے نام کے ساتھ کئی لفظ بدل چکے ہیں۔ امیر قوم، امیر مجلس، پریذیڈنٹ صاحب وغیرہ۔ کوئی کسی کو بڑا سمجھتا ہے کوئی کسی کو۔ عجیب قسم کی گڑبڑ مچ رہی ہے۔ اب سنئے کہ مرزا صاحب قادیانی مسئلہ خلافت کے متعلق کیا فرماتے ہیں۔ رسالہ خلافت احمدیہ کی عبارت حسب ذیل ہے: ضرور ہے کہ آج بھی اسی طرح خلافت ہو جس طرح رسول کریم ﷺ کے زمانہ میں تھی۔ (ص ۵ سطر ۱۳)

پس جس طرح وہاں ایک خلیفہ تھا یہاں بھی ایک خلیفہ ہوگا، (ص ۲۰ سطر ۱۲)

اول خلیفہ سوائے حضرت مولوی نورالدین کے اور کوئی نہیں ہوسکتا تھا، (ص ۳۰ سطر ۱۴)

ایک خلیفہ کی وفات پر دوسرا ہوگا، اس کے بعد تیسرا، پھر چوتھا۔ اسی طرح ان شاء اللہ اس کے وعدہ کے مطابق یہ سلسلہ چلا جائے گا۔ (ص ۱۷ سطر ۱۰)

پھر لکھا ہے کہ اگر دو خلیفے ہوں تو ایک کو قتل کر دینا چاہیے۔ (ص ۷ سطر ۵)

شریعت اسلام میں ایک سے زائد خلیفہ کی اجازت نہیں بلکہ حکم ہے کہ اگر ایک خلیفے کی موجودگی میں دوسرا دعوی کرے تو اسے قتل کر دیا جائے۔ (ص ۲۰ سطر ۱۴)

خدا نے تجھ پر (بنی اسرائیل پر) طالوت کو بادشاہ بنایا ہے جس پر اس وقت بھی چند لوگوں نے کہا کہ نحن احق بالملك منه، اگر جمہوریت خدا تعالی کو پسندیدہ ہوتی تو ایک انجمن مقرر کی جاتی نہ کہ بادشاہ۔ اور یہ بھی لکھا کہ

خدا نے فرمایا کہ امت محمد یہ کی خلافت امت بنی اسرائیل کی خلافت کے مطابق ہوگی (ص ٦ سطر ١ تا ٦)

مرزا صاحب کا یہ الہام ہے کہ: بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔

اس الہام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے بعد جمہوریت کا ہونا ضروری نہیں۔ بلکہ آپ کی جماعت میں بادشاہ ہوں گے اور یہی زبردست اور طاقت ور ہوں گے (ص ١١ سطر ١٤)

مرزا صاحب کے خیالات جو خلافت کے متعلق لکھے گئے ہیں اس کو آپ غور سے ملاحظہ کریں اور پھر خود ہی اندازہ لگائیں کہ ان دونوں گروہوں میں یعنی لاہور کی مرزائی جماعت اور قادیانی جماعت میں سے کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ اس کے متعلق ہم کوئی اپنی رائے نہیں ظاہر کرتے، مرزائی صاحبان پر ہی چھوڑتے ہیں کہ وہ خود ہی انصاف سے فیصلہ کریں۔ مگر اتنا ضروری عرض کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ لاہور کے مرزائیوں نے تو کئی خلیفے بنائے اور قادیان میں ایک ہی خلیفہ کی تابع داری کی جاتی ہے مگر مرزا فرماتے ہیں جیسا کہ خلافت احمدیہ سے عبارت نقل کی گئی ہے کہ ایک خلیفہ سے زیادہ خلیفوں کا حکم اسلام میں ہرگز نہیں۔ اگر کوئی دعوی کرے تو اس کو قتل کرنا چاہیے۔

اب مرزائی صاحبان خدارا انصاف کریں اور خدا کو حاضر و ناظر کر کے سچ کہیں کہ مرزا صاحب قادیانی سچے تھے یا یہ سچے ہیں؟ مرزا صاحب کے حکم کے مطابق تو ایک خلیفے سے زائد حکم بالکل نہیں۔ اگر کوئی ہو تو وہ واجب القتل ہے وغیرہ۔ اب اس وقت ایک خلیفہ جو تمام جماعت کا قادیان میں سردار مانا جاتا ہے اور لاہور کی جماعت مرزائیہ نے تین خلیفے بنا رکھے ہیں ان میں سے کون رہنے اور کون کون واجب القتل ٹھہرتا ہے

امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس کا صفائی کے ساتھ جواب دیں گے۔ اگر فی الواقع مرزا صاحب قادیانی کو وہ سچا مانتے ہیں اور ان پر ایمان رکھتے ہیں اور ان کو نبی مانتے ہیں اور مسیح مہدی عیسی وغیرہ صدق دل سے مانتے ہیں، تو ان پر فرض ہے کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے حکم پر عمل کریں اور ایک خلیفہ کو اپنا امام راہنما بنائیں اور باقی جو ہیں ان کو مرزا غلام احمد صاحب کے حکم کے مطابق قتل کر دیں۔

راقم: خادم السلام ملا محمد بخش سابق اڈیٹر ہنٹر لاہور

(سراج الاخبار ٢٢ مارچ ١٩١٥ء ص ١٢) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ٢٢٣۔ ٢٢٥)

لاہوری مرزائیوں کا نیا امیر اور اڈیٹر وطن

مسٹر محمد علی صاحب ایم اے جو مرزا غلام احمد کے ان خاص الخاص مریدوں میں سے ہیں جن کا نام مرزا صاحب قادیانی کی تین سو تیرہ اصحاب کی فہرست میں درج ہے۔ یہ صاحب عرصہ دراز تک قادیان میں ملازم رہ کر قادیانی مشن کی تبلیغ کرتے رہے۔ حکیم نوردین صاحب بھیروی کے مرنے پر آپ نے خلافت کی امید سے مایوس ہو کر لاہور کی ٹھانی، اور یہاں پہنچ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ بنا کر تبلیغ شروع کر دی۔

مسٹر محمد علی صاحب نے حال میں ایک رسالہ شائع کر کے تمام کلمہ گو مسلمانوں کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے کافر اور یہودی وغیرہ لکھا ہے۔ اس میں تمام بزرگان دین، سادات، صوفیائے کرام اور علمائے دین شامل ہیں۔ مسٹر موصوف کے عقیدے کے مطابق ہندوستان کے سات کروڑ مسلمان ہی نہیں بلکہ دنیا بھر کے تمام مسلمان جن کی تعداد تیس چالیس کروڑ تک پہنچتی ہے سب کو یہودی و کافر قرار دیا ہے۔ افسوس ہے ایسے مرزائی میر پر۔

اس مضمون پر پیسہ اخبار کے ایک فاضل نامہ نگار نے ۲۔ مارچ کے روزانہ پیسہ اخبار کے صفحہ ۳ پر، مصنوعی امیر المومنین کا فتوی مسلمانوں کے متعلق، کے عنوان سے ایک مضمون لکھا ہے۔ اس میں مسٹر محمد علی ایم اے کی مولویت اور تمام مسلمانوں کو یہودی کافر بتانے کے متعلق نہایت محققانہ اور منصفانہ بحث کی ہے۔ اور مرزائیوں کے امیر قوم مسٹر محمد علی کی خوب قلعی کھول کر پبلک کو دکھلا دی ہے۔ اور یہ روز روشن کی طرح ثابت کر دیا ہے کہ جو شخص کسی مسلمان کو یہودی یا کافر قرار دے، وہ خود یہودی اور کافر ہوتا ہے۔ غرض کہ مسٹر محمد علی کی لیاقت اور قابلیت کا خوب ہی خاکہ اڑایا ہے ہیں۔

ہمارے لاہور کے نام ور اور فاضل اڈیٹر وطن مولانا مولوی محمد انشاء اللہ صاحب نے بھی (جن کی شہرت اور قومی خدمات بڑی بڑی عربی کتب سیر وغیرہ کے اردو میں ترجمہ کرا کے شائع کرتے رہنے سے روز روشن کی آشکارا ہیں) روزانہ

اخبار وطن میں مرزائیوں کے امیر قوم کے مذکورہ بالا فتوی پر مسٹر محمد علی کی وہ گت بنائی تھی کہ الامان۔ گو یہ نوٹ بہت مختصر تھا مگر جامع اور مدلل تھا، مسٹر محمد علی کی علمی لیاقت اور مضمون نگاری کی مولانا صاحب نے خوب ہی مٹی پلید کی تھی اور مسٹر موصوف کے ان بھدے خیالات پر خوب ہی شرافت اور متانت سے اسلامی درے لگائے تھے۔ مگر ہم حیران ہیں کہ تھوڑے ہی دن بعد ہمارے مکرم معظم مولانا صاحب اڈیٹر وطن کے خیالات میں ایسی فوری تبدیلی واقع ہوئی کہ کہ انہوں نے پرچہ روزانہ مطبوعہ ۱۳ اپریل میں مسٹر محمد علی کی ایک کتاب تفسیری نوٹ پر ایک لمبا چوڑا تعریفی مضمون لکھا اور مسٹر موصوف کو حضرت عیسی ابن مریمؑ سے بھی، جو چوتھے آسمان پر ہیں، بالاتر پہنچا دیا۔ اور وہ تعریف کی کہ زمین و آسمان کے قلابے ملا دیئے۔ اور ۴ روپئہ مسٹر محمد علی کی دونوں کتابوں کی پچاس جلدوں کی قیمت ادا کرکے بے چارے ملاؤں پر یہ مہربانی کی کہ وہ مسٹر محمد علی مرزائی سے دونوں کتابیں منگوائیں اور ایک روپئہ کے ٹکٹ بھیج دیں۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی صاحب کو یہ کیا سوجھی کہ ایک تولہ چار دے کرنا حق کی تائید کی اور اس پر بھی بس نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ بے چارے مسجدوں کے ان پڑھ غریب ملاں بھی ساتھ ہی ڈوبیں۔

خدا کا لاکھ شکر اور ہزار حمد ہے کہ ابھی اسلام میں غیرت منداور باحمیت مسلمان اسلام کی خدمت کے واسطے کمر بستہ موجود ہیں۔ خداوند کریم ان کی ہمت اور حمیت میں برکت دے اور یہ اسلام کی بدستور خدمت کرتے رہیں۔ روزانہ پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۰۔ اپریل ۱۹۱۵ء کے صفحہ ۷ پر کسی باغیرت اور باحمیت مسلمان نے مسٹر محمد علی مرزائی کی کتاب قرآن کریم کی تفسیر میں نوٹ پڑھ کر اسلامی غیرت سے ایک مضمون شائع کیا ہے جس کا عنوان ہے :مسٹر محمد علی ایم اے کے تفسیری نوٹ،

مضمون مذکورہ سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسٹر محمد علی موصوف نے اس کتاب کو سرور شاہ مرزائی کی تفسیر اور حکیم نورالدین صاحب کے درس کے نوٹ اور مترجمہ پارہ سے اقتباس کرکے اس تفسیری نوٹ کو تحریر کیا ہے۔ اور کچھ حصہ مسٹر موصوف نے قادیان کی ملازمت میں لکھا تھا وہ درج کیا ہے۔ باقی تمام ادھر اودھر سے جوڑ میل کیا ہے۔

پیسہ اخبار کے فاضل نامہ نگار نے یہ بھی ثابت کیا ہے کہ مسٹر (محمد علی لاہوری) مذکور کے عقائد جو اس

کتاب سے ظاہر ہیں اجماع امت کے بالکل خلاف ہیں۔ جہاں کہیں بھی قرآن کریم میں کوئی معجزہ آیا ہے، مسٹر موصوف نے اپنی جماعت کے شیوہ کے مطابق اس کی تحریف کر کے اس کے ماننے سے انکار کر دیا ہے۔ ہم پیسہ اخبار کے فاضل نامہ نگار کے تہ دل سے مشکور ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو ایسی گم راہ کن تحریر کا خاکہ اڑا کر گم راہ ہونے سے بچایا اور مرزائیوں کے فرضی امیر قوم کے تمام علم وفضل پر پانی پھیر کر محض بیہودہ اور لغو ثابت کر دکھلایا ہے جزا هم الله احسن الجزاء

ہم حیران ہیں کہ ہمارے فاضل حنفی المذہب مولانا مولوی انشاءاللہ صاحب نے کس خیال پر تفسیری نوٹ کی تائید کی اور مبلغ ...کا ایندھن خرید کر مسٹر موصوف کے ہی حوالے کر دیا کہ جس سے وہ کم علم مسلمانوں کے لئے متاع دین وایمان کو جلا کر خاکستر کر دیں، ہمیں مولانا صاحب کی تجربہ کاری اور نکتہ شناسی پر تعجب آتا ہے کہ مولوی صاحب نے دیدہ دانستہ کیوں ایسا کیا۔ غالباً اس میں کوئی راز سر بستہ ہے، ہم اپنے مسلمان بھائیوں کو یقین دلاتے ہیں کہ مولوی انشاءاللہ صاحب مرزائی نہیں ہیں، مرزائی عقائد کے سخت مخالف ہیں جیسا کہ انہوں نے اپنے ۱۳۔اپریل کے اخبار میں صاف لکھ دیا ہے۔ ہم اس راز کو ابھی طشت از بام نہیں کرنا چاہتے کسی اور وقت پر چھوڑ دیتے ہیں۔ سردست مختصر طور پر اتنا جتلا دیتے ہیں کہ فریقین نے، من ترا حاجی بگویم تو مرا حاجی بگو ، والی مثل پر عمل کر دکھایا ہے۔ ۱۳، اپریل ۱۹۱۵ء کے پرچہ وطن میں مولوی صاحب نے مسٹر محمد علی لاہوری کی تعریف کی اور ۲۰ اپریل ۱۹۱۵ء کے پرچہ اخبار (پیغام) صلح میں مرزائیوں نے مولوی صاحب کی تعریف میں پلوں کے پل باندھ کر اخبار کے دو کالم سیاہ کر دیئے۔ کیوں نہ کرتے آخر... کا کچھ شکریہ ادا کرنا بھی ضروری تھا۔ نیز مولوی عمادی صاحب اڈیٹر زمین دار کے علم وفضل کی بھی نہایت بلند آہنگی سے تعریف کی اور ان کی تنقید کے وہ فقرات بھی درج کر دیئے جن سے تفسیری نوٹوں کی تعریف نکلتی تھی اور افسوس کہ وہ حصہ قطعاً چھوڑ دیا جس میں مولوی عمادی صاحب نے مسٹر محمد علی لاہوری ایم اے کی عربی دانی کا نہایت لطیف پیرایہ میں خاکہ اڑایا ہوا تھا اور یہ ثابت کیا تھا کہ مسٹر مذکور عربی محاورات کے سمجھنے سے بالکل نابلد ہیں۔ افسوس سے کہا جاتا ہے کہ اڈیٹر پیغام صلح نے وہ حصہ کیوں چھوڑ دیا جس سے مسٹر (محمد علی لاہوری) موصوف کی علمی لیاقت کا راز طشت از بام ہوتا ہے اور ان کی قابلیت کی قلعی کھلتی ہے کیا یہی دیانت داری ہے۔

مسٹر محمد علی مرزائی کی علمی لیاقت اور قانون دانی کا خاکہ اخبار عام ۱۸۹۷ء میں منشی امام دین صاحب منشی فاضل کی بحث میں خوب اڑ چکا ہے ان کا علم وفضل ہمیں اچھی طرح معلوم ہے اور آپ کو بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ مسٹر محمد علی کتنے پانی میں ہیں مجھے اندیشہ ہے کہ مسٹر محمد علی صاحب ایک روز کھلم کھلا نبوت کا دعوی کر یں گے اور ضرور کریں گے یہ ابھی ابتدائی منزل ہے مرزا صاحب قادیانی نے بھی اسی طرح آہستہ آہستہ شروع ہو کر اخیر پر پوری نبوت کا دعوی کیا تھا۔

(سراج الاخبار ۳ مئی ۱۹۱۵ء ص ۹)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۲۶ـ۲۲۹)

....

مرزائیوں کا اپیل خارج

قبل اس کے ناظرین اس مقدمہ کی کیفیت پڑھ چکے جو مرزائیوں کی طرف سے مونگیر صوبہ بہار کی عدالت سبارڈینیٹ جج اور صاحب ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں فیصل ہو کر قرار دیا گیا تھا کہ سنیوں کی مسجد میں مرزائی علیحدہ نماز پڑھنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اور اس کا اپیل عدالت ہائی کورٹ پٹنہ میں دائر کیا گیا تھا۔ اور مرزائیوں کی طرف سے چوہدری ظفر اللہ صاحب بی اے اور سنیوں کی طرف سے مسٹر مظہر الحق پیروکار تھے۔ افسوس کہ اپیل میں بھی مرزائی ناکام رہے اپیل خارج ہو گیا۔ ججان ہائی کورٹ نے ظاہر کیا کہ قادیانی فرقہ کے لوگ اگرچہ کافر نہیں، مگر انہیں سنیوں کی مساجد میں جا کر علیحدہ جماعت میں نماز پڑھنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ وہ حنفی امام کی اقتداء میں نماز پڑھ سکتے ہیں۔ فاضل ججان ہائی کورٹ نے لکھا کہ الگ جماعت میں نماز پڑھنے کا حق، جس کا قادیانی دعوی کرتے ہیں، فضول اور بے معنی ہے۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ اگر ایسا کرنے کی اجازت دی جائے تو بعد میں سخت فتنہ وفساد برپا ہو گا۔ مرزائیوں نے اپنے دعوی کے ثبوت میں جو اسناد پیش کئے وہ ان کے دعوی کو ثابت نہیں کرتے۔ ہر فرقہ اور طبقہ کے لوگ ہر مسجد میں علیحدہ جماعتوں میں اس امام کے پیچھے

نماز پڑھ سکتے ہیں جو انہوں نے خود منتخب کیا ہو مگر ایسی صورت کی کوئی سند نہیں پیش کی گئی کہ ایک نئے فرقہ کے نصف درجن اشخاص کو اس امر کا استحقاق حاصل ہے کہ وہ بزور کسی ایسی مسجد میں جا گھسیں جس میں پشت ہا پشت سے راسخ العقیدہ مسلمان علیحدہ جماعت میں نماز پڑھتے ہیں اور اس طرح اس مسجد کے قدیمی انتظام جماعت میں خلل انداز ہوں۔ بنابریں عدالت نے دونوں اپیل معہ خرچہ مسترد کر دیئے۔

افسوس کہ مرزا صاحب نے یہ فتوی دے کر کہ ان کی نبوت کا کلمہ نہ پڑھنے والے سب کافر ہیں، خود مسلمانوں سے علیحدگی اختیار کر لی اور مسلمان ان کے ادعاء نبوت کی وجہ سے ان کو مسلمان نہ سمجھنے پر مجبور ہوئے۔ اب آپ کی جماعت دو گروہوں میں منقسم ہے۔ اول محمودی، دوم لاہوری۔ محمودی فرقہ جو مرزا غلام احمد صاحب کے خلف اکبر میاں محمود کے پیرو ہیں، اس عقیدہ پر مصر پائے جاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب حقیقی معنوں میں نبی تھے، اور ان کے نہ ماننے والے سب بلا استثنا کافر ہیں۔

لیکن دوسرا لاہوری گروپ ان کے اس عقیدہ کے بظاہر مخالف پایا جاتا ہے۔ وہ مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد اور مسیح موعود اور مہدی مانتا ہے لیکن ان کی نبوت کا قائل نہیں۔ نہ اس بات کا کہ ان کے نہ ماننے والے کافر ہیں۔

غرض مرزا غلام احمد صاحب کا وجود مسلمانوں میں اتفاق پیدا کرنے کی بجائے سخت تفریق کا باعث ہوا، بھائی کے جنازہ میں بھائی، باپ کے جنازہ میں بیٹا و بالعکس شامل نہیں ہو سکتے جب کہ وہ دونوں مرزا غلام احمد صاحب کو ماننے والے نہ ہوں۔ پھر جب آپ نے یہ تفریق خود پیدا کر دی، تو عدالتوں میں جا کر فریاد کرنا فضول ہے، موسی بدیں خود عیسی بدیں خود۔ لکم دینکم و لی دین پر عمل پیرا ہونا چاہیے۔ مرزائی اپنی مساجد میں جو چاہیں کریں، لیکن سنیوں کی مساجد میں ان کے خلاف مرضی مخل امن ہونا کیا فائدہ۔

بہر حال ہائی کورٹ پٹنہ کا یہ فیصلہ بہت سے آئندہ تنازعات کا سد باب کر دیگا اور امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس فیصلہ کو مد نظر فرما کر ایسے تنازعات برپا کرنے سے محترز رہینگے

(سراج الاخبار۔ یکم جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۳) (ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۳۳۔۲۳۵)

ریویو: افادۃ الافہام

مصنفہ علامہ انوار اللہ خان فاروقی

اس وقت ہمارے سامنے ایک کتاب (افادۃ الافہام) میز پر رکھی ہوئی ہے، جس کا مختصر ریویو لکھنا ہم کو مدنظر ہے۔ اس کے دو حصہ ہیں۔ پہلا حصہ ۳۷۶ صفحات اور دوسرا حصہ ۳۶۰ صفحوں پر ختم ہوا ہے۔ کاغذ لکھائی ہر دو اعلیٰ درجہ کے ہیں۔ مصنف اس کے مولوی حافظ محمد انوار اللہ خان بہادر معین المہام امور مذہبی وصدر الصدور صوبہ جات حیدرآباد دکن ہیں۔ قیمت مبلغ دو روپیہ .. مہتمم اشاعت الاسلام مدرسہ نظامیہ حیدرآباد دکن سے مل سکتی ہے۔

جس طرح اکبر بادشاہ ہندوستان کی ملازمت میں نہایت چیدہ چیدہ فضلاء و مدبر و بہادر تھے، اسی طرح حضور نظام والی حیدرآباد دکن کی ملازمت میں آج کل لائق عہدہ دار جمع ہیں۔ ایک اسلامی ریاست کے مذہبی معاملات کے سرپرست میں جس قابلیت کا ہونا لازمی ہے، وہ بحمداللہ مذکورۃ الصدر میں بہمہ وجوہ ثابت ہیں۔ ہم نے مذہبی مناظروں کی اکثر کتب کو دیکھا ہے جن میں بالعموم تہذیب وشائستگی کو مدنظر رکھ کر مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ازالۃ الاوہام کا ایسا معقول اور مدلل جواب لکھا گیا ہے کہ اس کے مطالعہ سے مصنف کی علمیت اور وسعت معلومات کا بخوبی اندازہ ہوسکتا ہے۔ جس قدر کتب مرزا صاحب کے عقائد ومنہاج کی تردید میں شائع ہوچکی ہیں ان میں کتاب زیرنظر ریویو کے نمبر اول درجہ پر ہیں۔ اور لطف یہ ہے کہ بوجہ جلی و خوش خط قلم کے نظر پر کوئی بوجھ نہیں پڑتا۔ کسی بیان کو شروع کرو، پھر ختم کئے بغیر کتاب کا علیحدہ رکھ دینا نہایت شاق معلوم ہوتا ہے۔ جو فائدہ اس کتاب کے مطالعہ سے اہل سنت و جماعت کے عقیدہ والا مسلمان حاصل کرے گا، بے شک اس کے عوض میں ہمارا بھی ثواب عنداللہ قائم ہوجائے گا۔ مگر ایک امر کا اظہار باقی ہے اور

وہ یہ ہے کہ اگر مسلمان قادیانی خیالات کا اس کتاب کو بنظر تحقیق بالکل بے تعصب ہو کر اول سے آخر تک ٹھنڈے دل سے دیکھے، تو ان شاء اللہ حق و باطل میں امتیاز کر کے راہ راست پر چل پڑے گا۔ ہمارا ارادہ ہے کہ آئندہ کسی وقت بشرط صحت وفرصت اس کتاب سے چند اقتباسات بنا بر ضیافت طبع ناظرین سراج الاخبار پیش کریں گے۔ بالفعل ہم مصنف صاحب کی ہمت و قابلیت کی داد دیتے ہوئے اللہ تعالی سے دعا کرتے ہیں کہ ایسے اشخاص کی عمر دراز ہو اور ان کو اسلامی خدمات کی پوری توفیق ملے۔ آمین۔ یہ کتاب گویا اسلامی اسرار و معارف کا ایک بحر عظیم ہے، اور وہ خوش قسمت ہے جو اس کا مطالعہ کرتا ہے۔

راقم: غلام حید رسابق ہیڈ ماسٹر پنشنر

(سراج الاخبار ۸ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۵)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۳۷۔۲۳۸)

....

قادیانی

اس نام کا رسالہ حصہ اول انجمن تائید اسلام لاہور نے چھاپ کر شائع کیا ہے جو ہمارے پاس بغرض ریویو موصول ہوا ہے۔

مصنف رسالہ ہمارے مکرم دوست شیخ غلام حیدر صاحب ہیڈ ماسٹر ہیں۔ اس رسالہ میں قادیانی جماعت کے اس ترجمہ قرآن پر تبصرہ کیا گیا ہے جو اردو اور انگریزی میں انہوں نے چھاپ کر شائع کیا ہے۔

اس ترجمہ میں جیسا کہ فاضل مصنف نے اپنے رسالہ میں بیان کیا ہے، قادیانیوں نے قرآن مجید کی صریح تحریف سے بڑی بے باکی سے کام لیا ہے۔ ان آیات کا جو خاتم المرسلین حضرت محمد ﷺ کے حق میں نازل ہوئیں مرزا غلام احمد صاحب کو مصداق قرار دیا ہے۔ اور ان آیات کا جو کفار مکہ یہود وغیرہ کی نسبت تھیں، مصداق ان مسلمانوں کو قرار دیا ہے جو مرزا غلام احمد کی نبوت کا کلمہ نہیں پڑھتے۔ مثلاً سورہ فاتحہ میں مغضو ب

علیھم میں مرزا کے نہ ماننے والے مسلمانوں کو بھی داخل کیا گیا ہے و قس علی ھذا ،
و بالآخرۃ ھم یو قنو ن میں آخرت سے قیامت مراد لینے کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی بیان کیا گیا
ہے۔

اسی طرح جابجا مرزا غلام احمد کی نبوت پر آیات کو منطبق کرنے کی بے ہودہ کوشش کی گئی ہے اور قرآنی آیات کے مطالب جو باجماع مفسرین آج تک سمجھے گئے ان کے خلاف من گھڑت اور غلط معانی لئے گئے ہیں۔

غرض اس ترجمہ میں ایسا زہریلا اثر بھر گیا ہے کہ اس کے پڑھنے سے مسلمانوں کے عقائد پر دہریت اور بے دینی کا تسلط ہو جانے کا اندیشہ ہے۔

فاضل مصنف نے اس رسالہ میں قرآن و حدیث کے رو سے صحیح تفسیر آیات کر کے قادیانیوں کے اس طلسم باطل کو بالکل توڑ دیا ہے اور ان کی باطل اور بیہودہ تاویلات کی پرزور دلائل سے تردید کر کے عوام کو ایسے مغالطہ میں پڑنے سے بچا لیا ہے جس سے ان کے ایمان میں سخت خلل آ جانے کا خطرہ عظیم تھا۔ اس رسالہ کو پڑھنے کے بعد کسی صاحب انصاف شخص کو قادیانیوں کے دعاوی کے بطلان میں شک و شبہ نہیں رہتا۔ کتاب اردو سلیس میں نہایت مدلل اور فیصلہ کن ہے۔ جس کی ضخامت تین جزو کی ہے۔ صرف ایک آنہ کے ٹکٹ بھیجنے سے سکرٹری انجمن تائید اسلام لاہور بھاٹی دروازہ سے مفت مل سکتی ہے۔ مصنف کی یہ سعی قابل تعریف اور انجمن کی ہمت قابل داد ہے جو صرف افادہ اہل اسلام کیلئے ایسی مفید تصانیف شائع کر کے مفت تقسیم کرتی ہے

(سراج الاخبار ۱۲ فروری ۱۹۱۷ء ص ۳)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۴۱۔۲۴۲)

مرزاجی کے الہامات

قادیانی مرزاجی کے الہامات بھی عجیب ہوتے ہیں۔ جب کوئی واقعہ دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے مرزائیوں کے خیال میں قادیانی مرزاجی کے کسی نہ کسی الہام یا پیش گوئی کی پخ اس کو ضرور لگی ہوئی ہوتی ہے۔ طاعون ہو، تو مرزاجی کا الہام پورا ہوتا ہے۔ کوئی زلزلہ آجائے تو مرزاجی کا نشان پورا ہو، کوئی مرجائے تو مرزاجی کی پیش گوئی سچی ہوئی۔ غرض کوئی حادثہ قیامت تک ایسا نہیں ہوسکتا جو قادیانی مرزاجی کے الہام یا پیش گوئی کی صداقت کی دلیل نہ ہو۔ اور طرفہ یہ کہ آپ کی پیش گوئی یا الہام کسی بھلائی کے متعلق نہیں ہوتا، بلکہ آپ کے الہامات اہل دنیا کی ہلاکت تباہی اور طرح طرح کی آفات ارضی وسماوی اور مشکلات ہی کا باعث ہوتے ہیں۔ گویا آپ کا وجود دنیا کے لئے سراسر وبال تھا۔ زندگی میں خلق خدا آپ کی بدگوئیوں اور سخت کامیوں سے پریشان رہی۔ کئی سال سے آپ فوت بھی ہو چکے ہیں لیکن دنیا سے یہ نحوست پھر بھی دور نہ ہوئی۔ نہایت ہی عجیب بات ہے کہ مرزاجی کے وہ صاف اور کھلے الہام اور پیش گوئیاں جو اپنے حریف مولوی ثناء اللہ امرتسری یا ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی موت کی نسبت کئے گئے تھے کیوں پورے نہ ہوئے، اور نہ محمدی بیگم کے نکاح موکد کی پیش گوئی پوری ہوسکی۔ اور مرزاجی کے ملہم نے آپ کی یہاں تک بھی یاوری نہ کی کہ آپ کو موت کے وقت سے پہلے ہی اطلاع مل جاتی کہ آپ اپنے دارالامان اور تخت گاہ سے باہر لاہور میں بحالت غربت ومسافرت جان دے کر نقصان مایہ وشماتت ہمسایہ کی رسوائی حاصل نہ کرتے۔ اور نہ آپ کی نعش مال ٹرین پر لاد کر قادیان پہنچائی جاتی (لے جائی جاتی)، حالانکہ آپ ریل کو خر دجال سے تعبیر کیا کرتے تھے۔

پھر ایسے گول مول الہامات کو توڑ مروڑ کر خواہ مخواہ کسی واقعہ سے منطبق کرنا مرزائی جماعت کے لئے باعث شرم ہونا چاہیے لیکن شرم چہ کتی است کہ پیش مرداں بیاید

جب کبھی کوئی نیا واقعہ دنیا میں ظہور پذیر ہوتا ہے، مرزائی صاحبان ،نشان نشان، کی صدا سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں۔ حالانکہ اصل حقیقت کا انکشاف ہونے پر یہ صداقت کا نشان نہیں بلکہ ذلت اور رسوائی کا نشان ثابت ہوتا ہے۔

حال میں حکومت روس میں انقلاب ہوا۔ اور زار روس تخت سے دستبردار ہو گیا۔ یہ واقعہ واقعات عالم میں کوئی نیا نہیں ، بلکہ ایسے انقلاب ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اور ہوتے رہیں گے۔ بہت تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ سلطان عبدالحمید ثانی اسی طرح تخت سے معزول کر دیئے گئے تھے۔ زار روس کی معزولی کا معاملہ اس سے بڑھ کر کچھ اہمیت نہیں رکھتا۔ بالخصوص جب کہ حال کی جنگ عظیم نے حالات ایسے پیدا کر دیئے ہیں کہ حکومتوں میں تغیرات وقوع میں آ رہے ہیں۔ کہیں وزارت کا تغیر ہوتا ہے کہیں دیگر اراکین میں ردو بدل ہوتا ہے۔ اس واقعہ کو بھی مرزا جی کا نشان قرار دیا گیا ہے۔

مرزائی اخبارات پیغامی ومحمودی اس بارے میں ہم آہنگ ہیں کہ زار روس کی معزولی کا معاملہ مرزا صاحب کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے۔ کہا جاتا ہے کہ قادیانی مرزا جی نے اپریل ۱۹۰۵ء میں چند اشعار لکھے تھے جن میں زمانہ حال کی جنگ عظیم کی پیش گوئی کی گئی تھی اور اس میں ایک مصرع یہ بھی ہے

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

مرزائی کہتے ہیں کہ بس مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت پر مہر ہوگئی۔ زار کی معزولی کی آج سے پہلے دس سال اس مصرعہ کے ذریعہ خبر دی گئی تھی جو پوری ہوئی۔ چونکہ عام لوگ اصل حالات سے آگاہ نہیں ہوتے اس لئے اگر چہ مرزا غلام احمد صاحب کی ملہمیت کی حقیقت سے تو واقف ہیں اور ان کے دلوں پر مرزائیوں کا یہ جادو اثر نہیں ڈال سکتا لیکن شافی جواب دینے سے وہ قاصر رہتے ہیں جس سے مرزائیوں کو شوخی ہوتی ہے۔ آج کل مرزائی صاحبان اس نشان کی گلی کوچے منادی کر رہے ہیں اور بغلیں بجا رہے ہیں کہ دیکھو کیسا عظیم الشان نشان پورا ہوا ہے۔ اور چونکہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے محرم راز اور گھر کے بھیدی ہیں اور اس پیش گوئی کی اصلیت سے بھی ہمیں پوری واقفیت ہے، اس لئے عوام کی آگاہی کے لئے وضاحت کے ساتھ اصل حقیقت کا کشف القناع کرنا چاہتے ہیں۔

پہلے ہم وہ اشعار لکھ دیں جو مرزائی اخبارات نے لکھ کر حال کے محاربہ عظیم سے ان کو چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ پھر ہم یہ بتائیں گے کہ ان اشعار کے مصنف کی ان سے کیا مراد تھی اور ان اشعار کا مفہوم کیا کچھ ہے (یہ اشعار ہمارے سلسلہ کتب میں کسی جگہ نقل ہو چکے ہیں اس لئے یہاں حذف کئے جاتے ہیں)

مرزائی کہتے ہیں کہ یہ اشعار اس عالم گیر جنگ کی پیش گوئی کی نسبت ہیں۔ چنانچہ باقی اشعار سے جنگ اور خون ریزی کی طرف اشارہ ہے اور مصرع: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار، میں زار روس کی معزولی کی پیش گوئی ہے۔

سو اس موقعہ پر دریافت طلب امور یہ ہیں کہ یہ اشعار کب اور کس غرض سے لکھے گئے تھے۔ اس وقت کون سی بات پیش نظر تھی۔ خود مصنف نے ان سے کون سی پیش گوئی مراد رکھی۔ اور اشعار سے کیا مفہوم ہوتا ہے۔ اور جو معنی خود مرزا غلام احمد صاحب نے سمجھے یا جو اشعار سے ثابت ہوتے ہیں ان کے خلاف اب کوئی مرزائی کوئی اور معنی مراد لیں تو وہ کہاں تک درست سمجھے جا سکتے ہیں۔

سو واضح ہو کہ یہ اس وقت کا معاملہ ہے جب کانگڑہ میں ایک قیامت نما ہولناک زلزلہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو ہوا، جس کے باعث سینکڑوں جانیں ضائع ہوئیں اور صدہا مکان تباہ ہو گئے۔ اس واقعہ سے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کچھ فائدہ نہ اٹھا سکے کیونکہ پہلے کوئی ایسی تک بندی نہ کی گئی تھی البتہ آئندہ کسی موقعہ کی تلاش میں تھے کہ انہی دنوں ایک انگریز نے یہ پیش گوئی کر دی کہ ۱۱ الغایت ۱۲ مئی ۱۹۰۵ء پھر ایک غضب ناک زلزلہ آنے والا ہے۔ یہ سن کر مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ایک اشتہار جاری کر دیا جس میں ایک سخت زلزلہ عنقریب آنے کی پیش گوئی کر دی۔

مرزائی صاحبان نے اس پیش گوئی کو یہاں تک اہمیت دی کہ خود باہر جنگلوں میں جھونپڑیاں بنا کر نکل گئے اور رہائشی مکان خالی کر دیئے۔ مرزائی ہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد صاحب خود بدولت بھی گھر چھوڑ کر ویرانہ جنگل میں اپنے اہل وعیال سمیت نکل کر ہو بیٹھے، اور زلزلہ کا انتظار کرنے لگے۔

اللہ تعالی کو چونکہ ایسے جھوٹے ملہموں اور منجموں کی عزت منظور نہیں ہے، اور نہ کوئی شخص دعوی علم الغیب میں سچا ہو سکتا ہے، اس لئے وہ دن بالکل خیریت سے گزر گئے۔ کوئی معمولی زلزلہ بھی نہ آیا۔ اور ۱۱، ۱۲ مئی

کی تاریخیں بھی گزر گئیں ۔ایک اور انگریز نے جو علم طبقات الارض میں مہارت رکھتا تھا،پیش گوئی کر دی کہ دوسو سال تک ایسا سخت زلزلہ ظہور میں نہ آئے گا۔اس لئے مرزا غلام احمد صاحب کو ایسے زلزلہ کی امید باقی نہ رہی اور پھر نا کام گھر کو واپس آ گئے ۔

ان واقعات کا ثبوت ۱۹۰۵ء کے اخبار الحکم میں موجود ہے اور سراج الا خبار میں بھی اس پر نوٹ ہوتے رہے۔جنگل میں نکل جانیکی تصدیق میں دیکھو الحکم ۲۴ مئی ۱۹۰۵ء ص ۹ کالم ۳۔اس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے ایک مضمون بعنوان ،ضروری گزارش قابل توجہ توجہ گورنمنٹ ،درج ہے جس میں لکھا ہے:

جس میں آنے والے زلزلے سے میں نے دوسروں کو ڈرایا،ان سے پہلے میں آپ ڈرا اور اب تک قریباً ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں واپس قادیان نہیں گیا میں معہ اہل وعیال اور اپنی تمام جماعت کے جنگل میں پڑا ہوں اور جنگل کی گرمی برداشت کر رہا ہوں ۔،

یہ مضمون مرزا جی کو لکھنے کی یہ ضرورت اس لئے پیش آئی کہ اس سے پہلے مسٹر ڈوئی صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور کی طرف سے ان کو ایسی منذر پیش گوئیوں کی نسبت ممانعت ہو چکی تھی اور اس پیش گوئی کی نسبت بھی حکام کی طرف سے نوٹس لئے جانے کا ان کو کھٹکا تھا

بہر حال سالم ایک ماہ جنگل کی خاک چھاننے اور جیٹھ ہاڑ کی دھوپ کی گرمی برداشت کرنے کے بعد جب پیش گوئی جھوٹی نکلی اور کوئی زلزلہ نہ آیا تو آپ گھر کو واپس آ گئے اور دنیا پر آپ کی پیش گوئی کی ساری حقیقت کھل گئی ۔سراج الاخبار مطبوعہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء میں اس واقعہ کے متعلق ایک دل چسپ نظم لکھی گئی تھی جس کے چند اشعار ناظرین کی آگاہی کے لئے ذیل میں درج کر دیئے جاتے ہیں

مرزا جی گھر کو چھوڑ کے جنگل میں جاتے ہیں
اور زلزلہ سے قوم کو اپنی ڈراتے ہیں
کہتے ہیں آنے والا ہے بھونچال ہولناک
ہم کو یہی خدا کے فرشتے بتاتے ہیں

شہروں میں جو رہیں گے وہ ہو جائیں گے تباہ
الہام یہ ہمارا ہے سب کو سناتے ہیں
یہ دے کے اشتہار نکل بھاگے ہیں مسیح
دار الاماں سے بوریا بستر اٹھاتے ہیں
گھبرائے مرزائی ہیں پڑھ کر یہ اشتہار
مرشد کی بات سن کے یہ سب کانپ جاتے ہیں
بستے گھروں کو چھوڑ کے سب بھاگنے لگے
جنگل میں جا کر اپنے وہ ڈیرے جماتے ہیں
کچھ دن تو میرزائی رہے انتظار میں
پر زلزلہ کے کوئی نہ آثار پاتے ہیں
واپس گھروں میں آ گھسے چپکے سے لوٹ کر
شرمندگی سے چہروں کو اپنے چھپاتے ہیں
اور راتو رات آ گئے مرزا جی شہر میں
سارے حواری جوتیاں چٹخاتے آتے ہیں

اشعار مصنفہ مرزا صاحب اس زلزلہ کی پیش گوئی کے متعلق تھے جس کی تفسیر ان کے قول اور فعل سے ہوگئی اور اب ان اشعار سے مراد جنگ کی پیش گوئی لینا تفسیر القول بما لا یرضی به القائل کا مصداق ہوگا۔ جب ملہم کو وحی کے ذریعہ زلزلہ آنے کی اطلاع دی گئی تھی اور اس زلزلہ کی انتظار میں آپ ایک ماہ صحرا میں بھی رہے تو اب اس پیش گوئی کو جنگ کی نسبت قرار دینا انصاف کا خون کرنا اور مرزا جی کی توہین کرنا ہے۔ جس کا معنی یہ ہوگا کہ ملہم کو اپنے الہام کی سمجھ نہ آئی اور اب ان کے حواریوں کو اس کی ماہیت معلوم ہوئی۔

اب ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ ان اشعار سے کیا مفہوم ہوتا ہے۔

سو اشعار سے بھی صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ زلزلہ کی پیش گوئی ہے جیسا کہ..... پہلے مصرع میں لکھا گیا ہے

کہ یہ نشان عنقریب کچھ دنوں کے بعد آنے والا ہے، حالانکہ دس سال بعد کا واقعہ دنوں کے بعد نہیں سالوں کے بعد کہا جا سکتا ہے۔ دوسرے شعر کے دوسرے مصرعے سے صاف ظاہر ہے کہ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ ناگہانہ زلزلہ آجانے کی وجہ سے برہنہ بدن سوئے ہوئے آدمیوں کو آزاد باندھنے کی بھی فرصت نہ مل سکے گی۔ تیسرے شعر میں صاف درج ہے کہ زلزلہ آئے گا جس سے آدمی اور درخت اور پتھر جنبش میں آجائیں گے۔ پھر چوتھے شعر میں لکھا ہے کہ اس جھپک یعنی طرفۃ العین میں زلزلہ کے جھٹکا سے زمین زیروزبر ہو جائے گی۔ پھر گھڑی اور ساعت اس بات پر تصریح ہے کہ یہ ایک ناگہانی اور فوری حادثہ ہوگا جو گھڑی پل میں وقوع میں آجائے گا، لیکن موجودہ جنگ تو سالہا سال سے شروع ہے اور ابھی اس کی انتہاء کا کسی کو علم نہیں ہے۔ ایسی تصریحات کے ہوتے ہوئے ان سے مراد برخلاف منشاء قائل جنگ کے واقعات مراد لینا چشم حق بین میں خاک ڈالنے کی بے سود کوشش کرنا ہے۔

اب یہ بات کہ، زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار، میں زار کا لفظ کیوں لکھا گیا ہے۔ سو جن اصحاب کو شعر گوئی کا مذاق ہو وہ جانتے ہیں کہ شاعر کو قافیہ ردیف تلاش کرنے میں بہت بڑی دقت واقع ہوتی ہے۔ بالخصوص مرزا صاحب جیسے شاعر کے لئے جن کی طبیعت میں آمد نہیں بلکہ آورد ہی ہو، وہ قافیہ پورا کرنے کے لئے غیر متعلق الفاظ کو بھی گھسیٹ لیا کرتے ہیں۔ چونکہ، حال زار، کے قافیہ کے ساتھ، زار، کا لفظ ابتدا میں ایزاد کرنا ایک تفنن ہے اس لئے مصرع یوں باندھ لیا گیا، ورنہ شاعر کے نقطہ خیال میں زلزلہ بھونچال سے بڑھ کر اور کسی واقعہ کی طرف ہرگز التفات نہ تھی اور نہ ہو سکتی ہے اور یہ بات کہ تلاش قافیہ میں ان اشعار کا لکھنے والا سخت دقت میں مبتلا تھا اس سے ظاہر ہے کہ بعض جگہ آپ نے صرف قافیہ کی غرض سے بے معنی الفاظ بھی جڑہ دیئے ہیں۔ جیسا کہ: بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار، میں ہزار کا لفظ ہے کیا کوئی بتا سکتا ہے کہ یہ لفظ یہاں کوئی معنی رکھ سکتا ہے۔ کلا و حاشا

اگر اس سے مراد ہزار داستاں ہو، تو اس کی کوئی نظیر بتائے کہ یہ حذف کیسے درست ہو سکتا ہے۔ سوائے اس کے اور کوئی معنی ہو ہی نہیں سکتے۔ ایسے ہی باقی اشعار ہیں جن کی نسبت اہل ذوق خیال کر سکتے ہیں کہ وہ کس قدر فصاحت سے گرے ہوئے اور عامیانہ ہیں۔ سو ایسے شاعر نے یہاں، زار، اور، حال زار، کی

بندش کردی ہے تو محض یہ ایک شاعرانہ مجبوری ہے۔

اس سے مراد زار روس کی معزولی ہرگز نہیں ہوسکتی۔علاوہ ازیں موجودہ جنگ کی نسبت ان اشعار کو چسپاں کرنے سے زار روس کی حال زار بتانا گویا اتحادیوں کی کمزوری دکھانا ہے جن کے حلفاء میں سے روس بھی ہے۔......

(سراج الاخبار ۹۔اپریل ۱۹۱۷ء ص ۱) (ردقادیانیت اورسنی صحافت جلد اول ص ۲۴۷۔۲۵۴)

....

مرزا جی کی پیش گوئی

مرزا غلام احمد صاحب کی جدید ہرزہ گوئی جو آپ نے ایک ہولناک زلزلہ کے متعلق کی تھی اور جو پوری نہ ہوسکی اور اب زار روس کی معزولی پر اس پیش گوئی کے ایک مصرع : زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار۔،کو احمدی جماعت نے اس واقعہ سے منطبق کرنا چاہا اور بڑا شور وغل برپا کیا کہ مرزا جی کی عظیم الشان پیش گوئی پوری ہوئی۔اس کے متعلق نہ صرف قادیانی اور لاہوری جماعت کے اخبارات میں آرٹیکل لکھے، بلکہ دونوں جماعتوں نے اس کے متعلق ٹریکٹ ہزاروں کی تعداد میں چھاپ کر مفت تقسیم کئے۔اور مرزائیوں نے جابجا خوشیاں منائیں اور شادی کی۔ہم نے اس پیش گوئی کے متعلق سراج الاخبار مطبوعہ ۸۔اپریل ۱۹۱۷ء اس پیش گوئی کی اصلیت بتائی اور مفصل آرٹیکل لکھا جس سے لوگوں کو معلوم ہوگیا کہ پیش گوئی زلزلہ کے متعلق تھی وہ تو پوری نہ ہوسکی اور جنگ سے اس کو منطبق کرنا انصاف کا خون کرنا ہے ہمارے اس مضمون کا مرزائی کوئی جواب نہ دے سکے اور نہ دے سکتے تھے۔

اس مضمون کو معزز اخبار وطن لاہور نے حرف بحرف نقل کیا اور بھی کئی اسلامی اخبارات میں اس کا اقتباس شامل ہوا۔حال میں انجمن حامی اسلام لاہور نے اس پیش گوئی کے متعلق ۱۶ صفحہ کا ایک ٹریکٹ چھاپ

کر شائع کیا ہے جس میں مضمون سراج الاخبار بھی حرف بحرف نقل کیا گیا ہے۔اور علاوہ ازیں ضمیمہ براہین احمد یہ کی عبارات نقل کر کے ثابت کیا گیا ہے کہ پیش گوئی محض زلزلہ کے متعلق تھی جس کی امید مرزا غلام احمد کو عمر بھر رہی اور خود مرزا صاحب نے فرمایا کہ: یہ پیش گوئی زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۵۳)

بلکہ مرزا صاحب نے ضمیمہ براہین صفحہ ۹۷ میں ایک نوٹ لکھ کر تصریح فرمائی کہ اس کے متعلق خدا تعالی سے الہام یہ بھی ہے: پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں گے اور بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے کہ غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا...

پھر اس پیش گوئی کو حال کی جنگ یا عزل زار روس کے متعلق ...مرزا صاحب کے قول کی صریح تکذیب ہے کیونکہ وہ پیش گوئی مرزا...میں ہونی چاہیے تھے اور نیز اس ملک ہندوستان میں ...جنگ مرزا جی کے مرنے کے بعد کئی سال ظہور میں آئے ہیں اور اس ملک میں نہیں بلکہ یورپ میں۔ پھر ایسی تصریح ہوتے ہوئے ...کو اس جنگ عظیم اور زار روس کی معزولی کے متعلق قرار...حقیقت پر پردہ ڈالنا اور لوگوں کو دھوکا دینا ہے

بہر حال یہ ٹریکٹ مطالعہ کے قابل ہے جو ملا محمد بخش صاحب سکرٹری انجمن حامی اسلام لاہور کو خط لکھنے سے مفت مل سکتا ہے انجمن موصوف کا یہ کام قابل تعریف ہے اور انجمن کی امداد ہر سچے مسلمان کا فرض ہے جو اسی طرح وقتاً فوقتاً مخالفین مذہب اہل سنت والجماعت کے عقائد کی تردید میں رسالے اور پمفلٹ شائع کرتی رہتی ہے۔امید ہے کہ اہل ثروت بھائی انجمن کی امداد سے دریغ نہ کرینگے جو ایک دینی للہی خدمت پر کمر بستہ ہے

(سراج الاخبار ۲۱ مئی ۱۹۱۷ء ص ۳)

(ردقادیانیت اورسنی صحافت جلد اول ص ۲۵۹۔۲۶۱)

....

ولی را ولی مے شناسد

متنبّی قادیان مرزا غلام احمد صاحب کے نام نامی سے ایک دنیا واقف ہے اور آپ کے دعاوی مجددیت ملہمیت مہدویت مسیحیت نبوت رسالت وغیرہ سے بھی ناظرین بخوبی آگاہ ہیں۔ مرزا صاحب کے مدمقابل بہت سے علماء اہل السنۃ والجماعۃ اٹھے اور ان کے دعاوی کی تردید تقریروں اور تحریروں کے ذریعہ جیسا کہ چاہیے تھی ہوتی رہی، اور ان کے باطل دعاوی کا بہت کم اثر مسلمانوں کے دلوں پر ہونے پایا۔ اور وہ اپنی یہ حسرت دل میں لے کر گور میں چلے گئے کہ کاش ہندو پنجاب کے جمہور مسلمان ان کی رسالت کا کلمہ پڑھتے۔ لیکن بحکم ولی را ولی مے شناسد ضرور تھا کہ کوئی ملہم بھی ان کے مقابل کھڑا ہو کر ان کا جواب الہامات کے ذریعہ اور ترکی بہ ترکی دے۔

ایسا ایک شخص لاہور سے ملا محمد بخش عرف ملا جعفر اٹھا، اس قوی پہلوان نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مقابلہ جیسا کہ چاہیے تھا کیا۔ اشتہارات کے جواب میں اشتہارات شائع کئے الہامات کے جواب میں الہام پیش کئے۔ آخر مرزا جی تو دنیا سے چل بسے اور اپنا چارج اپنے خلف رشید مرزا محمود کے ہاتھ میں چھوڑ گئے۔ ادھر ملا جعفر بوڑھے ہو گئے اور انہوں نے بھی اپنا ہم سن حریف سدھار جانے کی وجہ سے قلم ڈال دی اور صاحب زادہ کے مقابلہ کے لئے اپنے لائق فرزند مولوی تاج الدین تاج کو کھڑا کیا۔ صاحب زادہ محمود احمد نے خلف الصدق ہونے کا پورا ثبوت دیا۔ اگر مرزا غلام احمد صاحب نے نبی اور رسول ہونے کا دعوی بروزی اور ظلی کی آڑ میں کرنا مناسب سمجھا اور: من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب، کہہ کر اپنے اس دوراز عقل دعوی پر پردہ ڈالنا چاہا تو آپ کے خلف راشد (محمود) نے کھلے بندوں مرزا صاحب کی رسالت و نبوت کا اعلان کر دیا مرزا جی گو اپنے مخالف مسلمانوں کو کافر کہتے رہے مگر دبی زبان سے فرزند رشید نے اس بات کا اعلان بھی ببانگ دہل کر دیا مرزا جی اپنے جن الہامات کے نہ پورا ہونے کی وجہ سے کوئی نہ کوئی تاویل کر کے پیچھا چھوڑانے کی

کوشش کیا کرتے، خلف اکبر ان نسیاً منسیاً ہوئے دیرینہ اور مردہ الہامات کو از سر نو زندہ کرنے کے درپئے ہوئے۔ چنانچہ ان دنوں حال کی جنگ عظیم میں جب زار روس کی معزولی کا واقعہ پیش آیا تو مرزا جی کے خلف سعید ایک گئی گزری باب پیش گوئی زلزلہ (جو جھوٹی ثابت ہوچکی ہے) کو اس واقعہ سے چسپاں کرنے لگے اور اس پیش گوئی کے ایک مصرع: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار، میں چونکہ زار کا نام آ گیا تھا یہ کہنے لگے کہ وہ عظیم الشان پیش گوئی اسی واقعہ کے متعلق تھی جواب پوری ہوگئی اس کے متعلق مرزا محمود نے ایک رسالہ لکھ کر ہزاروں کی تعداد میں شائع کیا اور اس میں بہت کچھ تعلّی کی گئی محمود کو کیا خبر تھی کہ ان کے والد بزرگ وار کے بہت سے دوست ابھی زندہ ہیں جو بال کی کھال اتارنے اور ایسے جعلی اور مصنوعی طلسم کو پاش پاش کر دینے میں بلا کی قابلیت رکھتے ہیں پہلے ہم نے اس پیش گوئی کے متعلق سراج الاخبار مورخہ ۹۔ اپریل ۱۹۱۷ء میں ایک تنقیدی نظر ڈال کر پیش گوئی کی قلعی کھول دی اور روز روشن کی طرح ثابت کر دیا کہ اس پیش گوئی کو اس واقعہ سے کچھ تعلق نہیں ہے بلکہ یہ زلزلہ کی پیش گوئی تھی جو جھوٹی ہو کر پیش گوئی کرنے والے کی تکذیب پر مہر کر گئی اس مدلل اور مفصل مضمون کو اخبارات نے نقل کیا پھر اس کے متعلق ملا محمد بخش صاحب کے لائق جانشین مسٹر تاج نے ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں مرزا صاحب کی تمام تحریرات جو اس کے متعلق تھیں لفظ بلفظ درج کر کے ثابت کیا گیا کہ یہ پیش گوئی ایک ہولناک زلزلہ کے متعلق تھی جس کی نسبت مرزا غلام احمد نے بڑی وضاحت اور صراحت سے لکھ دیا تھا کہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آ جائے (ضمیمہ براہین احمدیہ ص ۷۷)

مسٹر تاج کے اس ٹریکٹ نے مرزا محمود کی کارگزاری کو خاک میں ملا دیا اور آئینہ کی طرح ظاہر ہوگیا کہ مرزائی اس دعوی میں ہرگز سچے نہیں ہوسکتے کہ یہ پیش گوئی زار کی معزولی سے کچھ تعلق رکھتی ہے۔ مرزا محمود نے اس کے جواب میں پھر ایک پمفلٹ شائع کیا جس کا عنوان تھا، ایک قہری نشان، اس میں بہت کچھ ہاتھ پاؤں مارے گئے لیکن اس مضمون کی تردید نہ ہوسکی پر نہ ہوسکی۔ اب اس کے جواب الجواب میں پھر مسٹر تاج کی طرف سے ۷ اصفحہ کا ایک پمفلٹ شائع ہوا ہے جس میں اگر پہلے کچھ کسر رہ بھی گئی تھی تو اب بالکل پوری ہوگئی۔ اس پمفلٹ کو پڑھنے سے واضح ہوتا ہے کہ کیونکر مرزا غلام احمد صاحب اور مرزا اس پیش گوئی کا مرزا صاحب کی

زندگی میں مختلف واقعات زلازل اور طوفانات کے آنے سے پورا ہو جانا لکھ چکے ہیں بالخصوص مرزا محمود اپنے قلم سے اس پیش گوئی کا اس سے پہلے پورا ہو جانا تحریر کر چکے ہیں۔ پھر اب کس قدر شرم کی بات ہے کہ اس پیش گوئی کو اب دیھنگا مشتی سے زار کی معزولی کے متعلق بتایا جاتا ہے۔ غرض دونوں پمفلٹ لاہور انجمن حامی اسلام کٹڑہ ولی شاہ سے منگوا کر مطالعہ کریں۔ ہم اپنے قدیم دوست ملا صاحب کو مبارک باد کہتے ہیں کہ وہ اپنا ایک لائق جانشین رکھتے ہیں جو اپنے حریف (مرزاجی) کے صاحب زادہ کا بڑی قابلیت سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

ہاں منشی تاج الدین علمی لیاقت کے علاوہ شاعرانہ قابلیت بھی رکھتے ہیں اور جہاں تک ہمیں معلوم ہوا ہے صاحب زادہ محمود شاعرانہ لیاقت سے بالکل کورے ہیں بہر حال انجمن حامی اسلام لاہور کی یہ سعی قابل داد ہے کہ محض احقاق حق اور ابطال باطل کے لئے دو رسالے اپنے خرچ سے چھاپ کر مسلمانوں میں مفت تقسیم کر رہے ہیں مسلمانوں کو اس انجمن کی ہر طرح سے مدد کرنا چاہیے کیونکہ انجمن کی یہ کاروائی محض للہی ہے اور انجمن کے پاس کوئی کافی سرمایہ اس کام کے لئے نہیں ہے۔

(سراج الاخبار ۱۱ جون ۱۹۱۷ ص ۳)

(ردقادیانیت اور سنی صحافت جلد اول ص ۲۶۳ ـ ۲۶۶)

....

ولی نعمت اللہ قدس سرہ
اور مرزا غلام احمد قادیانی

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی... اب کے دنیا سے سدھار چکے ہیں اور اپنی وفات کے ساتھ بہت سی مہتم بالشان پیشین گوئیوں کا بھی خاتمہ فرما گئے ہیں لیکن خوش اعتقاد مرید ہیں کہ ان سب سے چشم پوشی کر کے کسی نہ کسی بات کی آڑ میں مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کے لئے دلائل لانے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ان دنوں روزانہ پیسہ اخبار لاہور میں خاکسار نے ایک کامل و مکمل ولی حضرت نعمت اللہ قدس سرہ کے مقدس

قصائد سے چند اقتباسات شائع کرائے ہیں جن کا تعلق جنگ طرابلس سے ہے اور جس کے وقوع وانجام کی خبر قصائد مذکورہ میں ولی موصوف نے چھٹی صدی ہجری میں دے دی ہوئی ہے۔آج میری نظر سے اخبار بدر قادیان مطبوعہ ۲۸ مارچ ۱۹۱۲ء کے صفحہ..میں ایک تحریر گزری جس میں اخبار موصوف کے اڈیٹر ان قصائد کا ذکر کرتے ہوئے ان سے بھی...صاحب کے زمانہ کی خبر ملنا بیان فرماتے ہیں۔اس لئے میں اڈیٹر موصوف کی آگاہی کے لئے...کرنا مناسب سمجھتا ہوں کہ قصیدہ مذکورہ سے ۱۲۷۹ کو مرزا صاحب سے منطبق کرنے کی بے سود کوشش کرنے کی آپ کو ضرورت نہیں ہے بلکہ اس مقدس قصیدہ میں مرزا صاحب کا صراحت سے ذکر خیر درج ہے جس کی طرف آپ نے توجہ نہیں فرمائی یا آپ کو اس کا علم ہی نہیں بہرحال جن اشعار میں حضرت مرزائیوں کا ذکر جمیل اس قصیدہ میں کیا گیا ہے وہ حسب ذیل ہیں

مر دے ز نسل تر کاں را ہزن شود چو شیطاں
گوید دروغ دستاں درر ملک ہندیانہ
دو کس بنام احمد گمراہ کنند بیحد
سازند از دل خود تفسیر فی القرآنہ

شعر اول میں بالانفراد،اور ثانی میں بالاشتراک جناب مرزا غلام احمد صاحب بتصریح نام ذکر خیر ہے۔امید ہے کہ اڈیٹر البدر اور دیگر احمدی صاحبان حضرت ولی نعمت اللہ قدس سرہ کی صریح پیش گوئی سے جو آج سے سات سو سال پہلے لکھی جاچکی ہے ضرور فائدہ اٹھائیں گے و اللہ یھدی من یشاء ۔

راقم:ابوالفضل محمد کرم الدین از بھیں ضلع جہلم

(ردقادیانیت اور سنی صحافت ص ۲۷۸۔۲۷۹)

مقدمہ اول کی روداد

قدرت ہے تیری مولی حیرت میں ہے خدائی
جلوے ہیں نت نرالے واہ شان کبریائی
ہے کون جو کہ تجھ بن عظمت کی لاف مارے
جس نے کیا ہے دعوی اس نے ہے منہ کی کھائی
کس زور سے تھے نکلے میداں میں میرزائی
کہتے تھے کوئی دم میں کر دیں گے سب صفائی
ٹھہرے مقابلے میں طاقت بھلا ہے کس کی
کر دیں تباہ پل میں جس پر کریں چڑھائی
چھیڑا مقدمہ کا یہ سلسلہ انہوں نے
سمجھے کہ اس سے حاصل ہوگی بہت بڑائی
بس ایک دو ہی دن میں میدا ن جیت لیں گے
مچ جائے گی جہاں میں اک فتح کی دوہائی
لیکن نہ جانتے تھے منظور ہے خدا کو
دکھلانی اپنی قدرت تا دیکھ لے خدائی
بخشی حریف کو بس اللہ نے استقامت
میدان میں شیر غراں دینے لگا دکھائی

پس منہ کو دیکھ اس کے مرزائی تھرتھرائے
کہنے لگے کہ آفت سر پر ہے کیا یہ آئی
سمجھے تھے اک تماشا برپا ہوئی ہے آفت
مشکل ہے اس بلا سے ٹلتی ہمیں رہائی
ہر مرحلہ میں غالب اس کو کیا خدا نے
مرزائیوں کی شوخی مٹی میں سب ملائی
رسوائی سخت آخر مرزا کو ہوئی ہے حاصل
دو سال پورے ذلت حضرت نے بس اٹھائی
دار الاماں سے نکلے اہل و عیال لے کر
گورداسپور میں جا کر تھی بوریا بچھائی
ہر روزہ حاضری کی بھگتے سزا بہت دن
ہر قسم کی مصیبت حضرت کے سر پہ آئی
کرسی کے مدعی کو دن بھر کھڑا ہی رہنا
با پیری و ضعیفی عبرت بڑی تھی بھائی
جرمانہ پانچ سو یا چھ ماہ کی قید کی پھر
آخر سزا جو ہوئی ذلت تھی انتہائی
دعوی تھا یہ کہ لگنا چارج ہی سے سزا بس
بعد اس کے کالعدم ہے ہو بھی اگر رہائی
ہوتی ہے وہ بریت جو فرد سے ہو پہلے
تریاق میں لکھا پڑھ دیکھیں میرزائی

(تریاق القلوب ص۸۴ پر درج ہے کہ بری وہ ہے جس پر جرم ثابت نہیں اور اس کے مجرم ٹھہرانے کے لئے کوئی وجہ پیدا نہیں ہوئی۔الخ)

اور یا تو فرد لگ کر تھی مل چکی سزا بھی
پھر دعوی بریت کرنا نہیں بھلائی
گرچہ اپیل منظور آخر کو ہو گیا ہے
حضرت کی اس سے ہوتی ہر گز نہیں صفائی
عبرت کا سبق ہے یہ اے بھائیو نرالا
قدرت کا ہے کرشمہ یہ ساری کارروائی
افراط سیم و زر پر تھا اک طرف بھروسہ
اور کثرت جماعت کی تھی مچی دہائی
اور اک طرف توکل پر ناؤ چل رہی تھی
میدان میں ایک تنہا تھا لڑ رہا سپاہی
مرزا جی کر رہے تھے الہامی گولہ باری
ناکارہ گرچہ نکلی بس توپ میرزائی
تھی دوسری طرف کو امداد پیر چشتی
اور ڈھا رہی غضب تھی کیا سیف چشتیائی
آخر شکست کھائی میرزائیوں نے بھاری
میداں میں چشتیوں نے فتح عظیم پائی
مجموعہ ہے عجب یہ پڑھ کر تو دیکھو اس کو
اسرار ہوں گے ظاہر کھل جائے گی سچائی
وفق لنا الهی بالخیر کل آن
واحفظ لنا دواما عن شر ذی الغواء

(ص ۱۸۱۔۲۸۳،ضمیمہ نمبرا۔سراج الاخبار)

قادیانی مشن: اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۲۹ء سے

حرام زادے کی رسی دراز ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب خدائی تحریک سے میرے ساتھ آخری فیصلہ کا اعلان شائع کیا جسکا خلاصہ مطلب بطور دعا کے یہ تھا کہ ہم دونوں (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے خدا جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے اور اس دعا کی قبولیت کا وعدہ بھی خدا کی طرف سے آپ نے شائع کر دیا اور جب حسب وعدہ خداوندی یہ دعا قبول بھی ہوگئی تو مرزائی جماعت نے پروپاگنڈے کے طور پر یہ مشہور کیا کہ مولوی ثناء اللہ نے لکھا تھا کہ:

حرام زادے کی رسی دراز ہوتی ہے، اسلئے اسی کے قول سے اس کو موت سے مہلت ملی۔

اس کے جواب میں میری اور میرے احباب کی طرف سے بارہا تقاضا ہوا کہ یہ تحریر دکھاؤ۔ مگر وہ نہ دکھا سکے، اس لئے کہ وہ بازاری محاورے کا فقرہ نہ کبھی ہم نے لکھا، نہ کبھی بولا۔

باوجود اسکے در نجف سیالکوٹ مورخہ یکم جنوری ۱۹۲۹ء میں اس مضمون سے متعلق سوال کیا گیا ہے کہ

مولوی ثناء اللہ یا ان کے کسی دوست نے ایسا لکھا تھا یا بہتان ہے؟

اس کے جواب میں ہماری طرف سے ہمیشہ یہی اعلان ہوا کہ یہ سراسر بہتان ہے۔ اسی اعلان کا اثر ہے کہ قادیانی پروپاگنڈہ اتنا کمزور ہو گیا کہ دسمبر ۱۹۲۰ء کے جلسہ احمدیہ قادیان میں اعلان کیا گیا کہ، حرام زادہ کی رسی دراز، والا اشتہار مولوی ثناء اللہ کا نہ تھا، (دیکھو اخبار الفضل قادیان ۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۱۔ ص ۱۔۲)

تثلیث قادیانی

یعنی مرزا قادیانی اور مولوی محمد علی لاہوری کے اقوال متخالفہ

جناب مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری کلرک نہر امرتسر لکھتے ہیں:

عرصہ تقریباً پندرہ سال سے مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت قادیانیہ اور لاہوری مریدوں میں مسئلہ ختم نبوت پر اختلاف ہو کر دو فریق ہو گئے ہیں۔ایک فریق نے اپنا صدر مقام قادیان میں، دوسرے نے لاہور میں قائم کر لیا ہے۔

قادیانی احمدیوں کے موجودہ خلیفہ میاں محمود احمد ہیں۔ان کا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد مسیح موعود ،مہدی مسعود، ملہم، نبی اللہ، رسول اللہ ہیں۔ان کا منکر کافر ہے۔اور آیت خاتم النبیین کے معنی آخری نبی کے نہیں، بلکہ اس کے معنی:

آنحضرت ﷺ ،نبیوں کی مہر، ہیں۔یعنی آپ ﷺ کا جو امتی آپ کا کامل اتباع کرے گا، وہ غیر تشریعی نبی بن جاوے گا۔آنحضرت ﷺ کے بعد تشریعی نبوت کا دروازہ بند ہے، نہ کہ غیر تشریعی کا۔

ساتھ ہی اس کے قادیانی مرزائی یہ بھی عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت عیسی بن باپ پیدا ہوئے تھے۔

برخلاف اس کے لاہوری مرزائیوں کے امیر مولوی محمد علی ایم اے کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی اللہ و رسول اللہ نہیں، مسیح موعود مہدی مسعود ملہم اور مجدد ہیں ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا منکر کافر نہیں ہے۔اور حضرت عیسی بن مریم بن باپ پیدا نہ ہوئے تھے۔

اب میں ذیل میں اس بات کو ثابت کرتا ہوں کہ مولوی محمد علی لاہوری ایم اے، مارچ ۱۹۱۴ء سے بیشتر (یعنی میاں محمود کے خلیفہ ہونے سے پہلے) کچھ اور عقیدہ رکھتے تھے۔میں نے ذیل میں مرزا غلام احمد صاحب کا

مذہب ان کی تحریروں سے لکھا ہے، پھر مولوی محمد علی لاہوری کا سابقہ مذہب لکھا ہے، اور پھر ان کا حال کا مذہب لکھا ہے۔

مرزائی تحریک سے مذاق رکھنے والوں، خاص کر دونوں پارٹیوں کے اختلاف سے تعلق رکھنے والوں، کے لئے یہ مضمون بڑا دلچسپ ہے۔امید ناظرین بغور پڑھیں گے۔

ا۔مرزا صاحب قادیانی کا مذہب:

ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۷، ۶۶۹، مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۰، ۷۲، اور ۷۶ پر ہے کہ:

حضرت عیسی بن مریم بن باپ پیدا ہوئے تھے۔

مولوی محمد علی لاہوری کا سابقہ عقیدہ:

ا۔مسیح کی پیدائش ایک ایسے اعجازی رنگ میں ہوئی تھی جس میں باپ کا دخل نہ ہوا اور اس لئے مسیح کو کلمہ کہا گیا کیونکہ وہ معمولی طرز پر باپ کے نطفہ سے ماں کے شکم میں نہ آیا بلکہ خدا کے کلمہ کن سے حاملہ ہوئی اس لئے اسے کلمۃ اللہ کہا گیا۔ (ریویو آف ریلی جنز جنوری ۱۹۰۸ء ص ۱۴۔۱۵)

مولوی محمد علی لاہوری کا موجودہ عقیدہ:

ان ایام میں کرسچن بک سٹور لدھیانہ کی طرف سے ایک رسالہ بنام حقائق قرآن شائع ہوا ہے جس میں یہ دعوی کیا گیا ہے کہ اگر غیر معتبر روایات و حکایات کو چھوڑ کر فقط قرآنی بیانات کو دیکھیں تو مسیح ابن مریم حضرت محمد ﷺ سے افضل ہیں اور اس میں امور ذیل کو بیان کیا گیا ہے جن کا جواب اصل الفاظ معترض کو نقل کر کے ساتھ ساتھ دیا گیا ہے۔

اول: الف: مسیح کی پیدائش کا معجزہ نہ ہونا قرآن سے ثابت ہے

جواب: قرآن کریم کی کوئی آیت پیش نہیں کی نہ یہ بتلایا کہ معجزانہ سے کیا مراد ہے۔اس کے برخلاف حضرت مسیح کا معمولی انسانوں کی طرح پیدا ہونا قرآن کریم میں صاف مذکور ہے۔

(از رسالہ حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائیبل ص ۷)(مرزا اور خود اپنے خلاف)

۲۔مرزا صاحب قادیانی کا مذہب:

ازالہ اوہام صفحہ ۳۹۳، ایام الصلح صفحہ ۱۱۳ کا خلاصہ یہ ہے :

خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا۔

مولوی محمد علی لاہوری کا سابقہ عقیدہ:

ترجمہ قرآن: اور ہم نے ذوالنون کو بھی اشد؟ عطا فرمایا جب کہ وہ غضب کی حالت میں چلا گیا اور اس نے خیال کیا کہ ہم اس پر تنگی نہیں کریں گے یا اس پر مصیبت نہیں ڈالیں گے (لیکن وہ مصیبت میں گرفتار ہوگیا) تو پھر اس نے اس تاریکی میں (جس کے اندر وہ مچھلی کے پیٹ کے اندر پڑا ہوا تھا) ہمیں پکارا اور دعا کی کہ اے خدا تیرے سوا کوئی معبود نہیں تیری ذات ہر ایک عیب اور نقص سے پاک ہے اور میں کمزور اور مصیبتوں میں پھنسا ہوا ہوں۔ (مرزا صاحب کے مطابق ہے)

مولوی محمد علی لاہوری کا موجودہ عقیدہ:

قرآن میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ یونس کو مچھلی نے نگل لیا تھا کیونکہ لفظ التقم جو یہاں مذکور ہے بالضرور لقمہ کے نگل جانے کا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ صرف منہ میں اخذ کرنے کا۔ لین صاحب اپنی لغات میں التقم فاھا فی التقبیل کی نظیر لکھ کر اس کے معنی کرتا ہے:

اس کا بوسہ لینے کے وقت اس نے اس کا منہ اپنے ہونٹوں میں لیا۔

اس بارے میں ایک حدیث نبوی بھی موجود ہے کہ مچھلی نے حضرت (یونسؑ) کی صرف ایڑی کو منہ میں لیا تھا اس میں بھی قرآن بائیبل کی تردید کرتا ہے یعنی بائیبل یونس کا مچھلی سے نگلا جانا اور اس کے پیٹ میں داخل ہونا بیان کرتی ہے جو قرآن کے برخلاف ہے

(ترجمہ قرآن بزبان انگریزی نوٹ نمبر ۲۱۲۳ از مولوی محمد علی)۔ (مرزا صاحب بلکہ خود اپنے بھی خلاف)

۳: مرزا صاحب قادیانی کا عقیدہ:

علماء کو ختم نبوت کا مفہوم سمجھنے میں غلطی ہوئی ہے قرآن کریم میں خاتم النبیین جو آیا ہے اور جس پر الف لام بھی پڑے ہیں اس سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ شریعت لانے والی نبوت سب ختم ہو چکی ہے پس اب اگر نئی شریعت کا مدعی ہو وہ کافر ہے۔ (قول مرزا قادیانی، در اخبار الحکم ۷ فروری ۱۹۰۳ء ص ۱۴)

مولوی محمد علی لاہوری کا سابقہ عقیدہ :

آنحضرت ﷺ خاتم النبیین یعنی انبیاء کے لئے مہر ہیں۔ اب کوئی ایسا نبی نہیں ہو سکتا جو آنحضرت ﷺ کی غلامی کی مہر اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو... اب کوئی صاحب شریعت نبی نہیں آ سکتا۔ کیونکہ شریعت قرآن مجید کے ذریعہ کامل ہو چکی ہے اور نہ اب کوئی ایسا نبی پیدا ہو سکتا ہے جو خاتم النبیین کی اتباع کا سرٹیفکیٹ اپنے ساتھ نہ رکھتا ہو ۔

(ریویو۔ مئی ۱۹۰۶ء ص ۱۸۶۔ اور جولائی ۱۹۱۰ء ص ۲۷۱) (مرزا صاحب کے موافق)

مولوی محمد علی لاہوری موجودہ عقیدہ :

میرے نزدیک خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی۔ اگر رسول اللہ ﷺ نے ان الفاظ کے معنی بتائے ہوں تو ہر ایک مسلمان کی گردن ان کے سامنے جھک جانی چاہیے (رسالہ آخری نبی۔ ص ۱۰)

ان نو حدیثوں میں جو اعلیٰ پایہ کی کتابوں سے ہیں مختلف پہلوؤں سے آنحضرت ﷺ کا آخری نبی ہونا بیان کیا گیا ہے (رسالہ آخری نبی۔ ص ۱۲)

نبوت تشریعی اور غیر تشریعی یکساں بند ہیں (النبوت فی الاسلام ص ۱۱۵ مصنفہ محمد علی)

۴: مرزا صاحب قادیانی کا عقیدہ

ہمارا دعویٰ ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں (بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔

(قول مرزا قادیانی، در حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۹۱)

مولوی محمد علی لاہوری کا سابقہ عقیدہ:

آپ (خواجہ غلام الثقلین) ایک مدعی نبوت (مرزا) کے خلاف میدان میں نکلے تھے

(ریویو آف ریلی جنز قادیان۔نومبر ۱۹۰۶ء ص ۴۳۱) (یعنی مرزا صاحب قادیانی کو محمد علی لاہوری نے مدعی نبوت مانا ہے)

مولوی محمد علی لاہوری موجودہ عقیدہ:

جو شخص اس امت میں سے دعوی نبوت کرے وہ کذاب ہے۔

(النبوۃ فی الاسلام۔ص ۱۱۵)

دوسری حدیث میں اپنے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو کذاب دجال قرار دیا ہے۔

(رسالہ آخری نبی۔ص ۱۲)

مدیر اہل حدیث امرتسر ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں؛

ہمارا بھی صاد ہے مگر آپ کے پیرو مرشد مہدی مسعود اور مسیح موعود بلکہ آپ خود پہلے اس دجالیت کو صحیح جانتے تھے۔خدا کا شکر ہے کہ دن کا بھولا رات کو آیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۱ ص ۲-۴)

....

قادیانی خدمت اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی مشن میں خدائی غیرت کے عنوان سے مضمون شائع ہوا جس میں بتایا گیا ہے کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے محلے کی ایک عورت عیسائی ہوگئی تو مرزائیوں نے جلسہ جہلم میں جب کہ وہ حیات مسیح پر تقریر کر رہے تھے، یہ طعنہ دیا۔لیکن مفتی صادق قادیانی جسے وہ ڈاکٹر اور فاتح امریکہ لکھتے تھے، کا بیٹا مفتی منظور احمد بھی عیسائی ہوگیا۔ اور عیسائی اخبار کوکب ہند لکھنو نے لکھا:

قادیانی گروہ کے ایک رکن اعظم ، معمر اور مشہور و معروف شخص کا فرزند دل بند اصطباغ حاصل کر کے خدا کے فرزندوں کی جماعت میں شامل ہو گیا۔ ہم نے اس خبر کو الشاہد میں درج کرایا اور جس روز وہ پرچہ شائع ہوا اس سے اگلے ہی دن ایوان قادیان میں تزلزل پڑ گیا۔ متعدد خطوط موصولہ سے ہمیں قادیانی جماعت کی بے چینی اور اضطراب کا علم ہوا اور لوگ متعجب ہو کر ہر طرف دریافت کرنے کو چل پڑے کہ مفتی محمد صادق صاحب قادیانی کا فرزند مفتی منظور احمد کیوں مسیحی ہو گیا؟...مرزا جی کے یار غار کا فرزند اس گروہ میں جا شامل ہوگا جسے آپ دجالی گروہ پادریاں کہا کرتے تھے....جس کی آنکھیں ہیں وہ دیکھے کہ اصلی مسیح نقلی مسیح پر کس طرح غالب آ رہا ہے...اب ایک عرصہ سے قادیانی گروہ اس کوشش میں ہے کہ وہ کسی نہ کسی طرح مفتی محمد صادق کے بیٹے کو پھر قادیانی بنالیں۔ تفصیلی باتوں کو ترک کر کے ہم خود مفتی صاحب کے ایک خط کی نقل شائع کرتے ہیں تاکہ ایوان قادیان کے تزلزل کی معمولی سی حقیقت کا کچھ علم آپ کو بھی ہو جائے ....

(کوکب ہند۔۴ جنوری ۱۹۲۹ء ص ۴۔۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عیسائی مذہب کا بنیادی اصول بلکہ سارا مذہب صرف یہ ہے کہ مسیح نے ہمارے لئے جان دی اور مر کر کفارہ ہوا۔

اہل اسلام بتعلیم قرآن مجید سرے سے مسیح کی موت ہی کے منکر ہیں۔ جس دل میں یہ یقین ہو کہ مسیح مرے ہی نہیں وہ عیسائیوں کا کفارہ کیسے مان سکتا ہے ۔

مرزا قادیانی نے اپنے سارے علم کلام کا مدار اس پر رکھا کہ مسیح فوت ہو گئے۔ اس کو نہ صرف ایک مسئلہ کی شکل میں لکھا، بلکہ سارا مدار بحث اسی کو قرار دیا۔ چونکہ مفتی صادق کا لڑکا (بحیثیت قادیانی) وفات مسیح کا قائل تھا اسلئے عیسائی مذہب نے اس کو صرف اتنی بات سمجھائی کہ جس مسیح کی موت کے تم قائل ہو اس کی موت سے غرض یہ تھی کہ وہ مر کر دنیا کا کفارہ ہو جائے۔ چونکہ وفات مسیح اس کے دل میں جم چکی تھی اسلئے وہ عیسائی ہو گیا

دوستو! غور کرو مرزا صاحب اور ان کے اتباع عیسائی مذہب کو کہاں تک قوت پہنچا رہے ہیں۔

چنانچہ مسیحی رسالہ تجلی میں ایک دفعہ مضمون نکلا تھا کہ ہم مرزا صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے مسیح کی وفات ثابت کر کے ہمیں قوت پہنچائی۔

قرآن مجید مسیح کی موت اسی لئے انکار کرتا ہے تا کہ مسیحی مذہب کا بنیادی پتھر (کفارہ) ٹوٹ جائے۔

کون نہیں جانتا کہ مسیح کا مرنا عیسائیوں کی زندگی ہے۔ مسیح کی موت ثابت کرنے سے ان کے کفارہ کو قوت پہنچنے کے علاوہ ان کی انجیلی روایت کی تصدیق ہوتی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

یسوع نے چلاّ کر جان دی ۔(انجیل متی۔باب ۲۷)۔

احمدی دوستو! اللہ کے لئے نہیں تو مخلوق کے لئے غور کرو کہ تم دنیا کو ایسا احمق کیوں سمجھتے ہو کہ تمہاری اس چال سے واقف نہ ہوگی کہ قوت تو پہنچاؤ مسیحی مذہب کو مسیح کی موت سے، بناء پختہ کرو کفارہ مسیح کی اور نام رکھو کہ ہم خدمت اسلام کر رہے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔۱۸ جنوری ۱۹۲۹ء۔۶ شعبان ۱۳۴۷ھ ص ۱-۳)

....

کیا مرزا قادیانی مسیح موعود تھے

جناب ابوالمسعو د محمود دریاوی آزاد سورتی، رنگون سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تمام عمر اسی فکر میں سرگرداں رہے کہ کسی طریق پر یہ ثابت ہو جائے کہ حضرت عیسی فوت ہو گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب کی اکثر تصانیف ایسی ہیں جن میں مرزا صاحب نے حضرت عیسی کی وفات پر ایڑی سے چوٹی تک کا زور صرف کر دیا۔

بخیال مرزا صاحب قادیانی جب ثابت ہو گیا کہ حضرت عیسی فوت ہو گئے تو جھٹ آپ نے فرمایا کہ

قرآن وحدیث عیسی کی تشریف آوری کی خبر دیتے ہیں، لیکن چونکہ اصلی عیسی بن مریم ناصری انتقال کر گئے ہیں اس لئے خداوند کریم نے بذریعہ الہام مجھ کو بتلایا کہ آنے والا مسیح تو ہی ہے۔

جب مرزا صاحب قادیانی کا دعوی لوگوں کو معلوم ہوا تو لوگوں نے وہ نشانیاں دریافت کیں جو حضرت عیسی میں ہوں گی۔ اب مرزا صاحب نے ازالہ اوہام وغیرہ اپنی تصانیف میں تمام پیش گوئیوں اور علامتوں کو ایک ایک کرکے من گھڑت تاویلوں سے اپنے اوپر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔

ناظرین کرام! میں قرآن وحدیث کی تمام علامات کو چھوڑ کر صرف مرزا صاحب کی تسلیم کردہ اور مصدقہ حدیث کی بعض علامات پیش کرتا ہوں جو مرزا صاحب اپنی تمام عمر میں اپنے اوپر چسپاں نہیں کر سکے اور بعد از مرگ امت مرزائیہ بھی قاصر رہی۔ سنئے وہ حدیث مصدقہ یہ ہے

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث خمسا و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معنی فی قبری فاقوم انا و عیسی بن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر رواه ابن الجوزی . (مشکوة . ص ۴۷۲)

اس حدیث میں اول علامت مسیح موعود کی سرور عالم ﷺ نے یہ بتلائی کہ

حضرت عیسیٰؑ شادی کریں گے

خدا آپ کے ہاں اولاد عنایت کرے گا۔

اس حدیث کو مدنظر رکھ کر مرزا صاحب قادیانی نے یہ کہا کہ بیشک درست ہے۔ میں نے جو خدا کے الہام سے یہ اعلان کر رکھا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی صاحبزادی محمدی بیگم سے میری شادی ہوگی، یہ حدیث اس کی مزید تائید کرتی ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

اس (میری) پیش گوئی (نکاح) کی تصدیق کے لئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

اس حدیث میں حضرت نبی اکرم ﷺ نے مسیح موعود کی علامت یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ

بعد صاحب اولاد ہونے کے مرے گا۔

اور میرے مقبرے میں میرے ساتھ مدفون ہوگا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فوت نہیں ہوئے۔ یہی ہمارا مدعا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳ شعبان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۳ ص ۵۔۶)

....

قادیانی خلق

برادران اسلام! آج میں ایک ایسا مضمون تحریر میں لا رہا ہوں جس کو پڑھ کر آپ کو بہت تعجب اور دماغ پریشان ہوگا۔ مگر میں مجبور ہوں کہ جلسہ اہل حدیث جہلم کی تقریر حضرت مولانا ثناء اللہ سردار اہل حدیث نے میرے دل پر کیا کیفیت طاری کی۔ اس لئے میں ناظرین اہل حدیث کی خدمت میں نہایت مود بانہ گذارش کروں گا کہ ان کو جب کبھی مرزائیوں سے تبادلہ خیالات کا موقعہ ہوتو یہی معیار قائم کرلیا کریں کہ نبی کے لئے خلق کی ضرورت ہے وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں موجود نہ تھا۔

بنابر آں میں نہایت سنجیدگی کے ساتھ یہ رائے قائم کرنے کے بعد عرض گذار ہوں کہ اے خداوند تعالی تو سمیع وبصیر ہے، ان مرزائیوں کو سمجھ عطا کر کہ یہ اپنے نبی کی ایسی باتوں کو پڑھیں اور اس معیار پر فیصلہ کریں کہ آیا مرزا غلام احمد صاحب کا خلق کس قدر وسیع تھا۔ ہائے افسوس کہ انہوں نے نہ کسی نبی کو چھوڑا نہ علماء اسلام کو چھوڑا۔

میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اسوہ نبوی ہمارے سامنے ہے۔ کوئی ایک واقعہ پیش کیا جائے کہ نبی ﷺ نے اپنے کسی حریف یا مدمقابل کو زبانی یا تحریر میں برے الفاظ سے یاد کیا ہو، یا باوجود ہر ایک قسم کی تکالیف اور مصائب دینے کے آپ نے کسی دشمن سے بدلہ لیا ہو۔ اور دشمنان دین پر قابو پانے کے بعد بھی نہ

زبان ہی سے برا کہا، نہ بدلہ لیا، بلکہ معاف فرما دیا۔

یہ تو سچے نبی ﷺ کی شان تھی۔ اب ذرا مرزا صاحب آنجہانی کی تحریرات سے اس کا مقابلہ کریں اور لطف اٹھائیں۔

عیسائیوں کے لئے لکھتے ہیں:

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ (نقل کفر کفر نباشد) عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے

(کشتی نوح۔ص ۶۵)

حضرت امام حسین کی بابت درثمین فارسی کے صفحہ ۸۷ پر لکھتے ہیں:

کربلائیست سیر ہر آنم

صد حسین است در گریبانم

علماء کرام کے برخلاف لکھتے ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویان۔ (انجام آتھم۔ص ۲۱)

کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۲۵)

حضرت میاں صاحب مرحوم محدث دہلوی کی تاریخ وفات پر لکھتے ہیں:

ما ت ضا لا ھا ئما (موا ھب الرحمن. ص ۱۲۷)

غرض کہ اس قسم کے کئی حوالجات موجود ہیں جو کتاب، ہندوستان کے دور فارمر، مصنفہ فاتح قادیان میں درج ہیں۔ ان کو پڑھ کر ایک غیرت مند کا دل کانپ اٹھتا ہے کہ

خدایا! نبیوں کی یہی شان ہونی چاہیے؟

نہیں نہیں! نبیوں کی شان ان باتوں سے پاک اور منزہ ہوتی ہے۔ وہ اپنی امت کے لئے اسوہ حسنہ ہوتے ہیں۔

اے غیرت منداور ایمان رکھنے والے اور اسلام کے دعویدارو! سوچو! اور غور کرو کہ اس قسم کے فحش اور ہذلیات لکھنے والا انسان نبی ہوسکتا ہے، یا مسلمان رہ سکتا ہے؟

آ ؤ خدا سے ڈرو۔ایک دن اس رب العزت احکم الحاکمین کے دربار میں پیش ہونا ہے۔اس دن کی شرمندگی سے آج کی ندامت جس کو تم ندامت سمجھتے ہو، بہت اچھی ہے۔توبہ کرو اور اپنے سچے نبی حضرت محمدﷺ کے تابعدار بن جاؤ اور خلیق و شفیع نبیﷺ کے قدموں میں آ کر نجات حاصل کرو ۔

خداوند کریم گمراہ مسلمانوں کو صراط مستقیم پر چلنے کی توفیق بخشے۔آمین۔

راقم: ایک شریک جلسہ جہلم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳ شعبان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۳ ص ۶)

....

ڈاکٹر بشارت احمد اور سہ صدی دوست

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین ہمارے سہ صدی دوست کو خوب جانتے ہوں جنہوں نے مباحثہ لدھیانہ میں (نہ از راہ غنیمت، بلکہ) از راہ انعام ہم کو مبلغ سہ صد روپیہ عنایت فرمایا، جس مباحثہ میں انہوں نے نہیں، مگر پنچوں نے ان کو (غلطی سے؟) شکست خوردہ قرار دیا تھا، یعنی منشی قاسم علی صاحب اڈیٹر اخبار فاروق قادیان۔

دوسرے صاحب جہلم میں ڈاکٹر ہیں۔ایک معزز عہدہ پر مامور ہیں۔لاہوری جماعت کے احمدی ہیں۔ان دونوں صاحبوں کے باہمی (مثل بھیڑ اور بھیڑیئے کے) اچھے خوش گوار تعلقات ہیں۔مگر میرے حق میں اس وقت دونوں ایک محاذ پر جمع ہیں۔تفصیل اس کی یہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا وہ اشتہار جسکا نام تھا :

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ،

چونکہ بانی فرقہ کے قلم اور منہ سے نکلا ہوا تھا، اس لئے اس کی تسلیم دونوں فریقوں پر واجب تھی۔ مگر چونکہ دونوں فرقے اس کی تسلیم سے انکاری ہیں، کیوں؟ اس لئے کہ انہوں نے ٹھان رکھی ہے

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے
قدن سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

(قدن مخفف ہے : قادیان۔کا)

اشتہار آخری فیصلہ کا مضمون یہ تھا کہ:

ہم دونوں (مرزا قادیانی اور مولوی ثناء اللہ) میں سے جو اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے وہ سچے سے پہلے مریگا۔

چونکہ مرنے والا مر گیا، اس لئے دونوں پارٹیوں کو باوجود اختلاف شدید کے اس مشترک الجھن کے سلجھانے کی فکر رہتی ہے۔ کیونکہ یہ کانٹا کوئی معمولی کانٹا نہیں بلکہ جگر دوز کانٹا ہے جو سینہ میں بند نہیں رہتا بلکہ جگر کے پار جاتا ہے۔ اس لئے دونوں پارٹیاں (قادیانی اور لاہوری) اس تیر کے نکالنے کے درپئے رہتی ہیں جو ایک قابل تعریف کام ہے گو کامیابی نہ ہو

شکست و فتح نصیبوں سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

قادیانی پارٹی نے اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ اس مضمون پر انعامی مقابلہ کیا اور (بجنت خود) شکست کھائی اور اپنے دست مبارک سے سہ صد روپیہ انعام دیا۔ باوجود اس کے پھر بولتے ہیں۔ خاص کر وہی صاحب پیش آتے ہیں جو مباحثہ لودہانہ کے محرک اور مناظرہ میں خود مناظر تھے۔ باوجود شکست کھانے اور سہ صد دینے کے آج بھی میدان میں وہی سینہ سپر ہیں۔ کیوں نہ ہو، بہادروں کی یہی شان ہے۔ ایک دفعہ شکست کھا کر پھر اٹھیں گے۔ شکست کھائیں گے پھر اٹھیں گے، پھر اٹھیں گے۔ اب کے ہمارے سہ صدی دوست نے نیا رنگ روپ بدلا ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

مولوی ثناءاللہ ہمارے پیش کردہ فقرات (کاذبہ) پر قسم کھائے تو ہم اس کو مبلغ پچیس روپیہ انعام دیں گے۔(اخبار فاروق قادیان ۲۱ جنوری ۱۹۲۹ء)

اس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص سے پہلے سہ صد انعام لیا ہو، اس سے ۲۵ روپئے لینے پر آمادہ ہونا، لینے والے کی ہتک ہے اور دینے والے کی بھی ذلت۔ اس لئے ۲۵ روپیہ انعام لینا ہم پسند نہیں کرتے، ہاں ایک تجویز بتاتے ہیں کہ آپ اس رقم کے ساتھ ایک اضافہ کرا دیں تو ہم اسی رقم پر کفایت کرلیں گے وہ یہ کہ

اپنے خلیفہ قادیان کو میدان گفتگو میں لائیں ۔ وہ خود نہ آئیں، تو آپ کو (آپ پر اعتماد نہ ہو، تو کسی اور کو) اپنا وکیل بنا کر ہمارے سامنے پیش کریں۔ اس کا ساختہ پرداختہ منظور کرنے کا اعلان کریں۔

اتنا کریں گے، تو ہم انعام میں ترقی نہیں چاہیں گے بلکہ بادل نخواستہ مبلغ ۲۵ روپیہ ہی قبول کرلیں گے۔ پھر ہم اس فیصلہ والے مضمون پر مفصل بحث کرنا بھی منظور کرلیں گے۔ اور اگر قسم پر ہی آپ فیصلہ چاہیں گے تو پنچوں کے سامنے جائز حلف بھی اٹھائیں گے۔

سہ صدی دوست تو مشہور (شکر خار) ہیں، جن کی زبان قلم سے بجز لچھے دار گالیوں کے کچھ نکلتا ہی نہیں، جو (بقول لاہوری احمدیہ جماعت کے) سخت سے سخت دشمن کو دشنام دہی سے نرم کرنے پر ہیڈ ملازم ہیں۔ جس کی بابت ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہر سوسائٹی اپنے فرض کی اشاعت جس طرح چاہے کرے، مگر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اسسٹنٹ سرجن جہلم کی نسبت ہمارا گمان تھا کہ آپ دشنام دہی پر نوکر نہیں۔ آپ کو قادیانی امت بننے سے کوئی دنیاوی فائدہ نہیں محض غلط فہمی ہے جو ان کو اس طرف لے جا رہی ہے، اسی لئے ہم نے ہمیشہ ان کی پوزیشن کا وقار ملحوظ رکھا۔ مگر اب چند ہفتوں سے جو مضامین ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے ہمارے برخلاف نکلے ہیں، ان سے ہمارے گمان میں تغیر پیدا ہو گیا ہے۔ اب ہم مجبور ہیں کہ ڈاکٹر صاحب کو بھی اسی اخلاق کا نائب سمجھیں جس اخلاق کے مالک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے جن کے اخلاق کا ادنی ثبوت یہ شعر ہے

ان العدا صاروا خنازیر الفتا

ازواجھم من دونھن الاکلب

(ہمارے مخالف جنگلوں کے سور ہیں۔ ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں)

ڈاکٹر بشارت صاحب نے بھی اپنے پیرومرشد مرزا صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے جس کی بابت ہمیں افسوس ہے کہ ہم اسے بازاری لہجے میں پاتے ہیں۔ نہایت غیر ذمہ دارانہ طرز کا مضمون ہے جس کی بابت ہم بہت کچھ کہتے، مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ یہ جواب ایک ایسے شخص کی طرف سے ایک ایسے شخص کی حمایت میں لکھا گیا ہے جسکے مذہب کی بنا جس کے دعوے کی بنیاد محض جھوٹ اور افتراء علی اللہ پر تھی تو ہمیں اس بازاری مضمون سے کوئی رنج نہیں ہوتا۔

یہ اس قسم کا غیر ذمہ دارانہ بازاری مضمون ہے کہ ہم اس کے جواب پر توجہ نہ کرتے، لیکن ہمیں یہ دکھانا مقصود ہے کہ یہ لوگ جو مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے حواری اور جدید الاسلام ہیں، جن کا دعوی ہے کہ ساری دنیا میں ایک ہم ہی اسلام کا سچا نمونہ ہیں، ان کی حالت یہ ہے کہ اخلاقی حیثیت میں اتنے گرے ہوئے ہیں کہ افریقہ کے دور دراز جنگلات میں رہنے والے حبشی بھی ایسے نہ ہوں گے۔ تفصیل اس کی یہ ہے:

لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی نے آخری فیصلہ کے متعلق ایک ٹریکٹ لکھا جسکا نام رکھا آیت اللہ۔ اس کا خلاصہ مضمون یہ ہے:

> مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ کو مباہلہ کی دعوت دی تھی۔ یہ اشتہار آخری فیصلہ والا اسی سلسلہ کی کڑی ہے۔ مولوی صاحب نے دعوت مباہلہ منظور نہ کی، لہذا آخری فیصلہ نہ ہوسکا۔

اس رسالہ کی تردید اسی زمانہ میں ہم نے کر دی تھی جس کا نام تھا آفتہ اللہ بجواب آیۃ اللہ جو رسالہ الہامات مرزا کے ساتھ ملحق ہے۔ اس میں ثابت کیا تھا کہ دعوت مباہلہ کا سلسلہ ختم ہونے کے بعد یہ آخری فیصلہ والی دعا تھی۔

خیر یہ ایک عنوان تھا جس پر فریقین نے طبع آزمائی کی۔ اب ڈاکٹر صاحب کو کیا سوجھی کہ اپنی جماعت کو آیت اللہ پڑھنے کا شوق دلاتے ہیں (دلائیں۔ آریہ ستیارتھ پرکاش کی اور عیسائی انجیل کی ترغیب دیں، کسی کو برا منانے کا کیا حق۔ ثناء اللہ) مگر غضب تو یہ کرتے ہیں کہ اس ترغیب میں ایک افسانہ داخل کرتے ہیں جو افک عائشہ سے کم نہیں۔ ناظرین خصوصاً پشاوری ناظرین غور سے سنیں اور ان حواریان مسیح کے اخلاق راستی اور صداقت کی داد دیں۔ ڈاکٹر بشارت احمد اسسٹنٹ سرجن جہلم فرماتے ہیں:

حضرت مجدد (مرزا قادیانی) نے اپنی وفات سے قبل مولوی ثناءاللہ صاحب کومباہلہ کے لئے بلایا۔مگر مولوی صاحب نے انکار کر دیا اور مباہلہ سے صاف جان بچالی۔ بلکہ اس وقت ان کے اخبار میں مسیلمہ کذاب کی مثال چھپتی رہی کہ جھوٹا لمبی عمر پاتا ہے اور سچا جھوٹے کی زندگی میں مرا کرتا ہے۔ جب خدا نے ان کے ساتھ ان کے ہی پیش کردہ معیار کے مطابق معاملہ کیا اور ان کو مہلت دی تو مولوی صاحب فوراً پلٹ گئے اور بجائے توبہ کرنے کے نہایت دیدہ دلیری سے ہر جگہ اپنے آپ کو پیش کر کے دکھانے لگے کہ دیکھو میں زندہ ہوں اور مرزا مر گیا۔اور ایسا ظاہر کرنے لگے گویا مولوی صاحب موصوف نے واقعی مباہلہ قبول کر لیا تھا اور جو کچھ ہوا مباہلہ کا نتیجہ ہے۔اور نہایت چالاکی سے اپنا پیش کردہ معیار مخفی رکھنے کی کوشش کرتے رہے جو انہوں نے قرآن سے پیش کیا تھا کہ انما نملی لھم لیز دا دوا اثما۔کہ ہم ڈھیل دیتے ہیں تاکہ گناہوں میں بڑھیں۔اور مسیلمہ کذاب کی مثال بھی پی گئے

اس چالاکی کوطشت از بام کرنے کے لئے اور اصل معاملہ کے اظہار کیلئے حضرت امیر مولانا محمد علی صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام آیت اللہ ہے۔اس میں مولوی ثناءاللہ صاحب کی چالاکی کوایسا طشت از بام کیا ہے اور حضرت مجدد کی پوزیشن کوایسا صاف کیا ہے کہ انسان کا قلب ایمان کی لذت سے بھر جاتا ہے۔

مگر افسوس ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر افراد کواس کا علم نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ہماری جماعت کے دوست جو اس موجود تھے ذاتی طور پر تمام معاملات کا علم رکھتے ہیں،انہیں مولوی ثناء اللہ صاحب کی شیخی بازی اور غلط بیانی کی حقیقت معلوم ہے۔مگر اکثر دوست جو سلسلہ میں نئے شامل ہیں انہیں اصلیت کا علم نہیں،اور غیر از جماعت لوگ بھی اصل معاملہ نہیں جانتے،اس لئے ضرور ہے کہ آیت اللہ کتاب ہر ایک دوست کے ہاتھ میں ہو۔اور جہاں کہیں بھی مولوی ثناءاللہ صاحب کی اپنی یا ان کے اخبار کی رسائی ہو،وہاں اس کتاب کی بھی رسائی ہو تا کہ ان کی چالاکی طشت از بام ہوتی رہے۔

گوابھی حال میں سنا ہے کہ پشاور میں انہوں نے بہت منہ کی کھائی۔ اپنی حسب عادت مولوی ثناء اللہ صاحب لگے اپنے آپ کو پیش کرنے کہ میں زندہ ہوں اور مرزا مر گیا۔ اور پھر لگے اترانے اور پھول پھول کر چاروں طرف دیکھنے کہ اتنے میں ایک دانا پٹھان بولا:

مولوی صاحب! ہم سمجھتا ہے کہ تم مر گیا ہے اور مرزا زندہ ہے۔ مرزا کی تعلیم اور اس کا لٹریچر اس کے تجدید کردہ اصول اسلامی دنیا کے ہر گوشہ میں مقبول ہو رہے ہیں اور ان کی عظمت کے سامنے عقل مندوں کے دل جھک رہے ہیں۔ مگر تم کو تو ہمارا رن (بیوی) بھی نہیں جانتا۔ حقیقت میں تم مر چکا ہے کہ، کس نمے پرسد کہ بھیا کون ہو۔، کا مصداق بنے ہوئے ہو، اور مرزا کی زندگی پر خدائی مہر لگی ہوئی ہے وہ قیامت تک زندہ ہے۔

سنا ہے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب دانت نکال کر رہ گئے۔

بہر حال میں نے ایسا سنا ہے۔ اس واقعہ کے متعلق پشاور کے دوست تحقیق کر کے لکھ سکتے ہیں۔

مگر پٹھان کی بات بڑی سچی ہے۔ ہر ایک عقل مند یہی سمجھتا ہے جو اس پٹھان نے سمجھا۔ لیکن ہماری جماعت کا فرض ہے کہ اس کتاب آیت اللہ کی خوب اشاعت کرے۔ ہر ایک آدمی کئی کئی جلدیں خرید کر غیر از جماعت لوگوں میں تقسیم کرے۔ بلکہ انجمن کو کہہ کر اس کی مزید کاپیاں چھپوا کر تقسیم کی جائیں، تاکہ حق کا بول بالا ہو اور باطل کو مکمل شکست ہو۔ اور اس شعر کو لوگ پڑھیں اور عبرت حاصل کریں

زبان تیز ان کی استرے سے بھی زیادہ ہے
مجھے ڈر ہے کہ جڑ سے یہ اڑا دیں نہ مسلمانی

ڈاکٹر بشارت احمد۔ جہلم۔ (پیغام صلح ۱۸ جنوری ۱۹۲۹ء ص ۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین اس مضمون کے دو حصے ہیں۔ ایک مرزا قادیانی کی دعا، دعاء مباہلہ تھی، اس کا جواب

اخبار اہل حدیث امرتسر میں بار ہا دیا گیا۔تازہ پرچہ اہل حدیث مورخہ ۴ جنوری میں لکھا گیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی ہی میں قادیان سے اعلان ہوگیا تھا کہ:

آخری فیصلہ محض دعا سے تھا، نہ کہ مباہلہ سے۔(بدر قادیان ۲۲۔اگست ۱۹۰۷ء)

دوسرا حصہ پٹھان کا واقعہ ہے۔جس کی بابت ہم وہی کہنا کافی جانتے ہیں جو خدا نے فرمایا ہے :

انما یفتری الکذ ب الذین لا یو منو ن بآ یات الله او لئك هم الکاذبو ن

(جو لوگ اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے وہی جھوٹ افتراء کیا کرتے ہیں وہی جھوٹے ہیں)

ڈاکٹر بشارت احمد سچے ہیں تو اس کا ثبوت دیں ورنہ آیت مرقومہ بالا کے ساتھ اس حدیث نبوی کو بھی یاد کریں جس میں جھوٹ بولنا منافق کی علامت قرار دیا گیا ہے۔

میں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو اطلاع دوں کہ میرا سب سے پچھلا سفر پشاور غالباً مارچ ۱۹۲۶ء کو ہوا تھا تا کہ آپ کو شہادت مہیا کرنے میں آسانی ہو۔

واضح رہے کہ ہم اس پٹھانی بیان کی اس حیثیت سے تکذیب کرتے ہیں کہ اس نے جلسہ میں ایسا نہیں کہا، اور اگر اس نے علیحدگی میں اپنی رن (بیوی) کے پاس کہا ہو، تو نہ اسکا ہمیں علم ہے نہ تکذیب کی ضرورت۔

فرمائیں تو جہلم ہی میں یہ شہادت سننے کے لئے جلسہ کیا جائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۲۹ء مطابق ۲۰ شعبان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۴ ص ۲۔۴)

احمدیوں سے بات چیت

جناب عبدالمجید حسین صاحب رنگون سے لکھتے ہیں:

ناظرین اہل حدیث!

قادیانی تحریک پر کافی سے زیادہ بحث ہو چکی ہے اور خاص کر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان اور جناب منشی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر اور دیگر حضرات نے کافی حصہ لیا ہے، اور قادیانی جماعت کے سینہ پر ہمیشہ مونگ دلتے رہتے ہیں۔ان حضرات کی موجودگی میں تو ضرورت نہ تھی کہ میرے جیسا بھی اس میں دخل دے، چونکہ یہ لوگ عوام کو بہکاتے رہتے ہیں اس لئے میرے دل میں خیال پیدا ہوا کہ مجھے جہاں تک قادیانیوں کے عقاید اور خیالات معلوم ہیں بذریعہ اخبار اہل حدیث مسلمانان رنگون تک پہنچایا کروں۔اس لئے چند سطریں مولانا صاحب مدیر اہل حدیث کی خدمت میں ارسال کرتا ہوں اگر میرا مضمون مولوی صاحب کی بارگاہ میں مقبول ہوا تو آپ تک پہنچ جائے گا، ورنہ خیر۔

بانی مذہب اور جناب مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کے عقائد اور اقوال سے یہ بات ثابت ہو چکی ہے کہ نبوت کا دروازہ تا قیامت کھلا رہے گا۔ملاحظہ ہو قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز نمبر ۱۱ نومبر ۱۹۲۷ء جلد ۲۶ صفحہ ۳ مضمون بعنوان: بعض سوالات کے جوابات از ڈاکٹر محمد رمضان صاحب۔

ڈاکٹر محمد رمضان صاحب یوں لکھتے ہیں:

ایک اور شخص نے سوال کیا کہ خاتم النبیین وخاتم الاولیاء سے کیا مراد ہے؟ حضرت (خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد قادیانی) نے فرمایا اس سے درجہ مراد نہیں بلکہ یہ مراد ہے

اب جس طرح کوئی شخص نبی نہیں ہو سکتا جب تک وہ رسول کریم کا کامل اتباع نہ کرے۔اسی طرح اب کوئی ولی نہیں ہو سکتا جب تک وہ مرزا صاحب کا کامل اتباع نہ کرے۔

دوسرے لفظوں میں اب ولی ہماری جماعت سے ہی ہوں گے اس کے بعد اگر کوئی زیادہ مجاہدہ کرے تو پھر اس پر نبوت کے لئے نبی کریم کے فیض کا پرتو پڑے گا۔

خاکسار عبدالمجید حسین کہتا ہے: اچھی بات ہے۔ نبی ﷺ کے فیض کا پرتو پڑے گا تو نبیوں کی بھرمار ہو جائے گی اور گھر گھر نبی پیدا ہو جائیں گے۔ پھر اپنی اپنی ایک دوسرے پر فضیلت ظاہر کرنے کے لئے اخباری کاغذات میں جنگ جاری ہو جائے گی، جیسا کہ جناب مرزا قادیانی، حضرت مسیح پر اپنی فضیلت ظاہر کیا کرتے تھے۔

اور سنئے: سوال: خاتم النبیین کے کیا معنی ہیں؟

جواب: خاتم النبیین دو لفظوں سے مرکب ہے ایک خاتم اور دوسرا نبیین۔ خاتم النبیین خود مرکب ہے چونکہ یہ نحوی بات ہے، اس لئے اس کا آپ کے ساتھ تعلق نہیں، اس لئے میں اس کو مفرد ہی قرار دیتا ہوں۔ خاتم کے معنی مہر اور النبیین کے معنی ہیں تمام نبی۔ پس خاتم النبیین کے معنی یہ ہوئے کہ تمام نبیوں کی مہر۔ عربی زبان کا ایک محاورہ ہے کہ جب کسی کے اندر تمام کمالات کو جمع سمجھا جائے تو اس کے متعلق یہ لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز نمبر۴۔ بابت اپریل ۱۹۲۸ء جلد ۲۷ ص ۳۳)

اوپر جو دو حوالے میں نے لکھے ہیں، ان سے یہ بات معلوم ہو چکی کہ قادیانی مذہب میں نبوت کا دروازہ کھلا ہے۔ جو چاہے اپنے سر پر نبوت کی پگڑی باندھ لے۔ گناچور ضلع جالندھر میں ایک بزرگ رہتے ہیں (اب تو قادیان ہی میں رہتے ہیں۔ مدیر اہل حدیث امرتسر) جن کا نام نامی مولوی عبداللطیف خان ہے۔ آپ مرزا صاحب مسیح موعود کرشن قادیانی کے پکے مرید ہیں۔ اور مرزا صاحب کے اتباع سے نبوت کے درجے تک پہنچ گئے ہیں۔ اور چند سال سے پیغمبری کا دعویٰ شروع کر دیا ہے۔

رنگون کے میرے احمدی دوست کبھی کبھی فرمایا کرتے ہیں کہ ایک نبی کا انکار کرنا گویا تمام نبیوں کا انکار کرنا ہے۔

پھر خلیفہ قادیان اور ان کی جماعت اور رنگون کے قادیانی حضرات ایک نبی (مولوی عبداللطیف مدعی نبوت ورسالت) کا انکار کر کے کیوں نبیوں کا انکار کر رہے ہیں۔

کیا حامیان خلیفہ قادیان اس بات کا کوئی جواب دے سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۲۹ء مطابق ۲۰ شعبان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۴ ص ۴۔۵)

....

مرزا اور بہاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث کو جو تعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے ہے، وہی تعلق شیخ بہاء اللہ ایرانی سے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم دونوں کو ایک نظر سے دیکھتے ہیں۔ پھر کیا وجہ ہے کہ قادیانی مشن کا ذکر تو ہر پرچہ اہل حدیث میں ہوتا ہے مگر بہائی مذہب کا ذکر بہت کم۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی تحریک ہندوستانی تحریک ہونے کی وجہ سے بہ نسبت بہائی تحریک زیادہ اشاعت پذیر ہے، اس لئے بحکم الا ھم فا لا ھم اس کا تدارک کرنا ہم مقدم جانتے ہیں۔ ورنہ رتبے میں ہم دونوں کو برابر سمجھتے ہیں۔ بلکہ ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب پنجابی نبی نے جو خیالات ظاہر کئے ہیں یہ سب بہاء اللہ سے اخذ کئے ہیں جس کا ثبوت بھی بارہا ہم دے چکے ہیں اور اگر قادیانی امت اس مضمون پر ہم سے بحث کرنا چاہے تو بتقرر منصف ہم اس خدمت کیلئے بھی تیار ہیں۔

آج ہم جس مضمون پر قلم اٹھاتے ہیں وہ ایک اہم اور اصولی مضمون ہے۔ اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ حضرت بہاء اللہ موعود کل ادیان تھے۔ یعنی سب نبیوں نے ان کی بابت پیش گوئی فرمائی تھی۔ قرآن مجید میں جو الفاظ نباء عظیم، نفخ صور، یوم قیامت، وغیرہ آئے ہیں، ان سے مراد حضرت بہاء اللہ کی بعثت ہے۔ بلکہ لقاء اللہ سے مراد بھی بہاء اللہ کی ملاقات ہے۔ پس ہم آج اس اصولی اعتقاد پر قلم اٹھاتے ہیں تاکہ معلوم ہو بہائی مذہب کا بنیادی پتھر اپنے اندر کتنی قوت رکھتا ہے۔

بہائی مذہب کا آرگن کوکب ہند دہلی تازہ پرچہ میں ختم نبوت کے عنوان سے مظہر ہے:

اى مقبلين الى الله ، عزیزو! وہاب نام کے ذریعہ تمام پرتدہ ہائے ظلمت چاک کرڈالو یقیناً شب دیجور تمہارے پروردگار مطلع انوار کی فجر رحمت سے چمک اٹھی اور یہی دن ہے جس کا تمہیں کتاب میں وعدہ دیا گیا تھا یہی وہ صبح منیر ہے ۔ (کوکب ہند۔۱۹ جنوری ۱۹۲۹ء ص ۱۳)

مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی ظلمت کے زمانہ میں آئے اور آ کر دنیا کو روشن کیا اس کی تشریح میں لکھا ہے:

دور نبوت (سابقہ) جس کی بشارات کا چاند تھا چنانچہ تمام کتب مقدسہ کے مضامین اگر آپ بغور دیکھیں تو ظاہرا و باطناً شروع سے آخر تک اسی نباء عظیم کے گرد طواف کرتے نظر آئیں گے۔
پس ختم نبوت عبث اور بے معنی امر نہیں اور نہ خدائی کمالات کا اختتام ہی ہے بندہ اوہام نہ بنو یقیناً ختم نبوت ایک طرف دور نبوت کا انجام واختتام ہے اور دوسری طرف ایک دور جدید کے آغاز عظیم کا عنوان و پیغام ہے۔ امر بہائی اسی نبا عظیم کا ربانی اشراق ہے تقدیر الٰہی کے مطابق دورع نبوت اپنے انجام ومقام منتہی کو پہنچا ۔ (حوالہ مذکور)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ نبوت محمد یہ کو جو خاتم نبوت کہا جاتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ وہ سابقہ دور کو ختم کر کے آئندہ دور بہائی کے لئے مخبر بنی کیونکہ ایک دور ختم ہو کر دوسرا دور شروع ہوتا ہے اس کے آگے سنئیے لکھا ہے:

آج خاتم النبیین کا مبارک کلمہ یوم یقوم الناس لرب العالمین کے مقام پر منتہی ہوا موعود اس مقام محمود سے جلوہ گر ہوا جس کے باعث غیب وشہود کے غنچہء وجود تبسم انبساط آ گئے ۔ (حوالہ مذکور)

یعنی دور بہائی کے زمانہ میں جو آج کل ہے کلمہ اسلام لا الہ ا لا اللہ محمد رسو ل اللہ منسوخ ہو کر بہاء اللہ، لقاء اللہ، جاری ہوا اب وہ دن آ گیا جس کی بابت کہا گیا کہ یو م یقو م الناس لر ب العا لمین اس سے مراد بہاء اللہ کا آنا ہے۔ اس کی مزید توضیح سنئے۔ لکھا ہے:

نفخ فی الصور لکھ کر لکھا ہے

اسی میقات کو قرآن مجید اور کتب مقدسہ میں یوم الفصل، قیامت، یوم اللہ، اجل اللہ، الیوم الموعود، یوم مشہود، یوم الجمع، یوم الدین، بتایا ہے۔ جملہ اہل ادیان اس ظہور کے قائل اور منتظر ہیں فرق صرف اتنا ہے کہ ہم کہتے ہیں وہ ظہور ہو چکا ہے اور منتظرین ابھی انتظار میں ہی پڑے ہوئے ہیں اس بارہ میں جو بہائی عقیدہ ہے وہ یہ ہے

تمام، خدائی کتابوں میں وہ وعدہ لقاء صریحاً موجود ہے اور اس لقاء سے مراد حق جل جلالہ کے مشرق آیات اور مطلع بینات اور مظہر اسماء حسنیٰ اور مصدر صفات علیا کی لقاء ہے حق بذاتہ وبنفسہ غیب منیع لا یدرک ہے پس لقاء سے مراد اس ہستی کی ملاقات ہے جو بندوں کے درمیان اس کا قائم مقام ہے (یعنی بہاء اللہ) اور اس کے لئے کوئی نظیر و مثال نہیں ہو سکتی کیونکہ اگر اس کا کوئی مانند و ہمسر مشاہد ہو سکے تو اشتباہ و امثال سے اس کی ذات کی تقدیس اور اس کی نیت کی تنزیہہ کیسے پایہ ثبوت کو پہنچے۔

ظاہر ہے کہ اہل اسلام بھی قیامت میں ظہور خداوندی کے قائل ہیں اس کا بندوں سے کلام کرنا مانتے ہیں پس وہ اگر اس صورت میں نہیں ہو سکتا کہ غیب لا یدرک اپنے کسی قائم مقام کی زبان سے اپنی مخلوق کے ساتھ متکلم ہو تو دوسرا کون سا ذریعہ ہے؟ یہی وہ حقیقت ہے جو تمام کتب آسمانی کا جوہر ہے آج خداوند قدوس کے کلام اقدس نے قیامت کے اسرار و حقائق کو صاف صاف آشکار فرما دیا ہے۔ (ص ۱۴۔۱۵)

اس عبارت کا مطلب بھی یہی ہے کہ خدائی لقاء جو قیامت میں ہونیکی خبر آئی تھی اس لقاء سے مراد بہاء اللہ کی لقاء ہے جو بہاء اللہ کے آنے سے بہائیوں کو حاصل ہوئی۔

اس کے بعد مزید وضاحت سے لکھتے ہیں:

ص و النبا العظیم قد اتی الر حمن بسلطان مبین وو ضع المیزا ن و حشر من علی ا لا ر ض اجمعین ۔ قد نفخ فی الصور اذا سکر ت ا لا بصا ر و اضطرب منن فی السما وا ت و الا رضین ا لا من ا خذ تہ نفحا ت ا لآ یا ت و

انـقـطـع عـن الـعـالمين هذا يو م فيه تحد ث ا لا ر ض بما فيها و المجر مو ن اثقا لها لو نكتم من العا رفين و انشق قمر الو هم و اتت السماء بد خا ن مبين تـر ى الناس صر عى من خشية ر بك المقتدر القد ير نـادى ا؛لمنا د و انقعرت اعـجـاز الـنـفـوس ذ لك قهـر شـديـد ۔ ان ا صحا ب الشمال فی زفرة و شهيق واصحاب اليمين فی مقا م كر يم يشر بو ن خمر الحيوا ن من ايادی الر حمن الّا انهـم مـن الـفـا ئز ين قد ر جب ا لا ر ض و مرة الجبال و نرى الملا ئكة مـردفيـن ا خذ السكر اكثر العباد نرى فيو جو ههم آثا ر القهر كذا لك حشر نـا المجر مين (كتا ب مبين)

ترجمہ:ص۔ بناء عظیم کی قسم رحمٰن کھلی ہوئی سلطنت کے ساتھ آ گیا میزان رکھی گئی تمام اہل زمین میں حشر برپا ہو گیا صور پھونکا گیا ایکدم آنکھیں چندھیا گئیں اور بلندیوں اور پستیوں کے رہنے والے گھبرا گئے بجز اس کے جسے نفحات آیات نے آلیا اور وہ تمام جہانوں سے منقطع ہو گیا۔ یہی وہ دن ہے جس میں زمین اپنی چیزوں کی خبر دے رہی ہے اور مجرم پشت زمین کے بوجھ ہیں کاش تم عارفوں میں سے ہوتے۔، وہم کا چاند ٹکڑے ٹکڑے ہو گیا اور آسمان کھلا ہوا دھواں لے آیا، ہم لوگوں کو خدائے مقتدر قدیر کے خوف سے بچھڑا ہوا دیکھ رہے ہیں پکارنے والے نے پکارا۔ نفوس کی بنیادیں ہل گئیں۔ یہ قہر شدید ہے بلاشک بائیں جانب والے جلن اور چیخنے میں مبتلا ہیں اور دائیں جانب والے بزرگی کے مقام میں ہیں رحمٰن کے ہاتھوں شراب زندگانی پی رہے ہیں۔ ہاں وہ کامیاب لوگوں میں ہیں زمین ہلائی گئی اور پہاڑ چل پڑے ورہم فرشتوں کو پے در پے آتے دیکھ رہے ہیں نشہ وغفلت نے بندوں کو گھیرا ہوا ہے ہم ان کے چہروں میں قہر کے آثار دیکھ رہے ہیں ہم نے مجرموں کا حشر ایسا ہی کیا ہے (ص ۱۵۔۱۶)

اس ساری عبارت کا نتیجہ بتایا ہے وہ بھی قابل دید و شنید ہے لکھا ہے:

اس ظہور کلی ربانی سے تمام صداقتیں زندہ ہوئیں اور فیصلہ یوم المآب آشکار ہوا۔ اب تمام مذہبی جنگ وجدائی اور تکرار و تنازعات درگور کردو اور وحدت الٰہی کی روح سے زندہ ہو کر قبور اوہام سے اٹھ کھڑے ہوئے کسی کو بیگانگی کی نگاہ سے مت دیکھو دور وحدت کا خیمہ بلند ہوا کل دنیا ایک وطن ہے۔ کل قوموں کو ایک قوم سمجھو اور کل ملتوں کو ایک ملت۔ درحقیقت کل دنیا کا مذہب اصلی ایک ہی

ہے مگر افسوس کہ لوگ دین کی اصلیت سے بے گانہ اور اشراق حقیقت سے بے بہرہ ہو کر چند فروعی رسوم جو کسی خاص زمانہ وحالات کے دائرہ کے اندر تھیں اور چند خیالات موہوم کے پرستار بنے ہوئے ہیں اور انہی کی وجہ سے مذہبی تفریق اور لڑائی اور دین و دنیا کی تباہی کے سامان بڑھا رہے ہیں باوجودیکہ خدا کی زمین بہت وسیع ہے مگر وہ طرح طرح کی تنگیاں پیدا کر رہے ہیں باوجودیکہ خدائی امر کا آسمان بہت بلند ہے مگر ان کی نگاہیں پستیوں میں ٹکرا رہی ہیں ۔(ص۱۶)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

جس وحدت قومی کا اس اقتباس میں ذکر کر کے چند فروعی رسوم کی طرف اشارہ کیا ہے یہ اشارہ اہل اسلام کی طرف ہے کیونکہ بہائیہ کی رسوم مذہبی مسلمانوں کے طریق مذہبی کے خلاف ہیں جن کا ذکر ہم کبھی کریں گے۔

ناظرین! یہ ہے بہائی بنیادی پتھر کہ نبا عظیم جو تیسویں پارہ قرآن کے شروع میں آیا ہے :

عم یتساء لون عن النبا العظیم ۔

اس نباءِ عظیم سے بہاء اللہ مراد ہیں قیامت بہاء اللہ وغیرہ وغیرہ ۔یہی مضمون بہائیوں کی مقدس کتاب ایقان میں درج ہے جس کے اردو ترجمے کے الفاظ یہ ہیں:

هو الا ول و الآ خر والظاهر والبا طن

اور اسی طرح باقی کے اعلیٰ اسم و افضل صفات بھی ۔پس جو کوئی ان روشنی دینے والے ومقدس انوار اور روشن و چمکتے ہوئے آفتابوں سے فائز وموفق ہو جاتا ہے وہ گویا دیدار خدا حاصل کر لیتا ہے اور مدینہ حیات ابدی میں داخل ہو جاتا ہے ۔یہ دیدار قیامت کے سوا اور کسی وقت حاصل نہیں ہو سکتا۔ یعنی اس وقت جب کہ نفس اللہ اپنے مظہر کلی میں قیام کرتا ہے اور یہی اس قیامت کے معنی ہیں جس کا ذکر سب کتابوں میں آیا ہے اور جس دن کی سب نے بشارت دی ہے۔اب ذرہ سوچیں کہ کیا اس دن سے زیادہ کوئی دن بڑا ابرتر یا بزرگ خیال میں آ سکتا ہے کہ انسان ایسے دن کو ہاتھ سے گنواتا ہے اور اپنے آپ کو اس کے فیوض سے جو حضوری رحمٰن سے ابر نیساں کی طرح جاری ہیں، محروم

رکھتا ہے۔اب جب کہ اس پوری پوری دلیل سے ثابت ہو گیا کہ کوئی دن اس دن سے بڑا اور کوئی امر اس امر سے برتر نہیں، اور باوجود ان تمام محکم و پکی دلیلوں کے جن سے کوئی عقل مند گریز نہیں کر سکتا اور کوئی عارف منکر نہیں ہو سکتا، انسان کیوں اہل وہم وگمان کے پیچھے لگ کر خود کو اس فضل اکبر سے مایوس کرتا ہے۔کیا اس مشہور روایت کو نہیں سنا کہ فرمایا ہے اذا قا م القا ئم قا مت القیا مۃ

(جب قائم (مہدی) قیام کرے گا تو قیامت برپا ہوگی)

اسی لئے آئمہ ہدی اور ان کے نہ مٹنے والے انوار نے اس آیت کی تفسیر

هل ينظرو ن ا لا ان يا تيهم الله في ظلل من الغما م

(کیا یہ لوگ انتظار کر رہے ہیں کہ آوے اللہ ان پر ابر کے سایہ تلے)

جسے قیامت میں واقع ہونے والے یقینی امور میں سے شمار کرتے ہیں حضرت قائم (قائم سے مراد ذات بہاء اللہ ہے۔مدیر اہل حدیث) واس کے ظہور سے کی ہے۔پس اے برادر قیامت کے معنوں کو سمجھ اور ان مردود (مسلمانوں کو کہا ہے۔مدیر اہل حدیث) لوگوں کی باتوں سے کانوں کو پاک کر۔اگر ذرہ عوالم انقطاع میں قدم رکھے تو پکار اٹھے کہ اس دن سے بڑا دن اور اس قیامت سے بڑی قیامت کوئی نہیں آج کے دن ایک عمل ہزار ہا سال کے عمل کے برابر ہے بلکہ اس تحدید سے خدا کی پناہ اس دن کا عمل جزائے محدود سے مقدس ہے مگر یہ بے ہودہ (مسلمانوں کو کہا ہے۔مدیر اہلحدیث) لوگ قیامت و دیدار خدا کے معنی نہ سمجھنے کے باعث اس کے فیض سے بالکل پس پردہ ہو رہے ہیں (ص۱۸۳۔۱۸۵)

ناظرین یہ ہے بہائی عقیدہ کہ ان سب الفاظ واردہ سے مراد بہاء اللہ ہے۔بہت خوب! ہم صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ بہاء اللہ کے آنے سے قیامت ہوئی لقاء الہی بھی ہو گیا لیکن وہ فیصلہ کہاں ہے جس کی بابت ارشاد ہے

ان ر بك هو يفصل بينهم يو م القيا مة فيما كا نوا فيه يختلفون۔ (الم سجدہ)

(قیامت کے روز اللہ لوگوں کے دینی اختلافات کا فیصلہ کریگا

ہاں یہ بھی فرمایئے کہ قیامت کی بات تو یہ بھی آیا ہے

و جو ہ یو مئذ مسفرة ضاحكة مستبشرة وو جو ہ یو مئذ عليها غبرة ترهقها قترة او لئك هم الكفرة الفجرة

کئی منہ اس روز (قیامت کے دن) خوش وخرم ہوں گے کئی ذلیل وخوار ہوں گے یہی کفار نابحار ہوں گے)

اس قسم کی بیسیوں بلکہ سینکڑوں آیات ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ روز قیامت یوم الفصل ہے نہ یوم العمل، بہاء اللہ کے آنے سے قیامت قائم ہوگئی تو یہ نتیجہ کیوں نہیں ہوا۔ ہاں وہی جھگڑے وہی نزاعات و ہی فسادات

وہی فرقت کی بیماری جو پہلے تھی وہ اب بھی ہے۔

قادیانی آواز:

ہم شروع میں کہہ آئے ہیں کہ قادیانی تحریک دراصل بہائی تحریک سے ماخوذ ہے اس لئے اس کی ایک مثال درج کر کے مضمون ختم کرتے ہیں

قرآن مجید کی سورہ قیامت میں ذکر ہے

بل یر ید ا لا نسا ن ليفجر اما مه يسئل ايّا ن يو م القيا مة

(انسان یہی چاہتا ہے کہ میں بدکاری کرتا رہوں۔ (منع کرنے پر) پوچھتا ہے، قیامت کب ہوگی)

خدا تعالی نے اس کا جواب دیا ہے:

فـا ذا بـرق البـصـر و خسف الـقـمـر و جـمع الشمس و القمر يقول الا نسا ن يو ميذ اين المفر كلا لا وزر الى ر بك يو مئذ المستقر

(قیامت اس روز ہوگی) جب آنکھیں پتھرا جائیں گی اور چاند بے نور ہو جائے گا سورج اور چاند جمع کئے جائیں گے اس روز انسان کہیں گے اب کدھر بھاگیں اس روز کہیں پناہ نہ ہوگی صرف تیرے پروردگار کے پاس ہی ٹھکانہ ہوگا)

آیت کا مضمون صاف ہے۔ قیامت کا نام ہے۔ اسی کا ذکر ہے۔ باوجود اس تصریح اور تذکیر کے خلیفہ قادیان میاں محمود احمد فرماتے ہیں اور کیا ہی خوب فرماتے ہیں:

یہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے متعلق پیش گوئی ہے کہ اس وقت چاند اور سورج کو خاص دنوں میں گرہن لگے گا۔ اس دن گھبرا کر مسلمان کہیں گے کہ اب ہماری ترقی کی کوئی صورت نہیں ہے۔ ہمارے لئے مایوسی ہی مایوسی ہے۔ مگر اس وقت خدا کی طرف سے ایسے سامان پیدا کئے جائیں گے کہ جن کے ذریعہ ترقی ہو سکے گی۔ اور خدا تعالی یہ بتائے گا کہ گھبرانے کی کوئی وجہ نہیں ہے....

(فرمایا) اے وہ لوگو! جو یہ کہہ رہے ہو کہ این المفر ہمارے لئے ترقی کرنے کی کوئی صورت نہیں ہے اور وہ تدابیر اختیار کر رہے ہو جو خدا کو چھوڑ کر اور رستے اختیار کر رہے ہو، یاد رکھو کہ جو تدابیر تم اختیار کر رہے ہو یہ تمہیں تباہی سے نہیں بچا سکیں گی۔ آج تمہارے بچانے کیلئے کوئی قلعہ نہیں سوائے اس کے جو خدا نے بنایا۔ آج اگر تمہارا ٹھکانہ ہے تو خدا ہی کے پاس ہے۔ بیشک تم خدا اور اس کے رسول محمد (ﷺ) کو چھوڑ کر شریعت کو ترک کر کے زور لگا لو کچھ فائدہ نہ ہوگا۔ تمہارا اگر ٹھکانہ ہے تو خدا تعالی کے احکام پر چلنے قرآن اور اس کے رسول کے احکام ماننے اور اس کے بھیجے ہوئے مامور (مرزا غلام احمد قادیانی) کی طرف متوجہ ہونے میں ہے۔ (الفضل قادیان ۲۸۔ اگست ۱۹۲۸ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! واللہ ان مدعیان کی ایسی تحریریں دیکھ دیکھ کر ہمیں شبہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن سے مخول کرتے ہیں یا اپنے مریدوں کو.. بناتے ہیں۔

یہ ہیں وہ نکات جن کے ظاہر کرنے کے لئے باپ بیٹا مخالفوں کو چیلنج دیا کرتے تھے جن کا جواب یہی ہے

گر تو قرآن بریں نمط خوانی
ببری رونق مسلمانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء۔ ۴ رمضان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۶ ص ۱۔۴)

....

مناظرہ پٹھان کوٹ

اہل اسلام کی عظیم الشان فتح اور قادیانی مرزائیوں کی شرمناک شکست

جناب شیخ اللہ بخش سکرٹری انجمن نظام المسلمین پٹھان کوٹ لکھتے ہیں:

پٹھان کوٹ ضلع گورداسپور میں بتاریخ ۲۴۔۲۵ نومبر ۱۹۲۸ء ہم اہل اسلام اور قادیانی مرزائیوں کے درمیان مناظرہ ہوا۔ موضوع بحث صدق وکذب مرزا غلام احمد قادیانی تھا۔ ہر روز دو دو اجلاس ہوتے رہے۔ پہلا اجلاس ۸ بجے صبح سے ۱۲ بجے دوپہر تک دوسرا اجلاس ۲ بجے بعد نماز ظہر سے ۶ بجے شام تک۔ دونوں روز کے مناظرہ میں علماء اسلام کو عظیم الشان فتح اور علماء مرزائیہ کو ذلت آمیز شکست ہوئی۔

پہلے روز صبح کے اجلاس میں اہل اسلام کی طرف سے مولانا محمد کرم الدین صاحب بھیں ضلع جہلم اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول صاحب راجیکی مناظر پیش ہوئے۔ قادیانی مناظر نے مرزا قادیانی کی صداقت کے دلائل پیش کیے جن کو مولانا جہلمی نے ایک ایک کر کے دلائل قاہرہ سے توڑا۔

اور مرزا جی کے ہفرض حج کے تارک ہونے،

اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان اور مولوی ثناء اللہ صاحب کی موت کی پیش گوئی کو صدق وکذب کا معیار قرار دے کر ان دونوں کی زندگی میں خود ہلاک ہو جانے سے ان کا کاذب ہونے پر مہر ہو جانے،

محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق ایڑی چوٹی کا زور لگانے اور بقول مرزا آسمان پر نکاح پڑھا جانے کے باوجود مطلوبہ کے وصال کی تمنا دل میں لے کر خائب وخاسر گور میں چلا جانے سے مرزا قادیانی کے کاذب ہونے کے نظائر پیش کیے۔

جن کا جواب دینے سے مرزائی مناظر بالکل ناکامیاب ہوا اور ایسا ذلیل ہوا کہ پھر کسی اجلاس میں کھڑا ہونے کی جرأت نہ ہوئی۔

دوسرے اجلاس میں اہل اسلام کی طرف سے مولانا محمد شفیع صاحب (سنکھترہ ضلع سیالکوٹ) اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتا جالندھری مناظر تھے۔

قادیانی مناظر نے محمدی بیگم والی پیش گوئی کے متعلق تاویلات رکیکہ سے کام لینا چاہا مگر ہمارے فاضلم مناظر کے سامنے دال نہ گل سکی۔

دوسرے روز کے پہلے اجلاس میں مسلمانوں کی طرف سے فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسری اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتا جالندھری پیش ہوئے۔ فاتح قادیان نے مسیح موعود کے متعلق احادیث سے ثابت کیا کہ آپ بقول مخبر صادق فج روحا سے احرام باندھ کر تلبیہ و تہلیل کرتے ہوئے حج بیت اللہ فرمائیں۔ نیز آپ بعد وفات مقبرہ رسول پاک میں جہاں آپ کے ہر دو مصاحب حضرت ابوبکر صدیق وعمر فاروق مدفون ہیں، دفن ہوں گے۔ اور پھر قیامت میں رسول پاک اور اصحاب کرام کے ہمراہ مقبرہ مبارکہ سے اکٹھے اٹھیں گے۔ چونکہ مرزا قادیانی کو نہ حج بیت اللہ نصیب ہوا، نہ مدینہ منورہ میں مقبرہ رسول میں دفن ہوئے، اسلئے سچے مسیح موعود نہ تھے۔

مولانا نے مقبرہ رسول کا ایک نقشہ بھی کتاب وفاءالوفاء سے دکھایا جس میں قبر مسیح کیلئے جگہ چھوڑی ہوئی ہے۔ مولانا کے دلائل کا کوئی جواب مرزائی مناظر سے نہ بن پڑا۔

دوسرے اجلاس میں اہل اسلام کی طرف سے پھر فاضل جہلمی پیش ہوئے اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتا جالندھری۔

مولانا جہلمی نے مرزاجی کے کذب کی فہرست دیتے ہوئے ان کے عجیب غریب الہامات کر پرخچے اڑائے۔ اور تصانیف مرزا سے ثابت کیا کہ

مرزاجی نے نہ صرف رسول پاک اور آپ کے اہل بیت ہی کی کھلے لفظوں میں توہین کی ہے۔
اور حضرت مسیح کی جن کا مثیل ہونے کے مدعی ہیں سخت تذلیل کی ہے۔

بلکہ خدائی کے مدعی ہو کر آسمان و زمین کا خدا کی طرح مالک ہونے

کن فیکو ن کا اختیار رکھنے ،خود کامل خدا کا نام ناقص قرار دینے

نیا آسمان و زمین پیدا کرنے کے کفریہ دعاوی کئے۔

پھر دو سال مریم بن کر پردہ میں نشو ونما پانے ، پھر حاملہ ہو کر دس مہینے کے بعد دردزہ ہونے پر عیسی بچہ جننے کا ہذیان کیا ہے۔

قرآن میں قادیان کا نام ہونے انا انزلناه قريبا من القا ديان کا قرآن میں درج ہونے

پیش گوئیوں کے کاغذ پر خدا کے دستخط لینے، خدا نے مرزا کا تب نادان کی طرح قلم چھڑ کنے،

مرزا اور اس کے مرید کے کپڑوں پر سرخی کے نشان پڑ جانے کے مضحکہ خیز بیانات شائع کئے۔

پھر خدا کے بے شمار ہاتھ پیر اور جسم کے طول وعرض اور تندوے کی طرح تاریں ہونے کا عقیدہ لکھا ہے۔

فاضل کرم الدین جہلمی نے اپنی تقریر میں ان واقعات کو ایسے عجیب انداز میں بیان کیا کہ اہل اسلام تو ایک طرف ،مخالفین بھی مرزائیوں کی ذلت دیکھ کر خوشی کے جاموں میں پھولے نہ سماتے تھے۔ مرزائی جماعت کی یہ حالت تھی کہ اگر زمین جگہ دیتی تو گھس جاتے ۔قادیانی مناظر کی حالت قابل رحم تھی۔ زبان گنگ ہوگئی تھی۔ ناطقہ بند ہو گیا۔ بحالت سراسیمگی خود ہی اپنے خلاف باتیں کہہ دیتا۔ چنانچہ ایک دفعہ مرزا کے مردود خلائق ہونے کا اقبالی ہو گیا۔

غرض مناظرہ کا خاتمہ اہل اسلام کی شاندار فتح اور مرزائیوں کی شرم ناک شکست پر ہوا۔ ہر دو روز ہجوم خلق بے شمار رہا۔ دور دور سے لوگ مناظرہ سننے کے لئے آئے تھے۔ اہل اسلام کے علاوہ آریہ عیسائی صاحبان بھی کثرت سے موجود تھے۔ ایک انگریز پادری صاحب مسمی سٹورٹ تو ہر ایک اجلاس میں شریک ہو کر نقلی عیسائیوں (مرزائیوں) کی ذلت کا مشاہدہ کرتا رہا۔

مسلمانوں کو یہ عظیم الشان فتح مبارک ہو اللهم ايد الاسلا م ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۶ ص ۴۔۵)

تقابل ریفارمران آریہ مرزائیہ با آئمہ رافضہ۔۲

(گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں یہ مضمون درج ہوا ہے۔اس میں قابل مضمون نگار نے ثابت کرنا چاہا ہے کہ سوامی دیانند اور مرزا صاحب نے جو جو سخت کلامیاں کی ہیں آئمہ شیعہ کے نام سے شیعہ نے ان سے بہت زیادہ کی ہیں اور اڈیٹر اہل حدیث کو چیلنج دیا ہے کہ ان کی پیش کردہ دشنامہا کے وزن کے دشنام ان دونوں ریفارمروں کے قلم سے دکھاویں۔گذشتہ پرچہ میں نمبر۴۲ تک درج ہو چکا آج نمبر۴۳ شروع ہوتا ہے۔مدیر اہل حدیث امرتسر)

(مجھے اہل حدیث امرتسر کا وہ پرچہ نہیں ملا،اس لئے اس مضمون کی قسط اول درج نہیں کی جاسکی۔بہاء)

﴾زادالمعاد صفحہ ۵۸۰۔

البتہ بکشائم برروئے کسے کہ غضب کند حق علی را ہزار دراز پست ترین طبقات جہنم کہ آں را فیلوق میگوئند اور او اصحاب او را در قعر جہنم جادہم کہ شیطان ازمرتبہ خود ومشرف شود۔ واو را نفرین کند وآں منافق را در روز قیامت عبرتے گردانم برائے فرعونہا کہ در زمانہ ہائے پیغمبران دیگر بودند۔

القاب جدید: بدتراز شیطان ۴۳۔بدتراز فراعنہ ۴۴

﴾فروع کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵

عن ابی جعفر قال کان الناس اھل ردہ الا ثلاثۃ مقداد ابوذر سلمان ۔یعنی جملہ صحابہ رسول۔

لقب جدید: مرتدین ۴۵

﴾کافی کتاب الروضہ صفحہ ۱۱۵

عن ابی جعفر ان الشیخین فارق الدنیا لم یتو لوا فعلیھا لعنۃ اللہ والملائکۃ و الناس اجمعین .

لقب جدید:ملعون ۴۶

☆حیات القلوب صفحہ۱۹۲،۱۹۳۔

و الشجرة الملعونة فی القر آ ن واعدائے خبیثہ ایشاں دا باں شجرہ خبیثہ وشجرہ ملعونہ تشبیہ دادہ فرمود کہ بعضے ازاں بمنزلہ ریشہ اند مثل ابوبکر وعمر وبعضے شاخ اند مثل بنی عبا سوا مثال ایشاں۔

القاب جدید: شجرہ خبیثہ، ۴۷ ۔شجرہ ملعونہ ۴۸

☆حیاہ القلوب جلد سوم صفحہ ۱۰۵۔

ازحضرت رسول روایت کردہ کہ محشور مے شوند در قیا مت امت من بہ پنج علم ۔اول با فرعون ایں امت کہ ابوبکر است ۔۔دوم سامری ایں امت کہ عمر باشد۔سوم جاثلیق ایں امت کہ عثمان است (یعنی پادری)

لقب جدید: جاثلیق ۴۹

☆زادالمعاد (شیعہ)صفحہ ۱۸۰۔

بررود شکم فاطمہ زہرا زدو برحضرت امیر المومنین (علی)افترا سے (یعنی عمر)

لقب جدید: مفتری ۵۰

☆حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۵۳۲۔

تا آنکہ بدر خیمہء عمر رسیدم او ابوسفیان را شناخت وگفت الحمدللہ کہ بدست ما افتادی وعمر بجانب خیمہ حضرت دوید وگفت یارسول اللہ ابوسفیان را آوردہ اند بے عہد و پیمانے رخصت بدہ تا من گردنش بزنم وعمر را پیوستہ عادت بود کہ اسیرے را دست بستہ مید ید عرق نامردیش بحرکت مے آمد۔

لقب جدید: نامرد ۵۱

☆حیاۃ القلوب جلد سوم صفحہ ۲۰۶۔

پس آنہا کہ درعذاب خواہند شد دشمنان آنحضرت اند کہ حق اورا غصب کردند در دنیا و بنا حق پادشاہی یافتند وخدا مہلت داد ایشاں را۔

القاب جدید: دشمن ۵۲۔غاصب ۵۳

حیاۃ القلوب جلد سوم صفحہ ۲۹، ۱۲۴، ۱۲۵۔

ہر کہ انکار یا اظہار عداوت امام کند مشرک است یعنی بت پرست۔ مشرکاں آنہا اند کہ با علی در خلافت قرار دادہ اند و آنہا کہ امیر المومنین را از مرتبہ اول خلافت بمرتبہ چہارم قرار دادہ اند۔

القاب جدید: مشرک ۵۴۔ بت پرست ۵۵

حیاۃ القلوب جلد دوم صفحہ ۷۲۸۔

عائشہ دختر ابوبکر بود و تا خلافت معاویہ زندہ بود و عمرش شومش بہفتا درسید۔

لقب جدید: شوم ۵۶

مجالس المومنین صفحہ ۲۲۳

شاگردی ابوحنیفہ نسبت بامام جعفر ایں قدر بودہ کہ ازاں حضرت بعضے از احادیث شنیدہ و چوں و چوں آنحضرت ﷺ اور امردودان میدانستند از وتقیہ مے نمود۔

لقب جدید: مردود ۵۷

حیاۃ القلوب جلد سوم صفحہ ۱۳۹۔

غیر المغضوب علیھم و لا الضالین صادق فرمودہ کہ آنہا کہ غضب کردہ شدہ بر آنہا ناصبیاں یعنی جمیع سنیاں اند۔ وگمراہان یہود و نصاری۔

لقب جدید: مغضوب ۵۸

حیات القلوب جلد سوم صفحہ ۲۰۶

و آفاق تنگ کردن زمین است بر سنیاں در زمان قائم (مہدی) و بعضے از سنیاں در آں زمان بصورت حیوانات مسخ خواہند شد۔

لقب جدید: حیوانات ۵۹

۞ اصول کافی صفحہ ۳۴۴

یقتلہ عفریت۔،

لقب جدید: عفریت ۶۰

۞ بحرالانساب صفحہ ۲۱۵۔

پس خداوند عالم آنحضرت را از انظار فساق و فجار و ظلام و منافقین و کفار اشرار غائب و مخفی فرمود ۔

القاب جدید: فساق ۶۱۔ ظلام ۶۲۔ کفار اشرار ۶۳

۞ ایضا بحرالانساب صفحہ ۲۱۶۔

واقع شدہ است درگردن (ہر امام) بیعت طاغی کثیر الطغیان۔

لقب جدید: طاغی کثیر الطغیان ۶۴

۞ ایضا بحرالانساب صفحہ ۲۴۳۔

ہادی باضلالت فرعونی وقساوت شدادی خلیفہ شد۔

لقب جدید: شداد ۶۵

۞ حلیۃ المتقین صفحہ ۱۲۹۔

وآبے کہ درحمامہائے سنیاں جمع شوند از غسل مکن کہ دراں غسالہ یہود یہود ونصرانی وگبر دشمن اہل بیت کہ از ہمہ بدتر است جمع مے شود وخدا خلقے از سگ نجس تر پیدا نکردہ ودشمن ما اہل بیت از سگ نجس تر است۔

القاب جدید: یہود ۶۶۔ نصرانی ۶۷۔ گبر ۶۸۔ سگ نجس ۶۹

۞ حیات القلوب جد سوم صفحہ ۱۹۵

از صادق روایت کردہ کہ ایں آیہ درشان سنیاں است کہ دررجعت خوراک ایشاں قذرہ خواہد بود ،

لقب جدید: برا خوار۔ ۷۰

نوٹ: حوالجات مذکورہ تو پہلے شیعہ مصنفوں کے ہیں۔اب ذرہ آج کل کے روافض کی بھی سنئے جو درحقیقت

اپنے بزرگوں کی روش پر چل رہے ہیں۔

اخبار درنجف سیالکوٹ ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء، صفحہ ۶۔

سنیوں کا ایمان موجودہ قرآن شریف پر ہے اور نہ ہوسکتا ہے اور جناب رسول اللہ کو یہ لوگ (معاذ اللہ) خاطی گنہگار غیر معصوم کافر اور بت پرست ڈاکو شہوت پرست اور بے عقل وغیرہ مانتے ہیں

القاب جدید: خاطی ۷۱۔ گنہگار ۷۲۔ غیر معصوم ۷۳۔ ڈاکو ۷۴۔ شہوت پرست ۷۵۔ بے عقل ۷۶

نوٹ کیا کسی مسلمان کے دل میں ایسے ناپاک خیالات کا گذر ہوسکتا ہے جیسا کہ اس زبان دراز نے سنیوں کو آڑ بنا کر یہ جگر دوز و ایمان سوز کلمات سرور عالم ﷺ کی نسبت استعمال کئے ہیں کیا اہل سنت کچھ عبرت حاصل کریں، بنگش۔

درنجف ۲۴ جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۷۔

بدر واحد کے فراریوں کو آپ بزرگان دین میں شمار کریں ہمارے نزدیک فاروق اعظم وصدیق اکبر (یعنی علی) کی متابعت فرض ہے نہ آثم خائن غادر کاذب کی محبت۔

القاب جدید: آثم ۷۷۔ غادر ۷۸۔ کاذب ۷۹

درنجف ۱۵۔۲۴ مارچ ۱۹۲۵ء صفحہ ۷۔

حضرت عثمان خلیفہ اجماعی کو کتاب اللہ وسنت کے خلاف روش اختیار کرنے اور بدعات جاری کرنے اور بیت المال کے غبن کے الزام پر قتل کر دیا اور بغیر غسل و جنازہ کے حش کوکب یہود کے گورستان میں دفن کیا گیا (یعنی جنت البقیع جس میں حضرت فاطمہ امام حسن وغیرہ دفن ہیں بنگش)۔

القاب جدید: بدعتی ۸۰۔ غابن ۸۱، حش کوکب ۸۲

درنجف ۱۵ اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۷۔

گستاخانہ بے ادبانہ گفتگو صلح حدیبیہ میں حضرت عمر نے جناب رسول اللہ سے کی اور قرآن شریف کی صریح مخالفت کی اور فیصلہ آنحضرت ﷺ سے ناراضگی اور انحراف ظاہر کیا۔

القاب جدید: گستاخ ۸۳۔ بے ادب ۸۴۔ منحرف ۸۵

۞ درنجف یکم اکتوبر ۱۹۲۴ء صفحہ ۴۔

کم بخت نے شیعیت کو کسی بوڑھے جاہل کی مشیخت و خلافت سمجھا ہے۔

لقب جدید: بوڑھے جاہل (ابوبکر) ۸۶

۞ درنجف ۸ جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۶

جب دغا دی وقت مشکل ہم نشین غار نے
آفرین صد آفرین کہتا ہے عترت بر بشر

لقب جدید: دغاباز ۸۷

۞ درنجف ۱۵۔ اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۸۔

لباس فاخرہ میں مزین ہوکر رسول کو ایذا دینے والے حضرت ثانی،

لقب جدید: موذی (عمر فارق) ۸۸

۞ درنجف ۸ جون ۱۹۲۳ء صفحہ ۵

تمہاری تیغ نے اعداء کے سرتن سے اتارے تھے۔ بزکوہی کا تمغہ مل گیا پلٹے علم لے کر، (یعنی عمر فاروق)

لقب جدید: بزکوہی ۸۹

۞ درنجف یکم جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۴۔

بی بی عائشہ کی زہر خورانی، جناب بی بی عائشہ نے آنحضرت ﷺ کو دوا کے بہانے زہر دے کر کام تمام کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کو تلخی و سکرات موت سب سے زیادہ ہوئی (حضرت صدیقہ کو قتل پیغمبر کا مجرمہ قرار دیا)

لقب جدید: قاتلہ رسول ۹۰

اطلاع: سابقہ کتب شیعہ کے حوالجات تو بے شک قابل ذکر ہیں مگر درنجف کے حوالے شائد ساری جماعت شیعہ پر حجت نہ ہوں اس لئے جتنے درج ہوئے بطور نمونہ کافی جان کر باقی کو حذف کیا جاتا ہے ناظرین

ہمارے قابل نامہ نگار غلام احمد خان صاحب آف ہنگو کی محنت کی داد دینے کو اس کے پہلے پرچہ کا ورق نکال کر الگ کر کے جلد کے شروع میں لگالیں۔آئندہ پرچہ میں جواب نکلے گا۔انشاءاللہ

(اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۶ ص ۷۔۸)

....

قادیانی اور دیانند سوامی سب سے بڑھ کر ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے ہمارا رسالہ، ہندوستان کے دو ریفارمر، شائع ہوا ہے جس میں ہم نے ان دونوں رفارمروں (مرزا صاحب قادیانی اور سوامی دیانند) کے اپنے الفاظ میں دکھایا ہے کہ یہ دونوں صاحب اپنے مخالفوں کو مکروہ الفاظ سے یاد کرنے میں سب سے بڑھ کر تھے، تب ہی سے ناظرین میں یہ امر زیر غور آرہا ہے کہ ایسے بڑے ریفارمر کہلانے والے ایسے ایسے الفاظ استعمال کریں تو عوام کالانعام کس شمار وقطار میں ہوں گے۔

ہمارے ناظرین میں جناب خانزادہ غلام احمد خان آف ہنگو کو شیعہ لٹریچر سے خاص دلچسپی ہے ۔انہوں نے اپنے حسب مذاق ہمارے دعوی کے جواب میں یہ دعوی کیا ہے کہ آپ ان دونوں رفارمروں کی بدکلامی کے باعث ان کو اول درجے پر سمجھتے ہیں، یہ دعوی آپ کا غلط ہے میں بتاؤں کہ شیعوں کے امام یا مصنف اس خصوص میں بڑھ کر ہیں چنانچہ انہوں نے اپنے دعوی کے ثبوت میں ایک لمبا مضمون بھیجا جو اہل حدیث مورخہ ۸۔۱۵ فروری ۱۹۲۹ء میں درج ہو چکا ہے۔

خان صاحب موصوف نے اپنے مضمون میں ۱۳۹ نمبر دشنام ہاء شیعہ لکھے تھے جن میں سے ہم نے ۹۰ درج کئے باقی کو دانستہ ترک کر دیا جس کی وجہ پرچہ اہل حدیث ۱۵ فروری میں بتائی گئی حسب اعلان ہم بھی اپنا ثبوت دینے کا حق رکھتے ہیں ابھی ہم نے اس کام کے لئے قلم نہ سنبھالا تھا کہ ہمارے ناظرین میں سے ایک

صاحب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری بیچ میں آ گئے کہ میں جواب دیتا ہوں چنانچہ ان کا جواب درج ذیل ہے۔

مدیر اہل حدیث امرتسر۔

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! جناب خان صاحب غلام احمد بنگش کا مضمون بعنوان تقابل ریفارمران اخبار اہل حدیث میں نکلنا شروع ہوا میرے دل میں یہ خیال چٹکیاں لیتا رہا کہ خان صاحب مضمون ختم کرلیں تو میں مولانا ثناء اللہ صاحب سے اجازت لے کر خان صاحب کو بتاؤنگا کہ اس فن (سب وشتم) میں ہمارا پنجابی مسیح بڑھ کر ہے۔ بڑھ کر ہونے کی وجہ یہ ہے کہ رافضہ نے حضرات صحابہ کو کچھ کہا، مگر ہمارے پنجابی مسیح نے حضرات انبیاء و ہدف بنایا ہے۔ یہ تو سب غیر مسلم جانتے ہیں کہ حضرات انبیاء حضرات صحابہ سے بہت افضل ہیں اس لئے جو شخص حضرات انبیاء کو سب وشتم کرے وہ اس سے بڑھ کر ہوگا جو صحابہ کرام کو برا کہے پس خان صاحب اس اصول سے میرے پیش کردہ حوالجات غور سے پڑھیں اور انصاف سے کہیں کہ ہمارا پنجابی مسیح آئمہ رافضہ سے اس خصوص میں بڑھ کر ہے یا نہیں؟

نام کتاب۔ دافع البلاء صفحہ ۲۶۔ الفاظ مرزا قادیانی:

مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحی نبی کو اسپر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آ کر اپنی کمائی کے کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا ہو یا ہاتھوں ...سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی اسی وجہ سے خدا نے قرآن میں یحی کا نام حصور رکھا مگر مسیح کا یہ نام نہ رکھا۔

القاب: شرابی، حرام مال استعمال کرنے والہ، بد تعلق، غیر حصور

تشریح بقلم مرزا: شراب خوری ام الخبائث ہے (نصرۃ الحق یعنی براہین پنجم) مرزا صاحب کے اس قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت مسیح، خدا کی نظر میں بھی معتوب تھے۔

ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴۹۔ (مرزا قادیانی کو مرض ذیابیطس میں کسی شخص نے افیون کھانے کا مشورہ دیا تو فرمایا) اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا مسیح افیونی۔ تمسخرانہ طور پر شرابی کا لقب دیا۔

۵۔ تشریح: یورپ کے لوگ جو شراب پیتے ہیں اسکا سبب بھی یہی فعل مسیح ہے (مفہوم حاشیہ کشتی نوح۔ص ۶۵)

چشمہ مسیحی صفحہ ۹: حضرت عیسی علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اسپر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھایا اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ مگر خود اس بدزبانی میں اس قدر بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا اور ہر ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں... اخلاقی معلم کا فرض یہ ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔

القاب: بداخلاق۔ لم تقولون ما لا تفعلون کا مصداق، بدزبان، گالیاں دینے والا۔ ۶، ۷، ۸، ۹۔

تشریح:

> سنو! میرے نزدیک وہ بڑا ہی خبیث ملعون اور بدذات ہے جو خدا کے برگزیدہ اور مقدس لوگوں کو گالیاں دیتا ہے (صفحہ ۱۹۔ البلاغ المبین مرزا جی کا آخری لیکچر لاہور)

اعجاز احمدی صفحہ ۲۵۔

> افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسی کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اسکی نظیر کسی نبی میں بھی پائی نہیں جاتی۔ شائد خدائی کے لئے یہ بھی ایک شرط ہو گی

القاب: غبی الطبع، دعوی الوہیت کا مخفی الزام۔ ۱۰، ۱۱۔

تشریح: توہین انبیاء کفر ہے (انوار الاسلام۔ص ۳۴)

اخبار الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء۔ مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا جب استاد کے سامنے اسکے حسن و جمال کا تذکرہ کر بیٹھا تو استاد نے اسکو عاق کر دیا... یہ بات پوشیدہ نہیں کہ کس طرح وہ مسیح ابن مریم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا۔

القاب: عاشق طبع، نامحرم عورتوں سے ملنے والا، بازاری عورت سے عطر ملوانے والا، حسن پرست۔۱۲، ۱۳،۱۴،۱۵۔

تشریح: حضرت مسیح کا ایک عورت سے عطر ملوانا بہت عمدہ فعل تھا اور اس پر اعتراض کرنا بے ہودہ پن ہے (بدر ۴ مئی ۱۹۰۸ء)۔ یہودی کہتے ہیں کہ مسیح ایک لڑکی پر عاشق ہو گیا تھا مگر یہ بات بے اعتبار ہے (اعجاز احمدی۔ص ۲۵)

ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵ تا ۸: یسوع کی تمام پیشگوئیوں سے جو

۱۔عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اگر ایک پیش گوئی بھی اس پیشگوئی (آتھم) کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت ہو جائے تو ہم ہرتاوان دینے کو تیار ہیں اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں ہی کیا تھیں۔،

۲۔صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑیں گے لڑائیاں ہوں گی پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی پیشگوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنا لیا کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے، کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے اور کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا پیش گوئی کیوں نام رکھا محض یہودیوں کے تنگ کرنے کو۔اور

۳۔جب معجزہ مانگا گیا تو یسوع صاحب فرماتے ہیں ان کو کوئی معجزہ دکھایا نہیں جائے گا دیکھو یسوع کو کیسی سوجھی اور کیسی پیش بندی کی اب کوئی حرام کار بنے تو اس سے معجزہ مانگے۔یہ تو وہی بات ہوئی جیسا کہ ایک شریر مکار جس میں سراسر یسوع کی روح تھی...سو یسوع صاحب کی بندشوں پر قربان ہی جائیں اپنا پیچھا چھڑانے کو کیسا داؤ کھیلا۔۔اسی بنا پر

۴۔ہتھیار بھی خریدے اور شہزادہ بھی کہلایا، مگر تقدیر نے یاوری نہ کی معلوم ہوتا ہے آپ کی عقل بہت موٹی تھی آپ جاہل عورتوں اور عوام الناس کی طرح مرگی کو بیماری نہیں سمجھتے تھے بلکہ جن کا آسیب... ہاں آپ کو بدزبانی کی اکثر عادت تھی ادنی ادنی بات میں غصہ آجاتا اور اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے ....آپ تو گالیاں دیتے تھے مگر یہودی ہاتھ سے کسر نکال لیا کرتے تھے...آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی۔

القاب: مردہ خدا، درماندہ انسان، مردہ، نادان، شریر، مکار، پیش بندی کرنے والا، داؤباز، موٹی عقل والا، جاہل، بدزبان، مغلوب الغضب، جھوٹا ۱۷ تا ۲۸۔

تشریح: جن فقروں پر ہم نے نمبر لگائے ہیں مرزا جی کو اقرار ہے کہ ان کا فاعل قائل حضرت عیسیٰ تھا دیکھو:

۱۔دافع البلاء ص ۱۲۔البلاغ المبین آخری لیکچر، ۲، ازالہ اوہام طبع اول جلد اول صفحہ ۳، ۳: نصرۃ الحق صفحہ ۲۲، ۴: تصدیق النبی صفحہ ۶۸، ۵ چشمہ مسیحی صفحہ ۹، ۶۔اعجاز احمدی صفحہ ۱۴۔

حاشیہ ازالہ اوہام جلد ا صفحہ ۴۔۵ طبع سوم:

حضرت مسیح کی تہذیب اور اخلاقی حالت پر ایک سخت اعتراض وارد ہوتا ہے ...فقیہوں اور فریسیوں کو مخاطب کر کے حضرت مسیح نے نہایت غیر مہذب الفاظ استعمال کئے بلکہ تعجب تو یہ ہے کہ ان یہودیوں کے بزرگوں نے نہایت نرم اور مودبانہ الفاظ سے سراسر انکساری کے طور پر حضرت مسیح کی خدمت میں یوں عرض کی ...مگر اس کے جواب میں ... یہ الفاظ استعمال کئے کہ اس زمانہ کے بد اور حرام کار لوگ نشان ڈھونڈتے ہیں۔الخ۔اور پھر اسی پر بس نہیں کی بلکہ وہ ان بزرگوں کو ہمیشہ دشنام دہی کے طور پر یاد کرتے رہے کبھی انہیں کہا: اے سانپ کے بچو (دیکھو متی باب ۲۳ آیت ۳۳) کبھی انہیں کہا: اندھے، دیکھو متی باب ۱۵ آیت ۱۴، کبھی ان کا نام سور کتے رکھا، کبھی انہیں احمق جہنمی کہا۔، حالانکہ آپ ہی حلم اور خلق کی نصیحت دیتے ہیں بلکہ فرماتے ہیں کہ جو کوئی اپنے بھائی کو احمق کہے جہنم کی آگ کا سزاوار ہوگا۔

القاب: بدتہذیب، بداخلاق، غیر مہذب الفاظ استعمال کرنے والا، دشنام دہ، فحش زبان، بے علم جہنمی۔ ۲۹ تا ۳۵۔

تشریح: یہ چاروں انجیلیں جو یونانی سے ترجمہ ہو کر اس ملک میں پھیلائی جاتی ہیں ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں (تریاق القلوب۔ص ۸)

....

انجام آتھم صفحہ ۳۸ (عیسائی)اس شخص کو تمام عیبوں سے مبرا سمجھتے ہیں

جس نے خود اقرار کیا کہ میں

۱۔نیک نہیں ہوں اور جس نے

۲۔شراب خوری قمار بازی اور

۳۔کھلے طور پر دوسروں کی عورتوں کو دیکھنا جائز رکھ کر بلکہ

۴۔آپ ایک بدکار کنجری سے اپنے سر پر عطر کی کمائی کا تیل ملوا کر ،

اوراس کو یہ موقع دے کر کہ اس کے بدن سے بدن لگائے اپنی تمام امت کو اجازت دے دی کہ ان باتوں سے کوئی بھی حرام نہیں ۔سو ایسے شخص کو تو انہوں نے خدا بنا لیا مگر خدا کے پاک نبیوں کو... گالیاں دینا شروع کر دیا...نہایت شرم کی بات ہے کہ آپ نے پہاڑی تعلیم کو جو انجیل کا مغز کہلاتی ہے یہودیوں کی کتاب طالمود سے چرا کر لکھا پھر ایسا ظاہر کیا کہ یہ میری تعلیم ہے ..آپ کا ایک یہودی استاد تھا۔آپ نے تورات کو سبقا سبقا پڑھا۔معلوم ہوتا ہے کہ یا تو تورات نے آپ کو زیرکی سے کچھ بہت حصہ نہیں دیا یا استاد کی شرارت ہے کہ اس نے آپ کو محض سادہ لوح رکھا بہر حال آپ علمی اور عملی قوی میں بہت کچے تھے اسی وجہ سے آپ ایک دفعہ شیطان کے پیچھے چلے گئے... عیسائیوں نے آپ کے بہت معجزات لکھے ہیں مگر حق یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔اس دن سے کہ آ نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اوران کو ولد الحرام ٹھہرایا...شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا آپ کا یہ کہنا کہ

۹۔میرے پیرو زہر کھائیں گے تو ان پر کچھ اثر نہیں ہوگا یہ بالکل جھوٹ نکلا...اور ایسا ہی

۱۰۔آپ یہ فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ جا اور وہ اٹھ جائے گا یہ کس قدر جھوٹ ہے ...ممکن ہے کہ آ نے معمولی تدبیر سے کسی شب کور وغیرہ کا علاج کیا ہو...مگر بدقسمتی سے اس زمانہ میں ایک تالاب ۱۱ بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے...اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے...اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ اگر آپ سے کوئی

معجزہ بھی ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اس تالاب کا ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکرو فریب کے اور کچھ نہیں تھا... آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا مگر شائد یہ بھی خدائی کیلئے کوئی شرط ہوگی... آپ وہی حضرت ہیں جنہوں نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ یہ تمام لوگ ابھی زندہ ہوں کہ میں پھر ۱۲ واپس آ جاؤں گا حالانکہ نہ صرف وہ بلکہ انیس نسلیں مر چکیں مگر آپ تشریف نہ لائے۔

القاب: بد، شراب خور، قمار باز۔ بدنظر، مال حرام استعمال کرنیوالا، خارج از انبیاء طیبین، چور، قوی عملیہ وعلمیہ میں کچا، گندہ ذہن، مکار، فریبی، پلید وجود والہ ۳۶ تا ۴۷

ہم نے جن فقروں پر نمبر دیئے ہیں مرزا کو اقرار ہے کہ ان افعال کا فاعل حضرت عیسی ہے ا۔ دیکھو نور الحق صفحہ ۷۶۔ ۲ کشتی نوح کا حاشیہ صفحہ ۶۵۔ ۳ الحکم ۲۱ فروری ۱۹۰۲ء، ۴، بدر ۴ مئی ۱۹۰۸ء، ساتواں فقرہ دیکھو جنگ مقدس تقریر ۳ جون۔ نمبر ۸ چشمہ مسیحی صفحہ ۸ نمبر ۹۔ جنگ مقدس تقریر ۲۶ مئی ۱۸۹۳ء، نمبر ۱۰ جنگ مقدس تقریر مذکور بالا۔ نمبر ۱۱ ازالہ اوہام ص ۷، نمبر ۱۲ النصرۃ الحق صفحہ ۱۰۱۔۱۰۲۔ تیرھواں فقرہ چشمہ مسیحی صفحہ ۹

بدر ۹ مئی ۱۹۰۷ مرزا کی ڈائری: اخبار بدر کا اڈیٹر لکھتا ہے:

دوبارہ آمد: فرمایا ایک دفعہ حضرت مسیح دنیا میں آئے تھے تو اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ کئی کروڑ مشرک ہو گئے دوبارہ آ کر وہ کیا بنائیں گے کہ لوگ ان کی آمد کے خواہش مند ہوں۔

القاب: وجود مسیح بنیاد شرک۔ ۴۸

تعجب: ناظرین حیران ہوں گے کہ مرزا صاحب نے یہ جو کچھ فرمایا ہے ایک ایسے نبی اولوالعزم رسول کے حق میں فرمایا ہے جس کے حق میں خود ہی لکھتے ہیں:

خدا کا دائمی پیارا دائمی محبوب دائمی مقبول یسوع ایک بندہ خدا جس کو عبرانی میں یسوع کہتے ہیں۔ تحفہ قیصریہ چشمہ مسیحی وغیرہ

باقی ہنوز بہت۔ خادم امت مرزا محمد عبداللہ معمار کٹڑہ کرم سنگھ امرت سر

اطلاع: سوامی دیانند والا حصہ ابھی باقی ہے جو آئندہ ادا کیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ مدیر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۲۹ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۸ ص ۶۔۹)

....

قادیانی وفد گورنر کے حضور

(ہم ہی حضور کے خدام ہیں)

۲۱ جنوری ۱۹۲۹ء کو قادیانی وفد نے حضور گورنر پنجاب کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی وفاداری کا اظہار یا بالفاظ تجدید ایمان کیا ہمیں اس پر کوئی اعتراض نہیں ہر سوسائٹی اور جماعت اپنے لئے جو بہتر راستہ جانے اختیار کیا۔

ہاں ہمیں اعتراض یا تنقید ہے تو اس بات پر ہے کہ وفد مذکور نے حاضر ہو کر وہی کام کیا جو خواجہ حالی ایسے لوگوں کے حق میں کہہ گئے ہیں:

جب تک نہ ہو دشمن ایمان پکا
مومن کا نہیں ہوتا ہے ایمان پکا
ہم قوم کی خیر مانگتے ہیں حق سے
سنتے ہیں کسی کو جب مسلمان پکا

وفد مذکور نے اپنے بانی کے واقعات تاریخی بتا کر سب سے پہلے جو فقرہ گورنر کے سامنے عرض کیا وہ یہ تھا یہ کہ:

خونی مہدی کا انتظار: جب حضرت مرزا غلام احمد نے مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعوی کیا تو تمام دنیا کے مسلمان ایک ایسے مہدی کی آمد کے منتظر تھے جو آ کر تمام غیر مسلموں سے جہاد کرے گا اور

کفار کو بزور شمشیر داخل اسلام کرے گا اور وہ ہماری جماعت کے مقدس بانی کے دعوی کو سن کر جو اپنی مثال حضرت یسوع مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی طرح ایک حلیم الطبع اور امن پسند منادی کی صورت میں ظاہر ہوا۔ بہت افروختہ ہوئے۔ اس دعوی کو سن کر ہر طبقہ کے مسلمانوں کی طرف سے مخالفت کا جو طوفان برپا ہوا اس کی نظیر ہندوستان کی مذہبی تاریخ میں نہیں ملتی۔ (الفضل ۱۲ فروری ۱۹۲۹ء ص ۳)

معلوم نہیں اس فقرہ کے لکھنے سے وفد اور وفد کے امام قادیانی خلیفہ کو کتنے ایکڑ اراضی ملنے کی امید ہے اگر نہیں تھی تو اتنے بڑے جھوٹ کو منہ سے کیوں نکالا کیا بے فائدہ اور عبث جھوٹ بول کر حکام کو مائل کرنے میں کامیابی سمجھنا کسی مذہبی جماعت سے ممکن ہوسکتا ہے، کوئی مسلمان ایسا عقیدہ نہیں رکھتا کہ:

حضرت مہدی غیر مسلموں کو بزور شمشیر داخل اسلام کریں گے

یہ ایسا سفید نہیں سیاہ بہتان ہے کہ اس کی مثال نہیں ملتی

ہاں مسلمانوں کا عقیدہ حضرت مہدی کے حق میں وہی ہے جو حدیث میں آیا ہے کہ امام مہدی کے آنے سے پہلے تمام زمین ظلم سے بھر جائے گی ان کے آنے سے عدل وانصاف سے بھر جائے گی ملئت عدلاً کما ملئت جوراً۔ ہر قوم کے لوگ ان کے اثر صحبت سے خود بخود اسلام میں کھنچے آئیں گے چنانچہ یہی عقیدہ مرزا صاحب قادیانی نے قبل دعوی مہدویت خود بھی براہین احمدیہ میں حضرت مسیح کے حق میں لکھا ہوا ہے

کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام جمیع اطراف میں پھیل جائے گا (ص ۴۹۹)

مختصر یہ ہے کہ حضرت مہدی کو خونی مہدی کہنا اور ان کی بابت مسلمانوں کا یہ اعتقاد بتانا کہ غیر مسلموں کو جبراً اسلام میں داخل کریں گے، صریح بہتان اور کذب بیانی ہے۔

اسی وفد نے یہ بھی ظاہر کیا کہ ہم جملہ بانیان مذاہب کو خدا کی طرف سے جانتے ہیں یعنی ان کی عزت کرتے ہیں اس کے جواب میں ایک ایسی مقدس ہستی کا نام پیش کرتے ہیں جس کو نا صرف مسلمان بلکہ گورنر اور ان کی ساری قوم مقدس مانتی ہے یعنی مسیح ؑ ان کی بابت قادیانی مذہب کے بانی کے شستہ الفاظ گذشتہ پرچہ اہل حدیث میں بہت سے درج ہو چکے ہیں آج بھی ایک فقرہ درج ذیل ہے جس سے قادیانی وفد کی راست گوئی اور بانی مذہب قادیانی کی اندرونی صفائی کا پتہ لگتا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

مسیح کا چال چلن، کھاؤ پیؤ، شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا

..(مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

اعیان اسلام! کیا یہودی، مسیح کی شان میں اس سے زیادہ کچھ کہتے یا کہہ سکتے ہیں؟

اس کے علاوہ وفد مذکور نے گورنمنٹ کے حضور اپنی خدمات اور وفا داری کا ذکر کیا ہے جس سے بحیثیت مذہبی ہمیں کوئی بحث نہیں ہاں ایک معزز عہدہ دار ڈپٹی کمشنر گورداسپور کے الفاظ ہم نقل کرتے ہیں جنہوں نے جماعت مرزائیہ کے متعلق خاص قادیان کے دورے میں رائے ظاہر کی تھی جو خود قادیانی روایت سے ثابت ہے۔ کتاب سیرۃ المہدی (مصنفہ مرزا بشیر پسر مرزا صاحب آنجہانی) میں لکھا ہے کہ

صاحب ڈپٹی کمشنر گورداسپور دورہ کرتے ہوئے قادیان میں آئے مرزائی وفد ان سے ملنے گیا تو انہوں نے کہا: میں خوب سمجھتا ہوں کہ یہ جماعت (مرزائیہ) کیوں بن رہی ہے اور میں تمہاری باتوں سے ناواقف نہیں اور میں اب جلد تمہاری خبر لینے والا ہوں اور تم کو پتہ لگ جائے گا کہ کس طرح جماعت بنایا کرتے ہیں۔ (سیرۃ المہدی۔ص ۱۲۰)

ہم نہیں کہہ سکتے کہ ڈپٹی کمشنر نے کس بنا پر یہ فقرے کہے تھے۔

وفد مذکور نے اپنی تعلیمی کوشش کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا ہے کہ تعلیم یافتہ جماعت میں ہم احمدی لوگ فی صدی چالیس ہیں۔ ہم نہیں جانتے یہ دعوی کہاں تک صحیح ہے سب سے پہلے اس دعوی کی تصدیق لاہور سے ہونی چاہیے لیکن بحیثیت مذہب، اہل حدیث، کو اس سے سروکار نہیں۔

نوٹ:

وفد مذکور اپنے اڈریس میں اگر ہم مسلمانوں کی دل آزاری نہ کرتا تو ہم کو اسکی نسبت لکھنے کی حاجت نہ تھی: ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۲۹ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۹ ص ۲۔۳)

مرزا اور بہاء

جناب منشی محمد حسین صاحب صابریؒ بریلی سے لکھتے ہیں:

مکرم محترم مولانا مدظلہ العالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء میں، مرزا اور بہاء، کے عنوان سے ایک لیڈنگ آرٹیکل نکلا ہے۔وہ خوب ہے۔

فی الحقیقت آج قادیانی مشن کے ساتھ بہاہیت کا ذکر ہونا بھی ضروری ہے میرا خیال ہی نہیں بلکہ مجھے یقین ہے کہ آئندہ زمانہ میں مرزائیت پر مضمون لکھنے والے ساتھ ساتھ بہاہیت کا بھی ضرور ذکر کیا کریں گے کیونکہ یہ دونوں مذاہب ایک ہی اصول اور ایک ہی لائن پر گامزن ہیں۔فرق صرف آگے پیچھے یا استاد شاگرد کا سا ہے۔

مضموم مذکور بالکل درست اور صحیح لکھا گیا ہے صرف صفحہ ۲ کا حاشیہ نمبر ا، یعنی، قائم سے مراد ذات بہاء اللہ ہے، صحیح نہیں۔ایقان کی جس عبارت پر حاشیہ مذکور لکھا گیا ہے وہاں قائم سے مراد بہاء کی ذات نہیں بلکہ اس سے مراد جناب محمد علی باب ہیں جن کو اہل بہاء قائم آل محمد اور امام مہدی وغیرہ مانتے ہیں۔

دراصل یہ کتاب ایقان، جناب بہاء اللہ نے اس وقت تصنیف کی تھی جب کہ وہ خود ابھی مدعی نہ تھے صرف بابی فرقے میں بطور لیڈر کے کام کرتے تھے اور یہ کتاب مذہب بابیہ ہی کی حمایت میں لکھی گئی تھی خود جناب بہاء اللہ دوسرے بابیوں کی طرح علی محمد باب کے موعود من یظهره الله (وہ جس کو خدا ظاہر کرے گا) کے انتظار میں تھے۔

جناب بہاء اللہ نے یہ دعوی کیا کہ وہ شخص جس کی بشارت من یظهره الله کے نام سے باب نے دی تھی وہ میں ہی ہوں، تو بابیوں نے اعتراض کیا کہ باب نے تو، من یظهره الله، کے ظہور کا زمانہ سنہ

مستغاث معین کیا ہے کہ جس کے دو ہزار ایک سال ہوتے ہیں اور بہاء اللہ باب کے نو سال بعد ہی مدعی ہو گئے۔ یہ مسئلہ بابیوں اور بہائیوں کے درمیان آج تک زیر بحث چلا آتا ہے۔

اہل قادیان نے بھی جب دیکھا کہ ہم اور کسی دلیل سے تو بہائیت کا مقابلہ کرنے سے عاجز و قاصر ہیں بہتر یہ ہوگا کہ میدان مناظرہ میں ان بہائیوں پر وہی اعتراض کریں جو بابی ان پر کرتے ہیں چنانچہ اہل بہاء کا چیلنج مناظرہ اہل قادیان کے پاس پہنچا تو انہوں نے بہائیوں کی اصولی اور بنیادی کتب طلب کیں جن میں علی محمد باب کی کتاب، البیان، بھی تھی۔

جب بہائیوں نے اپنی اصولی اور بنیادی کتب (اقدس، مبین، اقتدار) کے دینے پر آمادگی ظاہر کی اور البیان کے لئے عذر کیا کہ وہ کتاب اب ہمارے عقیدے کی رو سے منسوخ ہے اور اس کا مہیا کرنا ہم پر ضروری نہیں تو مرزائیوں نے بار بار یہی اصرار کیا کہ پہلے ہم، البیان، ہی لینگے۔ جس سے ان کا یہی مقصد تھا کہ البیان پر وہی اعتراض کریں جو بابی بہائیوں پر کرتے ہیں۔ حالانکہ یہ بات اصولاً غلط ہے۔

بہائیوں کے نزدیک کتاب البیان، منسوخ اور مرزائیوں کے نزدیک بالکل جھوٹی۔ تو پھر ان ہر دو فریق کے مباحثہ میں وہ کیا کارآمد ہوسکتی ہے

(قانون انصاف یہ ہے کہ کسی الہامی نوشتہ کو صاحب الہام ہی منسوخ کہہ سکتا ہے دوسرا نہیں۔ ثناء اللہ امرتسری)

الغرض کتاب ایقان کی تصنیف کے وقت جناب بہاء اللہ نے ابھی من یظهره الله ہونے کا دعوی نہیں کیا اور اس کتاب کی مثال قادیانی لٹریچر میں براہین احمدیہ کی ہے جسے جناب مرزا صاحب نے اپنے تمام دعاوی سے پہلے محض ملہم من اللہ ہونے کی حیثیت سے لکھا تھا اور حضرت عیسی کو آسمان پر مع جسد عنصری زندہ مانتے تھے اور قرب قیامت انہی کے نزول کے قائل تھے۔

جس طرح براہین احمدیہ کی تحریر سے مرزا صاحب کا صرف یہ مقصد تھا کہ مسلمان قرآن کی حقانیت کے ثبوت سننے کے لالچ میں آ کر الہامات مندرجہ براہین پر متوجہ ہوں اسی طرح جناب بہاء اللہ نے قرآن مجید کی بعض آیات کی تفسیر اپنے خیال کے مطابق لکھی اور اہل اسلام کو بتایا کہ قرآن کے حقائق اور معارف جو آج تک سربمہر تھے میں نے بیان کئے ہیں اس طرح لالچ دے کر مسلمانوں کو بابیت کی طرف بلایا

دراصل یہ ایک آڑتھی جو مرزائیوں نے اصل مباحثہ سے بچنے کیلئے بنائی تھی

فرق صرف اتنا ہے کہ مرزائی اب براہین احمدیہ کی برہان کو جوان کے کسی موجودہ عقیدے کے خلاف ہو، ہرگز سننے کے لئے تیار نہیں۔ بلکہ صاف کہہ دیتے ہیں کہ یہ حضرت مرزا صاحب کا پرانا عقیدہ ہے۔لیکن بہائی جناب بہاءاللہ کی کتاب ایقان کو ان کی دوسری کتب کی طرح مانتے ہیں ۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

شیخ عطار مرحوم نے انسانی نفس کا طریق عمل بھی یہی بتایا ہے:

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے کشد بار و پرّد بر ہوا
چوں پر گوئیش گوید اشترم
در نہی بارش بگوئد طائرم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۲۹ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۱۹ ص ۲۰)

....

مرزا صاحب قادیانی آریہ تھے؟

مولانا نور محمد مبلغ و مناظر مدرسہ مظاہر العلوم سہارن پور لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی جیسی شخصیت کا انسان زمانہ میں نہ کبھی پیدا ہوا اور غالباً نہ ہوگا کیونکہ نہیں معلوم آپ کے اندر کیسی مقناطیسی کشش و برق صفت قوت موجود تھی کہ جس سے دنیا کے تمام کمالات و اوصاف حسنہ اس طرح مسخر و مغلوب تھے کہ آپ ہر جگہ با کمالات لباس میں تھے۔ مثلاً ایک طرف وہ مدعیان الوہیت کاذبہ و انا ربکم الاعلی کے نعرے لگانے والوں کی جماعت میں اپنے کن فیکونی و تخلیق سماوی و ارضی کے سلاح

سے مسلح تھے اور نبیوں کے جھرمٹ میں سید الرسل ﷺ کے دوش بدوش تھے اور مسیح موعود م مہدی معہود کے مراتب جلیلہ پر فائز تھے اور صحابہ و اولیاء و آئمہ کی قطار میں ایستادہ ہو کر ان سے افضل و برتر تھے اور سلطان القلم و سلطان الشعرا کے خطاب سے معزز تھے تو دوسری طرف آپ ہی ہندؤوں کے کرشن بدھوں کے گوتم جینیوں کے رہنما آریوں کے بادشاہ بھی تھے (الغرض آپ ہر کمال سے مکمل تھے) لیکن آج میں ناظرین اہل حدیث کی معلومات میں ایک نیا اضافہ کرنا چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب نہ صرف آریوں کے بادشاہ ہی تھے بلکہ بقول خود آریہ بھی تھے چنانچہ آپ اپنے سلسلہ تصنیف کی آخری کڑی، پیغام صلح جیسی معتبر کتاب میں (جس کو آپ کے انتقال کے بعد خواجہ کمال الدین نے مرتب کر کے شائع کیا اور اس کے دیباچہ میں خواجہ صاحب نے مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً اپنے پیرومرشد کے پیغامات پر لبیک کہنے کی خواہش ظاہر کی ہے) اپنے آریہ ہونے کا ثبوت دیتے ہیں غور سے ملاحظہ کیجئے۔

۱۔ ماسوا اس کے صلح پسندوں کے لئے یہ ایک خوشی کا پیغام ہے کہ جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ (پیغام صلح۔ ص ۵)

۲۔ میں وید کو اس بات سے منزہ سمجھتا ہوں کہ اس نے کبھی اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشور کی پاک ذات پر بخل اور پکش بات کا داغ لگاتی ہو۔ (ایضاً ص ۷)

ناظرین کرام! مرزا صاحب نے مذکورہ بالا حوالہ جات میں کیسی صفائی سے وید کو الہامی اور اس کی تعلیم کو اسلامی تعلیم تسلیم کر کے اپنے آریہ ہونے کا ناقابل انکار ثبوت پیش کیا ہے جس سے علاوہ مرزائیوں کے ہر منصف مزاج شخص یقین کر سکتا ہے کہ مرزا صاحب واقعی آریہ تھے۔

مگر ہاں مرزائیو! ذرہ تم ہی انصاف سے بتلاؤ کہ جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی وید کو الہامی اور اس کی تعلیمات کو اسلامی تسلیم کرتے ہیں تو تم لوگ جو آج کل آریوں سے اصول آرین (مثلاً الہام وید) پر مباحثہ کرتے ہو اور ویدک مت کے کھنڈن میں بڑے ہی سرگرم ہو، تو کیا یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ان خیالات کا انکار ہے یا اقرار؟

پس بصورت اول تم لوگ بھی اسی سزا کے مستحق ہو گئے جس کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے دوسرے منکریں کے لئے تجویز کیا ہے (یعنی کافر جہنمی) تو اسوقت آپ لوگوں پر یہ مثل کہ تیلی بھی کیا اور روکھا بھی

کھایا ،خوب صادق ہوئی۔

اور بصورت ثانی آئندہ سے اپنے دیانندی بھائیوں سے بحث ومباحثہ بند کرو اور اعتراف قصور اور یہ شعر پڑھتے ہوئے کہ

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
کسی دشمن نے یہ بے پر کی اڑائی ہو گی

ایک دوسرے سے بغل گیر ہو جاؤ کیونکہ خیریت اسی میں ہے۔

اللہ اکبر ! یہ وہ مسیح موعود ہیں جو کفر وشرک مٹانے کے لئے ترقی اسلام وتوحید الٰہی کو اپنے مخصوص انداز میں پھیلانے کے لئے دنیا میں تشریف فرما ہوئے مگر افسوس مرزائیو!

حضرت مرزا نے مئے پی کر یہ کیسی چال چلی
محتسب سے جا ملے رندوں کے مخبر بن گئے

مولانا ثناءاللہ امرتسری اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

آریوں کی مذہبی کتاب وید ہے اس کو تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کھلے لفظوں میں تسلیم کیا جس کی تفصیل اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۸ دسمبر ۱۹۲۸ء میں بھی ہو چکی ہے۔اسکے علاوہ اصل الاصول آریہ قدامت سلسلہ دنیا ہے۔مرزا صاحب کو یہ بھی مسلّم ہے چنانچہ اسی تعلیم کی بنا پر قادیان سے کتاب نکلی ہے جس میں سلسلہ کائنات کو قدیم ثابت کیا ہے جس کے مصنف میر اسحاق ہیں اور مؤید ساری جماعت۔

قادیانیو! آریوں سے وحدت مبارک ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۲۹ء ص۳۔۴)

خلیفہ قادیانی اور اللہ دتہ جالندھری

جناب منشی محمد عبداللہؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

جناب مولانا (ثناءاللہ) صاحب! السلام علیکم۔

آپ نے اہل حدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء میں بعنوان:

خلیفہ قادیانی کی غلط بیانی

میں خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) کی چار غلط بیانیاں ظاہر کی تھیں۔ جن کے جواب میں مولوی اللہ دتا جالندھری نے اخبار الفضل قادیان ۲۰ جولائی میں قلم اٹھایا تھا جس میں حسب سنت مرزا قادیانی بہت کچھ ہاتھ پیر مارے تھے۔

اس کے جواب میں آپ نے اہل حدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۲۸ء میں قلم اٹھایا تھا اور فیصلہ کے لئے ثالث کا تعین چاہا تھا، مگر اس شرط پر کہ فریق مخاطب خود خلیفہ قادیان ہو جو اصل قائل ہے۔

چاہیے تو یہ تھا کہ خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) سامنے آنے کا حوصلہ کرتے، مگر ان کی جگہ پھر وہی اللہ دتا صاحب آئے۔ چنانچہ ۲۶ فروری ۱۹۲۹ء کے الفضل میں جالندھری صاحب نے پھر آپ سے تقاضا کیا ہے، اس لئے ان حضرت کے مقابلہ میں خاکسار کھڑا ہو۔

پس میں اعلان کرتا ہوں کہ خلیفہ قادیانی کی بتائی ہوئی چار باتوں کے متعلق میرے ساتھ فیصلہ کریں۔ میں قرآن حدیث اور اقوال مرزا صاحب پیش کرونگا بلکہ اس موضوع کے علاوہ میں یہ بتانے کو بھی تیار ہوں کہ بیٹا کیا باپ بھی اپنے اقوال اور بیانات میں کبھی کبھار ہی سچ بولتے تھے۔

خاکسار خادم امت مرزائیہ۔ محمد عبداللہ معمار کٹڑہ کرم سنگھ امرت سر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۲۹ ص ۳)

مولوی اللہ دتا مرزائی تیار ہو جائیں

جناب منشی محمد حسین صابریؒ بریلی سے لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۲۹ء میں ایک مضمون بعنوان: مرزا اور بہاء۔ نکلا تھا جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ قیامت کے متعلق جو آیات قرآن مجید میں ہیں انہیں بہاء اللہ اپنے پر اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے پر چسپاں کرتے ہیں۔ اس کے جواب میں مولوی اللہ دتا صاحب مرزائی الفضل قادیان ۵ مارچ ۱۹۲۹ء میں بہت چیں بجبیں ہوئے ہیں، اور اہل حدیث کے چیلنج کو جو اسی پرچہ کے صفحہ اپر دیا گیا تھا منظور کرتے ہیں۔ یہ خاکسار اخبار اہل حدیث کے ادنی خادم کی حیثیت سے مولوی اللہ دتا کے مقابلہ پر اہل حدیث کا دعوی ثابت کرنے کو حاضر ہے۔

اہل حدیث کی طرف سے مناظرہ کا چیلنج ہمیشہ بتقرر منصف ہوتا ہے۔ چنانچہ یہ چیلنج بھی ایسا ہی ہے۔ لیکن یہ ایک عجیب بات ہے لیکن یہ ایک عجیب بات ہے کہ مرزائی مولوی صاحب منصف کے تقرر کے ساتھ بحث پر اس وقت بھی آمادہ ہیں اور اس سے قبل خلیفہ قادیان کی کذب بیانی، والی بحث میں بھی آمادہ تھے مگر ان کے پیشوا جن کو یہ لوگ کأن اللہ نزل من السماء خیال کرتے ہیں، مذہبی بحث میں ساری دنیا کے عقل مندوں کا بھی فیصلہ ماننے کے لئے تیار نہیں ہیں (اہل قادیان کی نبض شناسی کر کے حضرت مولانا اڈیٹر اہل حدیث نے خلیفہ قادیان کی کذب بیانی، والی بحث میں یہ شرط خوب لگائی کہ جو چار سو روپے انعام کا شوقین میدان میں آوے وہ اپنے خلیفہ صاحب سے اجازت لیکر آئے۔ مگر مولوی اللہ دتا صاحب نے اس معمولی سی بات کو نہ ماننا تھا نہ مانا اور چار سو روپیہ خلیفہ صاحب سے پوشیدہ ہی حاصل کرنا چاہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ شہر داری اور ہم وطنی کے محبت کے تقاضے کہیں کارخانہ مشین سیویان کے پاس آنے جانے لگ گئے ہیں جب ہی یہ منافقت کا رنگ چڑھ گیا ہے اور خلیفہ صاحب کے حکم کے بغیر کام کرنے لگے ہیں۔ صابری) چنانچہ آنجناب ارشاد فرماتے ہیں:

مذہبی مسئلہ میں تو خواہ وہ رفع یدین ہو یا اس سے بھی معمولی ہو ہم تمام دنیا کے عقل مندوں کو بھی ثالث مقرر نہیں کر سکتے (الفاظ خلیفہ قادیان الفضل ۱۲فروری ۱۹۲۹ء ص ۷)

(آپ اپنی حالت پر قیاس کر کے بالکل درست فرماتے ہیں مگر یہ آپ کے مریدان رموز اور نکات سے واقف نہ ہونے کی وجہ سے آپکی مخالفت پر آمادہ ہیں۔صابری)

جب یہ بات ہے تو پھر ہم اس اہم مذہبی بحث میں ایک ثالث کا فیصلہ ان کے نزدیک کیا چیز ہوگا اور یہ لوگ اسے کیونکر منظور کریں گے۔بہر حال مولوی اللہ دتا صاحب کو اب یہ بھی بتانا پڑے گا کہ تقرر ثالث کی شرط کو آپ نے ازخود مانا ہے یا خلیفہ صاحب کی اجازت سے؟ خلیفہ کے ہوتے ہوئے ایک ادنی ملازم کی کیا حیثیت ہے کہ وہ بلا اجازت کسی سے بات بھی کرے۔

مولوی اللہ دتا صاحب فرماتے ہیں کہ پہلے زیر بحث دعوی کا تعین ہو جانا چاہیے۔سو میری طرف سے واضح رہے کہ مبحث اصولی ہوگا یعنی مرزا غلام احمد قادیانی اور بہاء اللہ کے اصولی دعاوی میں ہم تطبیق بلکہ اصل اور نقل دکھا کر مسلّمہ منصف سے فیصلہ کرائیں گے۔شروط کی بحث کوئی اہم نہیں مباحثہ لدھیانہ کی مسلّمہ شروط میں سے صرف ایک شرط کارآمد ہوگی وہ یہ کہ ہم بحیثیت مدعی اپنا بیان دو پرت منصف صاحب کے پاس بھیج دیں گے وہ ایک پرت اپنے پاس رکھیں گے ایک قادیان بھیج کر جواب طلب کریں گے۔جس کی دو پرتیں ان کے پاس جائیں گی جن میں سے ایک بغرض جواب الجواب ہمارے پاس بھیج دیں گے جس کا جواب ہم دیں گے۔بعد ازاں منصف صاحب فیصلہ دیں گے جس کی ایک ایک کاپی فریقین کے پاس جائے گی۔منصف صاحب اس کام کے لئے محرر کا خرچ طلب کریں گے تو دونوں فریق مساوی دیں گے۔

ان امور کے ثابت ہو جانے کے بعد اندھے مقلدوں دنیا کے لالچیوں اور زبان کا پاس کرنے والوں کے سوا اس فیصلہ سے ہر دانا یہی نکالے گا کہ مرزا صاحب کا مذہب بہائیت کی نقل ہے خاص کر اس حالت میں کہ دوسری طرف سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جناب مرزا صاحب نے قرآن مجید کے حقائق اور معارف جو بیان کئے ہیں وہ آج تک امت میں سے کسی کے خیال میں بھی نہیں آئے اس کے مقابلہ ہم دکھا دیں گے کہ مرزا صاحب نے سب کچھ بہاء اللہ سے لیا ہے۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ، بہائی لوگ اہل اسلام کی طرح حضرت مسیح کی حیات کے قائل ہیں، حالانکہ بالکل غلط ہے۔ اہل بہاء کا عقیدہ ہے کہ مسیح کو صلیب دی گئی جیسا کہ مرزائیوں کا عقیدہ ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ بہائی کہتے ہیں وہ سولی پر ہی مر گئے اور مرزائی کہتے ہیں کہ مردہ جیسے ہو گئے اور کشمیر میں آکر مرے لیکن مسلمانوں کا عقیدہ جو قرآن مجید و احادیث شریف بلکہ کتب سابقہ کے بھی مطابق ہے وہ یہ ہے کہ:

حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا ۔(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸)

اس اسلامی عقیدے کا ثبوت بہائی لٹریچر سے دینا مولوی اللہ دتا صاحب کے ذمہ ہوگا۔ ہاں وہ اس بحث میں مولوی فضل الدین صاحب پلیڈر قادیانی کو بھی ساتھ ملالیں کیونکہ وہ اس بارے میں ایک دفعہ زور قلم دکھا چکے ہیں شاید وہی خیالات آپ کے دماغ میں بھی موجزن ہیں۔

باقی رہا امکان نبوت کا عقیدہ۔ سو اہل بہاء صاحب شریعت نبی اور رسول کے آنے کے قائل ہیں۔ صرف اصطلاح کو بدلتے ہیں اور بس۔ اس کے خلاف اگر کوئی بہائی یہ کہے کہ ہمارے لٹریچر میں جناب بہاء اللہ کو نبی نہیں کہا گیا تو اس کی یہاں کیا پرواہ ہے (اہل حدیث میں ایک دفعہ بحوالہ کوکب بہائی جو بہاء اللہ کی نبوت کی بجائے اوتار ہونے کا ذکر لکھا گیا۔ جس پر قادیانی اخبار میں بغلیں بجائی گئیں یہاں کا لڑکپن ہے ہم ثبوت رکھتے ہیں کہ بہاء اللہ نے کتاب اقدس میں رسول ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ہاں کوکب میں ایک نامہ نگار نے بجائے نبی کے اوتار لکھا۔ سو اس کا ذمہ دار قائل ہے، اسی کو ہم نے الزاماً لکھا تھا۔ مدیر اہل حدیث)۔ ہاں مولوی اللہ دتا صاحب اپنی معمولی عادت سے اس بارے میں جو اصل بحث ہو چکی ہے اسے پوشیدہ رکھ کر جو منہ پر آتا ہے کہتے جاتے ہیں۔ میں نے جناب عبدالبہاء عباس آفندی کی کتاب سے دکھا دیا کہ وہ جناب بہاء اللہ کو صاحب شریعت نبی تسلیم کرتے ہیں۔ سو یہی اہل حدیث نے لکھا تھا کہ:

ایران میں ایک شخص شیخ بہاء اللہ پیدا ہوئے تھے جن کا دعوی تھا کہ میں نبی ہوں۔ نبی بھی معمولی نہیں بلکہ نبوت محمدیۃ علی صاحبہا الصلوۃ والتحیۃ کو منسوخ کرنے آیا ہوں

(اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۲۴ء۔ الفضل ۵ مارچ ۱۹۲۹ء)

سو یہ تحریر اگر سطحی نظر سے تحقیق کا نتیجہ ہے تو اب مولوی اللہ دتا صاحب اپنے بڑے بھائیوں اہل بہاء کو بھی ساتھ لے کر آ جائیں۔ ہم انشاء اللہ ان کی کثرت کے ساتھ تحریریں پیش کر دیں گے جن سے یہی نتیجہ برآمد ہو گا جو اہل حدیث نے لکھا۔ باقی کسی فضول گو کی زبان کو اور لغو نویس کے قلم کو کون روک سکتا ہے۔

بہرحال اب میں اس انتظار میں ہوں کہ مولوی اللہ دتا صاحب، خاکسار کی اس صاف اور سیدھی تحریر کو پڑھ کر کیا کہتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۳،۴)

....

رسول قادیان اور اس کا عمل بالقرآن

جناب مولوی نور محمدؒ ممیانوی جہلمی لکھتے ہیں:

حضرات ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی کی تعریف محتاج بیان نہیں۔ مرزا غلام احمد کے متعلق یہی کہہ دینا کافی ہے کہ آپ ستائیس عہدوں کے انچارج تھے۔ یہ کس قدر عجائبات دنیا سے ہے کہ آپ نے ترقی کے ہر زینے کو طے کرتے ہوئے کس بلندی پر سرفراز ہوئے۔ ایک وقت میں ایک ہی انسان سب مقامات پر کیسے درجہ پا سکتا ہے، یہ سب کمالات مرزا صاحب میں موجود تھے۔ کون پنجابی انسان کمزور ہے جو مرزا صاحب کے کمالات پر پہنچ سکے یا دعوی کر سکے واہ رے رسول قادیانی۔

آج صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پہلے اور آخری دعوے کے متعلق کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں۔ ناظرین بغور سنیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا سب سے پہلا دعوی امام و مجدد ہونے کا تھا اور آخری دعوی نبوت و رسالت کا۔ برادران ہم ان ہر دو دعاوی مرزا کو عملی طور پر دیکھنا چاہتے ہیں کہ آنجہانی نے اسلامی دنیا میں کیا

نمونہ پیش کیا یہ بات کسی سے پوشیدہ نہیں ہے کہ بروئے کتب شریعت مجدد وقت کا متروکہ سنن کو جاری کرنا فرض عین ہوا کرتا ہے جن کو عوام الناس نے بسبب جہالت ترک کر دیا ہو۔ مجدد ایسے دینی احکام کو از سرنو شرعی طریق پر جاری کرتا ہے اور خود عملاً پیش ہو کر اسوہ حسنہ قائم کرتا ہے اب ہم مرزا صاحب کو جانچتے ہیں کہ آپ نے کون سی متروکہ سنت از سرنو جاری کی اور اپنے فرائض سے سبکدوش ہوئے۔

حضرات ناظرین پر بخوبی روشن ہے کہ ہمارے ملک میں لڑکیوں کو ترکہ والدین سے محروم کیا جاتا ہے جو قرآن مجید کے پورے رکوع یو صیکم اللہ فی او لا دکم کا عمل مفقود ہے اب میں یہ پوچھنا چاہتا ہوں کہ مجدد قادیانی نے اس قرآنی حکم پر خود بھی عمل کیا ہے یا نہیں، تو میں بڑے دعوی سے کہوں گا کہ مرزا صاحب نے اس حکم خداوندی کا بالکل انکار کیا ہے جو مجدد کیا ایک ادنی مومن کی شان سے بھی بعید ہے۔ میں اپنے دعوی کو ایک بین شہادت سے مثبت کرتا ہوں۔

سنیئے! جب مرزا صاحب کے والد مرزا غلام مرتضی صاحب فوت ہوئے تو ان کی زمین کا داخل خارج کیسے ہوا۔

ناظرین کو معلوم ہے کہ ان دنوں میں اس حلقہ کے اراضیات کے داخل خارج کی تصدیق کرنے والے جناب چوہدری نبی بخش المعروف حاجی اللہ بخش صاحب تحصیل دار حال پنشنر موضع الگون تحصیل قصور ضلع لاہور تھے۔ ان کا بیان ہے کہ مرزا صاحب کے والد فوت ہوئے تو ہم نے بوقت تصدیق داخل خارج کے مرزا غلام احمد کو بلایا اور دریافت کیا کہ آپ کی اراضی رواج کے مطابق داخل خارج کی جائے یا شرعی طور پر ترکہ تقسیم کریں گے تو مرزا صاحب نے ہندی رواج کے موافق والد صاحب کی زمین انتقال کرائی۔

جناب چوہدری اللہ بخش صاحب پنشنر تحصیل دار ماشاء اللہ (۱۹۲۹ء میں) زندہ موجود ہیں ان سے دریافت کر لیں۔ سو اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب مرزا صاحب اس صدی کے مجدد تھے تو سب سے پہلے انہوں نے ہندی رواج کی عملی طور پر تردید کرنی تھی جو انہوں نے نہ کی۔ خیر پہلے اگر نہ ہو سکا تو جب آپ کو بارش کی طرح الہامات ہر کام کے متعلق ہونے شروع ہوئے تو اس بارے میں کوئی الہام نہ ہوا کہ آپ فرض کے تارک ہو رہے ہیں یو صیکم اللہ پر عمل کریں۔

مرزائی دوستو! آپ کے رسول وکرشن گوپال نے قرآن مجید کے خلاف کیوں کیا باوجود وعید شدید کے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے دادا اور والد بزرگوار کا ترکہ قرآن وحدیث کے موافق نہیں لیا حالانکہ وہ بزعم خود مجدد وقت تھے کیا ہم ایسے شخص کو مجدد تسلیم کر سکتے ہیں جو شرعی حدود کو توڑ کر ہندی رواج پر عامل ہو۔ اس کسوٹی پر پرکھنے سے مرزا غلام احمد صاحب مجدد ہونے میں فیل بلکہ ڈبل فیل نظر آتے ہیں۔

اب ہم مرزا صاحب قادیانی کا آخری دعوی لیتے ہیں کہ آپ نے صاحب نبوت ورسالت ہونے کا اعلان کیا۔ بہت اچھا ہم اس دعوی کو بھی اسی اصول ومعیار پر دیکھتے ہیں تو مرزا صاحب قادیانی اس میں بھی پورے نہیں اترتے کیونکہ صحیح بخاری کی حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ انبیاء کسی کو اپنے مال کا وارث نہیں بناتے وہ جو چھوڑ جاویں صدقہ ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا جدی ترکہ حاصل کیا، مرزا صاحب کا ترکہ ان کے وارثوں نے پایا۔ لطف پر لطف یہ ہے کہ ترکہ بھی ہندی رواج کے موافق تقسیم ہوا۔ واہ جی قادیانی رسالت تیرے کرشمے۔ کیا ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو رسول مان سکتے ہیں۔ ہاں ذرا غور کرنا اور سوچنا لازمی ہے۔ اللہ تعالی ہر مومن کو قادیانی جال سے محفوظ رکھے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۲۹ء جلد ۲۶ نمبر ۲۲ ص ۵)

....

خلیفہ صاحب قادیان کی دورخی

سلسلہ احمدیہ قادیانی کے قوانین میں یہ قانون مسلمہ ہے کہ کوئی احمدی کسی غیر احمدی کو رشتہ نہ دے۔ بصورت ارتکاب اس فعل کے خارج از جماعت کیا جاسکتا ہے۔ چنانچہ اس جرم کے ارتکاب پر کئی غرباء کو خارج از جماعت کیا جاچکا ہے۔ مگر مثل مشہور ہے کہ غالب آدمی پر غصہ آتا نہیں اور مغلوب سے ٹلتا نہیں۔ ایک ہی فعل

ہے جس کے وقوع سے چند غرباء کو خارج از جماعت کیا جاتا ہے اور یہی فعل کسی امیر باحیثیت سے ظہور پذیر ہو تو زبان وقلم کا ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔

حال میں ایک رئیس کا واقعہ قابل ذکر ہے۔ خان سردار شیر بہادر خان عطیہ دار مربعہ جات ورسالدار پنشنر سکنہ کوٹ قیصرانی ضلع ڈیرہ غازی خان نے جو مرزا صاحب آنجہانی کے دست مبارک پر دین کو دنیا پر مقدم کر کے بیعت کر چکے اور شیدائی سلسلہ ہیں اپنی دختر نیک اختر کا رشتہ خان فضل خان تنگوانی سکنہ ہیرا شرقی تحصیل تونسہ شریف ضلع ڈیرہ غازی خان کے بیٹے مسمی فیض محمد خان کے ساتھ کر دیا جو سلسلہ چشتیہ کے گدی نشین خواجہ حامد صاحب تونسوی کے سلسلہ ارادت مندی میں منسلک ہیں۔

اس کار خیر کی سرانجامی سے قبل خلیفہ قادیان کی خدمت میں متعدد عرائض نامجات مشروحاً تمام مقامی اہل سلسلہ نے بھیجے۔ جس سے اس قدر اثر ہوا کہ خان موصوف اول الذکر کو بذریعہ تار ممانعت اور باقی تمام اہل سلسلہ کو عدم مداخلت کی ہدایت ہوئی۔ مگر خان موصوف نے کام باوجود ممانعت خلیفہ ثانی کے تکمیل کو پہنچا دیا

چونکہ خان موصوف اول الذکر چندہ خاص وعام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے والے انسان ہیں اور کسی چندہ کی آواز پر لبیک کہے بغیر نہیں رہ سکتے اور ایک اعلی پیمانہ کی گھوڑی وطن سے لے کے بذات خاص پہنچا کر بطور نذر خدمت آقائے خود منظور کرا چکے ہیں لہذا تا حال خان صاحب موصوف مرتکب فعل مذکورع کے متعلق کوئی ارشاد مرکز سے صادر نہیں ہو سکا۔

اب اس واقعہ سے ناظرین بنظر انصاف اندازہ لگا سکتے ہیں کہ نظام سلسلہ کس عمدگی اور امراء نوازی سے قائم ہے۔

ایک موحد از ڈیرہ غازی خان

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اپریل ۱۹۲۹ء مطابق ۸ ذی قعدے ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۲۵ ص ۸)

(اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء سے ایک اقتباس:

اس میں شک نہیں کہ قادیانی امت بڑی ہوشیاری اور دانش مندی سے کام کرتی ہے اپنے سامنے اسلام اسلام دکھاتی ہے لیکن درحقیقت اس کے منظور نظر عربی اسلام نہیں بلکہ قادیانی اسلام ہوتا ہے۔قادیانی تحریک کا مقصد نہ اعمال شرعیہ سے بحث ہے نہ اخلاق پسندیدہ سے مطلب۔مطلب صرف یہ کہ مرزا صاحب قادیانی ایسے تھے ویسے تھے سب سے اعلی تھے سب سے افضل تھے مہدی تھے مسیح تھے نبی تھے رسول تھے کرشن تھے کاہن تھے وغیرہ ۔غرض یہ کہ سب سے اونچے تھے۔بڑی بات یہ کہ اسلام کے لئے آئینہ تھے۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء کا شمارہ مل نہیں سکا،تاہم اس میں شامل کسی مضمون سے اہل حدیث ۲۸ جون ۱۹۲۹ء میں ایک اقتباس نقل کیا گیا ہے۔جسے یہاں درج کردیا گیا ہے۔بہاء)

....

عیسائی اشاعت اور مرزا قادیانی

ہمارے ملک پنجاب میں ایک صاحب،مرزا غلام احمد قادیانی پیدا ہوئے تھے جنہوں نے ہم مسلمانوں کو ایسی خوش خبری سنائی تھی جو آج سے پہلے کسی مبشر نے مسلمانوں کو نہ سنائی تھی۔انہوں نے بتایا تھا کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ عیسی پرستی کا ستون یعنی عیسائی مذہب کی بنیاد توڑ دوں اور دنیا میں اسلام کی عظمت پہنچادوں۔چنانچہ اس بارے میں ان کے مقدسہ الفاظ یہ ہیں:

میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کردوں پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود مہدی معہود کو نا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ

ہوااور میں مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ والسلام۔ غلام احمد۔ بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء

ناظرین! ان متبرکہ الفاظ کی تشریح یا ترجمہ کی حاجت نہیں مضمون بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب کی وفات سے پہلے پہلے وہ سب کام ہو جائیں گے جو مسیح موعود اور مہدی مسعود کے زمانہ سے وابستہ ہیں۔ ان میں سے بڑا کام عیسی پرستی کا ستون توڑنا ہے اسی دعوی کے محض ظاہری خوبصورتی پر بنیاد رکھ کر مریدین نے عمارت بنائی جواب تک کہتے ہیں:

آپ (مرزا قادیانی) کی باطل شکن صدا نے ضلالت و گمراہی کے قلعے مسمار کر دیئے۔ کفر اپنے ساز وسامان کے ساتھ زندہ درگور ہو گیا۔ (الفضل قادیان۔ ۷ امئی ۱۹۲۹ء ص ۵)

اس کے جواب میں واقعات پیش کرنے سے پہلے خود انہی کے لاہوری احمدی برادر کی شہادت سنیئے جن کے امیر (مولوی محمد علی) صاحب کہتے ہیں:

ہم (احمدی) تو صرف یہ جانتے ہیں کہ مسلمان قوم جو مر گئی ہے اس کے اندر قوت اور طاقت پیدا ہو اب ہمیں بتائیے کہ وہ طاقت جو محمد رسول ﷺ نے پیدا کی تھی وہ دوبارہ کس طرح پیدا ہو سکتی۔

(پیغام صلح ۲۶ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۴)۔

بتائیے مسیح موعود آئیں اور مسلمان قوم کو مردہ چھوڑ کر یا مردہ کر کے چلے جاویں تو ان پر یہ نہ کہا جائے گا:

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

ہندوستان میں عیسی پرستی کا ستون جو ٹوٹا ہے وہ تو خود اس سے ظاہر ہے کہ ہر دس سال کے بعد مردم شماری میں مسلمان فی صد ۵۔۱۰ بڑھتے ہیں، تو عیسائی فی صد ۱۰۰ بڑھتے ہیں۔ ہندوستان کے باہر جو عیسی پرستی کے ستون کو مرزا غلام احمد نے توڑا ہے اس کا ثبوت بھی لاہوری احمدی اخبار سے کافی ملتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

افریقہ میں اسلام اور مسیحیت کی روحانی جنگ ایک عرصہ سے جاری ہے۔ مسیحی اخبارات اور مبلغین ہمیشہ اس بات کا رونا روتے رہے ہیں کہ مسیحیت باوجود اس تمام ساز وسامان کے جو دول مغرب کے جاہ وحشم نے اس کے لئے پیدا کر رکھے ہیں۔ غریب مسلمان تاجروں کے اعلائے کلمۃ الحق اور اسلام کے سادہ اصولوں کے سامنے کوئی اثر پیدا نہیں کر سکی۔ سادہ لوح افریقی جوق در جوق مسلمان

ہوتے چلے جارہے ہیں۔

یہ ایک پروپیگنڈہ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان تاجروں اور مبلغین کو بجائے اس کے کہ مسیحیت کا یہ شور پکار ان کی ہمت اور کوششوں کو بڑھانے کا موجب ہوتا وہ اپنی جگہ مطمئن ہو گئے کہ خدا اپنا کام خود کررہا ہے ہمیں زبان ہلانے کی ضرورت نہیں۔ اس کے ساتھ ہی یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان مسلمان تاجروں کو حکومت کے رعب سے اعلائے کلمۃ الحق سے روک دیا گیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ آج ہم انہی مسیحیوں کی زبان سے یہ سنتے ہیں کہ آج سے بیس سال پیشتر جو حالت تھی آج اس سے بالکل مختلف حالات پیدا ہو چکے ہیں مسٹر ایف ڈی واکر ایک انگریز مسیحی مشنری نے مسلم ورلڈ میں اپنے ذاتی تجربات کی بنا پر یہ اعلان کیا ہے کہ سیرالیون۔ مینڈیلنڈ۔ گولڈکوسٹ۔ اوراشانٹی۔ نائجیریا اور فرانسیسی نوآبادیوں اور ڈاہومی۔ ٹوگو اور آئیوری کوسٹ میں مجھ پر یہ پورے طور آشکارا ہو چکا ہے کہ اسلام کی رفتار ترقی قطعاً رکتی چلی جارہی ہے اور آج افریقی لوگوں کو نبی اسلام کا پیرو بنانے میں جس قدر کامیابی مسلمانوں کو حاصل ہوئی ہے اس سے بہت زیادہ تعداد کو ہم مسیحیت کا حلقہ بگوش بنانے میں کامیاب ہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کیا ہمارے احمدی دوست ان واقعات صحیحہ کے ہوتے ہوئے جو کفر بالخصوص عیسائیت کو جو ترقی ہے عدل وانصاف کو ملحوظ رکھ کر ہمیں بتاویں کہ مرزا صاحب بحیثیت مسیح موعود جس مقدس کام کے لئے تشریف لائے تھے اور جس کو اپنی زندگی میں اتمام تک پہنچانے کا وعدہ فرمایا تھا وہ پورا ہو گیا؟ اگر نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو ہمیں کیا ضرورت داعیہ ہے کہ ہم ایک شخص کی شخصیت کو وجہ تفریق بتائیں جس کے مواعید ایک معشوقہ کے مواعید کے مشابہ ہوں۔

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ جون ۱۹۲۹ء۔ ۶ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۳ ص ۳۔۴)

امرتسر میں مرزائی جلسہ

حسب اعلان قادیانی جلسہ ۲ جون کو تو نہ ہوا، جس کو انہوں نے اپنی ہتک سمجھا۔ اس لئے ۸ جون کو انہوں نے بڑی تیاری سے جلسہ کیا۔ چونکہ ان کو علم تھا کہ ہمارے جلسہ میں مسلمان نہ آئیں گے۔ اگر آئیں گے تو فساد کا اندیشہ ہوگا، اس لئے خلیفہ قادیان نے قادیان وغیرہ سے ۲۔۳ سو آدمی لٹھ بند مع چند علماء کے بھیج دیئے جو تمام روز ہاتھوں میں لٹھ لئے بازاروں میں گشت کرتے رہے اور بعد مغرب کوتوالی کے قریب جلسہ کیا جس میں پولیس کا کافی انتظام تھا۔ اس لئے افسران پولیس نے ان سے لاٹھیاں چھین لیں۔ جلسہ ہوا۔ دیکھنے والوں کا بیان ہے کہ حاضرین میں ۹۰ فی صدی مرزائی تھے باقی اور لوگ۔

ہمارا اندازہ ہے کہ اتنے چھوٹے سے جلسے پر مرزائیوں کا قریباً ایک ہزار خرچ ہوا جس میں قادیان سے آنے جانے کا کرایہ اور کھانے پینے کا خرچ وغیرہ سب شامل۔ اسی شب کو خلافت کمیٹی کا جلسہ بھی مرزائی جلسہ کے قریب تھا جس کے باعث مسلمان بہت کم آئے، ورنہ خطرہ تھا کہ قادیانیوں کے ہاتھوں میں لاٹھیاں دیکھ کر مسلمان بے چین ہو جاتے کیوں؟

گدگدی اٹھتی ہے دل میں پارسا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۲۹ء۔ ۶ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۳ ص ۱۵)

....

آخر انتظار کب تک؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں

مرزائی امت کی لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح میں اس عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے۔

علماء منطق کے ہاں دلائل کی اقسام سے ایک قسم شعری بھی ہے۔اس سے ان کی مراد وہ قسم ہے جس کو محض ملمع کہتے ہیں جو شاعروں کا حصہ ہے کہ ظاہری الفاظ کی بندش سے کلام کو سجا کر موثر بناتے ہیں حقیقت میں کچھ نہیں ہوتا۔ فارسی کا بدر چاچ جس نے دیکھا ہوگا، کلام شعری کے معنی خوب سمجھ سکتا ہے کلام شعری کی مثال میں اردو کا ایک شعر درج ذیل ہے۔

علماء متکلمین اور فلاسفہ میں ایک متنازعہ مسئلہ ہے جزو لا یتجزی یعنی دنیا ایسے اجزاء سے بنی ہے جو تقسیم نہیں ہوسکتیں۔ متکلمین کے اس دعوی کی تردید میں فلاسفہ بہت سے باریک دلائل پیش کیا کرتے ہیں، مگر ایک شاعر نے اپنے فن شعر میں کلام شعری کے ذریعہ سے مسئلہ باکل حل کر دیا۔ معشوق کی کم گوئی کی وجہ سے اس کے منہ کو جز و لا یتجزی قرار دے کر کہتا ہے

تقسیم جزء لا یتجزی کی ہوگئی
سہواً سخن جو اس کے دہن سے نکل گیا

کیا ہی خوب دلیل اور متکلمین کا معقول جواب ہے مگر حقیقت شناس اس کو کلام شعری جان کر واہ واہ تو کرے گا لیکن دل پر اس کا کوئی اثر نہ لے گا۔

ہم نے جہاں تک قادیانی مشن کا مطالعہ کیا ہے، اس وسیع مطالعہ کی بنا پر ہم بلاخوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ بڑے میاں سے لے کر چھوٹے بھیوں تک جتنا کچھ لٹریچر ان کی مسیحیت کے متعلق ہے ہم نے سب کو کلام شعری کی قسم سے پایا ہے۔ ایک فقرہ بھی برہان کی قسم سے نہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر کچھ کہنے کو جی چاہتا

ہے مگر علماء منطق کے ہاں کوئی ایسی اصطلاح نہیں ملتی جس میں ہم اپنا عقیدہ احادیث مرزا اور احمدیہ لٹریچر کے متعلق اظہار کر سکیں۔ ہاں مثال کے طور پر کہہ سکتے ہیں، کہتے ہیں ایک ماسٹر زمین کے گول ہونے کا ثبوت یوں پیش کرتا تھا : چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے

اگر کسی تشبیہ پر ہم فی الجملہ قناعت کر سکتے ہیں تو یہ مثال ہے جو ہم مرزائیہ لٹریچر کی دے سکتے ہیں۔ اور نہ صرف دے سکتے ہیں بلکہ اس کو حرف بحرف ثابت کر سکتے ہیں۔

بعد تمہید ہذا ہم اخبار پیغام صلح کی عبارت پیش کرتے ہیں جو ہمارے نزدیک کلام شعری یا مثال چاولی میں درجہ اول ہے۔

پیغام صلح کا فاضل اڈیٹر اپنے مسیح موعود مہدی مسعود یعنی مرزا غلام احمد کی مسیحیت اپنے ناظرین کے دل نشین کرتے ہوئے لکھتا ہے:

چودھویں صدی کا سینتالیسواں سال ختم ہو گیا اور اس کے بعد نصف صدی میں صرف دو سال باقی رہ جائیں گے۔ گویا یوں سمجھئے کہ نصف صدی کا زمانہ اس انتظار میں مسلمانوں نے گزار دیا کہ وہ مسیح اور مہدی جو امت محمدیہ کی اصلاح اور اسلام کی تائید وحمایت کیلئے اس دنیا میں آنے والے تھے، اب آیا ہی چاہتے ہیں۔

اس طویل مدت میں بہت سے انقلابات زمانہ نے دیکھے کئی ایک ایسے واقعات ہماری نظروں کے سامنے سے گذرے جو صرف اس مقدس انسان کے ظہور سے وابستہ تھے جو اس صدی کے سر پر مجدد اور مسیح موعود ہو کر آنے والا تھا۔ دجال اپنی پوری قوت اور طاقت کے ساتھ تمام روئے زمین پر پھیل گیا اور اپنے دجالی کارناموں سے کثیر التعداد انسانوں کے ایمان کو اس نے ضائع کر دیا۔

ان حالات و واقعات کو دیکھ کر بعض لوگوں نے ایک مجدد ایک مسیح و مہدی کی ضرورت کو محسوس کیا اور صحیح طور پر اندازہ لگایا کہ جس زمانہ اور حالات میں مسیح و مہدی کے آنے کا وعدہ احادیث میں دیا گیا ہے وہ یہی زمانہ ہے اور اب اس مہدی اور مسیح کو آ جانا چاہیے۔

اس خیال کو مدنظر رکھتے ہوئے لوگوں نے مختلف پیش گوئیاں کیں۔ کبھی ۱۳۳۵ھ پر نظر رکھی گئی اور

کبھی ۱۴۰۰ھ اور ۱۴۲۲ھ پر انتظار کی آنکھیں اٹھیں کسی نے جنگ عظیم کو ظہور مہدی کا پیش خیمہ قرار دیا اور کسی نے شیخ سنوسی کو مہدویت کا حق دار ٹھہرایا حالانکہ نہ شیخ سنوسی نے کبھی مہدی ہونے کا دعوی کیا اور مجدد ہونے حدیث اس کی متقاضی تھی کہ صدی کا سر گزر جانے کے بعد کوئی اس قسم کا مدعی پیدا ہو۔

جس کو آنا تھا صدی کے سر پر آنا تھا اور خود کھڑے ہو کر ببانگ دہل اپنے دعوی کا اعلان دنیا میں کرنا تھا لیکن صدی کا سر یوں ہی گزار دینے کے بعد ایسے بے بنیاد قیاسات دوڑائے گئے جن کا کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوا اور نہ کبھی پیدا ہوسکتا ہے۔ہم ان لوگوں سے پوچھنا چاہتے ہیں کہ کیا ابھی ان لوگوں کا انتظار باقی ہے۔یا مسیح ومہدی کے ظہور سے آپ مایوس ہو چکے ہیں؟

کیا آپ کے نزدیک مہدی و مسیح کی احادیث کوئی وقعت وعزت رکھتی ہیں اور کیا آپ کے اپنے اقوال سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ان احادیث کا مصداق آج سے بہت پہلے آ جانا چاہیے تھا لیکن حالت یہ ہے کہ صدی کا سر تو مدت ہوئی گزر چکا نصف اول بھی گزرنے کے قریب ہے مگر آپ کی توجہ ابھی تک اس طرف نہیں کہ تمام علامات کے پورے ہو جانے کے باوجود مسیح اور مہدی کیوں دنیا میں نہ آئے کیوں صدی کا سر خالی گزر گیا۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کوئی ان اڈیٹر صاحب اور ان کے دیگر ہم خیالوں سے پوچھے کہ :

یہ انتظار کرنے والے لوگ الہامی تھے جو اپنے الہام سے ایسا کہتے تھے یا کسی صاحب وحی کے ارشاد کے ماتحت اس زمانہ کی تعیین کرتے تھے۔

اگر ایسے تھے تو الہامی کے الہام یا صاحب وحی کی وحی بتا دیجئے اور اگر ان کا اپنا خیال تھا۔آہ! ان کا محض خیال کسی دوسرے شخص پر حجت کیوں؟

سنئے ہم آپ کو آپ کے مسلمہ صاحب الہام اور مہبط وحی مسیح موعود ہاں مہدی مسعود کا قول سناتے ہیں جو سنداً اپنے حق میں لائے ہیں غور سے سنئے اور آنکھیں کھول کر پڑھئے ۔ بڑے حضرت مرزا غلام

احمد صاحب قادیانی اپنی بعثت اور وفات کا وقت لکھتے ہیں۔فرماتے ہیں:

دانیال نبی کی کتاب میں جو ظہور مسیح موعود کے لئے بارہ سو نوے برس لکھے ہیں اس کتاب براہین احمدیہ میں جس میں میری طرف سے ماموراور من جانب اللہ ہونے کا اعلان ہے صرف سات برس اس تاریخ سے زیادہ ہیں جن کی نسبت میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ مکالمات الٰہیہ کا سلسلہ سات برس سے پہلے کا ہے یعنی بارہ سو نوے کا۔پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام کے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا۔(حقیقۃ الوحی)

احمدی دوستو! گو تم لوگوں کا باہمی اختلاف کتنا ہی کچھ ہے مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ذات اور صداقت کا جہاں تک تعلق ہے تم دونوں جماعتوں کے مل کر سوچنے کا مقام ہے۔سنئے:

کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی۔جس کے ایک سال بعد مرزا صاحب کا انتقال ہوتا ہے۔یعنی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ۔

اس کتاب حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب قادیانی نے اپنی وفات کا زمانہ حسب پیش گوئی دانیال نبی اور بتصدیق الہام خود ۱۳۳۵ھ لکھا ہے۔

ظاہر ہے کہ ۱۳۳۵ سے سنہ ہجری مراد ہے، دوسرا کوئی سنہ ایسا نہیں جس کے ۱۲۹۰ میں مرزا قادیانی نے دعوی کیا ہو۔پھر یہ کیا بات ہے کہ اپنے ہی بتائے ہوئے سال اور تصدیق کئے ہوئے وقت سے پہلے ۱۳۲۶ھ میں ہمیشہ کے لئے ہم سے جدا ہو گئے۔ روئے گل سیر ندیدم بہار آخر شد

کیا ہم اس واقعہ سے یہ سمجھنے کا حق رکھتے ہیں کہ ہم ان کو مسیح موعود یا مہدی مسعود نہ سمجھیں اور آئندہ کسی آنے والے کا انتظار کریں۔ایسا کرنے پر پیغام صلح کا فاضل اڈیٹر ہم سے سوال نہ کرے گا۔انتظار کب تک احمدی دوستو! کچھ کھلانے کا وعدہ کرو تو ہم تمہیں اس مشکل سے نکلنے کی راہ بتائیں۔یعنی اپنے مستقل درجہ اجتہاد سے جو مرزا کے علم کلام میں ہم کو حاصل ہے تم لوگوں کو جواب سکھائیں۔سنو! صاف کہہ دینا کہ:

مرزا صاحب اللہ والے تھے دنیائے دوں کے مکدرات سے دل برداشتہ ہو کر اس دنیائے دوں سے جو بحکم حدیث مومن کا جیل خانہ ہے قبل از وقت تشریف لے گئے تو کیا اعتراض؟

ہاں یہ بھی کہہ دینا کہ شیعہ کی ایک روایت کے مطابق امام زمان کو اپنی موت کو آگے پیچھے کر لینے کا اختیار ہے۔

پیغامی دوستو! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تشریف بری پر ہمارے منہ سے بے ساختہ شعر نکلتا ہے

تمہاری جاؤں جاؤں نے ہمارا دم نکالا ہے
ابھی آکر کے بیٹھے تھے ابھی دامن سنبھالا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۴ ص ۱۔۳)

....

قادیان میں دفعہ ۱۴۴

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

قادیان سے ایک اخبار مباہلہ نکلتا ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سابقہ مریدین مخلصین کی جماعت نے جاری کر رکھا ہے جو موجودہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی زندگی اور اخلاق پر نکتہ چینی کرتا ہے۔ اس دفعہ اس نے خلیفہ قادیان کے حق میں ایک سخت اخلاقی الزام لگایا تھا جس کے ثبوت میں ایک مدعیہ کی تحریر شائع کی۔ ہم بحکم شریعت اسکی بابت کچھ نہیں کہہ سکتے۔ ہاں ہمارے نوٹ لکھنے کا باعث یہ ہے کہ اس الزام کے جواب میں قادیانیوں کی فریاد پر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور نے اڈیٹر مباہلہ کو دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کے ما تحت خلیفہ قادیان کے برخلاف کچھ لکھنے سے منع کر دیا اس منع پر آج تبصرہ کرتے ہیں۔

دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری نقل کرنے سے پہلے ہم دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند سامنے لاتے ہیں جس پر سارا دارومدار ہے دفعہ مذکور کا مضمون یہ ہے کہ:

کسی شخص کی نسبت ہتک آمیز مضمون لکھنا اس کا ازالہ حیثیت عرفی ہے جس کی سزا دو سال تک قید یا جرمانہ یا دونوں ہے۔

مگر چند مثالیں اس دفعہ سے مستثنٰی ہیں چنانچہ ایک استثناء یہ ہے:

کسی شخص کی عادات اور صفات عرفی کی نسبت الزام لگانا ازالہ حیثیت عرفی نہیں ہے بشرطیکہ وہ الزام نیک نیتی سے الزام لگانے والی یا کسی اور شخص کی اغراض کے حفاظت کیلئے یا عامہ خلائق کے فائدے کے لئے لگایا جائے۔

اس استثنا کا مطلب یہ ہے جو شخص مخلوق خدا کو اپنی طرف بلائے بذریعہ تقریر یا تحریر یا بذریعہ اظہار معجزہ یا کرامت، اس کی اخلاقی حالت کی تنقید کرنے والا مجرم نہیں ہے۔ مثلاً کوئی پیر لوگوں کو اپنا تقدس بتا کر اپنی مریدی کی طرف بلاتا ہے تو ایسے شخص کی اخلاقی کمزوری کا اظہار کرنا تا کہ لوگ اس کے پھندے میں نہ پھنسیں کسی طرح جرم نہیں۔

یہ ہے دفعہ ۴۹۹ تعزیرات ہند کے ماتحت

اب ہم دفعہ ۱۴۴ ضابطہ فوجداری کو سامنے لاتے ہیں:

دفعہ ۱۴۴۔ ان مقدمات میں بدانست مجسٹریٹ ضلع یا چیف مجسٹریٹ پریذیڈنسی یا کسی مجسٹریٹ سب ڈویژن یا کسی اور مجسٹریٹ کے جسکو اس دفعہ کے بموجب عمل کرنے کا اختیار خاص لوکل گورنمنٹ یا چیف مجسٹریٹ پریذیڈنسی یا مجسٹریٹ ضلع کی طرف سے ملا ہو فوراً انسداد یا جلد تدبیر کرنی مناسب ہو، تو ویسا مجسٹریٹ مجاز ہوگا کہ بذریعہ حکم تحریری جسمیں مقدمہ کے حالات اہم قلم بند ہونگے اور جو حسب احکام دفعہ ۱۴۴ جاری کیا جائیگا کسی کو شخص ہدایت کرے کہ وہ کسی فعل سے باز رہے یا کسی خاص جائداد کی نسبت جو اسکے قبضہ یا اہتمام میں ہو کسی خاص طور پر بندوبست کرلے بشرطیکہ ویسے مجسٹریٹ کے نزدیک ویسی ہدایت غالباً کسی مزاحمت یا تکلیف یا نقصان کے بمقابلہ کسی ایسے شخص

کے جو کسی خدمت جائز میں مصروف ہو یا ایسے خطرہ کے جو انسان کی جان یا تندرستی یا سلامتی پر مؤثر ہو یا آسودگی عامہ خلائق کے اختلال کے یا بلوا یا ہنگامہ کے انسداد یا منجر بہ انسداد باعث ہوگی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہم نہیں سمجھ سکتے کہ صاحب ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور نے اس دفعہ کے ماتحت اڈیٹر مباہلہ کو دفعہ ۴۹۹ مستثنی سے فائدہ حاصل کرنے سے کیونکر روک دیا۔ کیا اب اڈیٹر مباہلہ کے لئے دفعہ ۴۹۹ کا مستثنی جائز العمل نہ رہا۔ ہم مانتے ہیں کہ دفعہ ۱۴۴ کا نفاذ فسادات کی بندش کے لئے ہے لیکن از روئے قانون جائز قائم کرنے والے کو روکنا دفعہ ۱۴۴ کا مطلب نہیں۔ ورنہ ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ہمیں بتائیں کہ ۴۹۹ کے مستثنی سے کوئی شخص فائدہ کیونکر اٹھا سکتا ہے کیونکہ جس کسی ہیرو، پیر، فقیر، یا لیڈر پر نکتہ چینی کی جائے گی، گاندھی جی ہوں یا شوکت علی ان کے پیرو کم وبیش ناراض ہوں گے تو اس ضلع کے مجسٹریٹ کا دفعہ ۱۴۴ جاری کر دینا جائز ہوگا۔ اچھا ہم صاحب ضلع گورداسپور سے پوچھتے ہیں کہ قادیان میں جو اسلامیہ جلسہ ہوا کرتا ہے جس میں بحکم صاحب ضلع ایک ای اے سی اور گارد پولیس سب انسپکٹر اور انسپکٹر وغیرہ مسلح آیا کرتے ہیں اس جلسہ میں خلیفہ قادیان بلکہ بڑے مرزا صاحب قادیان پر بھی نکتہ چینی ہوا کرتی ہے تو کیا یہ جلسہ بھی دفعہ ۱۴۴ کے ماتحت لایا جائے گا جو سال ہا سال سے ہوتا چلا آیا ہے ہمیں اس کا ہرگز اندیشہ نہیں۔ اس لئے ہم بڑے زور سے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور سے عرض کرتے ہیں کہ از راہ مہربانی اس حکم (دفعہ ۱۴۴) پر نظر ثانی کر کے اس حکم کو منسوخ فرمائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۴ ص ۱۳)

افغانستان میں مرزائی غضب کا نزول

قادیانی اخبار جیسا کہ گمان تھا بول اٹھا کہ افغانستان پر جو تکلیف آئی ہے یہ عذاب الٰہی اس جرم کی سزا ہے جو امراء افغانستان نے ہمارے احمدیوں کو قتل کر کے ارتکاب کیا تھا۔ امیر عبدالرحمٰن نے ہمارے احمدی قتل کر دیئے ۔ امیر حبیب اللہ نے کرائے جو خود بھی قتل ہوا۔ آخر امیر امان اللہ نے کرائے تو یہ عبرت ناک صورت میں وطن کو چھوڑ کر بھاگ نکلا۔

ہمیں اس دعوی کے تسلیم کرنے میں کوئی عذر نہیں ہوتا اگر ہم یہ نہ جانتے ہوتے کہ جب امیر امان اللہ خان سفر یورپ کے لئے بمبئی پہونچے تو جہاں اور انجمنوں اور جماعتوں نے ان کو خوش آمدید کے تار دیئے تھے قادیان سے بھی خوش آمدید اور دعا خیر کا تار گیا تھا۔ اور ایسے معتوب الٰہی کو مبارک باد اور خوش آمدید کا تار دینا کہاں کی دین ساری اور راست بازی ہے۔ اگر وہ تار دلی اخلاص سے نہ تھا تو دینے والوں کے نفاق اور دنیا داری میں کیا کلام۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۲۹ء مطابق ۱۳ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۴ ص ۱۴)

....

الفضل کی ناراضگی پر ہمارا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۲۹ء میں لکھا گیا تھا کہ مرزائی تحریک کا اصل مقصود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شخصیت کا اعتقاد کرانا ہے۔ چنانچہ پرچہ مذکور کے اصل الفاظ یہ ہیں:

اس میں شک نہیں کہ قادیانی امت بڑی ہوشیاری اور دانش مندی سے کام کرتی ہے اپنے سامنے اسلام اسلام دکھاتی ہے لیکن درحقیقت اس کے منظور نظر عربی اسلام نہیں بلکہ قادیانی اسلام ہوتا ہے۔ قادیانی تحریک کا مقصد نہ اعمال شرعیہ سے بحث ہے نہ اخلاق پسندیدہ سے مطلب۔ مطلب صرف یہ کہ مرزا صاحب قادیانی ایسے تھے ویسے تھے سب سے اعلی تھے سب سے افضل تھے مہدی تھے مسیح تھے نبی تھے رسول تھے کرشن تھے کاہن تھے وغیرہ ۔غرض یہ کہ سب سے اونچے تھے۔ بڑی بات یہ کہ اسلام کے لئے آئینہ تھے۔،

اس عبارت میں جو ہم نے دعوی کیا ہے اس کا ثبوت مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات سے بالکل واضح ملتا ہے۔ مرزائی تصنیفات میں کہیں بھی نماز، روزہ، حج، زکوۃ، پرزوردار مضامین نہیں ملتے، نہ اخلاق فاضلہ پر توجہ ہے جتنی کہ اپنے کو منوانے پر ہے۔

اس کے جواب میں چاہیے تھا کہ قادیانی ذمہ دار اصحاب واقعات سے ہماری تردید کرتے۔ مگر وہ کیسے کرتے؟ وہ جانتے ہیں کہ اخبار اہل حدیث امرتسر ان کے متعلق جو وعدہ کرتا ہے تو علی وجہ البصیرۃ کرتا ہے لا علی وجہ التقلید۔ اس لئے ان سے یہ تو نہ ہوسکا ہاں ان کی کوشش یہ ہوئی کہ ہمارے بیان کو الٹا بتا کر جھوٹا الزامی جواب دیں۔ چنانچہ الفضل قادیان ۷ جون میں صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

مولوی ثناءاللہ صاحب نے ۲ جون کے ان جلسوں کی مخالفت کرتے ہوئے جن میں غیر مذاہب کے معزز اور مشہور اصحاب نے بھی رسول اللہ ﷺ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق خراج تحسین ادا کیا، لکھا، قادیانی تحریک کا مقصد نہ اعمال شریعت سے بحث ہے نہ اخلاق پسندیدہ سے مطلب۔

لیکن ایسی مبارک تحریک میں روڑا اٹکانے والے مولانا اور ان کے کارکنوں کے اخلاق پسندیدہ کا جو نمونہ حال ہی میں اخبار زمین دار ۱۸ مئی نے پیش کیا ہے، اسے دکھا کر ہم ناظرین سے پوچھنا چاہتے ہیں کیا ایسے اخلاق کے مالک لوگوں کو بھی اس بات کا حق حاصل ہے کہ خواہ مخواہ بلا ثبوت دوسروں کے اخلاق پر حملہ آور ہوں۔ (الفضل قادیان ۷ جون۔۱۹۲۹ء ص۴)

احمدی دوستو! یہ تو ہم جانتے ہیں کہ اہل حدیث کی گرفت سے تمہارے بڑے میاں (مرزا غلام احمد) بھی ساری عمر پریشان رہے، اور پریشان ہی تشریف لے گئے۔ چنانچہ ان کا آخری فیصلے والا اشتہار اس بات کا مظہر ہے۔ لیکن ایسا بھی کیا اندھیر ہے کہ تم دنیا بھر کے سب لوگوں کو عقل وفہم سے خالی جانتے ہو۔

سوال تمہارے اولوالعزم رسول مسیح نبی مصلح مہدی کرشن وغیرہ القاب کے مالک سے، اور جواب ایک عاجز گنہ گار انسان کے فعل سے، وہ بھی غلط تھوپے ہوئے الزام سے۔

کیا یہ وہی بات ہے جو کسی مولوی صاحب نے ایک بے نماز کو نصیحت کی تھی کہ میاں! نماز پڑھا کرو۔ بولا صاحب! آپ نے بیٹے کی شادی پر دعوت کی تھی تو سالن میں نمک کیوں زیادہ ڈال دیا تھا۔

مولوی صاحب نے حیران ہو کر کہا: بھئی اس کو کیا تعلق۔ جواب دیا:

تعلق ہو یا نہ ہو، بات سے بات نکل آتی ہے۔

اچھا صاحب! وہ ہمارے اخلاق کیا تھے جن کی بات اخبار زمین دار میں مکتوب مفتوح چھپا تھا۔ وہ یہ کہ دہلی کے ایک کتب فروش سے میرے منیجر نے کتابیں خریدیں، جن میں چند کتابوں کے سرورق نہ تھے۔ بائع نے قیمت طلب کی۔ منیجر نے سرورق مانگے۔ یہاں تک کہ فریقین کی خط وکتابت میں کچھ تلخی پیدا ہوئی، جس کی مجھے کوئی اطلاع نہ تھی۔ زمین دار میں مکتوب مفتوح لکھنے والا خود لکھتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ کو اطلاع کرانے میں اخبار شائع کراتا ہوں۔ مجھے جب اطلاع ہوئی تو میں نے اس کے متعلق ایک خط برائے

اشاعت زمین دار میں بھیجا اور ایک نقل راقم خط کو دہلی بھیج دی اور منیجر کو حکم دیا کہ اسکا بقایا فوراً بھیج دو۔ بتایئے کیا الزام۔

ہاں یاد رہے کہ منیجر اہل حدیث اور دہلوی صاحب کی تلخ کلامی اس حد تک نہ پہنچی تھی جس حد تک مرزا کی پہونچ چکی ہے جس کے بتانے کیلئے آپ کا عربی شعر کافی ہے

ان العدی صاروا خنازیر الفتا

ازواجھم من دونھن الاکلب

(میرے دشمن جنگلوں کے خنزیر بن گئے ہیں ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھی ہوئی ہیں (نجم الہدی)

ماشاءاللہ اس وزن کا لطیف فقرہ مشہور ہے مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویاں۔اے یہودی خصلت مولویو! (انجام آتھم)

فخر اور مباہات

قادیانی اخبار اور قادیانی پارٹی اس بات پر بڑا فخر کرتی ہے کہ ہمارے جلسوں میں غیر مسلموں نے بھی آنحضرت ﷺ کی پاک زندگی پر تقریریں کیں۔ چنانچہ الفضل کے منقولہ اقتباس میں بھی اس کی طرف اشارہ ہے۔ان تقریروں کو ہم سنتے تو قدر کرتے ،مگر قادیانی پارٹی کے سگے بھائی اس کی بابت کچھ اور رائے رکھتے ہیں جو پیغام صلح لاہور سے درج ذیل ہے:

ان جلسوں کی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتائی جاتی ہے کہ

اس میں غیر مسلم حضرات نے بھی آنحضرت ﷺ کے اخلاق ومحاسن پر شاندار تقریریں کیں اور نہایت اخلاص وعقیدت کے ساتھ تعریف وتوصیف کے پھول سرکار دوعالم پر نچھاور کئے۔

اگر یہ فی الواقعہ صحیح ہوتا تو یقیناً اس سے بڑھ کر اور کوئی خوشی ایک مسلمان کے لئے نہیں ہوسکتی۔

لیکن قارئین کرام یہ سن کر متعجب ہوں گے کہ باستثنائے معدودے چندان تقاریر میں جو غیر مسلموں سے کرائی گئیں جہاں آنحضرت ﷺ کو رسمی طور پر مہاپرش (بہت بڑا آدمی) کے نام سے یاد کیا گیا اور آپ کے بعض اخلاق فاضلہ کا عمدہ الفاظ میں ذکر کیا گیا وہاں بعض ایسی باتیں بھی آپ کے متعلق کہی گئیں

جو کسی طرح بھی لائق ستائش نہیں۔ بعض لیکچراروں نے یہاں تک کہہ دیا کہ جس تہذیب کا پرچار محمد رسول اللہ (ﷺ) نے عرب میں کیا اس سے بدرجہا بہتر تہذیب اس وقت ہندوستان میں پائی جاتی تھی۔ اور آج تو اس بیسویں صدی میں دنیا بہت ترقی کر چکی ہے۔ بعض ہندو لیکچراروں نے اس بات پر بھی زور دیا کہ مسلمان بردباری اور رواداری سے ہمیشہ خالی رہے ہیں اور غیر مذاہب پر انہوں نے ہمیشہ ظلم و ستم روا رکھا ہے۔

اسی قسم کی بیسیوں باتیں ہیں جو غیر مسلم لیکچراروں کے منہ سے نکلیں اور حیرت و افسوس کی بات یہ ہے کہ ان لوگوں نے جن کی طرف سے ایسے جلسوں کا انعقاد عمل میں آیا ان خیالات کی تردید بھی نہ کی۔ ہندو لیکچراروں کو ہم معذور سمجھتے ہیں کہ انہیں آنحضرت ﷺ کی تعلیمات کا پورا علم نہیں اور نہ اسلامی تہذیب کو عملی رنگ میں انہیں دیکھنے کا کبھی اتفاق ہوا ہے۔ ان کے سامنے اگر کچھ ہے تو وہ موجودہ مسلمانوں کی عملی زندگی ہے جو ہرگز اسلامی زندگی کہلانے کی مستحق نہیں۔ تاریخ اسلامی سے وہ قطعاً ناواقف ہیں اور صرف انہی خیالات کے اندر ان کی پرورش ہوئی ہے جو متعصب لوگوں نے اپنی خاص اغراض کے لئے اسلام کے خلاف پھیلا رکھے ہیں اس لحاظ سے وہ قطعاً معذور ہیں اور جو تعریفی کلمات ان کے منہ سے آنحضرت ﷺ کے متعلق نکلیں ان کو بسا غنیمت سمجھنا چاہیے۔ لیکن ان قادیانی حضرات کو کیا ہو گیا جو نام کو تو رسول کریم ﷺ کی عزت کو دلوں میں بٹھانے کے لئے جلسے کرتے ہیں لیکن کھلے طور پر رسول کریم ﷺ کی توہین ہوتے دیکھ کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے۔ اتنی بھی توفیق انہیں نہ ہوئی کہ انہیں جلسوں کے اندر ایسے تمام اعتراضات کا قلع قمع کر دیتے

(پیغام صلح لاہور ۱۴ جون ۱۹۲۹ء ص ۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

ان جلسوں کی غرض و غایت کے متعلق مفصل ذکر آئندہ ہو گا۔ ان شاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۲۹ء مطابق ۲۰ محرم ۱۳۴۸ جلد ۲۶ نمبر ۳۵ ص ۳۔۵)

قادیان میں ماتم

حافظ روشن علی قادیانی جماعت میں ایک قابل آدمی تھے، قطع نظر اختلاف رائے کے ہم کہتے ہیں کہ موصوف خوش قرأت خوش گو تھے۔ مناظرے میں متین اور غیر دل آزار تھے۔ مرزا صاحب کے راسخ مرید تھے۔ ہمیں ان کی وفات میں ان کے متعلقین سے ہمدردی ہے اور متوفی سے بھی اس لئے ہمدردی ہے کہ ان کو مرزا صاحب سے علیحدگی کی توفیق نہ ملی۔ افسوس

(اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۲۷ محرم ۱۳۴۷ھ ص ۱۵)

....

کیا یہ بہائیت کی نقل نہیں

اڈیٹر الفضل سے سوال

جناب منشی محمد حسین صاحب صابریؒ، بریلی سے لکھتے ہیں:

جناب اڈیٹر صاحب اخبار الفضل قادیان۔ تسلیم:

جناب من! آپ نے شاہ امان اللہ خان کے کابل سے آنے کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

امان اللہ کا سا انسان جس نے ایسے انسانوں کے خون سے ہاتھ رنگے جن کا سوائے اس کے اور کوئی قصور نہ تھا کہ اس زمانہ کے موعود مرسل (مرزا قادیانی) پر ایمان لائے تھے ان بے چاروں (مرزائیوں) کو جاہل اور خون خوار ملاؤں کی وحشت اور درندگی کے حوالے محض اس ڈر اور خوف سے کر دیا کہ ملا لوگ شورش نہ برپا کر دیں یہ وہ سب سے پہلی اور سب سے بڑی بزدلی تھی جو غازی امان اللہ خان سے سرزد ہوئی اور یہی اس کے موجودہ انجام کی ذمہ دار ہے ۔۱۴ جون ۱۹۲۹ء

(اس تحریر سے یہی آپ کی اصلی غرض ہے۔ صابری)

اسی وزن کی ایک تحریر اور ملاحظہ کیجئے جس سے معلوم ہوگا کہ آپ لوگ ہر بات میں بہاء اور اہل بہاء کے متبع ہیں شیخ بہاء اللہ کے صاحبزادے عبدالبہاء کہتے ہیں:

میں عبدالبہاء چالیس سال قید میں تھا خدا نے زنجیر میری گردن سے اتار لی اور عبدالحمید (سلطان ترکی) کی گردن میں ڈال دی اور یہ ایک ہی وقت ہوا۔ جس وقت کہ کمیٹی اتحاد ترقی نے آزادی کا اعلان کیا تو مجھے آزاد کیا اور زنجیر میری گردن سے اتار لی اور عبدالحمید کی گردن میں ڈال دی جو کہ اس نے مجھ سے کیا تھا وہی اس سے کیا گیا اور اس وقت سے نہایت ذلت کے ساتھ قید ہے۔

(کوکب ہند۔ ۹ جولائی ۱۹۲۴ء ص ۳)

تفصیل اس کی یہ ہے کہ سلطان عبدالحمید خان غازی مرحوم و مغفور کے عہد میں عبدالبہاء عکہ میں نظر بند تھے۔ اسی دوران میں وہ کوہ کرمل کے دامن میں ایک عمارت بنوا رہے تھے۔ آپ کے مخالفوں نے حکومت کو خبر کی کہ یہ قلعہ تعمیر کروا رہے ہیں اور اس سے ان کا مقصد ملک شام پر قبضہ کرنا ہے (ایسا ہی مقتول مرزائیان کابل پر بھی الزام تھا کہ وہ بادشاہ کے خلاف بغاوت پھیلا رہے ہیں۔ منہ) چنانچہ اس الزام کی وجہ سے سلطان مرحوم کے حکم سے جناب عبدالبہاء سخت قید میں ڈال دیے گئے۔

لیکن جب ۱۹۰۸ء میں نوجوان ترکوں نے ترفکی میں انقلاب برپا کر کے سلطان عبدالحمید خان کو معزول کر دیا تو اوس وقت انہیں چھوڑ دیا گیا عبدالبہاء کی مذکورہ بالا تحریر میں اسی بات کی طرف اشارہ ہے۔

اب سوال یہ ہے کہ شاہ امان اللہ کی موجودہ مصیبت میں آپ نے خوشی کا اظہار کرتے ہوئے جوان کی اس مصیبت کا سبب ایک دو مرزائیوں کا قتل بتایا ہے اس میں آپ نے بہائیوں کی مذکورہ بالا دلیل کی ریس تو نہیں کی؟ صاف صاف بتایئے گا۔

ناظرین! اڈیٹر الفضل اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں وہ اس سوال کو دیکھ کر ایسے ہی خاموش رہیں گے جیسے مباہلہ سے خلیفہ قادیان۔

ہاں میں آپ کی معلومات میں اضافہ کرنے کیلئے یہ بتاتا ہوں کہ اہل بہاء بھی یہی کہتے ہیں کہ ایران و ترکی پر جو مصائب آئی ہیں ان کی یہی وجہ ہے کہ وہاں ہزاروں بہائیوں کو قتل کیا گیا اور ان کے پیشواؤں پر ظلم اور سختی کی گئی سو اسی کو دیکھ کر اہل قادیان نے بھی نقل مطابق اصل کر دی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۴ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۷ ص ۳۔۴)

قرآن اور انجیل کا رشتہ

اخبار نور افشاں نے بعنوان: اسلام اور مسیحیت کا رشتہ، ایک سلسلہ جاری کیا ہے جس کے متعلق اہل حدیث امرتسر میں یہ سلسلہ جاری ہوا ہے۔ پادری صاحب نے نمبر اول میں دونوں کتابوں (قرآن اور انجیل) کے حوالوں سے حضرت مسیح کی پیدائش کا مضمون بتا کر نمبر ۲ میں نتیجہ نکالا ہے :

قرآن مجید میں حضرت مسیح اور حضرت یحی (یوحنا) کی پیدائش کے متعلق جتنی آیتیں تھیں ہم نے ان سب کو قرآن مجید ہی کی ترتیب پر اوپر لکھ دیا ہے اگر آپ قرآن مجید کی مکررہ آیات سے قطع نظر کریں اور باقی آیات کا مقدس لوقا کی انجیل سے مقابلہ کریں تو نہایت واضح طور پر معلوم ہو جائے گا کہ قرآن مجید حضرت مسیح و حضرت یحی کی پیدائش کے واقعہ میں نہ صرف انجیل جلیل کے ساتھ لفظ بلفظ متفق ہے بلکہ یوں معلوم ہوتا ہے کہ قرآن مجید مقدس لوقا کی انجیل کا لفظ بلفظ عربی زبان میں ایک کامل ترجمہ ہے۔

پس مسیح کی پیدائش کے معاملہ میں قرآن اور انجیل کا صرف ایک ہی عقیدہ ہے اور وہ یہ کہ حضرت مسیح محض خدا کی قدرت سے بغیر لمس بشر کے پیدا ہوئے ہیں۔

دنیائے اسلام میں مختلف فرقے ہیں جن کے مختلف خیالات اور مختلف مسائل ہیں لیکن ایک فرقہ بھی ایسا نہیں جو حضرت مسیح کی پیدائش بلا پدر کو نہ مانتا ہو۔ ہمارے اس زمانہ پر آشوب میں اور صرف ہندوستان میں سرسید احمد خان مرحوم ہی ایک ایسے شخص پیدا ہوئے جو نہ صرف حضرت مسیح کی پیدائش بلا پدر سے انکار کرتے ہیں بلکہ معجزات سے بھی انکار کرتے ہیں اور ان کی متابعت میں تقدس مآب مولوی محمد علی صاحب ایم اے جو فرقہ قادیانی کی لاہوری جماعت کے امیر ہیں حضرت مسیح کی پیدائش بلا پدر کو نہیں مانتے۔ حیرت تو یہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی جو تقدس مآب کے پیر

اور مرشد ہیں وہ بھی مسیح کی پیدائش کو لمس بشری سے پاک اور محض خدا کی قدرت سے مانتے ہیں۔ لیکن تقدس مآب ہیں کہ اس مسئلہ میں اپنے پیر و مرشد سے تو اختلاف رکھتے ہیں اور سر سید مرحوم کی تتبع کرتے ہیں

و لعمری هذا عجيب . (نور افشاں ۱۴، جون ۱۹۲۹ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے خیال میں پادری صاحب نے جیسے قرآن مجید کو انجیل کا ترجمہ کہنے میں غلطی کی ہے جس کی وجہ ہم پہلے نمبر میں بتا آئے ہیں، مرزا صاحب قادیانی کو اپنا ہم خیال بتانے میں بھی غلطی کی ہے۔ سر سید احمد خان مرحوم اور مولوی محمد علی صاحب احمدی پر پادری صاحب خفا ہیں کیونکہ یہ دونوں صاحب حضرت مسیح کو بے باپ نہیں مانتے بلکہ باپ سے متولد کہتے ہیں۔ لیکن مرزا صاحب کا اس بارے میں خیال سنیں گے تو ان دونوں کو غنیمت جانیں گے۔ باوجودیکہ ہم جانتے ہیں کہ مقولہ مشہورہ، نقل کفر کفر نباشد، صحیح ہے تاہم ہمیں اس خیال کو نقل کرنے میں ڈر لگتا ہے کیونکہ وہ خیال وہی ہے جس پر قرآن مجید میں یہودیوں پر لعنت اور سخت دلی کی سزا ملنے کا ذکر ہے۔ ممکن ہے بعض بلکہ اکثر ناظرین اتنے اشارے سے اصل مطلب نہ سمجھ سکیں اس لئے ہم مرزا صاحب کا خیال پیدائش مسیحؑ کے متعلق صاف صاف لفظوں میں سناتے ہیں مرزا صاحب قادیانی کا خیال تھا کہ:

مسیح کی والدہ (مریم صدیقہ) کی سگائی یوسف نجار سے ہوئی تھی۔ قبل نکاح ہی یوسف نے اس سے جماع کیا جس سے مریم صدیقہ کو حمل رہ گیا۔

اب مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سنیئے۔ فاضل اڈیٹر نور افشاں چونکہ افضان ہیں اس لئے عبارات مرزائیہ میں سے ہم فارسی عبارت پہلے نقل کرتے ہیں۔ چونکہ اس عبارت میں افغانوں کا ذکر ہے اس لئے اڈیٹر صاحب، نور افشاں، سے خاص مناسبت بھی رکھتی ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کتاب، ایام الصلح، میں افغان قوم کو بنی اسرائیل ثابت کرتے ہیں۔ اس دعوی پر ان دونوں قوموں (اسرائیلی اور افغانوں) کے رسم و رواج بتاتے ہوئے لکھتے ہیں:

پنجم رسوم و عادات است بایں معنی کہ افاغنہ مثل یہود فرقے میان نسبت (سگائی) و نکاح نکردہ دختران از ملاقات ومخالطت با منسوب مضایقت نگیرند۔ مثلاً اختلاط مریم صدیقہ با منسوب خودش یوسف وبمعیت وے خارج بیت گردش نمودن شہادت حقہ براین رسم است و در بعضے از قبائل خواتین جہال مخالطت دختران با منسوبان بہ نحو یجاری وساری ست کہ غالب اوقات را دخترے قبل از اجراء مراسم نکاح؟ (حمل) شدہ و عادۃً محل عار وشنا قوم نگر دیدہ اغماض واعراض ازاں مے شود (ایام الصلح ص ۶۵)۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس فارسی کا ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں جانتے۔ اڈیٹر صاحب بحیثیت افغان بتاویں کہ افغانوں میں یہ رسم ہے کہ سگائی کی حالت میں (قبل از نکاح) لڑکا لڑکی ملاپ کرلیا کرتے ہیں؟ یہ بھی بتادیں کیا اس ملاپ کی اولاد از روئے شریعت حلال زادہ ہوتی ہے، یا ناجائز مولود؟

ہاں اس فارسی عبارت کی تشریح اردو عبارت میں سنیئے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا چونکہ پختہ خیال یہی تھا کہ مریم صدیقہ کا حمل قبل نکاح تھا اس ناجائز حمل کی وجہ سے ان کا نکاح خلاف رسم ورواج یوسف نجار سے کیا گیا، چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا، پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل نکاح کرلیا۔

گولوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی، یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔ (کشتی نوح)

یہ ہے وہ عزت جو مرزا صاحب قادیانی، مریم صدیقہ اوران کے صاحبزادے کی کرتے ہیں۔

مسیحی دوستو! کیا اس عبارت کا صاف مطلب یہ نہیں کہ مریم کو قبل از نکاح حمل ہو گیا تھا جس کی پردہ پوشی کے لئے ان کا نکاح یوسف کے ساتھ کیا گیا

کبرت کلمة تخرج من افواههم ۔کیا اب بھی مرزا صاحب قادیانی کے حق میں آپ یہی کہیں گے کہ وہ مسیح کو بے باپ مولود مانتے تھے؟ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ :

وہ جائز باپ کے بغیر مولود مانتے تھے۔

یعنی وہ اس بارے میں اس مقدس جماعت کے ہم خیال تھے جن کے حق میں قرآن شریف نے کہا ہے و قولهم علی مریم بهتاناً عظیماً ۔اس لئے ہم مرزا صاحب قادیانی کی اس علیحدگی پر افسوس کرتے ہوئے یہ شعر لکھتے ہیں

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۸ ص ۱-۳)

....

انتظار کب تک ۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۱ جون کے اہل حدیث امرتسر میں اس مضمون کا نمبر اول درج ہو چکا ہے۔اس میں یہ ذکر تھا کہ امت مرزائیہ ناواقفوں کو دھوکہ دینے کے لئے کہا کرتی ہے کہ تم لوگ کہا کرتے تھے کہ امام مہدی معہود یا مسیح

موعود چودھویں صدی میں آئیں گے۔ اگر مرزا صاحب قادیانی، مہدی اور مسیح نہیں تو تمہارے مہدی اور مسیح کہاں ہیں؟

اس کے جواب میں ہم نے کہا تھا کہ چودھویں صدی میں انتظار کرنے والے محض اپنے خیال سے منتظر تھے، صاحب الہام کے حکم سے نہ تھے۔

اسی ضمن میں یہ ذکر بھی آ گیا تھا کہ تمہارے صاحب الہام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے الہام سے لکھا تھا کہ میری عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ھ کو ہوگا پھر وہ ۱۳۲۶ھ میں کیوں چلے گئے۔ اس دعوی پر ہم نے کتاب حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب قادیانی کا حوالہ دیا تھا۔ مرزائی اخبار پیغام صلح لاہور ۲۸ جون میں ہمارا جواب دیا گیا ہے جس کے دو حصے ہیں۔ ایک تو اصل سوال کا جواب ہے جو ہم نے پوچھا تھا کہ چودھویں صدی میں انتظار کرنے والے کون تھے۔ دوسرا کتاب حقیقۃ الوحی کے متعلق لکھا ہے کہ:

حقیقۃ الوحی میں حضرت مسیح موعود نے جو یہ فقرہ لکھا ہے:

پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس لکھتا ہے۔

اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ آپ ۱۳۳۵ھ میں وفات پائیں گے۔ بلکہ آخری زمانہ سے مسیح موعود کے آنے کا آخری سال مراد ہے چنانچہ خود دانیال نبی کے الفاظ سے یہی ثابت ہوتا ہے جن میں صاف طور پر لکھا ہے:

مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس روز تک آتا ہے، اس میں صاف طور پر آنے کا ذکر ہے، جانے کا ذکر نہیں۔ دانیال نبی نے مسیح موعود کی انتظار کا آخری سال ۱۳۳۵ھ قرار دیا ہے اور یہی حضرت مسیح موعود کی مراد ہے۔ اپنی وفات کا آپ نے اس میں قطعاً کوئی ذکر نہیں کیا۔ پھر تعجب ہے کہ مولوی فاضل نے اس کے الٹ معنی کیوں لئے۔

(۲۸ جون ۱۹۲۹ء۔ پیغام صلح لاہور)

مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں: پہلے حصہ کا جواب الجواب ہمارے قابل نامہ نگار صابری صاحب نے لکھا ہے جو اسی پرچہ میں درج ہوگا۔ ہاں کتاب حقیقۃ الوحی میں جو اڈیٹر صاحب پیغام نے تحریف کی ہے اس کی تصحیح

کرنا ہمارا فرض ہے کیونکہ ہم حسب تصریح مرزا ہم ہی صادق ومصدوق ہیں۔ہم ہی ان کے کلام کو خوب سمجھتے ہیں۔اوراگر مذاق نہ سمجھیں تو مرزا صاحب کے بعد ان کی جماعت سے بیعت لینے کے ہم ہی حق دار ہیں۔ اس لئے ان کے کلام کو سمجھنے اور سمجھانے کا حق ہم ہی رکھتے ہیں۔پس ناظرین اہل حدیث عموماً اوراحمدی دوست خصوصاً مرزا صاحب کی منقولہ عبارت کو نظر انصاف سے دیکھیں۔مرزا جی، ہاں مہدی، ہان مسیح، ہاں کرشن گوپال فرماتے ہیں:

دانیال نبی کی کتاب میں مسیح موعود کے ظہور کا زمانہ وہی لکھا ہے جس میں خدا نے مجھے مبعوث فرمایا اور لکھا ہے کہ اس وقت بہت لوگ پاک کئے جائیں گے اور سفید کئے جائیں اور آزمائے جائیں گے۔ایک ہزار دوسونوے دن (دن سے مراد دانیال کی کتاب میں سال ہے۔مرزا) مبارک وی؟ کوانتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سوپینتیس روز تک آتا ہے۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۹۹)۔

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں؛اس عبارت کے سمجھنے میں قابل اڈیٹر پیغام صلح کو دھوکہ لگا ہے یا انہوں نے خود اپنے ناظرین کو دھوکہ دیا ہے۔اس کا مطلب وہ بیان کرتے ہیں کہ ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۳۵ھ تک مسیح موعود کے ظہور کا وقت ہے۔اس سے ہرگز یہ مراد نہیں کہ (مرزا قادیانی) ۱۳۳۵ھ میں وفات پائیں گے۔

بہت خوب!اب ہمارا کمال دیکھئے جس سے آپ کو یقین ہوگا کہ ہم مقالات مرزا سمجھنے میں کہاں تک درجہ اجتہاد رکھتے ہیں۔اس لئے ہم مرزا غلام احمد صاحب ہی سے اس کی تشریح بتاتے ہیں۔ چنانچہ انہی منقولہ فقرات کے ساتھ ہی مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی میں مسیح موعود کی خبر ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔سو دانیال نبی نے اس کا یہ نشان دیا ہے کہ اس وقت سے جو یہود اپنی رسم قربانی سوختنی کو چھوڑ دیں گے اور بدچلنیوں میں مبتلا ہو جائیں گے ایک ہزار دوسونوے سال ہوں گے جب مسیح موعود ظاہر ہوگا۔سو اس عاجز کے ظہور کا یہی وقت تھا کیونکہ میری کتاب براہین احمدیہ صرف چند سال بعد میرے مامور اور مبعوث ہونے کے چھپ کر شائع ہوئی ہے اور یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالی کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سونوے ہجری میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا۔

پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے جو خدا تعالیٰ کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔

(حقیقۃ الوحی۔ص۱۹۹۔۲۰۰)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس عبارت میں مرزا صاحب قادیانی نے دو لفظ ایسے بولے ہیں جو ہماری صریح تائید، اور پیغام صلح کی تردید کرتے ہیں۔ ایک لفظ، آخری زمانہ، ہے دوم، میری عمر کا الہام، ۔مرزا صاحب کی عمر کا الہام ہے:

خدا تجھ کو اسی سال یا پانچ چھ کم یا پانچ چھ زیادہ عمر دے گا۔

جس کی تشریح آپ نے جلد پنجم براہین احمدیہ میں خود کی ہے کہ ۷۵ سے ۸۵ کے درمیان میری (مرزا قادیانی کی) عمر ہوگی۔

بہت خوب۔ ضرور ہے کہ حسب تصریح مرزا صاحب دانیال کی عبارت کا مطلب مرزا صاحب کی الہامی عمر کے بالکل موافق ہو۔ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ چودھویں صدی شروع ہونے کے وقت میری عمر چالیس سال تھی (ملاحظہ ہو کتاب تریاق القلوب)۔ ہم تو حساب جانتے نہیں ہاں دوسری جماعت کا لڑکا یہ مشکل سوال حل کرسکتا ہے کہ چالیس کو پورے ۷۵ کرنے کے لئے کتنے عدد کی ضرورت ہے۔ غالبًا اس سوال کا حل وہ لڑکا یوں کرے گا کہ ۷۵ میں سے چالیس کو تفریق کر کے باقی ۳۵ رکھ کر بتائے گا کہ ۴۰ کو ۷۵ کرنے کے لئے پورے ۳۵ کی ضرورت ہے۔ پس دانیال کی پیش گوئی اور مرزا صاحب قادیانی کے الہام کے مطابق ۱۳۳۵ھ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی عمر کی انتہاء ہے، مگر وہ نو سال پہلے ہی تشریف لے گئے

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم بہار آخر شد

چیلنج: ابھی تو ہم نے صرف حقیقۃ الوحی کی عبارت کو خود اسی کے لفظوں سے حل کیا ہے۔ ہمارے پاس اس مضمون میں بہت سے، مقالات مرزا، ہیں۔

احمدی دوستو! مرد میدان ہوتو اپنے سرداروں کی اجازت سے میدان مناظرہ میں آؤ اور بتقرر منصف ہمارے ساتھ اس مضمون پر بحث کرلو۔

اس بحث کے فیصلہ کے لئے ہم لاہور کے قابل قانون پیشہ اصحاب میں سے کسی ایک کو منصف ماننے کو تیار ہیں۔

کوئی ہے؟ جو سامنے آئے۔

انا سلمة بن الاکوع　　　الیوم یوم الرّضّع

حصہ اول کے متعلق ہمارے قابل مضمون نگار منشی محمد حسین صاحب صابری بریلوی کا مضمون پڑھئے جو آگے درج ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۱۶ نمبر ۳۸ ص ۳۔۴)

....

آخر یہ اس قدر جلدی کیوں ہے؟

جناب منشی محمد حسین صاحب صابریؒ بریلوی لکھتے ہیں:

اس خاکسار ہیچ مدان نے پیغامی مرزائیوں کے متعلق کبھی خاص مضمون نہیں لکھا۔ اس کی ایک وجہ ہے میری تحقیق یہ ہے اور جسے میں ثابت کرسکتا ہوں کہ ان لوگوں کو مرزائیت یا احمدیت سے کچھ تعلق ہی نہیں ہے (مجھے اس سے اختلاف ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) صرف نام کیلئے احمدی کہلاتے ہیں اور بس۔ ان لوگوں کے اصل خیالات اور عقائد وہی ہیں جو ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب پٹیالوی کے تھے اس لئے دیکھتے ہوئے اور جانتے ہوئے بظاہر زبان کے ساتھ یا قلم سے مرزا آنجہانی کو مسیح موعود اور مہدی معہود کہہ دیتے ہیں اصل میں یہ لوگ اس پٹڑی سے کوسوں دور ہیں جو مرزا صاحب نے اپنے مریدوں کے لئے بچھائی تھی اس لئے ان کو مخاطب کرنا کچھ مناسب معلوم نہیں ہوتا۔

ان لوگوں کا اخبار پیغام صلح بعض وقت مرزا آنجہانی کو منوانے کے لئے بھی ایک آدھ مضمون تحریر کر دیتا ہے آخر پرانے تعلق کا بھی تو کچھ حق ہے۔ چنانچہ آج کل پیغام صلح لاہور میں۔ آخر یہ انتظار کب تک، کی سرخی کے ساتھ ایک سلسلہ مضمون نکل رہا ہے۔ اس کے جواب میں مضمون ہذا ناظرین کی خدمت میں پیش ہے ۔مولانا ثناءاللہ نے اسی مضمون کا تعاقب ۲۱ جون کے اہل حدیث میں کیا تھا جس کے جواب میں اڈیٹر پیغام صلح نے ایک اور مضمون ۲۸ جون ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں تحریر فرمایا ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسریؒ نے لکھا تھا :

یہ انتظار کرنے والے لوگ (جن کا ذکر پیغام نے اپنے مضمون میں لکھا تھا) الہامی تھے؟ جو اپنے الہام سے ایسا کہتے تھے یا کسی صاحب وحی کے ارشاد کے ماتحت اس زمانہ کی تعیین کرتے تھے۔ اگر ایسے تھے تو الہامی کے الہام یا صاحب وحی کی وحی بتا دیجئے اور اگر دونوں کا اپنا خیال تھا تو ان کا محض خیال کسی دوسرے شخص پر حجت نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۲۹ء ص ۲)۔

کیسی صاف اور سیدھی بات ہے کہ یہاں تو خدا تعالی کی وحی حجت ہے اور بس۔ اگر قرآن نے مسیح اور مہدی کے آنے کی کوئی تاریخ بتائی ہے یا صحیح حدیث میں کوئی وقت اور دن مقرر کیا گیا ہے تو بے شک پر مسلمان پر واجب ہے کہ اس دن اور اس تاریخ پر دعوی کرنے والوں کی تلاش کرے اور اگر انہیں پالے تو بے شک اس پر فرض ہے کہ تحقیق کر کے انہیں قبول کر لے لیکن اگر کوئی تاریخ اور دن کا تعین خدا کے اور اس کے رسول کے کلام میں نہیں ہوا تو پھر کسی کا قیاس یا مسلمانوں کا خیال کچھ چیز نہیں، دنیا تو گرمی کی تپش میں پریشان ہو کر کہا ہی کرتی ہے کہ بارش آنے والی ہے یہ سخت گرمی اس کی علامت ہے مگر بارش کا بھیجنے والا اسی وقت پانی برساتا ہے جو اس کے علم میں مقرر ہو چکا ہے اس سے پہلے ہرگز نہیں۔ ایسی صاف گوئی کی تاب نہ لا کر اڈیٹر پیغام صلح لاہور لکھتے ہیں:

ہم نہیں جانتے اس جواب کو کلام شعری قرار دیں یا اس سے بڑھ کر کچھ کہیں جس کے لئے مولوی فاضل کی منطق میں کوئی اصطلاح موجود نہیں یہ الفاظ لکھتے ہوئے وہ غالبًا بھول گئے کہ انتظار کرنے

والےتو وہ خود بھی ہیں (واہ صاحب! بات سے بات خوب نکالی جو آپ ہی کا حصہ ہے بحث تو وقت کی تعیین سے ہے اور آپ انتظار کرنے کی آڑ لے بیٹھے۔ صابری) الہامی نہ سہی لیکن آخر انہیں مسیح اور مہدی کا انتظار تو باقی ہے؟ پھر کیا وہ بتا سکتے ہیں کہ آیا ان کے نزدیک اسی صدی میں ان کا آنا مقدر ہے یا جیسا کہ بعض کا خیال ہے قیامت کے دن وہ مسلمانوں کو غالب کرنے کے لئے آئیں گے؟ جب تک اس سوال کا صاف طور پر وہ جواب نہ دیں اس وقت تک ان کے منقولہ الفاظ کو کلام شعری سے بڑھ کر کوئی وقعت نہیں دی جا سکتی۔ (پیغام صلح ۲۸ جون ۱۹۲۹ء)

اس سوال کا جواب کہ، مسیح اور مہدی کب دنیا میں آئیں گے، ایک مسلمان کیا دے سکتا ہے جس کا ایمان خدا کے کلام اور رسول اللہ کے ارشادات تک محدود ہو ہاں وہ اتنا ہی کہہ سکتا ہے کہ مہدی بھی آئیں گے اور مسیح بھی آئیں گے اس سے زیادہ کہنے کا اسے کوئی حق نہیں۔

اصل بات یہ ہے کہ اڈیٹر صاحب پیغام کیلئے ناحق ادھر ادھر جانے کی نسبت بہتر یہ تھا کہ وہ قرآن مجید کی کسی آیت یا صحیح حدیث سے تیرھویں یا چودھویں یا پندرھویں وغیرہ صدی کا تعین ثابت کر دیتے پھر ان کا مذکورہ بالا سوال بے شک بجا ہوتا، اب جب ان سے ایسا نہیں ہو سکا تو یہ سوال ہی ان کا لغو ہے لیکن میں ان کو بتاتا ہوں کہ ان کے پیر و مرشد مرزا صاحب قادیانی نے بعض آیات قرآنی کو بحساب جمل پیش کر کے بعض تاریخیں نکالی ہیں جو صریحاً شاعرانہ تخیلات ہیں اگر وہی تاریخیں اڈیٹر پیغام کے دل و دماغ میں دائر و سائر ہیں تو وہ عقل مندوں کے نزدیک کئی ایک وجوہ سے قابل قبول نہیں ہیں۔

اول اس لئے کہ حساب جمل سے قرآنی آیات کے اعداد نکال کر کسی واقعہ کی تاریخ نکالنے کا حکم خدا اور رسول نے نہیں دیا۔

دوم: اس لئے کہ وہ تاریخیں جناب مرزا غلام احمد صاحب پر کسی طرح چسپاں بھی نہیں ہوتیں۔

سوم اس لئے کہ حساب جمل سے اس طرح کام لینے والے سب سے پہلے اہل بہاء ہیں انہی کی نقل کر کے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتب کو اس حساب سے مزین کیا ہے، تو مسلمان اسے کیوں قبول کریں۔

بہائیوں کی ایک کتاب: شرح آیات مورخہ، میں اسی اصول سے مہدی اور مسیح موعود کے آنے کا وقت بتایا گیا ہے۔ اگر اس حساب کو صحیح مان لیا جائے تو اڈیٹر پیغام پر واجب ہے کہ وہ پہلے جناب علی محمد باب کے مہدی ہونے پر ایمان لائیں اور پھر اس کے بعد بہاء اللہ کی مسیحیت کا طوق گلے میں ڈال کر کوکب ہند دہلی کے دفتر میں تشریف لے جائیں۔ اس سے پہلے ہی انہوں نے اگر مرزا صاحب کو مہدی اور مسیح مان لیا ہے تو کچھ بڑا کام نہیں کیا کیونکہ جس صدی کو وہ مسیح کے آنے کی صدی کہتے ہیں اس میں سب سے پہلا مدعی تو بہاء اللہ ہے۔ اور اس کے بعد جناب مرزا صاحب ہیں۔ ایک بہائی نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ایک رؤیا میں المسیح المو عود اور المسیح الد جا ل کو طواف کعبہ کرتے دیکھا ہے جس میں حضور ﷺ نے پہلے المسیح المو عود کا ذکر کیا ہے اور پھر المسیح الد جا ل کا۔ اس حساب سے جناب ۔۔۔۔ صاحب المسیح الد جال ہیں اور بہاء اللہ جو پہلے ہوئے ہیں وہی سچے مسیح موعود ہیں، تو اڈیٹر پیغام صلح کو بتانا چاہیے کہ بہائی کی اس دلیل کا ان کے پاس کیا جواب ہے۔

اڈیٹر صاحب پیغام صلح کو تو یہی زیب دیتا ہے کہ وہ مرزا صاحب قادیانی پر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان کو مخاطب کر کے اعتراض کرتے رہیں آج قادیان کا نام رکھ کر جو اہل پیغام اعتراض کر رہے ہیں وہ نہایت صفائی کے ساتھ جناب مرزا صاحب پر پڑتے ہیں اگرچہ بظاہر میاں محمود احمد صاحب کا نام لے دیا جاتا ہے مگر دراصل ان کی زد پوری طرح جناب مرزا صاحب پر پڑتی ہے ہم اس کا ثبوت رکھتے ہیں جس کی مرضی ہو باہر نکل کر ہم سے پوچھ لے باقی مرزا صاحب کو مہدی اور مسیح منوانے کا کام اہل قادیان کے لئے چھوڑ دینا چاہیے کیونکہ انہی کو یہ زیب دیتا ہے اہل پیغام اس کے ہرگز اہل نہیں ہیں وہ محض اشاعت اسلام کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۳۸ ص ۵۔۶)

حرام زادے کی رسی دراز

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ نے ایسا لکھا تھا۔مولوی محمد امین صاحب سے چودھری دین محمد اٹھوال ضلع گورداسپور نے وعدہ کیا تھا کہ میں یہ اشتہار دکھاؤ نگا۔نہ دکھاؤں تو احمدیت سے توبہ کرونگا۔توبہ نہ کروں گا تو یک صد چہرہ دار تاوان دونگا۔مولوی صاحب موصوف مقررہ وقت پر اشتہار مذکور دیکھنے کو پہنچے تو چودھری صاحب نے وعدہ پورا نہ کیا۔افسوس۔

راقم چودھری مراد، چودھری اللہ بخش، چودھری کمال دین، چودھری جلال دین وغیرہ ساکنان ورک ضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۱۶ نمبر ۳۸ ص ۱۵)

مولوی نور احمد لودی کو چیلنج

آپ مرزا صاحب قادیانی کی صداقت کی تبلیغ لوگوں میں کرتے ہیں۔ہم آپ کو چیلنج دیتے ہیں کہ صداقت مرزا پر ہم سے بتقرر منصف بحث کرلیں۔عبدالرحمٰن از رانیوال ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۱۶ نمبر ۳۸ ص ۱۵)

....

ایک متلاشیء احمدیت کو جواب

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمارؒ امرتسری لکھتے ہیں:

جناب مولانا مدیر اہل حدیث۔السلام علیکم

خاکسار کا مراسلہ درج اہل حدیث کر کے مشکور فرمائیں۔

میں نیاز مند دفتر اہل حدیث میں حاضر ہو کر مضامین مرزا صاحب دیکھا کرتا ہوں ۔ایک روز میں بیٹھا تھا کہ ایک پوسٹ کارڈ مرقومہ میاں خیر الدین نمبردار سندھی کا دیکھنے میں آیا جس میں ایک سوال کا جواب مانگا تھا۔میں نے مولانا فاتح قادیان کی خدمت میں عرض کی کہ یہ کارڈ بغرض جواب مجھے دیا جائے۔فرمایا اچھا

۔ چنانچہ اس سوال کو مع جواب بغرض فائدہ عام، اہل حدیث، میں دیتا ہوں۔سائل مذکور نے مولانا (ثناء اللہ امرتسری) سے دریافت کیا ہے:

مرزا صاحب قادیانی نے بڑی تحدی سے کتاب اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ میری اس کتاب کا جواب میعاد مقررہ ۲۰ روز کے اندر نہ دیں تو میں سچا ہوں گا۔کیا آپ نے جواب دیا تھا؟ دیا تھا، تو ہمیں بھیج دیں۔ورنہ ہم سب احمدی ہونے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں سے پہلے اصل قصہ میں راقم خط اور ناظرین اہل حدیث کو سناتا ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵۔نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک کتاب اعجاز احمدی شائع کی جس کے صفحات ۹۰ ہیں۔جس میں ۵۳۶، ابیات کا ایک عربی قصیدہ مع ترجمہ درج ہے۔باقی اردو مضمون ہے جس میں اپنی خودستائی فرمائی ہے۔

اس کتاب کا جواب اردو مع قصیدہ عربی میں لکھنے کے لئے جملہ مخالفوں کو عموماً اور مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کو خصوصاً مخاطب کیا۔مگر کمال یہ کیا کہ مضمون اردو اور عربی قصیدہ کے لکھنے اور لکھ کر چھاپ دینے کے لئے یعنی سب کاموں کے لئے کل میعاد ۲۰ روز رکھی (ملاحظہ ہو صفحہ اخیر کتاب مذکور)

اگرچہ عقل مند لوگ اتنے ہی سے اصل حقیقت سمجھ سکتے ہیں کہ بیس روز کی مدت میں تین چار کام کیسے ہوں۔

۱۔تصنیف کتاب مع قصیدہ طویلہ۔

۲۔کاتب کی کتابت۔

۳۔مطبع کا فعل طباعت

سوال صرف یہ ہے کہ مقابلہ کسی مصنف سے تھا، یا کاتب و پریس مین سے بھی تھا۔ہر عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ مصنف سے مقابلہ ہوتا ہے کاتب اور پریس مین کو کسی مقابلہ میں شریک کرنا نہیں۔اور یہی ایک بات ہے جس کے سمجھنے سے اس مقابلہ اور اعجاز مرزا کی حقیقت کھل سکتی ہے۔

بھلا اگر مصنف اپنا کام ایک ہفتہ میں ختم کر دے مگر اسے کاتب نہ مہیا ہو، یا کاتب بھی مہیا ہو، تو وہ ۲۰ ضرب ۲۶ تقطیع کے ۹۰ صفحات کتنے دنوں میں کتابت کرے گا، نمبر دار صاحب کو کسی کاتب سے مل کر پوچھنا چاہیے کہ وہ اس سائز کے عربی اردو صفحات سارے دن میں چھ صفحات سے زیادہ نہیں لکھ سکتا۔ بہت خوب۔ رات دن کی محنت سے ۱۵ روز میں کتابت ختم ہوئی جو مصنف کے ہفتہ ملانے سے ۲۲ روز ہوئے۔ اب باری آئی پریس کی۔ پریس والوں سے پوچھئے کہ ۹۰ صفحات کی کتاب کتنے دنوں میں تیار کر کے دیں گے۔

یاد رہے کہ جن کو طباعت کے کام کا تجربہ ہے وہ یقین کر سکتے ہیں کہ جلدی سے جلدی دیں تو دو ہفتوں میں دیں گے۔ سارے مل کر ہوئے ۳۷ روز۔

اب آئی باری دفتری کی۔ یعنی کتاب کی تہ بندی اور سلائی کی، جسے بہت جلدی کریں تو دو روز میں کریں۔ سارے ۳۹ روز ہوئے جن میں سے ایک روز بھی کم نہیں ہو سکتا۔ بتایئے ۳۹ روز کا کام مرزا جی کا ۲۰ روز کی مدت میں طلب کرنا اعجاز نبوت ہے، یا اپنا عجز ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا جی نے خود بھی یہ کتاب اتنی مدت میں نہیں لکھی تھی جس کا ثبوت میں پیش کرونگا۔ اسی لئے مولانا (ثناءاللہ) صاحب نے ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو بذریعہ اشتہار مرزا جی کو مطلع کیا کہ آپ ایک مجلس میں آمنے سامنے بیٹھ کر مقابلہ کریں۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ نے گھر میں چھپ کر خدا جانے کتنی مدت میں کتاب بنائی اور مجھے ایک غیر معقول مدت میں جواب لکھ کر چھاپ دینے پر مجبور کرتے ہیں۔ مگر مرزا جی تو اپنی حقیقت خوب جانتے تھے اس لئے انہوں نے سامنے بیٹھنا گوارا نہ کیا۔

اب سنیئے میں بتاؤں کہ یہ قصیدہ اور کتاب بہت لمبی مدت میں بنائے گئے ہیں۔ غور کیجئے

مرزا جی نے ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا مضمون تھا کہ:

اے خدا! میرے لئے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک کوئی نشان دکھا۔

ادھر یہ اشتہار دیا اور دل میں خیال کیا کہ ایک قصیدہ اور کتاب بنائی جائے۔ وقت پر اسی کو یہ نشان بنا دیا جائے گا۔ چنانچہ کتاب مذکور بنائی جس میں حسب موقع موضع مد کے مباحثہ کا ذکر بھی داخل کر کے اعجاز احمدی کے نام سے شائع کر دی۔ حالانکہ اس اشتہار مورخہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء کا ذکر قادیانی مرزا جی نے خود ہی کتاب اعجاز

احمدی کے صفحہ ۳۶، اور ۸۸ پر کرتے ہیں اور بعد میعاد مذکورہ بھی انہوں نے اپنی عربی تحریروں کو اس سہ سالہ پیش گوئی کا مصداق بنایا۔

نمبردار صاحب! آپ لکھتے ہیں کہ جواب بتایئے، ورنہ ہم احمدی ہو جائیں گے۔ اگر آپ واقعی اخلاص اور راستی کے لئے تبدیل مذہب کرنے پر اتر آئے ہیں تو میری پیش کردہ دو وجوہات پر غور کریں کہ اس میں کیا راز تھا کہ

مولانا ثناءاللہ سے مقابلہ، اور کام کاتب اور پریس مین کا۔

مرزا جی اگر ایسے اعجاز نویس تھے تو صاف لکھتے کہ میں نے یہ قصیدہ لکھا ہے اس کے مقابل میں قصیدہ لکھ کر لایئے۔ جس کی کوئی میعاد نہ ہوتی، جس طرح قرآن مجید نے اپنے مقابلے کے لئے کوئی میعاد اور مدت مقرر نہیں کی۔

اس تقرر میعاد کے علاوہ مصنف کے کام میں کاتب اور پریس مین کے کام کو بھی داخل میعاد کرنا بتا رہا ہے کہ: دال میں کالا ہے۔

اب میں ذرہ اس قصیدہ کی عربیت کا نمونہ آپ کو دکھاؤں۔ آپ اگر خود عربی نہیں جانتے تو اپنے ہاں کے علماء سے پوچھئے۔ قصیدہ مذکورہ کا پہلا شعر ہے:

ایا ارض مد قد اتاک مدمر

و ارداک ضلیل و اغراک موغر

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اخیر حرف پر پیش ہے۔ اب سنئے اس کے اندر کا نمونہ

ا آخیت ذئبا عائشا او ابا الوفاء

اوافیت مداً او رئیت امرتسر

بتایئے یا عربی دانوں سے پوچھئے کہ امرتسر ریئت کا مفعول بہ ہے پھر اس پر رفع (پیش) کیوں ہے۔ اس قسم کی اور اس کے علاوہ عروضی بیسیوں سینکڑوں اغلاط اس قصیدہ کی مولانا ثناءاللہ نے اپنی لاجواب کتاب الہامات مرزا میں بتائی ہیں جن کا جواب جماعت مرزائیہ سے نہیں ہوسکا۔

اب میں آپ کو ایک آسان طریق سے اس کتاب کا جواب بتاؤں۔ مرزا جی نے اسی کتاب اعجاز احمدی میں مولانا ثناءاللہ کو قادیان پہنچ کر گفتگو کرکے کی دعوت دی تھی (دیکھو اعجاز احمدی۔ص ۲۲،۲۳)

خدا کی شان دیکھئے مرزا جی جواب کتاب کے لئے تو ناجائز قیود لگا کر بچ گئے تھے، مگر خدا نے اپنے دست تصرف سے ان کو اسی میں پھانسا۔ جس کی صورت یہ ہوئی کہ صفحہ ۲۲، ۲۳ پر تو مولانا ثناءاللہ کو قادیان میں گفتگو کرنے کیلئے پہنچنے کی دعوت دی اور صفحہ ۳۷ پر لکھا کہ عنقریب میرا نشان ظاہر ہوگا کہ مولوی ثناءاللہ قادیان میں تحقیق کرنے کے لئے نہیں آئیں گے۔

بس پھر کیا تھا، مولانا ثناءاللہ نے یہ خیال کیا کہ شکار جانے نہ پائے۔ آپ فوراً جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان جا پہنچے (مولانا ثناءاللہ کے قادیان پہنچنے کا ذکر مرزا قادیانی کی کتاب مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۰۹ پر ملتا ہے)۔ جاتے ہی مرزا قادیانی کو اطلاعی خط لکھا کہ لو میں آپ کی دعوت پر آ گیا ہوں، سامنے آیئے۔

آہ! اسکا جواب وہی ملا جو شیر کو دیکھ کر بکرا، دیا کرتا ہے (خدا کے لئے رحم کرو) مرزا جی کا خط مولانا کے ڈیرے پر ایک وفد لے کر آیا جس میں لکھا تھا:

ہم نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ مولویوں کے ساتھ مناظرہ نہ کرینگے

بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

نمبردار صاحب! اپنے ہاں کے مرزائیوں سے ذرہ پوچھئے تو سہی مرزا جی نے ایسا وعدہ کب کیا تھا اور کیا تھا تو مولانا کو قادیان پہنچ کر گفتگو کرنے کی دعوت کیوں دی تھی۔

کیا یہ واقعات مرزا جی کی صداقت پر دلالت کرتے ہیں۔ استغفراللہ

نمبردار صاحب! میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ آپ ان واقعات کی تحقیق حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کی مصنفہ کتب خصوصاً الہامات مرزا وغیرہ میں دیکھئے۔

اب میں با دل نخواست اسی پر قناعت کرتا ہوں

ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۲۵ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۱۶ نمبر ۴۰ ص ۵۔۶)

مرزائیوں کو احمدی نہ لکھا جائے

جناب خلیل احمد صاحب بستوی لکھتے ہیں:

آج کل عام عادت پڑ گئی ہے کہ بغیر سوچے سمجھے الفاظ کا استعمال کیا جاتا ہے۔ عوام تو درکنار، خواص بھی اسی غلطی میں مبتلا ہیں۔ مثلاً فرقہ ضالہ قادیانی جو مرزا غلام احمد کے تابع ہے اور ان کو نبی مانتا ہے، اپنے کو احمدی لکھتا ہے۔ اب اخباری طبقہ نے محض تقلید کی بنا پر احمدی لکھنا شروع کر دیا۔ یہ نہ دیکھا کہ مرزا کا نام غلام احمد تھا، نہ کہ احمد۔ ان کے تابعین کو غلامی یا قادیانی یا مرزائی لکھنا چاہیے نہ کہ احمدی۔ یہ ایک بھیڑ چال ہے جو چلی جارہی ہے کوئی خیال نہیں کرتا الا ما شاء اللہ

علماء اسلام عموماً اور فاتح قادیان مولانا مدیر اہل حدیث (ثناءاللہ امرتسری) خصوصاً اس امر کا خیال فرمائیں ورنہ عوام تو علماء کے تابع ہیں وہ جو دیکھیں گے کہ ہمارے علماء قادیانیوں کو احمدی لکھتے ہیں تو وہ سند پکڑیں گے۔

احمدی کا لفظ سلسلہ احمدیہ کے سالکین کے لئے صحیح ہے۔ یہ سلسلہ احمدیہ کے سالکین کے لئے صحیح ہے یہ سلسلہ امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی کے اسم گرامی سے موسوم ہے کیونکہ مجدد صاحب سرہندی کا نام صرف احمد تھا۔ چنانچہ شاہ عبدالغنی دہلوی و شاہ احمد سعید و دیگر بزرگوں کی مہریں اب تک موجود ہیں جس میں نام کیساتھ احمدی کا لفظ موجود ہے۔ کیا عجب ہے کہ مرزائیوں نے یہ لفظ یہیں سے سرقہ کیا ہو۔ مسلمانوں کو لازم ہے کہ ہر لفظ کے استعمال میں حزم واحتیاط غور و تدبر اور تحقیق سے کام لیا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۲۵ صفر ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۰ ص ۶۔۷)

شرابی اور افیونی مسیح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

معلوم نہیں امت مرزائیہ کو یہ کیونکر گمان ہوا ہے کہ وہ اہل حدیث کو اشد ترین مخالف جانتے ہیں۔گو یہ ان کا گمان اہل حدیث کے حق میں عنداللہ باعث نجات ہے،مگر واقعہ یہ ہے کہ اہلحدیث اور اڈیٹر اہل حدیث امت مرزائیہ (بہر دو صنف) کا نہ دشمن ہے نہ مخالف، بلکہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کے اقوال کا مبلغ۔مبلغ بھی حافظ روشن علی اور منشی قاسم علی کی طرح تنخواہ دار نہیں، بلکہ آنریری (بے تنخواہ) مبلغ۔مثال کے لئے آج ہی کا نوٹ ملاحظہ کیجئے۔

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے جلی حرفوں میں شائع کیا ہے کہ:

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) فرمایا کرتے تھے کہ بعض اطبا کے نزدیک افیون نصف طب ہے (افیون نصف طب ہے، احمدی دوست ہی اس جملہ کے معنی خوب سمجھیں گے۔ہم نے یہ پڑھا ہے کہ طب کے دو حصے ہیں علمی اور عملی۔علمی میں مثلاً کتاب نفیسی ہے اور عملی میں مثلاً طب اکبر۔افیون نصب طب، کی اصطلاح کوئی جدید ہے۔شاید یہ مراد ہو کہ ساری دواؤں کے فوائد میں سے نصف فائدہ افیون میں ہے۔کیوں نہ ہو بڑا فائدہ یہ ہے کہ فعل خاص اچھے طویل وقت تک ہوگا۔گو انجام کار سخت ضرر پیدا ہو۔اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) پس دواؤں کے ساتھ افیون کا استعمال بطور دوا نہ بطور نشہ کسی رنگ میں بھی قابل اعتراض نہیں۔ہم میں سے ہر ایک شخص نے علم کے ساتھ یا بغیر علم کے ضرور کسی نہ کسی وقت افیون کا استعمال کیا ہوگا۔

(الفضل قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء)

ہمیں کیا ضرور کہ ہم افیون کے مضرات بتائیں ہمارے بتائے قادیان میں کیا اثر کریں گے جب کہ ان کے حضرت مسیح موعود نے فرما دیا ہے کہ: افیون نصف طب ہے

اور خلیفہ کی شہادت ہے کہ ہر ایک مرزائی نے کسی نہ کسی طرح افیون کھائی ہے۔ جس بزرگ نے اس کو نصف طب کہا ہے، انہوں نے تو ضرور کھائی ہوگی۔ خصوصاً اس لئے کہ ان کو ذیابیطس کا مرض تھا۔ پس اس کے بعد ایک روایت حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی ہم بھی سناتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ذیابیطس کی بیماری میں کسی شخص نے افیون کھانے کا مشورہ دیا تو فرمایا:

اگر میں (مرزا قادیانی) ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کرلوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ: پہلا مسیح (حضرت عیسیٰ) تو شرابی تھا اور دوسرا (مرزا قادیانی) افیونی۔

(ریویو آف ریلیجنز بابت اپریل ۱۹۰۳ء)

چونکہ مسیح موعود مرزا صاحب کا فتوی ہے کہ افیون نصف طب ہے اور خلیفہ کی شہادت ہے کہ ہر ایک مرزائی نے کسی نہ کسی طرح افیون کھائی ہے۔ اور مرزا صاحب کو یہ دوا بتائی گئی تو آپ نے طبی یا شرعی حیثیت سے ناپسندیدگی نہیں کی بلکہ اس وہم سے پسند نہیں کی کہ لوگ افیونی کہیں گے۔ مگر اب تو راز کھل گیا کہ:

قادیانی شریعت میں افیون حرام یا مکروہ نہیں بلکہ نصف طب ہے۔

پس یہ قرین قیاس ہے کہ جناب مسیح موعود (مرزا قادیانی) متوفی نے بھی ضرور استعمال کی ہوگی اس لئے ہمیں جائز ہے کہ ہم آپ کو افیونی مسیح کہیں۔

ناظرین! مرزا صاحب قادیانی کو حضرت عیسیٰ مسیح رسول اللہ نبی اللہ وجیھاً فی الدنیا و الآخرۃ سے کتنی حسن عقیدت تھی کہ آپ کو کوئی شخص بطور دوا کے افیون استعمال کرنے کا مشورہ دیتا آپ اس کو از روئے شرع یا از روئے طب جواب نہیں دیتے بلکہ بغیر ذکر حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے حق میں کہتے ہیں: پہلا مسیح شرابی تھا۔

انّا للہ۔ آہ: وہ بگڑتے ہیں کہ کوئی انہیں کیوں یاد آیا

نتیجہ: مرزا صاحب قادیانی نے تو بغیر ذکر کے حضرت عیسیٰ کو شرابی کہا مگر ہم ذکر پر مرزا صاحب قادیانی کو مناسب لقب دیں، تو ہمارا حق ہے۔ سنیئے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

حضرت مسیح کے ایسا مشابہ ہوں کہ عالم بالا میں ہم دونوں میں تمیز مشکل ہے (براہین احمدیہ ۔ص ۴۹۹)

جب اس درجہ روحانی مدارج میں آپ کو مشابہت ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ (بقول مرزا غلام احمد قادیانی) حضرت عیسی مسیح شرابی تھے تو ان کا مثیل اور مشابہ کیوں نہ شرابی ہو۔ پس ثابت ہوا کہ:

قادیانی مسیح شرابی اور افیونی بھی تھا۔

غالباً یہ شعر انہی کا ہوگا:

شراب دو سالہ و محبوب چہار دہ سالہ
بس ست ہمیں مرا صحبتِ صغیر و کبیر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۳ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۱ ص ۲۔۳)

قادیانی شکست

موضع وڈالہ بانگر ضلع گورداسپور میں ۲۱ جولائی ۱۹۲۹ء کو مرزائیوں سے مسلمانوں کا مناظرہ حیات عیسی اور صداقت مرزا صاحب قادیانی ہوا۔ اسلامی مناظر مولوی محمد امین صاحب امرتسری نے حیات مسیح اور تکذیب مرزا صاحب اچھی طرح بیان کی اور مرزائی مناظر شیخ عبدالحق سے جواب نہ بن پڑا مباحثہ کا اثر اچھا رہا۔

چودھری احمد بخش سکرٹری انجمن اسلامیہ از وڈالہ بانگر و عبدالغنی خیاط

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۳ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۱ ص ۱۶)

خلیفہ قادیان اب بھی مباہلہ نہ کرے گا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

قادیانی گروہ کے دین کا دارومدار بہت کچھ خوابوں پر ہے ۔خود بڑے صاحب کو جو خواب (رؤیا) آتے تھے، وہ تو بجائے خود تھے، امت مرزائیہ کو بھی خواب میں حقیقت بتائی جاتی ہے۔ چنانچہ اخبار الفضل ۲۶ جولائی ۱۹۲۹ء میں ایک سرخی لکھی ہے:

حضرت خلیفۃ المسیح کی صداقت میں دو خواب۔

اس سرخی کے ماتحت ایک شخص اللہ داد نے دو خواب لکھے ہیں۔ایک میں خلیفہ قادیان میاں محمود احمد کی بابت سب علماء اسلام سے برتری لکھی ہے جس سے ہمارا مطلب نہیں۔ دوسرے خواب کے الفاظ بتانے سے پہلے ناظرین کو اس کی تمہید بتائیں

قادیان کی جماعت مرزائیہ سے چند افراد خلیفہ قادیان سے ہٹ گئے۔ ہٹ کر انہوں نے ایک علیحدہ اخبار مباہلہ نکالا جس کے ہر پرچے میں خلیفہ قادیان پر سخت ترین اخلاقی الزام لگا کر حسب قانون شریعت مرزائیہ خلیفہ کو مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں جسے خلیفہ قادیان اور امت قادیانیہ ہمیشہ ٹالتی رہی۔اس مباہلہ کی بابت اللہ داد مذکور اپنا خواب لکھتا ہے :

دوسرا خواب میں نے یوں دیکھا کہ اخبار مباہلہ میرے چند غیر احمدی ساتھیوں نے خریدا، اور پڑھ کر میری طرف متوجہ ہوئے۔ مجھ کو اللہ تعالی نے جس قدر توفیق دی میں جواب دیتا رہا اور گفتگو ختم ہونے کے بعد یہ دعائیں کرتا ہوا سو گیا کہ اے میرے مولا! میرے پیارے پر جو الزام لگائے جا رہے ہیں تو خود فیصلہ کر کے دنیا کو دکھا دے... یہ دعائیں کرتا ہوا میں سو گیا۔

کیا دیکھتا ہوں ایک مجمع ہے جس میں دو پارٹیاں ہیں ایک احمدیوں کی ہے اور دوسری غیر احمدیوں کی

۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ ہونے والا ہے۔حضرت خلیفۃ المسیح اپنی جماعت کے آگے آگے چل رہے ہیں اور جماعت تضرع سے اللہ تعالی کے حضور دعائیں کر رہی ہے۔اس وقت اللہ تعالی نے اپنا فیصلہ یوں دکھایا کہ مخالفین کے چہرے بالکل سیاہ ہو گئے اس وقت ہماری جماعت کی طرف سے اللہ اکبر کے نعرے بلند ہوئے اور مخالفین اپنا سامنہ لے کر چلے گئے۔(ص ۷)

ناظرین کرام! اس خواب کو قادیان کے خلافتی گزٹ الفضل نے شائع تو کر دیا۔نہ صرف شائع کیا بلکہ اس سے صداقت خلیفہ پر استدلال بھی کیا،مگر یہ نہ سمجھا کہ اس خواب میں تو اللہ داد کی معرفت اخبار الفضل کے ذریعہ خلیفہ قادیان کو مباہلہ کرنے پر متوجہ کیا گیا ہے پھر وہ مباہلہ کیوں نہیں کرتا۔قرآن مجید میں ذکر ہے :

لقد صدق الله رسوله الرّؤيا بالحقّ لتدخلنّ المسجد الحرام ان شاء الله

.. الآیہ (الفتح:۲۷)اللہ نے اپنے رسول کا خواب سچا کر دیا جس کا مضمون تھا کہ تم لوگ مسجد حرام میں داخل ہو گے)

کیا اس خواب کو صرف بیان کرنے پر رسول اللہ ﷺ نے کفایت کی تھی یا مکہ معظّمہ چلے گئے تھے۔

سب لوگ جانتے ہیں کہ خواب آتے ہی حضور ﷺ مع خدام کے روانہ ہو گئے تھے جس کی صداقت میں آخر کار کامیاب ہوئے۔پس خلیفہ قادیان کو چاہیے کہ اس سچے خواب پر جس سے الفضل نے صداقت خلیفہ پر استدلال کیا ہے طالبان مباہلہ سے مباہلہ کریں ورنہ کہا جائے گا

نہیں وہ قول کا پورا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۲ ص ۳۔۴)

جلدی مت کرو

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ چند امور وہمی ذہن میں رکھ کران سے نتیجہ نکالا کرتے تھے۔ چاہے وہ امور کیسے ہی وہی ہوں مگر نتیجہ قطعی پیدا کر لیتے تھے مثلاً پادری عبداللہ آتھم کے متعلق لکھتے ہیں:

وہ میری پیش گوئی سے ڈرا، ڈر کے مارے وہ امرتسر سے فیروز پور گیا۔ اس ڈر میں اسکو سانپ نظر آئے۔ پس وہ میری پیش گوئی سے ڈر گیا یہی اس کا رجوع تھا۔

اللہ اللہ ! سارے واقعات وہمی اور نتیجہ کیسا قطعی۔ اسی طرح امت مرزائیہ کا حال ہے کہ اپنے وہم میں جما لیتے ہیں کہ دجال آ گیا (پادری لوگ) خر دجال نکل آیا (ریل) یا جوج ماجوج پیدا ہو گئے (انگریز اور روس) یہ سب فرضی داستان اور وہمی مقدمات جما کر سوال کرتے ہیں کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں تو بتاؤ مسیح موعود کیوں نہیں آیا۔

اللہ اللہ ! کیسی جرأت ہے، مندرجہ ذیل مضمون نوشتہ صابری صاحب میں اسی بات کا تذکرہ ہے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر۔

جناب منشی محمد حسین صابریؒ بریلوی لکھتے ہیں:

لاہور کے مرزائی اخبار پیغام صلح نے ایک مضمون لکھا تھا جس کی سرخی تھی:

آخر یہ انتظار کب تک؟

اس مضمون میں اڈیٹر اخبار مذکور نے بعض ان مسلمانوں کے خیالات کا اظہار کیا تھا جو امام مہدی کی آمد کے اسی (چودھویں) صدی میں منتظر ہیں۔ بلکہ محض کوتاہ اندیشی سے بعض تاریخیں بھی مقرر کر دیتے ہیں۔ اس پر سوال کیا تھا کہ چونکہ یہ صدی نصف کے قریب گذر چکی ہے اور مسلمانوں کے مہدی اور مسیح ابھی ظاہر نہیں ہوئے تو یہ انتظار کب تک رہے گا؟

اس کے جواب میں اہل حدیث امرتسر نے لکھا تھا کہ چودھویں صدی میں انتظار کرنے والے محض اپنے خیال سے منتظر تھے، صاحب الہام کے حکم سے نہ تھے۔

اس کے جواب میں پیغام صلح لاہور کے دیانت دار اڈیٹر نے چودھویں صدی کا ذکر تو بالکل ترک کر دیا اور لکھا کہ :

انتظار کرنے والے تو آپ، اہل حدیث، بھی ہیں۔،

حالانکہ بحث صرف چودھویں صدی میں انتظار پر تھی مطلق انتظار زیر بحث نہ تھا۔ تعجب ہے کہ باوجود توجہ دلانے کے پیغام صلح نے اپنی ۷۔ اگست کی اشاعت میں بھی یہی جواب دیا ہے جسے اس کے انصاف اور دیانت کا ثبوت سمجھنا چاہیے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء میں پھر حضرت مولانا اڈیٹر اہل حدیث نے توجہ فرمائی اور مرزا صاحب قادیانی کی کتاب حقیقۃ الوحی کی ایک عبارت کے صحیح معنی خاص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تشریح کے ساتھ بتائے، جسے غالباً پیغام صلح لاہور فراموش کر چکا تھا، جس کا جواب اس سے کچھ نہ بن پڑا۔ دراصل یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان کا جواب اصلی اور ہیڈ کوارٹر والے مرزائیوں کے پاس بھی نہیں ہے، تو یہ بے چارے دور کے رہنے والے (لاہوری) کیا چیز ہیں جو جواب دے سکیں۔

اخبار اہل حدیث امرتسر کے مذکورہ بالا پرچہ میں میرا بھی ایک مضمون درج ہوا تھا جس سارے کا جواب تو پیغام صلح سے نہ ہو سکا، صرف اتنی بات کا جواب دیا ہے جو میں نے لکھا ہے کہ :

مہدی اور مسیح کے زمانہ کا تعین، تاریخی، قرآن و حدیث سے دکھاؤ۔

اس پر پیغام صلح لاہور ۔۷۔ اگست لکھتا ہے :

صابری صاحب کو چاہیے کہ اس سوال سے پیشتر اس بات پر غور کر لیتے کہ احادیث میں مسیح موعود کی کیا کیا علامات لکھی ہیں۔ آیا وہ علامات پوری ہو چکی ہیں یا نہیں۔

دجال کا ظہور، قحط وباؤں اور حیا سوز مناظر کی موجودگی، جن کی مخبر صادق نے پہلے سے خبر دے رکھی تھی، آیا اس زمانہ کو مسیح موعود کا زمانہ ثابت کرتے ہیں یا نہیں۔

اگر یہ تمام علامات پوری ہو چکی ہیں تو اس سے بڑھ کر زمانہ کا تعین اور کیا ہوگا ۔ اور ایسی حالت میں کیا یہ سوال پیدا نہیں ہوتا کہ آخر یہ انتظار کب تک (پیغام صلح لاہورے۔ اگست ۱۹۲۹ء ص ۲)

حالانکہ تمام مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ امام مہدی اور حضرت مسیح کے آنے کی علامات ابھی پوری نہیں ہوئیں ۔ تو پھر اس سوال (آخر یہ انتظار کب تک؟) کے دہرانے کا کیا فائدہ ہے۔ بہتر تو یہی تھا کہ کسی خاص تاریخ کا تعین ثابت کیا جاتا جسکے بعد بحث بالکل صاف ہو جاتی ۔ اگر علامات ہی زیر بحث آپ رکھنا چاہتے ہیں تو سنیئے :

آپ کہتے ہیں کہ احادیث میں جو خروج دجال کا ذکر ہے اس سے مراد انگریز کلیں بنانے والے اور عیسائی پادری ہیں ۔ لیکن ہم کہتے ہیں خواہ وہ کوئی بھی ہو، دجال سے مراد ایک شخص واحد ہے جو ابھی ظاہر نہیں ہوا ۔ اب تو آپ کے بڑے بھائی (قادیانی) بھی ایک شخص واحد (بہاء اللہ ایرانی مدعی مسیحیت) کو دجال ماننے لگے ہیں جو دجال کی وحدت شخصی پر مبنی ہے۔ بتایئے اس دجال والی علامت کو مسلمانوں نے کب مانا کہ پوری ہوگئی؟

آپ کہتے ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں قحط، وبا، اور حیا سوز مناظر کا ظہور ہوگا۔ لیکن ہم کہتے ہیں کہ ایسا نہیں بلکہ اسکے بالکل خلاف ۔ جب حضرت امام مہدی اور حضرت عیسیٰؑ تشریف لائیں گے تو :

> خدا کے فضل و کرم سے کوئی کافر بلاد اسلام میں نہ رہے گا۔ تمام زمین حضرت امام مہدی کے عدل و انصاف کے چمکاروں سے منور اور روشن ہو جائے گی ظلم و بے انصافی کی بیخ کنی ہوگی تمام لوگ عبادت وطاعت الہی میں سرگرم ہوں گے. ایک سیر اناج اور ایک گائے اور بکری کا دودھ ایک کنبہ کے لئے کافی ہوگا تمام لوگ آرام و آسائش میں ہوں گے۔ روئے زمین پر سوائے اہل ایمان کے اور کوئی نہ رہے گا۔ کینہ اور حسد لوگوں سے اٹھ جائے گا سب کے سب احسان وطاعت و بندگی میں مصروف ہو جائیں گے ۔ (علامات قیامت شاہ رفیع الدین اردو۔ ص ۱۲-۱۴)۔

(حدیث کے الفاظ بھی مسیح موعود کی علامت میں یہی ہیں ولتذهبن الشحناء و البغضاء۔ مسیح موعود کے وقت کینے اور عداوتیں سب دور ہو جائیں گی۔ ثناء اللہ امرتسری)

آپ کے نزدیک امام مہدی کا زمانہ گویا ایک فسق و فجور اور مصائب و آلام کا زمانہ ہے لیکن ہمارے نزدیک وہ طاعت و عبادت الہی اور خیر و برکت کا وقت ہوگا۔

آپ نے جس وجود کو مسیح موعود اور مہدی فرض کر لیا ہے وہ تو ایک زمینی وجود تھا جو دنیا کے مال و دولت کا حریص جاہ وحشم کا خواہاں، بیداری چھوڑ خواب میں بھی منی آرڈروں کا منتظر تھا، اسلئے اس کی آمد کے ساتھ قحط اور وباؤں اور حیا سوز مناظر کا ظہور رہوا، لیکن جن وجودوں کے ہم منتظر ہیں وہ آسمانی ہوں گے۔ وہ اللہ تعالی کے حکم سے آئیں گے۔ ان کے آنے پر مخلوق خدا پر خیر و برکت کا نزول ہوگا۔ اور سب لوگ طاعت و عبادت الٰہی میں مشغول ہو جائینگے۔ وہ زمانہ فسق و فجور کا نہیں بلکہ پرہیزگاری کا زمانہ ہوگا۔

پس آپ کا سوال: آخر یہ انتظار کب تک؟ ہمارے نزدیک بالکل لغو اور فضول ہے اور ہم اللہ اور رسول اللہ کے احکام کی ماتحتی میں اس وقت آپ جیسے سائلوں کو یہی جواب دیں گے کہ:

جلدی مت کرو اور خدا کے حکم کے منتظر رہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۱۷ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۳ ص ۵۔۶)

....

ایک جنازہ پر جھگڑا

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسلمانوں میں جو تفریق پیدا کر دی ہے جب تک محمدی اور احمدی دو گروہ ہیں ناممکن ہے کہ ان میں اتصال ہو سکے۔

مسلمانوں کے فرقوں میں اختلاف ہے، مگر جڑ میں اختلاف نہیں۔ کیونکہ مسلمانوں کے فرقے نبوت محمدیہ میں سب متفق ہیں اور اسی کو مدار اسلام جانتے ہیں۔ برخلاف قادیانی امت کے یہ لوگ مسئلہ نبوت میں سب مسلمانوں سے الگ ہیں، مگر باوجود الگ ہونے کے پھر بھی مسلمانوں میں گھستے ہیں۔ چنانچہ ۲۱۔ اگست ۱۹۲۹ء کا واقعہ ناظرین تک پہنچاتا ہوں۔

امرتسر میں ایک عورت کا جنازہ تھا جس کی بابت کہا جاتا ہے کہ اس کا باپ مرزائی ہے، مگر خاوند باقاعدہ محمدی سنی مسلمان ہے۔

مرحومہ کے جنازہ پر کثرت سے مسلمان تھے۔ سب لوگوں نے فرض نماز عشا با جماعت ادا کی۔ مرزائی جماعت الگ رہی۔ جنازہ پڑھا گیا، الگ رہی۔

جب امام صاحب جنازہ پڑھ چکے، تو مرزائی جماعت نے ارادہ کیا کہ مرحومہ کے باپ کی وجہ سے جنازہ پڑھیں۔ جوں ہی آگے بڑھے تھے، امام جی نے کہا تمہارا کیا حق ہے کہ تم اس مرحومہ کا جنازہ پڑھو، تاوقتیکہ ثابت نہ کرو کہ یہ مرزائیہ تھی۔

اس پر کچھ تکرار رہی۔ ایک شریف جنٹل مین نے دور سے کہا کہ میاں پڑھنے دو، کیا ہرج ہے۔ پس مخالف آواز کی طرف متوجہ ہوئے، کون ہے ایسا کہنے والا؟ اس نے کہا یہ بھی مسلمان ہیں پڑھنے دو۔

امام صاحب نے جواب دیا مسلمان ہوتے تو ہمارے ساتھ جماعت میں شریک ہوتے۔ جب یہ مسلمانوں کی جماعت میں شریک نہیں ہوئے تو اب ان کا کیا حق ہے کہ مرحومہ کا جنازہ مکرر پڑھیں۔

آخر کار بہت سی قیل وقال کے بعد مرزائیوں کو جنازہ سے ہٹا دیا گیا قریب تھا کہ فساد تک نوبت پہنچتی مگر مصالحین کی سعی سے خیریت رہی۔ (نامہ نگار)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اصل بات یہ ہے کہ مرزائی تحریک کے مضرات میں تفریق کی مضرت سب سے زیادہ مضر ہے۔ یہ گروہ باوجود اپنی علیحدگی، مسلمانوں کے ہر کام میں دخل دیتا ہے۔ کوئی ان کے دخل کو مانے، یا نہ مانے، یہ دیمک کی طرح یہ کہتا ہوا: کس بشنود یا نشنود من گفتگوئے میکنم

داخل ہو جاتا ہے۔ حالانکہ ان کے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کا اعلان ہے کہ منکرین مرزا غلام احمد قادیانی، یہود ونصاری کی طرح کافر ہیں، کیونکہ نبوت مرزا قادیانی کے منکر ہیں۔

ان کا یہ بھی حکم ہے کہ منکرین مرزا کی لڑکیاں نکاح میں لے لو، مگر اپنی لڑکیاں ان کو نہ دو۔

(انوار خلافت)

پھر ان کو کیا حق ہے کہ مسلمانوں کی مجالس یا تقریبات میں دخل دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۴۔ ص ۳)

تمام روئے زمین کے مرزائیوں کو چیلنج

جناب مولوی عبدالرحمٰنؒ صاحب سکنہ رانیوال لکھتے ہیں:

مولانا صاحب! عاجز کے چند سوالات اپنے اخبار میں شائع فرما کر مشکور فرمائیں، کیونکہ تمام مخلوق کو مرزائیت کے پول سے آگاہ کرنا مقصود ہے۔

۱۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نبی تھے؟

۲۔ کیا نبی آئندہ کے لئے جو پیش گوئی کرے اس کا پورا ہونا ضروری ہے یا نہیں؟

۳۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی مجدد تھا؟

۴۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے حج بیت اللہ سے اپنے مریدوں کو روکنے کی وصیت کی یا نہیں؟

۵۔ کیا کسی نبی یا مجدد نے اپنے تابعداروں کو حج بیت اللہ سے روکا ہے؟

۶۔ کیا جو حج بیت اللہ سے روکے وہ نبی یا مجدد ہوسکتا ہے؟

۷۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے حج بیت اللہ کیا، یا نہیں؟

۸۔ حضرت عیسیٰؑ کے پاس جب کوئی بیمار جاتا تھا تو آپ اس کے حق میں دعا کرتے، اس کی بیماری دور ہو جاتی تھی، اور مرزا غلام احمد اپنی بیماری کا اپنی زبان سے اقراری۔ پھر مثیل مسیح کیسے ہوا؟

۹۔ کیا جو شخص حضرت آدمؑ سے لے کر حضرت محمد ﷺ کو آخری نبی سمجھے وہ مسلمان ہے یا نہیں؟

۱۰۔ نبی جہاں فوت ہو، وہاں دفنانے کا حکم ہے۔ اگر مرزا نبی تھا تو لاہور سے (بقول مرزا) دجال کے گدھے پر سوا کر کے قادیان لا کر کیوں دفنایا گیا؟

۱۱۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے محمدی بیگم کے نکاح کی پیش گوئی کی یا نہیں؟

۱۲۔ اگر کی، تو نکاح ہوا یا نہیں؟

۱۳۔ اگر نہیں ہوا، تو مرزا غلام احمد قادیانی کاذب ہوا یا نہیں؟

۱۴۔ مولانا ثناء اللہ اور اپنے حق میں مرزا قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ سچے کی زندگی میں جھوٹا مرجائے گا۔

اب مرزا قادیانی کون ہوا ؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۴۔ ص ۴)

....

مباہلہ مرزائیہ

جناب مکرم و محترم مولانا صاحب اڈیٹر اہل حدیث۔ السلام علیکم

از راہ مہربانی ایک خاص اسلامی کام خیال فرما کر ذیل کے مباہلہ کو جو کہ میرے اور چودھری رحیم بخش مبلغ و پریذیڈنٹ احمدیہ جماعت ضلع شیخوپورہ ہوا، درج فرما کر ممنون و مشکور فرمائیں۔ مضمون خاص طور سے روشن کیا جاوے۔

یہ مباہلہ ہم دونوں نے علیحدہ علیحدہ قرآن شریف ہاتھ میں لے کر منہ قبلہ شریف کی طرف، مسجد میں باوضو داخل ہو کر، ہاتھ اٹھا کر، نہایت عاجزانہ اللہ کریم کے دربار میں کیا۔

اور دونوں نے علیحدہ علیحدہ اللہ کریم سے نشان موت دردناک ایک سال کے اندر اندر طلب کیا ہے۔

اور باہر آ کر ایک دوسرے کو تحریر دی جو موجود ہے مع گواہوں کے ناموں کے، نقل جسکی درج ذیل ہے:

بسم اللہ الر حمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکر یم

منکہ قاضی تجمل حسین حکیم ولد خان صاحب قاضی محمد رمضان قوم جنجوعہ سکنہ گوجرانوالہ حال وارد پرانی آبادی شیخوپورہ کا ہوں

آج ۱۸ جولائی ۱۹۲۹ء مطابق ۳ ساون ۱۸۹۶ بروز جمعرات بوقت قریباً نو بجے دن کے مسجد احناف اندرون شیخوپورہ میں بمع بیس پچیس اصحاب مفصلہ ذیل دعا کی ہے کہ

اے خداوند کریم، سمیع العلیم، غیب دان، مالک یوم الدین!

میں بروئے شریعت محمدی وفتوی متفقہ تمام علماء ہند مرزا غلام احمد قادیانی جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے، ان کے اس دعوی کو بالکل باطل گردان کر ہرگز نبی یعنی مسیح موعود نہیں مانتا۔ لہذا حق وصداقت کو مدنظر رکھتے ہوئے اور کسی قسم کے ذاتی عناد بغض وکینہ وتعصب کو برطرف کرتے ہوئے میں نہایت عاجزی سے تیری درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ

اگر مرزا صاحب دعوی مسیح موعود میں سچے ہوں، تو میرے اوپر ایک سال کے اندر اندر ایسی عذابی موت وارد فرما جو دوسروں کے واسطے عبرت کا باعث ہو خواہ کسی قسم کی موت ہو۔

اور اگر مرزا صاحب مسیح موعود کے دعوی میں جھوٹے ہوں، تو میرے مخالف فریق یعنی چودھری رحیم بخش مبلغ وپریذیڈنٹ احمدیہ کمیٹی قوم جٹ لدھو ولد چودھری میراں بخش جٹ لدھو ساکن شیخوپورہ اور مولوی فضل دین ولد سجاول مبلغ خاص احمدیہ کمیٹی قوم علما موضع مانگت تحصیل حافظ آباد ضلع گوجرانوالہ حال وارد شیخوپورہ پر اسی طرح سے عبرت ناک عذاب موت نازل فرما جو کہ دوسروں کے واسطے باعث عبرت ہو۔

اے خداوند کریم تو ہم میں سچا فیصلہ کر دے تو بہت بہتر فیصلہ کرنے والا ہے فالله خير حافظا وهو ارحم الراحمين ۔ لعنة الله على الكاذبين

العبد: قاضی تجمل حسین حکیم ولد خان صاحب قاضی محمد رمضان قوم جنجوعہ ساکن گوجرانوالہ حال وارد شیخوپورہ

گواہ شد: شیخ محمد حسین سوداگر بوٹ شیخوپورہ، غلام محمد ٹیلر ماسٹر شیخوپورہ

ایسی ہی تحریر چودہری رحیم بخش مرزائی نے مجھے دی ہے۔

نوٹ: چونکہ یہ مباہلہ خانہ خدا میں نہایت احسن طریق سے کیا گیا ہے، لہذا اسے نہایت واضح طور پر

شائع فرمادیں۔

مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں کہ:

آئندہ کوئی صاحب اس قسم کا مباہلہ کریں، تو خلیفہ قادیان کی منظوری کے دستخط بھی کرالیا کریں ۔

(ہفت روزہ اہل، حدیث امرتسر ۳۰۔اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۴۔ص ۴)

....

انعام نہ لے سکے

مرزائیوں سے اہل حق کا میمیو ملک برہما میں مناظرہ: جون ۱۹۲۹ء

مولانا حضرت اللہ خطیب مسجد اہل سنت والجماعت میمیو، اپر برھما لکھتے ہیں:

میمیو ملک برہما میں عرصہ دراز سے مرزائی قادیانی جماعت اپنے تبلیغی پروپیگنڈہ سے مسلمانان اہل سنت والجماعت کو شکار کرنا چاہتی تھی۔ یہاں کے بھولے بھالے مسلمانوں کے دلوں میں ایسے شکوک اور شبہات پیدا کردیئے تھے جس سے مسلمان بہت پریشان ہورہے تھے۔

الحمدللہ! وقت پر یہاں کے چندا کابر قوم نے اس فتنہ کے انسداد کے لئے تہیہ کرلیا۔ چنانچہ یہاں سے چند منتخب اصحاب نے علماء کرام کو دعوت دی۔انہوں نے ضروری مشاغل چھوڑ کر دعوت قبول فرمائی۔ تاریخ مناظرہ سے ایک روز پیشتر ہی علماء تشریف لے آئے۔مبحث قرار پایا کہ قادیانی مناظر قرآن اور صحیح احادیث سے مرزا غلام احمد قادیانی کا نبی ہونا ثابت کریں گے۔

دوسرے روز ۲۳ جون ۱۹۲۹ء کو جامع مسجد میمیو میں بصدارت محمد حیات خان ایس اے ایس سروے ڈیپارٹمنٹ مناظرہ شروع ہوا۔

قادیانیوں کی طرف سے سید عبداللطیف مبلغ قادیانی جماعت تھے، اوران کی اعانت کے لئے ڈاکٹر رشید احمد پریذیڈنٹ جماعت قادیانی میمیو، سید عبدالرشید جنرل سکرٹری ومولوی حمید احمد مبلغ تھے۔ اہل سنت کی طرف سے مولوی سید غلام علی شاہ صدر مدرس مدرسہ محمدیہ مانڈلے تھے۔

سید عبداللطیف نے تقریر شروع کی جو دراصل ایک طویل لیکچر تھا کہ لندن میں مسجد بن جانا، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا معجزہ ہے، اور جرمن، فرانس وغیرہ میں جو اسلام نظر آرہا ہے یہ بھی مرزا قادیانی کی صداقت کی دلیل ہے۔ مرزا قادیانی کو ایسے زمانے میں نبی کیا ہے جب کہ علماء کے علم سلب کر لئے گئے اور عام گمراہی پورے طور پر پھیل گئی تھی۔ آپ (یعنی مرزا قادیانی) پاک اور بے عیب تھے۔ آپ کی پاکیزہ زندگی کے متعلق کوئی عیب نہیں بتایا جاسکتا۔ آپ کے الہام وپیش گوئیاں تمام پوری ہوئیں۔ ۲۳ سال تک جھوٹا دعوی نہیں چل سکتا۔ مرزا صاحب قادیانی ۳۵ سال تک مدعی رسالت رہے۔ آپ ہی نے آریوں کا قلع قمع کیا۔ آپ نے ایک سو کتابیں تصنیف فرمائیں، کیا یہ سب امور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی رسالت ونبوت پر دلالت نہیں کرتے۔

اہل سنت کی طرف سے کہا گیا کہ آپ کا دعوی تھا کہ قرآن شریف اوراحادیث صحیحہ سے ثبوت دیں گے۔ کیا یہی آپ کے نزدیک قرآن وحدیث ہے؟

تو (مرزائیوں کی طرف سے) کہا گیا کہ ہم قرآن وحدیث بھی پیش کرتے ہیں اور من بعدی اسمه احمد ... الخ

یا حسرة علی العباد ۔ الخ ۔

رب فا نظر نی الی یو م یبعثو ن .. الخ۔

قل ان کنتم تحبو ن الله .. الخ ۔

و لو تقول علینا بعض ا لاقا ویل ۔ الخ

وغیرہ آیات پڑھ کر عوام الناس پر اثر ڈالا جاتا تھا کہ ہم قرآن شریف سے ثبوت دے رہے ہیں، حالانکہ بے محل آیات کا پڑھنا کسی قابل شخص کے لئے کس قدر مضحکہ انگیز ہے۔ اس سے زیادہ پر

لطف یہ لطیفہ ہوا کہ رسالت ونبوت کے لئے سورہ فاتحہ سے لیکچر شروع کیا گیا۔

بفضلہٖ تعالیٰ سید غلام علی شاہ نے ترکی بترکی تمام باتوں کا جواب دے کر مرزائی جماعت کی پول کھول دی۔ اور از روئے قرآن وحدیث مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ نبوت ورسالت کا باطل ہونا ثابت کر دیا۔

مجلس میں آیات وکتب احادیث احادیث صحیحہ سے آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا اور کسی نبی کا قیامت تک آپ کے بعد دعویٰ نبوت نہ کرسکنا، اس طور پر ثابت کر دکھلایا کہ سلیم الطبع اور منصف مزاج شخص کو مرتے دم تک تزلزل نہ ہوسکے۔ مرزا صاحب قادیانی کے الہامات کا جھوٹا ہونا، مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ آخری فیصلہ، حسرت وناکامی سے دنیا سے چلا جانا، نہایت وضاحت سے بیان فرمایا۔

آخر الامر مولوی صاحب موصوف نے ان سے کہا کہ آپ نہ کسی آیت کا پورے طور پر صحیح معنی کر سکتے ہیں اور نہ کسی حدیث کی عربی عبارت کسی کتاب سے صحیح پڑھ سکتے ہیں۔ اگر آپ ایک آیت قرآن مجید صحیح پڑھ کر صحیح معنی کر دیں تو آپ کو ایک سو روپیہ انعام دیا جائیگا۔ اور ایسا ہی اگر ایک حدیث کی صحیح عبارت پڑھ کر صحیح معنی کر دیں تو ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ بلکہ مولوی صاحب نے دوسو روپیہ اسی وقت صدر صاحب کے حوالہ کر دیا۔ مگر مرزائی مناظر نہ پڑھ سکے۔ یہ ہے ایک ممتاز اور قابل مرزائی مبلغ کی علمی حیثیت۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اگست ۱۹۲۹ء مطابق ۲۴ ربیع الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۴۔ ص ۵۔ ۶)

....

مولانا ابراہیم سیالکوٹی پر افتراء

(انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی تحریک کے مطابق ۲ جون ۱۹۲۹ء کو جو جلسے ملک کے مختلف مقامات میں ہوئے ہیں۔ جمہور علماء اسلام نے ان سے اجتناب کیا اور کرایا، مگر مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے بہ نیت صالحہ سیالکوٹی جلسہ قادیانی

میں شرکت کی، بلکہ تقریر بھی فرمائی۔ عفی اللہ عنہ ۔

اس کا عوض قادیانی پارٹی نے ان کو یہ دیا کہ قادیانی اخبار الفضل نے ان پر افتراء کیا کہ آپ نے اپنی تصویر اتروائی ہے۔

اس افتراء کے شائع ہونے پر احباب نے دفتر اہل حدیث امرتسر سے استفسار کیے۔ قلمی جواب دیا گیا، مگر اصرار ہوا کہ مطبوعہ کا جواب مطبوع ہونا چاہیے۔ اس لئے آج جواب مطبوع دیا جاتا ہے۔

قادیان کا اخبار الفضل لکھتا ہے:

حضور (مرزا غلام احمد قادیانی) نے بعض مغربی قیافہ شناس لوگوں کی رہنمائی کے لئے اپنی تصویر کھچوائی اور ان ممالک میں بھجوا ئی۔

بس پھر کیا تھا، علماء سوء کی طرف سے طوفان بے تمیزی برپا کر دیا گیا اور عوام الناس میں نفرت انگیز جذبات مشتعل ہو گئے اور یہی ان کو مطلوب تھا۔ لیکن باطل کے پاؤں نہیں ہوتے۔ چنانچہ حدیث العہد کا روشن خیال طبقہ اس اعتراض کو نہ صرف بے وقعت بلکہ غلط قرار دیتا ہے اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی ایسے قدامت پسند عالم نے تصویر کھچوا کر عملاً ثابت کر دیا ہے کہ ہم جو کچھ کہہ رہے ہیں اس کے معنی کچھ اور ہیں۔ کھانے اور دکھانے کے دانت الگ الگ ہوتے ہیں۔

ہمارے صداقت شعار راوی تحریر فرماتے ہیں کہ مولانا موصوف کے بعض عقیدت کیش اصحاب نے ازراہ گستاخی دریافت کیا کہ

حضرت تصویر کھنچوانی کب سے جائز ہوئی؟ اور اگر ہنوز اس جواز کی کوئی وجہ نہیں تو آپ کی صورت بنوائی کی صحیح تعبیر کیا ہے؟

آپ نے مجلس خاص میں اس گرہ کی عقدہ کشائی یوں فرمائی کہ دراصل تصویر کھچوانا جائز ہے.... گویا مشہور قصہ ....صدائے بازگشت ہے.....کی شریعت نوازی کا یہ .... یا کچھ نہ کریں گے۔ ایسے علماء...کو.....بندگان حرص و آز شریعت غرا کو موم کی ناک بتارہے ہیں۔ (اخبار اہل حدیث کے زیر نظر شمارے سے بعض الفاظ پڑھے نہیں جا سکے۔ بہاء)۔

انا للہ و انا الیہ راجعون (الفضل قادیان ۲۔اگست ۱۹۲۹ء ص ۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا تو بہت پرانا عقیدہ ہے کہ مرزائی سچ کہے تو تعجب ہے، جھوٹ بولنے میں تعجب نہیں۔ کیونکہ جس جماعت کے بانی، جس کے نبی، جس کے پیرومرشد کا دعوی ہی غلط بنیاد پر مبنی ہو، وہ ہے بحکم

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اصل قصہ صرف اتنا ہے کہ سیالکوٹ کے ڈپٹی کمشنر کی تبدیلی پر میونسپلٹی کی طرف سے ان کی الوداعی دعوت ہوئی۔ مولوی ابراہیم صاحب بھی بحیثیت میونسپل ممبر بلائے گئے۔ بعد صحبت حسب دستور فوٹو گرافر نے ساری مجلس کا فوٹو لیا اور بس۔

اس میں مولوی ابراہیم صاحب نے نہ ان کو ایسا کرنے کا مشورہ دیا، نہ فتوی دیا، نہ کسی کے سوال پر ایسا جواب دیا۔ باقی سب قادیانی افتراء ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ صورت مرقومہ میں مولوی صاحب کا قصور کتنا ہے۔ ہمارا اپنا مشاہدہ ہے کہ مکہ معظّمہ میں مؤتمر کے خاتمہ پر ایک فوٹو گرافر آیا۔ اس نے چپکے سے مجلس کا فوٹو لے لیا۔ اس میں ہر ملک کے بڑے بڑے علماء کرام بھی تھے۔

فوٹو تو ایسی جلدی میں لیا جاتا ہے کہ بسا اوقات خبر بھی نہیں ہوتی، اتنی بات کو اتنا بتنگڑ بنانا انہی لوگوں کا کام ہے جو اپنے عیوب چھپانے کو دوسروں میں عیب تلاش کیا کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۵ ص ۳)

....

قادیانی کی تکذیب، واقعات سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں نبی کریم ﷺ کی صداقت میں ارشاد ہے:

سنریھم آ یاتنا فی ا لآفاق و فی انفسھم حتی یتبن لھم انه الحق

(ہم (خدا) ان مخالفوں کو اطراف عالم میں اور خود ان میں نشانات صداقت دکھائیں گے یہاں تک کہ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ دین اسلام حق ہے)

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ صداقت نبوت میں خدائے تعالی آفاقی اور قدرتی نشان بھی دکھایا کرتا ہے۔ آج ہم دیکھتے ہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب پر ہر قسم کے قدرتی نشان نظر آتے ہیں۔ مثلاً چاروں طرف ایک شور محشر بپا ہے کہ عیسائی مذہب پھیل رہا ہے، دون دونی رات چوگنی ترقی کر رہا ہے۔ کوئی قوم اتنی اشاعت نہیں کرتی جتنی عیسائی کرتے ہیں حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے:

میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں۔

(اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء ص ۴)

آفاق میں اس کا ثبوت کیا ہوا؟ علاقہ چین سے ایک دوست نے ہمیں وہاں کا اخبار، سونھ چینا مورننگ پوسٹ، بھیجا ہے جس میں لکھا ہے:

چین میں جو برٹش اینڈ فارن بائبل سوسائٹی کی ایجنسی ہے اس کی رپورٹ ۱۹۲۸ء مظہر ہے کہ یہ ایجنسی ۱۸۱۲ء میں پانچ صد پونڈ سے جاری ہوئی تھی جس کا مقصد چینی زبان میں انجیل کا ترجمہ شائع کرنا تھا ۔۱۸۱۴ء میں پہلے پہل انجیل کا ترجمہ چینی زبان میں تقسیم ہوا۔ رپورٹ سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۱۴ سال کے عرصہ میں ۷ کروڑ ۵۲ لاکھ ۸۴ ہزار ایک سو نو نسخے بائبل کے شائع ہوئے ہیں۔ عام طور پر یہ

کتابیں ہر اس شخص کو مفت دی جاتی ہیں جو اس کے مطالعہ کرنے کا وعدہ کرے۔ کتاب کا کاغذ اور جلد کے متعلق لکھا ہے کہ اگر اس کو ہر روز استعمال کیا جائے تو کم از کم ۲۵ سال تک خراب نہیں ہوتا۔

(۴ مئی ۱۹۲۹ء)

کیا اسی کا نام ہے عیسائی مذہب کا مٹنا۔

اسی طرح ہندوستان میں دیکھ لو۔ دس برس کی مردم شماری میں کوئی قوم ۵۔۱۰ فی صد ترقی کرتی ہے، تو عیسائی سو پر سو فی صدی ترقی کرتے ہیں۔

باوجود اس کے جدید مسیحی (امت مرزائیہ) فخر کرتے ہیں کہ مسیح موعود نے عیسائی مذہب کو مغلوب کر دیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۵ ص ۴)

....

قادیانی اور بابی

مولوی عبداللہ احمدی وکیل سری نگر کے قلم سے مطبوعہ اشتہار

قادیانیت، بہاہیت یا بابیت کی نقل ہے

۱۔ قادیانی اساسی اصول یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ آخری نبی نہیں، بلکہ آپ کے بعد بھی رسالت کا سلسلہ جاری ہے۔ اور آیت خاتم النبیین میں خاتم کے معنی مہر کے ہیں۔ ملاحظہ ہو رسالہ نجات مولفہ خلیفہ قادیان صفحہ ۸۔۹۔۱۰۔

یہی اصول بابیوں کا ہے۔ ملاحظہ ہو کتاب مناظرات الدینیہ صفحہ ۸۶ کہ:

جواب از خاتم النبیین اول آنکہ قرأت معروف مسلّم خاتم بفتح تا ست کہ کنایہ از زینت استو صریح در ختم و تمام شد نیست

(ترجمہ۔یعنی جواب آیت خاتم النبیین کا پہلے تو یہ ہے کہ مشہور قرأت خاتم کی تا کی زبر سے ہے کہ مراد زینت ہے اور اس میں نبوت کے ختم اور تمام ہونے کی صراحت نہیں۔)

پس قادیانی اور بابی اس اصول میں متفق ہیں کہ آیت خاتم النبیین کا مطلب نبوت کا بند ہونا نہیں ، بلکہ اجرائے نبوت ہے۔

۲۔بابیوں یا بہائیوں نے اجرائے رسالت پر قرآن کی آیات سے استدلال کیا ہے مثلاً کتاب الفرائد صفحہ ۳۱۴ کی یہ عبارت ملاحظہ ہو:

یلقی الروح من امرہ علی من یشاء ۔ اما یاتینکم رسل منکم بلفظ مستقبل نازل شدہ صریح است بر اینکہ انزال روح الامن منوط بارادہ و مشیت اوست

(ترجمہ: یعنی صیغہ مستقبل موجود ہے اس کا صریح مطلب یہ ہے کہ جبریل کا نازل ہونا خدا کے ارادہ سے وابستہ ہے)

اسی طرح کتاب بحر العرفان ملاحظہ ہو کہ یومنون بما انزل الیك و ما انزل من قبلك و بالآخرۃ ھم یوقنون۔کہ بالآخرۃ میں آخری مراد ہے جو حضرت باب اور بہاء اللہ پر نازل ہوگی۔

یہی وہ قرآنی دلائل ہیں جن کو قادیانی شاگردوں نے نقل کر کے اپنی ذہانت کا ثبوت دیا ہے۔

۳۔خلاصہ کلام یہ ہے کہ بابی یا بہائی نیز ان کے شاگرد قادیانی متفق ہیں کہ وحی نبوت و رسالت کا سلسلہ جاری ہے۔فرق صرف اس قدر ہے کہ قادیانی بظاہر کسی شریعت جدیدہ کے قائل ہیں، اور بابی یا بہائی قرآن کریم کی شریعت کو منسوخ کر کے شریعت جدیدہ کے قائل ہیں۔

لیکن یہ فرق ایک دھوکہ اور فریب ہے جو عوام اور سادہ لوح قادیانیوں کو معلوم نہیں۔درحقیقت اس بنیادی اصول میں بھی قادیانی اور بہائی متفق ہیں کہ جب کسی شخص کا مامور من اللہ ہونا ثابت ہو تو اس کا اختیار ہے کہ وہ قرآنی شریعت کو بھی منسوخ کر دے۔چنانچہ سیرۃ المہدی مؤلفہ میاں بشیر احمد صفحہ ۸۱ روایت نمبر ۱۰۶ میں یہ عقیدہ قادیانیہ مرقوم ہے کہ:

یہ تو صرف نبوت کی بات ہے اگر حضرت مسیح موعود صاحب شریعت نبی ہونے کا دعوی کریں اور قرآنی شریعت کو منسوخ قرار دیں تو بھی مجھے انکار نہ ہو کیونکہ جب ہم نے آپ کو واقعی صادق اور منجانب اللہ پایا ہے تو اب جو بھی آپ فرمائیں گے وہی حق ہوگا اور ہم سمجھ لیں گے کہ آیت خاتم النبیین کے کوئی اور معنی ہوں گے۔

علاوہ بریں اخبار الفضل قادیان مجریہ ۲۳ مئی ۱۹۲۴ء میں لکھا ہے:

اگر احمد نے یہ (یعنی صاحب الشریعت) ہونے کا دعوی کیا ہوتا یا کوئی نئی شریعت پیش کی ہوتی اور ہم نے آپ کو شارع رسول مانا ہوتا تو ہم خدا کے فضل سے نہایت تحدی اور جرأت سے آپ کو شارع رسول منواتے۔

اس سے ثابت ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک بھی شریعت اسلام منسوخ ہوسکتی ہے اور اس مسئلہ میں بھی قادیانی بابیوں سے باہم متفق ہیں بلکہ کمال ہوشیاری تو یہ ہے کہ قادیانی شریعت اسلام کا لباس پہن کر شریعت جدیدہ بھی جاری کررہے ہیں۔ کیا جزیہ کا قرآنی حکم منسوخ کردینا، اور مسلمانوں کے پیچھے نماز کو حرام کردینا، مسلمانوں کے ساتھ رشتہ ناجائز قرار دینا، جناب مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لانے کو مدار نجات ٹھہرانا اور منکر نبوت مرزا صاحب کو کافر اور خارج از دائرہ اسلام کہہ دینا، اگر شریعت جدیدہ نہیں تو اور کیا ہے؟

بہرحال جواز شریعت جدیدہ میں بھی قادیانیوں کو کسی حیلہ وحوالہ کی گنجائش نہیں ہے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے منکر کو کافر نہیں کہا۔ ملاحظہ ہو تریاق القلوب صفحہ ۱۳۰:

ابتداء سے میرا یہی مذہب ہے کہ میرے دعوی کے انکار کی وجہ سے کوئی شخص کافر یا دجال نہیں ہوسکتا

۴۔ قادیانیوں کے پاس مرزا صاحب قادیانی کی نبوت ثابت کرنے کے لئے بنیادی دلیل یہ ہے کہ جو شخص مامور من اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہو، اور وحی الٰہی کے دعوی پر تیئیس برس کا عرصہ گذر جائے تو ایسا شخص یقیناً خدا کی طرف سے ہے۔

اور یہ استدلال آیت لو تقوّل پر مبنی ہے۔ اور بہائی بھی جناب بہاء اللہ کا مامور من اللہ ہونا اسی دلیل سے ثابت کرتے ہیں ملاحظہ ہو کتاب الفرائد صفحہ ۶۱ مصنفہ میرزا ابو الفضل بہائی۔ بہائیوں کی

اصطلاح میں اس کا نام دلیل تقریری ہے۔

۵۔پس جب کہ قادیانی مذہب دین بہائی کی نقل مطابق اصل ہے،تو اصل کو چھوڑ کر نقالوں کی پیروی کرنا اگر غایت درجہ کی بے وقوفی نہیں تو کیا ہو۔البتہ قادیانیوں کے(پیش کردہ وسوسے)مشہور ہیں جن کا ازالہ ضروری ہے....

قادیانی کہتے ہیں کہ بہاء اللہ نے نبوت کا دعوی نہیں کیا، بلکہ اس نے الوہیت کا دعوی کیا ہے۔لہذا اس پر آیت لو تقول علینا،صادق نہیں آتی۔

مگر قادیانیوں کا یہ عذر،عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔لو تقول کا فقرہ موجود ہے لو تنبأ نہیں ہے ۔چونکہ بہاء اللہ کا دعوی مامور من اللہ ہونے کا ہے الوہیت و ربوبیت کا دعوی نہیں ،لہذا قادیانی وسوسہ ہی بیہودہ ہے۔ملاحظہ ہو کتاب الشیخ صفحہ ۳۱۔از جناب بہاء اللہ کہ:

آنجناب یا غیر گفتہ کہ سورہ توحید را ترجمہ نمایند تا نزد کل معلوم ومبرہن گردد کہ حق لم یلد ولم یولد است وبابی ہا بر بوبیت والوہیت قائل اند۔یا شیخ ایں مقام مقامِ فناء نفس و بقاء بحت بات است انتہی

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ ایک معترض نے بہاء اللہ پر یہی اعتراض کیا تھا کہ آپ الوہیت اور ربوبیت کے دعویدار ہیں۔اس کا جواب بہاء اللہ نے یہ دیا جس کا ترجمہ حسب ذیل ہے کہ

آپ نے یا کسی نے کہہ دیا ہے کہ سورۃ توحید کا ترجمہ ہوتا کہ سب کو معلوم ہو کہ اللہ تعالی لم یلد و لم یو لد ہے اور بابی الوہیت کے مدعی ہیں۔

سنو شیخ صاحب! یہ مقام فناء نفس اور بقا باللہ کا ہے ایسا کہنا نیستی اور فنا پر دلالت کرتا ہے ۔

اب مقام تعجب ہے کہ یہ مسئلہ فنا فی اللہ کا قادیانیوں کا مسلّمہ اصول ہو اور پھر ایسا تجاہل عارفانہ۔ بات صاف ہے

روا باشد انا اللہ از درختے
چرا نبود روا از نیک بختے

مامور من اللہ ہونے کا دعوی دیکھنا ہو تو ملاحظہ ہو کتاب الشیخ۔صفحہ ۷،۹

لیس ھذا من عندی بل من لدن عز یز علیم و امر نی با لنداء بین ا لار ض و السمـا ء ۔یعنی حضرت بہاء اللہ کہتا ہے کہ یہ کلام میری طرف سے نہیں، عزیز علیم خدا کی طرف سے ہے اس نے مجھے زمین و آسمان کے اندر منادی کرنے پر مامور کیا ہے۔

نیز ملاحظہ ہو کتاب مبین صفحہ ٦٧:

ان ھی من تلقاء نفسه بل من لد ن من بعثه و ار سله با لحق و جعله سراجاً للعا لمین۔ (یعنی یہ آیات بینات جناب بہاء اللہ کی اپنے نفس کی طرف سے نہیں بلکہ اس خدا کی طرف سے ہیں جس نے اس کو مبعوث کیا اور حق کے ساتھ رسول بنایا اور تمام جہانوں کا چراغ بنایا)

ان حوالہ جات سے ثابت ہے کہ جناب بہاء اللہ کا دعوی مبعوث من اللہ اور مامور من اللہ ہونے کا تھا خواہ بہائی اپنی اصطلاح میں اس پر نبی اور رسول کا لفظ استعمال کریں بلکہ مظہر امر اللہ، یا بہاء اللہ کا لفظ استعمال کریں اصطلاحات میں تنازع کرنا عقل مندی نہیں و لکل ان یصطلح

ب ۔خلاصہ اور نتیجہ یہ ہے کہ جب باب رسالت و ماموریت کھلا ہے اور جدید شریعت کا لانا یا قرآنی شریعت کا منسوخ ہونا حسب اصول مسلّمہ اہل قادیان جائز بھی ہے۔اور دلائل بھی مشترکہ ہیں اور بہاء اللہ کا دعوی پہلے بھی ہے اور دعوی سے تیس برس تک اس نے مہلت بھی پائی ہے (جیسا کہ تاریخ سے ثابت ہے کہ بہاء اللہ نے ١٨٦٣ء میں اپنی ماموریت کا اعلان کیا۔اور ١٨٩٢ء تک، جب کہ اس نے وفات پائی متواتر دعوت کرتا رہا (ملاحظہ ہو کتاب تاریخ باب الابواب مطبوعہ مصر) تو کیا بر بنائے اصول مسلّمہ قادیانیت قادیانیوں کا فرض نہیں کہ وہ دین بہائی اختیار کر کے اپنی ایمان داری کا ثبوت دیں (جب کہ وہ دنیا جہان میں اعلان کر چکے ہیں کہ اگر آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نبی کا آنا جائز ہو تو دین بابی ہی برحق ہے۔ملاحظہ ہو صفحہ ١٥ کتاب ہدیہ سعدیہ مصنفہ مولوی غلام نبی قادیانی

لا یا تی بعده نبی لا من العرب و العجم لا جد ید و لا قدیم الّا فدین البا بیة حق (یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی عرب وعجم سے نیا یا پرانا نہیں آ سکتا۔اگر کوئی آ سکتا ہے تو بابیوں کا دین حق ہے)

پس بظاہر مسلمانوں میں شامل رہ کر مزید تشتت و افتراق کا موجب نہ ہوں اور وحدت اسلامیہ میں مزید رخنہ اندازی نہ کریں۔

قادیانیت اور بابیت کا فرق

مجھے اس بات سے انکار نہیں کہ قادیانیت اور بابیت میں کچھ فرق بھی ضرور ہے۔ اختصاراً مندرجہ ذیل اشارات قابل توجہ ہیں:

۱۔ بابیوں نے صفائی اور جرأت سے علیحدہ ہوا اپنا قلعہ علیحدہ بنالیا ہے، مگر قادیانی بزدل اور ڈرپوک ہیں، وہ مسلمانوں میں شامل رہ کر اور خدمت اسلام کے مدعی ہو کر اسلام کی بیخ کنی کر رہے ہیں۔

۲۔ بابیوں کے اصول اور دلائل بلا تاویل صاف اور واضح ہیں جس میں کوئی دھوکہ نہیں مگر قادیانیوں کا علم کلام قفل وسواسی ہے جو پیچ در پیچ ہو کر انسان کے لئے ایک مصیبت کا سامان پیدا کرتا ہے اور بات بات میں دھوکہ لگ جانے کا خطرہ ہے۔

۳۔ بابیوں کے وجود سے اسلام اور مسلمانوں کو کوئی مذہبی یا سیاسی نقصان یا خطرہ نہیں کیونکہ انہوں نے بلا تاویل بہادری سے اپنا گھر علیحدہ بنالیا ہے۔ ان کو کسی کی پرخاش بھی نہیں۔ مگر قادیانیوں کے وجود سے اسلام اور مسلمانوں کو سیاسی خطرہ اور نقصان ہے یہ فرقہ ہمارے گھر میں رہ کر ..تفرقہ بین المسلمین اور تکفیر اہل قبلہ.. میں مصروف ہے۔ نیز اسلامی سلطنتوں کا بدخواہ اور مغربی سلطنتوں کا بہی خواہ ہے۔

۴۔ بہائیوں نے دین....امن اور صلح اور محبت کا پھیلانا...ہے مگر قادیانیوں کا فرض یہ کہ وہ...مسلمانوں کو کافر کہیں۔ بغض وعداوت پھیلائیں، بائیکاٹ کی وصیت کریں مسلمانوں کا باہم رشتہ ناطہ بھی نہ ہونے دیں، اور پھر سادہ لوح مسلمانوں ہی سے روپیہ بھی وصول کریں۔ وغیرہ

کیا قادیانیت کے بانی مرزا غلام احمد ہیں؟

اس سوال کا جواب یہی ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی مذہب کے بانی نہ تھے، بلکہ اس مذہب کے موجد حضرت مرزا محمود خلیفہ قادیان ہیں۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب بڑے زور سے دعوی نبوت سے انکار کرتے ہیں اور جن مبہم عبارتوں سے مرزا صاحب کا دعوی نبوت نکالا جاتا ہے ان کو صاف کر کے انہوں نے اعلان کر دیا ہے کہ ان کا دعوی نبوت کا نہ تھا دیکھو مجموعہ اشتہارات حصہ سوم صفحہ ۲۲۳ جناب مرزا غلام احمد صاحب

قادیانی فرماتے ہیں کہ :

ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔

اور مجموعہ اشتہارات جلد۴ صفحہ ۳۳۳ پر فرماتے ہیں:

جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو، میں اسکو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

پس اگر کوئی شخص ان حوالہ جات کو غلط ثابت کرے تو میں بطور تاوان پانچ سو روپیہ ادا کرنے کا ذمہ دار ہوں۔ جب کہ مرزا صاحب قادیانی کی تحریر موجود ہے تو محکم اور متشابہ کے اصول کو مدنظر رکھ کر ثابت ہے کہ وہ نبوت کے مدعی نہ تھے۔

قادیانیت کا خاتمہ اور ملاازم کی بربادی

وحدت اسلامیہ کے دو بدترین دشمن قادیانیت اور ملاازم ہیں۔ یہ دونوں دشمن اس قابل ہیں کہ ان کو برباد کیا جائے، اور ان کا خاتمہ ہو۔ علوم وفنون کی ترقی، تعلیم معارف سے تو یو ماً فیو ماً ملاازم برباد ہوتا رہے گا۔

اور قادیانیت کے لئے احمدیوں میں ایک معقول جماعت کا پیدا ہونا، اور پھر قادیانی مریدوں کا خلیفہ قادیان کے خلاف صدائے احتجاج بلند کرنا اور بالآخر بابی یا بہائی علم کلام کا قادیانیت پر حملہ آور ہونا، اور افاضل قادیان کا قادیان سے بابی ہو کر نکلنا، اور پھر کوکب ہند کی شکل میں قادیان کے قلعہ پر گولہ باری ہونا، اور قادیان کا خاموشی اختیار کرنا، اہل بہاء کی بحث سے فرار کرنا، میدان مباہلہ میں نہ آنا، یہ سب کی سب باتیں قادیانیت کے لئے موت کا پیغام ہیں۔ اور تمام دنیائے اسلام کے لئے انتباہ ہے کہ وہ تمام اندرونی اختلافات مٹا کر وحدت اسلامیہ کو قائم کریں اور سب مل کر حضرت محمد ﷺ کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوں۔

وہ احمدی جو جناب مرزا صاحب قادیانی کو محض مجدد مان کر وحدت اسلامیہ میں رخنہ انداز نہیں، وہ تمام دنیائے اسلام سے اصولاً متفق ہیں۔ جیسا کہ خود جناب مرزا صاحب تمام دنیائے اسلام سے اصولاً متفق تھے۔ پس میری یہ اپیل ہے کہ واعتصموا بحبل الله جميعاً ولا تفرقوا ۔ و ما علينا الا

ہمیں کچھ کیں نہیں بھائیو نصیحت ہے غریبانہ
کو ئی جو پاک دل ہو وے دل و جان اس پر قربان ہے
(خاکسار محمد عبداللہ وکیل ہائی کورٹ سری نگر)

مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق اس سے بھی بالاتر ہے جو ہم بارہا ظاہر کر چکے ہیں کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی شیخ بہاء اللہ ایرانی کی نقل کی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۵ ص ۵۔۷)

....

مرزا صاحب کے اخلاق

جناب مولوی عبدالقیوم ؒ، چک رجاوی ثم اٹاوی لکھتے ہیں:

برادران اسلام ! السلام علیکم۔

کچھ عرصہ سے مرزائی امت کا یہ طریق کار ہو رہا ہے کہ وہ سال کے بعد ایک تاریخ مقرر کر کے تمام جگہ یہ اعلان کراتے ہیں کہ نبی ﷺ کی سیرت پر تقاریر ہوں گی جس میں ہر مذہب کے لوگ شریک ہوں۔ چنانچہ عاشق محمد عربی ﷺ آپ کا نام سن کر شریک ہو جاتے ہیں وہ اس طرح سے جہلاء کو یہ دکھلانا چاہتے ہیں کہ ہمیں نبی ﷺ سے کس قدر محبت ہے اور ہم وہی کہنا چاہتے ہیں جو آپ فرما گئے ہیں۔

میرے معزز دوستو! ان کی ہر بات میں چالا کی ہے۔ بھلا ان بھلے آدمیوں سے کوئی پوچھے کہ جس نبی ﷺ کی آپ سیرت بیان کرتے ہیں اس کی عزت وحرمت آپ کے نبی مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک کیا تھی ۔کوئی بات ان کی نبی ﷺ کے مطابق ہے بھی ، یا یوں ہی لوگوں کو دھوکہ دے کر قادیانی مدعی کی تبلیغ ہوتی ہے۔

ارے بھئی ذرہ سوچو کہ سب سے بڑا اسوہ نبی ﷺ کا خلق عظیم تھا۔ اس کو دیکھئے کہ جس نے ہزار ہا دشمنان دین کو حلقہ بگوش اسلام کر دیا جس کا قرآن مجید شاہد ہے کہ انّك لعلى خلق عظيم اور نبی ﷺ نے ایسے دشمنوں کے مقابلہ میں جنہوں نے آپ کو سخت سے سخت تکالیف دیں، ہجرت کے لئے مجبور ہوئے، پتھروں کی مار کھائی، وطن سے بے وطن ہوئے مگر ان کے لئے بھی بد دعا نہ کی، نہ ترش بات کہی ۔ اگر فرمایا تو اس پیارے نبی نے یہ فرمایا کہ نبی کسی پر لعنت نہیں کرتا۔ ہاں فرمایا تو یہ فرمایا جس میں دشمنوں کے لئے دعا تھی

انّی لم ابعث لعّانا و لكن ابعث داعياً ور حمة اللهم اهد قومی فانّهم لا يعلمو ن ۔(یعنی میں لعنت کرنے کے لئے نہیں بھیجا گیا۔ مجھے خدا نے داعی اور رحمت بنا کر بھیجا ہے۔ اے خدا میری قوم کو ہدایت فرما کیونکہ وہ مجھے نہیں جانتے) (شفاء۔قاضی عیاض۔ص ۴۷)

اللہ اکبر! یہ اس وقت کا فرمانا ہے جب کہ ابن قمیہ کے پتھر سے نبی ﷺ کی پیشانی اور ایک دشمن کے پتھر سے حضور ﷺ کا بازو زخمی ہوا، اور عتبہ کے پتھر سے نبی اللہ ﷺ کے چاروں دانت شہید ہوئے۔ اس کے علاوہ ہزار ہا واقعات کتب تواریخ میں پائے جاتے ہیں کہ نبی ﷺ نے کبھی کسی دشمن کو برا نہ کہا، یا نقصان نہیں پہنچایا۔

اس کے بعد اب ذرہ نبی قادیانی کا حال ملاحظہ فرمائیں کہ تمام تصانیف دیکھیں، سب میں سبّ وشتم اور لعنت یا لوگوں کی موت کے سوا اور کچھ نہ ہوگا۔

حقیقۃ الوحی میں کئی جگہ لکھا ہے کہ بابو الٰہی بخش میری بد دعا سے مرا۔ چراغ دین جموں والا میری بد دعا سے مرا۔ فلاں میری بد دعا سے ہلاک ہوا۔ غرضیکہ نبی کیا ہے، اچھا خاصا عزرائیل یعنی فرشتہ موت ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کی خوش خلقی کیا ہے؟ کچلے کے لڈو ہیں۔ سبحان اللہ! سنئے اور پڑھئے انجام آتھم صفحہ ۲۱۔۲۲

اے مردار خور مولویو! گندی روحو! اے ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والو۔ تم جھوٹ مت بولو اور وہ نجاست مت کھاؤ جو عیسائیوں نے کھائی ہے

ایک دوسری جگہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے مگر بدکار رنڈیوں کی اولاد جس کے دلوں پر خدا نے مہر کی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷)

سبحان اللہ! سچے نبی کو دشمنوں سے زخم لگیں اور وہ دعا کرتا ہے، مگر اس کی تابعداری کا مدعی جس تابعداری کے ذریعہ نبی کہلاتا ہے اس کو کوئی تکلیف نہیں پہنچی صرف مخالفوں نے اس کے دلائل کو توڑا، یا پیش گوئی غلط ثابت کی، تو وہ عاجز ہو کر بازاری گفتگو اور فحش کلامی پر اتر آتا ہے، یا بد دعائیں دیتا ہے، اور موت کو بلا کر ان پر موت وارد کر دیتا ہے۔

کیا کہنے ہیں اس تابعداری کے۔ استغفر اللہ۔ خدا مسلمانوں کو سمجھ دے کہ وہ صراط مستقیم کو سمجھیں اور اس سچے نبی محمد ﷺ کے تابعدار بنیں اور ایسے جھوٹے نبیوں سے بچیں۔

ناظرین! صرف اسی قدر نمونہ کے طور پر لکھنا کافی ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئیاں تو ماشاء اللہ سونے پر سہاگہ ہیں۔ امید ہے مرزائی امت اس تفریق سے کچھ فائدہ حاصل کرے گی، اگر تعصب کی پٹی اتار کر دیکھیں گے، تو انشاء اللہ سچ اور جھوٹ علیحدہ علیحدہ نظر آ جاوے گا۔

و ما علینا الا البلاغ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ ص ۳، ۴)

قادیانی امت کے اخلاق

(مسلمانوں کے لئے درس عبرت)

جناب ماسٹر محمد اعظم ؒ صاحب سیالکوٹ سے لکھتے ہیں:

کل ۲۹۔ اگست ۱۹۲۹ء کو سیالکوٹ میں سید انعام اللہ احمد اڈیٹر دور جدید کے والد بزرگوار سید حسین شاہ صاحب فوت ہو گئے۔ آپ اگرچہ کلمہ گو تھے، مسلمان تھے، نیک تھے، بزرگ تھے، مگر ہاں قادیانی نبی پر ایمان نہ رکھتے تھے۔

آپ کے مرنے پر قادیانی مسیح کی بھیڑیں سر جوڑ کر بیٹھیں، تاکہ سوچ بچار کریں کہ سید انعام اللہ صاحب کا جنازہ پڑھا جائے یا قادیانی مسیح (مرزا غلام احمد) کے ارشاد کی تعمیل کی جائے۔ بہت بحث و تمحیص ہوئی چونکہ تعلقات نہایت گہرے تھے اس لئے بعض احباب کا خیال تھا کہ انہیں احمدی فرض کر کے (جیسا کہ وہ پہلے ایک نوجوان مسلم کے معاملہ میں کر چکے تھے) نماز جنازہ ادا کر لی جائے۔ مگر ان کے جواں بخت و جواں سال اور جواں ہمت احمدی فرزند شریف شاہ (انعام اللہ کے چھوٹے بھائی) نے کھڑے ہو کر پر جلال الفاظ میں کہا:

میرا والد احمدی نہیں تھا، وہ مرتد ہو کر مرا ہے۔ اس کا جنازہ ہرگز ہرگز نہیں پڑھنا چاہیے کیونکہ حضرت مرزا صاحب کا یہی ارشاد ہے۔

بس اب کیا تھا۔ مجمع میں سے بعض اصحاب کہنے لگے کہ جب بیٹا یہ شہادت دے رہا ہے، تو وہ یقیناً مرتد ہو کر مرا ہے۔ ہم کو لازم ہے کہ نماز جنازہ نہ پڑھیں۔ چنانچہ متفقہ طور پر یہ فیصلہ ہوا کہ ہم جنازہ نہیں پڑھیں گے۔

اللہ اللہ! کچھ وقت تک اس غریب سید کی میت (نوجوان بیٹوں کے ہوتے ہوئے) یوں ہی پڑی رہی۔ جب مسلمانوں کو اس واقعہ کی خبر ملی فوراً جمع ہوئے۔ حضرت مولوی محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی نے نماز جنازہ

کرائی اور ایک عظیم مجمع نے اس نیک روح کو الوداع کہا۔

ایک مسلم نے سید صاحب کے بیٹوں کو میت کے قریب کھڑے ہو کر کہا کہ جب آپ ان کو مرتد سمجھتے ہیں تو آپ کا کوئی حق نہیں کہ ان کی وراثت کے مالک بنیں۔ آپ کو تو میت کے نزدیک بھی نہیں آنے دینا چاہیے (وراثت تو ایک دنیا مردار ہے اسکا کیا ہے یہاں نہ رہی وہاں رہی۔ اس مقدس گروہ کو اس کی چاہت اشاعت اسلام کی خاطر ہے۔ نفس کی خاطر نہیں۔ اسکے فیصلہ کی سورت یہ ہے کہ مرحوم کے باقی وارث مرزائی کو وراثت سے محروم کریں تو عدالت میں جا کر ہائی کورٹ تک فیصلہ کرائیں تا کہ یہ مسلمانوں کی اندر اندر کی دیمک ہمیشہ کے لئے الگ ہو جائے۔ ثناء اللہ امرتسری)

مسلمانو! یہ ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کی امت کے کارنامے اور یہ ہے خلیفہ محمود احمد کے مریدوں کا عمل۔ اب جمہور مسلمان خود اندازہ لگالیں کہ قادیانیوں کا یوم النبی منانا اور مسلمان ہند کو دعوت اتحاد دینا کیا معنی رکھتا ہے؟

اگر یہ ہوس پرستی اور جلب زر کی سکیمیں نہیں تو اور کیا ہے۔ مسلمانوں کو اس انسانیت سوز واقعہ سے درس عبرت حاصل کرنا چاہیے۔

کیا مرزا صاحب قادیانی یا ان کا کوئی حواری از راہ کرم بتلائیں گے کہ وہ کون سے سات کروڑ مسلمان غلام آباد ہندوستان میں بستے ہیں جن کے حقوق کے تحفظ کے لئے آپ نے رپورٹیں بھی لکھیں اور مقالات بھی سپرد قلم فرمائے۔ یہی مسلمان ہیں جن کو آپ اور آپ کی امت مرتد اور کافر غیر مستحق نجات کہتی ہے۔

مرزائی دوستو! خدا کے عذاب سے ڈرو اور مسلمانوں میں تشتت وافتراق پیدا کرنے کا کام چھوڑ دو۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس قسم کے واقعات ہمارے شہر (امرتسر) میں بھی ہوئے ہیں۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ قادیانی امت تمام مسلمانوں کو مثل یہود ونصاری کے جانتی ہے۔ اسی لئے ان کا مذہب ہے کہ مسلمانوں کی لڑکیاں لے لو، مگر اپنی لڑکی ان کو نہ دو۔ باوجود اس کے بعض مسلمانوں کی رواداری یہاں تک بڑھی ہوئی ہے کہ ان کو مسلمانوں کے ہمدرد جانتے ہیں، ہمارا خیال ہے کہ ایسے لوگوں کو ہاتھی کے باہر کے دانت سہانے معلوم ہوتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان کی بابیت

مولوی عبداللہ احمدی وکیل سری نگر لکھتے ہیں:

(نوٹ: اخبار فاروق ان کو بابی لکھتا ہے جو درحقیقت خفگی پر مبنی ہیں، ورنہ مولوی عبداللہ لاہوری احمدی ہیں۔ہم ان کی سوانح اس زمانہ سے جانتے ہیں جب یہ قادیان میں طالبعلم تھے۔ثناء اللہ امرتسری)

الفضل قادیان مورخہ ۳ستمبر ۱۹۲۹ء میں خلیفہ قادیان کا طویل خطبہ بہائیت کی تردید میں شائع ہوا۔ یہ سارا خطبہ ابتدا سے انتہاء تک دو باتوں پر مشتمل ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ جناب خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب وسیع معلومات کے مدعی ہو کر ثابت فرمانا چاہتے ہیں کہ بہائیت بے ہودہ مذہب ہے۔ بہائی جھوٹ بولتے ہیں، کتابوں کو چھپاتے ہیں، ناکام ہیں، وغیرہ۔

دوسری بات جو حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے ارشاد فرمائی ہے، یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کا دعوی نبوت کا تھا، اور جناب بہاء اللہ مدعی الوہیت و منکر نبوت تھا۔اس نے قرآنی شریعت کو منسوخ کر دیا۔

گویا خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ان دو باتوں کے کہہ دینے سے امت قادیان کو مطمئن کر دیا کہ تم بابی نہیں بلکہ مسلمان ہو۔

مگر افسوس کہ اس تقریر سے بجائے بریت کے الزام اور بھی زیادہ قوی ہو گیا۔اگر بہائی کسی معقول وجہ کی بنا پر ہر کس و ناکس کیلئے کتابیں مہیا نہیں کر سکتے (غلط ہے۔ بلکہ بہائی مفت دکھاتے ہیں مولوی فضل الدین وکیل احمدی کئی روز تک بابو غلام محمد امرتسری بہائی کی کتابیں ان کے مکان میں دیکھتے رہے۔فیض حاصل کر کے بدنام کرنا انہی کا کام ہے۔ثناء اللہ) اور محض اسی وجہ پر وہ ملزم ہیں کہ وہ اپنی کتابوں کو چھپاتے ہیں، تو کیا قادیانی ان سے بھی زیادہ ملزم نہیں جو سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے عقاید واضح الفاظ میں نہیں بتاتے اور ہشیاری سے اپنا مذہب چھپاتے ہیں۔

مثلاً وہ عام طور پر غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان کہتے ہیں مگر لفظ مسلمان کا مطلب ان کی باطنی لغت

میں، سیاسی مسلمان، ہے اور سیاسی مسلمان کا مفہوم قائل اسلام ہے نہ حقیقی۔ مجازی نبی بمعنی غیر تشریعی، اور غیر تشریعی بمعنی حقیقی الی آخرہ

علی ہذا القیاس قادیانی عقائد کا قفل وسواسی بہت سے سادہ لوح قادیانیوں کو مشوش الخیال بنا کر پیغمبر بھی بنا دیتا ہے۔ چنانچہ اس وقت قادیانی نبوت کے کارخانہ میں چند حی القا ئم پیغمبر مثلاً حضرت احمد نور کابلی وحضرت نبی بخش سیالکوٹی وعبداللطیف گناچوری وعبداللہ تیماپوری وغیرھم مدعیان نبوت موجود ہیں۔ لہذا ان کے انکار نے قادیانیوں کو بھی دائرہ اسلام سے خارج کر دیا ہے ان فی ذلك لعبرۃ لاولی الابصار

اور اگر جناب خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے پاس تحریری ثبوت کتاب مقالہ سیاح محفوظ ہے جس سے وہ بابیوں کو ملزم بنا سکتے ہیں، تو ہمارے پاس بھی تحریری ثبوت محمد عثمان کا خط موجود ہے، جس سے خلیفہ صاحب مجرم بن سکتے ہیں۔ اور اس میں جناب خلیفہ صاحب کا اقبال ہے کہ مصلحت وقتی کی بنا پر بطور علاج چند روزہ مرزا غلام احمد صاحب کو نبی بنایا گیا ورنہ لفظ نبی کا استعمال ان کو بھی پسند نہیں۔

پس اگر وہ تمام الزامات جو خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے بابیوں پر لگائے ہیں، بفرض محال درست بھی ہوں، تو خود بھی حضرت خلافت مآب وامت قادیان حذو النعل بالنعل بابیت کے حقیقی بروز ہیں نہ مجازی۔ قادیانیوں کو دوسرے کی آنکھ میں تنکا نظر آتا ہے، مگر اپنی آنکھ کا شہتیر دکھائی نہیں دیتا۔

اب رہا یہ امر کہ بہاء اللہ نے رسالت اور نبوت کا دعوی نہیں بلکہ الوہیت کا دعوی کیا ہے، تو اس بات پر اصرار کرنا محض ایک بہانہ ہے جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے مریدوں کو قابو میں رکھنے کیلئے ایجاد فرمایا ہے، ورنہ عمداً اسی بات کو دہرانا ایک مہمل آواز ہے۔

بات صاف ہے اور بتکرار سمجھائی گئی کہ جن الفاظ سے بہاء اللہ کا دعوی الوہیت بیان کیا جاتا ہے مثلاً کتاب اقتدار صفحہ ۳۰ا بحوالہ جناب خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد قادیانی) کہ و نفسی عندی علم ما کان و ما یکون تو ایسے الفاظ بہاء اللہ اپنی نسبت استعمال نہیں کرتا۔ وہ حلول واتحاد کا قائل نہیں۔ اس کے نزدیک ان الفاظ کا متکلم اللہ تعالی ہے۔ اور یہ اس کے نزدیک کلام الہی اور وحی سماوی ہے۔

اب اگر کوئی شخص عقل وانصاف کو چھوڑ کر اسی بات کو رٹتا رہے، کہ نہیں بہاء اللہ نے خدائی کا دعوی کیا،

تو اس کو یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بہاء اللہ نے خدا ہونیکا دعوی صرف اپنے لئے ہی نہیں کیا بلکہ تمام گزشتہ پیغمبروں کے لئے بھی اس نے وہی الفاظ استعمال کئے، جیسا کہ اس نے اپنے لئے مظہر ربوبیت کا دعوی کیا، اسی طرح تمام گزشتہ انبیاء کے لئے مظہر ربوبیت ولسان عظمت کا دعوی کر کے اپنے آپ کو اسی زمرہ میں شامل کیا ہے۔

یہ درست ہے کہ بہاء اللہ نبوت کا دعوی نہیں کرتا (اخبار اہل حدیث امرتسر ۳۱ مئی کے صفحہ ۵ پر ہم نے بہاء اللہ کی کتاب اقدس صفحہ ۵۳ سے اس کا دعوی رسالت بتایا تھا جس کا جواب قادیانیوں سے آج تک نہ ہوسکا۔ اور آپ کے جواب میں اہل حدیث کی سابقہ تحریرات بے فائدہ نقل کر دیں، ثناء اللہ امرتسری) بلکہ ظہور رب العالمین ہونے کا دعوی کرتا ہے مگر ان دونوں اصطلاحوں کا علیحدہ ہونا اصل مدعا کے لئے مضر نہیں کیونکہ دونوں باتیں مامور من اللہ ومبعوث من عند اللہ ہونے میں جمع ہیں۔ اور بہاء اللہ کے دعوی مظہریت پر قادیانیوں کا واویلا کرنا درست نہیں کیونکہ یہ اصطلاح جناب مرزا صاحب قادیانی کی مسلمہ اصطلاح ہے (ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی۔ص ۱۵۴) کہ آیت یاتی ربك میں خدا کے آنے سے مسیح موعود کا ظہور مراد لیا ہے۔ چنانچہ اسی قرآنی آیت اور تشریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مدنظر رکھ کر بہائی، بہاء اللہ کو نبی نہیں مانتے خدا کا اوتار مانتے ہیں ۔

بہائیوں کی اصطلاح میں نبی اور خدا کا اوتار دونوں مامور من اللہ اور مبعوث من عند اللہ ہیں۔ اسی مفہوم کو مدنظر رکھ کر بہاء اللہ نے ربوبیت کا دعوی کیا۔ پس جو نتیجہ ایسے دعاوی الوہیت وربوبیت سے نکل سکتا ہے وہ صاف ظاہر ہے۔ جب ایسے الفاظ جن سے خدائی دعوی نکل سکتا ہے سب پیغمبروں کیلئے بہاء اللہ نے استعمال کئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ بہاء اللہ کی وحی میں پیغمبری کی اصطلاح بدل گئی۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب بھی فرماتے ہیں ولکل ان یصطلح چونکہ حسب عقیدہ اہل بہاء ہر آسمانی کتاب کی اصطلاح خاص اور علیحدہ ہوتی ہے۔

لہذا بجائے نبی ورسول الفاظ بہاء اللہ ومظہر اللہ وظہور رب العالمین دین بہائی میں جاری ہو گئے۔ اگر بہاء اللہ خدائی کا دعوی کرتا تو وہ خدا تعالی کو عروج ونزول دخول وخروج وحدوث وحلول سے بالاتر نہ کہتا۔ حالانکہ یہ صفات تنزیہی کتب بہائیہ میں زور سے بیان کر چکے ہیں۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کتاب الشیخ صفحہ ۳۱ کا پھر ملاحظہ فرمائیں کہ

یا شیخ علماء مصر درتجلیات سدرہ بیان لابن عمران درطور عرفان چہ مے گویند

جب یہ بات واضح ہوگئی تو قادیانیوں کو سمجھانے کیلئے اب یہ بھی دیکھنا ہے کہ بہاء اللہ کا اصل دعوی کیا تھا۔اصطلاحات کو چھوڑ کر بہاء اللہ کا اصل دعوی یہ ہے کہ

ان روح القدس قد ظهر فی قمیص جدید

یعنی روح القدس جواب تک بذریعہ انبیاء ظاہر ہوتا رہا،اب نئے لباس یعنی بہاء اللہ میں جلوہ گر ہوا۔

پس یہی وہ حقیقت ہے جس کو مختلف اصطلاحات میں نبی،رسول،اوتار،مظہر رب العالمین کہا جاتا ہے۔قادیانیوں نے ایک لفظ نبی کی آڑ لے کر اپنے آپ کو بچانا چاہا ہے۔ان کو یاد رکھنا چاہیے کہ ہم خوب جانتے ہیں کہ بہاء اللہ کی اصطلاح میں نبی یا رسول کے الفاظ نہیں ہیں (ہیں، ۔ دیکھو کتاب اقدس صفحہ ۵۳۔ثناء اللہ امرتسری)ان الفاظ وخطابات کو وہ آنحضرت ﷺ پر شدہ مانتا ہے اور کہتا ہے

الیوم کلمه خاتم النبیین بیوم یقوم الناس قریب العالمین منتهی شد

پس قادیانیوں کا اس بات پر اصرار کرنا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے نبوت کا دعوی کیا اور بہاء اللہ نے نبوت کا دعوی نہیں کیا،محض ایک عامیانہ لفظ پرستی ہے۔

مقام تعجب ہے کہ خاکسار نے دنیائے اسلام کو حقیقت سے آگاہ کرنے کے لئے ایک ٹریکٹ قادیانی وبابی مجریہ ۲۹ جولائی ۱۹۲۹ء شائع کیا جس کو از راہ کرم اخبار اہل حدیث امرتسر نے بھی ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کے پرچہ میں نقل فرمایا۔

اس ٹریکٹ میں،میں نے تصریح کے ساتھ لکھا ہے کہ لو تقول کا فقرہ موجود ہے لو تنبا کا نہیں۔

مطلب صاف ہے کہ بہاء اللہ نبوت کا دعوی نہیں کرتا، بلکہ مامور من اللہ ومبعوث من عند اللہ ہونے کا دعوی کرتا ہے۔میں نے صفائی سے نبوت کی اصطلاح کو نظر انداز کر کے یہ الفاظ لکھ دئے ہیں کہ:

بہاء اللہ کا دعوی مبعوث من اللہ اور مامور من اللہ ہونے کا تھا خواہ بہائی اپنی اصطلاح میں اس پر نبی و رسول کا لفظ استعمال نہ کریں بلکہ مظہر امر اللہ یا بہاء اللہ کا لفظ استعمال کریں اصطلاحات میں تنازع کرنا عقلمندی نہیں

اس عبارت میں کاتب یا مطبع کی غلطی سے ،نہ کریں، میں، نہ، کا لفظ موجود نہیں (آپ کی مطبوعہ عبارت میں،نہ، رہ گیا ہے جیسے اس قلمی میں،موجود، کی ،د، رہ کر صرف ، موجو، مرقوم ہے ۔ نسی آدم فنسیت ذریتہ ۔ثناءاللہ امرتسری) تاہم عبارت صاف ہے،کوئی ابہام نہیں ۔علاوہ براں اسی اشتہار میں کتاب الشیخ صفحہ ۳۱ کا حوالہ دے کر ثابت کیا گیا ہے کہ بہاءاللہ کو الوہیت کا دعوی نہ تھا۔مگر امت قادیانیہ جو علم و فضل کی مدعی ہے اور جس کو بہائیت نے مرعوب کر دیا ہے ایسی سراسیمہ ہے کہ تسلی کے ساتھ کسی بات کو سمجھ نہیں سکتی۔

الفضل قادیان مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۶ پر خلاف واقعات عمداً غلط بیانی سے میرا نام لے کر اس ٹریکٹ کا حوالہ دیا ہے کہ اس میں، میں نے لکھا ہے کہ :

بہاءاللہ کا دعوی نبوت کا تھا۔

اب الفضل کا تحریراً ایسا صریح جھوٹ لکھنا اس امر پر دلالت کرتا ہے کہ دلائل کے سامنے قادیانیت پگھل رہی ہے۔ٹریکٹ موجود ہے۔اخبار زمین دار و اہل حدیث میں شائع ہو چکا ہے۔تمام دنیا عینک لگا کر پھر اس کو پڑھے۔کسی جگہ یہ نہیں لکھا ہے کہ بہاءاللہ کا دعوی نبوت کا تھا۔بلکہ اس کے خلاف یہ بحث ہے کہ لـــو تــنـبـأ نہیں۔مطلب صاف ہے کہ اس نے نبوت کا دعوی نہیں کیا اور تنازعہ اصطلاحی ہے۔پس جب اخبار الفضل جیسے مذہبی پرچہ کی یہ حالت ہے تو دنیا خود ہی اندازہ لگائے کہ مذہبی دنیا میں اس فرقہ کی کیا وقعت ہونی چاہیے۔

مجھے افسوس ہے کہ ایسی عظیم الشان جماعت جو اسلام کے لئے مفید کام کر سکتی تھی، کس غلطی میں مبتلا ہو گئی ۔اللہ تعالی اپنا رحم فرما کر ہدایت بخشے۔والسلام

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ ص ۳۔۵)

بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہنا بے عقلی ہے

مرزا صاحب قادیانی کا فیصلہ کن بیان

جناب منشی محمد حسین صابریؒ بریلوی لکھتے ہیں:

یہ ایک ثابت شدہ امر ہے کہ مرزائیت کے بنیادی اصول بہائیت کی نقل ہیں اور جس قسم کے دعاوی اور دلائل کے ساتھ بہائی مذہب دنیا میں نمودار ہوا ہے، اسی قسم کے دلائل مرزائیت کے مایہ ناز ہیں۔ چنانچہ مرزائیت کی پیغامی پارٹی بھی اس کو تسلیم کرتی ہے۔ صرف ان کا یہ خیال ہے کہ بہائیت کی نقل کرنے والے مرزا غلام احمد صاحب نہ تھے بلکہ ان کے فرزند رشید مرزا محمود احمد صاحب ہیں، حالانکہ یہ صحیح نہیں۔ میں بفضلہٖ تعالی ثابت کرسکتا ہوں کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی نے بہائیت کی نقل کی ہے اور ان کے لائق بیٹے (مرزا محمود احمد) نے تو صرف اپنے والد کی نقلی دوکان داری کو چلایا ہے۔

آج کل سری نگر (کشمیر) قادیانی اور پیغامی مرزائیوں کا میدان جنگ بنا ہوا ہے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی بغرض سیر وتفریح وہاں رونق افروز ہیں۔ اس لئے پیغامیوں نے اس موقع کو غنیمت جان کر تحریر وتقریر کے ذریعہ ثابت کیا کہ خلیفہ قادیان جس مذہب کو لئے لئے پھر رہے ہیں، وہ تو بہائیت کا شرمندہ احسان ہے اور کہ یہ قادیانی بابی (پیغام صلح لاہور ۳ ستمبر میں اس کے ایک نامہ نگار نے قادیانی مرزائیوں کا نام قادیانی بابی رکھا ہے جو بہت موزوں ہے۔ صابری) دراصل اصلی بابیوں سے اسلام کے لئے زیادہ خطرناک ہیں۔

اس بحث ومباحثہ میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بھی ایک جمعہ کے دن خطبہ پڑھا جو الفضل ۳ ستمبر ۱۹۲۹ء میں درج ہوا۔ اور جس میں جی بھر بھر کر بہائیت پر خفگی کا اظہار کیا ہے۔

اگر یہ بیان کسی معمولی مرزائی کی زبان وقلم سے نکلتا تو خیال ہوسکتا تھا کہ بچارا تعصب کے مرض کا مارا ہوا ہے، یا ایک ناواقف شخص ہے، یا تنخواہ دار ملازم ہے جو اپنی ڈیوٹی پوری کرر ہا ہے، مگر چونکہ یہ خود امام

جماعت احمدیہ کا اپنا بیان ہے،اس لئے تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ کیسے ہیں جو دوسروں پر اعتراض کرتے وقت

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

کا خیال نہیں رکھتے اور اپنی لمبی چوڑی ایمان داری کے دعاوی کو بھی بھول جاتے ہیں۔

خیر خاکسار راقم (محمد حسین صابری) کو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے اس بیان سے جو مطلب حاصل کرنا ہے، وہ آگے آتا ہے۔

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر کو یاد ہوگا کہ میں اس بات کا مدعی ہوں کہ بہاء اللہ ایرانی کا دعوی الوہیت کا نہیں تھا۔اس موضوع پر میرے بہت سے مضامین اہل حدیث میں نکلے ہیں۔ان مضامین سے میری غرض یہ تھی کہ مرزائی صاحبان انصاف کو کام میں لا کر اور بہانہ سازی کو چھوڑ کر اپنے مدعی مسیحیت (مرزا غلام احمد) کو میدان میں لائیں اور بہاء اللہ کے مقابلہ پر کھڑا کریں۔

کیونکہ مرزائی جو بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہتے ہیں تو صرف اس لئے کہ انہیں خوب معلوم ہو گیا ہے اور ان کے بڑے مولوی بھی اس کی تحقیق کر چکے ہیں کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کی طاقت نہیں کہ وہ بہاء اللہ کے مقابلہ پر نکل سکیں۔(خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب کے مضمون زیر بحث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حافظ روشن علی جن کا قادیان میں ابھی انتقال ہوا ہے اور جو قادیان کے بڑے بڑے لوگوں کے پیشوا اور استاد تھے بعض لوگوں نے ان کو بھی بہائی کہا تھا۔انا للہ)اس لئے بچنے کے لئے یہ بہتر طریقہ ہے کہ خواہ مخواہ بہاء اللہ کو مدعی الوہیت کہا جائے اور بد دیانتی کے ساتھ اس قدر شور وغوغا مچایا جائے کہ کسی اور کی کان پڑی آواز بھی سنائی نہ دے۔دراصل ایسی کوششیں ایک قلیل عرصہ کیلئے ہی کامیاب ہوا کرتی ہیں بالآخر دودھ کا دودھ اور پانی کا پانی الگ ہو جایا کرتا ہے۔

خلیفہ قادیان نے جس طرح کا مدعی الوہیت بہاء اللہ کو بتایا ہے وہ قابل دید وشنید ہے۔خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب فرماتے ہیں:

> کہا جاتا ہے بہاء اللہ خود تو خدا سے دعائیں مانگتا ہے، پھر وہ خدائی کا دعوی کیونکر کرسکتا تھا۔مگر یہ دھوکہ ہے۔عیسائی یسوع مسیح کو خدا مانتے ہیں یا نہیں۔پھر ان کی کتابوں میں لکھا ہے یا نہیں کہ یسوع مسیح خدا سے دعائیں مانگتے تھے۔بات یہ ہے کہ وہ (بہائی) اپنے عقیدہ کے لحاظ سے جس قسم کا خدا

سمجھتے ہیں ایسا بہاء اللہ کو جانتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۳ ستمبر ۱۹۲۹ء ص ۹ کالم ۳)

اس بیان سے دو باتیں معلوم ہوئیں:

(اول) بہاء اللہ خدا سے دعائیں مانگا کرتا تھا۔

(دوم) اس قسم کی دعائیں حضرت مسیح ابن مریم نے بھی مانگی ہیں تاہم وہ مدعی الوہیت تھے اس لئے بہاء اللہ کو بھی مدعی الوہیت ہی جاننا ٹھیک ہے اس کے خلاف دھوکہ ہے۔

امر اول کے متعلق تو میں یہ کہتا ہوں کہ بہاء اللہ نے اتنی دعائیں مانگی ہیں اور اس قدر مناجاتیں، اللہ تعالیٰ کی جناب میں پڑھی ہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی ساری زندگی میں اس کا عشر عشیر بھی کوئی ثابت نہیں کر سکتا۔

امر دوم البتہ ایسا ہے جس کے متعلق سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا مرزائیوں کے نزدیک مسیح ابن مریم نے الوہیت کا دعویٰ کیا تھا۔ اگر ایسا ہے تو مرزائی ایمان کا حال معلوم۔

ہاں بہاء اللہ کے متعلق مجھے اس جگہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے مدد لینے کی ضرورت پڑتی ہے اور یہ آنجناب کا مجھ پر احسان ہے کہ مجھے جس دلیل کی ضرورت ہوتی ہے وہ نہایت واضح طور پر ان کی کتابوں سے مل جاتی ہے جو ان کے بے انصاف مریدوں کو خاموش کرنے کے لئے کافی ہوتی ہے۔ چنانچہ اس موقع کے موزوں آنجناب کا ایک فیصلہ کن بیان درج ذیل ہے آپ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق فرماتے ہیں:

ان کا وہ کلمہ جو صلیب پر چڑھائے جانے کے وقت ان کے منہ سے نکلا تھا کیسا توحید پر دلالت کرتا ہے کہ انہوں نے نہایت عاجزی سے کہا

ایلی ایلی لما سبقتنی اے میرے خدا، اے میرے خدا، تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا

کیا جو شخص اس عاجزی سے خدا کو پکارتا ہے اور اقرار کرتا ہے کہ خدا میرا رب ہے، اس کی نسبت کوئی عقل مند گمان کر سکتا ہے کہ اس نے در حقیقت خدائی کا دعویٰ کیا۔

اصل بات یہ ہے کہ جن لوگوں کو خدا تعالیٰ سے محبت ذاتیہ کا تعلق ہوتا ہے بسا اوقات استعارہ کے

رنگ میں خدا تعالی ان سے ایسے کلمے ان کی نسبت کہلا دیتا ہے کہ نادان لوگ ان کی ان کلموں سے خدائی ثابت کرنا چاہتے ہیں ۔(چشمہ مسیحی۔ص ۳۵)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ بیان بالکل صاف ہے کہ جو شخص اللہ تعالی کے آگے عاجزی سے دعائیں کرنے والا ہو، وہ توحید کا اقرار کرنے والا ہوتا ہے اس کے کسی لفظ سے دھوکہ کھا کر اسے مدعی الوہیت کہنا بے عقلوں اور نادانوں کا کام ہے۔اب اس بیان کے بعد کسی مرزائی میں طاقت نہیں کہ وہ میرے مقابلہ پر بات کر سکے اور بہاء اللہ کو مدعی الوہیت ثابت کرنے کا کبھی نام بھی لے۔

قادیان کے دانا مرزائیو! آؤ میں تمہیں بہاء اللہ کا ایک بیان سناؤں جو انہوں نے دعوی الوہیت سے انکار کے ضمن میں دیا ہے، لکھا ہے:

یـا شیـخ اعـلـم ان مفتر یا ت العبا د و اعرا ضهم و اعتراضهم لاتفر من تمسك بـحبـل الـعـنـا ية و تشبـث با ذ يال ر حمة مالك البر ية لعمر الله ان البهاء ما نـطـق عـن الهـوى قد انطقه الذى انطق ا لا شياء بذكره و ثناء ه لا اله الا هو الفرد الواحد المقتدر المختار . (کتاب الشیخ۔ص ۷)

یعنی اے شیخ جان تو کہ لوگوں کی مفتریات ان کا پھرنا اور اعتراضات کرنا اس شخص کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتا کہ جس نے مخلوقات کے مالک کے دامن کو تھاما ہوا ہے اور اس کی رسی کو پکڑا ہوا ہے خدا کی زندگی کی قسم کہ بہاء نے خواہش نفسانی سے کلام نہیں کیا اس سے اسی نے کلام کرایا جس نے تمام اشیاء کو اپنے ذکر اور ثنا میں گویا کر رکھا ہے۔نہیں ہے کوئی معبود مگر وہ ایک اکیلا عزت والا اور صاحب اختیار۔

اس بیان کو بار بار پڑھو اور مرزا صاحب قادیانی کے فیصلہ کو بھی دیکھو اور پھر اپنے خلیفہ المسیح (مرزا محمود احمد) کی راست بازی پر آنسو بہاؤ۔

ناظرین! میرا یہ جواب خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد قادیانی) کے لغو اور ہٹ دھرمی کے اعتراضات کی وجہ سے ہے، ورنہ بہائی اصطلاحوں اور عقاید کو اگر ایمان داری سے مدنظر رکھا جائے تو کسی مرزائی کا حوصلہ نہیں

کہ وہ بہاءاللہ کو مدعی الوہیت کہہ بھی سکے، ثابت کرنا تو بہت بڑی بات ہے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ ص ۵۔۶)

....

تردید حکیم نورالدین قادیانی

مرزا غلام احمد کی زبانی

جناب منشی حبیب اللہؒ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو ہوئی ہے، اور آپ کے بعد حکیم نورالدین بھیروی خلیفہ جماعت احمدیہ مقرر ہوئے۔ایک احمدی لکھتا ہے کہ آپ قرآن کریم کے سچے عاشق اور حدیث رسول کے پورے شیدا تھے۔اور علاوہ اس کے آپ کو مرزا صاحب قادیانی سے بے حد عشق تھا (عسل مصفی حصہ دوم۔ص ۷۰۴، ۷۱۰، ۷۲۶)

حکیم خدا بخش احمدی نے تو آپ کی تعریف میں اپنی کتاب عسل مصفی حصہ دوم میں صفحہ ۶۶۴، ۶۶۵، ۶۶۶ پر بہت مبالغہ کیا ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ:

میری رائے میں نورالدین تقوی میں، علم و فضل میں سادگی میں، سخاوت میں، فیض رسانی میں، بلا مبالغہ اپنے متبوع (مرزا غلام احمد) سے بھی بڑھے ہوئے تھے۔اور اسی سبب سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بھی خود اقرار کیا ہے کہ نورالدین کی بعض باتوں پر مجھے رشک آتا ہے۔لاکلام اگر مرزا غلام احمد مسیح تھے، تو نورالدین مہدی تھے۔(عسل مصفی۔ص ۶۶۵)

میں کہتا ہوں کہ حکیم نورالدین صاحب کی کتاب، نورالدین، طبع فروری ۱۹۰۴ء اور تفسیر قرآن کے نوٹ مندرجہ اخبار بدر قادیان کے عمیق مطالعے سے معلوم ہوتا ہے کہ حکیم نورالدین صاحب کے عقاید میں

احمدیت کے علاوہ نیچریت کا رنگ بہت پایا جاتا ہے۔اور بعض مسائل میں آپ نے اپنے پیشوا جناب مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت بھی کی ہے۔اور یہ تعجب انگیز امر ہے کہ آپ مرزا غلام احمد کو نبی، رسول، مسیح موعود، مہدی مسعود، ملہم مامور من اللہ، اسمہ احمد کا مصداق مانتے ہیں اور پھر ان سے اختلاف بھی رکھتے ہیں۔

حکیم نور الدین صاحب کا مذہب

ا۔خاتم النبیین ۔نبیوں کی مہر۔آپ کی مہر کے بغیر اب کوئی حکم شرعی نافذ نہیں سمجھنا چاہیے۔

(ضمیمہ اخبار بدر۔ج ۹ نمبر ۴۸ ص ۲۰۵)

۲۔ رسول کریم ﷺ خاتم النبیین ہیں اور ضرور ہیں اور قرآن کریم میں لکھا ہے...اور نبی کا لفظ عربی زبان میں خبر دینے والے کے معنی رکھتا ہے یا بڑے آدمی کے۔اس معنی کی نفی شرعاً جائز نہیں۔اور نیز خاتم تو مہر کو کہتے ہیں جب نبی کریم مہر ہوئے تو اگر ان کی امت میں کسی قسم کا نبی نہیں ہوگا تو وہ مہر کس طرح ہوئے یا مہر کس پر لگے گی۔

(قول نور الدین در اخبار الحکم قادیان ۱۷ فروری ۱۹۰۵ء ص ۱۱)

۳۔اور اس امت میں جس نے نبی ہونا تھا اس کو بخاری نے نبی فرمایا ہے۔

(قول نور الدین در اخبار بدر قادیان ۲۸ اپریل و مئی ۱۹۱۰ء ص ۵)

۴۔نازل ہونے والے عیسی بن مریم کو حضرت نبی کریم ﷺ نے نبی اللہ فرمایا ہے ...ابوبکر کو نبی نہیں کہا گیا اور مسیح موعود کو کہا گیا۔

(قول نور الدین در ،اخبار بدر ۱۸ جولائی ۱۹۰۷ء ص ۹)

۵. من بعدی اسمه احمد ،نبی کریم ﷺ میں دو قسم کے صفات تھے ایک جلالی جس کے لحاظ سے نام محمد تھا دوم جمالی جس کے اعتبار سے نام احمد تھا۔اس دوسری شان کا ظہور اخیر زمانہ میں حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے ہوا جس کا نام ہے احمد۔

هو الّذی ارسل رسوله ،مفسرین نے بالاتفاق لکھا ہے کہ اس رسول سے مراد مسیح موعود ہے ۔یہ بھی قرینہ ہے اس بات پر کہ اوپر کی پیش گوئی مسیح موعود کے بارے میں ہے۔

(قول نور الدین۔ضمیمہ بدر۔ ۱۷۔اگست ۱۹۱۱ء ص ۲۶۲)

۶۔ حضرت خلیفۃ المسیح (نور الدین) نے کھلے کھلے لفظوں میں فرمایا مبشراً برسول یأ تی من بعدی اسمہ احمد کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود کے متعلق مانتا ہوں کہ یہ صرف حضرت مسیح موعود (مرزا) قادیانی ہی کے متعلق ہے اور وہی احمد رسول ہیں۔ (الحکم ۱۴، ۲۱ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۰)

۷۔ حضرت مرزا صاحب اہل سنت والجماعت خاص کر حنفی المذہب تھے اسی طائفہ ظاہرین علی الحق میں سے تھے الحمد للہ رب العالمین۔نور الدین۔

(۲۹۔اگست ۱۹۱۴ء ص ۳۔پیغام صلح یکم اگست ۱۹۱۶ء ص ۳، پیغام صلح ۸ رجب ۱۳۴۱ھ ص ۳، پیغام صلح لاہور ۲۷ جنوری ۱۹۲۶ء ص ۲)

حکیم نور الدین کی تردید بطرز جدید

بابو حبیب اللہ صاحب کہتے ہیں کہ اب میں ذیل میں چند ایسے مسائل لکھتا ہوں جن میں حکیم نور الدین صاحب کے غلط خیالات کی تردید مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال سے کی جائے گی۔

۱۔حضرت یونسؑ کا واقعہ سے متعلق حکیم نور الدین صاحب کا مذہب ہے:

فالتقمہ الحوت حدیثوں سے تو نہیں مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ (مچھلی نے) ان کی ایڑی کو منہ میں لیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان ۳۔۱۰ دسمبر ۱۹۱۰ء)

مرزا غلام احمد قادیانی اس واقعہ کے متعلق اپنی کتاب: مسیح ہندوستان میں، کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں:

خدا کی پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ یونسؑ خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا۔

(نیز دیکھو ریویو آف ریلیجنز۔جنوری ۱۹۰۳ء ص ۹)

۲۔تخت بلقیس کے متعلق حکیم نور الدین صاحب کا کہنا ہے:

یاتینی بعر شھا ۔ یہ اس لئے کہ جب اس ملکہ نے آنا تھا تو اس کیلئے تخت بھی چاہیے، تاکہ وہ اپنے تخت جیسا تخت وہاں نہ پا کر کچھ دل میں محسوس نہ کرے۔

انا آتیك . میں ایسا بنا لاتا ہوں

لقوی امین۔اس کے جواہرات کے متعلق امانت کا یقین دلایا۔

قبل ان یر تد الیك طر فك ۔ سرکاری معاملہ جو ہر سہ ماہی یا ششماہی کے بعد آتا ہے اسے طرف کہتے ہیں۔

۲۔بادشاہوں کو کسی بات کا خیال لگا ہو۔اس خیال کے متعلق جواب آوے تو اسے طرف کہتے ہیں

۳۔عربی زبان میں یمن سے جو قاصد آوے اسے طرف کہتے ہیں کیونکہ وہ عرب سے ایک طرف پر ہے۔

پس معنی ہوئے کہ قبل اس کے کہ یمن کے لوگ آئیں یا آپ کو جن کے آنے کا خیال ہے وہ آئیں یا قبل اس کے کہ آپ کا مالیہ وصول وصول ہو ۔(ضمیمہ اخبار بدر ۲۱۔۲۸ جولائی ۱۹۱۰ء ص ۱۹۰)

نکروالها عر شها (النمل: ٤١)

اس تخت کو ایسا بناؤ کہ اسے اپنا تخت ناپسند ہو جائے (حوالہ مذکور)

عر شها کی اضافت مفسرین نے تو حقیقی ہی بتائی ہے اور ان کا یہ خیال ہے کہ اس ملکہ کا تخت منگوانا چاہا ہے مگر حضرت خلیفہ اول اضافت بادنی ملابست قرار دیتے تھے اس صورت میں مطلب یہ ہوا کہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اس کے لئے ایک تخت تیار کیا جائے۔

(الفضل ۲۹ مئی یکم جون ۱۹۲۲ء ص ۱۰)

مرزا غلام احمد قادیانی کا اس بارے میں مذہب یوں ہے:

۱۷ . اپریل : انـا آ تیك به قبل ان یر تد الیك طر فك (النمل:۴۰) کے معنی ایک شخص نے پوچھے تو فرمایا:

ایک پل میں عرش بلقیس کے آجانے میں استبعاد کیا ہے۔اصل میں ایسے اعتراض ان لوگوں کے دل میں اٹھتے ہیں اور وہی ایسی باتوں کی تاویل کرنے پر دوڑتے ہیں جن کا خدا تعالی کی قدرتوں پر پورا پورا یقین نہیں ہوتا۔ہم تو یہی جانتے ہیں الم تعلم انّ الله علی کل شئی قدیر ایک واقعہ کا انکار صرف اپنے جیسوں کے ناقص تجربہ کی بنا پر نہایت بری بات ہے ۔

(اخبار بدر قادیان ۱۹۔اپریل ۱۹۰۶ء ص ۳)

۳۔ حضرت ابراہیمؑ پر آگ کے سرد ہونے سے متعلق حکیم نورالدین کا مذہب:

وہاں اگر جناب ابراہیمؑ کے مخالفوں نے آگ جلائی اور حرقوا کا فتویٰ دیا تو یہاں تمام بلاد عرب نے نار الحرب (جنگ کی آگ) کو جلایا اور صدہا مشعر الحرب (آگ جلانے کا آلہ) اٹھ کھڑے ہوئے اور جس طرح وہاں ابراہیم کے لئے آگ کو برد اور سلام بنایا اسی طرح ہمارے مقتدا (آنحضرت ﷺ) کے لئے خاص اللہ تعالیٰ نے اس آگ کو بجھا دیا اور فرمایا اطفأ ھا الله یعنی جب کبھی ہمارے نبی کے دشمنوں نے آتش جنگ جلائی اللہ نے اسے بجھا دیا (کتاب نورالدین۔ص ۱۴۴)

حضرت مولوی (نورالدین) صاحب نے اس (دھرم پال) کی کتاب ترک اسلام کے جواب میں نور الدین کتاب لکھی۔اس میں آپ نے یہ جواب دیا تھا کہ آگ سے مراد مخالفوں کی دشمنی کی آگ ہے۔ (سیرۃ المہدی، اول۔ص ۱۳۲۔۱۳۳)

اس واقعہ سے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب یوں ہے:

مرزا صاحب تک یہ بات پہنچی تو آپ نے اس کو ناپسند فرمایا اور فرمایا کہ اس تاویل کی کیا ضرورت تھی۔اس زمانہ میں ہم موجود ہیں۔ہمیں کوئی مخالف دشمنی سے آگ کے اندر ڈال کر دیکھ لے کہ خدا اس کو ٹھنڈا کرتا ہے یا نہیں۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۳۳)

حضرت ابراہیمؑ جب آگ میں ڈالے گئے تب بھی یہ عادت اللہ ظہور میں آئی۔ابراہیم کو آگ سے جدا نہیں کیا گیا اور نہ آسمان پر چڑھایا گیا لیکن حسب منطوق آیت

قلنا یا نار کو نی بر داً آگ اس کو جلا نہ سکی ۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۲۳۷)۔

ابراہیمؑ چونکہ صادق اور خدا تعالیٰ کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ابتلاء کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے آگ کو اس کیلئے سرد کر دیا ۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۵۰)

حضرت مسیح کی ولادت سے متعلق حکیم نورالدین کا مذہب یوں ہے:

مولوی نورالدین صاحب نے جو کچھ کتاب نورالدین صفحہ ۱۵۸ میں لکھا ہے اسے ڈاکٹر بشارت احمد

صاحب اپنے مدلل مضمون میں پیش کر چکے ہیں جس کا خلاصہ مولانا صاحب نے انڈیکس میں دیا ہے ۔

(اعتراض) مسیح بن باپ

(جواب کا خلاصہ) یہ مسئلہ اسلام کا جزو نہیں۔ (پیغام صلح ۲۲ مارچ ۱۹۲۹ء ص۲)

اور مرزا غلام احمد کا عقیدہ یوں ہے:

الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱، اور ملفوظات احمدیہ صفحہ ۳۶، ۳۷ پر ہے :

ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ تھے اور اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں اور نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا، وہ بڑی غلطی پر ہیں۔

(نیز دیکھو پیغام صلح لاہور ۵ مارچ ۱۹۲۹ء ص۴)۔

۵۔ معراج نبوی سے متعلق حکیم نورالدین کا مذہب یوں ہے:

معراج نبوی کے متعلق جہاں تک میرا علم تجربہ اور ایمان یقین دلاتا ہے وہ یہ ہے کہ اس وقت روح اور جسم دونوں کا اس میں دخل تھا کیونکہ صرف روح بدون جسم کے کوئی علم حاصل نہیں کر سکتا اور جسم بدون روح کے کوئی عمل نہیں کر سکتا۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۷ء ص۳)

ہمارا ایمان یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے معراج کا نظارہ روح مع جسم تھا ہاں اسی جسم کے ساتھ جو لوگ کہتے ہیں کہ معراج جسمی کے قائل نہیں وہ جھوٹ بولتے ہیں۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱۔ اگست ۱۹۰۰ء ص۴)

مرزا غلام احمد قادیانی کا عقیدہ یوں ہے:

سیر معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہیں تھا بلکہ وہ نہایت اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس کو درحقیقت بیداری کہنا چاہیے۔ (ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۴۷ حاشیہ)

۶۔ قتل انبیاء کے بارے میں حکیم نورالدین کا مذہب ہے:

یقتلو ن النبیین سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے اور منصوبے ہیں اس لئے اس کو مضارع کے صیغے سے بیان کیا ہے ورنہ یہ قرآن سے ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی نبی قتل نہ کیا گیا ہو۔
(تفسیر القرآن ماخوذ از درس حکیم صاحب پارہ اول۔ص ۹۶)

کوئی نبی قتل نہیں کیا گیا۔(تفسیر القرآن۔ پارہ اول۔ص ۱۱۶)

حضرت خلیفہ اول کا یہ اعتقاد تھا کہ نبی قتل نہیں ہوسکتا مگر ہمارا یہ اعتقاد تھا کہ نبی قتل ہوسکتا ہے اور خود مسیح موعود نے بھی لکھا ہے کہ حضرت یحیٰ قتل کئے گئے۔(اخبار الفضل قادیان ۵ فروری ۱۹۲۴ء ص ۵)

مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب منقول ذیل ہے:

براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۵، ازالہ اوہام صفحہ ۱۶ و ۴۱۲، حمامۃ البشریٰ صفحہ ۳۱، ۳۶، ۵۶ کے حاشیہ پر ہے کہ بعض انبیاء دشمنوں کے ہاتھوں سے قتل کئے گئے خصوصاً حضرت ذکریا اور حضرت یحیٰ شہید کئے گئے۔

نتیجہ:

میں نے نمونہ کے طور پر صرف چھ ایسے مسائل پیش کئے ہیں جن میں حکیم نورالدین صاحب خلیفہ اول نے مرزا غلام احمد قادیانی کی صریح تحریروں اور تقریروں سے اختلاف کیا ہے اس کیلئے خود حکیم نورالدین کا حکم سنیئے۔ایک دفعہ حکیم نورالدین صاحب نے فرمایا:

میں اگر حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کی کسی تقریر یا تحریر کا صریح اختلاف کروں تو حق پہنچتا ہے کہ اسے نہ مانا جاوے۔ورنہ میں جو کچھ کہتا ہوں وہ ماننا چاہیے (اخبار الحکم قادیان ۱۴، ۲۱ ستمبر ۱۹۱۱ء ص ۱۱)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔اکتوبر ۱۹۲۹ء مطابق ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۴۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۴۹ ص ۴۔۶)

راولپنڈی میں مباحثہ

اوراس پر مرزا قادیانی کا محاکمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ ماہ ستمبر میں احباب راولپنڈی نے پے در پے لکھا کہ امت مرزائیہ نے یہاں تبلیغ شروع کر رکھی ہے، آپ ایک روز کے لئے آیئے۔ تقاضے پر تقاضے ہونے سے ۲۹ ستمبر کو جگادھری ضلع انبالہ سے سیدھا راولپنڈی پہنچا۔ جلسہ عام تھا۔ علماء اسلام شریک تھے۔ تقریروں کا رخ مرزا صاحب کی طرف زیادہ تھا کیونکہ راولپنڈی میں امت مرزائیہ کی دونوں جماعتیں (لاہوریہ اور قادیانیہ) کام کرتی ہیں۔

اتفاق حسنہ سے لاہوری جماعت نے مجھے خط لکھا کہ خان صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب آنریری مجسٹریٹ کے مکان پر تبادلہ خیالات کریں۔ میں نے جواب دیا مجھے منظور ہے، آپ شیخ صاحب موصوف کا خط مجھے بھجوادیں۔

چنانچہ وہ گئے شیخ صاحب موصوف چونکہ مذہبی امور سے دلچسپی رکھنے والے ہیں اس لئے انہوں نے منظوری دے کر مجھے خط لکھا، بلکہ پہنچنے کیلئے موٹر بھیج دیا۔

۲۹ ستمبر کو ۹ بجے مجلس ہوئی جس میں اندازاً کوئی سو آدمی ہوں گے۔ اس مجلس میں تو باہمی فریقین نے ایک دوسرے کی گلہ گذاریاں کیں جو سب کی سب ان کی مقامی تھیں، جن سے مجھے یا بیرونی اشخاص کو کوئی تعلق نہ تھا، اس لئے تبادلہ خیالات کا وقت ۳ بجے سے ۴ بجے تک رکھا گیا۔ چنانچہ بعد دوپہر فریقین حاضر ہوئے ہمارے فریق میں مندرجہ ذیل علماء شریک تھے:

خاکسار ابوالوفاء ثناءاللہ۔ مولوی حکیم عبدالرحمٰن صاحب، قاری مولوی اعجاز احمد صاحب خطیب جامع صدر راولپنڈی، مولوی مولابخش صاحب وغیرہ۔

اور فریق ثانی میں مولوی صدرالدین، مولوی عصمت اللہ، مولوی عبدالحق صاحبان تھے

سامعین قریباً دوسو اشخاص ہوں گے جن میں امت مرزائیہ قادیانی پارٹی کے بھی ایک دو اشخاص بطور سامع یا بطور مخبر شریک تھے۔

میں نے سوال اٹھایا: مرزا صاحب نے دانیال نبی کی پیش گوئی اپنے حق میں لکھی ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہے گا، اور مرزا صاحب قادیانی نے اپنی الہامی عمر بھی اسی کے مطابق بتائی ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ موصوف بجائے ۱۳۳۵ھ کے ۱۳۲۶ھ میں فوت ہو گئے۔ نو سال پیشتر کیوں؟

نوٹ۔ اس پیش گوئی کی ساری عبارت اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون اور ۲۹ جولائی سنہ رواں میں درج ہو کر اس پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔

مولوی عصمت اللہ صاحب احمدی مبلغ نے بمشورہ احباب بجائے دفاع کے جارحانہ پہلو اختیار کیا۔ بولے کہ آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین دفعہ جھوٹ بولا۔ (ایسا بہتان، ایسا افتراء)۔ کیا یہ حدیث بخاری میں نہیں۔

حضرت یوسفؑ نے بھائی کے بورے میں پیالہ رکھ کر فریب کیا۔ کیا یہ نبیوں کا طریق ہے۔

نیز آپ لوگ لونڈیاں بکثرت رکھنے کے قائل ہیں۔ وغیرہ

میں ان کی اس روش سے سمجھ گیا کہ میرے مخاطب مباحثہ کو پٹڑی سے اتارنا چاہتے ہیں۔ یعنی ان کا مدعا ہے کہ میں ان مثالوں کی تصحیح میں لگ کر اصل مطلب سے دور جا پڑوں۔

میں نے جواب دیا کہ میرے سوال سے جو بات تعلق رکھتی ہو وہ کہیے۔ ان باتوں کا جواب اس طرح ہوسکتا ہے کہ ان میں سے ایک ایک کے لئے مستقل وقت ہو۔ یہ نہیں کہ ایک گھنٹے میں سب کچھ کر سکوں۔ میرا سوال صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے دانیال نبی کی پیش گوئی اپنے حق میں لکھی اور اپنی عمر کی بابت خود پیش گوئی کی۔ دونوں پیش گوئیاں پوری نہ ہوئیں

مولوی صدرالدین نے کہا:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تعلیم پر کھئے، یہ تعلیم نہیں۔

میں نے کہا:

قرآن مجید کی آیت و مبشراً برسو ل یأ تی من بعدی اسمه احمد خدا کی طرف سے تعلیم ہے۔حالانکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ حضرت مسیح نے کہا تھا کہ میں ایک رسول کی بابت تم کو خوش خبری دیتا ہوں جس کا نام احمد ہوگا۔

اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کہنا کہ :

دانیال نبی نے میری بابت کہا ہوا ہے کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہونگا اور میرا الہام بھی میری عمر اتنی ہی بتاتا ہے۔

یہ بھی تعلیم ہے۔اگر یہ قول مرزا،تعلیم نہیں،تو ارشاد قرآن کو بھی تعلیم نہ کہیے بلکہ کچھ اور نام رکھئے۔

آخر کار مولوی عصمت اللہ صاحب نے کہا کہ :

ملہم کا الہام کوئی حجت نہیں۔غلط ہوگیا تو ہو جائے۔آپ بتایئے کہ بخاری میں حدیث ہے یا نہیں کہ حضرت ابرہم ؑ نے تین جھوٹ بولے۔

جب اصل مضمون کی نسبت انہوں نے صاف لفظوں میں غلط ہونے کا اقرار کیا تو میں نے کہا: بہت خوب!اگر ملہم کا الہام حجت نہیں تو قصہ ہی ختم۔یہ الہام حجت نہیں تو وہ بھی حجت نہیں جس میں ذکر ہے کہ انا جعلنا ك المسیح الموعود یعنی خدا نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو الہام کیا ہے اے مرزا ہم نے تجھ کو مسیح موعود بنایا۔یہ بھی حجت نہیں،اس کا غلط ہونا بھی تعجب نہیں تو جانے دیجئے سارے قصے ختم،ہاتھ ملایئے مصافحہ کیجئے۔

اتنے میں ساڑھے چار بج گئے۔میں نے کہا آیئے اب میں آپکو لونڈیوں وغیرہ کی بابت جواب دوں۔مگر انہوں نے اپنے جلسہ کا عذر کیا جس کی بابت ۴ بجے کا اشتہار تھا اور مالک مکان نے دیر ہو جانے کا عذر کیا اور جلسہ برخواست ہوا۔

ہاں دوران گفتگو میں،میں نے یہ بھی دریافت کیا کہ آخر آپ کو اس قسم کی مثالیں بتانے سے کیا فائدہ مولوی عصمت اللہ مجیب نے کہا یہ فائدہ کہ اس قسم کی مشکل آیات اور احادیث کی صحیح تشریح مرزا

غلام احمد صاحب قادیانی نے ہم کو سکھائی ہے۔ بس اسی تعلیم کی وجہ سے ہم ان کو مجدد مانتے ہیں۔

میں نے کہا یہ تو سب کچھ سرسید احمد خان نے کیا ہے۔ پھر جو کچھ ماننا ہے ان کو مانئے۔ جواب دیا کہ ہم ان کی بھی بڑی عزت کرتے ہیں۔

مجلس میں تو ہم اصل مبحث نہ چھوڑ سکتے تھے اسلئے کہ اس کا چھڑانا حریف کا عین مطلب تھا، اب اخبار کے ذریعہ بتاتے ہیں کہ جس صاحب کی طرف سے یہ لوگ لڑتے ہیں اور جس کی طرف سے سینہ سپر ہو کر تکلیف اٹھاتے ہیں وہ ان کو کیا کہتے ہیں

حضرت ابراہیمؑ کے تین جھوٹوں کی بابت محدثین کا جواب یہی ہے کہ ان میں نسبت مجازی ہے، اس لئے دراصل جھوٹ نہیں۔ جیسے عربی اردو بلکہ ہر زبان میں ایسے محاورات مجازیہ ملتے ہیں۔ عرب کا شعر ہے:

اصاب الصغیرۃ و افنی الکبیر

کر الغداۃ و مر العشی

صبح شام کی گردش نے چھوٹوں کو بڑا کر دیا اور بڑوں کو مار دیا

حالانکہ مارنا، جلانا وغیرہ خدا کا کام ہے، اسی لئے مرزا غلام احمد صاحب ایسے اعتراض کرنے والوں کو نہایت مکروہ القاب سے یاد کرتے ہیں:

خبیث، ناپاک فطرت، شیطان خصلت، پلید وغیرہ۔

غور سے سنئے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بیہودہ اور شرم ناک کام ہے جیسا کہ حضرت موسیٰؑ کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کرلے جانا اور پھر اپنے صرف میں لانا، حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا، اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔

پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰؑ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام

کھانے والا تھا، یا حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا، یا حضرت ابراہیم کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر اب پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے، تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۹۷۔۵۹۸)

احمدی دوستو! عبارت مذکورہ دیکھ کر افسوس ہے تو یہ ہے کہ آپ لوگوں نے جس معشوق پر جان فدا کی تھی اس نے بھی آپ لوگوں کی قدر نہ کی، تو کیا میں آپ کی طرف سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے یہ شعر نہ پڑھوں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

نوٹ: ہمارا گمان ہے کہ قادیانی پارٹی مخاطب ہوتی تو اتنی دلیری نہ کرتی جتنی لاہوری نے کی، اس لئے میں اٹھتے ہوئے احمدی مناظر اور انکے شرکاء کا شکریہ ادا کیا۔شاباش

ایں کار از تو آید مرداں چنیں کنند

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۲۹ء مطابق ۷ جمادی الاول ۱۴۳۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۵۰ ص ۳۔۴)

....

مرزا صاحب پر حج فرض نہ تھا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عام طور پر سوال ہوتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود اور مہدی مسعود نے فریضہ حج کیوں ادا نہ کیا۔عرصہ سے یہ سوال فضا میں گونج رہا ہے۔آخر اس مشکل سوال کو اخبار الفضل قادیان

نے بزعم خود آسانی سے حل کر دیا کہ :

مرزا صاحب بیمار رہتے تھے، اور امن بھی نہ تھا، اس لئے آپ پر حج فرض نہ تھا۔

(الفضل قادیان ۱۰ستمبر ۱۹۲۹ء ص۷)

ہمارے نزدیک یہ جواب شافی نہیں کیونکہ بیماری کا جواب یہ کافی ہے کہ جناب موصوف کے ہاں اولاد پر اولاد پیدا ہوتی تھی، جو نہ صرف صحت بلکہ قوت کی دلیل ہے، اسی طرح عدم امن کا خوف بھی معقول نہیں کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو الہام ہوا تھا

و اللّٰہ یعصمك من النّاس۔ خدا تیری (مرزا قادیانی کی) حفاظت کریگا۔

معلوم ہوا کہ عدم امن کا خیال مانع حج نہ تھا، یا نہ ہونا چاہیے تھا، بلکہ ہمارے خیال میں اس کی وجہ اور ہے۔ اور غالباً وہ معقول ہے۔ مگر مشکل یہ ہے کہ وہ وجہ اگرچہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بتائی ہوئی ہے، تاہم ہمارے قلم سے نکلنے پر قادیانی لوگ شائد نہ مانیں۔ تاہم ہمارا فرض ہے کہ ہم معترضین کا منہ بند کرنے کو معقول وجہ پیش کر دیں وہ وجہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنا ایک الہام لکھا ہے:

لوگ تیرا حیض دیکھنا چاہتے ہیں ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص۱۴۳)

چونکہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ حیض عورتوں کے حیض کی طرح عارضی نہ تھا بلکہ دائمی تھا، اس لئے یہی حیض دائمی، مانع حج بھی رہا۔

احمدی دوستو! تمہارا جواب تو خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بیان کے خلاف ہے مگر ہمارا جواب ان کے بیان سے تائید پاتا ہے۔ امید ہے اب معترضین آئندہ کو اعتراض نہ کریں گے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء مطابق ۷ جمادی الاول ۱۴۳۸ھ جلد ۲۶ نمبر ۵۰ ص ۵)

مباحثہ راولپنڈی: ایک وضاحت

راولپنڈی میں قادیانیوں کے لاہوری گروپ سے مولانا ثناءاللہ امرتسری کا ایک مباحثہ ۲۹ ستمبر ۱۹۲۹ء کو تین سے چار بجے تک ہوا۔ جس کی روئداد اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں شائع ہوئی۔

مباحثے میں یہ بات پیش ہوئی کہ مرزا صاحب قادیانی نے دانیال نبی کی پیش گوئی اپنے اوپر لگائی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہے گا، مگر مرزا صاحب قادیانی ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوگئے حالانکہ انہوں نے لکھا تھا کہ میری عمر کے متعلق الہام یہی ہے کہ میں ۱۳۳۵ ہجری تک زندہ رہوں گا۔

مرزائیوں کی لاہوری جماعت کا مناظر مولانا ثناءاللہ کی گرفت میں اس طرح جکڑا رہا کہ بالآخر اسے اعتراف کرنا پڑا کہ : ملہم کا الہام کوئی حجت نہیں ۔

اور پھر اس نے کہہ دیا کہ: ایک بات غلط ہوگئی تو کیا ہوا؟

اس پر مولانا ثناءاللہ امرتسری نے فرمایا کہ اگر ملہم کا الہام حجت نہیں تو قصہ ہی ختم ہے۔ اگر یہ الہام حجت نہیں تو وہ الہام بھی حجت نہیں جس میں ذکر ہے کہ انا جعلناك المسيح المو عود یعنی خدا نے مرزا صاحب قادیانی کو الہام کیا ہے کہ :اے مرزا ہم نے تجھ کو مسیح موعود بنایا۔ یہ بھی حجت نہیں۔ اور اس کا غلط ہونا بھی باعث تعجب نہیں، تو جانے دیجئے۔ سارے قصے ختم۔ ہاتھ لائیے مصافحہ کریں۔

اس پر قادیانی مناظر نے اپنے جلسہ کا عذر کیا جس کی بابت ۴ بجے کا اشتہار تھا۔ اور یہ مجلس برخواست ہوگئی۔

مولانا ثناءاللہ نے اہل حدیث ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے شمارے میں اس مباحثے کی روئداد شائع فرمائی تو پیغام صلح لاہور کے ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء کے شمارے میں اس کے نامہ نگار نے اہل حدیث ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء

کے دس جھوٹ بتائے۔جن میں ایک (چھٹا) مرزا صاحب قادیانی کے متعلق ہے۔

مولانا ثناءاللہ نے جواب میں لکھا کہ ہم دس میں سے نو جھوٹوں کے جواب میں مہتمم مناظرہ کی تصدیق پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں۔خانصاحب شیخ محمد اسماعیل آنریری مجسٹریٹ صدر راولپنڈی کے مکان پر ان کے انتظام سے مباحثہ ہوا۔اہل حدیث کا متعلقہ شمارہ ہم نے موصوف کو بھیجا اور لکھا کہ پیغام صلح لاہور کا متعلقہ شمارہ دیکھ کر فرمایئے کہ واقعات صحیحہ کس نے لکھے ہیں۔موصوف کا جواب آیا

الحمدللہ واقعات آپ نے صحیح لکھے ہیں۔خاکسار محمد اسماعیل

ہاں چھٹے کذب کا جواب دینا ہمارا فرض ہے جو اخبار پیغام صلح لاہور نے یوں بیان کیا ہے

چھٹا جھوٹ ۔دانیال نبی نے میری (مرزا قادیانی کی) بابت کہا ہوا ہے کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہوں گا۔یہ بھی مرزا صاحب (مولوی ثناءاللہ کا) پر افتراء ہے۔حوالہ زیر بحث میں یہ کہیں نہیں ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۳۔اکتوبر ۱۹۲۹ء) ۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں کہ ہم نے جو کچھ پیش کیا تھا وہ مالک مکان مناظرہ خان صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب کو دکھا دیا تھا۔آپ بھولے ہوں یا آپ کو وہ مقام نہ ملے تو سنئے۔وہ یہ ہے:

دان ایل نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے جو محمد ﷺ ہے جب بارہ سو نوے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہو گا اور تیرہ سو پینتیس تک اپنا کام چلائے گا۔یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا (تحفہ گولڑویہ۔ص۱۱۶) ۔

بتاؤ اس عبارت کے کیا معنی ہیں۔وہی ہیں یا نہیں جس کو آپ جھوٹ کہہ رہے ہو۔عبارت ھذا دیکھ کر اس عبارت کو جھوٹ کہو تو جانیں۔

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ مزید فرماتے ہیں کہ

جلسہ منٹگمری (حال ساہیوال پاکستان) ۲۰۔اکتوبر ۱۹۲۹ء کے دوران ہمارا اسی مسئلے ایک اور مباحثہ ہوا جس میں قادیانی پارٹی بالمقابل تھی ۔اس مباحثہ کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے کیونکہ وہاں قادیانی پارٹی ایسی پھنسی کہ: نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔

بالکل اس کے مشابہ جو شہد میں گری ہوئی مکھی نکلنے کی کوشش کرتی ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک پر کو نکالنا چاہتی ہے، تو دوسرا بھی پھنس جاتا ہے۔

وہاں مولوی اللہ دتہ قادیانی مناظر تھے۔ انہوں نے ہمارے مؤاخذہ سے تنگ آ کر کہہ دیا کہ مرزا صاحب غلطی سے سن ہجری سے لکھ گئے ہیں۔ اس کے باوجود ہمیں یقین ہے کہ قادیانی اخبار عنقریب اس مباحثہ کو بھی اپنی کامیابی بتا دینگے جس پر ہماری دعا ہوگی کہ ایسی کامیابی خدا ان کو ہمیشہ نصیب کرے۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہمارے اس مؤاخذہ کا جواب امت مرزائیہ کی تینوں بلکہ چاروں پارٹیاں پنجابی پوربی بنگالی دکنی یا برمی مل کر بھی نہیں دے سکتیں۔

دے سکتی ہوں تو اپنے امیر (مولوی محمد علی لاہوری) اور خلیفہ (مرزا محمود احمد قادیانی) سے اجازت لے کر ہم سے باقاعدہ مباحثہ کر لیں۔ باقاعدہ سے مراد یہ ہے کہ مباحثہ بالمشافہ تحریری ہو اور کوئی غیر جانبدار ثالث ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۲۹ء ص۵۔۶)

....

بہاء اللہ کو مرزا کے مقابل کیوں پیش کرتے ہیں

جناب منشی محمد حسین صابریؒ، بریلی سے لکھتے ہیں:

مرزائی اخبار الفضل قادیان نے ایک مضمون بعنوان، بہاء اللہ نے نبوت کا دعوی نہیں کیا، اپنی ۶ ستمبر ۱۹۲۹ء کی اشاعت میں شائع کیا ہے جس میں اس نے تقوی اور دیانت کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ کر بعض ایسے حوالے بہائی کتاب الفرائد سے دیئے ہیں جن کے سیاق وسباق سے وہ مطلب نہیں نکلتا جو اس نے اپنے ناظرین کو بتایا ہے ایک مرزائی کے لئے بددیانتی تو ضروری چیز ہے لیکن اس مضمون میں ایمان داری خداترسی کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا گیا ہے۔

مرزائی نے جہاں سے چند فقرات الفرا ئد سے نقل کئے ہیں وہاں دراصل بہائی مصنف اس مسئلہ پر بحث کر رہا ہے کہ اسلام کا موعود صاحب شریعت ہے یا مروج شریعت پر وہ اپنے خیال اور عقیدے کے مطابق ثابت کرتا ہے کہ موعود اسلام حضرت موسی حضرت عیسی اور آنحضرت ﷺ کی طرح صاحب شریعت ہوگا ۔لیکن الفضل نے نہایت بددیانتی سے یہ ظاہر کیا ہے کہ گویا مصنف الفرا ئد کے نزدیک بہاء اللہ کا دعوی نبوت کا نہ تھا بلکہ الوہیت کا تھا۔

میں اس وقت یہاں نبوت بہاء اللہ پر بحث نہیں کر رہا ہوں جو الفرا ئد کی عبارت پیش کروں اور دکھاؤں کہ مرزائیت اور بددیانتی لازم وملزوم ہیں ۔کیونکہ اس مسئلہ پر اللہ تعالی نے فضل وکرم سے بہت کچھ لکھ چکا ہوں جس کا جواب مرزائیوں سے قیامت تک نہیں ہوسکتا۔ میں یہاں صرف اس بات کا جواب دینا چاہتا ہوں جو مرزائی نے لکھا ہے کہ:

بہاء اللہ کو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مقابلہ پر پیش کرنا بھی محض شرارت اور فتنہ سازی ہے۔

(اخبار مذکور۔ص٦)

سواس کا مختصر جواب یہ ہے کہ یہ فتنہ سازی اور شرارت آپ کے مسیح موعود نبی ورسول ابن اللہ بلکہ خود اللہ نے اپنے سر پر لی ہے اس میں کسی کا بھی کچھ قصور نہیں ہے۔

اس میں کچھ شک نہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی یوں تو بہت کمزور سا ہے، جو نہ ہونے کے برابر ہے۔یعنی آنجہانی فرماتے ہیں کہ میں خود کچھ نہیں ہوں جو کچھ ہے وہ محمد (ﷺ) ہیں۔

یا یوں کہیے کہ آپ کے اس دعوی کا یہ مطلب ہے کہ آپ نبوت محمد یہ کی چادر اوڑھ کر مصنوعی محمد بنے بیٹھے ہیں، ورنہ دراصل وہی مرزا غلام احمد زمین دار قادیان ہیں جن سے کسی کو کچھ کام نہیں ایسے زمین دار نہ معلوم کتنے پھرتے ہیں۔

لیکن دوسری طرف جو دعوی ہے وہ اس قدر بڑا ہے کہ آپ اپنے تئیں انبیاء کے زمرے میں شمار کرتے ہیں اور اپنی صداقت پر ان دلائل کو پیش کرتے ہیں جو صرف صادق اور براہ راست نبوت ورسالت کا درجہ پانے والے نبیوں اور رسولوں کے لئے مخصوص ہیں مثلاً لو تقول علینا ..والی آیت جو صرف

آنحضرت ﷺ یا آپ جیسے نبیوں کے لئے خاص ہے ظاہر ہے کہ یہ دونوں دعوے صریح متضاد ہیں ایسے کہ ایک کو دوسرے سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

اگر مرزا صاحب ایک خادم کی حیثیت میں تو پھر اپنے آقاؤں (انبیاء) کے درجے میں ہونے کا دعوی کرنا اگر صریح گستاخی نہیں تو کیا ہے۔ اور اگر خود ہی مخدوم ہیں اور نبوت کے درجے کا دعوی کر کے صاحب شریعت نبیوں کے دلائل استعمال کر کے اپنے آپ کو صادق ثابت کرنے کی کوشش میں ہیں، تو دوسرے مدعی نبوت صاحب شریعت کے مقابلے سے بھاگتے کیوں ہیں۔ اور مریدان خوش اعتقاد ایسا مقابلہ دیکھنے والوں پر ناراض کیوں ہوتے ہیں۔

پس جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق یا تو ان دلائل کو چھوڑ دیا جائے جو صرف صادق اور براہ راست نبیوں کی نبوت کے معیار ہیں اور صاف صاف کہہ دیا جائے کہ ہم تو صرف خادم شریعت ہیں اور ہماری اپنی کوئی حیثیت نہیں۔ ورنہ دوسرے صاحب شریعت ہونے کا دعوی کرنے والے کے مقابلہ پر نکل کر اپنی صداقت کو پیش کرنا چاہیے۔

بہاء اللہ نے جو کچھ دعوے کیا ہے، اسے اسلامی اصطلاح میں نبوت اور رسالت کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے (بہاء اللہ خود بھی اپنے آپ کو رسول کہتا ہے جس کا ثبوت اہل حدیث امرتسر نے بارہا دیا ہے۔ ثناء اللہ امرتسری) اگر چہ بلا شبہ خود بہاء اللہ نے نبی کا لفظ اپنے لئے مقرر نہیں تاہم ان کی اصطلاحات اور کتب استدلالیہ بہائیہ سے جو کچھ ظاہر ہے وہ یہی ہے کہ انہیں مقام نبوت و رسالت ہی کا دعوی ہے۔

میں اپنے دعوے کے ثبوت میں خود بہاء اللہ کا اپنا بیان اور پھر ان کے فرزند رشید جناب عبدالبہاء عباس آفندی کی تحریر پیش کرتا ہوں اور مرزائی صاحبان اپنے ثبوت کیلئے اڈیٹر کوکب ہند یا ایسے ہی کسی خوش اعتقاد بہائی کو گواہی میں لاتے ہیں۔ ببیں تفاوت رہ از کجا ست تا بکجا

پس آنحضرت ﷺ کے دلائل صداقت کو جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے پر استعمال کر کے بہاء اللہ کی رسی خود گلے میں ڈلوائی ہے۔

اب اگر مرزائی صاحبان اسے توڑنا چاہتے ہیں تو بجائے دوسروں پر ناراض ہونے کے اپنے مسیح

موعود صاحب کے اصولوں اور دلائل صداقت کا جائزہ لے کر ان سے دست بردار ہونے کی کوشش کریں، ورنہ اسی کے سوا کہ مرزا صاحب قادیانی کو بہاء اللہ کے مقابلے پر کھڑا کیا جائے ان کے لئے اور کوئی دوسرا راستہ نہیں ہے۔

لطیفہ: مرزائی اڈیٹر نے ایک بہت مزے دار بات لکھی ہے۔ لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ کوکب ہند کے بہائی اڈیٹر نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو ڈانٹ کر لکھا اہل حدیث نے جناب بہاء اللہ کو نبی کیوں لکھا جب کہ اہل بہا ان کو نبی نہیں مانتے

(بحوالہ اہل حدیث ۱۵ جون ۱۹۲۸ء نمبر ۳۵ جلد ۲۵) (الفضل مذکور)

اتنا لکھ کر مرزائی دیانت دار تو اپنا فرض ادا کر چکا کیونکہ حقیقت کو جوان کے خلاف ہو اس کا ظاہر کرنا اس بے چارے کے مذہب میں حرام ہے۔ لیکن اس کے بعد جو کچھ ہوا وہ میں بتاتا ہوں کہ کوکب ہند کی مذکورہ بالا ڈانٹ کے بعد جب اہل حدیث امرتسر نے اسے دلائل کی رسی سے گرفتار کرلیا، تو وہ بالکل خاموش ہو گیا۔ اور آج تک اسے ایک حرف لکھنے کی بھی جرأت نہیں ہوئی۔ اور اس کی ڈانٹ، الٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، کی مصداق ثابت ہوئی۔

میں اپنا یہ بیان ان لوگوں کے سامنے رکھتا ہوں جو ایمان دار اور خدا ترس ہیں اور جن کو ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر، اخبار الفضل قادیان اور کوکب ہند پڑھنے کا باقاعدہ موقع ملتا ہے وہ جان لیں گے کہ مرزائی اپنے بیان میں راست باز ہے یا خاکسار راقم الحروف ہذا۔

بہائی اور قادیانی مباحثہ:

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں کہ بہائی رسالہ کوکب ہند قادیانیوں کو مباحثہ کا چیلنج دیتا ہے۔ مضامین بحث یہ تجویز کرتا ہے:

۱۔ ختم نبوت

۲۔ مسئلہ قیامت

۳۔اجراءشریعت۔

۴۔معیارصداقت۔

۵۔موعودکل ادیان۔وغیرہ

ہمارے نزدیک ضروری مضمون یہ ہے کہ

۶۔دعاوی مرزا قادیانی، بہاءاللہ کی نقل ہیں۔

یہ مضمون کوکب ہند کے اڈیٹر صاحب لے سکیں تو ہمارے نامہ نگار صابری صاحب کے حوالے کریں۔ یہ جلسہ امرت سر یا بٹالہ میں ہوتو ہم بھی اپنی ناچیز خدمات ہر دو فریق کے لئے پیش کرتے ہیں:

خوب گذرے گی جومل بیٹھیں گے دیوانے دو

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۸۔اکتوبر۱۹۲۹ءمطابق ۱۴جمادی الاول ۱۴۳۸ھ جلد ۲۶ نمبر۵۱ ص ۴۔۵)

....

راولپنڈی کے مباحثہ کی روداد
سچا کون ہے

اس مباحثہ میں جوسوال پیش ہوا تھا اس کا ذکر اور مباحثہ کی روداد اہل حدیث ۱۱۔اکتوبر میں درج ہو چکی ہے یعنی پیش ہوا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی دانیال نبی کی پیش گوئی اپنے اوپر لگائی جس کا مضمون یہ ہے کہ مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہے گا مگر مرزا صاحب ۱۳۲۶ھ میں فوت ہو گئے حالانکہ انہوں نے لکھا تھا کہ میری عمر کے متعلق بھی الہام یہی ہے کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہوں گا۔

اس سوال کی مخاطب راولپنڈی میں احمدیوں کی لاہوری جماعت تھی جنہوں نے بڑی جرأت سے کہا تھا کہ ایک بات غلط ہوگئی تو کیا ہوا۔یہی سوال منٹگمری میں قادیانی پارٹی کے سامنے میں نے پیش کیا تھا وہ بھلا ایسی ضعیف الاعتقاد کہاں تھی جو غلط کہہ دیتی۔اس نے اس کی اصلاح کرنے میں مقدور بھر کوشش کی لیکن بالکل

اس کے مشابہ ہوئی جو شہد میں گری ہوئی کی مکھی نکلنے کی کوشش کرتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ ایک پر کو نکالنا چاہتی ہے تو دوسرا بھی پھنس جاتا ہے۔

ہم نے اہلحدیث ۱۱۔اکتوبر میں مرزا صاحب کا قول نقل کیا تھا جس میں انہوں نے حضرت ابراہیم والی حدیث کے کذبات پر اعتراض کرنے والوں کو خوب آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ ہمارا یقین تھا کہ مرزائی مناظر (بہر دو نوع) آئندہ یہ اعتراض پیش نہ کریں گے مگر مرزائی اور خاموشی۔؟ پیغام صلح ۲۳ اکتوبر میں اسکے نامہ نگار نے (جسکو ہم جانتے ہیں) اہل حدیث ۱۱ اکتوبر کے دس جھوٹ بتائے ہیں جن میں ایک (چھٹا) مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے متعلق ہے باقی روداد مباحثہ کے متعلق۔ اس لئے ہم نو جھوٹوں کے جواب میں مہتمم مناظرہ کی تصدیق پیش کر دینا کافی جانتے ہیں۔

خان صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب آنریری مجسٹریٹ صدر راولپنڈی کے مکان پر ان کے انتظام سے مباحثہ ہوا۔ اہل حدیث مورخہ ۱۱۔اکتوبر ہم نے موصوف کو بھیجا اور لکھا کہ پیغام صلح ۳۔اکتوبر دیکھ کر فرمایئے کہ واقعات صحیحہ کس نے لکھے ہیں موصوف کا جواب آیا۔

الحمدللہ صحیح واقعات آپ نے لکھے ہیں۔

خاکسار محمد اسماعیل۔۱۲۔اکتوبر ۱۹۲۹ء

مگر کیا ان لوگوں پر اس شہادۃ کا کچھ اثر ہوا؟ دیدہ باید۔ جب کہ خود مرزا صاحب کی شہادت کے ماتحت بقول مرزا حدیث ابراہیمی پر اعتراض کر کے خبیث ناپاک فطرت شیطان خصلت پلید بننا بھی گوارا کر رہے ہیں مگر اعتراض نہیں چھوڑتے دیکھئے خان صاحب موصوف کی شہادت کو کس نظر سے دیکھیں گے۔

سچ تو یہ ہے کہ ہمارے پاس تکذیب مرزا پر جتنے دلائل ہیں ان میں سے دانیال والی پیش گوئی سب سے وزن دار ہے اس لئے ہم اپنے ناظرین کو جو مباحثات قادیانیہ سے دلچسپی رکھتے ہوں ان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ سب سے پہلی اسی دلیل سے کام لیا کریں

پیغام صلح کا نامہ نگار لکھتا ہے

چھٹا جھوٹ:

دانیال نبی نے میری (مرزا صاحب کی) کی بابت کہا ہوا ہے کہ میں ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہوں گا یہ بھی مرزا صاحب پر افتراء ہے۔ حوالہ زیر بحث میں یہ کہیں نہیں۔ (پیغام صلح ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء)

لیجئے صاحب! ہم نے جو پیش کیا تھا وہ مالک مکان مناظرہ خان صاحب شیخ محمد اسماعیل صاحب کو دکھا دیا تھا آپ بھولے ہوں یا آپ کو وہ مقام نہ ملے تو حافظ احادیث مرزا سے سنیئے، وہ یہ ہے:

دان ایل نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے جو محمد مصطفیٰ ﷺ ہے جب بارہ سو نوے (۱۲۹۰) برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتیس ھ تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۱۶)

احمدی دوستو! جانتے ہو یہ عبارت کس کی ہے؟ سنو! یہ اس کی ہے جو تمہارا مجدد مہدی مسیح موعود بروزی اور ظلی نبی حکم عدل بالقابہ جس کی وجہ سے آپ لوگ احمدی کہلا کر محمدیت سے ہٹ رہے ہو بتاؤ اس عبارت کے کیا معنی ہیں؟ وہی ہیں یا نہیں جس کو آپ جھوٹ کہہ رہے ہیں عبارت ہذا دیکھ کر اس عبارت کو جھوٹ کہو تو جانیں مگر ایسے کہاں؟ تمہارا تو قول ہے

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

ذلت کی بارش: جلسہ تبلیغ منٹگمری میں اکتوبر میں جلسہ مباحثہ ہوا جس میں قادیانی پارٹی بالمقابل تھی اس مباحثہ کی کیفیت دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے قادیانی پارٹی ایسی پھنسی کہ نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن۔ مگر ہمیں یقین ہے کہ قادیانی اخبار عنقریب اس مباحثہ کو بھی کامیاب بتادیں گے۔ جس پر ہماری طرف سے دعا ہو گی کہ ایسی کامیابی خدا ان کو ہمیشہ نصیب کرے۔ آمین

چیلنج: ہمارا دعوی ہے کہ ہمارے اس مواخذہ کا جواب امت مرزائیہ کی دونوں بلکہ تینوں پارٹیاں پنجابی پوربی بنگالی دکنی یا برمی مل کر بھی نہیں دے سکتیں۔ دے سکتی ہوں تو اپنے امیر اور خلیفہ سے اجازت لے کر

ہم سے با قاعدہ مباحثہ کرلیں

نوٹ: با قاعدہ سے مراد یہ ہے کہ مباحثہ بالمشافہ تحریری ہو اور کوئی غیر جانبدار ثالث ہو۔

احمدی دوستو! کسی مددگار کی ضرورت ہوتو سری نگر کشمیر سے مولوی عبداللہ وکیل کو یا بریلی سے منشی محمد حسین صابری کو اپنے ساتھ ملالو پھر بھی دیکھ لینا۔اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۴۳۸ھ جلد ۲۷ ص ۵۔۶)

....

قادیانی اور بہائی

جناب عبدالقیوم بردوانی، کٹو چہ سے لکھتے ہیں:

ہمارے قادیانی دوستوں کا خمیر ہی عجب مٹی سے اٹھایا گیا ہے۔ یہ حضرات اپنے مخالف کی آواز کو طرح طرح کے حیلے اور بہانہ سازیوں سے دبا دینا چاہتے ہیں چنانچہ مولوی عبداللہ وکیل سری نگر نے چند دنوں سے اپنے مضامین میں ان کے عقاید کو بہائیوں کا سرقہ بتایا ہے اور اس سے پہلے خواجہ کمال الدین صاحب بھی اپنی کتاب ،اسلام میں کوئی فرقہ نہیں، میں قادیانیوں کو بار بار یہی کہہ چکے ہیں کہ لیکن یہ حضرات بجائے اس کے کچھ جواب دیں یا معقولیت اور استقلال سے معاملہ پر غور کریں، ذاتی حملوں اور بازاری حرکتوں پر اتر آتے ہیں۔ زیر بحث امور کی طرف توجہ نہیں دیتے اور غیر متعلق باتوں سے اخبارات کے صفحے کے صفحے سیاہ کرتے چلے جاتے ہیں۔ بات صاف ہے کہ بہائی شرع جدید آپ نے لکھا ہے کہ اس کی شرح میں طویل اختلاف ہے ۔یہ بھی صحیح نہیں ہے سلف صالحین میں سے کسی نے اختلاف نہیں کیا۔اگر کیا ہے تو حوالہ ہونا چاہیے علاوہ اسکے حدیث مذکورہ ضعیف ہے ملاحظہ ہو بلوغ المرام۔استدلال صحیح نہیں ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۲۹ء جلد ۲۷ نمبر ا۔ص ۸۔۹)

قادیانی کے اقوال میں اختلاف کوئی نئی بات ہے؟

دوقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے احقر کی نظر سے گذرے۔ دونوں قول باہم متضاد ہیں۔ جن میں ایک مقام پر تو خون نکلنا حضرت عیسی کے زندہ صلیب پر سے اترنے کی دلیل بیان کی، اور دوسرے مقام پر خون کا نہ نکلنا حضرت عیسیٰؑ کے زندہ صلیب پر سے اترنے کی دلیل بیان کی۔ وھو ہذا :

ایسا ہی مسیح کا جمعہ کی آخر گھڑی صلیب پر چڑھائے جانا اور شام سے پہلے اتارے جانا اور رسم قدیم کے موافق تین دن تک صلیب پر نہ رہنا اور ہڈی نہ توڑی جانا اور خون کا نہ نکلنا، کیا یہ تمام وہ امور نہیں ہیں جو بآواز بلند پکار رہے ہیں کہ یہ تمام اسباب مسیح کی جان بچانے کے لئے پیدا کئے گئے ہیں۔

(راز حقیقت حاشیہ ص ۱۳ مطبوعہ کریمی پریس لاہور)

چھٹی دلیل یہ ہے کہ جب یسوع کے پہلو میں ایک خفیف سا چھید دیا گیا تو اس میں سے خون نکلا اور بہتا ہوا اور ممکن نہیں کہ مردہ میں خون بہتا ہوا نظر آئے۔ (ایام الصلح ص ۱۱۴۔ مطبع ضیاء الاسلام قادیان)۔

احقر کے خیال میں یہ ہر دو اقوال باہم متضاد ہیں جن میں ایک میں خون کا نہ نکلنا اور دوسرے میں بہتا ہوا نظر آنا لکھا ہے۔

راقم: خریدار اخبار اہل حدیث نمبر ۸۲۱۳

مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں:

ایسے اختلافات وہاں سینکڑوں ہزاروں ہضم کئے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۲ ص ۴)

نبوت کا دروازہ کھل گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج تک مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ چلا آیا تھا کہ آنحضرتﷺ خاتم النبیین (بمعنی آخری نبی) ہیں مگر مجدد قادیانی نے اس عقیدے میں تجدید کی کہ نبوت تشریعی (کاملہ) ختم ہے، بروزی اور ظلی جاری ہے۔ یہ تجدید جاری کر کے مجدد قادیانی نے باب نبوت تو کھول دیا مگر اس میں یہ بخل کیا کہ نبوت ہی نہیں بلکہ ولایت کو بھی اپنی امت کیلئے مخصوص کرلیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

لا ولیّ بعد ی ا لا من اتّبعنی .(خطبہ الہامیہ)۔

(یعنی اب میرے بعد میرے تابعدار ہی ولی ہوں گے)

مسلمان اس تخصیص پر ناراض نہ ہوئے بلکہ خوش ہوئے کیونکہ انہوں نے خیال کیا کہ جو نبوت اور ولایت قادیانی اتباع میں ملے گی وہ شیخ سعدی کے اس شعر کی مصداق ہوگی

حقا که با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردیء همسایه در بهشت

اس مجدد کی تجدید کی تکمیل زمانہ خلافت ثانیہ قادیانیہ میں یوں ہوئی کہ ۱۹۲۸ء میں جو قادیان سے خاتم النبیین نمبر نکلا اس میں ایک فقرہ یہ درج تھا:

انبیاء عظام حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے خادموں میں پیدا ہوں گے اور وہ ہمیشہ اسلام کے محافظ اور شائع کرنے والے ہوں گے ۔ (الفضل قادیان ۱۲ جون ۱۹۲۸ء ص ۱۵)۔

اسی سرکلر کے ماتحت اس وقت قادیانی امت میں ۴ ۔اشخاص کی بابت ہمیں علم ہوا ہے کہ وہ مدعی رسالت ہیں۔ ایک تو مرزا غلام احمد قادیانی کی جماعت قادیانیہ میں بیٹھا دعوی رسالت کر رہا ہے اس کے اتباع بھی ہو گئے ہیں جو بذریعہ اشتہارات اس کی نبوت کو ملک میں پہنچا رہے ہیں اس رسول کا نام نامی واسم گرامی احمد نور کابلی ہے۔

دوسرے صاحب عبدالطیف گناچوری ضلع جالندھر پنجاب ہیں ۔

تیسرے صاحب تیما پور ریاست حیدرآباد دکن میں ہیں، جن کا نام مولوی عبداللہ ہے۔انہوں نے ایک کتاب بھی لکھی ہے جس کا نام ہے میزان حشر۔اس میں مصنف نے اپنی بابت یوں لکھا ہے:

اللہ پاک نے اس فقیر کو نبی مرسل ومہدی ونور محمد کے خطاب سے سرفراز کیا ہے۔میں اس وقت مکہ مسجد (حیدرآباد دکن) میں اس کتاب کو لکھ رہا ہوں، اور بیت اللہ میں کھڑے ہو کر قسم کھاتا ہوں میں اللہ کا خلیفہ ہوں، مامور ہوں، مرسل ہوں، امتی نبی ہوں، اور مثیل موسی ہوں۔حضرت مسیح موعود سے افضل ہوں جن کے آنے کی نسبت حضرت (مرزا قادیانی) صاحب کو الہام ہے۔

(میزان حشر۔ص ۲۳)۔

ابھی ہمیں ان نبیوں کی بابت علم نہیں ہوا کہ قادیانی امت نے ان کے ساتھ کیا برتاؤ کیا۔یعنی ایمان لائے یا کفر کیا۔اسی حالت بے خبری میں جماعت احمدیہ لاہور کے آرگن پیغام صلح نے ہمیں مسرت سنائی کہ امت قادیانیہ میں ایک اور شخص مدعی نبوت جہلم میں پیدا ہو گیا ہے۔پیغام صلح کے الفاظ یہ ہیں:

جہلم میں ایک درزی کا دعوی نبوت :

دور کیوں جاؤ ابھی حال ہی میں جہلم میں ایک پر جوش محمودی (قادیانی) غلام حیدر ٹیلر ماسٹر نے دعوی نبوت کیا ہے۔اس سے قبل اسی کے کشف ورؤیا (خواب) کی جہلم کے محمودی صاحبان تصدیق و تائید کرتے تھے اب اسی نے دعوی نبوت کا بذریعہ اشتہار اعلان کیا ہے اور قسم کھا کر لکھا ہے کہ:

میری وحی اسی قسم کی وحی ہے جو تمام نبیوں پر نازل ہوتی رہی۔ ،

اور لکھا ہے کہ نبیوں میں مجلس میں میری کرسی حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیان میں بچھائی گئی ۔، یعنی میں انہی جیسا نبی ہوں کیونکہ اسی صف میں بٹھایا گیا ہوں

اور یہاں تک لکھا گیا ہے کہ میرے اقتداء میں حضرت نبی کریم ﷺ نے نماز پڑھی۔گویا محمد رسول اللہ ﷺ نے بھی اسے اپنا امام (نعوذ باللہ) تسلیم کر لیا ہے۔

جب اس سے پوچھا گیا کہ تم نبی جو بنے تو آخر کیا پیغام لائے ہو، تو کہتا ہے کہ پیغام یہ ہے کہ لوگ

نماز سنوار کر پڑھیں ۔

جب کہا گیا کہ یہ تو قرآن میں پہلے سے نازل شدہ حکم ہے، تو کہتا ہے نبوت ایک درجہ کمال ہے جو مجھے مل گیا، یہ کیا ضرورت ہے کہ کوئی نیا پیغام بھی آوے۔

گویا یہ شخص اس عقیدے کی مار میں مارا گیا جو میاں صاحب کی ایجاد بندہ ہے۔ ایک بے علم آدمی مذہبی جوش میں وارفتہ ہو کر اسی عقیدے کی رو میں بہہ گیا جو بدقسمتی سے میاں (مرزا محمود احمد) صاحب نے ایجاد کیا تھا (بلکہ بڑے میاں نے۔ ثناء اللہ امرتسری) اگر اس کا عقیدہ یہ ہوتا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا تو وہ نبوت کا دعوی ہرگز نہ کرتا استکبار نفس اگر اسے کوئی ایسا رؤیا دکھاتا بھی جس میں کسی قسم کا اشارہ منصب نبوت کی طرف ہوتا تو وہ اس کی تاویل کرتا یا استغفار کرتا، اور اپنے استکبار نفس کو پہچان جاتا، اور خدا کے حضور روتا اور گڑ گڑاتا.... البتہ جن کا عقیدہ یہ ہو کہ ایک نبی نہیں، بلکہ ہزاروں نبی آئیں گے، ان کا فرض ہے کہ جب ایک شخص دعوی نبوت کرے تو اس کے دعوی کی تحقیق کریں اور استخارہ کریں کیونکہ ان کے اصول کے مطابق ممکن ہے وہ سچا ہو۔ اور اسکے سچا ہونے پر غالب دلیل یہ ہے کہ خود میاں محمود احمد کا مرید ہے جن کے لئے ترقیات اور کمالات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں اگر غیر احمدی ہوتا یا لاہوری احمدی ہوتا تو کہتے کہ ان پر کمالات کے دروازے بند ہیں۔ یہ نبی نہیں ہو سکتے لیکن میاں صاحب کے ایک مرید کے متعلق ایسا نہیں کہا جا سکتا۔

پس تمام ساکنان جہلم کی نظر اس وقت میاں محمود احمد کی طرف لگی ہوئی ہے کہ آیا وہ اس وقت اپنے اصول کے مطابق اس مدعی نبوت کے متعلق تحقیق اور استخارہ سے کام لیتے ہیں یا ہاتھی کے دانت کھانے کے اور ہیں اور دکھانے کے اور ہیں۔ محض اسلئے کہ وہ خلیفہ نہیں ہے اس کے دعوی کا ناقابل توجہ سمجھ لیتے ہیں۔ (پیغام صلح لاہور۔ ص ۴۔ ۱۱ نومبر ۱۹۲۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بقول پیغام صلح، خلیفہ قادیان کو ان مدعیان نبوت کو تسلیم کرنا چاہیے مگر مشکل یہ ہے کہ مدعی نمبر ۳ کی نبوت ہے تو مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی مریدی میں مگر بیچ میں کچھ کالا ڈال دیا ہے۔ مثلاً تیماپوری نبی کی طرف

رمزاً لکھتے ہیں:

منظور محمد کی بیوی کو ایک لڑکا پیدا ہونے کا نشان (جو مرزا صاحب نے بتایا تھا) پورا نہ ہوا۔ الہام (مرزا) سے اس لڑکے کے کئی نام بتائے گئے تھے وہ میاں بیوی دونوں فوت ہو گئے (ص۱۱)

نکاح آسمانی کی پیش گوئی دہرانے کی ضرورت نہیں ہے۔ یہ کہا جاتا ہے کہ یہ نشان مشروط تھا، یہ تھا، وہ تھا، آخر میں اس رائے کا اظہار ہوتا ہے کہ وہ منسوخ ہوا یا دوسرے وقت پر ٹال دیا گیا ہے:

پائے استدلالیاں چوبیں بود (ص۱۱)

آخری فیصلہ کے متعلق ایک لطیف بات کہی ہے جو ہمارے ناظرین مناظرین کے کام کی ہے۔ لکھا ہے:

مولوی ثناء اللہ کے لئے آخری فیصلہ کی دعا کرنا کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہو، جو اثر ہوا، معلوم ہے۔ جواب دیا جاتا ہے کہ ثناء اللہ نے اس دعا کو منظور نہیں کیا۔ کیا مظلوم کی دعا قبول ہونے کے لئے ظالم کی رضامندی بھی شرط ہوا کرتی ہے۔ (ص ۱۱)

بالکل سچ ہے۔ باوجود اس کے تیماپوری مرسل نبی حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصدیق کرتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

اللہ پاک نے صحیفہ میں خاکسار (عبداللہ تیماپوری) کے ذریعہ سے فرمایا ہے حضرت اقدس مسیح موعود ؑ حضرت مرزا غلام مسیح موعود ہیں ۔ (ص۲۵)۔

ناظرین! ایمان و یقین ہو تو ایسا ہو کہ مدعی کے دلائل غلط مگر دعوی صحیح۔ یہی معنی ہیں

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

دانیال کی پیش گوئی

اور قادیانی نقل باز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے کمالات روحانیہ بیان کرتے ہوئے دو باتوں پر زیادہ زور دیا کرتے تھے:

۱۔ سابقہ انبیاء کرام نے میری حق میں پیش گوئی کی ہوئی ہے۔

۲۔ میرے اپنے الہامات بھی میری صداقت کی دلیل ہیں۔

انبیاء کرام کی پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی دانیال نبی (اسلامی کتب میں اس نام کا نبی مذکور نہیں) کی اپنے حق میں یوں بتائی ہے

۱۔ آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس لکھتا ہے۔

۲۔ جو خدا تعالی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت فرمایا ہے۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۲۰۰)۔

اس بیان میں دو دعوی ہیں:

اول۔ ایک دانیال نے میری موت کا زمانہ ۱۳۳۵ھ بتایا ہے۔

دوم۔ میرے الہام کی رو سے بھی میری وفات ۱۳۳۵ھ میں ہوگی۔

آپ (مرزا قادیانی) کی عمر کا حساب ان کی پیدائش سے ہوسکتا ہے جوانہوں نے خود بتائی ہوئی ہے کہ چودھویں صدی کے شروع ہونے کے وقت میری عمر پورے چالیس سال تھی۔ اور براہین حصہ پنجم میں لکھا

ہے کہ میری عمر ۷۴، اور ۸۶ سالوں کے درمیان ہوگی۔ اسی لئے آپ نے فرمایا کہ دانیال کی پیش گوئی اور میرے الہام کے مطابق ۱۳۳۵ھ میں میری وفات ہوگی کیونکہ شروع ۱۴ ویں صدی میں آپ کی عمر چالیس سال تھی تو پینتیسویں ہجری سال میں پورے ۷۴ سال ہوتی ہے۔ اس لئے ضروری تھا کہ آپ ۱۳۳۵ھ میں فوت ہوتے بحالیکہ آپ ماہ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے۔

ان دونوں دلیلوں پر مدیر اہل حدیث نے زبانی وتحریری احمدیہ جماعت (بہر دو نوع) سے استفسار کیا تو دونوں کو اتنا پریشان پایا کہ آسمانی نکاح پر بھی اتنے پریشان نہ پائے گئے آج مندرجہ ذیل مراسلہ مرقومہ صابری صاحب بھی اسی مضمون میں قادیانی جواب کا جواب الجواب ہے۔ (مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب منشی محمد حسین صابریؒ، بریلی سے لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر جلد ۲۷ کے نمبر اول میں حضرت مولانا اڈیٹر صاحب کے قلم سے مباحثہ مرزائیہ پیغامیہ راولپنڈی کا ذکر ہوا ہے جس میں زیر بحث دانیال کی پیش گوئی تھی جس کا مضمون ہے:

اور جس وقت سے دائمی قربانی موقوف کی جائے گی اور وہ مکروہ چیز جو خراب کرتی ہے قائم کی جائے گی ایک ہزار دوسونوے دن ہوں گے۔ مبارک وہ جو انتظار کرتا ہے اور ایک ہزار تین سو پینتیس دن تک آتا ہے۔ (دانیال باب ۱۲۔ آیت ۱۱۔۱۲)

چونکہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بائیبل کی اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں کیا ہے اور نہائت واضح الفاظ میں لکھا ہے کہ:

اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان (محمد ﷺ) سے جب بارہ سونوے (۱۲۹۰) برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود (مرزا) ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتیس ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس (۳۵) برس برابر کام کرتا رہے گا۔

(تحفہ گولڑویہ۔ طبع دوم۔ ص ۱۹۱۔ طبع اول۔ ص ۱۶۶)

اس لئے اس صریح بیان پر مولانا موصوف کا اعتراض یہ تھا کہ مرزا صاحب چودھویں صدی میں ۳۵ برس زندہ نہ رہے بلکہ بقضائے الٰہی ۹ برس پیشتر ۱۳۲۶ھ میں تشریف لے گئے حالانکہ آپ کا اپنا الہام بھی

ایسا ہی تھا کہ دانیال نبی کی بتلائی ہوئی آخری مدت تک زندہ رہیں گے۔

اصل مخاطب یعنی پیغامی مرزائی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق ایسی باتوں کی پرواہ ہی نہیں کیا کرتے۔ان کے نزدیک اس طرح اگر ہزار دفعہ مرزا صاحب جھوٹے ثابت ہو جائیں تو جب بھی وہ سچے ہی ہیں۔بقول شخصے: دوست کی دوستی سے غرض ہے اس کے فعلوں سے کیا مطلب؟ اس لئے انہوں نے اس پیش گوئی اور مرزا صاحب قادیانی کی مذکورہ بالا تحریر کی پرواہ ہی نہیں کی اور دوسری غیر ضروری اور بے تعلق باتوں میں لگ گئے۔

البتہ ہمارے کرمافرما جناب مولوی اللہ دتہ صاحب جالندھری قادیانی نے الفضل ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء میں نمودار ہوئے ہیں (اس سے پہلے جلسہ منٹگمری میں بھی نمودار ہو کر عزت پا چکے تھے۔مدیر اہل حدیث امرتسر) جس میں انہوں نے اس پیش گوئی کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کی بات بنانے کو قریباً تین صفحے سیاہ کر دیئے ہیں اور شیر اہل حدیث سے بازو چھڑانے کی ہر ممکن کوشش کرتے ہوئے سر سے پیر تک زور لگا دیا ہے۔

آپ نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ۱۳۳۵ھ تک جس برے طریق سے گھسیٹا ہے وہ انہیں کے الفاظ میں یوں ہے:

یہ سلسلہ سنین آنحضرتﷺ کے ظہور سے شروع ہوتا ہے جو کہ مکہ معظّمہ میں ہوا اور سنہ ہجری کے شروع ہونے سے علی اختلاف الروایات تیرہ یا دس سال قبل ہوا تھا۔گویا جب سن ہجری کا پہلا سال تھا اس وقت حضورﷺ کے ظہور کو دس سال تو یقیناً ہو چکے تھے۔اس حساب سے جب ۱۳۲۶ ہجری جب ہوا تو پیغمبر آخر الزمان پر لازماً ۱۳۳۵ برس گذر چکے تھے۔ (کالم ۳ ص ۱۲)۔

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عقیدے کے خلاف بجائے سن ہجری کے سال بعثت آنحضرتﷺ سے حساب لگایا گیا ہے۔جس کا انہیں حق نہیں تھا کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا بیان جس میں سن ہجری کا صاف ذکر ہے غلط ہوتا ہے (جلسہ منٹگمری میں آپ نے صاف کہہ دیا تھا کہ سنہ ہجری غلط لکھا گیا۔ہمیں گمان ہے کہ اس مواخذہ سے تنگ آ کر امت مرزائیہ بہر دو نوع کبھی کہہ دے گی کہ مرزا صاحب نے مسیحیت کا دعویٰ بھی غلطی سے کر دیا،اس لئے قابل عفو ہے۔ثناء اللہ امرتسری)۔چونکہ یہاں مرزا صاحب کے بیان سے پورا نہیں پڑتا تھا اس لئے گرفت سے بچنے کے

لئے مولوی اللہ دتہ صاحب کو اہل بہاء کی نقل کرنی پڑی۔ چنانچہ بہائی مصنف ابوالفضائل گلپایگانی اپنی کتاب شرح آیات میں اسی پیش گوئی کے متعلق لکھتے ہیں

> ایں نکتہ روشن وواضح است کہ چوں ازظہور احمدی کہ بظہورش قربانی دائمی بنی اسرائیل برداشتہ شد وصدمات ومکروہات دراقطار عالم براو منصوب گشت ہزار و دیست نود سال گذشت وجود حضرت بہاء اللہ دراراضی مقدسہ برامر اللہ قیام فرمودند۔ (ص ۴۵)۔

یعنی یہ نکتہ روشن اور واضح ہے کہ جب آنحضرت ﷺ کے ظہور سے کہ آپ کے ظہور سے بنی اسرائیل کی دائمی قربانی موقوف ہوگئی اور تکلیفیں اور بلائیں اس (قوم بنی اسرائیل) پر آن پڑیں بارہ سو نوے سال گذرے تو حضرت بہاء اللہ کے وجود نے زمین مقدس میں اللہ تعالی کے امر پر قیام فرمایا۔

اس عبارت میں بہائی مصنف نے آنحضرت ﷺ کی بعثت سے حساب لگایا ہے۔ مولوی اللہ دتہ صاحب نے جب دیکھا کہ اہل حدیث سے بچنے کی اور کوئی راہ نہیں تو ناچار ہوکر بہائیت کی راہ اختیار کر لی۔

خیر اب دیکھئے کہ یہی پیش گوئی جسے مرزا غلام احمد قادیانی پر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے انہی مرزائیوں کے اصول کے مطابق جناب بہاء اللہ پر کیسی حرف بحرف پوری ہوتی ہے۔ جناب مولوی فضل دین قادیانی وکیل تسلیم کرتے ہیں کہ

> ۱۲۸۰ھ میں بہاء اللہ بغداد سے استنبول کی طرف روانگی کے وقت بارہ دن باغ رضوان میں جو شہر بغداد کی پرانی آبادی سے باہر ہے آکر ٹھہرے تھے اور وہاں انہوں نے اپنے خاص دوستوں کے روبرو اپنے ظہور کا اعلانیہ دعوی کیا تھا۔ (بہائی مذہب کی حقیقت۔ص ۳۵)۔

اب معاملہ بالکل صاف ہے کیونکہ ۱۲۸۰ ہجری میں دس برس مولوی اللہ دتا صاحب کے سرقہ کئے ہوئے ملا دیئے جائیں تو ٹھیک بارہ سو نوے سال بن جاتے ہیں جو پیش گوئی زیر بحث کے عین مطابق ہے۔ اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب بہاء اللہ ٹھیک وقت پر موجود تھے تو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فرمانا

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

کیا حقیقت رکھتا ہے؟ خود مولوی اللہ دتہ صاحب کے قلم ہی نے اس کے بخیئے ادھیڑ دیئے اور ٹھیک وقت پر ظاہر ہونے والا بہاء اللہ کو ثابت کر دیا۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اس حساب سے ۲۸ برس لیٹ ہو گئے کیونکہ آپ کا دعوی مسیحیت ۱۳۰۸ء سے شروع ہوتا ہے۔

مرزائی دوستو! مولوی اللہ دتا صاحب سے دریافت کرو کہ الفضل کے مذکورہ مضمون میں انہوں نے اپنے پیرو مرشد جناب مرزا صاحب قادیانی سے دوستی کی ہے یا دشمنی؟ میں اگر پوچھوں گا تو وہ ناراض ہو جائیں گے۔

نوٹ: پیش گوئی کے دوسرے حصہ کی بحث دلچسپ ہے وہ پھر کسی وقت معروض ہو گی۔ انشاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ دسمبر ۱۹۲۹ء مطابق ۱۱ رجب ۱۳۴۸ھ ج ۲۷ نمبر ۷ ص ۴۔۵)

....

لالہ موسیٰ میں احمدیوں اور اہل حدیثوں کا مناظرہ

جناب حافظ فضل الرحمٰن کلرک ناظم انجمن اہل حدیث لالہ موسیٰ لکھتے ہیں:

۳ نومبر ۱۹۲۹ء کو احمدیوں اور اہل حدیث کے درمیان حیات و وفاۃ مسیح اور صداقت مرزا قادیانی پر مناظرہ ہوا۔ اخبار الفضل قادیان ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء میں اسے مرزائیوں نے کامیاب مناظرہ قرار دیا اور کہا کہ وفات مسیح کے مضمون پر متعدد آیات واحادیث سے دلائل پیش کیے گئے فریق مخالف (اہل حدیث) ان کو آخر تک نہ توڑ سکا۔

حقیقت یہ ہے کہ احمدی مناظر نے و اذ قال الله يا عيسى ابن مريم پیش کی۔ اس پر میں (فضل الرحمٰن) نے پوچھا بقول مرزا صاحب قادیانی، حضرت عیسی ۸۷ سال زندہ رہ کر کشمیر میں دفن ہوئے۔ اس لئے عیسی کو خدا کو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ جب میں نے شام سے ہجرت کی۔ نہ یہ کہ جب تو نے مجھے مارا۔

نیز پوچھا کہ اگر مسیح کشمیر آئے تھے تو چونکہ پیغمبر کا کام تبلیغ کرنا ہے تو ذرہ بتلایا جائے کہ کیا کشمیر میں آ کر مسیح نے تبلیغ کی تھی اور اس کا کیا نتیجہ ہوا تھا؟

ساتھ ہی یہ بھی پوچھا کہ اس زمانہ میں آمدورفت کے وسائل آسان نہ تھے اسلئے بتلایا جائے کہ حضرت عیسی بن مریم خفیہ طور سے کیسے کشمیر پہنچ گئے تھے اور مخالفین کو اطلاع کیوں نہ ہوئی۔

بار بار پوچھا گیا مگر احمدی جواب نہ دے سکے۔

آیت مامحمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل پیش کرنے پر احمدی مناظر سے پوچھا گیا کہ ال کیسا ہے اور من قبله کس کی تعریف کرتا ہے۔ چار دفعہ یہ بات پوچھی گئی احمدی مناظر ایسا گھبرایا کہ نہ جواب دیا، نہ پھر دوبارہ اس آیت کو پیش کیا۔

آیت انّی متو فّیك و را فعك الیّ، احمدی مناظر نے پیش کی۔ اس پر اس سے پوچھا گیا کہ حرف واؤ کیسا ہے؟ بالکل خاموش ہو گئے۔

پھر لفظ رافعك الیّ کے معنی پوچھے گئے تو بہت گھبرائے۔ بار بار اصرار کرنے پر فرمایا واؤ ترتیب کی ہے جس پر میں نے تین آئتیں

اقیموا الصلوة و لا تکو نوا من المشرکین،

اقیموا الصلوة و آ تو الز کوة

و ار کعوا مع الرا کعین

وغیرہ پیش کیں۔ مگر احمدی مناظر نے بالکل ان کی طرف رجوع نہیں کیا۔

میں نے ان آیتوں کو خوب واضح کر کے اپنی تین تقریروں میں پڑھا مگر احمدی مناظر بالکل خاموش ہو گئے۔

نیز لفظ رفع پر علانیہ سوال کیا گیا کہ اگر یہ ثابت کر دو کہ جب لفظ رفع کے ساتھ الی ہو تو اس کے معنی عزت ہوتے ہیں تو ابھی فیصلہ ہو جاتا ہے۔ مرزائی کو اس کا جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔

احمدی مناظر نے آیت و او صا نی با لصلوة و الز کوة ما دمت حیا پیش کی۔ جس پر سوال کیا گیا کہ ذرا یہ تو ثابت کر دیجئے کہ عیسی نے اپنی حیاتی میں کبھی زکوة دی تھی۔ اور ساتھ ہی پوچھا کہ آپ کے دعوی کے مطابق عیسیؑ کو پیدا ہوتے ہی نماز پڑھنی چاہیے تھی تو کیا آپ نے گہوارہ میں نماز پڑھی تھی؟

مگر اخیر تک جواب کی جرأت نہ ہوئی۔

اس مناظرے کا اس قدر اثر ہوا کہ دوران مناظرہ سامعین یہ خیال کرتے ہوئے کہ میں ایک کلرک ہوکر ایک احمدی سے عقلیہ اورنقلیہ دلائل اور برہان سے حق ثابت کرتا ہوں تو بہت خوش ہوتے۔ اور میں کہتا ہوں کہ ملک عبدالرحمٰن گجراتی اب اپنی ساری زندگی ہرگز میرے ساتھ مناظرے کے لئے سامنےنہیں آئیں۔ میں انجمن احمدیہ لالہ موسی کوچیلنج دیتا ہوں کہ ہمت ہےتو ملک گجراتی کو میرے سامنے لاویں اگر پہلےتسلی نہیں ہوئی تواب کرلیں۔مگر ذرہ دیکھ لیویں کہ مقابل میں کون ہے۔

نوٹ: جس اخبار میں نامہ نگار صاحب میرا جواب دیں وہ پرچہ میرے پاس بھیج دیں

خلیفہ صاحب قادیان کو ہم متوجہ کرتے ہیں کہ واؤ کا ترتیب کیلئے ہونا ثابت کردیں تو میں ان کا دعوی مان لوں گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء ۱۱ رجب ۱۳۴۸ھ ج ۲۷ نمبر ۷ ص ۵۔۶)

....

حضرت عیسی آسمان سے اتریں گے

حضرات ہم اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی آسمان سے نازل ہوں گےاورحکومت ودبدبہ کے ساتھ آئیں گے۔ اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اس کے متعلق کیا خیال تھا۔آپ براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ میں حاشیہ پر لکھتے ہیں:

هو الّذی ار سل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله .

یہ آیت جسمانی اورسیاست ملکی کے طور پرحضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہےاور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کاوعدہ دیا گیا ہےوہ غلبہ مسیح کےظہور میں آوے گا۔اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گےتو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اوراقطار میں پھیل جائے گا۔

حضرات! اس عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسی ظاہری حکومت اور سیاست کے ساتھ آئیں گے ۔اور مرزا صاحب نہیں، کیونکہ مرزا صاحب اس سے بے نصیب جہان فانی سے چل بسے اور آرزوئے دل، دل ہی میں لے گئے۔

اور بعض اشخاص امت مرزائیہ کے یہ سوال بھی کرتے ہیں کہ عیسی کے متعلق نزول من السماء کا لفظ کسی صحیح حدیث میں دکھلاؤ۔لو اب ہم ان کا یہ وہم بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریر سے ہی دور کرتے ہیں دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۸۱ میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں

مثلاً صحیح مسلم کی حدیث میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔

حضرات دیکھئے کیسے جناب مرزا صاحب بتصریح فرماتے ہیں کہ صحیح مسلم میں نزول من السماء کا لفظ موجود ہے۔کیا اب ان کو اس کے متعلق سوال کرنیکی گنجائش ہے؟ نہیں۔ بلکہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دوسری جگہ راز حقیقت کے صفحہ ۱۲ میں یوں لکھتے ہیں:

مسیح کا آسمان سے نازل ہونا بھی انہی معنوں سے ہے۔

لو اب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لفظ آسمان کے متعلق کیسا صاف فیصلہ کر دیا ہے۔اگر اب آسمان سے متعلق سوال کرنا جہالت اور حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔لیکن شیخ سعدی فرماتے ہیں:

اگر صد باب حکمت پیش ناداں
بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

راقم: محمد اسماعیل برادر حقیقی مولوی محمد اسحاق صاحب

خریدار اخبار اہل حدیث نمبر ۸۰۶۲

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء ۱۱ رجب ۱۳۴۸ھ ج ۲۷ نمبر ۷ ص ۸)

....

تاریخ مرزا

پہلے مجھے دیکھئے

بسم الله الر حمن الر حيم نحمده و نصلی علی رسو له الکر يم

مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہبی خیالات اور علمائے کرام کی طرف سے ان پر تنقیدات تو عرصہ سے شائع ہو رہی ہیں جس کا کافی بلکہ کافی سے زیادہ ذخیرہ جمع ہو چکا ہے خاکسار کے بعض دور اندیش احباب (جناب مولوی ابراہیم سیالکوٹی) نے ایک روز بر سبیل تذکرہ فرمایا کہ یہ جتنا کچھ لکھا گیا ہے مسائل مرزا پر لکھا گیا جو کافی ہے اس وقت تو بہت سے لوگ مرزا قادیانی کی شخصیت کو جاننے والے خاص کر پنجاب میں موجود ہیں ممکن ہے کچھ مدت بعد ان کی شخصیت کی تلاش ہو، نہ ملنے پر ان کی تصنیفات عمل کر جائیں اس لئے کوئی کتاب بطور سوانح کے لکھی جائے تو موجودہ اور آئندہ نسلوں کو بہت مفید ہو۔

عرصہ ہوا خاکسار کے زیر اہتمام ایک کتاب چودھویں صدی کا مسیح مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات میں چھپی تھی جو ناول کے طرز پر تھی اس کو ان صاحب نے اس مطلب کے لئے کافی نہ جانا تو بوجہ حسن ظن اور بوجہ اس تعلق کے جو خاکسار کو قادیان سے ہے فرمائش کی میں اس کام کو انجام دوں۔ کچھ دنوں کے بعد میرے دل میں بھی اس کی اہمیت آئی تو میں نے اس کے لکھنے کے لئے قلم اٹھایا بحمد اللہ یہ رسالہ پورا ہو کر ناظرین کے ملاحظہ سے گزر رہا ہے۔

نوٹ: اس رسالہ میں بطور تاریخ کے مضامین لکھے گئے ہیں بطور مناظرہ نہیں مناظرانہ رنگ دیکھنا ہو تو خاکسار کی دوسری تصانیف رسالہ الہامات مرزا مرقع قادیانی وغیرہ اور دیگر اصحاب کی تصنیفات ملاحظہ کریں

ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسر رمضان المبارک ۱۳۴۱ھ مئی ۱۹۲۳ء

تمہید :

مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی دو حصوں پر منقسم ہے۔ایک قبل دعوی مسیحیت دوسرا بعد دعوی مسیحیت ۔ان دونوں میں بہت بڑا اختلاف ہے۔

پہلے حصے میں مرزا غلام احمد قادیانی صرف ایک با کمال مصنف کی صورت میں پیش ہوتے ہیں دوسرے حصے میں اس کمال کو کمال تک پہنچا کر مسیح موعود، مہدی مسعود، کرشن گوپال، نبی اور رسول ہونے کا بھی ادعا کرتے ہیں۔

پہلے حصے میں جمہور علماء اسلام ان کی تائید پر ہیں۔دوسرے حصے میں جمہور بلکہ کل علمائے اسلام ان کے مخالف نظر آتے ہیں۔چنانچہ یہ سب واقعات سے ثابت ہوگا۔مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدوں نے بھی ان کی سوانح لکھی ہیں مگر وہ محض اعتقادی اصول پر ہیں، ہماری یہ کتاب واقعات صحیحہ سے لبریز ہے چنانچہ ناظرین ملاحظہ فرماویں گے۔

باب اول

قبل دعوی مسیحیت

امرتسر سے شمال مشرق کو ریلوے لائن پر ایک پرانا قصبہ بٹالہ ہے جو ضلع گورداسپور کی تحصیل ہے بٹالہ سے گیارہ میل کے فاصلہ پر ایک چھوٹا سا قصبہ قادیان ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی جائے ولادت ہے مرزا قادیانی کی تاریخ ولادت صاف تو نہیں البتہ ان کی اپنی کتاب (تریاق القلوب۔ص ۶۸۔قادیانی خزائن ج ۱۵ ص ۲۸۳)

سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۲۶۰ھ مطابق ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے تھے آپ کے والد کا نام حکیم غلام مرتضی تھا۔ قوم زمین دار، پیشہ طبابت کرتے تھے۔

ابتداء میں مشرقی علوم مولوی گل شاہ (شیعہ) سے بٹالہ میں پڑھے۔ اردو، فارسی، عربی کے سوا انگریزی سے واقف نہ تھے۔ ثابت نہیں کہ کسی مشہور درس گاہ میں آپ نے تحصیل علم کی ہو۔

جوان ہو کر تلاش معاش میں نکلے۔ سیالکوٹ کی کچہری میں پندرہ روپیہ ماہوار کے محرر ہوئے۔ وہاں سے بغرض ترقی آپ نے قانونی مختار کاری کا امتحان دیا، فیل ہو گئے۔ ازاں بعد تصنیف کی طرف طبیعت کا رخ ہوا۔ طبیعت میں ایجاد تھی اس لئے بڑی کتاب شائع کرنے سے پہلے اشتہاری طریق کا راختیار کیا۔ کبھی آریوں سے مخاطب ہوئے، کبھی عیسائیوں سے، کبھی برہموؤں سے۔ چنانچہ ایک دو اشتہار اس مضمون کے بطور نمونہ درج ہیں۔

اشتہار انعامی پانسو روپیہ

اشتہار ہذا اس غرض سے دیا جاتا ہے کہ ۷ دسمبر ۱۸۷۷ء کو وکیل ہندوستان وغیرہ اخبار میں بعض لائق فائق آریہ سماج والوں نے بابت روحوں کے اصول اپنا یہ شائع کیا کہ ارواح موجود بے انت ہیں اور اس کثرت سے ہیں کہ پرمیشر کو بھی ان کی تعداد معلوم نہیں اسی واسطے ہمیشہ مکتی پاتے رہتے ہیں اور پاتے رہیں گے مگر کبھی ختم نہیں ہوویں گے تردید اس کی ہم نے ۹ فروری سے ۹ مارچ تک سفیر ہند کے پرچوں میں بخوبی ثابت کر دیا ہے کہ اصول مذکور سراسر غلط ہے۔

اب بطور اتمام حجت کے یہ اشتہار تعداد پانچ سو روپیہ مع جواب الجواب باوا نرائن سنگھ صاحب سکرٹری آریہ سماج امرتسر کے تحریر کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد جائز شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب آریہ سماج والوں میں سے بپابندی اصول مسلمہ اپنے کے کل دلائل مندرجہ سفیر ہند و دلائل

مرقومہ جواب الجواب مشمولہ اشتہار ہذا کے توڑ کر یہ ثابت کر دے کہ

ارواح موجودہ جو سوا چار ارب کی مدت میں کل دورہ اپنا پورا کرتے ہیں بے انت ہیں اور ایشور کو تعداد ان کا نا معلوم رہا ہوا ہے

تو میں اس کو مبلغ پانسو روپیہ بطور انعام دوں گا۔ اور درصورت توقف کے شخص مثبت کو اختیار ہو گا کہ بمدد عدالت وصول کرے۔

لیکن واضح رہے کہ اگر کوئی صاحب سماج مذکور میں سے اس اصول سے منکر ہو تو صرف انکار طبع کرانا کافی نہ ہو گا بلکہ اس صورت میں بتصریح لکھنا چاہیے کہ پھر اصول کیا ہوا؟

آیا یہ بات ہے کہ ارواح ضرور کسی دن ختم ہو جاویں گے اور تناسخ اور دنیا کا ہمیشہ کے واسطے خاتمہ ہو گا۔

یا یہ اصول ہے کہ خدا اور روحوں کو پیدا کر سکتا ہے۔

یا یہ کہ بعد مکتی پانے سب روحوں کے پھر ایشور انہیں مکتی یافتہ روحوں کو کیڑے مکوڑے وغیرہ مخلوقات بنا کر دنیا میں بھیج دے گا

یا یہ کہ اگرچہ ارواح بے انت نہیں اور تعداد ان کا کسی حدود معین میں ضرور محصور ہیں مگر پھر بھی بعد نکالے جانے کے باقی ماندہ روح اتنے کے اتنے نہیں رہتے ہیں نہ مکتی والوں کی جماعت جن میں یہ تازہ مکتی یافتہ جا ملے ہیں اس بالائی آمدن سے پہلے سے کچھ زیادہ ہو جاتے ہیں اور نہ یہ جماعت جس سے کسی قدر ارواح نکل گئے بعد اس خرچ کے کچھ کم ہوتے

غرض جو اصول ہو بہ تفصیل مذکورہ لکھنا چاہیے۔

المشتہر: غلام احمد رئیس قادیان عفی عنہ

دوسرا اشتہار بجواب سوامی دیانند بانی آریہ سماج ملاحظہ ہو

اعلان

سوامی دیانند سرسوتی صاحب نے بجواب ہماری اس بحث کے جو ہم نے روحوں کا بے انت ہونا باطل کر کے غلط ہونا مسئلہ تناسخ اور قدامت سلسلہ دنیا کا ثابت کیا تھا معرفت تین کس آریہ سماج والوں کے یہ پیغام بھیجا ہے کہ اگرچہ ارواح حقیقت میں بے انت نہیں لیکن تناسخ اس طرح پر ہمیشہ بنا رہتا ہے کہ جب سب ارواح مکتی پا جا جاتی ہیں تو پھر بوقت ضرورت مکتی سے باہر نکالی جاتی ہیں۔ اب سوامی صاحب فرماتے ہیں کہ اگر ہمارے اس جواب میں کچھ شک و شبہ ہو تو بالمواجہ بحث کرنی چاہیے۔ چنانچہ اسی بارے میں سوامی صاحب کا ایک خط بھی آیا اس خط میں بھی بحث کا شوق ظاہر کرتے ہیں۔

اس واسطے بذریعہ اس اعلان کے عرض کیا جاتا ہے کہ بحث بالمواجہ بسر و چشم ہم کو منظور ہے۔ کاش سوامی صاحب کسی طرح ہمارے سوالوں کا جواب دیں۔ مناسب ہے کہ سوامی صاحب کوئی مقام ثالث بالخیر کا واسطے انعقاد اس جلسہ کے تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے تاریخ و مقام کو مشتہر کر دیں۔ لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ یہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلیٰ کہ تین صاحب ان میں سے ممبران برہمو سماج اور تین صاحب مسیحی مذہب ہوں گے قرار پائے گا۔

اول تقریر کرنے کا حق ہمارا ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔

پھر پنڈت صاحب برعایت شرائط تہذیب جو چاہیں گے جواب دیں گے۔ پھر اس کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا۔

اور بحث ختم ہو جائے گی۔

ہم سوامی صاحب کی اس درخواست سے بہت خوش ہوئے۔ ہم تو پہلے ہی کہتے تھے کہ کیوں سوامی

صاحب اور دھندوں میں لگے ہوئے ہیں اور ایسے سخت اعتراض کا جواب نہیں دیتے جس نے سب آریہ سماج والوں کا دم بند کر رکھا ہے۔

اب اگر سوامی صاحب نے اس اعلان کا کوئی جواب مشتہر نہ کیا تو بس یہ سمجھو کہ سوامی صاحب صرف باتیں کر کے اپنے توابعین کے آنسو پونچھتے تھے اور مکت یابوں کی واپسی میں جو مفاسد ہیں مضمون مشمولہ متعلقہ اس اعلان میں درج ہیں ناظرین پڑھیں اور انصاف فرمائیں۔

المعلن : مرزا غلام احمد رئیس قادیان ۱۰ جون ۱۸۷۸ء

(مجموعہ قادیانی اشتہارات جلد ا ص ۶-۷)

اس قسم کی اشتہار بازی کچھ مدت تک کرنے سے ملک میں کافی شہرت ہوگئی مسلمانوں نے آپ کو حامی اسلام سمجھا تو آپ نے ایک اشتہار بغرض امداد کتاب براہین احمدیہ شائع کیا جو درج ذیل ہے:

اشتہار بغرض استعانت واستظہار
از انصار دین محمد مختار صلی اللہ علیہ وعلی آلہ الابرار

اخوان دیندار، ومومنین غیرت شعار، وحامیان دین اسلام، ومتبعین سنت خیر الانام پر روشن ہو کہ اس خاکسار نے ایک کتاب متضمن اثبات حقانیت قرآن وصداقت دین اسلام ایسی تالیف کی ہے جسکے مطالعہ کے بعد طالب حق سے بجز قبولیت اسلام کچھ بن نہ پڑے، اور اس کے جواب میں قلم اٹھانے کی کسی کو جرأت نہ ہو سکے۔

اس کتاب کے ساتھ اس مضمون کا ایک اشتہار دیا جاوے گا کہ جو شخص اس کتاب کے دلائل کو توڑ دے، ومع ذالک اس کے مقابلہ میں اسی قدر دلائل یا ان کے نصف یا ثلث یا ربع یا خمس سے اپنی کتاب کا (جس کو وہ الہامی سمجھتا ہو) حق ہونا، یا اپنے دین کا بہتر ہونا، ثابت کر دکھائے اور اس کے کلام

یا جواب کو میری شرائط مذکورہ کے موافق تین منصف (جن کو مذہب فرف یقین سے تعلق نہ ہو) مان لیں، تو میں اپنی جائداد تعدادی دس ہزار روپیہ سے (جو میرے قبض وتصرف میں ہے) دست بردار ہو جاؤں گا۔ اور سب کچھ اس کی حوالے کر دوں گا۔ اس باب میں جس طرح کوئی چاہے مجھ سے اپنا اطمینان کر لے مجھ سے تمسک لکھالے یا رجسٹری کرالے اور میری جائداد منقولہ وغیر منقولہ کو آ کر بچشم خود دیکھ لے۔

باعث تصنیف:

اس کتاب کے پنڈت یانند صاحب اوران کے اتباع ہیں جو اپنی امت کو آریہ سماج کے نام سے مشہور کر رہے ہیں اور بجز اپنے وید کے حضرت موسی اور حضرت عیسی مسیح اور حضرت محمد ﷺ کی تکذیب کرتے ہیں اور نعوذ باللہ توریت، انجیل، زبور، فرقان مجید کو محض افتراء سمجھتے ہیں اور ان مقدس نبیوں کے حق میں ایسے توہین آمیز کلمات بولتے ہیں کہ ہم سن نہیں سکتے۔ ایک صاحب نے ان میں سے اخبار سفیر ہند میں طلب ثبوت حقانیت فرقان مجید کئی دفعہ ہمارے نام اشتہار جاری کیا ہے۔ اب ہم نے اس کتاب میں ان کا اوران کے اشتہاروں کا کام تمام کر دیا ہے، اور صداقت قرآن ونبوت کو بخوبی ثابت کیا ہے۔

پہلے ہم نے اس کتاب کا ایک حصہ پندرہ جزو میں تصنیف کیا۔ بغرض تکمیل تمام ضروری امروں کے نو حصے اور زیادہ کر دیئے جس کے سبب سے کتاب ڈیڑھ سو جزو ہوگئی۔ ہر ایک حصہ اس کا ایک ایک ہزار صفحہ چھپے، تو چورانوے روپئہ صرف ہوتے ہیں۔ پس کل حصص کتاب نوسو چالیس روپے سے کم میں نہیں چھپ سکتے۔ ازانجا کہ کہ ایسی بڑی کتاب کا چھپ کر شائع ہونا بجز معاونت مسلمان بھائیوں کے بڑا مشکل امر ہے اور ایسے اہم کام میں اعانت کرنے میں جس قدر ثواب ہے وہ ادنی اہل اسلام پر بھی مخفی نہیں۔ لہذا اخوان مومنین سے درخواست ہے کہ اس کار خیر میں شریک ہوں اور اس کے مصارف طبع میں معاونت کریں۔ اغنیاء لوگ اگر اپنے مطبخ کے ایک دن کا خرچ بھی عنایت فرمائیں گے، تو یہ کتاب بسہولت چھپ جائے گی ورنہ یہ مہر درخشاں چھپا رہے گا۔

یایوں کریں کہ ہرایک اہل وسعت بہ نیت خریداری کتاب پانچ پانچ روپیہ مع اپنی درخواستوں کے راقم کے پاس بھیج دیں۔جیسی جیسی کتاب چھپتی جائے گی ان کی خدمت میں ارسال ہوتی رہے گی۔ غرض انصار اللہ بن کر اس نہایت ضروری کام کو جلد تر بسر انجام پہنا دیں اور نام اس کتاب کا البراهین الاحمدیه علی حقیة کتاب الله القرآن والنبوة المحمدیه رکھا گیا ہے ۔خدا اس کو مبارک کرے اور گمراہوں کو اس کے ذریعہ سے اپنے سیدھے راہ پر چلاوے۔ آمین

المشتہر: خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور پنجاب

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔جلد اص ۱۰۔۱۲)

جس زور شور سے اس کتاب کا اشتہار تھا آخر کار نکلی تو صورت اس کی یہ تھی کہ ایک جلد موٹے حرفوں میں صرف اس کے اشتہار کی تھی۔ باقی جلدوں میں مضامین شروع ہوئے،مگر مضامین کی بناء زیادہ تر اپنے الہامات اور مکاشفات پر تھی۔لیکن وہ الہامات ایسے کچھ صاف اور صریح اسلام کے مخالف نہ تھے بلکہ محض معاون بعض گول،اس لئے حسن ظن علماء اس پر بھی مرزا قادیانی سے مانوس ہی رہے۔اس زمانہ میں سب سے بڑے مانوس مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی ایڈیٹر اشاعۃ السنہ تھے جنہوں نے اس کتاب پر بڑا بسیط ریویو لکھا اور مخالفین کے جوابات دیئے۔باوجود اس کے دوراندیش علمائے اسلام مرزا قادیانی سے خوف زدہ تھے۔مولانا حافظ عبدالمنان مرحوم محدث وزیرآبادیؒ سے میں نے خود سنا (فرماتے تھے) کہ

مجھے شبہ ہوتا ہے کسی دن یہ شخص (مرزا) نبوت کا دعوی کرے گا ۔

ایسا ہی حضرت مولوی ابوعبداللہ غلام العلی صاحب مرحوم امرتسری سے سننے والوں کا بیان ہے کہ مرحوم بھی مرزا قادیانی سے خوف زدہ تھے کہ کسی دن نبوت کا دعوی کریں گے۔مرزا قادیانی نے براہین احمدیہ میں مولوی صاحب مرحوم کا نام لے کر رد بھی کیا ہے۔ایسا ہی مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری اور مولوی محمد وغیرہ خاندان علمائے لدھیانہ بھی مرزا قادیانی سے بدظن تھے۔ہم حیران ہیں ان علماء کی فراست کس درجہ کی تھی کہ آخر کار وہی ہوا جو ان حضرات نے گمان کیا تھا جس کا بیان دوسرے باب میں آئے گا۔

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی ملک میں بحیثیت ایک نامور مصنف، مناظر، بلکہ باکمال عارف باللہ، صوفی، ملہم کی صورت میں پیش ہوئے تھے، اس لئے آپ کی کوئی تجویز کراماتی رنگ سے خالی نہیں ہوتی تھی۔ چنانچہ آپ نے ایک اشتہار بطور اظہار کرامت دیا جو درج ذیل ہے

پیش گوئی

بالہام اللہ تعالی واعلامہ عزوجل۔

خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعز اسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ

میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں، اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا، اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔

سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں، موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں، باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جاوے۔

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ

لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔اور وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے۔جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شوکت اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)۔

دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ۔فرزند دل بند گرامی ارجمند

مظهر ا لا ول و الآ خر مظهر الحق و العلاء كان الله نزل من السماء

جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی سے عطر سے ممسوح کیا۔ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا و كان امرا مقضيا ۔

خاکسار مرزا غلام احمد مولف براہین احمدیہ ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ قادیانی اشتہارات۔جلد اص ۱۰۰۔۱۰۲)

اس اشتہار پر مخالفوں کی طرف سے اعتراض ہوا کہ چند روز سے مرزا غلام احمد قادیانی کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے جس کو مخفی رکھا گیا ہے۔اس کے جواب میں مرزا قادیانی نے ایک اشتہار دیا جو درج ذیل ہے

اشتہار واجب الاظہار

بسم اللہ الر حمن الر حیم

نحمدہ و نصلی علی رسو لہ الکر یم

چونکہ اس عاجز کے اشتہار مورخہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء پر جس میں ایک پیش گوئی در بارہ تولد ایک فرزند صالح ہے، جو بصفات مندرجہ اشتہار پیدا ہوگا، دہ شخص سکنہ قادیان یعنی حافظ سلطانی کشمیری وصابر علی نے روبروئے مرزا نواب بیگ ومیاں شمس الدین ومرزا غلام علی ساکنان قادیان یہ دروغ بے فروغ برپا کیا ہے کہ ہماری دانست میں عرصہ ڈیڑھ ماہ سے صاحب مشتہر کے گھر میں لڑکا پیدا ہوگیا ہے۔

حالانکہ یہ قول نامبردگان کا سراسر دروغ و بمقتضائے کینہ وحسد وعناد جبلی ہے جس سے نہ صرف مجھ پر بلکہ تمام مسلمانوں پر حملہ کرنا چاہتے ہیں، اس لئے ہم ان کے قول دروغ کا ردّ واجب سمجھ کر عام اشتہار دیتے ہیں:

کہ ابھی تک جو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء ہے ہمارے گھر میں کوئی لڑکا بجز دو لڑکوں کے جن کی عمر ۲۰۔۲۲ سال سے زیادہ ہے پیدا نہیں ہوا۔

لیکن ہم جانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الہی ۹ برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔ خواہ جلد ہو خواہ دیر سے بہر حال اس عرصہ کے اندر پیدا ہو جائیگا۔

اور یہ اتہام کہ گویا ڈیڑھ ماہ سے پیدا ہوگیا ہے سراسر دروغ ہے۔ ہم اس دروغ کے ظاہر کرنے کے لئے لکھتے ہیں کہ آج کل ہمارے گھر کے لوگ بمقام چھاؤنی انبالہ صدر بازار اپنے والدین کے پاس یعنی والد میر ناصر نواب صاحب نقشہ نویس دفتر نہر کے پاس بود و باش رکھتے ہیں اور انکے گھر کے متصل منشی مولا بخش صاحب ملازم ڈاک ریلوے اور بابو محمد شریف صاحب کلرک دفتر نہر رہتے

ہیں۔معترضین یا جس شخص کو شبہ ہواس پر واجب ہے کہ اپنا شبہ رفع کرنے کے لئے وہاں چلا جاوے اوراس جگہ اردگرد سے خوب دریافت کرلے۔اگر کرایہ آمدورفت نہ ہوتو ہم اس کو دے دیں گے ۔لیکن اگراب بھی جا کر دریافت نہ کرے اور نہ دروغ گوئی سے باز آئے تو بجز اس کے ہمارے اورحق پسندوں کی نظر میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کا لقب پاوے۔اور نیز زیرعتاب حضرت احکم الحاکمین کے آوے۔اور کیا ثمرہ اس یاوہ گوئی کا ہوگا۔خدا تعالی ایسے شخصوں کو ہدایت دیوے کہ جو جوش حسد میں آکر اسلام کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے اوراس دروغ گوئی کے مآل کو بھی نہیں سوچتے۔

اس جگہ اس وہم کا دور کرنا بھی قرین مصلحت ہے کہ جو بمقام ہوشیار پور ایک آریہ صاحب نے اس پیش گوئی پر بصورت اعتراض کیا تھا کہ لڑکا لڑکی کے پیدا ہونے کی شناخت دائیوں کو بھی ہوتی ہے۔ دائیاں بھی معلوم کرسکتی ہیں کہ لڑکا پیدا ہوگا یا لڑکی۔

واضح رہے کہ ایسا اعتراض کرنا معترض صاحب کی سراسر حیلہ سازی وحق پوشی ہے۔کیونکہ اول تو کوئی دائی ایسا دعوی نہیں کرسکتی ۔ بلکہ ایک حاذق طبیب بھی ایسا دعوی ہرگز نہیں سکتا کہ اس امر میں میری رائے قطعی اوریقینی ہےاور جس میں تخلف کا امکان نہیں۔صرف ایک اٹکل ہوتی ہے کہ جو بارہا خطا ہوجاتی ہے۔

علاوہ اس کے یہ پیش گوئی آج کی تاریخ سے دو برس پہلے کئی آریوں اور مسلمانوں وبعض مولویوں و حافظوں کو بھی بتلائی گئی تھی ۔ چنانچہ آریوں میں سے ایک شخص ملاوامل نام جو سخت مخالف اور نیز شرم پت ساکنان قصبہ قادیان ہیں۔

ماسوا اس کے ایک نادان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مفہوم پیش گوئی کا اگر بنظر یکجائی دیکھا جائے، تو ایسا بشری طاقتوں سے بالاتر ہے جسکے نشان الٰہی ہونے میں کسی کو شک نہیں رہ سکتا۔اگر شک ہوتو ایسی قسم کی پیش گوئی جو ایسے ہی نشان پر مشتمل ہو پیش کرے۔

اس جگہ آنکھیں کھول کر دیکھ لینا چاہیے کہ یہ صرف پیش گوئی ہی نہیں بلکہ ایک عظیم الشان نشان آسمانی ہے جس کو خدائے کریم جل شانہ نے ہمارے نبی کریم روف رحیم محمد مصطفیٰ ﷺ کی صداقت

وعظمت ظاہر کرنے کے لئے فرمایا ہے۔اور درحقیقت یہ نشان ایک مردہ کے زندہ کرنے سے صدہا اعلیٰ درجہ اعلیٰ واولیٰ واکمل واتم ہے۔کیونکہ مردہ کو زندہ کرنے کی حقیقت یہی ہے کہ جناب الٰہی میں دعا کر کے ایک روح واپس منگوایا جائے۔اور ایسا مردہ زندہ کرنا حضرت مسیح اور بعض دیگر انبیاء کی نسبت بائیبل میں لکھا ہے جسکے ثبوت میں معترضین کو بہت سی کلام ہے۔اور پھر باوصف ان سب عقلی ونقلی جرح وقدح کے یہ بھی منقول ہے کہ ایسا مردہ صرف چند منٹ کے لئے زندہ رہتا تھا،اور پھر دوبارہ اپنے عزیزوں کو دوہرے ماتم میں ڈال کر اس جہان سے رخصت ہو جاتا۔جس کے دنیا میں آنے سے نہ دنیا کو کچھ فائدہ پہنچتا تھا نہ خود اس کو آرام ملتا تھا،اور نہ اس کے عزیزوں کو کوئی سچی خوشی حاصل ہوتی تھی۔سو اگر مسیح کی دعا سے بھی کوئی روح دنیا میں آئی تو درحقیقت اس کا آنا نہ آنا برابر تھا۔اور بفرض محال اگر ایسی روح کئی سال جسم میں باقی رہتی،تب بھی ایک ناقص روح کسی رذیل یا دنیاپرست کی جو احد من الناس ہے دنیا کو کیا فائدہ پہنچا سکتی تھی۔

مگر اس جگہ بفضلہٖ تعالیٰ واحسانہ وببرکت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ خداوند کریم نے اس عاجز کی دعا قبول کر کے ایسی بابرکت روح بھیجنے کا وعدہ فرمایا جس کی ظاہری وباطنی برکتیں تمام زمین پر پھیلیں گی۔سو اگرچہ بظاہر یہ نشان احیاءِ موتی کے برابر معلوم ہوتا ہے،مگر غور کرنے سے معلوم ہوگا کہ یہ نشان مردوں کے زندہ کرنے سے صدہا درجہ بہتر ہے۔مردہ کی بھی روح ہی دعا سے واپس آتی ہے،اور اس جگہ بھی دعا سے ہی ایک روح منگوائی گئی ہے۔مگر ان روحوں اور اس روح میں لاکھوں کوسوں کا فرق ہے۔جو لوگ مسلمانوں میں چھپے ہوئے مرتد ہیں،وہ آنحضرت ﷺ کے معجزات کا ظہور دیکھ کر خوش نہیں ہوتے،بلکہ ان کو بڑا رنج پہنچتا ہے کہ ایسا کیوں ہوا۔

اے لوگو! میں کیا چیز ہوں اور کیا حقیقت۔جو کوئی مجھ پر حملہ کرتا ہے وہ درحقیقت میرے پاک متبوع پر جو نبی کریم ﷺ ہے حملہ کرنا چاہتا ہے۔مگر اس کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ آفتاب پر خاک نہیں ڈال سکتا،بلکہ وہی خاک اس کے سر پر،اس کی آنکھوں پر،اس کے منہ پر گر کر اس کو ذلیل اور رسوا کرے گی،اور ہمارے نبی کریم کی شان وشوکت اس کی عداوت اور اس کے بخل سے کم نہیں ہوگی،

بلکہ زیادہ سے زیادہ خدا تعالی ظاہر کرے گا۔کیا تم فجر کے قریب آفتاب نکلنے سے روک سکتے ہو۔ ایسے ہی تم آنحضرت ﷺ کے آفتاب نبوت کو کچھ نقصان نہیں پہنچا سکتے۔خدا تعالی تمہارے کینوں اور بخلوں کو دور کرے والسلام علی من اتبع الھدی۔

راقم: خاکسار غلام احمد مولف براہین احمدیہ از قادیان ضلع گورداسپور

۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء روز دوشنبہ (مجموعہ قادیانی اشتہارات جلد اص ۱۱۳۔۱۱۶)

اس اشتہار پر بھی اعتراضات ہوئے تو مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کے جواب میں ایک اور اشتہار دیا جو درج ذیل ہے:

اشتہار صداقت آثار

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

واضح ہو کہ اس خاکسار کے اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء پر بعض صاحبوں نے جیسے منشی اندرمن صاحب مراد آبادی نے یہ نکتہ چینی کی ہے کہ نو برس کی حد جو پسر موعود کے لیے رکھی گئی ہے یہ بڑی گنجائش کی جگہ ہے۔ایسی لمبی میعاد تک تو کوئی نہ کوئی لڑکا پیدا ہو سکتا ہے۔سو اول تو اس کے جواب میں یہ واضح ہو کہ جن صفات خاصہ کے ساتھ لڑکے کی بشارت دی گئی ہے کسی لمبی میعاد سے گو نو برس سے بھی دو چند ہوتی اس کی عظمت اور شان میں کچھ فرق نہیں آ سکتا بلکہ صریح دلی انصاف ہر ایک انسان کا شہادت دیتا ہے کہ ایسے عالی درجہ کی خبر جو ایسے نامی اور اخص آدمی کے تولد پر مشتمل ہے انسانی طاقتوں سے بالاتر ہے۔اور دعا کی قبولیت ہو کر ایسی خبر کا ملنا بے شک یہ بڑا بھاری آسمانی نشان ہے۔نہ یہ کہ صرف پیش گوئی ہے۔ماسوا اس کے اب بعد اشاعت اشتہار مندرجہ بالا دوبارہ اس امر کے انکشاف کے لیے جناب الٰہی میں توجہ کی گئی تو آج آٹھ اپریل ۱۸۸۶ء میں اللہ تعالیٰ جل شانہ کی طرف سے اس عاجز پر اس قدر کھل گیا کہ ایک لڑکا بہت ہی قریب ہونے والا ہے جو مدت حمل

سے تجاوز نہیں کر سکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ غالبًا ایک لڑکا ابھی ہونے والا ہے یا بالضرور اس کے قریب کے حمل میں۔ لیکن یہ ظاہر نہیں کیا گیا کہ جواب پیدا ہوگا یہ وہی لڑکا ہے یا وہ کسی اور وقت میں نو برس کے عرصہ میں پیدا ہوگا اور پھر بعد اس کے یہ بھی الہام ہوا کہ انہوں نے کہا کہ آنے والا یہی ہے یا ہم دوسرے کی راہ دیکھتے رہیں۔ چونکہ یہ عاجز ایک بندہ ضعیف مولی کریم جل شانہ کا ہے اس لیے اسی قدر ظاہر کرتا ہے جو منجانب اللہ ظاہر کیا گیا۔ آیندہ جو اس سے زیادہ منکشف ہوگا وہ بھی شائع کیا جائے گا۔

و السلام علی من اتبع الھدی۔

المشتھر خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء۔ مطابق دوم رجب ۱۳۰۳ھ۔

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ا ص ۱۱۶ تا ۱۱۷)

....

خوش خبری

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ حمل موجودہ میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا آج ۱۶ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء میں بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا. فا لحمد لله على ذ لك

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ کس قدر بزرگ پیشگوئی ہے جو ظہور میں آئی۔ آریہ لوگ بات بات میں یہ سوال کرتے ہیں کہ ہم وہ پیش گوئی منظور کریں گے جس کا وقت بتلایا جائے سو اب یہ پیش گوئی انہیں منظور کرنی پڑی کیونکہ اس پیش گوئی کا مطلب یہ ہے کہ حمل دوم بالکل خالی نہیں جائے گا ضرور لڑکا پیدا ہوگا اور وہ حمل بھی کچھ دور نہیں بلکہ قریب ہے یہ مطلب اگر چہ اصل الہام میں مجمل تھا لیکن میں

نے اسی اشتہار میں لڑکا پیدا ہونے سے ایک برس چار مہینہ پہلے روح القدس سے قوت پا کر مفصل طور پر مضمون مذکور بالا لکھ دیا یعنی یہ کہ اگر لڑکا اس حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں ضرور ہوگا آریوں نے حجت کی تھی کہ یہ فقرہ الہامی کہ جو ایک مدت حمل سے تجاوز نہیں کرے گا حمل موجودہ سے خاص تھا جس سے لڑکی ہوئی۔ میں نے ہر ایک مجلس اور ہر ایک تحریر و تقریر میں انہیں جواب دیا کہ یہ حجت تمہاری فضول ہے کیونکہ کسی الہام کے وہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے اور ملہم کے بیان کردہ معنوں پر کسی اور کی تشریح و تفسیر ہرگز فوقیت نہیں رکھتی کیونکہ ملہم اپنے الہام سے اندرونی واقفیت رکھتا ہے اور خدا تعالی سے خاص طاقت پا کر اس کے معنی کرتا ہے

پس جس حالت میں لڑکی کے پیدا ہونے سے کئی دن پہلے عام طور پر کئی سو اشتہار چھپوا کر میں نے شائع کر دیئے اور بڑے بڑے آریوں کی خدمت میں بھی بھیج دیئے تو الہامی عبارت کے وہ معنی قبول نہ کرنا جو خود ایک خفی الہام نے میرے پر ظاہر کئے اور پیش از ظہور مخالفین تک پہنچا دیئے گئے کیا ہٹ دھرمی ہے یا نہیں۔ کیا ملہم اپنے الہام کے معانی بیان کرنا یا مصنف کا اپنی تصنیف کے کسی عقیدہ کو ظاہر کرنا تمام دوسرے لوگوں کے بیانات سے عندالعقل زیادہ معتبر نہیں ہے بلکہ خود سوچ لینا چاہیے کہ مصنف جو کچھ پیش از وقوع کوئی امر غیب بیان کرتا ہے اور صاف طور پر ایک بات کی نسبت دعوی کر لیتا ہے تو وہ اپنے الہام اور اس تشریح کا آپ ذمہ دار ہوتا ہے اور اس کی باتوں میں دخل بے جا دینا ایسا ہے جیسا کوئی مصنف کو کہے کہ تیری تصنیف کے یہ معنی نہیں بلکہ یہ ہیں جو میں نے سوچے ہیں اب ہم اصل اشتہار ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء ناظرین کے ملاحظہ کے لئے ذیل میں لکھتے ہیں تا کہ ان کو اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت کیا دعوی کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر : خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ے۔ اگست ۱۸۸۷ء۔

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ جلد اص ۱۴۱۔۱۴۲)

اس اشتہار نے تمام نزاعوں کا فیصلہ کر دیا اور مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے آئندہ کی مشکلات کا دروازہ کھول دیا۔ جس کا لازمی نتیجہ مخالفوں کی شورش ہوا۔ چنانچہ چاروں طرف سے مخالف ٹوٹ پڑے مگر مرزا غلام احمد قادیانی کچھ ایسے کمزور دل گردے کے نہیں تھے جو مخالفوں کی شورش سے دب جاتے آپ نے بڑے حوصلہ اور بڑی متانت سے اشتہار دیا جو درج ذیل ہے

حقانی تقریر بر واقعہ وفات بشیر

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء روز یک شنبہ میں پیدا ہوا تھا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اسی روز یک شنبہ میں ہی اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس بلایا گیا عجیب طور کا شور و غوغا خیال خیال لوگوں میں اٹھا اور رنگا رنگ کی باتیں کیں اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کی گئیں مخالفین مذہب جن کا شیوہ بات بات میں خیانت و افتراء ہے انہوں نے اس بچے کی وفات پر انواع و اقسام کی افتراء گھڑنی شروع کی سو ہر چند ابتدا میں ہمارا ارادہ نہ تھا کہ آن پسر معصوم کی وفات پر کوئی اشتہار یا تقریر شائع کریں اور نہ شائع کرنے کی ضرورت تھی کیونکہ کوئی ایسا امر درمیان نہ تھا کہ کسی فہیم آدمی کی ٹھوکر کھانے کا موجب ہو سکے لیکن جب یہ شور و غوغا انتہاء کو پہنچ گیا اور کچے اور ابلہ مزاج مسلمانوں کے دلوں پر بھی اس کا مضر اثر پڑتا ہوا نظر آیا تو ہم نے محض للہ یہ تقریر شائع کرنا مناسب سمجھا

اب ناظرین پر منکشف ہو کہ بعض مخالفین پسر متوفی کی وفات کا ذکر کر کے اپنے اشتہارات واخبارات میں طنز سے لکھتے ہیں کہ یہ وہی بچہ ہے جس کی نسبت اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء اور ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔ اگست ۱۸۸۷ میں یہ ظاہر کیا گیا تھا کہ وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہو گا اور قومیں اس سے برکت پائیں گی بعضوں نے اپنی طرف سے افتراء کر کے یہ بھی اپنے

اشتہار میں لکھا کہ اس بچہ کی نسبت یہ الہام بھی ظاہر کیا گیا تھا کہ یہ بادشاہوں کی بیٹیاں بیاہنے والا ہوگا لیکن ناظرین پر منکشف ہو کہ جن لوگوں نے یہ نکتہ چینی کی ہے انہوں نے بڑا دھوکا کھایا ہے یا دھوکا دینا چاہا ہے اصل حقیقت یہ ہے کہ ماہ اگست ۱۸۸۷ء تک جو پسر متوفی کی پیدائش کا مہینہ ہے جس قدر اس عاجز کی طرف سے اشتہار چھپے ہیں جن کا لیکھرام پشاوری نے وجہ ثبوت کے طور پر اپنے اشتہار میں حوالہ دیا ہے ان میں سے کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی پیش نہیں کر سکتا جس میں یہ دعوی کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا بلکہ ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کا اشتہار اور نیز ۷ اگست ۱۸۸۷ء کا اشتہار کہ جو ۸ اپریل ۱۸۸۶ء کی بنا پر اور اس کے حوالہ سے بروز تولد بشیر شائع کیا گیا تھا صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر یہ تصفیہ نہیں ہوا کہ آیا یہ لڑکا مصلح موعود اور عمر پانے والا ہے یا کوئی اور ہے تعجب کہ لیکھرام پشاوری نے جوش تعصب میں آکر اپنے اشتہار میں جو اس کی جبلی خصلت بدگوئی وبدزبانی سے بھرا ہوا ہے اشتہارات مذکورہ کے حوالہ سے اعتراض تو کر دیا مگر ذرا آنکھیں کھول کر ان تینوں اشتہاروں کو پڑھ نہ لیا تا کہ جلد بازی کی ندامت سے بچ جاتا نہایت افسوس ہے کہ ایسے دروغ باف لوگوں کو آریوں کے وہ پنڈت کیوں دروغ گوئی سے منع نہیں کرتے جو بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنا اصول یہ بتلاتے ہیں کہ جھوٹ کو چھوڑنا اور تیاگنا اور سچ کو ماننا اور قبول کرنا آریوں کا دھرم ہے۔پس عجیب بات یہ ہے کہ یہ دھرم قول کے ذریعہ سے تو ہمیشہ ظاہر کیا جاتا ہے مگر فعل کے وقت ایک مرتبہ بھی کام نہیں آتا۔افسوس ہزار افسوس۔

اب خلاصہ کلام یہ کہ ہر دو اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء اور ۷۔اگست ۱۸۸۷ء مذکورہ بالا اس ذکر وحکایت سے بالکل خاموش ہیں کہ لڑکا پیدا ہونے والا کیسا اور کن صفات کا ہے۔ بلکہ یہ دونوں اشتہارات صاف شہادت دیتے ہیں کہ ہنوز یہ امر الہام کی رو سے غیر منفصل اور غیر مصرح ہے ہاں یہ تعریفیں جو اوپر گذر چکی ہیں ایک آنے والے لڑکے کی نسبت عام طور پر بغیر کسی تخصیص وتعیین کے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں ضرور بیان کی گئی ہیں لیکن اس اشتہار میں تو کسی جگہ نہیں لکھا کہ جو ے۔

اگست ۱۸۸۷ء کولڑکا پیدا ہوگا وہی مصداق ان تعریفوں کا ہے۔ بلکہ اس اشتہار میں اس لڑکے کے پیدا ہونے کی کوئی تاریخ مندرج نہیں کہ کب اور کس وقت ہوگا۔ پس ایسا خیال کرنا کہ ان اشتہارات میں مصداق ان تعریفوں کا اسی پسر متوفی کوٹھہرایا گیا تھا سراسراہٹ دھرمی اور بے ایمانی ہے۔ یہ سب اشتہارات ہمارے پاس موجود ہیں اوراکثر ناظرین کے پاس موجود ہوں گے۔مناسب ہے کہ ان کوغور سے پڑھیں اور پھرآپ ہی انصاف کریں جب یہ لڑکا جوفوت ہو گیاہے پیدا ہوا تھا تواس کی پیدائش کے بعدصدہا خطوط اطراف مختلفہ سے بدیں استفسار پہنچے تھے کہ کیا یہ وہی مصلح موعود ہے جس کے ذریعہ سے لوگ ہدایت پائیں گےتو سب کی طرف یہی جواب لکھا گیا تھا کہ اس بارے میں صفائی سے اب تک کوئی الہام نہیں ہوا (مکاتیب احمد میں ایسے کتنے خط موجود ہیں؟ بہا) ہاں اجتہادی طور پرگمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب کہ مصلح موعود یہی لڑکا ہواوراس کی وجہ یہ تھی کہ اس پسر متوفی کی بہت سی ذاتی بزرگیاں الہامات میں بیان کی گئی تھیں جواس کی پاکیزگی روح اور بلندی فطرت اور علو استعداد اور روشن جوہری اور سعادت جبلی کے متعلق تھیں اوراس کی کاملیت استعدادی سے علاقہ رکھتی تھیں۔

سو چونکہ وہ استعدادی بزرگیاں ایسی نہیں تھیں جس کے لئے بڑی عمر پانا ضروری ہوتا، اسی باعث سے یقینی طور پرکسی الہام کی بنا پراس رائے کوظاہر نہیں کیا گیا تھا کہ ضرور یہ لڑکا پختہ عمرتک پہنچے گا۔ اوراسی خیال اورانتظار میں سراج منیر کے چھاپنے میں توقف کی گئی تھی تاجب اچھی طرح الہامی طور پرلڑکے کی حقیقت کھل جائے، تب اس کا مفصل ومبسوط حال لکھا جائے۔

سوتعجب اورنہایت تعجب کہ جس حالت میں ہم اب تک پسر متوفی کی نسبت الہامی طور پرکوئی رائے قطعی ظاہر کرنے سے بکلی خاموش اورساکت رہےاورایک ذراسا الہام بھی اس بارے میں شائع نہ کیا، تو پھر ہمارے مخالفوں کے کانوں میں کس نے پھونک ماردی کہ ایسا اشتہار ہم نے شائع کردیا ہے۔ المبلغ: غلام احمد عفی عنہ یکم دسمبر ۱۸۸۸ء

یہ اشتہار معمولی اشتہار نہیں بلکہ ایک کتاب ہے جو ۲۰ ضرب ۳۰ کے ۲۴ صفحوں پر ختم ہے۔ مضمون سارا اسی قدر ہے جو اوپر نقل ہوا۔

ہاں اس اشتہار کے اخیر کے چند فقرے قابل دید و شنید ہیں۔ جو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرز زندگی کا اظہار کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

بالآخر یہ بھی اس جگہ واضح رہے کہ ہمارا اپنے کام کے لئے تمام و کمال بھروسہ اپنے مولا کریم پر ہے۔ اس بات سے کچھ غرض نہیں کہ لوگ ہم سے اتفاق رکھتے ہیں یا نفاق۔ اور ہمارے دعوی کو قبول کرتے ہیں یا ردّ۔ اور ہمیں تحسین کرتے ہیں یا نفرین۔ بلکہ ہم سب سے اعراض کر کے اور غیر اللہ کو مردہ سمجھ کر اپنے کام میں لگے ہوئے ہیں۔ گو بعض ہم سے اور ہماری ہی قوم میں سے ایسے بھی ہیں کہ وہ ہمارے اس طریق کو نظر تحقیر سے دیکھتے ہیں، مگر ہم ان کو معذور کہتے ہیں اور جانتے ہیں کہ ہم پر ظاہر کیا گیا ہے وہ ان پر نہیں اور جو ہمیں پیاس لگا دی گئی ہے وہ انہیں نہیں کل یعمل علی شاکلته

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ا ص ۱۸۰)

ان فقرات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کاروائی ہمیشہ متوکلانہ اور عارفانہ دکھلایا کرتے تھے۔ چنانچہ جب بعض علماء نے آپ کو دوستانہ نصیحت کی کہ اس قسم کے مکاشفات ظاہر نہ کیا کریں جن سے مخالفین کو ہنسی کا موقع ملے تو آپ نے اسی اشتہار میں ان کو آڑے ہاتھوں لیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اس محل میں یہ بھی لکھنا مناسب سمجھتا ہوں کہ مجھے بعض اہل علم احباب کی ناصحانہ تحریروں سے معلوم ہوا ہے کہ وہ بھی اس عاجز کی یہ کاروائی پسند نہیں کرتے کہ برکات روحانیہ و آیات سماویہ کے سلسلہ کو جو بذریعہ قبولیت ادعیہ و الہامات و مکاشفات تکمیل پذیر ہوتا ہے لوگوں پر ظاہر کیا جائے۔

بعض کی ان میں سے اس بارہ میں یہ بحث ہے کہ یہ باتیں ظنی و شکی ہیں اور ان کے ضرر کی امید ان کے فائدہ سے زیادہ تر ہے۔

وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ حقیقت میں یہ تمام بنی آدم میں مشترک و متساوی ہیں، شائد کسی قدر ادنی کمی

بیشی ہو۔ بلکہ بعض حضرات کا خیال ہے کہ قریباً یکساں ہی ہیں۔

ان کا یہ بھی بیان ہے کہ ان امور میں مذہب اور اتقاء اور تعلق باللہ کو کچھ دخل نہیں، بلکہ یہ فطرتی خواص ہیں جو انسان کی فطرت کو لگے ہوئے ہیں۔اور ہر ایک بشر مومن ہو یا کافر صالح ہو یا فاسق کچھ تھوڑی سی کمی بیشی کے ساتھ صادر ہوتے رہتے ہیں۔

یہ تو ان کی قیل وقال ہے جس سے ان کی موٹی سمجھ اور سطحی خیالات اور مبلغ علم کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ مگر فراست صحیحہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ غفلت اور حب دنیا کا کیڑا ان کی ایمانی فراست کو بالکل کھا گیا ہے۔

ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ جیسے مجذوم کا جذام انتہاء کے درجہ تک پہنچ کر سکوت اعضاء تک نوبت پہنچا تا ہے اور ہاتھوں پیروں کا گلنا شروع ہوجا تا ہے ایسا ہی ان کے روحانی اعضاء جو روحانی قوتوں سے مراد ہیں بباعث غلو محبت دنیا کے گلنے سڑنے شروع ہو گئے ہیں اور ان کا شیوہ فقط ہنسی اور ٹھٹھہ بدظنی اور بدگمانی ہے دینی معارف اور حقائق پر غور کرنے سے بکلی آزادی ہے بلکہ یہ لوگ حقیقت اور معرفت سے کچھ سروکار نہیں رکھتے اور کبھی آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھتے کہ ہم دنیا میں کیوں آئے اور ہمارا اصلی کمال کیا ہے بلکہ جیفہء دنیا میں دن رات غرق ہو رہے ہیں۔ان میں یہ حس ہی باقی نہیں رہی کہ اپنی حالت کو ٹٹولیں کہ وہ کیسی سچائی کے طریق پر گری ہوئی ہے۔اور بڑی بدقسمتی ان کی یہ ہے کہ یہ لوگ اپنی اس نہایت خطرناک بیماری کو پوری پوری صحت خیال کرتے ہیں،اور جو حقیقی صحت وتندرستی ہے اس کو بنظر توہین واستخفاف دیکھتے ہیں اور کمالات ولایت اور قرب الٰہی کی عظمت بالکل ان کے دلوں پر سے اٹھ گئی ہے اور نومیدی اور حرمان کی سی صورت پیدا ہوگئی ہے بلکہ اگر یہی حالت رہی تو ان کا نبوت پر ایمان قائم رہنا بھی کچھ معرض خطر میں ہی نظر آتا ہے

(مجموعہ قادیانی اشتہارات جلد ۱ ص ۱۸۱۔۱۸۲)

علمائے اسلام کی مشفقانہ نصیحت اور مرزا غلام احمد قادیانی کا تلخ جواب سن کر ایک عاشق کے تلخ جواب کی قدر معلوم ہوگئی جو اپنے ناصحوں کو کہتا ہے

ناصحا! اتنا تو دل میں تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہوں کیا تجھ سے بھی ناداں ہوں گے

ہم اقرار کر آئے ہیں کہ تاریخ مرزا بحیثیت مورخانہ لکھیں گے، مناظرانہ نہیں اسلئے ہم نے سب واقعات ناظرین کے سامنے رکھ دیئے ہیں جن کا خلاصہ یہ ہے کہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کئی ایک اشتہاروں میں تولد فرزند ارجمند کا الہام شائع کیا یہاں تک کہ ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو بچہ پیدا ہوا جسکا نام بشیر رکھا (مجموعہ قادیانی اشتہارات جلد ا ص ۱۶۳) اور اس کو فرزند موعود قرار دے کر اشتہار دیا اور اسی اشتہار میں لکھا کہ

الہام کے وہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے۔

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ا ص ۱۴۲)

اس کے بعد وہ بشیر موعود فوت ہو گیا تو مولوی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی کو یہ کہنے کا موقع ملا

بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا
ترا اعزاز اور اکرام مرزا
کیا تھا اس نے تجھ کو زندہ در گور
دیا تھا تجھ کو سخت الزام مرزا

باب دوم

براہین احمدیہ کے بعد

ہم پہلے بتا آئے ہیں کہ مرزا قادیانی کی مشہور کتاب براہین احمدیہ کی تصنیف تک گو بعض علماء بدگمان تھے مگر جمہور علمائے اسلام آپ کی نسبت حسن ظن اور محبت رکھتے تھے لیکن براہین کے زمانہ کے بعد آپ نے جو رنگت اختیار کی تو سب علیحدہ ہو گئے اس لئے اس کی تہ کو معلوم کرنا ضروری ہے کہ وہ کون سا مرکزی مسئلہ ہے جس کی وجہ سے علمائے اسلام مرزا قادیانی سے بالکل متنفر ہو گئے

یوں تو بعد میں بہت سے مسائل پیدا ہو گئے جن کی تفصیل کی یہاں گنجائش نہیں لیکن مرکزی مسئلہ جس کو اصل الاصول کہا جائے ایک ہی تھا اور اب بھی وہی ایک ہی ہے اس مسئلہ کی حقیقت اور اصلیت خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب براہین احمدیہ سے دکھاتے ہیں تا کہ ہمارے ناظرین کو علماء کی مخالفت کی نسبت بھی صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے

براہین احمدیہ میں وہ مرکزی مسئلہ یوں مرقوم ہے

هوالذی ارسل رسول بالهدی لیظهره علی الدین کله

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لاویں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ چہارم ۔خزائن ج ا ص ۵۹۳)

اس عبارت سے تین امر مفہوم ہیں:

ایک حضرت عیسی علیہ السلام کی زندگی،

دوم انہی کا دوبارہ تشریف لانا ،

سوم، تمام دنیا میں اسلام کا پھیل جانا۔

یہ ہیں براہین احمدیہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات۔ اس کے بعد مرزا قادیانی نے ۱۳۰۸ھ میں رسالہ فتح اسلام، توضیح مرام شائع کئے۔ جن میں اس خیال کی تبدیلی یوں کی کہ مسیح موعود جن کی بابت براہین احمدیہ کی مذکورہ عبارت میں لکھا تھا کہ اطراف واقطاع دنیا میں اسلام پھیلا دیں گے، ان کے منصب کا دعوی خود اختیار کرلیا۔ یعنی فرمایا کہ حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے وہ تو نہیں آویں گے بلکہ ان جیسا کوئی آوے گا اور وہ میں ہوں۔ اس کا ذکر اور ثبوت ان رسالوں میں دینے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام میں بہت لمبی تقریر کے بعد آپ نے لکھا:

سو یقیناً سمجھو کہ نازل ہونے والا ابن مریم یہی ہے جس نے یسی ابن مریم کی طرح اپنے زمانہ میں کسی ایسے شیخ والد روحانی کو نہ پایا جو اس کی روحانی پیدائش کا موجب ٹھہراتا تب خدا تعالی خود اس کا متولی ہوا اور تربیت کی کنار میں لیا اور اس اپنے بندہ کا نام ابن مریم رکھا کیونکہ اس نے مخلوق میں اپنی روحانی والدہ کا تومنہ نہ دیکھا جس کے ذریعہ سے اس نے قالب اسلام کا پایا لیکن حقیقت اسلام کی اس کو بغیر انسانوں کے ذریعہ حاصل ہوئی تب وہ وجود روحانی پا کر خدا تعالی کی طرف اٹھایا گیا کیونکہ خدا تعالی نے اپنے ماسوا سے اس کو موت دے کر اپنی طرف اٹھالیا اور پھر ایمان اور عرفان کے ذخیرہ کے ساتھ خلق اللہ کی طرف نازل کیا سو وہ ایمان اور عرفان کا ثریا سے دنیا میں تحفہ لایا اور زمین کو سنسان پڑی تھی اور تاریک تھی اس کے روشن اور آباد کرنے کے فکر میں لگ گیا پس مثالی صورت کے طور پر یہی عیسی بن مریم ہے جو بغیر باپ کے پیدا ہوا کیا تم ثابت کر سکتے ہو کہ اس کا کوئی والد روحانی ہے کیا تم ثبوت دے سکتے ہو کہ تمہارے سلاسل اربعہ میں سے کسی سلسلہ میں یہ داخل ہے؟ پھر اگر یہ ابن مریم نہیں تو کون ہے؟

(ازالہ اوہام۔ص ۶۵۹۔قادیانی خزائن جلد۳ص ۴۵۶)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ مسیح ابن مریم کیلئے جو حدیثوں میں پیش گوئی آئی ہے اس سے مراد میں ہوں۔ کیونکہ ابن مریم کے یہ معنی ہیں کہ جس طرح حضرت مسیح علیہ السلام بغیر وسیلہ باپ کے پیدا ہوئے تھے، وہ مسیح موعود بغیر کسی شیخ طریقت کی راہنمائی کے کمال کو پہنچے گا۔ چنانچہ میں ایسا ہی (بے پیر کے) کمال کو پہنچا ہوں۔ اس دعوی پر علمائے اسلام کے ساتھ لفظی مباحثات ہوتے رہے۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ روحانیت کے مدعی تھے اسلئے انہوں نے اپنی روحانیت کا ثبوت یوں دینا چاہا کہ واقعات آئندہ کی بابت پیش گوئیاں کیں جن کی بابت لکھا گیا کہ اگر یہ پیش گوئیاں صحیح نہ ہوں تو میں جھوٹا۔ چنانچہ اسی کتاب ازالہ اوہام میں ایک پیش گوئی یوں فرمائی:

خدا تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آئے گی۔ اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔ لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔ اور فرمایا کہ خدا تعالی ہر طرح سے اس کو تمہاری طرف لائے گا۔ باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔ اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھاوے گا اور اس کام کو ضرورت پورا کرے گا کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۹۶؟۔قادیانی خزائن ج ۳ص ۳۰۵)

اس پیش گوئی کے متعلق مزید معلومات آگے آویں گی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی مسیحیت پر سب سے اول مخالف مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اٹھے جنہوں نے مرزا قادیانی کے اقوال یک جا کر کے علماء کرام سے ان کے برخلاف ایک فتوی لیا، جو اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں چھاپا۔ مگر حق یہ ہے کہ بعد اس فتوی کے مرزا غلام احمد قادیانی نے بجائے دبنے کے اپنے خیالات اور مقالات میں جو ترقی کی اس کو دیکھتے ہوئے یہ فتوی جن خیالات پر علماء نے دیا تھا وہ کچھ بھی حقیقت نہ رکھتے تھے (مرزا نے آگے چل کر اس سے کہیں زیادہ کفریات کا ارتکاب کیا)

ماہ مئی جون ۱۸۹۳ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مناظرہ عیسائیوں کے ساتھ امرتسر میں ہوا جس میں مرزا قادیانی کے مقابل ڈپٹی عبداللہ آتھم (پادری) تھے پندرہ روز تک مباحثہ ہوتا رہا جس میں پچاس پچاس آدمی فریقین کے بذریعہ ٹکٹ داخل ہوتے تھے۔مباحثہ الوہیت مسیح پر تھا۔مرزا غلام احمد قادیانی نے ابطال الوہیت مسیح پر بہت سی دلیلیں پیش کیں۔ یہ مباحثہ جنگ مقدس کے نام سے چھپ چکا ہے۔مگر چونکہ لفظی بحثیں علمائے ظاہری کا حصہ ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی ایک روحانی درجہ لے کر آئے تھے اس لئے اپنے ان لفظی دلائل کو خود ہی ناکافی جان کر آخر میں ایک روحانی حربہ سے کام لینا چاہا۔چنانچہ آخری روز خاتمہ مباحثہ پر آپ کے الفاظ یہ تھے:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر کا فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے،تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ

اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے کو خدا مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے ..میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں۔اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے۔روسیاہ کیا جائے۔میرے گلے میں رسہ ڈال دیا

جائے۔مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا۔ضرور کرے گا۔زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس صفحہ ۱۸۸۔ قادیانی خزائن۔ج ۶ص ۲۹۱۔۲۹۲)

اس روحانی حربہ کا مطلب صاف ہے کہ عیسائی مناظر (جو الوہیت مسیح کا قائل ہے) پندرہ ماہ کے عرصہ میں مرکر واصل جہنم ہوگا۔

اس پیش گوئی کے علاوہ ایک پیش گوئی مرزا غلام احمد صاحب کی اورتھی جو پنڈت لیکھ رام آریہ کے حق میں روحانی حربہ تھا۔جسکے متعلق اصل الفاظ یہ ہیں:

لیکھ رام پشاوری کی نسبت ایک پیشین گوئی

واضح ہو کہ اس عاجز نے اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو اس کتاب کے ساتھ شامل کیا گیا تھا، اندر من مرادآبادی اور لیکھ رام پشاوری کو اس بات کی دعوت کی تھی کہ اگر وہ خواہش مند ہوں تو ان کی قضاوقدر کی نسبت بعض پیش گوئیاں شائع کی جائیں۔

سو اس اشتہار کے بعد اندرمن نے تو اعراض (اصل میں اعتراض ہے) کیا اور کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا۔لیکن لیکھ رام نے بڑی دلیری سے ایک کارڈ اس عاجز کی طرف روانہ کیا کہ میری نسبت جو پیش گوئی چاہو، شائع کردو میری طرف سے اجازت ہے۔

سو اس کی نسبت جب توجہ کی گئی تو اللہ جل شانہ کی طرف سے یہ الہام ہوا

عجل جسد له خوار . له نصب و عذاب ،

یعنی صرف ایک بے جان گوسالہ ہے جس کے اندر سے مکروہ آواز نکل رہی ہے۔

اور اس کے لئے ان گستاخیوں اور بدزبانیوں کے عوض میں سزا اور رنج اور عذاب مقدر ہے جو ضرور اس کو مل کر رہے گا۔

اوراس کے بعد آج جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء روز دوشنبہ ہے، اس عذاب کا وقت معلوم کرنے کیلئے توجہ کی گئی تو خداوند کریم نے مجھ پر ظاہر کیا کہ آج کی تاریخ سے جو ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء ہے، چھ برس کے عرصہ تک یہ شخص اپنی بدزبانیوں کی سزا میں، یعنی ان بے ادبیوں کی سزا میں جو اس شخص نے رسول اللہ ﷺ کے حق میں کی ہیں، عذاب شدید میں مبتلا ہو جائے گا۔

سو اب میں اس پیش گوئی کو شائع کر کے تمام مسلمانوں اور آریوں اور عیسائیوں اور دیگر فرقوں پر ظاہر کرتا ہوں کہ اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا، جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو، تو سمجھو کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں، اور نہ اس کی روح سے میرا یہ نطق ہے۔

اور اگر میں اس پیش گوئی میں کاذب نکلا تو ہر ایک سزا بھگتنے کیلئے طیار ہوں اور اس بات پر راضی ہوں کہ مجھے گلے میں رسہ ڈال کر کسی سولی پر کھینچا جاوے۔

اور باوجود میرے اس اقرار کے یہ بات بھی ظاہر ہے کہ کسی انسان کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔ زیادہ اس سے کیا لکھوں۔

(سراج منیر۔ص ۱۲ ۔۱۳؛ قادیانی خزائن ج ۱۲ص ۱۴۔۱۵)

اس حربہ کا مطلب ملاحظہ ہو کہ لیکھ رام پر خلاف عادت عذاب نازل ہوگا

اس وقت تین پیش گوئیاں (مرزا احمد بیگ کی لڑکی سے نکاح، اور ڈپٹی آتھم کی موت، اور پنڈت لیکھرام پر خارق عادت عذاب کے متعلق) ملک میں بہت مشہور تھیں بہت سے لوگ ان کے انجام کے منتظر تھے چنانچہ مرزا قادیانی نے خود انہیں کی طرف پبلک کو متوجہ کرنے کو اعلان شائع کیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

بعض عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے ۱۵ مہینہ دن تک اور پنڈت لیکھرام پشاوری کی نسبت پیش گوئی جس کی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک ہے اور پھر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جس کی میعاد آج کی

تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئے ہیں۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیاء اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر کسی اس کے دشمن کو اس کی دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے موقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دیوے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔

سو پیشین گوئیاں کوئی معمولی بات نہیں۔ کوئی ایسی بات نہیں جو انسان کے اختیار میں ہوں۔ سو اگر کوئی طالب حق ہے تو ان پیشین گوئیوں کے وقتوں کا انتظار کرے۔ یہ تینوں پیشین گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کی تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے۔ اور ان میں سے وہ پیش گوئی جو مسلمانوں کی قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں۔

۱۔ کہ مرزا احمد بیگ ہوشیارپوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے کے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جاوے۔

اور ظاہر ہے کہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔،

(شہادۃ القرآن۔ص ۷۹۔۸۰۔ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۳۷۵۔۳۷۶)

ان تینوں پیش گوئیوں (یا روحانی حربوں) پر مرزا غلام احمد قادیانی کو ایسا یقین تھا کہ اردو تصنیفات کے علاوہ عربی کتاب میں بھی آپ نے ان کا بڑی چستی اور دلیری سے ذکر کیا

(ملاحظہ ہو رسالہ کرامات الصادقین سرورق۔ص ۲۔۳)

اب تو پبلک بالکل ان تینوں روحانی حربوں کی زد پر چشم براہ ہوگئی۔ ناظرین کے استحضار کے لئے ہم ان تینوں کی انتہائی تاریخ لکھتے ہیں

مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت ۲۱۔ اگست ۱۸۹۴ء۔ (اور اس کی موت کے بعد محمدی بیگم سے مرزا صاحب قادیانی کا نکاح)۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی موت۔ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء

پنڈت لیکھ رام آریہ مصنف پر خارق عادت عذاب۔ ۲۰ فروری ۱۸۹۹ء

مرزا سلطان محمد تو آج (۱۹۲۳ء) تک بھی زندہ ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو گئے۔

ڈپٹی عبداللہ آتھم بجائے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہوئے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کے مرنے پر اپنا رسالہ انجام آتھم لکھا جسکے شروع میں لکھا ہے:

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے (انجام آتھم۔ ص ۱)

اس حساب سے ڈپٹی عبداللہ آتھم اپنی مقررہ میعاد سے پندرہ ماہ سے متجاوز ہوکر ایک سال پونے گیارہ ماہ تک زیادہ زندہ رہے، تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے جواب میں فرمایا کہ گو آتھم پندرہ ماہ میں نہیں مرا لیکن مرا تو سہی۔ اس میں کیا حرج ہے میعاد کو مت دیکھو، یہ دیکھو کہ مر تو گیا۔ چنانچہ آپ کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

اگر کسی کی نسبت یہ پیشین گوئی... کہ وہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے گا.... اور ناک اور تمام اعضا گر جاویں گے تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر چاہیے۔

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۸۵ حاشیہ۔ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۱۹۳ حاشیہ)

اسی کی تائید میں دوسرے مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

ہمارے مخالفوں کو اس میں تو شک نہیں کہ آتھم مر گیا جیسا کہ لیکھ رام مر گیا اور جیسا کہ احمد بیگ مر گیا، لیکن اپنی بینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا۔ اے نالائق قوم! جو شخص خدا کی وعید کے موافق مر چکا، اب اسکی میعاد غیر میعاد کی بحث کرنا کیا حاجت۔

بھلا دکھاؤ کہ اب وہ کہاں اور کس شہر میں بیٹھا ہے ۔

(سراج منیر۔ص ۷۰۔قادیانی خزائن ج ۱۲ص ۷۲)

غرض اسپر فریقین سے کافی تحریرات شائع ہوتی رہیں مفصل بحث بطریق مناظرہ ہمارے رسالہ الہامات مرزامیں مذکور ہے۔

پہلی پیش گوئی متعلقہ موت مرزا سلطان محمد دراصل تمہید تھی، اصل پیش گوئی نکاح منکوحہ (محمدی بیگم) کے متعلق تھی، اسلئے مسمات مذکور کا نکاح ہو گیا تو بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مایوسی نہ تھی، بلکہ بڑی مضبوطی اور استقلال سے امید کیا، یقین کا اظہار کرتے تھے کہ مسمات مذکورہ میرے نکاح میں آوے گی۔ چنانچہ گورداسپور کی ججی میں ایک دیوانی مقدمہ میں مرزا صاحب قادیانی پر اس کے متعلق سوال ہوا تو آپ نے جو جواب دیا وہ قادیان کے اخبار الحکم نے شائع کیا تھا۔ ہم بھی اسے نقل کرتے ہیں؛

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے اور ایک مشہور امر ہے۔ مرزا امام الدین کی ہمشیرہ زادی ہے۔ جو خط بنام مرزا احمد بیگ کلمہ فضل رحمانی میں ہے وہ میرا ہے اور سچ ہے وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہو گا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے وہ سلطان محمد سے بیاہی گئی جیسا کہ پیش گوئی میں تھا میں سچ کہتا ہوں کہ اسی عدالت میں جہاں ان باتوں پر جو میری طرف سے نہیں ہیں بلکہ خدا کی طرف سے ہیں ہنسی کی گئی ہے ایک وقت آتا ہے کہ عجیب اثر پڑے گا اور سب کے ندامت سے سر نیچے ہوں گے۔ پیش گوئی کے الفاظ سے صاف معلوم ہوتا ہے اور یہی پیش گوئی تھی کہ وہ دوسرے کے ساتھ بیاہی جاوے گی اس لڑکی کے باپ کے مرنے اور خاوند کے مرنے کی پیش گوئی شرطی تھی اور شرط توبہ اور رجوع الی اللہ کی تھی۔ لڑکی کے باپ نے توبہ نہ کی اس لئے وہ بیاہ کے چند مہینوں کے اندر مر گیا اور پیش گوئی کی دوسری جزء پوری ہو گئی۔ اس کا خوف اس کے خاندان پر پڑا اور خصوصا شوہر پر پڑا جو پیش گوئی کا ایک جزء تھا۔ انہوں نے توبہ کی۔ چنانچہ اس کے رشتہ داروں اور عزیزوں کے خط بھی آئے۔ اس لئے خدا تعالی نے اس کو مہلت دی۔ عورت اب تک زندہ ہے۔ میرے نکاح میں وہ عورت ضرور آئے گی۔ امید

کیسی ، یقین کامل ہے۔ یہ خدا کی باتیں ہیں ٹلتی نہیں ہو کر رہیں گی۔

(اخبار الحکم قادیان مورخہ ۱۰۔اگست ۱۹۰۱ء کتاب منظور الٰہی ۔ص ۲۴۵)

(رسالہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۳۱) پر اس نکاح کو تقدیر مبرم (قطعی قضاء الٰہی) لکھا ہے لیکن کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:

یہ امر کہ الہام میں یہ بھی تھا کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا ہے، یہ درست ہے۔مگر جیسا کہ ہم بیان کر چکے ہیں اس نکاح کے ظہور کے لئے جو آسمان پر پڑھا گیا خدا کی طرف سے ایک شرط بھی تھی جو اسی وقت شائع کی گئی تھی اور وہ یہ کہ

ایتها المر أة تو بی تو بی فان البلاء علی عقبك

پس جب ان لوگوں نے اس شرط کو پورا کر دیا تو نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۳۲، ۱۳۳ ۔قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۷۰)

اس بیان میں نکاح کی بھی امید تھی مگر ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو جب مرزا غلام احمد صاحب انتقال کر گئے تو ساری امیدیں منقطع ہو گئیں۔

نوٹ: اس پیش گوئی کے متعلق ہمارا ایک مستقل رسالہ ہے اس کا نام ہے: نکاح مرزا جس میں مناظرانہ رنگ میں اس نکاح کی مفصل بحث ہے۔

تیسری پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کے متعلق تھی جو بہت ہی مختصر ہے۔اس کے الفاظ یہ تھے

اگر اس شخص (لیکھ رام) پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عتاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں ۔

(سراج منیر ص ۳ ۔قادیانی خزائن ج ۱۲ ص ۱۵)

پنڈت لیکھ رام کا واقعہ یوں ہے کہ ایک نوجوان اس کے پاس آ کر یوں گویا ہوا کہ میں ہندو سے مسلمان ہوگیا ہوں، اب مجھ کو آریہ بنا لیجئے۔ پنڈت مذکور نے اس سے مانوس ہو کر چند روز تک اس کو اپنے پاس رکھا۔ آخر ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو قریب شام جب پنڈت لیکھ رام اور وہ مکان میں لیٹے باتیں کر رہے تھے، داؤ بچا کر اس نے پنڈت مذکور کے پیٹ میں چھری چبھادی، جس سے پنڈت لیکھ رام فوراً مر گیا اور وہ چپکا سا چلتا بنا، اور آج تک نہ پکڑا گیا۔

اب اس واقعہ پر یہ بحث باقی ہے کہ آیا یہ واقعہ کوئی خارق عادت تھا یا روزمرہ کا معمولی۔ یہ ایک مناظرانہ گفتگو ہے جس کے لئے یہ رسالہ موزوں نہیں بلکہ وہی رسالہ الہامات مرزا اس کے لائق ہے۔

مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ

جن دنوں مرزا غلام احمد قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی پادری سے مباحثہ کیا تھا، انہی دنوں میں مولوی عبدالحق غزنوی مقیم امرتسر سے مباہلہ بھی کیا تھا جس کی تفصیل یہ ہے۔

مولوی صوفی عبدالحق غزنوی، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مقابلہ میں اشتہارات وغیرہ نکالا کرتے تھے۔ بات بڑھتے بڑھتے مباہلہ تک پہنچی۔ جس کو آخر کار فریقین نے منظور کیا۔ اس سارے واقعہ کے بتلانے کیلئے یہاں ایک اشتہار نقل کیا جاتا ہے جو ایام مباحثہ عیسائیاں امرتسر میں مولوی عبدالحق مرحوم غزنوی نے شائع کیا تھا وہ درج ذیل ہے

اطلاع عام برائے اہل اسلام

(از مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا (غلام احمد قادیانی) کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس

سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنے کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کئے ہیں مجھ سے مباہلہ کر۔ مگر چونکہ خاص کران دنوں میں وہ پادریوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے لڑتا ہے، تو اس موقع پر میں نے اور ہمارے اور بھائی مسلمانوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ مرزا سے اس موقع پر مباہلہ یا مباحثہ یا اور کسی قسم کی چھیڑ چھاڑ کی جاوے تا کہ وہ پادریوں کے مقابلہ میں کمزور نہ ہو جاوے۔ لہذا میں نے یہ خط مسطور الذیل بتاریخ ۷ ذی قعد ۱۳۱۰ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے مگر تاریخ تبدیل کردو۔ وہ خط یہ ہے:

بسم اللہ الرحمان الرحیم

مرزا غلام احمد قادیانی! السلام علی من اتبع الھدی

چونکہ آپ آج کل اسلام کی طرف سے مخالفین اسلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو، اور اہل اسلام کی مدد میں ہو، لہذا اس موقع پر کسی مسلمان کا آپ پر حملہ کرنا، یا آپ کے ساتھ مقابلہ یا مباہلہ میں پیش آنا نہایت نامناسب اور بہت ہی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے ...

اور اس امر کی عقل اور عرف اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کی ذلت اور بدنامی ہے۔ لہذا یہ تاریخ مقررہ آپکی بے موقع ہے اس تاریخ کا بدلنا ضروری ہے۔ ہم کو مباہلہ کرنا آپ سے بدل و جان منظور ہے

رسالہ موسومہ سچائی کا اظہار میں آپ لکھتے ہیں

کہ عنقریب ایک جلسہ مباحثہ علمائے لاہور سے ۱۵ جون ۱۸۹۳ء تک ہونے والا ہے

اس لئے ضرور ہے کہ مباہلہ اس مباحثہ کے بعد ہو جب کہ آپ اسلام کے مقابلہ پر ہوں۔ نیز آپ کا لیکچر اس موقعہ پر ہمیں بالکل منظور نہیں کیونکہ جب آپ اپنی صفائی ظاہر کریں گے تو ہم بھی آپ کی تردید کریں گے۔ پھر تو مباحثہ ہوا نہ مباہلہ۔ یہ بحثوں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں۔ مقام مباہلہ میں فقط فریقین یہی دعا کریں گے کہ اللہ تعالی جھوٹے پر لعنت کرے۔ فقط اس کا جواب بدست حاملان رقعہ ہذا بھیج دیں۔

راقم: عبدالحق بقلم خود ۷۔ ذی قعد ۱۳۱۰ھ

میرے خط کا جواب جو مرزا صاحب نے بھیجا وہ بھی بعینہ نقل کیا جاتا ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی

از طرف عاجز عبداللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید

میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے قطعی طور پر مجھ کو کافر اور دجال لکھا ہے مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور میرے امرتسر میں آنے کے لئے دو ہی غرضیں تھیں، ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ۔ میں بعد استخارہ مسنونہ انہیں دو غرضوں کے لئے مع اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیرہ دوستوں کی جو میرے ساتھ کافر ٹھہرائی گئی ہے ساتھ لایا ہوں، اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔

اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔ میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا۔ خدا تعالی کاذب اور کافر کو ہلاک کرے و لا تقف ما لیس لك به علم ان السمع و البصر و الفواد کل اولئك کان عنه مسؤلا

یہ بھی واضح رہے کہ میں ۱۵ جون ۱۸۹۳ء کے مباحثہ میں نہیں جاؤں گا بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت حکیم مولوی نورالدین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لئے جاویں گے۔

ہاں یہ مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں۔ صرف یہ دعا ہوگی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالی میرے پر لعنت کرے۔ اور آپ کی طرف سے یہ دعا ہوگی کہ یہ شخص درحقیقت کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری ہے اور اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالی میرے پر لعنت کرے۔

اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں تو جو آپ تقوی کی راہ سے لکھیں کہ دعا کے وقت یہ کہا جاوے وہی لکھ دوں گا۔ مگر اب ہرگز تاریخ مباہلہ تبدیل نہیں ہوگی۔

لعنة الله علی من تخلف منا وما حضر فی ذلك التاریخ و الیوم و الوقت۔ و السلام علی عباده الذین اصطفی

خاکسار غلام احمد از امرتسر ہفتم ذی قعد ۱۳۱۰ھ

غرض یہ ہے کہ اب میں بری الذمہ ہوگیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں کیونکہ میں نے تاریخ کا بدلنا اس سبب سے چاہا تھا کہ اگرچہ میں اور دیگر مسلمان مرزا کو کیسا ہی گمراہ سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو ہم سب کو بجائے بد دعا کے دعا اور مدد دینی چاہیے۔ مگر مرزا نے وہ تاریخ یعنی دہم ذی قعد نہیں بدلی، اب میں بھی اس وقت معینہ پر کہ دہم ذی قعد ۱۳۱۰ھ بوقت دو بجے دن کے اپنا حاضر ہونا مباہلہ کے واسطے مقام مباہلہ میں فرض سمجھتا ہوں۔ اور وہاں جا کر لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی طرفین سے مطلق نہ ہوگا جیسا کہ اس نے اپنے خط میں وعدہ کرلیا ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں گا۔

مقام عیدگاہ میں مباہلہ اس طریق پر بدیں الفاظ ہوگا

میں (یعنی عبدالحق) ۳ بار بآواز بلند کہوں گا کہ

یا اللہ میں مرزا کو ضال، مضل، ملحد، دجال، مفتری، محرف کلام اللہ و احادیث رسول اللہ سمجھتا ہوں۔ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔

مرزا تین دفعہ بآواز بلند کہے یا اللہ اگر میں دجال و مضل و ملحد و کذاب و مفتری و محرف کتاب اللہ و احادیث رسول اللہ ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔

بعدہ روبقبلہ ہوکر دیر تک ابتہال و عاجزی کریں گے کہ یا اللہ جھوٹے کو رسوا کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں گے۔

المشتہر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب۔

مورخہ ۸ ذی قعد ۱۳۱۰ھ مطابق ۱۸۹۳ء

اس اشتہار کے مطابق عیدگاہ امرتسر میں دونوں صاحبوں کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن وامان سے واپس آ گئے

نتیجہ اس مباہلہ کا یہ ہوا کہ اس سے ایک سال تین ماہ بعد جب ڈپٹی آتھم والی پیش گوئی کی میعاد پوری ہوگئی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کی وفات نہ ہوئی اور چاروں طرف سے مرزا صاحب پر پھٹکار ہوئی، تو مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے ایک اشتہار دیا جس کا عنوان تھا:

اثر مباہلہ عبدالحق غزنوی بر غلام احمد قادیانی،

اس اشتہار میں غزنوی مباہل نے مرزا صاحب قادیانی کی ناکامی اور بدنامی اور رسوائی کو اپنے مباہلہ کا نتیجہ قرار دیا، اور سند میں مرزا صاحب قادیانی کے رسالہ حجت الاسلام کا حوالہ دیا جس میں مرزا صاحب نے عیسائیوں کے جواب میں لکھا تھا:

> میری سچائی کے لئے یہ ضروری ہے کہ میری طرف سے بعد مباہلہ ایک سال کے اندر ضرور نشان ظاہر ہو اور اگر نشان ظاہر نہ ہو تو پھر میں خدا تعالی طرف سے نہیں ہوں۔ (حجۃ الاسلام صفحہ ۹۔ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۴۹)

مرزا غلام احمد صاحب نے اس کے جواب میں کہا کہ یہ غلط ہے کہ میرا نشان ظاہر نہیں ہوا، بلکہ میرے کئی ایک نشان ظاہر ہوئے۔ مباہلہ کے بعد میری ترقی ہوئی، مریدین زیادہ ہوئے، امداد نقدی زیادہ آئی۔ وغیرہ

آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے مباہل کی موجودگی میں ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو فوت ہو گئے اور مولوی عبدالحق غزنوی مرزا صاحب قادیانی سے کئی سال بعد ۲۳ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۶ مئی ۱۹۱۷ء کو یعنی پورے ۹ سال بعد فوت ہوئے۔

شمس العلماء سید محمد نذیر حسین دہلویؒ کے مدمقابل

پہلے لکھا گیا ہے کہ سب سے اول مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مرزا غلام احمد صاحب کی مخالفت پر کمر باندھ لی۔ مگر مرزا صاحب نے جب دیکھا کہ مولوی محمد حسین صاحب گو بڑے نامور علماء میں سے ہیں، لیکن ان سے بھی اوپر جو ہے اس سے ٹاکرہ کرنا چاہیے۔ چنانچہ آپ دہلی تشریف لے گئے اور وہاں جا کر مولانا سید محمد نذیر حسین (المعروف حضرت میاں صاحب) کو جو تمام ہندوستان میں کیا بحیثیت علمی وجاہت اور کیا بلحاظ عمر سب سے بڑے تھے مخاطب کر کے چند اشتہار دیئے۔ جن میں ایک درج ذیل ہے

اشتہار بمقابلہ مولوی سید نذیر حسین صاحب سر گروہ اہل حدیث

چونکہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سر گروہ ہیں اس عاجز کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو سخت شکوک وشبہات میں ڈالنا چاہا ہے، اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن کریم اور احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اول اہل حدیث کا دعوی کر کے اپنے بھائیوں حنفیوں کو بدعتی قرار دیا، اور امام بزرگ حضرت ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں، اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہے تھے۔ اور اب باوجود دعوی اتباع قرآن اور حدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قائل ہیں

وہذا اعجب العجائب۔

اگر کوئی عوام میں سے ایسا کچا اور خلاف قال اللہ قال الرسول دعوی کرتا تو کچھ افسوس کی جگہ نہیں تھی۔ لیکن یہی لوگ جو دن رات درس قرآن وحدیث جاری رکھتے ہیں، اگر ایسا بے اصل دعوی کریں تو ان کی علمیت اور قرآن دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن

کریم اور احادیث نبویہ باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ فی الواقع حضرت مسیح علیہ السلام وفات پا چکے ہیں مگر جن لوگوں کو عاقبت کا اندیشہ نہیں خدا تعالی کا خوف نہیں، وہ تعصب کو مضبوط پکڑ کر قرآن اور حدیث کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ خدا تعالی اس امت پر رحم کرے۔ لوگوں نے کیسے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔

اس عاجز نے اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں حضرت مولوی ابومحمد عبدالحق صاحب کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عندالملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق وشقاق کا اندیشہ ہو طبعاً کارہ ہیں اور اپنے کام تفسیر قرآن کریم میں مشغول ہیں۔ اور شرائط اشتہار کے پورے کرنے سے مجبور ہیں، کیونکہ گوشہ گزین ہیں حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہیت بھی رکھتے ہیں۔ لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جواب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔ لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں اور قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بالاتفاق بحث کرلیں۔ اور اگر انہوں نے بقبول شرائط اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کے لئے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا، تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کر لیا۔

بحث میں امر تنقیح طلب یہ ہوگا کہ آیا قرآن کریم اور احادیث صحیحہ نبویہ سے ثابت ہوتا ہے کہ وہی مسیح ابن مریم جس کو انجیل ملی تھی اب تک آسمان پر زندہ ہے اور آخری زمانے میں آئے گا، یا یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ درحقیقت فوت ہو چکا ہے اور اس کے نام پر کوئی دوسرا اسی امت میں سے آئے گا۔ اگر یہ ثابت ہو جائے گا کہ وہ مسیح ابن مریم زندہ بجسدہ العنصری آسمان پر موجود ہے تو یہ عاجز دوسرے دعوی سے خود دست بردار ہو جائے گا ورنہ بحالت ثانی بعد اس اقرار کے لکھانے کے کہ درحقیقت

اسی امت میں سے مسیح ابن مریم کے نام پر کوئی اور آنے والا ہے، یہ عاجز اپنے مسیح موعود ہونے کا ثبوت دے گا۔

اور اگر اس اشتہار کا جواب ایک ہفتہ تک مولوی صاحب کی طرف سے شائع نہ ہوا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے گریز کی۔

اور حق کے طالب علموں کو محض نصیحتاً کہا جاتا ہے کہ میری کتاب ازالہ اوہام کو خود غور سے دیکھیں اور ان مولوی صاحبوں کی باتوں پر نہ جاویں۔ ساٹھ جزو کی کتاب ہے اور یقیناً سمجھو کہ معارف اور دلائل یقینیہ کا ایک دریا بہتا ہے۔ صرف ۳ روپۓ قیمت ہے۔

اور واضح ہو کہ درخواست مولوی سید محمد نذیر صاحب کی کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت دینا چاہیے اور اس میں بحث ہونی چاہیے بالکل تحکم اور خلاف طریق انصاف اور حق جوئی ہے کیونکہ ظاہر ہے کہ مسیح موعود ہونے کا ثبوت آسمانی نشانوں کے ذریعہ سے ہوگا اور آسمانی نشانوں کو بجز اس کے کون مان سکتا ہے کہ اول اس شخص کی نسبت جو کوئی آسمانی نشان دکھاوے یہ اطمینان ہو جاوے کہ وہ خلاف قال اللہ و قال الرسول کوئی اعتقاد نہیں رکھتا ورنہ ایسے شخص کی نسبت جو مخالف قرآن اور حدیث کوئی اعتقاد رکھتا ہے ولایت کا گمان ہرگز نہیں کر سکتے بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج سمجھا جاتا ہے۔ اور اگر وہ کوئی نشان بھی دکھاوے تو وہ نشان کرامت متصور نہیں ہوتا بلکہ اس کو استدراج کہا جاتا ہے۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بھی اپنے لمبے اشتہار میں جو لدھیانہ میں چھپوایا تھا اس بات کو تسلیم کر چکے ہیں۔

اس صورت میں صاف ظاہر ہے کہ سب سے پہلے بحث کے لائق وہی امر ہے جس سے یہ ثابت ہو جاوے کہ قرآن اور حدیث اس دعوی کے مخالف ہیں اور وہ امر مسیح ابن مریم کی وفات کا مسئلہ ہے کیونکہ ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اگر درحقیقت قرآن حکیم اور احادیث صحیحہ کی رو سے حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات ہی ثابت ہوتی تو اس صورت میں پھر اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوی پر ایک نشان کیا، بلکہ لاکھ نشان بھی دکھاوے تب بھی وہ نشان قبول کرنے کے لائق نہیں ہوں گے

کیونکہ قرآن ان کے مخالف شہادت دیتا ہے۔غایت کار وہ استدراج سمجھے جاویں گے۔لہذا سب سے اول بحث جوضروری ہے مسیح ابن مریم کی وفات یا حیات کی بحث ہے جس کا طے ہوجانا ضروری ہے کیونکہ مخالف قرآن وحدیث کے نشانوں کا ماننا مومن کا کام نہیں۔ہاں ان نادانوں کا کام ہے جوقرآن اورحدیث سے کچھ غرض نہیں رکھتے۔ فـا تقوا اله ایھا العلماء و السلا م علی من اتبع الھدی .

المشتہر :مرزاغلام احمدازدہلی بلی ماراں کوٹھی نواب لوہارو ٦۔اکتوبر ١٨٩١ء

(مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ج ١ص ٢٣٧۔٢٤٠)

اس چھیڑ چھاڑ کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت میاں صاحب مرحوم (مولانا نذیر حسین) کے شاگرد جو بڑے بڑے نامور علماء تھے، دہلی میں جمع ہو گئے ۔پنجاب سے مولوی محمد حسین صاحب وغیرہ پہنچ چکے تھے۔بھوپال سے مولوی محمد بشیر صاحب مرحوم بھی پہنچ گئے ۔اوراچھا خاصہ ایک مجمع علماء بن گیا۔جامع مسجد میں مقابلہ کی ٹھہری۔مگرمرزاغلام احمد صاحب نے اس میں خیریت اور مصلحت نہ دیکھی، اسلئے علیحدہ مکان پر گفتگو ہونی قرار پائی۔چونکہ مرزا صاحب قادیانی اپنا اختلافی مسئلہ صرف حیات ووفاۃ مسیح کو کہتے تھے،اس لئے یہی مسئلہ زیر بحث آیا۔مولوی محمد بشیر صاحب حیات مسیح کے مدعی بنے اورآپ نے آیت ان مـن اھـل الکتا ب ا لا لیـو منن به قبل موته سے استدلال کیا۔یہ مباحثہ رسالہ کی صورت میں انہی دنوں چھپا تھاجس کا نام ہے الـحـق الـصریح فی اثبات حیاۃ المسیح ۔اس مباحثہ کی مجمل کیفیت اسی رسالہ میں یوں مرقوم ہے۔جناب مولوی محمد بشیر صاحب مناظر خود فرماتے ہیں:

یہ کیفیت ہے اس مناظرہ کی جو میرے اور مرزاغلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت کے درمیان بمقام دہلی واقع ہوا۔مرزا صاحب نے دہلی میں آکر دو اشتہار، ایک مطبوعہ ٢۔اکتوبر ١٨٩١ء ، دوسرا مطبوعہ ٦۔اکتوبر ١٨٩١ء بمقابلہ جناب مولانا سید نذیر حسین صاحب محدث دہلی مدظلہم العالی کے شائع کیئے اور طالب مناظرہ ہوئے، اور وہ دونوں اشتہار خاکسار کے بھی دیکھنے میں آئے ۔ خاکسار نے محض بنظر نصرت دین وسنت وازالہ الحاد و بدعت قصد مناظرہ مصمم کر کے جواب اشتہار

مرزا صاحب کے پاس بوساطت جناب حاجی محمد احمد صاحب دہلوی کے بھیجا اور اس جواب میں مرزا صاحب کے سب شروط کو تسلیم کر کے صرف شرط ثالث میں قدرے ترمیم چاہی ۔ مرزا صاحب نے بھی اس ترمیم کو قبول کیا۔ بعد ترمیم کے یہ تین شرطیں قرار پائیں:۔

اول: یہ کہ امن قائم رکھنے کے لئے سرکاری انتظام ہو۔

دوسری: یہ کہ فریقین کی بحث تحریری ہو۔ ہر ایک فریق مجلس بحث میں سوال لکھ کر اور اس پر اپنے دستخط کر کے پیش کرے اور ایسا ہی فریق ثانی لکھ کر جواب دے۔

تیسری: یہ کہ اول بحث، حیات مسیح علیہ السلام میں ہو۔ اگر حیات ثابت ہو جائے تو مرزا صاحب مسیح موعود کا دعوی چھوڑ دیں گے۔ اور اگر وفات ثابت ہو، تو مرزا صاحب کا اصل دعوی عدم نزول حضرت عیسیٰؑ اور مرزا صاحب کا مسیح موعود ہونا ثابت نہ ہوگا، پھر حضرت مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے میں بحث کی جائے گی۔ اور جو شخص ترک بحث کرے گا اس کا گریز سمجھا جاوے گا۔

جب تصفیہ شرائط کا ہو گیا تو جناب حاجی محمد احمد صاحب نے حسب ایماء مرزا صاحب کے خاکسار کو طلب کیا۔ چنانچہ شب شانزدہم ربیع الاول ۱۳۰۹ھ کو میں بھوپال سے روانہ ہو کر روز سہ شنبہ تاریخ شانزدہم ماہ مذکور.. دہلی میں داخل ہوا ۔ اور مرزا صاحب کو اطلاع اپنے آنے کی دی تو مرزا صاحب نے مختلف رقعوں کے ذریعہ سے شروط میں تبدیلی ذیل فرمائی:

حیات مسیح کا ثبوت آپ کو دینا ہوگا ۔

بحث اس عاجز (مرزا) کے مکان پر ہو۔

جلسہ عام نہیں ہوگا اور صرف دس آدمی جو معزز خاص ہوں، آپ ساتھ لا سکتے ہیں مگر شیخ (محمد حسین) بٹالوی اور مولوی عبدالمجید (دہلوی) ساتھ نہ ہوں۔

پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہو اور پہلا پرچہ آپ کا ہو۔

ان سب شروط کا قبول کرنا، نہ تو خاکسار پر لازم تھا اور نہ میرے احباب کی رائے ان کے تسلیم کرنے

کی تھی، مگر محض اس خیال سے کہ مرزا صاحب کو کوئی حیلہ مناظرہ سے گریز کا نہ ملے، یہ سب باتیں منظور کی گئیں۔ بعد اس کے تاریخ نوزدہم ربیع الاول (۱۳۰۹ھ) بروز جمعہ بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا۔

خاکسار نے ان کے مکان پر جا کر مجلس بحث میں پانچ ادلّہ حیات مسیح کے لکھ کر حاضرین کو سنا دیئے اور دستخط اپنے کر کے مرزا صاحب کو دیدیئے۔ مرزا صاحب نے مجلس بحث میں جواب لکھنے سے عذر کیا۔ ہر چند حاجی محمد احمد صاحب وغیرہ نے ان کو الزام نقض عہد ومخالفت شروط کا دیا مگر مرزا صاحب نے نہ مانا اور یہ کہا کہ میں جواب لکھ رکھوں گا۔ آپ لوگ کل دس بجے آیئے۔

ہم لوگ دوسرے روز دس بجے گئے، تو مرزا صاحب مکان کے اندر تھے۔ اطلاع دی گئی تو مرزا صاحب باہر نہ آئے اور کہلا بھیجا کہ ابھی جواب تیار نہیں ہوا۔ جس وقت تیار ہوگا اس وقت آپ کو بلا لیا جائے گا۔

پھر غالباً دو بجے کے بعد ہم لوگوں کو بلا کر جواب سنایا اور یہ کہا کہ اب مجلس بحث میں جواب لکھنے کی ضرورت نہیں ہے، آپ مکان پر لے جائیں۔ چنانچہ میں اس تحریر کو مکان پر لے آیا۔ اسی طرح چھ روز تک سلسلہ بحث جاری رہا۔

چھٹے روز کہ تین پرچے میرے ہو چکے تھے اور تین پرچے مرزا صاحب کے، مرزا صاحب نے پہلی ہی بحث کو ناتمام چھوڑ کر مباحثہ قطع کیا، اور یہ ظاہر کیا کہ اب مجھے زیادہ قیام کی گنجائش نہیں ہے، اور زبانی فرمایا کہ میرے خسر بیمار ہیں۔ اس وقت ایک مضمون جو پہلے سے بنظر احتیاط لکھ رکھا تھا اور وہ متضمن تھا اس امر پر کہ مرزا صاحب کی جانب سے نقض عہد ومخالفت شروط ہوئی، مرزا صاحب کی موجودگی میں سب حاضرین کو سنا دیا گیا۔ حاضرین جلسہ مرزا صاحب کو الزام دیتے تھے مگر مرزا صاحب نے ایک نہ سنی اسی روز تہیہ سفر کر کے شب کو دہلی سے تشریف لے گئے۔

مرزا صاحب کے یہ افعال اول دلیل ہیں کہ ان کے پاس اصل مسئلہ یعنی ان کے مسیح موعود ہونے کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ اصل بحث کے لئے دو سدّیں انہوں نے بنا رکھی ہیں۔ ایک بحث

حیات ووفات مسیح ، دوسرے نزول عیسی ۔ جب دیکھا کہ ایک سدّ جو ان کے زعم میں بڑی راسخ تھی ،ٹوٹنے کے قریب ہے ،اس کے بعد دوسری سدّ کی جو ضعیف ہے ،نوبت پہنچے گی ، پھر اصل قلعہ پر حملہ ہوگا ، وہاں کچھ ہے ہی نہیں تو قلعی کھل جائے گی ،اس لئے فرار مناسب سمجھا۔

بعد انقطاع مباحثہ اور چلے جانے مرزا کے احقر دو روز دہلی میں متوقف رہ کر روز شنبہ کو ڈاک گاڑی میں روانہ بھوپال ہوا۔(منقول از حق الصریح)

پیر مہر علی شاہ گولڑوی کے مدمقابل

ایک وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی توجہ پیر مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ شریف ضلع راولپنڈی کی طرف ہوگئی ۔فریقین نے اس مضمون پر کتابیں لکھیں ۔آخر مرزا صاحب قادیانی نے بذریعہ اشتہار ان کو للکارا کہ:

میرے مقابل سات گھنٹہ زانو بزانو بیٹھ کر چالیس آیات قرآنی کی عربی تفسیر لکھیں جو تقطیع کلاں بیس ورق سے کم نہ ہو۔ پھر جس کی تفسیر عمدہ ہوگی وہ موید من اللہ سمجھا جاوے گا۔لیکن اس مقابلہ کے لئے پیر (مہر علی شاہ صاحب) موصوف کی شمولیت یا ان کی طرف سے چالیس علماء کا پیش کردہ مجمع ضروری ہے اس سے کم ہوں گے تو مقابلہ نہ ہوگا (۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء)۔

(مجموعہ قادیانی اشتہارات ۔ج۳ ص ۳۲۸، ۳۲۹، ۳۳۴)

اس دعوت کے مطابق پیر گولڑہ صاحب بغرض مقابلہ اگست ۱۹۰۰ء بمقام لاہور پہنچ گئے ۔لیکن پیر صاحب نے چالیس علماء کی شرط کو فضول سمجھا اور مقابلہ تفسیر نویسی کے لئے بذات خود پیش ہوئے ۔مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تشریف نہ لائے بلکہ قادیان سے ایک اشتہار بھیج دیا کہ پیر مہر علی صاحب گولڑہ مقابلہ سے بھاگ گئے ۔

جس روز پیر صاحب گولڑہ لاہور آئے ، بغرض امداد حق اردگرد سے علماء اور غیر علماء بھی وارد لاہور

ہوئے۔مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور خاکسار وغیرہ بھی شریک تھے۔قرار پایا تھا کہ جامع مسجد لاہور میں صبح کے وقت جلسہ ہوگا۔پیر صاحب مع شائقین مسجد موصوف کو جارہے تھے، راستے میں بڑے بڑے موٹے حرفوں میں لکھے ہوئے اشتہار دیواروں پر چسپاں تھے جن کی سرخی یوں تھی : پیر مہر علی کا فرار

جولوگ پیر صاحب کو لاہور میں دیکھ کر یہ اشتہار پڑھتے وہ بزبان حال کہتے

ایں چہ مے بینم بہ بیداری ست یارب یا بخواب

سہ سالہ میعادی پیشین گوئی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مخالفوں کا رخ پھیرنے کو ایک اشتہار دیا جس میں لکھا تھا کہ ۱۹۰۰ء سے ۱۹۰۲ء کی سہ سالہ میعاد میں میرے لئے فیصلہ کن نشان ظاہر نہ ہوا تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں۔اس اشتہار کا عنوان یہ ہے

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کیلئے ایک دعا اور حضرت عزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

اے میرے حضرت اعلی ذوالجلال قادر وقدوس حی وقیوم جو ہمیشہ راست بازوں کی مدد کرتا ہے تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے۔تیرے قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے۔تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ:

اٹھ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کیلئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا۔،

اور تو نے ہی مجھے کہا کہ:

تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں۔،

اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ:

تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا۔،

اور تو نے ہی مجھے مخاطب کر کے کہا کہ:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔،

اور تو نے ہی مجھ کو فرمایا کہ:

میں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا۔ ان کو کہہ دے کہ میں تم سب کی طرف بھیجا گیا ہوں،...

مگر اے میرے قادر خدا تو جانتا ہے کہ اکثر لوگوں نے مجھے منظور نہیں کیا اور مجھے مفتری سمجھا۔ اور میرا نام کافر اور کذاب اور دجال رکھا گیا۔ مجھے گالیاں دی گئیں۔ اور طرح طرح کی دلآزار باتوں سے ستایا گیا۔ اور میری نسبت یہ بھی کہا گیا کہ، حرام خور، لوگوں کا مال کھانے والا، اور وعدوں کا تخلف کرنے والا، حقوق کو تلف کرنے والا، لوگوں کو گالیاں دینے والا، عہدوں کو توڑنے والا، اپنے نفس کے لئے مال جمع کرنے والا، اور شریر اور خونی ہے۔ یہ وہ باتیں ہیں جو خود ان لوگوں نے میری نسبت کہیں جو مسلمان کہلاتے ہیں اور اپنے تئیں اچھے اور اہل عقل اور پرہیز گار جانتے ہیں۔ اور ان کا نفس اس بات کی طرف مائل ہے کہ درحقیقت جو کچھ وہ میری نسبت کہتے ہیں، سچ کہتے ہیں۔ اور انہوں نے صدہا آسمانی نشان تیری طرف سے دیکھے مگر پھر بھی قبول نہ کیا۔ وہ میری جماعت کو نہایت تحقیر کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہر ایک ان میں جو بدزبانی کرتا ہے وہ خیال کرتا ہے کہ بڑے ثواب کا کام کر رہا ہے۔

سو اے میرے مولا قادر خدا! اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کریں کہ میں تیرا مقبول بندہ ہوں۔ اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو، اور تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک

پاک تبدیلی ان کے اندر پیدا ہو، اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلیٰ نمونہ دکھلاویں...
لیکن اگر اے میرے پیارے مولیٰ میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھ کو اس صفحہ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں۔ میں اس درخواست کے لئے جلدی نہیں کرتا تا میں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں لیکن میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے یہ التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اس عالی جناب کا منظور نظر ہوں تو تین سال کے اندر کسی وقت میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں... مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔ پس اگر تو تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء تک پورے ہو جائیں گے میری تائید میں اور میری تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلاوے اور اپنے اس بندہ کو ان لوگوں کی طرح ردّ کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں تو میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تئیں صادق نہیں سمجھونگا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تئیں مصداق سمجھ لونگا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں۔ اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا کہ ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور ان کی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے۔ اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف ہر روز میری آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو اور میں کسی مخالف کو اس اشتہار میں مخاطب نہیں کرتا اور نہ ان کو کسی مقابلہ کے لئے بلاتا ہوں۔ یہ میری دعا تیری ہی جناب میں ہے کیونکہ تیری نظر سے کوئی صادق یا کاذب غائب نہیں ہے۔ میری روح گواہی دیتی ہے کہ تو صادق کو ضائع نہیں کرتا اور کاذب تیری جناب میں کبھی عزت نہیں پا سکتا۔ اور وہ جو کہتے ہیں کہ کاذب بھی نبیوں کی طرح تحدی کرتے ہیں اور ان کی تائید اور نصرت بھی ایسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ راستبازنبیوں کی وہ جھوٹے ہیں اور چاہتے ہیں کہ نبوت کے سلسلہ کو مشتبہ کر دیں۔ بلکہ تیرا قہر تلوار کی طرح

مفتری پر پڑتا ہے اور تیرے غضب کی بجلی کذاب کو بھسم کر دیتی ہے مگر صادق تیرے حضور میں زندگی اور عزت پاتے ہیں۔ تیری نصرت اور تائید اور تیرا فضل اور رحمت ہمیشہ ہمارے شامل حال رہے۔ آمین ثم آمین.

المشتہر : مرزا غلام احمد از قادیان ۵ نومبر ۱۸۹۹ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد سوم ص ۱۷۴۔۱۷۹) (شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس اشتہار سے مختصراقتباس نقل کیا تھا میں نے مجموعہ اشتہارات قادیانی سے نسبتاً تفصیل سے نقل کر دیا ہے۔ بہاء)

اس اعلان کے مطابق سارا ملک منتظر تھا مگر نتیجہ وہی برآمد ہوا جو اس شعر میں ہے

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب ہے یہ آرزو کہ کبھی آرزو نہ ہو

قادیانی کا دعوی نبوت

ہم پہلے لکھ آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالف ابتداء ہی سے بدگمان تھے کہ آپ نبوت کے مدعی ہوں گے۔ چنانچہ وہی ہوا کہ مرزا صاحب نے دبی زبان سے دعوی نبوت کیا۔آپ کے مردوں پر مخالفین نے اعتراضات شروع کئے اور وہ اپنی پہلی اسلامی تعلیم کے اثر سے انکار کرنے لگے،تو مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جس کا نام ہے ایک غلطی کا ازالہ جو درج ذیل ہے

ایک غلطی کا ازالہ

ہماری جماعت میں سے بعض صاحب جو ہمارے دعوی اور دلائل سے کم واقفیت رکھتے ہیں جن کو نہ بغور کتابیں دیکھنے کا اتفاق ہوا اور نہ وہ ایک معقول مدت تک صحبت میں رہ کر اپنے معلومات کی تکمیل کر سکے وہ بعض حالات میں مخالفین کے کسی اعتراض پر ایسا جواب دیتے ہیں کہ جو سراسر واقعہ کے خلاف ہوتا ہے اس لئے

باوجود اہل حق ہونے کے ان کو ندامت اٹھانی پڑتی ہے چنانچہ چندروز ہوئے کہ ایک صاحب پر ایک مخالف کی طرف سے یہ اعتراض پیش ہوا کہ جس سے تم نے بیعت کی ہے وہ نبی اور رسول ہونے کا دعوی کرتا ہے۔اور اسکا جواب محض انکار سے دیا گیا حالانکہ ایسا جواب صحیح نہیں ہے۔حق یہ ہے کہ خدا تعالی کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں، نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ۔ پھر کیونکر یہ جواب صحیح ہوسکتا ہے کہ ایسے الفاظ موجود نہیں ہیں بلکہ اس وقت تو پہلے زمانہ کی نسبت بھی بہت تصریح اور توضیح سے یہ الفاظ موجود ہیں اور براہین احمدیہ میں بھی جس کو طبع ہوئے بائیس برس ہوئے یہ الفاظ کچھ تھوڑے نہیں ہیں چنانچہ وہ مکالمات الہیہ جو براہین احمدیہ میں شائع ہو چکے ہیں ان میں سے ایک یہ وحی اللہ ہے هو الذی ارسل رسو ل بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (دیکھو صفحہ ۴۹۸ براہین احمدیہ) اس میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے پھر اس کے بعد اسی کتاب میں میری نسبت یہ وحی اللہ ہے جر ی الله فی حلل ا لا نبیاء یعنی خدا کا رسول نبیوں کے حلوں میں۔(دیکھو براہین صفحہ ۵۰۴)۔پھر اسی کتاب میں اس مکالمہ کے قریب ہی یہ وحی اللہ ہے محمد رسو ل الله و الذین معه اشدا ء علی الکفار ر حما ء بینهم۔اس وحی الہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی،

پھر یہ وحی اللہ ہے جو صفحہ ۵۵۷ براہین میں درج ہے: دنیا میں ایک نذیر آیا۔

اس کی دوسری قرأت یہ ہے کہ: دنیا میں ایک نبی آیا۔

اسی طرح براہین احمدیہ میں اور کئی جگہ رسول کے لفظ سے اس عاجز کو یاد کیا گیا۔سو اگر یہ کہا جائے کہ آنحضرت ﷺ تو خاتم النبیین ہیں پھر آپ کے بعد اور نبی کس طرح آ سکتا ہے اس کا جواب یہی ہے کہ بے شک اس طرح سے تو کوئی نبی نیا یا پرانا نہیں آ سکتا جس طرح سے آپ لوگ حضرت عیسی علیہ السلام کو آخری زمانے میں اتارتے ہیں،اور پھر اس حالت میں ان کو نبی بھی مانتے ہیں بلکہ چالیس برس تک سلسلہ وحی و نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے بے شک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے اور آیت

و لکن رسو ل الله و خا تم النبیین

اور حدیث لا نبی بعدی اس عقیدہ کے کذب صریح ہونے پر کامل شہادت ہے۔

لیکن ہم اس قسم کے عقاید کے سخت مخالف ہیں اور ہم اس آیت پر سچا اور کامل ایمان رکھتے ہیں جو فرمایا و لکن رسول اللہ و خا تم النبیین اور اس آیت میں ایک پیش گوئی ہے جس کی ہمارے مخالفوں کو خبر نہیں اور وہ یہ ہے کہ اس آیت میں اللہ تعالی فرماتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پیش گوئیوں کے دروازے قیامت تک بند کر دیئے گئے اور ممکن نہیں کہ اب کوئی ہندو یا یہودی یا عیسائی یا کوئی رسمی مسلمان نبی کے لفظ کو اپنی نسبت ثابت کر سکے نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی ہے یعنی فنافی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر وہی نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے اس لئے اس کا نبی ہونا غیرت کی جگہ نہیں کیونکہ وہ اپنی ذات سے نہیں بلکہ اپنے نبی کے چشمہ سے لیتا ہے اور نہ اپنے لئے بلکہ اس کے اجلال کے لئے اس لئے اس کا نام آسمان پر محمد اور احمد ہے اور اس کے یہ معنی ہیں کہ محمد کی نبوت آخر محمد کو ہی ملی گو بروزی طور پر مگر نہ کسی اور کو۔ پس یہ آیت کہ ما کا ن محمد ابا ا حد من ر جا لکم و لکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین اس کے معنی یہ ہیں کہ لیس محمد ابا ا حد من ر جال الد نیا و لکن ھو اب الر جال الآخر ۃ لا نہ خا تم النبیین و لا سبیل الی فیو ض اللہ من غیر تو سطہ ۔غرض میری نبوت اور رسالت باعتبار محمد اور احمد ہونے کے ہے نہ میرے نفس کے روح سے۔ اور یہ نام بہ حیثیت فنافی الرسول مجھے ملا لہذا خاتم النبیین کے مفہوم میں فرق نہ آیا لیکن عیسی کے اترنے سے ضرور فرق آئیگا....اور جس جس جگہ میں نے نبوت یا رسالت کا انکار کیا ہے صرف ان معنوں سے کیا ہے کہ میں مستقل طور پر کوئی شریعت لانے والا نہیں ہوں اور نہ میں مستقل طور پر نبی ہوں مگر ان معنوں سے کہ میں نے اپنے رسول مقتدی سے باطنی فیوض حاصل کر کے اور اپنے لئے اس کا نام پا کر اس کے واسطہ سے خدا کی طرف سے علم غیب پایا ہے رسول اور نبی ہوں۔ مگر بغیر کسی جدید شریعت کے اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا ا بلکہ انہی معنوں سے خدا نے مجھے اور رسول کر کے پکارا ہے سو اب بھی میں ان معنوں سے نبی اور رسول ہونے سے انکار نہیں کرتا....

اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے اور مجھے آنحضرت ﷺ کا ہی وجود قرار دیا ہے پس اس طور سے آنحضرت ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا

کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی کیونکہ محمد کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی ۔یعنی بہر حال محمد ہی نبی رہے نہ کوئی اور۔یعنی جب کہ میں بروزی طور پر آنحضرت ﷺ ہوں اور بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی معہ نبوت محمدیہ کے میرے آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں تو پھر کون سا الگ انسان ہوا جس نے علیحدہ طور پر نبوت کا دعوی کیا...غرض خاتم النبیین کا لفظ ایک الٰہی مہر ہے جو آنحضرت ﷺ کی نبوت پر لگ گئی ہے اب ممکن نہیں کہ کبھی مہر ٹوٹ جائے ۔

ہاں یہ ممکن ہے کہ آنحضرت ﷺ نہ ایک دفعہ بلکہ ہزار دفعہ دنیا میں بروزی رنگ میں آجاویں اور بروزی رنگ میں اور کمالات کے ساتھ اپنی نبوت کا بھی اظہار کریں اور یہ بروز خدا تعالی کی طرف سے ایک قرار یافتہ عہد تھا جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم ۔اور انبیاء کو اپنے بروز پر غیرت نہیں ہوتی کیونکہ وہ انہی کی صورت اور انہی کا نقش ہے لیکن دوسرے پر ضرور غیرت ہوتی ہے...

پس جو شخص میرے پر شرارت سے یہ الزام لگاتا ہے جو دعوی نبوت اور رسالت کا کرتے ہیں وہ جھوٹا اور ناپاک خیال ہے مجھے بروزی صورت نے نبی اور رسول بنایا ہے اور اسی بنا پر خدا نے بار بار میرا نام نبی اللہ اور رسول اللہ رکھا۔مگر بروزی صورت میں میرا نفس درمیان نہیں ہے بلکہ محمد مصطفیٰ ﷺ ہے۔اسی لحاظ سے میرا نام محمد اور احمد ہوا۔پس نبوت اور رسالت کسی دوسرے کے پاس نہیں گئی محمد کی چیز محمد کے پاس ہی رہی۔علیہ الصلوۃ والسلام۔

(ایک غلطی کا ازالہ ص ۲-۱۲ خزائن ج ۱۸ص ۲۰۶-۲۱۲ مجموعہ اشتہارات ج ۳ص ۴۳۱-۴۴۲)

اس اشتہار میں مرزا صاحب قادیانی نے نبوت کی دو قسمیں کی ہیں۔ایک بلا واسطہ دوم بالواسطہ۔ اور اپنے لئے فرمایا کہ میں بواسطہ نبوت محمدیہ نبی ہوں۔،مطلب یہ کہ میری نبوت کا ذریعہ پہلے نبیوں کے ذریعہ سے الگ ہے مگر مقصود میں سب برابر ہیں۔چنانچہ اسی مضمون کو دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں ؛

ایک اور نادانی یہ ہے کہ (میرے مخالف) جاہل لوگوں کو بھڑکانے کے لئے کہتے ہیں کہ اس نے نبوت کا دعوی کیا ہے حالانکہ یہ ان کا سراسر افتراء ہے بلکہ جس نبوت کا دعوی کرنا قرآن شریف کی رو سے منع معلوم ہوتا ہے ایسا کوئی دعوی نہیں کیا صرف یہ دعوی ہے کہ ایک پہلو سے میں امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں اور نبی سے مراد صرف اس قدر ہے کہ خدا تعالی سے بکثرت شرف مکالمہ ومخا

طبہ پاتا ہوں ۔(حقیقۃ الوحی ۔ص ۳۹۰۔قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۴۰۶)

اس قسم کے بہت سے حوالجات ہیں جن میں مرزا نے نبوت کا صاف صاف دعوی کیا ہے مگر بواسطہ نبوت محمد یہ لیکن بعد حصول نبوت دوسرے نبیوں سے کسی طرح کم نہیں ۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی سے مقابلہ

ڈاکٹر صاحب موصوف عرصہ بیس سال تک مرزا صاحب قادیانی کے مرید رہے، آخران سے علیحدہ ہوئے اور مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف قدم اٹھایا، بلکہ دعوی الہام سے بھی مقابلہ کی ٹھہری ۔ چنانچہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب نے اپنا آخری الہام مرزا صاحب کی موت کے متعلق شائع کیا جس کا ذکر مرزا صاحب نے مع جواب خودان لفظوں میں کیا ہے جو درج ذیل ہیں :

ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام ونشان نہ رہا۔ ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے ۔ اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے ۔ جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۱۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا ۔ اور یہ اس کی سچائی کے لئے ایک نشان ہوگا ۔ یہ شخص الہام کا دعوی کرتا ہے اور مجھے دجال اور کافر اور کذاب قرار دیتا ہے ۔ پہلے اس نے بیعت کی اور برابر بیس برس تک مریدوں اور میری جماعت میں داخل رہا ۔، پھر ایک نصیحت کی وجہ سے جو میں نے محض للہ اس کو کی تھی مرتد ہو گیا ۔ نصیحت یہ تھی کہ اس نے یہ مذہب اختیار کیا تھا کہ بغیر قبول اسلام اور پیروی آنحضرت ﷺ کے نجات ہو سکتی ہے گو کوئی شخص آنحضرت ﷺ کے وجود کی خبر بھی رکھتا ہو ۔ چونکہ یہ دعوی باطل تھا اور عقیدہ جمہور کے بھی برخلاف ، اسلئے میں نے منع کیا مگر وہ باز نہ آیا آخر میں اس کو اپنی جماعت سے خارج کر دیا (حالانکہ یہی مذہب خان صاحب محمد علی خان رئیس مالیر کوٹلہ داماد مرزا قادیانی کا ہے پھر نہیں معلوم کہ ڈاکٹر صاحب تو خارج اور مرتد ہوں اور خان صاحب داماد تلك اذاقسمة ضيزى) تب اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس

کی زندگی میں ہی ۱۴۔اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤں گا۔مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جاوے گا۔اور خدا اس کو ہلاک کرے گا۔ اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔بلا شبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا۔

(چشمہ معرفت ص ۳۲۱۔۳۲۲۔قادیانی خزائن ج ۲۳ص ۳۳۶۔۳۳۷)

اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی،ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کی بتائی ہوئی مدت کے اندر اندر ہی (۲۶مئی ۱۹۰۸ء) کو فوت ہو گئے

(اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی اس کے بعد بھی مدت تک زندہ رہے۔بہاء)۔

قادیانی کا دعوی الوہیت

دعوی نبوت کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ پہلے سنائے گئے ہیں یہاں دعوی الوہیت کا بیان ہے۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

رأ یتـنـی فی المنام عین الله و تیقنت اننی هو فخلقت السماوات و ا لا ر ض و قلت انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح (آئینہ کمالات اسلام،ص ۵۶۴۔۵۶۵۔خزائن ج ۵ص ایضا)

(میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی اللہ ہوں پھر میں نے آسمان اور زمین بنائے اور میں نے کہا کہ ہم نے آسمان کو ستاروں سے سجایا ہے)۔

ہم واقعات مرزا لکھ رہے ہیں اس لئے ہمارا فرض ہے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصل الفاظ نقل کردیں ان کے متعلق ان کے معتقدین کی تاویلات یا تحریفات کے ہم ذمہ دار نہیں:

محتسب را درون خانہ چہ کار

قادیانی کی نظرِ عنایت خاکسار ثناء اللہ پر

آسماں بار امانت نتوانست کشید
قرعہ فال بنام من دیوانہ زند

جس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی کے دو حصے ہیں (براہین احمدیہ تک اور اس سے بعد) اسی طرح مرزا صاحب قادیانی سے میرے تعلق کے بھی دو حصے ہیں۔ براہین احمدیہ تک اور براہین سے بعد۔ براہین تک میں مرزا صاحب قادیانی سے حسن ظن رکھتا تھا۔ چنانچہ ایک دفعہ جب میری عمر کوئی ۱۷۔۱۸ سال کی تھی میں بشوق زیارت بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان گیا۔ ان دنوں مرزا صاحب قادیانی ایک معمولی مصنف کی حیثیت میں تھے۔ مگر باوجود شوق و محبت کے میں نے وہاں دیکھا مجھے خوب یاد ہے کہ میرے دل میں جوان کی بابت خیالات تھے وہ پہلی ملاقات میں مبدّل ہو گئے جس کی صورت یہ ہوئی کہ میں ان کے مکان پر دھوپ میں بیٹھا تھا۔ وہ آئے اور آتے ہی بغیر اس کے کہ السلام علیکم کہیں یہ کہا تم کہاں سے آئے ہو کیا کام کرتے ہو۔

میں ایک طالب علم علماء کا صحبت یافتہ اتنا جانتا تھا کہ آتے ہوئے السلام علیکم کہنا سنت ہے۔ فوراً میرے دل میں آیا کہ انہوں نے مسنون طریق کی پرواہ نہیں کی کیا وجہ ہے مگر حسن ظن غالب تھا اس لئے یہ وسوسہ دب کر رہ گیا۔

جن دنوں آپ نے مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا میں ابھی تحصیل علم سے فارغ نہیں ہوا تھا۔ آخر بعد فراغت میں آیا تو مرزا صاحب کی کتابوں کا مطالعہ شروع کیا۔ دل میں تڑپ تھی۔ استخارے کئے دعائیں مانگیں ۔خواب دیکھے۔..(یہاں کچھ عبارت حذف شدہ معلوم ہوتی ہے ۔بہاء)...جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مجھے اپنے مخالفوں میں سمجھ کر مجھ کو قادیان میں پہنچ کر گفتگو کرنے کی دعوت دی جس دعوت کے الفاظ یہ ہیں: اگر یہ (مولوی ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آ کر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیشگوئی

کے لئے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جاوے گا اور آمد و رفت کا کرایہ علیحدہ۔ لیکن اس تفتیش کے لئے منہاج نبوت کو معیار صدق و کذب ٹھہراویں۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ اگر میرے معجزات اور پیش گوئیاں ان کے نزدیک صحیح نہیں تو ان کو تمام انبیاء سے انکار کرنا پڑے گا اور آخر ان کی موت کفر پر ہوگی۔

(اعجاز احمدی ص ۱۱؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۱۷۔۱۱۸)

مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ اس لئے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ تحقیق کیلئے قادیان میں آئیں۔ اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں۔ اور ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہر ایک پیش گوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کرینگے ورنہ ایک خاص تمغہ لعنت کا انکے گلے میں رہیگا۔ اور ہم آمد و رفت کا خرچ بھی دیں گے۔ اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی، تا آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے۔ اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور در بدر کی گدائی سے نجات ہوگی۔ بلکہ ہم اور پیشگوئیاں بھی معہ ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیشگوئی سو روپیہ دیتے جائیں گے۔ اس وقت ایک لاکھ سے زیادہ میری جماعت ہے پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لئے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لونگا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہو جائے گا۔ وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ جس حالت میں کہ وہ دو دو آنہ کے لئے وہ در بدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گذارہ ہے، ایک لاکھ روپیہ حاصل ہو جانا ان کے لئے ایک بہشت ہے۔ لیکن اگر میرے اس بیان کی طرف توجہ نہ کریں اور اس تحقیق کے لئے بپابندی شرائط مذکورہ جس میں بشرط ثبوت تصدیق ورنہ تکذیب دونوں شرط ہیں، قادیان میں نہ آئیں تو پھر لعنت ہے اس لاف و گذاف پر جو انہوں نے موضع مدّ میں مباحثہ کے وقت کی اور سخت بے حیائی سے جھوٹ بولا۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لا تقف ما ليس لك به علم گمراہوں نے بغیر علم اور پوری تحقیق کے عام لوگوں کے سامنے تکذیب کی کیا یہی ایمان داری ہے وہ انسان کتوں سے بدتر ہوتا ہے

جو بے وجہ بھونکتا ہے اور وہ زندگی لعنتی ہے جو بے شرمی سے گذرتی ہے

(اعجاز احمدی ۔ص ۲۳؛ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۱۳۱۔۱۳۲)

واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعہ سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لئے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صادق کے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہو گی۔ (اعجاز احمدی ۔ص ۳۷؛ خزائن ج ۱۹ ص ۱۴۸)

انجام اس کا یہ ہوا کہ میں نے ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۲۰ھ کو قادیان پہنچ کر مرزا صاحب کو اطلاعی خط لکھا جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔ بخدمت جناب مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱، صفحہ ۲۳ قادیان میں اس وقت حاضر ہے۔ جناب کی دعوت کے قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا۔ ورنہ اتنا توقف نہ ہوتا میں اللہ جل شانہ کی قسم کھاتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ (بقول خود) ایک ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز و مامور ہیں جو تمام بنی نوع کی ہدایت کے لئے عموماً اور مجھ جیسے مخلصوں کے لئے خصوصاً ہے اس لئے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ خود مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع عام میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات ظاہر کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دیتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں۔

راقم ۔ ابوالوفاء ثناء اللہ ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء ۔ وقت سوا تین بجے دن

مرزا جی نے اس کا جواب دیا

ازطرف عائذباللہ غلام احمد عـا فـاہ اللّٰہ و ایّد ۔بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب! آپ کا رقعہ پہنچا۔اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیش گوئیوں کی نسبت یاان کے ساتھ اورامور کی نسبت بھی جو دعوی سے تعلق رکھتے ہوں رفع کراویں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اوراگر چہ میں کئی سال ہوگئے کہ اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اوراوباشانی کلمات سننے کےاور کچھ ظاہرنہیں ہوگا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔

اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعوی کر دیا ہے کہ میں طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ اس دعوی پر آپ قائم رہ سکیں۔کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ہر بات کوکشاں کشاں بے ہودہ اورلغومباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خداتعالی کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگزنہیں کرونگا۔ سووہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے، وہ یہ ہے کہ آپ اس مرحلہ کوصاف کرنیکے لئے اول یہ اقرار کردیں کہ آپ منہاج نبوت سے باہرنہیں جائیں گےاوروہی اعتراض کریں گے جو آنحضرتﷺ پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عاید نہ ہوتا ہواورحدیث اورقرآن کی پیشین گوئیوں پرزد نہ ہو۔دوسری یہ شرط ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے،صرف آپ مختصرایک سطر یا دوسطرتحریردے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے، پھرآپ کوعین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔اعتراض کے لئے لمبا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دوسطر کافی ہیں۔تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی اعتراض آپ کرینگے کیونکہ آپ اطلاع دے کرنہیں آئے،چوروں کی طرح آ گئے اورہم ان دنوں بہ باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹے سے زیادہ وقت نہیں خرچ کر سکتے۔یادرہے کہ یہ ہرگزنہیں ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبروآپ وعظ کی طرح لمبی گفتگوشروع کردیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بندرکھنا ہوگا جیسے صم بکم۔یہ اسلئے کہ تا گفتگومباحثہ کے رنگ میں نہ ہوجائے۔

اول صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں تین گھنٹہ تک میں اس کا جواب دے سکتا ہوں اورایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کومتنبہ کیا جائے گا کہ اگرابھی تسلی نہیں ہوئی تو اورلکھ کرپیش کرو۔آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو

سناویں، ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے ، کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں (ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے۔ ثناء اللہ) یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں بآواز بلند لوگوں کو سنادوں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اسی طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائینگے۔ لیکن اگر یہ چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقع دیا جاوے تو یہ ہرگز نہیں ہوگا ۔

چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد میں ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤنگا۔ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن چودھویں جنوری ۱۹۰۳ء تک تین گھنٹہ تک آپ کیلئے خرچ کر سکتا ہوں ۔ اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایک ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا، ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے، خود خدا تعالی فیصلہ کر دے گا۔

سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جائیں گے اور میں وہ وسوسہ دور کرتا جاؤنگا۔ ایسا صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسے دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا، اس کو اپنے وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

بالآخر اس غرض کیلئے کہ اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی ہاتھ نہ جاویں، دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ میں انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کرونگا اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنونگا۔ صرف آپ کو یہ موقع دیا جائے گا کہ اول آپ ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو، ایک سطر یا دو سطر حد تین سطر تک لکھ کر پیش کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں۔ اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دونگا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن اسی طرح دوسری لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالی

کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤنگا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا، اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ ایک کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالی قسم دیتا ہوں کہ آپ اگر سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ وفساد میں عمر بسر نہ کریں۔اب ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں سے جو شخص انحراف کرے گا اسپر خدا کی لعنت ہے اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے سو اب میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں اور چاہیے کہ اول آپ مطابق اس عہد مؤکد بقسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا اور آپ کو بلایا جاویگا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جائینگے۔ مرزا غلام احمد بقلم خود۔

اس خط کو دیکھ کر چاہیے تھا کہ میں مایوس ہو جاتا مگر ارادہ کے مستقل آدمی سے یہ امید غلط ہے کہ وہ ایک آدھ مانع پیش آنے سے مایوس ہو جائے۔اس لئے میں نے پھر ایک خط لکھا، جو درج ذیل ہے:

الحمد للّٰہ و سلام علی عبادہ الّذین اصطفی ۔ امّا بعد ۔

از خاکسار ثناءاللہ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب! آپ کا طولانی رقعہ مجھے پہنچا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا وہی ظاہر ہوا۔ جناب والا! جب کہ میں آپ کی حسب دعوت مندرجہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۱ و۲۳ حاضر ہوا ہوں اور صاف لفظوں میں رقعہ اولی میں انہیں صفحوں کا حوالہ دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز العادۃ طبیعۃ ثانیۃ کے اور کیا معنی رکھتی ہے؟ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ اعجاز احمدی کے صفحات مذکورہ پر تو اس نیاز مند کو تحقیق کیلئے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میں (ثناءاللہ) آپ کی پیش گوئیوں کو جھوٹی ثابت کروں تو فی پیش گوئی مبلغ سو روپیہ انعام لوں اور اس رقعہ میں آپ مجھ کو ایک دو سطریں لکھنے کے پابند کرتے ہیں اور اپنے لئے تین گھنٹہ تجویز کرتے ہیں تلک اذاً قسمۃ ضیزی ۔

بھلا یہ کیا تحقیق کا طریقہ ہے میں تو ایک دو سطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹے تک فرماتے جائیں۔ اس سے صاف سمجھ آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری ہیں اور تحقیق سے اعراض کرتے ہیں جس کی بابت آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی، جس سے عمدہ میں امرتسر ہی میں بیٹھا کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔ مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت کو یاد کر کے بلا نیل و مرام واپس جانا کسی طرح مناسب نہیں جانتا، اس لئے میں آپ کی بے انصافی کو بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دو تین ہی سطریں لکھوں گا اور آپ بلا شک تین گھنٹے تک تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں اپنی دو تین سطریں مجمع میں کھڑا ہو کر سناؤنگا اور ہر ایک گھنٹے کے بعد پانچ منٹ نہایت دس منٹ تک آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کرونگا اور چونکہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے اس لئے فریقین کے آدمی محدود ہوں گے جو پچیس پچیس سے زائد نہ ہوں گے۔

آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں، کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں؟ اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے آپ کو آسمانی اطلاع ہوگئی ہوگی۔ آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھ کو دے دیجئے گا۔ کاروائی آج ہی شروع ہو جائے۔ آپ کے جواب آنے پر میں اپنا مختصر سا سوال بھیج دونگا۔ باقی لعنتوں کی بابت وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے (وہ یہ ہے کہ لعنت کا مخاطب اگر لعنت کا حق دار نہیں تو کرنے والے پر پڑتی ہے۔ ثناء اللہ)۔ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء

اس کا جواب جناب مرزا صاحب نے خود نہیں لکھا بلکہ آپ کی طرف سے مولوی محمد احسن صاحب امروہی نے لکھا جو درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ حامدا و مصلیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت اقدس امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ اس کے مضامین محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہوتی تھی لہذا حضرت اقدس کی طرف سے آپ کو یہی جواب کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں

ہے اور حضرت، انجام آتھم میں اور نیز اپنے خط مرقومہ جواب سامی میں قسم کھا چکے اور اللہ تعالی سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کوئی تقریر نہ کریں گے (غلط ہے۔ثناءاللہ)۔خلاف معاہدہ الٰہی کے کوئی مامور من اللہ کیوں کر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے؟ طالب حق کے لئے جو طریق حضرت اقدس نے تحریر فرمایا ہے کیا وہ کافی نہیں۔لہذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی ہے وہ ہرگز منظور نہیں اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کل قادیان وغیرہ کیا اہل الرائے اپنے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

خاکسار محمد احسن بحکم حضرت امام الزمان۔گواہ شد۔محمد سردار ابوسعید

بس اب ناامیدی ہوگئی تو میں مع اپنے مصاحبوں کے یہ کہتا ہوا چلا آیا

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

خاکسار ثناء اللہ پر آخری نظرِ عنایت

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے
بلا یہ کون لیتا جان پر لیتے تو ہم لیتے

میرا روئے سخن مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ اور بزرگان علمائے کرام سے بعد شروع ہوا مگر کیفیت میں ان سے بڑھ گیا تھا اس لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آخری نظر عنایت جو مجھ پر کی خود انہی کے لفظوں میں درج ذیل ہے۔فرماتے ہیں:

اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں درحقیقت کذاب مفسد ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ۔آمین بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم: عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

(مجموعہ قادیانی اشتہارات ۔جلد ۳ ص ۵۷۸-۵۷۹)

اس اشتہار کی اشاعت کے بعد ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی روزانہ ڈائری یوں چھپی:

ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا کہ اجیب دعوۃ الداع صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے۔باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔(قادیانی ملفوظات ۔ج ۹ ص ۲۶۸۔بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء ص ۷)

نتیجہ یہ ہوا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کو انتقال کر گئے آپ کے انتقال کی خبر اخبار الحکم کے خاص پرچہ میں جن لفظوں میں سنائی گئی وہ درج ذیل ہیں

وفات مسیح

برادران! جیسا کہ آپ سب صاحبان کو معلوم ہے کہ حضرت امامنا و مولانا حضرت مسیح موعود مہدی معہود (مرزا قادیانی) کو اسہال کی بیماری بہت دیر سے تھی اور جب آپ کوئی دماغی کام زور سے کرتے تھے حضور کو یہ بیماری بسبب کھانا نہ ہضم ہونے کے اور چونکہ دل سخت کمزور تھا اور نبض ساقط ہو جایا کرتی تھی عموماً مشک و غیرہ کے استعمال سے واپس آ جایا کرتی تھی اس دفعہ لاہور کے قیام میں حضور کو دو تین دفعہ پہلے یہ حالت ہوئی لیکن ۲۵ تاریخ مئی کی شام کو جب کہ آپ سارا دن پیغام صلح کا مضمون لکھنے کے بعد سیر کو تشریف لے گئے تو

واپسی پر حضور کو پھر اس بیماری کا دورہ شروع ہو گیا اور وہی دوا دی گئی جو کہ پہلے مقوی معدہ استعمال فرماتے تھے۔ مجھے حکم بھیجا تو بنوا کر بھیج دی گئی۔ مگر اس سے کوئی فائدہ نہ ہوا اور قریباً ۱۱ بجے اور ایک دست آنے پر طبیعت از حد کمزور ہو گئی اور مجھے اور حضرت خلیفہ نورالدین صاحب کو طلب فرمایا مقوی ادویہ دی گئیں اور اس خیال سے کہ دماغی کام کی وجہ سے یہ مرض شروع ہوئی نیند آنے سے آرام آجائے گا ہم واپس اپنی جگہ پر چلے گئے مگر تقریباً دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آ گیا جس سے نبض بالکل بند ہو گئی اور مجھے اور مولانا خلیفۃ المسیح مولوی نورالدین صاحب اور خواجہ کمال الدین صاحب کو بلوایا اور برادرم ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ صاحب کو بھی گھر سے طلب کیا اور جب وہ تشریف لائے تو مرزا یعقوب بیگ صاحب کو اپنے پاس بلا کر کہا کہ مجھے سخت اسہال کا دورہ ہو گیا ہے آپ کوئی دوا تجویز کریں۔ علاج شروع کیا گیا چونکہ حالت نازک ہو گئی تھی اس لئے ہم پاس ہی ٹھہرے رہے اور علاج باقاعدہ ہوتا رہا مگر نبض واپس نہ آئی یہاں تک کہ ساڑھے دس بجے صبح ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو حضرت اقدس کی روح اپنے محبوب حقیقی سے جا ملی انا للہ وانا الیہ راجعون۔

(ضمیمہ الحکم غیر معمولی پرچہ الحکم مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء)

اور خاکسار مصنف (ثناء اللہ مورد عتاب مرزا) تا حال (جون ۱۹۲۳ء تک) بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آج سے ۱۵ سال پہلے فوت ہو چکے۔

آہ!

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم بہار آخر شد

☆☆☆☆☆

ڈاکٹر بہاءالدین

تحریک ختم نبوت کا پروانہ

ڈاکٹر بہاءالدین اور تحریک ختم نبوت انسائکلو پیڈیا

(تحریر: پروفیسر عبدالعظیم جانباز سیالکوٹ)

عقیدہ ختم نبوت ایک بدیہی عقیدہ ہے جس پر کسی بھی دلیل کی ضرورت نہیں ہر سلیم الفطرت انسان اس بات کو بخوبی جانتا ہے کہ حضور خاتم النبیین ﷺ اللہ کے آخری رسول اور نبی ہیں۔ آپ کے بعد کسی نبی نے نہیں آنا، اگر کوئی نبوت کا دعوی کرے تو وہ دجال اور کذاب تو ہوسکتا ہے، لیکن نبی نہیں ہوسکتا۔ ایک سو سے زائد آیات قرآنیہ اور سینکڑوں احادیث مبارکہ عقیدہ ختم نبوت کے لئے دلیل ہیں۔ اس کے باوجود ہر دور میں کچھ خبیث الفطرت عقل وشعور سے عاری لوگوں نے اس عقیدہ پر نقب لگانے کی کوشش کی، تو شمع نبوت کے پروانوں نے اس فتنہ کا بھرپور مقابلہ کرتے ہوئے انجام بد سے دوچار کیا۔

انیسویں صدی کے اختتام اور بیسویں صدی کے آغاز میں برصغیر پاک و ہند میں انگریز نے اسلام کے بنیادی عقیدہ ختم نبوت پر نقب لگانے کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی کو کھڑا کیا، تو اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے اس دور کے مقتدر علماء وطلبہ، اور ہر طبقہ سے تعلق رکھنے والے شمع نبوت کے پروانے عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ کے لئے اپنا سب کچھ لٹانے کا عزم لے کر میدان میں برسرپیکار ہوئے۔ قید و بند کی صعوبتیں، بیڑیاں، اور ہتھکڑیاں بھی ان کو اپنے مشن سے پیچھے نہ ہٹا سکیں۔ تقسیم ہند سے قبل اور بعد میں بھی تحریک تحفظ ختم نبوت میں کسی قسم کی لچک پیدا نہیں ہوئی بلکہ پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد اس تحریک میں اور تیزی پیدا

ہوئی۔خصوصاً ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں مرزا قادیانی اور اس کے پیروکاروں کو آئینی طور پر دائرہ اسلام سے خارج قرار دینے کے مطالبہ پر بے شمار پروانوں نے اپنی جانوں کے نذرانے پیش کیے۔اس وقت بظاہر تحریک کی ناکامی کے باوجود تحریک کامیابی کی طرف رواں دواں رہی۔

یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ شہدائے ختم نبوت کے خون کی برکت،علماء کی مسلسل محنت اور قربانیوں کے نتیجے میں بالآخر ۱۹۷۴ء میں قادیانی لوگ پاکستان کی قومی اسمبلی میں طویل بحث ومباحثے کے بعد بالاتفاق اقلیت قرار پائے اور یوں الحمدللہ عقیدہ ختم نبوت کو آئینی ودستوری تحفظ نصیب ہوا۔

اس کے بعد ۱۹۸۴ء میں جنرل ضیاء الحق مرحوم کے دور میں ایک صدارتی آرڈیننس کے ذریعہ قادیانیوں کو اسلامی شعائر کے استعمال سے روک دیا گیا۔یہ ایک بہت بڑا معرکہ تھا جس میں اللہ تعالی نے اہل اسلام کو کامیابی عطا فرمائی۔تاہم قادیانیوں نے آج تک اپنے آپ کو غیر مسلم تسلیم نہیں کیا۔انہوں نے ہمیشہ اپنی جماعت کو مستحکم اور مضبوط کرنے کی کوشش کی اور مختلف ناپاک تدبیروں سے عام سادہ لوح مسلمانوں کو مرتد بنانے کے لئے اپنے دجل وفریب کے جال پھیلائے۔آج بھی کئی مسلمان جوان کی اصل حقیقت سے آگاہ نہیں ان کے ڈالے ہوئے ارتدادی جالوں کا شکار ہوجاتے ہیں۔خصوصاً موجودہ دور میں جب سے سوشل میڈیا کا استعمال عام ہوتا جارہا ہے یہ صورت حال مزید گھمبیر ہوتی جارہی ہے۔روز افزوں مقدس شخصیات کی اہانت کا سلسلہ بڑھتا جارہا ہے اور دشمنان اسلام کی سرگرمیاں تیز ہورہی ہیں یقیناً یہ صورت حال اکابر علماء کے لئے بالخصوص اور ختم نبوت کے پروانوں کے لئے بالعموم انتہائی خوف ناک اور تشویشناک ہے۔ عام مسلمانوں کے ایمان کی حفاظت اور قادیانیوں کے اصل اور مکروہ چہرے سے پردہ اٹھانا اہل اسلام کی ذمہ داری ہے۔

انسان کی زندگی،اس کی تہذیب،اس کے تمدن، اس کی ثقافت،اس کی شرافت،اس کی معاشرت، یعنی اس کی تمام تر زندگی اس کے عقائد کا منہ بولتا ہوا ثبوت ہے۔جو خداوند متعال پر یقین رکھتا ہے وہ بھی،اور جو نہیں رکھتا وہ بھی،یعنی جس نے گنگا کے جل میں دیکھا،یا کچلی کے تھل میں دیکھا،جس نے اسے چمکتے سورج میں پایا،جس نے اسے دمکتے چاند میں دیکھا،جس نے اسے کھلتی ہوئی کلی میں تلاش کیا،جس نے اسے

مقید ہوتی ہوئی خوشبو میں ڈھونڈا، ڈھونڈتا ہر کوئی اسی مالک الملک، احد، واحد، یکتا بے مثل و بے نظیر کو ہے۔ لیکن یہ عقیدہ ہے کہ اگر ہم اس کی معرفت حاصل کرنا چاہتے ہیں تو ہمیں لا سے سفر شروع کر کے الـــہ سے ہوتے ہوئے الـلـــــہ تک پہنچنا ہے۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے وہ اپنے آپ کو خداوند بزرگ و برتر کا، اللہ رب العزت کا بندہ سمجھتے ہوئے اپنے اوپر واجب قرار دیتا ہے کہ وہ اللہ کی، فقط ذات ہی کو نہیں مانے، بلکہ اس کی بات کو بھی مانے۔ دنیائے آدم وعالم میں یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہے اور اس سے انکار ممکن نہیں کہ جن لوگوں نے اللہ کی ذات اور بات کو ماننے کی کچھ بھی سعی کی، ان کے درجات دنیا میں ظاہراً اور یقیناً آخرت میں باطناً بہت بلند کر دیئے گئے ہیں۔ ہمارے سامنے بیسیوں ایسی مثالیں ہیں جن پر غور کر کے ہم دیکھ سکتے ہیں۔ علماء فقہاء محدثین ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اللہ رب العزت کی توحید پر قلم فرسائی کی ہے۔ جہاں اللہ رب العزت کی توحید کا اقرار ہے، اسی سے متصل اللہ کے فرمان ذی شان کے مطابق یعنی اللہ کی ذات کو ماننا لا اله ا لا الله ہے اور اس کی بات ماننا محمد رسو ل الله کا اقرار ہے۔

انسان کی ہدایت کا سلسلہ جو اس نے سیدنا آدم سے شروع کیا اور حضرت ختم مرتبت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر ختم کر دیا، اب عقیدہ توحید کا قائل اگر عقیدہ ختم نبوت عقیدہ رسالت پر ایمان نہیں رکھتا تو اس کا عقیدہ کامل نہیں ناقص ہے۔ اگر انسان حضرات انبیاء کی ذوات باصفات کو سمجھنے کی کوشش کرتا ہوا حضرت رسالت مآب پر آئے اور وہاں رکے نہیں، یعنی عقیدہ ختم نبوت کا قائل نہ ہو، تو اس کے عقیدہ توحید کا کوئی فائدہ نہیں۔ اس کا دوسرے انبیاء اور ان پر نازل ہونے والے صحف پر یقین اور ایمان کا قطعاً ذرہ برابر بھی فائدہ نہیں۔ نہ یہاں، نہ وہاں۔ ہاں یہاں وہ اس طرح کی گھٹیا حرکت کر کے عقیدہ ختم نبوت سے انکار کر کے یا اس کو کسی طرح سے بھی اس سے دوری اختیار کر کے اپنا نام تو شائد بنا لے، لیکن یہ دو دن کی روشنی ہے اور پھر اندھیری رات والا کام ہو جائے گا۔

خداوند ذوالجلال نے اپنے انبیاء کو مبعوث فرمایا۔ ان تمام انبیاء کا جو سید و سردار ہے، وہ اللہ کا محبوب ہے۔ یعنی حضور پاک ﷺ کے فرمان مبارک کے مطابق لا نبی بعدی کے بعد اس سلسلہ کا قطعاً بالکل نہ سوچ میں، نہ سمجھ میں، نہ عقل میں، نہ شعور میں، نہ فہم میں، نہ قلم میں، نہ کتاب میں، کسی صورت میں ایک لفظ تو کیا

سوچا بھی نہیں جا سکتا کہ اس عقیدے سے انحراف کیا جائے۔عقیدہ ختم نبوت دراصل عقیدہ توحید کی بقاء و بنیاد ہے۔دراصل اسلام کی بنیاد، اسلام کی بقا، اسلام کا احیا، اسلام کے استحکام، اسلام کی تبلیغ، اسلام کو منزلت تک پہنچانا، اسلام کو سر بلند کرنا، اور اسلام کو سر بلند کرتے ہوئے اپنے آپ کی سر بلندی، اگر ہم چاہتے ہیں تو بحیثیت مسلمانوں کے عالم بحیثیت وارثان جانشین رسالت یعنی انبیاء کی تعلیم کو پھیلانے والے ہم جو جانشین ہیں ،یعنی ہمارے جو علماء وفقہاء مفسرین محدثین ہیں۔ یہ ضروری ہے کہ ہم بااعلان اور ہر طرح سے یعنی قلم سے بھی، قدم سے، زبان سے بھی، بیان سے بھی، جہاں موقع ملے اس بات کا پرچار کریں گے کہ عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کی جڑ ہے۔عقیدہ ختم نبوت ہمارے ایمان کا ضامن ہے۔اس عقیدے سے انحراف کرتے ہوئے اگر ہم چلیں گے تو پھر نہ ہم عقیدہ توحید تک پہنچیں گے، اور نہ عقیدہ رسالت ہمیں کوئی فائدہ دے گا۔ ہماری نمازیں، ہمارے عقائد اور ہماری عبادات ہمیں کچھ بھی فائدہ دینے والے نہیں ہیں۔

آیئے ذرا غور کرتے ہیں کہ یہ عقیدہ ختم نبوت دراصل ہے کیا؟ اللہ نے انسان کے لئے جو اسباب مہیا کئے ہیں، انبیاء کی شکل میں اور خصوصاً احمد مصطفیٰ حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کی صورت میں، یہ ہم سے تقاضا کیا کرتے ہیں۔عقیدہ ہم سے تقاضا کیا کرتا ہے۔

اب یہاں تک تو ہم پہنچ چکے کہ یہ ایک بدیہی عقیدہ ہے۔ایک نظریہ حیات ہے۔عقیدہ ختم نبوت اسلام کی بنیاد ہے۔آج تک بہت سارے لوگوں نے اس پر قلم فرسائی کی۔جن لوگوں نے انحراف کیا ان کے جواب میں بھی بہت سارے دلائل اور براہین سے کام لیا گیا۔اور جن لوگوں نے ختم نبوت کا پرچار کیا انہوں نے بھی اپنی طرف سے کمال کرنے کی کوشش کی۔انہی شخصیات میں سے ایک ایسی شخصیت کہ جس نے اپنی زندگی کا لمحہ لمحہ اس کام کے لئے وقف کر دیا۔جس نے اپنی جوانی اس کام میں لگا دی۔جس نے اپنے تمام تر وسائل کو بروئے کار لاتے ہوئے اس مشن کا بیڑہ اٹھایا، جس نے اپنی مالی، بدنی، ذہنی اور روحانی کیفیات کو یکجا کیا اور کتاب کی شکل میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی کہ عقیدہ ختم نبوت اگر انسان رکھتا ہو، تو دین و دنیا میں ممتاز اور سرفراز ہو جاتا ہے۔ایسا ہی ایک نام ڈاکٹر بہاء الدین کا ہے کہ جنہوں نے دین کے بہاؤ میں، دین کی تبلیغ میں، دین کی معرفت کے بہاؤ میں بہتے ہوئے اس قدر خوبصورتی اختیار کر لی ہے کہ کتنی ہی کتابیں ہیں جو آپ

کے نام سے ہیں، کتنی ہی قلم فرسائیاں ہیں، کتنے ہی الفاظ ہیں، جو آپ کے قلم کے ایک ایک نقطے سے نکلے ہیں۔ آپ ایک عالی قدر، ایک زیرک، ایک انتہائی شریف النفس انسان ہیں جنہوں نے حضرت احمد مجتبیٰ محمد مصطفیٰ ﷺ پر متعدد کتابیں لکھتے ہوئے آج ہمارے سامنے اتنا بڑا ذخیرہ جمع کر دیا ہے کہ آنے والی نسلیں بھی اگر اس عقیدے پر مزید قلم فرسائی کرنا چاہیں، رہنمائی حاصل کرنا چاہیں تو بغیر کسی حیل و حجت کسی مسئلہ کے وہ کر سکتے ہیں۔

بڑے خوش نصیب اور لائق مبارک باد ہیں وہ لوگ جو اس اہم ترین میدان میں کام کر رہے ہیں، اور علمائے کرام کی کاوشوں کو منصۂ شہود پر لا رہے ہیں۔ خصوصاً عصر حاضر میں اس سلسلے کی سب سے بڑی قد آور علمی شخصیت ڈاکٹر بہاء الدین کی ہے جنہوں نے دیار غیر میں بیٹھ کر ۷۵ جلدوں پر مشتمل تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ایک انسائیکلو پیڈیا مرتب کر کے ایک ایسا تاریخی کارنامہ انجام دیا ہے جو تاریخ میں یقیناً سنہرے حروف میں لکھا جائے گا۔

تحریک ختم نبوت ایک مقدس تحریک ہے جو عالم اسلام کے درمیان امن و محبت اور اتحاد و یکجہتی کا باعث بن سکتی ہے۔ ڈاکٹر بہاء الدین کا کہنا ہے کہ سنی شیعہ سمیت جس جس نے بھی تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کیا ہے وہ اس کتاب کی زینت بنا دیا گیا ہے اور ان میں سے ایک ایک فرد ہماری آنکھوں کا تارا ہے۔ ڈاکٹر صاحب ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی نے مسیح ہونے کا دعوی اپنے رسالہ میں ۳۱ جنوری ۱۸۹۱ء کو کیا تھا جسے امرتسر میں اشاعت کے دوران اہل حدیث کے ایک فرزند مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے دیکھ لیا اور بذریعہ خط مرزا سے پوچھا کہ کیا وہ مسیح موعود ہونے کا دعوی کر رہا ہے؟ جس کے اعتراف میں مرزا قادیانی نے صرف ہاں میں جواب دیا۔ اور یوں علمائے حق کی طرف سے تحریک تحفظ ختم نبوت کا آغاز ہوا۔

تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی عظیم علمی کاوش ہے۔ اس پر وہ بجا طور پر مبارک باد کے مستحق ہیں۔ دعا ہے کہ ڈاکٹر صاحب کا سایہ صحت و سلامتی سے تا دیر قائم رہے اور ان کی اس علمی کاوش کو اللہ رب العزت اپنی بارگاہ میں قبول و منظور فرماتے ہوئے ان کے لئے صدقہ جاریہ بنا دیں۔

ان کی کتابوں قارئین کرام استفادہ کرسکیں اور یہ نسل درنسل عقیدہ ہمارا چلتا رہے۔اور ہم میں کم از کم اتنی معرفت اللہ رب العزت پیدا کردے کہ ہم اس عقیدے پر اپنی تمام مساعی جمیلہ کو بروئے کار لاتے ہوئے اپنے اپنے حصے کا دیا ضرور روشن کرجائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۱۱ جنوری ۲۰۱۹ء)

....

سلیمان اور ابوسلیمان

اگر چہ کہ میری ملاقات بابائے تبلیغ سے کبھی نہیں ہوئی ہے لیکن مجھے پہلے اور قریب سے بھی بابائے تبلیغ مولانا عبداللہ گورداسپوری رحمۃ اللہ کے کئی ایک اہم وہ خطوط پڑھنے کا موقع ملا ہے جو انہوں نے اپنے صاحبزادے ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان اظہر صاحب کو وقفہ وقفہ سے لکھا تھا۔ان مختصر اور طویل خطوط سے بہت ساری باتیں معلوم ہوتی ہیں۔سب سے اہم بات جو میں نے محسوس کی وہ یہ ہے کہ مولانا گورداسپوری اپنے صاحبزادے ڈاکٹر صاحب سے بے حد محبت کرتے تھے۔ان سے خطاب کا انداز بتاتا ہے کہ باپ اپنے اس بیٹے سے کس قدر محبت کرتا ہے اور عزت بھی۔ان خطوط میں ایک بات یہ بھی نظر آئی کہ انہوں نے اپنے مختلف اعزاء واقرباء کے علاوہ محلے اور گاؤں کے پریشان حال لوگوں کی مالی مدد کے لئے اس قدر نرالہ اور شریفانہ انداز اختیار کیا ہے کہ قربان جایئے۔ایک جگہ لکھا ہے کہ اگر فلاں کی ماہانہ امداد جو کرتے ہو اس میں اگر کچھ اضافہ ہو جائے تو بہتر ہوگا۔باپ تھے، بڑے آدمی تھے، حکم کرسکتے تھے لیکن بزرگوں کا انداز تخاطب ہی شریفانہ ہوتا ہے۔ان خطوط سے اندازہ ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب اپنے تقریباً تمام رشتہ داروں کے علاوہ کئی علماء کی بھی مسلسل مالی مدد کرتے ہیں۔ان خطوط میں مولانا (عبداللہ گوردسپوری) نے جگہ جگہ اپنے اس بیٹے کو بہترین دعاؤں سے مالا مال کیا ہے ان دعائیہ جملوں سے ان کی فرط محبت کا خوب اندازہ ہوتا ہے..۱۹۸۸ء میں آپ

برطانیہ تشریف لائے تھے اگر چہ کہ مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ کی دعوت پر برطانیہ آئے تھے لیکن ان کا قیام اپنے بیٹے ڈاکٹر سلیمان اظہر ہی کے گھر تھا۔ پھر کبھی تفصیلی روشنی ڈالوں گا۔

شیخ شیر خان جمیل احمد عمری۔ نائب ناظم اعلی مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ۔

....

ایک قاری القرآن کا مبشر خواب

السلام علیکم و رحمة الله و بركاته

آج بروز منگل (۲۷ نومبر ۲۰۱۸ء) نماز فجر کی ادائیگی کے بعد گھر آ کر مختصر ناشتہ کیا اور آرام کی غرض سے نیند کی آغوش میں چلا گیا۔ پھر عجیب خواب دیکھا کہ:

کلیہ دار القرآن والحدیث فیصل آباد کی پرانی عمارت میں کبار علماء کا بڑا اجتماع ہے۔

مورخ اسلام ڈاکٹر بہاء الدین حفظه الله تعالى و رعاه دار القرآن مسجد کی چھت سے علماء کرام اور خصوصاً مولانا عتیق اللہ سلفی ستیانہ والے کے ہمراہ ہاتھ میں اعزازی شیلڈز اور پھول تھامے نیچے اتر رہے ہیں۔ علماء کرام آپس میں بڑی گرم جوشی سے مل رہے ہیں جن کی آنکھوں سے خوشی کے آنسو بھی بہہ رہے ہیں۔،

اللہ رب العزت سے دعا ہے کہ آپ کی خدمات قبول فرمائے۔ خصوصاً ختم نبوت کے حوالہ سے مزید خدمت کا موقع دے۔ اور تمام تر کاوشوں کو شرف قبولیت بخشے۔ (قاری نوید الحسن لکھوی)

....

و الصلوة و السلام على خير خلقه محمد و على آله و صحبه اجمعين۔

و الحمد لله رب العالمين

فقير بارگاه صمدى ۔ محمد بهاء الدين

تحریکِ ختمِ نبوّت

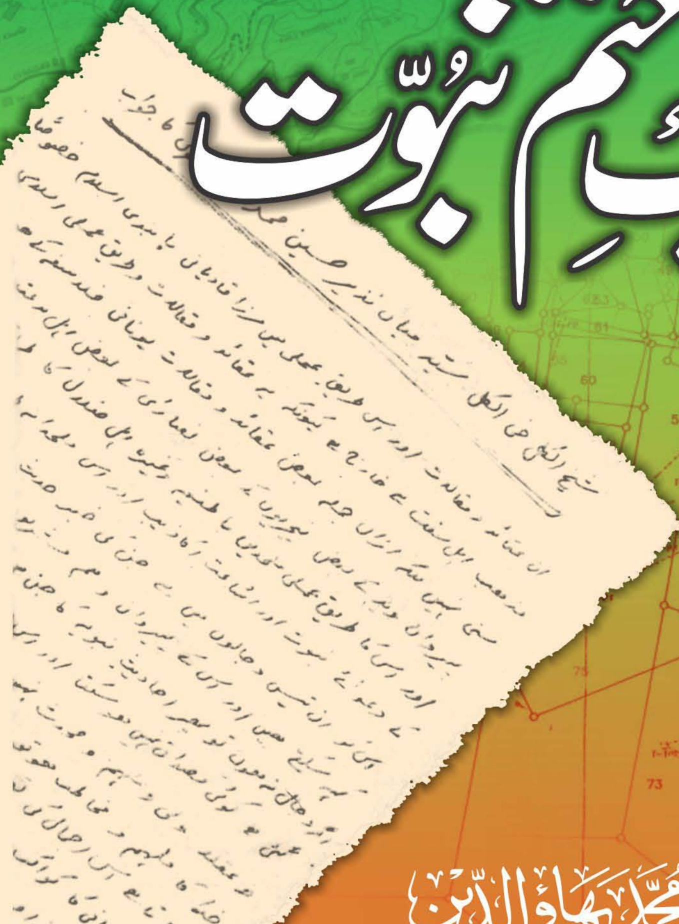

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ وہفتم (۵۷)

قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۰۔۱۹۳۱ء(۱۸)
تعلیمات مرزا

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ وہفتم (۵۷)
	قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۰ء۔۱۹۳۱ء (۱۸)
	تعلیمات مرزا
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۳۳
ویب سائٹ اڈیشن	مئی ۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۹
جلسہ مدراس میں اخبار اہل حدیث کا ذکر خیر	۱۰
قادیانی اپنے ارادوں میں ناکامیاب گیا	۱۱
مرزا صاحب کا فلسفہ اخلاق	۱۳
خاتم النبیین ۔ سلسلہ مضامین معماریہ ۔۲	۱۴
قادیان اور حضرت بہاء اللہ	۱۷
شیخ بہاء اللہ اور ان کا دعوی	۱۹
احمدی جماعت کے لئے ہجرت کا حکم	۲۱
آسمانی نکاح پر نظر	۲۲
جواب نداء ایمان	۲۶
رسالہ مراق مرزا لاجواب ہے	۳۱
مناظرہ مرزائیاں	۳۷
قادیانی علم کلام	۳۹
قادیان میں فساد وقتال	۴۰

خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت اور ان کا انکار	۴۱
تفسیر القرآن میں مقابلہ	۴۳
تفسیر نویسی	۴۵
برما میں زلزلہ: صداقت مرزا	۴۹
تفسیر نویسی کا چیلنج اور خموشی	۵۲
کھلا خط بنام مولوی غلام رسول راجیکی	۵۳
جواب الجواب: اخلاق مرزا	۵۴
تفسیر بالرائے	۵۴
مولوی غلام رسول مرزائی کا وعدہ انعام	۵۵
قادیانی انعامات	۵۸
کانگریس کے خلاف فتوی قادیان سے	۵۹
مباحثہ مرزائیاں بمقام مونگ	۶۵
قصور کس کا؟ علماء کا یا مرزا کا	۶۹
مباحثہ مونگ ضلع گجرات پنجاب	۷۱
انبالہ شہر میں مرزائیت کا جنازہ نکل گیا	۷۲
قادیانی فتوحات زندہ باد	۷۲
قادیانی برات میں ماتم کا سامان	۷۴
جماعت قادیانی سے مطالبہ	۷۶
کھلی چٹھی بنام مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان	۷۸
خدمات مرزا	۷۹
قول فیصل	۸۲

قادیانی کے نسب پر بھی ایک نظر	۸۴
امام قادیان کا افسوس گورنر کیس پر	۸۵
قادیانی مباحثات کی مرزائی رپورٹیں	۸۷
قادیانی دائرہ تناسخ	۹۰
حضرت یونس اور بطن الحوت	۹۱
مراق مرزا	۹۳
شیخ بہاء اللہ ایرانی اور کوکب ہند دہلوی	۹۶
پیغامی اور محمودی دونوں سچے ہیں	۹۷
تعلیمات مرزا یا بم کا گولہ	۹۸
قادیانی تفسیر نویسی	۱۰۱
قادیانی انعام کی حقیقت	۱۰۸
تحریک وہابیت اور احمدیت	۱۱۰
کیا الفضل اپنی حق گوئی کا ثبوت دے گا؟	۱۱۵
قادیانی مجدد کامل	۱۱۷
مسیح قادیانی اور مہاتما گاندھی	۱۲۰
مرزائی اخلاق	۱۲۵
شیخ بہاء اللہ: ظہور اللہ	۱۲۷
وہی تفسیر نویسی کا ولولہ	۱۲۹
ولادت مسیح	۱۳۵
حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں	۱۴۱
قادیانیوں اور عیسائیوں میں مباحثہ	۱۴۸

اعور کون اور کذاب کون	۱۵۱
خلیفہ قادیان کا عیسائیوں کے مقابل گریز	۱۵۳
کھلا عریضہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری	۱۵۴
خلیفۃ المسیح کا فرار	۱۵۵
مرزا قادیانی اور آیات قرآنی	۱۵۶
بٹالہ میں اہلحدیث اور مرزائیوں کا مباحثہ اور مباہلہ	۱۶۰
مباہلہ سے فرار اور مریدوں کی نظر میں قرار	۱۶۲
حدیث مجدد	۱۶۳
پیر جماعت علی شاہ اور مرزا قادیانی	۱۶۶
مباہلہ ہوگا؟ غالباً نہیں	۱۷۰
قادیانی اور عیسائی مناظرہ کیوں نہیں ہوتا	۱۷۱
قادیانی مسخرہ پن	۱۷۲
ایک آیت کی تفسیر میں فلاسفہ حال کے پانچ اقوال	۱۷۴
مجوزہ گھڑیالوی، قادیانی مباہلہ میں محاکمہ	۱۷۹
قیامت کبریٰ آ گئی	۱۸۳
قادیانی بڑے ہوشیار ہیں	۱۸۸
الہام قادیانی: خلاف آیت قرآنی	۱۹۰
مباہلہ اور مباحثہ میں کیا دیر ہے؟	۱۹۲
قادیانی مسیح اور حواریوں میں اختلاف	۱۹۴
مباہلہ مرزا	۱۹۹
راولپنڈی میں مرزائی جلسوں کے نتائج	۲۰۵

علامات مسیح	۲۰۶
ان شا نئك هو ا لا بتر	۲۰۸
بیٹا باپ کی مسند پر	۲۱۰
کوئٹہ میں زلزلہ اور قادیان میں خاموشی	۲۱۱
قادیان میں قتل وقتال	۲۱۲
ایک مخلوط النسل عظیم الشان انسان: مسیح قادیان	۲۱۳
مرزا کی دعا کے مطابق ثناء اللہ کیوں نہ مرا؟	۲۱۶
انعام جمع کراؤ	۲۲۰
میں بھی امیدوار انعام ہوں	۲۲۲
عشرہ مرزائیہ۔۱	۲۲۳
کرامات مرزا	۲۲۷
قادیان اور نور افشان	۲۳۰
عشرہ مرزائیہ۔۲	۲۳۱
فخر الدین ملتانی کو جواب	۲۳۶
حرامزادے سور	۲۳۸
متفرقات مرزائیہ	۲۳۹
آخری فیصلہ کی چھان بین	۲۴۱
مرزا صاحب اور عقلی اعجاز	۲۴۳
مولوی محمد علی اور ڈاکٹر بشارت جواب دیں	۲۴۶
راولپنڈی میں کانفرنس اتحاد بین المسلمین کا حشر	۲۴۷
آخری فیصلہ پر آخری سانس	۲۴۹

ذریة البغایا کی تشریح	۲۵۳
قادیانی انعامی چیلنج	۲۵۴
کیا سچ مچ مسیح آ گیا؟	۲۵۶
قادیانی ہم سے مباحثہ کیوں نہیں کرتے؟	۲۵۷
تعلیمات مرزا	۲۵۹
پہلے مجھے دیکھئے	۲۵۹
باب اول: صفات مرزا	۲۶۰
دوسرا باب: اختلافات مرزا	۲۶۱
تیسرا باب: کذبات مرزا	۲۷۹
چوتھا باب: نشانات مرزا	۲۹۱
باب پنجم: اخلاق مرزا	۳۰۸
چورن کا اشتہار	۳۱۸
بہاءالدین: مشاہدات وتاثرات (پروفیسر محمد سرور۔ بوریوالا)	۳۱۹
رقیمہ وداد۔ چوہدری محمد ظفر اقبال ایم اے۔ بوریوالا	۳۲۸
ارمغان ممبئی۔ شیخ جبران احمد رحمانی، جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی	۳۳۰
راشدی ارمغان۔ سید انور شاہ راشدی پیر آف جھنڈا	۳۳۱
میرا نصیب: چوکیداری	۳۳۲
ایک گرامی نامہ	۳۳۳

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الا نبیاء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد ستاون (اور قادیانی مشن کی جلد اٹھارہ) قارئین کی نذر کی جا رہی ہے جس میں ۱۹۳۰ء۔۱۹۳۱ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دستیاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبداللہ معمار، مولوی خلیل احمد نظام آبادی منشی محمد حسین صابری بریلوی، بابو حبیب اللہ کلرک امرتسری، حافظ فضل الرحمٰن لالہ موسی، مولوی عبدالسلام مدراس، مولوی مہر الدین میاں ونڈ، مولوی نور حسین گرجاکھی، مولوی محمد عبدالکبیر کوم کلاں، حافظ محمد حسن انجمن اہل حدیث لاہور، سید محمد حسن شاہ مالاکنڈ، سید محمد شریف گھریالوی، مولوی محمد عبداللہ منیجر محمد یہ سکول امرتسر، مولوی عبداللہ وکیل سری نگر وغیرھم کی نگارشات نقل ہوئی ہیں نیز مولانا ثناء اللہ امرتسری کا رسالہ تعلیمات مرزا بھی شامل اشاعت ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۳۰ء۔۱۹۳۱ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔

ممنون ہونگا۔ والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بهاء الدين** ۳۱ جنوری ۲۰۱۹ء

ویب سائٹ پر اپ لوڈ کرنے کی غرض سے مطبوعہ جلد ہذا پر نظر ثانی کی گئی ہے، اور کمپوزنگ کی چند غلطیاں بھی درست کر دی گئی ہیں۔ ناظرین و قارئین سے دعائے خیر کی درخواست ہے

محمد بہاء الدین۔ ۱۵ مئی ۲۰۲۰ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

جلسہ مدراس میں اخبار اہل حدیث کا ذکر خیر

والا جاہ ابوالصمصام محمد عبدالسلام بڑ مبٹ مدراس سے لکھتے ہیں:

ارباب عقل وتمیز سے پوشیدہ نہ رہے کہ امروز فردا تبلیغ عقائد مرزائیہ قادیانیہ کی زبان اردو جاننے والے مسلمانوں سے گذر کر تامل زبان کے جاننے والوں میں اشاعت ہورہی ہے۔ چنانچہ مذکورہ عقاید مرزا سے عوام مسلمانوں کو باز رکھنے کی غرض سے ایک انجمن بنام حفاظۃ الاسلام،مسلمانان میتال پیٹھ (مدراس) نے قائم کی ہے۔انجمن مذکورہ کا جلسہ آج بروز جمعہ بعد نماز جمعہ ۱۵نومبر ۱۹۲۹ء مسجد بڑمبٹ میں زیر صدارت ملک التجار ساہوکارسی عبدالحکیم منعقد ہوا۔صدر نے بزبان تامل اپنی افتتاحی تقریر میں سامعین کو موجودہ وقت میں مسلمانوں کو بجائے اشاعت اسلام کرنے کے حفاظت اسلام کی اہمیت کو واضح طور پر بیان فرماتے ہوئے کہا:

مرزائی لوگ اشاعت اسلام کررہے ہیں لیکن اس کی آڑ میں اپنے مسیح موعود مرزا غلام احمد کے عقیدوں سے عوام کو بہکایا کرتے ہیں جو اہل سنت و جماعت کے عقاید کے خلاف ہے اور مرزا پنجاب کے رہنے والے تھے پنجابی حضرات انکے عقاید سے خوب واقف ہیں مدراس میں چند اردو دان حضرات کچھ کچھ ان کے عقیدوں سے واقف ہوئے ہیں علاوہ مدراس کے علاقہ مدراس میں تامل زبان کے جاننے والے عام مسلمان بہت ہیں مرزا صاحب کے عقائد کو بزبان تامل بذریعہ اخبار وتالیف وتصنیف مشتہر کرکے عوام مسلمانوں کو گمراہ کیا جاتا ہے اس لئے بہت ضروری وانسب ہے کہ اس کا تدارک کیا جائے اور انجمن حفاظۃ الاسلام کا ہونا ضروری ہے اور مرزا غلام احمد کا ردّ بہت معقول پیرایہ میں امرتسر کے اخبار اہل حدیث میں ہوا کرتا ہے جو اس کام کو باحسن وجوہ پورا کرتا ہے۔اس کے بعد اخبار سیف الاسلام مدراس کے اڈیٹر مولوی احمد سعید نے بزبان تامل صاحب صدر کے

کلام کی تائید فرماتے ہوئے کہا

اس وقت اشاعت اسلام سے بڑھ کر ہم مسلمانوں کو حفاظت اسلام کرنا چاہیے کیونکہ آئے دن اور تو اور اسلام کے اندر بعض فرقے باطل عقاید کو مشتہر کر کے عوام مسلمانوں کو گمراہ کر رہے ہیں اس واسطے ان کی مدافعت کے لئے ایک انجمن تحفظ اسلام کا ہونا بہت ضروری ہے آریہ اور مرزائیہ کا رڈ اس وقت حضرت مولانا ابو الوفاء ثناء اللہ صاحب مدیر اہل حدیث ہر ہفتہ معقول طور پر شائع کر کے ہم کو سبک دوش فرماتے ہیں۔وغیرہ

آخر میں جناب سکرٹری صاحب انجمن حفاظۃ الاسلام میتال پیٹھ مدراس محمد علی صاحب نے بزبان تامل صاحب صدر کی تائید فرماتے ہوئے کہا کہ

اخبار اہل حدیث امرتسر ہماری انجمن میں آتا ہے۔مولانا ثناء اللہ، مرزا غلام احمد کا رڈ مرزا صاحب کے آخری لمحہ تک فرماتے رہے۔مرزا صاحب نے ان کی موت کی دعا بھی شائع کی اس وقت تک بھی مولانا صاحب نے قادیانی مشن کا پیچھا نہ چھوڑا۔...

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۳۰ء مطابق ۲ شعبان ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۱۰ ص ۶)

قادیانی اپنے ارادوں میں ناکامیاب گیا

جناب مولوی خلیل صاحب نظام آبادی لکھتے ہیں: کہا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد، مسیح موعود وغیرہ تھے اور جس کام کے لئے آپ دنیا میں آئے اپنی خواہش اور پیش گوئی کے مطابق پورا اور مکمل کر کے دنیا سے گئے۔ اور جس مشن کو لے کر آپ اٹھے، اسے باحسن وجوہ مکمل کر کے دنیا سے سدھارے۔ لیکن افسوس ہے کہ واقعات اس کے خلاف ہیں اور اکثر حالات میں یہ کہنا پڑتا ہے کہ:

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کوئی آرزو نہ ہو

واقعات صاف بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے جن جن باتوں کی تکمیل کا دعوی کیا وہ مطلقاً ناقص اور غیر مکمل رہ گئیں۔ بلکہ ان کی حالت آگے سے بدتر ہوگئی۔ مثلاً آپ اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۷۳ میں قرآن کی تفسیر کے متعلق لکھتے ہیں:

میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے نہیں رہ سکتا کہ یہ (یعنی قرآن کی تفسیر کر کے چھپوا کر شائع کرنا) میرا کام ہے، دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا مرزا غلام احمد نے کوئی ایسی تفسیر تمام قرآن مجید کی مکمل لکھی اور شائع ہوئی؟ جواب میں یہی کہنا پڑتا ہے کہ وہ اپنے ارادہ میں بامراد نہیں گئے، اور اپنے دعوی میں سچے ثابت نہیں ہوئے۔ اور اپنے موعودہ مشن میں زبردست ناکام رہے۔ چنانچہ ان کے اس دعوی کی انہی کے مریدین تکذیب کرتے ہیں۔

تفسیر اگرچہ فی نفسہ اسلام کی خدمت ہے مگر وہ تفسیر ہرگز نہیں کہلا سکتی جس کا حضرت مسیح موعود کو اشتیاق تھا۔

(اخبار فاروق۔ ۷ نومبر ۱۹۲۹ء)

مطلب یہ کہ مرزا صاحب کے جملہ مقاصد میں ایک مقصد یہ بھی تھا کہ تفسیر لکھی جائے جیسا کہ حوالہ مذکور سے ظاہر ہے چونکہ ایسا نہیں ہوا اس لئے مرزا صاحب موصوف جس کام کیلئے آئے تھے اور جو جو ارادے ان کے دل میں تھے وہ بالکل نامکمل اور ادھورے چھوڑ کر چلے گئے۔ پس ثابت ہوا کہ اپنے مشن میں غیر صادق تھے پس سوچو اور سمجھو۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سوامی دیانند کہہ گئے تھے کہ میں بعد انتقال بقاعدہ تناسخ دنیا میں آکر ویدوں کی تفسیر پوری کرونگا۔ نہ ویدوں کی تفسیر ان سے پوری ہوئی، نہ قرآن کی مرزا صاحب سے۔ اسی لئے ہم نے ان دونوں صاحبوں کے نام پر ایک رسالہ شائع کیا ہوا ہے جس کا نام ہے ہندوستان کے دو ریفارمر۔ جس میں ان دونوں ریفارمروں کی شیریں کلامی کے بہت سے نمونے دکھائے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۳۰ء جلد ۲۷ نمبر ۱۴۔ ص ۱۰)

مرزا صاحب کا فلسفہ اخلاق

قادیان کے گزشتہ جلسہ میں شیخ یعقوب علی تراب اڈیٹر الحکم نے اخلاقی فلسفہ پر تقریر کی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آج تک جتنے معلمان اخلاق گذرے ہیں ان سب میں مرزا صاحب قادیانی کا فلسفہ اخلاق بلند ترین ہے۔ آپ اپنی جماعت احمدیہ کو ایسے بلند مرتبہ پر پہنچانا چاہتے ہیں جہاں دوسرے معلمین نہیں پہنچا سکتے۔ مقدمہ مذکور کی یہ تقریر الفضل مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۳۰ء میں چھپ کر آئی ہے ہم بھی مرزا صاحب کا فلسفہ اخلاق سب مسلمان اخلاق سے الگ اور نرالا جانتے ہیں قابل لیکچرر نے تو اپنے دعوی کا ثبوت نہیں دیا مگر ہم اپنی عادت میں مجبور ہیں کہ ثبوت ضرور پیش کریں۔

معلمین اخلاق نے بالاتفاق اس سے منع کیا ہے کہ کسی کی عیب جوئی یا برائی کا اظہار کیا جائے بلکہ جہاں تک ہو پردہ پوشی سے کام لیا جائے۔ یہ ہے کمال اخلاق۔ لیکن مرزا صاحب کا فلسفہ اخلاق یہ کہتا ہے کہ جو کچھ کسی میں عیب ہو اس کو ظاہر کرنا برا نہیں اس کو اس عیب سے موسوم کرنا یا مخاطب کرنا مثلاً اندھے کو اندھا، کانے کو کانا، حرامی کو حرامی، بدمعاش کو بدمعاش کہنا، اخلاق فاضلہ کے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

بڑے دھوکے کی بات یہ ہے کہ اکثر لوگ دشنام دہی اور بیان واقعہ کو ایک ہی صورت میں سمجھ لیتے ہیں اور ان دونوں مختلف مفہوموں میں فرق کرنا نہیں جانتے بلکہ ایسی ہر ایک بات کو جو دراصل ایک واقعی امر کا اظہار ہو اور اپنے محل پر چسپاں ہو محض اس کے کسی قدر مرارت کی وجہ سے جو حق گوئی کے لازم ہوا کرتی ہے دشنام ہی تصور کر لیتے ہیں حالانکہ دشنام اور سبّ اور شتم فقط اس مفہوم کا نام ہے جو خلاف واقع اور دروغ کے طور پر محض آزار رسانی کی غرض سے استعمال کیا جائے۔ (ازالہ اوہام حصہ اول۔ ص ۱۳)۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس اصول کے مطابق مثلاً کوئی شخص جس کی تحقیق یہ ہو کہ اب نبوت جاری نہیں کسی آج کل کے مدعی نبوت کو کافر دجال وغیرہ الفاظ سے یاد کرے تو اس کی بداخلاقی نہیں، نہ ایسا کرنا اس کو ناجائز ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۸ رمضان ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۱۵ ص ۳۔۴)

خاتم النبیین

سلسلہ مضامین معماریہ۔۲

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

ا۔ ہمارے نبی ﷺ کا خاتم الانبیاء ہونا بھی حضرت عیسیٰؑ کی موت کو ہی چاہتا ہے کیونکہ آپ کے بعد اگر کوئی دوسرا نبی آجائے تو آپ خاتم الانبیاء نہیں ٹھہر سکتے اور نہ سلسلہ وحی نبوت کا منقطع ہوسکتا ہے...

اگر خدا تعالی کے علم میں وہ نبی ہوں گے تو وہی اعتراض لازم آیا کہ خاتم الانبیاء ﷺ کے بعد ایک نبی دنیا میں آگیا اور اس میں آنحضرت ﷺ کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے قرآن شریف میں مسیح بن مریم کے دوبارہ آنے کا تو کہیں بھی ذکر نہیں لیکن ختم نبوت کا بکمال تصریح ذکر ہے اور پرانے یا نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں بھی نفی عام ہے۔ پس یہ کس قدر دلیری اور گستاخی ہے کہ خیالات رکیکہ کی پیروی کر کے نصوص صریحہ قرآن کو عمداً چھوڑ دیا جائے اور خاتم الانبیاء کے بعد ایک نبی کا آنا مان لیا جائے۔ اور بعد اس کے جو وحی نبوت منقطع ہو چکی پھر سلسلہ وحی کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔ (ص ۱۴۶۔ ایام الصلح اردو بار دوم طبع ۱۹۲۳ء بار اول ۱۸۹۹ء میں طبع ہوئی دیکھو صفحہ اخیر بار دوم)

مرزا غلام احمد قادیانی کی اس تحریر پرتزویر سے بعبارت النص ثابت ہے کہ آپ مرزا صاحب، آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین بمعنی آخر النبیین مانتے تھے اور اس عقیدہ میں آپ کو اتنا غلو تھا کہ حضرت عیسی کی آمد کو بھی باوجودیکہ وہ جناب رسول اللہ ﷺ سے کئی صدیاں پیشتر درجہ نبوت پر فائز ہو چکے ہیں اور جن کی تشریف آوری ہرگز ہرگز ختم نبوت کے منافی نہیں، ختم نبوت کے منافی سمجھتے تھے۔ حالانکہ ختم نبوت کے معنی صرف یہ ہیں کہ اللہ جو وقتاً فوقتاً انبیاء کو مبعوث فرما کر لوگوں کی ہدایت کے لئے ارسال کرتا رہا اب اس ہادی کا

مل رسول الی کا فۃ النا س نذیرللعالمین کے بعد کوئی نیا رسول نہ بنائے گا۔نہ یہ کہ یہ ،مقدس رسول،انبیاء سابقہ کی جو آپ سے سینکڑوں برس قبل نعمت نبوت سے سرفراز فرمائے گئے ہیں،مسند نبوت سے اتار کران کی نبوت کوملیا میٹ کردے گا۔معا ذ اللہ ثم معا ذ اللہ ختم نبوت کے ہرگز یہ معنی نہیں ہیں جو مرزا ادیانی کر رہے ہیں یہ محض ان کا غلو ہے اور اس پر مرزا غلام احمد کا یہ فرمانا کہ: پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا یہ شرارت ہے نہ حدیث میں نہ قرآن میں یہ تفریق موجود ہے اور حدیث لا نبی بعدی میں نفی عام ہے، بھی مغالطّوں سے خالی نہیں۔

ا۔پرانے اور نئے نبی کی تفریق کرنا شرارت ہے،اس کا ردّ میں کر چکا ہوں کہ ختم نبوت میں آئندہ ہونے والے نبیوں کی نفی کی ہے پرانے انبیاء کی نفی نہیں کی۔اور احادیث میں واضح الفاظ کے ساتھ مسیح ابن مریم کی تشریف آوری مذکور ہے۔

۲۔جب بقول مرزا غلام احمد صاحب نئے پرانے کی تفریق شرارت ہے اور لانفی عام ہے تو ظلی اور بروزی نبی بننا اور تشریعی اور غیر تشریعی کی تیخ نکالنا کیوں شرارت نہیں۔اور اس جگہ مرزا صاحب لانفی عام کا سنہرا فقرہ کیوں بھول گئے۔شائد وہی بات ہے کہ ضرورت ایجاد کی ماں ہے (صفحہ ٦ بلاغ المبین۔مرزا جی کا آخری لیکچر لاہور)

۳۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مثیل مسیح ابن مریم بننے کے دعویدار تھے جیسا کہ تذکرۃ الشہادتین کے صفحہ ٦٧۔٦٨ پر ہے کہ:

ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسے سلسلہ موسویہ میں حضرت موسی اور سلسلہ محمدیہ میں ہمارے سید و مولا آنحضرت ﷺ۔

۲۔دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسی اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز۔،،

حالانکہ قرآن کی بہت سی آیات سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح صاحب شریعت نبی تھے چنانچہ سورۃ شوریٰ میں ہے:

شر ع لکم من الدّین ما و صّی به نو حاً و الّذ ی او حینا الیك و ما و صّینا به ابراهیم و

موسی و عیسی ..الخ۔(یعنی ہم نے تم کو وہی شرع دی ہے جو نوح، ابراہیم، موسی، عیسی کو دی تھی)۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی اقرار ہے کہ:

حضرت عیسی... ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھیں اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی... اوران کو خدا تعالی نے الگ کتابیں دی تھیں ان کو ہدایت تھی کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں۔

(نصرۃ الحق یعنی براہین احمدیہ حصہ ۵ ص ۱۸۸۔۱۸۹)

منشی عبداللہ معمار لکھتے ہیں کہ اب ہماری گزارش صرف یہ ہے کہ جب باوجود موجود ہونے حدیث لا نبی بعدی کے جس میں بقول مرزا قادیانی لانفی عام ہے مرزا صاحب کا نبی بن جانا منافی ختم نبوت نہیں ہے تو حضرت مسیح تو بقول مرزا صاحب؛ مگر شان میں ہزار درجہ مثیل موسی موسی سے اور مثیل مسیح مسیح، (کشتی نوح۔ص ۱۳) ہزار درجہ ان سے گھٹیا تھے، ان کا آنا کیوں ختم نبوت کے خلاف ہے۔

۴۔مرزا غلام احمد صاحب جو عبارت مذکورہ میں یہ فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کے تشریف لانے کے اعتقاد سے آنحضرت ﷺ کی شان کا استخفاف اور نص صریح قرآن کی تکذیب لازم آتی ہے، تو مرزا صاحب کا مثیل مسیح بننا کیوں استخفاف شان محمد اور تکذیب کلام الہی نہیں۔

۵۔مرزا غلام احمد کا یہ فرمان بقول خود شرارت کیوں نہیں کہ :وحی نبوت منقطع ہو چکی پھر سلسلہ وحی نبوت کا جاری کر دیا جائے کیونکہ جس میں شان نبوت باقی ہے اس کی وحی بلاشبہ نبوت کی وحی ہوگی۔، بحالیکہ خود آپ نے ہی یہ تحریر کر کے کہ :

آنجناب ﷺ کے بعد اس امت کیلئے کوئی نبی نہیں آئے گا.... ہاں محدث آئیں گے جو اللہ شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں... بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں۔اوران میں سے ایک میں ہوں ۔(نشان آسمانی۔ص ۲۹)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۸ رمضان ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۱۵ ص ۴۔۵)

قادیان اور حضرت بہاء اللہ

جناب محمد عبداللہ وکیل ہائی کورٹ سری نگر کشمیر لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ ستمبر ۱۹۲۹ء کا حوالہ دے کر الفضل مورخہ ۲۹ نومبر ۱۹۲۹ء میں بہاء کے دعوی الوہیت پر بحث کی گئی ہے۔ چونکہ میں بھی پرانا معتقد جناب مرزا صاحب کا ہوں اور بحث بھی میرے ہی خدشات پر شروع ہوئی ہے لہذا یہ چند سطور افاضل قادیان کی خدمت میں عرض کرتا ہوں۔ بال کی کھال اتارنا اور چیز ہے اور صفائی اور ایمان داری سے بات کو سمجھنا اور سمجھانا جداگانہ امر ہے۔ جب حضرت بہاء اللہ کا صریح بیان موجود ہے کہ آپ کا دعوی الوہیت مقام فنا محض کا اظہار ہے تو دیگر اشخاص کے بیانات سے استدلال فرمانا درست نہیں۔

علاوہ برآں اہل بہاء کے معتقدات سے جو نتیجہ افاضل قادیان نے اخذ فرمایا ہے وہ یہ ہے کہ اہل بہاء حضرت بہاء اللہ کو موعود ادیان پر اور پرماتما کا اوتار جانتے ہیں اور جناب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اوتار کی یہ تعریف فرمائی ہے کہ جس میں خدا نے نزول اجلال خاص کیا ہو، اور ظہور کلی الٰہی کا مرتبہ نبوت و رسالت سے برتر ہے (میں نے کئی دفعہ بہاء اللہ کی مستند کتاب اقدس سے ان کا دعوی رسالت دکھایا ہے جسے قادیانی باوجود دیکھنے کے نہیں دیکھتے۔ اب بھی بتاتا ہوں کتاب اقدس صفحہ ۵۳۔ ثناء اللہ امرتسری)

اس پر میری طرف سے نیازمندانہ اور مخلصانہ گزارش یہ ہے کہ اگر ظہور کلی یا نزول اجلال یا اوتار کے یہی معنی ہیں کہ کوئی انسان درحقیقت خدا ہو جاتا ہے تو اہل قادیان حضرت مرزا صاحب کو کن معنوں میں کرشن اوتار مانتے ہیں اور حضرت کرشن اوتار کو کس مفہوم میں خدا کا نبی اور رسول تسلیم کرتے ہیں۔

پس یہ حقیقت ہے کہ حضرت بہاء اللہ کے نزدیک اوتار یا ظہور کلی الٰہی کا مفہوم عینیت یا حلول و اتحاد کا نہیں بلکہ تجلی الٰہی اور ظہور انعکاسی کا ہے اور جو انسان موعود ادیان یا مسیح موعود ہوگا اس کا ایسا اوتار یا مظہر

الوہیت ہونا خود ہمارے حضرت مرزا صاحب مرحوم کا عقیدہ ہے جس سے کسی احمدی بالخصوص کسی قادیانی کو انکار کی گنجائش نہیں حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے سرمہ چشم آریہ صفحہ ۱۶۹ پر آنحضرت ﷺ کا مظہر اتم الوہیت ہونا ثابت فرمایا ہے اور پھر حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴ پر آیت یوم یأتی ربّك سے مسیح موعود کا ظہور مراد لیا ہے۔

بعینہ حضرت بہاء اللہ نے کتاب الشیخ میں بھی انہی آیات کا حوالہ دے کر اپنا ظہور ثابت کیا ہے۔ پس ہر ایک شخص ایمان داری سے علی وجہ البصیرت کہہ سکتا ہے کہ حضرت بہاء اللہ کا دعوی مبعوث من عند اللہ اور مامور من اللہ ہونے کا تھا۔ خواہ بہائی اپنی اصطلاح میں اس پر نبی ورسول کا لفظ استعمال نہ کریں۔ البتہ جو شخص موعود ادیان ہو کر ظہور کلی الٰہی یا پرماتما کا اوتار ہو اس کا مقام، مقام نبوت ورسالت سے بھی برتر ہے جیسا کہ خاتم انبیاء کا مقام مطلق نبوت ورسالت کے مقام سے برتر ہے۔ اگر خدا اس بات پر قادر ہے کہ کسی درخت کے ذریعہ سے اپنی تجلی ظاہر فرما کر کسی سے ہم کلام ہو تو وہ اس پر بھی قدرت رکھتا ہے کہ کسی انسان کو تجلی گاہ بنا کر اسکے ذریعہ اپنا کلام ظاہر کرے۔

بہر حال اس بحث سے ثابت ہوتا ہے کہ بہائیت اور قادیانیت کی اصلیت بلحاظ عقیدہ ایک ہی ہے اور حضرت بہاء اللہ کی نسبت بہائیوں کا یہی عقیدہ ہے کہ وہ مسیح موعود تھے اور کوئی قادیانی اس واقعہ سے انکار نہیں کر سکتا کیونکہ فضلاء قادیان کا مسلمہ اصول ہے کہ صاحب البیت ادری بما فیه ،

و ھذا ھوالحق و ما بعد الحق الا الضلال

قادیانی بزرگو! میری نسبت جو چاہو فتوے دو مجھے بہائی کہو یا مسلمان یا پیغامی کہو یا کچھ اور، میری طرف سے اجازت ہے لیکن خدا کیلئے مذہبی تحقیقات میں طرفداری چھوڑ دو۔ خدا کا خوف کر کے واقعات صحیحہ بیان کرو۔ زید وبکر کی حمایت چھوڑ دو سچائی کی تلاش کرو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۸ رمضان ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۱۵ ص ۶)

شیخ بہاء اللہ اور ان کا دعوی

جناب منشی محمد حسین صابریؒ بریلوی لکھتے ہیں:

بہائی رسالہ کوکب ہند ۱۹ جنوری ۱۹۳۰ صفحہ ۵ تا ۳۲ پر اہل حدیث ۳ جنوری ۱۹۳۰ء کے ایک مضمون کا جواب نکلا ہے جسکا جواب الجواب میں نے لکھا تھا۔ لیکن بغرض اشاعت بھیجنے میں تامل کیا ہے۔ وجہ یہ ہے کہ ابھی تک اہل حدیث، اور کوکب ہند کے مابین یہ امر طے نہیں پایا کہ جناب بہاء اللہ صاحب ایرانی نے کیا دعوی کیا تھا اس بحث کی اب تک جو صورت ہے وہ یہ ہے (یہ بحث کوکب ہند کی طرف سے بند ہوئی تھی)

الف: اہل حدیث کا دعوی از روئے مقامات بہاء اللہ وعبدالبہاء صاحبان یہ ہے کہ جناب بہاء اللہ نے نبوت اور رسالت کے مقام کا دعوی کیا ہے بلکہ نبوت اور رسالت کے الفاظ بہاء اللہ کی طرف منسوب کئے ہوئے دکھا دیئے گئے۔

ب: قادیانی صاحبان بڑے زور شور سے دعوی کرتے ہیں کہ بہاء اللہ نے ہرگز نبوت ورسالت کا دعوی نہیں کیا۔ انہوں نے جو کچھ دعوی کیا ہے وہ الوہیت اور خدائی کا تھا۔

ج: فاضل اڈیٹر کوکب ہند فرماتے ہیں کہ بہاء اللہ نے ہرگز نبوت ورسالت کا دعوی نہیں کیا اور نہ ہم (بہائی صاحبان) انہیں نبی ورسول مانتے ہیں اور نہ بہائی لٹریچر میں لفظ نبوت ورسالت ان کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔

آنجناب کو تو اختیار ہے کہ چاہے اس (نسخ قرآن کی) بحث کو جاری رکھیں لیکن میرے نزدیک صورت حالات مذکورہ بالا پر نظر رکھتے ہوئے مناسب یہ ہے کہ پیشتر اس کے کہ یہ بحث کی جائے کہ قرآنی شریعت کے بعد اور کوئی نئی شریعت آ بھی سکتی ہے یا نہیں۔ یا یہ کہ نئی شریعت (بہائیہ) قرآنی شریعت سے بہتر ہے یا مثل قرآن ہے۔ یہ طے پا جانا ضروری ہے کہ جناب بہاء اللہ کا دراصل دعوی کیا تھا اور ان کی کتب کو ناسخ قرآن کہنے والے دراصل انہیں کیا مانتے ہیں اگر ان کو یہ لوگ (اڈیٹر کوکب) خدا کا بھیجا ہوا پیغامبر کہ جسے عربی میں نبی

اور رسول کہا جا سکتا ہے مانتے ہیں تو ان کی لائی ہوئی شریعت کے متعلق ہر قسم کی بحث کی جا سکتی ہے اور اگر ایسا نہیں ہے بلکہ یہ لوگ جناب بہاء اللہ ہی کو خدا سمجھتے ہیں تو پھر ان کی شریعت پر بحث فضول ہے اور پھر حق بات یہ ہے کہ اس مسئلہ میں (بمقابلہ اڈیٹر کوکب) میدان قادیانی محمودیوں کے ہاتھ میں ہے۔ پس اڈیٹر کوکب ہند اس مسئلہ کو یوں طے فرما سکتے ہیں۔

اول: اہل حدیث (یا خاکسار نامہ نگار) نے جو الفاظ نبوت و رسالت کے بہاء اللہ کی طرف منسوب کئے ہوئے بہائی تحریرات سے دکھائے ہیں آیا ان کے حوالہ میں کوئی دھوکہ ہے یا (ہم نے) ان کے معنی سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔

دوم: کیا قادیانی صاحبان بہاء اللہ کے دعوی کے متعلق جو کچھ لکھ رہے ہیں وہ درست ہے؟ اور اڈیٹر کوکب ہند اسے تسلیم فرماتے ہیں۔

سوم: اگر بقول اڈیٹر کوکب ہند، بہاء اللہ ایرانی نے نبوت و رسالت کے مقام کا دعوی نہیں کیا تو پھر انہیں جس مرتبہ اور مقام کا دعوی ہوا سے صاف صاف لکھ دینا چاہیے، گول عبارت نہ ہو۔

کوکب ہند کے جواب آنے پر آئندہ یہ بحث جاری ہو سکے گی اگر انہوں نے جناب بہاء اللہ کو زمرہ انبیاء میں شمار کیا تو بے شک یہ بحث مناسب ہوگی کہ قرآن کے بعد اور کوئی شریعت موعودہ ہے بھی یا نہیں۔ اور یہ کہ بہائی شریعت مثل قرآن ہے یا قرآن سے بہتر ہے۔ کیونکہ ما ننسخ من آیة او ننسها نأت بخیر منها او مثلها کے مطابق اللہ تعالی کی بھیجی ہوئی شریعت کا پچھلی شریعت سے بہتر یا مثل ہونا ضروری ہے اور وہ کمتر یا ناقص نہیں ہو سکتی اور اس کا ثبوت واقعات اور مشاہدات عالم کی بنا پر ہمارے ذمہ ہوگا کہ بہائی شریعت نہ تو قرآن کی مثل ہے اور نہ قرآن سے بہتر ہے بلکہ کمتر اور ناقص ہے اس لئے یہ خدا کی طرف سے نہیں ہے۔

اور حق بات تو یہ ہے کہ اس امر کا ثابت کرنا صرف ہم مسلمانوں ہی کا کام ہے بچارے مرزائی قادیانی اس مسئلہ میں بھی بہائیوں سے جیت نہیں سکتے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

ہم نے بارہا اپنا دعوی تصریح بہائی سے ثابت کر دیا کہ بہاء اللہ مدعی منصب رسالت تھے ۔ چنانچہ

انکے اپنے الفاظ ہیں:

یا رسو ل الله یذکر ك مالك الو جود .(کتا ب اقدس. ص ۵۳)

قادیانی تو بہاءاللہ کو بدنام اور توہین کرنے کو مشہور کرتے ہیں کہ اس نے خدائی کا دعوی کیا معتقدین بھی ان کے دعوے میں امت مسیحیہ کی طرح غلطی یا غلو کرتے ہیں اس لئے ہم صاف کہتے ہیں کہ جو بھی وہ کہیں تصریحات بہائیہ سے کہیں ایسا نہ ہو کہ ہم کو کہنے کا موقع ملے: مدعی سست گواہ چست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۳۴۸ھ ص ۳-۴)

احمدی جماعت کے لئے ہجرت کا حکم

جناب مرزا صاحب کا فرمان

اخبار الفضل قادیان ۶ دسمبر ۱۹۲۹ء میں ایک مضمون نظر سے گذرا جس کی سرخی تھی:
حضرت مسیح موعود کے ارشادات۔،قادیان کی رہائش،

جس کے ماتحت نامہ نگار نے مرزا غلام احمد کے ایک خواب کا ذکر کرتے ہوئے آپ کے ایک الہام کی تفسیر کی ہے جو ناظرین کیلئے بجنسہ ذیل میں درج کی جاتی ہے آپ لکھتے ہیں:

ا صحا ب الصفة و ما ادر ك ما ا صحا ب الصفة تری اعینهم تفیض من الد مع یصلو ن علیك ر بنا اننا سمعنا منا دیا ینادی للا یما ن و دا عیاً الی الله و سرا جاً منیرا ۔ ر بنا آ منا فا کتبنا مع الشا هدین

(یعنی کامل مخلص وہ ہیں جو تیرے مکان (قادیان) کے صفوں میں رہنے والے ہیں یعنی اپنے وطنوں کو چھوڑ کر یہاں (قادیان) آگئے ہیں اور تو کیا جانتا ہے کہ کیا ہیں صفوں کے رہنے والے تو دیکھے گا انکی آنکھوں سے آنسو جاری ہوں گے اور تیرے پر درود بھیجتے ہوں گے یہ کہتے ہوئے کہ اے ہمارے خدا ہم نے ایک منادی کی آواز سنی کہ جو لوگوں کو ایمان کی طرف بلاتا ہے وہ خدا کی طرف بلانے والا ہے اور وہ ایک روشن چراغ ہے جو اپنی ذات میں روشن اور دوسروں کو روشنی پہنچاتا ہے اے ہمارے خدا تو ان لوگوں میں ہمیں لکھ لے جنہوں نے تیرے

ماموراور بھیجے ہوئے کی سچائی پر گواہی دی)

غرض خدا تعالی نے انہی اصحاب صفہ کو تمام جماعت میں پسند کیا ہے اور جو شخص سب کو چھوڑ کر اس جگہ (قادیان) میں آکر آباد نہیں ہوتا اور کم سے کم یہ کہ یہ تمنا (قادیان کی طرف ہجرت کی) دل میں نہیں رکھتا اس کی حالت کی نسبت مجھ (مرزاصاحب) کو بڑا اندیشہ ہے کہ وہ پاک کرنے والے تعلقات میں ناقص نہ رہے اور یہ ایک پیشگوئی عظیم الشان ہے اور ان لوگوں کی عظمت ظاہر کرتی ہے کہ جو خدا تعالی کے علم میں تھے کہ وہ اپنے گھروں اور وطنوں اور املاک کو چھوڑیں گے اور میری (یعنی مرزا قادیانی کی) ہمسائیگی کے لئے قادیان میں آکر بودوباش کریں گے۔ (تریاق القلوب۔ص۱۳۶،۱۳۷)

دیکھا صاحب! مرزا کے اس الہام نے تمام ان احمدیوں کو جو قادیان میں سکونت نہیں رکھتے اور نہ اپنے گھر سے ہجرت کر کے قادیان میں جانے کا ارادہ کر چکے ہیں دائرہ مرزائیت سے خارج کر دیا ہے اسلئے آج ہی مرزائی صاحبان اپنے اپنے اہل وعیال کو لے کر قادیان میں جا کر بودوباش اختیار کریں ورنہ مرزائیت سے ہاتھ دھو بیٹھیں۔

میرے خیال میں یہ ایک بڑا سوال ہے جو اڈیٹر الفضل نے امت مرزائیہ کے سامنے پیش کیا ہے دیکھئے امت مرزائیہ اس کا کیا جواب دیتی ہے۔

مولوی حبیب اللہ خریدار اہل حدیث۔ نمبر ۱۰۴۶۵

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۳۴۸ھ ص ۴۔۵)

آسمانی نکاح پر نظر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

خدا جانے وہ کیسا بابرکت دن تھا جس دن حضرت مرزا غلام احمد کا آسمان پر نکاح ہوا تھا (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۳۲)۔ آئے دن اس نکاح کی وجہ سے مرزا غلام احمد اور ان کے اتباع پر پریشانی نازل ہوتی ہے۔

گزشتہ پریشانیاں کم نہ تھیں کہ نئی پریشانی مولوی اللہ دتہ مبلغ قادیان نے پیدا کر دی۔آپ نے قادیان کے سالانہ جلسہ میں ایک تقریر کے دوران اس نکاح پر اعتراضات دور کرنے کی کوشش کی۔سچ تو یہ ہے کہ وہ کوشش اس عربی شعر کی مثال ہے جو ایسے واقعات کے متعلق کہا گیا ہے۔:ایک بڑھیا سفید گیسو بازار جا رہی تھی۔شاعر نے پوچھا،بڑی بی کہاں جا رہی ہو؟ بڑھیا بولی،سر کے سفید بالوں کیلئے وسمہ لینے جا رہی ہوں۔ ظریف شاعر نے فی البدیہہ شعر کہا

تروح الی العطار تبغی شبابھا
و لن یصلح العطار ما افسد الدھر

دیکھو جی یہ بڑھیا جوان بننے کیلئے وسمہ لینے جاتی ہے بھلا جسے زمانہ نے بگاڑ دیا ہوا سے عطار کیا سنوار یگا۔

وہی مثال قادیانی مبلغوں کی ہے۔خدا کے بگاڑے ہوئے کو سنوارنا چاہتے ہیں (و لن یفعلوا)۔

مولوی اللہ دتہ نے آسمانی نکاح دنیا میں نہ ہونے کی وجہ بیان کی۔کیا ہی معقول وجہ بیان کی۔ہم بھی اس کی داد دیتے ہیں اور اپنے ناظرین خصوصاً صابری صاحب بریلوی سے پوری داد کی امید رکھتے ہیں۔آپ نے فرمایا: اس پیشگوئی میں پہلے مرزا احمد بیگ کی موت ہے۔اس کے بعد اس کے داماد کی۔اور نکاح ان دونوں کے بعد ہے۔،اس لئے جب تک احمد بیگ اور اس کا داماد موت کا شکار نہ ہولیں،تب تک نکاح کے متعلق کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔،ہاں اگر دونوں مر جاتے اور پھر نکاح نہ ہوتا تو قابل اعتراض تھا۔،مگر اب جب کہ ابھی سلطان محمد نہیں مرا تھا،نکاح کے متعلق اعتراض سراسر غلط ہے۔

پس اب سوال یہ ہے کہ جب پیش گوئی اپنے ظہور کے لحاظ سے یہ نوعیت رکھتی ہے کہ نکاح کے چھ ماہ بعد ہی احمد بیگ مر گیا،تو اس کی پہلی جز تو دنیا کی نظروں میں قابل اعتراض نہیں۔اور پیش گوئی کا یہ حصہ تو پورا ہو گیا۔، اب اس کا دوسرا حصہ پورا ہونے کی یعنی سلطان محمد کی وفات کے بعد اگر نکاح نہ ہو تو البتہ قابل اعتراض بات ہو سکتی ہے۔لیکن جس صورت میں اس کی موت واقعہ نہیں ہوئی،تیسرے حصہ پر اعتراض وارد نہیں ہوسکتا ۔

(الفضل قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱)

مولانا ثناءاللہؒ امرتسری فرماتے ہیں:

بس اب بات یہاں آ کر ٹھہری کہ مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ آسمانی چونکہ مرا نہیں، اسلئے نکاح نہیں ہوا۔ ہم بھی اس جواب کی داد دیتے ہیں کیونکہ اس جواب سے حقیقتاً قادیانی عمارت کے نیچے ایک نہیں، دو بم رکھے گئے ہیں۔

سنئے! مرزا غلام احمد، مرزا سلطان محمد کی حیات کی مدت اگست ۱۸۹۴ء تک بتاتے ہیں۔ اس کے بعد سلطان محمد کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ تھی (شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی۔ص ۸۰) مگر وہ اب تک (۱۹۳۰ء) زندہ ہے ۔ایک بم۔

دوسرا بم، اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مرزا قادیانی، لکھتے ہیں:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں، تو یہ پیشگوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائیگی۔ (انجام آتھم۔ص ۳۱)

ناظرین! اللہ غور فرمائیں کہ اس عبارت میں مرزا سلطان محمد کی موت کو اپنی زندگی میں تقدیر مبرم کہنے والے آج دنیا میں نہیں ہیں، اور مرزا سلطان محمد باوجود جنگ عظیم (اول) میں گولی لگنے کے آج تک (۱۹۳۰ء) تک زندہ ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد کو خدا نے مرزا غلام احمد کی ان دو پیش گوئیوں کے مطابق کیوں نہ مارا؟

ان واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ مرزا سلطان محمد چونکہ نہیں مرا اس لئے نکاح نہیں ہوا، قادیانی مشن کی نمک حلالی تو بےشک ہے، مگر حقیقت صادقہ نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں ایسا کہنے سے قادیانی مبلغ مع سامعین کے الٹے صیاد کے جال میں پھنس گئے ۔کیا سچ ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۴۸ھ ص ۲۔۳)

نیا قادیانی چال:

قادیانی خلیفہ نے اعلان کیا ہے کہ ہر مہینے میں اشتہار شائع کیا جائیگا جس سے قادیانی مذہب کی اشاعت کی جائے گی۔اور اپنے مریدوں کو تاکید کی ہے کہ اس اشتہار کو بڑی کوشش سے شائع کیا کریں۔اس لئے ہم بھی اپنے احباب کو بتاکید لکھتے ہیں کہ جس صاحب کے ہاتھ میں وہ اشتہار آئے فوراً دفتر اہل حدیث میں بھیجا کریں۔ پھر جو اس کا جواب اہل حدیث میں نکلے اپنے علاقہ میں ضرورت سمجھیں تو اس جواب کو بذریعہ اشتہار چھاپ کر شائع کر دیا کریں۔ پہلا اشتہار ۱۵ جنوری کا ہے جسے ملے وہ بھیج دے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۴۸ھ ص۳)

مباحثہ مرزائیاں:

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔حسب تعین ۲۵۔۲۶ جنوری ۱۹۳۰ء بروز ہفتہ اتوار مابین مسلمانان و مرزائیاں مسائل مندرجہ ذیل پر بمقام کلانور ضلع گورداسپور پنجاب نہایت کامیابی سے ہوا۔

پہلے دن بعد ظہر ڈیڑھ گھنٹہ مثیل یہود پر مناظرہ ہوا۔اسلامی مناظر نے و علی مریم بھتانا عظیما سے ثابت کیا کہ مرزا صاحب نے یہود کی طرح مریم صدیقہ پر بہتانات لگائے جس کے جواب میں اخیر تک مرزائی مناظر نا کام رہا۔دوسرے دن قبل ظہر ڈیڑھ گھنٹہ مرزا صاحب بروئے پیش گوئی محمدی بیگم پر مناظرہ ہوا۔لیکن مرزائی زوجنا کھا وغیرہ دلائل توڑ نہ سکا۔

پھر بعد نماز ظہر تیسرے مبحث: کیا مرزا صاحب نبی تھے، پر ڈیڑھ گھنٹہ مناظرہ ہوا۔مرزائی مناظر نا کام رہا۔اور مرزا صاحب کے ارشاد ۔ ہر نبوت را بر دشد اختتام، وغیرہ کے سامنے کوئی پیش نہ گئی۔

مناظرہ کھلے میدان میں ہوا قادیانی پارٹی کے مولوی غلام رسول راجیکی و مولوی اللہ دتہ و مولوی محمد یار و عبدالحق وکیل گورداسپور موجود تھے۔ اہل اسلام کی طرف سے مولوی عبدالرحیم شاہ،مولوی محمد یوسف،مولوی عبدالکریم اڈیٹر مباہلہ،مولوی محمد مسعود و مولوی محمد امین حاضر جلسہ تھے جلسہ مناظرہ ہذا باوجود کثرت اژدہام نہایت اطمینان سے ختم ہوا اور ہندو سکھ وغیرہ معززین علاقہ بھی تھے سب نے اسلامی فتح کا اقرار کیا۔ہاں کلانور سے بوقت شام جب ورک آ رہا تھا تو مرزائیوں نے اپنی ناکامی کی کسر مجھ سے نکالنی چاہی بوقت شام مجھا کیلے کا راستہ روک لیا اور سائیکل توڑنا چاہا آخر اس ڈاکہ سے خدا نے بچایا ۔

حافظ گوہر دین ناظم انجمن تبلیغ الاسلام ورک ضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۰ء ص۳۔۴)

جواب نداء ایمان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان میں تجویز ہوا ہے کہ ہر ماہ ایک اشتہار تبلیغی نکالا جائے جو ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہو۔جس میں دعاوی مرزا کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ چنانچہ پہلا اشتہار ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء کو نکلا۔جس کے متعلق اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۰ء میں اطلاعی نوٹ دے کر لکھا تھا کہ اشتہار مذکور جس کسی صاحب کو ملا ہو، دفتر ہذا میں بھیج دیں۔اس پر بہت سے احباب نے اشتہارات مذکورہ بھیجے جن کا شکریہ ۔جس سے معلوم ہوا کہ اشتہار مذکور دور دراز علاقوں میں تقسیم ہوا ہے۔

اس اشتہار کے متعلق منشی عبداللہ معمار امرتسری نے ایک چٹھی خلیفہ قادیان کو لکھی جس کی نقل انہوں نے اہل حدیث میں درج کرنے کو بھیجی ہے۔یہ چٹھی اشتہار مذکور کا لاجواب جواب ہے۔ناظرین سے امید ہے کہ اس چٹھی کو پڑھ کو اپنے ہاں کے خرچ سے چھپوا کر شائع کر دیں۔آئندہ کے لئے اطلاع دیں کہ اگر یہاں ہی جواب بذریعہ اشتہار چھاپ دیا جائے تو کتنے کتنے اشتہار خریدیں گے۔

اعلاء قرآن بجواب اشتہار قادیان

بخدمت شریف جناب میاں (محمود احمد) صاحب خلیفہ قادیان۔

جناب کا ۱۵۔جنوری ۱۹۳۰ء والا اشتہار موسومہ ندائے ایمان دیکھا (جس میں آپ نے نہایت ہی فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے مخالفین جماعت احمدیہ کو تحقیق کی طرف توجہ دلائی ہے) جس کو پڑھ کر یہ خاکسار چند سطور لکھنے کی جرأت کر رہا ہے۔

آپ نے تحقیق کے تین طریقے تحریر کئے ہیں ۔

ا۔ جوسوالات حل طلب ہوں، انہیں مقامی احمدیوں کے سامنے پیش کر کے حل کرائیں۔

۲۔اگر کوئی احمدی جماعت نہ ہو، تو اپنے سوالوں سے اطلاع دیں۔

۳۔اپنے علاقہ میں جلسہ کر کے احمدی مبلغ بلا کر...سلسلہ مرزائیہ کی صداقت کے دلائل سنیں..الخ

سوگزارش ہے کہ:ا۔ یہاں امرتسر میں اگر چہ احمدی چند موجود ہیں مگر ان میں کوئی اس لائق نہیں ہے جو میری پیاس بجھا سکے۔اس لئے تعمیل سے مجبور ہوں۔

اور تیسری صورت مقامی انجمن احمدیہ اگر چاہے، تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

فی الحال دوسری صورت تحریر کردہ جناب پر عمل پیرا ہو کر عرض گزار ہوں کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں تحریر فرمایا ہے کہ:

حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالی سے الہام پا کر دنیا کی اصلاح کا کام شروع کیا تھا ،۔

بالکل مرزا صاحب کے دعوی کے مطابق ہے اور در حقیقت مرزا صاحب نے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا اور اس کو اپنے لئے معیار صداقت اور اپنی علت غائی فرمایا تھا۔مگر اس کو اپنی زندگی سے مشروط کیا تھا۔حالانکہ یہ آپ کی زندگی میں پورا نہ ہوا جس کو آپ نے بھی اپنے اشتہار میں بایں الفاظ تسلیم فرمایا ہے :

تا کہ اسلام کے غلبہ پانے کا زمانہ جلد سے جلد آئے ۔(ص۴۔اشتہار ۱۵جنوری ۱۹۳۰ء)

جس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک وہ غلبہ کاملہ جس کے ظہور کے مرزا صاحب مدعی تھے، ظاہر نہیں ہوا۔

اور آپ کی اس عبارت کے بالفاظ دیگر یہ معنی ہوئے کہ:

حضرت مرزا صاحب ابھی تک بہشت میں داخل نہیں ہوئے ،

کیونکہ غلبہ اسلام کی نشانیوں میں سے ایک کڑی انہدام صلیب ہے، اور مرزا فرماتے تھے کہ:

میری صرف یہی خواہش ہے کہ صلیب ٹوٹ جائے۔یہی میرا فردوس ہے یہی میری بہشت ہے اے خدا میں بیقرار ہوں مجھے بہشت میں داخل کر (اعجاز المسیح۔ص۱۷۵)

اور بقول آپ کے ابھی تک غلبہ اسلام ہوا نہیں۔نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب بہشت کے باہر

ہی تشریف فرما ہیں۔

باقی رہا یہ امر کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں سب کچھ ہو جانا کہاں تحریر کیا ہے۔اس کے لئے میں جناب کی توجہ مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ملاحظہ ہو۔

ا۔میرا کام جس کیلئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں،اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا،تو پھر میں سچا (مسیح کے وقت میں جو کام ہونا تھا اس کیلئے دیکھو براہین صفحہ ۴۹۹، ۵۰۵،تمام روئے زمین پر اسلام کا پھیل جانا)۔اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں

(اخبار بدر۔قادیان۔ ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)۔

۲۔یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مجدد موجودہ فساد کی اصلاح کے لئے آتا ہے اور اس کی بدی کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے...اس زمانہ میں فساد عظیم صلیبی کارروائیوں کا فساد ہے۔اسی فساد نے بہت سے بیابانی اور شہری لوگوں کو ہلاک کیا۔پس یہ امر واجب ہے کہ مجدد اس صدی کا اس کی اصلاح کے لئے آوے اور بموجب منشاء احادیث کے کسر صلیب اور قتل خنازیر کرے۔اور جو شخص کسر صلیب کرے پس وہی مسیح موعود ہے پس اس امر کو اے سعید آدمی سوچ۔ (حاشیہ ص ۱۶۔نجم الہدی)

۳:عیسائی مذہب کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے عیسائی مذہب آدم زاد کی خدائی منوانا چاہتا ہے اور ہمارے نزدیک وہ اصلی اور حقیقی خدا سے دور پڑے ہوئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان عقائد کی (جو حقیقی خدا پرستی سے دور پھینک کر مردہ پرستی کی طرف لے جاتے ہیں) کافی تردید ہو اور دنیا آگاہ ہو جاوے کہ وہ مذہب جو انسان کو خدا بناتا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا اور بظاہر اسباب عیسائی مذہب کی اشاعت اور ترقی کے جو ہیں وہ اسباب پرست انسان کو کبھی یقین نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا استیصال ہو جائے گا لیکن ہم اپنے خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے ہم کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور یہ میرے ہاتھ پر مقدر ہے کہ میں دنیا کو اس عقیدہ سے رہائی دوں۔

پس ہمارا فیصلہ کرنے والا یہی امر ہوگا۔ یہ باتیں لوگوں کی نظر میں عجیب ہیں مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا خدا قادر ہے۔(اخبار الحکم قادیان نمبر۱۶ج۸ص۲کالم۳)

۴۔ و نفخ فی الصور فجمعنا ھم جمعاً ۔ہم آخری زمانہ میں تمام لوگوں کوایک ہی مذہب پر جمع کر دیں گے۔ یہ عام دعوت آنخضرت ﷺ سے شروع ہوئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں اس کے ہاتھوں سے کمال تک پہنچی۔(مفہوم)(چشمہ معرفت ص۶۷،۶۹،۸۰)

مرزا غلام احمد کی مذکورہ عبارات سے جو کچھ ظاہر ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ

۱۔علت غائی مسیح موعود کی کسر صلیب ہے۔پس جو شخص صلیب کو توڑ دے وہ مسیح ہے۔

۲۔ یہ کام یعنی استیصال مذہب نصاری اور ابطال عقیدہ تثلیث مرزا جی کے ہاتھ پر مقدر تھا اور اس بات کو منجملہ خدا کی قدرتوں کے ایک بڑی محیر العقول قدرت ظاہر کیا گیا تھا۔

۳۔اقوام عالم کیا ہندو، کیا عیسائی،اور کیا یہود،اور کیا صابی،تمام کی تمام مذہب اسلام پر جمع ہو جائیں گی۔

۴۔یہ کام مجدد اعظم مصلح عالم امام انبیاء ختم المرسلین نذیراً للعالمین رسولاً الی جمیع الناس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں (ہاں ہاں اس ہادی کامل کے زمانہ میں جنکے متعلق مرزا صاحب کو بھی تسلیم ہے کہ: ہمارے نبی ﷺ نے کروڑ ہا انسانوں کو بتوں اور عیسی پرستی سے نجات دے کر کلمہ توحید پڑھوا دیا۔اور مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ کر اکثر ممالک میں توحید کا باغ لگادیا ،ص۳۷ ست بچن از مرزا قادیانی) بھی نہیں ہوا اور نہ یہ کام خاتم الکتب جامع تعلیم انبیاء کافی وشافی مرشد وہادی الی یوم الدین قرآن حکیم کلام رب العالمین سے تیرہ سو برس کے اتنے بڑے زمانہ میں نہ ہوسکا۔ ہاں ہاں اس کلام سے بھی (جس کے متعلق مرزا صاحب تحریر فرماتے تھے کہ: قرآن شریف نے تمام پروبال عیسائیوں کے توڑ دیئے۔ایک انسان کا خدا بننا باطل کر کے دکھلا دیا۔صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا۔ص۸ چشمہ مسیحی) یہ کام سرانجام نہ ہوسکا ،جس کو مرزا صاحب انجام دینے آئے تھے جو یقیناً بے نظیر ہونا چاہیے۔

۵۔ یہ کہ آپ عیسی پرستی کے ستون کو توڑ کر اس کی بجائے توحید پھیلانے کے دعویدار تھے،اور اگر چہ کروڑ ہا نشانات اس کے علاوہ آپ کے موجود ہوتے،تو بھی یہ علامت جو،علت غائی ، ہے ایسی ممتاز اور واضح دلیل تھی کہ اس کے عدم وقوع سے بقایا تمام کے تمام نشانات کالعدم تصور کئے جانے کے لائق ہیں۔اور یہ تمام کام

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ہونا چاہیے تھا۔

پس میں باادب ملتمس ہوں کہ کیا یہ تمام باتیں ظہور میں آ گئیں؟ کیا کسر صلیب کے یہی معنی ہیں کہ عیسائیت دن بدن بڑھ پھول کر اچھا خاصہ ایک عظیم الشان درخت بن جائے یہاں تک کہ بعض پادری صاحب تو اب فاتح قادیان بھی کہلانے لگے۔

میرا مقصد اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں یہ تمسخر سے کہہ رہا ہوں۔ حاشا وکلا۔ بلکہ صرف یہ دکھلانے کو کہ کسر صلیب کی بجائے جو قصر صلیب تیار ہو رہا ہے کیا اس سے مرزا غلام احمد کے دعوی کو سخت نقصان نہیں پہنچتا۔ اور کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود بلکہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غیر مسلم تو درکنار رہے مسلمانوں کی حالت بھی جناب پر عیاں ہے اور تو اور خود جماعت احمدیہ کا افتراق کیا کم ہے۔ ایک صاحب اگر مشرق کو جا رہے ہیں تو دوسرے مغرب کو حالانکہ مرزا غلام احمد فرماتے تھے:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں اور وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمانوں کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے۔ (الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

خلیفہ صاحب! کیا واقعی مرزا جی مسلم کو صحیح معنوں میں حسب منشاء خود مسلم بنا گئے۔

کیا لاہوری اور قادیانی نزاع اس کے لئے ایک کاری ضرب نہیں۔ اور کیا عیسائیوں کا مخترعہ آلہ بحیثیت اعتقاد الوہیت نظر سے پنہاں ہو گیا اور دنیا اس کو بھول گئی؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا ہمارا حق ہے کہ ہم بموجب اس قول کے:

ہر ایک چیز اپنی علت غائی سے شناخت کی جاتی ہے۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۵۵۳)،

بوجہ نہ پائے جانے اس علت غائی کے مرزا صاحب قادیانی کو صادق نہ سمجھیں اور آپ کے تمام دعاوی کو باطل جانیں اور اس پر اسی معاملہ کو بطور دلیل پیش کریں جیسا کہ مرزا قادیانی نے خود بھی یہی فرمایا ہے:

ہر ایک نبی یا رسول یا محدث جو نشان اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہے وہی نشان خدا تعالی کے نزدیک معیار صدق و کذب ہوتا (اشتہار موسومہ پیر مہر علی شاہ ص ۴)

اور یہ نشان وہ ہے جس کو مرزا نے بطور معیار صدق و کذب خود پیش فرمایا تھا جو اگر ہو جاتا تو واقعی بڑا مبارک تھا کیونکہ پھر نہ یہ ارتداد کا بکھیڑا ہوتا، اور نہ ملکانوں کا جھگڑا، نہ یہ شدھی بدھی کا فساد رہتا، نہ مذبح قادیان کے مقدمات، نہ ظفروال کا قضیہ نا مرضیہ، جس سے آپکو بھی آرام ہوتا۔ خواہ مخواہ اشتہاروں پر سینکڑوں کی رقم کا ہے کو برباد ہوتی

کیا میں امید کروں کہ آپ نہایت مہربانی سے میرے ان سوالات پر نظر کر کے مجھے ان کے جوابات سے مطلع فرمائیں گے۔ والسلام خیر ختام ۔

خاکسار محمد عبداللہ معمار امرتسر کٹڑہ کرم سنگھ دروازہ بھگتانوالہ

معرفت مستری مولا بخش لوہار۔ ۲۶ فروری ۱۹۳۰ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء مطابق ۱۳ شوال ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۲۰۔ص ۴۔۶)

رسالہ مراق مرزا لاجواب ہے

(مولوی تاج الدین احمدی کی خیانتیں)

بابو حبیب اللہ صاحب رحمہ اللہ کلرک امرتسری لکھتے ہیں: واضح ہو کہ عاجز نے ایک رسالہ: مراق مرزا، لکھا ہے جسے مینیجر صاحب اخبار اہل حدیث امرتسر نے چھپوایا۔ اس میں مرض مراق کی تشریح اور مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال سے خود ان کا، ان کی بیوی صاحبہ کا، اور ان کے بیٹے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا مراقی ہونا ثابت کیا گیا ہے۔

قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز دسمبر ۱۹۲۹ء کے صفحہ اول سے ۱۶ تک ایک مضمون بعنوان: رسالہ مراق مرزا کا جواب، چھپا ہے۔ اس مضمون کے لکھنے والے مولوی تاج الدین لائل پوری قادیانی ہیں۔

یہ جواب کیا ہے، خیانت وسخت کلامی کا مجموعہ ہے۔ اوراس رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان میں میری نسبت ایسی باتیں منسوب کی گئی ہیں جو میں نے نہیں کہی ہیں۔ ان شاءاللہ رسالہ مراق مرزا کی طبع ثانی میں مرزائی مولوی کی مفصل تردید کی جائے گی۔ اب مختصر طور پر مولوی (تاج الدین) صاحب قادیانی کی خیانتوں کوظاہر کیا جاتا ہے ۔

قولہ: خداتعالی کے راست بازاور صادق بندوں کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ ان پر وہی اعتراض کئے جاتے ہیں جوان سے پہلے راست بازوں پران کے مخالفین کر چکے ہوتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے ما یقال لك الا قد قیل للرسل من قبلك یعنی اے نبی تجھ پر جوالزام لگائے جاتے ہیں یاجو باتیں تیرے خلاف کی جاتی ہیں یہ الزام اور یہ باتیں کوئی نئی نہیں ہیں بلکہ یہ وہی ہیں جوتجھ سے پہلے رسولوں کے خلاف بھی پیش کی جاچکی ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ خدا کے رسول ایک ہی منہاج اور ایک ہی طریق پر آتے ہیں۔ پس ان میں سے کسی ایک پر جواعتراض کیا جائے گا وہ اعتراض دوسرے پر بھی جاپڑے گا....اسی اصول کے مطابق ہمارادعوی ہے کہ ہمارے مخالف حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے خلاف کوئی ایسااعتراض پیش نہیں کر سکتے جو ان کے مسلمہ راست بازوں پر نہ پڑتا ہو۔ بلکہ جواعتراض حضور (مرزا قادیانی) پر کیا جائے گا، وہی کسی نہ کسی راست باز پر کیا گیا ہوگا ...ایک اوراعتراض جوخدا کے برگزیدہ مسیح پر کیا گیا ہے کہ نعوذ باللہ من ذلک حضور کو جنون لاحق تھا، لیکن مخلوق خدا کوراہ حق سے برگشتہ کرنے اور ہدایت الہی سے محروم رکھنے کے لئے یہ بھی کوئی حربہ نہیں جوسیدنا حضرت اقدس کے خلاف چلا گیا بلکہ یہ حربہ اور مکر بھی کفار نا ہنجار کی پرانی چالوں میں سے ایک چال اورقدیمی رسموں میں سے ایک رسم ہے۔ چنانچہ اللہ فرماتا ہے ما اتی الّذین من قبلھم من رسول الّا قالوا ساحر او مجنون۔ اتوا صوا به، بل ھم قوم طاغون ۔(زاریات۔ ۵۲۔۵۳) کہ کوئی رسول ایسا نہیں....جسے جادوگر یا مجنون نہ کہا گیا ہو۔ کیا یہ عاقبت نااندیش ایک دوسرے کو اس امر کی وصیت کرتے چلے آئے ہیں کہ جو بھی رسول آئے اس کوساحر یا مجنون ضرور کہنا کہ اس طرح مختلف زمانوں میں آنے والے تمام رسولوں کے دشمن انہیں یہی الزام دیتے رہے ہیں....

سو ناظرین آگاہ رہیں کہ حال ہی میں ایک رسالہ شائع ہوا ہے جس میں حضرت اقدس کو مجنون اور مرض مالیخولیا میں مبتلا ثابت کرنیکی ناکام سعی کی گئی ہے۔(ریویو آف ریلی جنز قادیان دسمبر ۱۹۲۹ء۔ص ۴۴۱،۴۴۲ خلاصہ)

اقول۔ یہ سچ ہے کہ خدا کے رسول ایک ہی منہاج اور ایک ہی طریق پر آتے ہیں اور یہ بھی سچ ہے کہ قرآن میں صاف صاف الفاظ میں ذکر ہے کہ کافر لوگ آنحضرت ﷺ اور آپ سے قبل کے نبیوں کے حق میں مسحور و مجنون وغیرہ الفاظ بولتے تھے، احمدی مولوی صاحب نے جو آیات نقل کی ہیں وہ آپ کے مفید نہیں اور میرے مطلب کے خلاف نہیں۔

قرآن مجید کی ان آیات میں تو یہ لکھا ہے کہ دشمنوں نے نبیوں کو ساحر مجنون کہا۔ یہ تو کسی آیت میں نہیں آیا ہے کہ کسی نبی نے خود اقرار کیا کہ (معاذ اللہ) مجھ میں یہ بیماری ہے۔ جناب مرزا صاحب مدعی رسالت و نبوت کا معاملہ اس کے بالکل برعکس ہے۔ آپ نے خود تسلیم کیا ہے کہ مجھ میں مراق کی بیماری ہے۔ چنانچہ آپ نے فرمایا:

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اسی طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا کہ مسیح آسمان پر سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہونگی۔ سو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی ایک نیچے کے دھڑ کی۔ یعنی مراق اور کثرت بول۔(تشحیذ الاذہان۔ جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

اسی طرح رسالہ ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۲۵ء کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کو مراق کی بیماری تھی۔ میں نے رسالہ مراق مرزا کے صفحہ ۴، ۵، ۶ پر اسی بات پر زور دیا ہے۔ میرا مضمون صفحہ ۴ سے شروع ہوتا ہے میں نے اس رسالہ میں کہیں نہیں لکھا کہ مرزا صاحب کو جنون تھا اور نہ یہ لکھا کہ مرزا صاحب کو مالیخولیا تھا۔ اگر احمدی مولوی صاحب میں ہمت ہے، تو حضرت آدمؑ سے حضرت خاتم النبیین ﷺ تک جتنے انبیاء گذرے ہیں، کسی ایک نبی کا اپنا اقرار دکھائے کہ مجھے مراق کی بیماری ہے۔

قرآن شریف کی آیات سے آپ یہ ہرگز ثابت نہ کر سکیں۔ دشمنوں کا الزام اور طعن کرنا اور بات ہے، اور کسی مدعی رسالت و نبوت کا اپنا اقرار اور امر ہے ۔

خدا کے نبی ورسول کو مرض جنون مالیخولیا مرگی مراق اور ہسٹیر یا میں سے کوئی مرض نہیں ہوسکتا۔اور لطف کی بات یہ ہے کہ مرزا قادیانی کو مراق کی بیماری تھی اور مرض ہسٹیر یا کا دورہ پڑتا تھا،جیسے کہ میں نے اپنے رسالہ میں سیرۃ المہدی از بشیر احمد حصہ اول کے صفحہ ۱۳ کے حوالہ سے ثابت کیا اور اس کے متعلق احمدی مولوی صاحب نے رسالہ ریویو دسمبر ۱۹۲۹ء کے ان صفحوں میں ایک سطر بھی نہیں لکھی اور سارا زور اس پر دیا کہ میں نے مرزا غلام احمد کو مجنون کہا ہے حالانکہ میں نے مجنون نہیں کہا،مراقی ثابت کیا ہے۔

یہ بھی یاد رہے کہ مراق اور جنون میں جس کو یونانی کتب میں مانیا اور ڈاکٹری میں مانومینیا کہتے ہیں، زمین وآسمان کا فرق ہے (ریویو آف ریلی جنز دسمبر ۱۹۲۹ء ص ۹) مراق کو عربی میں جمود اور انگریزی میں کاتالپس اور مالیخولیا کو ہائپوکاندرائیس کہتے ہیں۔یہ الگ الگ مرض ہیں۔

احمدی مولوی صاحب لفظ جنون اور مجنون کو بار بار لکھتے ہیں۔چنانچہ میں نے شمار کیا تو ریویو کے سولہ صفحوں میں ساٹھ سے زیادہ دفعہ انہوں نے لکھا ہے (شائد یہ بھی جنون کا اثر ہے) مولوی صاحب کی بنیاد ہی غلط ہے تو عمارت کب ٹھیک ہوسکتی ہے۔

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

۲۔واضح ہو کہ مرض مراق ہسٹیر یا جنون مرگی اور مالیخولیا نبوت ورسالت کے منافی ہے کیونکہ ان مرضوں میں مریض کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو نہیں رہتا (ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۵۔۶) حالانکہ نبی کو اپنے جذبات پر قابو رہتا ہے (ریویو مئی ۱۹۲۷ء ص ۳۰۔۳۱)

قولہ: رسالہ مذکور میں یہ بھی ظاہر کیا گیا ہے کہ گویا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود احمد)..کو بھی جنون ہے۔ (ص ۴۴۶)۔

اقول: افسوس صد افسوس! میں نے رسالہ مراق مرزا میں یہ الفاظ کہیں نہیں لکھے ہیں کہ میاں (محمود احمد) صاحب کو بھی جنون ہے۔بلکہ صفحہ ۶ پر جناب ڈاکٹر چودھری شاہ محمد نواز احمدی اسسٹنٹ سرجن کا قول ہے کہ: حضرت

خلیفۃ المسیح ثانی..نے فرمایا کہ مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔(ریویو آف ریلی جنز۔اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱)

قولہ: نادان معترض کو ناز ہے کہ حضرت مسیح موعود نے گویا خود اپنی نسبت لفظ مراق استعمال کیا ہے پس اس سے ثابت ہو گیا کہ حضور (نعوذ باللہ) مجنون تھے۔

سنیئے صاحب! محض الفاظ کو لے دوڑنا اور امر واقعہ وحقیقت الامر کو نظر انداز کر دینا شیوہ عقل مندی نہیں ہے اور اگر اس طریق کو استعمال کیا جائے تو بہت سی مشکلات کا سامنا کرنا پڑے گا۔(ص ۲۴۷)۔گو حضرت کی اپنی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا۔(حاشیہ ص ۲۴۷)۔

اقول: ۱۔احمدی مولوی صاحب کا یہ قول، گو حضرت کی اپنی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا، مجھ پر اعتراض کی صورت میں نہیں لگ سکتا بلکہ اپنے موجودہ خلیفہ مرزا بشیر الدین محمود پر آپ یہ اعتراض کریں اور انہیں مخاطب کر کے سوال کریں کہ جناب نے مرزا کی کسی تحریر کا حوالہ نہیں دیا ہے کیونکہ جون ۱۹۰۶ء میں رسالہ تشحیذ الاذہان کے اڈیٹر میاں محمود احمد صاحب تھے۔ایک دن نماز مغرب کے بعد چند عورتوں کو مخاطب کر کے جناب مرزا قادیانی نے کچھ فرمایا تھا جس کو اڈیٹر نے اپنے اس رسالہ کے صفحہ ۵۔۶ پر درج کیا ہے۔احمدی اخبارات الحکم اور بدر میں جناب مرزا قادیانی کے ملفوظات چھپتے رہتے تھے۔تشحیذ الاذہان سے یہ مضمون اخبار بدر مورخہ ۷ جون ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۵ پر چھپا ہے۔اس میں میرا کیا قصور ہے۔میں نے اپنے پاس سے بنا کر جھوٹ نہیں کہا، مجھ پر اعتراض کرنے سے پہلے اپنے خلیفہ پر اعتراض کرو۔خود خلیفہ نے اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ کے صفحہ ۲۱۳ پر اخبار بدر قادیان اور اخبار عام لاہور کے حوالے دیئے ہیں ان پر کیوں اعتراض نہیں کرتے۔

۲۔مرزا بشیر احمد پسر ثانی مرزا غلام احمد کی کتاب کلمۃ الفصل اور رسالہ ریویو مارچ اپریل ۱۹۱۵ء میں مولوی شیر علی احمدی کی یہ شہادت چھپی ہے کہ جناب مرزا (غلام احمد) صاحب نے آیت وبالآخرۃ ھم یوقنون سے مراد مسیح موعود کی وحی لی ہے۔اور یہی معنی اس آیت کے پارہ اول کے صفحہ ۱۳، اور فضل الدین احمدی کے رسالہ جماعت مبایعین کے عقائد صحیحہ کے صفحہ ۵۹، ۶۰، ۶۱، ۶۲ پر بھی لکھے ہیں۔

بڑے تعجب کی بات ہے کہ اپریل ۱۹۱۵ء (مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات کے ۷ سال بعد) مولوی شیر علی احمدی کا بیان تو قبول کرتے ہیں اور یہ اعتراض نہیں کرتے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی کسی تصنیف کردہ کتاب سے یہ معنی دکھاؤ۔ اور میں جون ۱۹۰۶ء (مرزا کی وفات سے دو سال پیشتر) کے تشحیذ الاذہان سے میاں محمود احمد کی روایت پیش کرتا ہوں اسے نہیں مانتے۔ یہ عجیب بات ہے۔

۳۔ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ا نمبر ۲ بابت جون ۱۹۰۶ء اور اخبار بدر ۷ جون ۱۹۰۶ کے صفحہ ۵ کی عبارت میں پہلے نقل کر آیا ہوں اس میں یہ الفاظ اپنے ظاہر پر ہیں یہاں مجاز یا استعارہ کے طور پر لفظ مراق استعمال نہیں ہوا ہے کیونکہ سیاق وسباق میں یہ الفاظ ہیں: سو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔

یہاں قرینہ بتا رہا ہے کہ مراق اور کثرت بول (ذیابیطس) دو بیماریاں مرزا کو تھیں چنانچہ ذیابیطس شکری تھی، پیشاب میں شکر آتی تھی (ریویو آف ریلیجنز اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۴۹)

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا یہ بیان ہے کہ: میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے۔

(الحکم قادیان ۱۰۔ اگست ۱۹۰۱ء ص ۱۴)

یہاں بھی الفاظ، مراق کی بیماری، ظاہر پر ہیں کوئی مجاز واستعارہ نہیں ہے۔

قولہ: نادان معترض نے یہ ثابت کرنے کیلئے کہ حضرت اقدس کو جنون تھا، زیر عنوان: مرزا صاحب کو اپنے خیالات پر قابو نہیں تھا،، چار مثالیں پیش کر کے اپنی جہالت ونادانی پر چار شہادتیں قائم کر دی ہیں کیونکہ اس سے یہ امر قرار پایا ہے کہ اگر بزعم خود کسی کے کلام میں چار اختلاف پائے جاتے ہیں تو اس کے جنون ہونے میں کوئی شبہ نہیں رہتا۔ چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

ہم نے شرعی نصاب کی اعلیٰ حد اختیار کر کے مرزا صاحب کی مراقیت (جنون) پر چار گواہ پیش کئے ہیں لہذا ہمارا دعویٰ ثابت ہونے میں کسی کو مجال سخن نہیں۔ (مراق مرزا۔ ص ۱۱۔ ریویو آف ریلیجنز۔ دسمبر ۱۹۲۹ء ص ۴۴۹)۔

اقول: مولوی تاج الدین احمدی کی ایک اور خیانت ملاحظہ ہو۔اس صفحہ پر مراق مرزا کے صفحہ ۱۱ کی عبارت یوں نقل کی ہے: ہم نے شرعی نصاب کی اعلی حد اختیار کر کے مرزا صاحب کی مراقیت (جنون) پر چار گواہ پیش کئے ہیں۔

حالانکہ رسالہ مراق مرزا کے صفحہ ۱۱ کی سطر ۱۹ میں صرف لفظ مراقیت ہے اور اس کے ساتھ لفظ جنون میں نے نہیں لکھا بلکہ یہ لفظ احمدی مولوی صاحب نے خود اپنی طرف سے بڑھا لیا ہے۔ ہاں رسالہ مراق مرزا کے صفحہ ۱۲ پر لکھ دیا گیا ہے کہ :

نتیجہ ان سارے حوالہ جات کا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نبی نہ تھے نہ رسول نہ مجدد نہ مسیح نہ ملہم نہ محدث ہاں کچھ تھے تو مراقی تھے جس کا انہیں خود اعتراف ہے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۳۰ء مطابق ۲۰ شوال ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۲۱ ص ۳۔۵)

مناظرہ مرزائیاں

مولوی محمد مہر الدین منتظم مناظرہ میاں ونڈ لکھتے ہیں:

موضع میاں ونڈ ضلع امرتسر میں ۸۔۹ مارچ ۱۹۳۰ء مرزائیوں سے باامن مناظرہ ہوا۔

موضوع تین تھے۔

۱۔ حیات و مماۃ مسیح ۔۲۔ اجرائے نبوت ۔۳۔ صدق و کذب مرزا۔

مرزائیوں کی طرف سے چند علماء شریک تھے۔ جماعت اہل حدیث کی طرف سے کئی علماء تھے۔

مناظرہ آبادی سے باہر ہوا۔ مسلم، غیر مسلم سامعین کی کثرت تھی۔

موضوع اول پر بعد نماز پیشیں، موضوع دوم سوم پر دوسرے روز (۹ تاریخ کو) مناظرہ کیا جانا تھا، وقت دو دو گھنٹہ فی موضوع قرار پایا۔، اول موضوع پر مولوی عبدالرحیم مبلغ کانفرنس کے بالمقابل مولوی محمد حسین مرزائی آئے۔ مرزائی مناظر سخت مرعوب ہوا۔ مجلس برخواست ہوئی۔، بوقت شام مولوی حبیب اللہ بھی آ گئے اور تقریر کی۔ اگلے روز دس بجے جلسہ مناظرہ منعقد ہوا۔ مولوی محمد امین امرتسری مناظر ہوئے۔ مرزائیوں کی طرف سے محمد حسین۔، تیسرا موضوع چونکہ فیصلہ کن تھا اس لئے مرزائیوں نے راہ گریز اختیار کرنی شروع کی۔ اور کہا کہ کل کریں گے۔ بعد میں کہا کہ اگر مولوی عبدالرحیم مناظر ہوں تو کل کریں گے ورنہ آج کر لیتے ہیں۔، دراصل انہیں قادیان سے کمک آنے کی امید تھی اور پھر مولوی محمد غفور قادیان سے آ گئے۔ اور انکے ساتھ شام ۴ بجے مناظرہ ہوا۔ ٦ بجے کے قریب انہوں نے مناظرہ بند کرنے کی درخواست کر دی۔..

شہادات غیر جانب دار: ہم مندرجہ ذیل اشخاص تصدیق کرتے ہیں کہ ہم نے مسلمانان میاں ونڈ کے ہمراہ مرزائیوں کا مناظرہ ہوتے دیکھا اور سنا اور بلا کسی قسم کے شک کے ہم کہتے ہیں کہ مرزا صاحبان اپنے دعوی میں بالکل جھوٹے ہیں ان کا پیر مرزا صاحب کسی طرح بھی نبی یا ولی یا بزرگ ہستی نہیں کہلا سکتا۔ مرزائیوں نے عبد الرحیم شاہ کے کسی سوال کو جواب نہیں دیا اور نہ دے سکتے صاف صاف جھوٹے ہیں۔

شنبھو ناتھ، گورداس مل برہمن۔ پریتم سنگھ ولد سندر سنگھ ساہوکار ٹیکس گذار۔ جاگیر سنگھ ولد روڑ سنگھ۔ بچن سنگھ۔ سردار جگت سنگھ ولد دیوا سنگھ جٹ۔ سلطان سنگھ ولد نہال سنگھ جٹ۔ دیوان سنگھ۔ جیون سنگھ نمبر دار۔ خزان سنگھ ولد بھگت سنگھ۔ تارا سنگھ۔ سردار ماہنا سنگھ ولد ہیرا سنگھ۔ گنگا ولد گوردت سنگھ جٹ۔ سنتا سنگھ ولد خوشحال سنگھ۔ مل سنگھ ولد بھان سنگھ۔ لکھا سنگھ ولد گوردت سنگھ جٹ اکالی۔ سردار خوشحال سنگھ ولد قمر سنگھ جٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء، ۲۷ شوال ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۲۲ ص ۸، ۱۱)

قادیانی علم کلام

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ بتاتے ہیں:

اخبار الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۰ء صفحہ ۸ پر ہے :

ایک مقام پر ایک احمدی کا غیر احمدی مولوی سے مباحثہ ہوا۔

احمدی نے یا عیسی انّی متو فیك و را فعك سے رفع عیسی کے ثبوت کی تردید میں غیر احمدی سے کہا کہ دیکھو متو فیك کی ف کے نیچے کیا ہے؟

غیر احمدی نے کہا۔ زیر۔

احمدی نے کہا کہ جب زیر نیچے ہے، تو حضرت عیسی اوپر کیسے جا سکتے ہیں؟ وہ تو نیچے ہی رہیں گے۔ (ملخصاً)

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں، کیا اچھی دلیل ہے؟ کہ متو فیك میں ف کے نیچے زیر ہے۔

ذرا یہ تو سوچو کہ یہ زیر اس پر ہے جو انّی میں متکلم ہے۔ یعنی خدا ،

کیونکہ آیت کے معنی ہیں: خدا نے حضرت مسیح کو کہا میں ہی تجھے فوت کرونگا۔

اور مسیح ك سے مخاطب ہیں، جس پر زبر ہے۔

پس ثابت ہوا کہ بقول ان ملا دوپیازہ کے خدا نیچے ہے، اور مسیح اوپر۔

جل جلالہ تعالی شانہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۳۰ء مطابق ۴ ذی قعد ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۲۳ ص ۳)

قادیان میں فساد وقتال

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے مرزائی تحریک کے خلاف ایک معمولی سا پرچہ ماہوار نکلا کرتا ہے جس کا نام مباہلہ ہے۔ اس میں ہمیشہ یہ ذکر ہوتا ہے کہ خلیفہ قادیان میں وہ عیب ہے، فلاں میں یہ عیب ہے، جس کا ثبوت ہمارے پاس ہے۔ اگر وہ سچے ہیں تو ہم سے مباہلہ کرلیں وغیرہ۔

اس دفعہ مباہلہ میں خلیفہ قادیان کی ازواج اور بنات کا بھی ذکر تھا جس پر قادیانی امت نے خلیفہ کو پریشان کیا کہ آپ بذریعہ عدالت اس کا فیصلہ کرائیے۔ اس پر خلیفہ قادیان نے ایک جمعہ کے خطبہ میں بڑی تیز تقریر کی۔ جس میں بڑا اواویلا کیا۔ کچھ تو ان مریدوں کو ڈانٹا جو یہ درخواست کرتے ہیں کہ عدالت میں فیصلہ کرایا جائے۔ کچھ حاضرین کو گرم کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ اس وقت مباہلہ والوں میں سے ایک شخص ادھر سے گذرتا ہوا ہتھے چڑھ گیا، بس اس کی اچھی طرح مرمت کردی۔ (فاروق ۲۱۔ اپریل ص ۳)۔

ادھر حکومت کو توجہ دلا کر مباہلہ والوں پر دفعہ ۱۵۳ وغیرہ کے ماتحت مقدمہ چلوا دیا۔ ۲۳۔ اپریل کو گورداسپور میں پیشی بھگتا کر لاری میں واپس آرہے تھے (تو راستے میں فساد ہوا۔ ایک آدمی مرگیا۔ دوسرا، عبدالکریم زخمی ہوکر ہسپتال میں ہوا۔)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ مئی ۱۹۳۰ء جلد ۲۷ نمبر ۲۷ ص ۵۔۶)

خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت اوران کا انکار

اخبار مباہلہ خلیفہ قادیان پر نا گفتہ الزام لگا تا اور فیصلہ کے لئے خلیفہ مذکور کو مباہلہ کی دعوت دیتا رہا مگر خلیفہ مذکور مباہلہ سے انکاری رہے۔ آخر ۱۶۔ اپریل ۱۹۳۰ء کے پرچہ الفضل میں خلیفہ قادیان کی ایک تقریر نقل ہوئی جس میں انہوں نے دعوی کیا کہ کسی فعل مستلزم سزا میں مباہلہ کرنا کسی امام یا متبع امام کا قول نہیں۔ دکھائیں تو ایک سو روپیہ انعام دونگا۔ اس کے جواب میں محمد حسین صابری بریلوی نے ایک مضمون بھیجا ہے جس میں اقوال مرزا سے استدلال کر کے دعوی ثابت کیا ہے۔ ہم اقوال آئمہ سے جواز مباہلہ بتاتے ہیں۔ انعام کی امید خلیفہ صاحب سے فضول ہے...

تفسیر فتح البیان میں زیر آیت ابتہال ہے:

قال فى الجمل وقع البحث عند شيخنا العلامه الدوانى فى جواز المباهلة بعد النبى ﷺ فكتب رسالة فى شروطها المستنبطة من الكتاب و السنة و الآثار و كلام الآئمةو حاصل كلامه فيها انها لا تجوز الا فى امر مهم شرعاً وقع فيه اشتباه و عناد و لا يتيسر دفعه الا بالمباهلةفيشترط كونها بعد اقامة الحجة و السعى فى ازالة الشبهة و تقديم النصح الانذار و عدم نفع ذلك و مساس الضرورة اليها۔

کہ علامہ دوانی نے جواز مباہلہ میں ایک کتاب لکھی ہے اس کا ملخص یہ ہے کہ ضروری شرعی امر میں مباہلہ کرنا جائز ہے جس میں شبہ اور عناد ہو، جو مباہلہ کے بغیر دور نہ ہو سکے۔ وغیرہ۔

اس حوالہ میں امر مہم شرعی ، ایک عام جامع لفظ ہے یعنی بہت بڑا ضروری کام جس پر شرعی حکم وارد ہو جیسے چوری بدکاری زنا کاری وغیرہ۔ قادیانی صورت نزاع میں شرائط مذکور ہسب پائی جاتی ہیں سننے والوں کو خلیفہ کے حق میں اشتباہ بھی ہے۔ الزام لگانے والوں کو عناد بھی ہے۔ اشتباہ کا ثبوت اس سے زیادہ کیا چاہیے کہ خود لاہوری جماعت احمدیہ کے لیڈر خواجہ کمال الدین نے خلیفہ قادیان کو انکاری حلف اٹھانے کی بابت خط لکھا

تا کہ شبہ دور ہو۔ پس ہمارا پیش کردہ حوالہ دیکھ کر خلیفہ قادیان کو دفع الزام کے لئے مباہلہ کرنے سے انکار نہ ہونا چاہیے۔

ممکن ہے یہ حوالہ قادیانی جماعت نے بھی دیکھ لیا اس لئے انہوں نے دوسرا پہلو بدلا۔ چنانچہ الفضل ۱۴ مئی میں لکھا: الزام زنا وغیرہ پر ثبوت بذمہ مدعی ہوگا اگر وہ گواہ نہ لائے تو جھوٹا ہے ہاں جس پر الزام لگایا جائے وہ اس وقت تک کہ الزام دہندہ اس سے مطالبہ مباہلہ نہ کرلے اپنی بریت کو زیادہ نمایاں کرنے کے لئے مباہلہ کی بھی دعوت دے سکتا ہے۔ اگر مطالبہ ہو جائے تو وہ بھی مباہلہ کی دعوت نہیں دے سکتا اور نہ منظور کر سکتا ہے۔ یہ ہمارا عقیدہ ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں: یعنی ملزم بغرض بریت خود مباہلہ کی درخواست کرے تو جائز ہے۔ مدعی اگر ملزم سے مباہلہ طلب کرے تو ملزم مباہلہ منظور نہ کرے۔ بہت خوب۔ پہلا حصہ تو متنازع نہیں۔ دوسرا متنازعہ ہے جس میں قادیانی پارٹی مدعی عدم جواز ہے، لہذا اس کی دلیل پیش کرنا اس پر واجب ہے۔ ہم اس دلیل سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہیں۔ اب صابری صاحب کی سنیئے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اسلام میں لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنا ایک بددعا ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ جو شخص کاذب ہے وہ خدا کی رحمت سے نومید ہو اور اسکے قہر کے نیچے آ جائے۔ اسی لئے قرآن میں ایسے مردوں یا ایسی عورتوں کیلئے جن پر مجرم ہونے کا شبہ ہو اور کوئی گواہ نہ ہو جس کی گواہی سے سزا دی جائے ایسی قسم رکھی ہے جو مؤکد بہ لعنت ہے تا اس کا وہ نتیجہ ہو جو گواہ کے بیان کا نتیجہ ہوتا ہے یعنی سزا اور قہر الٰہی۔

(نزول المسیح ص ۷۵ حاشیہ زیر عبارت متعلقہ مباہلہ)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ اصول خلیفہ قادیان کے متعلق بالکل صاف ہے کہ انہیں بغیر چون چرا کے مباہلہ یا مؤکد بہ لعنت حلف اٹھانا چاہیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء مطابق ۲۳ ذی الحج ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۰ ص ۳۔۵)

تفسیر القرآن میں مقابلہ

مولانا نور حسینؒ گھرجاکھی مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کو لکھتے ہیں:

میری ایک احمدی دوست سے گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا کہ ہمارے خلیفہ نے مدت سے چیلنج دے رکھا ہے کہ میرے مقابلہ میں کوئی تفسیر قرآن عربی میں مقابلہ کر لے۔ کوئی حنفی اہل حدیث آج تک تیار نہیں ہوا... میں نے کہا مولانا ثناءاللہ امرتسری نے چیلنج منظور کیا تھا لیکن خلیفہ صاحب نے خاموشی اختیار کی ...(اب) شیخوپورہ کے قادیانی دوست مقابلہ کرانے کو تیار ہیں۔ اس لئے میں نے حسب ذیل تحریر لکھدی :

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ بخدمت چودھری رحیم بخش سکرٹری انجمن احمدیہ شیخوپورہ۔

خلیفہ صاحب نے جو چیلنج تفسیر قرآن مجید کی نسبت دیا تھا مولانا ثناءاللہ نے منظور فرما لیا تھا جس میں یہ شرط تھی کہ ایک علیحدہ مکان میں بیٹھ کر صرف سادہ قرآن مجید بلا ترجمہ اور سفید کاغذ اور قلم دوات لے کر تفسیر لکھیں۔ قریب کوئی آدمی معاون یا مددگار نہ ہو۔ اور عربی تفسیر لکھی جائے۔ خواہ کوئی سورہ یا رکوع ہو۔ پھر وہ تفسیر چھپ کر دنیا کے سامنے آجائے۔ لوگ خود اندازہ لگا لیں گے کہ کس میں علم اور روحانیت ہے۔ میں آپ کو بآواز بلند کہتا ہوں کہ اگر مولوی ثناءاللہ صاحب تفسیر لکھنے سے انکار کریں تو میں ان کی جماعت سے علیحدہ ہو جاؤنگا۔ لیکن آپ بھی بالمقابل یہ اقرار کریں کہ اگر خلیفہ صاحب نے تفسیر لکھنے سے انکار کیا تو میں ان کی جماعت سے علیحدہ ہو جاؤنگا۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ خلیفہ صاحب اس شرط پر تفسیر لکھنے کو کبھی تیار نہ ہوں گے۔

نور حسین گھرجاکھی خطیب جامع مسجد شیخوپورہ۔

سکرٹری صاحب نے یہ لکھ کر دیا:

بخدمت جناب مولوی نور حسین صاحب...

عرض ہے کہ خلیفہ صاحب چیلنج تفسیر قرآن کی نسبت اخباروں میں دے چکے ہیں۔ اگر آپ کے دل میں یہ خیال ہے کہ تفسیر القرآن میں دونوں حضرات مقابلہ کریں تو میں راضی ہوں میں بھی آج ہی خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کو قادیان لکھ دیتا ہوں کہ آپ باہمی شرائط طے کر کے دنیا کو حق اور باطل کی تمیز کا موقع دیں۔

میں آپ کی اس صلاح کو مانتا ہوں بلکہ اتفاق کرتا ہوں۔ مگر ایک بات سے انکار ہے کہ احمدیت سے توبہ کا تعلق نہیں مان سکتا۔ ہاں اگر خلیفہ صاحب نے اس مقابلہ سے پہلو تہی کی تو میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو خلیفہ صاحب سے زیادہ عالم مانوں گا۔ خاکسار رحیم بخش انجمن احمدیہ شیخوپورہ

چوہدری رحیم بخش نے بھی یہ بیان قادیان بھیج دیا ہے اور میں نے بھی ارسال خدمت کر دیا ہے۔ لہذا آپ اپنی منشاء تحت میں اظہار فرمائیں۔ والسلام۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیوبندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں، پس ایک سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر بالمقابل تفسیر لکھئے۔ جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی، بلکہ انکار کر گئے۔

گزشتہ را صلوۃ۔ اب سہی۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا۔ تفسیر اور معارف کے لئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ بس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء مطابق ۲۳ ذی الحج ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۰ ص ۵)

تفسیر نویسی

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

بے حیائی تیرا آسرا، دراصل حدیث کا مضمون ہے جس میں ارشاد ہے

اذا لم تستحی فاصنع ما شئت ۔ جب کسی کو حیا نہ ہو، تو جو جی چاہے کرے۔

عرصہ دراز سے قادیان سے آواز اٹھتی چلی آئی ہے کہ معارف اور نکات قرآنیہ جو ہم کو خدا نے بتائے ہیں وہ کسی کو نہیں بتائے۔ اسی گھمنڈ میں بڑے مرزا جی نے پیر مہر علی صاحب گولڑہ اور خاکسار وغیرہ کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ جس کے جواب میں پیر صاحب گولڑہ ضلع راولپنڈی سے اور خاکسار امرتسر سے لاہور پہنچ گئے تھے۔ مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تشریف نہ لائے۔ جس کے عذر میں کہا تھا:

پیر گولڑہ سرحدی پٹھانوں کو لیکر آ گئے ہیں اور میرے مرید تو لاہور میں کل پندرہ ہیں۔

خیر یہ زمانہ بھی گذرا۔ اس کے بعد چھوٹے میاں محمود خلیفہ قادیان کو وراثتاً یہ دعوی ملا کہ قرآنی معارف جو مجھ پر کھلے ہیں وہ کسی اور پر نہیں۔ مقابلہ میں بیٹھ کر میرے سامنے تفسیر لکھو۔ چنانچہ آپ نے چند علماء لاہور کو چیلنج بھی دیا جن میں خاکسار کا نام نہیں لیا، کیوں؟ اس لئے کہ ۱۹۲۵ء میں بھی یہ آواز قادیان سے اٹھی تھی کہ علماء دیوبند ہمارے مقابل آئیں جس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۲ ۔ میں لکھ دیا تھا: بٹالہ کی جامع مسجد میں سادہ قرآن اور خود دروقلم لے کر آیئے۔ آمنے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھئے۔، اس کے جواب میں آج تک خاموشی رہی۔

اب یہ آواز اٹھی، تو ہمارے دوست مولوی نور الہی صاحب گرجاکھی کا مراسلہ اہل حدیث میں چھپ گیا جس کی ہم نے تصدیق کی۔ اس کی منظوری آج (۲۶ مئی ۱۹۳۰ء) تک نہیں آئی۔، ہاں اخبار الفضل قادیان ۲۳ مئی میں ایک نوٹ نکلا ہے (الفضل ۳۰ مئی صفحہ ۷ پر بھی یہی راگ گایا ہے) جس میں انجمن تحفظ شریعت لاہور کے چیلنج کا جواب

دیتے ہوئے ایک فقرہ یہ بھی لکھ مارا ہے:

یہ کام (تفسیر نویسی) آسان نہیں۔ ورنہ انور شاہ دیوبندی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر کبائر کیوں صم بکم کے مصداق بن رہے ہیں۔(ص۹)۔

ناظرین! واقعات گزشتہ کو سامنے رکھ کر ان مقدس لوگوں سے پوچھئے کہ آپ کے مخاطب تو صم بکم نہیں بنے، مگر آپ عمی کیوں بن رہے ہیں جو اہل حدیث کی تحریرات کو دیکھتے نہیں۔ قادیانی دوستو! اپنے مشن کے کام میں جب تم کسی اور کو مخاطب کرتے ہو، تو ہمیں سخت ملال ہوتا۔ کیوں:

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

پس سنو! ہم تمہارے خلیفہ کی لیاقت علمیت معرفت نکتہ رسی نکتہ سنجی سب جانتے ہیں کہ وہ واقعی باپ کے قابل سپوت ہیں۔ اس لئے گو ہم آج سے پہلے آسمانی اور زمینی طور پر (مرزا قادیانی کا ہم سے پہلے مرجانا، لدھیانہ میں تین سو روپئہ انعام حاصل کرنا) تم پر فتح یاب ہو چکے ہیں تاہم اس میدان میں بھی بفضلہٖ تعالیٰ تمہیں شکست دینے کا ارادہ کر چکے ہیں ہماری طرف سے کوئی شرط نہ ہوگی۔ فقط یہ کہ: سادہ قرآن اور قلم لے کر بیٹھنا ہوگا۔ تفسیر اور معارف، علوم عربیہ کے ماتحت ہوں گے۔

قادیانی معارف اور نکات کی ایک آدھ مثال ناظرین کو بتاتے ہیں: بڑے مرزا صاحب قادیانی سورہ تکویر کی تفسیر لکھتے ہیں

اذا الشمس کورت۔ و اذا النجوم انکدرت۔ و اذا الجبال سیرت و اذا العشار عطلت و اذا الوحوش حشرت و اذا البحار سجّرت و اذا النّفوس زوّجت۔ و اذا الموؤدة سئلت۔ بایّ ذنب قتلت۔ و اذا الصحف نشرت۔ و اذا السماء کشطت، و اذا الجحیم سعرت۔ و اذا الجنة ازلفت علمت نفس ما احضرت۔

اس سورۃ میں خداوند تعالیٰ نے قیامت سے پہلے کے چند واقعات بتا کر ارشاد فرمایا ہے کہ جب یہ واقعات ہو جائیں گے تو اس وقت ہر نفس کو اپنے کئے اعمال معلوم ہو جائیں گے چنانچہ ان آیات کا ترجمہ صاف بتا رہا ہے

کہ مقصود ان سے یہ بتانا ہے کہ جب یہ واقعات ظاہر ہونگے اس روز یوم الجزاء (روز قیامت) ہوگا۔

ان آیات میں جولفظ اذا العشار عطلت ہے اس کی تفسیر میں مرزا غلام احمد نکتہ سنجی فرماتے ہیں۔ان کے الفاظ یہ ہیں: اور یاد رہے کہ اسی زمانہ کی نسبت مسیح موعود کے ضمن بیان میں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبر دی جو صحیح مسلم میں درج ہے اور فرمایا و یترکن القلاص فلا یسعی علیھا یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنی کی سواری موقوف ہو جائے گی۔بس کوئی ان پر سوار ہو کر ان کو نہیں دوڑائے گا۔اور یہ ریل کی طرف اشارہ تھا کہ اس کے نکلنے سے اونٹوں کے دوڑانے کی حاجت نہیں رہے گی ۔

اور اونٹ کو اسلئے ذکر کیا کہ عرب کی سواریوں میں سے بڑی سواری اونٹ ہی ہے جس پر وہ اپنے مختصر گھر کا تمام اسباب رکھ کر پھر سوار بھی ہو سکتے ہیں اور بڑے کے ذکر میں چھوٹا خود ضمناً آ جاتا ہے ۔

پس حاصل مطلب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ایسی سواری نکلے گی کہ اونٹ پر بھی غالب آ جائے گی جیسا کہ دیکھتے ہو کہ ریل کے نکلنے سے قریباً وہ تمام کام جو اونٹ کرتے تھے اب ریلیں کر رہی ہیں۔پس اس سے زیادہ تر صاف اور منکشف اور کیا پیش گوئی ہوگی۔چنانچہ اس زمانہ کی قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے جیسا کہ فرمایا و اذا العشار عطلت یعنی آخری زمانہ وہ ہے جب اونٹنی بے کار ہو جائے گی۔

یہ بھی صریح ریل کی طرف اشارہ ہے اور وہ حدیث اور یہ آیت ایک ہی خبر دے رہی ہیں اور چونکہ حدیث میں صریح مسیح موعود کے بارے میں یہ بیان ہے اس لئے یقیناً یہ استدلال کرنا چاہیے کہ یہ آیت بھی مسیح موعود کے زمانہ کا حال بتلا رہی ہے اور اجمالاً مسیح موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔پھر لوگ باوجود ان آیات بینات کے جو آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں ان پیش گوئیوں کی نسبت شک کرتے ہیں۔اب منصفین سوچ لیں کہ ایسی پیش گوئیوں کی نسبت جن کی غیبی باتیں پوری ہوتی آنکھ سے دیکھی گئیں شک کرنا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

(شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی۔ص۱۳،۱۴)

ناظرین! یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ اونٹوں کی جگہ ریل کا بن جانا خاص عرب میں مراد ہے۔ اسی لئے قادیانی نے ملک عرب کا نام بھی لیا ہے اس کی مزید توضیح دوسری کتاب میں موصوف نے فرمادی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی۔مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے

قبول نہ کیا۔ میں وہی ہوں جسکے وقت میں اونٹ بے کار ہوئے اور پیش گوئی و اذا العشار عطّلت پوری ہوئی۔ اور پیش گوئی حدیث و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری پوری چمک دکھا دی۔ یہاں تک کہ عرب و عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعد کے وقت کا یہ نشان ہے۔ (اعجاز احمدی۔ ص۲)

احمدی دوستو! حضرت مرزا صاحب کی اس نکتہ سنجی کو اور کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو اس کے قائل ہیں کہ یہ نکتہ خدا نے ان سے لکھوایا ہے کیوں؟ تا کہ آپ لوگ مرزا صاحب کی مسیحیت موعودہ کو اس نکتہ سے جانچیں کہ مسیح موعود کی علامت یہ ہے ملک عرب خاص کر حجاز میں ریل جاری ہو کر اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ پس جب تک عرب اور حجاز میں اونٹ چلتے ہیں آپ لوگوں کا حق نہیں کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود سمجھیں۔ ورنہ خود مرزا صاحب قادیانی کے ارشاد کے خلاف ہوگا۔ کیا خوب :

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

ناظرین یہ ہیں وہ معارف اور نکات جو مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی ذریت قرآن کی تفسیر میں لکھے گی۔ آئیں اور علوم عربیہ کی پابندی میں لکھیں اور خوب لکھیں۔ کیا آئیں گے؟ ہرگز نہیں۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جون ۱۹۳۰ء مطابق ۸ محرم ۱۳۴۹ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۲ ص ۳۔۵)

برما میں زلزلہ
صداقت مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے ہم نے سنا اور اخباروں میں پڑھا کہ رنگون اور پیگو وغیرہ بلاد برما میں ماہ مئی گذشتہ میں سخت زلزلہ آیا ہم اسی وقت سے منتظر تھے کہ قادیان سے آواز اٹھے گی کہ ہمارے نبی رسول مرزا کی صداقت ثابت ہوگئی۔ان کی خاموشی سے ہمارا خیال ہوا کہ ہم خود ہی ان کو یاد دلائیں کہ وقت سے فائدہ اٹھائیں۔ہم ابھی خیال ہی کر رہے تھے کہ قادیان سے آواز نکلی یعنی اخبار الفضل نے بڑی موٹی سرخی:

حضرت مسیح موعود کی ایک پیش گوئی

لکھ ماری۔اس کے ماتحت زلزلہ برما کے ذکر میں لکھا کہ مرزا نے حقیقت الوحی میں زلزلہ عظیمہ کی بابت پیش گوئی کر رکھی تھی۔بس وہ سچی ہوگئی۔اس کے بعد نتیجہ کے طور پر لکھا ہے:

کاش غافل اور دنیا میں منہمک لوگ خدا تعالی کے ان قہری نشانات سے جو حضرت مسیح موعود کی پیش گوئی کی صداقت میں رونما ہوئے ہیں عبرت حاصل کریں۔(الفضل قادیان ۱۵ جون ۱۹۳۰ء)۔

کچھ شک نہیں کہ برما میں سخت زلزلہ آیا جس سے بڑی سخت تباہی ہوئی مگر سوال یہ ہے کہ یہ واقعہ ہائلہ کس کا نشان ہے؟ ہم بتاتے ہیں کہ اس قسم کے واقعات ہائلہ تین قسم کے نشان ہو سکتے ہیں

۱۔نشان قدرت۔بالکل سچ آمنا۔

۲۔نشان نبوت محمدیہ۔یہ اس لئے کہ حضور ﷺ نے فرمایا ہے قیامت کے قریب تکثر الزلازل۔زلزلے بہت آئیں گے۔صدقنا۔ان دونوں قسم کے نشانات میں ہمارا اور قادیانیوں کا اختلاف نہیں۔

۳۔تیسرا نشان مرزا قادیانی ہے۔اس میں نزاع ہے۔الفضل نے تو کسی خاص غرض کے ماتحت بات گول مول

کی ہے مگر مرزا صاحب قادیانی نے جہاں ان زلزلوں کی بابت لکھا ہے، وہاں صاف لکھا ہے :

مجھے خدائے عز وجل نے یہ بھی فرمایا ہے کہ یہ دونوں زلزلے (اپریل ۱۹۰۵ء کا اور اس کے بعد آنے والا۔ جو بقول الفضل برما میں آیا۔ ثناء اللہ) تیری سچائی ظاہر کرنے کے لئے دو نشان ہیں۔ انہی نشانوں کی طرح جو موسی نے فرعون کے سامنے دکھلائے تھے اور اس نشان کی طرح جو نوح نے اپنی قوم کو دکھلائے تھے۔ (النداء من و حی السماء)

ناظرین! ملاحظہ فرمائیے کیسا صاف بیان ہے کہ یہ زلزلہ جس کی پیش گوئی مرزا نے کی ہے اور جس کو آج الفضل مرزا صاحب کی صداقت کا نشان قرار دیتا ہے یہ اسی طرح کا نشان مرزا ہوگا جس طرح حضرت موسی اور حضرت نوح کے نشان ظاہر ہوئے تھے۔ اس پر سوال پیدا ہوتا تھا کہ زلزلہ سے دعوی مرزا کو کیا تعلق تو اس کا حل مرزا غلام احمد نے یوں دیا ہے۔ لکھا:

آیت قرآنی و ما کنا معذ بین حتی نبعث رسو لا سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب کے نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے جو خلقت کو آنے والے عذاب سے ڈراتا ہے اور یہ عذاب اس (رسول) کی تصدیق کے واسطے قہری نشانات ہوتے ہیں۔ اس وقت خدا کا ایک رسول (مرزا) تمہارے درمیان ہے جو مدت سے تم کو ان عذابوں کے آنے کی خبر دے رہا ہے پس سوچو اور ایمان لاؤ تا کہ نجات پاؤ۔ (النداء من و حی السماء)

جس کتاب حقیقۃ الوحی کا اخبار الفضل نے حوالہ دیا ہے اس میں بھی مذکور ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں (زلزلوں) میں کچھ تاخیر ہو جاتی۔ پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے، ظاہر ہو گئے جیسا کہ خدا نے فرمایا و ما کنّا معذّبین حتّی نبعث رسو لا (صفحہ۔۲۵۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بس چونکہ زلزلہ برما مرزا غلام احمد کی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا گیا ہے، اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس حیثیت سے اس پر بحث کریں کہ اس کو نبوت مرزا قادیانی سے کیا تعلق؟

کچھ شک نہیں کہ قرآن شریف میں انبیاء کے منکروں پر عذاب آنے کا ذکر ہے مگر کب؟ اس کا جواب خود مرزا صاحب کے کلام سے ملتا ہے (کیونکہ اپنی مثال میں موسیٰ اور نوح ؑ کا نام لیا ہے) کہ بعد تبلیغ رسالت ان کی تکذیب اور شرارت کو بھی دخل ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد خود اس پیش گوئی کے ضمن میں فرما چکے ہیں:

خوب یاد رکھو کہ جن قوموں کو خدا تعالی نے اس سے پہلے عذاب میں مبتلا کیا تھا جیسا کہ نوح ؑ کی قوم اور فرعون کی قوم اور لوط کی قوم، وہ اس لئے ہلاک نہیں کی گئی تھیں کہ محض اختلاف درمیان تھا بلکہ وہ اپنی شوخیوں اور شرارتوں کی وجہ سے ہلاک کی گئی تھیں۔ (النداء من وحی السماء)

مرزا غلام احمد صاحب کے اس دعوی کی تائید خود قرآن مجید بھی کرتا ہے۔ غور سے پڑھو حتــــی یبیـن لهـم مـا یتقون (خدا کسی قوم کو گمراہ اور برباد نہیں کرتا جب تک اس کو وہ احکام واضح طور پر نہ بتا دے جن سے ان کو بچنا چاہیے)۔

اب سوال یہ ہے کہ برما میں جو لوگ زلزلہ سے تباہ ہوئے ہیں، ان کو مرزا صاحب کی دعوت پہنچ چکی تھی؟ اس کے بعد انہوں نے تکذیب اور شوخی و شرارت کی تھی؟ اس کا جواب دینا الفضل اور ہر مصدق مرزا قادیانی کا فرض ہے۔ ہاں ہم اس سوال کے جواب سے سبکدوش ہیں کیونکہ ہمارے نزدیک زلزلہ برما ایک تو قدرت کا نشان ہے، دوم نبوت محمدیہ کا نشان ہے جہنوں نے فرمایا ہے کہ قیامت سے پہلے زلزلے بہت آئیں گے۔ پس امت مرزا بتائے کہ پیگو وغیرہ میں انہوں نے کب تبلیغ کی، اور ان تباہ شدہ لوگوں نے مرزا کی کب تکذیب کی اور کیا شرارت کی؟ قادیانی دوستو! اس قسم کے دعوی کرتے ہوئے دل میں سوچ لیا کرو کہ اہل حدیث کو کیا جواب دیں گے

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ جون ۱۹۳۰ء مطابق۔ ۲۹ محرم ۱۳۴۹ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۵ ص ۵۔۶)

تفسیر نویسی کا چیلنج اور خموشی

حضرت مولانا ثناءاللہؒ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اہلحدیث امرتسر گذشتہ پرچوں میں پڑھ چکے ہیں کہ خلیفہ قادیان نے اپنے والد کی سنت پر عمل کرتے ہوئے علماء اسلام کو بالمقابل تفسیر لکھنے کا چیلنج دیا تھا جس کی منظوری سابقہ منظوریوں کے علاوہ حال میں دو دفعہ دی گئی۔ مگر ادھر سے خاموشی ہے۔ جو ہمارے نزدیک کچھ متعجب امر نہیں کیونکہ یہ خاموشی بھی ان کے والد کی سنت ہے جس پر خلیفہ قادیان (محمود احمد) نے عمل کیا تو کچھ برا نہ کیا

ایک دوسرے صاحب مولانا ابوالمناظر حافظ محمد ابراہیم صاحب حنفی لکھنوی ساکن مزنگ لاہور نے ایک مراسلہ بہت لمبا چوڑا بھیجا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ:

ہم (حافظ ابراہیم) نے پہلے بھی اخباروں کے ذریعہ خلیفہ قادیان کا چیلنج منظور کیا، اب بھی اعلان کرتے ہیں۔ ہمارے جواب میں خلیفہ تو خاموش ہے مگر اس کے مریدوں نے خط لکھا ہے کہ آپ اپنے ارادوں سے باز آئیں ورنہ آپ کو بھی مباہلہ والوں کی طرح حیران و پریشان ہونا پڑے گا۔

مگر حافظ صاحب موصوف ان گیدڑ بھبکیوں میں نہیں آئے وہ پھر لکھتے ہیں کہ:

خلیفہ ہمارے سامنے آ کر تفسیری معارف لکھے اور حقانیت کا اظہار کرے۔

ہم انصاف کی بات کہنے سے نہیں رک سکتے کہ خلیفہ قادیان آج کل رات دن دو مشغلوں میں مشغول ہیں: ۱۔ مقدمات فوجداری جن کی وجہ سے وہ روزے رکھتے اور رکھواتے ہیں۔ ۲۔ لنڈن کی گول میز کانفرنس میں شرکت کے شوق میں۔ اسی لئے ان کا اخبار الفضل اسی قسم کے مضامین سے بھرا رہتا ہے۔ اسی فکر میں وہ قادیانی وفد لاٹ صاحب پنجاب اور دیگر افسران کی خدمت میں بھیجتے ہیں:

گر قبول افتد زہے عز و شرف

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ جون ۱۹۳۰ء مطابق ۔ ۲۹ محرم ۱۳۴۹ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۵ ص ۶)

کھلا خط بنام مولوی غلام رسول راجیکی

(معرفت اڈیٹر فاروق)

اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۹۔۱۶ مئی میں ایک مضمون بعنوان:

قادیان میں قتل قتال،

شائع ہوا تھا۔ جس میں مرزا غلام احمد کی دشنام بحق مسیح اور بحق جملہ مومنین درج تھیں۔

اس مضمون کے جواب میں ایک طویل مضمون دشنام مشحون قادیان کے ایک بڑے عالم مولوی غلام رسول راجیکی کی طرف سے قادیانی اخبار فاروق میں نکلا ہے جس میں دو الزاموں کے اثبات پر راقم کے لئے مجیب نے دوسو روپیہ انعام کا اعلان کیا ہے۔ میں نے انعامی مضمون دیکھتے ہی مندرجہ ذیل خط معرفت ڈاکٹر منیر امیر جماعت مرزائیہ امرتسر مولوی غلام رسول کو بھیجا کیونکہ ان دنوں آپ امرتسر کے دورے پر تھے۔

مولوی غلام رسول صاحب آف راجیکی: میرے مضمون قتل قتال مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۹ مئی ۱۹۳۰ء کے جواب میں آپ نے جن دو باتوں کے اثبات پر دوسو روپیہ انعام شائع کیا ہے (فاروق۔ قادیان ۱۴ جون ۱۹۳۰ء)، میں اپنے دونوں دعوے ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ آپ دوسو روپیہ کسی معزز معتمد کی پاس امانت رکھوا کر مجھے ان کی طرف سے اطلاع دلوائیں اور فیصلہ کے لئے کوئی اہل علم ثالث منظور کریں۔ امید ہے آپ منظوری سے جلدی اطلاع دیں گے۔ ثناء اللہ ۱۹ جون ۱۹۳۰ء۔

اس خط کا جواب آج ۲۸ جون ۱۹۳۰ء تک نہیں آیا۔ اس لئے اخباری طریق سے معرفت اڈیٹر فاروق بھیجا جاتا ہے۔ امید ہے اڈیٹر صاحب موصوف تک یہ خط پہنچا دیں گے اور جواب منظوری جلد عنایت کرائیں گے۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در و غش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ۱۴ صفر ۱۳۴۹ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۶ ص ۳)

جواب الجواب
اخلاق مرزا

منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار کا عنوان بالا کے تحت ایک مضمون ہے جس کے تعارفی نوٹ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اخلاق مرزا کا مضمون اہل حدیث ۹۔۱۶ مئی میں نکلا تھا.. ان کے جواب میں ایک مضمون قادیانی اخبار فاروق میں مولوی غلام رسول راجیکی کے نام سے نکلا جس میں راقم ہذا کو اتنی بے نقط سنائیں کہ مرزا صاحب نے بھی نہ سنائی ہوں گی...قادیانی مجیب نے دو اعتراضوں کے اثبات پر مبلغ دوسو روپیہ انعام دینے کا اعلان بھی کیا جس کی بابت اہل حدیث گذشتہ نمبر میں ہم نے کھلا مکتوب لکھا ہے کہ مجیب انعامی رقم کسی امین کے پاس امرتسر میں جمع کرائے اور بغرض فیصلہ ثالث منظور کرے۔ابھی تک اس کی طرف سے جواب نہیں آیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ۱۴ صفر ۱۳۴۹ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۷ ص ۳)

تفسیر بالرائے

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں: صاحب نبوت ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے ۔اللہ جل شانہ فرماتا ہے و ما ار سلنا من رسو ل ا لا لیطاع با ذن اللہ ۔یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے، اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔

(ازالہ اوہام۔ص ۵۶۹)

اس اقتباس میں مرزا غلام احمد صاحب نے الا لیطـــاع کی تفسیر فرمائی ہے...اب دیکھیں خلیفہ

قادیان (محمود احمد) کیا کہتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں الفاظ بڑے سخت ہیں۔ نہ اسلئے کہ مسیح موعود کے حق میں ہیں بلکہ اسلئے بھی کہ بیٹے نے باپ کے حق میں لکھا ہے:

بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اوراس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن الله ۔اوراس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں۔لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے

(حقیقۃ النبوت۔ص ۱۵۵)۔

قادیانی دوستو! اتنا تو بتاؤ کہ تمہارا خلیفہ سچ کہتا ہے؟ کہ ایسی تفسیر کرنے والے نادان ہیں؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جولائی ۱۹۳۰ء مطابق ۲۱ صفر ۱۳۴۹ھ جلد ۲۷ نمبر ۳۸ ص ۴)

مولوی غلام رسول مرزائی کا وعدہ انعام

۴ جولائی ۱۹۳۰ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں کھلا خط بنام موصوف لکھا گیا تھا جس میں دو باتیں درج تھیں۔

۱۔ دوسو روپیہ کسی معزز امین کے پاس جمع کرائیں۔

۲۔ کوئی اہل علم ثالث مقرر کریں۔

جواب میں فاروق ۷۔ اگست نے طویل خط شائع کرایا جس میں اصل بات کا جواب نہیں بلکہ ایک جدید بہتان لگایا ہے۔لکھا ہے:

کپورتھلہ میں برمکان میاں عبدالمجید صاحب دیوان ریاست ایک بات پر دوسو روپیہ دینے کا وعدہ کیا تھا جس کا ثبوت میں نے فوراً دے دیا تھا مگر مولوی ثناءاللہ نے انعام نہ دیا۔

میں اعلان کرتا ہوں کہ یہ دعوی اسی دعوی کی طرح غلط ہے جو انہوں نے اعجاز احمدی میں لکھا تھا کہ مولوی ثناءاللہ

کا گزارہ کفن فروشی پر ہے۔ مولوی صاحب سچے ہیں تو دیوان صاحب سے شہادت دلوائیں۔

(ہاں اپنے انعامی چیلنج کی بابت مولوی غلام رسول نے لکھا ہے) اس کے متعلق میں بالتوثیق اس بات کا شرعی اور قانونی اقرار کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میرے ان دونوں مطالبات کو پورا کرنے کے لئے جوابات شائع کریں اور جتنے بھی میں نے اپنے مطالبات کے پہلو وضاحت کے ساتھ پیش کئے ہیں ان سب کا جواب جس قدر بھی ان سے ممکن ہے، خواہ عرب وعجم کے علماء کی امداد سے بھی لکھ لیں۔ مگر ضرور لکھ کر شائع کریں، اگر وہ جواب میرے مطالبات کے مطابق صحیح ہوگا تو میں نہ اپنے خیالی معیار کی رو سے بلکہ احمدی اور غیر احمدی علماء کی برابر کی معینہ تعداد جو ہر فریق سے زیادہ سے زیادہ چار چار تک ہوگی ان کے متفقہ پیش کردہ علمی معیار کی رو سے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا جواب درست تسلیم کیا گیا تو میں بلا حیل وحجت بلا عذرے وحیلے دوصد روپئہ کی انعامی رقم مولوی صاحب مجیب کے حوالے کردونگا۔ (فاروق ۔۷۔اگست ۱۹۳۰ء ص ۷)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں: پنجابی نبی کے اصحاب کی ہمت اور انصاف ملاحظہ کیجئے۔ ہمت تو اس لئے کہ یہ ایک ایسے شخص کے سامنے انعامی اعلان کرتے ہیں جو ان کے نبی، رسول، مجدد اور مہدی سے بھی انعام وصول کرنے قادیان جا پہنچا تھا۔ جس پر رسول قادیانی کے انکار پر یہ کہتا ہوا قادیان سے واپس آیا تھا:

ہمہ شوق آمدہ بودم ہمہ حرماں رفتم

انصاف ملاحظہ کیجئے کہ جانچنے کے لئے فریقین کے چار چار آدمی جملہ آٹھ آدمی کی مجلس بیٹھے گی جو متفقہ اصول سے جواب کو جانچیں گے۔ کیا فریقین کے چار چار ممبروں کا جو درحقیقت فریقین کے وکیل ہوں گے کسی اصول پر اتفاق ہو جائے گا؟ اسی کو کہتے ہیں: نہ نو من تیل ہوگا، نہ رادھا ناچے گی۔

ہم تو پہلے ہی جانتے تھے کہ لودہانہ کے واقعہ کے بعد ناممکن ہے کہ مرزائی گروہ ہمارے ساتھ انعامی مقابلہ کرے۔ مولوی غلام رسول بھی دانا ہیں، وہ جانتے ہیں کہ اہل حدیث کی گرفت شیر کے پنجہ سے کم نہیں ہوتی۔ اس لئے وہ اشارۃً گریز کی راہ نکالنے کو یہ بھی لکھ گئے یا قدرت نے ان سے جبراً لکھوادیا کہ: المومن لا یلدغ من حجر وا حدمر تین مومن دو دفعہ ایک سوراخ سے ڈسا نہیں جاتا۔ (اخبار فاروق قادیان ۷۔ اگست ص ۶)۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک دفعہ تو ہم لدھانہ میں رقم دے چکے، دوبارہ نہیں دے سکتے۔ مولوی

صاحب! ایک دفعہ ہم راہ انصاف آپ کے سامنے پھر پیش کئے دیتے ہیں اور آپ کو سوچنے کا موقع دیتے ہیں۔آپ انعامی رقم دوسوروپیہ کسی معزز مسلّمہ امین کے پاس جمع کرائیں اور کسی ایک غیر جانبدار اہل علم کو منصف مان لیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔اگست ۱۹۳۰ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۴۹ھ ص ۶)

مباحثہ مرزائیاں:

موضع مونگ ضلع گجرات میں ۱۴، اگست ۱۹۳۰ء کو مرزائیوں سے مسلمانوں کا مباحثہ ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے قاضی فیروزالدین اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی محمد یار مناظر تھے۔ مبحث صداقت مرزا تھا۔ بحث بہت دیر ہوتی رہی۔ خدا نے اسلام اور مسلمانوں کو مرزائیت پر نمایاں فتح دی (مرسلہ۔محمد علی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ ستمبر ۱۹۳۰ء ص ۱۴)

مرزائیوں سے مباحثہ:

۱۳۔۱۴ ستمبر ۱۹۳۰ء کو موضع گھرپنڈا ضلع امرتسر میں مسلمانوں اور مرزائیوں کے مابین مناظرہ ہوا۔مضامین بحث تھے: جناب مسیح ۔ اور صداقت مرزا۔مسلمانوں کی طرف سے مولوی احمد دین اور مولوی نور حسین مناظر تھے۔مرزائیوں کی طرف سے مولوی غلام رسول اور مولوی محمد یار تھے۔ الحمدللہ مسلمانوں کو فتح مبین ہوئی ۔راقم: اللہ بخش از کمیر پور۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۳۰ء ص ۱۴)

مناظرہ نارووال:

نارووال ضلع سیالکوٹ میں مباحثہ ہوا۔اسلامی مناظر نوجوان مولوی غلام رسول تھا،اور مرزائی مناظر مولوی عبداللہ اور مولوی خیرالدین تھے۔۵ سے ۸ ستمبر تک مباحثہ ہوتا رہا۔الحمدللہ مرزائیوں کو شکست اور اہل حق کو فتح ہوئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۳۰ء ص ۱۴)

قادیانی انعامات

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پنجابی نبی مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب اعجاز احمدی میں مجھے قادیان پہونچ کر تحقیق کرنے کی دعوت دی تھی۔ کہا کہ میری ۱۵۰ پیش گوئی ہے۔ اگر جھوٹی ثابت کردو گے تو، فی پیشگوئی ایک سو روپیہ مجموعہ ۱۵ ہزار روپیہ میں خود دوں گا۔ اور میرے لاکھ مرید ہیں ان سے بھی ایک ایک روپیہ لے کر، مجموعہ ایک لاکھ پندرہ ہزار تمہاری نذر کریں گے۔ مگر جب میں اس غرض کے لئے جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان جا پہنچا اور اطلاع دی کہ میں جناب کی دعوت پر آ گیا ہوں تو جوابی خط پہنچا کہ ہم نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ علمائے اسلام کے ساتھ مباحثہ نہ کریں گے اسلئے تم چلے جاؤ۔ آخر میں یہ مصرعہ پڑھتا ہوا واپس آیا: خود سوئے ماندید وحیارا بہانہ ساخت

ابھی حال میں بتاریخ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء مقام مونگ ضلع گجرات (پنجاب) میں مرزائیہ کے ساتھ مباحثہ تھا۔ مضمون مباحثہ حیات مسیح تھا جو مولانا ابراہیم سیالکوٹی نباہ رہے تھے۔ اثناء گفتگو میں فریق ثانی (مرزائی مناظر) نے مولانا ابراہیم کو للکارا کہ جس صورت میں تـــو فـــی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو، اسکے معنی سوائے موت کے کوئی دوسرے بتادو، تو حسب اشتہار مرزا ایک ہزار روپیہ وہ اور ایک سو روپیہ میں از خود دونگا۔ دوسرا وقت میرا تھا، اسلئے مولانا موصوف نے استغنا سے اتنا فرمایا کہ میں انعام نہیں لیتا۔ انعام لینے والا بھی آجائے گا۔ چنانچہ میں نے صدر جلسہ سے کہا کہ یہ سودا میرے ساتھ کرائیے۔ بعد گفتگو فریق ثانی کا بالفاظ ذیل چیلنج آیا: حضرت مسیح موعود نے اپنی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم طبع سوم کے صفحہ ۳۷۵ پر جو چیلنج تـو فـی کے لفظ کی نسبت... ہزار روپئے کا اشتہار دے رکھا ہے۔ اگر آج مولوی ثناءاللہ صاحب اس کے مطابق آج بھی حوالہ پیش کر دیں تو علاوہ ایک ہزار روپئے کے یک صد روپیہ میں آج دے دونگا۔

خاکسار محمد یار مولوی فاضل مبلغ جماعت احمدیہ۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء

اسکا جواب فوراً وہیں دیا گیا: چیلنج منظور: مولوی محمد یار صاحب کا چیلنج مجھے منظور ہے۔ حسب قاعدہ گیارہ سو روپیہ کسی مسلّمہ امین کے پاس رکھوا کر منصف منظور کریں۔

خادم دین اللہ ابوالوفاء ثناء اللہ۔ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء

مطلع بالکل صاف تھا کیونکہ مدعی کے کہنے سے دعوی ثابت نہیں ہو سکتا، منکر کے انکار سے غلط نہیں ہوسکتا۔ اس لئے کسی مسلّمہ منصف کا تقرر ضروری ہے۔ لیکن کیا ہوا؟ اس کے بعد ایک دن اور دو شب وہاں رہے۔ انعامی پارٹی کی طرف سے صدائے برنخواست۔ چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

اس مرزائی انعام سے پہلے مولوی غلام رسول راجیکی مرزائی نے دوصد کا انعامی چیلنج دیا۔ جس کی تفصیل گذشتہ پرچوں میں مکرر سہ کرر ہو چکی ہے۔ مگر وہ بھی آج تک معشوقہ سعاد کے وعدے کی طرح ثابت ہوئے ما موا عید ھا ا لا الا با طیل

نا قابل تردید حقیقت یہ ہے کہ انعام دینے والا صرف ایک ہی شخص دیکھا جس کا نام منشی قاسم علی ہے جس نے مباحثہ لدھیانہ (۱۹۱۲ء) میں سہ صد روپیہ امین کے پاس رکھوا کر منصف منظور کئے۔ بعد فیصلہ منصف تین سو روپیہ ہم کو بآسانی وصول ہو گیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ ص ۴)

کانگریس کے خلاف فتوی قادیان سے

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون میں ہماری غرض نہ کانگریس کی تائید کرنا ہے، نہ تردید۔ بلکہ یہ دکھانا مقصود ہے کہ قادیانی مفتی نے مذہبی صورت میں جو احادیث نقل کی ہیں وہ نہ محض بے تعلق بلکہ قادیانی مفتی کے خلاف دعوی ہیں۔

اس فتوی کے مولوی کوئی مولوی اسماعیل احمدی ہیں۔ ان کی ذہنیت اور قابلیت بتانے کو ان کا ایک

فتوی ،فتوی کانگریس سے پہلے کا بطور نمونہ ہم دکھاتے ہیں۔

سوال ہوا کہ کنچنی کی زمین (جس کی بابت یہ علم نہیں کہ اس کی بدکاری کی کمائی سے خریدی ہوئی ہے یا وراثت میں ملی ہے اس) کو خرید کر اس پر مسجد بنانی جائز ہے یا نہیں؟

قادیانی مفتی صاحب جواب دیتے ہیں:

کنچنی کی مملوکہ زمین خواہ اسے وراثت میں ملی ہو، یا اس نے خود پیدا کی ہو، مسجد کے لئے خریدی جا سکتی ہے کیونکہ اس زمین کے اندر اس کے ایک کنچنی کی ملکیت میں آجانے اور رہنے سے کوئی ایسا عیب پیدا نہیں ہو جاتا جو مسجد کے لئے اس کے استعمال ہو سکنے میں روک ہو۔ جب روپیہ دے کر اس سے زمین خرید لی جائے گی تو اب یہ زمین مسجد کے لئے اسی طرح استعمال ہو سکتی ہے جیسے کسی اور شخص سے خریدی ہوئی یا مسجد کے لئے وقف کی ہوئی زمین مسجد کیلئے استعمال ہو سکتی ہے۔ اور جو قباحت اس میں اس حالت میں تھی جب کہ وہ اس کنچنی کی بدکاری سے پیدا کردہ جائداد تھی، وہ اس سے خرید لینے کی صورت میں قائم نہیں رہے گی۔ حدیث میں آتا ہے کہ حضرت عائشہ کی ایک آزاد کردہ لونڈی جس کا نام بریرہ تھا، آپ ہی کے پاس رہتی تھی۔ ایک دفعہ اسے صدقہ کے طور پر کہیں سے گوشت ملا۔ آنحضرت ﷺ صدقہ کی کوئی چیز قطعاً نہیں لیتے تھے، بلکہ اپنے قریبی رشتہ داروں کے لئے بھی اسے ممنوع قرار دیا تھا۔ لیکن شفقت اور غریب نوازی کے طور پر حضور ﷺ نے بریرہ ؓ سے خود کہہ کر اس گوشت میں سے کچھ لے لیا اور تناول فرمایا۔ اور ساتھ ہی فرمایا کہ یہ تمہارے لئے صدقہ تھا اور ہمارے لئے تمہاری طرف سے ایک ہدیہ ہے۔

اس سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ حالات کی تبدیلی سے ایسے اضافی احکام تبدیل ہو جاتے ہیں۔

(الفضل قادیان ۲۔اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۶)

مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

ناظرین! ان مفتی صاحب کی ذہنیت کا اندازہ کر لیجئے کہ اس حدیث سے کنچنی (رنڈی) کی بدکاری سے خریدی ہوئی زمین کو قیاس کر کے کہتے ہیں۔ حالانکہ حدیث کا مضمون اس کے خلاف ہے۔ بریرہ لونڈی غریب تھی۔ صدقہ لینا اسے جائز تھا۔ اور آنحضرت ﷺ کو صدقہ کھانا حرام تھا۔ مگر وہ بریرہ ؓ کے ہاتھ میں بطریق

جائز پہنچا تو اس کی ملک ہو گیا۔اور اس نے آنحضرت ﷺ کو بطور تحفہ پیش کیا تو ایک ایسی چیز کو پیش کیا جو اس کے حق میں حلال تھی۔

قادیانی مفتی بتا دیں کہ کنچنی کی بدکاری پر جو اسکے ہاتھ میں آیا تھا وہ اس کے حق میں حلال تھا؟ اگر حلال تھا تو مهر البغی حرام (رنڈی کی کمائی حرام ہے) کا کیا مطلب؟ اور اگر حرام تھا تو بریرہؓ کے ماخوذ صدقہ پر قیاس کرنا آپ کا خیال باطل۔

ناظرین کرام! قادیانی مفتی کی ایسی ذہنیت ان کی وجہ سے نہیں بلکہ انکے نبی، رسول، مہدی معہود اور مسیح موعود کی وجہ سے ہے۔ان کا بھی ایک فتوی سنیئے جو اس فتوی سے بھی عجیب تر ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بنک کے سود کے متعلق فرمایا ہے:

بنک کا سود اشاعت دین کے کام میں خرچ کیا۔ یہ بالکل سچ ہے کہ سود حرام ہے لیکن اپنے نفس کے واسطے۔اللہ تعالی کے قبضہ میں جو چیز جاتی ہے وہ حرام نہیں رہ سکتی کیونکہ حرمت اشیاء کی انسان کے لئے ہے نہ اللہ تعالی کے واسطے۔ (فتاوی احمدیہ۔ج۲ص۴۶)

اہل حدیث: اس فتوی کی رو سے کوئی شخص خنزیر پکا کر نادار مرزائی کو کھلا دے تو کار ثواب ہے کیونکہ حرام اپنے نفس کے لئے اللہ کے لئے نہیں۔جل جلالہ

ناظرین کرام! یہ ہے ہمارے پنجابی نبی اور ان کے مفتیوں کی ذہنیت۔

اب سنئے کانگریس کے متعلق قادیانی فتوی۔قادیانی مفتی نے اول تو یہ کمال کیا کہ سوال کے حصہ اول کو ایسے طریق سے ظاہر کیا جو واقعہ کے خلاف ہے یعنی یوں سوال ظاہر کیا کہ:

ایک شخص ہندوستان میں ہندو راج قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے ساتھ ملنا اور اس کے کام میں تعاون کرنا چاہیے یا نہ؟

اس کا جواب صاف ہے کہ نہیں۔اس حصہ میں تو سوال عجیب ہے۔دوسرے حصہ میں سوال کے الفاظ یہ ہیں:

سوال: ہندوستان پر ایک غیر ملکی حکومت کا جبریہ قبضہ ہے جس کو ہندوستان کے رہنے والے کسی طرح پسند نہیں کرتے۔ ہندوستانیوں کی خواہش ہے کہ پردیسی قوم جو ہزاروں میل دور سے آ کر ہمارے ملک و وطن پر جبراً

قابض اور مسلط ہے اور ہمارے تمام خزائن ومنافع کو ہمارے ہاتھوں سے چھین کر لے جا رہی ہے اور جس کی بدولت اہل ملک بھوکے اور محتاج ہو گئے ہیں جلد سے جلد ہمارا ملک خالی کر دے تا کہ اہل ملک خود اپنی مرضی کے موافق حکومت قائم کریں اور اپنے ملکی ذخائر سے متمتع ہوں۔ لیکن وہ پردیسی حکومت کسی طرح ہندوستانیوں کی خواہش کا احترام کرنے کو تیار نہیں ہوتی اور اپنی مادی طاقت کے بل پر جبراً حکومت کر رہی ہے۔

ہندوستانیوں کے پاس مادی قوت اور طاقت نہیں ہے کیونکہ تمام مادی طاقتیں اور قوتیں اسی پردیسی قوم نے اپنے قبضہ میں کر رکھی ہیں حتیٰ کہ ہندوستانیوں کو اتنی بھی اجازت نہیں ہے کہ وہ اپنی جان و مال کی حفاظت کے لئے ہتھیار رکھ سکیں۔

اس لئے ہندوستان کی ایک ملکی مجلس نے جس میں تمام ہندوستانی اقوام کے نمائندے شریک ہیں یہ طے کیا ہے کہ اس غیر ملکی حکومت متسلط جابرہ سے آزادی حاصل کرنے کا ایک ہی طریقہ ہے اور وہ یہ کہ اس کے جبریہ قوانین کی خلاف ورزی کی جائے اور اس سلسلہ میں جو تکالیف اور مصائب برداشت کرنے پڑیں ان کو برداشت کیا جائے۔ اپنی طرف سے تشدد پر ہرگز اقدام نہ کیا جائے تا کہ تحریک آزادی کی کامیابی کی امید ہو ورنہ بصورت تشدد حکومت کو تشدد کا بہانہ مل جائے گا اور پھر وہ اپنی مادی قوت سے قوم کو تباہ کر دے گی۔

(الفضل قادیان ۷۔اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۶)

اس سوال کا جواب قادیانی مفتی نے جو دیا ہے وہ دو حصوں میں منقسم ہے ایک حصہ میں دلائل قرآنیہ و حدیثیہ ہیں، دوسرے میں ان دلائل پر اعتراضات کا جواب ہے۔ پس وہ جواب یہ ہے:

الجواب: جن حالات کا اس استفتاء میں اظہار کیا گیا ہے ان کے باوجود شریعت اسلام کی رو سے کسی مسلمان کو جب تک کہ وہ کسی ایسی حکومت کا ایک معاہد اور اس کی رعایا کا ایک فرد ہے جس کا ذکر استفتاء میں کیا گیا ہے، اس بات کی اجازت نہیں ہے کہ وہ اس حکومت کے انتظامی قوانین اور احکام کی خلاف ورزی پر آمادہ کرے۔ یا اس حکومت سے کسی طریق پر جنگ کرے یا اور لوگوں کو اس کیخلاف جنگ کرنے پر برانگیختہ کرے۔ یا اس بات پر خود آمادہ ہونے یا اوروں کو آمادہ کرنے کے متعلق کسی مسلم یا غیر مسلم کے حکم کی تعمیل کرے کیونکہ ایک قائم شدہ حکومت کو مٹانا جسکے ساتھ اسکے قائم ہونے کے وقت وفاداری کا اور ہمیشہ فرمانبردار رہنے کا عہد و پیمان کر کے

اس کے سایہ میں امن حاصل کیا گیا اس کے خلاف کسی راہ سے جنگ کی ابتداء کرنا اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے اللہ فرماتا ہے: او فوا بالعهد انّ العهد كا ن مسؤلًا ۔(بنی اسرائیل ع ۴) اپنے عہدوں کو پورا کرو۔عہد کی بابت تم سے باز پرس ہوگی..عبادہؓ بن صامت کہتے ہیں:

بـا يـعنا رسو ل الله ﷺ على السمع و الطا عة فى العسر و اليسر و المنشط و المكر ه و عـلـى ا ثرة علينا و على ان لا تنازع ا لا مر اهله ۔ الا ان تروا كفراً بواحا عند كم من الـلـه فيه بر ها ن۔ (متفق علیہ۔مشکوۃ۔باب الامارۃ والقضاء ص ۳۱۱) یعنی آنحضرت ﷺ نے ہم سے اس امر کے متعلق بیعت لی تھی کہ خواہ تم سے تمہارے حکام سختی کا سلوک کریں یا سہولت اور نرمی سے کام لیں اور خواہ تم ان کے حکم پر جو وہ تمہیں دیں خوش ہو یا ناخوش ہو اور خواہ کتنی ہی تمہاری حق تلفی کی جاتی ہو اور تمہارے حقوق کو دبایا جا رہا ہو، ہر حال میں تمہیں ان کی فرمان برداری کرنی ہوگی اور حکومت کے معاملہ میں ارباب حکومت سے کبھی لڑائی نہیں کرنی ہوگی ۔سوائے اس صورت کے کہ ان کی فرمان برداری تمہیں صریح طور پر کفر کا موجب نظر آتی ہو اور کوئی دنیوی معاملہ اور مادی حقوق کا سوال نہ ہو۔اور اس صورت میں بھی جب تک ان کے ملک سے باہر نہ نکل جائیں اور انہیں اپنے عہد اطاعت کے توڑ دینے کی اطلاع کر کے اعلان جنگ نہ کر لیں ۔اس وقت تک ان کے مقابل کھڑے ہونے کی قطعاً اجازت نہیں...بعض لوگ خیال کرتے ہیں کہ یہ ہدایات صرف ایسے حکام کے متعلق ہیں جو اپنی قوم میں سے ہوں غیر قوم اور غیر ملک کے نہ ہوں ۔مگر یہ خیال صحیح نہیں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں اسـمـعـوا و اطيعوا و ان استعمل عليكم عبد حبشى كان راسه زبيبة ۔ (رواہ البخاری۔ایضاً ص ۳۱۱) تم اپنے حاکم وقت کا بہر حال حکم مانو اور اس کی فرمان برداری اور اطاعت کرو خواہ وہ کوئی حبشی غلام ہو جس کا سر کشمش کے دانے کے برابر ہو۔یعنی گو وہ غیر ملکی ہو آزادی اور حکومت کے استحقاق میں اس کا کوئی حصہ نہ ہو اور دماغی قابلیتوں سے بھی وہ تمہیں خالی اور کورا نظر آتا ہو، اور تمہارے نزدیک وہ کسی جہت سے بھی اس منصب اور مقام کا اہل اور مستحق نہ ہو تمہارے لئے اس کے احکام کی پابندی ضروری ہوگی ۔

(الفضل قادیان ۷۔اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۶۔۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ ہمارا اعتراض صرف یہ ہے کہ جن احادیث کو قادیانی

مفتی نے اپنے دعویٰ پر پیش کیا ہے، وہ ان کے دعوے کے خلاف ہیں۔خطرہ ہے کہ جن لوگوں کو راضی کرنے کے لئے انہوں نے کلام اللہ اور کلام رسول کو بے محل لگایا ہے، ان کو اگر حقیقت معلوم ہوگئی تو عکس القضیہ لازم نہ آجائے۔

سنئیے ہمارا ابھی یہی خیال ہے کہ جو حدیثیں آپ نے پیش کی ہیں یہ اور ان جیسی اور سب مسلمان بادشاہ کے حق میں ہیں۔ان کو آج کل کی حکومت پر چسپاں کرنا منشاء رسالت کے خلاف ہے۔اس دعویٰ کی دلیل ہماری زبان سے بلکہ خود رسول اللہ ﷺ کی زبان الہام ترجمان سے سنئے۔ساری نزاع کی فیصلہ کن یہ حدیث ہے:

عن ام سلمة قالت قال رسول الله ﷺ يكون عليكم امراء تعرفون و تنكرون فمن انكر فقد برئ و من كره فقد سلم و ليكن من رضى و تابع ۔ قالوا افلا نقاتلهم قال لا ماصلوا لا ما صلوا (مسلم) یعنی حضور ﷺ نے فرمایا تم پر ایسے حکام ہوں گے کہ ان کے کئی کام تم پسند کرو گے اور کئی ناپسند کرو گے۔جو کوئی برے کاموں کو ناپسند کرے وہ سلامت رہے گا لیکن جو ان کو پسند کرے گا اور تابع ہوگا وہ ہلاک ہوگا یہ سب صحابہ نے عرض کی حضور! ہم ایسے امیروں سے جنگ نہ کریں فرمایا جب تک وہ نماز پڑھتے رہیں ان سے مت لڑنا جب تک نماز پڑھیں ان سے مت لڑنا۔

یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ آپ کی پیش کردہ حدیثیں جن امراء کی اطاعت کے متعلق ہیں ہیں وہ نمازی ہیں اور ان کی نماز گذاری تک ان کی اطاعت کا حکم ہے لیکن اگر وہ نمازی امراء نماز چھوڑ کر تارک نماز ہو جائیں تو پھر ان سے بغاوت کرنے کی اجازت پائی جاتی ہے۔

ناظرین! غور فرمایئے ایسی حدیثوں سے آج کل کے حکام کی اطاعت ثابت کرنا الٹا نتیجہ پیدا ہونے کا خطرہ ہے یا نہیں کیونکہ معترض کہہ سکتا ہے کہ ان حدیثوں میں جس اطاعت کا ذکر ہے وہ نماز گزاری تک محدود ہے۔جب نماز نہیں تو اطاعت بھی نہیں۔اس لئے ہم ان حدیثوں کو اس دعویٰ میں پیش کرنا لیاقت دیانت اور مقصود کے برخلاف جانتے ہیں۔

نوٹ: ہم پہلے کہہ چکے ہیں کہ ہم مذہبی اور علمی حیثیت سے اس فتوی کی تنقید کرتے ہیں۔یعنی ہمارا فرض یہ ہے کہ آیات اور احادیث کو بے محل استعمال ہونے سے محفوظ رکھیں۔رہی کانگریس اور اس کا طریق عمل سو یہ الگ بات ہے: ہر نقطہ مکانے دارد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔اکتوبر ۱۹۳۰ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ ص ۵۔۶)

مباحثہ مرزائیاں بمقام مونگ

جناب منشی محمد عبداللہؒ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

کچہریوں میں جس طرح وکیل پارٹی کا طریق کار ہے کہ ایک دفعہ ہار جائیں تو رکتے نہیں، بلکہ اسی عدالت میں پھر آ کھڑے ہوتے ہیں۔اسی طرح مرزائیوں کا حال ہے ایک دفعہ نہیں،سو دفعہ نہیں، ایک ہزار دفعہ بھی شکست کھائیں مگر پھر میدان میں ڈٹ جاتے ہیں۔زمینی مباحث کے علاوہ آسمانی فیصلہ ہوا جو خود مرزا جی نے مانگا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا جی نے دعا کی تھی کہ

خداوندا! مجھ میں اور مولوی ثناءاللہ میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔

آخر کیا ہوا؟۔دنیا نے دیکھ لیا۔مگر شاباش ہے مرزائیوں کے استقلال (یا بالفاظ دیگر ڈھٹائی) پر کہ پھر آ کر سامنے ڈٹ جاتے ہیں۔اس لئے کہ جس طرح وکیل فیس لے کر کام کرتے ہیں مرزائی مبلغ بھی تنخواہ حلال کرتے ہیں اور کوئی وجہ نہیں۔

آمدم برسر مطلب۔مونگ ایک قصبہ ہے ضلع گجرات پنجاب میں۔وہاں چند گھر مرزائیوں کے بھی ہیں۔ان مرزائیوں نے مسلمانوں کو ستانا شروع کیا تو وہاں سے مولوی اللہ دتا امام مسجد اور مولوی محمد یسین نے مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ صاحب کی خدمت میں آ کر حالات عرض کئے اور درخواست کی کہ آپ ضرور تشریف لے چلیں۔

حضرت مولانا موصوف نے فرمایا کہ ہم آپ کو اس کام کیلئے تجربہ کار آدمی دیں گے جو کام خوب اچھی طرح کر دیں گے۔ مگر انہوں نے اسی پر اصرار کیا کہ آپ اور مولانا ابراہیم صاحب کی سب لوگوں کی خواہش ہے۔ اس لئے مولانا ثناء اللہ نے باوجود علالت طبع کے شرکت منظور فرمائی اور ۱۰۔ اکتوبر کو روانہ ہوئے۔ خاکسار ہمراہ تھا۔ ادھر سے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی پہنچ گئے۔

۱۱۔ اکتوبر کو مباحثہ حیات مسیح پر ہوا جس میں مدعی حیات مسیح مولانا سیالکوٹی تھے اور مرزائی مناظر مجیب۔ مولانا موصوف نے حدیث پیش کی جس میں ذکر ہے کہ مسیح موعود دنیا میں آ کر تبلیغ کریں گے پھر فوت ہو کر مقبرہ رسالت میں دفن ہوں گے۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے متعدد مقامات پر اپنے دعوی کی دلیل بنایا ہے اس لئے اس پر تنقیدی بحث کرنا فریق ثانی کا حق نہیں۔ وہ مقامات مولانا ابراہیم نے پڑھ کر سنائے منجملہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۳ وغیرہ۔

مرزائی مناظر اس کے جواب میں بہت تنگ آیا۔ کبھی کہے یہ حدیث ابن جوزی کی ہے جو صحیح ہے۔ کبھی کہے ان معنی سے صحیح نہیں جو تم مراد لیتے ہو۔ اور ان معنی سے صحیح ہے جو مرزا صاحب قادیانی لیتے ہیں۔ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے فرمایا کی حدیث کی صحت تو سند کے اعتبار سے ہوتی ہے معنی تو ہر فریق الگ کر سکتا ہے معنی کی تشریح کو صحت حدیث میں کوئی دخل نہیں۔

اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے آیت فلماتو فیتنی پیش کی اس سے حضرت عیسیٰؑ کی وفات کا ثبوت دینا چاہا۔

مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے فرمایا اس آیت میں روز قیامت کا واقعہ ہے۔ ہم مانتے ہیں کہ روز قیامت سے پہلے حضرت عیسیٰؑ فوت ہو چکے ہونگے اس لئے یہ آیت ہماری پیش کردہ حدیث کے موافق ہے

نوٹ: مرزائی مناظر کو مرزائی، مولوی فاضل یار محمد کہتے تھے مگر وہ ایسے گھبرائے کہ آیت و لکم فی الا رض مستقر و متاع الی حین میں لکم کو مبتداء کہنے لگے جس سے اہل علم سامعین بہت محظوظ ہوئے سوا تین گھنٹے کی گفتگو کے بعد پہلا مباحثہ ختم ہوا جس کا اثر سامعین پر بہت اچھا ہوا۔ لہ الحمد

دوسرا مباحثہ: دوسرا مباحثہ ختم نبوت پر تھا اس میں مرزائی مناظر مولوی غلام رسول راجیکی تھے۔ آپ نے بتایا کہ ختم نبوت سے خدائی فیض بند ہونا لازم آتا ہے یہ کیسے ہوسکتا ہے خدا سوروں اور کتوں کی نسل تو بند نہ کرے مگر نبوت بند کردے۔

یہ فقرہ آپ نے بار بار کہا۔ پھر بتایا کہ ختم نبوت سے مراد یہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے براہ راست نبی نہیں آئیں گے، ہاں آپ کے اتباع میں آئیں گے۔

مولانا ابراہیم نے فرمایا یہ آپ کی تاویل مرزا صاحب کی تحریرات کے خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے بہت جگہ تصریح سے لکھا ہے کہ نبوت ختم ہو چکی ہے، اب کوئی نبی نہیں آئے گا۔ جو نبوت کا دعوی کرے وہ جھوٹا ہے۔ اسی ضمن میں مرزائی مناظر نے کہہ دیا کہ آنے والے مسیح کے حق میں بھی یہی آیا ہے کہ کہ وہ تمہارا امام ہوگا۔

اس پر مولانا ابراہیم نے مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام نکال کر دکھائی کہ مرزا نے جو بخاری کے حوالے سے لکھا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا بل ھو اما مکم منکم - یہ بل ھو صحیح بخاری میں دکھادیں تو میں مان جاؤنگا۔ اس پر خوب زور دیا مگر مرزائی مناظر نہ دکھا سکا۔ اس پر ہر شخص یہ کہتا تھا کہ مرزائی مناظر جواب نہیں دے سکا

تیسرا مباحثہ: صداقت مرزا پر ہوا۔ اس میں مدعی مرزائی لوگ تھے مولوی اللہ دتا مرزائی مناظر نے صداقت مرزا کے اثبات میں تقریر کی، جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پہلی زندگی کو بطور ثبوت پیش کیا اور اس بات پر زور دیا کہ مرزا صاحب اگر جھوٹے ہوتے تو آج ہماری اتنی ترقی نہ ہوتی۔ ہماری تنظیم ہے ہم میں ہر قسم کے لوگ ہیں۔ وغیرہ

اس مضمون کے جواب کیلئے مولانا ابوالوفاء کھڑے ہوئے۔ آپ نے ایک تمہید بیان کی۔ وہ تمہید کیا تھی سارے مباحثہ کی جان اور مرزائی نزاع کیلئے بم کا گولہ تھی۔ فرمایا ہمارے شہر میں دو بھائی تھے۔ ان کے مکانات جدی تھے۔ جن کی رجسٹری کے کاغذات موجود تھے کہ ان کے دادا بلکہ پردادا نے خریدے ہوئے تھے۔ ان بھائیوں میں سے ایک نے فارغ خطی لکھ کر علیحدگی کر لی۔ اس کے مرنے کے بعد اس کے لڑکوں نے چچا سے جھگڑنا

شروع کیا کہ اس مکان کی رجسٹری ہمارے دادا کی ہے، لہذا ہم بھی اس میں حصہ دار ہیں۔ چچا نے کہا رجسٹری بیشک دادا کے نام کی ہے مگر بھائی کی فارغ خطی اس رجسٹری سے پیچھے ہوچکی ہے لہذا فارغ خطی کو دیکھئے یہ تمہید بتا کر فرمایا مرزا صاحب کا اور میرا بہت پرانا جھگڑا چلا آیا ہے یہاں تک کہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا جی نے ایک اشتہار دیا تھا جس کی سرخی تھی مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس میں مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ ہم دونوں (مولوی ثناء اللہ اور قادیانی) میں سے جو اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے۔ خدا نے یہ دعا قبول کرنے کا وعدہ بھی کیا تھا پھر وہ فوت ہو گئے۔ بس فیصلہ ہوگیا اب جھگڑا کیا؟

اس کے جواب میں مرزائی مناظر ویسے ہی گھبرائے جیسے کہ ان کو گھبرانا چاہیے۔ مرزائی مناظر نے کہا کہ یہ دعا دراصل مباہلہ کی دعا تھی چونکہ آپ نے اسے پسند نہ کیا۔ لہذا مباہلہ منعقد نہ ہوا۔ پس آپ اس کو پیش کرنے کا حق نہیں رکھتے۔

مولانا نے اس کے جواب میں ایسا حوالہ پیش کیا جس سے ہمارے اس دعوی کے علاوہ مولانا کا ایک دوسرا دعوی بھی ثابت ہوا جو آپ کہا کرتے ہیں کہ ہم واقعات مرزا کو مرزائی لوگوں سے زیادہ جانتے ہیں کیونکہ آپ نے فرمایا کہ تمہارے اخبار بدر ۲۲۔اگست ۱۹۰۷ء کو مرزا کی زندگی ہی میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں یہ فقرہ بھی تھا: حضرت مرزا صاحب نے جو مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کیا تھا وہ دعا کے طور پر تھا نہ کہ مباہلہ سے۔،، یہ حوالہ ایسا فیصلہ کن تھا کہ مرزائی مناظروں کے حق میں پریشان کن ثابت ہوا۔ اخیر مباحثہ تک مرزائی مناظر نے اس کا جواب نہ دیا اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ دے بھی نہیں سکتے۔

اس آخری فیصلہ کے ساتھ ہی مولانا ثناء اللہ نے آسمانی نکاح کا ذکر بھی کر دیا۔ فرمایا مرزا غلام احمد تو رسالہ ازالہ اوہام میں کہتے ہیں کہ آسمانی منکوحہ ہمارے نکاح میں ضرور آئے گی۔ بلکہ یہ بھی کہتے ہیں، نہ آئی تو خدا کا کلام ناقص ہو جائیگا۔، حالانکہ وہ نہ آئی

اس کا جواب مرزائی مناظر نے دیا کہ نکاح کا ہونا مرزا سلطان محمد کے مرنے پر موقوف تھا۔ وہ چونکہ نہ مرا اس لئے نکاح نہ ہوا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ نے فرمایا مرزا صاحب قادیانی انجام آتھم میں کہتے ہیں سلطان محمد کا میری زندگی میں مرنا تقدیر مبرم (ان ٹل) ہے۔ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔ پس مرزا سلطان محمد کا نہ مرنا ایک کذب ہے تو منکوحہ آسمانی کا مرزا جی کے نکاح میں نہ آنا دوسرا کذب ہے۔ اس کا جواب بھی مرزائی مناظر نہ دے سکا ۔ غرض یہ مباحثہ ہر طرح سے ابر رحمت ثابت ہوا۔ الحمد للہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ ص ۷۔۸ ص ۱۴)

قصور کس کا؟
علماء کا یا مرزا کا

لاہوری جماعت کے ڈاکٹر بشارت احمد جو آج کل لودہانہ ہسپتال میں اسسٹنٹ سرجن ہیں، آپ مرزا قادیانی کے بڑے راسخ مریدوں میں ہیں۔ پیغام صلح لاہور میں ان کا ایک مضمون شائع ہوا۔ لکھا ہے:

افریقہ میں ناواقف مسلمان اپنی کم علمی کی وجہ سے عیسائی پادریوں کی اسلام سے متعلق غلط فہموں کے کس طرح شکار ہو رہے ہیں ..

اس کی ایک مثال سنیئے ۔ ایک مسلمان پادری سے لڑ رہا تھا۔ وہ کہہ رہا تھا پادری صاحب تم مسیح کو خدا کا بیٹا کہتے ہو تو خون غصہ سے کھولنے لگتا ہے۔ پادری نے بڑے اطمینان سے کہا بیٹا! کبھی تم نے کسی شخص کو عورت کے پیٹ سے بغیر باپ کے بھی پیدا ہوتے دیکھا یا سنا ہے؟ اس نے کہا نہیں۔ تو پھر مسیح کیسے بغیر باپ کے پیدا ہوسکتا ہے۔ وہ کہنے لگا آدم جو پیدا ہوا۔ پادری نے ہنس کر کہا بیٹا آدم تو مٹی کے پتلے سے بنا۔ فرشتوں نے مٹی کا پتلہ بنایا اور روح پھونک دی۔ اگر ہمارا دعوی یہ ہوتا کہ ایک مٹی کے پتلے میں روح پھونکنے سے مسیح پیدا ہوا، تب تو تمہاری مثال ٹھیک ہوئی، ہم تو یہ کہتے ہیں کہ عورت کے پیٹ سے کبھی کوئی بغیر باپ کے پیدا ہوا؟ یعنی کبھی ایسا ہوا کہ کسی شخص کی ماں ہو اور باپ نہ ہو؟ اس پر وہ مسلمان کہنے لگا کہ نہیں ایسا تو کبھی نہیں

ہوا۔

پادری کہنے لگا جب مسیح کی ماں موجود ہے تو اس کا باپ؟، اب بتلاؤ آدمی تو کوئی اس کا باپ نہ تھا۔ تو سوائے خدا کے اب اس کا باپ کون ہوسکتا ہے۔ اس پر وہ مسلمان مسیح کے بن باپ عقیدے کا شیدائی مفت میں مارا گیا اور پادری کے فقرہ سے متاثر ہوکر بائیبل پڑھنے کو لے گیا۔ میں اپنے دوستوں سے اب سوال کرتا ہوں کہ اس مثال میں قصور کس کا ہے۔ پادری صاحب کا یا ہمارے علماء کا جنہوں نے مسیح کے بن باپ ولادت کے غلط عقیدے کی اشاعت کی۔ (پیغام صلح لاہور ے۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء ص ۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں قصہ صحیح ہو یا غلط، اس سے ہمیں بحث نہیں۔ ہمیں تو یہ بتانا ہے کہ امت مرزائیہ تعلیم مرزا بھول چکی ہے اور بھولتی جاتی ہے۔ سنیئے مرزا صاحب، ہاں مسیح موعود، فرماتے ہیں:

حضرت مسیح کا بغیر باپ پیدا ہونا بھی امور نادرہ میں سے ہے خلاف قانون قدرت نہیں ہے۔ یاد رہے کہ خدا نے بے باپ پیدا ہونے میں حضرت آدم سے حضرت مسیح کو مشابہت دی ہے۔

(تحفہ گولڑویہ۔ ص ۶۸، ۷۱)۔

لاہوری جماعت کے ممبرو! ایمان سے بتاؤ کہ حضرت مسیح کو بے باپ مخلوق کہنا علماء کا قصور ہے یا آپ کے مسیح موعود کا بھی ۔ اسی لئے قادیانیوں کا تم پر الزام بجا معلوم ہوتا ہے کہ تم لوگ اپنے مسیح موعود کو چھوڑ کر پیر نیچر کے پیرو ہوئے جاتے ہو ۔

اگر یہ الزام غلط ہے تو بتاؤ کہ پھر اس عقیدہ کو تم لوگوں نے غلط کیوں کہا۔ کیا تم نہیں جانتے کہ یہ اس بزرگ کا کلام ہے جس کو تم امت مرزائیہ بالاجماع حکم عدل مانتی ہے، اور کہتی ہے کہ مرزا صاحب کے حکم عدل ہونے کے یہی معنی ہیں کہ وہ مسائل دینیہ میں اغلاط کو دور کرنے والے ہیں۔ باوجود تصریحات مرزا کے تم لوگ اس عقیدے کو غلط کہو اور مرزا کو حکم عدل بھی کہتے جاؤ، تو تمہیں نہ کہا جائے کہ: تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ے نومبر ۱۹۳۰ء مطابق ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ ص ۵)

مباحثہ مونگ ضلع گجرات پنجاب

(یہ وہ مباحثہ ہے جس کی روداد اہل حدیث ۲۴۔ اکتوبر میں منشی عبداللہ معمار کے نام سے شائع ہوئی ہے)

ہم دونوں دن جلسہ مناظرہ میں شروع سے اخیر تک شریک رہے۔ یہ مناظرہ مابین اہل سنت والجماعت اور مرزائیان مونگ ضلع گجرات میں ۱۱۔۱۲ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو ہوا۔

ہم لوگ حلفیہ بیان کرتے ہیں کہ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے مدمقابل جو مرزائیوں کے مناظر مولوی محمد یار اور مولوی غلام رسول تھے، سخت ناکامیاب رہے اور حضرت مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے دلائل کو توڑ نہ سکے۔ اور مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری کے مقابلہ پر مولوی اللہ دتا مناظر مرزائی سوائے لسانی باتوں کے ان کی گرفت سے نہ نکل سکے۔ اور تمام لوگوں پر ظاہر ہو گیا کہ مولانا ثناءاللہ کی دلیل کا اس کے پاس کوئی جواب نہیں۔ مرزائی مناظر (مولوی محمد یار) نے لفظ توفی کے معنی سوائے موت دکھانے پر گیارہ صد روپیہ انعام دینا چاہا، مگر جب اہل اسلام کے مناظر (مولوی ثناءاللہ) نے مطالبہ کیا کہ گیارہ صد روپیہ جمع کرا کر فیصلہ کے لئے منصف مقرر کرو ہم ثبوت پیش کریں گے، تو یہ مطالبہ انہوں نے اخیر تک پورا نہ کیا۔ اور خدا نے اہل اسلام کو مرزائیوں کے مقابلہ میں عظیم الشان فتح دی۔ ہم بغرض آگاہی عام اپنے دستخط کرتے ہیں۔:

ولایت خان پٹواری مال مونگ۔ نور عالم نائب مدرس مونگ۔ احمد الدین ٹیچر سکول مونگ لالہ سنت رام مونگ۔ چودھری محمد خان من زمین دار مونگ۔ سردار نانک سنگھ ساہوکار مونگ۔ سردار جیمل سنگھ صاحب کلاتھ مرچنٹ مونگ۔ دولت رام بزاز مونگ۔ سردار گودر سنگھ بزاز مونگ محمد رحمان محمد عظیم مدرس مونگ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۳۰ء مطابق ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۴۹ھ ص ۵۔۶)

مباحثہ مونگ رسول پر قادیانیوں کی غلط بیانیاں، کے عنوان سے منشی محمد عبداللہ معمار کا ایک مضمون ہے۔

(اہل حدیث ۲۸ نومبر ۱۹۳۰ء مطابق ۷ رجب ۱۳۴۹ھ ص ۴۔۵)

انبالہ شہر میں مرزائیت کا جنازہ نکل گیا

عرصہ تین سال سے مرزائیوں نے سیرت کے جلسے کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو پھنسایا...حال میں انبالہ شہر کی مرزائیہ جماعت نے بٹالہ سے ایک مبلغ بلا کر شہر میں تقریروں کا سلسلہ کرایا۔اس کا نام محمد حسن بٹالوی تھا ۔پھر شیخ عبدالحکیم صدر انجمن نونہالان شیدائے اسلام نے مرزائیوں کو مناظرہ کا چیلنج دیا۔

۱۱۔نومبر کی شب کھلے میدان میں ہزار ہا کے مجمع میں شیخ عبدالحکیم کی صدارت میں مناظرہ ہوا۔مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد یوسف پیش ہوئے۔مرزائیوں کی طرف سے مولوی محمد حسن بٹالوی۔یوسف نے احمدی مبلغ کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ بیچارہ ندامت کے مارے سر نہیں اٹھا سکتا تھا۔تین گھنٹے مناظرہ ہوا۔مسلمانوں کو فتح مبین ہوئی۔کئی غیر عقیدہ حضرات نے اپنی مرضی سے سرٹیفیکیٹ دیئے کہ مسلمانوں کو کامل فتح ہوئی۔مرزائی مناظر وقت کو ٹالتا رہا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸نومبر ۱۹۳۰ء ص ٦)

قادیانی فتوحات زندہ باد

منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب نے (جو اپنی جماعت کے اخلاق عادات تہذیب وشائستگی کے پورے پورے ماہر تھے) اپنی واقفیت تامہ کی بنا ایک مرتبہ تحریر کیا تھا:

ہماری جماعت کے اکثر لوگ کج دل،بھیڑیئے،متکبر،سفلے،خودغرض،ادنی ادنی خودغرضی کی بناپر ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے،بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے۔(قادیانی اشتہار ۲۷نومبر ۱۸۹۳ء)

مونگ میں مباحثہ ہوا۔اس میں قادیانیوں کی جوگت بنی ان کا دل خوب ہی جانتا ہے۔تمام حاضرین مجلس ہندوسکھ مسلم بیک آواز بزبان حال وقال کہتے تھے کہ مرزائی مناظر سخت ذلیل ہوئے۔اگران میں شرم وحیا کا مادہ ہےتو پھرکبھی مناظرہ کا نام نہ لیں گے۔... باوجوداس کے مرزائی مناظر کہتا ہے:

مولوی ثناءاللہ غیراحمدیوں کا بڑا بت تھا۔حضرت محمود کےایک ادنی خادم نے اس بت کوریزہ ریزہ کیا۔غیراحمدیوں کے چہروں کی مردنی اس پرگواہ تھی۔حق کوبین فتح ہوئی۔(الفضل قادیان ۲۷نومبر۱۹۳۰ء)

مرزائیو! خدارا سوچو کہ جب کہ تمہارے بڑے حضرت ساری عمرانہی مولانا ثناءاللہ کے ہاتھوں چیختے چلاتے بالآخر سردھڑ کی بازی لگا کر باوجود مختارکن فیکون ہونے کے اپنے خون سے صداقت ثنائی پر مہر تصدیق ثبت کرکے چل بسے،تو آج کل کے نوآموز کس شمار وقطار میں ہوں گے۔

اس کے بعد اخبار الفضل قادیان نے لکھا ہے: اکثروں نے (ہماری فتح کا) اظہار بھی کردیا۔

حیادار ہوتے تو کسی کا نام بھی ظاہر کرتے۔مگر کرتے کہاں سے،کوئی ہوتا تو آسمان نہ سرپر اٹھالیتے۔پھر لکھا ہے:

مولوی محمد ابراہیم نے اپنی شکست کا غصہ اپنی جماعت کے ایک فرد حافظ فضل الرحمٰن پرنکالا۔حتی کہ ایک تھپڑ بھی اس کورسید کردیا۔

کس قدر جھوٹ ہے۔.. اگر سچے ہوتو حافظ فضل الرحمٰن سے اس تھپڑ کی تصدیق کراؤ۔

اس کے بعد اس قادیانی مناظر نے اپنی تازہ شکست (جواس نے بٹالہ میں مولانا ثناءاللہ کے مقابلہ پرکھائی ہے) مٹانے کیلئے نہایت ڈھٹائی سے اپنی عظیم الشان فتح کا راگ گایا ہے۔

ناظرین! سکھوں کی حکومت کے زمانہ میں جب کوئی سردار کسی بنئے پر خفا ہوتا،تو اسے اندر حویلی میں بلاکر جوتیاں لگوادیتا۔دانا بنئے عزت بچانے کو اندر جاتے ہوئے باریک ململ کا تھان،نصف تھان،دھوتی کے اندر چھپا کرلے جاتے،جب جوتے کھا کر نکلتے تو ڈیوڑھی میں وہ تھان سرپر رکھ لیتے۔سائلوں کے پوچھنے پر بتاتے کہ سردار صاحب نے بخسیس دی ہے۔

یہی حال ان قادیانی مناظروں کا۔ ہزار ذلیل ہوں باہر نکل کر بـخـسیـس ہی کہیں گے۔ ہماری دعا ہے خدا تمہاری ایسی فتوحات میں ترقی دے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۳۰ء مطابق ۲۱ رجب ۱۳۴۹ھ ص ۵۔ ۷ ملخصاً)

قادیانی برات میں ماتم کا سامان

جناب محمد عبدالکبیر از موضع کوم کلاں ضلع لدھیانہ لکھتے ہیں:

کل ہمارے گاؤں میں ایک بارات موضع لنگڑ و یہ ضلع ہشیار پور سے آئی چونکہ مرزائیت سے ان کا تعلق تھا اس لئے خاص طور پر براتیوں نے قادیان سے دو مولوی منگوائے جو تہیہ کر کے آئے تھے کہ یہاں سے اہل حدیث کا اثر مٹا کر جائیں گے۔ ان مولویوں نے آ کر وعظ کا اعلان کیا۔ ہم نے بھی مناظرے کی طرح ڈال دی۔ قادیانی بھی راضی ہو گئے۔ موضوع پر تنازعہ ہوا۔ وہ حیات و وفات مسیح پر مناظرہ چاہتے تھے ہم نے صداقت مرزا قادیانی پر مناظرہ چاہا، جسے قیل وقال کے بعد انہوں نے بھی تسلیم کر لیا۔

مرزائی مولوی نے صداقت مرزا میں مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم کی ایک پرانی تحریر پیش کی کہ لوگوں کا قبل از نبوت مرزا کی نسبت کیا خیال تھا۔ دوسری دلیل کسوف و خسوف کی تھی۔ تیسری دلیل مدعی نبوت کی قطع الوتین تھی۔ چوتھی دلیل یہ کہ جس جگہ ہم گئے ہماری فتح ہوئی۔ پانچویں دلیل یہ کہ مشرق سے مغرب اور شمال سے جنوب تک مرزائیت پھیل گئی ہے۔ چھٹی یہ کہ آریہ مت اور عیسائیت کا ستون ٹوٹ گیا ۔ ساتویں یہ کہ اونٹوں کی بے کاری ہوگئی۔

میری طرف سے یہ جواب تھا: مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم کی تحریر قابل سند ہوتی تو وہ خود کیوں مخالف ہوتے۔ کسوف خسوف والی حدیث ایک شخص کا موضوع قول ہے۔ باوجود موضوع ہونے کے واقعہ اس طرح نہیں ہوا۔ قطع الوتین کی نسبت ثابت کر دیا گیا کہ مرزا صاحب نبوت (کاذبہ) کے بعد صرف چھ

برس سات ماہ زندہ رہ سکے ہیں۔ سردار بچن سنگھ کا فیصلہ اور سہ صدی دوست کا تذکرہ کرکے انکی فتح کی دھجیاں بکھیری گئیں۔ مشرق ومغرب کی بات کا جواب یہ ہے کہ خود قادیان میں غیر مسلم آباد ہیں۔ چھٹی دلیل کے جواب میں بتایا اقوال مرزا سے ویدوں اور اس کے رشیوں اور کرشن جی کی نسبت خیال ظاہر کرکے ستون توڑنا تو کجا بلکہ ان سے بھائی چارہ ثابت ہوتا ہے۔ عیسائیت کی ترقی کی تفصیل ظاہر کرکے عیسائیت کے ستون کی قائمی ثابت کردی۔ اونٹوں کی بے کاری پر تو مجمع عام میں مرزائیوں کا خوب مضحکہ اڑا۔

پھر میری طرف سے اعتراض ہوئے: مرزا نے کہا ہے ..میرا نام، غلام احمد قادیانی، حروف ابجد کے لحاظ سے میرا مسیح موعود ہونا ثابت کرتا ہے حالانکہ یہ غلط ہے کیونکہ مبتداء اور خبر دونوں موجود نہیں۔ بلکہ: غلام قادیانی ہے دجال، حروف ابجد کے لحاظ سے مرزا صاحب کی پوزیشن کو صاف کرتا ہے کیونکہ مبتدا، اور خبر دونوں موجود ہیں۔ میرے اس اعتراض پر مرزائی مناظر آگ بگولا ہو گیا اور لوگوں کو توجہ دلائی کہ میرے پیشوا کو دجال کہا گیا ہے۔ اس پر میری طرف سے جواب دیا گیا۔ ایں گناہیست کہ در شما نیز کنند، اور میں نے آئینہ کمالات اسلام سے عبارت پڑھ کر لوگوں پر واضح کردیا کہ ہمیں ذرية البغايا ، کہا گیا ہے۔ اس پر مجمع میں اتنا اشتعال پیدا ہوا کہ اگر ہم نہ روکتے تو یقیناً مرزائی مناظر کی لاش بھی نظر نہ آتی۔

دوسرا اعتراض یہ تھا: مرزا صاحب اپنی تحریر کے موجب قبل از وقت آئے اور قبل از وقت گئے، اس لئے مسیح موعود نہ تھے۔ جب وقت پر آئیں گے تو تسلیم کیا جائے گا بشرطیکہ وہ اپنے دعاوی میں پھر بھی سچے ثابت ہوئے۔ تیسرا اعتراض ان پر یہ کیا گیا کہ قادیانی مرزا صاحب آدم ہیں اور ان کی پیش گوئی يـا آدم اسـكـن انـت و زوجك الجنة کا ترجمہ لوگوں کو سمجھایا گیا جس کو سن کر لوگوں نے مرزا کی عقل کا ماتم کیا۔

چوتھا اعتراض: مرزا صاحب کا حضرت مسیح کی نسبت اعتقاد اور پھر خود ہی مثیل مسیح کا دعوی کرنا تھا۔ اور ثابت کر دیا گیا کہ مرزا صاحب خود بھی واقعی ایسے ہوں گے جیسے ان کا اعتقاد در بارہ حضرت مسیح ہے۔

پانچواں اعتراض، سچے اور جھوٹے نوح کی دعاؤں کے متعلق تھا۔ اس کے تحت میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مقابلہ میں خود مرزا کا پیوند زمین ہو جانا اور پھر لودھیانہ میں تین صد سکہ چہرہ شاہی ہارنا وغیرہ بیان کرکے ثابت کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نہ نوح تھے نہ مسیح موعود، نہ مجدد۔

یہ میرے پانچ اعتراض تھے جن کا جواب مرزائی مناظر سے بن نہ آیا۔اگر مرزائی مناظر میری اس تحریر کو غلط ثابت کرنا چاہیں تو پھر میں صدر جلسہ چودھری امیر خان رئیس ساکن لنگڑ و یہ ضلع ہوشیار (جو برات میں مہمان بن کر ساتھ آئے تھے اور فریقین نے بخوشی ان کو صدر تسلیم کیا تھا) کا تحریری فیصلہ شائع کرونگا جوان کی قلم سے تحریر شدہ میرے پاس موجود ہے جس کے آخری الفاظ یہ ہیں: خاکسار بطور صدر یہ حروف تحریر کرتا ہے کہ جہاں تک بنظر غائر خیال کیا گیا ہے مرزائی مناظر صداقت مرزا ثابت کرنے میں بالکل قاصر اور کمزور رہے ہیں.۔ناظرین تادم تحریر وہ برات یہاں موجود ہے اور مرزائی مولوی صبح ہی دوڑ گئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ دسمبر ۱۹۳۰ء ص ۴۔۵)

مناظرہ کوٹ کپورہ:

۱۰۔۱۱۔دسمبر ۱۹۳۰ء کو سٹیشن کوٹ کپورہ ریاست فرید کوٹ میں مناظرہ مابین جماعت محمدیہ و مرزائیہ وفات مسیح و ختم نبوت پر ہوا۔جس میں مخالفوں (مرزائی) کو شکست ہوئی اور اہل حق کو فتح ہوئی۔

راقم : مولوی علم الدین فرید کوٹی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۱۴)

جماعت قادیانی سے مطالبہ

۱۵ نومبر ۱۹۳۰ء کو جلسہ اہلحدیث بٹالہ میں زیر صدارت مولانا محمد ابراہیم میر مرزائیوں سے مباحثہ ہوا ۔اب جو دسمبر ۱۹۳۰ء کی تعطیل میں قادیان میں جلسہ ہونے کے دن آئے تو انجمن اہل حدیث بٹالہ نے مندرجہ ذیل اشتہار دیا:

جماعت قادیانی سے مطالبہ:

جلسہ انجمن اہل حدیث بٹالہ میں بغرض تحقیق بڑی فراخ دلی سے ہم نے قادیانی جماعت کو موقعہ تبادلہ خیالات دیا تھا جس کا نتیجہ پبلک نے خود دیکھ لیا۔ اب انصافاً ہمارا بھی حق ہے کہ قادیان کے جلسہ میں ہم کو بھی تبادلہ خیالات کا موقع دیا جائے۔ امید ہے کہ ہماری اس درخواست کو امام جماعت قادیانی فراخ دلی سے منظور فرمائیں گے۔

براہ مہربانی اس کے متعلق ہم کو ۱۶ ماہ حال تک اطلاع دیں۔ المشتہر۔

ناظم انجمن اہل حدیث بٹالہ۔

اس کے جواب میں قادیان والے تو خفتہ اند، مگر بٹالہ کی انجمن احمدیہ نے ایک اشتہار دیا جس کا جواب انجمن اہل حدیث بٹالہ نے دیا: قادیانی امام نے ہم کو جواب کیوں نہیں دیا۔..... ہم نے قادیان کے امام جماعت سے درخواست کی تھی کہ جس طرح ہم نے فراخدلی سے اپنے جلسہ میں وقت دیا اور آپ کے فرستادوں نے ہم سے مباحثہ کیا۔ آپ بھی اپنے جلسہ قادیان میں ہم کو تبادلہ خیالات کے لئے وقت دیں۔، ۱۶ دسمبر تک منظوری کی تاریخ تھی جو گذر گئی مگر قادیان سے صدائے برنخواست۔ ہاں بٹالہ کی انجمن احمدیہ کا ایک اشتہار ہمیں ملا ہے جس میں راقم اشتہار نے کمال دلیری سے لکھا ہے کہ :

چونکہ یہ امر مقامی جماعت احمدیہ سے تعلق رکھتا ہے اس لئے ہم حاضر ہیں۔،

کیا خوب! ہمارے جلسہ میں مباحثہ کرنے آئیں قادیان سے مرکزی انجمن کے فرستادہ.. جب ہم ان سے وقت مانگیں تو بٹالہ انجمن کہے کہ یہ معاملہ مقامی ہے ۔

اے جناب! مقامی معاملہ کیا؟ معاملہ تو قادیانی ہے جہاں بناء دعوی قائم ہوئی۔ آپ کون اور آپ کی انجمن کون؟ جب بناء دعوی قادیان میں ہے اور ہمارے جلسہ میں وہیں سے علماء آئے، تو اس وقت آپ نے ان کو روکا ہوتا کہ معاملہ ہمارا ہے، تم دخل دینے والے کون ہو، جو سو دو سو کی تعداد میں بن ٹھن کے آ گئے ہو؟

پس ان وجوہ سے ہمارا حق تھا کہ ہم قادیان کے جلسہ میں وقت مانگتے اور قادیانی امام کا فرض تھا کہ ہم وقت دیتے۔ مگر ان کو حوصلہ نہ ہوا، تو خیر ان کی مرضی۔

ہاں بٹالہ کی انجمن بھی اگر مرزا صاحب کی صداقت دل میں رکھتی ہے اور اس صداقت کو ثابت کرنے کی جرأت اور ہمت ہے، تو بے شک وہ جلسہ کرے اور مرزا صاحب کے دعوی کی صداقت پر بحث کرنے کو ہمیں دعوت دے۔ ہم اظہار حق کے لئے حاضر ہو جائیں گے۔

ناظم انجمن خادم المسلمین اہلحدیث بٹالہ

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۶)

کھلی چٹھی بنام مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان

حافظ فضل الرحمٰن صاحب ریلوے کلرک لالہ موسی، پنجاب لکھتے ہیں

جناب میاں (محمود احمد) صاحب! پیشتر ازیں کہ میں اپنے مطلب کی طرف رجوع کروں یہ عرض کئے دیتا ہوں کہ طالب علمی کے زمانہ سے مجھے آپ کے فرقہ کی کتابوں کے مطالعہ کا شوق رہا ہے اور اللہ کے فضل سے خاکسار نے آپ کے فرقہ کی ہر ایک کتاب محض حق کی تلاش کے لئے پڑھی ہے۔

آمدم برسر مطلب۔ چونکہ مرزا صاحب متوفی کا زمانہ میری طالب علمی میں گزرا ہے، اس لئے مرزا صاحب کے دعووں کے متعلق جناب کو بحیثیت ان کے جانشین ہونے مخاطب کرنا میرا حق ہے۔ بنا بریں میں آپ کی توجہ حضرت مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام حصہ دوم کے صفحہ ۳۷۵ پر جو چیلنج تــو فــی کے لفظ کی نسبت ہزار روپے کے اشتہار کے ماتحت دیا ہے مبذول کرتا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ سے اعلان کرتا ہوں کہ جناب انعامی رقم امپیریل بنک لاہور میں جمع کرا کر بذریعہ اخبار اطلاع دیویں تو میں انشاء اللہ علماء کی مجلس میں مرزا صاحب کی شرط کو پورا کرونگا۔ یعنی یہ ثابت کرونگا کہ جس صورت میں تــو فــی کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو اس کے معنی سوائے موت کے اور بھی ہوتے ہیں۔، نیز میں جناب کو اپنے مطالبہ مندرجہ اہل

حدیث ۱۳ دسمبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۶ کی بھی یاد دلاتا ہوں۔

امید ہے کہ جناب ہر دو مطالبات کا جواب جلدی اثبات میں عنایت فرمائیں گے۔

حق کا طالب۔

حافظ فضل الرحمٰن ریلوے کلرک لالہ موسی ضلع گجرات پنجاب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۰ ص ۵)

خدمات مرزا

منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

مرزائی کہتے ہیں کہ ان کے مرزا غلام احمد نے ایسے علم کلام کی بنیاد ڈالی کہ مخالفین اسلام کے حوصلے شکست اور ان کے قلم ٹوٹ گئے۔ خود مرزا غلام احمد بھی فرماتے ہیں:

(خدا نے عیسائی مذہب کی گمراہی سے بچانے کو) اپنے اس بندہ کو الہام اور کلام اور اپنی برکات خاصہ سے مشرف کر کے اور اپنی راہ کے باریک علوم سے بہرہ کامل بخش کر مخالفین کے مقابل پر بھیجا اور بہت سے آسمانی تحائف اور علوی عجائبات اور روحانی معارف اور دقائق ساتھ دیئے تا اس آسمانی پتھر کے ذریعہ وہ موم کا بت توڑا جائے جو سحر فرنگ نے تیار کیا۔ (فتح اسلام۔ص ۶)

آیئے دیکھیں مرزا غلام احمد کے وہ کون سے آسمانی تحائف، روحانی معارف علوی عجائبات ہیں جن کے ذریعہ عیسائیت یا دیگر مذاہب مخالفین اسلام کو بدلائل توڑا ہے۔

ہمارا یہ دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے وجود بے جود، اور اپنے علم کلام بے لگام سے بجائے اسلام کو فائدہ پہنچانے کے، الٹا اپنے پیش کردہ اسلام پر اعتراضوں کا باب کھول دیا ہے۔ سب سے پہلے میں عیسائیوں ہی کو پیش کرتا ہوں جن کے مذہب کا استیصال بحیات خود مرزا صاحب نے اپنی آمد کی علت غائی اور عجائبات قدرت سے ایک محیر العقول قدرت بتایا تھا۔ (ملاحظہ ہو بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء۔ الحکم نمبر ۱۶ ج ۸ ص ۲)

عیسائیوں کا اخبار نور افشاں مرزائی علم کلام کی خوبی کا اعتراف ان الفاظ میں کرتا ہے:

مرزا قادیانی بھی عجیب شخص تھے جن کی زبان سے شائد ہی کوئی مقدس شخص بچا ہو...

خیال کیجئے کہ اس نے پیش گوئی کی تو وہ جھوٹی نکلی۔ جب ان سے سوال کیا گیا تو جھٹ کہہ دیا کہ آنحضرت (ﷺ) کی پیش گوئی بھی تو سچی نہیں تھی.... انجیل میں لکھا ہے کہ مخالف مسیح خدا بن بیٹھے گا، سو یہ بھی مرزا نے کر دکھایا۔ کہتا ہے کہ میں خدا ہو گیا میں نے آسمان و زمین بنا دیا۔

وہ کون سی بات تھی مرزا میں جو اس نے آنحضرت پر نہ جڑ دی ہو... جب کہا گیا کہ مرزا بڑا بدزبان ہے، تو کہا کہ قرآن اور خدا بھی تو بدزبان ہے۔ غرضیکہ کونسا عیب ہے جو مرزا نے قرآن اور آنحضرت ﷺ پر نہیں لگایا... اب ہم کو قرآن یا آنحضرت پر اعتراض کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ خود ایک بڑا مجدد مسلمانوں کا ان اعتراضات کو قبول کرتا ہے۔ (نور افشاں ۵ دسمبر ۱۹۳۰ء)

مرزائیو! کیا کہتے ہو؟ اب سنو۔ آریو کے متعلق تمہارے مسیح کی خدمات اسلامیہ۔

سب سے پہلے قدامت دنیا کے مسئلہ کو لیجئے۔ اس مسئلہ میں مسلمانوں اور آریوں کے درمیان جو اختلاف ہے وہ اہل علم سے مخفی نہیں۔

آرین مذہب کا تمام دار و مدار اسی مسئلہ پر ہے اگر قدامت دنیا کا مسئلہ باطل ہو جائے تو آریوں کے بقایا مسائل قدامت روح و مادہ و مسئلہ تناسخ وغیرہ سب کے سب باطل ہو جاتے ہیں۔ لیکن مرزائیوں نے مرزائی علم کلام سے مستفیض ہو کر جو کچھ اس پر درافشانی کی ہے وہ بھی سن لیجئے۔ مثل سابق وہ بھی ہم ایک غیر مسلم کی تحریر سے ہی پیش کرتے ہیں تا کہ بانصاف ناظرین مرزائی علم کلام کی برکت کا اندازہ کر لیں کہ کہاں تک غیر مسلم اصحاب اس سے دب کر عاجز ہیں۔ ملاحظہ ہو اخبار آریہ ویر مورخہ ۱۴ نومبر ۱۹۲۹ء میں مہاشہ پریم چندر جی آریہ سیوک پنڈ دادن خان۔ آریہ سماج اور اسلام کے عنوان سے لکھتے ہیں:

وہ (علماء اسلام) یہ بیان نہیں کرتے کہ کون سے مادہ سے عالم کی پیدائش ہوئی.... غرضیکہ ان تمام اقسام کے حقیقی اعتراضات سے گھبرا کر مرزا غلام احمد کے پیرووں نے دور عالم کو مسلسل تسلیم کر لیا ہے۔

قادیانیو! کہیں جلدی میں یہ نہ کہہ دینا کہ یہ جھوٹ ہے۔ایسا کہنے سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نسبتی بھائی میر محمد اسحاق کی کتاب روح و مادہ کا صفحہ ۲۴۳۔۲۴۵ ملاحظہ کر لینا۔

دوسرا مسئلہ آریوں اور مسلمانوں میں وید اور قرآن کے الہامی ہونے کا ہے ۔ پہلے قرآن کے متعلق مرزائی خدمات ملاحظہ ہوں۔راجپال ناشر رنگیلہ رسول کے قتل کے بعد لاہوری مرزائیوں کے جواب میں مہاشہ سنت رام جی اجمانی نے اخبار آریہ ویر لاہور ۳۰۔اپریل ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۳ پر ہندؤں اور مرزائیوں کی زبان درازی کا مقابلہ کرتے ہوئے مرزا قادیانی کی تحریر سے لکھا ہے کہ:

قرآن شریف کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

قرآن شریف جس بلند آواز سے سخت زبانی کے طریق کو استعمال کر رہا ہے ایک غایت درجہ کا غبی اور سخت نادان بھی اس سے بے خبر نہیں ہو سکتا...

میں نے آپ کو مرزا صاحب سے لے کر قادیانی اور لاہوری گالیوں کے نمونے پیش کئے اور قرآن شریف کی سخت زبانی کی بابت مرزا غلام احمد کی شہادت دی ہے۔

قادیانی بزرگو! قرآن کے متعلق یہ ہے تمہارے گرو کی خدمت جس سے آریہ اخباروں نے فائدہ اٹھایا۔تحریر مذکور اس پر شاہد ہے۔

اب سنو وید کے الہامی ہونے پر اپنے پیر و مرشد کا فیصلہ

۱۔ ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں۔(پیغام صلح مصنفہ مرزا۔ص ۲۳)

۲۔ ماسوا اسکے جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے

(پیغام صلح۔مصنفہ مرزا قادیانی۔ص ۵)

قادیانی بزرگو! کیا یہی وہ خدمات ہیں جن پر تم ٹاپتے پھرتے ہو؟ اور کیا یہی وہ علم کلام ہے جس کے گھمنڈ پر تم علماء کرام کو جاہل، کندہ ناتراش اور کیا کیا نہ کہا کرتے ہو۔

دورِ عالم کو تم نے قدیم مان لیا۔(آریوں کی پہلی فتح)۔

وید کو تمہارے نبی نے الہامی مان لیا۔(آریوں دوسری فتح)۔

قرآن کی تعلیم کو ویدک مت سے ماخوذ کہا۔(آریوں کی تیسری فتح) ۔،

قرآن کو تمہارے مجدد مسیح نے خود بدزبان کہا ۔(جمیع مخالفین اسلام کی فتح)۔

انبیاء کو تمہارے انوکھے مجدد اور نئے متکلم نے جھوٹے کہا۔،

بتلاؤ اب تمہارے پلے اب کون سی خوبی باقی ہے جس کے بل بوتے پر تم مخالفین اسلام کے مقابلہ پر نکلو گے۔کیا یہ وہی قرآن نہیں جس کی صداقت اور اعجاز بیان کرنے کے لئے بقول تمہارے اس نے براہین میں دلائل کے دریا بہا دیئے۔اور کیا یہ وہی وید نہیں جس کے متعلق مرزا کو الہام ہوا تھا ؛وید گمراہی سے بھرا ہوا ہے۔(البشریٰ۔جلد اص۵۰)۔

کیا ہمارا حق نہیں کہ مرزا جی کی پہلی تحریرات کو دیکھتے ہوئے کہیں کہ انہوں نے نبی و مسیح وغیرہ بننے کے مدعی ہو کر بجائے فائدہ کے الٹا اسلام کو نقصان پہنچانے کی کوشش کی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۴۹ھ۔ص ۵۔۶)

قول فیصل

انه لقول فصل و ما هو با لهزل

قادیانی بستی کے نبی مرزا غلام احمد قادیانی جو بقول خود جو کلام کرتے ہیں وہ صداقت سے لبریز اور جو بات کہتے ہیں وہ الہام اور وحی من اللہ سے کم درجہ نہیں رکھتی انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کے متعلق جو کچھ ارشاد فرمایا ہے اس کا نمونہ درج ذیل ہے۔اور اس کے بعد پھر ایک قرآنی آیت اس پر بطور حکم پیش کیا ہے۔ناظرین خود فیصلہ فرمالیں کہ مرزا صاحب کی نبوت و مجددیت اور مہدویت کا پایہ کتنا بلند ہے۔کیا ہے کوئی قادیانی امت کا بہادر نوجوان جو اس قرآنی فیصلہ اور اس کے حکم سے مرزا صاحب کی رست گاری کر کے ان کی روح کو خوش کرے۔

مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت عیسیٰؑ ابن مریم کے معجزات کے متعلق کھلے لفظوں میں فرماتے ہیں:

۱۔ غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح صرف مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہیں بلکہ صرف عمل الترب (مسمریزم) تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہو گیا تھا۔ (ازالہ اوہام کلاں۔ حاشیہ ص ۱۲۶)

۲۔ ماسوا اس کے یہ بھی قرین قیاس ہے کہ ایسے ایسے اعجاز طریق عمل الترب یعنی مسمریزم طریق سے بطور لہو و لعب نہ بطور حقیقت ظہور میں آسکتیں (ازالہ اوہام کلاں۔ ص ۱۲۶)

۳۔ بہر حال یہ معجزہ صرف ایک کھیل کی قسم میں سے تھا اور وہ مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہی جیسے سامری کا گئو سالہ۔ (ازالہ اوہام کلاں۔ حاشیہ ص ۱۳۳)

ان عبارتوں سے تو حضرت عیسیٰؑ کے معجزات کو مسمریزم اور عمل الترب بتلایا گیا ہے اور دوسری جگہ ارشاد ہے۔

۱۔ مگر آپ کی بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا جس سے بڑے بڑے نشان ظاہر ہوتے تھے خیال ہو سکتا ہے کہ اس تالاب کی مٹی آپ بھی استعمال کرتے ہوں گے۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۷)

۲۔ اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا ہے کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ ظاہر بھی ہو گیا تو معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے اور آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۷ حاشیہ)

۳۔ مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم، مفلوج، مبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہیں تھا۔ (ازالہ اوہام۔ حاشیہ ص ۱۳۲)

۴۔ یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح القدس کی تاثیر رکھی گئی تھی۔

(ازالہ اوہام۔ کلاں حاشیہ ص ۱۳۳)

۵۔تاریخ سے ثابت ہے کہ ان دنوں میں ایسے امور کی طرف لوگوں کے خیالات جھکے ہوئے تھے جو شعبدہ بازی کی قسم میں سے اور دراصل بے سود اور عوام کو فریفتہ کرنے والے تھے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۲۵)

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد نے حضرت عیسیٰ کے معجزوں کو ان لفظوں میں مکروہ وقابل نفرت ٹھہرایا ہے:

مگر یاد رکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت مسیح ابن مریم سے کم نہ رہتا۔ (ازالہ اوہام کلاں۔ص ۱۲۷ حاشیہ)

مندرجہ بالا عبارات سے بغیر کسی قسم کی تاویل کے صراحۃً ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت عیسی کے معجزات احیاء موتی وطیور اور شفائے ابرص واکمہ وغیرہ تمام کو عمل الترب (مسمریزم) ولچر بتلایا ہے یا تالاب کا معجزہ اور اثر بتلایا ہے اور حضرت عیسیٰ کے ان تمام معجزوں کو شعبدہ بازی ودھوکہ دہی اور غیر قابل قدر ہی نہیں بلکہ مکروہ وقابل نفرت فرمایا ہے۔ لیکن آہ! افسوس کہ نبوت کے بھوت اور مجددیت ومسیحیت ومہدویت کے نشہ نے اس درجہ عقل پر پردہ ڈال دیا کہ خدا کو بھی جھوٹا بنانے سے دریغ نہیں کیا۔ الی اللہ المشتکی ۔ (نامہ نگار)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۱ ص ۴۔۵)

قادیانی کے نسب پر بھی ایک نظر

قادیانی مشن سے دل چسپی رکھنے والے اصحاب کی خدمت میں گذارش ہے کہ ذرہ مرزا غلام احمد کے نسب پر بھی روشنی ڈالیں کیونکہ جس طرح ب مرزا صاحب کی ذات والا صفات مجموعۃ الامراض تھی اسی طرح مجموعۃ الانساب بھی تھی۔ جس قوم یا نسب میں آنجہانی نے ذرہ سی بھی کوئی بڑائی دیکھی، اسی میں اپنا کنکشن جا ملایا ہے جو قابل غور ہے۔ خاص کر جناب مولانا شیر پنجاب (ثناءاللہ) اور منشی حبیب اللہ کلرک نہر امرتسر اور منشی محمد یعقوب سنوری پٹیالوی نائب تحصیلدار مصنف عشرہ کاملہ وتحقیق لاثانی، اس کے اہل ہیں۔

تریاق القلوب چشمہ معرفت ازالہ اوہام سیرت مسیح موعود مولفہ مرزا محمود، سیرت مہدی مولفہ بشیر احمد حیات النبی مولفہ شیخ یعقوب علی تراب وغیرہ سے مرزا صاحب کے نسب پر کافی روشنی پڑسکتی ہے (نامہ نگار)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آپ مرزا صاحب قادیانی کا نسب پوچھتے ہیں۔ مرزا صاحب اپنا حسب نسب خود درثمین اردو میں بتاتے ہیں۔ غور سے سنیئے:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۱ ص ۵)

امام قادیان کا افسوس گورنر کیس پر

اور ہمارا افسوس امام قادیان پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گورنر پنجاب پر گولی چلائی گئی۔ عموماً اہل پنجاب نے اس پر افسوس کیا۔ مگر خلیفہ قادیان نے جس طریق سے افسوس کیا اس پر ہمیں افسوس نہیں سخت افسوس ہے۔ سخت افسوس اس لئے کہ قادیانی مرید تو بھولنے کے عادی ہیں خلیفہ قادیان ان سے زیادہ بھولنے لگ گئے۔ خلیفہ قادیان کے الفاظ اخبار الفضل (یکم جنوری ۱۹۳۱ء صفحہ ۱۱) کے ذریعہ ہم تک پہنچے ہیں آپ فرماتے ہیں: افسوس کہ آج کل بعض لوگ ناجائز طریقوں سے ہندوستان کو آزاد کرانا چاہتے ہیں، حالانکہ اس طرح سے حاصل کردہ آزادی غلامی سے بھی بدتر ہے کیونکہ ایسا کرنے سے ملک کے اخلاق تباہ ہوتے ہیں۔

یہ بات کسی مذہب میں بھی جائز نہیں کہ راہ چلتے بے گناہ لوگوں پر حملے کئے جائیں اگر بالفرض یہ تسلیم کرلیا جائے کہ انگریز افسروں کا مارنا جائز ہے تو اندھا دھند پستول بازی سے جو دوسرے لوگ مارے جاتے ہیں

یہ تو بہرحال ناجائز ہی ماننا پڑے گا۔مثلاً یہی حملہ ہے جو حال میں گورنر پنجاب پر کیا گیا ہے اور جس کے متعلق آپ لوگوں نے آج ہی ایک ریزو لیوشن پاس کیا ہے۔گورنر تو بچ گئے لیکن ایک ہندوستانی مارا گیا اس سے زیادہ برا اور بزدلی کا فعل کیا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص پر اچانک حملہ کر دیا جائے بہادر کا کام ہے کہ مقابلہ کرے۔ ہجوم میں کھڑے ہوکر گولی چلانے کے یہ معنی ہیں کہ دوسرا تو اس خیال سے کہ بے گناہ زخمی نہ ہو جائیں مجھ پر حملہ نہیں کرے گا اور میں جسے چاہوں مار سکتا ہوں تو گویا ایسا شخص زبان حال سے انگریزوں کی شرافت اور اپنی کمینگی کا اقرار کرتا ہے اور اس سے وہ اپنی قوم کی بھی ہتک کرتا ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ میں اتنا کمینہ ہوں کہ ایک ایسی جگہ جہاں اور بے گناہ لوگوں کو بھی گولی لگ جانے کا امکان ہے، بے تحاشا گولی چلا سکتا ہے مگر انگریز اس خیال سے کہ کسی اور کو نہ لگ جائے ہجوم میں مجھ پر فائر نہیں کریں گے اور اس سے زیادہ کوئی شخص اپنی قوم کی ذلت اور کیا کر سکتا ہے۔اسلام کی تعلیم کے مطابق حضرت رسول کریم ﷺ کبھی بے گناہ لوگوں پر حملہ نہ کرتے تھے بلکہ بعض دفعہ صحابہ کہتے کہ اب دشمن غافل ہے یا سویا ہوا ہے، حملہ کر دیا جائے تو آپ فرماتے نہیں ٹھیرو صبح اذان دیں گے اور پھر حملہ کریں گے۔مگر ہندوستانی ان دونوں بے گناہ لوگوں پر گولی چلا کر اپنی قوم کی توہین کر رہے ہیں۔''

یہ تقریر ساری دل پذیر اور قابل قبول ہے۔مگر افسوس یہ ہے کہ یہ اصول انگریزوں اور سرکاری آدمیوں کے لئے تو صحیح اور سونے سے لکھنے اور خلیفہ قادیان کے فرمانے کا ہے لیکن مولوی عبدالکریم اڈیٹر مباہلہ پر حملہ کر کے حاجی محمد حسین بٹالوی کو ناحق شہید کرنے کے لئے نہیں ہے تلك اذا قسمة ضيزى

اللہ اللہ! انصاف بھی ہو تو زبردست کے لئے، خوف خدا بھی ہو تو طاقت ور کے لئے۔حاجی محمد حسین بے گناہ کو کھلے بندوں قتل کرنے والے کو غازی کا خطاب دیا جائے اس کی روغنی تصویر شائع کی۔اس کے مقدمہ کی پیروی اور اپیل پر بے دریغ روپیہ خرچ کیا جائے اور کہا جائے کہ: اس سے زیادہ برا اور بزدلی کا فعل کیا ہوسکتا ہے کہ ایک شخص پر اچانک حملہ کر دیا جائے۔''

ہاں ہاں یہ بھی کہا جائے (ایسا کرنے والا کہتا ہے کہ) میں اتنا کمینہ ہوں کہ جہاں بے گناہ لوگوں کو بھی گولی (چھرا) لگ جانے کا امکان ہے بے تحاشا گولی (چھرا) چلا سکتا ہے

بالکل سچ ہے کہ: بے گناہ لوگوں پر گولی (چھرا) چلانے والا (قادیانی غازی) اپنی قوم کی توہین کرتا ہے، مگر شاباش ہے اس قوم کا کہ اس کو غازی کا خطاب دیتی ہے اور اس کے مقدمہ پر وہ روپیہ خرچ کرتی ہے جو اشاعت دین کے نام سے جمع کیا ہے۔ قادیانی ممبرو!

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۴۹ھ ج ۲۸ نمبر ۱۱ ص ۱۵۔۱۶)

مباحثہ مرزائیاں

۳۔۴ جنوری ۱۹۳۱ء کو بمقام دھرگ ضلع سیالکوٹ مرزائیوں سے مباحثہ ہوا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی عبدالرحیم شاہ واعظ اہل حدیث کانفرنس اور مولوی محمد امین امرتسری تھے۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ اور مولوی محمد یار تھے۔ مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔ راقم: عبدالرحیم صدر جلسہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۴۹ھ ج ۲۸ نمبر ۱۱ ص ۱۴)

قادیانی مباحثات کی مرزائی رپورٹیں

جناب محمد عبداللہ مینجر محمدیہ سکول امرتسر لکھتے ہیں:

ہمارے دوست شاکی ہیں کہ اٹاوہ اور سکھر کی گفتگو قادیانی اخباروں میں غلط چھپی ہے۔ ہم ان احباب کی شکایت کو بجا سمجھ کر یہی کہتے ہیں کہ ان کی رپورٹیں صحیح کب ہوتی ہیں؟ بلکہ ہمارا عندیہ تو یہ ہے کہ قادیانی پریس میں اگر کوئی خبر صحیح چھپ جائے تو مقام تعجب ہے۔ گذشتہ نومبر میں بٹالہ کے جلسہ اہل حدیث میں ان سے گفتگو ہوئی۔ جس کی پوری کیفیت حاضرین ہی بتا سکتے ہیں کہ آسمان وزمین سے بہت کی صدا آتی

تھی، مگر قادیانی پریس نے حلفیہ شائع کیا کہ ہم جیتے۔

بات اصل یہ ہے کہ قادیانی مناظروں کی مثال ہے ہاتھی کی۔ کہتے ہیں ہاتھی کی قیمت زندہ کی لاکھ ہو، تو مرے کی سوا لاکھ ہوتی ہے۔ یہی مثال ان کی ہے۔ فتح (نصیب اعداء) ہو، تو اتنی خوشی کا اظہار نہ کریں گے جتنی شکست پر اظہار مسرت کریں گے تاکہ مقامی ناظرین سے قطع نظر بیرونی مریدین پر اثر پہنچائیں۔

اٹاوہ سے اطلاع آئی ہے کہ: انجمن اہل حدیث اٹاوہ کا کامیاب جلسہ دیکھ کر مرزائیوں کو بھی جلسہ کا شوق ہوا، تو انہوں نے بھی جلسہ کا انتظام کیا۔ اہل حدیث کی طرف سے سوال و جواب کا وقت مانگا۔ جو ایک گھنٹہ ملا۔ جس میں مولوی عبداللطیف صاحب نے حیات مسیح اور معراج جسمانی پر تقریر کی۔ جس کے جواب میں مرزائی مبلغ نے بھی تقریر کی۔ جب جواب الجواب کے لئے وقت مانگا تو مرزائی منتظمین نے وقت نہیں دیا۔ پس ہم خاموشی سے چلے آئے۔

اتنے سے واقعہ کو قادیانی اخبار الفضل نے یا اس کے نامہ نگار جو رائی سے پہاڑ بنایا ہے وہ اسکے پڑھنے والوں سے مخفی نہ ہوگا۔ درحقیقت یہ سب کارروائیاں انکی پروپیگنڈہ ہیں۔ دگر ہیچ۔ (یکے از شرکاء جلسہ مرزائیہ اٹاوہ)

سکھر سندھ کے ضلع میں ایک قصبہ غریب آباد ہے۔ وہاں جلسہ ہوا۔ امرتسر کے مولوی عبداللہ ثانی اس میں شریک ہوئے۔ اس جلسہ میں مرزائی مذہب کی تنقید بھی قدرے ہوئی۔ بس پھر کیا تھا اخبار الفضل ۲۳ دسمبر میں وہ وہ ہوائی قلعے بنائے کہ بچہ سقہ کے قلعوں سے بھی مضبوط۔ اس کے جواب میں مولوی عبداللہ امرتسری نے ایک مضمون بھیجا جس کا اقتباس یہ ہے۔

مرزائی مخبر لکھتا ہے:

ملا عبداللہ امرتسری اہلحدیث فرمانے لگے میں مباحثہ تو ضرور کرتا مگر میری پھوپھی کو رائے ونڈ میں میرا انتظار ہے۔ (الفضل قادیان ۲۳ دسمبر ۱۹۳۰ء)

اس کا جواب بجز اس کے اور کچھ نہیں جو قرآن مجید میں جھوٹ بولنے والوں کے لئے آیا ہے۔ اصل بات یوں ہے کہ جب جلسہ میں آخری روز میں نے اعلان کر دیا کہ میں آج رات کو ۹ بجے روانہ ہو جاؤنگا تو چند معزز دوستوں نے جلسہ کی دعوت دی۔ جن کے جواب میں، میں نے کہا کہ میرے پھوپھا صاحب سب ماسٹر

رائے ونڈ میں ہیں انہوں نے لاہور چلے جانا ہے اور مجھے ان سے ملنا ضروری ہے۔ چنانچہ جلسہ کا پروگرام دیکھ کر ان کو اطلاعی خط لکھ چکا ہوں۔ اس لئے میرا پہنچنا ضروری ہے۔ مرزائی جماعت کے متعلق جب بھی میرے سامنے گفتگو ہوئی میں نے یہی کہا کہ ایام جلسہ میں مباحثہ کے لئے پر وقت تیار ہوں چنانچہ مرزائی رپورٹر نے جو لکھا ہے:

عبداللہ امرتسری نے ..اپنی تقریر میں جہلاء کو احمدیوں کے خلاف بھڑکایا اور شیعوں کو اور چند جاہل پٹھانوں کو اشتعال دلا کر احمدیوں پر حملہ کروادیا پولیس انسپکٹر کی کوشش سے موقع پر قابو پالیا گیا۔ (حوالہ مذکور)

وہ صرف یہی بات تھی کہ خاکسار کی تقریر سے جب حاضرین پورے متاثر ہوئے تو مرزائی جماعت نے جل کر شور مچانا شروع کر دیا۔ میں نے اس وقت بھی یہی کہا کہ میں اسی وقت مناظرہ کے لئے تیار ہوں۔ (محمد یار مرزائی مولوی صاحب مخاطب ہوکر) چلئے بالمقابل کھڑے ہوکر تقریر کیجئے۔ ابھی دو گھنٹہ میں فیصلہ ہو جائے گا۔

انہی لفظوں پر ایک گول مول انسان چیں بجبیں ہوئے اور جھنجھلا کر بولے، مرزائی سکرٹری نے بھی تیز کلامی شروع کی جس پر پبلک کو جوش آیا، جسے ہم نے خود ہی پوری سعی سے فرو کر دیا۔ نہ وہاں کوئی پولیس تھی نہ سب انسپکٹر پولیس۔

ہاں اگر کشفی رنگ میں ہو جیسے مرزا جی نے قضاوقدر کی مسلوں پر خدا کے دستخط کرائے تھے (تریاق القلوب) اور عبداللہ پٹواری کے کپڑوں پر چھنٹے پڑے تھے تو وہ اور بات ہے

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۳ رمضان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۲ ص ۴۔۵)

قادیانی دائرہ تناسخ

مولوی محمد مہرالدینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

رئیس قادیان کا لیکچر حصہ دوم ۳ستمبر ۱۹۰۴ء کے صفحہ ۴۱ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنا الہام لکھتے ہیں:

۱۔ یا مر یم اسکن انت و زو جك الجنّة

(یعنی مریم تو اور تیرے دوست بہشت میں داخل ہو جاؤ)

۲۔ پھر فرمایا: نفخت فيك من رو ح الصّد ق

(یعنی اے مریم میں نے صدق کی روح تجھ میں پھونک دی)

(گویا استعارہ کے رنگ میں مریم صدق سے حاملہ ہوگئی)

۳۔ یہ الہام بھی ہوا: یا ا حمد اسکن انت و زو جك الجنة ۔

جس کے معنی خود ہی فرماتے ہیں: کہ زوج سے مراد اپنا تابع ہے

۴۔ یہ بھی الہام ہوا جعلنا ك المسيح ابن مر يم ۔یعنی ہم نے تم کو مسیح ابن مریم بنا دیا۔

جس طرح مرزا صاحب کو یا مر یم کا خطاب ہوا اسی طرح یا عیسی کا بھی خطاب ہوا۔ معلوم ہوا کہ آپ میں مریم اور عیسی دونوں کی حقیقت جمع تھی۔ بنا بریں قادیانی مذہب میں مرد سے عورت بن جانا جائز ہوا۔ جس کا عدم وجود مرزائی مذہب کے باطل و نا مکمل ہونے پر دلیل تھا چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب اس بار برداری کے حامل بنے جیسے کہ الفضل ۲ دسمبر ۱۹۳۰ء میں مدینۃ المسیح سے ظاہر ہے کہ:

۲۹ نومبر کو مولوی اللہ دتا صاحب کا رخصتانہ ہوا، حضرت خلیفۃ المسیح ثانی ایدہ اللہ نے بھی اس تقریب میں شمولیت فرمائی۔ کیوں نہ ہو والد کی سنت مردہ کو اگر مولود نہ زندہ کرائے، تو کون کرائے۔ دیدہ باید مسماۃ اللہ دتا صدق کی روح سے کب تک حاملہ ہو اور کیا بر لائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۳ رمضان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۲ ص ۵)

حضرت یونس اور بطن الحوت

و انّ یو نس لمن المر سلین ۔ اذ ابق الی الفلك المشحو ن ۔ فساھم فکا ن من المد حضین ۔ فا لتقمه الحو ت وھو ملیم ۔ فلو لا انّه کا ن من المسبّحین۔ للبثت فی بطنه الی یوم یّبعثون ۔(الصا فا ت : ۱۴۰۔۱۴۴)

مندرجہ بالا آیت قرآنی کا مطلب بالکل واضح ہے۔حضرت یونسؑ کو کشتی والوں نے سمندر میں ڈال دیا، یہاں تک مچھلی نے آپ کو نگل لیا،مگر اللہ تعالی نے اسکے پیٹ میں آپ کو زندہ رکھا اور صحیح سلامت نکال لیا۔

لیکن لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی اس واقعہ کو درست تسلیم نہیں کرتے اور اپنے انگریزی ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں؛ قرآن میں کہیں کسی جگہ نہیں لکھا کہ حضرت یونس کو مچھلی نے نگل لیا... نبی ﷺ کے ایک قول سے ظاہر ہوتا ہے کہ مچھلی نے آپ کی صرف ایڑیاں اپنے منہ میں پکڑی تھیں ۔(ص ۸۷۶۔حاشیہ ص ۲۱۲۳)

اس جگہ ممدوح نے نبی کریم ﷺ کے قول کا حوالہ نہیں دیا اس لئے ہم اس پر تنقید کرنے سے معذور ہیں۔

لاہوری مرزائی چونکہ معتزلہ عقاید رکھتے ہیں اس لئے وہ ہر ایسے واقعہ کا جو بظاہر خلاف فطرت معلوم ہوتا ہے، انکار کر دیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے انگریزی رسائل میں حضرت یونسؑ کے قصہ کو فرضی ثابت کرنے کے لئے ہمیشہ یہ دلیل دی جاتی ہے کہ:

گو وہیل مچھلی کا ڈیل ڈول بہت زیادہ ہوتا ہے تاہم اس کا حلق اس قدر تنگ ہوتا ہے کہ اس میں انسان کا گذرنا محال ہے۔

اس دلیل کی تردید کے لئے میں روزنامہ سیاست لاہور مورخہ ۲ جون ۱۹۲۹ء صفحہ ۳ سے دو خبروں کے اقتباس نقل کرتا ہوں۔

۱۔ ولایت کے شہر برمنگھم کے پادری نے اس واقعہ سے انکار کیا تھا۔ اسی شہر کے ایک شخص نے لکھا کہ پادری صاحب کو چونکہ معلوم نہیں کہ سمندروں میں کیسی کیسی مچھلیاں موجود ہیں۔ لہذا وہ حضرت یونسؑ کے واقعہ کو صحیح تسلیم نہیں کرتے۔ میرا ذاتی تجربہ سنیئے:

اسی برمنگھم میں آج سے ۲۵ سال قبل ایک جہازران ویل مچھلی لایا تھا جو اسٹیشن پر رکھی گئی تھی۔ یہ مچھلی مردہ تھی۔ میں خود اور گیارہ آدمی اور باری باری اس کے منہ کے راستہ سے اس کے اندر گئے اور اس کے معدہ میں بہ آسانی پھرتے رہے۔ اس لئے کہ معدہ ایک خاصے کمرے کے برابر تھا۔ اس کا گلہ عام دروازہ کے برابر وسیع تھا۔ اور ہم آسانی سے اندر جا سکتے اور باہر آ سکتے تھے۔ ایسی مچھلی کے لئے کسی آدمی کو زندہ نگل جانا اور پھر کسی تکلیف کے باعث اس کو اگل دینا کوئی بڑی بات نہیں۔

۲۔ ۶۳ سال کے تجربہ کے بعد سر فرانسس فاکس نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں مچھلیوں کا تذکرہ ہے۔ اس میں وہ لکھتے ہیں کہ فروری ۱۸۹۱ء میں جزائر فاکلینڈ کے قریب دو کشتیوں نے ایک مچھلی پر حملہ کیا۔ یہ ویل مچھلی تھی۔ اس نے دم کی حرکت سے ایک کشتی کو الٹ دیا۔ جو آدمی پانی میں گرے وہ سب نکال لئے گئے ۔صرف جیمز بارٹلے نامی آدمی نہ ملا۔ لوگوں نے سمجھا وہ ڈوب گیا۔ انہوں نے مچھلی کا تعاقب کیا اور اس کو پکڑ کر ہلاک کر دیا۔ دوسرے روز اس کا معدہ نکال کر سوکھنے کے لئے ڈال دیا گیا۔ ملاحوں نے دیکھا کہ اس میں کوئی چیز حرکت کر رہی ہے۔ معدہ چیرا گیا تو اس میں سے گم شدہ ملاح نکلا جو بے ہوش تھا۔ تین ہفتہ کے علاج کے بعد وہ تندرست ہو گیا اور مدتوں زندہ رہا۔

ممکن ہے کہ مولوی محمد علی ان خبروں کو صحیح نہ مانیں لیکن اپنے مجدد و مسیح موعود و مہدی مسعود مرزا صاحب کی ہر تحریر پر ایمان رکھنا ان کا مذہبی فرض ہے۔ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: ضرور حضرت مسیح کو یہودیوں کے ہاتھ سے ایک جسمانی صدمہ پہنچا مگر یہ نہیں کہہ سکتے کہ وہ صلیب پر مر گئے تھے کیونکہ توریت سے ثابت ہے کہ جو مصلوب ہو وہ لعنتی ہے اور مصلوب وہی ہوتا ہے جو صلیب پر مر جاوے۔ سو ہرگز ممکن نہیں کہ وہ صلیب پر مرے ہوں ...اور خود حضرت عیسی نے آپ بھی فرما دیا کہ میں قبر میں ایسا داخل ہوں گا جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوا تھا۔

یہ ان کے کلام کا ماحصل ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ قبر میں زندہ داخل ہو گئے اور زندہ ہی نکلے جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ ہی داخل ہوا تھا اور زندہ ہی نکلا کیونکہ نبی کی مثال غیر مطابق نہیں ہو سکتی (ست بچن طبع ۱۹۰۲ء ص ۱۶۴)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا عقیدہ یہ تھا کہ عیسی صلیب پر لٹکائے گئے لیکن صلیب پر ان کی موت واقع نہیں ہوئی اور وہ زندہ اتار لئے گئے جیسا کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں داخل ہوئے لیکن مرے نہیں بلکہ زندہ نکل آئے۔

اگر یہ کہا جائے کہ یونسؑ سرے سے مچھلی کے پیٹ میں نہیں گئے تو ساتھ ہی یہ بھی ماننا پڑے گا کہ عیسی بھی صلیب پر نہیں لٹکائے گئے ورنہ حضرت یونسؑ کے ساتھ ان کی مشابہت بے معنی ہوئی۔ تفسیر القرآن میں مولوی محمد علی لاہوری نے صریحاً اپنے مرشد کے قول کی تردید کی ہے۔ کیا اب بھی اس میں شک ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی امت اپنے مسیح الموعود کی تعلیم کو بھول رہی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء مطابق ۳ رمضان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۲ ص ۶۔۷)

مراقِ مرزا

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عاجز نے اس نام کا ایک رسالہ لکھا تھا اور یہ رسالہ اپریل ۱۹۲۹ء میں شائع کیا گیا تھا (یہ مختصر سا رسالہ کتاب کے آخری صفحات پر نقل کر دیا گیا ہے۔ بہاء) ۔اس کی تردید ایک مرزائی مولوی تاج الدین لائل پوری نے رسالہ ریویو آف ریلی جنز دسمبر ۱۹۲۹ء میں کی۔

میں نے اس کا مختصر سا جواب اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۳۰ء میں دیا۔ لیکن مرزائی ضدی بڑے ہوتے ہیں، اپنی غلطی کو کبھی نہیں مانتے۔ اس کے بعد الفضل قادیان یکم اپریل ۱۹۳۰ء کے صفحہ ۱۰۔۱۱ پر مولوی تاج الدین صاحب احمدی نے پھر کچھ لکھا ہے جس کی تردید ذیل میں کی جاتی ہے۔

قولہ: اپریل ۱۹۲۹ء میں ایک رسالہ مراق مرزا مینیجر اہل حدیث امرتسر نے شائع کیا تھا جس میں سادہ لوح لوگوں پر یہ ظاہر کرنے کی بے سود کوشش کی گئی کہ گویا مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی وحی اور حضور (مرزا قادیانی) کے الہامات خدا کی طرف سے نہ تھے بلکہ کسی بیماری کا نتیجہ تھے اور کہ حضور (مرزا) کو خود اقرار ہے کہ آپ مراق (جنون) میں مبتلا تھے۔

مراق سے مراد جنون یا مالیخو لیا مراق نہیں بلکہ محض دوران سر مراد ہے جیسا کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے یہی بیماری اپنے بدن کے اوپر کے حصے میں بیان فرمائی ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

اقول: رسالہ مراق مرزا میں، میں نے اس پر زور دیا کہ جناب مرزا غلام احمد کو مراق کی بیماری تھی جس کا ان کو خود اقرار ہے اور مرض ہسٹیر یا (یعنی باؤلہ پن) کا دورہ پڑتا تھا۔

باقی رہا یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تصنیفات میں، دوران سر، لکھا ہے سو واضح ہو کہ مرزا صاحب کو دوران سر کا ہونا مرض مراق کے منافی نہیں ہے۔ مراق کے علاوہ مرزا صاحب کو دوران سر، دردسر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب (یعنی ذیابیطس) امراض بھی تھے۔

(دیکھو رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان۔ مئی ۱۹۲۷ء ص ۲۶)

قولہ: پھر کہا گیا ہے کہ خدا کے نبی ورسول کو مرض جنون، مالیخولیا، مرگی، مراق، ہسٹیر یا میں سے کوئی مرض نہیں ہوسکتا۔ اس کے متعلق میں صرف یہ کہنا چاہتا ہوں کیا ان پانچوں امراض کی تشریح یعنی ان کی تعریف، اسباب، علامات اور عوارضات ونتائج بیان کرنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔

اقول: یہ پانچ بیماریاں یعنی جنون، مالیخولیا، مرگی، مراق، ہسٹیر یا درحقیقت دماغی امراض ہیں اور یہ پانچوں امراض نبوت ورسالت کے منافی ہیں۔ اس کا سبب یہ ہے کہ نبی کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو ہوتا ہے اور ان مرضوں میں مریض کو اپنے خیالات اور جذبات پر قابو نہیں رہتا۔

(دیکھو ریویو آف ریلی جنز قادیان اگست ۱۹۲۶ء ص ۵۔۶۔ نیز ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۲۷ء ص ۳۰۔۳۱)

قولہ: ہاں مولوی صاحب! آپ تو اہل حدیث کے نامہ نگار ہیں۔ بخاری اور مسلم میں بروایت حضرت عائشہ

جو یہ حدیث آئی ہے: سحر رسو ل الله ﷺ حتی انه لیخیل الیه انه فعل الشیء وما فعله (بخاری ومسلم۔مشکوۃ۔ص۵۴۴) کہ رسول مقبول ﷺ مسحور ہو گئے تھے۔اوراس کا آپ پر یہاں تک اثر تھا کہ بسا اوقات آپ ایک نا کردہ فعل کو کردہ فعل تصور کرلیا کر تے تھے۔یعنی آپ سمجھتے تھے کہ میں کوئی فعل کیا ہے، حالانکہ آپ ﷺ نے وہ فعل کیا نہیں ہوتا تھا۔،، اس کا کیا مطلب ہے؟

اقول: چونکہ سائل مرزائی ہے،اس لئے اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی کا ایک قول ذیل میں درج کیا جا تا ہے جو آپ نے ۲۳۔اکتوبر ۱۹۰۷ءکو سیر کے وقت فرمایا تھا۔ذرہ غور سے سنیئے۔اخبار الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

ایک شخص نے سوال کیا کہ آنحضرت ﷺ پر کافروں نے جو جادو کیا تھا اس کی نسبت آپ کا کیا خیال ہے؟

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ جادو بھی شیطان کی طرف سے ہوتا ہے۔رسولوں اورنبیوں کی یہ شان نہیں ہوتی کہ ان پر جادو کا کچھ اثر ہو سکے بلکہ ان کو دیکھ کر جادو بھاگ جا تا ہے،جیسا کہ خدا تعالی فرما تا ہے لا یفلح السّاحر حیث اتی (طہ:۶۹) دیکھو حضرت موسیٰ کے مقابل پر جادو تھا،آخر موسی غالب ہوا کہ نہیں۔ یہ بات بالکل غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ کے مقابلہ پر جادو غالب آ گیا۔ہم اس کو کبھی بھی نہیں مان سکتے۔آنکھ بند کر کے بخاری ومسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے یہ تو عقل سلیم بھی تسلیم نہیں کرسکتی کہ ایسے عالی شان نبی پر جادو اثر کر گیا ہو۔

ایسی ایسی باتیں کہ اس جادو کی تاثیر سے (معاذ اللہ) آنحضرت ﷺ کا حافظہ جا تا رہا یہ ہو گیا اور وہ نہو گیا کسی صورت میں صحیح نہیں۔

معلوم ہوتا ہے کسی خبیث آدمی نے اپنی طرف سے ایسی باتیں ملادی ہیں۔گو ہم نظر تہذیب سے احادیث کو دیکھتے ہیں لیکن جو حدیث قرآن کریم کے برخلاف،آنحضرت ﷺ کی عصمت کے برخلاف ہو اس کو ہم کب مان سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جنوری ۱۹۳۱ءمطابق ۱۰ رمضان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۳ ص ۵۔۶)

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور کوکب ہند دہلوی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شیخ بہاء اللہ ایران میں ایک صاحب گذرے ہیں جن کا دعوی تھا کہ میں خدا کا مامور ہوں، مسیح موعود ہوں۔کوئی شخص ان کے دعاوی کو جانچنا چاہے تو بے تعصب ان کتابوں کو دیکھنے سے اس مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے کہ انہوں نے الہام وحی نبوت اور رسالت کے دعاوی کیئے۔اس مضمون پر اہل حدیث میں بار ہا بحث ہو چکی ہے۔اہل حدیث کے قابل مضمون نگار صابری صاحب بریلوی کے مضامین بھی درج ہو چکے ہیں۔تاہم بہائی مذہب کا آرگن کوکب ہند انکار پر مصر ہے اس کا قول ہے کہ شیخ بہاء اللہ رسول نہ تھے بلکہ ،ظہور اعظم، تھے جو مرتبہ رسالت سے بالا مرتبہ ہے۔جیسے بی اے کا درجہ ایف اے سے بالاتر مضمن ایف اے کو ہے۔ان سے پوچھا گیا کہ ،ظہور اعظم، کی اصطلاح الہامی نوشتوں میں دکھایئے، وہ اس کے جواب سے سبک دوش نہیں ہوئے بلکہ بات کو اور طرف لے گئے۔اس لئے آج ہم ان سے نحوی قانون سے ایک سوال کرتے ہیں۔

سوال: ظہور اعظم۔یہ مرکب اضافی ہے، مرکب توصیفی۔اضافی ہونے کی صورت میں اعظم کا موصوف کیا ہے؟ اور توصیفی کی صورت میں ظہور کا فاعل کون؟

اس سوال کے جواب آنے کے بعد بحث انشاء اللہ آگے چلے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ فروری ۱۹۳۱ء مطابق ۱۷ رمضان ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۴ ص ۴)

پیغامی اور محمودی دونوں سچے ہیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل امت مرزائیہ کی دو جماعتوں (قادیانی اور لاہوری) میں اس امر پر بحث ہو رہی ہے کہ ہر ایک فریق دوسرے کو سرکاری خدمت گار رکار خاص کہتا ہے۔یعنی لاہوری جماعت قادیانی کو کہتی ہے کہ یہ لوگ حکومت کو رعایا کی خبریں دیتے ہیں اور قادیانی، لاہوریوں کو یہی کہتے ہیں۔

ہم متفکر تھے کہ اس بارے میں ہم کیا فیصلہ کریں۔سوچتے سوچتے ہمیں ایک حکایت یاد آئی جس سے ہماری تسکین ہو گئی۔، ہندوؤں میں ایک حکایت مشہور ہے کہ وِدوان سادھو مع اپنے چیلے کے شہر میں آکر ایک دوکاندار کے ہاں ٹھہرے۔تھوڑی دیر کے بعد چیلا ضرورت کے لئے باہر گیا۔دوکاندار نے پوچھا مہاراج یہ چیلا کتنی ودیا پڑھا ہے۔مہاراج نے فرمایا کیا پڑھنا ہے گدھا بشکل منکھ ہے اتنے میں چیلا آیا تو مہاراج سوچیتا کرنے لگے تو دکاندار نے چیلے سے پوچھا کیوں جی مہاراج کتنے ودوان ہیں؟ چیلے نے کہا کیا ودوان ہیں بیل کے بیل ہیں۔ہم بھی اپنی عمر خراب کر رہے ہیں۔دکاندار نے دونوں کی بات ذہن میں رکھی۔کھانے کے وقت گرو کے آگے تو بھوسہ رکھ دیا اور چیلے کے آگ گھاس۔، دونوں خفا ہو کر بولے۔ابے یہ کیا؟ کیا ہم بیل اور گدھے ہیں۔، دکاندار ہاتھ باندھ کر کھڑا تھا، بولا: مہاراج آپ نے اس کو گدھا کہا، اس نے آپ کو بیل کہا ۔ہم نے دونوں کو سچا سمجھا۔

ٹھیک اسی طرح ہم بھی مجبور ہیں کہ ان دونوں راست گو جماعتوں کی تصدیق کریں۔ لہذا ہمارا اس نزاع میں یہی فیصلہ ہے کہ پیغامی اور محمودی دونوں سچے ہیں۔

اللھم قنا شر ھم بما شئت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ فروری ۱۹۳۱ء مطابق ۱۷ رمضان ۱۳۴۹ھ ص ۴)

تعلیمات مرزا یا بم کا گولہ

منشی محمد عبداللہ صاحب ؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

مولانا ثناء اللہ نے ان دنوں ایک جدید رسالہ تعلیمات مرزا شائع کیا ہے۔ہم نے اسے دیکھا ہے ہم اپنی ذمہ داری پر کہہ سکتے ہیں کہ قادیانی سحر کاریوں اور ملمع سازیوں کا پورا جواب ہے۔لطف یہ ہے کہ مولانا کو قادیانی لٹریچر میں ایسا کمال ہے کہ قادیانی مشن کے متعلق کیسا ہی سخت سے سخت مضمون ہو،اس کا جواب مرزا صاحب قادیانی کی عبارتوں سے دکھا دیتے ہیں۔

رسالہ تعلیمات ایک عجیب رسالہ ہے جس پر عیسائی اخبار نور افشان نے ان لفظوں میں ریویو کیا ہے:

تعلیمات رسالہ،رسالہ کیا ہے اسم با مسمی ہے جس مے مرزا صاحب قادیانی کے متعلق چار باب ہیں:

۱۔اختلافات مرزا۔

۲۔کذبات مرزا۔

۳۔نشانات مرزا۔

۴۔اخلاق مرزا۔

مولوی صاحب نے دریا کو کوزہ میں بند کر دیا ہے نہایت مفید رسالہ ہے۔

مگر امت مرزائیہ کی لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح کے پیٹ میں چوہوں نے گدگدی کی تو آپ نے مندرجہ ذیل الفاظ میں رسالہ مذکورہ کا ذکر کیا ہے:

تعلیمات مرزا تمسخر،ضلالت،کذب، بطالت،ان چار اجزاء کا معجون مرکب مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع کیا ہے۔ (پیغام صلح ۲۳ جنوری ۱۹۳۱ء)

ہم نے جو غور کیا تو اس عبارت کے دو مطلب ہماری سمجھ میں آئے۔ایک تو یہ کہ مولانا ثناء اللہ نے اس رسالہ میں تمسخر کیا، ضلالت بھر دی، کذب اور بطالت سے کام لیا۔یعنی مولانا کا اپنا کلام ایسے چار اجزاء سے مرکب ہے۔ یہ معنی تو صحیح نہیں کیونکہ رسالہ دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا موصوف نے اس میں آپ کچھ نہیں لکھا بلکہ مرزا قادیانی کی عبارات پیش کی ہیں۔اس لئے جو کچھ ہے مولانا کا نہیں۔

دوسرے معنی اس کلام کے یہ سمجھ میں آئے کہ مرزا صاحب نے جو تمسخر ضلالت، کذب، بطالت اپنی تصنیفات میں بھری ہیں، مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ان کو ایک جا جمع کر کے پبلک کی ہدایت کے لئے مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے پہنچا دیا ہے۔ یہ معنی البتہ غلط نہیں کیونکہ رسالہ مذکورہ میں جو کچھ ہے وہ سراسر مرزا صاحب ہی کا کلام ہے۔

لطیفہ۔مولانا ثناء اللہ کی تقریروں میں یہ ایک عجیب فقرہ ہوتا ہے:

میرے احمدی دوست مجھے اپنا مخالف جانتے ہیں حالانکہ میں مرزا صاحب متوفی کا آنریری مبلغ ہوں کیونکہ میں انہی کے الفاظ پبلک کو پہنچاتا ہوں۔

جو صاحب مولانا ثناء اللہ کے اس کلام کی تحقیق کرنا چاہیں وہ رسالہ تعلیمات مرزا کو پڑھیں ہم بطور نمونہ ایک دو اقتباس اس کتاب سے پیش کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ایسا کہنے والا کون ہے، مولانا ثناء اللہ یا مرزا صاحب قادیانی۔

تعلیمات مرزا کے صفحہ ۱۰ پر مرزا غلام احمد صاحب کا قول یوں مرقوم ہے:

ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں مشہور کیا

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵)

اس عبارت میں صاف مذکور ہے کہ یسوع کی روح سے وہ شخص شریر بن گیا تھا۔

مولانا ثناء اللہ نے اس کے ساتھ مرزا غلام احمد کی دوسری عبارت بھی رکھ دی ہے جو یہ ہے:

مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی۔(تحفہ قیصریہ۔ص ۱۵)۔اس عبارت کا صاف مطلب ہے کہ قادیانی مرزا صاحب میں یسوع کی روح داخل ہوئی تھی۔

دونوں عبارتوں پر مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے بطور استفسار چند الفاظ لکھے ہیں جو یہ ہیں:

احمدی دوستو! یسوع کی روح جس انسان میں ہو وہ شریر ہو جاتا ہے تو دوسرے قول کا قائل کون؟

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرہ دیکھ بھال کے

ناظرین! انصاف فرمایئے یہ جو کچھ ہے مولانا صاحب کا ہے یا مرزا صاحب کا۔

یہ ایک مثال ہم نے باب اول سے دکھائی ہے۔ دوسرے باب (کذ بات مرزا) سے بھی ایک مثال سنیئے:

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟ تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آئے گی (ازالہ اوہام۔ص ۲۵۲)

اس اقتباس پر مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے اتنا سا لکھا ہے:

آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے سو برس تک قیامت بتانے والی حدیث کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں امت مرزائیہ اس حدیث کا پتہ دے ورنہ مشہور حدیث من کذب علی متعمداً فلیتبوأ مقعده في النار سے خوف کریں۔ (ص ۱۳)

ناظرین! فرمایئے اس کلام میں کذب کس کا۔ مرزا صاحب کا یا مولانا صاحب کا؟ کیا کسی مسلمان کے سامنے کوئی حدیث پیش ہو، تو اس کا حق نہیں کہ اس کی صحت دریافت کرے؟ بے شک حق ہے۔ پھر مولانا صاحب نے اس میں کیا جرم کیا۔ ہاں جرم ہے تو مرزا غلام احمد کا ہے جنہوں حضور نبی کریم ﷺ پر جھوٹ باندھا کہ آج دشمنان اسلام کو مسلمانوں کے ذبح کرنے کو ایک تیز ہتھیار دے دیا کہ وہ کھلے میدان میں پکار پکار کر کہیں کہ یہ ہے مسلمانوں کا رسول جس کی پیش گوئی ایسی صاف طور پر غلط ہوئی کہ بجائے ایک سو سال کے آج چودہ سو سال گزرنے کو ہیں مگر قیامت نہیں آئی۔ اس لئے مولانا ثناءاللہ امرتسری کا سوال محض اسلام کی خیر خواہی میں تھا اور امت مرزائیہ کا فرض تھا کہ اس حدیث کا پتہ دیتی یا اس قول مرزا کی تغلیط کرتی۔ مگر افسوس کہ مرزائی اپنی حق پسندی کا ثبوت یوں دیتے ہیں کہ بجائے واضع حدیث پر خفگی کرنے کے سائل پر خفگی کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ فروری ۱۹۳۱ء جلد ۲۸ نمبر ۱۴ ص ۴)

قادیانی تفسیر نویسی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

...قادیانی اخبار الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء میں علماء دیوبند کو بالمقابل تفسیر نویسی کا (مرزا محمود احمد نے) نوٹس دیا۔ ..اس کے جواب میں ہم نے لکھا :

ہم بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے تیار ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اگست ۱۹۲۵ء)

الفضل قادیان اس کے جواب میں بولا کہ:

ہمارا خطاب دیوبندیوں کو ہے مولوی ثناءاللہ کیوں دخل دیتا ہے۔ پہلے دیوبندیوں سے وکالت نامہ حاصل کرے اگر وہ مخاطب بنتا ہے تو قادیان میں آ کر تفسیر لکھے۔ (الفضل قادیان۔۱۰ ستمبر ۱۹۲۵ء)

اس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر میں لکھا :

تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں۔ ہمیں وکالت نامہ کی حاجت نہیں

اس کے بعد اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء میں فیصلہ کن جواب دیا جو یہ ہے:

سنو جی! ہم زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتے اس لئے آخری اعلان کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ناظرین پبلک کو حقیقت معلوم ہوگئی ہے۔ اب اصل بات سنو۔

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی مسجد میں آجائیں (بٹالہ امرتسر سے بجانب شمال مشرق ۲۴ میل ہے اور قادیان سے ۱۱ میل بجانب غرب) جہاں آٹھ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک مجلس ہوگی جس میں میں اور آپ (خلیفہ قادیان) تفسیر القرآن لکھیں گے اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہوگا۔

آپ کو اختیار ہوگا ایک رکوع لیجئے، دو لیجئے، تین لیجئے۔

مریدوں کے خرچ کا اندیشہ ہے تو ان کو منع کر دیجئے کہ وہ ہرگز آپ کو ایسے امتحان میں دیکھنے نہ آئیں۔ ہاں میں ہمدردانہ بات آپ کو سمجھا دوں کہ اس مقابلہ کے لئے آنے سے پہلے اپنے رکن اعظم مولوی سرور شاہ صاحب سے ضرور مشورہ کر لیں۔

اس کے جواب میں الفضل نے لکھا:

مولوی ثناءاللہ جو ہمارے چیلنج کے مخاطب نہ تھے اس بحث میں آن کودے۔ ہم سے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ دیوبندیوں سے قائم مقامی کی سند لیں جو ہمارے اصل مخاطب ہیں مگر افسوس کہ اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

اصل بات کا جواب یوں دیا: ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم ہوگا۔

بے شک یہ طریق مقابلہ اس وقت درست ہوسکتا تھا جب یہ دیکھنا ہوتا کہ زید عربی زیادہ پڑھا ہوا ہے یا بکر۔ لیکن ہر عقل مند انسان جو ہمارے پہلے مضامین پڑھ چکا ہے اور دیوبندیوں کے اشتہار دیکھ چکا ہے، وہ سمجھ سکتا ہے کہ مقابلہ اس امر میں نہیں ہے کہ حضرت خلیفہ عربی جانتے ہیں یا نہیں۔ یا غیر احمدی مولوی عربی جانتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ فیصلہ اس امر کا کرنا ہے کہ اللہ تعالی غیر احمدی مولویوں پر ایسے علوم ظاہر کرتا ہے جو پہلی کتب میں نہیں، یا حضرت مسیح موعود کے اوپر اس نے ایسے علوم ظاہر کئے ہیں اور جن کے ذریعہ آپ کی جماعت میں بھی رہ طاقت ہے کہ قرآن کریم کے نئے علوم اور معارف ظاہر کر سکے، اس فیصلہ کے لئے بے ترجمہ قرآن کے کیا معنی؟ اور دوسری کتاب کے نہ ہونے کا کیا مطلب؟ (الفضل قادیان۔۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)

یعنی مرزا غلام احمد نے پیر گولڑہ کے سامنے عربی کی شرط لگائی اور بے یارومددگار تلاشی دے کر بے کتاب عربی تفسیر لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر ان کے جانشین عربی دانی کو شرط نہیں مانتے، اور قادیان چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر نہیں آتے یوں یہ باب بند ہوا۔

پھر ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء کو ایک آواز آئی:

حضرت امام جماعت احمدیہ (مرزا محمود احمد)... کو اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور بارہا اس بارے میں چیلنج دے چکے ہیں اور حال ہی میں

ایک تقریر میں موجودہ زمانہ کے علماء کے ذکر میں فرمایا کہ میں نے کئی بار چیلنج دیا ہے کہ قرعہ ڈال کر قرآن مجید کا کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو، بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کرلو، اور مجھے وہ نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابلے میں آ کر تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔ (الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء ص ۷)

پھر الفضل ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں مضمون نکلا:

یہ کام (تفسیر نویسی) آسان نہیں ورنہ انور شاہ دیو بندی، مولوی ثناء اللہ، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر کبار کیوں صم بکم کے مصداق بن رہے ہیں۔،

اس دعوت ثانیہ کی تحریک پر مولوی نور الہی گھر جاکھی کی ایک مرزائی دوست سے اس بارے میں مکاتبت ہوئی جس پر مجھے توجہ دلائی گئی تو میں نے ان کی چٹھی اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں درج کر کے نیچے لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیوبندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں پس ایک سادہ قرآن لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر بالمقابل تفسیر لکھئے۔، جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی، بلکہ انکار کر گئے۔ گزشتہ راصلوۃ۔ اب سہی۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں، صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا اور تفسیر کے معارف کے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ بس۔

اس کے بعد اہل حدیث ۶۔۲۷ جون ۱۹۳۰ء میں بھی اسی مضمون کی یاددہانی کرائی گئی۔ اس پر الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء میں ایک نوٹ نکلا:

چندروز ہوئے مولوی ثناء اللہ نے حضرت خلیفہ کے مقابلہ میں تفسیر نویسی پر آمادگی کا ذکر اپنے اخبار میں کیا تھا۔ اس سلسلہ میں پرائیویٹ سکرٹری نے شملہ سے اطلاع ہے کہ پچھلے مضامین کے حوالے نکلوائے جا رہے ہیں انشاء اللہ جلد ہی مولوی صاحب کے مضمون کا جواب لکھا جائیگا۔،

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں:

لکھا جائے گا، کہ فقرہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مگر اس اعلان کے بعد ایسے خاموش ہو گئے۔ ..

پھر سالانہ جلسہ قادیان میں ایک طویل تقریر کی جو ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ لکھا ہے:

اس سال جب میں شملہ جانے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ مولوی ثناء اللہ نے بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے۔ روانگی کے وقت وہ مضمون مجھے ملا۔ شملہ میں چونکہ اور بہت کام تھا اس لئے اس مضمون کی طرف توجہ نہ کر سکا۔...اب میں اصل بحث کو لیتا ہوں۔ ....

مولوی ثناء اللہ نے لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیوبندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں پس ایک سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر بالمقابل تفسیر لکھئے۔ جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر گئے۔ گزشتہ را صلوۃ۔ اب سہی ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا اور تفسیر کے معارف کے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ بس۔ (اہل حدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء)

اس تحریر سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں:

اول یہ کہ مولوی ثناء اللہ نے تفسیر نویسی کے متعلق میرا وہ چیلنج منظور کر لیا تھا جو میں نے دیوبندیوں کو دیا تھا۔ دوم یہ کہ باوجود ان کے قبول کر لینے کے میری طرف سے ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر دیا

پہلی بات کہ مولوی صاحب نے چیلنج منظور کر لیا تھا خود ان کی اپنی بات سے ہی رد ہو جاتی ہے۔ وہ چیلنج منظور نہیں کرتے بلکہ ایک نیا چیلنج دیتے ہیں۔ چنانچہ باوجود یہ لکھنے کے کہ ان کی طرف سے کوئی شرط نہیں پھر شرطیں پیش کرتے ہیں (ہم نے شرطوں کی نفی کی ہے شرط نہیں لگائی۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم لے کر آ جاؤ۔ اس بیان کو شرط کہنا قادیانی دماغ والوں کا کام ہے۔ ثناء) حالانکہ شرطیں پیش کرنے کا حق چیلنج دینے والے کا ہوتا ہے چیلنج منظور کرنے والے کا نہیں ہوتا۔ چیلنج منظور کرنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ معقول نہیں غلط ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی طرف سے یہ شرطیں پیش کرتا ہوں....

مولوی صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ ان کو جواب نہ دیا گیا تھا اور ہماری طرف سے خاموشی رہی۔ یہ بھی درست نہیں۔ان کو جواب دیا گیا تھا چنانچہ ۲۷۔اکتوبر ۱۹۲۵ء کے الفضل میں میری منظوری سے ایک مضمون شائع کیا گیا تھا...(آپ نے ہمارے انکار کہنے کا مطلب نہیں سمجھا۔آپ نے ۲۷۔اکتوبر ۱۹۲۵ء کو جو لکھا تھا اس کا جواب اہل حدیث ۱۲نومبر ۱۹۲۵ء میں دیا گیا تھا جس کو الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء میں نقل کر کے وہ لکھا جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے، جس کا شروع،، بے شک سے ہے، ۔،، اور خاتمہ: کیا مطلب،، پر ہے۔اس عبارت سے ہر ایک دانا انکار بلکہ فرار ہی سمجھے گا۔پس آپ کا ۲۷۔اکتوبر کا حوالہ دے کر انکار سے انکار کرنا غلط ہے۔ثناء اللہ امرتسری) میرا اصل چیلنج جو اس وقت دیا گیا تھا اور جواب بھی قائم ہے ۱۶جولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے:

غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔ پھر ان کے مقابلے میں کم سے کم دگنے معارف قرآنیہ بیان کرونگا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں۔اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھتے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے۔اگر میں کم سے کم دگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں...

یہ وہ چیلنج ہے جو دیوبندی مولوی کو دیا گیا تھا جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ میں بھی دیوبند کا پڑھا ہوا ہوں، میں اسے منظور کرتا ہوں۔لیکن کہتے ہیں سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا۔ میں کہتا ہوں ترجمہ یا بے ترجمہ کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کی عقل میں اتنی کمی آ گئی ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے میرے متعدد مضامین اور کتابیں پڑھی ہوں گی مخالفین پر میری تحریروں کا رعب بھی جانتے ہیں (آپ کے پیغامی اسے نہیں مانتے ۔ثناء اللہ) مگر خیال کرتے ہیں کہ جب میرے ہاتھ میں بے ترجمہ قرآن آیا تو بس میں ان کے مقابلہ میں رہ جاؤنگا۔گویا جو کچھ میری طرف سے شائع ہوتا ہے وہ مولوی صاحب لکھ کر مجھے بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اپنی طرف سے اسے شائع کر دیتا ہوں۔

مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں ۔اگر کوئی یہ دعوی کرے تو اس کے لئے ایسی بات پیش کر دینا جو اس کی ذاتی قابلیت کی نفی کرتی ہو اس کے دعوی کو رد کر سکتی ہے۔مگر جو یہ

کہتا ہو کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے تائید حاصل ہوتی ہے اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی چیز پیش کرے جس میں خدا کی تائید شامل ہو... میں نے اردو میں ترجمہ کرنے کا چیلنج نہیں دیا

اب بتاتا ہوں کہ تفسیروں وغیرہ کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے

زیر بحث امر یہ تھا کہ تفسیر لکھنے والے کی تفسیر میں کچھ ایسے معارف ہوں جو پہلی کتابوں میں نہ ہوں مگر میں تفسیروں کا حافظ نہیں ہوں۔ پھر ان تفسیروں کو دیکھے بغیر یہ کس طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ فلاں بات ان میں آئی ہے یا نہیں (یہ تو ثالثوں کا کام ہے۔ ویسے بھی دنیا کی تمام تفاسیر قادیانی کتب خانے میں یا کسی بھی ایک کتب خانے میں موجود ہونے کا دعوی کسے ہوسکتا ہے۔اور اگر تمام کتب تفاسیر جمع کرنا ہوں تو ۱۹۲۵ء کے قادیان میں ایسا کرنے میں برسوں، بلکہ عشرے لگ جائیں گے۔اور یہ ہے ،نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ ہر وقت یہ بہانہ رہے گا کہ ابھی فلاں فلاں تفسیر ہمارے پاس نہیں پہنچ سکی۔ بہاء)

اسی طرح کلید قرآن کی بھی ضرورت ہوگی کیونکہ میرا یہ دعوی نہیں کہ میں قرآن کریم کا حافظ ہوں اس لئے قرآن کی کلید کی ضرورت ہوگی۔ وہ مضمون جو میرے ذہن میں ہوتا ہے وہ دوسروں کو معلوم نہیں ہوتا مگر ساری آیت مجھے یاد نہیں ہوتی

...مولوی صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ تفسیر اور معارف کیلئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ مگر یہ صاف بات ہے اور ایسا ہی ہونا ضروری ہے ورنہ مثلاً قرآن کریم میں جو ذلك الکتاب آیا ہے، میں کتاب کے معنی کپڑا لکھوں تو ہر شخص سمجھے گا کہ یہ غلط ہے۔ پھر اس شرط کے پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے (جن کے بڑے میاں دمشق کے معنی قادیان کر سکتے ہیں ان سے کیا تعجب کہ کتاب کے معنی کپڑے کے کر دیں۔ثناء)... میں یہ شرط اپنے چیلنج میں بڑھا دیتا ہوں کہ کوئی اردو کتاب نہ رکھنی ہوگی اور نہ ترجمہ والا قرآن ہوگا... غرض اگر انہوں نے میرا چیلنج منظور کر لیا ہے تو آئیں معارف لکھیں ان کا خرچ ہم دیں گے۔ اب میں چند کی شرط بھی نہیں رکھتا۔ تمام کے تمام نکات ایسے ہونگے جو کسی پہلی کتاب میں نہ ہوں گے۔ اور ان تفسیروں میں تو یقیناً نہ ہوں گے جو پاس رکھی جائیں گے وہ صرف اس لئے رکھی جائیں گی کہ تا معلوم ہو کہ مفسرین نے کیا لکھا ہے تاہم ان کی لکھی ہوئی باتوں میں نہ پڑیں۔ (الفضل قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء) ۔

حضرت مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ

ا: میاں محمود تفسیر نویسی کے وقت عربی تفسیریں اور کلید قرآن ساتھ رکھیں گے۔

۲۔اور معارف جو بتائیں گے وہ اپنے باپ کی تحریرات سے بتاوینگے (دیکھوص ۱۷ کالم ۳۔)

پہلے فقرے کا جواب تو خود مرزا صاحب متوفی کی تحریر سے ملتا ہے جو بوقت تفسیر نویسی جامہ تلاشی دینے اور لینے کی شرط لگا چکے ہیں ۔

دوسرا فقرہ آپ کی اصل لیاقت کا کافی اظہار کرتا ہے۔ایک طرف تو یہ تعلّی ہے کہ :

اللہ تعالی نے حضور (میاں محمود احمد قادیانی) کو قرآن کا ایسا علم عطا کیا ہے کہ کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

کیا وہ علم یہی ہے کہ جو باوا جی نے کہا، بیٹا جی نے نقل کر دیا؟ یہ کیا بات ہوئی کہ :

میں معارف قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ سادہ قرآن لے کر میرے مقرر کردہ مقام بٹالہ میں یا اپنے والد کے مقرر کردہ مقام لاہور میں آکر کسی محفوظ مکان میں بالمقابل عربی میں تفسیر لکھیں۔عربی میں نہ لکھ سکیں تو اردو بھی منظور کرسکتا ہوں ۔کتاب کلید قرآن کی اجازت بھی دیدونگا۔بس اب زیادہ باتیں نہ کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔۲۰ فروری ۱۹۳۱ء ص ۱۴۔ ۱۸ مختصراً)

مرزائیت سے توبہ

۱۲ رمضان مبارک (۱۳۴۹ھ) کو بمقام محلانوالہ ضلع امرتسر مابین مولوی قادر بخش اہل حدیث ومولوی فضل الہی مرزائی مقیم اجنالہ، مرزا صاحب قادیانی کے صدق وکذب وغیرہ پر مناظرہ ہوا جس میں مولوی فضل الہی نے شکست کھا کر ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی میں کاذب تھے لہذا ہم تین آدمی مرزائیت سے توبہ کرتے ہیں۔اور محمدیت میں داخل ہوتے ہیں ۔مہر دین درزی۔ بوٹا جٹ۔ بوٹا موچی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔۲۰ فروری ۱۹۳۱ء مطابق ۲۴ رمضان ۱۳۴۹ھ ص ۲)

قادیانی انعام کی حقیقت

حافظ فضل الرحمان کو کورا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حافظ فضل الرحمٰن کلرک ریلوے اسٹیشن لالہ موسی کی ایک چٹھی بنام میاں محمود احمد قادیانی اہل حدیث ۹۔ جنوری میں چھپی تھی جس میں موصوف نے مرزا غلام احمد کے چیلنج پر قادیانیوں سے انعامی رقم امانت رکھوانے کا مطالبہ کیا تھا تفصیل اسکی یہ ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام میں ایک چیلنج دیا ہوا ہے کہ جو شخص بتائے کہ توفی فعل کا فاعل اللہ ہو، اور مفعول ذی روح ہو، اس وقت اس کے معنی سوائے موت کے کچھ اور بھی ہوتے ہیں تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

یہی چیلنج مباحثہ مونگ میں میرے سامنے کیا تھا جس میں ایک سو (روپیہ) اپنا بھی ملایا تھا۔ میں نے وہ چیلنج برسر اجلاس منظور کر کے کہا تھا کہ انعامی رقم امین کے پاس رکھواؤ اور جواب کی تنقید کے لئے کوئی منصف مقرر کرو۔

یہ جواب سن کر ساری پارٹی ایسی مبہوت ہوگئی کہ آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔

حافظ صاحب موصوف کے جواب میں الفضل میں مولوی اللہ دتا مبلغ قادیانی کا ایک مضمون نکلا ہے جس میں انہوں نے حافظ صاحب کو کورا جواب دیا۔ لکھا کہ تم ہمارے مخاطب نہیں ہو سکتے کیونکہ تم کلرک ہو (یعنی اسی طرح سرکاری محرر ہو جس طرح مرزا قادیانی سیالکوٹ میں کبھی تھے) اسلئے تم اپنی وکالت پر پانچ علماء کے دستخط کرا کر سامنے آؤ اور جواب شائع کرو ہم خود دیکھ لیں۔ روپیہ رکھوانے سے کیا فائدہ بنک میں رہا تو ہمارے ہی نام سے رہے گا،

حافظ فضل الرحمٰن کی طرف سے اس کے جواب میں ایک طویل مراسلہ آیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ میں (حافظ فضل الرحمٰن) نے خلیفہ قادیان کو مخاطب کیا آپ جواب دینے والے کون؟ وکالت نامہ حاصل کیجئے۔

۲۔ انعامی رقم رکھوانے کا مطالبہ کرنا مرزا صاحب کی سنت ہے انہوں نے مولوی رسل بابا مرحوم امرتسری کو ایسا لکھا تھا۔

۳۔ امانت آپ کے نام پر نہیں ہوگی، آپ کی طرف سے ہوگی۔ اس میں وہی عبارت لکھی جائے گی جو مباحثہ لدھیانہ میں قادیانی لیڈر جناب منشی قاسم علی صاحب نے لکھ دی تھی کہ ہم مناظرہ کنندوں میں سے جو سچا ہوگا یہ رقم اسی کو ملے گی۔ غالباً منشی صاحب زندہ ہیں آپ ان سے عبارت پوچھ لیجئے۔

۴۔ میں واقعی کلرک ہوں مگر بفضلہٖ تعالی حافظ قرآن ہوں اپنا دعوی قرآن ہی سے ثابت کروں گا۔ میں مولوی نہیں لیکن آپ چاہیں تو اپنے لائق ترین مناظر منشی قاسم علی صاحب سے میرا امتحان مقابلہ کرالیں مضامین یہ ہوں۔ اردو، فارسی۔ عربی۔ انگریزی۔ حفظ قرآن۔ علم قرآن وغیرہ

نمونہ دیکھئے: آپ جیسے مولوی فاضل قرآن دانی کے دعوی میں لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ قرآن مجید بالترتیب ہے اس کے ہر لفظ ہر نقطہ اور ہر حرکت میں ترتیب ہے اس کی واؤ میں ترتیب ہے۔ (الفضل قادیان ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء)

کیا خوب! مطلب آپ کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں جو لفظ پہلے ہے اس کا محل بھی پہلے ہے۔ یہ قادیانی علم قرآن۔ پس اب آپ بتایئے اس آیت میں واؤ پہلے کا درجہ پہلے اور پچھلے کا پیچھے ہے؟ غور سے سنئے

اقیموا الصلوۃ و لا تکو نوا من المشر کین ۔ نماز پڑھو اور مشرک نہ بنو

یعنی نماز پہلے ادا کرو، اور شرک پیچھے چھوڑ دو۔

کیا خوب معنی ہیں۔ کوئی بت پرست مشرک کسی قادیانی عالم کے پاس مسلمان ہونے آئے اور نماز کا وقت ہو، تو اس اصول سے اسے کہنا چاہیے کہ میاں تم پہلے نماز پڑھ لو، پھر شرک سے توبہ کر لینا، کیونکہ علم نحو میں گو لکھا ہے کہ واؤ ترتیب کے لئے نہیں مگر قرآن شریف کے ہر لفظ اور ہر حرف میں ترتیب ہے۔ اس لئے بحکم

آیت موصوفہ تم نماز پہلے پڑھو، شرک سے توبہ بعد میں کرنا۔ غالباً یہی معارف قرآنیہ ہوں گے جن کے دکھانے کے لئے خلیفہ قادیان صاحب نے تحدی کی ہے ۔۔ فضل الرحمٰن۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ فروری ۱۹۳۱ء مطابق ۸ شوال ۱۳۴۹ھ ص ۱۱)

تحریک وہابیت اور احمدیت

بدعتوں کا زور تھا مکہ میں ، آخر نجد سے
یادگارِ دورہء عبد الوہاب آ ہی گیا
(اکمل قادیانی)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی مرزائیت کے بڑے دلدادہ ہیں آپ ہی کے حق میں ۱۹۰۶ء کے جلسہ قادیان میں یہ شعر پڑھا گیا تھا:

کیا ہے راز طشت از بام جس نے عیسویت کا
یہی ہیں وہ یہی ہیں وہ یہی ہیں پکے مرزائی

ہم بھی اس شعر کی تصدیق پاتے ہیں کیونکہ ہم مولوی صاحب کو فن تحریر و تقریر میں بالکل مرزا غلام احمد صاحب کے رنگ میں رنگا ہوا دیکھتے ہیں۔ مرزا غلام احمد میں ایک کمال تھا کہ محض خیالات کو واقعات بنا کر دکھا دیتے تھے یہ وصف مولوی محمد علی لاہوری میں بھی ہے۔

موصوف نے اپنی انجمن کے سالانہ جلسہ میں ایک بسیط تقریر کی تھی جو انکے اخبار پیغام صلح لاہور ۳ فروری ۱۹۳۱ء میں چھپی ہے۔ آج ہم اسی مطبوعہ تقریر پر تبصرہ کرتے ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری نے اس تقریر میں کئی ایک باتیں بتائی ہیں۔ سب سے پہلے آپ نے تحریک وہابیت کا ذکر کیا ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

تحریک وہابیت:

ہمارے اس زمانہ سے کچھ عرصہ پیشتر مسلمانوں میں ایک تحریک پیدا ہوئی جو نافع الناس تھی۔ وہ تحریک فی الواقع مفید تحریک تھی۔ لوگوں نے اس تحریک کا نام تحقیر کے طور پر جو رکھا ہوا ہے وہ وہابیت ہے۔ مگر خود ان لوگوں نے اپنا نام اہل حدیث رکھا ہے۔،الگ نام رکھنے پر لوگ خواہ مخواہ جھگڑا کرتے ہیں۔ دیکھئے یہ تحریک پیدا ہوئی لوگوں نے اس کا حقارت آمیز نام رکھ دیا اس لئے ان کو خود اس کے بالمقابل اپنا نام رکھنا پڑا۔ اسی طرح جہاں کہیں بھی کوئی تحریک پیدا ہوگی، اگر وہ خود اپنا نام نہ رکھے گی تو دوسرے خواہ مخواہ اس کا کوئی نام رکھ دیں گے تحریک احمدیت کے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوا۔ بہر حال وہابیت ایک تحریک تھی کہ جس کو میں نافع الناس سمجھتا ہوں۔ میں اس نام کو تحقیر کے لئے نہیں سہولت کے لئے استعمال کرتا ہوں۔ لوگوں نے اس تحریک کی بڑی سخت مخالفت کی۔ اس کو مٹانا چاہا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کی نظریں بہت تنگ ہوگئی ہیں وہ کسی مفید تحریک کا کھلے دل سے اقرار کرنے سے ہچکچاتے ہیں۔ غرض مسلمانوں نے اس تحریک وہابیت کو بھی بہت بری نگاہ سے دیکھا۔ لیکن دوسرے مذاہب کے باریک بین علماء نے شہادت دی ہے کہ اس وہابیت کی تحریک نے مسلمانوں کو بہت فائدہ پہنچایا ہے۔ وہابیت سے میری مراد رفع یدین، آمین اور ہاتھوں کا نماز میں اوپر باندھنا نہیں۔ یہ مسائل تحریک وہابیت کی اصل نہیں، چھوٹے اور فروعی امور ہیں۔ اس تحریک کی اصلی روح یہ ہے کہ اس نے مسلمانوں کو اس تقلید کے پھندے سے نکالا جس کے نیچے مسلمانوں کی گردن پھنسی ہوئی تھی، جس نے مسلمانوں کے دماغ کو برباد اور بےکار کر دیا تھا۔ پس اس تحریک کا اصل پیغام نافع الناس تھا اس لئے یہ تحریک زندہ اور قائم رہی اور اس نے یہ کام کر کے دکھا دیا۔ کسی چیز کے حق ہونے کی یہی دلیل ہے کہ وہ چیز دنیا میں قائم رہتی اور لوگوں کو نفع پہنچاتی ہے۔ (پیغام صلح ۳ لاہور فروری ۱۹۳۱ء ص ۳)

آپ کی اس تقریر کو پڑھنے سے میرے دل میں القاء ہوا کہ:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جو آخری فیصلہ کیا تھا جس کا مضمون ہے: (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہے، وہ پہلے مرے۔،، آخر وہ پہلے فوت ہو گئے اور پیچھے رہنے والا اس لئے رہا

کہ وہ نافع الناس تھا۔ لہ الحمد

اسکے بعد آپ (محمد علی لاہوری) نے احمدیت کے حق میں بہت کچھ کہا۔ اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مرزا صاحب نے تمام فقہی مباحث اور فروعی اختلافات نظر انداز کر دیئے،۔

ہم کو اس حکایت کا محکی عنہ نہیں ملتا کیونکہ اختلافی مسائل میں جو نسبت احناف اور اہل حدیث میں ہے وہ نسبت احمدیت میں بحال نظر آتی ہے۔ مرزا کے مفتی اعظم مولوی نورالدین کا فتوی درباره آمین بالجہر اور فاتحہ خلف الامام یہ ہے: آمین بالجہر کو ہم پسند کرتے ہیں سورۃ فاتحہ خلف الامام کو ہم فرض سمجھتے ہیں (فتاوی احمدیہ۔ ج ۱ ص ۳۳)

یہی فتوی اہل حدیث کا ہے گو مرزا صاحب بذات خود حنفی تھے (بدر قادیان ۲۰ شعبان ۱۳۲۰ھ) مگر یہ فتوی ان کی جماعت کے رکن اعظم کا ہے۔ مرزا صاحب فتوی دہی جن کے سپرد کرتے تھے۔ مولوی محمد علی کو خود اس کا اعتراف ہے۔ (پیغام صلح مذکور)

احمدیت کی تعریف میں آپ نے لکھا ہے کہ:

احمدیت نے مسلمانوں کا وھن دور کر دیا۔ (یعنی بزدل سے بہادر بنا دیا)

کون نہیں جانتا کہ مسلمانوں میں بہادری کی علامت جہاد تھا جس میں سرفروشی ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد نے جہاد کے منسوخ ہونے کا فتوی دیا تو وھن زیادہ کیا یا دور کیا؟

۱۹۰۰ء میں پیر مہر علی صاحب گولڑہ کو مقابلہ میں تفسیر نویسی کیلئے لاہور بلایا جب وہ آ گئے تو آپ نے عذر کیا کہ لاہور میں میرے مرید تھوڑے ہیں اور پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے ساتھ بہت سے سرحدی لوگ آ گئے ہیں۔

اللہ اللہ! کیسی جرأت اور دلیری ہے۔ کہنے کو تو یہ کہہ گئے کہ:

میرا دادا گل محمد اکیلا دو ہزار کا مقابلہ کرتا تھا۔ (ازالہ اوہام)

مزید ثبوت یہ ہے کہ قادیان میں ذبح بقر سکھوں نے گرا دیا تو قادیان کے پیر خلف مرزا صاحب اور مرید دونوں نے بیک زبان اعلان کیا کہ اپنا حق (لحم البقر) کے لئے آخری قطرہ تک گرا دیں گے۔ مگر جب وقت

آیا تو وہی ہوا جو قرآن میں بزدل قوم کا ذکر ہے:

فلما کتب علیھم القتال تولوا

ابناء فارس:

حدیث شریف میں حضور نبی کریم ﷺ نے حضرت سلمان فارسی کو مخاطب رکھ کر فرمایا ہے کہ:
فارسی قوم ایسی ذہین ہے کہ دین اگر ثریا تک گیا ہوتا تو بھی ابناء فارس اس کو لے آتے۔
مولوی محمد علی لاہوری نے یہ حدیث مرزا غلام احمد صاحب پر چسپاں کی ہے حالانکہ مرزا صاحب اپنے آپ کو چینی الاصل بتاتے ہیں۔ شیخ اکبر ابن العربی کی پیش گوئی متعلق چینی ولد اپنے اوپر لگاتے ہیں۔ (تریاق القلوب)
چین کجا اور فارس کجا۔ (ہاں دونوں ایشیا میں ضرور ہیں جیسے قادیان اور دمشق ایک خط میں ہیں)

مخصوصات احمدیہ:

ہم مشکور ہیں کہ مولوی محمد علی نے احمدیت کے مخصوصہ مسائل بھی بتا دیئے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں: بڑی بڑی باتیں جو احمدیت کے ساتھ مخصوص ہیں، مثلاً وفات وحیات مسیح وغیرہ۔
حالانکہ وفات مسیح کا مسئلہ ہندوستان میں ایجاد کرنے کا سہرہ سید احمد خان مرحوم کے سر ہے۔ مرزا غلام احمد نے انہی سے لیا ہے۔ باوجود اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ اگر کچھ مسائل ایسے بھی ہیں جو احمدیت کے ساتھ مخصوص ہیں تو پھر آپ یہ کیوں کہتے ہیں: احمدیت فرقہ کی تعریف میں نہیں آتی۔،، جس صورت میں چند مسائل احمدیت سے مخصوص ہیں تو پھر وہ فرقہ نہیں تو خصوصیت کیسی؟

اقتداء بالمخالف:

مسئلہ اقتداء میں مولوی محمد علی نے مرزا غلام احمد کی ساری تعلیم کو نظر انداز کر دیا ہے۔ چونکہ مولوی محمد علی کا ضمیر شہادت دیتا ہے کہ واقعی نماز ہر موافق ومخالف کے پیچھے جائز ہے، مگر مرزا صاحب کے اقوال اس کے صریح خلاف ہیں اسلیئے مولوی صاحب نے مرزا صاحب کے حکم کی وہ تاویل کی جو خود مرزا قادیانی کو بھی پسند نہ ہوگی۔ آپ لکھتے ہیں: خود حضرت (مرزا) صاحب اپنے دعوی کے پانچ سال بعد تک قسمیں کھا کھا کر لوگوں کو اپنے

مسلمان ہونے کا یقین دلاتے رہے۔اور دوسرے لوگوں کے پیچھے نمازیں پڑھتے رہے۔مگر بااین ہمہ علماء آپ کو کافر ہی کہتے رہے اور اپنی ضد سے باز نہ آئے۔تب نمازوں کے علیحدہ کرنے کا حکم دیا اس لئے کہ آپ اس امر کو واضح کرنا چاہتے تھے کہ مسئلہ تکفیر سے آپ کس قدر بے زار ہیں اور اس غلطی کو نکالنا چاہتے تھے کہ کلمہ گو کو کافر کہنا جائز نہیں۔

ہر چند آپ نے لوگوں کو سمجھایا اور ان کے ساتھ نمازیں بھی پڑھتے رہے، مگر جب دیکھا کہ یہ لوگ عمداً انکار کر رہے ہیں اور اس انتہائی ظلم سے باز نہیں آتے اور اس تکفیر کے مسئلہ نے ہی مسلمانوں کو پاش پاش کر دیا ہے، تو آپ نے اس بیزاری کا اعلان کرنے کیلئے جماعت کی نمازوں کو علیحدہ کر لیا۔فی الحقیقت یہ تکفیر کا مسئلہ جب سے مسلمانوں میں شروع ہوا ہے اس نے مسلمانوں کی جماعت کو پراگندہ کر دیا۔

(پیغام صلح ایضاً ص ٦)

اس بیان میں تو مولوی محمد علی نے کمال کر دیا۔آپ کی تقریر کا ملخص یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے جو فتوی عدم جواز اقتداء کا دیا ہے، وہ ان لوگوں کے حق میں ہے جو مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے اتباع کو کافر کہتے ہیں۔اس لئے ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اصل الفاظ سامنے رکھ دیتے ہیں۔ناظرین کرام خود انصاف فرمالیں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب کے ایک راسخ مرید عجب خان تحصیل دار تھے ان کا ذکر ہے:

مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو خان محمد عجب خان صاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں، ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں؟

(مرزا قادیانی نے) فرمایا اول تو کوئی ایسی جگہ نہیں جہاں لوگ واقف نہ ہوں اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی ہوں اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا کریں۔اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کرو ورنہ ہرگز نہیں۔اکیلے پڑھ لو۔خدا تعالی اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت طیار کرے۔پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی

مخالفت ہے۔ (فتاوی احمدیہ۔ج اص ۱۹)

ناظرین عجب خان کا سوال اور مرزا غلام احمد کا جواب ملاحظہ کریں۔ کیسے صاف الفاظ میں مسئلہ اقتداء بیان فرمایا ہے کہ: مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے مت پڑھو۔،

یہ نہیں فرمایا کہ مکفرین کے سوا سب کے پیچھے پڑھو۔

وجوہات بالا پر نظر کر کے ہم مجبور ہیں کہ اعلان کریں کہ مولوی محمد علی اور لاہوری جماعت احمدیت سے کھسکتی جارہی ہے۔ آخر ایک وقت آنے والا ہے کہ بحکم فجعلنا هم احا دیث (محض باتیں رہ جائیں گی)

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں شیشہ میں مئے کا قطرہ

خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے ترا سبو بھی نہیں رہیگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۳۱ء مطابق ۱۵ شوال ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۸ ص ۳-۵)

کیا الفضل اپنی حق گوئی کا ثبوت دے گا؟

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۲ جنوری ۱۹۳۱ء کے صفحہ ۹ پر بعنوان جماعت اہل حدیث پر سرسری نظر، ایک مضمون نکلا تھا جس میں اہل حدیث کی اخلاقی کمزوری (بغض عداوت کینہ وغیرہ) بتا کر حسب معمول اعیان اہل حدیث کو ان کمزوریوں کی اصلاح کرنے پر ایک نامہ نگار نے خیر خواہانہ طور پر متوجہ کیا تھا۔

قادیانی اخبار الفضل نے اس اخلاقی مضمون کو اسی نظر سے دیکھا جس نظر سے ان لوگوں نے دیکھا تھا جن کے حق میں ارشاد ہے: یضل به كثيراً و يهدى به كثيراً ۔،

چنانچہ الفضل (۷ فروری ۱۹۳۱ء) میں لکھا ہے: جن لوگوں کی یہ حالت ہو انکا سردار، یقیناً ایسا ہی انسان ہونا چاہیے جو ان سب سے بڑھا ہوا ہو ۔

اس کے جواب میں اہل حدیث کے قابل نامہ نگار منشی عبداللہ معمار نے مضمون لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔ مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر)

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اف کس قدر دیانت امانت اور ایمان کے خلاف اعتراض ہے۔اے جناب! اگر آپ کا یہ اصول صحیح ہے کہ کسی جماعت کے افراد کی بدعملی سے اس کا سردار بھی ویسا ہی ہوتا ہے،تو براہ مہربانی مندرجہ ذیل تحریرات کو پڑھ کر آپ کے مسیح موعود اور خلیفہ ثانی کس مدشمار ہوں گے۔

سنئیے! مرزا صاحب اپنی جماعت کی حالت ان الفاظ میں لکھتے ہیں:

میں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہے وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں ہیں کہ میں ان کی نسبت کوئی عمدہ رائے قائم کرسکوں بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں ...اور بعض ایسے بھی ہیں کہ اول ان میں دل سوزی اور اخلاص بھی تھا مگر اب ان پر سخت قبض وارد ہے اور اخلاص کی سرگرمی اور مریدانہ محبت کی نورانیت باقی نہیں رہی بلکہ صرف صرف بلغم کی طرح مکاریاں باقی رہ گئی ہیں اور بوسیدہ دانت کی طرح اب بجز اس کے کسی کام کے نہیں کہ منہ سے اکھاڑ کر پیروں کے نیچے ڈال دیئے جائیں وہ تھک گئے اور درماندہ ہوگئے اور نابکار دنیا نے انہیں نیچے دبا لیا۔ (فتح الاسلام۔ص۶۹)

کیا کافی نہیں؟ نہیں۔تو اور لیجئے۔مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

اکثر لوگ باوجود بیعت کے اور میرے دعوی کی تصدیق کے پھر بھی دنیا کو دین پر مقدم رکھنے کے زہریلے تخم سے بکلی نجات نہیں پاتے بلکہ کچھ ملونی ان میں باقی رہ جاتی ہے اور ایک پوشیدہ بخل خواہ وہ جان کے متعلق ہو خواہ مال کے اور خواہ اخلاقی حالتوں کے متعلق ان کے نامکمل نفسوں میں پایا جاتا ہے۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ص۸)

ہاں کافی نہ ہو،تو اور لیجئے: میں دیکھتا ہوں کہ ابھی تک ظاہری بیعت کرنے والے بہت ایسے ہیں کہ نیک ظنی لا مادہ بھی ہنوز ان میں کامل نہیں ...بعض بدقسمت ایسے ہیں کہ شریر لوگوں کی باتوں سے جلد متاثر ہو جاتے ہیں اور بدگمانی کی طرف ایسے دوڑتے ہیں جیسے کتا مردار کی طرف۔

(نصرۃ الحق۔ پنجم براہین۔ص ۹۷)

جناب مرزا صاحب پر سردار اہل حدیث والا فتوی لگانے سے فارغ ہونے کے بعد خلیفہ قادیان کی سنیئے۔ خلیفہ جی (کلام محمود۔ص ۶۷) فرماتے ہیں:

ہر دل میں پر ہے بغض و کیں ہر نفس شیطاں کار ہیں
جو ہو فدائے نور دین کوئی نہیں کوئی نہیں
ہر ایک کے سر میں مکیں ہے کبر کا دیو لعین
اک دم کو یاد آتی نہیں درگاہ رب العالمین

مذکورہ بالا تحریرات مرزائیہ واشعار محمودیہ سے ظاہر ہے کہ مبایعین مجدد قادیانی، بلغم کی مانند نجس، بوسیدہ دانتوں کی طرح ردی، دنیا کے طالب، پاؤں سے روندنے کے قابل، بدباطن، بدقسمت، اشرار کی ہاں میں ہاں ملانے والے، مثیل کلاب، بخیل، آبروریز، اخلاق کش، مال مردم خور، ناقابل اعتماد، بغض وکین سے بھرے ہوئے، بلکہ ظاہر میں سب ابرا ہیں باطن میں سب اشرار ہیں، وغیرہ۔

کیا الفضل کا لائق اڈیٹر حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اور جناب خلیفہ قادیان، کان اللہ نزل من السماء، کو ان تمام افعال قبیحہ میں بقول خود بڑھا ہوا لکھ کر اپنے حق کو مومن ہونے کا ثبوت دے گا۔ دیدہ باید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۳۱ء مطابق ۱۵ شوال ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۱۸ ص ۵۔۶)

قادیانی مجدد کامل

خواجہ کمال الدین لاہوری، مرزا غلام احمد کے پرانے مریدوں میں واقف حال ہیں، انہوں نے مجدد کامل کے نام سے ایک کتاب شائع کی ہے جس میں مرزا صاحب کے کمالات وفضائل بہت کچھ معتقدانہ رنگ میں لکھے ہیں۔ ہاں بطریق لاہوری پارٹی نبوت مرزا سے انکار کیا ہے اور قادیانی خلیفہ اور ان کے ہم نواؤں کو بہت جگہ معماران نبوت کا خطاب دیا ہے۔ قادیانی اخبار فاروق نے اس کے جواب کا سلسلہ شروع کر

رکھا ہے...ہم یہاں ایک نوٹ لکھتے ہیں:

خواجہ کمال الدین نے مسئلہ وفات مسیح میں منطقی تقریر سے کام لیا ہے۔آپ کے الفاظ یہ ہیں:

جس آیت نے علمی رنگ میں مجھ پر متحقق کر دیا کہ جناب مسیح مر چکے ہیں وہ حسب ذیل ہے۔کوئی ذی علم اس آیت کے ہوتے ہوئے مسیح کو زندہ نہیں مان سکتا۔

ما محمد ا لا رسو ل قد خلت من قبله الرسل ۔ افان ما ت او قتل انقلبتم علی اعقا بکم

(یعنی محمد ایک رسول ہے۔اس سے پہلے رسول مر چکے ہیں۔اگر وہ مرے یا قتل ہو جائے تو کیا تم پسپا ہو جاؤ گے)

یہ ایک منطقی مقدمہ ہے جس کا صغری یہ ہے۔محمد رسول ہے۔، اس کا کبری یہ ہے: محمد سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔،اصول منطق کی رو سے ہر صغری میں جو بھی مبتدا ہو وہی نتیجہء مقدمہ میں مبتداء ہوتا۔ اور نتیجہ کی خبر وہ ہوتی ہے جو کبری کی خبر ہوتی ہے ۔اب کبری میں قد خلت بطور خبر واقع ہوا ہے جس کے معنی میں نے ،مر چکے، کئے ہیں۔لیکن بالفرض اس کے معنی گذر چکے، لے لئے جاویں تو چونکہ نتیجہ میں محمد مبتداء ہے اور مرنا بطور خبر بالفاظ قرآن واقع ہوا ہے اس لئے خلت کے معنی لازماً مر چکے ہوں گے۔لہذا آیت کے معنی یہ ہوئے۔محمد رسول ہے،اس سے پہلے کل رسول مر چکے ہیں۔

یہ امر مسلم ہے کہ کبریت کی کلیت ہونی ضروری ہے،یعنی جس جماعت کا ذکر کبری میں ہے اس کے ہر فرد پر خبر حاوی ہونی چاہیے۔مثلاً یہ کہا جائے کہ زید انسان ہے اور انسان ہنستے ہیں،اس؛ لئے زید ہنستا ہے۔اگر بنی آدم میں سے ایک فرد بھی ایسا ہو جو ہنس نہ سکے تو نتیجہ غلط ہوگا۔

اسی طرح حضرت محمد ﷺ کی موت کی خبر تو قرآن نے دی لیکن وجہ یہ بتلائی کہ اس سے پہلے رسول مر چکے ہیں۔لہذا آپ سے پہلے ایک بھی رسول ایسا نہیں ہو سکتا جو آپ ﷺ سے پہلے مر نہ چکا ہو۔اب اگر جناب مسیح ان میں سے ہیں تو مر چکے ہیں۔کس قدر سیدھی بات ہے۔اس آیت کے ہوتے ہوئے تو جو مسیح کو زندہ مانے گا وہ معاذ اللہ قرآن حکیم کو بروئے اصول منطق ایک غلط کتاب تسلیم کرے گا۔ (مجدد کامل۔ص۱۰۔۱۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم راستی سے کہتے ہیں کہ ہم اس منطقی شکل اور منطقی تحریر کو سمجھنے سے قاصر ہیں۔..علم منطق میں نتیجہ بر

آمد کرنے کے لئے چار شکلیں بتائی گئی ہیں۔خواجہ صاحب کی عبارت شکل اول بن سکتی ہے اور شکل ثانی بھی۔ لیکن خواجہ صاحب کے فحوائے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ اس کو شکل ثانی بناتے ہیں کیونکہ محمد، کے لفظ کو نتیجہ کا مبتداء (منطقی اصطلاح میں مبتداء نہیں بلکہ موضوع کہتے ہیں۔ثناءاللہ) قرار دیتے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حد اوسط (محمد) نہیں، ورنہ حسب قانون منطق نتیجہ میں ساقط ہو جاتا

اب ہم دیکھتے ہیں کہ اہل منطق کے نزدیک شکل ثانی کی کیا شروط ہیں: شروط کی تلاش میں ہم دور دراز نہیں جاتے بلکہ ابتدائی درسی کتاب تہذیب المنطق میں ہے: یشتر ط فی الثا نی ا ختلا فهما فی الکیف و کلیة الکبری ۔ مع دوام الصغری۔

یعنی شکل ثانی میں یہ شرط ہے کہ اس کے دونوں مقدمات میں سے ایک موجبہ ہو تو دوسرا سالبہ۔ نہ دونوں موجبہ ہوں، نہ دونوں سالبہ۔یعنی پہلا منفی ہو تو دوسرا مثبت ۔ پہلا مثبت ہو تو دوسرا منفی ۔مگر خواجہ کمال الدین کے کلام میں دونوں مثبت ہیں۔

صغری۔محمد رسول ہے۔، کبری۔محمد سے پہلے رسول گذر چکے ہیں۔

پس حسب قوانین منطق یہ شکل صحیح نہیں بلکہ صریح غلط ہے۔اگر ہم خواجہ کمال الدین صاحب کے لحاظ میں اس کو صحیح بھی مان لیں تو نتیجہ کیا ہوگا؟ قاعدہ منطق ہے کہ حد اوسط کو گرا دیتے ہیں باقی موضوع محمول کو لے کر نتیجہ بنا دیتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ حد اوسط یہاں، رسول، ہے۔اس کو گرا دیں تو باقی رہا (محمد۔محمد ہے)۔بہت خوب ! ہم مان لیتے ہیں کہ محمد۔محمد ہے۔، ہوا کیا؟ بلکہ ہم یہ بھی مان لیں کہ خواجہ۔خواجہ ہے۔ بلکہ ہم یہ بھی مان لیں کہ مرزا۔مرزا ہے۔تو ہمارا کیا حرج ۔زیادہ سے زیادہ اس کو حمل اولی کہیں گے۔ یہ تو اس کے کے مشابہ ہوا جو کسی شاعر نے کہا تھا : انا ابو النجم و شعری شعری

اور اگر ہم اس کو شکل اول بنائیں تو اس میں کبری کلیہ نہیں کیونکہ موضوع کبری، محمد ہے جو جزئی ہے جس کی وجہ سے قضیہ مخصوصہ بنے گا، پھر بھی نتیجہ معدوم۔

خواجہ صاحب! آپ سارے ملک انگلستان میں تبلیغ اسلام کریں، علوم عربیہ کے تنگ و تاریک کوچوں میں نہ گھسیں: ایں زمین را آسمان دیگر است

میں نے ایک دفعہ مولوی غلام رسول راجے کی سے کہا کہ تم لوگوں نے خواجہ کمال الدین کا حق دوستی ادا نہیں کیا کیونکہ ان کے عربی الفاظ کی اصلاح نہیں کی جو ایک مخلص دوست کا قرض ہے۔ انہوں نے کہا، بہت سمجھایا، مگر وہ کسی کی مانتے نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ مارچ ۱۹۳۱ء مطابق ۲۲ شوال ۱۳۴۹ھ۔ ص ۴۔۶)

مسیح قادیانی اور مہاتما گاندھی

(ہندوستان کے دو ریفارمر)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج ہم دو ریفارمروں کی زندگی کا مقابلہ کرنا چاہتے ہیں مگر اس مقابلہ میں مذہبی خیالات اور کفر و اسلام پر نظر نہ ہوگی بلکہ محض ان کی اصلاحی کوشش اور اس میں کامیابی یا ناکامی کا مقابلہ ہوگا۔ انشاء اللہ

دعویٰ: کچھ شک نہیں کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ ان کو گاندھی جی سے ایک بڑے رتبے والا ثابت کرتا ہے کیونکہ وہ کہتے تھے کہ: میں خدا کا مخاطب ہوں، ملہم ہوں، مامور ہوں، یہاں تک کہ مسیح موعود ہوں۔ میں اس لئے آیا ہوں کہ تمام دنیا کی مکمل اصلاح کروں۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۵۱)۔ اور یہ بھی اعلان فرمایا تھا کہ: میں اپنا کام تمام کر کے دنیا سے رخصت ہوں گا۔ (ازالہ اوہام)

گاندھی جی کو دیکھا جائے تو وہاں اس قسم کے دعاوی کا نشان بھی نہیں ملتا، البتہ بعض دفعہ ان کی تقریر تحریر سے یہ پتہ چلتا ہے کہ وہ اظہار کرتے ہیں کہ میں خدا کی روشنی سے دیکھتا ہوں۔ ان کا دعویٰ نہیں کہ میں ہندوستان کو خود مختار بنادونگا، بلکہ یہ ہے کہ میں مرتے دم تک کوشش کرونگا کہ ہندوستان آزاد ہو۔

چنانچہ وہ اسی کوشش میں لگے ہوئے ہیں۔گاندھی نے جب سے ہندوستان میں سیاسی کام کرنا شروع کیا ہے، انہوں نے ہمیشہ اپنا نصب العین سامنے رکھا یعنی ہندوستان کی آزادی۔گواس نصب العین کوانہوں نے مختلف الفاظ سے بیان کیا۔کبھی سوراج کہا،تو کبھی پورن سوراجیہ،کبھی مکمل آزادی۔مگر نہ تو اس نصب العین کے اظہار کرنے میں جھجکے،نہ اس کے حصول کے ذرائع پر عمل کرنے سے ڈرے۔یہی ایک گر ہے جو آج ہندوستان کے ہر قسم کے لوگ ان کی عزت کرتے ہیں۔

ہاں وہ کبھی کبھی مقصود کواتنا قریب الحصول بتاتے ہیں کہ عام رائے کا انسان اس کو متخلف اور غلط کہنے پر آمادہ ہو جاتا ہے۔مگر وہ درحقیقت سیاسی اصطلاح ہوتی ہے۔گاندھی جی کا مقصد اور حرکت سب سیاسی ہے۔اس لئے ان کا ہر کام سیاسی ہے۔جس میں اس قسم کے مواعید ہوا کرتے ہیں تاکہ لوگ چست ہوکر کمر ہمت باندھ کر کام کریں۔ہاں مرزا غلام احمد چونکہ مذہبی حیثیت کے بزرگ ہیں،اسلئے ان کی اصطلاح بھی مذہبی ہونی چاہیے جس میں کسی طرح کا کذب یا تخلف ہونے کا اندیشہ نہ ہو۔

کچھ شک نہیں کہ گاندھی جی اپنے مقصد میں ہنوز کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ یوں کہیے کہ ابھی وہ کام شروع بھی نہیں ہوا،اس لئے وہ اس اعتراض کا محل نہیں ہو سکتے جو قادیانی مرزا جی پر وارد ہوتا ہے ۔

اس کے علاوہ ہم ایک اور طرح سے مقابلہ دکھاتے ہیں جو بالکل صاف اور سیدھا اور قابل فہم ہے ۔وہ یہ ہے کہ مرزا جی نے بقول خود قریباً چالیس سال تبلیغ فرمائی کیا تقریر سے کیا تحریر سے کیا مناظرات سے۔ تحریر سے تو اتنی کہ کوئی ملک شائد ہی خالی رہا ہوگا جہاں ان کی تحریر نہ پہنچی ہو۔مگر ان ممالک میں بجائے اصلاح کے فساد پھیلا۔مرزا جی کی طرف میلان کرنے والوں کی تعداد بہت ہی کم قریب العدم ثابت ہوئی اور مخالفت کرنے والوں کی تعداد بہت زیادہ۔

ہم کہہ آئے ہیں کہ مذہبی حیثیت سے یہاں ہماری گفتگو نہیں، بلکہ واقعات کی رو سے ہے۔اس لئے یہاں ہم یہ نہیں کہنا یا سننا چاہتے کہ دو گروہوں میں حق پر کون ہے اور باطل پر کون؟ ہاں واقعات یہ ہیں کہ مرزا جی کی مخالفت بمقابلہ موافقت بہت ہے برخلاف گاندھی جی کے کہ انہوں نے ہندوستان میں اس سرے سے اس سرے تک پبلک میں ہندو ہو یا مسلمان عیسائی ہو یا پارسی سیاسی کام کرنے کی استعداد پیدا کر دی ہے۔جس

کا نتیجہ یہ ہے کہ جو لفظ دس سال پہلے کسی بڑے سے بڑے لیڈر کے منہ سے نہ نکلتے تھے آج عوام کالانعام بلکہ اطفال بھی بولتے ہیں، اور عام طور پر، انقلاب زندہ باد، کے نعرے سنے جاتے ہیں۔ ان آوازوں کا زور اس قدر طوفان انگیز ہے کہ قادیانی پارٹی کو خود ان میں شریک ہو کر کہنا پڑا کہ:

ہندوستان غیر محدود زمانہ تک غیر ملکی حکومت گوارا نہیں کر سکتا... اب ہندوستان خاموش نہیں بیٹھ سکتا۔

(الفضل قادیان ۲۶۔۲۹ جون ۱۹۳۰ء)

حالانکہ مرزا غلام احمد کا اپنا قول یہ ہے کہ: میری عمر کا اکثر حصہ (یہ اکثر کا لفظ یاد رہے۔ ثناء اللہ) اس سلطنت کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی حکومت کی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب ص ۱۵) (دراصل یہ مرزا صاحب کا وہی کلیہ ہے کہ ۵۰ اور ۵ میں کوئی فرق نہیں کیونکہ ایک صفر ہی کا تو فرق ہے۔ یہاں پچاس کے ساتھ اعشاریہ لگانے سے ۵. ہونا ہے یعنی ایک الماری کا نصف، جو حقیقت سے ذرا قریب تر ہے بہاء)

اتباع گاندھی جی کا نعرہ انقلاب زندہ باد، خود قادیانیوں اور خلیفہ قادیان پر بھی موثر ثابت ہوا کہ ان کے منہ اور قلم سے بھی کانگریس کے مقصد کی تائید اور تحسین نکلتی ہے۔ (الفضل قادیان۔ ۹ مئی ۱۹۳۰ء)

اس سے ہر ایک دانا سمجھ سکتا ہے کہ گاندھی اپنے مقصد کی تمہید میں کہاں تک کامیاب ہیں اور مرزا صاحب قادیانی کہاں تک ناکام۔ اسکے جواب میں ہمارے کانوں میں آواز پہنچتی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کامیابی یہ ہے کہ انہوں نے اشاعت اسلام کے لئے ایک جماعت بنائی جن کے مشن دور دراز ممالک میں ہیں۔

یہاں تک کہ بھی کہا جاتا ہے کہ ان کے صاحبزادہ میاں محمود نے اسّی (۸۰) ہزار روپیہ خرچ کر کے انگلستان کی سیر کی جس میں اشاعت اسلام کی بنیاد لگا دی۔

ہم مانتے ہیں کہ خلیفہ قادیان خدم حشم کی ایک پارٹی لے کر انگلستان گئے تھے جہاں سے واپسی پر انہوں نے اپنا لقب فاتح انگلستان رکھا تھا (الفضل ۴۔ اکتوبر ۱۹۲۴ء) مگر سوال یہ ہے یہ سفر دراصل کام کی ابتداء اور فعل کا تہیہ ہے یا اکمال اور اتمام فعل؟ اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کام ابھی ابتدائی مرحلے میں ہے حالانکہ مرزا

غلام احمد جو فرما چکے ہیں اس کے الفاظ درج ذیل ہیں: میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مسنوعی خدا نظر نہ آوے دنیا اس کو بھول جائے خدا واحد کی عبادت ہو۔

(قول مرزا قادیانی، در اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

اور یہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا:

عنقریب دیکھو گے کہ کوئی پڑھا لکھا ہندو تمہیں دکھائی نہ دے گا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۲)

بس یہ ہے تصویر کا رخ جو قادیانی کا نصب العین تھا۔ کیا یہ پورا ہوا؟ کیا ہندوستان میں پڑھا لکھا ہندو کوئی نہیں؟ کیا عیسائی قوم نے اپنے مصنوعی خدا (مسیح) کو چھوڑ دیا اور دنیا اسے بھول چکی ہے؟، ہماری تو دعا ہے کہ ایسا ہو۔ مگر مردم شماری کے کاغذات اور ہمارا مشاہدہ بتا رہے ہیں کہ ہر دس سال کے بعد عیسائی سو فیصدی بڑھ جاتے ہیں۔

ناظرین یہ ہیں واقعات صحیحہ جو کسی تاویل سے غلط نہیں ہو سکتے۔

مختصر یہ کہ گاندھی جی کی کامیابی ابھی متوقع ہے اور مرزا جی کی ناکامی ہو چکی۔ چنانچہ انکے صاحبزادے میاں محمود بھی آہ وزاری میں مرزا جی کی ناکامی کا مرثیہ پڑھتے ہیں:

اے چشمہ علم و ہدی اے صاحب فہم و ذکا
اے نیک دل اے با صفا اے پاک طینت با حیا
اے مقتداء اے پیشوا اے میرزا اے رہنما
اے مجتبی اے مصطفیٰ اے نائب رب الوراء
کچھ یاد تو کیجئے ذرا ہم سے کوئی اقرار ہے

دیتے تھے تم ہر دم خبر بند ھتی تھی جس سے یاں کمر
مٹ مٹ جائے گا سب شورو شر موت آئے گی شیطان پر
پاؤ گے تم فتح و ظفر ہوں گے تمہارے بحر و بر
آرام سے ہو گی بسر ہوگا خدا مد نظر
واں تھے یہ وعدے خوب تر یاں حالتِ ادبار ہے

ہر دل میں پر ہے بغض و کیں ہر نفس شیطاں کار ہیں
جو ہو فدائے نور دیں کوئی نہیں کوئی نہیں
ہر ایک کے سر میں مکیں ہے کبر کا دیو لعین
اک دم کو یاد آتی نہیں درگاہ رب العالمین
بے چین ہے جا ن حز یں حالت ہماری زار ہے

کہنے کو سب تیار ہیں چالاک ہیں ہشیار ہیں
منہ سے تو سو اقرار ہیں پر کام سے بیزار ہیں
ظاہر میں سب ابرار ہیں باطن میں سب اشرار ہیں
مصلح ہیں پر بدکار ہیں، ہیں ڈاکٹر پر زار ہیں
حالات پر اسرار ہیں دل مسکن افکار ہے

چھینے گئے ہیں ملک سب باقی ہیں اب شام و عرب
پیچھے پڑا ہے ان کے اب دشمن لگائے تا نقب
ہم ہو رہے ہیں جاں بلب بنتا نہیں کوئی سبب
ہیں منتظر اس کے کہ کب آئے ہمیں امداد رب
پیالہ بھرا ہے لب بلب ٹھوکر ہی اک درکار

کیا آپ پر الزام ہے یہ خود ہمارا کام ہے
غفلت کا یہ انجام ہے سستی کا یہ انعام ہے
قسمت یونہی بدنام ہے دل خود اسیر دام ہے
اب کس جگہ اسلام ہے باقی فقط اک نام ہے
ملتی نہیں ہے جام مئے بس اک یہی آزار ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء مطابق ۲۹ شوال ۱۳۴۹ھ ص ۳-۴)

مرزائی اخلاق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ضلع گوجرانوالہ میں ایک موضع قلعہ میہاں سنگھ مشہور مردم خیز گاؤں ہے، جہاں ایک بزرگ ولی اللہ مولوی غلام رسول مرحوم گذرے ہیں جو حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ کے مرید خاص تھے۔ان مرحوم کی اولاد میں آج بھی ایک صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب علم زندہ ہیں جو صاحب تقریر کے علاوہ صاحب تحریر بھی ہیں۔آپ نے ایک پارہ کی تفسیر القرآن اردو میں لکھی۔اس میں کھیر کا ذکر بھی آتا ہے(ہمارے احباب

کی اصطلاح میں مرزا صاحب قادیانی کے ذکر کا نام کھیر ہے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ثناءاللہ امرتسری) اس لئے صفراوی مزاج والوں کو میٹھا ناموافق ہوا تو انہوں نے قئے کر دی۔ چنانچہ ایک مرزائی صاحب نے نہایت میٹھے لہجے میں مولوی عبدالعزیز صاحب کو خط لکھا جو درج ذیل ہے:

مکرم مولوی صاحب مولوی عبدالعزیز صاحب سلمہ تعالی ۔السلام علیکم ۔

عرض ہے کہ میں نے آپ کی تفسیر القرآن اردو سیپارہ اول دیکھی ہے۔صفحہ ۶۳ پر آپ نے حضرت مرزا صاحب کو صاحب المرض مجنون لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور پھر ساتھ ہی آپ اللہ کی قسم کھا کر احمدی جماعت کی خیر خواہی ظاہر کرتے ہیں اور پھر کہتے ہیں کہ ہم مرزا صاحب کی پیروی سے باز آ جائیں۔

میرے دل میں از حد رنج پیدا ہوا۔مولوی صاحب آپ کو میں طفل مکتب سمجھتا ہوں اور خدا کے علم محض سے ناواقف سمجھتا ہوں۔حضرت مرزا صاحب کی پیروی چھوڑ کر کون سے اسلام کی پیروی کروں۔

یہ اسلام جو آپ پیش کر رہے ہیں خدا کی قسم ایک آنہ؟ کو بھی نہیں لیتا۔ہاں بے شک اس اسلام پر ایمان رکھتا ہوں جو اللہ کی طرف سے محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف نازل ہوا ہے اور وہی میرا اسلام ہے۔میں توحید کو افضل سمجھتا ہوں عیسی دوسرا خدا بن جاتا ہے اگر آسمان پر زندہ سمجھوں۔ثابت ہوا آپ مشرک ہیں اس واسطے آپ کا اسلام حیوان قبول نہیں کر سکتے (اسی لئے آپ نے بھی قبول نہیں کیا۔ثناءاللہ)۔تو کیا چیز ہے۔ولی کا بیٹا۔اپنے باپ کا ولی ہونا ثابت کر۔علم ربانی سے ناواقف، قسم خدا کی اگر تجھے بغض مرزا صاحب سے ہے تو کیا دین اسلام تیرے باپ کا دین ہے۔ہم نہیں تیرا اسلام قبول کرتے ۔تیرے علم کو ہم خاک بھی نہیں سمجھتے۔خبردار یہ علم کی شیخی ثناءاللہ سنا، یا کسی وہابی مشرک کو۔ایسی تفسیر لکھ کر اپنے وقت کو ضائع کرتا ہے۔اور محض نابلد ہو کر عالم ہونے کا دعوی کرتا ہے۔ایسا شخص دوزخی ہوتا ہے۔میں تو اللہ اور رسول کریم اور حضرت مرزا صاحب کا نام تیرے منہ سے سننا نہیں چاہتا کیونکہ وہ پاک ہیں، اور تیری زبان حسد کی تلوار ہے۔

رحیم بخش زمین دار احمدی شیخوپورہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

ہم تصدیق کرتے ہیں کہ راقم خط ہذا رحیم بخش واقعی پختہ مرزائی ہے۔اس کی دشنام دہی اس کے لئے

بمنزلہ معذرت کے ہے۔ مرزا غلام احمد کی دشنام طرازی دیکھنی ہو، تو ہمارا رسالہ ہندوستان کے دو ریفارمر ملاحظہ کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مارچ ۱۹۳۱ء مطابق ۲۹ شوال ۱۳۴۹ھ ص ۵)

شیخ بہاء اللہ

ظہور اللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا کی شان ہمارے دو ایشائی رہبر اور ہادی مہتدی مصلح اعظم ہونے کے مدعی شیخ بہاء اللہ اور مرزا صاحب قادیانی جو جو دعوے لے کر ظاہر ہوئے اس کی تکمیل کیا کرتے ان کے دعاوی کی تعیین بھی متنازعہ ہو رہی ہے۔ قادیانی حضرت کی بابت تو ان کی امت کی دو پارٹیاں آپس میں لڑ جھگڑ رہی ہیں کہ وہ مدعی نبوت تھے یا نہ تھے۔

اسی طرح شیخ بہاء اللہ ایرانی کے متعلق اپنے بیگانے ان کے دعاوی میں مختلف ہیں۔ قادیانی گروہ ان کو مدعی الوہیت کہتا ہے۔ اہل حدیث ان کو مدعی نبوت کہتا ہے۔ ان کا اپنا گروہ ان کو ظہور اعظم کہتا ہے۔

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۶ فروری ۱۹۳۱ء میں ایک علمی سوال کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں: ظہور اعظم، یہ مرکب اضافی ہے یا توصیفی؟ اضافی ہونے کی صورت میں اعظم کا موصوف کیا ہے؟ اور توصیفی کی صورت میں ظہور کا فاعل کون؟

اس سوال کا جواب بہائی مذہب کے آرگن کوکب ہند دہلی نے یوں دیا ہے:

یہ مرکب توصیفی ہے اور ظہور کا فاعل وہی ہے جو مالک ظہور ہے۔ یعنی خدا تعالی۔ جس کا ایک اسم الظاہر بھی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ کل کائنات کی اشیاء خدا کے اسم الظاہر کی مظہر ہیں یعنی سب میں قدرت خداوندی کا

ظہور ہے لیکن ظہور کے مدارج مختلف ہیں۔ جماد، نبات، حیوان، انسان۔ سب اپنے اپنے درجہ میں مظاہر قدرت ہیں۔ ان سب میں سے انسان بڑا مظہر قدرت ہے۔

پھر انسانوں میں مختلف مدارج ہیں۔ جن میں سے انبیاء بڑے مظاہر قدرت ہیں۔ لیکن خدا کی قدرت کی انتہاء نہیں ہے اور نہ اس کے ظہور کا کوئی محدود دائرہ ہے بلکہ وہ نئے نئے اور اعلیٰ سے اعلیٰ ظہورات قدرت دکھاتا رہتا ہے نبوت بھی ایک دائرہ میں ظہور قدرت تھا۔ وہ دائرہ خاتم النبیین پر آ کر ختم ہوا۔ اب ظہور قدرت کا ایک نیا دور اور نیا دائرہ شروع ہوا جس کی شان نبوت و رسالت سے بالاتر ہے جیسا کہ دلائل کے ساتھ کوکب ہند میں یہ مضمون بارہا بیان کیا جاچکا ہے اس لئے دہرانے کی ضرورت نہیں۔ مولانا ثناء اللہ کے سوال کا جواب ہم نے دے دیا ہے۔ (کوکب ہند۔ مارچ ۱۹۳۱ء ص ۱۰)

ہم آپکی تکلیف فرمائی کا شکریہ ادا کرتے ہیں اور آپ کی دعا پر آمین (بالجہر) کہتے ہیں۔ بعد اس کے اتنا اور پوچھتے ہیں کہ آپ کے اس فرمانے سے قدرت کلی مشکک ہے جو کہیں کم کہیں زیادہ ظہور کرتی ہے۔ پس قدرت کے کلی مشکک ہونے کا ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ قدرت بحیثیت اپنی ماہیت کے کلی متواطی ہے۔ شاید آپ کو مقدورات کے کلی مشکک ہونے سے شبہ ہوا جو قدرت کو بھی کلی مشکک قرار دیا۔ ہمارے نزدیک قدرت کا تعلق جیسا انسان جیسی عظیم ہستی سے ہے ویسا ہی ایک تنکے سے بھی ہے آپ کے قریب الفہم کرنے کے لئے ایک مثال عرض ہے۔

ٹرین میں حرکت پیدا کرنے والا انجن ہے۔ جس کی تحریک سب گاڑیوں میں برابر ہے۔ اگرچہ گاڑیاں اپنے درجوں میں مختلف حیثیت کی ہیں۔ کوئی اول درجے کی، کوئی دوم، کوئی سوم کی، کوئی مال کی۔ ٹھیک اسی طرح قدرت کا تعلق ہے۔

آپ کا یہ فرمانا صحیح ہے کہ: خدا کی قدرت کی انتہاء نہیں۔

مگر اس کے معنی یہ ہیں کہ آج تک جو مخلوق اس نے بنائی ہے بس اسی پر قدرت ختم نہیں بلکہ لا تقف عند حد اس سے قدرت کا کلی مشکک ہونا ثابت نہیں ہوا۔ پس آپ کا جواب ہنوز تشریح طلب ہے خدا کی قدرت علی وجہ الاتم نے بہاء اللہ میں ظہور کیا، اس کے معنی کیا ہیں؟

لیجئے ہم مانے لیتے ہیں کہ قدرت حسب مقدور مختلف المدارج ہے تو کیا ہم پیغمبر علیہ السلام کو افضل الناس جانتے ہیں یا اور کوئی اہل مذہب اپنے پیشوا کو افضل جانتے ہیں وہ نہیں کہہ سکتے کہ ہمارے پیشوا میں خدا کی قدرت کا ظہور اتم اور اعظم تھا کیونکہ وہ بزرگ خود اعظم تھا۔ جب ہم بھی اپنے نبی کے حق میں کہہ سکتے ہیں حالانکہ نبوت اور رسالت سے وراء ان کو کوئی درجہ نہ تھا تو ثابت ہوا کہ کسی چیز میں ظہور اعظم ہونا اس کی نبوت کے منافی نہیں بلکہ موید ہے۔

سر دست آپ کے غور وفکر کے لئے اتنا ہی معروض ہے۔ باقی بعد جواب پھر۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ۱۴۔ ذی قعد ۱۳۴۹ھ ص ۵۔۶)

وہی تفسیر نویسی کا ولولہ
پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اہل حدیث مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۱ء میں قادیانی خلیفہ کی بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک بسیط مضمون لکھا گیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: مرزا صاحب متوفی کی شروط پر تفسیر لکھی جائے ۔یعنی کوئی کتاب ساتھ نہ ہو، تفسیر عربی میں ہو، تفسیر میں وہ معارف بیان کئے جائیں جو پہلے کسی نے بیان نہ کئے ہوں۔ وغیرہ

خلیفہ قادیان تو خاموش رہ سکتا ہے مگر مریدین نہیں رہنے دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ:

(ہمارا محمود احمد) دنیا کے اسیروں کا رستگار بنا قوموں کا سردار کہلایا اور خاص وعام کا مرجع بن گیا۔ ہر ہاتھ جو ہمارے آقا فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف اٹھا، شل ہوگیا۔ ہر انسان جس نے آپ کو گرانا چاہا خود گر گیا۔ اور ہر وہ جس نے آپ کو ذلیل کرنا چاہا، نہایت بری طرح ذلیل ورسوا ہو کر رہا۔ جنہیں اپنے علم پر ناز

تھا وہ آپ کے مقابل پر جاہل ثابت ہوئے۔ جنہیں حسن تدابیر پر گھمنڈ تھا وہ آپ کے سامنے طفل مکتب ثابت ہوئے۔ خدا نے آپ کو ظاہری اور باطنی علوم سے پر کیا۔ آپ کو مسیح پاک کا سچا جانشین ثابت کیا۔ اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام کی فتح کو مقدر کر دیا۔ اور آج وہ دن ہے جب کہ وہ اولوالعزم محمود شوکت وظفر کا جھنڈا لئے بصد عزوشان خلیفہ مانا جاتا ہے۔ خدا کی غیرت نے نہ چاہا کہ خلیفہ کا لقب کسی اور کو بھی ملے۔ قدرت خداوندی نے سب کو نیچے گرا کر اسی کو جو برحق خلیفہ تھا دنیا میں رکھا۔ (الفضل ۱۴۔ مارچ ۱۹۳۱ء ص ۷)

ہم اس کے جواب میں کیوں بولیں کیونکہ یہ سب اشارات لاہوری پارٹی کی طرف ہیں۔ چنانچہ آگے اس کا نام بھی آجاتا ہے ہاں ہم اتنا ہی کہتے ہیں:

پیراں نمے پرند و مریداں ہمے پرانند

اس لئے مریدوں کی تحریک سے خلیفہ قادیانی متحرک ہوئے۔ مگر حرکت ایسی کی کہ اس سے سکون اچھا تھا۔ اخبار الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء میں ایک طویل مضمون نکلا ہے جس میں نہ ہاں کا پتہ چلتا ہے، ناں نہ کا۔ بلکہ اس شعر کا مصداق ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

آپ کی تحریر کے الفاظ یہ ہیں:

میرا یہ دعویٰ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میرا یہ دعویٰ ہے کہ احمدیہ جماعت معارف قرآنیہ کے جاننے میں حضرت مسیح موعود کے فیض سے اور مطابق آیت لا یمسّہ الا المطھّرون دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے؛ کسی شخص کا کسی دوسرے سے کسی امر میں بڑھا ہوا ہونا تائید الٰہی کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ موید من اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ سب قوم یا سب دنیا سے بڑھا ہوا ہو۔ پس مولوی صاحب کا عربی میں تفسیر لکھنے کا چیلنج مجھے دینا، یا میرا، انہیں دینا محض حماقت ہوگا، جب تک کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہ ہو کہ وہ خدا تعالیٰ کی تائید سے سب دنیا سے زیادہ فصیح عربی لکھ سکتا ہے۔ اور مجھے یہ دعویٰ نہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں مولوی صاحب کو بھی باوجود لاف زنی کی عادت کے ایسا دعویٰ نہیں ہے۔ پس جس امر میں

ہم میں سے کوئی اپنے مؤید من اللہ ہونے کا مدعی نہیں اس میں مقابلہ سوائے پہلوانی کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔ اور مولوی صاحب اپنے آپ کو اپنی قومیت اور اپنے شہر کی نسبت سے پہلوان خیال کرتے ہوں، میں اپنے لئے خالی پہلوانی والے زور کو ہتک سمجھتا ہوں اور صرف ایسے ہی مقابلے کے لئے تیار ہوں جس سے اسلام اور سلسلہ کی سچائی ثابت ہوتی ہو۔

لیکن اگر میرا خیال مولوی صاحب کی نسبت درست نہیں بلکہ انہیں عربی تصنیف یا بے نظیر ترجمہ کرنے کا دعوی ہے تو وہ یہ چیلنج شائع کر دیں کہ خدا تعالی کی طرف سے مجھے عربی زبان میں ایسی فصاحت عطا ہوئی ہے جس کی نظیر اس دنیا میں موجود نہیں یا قرآن کریم کے اردو ترجمہ کے لئے خاص کمال عطا ہوا ہے۔ پھر ان کی فرعونیت کے لئے خدا تعالی کے فضل سے ایک موسی ضرور کھڑا ہو جائے۔ اور شائد اس میں خدا تعالی کوئی نیا نشان ہی دکھا دے۔ خاکسار میرزا محمود احمد۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس ساری عبارت کا ملخص یہ ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب عربی میں تفسیر لکھنا نہیں چاہتے۔ بہت خوب! ہم بھی آپ کو عربی نویسی کے لئے مجبور نہیں کرتے۔ آپ اردو میں لکھیں۔ مگر لکھیں گے کیا؟ وہی جو والد صاحب مکرم آیات قرآنیہ میں تحریف کر گئے ہیں آپ اس تحریف کی تشریح کریں گے۔ چنانچہ الفضل مذکور میں اڈیٹر کا نوٹ جس کی خلیفہ نے تصدیق کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود کے معارف

سمجھ میں نہیں آتا اس قدر جہالت کے اظہار کی مولوی صاحب کو کیا ضرورت پیش آئی ان کے نزدیک وہ معارف قرآنیہ بیان کرنا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں معمولی بات ہوگی۔ لیکن جماعت احمدیہ خوب جانتی ہے اور خدا کے فضل سے تجربہ رکھتی ہے کہ مرزا محمود ان حقائق اور معارف کی جو تشریح و توضیح فرماتے ہیں وہ بجائے فہم قرآن کا بہت بڑا ثبوت ہے اور یہ جماعت احمدیہ میں روحانیت اور تعلق باللہ کے لحاظ سے آپ کے سب سے بلند مقام رکھنے کا ثبوت ہے... پس وہ معارف جن کا اشارہ مرزا صاحب کی کتب میں پایا ہے

انہیں تفصیل وتشریح کے ساتھ بیان کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ مرزا صاحب کے سچے جانشین کی اصلی علامت ہے۔(الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اب بھی کسی کو خیال ہو کہ قادیان میں علم، خاص کر علم مناظرہ ہے تو وہ اس اقتباس کو پڑھ کر اپنے خیال کی اصلاح کر لے۔

اے جناب! مرزا صاحب کے معارف کی تشریح کر کے ان کا جانشین ثابت کرنے کا موقع وہ ہے جب آپکا مقابلہ لاہوری مرزائیوں سے ہو۔ چنانچہ آپ نے ان پر چوٹ بھی کی ہے ہمارے سامنے اس مدعا کو ثابت کرنے کیلئے تفسیر نویسی کرنا بالکل بے کار ہے۔، لیجئے ہم آپ کو ان کا قائم مقام اور جانشین ہونے کا اعلان کئے دیتے ہیں۔کیا ہم آپکے سوا عبدالبہاء کو بہاءاللہ کا قائم مقام نہیں مانتے؟ ایسا ہی آپکو مانتے ہیں۔

ناظرین غور سے پڑھیئے اس مقابلہ کی انتہاء یہ ہے

خلیفہ قادیان ہمارے سامنے معارف مرزائیہ کی تشریح فرمائیں گے اور ہم براہ راست قرآن سے معارف بتائیں گے۔یعنی خلیفہ اپنی لیاقت سے معارف قرآنیہ نہیں بتائیں گے بلکہ (بماتحت اصول نیوگ) والد ماجد کے بتائے ہوئے کو مشرح بتائیں گے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ کے والد کے معارف کو جب ہم تحریفات قرآنیہ کا نام رکھتے ہیں تو آپ کی تشریحات کا نام کیا رکھیں گے۔

ناظرین !ذرہ ٹھہریئے ہم آپ کو مرزا غلام احمد کے معارف اور تشریح خلیفہ کی ایک مثال بتائیں ۔مرزا غلام احمد نے لیکچر سیالکوٹ میں لکھا ہے۔ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہے۔
(لیکچر سیالکوٹ۔ص ٦)

مرزا محمود احمد نے اس کی تشریح میں لکھا ہے:

بعض نے غلطی سے مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ حالانکہ یہ تو ایک دور کا اندازہ ہے۔جس طرح سات دنوں کا ایک دور ہے، کیا آٹھویں دن قیامت آجایا کرتی ہے۔نہیں بلکہ ہر جمعہ کے ساتھ ساتھ ہی ہفتہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایک دور ہے۔

حضرت مرزا نے جس قیامت کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے وہ قیامت مراد نہیں جس کے بعد فنا آنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے جہاں حضرت مرزا نے سات ہزار سال کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرما دیا کہ تعجب نہیں کہ اور ملکوں کے آدم کوئی اور ہوں ممکن ہے کہ افریقہ کے لوگ اس آدم کی نسل سے نہ ہوں جس کی نسل سے ہم ہیں۔ اسی طرح یورپ کے لوگ کسی اور آدم کی اولاد ہوں۔ غرض جہاں آپ نے آدم کا ذکر کیا ہے وہاں اس آدم کا ذکر مراد ہے جس کی موجودہ نسل پائی جاتی ہے۔ پس آپ کا بصورت امکان مختلف آدموں کا تسلیم کرنا بتاتا ہے کہ جب آپ دنیا کی عمر سات ہزار سال بتاتے ہیں اور اسکے بعد قیامت بتاتے ہیں تو اس قیامت سے اور قیامت مراد ہے۔ اس سے مراد اس دنیا کی ایک نسل کا ایک دور ہے جو ختم ہوگا اور آپ پہلے دور کے خاتمہ پر آئے ہیں۔ میرا اپنا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا صاحب اس دور کے خاتم اور اگلے دور کے آدم بھی آپ ہی ہیں کیونکہ پہلا دور سات ہزار سال کا آپ پر ختم ہوا، اور اگلا دور آپ سے شروع ہوا۔ اسی لئے آپ کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ آئندہ نبیوں کے حلوں میں آئے ہیں جس طرح پہلے انبیاء کے ابتدائی نقطہ حضرت آدم تھے اسی طرح مرزا صاحب جو اس زمانہ کے آدم ہیں آئندہ آنیوالے انبیاء کے ابتدائی نقطہ ہیں۔ (ضمیمہ اخبار الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء ص ۴۹)۔

کیسی مرزائی منطق ہے اور کیسی اچھی تشریح ہے۔ ناظرین سن لیں کہ اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اس اینٹ کی طرح ہیں، جو دو دیواروں میں مشترک ہوتی ہے۔ یعنی کونے کی اینٹ کی طرح۔ پہلے دور کے خاتم بھی آپ اور دوسرے دور کے بابا آدم بھی آپ۔

اب انبیاء کرام حضرات شیث، الیاس، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور سب سے آخر میں محمد ﷺ مرزا صاحب متوفی کی اولاد سے پیدا ہوں گے۔ غالباً ابھی تو شیث کا زمانہ ہے، بقول مرزا صاحب قادیانی چھیالیس صدیوں کے بعد اس دور کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوں گے۔ پھر ابھی سے ان کو کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں داخل کرنے کی کیا ضرورت۔ پس قادیانی امت کا پہلا فرض یہ ہے کہ اس کلمہ اسلام کی ترمیم کرے۔ اور اس ترمیم کرنے میں ڈرے نہیں بلکہ صاف کہدے

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

ہم ایسے معارف سننے کے لئے خلیفہ سے مقابلہ کریں تو دانایان ملک ہم کو یہ نہ کہیں گے کہ آپ نے: کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی مثال سچ کر دکھائی۔

احمدی دوستو! میں دیگر علماء کی طرح تمہارا بے قدر نہیں ہوں کہ تمہاری آواز کو، ہواء شتر، جان کر خاموش رہوں، بلکہ تمہارا قدردان ہوں پس سیدھے ہوکر چلو اور بٹالہ امرتسر یا لاہور میں آجاؤ، اور سادہ قرآن شریف لے کر ہمارے سامنے تفسیر القرآن لکھو۔

لو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ حسب خواہش خود کلید قرآن واردو تفسیرات سابقہ بھی ساتھ رکھو، مگر وقت محدود ہوگا۔ تا سیہ روئے شود کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ۱۴ ذی قعد ۱۳۴۹ھ ص ۹۔۱۱)

موضع مالووالی میں مرزائیوں سے مباحثہ:

موضع مالووالی ضلع سیالکوٹ میں ۱۱۔۱۲ مارچ ۱۹۳۱ء کو مابین جماعت اہل حدیث و جماعت مرزائیہ مسئلہ حیات مسیح وصدق کذب مرزا پر مناظرہ ہوا۔ جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئی۔ راقم: عبدالغنی صدر مناظرہ از مالووالی ضلع سیالکوٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ۱۴ ذی قعد ۱۳۴۹ھ ص ۱۴)

موضع ہرچووال میں مرزائیوں سے مباحثہ:

موضع ہرچووال ضلع گورداسپور میں مناظرہ مابین جماعت اہل حدیث و جماعت مرزائیہ در مسئلہ حیات مسیح وصدق و کذب مرزا ہوا۔ اہل حدیث کی طرف سے مولوی محمد یعقوب بھامڑی اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی مبارک احمد تھے۔ اہل حق کو فتح مبین ہوئی۔

راقم: محمد شریف خان شوق۔ وریاہ۔ ہرچووال۔ (اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل ۱۹۳۱ء ص ۱۴)

ولادت مسیح

حضرت مولانا ثناء اللہ ؒ لکھتے ہیں:

ولادت مسیح نام کا ایک رسالہ لاہوری جماعت مرزائیہ کے ایک سرکردہ (ڈاکٹر بشارت احمد) کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں ولادت مسیح پر بحث کی ہے کہ مسیح کی ولادت بے باپ نہ تھی، بلکہ مثل دیگر انسانوں کے با باپ تھی۔

رسالہ کا مضمون ذکر کرنے سے پہلے منصف سے تعارف کرانا ضروری ہے تاکہ معلوم ہو سکے کہ مصنف جس شان کا ہے، تصنیف بھی اسی شان کی ہوگی۔

مصنف کی تعریف زبانی کرنے سے بہتر ہے کہ آپکا ایک آدھ کارنامہ بتادیا جائے۔

آپ کی تعریف کا بالاجمال ذکر یہ ہے کہ آپ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید ہوکر مرزا صاحب سے دس قدم ہیں یعنی کسی کلام کو ایسے محل پر اتارنا جو متکلم کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو، مرزا صاحب قادیانی اس میں کامل تھے مگر ڈاکٹر صاحب اکمل ہیں۔ اس کی مثال ایک ہی کافی ہے۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا صاحب متوفی نے تین سال کی مدت میں آسمانی نکاح کا ظہور بتایا تھا۔ مگر جب نہ ہوا تو آپ نے خلاف توقع اس کو فسخ فرما دیا (حقیقۃ الوحی)۔ ایسا کہنا بھی ایسا کمال تھا کہ جس امر کے وقوعہ کا انتظار ہوتا رہا عین وقت پر اسے معدوم قرار دے دیا۔ لیکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کا کمال اس سے بھی زیادہ ہے۔ آپ نے اس نکاح کی یہ تفسیر فرمائی کہ آسمانی منکوحہ (محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ) سے مراد کوئی خاص عورت نہیں، بلکہ اس سے مراد ہے عیسائی قوم۔ نکاح مرزا سے مراد یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی تبلیغ سے عیسائی قوم محمدی بیگم بن جائے گی۔ (جل جلالہ)۔ (پیغام صلح لاہور ۲۵ ذی قعدہ ۱۳۴۲ھ)

یہ ہے ڈاکٹر بشارت احمد صاحب میں کمال جو مرزا صاحب قادیانی میں بھی نہ تھا کیونکہ مرزا صاحب نے گواس پیش گوئی کے انجام کو سوچ سمجھ کر ذہن میں جواب گھڑ رکھے تھے مگر وہ جواب ڈاکٹر بشارت صاحب کے جواب میں سب ہیچ ہیں: جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

یہی ڈاکٹر صاحب اس کتاب کے مصنف ہیں جو آج زیر ریویو ہے۔

ولادت مسیح کا مسئلہ اگر سیدھی نظر سے دیکھا جائے اور اس میں محمدی بیگم والی تفسیر کو دخل نہ دیا جائے تو مضمون صاف ہے۔ ہم پہلے قرآن مجید کی آیات لکھتے ہیں ان آیات کا ترجمہ بھی ہم مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت مرزائیہ لاہوریہ کا کیا ہوا نقل کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور پڑھیں:

و اذکر فی الکتاب مریم اذ انتبذت من اھلھا مکاناً شرقیاً۔ فاتّخذت من دونھم حجاباً فارسلنا الیھا روحنا فتمثّل لھا بشراً سویاً۔ قالت انّی اعوذ بالرحمن منك ان کنت تقیا۔ قال انّما انا رسول ربّك لاھب لك غلاماًزکیاً۔ قالت انّی یکون لی غلام و لم یمسسنی بشر و لم اك بغیّا۔ قال کذلك قال ربك ھو علی ھین و لنجعله آیة للناس و رحمة منا و کان امراًمقضیاً۔ فحملته فانتبذت به مکاناً قصیاً۔ فاجاءھا المخاض الی جذع النّخلة قالت یالیتنی متّ قبل ھذا و کنت نسیاً منسیاً۔ فناداھا من تحتھا الّا تحزنی قد جعل ربك تحتك سریا۔ و ھزّی الیك بجذع النّخلة تساقط علیك رطباً جنیاً۔ فکلی و اشربی و قرّی عیناً فاما ترینّ من البشر احداً فقولی انّی نذرت للرحمن صوماً فلن اکلّم الیوم انسیاً۔ فاتت به قومھا تحمله قالوا یامریم لقد جئت شیئاً فریاً۔ یا اخت ھارون ماکان ابوك امرأ سوء و ما کانت امك بغیاً۔ فاشارت الیه قالوا کیف نکلّم من کان فی المھد صبیاً۔ قال انّی عبد الله آتانی الکتاب و جعلنی نبیا۔ و جعلنی مبارکاً این ما کنت و اوصانی بالصلوة و الزکوة مادمت حیا۔ و براً بوالدتی و لم یجعلنی

جبارا شقيا (مريم ١٦: ٣٢)

اور کتاب میں مریم (کی خبر) کو بیان کر جب وہ اپنے لوگوں سے الگ ہو کر ایک مشرقی مکان میں چلی گئی پس اس نے ان سے پردہ کرلیا سو ہم نے اپنی روح کو اس کی طرف بھیجا تو اسے ایک صحیح سالم انسان کی شکل نظر آئی۔ کہا میں تجھ سے رحمان کی پناہ مانگتی ہوں اگر تو متقی ہے ۔اس نے کہا میں صرف تیرے رب کا بھیجا ہوا ہوں ۔ وہ فرماتا ہے تاکہ تجھے ایک پاکیزہ لڑکا بخشوں۔ کہا میرے لڑکا کس طرح ہوگا حالانکہ مجھے کسی انسان نے نکاح کر کے چھوا نہیں۔ اور نہ میں بدکار ہوں۔ اس نے کہا ایسا ہی ہوگا تیرا رب کہتا ہے یہ مجھ پر آسان ہے اور تاکہ ہم اسے لوگوں کے لئے نشان اور اپنی طرف سے رحمت بنائیں اور یہ امر فیصلہ شدہ ہے۔ پھر مریم نے اسے حمل میں لیا اور اس کے ساتھ الگ ہو کر دور جگہ چلی گئی ۔ پھر دردزہ اسے کھجور کے تنے کی طرف لے آیا کہنے لگی اے کاش میں اس سے پہلے مرجاتی اور بھولی بسری ہوتی۔ تو اس کے نیچے سے اسے ایک ندا آئی کہ غم نہ کر تیرے رب نے تیرے نیچے ایک چشمہ بہا رکھا ہے اور کھجور کی شاخ کو اپنی طرف ہلا تجھ پر تازہ پکی کھجوریں جھڑ پڑیں گی سو کھا اور پی اور آنکھ کو راحت پہنچا۔ پھر اگر تو کسی انسان کو دیکھے تو کہنا میں نے رحمان کے لئے اپنے اوپر روزہ واجب کیا ہے۔ اس لئے آج میں کسی انسان سے کلام نہیں کرونگی۔ پھر وہ اسے، سوار کئے ہوئے اپنی قوم کے پاس آئی۔ انہوں نے کہا اے مریم تو ایک بناوٹ بنالائی ہے،۔ اے ہارون کی بہن تیرا باپ برا آدمی نہ تھا اور نہ تیری ماں بدکار تھی تو اس نے اس کی طرف اشارہ کیا انہوں نے کہا ہم کس طرح اس سے کلام کریں جو (ابھی کل) جھولے میں لڑکا تھا۔ عیسی نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب داور مجھے نبی بنایا اور مجھے برکت والا بنایا جہاں کہیں میں رہوں اور مجھے نماز اور زکوۃ کا تاکیدی حکم دیا ہے جب تک میں زندہ رہوں اور اپنی ماں سے نیکی کرنے والا ہوں اور اس نے مجھے سرکش بدبخت نہیں بنایا۔،

اس ترجمہ کے ساتھ ناظرین انجیل کا حوالہ بھی پڑھیں جو یہ ہے:

یسوع مسیح کی پیدائش یوں ہوئی کہ جب اسکی ماں مریم کی منگنی یوسف کے ساتھ ہوئی تو انکے اکٹھا ہونے سے پہلے وہ روح القدس سے حاملہ پائی گئی تب اس کے خاوند شوہر یوسف نے جو راست باز تھا اور نہ چاہا کہ اسے مشتہر کرے ارادہ کیا کہ اسے چپکے سے چھوڑ دے ۔ وہ ان باتوں کی سوچ ہی میں تھا کہ دیکھو خداوند کے ایک فرشتے نے اس پر خواب میں ظاہر ہو کر کہا اے یوسف بن داؤد اپنی جورو مریم کو اپنے یہاں لانے سے مت ڈر کیونکہ جو اس کے پیٹ میں ہے سو روح القدس سے ہے۔ (انجیل متی باب اول)

یہ اقتباس بھی قرآن مجید کے ساتھ متفق ہے۔صاف مظہر ہے کہ مریم کا حمل یوسف سے نہ تھا سب سے پہلے سر سید احمد مرحوم نے آواز اٹھائی کہ مسیح، یوسف کے بیٹے تھے۔انہی کا تتبع مرزا صاحب قادیانی نے کیا ۔لیکن دونوں میں فرق بہت ہے۔سر سید احمد نے تو یہ کہا کہ یہودیوں میں دستور تھا کہ منگنی کے ساتھ ہی نکاح بھی ہو جاتا تھا،مگر رخصتی نہ ہوتی تھی۔اس حالت میں دولہا دولہن کا ملنا شرعی حرام نہ تھا،مگر عرفی معیوب تھا۔ یوسف نے مریم سے قبل رخصتی ملاپ کر لیا اس سے اس کو حمل ٹھہر گیا۔سر سید احمد نے تو شریفانہ طور پر شریعت کا ادب اور خاندان مریم کا لحاظ رکھا،مگر مرزا صاحب نے ان دونوں باتوں سے چشم پوشی کر کے صاف لکھ دیا کہ یوسف اور مریم کا ملاپ قبل از نکاح باعث حمل ہوا۔چونکہ ایسی حالت میں حمل کا ہونا موجب ندامت اور باعث شرمندگی تھا،اس لئے ان دونوں کا نکاح کیا گیا حالانکہ یوسف نجار کی ایک بیوی پہلے بھی تھی۔چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

مریم کی وہ شان جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کر لیا گو لوگ اعتراض کرتے رہے کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونے کے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا۔اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں۔اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض (کشتی نوح۔ص ۱۶)

کیا فرماتے ہیں علمائے سلسلہ احمدیہ کہ قبل نکاح منسوب اور منسوبہ کا ملاپ حرام ہے یا حلال اور اس حمل کا مولود جائز مولود ہے یا ناجائز؟ بینوا توجروا ۔

ناظرین! قرآن مجید میں مغضوب قوم کے ذکر میں فرمایا ہے: وقولھم علی مریم بھتاناً عظیماً (یہودیوں نے مریم پر ایک بہت بڑا بہتان لگایا جس کی وجہ سے وہ لعنتی ہوئے)

کیا مرزا صاحب قادیانی کا قول اس بہتان کی قسم سے نہیں؟

یہ تو ہے اس مضمون کی تمہید جو آج ہم بتانے والے ہیں۔ڈاکٹر بشارت صاحب نے مسئلہ ولادت مسیح کو دو طرح سے لکھا ہے۔ایک تو اس اصول کی پابندی سے جو عام انسانی پیدائش کے متعلق قرآن مجید میں

ذکر ہے، دوسرے ان آیات کی موافق مطلب تفسیر کرنے میں کوشش کی ہے۔

حضرت مسیح کی پیدائش پر یہودیوں کو جو تعجب ہوا، باقاعدہ پیدائش ہوتی تو یہ تعجب کیوں ہوتا۔ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس کا جواب دیتے ہیں:

یہ استعجاب حضرت مسیح کی پیدائش کے متعلق نہیں تھا جیسے آگے مفصل بیان ہوگا۔اور اگر بالفرض اس کے متعلق تھا، تو اس سے جو کچھ ثابت ہوتا ہے وہ اسی قدر ہے کہ حضرت مریم پر لوگوں نے الزام لگایا۔اس سے یہ نتیجہ کس طرح نکلتا ہے کہ الزام بھی صحیح تھا۔اور فی الحقیقت بغیر شوہر کے حضرت مریم نے بچہ جنا تھا۔کیا شوہر والی عورتوں پر الزام نہیں لگا کرتا اور ہمیشہ کنواری لڑکیوں پر ہی الزام لگا کرتا ہے؟ یہ تو بالبداہت غلط ہے۔ہم نے سینکڑوں شوہر والی عورتوں پر الزام لگتے دیکھا ہے۔حضرت مریم پر بھی شریر لوگوں نے جھوٹا الزام لگایا ۔ (ولادت مسیح۔ص۱۸)

مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

منکوحہ عورت پر بھی الزام لگائے جاتے ہیں، مگر اس وقت مگر جب ان کے خاوند گھر سے باہر ہوں، یا دائم المریض ہوں یا کسی اور وجہ سے منکوحہ کا چال چلن مشتبہ ہو۔اگر کوئی ایسی وجہ نہیں تو محض اولاد پیدا ہونے پر الزام زنا نہیں لگایا جاتا۔

آگے چلئے آپ لکھتے ہیں: انجیل سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ الزام ناپاک یہود نے اس وقت لگایا جب حضرت مریم، یوسف نجار کی بی بی بن چکیں تھیں (ولادت مسیح۔ص۱۹)

مہربانی کر کے انجیل کے اس حوالہ کا پتہ دیجئے اور اپنے پیرومرشد مرزا قادیانی سے فیصلہ کیجئے جن کا قول اوپر نقل ہوا ہے کہ یہ حمل قبل نکاح ہوا تھا۔آیت مرقومہ میں ذکر ہے کہ مریم جس وقت حضرت مسیح کو اٹھا کر لائیں تو یہودیوں نے طعنہ دیا۔ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اس کا جواب دیتے ہیں: فا تت به قو مها تحمله ۔ تحمله کے معنی صرف گود میں اٹھانے کے نہیں ہوتے بلکہ کسی سواری پر سوار کرانے کے بھی ہوتے ہیں، جیسا کہ قرآن کریم میں آتا ہے و لا علی الذین اذا ما اتو ك لتحملهم قلت لا ا جد ما احملكم عليه (التوبہ:۹۲)۔، اور نہ ان لوگوں پر کسی طرح کا الزام ہے جو تمہارے پاس درخواست لے کر آئے کہ تم اس کو

سواری مہیا کر کے لے چلو اور تم نے کہا کہ میرے پاس کوئی سواری موجود نہیں جس پر تمہیں لے چلوں۔
مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں: ان معنی کی طرف مولوی محمد علی لاہوری نے آپ کی رہنمائی کی ہے۔
ہاں جناب! سنئے عربی میں حمل کا لفظ دو طرح سے آتا ہے۔ ۱ ۔ حملته ۔۲۔ حملته عليه ۔پہلے کے معنی دوسرے سے مختلف ہیں۔ پہلے کے معنی ہیں، میں نے اسے اٹھایا، دوسرے کے معنی ہیں، میں نے اسے دابہ پر سوار کیا۔،

یہ فرق علی کی وجہ سے آیا ہے۔آیت لتحملهم میں علی مذکور نہیں لیکن آگے جو علی آیا ہے وہ قرینہ اس کے حذف کا ہے۔آپ دونوں کی کوئی ایسی مثال نہیں دے سکتے جس میں محض حملته (بغیر علی) کے معنی سوار کرنے ہوں وہاں قرینہ بھی نہ ہو

ڈاکٹر بشارت احمد نے یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح کی ولادت پر یہود کا طعن ہوتا تو مسیح جواب میں اپنی ولادت باسعادت کا ذکر کرتے ہیں۔انہوں نے تو اپنی نبوت کا ذکر کیا۔آپ کے الفاظ یہ ہیں: سوالات حضرت مریم کی پاک دامنی کے متعلق نہ تھے، ورنہ حضرت مریم کا خاموش رہنا بالکل بے معنی تھا۔ان کا فرض تھا کہ الزامات سے اپنے دامن کو پاک وصاف کرتیں۔ان کا خود خاموش رہنا اور جواب کے لئے حضرت مسیح کی طرف اشارہ کرنا ہی بتلاتا ہے کہ سوالات کی زد حضرت مسیح کے دعوی پر تھی (ولادت مسیح۔ص ۲۸)
مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: یہ مقولہ سرسید احمد خان سے نقل کیا ہے۔اس کے جواب میں آپ تفسیر ثنائی دیکھتے تو یہ عذر نہ کرتے، سنیئے: یہودیوں کا اعتقاد تھا کہ حرامزادہ دس پشتوں تک آسمانی بادشاہت میں داخل نہیں ہوتا۔(کتاب استثنا باب ۲۳۔آیت ۲) یہودیوں کے اس اعتقاد پر حضرت مسیح نے جواب دیا کہ میں نبی ہوں۔خدا نے میرے مقدر میں کتاب لکھی ہے۔نتیجہ یہ کہ میں ناجائز مولود نہیں۔علم بلاغت کا قاعدہ ہے الكناية ابلغ من التصريح .. مختصر یہ ہے کہ قرآن حدیث اور انجیل بلکہ مرزا صاحب قادیانی بھی (بقول ثانی) متفق ہیں کہ حضرت مسیح بے باپ تھے۔ ان مثل عيسى عند الله كمثل آدم ۔ ازالہ اوہام میں مرزا صاحب قادیانی کا قول ہے: من عجب تر از مسیح بے پدر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ۲۸ ذی قعد ۱۳۴۹ھ جلد ۲۸ نمبر ۲۴ ص ۳۔۵)

حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں

(شہزادہ یوذ آسف کے حالات۔ کتاب اکمال الدین کے حوالے)

بابو حبیب اللہؒ کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

واضح رہے کہ جماعت مرزائیہ کے بانی مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں مثلاً کتاب البریہ، راز حقیقت، ایام الصلح، نور القرآن، ست بچن، کشف الغطاء، ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، کتاب الہدیٰ وغیرہ میں اس بات پر بہت زور دیا ہے کہ: سری نگر محلّہ خان یار میں یوذ آسف کے نام سے جو قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلاشک وشبہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔ (راز حقیقت۔ص۲۰)

آپ نے اس دعویٰ کے ثبوت کیلئے کتاب الہدیٰ کے صفحہ ۱۰۹ پر تحریر فرمایا ہے

و تواتر علی لسا ن اهلها انه قبر نبی کا ن ابن ملك و کا ن من بنی اسرا ئیل و کا ن اسمه یو ذ آ سف فلیسئلهم من یطلب الد لیل و اشتهر بین عا متهم ان اسمه الا صلی عیسی صا حب و کا ن من ا لا نبیاء و هاجر الی کشمیر فی زما ن مضی علیه نحو ۱۹۰۰ سنة و اتفقوا علی هذه ا لا نباء بل عند هم کتب قدیمة تو جد فیها هذه القصص فی العربیة و الفا رسیة و منها کتا ب سمی اکما ل الدین و کتب ا خری کثیرة الشهرة ... ثم مع ذ لك کا ن یو ذ آ سف سمی کتا به الا نجیل و ما کا ن صاحب ا لا نجیل الا عیسی فخذ ما حصحص من الحق و اترك من الاقا ویل و ان کنت تطلب التفصیل فا قرء کتا باً سمی باکما ل الدین تجد فیه کل ما یسکن العلیل

(نوٹ۔ اسی کتاب اکمال الدین کا حوالہ مرزا قادیانی کے رسالہ راز حقیقت کے صفحہ ۱۸۔ بدر مورخہ ۷ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳۔ الحکم ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۵۔ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۳۹ پر دیا گیا ہے)

ان کے علاوہ مرزا قادیانی کے مریدوں میں سے مولوی غلام رسول آف راجیکی کے رسالہ التنقید کے صفحہ ۲۵۔۲۶۔۲۷، حکیم خدا بخش کی عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۵۷۴۔۵۷۵۔۵۸۵،، سید صادق حسین اٹاوی کے رسالہ کشف الاسرار کے صفحہ ۱۱۴، اور مولوی جلال الدین سیکھوانی کے رسالہ مباحثہ سار چور کے صفحہ ۴۲ پر بھی اس کتاب اکمال الدین کا ذکر خیر موجود ہے۔

جواب: واضح ہو کہ کتاب اکمال الدین و اتمام النعمة و اثبات الغیبة و کشف الخیرة ، کے مصنف شیخ السعید ابی جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابویہ القمی ہیں۔ یہ کتاب مطبوعہ ہے اور ایران میں ناصر الدین شاہ ایران کے عہد میں چھپی ہے۔ تاریخ طبع ۱۳۰۱ھ ہے ضخامت کتاب ۳۸۳ صفحہ ہے۔

(الفضل ۔۲ مئی ۱۹۱۷ء ص ۴)

میں نے اس کتاب کا عربی نسخہ تین دفعہ دیکھا ہے اور بڑے غور سے اس کے صفحہ ۳۱۷ تا ۳۵۹ کا مطالعہ کیا ہے۔ ماہ مئی ۱۹۲۰ء میں اتوار کے دن اور پھر مارچ ۱۹۳۰ء ہفتہ کے روز جناب سید علی حائری لاہوری کے پاس یہ کتاب دیکھی تھی۔ اور دسمبر ۹۲۲ء میں جمعہ کے دن قادیان میں مولوی فضل دین احمدی وکیل کی مہربانی سے مجھے اس کتاب کے دیکھنے کا موقع ملا تھا۔

اس کتاب کے علاوہ ایک اور کتاب ،شہزادہ یوذ آسف و حکیم بنوہر، نامی ہے۔ یہ کتاب جناب مرزا صفدر علی سرجن فوج نظام سرکار دکن کی تالیف ہے اور ۱۸۹۶ء میں مفید عام پریس آگرہ کی چھپی ہوئی ہے۔ اس کے ۱۳۳ صفحے ہیں۔ اس کتاب کا حوالہ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب راز حقیقت کے صفحہ ۲۰ پر موجود ہے۔ یہ کتاب میرے پاس موجود ہے۔ ایک تیسری کتاب، یوذ آسف و بلوہر، نامی، شمس پریس دہلی کی چھپی ہوئی ہے اس کتاب کے مولف مولوی سید عبدالغنی عظیم آبادی ہیں۔ خواجہ محمد اعظم شاہ مرحوم کی تاریخ کشمیر موسومہ بہ تاریخ اعظمی بزبان فارسی کے صفحہ ۸۲ پر بھی شہزادہ یوذ آسف کا مختصر حال درج ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مریدوں نے اپنی کتابوں میں اس کے بارے میں خدا کے بندوں کو بہت دھوکہ دیا ہے اور پیٹ بھر کر جھوٹ بولا ہے۔ اب میں اس کی حقیقت کو ظاہر کرتا ہوں اور قادیانی دھوکے کی مدلل تردید کرتا ہوں۔ ذیل میں کتاب ،شہزادہ یوذ آسف و حکیم بلوہر، سے شہزادہ یوذ آسف اور اس کے باپ

کے حالات مختصر طور پر درج کرتا ہوں

شہزادہ یوذ آسف کے باپ کا حال

(از کتاب اکمال الدین صفحہ ۳۱۷۔۳۱۸)

ترجمہ: اگلے زمانے میں ایک بادشاہ صاحب لشکر جرار ملک وسیع ہندوستان میں گذرا ہے۔ بڑا رعب اس کا رعایا پر چھا ہوا تھا۔ اور ہمیشہ دشمنوں پر ظفر یاب رہتا تھا۔ اس پر بھی اس کی طبیعت میں خواہش رہتی غالب تھی دنیوی لذتیں حاصل کرنے میں اور مزے اڑانے میں اور کھیل کود میں اور اپنی خواہش پوری کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھتا تھا۔ اور اس کا بڑا خیر خواہ اور دوست صادق وہ شخص تھا جو اس کی بدافعالیوں کی تعریف کرتا رہے اور اس کی بدکاریوں کو اچھا ظاہر کرے۔ اور بڑا بدخواہ اور دشمن اس کے نزدیک وہ شخص تھا جو اسے ایسی حرکتیں ترک کرنے کو کہے۔ اور یہ ابتدائے جوانی اور کم سنی میں تخت نشین ہو گیا تھا اور بہت صاحب فہم اور خوش بیان تھا اور تدبیر ملک اور بندوبست رعایا سے خوب ماہر تھا۔ اور سب لوگ اس کے ان اوصاف کو جانتے تھے۔ اس سبب سے اس کے فرمان بردار تھے اور بڑے بڑے سرکش اور اہل رائے اس کے تابع حکم و بندہ فرمان تھے۔ اور کچھ جوانی کی بے ہوشی و خود بینی کی مستی میں وہ سرشار تو تھا ہی، دشمنوں پر فتح یاب ہونے سے اور رعایا کے مطیع و فرمان بردار رہنے سے یہ نشہ اور بھی چوگنا ہو گیا تھا اور بہت غرور و تکبر کیا کرتا تھا، اور سب کو حقیر سمجھتا تھا اور لوگوں کی تعریف اور خوش آمد سے اس کو اپنے کمال عقل و خوبی رائے پر بھروسہ بڑھتا ہی جاتا تھا اور تحصیل دنیا کے سوا اس کو کوئی آرزو اور مقصد نہ تھا۔ اور دنیا کو جس طرح سے وہ چاہتا تھا اسی طرح بآسانی اسے حاصل ہو جاتی تھی۔ لیکن اس کے ہاں کوئی لڑکا نہیں ہوا تھا۔ لڑکیاں ہی تھیں۔ اور اس کے بادشاہ ہونے سے پیشتر اس ملک میں دینداری بہت پھیلی ہوئی تھی اور بہت سے دین دار لوگ تھے۔ شیطان نے اس کے دل میں دین سے عداوت اور دین داروں سے دشمنی پیدا کر دی اور اہل دین کو ایذا رسانی کرنے لگا اور اپنے زوال سلطنت سے ڈر سے ان لوگوں کو ملک سے نکال دیا۔ اور بت پرستوں کو اپنا مقرب کیا اور ان کے لئے سونے چاندی کے بت بنوائے اور ان کو اور سب پر بزرگی دی اور ان بتوں کو سجدہ کیا جب لوگوں نے یہ حال دیکھا تو وہ بھی بتوں کو پوجنے لگے اور دین داروں کی توہین کرنے لگے۔ (کتاب شاہزادہ یوذ آسف و حکیم بلوہر ص ۲۔۳۔۴)

شاہزادہ یوذ آسف کی پیدائش

(از کتاب اکمال الدین۔ص ۳۲۱):

ترجمہ: اسی زمانہ میں جب کہ بادشاہ کو کوئی امید لڑکا ہونے کی نہ رہی تھی، اس کے ہاں ایک ایسا خوش جمال لڑکا پیدا ہوا جس کا ثانی چشم روزگار نے نہ دیکھا ہوگا۔ اس لڑکے کے پیدا ہونے سے اتنی خوشی بادشاہ کو ہوئی کہ قریب تھا کہ شادی مرگ ہو جائے۔اور اس نے یہ گمان کیا کہ جن بتوں کی ان دنوں پرستش کیا کرتا تھا انہوں نے یہ فرزند اسے عنایت کیا ہے۔اسی خیال سے اس نے تمام خزانہ اپنا بت خانوں پر تقسیم کر دیا اور رعایا کو حکم دیا کہ سال بھر تک خوشی کریں ۔اور اس لڑکے کا نام یوذ آسف رکھا۔اور اس کے طالع دیکھنے کے لئے منجموں کو اور اہل علم کو جمع کیا ان سب نے غور و تامل کے بعد عرض کیا کہ اس کے طالع سے ایسا ظاہر ہوتا ہے کہ اس قدر شرف اور بزرگی اسے حاصل ہوگی کہ ہندوستان میں کبھی کسی کو حاصل نہ ہوئی ہوگی اور جتنے منجم تھے سب نے ہم زبان ہو کر یہی بات کہی۔

لیکن ان میں سے ایک منجم نے کہا کہ میرا ایسا گمان ہے کہ اس لڑکے کے طالع میں جو شرف و بزرگی ہوگی وہ شرف آخرت ہے اور یہ گمان کیا کہ یہ لڑکا عابدوں کا اور اہل دین کا پیشوا ہونے والا ہے۔اور عقبی کے مرتبوں میں سے مرتبہ بلند پر فائز ہونے کو ہے اس لئے کہ جو بزرگی اس کے طالع میں مجھے معلوم ہوتی ہے بزرگی دنیا کو اس سے کوئی نسبت نہیں۔ ایضاً کتاب بلوہر صفحہ ۱۴

یہ سن کر بادشاہ کو اس قدر صدمہ ہوا کہ قریب تھا کہ لڑکا ہونے کی خوشی کے بدلے غم کرے اور جس منجم نے یہ بات کہی تھی وہ بادشاہ کے اعتقاد میں سب منجموں سے بڑھ کر سچا اور معتمد اور دانا تھا۔

بلوہر کا لنکا سے آنا۔

ترجمہ: شہزادہ یوذ آسف کی عقل و علم وکمال و فکر و تدبیر و فہم و زہد و ترک دنیا کا شہرہ دور دور پھیل گیا اور ایک شخص نے جو کہ اہل دین و اہل عبادت میں سے تھا اور اس کا نام بلوہر تھا لنکا میں خبر سنی اور یہ شخص بڑا عابد اور حکیم و دانا تھا۔اس نے دور دراز کا سفر کیا اور سولابط کی طرف آیا۔اور شاہزادے کی ڈیوڑھی کا ارادہ ٹھان لیا۔اور عابدوں

کالباس اتارڈالا۔تاجروں کی سی وضع بنائی اوراس لڑکے کی ڈیوڑھی پرآمدورفت شروع کی۔یہاں تک کہ بہت سے ایسے لوگوں سے جو بادشاہ کے لڑے کے دوست ورفیق تھےاوراس کے پاس آیا کرتے تھے،اس سے جان پہچان ہوگئی۔،

حکیم بلوہر کا رخصت ہونا۔

(ص۲۴)۔اس کتاب اکمال الدین کے صفحہ ۳۲۶ تا ۳۵۵ میں حکیم بلوہر کی گفتگو اور عمدہ عمدہ تمثیلیں لکھی ہیں آگے صفحہ ۳۵۶ پر ہے:

جب بلوہر کی گفتگو یہاں تک پہونچی تو یوذآسف سے رخصت ہوااوراپنے گھر کی طرف پلٹ گیا اور چندروز اس کی خدمت میں آمدورفت کرتا رہا یہاں تک کہ بہتری وفلاح وہدایت وصلاح کے دروازے اس کے لئے کھل گئے۔اورراہ حق اور دین روشن کی ہدایت اسے ہوگئی۔پھراس سے بالکل ہی رخصت ہوااوراس شہر سے چلا گیااور یوذآسف غم گین وتنہاء ودلگیر رہ گیا یہاں تک کہ وہ وقت آگیا کہ وہ دین داروں میں اورعابدوں میں مل جائے اور تمام خلق کو ہدایت کرے۔

شہزادہ یوذآسف بلوہر کا ارض سولابط میں واپس آنا۔

(ص ۱۲۳)۔

کتاب اکمال الدین کے صفحہ ۳۵۶۔۳۵۷۔۳۵۸ پر یوذآسف کا شاہانہ لباس اتارنا محلات شاہی کو ترک کرنا فرشتے کا اسکے پاس آنا درج ہے پھر صفحہ ۳۵۸ پر لکھاہے:

ترجمہ: اورایک مدت تک اسی ملک میں وہ رہا۔اورلوگوں کو دین حق کی ہدایت کی۔بعداسکے پھرسرزمین سولابط پرآیا جوکہ اس کے باپ کا ملک تھا۔جوں ہی اس کے باپ نے اس کے آنے کی خبر سنی رؤساء امراء وبزرگان ملک کو لئے ہوئے استقبال کے لئے آیااورسب نے اس کی عزت وتوقیر کی اورسب عزیزوآشنا واہل فوج و اہل شہراس کی خدمت میں آئے بعداس کے ان لوگوں سے بہت کچھ باتیں کیں۔

شہزادہ یوذ آسف کا کشمیر میں آ کر فوت ہونا۔

(ص۱۲۲۔) ترجمہ: پھر یوذ آسف نے سرزمین سولا بط سے انتقال کیا اور بہت سے ملکوں میں شہروں میں پھرا ۔یہاں تک کہ سرزمین کشمیر میں پہنچا۔وہاں پہنچ کر زمین کشمیر کو آباد کیا اور اس ولایت کے سب لوگوں کو ہدایت کی اور وہیں رہا یہاں تک کہ اس کا وقت مرگ آن پہنچا، تو پہلے ایک مرید کو بلایا کہ اسے لوگ یابد کہا کرتے تھے اور وہ اس بزرگوار کی خدمت و ملازمت میں برابر رہا کرتا تھا اور علم وعمل میں صاحب کمال ہو گیا تھا۔اس کو وصیت کی اور کہا کہ میری روح کا عام قدس کی طرف پرواز کرنا قریب ہے، چاہیے کہ آپس میں فرائض الٰہی کا خیال رکھو۔اور حق کو چھوڑ کر باطل کی طرف توجہ نہ کرنا اور عبادت الٰہی کو ہاتھ سے نہ چھوڑ نا۔پھر اس نے یابد کو حکم دیا، اس کے لئے ایک عمارت بنائی جائے اور اس نے اپنے پاؤں پھیلا دیئے۔اپنا سر مغرب کی طرف کیا اور اپنا چہرہ مشرق کی طرف کیا۔پھر عالم بقا کی طرف رحلت کی۔

شہزادہ یوذ آسف وحکیم بلوہر۔ص۱۳۱۔ترجمہ اکمال الدین

نوٹ نمبر۱: مندرجہ بالا حالات کے ہوتے ہوئے شہزادہ یوذ آسف کو یسوع مسیح یعنی عیسی بن مریم کی قبر قرار دینا مسلمانوں کو مغالطہ دینا اور جھوٹ بولنا ہے اور جھوٹ بولنے والے کے حق میں مرزا کا فتوی یہ ہے: ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا

(چشمہ معرفت۔ ص۲۲۲) (باقی)

نوٹ نمبر۲۔ حضرت مسیح ناصری کی نسبت مرزا قادیانی اور ان کے مرید جو کچھ مانتے ہیں اس کو ذیل میں لکھا جاتا ہے:

مسیح: بن باپ تھے۔	یوذ آسف: ان کا باپ تھا۔
مسیح کی ماں کا نام مریم تھا	یوذ آسف کی ماں کا نام مریم نہ تھا۔
مسیح کو خدا نے انجیل دی	یوذ آسف کو انجیل خدا نے نہ دی۔
مسیح شام کے رہنے والے تھے	یوذ آسف ملک ہندوستان سرزمین سولا بط کے رہنے الے تھے

۞مسیح بچپن میں مصر گئے۔ ۞یوذ آسف کے متعلق یہ امر ثابت نہیں۔
۞مسیح ایک مدت تک ناصرہ میں رہے ۞یوذ آسف کے متعلق یہ امر ثابت نہیں۔
۞مسیح کو یہود نے صلیب پر لٹکایا ۞یوذ آسف کے متعلق یہ امر ثابت نہیں۔
۞مسیح پھانسی پر مرے نہ تھے، ہاں بیہوش ہو گئے تھے ۞یوذ آسف کے متعلق یہ امر ثابت نہیں۔
۞مرہم عیسیٰ سے آپ کا علاج کیا گیا۔ ۞یوذ آسف کے متعلق یہ امر ثابت نہیں۔
۞واقعہ صلیب کے وقت مسیح نے عراق فارس افغانستان پنجاب کشمیر کا سفر کیا۔ ۞یوذ آسف شہزادے کے ساتھ ایسے واقعات پیش نہ آئے

اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یوذ آسف حضرت مسیح نہ تھے۔

نوٹ نمبر۳۔ اور چونکہ اس قصہ کے بعض واقعات گوتم بدھ کی زندگی کے واقعات سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے اکثر عیسائی صاحبان کا ہمیشہ خیال رہا ہے کہ شہزادہ یوذ آسف گوتم بدھ ہی کا دوسرا نام ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز ج ۹ نمبر ۶ ص ۲۳۸_۲۳۹)

اس کا جواب یوں دیا گیا ہے: اگر سری نگر کی قبر بدھ کی قبر ہوتی تو وہ دنیا کے کل بدھ مذہب کے پیروؤں کا مرجع ہونی چاہیے تھی (ریویو آف ریلی جنز جون ۱۹۱۰ء ص ۲۳۹)

ٹھیک اسی طرح میں کہتا ہوں کہ اگر سری نگر کی قبر حضرت مسیح ناصری کی ہوتی تو وہ دنیا کے کل مسیحی مذہب کے پیروؤں کا مرجع ہونی چاہیے تھی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اپریل ۱۹۳۱ء جلد ۲۸ نمبر ۲۵ ص ۱۵_۱۷)

مباحثہ مرزائیاں :

موضع بسرائے متصل قادیان میں مولوی ابوالقاسم محمد حسین کا مباحثہ مرزائیوں سے ہوا۔ خدا کے فضل سے اثر بہت اچھا ہوا۔ چند اشخاص، علی محمد ولد نظام الدین، جھنڈو ولد ابراہیم، پیراں دتہ ولد چراغا، پھجو ولد حسین بخش۔ کرم دین ولد حسین، مولوی فرزند علی، ساکنان بسرائے مرزائیت سے تائب ہوئے۔ راقم۔ محمد یعقوب بھانبڑی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مئی ۱۹۳۱ء ص ۱۴)

قادیانیوں اور عیسائیوں میں مباحثہ

کیا خنزیر زندہ ہیں؟

حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود خنزیروں کو قتل کرائیں گے۔

مرزا غلام احمد نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو علماء اسلام کی طرف سے اعتراض ہوا کہ آپ خنزیروں کو قتل کرائیں۔ تو مرزا صاحب نے جواب دیا کہ خنزیروں سے مراد عیسائیوں کے پادری ہیں.. ان کے قتل سے مراد دین میں ان کی مغلوبیت ہے جو میرے دلائل قاہرہ سے ہم کو ان پر حاصل ہوئی ہے۔ اسی کے زیر اثر مرزائی اخبار لکھا کرتے تھے کہ عیسائی جہاں کسی احمدی کا نام سنتے ہیں وہاں سے بھاگ جاتے ہیں۔

اس کی تکذیب بارہا ہوئی مگر آج صاف اور کھلے طور پر یوں ہو رہی ہے کہ اخبار نور افشان (عیسائی) نے مرزائیوں کو مباحثہ کا چیلنج دیا ہے جس کے جواب میں قادیان سے منظوری کا اعلان شائع ہوا جو یہ ہے:

مسیحیت اور اس کے خداوند کی موت احمدیت کے ہاتھوں روز ازل سے مقدر تھی اور اس کے ذبیحہ کی سوختنی قربانی کا یہ دن تھا جو آ گیا۔ ہمارے لئے اس سے بڑھ کر خوشی کا اور کون سا دن ہے جس کا ہم انتظار کر رہے ہیں۔ ہمارے مجاہدین تو میدان میں ڈیرے ڈالے پڑے ہیں اور آخری جنگ کرنے کے لئے اسلام کے یہ بہادر سپاہی روح القدس کے انوار سے سرتاپا مسلح ہیں۔ کیا ہوا بٹالہ کی مسیحی بھیڑوں کو کہ وہ خاموش ہیں۔ بیس دن ہو گئے ہیں، نور افشاں کی تجویز کو کیوں بٹالہ کے عیسائی مشنری صاحبان اسے عملی جامہ پہنانے کے لئے جنبش نہیں کرتے۔ اے کاش عیسائیت کے منادحق وراستی کی جستجو کے لئے ہمارے سامنے کھڑے ہوں اپنی سنائیں اور ہماری سنیں۔ پیشتر اس کے بٹالہ کے عیسائی مشنری نور افشاں کی تجویز کے مطابق چیلنج کا اعلان کریں ہم پوری خوشی دل کے ساتھ اس چیلنج پر لبیک کہتے ہیں اور شرائط طے کرنے کے لئے جہاں وہ پسند کریں ہم حاضر ہیں۔ ناظر دعوت وتبلیغ قادیان۔ (الفضل قادیان ۹ مئی ۱۹۳۱ء ص ۱)

اس کے جواب میں عیسائیوں کی طرف سے مندرجہ ذیل اعلان شائع ہوا:

مکتوب مفتوح بنام میاں بشیر الدین محمود احمد خلیفہ قادیان

السلام علی عبادہ الصالحین جناب کے والد صاحب نے ارشاد فرمایا تھا کہ

۱۔ میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔اور

۲۔ آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کردوں

پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی ۔اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔(بدر ۱۹جولائی ۱۹۰۶ء)

امر دوم کا تعلق چونکہ ہمارے ساتھ نہیں ہے، پس اس امر کا فیصلہ خود اہل اسلام کر سکتے ہیں کہ آیا مرزا صاحب کے آنے کی وجہ سے آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا میں قائم ہوگئی ہے یا نہیں۔

امر اول کا تعلق خاص کر مسیحی جماعت کے ساتھ ہے اور مسیحیوں کا یہ یقین واثق ہے کہ مرزا صاحب کا یہ دعوی سراسر باطل تھا اور باطل ثابت ہو رہا ہے۔اس لئے بذریعہ اس مکتوب مفتوح کے آپ کی خدمت میں گذارش کی جاتی ہے کہ آپ مرزا صاحب کے اس دعوی کو ثابت کریں۔ پس مناسب یہی ہے کہ کسی خاص مقام اور وقت میں جس کا تعین بعد میں کیا جا سکتا ہے مسیحیوں کے ساتھ اس بات کا فیصلہ کرلیں کہ آیا مرزا صاحب اپنے اس دعوی مافوق میں کامیاب ثابت ہوئے کہ نہیں۔جس کی صورت یہ ہوسکتی ہے کہ مسیحیوں کی طرف سے مرزا صاحب کی نبوت کی تردید میں، اور آپ کی طرف سے خداوند مسیح کی حیات کی تردید میں ایک فیصلہ کن تحریری مباحثہ ہو جسکے متعلق آپ کے والد ماجد بدیں الفاظ وصیت کر گئے ہیں:

اے میرے دوستو! میری ایک آخری وصیت سنو اور ایک راز کی بات کہتا ہوں اس کو خوب یاد رکھو کہ تم اپنے ان

تمام مناظرات کا جوعیسائیوں سے پیش آتے ہیں پہلو بدل لو اور عیسائیوں پر یہ ثابت کردو کہ درحقیقت مسیح ابن مریم ہمیشہ کے لئے فوت ہو چکا ہے یہی ایک بحث ہے جس میں فتح یاب ہونے سے تم عیسائی مذہب کی روئے زمین پر سے صف لپیٹ دو گے تمہیں کچھ بھی ضرورت نہیں کہ دوسرے لمبے لمبے جھگڑوں میں اپنی اوقات عزیز ضائع کرو۔ صرف مسیح ابن مریم کی وفات پر زور دو اور پر زور دلائل سے عیسائیوں کو لا جواب اور ساکت کردو۔ جب تم مسیح کا مردوں میں داخل ہونا ثابت کردو گے اور عیسائیوں کے دلوں میں نقش کردو گے تو اس دن تم سمجھ لو کہ آج عیسائی مذہب دنیا سے رخصت ہوا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۲۹)۔ مسیحیوں کی طرف سے پادری سلطان محمد پال اڈیٹر نور افشان لاہور مباحث ہونگے اور قادیانیوں کی طرف سے آپ بنفس نفیس ہونگے کیونکہ بمصداق الولد سرّ لا بیه آپ اپنے والد ماجد کے خیالات کی احسن طور پر ترجمانی کر سکتے ہیں۔ شرائط مباحثہ ودیگر متعلقہ امور بتراضی طرفین اس وقت طے ہوں گے جب آپ ہمارے اس مکتوب مفتوح کو شرف قبولیت بخشیں گے۔ جواب باصواب ذیل کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔ پادری برکت اللہ ایماے مشنری انچارج فتح گڈھ چوڑیاں ضلع گورداسپور۔ احقر برکت اللہ

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری آخر میں لکھتے ہیں:

بڑے مرزا صاحب قادیانی کا عیسائیوں سے مناظرہ ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر ہوا تھا۔ اسلئے یہ مباحثہ بھی امرتسر میں ہونا چاہیے جس کی وجہ یہ بھی ہے کہ امرتسر قادیان اور لاہور کے درمیان مکاناً سوی کا حکم رکھتا ہے۔ اہل اسلام بالخصوص اہل حدیث فریقین کی خدمت کو حاضر ہوں۔ انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۳۱ء مطابق ۳ محرم ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۲۹ ص ۴۔۵)

رنگ پور میں مباحثہ:

۱۳۔۱۴۔ اپریل ۱۹۳۱ء کو رنگپور بنگال کے ٹاؤن ہال میں مرزائیوں سے صداقت مرزا پر مباحثہ ہوا۔ بہت اچھا اثر ہوا۔ ایک اہل علم مرزائی تائب ہوا۔ راقم: محمد عبدالحی خان ہیڈ مولوی مدرسہ اسلامیہ رنگپور۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۳۱ء جلد ۲۸ نمبر ۳۰ ص ۱۴)۔

اعور کون اور کذاب کون

مولانا ثناءاللہ امرتسری بتاتے ہیں کہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اپریل ۱۹۳۱ء میں لکھا گیا تھا کہ مرزا غلام احمد، حضرت مسیح کی ولادت کو خلاف شرع ناجائز سمجھتے ہیں اس دعوی پر ان کی ایک عبارت کشتی نوح سے نقل کی تھی جس میں اہل بصیرت کے لئے کافی الفاظ تھے۔مگر جن کے حق میں و لھم اعن لا یبصرو ن بھـــا آیا ہے انہوں نے ان الفاظ کو نہیں دیکھا اور اہل حدیث کو کوسنا شروع کر دیا۔چنانچہ میر قاسم علی قادیانی نے قلم اٹھایا ہے۔اور اس نے اہل حدیث ۱۷۔اپریل ۱۹۳۱ء کا یہ اقتباس نقل کیا:

سب سے پہلے سر سید احمد مرحوم نے آواز اٹھائی کہ مسیح یوسف کے بیٹے تھے۔انہی کا تتبع مرزا قادیانی نے کیا۔لیکن دونوں میں بہت فرق ہے۔سر سید نے تو یہ کہا کہ یہودیوں میں دستور تھا کہ منگنی کے ساتھ ہی نکاح بھی ہو جاتا تھا مگر رخصتی نہ ہوتی تھی اس حالت میں دولھا دلہن کا ملنا شرعی حرام نہ تھا مگر عرفی معیوب تھا۔یوسف نے مریم سے قبل رخصتی ملاپ کر لیا اس سے حمل ٹھہر گیا۔سر سید نے تو شریفانہ طور پر شریعت کا ادب اور خاندان مریم کا لحاظ رکھا مگر مرزا صاحب نے ان دونوں باتوں سے چشم پوشی کر کے صاف لکھ دیا کہ یوسف اور مریم کا ملاپ قبل از نکاح ہو کر باعث حمل ہوا۔چونکہ ایسی حالت میں حمل کا ہونا موجب ندامت اور باعث شرمندگی تھا اس لئے ان دونوں کا نکاح کیا گیا حالانکہ یوسف نجار کی ایک بیوی پہلے سے تھی (اہلحدیث امرتسر ۱۷۔اپریل ۱۹۳۱ء)

(پھر قاسم علی قادیانی نے لکھا ہے) ناظرین کرام ! کذاب امرتسری کے متذکرۃ الصدر ہزلیات میں حضرت مرزا صاحب کی ذات ستودہ صفات پر یہ الزام قائم کیا ہے گویا حضرت مرزا کا یہ عقیدہ ہے کہ یوسف اور مریم کے ملاپ سے قبل از نکاح حمل ٹھہرا۔اب ناظرین ذرہ اس الزام کے ثبوت میں خناس امرتسری کا پیش کردہ مندرجہ ذیل حوالہ پڑھیں اور دیکھیں کہ اس عبارت کے کسی لفظ یا جملہ یا فقرے سے بھی اشارۃً یا کنایۃً کذاب امرتسری کا الزام ثابت ہوتا ہے..

مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا۔ پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار سے بوجہ حمل کے نکاح کرلیا۔ گولوگ اعتراض کرتے رہے کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا اور بتول ہونیکے عہد کو کیوں ناحق توڑا گیا اور تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی ہونیکے پھر مریم کیوں راضی ہوئی کہ یوسف کے نکاح میں آوے۔ مگر میں کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے (کشتی نوح۔ص۱۶)

کیا فرماتے ہیں علماء سلسلہ احمدیہ کہ قبل نکاح منسوب اور منسوبہ کا ملاپ کرنا حرام ہے یا حلال اور اس حمل کا مولود جائز مولود ہے یا ناجائز؟ (اخبار اہل حدیث مذکور)

(پھر قاسم علی قادیانی کہتا ہے) اس کمزور حافظہ والے دروغ گو کے اس الزام کا حوالہ بالا میں کہیں شمہ بھی نظر آتا ہے؟ کہ بموجب عقیدہ حضرت مرزا صاحب مریم یوسف کے ملاپ سے قبل از نکاح حاملہ ہوئی ۔..... او چشم بصیرت سے محروم امرتسری! حضرت مرزا صاحب نے کہاں لکھا ہے کہ قبل از نکاح مریم اور یوسف کے ملاپ سے حمل ٹھہرا.. (اخبار فاروق قادیان ۷مئی ۱۹۳۱ء ص۱۰۔۱۱)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں: ہمارا ثبوت خود اسی منقولہ بالا عبارت از کشتی نوح میں ملتا ہے۔ پہلے اس کی تشریح سنئے۔ کشتی نوح میں ہے :برخلاف تعلیم توریت کے عین حمل میں کیونکر نکاح کیا گیا۔، اتنی عبارت سے بھی صاف نظر آتا ہے کہ حمل مریم قبل نکاح تھا اور نکاح بعد حمل ۔،

اس لئے مرزا اس نکاح پر عذر کرنے کو لکھتے ہیں: میں کہتا ہوں یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آگئیں۔ اس سے پتہ چلتا ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد کی پردہ پوشی میں اپنی بصارت پر بھی رحم نہیں کرتے۔ اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ یہ حمل جو قبل نکاح ہوا تھا کس سے ہوا تھا۔ مرزا قادیانی نے اس کی تشریح دوسری جگہ فرما دی ہے ۔انہوں نے ایام الصلح میں ایک مقام پر سرحدی پٹھانوں کا بنی اسرائیل ہونا ثابت کرتے ہوئے ایک ایسی دلیل دی ہے جو ہمارے دعوی کی تائید بلکہ تصدیق کرتی ہے۔ ملاحظہ کریں:

رسوم و عادات افاغنہ فرقے میان نسبت و نکاح نہ کردہ دختران از ملاقات و مخالطت با منسوب مضائقہ نہ گیرند ....در بعضے قبائل خوانین خیال مخالطت دختراں با منسوباں ونحوے جاری وساری است کہ غالب اوقات را

دخترے قبل از اجراء مراسم نکاح آبستنی شدہ

یعنی افغانوں کے بنی اسرائیل ہونے کی دلیل یہ ہے کہ ان کی رسوم اور عادات بھی ہیں کہ افغان یہودیوں کی طرح سگائی اور نکاح میں فرق نہیں جانتے سگائی میں لڑکیاں اپنے منگیتروں کے ساتھ ملنے جلنے سے پرہیز نہیں کرتیں اکثر اوقات منسوبہ لڑکیاں اپنے منسوبوں سے حاملہ بھی ہو جاتی ہیں۔

اس تمثیل اور تشبیہ کیلئے مثال میں جنابہ صدیقہ مریم کو پیش کرنے کو لکھا ہے

مثالاً اختلاط مریم صدیقہ با منسوب خودش یوسف و بمعیت وے خارج بیت گردش نمودن شہادۃ حقہ بر یں است

یعنی جس طرح افغانوں میں منسوبہ، منسوب سے ملتی جلتی بلکہ حاملہ بھی ہو جاتی ہے اسی طرح بنی اسرائیل میں لڑکیاں ہو جاتی تھیں جس کی مثال مریم صدیقہ ہے

کوئی آنکھوں کا سجھا کھا اور دل کا بینا ہے جو اس عبارت کو غور سے پڑھے اور دعوی کی صداقت میں تامل کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جون ۱۹۳۱ء ص ۴۔۶ ملخصاً)

خلیفہ قادیان کا عیسائیوں کے مقابل گریز

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ جس طرح مرزا غلام احمد نے ڈپٹی عبداللہ آتھم سے امرتسر میں مباحثہ کیا تھا اسی طرح آج ۳۸ سال بعد میاں محمود احمد کو بھی بحثیت بیٹا اور خلیفہ ہونے کے خود مباحثہ کرنا چاہیے۔لیکن اگر وہ اپنے میں یہ قوت نہیں پاتے یا ان کی منتظمہ کونسل کسی وجہ سے ان کا پیش ہونا مفید نہیں جانتی تو ان کی نیابت میں کسی دوسرے کو بھی لے لینا چاہیے۔

الفضل ۲۳ مئی میں لکھا ہے کہ عیسائی اگر خلیفہ صاحب ہی سے مباحثہ کرنا چاہتے ہیں تو ان کے مقابلہ میں سب سے بڑے عیسائی اٹلی کے پوپ کو لائیں۔اس کا جواب نور افشاں نے دیا کہ خلیفہ اپنے باپ سے بڑا

نہیں ہے۔ جب باپ نے ہمارے نمائندے آتھم سے مباحثہ کیا تو خلیفہ کی شان میں اس سے کیا نقص آ سکتا ہے۔

مگر ہم پوچھتے ہیں کہ ہندوستان کے امریکن مشن عیسائی تو پوپ کو اپنا بڑا نہیں جانتے بلکہ اس کو ایسا ہی جانتے ہیں جیسا عام مسلمان مرزا صاحب قادیانی کو۔ پھر اس کو نمائندہ کیسے بنائیں۔ غالباً قادیانی پارٹی اس ضروری امر سے واقف نہیں۔ بہر حال ہماری رائے یہ ہے کہ خلیفہ اگر خود مناظر نہ ہو تو اس کی نیابت میں جو بھی ہو اسے منظور کر لینا چاہیے۔ مگر خلیفہ کی تسلیم نہایت ضروری ہے۔

گو ہم اس میں کمشن ایجنٹ یا دلال نہیں لیکن حق رکھتے ہیں کہ درخواست کریں کہ جس میدان میں مرزائیوں اور مسیحیوں کا مباحثہ ہو، ان کے اختتام پر کم سے کم دو دو گھنٹے فریقین ہمیں بھی عنایت کریں۔ کیوں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۳۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۵۰ھ ص ۷۔۸)

کھلا عریضہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری

حافظ محمد حسن ناظم انجمن اہل حدیث لاہور مولوی محمد علی کو لکھتے ہیں:

میں نے ذیل کے دو خطوط یکے بعد دیگرے آپ کی خدمت میں ارسال کر کے درخواست کی تھی کہ آپ ان حدیثوں کا جو آپ نے اپنے ٹریکٹ نمبر ا مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۱ء میں درج کی ہیں حوالہ دیں لیکن آپ تا حال خاموش ہیں۔ اس لئے مجبوراً اخبار میں لکھنا پڑا۔ شائد اس طرح گوش گزار ہو جائے

خط اول: جناب محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

آپ کا ٹریکٹ نمبر ا مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۱ء بعنوان مسلمانوں کے حقوق کا تحفظ، بربادی سے بچنے کی راہ، دیکھا۔

اسکے صفحہ۴ پر دواقوال من کفر اهل لا اله ا لا الله فهو الی الکفر اقر ب ، لا تکفر اهل قبلتك ، آپ نے نبی ﷺ کی طرف منسوب کئے ہیں ۔بواپسی ڈاک ان ہردو اقوال کا بایں الفاظ صحیح سند سے حوالہ دے کر مشکور فرمائیں

خط دوم ۔دستی۔ لاہور ۲۸۔اپریل ۱۹۳۱ء ۔ ...

ایک ماہ سے زیادہ عرصہ گذر چکا ہے کہ میں نے ایک کارڈ کے ذریعہ دو احادیث من کفر اهل لا اله ا لا الله فهو الی الکفر اقر ب ، لا تکفر اهل قبلتك، کا حوالہ طلب کیا تھا،لیکن تا حال جواب سے جواب ہے۔ یہ خاموشی ایک مصنف اور امیر جماعت کی شان سے بعید ہے۔ یہ تعویق اور التواء برائے چہ۔ یاددہانی کے طور پر دوبارہ توجہ منعطف کراتا ہوں جلدی جواب دے کر مشکور فرمائیں۔

حافظ محمد حسن ناظم انجمن اہل حدیث لاہور۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ایک مطالبہ ہمارا بھی شامل کر لیجئے ۔مرزا غلام احمد نے حدیث لکھی ہے ۔ ما زنا زا ن و هو مو من ۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۵) ۔،یہ کہاں ہے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۳۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۵۰ھ ص ۸)

خلیفۃ المسیح کا فرار

جناب مدیر صاحب السلام علیکم ۔ مجھے ایک قادیانی دوست نے اخبار الفضل ۲۳ مئی (۱۹۳۱ء) کا دیا جس کے صفحہ ۳ پر جلی قلم سے لکھا ہے :

پادری برکت اللہ مسیحی مشنری کا چیلنج منظور۔

مضمون پڑھا تو صاف فرار دیکھا..کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ :

مجھے امید ہے کہ پادری برکت اللہ اس بات پر خواہ مخواہ اصرار نہ کریں گے کہ حضرت خلیفۃ المسیح مجوزہ مباحثہ میں

خود ہی مباحث ہوں۔۔اب کوئی پوچھے کہ پادری صاحب تو تمارے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو چیلنج دیں کہ میدان مباحثہ میں مباحث بن کر آؤ اور تمہارا خلیفہ مباحثہ کے لئے تیار نہ ہو۔تو چیلنج منظور کیسے ہوا؟ ..

قادیانی دوستو! اگر تمہارا خلیفہ (مرزا محمود احمد) تفسیر نویسی کے لئے شیر پنجاب مولانا ثناء اللہ کے ساتھ مقابلہ نہیں کرسکتا تو کیا وہ عیسائیوں کے مقابل آنے سے بھی خائف و ترساں ہے؟....

خاکسار سلیمان خان۔از فتح گڈھ چوڑیاں ضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جون ۱۹۳۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۵۰ھ ص ۸)

مرزا قادیانی اور آیات قرآنی

سید محمد حسن شاہ ؒ مالاکنڈ سے لکھتے ہیں:

جب بوجہ غلبہ کفر کے دین الہی کو عوام الناس فراموش کر دیتے ہیں تو ان کی ہدایت اور اصلاح کیلئے اللہ اپنے خاص مقرب بندے جن کو عام اصطلاح میں پیغمبر یا نبی کہتے ہیں، مامور کرتا ہے۔اوران کا فرض یہ ہوتا ہے کہ دین الہی کی تصدیق کریں اور مصدق کتب سماوی ہوں۔اگر کوئی نبی اس معیار پر صادق نہ اترے، تو جان لو کہ وہ نبی اللہ نہیں، بلکہ اس کا دعوی محض اس کے نفس کا افتراء ہے۔

اسی حیثیت سے آج ہم مرزا غلام احمد کو دیکھتے ہیں اوران کی تحریرات کا قرآن مجید کے احکامات سے مقابلہ کرتے ہیں۔

۱۔خدا آغاز قرآن میں فرماتا ہے: الحمد لله ر ب العالمین۔ الر حمن الر حیم

(ہر طرح کی تعریف خدا تعالی ہی کو سزاوار ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔نہایت رحم کرنیوالا مہربان)

اس کے مقابل مرزا غلام احمد اربعین کے صفحہ میں یوں لکھتے ہیں، خدا، مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

تیرا نام پورا ہو جائے گا میرا نام پورا نہیں ہوگا۔

۲۔اللہ تعالی سورہ بقرہ میں فرماتا ہے: فلا تجعلوا للّٰہ اندا داً و انتم تعلمون

(پس کسی کو اللہ کا ہم پلہ نہ بناؤ اور تم جانتے بوجھتے ہو)

اس کے برخلاف مرزا غلام احمد آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۶۴ پر یوں لکھتے ہیں:

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی اللہ ہوں۔

۳۔قرآن میں ارشاد باری ہے:

الف۔ ھو الذی خلق لکم ما فی ا لار ض جمیعاً ثم استوی الی السماء فسوّ ھن سبع سـمـا وا ت (وہی قادر مطلق ہے جس نے تمہارے لئے زمین کی کل کائنات پیدا کی پھر، اس کے علاوہ ایک بڑا کام یہ کیا کہ، آسمان کے بنانے کی طرف متوجہ ہوا اور سات آسمان ہموار کر دیئے)۔

ب۔ الحمد لله الذی خلق السماوا ت و ا لار ض ۔(الانعام)۔(ہر قسم کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا)

ج۔ ھو الذی خلقکم من طین (الانعام) وہی قادر مطلق ہے جسنے تم لوگوں کو مٹی سے پیدا کیا

اس کی ضد میں مرزا غلام احمد، آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴۔۵۶۵ پر رقم طراز ہیں:

میں نے اپنے دل میں کہا کہ ہم کوئی نیا نظام دنیا کا بنا دیں یعنی نیا آسمان اور نئی زمین بنا دیں۔ پس میں نے پہلے آسمان اور زمین اجمالی شکل میں بنائے جن میں کوئی تفریق اور ترتیب نہ تھی۔ پھر میں نے ان میں جدائی کر دی اور جو ترتیب درست تھی اس کے موافق ان کو مرتب کر دیا۔ اور میں اس وقت اپنے آپ میں ایسا پاتا تھا گویا میں ایسا کرنے پر قادر ہوں۔ پھر میں نے وِرلا آسمان بنایا اور میں نے کہا انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح (ہم نے آسمان کو ستاروں کے ساتھ سجایا ہے)۔ پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی سے بناتے ہیں۔

۴۔سورہ بقرہ میں ارشاد ہے: الله لا اله الّاھو الحی القیو م لا تا خذہ سنة و لا نو م (اللہ نہیں کوئی معبود مگر ایک خدا زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا۔ نہیں پکڑتی اللہ کو اونگھ اور نیند)

اس کے برخلاف مرزا غلام احمد کی تحریر البشری جلد ۲ صفحہ ۷۹ پر یہ ہے، یعنی خدا تعالی فرماتا ہے: میں نماز پڑھوں گا، روزہ رکھونگا، جاگتا ہوں اور سوتا ہوں۔

۵۔اللہ تعالی فرماتا ہے: ا۔ اسمه المسیح عیسی بن مر یم و جیهاً فی الد نیا وا لآ خر ة و من

المقر بین ۔(آل عمران)(اسکا نام ہوگا مسیح ابن مریم، دنیا اور آخرت میں رودار اور خدا کے مقرب بندوں میں سے)

۲۔قال انما انا رسول ربك لا هب لك غلاماً زكياً (مریم) ۔

(جبریل بولے کہ میں تو بس تمہارے پروردگار کا بھیجا ہوا فرشتہ ہوں اور اس لئے آیا ہوں کہ تم کو ایک پاک طینت لڑکا دوں)۔

۳۔قال انی عبد الله آتانی الكتاب و جعلنی نبیاً و جعلنی مباركاً این ما كنت و اوصانی بالصلوة و الزكوة ما دمت حياً و برّا بوالدتی ولم يجعلنی جباراً شقياً ۔و السلام علیّ يوم ولدت و يوم اموت و يوم ابعث حياً ۔ذلك عيسى بن مريم (مریم)

(اس پر بچہ بول اٹھا کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھ کو کتاب عنایت فرمائی اور مجھ کو پیغمبر بنایا اور کہیں بھی رہوں مجھ کو بابرکت کیا اور مجھ کو حکم دیا کہ جب تک زندہ رہوں نماز پڑھوں اور زکوۃ دوں اور مجھ کو اپنی ماں کا خدمت گار بنایا اور مجھ کو سخت گیر اور بدراہ نہیں کیا۔اور مجھ پر خدا کی امان جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن میں مرونگا اور جس دن دوبارہ زندہ اٹھا کر کھڑا کیا جاؤں گا۔اے پیغمبر! یہ ہے عیسی بن مریم کی حقیقت)

اس کے مقابلہ میں مرزا قادیانی کا کلام بے نظام یوں ہے:

ا۔حضرت عیسی نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔(چشمہ مسیحی۔ص۹)۔

۲۔یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال چلن نہ خدائی بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعوی شراب خوری کا بدنتیجہ ہے(ست بچن۔ص ۱۷۲)۔

۳۔مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیؤ شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔(مکتوبات احمدیہ۔ج۳ص۲۳۔۲۴)۔

۴۔یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔(کشتی نوح۔ص۶۵)۔

۵۔ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی (ضمیمہ انجام آتھم۔ص۵)۔

۶۔حضرت یسوع صاحب نے نہایت درجہ کی ذلت دیکھی (انجام آتھم ص۱۲)۔

۷۔آپ(مسیح) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی

پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا۔۔کہ وہ زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہو سکتا ہے۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۷)

۶۔سورہ آل عمران میں ارشاد ہے: انّی ا خلق لکم من الطین کھیئة الطیر فانفخ فیه فیکو ن طیراً باذن الله (میں تمہارے اطمینان خاطر کے لئے مٹی سے پرند کی شکل کا سا ایک جانور بناؤں پھر اس میں پھونک ماردوں اور وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے)

مرزا غلام احمد اس طرح گوہر افشانی کرتے ہیں:

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔(ازالہ اوہام۔ص ۳۷)

۷۔سورہ آل عمران میں ہے: وابریء الا کمه و الا بر ص و ا حی المو تی باذن الله

(اور خدا کے حکم سے مادرزاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کردوں)

مرزا غلام احمد کا اس کے مخالف یہ قول ہے:ا۔آپ کے ہاتھ میں سوائے مکروفریب کے اور کچھ نہیں تھا(ضمیمہ انجام آتھم)۔

۲۔حضرت مسیح کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا جیسا کہ مسلمانوں میں بھی اس وقت عام عقیدہ ہے تو پھر اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ نعوذ باللہ حضرت مسیح،حضرت نبی کریم ﷺ سے افضل تھے۔

۸۔قرآن مجید میں ہے: اللّٰه الصّمد ۔(اللہ بے نیاز ہے) و لم یکن له کفواً ا حد۔ (اور نہ کوئی اس کے برابر ہے)

مرزا غلام احمد کا قول ہے:

ا۔دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں،خدا کی مانند۔ (اربعین حاشیہ ص ۲۵)۔

۲ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں (آئینہ کما لات اسلام ص ۶۴)

احمدی مومنو! اگر اقوال مرزا قادیانی کی تشریح میں سیدھی اور صاف راہ اختیار کی جائے اور محترمہ محمدی بیگم والی تفسیر کو دخل نہ دیا جائے تو تم ہی ایمان سے کہو (ان کنتم مومنین) کیا نبی کی یہی پہچان ہے کہ وہ

خدا کے ہر قول وفعل کی مخالفت کرے؟ اور کیا اس افسوس ناک کلام کو سن کر تمہارے حق میں، تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا، کی مثل صادق نہیں آتی؟ اور اگر تم ویسی ہی اس کی بھی تفسیر پیش کرو جیسی کہ تم عبداللہ آتھم اور مولانا ثناء اللہ والی پیش گوئیوں کے متعلق کر چکے ہو، یا وہ نکات بیان کرو جو تم اکثر اوقات کرتے ہو تو ہم پہلی جماعت میں پڑھا ہوا سبق دہرانے سے باز نہیں رہ سکتے جس کا ایک فقرہ یہ ہے:

اونٹ رے اونٹ تیری کل کون سی کل سیدھی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۳۱ء مطابق ۲ صفر ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۳۳ ص ۵۔۷)

بٹالہ میں اہلحدیث اور مرزائیوں کا مباحثہ اور مباہلہ

وسط جون میں بٹالہ کی انجمن شباب المسلمین نے جلسہ کیا جس میں خلیفہ قادیان کو فیصلہ کن مباحثہ کے چیلنج دیا۔ لکھا کہ خلیفہ خود آئے یا اپنا نمائندہ بھیجے۔ خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے اپنا نمائندہ بھیجا اور عین وقت پر آ کر اس نے شباب المسلمین سے مطالبہ کیا کہ وہ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس یا جمعیت علماء ہند سے سند نمائندگی پیش کریں۔

جلسہ ہو رہا تھا یہ کس طرح ممکن تھا۔ پھر چلتے چلاتے انجمن اہل حدیث بٹالہ سے ۲۹، ۳۰ جون کے روز مباحثہ مقرر ہو گیا۔ اہل حدیث کی طرف سے مولوی یوسف اور مولوی احمد دین دو روز پیش ہوئے اور قادیان کی طرف سے مولوی محمد یار اور مولوی اللہ دتہ۔ مباحثہ خوب گرما گرم ہوا۔ دوران مباحثہ میں مباہلہ کا ذکر بھی آ گیا۔ اس لئے جماعت اہل حدیث کے امیر کی طرف سے اشتہار مباہلہ دیا گیا جو درج ذیل ہے:

چیلنج مباہلہ:

فمن حاجك فيه من بعد ما جاءك من العلم فقل تعالوا ندع ابناءنا و ابنائكم و نساءنا ونساءكم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكافرين (جو لوگ علم آنیکے بعد عیسیٰ کے بارے میں تجھ سے جھگڑیں ان سے کہدے کہ آؤ ہم اپنے بیٹوں کو بلائیں تم اپنے بیٹوں کو

بلاؤ ہم اپنی عورتوں کو بلائیں تم اپنی عورتوں کو بلاؤ اور ہم اپنی جانوں کو بلائیں تم اپنی جانوں کو بلاؤ۔ پھر مباہلہ کریں۔ پس جھوٹوں پر اللہ کی لعنت کریں)

مرزا محمود خلیفہ جماعت قادیانی کو چیلنج مباہلہ بابت دعوی مرزا غلام احمد کہ میں مسیح موعود ہوں۔ عیسیٰؑ کی الوہیت کی بابت جن لوگوں نے جھگڑا کیا تھا قرآن مجید میں ان کی تردید فرما کر آخر میں ان کو مباہلہ کی دعوت دی گئی ہے جس کا ذکر اوپر کی آیت میں ہے۔ مرزا صاحب کا بھی بڑے زور شور سے دعوی ہے کہ وہ مر گئے اور ان کی جگہ پر قرآن وحدیث کی پیش گوئی کے مطابق میں آ گیا ہوں۔ ہر چند علمائے کرام نے دلائل سے ان کو ان کی جماعت کو واضح طور پر سمجھایا مگر وہ نہ مانے۔ میری طرف سے مرزا قادیانی کے جانشین ان کے بیٹے خلیفہ ثانی مرزا محمود قادیانی کو چیلنج ہے کہ وہ بمقام امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۳۱ء کو عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ متصل ریلوے لائن میں صبح ۸ بجے بمعہ اہل وعیال جیسے کہ اوپر کی آیت قرآنی میں مذکور ہے آ کر میرے ساتھ مباہلہ کر لیں اور میعاد نتیجہ مباہلہ سے ایک سال تک ہوگی اور نتیجہ انسانی ہاتھوں سے بالاتر اور خرق عادت ہوگا۔ منظوری چیلنج کا انتظار ۱۰ جولائی ۱۹۳۱ء تک کیا جائے گا۔ ورنہ مباہلہ سے فرار سمجھا جائے گا۔

راقم سید محمد شریف گھڑیالوی بقلم خود۔ ۳۰ جون ۱۹۳۱ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۳۱ء مطابق ۱۶ صفر ۱۳۵۰ھ ص....)

مرزائیوں کا فرار:

ہمارے موضع نون ضلع گورداسپور میں مرزائیوں نے آنا جانا شروع کر کے تبلیغ شروع کی تھی۔ ہم نے مولوی یعقوب صاحب مبلغ اہل حدیث کانفرنس کو مناظرہ کے لئے بلایا۔ مناظرہ کا دن ۲ جون ۱۹۳۱ء مقرر ہوا۔ مولوی یعقوب کے آگے کوئی مرزائی نہیں آیا۔ خدا نے ہم کو فتح دی۔

راقم: جلال الدین ذیلدار۔ غلام محمد ذیل دار وغیرہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۳۱ء مطابق ۱۶ صفر ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۴)

مباہلہ سے فرار اور مریدوں کی نظر میں قرار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پیری مریدی بھی عجب جال ہے کو مرید کو سوچنے سمجھنے سے سبک دوش کر دیتی ہے سید محمد شریف اہل حدیث گھڑیالوی نے بحثیت اپنی جماعت کے امیر ہونے کے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت دی جس کا اشتہار گزشتہ پرچے میں درج ہو چکا ہے۔اس کے جواب میں ہمارے احباب میں تذکرہ ہوتا تھا کہ اس کا جواب قادیان سے کیا نکلے گا۔بعض کی رائے تھی کہ میاں محمود احمد ضرور میدان میں آئیں گے مگر ہماری ذاتی رائے تھی کہ نہیں آئیں گے۔آخر وہی ہوا جو ہماری رائے تھی۔میاں صاحب کی اگزیکٹو کونسل نے جو پاس کیا وہ بذریعہ اشتہار شائع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔آپ (سید محمد شریف) نے مجھ سے پوچھے بغیر تاریخ اور مقام مباہلہ مقرر کر دیا جو ٹھیک نہیں،۔

۲۔مباہلہ سے پہلے اتمام حجت کر لینا چاہیے۔

۳۔مباہلہ سے پہلے دو گھنٹے میں تقریر کرونگا اور دو گھنٹے آپ (سید صاحب) کریں۔

۴۔مباہلہ میں فریقین کے مبائعین میں سے ایک ایک ہزار،کل دو ہزار آدمی شریک ہوں۔

۵۔باقی شرائط کے لئے ایک کمیٹی مقرر ہو جس میں دو دو ممبر فریقین کے کل چار۔اور تین غیر جانبدار۔جوان چار کے انتخاب سے مقرر ہوں کل سات ممبر ہونگے جو باقی شرائط کا تصفیہ کرینگے۔

یہ ہے خلاصہ قادیانی جواب کا۔

ہم نے جو عنوان میں دعوی کیا ہے کہ جواب کیا ہے فرار ہے مگر مریدوں کی نظر میں قرار۔اس اشتہار کو باریک نظر سے دیکھنے سے یہی ثابت ہوتا ہے۔،

اس کے جواب میں سید محمد شریف صاحب نے اشتہار دیا ہے کہ ہزار آدمی کی شرط لگانا شرع شریف

میں نہیں ہے، نہ تقریریں کرنے کی حاجت ہے۔ ہاں میری طرف سے دوممبر حافظ عبداللہ اور مولوی یوسف صاحبان ہونگے۔(۱۰جولائی) ۔

ہم سردست اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں جو اخیر میں ظاہر کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷جولائی ۱۹۳۱ء مطابق ۳۰صفر ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۳۷ ص ۵)

حدیث مجدد

مرزائی لوگ بابت حدیث حسب ذیل حوالہ جات دیتے ہیں۔ان پر روشنی ڈال کر مشکور فرمائیں:

۱۔ان الله یبعث لهذه ا لا مة علی رأس کل مأة من یجدد لها دینها۔ (سنن ابی داؤد)۔

امام سیوطی مرقاۃ الصعود میں اس کی بابت لکھتے ہیں اتفق الحفا ظ علی تصحیحه

حاکم نے مستدرک میں بیہقی نے مدخل میں اس کا ذکر کیا ہے۔

ابوالفضل عراقی اور ابن حجر اس کی صحت کے قائل ہیں۔مرقاۃ

حافظ ابن عساکر نے اس کی صحت کو صحیح مان کر لکھا ہے کہ حدیث مذکور سے ہر صدی کے سر پر مجدد کا آنا ثابت ہوتا ہے۔(عبدالقادر بن عبداللہ حاشیہ احیاء العلوم۔ص ۳۲)۔

امام منادی، ملا علی قاری، علی متقی نے صحیح تسلیم کیا ہے۔(مرقاۃ)

۷۔نواب صدیق حسن نے حجج الکرا مة کے صفحہ ۱۵ پر لکھا ہے:

رواه ابو داؤد والحا کم فی المستد ر ك و البیهقی فی المعرفة عن ابی هر یرة باسنا د صحیح

۸۔و قد اتفق الحفا ظ علی تصحیح هذا الحد یث (حجج الکرا مہ۔ص ۱۳۳)

۹۔ خبر داد ازانکہ برراس برمأۃ مجدد پیدا خواہد شد وہم چناں واقع شد (شاہ ولی اللہ درازالۃ الخفاء۔ص ۴۱)۔

۱۰۔ و قا ل النبی ﷺ ان الله یبعث لهذه ا لا مة علی رأس کل مأة سنة من یجدد لها د ینها ۔(شاہ ولی اللہ در تفہیمات الہیہ۔ص ۳۵)

خاکسار محمد اسماعیل خریدار اخبار اہل حدیث نمبر ۱۴۷۹۔

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں سب سے اول قابل غور بات یہ ہے کہ من یجدد میں لفظ من مفرد کے معنی میں ہے یا جمع میں؟ کچھ شک نہیں کہ آج دنیا اسلام اتنی وسیع ہے کہ ایک مجدد ساری امت مسلمہ کی اصلاح نہیں کر سکتا عقلاً بھی محال ہے۔ ہمارے سامنے (بزعم خود) مجدد اعظم قادیانی ہے کیا وہ یا انکے مرید بتا سکتے ہیں کہ ان کی اصلاح چینی مسلمانوں میں کارگر ہو چکی ہے۔ عرب، ایران، افغانستان وغیرہ تو بالکل نزدیک ہیں۔ اس لئے شرح مشکوۃ میں بھی اس من کو بمعنی جمع لیا ہے۔

دوسرا لفظ تحقیق طلب تجدید ہے۔ کچھ شک نہیں کہ اس کے معنی یہ ہیں کہ جو دین رسول اللہ ﷺ نے امت کو سکھایا اور جس پر آپ امت کو چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہوئے اور امت مسلمہ نے اس میں غفلت کر کے اسے چھوڑ رکھا ہے یعنی اصل توحید و سنت، وہ مجدد دین وہی دین امت مسلمہ کے سامنے پیش کریں گے جیسے خاندان دہلوی خصوصاً مولانا اسماعیل شہیدؒ نے عمل کیا۔

پس مطلب حدیث کا یہ ہے کہ ہر صدی میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو دنیا اسلام میں توحید و سنت اور اخلاق فاضلہ کی طرف مسلمانوں کو دعوت دیں گے اور شرک و بدعت سے ستھرا کر کے اصل دین ان کے سامنے پیش کرینگے آمنا و صدقنا

کیا یہ صفت قادیانی مجدد میں پائی جاتی ہے؟ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ قادیانی کتب میں سوائے اپنی شخصیت منوانے کے دوسرا کوئی اہم مضمون نہیں ملتا ساری تصنیف کا خلاصہ یہ ہے کہ

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ہاں درثمین میں یہ بھی کہتے ہیں

آدم نیز احمد مختار
در برم جامہء ہمہ ابرار

ہاں تریاق القلوب میں یہ کہتے ہیں

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا

منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ توحید و سنت کا مضمون قادیانی کی کتب میں اتنا بھی نہیں ملتا جتنا کہ ایک چھوٹی سی کتاب تقویۃ الایمان میں ہے۔ علاوہ اس کے اس مجدد نے امت مسلمہ کے سامنے اس کا پرانا دین پیش نہیں کیا۔ بلکہ نیا دین بنا کر پیش کیا۔ مثلاً تصویر کا کھچوانا پہلے دین میں منع تھا، اس مجدد نے اس کو جائز کیا بلکہ اپنی تصویر فروخت کی۔

سب انبیاء کرام خصوصاً اولوالعزم رسل کی عزت کرنا فرض اور ہتک کرنا حرام بلکہ کفر تھا، مگر اس مجدد کا یہ حال ہے کہ کھلے منہ حضرت روح اللہ عیسی مسیح کو بدترین الفاظ سے یاد کرتا ہے۔ چنانچہ اس مجدد کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے یہ صلاح دی کہ (مرض) ذیابیطس کیلئے افیون مفید ہوتی ہے پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی مہربانی کی ہے کہ ہمدردی فرمائی، لیکن اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون شروع کھانے عادت کرلوں تو ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔ (نسیم دعوت۔ ص ٦٧)

مقام غور ہے کہ اس مجدد نے اس کلام بے نظام میں دو بڑے جدید مسئلے اپنی جماعت کو تلقین کئے۔

١۔ افیون فی نفسہ حلال ہے صرف لوگوں کے کہنے سے رکتے ہیں۔ کیا عجب کہ علیحدگی میں نوش فرماتے ہوں۔

٢۔ دوسرا مسئلہ آپ کی اس تحریر سے یہ ثابت ہوا کہ مسیح اول شراب خور تھے۔

واضح رہے کہ شراب خوری کو خدا نے بت پرستی کے ساتھ ملا کر فرمایا ہے انّما الخمر و المیسر و الا نصا ب و ا لاز لا م رجس من عمل الشّیطا ن فا جتنبوہ لعلکم تفلحو ن ۔(پ٧ع٢)

(سن رکھو شراب، جوا، بت اور شرکیہ تیر ناپاک اور شیطانی حرکت سے ہیں، ان سے بچتے رہو تا کہ تم عذاب سے چھوٹ جاؤ)۔

باوجود اس نص صریح کے قادیانی مجدد حضرت مسیح کو شراب خور کہتا ہے تو باانصاف ناظرین غور کریں کہ یہ اسلام کی تجدید ہے یا دین جدید ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۳۱ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۳۷ ص ۵-۶)

پیر جماعت علی شاہ اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین حیران ہوں کہ آج ہم نے ان دو بزرگوں کو یکجا کیوں زیب عنوان کیا ہے بحالیکہ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کی ضد اور نقیض ہیں۔ ہم بھی اس بات کو مانتے ہیں کہ یہ دونوں بزرگ ایک دوسرے کے نقیض ہیں مگر باوجود مختلف ہونے کے ایک امر میں شریک ہیں۔ وہ امر کیا ہے؟ خودستائی۔

مرزا صاحب کا اپنی نسبت جو خیال تھا وہ تو اپنے لفظوں میں خود بیان کرتے تھے شاہ صاحب اس وزن کے دعاوی اپنے لفظوں میں خود نہیں کرتے تھے کیونکہ یہ لکھنا نہیں جانتے اس لئے ان کے مریدان کی کسر نکالتے ہیں۔ جن کے اقوال آج ہم نقل کریں گے۔ مرزا صاحب قادیانی درثمین اردو میں کہتے ہیں

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

تریاق القلوب میں کہا ہے: منم محمد واحمد کہ مجتبی باشد

درثمین میں آپ نے یہ بھی کہا

آدمم نیز احمد مختار۔ دربرم جامہء ہمہ ابرار

خطبہ الہامیہ میں آپ نے کہا: ان قدمی علی منارۃ ختم علیھا کل رفعۃ

۔(میرا قدم اس منارہ پر ہے جس پر ساری بلندیاں ختم ہیں)۔

خطبہ الہامیہ میں یہ بھی فرمایا: لا ولی بعدی الا من تبعنی

تر یاق القلوب میں مرزا قادیانی نے یہ بھی کہا۔ اعطیت صفت الاحیاء والافناء
(مجھے زندہ کرنے اور مارنے کی طاقت دی گئی ہے)۔

اس قسم کے اور کئی دعوی کیئے ہیں جو اپنی جگہ پر مذکور ہیں۔اس کے مقابل حضرت پیر صاحب کے مریدان کے حق میں کہتے ہیں وہ سن کر خوش ہوتے ہیں مرید کہتے ہیں

ماہر علم لدنی واقف اسرار غیب
قطب عالم ، غوث اعظم ، وارث پیغمبراں
اولیاء ہونے کو دنیا میں بہت ہیں اولیاء
ان کی سیرت ان کی صورت ان کی عادت کا کہاں

(انوار الصوفیہ نمبر ۸ جلد ۷)

یہ بھی کہا ہے(حوالہ مذکور):

کمی نہیں ہے کسی شئے کی تیری حضرت میں
ہر ایک شخص ہے پاتا مراد من مانی
ہے کیا مجال کہ ٹل جائے تیری بات کبھی
ہر ایک لفظ ہے گویا قضائے ربانی
تو وہ مسیح نفس ہے کہ قم اگر کہہ دے
رہے نہ گور میں مردے کو عذر بے جانی

ایک قصیدے میں یوں خطاب ہے

تمہیں کہتا ہے کوئی غوث کوئی قطب ربانی
نشان کچھ آپ کا مجھ کو بتا دو اے مرے خواجہ
سنا کرتے ہیں عیسی کی مسیحائی کا شور و غل
دم مردہ کو تو زندہ بنا دے اے مرے خواجہ

(انوارالصوفیہ نمبر۲ ج ۵)

اب ذرہ نام کی بھی تصریح سنئے (ایضا نمبر۹ ج ۷)

نظر سے جن کے ہوئے لاکھوں ولی ہیں
وہ قطب زماں شاہ جماعت علی ہیں

اس قسم کے اشعار اور قصائد بہت ہیں ہم نے صرف نمونے کے لئے یہ چند اشعار لکھے ہیں

اب ایک اور شعر سنا کر مقابلہ کی غرض بتاتے ہیں وہ شعر اس صفت کا ہے جو احادیث میں اصحاب بدر کی آئی ہے اعملوا ما شئتم قد غفر ت لکم

خدا فرماتا ہے اے اصحاب بدر میں نے تم سب کو بخش دیا صحابہ کرام میں تو اصحاب بدر چند نفوس تھے مگر حضرت جماعت علی شاہ کے مریدین سب کے سب اس صفت کے ہیں جن کے حق میں (انوارالصوفیہ نمبر۹ ج ۷ میں) یہ شعر ہے

عدو جن کے دارین میں روسیاہ ہیں
مریدوں کے بخشے گئے سب گناہ ہیں

ناظرین کرام! ان دونوں بزرگوں کے دعاوی پر ہم تنقید کرنا نہیں چاہتے ہاں اتنا عرض کرتے ہیں کہ ان بزرگوں کے یہ دعاوی اور یہ پاک مسیحا نفسی کا مقتضا مسلمان قوم کے حق میں یہی ہونا چاہیے تھا جو ہو رہا ہے کہ تمام عالم میں مسلمان جہاں رعایا ہیں وہاں بھی ذلیل بلکہ ذلیل ترین۔ جہاں برسر حکومت ہیں وہاں بھی بمقابلہ ضعیف۔ اور ضعف میں دن رات تنزل۔ ملک پر ملک چھن رہے ہیں شہروں میں املاک جا رہے ہیں تو دیہات میں اراضی چھن رہی ہیں تجارت تباہ فلاحت برباد یہاں تک کہ ایمان و عمل بھی معدوم۔

آپ اور آپ کے اتباع ذرہ سا صبر و سکون کر کے ہمیں بتا دیں کہ ان دونوں بزرگوں کی دنیا میں تشریف آوری سے پہلے مسلمانوں کی جو حالت تھی آج اس سے کچھ اچھی ہے یا اس سے بھی گری ہوئی؟ یقیناً گری ہوئی نہیں بد سے بدتر بلکہ بدترین۔ تو کیا ہم ان دونوں حضرات کی خدمت میں یہ شعر نذر کریں

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

ہمارا استفسار: یہ تو ان دونوں حضرات کی بابت ہمارا مشترکہ ریویو ہے اب ہم خاص شاہ صاحب سے روئے سخن کرتے ہیں

کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی اور دعوت کل مسلمانوں کے خلاف ہے ہر ایک فرقہ ان سے نالاں اور ہر ایک جماعت ان کے دعاوی کی مکذب مگر واقعہ یہ ہے جس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ آپ (شاہ صاحب) کی طرف سے اس گروہ کے مقابلہ میں کوئی خاص توجہ نہیں کی جاتی ہے کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ سال بھر میں آپ کے حلقہ سے کتنی کتابیں کتنے اشتہار یا کتنے مضامین تردید مرزا میں نکلتے ہیں اور ان کا کیا انتظام ہے؟ یا آپ کے ایما سے کتنے آپ کے خدام مرزائیوں سے مباحثات کرتے ہیں؟

مزید افسوس۔ ہمارے ناظرین شائد مطلع نہ ہوں کہ شاہ صاحب کے اردگرد کلانور وغیرہ میں اس وقت عیسائیوں رافضیوں اور مرزائیوں کی اتنی کثرت اور زور ہے کہ پنجاب کے دوسرے علاقوں میں ... یہاں تک کہ پیر جماعت علی...ان سب کے درمیان میں گویا ...ہے تو کیا ان لوگوں کی غلط کاری یا اردگرد کی کثرت آپ سے مخفی نہیں ہے؟ مخفی نہ ہوگی تو کیا آپ ہمیں بتا سکتے ہیں کہ آپ نے خاص اپنے اردگرد سے ان تینوں فرقوں کی غلط کاری یا گمراہی کے انسداد کا کیا طریق سوچا۔ یا کیا عمل کیا؟

ہاں ہم بافسوس اس امر کا اظہار کرتے ہیں کہ جس جماعت حقہ (اہل حدیث) پر شاہ صاب کی خاص نظر عتاب رہتی ہے اسی جماعت کے متعدد واعظ ان کے علاقہ میں ان سے محاصرہ توڑنے کے لئے کئی کئی ماہ دورہ کرتے رہے کئی جگہ مباحثے کئے اور اب بھی گلہ مہاراں وغیرہ میں کرتے ہیں اور کرتے رہیں گے۔

شاہ صاحب تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہر مسلمان پر خصوصاً آل رسول پر فرض مقدم ہے پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اتنے اوصاف کے مالک ہو کر اس ضروری کام خاص کر تردید مرزا پر بھی توجہ نہیں کرتے کیا اس لئے کہ (بقول مرزا محمود خلیفہ قادیان) آپ کو ان سے کبھی کام پڑتا ہے ۔اور آپ ان سے کچھ امید خیر رکھتے ہیں چنانچہ مرزا محمود احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اتفاقاً ریل گاڑی میں ایک ہی جگہ مجھے اور جماعت علی صاحب کو بیٹھنا پڑا جب گاڑی چلی تو انہوں نے پوچھا آپ کہاں جائیں گے؟ میں نے کہا بٹالہ جا رہا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا خاص بٹالہ جائیں گے یا کسی گاؤں میں۔ مین نے کہا قادیان۔ کہنے لگے کیا آپ قادیان کے رہنے والے ہیں؟ میں نے ہاں قادیان کا رہنے والا ہوں۔ کہنے لگے آپ کا مرزا صاحب کے ساتھ کوئی رشتہ بھی ہے؟ میں نے کہا ہاں رشتہ ہے۔ پھر پوچھا کیا رشتہ ہے؟ میں نے کہا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس پر پیر صاحب نے بڑے تپاک کا اظہار کیا اور کہا کہ میں تو بڑی مدت سے آپ کی ملاقات کا شائق تھا۔ بہت خوشی ہوئی آپ سے ملاقات ہوگئی۔ ان دنوں ان کا ایک احمدی سے مقدمہ تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ کسی احمدی سے ملاقات ہو جائے تو اس کے ذریعہ سے مقدمہ میں سفارش کرائیں۔ خیر اس کے بعد انہوں نے میوہ کشمش وغیرہ منگوایا اور مجھے بھی کھانے کے کہا مجھے نزلہ تھا میں نے عذر کیا کہنے لگے یہ تو یوں ہی باتیں ہیں جو کچھ ہونا ہے وہ تو ہو ہی جاتا ہے ۔(الفضل ۲۱ فروری ۱۹۳۱ء ص ۲۸)

ناظرین! یہ مقابلہ دکھانے سے ہماری غرض کسی پر چوٹ کرنی نہیں بلکہ یہ مقصود ہے کہ مسلمان ہر ایک مدعی کے پنجے میں نہ پھنس جایا کریں بلکہ اس کے کام دیکھا کریں کیونکہ شیخ سعدی فرما گئے ہیں

هنر بنما اگر داری نہ جوہر
گلست از خار ابراہیم از آذر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء ص ۳۔۴)

مباہلہ ہوگا؟

غالباً نہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں ہم فریقین کی اشتہار بازی بتا چکے ہیں۔سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی اہل حدیث کے اشتہار کے بعد خلیفہ قادیان نے جو اشتہار دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

فریقین کے ممبروں کی سب کمیٹی اس وقت بیٹھے گی جب آپ ہماری باتیں مان لیں گے کہ ایک ایک ہزار آدمی فریقین کا ہو ۔دو دو گھنٹے فریقین تقریر کریں۔وغیرہ

اس کا جواب سید صاحب کیا دیں گے۔آج تک شائع نہیں ہوا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۳۸ ص ۵)

قادیانی اور عیسائی مناظرہ کیوں نہیں ہوتا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے بارہا لکھا ہے کہ مذہبی تحقیق کے لئے گفتگو کرنا یا مجلس مقرر کرنا ہر طرح مستحسن ہے، پھر اس میں توقف کیا اور اس کے لئے شرائط کیا۔کون نہیں جانتا کہ قوانین مناظرہ فطری ہیں۔ جو فطری نہ جانتا ہو، وہ تعلیمی طور پر جان سکتا ہے۔علم مناظرہ میں سب کچھ مذکور ہے۔مگر بایں ہمہ عیسائی اور قادیانی مناظرہ کیوں نہیں ہوتا حالانکہ آج سے ۳۸ سال پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر عیسائی کا مناظرہ ہوا ،اس کی شرائط اور طریق دونوں فریقوں کے لئے اسوہ حسنہ ہے پھر کیوں مباحثہ نہیں ہوتا۔ ہمارے خیال میں اس کا زیادہ جواب دہ عیسائی گروہ ہے کیونکہ ان کی طرف سے تحریک ہوئی تھی اسلئے ان کو جھکنا چاہیے تھا۔ممکن ہے ہماری رائے غلط ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء ۲۸ نمبر ۳۸ ص ۵)

قادیانی مسخرہ پن

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۵ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوی میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہی دنوں آسمان سے اتر آئے کیونکہ میں تو موجود ہوں، مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں۔ میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر آئے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔

آپ لوگ اگر سچ پر ہیں تو سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتا دکھائی دے۔ اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی (جیسی آپ کی دعا محمدی بیگم کے حق میں قبول ہوئی؟ ثناء اللہ) کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے لیکن آپ یقین سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی کیونکہ آپ غلطی پر ہیں۔

پھر صفحہ ۶۸۳ میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

ہر ایک شخص سمجھ سکتا ہے کہ اس وقت جو ظہور مسیح کا وقت ہے کسی نے بجز اس عاجز کے دعوی نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں بلکہ اس تیرہ سو سال میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوی نہیں ہوا کہ میں مسیح موعود ہوں (مسیح موعود کا نہ آنا ہی آپ کے مسیح موعود ہونے پر دلیل ہے؟ یاللعجب۔ ثناء اللہ)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اہل حق کو کتنا تنگ کرتے تھے۔ بھلا اس فتنوں کے زمانہ میں ایسی مستجاب الدعوات ہستیاں جن کی دعا فوراً قبول ہو جائیں کہاں ہیں۔ اگر ہوتے تو آپ ہوتے۔ آپ ہوتے تو آج نہ سلطان محمد ہوتا، نہ فاتح قادیان۔ ہم کو تو یقین ہے کہ وقت مقررہ پر اس کا ظہور ضرور ہوگا۔

تعجیل کار شیاطیں بود۔ کیونکہ کافروں کی عادت تھی کہ انبیاء کو یہ کہہ کر تنگ کرتے تھے کہ عذاب کا جو تم وعدہ دیتے ہو اگر سچ ہو تو دعا کر کے اتار دو۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ سے بھی یہی درخواست ان کی رہا کرتی تھی کما قال تعالیٰ: و یستعجلو نك بالعذاب و لو لا ا جل مسمی لجاء هم العذاب

(یعنی کفار عذاب کی جلدی کرتے ہیں اگر سچے ہو تو دعا کر کے اتارو)

دیکھ لو مرزا صاحب قادیانی بھی اسی طرح مدعیان نبوت وغیرہ اہل باطل کے خیالات اختراعیہ سے مدد لیا کرتے تھے۔ اس کی یہاں تصدیق ہوگئی اور کفار کے خیالات سے ان کا تائید لینا ظاہر ہوگیا۔ کیونکہ جس طرح کفار ہمارے نبی ﷺ کو عاجز کرنے کی غرض سے عذاب کی جلدی کیا کرتے تھے کہ اگر وہ آنے والا ہے تو جلد اتار لاؤ ، اسی طرح مرزا صاحب قادیانی بھی مسلمانوں کو عاجز کرنے کی غرض سے کہا کرتے تھے کہ اگر مسیح اترنے والا ہے تو جلد اتار لاؤ۔

چونکہ ان کو تقلید کفار کی عادت ہوگئی تھی اس لئے ان کو اس کا خیال بھی نہ آیا کہ اگر میں یہ دلیل پیش کرونگا تو قرآن پڑھنے والے کیا کہیں گے۔ مرزا غلام احمد صاحب جو فرماتے تھے کہ میں تو اس وقت موجود ہوں اگر عیسی اس وقت نہ اترے تو میرا دعوی ٹوٹ نہیں سکتا۔ (ب یہ بات کون کہے کہ مرزا صاحب تو آنجہانی بن گئے۔ ثناء اللہ امرتسری)

غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر کوئی فرعون خدائی کا دعوی کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا کو اتار لاؤ، تو کیا اس کا جواب بھی ایسا ہی مشکل نہ ہوگا جیسا کہ مرزا کے اس سوال کا کہ:

اگر مسیح زندہ ہے تو اس کو ابھی آسمان سے اتار لاؤ۔

مشکل ہے،

کیونکہ کسی میں ایسی طاقت نہیں کہ خدا کو یا مسیح کو اتار سکے۔ پھر کیا اس عجز سے اس فرعون کا دعوی ثابت ہو جائے گا۔ ظاہر ہے کہ مرزا صاحب جو بات بھی نکالتے تھے ایسی نکالتے تھے کہ کسی مسلمان کے حاشیہ خیال میں بھی نہیں گذری ہوگی ایسے لوگوں کی نسبت رسول اللہ ﷺ کا ارشاد مبارک نظر انداز نہ کرنا چاہیے:

عـن ابـی هـر یرة قا ل قال رسو ل الله ﷺ سیکو ن فی آ خر الز ما ن ناس من امّتی

يحد ثو نكم بما لا تستمعوا به انتم و لا آ باء كم فا يا كم و ايا هم ۔ روا ه مسلم

(یعنی فرمایا نبی ﷺ نے آخری زمانہ میں میری امت کے بعض لوگ ایسی نئی باتیں کہیں گے کہ نہ تم نے سنیں نہ تمہارے آباء واجداد نے۔ ان لوگوں سے بہت دور رہو)

اسلام کے مدعیو! اس کے بعد بھی اب اگر ان کی باتیں دل لگا کر سنو گے اور اپنے نبی کو ناراض کرو گے تو تمہاری مرضی۔ ہاں آپ لوگوں کی بے اختیاری ہے

نیک و بد سوجھے نہیں جب دل کہیں لگ جائے ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی ۱۹۳۱ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۳۸ ص ۵،۶)

ایک آیت کی تفسیر میں فلاسفہ حال کے پانچ اقوال

قابل توجہ علماء اور طلباء

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ۲۱ جولائی ۱۹۳۱ء کو ثنائی درس قرآن شریف میں آیت اذ قتلتم نفساً زیر درس آئی۔ اس وقت درس کا عجیب سماں تھا کیونکہ اس وقت میں نے نئے فلاسفہ مفسرین کی عبارتیں سنائیں جو گذشتہ تفسیروں پر ہنسی کرتے اور اپنی تفسیروں کو ان سے بہتر جانتے ہیں۔،

چونکہ علمی مذاکرہ تھا اس لئے اسے ناظرین تک پہنچاتے ہیں تا کہ وہ بھی لطف حاصل کریں اور ان ہنسنے والوں پر ہنسیں۔ ان تسخروا منّا فانّا نسخر منكم كما تسخرو ن

پہلے ہم آیت ساری نقل کرتے ہیں: و اذ قتلتم نفساً فا دّا ر ء تم فيها و الله مخر ج ما كنتم تكتمون ۔ فقلنا ا ضر بوه ببعضها كذا لك يحى الله الموتى و ير يكم آياته لعلكم تعقلون (پ ۱) (ترجمہ: یاد کرو جب تم (بنی اسرائیل) نے ایک نفس کو قتل کر دیا پھر اس میں باہمی جھگڑا کیا جس چیز کو تم چھپاتے تھے خدا اس کو ظاہر کرنے والا تھا۔ پھر ہم (خدا) نے کہا اس کو اس کے بعض حصے سے لگاؤ۔ اسی طرح اللہ مردے زندہ کرے گا۔ اور تم کو اپنے نشان دکھاتا ہے تا کہ تم سمجھو) مفسرین اس آیت کی تفسیر یوں کرتے ہیں کہ حضرت موسیٰؑ کے اس فعل سے مردے کی

روح مردہ جسم سے ملصق ہوگئی اوراس نے اپنا قاتل بتادیا۔

آج اس کی تائید ہوتی ہے کہ مما لک یورپ خصوصاً امریکہ میں تخفیر ارواح (روحوں کوحاضر کرنے کا) ایک فن ایجاد ہو کرترقی کررہاہے جس کے ذریعہ سے عامل لوگ ارواح کو حاضر کرکے معلومات حاصل کرتے ہیں۔

اس فن کی ابتداء حضرت موسیٰؑ کی معرفت خدا نے کرائی تھی مگر آج کل کے فلاسفر چونکہ ایسے واقعات کوخلاف عقل اور خلاف قانون قدرت جانتے ہیں اس لئے وہ اس آیت کی تفسیر میں اپنی عقل کی جولانی دکھاتے ہیں جوقابل دید ہے۔

سب سے پہلے سرسید احمد خان مرحوم کی سنئیے جوان سب سے اقدم ہیں۔آپ اپنی تفسیرالقرآن میں یوں گویا ہیں:و اذ قتلتم ۔اس قصہ کو پہلے قصے سے کچھ تعلق نہیں۔بیل کے ذبح کرنے کا قصہ ختم ہو چکا۔یہ دوسرا قصہ ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص مارا گیا تھااور قاتل معلوم نہ تھااللہ تعالی نے حضرت موسیٰؑ کے دل میں یہ بات ڈالی کہ سب لوگ جوموجود ہیں اورانہی میں قاتل بھی ہے مقتول کے اعضاء سے مقتول کو ماریں۔ جولوگ درحقیقت قاتل نہیں ہیں وہ بہ سبب یقین اپنی بے جرمی کے ایسا کرنے میں کچھ خوف نہ کریں گے مگراصلی قاتل بہ سبب خوف اپنے جرم کے جوازروئے فطرت انسان کے دل میں اور بالتخصیص جہالت کے زمانے میں اس قسم کی باتوں سے ہوتا ہے ایسانہیں کرے گا اوراسی وقت معلوم ہو جائے گا۔اور وہی نشانیاں جوخدا نے انسان کی فطرت میں رکھی ہیں لوگوں کودکھاوے گا اس قسم کے حیلوں سے اس زمانہ میں بھی بہت سے چور معلوم ہوجاتے ہیں اوروہ بہ سبب خوف اپنے جرم کے ایسا کام جودوسرے لوگ بلاخوف بہ سبب تقویت اپنی بے جرمی کے کرتے ہیں نہیں کرسکتے پس یہ ایک تدبیر قاتل کے معلوم کرنے کی تھی اس سے زیادہ اور کچھ نہ تھا(تفسیراحمدی جلداول۔ص ۱۰۱)

نوٹ:اس تفسیر میں سرسید نے قتل نفس سے مرادواقعی قتل انسان سمجھا ہےاوراضربوہ کے معنی بھی ضرب لگانے ہی کے لئے ہیں مگرزمانہ جہالت کی یادگار بتائی ہے۔

دوسرے مفسرسرسیداحمد خان سے دوم درجہ جناب مرزا قادیانی ہیں۔آپ آیت کی تفسیر میں یوں گویا ہیں:

یہودیوں کی ایک جماعت نے خون کرکے چھپادیا تھااور بعض بعض پرخون کی تہمت لگاتے تھے۔سوخدا تعالی

نے اصل مجرم کے پکڑنے کے لئے یہ تدبیر سمجھائی کہ تم ایک گائے کو ذبح کر کے اس کی بوٹیاں اس لاش پر مارو اور وہ تمام اشخاص جن پر شبہ ہے ان بوٹیوں کو نوبت بنوبت اس لاش پر ماریں جب اصلی خونی کے ہاتھ سے لاش پر بوٹی لگے گی تو لاش سے ایسی حرکات صادر ہوں گی جس سے خونی پکڑا جائے گا۔ اب اس قصہ سے واقعی طور پر لاش کا زندہ ہونا ہرگز ثابت نہیں ہوتا۔ بعض کا خیال ہے کہ صرف ایک دھمکی تھی کہ تا چور بے دل ہو کر اپنے تئیں ظاہر کرے لیکن ایسی تاویل سے عالم الغیب کا عجز ظاہر ہوتا اور ایسی تاویلیں وہی لوگ کیا کرتے ہیں جن کو عالم ملکوت کے اسرار سے حصہ نہیں ۔

اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ طریق عمل الترب یعنی مسمریزم کا ایک شعبہ تھا جس کے بعض خواص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ جمادات یا مردہ حیوانات میں ایک حرکت مشابہ حرکت حیوانات پیدا ہو کر اس سے بعض مشتبہ و مجہول امور کا پتہ لگ سکتا ہے۔ ہمیں چاہیے کہ سچائی کو ضائع نہ کریں اور ہر ایک وہ خاصیت یا خاصیت جو عین صداقت ہے اس کو خدا تعالی کی طرف سے سمجھیں (تفسیر خزینۃ العرفان ص ۱۳۸۔۱۳۹ زیر آیت و اذ قتلتم)

نوٹ: اس میں بھی قتل نفس سے مراد قتل انسان ہی رکھا ہے ہاں اس کے زندہ ہونے کو مسمریزم کا کرشمہ قرار دیا ہے۔ بہت خوب۔

تیسرے مفسر مرزا قادیانی کے اول خلیفہ مولوی حکیم نور الدین ہیں آپ نے اپنے درس قرآن میں اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے: و اذ قتلتم نفساً ۔ یعنی جب انسان اپنی شہوانی اور نفسانی قوتوں پر غلبہ پا کر ان کو اپنے پاؤں میں کچل دیتا ہے تو اس کو ایک نور ملتا ہے کیا معنی کہ انسان جو مختلفۃ القوی کا مجموعہ ہے جب وہ نفس امارہ پر فتح پا کر اس حالت سے نکل آتا ہے تو اپنے اندر ایک روشنی پاتا ہے۔ مثلاً یہ بات صاف ہے کہ جب انسان شہوت کو بے جا محل پر استعمال کرنے سے روکے گا تو اس کو عفت کی روشنی ملے گی غضب کی قوت کو دبائے گا تو حلم مل جائے گا طمع کو دبائیگا تو قناعت سے بہرہ ور ہوگا۔ اضطراب ترک کرے گا استقلال عطا ہوگا بزدلی نامردی کے مارنے سے شجاعت ملے گی اور بلند پروازی کی روح پیدا ہوگی اور یہ اشارہ ہے ظالم النفسہ ہونے کی طرف کیونکہ بدون اس کے وارث کتاب اللہ نہیں ہو سکتا مدارج عالیہ کے حصول کیلئے پہلے دکھ اٹھانا ضروری ہے ۔ انسان حزن و غم سے اسی وقت محفوظ ہو سکتا ہے جب وہ اپنے اوپر ایک موت وارد کر لے فا دا رأتم فیها و

الله مخرج ما کنتم تکتمون کے معنی ہیں تم نے اس میں روشنی پائی یعنی اس قتل نفس میں تم کو روشنی ملے گی ۔اللہ تعالی کی یہ صفت ہے کہ وہ تمہاری مخفی قوتوں اور فعلوں کو ظاہر کر دیتا ہے اللہ تعالی کی اس صفت پر غور کرنے سے انسان دو فائدے اٹھا سکتا ہے۔اول یہ کہ وہ یہ سمجھ کر اللہ تعالی ہر ایک مخفی بات کو ظاہر کر دیتا ہے گناہ کی زندگی سے نکل سکتا ہے اور بچ سکتا ہے۔دوم سعی اور مجاہدہ کر کے بہت سی ان قوتوں کو نشو ونما دے سکتا ہے جن کا اس کو علم بھی نہیں ہے۔

پھر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ ہمارا یہ منشا نہیں ہے کہ ان قوتوں کو جو حیوانی جذبات اور شہوانی خواہشات کے موجب ہوتے ہیں اور طبعی تقاضا ہیں بالکل مارڈالو۔نہیں نہیں بلکہ فقلنا اضر بوه ببعضها .. الخ ۔پس ہم نے تو یہ حکم دیا ہے کہ بعض کو بعض کے ساتھ مارو (کیا معنی؛ اگر حرص غالب ہوتو قناعت اختیار کرو، غضب بھڑکے تو حلم اور نرمی سے مقابلہ کرو، یعنی محاذی قوتوں اور قواء کو باہم مارو کیونکہ سنت اللہ یہی ہے کہ ایسے مقابلہ سے وہ مخفی اور نہاں در نہاں بلکہ مردہ یا پژمردہ قوتوں کو نشو ونما دیتا ہے) اسی طریق پر اللہ تعالی مردوں کو زندہ کیا کرتا ہے اور اپنے نشانات تم کو دیا کرتا ہے تا کہ تم عقل ودانش سیکھو۔(پارہ اول۔ ص ١٠٦)

نوٹ: یہ تفسیر سابقہ مفسرین کے خلاف ہوتی تو پرواہ نہ ہوتی۔ پرواہ تو اس امر کی ہے کہ حکیم نور الدین صاحب نے اپنے پیر و مرشد، بلکہ مسیح اور مہدی بلکہ نبی اور مرسل یزدانی مرزا صاحب قادیانی کی بھی پرواہ نہ کی ۔قتل نفس سے اپنی نفس کشی بتلائی اور فادار أتم سے مراد روشنی حاصل کرنا۔

چوتھے مفسر: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے راسخ مرید مولوی محمد علی امیر جماعت لاہوری ہیں۔ آپ اس آیت کی تفسیر لکھتے ہیں کہ قتل نفس سے مراد بے شک قتل نفس ہے مگر نفس سے مراد حضرت عیسی مسیح ہیں۔ اس کے ساتھ ہی لکھا ہے:

رہا یہ سوال کہ فقلنا اضر بوه ببعضها سے کیا مراد ہے؟ اضر بوه میں ضمیر نفس کی طرف جاتی ہے کیونکہ بعض وقت نفس کی ضمیر بلحاظ معنی مذکر آجاتی ہے اور بعضها کی ضمیر فعل قتل کی طرف جاتی ہے یعنی بعض قتل سے اس کو مارو یا فعل قتل اس پر پورا وارد نہ ہونے دو چنانچہ ضمیر کا قتل کی طرف جانا جو مصدر فعل سے مفہوم ہے۔بحر المحیط میں بھی تسلیم کیا گیا ہے اور یہی سچ ہے کہ حضرت مسیح پر پورا فعل قتل وارد نہیں۔

صلیب پر آپ صرف تین گھنٹے رہے اور اتنی دیر میں کوئی شخص صلیب کی موت سے مر نہیں سکتا ۔آپ کے ساتھ جو چور صلیب دیئے گئے تھے ان کی ہڈیاں توڑی گئیں آپ کی ہڈیاں نہیں توڑی گئیں یہی فاضربوہ ببعضھا ہے اور کذلك یحی الله الموتی کہہ کر بتادیا کہ جس کو تم نے مردہ خیال کر بیٹھے تھے اسے خدا نے یوں زندہ رکھا یا زندہ کر دیا اور یہ جو فرمایا یریکم آیاته لعلکم تعقلون تو بتایا کہ مسیح جو تم کو مردہ معلوم ہوتا تھا جس طرح خدا نے اسے زندہ کر دیا کیونکہ اللہ تعالی کے نام کو بلند کرنا، اس کی زندگی کا مقصد تھا اسی طرح اگر تم بھی اعلائے کلمۃ اللہ کا کام اختیار کرو تو گو تم لوگ ایک مردہ قوم ہو اللہ تعالی تمہیں زندگی عطا فرمائے گا۔

نوٹ: یہ تفسیر سابق مفسرین کے علاوہ اپنے پیرو مرشد حکم عدل مسیح موعود مہدی معہود کے بھی خلاف ہے، جو ان کے مذہب میں جائز نہیں۔خیر۔

پانچویں مفسر: امرتسری اہل قرآن پارٹی کے سرگروہ ہیں جو درحقیقت سرسید احمد خان سے مستفیض ہیں مگر اپنی رائے جدا بھی رکھتے ہیں۔آپ نے اس مقتول نفس سے حضرت ہارون بتایا ہے۔((تفسیر بیان للناس۔ص۵۲۰)۔اس کے بعد لکھا ہے:

انسان کا اصل بعض جس پر اس کا قیام ہے وہ اس کے سر اور دھڑ کا مرکب حصہ ہے ہاتھ اور پاؤں اصل اس جزو کے لئے بطور شاخوں کے ہیں مطلب اس کا یہ ہے کہ اس نفس کے دھڑ والے حصہ کو اس کے ہاتھوں اور پاؤں سے مارو۔جب کسی شخص کا تنفس بند ہو جاتا ہے اور دل کی حرکت رک جاتی ہے تو دوبارہ تنفس قائم کرنے کے لئے یہ عمل بھی کیا جاتا ہے کہ اس بے ہوش آدمی کو کسی اونچی جگہ پر لٹا دیتے ہیں اور چار آدمی دو اس کے ہاتھوں کو اور دو اس کے پاؤں کو پکڑ کر کھڑے ہو جاتے ہیں ایک شخص اس کے ایک ہاتھ کو سینے سے لگا تا ہے اور جب وہ اسے اٹھا لیتا ہے تو دوسرے ہاتھ والا بھی ایسا ہی کرتا ہے پاؤں والے بھی اس کی ایڑیوں کو باری باری اس کے چوتڑوں پر مارتے ہیں اس تدبیر سے کبھی کبھی تنفس قائم ہو جاتا ہے چونکہ یہ تجویز خود اللہ تعالی نے اس شخص کے لئے مفید دیکھ کر بتلائی تھی اس کئے اس کے حق میں اس کا نتیجہ خیز ہونا لازم تھا۔حاصل یہ ہے کہ وہ شخص سکتہ کی حالت سے الہی تجویز کے مطابق ہوش میں آ گیا اور قاتلوں کا کافی اور مکمل طور پر ایسا پتہ لگا دیا کہ جس سے کسی شخص کے لئے انکار کی گنجائش نہ رہی اور خدا کا وعدہ پورا ہو گیا کہ جسے تم چھپاتے تھے میں

اس کوظاہر کرنے والا ہوں پھر اس شخص کی طاقت زائل ہونے لگی اور وہ سچ مچ مقتول ہو گیا اور خدا تعالی کا فرمان قتلتم بھی اس کے حق میں صحیح ثابت ہوا۔(تفسیر بیان للناس۔ص۵۲۳)

نوٹ: اس عبارت میں قتل نفس سے مراد سکتہ لیا ہے۔سکتہ والا آدمی مردہ یا مقتول نہیں ہوتا۔حالانکہ اس عبارت سے ایک صفحہ پہلے لکھ آئے ہیں:

اس جگہ قتلتم کا لفظ ماضی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ شخص سچ مچ قتل ہو گیا تھا اور اس قتل سے جانبر نہیں ہوا تھا۔(تفسیر بیان للناس۔ص۵۲۱)

هل هذا الاتنا قض صريح و تها فت قبيح

نوٹ:ہمیں اس موقع پر ان فلاسفہ مفسرین کے مختلف اقوال دکھانے مقصود ہیں،ان پر بحث کر کے صحیح کو صحیح یا غلط کو غلط دکھانا مقصود نہیں۔ہاں ہمارا خیال ہے کہ آج امام غزالیؒ ہوتے تو اپنی کتاب تہافتہ الفلاسفہ کا دوسرا حصہ ان فلاسفہ خمسہ مفسرین کے ذکر میں لکھتے۔سچ ہے:

گر تو قرآن بریں نمط خوانی　　　　ببری رونق مسلمانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۰ ص ۳۔۵)

مجوزہ گھڑیالوی،قادیانی مباہلہ میں محاکمہ

ناظرین کرام! آپ لوگوں کو معلوم ہوگا مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مسیحیت اور مہدویت کا دعوی کیا تو اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنی روحانیت کو یوں پیش کیا کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ اسی زعم میں انہوں نے مولوی عبدالحق غزنوی ساکن امرتسر سے ۱۵ جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۰ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ کو میدان عید گاہ امرتسر میں مباہلہ کیا تھا،اس مباہلہ کے بعد مرزا صاحب پہلے فوت ہوئے اور غزنوی صاحب نے نو سال بعد انتقال کیا (حالانکہ مرزا صاحب کا صاف قول ہے کہ مباہلہ کرنے والوں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کے سامنے مر جاتا ہے۔ الحکم ۱۰،اکتوبر ۱۹۰۷ء)

دوسرا واقعہ مرزا صاحب کی روحانیت کا یہ ہے کہ انہوں نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا جس کا نام تھا، مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔اس اشتہار میں انہوں نے دعا کی کہ یا اللہ مولوی ثناء اللہ میری تکذیب اور تردید کرتا ہے اس لئے میں تیرے تقدس کا دامن پکڑ کر دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر۔اس دعا کو مرزا صاحب نے خدا کے حضور رجسٹری بھی کرا دیا کیونکہ قادیانی اخبار بدر میں لکھا تھا کہ میں (مرزا) نے جب ثناء اللہ کی بابت دعا کی تو مجھے الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع۔یعنی میں (خدا) نے تیری یہ دعا قبول کرلی) (۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

نتیجہ: مولوی عبدالحق غزنوی سے نو سال پہلے اور مجھ خاکسار سے آج تک تئیس سال پہلے فوت ہو جانا صاف صاف فیصلہ خداوندی ہے کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے

مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے (اخبار الحکم ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۷ء ص ۹)

فقطع دابر القوم الآیۃ

باوجود ان فیصلوں کے قادیان سے مباہلہ کی آواز اٹھتی رہی جس کے جواب میں جلسہ اہل حدیث بٹالہ میں سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی نے میاں محمود احمد کو دعوت مباہلہ دی جس کے لئے وہی مقام (امرتسر) جہاں ان کے والد صاحب متوفی نے مباہلہ معین کیا تھا اور تاریخ بارہ جون ۱۹۳۱ء مقرر کی۔

اس کے جواب میں میاں محمود قادیانی نے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ میں مباہلہ کرنے کو تیار ہوں مگر بشرائط ذیل

:۱۔ ہر فریق اپنے اتباع میں سے ہزار یا پان سو آدمی ساتھ لائے جو مباہلہ میں شریک ہوں ان کے نام اور پتے پہلے بتائے جائیں۔

۲۔ ہر فریق دو گھنٹے پہلے تقریر کرے جس میں مسئلہ حیات و وفات مسیح پر اور صداقت یا بطالت مرزا پر بحث ہو۔

۳۔ یہ دو امر تو قطعی لاتبدیل ہیں۔ان کے علاوہ اور امور کے تصفیہ کے لئے ایک کمیٹی بنے جس میں دو دو ممبر فریقین کے اور تین ممبران چاروں کے انتخاب سے کل سات ممبروں کی کمیٹی مبادی مباہلہ کا فیصلہ کرے۔

ہماری رائے میں جو بالکل واقعات پر مبنی ہے میاں صاحب قادیانی نے بظاہر مباہلہ کا اقرار کیا لیکن درحقیقت فرار۔اس کی تفصیل بتانے کے لئے ہم پہلے مباہلہ کے تاریخی واقعات سناتے ہیں

کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کا مسئلہ قرآن شریف میں آیا ہے جہاں عیسائیوں کو کہا گیا ہے کہ ثم نبتھل فنجعل لعنة الله علی الکاذبین آؤ ہم دونوں فریق اپنے اپنے عیال کو ساتھ لے کر بالمقابل دعا کریں جس میں جھوٹوں پر لعنت کریں۔

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے یوں عمل کیا کہ حضرات علی فاطمہ اور حسن حسین کو ساتھ لیا اور فرمایا میں جب دعا کروں گا تم نے آمین کہنا (تفسیر معالم وغیرہ) ہاں بطور خود شرکت کرنے والے اور اصحاب بھی تھے میاں محمود صاحب نے ابن عساکر سے حضرات ابوبکر عمر عثمان کا ساتھ نکلنا نقل کیا ہے۔ وہ بطور شرکت تھا بطور شرط نہ تھا۔ اسی طرح ابوحیان سے کسی جماعت کا منقولہ قول بھی بطور واقعہ کے نہیں ہے بلکہ محض اس قائل کا خیال ہے واقعہ صرف یہی ہے جو تفسیر معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضرت مع عیال خود میدان کی طرف تشریف لے گئے مگر عیسائی نہ آئے انہوں نے اس میں اپنی ہلاکت سمجھی ۔

یہ تو ہے سنت نبویہ۔

اب سنئے مرزا صاحب نے مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ مباہلہ کیسے کیا۔

۱۔ مباہلہ سے پہلے کوئی تقریر نہیں کی کیونکہ مرزا صاحب اس اس بات کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ تقریر کوئی نہ ہو گی چنانچہ مرزا قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں گا۔ (خط مرزا مندرجہ اشتہار غزنوی ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ۔ جون ۱۸۹۳ء)

صرف ان الفاظ میں فریقین کی دعا تھی جو مقرر ہو چکے تھے

۲۔ مولوی عبدالحق غزنوی اکیلے نکلے تھے کیونکہ مرزا صاحب نے اعلان کیا ہوا تھا کہ

مجھ کو اس شخص (غزنوی) اور ایسا ہی ہر مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے

(اشتہار مئی ۱۸۹۳ء مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۴۹)

اسی لئے میاں محمود نے بھی حال میں تسلیم کیا ہے کہ: حضرت مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ میں ایک ایک آدمی کے ساتھ مباہلے ہوئے۔ (اخبار الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء ص ۷)

پس ہزار پانچ سو کی تعداد بطور شرط کے مقرر کرنا خلاف سنت نبویہ اور اعمال مرزا قادیانی کے بھی

خلاف ہے۔لہذا یہ یہ اقرار نہیں بلکہ فرار ہے۔

ایک بات میاں محمود نے یہ بھی کہی ہے کہ سید محمد شریف صاحب نے تاریخ از خود مقرر کر لی اور مقام مباہلہ بھی خود ہی مقرر کر دیا جو ہم کو منظور نہیں

ہم دیکھتے ہیں کہ میاں صاحب اس عذر میں بھی راستی پر نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بھی مقام اور تاریخ خود ہی مقرر کی تھی (ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ج۳ص۵۰)

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اپنی مقرر کردہ تاریخ پر یہاں تک اصرار کیا تھا کہ غزنوی مرحوم نے جب کسی وجہ سے تاریخ میں تبدیلی چاہی تا مرزا صاحب نے جواب میں لکھا: اب ہرگز تاریخ تبدیل نہیں ہوگی لعنة الله على من تخف منا و ما حضرت فی ذلك التا ر يخ و اليوم و الوقت (خط مرزا صاحب بنام غزنوی مندرجہ اشتہار غزنوی مذکور) یعنی جو فریق مقررہ تاریخ اور وقت پر نہ آئے اس پر اللہ کی لعنت ہو)

نتیجہ: واقعات نبویہ اور افعال مرزائیہ سے مندرجہ ذیل نتائج صاف صاف نکلتے ہیں

۱۔مباہلہ اکیلے ہوسکتا ہے۔۲۔مباہلہ میں کوئی تقریر نہیں ہوتی ۔۳۔تاریخ اور وقت مقرر کرنا داعی کا ہے۔،

پس ان وجوہ سے ہم خدا لگتی کہتے ہیں کہ میاں محمود مباہلہ کو ٹالتے ہیں جس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کی موت دیکھی ہوئی ہے اس لئے وہ موت سے گھبراتے ہیں اور سید محمد شریف صاحب بزبان حال ان کو کہتے ہیں ان المو ت الذی تفرون منه فا نه ملاقیکم۔

سید محمد شریف صاحب توجہ فرمائیں: کچھ شک نہیں کہ مرزا صاحب بذریعہ مباہلہ غزنوی اور بذریعہ آخری فیصلہ، اپنے متعلق حق و باطل کا فیصلہ درگاہ خداوندی سے کرا چکے تھے جو بحمد اللہ مسلمانوں کے حق میں کافی سے زیادہ مفید ثابت ہو چکا تھا علاوہ وہ آسمانی فیصلہ کے لودہانہ میں انعامی مباحثہ میں بذریعہ مسلّمہ ثالث کے زمینی فیصلہ بھی کرا چکے تھے جس میں انہوں نے مبلغ تین سو روپیہ مجھ خاکسار کو بطور مال غنیمت دیا تھا۔جس کی روداد فاتح قادیان کے نام سے مطبوعہ دفتر اہل حدیث سے ملتی ہے۔با ایں ہمہ آپ نے نئے سرے سے تحریک مباہلہ کی ہے تو اب آپ اس کی تکمیل بھی کیجئے جس کی صورت یہ ہے کہ آپ صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار اعلان کر دیں کہ

میں (محمد شریف) مع عیال خود فلاں روز اتنے بجے فلاں جگہ فلاں مقام میں میاں محمود قادیانی کے ساتھ مباہلہ کر نے پہنچ جاؤ نگا مضمون مباہلہ یہ ہوگا

اے خدائے علیم وبصیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ان کے دعوے مسیحیت موعودہ وغیرہ میں جھوٹا جانتا ہوں اور میاں محمود ان کو سچا کہتے ہیں

الہ العالمین جو ہم میں سے تیرے نزدیک اس بیان میں جھوٹا ہے تو اس پر ایسی لعنت کر کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔آمین

اسی طرح میاں محمود کہیں کہ میں سچا جانتا ہوں وغیرہ

ہم وجدانی پیش گوئی کرتے ہیں کہ نصاری نجران کی طرح میاں صاحب موصوف مقابلہ پر آنے میں پس وپیش کرینگے تو آپ ان کو اس وقت صاف صاف سنادیجئے گا

بہانہ کرتا ہے ساقیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے ترا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷۔اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۲۱ ربیع الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۰ ص ۵۔۷)

قیامت کبری آ گئی

بہاء اللہ اور مرزا قادیانی کا دعوی ایک ہے

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں جو لوگ مدعی اصلاح ہوئے ہیں انہوں نے یہی کہا کہ ہم دنیا کی اصلاح کر کے اہل دنیا کو اعلی معراج پر پہنچانے آئے ہیں۔ان میں جو سچے تھے وہ تو بحکم خدا اپنا کام کر گئے اور جو محض مدعی تھے وہ دنیا کو امیدوں میں چھوڑ گئے۔آج ہم دو فریبی مدعیان کا دعوی دکھاتے ہیں۔

جناب شیخ بہاء اللہ ایرانی جو گذشتہ صدی میں دنیا سے رخصت ہوئے ان کا دعوی تھا کہ الہامی نوشتوں میں جس واقعہ کو قیامت کبری کہا گیا ہے وہ میں ہوں۔ چنانچہ ان کے اتباع اس قیامت کبری کی تشریح یوں کرتے ہیں:

تمام اہل بصیرت جب آسمانی کتابوں کو بغور مطالعہ کرتے ہیں تو انہیں معلوم ہوتا ہے کہ ان کی مقدس کتابوں میں ایک عظیم الشان امر کی خبر دی گئی ہے جسے قیامت کبری کہتے ہیں اس کا دوسرا نام یوم اللہ ہے اسی کو ساعت کہا گیا ہے یعنی وہ وقت جب کہ اللہ یعنی جلوہ جمال الہی آشکار ہوگا۔اس کی تجلی سے ایک ایسا عظیم الشان ہنگامہ رست وخیز برپا ہوگا جیسا دنیا میں کبھی نہ ہوا تھا۔

کتب مقدسہ بیان کرتی ہیں کہ جب دنیا میں ظلم وستم پھیل جائیگا، تکلیف اور تنگی بڑھ جائے گی، تمام قومیں پریشان ہوں گی، تمام مذہبوں میں اختلافات اور جھگڑے پڑ جاویں گے، لوگ حقیقت وروحانیت سے بے بہرہ ہو جائیں گے، جانی و مالی نقصانات اور خطرات بہت ہوں گے، ہولناک مصیبتیں دنیا کو گھیر لیں گی ،ایک گہری تاریکی دلوں پر چھا جاوے گی۔اس وقت ایک مبشر الہی کھڑا ہوگا اور آنے والے خداوند کے قرب ظہور کی بشارت دے گا، آفتاب جمال حق کے عنقریب طلوع ہونے کا مژدہ سنائے گا، وہ ظہور اعظم کیلئے راہیں تیار کریگا دلوں کو شوق انتظار سے بھر دے گا۔

اس کے بعد ایسا ہوگا کہ خداوند بزرگ جلوہ گری فرمائے گا اور اپنی پرجلال آواز سے دنیا کو ہلا وے گا ۔اور مشرق ومغرب سے تمام قوموں کو خدا کی طرف بلائے گا اور عالم انسانی کو ایک نئی شریعت دے گا اور انہیں کامیابی کا صاف اور سیدھا راستہ بتائے گا۔

اور جب یہ آفتاب جمال غروب ہو جائے گا تو اس کی ایک بزرگ شاخ نمودار ہوگی اور خداوند کے آسمان فضل پر ایک چاند نکلے گا جو خداوند کی کرسی عظمت پر بیٹھے گا اس کے دین کی روشنی پھیلائے گا اس کی ہیکل عبادت بنائے گا اس کے کلمہ مقدسہ کو تمام عالم میں پھیلائے گا۔تمام عالم میں حقیقت کی نئی روشنی نمودار ہوگی۔ ان نفوس مقدسہ کے قیام سے غلط خیالات کی تاریکیاں دور ہوں گی علمی حقائق کے موتی چمکیں گے مذہبی اختلافات مٹ جائیں گے قومیں متحد ہوں گی خداونداس دن تمام چیزوں میں ایک نئی کیفیت پیدا کر دے گا

اس لئے پرانے حسابات بدل جائیں گے۔ دنیا میں ایک نئی بہار آئے گی اسرار و معارف واشگاف ہوں گے علوم وفنون عام ہونگے دور دور پڑے ہوئے مقامات کی راہیں کھلنے سے وہ باہم قریب ہو جائیں گے سب قومیں آپس میں ملنے لگیں گی دلوں کے بغض دور ہونگے دوسری بڑھ جائیگی الفت زیادہ ہوگی تمام لوگوں میں عالم گیر بھائی چارہ ہوگا خوشی کی لہریں اٹھیں گی۔ سرور کی خوش گوار ہوائیں چلیں گی۔ خداوند اپنی قدرت سے ظلم و ستم کو مٹائے گا عدل وانصاف پھیل جائے گا وہ خود تمام امتوں میں فیصلہ فرمائے گا تہذیب وشائستگی قائم کر دے گا سب کے دلوں کو ملا دے گا تب قتل و غارت کا دور دورہ ختم ہوگا لڑائیوں کا زمانہ چلا جائیگا لوگ اپنی تلواروں کو توڑ کر ہسوے بنالیں گے لڑائی کے ہتھیار توڑ کر زراعت کے آلات بنا ڈالیں گے پھر کوئی قوم کسی قوم پر تلوار نہ اٹھائیگی اور کوئی جماعت کسی جماعت سے جنگ نہ کرے گی۔ خلاصہ یہ کہ نئی زندگی کی خوش گوار ہوائیں چلیں گی مردے زندہ ہونگے اگلی تاریکیاں مٹ جائیں گی ہر طرف کمالات حقیقت کی روشنیاں چمکیں گی انسانی فضائل زیادہ سے زیادہ ظہور میں آئیں گے مشرق ومغرب انوار حق سے روشن ہو جائیں گے .... جمال موعود (یعنی بہاء اللہ۔ ثناء اللہ امرتسری) کا آفتاب طلوع ہوگیا جلوہ معبود کا خورشید جگمگانے لگا ساعت وعدہ آگئی اور قیامت قائم ہوگئی صبح ظہور نمودار ہوئی نور خدا بہاء اللہ جلوہ آراء ہوا اور جمال اللہ ظہور فرما ہوا۔ اور اس نے پرجلال اور شاندار آواز بلند کی جس سے تمام آفاق گونج اٹھے اور عالم میں تہلکہ مچ گیا اور ہر طرف یہ صدا سنائی دینے لگی ، رب موعود آ گیا، جمال معبود ظاہر ہوگیا، خدا کا یوم معہود نکل آیا اور خدا کا امر قطعی آ پہنچا۔ خداوند بدلیوں کے سایہ میں اتر آیا۔ روئے زمین جلوہ حق سے پرنور ہوگئی پل صراط قائم کر دیا گیا۔ کتاب لاکر رکھ دی گئی، حجاب ہٹ گیا نقاب اٹھ گیا نشانات بارش کی طرح برسنے لگے علم وعرفان کے درختوں پر سبز پتے نکل آئے اور وہ پھولوں سے لد گئے۔ مردے اٹھ کھڑے ہوئے بوسیدہ ہڈیاں زندہ ہوگئیں۔

خدا کے قلم اعلی سے معارف وعلوم کی نہریں جاری ہوئیں اس کی انگلیوں نے سر بمہر شراب طہور کی مہروں کو کھول دیا۔ اپنی الواح مقدسہ (ان اوراق کا نام ہے جو بہاء اللہ کی طرف منسوب ہیں۔ ثناء) میں کلمات انبیاء کی حقیقت کو روشن کر دیا۔ پاکبازوں کے ان بیانات کے مغز اور راز کو کھول دیا جو لوگوں کی نظروں استعارات تھے یہاں تک کہ تمام پیغمبروں کے اسرار کی مہریں کھل گئیں اور پاک دلوں کے لئے نبیوں کے حقائق ومقاصد واضح

ہو گئے اور ایک نئی شریعت دنیا کو دی گئی جس پر تمام قومیں اور ملتیں مجتمع ہو گئیں اور ایسا عظیم الشان پروگرام جاری کیا جسکے ذریعہ مختلف دینوں اور مذہبوں کے لوگ ایک ہو گئے۔

حضرت بہاء اللہ نے اپنے تمام اولیاء و احباء کو تمام قوموں سے محبت کرنے کا حکم دیا اور تمام اہل عالم کی خدمت کیلئے تاکید فرمائی اپنے ماننے والوں کیلئے عبادت نماز روزہ حج زکوۃ وغیرہ کے طریق مقرر فرمائے گناہوں اور ہلاکتوں سے ان کو روکا جیسے قتل زنا چوری غیبت جھوٹ افتراء اور ان کے سوا تمام بری اور مکروہ باتوں سے منع فرمایا۔ ہر جگہ حکومت عادلہ کے قوانین کی اطاعت کا حکم دیا بادشاہوں اور حاکموں کی فرمان برداری اور علماء کے احترام کا حکم دیا اور معارف کے عام کر دینے کی تاکید فرمائی۔لڑکیوں اور لڑکوں کی تعلیم و تربیت فرض قرار دی جس بات سے لوگوں میں نفرت واختلاف پیدا ہو ایسی بات سے بچنے کی نہایت تاکید فرمائی۔ بدگوئی، لعنت، گالی گلوچ اور لڑائی جھگڑے کی سخت ممانعت فرمائی بلکہ ہر ایک ایسی بات کی ممانعت کی جس سے دلوں میں پھوٹ پڑے اور نفوس انسانی مکدر ہوں یہاں تک کہ اجازت حکام کے بغیر ہتھیار باندھنا ممنوع قرار دیا اور ایسی بات جس سے نظام میں خلل پڑے حرام قرار دی۔حضرت بہاء اللہ نے اپنے آخری دنوں میں اپنے دست مبارک سے کتاب عہدی لکھی اور اس میں منصوص اور مصرع طور پر مرکز میثاق کا تعیین فرما دیا اور تمام لوگوں کو صاف صاف راہ ہدایت دکھائی اور اس کتاب عہد میں مکرر طور پر اوصاف کمال اور پاکیزہ اخلاق کے احکام دیئے یہاں تک کہ اپنے ماننے والوں میں سے بہت سے شائستہ اور پاکیزہ نفوس پیدا کر دیئے اور اپنے آسمان امر میں چمکتے ہوئے ستارے لگا دیئے ۔آیات الٰہی کی موسلا دھار بارش ہوتی رہیں اور الطاف الٰہی کے مینہ برستے رہے یہاں تک کہ وہ زمانہ آ گیا جب کہ آفتاب حقیقت پردہ پوشیدگی میں چلا گیا اور وہ جلوہ رب اپنے اقدس واعلیٰ مقام کو اٹھ گیا۔اور اس کی حقیقت مقدسہ باطنی ہویت میں ہماری نظروں سے غائب ہو گئی اور یہ حادثہ ماہ ذی قعد ۱۳۰۹ مطابق ۱۶۔ایار ۱۸۹۲ء میں ہوا۔

(کوکب ہند۔مئی جون ۱۹۳۱ء ص ۵۔۹)

سوال یہ ہے کیا دنیا میں ایسا ہوا ہے؟ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں دن بدن اندھیرا چھا رہا ہے اور جہالت پر جہالت ترقی کر رہی ہے دیانت صداقت دنیا سے مفقود ہو رہی ہے

۔باوجوداس کے مدعی اوران کے اتباع کہے جاتے ہیں کہ قیامت کبری قائم ہوگئی یعنی دنیا سے جہالت بطالت اٹھ کر ہدایت صداقت پھیل گئی۔ یاللعجب

خیراس کے بعد دوسرے مدعی کا مقولہ سنئے جواس سے بھی واضح تر ہے۔

مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: چونکہ آنخضرتﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے، اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنخضرتﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب جمع ہو جائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص۸۲۔۸۳)

(مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) کیسا پیارا اور پسندیدہ اور کیسا صاف صاف وعدہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں سب قومیں ایک ہو جائیں گی اور ایک ہی مذہب (اسلام) پر جمع ہو جائیں گی۔

سوال یہ ہے کہ ایسا ہو گیا؟ واللہ اگر ایسا ہو گیا ہے تو ہمیں بھی اس مدعی کو سچا ماننے میں عذر نہیں۔مگر ہائے افسوس دنیا کا پتہ پتہ شہادت دیتا ہے کہ ایسا نہیں ہوا بلکہ اس کے خلاف دنیا میں نئے نئے مذاہب باطلہ پیدا ہو رہے ہیں یا سرے سے مذہب کو جواب ہی دے دیا جاتا ہے۔مگر کہنے والے بجائے نادم ہونے کے الٹے اکڑتے ہیں اور دنیا کی آنکھوں میں مٹی اور کنکریاں ڈالنے کی کوشش کرتے ہیں جو حقیقت میں انہی کی آنکھوں میں پڑتی ہے۔سچ فرمایا لایحیق المکر السی ا لّا با ھلہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۲۸ ربیع الاول جلد ۲۸ نمبر ۱۴ص ۳۔۴)

قادیانی بڑے ہوشیار ہیں

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

المؤمن غر کریم (الحدیث)

بحکم حدیث شریف مومن بڑا صاف دل سیدھا سادا ہوتا ہے۔اس پر طرہ یہ کہ دوسروں کو بھی اپنے پر قیاس کر کے بھلا آدمی سمجھ لیتا ہے۔

حدیث کا دوسرا ٹکڑا ہے کہ غیر مسلم بڑا ہوشیار اور مکار ہوتا ہے۔

خیر یہ تو حدیث شریف کا مضمون ہے ہم دیکھتے ہیں کہ قادیانی گروہ بڑا ہشیار ہے ہر کام میں اپنا مقصد زیر نظر رکھتا ہے کیونکہ ان کا مقبولہ مقولہ ہے:

ہمارا اصل کام تبلیغ احمدیت ہے ۔(الفضل قادیان ۱۶ستمبر ۱۹۳۰ء)

ابھی کل کا ذکر ہے کہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے صاف الفاظ میں اعلان کیا تھا کہ:

ہم جنگل کے درندوں سے صلح کر سکتے ہیں مگر اپنے عقاید پر طعن کرنے والوں سے صلح نہیں کر سکتے۔

(الفضل قادیان ۸فروری ۱۹۲۹ء)

یہ دونوں اعلان اپنے مضمون میں صاف ہیں۔ باایں ہمہ خلیفہ قادیان کبھی زمینداروں کے جلسوں میں شریک ہوتے ہیں، کبھی کشمیر کی مصیبت میں عملی ہمدردی کرنے کو کشمیر کمیٹی میں نہ صرف شریک ہوتے ہیں بلکہ اس کے صدر بن کر ہمدردی کے اشتہار اور ٹریکٹ شائع کر رہے ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا بغیر کسی غرض کے کشمیریوں سے محض بحیثیت انسان یا بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمدردی ہے؟

نہیں، کیونکہ ایسا کرنا ان کے اعلان مندرجہ الفضل ۱۶ستمبر ۱۹۳۰ء کے خلاف ہے۔ بلکہ اصل غرض ان کی تبلیغ مرزائیت یعنی نبوت مرزا کا زہر مسلمانوں کو ہمدردی کے دودھ میں پلانا ہے، کیونکہ ان کا اعلان ہے کہ: جو بات

تبلیغ احمدیت کے لئے کسی حد تک بھی مفید ہو ہم اسے چھوڑ نہیں سکتے (الفضل قادیان ۱۶ ستمبر ۱۹۳۰ء)

پس ہمارے ناظرین مطلع رہیں کہ قادیانیوں کی دانش مندی ہے کہ وہ ہر کام میں اپنا مذہبی فرض نہیں چھوڑا کرتے۔ وہ مسلمانوں کے ساتھ جس کسی غرض سے شریک ہوں گے اس سے ان کی غرض یہ ہوگی کہ مسلمانوں کو ہم سے نفرت کم ہوتا کہ ہم انہیں زہر پلا سکیں۔ اب یہ مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ اس انس اور ملاپ میں مرزائیوں پر اپنا اثر ڈالیں۔ اثر کا طریق ہم سے سنیں:

اس حال میں جب مرزائیوں سے میل جول ہونے لگے تو چپکے سے ان کو کہا کرو کہ:

مرزا صاحب اگر حقیقت میں مسیح موعود اور مہدی مسعود ہوتے تو آج دنیا میں نہ کوئی غیر مسلم ہوتا نہ کوئی ان کو ستاتا بلکہ ساری دنیا میں ایک ہی مذہب (اسلام) ہوتا اور مسلمان سب ایک دوسرے کے ہم درد ہوتے۔ (چشمہ معرفت۔ ص ۸۳)

کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں لوگوں کے درمیان کسی قسم کا بغض و کینہ نہ ہوگا (مشکوۃ) حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کشمیر میں غیر مسلم نہ صرف رعایا بلکہ حکومت بھی غیر مسلم ہے۔ وغیرہ۔

اس طرح مسلمان اگر ان بھولے ہوئے لوگوں کو سمجھائیں گے تو انشاء اللہ اچھا اثر ہوگا اور اگر مسلمان اپنے فرض سے غافل رہیں گے اور وہ غافل نہ ہوں گے تو نتیجہ وہی ہوگا جو چوہے کی غفلت اور بلی کی ہشیاری میں ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۲ ص ۵۔۶)

الہام قادیانی

خلاف آیت قرآنی

جناب بابو حبیب اللہ کلرک امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ہے:

اللہ لاالہ الا ھو الحی القیو م لا تأ خذہ سنۃ و لا نوم لہ ما فی السما وا ت و ما فی الارض ۔(یعنی) اللہ نہیں کوئی معبود مگر وہ زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا نہیں آتی اس کو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے جو کچھ زمین میں ہے

عیسویت۔

بائیبل کے حوالے: مرزائی مولوی محمد یعقوب نے فاروق قادیان ۷۔اپریل ۱۹۳۰ء صفحہ ۷ پر عیسائی مشن کی تردید ہوئے لکھا ہے: خدا سو جاتا ہے: بائبل کا خدا غلبہ نیند کی وجہ سے بہت دفعہ سو بھی جاتا ہے چنانچہ لکھا ہے:

۱۔میں نے تھکی ہوئی جان کو آسودہ کیا اور ہر غمگین روح کو سیر کیا اس پر میں جاگا اور نگاہ کی اور میری نیند مجھے میٹھی معلوم ہوئی۔(یرمیاہ ۳۱:۲۵۔۲۶)

۲۔حضرت داؤد دعا کرتے ہوئے کہتے ہیں:

بیدار ہو کیوں سو رہتا ہے تو اے خداوند جاگ ہم کو ہمیشہ کے لئے ترک مت کر۔(زبور ۴۴:۲۳)۔۳۔اے میرے خدا! اے میرے رب! اٹھ اور میرے انصاف کے لئے اور میرے فیصلہ کیلئے جاگ۔

الہام مرزا قادیانی:

البشری حصہ ۲ صفحہ ۷۹: اصلی و اصو م ا سھر و انا م و اجعل لك انوار القدو م و اعطیك ما

یدو م ان الله مع الذین اتقوا (یعنی، میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا، جاگتا ہوں اور سوتا ہوں، اور تیرے لئے اپنے آنے کے نور عطا کرونگا اور وہ چیز تجھے دونگا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی۔ خدا ان کے ساتھ ہے جو تقوی اختیار کرتے ہیں)

نوٹ: قرآن مجید لا تأ خذہ سنة و لا نو م فرما کر اس لغو عقیدہ کی تردید کرتا ہے۔ اگر کوئی مرزائی یہ کہے کہ الفاظ، میں جاگتا ہوں اور سوتا ہوں، ، خدا کے بارے میں نہیں، مرزا صاحب کے بارے میں ہیں، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ بات سراسر غلط ہے۔ خدا نے (بقول مرزا) مرزا صاحب کو مخاطب کر کے الفاظ مطلب اسہر و انـا م ، اپنی نسبت کہے ہیں جیسا کہ دوسرے الفاظ (تیرے لئے اپنے آنے کے نور عطا کرونگا اور وہ چیز تجھے دونگا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی) اس کو ثابت کرتے ہیں۔

الف: تبلیغ رسالت جلد۲ صفحہ ۲۵: جو الہام قرآن کے مخالف ہو وہ صحیح نہیں ٹھہر سکتا

ب۔ براہین صفحہ ۳۲۷، ۴۳۱، اور چشمہ معرفت صفحہ ۲۶۱: اللہ لا الہ الّا ھو الحی القیو م لاتاخذہ سنة و لا نو م

ج۔ چشمہ معرفت صفحہ ۲۲: جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔

د: چشمہ معرفت صفحہ ۲۶۱: جیسا کہ موت اس پر جائز نہیں ایسا ہی ایسا درجہ کا تعطل حواس بھی جو نینداور اونگھ سے ہے وہ بھی اس پر جائز نہیں۔

ھ: الفضل ۲۳ مئی ۱۹۳۱ء صفحہ ۷: اسی طرح خدا کی ایک صفت یہ ہے کہ اسے نینداور اونگھ نہیں آتی۔ اللہ تعالی قرآن میں لا تا خذہ سنة و لا نو م فرما کر یہ حقیقت واضح کرتا ہے

ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کا الہام صریح قرآن مجید کے خلاف ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۲ ص ۶۔ ۷)

مباہلہ اور مباحثہ میں کیا دیر ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا سری نگر کشمیر کے ایک دوست نے بتایا کہ ایک جگہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ہی گھوڑا سوار گذر سکتا تھا۔ ایک طرف سے انگریز آیا، دوسری طرف ایک پٹھان سوار تھا۔ انگریز نے آواز دی ہٹو۔ پٹھان نے للکارا تم ہٹو۔ دو تین مرتبہ ایسا ہونے کے بعد انگریز نے کہا تم کون ہو؟ پٹھان نے کہا ہم آفریدی۔ انگریز نے آفریدی نام سن کر سن کر از راہ شفقت کہا: آیئے خان صاحب چلے آیئے۔

یہ ایک قصہ عبرت انگیز ہے۔ اس کی مثال آج ہمیں قادیان سے ملتی ہے۔ قادیانی جماعت ایک باقاعدہ جنگجو ہے۔ جنگ سے مراد ہماری مذہبی مقابلہ ہے۔ ہر ایک مذہب والے سے ان کا مقابلہ رہتا ہے۔ مقابلہ کی نوعیتیں دو ہیں۔ مباحثہ اور مباہلہ۔ ہر ایک خالف کو للکارا کرتے ہیں کہ آؤ ہم سے مناظرہ یا مباحثہ کرلو، ورنہ ہم دعا کریں گے تم برباد ہو جاؤ گے۔

گو قادیانی دعاؤں کا اثر بارہا معلوم ہو چکا ہے خصوصاً محمد علی قاتل کی رہائی کے لئے جو تہجدیں پڑھ پڑھ کر دعائیں مانگی گئیں خلیفہ قادیان رو رو کر دعائیں مانگتے رہے مگر جواب جو ملا وہ سب کو معلوم ہے کہ قاتل مذکور کو کھلے بندوں دی گئی۔

باوجود اس کے قادیانیوں کا دعوی دعا گوئی ختم نہ ہوا۔ یہاں تک کہ خدا نے ایک آفریدی بشکل سید محمد شریف ساکن گھڑیالہ کو آمادہ کیا۔ جنہوں نے خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت دی۔ جس کے جواب میں خلیفہ صاحب بڑی سوچ بچار سے خوب شرط شروط لگائیں۔ جن میں بڑی ضروری شرط یہ تھی کہ فریقین کے ساتھ ہزار ہزار آدمی خاص اتباع میں سے شریک مباہلہ ہوں۔، جب اس کا جواب ۷۔ اگست ۱۹۳۱ء کے اہل حدیث امرتسر میں دیا گیا جس میں بتایا گیا کہ یہ شرط سنت نبویہ اور فعل مرزا کے بھی خلاف ہے، تو آفریدی کے

سامنے سے انگریز ہٹ گیا۔

پہلے تو اخبار الفضل میں بڑے زور سے لکھا جاتا تھا کہ مباہلہ میں شریک ہونے والوں کی بڑی تعداد میں مردوں بلکہ عورتوں کی بھی درخواستیں آرہی ہیں، مگر افسوس ہے کہ ان نہ وہ مرد نظر آتے ہیں، نہ عورتیں، نہ بوڑھے، نہ جوان۔ وجہ کیا؟ یہی کہ اپنے والد ماجد کی موت یاد کر کے ڈرتے ہیں جو خواب میں ان کو کہتے ہوں گے: من نہ کردم شما حذر بکنید۔۔ سچ ہے: السعید من وعظ بغیرہ

رہا مباحثہ، سواس کی حقیقت یہ ہے کہ قادیانیوں کے مباحثہ کی وہی مثال ہے جو کسی نے طوطے کو سکھا رکھا تھا: دریں چہ شک۔

ان کا مباحثہ کیا ہے؟ آؤ وفات مسیح پر بحث کر لو۔

اب جو عیسائی سامنے آئے وہ چونکہ پہلے ہی وفات مسیح کے قائل ہیں کیونکہ ان کی انجیل میں لکھا ہے: مسیح نے چلا کر جان دی، تو قادیانیوں کا دریں چہ شک، ختم ہو گیا۔

عیسائیوں نے غضب پر غضب یہ کیا کہ مبحث میں مسیح قادیان کی شخصیت کو داخل کر دیا۔ بس پھر کیا تھا سناٹا ہو گیا۔، ورنہ یہ شرط بھی کوئی مشکل نہ تھی کہ خلیفہ قادیان چونکہ باپ کی جگہ ہے اس لئے وہ خود مباحثہ کرے۔

ہم عیسائیوں سے سفارش کرتے ہیں کہ وہ مہربانی کر کے ہمارے کہنے سے یہ شرط اٹھا دیں۔ بلکہ خلیفہ کی نیابت میں جو بھی مناظرے میں آئے، اسے قبول کریں اور مسیح بن مریم اور مسیح قادیان کی شخصیت پر مباحثہ کریں:

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

فریقین کے مباحثہ میں ہم بطور خادم دونوں فریق کی خدمت کریں گے کیوں کہ

دل کو چھوڑوں یا جگر کو میں۔ میری دونوں سے آشنائی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۳ ص ۵۔۶)

قادیانی مسیح اور حواریوں میں اختلاف

جناب سید محمد حسن شاہ صاحبؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان کے ایک نمبر میں مرزا سلطان احمد صاحب کی وفات کا ذکر درج ہوا ہے۔ نظر بریں کہ وہ اپنے اہل وعیال کو داغ مفارقت دے گئے، ہم بھی افسوس کرتے ہیں۔

مرزا جی کا عام دستور تھا کہ وہ ہر واقعہ سے اپنی صداقت ظاہر کرنے کی کوشش کیا کرتے تھے اس لئے ممکن نہیں کہ ان کے حواری مسیح صاحب کے قدم بقدم نہ چلیں لہذا ان کی بھی یہی عادت ہے کہ ہر واقعہ سے اپنا مطلب سیدھا کرنے کی کوشش کرتے ہیں مرزا سلطان احمد صاحب مرزا جی کے فرزند اکبر تھے مگر مرزا جی کو نبی نہ ماننے کے سبب درگاہ رب العالمین میں اپنے باپ کے صحیح فرزند تسلیم نہ کئے گئے اور کہا جاتا ہے کہ آخر کار مرزا سلطان احمد متوفی نے اپنے چھوٹے بھائی یعنی موجودہ خلیفہ قادیان (محمود احمد) کے ہاتھ پر بیعت کر لی۔

قادیانی امت کے لئے اپنے نبی کے بیٹے کی وفات سے بڑھ کر کوئی سانحہ عظیم نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ عام طور پر مشہور ہے کہ، بیٹے باپ کی نشانی ہوتے ہیں،۔ لہذا قادیانی اصحاب سے حد درجہ غفلت سمجھی جاتی اگر وہ اس واقعہ عظیم کو مرزا جی کی صداقت میں پیش کرنے سے قاصر رہتے یا دریغ کرتے۔

اس اصول کی بنا پر انہوں نے اس موقعہ سے بھی فائدہ اٹھانا چاہا چنانچہ مرزا سلطان احمد متوفی کی بیعت کا تذکرہ کرتے ہوئے الفضل کے ایک قابل نامہ نگار اور پکے مرزائی نے مرزا قادیانی کے ایک فرزند کی پیدائش کے بارے میں ان کے ایک الہام کا ذکر کیا ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:

وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔،

اور اس کی تفسیر یوں کی ہے کہ دراصل مرزا غلام احمد صاحب کے چار بیٹے تھے مگر ایک (مرزا سلطان احمد) بوجہ باپ کی مسیحیت اور مہدویت اور کرشنیت کو نہ ماننے کے مرزا جی کا صحیح معنوں میں بیٹا نہ بن سکا اور حقیقی بیٹے تین ہی رہ گئے۔ مگر وہ فرزند جس کے تولد کی مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی، اپنی خاص الخاص برکتوں

سے اس فرزند بدراہ کو صراط مستقیم پر لے آوے گا۔ اور اس طرح سے مرزا صاحب کے چار بیٹے حقیقی معنوں میں بیٹے کہلاسکیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اور یہی معنی ہیں اس الہام کے کہ:

وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔

مرزا غلام احمد کے جس فرزند کے وسیلہ سے اس الہام نے پورا ہونا تھا یعنی جس نے تین کو چار کرنے والا ہونا تھا الفضل کے قابل نامہ نگار نے ہمیں بتایا ہے کہ وہ موجودہ خلیفہ قادیان (محمود احمد) ہیں۔ ہمیں افسوس اس بات کا ہے کہ مرزا جی نے ہزاروں تکلیفیں اور لاکھوں دکھ اٹھا کر اپنی مسیحیت کا ڈھانچہ کھڑا کیا مگر انہی کے نام لیوا اپنے بانی کی تعلیم کو بھول گئے ہیں۔ یہی معنی ہیں کسی امت کے تباہ ہونے کے۔

اس لئے قادیانی امت کی عین خیر خواہی کی نیت سے ہم انہیں مرزا جی کا پڑھایا ہوا سبق یاد دلاتے ہیں ۔اس کے صلے میں ہم آپ سے بطور فیس کچھ نہیں مانگتے۔ ہاں اتنا عرض کریں گے کہ ذرہ غور سے سنئے تا کہ پھر فراموش نہ ہو جائے۔

آپ کے مسیح موعود نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک پیش گوئی کا اشتہار دیا تھا جس کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

پیش گوئی

بالہام اللہ تعالی و اعلامہ عز و جل ۔خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے (جل شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کر کے فرمایا کہ میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں، اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔ سو میں نے تیری تضرعات کو سنا ،اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔

سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں، موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں، باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آ جائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ

جائے۔اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اسکے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جاوے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔اور وہ رجس سے پاک ہے۔اور وہ نور اللہ ہے۔مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔اس کے ساتھ فضل ہے۔جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔وہ صاحب شوکت اور عظمت اور دولت ہوگا۔وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)۔

دوشنبہ ہے،مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی سے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اسکے سر پر ہوگا۔وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا و کان امرا مقضیا ۔

خاکسار مرزا غلام احمد مولف براہین احمدیہ

ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء (مجموعہ قادیانی اشتہارات۔جلد اص ۱۰۰-۱۰۲)

پیشگوئی کا مطلب کتنا صاف اور صریح ہے کہ کسی موافق یا مخالف کو دم مارنے کی جگہ نہیں ہے آخر کار مرزا صاحب کے گھر لڑکا پیدا ہوا تو آنجناب نے اپنی صداقت کا اظہار کرنے کے لئے ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

خوش خبری:

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸٦ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا کہ اگر وہ موجودہ حمل میں پیدا نہ ہوا تو دوسرے حمل میں جو اس کے قریب ہے ضرور پیدا ہو جائے گا آج ۱٦ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا فالحمد للہ علی ذلک اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ کس وقدر بزرگ پیش گوئی ہے جو ظہور میں آئی ...اطلاع ہو کہ ہم نے پیش از وقوع اپنی پیش گوئی کی نسبت دعوی کیا تھا اور پھر وہ کیسا اپنے وقت پر پورا ہوا۔

المشتہر : خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورے۔اگست ۱۸۸۷ء

ہم بھی تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے گھر لڑکا ضرور پیدا ہوا۔اور گو اس کی پیدائش نے کچھ عرصہ کے لئے مخالفوں کا منہ بند کر دیا مگر مرزا جی کے لئے آئندہ مشکلات کا ایسا دروازہ کھولا کہ دنیا دوزخ کا نمونہ بن گئی۔

آہ! اسکا کیا علاج کہ موعود لڑکے کی حیات و ممات اور دیگر مذکورہ صفات مرزا جی کے بس کی بات نہ تھی۔ یہ تو محض اللہ جل شانہ کے اختیار میں ہے کہ وہ جب تک چاہے کسی کو دنیا میں رہنے کی اجازت دے۔ الہام الہی کے مطابق تو موعود لڑکے کے اوصاف یہ تھے: وہ بڑی عمر پانے والا اور سخت ذہین ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا فرزند دل بند گرامی ارجمند مظہر الا ول وا لآ خر مظہر الحق و العلاء کان اللہ نز ل من السماء گویا خدا آسمان سے اتر آیا۔جلد جلد بڑھے گا اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا قومیں اس سے برکت پائیں گی۔وغیرہ

مگر تقدیر خدا غالب ہے جس قادر مطلق نے مرزا جی کو محمدی بیگم کے نکاح سے محروم رکھا اور جس زمین وآسمان کے پیدا اور فنا کرنے والے نے مرزا سلطان محمد (شوہر محمدی بیگم) کو مرزا صاحب کی مقرر کردہ اڑھائی سال میعاد میں وفات نہ دی، وہ اس بات پر بھی قادر تھا کہ مرزا جی کی تکذیب کے لئے اس لڑکے کو ان

صفات کا متصف نہ کرے جن کا اظہار مرزا جی نے اپنی صداقت کا نشان بتلایا تھا چنانچہ پسر موعود ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو تین دن کم پندرہ مہینے کی عمر پاکر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے حواریوں کو ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا:

حیف در چشم زدن صحبت یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

مرزائیو! خدا سے ڈرو اور سوچو کہ جس فرزند ارجمند کے پیدا ہونے کا الہام تھا اور جس نے تین کو چار کرنا تھا، وہ تو تمہارے نبی کے کہنے کے مطابق ۷۔اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو مر بھی گیا اور تمہارے ہی نبی کے بیان کردہ اصول کے مطابق، الہام کے وہ معنی ٹھیک ہوتے ہیں کہ ملہم آپ بیان کرے،۔ پھر تم کس منہ سے مرزا محمود احمد میں تین کو چار کرنے والی صفت بتاتے ہو؟ پس:

ذرہ انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی جماعت بھی مسئلہ تناسخ پر ایمان رکھتی ہے۔اور کیوں نہ ہو جب ان کے مسیح زمان نے ہی ،کرشن، ہونے کا دعوی کر رکھا تھا تو آخر کوئی نہ کوئی عقیدہ ان میں اس جماعت کا ہونا بھی ضروری ہے جس کا پیشوا اصل کرشن ہو۔

مرزا جی کی نبوت کا نقشہ کھڑے کرنے والو بتاؤ کہ

۱: کیا پسر موعود نے ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو مر کر موجودہ خلیفہ قادیان میاں محمود احمد کا جنم اختیار کیا تھا جنہیں اب تم تین کو چار کرنے والا کہتے ہو۔

۲۔کیا الہام الہی اور خاص کر وہ الہام جو کہ نبی اپنی صداقت میں پیش کرے،غلط ثابت ہوتے ہیں؟ اگر غلط نہیں ہوتے اور یقیناً نہیں ہوتے تو ایسی خرافات کو الہام الہی جتانے والا کون ہوتا ہے؟

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

اگر جواب دینے کی کوشش کی تو مندرجہ ذیل اصولوں کو مدنظر رکھنا ہوگا۔

الف:اصل القرآن؛لو کان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً (یعنی جو کلام خدا

کی طرف سے القاء اور وحی نہ ہو اس میں بہت بڑا اختلاف ہوتا ہے اور یہی اختلاف اس کے کذب کی دلیل ہے)۔ب۔اصل مرزا: ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر کوئی امتحان نہیں ہو سکتا۔ (دافع البلاء)

احمدی دوستو! مرزا کو نبی ماننا تمہارے اختیار میں ہے کیونکہ یہ تو ہم بھی جانتے ہیں کہ:

نیک بد سوجھے نہیں جب دل کہیں لگ جائے ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۳ ص ۶۔۸)

مناظرہ پکھو کے معماراں ۱۹۳۱ء:

۱۷ اگست ۱۹۳۱ء کو بمقام پکھو کے معماراں مولوی محمد شفیع محمدی اور مولوی سلیم مرزائی میں مناظرہ ہوا۔ حق کو فتح ہوئی ۔راقم: محمد یعقوب ناظم انجمن اسلامیہ پکھو کے معماراں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۸۔اگست ۱۹۳۱ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ۔ص ۱۴)

مباہلہ مرزا

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج ہم ایک ایسے فیصلہ شدہ امر پر بحث کرنے کو ہیں جس کا نہ صرف آسمان پر بلکہ زمین پر بھی فیصلہ ہو چکا ہے، مگر قادیانی اور لاہوری مرزائی اہل زبان و اہل قلم نے آسمانی اور زمینی فیصلے کو مشتبہ کرنے کی کوشش کی تو آج یہ مضمون لکھنے کی نوبت آئی۔قادیانی اہل قلم اور اہل زبان سے شکایت نہیں کیونکہ وہ تو یہاں تک ترقی کر گئے ہیں کہ مرزا غلام احمد کا منکر خواہ کیسا ہی ایمان دار ہو ان کے نزدیک قطعی کافر ہے۔ (انوار خلافت۔ص ۹۰۔۹۱)

ہاں لاہوریوں سے تعجب آتا ہے جو قادیانیوں سے زیادہ معقول پسندی کا دعوی کرتے ہیں ان کے امیر مولوی محمد علی نے بھی اس امر میں تعصب اور ناانصافی کا جو نمونہ دکھایا ہے زمانہ سابق میں اس کی مثال نہ

ملے گی تفصیل اس کی یہ ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جو یہ ہے

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احق ھو۔ قل ای و ربی انہ لحق۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔

اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا

سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اوران کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

اس اشتہار کا مضمون بالکل صاف ہے۔ناظرین اسے ایک نظر پھر دیکھ جائیں اور اللہ بنظر غور دیکھیں کہ اس میں کسی سطر یا کسی فقرہ میں مباہلہ کا لفظ بھی ہے؟ ہرگز نہیں۔ہاں یہ لکھا ہے کہ :

محض دعا کے ساتھ فیصلہ چاہتا ہوں۔

باوجود اس کے مولوی محمد علی لاہوری اور منشی قاسم علی اور اخیر میں مولوی اللہ دتہ قادیانی سارے اس بات پر متفق ہو کر بول رہے ہیں کہ یہ اشتہار دعاء مباہلہ ہے جو مولوی ثناء اللہ نے منظور نہ کیا تھا چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری کی کتاب کا نام ہی یہ ہے:

مولوی ثناء اللہ کا حضرت مسیح موعود کے ساتھ مباہلہ سے فرار

اسی طرح مولوی اللہ دتہ قادیانی اس دعا کو دعاء مباہلہ قرار کر لکھتے ہیں کہ چونکہ مولوی ثناء اللہ نے اس دعا کو منظور نہ کیا لہذا مباہلہ منعقد نہ ہوسکا پس یہ اشتہار سند نہ رہا

ان لوگوں نے ثبوت میں اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء پر مدار رکھا ہے جس کو مولوی اللہ دتہ نے اپنی خاص ادا سے یوں لکھا ہے :

حضرت مرزا صاحب کی تحدی اور اہل حدیثوں کی گھبراہٹ کو دیکھتے ہوئے مولوی ثناء اللہ نے جب کچھ بن نہ پڑا تو مباہلہ کے لئے تیار ہونے کا اعلان کر دیا بلکہ ترنگ میں یہاں تک لکھ دیا:

مرزائیو! اسے ہمارے سامنے لاؤ جس نے رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں۔(اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء)،

اس پر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۱۵۔اپریل کو دعا مباہلہ بنام مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ شائع فرما دی۔(الفضل ۳ مئی ۱۹۲۷ء)۔

ناظرین کرام! مرزاغلام احمد نے ۱۸۹۷ء میں علماء اسلام کے ساتھ جن میں یہ خادم العلماء بھی تھا مباہلہ کی تحریک کی تھی جس کے متعلق فریقین کی تحریرات ہوتی رہیں۔مولوی محمد علی لاہوری، مولوی اللہ دتہ، اور منشی قاسم علی وغیرھم کئی ایک مرزائی اہل قلم نے اس خدائی فیصلہ کو رد کرنے کی یہی صورت بنائی ہے کہ آخری فیصلہ کو ۱۸۹۷ء سے جاملائیں، بس یہ ہے ان سب کی کوشش۔

ہم حیران ہیں کہ خدا نے مرزائی چالوں کے توڑنے کے لئے ہم کو کیسے کیسے سامان عطا کئے ہیں۔ یہ محض اس کا فضل ہے پس ناظرین بغور سنیں۔مولوی اللہ دتہ نے میری تحریر مندرجہ ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء سے استدلال کیا ہے کہ میں نے مرزا صاحب کو جس مباہلے کا چیلنج دیا تھا مرزا غلام احمد کا اشتہار آخری فیصلہ اسی کے جواب میں دعاء مباہلہ ہے۔ چونکہ مولوی ثناء اللہ نے اس دعا کو قبول نہ کیا اسلئے مباہلہ منعقد نہ ہوسکا بس بات آئی گئی ہوگئی۔

اس کا جواب خود مرزا صاحب قادیانی کے قول سے دیتا ہوں۔میری تحریر ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث میں نکلنے کے بعد مرزا قادیانی کا کلام ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر میں اڈیٹر بدر کے الفاظ سے نکلا جس کے خاص فقرات متعلقہ مباہلہ یوں ہیں:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے از راہ ترحم فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہوجائے گی۔ یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی اور وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے (اخبار بدر قادیان ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء)

اہل انصاف بتائیں کہ مرزا صاحب قادیانی تو سلسلہ مباہلہ کی تکمیل کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں۔حقیقۃ الوحی کی تاریخ اشاعت ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء اس کے سرورق پر مرقوم ہے۔ پھر یہ کیا راست گوئی اور راست پسندی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے جس کام کو اخیر ماہ مئی پر رکھا ہو، اس کام کو ان کے مرید ۱۵۔اپریل کو کردینے کا الزام مرزا صاحب پر لگائیں۔میرے بلکہ ہر ایک راست گو انسان کے نزدیک اس سے زیادہ غلط گوئی اور کذب بیانی کیا ہوگی ۔اسی لئے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان اس دعا کو مباہلہ نہیں مانتے بلکہ مباہلہ کہنے کو مکر وفریب نام رکھتے ہیں۔

مباہلہ کہنے والے لاہوری ہوں یا قادیانی، میاں محمود احمد کا یہ فتوی رسالہ تشحیذ الاذہان جلد۳ صفحہ ۸۰ پر دیکھ کر اس مکر وفریب سے توبہ کریں۔

احمدی دوستو! بڑے میاں (غلام احمد قادیانی) اور چھوٹے میاں (محمود احمد) کا فیصلہ دیکھ کر دعاء فیصلہ کو دعائے مباہلہ کہنے سے شرماؤ۔ پس ثابت ہوا کہ دعا آخری فیصلہ کو سلسلہ مباہلہ سے کوئی تعلق نہیں بلکہ وہ محض اس بنا پر محض دعا ہے جو مرزا قادیانی نے ابتدائے اشتہار میں خود لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب آپ ہمیشہ اپنے پرچہ اہل حدیث میں مجھے مردود کذاب دجال مفسد لکھتے ہیں۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا ..وغیرہ، اس تکلیف کو دور کرانے کے لئے مرزا صاحب نے خدا سے دعا کی کہ : اے خدا مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھا لے۔

نتیجہ۔ گو مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر مباہلہ موقوف رکھا تھا مگر حقیقت یہ ہے کہ انہوں نے دعا کو مباہلہ سے زیادہ فیصلہ کن قرار دیا اسی لئے جب بعد اشاعت کتاب حقیقۃ الوحی میں نے ۳ جون ۱۹۰۷ء کو ایک خط کے ذریعہ یاد دلایا کہ حسب اعلان خود کتاب حقیقۃ الوحی بھیجئے تو مرزا صاحب کی طرف سے جواب ملا کہ دعا آخری فیصلہ کے بعد کتاب بھیجنے کی ضرورت نہیں۔ (اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء ص ۲ کالم ۱)

بالکل ٹھیک ہے۔ مثل مشہور ہے آب آمد تیمّم برخواست۔ جب آخری فیصلہ والی دعا قبول ہو گئی تو اب مباہلہ کی کیا حاجت؟ فیصلہ کیا ہوا؟ وقت کی بات ہے، مرزا صاحب کا دعا کرنا تھا کہ:

اجابت از درِ حق بہر استقبال حاضر شد۔،

دعائے مرزا، خدا تعالی کی جناب میں قبول ہوئی کیونکہ مرزا نے خود فرمایا ہے: جب میں نے ثناء اللہ کے متعلق دعا کی تو مجھے الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)، پھر کیا ہوا؟ یہ کہ

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر۔ کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

آخری نتیجہ۔

گذشتہ ایام میں ایک بزرگ سید محمد شریف ساکن گھریالہ (پنجاب) نے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت دی۔ خلیفہ صاحب نے ایک آدھ دفعہ تو کچھ حیل وحجت کی، آخر دل میں غور کیا ہوگا کہ یہ کیا برخور داری ہے کہ ابا جان کے آخری فیصلہ کے بعد میں پھر بذریعہ مباہلہ فیصلہ کراؤں بحالیکہ میری قوت قدسیہ ابا سے زیادہ نہیں بلکہ برابر بھی نہیں۔ پس وہ اسی حکمت سے خاموش ہوگئے۔ خلیفہ کی یہ خاموشی اہل عقل وانصاف کے نزدیک قابل تعریف ہے۔ فما ذا بعد الحق الا الضلال

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۵ ص ۳۔ ۵)

راولپنڈی میں مرزائی جلسوں کے نتائج

ناظرین اخبار! جیسا کہ اہل حدیث کی ۳۱ جولائی ۱۹۳۱ء کی اشاعت میں تحریر کیا گیا ہے راولپنڈی کی مرزائی جماعت نے اپنے خلیفہ صاحب کی تحریک کے مطابق یہاں جلسوں کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے، ان جلسوں میں حافظ فضل الرحمٰن صاحب ریلوے کلرک نے کئی دفعہ ایسے اعتراض کئے کہ جماعت احمدیہ کا ناک میں دم آگیا اور ان کے اعتراضوں کے جواب مکمل طور پر نہ دے سکے۔

تاہم اہالیان راولپنڈی کی یہ دلی خواہش تھی کہ ان تمام تقریروں کی تردید جو آج تک جماعت احمدیہ نے اپنے متعدد جلسوں میں کی ہیں، کی جاوے۔

بنابریں انجمن اہل حدیث کے اراکین کی توجہ اس طرف منعطف کی گئی اور بفیصلہ منتظمہ کمیٹی انجمن اہل حدیث نے ۱۵۔ اگست کو ۶ بجے شام کے بعد اعلان کمپنی باغ میں زیر صدارت شیخ فضل کریم صاحب مینیجر سنگر مشین کمپنی جلسہ منعقد کیا جس میں حافظ فضل الرحمٰن ریلوے کلرک قاری اعجاز احمد اور حکیم مولوی عبدالرحمٰن نے ختم نبوت، تعلیم مرزا صاحب اور حیات مسیح پر خوب مدلل تقریریں کیں۔ جس کے بعد نفس تقاریر پر سوال

کرنے کی عام اجازت دی گئی۔، گو احمدی جماعت کے بہت سے افراد تقریروں کے نوٹ لے رہے تھے لیکن کسی کو سوال کرنے کی جرأت نہ ہوئی۔

چونکہ حافظ فضل الرحمٰن نے احمدی جماعت کے ہر ایک جلسے میں انکی تقریروں پر اعتراض کئے تھے اسلئے حاضرین کو پوری امید تھی کہ انکی تقریر پر احمدیوں کی طرف سے سوالوں کی بوچھاڑ ہوگی، لیکن باوجود اعلان کے کسی کو قدم بڑھانے کی جرأت نہ ہوئی۔

اخیر میں، میں یہ درخواست کرتا ہوں کہ انجمن اہل حدیث کا خصوصاً اور دیگر علماء حنفیہ کا عموماً فرض ہے کہ یہاں کے مرزائیوں کا مہذبانہ طریقے سے نص سے مقابلہ کریں۔ لیکن میں یہ لکھنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ علماء حنفیہ مقیم راولپنڈی سے تو یہ توقع نہیں ہو سکتی مگر ہمیں امید ہے کہ انجمن اہل حدیث ان کا مقابلہ قرآن و حدیث اور اقوال مرزا صاحب سے لگاتار کرے گی تاکہ عوام الناس ان کے جال میں نہ پھنس جائیں۔

اس امر کے لئے حکیم عبدالرحمٰن صاحب اور حافظ فضل الرحمٰن صاحب کی خاص توجہ مبذول کی جاتی ہے کہ وہ ہمت نہ ہاریں اور اس تبلیغی سلسلہ کو جاری رکھیں۔

یکے از حاضرین جلسہ۔ سید انور شاہ۔ رتہ امرال راولپنڈی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۵ جمادی الاول جلد ۲۸ نمبر ۴۶ ص ۵)

علامات مسیح

جناب مولوی غلام رسول مجاہد۔ گلہ مہاراں ڈاکخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ سے لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! حضور اکرم ﷺ نے مسیح موعود کی اکثر علامتیں بتائی ہیں جن میں سے خاکسار چند علامتیں تحریر کرتا ہے۔

حضور ﷺ کا ارشاد : و الذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مر یم بفج الروحاء حا جاً او معتمراً او یثنینھما (مسلم۔ با ب جواز التمتع فی الحج و القران۔ ص ۴۰۸)

اس ارشاد کریمہ کا مطلب یہ ہے کہ مسیح بن مریم دوبارہ تشریف لا کر مکہ معظّمہ کا حج کریں گے۔لیکن مرزائی کہا کرتے ہیں کہ حج اس پر فرض ہوتا ہے جو صاحب مال ہو،اور مرزا صاحب کو حج کرنے کی طاقت نہ تھی۔لیکن یہ بات دو وجہ سے غلط ہے:اول۔ یہ کہ نبی اکرمﷺ نے مسیح بن مریم کیلئے صاحب مال ہونا شرط نہیں ٹھہرائی صرف آپ نے خداتعالی کی قسم کھا کر اور بہ لام تاکید و بنون تاکید مسیح بن مریم کیلئے حج کرنا ضروری ٹھہرایا ہے ۔دوم: یہ کہ مرزا غلام احمد کو حج ادا کرنے کی طاقت بھی تھی کیونکہ قادیانی کو اکثر روپیہ دینے کے لئے ایک فرشتہ ٹیچی ٹیچی ہر وقت مقرر تھا۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:۵ مارچ ۱۹۰۵ءکو میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک شخص جو فرشتہ معلوم ہوتا تھا میرے سامنے آیا اور اس نے بہت سا روپیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔میں نے اسکا نام پوچھا۔اس نے کہا کچھ نہیں۔میں نے کہا آخر کچھ تو نام ہوگا۔اس نے کہا کہ میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی،جس کا معنی ہے وقت مقررہ پر آنے والا۔،تب میری آنکھ کھل گئی اور اس کے بعد کئی ہزار روپیہ آ گیا کیونکہ لنگر خانہ میں طعام قلیل تھا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص۳۳۲)

مرزائی دوستو!یہ نہ کہنا کہ خواب کا واقعہ ہے کیونکہ دوسری جگہ مرزا غلام احمد کا ارشاد ہے:

نبی کی خواب بھی وحی الٰہی ہوتی ہے۔(ازالہ اوہام۔ ص۲۱۱)

اور دوسری علامت مسیح موعود کی حضور ﷺ نے یہ بتائی ہے۔لیو شکن ان ینزل ابن مریم حکماً عدلاً (بخاری)یعنی مسیح صاحب حکومت اور صاحب عدالت ہوگا۔

تیسری علامت آپ ﷺ نے یہ فرمائی ہے: ینزل عیسی بن مریم عند المنارة البیضاء شرقی دمشق (ترمذی) کہ مسیح بن مریم دمشق کے منارہ سفید پر نازل ہوگا

قادیانی دوستو!ان احادیث میں تاویل نہ کرنا کیونکہ مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مسیح پیدا ہو جائے (ازالہ اوہام۔ص۷۳)

دوسری جگہ اس طرح مرقوم ہیں:مسیحیت کا میرے وجود ہی پر خاتمہ نہیں بلکہ میں بار ہا کہتا ہوں کہ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے اور ممکن ہے کہ وہ دمشق میں ہی نازل ہو۔(ازالہ اوہام)

قادیانی صحابیو! جناب مرزا جی کا ایک اور فیصلہ کن حوالہ سن لو جس میں ذرہ بھر بھی چون و چرا کی گنجائش نہیں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

و القسم یدلّ علی ان الخبر محمول علی الظاھر لا تاویل فیه و لا استثناء و الّا فایّ فائدۃ فی ذکر القسم .الخ (حمامۃ البشریٰ)۔

یعنی جس حدیث میں مخبر صادق ﷺ کی قسم باللہ مذکور ہو اس میں تاویل اور استثنا کرنا جائز نہیں

اور چوتھی علامت حضرت صدیق اعظم ﷺ نے مسیح موعود کی یہ فرمائی:

یھلك الله فی زمانه ملل کلھا الّا الاسلام (ابوداؤد۔ج۲ص۱۳۵)

اس کا ترجمہ جناب مرزا غلام احمد خود لکھتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ مسیح موعود کے نزول کے وقت اسلام دنیا میں پھیل جائے گا اور ملل باطلہ ہلاک ہو جائیں گے اور راست بازی ترقی کرے گی۔ (ایام الصلح۔ص۱۳۶)

قادیانی شیدائیو! کیا یہ علامتیں مرزا صاحب قادیانی میں ثابت کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں۔اس لئے جناب مرزا جی نے لوگوں کو جو کہ آپ کو مسیح موعود نہیں مانتے تھے کم فہم ہونے کا خطاب دیا (ملاحظہ ہو ازالہ اوہام۔ص ۱۹۰) کیونکہ آپ کو معلوم تھا کہ مسیح علیہ السلام کے جو نشانات کتب احادیث میں مذکور ہیں، مجھ میں نہیں ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۵ جمادی الاول جلد ۲۸ نمبر ۴۶ ص ۵۔۶)

ان شانئك هو الا بتر

حضرت مولانا ثناء اللہؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد کو یہ الہام ہوا تھا، تیرا دشمن بے اولاد ہو گا۔

یہ الہام سب سے پہلے انہوں نے مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم پر لگایا تھا....۔الہام چونکہ عام تھا اس لئے (ان دنوں اس الہام کی بابت) ایک احمدی اور محمدی کی گفتگو ہوئی جس کی اطلاع بذریعہ خط آئی جو درج

ذیل ہے:

سوال جواب طلب:

میرے ایک دوست قادیانی گمراہ فرقے سے تعلق رکھنے والے ہیں۔ایک دن یہ بحث ہو رہی تھی کہ مرزا غلام احمد نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ جو میرے مقابلے میں آئے گا اس کے کوئی اولاد نہیں ہوگی (سب سے اول مخالف مرزا کے آپ کے شہر دہلی میں آرام فرما ہیں وہی مثال کیوں نہ بتادی یعنی حضرت مولانا سید نذیر حسین مرحوم مغفور۔ان کے تو پوتوں کے پوتے ہیں۔ثناء اللہ امرتسری) تو میں نے گذارش کی کہ حضرت مولانا ثناء اللہ جو کہ مرزا صاحب کے حریف اعظم اور فاتح ہیں وہ بفضلہٖ تعالیٰ ابھی تک خود موجود اور صاحب اولاد ہیں۔تو اس کے بعد اس مرزائی نے کہا کہ مولوی صاحب ممدوح کا کوئی صلبی بیٹا نہیں جس کو اپنا بیٹا کہتے ہیں وہ لے پالک ہے۔میں حیران ہوا ۔بہت جلد تحریر فرماویں کہ کیا واقعہ ہے۔میں نے ایک کتاب میں ابو رضا عطاء اللہ بن ثناء اللہ لکھا پایا ہے۔

فتح محمد غازی دہلی

جواب:

اس کا جواب کیا دیا جائے بجز اس کے کہ پکے مرزائی دوست یہاں آ کر محلے اور شہر والوں سے دریافت کریں بعد تحقیق مرزا صاحب قادیانی کے مذکورہ الہام کی تردید میں اشتہار شائع کریں۔سچ ہے:

شور بختاں بآرزو خواہند

مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۷ ص ۴۔۵)

بیٹا باپ کی مسند پر

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد نے ایک دفعہ امرتسر میں تقریر کرنے کا انتظام کرایا۔ اتفاق سے ایام رمضان تھے۔ مرزا صاحب نے اثناء تقریر میں سب کے سامنے چائے پی لی۔ مسلمانوں نے ان کا ایسا کرنا احترام رمضان کے خلاف سمجھ کر شور کیا۔ یہاں تک کہ اینٹ پتھر بھی برسائے۔ جس کا ذکر مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں کیا ہے۔

میاں محمود خلیفہ قادیان والد ماجد کے قائم مقام ہیں مگر ان کو ایسا واقعہ پیش نہ آیا تھا۔ اس لئے اہل بصیرت کا خیال تھا کہ دیکھئے یہ مشابہت ان کو کب حاصل ہوتی ہے۔ ہم حیران ہیں کہ بیٹا باپ کے رتبے کو کتنی جلدی پا گیا۔ ۱۲۔۱۳ستمبر ۱۹۳۱ء کو سیالکوٹ میں کشمیر کمیٹی کی مجلس شوری میں آپ گئے۔ اس سے فارغ ہو کر جلسہ عام میں تقریر کرنے کھڑے ہوئے۔ راوی کا بیان ہے کہ مسلم احرار پنجاب کا ذکر زبان پر آیا ہی تھا کہ اینٹوں پتھروں کی بارش ہونے لگ گئی، جن سے آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو چوٹیں آئیں۔ ہاں باپ کی مشابہت بنانے کو یہ کیا کہ جتنی اینٹیں پڑی تھیں سب محفوظ رکھ کر ٹرنک میں قادیان لے گئے۔ ہم خلیفہ صاحب کو باپ کی مشابہت حاصل ہونے پر مبارکباد کہتے ہیں اور چوٹیں لگنے میں ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

قادیان میں جنگ

آپ جب سیالکوٹ سے قادیان آئے تو وہاں بھی خیر نہ دیکھی وہاں کے ناظر اعلی فتح محمد سیال اور امین الدین پٹھان میں جنگ ہوگئی دونوں نے ایک دوسرے کو کافی مارا جس سے خطرہ ہے کہ آئندہ قادیان دار الامان کی بجائے دار الحرب نہ ہو جائے جس پر مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم کا شعر صادق آجائے:

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۷ ص ۵)

کوئٹہ میں زلزلہ اور قادیان میں خاموشی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ جن دنوں جاپان میں زلزلے آئے تھے تو قادیان میں شادیانے بجائے گئے تھے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) کی صداقت کا نشان ہے کہ جاپان میں زلزلہ آیا۔ پس یقیناً ثابت ہوا کہ مرزا صاحب مسیح موعود ہیں ۔

مگر آج کل خاص اپنے ملک ہندوستان (کوئٹہ) میں تباہی خیز زلزلے آئے ہم منتظر تھے کہ قادیان کے اخباران زلزلوں کو صداقت مرزا پر بین دلیل بنائیں گے مگر وہ آج تک خاموش رہے۔ اس لئے ہم اعلان کرتے ہیں کہ: کوئٹہ کے زلزلوں سے مرزا صاحب کی صداقت ثابت ہوتی ہے جیسی چاولوں کی سفیدی سے زمین کی گولائی۔ فافھم فا نہ دقیق

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء جلد ۲۸ نمبر ۴۷ ص ۵)

مردم شماری میں احمدی تعداد:

صدر انجمن احمدیہ قادیان اور لاہور جواب دیں

عیسائی اخبار نور افشان لاہور نے مرزائیوں کی تعداد ۵۵ ہزار بتائی ہے بحالیکہ قادیانی اخبار عام طور پر لاکھوں بتاتے ہیں۔ اس لئے دونوں مقاموں کے مرکز ہمیں جواب دیں کہ تازہ مردم شماری میں احمدی تعداد کتنی ہے۔ مگر خیالی نہ ہو بلکہ رپورٹ کے الفاظ میں بحوالہ صفحہ ہو۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۵)

قادیان میں قتل وقتال

(احمدی، احمدی کے ہاتھ سے قتل)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جس روز سے ایک قادیانی سفاک نے لاری میں بٹالہ کے قریب دو بے گناہوں پر حملہ کر کے ایک کو شہید اور دوسرے کو نیم مقتول کیا جسے قادیانی پریس اور قادیانی ارکان نے چھپانے کی کوشش کی تھی ہم اسی روز سے منتظر تھے کہ قدرت کیا کرشمہ دکھاتی ہے۔ کیوں :

خون ناحق بھی چھپانے سے نہیں چھپتا ہے
کیوں وہ بیٹھے ہیں مری نعش پہ دامن ڈالے

آخر یہ دن دیکھنے اور یہ واقعہ سننے میں آ گیا جو قادیانی گزٹ نے بہت نرم لفظوں میں اظہار کیا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں:

افسوس ناک حادثہ

۱۳ستمبر ۱۹۳۱ء کی صبح آٹھ بجے کے قریب میاں محمد امین خان صاحب نے ایک معمولی تنازعہ کی بنا پر چودھری فتح محمد صاحب سیال ایم اے پران کی کوٹھی کے قریب اپنے گھر سے کلہاڑی لے جا کر اس حالت میں حملہ کیا جب کہ چودھری صاحب بالکل خالی ہاتھ تھے۔ اور چودھری صاحب کے سر پر کئی زخم لگائے۔ کلہاڑی چھین لینے پر میاں محمد امین خان صاحب نے چاقو سے حملہ کیا جس پر خود حفاظتی میں چودہری صاحب کے ہاتھ سے میاں محمد امین خان صاحب کو بھی چوٹ آئی۔ دونوں مجروحین نور ہسپتال قادیان میں داخل کئے گئے۔ اسکے بعد ۱۶ستمبر کو میاں محمد امین خان صاحب کا اپریشن ہوا جس کے لئے ایک لائق اسسٹنٹ سرجن کو سرکاری ہسپتال میں متعین ہیں باہر سے بلوایا گیا۔ آپریشن کے تھوڑی دیر بعد خان صاحب فوت ہو گئے۔؛

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پریس ملزموں کو تلقین کرنے میں بڑا مشاق ہے مستری محمد حسین بٹالوی کی شہادت کے موقع پر خود خلیفہ قادیان نے ملزم کو تلقین کی کہ اشتعال طبع میں مارا۔ اب الفضل نے ملزم کو تلقین کی ہے کہ حفاظت خود اختیاری میں مارا۔ دیکھئے پولیس اور پولیس کے بعد عدالت میں کیا ظہور ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۸۔ ص ۴)

ایک مخلوط النسل عظیم الشان انسان

مسیح قادیان

(ہمارے نامہ نگار کو مرزا صاحب کی نسل پر تعجب ہے مگر ہمیں ان کے کسی کام پر تعجب نہیں کیونکہ آپ کی کوئی بات بھی تعجب سے خالی نہیں آپ نبی ہیں، رسول ہیں، امتی ہیں، مجدد ہیں، مہدی ہیں، مسیح موعود ہیں، یہاں تک کہ (خوابی) خدا ہیں۔ غرض مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی اس شعر کے مصداق ہیں

حسیں ہو مہ جبین ہو دل نشین ہو۔ لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

مختصر یہ کہ مرزا صاحب دنیا کی کل شریف انساب سے اپنا تعلق بتاتے تھے جو ہمارے نزدیک بالکل صحیح ہے کیونکہ کل اقوام دنیا آدم کی اولاد ہیں اور مرزا صاحب آدم کے بیٹے اور خود آدم بھی ہیں چنانچہ آپ کا کلام ہے یا آدم اسکن انت وزوجک الجنۃ ۔ پس آپ کو ہر نسل اور ہر قوم سے تعلق ہے چنانچہ نامہ نگار نے یہی ثابت کیا ہے جن کا مراسلہ درج ذیل ہے۔

مدیر اہل حدیث امرتسر)

قوم مغل برلاس

حضرت مسیح موعود علیہ السلام مغلوں کی مشہور قوم برلاس کی یادگار ہیں چنانچہ آپ نے اپنی متعدد کتب میں اس کا متعدد مرتبہ ذکر کیا ہے فرماتے ہیں (اور جیسا کہ بیان کیا گیا ہے ہماری قوم مغل برلاس ہے۔ کتاب البریۃ ص ۱۳۴) اور برلاس

ایک مشہور اور معزز قوم مغل کی ہے جس میں تیمور جیسے نامور فاتح اور صاحب ہمت واستقلال کشور کشا گذرے ہیں۔

اس قوم کا مورث اعلی قراچار نامی تھا جو چھٹی صدی ہجری کے قریب گذرا ہے۔ یہ شخص نہایت نیک طینت اور پاک منش اور خدا پرست تھا۔ اور یہ پہلا شخص تھا جو اپنی قوم میں حلقہ اسلام میں داخل ہو کر اس قوم میں اشاعت اسلام کا باعث ہوا۔ (سیرۃ مسیح موعود جلد اول ص ۱۸ یعقوب علی تراب)۔ آپ کا خاندان اپنے علاقہ میں ایک معزز خاندان تھا اور اس کا سلسلہ نسب برلاس سے جو امیر تیمور کا چچا تھا ملتا ہے (سیرۃ مسیح موعود۔ مصنفہ پسر مرزا ص ۲)

بنی اسحاق

آنحضرت ﷺ کے طفیل سے پھر اولاد اسحاق پر بھی فضل ہوا یہاں تک کہ آخری زمانہ کا مصلح اور موعود اسحاق کے گھرانے سے آیا۔ غرض یہ بدیہی بات ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اہل فارس کے متعلق اولاد اسحاق ہونے اور اس ابراہیمی گھرانے میں ایک عظیم الشان انسان کے پیدا ہونے کی بشارت دی۔

(سیرۃ مسیح موعود۔ مرتبہ یعقوب علی۔ ج ا ص ۸)

بنی اسرائیل

غرض میرے وجود میں ایک حصہ اسرائیلی ہے اور ایک حصہ فاطمی۔ اور میں دونوں مبارک پیوندوں سے مرکب ہوں۔ اور احادیث اور آثار کو دیکھنے والے خوب جانتے ہیں کہ آنے والے مہدی آخر الزمان کی نسبت یہی لکھا ہے کہ وہ مرکب الوجود ہوگا ایک حصہ بدن کا اسرائیلی اور ایک حصہ محمدی۔

(سیرۃ مسیح موعود مرتبہ یعقوب علی۔ ج ا ص ۱۶)

فارسی الاصل

یاد رہے کہ خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے۔ کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا۔ ہاں بعض کاغذات میں یہ دیکھا گیا ہے کہ ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں (وہ کاغذات کہاں ہیں؟ بہا) اب خدا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی

خاندان ہے۔سواس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی حقیقت جیسا کہ اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہرگز معلوم نہیں اسی کا علم صحیح اور یقینی ہے اور دوسروں کا شکی اور ظنی۔

(قادیانی اربعین نمبر۲ حاشیہ ص ۱۷)

چینی الاصل

مرزا صاحب، بحوالہ شیخ محی الدین ابن العربی فرماتے ہیں:

میرے بارے میں شیخ محی الدین ابن العربی نے ایک پیش گوئی کی تھی جو میرے پر پوری ہوگی اور وہ یہ کہ خاتم الخلفاء جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے چینی الاصل ہوگا یعنی اس کے خاندان کی اصل جڑ چین میں ہوگی۔

(کتاب چشمہ معرفت۔ص ۳۱۵ تا ۳۱۶)

یعنی کامل انسانوں میں سے آخری کامل ایک لڑکا ہوگا اصل مولد اس کا چین ہوگا۔ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل وترک میں سے ہوگا ۔(تریاق القلوب۔ص ۱۵۸)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۲۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۸ ص ۴۔۵)

مناظرہ کانووان

کانووان ضلع گرداسپور میں وفات مسیح وصداقت مرزا ختم نبوت پر مرزائیوں اور اہل اسلام میں مناظرہ ہوا۔مرزائی مناظر مولوی محمد سلیم اوران کے مقابل مولوی محمد یوسف امرتسری تھے جس میں اہل اسلام کو فتح ہوئے۔دو شخص بھی مرزائیت سے تائب ہوئے ۔راقم: نذیر احمد از بھٹیاں۔متصل کاہنووان ضلع گورداسپور

(اہل حدیث امرتسر۲۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۸ ص ۱۴)

مرزا کی دعا کے مطابق ثناءاللہ کیوں نہ مرا؟

میاں محمود پر سوال اور انکے قلم سے اسکا جواب

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اللہ جزادے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے دعوی کی نسبت صاف فیصلہ کردیا۔ مگر ان کی امت نے ان کے فیصلے کی قدر نہ کر کے اپنے آپ کو دریا کے نہیں، سمندر کے بھنور میں ڈال رکھا ہے۔

سیدھی بات تھی کہ مرزا صاحب قادیانی کی کھینچی ہوئی لکیر پر چلتے تو آج ان کے بتائے ہوئے اور خدا کے کئے ہوئے فیصلے کے مطابق مولوی ثناءاللہ کو صادق ومصدوق مان کر ان سے بیعت جہاد کرتے۔ مگر انہوں نے کسی خاص وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ چونکہ بحکم آیت بل ا لا نسا ن علی نفسه بصیرة ۔(انسان اپنا حال خوب جانتا ہے)

یہ لوگ اصل حقیقت دل سے جانتے ہیں۔ اس لئے جب کبھی یہ سوال ان پر وارد ہوتا ہے کہ مولوی ثناءاللہ (مرزا قادیانی سے پہلے) کیوں نہ مرے؟ تو اس کے جواب میں پریشان ہو کر کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں۔

آج ہم کسی معمولی مرزائی کی پریشانی نہیں بتاتے، بلکہ امت مرزائیہ کے اعلی فرد خلیفہ قادیانی کی پریشانی ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) پر سوال ہوا کہ مولوی ثناءاللہ کیوں نہ مرے؟

تو خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے کیا جواب دیا؟ سوال وجواب انہی کے الفاظ میں پیش کریں گے، مگر پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعائیہ الفاظ سناتے ہیں۔ مرزا صاحب نے ایک دعائیہ اشتہار شائع کیا تھا:

اے خدا مولوی ثناءاللہ نے مجھے بہت ستایا ہے میرے قلعہ کو جو تو نے بنایا ہے گرانا چاہتا ہے اس لئے

میں تیرے تقدس کا دامن پکڑ کر دعا کرتا ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما کہ ہم میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے سچے کی زندگی میں اس پر موت وارد کر۔ ربنا افتح بیننا وبین قومنا بالحق۔ (ملخص)۔

غلام احمد۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

اس دعا کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب قادیانی اس دنیا سے عرصہ ہوا کوچ کر گئے اور (۱۹۳۱ء میں) سنا جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ ابھی زندہ ہیں۔

چونکہ یہ دعا ہر ایک منصف مزاج کے دل کو پکڑ کرتی ہے، اس لئے مریدان باصفا بھی گاہے ماہے سوال کر بیٹھتے ہیں۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) پر سوال ہوا کہ مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مرزا صاحب قادیانی کو کامیاب کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے جب کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ابھی زندہ ہیں۔ اسکا جواب مع سوال خلیفہ قادیان کے الفاظ میں ہم سناتے ہیں ناظرین غور سے پڑھیں اور خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی پریشانی پر ترس کریں۔

حضرت مسیح موعود کے متعلق کئی لوگ کہتے ہیں کہ ثناء اللہ زندہ ہے اور مرزا صاحب فوت ہو گئے اس لئے وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ حالانکہ انہیں دیکھنا یہ چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب جس مقصد اور مدعا کو لے کر آئے تھے، اس میں انہیں کامیابی ہوئی یا نہیں؟

آپ اسلام کی ایک تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اسکے پھیلانے کو آیا ہوں۔

اس کے لئے پہلا قدم وفات مسیح کے عقیدے کی اشاعت تھا، مگر آپ کے مقابلہ میں جو لوگ کھڑے ہوئے خواہ مولوی ثناء اللہ یا کوئی اور ہوں، وہ کہتے تھے کہ جو خیالات ہمارے ہیں وہی درست ہیں۔ جو اسلام ہم پیش کرتے ہیں وہی سچا اسلام ہے۔ اور ان کا مدعا یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب جو اسلام پیش کرتے ہیں وہ نہ پھیلے۔

اب دیکھو کہ کون کامیاب ہوا اور کون ناکام۔ جسکا مقصد اور مدعا پورا ہوگیا وہ کامیاب ہوا اور جس کا پورا نہ ہوا وہ ناکام۔ کیا حضرت مرزا صاحب کے آنے کا یہی مقصد تھا کی مولوی ثناء اللہ کی شہرت نہ ہو۔ اگر یہی مقصد تھا اور مولوی ثناء اللہ کو شہرت ہوگئی تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ ناکام رہے۔ لیکن جب آپ کے آنے کا

مقصداور مدعا اور ہی تھا،تو آپ کے مخالفین کی شہرت ہو جانے یا ان کو مال و دولت مل جانے سے آپ کی صداقت پر کیا اثر پڑسکتا ہے۔،ہاں اگر حضرت مرزا صاحب کے ہم خیالوں کی تعداد کم ہو نی شروع ہو جاتی تو آپ کے دشمنوں کو کامیاب اور آپ کو ناکام کہا جاسکتا ہے۔

لیکن اگر باوجود اس کے آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہونے اور شور مچانے کے،یہی ہو رہا ہے کہ وہ جماعت جسے حضرت مرزا صاحب نے قائم کیا،دن بدن بڑھ رہی ہے تو بتاؤ کون کامیاب ہوا۔حضرت مرزا یا آپکے مخالف؟ حضرت مرزا ہی کامیاب ہوئے۔

پس اگر مولوی ثناءاللہ کی کتابیں زیادہ بکتی ہیں،تو بکیں۔اگر کچھ لوگوں میں اس کی شہرت ہوتی ہے تو ہو۔اگر وہ مال کماتا ہے،تو کمائے۔دیکھنا یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے،اس کا اثر حضرت مرزا صاحب کی جماعت پر کیا پڑ رہا ہے۔

کیا اس کی کتابوں،اس کے لیکچروں،اس کے اخبار کی وجہ سے لوگ حضرت مرزا کی جماعت میں شامل ہونے سے رک گئے ہیں؟ اگر نہیں رک گئے تو ہم کہتے ہیں یہ تو حضرت مرزا کی کامیابی کا اور زیادہ ثبوت ہے کہ باوجود آپ کے مخالفین کے اتنی کتابیں بیچنے اور تقسیم کرنے کے،اور باوجود اتنے شور مچانے اور اپنا سارا زور مخالفت میں خرچ کرنے کے وہ حضرت مرزا کی جماعت کی ترقی میں کوئی روک نہیں ڈال سکے بلکہ وہ دن بدن بڑھ رہی ہے اور ہر سال جو لوگ داخل ہوتے ہیں ان تمام کو اگر گنا جائے اور ان کی بیوی بچوں کو بھی شامل کیا جائے تو دس ہزار کے قریب قریب بیعت کرنے والے ہوتے ہیں۔لیکن اس کے مقابلہ میں مخالفین کو دیکھو کہ وہ ہم میں سے کتنے لے جا رہے ہیں۔پس کامیابی اس کا نام ہے نہ کہ عوام میں شہرت اور مال حاصل کرنے کو کامیابی کہا جاسکتا ہے کسی کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ کرنے کے لئے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ وہ کس مقصد اور مدعا کے حاصل کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔جب اسکا پتہ لگ جائے تو پھر بآسانی اس کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔

(اخبار الفضل قادیان ۶ مئی ۱۹۱۹ء)۔

ناظرین کرام! ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اصل سوال موت وحیات پر ہے، کتب فروشی یا کسی دوسری بات پر نہیں۔مگر خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب چالا کی سے بات کا پہلو بدلتے ہیں۔کیا خوب! مرزا غلام احمد اسلئے پہلے مر گئے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ،سوال تو یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا مولوی ثناءاللہ سے پہلے مرنا ان کی ناکامی بلکہ کذب اور بطالت کی دلیل ہے پھر ان کو کامیاب تو کیا،سچا کہنا چہ معنی؟اس کا کیا جواب دیا۔ناظرین خلیفہ کا جواب دوبارہ پڑھیں۔

اب ہم اس امر پر بھی غور کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو مقصد کو لے کر آئے تھے اس بارے میں ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔

ا۔مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے۔

۲۔اورعیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا اسکو بھول جائے۔میرے ان دو مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔(اخبار الحکم قادیان ۱۷جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

ناظرین! کیا یہ دونوں مقصد مرزا صاحب کو حاصل ہو گئے؟ واللہ اگر حاصل ہو گئے،تو ہمیں ان کو کامیاب کہنے میں باک نہیں ہو چاہیے۔لیکن واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ان مقاصد میں کامیاب ہونا بری طرح فیل ہیں۔

مسلمانوں کا تقوی طہارت عیاں راچہ بیان۔ہر طرح کی خرابیاں ان میں موجود، یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی کے مریدین بھی (بقول مرزا صاحب) پاکیزہ صفات سے محروم۔مرزا غلام احمد قادیانی نہایت دل سوزی سے لکھتے ہیں:

ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دل اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہمی پیدا نہیں کی، میں (مرزا قادیانی) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک

نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں
۔ (اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن ازمرزا قادیانی)

احمدی دوستو! ایمان سے کہنا کیا یہی تقوی ہے جو تمام مسلمانوں کو مرزا صاحب قادیانی، ہاں آپکے مسیح موعود، سکھانے نہیں بلکہ حاصل کرانے کو آئے تھے۔ اگر یہی تقوی ہے تو واللہ مرزا کی تشریف آوری سے پہلے بھی یہ وصف مسلمانوں کو حاصل تھا اور تشریف بری کے بعد بھی حاصل ہے ہر شک آرد کا فر گردد

ہاں عیسائیوں کے مصنوعی خدا (یسوع مسیح) تو واقعی دنیا بھول چکی ہے جس کا ثبوت تازہ مردم شماری سے ملتا ہے کہ :ہندوستان کی کل قوموں سے زیادہ عیسائیوں نے ترقی کی یعنی فیصدی پچیس عیسائی بڑھے ہیں

اس مضمون پر تو کچھ لکھتے ہوئے ہمیں خود بھی شرم آتی ہے۔ کیا کوئی ایسا شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کا مصنوعی خدا (یسوع مسیح) دنیا میں متروک ہو ہو گیا۔ واللہ اگر متروک ہو گیا ہوتا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کامیاب ماننے میں ہمیں تامل نہ ہوتا۔

پس ناظرین کرام! للہ غور کریں کہ مرزا غلام احمد اپنی دعا ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اور اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء کے مطابق بامراد اور کامیاب دنیا سے گئے یا نامراد؟

ہم سے پوچھیں تو ہم واقعات کی بنا پر بلاخوف کہہ تردید کہتے ہیں

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۹ ص ۳۔۵)

انعام جمع کراؤ

قادیانی اخبار فاروق جس مذاق اور تہذیب کا مالک ہے اس کا حال لاہوری جماعت مرزائیہ سے پوچھئے جو اس کو قابل خطاب نہیں جانتے بلکہ ہر شریف کو اس سے خطاب کرنے سے روکتے ہیں باوجود اس کے

آج ہم فاروق کومخاطب کرتے ہیں کیونکہ اس میں ہمیں فائدے کی امید ہے۔

ہماری کسی پرانی تحریر میں نکلا تھا کہ مرزا صاحب نے آخری فیصلہ والے مضمون میں سچے کی زندگی میں جھوٹے کے مرنے کی پیش گوئی کی تھی۔ فاروق میں فخر الدین ملتانی کے نام سے ایک مضمون نکلا ہے جس کی ایک دوسطریں یوں ہیں:

اس کذاب نجدی نے لکھا کہ مرزا صاحب نے میرے متعلق پیشگوئی کی تھی کہ جو شخص ہم دونوں (مرزااور ثناءاللہ) میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے گا۔ اگر نجدی امرتسری حضرت مسیح موعود (مرزا) کے کسی اشتہار میں یہ پیش گوئی لفظاً یا معناً یا مفہوماً دکھاوے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا تو ایسے حوالے کے صرف پیش کر دینے پر ایک سو روپیہ انعام بلا تامل پیش کر دونگا۔

فخر الدین در فاروق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۶۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں: ہم اس چیلنج کو بخوشی منظور کرتے ہیں۔ صورت ثبوت تو آپ نے خود ہی لکھ دی ہے مگر اسکو ثبوت کہنے والے منصف کی ضرورت ہے۔ پس آپ سب کاموں سے پہلے بمشورہ منشی قاسم علی (داتا گنج بخش :راقم مضمون نے بڑی لطافت سے لودہانہ کے انعامی مباحثہ میں منشی قاسم اڈیٹر فاروق کی شکست خوری کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ان کو فاتح کے حق میں داتا گنج بخش لکھا ہے۔ ہماری دعا ہے بلکہ امید ہے کہ راقم مضمون بھی ہمارے ہمارے حق میں ایسے داتا ثابت ہونگے) یک صد انعامی امرتسر میں کسی مسلمہ امین کے پاس جمع کرا کر ان سے وہی تحریر لے دیں جو لودہانہ میں لے دی تھی۔ روپیہ امانت رکھنے کے بعد مسلمہ منصف مقرر کریں جو ہمارے پیش کردہ ثبوت پر فیصلہ دے جیسا لودیانہ میں دیا تھا

امید ہے راقم مضمون اگر حیل و حجت کریں گے تو منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق انکو ثابت قدم رکھیں گے کیونکہ وہ بذاتہ ایسے امور میں دلیر اور بات کے پکے ثابت ہو چکے ہیں اگر وہ بھی ڈھیلے پڑ گئے تو ہمیں کہنے کا موقع ملے گا

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۹ ص ۵)

میں بھی امیدوار انعام ہوں

سوروپیہ جمع کرائیے

منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ :

خدا نے مجھے ایک لڑکے کی خوش خبری دی ہے جو ییسا ہوگا ویسا ہوگا وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے۔،

مرزائی اصحاب میاں محمود احمد جانشین مرزا غلام احمد کو اس الہام کا مصداق ٹھہرانے میں کوشاں ہیں ۔چنانچہ حال ہی میں مرزا سلطان احمد پسر مرزا غلام احمد کے حق میں قادیانی اخبار الفضل میں لکھا گیا کہ:

مرزا صاحب کے موجودہ چار فرزندوں میں سے ایک ان کا مخالف تھا جس نے میاں محمود صاحب کے ہاتھ پر بیعت کر لی ہے لہذا مرزا صاحب کے الہام ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں جو فقرہ پسر مصلح موعود کی صفت میں مرقوم تھا: وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا، اس کا یہی مطلب تھا کہ ہمارے خلیفہ صاحب کے ہاتھ پر وہ چوتھا مخالف لڑکا ایمان لائے گا۔ملخص

اس کی تردید میں سید محمد حسن شاہ اخبار اہل حدیث کے لائق نامہ نگار نے اخبار اہل حدیث میں ایک مضمون لکھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے لڑکے بشیر اول کو جو ۷۔اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا تھا مصداق اس پیش گوئی کا قرار دیا ہے لہذا تمہاری یہ تفسیر و تاویل غلط ہے۔

اس کے جواب میں مرزائی اخبار فاروق میں بہت سی بدزبانی کے ساتھ لکھا گیا ہے کہ بشیر اول اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق نہیں تھا وہ اشتہار ۸۔اپریل ۱۸۸۶ء کا مصداق تھا۔اگر سید محمد حسن شاہ اس لڑکے کو اشتہار ۲۰ فروری کا محل و مورد ثابت کر دیں تو مبلغ ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔

(خلاصہ۔فاروق ۱۴ستمبر ۱۹۳۱ء)۔

ہم فاروق کے چیلنج کو کھلے دل سے منظور کرتے ہیں اورانہیں بلاحیل وحجت روپیہ جمع کرانے کی درخواست کرتے ہیں۔ہم بآواز بلند کہتے ہیں کہ مرزاصاحب نے بشیراول کواشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کا مصداق ٹھہرایا تھااس کا ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔

آپ فوراًروپیہ کسی امین کے پاس جومسلمہ فریقین ہوجمع کرادیں اور فیصلہ کے مسلمہ ثالث مقرر کر کے تحریراًیا تقریراًجس طرح چاہیں میدان میں نکلیں۔شرائط وہی ہوں جومباحثہ لدھیانہ میں طے ہوئے تھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۹ ص ۵۔۶)

مرزائیت سے توبہ

ہمارے گاؤں کے دوآدمیوں کو چندمرزائیوں نے ورغلاکرقادیان لے جاکر مرزائی بنالیا۔چندیوم کے بعدوہ واپس گاؤں آئے،توخاکسار نے ان کوفیصلہ آسمانی ودیگر کتب واشتہاردکھائے جن کوسن کروہ مرزائیت سے تائب ہوگئے۔اللہ تعالی ان کواپنے دین پرقائم رکھے۔

راقم:حکیم محمدعبداللہ چک نمبر ۴۳۸ تحصیل سمندری ضلع لائل پور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۹ ص ۱۴)

عشرہ مرزائیہ۔ا

مرزاقادیانی کے دس غلط الہام

منشی محمدعبداللہ معمارامرتسریؒ لکھتے ہیں:

صداقت مرزاکے مبحث پرعموماًمرزائی جماعت مدعیانہ حیثیت میں پیش ہوتی ہے میں نے بغورد یکھا ہے کہ مرزائی مناظرچھوٹتے ہی مرزائی صداقت پرپانچ دس غیرمتعلق آیات،،کئی خارج ازمبحث احادیث،

مرزا صاحب قادیانی کے چند ایک مہمل اور وسیع المعانی الہامات پیش کر دیا کرتے ہیں، مثلاً

ا۔ دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اسے قبول نہ کیا لیکن خدا اسے قبول کرے گا۔ (البشریٰ۔ جلد ا ص ۴۴)۔

۲۔ اے مرزا تیرے پاس دور دور سے لوگ آئیں گے (حاشیہ براہین۔ ص ۲۴۱)۔

۳۔ اے مرزا تیرے پاس بہت سے تحائف آئیں گے۔ (بدر جلد ۶۔ نمبر ۱۸)۔

۴۔ بڑے بڑے آدمی قبروں میں چلے جائیں گے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۴۷)۔

۵۔ دو بکریاں ذبح ہوں گی۔ (حاشیہ براہین احمدیہ۔ ص ۵۱۱)۔

۶۔ بعد ۱۱۔ انشاء اللہ۔ (البشریٰ جلد ۲ ص ۶۶)

یہ الہامات گو اس پنڈت صاحب کی پیش گوئیوں سے زیادہ سچے نہیں جس نے کہا تھا

ا۔ فلاں صاحب روٹی کھائینگے تو انہیں پانی پینے کی ضرور حاجت پڑے گی۔

۲۔ اور جب وہ پائخانے بیٹھیں گے تو ساتھ ان کا پیشاب بھی نکل جائے گا۔

تاہم مرزائی اصحاب کا اس روش کو اختیار کرنا بہت بڑی دور اندیشی ہے۔ مقصود ان کا یہ ہوتا ہے کہ مخالف مجیب ہماری ان پیش کردہ باتوں میں الجھا رہے اور دوسری باتوں میں اسے مرزا صاحب قادیانی کی قلعی کھولنے کا موقع ہی نہ ملے۔

جہاں محمدی مناظر ان کی اس شاطرانہ چال سے واقف نہیں ہوتا، ان کا مقصود حاصل ہوتا رہتا ہے۔

میرے خیال میں اس کے انسداد کے دو طریق انسب ہیں

اول: یہ کہ یا تو شرائط مناظرہ طے کرتے وقت یہ تحریر کرالیا جائے کہ ہر ایک مناظر صرف ایک، زیادہ سے زیادہ دو دلیلیں جو اسکے نزدیک قطعی الدلالت اور یقینی الثبوت ہوں پیش کرے اس سے زیادہ نہیں۔ اسی طرح مجیب علاوہ مدعی کی دلیلوں کا جواب دینے کے اپنی طرف سے بطور معارضہ ایک دو دلیلیں پیش کرے۔ اس کے بعد تمام وقت انہی دلائل پر مباحثہ ہوتا رہے تاکہ حق و باطل میں اچھی طرح امتیاز ہو جائے اور سامعین جان جائیں کہ دونوں میں کون حق پر ہے اور کون باطل پر اڑ رہا ہے۔

دوسرا طریق یہ ہے کہ مناظر اسلام مرزائیوں کی یاوہ گوئی کو بالکل نظر انداز کر دے اور اٹھتے ہی مرزا غلام احمد کی

پانچ دس صریح غلط گوئیاں، پانچ دس احادیث نبویہ جن میں حضرت مسیح ابن مریم کی علامات بعداز نزول بتائی گئی ہیں جو مرزا صاحب قادیانی میں پائی نہیں گئیں، اسی طرح مرزا قادیانی کی غلط بیانیاں، بدزبانیاں۔تحریرات پر از توہین انبیاء، بالخصوص حضرت عیسی کی توہین جو مرزا صاحب قادیانی نے کی ہے، پیش کردے۔ایسا کرنے سے مرزائی مناظر ہر میدان میں روسیاہ ہوں گے۔

اسی اصول کو مدنظر رکھ کر آج کے مضمون ذیل میں صرف دس پیش گوئیاں مرزا صاحب قادیانی کی جو باوجود صریح جھوٹی نکلنے کے عموماً مناظروں میں پیش نہیں کی جاتیں ، برادران اسلام کی خدمت میں پیش کی جاتی ہیں۔

اس کے بعد وقتاً فوقتاً دیگر مضامین، علامات مرزا، کذبات مرزا، اخلاق مرزا، وغیرہ پر بھی لکھوں گا۔ان شاءاللہ۔

مرزا صاحب متوفی مدعی مسیحیت ونبوت نے یہ کہہ کر کہ: نبوت پیش گوئی کرنے کو کہتے ہیں (رپورٹ جلسہ قادیان۱۸۹۷ء ص۱۵۹)، صادق نبی کی علامت بھی یہ مقرر کی ہے کہ:

اس کی پیش گوئی پوری ہو۔(شہادۃ الملہمین ۔ص۳۲)۔اوراپنے متعلق تو صاف کہا ہے

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں۔(قادیانی اشتہار۱۰جولائی ۱۸۸۸ء)،لہذا ہم اسی طریق سے ان کی صداقت جانچیں گے۔اگر ان کی پیش گوئیاں سچی ثابت ہوئیں تو ہمیں انہیں صادق مخبر ماننے میں کوئی تامل نہ ہوگا بصورت دیگر: کسی (مدعی الہام) انسان کا اپنی پیشگوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر رسوائی ہے۔(ضمیمہ تریاق نمبر۲۔ص۱۰۷)

پیش گوئی مرزا قادیانی۔نمبر۱: پسر موعود

مرزا غلام احمد نے ۲۰فروری ۱۸۸۶ءکو اپنے ہاں ایک لڑکا پیدا ہونے کی بایں الفاظ پیش گوئی کی تھی:

بالہام اللہ تعالی واعلامہ عزوجل۔خدائے رحیم وکریم بزرگ وبرتر نے جو ہر چیز پر قادر ہے(جل شانہ وعزاسمہ) مجھ کو اپنے الہام سے مخاطب کرکے فرمایا کہ: میں تجھے ایک رحمت کا نشان دیتا ہوں، اسی کے موافق جو تو نے مجھ سے مانگا۔سو میں نے تیری تضرعات کو سنا، اور تیری دعاؤں کو اپنی رحمت سے بہ پایہ قبولیت جگہ دی۔ اور

تیرے سفر کو (جو ہوشیار پور اور لدھیانہ کا سفر ہے) تیرے لئے مبارک کر دیا۔

سو قدرت اور رحمت اور قربت کا نشان تجھے دیا جاتا ہے۔ فضل اور احسان کا نشان تجھے عطا ہوتا ہے۔ اور فتح وظفر کی کلید تجھے ملتی ہے۔ اے مظفر تجھ پر سلام۔ خدا نے یہ کہا تا وہ جو زندگی کے خواہاں ہیں، موت کے پنجے سے نجات پاویں۔ اور وہ جو قبروں میں دبے پڑے ہیں، باہر آویں۔ اور تا دین اسلام کا شرف اور کلام اللہ کا مرتبہ لوگوں پر ظاہر ہو۔ اور تا حق اپنی تمام برکتوں کے ساتھ آجائے۔ اور باطل اپنی تمام نحوستوں کے ساتھ بھاگ جائے۔ اور تا لوگ سمجھیں کہ میں قادر ہوں جو چاہتا ہوں سو کرتا ہوں۔ اور تا وہ یقین لائیں کہ میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور تا انہیں جو خدا کے وجود پر ایمان نہیں لاتے اور خدا اور خدا کے دین اور اس کی کتاب اور اس کے پاک رسول محمد مصطفیٰ کو انکار اور تکذیب کی نگاہ سے دیکھتے ہیں ایک کھلی نشانی ملے اور مجرموں کی راہ ظاہر ہو جاوے۔ سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک ذکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے۔ اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اس کو مقدس روح دی گئی ہے۔ اور وہ رجس سے پاک ہے۔ اور وہ نور اللہ ہے۔ مبارک وہ جو آسمان سے آتا ہے۔ اس کے ساتھ فضل ہے۔ جو اس کے آنے کے ساتھ آئے گا۔ وہ صاحب شوکت اور عظمت اور دولت ہوگا۔ وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت اور غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین اور فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا۔ اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا (اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے)۔ دوشنبہ ہے، مبارک دوشنبہ۔ فرزند دلبند گرامی ارجمند مظہر الاول و الآخر مظہر الحق و العلاء کان اللہ نزل من السماء جس کا نزول بہت مبارک اور جلال الٰہی کے ظہور کا موجب ہوگا۔ نور آتا ہے نور جس کو خدا نے اپنی رضامندی سے عطر سے ممسوح کیا۔ ہم اس میں اپنی روح ڈالیں گے اور خدا کا سایہ اس کے سر پر ہوگا۔ وہ جلد جلد بڑھے گا اور اسیروں کی رستگاری کا موجب ہوگا۔ اور زمین کے کناروں تک شہرت پائے گا۔ اور قومیں اس سے برکت پائیں گی۔ تب اپنے نفسی نقطہ آسمان کی طرف اٹھایا جائے گا وکان امراً مقضیا۔

خاکسار مرزا غلام احمد مولف براہین احمدیہ ہوشیار پور طویلہ شیخ مہر علی صاحب رئیس ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء

اس تحریر کی مزید تشریح قریباً ایک ماہ بعد آپ نے یوں کی ہے: ہم مانتے ہیں کہ ایسا لڑکا بموجب وعدہ الٰہی نو برس کے عرصہ تک ضرور پیدا ہوگا۔(اشتہار ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء)

عبارت بالا کی رو سے اگر ہم آخری مدت ہی لیں تو فروری ۱۸۹۵ء تک اس کو، بموجب وعدہ الٰہی، ضرور پیدا ہو جانا چاہیے تھا۔ مگر افسوس کہ ایسا نہ ہوا۔ چنانچہ اس میعاد کے قریباً دو سال بعد مرزا غلام احمد فرماتے ہیں: خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو موجود ہیں صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۵ طبع ۱۸۹۷ء)

اس تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ مولود موعود مرزا غلام احمد کی بتلائی ہوئی میعاد کے اندر پیدا نہیں ہوا حالانکہ متوفی نے اسے وعدہ الٰہی کہا تھا۔ چونکہ خدا تعالی کے وعدوں میں تخلف نہیں (صفحہ ۹ تقریر ہفتم جنگ مقدس) اسلئے مرزا غلام احمد کا اسے وعدہ الٰہی قرار دینا افتراء ہے اور بموجب آیت انما یفتری الکذ ب الذین لا یو منو ن بآ یات الله مفتری، بے ایمان ہوتے ہیں۔ اس لئے مرزا غلام احمد اپنے دعاوی میں صریح غیر صادق ہوتے ہیں۔

مرزائیو! خدا کو حاضر ناظر جان کر جواب دو کہ اگر کوئی آریہ یا عیسائی وغیرہ تم پر یہ اعتراض کرے کہ: چونکہ مرزا نے پسر موعود کی پیدائش کو صداقت اسلام وقرآن محمد ﷺ پر بطور ایک نشان مبین کے پیش کیا تھا، جو صریح جھوٹا نکلا، اس لئے اسلام جھوٹا مذہب ہے اور مرزا کاذب متنبّی ؛ تو بتلاؤ تمہارے پاس اس کا کیا جواب ہے۔(باقی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۵۰ ص ۴۔۵)

کرامات مرزا

مولوی ابوسعید غلام محمد چک نمبر ۱۷۱ گ۔ب ضلع لائل پور سے لکھتے ہیں:

یوں تو نشانات مرزا صاحب آنجہانی کا اندازہ خدائے تعالی ہی خوب جانتا ہوگا ہمیں تو معلوم نہیں

کہ کس قدر رتھے یا ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی یا ان کی امت ان پر حاوی ہوگی چونکہ مرزا صاحب قادیانی ارشاد فرماتے ہیں: مجھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اب تک دوکھ سے زیادہ میرے ہاتھ پر نشان ظاہر ہو چکے ہیں (یعنی کرامات) (مشابہت مسیحین۔ص ۱۳)

ازانجملہ نشانات (کرامات) کے ایک کرامت تحفہ ویلز میں آج ہماری نظر سے گذری جو درج ذیل ہے۔میاں محمود احمد خلیفہ ثانی تحریر فرماتے ہیں:

ایک دفعہ آپ کچھ اور دوستوں سمیت جن میں ہندو بھی تھے اور مسلمان بھی تھے ایک مکان میں سو رہے تھے کہ آپ کی آنکھ کھلی اور آپ کو ایک آواز سنائی دی جس سے آپ نے سمجھا کہ یہ چھت اب گرنے والی ہے آپ نے اپنے ساتھیوں کو جگایا اور ان کو یہ بات بتائی مگر انہوں نے اس کو معمولی سمجھا اور چھت کو دیکھ کر پھر سو گئے۔ پھر انہوں نے جگایا کہ میں نے آواز سنی ہے اٹھو اور اس مکان کو خالی کردو مگر انہوں نے پرواہ نہ کی۔ اور ان کا وہم سمجھا۔ پھر ان کو ایسی ہی آواز آئی اور دل میں ڈالا گیا کہ یہ چھت گرے گی اور صرف آپ کے نکلنے کا انتظار کر رہی ہے اس پر آپ نے ان کو جبراً اٹھایا اور پہلے ان کو نکالا اور آخر میں آپ نکلے جونہی آپ نے قدم اٹھا کر سیڑھی پر رکھا چھت گر گئی اور تمام ساتھیوں نے محسوس کیا کہ اگر آپ وہاں نہ ہوتے، یا پہلے ان کو نکال کر بعد میں خود نہ نکلتے تو ضرور وہ اس چھت کے نیچے دب کر مر جاتے اور وہ آپ کو عزت اور تعجب کی نگاہوں سے دیکھنے لگے۔ (ص ۴۵)

احمدی مومن تو واقعی اس کلام کو پڑھ کر جبراً وقہراً تصدیق کرنے پر مجبور ہوں گے کیونکہ ان کے آقائے نامدار نے ادنی ادنی سی باتوں کے عدم اقرار پر بڑے سخت لفظ استعمال کئے ہوئے ہیں چنانچہ ارشاد ہوتا ہے: جو شخص پیش گوئی آتھم کی تصدیق کر کے ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا کہ اس کو ولد الزنا بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ ہی نہیں۔ (انوار الاسلام۔ص ۳۰)

قدرتی سوال: یہاں پر ایک چھوٹا سا قدرتی سوال پیدا ہوتا ہے ان دوستوں میں سے جنہیں پہلے ہی دوستی کا خطاب مل چکا تھا غالباً اگر سارے کے سارے نہیں تو نصف یا ثلث یا ربع ورنہ کم از کم ایک دو تو ضرور ہی ہندو ایسا بھاری اہم معجزہ دیکھ کر داخل دائرہ کرشنیت ہوئے ہوں گے جس کا ثبوت بذمہ مدعی ہے۔

حضرت مرزا صاحب کون تھے؟ اس کا جواب بندہ نہ دے گا، بلکہ خود حضرت صاحب موصوف بشہادت کتب سابقہ از ترشحات قلم خلیفہ قادیان پیش کرے گا ورنہ قابل قبول نہیں۔ ارشاد ہوتا ہے: خبردار! کوئی تمہیں گمراہ نہ کرے کیونکہ بہتیرے میرے نام کے آویں گے کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہتوں کو گمراہ کریں گے۔
اور یہ بھی لکھا ہے: جھوٹے مسیح اور جھوٹے نبی اٹھیں گے ایسے بڑے نشان اور کرامتیں دکھائیں گے کہ اگر ہوسکتا تو وہ برگزیدوں کو بھی گمراہ کرتے۔ (متی باب ۲۴. تحفہ شاہزادہ ویلز ص ۳۶)،
اگر تو اپنے دل میں کہے کہ میں کیونکر جانوں کہ یہ بات خداوند کریم نے کہی ہوئی ہے؟ تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو، تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی ہے۔ تو اس سے مت ڈر۔ (استثناء باب ۱۸، ۲۱، ۲۲، تحفہ شاہزادہ ویلز ص ۳۷)،
تو جان رکھ کہ جب نبی خداوند کے نام سے کچھ کہے اور وہ جو اس نے کہا ہے واقع نہ ہو یا پورا نہ ہو، تو وہ بات خداوند نے نہیں کہی بلکہ اس نبی نے گستاخی سے کہی ہے۔ (استثنا باب ۱۸ آیت ۲۲ تحفہ شاہزادہ ویلز ص ۲۵)

اگر واقعی مرزا صاحب مسیح موعود ہوتے یا بقول شما نبی غیر تشریعی تھے تو چاہیے تھا کہ آپ حکم بالا کے ماتحت ہر قول اور ادعا میں صادق نکلتے اور بیرونی شہادات اور واقعات اس پر شاہد ہوتے ورنہ ایسی کرامتیں عندالاغیار بجوئے نارزد (کوڑی کے کام کی نہیں) جس کا اعتراف خود مرزا صاحب قادیانی کو بھی ہے:

جو شخص اللہ تعالی کا بنتا ہے وہ ناکام نہیں مرتا اللہ تعالی فرماتا ہے

يا ايتها النفس المطمئنة ار جعى الى ر بّك را ضية مر ضية

جب انسان اللہ کو راضی کر لیتا ہے تو اللہ اسے دنیا سے راضی اٹھاتا ہے

(الفضل نمبر ۱۳۶ جلد ۱۸، ۲۶ مئی ص ۳ کام ۱-۲۔ ٹائٹل پیج مسیح موعود نمبر از بیاض غیر مطبوعہ)

گستاخ نبی۔ احمدی دوستو! اس فرمان مسیحی کے مطابق ثابت ہوا کہ خود مرزا صاحب صادق نہ تھے۔ اگر صادق ہوتے تو اللہ ان سے راضی ہوتا اور اللہ ان کو بھی دنیا سے منہ مانگی مرادیں دے کر اٹھاتا۔ جب نہ ملیں تو ثابت ہوا کہ آپ نبی اللہ اور مسیح موعود نہ تھے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ ص ۵-۶)

قادیان اورنور افشان

اخبارنور افشاں کے جواب میں پیغام صلح (مرزائی اخبار) نے لکھا تھا کہ: احمدی لڑکیوں نے بڑے بڑے مولویوں اور شیر پنجاب کہلانے والوں کے ناطقے بند کر دیئے۔

اس تلمیح کو نور افشاں امرتسر کی طرف سمجھ کر پوچھتا ہے کہ: مولوی ثناء اللہ صاحب ان احمدی لڑکیوں کے نام بتا دیں جنہوں نے مولوی صاحب کے ناطقے بند کر دیئے۔

مولانا امرتسری فرماتے ہیں:

جواباً عرض ہے کہ مجھے ایسا کوئی واقعہ یاد نہیں

ہاں اڈیٹر اخبار مباہلہ سے دریافت کیجئے جو نیچے کی سطح میں جا کر ایسی باریک باتیں لایا کرتے ہیں جن کی وجہ سے ان پر مقدمہ بھی قائم ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۵۰ ص ۶۔۷)

مرزائی مناظرہ:

چک ۱۱۲۔ نہر مراد ریاست بہاولپور میں حیات مسیح و ختم نبوت پر مرزائیوں سے مناظرہ ہوا جس میں ان کو شکست ہوئی اور دو مرزائی تائب ہوئے۔ الحمد للہ۔ راقم: چودھری شیر محمد جالندھری حصہ دار چک مذکور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ ص ۱۴)

عشرہ مرزائیہ۔۲

جناب منشی محمد عبد اللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر۲:

خواتین مبارکہ سے نسل

اسی اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کے حاشیہ پر بالہام مرزا مسطور ہے: خواتین مبارکہ جن سے تو بعض کو اس (نصرت بیگم) سے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔

چونکہ مرزا صاحب کی اس کے بعد کوئی شادی نہ ہوئی لہذا پیش گوئی غلط نکلی۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر۳:

موعود مرزا

مرزا غلام احمد نے پسر مصلح موعود کی پیش گوئی جیسا کہ مذکور ہو چکا ہے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو کر کے اس کی پیدائش ۹ برس تک ضروری قرار دی تھی۔ بخلاف اس کے ۱۴ جون ۱۸۹۹ء کو آپ کے ہاں مبارک احمد پیدا ہوا تو آپ نے نہایت چالاکی سے اس کو موعود قرار دیا۔ خدا کی قدرت ہے، وہ نو سال سے بھی کم عمر میں فوت ہوگیا۔ تب مرزا غلام احمد نے یہ الہام سنایا: انا نبشرك بغلام حليم۔ ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں، (اخبار بدر قادیان۔ جلد ۶ نمبر ۳۸)

اس کے قریباً ایک ماہ بعد پھر مرزا صاحب نے الہام سنایا: انا نبشرك بغلام حليم ينزل منزل المبارك ہم تجھے ایک حلیم لڑکے کی بشارت دیتے ہیں وہ مبارک احمد کی شبیہ ہوگا۔ (ریویو آف ریلیجنز نمبر ۱۱ ج ۶)۔

چونکہ مبارک احمد کی وفات کے بعد آپ کے گھر کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا، لہذا منقولہ بالا ہر دو پیش گوئیاں غلط ثابت ہوئیں۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر۴:

پسر خامس

مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ خدا نے مجھے چار لڑکے دیئے: و بشـر نی بخا مس اور مجھے بشارت دی پانچویں کے۔ (مواہب الرحمان۔ص۱۳۹)

یہ الہام بھی کذب صریح نکلا کیونکہ اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کے ہاں کوئی لڑکا نہ ہوا۔ بلکہ سابقہ چار میں سے بھی مبارک احمد مر گیا۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر۵:

عمر مرزا

مرزا غلام احمد کہتے تھے خدا نے مجھے اسّی (۸۰) برس سے بھی زیادہ عمر کی بشارت دی ہے۔ و ارا دوا مو تنا و اشاعوا فيه خبرا فبشر نا ر بنا بثما نين سنة من العمر و هو اكثر عددا ۔

(مواہب الرحمان۔ص۲۱)۔وموت ما خواستند ودر آں پیش گوئی کردند پس خدائے ما مارا بشارت ہشتاد سال داد بلکہ شاید ازیں زیادہ

اس قول کے بموجب مرزا صاحب کو اسّی (۸۰) برس کی عمر تو ضرور ملنی چاہیے تھی۔اب دیکھنا یہ کہ آپ پیدا کب ہوئے اور مرے کب تھے۔

تاریخ پیدائش مرزا:

مرزا قادیانی لکھتے ہیں:یر یدو ن ليطفئوا نور الله بافوا ههم ...الخ ...اس آیت میں سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا (تحفہ گولڑویہ۔ص۲۳)

اگر ہم فقرہ چودھویں صدی میں ، سے مراد شروع چودھویں بھی لیں تو سن پیدائش مرزا قادیانی ۱۳۰۱ھ بنتا ہے۔

تاریخ وفات مرزا

جیسا کہ مرزا غلام احمد کے فرزند میاں محمود احمد نے تحفہ شہزادہ ویلز میں لکھا ہے۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہے، جو بالکل درست ہے: ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ ہے۔

پس معلوم ہوا کہ آپ ۱۳۲۶ھ میں حسب اقوال خود بعمر تقریباً ساڑھے پچیس سال اس دار فانی سے عالم باقی کی طرف تشریف لے گئے لہذا ۱۰۸ سال عمر والی بشارت غلط بلکہ اغلط نکلی۔

مرزائیو! کیا کہتے ہو؟ جواب دینے سے پہلے سوچ لینا کہ سامنے کون ہے۔

ناظرین! تحریرات بالا کی رو سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ساری عمر قریباً ساڑھے پچیس سال بنتی ہے، حالانکہ اس میں کوئی شک نہیں کہ وہ ساٹھ سال سے بھی متجاوز ہو کر مرے ہیں۔

معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ انہوں نے خواہ مخواہ کھینچ تان کرتے ہوئے اور یہودیانہ تحریف سے کام لیتے ہوئے آیت یریدون لیطفئوا نور الله بافواههم .. الخ سے بحساب جمل عدد بنا کر اپنی صداقت پر تمسک کیا ہے اس لئے اللہ تعالی نے بوجہ اس کے کہ: وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے۔ سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں۔ (استفتاء ۔ص ۸)

مرزا غلام احمد کی تکذیب انہی کے ہاتھوں سے کروا کے انہیں ایک قسم کی سزا دی ہے۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر ۶:

زیادتی عمر مرزا

مضمون مرقومہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ مرزا غلام احمد موعودہ عمر سے پہلے مر گئے تھے پس آپ کا یہ الہام: نزید عمرک (البشری ۔ج ۲ ص ۱۲۰) صریح غلط ثابت ہوا کیونکہ جب انہوں نے پوری عمر ہی نہ پائی جو موعودہ تھی تو زیادتی کے کیا معنی۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر ۷:

پھر زیادتی عمر

اوپر کی سطور میں زیادتی عمر مرزا کا الہام ان کے دوسرے الہام ،عمر اسی سال ،کی رو سے غلط ثابت کیا گیا ہے۔اب ایک اور طرز سے آپ کے ایک زیادتی عمر والے الہام کی تردید پیش کرتے ہیں۔مرزا صاحب متوفی نے الہام سنایا تھا

میں تیری عمر کو بھی بڑھا دونگا یعنی دشمن جو کہتا ہے کہ صرف جولائی ۱۹۰۷ء سے چودہ مہینے تک (یعنی ستمبر ۱۹۰۸ء تک) تیری عمر کے دن باقی رہ گئے ہیں ۔یا ایسا ہی جو دوسرے دشمن پیش گوئی کرتے ہیں میں ان سب کو جھوٹا کرونگا اور تیری عمر بڑھا دوں گا تا (انہیں) معلوم ہو کہ میں خدا ہوں اور ہر ایک امر میرے اختیار میں ہے۔

(اشتہار مرزا موسومہ تبصرہ)

یہ الہام بھی جھوٹا ثابت ہوا کیونکہ مرزا ستمبر ۱۹۰۸ء سے پہلے ہی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر گئے

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر ۸:

زلزلہ مرزا

زلزلہ عظیمہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد مرزا نے دھڑا دھڑ زلازل کی پیش گوئیاں بنانی شروع کر دیں اور کہا وہ ایسا زلزلہ ہوگا جو گذشتہ سے کہیں بڑھ چڑھ کر ہوگا جو نہ آنکھ نے دیکھا نہ کسی کان نے سنا اور نہ ہی کسی دل میں گذرا۔بس نمونہ قیامت ہوگا۔

اس پر مخالفین نے اعتراضات کئے کہ زلزلے تو ہمیشہ آتے رہتے ہیں اور بقول حکیم نوردین زلزلے اور وبا کا واقع ہونا نیچر کی ایسی عادات میں سے ہے کہ اس کی نسبت کسی ایک بلا کا بلاتعین وقت اور گول مول پیش گوئی کرنا کبھی غلط نہیں جانا جاسکتا۔(فصل الخطاب۔ص۹۲۔۹۳)۔پس اگر آپ سچے ہیں تو اس کی تاریخ آمدو غیرہ بتا دیں۔اس پر بہت سی قیل وقال کے بعد مرزا قادیانی نے فرمایا: یہ پیش گوئی وقت اور تاریخ نہ لکھنے سے باطل نہیں ہوسکتی۔(ص۹۳)،وہ حادثہ میری زندگی میں ظاہر نہ ہوا تو بے شک نقارہ بجا کر میری تکذیب کرو اور

مجھے جھوٹا سمجھو۔(ضمیمہ نصرۃ الحق حصہ پنجم براہین احمدیہ۔ص ۲۱)

اس کے بعد ۸۔اپریل ۱۹۰۶ءکو مرزا نے الہام سنایا۔ ر ب ار نی زلز لۃ السا عۃ خدایا مجھے وہ زلزلہ دکھا جو اپنی شدت کی وجہ سے نمونہ قیامت ہے ۔،(جواباً الہام سنایا) یریکم اللہ زلزلۃ الساعۃ خدا تعالی تمھیں..دکھائیگا۔ (اخبار بدر۔ج۲نمبر۱۵ص۲)۔

اس کے دوسرے دن مرزا غلام احمد صاحب نے پھر الہام سنایا:

اریک زلزلۃ الساعۃ۔میں تجھے وہ زلزلہ دکھاؤنگا جو نمونہ قیامت ہوگا۔(حوالہ مذکور)

پھر یہی الہام ۲۰مئی ۱۹۰۶ءکو سنایا(ملاحظہ ہو بدرج ۲نمبر۲۱ص۲) پھر اس کے بعد قریباً ایک سال دو ماہ یہی الہام سنایا۔(ملاحظہ ہو بدر جلد۶ نمبر۲۷ ۴جولائی ۱۹۰۷ءص۴۔)چونکہ ایسا کوئی زلزلہ ان کی زندگی میں نہیں آیا لہذا الہامات مذکورہ سب سے سب غلط ثابت ہوئے۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر۹:

عالم کباب

مرزا جی نے ۷جون ۱۹۰۶ءکو کہا تھا کہ:بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر میں یعنی محمدی بیگم کا ایک لڑکا پیدا ہوگا جس کے دونام ہوں گے۔ا۔بشیر الدولہ۔۲۔عالم کباب۔یہ دونام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے ہیں۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان جلد۵ نمبر۶)،چونکہ محمدی بیگم زوجہ منظور محمد کے گھر کوئی لڑکا اس کے بعد پیدا نہیں ہوا لہذا یہ الہام افتراء علی اللہ ثابت ہوا۔

پیش گوئی مرزا قادیانی نمبر۱۰:

رسوائی مرزا

مرزا غلام احمد کے ملہم کا وعدہ تھا کہ: ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو..ہم ایسے تمام اعتراضات دور اور دفع کردیں گے اور کچھ بھی ان میں سے باقی نہیں رکھیں گے جن کے بیان سے تیری رسوائی مطلوب ہو۔ (الوصیت۔ص۲)

اس الہام کے خود ساختہ اور افتراء علی اللہ ہونے پر مضمون ہذا گواہ ہے۔مزید ثبوت سیالکوٹ میں ملا جب مسلمانوں نے میاں محمود احمد اور ان کے ساتھیوں پر محض مرزا غلام احمد صاحب کی وجہ سے پتھر برسائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۵۱ ص ۶۔۸)

مرزائیت سے توبہ:

مسمی عبدالعزیز ولد عبدالقیوم ساکن موضع بھڑتھ ضلع لائل پور عرصہ چار ماہ سے مرزائی ہو چکا تھا۔خدا کے فضل سے تبلیغ کرنے سے اس نے مرزائیت سے توبہ کر لی ہے اللہ تعالی اسے راہ مستقیم پر رکھے۔ عبدالرحیم زمین دار ھتما نوالی ضلع لائل پور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۰ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۵۱ ص ۱۴)

فخر الدین ملتانی کو جواب

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے اخبار فاروق ۲۸ ستمبر ۱۹۳۱ء میں فخر الدین ملتانی مقیم قادیان نے اعلان کیا ہے کہ اڈیٹر اہل حدیث نے جو لکھا ہے کہ :

مرزا صاحب نے میرے متعلق پیش گوئی کی تھی کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے گا۔،

امرتسری، حضرت مرزا کے کسی اشتہار میں یہ پیش گوئی لفظاً یا معناً یا مفہوماً دکھا دے کہ جس سے یہ ثابت ہو کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا،تو ایسے حوالے کے صرف پیش کر دینے پر میں ایک سو روپیہ انعام بلا تامل پیش کر دوں گا۔

اس کے جواب میں ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اکتوبر میں ہم نے لکھا تھا کہ ہم یہ ثبوت دینے کو تیار ہیں۔آپ انعامی رقم کسی مسلمہ امین کے پاس جمع کراؤ اور فیصلہ کیلئے منصف مقرر کرو

اس کے جواب میں فخر الدین ملتانی نے لکھا ہے:

امین ڈاکٹر منیر امرتسری (امیر جماعت احمدیہ) ہوں گے منصف منشی قاسم علی یا مولوی جلال الدین قایانی یا مولوی اسماعیل غزنوی ہوں گے۔ (اخبار فاروق ۲۱۔اکتوبر ۱۹۳۱ء ص ۵)

جواب یہ ہے کہ ہمیں ان چاروں اصحاب کی نسبت کچھ کہنے کی ضرورت نہیں ڈاکٹر منیر بغرض امانت ہمیں منظور، بشرطیکہ ویسی رسید لکھ دیں جیسی لودھیانہ کے امین نے دی تھی کہ فلاں شخص نے جو یک صد روپیہ میرے پاس امانت رکھا ہے مسلّمہ امین جس کے حق میں فیصلہ دے گا میں اسی کو یہ روپیہ دونگا۔
منصفی کے لئے آپ کے پیش کردہ منصفوں سے اچھے نام پیش کرتا ہوں جن کی افضلیت اور اعلمیت میں ہمارے مخاطب کو شک نہ ہو بلکہ شک کی گنجائش نہ ہو

۱۔میاں محمود احمد خلیفہ قادیان۔

۲۔مولوی داؤد صاحب غزنوی مقیم لاہور

قرین انصاف تو یہ ہے کہ جس طرح ہم نے فراخدلی سے ان کا پیش کردہ امین مان لیا ہے....

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ نومبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۰ھ ص ..)

مناظرہ سلانوالی

موضع سلانوالی ضلع سرگودھا میں ۲۵۔اکتوبر ۱۹۳۱ء کو اہل سنت اور مرزائی جماعت کے درمیان مناظرہ ہوا جس میں ختم نبوت و کذبات مرزا پر زبردست دلائل پیش کئے گئے جن کا مرزائی مناظر کوئی جواب نہیں دے سکا۔

راقم: علی محمد ٹیلر ماسٹر

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲ رجب ۱۳۵۰ھ ص ۱۴)

حرامزادے سور

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار زمین دار مورخہ ۱۸ نومبر ۱۹۳۱ء کے صفحہ ۳ پر فکاہات کے کالم میں نقاش کی طرف سے تین لفظ میں نے دیکھے ہیں: منکر مرزا کافر ہے، حرامزادہ ہے، سور ہے۔،

مجھے خطرہ ہوا کہ امت مرزائیہ کی طرف سے زمین دار کو چیلنج نہ دیا جائے کہ ان تین لفظوں کا ثبوت مرزا غلام احمد کے الفاظ مبارکہ سے دو، ورنہ اپنے الفاظ واپس لو۔ دل میں آیا کہ ان کے چیلنج سے پہلے ثبوت دے کر ان کی تکلیف میں تخفیف کر دوں۔

نمبر اول کا ثبوت مرزا غلام احمد کی حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۶۳ پر ہے۔

نمبر دوم، حرامزادے کے ثبوت میں میرا مراسلہ زمین دار مورخہ ۱۵ نومبر میں چھپ چکا ہے (اور اہل حدیث امرتسر ۲۰ نومبر میں بھی ہے)۔

آج نمبر ۳ کا ثبوت دینا ہے۔، مرزا غلام احمد نے ایک کتاب شائع کی تھی نجم الہدیٰ۔ اس کے صفحہ ۱۰ پر ایک عربی شعر یوں ہے

انّ العدی صاروا خنازیر الفلا
ازواجھم من دونھنّ الاکلب

(ہمارے دشمن جنگلوں کے سور ہو گئے ان کی عورتیں ایسی بری ہیں کہ کتیاں ان سے کم درجہ ہیں)

ناظرین کرام! مردوں کو سور، اور عورتوں کو اعلیٰ درجہ کی کتیاں، کہنا بالکل انصاف ہے کیونکہ عورتوں کا عرف اور شرع میں کم درجہ ہے۔ اسی لئے مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے منکر مردوں کو سور، اور ان کی بے گناہ عورتوں کو کتیوں سے بدتر کہا ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ایسا خوش کلام آج تک کوئی نہ ہوا ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء ص ۴)

متفرقات مرزائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امرت سر میں قادیانی سیرتی جلسہ

قادیانیوں کا جلسہ ۸۔نومبر ۱۹۳۱ء کو جو امرتسر میں نہ ہو سکا تو اس کا بدلہ لینے کو بحکم خلیفہ قادیان ۲۲ نومبر کو امرتسر میں جلسہ کرنے کا اعلان ہوا۔مگر امرتسر میں چونکہ ہمیشہ ان کو ناکامی رہی ہے اس لئے انہوں نے اضلاع امرتسر، لاہور، سیالکوٹ اور گرداسپور کے مریدین میں اعلان کر کے کہا کہ لاٹھیوں سے مسلح ہو کر امرتسر آؤ۔

جلسہ کا انتظام یوں کیا گیا کہ ایک بند مکان کے اندر جلسہ ہوا۔داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا۔باہر کا انتظام یہ تھا کہ جلسہ گاہ سے دور دور تک پولیس کا پہرہ تھا،جس میں سوار و پیادہ گشت کر رہے تھے۔مرزائی سکول کے لڑکے ہاتھوں میں ہاکیاں لئے ہوئے اور دیہاتی ہاتھوں میں لاٹھیاں لئے ہوئے بازاروں میں پھرتے تھے جس کی وجہ سے اہل شہر میں بڑا جوش پیدا تھا۔پولیس کا انتظام معقول تھا۔حاضری باستثناء چند غیر مسلموں کے سب مرزائیوں کی تھی جو دو تین سو کے درمیان تھی۔سنا ہے منادی کرنے والے کو کسی نے مارا۔باوجود اس انتظام کے تھوڑے وقت تک جلسہ ہوا۔

ادھر انجمن اہل حدیث امرتسر نے ایک اشتہار بعنوان قادیانی عقاید شائع کیا۔ادھر مباہلہ اخبار والوں نے خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت کا ایک پوسٹر لگوایا جن سے اہالی امرتسر کو اصل حقیقت معلوم کرنے میں مدد ملی۔

امرت سر کی تاریخی حیثیت

۱۹۰۲ء میں اعجاز احمدی سنانے کے لئے قادیان سے وفد آیا اور تھیٹر ہال میں جلسہ منعقد کیا۔ پولیس بھی موجود تھی مگر امرتسر کے شیر دل حکیم محمد الدین مرحوم نے ایسی ہمت کی کہ قادیانی سب بھاگ گئے اور سٹیج پر حکیم صاحب موصوف نے قبضہ کر لیا۔

پھر ایک دفعہ خاص مرزا صاحب قادیانی لیکچر دینے آئے۔ ماہ رمضان تھا۔ موصوف نے چائے پی، تو لوگوں نے پتھراؤ شروع کر دیا۔ یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی سٹیج چھوڑ کر بند گاڑی میں چھپ کر نکل گئے۔ اوپر سے پتھراؤ ہوا۔

پھر میاں محمود خلیفہ قادیان لیکچر دینے آئے تو شیر دل مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری نے میاں صاحب کو نکال دیا اور آپ قبضہ کر لیا۔

چوتھی مرتبہ، سب سے پہلا سیرتی جلسہ کرنا چاہا جس میں ڈاکٹر کچلو صدر تھے تاہم مسلم پبلک امرتسر نے جلسہ نہ ہونے دیا۔

پھر ۸ نومبر ۱۹۳۱ء کو جلسہ کرنا چاہا جو نہ ہونے دیا۔

پھر ۲۲ نومبر ۱۹۳۱ء کو اس شان وشوکت سے جلسہ کیا جیسے جیل خانہ میں کانگریسی والنٹیئر کیا کرتے تھے یہ ہیں امرتسر کے تاریخی واقعات۔ گو ہماری ذاتی رائے ہے کہ جلسہ کرنے کا حق ہر ایک جماعت کو ہے لیکن قادیانیوں کی سخت کلامی کا جواب ہمارے پاس بھی نہیں۔

انعامی پیش گوئی

فاروق قادیان میں آخری فیصلہ کو پیش گوئی ثابت کرنے کے لئے یک صد انعام دینے کا اعلان کیا گیا تھا جسکے جواب میں ہم نے خلیفہ قادیان کو منصف لکھا تھا (اہل حدیث ۶ نومبر ملاحظہ ہو) ۔ فاروق ۲۱ نومبر میں لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب کو بہت مشاغل ہیں اس لئے ہم ان سے درخواست نہیں کر سکتے کہ وہ اس معمولی کام میں وقت دیں۔

اچھا ہم ایک اور آسان طریق بتاتے ہیں جو دیانت اور امانت پر مبنی ہے۔ چونکہ انعامی وعدہ میں لکھا ہے کہ پیش گوئی لفظاً یا معناً یا مفہوماً ثابت کرنے پر انعام ملے گا۔ یہ تینوں مرتبے علمی استدلال کے ہیں۔ علمی استدلال کو سمجھنے کیلئے کسی عالم کا ہونا ضروری ہے۔ اس لئے میں بقول تمہارے خلیفہ قادیان کو چھوڑ کر مولوی سرور شاہ پرنسپل جامعہ احمدیہ قادیان کو حکم مانتا ہوں اور وعدہ کرتا ہوں کہ ان کے فیصلے کو بے چون و چرا تسلیم کرونگا بشرطیکہ حسب شرائط مسلمہ مباحثہ لودھیانہ حلفی لکھیں۔

ناظرین! اب تو کوئی کسر باقی نہیں رہی۔

نور افشاں کے قابل اڈیٹر نے اس مضمون میں دخل دے کر خلیفہ قادیان کے نامنظور کرنے کی پیش گوئی کی ہے۔ کیا ہماری اس ترمیم کی بابت بھی اظہار رائے کریں گے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۶ رجب ۱۳۵۰ھ ص ۱۴)

آخری فیصلہ کی چھان بین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بہت اچھا کیا کہ مخلوق خدا کو گمراہی سے بچانے کے لئے آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا تا کہ لوگ اس سے فائدہ اٹھائیں۔ مگر افسوس کہ ان کے اتباع نے اس سے فائدہ نہ اٹھایا۔ آخری فیصلہ کا مختصر مضمون یہ تھا۔ مرزا صاحب قادیانی نے دعا کی تھی: اے اللہ! ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ میں جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے، سچے کی زندگی میں اسے موت دے۔ مرزا صاحب کی جب یہ دعا قبول ہوئی یعنی وہ انتقال کر گئے تو پبلک نے نتیجہ نکالا کہ مرزا جھوٹے تھے۔ اس کے جواب میں امت مرزائیہ نے کہنا شروع کیا کہ یہ دعا دراصل دعوت مباہلہ تھی جو بوجہ نہ ماننے مولوی ثناء اللہ کے کالعدم ہوگئی۔

اسکا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۱ستمبر ۱۹۳۱ء میں ہم نے دیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اخبار بدر قادیان ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء میں اعلان کیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ کے ساتھ مباہلہ ہم اس وقت کریں گے جب کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کران کو پہنچ جائے گی اوروہ اسے پڑھ کر ہمارے دلائل پر مطلع ہو جائیں گے۔

کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵مئی ۱۹۰۷ء کوشائع ہوئی جو کئی روز بعد ہم کو پہنچی اور ہم نے دیکھی ،اور مرزا صاحب کی دعا فیصلہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کوشائع ہوئی تھی ۔معلوم ہوا کہ یہ دعا اس مباہلہ سے الگ ہے جس کا سلسلہ ۱۸۹۷ء سے چلا آرہا تھا۔

یہ دلیل ایسی صاف اور واضح ہے کہ ادنی ایمان کا انسان بھی اسے تسلیم کرے گا مگر قادیانی اور تسلیم؟ اس لئے مولوی اللہ دتا صاحب نے جو ابطال حق کیلئے خاص وقف یا مامور ہیں ،قادیانی اخبار الفضل میں ہمارے اس مضمون کا جواب دیا ہے۔سارازور اس پر خرچ کر دیا کہ آخری فیصلہ وہی دعائے مباہلہ ہے جس کا سلسلہ ۱۸۹۷ء سے چلا آیا ہے لیکن ہماری دلیل منقولہ از اخبار بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کا جواب جو دیا وہ عجیب ہی نہیں عجیب تر ہے۔ناظرین اسے بغور سے پڑھیں ۔مولوی اللہ دتا لکھتے ہیں:

۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر کے اسی مضمون مباہلہ میں جس کا ایک حصہ مولوی ثناءاللہ صاحب نے اپنے مضمون میں درج کیا ہے،لکھا ہے: کہ ہم ایک بات اور بڑھا دیتے ہیں کہ ہم خدا سے دعا کریں گے کہ یہ عذاب جو جھوٹے پر پڑے وہ اس طرز کا ہو کہ اس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔(الفضل قادیان ۲۲نومبر ۱۹۳۱ء)

ناظرین کرام !ہماری دلیل کا یہی جواب ہے جوان صاحب نے دیا ہے۔ہاں صاحب ہم مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ جب ہم مباہلہ کریں گے تو یہ دعا کریں گے کہ یا اللہ ! جھوٹے پر ایسا عذاب ڈالیو کہ انسانی ہاتھوں سے نرالا ہو۔

لیکن ہمارا مضمون تو یہ تھا کہ اس مباہلہ کی تاریخ حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے بعد ہے،حالانکہ آخری فیصلہ والی دعا ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ہوئی ہے۔

اہل علم بالخصوص مولوی اللہ دتا صاحب ایک بات یادرکھیں گے تو کبھی یہ جواب نہ دیں گے۔دیں گے تو اہل علم کی نگاہ میں ذلیل ہوں گے۔اقتضاءالنص ،دلالۃ النص وغیرہ جو کچھ ہو متکلم کی عبارت النص کے

ماتحت رہے گی۔ پس مولوی اللہ دتا یا ان کے دوسرے ہم خیال کتنے ہی استدلالات سے اس دعا آخری فیصلہ کو مباہلہ ۱۸۹۷ء سے ملائیں لیکن متکلم کی نص صریح کا مقابلہ نہیں کرسکتیں۔ مرزا نے صاف لکھا ہے کہ ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ بعد اشاعت حقیقۃ الوحی ہوگا۔ پس اس سے پہلے جو ہوا وہ مباہلہ معہودہ نہیں۔ آئندہ کو جواب دیتے ہوئے ادھر ادھر نہ جائیں بلکہ گفتگو کو مرکز پر قائم رکھیں ۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۵۰ھ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب اور عقلی اعجاز

مولوی محمد مہر الدینؒ میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

ازالہ اوہام صفحہ ۷۲۲ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں: آیت علی ذھاب بہ لقادرون ۱۸۵۷ء کی طرف اشارہ ہے جس میں ہندوستان میں ایک مفسدہ عظیم ہو کر آثار باقیہ اسلامی سلطنت کے ملک ہند سے ناپید ہو گئے کیونکہ اس آیت کے اعداد بحساب جمل ۱۲۷۴ مطابق ۱۸۵۷ء ہیں جسکی نسبت خدائے تعالی آیت موصوفہ بالا میں فرماتا ہے کہ جب وہ زمانہ آئے گا تو قرآن زمین پر سے اٹھایا جائے گا۔ پس اس حکیم وعلیم کا قرآن میں یہ فرمانا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھایا جائے گا یہی معنی رکھتا ہے کہ مسلمان اس پر عمل نہیں کریں گے جیسا کہ مسلمانوں نے ایسا ہی کیا۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۶۵۷ میں مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئیگا کہ جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں اشارہ ہے

لو کا ن ا لا یما ن معلقاً عند الثر یا لنا له ر جل من فارس یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو طغیان اس کا اس سنہ ہجری میں شروع ہوگا جو آیت و انـا عـلـی ذھـا ب بـه لقا درو ن میں بحساب جمل مخفی ہے۔

اس تقریر میں مرزا صاحب قادیانی کا عقلی معجزہ یہ ہے کہ ۱۲۷۴ھ سے قرآن شریف کو غائب کر دیا۔ پھر ۱۳۰۰ھ میں اسے ثریا سے اتارا کیونکہ ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۶ سے واضح ہے کہ مسیح کے ظہور کی تاریخ غلام احمد قادیانی ۱۳۰۰ھ ہے۔ مرزا غلام احمد کو قرآن غائب کرنے کے لئے اتفاقاً غدر کا موقعہ ہاتھ آ گیا مگر اس میں یہ کسر رہ گئی کہ غدر دہلی تو ہندوستان کے لوگوں نے کیا تھا، قرآن حرمین عرب، روم، شام، بلخ، بخارا، افغانستان، چین، افریقہ وغیرہ سے کیوں اٹھالیا گیا۔ مرزا صاحب قادیانی نے روئے زمین کو ہندوستان ہی میں منحصر کر کے سب کو اس شعر کا مصداق سمجھا

ہر آں کرمے کہ در گندم نہانست
زمین و آسمان او نہانست

ورنہ کبھی یہ نہ فرماتے کہ غدر دہلی میں قرآن روئے زمین سے اٹھالیا گیا۔ اور قرآن مجید اگر ہندوستان سے اٹھا لیا گیا تھا تو دوسرے اسلامی ملکوں میں ضرور باقی تھا۔ پھر پچیس تیس سال تک کیا کوئی دوسرے ملک کا مسلمان ہندوستان آیا ہی نہیں۔ یا کوئی ہندوستانی اس عرصہ میں حج کو بھی نہیں گیا جو وہاں سے اپنے اور اپنے بھائیوں کی دین و دنیا کی بہبودیوں کا ذریعہ اور ایمان کا مدار لے آتا، اور مرزا صاحب کو ثریا سے اتار لانے کی زحمت نہ ہوتی

اس بیان سے مقصود یہ ہے جہاں اتفاقی امر میں مرزا صاحب کو کسی قسم کا موقع مل جاتا تھا تو اس کو استدلال میں پیش کر دیتے تھے اور کسی بات کی پرواہ نہیں کرتے تھے ۔ دیکھئے کس لطافت سے کہتے ہیں کہ خدا نے قرآن میں فرمایا کہ ۱۸۵۷ء میں میرا کلام آسمان پر اٹھا یا جائے گا، تاکہ جاہلوں کو یقین ہو کہ قرآن ہاتھ سے نکل ہی گیا تھا اگر مرزا صاحب قادیانی نہ ہوتے تو کس سے یہ ہوسکتا تھا کہ ثریا پر جا کر وہاں سے اسے لے آتا۔ اللہ اللہ چو جمالست دراں بو العجبی

علامہ جوہری نے کتاب المختار میں لکھا ہے کہ حجاز کے کسی شہر میں ایک شخص سے ملاقات ہوئی جس کا نام سلیمان مغربی تھا۔اس کی عجیب حالت دیکھی گئی کہ جو مہمان اس کے ہاں جاتا جس قسم کے کھانے کی خواہش کرتا غیب سے اس کا سامان ہو جاتا تھا۔چنانچہ ہم آٹھ شخص اس کے ہاں گئے۔ ہر ایک نے ایک خاص قسم کے کھانے کی فرمائش کی۔شیخ اپنے خلوت خانہ میں جا کر نماز اور دعا میں مشغول ہوا تھوڑی دیر بعد جب باہر نکلا تو ہر ایک کی فرمائش موجود تھی جس سے ہم حیران ہوئے۔

جوہری لکھتے ہیں کہ میں نے اس کی تحقیق کی تو معلوم ہوا کہ اس کی عورت شہر میں رہتی ہے شیخ کو جو کچھ منگوانا ہوتا ہے، حجرے میں کل فرمائشیں لکھ کر کبوتر کے ذریعہ سے اس کے پاس بھیج دیتا ہے، اور وہ عورت سب چیزیں تیار کر کے فوراً بھیج دیتی ہے۔

اس عقلی معجزے سے لوگ اس کے بہت معتقد تھے دور دور سے تحفے و ہدایا اور زر خطیر اس کے پاس بھیجتے تھے جس سے نہایت مرفہ الحال تھا۔

اس قسم کے عقلی معجزات کی تکمیل آدمی اپنی ذات سے نہیں کر سکتا کسی اعتمادی شخص کی تائید کی ضرورت ہوا کرتی ہے اور جملہ مدعیان کاذبین کا یہی طریقہ رہا ہے علی ہذا القیاس ہمارے پنجابی ہیرو قادیانی اس فن میں ید طولی رکھتے تھے

ہر کہ پرہیز و علم و زہد فروخت
خرمنے گرد کردہ پاک بسوخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۵۰ھ ص ۶)

مولوی محمد علی اور ڈاکٹر بشارت جواب دیں

(میاں محمود وغیرہ شکریہ ادا کریں)

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب ؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

سال ہا سال سے لاہوری و قادیانی مرزائیوں کی اس بات پر گرما گرم بحث چھڑی ہوئی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ تھے یا باباپ ۔

قادیانی مرزائی قرآن کے علاوہ مرزا قادیانی کے اقوال پیش کرتے ہیں کہ وہ بن باپ تھے۔ مگر لاہوری پارٹی کے ممبر باوجود مرزا صاحب قادیانی کو مجدد، ملہم، مسیح موعود، مفسر حقانی، حکم و عدل ماننے کے ان کے اقوال کو ان کا ذاتی فہم کہہ کر پائے استحقار سے ٹھکرا رہے ہیں جس پر یہ مثل خوب صادق آتی ہے کہ:

تیلی بھی کیا اور روکھا ہی کھایا۔

خیر یہ ان کی مرضی ہے لیکن آج ہم کتب مرزا سے ایک ایسی تحریر اس معاملہ میں پیش کرتے ہیں جو بالکل فیصلہ کن ہے۔ ہمیں قوی امید ہے کہ وہ تحریر اس برسوں کے الجھے ہوئے مسئلہ کو سلجھا دے گی۔ امید ہے قادیانی پارٹی ہماری اس محنت کی قدر کرے گی اور ہمیں انعام دے گی کیونکہ ہم نے ان کو ایک ایسی تحریر بتائی ہے جو آج تک ان کے علم میں نہیں آئی ہوگی۔

ملاحظہ ہو مرزا غلام احمد، حضرت مسیح کے علم للساعة ہونے کی وجہ بیان فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں: ان فرقة من اليهود ... كانوا كافرين بوجود القيامة فاخبرهم الله على لسان بعض انبيائه ان ابنا من قومهم يولد من غير اب و هذا يكون آية لهم على وجود القيامة۔ (حمامۃ البشریٰ۔ ص۹۰)۔ (یعنی ایک فرقہ یہود کا قیامت کے وجود سے انکاری تھا۔ خدا تعالیٰ نے بعض انبیاء کے ذریعہ انکو خبر دی کہ تمہاری قوم میں ایک لڑکا بلا باپ کے پیدا ہوگا یہ قیامت کے وجود پر ایک دلیل ہے)

لاہوری احمدی بھائیو! قول بالا میں تمہارے مسلمہ مخبر صادق نے خبر دی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بذریعہ انبیاء کرام ولادت مسیح بلا باپ کو بطور نشانی و دلیل قیامت منکرین حشر کے اوپر پیش کیا ہے، اب یا تو تم پیغامی بالخصوص ڈاکٹر بشارت احمد اور امیر جماعت محمد علی، مرزا غلام احمد صاحب کی خبر کو صحیح تسلیم کر کے مسیح کی ولادت بلا پدر کو مانیں یا مرزا قادیانی کو مفتری علی اللہ وعلی الانبیاء سمجھیں ۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اس کے بعد ہر دو جماعت احمدیہ سے مشترکہ سوال یہ ہے کہ براہ مہربانی صحف انبیاء سے بسند صحیح وہ عبارت پیش کریں جس کا مرزا صاحب قادیانی نے اوپر حوالہ دیا ہے۔ ورنہ اقرار کریں کہ مرزا صاحب ایسے ہی کہہ جایا کرتے تھے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۵۰ھ ص ۵)

راولپنڈی میں کانفرنس اتحاد بین المسلمین کا حشر

جناب حافظ فضل الرحمٰنؒ صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں ؛

لاہوری مرزائی جماعت کا اس دفعہ سالانہ جلسہ ۱۷۔۱۸۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء کو ہوا۔ جماعت مرزائیہ نے محض اپنے جلسہ کی رونق بڑھانے کے لئے ۱۸ تاریخ کو قبل از دوپہر کانفرنس اتحاد بین المسلمین کے انعقاد کا اعلان کیا۔ جس کے سلسلہ میں انہوں نے انجمن اہل حدیث راولپنڈی کے صدر اور سکرٹری صاحبان کو شمولیت کی دعوت دی۔ بنابریں جماعت اہل حدیث اپنے مذکورہ بالا نمائندوں کو لے کر جلسہ گاہ میں وقت مقررہ پر پہنچ گئی اور وقت کا مطالبہ کیا چنانچہ سب سے پہلے حکیم عبد الرحمٰن صاحب صدر انجمن اہل حدیث نے تقریر شروع کی۔ آپ نے فرمایا:

چونکہ جماعت احمدیہ اور ہم میں اصولی اختلافات ہیں اس لئے ان کا ہمارے ساتھ اتحاد بالکل ناممکن ہے۔ بلکہ

فرمایا کہ اس فرقہ کے اور ہمارے اعتقاد بابت صفات خدا تعالی بھی بالکل متضاد ہیں۔

مثال کے طور پر کہا کہ جناب مرزا غلام احمد فرماتے ہیں ربّنا عاج۔اور ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ اس الہام کا مطلب مجھے نہیں بتلایا گیا۔

حکیم صاحب نے کہالہذا ہم اس لفظ عاج کے معنی کے لئے لغت کی طرف رجوع کرتے ہیں اور بحوالہ قاموس فرمایا کہ لفظ عاج کے معانی، ہاتھی دانت، اونٹ کی لید، اور اونٹ کے لیٹنے کی جگہ، ہیں۔حاضرین کی طرف متوجہ ہوکر کہا ایسا فرقہ جس کا خدا ہاتھی دانت یا لید کا ہوگا، اس کے ساتھ ہمارا اتحاد کیسے ہوسکتا ہے۔

اس پر حاضرین نے بیک زبان کہا ہرگز نہیں ہوسکتا ۔

چونکہ حکیم صاحب کی تقریر سے مجمع پر مرزائی جماعت کے برخلاف بہت برا اثر ہوا تھا اسلئے کارکنان جلسہ نے صاحب صدر کو بذریعہ رقعہ جتلایا کہ مولوی حکیم صاحب آوٹ آف پائنٹ (موضوع کے خلاف) جارہے ہیں چنانچہ صاحب صدر نے حکیم صاحب کو کہا کہ آپ اپنی تقریر کا رخ بدلیں۔

لیکن جناب حکیم صاحب نے کہا کہ دعوت نامہ میں صاف لکھا ہوا ہے کہ میں اپنے خیالات کا اظہار کرسکتا ہوں۔ لہذا میں ہرگز آوٹ آف پائنٹ نہیں جارہا ہوں۔اور آپ نے تقریر جاری رکھی جس سے احمدیہ کیمپ میں ہلچل مچ گئی۔اس وقت کارکنان کانفرنس کی حالت قابل رحم تھی۔حکیم صاحب کی تقریر میں کئی دفعہ صدا گونجتی تھی :ہمارا ان کے ساتھ بالکل اتحاد نہیں ہوسکتا۔

حکیم صاحب کے بعد حافظ فضل الرحمٰن سکرٹری جماعت اہل حدیث نے حکیم صاحب کی تقریر کے سلسلے میں کہا کہ اگر وہ تمام کتابیں جن میں ہمیں کافر کہا گیا ہے جلادی جائیں اور صرف قرآن وحدیث کو اپنا مطاع اور قابل عمل بنایا جائے تو ہمارا اتحاد ہوسکتا ہے۔بلکہ صاف لفظوں میں کہا کہ اگر جماعت احمدیہ اقرار کرلے کہ جس طرح خدا اپنی ذات میں واحد ہے اسی طرح آنجناب محمد رسول اللہ ﷺ اپنی صفات میں یکتا ہیں اور جناب کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا، اور نہ ہم کسی کی کوئی بات بغیر آنجناب ﷺ کی کسوٹی سے پرکھنے کے ماننے کے لئے تیار ہیں، تو ہمارا اور ان کا اتحاد ہوسکتا ہے۔

اس پر لاہوری جماعت کے چند کارکنوں نے اعلان کیا کہ واقعی ہمارا دستور العمل قرآن اور حدیث ہے۔ اس بات کے سننے سے لوگ بہت حیران ہوئے بلکہ قادیانی جماعت اور لاہوری جماعت میں ایک نزاع سی پیدا ہوگئی۔ اور قادیانی جماعت کے مبلغ مولوی عبدالغفور نے لاہوری جماعت کو بعد اختتام جلسہ کہا کہ اگر آپ کے ایسے عقاید ہیں تو آپ کا مرزا صاحب سے کیا تعلق۔ لیکن لاہوری جماعت بہت وقت شناس ہے مجمع کی حالت دیکھ کر انہوں نے یہ اقرار کیا لیکن بعد ازاں دوسرے وقتوں میں پھر وہی اپنے عقائد متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بیان کئے جس پر گویا یہ الفاظ لوگوں کے ورد زبان تھے:

ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور کھانے کے اور۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۵۰ھ ص ۴۔۵)

آخری فیصلہ پر آخری سانس

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں؛

گذشتہ پرچہ میں ہم نے مولوی اللہ دتا جالندھری کا جواب دیا تھا۔ اس کے بعد ان کا بقیہ مضمون ۲۹ نومبر ۱۹۳۱ء کے الفضل میں نکلا ہے جو قابل توجہ ہے۔

آخری فیصلہ کا خلاصہ مضمون زبان زد ہے کہ مرزا غلام احمد نے دعا کی تھی کہ:

اے خدا ہم دونوں (یعنی مرزا غلام احمد اور ثناء اللہ) میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے، اسے صادق سے پہلے موت دے۔

اس کا نتیجہ جو ہوا سب نے دیکھا۔ مگر امت مرزائیہ نے اس نتیجہ سے فائدہ نہ اٹھایا بلکہ مختلف عذر کئے ۔ بڑا عذر یہ کیا کہ یہ دعا دراصل دعا مباہلہ ہے یعنی مرزا قادیانی نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ اور اس کو ۱۸۹۷ء کے سلسلہ دعوت مباہلہ سے جاملایا۔

اس ایجاد کے اول موجد مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت مرزائیہ لاہور ہیں۔ ان کے بعد انہی کی

لکیر کو پیٹنے والے آخری نمبر مولوی اللہ دتا صاحب ہیں۔ہم خوش ہیں کہ ہمارے احمدی دوست جو کچھ شک شکوک ان کے دل میں آئیں وہ اظہار کرتے رہیں تا کہ یہ خدائی حجت ہر طرح ان پر پوری ہو جائے۔گو ہمارے نزدیک مباحثہ لدھیانہ کے بعد اس حجت میں کسی طرح کا خفانہیں رہا۔

ہمارا جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کو اعلان کیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت ہوگا جب کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر ان کو بھیجی جائے گی

اور وہ اچھی طرح اس کو دیکھ لیں گے۔

اور حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی اور مرزا غلام احمد صاحب کا آخری فیصلہ والا اشتہار ۱۵ ۔اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہو چکا تھا۔پھر اس دعا کو مباہلہ کہنا کہاں کی عقل مندی اور کہاں کا انصاف ہے۔اس کے متعلق مولوی اللہ دتا صاحب کا جواب اور ہمارا جواب الجواب گذشتہ پرچے میں درج ہوا۔آج اس کا بقیہ جواب درج ہے۔

مولوی اللہ دتا کہتے ہیں کہ جب مرزا غلام احمد نے مباہلہ کے معاملہ کو اخیر مئی پر رکھا تھا تو اسے ۱۵۔اپریل کو کرنے کا دعوی غلط ہے،اور یہ انکے مریدوں کا الزام ہے۔

مجھے مولوی اللہ دتا صاحب کی اس عبارت کو پڑھ کر نہایت افسوس ہوا کہ وہ کس طرح مخلوق خدا کو دھوکہ دینا چاہتے ہیں۔بہرحال ان کے اس اعتراض کے جواب حسب ذیل ہیں۔

اول:حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا یہی ارادہ تھا کہ مباہلہ حقیقۃ الوحی کی طباعت کے بعد ہو،اور اس مباہلہ کی صورت جیسا کہ بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء میں مذکور ہے یہ تھی کہ آپ حقیقۃ الوحی پڑھنے کے بعد تکذیب اور بددعا کا اشتہار شائع کر دیتے ۔مگر بعدازاں مشیت ایزدی نے یہی چاہا کہ آپ کے چیلنج مباہلہ کو جلد اور عام صورت میں منظور کر کے دعائے مباہلہ شائع کر دی جائے چنانچہ ایسا ہی ہوگیا۔اس میں کون سا حرج لازم آتا ہے،بالخصوص جب کہ سیدنا حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اشتہار ۱۵۔اپریل کے متعلق فرمایا بھی ہے کہ:ثناءاللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اسکی بنیاد رکھی گئی ہے

(اخبار بدر قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

گویا حضرت مسیح موعود (مرزا) کی تجویز کو مشیت ایزدی نے زیادہ نمایاں صورت میں پورا کر دیا۔

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جو تجویز فرمائی تھی وہ مزید اتمام حجت کے لئے اور بالفاظ اڈیٹر صاحب اخبار بدر باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو۔لیکن چونکہ علم الٰہی میں ثناء اللہ پر کافی اتمام حجت ہو چکی تھی اس لئے اس کے ۲۹ مارچ کے چیلنج مباہلہ کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے تحریک فرما کر حضرت مسیح موعود (مرزا) سے ۱۵۔اپریل کو ہی دعائے مباہلہ شائع کرادی۔ (الفضل قادیان ۲۹ نومبر ۱۹۳۱ء ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! غور فرمائیں کہ اتنے بڑے دعوی پر راقم مضمون نے کوئی دلیل بھی دی ہے؟ ہاں سارے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ واقع میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہی لکھا تھا کہ مباہلہ بعد کتاب حقیقۃ الوحی ہو۔لیکن منشاء الٰہی سے قبل از اشاعت (حقیقت الوحی) مباہلہ کر دیا گیا۔

بہت اچھا! ناظرین خصوصاً حواریان مسیح قادیانی اس جواب کو یاد رکھ کر جواب الجواب سنیں۔

کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہوئی اور مجھے نہ پہنچی تو میں نے ۳ جون ۱۹۰۷ء کو طلبی کا خط لکھا۔جس کا جواب مرزا غلام احمد کی طرف سے ان کے محرر ڈاک مفتی محمد صادق نے ان کی طرف سے دیا، جو اخبار بدر مورخہ ۱۳ جون میں چھپ کر شائع ہوا۔با انصاف ناظرین اسے پڑھیں اور مولوی اللہ دتا صاحب کی محنت کی داد دیں ۔وہ خط یہ ہے:

آپ کا رجسٹری شدہ کارڈ مرسلہ ۳ جون ۱۹۰۷ء حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی خدمت میں پہنچا جس میں آپ نے ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر کا حوالہ دے کر کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ مانگا ہے۔،اس کے جواب میں آپ کو مطلع کیا جاتا ہے کہ آپ کی طرف حقیقۃ الوحی بھیجنے کا ارادہ اس وقت ظاہر کیا گیا تھا، جب کہ آپ کو مباہلہ کے واسطے لکھا گیا تھا، تاکہ مباہلہ سے پہلے آپ کتاب پڑھ لیتے ۔مگر چونکہ آپ نے اپنے واسطے تعیین عذاب کی خواہش ظاہر کی اور بغیر اس کے مباہلہ سے انکار کر کے اپنے لئے فرار کی ایک راہ نکالی، اس واسطے مشیت ایزدی نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑا، اور حضرت حجۃ اللہ (مرزا قادیانی) کے قلب میں آپ کے

واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا۔ اس واسطے مباہلہ کے ساتھ جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نا قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی ۔ (خادم مسیح موعود۔ محمد صادق۔ قادیان ۵ جون ۱۹۰۷ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین اس جواب کو بغور دیکھیں کیسا صاف مضمون ہے کہ جس مباہلہ کی تاریخ مرزا صاحب نے کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے بعد رکھی تھی، وہ بھی منسوخ ہو کر اس کا ذکر اذکار ہی ختم ہو گیا۔ اس کی بجائے بالقاء الٰہی یہی دعا فیصلہ کن قرار پائی۔ بس اب سب کچھ یہی دعا ہے، نہ سابقہ مباہلہ نہ کوئی اور حکم ہوا۔ چاؤ چپ رہو اور اس دعا کے انجام کا انتظار کرو۔ آ منا و صد قنا ۔

بتایئے اس تصریح اور توضیح کے بعد بھی کسی تحریر کی ضرورت ہے؟ پس ہمارے جواب کا ملخص یہ ہے کہ: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو مباہلہ کا وقوع حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا تھا۔ پھر بمنشاء الٰہی کے عزم کو منسوخ کر کے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو دعا شائع کر دی اور اسی کو فیصلہ کن قرار دیا اور آئندہ کے لئے مباہلہ کا دروازہ بند کر دیا۔

پھر ہوا کیا؟ وہی جو سب کو معلوم ہے:

گفت مرزا مر ثناء اللہ را
میرد اول ہر کہ ملعون خدا ست
خود روانہ شد بسوئے نیستی
بود خود (کذاب) و لیکن گفت راست

ہمارا دعوی ہے کہ آخری فیصلہ والا اشتہار پیش گوئی تھی۔ قادیانی اخبار فاروق نے ہمیں اس دعوی کے ثبوت پر سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کیا تھا جس کے فیصلہ کیلئے ہم نے خلیفہ قادیان کا نام بطور حکم کے پیش کیا تھا جس کو اخبار مذکور نے نہ مانا۔ پھر مولوی سرور شاہ قادیانی کا نام ہم نے پیش کیا۔ اس کا جواب آج (۵ دسمبر ۱۹۳۱ء) تک نہیں آیا۔ آئندہ دیدہ باید (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق یکم شعبان ۱۳۵۰ھ ص ۳۔۵)

ذریۃ البغایا کی تشریح

غیر مسلموں کے اخبار پرکاش لاہور نے ۲۹ نومبر ۱۹۳۱ء کے شمارے کے صفحہ ۸ پر لکھا ہے:

قادیانیوں کی حماقت نے جوش مارا۔ دیر کی بات ہے مولوی ثناء اللہ کو انعامی چیلنج دے بیٹھے۔ جسے مولانا نے جھٹ منظور کر لیا اور مناظرے کے اکھاڑے میں قادیانی پہلوان کو چت گرا کر تین سو کی مالی جیت گئے۔ اب کسی اور قادیانی کی جوشامت آ گئی وہ پھر مولانا کو انعامی چیلنج دینے کی حماقت کر بیٹھا ہے۔ چنانچہ فاروق میں فخرالدین نام کے کسی قادیانی نے اعلان کیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کا یہ لکھنا کہ مرزا نے میرے متعلق یہ پیش گوئی کی تھی کہ جو ہم دونوں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائیگا۔ امرتسری حضرت مرزا کے کسی اشتہار میں یہ پیش گوئی لفظاً یا معناً یا مفہوماً دکھا دے کہ جس میں یہ ثابت ہو کہ جھوٹ سچے کی زندگی میں مر جائے گا، تو ایسے حوالے کے صرف پیش کر دینے پر ہی ایک سو روپیہ انعام بلا تامل پیش کر دونگا۔

جواب میں مولوی ثناء اللہ نے چیلنج منظور کر کے لکھا ہے کہ تم انعامی رقم کسی مسلمہ امین کے پاس جمع کرا دو اور فیصلہ کے لئے منصف مقرر کرو۔ اس پر قادیانی مذکور نے بطور امین امرتسر کی جماعت احمدیہ کے امیر ڈاکٹر منیر اور (منصفی کے لئے) منشی قاسم وغیرہ گھر کے آدمی پیش کئے۔ لیکن مولانا کو اپنے پکتس (دعوے) کی صداقت کا یہاں تک یقین ہے کہ قادیانی امیر جماعت کا نام ہی (بطور امین) منظور کر لیا۔ رہ گیا منصف کا تقرر، مولانا (ثناء اللہ) نے منصفی کے متعلق خود میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا نام پیش کر کے گویا خلیفہ کو امتحان میں ڈالنے کی خوب ترکیب نکالی ہے۔ چونکہ خلیفہ صاحب قادیانی مرید کی جہالت سے آگاہ ہیں اور جانتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ کے پاس اپنے دعوی کے ثبوت میں مرزا صاحب کی تحریر موجود ہے اس لئے ان کا منصفی منظور کرنا مشکل۔

اور اگر انکار کریں تو اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ اپنے مرید کے چیلنج کی بطالت پر مہر توثیق ثبت کرتے ہیں۔ عجب مشکل ہے جس سے رستگاری کا ایک ہی طریقہ ہے کہ اگر خلیفہ صاحب کو صداقت پیاری ہے، تو صداقت کا

اظہار کر کے معاملہ کو ختم کر دیں، ورنہ مرید جو سو روپیہ میدان مناظرہ میں پچھاڑا جا کر دے گا وہ ایسے ہی مولانا کی خدمت میں جا کر پیش کر دے، اور ان سے گڑگڑا کر عرض کرے کہ اپنی نذر لے کر معاملہ کو رفت گذشت کر دیں۔ اگر دونوں میں سے ایک بات نہ ہوئی تو احمدیت کیلئے مولانا ثناءاللہ کے مقابلہ پر نتیجہ سوائے رسوائی کے بغیر کچھ ہے ہی نہیں۔

ہمیں خلیفہ سے ہمدردی ہے کہ ایک مرید کی جہالت اور حماقت نے انہیں امتحان میں لا ڈالا۔ لیکن جو ہو چکا ہو چکا، اب تو نتیجہ کے اثر رسوائی سے بچنے کے کے لئے کسی تدبیر کی ضرورت ہے جو خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کو اختیار کرنی ہی پڑے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۵۰ھ۔ص ۵۔۶)

مناظرہ دیونا

دیونا ضلع گجرات پنجاب میں مرزائیوں سے اہل حدیث کا مناظرہ ۶ دسمبر کو ہوا۔ مضمون زیر بحث حیات مسیح اور صداقت مرزا تھے۔ مناظرہ کا اثر یہ ہوا کہ حاضرین جان گئے کہ مرزائی مذہب بالکل باطل ہے۔ راقم: عبدالقیوم از چک رجاوی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۵۰ھ ص ۱۴)

قادیانی انعامی چیلنج

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

کئی ہفتوں سے ناظرین ملاحظہ کرتے آرہے ہیں کہ قادیان سے چیلنج ہوا کہ اہل حدیث اگر ثابت کر دے کہ مرزا صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا تو ہم ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔

اب یہ گفتگو اس مرحلہ پر پہنچی ہے کہ مولوی سید سرور شاہ قادیانی عالم منصف منظور ہو چکے ہیں اور فریق ثانی نے کسی خاص وجہ سے رقم یک صد کو شاید بموافقت انعام لدھیانہ تین سو تک بڑھا دیا ہے الحمد للہ

مگر ہمارے مخاطب نے ایک جدید شرط ایسی لگائی ہے جس کا تصفیہ پہلے سے ہو جانا ضروری ہے۔ وہ شرط انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

ثناء اللہ اور میری طرف سے ایک حلفی اقرار اس امر کا ہوگا کہ بعد فیصلہ حکم ہم ہر دو میں سے کسی کو یا کسی کے فریق کو اس بات کا حق نہ ہرگز اس بات کا حق نہ ہوگا کہ اس فیصلہ کو جو مسلمہ فریقین کے حکم نے کیا ہوگا کسی نہ کسی رنگ میں مشتبہ یا ملتبس کرنے کی کوشش کریں۔ بلکہ جیسا کہ ثناء اللہ نے اپنے اخبار اہل حدیث میں وعدہ کیا ہے کہ: ان کے فیصلے کو بے چون وچرا تسلیم کرونگا بشرطیکہ حسب شرائط مسلّمہ مباحثہ لدھیانہ حلفی لکھیں۔ اس فیصلے کو بے چون وچرا تسلیم کرلیں گے۔ جو فریق اس کے خلاف ارتکاب کرے گا وہ لفظ ذریۃ البغایا کا انہی معنی میں مصداق ہوگا جن معنوں میں ثناء اللہ اور زمین دار اس جملہ کو پیش کررہا ہے۔ یا قرآن مجید کے لفظ زنیم کا مصداق ٹھہرے گا۔

اس اقرار اور تاریخ ومقام کی اطلاع آنے پر میں فوراً تین سو روپیہ امین کے پاس جمع کرا کر رسید حاصل کرلوں گا۔ اور تاریخ مقررہ کو مقام مقررہ پر حاضر ہو جاؤنگا ۔ (اخبار فاروق قادیان ۱۴ دسمبر ۱۹۳۱ء)

حضرت مولانا ثناء اللہؒ کہتے ہیں:

ہم دونوں کے تسلیم کرنے کے معنی تو صاف ہیں کہ ہم میں سے کوئی شخص اس فیصلے کو نہ ردّ کریگا، نہ اس کا نام سکھا شاہی فیصلہ رکھے گا جیسا کہ قبل ازیں فیصلہ لودھیانہ کو قادیانی فریق نے رد کیا، اور برے ناموں سے موسوم کیا۔ مگر دونوں فریق سے کیا مراد ہے؟ یہ لفظ صاف ہو جائے تو اصل کارروائی شروع ہوسکتی ہے

کیا میرے مخاطب کے فریق میں میاں محمود احمد خلیفہ قادیان اور ان کے ارکان بھی داخل ہیں؟

اگر ہیں اور یقیناً ہیں، تو ہمارے مخاطب مہربانی کر کے ان کے دستخطی اعلان کرا دیں کہ ہم کو فیصلہ منظور ہوگا اور ہم کسی طرح اس کو ردّ نہ کریں گے ۔

اس کی ضرورت اس لئے ہے کہ آپ ان کے ماتحت ہیں، وہ آپ کے ماتحت نہیں۔ اس لئے جب تک وہ منظوری کا اعلان نہ کریں شرط کی تکمیل نہ ہوگی۔ پس اب جلدی کریں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۰ھ۔ص ۵)

کیا سچ مچ مسیح آ گیا؟

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں:

قادیانی اخبار الفضل نے بیت المقدس کی ایک خبر شائع کی ہے جس کے آخر میں اپنی تنخواہ داری کا فرض ادا کرتے ہوئے ایک نوٹ بھی لکھا ہے۔ناظرین کی دل چسپی کے لئے وہ خبر مع نوٹ درج ذیل ہے:

حضرت مسیح کی آمد کا انتظار کرنے والے:

بیت المقدس سے ایک امریکن نامہ نگار نے اخبارات میں شائع کرایا ہے: توریت کی پیش گوئی کی بنا پر فلسطین کے یہودیوں کی ایک جماعت حضرت عیسی کے آسمان سے اترنے کا بے چینی سے انتظار کر رہی ہے ۔ان کا خیال ہے وہ عنقریب جلوہ گر ہوں اور تمام دنیا کو مصائب سے نجات دلائیں گے۔فلسطین میں پچاس ہزار یہودی صبح و شام نماز پڑھتے اور خشوع وخضوع سے دعا مانگتے ہیں کہ وہ جلد نازل ہوں۔ یہودی براق میں جا کر پہلے توریت کی تلاوت کرتے ہیں، پھر نماز پڑھ کر سب آسمان کی طرف دیکھنے لگ جاتے ہیں۔اس وقت ان کا امام اپنے دونوں ہاتھوں کو آسمان کی طرف بلند کر کے قوم کے لئے دعا اور مسیح کی آمد کی التجا کرتا ہے

(پرتاپ ۱۵ نومبر ۱۹۳۱ء)

یہ ان لوگوں کا حال ہے جو صدیوں سے ایک شخص کے آسمان سے نزول کے منتظر ہیں حالانکہ وہ آسمان سے نہیں بلکہ زمین سے پیدا ہو کر آسمانی کہلایا اور تمام عیسائیوں اور مسلمانوں نے اسے راست باز تسلیم کیا۔اب مسلمانوں کا ایک حصہ بھی حضرت مسیح کے آسمان سے اترنے کا انتظار کر رہا ہے۔کاش وہ پہلے منتظرین سے عبرت حاصل کرے تا انہی کی طرح ناکامی کا شکار نہ ہو اور خدا کے فرستادہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر ایمان لے آئے۔(الفضل قادیان ۱۹ نومبر ۱۹۳۱ء ص ۴)

سچ تو یہ ہے کہ اگر آنے والے مسیح کو زمین ہی سے آنا ہے،تو وہ جناب مرزا قادیانی سے پہلے آ چکا جس نے بآواز بلند اپنا دعوی پیش کیا کہ:

قل یا ملأ ا لا نجیل قد فتح با ب السماء و اتی من صعد الیھا (کتاب اقدس از بہاء اللہ۔ص ۴۷)۔
کہدے اے گروہ انجیل آسمان کا دروازہ کھل گیا اور (مسیح) جو اس پر چڑھ گیا تھا وہ (بہاء اللہ بن کر) آ گیا۔

یہ ہے وہ مدعی جس کے ادنی خادم کے مقابلے کی بھی تاب نہ لاتے ہوئے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بجز فرار کے اور کوئی صورت نظر نہ آئی تھی۔اور جس کے خلاف ایک اپنی کل تصانیف میں ایک حرف لکھنے کی بھی ان میں جرأت نہ ہوئی۔

کیا الفضل بتا سکتا ہے کہ اس ایرانی مدعی مسیحیت سے وہ کیوں منہ پھیرے ہوئے ہے۔ہاں اگر وہ ایک دلیل اپنے اعراض پر دے سکتا ہے تو اہل اسلام اللہ کے فضل و کرم سے ایک سو دلائل کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جھوٹا ثابت کر رہے ہیں۔ایسی صورت میں اس کی تمنا مرزا صاحب قادیانی کو منوانے کی بے سود ہے۔

اہل قادیان کو چاہیے کہ دلائل کے میدان میں آنے کا خیال اب دل و دماغ سے نکال دیں۔اب تو ان کے لئے یہی بہتر ہے کہ منہ سے مسلمانوں کو برادران اسلام کہہ کر اور ان سے منافقانہ ہمدردی کر کے (جیسی کشمیریوں سے کر رہے ہیں) اپنا الوسیدھا کیا کریں۔اس سے بہتر ان کے لئے کوئی مشغلہ نہیں رہا کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دلائل تو تار عنکبوت کی طرح ہیں، جو مدت ہوئی ٹوٹ چکی ہیں۔ان کی بنا پر انہیں مسیح موعود بنانا فضول اور لغو کام ہے۔(اہل حدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۰ھ۔ص ۵۔۶)

قادیانی ہم سے مباحثہ کیوں نہیں کرتے؟

ہم جناب (مولانا ثناء اللہ) کی خدمت اقدس میں مودبانہ عرض کرتے ہیں کہ ہمارے یہ چند حروف اپنے اخبار میں شائع فرمائیں۔ہم جناب کی مہربانی کے از حد مشکور ہوں گے۔اور ہمارے ان حروف پر روشنی ڈالتے ہوئے جماعت قادیانی کی توجہ ہمارے چیلنج کی طرف ضرور منعطف فرمائینگے۔ہم نے بموجب تحریرات قادیانیوں کے (الفضل مورخہ ۱۳ جون و ۲۹۔اکتوبر ۱۹۳۱ء) ان کو چیلنج دیا تھا کہ

خاص شہر امرتسر میں ہم مسیحیوں سے مناظرہ ہو جائے، اور ہم مسیحیوں کی طرف سے عالی جناب پادری سلطان محمد پال اڈیٹر نور افشان لاہور ہوں۔ اور مضامین حسب ذیل تھے

از مدعی مسیحی:

ا۔ الوہیت مسیح ناصری ۲۔ کفارۃ المسیح ۳۔ بائبل کلام اللہ ہے

از مدعی قادیانی :

ا۔ سابق مکتوب مفتوح پادری برکت اللہ ایم اے فتح گڈھ چوڑیاں۔

۲۔ نبوت مرزا قادیان مرشد ۳۔ مسیح کی قبر کشمیر میں۔

ہم امید کرتے ہیں کہ جناب (ثناء اللہ امرتسری) ہمارے چیلنج پر روشنی ڈالتے ہوئے مرزا صاحب کے مریدوں کو مجبور کریں گے کہ یہ وہی شہر امرتسر جہاں کہ ان کے بڑے میاں صاحب (مرزا غلام احمد) نے شکست کھائی تھی۔

والسلام۔ آپ کے نیاز مند خادم۔

چودھری وہاب دین۔ و ایم طفیل مسیحی مدرس امرت سر

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے تو پہلے بھی بارہا سفارش کی، اب بھی کرنے کو تیار ہیں کہ مسیحی پیاسوں کو سیراب کرنا چاہیے۔ ایسا نہ ہو کہ وہ کہیں

بس سمندر دیکھ لی ہم نے تری دریا دلی
تشنہ لب رکھا صدف کو بوند پانی کی نہ دی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۳۱ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۰ھ۔ ص ۱۱)

....

تعلیمات مرزا

پہلے مجھے دیکھئے

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی آج پنجاب میں خصوصاً اور ہند میں عموماً بلکہ بیرون ہند بھی زبان زد خاص وعام ہیں۔ان کا دعوی تھا کہ میں مہدی مسعود اور مسیح موعود ہوں خدا اس سے ہم کلام ہوں نبی ہوں رسول ہوں اس کے سوا انہوں نے کوئی شرعی حکم ایجاد نہیں کیا بلکہ احکام شرعیہ سابقہ ہی پر عمل کرتے اور بتاتے رہے۔ ہاں ساری عمر ان کی محض اپنی شخصیت منوانے میں گذری یہی کہتے رہے کہ میری دعوت کا قبول کرنا ہر مسلمان بلکہ ہر انسان پر فرض ہے چونکہ انہوں نے سب دنیا کو اپنی طرف بلایا اور ایمان لانے کی دعوت دی لہذا سب لوگوں نے ان کے دعوی کو جانچنے پر توجہ کی بہت سی کتابیں لکھیں مباحثات کئے کسی صاحب نے حیات مسیح پر کتابیں لکھیں کسی نے آثار قیامت پر۔خاکسار نے جو کچھ لکھا اس کا بیشتر حصہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی کے متعلق ہے۔ یہ رسالہ بھی اسی قسم کا ہے اس رسالہ میں پانچ ابواب ہیں جن میں پانچ مضمون درج ہیں جن کے نام یہ ہیں: صفات مرزا۔اختلافات مرزا۔کذبات مرزا۔نشانات مرزا۔اخلاق مرزا

ناظرین سے استدعا ہے کہ رسالہ ہذا کو پڑھ کر بھٹکے ہوئے انسانی برادران (مرزائیوں) کو صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کریں وہ ضد کریں تو ان کے حق میں دعائے خیر کریں کہ خدا ان کو غلطی سے نکالے۔

نوٹ: مرزائی اخبار اور مرزائی لیڈر خاکسار کو اپنا بدترین دشمن لکھا اور کہا کرتے ہیں میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں میں دشمن نہیں بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور امت مرزائیہ کا آنریری مبلغ ہوں جو کلام مرزا کو ناواقفوں تک بے تنخواہ پہنچاتا ہوں

ناظرین اس رسالہ کو بغور پڑھ کر امید ہے میرے دعوی کی تصدیق کریں گے

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

طباعت کے بعد اس رسالہ کا اس اثر عوام پر جتنا ہوا اتنا ہی اتباع مرزا کو صدمہ ہوا اس لئے انہوں نے اس کا جواب لکھا جس کا نام تجلیات رحمانیہ۔ مصنف کا نام مولوی اللہ دتا جالندھری مبلغ قادیان۔ طبع ثانی کتاب ہذا میں اس جواب کا جواب الجواب بھی دیا گیا ہے ناظرین بغور ملاحظہ کریں

احباب کرام یہ رسالہ جملہ تصانیف متعلقہ مشن قادیان سے مفید تر ہے آپ صاحبان بھی اس کو مفید پائیں تو اس کام میں حصہ لیں جس کی صورت یہ ہے کہ آپ خود دیکھیں اور مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدوں کو دکھائیں ہمدردان اسلام سے بہت کچھ خیر کی امید ہے۔ والسلام ۔

ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسر محرم ۱۳۵۱ھ مئی ۱۹۳۲ء

باب اول:

صفات مرزا

۱۔ میرا قدم اس منارہ پر ہے جہاں تمام بلندیاں ختم ہیں (خطبہ الہامیہ ص ۷۰)

۲۔ میرا تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا (حقیقت الوحی ص ۸۹)

۳۔ میرے آنے سے پہلوں کے سورج ڈوب گئے (خطبہ الہامیہ ص ۳۲۰)

۴۔ میں خواب میں اللہ ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ میں واقعی اللہ ہوں پھر میں نے آسمان بنایا اور زمین بنائی (آئینہ کمالات اسلام ص ۵۶۴)

۵۔ خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے (انجام آتھم ص ۵۵)

۶ میں خدا کے نزدیک اس کی اولاد کے رتبہ میں ہوں (اربعین نمبر ۴ حاشیہ ص ۱۹)

۷ میرے منکر مسلمان حرام زادے ہیں (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۴۸)

۸ مجھے مردوں کو زندہ کرنے اور زندوں کو مارنے کی قدرت دی گئی ہے خطبہ الہامیہ ص ۵۶

۹ میری شان میں ہے و ما ینطق عن الھوی

یعنی مرزا قادیانی اپنی خواہش سے نہیں بولتا (اربعین نمبر ۳ ص ۳۶)

۱۰ اعلموا ان فضل الله معی و ان روح الله ینطق فی نفسی

جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے (انجام آتھم۔ص ۱۷۶)

باوجود ان دعاوی کے جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال ملاحظہ کئے ہیں وہ قرآنی اصول کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں لوکان من عندغیر الله لو جدوا فیه اختلا فا کثیرا جو کلام غیر خدا سے ہو اس میں بہت اختلاف ہوتے ہیں

پس مندرجہ ذیل اقوال مرزا ملاحظہ ہوں

دوسرا باب:

اختلافات مرزا

اس باب کے جواب میں مجیب نے جو علمی جوہر دکھائے ہیں وہ اہل علم کے سننے اور دیکھنے کے قابل ہیں مجیب نے اصولی جواب دو طرح دیئے ہیں

ایک یہ کہ جس طرح قرآن میں نسخ ہے اسی طرح اقوال مرزا میں بھی نسخ ہو سکتا ہے (تجلیات رحمانیہ ص ۲۶۔۲۷)

فاضل مصنف کو غالباً دھوکا لگا ہے وہ جملہ خبریہ اور انشائیہ میں تمیز نہیں کر سکے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ نسخ احکام یا مناہی میں ہوتا ہے جو جملہ انشائیہ ہوتے ہیں جملہ خبریہ میں اختلاف ہو تو نسخ نہیں کہا جاتا بلکہ دو میں سے ایک کو جھوٹ کہا جاتا ہے مثلاً کوئی شخص کہے کہ کل ٹھیک بارہ بجے بارش ہوئی تھی پھر کہے کل بارہ بجے بارش نہیں ہوئی تھی۔ یہ دو جملے خبریہ ہیں۔ یقیناً ان کے اختلاف کا جواب نسخ سے نہیں دیا جا سکتا بلکہ یقیناً ماننا پڑے گا کہ دو کلاموں میں سے ایک جھوٹ ہے۔

ناظرین کرام! مجیب صاحب اللہ دتا قادیانی یوں تو مولوی فاضل کا امتحان پاس کردہ ہیں، مگر قادیانی قصر نبوت کی حفاظت کا کام بھی تو بہت مشکل ہے اس لئے مجیب صاحب اگر جملہ خبریہ اور انشائیہ میں تمیز کرنا بھول جائیں تو محل تعجب نہیں۔ اسی لئے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے بزبان حال کہتے ہیں

ساحری کرد و چشم تو وگرنہ زیں پیش
بود ہشیار از دو دل دیوانہ ما

مجیب نے ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال میں اختلاف ہو تو الہامات میں اختلاف نہیں (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۶۵)

جواب الجواب: ہم جانتے ہیں کہ ملہم کے ذاتی اقوال اور الہام الگ الگ ہوتے ہیں ملہم کے ذاتی قول میں غلطی ممکن ہے کیونکہ ملہم پر ہر وقت وحی الہی نازل نہیں ہوتی مگر مرزا قادیانی ایسے ملہم ہیں کہ ہر وقت اور ہر لحظہ روح القدس ان کے ساتھ رہتا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

> اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قوی میں کام کرتی رہتی ہے ... اور انوار دائمی اور استعانت دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص۹۳۔۹۴)

یہ تو ہوا مرزا قادیانی کا بر بنائے تجربہ عام قانون جس میں خود بھی داخل ہیں۔ اب ایک اور ثبوت سنئے، مرزا قادیانی تو اپنے پر روح القدس کو اس قدر متولی اور حاوی جانتے ہیں کہ عبارتی غلطی بھی ان سے نہیں ہو سکتی۔ فرماتے ہیں:

> یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں (مرزا) خاص طور پر خدا تعالی کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔
>
> (نزول المسیح ص ۵۶ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۳۴)

ناظرین کرام! ایسا ملہم جو ہر وقت بلا فصل دائم روح القدس کی حفاظت میں ہو جس کی حفاظت خدا اتنی کرے کہ عبارت بھی اسے خود بتائے اس کی نسبت اقوال اور الہام میں فرق کرنا اس ملہم کی ہتک کرنا نہیں تو کیا ہے؟ اس لئے ہم نے اقوال مرزا کے اختلاف پر آیت قرآنی لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا لکھی

جس پر مجیب نے غور نہیں کیا کیونکہ دل پر بے جا محبت نے غلبہ کر رکھا ہے

۱۔حضرت مسیح دوبارہ خود آئیں گے

هو الذی ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے ...تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور قطار میں پھیل جائے گا (مسیح موعود کے دوبارہ آنے کا اعتراف) (براہین احمدیہ ج۴ ص۴۹۸۔۴۹۹)

اس کے خلاف: پس دنیا میں مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا۔

(ازالہ اوہام ص۶۱۴۔قادیانی خزائن ج۳ ص۴۳۲)

حضرت مسیح علیہ السلام نہیں آئیں گے میں ہی مسیح موعود آ گیا ہوں

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم

عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام ص۱۵۸ قادیانی خزائن۳ ص۱۰)

مجیب نے اس کا جواب دیا کہ براہین احمدیہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا اس کے بعد جو لکھا وہ تحقیقی لکھا (تجلیات رحمانیہ ص۴۷۔۴۸)

جواب الجواب: مرزا غلام احمد قادیانی زمانہ تالیف براہین میں بھی مدعی مجددیت تھے اسی تجدید میں انہوں نے براہین احمدیہ لکھی اور جناب مسیح کے متعلق جو کچھ لکھا وہ آیت مرقومہ سے استدلال کر کے لکھا، نہ کہ رسمی وشنیدی۔ بلکہ تحقیقی اور تنقیدی علی وجہ البصیرت لکھا۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے اخیر میں لکھتے ہیں یہ کتاب خدا مجھ سے لکھاتا ہے۔ یہ بھی مرزا قادیانی کا دعوی تھا کہ میں اس قدر خدا کی حفاظت میں ہوں کہ:

جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔(نزول المسیح ص۵۶)

معلوم ہوا کہ براہین احمدیہ کی عبارت بھی اسی اندر کی تعلیم کا نتیجہ ہے نہ کہ رسمی عقیدہ۔

مرزائی دوستو! کیا یہ دعوی مرزا غلام احمد قادیانی کا محض بور کے لڈو ہیں۔

۲۔حضرت داؤد کا تخت بحال کرنے آیا ہوں..قول مسیح

یسوع نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ میں داؤد کے تخت کو قائم کرنے آیا ہوں اور اس طرح پر یہود کو اپنی طرف کھینچنا چاہا تھا کہ دیکھو میں تمہاری بادشاہی پھر دنیا میں قائم کرنے آیا ہوں اور رومی گورنمنٹ سے اب جلد تم آزاد ہونا چاہتے ہو مگر وہ بات نہ ہوئی اور یسوع صاحب نے نہایت درجہ ذلت دیکھی منہ پر تھوکا گیا اور آپ کے اس حصہ جسم پر کوڑے لگائے گئے جہاں مجرموں کو لگائے جاتے ہیں اور حوالات میں کیا گیا پس یہود اور بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ اس شخص کی پیش گوئی صاف جھوٹی نکلی اور یہ خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہے۔

(انجام آتھم۔ص۱۲)

اس کے خلاف:

ایسا ہی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا نے خبر دی تھی کہ تو بادشاہ ہوگا انہوں نے اس وحی الہی سے دنیا کی بادشاہی سمجھ لی اور اسی بنا پر حضرت عیسی نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ اپنے کپڑے بیچ کر ہتھیار خریدلو۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسی کی غلط فہمی تھی اور بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت تھی نہ کہ زمین کی بادشاہت (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد۵ص ۸۹۔خزائن ج۲۱ص۲۵۰)

نوٹ: پہلے بیان میں اس پیش گوئی کو یسوع کی بناوٹی بنا کر موجب ذلت بتائی دوسرے میں خدا کی طرف سے بتا کر بتاویل پوری ہونے کی اطلاع دی۔ کیا خوب

اس اختلاف کا جواب مجیب نے یہ دیا ہے کہ پہلا بیان عیسائیوں کے خیال پر ہے دوسرا بیان واقعیت پر۔ (تجلیات رحمانیہ ص۴۹)

جواب الجواب:

اس تاویل سے دونوں کلاموں کا مضمون کیا ہوا؟ یہ کہ عیسائیوں کے جس خیال کی ہنسی اڑائی تھی خود اسی کو واقعی جان کر تسلیم کرلیا۔ تعجب نہیں عیسائی آپ کا جواب سن کر مرزا قادیانی کو یہ مصرعہ نذر کریں

خود غلط بود آنچہ تو پنداشتی

ممکن ہے اسی طرح مجیب بھی آئندہ کبھی اپنے عندیہ میں ہمارا بیان تسلیم کرلیں خدا وہ دن کرے۔

۳۔ حضرت مسیح کی سخت کلامی

حضرت عیسی علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھایا۔ اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں اور برے برے ان کے نام رکھے اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔ (چشمہ مسیحی۔ص ۱۱)

قادیانیو! سنتے ہو حضرت عیسی اور علیہ السلام، اسلامی اصطلاح میں یہ لقب اس ذلت کے ہیں جن کو روح اللہ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ کہا گیا ہے۔ اسی کے حق میں مرزا قادیانی کو یہ گوہرافشانی ہے مزید کے لئے ہمارا رسالہ ہندوستان کے دوریفارمر دیکھئے

اس کے خلاف:

کبھی معالجہ کے طور پر سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا ہے نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے نہ منہ پر جھاگ آتی ہے ہاں کبھی بناوٹی غصہ رعب دکھلانے کے لئے ظاہر کر دیتے ہیں اور دل آرام وانبساط اور سرور میں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھاتے اور نرمی کی تعلیم کرتے ہیں بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے (ضرورۃ الامام۔ص ۷)

نوٹ: پہلے اقتباس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے جس قول کی مذمت ہے دوسرے میں اسی کی تحسین ہے۔

مجیب نے یہاں بھی دورنگی دکھائی ہے۔کہتے ہیں حضرت مسیح کے قول پراعتراض عیسائی نقطہ نگاہ سے ہے اور تحسین اسلامی عقیدہ سے ہے۔

کیا مجدداور مسیح موعود کی یہی شان ہے کہ اپنا مضمون دربطن رکھے حالانکہ حضرت مسیح کا نام بھی اسلامی اصطلاح میں لکھا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس معزز نام کے ساتھ برائی کوملا کر ذکر کرنا مجیب کے جواب کورد کرتا ہے فافہم۔

یسوع مسیح نیک کیوں نہ کہلایا بدچلن تھا

یسوع اسلئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے اور یہ خراب چال وچلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعوی شراب خوری کا بدنتیجہ ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص۱۷۲خزائن ج۱۰حاشیہ ص۲۹۶)

اس کے خلاف:

جس کوعیسائیوں نے خدابنارکھاہے کسی نے اس کوکہااے نیک استاد۔تواس نے جواب دیا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔نیک کوئی نہیں مگر خدا۔یہی تمام اولیاء کا شعار رہا ہے۔سب نے استغفار کواپنا شعارقرار دیا ہے۔(ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ص۱۰۷۔قادیانی خزائن ج۲۱ص۲۷۱)

ایضاً :

حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حکیم اور عاجز اور بےنفس بندے تھے کہ انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا کہ کوئی ان کو نیک آدمی کہے۔(مقدمہ براہین احمدیہ حاشیہ ص۱۰۴خزائن ج۱حاشیہ ص۹۴)

نوٹ۔ پہلے حوالہ میں یہ فقرہ موجب مذمت بتایا دوسرے اور تیسرے میں وہی فقرہ بباعث مدح قرار دیا اس جگہ بھی مجیب نے عیسائیوں کی پناہ لی۔چنانچہ لکھا ہے:

اس فقرہ (منقولہ ست بچن) پرعیسائی نقطہ خیال سے اعتراض ہے دوسرے میں اسلامی نقطہ نگاہ۔

(تجلیات رحمانیہ۔ص۵۶)

جواب الجواب:

کیا یہ جواب ہے یا تسلیم؟ کیا ایسا کرنے پر عیسائی پادری مرزا قادیانی کا مذاق نہ اڑائیں گے کہ بھلے آدمی جس کلام پر اعتراض کرتے ہو جب اپنی نظر سے دیکھتے ہو تو اسی کی احسن تاویل کرتے ہو۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمہارا اعتراض غیریت کی نظر سے ہے جو امانت اور دیانت کے خلاف ہے۔

۵ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں

مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالی نے یسوع کی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۹ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۹۳)

اس کے خلاف:

اسی وجہ سے خدا تعالی نے یسوع کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون ۔ یعنی عیسی کی مثال خدا تعالی کے نزدیک آدم کی ہے کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے بنایا پھر کہا کہ تو زندہ ہو جا پس وہ زندہ ہو گیا۔ (چشمہ معرفت ص ۲۱۸۔ خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۷)

اس کا جواب بھی وہی دیا کہ جس یسوع کی طرف عیسائیوں نے بہت خرابیاں منسوب کر رکھی ہیں اس کا ذکر قرآن میں نہیں اور عیسی کا ذکر ہے۔

:یسوع اور عیسی دو ذاتیں نہیں ذات ایک ہی ہے مگر ذات کی دو حیثیتیں ہیں۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۵۷)

جواب الجواب:

معلوم ہوتا ہے مجیب جواب نہیں دیتا بلکہ فرض منصبی ادا کرتا ہے۔ کوئی پوچھے یہ کس نے کہا ہے کہ یسوع اور عیسی دو ہیں یا ایک۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ دونوں جگہ یسوع کا نام ہے ایک جگہ کہا ہے کہ یسوع کا ذکر قرآن شریف میں نہیں دوسری جگہ آیت قرآنی یسوع پر لگا کر قرآن شریف میں مذکور بتایا ہے یا للعجب ۔ یہ اختلاف کیوں

۶۔ حضرت عیسی علامت قیامت تھے

جان رکھو کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انه لعلم للساعة تحقیق وہ (عیسیٰ مسیح) قیامت کی علامت ہے یہ نہیں کہا کہ آئندہ کو علامت ہوگا۔ پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ (مسیح) علامت قیامت کسی ایسی وجہ سے ہے جو اس کو اس وقت حاصل تھی نہ یہ کہ آئندہ کسی وقت حاصل ہوگی اور وہ وجہ جو حاصل تھی وہ اس کا بے باپ پیدا ہونا تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہودیوں میں ایک فرقہ تھا صدوقی۔ وہ قیامت کا منکر تھا۔ خدا نے بعض انبیاء کی معرفت ان کو خبر دی تھی کہ ایک لڑکا بلا باپ ان کی قوم میں پیدا ہوگا وہ ان کے لئے قیامت کے وجود کی علامت ہوگا اسی طرف خدا نے اس آیت و انه لعلم للساعة میں اشارہ کیا ہے (حمامۃ البشریٰ۔ ص ۹۰)

نوٹ: مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی بے باپ پیدائش علامت قیامت ہے۔

اس کے خلاف:

پھر (یہ علماء) کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی نسبت ہے و انه لعلم للساعة جن لوگوں کی یہ قرآن دانی ہے ان سے ڈرنا چاہیے کہ نیم ملاں خطرہ ایمان ... کیسی بد بودار نادانی ہے جو اس جگہ ساعۃ سے قیامت سمجھتے ہیں اب مجھ سے سمجھو کہ ساعۃ سے مراد اس جگہ وہ عذاب ہے جو حضرت عیسیٰ کے بعد طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں پر نازل ہوا تھا۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۲۱)

۷۔ حضرت عیسیٰ نے الوہیت کا دعویٰ کیا

مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

اس کے خلاف:

انہوں (مسیح) نے اپنی نسبت کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جس سے وہ خدائی کے مدعی ثابت ہوں (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۴۳)

مجیب نے یہاں بھی وہی کہا ہے جو پہلے کہہ آئے ہیں کہ پہلا قول علیٰ زعم النصاریٰ ہے یعنی عیسائیوں کا قول ہے کہ مسیح نے خدائی دعویٰ کیا تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا خیال نہیں (تجلیات رحمانیہ ص ۶۰) حالانکہ مجیب

نے بطور کلیہ کے یہ لکھا ہے:

لفظ مسیح اس حیثیت کی نمائندگی کرتا ہے جو اسلام نے پیش کی ہے اور لفظ یسوع اس حیثیت کا مظہر ہے جو عیسائیت پیش کرتی ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۳۰)

پس اس تسلیم سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی پہلے قول میں بھی اس مسیح کا (دوستو! اس نام (مسیح) سے تمہارے وہ اوہام دور ہو گئے جو تم لوگ کہا کرتے ہو کہ مرزا نے جہاں جہاں برائی سے یاد کیا ہے وہ یسوع کو کیا ہے اور یسوع اسلامی نام نہیں ذرا اس عبارت کو دیکھو اور اس کے ساتھ ایک اور حوالہ بھی ملا لو جس کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے (کشتی نوح ص ۶۵ خزائن ج ۱۹ حاشیہ ۱۷) ذکر کرتے ہیں جو اسلام کی نمائندگی کرنے والا ہے اس لئے مجیب کا جواب مرزا قادیانی کی تصریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

اب بتاؤ کہ تمہارا ایمان ایسے قائل کے حق میں کیا فتوی دیتا ہے ایمان سے کہنا ۔ایمان ہے تو سب کچھ۔

۸۔مسیح کی آمد کا وقت تیرہ سو ل سال بعد

مثیل مسیح ابن مریم سے بڑھ کر اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح بن مریم موسی کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا (کشتی نوح۔ص ۱۳)

اس کیخلاف:

اس لحاظ سے کہ حضرت موسی سے چودہ سو برس بعد آئے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کا اس زمانہ میں ظہور کرنا ضروری ہو (شہادۃ القرآن ص ۶۹۔قادیانی خزائن ج ۶ ص ۳۶۵)

نوٹ: پہلے اقتباس میں چودھویں صدی لکھا ہے دوسرے میں چودہ سو سال کے بعد یعنی پندرھویں صدی لکھا۔ چودھویں صدی میں، اور چودھویں صدی کے بعد، ان دو میں جو فرق نہ جانے وہ بعد میں مسیح موعود اور مہدی مسعود بن جائے۔

لطیفہ: مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ چودھویں صدی ہجری کے شروع میں آئے تھے حالانکہ ان کو پندرھویں صدی میں آنا چاہیے اس لئے آپ جلدی تشریف لے گئے اب حسب وعدہ پندرھویں میں مکرر

تشریف لاویں خدا خیر کرے۔

مجیب نے یہاں جو کچھ بھی مرزا قادیانی کی تائید میں لکھا ہے وہ تائید نہیں تردید ہے۔تردید بھی ایسی کہ کوئی مخالف بھی نہ کرے۔ناظرین ہمارے دعوی کا ثبوت سنیں

مجیب نے ہمارے پیش کردہ حوالہ نمبر اول کو یہودی تاریخ بتایا اور حوالہ نمبر دو کو عیسائی تاریخ کہہ کر بتایا کہ

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بکرات ومرات اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) حضرت موسی (علیہ السلام) کی چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے (یہ بھی مجیب نے لکھا ہے کہ) چودہ سو برس بعد ظاہر، ہونے کا مطلب یہ ہے کہ چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے کیونکہ حضرت (مرزا قادیانی) بھی مانتے تھے کہ حضرت مسیح چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے

(تجلیات رحمانیہ۔ص ٦٢)

ناظرین! خصوصاً مرزائی دوست اس عبارت کو خوب یاد رکھیں کہ مجیب نے قادیانی کا عندیہ اور اعتقاد یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت عیسی (علیہ السلام) حضرت موسی (علیہ السلام) کے بعد تیرھویں صدی کے بعد چودھویں صدی کے اندر آئے تھے۔

اب اس کیخلاف سنئے۔خلاف بھی ہمارا استنباطی نہیں بلکہ الہامی۔جناب مرزا غلام احمد قادیانی اپنا الہامی فیصلہ خود فرماتے ہیں:

مجھ پر خدا تعالی نے اپنے الہام کے ذریعہ کھول دیا کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی درحقیقت ایک ایمان کی تعلیم دینے والا تھا جو حضرت موسی سے چودہ سو برس بعد پیدا ہوا۔ (فتح اسلام حاشیہ۔ص ١٤)

مرزائی دوستو! ایمان سے بتاؤ کوئی مرزائی تم میں ایسا ہے جو حضرت مرزا صاحب قادیانی کے الہام کے خلاف کوئی بات قبول کرے۔ہمارا تو یقین ہے کہ تم لوگ ایسے مرزائی کو احمقی کہو گے احمدی نہیں کہو گے۔پھر یہ کیا جواب ہے جو تمہارے لائق وکیل اللہ دتا قادیانی نے دیا ہے مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامی فیصلہ کے خلاف ہے یا نہیں۔ذرہ انصاف سے کہیو خدا لگتی کیا یہی کتاب ہے جس کی تعریف تمہارے اخبارات بے حد کرتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ ایسے ہی دوست ہیں جن کی بابت حضرت شیخ سعدی نے گویا مرزا قادیانی کو مخاطب

کر کے کہا ہے

ترا اژدہا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

اور سنئے! مجیب نے بڑا زور لگا کر ہلا رے پہلے حوالے کو محض یہودیوں کا خیال بتایا ہے حالانکہ مرزا قادیانی خود اس کو بھی خدائی الہام بتاتے ہیں غور سے سنئے فرماتے ہیں

سلسلہ موسویہ کی آخری خلافت کے بارے میں تورات میں لکھا تھا کہ وہ سلسلہ مسیح موعود پر ختم ہوگا یعنی اس مسیح پر جس کا یہودیوں کو وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ اس سلسلہ کے آخر میں چودہ سو برس کی مدت کے سر پر آئے گا۔ (ایام الصلح اردو ص۵۲: قادیانی خزائن ج۱۴ ص۲۸۴)

صاف اقرار ہے کہ یہودیوں کو خدا نے بتا دیا تھا کہ مسیح موعود (حضرت عیسی مسیح) چودھویں صدی کے سر پر آئے گا، یہ مضمون اگرچہ یہودیوں کے حق میں الہامی تھا مگر مرزا قادیانی جیسے الہامی (مدعی الہام) شخص نے جب اس کی تصدیق کردی تو ان کے حق میں بھی الہامی ہوگیا حالانکہ اپنا الہام خود لکھ چکے ہیں کہ:

حضرت مسیح بعد موسی کے پندرھویں صدی میں آئے تھے۔

اب تو اللہ دتا قادیانی کو بھی ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی سچے ملہم نہ تھے کیونکہ سچے الہاموں میں تعارض اور تخالف نہیں ہوتا ص۲۳

پس ہمارا نتیجہ صحیح رہا کہ مرزا قادیانی کو حضرت مسیح اول کی طرح پندرھویں صدی میں آنا چاہیے تھا اور وہ قبل از وقت چودھویں صدی کے اندر آگئے تھے اسی لئے وہ جلدی چلے گئے۔ آئندہ پندرھویں میں تشریف لائیں گے تو جو لوگ زندہ ہوں گے وہ مشرف بہ زیارت ہوں گے۔ سردست تو ہمارا قول یہی ہے کہ:

روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

۹۔ اذ ماضی کے لئے ہوتا ہے

و اذ قال اللہ یا عیسی ابن مریم ءأنت قلت للناس ...

اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہوتا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی

کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا نہ زمانہ استقبال کا۔ (ازالہ اوہام ص۶۰۲۔قادیانی خزائن ج۳ص۴۲۵)

اس کے خلاف:

ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو اور قرآن شریف میں اس کی بہت نظیریں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و نفخ فی الصور فا ذا هم من ا لا جداث الی ربهم ینسلو ن اور جیسا کہ فرماتا ہے

و اذا قـا ل الـلـه یا عیسی ابن مر یم ئأنت قلت للناس اتخذو نی و امی الهین من دو ن الله قا ل الله هذا یو م ینفع الصداقین صد قهم

(ضمیمہ براہین پنجم ص۶۔قادیانی خزائن ج۲۱ص۱۵۹)

نوٹ۔مباحث مرزائیہ میں وفات مسیح کا مسئلہ بھی پیش آیا کرتا ہے اور مرزائی مناظر وفات مسیح پر عموماً یہی آیت پیش کیا کرتے ہیں مرزا قادیانی نے فیصلہ کر دیا کہ یہ روز قیامت کی گفتگو ہے پس اس آیت سے اس وقت وفات مسیح ثابت نہ ہوئی

مجیب اس جگہ بہت پریشان ہوا ہے اسی لئے اس نے نہ مرزا قادیانی کا مطلب سمجھا نہ ہمارا اعتراض جانا چنانچہ لکھا ہے کہ:

اذ ..از روئے قواعد نحو یہ ماضی ہے اور قرآنی اسلوب سے روز قیامت مراد ہے

ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے ایک ہی آیت اذ قا ل الله کو گزشتہ زمانہ (ماضی) سے لگایا ہے اور دوسرے حوالہ میں روز قیامت (مستقبل) سے ملایا ہے یہی اختلاف محل اعتراض ہے۔کیا مجدد اور مہدی اور مسیح قرآن مجید اسی طرح سمجھا سمجھایا کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ خود ہی نہیں سمجھے۔

۱۰۔ایک شریر میں یسوع کی روح تھی:

ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵ خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص۲۸۹)

یسوع کی روح مرزا قادیانی میں تھی:

مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی تھی اس لئے ضرور تھا کہ گم شدہ ریاست میں مجھے یسوع مسیح کے ساتھ مشابہت ہوتی؛

(تحفہ قیصریہ ص۲۰۔ خزائن ج۱۲اص۲۷۲)

قادیانی دوستو! یسوع کی روح جس انسان میں ہو وہ شریر ہو جاتا ہے تو دوسرے قال کا قائل کون؟

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

مجیب نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ:

پہلی عبارت میں یسوع کی اس حیثیت کا ذکر ہے جو اسے پادریوں نے دے رکھی ہے دوسری میں اس عبارت کا تذکرہ ہے جو اسے فی الواقع بلحاظ نبی اور رسول ہونے کے حاصل ہے۔ پہلی صورت قابل نفرت ہے دوسری صورت قابل رشک ہے۔ (تجلیات رحمانیہ ص٦٦)

جواب الجواب:

ہم تو جانتے تھے مرزا قادیانی ہی کے کلام میں اختلاف ہوتا تھا اب معلوم ہوا کہ ہمارے فاضل مخاطب مصنف بھی ان (مرزا) سے اس وصف میں فیض یاب ہیں ابھی چند صفحات پہلے لکھ چکے ہیں

مسیح اسلامی حیثیت کا نمائندہ ہے اور یسوع عیسائیت کا مظہر (تجلیات ص۲۰)

اس تقسیم سے صاف پایا جاتا ہے کہ یسوع نام ہمہ وجود (مرزا) کے نزدیک شریر النفس آدمی ہے پھر ایسے نام کو اپنے حق میں کہنا اعتراف حقیقت ہے یا کیا؟

۱۱ مسیحی چڑیوں کا پرواز قرآن سے ثابت ہے:

حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزے کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص٦٠)

اس کے خلاف

اور یہ بھی یادرکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا

(ازالہ اوہام ص ۳۰۷۔قادیانی خزائن جلد ۳ حاشیہ ص ۲۵۶۔۲۵۷)

مجیب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جس پرواز کا انکار ہے وہ اصلی زندگی سے پرواز ہے اور جس کا اقرار ہے وہ غیر حقیقی اور عارضی ہے (تجلیات رحمانیہ ص ۷۶)

جواب الجواب:

اس جگہ ہم علم منطق کے قاعدہ تناقض سے موافق مرزا کے الفاظ دکھاتے ہیں۔

پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ثابت ہے۔

پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ثابت نہیں

موضوع ایک ،محمول ایک،نسبت ایک، وغیرہ ، جو اس کو تناقض نہ کہے اس کا دماغ صحیح ہے یا ماؤف۔ناظرین خود فیصلہ کریں

۱۲۔ حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ برس تھی

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی کی ایک سو بیس برس کی عمر تھی لیکن تمام یہود ونصاری کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی ۳۳ برس کی تھی اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہٖ تعالی نجات پا کر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی (راز حقیقت حاشیہ ص ۲۔۳)

ایک سو پچیس برس

حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مدت عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانے تک ان کی یادگار کا ایک کتبہ موجود

تھا آخر سری نگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔(مجموعہ اشتہارات۔ج۳ص۱۴۹)

ایک سو ترپن سال عمر پائی

تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت عیسیٰ کی عمر صرف ۳۳ برس تھی (راز حقیقت حاشیہ ص۳

ایضاً:

اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہو کر خدا سے جاملا ۔(تذکرۃ الشہادتین ص۲۷۔قادیانی خزائن ج۲۰ص۲۹)

نوٹ: واقعہ صلیب تک ۳۳ سال اور واقعہ صلیب کے بعد ۱۲۰ جملہ ۱۵۳ ہوئے۔ پس عمر مسیح ۱۲۰، ۱۲۵، ۱۵۳ سال ہوئی۔

اس کا جواب مصنف نے ایسا دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض مفوضہ خلافت ادا کرتا ہے ورنہ دل میں شائد ایسا نہ ہو کہتے ہیں

تذکرۃ الشہادتین میں یہ بتایا ہے کہ صلیب کے بعد بھی مسیح زندہ رہے اس عبارت کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ مسیح نے ۱۵۳ سال عمر پائی (تجلیات ص۶۹)

جواب الجواب:

ہم فقرہ مرزائیہ ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں پھر جو بات ان کے فہم عالی میں آئے مانیں وہ فقرہ یہ ہے:

احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سال بیس برس کی عمر پائی (تذکرۃ الشہادتین۔ص۲۷)

حضرات! اس عبارت میں بعد کا لفظ، پائی، کے متعلق ہے یقیناً یہی ہے۔ پس عبارت ہذا کے معنی اس عبارت کی طرح ہیں

حکیم نور الدین (خلیفہ قادیان) نے بعد وفات مرزا قادیانی سات سال عمر پائی۔،

کیا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حکیم صاحب کی عمر ساری سات سال تھی اگر اس مثال میں یہ نہیں تو اس میں بھی نہیں۔ اس میں اگر سات سال بعد وفات کے مراد ہیں تو اس عبارت میں بھی ۱۲۰ سال بعد واقعہ صلیب کے مراد ہے جو پہلی عمر ۳۳ سال ملا کر ۱۵۳ ہوتے ہیں ھذا ما اد عینا اس کے سوا تاویل کرنا اس مصرع کا مصداق ہے

و لن یصلح العطار ما افسد الدھر

۱۳۔ کتب سابقہ سب محرف ہیں؛

جیسا کہ کئی جگہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں چنانچہ اس واقعہ پر اس زمانی میں بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے

(چشمہ معرفت ص ۲۵۵۔ قادیانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۶)

اس کے خلاف:

یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف ومبدل ہیں ان کا بیان قابل اعتبار نہیں ایسی بات وہی کہے گا جو خود قرآن سے بے خبر ہے۔ (چشمہ معرفت ص ۷۵)

اس کے جواب میں بھی مجیب نے کمال دکھایا ہے فرماتے ہیں:

تورات انجیل کے محرف ہونے کا بایں معنی انکار ہے کہ ان میں کوئی بھی صداقت نہیں۔ بایں معنی اقرار ہے کہ ان میں جھوٹ ملائے گئے تھے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۷۳)

ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اپنی جماعت کی آنکھوں میں کنکریاں دار مٹی کیوں ڈالتے ہیں ایک غیر الہامی کی غلط بات کو سنوانے کے لئے اتنا زور مارنا جو داناؤں کی نظر میں حالت اضطراری تک پہنچا دے کہاں کی عقل مندی ہے کیا کسی کتاب میں ایسی تحریف کبھی ہوئی بھی؟ جو مجیب کہتا ہے۔ مجیب نے اپنے دعوی پر مرزا قادیانی کی جو تحریر نقل کی ہے وہ خود مجیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ فقرہ بھی ہے:

سچ تو یہ بات ہے کہ وہ کتابیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک ردی کی طرح ہو چکی تھیں

(کتاب چشمہ معرفت ص ۲۵۵ مندرجہ تجلیات رحمانیہ۔ ص ۷۱۔۷۲)

بتایئے جو مضمون یا کتاب ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے یا پھینکنے کے لائق ہو اس کو کسی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے جب وہ ایسی ردی ہو چکیں تو اب ان کی بات اتنی دور از کار تاویل کرنا جو مجیب نے کی ہے کیا مفید ہو سکتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مجیب مع اپنی پارٹی کے فرض منصبی (خدمت خلافت قادیان) ادا کرتے ہیں تحقیق حق سے ان کو مطلب نہیں: نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

۱۴۔طاعون سے فرار منع ہے

چونکہ شرعاً یہ امر ممنوع ہے کہ طاعون زدہ لوگ اپنے دیہات کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں اس لئے میں اپنی جماعت کے ان تمام لوگوں کو جو طاعون زدہ علاقوں میں ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ اپنے علاقوں سے قادیان یا دوسری جگہ جانے کا ہرگز قصد نہ کریں اور دوسروں کو بھی روکیں اور اپنے مقامات سے نہ ہلیں۔(اشتہار لنگر خانہ کا انتظام حاشیہ مجموعہ اشتہارات۔ج۳ص ۴۶۷)

اس کے خلاف:

مجھے معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے اس تجویز کو پسند فرماتے ہیں کہ جب کسی گاؤں یا شہر کے کسی محلّہ میں طاعون پیدا ہو تو یہ بہترین علاج ہے کہ اس گاؤں یا اس شہر کے محلّہ کے لوگ جن کا محلّہ طاعون آلودہ ہے فی الفور بلا توقف اپنے اپنے مقام کو چھوڑ دیں اور باہر جنگل کسی ایسی زمین میں جو اس تاثیر سے پاک ہے رہائش اختیار کریں سو میں دلی یقین سے جانتا ہوں کہ یہ تجویز نہایت عمدہ ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آنحضور ﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ خدا سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے عذاب کی جگہ سے بھاگنا انسان کی عقل مندی میں داخل ہے ۔

(تمام مریدوں کے لئے عام ہدایت ۔مندرجہ ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۳۶۵)

نوٹ: اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ مرزا قادیانی حکم دیتے ہیں کہ مقام طاعون کو چھوڑ دو اور کسی محفوظ زمین پر جا بسو۔پہلی عبارت میں کہتے ہیں اپنے مقامات سے نہ ہلیں دوسری میں کہتے ہیں شہر چھوڑ دیں مرزائی دوستو! یہ حدیث دیکھنے کے ہم بھی مشتاق ہیں تلاش کر کے بتاؤ

اس مقام پر مجیب نے بغیر تحقیق حق کے محض اپنا فرض منصبی (خدمت خلافت) ادا کیا ہے لہذا اس نے بوجہ محبت مرزا نہ ہماری منقولہ عبارتوں کو دیکھا ہے نہ مرزا قادیانی کے الفاظ پر غور کیا۔ اسی لئے ہم نے خلاف کی عبارت بہ نسبت سابق کے زیادہ درج کی ہے تاکہ سیاق وسباق نظر آ جائے۔ مجیب کہتا ہے کہ طاعون زدہ علاقہ اور شہر میں فرق ہے علاقہ سے مراد لیتا ہے مع حوالہ شہر، یا، اراضی دہ، کہتا ہے جہاں منع ہے اس سے مراد ہے کل علاقہ سے۔ یعنی آبادی مع اراضی سے مع نکلو۔ اور جہاں حکم ہے اس سے مراد ہے خاص مقام طاعون۔، یعنی آبادی۔ چنانچہ اس کی اپنی عبارت یہ ہے:

پہلی عبارت میں طاعون زدہ علاقہ، ہے اور دوسری میں، اس شہر کو چھوڑ دیں، نیز پہلی عبارت میں دوسرے علاقہ میں جانے کی ممانعت ہے اور دوسری جگہ یہ نہیں کہا کہ دوسرے علاقے میں چلے جاؤ بلکہ میدان اور کھلی فضا میں جو شہر کی دیواروں سے باہر ہو چلے جانے کا حکم ہے

(تجلیات رحمانیہ۔ ص ۴۷)

جواب الجواب:

ہم ناظرین کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتے صرف اتنی توجہ دلاتے ہیں کہ پہلی عبات جہاں ختم ہے ان الفاظ پر نظر ڈالیں کہ، اپنے مقامات سے نہ ہلیں، ان مقامات سے مراد یقیناً وہی جگہ ہے جن کو آبادی کہا جاتا ہے جہاں وہ رہتے ہیں دوسرا قول اس کے برخلاف ہے جس کے الفاظ ہیں، بلاتوقف اس شہر کو چھوڑ دیں، بتائیں اس کا کیا جواب؟

نوٹ؛ ہمارے اس سوال کا جواب مجیب نے نہیں دیا کہ یہ حدیث کہاں ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں طاعون پڑے تو اس شہر کو چھوڑ دو

قادیانی دوستو! تمہارے حدیث کا پتہ نہ دینے سے کیا ہمارا حق ہے کہ آئندہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو واضع حدیث (حدیثیں گھڑنے والا) کا لقب بھی دیا کریں۔ اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے حدیث مطلوبہ کا پتہ نہ دینے سے تمہاری طرف سے اجازت سمجھی جائے گی۔

ناظرین کرام! یہ چند اختلافات بطور نمونہ دکھائے ہیں ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان سراپا بے نظام ہوتا تھا

دریائے غازی (دریائے سندھ) خان کی طرح جوش مارتا ہوا نہ بستی دیکھتا ہے نہ ویرانہ بہتا ہی چلا جاتا ہے حقیقت یہ کہ آپ کا دماغ ایسا ماؤف تھا کہ اس میں حفظ کی طاقت نہ رہی تھی مزید شہادت کی ضرورت ہو تو ہمارا شائع کردہ رسالہ مراق مرزا ملاحظہ کریں

مجیب ہماری اس رائے پر بھی خفا ہے کہ ہم نے مرزا قادیانی کے حق میں ماؤف الدماغ کیوں لکھا۔ افسوس ہے کہ یہاں بھی مجیب نے ہماری پوزیشن کو نہیں سمجھا۔ سنئیے ہم مرزا قادیانی کے اقوال دکھا رہے ہیں اور انہی سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ نتیجہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ وہی جو ایسے کلاموں سے مرزا قادیانی نے نکالا ہوا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں؛

صاف ظاہر ہے کہ کسی سچیار (یہ لفظ قادیانی اردو میں آیا ہے شائد الہام سے آیا ہو) اور عقل منداور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا ہاں اگر کوئی پاگل اور مجنون ایسا منافق ہو کہ خوش آمد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے (کتاب ست بچن۔ص۳۰)

ناظرین کرام جس صورت میں ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا قادیانی کے کلام میں تناقض ہے، تناقض بھی ایسا کہ ان کی اتباع کی ساری کوشش سے بھی رفع نہ ہو سکا۔ تو پھر ہماری رائے پر کیا ملال؟ ہم نہ مرزا قادیانی کے کلام میں اختلاف پیدا کریں، نہ ان کو (ازخود) پاگل کہیں۔ بلکہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی ہے جو وہ خود فرما گئے۔ انہی معنی میں ہم کہا کرتے ہیں کہ قادیانی مسیح کے مبلغ ہیں مخالف نہیں انما الا عمال بالنیات

تیسرا باب:

کذبات مرزا

انما یفتری الکذ الذین لا یؤمنون بآیات الله (النحل: ۱۰۵)

ہمارے ہیرو (پنجابی مسیح) مرزا قادیانی کی اختلاف بیانی تو ناظرین نے سنی اب ان کی غلط بیانیاں بھی ملاحظہ ہوں

کذب نمبر ا۔ پیغمبروں نے میرے دیکھنے کی خواہش کی

اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص (مرزا) کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کیلئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی اس لئے اب ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ (اربعین نمبر۴ص ۱۳ ۔قادیانی خزائن ج ۱۷ص ۴۴۲)

نوٹ: جن پیغمبروں نے مرزا غلام احمد قادیانی زیارت کا شوق ظاہر کیا ہے ان کے اسمائے گرامی سننے کے ہم بھی شائق ہیں۔

نوٹ: مجیب نے اس باب کے تین نمبروں ۱، ۶، ۹ کا مشترک جواب دیا ہے مگر جواب میں باتباع مرزا کمال تدلیس سے کام لیا ہے اس کے الفاظ اس کے دلی ضعف کا حال بتاتے ہیں۔ قرآن مجید سے شہادت دی ہے کہ بہت سے انبیاء کا ذکر ہم کو نہیں بتایا گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مولوی صاحب کا آج یہ مطالبہ کرنا کہ ان نبیوں کے اسماء گرامی بتاؤ سراسر غلط مطالبہ ہے ہاں مطلق وعدہ اور عمومی ذکر موجود ہے چنانچہ صحاح ستہ میں یہ حدیث متعدد مرتبہ آئی ہے کہ دجال کے ذکر پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا انی لا نذر کموه ما من نبی الا وقد انذر قومه و لقد انذره نوح قومه میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی نہیں گذرا مگر اس نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے (مسلم ج ۲ص ۳۹۹۔ترمذی ج ۲ص ۴۶ ابواب الفتن)

گویا سارے نبیوں نے بذریعہ وحی خبر پا کر اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے کہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اب یہ کس طرح ممکن تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو دجال کی تو خبر دے مگر دجال کے قاتل (حضرت مسیح موعود) کی خبر نہ دے پس لازماً ماننا پڑے گا کہ تمام نبیوں کو مسیح موعود کی بھی خبر دی گئی تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مسلم شریف کی مشہور حدیث روایت (نواس بن سمعان) میں حضرت مسیح موعود کو اس کا قاتل قرار دیا ہے ...ان احادیث سے ظاہر ہے کہ دجال کی آمد سے ہر نبی ڈراتا آیا ہے اور دجال کا قاتل مسیح موعود ہے اور یہ تو واضح ہی ہے کہ دجال سے ڈرانے کے معنی یہی ہیں کہ اس کے مکر و دجل سے آگاہ کر کے

اس سے بچنے کی ہدایت کرنا اور اس کے حشر کا بتانا منظور ہے اور اس بیان کے لئے مسیح موعود کا ذکر ایک جزو لاینفک ہے چنانچہ کتب سابقہ موجودہ میں بھی جہاں دجال کا ذکر ہے وہاں پر مسیح موعود کا بھی ساتھ ذکر موجود ہے پس ان احادیث سے اشارۃً النص (اشارۃ النص میں لفظی ترجمہ مفہوم ہوتا ہے یہاں یہ نہیں معلوم ہوتا مجیب نے سنے سنائے حقیقت سے ناواقفی میں اشارۃ النص لکھ دیا جیسے ان کے نبی (مرزا) سنے سنائے دلیل انی اور لمی لکھ گئے ہیں چشمہ معرفت ص ۵۶) کے طور پر ثابت ہے کہ ہر نبی نے مسیح موعود کے متعلق وعدہ کیا تھا اگر مولوی ثناء اللہ تمام نبیوں کا انذار عن الدجال نام بنام دکھاویں گے تو ہم اسی جگہ سے نام بنام نبیوں کی طرف سے مسیح موعود کی بعثت کا وعدہ بھی دکھا دیں گے انشاء اللہ تعالی

(تجلیات رحمانیہ ص ۸۳۔۸۴)

جواب الجواب:

ہم اس موقع پر متردد ہیں کہ مجیب کو دھوکہ خور کہیں یا دھوکہ دہ نام رکھیں۔ مناسب ہے کہ اصل حقیقت کھول کر اس کا فیصلہ ناظرین اور خود مجیب پر چھوڑ دیں سنئے

آنحضرت ﷺ کے منہ سے سابقہ انبیاء کی تعلیم دو طرح سے ذکر ہوتی تھی ایک بطور دلیل دوم بطور تعلیم اعتقاد۔ اعتقاد متفرع ہوتا ہے ایمان پر ایسی صورت میں ان سابقہ انبیاء کا جاننا ضروری نہیں بلکہ فرمان نبوت محمدیہ ﷺ کافی ہے مثلاً ارشاد ہے و لقد وصینا الذین او تو الکتا ب من قبلکم و ایا کم ان اتقوا اللہ (النساء ۱۳۱) یعنی ہم (خدا) نے تم سے پہلوں کو اور تم کو بھی یہی ہدایت کی ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو

اس قسم کی تعلیم میں سابقہ انبیاء کا یا قوموں کا ذکر دراصل تعلیم اعتقاد ہے مخالفوں کے سامنے بطور دلیل و برہان نہیں اس لئے ایسے مواقع میں ان انبیاء کا جاننا کہ کون کون تھے ضروری نہیں لیکن جہاں کسی نبی کا قول بطور دلیل نقل ہو وہاں ان کا جاننا ضروری ہے جیسے حضرت مسیح کا قول نقل ہے:

مبشرا برسو ل یأتی من بعدی اسمہ ا حمد

اب یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ مرزا قادیانی نے سابقہ انبیاء کرام کا ذکر کس پیرائے میں کیا ہے آیا بطور دلیل کیا ہے یا بطور تعلیم اعتقاد کیا ہے؟ اس کے لئے خود مرزا قادیانی کی عبارت کافی ہے جو یہ ہے

میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دیں پس اگر یہ کاروبار انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ سکتے (تذکرۃ الشہادتین۔ص ۶۲)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی مخالفوں کے سامنے بطور دلیل صداقت سابقہ انبیاء کرام کا ذکر کرتے ہیں نہ بطور تعلیم عقیدہ اس لئے ضروری ہے کہ مخالفوں کو ان انبیاء کرام ا اوران کے فعل کا علم ہوتا کہ وہ اس علم کے بعد مرزا قادیانی پر ایمان لائیں۔

برخلاف اس کے مجیب نے جتنے حوالے نقل کئے ہیں وہ سب بطور تعلیم اعتقاد ہیں ان میں ایسا جاننا ضرور نہیں کیونکہ وہ ایمان پر متفرع نہیں

ناظرین جوان دو میں فرق نہ کرے وہ دھوکہ خور یا دھوکہ دہ ہے اس کا فیصلہ آپ ہی فرما دیجئے

کذب نمبر ۲۔سو سال تک قیامت آئے گی

ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آئے گی (ازالہ اوہام ص ۲۵۲۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۲۲۷)

نوٹ: آنحضرت ﷺ کے زمانہ سے سو برس تک قیامت بتانے والی حدیث کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔امت مرزائیہ اس حدیث کا پتہ دے ورنہ مشہور حدیث

من کذ ب علیّ متعمدا فلیتبوأ مقعده فی االنار

جوکوئی مجھ (محمد رسول اللہ ﷺ) پر جھوٹ لگائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے

سے خوف کریں

اس کے جواب میں مجیب نے تسلیم کیا ہے کہ: یہاں قیامت کبری مراد نہیں بلکہ قیامت صغری یعنی موجودہ قرن (طبقہ) کی قیامت (تجلیات رحمانیہ۔ص ۸۶)

جواب الجواب: اگر مرزا قادیانی ایسا لکھتے جو مجیب نے لکھا ہے تو ہم ان پر کذب کا الزام کیوں لگاتے مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ یہ فقرہ لکھ مارا:

سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آ جائے گی۔

ہمیں تو یہ فکر ہوئی کہ منکرین اسلام مرزا قادیانی جیسے مسیح اور مہدی اور سلطان المتکلمین کا یہ بیان سن کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی تکذیب پر اس بیان کو ایک زبردست دلیل نہ بنالیں اور کھلے لفظوں میں کہتے پھریں: دیکھو جی پیغمبر اسلام کی پیش گوئی کیسی جھوٹی نکلی کہ بجائے سو برس کے آج ساڑھے تیرہ سو سال ہوگئے قیامت نہ آئی پھر اس کے کذب میں کیا شبہ؟ پھر ہم اس کے جواب میں کہتے پھرتے کہ: اصل بیان کذب نہیں اس کے ناقل میں کذب ہے۔ فافہم

کذب۳۔ هذا خليفة الله

اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ هذا خليفة الله المهدى اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ (شہادۃ القرآن۔ص ۴۱)

نوٹ: یہ حدیث بخاری میں نہیں اتباع مرزا دکھائیں تو ہم مشکور ہوں گے

اس نمبر کے جواب میں بھی مجیب نے صاف صاف اقرار کیا ہے کہ:

بخاری کے حوالہ کا ذکر صرف سبقت قلم ہے اسے کذب قرار دینا ظلم ہے۔

شاباش یوں چلا کرو

نوٹ: ہمارے پنجاب کے جاٹ کسی شخص کی تکذیب کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیتے ہیں: تمہاری بات جھوٹی ہے، یا تم جھوٹ بکتے ہو۔

مگر لکھنوی نزاکت پسند اور لطافت گو کہا کرتے ہیں

واللہ میں افسوس کرتا ہوں کہ میں جناب کے ارشاد سے متفق نہیں،

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے کہ آپ کی بات جھوٹ ہے قادیانی مجیب نے قادیان کے نمک کا لحاظ رکھ کر کیا لطافت سے کہا ہے: بخاری کا نام سبقت قلم ہے۔،

اللہ اکبر! سبقت بھی دست مرزا کی نہیں قلم مرزا کی۔ کسی عاشق نے کیا خوب کہا ہے

مجھے قتل کرکے وہ بھولا سا قاتل
لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے
کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

نوٹ: اگر مرزا قادیانی آنجہانی سے سبقت قلم ہوئی ہے تو ان کے اتباع اسے درست کردیں مگر وہ بھی کیسے کریں ان کا تو اصول ہی یہ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

کذب۴۔ یخرج دجال

نسائی نے ابو ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے: یخرج آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضان السنتهم احلی من العسل و قلوبهم قلوب الذئاب یقول الله عز و جل ابی یفترون ام علی یجترون (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۷۳)

نوٹ: یہ حدیث (دال) کے ساتھ (دجال کی صورت میں) حدیث شریف کی کسی کتاب میں نہیں البتہ ر کے ساتھ (رجال کی صورت میں) آئی ہے۔

اس نمبر میں مجیب نے جس کیفیت سے اپنی دیانت اور امانت کا جنازہ اٹھایا ہے قابل افسوس ہے لکھا ہے گویا (گویا نہیں یقیناً) صرف د جا ل اور ر جا ل کے دال اور راء کا اختلاف ہے اور مولوی صاحب کا دعوی ہے کہ دال کے ساتھ دجال کی صورت میں یہ حدیث شریف کی کسی کتاب (کسی صحیح کتاب میں نہیں) میں نہیں۔ اس لئے ہم کتا ب کا حوالہ لکھ دیتے ہیں ملاحظہ ہو (کنز العمال جلد ۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف نظامیہ حیدر آباد دکن) جلد سابع ص ۸ یخر ج فی آ خر الز ما ن د جال یختلسو ن بالدین یلبسو ن للناس جلود الضا ن ... الخ ن عن ابی هریره ۔ قلمی نسخہ میں بھی دجال بالدال صاف طور پر لکھا ہوا ہے مخدوم بیگ عفی عنہ مدرس مدرسہ نظامیہ۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۹۲)

(خدا کی شان ہے چونکہ مجیب نے مرزا قادیانی کے کذب کو صدق ثابت کرنے تہیہ کیا۔ اس لئے خدا نے اس کو بھی کذب سے آلودہ کیا یعنی صفحہ ۸ پر یہ روایت نہیں بلکہ صفحہ ۱۷۴ پر ہے۔ مولف)

جواب الجواب:

ہم جانتے ہیں اور اعتراض کرنے سے پہلے ہی جانتے تھے کہ کنز العمال مطبوعہ حیدر آباد دکن میں یہ روایت دال کے ساتھ ہے مگر یہ گمان ہم نہ کرتے تھے کہ کوئی قادیانی کذب کا اتنا حامی ہوگا جو اس دال کی حمایت بھی کرے گا الی الله المشتکی

سنئے جس مطبوعہ کتاب سے آپ نے یہ روایت نقل کی ہے اس کے چھاپنے والوں نے اس کتاب کے غلط ہونے کے حق میں خود اعتراف کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

حیث ان النسخ المنقو لة عنها کثر ت فیها التصا حیف و الا غلا ط و لم نجد نسخه جمع الجوا مع و لا الز یا دا ت فلم نقدر علی التصحیح التا م و املا ء البیاضا ت التی تر کت فی الا صل فالما مو ل ممن قدر علی ذ لك ان یکملها و یصحها و لا یجعلنا هذا فلسها م الظعن هذا و السلا م (جلد ۸ ص ۳۵۰)

بتایئے جس کتاب کا ناشر (پبلشر) اس کی صحت کا ذمہ دار نہ بنتا ہو آپ ایسی کتاب کو سند میں کیوں کر پیش کرتے ہیں۔ اور سنئے

اسی کنز العمال کا ملخص مسند احمد کے حاشیہ پر مصر میں چھپا ہے یہ تو یقینی بات ہے کہ مصر میں بہ نسبت ہندوستان کے تصحیح زیادہ ہوتی ہے اس ملخص میں یہ حدیث درج ہے اس میں رجال (بالراء) مرقوم ہے (مسند احمد ج ٦۔ص ١١)

علاوہ اس کے خود لفظ بتا رہا ہے کہ مرزا قادیانی کی منقولہ عبارت غلط ہے کیونکہ دجال (بالدال) صیغہ مفرد ہے اس کے لئے صیغہ جمع (یختلسو ن) نہیں آسکتا۔ اس بات کو ادنی طالب علم بھی جانتے ہیں لیکن خود غرضی کا برا ہو کہ وہ باخبر انسان کو بھی بے خبر کر دیتی ہے۔

کذب نمبر ۵.. حضرت ابو ہریرہ

تفسیر ثنائی میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص تھا

(ضمیمہ براہین ج ۵ ص ۲۳۴۔ قادیانی خزائن ج ۲۱ ص ۴۱۰)

نوٹ: تفسیر ثنائی سے مراد اگر وہ تفسیر ہے جو علم کے لحاظ سے ثنائیہ (مصنفہ خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ) ہے تو صریح جھوٹ ہے اور اگر تفسیر ثنائی سے مراد وہ ہے جو مصنف کے لحاظ سے ثنائی ہے یعنی مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم موسومہ تفسیر مظہری تو بھی جھوٹ ہے اس میں بھی یہ فقرہ ہرگز نہیں قادیانی دکھائیں تو شکریہ لیں۔

اس کے جواب میں مجیب نے کمال.. بہت سی ادھر ادھر کی کہتے ہوئے لکھا ہے کہ:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ابو ہریرہ کو ناقص فہم کہنے اور تفسیر ثنائی کی طرف نسبت کرنے الفاظ کا دعوی تو یہ کیا تھا بلکہ ایسی عبارتوں میں مفہوم مراد ہوتا ہے تفسیر مظہری (ثنائی) میں حضرت ابو ہریرہ کی اس تاویل کو ان کی خطا قرار دیا گیا ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۹۴)

مطلب یہ ہے کہ چونکہ ایک جگہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم نے حضرت ابو ہریرہ کی تفسیر سے اختلاف کیا لہذا مرزا قادیانی کو حق حاصل ہو گیا کہ ابو ہریرہ صحابی کو ناقص الفہم لکھ دیں بہت خوب

مرزائی دوستو! ذرہ ہوش سے سننا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سورہ مریم کی آیات متعلقہ ولادت مسیح سے یہ سمجھا ہے کہ، حضرت مسیح بے باپ پیدا ہوئے تھے (تحفہ گولڑویہ۔ص ٦٨)۔ ان کے راسخ الاعتقاد مرید محمد علی لاہوری اور ڈاکٹر بشارت

احمد وغیرہ کہتے ہیں یہ خیال غلط ہے کہ بے باپ پیدا ہوئے تھے بلکہ باپ سے تولد ہوئے تھے۔اس پر ہمارا حق ہے کہ ہم یہ لکھ دیں کہ:

محمد علی لاہوری کہتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی قرآن فہمی میں ناقص الفہم تھے؟

مرزائیو! آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

کذب ٦۔سارے نبیوں کی زبانی

ہاں! میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا اور پھر خدا نے ان کی معرفت بڑھانے کے لئے منہاج نبوت پر اس قدر نشانات ظاہر کیئے کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں۔

(فتاوی احمدیہ جلد اول۔ص ۵۱)

نوٹ: سارے نبیوں کے وعدہ کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں

کذب نمبر ۷۔میں خدا کی مانند ہوں

اور اس جگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانیال اور دوسرے نبیو ں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند

(اربعین نمبر ۳ حاشیہ ص ۲۵۔قادیانی خزائن ج ۱۷ حاشیہ ص ۴۱۳)

اس کے جواب میں مجیب بڑا پریشان ہوا ہے جو کچھ کہا اس کا ملخص یہ ہے

حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تخلقوا با خلاق الله ۔اللہ تعالے کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔تو کیا اس آیت اور اس حدیث کا یہ منشاء ہے کہ خدا بن جاؤ،نہیں بلکہ علی قدر مراتب

مشابہت پیدا کرنا مراد ہے۔اسی طرح دانیال کی پیش گوئی میں ہے اس پر اعتراض کیسا؟

(تجلیات رحمانیہ۔ص۱۰۰)

جواب الجواب۔ تخلقوا والی حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح خدا تعالیٰ مخلوق پر رحیم ہے تم بھی حسب مقدور رحم کیا کرو جس طرح خدا ستار العیوب ہے تم بھی حتی المقدور پردہ پوشی کیا کرو۔ یہ تو نہیں کہ تم خدا کی مانند بن جاؤ۔اچھا اگر کوئی شخص کسی مرزائی عالم کو کہے کہ تم بھی مرزا قادیانی کے اخلاق سیکھو تو کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم مرزا قادیانی کی طرح نبی رسول مہدی مسیح کرشن وغیرہ بن جاؤ؟ ہرگز نہیں پس تخلقوا کے معنی بھی یہ نہیں کہ خدا کی مانند بن جاؤ بلکہ یہ ہیں کہ خدا کی صفات میں سے حسب طاقت بشریہ بہرہ یاب ہو۔نہ کہ خدائی کے مدعی بن بیٹھو

کذب نمبر ۸۔ میں خواب میں اللہ ہو گیا

ر أیتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو۔ میں نے خواب میں دیکھا میں (مرزا) اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا کہ میں وہی ہوں۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص۵۶۴)

اس نمبر کے جواب میں مجیب نے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں ذکر ہے مومن جب نوافل بہت پڑھتا ہے تو خدا اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہے اسی کے ساتھ مولانا اسماعیل شہید کا قول لکھا ہے کہ عشق الٰہی کے دریا میں تیرنے والا کبھی انا الحق کہہ اٹھتا ہے کبھی لیس فی جبتی سوی اللہ کہتا ہے۔اس سے نتیجہ نکالا ہے:

یہ ایک فناء الفنا کا مقام ہے جس سے خشک زاہدوں کو کوئی نسبت نہیں

جواب الجواب: حدیث شریف کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ بندہ اپنے کانوں آنکھوں اور ہاتھوں کو میرے کام میں لگا دیتا ہے میری مرضی اس کی مرضی ہوتی ہے اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود خدا بن جاتا ہے مولانا شہید مرحوم نے بھی دراصل وہی کہا ہے جو حدیث کا مطلب ہے لیس فی جبتی سے مراد دل ہے یہ حضرت جنید کا قول ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی چیز نہیں آمنا و صدقنا

انا الحق کہنے کی صحیح تشریح یہ ہے کہ دراصل حکایت من الواجب ہوتی ہے یعنی قال اللہ انا لحق لا غیری بالکل صحیح ہے۔ہم حیران ہیں کہ مرزا قادیانی منہاج نبوت پر آنے کے مدعی ہیں لیکن وہ ایسے الفاظ موہم شرک بولتے ہیں جو کسی نبی کے منہ سے کبھی نہ نکلے ہوں لطف یہ ہے کہ اسی حوالے کے قریب ہی یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اسی حالت خدائی میں آسمان اور زمین بنا دیئے اور میں نے کہا اب ہم آدم کا سلسلہ پیدا کریں گے (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۶۵)

کیا یہ فناء الفناء ہے یا ادعا بقا؟

کذب ۹۔تمام نبیوں نے میرے آنے کی خبریں دیں

میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔

(تذکرۃ الشہادتین۔ص ۶۲)

کذب نمبر۱۰: خدا قادیان میں

خدا قادیان میں نازل ہوگا۔(قادیانی تذکرہ۔ص ۴۳۷ طبع سوم)

کذب ۱۱۔خدا خود اتر آئے گا

اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی نہیں دکھائے گویا خدا زمین پر خو اتر آئے گا جیسا کہ فرماتا ہے یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام. یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھائے گا۔(حقیقت الوحی ص ۱۵۴)

یہ آیت کون سے پارہ کی ہے؟

ناظرین کرام یہ نمونہ ہے ورنہ مرزا قادیانی کے کذبات تو بے حساب ہیں

باب دوم اور باب سوم کو خوب یاد رکھئے کیونکہ

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

نمبر۱۰ کا جواب نہیں دیا نمبر۱۱ کی بابت ادھر اودھر کی بتا کر مطلب کی بات اتنی کہی کہ

قادیان کو رحمت الٰہی اور انوار آسمانی کا مہبط بنایا گیا ہے ایسا ہی نشانات کی کثرت نزول الرب کی ظاہری علامت ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۰۵)

مطلب یہ کہ ظاہر الفاظ مراد نہیں بلکہ تاویل ہے، ہم سمجھتے ہیں کہ مجیب نے ہماری بات نہیں سمجھی۔ آپ پھر غور کریں مرزا غلام احمد قادیانی کا قول ہے

گویا خدا زمین پر خود اترے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے یو م یا تی ر بك فی ظلل من الغما م۔

اس عبارت میں دو کذب ہیں۔

۱۔ بڑا بھاری کذب یہ ہے کہ جو الفاظ خداوندی کہہ کر نقل کئے ہیں یعنی یو م یا تی یہ قرآن مجید میں نہیں۔

۲۔ دوسرا کذب یہ ہے کہ اس مکذوبہ آیت کو مکذوب مصداق پر لگایا یعنی اس کو اپنے حق میں چسپاں کیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہی نہیں کہ خدا بادلوں میں آئے گا مختصر یہ کہ آیت جھوٹی بنائی ایک کذب، اس کو اپنے حق میں لگایا دوسرا کذب۔

ندامت: مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کو صدق بنانے کے لئے مجیب نے بڑی جرأت کی مگر اس جگہ اس سے یہ ہمت نہ ہوئی کہ ہماری مطلوبہ آیت قرآن مجید میں دکھا دیتے حالانکہ ہم نے اسی صفحہ پر تقاضا کیا تھا جو مجیب نے پڑھا اور (حقیقت الوحی ص۱۵۴) سے عبارت نقل کی مگر مکذوبہ آیت کو ہاتھ بھی نہ لگایا، باوجود اس کے کہتے ہیں:

ہم جملہ اعتراضات سے فارغ ہو گئے (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۰۵)

آپ نے جو جواب دیئے استاد غالب ان کی پہلے ہی تصدیق کر گئے ہیں

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

نوٹ: فاضل مجیب نے خوب لکھا ہے:

مصنف تعلیمات مرزا نے ساری عمر کی کدوکاوش کے باوجود جو تعداد (کذبات) درج کی وہ گیارہ ہے

۔(تجلیات رحمانیہ۔ص ۸۰)

محدثین کے اصول پر کسی راوی کا حدیث میں ایک جھوٹ بھی ہمیشہ کے لئے باعث ذلت ہوتا ہے آج کل کی عدالتوں میں بھی ایک جھوٹ باعث رسوائی ہے مگر قادیانی عرف عام میں گیارہ کی تعداد بھی کم ہے کیوں؟

پنجابی کہا کرتے ہیں : جاٹ کی ۴۵ پتیں ہوتی ہیں۔

یعنی جاٹ کی ۴۵ عزتیں ہوتی ہیں اس لئے ایک دو کے جانے سے اس کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

اطلاع: ناظرین یقین کیجئے یہ گیارہ کا عدد بطور مثال ہے ان میں حصر نہیں

چوتھا باب: نشانات مرزا

اس باب میں وہ امور ذکر ہوں گے جن کو مرزا قادیانی نے اپنی صداقت کا معیار بتا کر ملک کی عام زبان (اردو) میں شائع کئے ہیں ہم ان کو بلا تاویل وتحریف اصلی صورت میں پیش کرتے ہیں

ا۔ مسیح موعود کے وقت اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا

هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا

۔ ‘ (براہین احمدیہ حاشیہ۔ص ۴۹۹۔۴۹۸)

اس نمبر کا جواب الگ نہیں دیا کیونکہ اس میں گنجائش نہیں عبارت صاف ہے

۲۔میرے زمانے میں تمام اقوام ایک قوم مسلم ہو جائے گی

چونکہ آنخضرتﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنخضرتﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی ۔یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں ۔زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔اور اس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔پس زمانہ محمدی کے سر پر آنخضرتﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین كله یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنخضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ '

(چشمہ معرفت ۔ص۸۳۔۸۲)

نوٹ: ناظرین! کیا ایسا ہو گیا کہ تمام اقوام دنیا اس مدعی مسیح موعود (مرزا) کے وقت میں ایک ہی قوم بن گئیں۔ فیصلہ باانصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے

اس کے جواب میں مجیب نے اتنا تو تسلیم کیا ہے کہ:

مسیح موعود کے زمانہ میں وحدت مذہبی ہونی مقدر ہے (تجلیات رحمانیہ ص ۱۰۷)

مگر:

مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ سے مراد تین سو سال ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۰۰)

جس سے غرض مجیب بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بھی یہ ہے کہ موجودہ معترضین تین سو سال تک خاموش رہیں بعد میں جو ہوگا دیکھے گا ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ مخلوق خدا کو اتنا کم عقل کیوں جانتے ہیں یا خود اتنی کم عقلی کا ثبوت دیتے ہیں کیا کوئی پرائمری لڑکا بھی اس عبارت کا مطلب یہ سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت سے مراد تین سو سال بعد کا زمانہ ہے۔

ناظرین کرام! ہماری منقولہ عبارت کا آخری فقرہ ملاحظہ کریں جو یہ ہے:

یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

نوٹ: ناظرین مزید توضیح کے لئے اسی باب کا نمبر ۱۴ ملا کر پڑھیں تو مضمون بالکل واضح ہو جائے گا۔ انشاء اللہ

۳۔ مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے

یاد رہے کہ اسی زمانہ کی نسبت... ان پیش گوئیوں کی نسبت شک کرتے ہیں۔ شہادۃ القرآن۔ص ۱۲۔۱۳

۴۔ اس کی تائید میں: آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی ...جو مسیح موعود کے وقت کا نشان ہے

(اعجاز احمدی ص ۲)

قادیانی دوستو! کیا مکہ مدینہ کے درمیان مرزا قادیانی کی زندگی میں یا بعد ان کے آج تک ریل جاری ہوئی۔ کیا راجپوتانہ، بلوچستان، مارواڑ، سندھ، عرب، مصر اور سوڈان وغیرہ ممالک میں اونٹ بے کار ہو گئے ۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔

اس نمبر کا جواب مجیب نے دیا ہے کہ اونٹنیاں ترک کرنے کی بابت:

احادیث میں کسی ملک کا نام نہیں آیا عام پیش گوئی ہے مسیح موعود (مرزا) نے بھی اس پیش گوئی کو مطلق ہی قرار دیا ہے کسی ملک سے مخصوص نہیں فرمایا لہذا مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا مخصوص مقامات (مکہ مدینہ وغیرہ) کے متعلق استفسار درحقیقت پیش گوئی کی حقیقت اور مسیح موعود کی عبارت سے ناواقفی کی بنا پر ہے

(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۱۱۔۱۱۲)

اسکے جواب میں۔ہم مرزا قادیانی کی ایک طویل عبارت نقل کرتے ہیں جو فیصلہ کن ہے ناظرین اسے بغور ملاحظہ کر کے اس فیصلہ پر بھی قادر ہو جائیں گے کہ مرزا قادیانی کی تصنیفات سے کون ناواقف ہے اور کون محرف۔بہر حال وہ عبارت یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب اپنے حق میں آسمانی نشان کسوف وخسوف بیان کر کے لکھتے ہیں؛

زمین کا نشان وہ ہے جس کی طرف آیت کریمہ قرآن شریف کی یعنی و اذا العشار عطلت اشارہ کرتی ہے ....نہ انجیل میں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب میں۔(تحفہ گولڑویہ ص ۶۴ خزائن ج ۱۷ ص ۱۹۶۔۱۹۷)

قادیانی دوستو! سنتے ہو تمہارے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے عرب کی خصوصیت کس طرح فرمائی ہے اور تمہارے قابل مصنف مجیب نے اس خصوصیت کو کیسے دکھایا ہے اسی کو کہتے ہیں :

من چہ گوئم وطنبورہ من چہ گوید

۵۔مسیح موعود بعد دعوی چالیس سال زندہ رہے گا

حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوی کے بعد چالیس برس تک دنیا میں رہے گا۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۲۷)

۶۔مرزا غلام احمد قادیانی نے کب دعوی کیا:

لطیفہ: چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے...

... مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام پر توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ یہ نام ہے: غلام احمد قادیانی۔اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں۔بلکہ [اہل علم اہل انصاف اس بلکہ کو ملاحظہ کریں۔نام تو ہے غلام احمد۔چنانچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں۔مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام

بتاتے ہیں ۔ سچ ہے: ایں کرامت ولی ماچہ عجب ۔ گربہ شاشید گفت باراں شد مصنف] میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں۔ ' (ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۸۶۔۱۸۵)

نوٹ : بفحوائے عبارت ہذا ۱۳۰۰ ہجری مرزا قادیانی کی بعثت کا زمانہ ہے

انتقال آپ کا ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا حساب لگا لیجئے بعد دعوی ۲۶ سال رہے۔

ان دو نمبروں کے جواب میں مجیب بہت پریشان ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قلم اور دل میں سخت نزاع ہو رہی ہے آخر قلم چونکہ ظاہری آلہ ہے اس لئے ظاہری دباؤ سے متاثر ہو کر روانی میں مندرجہ ذیل عبارت لکھ گیا:

حضرت مسیح موعود کو ۱۲۹۰ھ سے قبل ہی سلسلہ الہامات شروع ہو چکا تھا براہین احمدیہ کی اشاعت سے بھی قریباً چھ سات سال پیشتر کشوف رؤیا اور اللہ تعالی کا کلام نازل ہو رہا تھا اور ۱۲۹۰ کے آنے پر حضور ماموریت کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے جیسا کہ حضور نے خود تحریر فرمایا ہے :

یہ عجیب امر ہے اور اس میں اس کو خدا تعالی کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ نوّے ہجری میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ و مخاطبہ پا چکا تھا۔ (حقیقت الوحی)۔

اس حساب سے سلسلہ الہام کی عمر چالیس سال ہوتی ہے اور اگر صرف ماموریت کے الہامات سے ہی ابتداء مانی جائے تو بھی ۳۷ سال کے قریب بن جاتے ہیں اور عربی کے عام دستور کے مطابق کسروں کو حذف کر کے اسے اربعین (چالیس سال) کہنا بھی درست ہے۔ پس اگر براہین احمدیہ کے الہامات سے ہی دعوی کی ابتداء ہو تو بہر صورت چالیس برس بن جاتے ہیں اور اعتراض کرنا غلطی ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۱۵)

جواب الجواب ۔ ہم نے ان لوگوں پر احسان کیا تھا کہ اصل مدت نہیں لکھی بلکہ زیادہ لکھی چونکہ یہ لوگ ناسپاس ہوئے ہیں اس لئے ہم اصل بات لکھتے ہیں مرزا قادیانی کے ادعا کے مطابق ان کی عمر کے تین حصے ہیں

۱۔ کشف و رؤیا ۲ ۔ ماموریت الہیہ ۳۔ دعوی مسیحیت موعودہ

یہاں سوال دعوی مسیحیت موعودہ ہے۔ اسی کے متعلق حدیث مرقومہ آئی ہے چنانچہ مرزا قادیانی

کے الفاظ یہ ہیں:

مسیح موعود اپنے دعوی کے بعد چالیس برس تک دنیا میں رہے گا۔

اس امر کی تحقیق کرنی ہو تو مرزا قادیانی کی تصنیفات دیکھئے براہین احمدیہ جو ۱۲۹۷ھ میں چھپی اور ملک میں شائع ہوئی اس میں مرزا قادیانی، مسیح موعود حضرت عیسی مسیح علیہ السلام کو مانتے ہیں (براہین ص ۴۹۹)

اس کے بعد سب سے پہلی کتاب جس میں مسیح موعود کا دعوی آپ نے کیا ہے فتح اسلام ہے جس کے سرورق پر ۱۳۰۸ھ لکھا ہے۔

اس رسالہ کی اشاعت پر شور ہوا تو آپ نے اپنے دعوی کے اثبات کے لئے ازالہ اوہام طبع کرایا جس پر ۱۳۰۸ھ لکھا ہے۔

ان دو کتابوں سے پہلے کسی تحریر مرزا میں دعوی مسیحیت موعودہ نہیں ملتا۔

مرزا قادیانی کا انتقال ۱۳۲۶ھ میں ہوا۔

اس تحقیق انیق سے مرزا آنجہانی بعد دعوی مسیحیت موعودہ صرف اٹھارہ سال دنیا میں رہے حالانکہ آپ کو چالیس سال تک رہنا چاہیے تھا۔

قادیانی مجیب نے جو حوالے نقل کئے ہیں وہ کشف اور الہام کے متعلق ہیں دعوی مسیحیت کے متعلق نہیں دعوی مسیحیت موعودہ ۱۳۰۸ھ میں کیا ہے، اس سے قبل نہیں۔ ہے تو دکھاؤ

گر ز عشقت خبرے ہست بگو اے واعظ

ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغان چیزے نیست

۷۔ مسیح موعود کی وفات کا وقت ۱۳۳۵ ہجری ہے

پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت یہاں فرمایا ہے (حقیقت الوحی۔ص ۲۰۰)

۸۔ اس کی تشریح

دانی ایک نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفیٰ ﷺ) جب بارہ سو نوے برس

گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور ۱۳۳۵ ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی کی ۳۵ برس برابر کام کرتا رہے گا اب دیکھو اس پیش گوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دی گئی۔اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمان داری ہے۔(تحفہ گولڑویہ۔ص۱۶)

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے

قادیانی دوستو! ۲۶، اور ۳۵ میں نو سالوں کا فرق ہے پھر اتنی جلدی کیا تھی کہ مرزا قادیانی تشریف لے گئے تم لوگوں نے عرض نہ کیا؟

آتے ہی کہتے ہو جانا جانا
ایسا جانا تھا تو جاناں تمہیں کیا تھا آنا

ان نمبروں کے جواب میں جو مجیب نے اپنا ضعف دکھایا قابل رحم ہے۔اس کی ساری کوشش یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے ظہور کو ذرہ اوپر کو کھینچ کر لے جائے پھر ۱۳۲۶ھ ہی ۱۳۳۵ھ بن جائے گا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

دانیال کی پیش گوئی اور تحفہ گولڑویہ کے الفاظ میں اس مدت کی انتہاء نبی آخر الزمان کے ظہور سے بتائی گئی ہے اور حضور علیہ السلام کا ظہور تاریخ ہجرت سے تیرہ سال اور بعض نے نزدیک دس سال قبل ہوا تھا اس لحاظ سے جب ۱۳۲۶ھ تھا تو آنحضرت ﷺ کے ظہور پر ۱۳۳۵ برس بہر حال گزر چکے تھے اندریں صورت تحفہ گولڑویہ کی عبارت میں لفظ ہجری عام طریق کے مطابق لکھا گیا ہے وبس۔اس توجیہ کی صورت میں ابتداء اس کشف سے ہوگی جو حضرت مسیح موعود نے براہین کی تصنیف اور اسلام کے احیاء کے متعلق ۱۸۶۴ء کے قریب دیکھا تھا (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۱۷۔۱۱۸)

جواب الجواب۔اس نمبر میں ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ظہور کب ہوا۔ ہمارا مطلب تو اس عبارت کو غلط ثابت کرنا ہے جو انہوں نے مسیح موعود کے کام کرتے رہنے کا انتہائی وقت ۱۳۳۵ ہجری لکھا ہے۔ابتداء کی طرف جتنا چاہو کھینچ لو انتہاء اس کی ۱۳۳۵ھ پر ہونی چاہیے حالانکہ ۱۳۲۶ پر ہوئی (یہی جھوٹ ہے)

۹۔مسیح موعود حج کرے گا

آنحضرتﷺ نے آنے والے (مسیح) کو ایک امتی ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کا حج کرتے اس کو دیکھا۔

(ازالہ اوہام ص ۴۰۹)

نوٹ: صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ مسیح موعود حج کریگا مرزا اس کو تسلیم کرتے ہیں

۱۰۔مسیح موعود کب حج کرے گا

ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آ کر طواف بیت اللہ کرے گا...اور آخر دجالی کا ایک گروہ ایمان لا کر حج کرے گا۔ (ایام الصلح ص ۱۶۹ خزائن ج ۱۴ ص ۴۱۶۔۴۱۷)

یعنی مسیح موعود (مرزا) دجال (قوم نصاری) کو مسلمان کر کے ان کو ساتھ لے کر حج کریں گے

نوٹ : مرزا قادیانی نے حج نہیں کیا حالانکہ مسیح موعود کا حج کرنا لازمی ہے جیسا کہ ان کو خود مسلّم ہے۔ہم بغرض تفہیم ایک الزام کو دو نمبروں میں بیان کرتے ہیں تا کہ مرزا قادیانی کی عبارات پر غور کرنے والے خوب غور کریں مگر مجیب اپنے فرض (جواب دہی) کو جانتا ہے حق کا پہچاننا اس کے فرائض میں نہیں ہے اس لئے وہ بے تامل ہمارے اعتراضات کو محض باتوں میں ٹال دیتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

احادیث میں جہاں مسیح موعود کے طواف خانہ کعبہ کا ذکر ہے اس سے مراد اشاعت دین ہے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بھی یہی مراد لی ہے۔(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۲۰)

ناظرین اللہ غور کریں احادیث رسول پاکﷺ پر ہاتھ صاف کرنا ان کے بزرگ نے ان کو سکھایا ہے اسی کا اثر ہے کہ اسی طرح اپنے بزرگ کے اقوال پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگ گئے۔کتنا ظلم ہے کہ ہم تو مرزا قادیانی کی تصریح دکھاتے ہیں کہ ایام الصلح میں مسیح موعود کا حج کرنا مانتے ہیں ہاں اس کا وقت وہ بتاتے ہیں جب عیسائی (دجال) مسلمان ہو کر مسیح کے ساتھ حج کو جائیں گے۔بھلا اس فارسی عبارت کا ترجمہ کیا ہے:

مارا وقتے حج راست وزیبا آید کہ دجال از کفر و دجل دست بازداشتہ ایماناً و اخلاصاً درگرد کعبہ گردد۔

(ایام الصلح حوالہ مذکور)

بتایئے دجال (قوم نصاری) کے اسلام کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو حج کرنا مناسب اور موزوں

تھا پھراس (حج) سے اشاعت اسلام کیسے مراد ہوئی اشاعت اسلام کرنے سے تو دجال مسلمان ہوگا اوراس کے مسلمان ہوجانے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا حج کرنا تھا کیا یہ تقدم الشیء علی نفسه ہے یاتقدم المتا خر علی المتقدم نہیں ہے

اصل جواب قادیانی دوستوں سے یہ تو امید نہیں کہ وہ شکر گزار ہوں تاہم بغیر امید شکریہ ہم اس سوال کا معقول جواب دیتے ہیں وہ یہ ہے

دجال (قوم نصاری) ایسی ضدی اور سڑی ہے کہ مرزا قادیانی کی ساری کوشش پر بھی مسلمان نہ ہوئی تو کیا کرتے ۔آخر کار ان کو اسی ضد میں چھوڑ کر چلے گئے ۔

ابھی آ کر کے بیٹھے ہیں، ابھی دامن سنبھالا ہے

مجیب صاحب کی جرأت دیکھئے مرزا قادیانی کے حج نہ کرنے کا عذر کس خوبی سے کرتے ہیں ؛

سیدنا مسیح موعود پر امن راہ نہ ہونے ،صحت کی کمزوری کے باعث نیز زادراہ بصورت نقد جمع نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض نہ تھا لہذا آپ کا حج نہ کرنا موروداعتراض نہیں (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۲۲)

جواب الجواب: ہم فاضل مخاطب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے جو عذر کیا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا کو منظور تھا کہ مرزا قادیانی حج نہ کر کے عہدہ مسیحیت سے محروم رہیں

ناظرین ہم جو بار بار لکھتے ہیں کہ مجیب جواب دینے میں اپنا فرض (نوکری) ادا کرتا ہے تحقیق حق سے اسے مطلب نہیں تحقیق حق منظور ہوتی تو یہ سوچتا کہ جس صورت میں علم الٰہی میں مقدر ہے جس کا اظہار زبان رسالت ﷺ سے ہو چکا ہے کہ مسیح موعود حج کریں گے یہاں تک کہ ان کے احرام کی جگہ (فج الروحاء) بھی بتادی ہے باوجود اس کے آج کل کے مدعی مسیحیت موعودہ اس سے محروم رہے چاہے بیماری سے رہے یا بدامنی سے رہے بہرحال محروم رہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ جس مسیح کے حق میں حج مقدر تھا مرزا قادیانی وہ مسیح نہیں وہ ہوتے تو قدرت خداوندی موانع حج کو خود ہی اٹھادیتی اور مرزا قادیانی اسی معینہ جگہ سے احرام باندھ کر حج کرتے پس ہمارا حق ہے ہم یہ کہیں کہ مجیب نے ہمارے دعوی کی تردید نہیں کی بلکہ تائید کی ہے کیا خوب

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

قابل مجیب نے ایک فقرہ ایسا بھی لکھا ہے جو دراصل حدیث پر اعتراض ہے لیکن درحقیقت وہ ان کے فہم کا قصور ہے۔ مجیب نے لکھا ہے کہ

فج الروحا میقات نہیں مسیح اس جگہ سے احرام کس طرح باندھے گا اس لئے یہ ایک کشف ہے

(تجلیات رحمانیہ۔ ص۱۲۲)

جواب: خرابی ساری یہ ہے کہ یہ لوگ جس قدر مرزا قادیانی کی کتابوں پر محنت کرتے ہیں احادیث نبویہ پر اتنی محنت کریں اور کسی واقف فن استاد سے پڑھیں تو حدیث فہمی میں دھکے نہ کھائیں۔،

سنئے! میقات جتنے ہیں یہ ان لوگوں کے لئے جو ان سے باہر کے لوگ ہیں اور جو اندر ہوں وہ جہاں ہوں وہیں سے احرام باندھ لیں۔ مثلاً اہل مدینہ کے لئے ذوالحلیفہ میقات ہے، تو کیا جو ذوالحلیفہ سے اندر مکہ کی جانب رہتے ہیں وہ بھی ذوالحلیفہ جا کر احرام باندھ کر آئیں؟ نہیں بلکہ وہ جہاں کہیں ہوں وہیں احرام باندھ لیں۔ حدیث شریف کے الفاظ کا مقتضا یہ ہے کہ ایام حج میں حضرت مسیح موعود دورہ کرتے ہوئے فج الروحا کے قریب ہوں گے اس لئے وہیں سے احرام باندھ لیں گے۔ یہی شرعی حکم ہے فا ند فع ما تو ھم۔

یوں تو ہر مخالف حدیث کو کشف بنا لینا اور کشف بنا کر اپنے منشاء کے موافق تاویل کر لینا قادیانیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر سمجھدار بھی دنیا میں موجود ہیں الحمدللہ

۱۱۔ آسمانی منکوحہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی

نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص۴۳)

نوٹ: جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی کی بابت کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح آسمان پر ہو چکا ہے اسی کی بابت فرماتے ہیں کہ آسمانی منکوحہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی

(انجام آتھم۔ص ۲۱۶)

قادیانی دوستو! کیا یہ نشان پورا ہوا ہم تمہاری تحریفات اور تاویلات نہیں سنیں گے مرزا قادیانی کہتے ہیں نکاح ٹل جانے سے خدا کا کلام باطل ہو جائے گا خدا کے کلام کو باطل کہنا کفر ہے ۔تمہاری مرضی

مجیب نے یہاں وہ کمال کیا جو قادیانی جماعت کے زوال کا باعث ہوگا انشاء اللہ۔لکھا ہے کہ یہ نکاح اس لئے نہ ہوا کہ سلطان محمد (ناکح منکوحہ آسمانی) نہ مرا۔ جب وہ مرا نہیں تو نکاح نہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔ چنانچہ مجیب کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

بے شک حضرت اقدس نے محمدی بیگم کا نکاح میں آنا ضروری بیان فرمایا ہے اسے اٹل قرار دیا ہے مگر کس صورت میں؟ جب کہ سلطان محمد کی موت واقع ہو جائے (دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بار دوم کرامات الصادقین) اگر یہ صورت پیدا ہو جاتی اور نکاح نہ ہوتا تو بے شک خدا کا کلام باطل ٹھہرتا مگر جب سلطان محمد کی موت ہی واقع نہ ہوئی تو یہ اعتراض کرنا خلاف دیانت ہے

(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۲۴)

مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری روک سلطان محمد نے ڈالی جو مرا نہیں۔ہم اس مضحکہ خیز جواب پر کیا لکھیں۔ واللہ! جب ہم اس جماعت کو بحیثیت متکلمین دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی۔کیا متکلمین ایسی کچی باتیں کیا کرتے ہیں کہ سلطان محمد چونکہ مرا نہیں اس لئے خدائی حکم کو روک ہوگئی ۔

سنئے ہمارا دعوی ہے کہ ہم ہر جواب میں مرزا قادیانی ہی کو پیش کر سکتے ہیں پس سنئے مرزا قادیانی نے اس قسم کے طفلانہ جوابات کو یوں رد کیا ہے

یر د بنت ا حمد الی بعد اھلا ك الما نعین

یعنی خدا احمد بیگ کی لڑکی کو بعد مار دینے مانعین کے میری طرف لائے گا۔(انجام آتھم۔ص ۲۱۶)

یہ ہے تمہاری سب باتوں کا جواب کہ مانعین کا مار دینا بھی خدا نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے، اور مار کر آسمانی دلہن کو الہامی دلہا کے پاس لانے کا وعدہ ہے۔

مرزائی دوستو! اللہ سے ڈر کر کہو کہ ایسا ہوا کہ سب مانعین ہلاک ہو کر آسمانی منکوحہ مرزا قادیانی کے

پاس آگئی ہو؟ آہ! مرزا قادیانی آخری لحہ زندگی میں یہ شعر پڑھتے ہوئے رخصت ہوئے

پوچھے اگر وہ قاصد کہہ دیجو یہ صاف
سینے میں دم ہے آنکھ ہے در پر لگی ہوئی

۱۲۔آسمانی منکوحہ سے اولاد ہوگی

'اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔

(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳)

نوٹ۔ایمان سے کہو ایسا ہوا؟

بعض قادیانی مناظر کہا کرتے ہیں نکاح تب ہوتا جب منکوحہ کا خاوند مرزا سلطان محمد ساکن پٹی مرتا۔ جب وہی مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں نہ مرا، تو نکاح کیسے ہوتا۔ اس کا جواب بھی مرزا قادیانی کے کلام میں موجود ہے

۱۳: مرزا سلطان محمد میرے سامنے ضرور مرے گا۔

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد مرزا احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ (انجام آتھم ص ۳۱ حاشیہ)

نوٹ: مرزا سلطان ابھی تک زندہ ہے

نمبر ۱۲، ۱۳ کا جواب الجواب اسی میں آ گیا کیونکہ اس پیش گوئی کو پورا ہونے میں جو مانع تھے جن میں مرزا سلطان محمد بھی سخت مانع ہے ان سب کو ہلاک کر کے مرزا قادیانی کا گوہر مقصود حاصل کرانے کا خدا نے وعدہ کیا

ہوا ہے جو پورا ہونا ضروری تھا مگر نہ ہوا

نتیجہ کیا؟ خا ب من افتری ۔مفتری نامراد رہتا ہے ۔سچ ہے

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

۱۴۔،میں تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں گا ورنہ جھوٹا کہلاؤں گا

میرا کام جس کے لئے.... میں جھوٹا ہوں۔والسلام فقط غلام احمد۔بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء

۱۵ ۔،اس کی تائید:

دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے اس غرض سے ہے کہ تین خدا بنانے کی تخم ریزی اول دمشق سے شروع ہوئی اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا تین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے۔

(اشتہار چندہ منارۃ المسیح ۔مجموعہ اشتہارات ج۳ ص ۲۸۷۔۲۸۸)

۱۶۔اس کی مزید تائید:

(آنحضرت ﷺ نے) نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہوگا اور فرمایا کہ وہ ان کی صلیب کو توڑے گا (شہادۃ القرآن۔ص۱۱)

مرزائی دوستو! مسیح موعود آیا اور چلا گیا تثلیث اور عیسائیت بجائے فنا ہونے کے ترقی پر ترقی کر رہی ہے۔کیا ہم اس پر یہ شعر مرزا قادیانی کی نذر نہ کریں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

نمبر۱۴،۱۵،۱۶ ان ضروری نمبروں کا جواب مجیب نے ایسا دیا کہ نہ دینے سے برا۔گویا اقرار کیا کہ آج تک تو یہ کام ہوئے نہیں،آئندہ تین سو سال تک ہو جائیں گے

تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود

چنانچہ مجیب کی اصلی عبارت یہ ہے:

اس قسم کے جملہ اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ سنت الٰہی اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنے برگزیدوں کو روحانی غلبہ تو فی الفور دے دیتا ہے ان کے دشمن دلائل اور براہین کی رو سے عاجز وتہدست ہو جاتے ہیں لیکن ظاہری غلبہ تدریجاً دیا کرتا ہے...

سیدنا حضرت مسیح موعود کی کامیابی بھی اسی منہاج پر ہے دلائل ومعقولات کا وہ ذخیرہ آپ نے پیدا کیا ہے کہ غیر احمدی بھی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اس سے کام لیتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی احمدیت کو جودن دگنی اور رات چوگنی ترقی حاصل ہو رہی ہے یہ اس کی صداقت کا زبردست ثبات ہے عیسی پرستی کا ستون ٹوٹ چکا ہے اور تثلیث کا بت مسیحائے زمان کی ضرب کاری سے ریزہ ریزہ ہو رہا ہے اور عیسائی دنیا خود ان عقاید کو نفرت سے ترک کر رہی ہے اور احرار یورپ بھی تین کے خیالات کو چھوڑ کر توحید کی طرف آ رہے ہیں صلیب شکستہ ہو گئی کیونکہ ثابت ہو گیا کہ حضرت مسیح مصلوب نہ ہوئے تھے اور وہ دن دروازے پر کھڑے ہیں جب کہ عیسائی مذہب دنیا سے پورے طور پر مٹ جائے گا مبارک ہیں وہ جو وقت کو شناخت کریں اور مسیحائے وقت کی آواز پر لبیک کہیں (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۳۰)

جواب الجواب؛ گو ہماری منقولہ عبارات میں فقرہ کافی ہیں

میں اس میدان میں کھڑا ہوں کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں وغیرہ

یہ واحد متکلم کا صیغہ اور مضمون کی ادائیگی بزمانہ حال ناظرین کے لئے غور طلب ہے کہ کیا یہ عبارت زمانہ حال کے لئے ہے یا آئندہ کے لئے۔ باوجود اس کے ایک اور عبارت مرزا قادیانی کی ہم دکھاتے ہیں جو تمام عذرات باردہ کا مہلک جواب ہے مرزا قادیانی اپنی مسیحیت کا زمانہ اور کام بتاتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہو گیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام

تک پہنچ گیا۔اس لئے خدانے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔اور اس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

یعنی خداوہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اسلئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئیگا۔ '

(چشمہ معرفت ۔ص۸۳۔۸۲)

ناظرین کرام اس فیصلہ کن عبارت کو بغور دیکھیں کہ مرزا قادیانی اس میں اپنی خدمت خاصہ کا ذکر اپنی زندگی میں کیسے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ وحدت اقوام مسیح موعود کے وقت میں ہو جائے گی ملاحظہ ہو

یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا

اگر یہ کام تین سو سال تک ہونا ہے تو اس کو مسیح موعود کے وقت میں ہونا نہ کہا جاتا نیز حاضرین سامعین کو اس سے کیسے تسلی ہوتی یقیناً اس کام کا تعلق حیات مرزا قادیانی سے ہے۔مگر واقعات نے ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی کا یہ وعدہ معشوقانہ وعدے سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کی بابت کہا گیا ہے

نہیں وہ قول کا پورا ہمیشہ ہاتھ دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

۱۷۔مرزا قادیانی کا اشتہار

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جو یہ ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحیم۔

نحمده و نصلی علی رسوله الکریم۔ یستنبئونك احق هو۔ قل ای و ربی انه لحق۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلا م علی من اتبع الهدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔

اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔ اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا

سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اوران کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناءاللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ آمین۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

یہ مضمون جماعت مرزائیہ کے لئے موت وحیات کا سوال ہے مضمون تثلیث عیسائیوں کے لئے اتنا مشکل نہیں جتنا آخری فیصلہ امت مرزا کے حق میں مشکل ترین ہے اس مضمون پر جماعت مرزائیہ کے بحث کرنے کی مثال بالکل یہ ہے جو مکھی شہد میں پھنس جائے جتنی وہ نکلنے کی کوشش کرتی ہے اتنی ہی اس میں پھنستی ہے۔ چنانچہ مجیب نے بھی اس میں بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ ساری محنت کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ محض دعا نہیں بلکہ دعا مباہلہ ہے چونکہ مولوی ثناء اللہ کے انکار کرنے سے مباہلہ نہیں ہوا اس لئے مولوی ثناء اللہ کی حیات شرعی حجت نہیں۔ مجیب کے الفاظ یہ ہیں

میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کا اشتہار ۱۵۔اپریل دعا مباہلہ تھا، یک طرفہ دعا نہ تھی۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب مباہلہ سے انکار کر کے بچ گئے ہیں۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۷۰)

اس کا مکمل اور جامع جواب یہ کافی ہے کہ مرزا قادیانی کی زندگی ہی میں قادیان سے اس مضمون کا اعلان ہو چکا تھا کہ:

حضرت اقدس مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے ایک اشتہار دے دیا جس میں محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہا گیا ہے نہ کہ مباہلہ کیا ہے۔ (بدر۔قادیان ۲۲۔اگست ۱۹۰۷ء ص ۸)

چونکہ دعا مرزا کا اثر حق بجانب ہوا یعنی جو فریق عنداللہ ناحق پر تھا وہی لقمہ موت ہوا، تو جماعت مرزائیہ نے یہ حجت نکالی کہ یہ اشتہار محض دعا نہ تھا بلکہ دعاء مباہلہ تھا۔ ایسی حجتوں کے حق میں کہا گیا ہے

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد

باب پنجم

اخلاق مرزا

حسن خلق ہر شخص خاص کر ہر ریفارمر (مصلح) کیلئے ضروری ہے انبیاء کرام چونکہ دنیا کے سب لوگوں

کے لئے رہنما ہوتے ہیں اس لئے ان کے اخلاق کریمہ بھی اعلی درجہ کے ہوتے ہیں نبی اسلام رسول اکرم ﷺ کی شان والاشان کی بابت تو صاف ارشاد ہے انك لعلى خلق عظيم ۔اے رسول آپ خلق عظیم پر ہیں

ہماری تصنیف کے ہیرو (مرزا) کا دعوی ہے کہ میں محمد ثانی ہوں اس لئے لازم تھا کہ آپ کے اخلاق اعلی درجہ کے ہوتے ۔مگرافسوس ہے کہ ہم اس خصوص میں مرزا قادیانی کو بہت گرا ہوا پاتے ہیں ۔حسب روایت ہم خود کہنا نہیں چاہتے بلکہ مرزا قادیانی ہی سے حقیقت اگلوا دیتے ہیں ۔ناظرین بغور سنیں ۔

حسن خلق کے معیار بتانے میں اخلاق نویسوں کا اختلاف ہے مسلمان مومن بالقرآن کے نزدیک وہی معیار صحیح ہے جو قرآن مجید نے ارشاد فرمایا:

قل لعبادی یقو لوا التی ھی احسن ان الشیطا ن ینزع بینھم ان الشیطا ن کان للانسا ن عدوا مبینا (بنی اسرائیل)(یعنی میرے بندو ایسی بات کہا کرو جو سب سے اچھی ہو شیطان ہر وقت تم میں لڑائی کرانے پر آمادہ ہے کیونکہ وہ انسان کا صریح دشمن ہے)

حسن خلق کی تعریف جو معلوم ہوتا ہے وہ ظاہر بلکہ اظہر ہے مرزا قادیانی چونکہ قائل اسلام اور بروزی نبوت محمدیہ کے مدعی تھے ان کا حسن خلق اسی معیار پر پرکھنا چاہیے

نوٹ : ہر کہ ومہ جانتے ہیں کہ کسی انسان کو حلال زادہ یا حرامزادہ ہونا اس وقت سے ہوتا ہے جس وقت اس کے وجود کی بنیاد اس کی ماں کے پیٹ میں بشکل نطفہ رکھی جاتی ہے۔وہ اگر باجازت شرعی ہے تو حلال زادہ ہے، بے اجازت ہے تو حرام زادہ ۔مگر مرزا قادیانی کا خلق یہ ہے کہ جو ان کو مانے وہ حلال زادہ جو نہ مانے وہ حرام زادہ ۔چنانچہ فرماتے ہیں:

كل مسلم يقبلنی و يصدق دعوتی ا لا ذرية البغا يا

(یعنی سب مسلمان مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کو مانتے ہیں مگر زانیہ عورتوں کی اولاد یعنی حرام زادے نہیں مانتے)

(آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۵۴۷ ۔ ۵۴۸)

نتیجہ صاف ہے کہ نہ ماننے والوں کی مائیں زانیہ ہیں اور وہ حرام زادے ہیں

سوال : اس حسن خلق سے قطع نظر ہمیں ایک سوال سوجھتا ہے اتباع مرزا قادیانی اس پر غور کریں گے ایک شخص

بہت عرصہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کا مخالف رہا اتنا عرصہ وہ حرام زادہ رہا مگر بحکم، انقلاب، وہ بجائے منکر کے معتقد ہو گیا تو اب وہ حلال زادہ ہو جائے گا؟

عکس القضیۃ :اس کے برعکس ایک شخص عرصہ تک معتقد رہا آخر کار وہ تائب ہو کر منکر ہو گیا جیسا ہوتا رہتا ہے تو اب وہ حلال زادہ سے منقلب ہو کر حرام زادہ ہو جائے گا ۔علمائے مرزائیہ بینوا تو جروا

مجیب نے اس موقعہ پر کمال ہوشیاری سے اخلاق مرزا قادیانی کی حمایت کی ہے بجائے ندامت کے الٹا لکھتے ہیں: نبی اہل دنیا کے سامنے جج کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے کہ تاریکی کے فرزندوں پر فرد جرم لگانے سے پہلے ان کے جرموں سے ان کو آگاہ کرے (تجلیات رحمانیہ۔ص۳۳)

مطلب یہ کہ مرزا قادیانی چونکہ نبی تھے اس لئے ان کا حق تھا کہ اپنے منکروں کو سخت سے سخت الفاظ سے یاد کریں جیسے جج فرد جرم لگاتے وقت سخت الفاظ بولتا ہے ہم مانتے ہیں نبی ہو مصلح افعال قبیحہ کہہ کر کرنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے مثلاً کافر فاسق فاجر اصحاب النار وغیرہ الفاظ ان کے حق میں کہتا ہے مگر ایسی طرح کہ سننے میں نہ مکروہ ہوتے ہیں نہ کسی خاص شخص یا جماعت کے حق میں دل آزار۔ برخلاف مرزا قادیانی کے ان کے الفاظ سنتے ہی ہر شخص کا ضمیر جوش میں آ کر انتقام کی طرف متوجہ ہوتا ہے مثلاً: اے بدذات فرقہ مولویاں (انجام آتھم ص۲۱)

ناظرین ایک طرف یہ مکروہ الفاظ رکھئے اور دوسری طرف وہ رکھئے جو مجیب نے تجلیات رحمانیہ کے صفحہ ۱۳۴ پر قرآن مجید کے مختلف مقامات سے نقل کئے ہیں مثلاً قردۃ (بندر) خنازیر، حمر زنیم ولد الزنا نجس ناپاک شر البریہ وغیرہ۔

اس لئے ہم مثال کے طور پر وہی آیت سامنے رکھتے ہیں جس میں سخت سے سخت مکروہ الفاظ مجیب کو نظر آئے ہیں ارشاد ہے و لا تطع کل حلا ف مھین ھماز مشاء بنمیم منا ع للخیر معتد ا ثیم عتل بعد ذا لك زنیم ۔(القلم ۱۰۔۱۴)

خدا اپنے نبی کو اور نبی کی وساطت سے سب بندوں کو حکم دیتا ہے :

تم مت کہا مانا کرو بڑے جھوٹے نکتہ چین چغل خور مانع خیر حد سے بڑھے ہوئے بداعمال متکبر اور نسل بدلنے

والے کا

بتائیے اس میں کیا سختی ہے۔ یہ ہے اصل فرد جرم جو نبی بحیثیت جج لگایا کرتا ہے۔یعنی ان فاعلوں کی صحبت سے منع کیا۔لیکن دراصل ان افعال سے منع کرنا مقصود ہے۔ سنئے کسی محلّہ میں چندلوگ بدکار بدمعاش آوارہ گرد ہوں وہاں کا نیک صالح بندہ اپنی اولاد کو یوں نصیحت کرے کہ:

تم بدکاروں آوارہ گردوں کی صحبت سے پرہیز کیا کرو،

اس میں کیا خرابی اور کیا بداخلاقی ہے۔

برخلاف اس کے اہل محلّہ کومخاطب کر کے یوں کہے:

اوبدذاتو،شریرو،خبیثو، جیسے تم خودخبیث ہو،ویسے میری اولاد کو بنانا چاہتے ہو۔

مرزاغلام احمد قادیانی کا قول ہے:

اے بدذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے ظالم مولویو تم پرافسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیاوہی عوام کالانعام کوبھی پلایا۔(انجام آتھم ص۲۱)

ناظرین کرام! یہ ہیں وہ شیریں الفاظ جن کوقادیانی خلافت کے تنخواہ دار جج کا فرد جرم قرار دیتے ہیں ماشاءاللہ چشم بددور

لیکن معاف فرمائیے کیا ہم بھی ایک لفظ کی زیادتی کر کے یہی عبارت کہہ سکتے ہیں جو یوں ہے:

اے قادیانی بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک حق چھپاؤ گے ...الخ۔ مرزائی دوستو! یقیناً یہ ترمیم تم کو بری معلوم ہوگی پھر کیا یہ صحیح نہیں ہے ۔ آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

۲۔لدھیانہ میں ایک شخص صاحب سعادت ازلیہ مولوی سعداللہ نومسلم تھے جنھوں نے تمام گھربار برادری چھوڑ کر اسلام قبول کر کے علم دین حاصل کیا اور تمام عمر توحید وسنت کے شوق اور اشاعت میں گذاری مگر مرزا قادیانی کے منکر تھے مرزا قادیانی اسی مذکورہ اصول کے ماتحت ان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں

اذیتنی خبثاً فلست بصادق
ان لم تمت بالخزی یا ابن بغاء

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۵ اخزائن ج ۲۲ ص ۴۴۶)

(تو نے مجھے تکلیف دی ہے اے زانیہ کے بیٹے (یعنی حرام زادے) اگر تو ذلت سے نہ مرا تو میں جھوٹا)

اس خبیث لفظ (ذرية البغا يا) نے امت مرزائیہ بہر دوصنف کوایسا پریشان کررکھا ہے کہ بہت بہکی بہکی باتیں کہتے ہیں۔

کہہ دو کہ مرزا قادیانی نے غصہ کی حالت میں لکھ دیا اب جانے دو۔ یہ کیا ہے کہ اس کی تصحیح کرنے بیٹھے ہو کہ ذریۃ البغایا سے مراد شریر لوگ ہیں، مرکب اضافی مرادنہیں، جیسے ابن السبیل کے معنی ہیں مسافر، وغیرہ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۳۷)

ہاں جناب ہر لفظ اپنے معنی میں مستقل حقیقت رکھتا ہے الا جس کو اہل زبان مجازی شکل میں استعمال کریں۔ابن السبیل کے معنی مسافر کے اہل زبان مراد لیتے ہیں مگر ذرية البغـا يـا کے معنی سوائے، حرام کاروں کی اولاد، کے اور مرادنہیں لیتے۔ لیتے ہیں تو دکھاؤ۔

مرزائی دوستو! ہم تمہارے ضمیر سے ایک سوال کرتے ہیں خدا سے ڈر کر صحیح جواب دینا جس طرح تم لوگ منکرین مرزا کو بوجہ انکار ذریۃ البغایا بمعنی شریر بدکار کہتے ہیں وہ بھی تم کو بوجہ اقرار مرزا کے ایسا مانتے ہیں تو کیا تم لوگ پسند کرو گے کہ تمہارے مخالف یوں کہیں :

كل امرء لا يقبل دعوة المرزا ا لا ذرية البغا يا

یعنی ہر آدمی مرزا کی دعوت کو ردکر دیتا ہے سوائے ذرية البغا يا کے (وہ قبول کرتے ہیں)

اگر تم اس کو مکروہ سمجھتے ہو تو منکروں کو بھی مکروہ سمجھنے دو ناحق جواب نویسی میں وقت کیوں ضائع کرتے ہو

۳۔اور سنئے ۱۸۹۵ء میں پادری آتھم کے متعلق مرزا قادیانی کی پیش گوئی ختم ہونے پر مخالفوں نے مشہور کیا تو مرزا قادیانی نے ان کے حق میں احسن خلق کا اظہار کیا۔

جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا (کہ آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا غلام احمد قادیانی کی پیشگوئی غلط اور عیسائیوں کی فتح ہوئی)اور کچھ شرم وحیا کو کام میں نہیں لائے گا اور بغیر اس کے کہ ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو

ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے ...ورنہ حرام زادہ کی نشانی یہی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے

(انوارالاسلام ص ۳۰۔قادیانی خزائن ج۹ص ۳۱۔۳۲)

حلال زادہ اور حرام زادہ بننے کا کیا ہی اچھا طریقہ ہے۔ مرزائی دوستو! کسی مخالف مرزا کا بھی یہ حق ہے کہ وہ یوں کہے کہ مرزائیو حلال زادہ بننا ہے تو اس رسالہ کو غور سے پڑھو ہمارا خیال ہے کہ ایسا کہنے کا حق نہیں

اس نمبر میں مجیب نے کمال دلیری سے چراغ داشتہ جواب دیا ہے پہلے تو یہ جھوٹ بلکہ افتراء علی الرسول کیا ہے کہ:

آنحضرتﷺ نے ولید نامی ایک شخص کو ولدالزنا قرار دیا ہے (تجلیات رحمانیہ ص ۱۴۱)

ہم اس کذب بلکہ افتراء کا جواب نہیں دے سکتے۔ ہاں مطالبہ کرتے ہیں کہ الفاظ نبوی دکھاؤ جن میں ولید کو ولدالزناء قرار دیا ہو۔

دوسرے جواب میں اس سے بھی زیادہ دون کی لی ہے لکھا ہے:

سعداللہ ہندووں کا لڑکا تھا ان کو اتقیاء صلحا تو نہیں کہا جا سکتا تھا پس مسیح موعود نے جو کچھ فرمایا بالکل بجا فرمایا۔(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۴۰)

ہائے جانب داری تیرا ستیاناس! کیا ہندو کے لڑکے کو ابن بغا (نسل بدکاراں) کہہ سکتے ہیں۔ اگر تم ہندوؤں کو نسل بدکاراں کہہ سکتے ہو تو ان کو تمہارے حق میں ایسا لکھنے سے کیا امر مانع ہے۔ پس اللہ سے ڈرو اور بے جا حمایت نہ کرو۔ میدان محشر میں یہ کچھ کام نہ آئے گا

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

۴۔مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفوں پر ناراضگی کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں

ان العدی صاروا خنازیر الفلا

ازواجھم (نسائھم) من دو نھن الاکلب

میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اوران کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں ۔(رسالہ نجم الہدیٰ ص ۱۰۔قادیانی خزائن ج ۱۴ص ۵۳)

۵۔اپنے منکرین علماء اسلام چھوٹے اور بڑے سب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویاں اے یہودی خصلت مولویو۔(انجام آتھم ص ۲۱۔خزائن ج ۱۱ص ایضا)

مرزا قادیانی کے حسن خلق کا ظہور کسی مخالفت یا عداوت پر موقوف نہ تھا بلکہ جدھر نظر عنایت ہوئی اسی کو کوسنے لگ جاتے ۔مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی خاص شخص یا اشخاص سے ناراضگی کی وجہ سے بدگو ہیں،مگر ایسا فرقہ یا شخص کوئی نہ ہوگا جو منصوص رسول کے حق میں بدزبان ہو ہاں مرزا قادیانی اس میں یکتا ہیں چنانچہ آپ کے جواہر ریزے یوں ہیں

۶۔مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ایک کھاؤ پیئو،شرابی ،نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار،متکبر خود بین خدائی کا دعویٰ کرنے والا (مکتوبات احمدیہ۔ج ۳ص ۲۳۔۲۴)

۷۔اور سنئے اور غور سے سنئے

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (کشتی نوح۔ص ۶۵)

ناظرین کرام اس موقعہ پر ہم خاص اہل اسلام سے نہیں بلکہ ہر انسان سے انسانیت کی اپیل کرتے ہیں کہ کیا یہ حسن اخلاق ہے کہ ایک شخص جس نے ہمیں کچھ کہا نہیں نہ ہماری بدگوئی کا جواب دے سکتا ہے اس کو ایسے لفظوں سے یاد کیا جائے ۔ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

۸۔غور سے سنئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جناب مرزا قادیانی نے ہیجڑا بتایا ہے۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت

کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ دے سکے اس لئے یورپ کی عورتیں نہایت قابل شرم آزادی سے فائدہ اٹھا کر اعتدال کے دائرہ سے ادھر ادھر نکل گئیں اور آخر ناگفتنی فسق و فجور تک نوبت پہنچی...

مسیح نے اپنے نقص تعلیم کی وجہ سے اپنے ملفوظات اور اعمال میں یہ کمی رکھ دی مگر چونکہ طبعی تقاضا تھا اس لئے یورپ اور عیسویت نے خود اس کے لئے ضوابط نکالے اب تم خود اں صاف سے دیکھ لو کہ گندی سیاہ بدکاری اور ملک ملک رنڈیوں کا ناپاک چکلہ بن جانا ہائیڈ پارکوں میں ہزاروں ہزار کا روز روشن میں کتوں اور بلیوں کی طرح اوپر تلے ہونا اور آخر اس ناجائز آزادی سے تنگ آکر آہ و فغاں کرنا اور برسوں دیوثیوں اور سیاہ روئیوں کے مصائب جھیل کر اخیر میں مسودہ طلاق پاس کرانا یہ کس بات کا نتیجہ ہے کیا اس مقدس مطہر مزکی نبی امی ﷺ کی معاشرت کے اس نمونہ کا جس پر خباثت باطنی کی تحریک سے آپ معترض ہیں یہ نتیجہ ہے اور ممالک اسلامیہ میں یہ تعفن اور زہریلی ہوا پھیلی ہوئی ہے یا ایک سخت ناقص نالائق کتاب پولوسی انجیل کی مخالفت فطرت اور ادھوری تعلیم کا یہ اثر ہے (مکتوبات احمدیہ۔ج۳ص ۲۸)

نوٹ: ناظرین ملاحظہ کریں کس جرأت سے حضرت مسیح علیہ بالسلام کو ہیجڑا اور ناکارہ کہا ہے۔

الی اللہ المشتکی

نمبر ۶، ۷، ۸۔ ان سب نمبروں کو مجیب نے یکجا کر کے گلے سے اتار دیا ہے سب کے جواب میں ایک ہی لفظ کافی جانا ہے کہ: ہر سہ حوالجات عیسائیوں کے مسلمات اور ان کی کتب سے اخذ کردہ نتائج ہیں۔

(تجلیات رحمانیہ ۔ص ۱۴۸)

ناظرین کرام! اس بے چارگی کی مثال بھی کہیں ملے گی کہ مجیب خود تجلیات رحمانیہ کے ص ۳۰ پر کہہ آیا ہے کہ:

یسوع اس حیثیت کا مظہر ہے جو عیسائیت پیش کرتی ہے اور مسیح اس حیثیت کی نمائندگی کرتا ہے جو اسلام نے پیش کی ہے (تجلیات رحمانیہ ص ۳۰)

ناظرین کرام بس دیکھ لیجئے کہ مرزا قادیانی نے مسیح کو مسیح کے نام سے یاد کیا ہے یا یسوع کے نام سے ۔ایک دفعہ اس کفریہ عبارت کو پھر پڑھ لیجئے یا سن لیجئے

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ایک کھاؤ پیئو،شرابی،نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار،متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا (مکتوبات احمدیہ۔ج۳ص۲۳۔۲۴)

علاوہ اس کے ہم پوچھتے ہیں یہ کس عیسائی کا مسلمہ ہے کہ:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ایک کھاؤ پیئو،شرابی،نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار،متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا۔

مسیحی ممبرو! کیا قادیانی مجیب سچ کہتا ہے

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو ذرہ انصاف سے کہیو خدا لگتی

حقیقت یہ ہے کہ ایک غلطی کو ثابت کرنے کے لئے آدمی بہت سی غلطیاں کر جاتا ہے۔یہی حال ان لوگوں کا ہے۔مرزا قادیانی کی بے بس طبیعت سے ایسے مکروہ اور ناشائستہ الفاظ نکل گئے اب یہ لوگ ان کی اصلاح کرنے بیٹھیں تو یہی جواب ملے گا

لن یصلح العطار ما افسد الدھر

الحمدللہ ہم جواب الجواب سے فارغ ہو گئے فللہ الحمد

ناظرین کرام! یہ نمونہ ہے مرزا قادیانی کے حسن اخلاق کا جو صاحب مفصل دیکھنا چاہیں وہ ہمارا رسالہ ہندوستان کے دو ریفارمر ملاحظہ کریں جس میں سوامی دیانند اور مرزا قادیانی کے اخلاق حسنہ مساوی دکھائے گئے ہیں۔

نوٹ: یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی کے مخالفوں نے بھی مرزا قادیانی کے حق میں سخت وسست الفاظ لکھے، مگر ان کا ایسا لکھنا مرزا قادیانی کے لکھنے کو جائز نہیں کر سکتا اس لئے کہ مرزا قادیانی من جانب اللہ مصلح بن کر آئے تھے اور لوگوں کی یہ حیثیت نہیں۔بیمار کی ریس طبیب کرے تو طبیب نہیں۔علاوہ اس کے دنیا میں موجودہ لوگوں نے تو جو کہا وہ سنا مگر حضرت عیسی علیہ السلام نے مرزا قادیانی کو کچھ نہیں کہا تھا ان پر کیوں ایسے تیر پھینکے۔کیا اس لئے کہ ان کو اپنا رقیب جانتے تھے۔

انصاف یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی یا کسی اور صاحب کی ساری عمر کی نیکی ایک پلڑے میں اور حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں مرقومہ بدگوئی دوسرے پلڑے میں رکھی جائے گی، تو یہ دوسرا پلڑا بحکم شریعت بہت جھکنے والا ثابت ہوگا۔

عذر بارد:

حسن عقیدت ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ملکہ چھین لیتی ہے۔ مرزا قادیانی کے معتقد کہا کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت صاحب نے اس عیسی مسیح کو برا نہیں کہا جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے، بلکہ اس کو کہا ہے جسکی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اپنی الوہیت اور تثلیث کی تعلیم دے گئے

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو حوالے نقل کئے ہیں ان میں تین لفظ خاص قابل غور ہیں عیسی مسیح اور علیہ السلام یہ تینوں اسلامی اصطلاح کے لفظ ہیں انہی ناموں سے برا کہا گیا علاوہ اس کے قرآن مجید میں یہ بھی ایک اخلاقی سبق ہے لا تسبوا الذین یدعو ن من دو ن اللہ فیسبّوا اللہ عدوا بغیر علم

(الانعام)(یعنی جن لوگوں کو غیر مسلم پکارتے ہیں تم مسلم لوگ ان کو برا نہ کہا کرو، ورنہ ضد اور جہالت میں وہ خدا کو برا کہیں گے)

فرض کرلیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسی مسیح مسلمہ اسلام رسول کو برا نہیں کہا بلکہ عیسائیوں کے مصنوعی معبود کو برا کہا ہے تو بھی بحکم آیت مرقومہ بالا ناجائز فعل ہے۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کو مصلح سمجھ کر اخلاق میں ان کی ریس کرنے کا خیال نہ کریں بلکہ قرآن مجید کے احکام کی تعمیل کریں اور اس بات کا خیال رکھیں جو کسی استاد نے کہا ہے

بد نہ بولے زیر گر دوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسا کہے ویسی سنے

امید ہے ناظرین اس رسالہ کو خود دیکھ کر مرزا قادیانی کے اتباع کو ضرور دکھائیں گے اور ہر ایک حوالہ کا جواب ان سے طلب کریں گے۔

چورن کا اشتہار

چورن فروشوں کا دستور ہے کہ بازاروں میں کھڑے ہوکر اپنے چورن کی بابت ایسا پرزوراعلان کر تے ہیں کہ ساری بیماریوں کی شفا اسی میں بتا دیتے ہیں۔ امت مرزائیہ کی بھی یہی عادت ہے۔ کوئی کیسی ہی زٹل تحریر جو ہمارے جواب میں نکلے بس اس کی تعریف کرتے ہوئے چورن فروشوں کو مات کر دیں گے۔ اسی کتاب تجلیات رحمانیہ کی بابت جس کے جواب سے ہم فارغ ہوئے، خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے بھی بڑی تعریف کی۔ (الفضل ۴جنوری ۱۹۳۲ء ص ۵)۔ اس کے بعد دیگر چورن فروشوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں: مولوی اللہ دتا نے ایسے پختہ اور قوی دلائل دیئے ہیں جو مولوی ثناء اللہ کی پھکڑ بازیوں کو جو ان کی تمام تحریرات میں حضرت مسیح موعود کے برخلاف ملتی ہیں اس طرح تارعنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا ہے جس کا جواب مولوی ثناء اللہ امرتسری سے اب تک نہ بنا ہے نہ بنائے بنے گا۔ اگر چہ ان کے دوسرے مددگار روح الخبث اور کج رفتار بھی کیوں مولوی صاحب کی پیٹھ ٹھونکیں لو کا ن بعضا لبعضه ظهيرا

اور بارہ دلائل مولوی اللہ دتا قادیانی کی طرف سے ایسے دیئے گئے ہیں جن کی طرف مولوی صاحب نے رخ تک نہیں کیا۔ کیا یہ ان کی عاجزی کا ثبوت نہیں۔ اگر نہیں تو ذرہ ان کا نمبروار جواب تو دے کر بتائیں۔ دیدہ باید

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے۔ یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(اخبار فاروق قادیان ۲۸مارچ ۱۹۳۲ء ص۔۸)

جواب ناظرین اس چورنی اشتہار کی صداقت کتاب اور جواب کتاب سے ملاحظہ فرما چکے ہیں ہمارا تو عقیدہ ہے قادیانی اور جواب ضدان مفتر قا ن ای تفرق۔

چونکہ غرض فاسد کے لئے آیت بے موقع لکھی ہے اس لئے تصرف الہی سے صحیح لکھنے کی توفیق نہیں ملی۔ صحیح یوں ہے و لو کا ن بعضهم لبعض ظهيرا ۔

جو لکھا ہے، آیت تو کجا، عربی عبارت بھی صحیح نہیں۔

ڈاکٹر بہاءالدین
مشاہدات وتاثرات

(پروفیسر محمد سرور۔گورنمنٹ پوسٹ گریجوایٹ کالج بورے والا۔پنجاب)

حضرت مولانا محمد رفیق اثری حفظہ اللہ شیخ الحدیث جلال پور پیروالا نے اپنے استاد گرامی مولانا سلطان محمود محدث جلال پوری رحمہ اللہ کی حیات وخدمات پر ایک نہایت عمدہ کتاب مرتب فرمائی ہے۔اس کتاب میں انہوں نے مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ایک بار شہنشاہ خطابت مولانا عطاءاللہ شاہ بخاری نے دوران تقریر کسی روایت کا ترجمہ اپنے مخصوص انداز میں کیا تو مولانا عبدالقادر رحمہ اللہ نے اسی وقت توجہ دلائی کہ: شاہ صاحب! یہ روایت سنداً ضعیف ہے۔یہ بات اللہ کے رسول اللہ ﷺ نے ارشاد نہیں فرمائی۔

سید عطاءاللہ شاہ صاحب بہت خوش ہوئے اور مولانا عبدالقادر کا شکریہ ادا کیا کہ آپ نے میری رہنمائی فرمائی۔اس کے بعد سید عطاءاللہ شاہ صاحب جب کبھی اس علاقے میں تشریف لاتے تو اپنے مخصوص لہجے میں بلند آواز سے فرماتے: ھل فیکم عبد القادر ؟ کیا تم میں عبدالقادر ہے؟ میں کوئی غلط بات نہ کہہ بیٹھوں۔(مولانا عبدالقادر،مولانا عبدالحق ہاشمی کے شاگرد تھے اور مولانا سلطان محمود کے گہرے دوست۔شیخ رفیق اثری نے لکھا ہے کہ سند ورجال حدیث پر گہری نظر رکھتے تھے معجم صغیر کی تبویب کی تھی اور موطا امام محمد کے رجال کی فہرست بھی مرتب کی۔کچھ اور بھی علمی کام ہیں)۔

شاہ جی رحمہ اللہ تو بہت بڑے آدمی تھے،میرے ساتھ بھی ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔ڈیڑھ دو سال پہلے میں نے فیس بک پر ایک پوسٹ میں مولانا ظفر علی خان کے ایک شعر کا مصداق مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کو قرار دیا تھا۔محترم ڈاکٹر (بہاءالدین) صاحب کی نظر سے یہ پوسٹ گزری،تو مجھے کال کر کے نہ صرف اس غلطی پر مطلع کیا،بلکہ اس شعر کا درست پس منظر بتاتے ہوئے بٹالہ شہر کے ایک صدی پہلے کے جغرافیہ سے متعلق قیمتی معلومات فراہم کیں ۔

اگر چہ اس واقعہ سے پہلے بھی میری یہ عادت رہی کہ کچی بات کہنے سے حتی الوسع گریز کرتا تھا، لیکن ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی اس توجہ کا یہ فائدہ ہوا کہ اس کے بعد مزید محتاط ہو گیا۔ بالخصوص فیس بک پر جب بھی کچھ پوسٹ کرنا چاہتا ہوں تو اکثر ذہن میں یہ بات آجاتی ہے کہ: فیهم بهاء الدين، اس لئے پہلے پوری تحقیق کرلو۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے نام اور کام سے میرا پہلا تعارف اس وقت ہوا، جب میں مرکز التربیۃ فیصل آباد میں پڑھا کرتا تھا۔ استادگرامی مولانا ارشاد الحق حفظہ اللہ کے علمی مقام سے پاک و ہند کا کون سا دینی حلقہ واقف نہیں ہوگا۔ ان کی زبان سے کئی بار ڈاکٹر صاحب کا ذکر خیر سنا۔ پھر ایک دن ان کے ادارہ علوم اثریہ جانے کا اتفاق ہوا، تو ڈاکٹر صاحب کی تحریک ختم نبوت کی کچھ جلدیں وہاں پڑی دیکھیں۔ اس وقت میں اپنی علمی ناپختگی کی وجہ سے یہ تو نہیں پہچان سکتا تھا کہ تحریک ختم نبوت کے مشمولات و مضامین کیا ہیں اور فاضل مولف کے اس سلسلہ کتب کی اہمیت کیا ہے۔ لیکن استاد محترم کے مکتبے میں یہ کتابیں دیکھ کر اتنا اندازہ ضرور ہو گیا کہ اس سلسلہ کتب کا مولف ضرور کوئی جوہر قابل ہے جس کے کام کی تحسین و توصیف استاد محترم اثری حفظہ اللہ جیسے محقق اور محدث بھی کرتے ہیں۔ یہ ۲۰۰۷ء کے پس و پیش کی بات ہے۔

۲۰۰۸ء میں مرکز التربیۃ سے سند فراغت حاصل کرنے کے بعد واپس ملتان چلا گیا جہاں کچھ عرصہ ایک پرائیویٹ سکول میں پڑھاتا رہا۔ اس دوران جامعہ دارالحدیث محمدیہ عام خاص باغ ملتان کے ارباب انتظام کی طرف سے استاد محترم شیخ اثری حفظہ اللہ کا ایک لیکچر رکھا گیا جس کا عنوان تھا:

تحریک ختم نبوت میں اہل حدیث کی خدمات،

استاد محترم نے اپنے لیکچر میں ذکر کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب کا مسودہ ابھی اشاعت کے لئے پریس میں ہی موجود تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے دیکھ لیا اور فوراً لاہور کی چینیا نوالی مسجد سے مرزا قادیانی کو ایک خط لکھا جو تحریک ختم نبوت کا نکتہ آغاز تھا۔ مزید انہوں نے ذکر کیا کہ مرزا قادیانی نے ایک بار علماء کرام کو آسمانی نشان پیش کرنے کا چیلنج دیا، تو مولانا بٹالوی ہی نے اس کا یہ چیلنج قبول کیا تھا۔ (مولانا محمد علی بھوپڑی نے ایک رسالہ مرزا غلام احمد کے خطاب میں اس کی زندگی میں رقم فرمایا تھا جس کا نام ہے: سيف القهار على عنق اما م الاشرار۔ اس رسالے

میں انہوں نے بتایا ہے کہ مرزا کے آسمانی نشان والے چیلنج کو مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نے منظور کر کے جوابی چیلنج کیا تھا۔مولانا بھوپڑی کی تحریر یوں ہے: حضرت مولانا مولوی محی الدین عبدالرحمٰن علیہ الرحمۃ والرضوان ساکن لکھو کے ضلع فیروز پور، جو ایک فاضل اجل و صوفی کامل تھے، جواب مدینہ طیبہ میں جوار رسول ﷺ میں مدفون ہیں، اس (مرزا قادیانی) کو بہت ہدایت کی طرف بلاتے رہے۔اور فرماتے کہ:

دو گھنٹہ تک ایک کوٹھڑی میں میرے پاس بیٹھے، تو اللہ کی طرف سے وہ نشان دیکھے گا جو ان شاءاللہ کبھی اس عقیدہ پر نہیں رہے گا۔

اور فرمایا: ان کو ان شاءاللہ ملائکہ آسمان سے اترتے ہوئے دکھاؤں۔

اور فرماتے: جو نشان تو دس ہفتہ میں نہ دکھا سکے، ان شاءاللہ میں پانچ ہفتہ کے اندر دکھاؤنگا۔

اور رجسٹری کے ذریعہ سے اس (مرزا قادیانی) کو اطلاع بھی دے دی۔اور اس کی رسید بھی آ گئی۔لیکن اس (مرزا) نے جواب نہ دیا۔اگر یہ بدنصیب اون کی دعوت قبول کر لیتا تو ہلاکت سے بچ جاتا۔لیکن۔ تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کے اس جوابی چیلنج کو ان کا نام پردہ اخفا میں رکھتے ہوئے مولانا بٹالوی مرحوم نے اپنے اشاعت السنہ میں شائع کیا تھا اور مرزا صاحب کو دعوت دی تھی کہ وہ میدان میں تشریف لائیں تو ہم اپنے بزرگ کو میدان میں لے آئیں گے۔

مرزا صاحب ہتھے سے اکھڑ گئے اور آئیں بائیں شائیں کرنے لگے،

اس پر مرزا صاحب قادیانی کے ایک سابق مرید صوفی عباس علی لدھیانوی نے مرزا صاحب کو خط لکھے کہ وہ میدان میں کیوں نہیں نکلتے،،وہ تشریف لائیں اور مدمقابل بھی وہاں موجود ہوگا۔

بفرض محال اگر مدمقابل موجود نہ ہوا، اور مولانا بٹالوی اسے پیش نہ کر سکے، تو فائدہ تمہارا ہی ہے۔ساری دنیا میں تمہاری فتح ونصرت کا ڈنکا بج جائے گا۔یہ خطوط بھی اشاعت السنہ میں شائع ہوئے جسے ہم نے اپنے سلسلہ کتب کی کسی جلد میں شامل کر دیا ہے۔بہا)

استاد محترم کی اس گفتگو کے بیشتر نکات ڈاکٹر صاحب ہی کی تحریک ختم نبوت سے مستفاد تھے۔اپنی گفتگو کے اختتام پر جب انہوں نے یہ شعر پڑھا : منزل انہیں ملی جو شریک سفر نہ تھے

تو جامعہ خیر المدارس ملتان کے طلبہ جو استاد محترم (مولانا ارشاد الحق اثری) کا نام سن کر بطور خاص ان کی تقریر سننے آئے تھے، طیش میں آ گئے اور استاد محترم (مولانا اثری) سے کافی تند و تلخ لہجے میں مخاطب ہوئے تھے۔ تقریر کے اختتام پر میں ان سے ملا، تو سوال کیا کہ استاد جی! ردقادیانیت پر مولانا بٹالوی کا کام ہمیں کہاں سے مل سکتا ہے۔تو ان کا جواب تھا: مولانا بٹالوی کا کم وبیش سارا کام ڈاکٹر بہاء الدین کی تحریک ختم نبوت میں آ گیا ہے۔،(: مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی مسیحیت سامنے آنے پر مولانا محمد حسین بٹالوی بٹالوی نے اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنہ کو ردقادیانیت کے محاذ پر کھڑا کر دیا۔اور اپنی زندگی میں دو ہزار صفحات سے زائد کا تحریری مواد امت اسلامیہ کے حوالے فرما دیا، میں نے یہ سارا مواد

ترتیب وتہذیب وتنقیح وتسہیل کے بعد تحریک ختم نبوت کی جلد ۱۶ جلد ۱۷ جلد ۱۸ جلد ۱۹ میں محفوظ کر دیا ہے)۔

اسی عرصے کی بات ہے کہ ایک بار کوئی کتاب خریدنے کے لئے ملتان کے فاروقی کتب خانہ پر جانا ہوا۔ وہاں ایک کتاب دکھائی دی کتاب کا نام: تاریخ اہل حدیث، تھا، اور مولف کے طور پر: ڈاکٹر بہاء الدین، مرقوم تھا۔ ایک تو کتاب کا موضوع میری دل چسپی کا، اور دوسرے مولف جناب ڈاکٹر بہاء الدین صاحب، یعنی :ذکر اس پری وش کا اور پھر بیان اپنا، والی صورت حال تھی۔ مجھے یاد ہے کہ اس کتاب کی قیمت غالباً پانچ سو بتائی گئی تھی، جو میری اس وقت کی قلیل سی تنخواہ کے تناسب سے بہت زیادہ تھی اور جیب اس کتاب کی خریداری کی متحمل نہیں ہوسکتی تھی۔ لیکن چارونا چار کتاب خرید لی تھی۔ اس کتاب کے توسط سے پہلی بار ڈاکٹر (بہاء الدین) صاحب کے کام کی گہرائی گیرائی اور پہنائی سے آشنا ہوا۔ یہ تاریخ اہل حدیث کی پہلی جلد تھی جس میں: سواد اعظم: کے عنوان سے مولانا ابوالکلام آزاد کی ایک تحریر شامل ہے جسے میں نے اس وقت کئی بار پڑھا تھا۔ حنفی مقلدین وجوب تقلید کے لئے جو دلائل پیش کیا کرتے تھے، ان میں ایک اتبعوا السوا د ا لا عظم، بھی ہے۔ اس تحریر میں مولانا آزاد نے اسی استدلال کی قلعی خوب اچھی طرح کھولی ہے۔ اسی کتاب پر مولانا عبدالستار حماد حفظہ اللہ (آف میاں چنوں) نے جو مقدمہ لکھا ہے اس کے مطالعہ سے پہلی بار پتہ چلا کہ جناب ڈاکٹر صاحب کا اصل نام پروفیسر سلیمان اظہر ہے اور یہ مولانا عبداللہ گورداسپوری کے فرزند ارجمند ہیں یعنی بڑے باپ کے بڑے بیٹے۔

آج کل کی عام روش یہ ہے کہ اکثر اصحاب علم وفضل کے صاحبزادگان محض اس بنیاد پر معاشرے میں برتری چاہتے ہیں کہ ہم چونکہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں اس لئے ہمیں بھی بڑا مانا جائے حالانکہ حقیقت وہی ہے جو عرفی نے بیان کی ہے ، تا بہ کے عزونازاز اب عم داشتن

میری اس تحریر کا کوئی قاری میری اس بات کو اپنے اوپر محمول کر کے آزردہ خاطر نہ ہو۔ میری فرینڈ لسٹ میں شامل تمام صاحبزادگان میرے لئے اسی طرح قابل احترام ہیں جیسے ان کے لائق صد تکریم آباء کرام میرے لئے محترم ہیں۔ اس بات کا رخ میری فرینڈ لسٹ میں موجود کسی بھی صاحبزادے کی طرف نہیں ہے بلکہ معاشرے میں پائے جانے والے عمومی رویئے کی بات کی جارہی ہے۔

میرے ممدوح ڈاکٹر صاحب بھی اگرچہ بڑے باپ کے بیٹے ہیں، لیکن ان کی اصل پہچان ان کا اپنا علمی و تحقیقی کام ہے۔ اور اگر کسی کو علم و فضل کے ساتھ ساتھ بلند نسبت بھی مل جائے تو یہ بات یقیناً باعث فضیلت و افتخار ہے۔ اس لئے محترم ڈاکٹر صاحب کے کام کو مختلف حلقوں اور شخصیتوں کی طرف سے جس طرح سراہا جا رہا ہے وہ بجا طور پر اس کے مستحق ہیں۔

۲۰۱۵ء کے اواخر میں میرا مقسوم مجھے بورے والا کھینچ لایا۔ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے والد گرامی مولانا عبداللہ گورداسپوری نے تقسیم برصغیر کے بعد اسی شہر میں سکونت اختیار کی تھی اور اسے اپنی تبلیغی سرگرمیوں کا مرکز بنایا تھا۔ میرے یہاں آنے سے پہلے مولانا گورداسپوری رحمہ اللہ وفات پا چکے تھے۔ یوں کہہ لیجئے کہ گلستان توحید و سنت کا یہ عندلیب کم و بیش پینسٹھ ۶۵ برس تک اپنی نوا ریزیوں سے اس خطے کو مسحور کرنے کے بعد چمن سے آشیانہ اٹھا چکا تھا، اس لئے میری آنکھیں اس پاک نفس انسان کی زیارت سے محروم رہیں۔ البتہ ڈاکٹر صاحب کے بھائیوں اور فرزندار جمند سے علیک سلیک ہوئی۔ یہ سب حضرات نہایت خندہ جبین اور با اخلاق ہیں۔ مولانا گورداسپوری والی مسجد میرے کالج سے قریب ہی پڑتی ہے یہاں جمعہ کا خطبہ ڈاکٹر صاحب کے بھائی جناب زبیر گورداسپوری صاحب دیتے ہیں، انہیں کی اقتداء میں جمعہ ادا کرتا ہوں۔ لاہور میں رہتے ہوئے اپنے خطیب کے طور پر سید جنید غزنوی صاحب کو چنا ہوا تھا، یہاں ان کو منتخب کر لیا ہے۔ عام طور پر معاشرے کی اعتقادی اور عملی گمراہیوں کو موضوع گفتگو بناتے ہیں اور سلجھے ہوئے انداز میں بات کرتے ہیں۔

ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے از راہ محبت مجھے اپنے: استاد کے مقام پر، قرار دیا ہے۔ ان کی مہر و مودت تو مجھے قبول ہے لیکن میں اپنے آپ کو ان کے استاد کے درجے میں قرار دے کر گستاخ و بے ادب نہیں بننا چاہتا۔ حضرت مولانا محمد اسحاق بھٹی مرحوم نے لکھا ہے کہ ایک بار جب مولانا داود غزنوی کے نائب کی حیثیت سے وہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری سے ملنے گئے تو شاہ صاحب نے بہ اصرار انہیں سرہانے کی طرف بٹھایا ۔کچھ دیر کے بعد جب تعمیل ارشاد کر چکا تو اٹھ کر پائنتی کی طرف آ گیا اور عرض گزار ہوا کہ،

الامر فوق الادب ، پر عمل ہو چکا ہے اس سے زیادہ کی اس فقیر میں تاب نہیں۔

امر واقع یہ ہے کہ ڈاکٹر صاحب کے کئی شاگرد ملک کی مختلف جامعات میں ایم فل اور پی ایچ ڈی کے طلبا کو پڑھانے کے بعد ریٹائر ہو چکے ہیں۔مثلاً ڈاکٹر نورالدین جامی اور محترم ڈاکٹر خالد ظفر اللہ۔کچھ عرصہ پہلے بہاءالدین زکریا یونیورسٹی میں پروفیسر علی اصغر سلیمی صاحب سے ملاقات ہوئی یہ بھی ریٹائر ہو چکے ہیں اور ڈاکٹر صاحب کے شاگردوں میں سے ہیں۔ہمارے کالج میں شعبہ اسلامیات کے دو سینئر اساتذہ بھی ڈاکٹر صاحب سے فیض یافتہ ہیں۔یوں یہ کہا جاسکتا ہے کہ اس وقت ایم فل اور پی ایچ ڈی کرنے والے کئی طلبہ دو دو یا تین تین واسطوں سے ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کے شاگرد ہیں میرا مقام بھی ان کے شاگردوں کے شاگرد جیسا ہے۔

ڈاکٹر بہاءالدین صاحب واقعات کے محض ناقل اور مرتب نہیں ہیں بلکہ ایک دیدہ ور مورخ کی طرح واقعات کا تجزیہ وتحلیل کرنے اور ان سے استنتاج واستنباط کرنے کی بھرپور صلاحیت رکھتے ہیں۔کھرے اور کھوٹے کی جانچ کے لئے واقعات کو تنقید کی کسوٹی پر بے لاگ انداز میں پرکھتے ہیں اور اس کے لئے کسی بڑی سے بڑی شخصیت کی عقیدت کے بوجھ تلے دبنا گوارا نہیں کرتے۔مجھے سید نذیر حسین محدث دہلوی رحمہ اللہ اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمہ اللہ کے متعلق ان کے دو کتابچے پڑھنے کو ملے۔یہ دراصل ان کے محاضرات (لیکچرز) تھے۔انہی کتابچوں سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ برصغیر کی مذہبی اور دینی تاریخ پر ان کی نظر کتنی گہری ہے۔اور یہ نظر تقلیدی نہیں بلکہ ناقدانہ ہے۔مولانا عبیداللہ سندھی اور ان کے ہم نواوں نے اپنی خواہشوں کو تاریخ کا نام دیتے ہوئے تاریخ نویسی کے نام پر تاریخ سازی کی ہے۔چنانچہ ان کا خیال ہے کہ شاہ اسحاق محدث دہلوی رحمہ اللہ نے ہند سے حجاز کی طرف ہجرت کرنے سے پہلے ایک بورڈ تشکیل دے دیا تھا جو ان کے بعد سیاسی اور جہادی کاموں کی نگرانی کرتا رہا۔ڈاکٹر صاحب نے اپنے مذکورہ ایک لیکچر میں ان کے اسی خیال پر تنقید کرتے ہوئے کہا:

جو لوگ کہتے ہیں کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی مرحوم نے ہند سے حجاز ہجرت کرتے وقت ایک بورڈ تشکیل دے دیا تھا جو ان کے بعد تحریک مجاہدین کی قیادت کرتا رہا وہ لوگ حقائق کی دنیا میں نہیں رہتے۔شاہ صاحب کا احترام سر آنکھوں پر، لیکن وہ ہند سے گئے ہی کیوں؟ قوم کو ان کی یہاں ضرورت تھی۔مکہ میں بیٹھ کر انیسویں صدی کے

ہند میں کسی بورڈ کے ذریعہ کام نہیں کیا جاسکتا تھا۔

اس قدر بے باکی کے ساتھ ایسا سوال وہی مورخ اٹھا سکتا ہے جس کے افکار وتخیلات نہ تو بے جا عقیدتوں کے بوجھ سے گراں بار ہوں، اور نہ ہی تاریخ پر اس کی نگاہ محض رسمی اور مقلدانہ ہو، بلکہ لگی لپٹی رکھے بغیر اس کا مطمح نظر صرف احقاق حق ہو اور وہ متعلقہ واقعات کی تمام کڑیوں پر بصیرت مندانہ نظر بھی رکھتا ہو۔

(شاہ محمد اسحاق دہلوی کے علاوہ اور بھی کئی نامور لوگ ہندوستان چھوڑ گئے تھے ہم فرداً فرداً ان کا نام نہیں لیتے تاہم یہ کہے بغیر نہیں رہ سکتے کہ ادبار کی اس گھڑی میں ہندی امت مسلمہ کو چھوڑ کر جو لوگ حجاز چلے گئے تھے ان کے اس اقدام کو ہجرت جیسے معزز لفظ سے یاد تو کیا جاسکتا ہے لیکن اس بات میں کوئی کلام نہیں ہوسکتا کہ وہ لوگ ہند میں رہ جانے والے شکستہ دل مسلمانوں کے لیڈر رہنما پیر ساتھی اور قائد نہیں ہو سکتے اسلئے کہ جس قوم کا دل غلامی نے توڑ دیا تھا ان کی پریشان نظری کا دارو ڈھونڈنے کی بجائے یہ لوگ نہ صرف اپنی دکان بڑھا گئے تھے بلکہ فا ذهب انت و ربك فقا تلا کہتے ہوئے قوم کی کشتی کو بیچ منجدھار چھوڑ گئے تھے۔

حضرت رسول اعظم وآخر ﷺ نے اپنی حیاۃ مبارکہ میں ایک مرتبہ ایک لشکر کسی جانب روانہ فرمایا۔ اس لشکر کے ایک شخص نے کو آپ ﷺ نے مدینہ میں دیکھ لیا۔ پوچھا کیا ماجرا ہے؟ تم تو لشکری ہو۔ وہ کہنے لگا میری سواری تیز رفتار ہے میں نے سوچا کہ میں زیادہ وقت آپ کی معیت میں گزار لوں آپ کی امات میں مزید عبادت کرلوں اور پھر اپنی تیز رفتار سواری کے ذریعے لشکریوں کے ساتھ ان کے منزل پر پہنچنے سے پہلے مل جاؤں۔ آپ ﷺ نے جو کچھ ارشاد فرمایا اس کو یوں بھی بیان کیا جاسکتا ہے کہ تمہارا یہ کام بالکل غلط ہے تمہارا مدینہ وہاں ہے جہاں دوسری لشکری ہیں اور تمہاری مسجد نبوی وہ ویرانہ ہے جہاں دوسرے لشکری اپنی نمازیں ادا کررہے ہوں گے۔

ایسے ہی جو گ حضرت سید احمد بریلوی کی شہادت کے بعد کسی بھی طرح خواہش یا نیت سے اپنی قوم کو بیچ منجدھار چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے ان کا مکہ اور مدینہ حجاز میں نہیں تھا ان کا مکہ وہ رزم گاہیں تھیں جہاں مجاہدین جان کے نذرانے پیش کررہے تھے اور ان کا مدینہ وہ پھانسی گھر سے جہاں پکڑے جانے والے مجاہدین ملت اسلامیہ کی بقا کی خاطر پھانسی کے پھندوں کو چوم رہے تھے۔ کعبہ شریف نے زبان حال سے یہی بات ہند کے ایک بہت بڑے پیر صاحب سے کہی تھی جو ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد ہجرت کرکے ہند سے حجاز سے چلے گئے تھے ۱۸۹۰ء میں ان کے ایک مرید (جو بعد میں خود بھی بہت بڑے پیر ہوئے) کسی بات پر ان کا شکریہ ادا کرنے ہوئے عرض کرتے ہیں: مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی۔ اگر ہو سکے تو اس قدر مہربانی فرمائیں کہ خدا کرے یہ ہو جائے۔ (بڑے پیر صاحب نے) فرمایا: میں بھی تیس سال سے ایسی ہی کیفیت میں مبتلا ہوں (مہر منیر ص ۱۲۸ طبع پنجم اپریل ۱۹۸۷ء)۔ یعنی بڑے پیر صاحب، چھوٹے پیر صاحب سے فرماتے ہیں کہ میرا تو اپنا حال تیس سال سے (یعنی جب سے ہند سے آیا ہوں کیونکہ یہ بڑے پیر صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ کے معاً بعد ہند چھوڑ کر حجاز چلے گئے تھے) یہی ہے کہ مجھے طواف کعبہ کی طرف قلبی توجہ نہیں ہوتی میں تمہارے لئے کیا کرسکتا ہوں۔

آپ کو معلوم ہے کہ دل کو دل سے راہ ہوتی ہے اس لئے ہم سمجھتے ہیں کہ ان بڑے پیر صاحب کو طواف کعبہ کی طرف دلی توجہ اس لئے نہیں

ہوتی ہوگی کہ کعبہ شریف ان سے بے زار ہو کر زبان حال سے کہتا ہوگا کہ تم یہاں کیا کر رہے ہو؟ ہندوستان جاؤ اور اپنی قوم کے ساتھ جیو اور مرو۔

جو لوگ کہتے ہیں کہ شاہ محمد اسحاق دہلوی مرحوم نے ہند سے حجاز ہجرت کرتے وقت ایک بورڈ بنا دیا تھا جو ان کے بعد تحریک مجاہدین کی قیادت کرتا رہا وہ لوگ حقائق کی دنیا میں نہیں رہتے۔ شاہ صاحب کا احترام سر آنکھوں پر، لیکن وہ ہند سے گئے ہی کیوں؟ قوم کو ان کی یہاں ضرورت تھی مکہ میں بیٹھ کر انیسویں صدی کے ہند میں کسی بوڑ کے ذریعہ کام نہیں کیا جاسکتا تھا وہ کمپوٹر کا زمانہ تھا نہ ای میل کا، ریڈیو کا اور نہ ٹیلی گرام اور ٹیلی فون کا۔ کہ ملک سے باہر ہزاروں میل دور بیٹھ کر آج کے دور کی طرح اپنے ملک کے اندر اپنی جماعتوں کو چلایا جا سکے یا انہیں کنٹرول کیا جا سکے۔ ذرا سوچیے کہ انیسویں صدی کے ہند کا کوئی لیڈر مکہ میں بیٹھا ہو، اور ہند میں اس کی جماعت کو کسی معاملے میں رہنمائی کی ضرورت ہو، تو کیا ہوگا؟ ہندوستان سے کوئی قاصد بری اور بحری سفر کر کے کئی ہفتوں کے بعد مکہ شریف پہنچے گا اور اگر وہ بدؤوں سے بچ کر اپنے لیڈر سے ملاقات کر کے ضروری ہدایات لینے میں کامیاب ہو گیا تو پھر کئی ہفتوں کے سفر کے بعد وہ واپس ہند آ کر اپنے مرکز میں رپورٹ کرے گا۔ کیا اتنے عرصہ میں کار طفلاں تمام خواہد شد والا معاملہ نہیں ہو چکا ہوگا؟ کیا جان بلب مریخ خم آئے گا صراحی آئے گی پھر جام آئے گا کا گیت گاتے ہوئے عالم عقبیٰ نہیں سدھار چکا ہوگا؟ ان مشکلات اور مسائل کا شاہ اسحاق محدث کو بھی علم ہونا چاہیے اور ان لوگوں کو بھی جنہوں نے ان کی وفات کے بعد ان سے ایک بورڈ تشکیل دلوایا تھا۔ بہاء)

جن کتابچوں کی اوپر بات کی گئی ہے ان کے صفحہ اول پر جلی حروف میں ایک جملہ شرطیہ لکھا ہوا تھا جس نے مجھے چونکا دیا تھا جیسے ڈاکٹر عبدالرحمٰن بجنوری کے مقدمہ کلام غالب کا پہلا ہی جملہ قاری کو ورطۂ حیرت میں ڈال دیتا ہے، یہ جملہ تھا: برصغیر میں اگر وہابی نہ ہوتے؟۔ اسے مقالہ نگاری کی اصطلاح میں آپ: تحقیق کا بنیادی سوال، بھی کہہ سکتے ہیں اور اس سوال کا جواب ڈاکٹر صاحب نے اپنے ان لیکچرز میں بھرپور انداز میں دیا ہے۔ معلوم نہیں کہ یہ جملہ ڈاکٹر صاحب کی زرخیز فکر کا نتیجہ ہے، یا ناشر نے اپنی صوابدید کا استعمال کرتے ہوئے صفحہ اول کی زینت بنایا ہے۔

تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کے سلسلہ ہائے کتب میں حسن ترتیب و تالیف کے علاوہ ڈاکٹر صاحب کا تجزیاتی و تنقیدی شعور بھی جا بجا جلوہ گر ہے۔ اس کی ایک مثال پیش کرنا چاہوں گا۔ ہمارے ہاں یہ بات عام طور پر کہی اور لکھی جاتی ہے کہ برصغیر میں اسلام کی اشاعت صوفیاء کی مرہون منت ہے۔ اس بات کو ثابت کرنے کے لئے عجیب و غریب مبالغہ آمیزیاں کی جاتی ہیں۔ متصوفین سے تو گلہ نہیں کہ ان کا اکثر و بیشتر کاروبار ہی جھوٹ پر چلتا ہے لیکن حیرت ہوتی ہے کہ بعض معروف علماء اور محققین نے بھی ان مبالغہ آرائیوں کو جوں کا توں

تسلیم کرلیا ہے۔لیکن ڈاکٹر صاحب نے اپنے تنقیدی شعور سے ایسی کئی مبالغہ آمیز روایتوں کے غبارے سے ہوا نکالی ہے۔ چنانچہ تاریخ اہل حدیث کی دوسری جلد میں جناب محمد زکریا کاندھلوی رحمہ اللہ کی روایت سے ڈاکٹر صاحب نے نقل کیا ہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کے ہاتھ پر نوے (۹۰) لاکھ آدمی مسلمان ہوئے۔ پھراس پر تنقید کرتے ہوئے لکھا ہے کہ خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کی وفات کے وقت پورے ہندوستان میں مسلمانوں کی کل آبادی بھی نوے (۹۰) لاکھ نہیں۔ پھر اگر ساتویں صدی کے نصف اول میں صرف خواجہ معین الدین اجمیری رحمہ اللہ کے ہاتھوں پر مسلمان ہونے والوں کی تعداد نوے (۹۰) لاکھ ہو چکی تھی، تو اس کے سات صدی بعد یعنی چودھویں صدی کے نصف میں ان کی تعداد اکیس مرتبہ دوگنی ہو جانی چاہیے حالانکہ یہ تعداد پوری دنیا کی آبادی سے بھی زیادہ ہے (نوّے (۹۰) لاکھ کو ایک دفعہ دوگنا کرنے سے ایک کروڑ ۸۰ لاکھ۔ دو دفعہ دوگنا کرنے سے تین کروڑ ۶۰ لاکھ، تین دفعہ دوگنا کرنے سے سات کروڑ بیس لاکھ، چار دفعہ دوگنا کرنیسے ۱۴ کروڑ ۴۰ لاکھ۔ پانچ دفعہ دوگنا کرنے سے ۲۸ کروڑ ۸۰ لاکھ، چھ دفعہ دوگنا کرنے سے ۵۷ کروڑ ۶۰ لاکھ (یہ تعداد آج کے بنگلہ دیش، ہندوستان، نیپال، اور پاکستان میں مسلمانوں کی مجموعی آبادی کے لگ بھگ ہے) سات دفعہ دوگنا کرنے سے ایک ارب پندرہ کروڑ بیس لاکھ۔ آٹھ دفعہ دوگنا کرنے سے دوارب تیس کروڑ چالیس لاکھ ...)

میں (محمد سرور) نے سلسہ چشتیہ کے ایک صوفی اور عالم کے سامنے ڈاکٹر صاحب کی یہ تحقیق رکھی تو وہ گویا ہوئے کہ ہم اس تحقیق کو نہیں مانتے کیونکہ ہم نے یہ تعداد (نوے لاکھ ۔۹۰) لاکھ تواتر کے ذریعے حاصل کی ہے۔ اگر کوئی اس تعداد کا انکار کرتا ہے تو اس کے لئے ٹھوس ثبوت چاہیے۔ میں نے کہا کہ متواتر کی چار شرائط میں سے ایک شرط یہ ہے کہ ان یکو ن مستند خبر هم الحس (راویوں کی خبر کا دارومدار حس پر ہو) اب اس شرط کے مطابق آپ فرمائیے کہ پورے نوے (۹۰) لاکھ لوگوں کو خواجہ اجمیری کے ہاتھوں پر اسلام قبول کرتے ہوئے کس کس نے اپنی آنکھوں سے دیکھا؟ یا اگر یہ تعداد خود خواجہ اجمیری نے بیان کی ہے تو کس کس نے حاسۂ سمع استعمال کرتے ہوئے ان کی زبان سے یہ بات سنی ہے؟ ان کے پاس سوائے خاموشی کے کوئی جواب نہ تھا۔

اندازہ کیجئے کہ کہاں محدثین کے حدیث متواتر والی اصطلاح اور اس کے کڑے معیارات اور کہاں

دین خانقاہی والوں کا اس اصطلاح کو اپنی گپ بازیوں کے لئے استعمال کرنا۔ بینهما مفاوز تنقطع فیها اعناق المطی

اس میں کوئی شک نہیں کہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب جس نوعیت کا انسائیکلوپیڈیائی کام کر رہے ہیں ایسے کاموں کے لئے اکیڈیماں اور انجمنیں قائم کی جاتی ہیں اور ان کے لئے خطیر رقم مہیا کی جاتی ہے، لیکن ڈاکٹر صاحب یہ مکمل کام تن تنہا سرانجام دے رہے ہیں۔ طرہ یہ کہ برصغیر کی دینی اور مذہبی تاریخ پر اس قدر گرانمایہ کام کرنے والا مولف برصغیر سے سینکڑوں میل دور بیٹھا ہے۔ یقیناً اس کا اصل سبب اللہ کی عنایت کے بعد مولف کا اخلاص ہے جس کے ذریعے اسے یہ کام سرانجام دینے کی توفیق ملی ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ اس کام کو ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے لئے ذخیرہ آخرت بنائے اور انہیں تا دیر سلامت رکھے کہ ہم ان کی تحقیقات عالیہ اور گراں قدر نگارشات سے مستفید ہوتے رہیں۔

رقیمہ وداد

سر! کئی روز سے کچھ لکھنا چاہتا ہوں۔ موبائل اٹھاتا ہوں، پھر سوچتا ہی رہ جاتا ہوں کہ کیا لکھنا چاہتا ہوں۔ اس سیمابی کیفیت میں شبانہ روز گزرتے ہیں۔ شائد اس بے چینی کا سبب لمبی جدائی ہے کیونکہ میں جانتا ہوں کہ میرے دل میں آپ کی عقیدت کی روشنائی ہے، اور اسی سے میری زندگی میں رعنائی ہے

سر! شب کو چندر کا ہالہ اور دن کو صبح کا اجالہ مجھے آپ کی کمی کا احساس دلاتا ہے۔ آپ مجھے یاد آتے ہیں، پھر محبت و یگانگت کی جبل اور بھی راسخ ہو جاتی ہے اور ضمیر کی دیوی میرے سچل جذبوں کی امین ہو جاتی ہے تو نغمگی کا احساس ہونے لگتا ہے ۔

آپ ہمیں چاہو نہ چاہو یہ پریت نہ ہوگی کم۔

یادوں کے دریچہ سے آپ کی جھلک ہویدا ہوئی تو ساحت دل میں آپ کی خوشبو بکھر گئی۔خوشبو سے ذہن معطر ہوا،تو میری زندگی نکھر گئی۔شائداس لئے کہ مجھے آپ سے محبت تھی اور محبت ہےاوران شاءاللہ رہے گی۔
ماضی کا لمحہ لمحہ محبت ہے، پیار ہے، آپ کے ساتھ بیتے دنوں میں ایک جادو ہے۔ایک کشش سی ہے، ان لمحوں دنوں اور محفلوں میں پھر سے لوٹ جانے کو جی چاہتا ہے۔یوں لگتا ہے کہ حال کی تلخیوں پر ماضی کی مہک غالب آ گئی ہے۔اسی لئے آپ کی چاہتوں کی چھاؤں میں مجھے جینے کی آرزو ہوتی ہے۔شائداسی لئے ہی آپ کے ساتھ عمرہ شریف کے پروگرام خوابوں میں، باتوں میں اور میسج میں بناتا رہتا ہوں۔

سر! آپ کے شاگرد پورے وطن عزیز میں آپ کی خوشبو بکھیر رہے ہیں۔ پروفیسر ڈاکٹر نورالدین جامی ملتان، پروفیسر ڈاکٹر مقبول حسن گیلانی ملتان، پروفیسر ڈاکٹر خالد بہاولپور، پروفیسر ڈاکٹر عطاء الرحمٰن بہاولپور، پروفیسر رشید، پروفیسر صدیق بوریوالا، پروفیسر صفدر نیر، پروفیسر ناصرہ بورے والا، پروفیسر شمیم، پروفیسر ریحانہ قمر، پروفیسر مسرت جبین، پروفیسر شاہین ساہیوال۔ پروفیسر یاسمین، پروفیسر رضیہ شفیع محترمہ نجمہ نازلہ مرحومہ ہیڈمسٹریس کمالیہ،محترمہ کلثوم،محترمہ خالدہ،محترمہ آسیہ،۔محترمہ شازیہ،محمد چوہدری افضل پارلیمنٹ ہاوس اسلام آباد، چوہدری خالد محمواسٹیٹ بنک، چوہدری نذیر ...سر! یہ لوگ اسلامیات کے تھے جو مجھے یاد آئے۔دیگر مضامین کے طالب علم جو آپ کو اپنا آئیڈیل سرعام کہا کرتے تھے ہزاروں ہیں۔ پاکستان کے ہر بڑے ادارے اور شعبہ ہائے زندگی میں آپ سے فیض یاب ہونے والے والے موجود ہیں جیسے جیسے یاد آتے گئے لسٹ تیار کرونگا۔ان اشاءاللہ۔

خیر طلب۔محمد ظفر اقبال۔بورے والا

ارمغان ممبئی

جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی کے استاد شیخ جبران احمد رحمانی لکھتے ہیں:

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته۔

امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔اللہ آپ کو شفایابی سے نوازے۔لا باس طهور ان شاء الله۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ کا وجود جماعت اہل حدیث کے لئے شرف کی بات ہے،اللہ آپ سے جو کام لے رہا ہے وہ کام بھی مکمل نہیں ہوا ہے آپ کے سیال قلم سے نکلنے والا ایک ایک لفظ جماعت اہل حدیث کے لئے کسی ہیرے اور موتی سے کم نہیں۔اور آپ کی تصنیفات اس چیز پر دال ہیں۔

ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث کا جب ہم مطالعہ کرتے ہیں تو ایسا لگتا ہے جیسے علم کا دریا بہہ رہا ہے یہ دونوں کتابیں مکمل انسائیکلوپیڈیا ہیں اور برصغیر کی ہر لائبریری کی زینت بھی ہیں۔اللہ رب العالمین آپ کو لمبی عمر دے۔انہی سطور پر اکتفا کرتا ہوں کیونکہ میرے پاس الفاظ نہیں ہیں جن کے ذریعے میں آپ کی شان میں کچھ لکھ سکوں

خدا کرے تیری زندگی کے گلشن میں
خزاں نہ آئے سدا موسم بہار رہے

جزاك الله خيرا حياك الله اطال الله بقاءك و زاد في علمك و عملك، آمين۔

محبکم : جبران احمد رحمانی استاد جامعہ رحمانیہ کاندیولی ممبئی۔

راشدی ارمغان

محترم ڈاکٹر صاحب! امید ہے آپ بخیریت وعافیت ہوں گے

آپ کی طرف سے برادرم عبداللہ اختر صاحب کے توسط سے تحریک ختم نبوت کتاب کا نہایت ہی قیمتی اور عظیم شاہکار موصول ہو چکا ہے جس کے لئے ہم آپ کے بے حد شکر گزار ہیں۔ آپ کی اخروی نجات اور جنت کے استحقاق کے لئے آپ کی یہی ایک تصنیف کافی ہے۔ ان شاء الله العزيز

آپ کی طرف سے یہ کتاب بطور ہدیہ بہت زیادہ مقدار میں تقسیم ہوئی ہے اس اعتبار سے بھی آپ نہایت شکریہ کے مستحق ہیں لیکن اب ضرورت اس بات کی ہے کہ جن تک آپ کی طرف سے یہ نایاب تحفہ پہنچے وہ اسے مکمل پڑھ کر اسلحہ سے لیس ہو جائیں تاکہ بوقت ضرورت اسے بروئے کار لایا جاسکے اور امت کو چھپے ہوئے آستین کے سانپ اور دشمنان دین کی دشنام طرازیوں سے بروقت آگاہ کیا جاسکے

اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے نیز ہم آپ کی صحت کے لئے بھی دعا گو ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ کو صحت و عافیت کے ساتھ ایمان والی زندگی عطا فرمائے تاکہ تا دیر آپ دین کا دفاع کرنے اور اس کی چوکیداری والے منصب عظیم پر فائز رہیں۔

والسلام۔ ابوالمحبوب انور شاہ راشدی

مجلس التحقیق والتصنیف العالیۃ العلمیۃ۔ پیر آف جھنڈا سندھ۔

میرا نصیب: چوکیداری

رانا محمد انور صاحب حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

امام الانبیاء جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے چوکیدار،

تاجدار ختم نبوت کے دربان ،

عظیم مسلک کی عظیم شخصیت، عظیم باپ کا عظیم بیٹا،

قابل صداحترام جناب ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ،

جن کی لکھی گئی کتاب صدیوں یاد رکھی جائے گی ۔

اللہ رب العزت ان کو جلد از جلد صحت وتندرستی عطا فرمائے تا کہ وہ پھر سے بقیہ زندگی تاجدار ختم نبوت کا دفاع اور تحفظ کرتے ہوئے گزار دیں۔

آ مین ثم آ مین یا الہ العا لمین

ایک گرامی نامہ

ڈاکٹر شیخ نصراللہ خان مظفر حفظہ اللہ نے لکھا ہے:

السلام علیکم و رحمة الله و برکاته

سماحة الشيخ الدكتور العالى

بفضل الله و عونه و نصرته انت كنز الامة فى هذه الايام

و انت سليمان العصر فى مجال دفاع ختم النبوة

و جهودك اظهر من الشمس

و انت فى الحقيقة بهاء الدين

جزاك الله احسن الجزاء يوم الدين

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام على خير خلقه محمد و على آله و صحبه اجمعين۔

و الحمد لله رب العالمين

فقير بارگاه صمدى ۔ محمد بهاء الدين ۳۱ جنورى ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

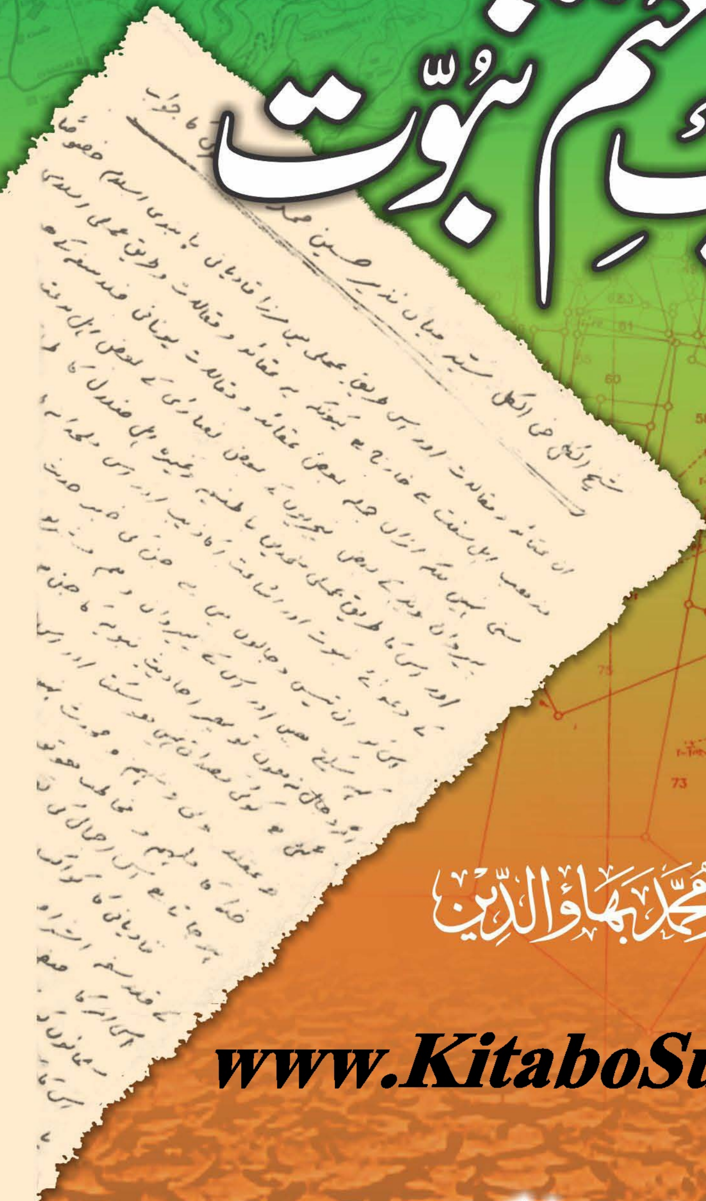

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

www.KitaboSunnat.com

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ و ہشتم (۵۸)

حجۃ الجبار

اصغر علی روحی اور ان کا قصیدہ

پیسہ اخبار لاہور سے چند مضامین

قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۲،۱۹۳۳ء (۱۹)

شہادات مرزا

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ وہشتم (۵۸)
	حجۃ الجبار
	اصغر علی روحی اور ان کا قصیدہ
	پیسہ اخبار لاہور سے چند مضامین
	قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۲،۱۹۳۳ء(۱۹)
	شہادات مرزا
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۱۳
سال طباعت	۲۰۱۹ء
زیراہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان | صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۹
حجۃ الجبار	۱۱
اصغر علی روحی اور ان کا قصیدہ	۲۲
پیسہ اخبار لاہور سے چند مضامین	۵۴
جناب مرزا غلام احمد صاحب	۵۴
جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لاہور میں	۵۵
پنڈت لیکھ رام اور مرزا قادیانی کی تصانیف	۵۶
پیشن گوئی جناب مرزا صاحب قادیانی	۵۸
پادری آتھم کے متعلق قادیانی پیشگوئی	۵۹
منکوحہ آسمانی کے شوہر کے متعلق قادیانی پیش گوئی	۶۰
سلطان محمد اور مرزا غلام احمد کی پیش گوئی	۶۱
آئندہ رمضان کے کسوف وخسوف	۶۲
پنجاب میں طاعون اور میرزا صاحب کا اعلان	۶۶
اس تحریر سے گورنمنٹ کو یا پبلک کو دھوکہ دینا منظور ہے	۷۲
چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد	۷۷

غایۃ المقصود	۷۸
پیر صاحب گولڑوی و مرزائے قادیانی	۷۹
سید مہر علی شاہ گولڑوی۔ غلام احمد قادیانی	۷۹
مرزا غلام احمد قادیانی کی زلزلہ کی پیش گوئی	۸۰
مرزا صاحب قادیانی اور مسلمانوں کے معتقدات	۸۳
ہفتہ وار گپ شپ	۸۵
مرزا صاحب قادیانی اور ان کے دعاوی	۸۶
اخبار اہل حدیث امرتسر سے	۹۱
نسل بدکاراں یعنی ذریۃ البغایا	۹۱
مودت نامہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری	۹۴
گاندھی جی اور مرزا قادیانی	۹۵
مسلم لیگ پر قادیانی اثر سوء	۹۷
مودت نامہ کا جواب	۹۹
ابطال دعوی مجددیت مرزا صاحب	۱۰۱
مرزائی علم کلام کا نمونہ	۱۰۳
مرزائیوں کیلئے انعام حاصل کرنے ایک نادر موقعہ	۱۰۷
جلسہ انجمن اہل حدیث بٹالہ میں قادیانی مباحثہ	۱۰۸
قادیانی جماعت کو ایک فیصلہ کن چیلنج	۱۱۱
قادیانی انعام	۱۱۳
مرزا صاحب کے دو خواص	۱۱۴
مرزا صاحب کا پروگرام	۱۱۷

مودت نامہ کا جواب	۱۲۱
مہر الدین بنام محمد علی لاہوری	۱۲۴
مکتوب مفتوح بنام عبدالرحمٰن (مہر سنگھ) قادیان	۱۲۶
تینوں میں سچا کون؟ مرزائی آریہ یا عیسائی؟	۱۲۷
جواب ٹریکٹ بخدمت مولوی محمد علی	۱۳۰
وزیر آباد پنجاب میں مناظرہ قادیانی	۱۳۶
مولوی محمد علی لاہوری کی تحریف قرآنی	۱۴۰
مرزائیوں سے مناظرہ اوران کی شکست	۱۴۲
مرزا محمود بطور منصف	۱۴۳
شریف اور محمود کی اشتہار بازی میں ہمارا محاکمہ	۱۴۴
قادیان کا انعام: عنقا صفت	۱۴۷
انعامی چیلنج کی حقیقت	۱۵۰
حقیقت دجال اور یاجوج ماجوج	۱۵۳
دلیر کون ہے؟ عیسائی یا مرزائی	۱۵۷
تاریخ مرزا اور فاروق قادیانی	۱۶۱
مرزا صاحب کی ترقی مدارج	۱۶۷
کتاب فیصلہ مرزا کی طلبی دمشق سے	۱۷۰
انعامی فیصلہ	۱۷۱
قلعہ نبوت مرزا پر گولہ باری	۱۷۲
مرزائی دوستو! خدا سے ڈرو	۱۷۳
پیدائش مرزا، اور تاریخ مرزا	۱۷۴

قادیانی تصویر کا اصلی رخ	۱۷۸
حضرت مسیح موعود عیسی بن مریم کا حج کرنا	۱۸۰
مرزا صاحب قادیانی کا مبلغ علم	۱۹۷
محبت نامہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری	۱۹۹
قادیان کا سہ صد انعام	۲۰۱
قادیانی اور لاہوری مرشد بھائیوں سے خطاب	۲۰۲
امت مرزا میں ایک جدید نبی	۲۰۶
ایک نبی کی پیش گوئی متعلق موجودہ سیاست	۲۰۹
ڈیرہ بابا نانک ضلع گورداسپور میں فساد	۲۱۱
مولانا سیالکوٹی اور مرزا قادیانی	۲۱۲
نمونہ اجتہاد مرزا صاحب	۲۱۳
قادیانی علماء سے ایک سوال	۲۱۵
قصیدہ یائیہ	۲۱۶
یوم تبلیغ مرزا	۲۱۸
محبت نامہ کا جواب غضب نامہ	۲۱۹
مرزا صاحب قادیانی بحیثیت مصنف	۲۲۱
رسالہ علم کلام مرزا پر اخبار العدل کی رائے	۲۲۳
بقیہ: قصیدہ یائیہ	۲۲۳
مرزا صاحب کا تصرف فی القرآن	۲۲۷
جدید رسول کی دعوت	۲۳۰
قادیانی تبلیغ: قابل توجہ جماعت اہلحدیث	۲۳۳

مباحثہ مونگ کا چیلنج	۲۳۴
مرزا قادیانی، میاں صاحب دہلوی، مولوی ثناء اللہ	۲۳۵
درخواست بخدمت میاں محمود اور مولوی محمد علی	۲۳۹
قادیانی رجعت قہقری	۲۴۰
توہین انبیاء کس نے کی	۲۴۱
بنارس میں تبلیغ قادیانیت	۲۴۴
صداء ایمان بجواب ندائے ایمان	۲۵۱
آریہ سماج اور جماعت احمدیہ کی کامیابی	۲۵۴
قرآن وحدیث اور پنجابی نبی	۲۵۶
قادیان کے ایک سوال کا جواب اور ہمارا سوال	۲۵۹
مرزا صاحب کے قرآنی معارف	۲۶۰
امت مرزائیہ جدید نبی کے سامنے کیوں خاموش ہے	۲۶۵
تصانیف ثنائیہ پر ایک جلیل القدر شہادت	۲۶۷
بقول مرزا داخلہ بہشت کے اسباب	۲۶۸
آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا جلسہ امرتسر میں	۲۷۱
امرتسر میں مرزائیوں کا سیرتی جلسہ	۲۷۲
انبیاء احمدیہ علیھم ا لآ لا م	۲۷۳
مولوی ثناء اللہ صاحب کو آریوں کا چیلنج	۲۷۵
امرتسری جلسہ مرزائیہ میں مار پیٹ	۲۷۷
جلسہ جمعیۃ اہل حدیث کلکتہ پر تبصرہ	۲۷۹
قادیانی تبلیغ	۲۸۳

شہادات مرزا	۲۸۶
پہلے مجھے دیکھئے	۲۸۶
دعوی مرزا صاحب	۲۸۷
باب اول: متعلق احادیث	۲۸۸
پہلی شہادت	۲۸۸
دوسری شہادت	۲۸۹
تیسری شہادت	۲۹۰
تتمہ باب اول	۲۹۲
دوسرا باب: قادیانی الہامات سے اسکے برخلاف شہادات	۲۹۴
دوسرا الہام : پانچویں شہادت	۲۹۶
تیسرا الہام : چھٹی شہادت	۲۹۷
ساتویں شہادت: اقوال مرزائیہ سے	۲۹۹
آٹھویں شہادت : مرزا صاحب کا اقبالی بیان	۳۰۱
نویں شہادت : حرمین شریفین کے درمیان ریل	۳۰۷
دسویں شہادت: قطعی فیصلہ	۳۰۹

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الا نبیاء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد اٹھاون (اور قادیانی مشن کی جلد انیس) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس کا آغاز حیدر آباد دکن سے شائع ہونے والے ایک مختصر کتابچے حجۃ الجبار سے کیا جارہا ہے جو اوس دیار میں ۱۳۱۸ھ اور ۱۳۲۵ھ کی بعض کاروائیوں کا مرقع ہے جو تردید قادیانیت میں وقوع پذیر ہوئیں۔

اس کے بعد مولانا اصغر علیؒ روحی (جو میاں نذیر حسین محدث دہلویؒ کے شاگرد بتائے جاتے ہیں) کے مختصر سوانح اور قال بعض المتنبئین کے عنوان سے ان کا عربی قصیدہ درردقادیانی مع اردو ترجمہ (از پروفیسر محمود الحسن عارف) احتساب قادیانیت کی جلد ۵۹ سے نقل کئے گئے ہیں۔

بعد ازاں لاہور کے پیسہ اخبار میں مرزا غلام احمد اوران کی قادیانیت کی حمایت و مخالفت میں شائع ہونے والی چند خبروں، مراسلات اور تبصروں کو نقل کیا گیا ہے جو ستمبر ۱۸۹۱ء سے اکتوبر ۱۹۰۶ء کے عرصہ میں اس اخبار میں شائع ہوئے تھے۔

اس کے بعد ۱۹۳۲ء۔۱۹۳۳ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دستیاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبد اللہ معمار، بابو حبیب اللہ کلرک امرتسری، حافظ فضل الرحمٰن لالہ موسی، مولوی مہر الدین آف میاں ونڈ، حافظ محمد حسن لاہور، سید محمد حسن شاہ مالاکنڈ، قاضی ضیاء الدین منڈوال کیمبل پور، ملک ہدایت اللہ وزیر آباد، غلام احمد خان بنگش ہنگو، ماسٹر نظام الدین کوہاٹی، مولوی خلیل احمد نظام آبادی، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی عبد العزیز قلعہ میہاں سنگھ، نواب محمد جہانگیر آف

مانگرول، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی ۔ مولانا غلام مصطفیٰ آف بدوملہی ، مولانا ابومسعود قمر بنارسی ، مولانا عبد الغفار خیری دہلوی، مولوی اقتدار حسین آف آگرہ، مولوی محمد عبدالکریم عاجز، مولانا صدیق احمد آف ڈھاکہ، مولوی محمد داود ارشد گوجرانوالہ وغیرھم کی نگارشات نقل ہوئی ہیں ۔ اور پنڈت آتمانند کی ایک تحریر بھی نقل کی گئی ہے۔ آخر میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا مشہور رسالہ: شہادات مرزا، شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین**

حجة الجبار

الحق یعلوا و لا یعلی

الحمد لله کہ یہ رسالہ منجانب اہل سنت موسوم بہ

حجة الجبار

بجواب فرقہ محدثہ قادیانیہ

مطبع فخر نظامی میں طبع ہوا

بسم اللہ الر حمن الر حیم ۔ جاء الحق و زهق البا طل ان البا طل كا ن زهو قا۔

دریںولا قادیانی گروہ کی ایک کتاب (جس کا نام بمضمون برعکس نہند نام زنگی کافور، انوار اللہ رکھا گیا ہےاور روہ حال ہی میں بمطبع عزیز دکن واقع حیدرآباد دکن طبع ہو کر شائع ہوئی ہے) دیکھی گئی۔افسوس کہ اوس کے بیباک مولف نے مولانا محمد انوار اللہ خانصاحب بہادر اوستاد حضرت بندگان عالی متعالی کی نسبت بہت کچھ گستاخانہ کلمات لکھے ہیں۔مگر ظاہر ہے کہ آفتاب پر خاک اڑانا گویا خود ہی کو خاک میں ملانا ہے۔اوسی کتاب کے ضمیمہ میں مولف نے مولانا سید محمد عمر قادری کو مخاطب کر کے یہ بھی لکھا ہے: (جس طرح اربعین میں آپ کو حضرت اقدس نے مباہلہ کے لئے بلایا ہے کیا آپ نے اوس کو منظور کرلیا ہے۔آئیں بائیں شائیں ادھر اودھر کی گپوں میں اس بلا کو اپنے سر سے ٹالا ہوگا۔آپ نے خط رجسٹری میں کیا لکھا تھا۔ذرہ چھپوائے اور سنائے ہم بھی تو سنیں..الخ)۔اس عبارت کے دیکھنے سے بہت سخت دکھ ہوا، کیونکہ چند ہی سال ہوئے کہ قادیانیوں کی درخواست مطبوعہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء جو منجانب مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی سکرٹری مجلس قادیانی اور نیز انکے شرکاء ڈیڑھ سو اشخاص کے نام سے شائع ہوئی تھی، اور اوس میں اونھوں نے جمیع علماء و

مشائخین ہندودکن کومخاطب کر کے ایک خاص امر (ازالہ مرض) کوتائیدآسمانی قرار دے کراوس کے مقابلہ کے لئے بلایا تھا، اوس کا کافی جواب منجانب اہل سنت حیدرآباد دکن بتاریخ ۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۸ھ دیا گیا۔ اور بذریعہ رجسٹری انگریزی نمبر ۷۵۵، جس کی رسید ہمارے یہاں موجود ہے، سکرٹری مذکور کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اوراوس میں خوداون کے پیشرو مرزا غلام احمد قادیانی کو مباہلہ مسنونہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اوراوس کے آخر میں صاف طور پر یہ بھی لکھا گیا تھا: (اس کے جواب کا انتظار سلخ جمادی الثانی ۱۳۱۸ ہجری تک کیا جائے گا۔ درصورت سکوت آپ کا اور آپ کے پیشرو کا مقابلہ سے عاجز اور اپنے دعوی میں کاذب ہونا مسلّم ہوگا) (جیسا کہ انہوں نے بھی اپنی درخواست مذکورالصدر کے صفحہ ے میں جواب کے لئے ایک میعاد یعنی لغایت ۱۸۔ اگست ۱۹۰۰ء لکھی تھی)۔ باوجود اس کے، اس وقت تک جو پانچ سال کا زمانہ ہے، مرزا صاحب یا اون کے سکرٹری مذکورالصدر کی جانب سے جھوٹے منہ بھی کچھ جواب نہ آیا۔ اور صدائے برنخواست کا پورا ظہور پانا ایک ایسا امر ہے کہ اوس نے ہم سب اہل سنت و جماعت کی جانب سے مرزا صاحب اوراون کے اتباع پر پوری حجت قائم کردی ہے۔ بایں ہمہ گروہ قادیانی کی یہ ہرزہ درائی جو رسالہ مذکور یا اوس کے ضمیمہ میں کی گئی ہے محض لغو اور ناقابل التفات ہے۔ مگر چونکہ اون لوگوں نے ہمارے خط رجسٹر مذکورالصدر کے طبع کرانے کی خودخواہش کی ہے، اس لئے وہ اس کے ساتھ شائع اور ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔ قادیانیوں کو چاہیے کہ عبرت کے ساتھ آنکھ نیچی کریں اوراپنا گریبان جھانکیں۔ ورنہ وہی بات جو کلام نبوت کا مفہوم ہے اور وہ کسی شاعر کے کلام میں یوں منظوم ہے

اذا لم تخش عافية الليالی
و لم تستحی فاصنع ما تشاء
فلا و اللہ ما فی العیش خیر
و لا الدنیا اذا ذھب الحیا

(جیسا کہ روایت کی امام بخاری نے عبداللہ بن مسعود سے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے ان مما ادرك الناس من كلام النبوة الا و لی اذا لم تستحی فا صنع ما شئت۔ یعنی جو بات کہ لوگوں نے قدیم نبوت کے کلام سے حاصل کی ہے، وہ یہ ہے کہ جب تو شرم نہ رکھے سو جو چاہے کر۔، جب تو انجام کار سے نہ ڈرے، اور نہ شرمائے سو جو چاہے کر۔ خدا کی قسم جب کہ حیا نہ ہو تو پھر زندگی میں کوئی خوبی نہیں ہے)

حضرات ناظرین !اس کوانصافانہ ملاحظہ فرمانے کے بعدضرور یہ نتیجہ پیدا کر سکتے ہیں کہ جس گروہ کا متبوع جواب مباہلہ سے عاجز رہاہو،اوس کے اتباع اگر کچھ لکھیں یا شائع کریں،تو کب اس قابل ہیں کہ اون کا پھر کچھ جواب لکھا جائے، یااوس طرف توجہ کی جائے۔مسلمانوں کو چاہیے کہ قادیانیوں کی تحریرات پر ہرگز توجہ نہ کریں اوراپنے دین وایمان کی حفاظت فرمائیں۔جس کے لئے یہی چاہیے کہ طریقہ مسنونہ کی پیروی سلف صالحین کی اقتداء سے اختیار فرمائیں اور علماء اہل سنت کی صحبت اوراونہی کے مولفہ ومصنفہ کتب سے فائدہ لیں۔ان کے سوادوسرے فریق محدثہ ضالہ کی صحبت سے پرہیز رکھیں۔قیامت کے پہلے ایسے اشخاص کاظہور جودین اسلام میں فساد برپا کرنے والےاورنئی نئی باتیں کہنے والے ہوں گےاحادیث نبویہ سے بخوبی ثابت ہےاوروہ وہی لوگ ہیں جونصوص قرآنیہ وحدیثیہ کی ایسی تاویلات کرتے ہیں جومخالف اقوال علماء کرام اور آئمہ عظام ہیں۔ اللھم اھد نا سواء الطر یق و اجعل لنا التو فیق خیر رفیق آ مین بحر مۃ النبی الا مین صلی اللہ تعا لی و علی آ لہ و صحبہ اجمعین ۔خاکسارسید عبدالجبار قادری کان اللہ حا مداً و مصلیاً و مسلماً ۔الجواب: بخدمت مولوی محمدعلی ایم اےایل ایل بی سکرٹری مجلس وجملہ شرکاء مجلس معتقدین مسیح قادیانی

فردا که پیشگاه حقیقت شود پدید
شرمنده رو که عمل بر مجاز کرد

ہم نے آپ لوگوں کی درخواست مورخہ ۲۷ جون ۱۹۰۰ء دیکھی جو بوجوہ ذیل بالکل مخدوش اورغیر قابل الالتفات ہے۔

۱۔درخواست مذکور کے صفحہ۳ میں حق جوئی کوتین ذرائع پر منحصرکیا گیا ہے:

خدا کی کتابیں،خداداد عقل،تائید آسمانی۔،

یہ انحصار غیر مسلّم ہے۔کیا وجہ ہے کہ احادیث نبویہ اوراجماع امت جومنجملہ ارکان علوم دین ہیں،حق جوئی کے اصول سے علیحدہ سمجھی جائیں۔

۲۔یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ خداداد عقل کس کا نام ہےاوروہ حق جوئی کا ذریعہ کس طرح بن سکتی ہے کیونکہ پہلے

تو آپ نے اوس کو احقاق حق کا ذریعہ ٹھہرایا اور پھر اپنے ثبوت دعوی کے لئے غیر ضروری سمجھا۔ دیکھو درخواست (۳و۵) (صفحہ۳ میں ہے: (یہ امر کسی پر) پوشیدہ نہیں کہ سنت اللہ کے موافق حق جوئی کے تین ذریعے ہیں۔ خدا کی کتابیں، اور خداداد عقل، اور خدا کی آسمانی تائیدیں)۔ اور صفحہ ۵ میں بعد ذکر طریق اول کے یوں لکھا ہے (پھر اس کے بعد دوسرا طریق احقاق حق اور ابطال باطل کا عقلی استدلال ہے، سو اوس کے ذکر کی کچھ ضرورت نہیں)

۳۔ان ذرائع ثلاثہ سے آپ نے اپنے دعوی کے ثبوت میں صرف ایک ہی طریقہ (تائید آسمانی) کو اختیار کیا ہے جس کی وجہ ایسی بتائی گئی ہے کہ اول تو اوس سے صریح مصادرہ علی المطلوب لازم آتا ہے۔ بھلا جو لوگ کہ قادیانی صاحب کے مسیح ہونے کے سرے سے منکر ہوں، اون کے روبرو آپ کا یہ کہنا کہ وہ مسیح حکم ہیں۔، بالکل ہمون آش درکاسہ کا مضمون ہے جس کو کوئی ادنی سمجھ والا بھی تسلیم نہیں کرسکتا۔ اور پھر حکم کے ایسے معنی کئے گئے کہ قرآن وحدیث سے بالکل چھٹی مل گئی۔ کیونکہ آپ کے روبرو قرآن وحدیث کی جو دلیل پیش کی جائے اوس کو لامحالہ آپ لوگ یا اپنے پیشرو کی بے اصل تاویل سے ماول ٹھہرائیں گے یا حدیث موضوع قرار دیں گے جیسا کہ درخواست کے صفحہ (۴، ۵) سے ہوا ہے (ص۴ میں یہ عبارت ہے: غرض ہم نے اپنے نور ایمان سے خوب سمجھ لیا ہے کہ نصوص قرآنیہ وحدیثیہ کے رو سے جس قدر ہمارے امام کا دوسرے علماء سے اختلاف ہے، اس اختلاف میں اول تو تمام قرآن اور کافی حصہ احادیث کا ہمارے امام کے ساتھ ہے، پھر اگر بعض احادیث جو دراصل قرآن کے مضمون سے بھی مخالف ہیں، کوئی باتیں بیان کرتے ہوں تو ان کی ہمیں بالکل پرواہ نہیں کرنی چاہیے کیونکہ اس حکم (ثالث) کا یہ حق ہے کہ اوس علم کے ساتھ جو خدا سے اوس نے پایا ہے، ایسی حدیثوں کو رد کرے اگرچہ وہ دس لاکھ یا اس سے بھی زیادہ ہوں۔،،،

اور صفحہ مذکور کے حاشیہ میں یہ نوٹ دی گئی ہے: ہمارے امام کو مہدی ہونے کا بھی دعوی ہے، جیسا کہ مسیح ہونے کا دعوی ہے۔ مگر اون کا یہ دعوی نہیں کہ میں فاطمی ہوں جو جہاد کرنے والا ہے۔ بلکہ وہ ان تمام حدیثوں کو مجروح اور موضوع سمجھتے ہیں جو حکومت طلب لوگوں کے لئے عباسیوں کے عہد اور دوسرے زمانوں میں بنائی گئیں۔ ہاں اون کو اوس عظیم الشان مہدی ہونے کا دعوی ہے جو مسیح موعود بھی ہے)

پس صفحہ ۶ میں آپ کا یہ قول (نقلی طور پر آپ مغلوب ہو چکے ہیں) محض لغو ہے۔

۴۔آپ لوگوں کا تائید آسمانی کو صرف ایک ہی مصداق (ازالہ مرض) کے ساتھ خاص کرنا جیسا کہ صفحہ ۶ میں مرقوم ہے: (چند بیمار مصیبت زدہ باتفاق فریقین منتخب ہو کر بطور قرعہ اندازی اون کو اس طرح پر تقسیم کرلیں کہ نصف اون میں سے ہمارے امام الوقت کے حصے میں آویں، اور نصف اون میں سے آپ لوگوں کے حصے میں آویں اور اسی جلسہ میں فریقین دعا کریں کہ: یا الہی! ان دونوں گروہوں میں سے جو سچا گروہ ہے، اوس کی دعا کی قبولیت ظاہر فرما، اور اوس کو غالب کر۔،، اس دعا کے بعد اگر کسی فریق کے حصہ کے

مصیبت زدہ جلد یا دیر سے سب کے سب ان مصیبتوں سے رہائی پا جائیں یا اکثر رہائی پائیں، تو وہی فریق صادق سمجھا جائے گا)۔ اول تو یہ ایک بے دلیل بات ہے۔ اور پھر علی فرض التسلیم جو صورت کہ خاص کی گئی ہے وہ بقول آپ ہی کے پیشرو کے تائید آسمانی نہیں بن سکتی بلکہ ایک مسمریزم کا عمل ہے جس کو خود آپ کے پیشرو مکروہ و قابل نفرت سمجھتے ہیں گو اس فعل کو حضرت عیسی علیہ السلام کی طرف منسوب بھی کیا ہے لیکن اپنے کو روحانی طریق پسند ہونے سے ایسے اعمال کا کارہ لکھا ہے چنانچہ ازالۃ الاوہام کے حاشیہ صفحہ ۵۔۶ میں مرقوم ہے:

عمل الترب میں جس کو زمانہ حال میں مسمریزم کہتے ہیں ایسے ایسے عجائبات ہیں کہ اوس میں پوری پوری مشق کرنے والے اپنی روح کی گرمی دوسری چیزوں پر ڈال کر اون چیزوں کو زندہ کے موافق کر دکھاتے ہیں۔ انسان کی روح میں کچھ ایسی خاصیت ہے کہ وہ اپنی زندگی کی گرمی ایک جماد پر جو بالکل بے جان ہے، ڈال سکتی ہے۔ تب جماد سے وہ بعض حرکات صادر ہوتے ہیں جو زندوں سے صادر ہوا کرتے ہیں۔ راقم رسالہ ہذا نے اس علم کے بعض مشق کرنے والوں کو دیکھا جو اونہوں نے ایک لکڑی کی تپائی پر ہاتھ رکھ کر ایسا اپنی حیوانی روح سے اوسے گرم کیا کہ اوس نے چارپائیوں کی طرح حرکت کرنا شروع کر دیا۔ اور کتنے آدمی گھوڑے کی طرح اوس پر سوار ہوئے، اوس کی تیزی اور حرکت میں کچھ کمی نہ ہوئی۔ سو یقینی طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ اگر ایک شخص اس فن میں کامل مشق رکھنے رکھنے والا مٹی کا ایک پرند بنا کر اوس کو پرواز کرتا ہوا بھی دکھا دے تو کچھ بعید نہیں۔ کیونکہ کچھ اندازہ نہیں کیا گیا کہ اس فن کے کمال کی کہاں تک انتہا ہے اور جب کہ ہم خود بچشم خود دیکھتے ہیں کہ اس فن کے ذریعہ سے ایک جماد میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے اور وہ جانوروں کی طرح چلنے لگتا ہے، تو پھر اگر اوس میں پرواز بھی ہو، تو بعید کیا ہے۔

اور اوسی کے حاشیہ صفحہ ۶ میں ہے: اس جگہ یہ بھی جاننا چاہیے کہ سلب امراض کرنا یا اپنی روح کی گرمی جماد میں ڈال دینا درحقیقت یہ سب عمل الترب کی شاخیں ہیں۔ ہر ایک زمانے میں ایسے لوگ ہوتے رہے ہیں اور اب بھی ہیں جو اس روحانی عمل کے ذریعے سے سلب امراض کرتے رہے ہیں۔ اور مفلوج مبروص مدقوق وغیرہ اون کی توجہ سے اچھے ہوتے رہے ہیں۔ جن لوگوں کی معلومات وسیع ہیں وہ میرے اس بیان پر شہادت دے سکتے ہیں کہ بعض فقراء نقش بندی و سہروردی وغیرہ نے بھی ان مشقوں کی طرف بہت توجہ کی تھی اور بعض ان میں

یہاں تک مشاق گذرے ہیں کہ صدہا بیماروں کو اپنے یمین ویسار میں بٹھا کر صرف نظر سے اچھا کر دیتے تھے ۔اورمحی الدین ابن عربی صاحب کو بھی اس میں خاص درجہ کی مشق تھی ۔اولیاءاوراہل سلوک کی تواریخ اور سوانح پرنظرڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ کاملین ایسے عملوں سے پرہیز کرتے رہے ہیں ۔مگربعض لوگ اپنی ولایت کا ایک ثبوت بتانے کی غرض سے ،یاکسی اورنیت سے ان مشغلوں میں مبتلا ہو گئے تھے ۔اوراب یہ بات قطعی اور یقینی طور پرثابت ہوچکی ہے کہ حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الہی ،الیسع نبی کی طرح اس عمل الترب میں کمال رکھتے تھے ۔گوالیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے ۔

اوراوسی کے حاشیہ صفحہ ۹ میں ہے :مگر یادرکھنا چاہیے کہ یہ عمل ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس عمل کو مکروہ اورقابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا تعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا ۔(ناظرین ان اقوال سے معلوم کرسکتے ہیں کہ کس قدربیباکانہ اورحضرت عیسی جیسے اولوالعزم پیغمبر کی شان میں گستاخانہ کلمات ہیں جوحد کفر تک پہنچاتے ہیں ۔نعوذ باللہ)

اوراوسی کے صفحہ ۱۰ میں ہے :واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت براخاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اورجسمانی مرضوں کے رفع دفع کرنے کے لئے اپنے دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنے اون روحانی تاثیروں میں جوروح پراثر ڈال کرروحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اورنکمہ ہو جاتا ہے اورامر تنویر باطن اورتزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اوس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے ۔

اوراوسی کے صفحہ ۲۲ میں ہے :غرض یہ اعتقاد بالکل غلط اورفاسد اورمشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اوراون میں پھونک مارکراونہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا ۔نہیں ،بلکہ صرف عمل الترب تھا جوروح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا ۔(یہ حضرت عیسی کے اوس معجزہ کا انکار ہے جو بنص قرآنی ثابت اورعلماءاسلام کا مسلّم امر ہے)

غرض یہ کہ ازالہ مرض جب کہ خود تمہارے پیشرو کے قول سے لائق اعتبار نہ رہا بلکہ ایک مسمریزی عمل قرار پایا جس کے عامل صدہا اس زمانہ میں بھی موجود ہیں اورجس میں اس قدراثر ہے کہ جمادات تک بھی متحرک ہوتے ہیں تو پھر کس طرح تائید آسمانی قرار پاسکتا اور تمہارے ثبوت مدعی کا مدار بن سکتا ہے ۔سخت حیرت کا مقام ہے کہ جس چیز سے آپ کے پیشرو متنفر ہوں ،اوسی کو آپ لوگ تائید آسمانی قرار دیویں ۔

مزید براں اس مقابلہ تائید آسمانی میں آپ نے شرط اول (یعنی صفحہ ۶ کی یہ عبارت: رہائی پانے والے کا نام بذریعہ الہام پہلے سے ظاہر کیا جائے) جو لگائی ہے وہ بھی آپ کے پیشرو کے قول سے لائق اعتبار نہیں ہے۔ دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۲۱۱، ۲۱۲ جس کی عبارت یہ ہے: اس جگہ پیغمبر خدا ﷺ کے بیان سے بخوبی ثابت ہو گیا جو وحی کشف یا خواب کے ذریعہ سے کسی نبی کو ہووے، اوس کی تعبیر کرنے میں غلطی بھی ہو سکتی ہے۔،

اور یہ عبارت: اس حدیث میں بھی آنحضرت ﷺ نے صاف طور پر فرما دیا کہ کشفی امور کی تعبیر میں انبیاء سے بھی غلطی ہو سکتی ہے۔،

اور اوسی کے صفحہ ۶۳ و ۶۴) میں ہے: اور حقیقت مقصودہ سے بے نصیب رہنے والے وہی لوگ ہوتے ہیں کہ جو یہ چاہتے ہیں کہ حرف حرف پیش گوئی کا ظاہری طور پر جیسا کہ سمجھا گیا ہو پورا ہو جائے، حالانکہ ایسا ہرگز نہیں ہوتا۔،

اور صفحہ ۶۹، ۷۰ میں ہے: جس قدر دنیا میں ایسے نبی یا ایسے رسول آئے جس کی نسبت پہلی کتابوں میں پیش گوئیاں موجود تھیں اون کے سخت منکر اور اشد دشمن وہی لوگ ہوئے ہیں کہ جو پیش گوئیوں کے الفاظ کو اون کی ظاہری صورت پر دیکھنا چاہتے تھے۔،

اور حاشیہ صفحہ ۶۳ سے ۷۱ تک یہ لکھا ہے جس کا ملخص یہ ہے:

اب یہ جاننا چاہیے کہ دمشق کا لفظ جو مسلم کی حدیث میں وارد ہے یعنی صحیح مسلم میں یہ جو لکھا ہے کہ حضرت مسیح دمشق کے منارہ سفید مشرقی کے پاس اتریں گے۔ پس واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبہ کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں جن کے دلوں میں اللہ و رسول کی کچھ محبت نہیں اور احکام الٰہی کی کچھ عظمت نہیں جنہوں نے اپنی نفسانی خواہشوں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے اور اپنے نفس امارہ کے حکموں کے ایسے مطیع ہیں کہ مقدسوں اور پاکوں کا خون بھی اون کی نظر میں سہل اور آسان امر ہے اور آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اور خدا تعالیٰ کا موجود ہونا اون کی نگاہ میں ایک پیچیدہ مسئلہ ہے جو انہیں سمجھ میں نہیں آتا... الی ان قال۔ اب پہلے ہم یہ بیان

کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالی نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان ہے۔ خدا تعالی خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اوس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور یہ بھی مدت سے الہام ہو چکا ہے کہ انا انز لناہ قریباً من القادیان و بالحق انزلناہ و بالحق نزل و کان وعد اللہ مفعولا ۔یعنی ہم نے اوس کو قادیان کے قریب اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اتارا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا۔ گویا یہ فقرہ اللہ جل شانہ نے الہام کے طور پر اس عاجز کے دل پر القا کیا ہے کہ انا انزلناہ قریبا من القادیان اس کی تفسیر یہ ہے کہ انا انزلناہ قریباً من دمشق بطرف شرقی عند المنارۃ البیضاء۔ کیونکہ اس عاجز کی سکونتی جگہ قادیان کے مشرقی کنارہ پر ہے منارہ کے پاس۔

اور صفحہ ۷۶ کے حاشیہ میں ہے: پھر اس کے بعد الہام کیا گیا کہ ان علماء نے میرے گھر کو بدل ڈالا میری عبادت گاہ میں ان کے چولھے ہیں میری پرستش کی جگہ میں ان کے پیالے اور ٹھوٹھیاں رکھی ہوئی ہیں۔ اور چوہوں کی طرح میرے نبی کی حدیثوں کو کتر رہے ہیں۔ ٹھوٹھیاں وہ چھوٹی پیالیاں ہیں جن کو ہندوستان میں سکوریاں کہتے ہیں۔ عبادت گاہ سے مراد اس الہام میں زمانہ حال کے اکثر مولویوں کے دل ہیں جو دنیا سے بھرے ہوئے ہیں

الغرض جب کہ بقول تمہارے پیشرو کے خود انبیاء کے پیش گوئیاں لائق تاویل ٹھہریں چنانچہ دمشق، قادیان قرار پایا۔ وغیرہ وغیرہ اور اون پیش گوئیوں میں غلطی بھی ممکن ہوئی، بالخصوص خود تمہارے پیشرو کے الہامات تاویلات سے پر ہیں، جن میں سے مشتے نمونہ ہم نے تھوڑے سے الہامات اوپر نقل کئے ہیں تو پھر الہام یا اخبار بالغیب کا کیونکر اعتبار کیا جائے اور ایسی بے اعتبار چیز پر کس طرح اتنے بڑے دعوی کا ثبوت موقوف رکھا جائے۔ اور بصورت تسلیم بروقت مقابلہ ہر شخص اپنے الہام سے رہائی پانے والے مریضوں کی تعیین نام بنام جو کرے گا تو بقول تمہارے پیشرو کے اوس میں تاویل کی گنجائش رہے گی۔ پس ممکن ہے کہ بعد اچھے ہونے مریضوں کے اگر کچھ اوس تعیین میں غلطی ظاہر ہو تو وہ شخص تاویل سے اوس کی توفیق و تطبیق کر دے جس میں بڑی وسعت ہے مثلاً رہائی پانے والے مریض کا نام جو بذریعہ الہام عبدالحکیم بتلایا جائے، اور بجائے

اوس کے عبدالحلیم اچھا ہو، یا یہ کہ غلام احمد بتلایا جائے اور وہ ہلاک ہو کر بجائے اوس کے غلام احمد اچھا ہووے، تو اس میں حسب قاعدہ آپ کے پیشرو کے تاویل کی بڑی گنجائش ہے۔ یعنی بلحاظ ترکیب اضافی وغیرہ تطبیق کا عمدہ موقع ہے بخلاف دمشق وقادیان وغیرہ وغیرہ کے کہ بالکل مناسبت معدوم ہے۔ طرفہ یہ کہ صفحہ ۶ ؟ ازالہ اوہام میں آپ کے پیشرو کہتے ہیں (اس سے زیادہ تر قابل افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اوس قدر صحیح نکل نہ سکیں) پس ضرور ہوا کہ مثیل مسیح کی پیش گوئیاں بھی اکثر غلط نکلیں کہ مماثلت اسی کے مقتضی ہے۔

۵۔ درخواست کے صفحہ ۶ کے حاشیہ میں اس مقابلہ تائید آسمانی کے لئے آپ لوگوں کا یہ قید لگانا (سب مل کر مقابلہ کریں متفرق طور پر ہر ایک سے مقابلہ نہیں ہوگا)

اور صفحہ ۸ میں یہ شرط لگانا: اور آپ لوگوں کی طرف سے میاں نذیر حسین دہلوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی اور دوسرے وہ تمام نامی علماء بھی حاضر ہوں جنہوں نے فتوی تکفیر پر مہریں لگائیں۔ یا اب مکفر یا مکذب ہیں۔

اوس سے آپ کے پیشرو کے اوس اشتہار کی تکذیب ہوئی جاتی ہے جس کو اونہوں نے حصہ اول ازالہ اوہام کے ساتھ چسپاں کیا ہے جس کی عبارت یہ ہے:

اگر آپ لوگ مل جل کر یا ایک ایک آپ میں سے اون آسمانی نشانیوں میں میرا مقابلہ کرنا چاہیں جو اولیاء الرحمٰن کے لازم حال ہوا کرتے ہیں تو خدا تعالی تمہیں شرمندہ کرے گا اور تمہارے پردوں کو پھاڑ دے گا۔،

اب نہ معلوم کہ آپ کا کلام سچا ہے یا آپ کے پیشرو کا۔ کیا عجب ہے کہ جس طرح آپ کے پیشرو قرآن وحدیث کے نصوص کو تغیر وتبدل کر سکتے ہیں اوسی طرح آپ لوگ جو اون کے اتباع ہیں خود اون کے اقوال کو ردو بدل کر سکتے ہوں۔ پھر تو بحث کی ضرورت ہی کیا ہے کہ ہر چیز کے محو واثبات پر اپنا ہی قبضہ ہے۔ معاذ اللہ منھا۔ علاوہ یہ کہ یہ قیود صاف کہہ رہے ہیں کہ آپ لوگوں کو حقیقت ظاہر کرنا منظور نہیں ہے کیونکہ آپ جیسے چند صاحبوں کے سوا جتنے ہیں وہ سب مکذب ہیں پھر اتنے لوگوں کی ایک جائے فراہمی خصوص مختلف المذاہب فرقے مثلاً مقلد وغیر مقلد وغیرھم کا اتفاق محض دشوار ہے۔ داعی خیر وطالب حق کے لئے تو ان قیود کی کوئی ضرورت نہیں ہے ہر شخص کی تسکین کر دینا گو منفرداً ہی آوے اوس کے ذمہ واجب ولازم ہے

الحاصل: آپ نے جس صورت کو تائید آسمانی قرار دیا تھا وہ تو بشروطہا خود آپ کے پیشرو کے اقوال سے غیر معتبر نکلی و غلط ٹھہری جس پر آپ کی درخواست بلکہ دعوی کی تر کی تمام ہوگئی کیونکہ آپ نے ثبوت دعوی میں صرف تائید آسمانی ہی کو اپنا مدار بنایا تھا اور اوس کیلئے ایک صورت خاص پیش کی تھی فجاء الحق و زھق البا طل ان البا طل کان زھو قا

اب لیجئے ہماری بھی سنئے اور اظہار حق کے لئے اگر تائید آسمانی اور یہ کہ خدا کس کے ساتھ ہے اور اوس کا مقدس ہاتھ کس کے سر پر ہے، دیکھنا منظور ہو تو طریق ماثور کو اختیار کیجئے۔ یعنی وہ امر آسمانی جس کیلئے ہمارے نبی پاک ﷺ صاحب لولاک روحی فداہ بمقابلہ منکرین دین حق مامور تھے یعنی مباہلہ جو بحوائے آیہ کریمہ

فمن حاجك فيه من بعد ما جاء ك من العلم فقل تعا لوا ند ع ابناء نا و ابنائكم و نساء نا و نساء كم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكا ذبين

قرآن پاک سے مستفاد ہے، اوسی کو تائید آسمانی قرار دینا اور اپنے نبی پاک کی اتباع کرنا چاہیے تا کہ احقاق حق اور ابطال باطل بطریق کامل ہو جائے اور جو عقوبت آجلہ کو فریق باطل کے لئے مقرر ہے عاجلاً اسی دار دنیا میں اوس کو پہنچ جائے ہم یقیناً خداوند کریم جل شانہ کو گواہ رکھ کر آپ کے پیشرو کو مخاطب کرتے اور یہ کہتے ہیں کہ ادھر ہمارے بعض حضرات اس مباہلہ کے لئے اس بلدہ حیدر آباد میں آمادہ ہیں۔ پھر کیا دیر ہے۔ بسم اللہ مرد میدان بنیں اور مباہلہ کے لئے آئیں اور خدا پاک جلّت عظمته سے رفع اختلاف چاہیں۔ مگر ضرور ہے کہ جب تک کسی فریق کو غلبہ نہ ہو لے، اور دوسرا ہلاک نہ ہووے، تب تک وہ دونوں فریق کے سرگروہ اوسی ایک جائے پر رہیں، اور اپنی اپنی دعاؤں اور روحی اثروں سے ایک دوسرے پر اثر ڈالیں۔ اور چاہیے کہ دعا کی قبولیت اور روحی اثر کے پورا ہونے کے لئے دونوں جانب کے پیشوا ترک غذا کریں، تا کہ فیصلہ کو دیر نہ ہو، اور جھوٹے سچے کا بہت جلد ظہور ہو۔ آپ کے پیشرو کو تو مثیل خاتم النبیین ﷺ جن کی شان میں انی ابیت عند ربی یطعمنی و یسقینی ہے (میں اپنے رب کے پاس رات رہتا ہوں وہ مجھ کو کھلاتا اور پلاتا ہے)..ہونے کا دعوی ہے۔ معاذ اللہ عنہا۔ لیکن ہمارے علماء حضرات کو تو غلامی کی نسبت ہے پھر دیکھیں کہ غذا اور روحی و نوری سے کون اپنے

جسم کی پرورش کرتا ہے، اور کون پس پا ہو جاتا ہے۔ یہ ہے امر ربانی، یہ ہے تائید آسمانی، کہ پھر چون و چرا کا موقع ہی باقی نہ رہے۔ اللھم ار نا الحق حقاً و ار زقنا اتبا عه و ار نا البا طل با طلاً وارزقنا اجتنا به آ مین و السلا م علی من اتبع الد ین و صلی الله تعا لی علی سید نا محمد و آ له و صحبه ا جمعین ۔

اس کے جواب کا انتظار سلخ جمادی الثانی ۱۳۱۸ھ تک کیا جائے گا۔ درصورت سکوت آپ کا آپ کے پیشرو کا مقابلہ سے عاجز اور اپنے دعوی میں کاذب ہونا مسلّم ہوگا۔

الراقم: سید عبدالجبار قادری معتمد مجلس اہل سنت و جماعت حیدر آباد دکن ساکن محلّہ قاضی پورہ قریب ڈیوڑھی عبد اللہ بن علی بمکان جناب مولانا سید شاہ محمد عمر قادری۔

شرکاء مجلس کے اسماء گرامی جن کی طرف سے میں معتمد ہوں، مفصلاً بروقت طبع درج ہوں گے۔

مرقوم: ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۱۸م ۔ ۱۳۔ اگست ۱۹۰۰ء روز دوشنبہ دستخط سید عبدالجبار قادری۔ لال دروازہ۔ شاہ الٰہی بخش قادری عقب مسجد چوک۔ سید صلاح الدین شطاری۔ دبیر پورہ۔ سید غلام غوث شطاری دبیر پورہ۔ سید محمد علی شاہ شطاری دبیر پورہ۔ سید محمد عثمان۔ محلّہ قاضی پورہ۔ سید محمد عمر قادری۔ قاضی پورہ۔ محمد حنیف قادری۔ شاہ یحی قادری، محلّہ قاضی پورہ۔ سید محمد باقر۔ سید اسد اللہ۔ سید غلام غوث نقشبندی۔ سید امجد علی۔ حکیم رکن الدین قادری۔ مولوی رشید الدین قادری۔ مولوی میر احمد علی۔ مولوی سید عبدالباقی قادری۔ مولوی ظاہر الدین قادری۔ مولوی غلام محی الدین قادری۔ مولوی عبدالعزیز۔ مولوی ڈاکٹر محمد عبدالرحمٰن۔ مولوی علی حسین قادری۔ شیخ احمد قادری۔ مولوی سید حسن وکیل۔ سید ندیم اللہ۔ سید شاہ بہار شطاری۔ حافظ محمد امین قادری۔ مولوی صدر الدین۔ مولوی عبدالحفیظ۔ مولوی عبدالصمد۔ مولوی زین العابدین۔ مولوی غلام دستگیر منصب دار۔ مولوی محمد یسین۔ مولوی عبدالقدیر۔ حافظ احمد شریف، مولوی سید محمد بن نعمت اللہ۔ مولوی ہیثم صاحب عرب۔ مولوی جعفر علی۔ سید محی الدین قادری۔ حاجی عباس علی۔ حکیم خواجہ علی۔ قاری محمد عبدالقادر۔ حاجی محمد مدنی۔ حاجی غلام محبوب۔ حاجی غلام حسین۔ محمد غوث۔ منشی عبدالقادر۔ منشی عبدالرحمٰن۔ سید محمد ابوالبقا۔ حاجی بشیر چاؤس۔ میر عسکر علی۔ سید محبوب علی۔ عبداللہ۔ خواجہ محمود۔ حافظ محبوب۔ سید احمد علی۔ کریم الدین۔ منشی عباس علی۔ محمد علی۔ فقیر محمد۔ شیخ فرید۔ احمد علی۔ عبدالوہاب، سید عبداللہ، حبیب ...صاحب۔ سید غوث۔ فیروز علی۔ محمد غوث۔ غلام نبی، حسن

علی ۔حسام الدین ۔حبیب عمر ۔عمرہ صاحب ۔مہتاب علی قادری ۔غلام محی الدین ۔غلام دستگیر ۔ولی محمد ۔محمد یوسف ۔رحمان خان ۔برہان الدین ۔محمد حنیف ۔عبدالرحمٰن سوداگر ۔عبدالغنی سوداگر ۔محمد سرور ،غوث الہ دین داروغہ ۔شیخ ابوبکر ۔حاجی علی ۔مبارک شاہ عبدالروف ۔احمد حسین ۔محمد سلار ۔حاجی علی ۔شیخ محبوب ۔فقیر عبداللہ ۔حاجی محمد یعقوب ۔محمد فیض الدین ۔شمس الدین منصب دار ۔سید حیدر علی ۔بہادر علی خان ۔محمد یوسف ۔صاحب حسین ،شیخ حسین دفعدار ۔نصیر الدین ۔محمد حسین صدیقی ۔کمال محمد جمعدار پلٹن ۔غلام محی الدین ۔محمد علی ۔عبدالرحمٰن ۔سید غوث دفعدار ۔شہاب الدین جمعدار ۔سید عباس ۔محبوب علی ۔عبدالغفور ۔شیخ مہتاب ۔سردار خان ۔شیخ فرید الدین ۔احمد علی ،عبدالقادر ،میر فضل علی ۔غلام نبی ۔علی بن ناصر ،حاجی عبدالمومن ۔محمد حیات خوش نویس ۔فضل علی ،کریم الدین ۔حاجی اسلم ۔سعید ۔عبدالرحیم ۔محمد حسن ،شہاب الدین ،غلام محی الدین ،محمد قاسم ،فقیر عبداللہ ،مرزا جہاندار علی بیگ ۔سالم بن محمد مسقطی ۔شیخ امام ۔سید برہان ۔سید نور ۔محمد اسماعیل ۔محمد بن احمد ۔۔غلام حسین ،احمد حسین ،داؤد ۔محمد یعقوب ۔غلام رسول ۔شیخ داؤد ۔عبدالرحمٰن ۔سید قمر الدین ۔ احمد محی الدین ۔محمد خان ۔شیخ سلیمان ،یوسف ۔لطیف ۔محمد خواجہ ۔۔جناب خیراتی ۔محمد حیات علی ۔عمر نواز خان ۔محمد محبوب علی ۔سید شاہ محمود ۔محمد عبدالقدیر صدیقی ۔مولوی مصطفیٰ قادری

....

پروفیسر اصغر علی روحی اور ان کا قصیدہ

مولانا اصغر علی ضلع سیالکوٹ کے رہنے والے تھے ۔۱۸۷۱ء میں ولادت ہوئی ۔چھوٹی عمر میں لاہور آ گئے ۔صرف ونحو پڑھنے کے بعد اورئینٹل کالج میں داخلہ لیا ۔اور ۱۸۹۲ء تک منشی ،منشی فاضل مولوی فاضل بی او ایل ،ایم او ایل وغیرہ کی ڈگریاں حاصل کیں ۔مولانا عبدالحکیم کلانوری ،مولانا غلام قادر بھیروی ،مولانا فیض الحسن سہارن پوری مولانا مفتی محمد عبداللہ ٹونکی ،مولانا نذیر حسین دہلوی رحمہم اللہ تعالی ایسے یگانہ روزگار

حضرات سے مولانا روحی نے اکتساب علم کیا۔۱۸۹۲ء میں اورئینٹل کالج میں پڑھانے لگے۔انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسوں میں مولانا محمد حسین آزاد،مولانا الطاف حسین حالی،مولانا شبلی نعمانی،نواب بہاولپور، نواب محسن الملک سے رابطہ ہوا تو آپ کے علم کے جوہر کھلنے لگے اور شعر گوئی نے شہرت حاصل کر لی۔

(احتساب قادیانیت جلد ۵۹ ص ۱۱۔۱۲)

مولانا روحی ایک ماہوار رسالہ شائع کرتے تھے جس کا نام الہدی تھا۔اس میں ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے رسالہ الذکرالحکیم کے بارے میں آپ نے لکھا:

ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب ایم بی اسسٹنٹ سرجن فرسٹ گریڈ ریاست پٹیالہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے مقابلہ میں الذکرالحکیم کے نام سے ایک رسالہ نمبر ۶ شائع کیا ہے۔اس رسالہ میں انہوں نے نہایت صحت کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کی عیاریوں کا تارو پود کھول کر دکھایا ہے۔چونکہ واقعات مندرجہ بر بنائے عینی شہادت کے قلم بند ہوئے ہیں اس لئے ان میں عدم صحت کا گمان نہیں چل سکتا۔یہ رسالہ بالخصوص ان کم استعداد لوگوں کے لئے جو اس شخص کے دعاوی پر پھسل جایا کرتے ہیں اور اس کے مریدوں کو جواب دینے پر معذور ہو جاتے ہیں ایک نہایت مفید آلہ ہے۔

ہمیں یقین ہے کہ مرزا قادیانی کے مرید یا تو سرے سے پڑھنے کی تکلیف ہی نہ اٹھائیں گے یا پڑھ کر دیوار پر دے ماریں گے اور دو چار صلواتیں سنا دیں گے جو ان لوگوں کا شیوہ قدیم ہے۔مگر ہم کہتے ہیں کہ یہی امر اس رسالہ کی صداقت کی دلیل ہے۔ڈاکٹر عبدالحکیم کو چاہیے کہ اس کے جواب کی امید نہ رکھیں۔ قل موتوا بغیظکم پر عمل کریں۔مرزا اور مرزائیوں نے آج تک نہ تو کسی کا جواب دیا ہے نہ دے سکتے ہیں۔مگر یقین سمجھ لیں کہ ایسے رسالہ کا اثر عام طبائع پر نہایت مفید ثابت ہوتا ہے۔ فجزاہ اللہ خیر الجزاء۔

رسالہ مذکور بقیمت چار آنے علاوہ محصول ڈاک منیجر مطبع عزیزی تراوڑی ضلع کرنال سے مل سکتا ہے

(الہدی جلد ۵ نمبر ۴ ص ۴۵)

نزول مسیح کی احادیث اور مرزا قادیانی

اسی ماہوار رسالہ (الہدی ج۴نمبر۶ص ۳۷تا۳۹) پر مولانا اصغر علی روحی کا یہ فتوی شائع ہوا

سوال: کیانزول مسیح کی حدیث، مرزا لام احمد قادیانی کی موید ہے؟

جواب۔ جوامر نص آیت یانص حدیث یا اجماع علمائے امت مرحومہ سے پایہ ثبوت تک پہنچ جائے اس میں ایمان دار کو چون و چرا کرنے کا کوئی موقع نہیں ہونا چاہیے ہاں آیت وحدیث کا بروئے اصول عربیت موازنہ کر کے صحیح معنی کا استنباط کرنا ضروری ہے اور علی ہذا اجماع کی صحت کا معیار جو علمائے اصول نے قرار دیا ہے، مد نظر رہنا چاہیے اور اگر مخالف کجروی کرنے لگے تو اسے مرکز اصول سے نہ ملنے دینا چاہیے کیونکہ یہ یقیناً صحیح ہے کہ تمام اہل بدعت و ہوا ہمیشہ اصول سے بھاگا کرتے ہیں اور اگر کہیں اصول ان کے موافق پڑتا ہے تو وہاں شیر کی طرح اہل حق کے مقابلہ کے لئے تیار ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ اصول کہ الفاظ ہمیشہ اپنے معانی حقیقت پر محمول ہوں گے الاّ اس صورت میں کہ معنی حقیقی کے لینے سے کسی دیگر نص یا اجماع کی مخالفت لازم آئے یا صریح عقل کے روسے کوئی محال لازم آتا ہو کیونکہ اس صورت میں ضرورتاً ہمیں لفظ کو مجازی معنی پر محمول کرنا پڑے گا اور وہ معنی مجازی منجملہ ان اقسام مجاز کے ہوں جن کی تفصیل کتب اصول میں مندرج ہے۔ مثلاً نزول مسیح کی حدیث میں مسیح علیہ السلام کے متعلق یکسر الصلیب (یعنی مسیح علیہ السلام صلیب کو توڑیں گے) وارد ہے۔ مگر مرزا غلام احمد یہ معنی لیتا ہے:

لفظ مسیح سے، مسیح ابن مریم مراد نہیں بلکہ مسیح بروزی مراد ہے۔ یعنی ایسا شخص جس میں مسیح علیہ السلام کے کمالات جلوہ گر ہوں گے۔ کسر صلیب سے مراد یہ ہے کہ وہ نصاری کو دلائل کی رو سے مغلوب کرے گا۔

مگر جب یہ سوال کیا جائے کہ کسر صلیب کو حقیقی معنی پر محمول کرنے سے کون سا امر مانع ہے؟ دیکھو جب پیغمبر ﷺ مکہ فتح کیا تو بیت اللہ کے اندر جس قدر بت تھے سب کو پاش پاش کرادیا اور شرک کے تمام آثار مٹادیئے۔ اسی طرح اگر مسیح ؑ نازل ہو کر کفر کے آثار کو مٹائیں گے، تو اس میں کون سی خرابی لازم آتی ہے۔ اگر کسر صلیب

سے دلائل کے ساتھ مغلوب کرنا مراد ہے تو یہ کون سی نئی بات ہے، کیونکہ شروع اسلام سے آج تک علمائے امت دلائل قاطعہ کے ساتھ نصاری کا رد لکھتے رہے ہیں اور اس قدر لکھا ہے کہ اب نہ تو کوئی نیا اعتراض پیش ہوتا ہے اور نہ اس کا کوئی شخص نیا جواب دیتا ہے نصاری کے اعتراضات اسلام و بانی اسلام کے برخلاف مشہور و معروف ہیں اور ان کے جوابات اظہر من الشّمس ہیں چنانچہ اہل علم خوب واقف ہیں کہ پادری لوگ ہمیشہ انہیں چند ایک چبائے ہوئے مضمون کو بار بار چبایا کرتے ہیں ہم نے آج تک کوئی نیا اعتراض نہیں سنا جس کو بزرگان سلف نے نہایت زور کے ساتھ رد نہ کر دیا ہو اور موجودہ صدی کے علماء میں کئی ایک بزرگواروں نے عیسائیوں کا ایسا ناک میں دم بند کیا ہے کہ بجز گریز کے عیسائیوں کو کوئی صورت نظر نہیں آئی شیخ الاسلام ابن تیمیہ کی کتاب الجوا ب الصحیح لمن بد ل دین المسیح ، کیا اہل کتاب کے رد میں کچھ کم ہے؟ ابن حزم کی ملل ونحل نے جو خامہ فرسائی کی ہے اور جو جو الزامات نصاری پر قائم کئے ہیں کیا نصاری کی شکست کیلئے کافی نہیں؟ موجودہ زمانہ میں آلوسی بغدادی اور مولوی رحمت اللہ مہاجر کیرانوی کے مباحثات ایسے نہیں کہ عیسائیوں کے مقابلہ میں ہمیں کوئی نئی تیاری کرنی پڑے؟ انہیں جوابات کو کانٹ چھانٹ کر کے موجودہ علماء نصاری کی تردید بخوبی کر سکتے ہیں اہل یورپ کا فتنہ وفساد جو مذہب اسلام میں رخنہ انداز ہو رہا ہے سوا سے نصاری سے کچھ تعلق نہیں ۔ بلکہ وہ علوم جدیدہ کے توسط سے حملے کیا کرتے ہیں اور وہ حملے مقدس اسلام کی نسبت مسیحیت پر سب سے پہلے عائد ہوتے ہیں اور علوم فلسفیہ تو ہمیشہ مذہب کے پہلو بہ پہلو چلا گئے ہیں مگر مذہب ہی ہمیشہ غالب رہا

سچ ہے آدمی جب جھوٹ بولتا ہے تو اسے جھوٹ کو سچ بنانے کے لئے کئی ایک اور جھوٹ گانٹھنے پڑتے ہیں قادیانی نے اپنے تئیں بروزی مسیح قرار دیا تو یہ سوچا کہ مسیح کے کمالات میں مردوں کو زندہ کرنا اور کوڑھیوں اندھوں کا تندرست کرنا بھی قرآن میں مذکور ہے مخالفین معجزہ کی استدعا کریں گے تو نہایت بے باکی کے ساتھ الفاظ کو ان کے غیر مقصود معانی پر حمل کیا اور یہ ظاہر کیا کہ اس سے دل کے اندھوں اور کوڑھیوں کا تندرست کرنا مقصود ہے ورنہ درحقیقت مسیح معجزہ نہیں دکھاتے تھے مگر ساتھ ہی اس کے یہ بھی کہتا ہے کہ وہ مسمریزم کا عمل کیا کرتے تھے اگر میں اس عمل کو حقیر نہ سمجھتا تو مسیح سے کم نہ تھا (عجیب تناقض یہ کہ) ہم کہتے ہیں کہ

علمائے امت نے بدلائل ثابت کر دیا ہے کہ کاذب خرق عادات کا حامل نہیں ہے کتب اللہ لا غلبن انا و رسلی ۔دیکھو کہ ہر زمانہ کا فلسفہ اپنے اپنے وقت میں مذہب کا مقابلہ کرتا رہا مگر مذہب بدستور اسی حالت پر قائم رہا اس کے اصول میں سرمو فرق نہیں آیا اس لئے مرزا کا یہ کہنا کہ وہ عیسائیت کو توڑ ڈالے گا دعوی بلا دلیل ہے جو ہرگز قابل سماعت نہیں کیونکہ مرزا کی اس قدر خامہ فرسائی سے عیسائیت میں کچھ فرق نہیں آیا عیسائی بدستور اپنی کاروائی کئے جارہے ہیں اور اگر کہا جائے فی حد ذاتہ حق کو باطل سے علیحدہ کر کے دکھانا مقصود ہے خواہ عیسائی مانیں یا نہ مانیں تو ہم کہتے ہیں کہ یہ کام تو قرآن مجید نے بزمانہ حیات نبوی پورا کر دکھایا تھا اور بعد ازاں علماء اسلام ہمیشہ ایسا کرتے رہے۔مرزا نے کون سی نئی بات کی جس سے وہ مستحق نبوت ہو گیا؟ ہاں یہ بات ضرور ہے کہ آنے والا مسیح تمام اختلاف کو دور کر کے مختلف فرقوں کو ایک بناوے گا مگر مرزا نے مسلمانوں میں ایسی تفریق پیدا کر دی کہ سلام طعام کلام وغیرہ سب کچھ مریدوں سے چھڑوا دیا۔ چنانچہ اب انہیں مسلمانوں سے کسی قسم کا تعلق نہیں رہا۔ انا للہ و انا الیہ راجعون۔،

(احتساب قادیانیت جلد ۵۹۔ص ۱۴۔۱۷)

مولانا اصغر علی روحی ۱۹۳۱ء میں ریٹائر ہوئے۔۳۰ مئی ۱۹۵۴ء لاہور میں وفات پائی اپنے گاوں کٹھالہ گجرات میں مدفون ہیں۔

مولانا رفیق دلاوری نے لکھا ہے: مولانا اصغر علی پروفیسر اسلامیہ کالج ریلوے روڈ لاہور نے بھی اعجاز احمدی کے جواب میں ایک قصیدہ شائع کیا اس قصیدہ کا مطلع یہ تھا

تسیر الی ربع الحبیب الزوامل

فیالک شوقاً ھیجتہ المنازل

(اونٹنیاں منزل حبیب کی طرف جارہی ہیں۔اللہ رے وہ شوق جس کو منازل نے ابھارا ہے۔)

(آئمہ تلبیس۔ص ۶۶۸ طبع ۲۰۱۰ء ملتان)

پھر آگے چل کر مولانا رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

ایک مرتبہ انہوں نے (مولانا روحی نے) مرزا کی بعض عربی کتب میں سے شرمناک قسم کی غلطیاں نکال

کر مرزا غلام احمد قادیانی کو لکھ بھیجیں۔

مرزا قادیانی نے اخبار الحکم ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۵ میں یہ لکھ کر ان سے پیچھا چھڑایا کہ: نہ میں عربی کا عالم ہوں اور نہ شاعر ہوں ۔،

ایک دفعہ انہوں نے مرزا قادیانی کے رسالہ حمامة البشری کی غلطیاں نکال کر مرزا غلام احمد کے حواری خواجہ کمال الدین کو خفا کر دیا تھا۔ (آئینہ تلبیس ص ۲٦۸)

رئیس قادیان جلد ۲ صفحہ ۵۵۵۔۵۵۸ مرتبہ مولانا رفیق دلاوری میں لکھا ہے:

مرزا غلام احمد، سخن سازی اور پروپیگنڈہ بازی کے فن میں تو طاق تھے لیکن علمی استعداد سے ایک بڑی حد تک بے نصیب تھے۔ البتہ مولوی حکیم نورالدین اور مولوی محمد احسن امروہی مرزائیوں میں ذی علم اور صاحب استعداد ہستیاں مانی جاتی تھیں اور یہی وہ دو شہپر تھے جن کے سہارے الہامی صاحب اتنا زمانہ فضائے تعلیٰ میں پرواز کرتے رہے۔ پھر ان دونوں میں حکیم نورالدین کو خاص اہمیت حاصل تھی۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ وہی مرزائیت کی عمارت کے بانی و موسس تھے۔ اور مرزا غلام احمد تو محض آلہ کار اور کٹھ پتلی کا حکم رکھتے تھے جب حکیم صاحب پیچھے سے ڈوری کھینچتے تو یہ پتلی حرکت میں آجاتی۔

ایک مرتبہ حکیم نورالدین لاہور تشریف لائے اور کشمیری دروازہ میں منشی محرم علی چشتی کے مکان پر ٹھہرے۔ مولوی محرم علی سے حکیم صاحب کی پرانی دوستی تھی۔..

جب حکیم صاحب لاہور آ کر محرم علی چشتی کے مکان میں ٹھہرے، تو مولانا اصغر علی ان کے دیکھنے کے لئے گئے .. ان کے جانے سے پیشتر مولوی زین العابدین مدرس عربی اسلامیہ ہائی سکول دروازہ شیرانوالہ لاہور (جو مولوی غلام رسول ساکن قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ کے اقرباء میں سے تھے۔) حکیم صاحب سے گفتگو کر رہے تھے۔ مولوی زین العابدین اچھے لسّان اور مقرر نہ تھے۔ ایک سوال کے جواب میں مولوی زین العابدین نے کہا کہ اس سے تو ترجیح بلا مرجح لازم آئے گی۔ حکیم نورالدین صاحب نے کہا کہ ترجیح بلا مرجح تو محض منطقیوں کا ایک ڈھکوسلا ہے۔ ترجیح بلا مرجح جائز ہے۔

مولوی زین العابدین نے پوچھا: وہ کیسے؟ حکیم نورالدین صاحب نے دو روپئے جیب سے نکال کر

ہاتھ پر رکھے اور مولوی زین العابدین صاحب سے کہا ایک اٹھا لیجئے۔ انہوں نے ایک روپیہ اٹھایا۔ حکیم صاحب نے پوچھا، اس دوسرے کو کیوں نہیں اٹھایا؟ مولوی صاحب سے کچھ جواب نہ بن پڑا۔ مولانا اصغر علی ایک طرف بیٹھے تھے، مولوی زین العابدین سے کہنے لگے مولوی صاحب کہہ دیجئے کہ ارادہ ازلی اس کے اٹھانے سے متعلق تھا۔ دوسرے سے متعلق نہیں تھا۔ یہی وجہ ترجیح ہے۔

حکیم نورالدین نے کہا بس صاحب! یہ ٹھیک نہیں۔ یا یہ بولیں یا آپ خود گفتگو کر لیں۔ مولوی زین العابدین، مولانا روحی سے کہنے لگے: اچھا آپ آ کر گفتگو فرمایئے۔ اس مجلس میں فقیر جلال الدین مجسٹریٹ بھی موجود تھے وہ بولے ہاں مولوی صاحب آپ آیئے اور گفتگو فرمایئے۔ غرض مولانا روحی کو زبردستی ان کے مقابل کر دیا۔

اس سے پیشتر حکیم صاحب بہت لافیں مار چکے تھے کہ ہم نے مصر سے منطق کی ایک نئی کتاب منگوائی ہے جس میں منطقیوں کی متعدد تھیوریاں غلط اور باطل ثابت کی گئی ہیں اور اس سلسلہ گفتگو میں وہ امام غزالی اور امام رازی پر بھی ہاتھ صاف کر گئے تھے۔ روحی صاحب نے سوال کیا کہ آپ نے منطق کو باطل کہا ہے۔ کیا ساری منطق باطل ہے، یا اس کے کوئی خاص قواعد یا اس کو کوئی حصہ؟ حکیم نورالدین صاحب نے کہا یہ بتانا تو مشکل ہے کہ منطق کا کتنا حصہ باطل اور کتنا صحیح ہے۔

مولانا اصغر علی روحی نے فرمایا کہ یہ نہیں بتلا سکتے تو ممکن ہے کہ آپ اثنائے گفتگو میں کسی سوال کے جواب میں کہہ دیں کہ یہ غلط اصول پر مبنی ہے میں اس کو نہیں مانتا۔ اس لئے جب تک یہ مسئلہ صاف نہ ہو جائے کہ آپ کون کون سے اصول مانتے ہیں اور کون کون سے نہیں مانتے، اس وقت تک گفتگو بیکار ہے۔ حکیم صاحب لاجواب ہو گئے اور سوچنے لگے.. (تب) روحی صاحب نے کہا اسی برتے پر آپ نے امام غزالی اور امام رازی پر حملہ کر دیا تھا یہی آپ کی استعداد ہے؟ آپ کو تو مڈل والے لڑکوں کے برابر بھی لیاقت نہیں۔ یہ سن کر مولوی محرم علی چشتی اور فقیر جلال الدین کہنے لگے نہیں مولوی صاحب جانے دیجئے ایسا نہیں ہے۔ چونکہ نماز عصر کا وقت قریب تھا یہ لوگ کہنے اچھا کسی دوسرے موقع پر گفتگو ہو گی۔ مولانا روحی چلے آئے اور یہ خبر بجلی کی رو کی طرح شہر میں پھیل گئی کہ روحی صاحب نے حکیم نورالدین کو پچھاڑ دیا۔

پھر دوسری مرتبہ حکیم نورالدین حویلی کابلی مل میں آ کر اقامت پذیر ہوئے صوفی غلام محی الدین و

کیل انجمن حمایت اسلام لاہوراور مولوی زین العابدین مذکور، روحی صاحب کے مکان پر گئے اور کہا کہ حکیم نور الدین آئے ہوئے ہیں آپ چل کر مرزا کے دعاوی کے متعلق ان سے گفتگو کیجئے۔ مولانا روحی نے کہا اغلب ہے کہ حکیم صاحب گفتگو پر راضی نہیں ہوں گے۔ مولانا روحی نے ان کے کہنے پر حکیم صاحب کو رقعہ لکھا کہ مرزا غلام احمد کے دعاوی باطلہ کے متعلق میں آپ سے گفتگو کرنا چاہتا ہوں۔ حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ چونکہ آپ میرے پیر کی توہین کرتے ہیں اس لئے میں آپ سے گفتگو نہیں کرنا چاہتا۔

اس کے بعد ۱۹۱۵ء میں (یہاں کتابت کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ حکیم نور الدین ۱۹۱۴ء میں فوت ہوئے اسلئے یہ واقعہ ان کی موت سے پہلے کا ہوگا۔ بہاء) حکیم صاحب لاہور آئے۔ مولانا روحی سے ان کے ایک شاگرد نے کہ حکیم نور الدین آئے ہوئے ہیں۔ اگر آپ ان سے گفتگو کرنا چاہیں تو میں جا کر دریافت کروں؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں جا کر پوچھو۔ وہ گیا اور ظہور الدین اکمل مرزائی سے جا کر اس خواہش کا اظہار کیا۔ اکمل کہنے لگے، واقعی مولوی اصغر علی مناظرہ کرنا چاہتے ہیں؟ شاگرد نے کہا ہاں واقعی چاہتے ہیں۔ قاضی ظہور الدین نے حکیم صاحب سے اس کا ذکر کیا۔ انہوں نے فرمایا ہم کسی مولوی سے گفتگو کرنا نہیں چاہتے۔ اصغر علی ہو یا کوئی اور۔ اس وقت بابو عبدالحق اکاونٹنٹ نے جو کئی سال تک مرزائی بلکہ مرزا کے خاص حواری رہ کر تائب ہوئے تھے، مرزا غلام احمد کے رد میں ایک رسالہ چھپوایا تھا اور وہ شہر بھر میں مفت تقسیم کرا رہے تھے۔،

مولانا محمد عالم آسی نے الکاویہ علی الغاویہ جلد اصفحہ ۸۴۔۸۵ میں لکھا ہے:

جب مرزائیوں کو مدّ میں شکست فاش ہوئی تو مرزا غلام احمد قادیانی کو بڑا طیش آیا اور عربی نظم میں تک بندی لگانی شروع کر دی۔ فرط جوش غضب میں پانچ سو سے زیادہ شعر لکھ مارے جن میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو دل کھول کر گالیاں دیں۔ اور جب وہ بخار نکل گیا تو اپنے دعاوی کی رٹ لگانی شروع کر دی۔ اخیر میں جب اس سے فارغ ہوئے تو پیر مہر علی گولڑوی اور سید علی حائری اور مولوی اصغر علی صاحب روحی وغیرہ کو کوسنا شروع کر دیا...

(مرزا قادیانی کا) یہ قصیدہ نام کو تو الہامیہ اور اعجازیہ ہے مگر اس قدر شاعرانہ انداز سے گرا ہوا ہے کہ اگر کسی غلط شعر کا حوالہ دینا ہو تو اس قصیدے سے بڑھ کر کوئی مصالحہ موزوں نہ ہوگا۔ بایں ہمہ مرزا قادیانی نے اپنی ہمہ دانی کا یوں

غرور دکھلایا تھا کہ لوگوں کو بڑی عجلت کے ساتھ ویسا ہی جواب لکھنے پر دعوت دی جس کا جواب مولوی اصغر علی روحی اور دیگر بزرگوں نے لکھا اور اخبارات میں شائع کیا اور عموماً اہل علم نے اس کو اس لئے نظر انداز کر دیا کہ غلط اشعار کا جواب کیا دیا جائے۔

پھر اسی کتاب میں مولانا محمد عالم آسی نے مرزا کے قصیدہ اعجازیہ سے ۲۲ اشعار نقل کئے ہیں اور ان کی غلطیاں نکالی ہیں۔ان اشعار میں شعر نمبر ۹ میں تین بزرگوں کا نام آتا ہے یعنی مولوی محمد حسین بٹالوی، قاضی ظفر الدین اور مولانا اصغر علی روحی۔ وہ شعر یہ ہے

فـــفـــكـــر بـــجـــهـــدك خـــمـــــس عشـــرـــة ليـــلة

فـــنـــــاد حسيـــنـــــاً او ظـــفـــرا او ا صـــغـــر

مرزا غلام احمد اپنے مخالفین کو اپنی مختلف تحریروں کے ذریعے خوب کوستے اور گالیاں تک بھی دیا کرتے تھے۔ چنانچہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں:

اب ہم ان مولوی صاحبوں کے نام ذیل میں لکھتے ہیں جن میں سے بعض تو اس عاجز کو کافر بھی کہتے ہیں اور مفتری بھی۔ اور بعض کافر کہنے سے سکوت اختیار کرتے ہیں مگر مفتری اور کذاب اور دجال نام رکھتے ہیں۔ بہر حال یہ تمام مکفرین اور مکذبین مباہلہ کے لئے بلائے گئے ہیں اور ان کے ساتھ وہ سجادہ نشین بھی ہیں جو مکفر یا مکذب ہیں۔ وہ لوگ جو مباہلہ کے لئے مخاطب کئے گئے ہیں یہ ہیں: مولوی نذیر حسین دہلوی، شیخ محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی عبد الحق حقانی مفسر دہلوی، مولوی ثناء اللہ امرتسری، مولوی عبد الجبار غزنوی، مولوی اصغر علی لاہوری، مولوی عبد الواحد غزنوی، مولوی عبد الحق غزنوی، مولوی عبد اللہ ٹونکی، حافظ عبد المنان وزیر آبادی، مولوی دلدار علی الوری۔ یہ کل ۵۸ نام ہیں جن میں مولانا اصغر روحی کا نام نمبر ۱۹ پر ہے...

اس کے بعد ایک خط شروع ہوتا ہے جو انجام آتھم ص ۲۶۶ تا ۲۷۳ پر شائع ہوا ہے جو عربی میں ہے اور اسکے نیچے بین السطور فارسی ترجمہ کیا گیا ہے۔اس خط کا عنوان ہے:

الـمكتـو ب الـى عـلـمـاء الهـنـد و مشـا ئخ هذه البلا د و غير هـا من البلا د الاسلا ميه ۔

اسکے بعد ایک ہمزیہ قصیدہ ہے۔اس خط میں تسعة رهط من الا شرار کے زیر عنوان بعض علماء کو برا بھلا کہا گیا ہے۔جن میں چند کے نام یہ ہیں ۱۔رسل بابا امرتسری ۲۔مولوی اصغر علی لاہوری ۳۔مولوی محمد حسین بٹالوی۔ ۴۔مولوی نذیر حسین دہلوی۔۵۔مولوی عبد الحق دہلوی۔۶۔مولوی عبد اللہ ٹونکی۔۷۔مولوی احمد علی سہارن پوری۔۸۔مولوی سلطان الدین جے پوری۔۹۔مولوی محمد احسن امروہی۔۱۰۔مولوی رشید احمد گنگوہی۔۱۱۔شیخ اللہ بخش تونسوی۔۱۲۔شیخ غلام نظام الدین تونسوی۔،مولوی رسل پر دو صفحے،مولوی اصغر علی پر تین صفحے مولوی محمد حسین بٹالوی پر ساڑھے دس صفحے۔اس کے بعد باقیوں پر ایک ایک یا دو سطریں دی گئی ہیں۔

(ملاحظہ ہو انجام آتھم: ۲۴۱۔۲۵۲)

(مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارت کا ایک حصہ یوں ہے:

وكان فى هذه الديار تسعة رهط من الاشرار وكانوا مفسدين فى الارض ولا ينتهجون مهجة الخيار وما كانوا صالحين و وجدتهم فى الكبر والاباء كالجملة المتناسبه الاجزا او كامراض متشابهة فى الخبث والايذاء ورئيت كانهم من المعادين المعتدين فمنهم رجل امر تسرى يقال له رسل بابا انه امرء لا يعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة الذين اشرت اليهم رجيل يقال له اصغر۔ وانه يزعم فى محافل واملاء فسيعلم كيف يجعل من الاصغرين ....ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوى و جارغوى يقال له محمد حسين وقد سبق الكل فى الكذب والمين وانه ابى واستكبر واشاع الكبر واظهر حتى قيل انه امام المستكبرين ورئيس المعتدين ورائس الغاوين هو الذى كفرنى قبل ان يكفر الآخرون....فيا ايها الشيخ والمفترى البطال الم يان لك ان تتوب وتلين البال.... ثم اعلم ايها الشيخ الضال والدجال البطال ان الثمانية الذين هم ثمار عودك و وقود وقودك الذين ادخلوا فى التسعة المخاطبين فمنهم شيخك الضال الكاذب نذير المبشرين ثم الدهلوى عبد الحق رئيس المتصلفين ثم عبد الله التونكى ثم احمد على السهارنپورى من المقلدين ثم سلطان المتكبرين الذى اضاع دينه بالكبر و التوهين ثم الحسن الامروهى الذى اقبل على اقبال من لبس الصفافة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضى كالذئاب۔ وآخرهم الشيطان الاعمى والغول الاغوى يقال له رشيد الجنجوهى وهو شقى كالامروهى ومن الملعونين فهولاء تسعة رهط كفرونا او سبونا وكانوا مفسدين۔ فايها الشيخ انى اعلم انك رئيس هذه الثمانيةوكمثل امام لتلك الفئة الباغية وهم لك كالتلا ميذ فى الغواية او كالمسحورين۔

(مکتوب احمد طبع خامس ربوہ ۱۹۶۳ء صفحہ ۹۱-۱۰۵ روحانی خزائن جلد ۱۱ (انجام آتھم) صفحہ ۲۳۶)

(یہ فارسی عبارت بھی مرزا کی ہے)۔

دریں دیار نہ(۹) کس از شریران بودند کہ در زمین فساد میکردند وطریق نیکاں اختیار نمی نمودند..پس از آنہا شخصے است باشندہ امرتسر کہ اورا رسل بابا می گوئند، اومردے است کہ راہ صدق وصواب رانمی شناسند..و یکے از اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست، اوراحمد حسین می گوئند واز ہمہ در دروغ وناراستی سبقت بردہ است واوانکار کرد وتکبر نمود وتکبر راشائع کردو ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ اوامام متکبراں است ورئیس تجاوز کنندگان وسرگمراہان است او ہماں شخص است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت ۔ پس گفتم کہ اے شیخ احمقاں ودشمن عقل ودانش.. بازاے شیخ گمراہ ودجال بطال بدانکہ آں ہشت کہ میوہ ہائے شاخ تو وہیزم آتش افروختہ تو ہستند آنانکہ در نہ(۹) مخاطبان داخل اند، پس یکے از آنہا شیخ گمراہ دردروغ گوتست نذیر حسین است کہ بشارت یافتگان رامی ترساند، باز عبدالحق دہلوی کہ رئیس لاف زنان است، باز عبداللہ ٹونکی، باز مولوی احمد علی سہارنپوری از مقلدان، باز مولوی سلطان الدین جیپوری است کہ از تکبر وتوہین دین خودرا ضائع کرد، باز محمد حسن امروہی کہ سوئے من ہیچو بے حیایان متوجہ شد واز راستی خودرا دور افگند..واز ہمہ آخر شیطان کور است ودیو گمراہ کہ اورارشید احمد گنگوہی مے گوئند، واوہیچو محمد حسن بد بخت است وزیر لعنت خدا تعالی است..پس اے شیخ من می دانم کہ تو رئیس ایں ہشت کس ہستی، وایں گروہ باغی رامثل امام قائم شدی، وایں مردم ترامثل شاگردان در گمراہی ہستند، یاہم چوکسانے کہ برایشاں جادو کردہ باشد۔(انجام آتھم)

اس تحریر میں مرزا نے ۱۸۹۶ء میں اپنے نامی مخالفین کے نام گنوائے ہیں جو یہ ہیں: مولوی رسل بابا' مولوی اصغر' مولوی محمد حسین بٹالوی' سید نذیر حسین دہلوی' مولوی عبدالحق حقانی' پروفیسر محمد عبداللہ ٹونکی' مولوی احمد علی سہارنپوری' مولوی سلطان الدین جے پوری' مولوی محمد حسن امروہی' مولوی رشید احمد گنگوہی۔ اوران بزرگوں کومرزا صاحب نے ''تسعۃ اشرار'' کہنے کے بعد شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ تحریک ختم نبوت میں تم ان سب کے امام ہو' تم ان کے رئیس ہو۔ اوراس فہرست کے باقی لوگ تحریک میں گویا تمہارے شاگرد ہیں اور یوں محسوس ہوتا ہے کہ تم نے ان پر جادو کرر کھا ہے کہ وہ اپنی عقل کواستعمال کیے بغیر تمہاری ہاں میں ہاں ملاتے اور تمہارے پاؤں پر پاؤں رکھے جاتے ہیں۔تم امام متکبراں ہوں، تم رئیس تجاوز کنندگان ہو' تم گمراہوں کے سردار ہواور تم ہی وہ شخص ہوجس نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا ہے۔بہاء)

اس سلسلہ میں مرزا غلام احمد نے مولانا اصغر علی روحی کے متعلق جو بدکلامی کی وہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۰ پر موجود ہے جس کا ترجمہ یہ ہے:

اور جن نو آدمیوں کی طرف میں نے اشارہ کیا تھا ان میں سے ایک حقیر وذلیل وہ آدمی ہے جس کا نام اصغر علی ہے۔اور وہ اپنے آپ کو بڑا تصور کرتا ہے۔اور مجھ پر افتراء اور ترک حیا کی بنا پر عیب لگاتا ہے۔اور بھری مجالس ومحافل میں مجھ پر گالم گلوچ کرتا ہے۔سوعنقریب اسے پتہ چل جاوے گا کہ (مجھے) کس طرح حقیر لوگوں میں

شمار کرلیا گیا ہے وہ اپنی خواہشات کا پیروکار رہے۔ایک قدم بھی تقوی کے ساتھ نہیں چل سکتا وہ چاہتا ہے کہ خواہشات کی مہروں کو توڑ دے اگر چہ وہ گناہوں سے کیوں نہ ٹوٹیں اور لذتوں کے پھلوں کو چن لے اگر چہ حرام کردہ چیزوں کا ارتکاب کر کے انہیں چنا جائے۔اور یہی وجہ ہے کہ اس کے رفقاء اس کے پاس جمع رہتے ہیں اور منافقوں کی صحبت سے تو نفاق ہی بڑھتا ہے اور گھٹیا طبیعتوں میں اور مستحکم ہو جاتا ہے یہاں تک کہ چغل خوری میں اپنے بھائیوں سے آگے نکل گیا ہے اور جس حربہ کے اختیار کرنے سے اس کا شیطان دور ہوسکتا ہے میں نے یہ اختیار کیا کہ اس کا امتحان لوں۔سو میں اس کی طرف محاربہ کے متلاشی کی طرح متوجہ ہوا تا کہ جاہل اور فاضل میں کے درمیان فرق واضح ہو جائے اور لڑائی کے لئے مجھے وہ خود بلا رہا ہے۔لہذا آج اس کی آرزو پورا کرنے کے لئے خوش کرتے ہیں جب کہ چند سال قبل بھی میں نے اسے اپنا مخاطب بنایا تھا تا کہ اس کے دل پر آئے ہوئے بادل کو ہٹا دوں۔سو میں نے اسے کہا کہ میرے پاس ایسے آ، جیسے پانی اور گھاس کا متلاشی (جانور) ہوتا ہے۔اور ہمارے دستر خوان سے نفع اٹھا۔پھر ہم نے اگر تجھے تھوڑے سے برسنے والے بادل کی طرح پایا، یا تجھ سے قوت لا یموت جتنی بھی بلاغت ثابت ہوئی، تو ہم تجھ پر اور تیرے حسن بیان پر یقین کر لیں گے۔اور ایمان لے آئیں گے اور تیری عالی شان صفات ہم شائع کر کے پھیلا دیں گے۔اس (تمام تر تقریر) کے بعد اب تیرے لئے جائز ہے کہ تو ہماری اور ہماری تحریر کی غلطیوں پر گرفت کرے جیسا کہ آپ ہمیں جاہل اور غافل سمجھتے ہیں علاوہ ازیں ہم تجھے فصیح زبان کا مالک اور عربی گفتگو میں یکتا سمجھتے ہیں تبھی آپ کے لئے نکتہ چینی کی اجازت ہے آپ کے علاوہ کسی اور کے لئے اجازت نہیں۔لہذا تو ہی مجھ پر اور میری تحریر پر عیب جوئی اور طعنہ زنی کرسکتا ہے۔اگر تو نے ایسا کیا (یعنی میرے عیوب اور میری تحریر کی غلطیاں نکالے گا) تو تجھے لوگوں کے مابین فاضل اور ادیب سمجھ کر تیری تعریف کی جائے گی لیکن آپ یہ عیب جوئی تب کر سکتے ہیں کہ پہلے اپنا علم اور اپنی برتری تو ثابت کریں۔لہذا یہ کمینے آدمی کا لباس ہوسکتا ہے جو حیاء سے نکل جاتا ہے اور نابینا کی عادت ہے کہ روشنی کو بھی نہیں دیکھ سکتا۔وہ روشن دن کو بھی تاریک سمجھتا ہے اور بہت بڑی بارش کو بے پانی کا بادل شمار کرتا ہے اگر تو اس میدان کے لوگوں میں سے ہے اور اس گھر کے خاص لوگوں میں سے ہے تو ہم پر نکتہ چینی کرنے سے پہلے اپنی انشا پردازی کا کمال دکھا اور اس جیسی کتاب لے آ۔پھر میرے اور اپنے درمیان کوئی بہت بڑا عقل مند

آدمی منصف مقرر کر، پھر اگر وہ منصف تیرے کمال اور تیرے حسن بیان پر گواہی دیدے اور یقین کرائے کہ واقعی تیرا کلام میرے کلام سے عمدہ ہے اور تو اپنا نظام میرے نظام سے اچھا ثابت کر دکھائے تو پھر اس کے بعد تجھے اختیار ہوگا کہ تو میرے کلام کی حقیقت کو ایک بے کار فعل سمجھے اور بتلائے اور میرے خالص سونے کو کھوٹا سمجھے اور تجھے اختیار ہوگا کہ میرے چمکدار موتی کو رات کی تاریکی کی طرح تصور کرے اور میرے واضح بیان کو مٹے ہوئے راستے کی طرح خیال کرے اور میری لغزشوں کو کائنات عالم میں پھیلا دے اور اگر اس طرح نہ کر سکا اور ہرگز نہیں کر سکے گا تو پھر لعنت کرنے والوں کی لعنت سے ڈر۔

خبردار رہ مجھ پر کمینے جنگ جو کی طرح عیب مت لگا۔ اگر تو میرے ساتھ جنگ کرنے پر آمادہ ہے تو میدان جنگ میں نکل آ۔

اور بے شک تو مجھے تحقیر کرنے والے کی طرح یاد کرتا رہتا ہے اور ہر وقت ستانے والے کی طرح تو میری عیب گیری کرتا رہتا ہے

اور ہم تمام وہ باتیں سن لیتے ہیں جو تو از راہ تکبر بیان کرتا ہے کیا تو میرے سبزہ کو خشک گھاس کی طرح گمان کرتا ہے

اور میں نہیں چاہتا کہ تو مجھ پر حملہ کرے لیکن تو نے مجھے خود دعوت دی اور پتہ چلا کہ تو تو مجھ پر گرم سوئی چبھونے والے کی طرح عیب گیری کرتا ہے۔

اور اے تکبر کے بیٹے اس معاملہ میں جو تو حد سے گذر گیا کوئی نیکی نہیں اور میرا خدا کمینے جنگ کرنے والے کو اندھا کر دیتا ہے

بس ہلاک کرنے والے نفس کو مضبوط پکڑ اور اس اندھا پن کی راہوں سے بچ جو ایک چیز کے جدا ہونے کی طرح اچانک تجھے پکڑے گی

بس گمراہی کے راستے کو اختیار مت کر اور اس مصیبت سے جو تجھ پر آنے والی ہے غم گین ہو اور پختہ دل سے توبہ کر۔ (ترجمہ عربی عبارت مرزا مندرجہ انجام آتھم ص ۲۳۸۔۲۴۰)

....انجام آتھم صفحہ ۱۶۳۔۱۶۴ پر یہ عبارت پائی جاتی ہے؛

فاں یبق احد منکم سالماً الی سنة فاقر با نی کاذب و اجیئکم بمعجز و تو بة و احرق کتبی و اشیح هذا ا لا مر بخلو ص نیة و ا حسب انکم صادقین

(پھر اگر تم میں سے کوئی ایک بھی ایک سال تک زندہ رہ گیا تو میں اقرار کرلوں گا کہ میں جھوٹا ہوں اور میں عاجزی وتوبہ لے کر تمہارے سامنے آجاونگا اور اپنی تمام کتابیں جلا ڈالوں گا اور اس فیصلہ کو خلوص نیت کے ساتھ شائع کردوں گا اور میں یقیناً سمجھوں گا کہ تم سچے ہو)۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے قصیدہ اعجازیہ میں بھی مولانا اصغر علی روحی کو اپنے مقابلے میں قصیدہ لکھنے کا چیلنج دیا۔ مولانا روحی نے قلم اٹھایا اور ارتجالاً ایک سو اشعار پر مشتمل قصیدہ بعنوان و قال بعض المتنبئین لکھ دیا۔

و قال فی بعض المتنبئین

تسیر الی ربع الحبیب الزوامل
فیا لك شوقاً هیجته المنازل

میری محبوبہ کے مکان کے راستے کی طرف مجھے سواریاں لئے جا رہی ہیں اے محبوبہ سے ملنے کا شوق! جسے راستے کی منزلوں نے اور زیادہ بھڑکا دیا ہے

منازل سلمی لا تکاد تری بها
أنیسا یراعیها فما ذا تحاول

سلمی کے گھر کے اجڑے ہوئے نشانات ہیں، کسی ایسے انسان کو دیکھنا، جو ان کا خیال رکھتا یا اس کی حفاظت کرتا ہو۔ ممکن نہیں، پس تو وہاں کس لئے جا رہا ہے؟

منازل من لو کان حبی یهزه
الیّ لکان الطیف منه یواصل

یہ اس کی ہستی کے مکانات ہیں اگر میری محبت اسے میری طرف حرکت نہ دیتی تو دل میں آنے والا خیال اس سے ملا دیتا

بفرقتنا نادی الغراب فبینها
نروح و نغدوا و الدیار اواھل

ہماری جدائی کے متعلق کوّا بول پڑا ۔ اس حالت میں کہ ہم شام اور صبح کو چلتے ہیں اور ہمارے گھر واہمہ کی مانند ہوتے ہیں

اذا بصروف الدھر ھبت ریاحھا
فایدی السبا کانت اقل تماثل

جب زمانے کی گردشوں کی ہوائیں چل پڑیں، تو سبا کی ہلاکتوں، کی مثالیں بہت کم ہوگئیں

فدع ذکر سلمی ان سلمی لخدعة
اذا ھی قد بانت و شطت مراحل

تو سلمی کا تذکرہ چھوڑ ، سلمی تو محض ایک فریب ہے ۔ اس لئے کہ وہ کب کی جدا ہوگئی اور اس کے مکان بہت دور رہ گئے ہیں

یزکرنی خیر القرون خصالھم
کریح الخزامی طیبتھا الاصائل

مجھے ان کی عادتیں خیر القرون کی یاد دلاتی ہیں جیسے خزامی نامی پودے کی خوشبو جسے غروب آفتاب کیوقت نے زیادہ عمدہ بنا دیا ہو

و کانت ربوع الدین مخضلة الشری
فھذی مغانیه و ھذی المواحل

اور، دین، کی چار دیوار یاں بڑی پر نم تھیں پس یہی اس کے لازمی حصے ہیں اور یہی اس کے کیچڑ والی جگہیں ہیں

تعاقبنا الاحداث تبری عظامنا
فلا نستطیع الذب عنا نقاتل

ہماری ہڈیوں کو کمزور کرنے کیلئے زمانے کے حوادث مسلسل آتے رہے ہم انہیں خود سے لڑائی کے ذریعہ دور نہیں کر سکتے

لحا الله حدثان الزمان و ريبه

نخاف الردى من كل خطب ينازل

الله زمانے کے حوادث اور اسکے شکوک و شبہات کو ہلاک کرے

ہم اپنے اوپر طاری ہونیوالے ہر معاملے سے ہلاکت کا خوف رکھتے ہیں

هبطنا و رب البيت حتى انتهى بنا

صغار الى ما لا يجاوز سافل

ہم تنزل کا شکار ہو گئے اور بیت اللہ کے رب کی قسم ہم اتنا نیچے گر گئے

کہ کوئی نیچے والی چیز ہم سے نیچے ہونے میں تجاوز نہیں کر سکتی

لقد ساءني ما قد تضعضع من علا

و نحن كموتى غيبتهم جنادل

مجھے وہ بات بہت بری لگی کہ جس نے ہمیں بلندی سے گرا دیا

اور ہم ان مردوں کی طرح ہو گئے جنہیں بڑی بڑی چٹانیں غائب کر دیتی ہیں

ترى خيل اقوام تسابق غاية

و لكن جياد المسلمين جوافل

تو دیکھتا ہے کہ قوموں کے گھوڑے منزل تک پہنچنے میں ایک دوسرے سے

آگے بڑھنے کی کوشش کر رہے ہیں لیکن مسلمانوں کے گھوڑے بدک رہے ہیں

يباهون في النادي اذا ما تالفوا

ألا ثكلتهم بالبغاء الثواكل

وہ مجالس میں ایک دوسرے سے جھوٹی دوستی کے دعوے کرتے ہوئے

اظہار فخر کرتے ہیں کاش انہیں ان کی مائیں ان کے گم ہونے پر روتیں

غواة قصارى همهم في حياتهم

قناطير تبر أو حسان شواغل

وہ ایسے گمراہ لوگ ہیں کہ ان کی زندگیوں میں ان کی ہمتیں جواب دے گئی ہیں

وہ سونے کی ڈلیوں کے ڈھیر ہیں یا ایسا مال ہیں (جو تجارت وغیرہ میں) مشغول ہو

احـــابيـــــش دانـــت بيـنهـم كـــأس قـــرقف

تـــديـــر عـــلـــى الاوشـــاب غيـد جـمـــائـــل

وہ ایسی گروہ ہیں جنہیں ایک دوسرے سے شرا ب کے پیا لے نے قریب کر دیا ہو
جیسے او باش لوگو ں پر ایک خو بصورت گر دن وا لا شخص پیا لہ لے کر گھو متا ہے

كســالـــى اذا مـــا جـاهـد الـقـوم فـى الـعـلـى

تـــوانـــوا فـــحـــظ الـــقـــوم مـــنهـــم رذائـــل

یہ لوگ اس وقت بھی سستی کا شکا ر ہیں جب لوگ بلند یو ں کے بارے میں جدوجہد کر ر ہے ہیں
۔ وہ کمزور پڑ گئے تو انہیں لو گو ں میں پستیا ں بطور حصہ ملیں

نـــفـــوس اذا مـــا بـــالـــخبيـــث تـــضـــلّـــعـــت

قـــضـــت مـــا استـــطـــاعـــت فـــى الـفـــراش تشـــاغـل

وہ ایسے (نفوس) ہیں کہ جب خبیث (گند ے) کا مو ں سے سیرا ب ہو جا تے
تو حتی ا لا مکا ن زمین پر خشک ہو نے وا لے کیچڑ سے دل بہلا تے ہو تے ہیں

و تـــلبـــــــس مـــــن خـــزّ خـــلاعـــــاً ســـنّية

و تهـــجـــع ليلاً فـــــى الـــحشـــــا يـــا تشـــاقـــل

اور وہ قیمتی اور اعلی در جے کی ریشمی پو شا ک پہنتے ہیں
اور مو ٹے اور بھاری بھر کم گدوں پر (بھی) را ت کو ، بے آ را م ، ر ہتے ہیں

تـــــوارع دهـــــــر قـــــد وردن عيـــــونهـــــم

فـــعـــــادت كـــوشـــل رنّـــقتـــــه الـــمـــزابـــل

زما نے بھر کے ان کی آ نکھوں میں اتر آ ئے ہیں پس
وہ اس آ نسو کی طر ح ہیں جسے گرد و غبار نے بھاری بنا دیا ہو

اذا اجتـــمـــعـــت امـــراء هـــم فـــى مـــقـــامـــه

تـــراهـــم تـــلـــقـــاهـــم لـــئـــام تـــفـــاضـــل

جب ان کے امرا ء کسی جگہ ا کٹھے ہو تے ہیں تو تو انہیں د یکھے گا کہ
گو یا وہ (ان) کمینہ لوگو ں (کی) طر ح ہیں جو ایک دوسرے پر بر تری جتا تے ہیں

اذا مـــا رأوا أدنـــى الـــمـخـــالـــفة دونهـــا

عـــلتهـــم بـــايـــام الـــمـصيف الافـــاكـــل

جب وہ اپنے قریب ذرا سا خو ف د یکھتے ہیں

تو انہیں گر می کے مو سم میں کپکپی کا مرض آن لیتا ہے

ذواعف مـــا يـــأتـــونـــه مـــن مـحـــارم

ألا قـــد ســـقـــوا و هـــى الســـمـــوم الـــقـــواتـــل

وہ (لوگ) ایسے زہر (قاتل) ہیں کہ جب وہ اپنے کسی قریبی عزیز کے پاس آتے ہیں

تو وہ اسے (یہ زہر) پلا دیتے ہیں ، وہ تو قا تل زہر ہیں

اذا فـــزعـــوا يـــومـــاً تـــقـــاعـــس هـــمهـــم

وان فـــرقـــوا يـــومـــاً عـــلتهـــم غـــوائـــل

جب کسی د وہ گھبرا تے ہیں تو ان کی ہمت پست ہو جا تی ہے

اور اگر کسی دن ایک دوسرے سے الگ ہوتے ہیں تو انہیں دہشتیں بیمار کر دیتی ہیں

تـــعـــدّوا حـــدودا لا تـــكـــاد تـــعـــدّهـــا

فـــليســـت لهـــم عـــمّـــا أتـــوه مـــزاحـــل

وہ ایسی حدو ں کو گنتے ہیں جنہیں کو ئی گن نہیں سکتا

چنا نچہ انہیں اس کام سے جو وہ کر تے ہیں تھکاوٹ نہیں ہوتی

دنـــى مـــن اولـــى مستـــوقـد الـــنـــاس و الـــحـــصـــا

جهـــنـــم لا تبـــقـــى عـــليهـــم تـــصـــاول

وہ لو گو ں اور کو ڑے کر کٹ کے جلنے کی جگہ کے قریب ہو گئے

یعنی جہنم کے ، جو ان پر حملہ کر نے سے ر حم نہ کھائے گی

ألا لا تـــغـــرّن الـــحيـــوة اولـــئـــكـــم

فـــان الـــمـــنـــايـــا جـــنـــدهـــن مـــخـــاتـــل

خبر دا ر ان لو گو ں کو دنیوی زند گی دھو کے میں نہ ڈا لے،

اس لئے کہ موت کے لشکر ان کی تلاش میں ہیں

فیـــا ویـلـتـــی مـــا ذا تــریـد مـن الهـوای

و قـــد اهـــلك الاقـــوام قـــدمـــاً دخـــائـــل

ہا ئے افسوس وہ (ان) خوا ہشو ں سے کیا چا ہتے ہیں؟

وہ تو پرا نے زما نے سے کئی قوموں کو اندر سے ہلا ک کر چکی ہیں

تـــعـــود و لا تـــخـشـــی بـــوادر نـــقـــمة

تـــصـــول کـــطـــاوی الـــذئـــب و الـــمـــرء غـــافـــل

وہ (خوا ہشیں) لو ٹ کر آ تی ہیں وہ مصیبتو ں کے انتقا ل سے نہیں ڈر تیں ۔

وہ بھوکے بھیڑئے کی طر ح حملہ کر تی ہیں جب کہ بندہ غا فل ہو تا ہے

مـعـاذیـرهـا لا تـحـتـظـی بـفـنـائها(بغـنـا ئها)؟

اذا حـــجّهـــا یـــوم الـــحـســـاب الـــمـســـائـــل

جب حساب کے دن سوالات ان پر غالب آ جاتے ہیں،

تو ان کے بہانے ان کے گا نوں ؟ کے ساتھ کم ہی خطا کر تے ہیں

فهلّا تـــلافـــی الـــقـــوم ذلّا یـبـیـــدهـــم

و هلاّ تـــجـــافـــی عـــن مـــخـــاز تشـــاكـــل

پس لو گ اس ذلت کا جو ان کو ہلا ک کئے دیتی ہے تدا رک کیو ں نہیں کر تے ،

اور ان رسوا کن کا مو ں سے ، جو انہیں مشکل میں ڈا لتے ہیں ، دو ر کیوں نہیں رہتے

فـــلـــو لا ذووا الأحـــلام قـــامـــوا بـــنـــصـــره

اذا مـــا رأوا أن الهـــدی متـــضـــائـــل

پس کیوں نہ ہدا یت وا لے لو گ ان کی مدد کو ا ٹھے

جب انہو ں نے یہ دیکھ لیا کہ ہدایت کمزور پڑ رہی ہے

لـــقـــد نـــام اهـــل الـــعـــلـــم طـــرّاً عـــن الـتـــقـــی

فهـــا قـــد نســـوا بـــطـــش الـــغـیـــور یـعـــاجـــل

سارے اہل علم (لو گو ں کو) تقویٰ کی تر غیب دینے سے غا فل ہو گئے ۔
افسوس انہوں نے غیر ت وا لے کی پکڑ کو بھلا دیا، جو انہیں درست کر دے گی

ألا لیسـت شـعـری مـا یـلـمّ بسـافـلـی
اذا مـا تـوانـی عـن مـعـالـی الافـاضـل

اے کا ش وہ ا تنی پستی میں نہ اتر تے جب فضیلت و بز ر گی وا لے
لوگ بڑائی والے کاموں سے دور چلے گئے

و لـو لـم یـکـن رزء الـنـفـاق مسـاوراً
لـقـام بـرأب الثـأی مـنـا حـلاحـل

اگر نفاق کی بیماری (یوں) غا لب نہ ہو تی تو ہم میں سے
کو ئی سر دار فساد کی اصلاح کے لئے ضرور اٹھ کھڑا ہوتا

اذا مـا رأی الایـغـال فـی الهـول غـمّة
تـظـلـل مسـراه الـرمـاح الـعـواسـل

جب وہ حا لت، خو ف ، میں تیز چلنے میں مصیبت د یکھتا
تو وہ نر می سے چلنے والے تیر کی رفتار سے چلتا

و مـا زال مـنّـا قـائـد بـعـد قـائـد
صبـور کـریـم هبـرزی مـجـامـل

اور ہم میں ایک قا ئد کے بعد دوسرا قا ئد آ تا ر ہا ۔
جو مستقل مزا ج مہربان حسین صورت و حسین سیرت والا تھا

یـنـادی بـاعـلـی الـصـوت فـی حـومة الـوغـی
و لـلـبیـض فـی فـضـل الـضـوافـی مـداخـل

وہ بغاوت کے جھڑ مٹ میں او نچی آ واز سے (لو گو ں کو) پکار تا ۔
اور انڈوں میں ، ان کے الگ ہونے والے چھلکوں کے ذریعہ ہی دا خلہ ہوتا ہے (ابو بکرؓ مراد ہیں)

ثـقـیـل عـلـی الاعـداء و الـحـرب خـلسة
خـفیف عـلـی الاحـبـاب و الـفـقـر هـائـل

وہ (قا ئد) دشمنو ں پر بھا ری تھا۔ جب کہ جنگ تو ، جھپٹنے، کا نا م ہے
اور وہ دوستو ں پر نر م تھا جب کہ محتا جی تباہ کر نے وا لی ہو تی ہے

کـــريـــم الــمــحيّـــا يبتــغـــى حـــمــد حــــامــد
اذا مـــــا تـــعيّـــــا بـــــا لـــمــواعيـد نــــائـــل

بزر گ چہرے وا لا ، تعریف کر نے وا لے کی تعریف کر نے کا طا لب ،
جب جو کو ئی شخص اپنے وعدوں کے حصو ل میں نا کا م ہو جا تا (تو وہ اسکی مدد کر تا) (عمر ہیں)

و يـــفـــضـــى حيــــاء و الـــغـــنــى متــواضــع
و يـــفـــرح جـــوداً و الـــنـــدى متـــجــــاهـــل

وہ فر ط حیا سے آ نکھیں بند کر لیتا اور تو نگر ی کے با و جود توا ضع وا لا تھا
اسے فیا ضی اور سخا و ت کر کے خوشی ہو تی جبکہ مجلس وا لے نا واقف ہو تے (عثما ن مراد ہیں)

شـــديـــد الــــقـــوى لا تـــزدهيـــه مـــطـــامـــع
كثيـــر التــقـــى لا تـــرتــجيــــه الـــحـــلائـــل

وہ مضبو ط اعضا وا لا تھا اسے لا لچ وا لے کا م کمزور نہ کر تے
وہ بہت زیادہ ا حتیا ط وا لا، عورتیں (بیو یا ں) اس کی امید نہ رکھتیں

الــــى كـــل ذى مـــجـــد يـــروح و يـــفتـــدى
بـــفـــضـــل الهـــدى تـــأوى اليــــه الـــقبـــائـــل

ہر بزر گی وا لے کا م کی طرف وہ صبح و شا م چل کر جا تا اس کی غیر معمو لی ہدا یت کی
بنا پر قبا ئل اس کی پناہ لیتے (حضرت علی کی وصف کی گئی ہے)

ألا حبّـــذا أيــــــامـــنــــا قبـــل مــــا ســطـــــا
عـــلـــى الـــقـــوم ريـــب الـــدهـــر و الـــدهـــر ســـائـــل

اے کاش! ہمارے حا لا ت بہتر ہو جا تے ۔ اس سے پہلے کہ
قو م پر زما نے کا شک طاری ہو تا ، اور زما نہ تو سوا لی ہو تا ہے

ابـــــت غيــــــرة الاســــلام الا تســـــــاميـــــاً
لـــمـــجـــد تـــحـــامـــت مـــرتـــقـــاه الـــمـــعـــاقـــل

اسلام کی غیرت سوائے اس صورت کے کہ وہ ایسی بزرگی کے ساتھ مقابلہ کرے، جس کی چڑھائی میں قلعے بھی حائل نہ ہوں، ہر صورت کا انکار کرتی ہے

اذا مـــا نـــقـــضـــنـــا مـــا الـــنبـــی أمـــرّه
تـــصـــرّم مـــن لـــطف الالـــــه حبـــائـــل

جب ہم نے ان باتوں کی تعمیل میں کوتاہی کی جن کا نبی اکرم ﷺ نے ہمیں حکم دیا تھا تو اللہ تعالی کے لطف و کرم کے اسباب منقطع ہو گئے

فتـــــی اروع زاك عـــــريـــــق ســـــميـــــدع
أخـــو ثـــقة حـــامـــی الـــذّمـــار مبـــاســـل

آپ پرہیزگار شریف النسب سردار (شریف، کریم) قابل اعتماد ضرورت مند کے ساتھی اور بہادر تھے (یہاں سے نبی اکرم ﷺ کی صفت شروع ہو رہی ہے)

حبـــانـــا بـــمـــا لـــم يســـمـــع الـــدهـــر بـــاذلا
فشـــكـــراً عـــلـــی الـــمـــعـــروف و الشـــكـــر نـــائـــل

آپ ایسے سخی تھے کہ زمانے میں کوئی آپ سا سخی نہ تھا۔ نیک سلوک پر شکر گزار اور شکر گزاری حاصل کرنے والے تھے

كـــريـــم لـــــه فـــی كـــل شـــرق و مـــغـــرب
عـــطـــايـــا كـــامـــطـــار الـــربيـــع شـــوامـــل

آپ ایسے سخی تھے کہ مشرق و مغرب میں موسم بہار کی بارشوں کی طرح آپ کے عطیات کا سلسلہ وسیع رہتا

يـــنـــاجيـــــه جبـــريـــل الامـــيـــن كـــرامة
فـــمـــصـــبـــحـــــه خـــاش و مـــمـــســـاه آمـــل

جبریل آپ کی عزت افزائی کے لئے آپ سے سرگوشی کرتے، پس آپ کو صبح کے وقت دیکھنے والا بھی سیر ہوتا اور شام کے وقت آنے والا بھی امیدوار رہتا

يـــلـــوذ بـــــه الابـــرار مـــن كـــل بـــلـــدة
و مـــن لـــم يـــلـــذ فـــالـــدهـــر بـــالســـوء عـــاجـــل

ہر شہر سے نیک لوگ آ پ کی پنا ہ لیتے اور جو شخص آ پ کی پناہ میں نہ آتا ،
تو زما نہ (اس کے سا تھ) برائی کر نے میں جلدی کرتا

و اطـــول خـــلـــق فـــی الســـمـــاجة و الـــنـــدی
و امثـــل نـــــاس حیـــن عـــدّ الانـــــامـــل

آپ زمانے بھر میں مہربانی کرنے اور سخاوت کرنے میں سب سے زیادہ فضیلت رکھتے تھے اور
جب بر گز یدہ لو گو ں کا شمار کیا جا تا تو آپ تمام لوگوں میں سب سے بہتر تھے

و قـــد عـــلـــقـــت آمـــالـــنـــا بـــلـــقـــائـــه
تشـــد مـــن الاقـــصـــی الیـــه الـــرواحـــل

ہماری امیدیں ، آ پ کی ملاقات کے سا تھ مشرو ط ہیں ۔
دنیا کے گوشہ گو شہ سے ، سوا ر یا ں اسی جا نب سفر کے لئے تیار کی جا تی ہیں

الـــــی طیبة الـــغـــرّاء مثـــوی نبیـــنـــــا
هـــنـــاك مـــزایـــا جـــمة و فـــواضـــل

روشن طیبہ (مد ینہ منورہ) میں ہمارے نبی ﷺ کی آ را م گا ہ ہے
وہاں شرافت و نجابت اور فضیلتوں کا خزانہ ہے

ســـقـــی الـــلـــه تـــلك الارض ارض كـــرامة
غیـــوث الـــغـــوادی الـــمـــدجـــنـــات الهـــواطـــل

اللہ تعا لی اس سر زمین کو جو عز ت و شرا فت وا لی سر زمین ہے صبح کے وقت آ نے والے
مو سلا دھار اور مسلسل با رشیں بر سا نے وا لے با د لو ں سے سیرا ب کر ے

اتـــانـــا بـــاذن الـــلـــه حیـــن تـــرافـــعـــت
عـــن الـــقـــوم أخـــلاق الـــرجـــال الـــجـــزائـــل

آ پ ہمارے پا س اللہ کی اجاز ت سے اس وقت آ ئے
جب اما رت نے لوگوں کے اخلاق بگاڑ دیئے تھے

فـــلـــــلـــــــه قــلــــب لا يــــزال بـــنـــــاره

مـــن الشـــوق يــغــلــى حيــث تــغــلــى مــراجــل

اللہ ہی کیلئے اس دل کی خو بی ہے جو شوق کی آ گ میں اس طرح مسلسل جوش مار تا ہے جیسے کہ ہنڈ یا ں پکتے ہو ئے جو ش ما ر تی ہیں

و لـــــلـــــــه عيــــن هـــــواه تتــــابــــعــــت

بـــــمــــنهـــل دمـــع و الشـــوون تســــاجـــل

اور اللہ ہی کے لئے خو بی ہے ، اس آ نکھ میں جو آ پ کی محبت میں ، تسلسل کے ساتھ آ نسو بہا تی ہے ، جبکہ مصیبتیں (آ نے کیلئے) باہم مقا بلہ کر تی ہیں

مــــنــــنـــت عـــلــــى الاقـــوام طـــرّا كــــأنهــــا

ايــــاديك نــــكــــفيهـــــا الـــعيــــال الـــجــــزائــل

(اے نبی ﷺ) آ پ نے تمام اقوا م پر ا حسا ن کیا ۔ آ پ کے بخشے ہو ئے عطیات (پورے) خا ندا ن کیلئے بڑے بڑے عطیا ت سے کفا یت کر تے ہیں

فــــاصبـــحـــــت فــــى الــــمــــجــــد الاثيـــل ارومة

تــــقــــاصــــرت الاكبــــاش عــــنــــه تــــطــــاول

آ پ بزر گی میں (دوسرو ں کیلئے) ایک بنیا د (ا صل) ہو گئے ہیں ، ایسی بز ر گی کہ جس کے حصو ل سے ، بڑے بڑے سر دار جو اپنی گر دنیں ا ٹھا تے تھے قا صر رہ گئے

و شــــقّــــت كـــل الاشــــرار مــــنك مــجـــاهـــداً

اذا مـــــا تــــلاقـــوا مــــرهــــفــــات مــعــــاجــل

آ پکے جہاد سے تما م شر یر لو گ مشقت میں جا پڑ ے۔ جب انہو ں نے تیز رفتا ر اور د بلی اور تیز رفتار او نٹنیو ں (پر سوار ہو کر) آ پ سے مقا بلہ کیا

قــــد اخـــضـــرّ وجــــه الارض حتــــى كــــأنّهــــا

ريــــــاض لهــــا مــــن مــــاء عــــلــــم جــــداول

آ پ کی آ مد کی بر کت سے زمین کا چہرہ اس طر ح سر سبز و شا دا ب ہو گیا گو یا ساری کی سا ری زمین با غ ہو ، جو علم کی نہرو ں سے (سیرا ب ہو تے) ہو ں

أیــــا نــصـــرـة الــرحــمـن ابــطـــات و التــقـــی
تـــديـــن لـــغـــی الـــقــوم و الـــقـــوم غـــافـــل
اے پر ورد گا ر کی مدد تو نے آ نے میں دیر کر دی اور
پر ہیز گا ری تو قوم کی گمرا ہی کے (علا ج) کے لئے تھی اور قو م غا فل تھی

لـــقـــد ســـفـهــــت أحــــلام مـــعـشـــر فتـــنـة
مســــاعيـــر نيــــران الـــضـــلال تشــــاعـــل
ایک جماعت کی عقلیں کمزور ہو گئیں ہیں
جو بطور فتنہ گمرا ہی کی آگ بھڑکا رہی ہیں

صبـــرنـــا و كـــان الــصبـــر مـــنـــا ســجيّة
عـــلـــی مـــا دهـــانـــا مـــن لـئـــام تـحـــامـل
ان کمینہ خصلت لو گو ں کی طرف سے ہمیں مشقت میں ڈا لنے پر
ہم نے صبر کیا اور صبر کرنا ہماری عادت ہے

أتـــانــــا كـــلام مـــن غبـــی مـــخــــاطـــر
هـــراء فـــمـــن لـــی بــــالـــعـدول يـــعـــادل
ہمیں ایک کند ذہن اور طا لع آ زما کا کلا م پہنچا ہے جو بے تکا کلا م ہے ۔
پس کو ئی ہے ایسا انصاف پسند جو اس کے کلام کا موازنہ کر ے)

كـــلا م لـــــه فـــی كـــل لـــفـــظ فـــواحــــش
كـــمــــا قـــد هـــذی فـــی الســـوق قـــوم اراذل
اس کا کلا م ایسا ہے کہ ہر لفظ میں کھلی بے حیا ئیاں ہیں
جیسے کہ با زا ر میں کمینہ صفت لوگ بکواس کر تے ہیں

مـــعــــاذاً خـــنــــاه لا يـــليـــق بـــمــــا ادّعـــی
مـــن الـــوحـــی و الالهــــام و الـــدهـــر دائـــل
اللہ کی پناہ اس کی فحش گو ئی ، اس کے دعوائے وحی و الہا م سے کو ئی نسبت

نہیں رکھتی ، اور زمانہ جلد گھوم جانے والا ہے

الھفی علی لفظ کریہ سماعہ
واف لمعنی تزدریہ البواطل

افسوس ایسے لفظ پر جس کا سننا بار خاطر ہے اور افسوس اس مفہوم پر جس سے وہ اپنے باطل مقاصد کا اظہار کرتا ہے

تشاعر فی ارض الجھالۃ مفسد
یسبّ کرام المسلمین مخاتل

وہ زبردستی کا بنا ہوا شاعر اور جہالت کی سرزمین میں فساد پھیلانے والا ہے وہ معزز مسلمانوں کو گالی دیتا اور دھوکے باز ہے

وکیف یجوز اللعن ممن ھدی الوری
وکیف یوافی السوء بالحسن قائل

اس شخص کیلئے جو لوگوں کو ہدایت دیتا ہو لعنت کرنا کس طرح درست ہوسکتا ہے؟ اور جو شخص اچھائی کا دعویدار ہو اس کیلئے برائی کے ساتھ بدلہ دینا کیسے صحیح ہے؟

یباری فحول الجاھلیۃ فاخراً
بمسروقہ السفساف والامر ھائل

وہ اپنی چرائی ہوئی یاوہ گوئی سے زمانہ جاہلیت کے چوٹی کے شاعروں سے فخر کرتے ہوئے مقابلہ کرتا ہے ، اور معاملہ خطرناک ہے

تزیّا بزیّ المفلقین سفاھۃ
فیا عجبا ماذا تمناہ باقل

اس نے از روئے حماقت یاوہ گو شاعروں کا لباس پہن لیا ہے تعجب ہے اس بات پر جس کی تمنا رکھتا ہے اس میں وہ پرلے درجے کا بے وقوف (باقل) ہے

لقد خاطب الاعلام من لیس عندہ
من العلم والاداب ما ھو کامل

اس نے ایسے معزز لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو اس کے پاس موجود

نہ تھے اور جو علم اور فنون میں کامل تھے

یــفـــاخـــرھـــم فـــی الشـــعـــر جھـلا و شـعـــره

عــــلــــی کـــل طبـــع مستـــنیـــر یشــــاقـــل

از روئے جہالت وہ اشعار میں ان سے فخر کر تا ہے

حالانکہ اس کے اشعار ہر روشن طبع شخص پر گراں گزرتے ہیں

و مستبـــضـــع تـــمــــراً الـــی اھـــل خیبـــر

یـــلام عـــلـــی مـــا یـــجتـــنـــی و هـــو قـــافـــل

وہ اپنی حماقت کی بنا پر اہل خیبر کو چند کھجو ریں بطور سا ما ن دینے وا لا ہے ۔

وہ جو شئے چنتا ہے اس پر اسے ملا مت کی جا تی ہے جب کہ وہ وا پس پلٹنے وا لا ہو

(حماقت کے لئے یہ ضر ب المثل تھی اس لئے کہ خیبر کا علاقہ کھجورو ں کا مر کز ہے

اور کو ئی شخص و ہاں جا کر کسی کو کھجو ر یں بطور تحفہ دے تو اسے ا حمق سمجھا جا تا تھا)

فـــواھـــا بـــغـــاث الـطّیـــر تـــصـطـــاد بـــازیـــا

یـــغـــامـــض تـــحـــقیـــراً لھـــا و یـــغـــافـــل

تعجب ہے کہ غیر شکاری جا نور ، عقا ب ، کا شکار کر ر ہے ہیں

وہ اپنے دل میں ان کے لئے حقا ر ت چھپا ئے رکھتا ہے اور غا فل ہے

و کـــم شـــاعـــر یـــدعـــی و لیـــس بشـــاعـــر

و الـــکـــنـــمـــا الـــداعـــون قـــوم ابـــاطـــل

کتنے ہی شا عر ایسے ہیں جو شا عر ہو نے کا دعوی کر تے ہیں مگر حقیقت میں شا عر نہیں ہیں

وہ بے ا صل اور بیہودہ کا مو ں کی دعوت دینے وا لے لو گ ہیں

تـــفـــاخـــر بـــالـســفـســـاف شـــعـــراً و انـــمـــا

یـــفـــاخـــر بـــالـســفـســـاف مـــن هـــو جـــاهـــل

وہ شعرو ں کی صورت میں یاوہ گو ئی کر کے ا ظہار فخر کر تا ہے

اور یاوہ گوئی پر وہی فخر کر تا ہے جو بذات خود جاہل ہو

و مــا الــفــخــر بــالشــعــر الــرّدی عــلــی الــوری

و لــكــن بشــعــر يــصــطــفيــه الافــاضــل

کسی نکمے شعر کے ذریعہ لو گو ں پر ا ظہار فخر کر نا درست نہیں ہے

البتہ کو ئی ایسا شعر ہو جس کا علم و فضل رکھنے والے لوگ انتخاب کریں

يــصبّــح اهــل الــجــاهــلية غــانــمــا

فيــوقــع مــغــوارا عــلــی مــن يــقــابــل

جا ہل لو گو ں پر صبح کے وقت حملہ کر کے غنیمت لو ٹتا ہے وہ اپنے مقا بلہ کر نے وا لے پر،

اپنے تیز حملہ کر نے وا لے گھوڑے کے ذریعہ حملہ کر تا ہے

لــو اتّــخــذ الــرحــمــن شــعــراً بــحــجّة

عــلــی الــخــلــق مــا فــات الــنبــی يــفــاضــل

اگر اللہ تعا لی نے اشعار کو (انبیاء کے لئے) حجت بنا یا ہو تا

تو نبی ﷺ کی ذا ت میں یہ فضیلت وا لی شئے ہر گز چھپی نہ ر ہتی

فسبــحــانــه قــد قــال مــا يــنبــغــی لــه

فهــل حــجة يــنبــغــی لــه متــغــافــل

اللہ پا ک نے فر ما یا : پیغمبر کیلئے (شعر گو ئی) مناسب نہیں ہے ۔

تو کو ئی ایسی حجت ہوسکتی ہے جو آ پ کیلئے چا ہیئے ہو تی اور آپ اس سے غا فل ہو تے

و لا خيــر فــی دعــوی اذا لــم يــكــن لهــا

عــلــی الــصــدق مــن رب الســمــاء الــدلائــل

اور اس دعوی میں کو ئی بھلا ئی نہیں جس کی سچا ئی پر آ سما ن کے

پروردگار کی طرف سے دلائل موجود نہ ہوں

اذا افتــخــر الــكــردی يــومــا بــمــا نــفــی

فهــاك قــطــوف مــن عــراب يهــازل

اگر کو ئی، کر دی ، کسی دن اپنی کسی بے ہودہ بات پر ا ظہار فخر کر ے

تو ایک سست رفتار سواری ضرور اس کا مذاق اڑائے گی

ونحن اناس لا نجرّد بیضنا
اذا ما امنّا الحیف ممّن یعادل

ہم تو ایسے لوگ ہیں جو اپنے انڈوں کو بھی برہنہ نہیں کرتے جب ہمیں ایسے لوگوں سے ظلم و جور کا اندیشہ ہو جو انصاف کرنے والے ہیں

ولکننا اسد اللقاء لدی الوغی
اذا انطق العوراء خصم محاول

لیکن ہم تو جنگ کے وقت لڑائی کے شیر ہیں جب حیلہ باز دشمن فحش گوئی اختیار کرے

ولو لا ضیاع العمر فیما یعیبنا
لسارت مطایا الشعر منّا تجاول

اگر ان باتوں میں جن کے بارے میں وہ ہم پر عیب لگاتا ہے عمر کا ضیاع نہ ہوتا تو ہماری شعروں کی سواریاں ایک دوسرے سے سبقت لے جا رہی ہوتیں

ونحن نجیب الشّعر یوماً اذا دعا
فنمضی کسیف والغبیّ یشاقل

جب کسی دن شعر بنانے کی ضرورت آپڑے تو ہم شعر بنانے میں تلور کی طرح گزر جاتے ہیں جب کہ کند ذہن شخص پر شعر کہنا گراں ہوتا ہے

ولیس القطا مثل القطیّ اذا هما
تطایر فی جوّ السماء تعاجل

اور قطا پرندہ، قطی پرندے کی طرح نہیں ہے جب کہ وہ آسمان کی کھلی فضا میں تیز اڑان میں ایک دوسرے سے مقابلہ کر رہے ہوں

(قطاء ایک تیز رفتار پرندہ ہے اور قطی سست رفتار پرندے کا نام ہے مطلب یہ ہے کہ مرزا ایک عام مسلمان عالم سے بھی مقابلہ نہیں کر سکتا

فهل یدّعی الآداب من لیس عنده
من العلم ما لا بالهباء نکابل

تو کیا وہ شخص ادن آ داب کا دعوی کر تا ہے جس کے پاس وہ علم بھی نہیں ہے
جس کا گرد و غبار سے بھی موازنہ کیا جا سکے

و مبــــلــــغـــــه اغـــلـــوطة فـــي بيـــانــــه
و مهـــجـــوده فيـــمـــا اتـــــاه الـــغـــوائـــل

اس کی انتہا ئے علم، اس کے بیا نیہ مغا لطے ، ہیں اور اس کی کی گئی
ساری محنت و کوشش گمراہی والی باتیں ہیں

فـــمـــا يستـــوى عـــذب الـــميـــاه و مـــلـــحهـــا
و لا مـــا ادعـــى خـــصـــمـــان حـــق بـــاطـــل

میٹھا اور کھاری پا نی یکسا ں نہیں ہیں اور نہ ہی حق اور با طل میں
دعوی کرنے والے برابر ہو سکتے ہیں

تستّـــرت كـــالـــمـحتـــال بـــالـــوحـــى كـــاذبـــا
و اعـــرضـــت عـــن بـــحـــث دعتـــه الـــمـحـــافـــل

اس نے کسی حیلہ جو کی طر ح اپنی جھو ٹی و حی کو چھپا ر کھا ہے اور وہ اس علمی مبا حثے سے
جس کی اسے مختلف مجا لس سے دعوت دی جا تی ہے کنّی کترا جا تا ہے

نـــعـــم هـــكـــذا مـــن ليـــس يـــأمـــن جـــأشـــه
تـــخـــاذل رجـــلاه لهـــول يـــنـــازل

ہاں ! ایسا معا ملہ تو اس شخص کا ہو تا ہے جو اپنے قلبی خو ف سے مطمئن نہ ہو
اور اس کی ٹا نگیں آ نے وا لے خو ف کے خیا ل سے لر ز تی ہو ں

و مـــن ليـــس فـــي شـــيء مـــن الـــحـــرب يتّـــقـــي
كـــمـــا تتّـــقـــي الـــفـــحـــل الـــفيـــق الـــحـــوامـــل

اور جو شخص جنگ لڑ نے (مقا بلہ کر نے) کے قا بل نہ ہو تو وہ اس سے بچتا ہے
جس طر ح ایک شر یف نر او نٹ حا ملہ او نٹیو ں سے بچتا ہے

تنبأت یا مغرور بعد محمد

فمه یا مسیلمة الکذوب المحاول

اے مغرور شخص تو نے محمد ﷺ کے بعد نبوت کا جھوٹا دعوی کیا ہے رہنے دے اے جھوٹے اور حیلے باز مسیلمہ کذاب (مسیلمہ نے نبی اکرم ﷺ کی حیات مبارکہ کے آخری ایام میں نبوت کا دعوی کیا تھا اس کا تعلق بنو حنیفہ سے تھا خالد بن ولید کی قیادت میں مسلم افواج نے اس کو اور اس کے ماننے والوں کا قلع قمع کیا)

عجزت عن الاعجاز مثل مسیحنا

فقلت هل الاعجاز الا المشاغل

جب تو ہمارے مسیح (عیسی) کی طرح کا کوئی معجزہ دکھانے سے قاصر رہا تو تو نے کہا کہ معجزہ دکھانا تو بس مشغلے کے سوا کچھ نہیں

فلا قبل ذا من یفتری الکذب هائماً

کذاك فلا یفترّ بالکذب جاهل

اس سے پہلے بھی جس شخص نے (اس طرح کا) جھوٹ گھڑا وہ دیوانہ تھا اسی طرح یہ بھی (دیوانہ) ہے لہذا اسکے جھوٹ سے کوئی ناواقف شخص دھوکے میں نہ آئے

و تذکر آثار الفتی بعد ما مضی

فتمدح منه أو تذمّ الشمائل

جب کوئی جواں مرد مر جاتا ہے تو اسکے چھوڑے ہوئے نشانات کو یاد کیا جاتا ہے اور ان کی بنا پر اس کی تعریف کی جاتی ہے یا اس کی عادتوں کی مذمت کی جاتی ہے

أأنت لنا المهدیّ من صلب جنکز

و مهدیّنا فی آل زهراء اجل

کیا تو چنگیز خان کی نسل سے ہمارا مہدی ہے؟ حالانکہ (روایات کی رو سے) ہمارا مہدی تو حضرت فاطمہ کی اولاد سے بعد میں آنے والا ہے (قادیانی کا نسلی تعلق مغلوں سے تھا جو اپنا سلسلہ چنگیز خان سے ملاتے ہیں جب کہ نبی اکرم نے یہ خبر دی ہے کہ امام مہدی کا تعلق فاطمہ کی اولاد سے ہو گا)

فاوّلت ما قال النبی بضده

فشقّت عصا الاجماع منك الطوائل

تو نے نبی اکرم ﷺ کی باتوں کی اسکے بالکل الٹ تعبیر بتائی ہے تیری طرف سے
عداوت و دشمنی کا اظہار ہونے کی بنا پر تو نے اجماع و اتفاق کی لاٹھی کو پھاڑ دیا ہے

تحیّرت فیما قد اتیت فلا اری
لقولك وجهاً ثابتاً لا یزایل

مجھے اس پیغام پر حیرت ہے جو تو لایا ہے میں تیری کسی بات کے لئے
کوئی ٹھوس اور دیرپا وجہ نہیں دیکھتا

فلو کنت فی ایام دولة مسلم
لانسیت کالماضی و ذکرك خامل

اگر تو کسی اسلامی ریاست وسلطنت میں ہوتا تو تجھے ماضی کی طرح بھلا دیا گیا ہوتا
اور تیری یاد بھی بجھ چکی ہوتی

ولکنه قد خیّلت لك حیلة
تحیّلتها والکفر فی القوم دائل

لیکن بات یہ ہوئی کہ تجھے اس وقت ایک حیلہ سوجھ گیا
جبکہ کفر لوگوں میں عام تھا (کفار کی حکومت تھی)

اذا استنسرت فی ارض جهل بغاثها
فلا غرو مما یدّعیه الاسافل

اگر جہلاء کی سرزمین میں عام پرندے نسر (عقاب) بن جائیں
تو پھر اس پر کوئی تعجب نہیں جو کمینہ لوگ دعوی کرتے ہیں

نری کل ما تبنی بناء علی شفا
اخادید هدّتها السیّول السوائل

ہم تیرے جھوٹے دعوی نبوت کو ایسی کھائیوں کے کنارے پر دیکھتے ہیں
جسے تیز چلنے والی تلواروں نے دھما کے سے گرا دیا۔

پیسہ اخبار لاہور سے

جناب مرزا غلام احمد صاحب

بڑے ہی افسوس کا مقام ہے کہ مسلمان، مسلمان کا دشمن جان ہے۔ جناب مرزا صاحب کی شرافت، خلق، نیک عمل، بزرگانہ عادت، فضیلت علمیت، خیر خواہی اسلام وغیرہ صفات کا مقابلہ کرنے والا مولوی مجھ کو تو کوئی نظر نہیں آتا۔ آپ پکے خدا پرست کیا، بلکہ وحدانیت میں محو، خدا کے کلام (قرآن شریف) کے دل سے ماننے والے، پیغمبر اسلام آخر النبیین کے پکے معتقد، اسلام کے بدل و جان خیر خواہ، پھر بڑے غضب کی بات ہے کہ بعض مسلمان مولوی ان کی مخالفت پر کمر باندھے پھرتے ہیں بلکہ ان کے حق میں نہایت مکروہ ناشائستہ الفاظ استعمال میں لاتے رہتے ہیں۔ ان کی تصانیف کو غور سے نہیں دیکھتے، اور نہ تحمل و تامل سے ان کا مافی الضمیر سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔

حال ہی میں ایک بٹالوی صاحب نے بمقام لودھیانہ جناب مرزا صاحب سے مباحثہ کیا بلکہ مجادلہ کیا۔ اصل امر زیر بحث کو چھوڑ کر تمہیدات و فروعات کے ذریعہ لیاقت نمائی پر سارا زور دیا۔ گویا ساری تعلیم و معلومات اس دن کے ایک واجب التعظیم بزرگ مسلمان کی مخالفت میں زور دینے کے لئے رکھ چھوڑی تھیں۔ مولوی صاحب ایسے غصہ میں آ گئے کہ مجسم غصہ بن کر نہایت مکروہ الفاظ جناب مرزا صاحب کے بلکہ اپنے حق میں نکالنے لگے۔ بلکہ، زن طلاق، کی گالی یا قسم کا ایسے مولوی صاحب کے منہ سے نکلنا یہ پہلا موقعہ ہے کہ میں نے سنا ہے۔ طرفہ یہ کہ اشتہاروں کے ذریعہ مشتہر کر دیا کہ مرزا صاحب ہار گئے۔

سبحان اللہ مرزا صاحب کا حوصلہ و تحمل! کوئی بے جا لفظ زبان سے نہیں بولا۔ بلکہ اپنے ساتھیوں کو ہر وقت غصہ اور فساد سے منع فرماتے رہے۔ افسوس کہ اس موقعہ پر مولوی صاحب کی لیاقت و جہالت معلوم شد۔

اے مسلمانوں اور مولوی صاحبان! خدا کے واسطے آپس کے جھگڑے اور فساد جانے دو۔ اپنے دین

کی بہتری چاہو اور اس میں کوشش کرو۔ جناب مرزا صاحب تو دین کا ایک ستون اور اول درجہ کا خیر خواہ ہے۔ لوگوں کو ان کی خیر خواہی و پیروی دین اسلام کا خیال نہیں۔ افسوس۔ راقم۔ ہم درد۔ (ایک مراسلہ)

(پیسہ اخبار لاہور ے ستمبر ۱۸۹۱ء ص ۵)

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لاہور میں

مرزا صاحب دو ہفتہ سے لاہور میں تشریف رکھتے تھے اور لاہور کی خاص و عام طبائع کو اپنی طرف متوجہ کر رہے تھے کہ کسی وجہ سے سیالکوٹ کو چلے گئے۔ ہر شخص گھر میں، دوکان پر، بازار میں، دفتر میں، مرزا صاحب اوران کے دعوی مماثلت مسیح کا ذکر کرتا ہے۔

آج تک اخبارات نے کالم کے کالم، اور ورقوں کے ورقے، مرزا صاحب کے حالات اور عقائد کی تردید یا تائید میں لکھ ڈالے ہیں، مگر ہم نے عمداً اس بحث کو نہیں چھڑا۔ جس کی بڑی وجہ یہ ہے کہ پیسہ اخبار کوئی مذہبی اخبار نہیں۔

مگر اب چونکہ معاملہ عام انٹرسٹ کا ہوگیا ہے اور کئی صاحبوں نے پیسہ اخبار کی رائے مرزا صاحب کے عقائد کی نسبت دریافت کی ہے، اس لئے ہم مختصر طور پر ایک دو باتیں ظاہر کرتے ہیں۔

مرزا صاحب کے حق میں جو کفر کا فتوی دیا گیا ہے ہم کو اس سے سخت افسوس ہوا ہے۔ کوئی مسلمان زنا کرے، چوری کرے، الحاد کا قائل ہو، شراب پئے، اور کوئی کبیرہ گناہ کرے، کبھی علمائے اسلام اس کی تکفیر پر آمادہ نہیں سنے گئے۔ مگر ایک باخدا مولوی کو جو قال اللہ و قال الرسول کی تابعداری کرتا ہے بعض جزوی اختلافات کی وجہ سے کافر گردانا جاتا ہے۔

گر مسلمانی ہمیں است کہ واعظ دارد
وائے گر ازیں امروز نبود فردائے

ہم یہ نہیں کہتے کہ ہر شخص مرزا صاحب کی ہر بات کو تسلیم کرے لیکن یہ چاہتے ہیں کہ ہمارے مولوی صاحبان اپنی اس لیاقت اور ہمت کو غیر مسلموں کے مقابلے میں صرف کریں جو اب مرزا صاحب کے مقابلے میں صرف ہو رہی ہے

ہر کس از دست غیر نالہ کند
سعدی از دست خویشتن فریاد

اہل اسلام مطمئن رہیں کہ مرزا صاحب اسلام کو کبھی نقصان نہیں پہنچا سکتے اور یہ بات ہمارے عقیدے کے مطابق ان کے اختیار سے بھی باہر ہے۔ اگر اہل ہنود خصوصاً آریہ لوگ اور عیسائی لوگ مرزا صاحب کی مخالفت میں زور شور سے کھڑے ہو جاتے، تو ایسا بے جا نہیں تھا۔ مرزا صاحب کی تمام کوششیں آریا اور عیسائیوں کی مخالفت میں اور مسلمانوں کی تائید میں صرف ہوئی ہیں، جیسا کہ ان کی مشہور تصنیفات براہین احمدیہ سرمہ چشم آریہ اور بعد کے رسائل سے واضح ہیں۔

ہم اس کے سوائے اور کیا کہہ سکتے ہیں وما علینا الا البلاغ۔

اس قدر لکھ دینا بھی نامناسب نہ ہوگا کہ ہم ہرگز مرزا صاحب کے معتقدوں میں سے نہیں۔

(اداریہ۔ پیسہ اخبار لاہور ۲۲ فروری ۱۸۹۲ء یوم دوشنبہ)

پنڈت لیکھرام اور مرزا قادیانی کی تصانیف

ہم نے کسی پچھلے ہفتے میں خبر دی ہے کہ لاہور کے اہل اسلام کی طرف سے تین وکلاء نے ایک نوٹس پنڈت لیکھرام صاحب مصنف تکذیب براہین احمدیہ، خبط احمدیہ ورسالہ جہاد وغیرہ کو دیا ہے کہ وہ اپنی اس قسم کی جملہ تصانیف کہ جس میں مذہب اسلام کی توہین کی گئی ہے، تلف کرنے کے لئے اہل اسلام کے سپرد کر دیں ورنہ وہ عدالت میں چارہ جوئی کرنے کے لئے مجبور ہوں گے۔

اس پر جیسا کہ قدرتی امر ہے پنڈت لیکھرام اوران کے تمام ہم دردوں کورنج ہوا ہوگا۔ چنانچہ آریا پتر کارلاہور جوکہ لوکل آریا سماج کا آرگن ہے، اپنی ۳۰ اگست کی اشاعت میں لکھتا ہے کہ اس بارے میں ابتداء مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے ہوئی ہے کہ جنہوں نے پہلے سرمہ چشم آریہ اور براہین احمدیہ میں آریامت پر حملے کیئے ،اور ساتھ ہی..؟۔اگست کے پیسہ اخبار سے یہ فقرہ نقل کرکے ،

> ہرایک مذہب کا سچا پیرواگر چاہتا ہے کہ اس کے مذہب کی توہین نہ کی جاوے کہ جس کی وہ خود عزت کرتا ہے تو اس کو چاہیے کہ وہ خود بھی کسی کے مذہب کی توہین نہ کرے کیونکہ اس کو بھی اپنا مذہب ایسا ہی قابل عزت معلوم ہوتا ہے جیسا کہ تم کو ہوتا ہے ،

صلاح دیتا ہے کہ کیوں اس پر عمل نہیں کیا۔

اس کے بعد وہ چند مثالیں براہین احمدیہ سے ایسی پیش کرتا ہے کہ جن میں ان کی رائے میں آریا سماج کی نسبت نا ملائم الفاظ استعمال کیئے گئے ہیں۔

افسوس ہے کہ ہم نے پنڈت صاحب اور مرزا صاحب دونوں مصنفوں کے مباحثے کی کتابوں کو اس نظر سے مطالعہ نہیں کیا کہ اس وقت ہم رائے دے سکتے کہ کس شخص نے زیادتی کی ہے۔سوائے اس کے کہ مرزا صاحب کی تحریرات بہت عالمانہ اوراعلی درجہ کے مدلل ہیں۔ (ہر چند کہ ہم کو یقین ہے کہ وہ سنسکرت نہیں جانتے) اور بمقابل اس کے پنڈت صاحب ایک کم سواد آدمی ہیں۔عربی نہیں جانتے جیسا کہ ان کی کتابوں سے معلوم ہوتا ہے اور معلوم نہیں کہ سنسکرت میں کہاں تک استعداد رکھتے ہیں؟

ہماری رائے میں اگر پنڈت صاحب کو مرزا صاحب کے حملے کا جواب دینا منظور تھا،تو بہتر ہوتا کہ وہ عدالت میں چارہ جوئی کرکے ان کتابوں کی اشاعت بند کروا دیتے ، یا ان کو سزا دلواتے ۔نہ یہ کہ ایک مسلمان کی غلطی کا خمیازہ ان کی تمام قوم کو بھگتنا پڑتا۔اور وہ ایسی کتابیں لکھتے کہ جن سے تمام مسلمانوں کی دل شکنی ہوتی۔اس کا تو بعینہ یہی مطلب ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص کو اینٹ مارتا ہے،اور وہ اسکے جواب میں قانون کو اپنے ہاتھ میں لے کر اس کے تمام خاندان کو پتھرا دیتا ہے۔کیا عدالت اس قسم کے انصاف کو جائز سمجھے گی۔ہم صرف دفع تنازع اور آپس میں اتفاق قائم رکھنے کے خیال سے اس سے بہتر کوئی صلاح نہیں دے سکتے کہ پنڈت جی اگر

فساد ختم کرنا چاہتے ہیں تو اپنی تمام کتابیں مسلمانوں کے حوالے کر دیں اور مسلمانوں کو چاہیے کہ ان کی لاگت پنڈت صاحب کو دے دیں۔ اور اِدھر پنڈت صاحب یا کوئی آریہ سماج اگر اون کو بھی اپنے دعوی پر ایسا ہی یقین ہے تو مرزا صاحب قادیانی کو نوٹس دے کر ان کی کتابوں کی لاگت ان کے حوالے کر کے (بشرطیکہ وہ بھی کتابیں دینے پر راضی ہو جائیں) ان کو تلف کر دیں۔ ورنہ عدالت کے ذریعہ سے انصاف طلب کریں۔ قانون کا یہ منشا کبھی نہیں ہے کہ ہم اس کو اپنے ہی ہاتھ میں لے کر اپنا اپنا اطمینان کر لیں۔ پھر عدالتیں اور گورنمنٹیں کس کام آئیں گی۔ (پیسہ اخبار لاہور ۱۲ ستمبر ۱۸۹۲ء ص ۷ کالم ۳۔ ص ۸ کالم ۱)

پیشین گوئی جناب مرزا صاحب قادیانی

مرزا غلام احمد صاحب نے امرتسر کے مباحثہ میں ڈپٹی عبداللہ آتھم صاحب کی نسبت مندرجہ ذیل پیش گوئی کی تھی:

'.....میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنا پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لیے وقت تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے، بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ زمین آسمان بدل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی'۔ (جنگ مقدس)

(پیسہ اخبار ۶ جولائی ۱۸۹۴ء ص ۹ کالم ۳)

پادری آتھم کے متعلق قادیانی پیشگوئی

پچھلے ہفتہ میں مرزا صاحب قادیانی کی پیشین گوئی کے غلط نکلنے کی خبر چھاپ چکے ہیں۔ اگر اتفاقاً مرزا صاحب کی پیشین گوئی صحیح بھی ہو جاتی تو بہت سے خوش اعتقادوں اور عام لوگوں کے بہکنے کا اندیشہ تھا ۔مرزا صاحب بجائے اس کے کہ پیشین گوئی کے غلط نکلنے پر اقرار ندامت کرتے کہ یہ کام خدا ہی کے سپرد رہے ۔انہوں نے ایک اشتہار چھاپ کر دعوی کیا ہے کہ حقیقت میں انہیں ہی فتح ہوئی ہے۔

وہ ظاہر کرنا چاہتے ہیں کہ عبداللہ آتھم صاحب کسی وقت دل میں اسلام کی صداقت تسلیم کی ہوگی اور اس لئے ان کے الہام کی شرط کے مطابق خدا نے انہیں نہیں مارا۔

کیا مرزا غلام احمد صاحب کا خدا اتنا بھی عالم الغیب نہیں تھا کہ وہ انہیں پہلے ہی نتیجہ سے مطلع کر دیتا۔

اس کے علاوہ دوسرا الہام مرزا غلام احمد صاحب کو ایسے آخری وقت میں ہوا جب کہ ساری دنیا پر ان کی قلعی کھل گئی۔ اگر وہ ۵ ستمبر سے دس روز پہلے بھی یہ مشتہر کر دیتے تو ایک بات تھی۔

عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثال مرزا صاحب کے آخری اشتہار سے بہتر کہیں نہیں ملی۔ اور ہمیں سخت افسوس ہے کہ ایسے لائق آدمی ایسی بے ہودہ دلیلوں کی آڑ میں پناہ لیں۔

(پیسہ اخبار لاہور ۱۵ ستمبر ۱۸۹۴ء ص ۷۔۸)

منکوحہ آسمانی کے شوہر کے متعلق قادیانی پیش گوئی

جناب مرزا صاحب قادیانی کی دوسری پیشین گوئی جو مسٹر عبداللہ آتھم کی پیشین گوئی کے بعد کسی قدر ضروری تھی، وہ مرزا سلطان محمد (محمدی بیگم کے شوہر) کے ۷۔ اکتوبر تک مرنے کی نسبت تھی۔ مگر عبداللہ آتھم کی طرح یہ ۷۔ اکتوبر بھی گزر گیا۔ افسوس کی بات ہے کہ مرزا احمد صاحب کو اس کے متعلق بھی ایک طولانی ایکسپلے نیشن explanation دینا پڑا۔ وہ ایکسپلے نیشن explanation بھی ایسا ہی بھونڈا اور لاطائل ہے جیسے کہ دو پہلے اشتہارات مسٹر عبداللہ آتھم کی نسبت مرزا صاحب قادیانی نے چھاپے تھے۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ سلطان محمد کا خسر جو مر گیا ہے اس پیشین گوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا ہے اور اس پر آپ بہت ناز کرتے ہیں۔ سات سال کی مدت میں اگر کئی پیشین گوئیوں میں سے ایک شخص اسی قضا سے مر جاوے جس کو دنیا میں کسی کافر یا مومن کو گریز نہیں، تو اسی پیشین گوئی کے پورے ہونے سے تعبیر کیا جاوے۔ اس ۵۰۔۶۰ برس عمر کے آدمی کی نسبت اگر مرزا صاحب یہ پیشین گوئی کرتے کہ بیس تیس برس اور زندہ رہے گا، اور وہ رہتا تو یہ البتہ ایک بات تھی۔

سلطان محمد کے زندہ رہنے پر مرزا جی نے لکھا ہے کہ اس کے خسر کے مرنے سے اس پر ہیبت طاری ہو گئی اور خداوند کریم نے رحم کر کے اس کو مہلت دی۔ اگر بقول مرزا صاحب کے مرزا احمد بیگ دیندار نہیں تھا کہ جس کی ترہیب یا انذار رب الرحیم کو منظور تھا (آخری چند الفاظ حاشیہ پر ہیں جو تصویر میں نہیں آئے۔۔بہاء۔۔۔)

(پیسہ اخبار لاہور ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء ص ۷)

سلطان محمد اور مرزا غلام احمد کی پیش گوئی

عبداللہ آتھم کی تاریخ پیشین گوئی کے گزرنے کے بعد عوام کو سلطان محمد والی پیشین گوئی کا نہایت شوق سے انتظار تھا۔ چنانچہ اس پیشین گوئی کی میعاد کی آخری تاریخ ۷۔ اکتوبر تھی جو بخیر و عافیت گذر گئی اور نوجوان سلطان محمد خدا کے فضل و کرم سے اب تک زندہ سلامت موجود ہے۔

سلطان محمد کچھ عرصہ سے راولپنڈی میں مقیم ہے اور جہاں تک مجھے معلوم ہے اوس نے مرزا صاحب کی پیشین گوئی کا کوئی خوفناک اثر اپنے میں ظاہر نہیں کیا۔ اول ہی اول ۲۳ ستمبر ۱۸۹۴ء کی رات کو مجھے اوس سے ملنے کا اتفاق ہوا، اور میں عمداً اسی غرض سے اوسے ملنے گیا تھا کہ دیکھوں اوس کی کیا حالت ہے، اور کسی قسم کا خوف تو اس پیشین گوئی سے اوس پر وارد نہیں ہوا ہے۔

چنانچہ مجھے اوس سے گفتگو کرنے پر صاف صاف معلوم ہوگیا کہ اوس نے مرزا صاحب کو محض پاگل خیال کیا ہوا ہے۔ اور اون کی پیش گوئی کو اپنے دل میں ذرا وقعت نہیں دی۔ میں نے اپنے اور اوس کے مکالمہ کو ضرور لکھتا اگرچہ وہ مختصر ہے، مگر تاہم ناظرین کیلئے دلچسپی سے خالی نہ ہوتا۔ مگر چونکہ سلطان محمد کی زبان کے الفاظ (جو اوس نے مرزا صاحب کے حق کہے) لکھنے میں مجھے تامل ہے۔ اس واسطے میں اونہیں یہاں ایزاد کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

مرزا صاحب نے اپنے ڈیفنس مطبوعہ ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء میں سلطان محمد کے زندہ رہنے کی بہت سی وجوہات لکھی ہیں۔ اور اپنے خیال کے مطابق اوسے پیشین گوئی کے خوف سے میت اور مردہ ہی بیان کیا ہے۔ جن اصحاب نے اوس ڈیفنس کو پڑھا ہے وہ اس تحریر کو پڑھ کر ڈیفنس کے بیان کی رو سے اور سچائی کا موازنہ کر سکتے ہیں اور صرف مرزا صاحب کے بیان کی تردید کے لئے میں قسم کھا کر کہہ سکتا ہوں کہ ۲۳ ستمبر سے ۷۔ اکتوبر تک (جن ایام کا مجھے حال معلوم ہے) سلطان محمد بالکل چاق چوبند بے خوف و نڈر صحیح و سلامت اور تندرست رہا ہے

اوراب تک توانا وتندرست ہے۔نہیں معلوم مرزا صاحب کے سلطان محمد کو میت و مردہ کہنے سے کیا مطلب ہے۔شائد یہ کوئی ایسا معمہ ہو جسے فقط مرزا صاحب اوراون کے مرید ہی سمجھ سکتے ہیں۔افسوس کہ مرزا غلام احمد صاحب کو دونوں پیشین گوئیوں میں سخت شرمندگی اوٹھانی پڑی۔اورطرہ یہ کہ اس پر بھی ڈیفنس پیش کرنے میں دلیراوراون کے مرید بقول،خواجہ کے گواہ ڈڈو،اون کے ڈیفینس کے مصدق ومعاون۔

۱۲۔اکتوبر۔ راقم۔خریدار پیسہ اخبار نمبر ۴۶۶۷۔ایک مراسلہ (پیسہ اخبار ۲۰۔اکتوبر۱۸۹۴ء ص۹)

آئندہ رمضان کے کسوف وخسوف

جناب اڈیٹر صاحب!تسلیم۔

رمضان گزشتہ کے کسوف وخسوف کے متعلق کسی شمالی طبقہ ہند کے گریجوایٹ صاحب نے آپ کے اخبار گہر بار میں کچھ بحث چھیڑی تھی جس پر بعض صاحبان نے انعامی مضامین لکھے تھے۔بلحاظ علم ہیئت کے انعامی مضامین موجودہ انعام کے حاصل کرنے کے مستحق نہ تھے کیونکہ راقمان نے تاویلات رکیکہ سے گرہن کا کل دنیا پر نظر آنا ثابت کیا تھا جو بالکل محال ہے۔

نیازمند کا جو مضمون پیسہ اخبار ۲۲ جون ۱۸۹۴ء میں ناظرین نے ملاحظہ کیا تھا اس سے بخوبی ثابت ہو گیا تھا کہ مہدی کے ظہور کے متعلق جن گرہنوں کا وعدہ کیا گیا ہے وہ محال اور خلاف قانون قدرت و برخلاف سنت اللہ ہیں اس لئے حدیث کے موضوع ہونے میں ذرا بھی شک نہیں۔ہمیں امید تھی کہ گریجوایٹ صاحب اس کا کچھ جواب لکھیں گے تاکہ شائقین کے لئے دلچسپی کا باعث ہو مگر نمعلوم کہ انہوں نے کیوں کنارہ کشی کی۔خیر اس کو تو جانے دیجئے اب رمضان آئندہ میں بھی مثل رمضان سابق کے چاند گرہن وسورج گرہن علی الترتیب ۱۳ و ۲۶ رمضان کو ممالک امریکہ میں دکھائی دیں گے۔یقین ہے کہ معتقدین مرزا صاحب قادیانی پھر کچھ شور وغوغا کریں گے،اس لئے نیازآگیں نے اس مضمون میں پیش دستی کی۔امید ہے کہ جناب اپنے اخبار کے کالموں میں درج فرما کر نیازمند کو اپنا ممنون احسان بناویں گے۔،

گریجوایٹ صاحب نے اپنے پہلے (دیکھو پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۰۔اپریل ۱۸۹۴ء) مضمون کے آخر میں تحریر کیا تھا کہ: یہ کسی کا اختیار ہے کہ آنحضرتﷺ کی حدیث کو مانے یا نہ مانے لیکن حدیث کے الفاظ سے جو مفہوم ہوتا ہے اس سے قطعی مراد امسال کا کسوف وخسوف ہے۔،

سو واضح ہو کہ اول تو یہ بڑا بھاری دھوکہ ہے کہ ایک صحابی کے قول کو حدیث لکھ دیا۔ چنانچہ نیاز مند نے ۲۲ جون کے پرچہ میں ظاہر کیا تھا۔لیکن بالفرض اگر اس کو حدیث بھی سمجھا جاوے تو اس سے سابقہ یا آئندہ کسوف وخسوف ہرگز مراد نہیں ہو سکتے

ناظرین اس قول کو ملاحظہ کریں جسے گریجوایٹ صاحب نے حدیث کہا ہے۔

عن محمد بن علی قال ان لمهدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السماوات و الارض تنکسف القمر اول لیلة و تنکسف الشمس فی النصف منه و لم تکونا منذ خلق الله السماوات و الارض ۔ترجمہ:محمد بن علی نے کہا کہ ہمارے مہدی کی ایسی دو نشانیاں ہیں کہ جب سے آسمان اور زمین پیدا ہوئے ہیں تب سے کبھی ظاہر نہیں ہوئیں۔ا۔ چاند کو رمضان کی پہلی رات میں گرہن ہوگا۔ ۲۔سورج کو نصف رمضان میں اور جب سے خدا نے زمین اور آسمانوں کو پیدا کیا تب سے یہ نشانیاں کبھی نہیں ہوئیں (ترجمہ لفظی نہیں، اردو کے محاورے کے مطابق ہے)

اول تو تواریخ مندرجہ پیش گوئی میں کسوف وخسوف واقع نہیں ہوئے اس لئے اس کے مصداق نہیں ۔علاوہ براں قول میں دو دفعہ تاکید ہے کہ ایسی نشانیاں ابتدائے آفرینش عالم سے آج تک کبھی ظاہر نہیں ہوئیں جس سے بھی یہی متیقن ہوگیا کہ ظہور مہدی کے بعد ایسا کبھی نہیں ہوگا کیونکہ جب ایک امر ابتدائے پیدائش ارض وسماء سے کبھی واقع نہیں ہوا تو وہ خلاف سنت اللہ ہے ،کو بخیال گریجوایٹ صاحب کوئی امر خلاف سنت اللہ نہیں ہوسکتا۔لیکن اگر ہم مان لیں کہ اللہ تعالی کسی خاص شخص کی شناخت کے لئے ایسا نشان ارضی یا سماوی دکھاوے جس کی نظیر صفحہ روزگار پر اس سے بیشتر بالکل نہیں ملتی تو یہ بھی ضرور ماننا پڑے گا کہ خدا تعالی آئندہ کبھی ایسا نہیں کرے گا ورنہ دوسری دفعہ کوئی دوسرا شخص مدعی ہوکر واقعہ ثانیہ کو اپنے حق میں قرار دے گا پس امسال جو اسی صورت کے دو گرہن واقعہ ہوں گے وہ گریجوایٹ صاحب کے قول کی تردید کے لئے کافی ہیں اور ثابت

کریں گے کہ گزشتہ رمضان کے کسوف وخسوف کسی کے ظہور کا نشان نہیں بلکہ ایک معمولی گرہن تھے۔

گریجوایٹ صاحب نے یہ بھی لکھا تھا کہ، مسلمانان روئے زمین کو مناسب ہے کہ اگر مہدی کی تلاش کرنی ہوتو ہندوستان میں کریں جہاں نشان ہوا۔ غالباً گریجوایٹ صاحب اپنے زعم میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مہدی سمجھتے ہوں گے اور انہیں کے متلاشی مسلمانوں کو بنانا چاہتے ہوں گے لیکن گریجوایٹ صاحب اب دیکھ لیویں کہ امسال کے دونوں گرہن صرف ممالک امریکہ میں دکھائی دیں گے جس وقت یہ گرہن امریکہ میں اپنا نظارہ دکھانا شروع کریں گے اس وقت قادیان ضلع گورداسپور یعنی مسکن مرزا غلام احمد صاحب میں قریباً مندرجہ ذیل وقت ہوگا

چاندگرہن۔

۱۲رمضان وقت ۹ بجے دن۔،

سورج گرہن:

۲۸رمضان وقت ۳ بجے رات

یعنی قادیان میں (تو درکنار کل ہندوستان عرب مصر وغیرہ میں) یہ دونوں گرہن ہرگز دکھائی نہ دیں گے۔اس لئے گریجوایٹ صاحب کے خیال کے مطابق اب مہدی کی تلاش بلاد امریکہ میں کرنی چاہیے کیونکہ نشان وہاں نظر آیا، یا دونوں جگہ (ہندوستان اور امریکہ میں) کیونکہ نشان ہر دو جگہ ظاہر ہوا۔

اگر آج بلاد امریکہ میں کوئی شخص مدعی مہدویت ہوکر اپنا نشان آئندہ کسوف وخسوف بتاوے اور ثبوت میں کہے کہ مہدی موعود کا ظہور امریکہ میں اس لئے واجب التسلیم ہے کہ نشان ممالک امریکہ میں دکھایا گیا تو اس صورت میں سچے جھوٹے کی کیا شناخت ہوگی۔ دونوں میں سے جس کو ترجیح دی جاوے گی وہ ضرور بلا مرجح ہوگی

شائد مرزا غلام احمد صاحب (یا گریجوایٹ صاحب) آئندہ کسوف وخسودف کی نسبت یہ دعوی کریں کہ پچھلے سال لوگوں کا خیال تھا کہ نشان کل دنیا پر ظاہر ہونا ضروری ہے اس لئے خدا نے اس پہلو کو بھی نہ چھوڑا اور امسال دوبارہ وہی نشان ان ممالک میں دکھایا جہاں پچھلے سال نظر نہیں آیا تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ گزشتہ

کسوف وخسوف لندن، پیرس، برلن، وائینا، قسطنطنیہ، مصر، زنجبار، مدینہ منورہ، مکہ معظّمہ، بغداد، عدن، بصرہ، شیراز، کابل، وغیرہ میں نظر نہیں آیا تھا اسی طرح امسال کے دونوں گرہن ان مقامات میں نظر نہیں آئیں گے حالانکہ نہایت ضروری امر یہ تھا کہ ان ملکوں کے رہنے والے لوگ بھی نشان مہدی کو ضرور دیکھتے۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے گزشتہ اور آئندہ کسوف وخسوف کے اوقات متعلقہ بلاد مندرجہ درج ذیل ہیں

نام شہر۔ چاند گرہن ۱۳۱۱ھ۔ سورج گرہن۔ چاند گرہن ۱۳۱۲ھ۔ سورج گرہن

لندن۔ ایک بجے۔ ایک بجے۔ ۴ بج کر ۳ منٹ۔ ۱۰ بج کر ۸ منٹ

پیرس۔ ایک بج کر ۱۰ منٹ۔ ایک بجکر ۱۰ منٹ۔ ۴ بجکر ۱۳ منٹ۔ ۱۰ بجکر ۱۸ منٹ

برلن۔ ۴ بجکر ۴ منٹ۔ .. بجکر ۴ منٹ۔ ۵ بجکر ۷ منٹ۔ ۱۱ بج کر ۱۲ منٹ

وائنا۔ ۲ بجکر ۱۲ منٹ۔ ۲ بجکر ۱۴ منٹ۔ ۵ بج کر ۱۵ منٹ۔ ۱۱ بج کر ۲۰ منٹ

قسطنطنیہ۔ ۳ بجکر ۳ منٹ۔ ۳ بج کر ۳ منٹ۔ ۶ بج کر ۴ منٹ۔ ۱۲ بج کر ۱۱ منٹ

مصر۔ ۳۳ بجکر ۱۱ منٹ۔ ۳ بجکر ۱۱ منٹ۔ ۶ بجکر ۱۱ منٹ۔ ۱۲ بج کر ۲۳ منٹ

زنجبار۔ ۳ بجے۔ ۳ بجے۔ ۶ بجے۔ ۱۲ بج کر ۴۲ منٹ

مدینہ ۳ بج کر ۴۶ منٹ۔ ۳ بج کر ۴۶ منٹ۔ ۶ بج کر ۴۶ منٹ۔ ۱۲ بج کر ۵۸

مکہ۔ ۳۔ ۵۷، ۳ بج کر ۔۔ منٹ۔ ۶ بج کر ۵۷، ۱ بج کر ۹ منٹ

بغداد۔ ۴ بجر ۵۔ ۴ بج کر ۵۔ ۷ بج کر ۵۔ ایک بج کر ۹

عدن۔ ۴ بج کر ۸۔ ۴ بج کر ۸۔، ۷ بج کر ۸۔ ایک بج کر ۲۰

بصرہ ۴ بج کر ۱۷، ۴ بج کر ۱۷، ۷ بج کر ۱۷، ایک بج کر ۲۹

شیراز۔ ۴ بج کر ۴۲، ۴ بج کر ۴۲، ۷ بج کر ۴۲۔، ایک بج کر ۴۹

کابل۔ ۵ بج کر ۴۴ منٹ۔ ۵ بج کر ۴۴۔ ۷ بج کر ۴۴، ایک بج کر ۵۶

اس نقشہ سے ناظرین پر واضح ہوسکتا ہے کہ جن شہروں کا وقت دکھایا گیا ہے ان ممالک میں امسال کا نشان بھی دکھائی نہیں دے سکتا اس لئے یہ دعوی (بشرطیکہ ہوتو) بالکل لغو ہوگا۔ اگر ہم یہ بھی مان لیں کہ لنڈن پیرس برلن وائینا وغیرہ میں مسلمان آباد نہیں اور یہ نشان مسلمانوں سے مخصوص ہے اس لئے وہاں اس کی ضرورت نہیں ۔تو یہی دو جواب اس کے ہم کو مل سکتے ہیں ا۔ یہ کہ ممالک امریکہ بھی اسلامی آبادی سے خالی ہے اس لئے وہاں کون سی ضرورت ہم دیکھیں گے ۔۲۔ مصر روم اور خصوصاً عرب جو اسلام کا مرجع ہے وہاں اسی نشان کا نظر آنا نہایت ضروری تھا پھر کیا وجہ ہے کہ ان ممالک میں دونوں سال دکھائی نہ دیا۔ اس تمام مضمون سے ہمارے مضمون سابق کی تائید ہوتی ہے کہ وہ قول جس پر اس دعوی کا دارومدار ہے روایتاً تو غیر صحیح تھا لیکن دلائل عقلیہ علمیہ سے بھی موضوع ثابت ہوا۔ اور یہ بھی ثابت ہوگیا کہ ایسے ایسے گرہن کسی کا نشان نہیں ہوسکتے ہاں اگر پہلی تاریخ چاند گرہن اور ۱۵ تاریخ کو سورج گرہن ہوجاوے تو شائد یہ قول قابل اعتبار ہو۔ لیکن نیچرل ہسٹری کے مطابقت ڈھونڈنے والوں کے نزدیک نیز ازروئے قواعد ہیئت کے ایسا محال ہے اس لئے اس قول کا قابل اعتبار ہونا بھی محال فافهم و تدبر ۔

راقم: خاکسار غلام احمد اخگر

از امرتسر قلعہ بھنگیاں ۶ نومبر ۱۸۹۴ء۔ (ایک مراسلہ)

(پیسہ اخبار ے نومبر ۱۸۹۴ء ص ۸ کالم ۳ صفحہ ۹ کالم ۱و۲)

پنجاب میں طاعون اور میرزا صاحب کا اعلان

اللہ رحم کرے پنجاب میں طاعون کے بڑھنے کی خبریں دن بدن کثرت سے سنائی دیتی ہیں۔ پہلے پہل ضلع جالندھر کے صرف ایک قصبہ کھٹکر کلاں میں طاعون کی چند وارداتیں ہوئی تھیں، اور حکام کے فوراً توجہ کرنے اور پوری کوشش سے اس کے انسداد میں مشغول ہوجانے سے بہت ترقی نہ کی۔

تاہم کچھ عرصہ کے بعد پاس کے ایک اور موضع میں کچھ وارداتیں ہوگئیں۔ یہاں تک کہ باوجود ہر

طرح کی کوشش اور تدبیر کے انتظام اور حفظ صحت کے متعلق لائی جاسکتی تھی، وبا کی وسعت کا حلقہ بڑھنے لگا۔

کھٹکر کلاں سے جندر خورد اور خانخاں وغیرہ مواضعات کی طرف وبا نے رجوع کیا۔ اور کچھ عرصہ تک انہیں تین چار مواضعات تک طاعون کی وارداتیں محدود رہیں۔ لیکن چند گزشتہ دنوں سے چار دیگر مواضعات میں وبا پھیل گئی ہے۔

ضلع جالندھر میں شیخو پور اور شیشل قاضیاں میں، اور ضلع ہوشیار پور میں موضع پرکھووال میں جو بیرامپور سے ایک میل کے فاصلے پر ہے، اور سب سے آخر موضع سمینل مرزا جو گڈھ شنکر سے ۱۴ میل جانب جنوب واقع ہے۔ یہ سب دیہات ان دونوں ضلعوں کے کہ جہاں آج کل وبا خوف ناک تیزی سے قبضہ کر رہی ہے موضع کھٹکر کلاں سے کہ جہاں وبا پہلے پہل اس صوبے میں نمودار ہوئی تھی صرف چند میل گرد و پیش واقع ہیں۔

موضع کھٹکر کلاں خود اب بالکل وبا سے محفوظ ہے اور جندر خورد میں بھی ۱۸ دسمبر ۱۸۹۷ء کے بعد کوئی واردات وبا کی نہیں ہوئی۔ آخری موضع کے مکانات کی خوب صفائی کرادی گئی ہے اور ادویات دافع بدبو چھڑکی گئی ہیں اور امید ہے کہ وہ بھی وبا سے محفوظ ہو گیا ہے۔

لیکن جب تک کہ وبا کا میلان باوجود احتیاط اور انسداد کے ترقی کی جانب مائل ہے تب تک اس کے بڑھنے کا اندیشہ کرنا ایک بالکل قدرتی بات ہے اور یہی صورت دیکھ کر گورنمنٹ پنجاب نے اپنی ابتدائی ہدایات انتظام انسداد وبا مجریہ ۱۱ جنوری شائع کی ہیں۔ اور اس کے بعد ۲۳ جنوری کو صاحب ڈپٹی کمشنر دہلی نے میونسپل کمشنروں کو جمع کر کے حدود میونسپلٹی دہلی میں وبا پھیلنے کے بعد جو انتظام عمل میں لایا جائے گا اس کو مشتہر کیا ہے۔ ان علامات سے اندیشہ دن بدن بڑھ رہا ہے کہ وبا کا پنجاب میں عنقریب پھیل جانا دشوار نہیں، بلکہ بالکل قرین قیاس ہوگا۔

ان سب باتوں پر اضافہ یہ ہوا ہے کہ حال میں جناب مرزا غلام احمد صاحب نے قادیان سے ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں وہ لکھتے ہیں:

انہوں نے خواب میں دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔ میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں، تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب پھیلنے والی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ:

میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا، یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا لیکن نہایت خوف ناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا۔ اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے

انّ الله لا یغیر ما بقو م حتی یغیروا ما بانفسهم

یعنی جب تک دلوں کی وبا معصیت دور نہ ہو، تب تک ظاہری وبا بھی دور نہیں ہوگی۔

غرض مرزا صاحب کو خواب کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ پنجاب میں مرض طاعون بہت پھیلے گا اور الہام کے ذریعہ سے انہیں معلوم ہوا ہے کہ بندوں کے گناہوں اور بدکاریوں کی وجہ سے یہ وبا بطور قہر الٰہی اور سزا کے نازل ہوئی ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ یہ دونوں باتیں بتلانے کے لئے مرزا صاحب ایسے کسی ملہم ربانی اور پیش گوئیاں کرنے والے شخص کی ہی ضرورت تھی یا معمولی سمجھ کے لوگ بھی صورت حالات کو دیکھ کر یہی دو باتیں کہہ دیں گے، جیسا کہ اس آرٹیکل کے شروع میں گورنمنٹ پنجاب اور ڈپٹی کمشنر دہلی کی ہدایات انتظام وبا کا ذکر ہو چکا ہے۔ اور اضلاع جالندھر ہوشیار پور کے بعض مواضعات میں وبا کے ترقی کرنے اور باوجود انسداد کی کوششوں کے بڑھتے چلے جانے کی کیفیت درج کی گئی ہے ان کو دیکھ کر ہر شخص گمان کر سکتا ہے کہ وبا کے پنجاب میں پھیلنے کی اغلب امید ہے۔ اور چونکہ امسال کا موسم سرما قریب ختم ہو جانے کے ہے اس لئے بمبئی کے گزشتہ سال کے تجربہ کے مطابق ممکن ہے کہ امسال وبا کا خاتمہ ہو کر سال آئندہ میں پھر زور کے ساتھ شروع ہو جائے۔ ایسے ہی جناب مرزا صاحب نے یہ گنجائش رکھی ہے کہ:

میرے پر یہ امر مشتبہ رہا ہے کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض پھیلے گا ، یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔،

دوسری بات مرزا غلام احمد نے یہ فرمائی ہے کہ وبا بندوں کے گناہوں اور بدکاریوں کی سزا ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

اور درحقیقت دیکھا جاتا ہے کہ ملک میں بدکاری کثرت سے پھیل گئی ہے اور خدا تعالی کی محبت ٹھنڈی ہوکر ہوا و ہوس کا ایک طوفان برپا ہورہا ہے اکثر دلوں سے اللہ جل شانہ کا خوف اٹھ گیا ہے اور وباؤں کو ایک معمولی تکلیف سمجھا گیا ہے جو انسانی تدبیروں سے دور ہوسکتی ہے ہر ایک قسم کے گناہ بڑی دلیری سے ہورہے ہیں اور قوموں کا ہم ذکر نہیں کرتے وہ لوگ جو مسلمان کہلاتے ہیں ان میں سے جو غریب اور مفلس ہیں اکثر ان میں سے چوری اور خیانت اور حرام خوری میں نہایت دلیر پائے جاتے ہیں۔ جھوٹ بولتے ہیں اور کئی قسم کی خسیس اور مکروہ حرکات ان سے سرزد ہوتی ہیں اور وحشیوں کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں نماز کا تو ذکر کیا کئی کئی دنوں تک منہ بھی نہیں دھوتے اور کپڑے بھی صاف نہیں کرتے اور جو لوگ امیر اور رئس اور نواب یا بڑے بڑے تاجر اور زمین دار اور ٹھیکہ دار اور دولت مند ہیں وہ اکثر عیاشیوں میں مشغول ہیں اور شراب خوری اور زنا کاری اور بداخلاقی اور فضول خرچی ان کی عادت ہے اور صرف نام کے مسلمان ہیں اور دینی امور میں اور دین کی ہم دردی میں سخت لاپروا پائے جاتے ہیں۔،

یہ عقیدہ مرزا صاحب کا ہی نہیں اور نہ یہ کوئی نئی الہامی بات ہے ہندوستان میں عام طور پر ہندو مسلمان اور خصوصاً مسلمان یہ خیال رکھتے ہیں کہ سب اس قسم کی تکلیفیں اور عذاب بندوں کے شامت اعمال کا نتیجہ ہوتے ہیں اور جب نادرشاہ نے دہلی میں قتل عام کیا تھا تو محمد شاہ کے ایک وزیر نے گلے میں شمشیر ڈال کرنا درشاہ کے سامنے یہ شعر پڑھ کر قتل عام بند کرنے کی گزارش کی تھی

دیدۂ عبرت کشا و قدرت حق را ببیں
شامت اعمال ما صورت نادر گرفت

اخبارات میں بیسیوں دفعہ یہی وجہ طاعون کی اس شدت کی لکھی جا چکی ہے اور یہ بات بطور ضرب المثل کے مشہور ہے۔ لیکن میں ادب کے ساتھ عرض کرنا چاہتا ہوں کہ کیا ہندوستان میں کوئی قطعے یا صوبے مخصوص ہیں کہ جو گناہ اور بدکاری میں دوسروں سے سبقت رکھتے ہیں۔ اگر یہ وجہ نہیں، تو وبا کا بعض علاقوں پر نزول اور بعض کا اس سے مامون و مصئون رہنا کیا مطلب رکھتا ہے۔

پھر ہندوستان سے کہیں بڑھ کر یورپ کے بعض ملکوں میں زنا کاری بدکاری اور انواع واقسام کے فواحش ہوتے ہیں اور یقیناً ان ملکوں میں عیاشی کی کوئی حد باقی نہیں رہی لیکن وہ وبائے طاعون سے محفوظ ہیں لیکن اس میں ہندوستان اور چین کے بعض حصص مبتلا ہیں یا رہے ہیں۔ باوجود اس کے کہ جناب مرزا صاحب کو عالم رویا میں پنجاب میں وبا کا وارد ہونا یقینی ہو چکا ہے۔ اور الہام کے ذریعہ سے آپ اس کو اہل ہند اور خصوصاً مسلمانوں کی شامت اعمال کا نتیجہ بتلاتے ہیں۔ اس پر بھی آپ فرماتے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ تقدیر معلق ہے اور توبہ اور استغفار اور نیک عملوں اور ترک معصیت اور صدقات اور خیرات اور پاک تبدیلی سے دور ہو سکتی ہے۔

میرے خیال میں تو یہ دونوں باتیں متناقض ہیں۔ عالم رویا میں بشرطیکہ رویائے صادقہ ہو، صرف ان باتوں کا وجود اور عمل نظر آتا ہے جو بعد میں ضرور واقع ہوتی ہیں اور کسی طرح ٹل نہیں سکتیں۔ اور اگر وبا بطور تقدیر معلق کے ہے، جو خیرات و مبرّات اور اعمال صالحہ سے ٹل سکتی ہے، تو پھر اس کا رویا میں نظر آنا قرین قیاس نہیں۔ بہرحال اس صورت میں جناب مرزا صاحب اپنے قول کو پابند نہیں کرتے کہ وبا پنجاب میں ضرور آئے یا ضرور نہیں آئے گی۔

ایک اور بات اس اشتہار کی میرے فہم ناقص میں نہیں آئی۔ ایک جگہ تو جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وبا بندوں کے گناہوں سے توبہ کرنے اور نیکی کی جانب رجوع کرنے سے ٹل سکتی ہے۔ اور دوسری جگہ اسی اشتہار میں لکھتے ہیں کہ انہیں روحانی طریق سے معلوم ہوا ہے کہ وبائے طاعون اور خارش (جرب) کا مادہ ایک ہی ہے۔ اور اس سے آپ نتیجہ نکالتے ہیں کہ چونکہ پارہ کے اجزاء اور گندھک کی آمیزش والی چیزیں خارش کے لئے مفید ہوتی ہیں، وہ طاعون کے لئے بھی مفید ثابت ہوں گی اور تعجب نہیں ہوگا کہ خارش کے پیدا

ہونے سے طاعون کی کمی ہو جائے بقول ان کے:

یہ روحانی قواعد کا ایک راز ہے کہ جس سے میں نے فائدہ اٹھایا ہے۔ اگر تجربہ کرنے والے اس امر کی طرف توجہ کریں اور ٹیکا لگانے والوں کی طرح بطور حفظ ماتقدم ایسے ملکوں کے لوگوں میں جو خطرہ طاعون میں ہوں خارش کی مرض پھیلا دیں تو میرے گمان میں ہے کہ وہ مادہ اس راہ سے تحلیل پا جائے اور طاعون سے امن رہے۔

اب معلوم نہیں کہ قضائے معلق کا منشاء مرزا صاحب کا اس روحانی دریافت کے وسیلہ سے طاعون سے امن کرنے کا ہے یا لوگوں کے گناہ سے باز آنے کے ذریعہ سے۔ کیونکہ اگر جناب مرزا صاحب کے خارش پھیلانے کی تدبیر سے طاعون سے امن ہو جائے درانحالیکہ لوگ گناہوں سے تائب نہیں ہوئے تو الہام درست نہیں نکلتا اور اگر الہام درست نکلے تو دوسری تدبیر خارش پیدا کرنے کی رائگاں جاتی ہے۔ فتدبر

قطع نظر اس پیشین گوئی اور الہام کے باقی جو باتیں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس اعلان میں لکھی ہیں وہ بہت معقول ہیں۔ مثلاً شروع میں آپ گورنمنٹ عالیہ کے طاعون کے انسداد کے انتظام میں اس قدر کوشش اور محنت کرنے کی تعریف کرتے ہیں اور گورنمنٹ کے انسداد طاعون کے انتظام کی نسبت جو لوگ بدگمانی پھیلاتے ہیں ان کو برا کہتے ہیں پھر بصورت مجبوری طاعون کے کسی شہر یا قریہ میں پھیل جانے کی حالت میں سیگریگیشن (گھروں سے علیحدگی) کا جو اصول گورنمنٹ نافذ کرتی ہے اس کو مرزا صاحب مندرجہ ذیل بہت عمدہ دلیل کے ساتھ جائز قرار دیتے ہیں۔ وہ لکھتے ہیں:

مثلاً ایک گھر میں جب طاعون سے مرنا شروع ہو، تو دو تین موتوں کے بعد گھر والوں کو ضرور فکر پڑے گا کہ اس منحوس گھر سے جلد نکلنا چاہیے اور پھر فرض کرو کہ وہ اس گھر سے نکل کر محلّہ کے کسی اور گھر میں آباد ہوں اور پھر اس میں بھی یہی آفت دیکھیں گے تب ناچار ان کو اس شہر سے علیحدہ ہونا پڑے گا مگر یہ تو شرعاً بھی منع ہے کہ وبا کے شہر کا آدمی کسی دوسرے شہر میں جا کر آباد ہو۔ یا بہ تبدیل الفاظ ہم کہہ سکتے ہیں کہ خدا کا قانون بھی کسی دوسرے شہر میں جانے سے روکتا ہے تو اس صورت میں بجز اس تدبیر کے جو گورنمنٹ نے پیش کی ہے کہ اسی شہر کے کسی میدان میں وہ لوگ رکھے

جائیں اور کونسی نئی اور عمدہ تدبیر ہے جو ہم نعوذ باللہ اس خوفناک وقت میں اپنی آزادگی کی حالت میں اختیار کر سکتے ہیں۔،

اس کے سوائے وہ ان ڈاکٹروں کو جو طاعون کی ڈیوٹی پر لگائے جاتے ہیں ہدایت کرتے ہیں کہ وہ مریضوں اور ان کے عزیزوں سے نہایت ملائمت اور اخلاق سے پیش آویں یہ واقعی نہایت قیمتی مشورہ ہے اور اگر الہام اور خواب کے ساتھ مشتہر نہ ہوتا تو اور بھی اچھا اثر کرتا۔

(پیسہ اخبار لاہور ۲۶ فروری ۱۸۹۸ء یوم شنبہ ص ۷۔۸)

اس تحریر سے گورنمنٹ کو یا پبلک کو دھوکہ دینا منظور ہے

گوجرانوالہ کے ایک عیسائی مصنف نے جو ایک تصنیف ،امہات المومنین، مسلمانوں کی دل شکنی کرنے اور ان کو رنج پہنچانے کی غرض سے شائع کی ہے، اس کا ذکر.. کالموں میں ہو چکا ہے اور یہ بھی بیان ہو چکا ہے کہ انجمن حمایت اسلام نے اس مفسدہ انگیز کتاب ..بمقتضائے اپنے فرض کے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں ایک میموریل ارسال کیا ہے کہ یہ کتاب جو سخت دل آزار الفاظ سے پر ہے، اندیشہ ہے کہ اس کے ..نقص امن نہ ہو جائے، اس کی اشاعت روک دے۔

اس کے بعد انجمن اسلامیہ لاہور نے بھی اپنے جلسے میں ایک ایسا ہی میموریل کتاب ، امہات المومنین،.. بھیجنا منظور کیا تھا، جو غالباً اب تک بھیج دیا گیا ہوگا۔

اور اب ایک دو ورق چھپے ہوئے کاغذ سے معلوم ہوا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے بھی ایک میموریل پنجاب گورنمنٹ کی خدمت میں اسی کتاب کے متعلق ارسال کیا ہے۔لیکن کتاب کی اشاعت حکماً روک دینے کی تائید میں نہیں بلکہ اس کے خلاف ہے۔قادیان کے میموریل کا خلاصہ یہ ہے:

انجمن حمایت اسلام نے اس کتاب کی اشاعت کے حکماً روک دینے کی درخواست کے متعلق جو میموریل بھیجا ہے وہ شتاب کاری سے بھیجا گیا ہے، اور اس میں مرزا صاحب سے مشورہ نہیں کیا گیا اور نہ اجازت لی ہے۔ بدیں وجہ یہ بالکل غیر ضروری تھا۔ اس کتاب کی اشاعت گورنمنٹ مہربانی کر کے حکماً بالکل نہ روکے، اس سے مذہبی مباحثہ کی آزادی میں خلل نہ عائد ہو.. اس سے عوام الناس یہ نتیجہ نکال لیویں کہ مسلمان ..کے اعتراضات کا جواب دینے سے عاجز آ گئے تھے، اس لئے انہوں نے یہ طریقہ اختیار کیا۔ اس واسطے مرزا صاحب کی رائے میں اس کتاب کی اشاعت گورنمنٹ سے حکماً بند کرانے کے بجائے وہ خود اس کے اعتراضات کا جواب دیں گے اور وہی کافی ہوگا۔،

مرزا غلام احمد صاحب اپنے میموریل میں انجمن حمایت اسلام کی کاروائی کے متعلق لکھتے ہیں:

مگر میں مع اپنی جماعت کثیر اور مع دیگر معزز مسلمانوں کے اس میموریل کا سخت مخالف ہوں اور ہم سب لوگ اس بات پر افسوس کرتے ہیں کہ کیوں اس انجمن کے ممبروں نے محض شتاب کاری سے یہ کاروائی کی۔،

اور ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:

انجمن حمایت اسلام لاہور نے جو میموریل گورنمنٹ میں اس بارے میں روانہ کیا ہے وہ ہمارے مشورہ اور اجازت سے نہیں لکھا گیا بلکہ چند شتاب کاروں نے جلدی سے یہ جرأت کی ہے جو درحقیقت قابل اعتراض ہے۔،

مندرجہ بالا اقتباسات سے اس بے ہودگی اور باد پیمائی کا اندازہ لگ سکتا ہے جس سے مرزا صاحب کا میموریل بھرا ہوا ہے۔ گویا کہ آپ گورنمنٹ پنجاب کو بتلانا چاہتے ہیں کہ انجمن حمایت اسلام صرف چند شتاب کاروں کا مجموعہ ہے کہ جنہوں نے جلدی سے گورنمنٹ کی خدمت میں اس کتاب کے خلاف میموریل بھیج دیا ہے اور خود مرزا صاحب مع اپنی جماعت کثیر کے مسلمانوں کے لیڈر ہیں۔ ہر ایک معقول پسند شخص سمجھ سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا یہ دعوی کیسا جھوٹا اور بے بنیاد ہے۔ مرزا صاحب کو اس سے زیادہ ایک ذرہ حیثیت حاصل نہیں کہ وہ ایک ملا، یا مولوی، یا مناظر، یا مجادل ہیں۔ انہیں کوئی حق حاصل نہیں ہے کہ اپنے آپ کو تمام

مسلمانوں کا معتمد الیہ قرار دیں جیسا کہ ایک جگہ اس میموریل میں وہ دعوی کرتے ہیں۔ مسلمانوں کو بطور ایک جماعت کے ان پر کوئی بھی پولیٹکل یا سوشل اعتبار نہیں ہے، اور نہ وہ کسی امتیاز کا مستحق سمجھتے ہیں۔ اگر چند آدمی اپنے آپ کو مرزا صاحب کا معتقد سمجھتے ہیں، اور جن کی تعداد وہ خود ۵ مارچ ۱۸۹۸ء کے میموریل میں باوجود ہر طرح کی کھینچ تان کے ۳۱۸ سے زیادہ نہیں بتلا سکتے، تو اس سے انہیں کیا حق حاصل ہے کہ انجمن حمایت اسلام کے میموریل کو چند شتاب کاروں کی بے جا جرأت کا نتیجہ کہیں۔ اور انجمن کی کاروائی کو بے ہودہ قرار دیں کہ جس انجمن کے ممبر اور ہمدرد ہزار ہا مسلمان ہیں۔ اور جس کی وقعت اور ذمہ داری مسلمہ ہے۔ پھر صوبہ پنجاب کے مسلمانوں کے پولیٹکل مہام کا سر انجام کرنا انجمن اسلامیہ لاہور کا کام ہے (نہ کہ) ایک دور افتادہ ضلع کی ایک تحصیل میں رہنے والے کا۔ مرزا صاحب ہیں کون کہ جن سے مشورہ کرنے اور جن سے اجازت لینے کیلئے سوائے انجمن حمایت اسلام کوئی کام نہ کیا کرے؟ اور اس سے پہلے انجمن نے کس کس کام میں ان سے مشورہ کیا ہے؟ جب انجمن نے اس قسم کا کام شروع کیا تھا تو مرزا صاحب کہاں تھے، اور انہوں نے اس سے پہلے کیوں کبھی اس کام پر اعتراض نہیں کیا۔ ۱۸۹۲ء میں انجمن حمایت اسلام نے ریواڑی کے ایک پادری ولیمس صاحب کی اسی طرح کی کتاب کی اشاعت روکنے کے لئے گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں میموریل بھیجا تھا اور گورنمنٹ نے انجمن کی معروضات کو مناسب سمجھ کر اس کتاب کی اشاعت بند کرا دی تھی، اس وقت مرزا صاحب کہاں تھے؟ اور انہوں نے جب کیوں اعتراض نہ کیا۔ لیکن سچ تو یہ ہے کہ یہ پولیٹکل امور میں دخل در معقولات دینا اور آئے دن اپنی نمود کے لئے میموریل بھیجنا انہیں اس سے بعد کے زمانے میں سوجھا ہے۔ مگر حقیقت میں یہ کام ان کے بس کا نہیں ہے۔ کارے کہ نہ کار تست زنہار مکن

اس سے پیشتر مرزا صاحب کو ایک شخص نے ، پیغمبر کتب فروش، کا بہت موزوں خطاب دیا تھا، اور اب اگر کوئی شخص انہیں میموریل بھیجنے والا مہدی، اور اشتہار دینے والا امام، کہہ دے تو نا مناسب نہیں معلوم ہوتا کیونکہ مرزا صاحب نے اشتہار کے معنی ایسے اچھے سمجھے ہیں کہ اچھے سے اچھے مشتہر کرنے والے سوداگر ایسے نہیں سمجھے۔ اسی طرح جس قدر میموریل قادیان سے بھیجے جاتے ہیں، اتنے عرصے میں امید ہے کہ لاہور سے اس سے آدھے بھی نہ بھیجے گئے ہوں گے۔ گویا کہ مرزا صاحب نے بات بات پر میموریل بھیجنے کا ٹھیکہ لے لیا ہے۔ ان

میں سے بعض تو یہ اپنے نام سے بھیجتے ہیں اور بعض اپنے مریدوں کے نام سے۔اگر کسی شخص نے ان کے اشتہارات کا جواب دے دیا، تو اس کے خلاف بھی انہوں نے ایک میموریل دھر گھسیٹا کیونکہ آج کل ایک میموریل میں نے دیکھا ہے جو لاہور کے ایک شخص کے خلاف قادیان سے بھیجا گیا ہے۔مرزا صاحب امہات المومنین کے خلاف میموریل بھیجنے کو لوگوں کی بے صبری قرار دیتے ہیں اور اس کو ناجائز بتلاتے ہیں بحالیکہ لاہور سے جس شخص نے چندمرتبہ ان کی ذات کے متعلق چند اوراق شائع کئے ہیں اس کے خلاف ان کے مرید میموریل بھیجتے ہیں اور سرکار سے اس کی تحریرات کے انسداد کی التجا کرتے ہیں۔اس موقعہ پر وہ بتلائیں کہ صبر کرنے والا اصول کہاں گیا جس کی اس میموریل میں زور شور سے تاکید کی گئی ہے۔

آنچہ برخود نہ پسندی بردیگراں مپسند

سچ تو یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب کی تحریرات اور خیالات میں تناقض نہ ہو، تو وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔جس کتاب امہات المومنین کی اشاعت روک دینے کی استدعا گورنمنٹ کی خدمت میں میموریل بھیجنے کے الزام پر وہ انجمن حمایت اسلام کو شتاب کار اور اس کی کارروائی کو بے ہودہ قرار دیتے ہیں، اس کتاب کا وہ اس سے پہلے بھی اپنے ایک میموریل میں ذکر کر چکے ہیں۔وہاں انہوں نے اس کتاب کے چند قابل اعتراض اور شرم ناک الفاظ کو نقل کیا ہے کہ جن کو یہاں درج کرنا مناسب نہیں معلوم ہوتا۔اس پر وہ لکھتے ہیں کہ: ایسے جان بوجھ کر رنج دلانے سے نقص امن کا اندیشہ ہے۔،

جب وہ اس بات کو مان چکے ہیں کہ اس سے نقص امن کا اندیشہ ہے، تو پھر کیوں انجمن حمایت اسلام سے اس بارے میں اتفاق نہیں کرتے کہ اس کتاب کی اشاعت بند کی جاوے تاکہ اندیشہ نقص امن کا باقی نہ رہے۔شائد مرزا صاحب کو اس میموریل کا مطلب بھول گیا ہو جس میں اس کے بعد ایک اس سے بھی دلچسپ فقرہ موجود ہے۔

> اس قسم کی زہردار کتابوں کو روکنے کے لئے گورنمنٹ کو کچھ دانشمندانہ طریق اختیار کرنے چاہییے اور میں سمجھتا ہوں کہ اس سے ملک کے امن میں ترقی ہوگی اگر گورنمنٹ تمام مذہبی بحث کرنے والوں کو تاکید کردے کہ اعتدال اور خوش خلقی کو مدنظر رکھیں اور اپنی نکتہ چینیوں کو مذہب

مقابل کے معتبر اور مستند کتب پر مبنی کریں اور ایسے حملوں سے پرہیز کریں کہ جو ویسے ہی ان کے مذاہب پر بھی عائد ہوسکیں۔

اس اقتباس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا صاحب امہات المومنین کے متعلق گورنمنٹ کی مدد کی ضرورت سمجھتے ہیں اور ایسی مدد مانگتے ہیں۔غرض ایسی اندھی ہوتی ہے کہ اب جب کہ انجمن حمایت اسلام نے ایک ایسی ہی رعایت کی درخواست کی ہے تو مرزا غلام احمد صاحب پہلو بدل کر لکھتے ہیں کہ:

کتاب کی اشاعت روک دینے سے، ہماری دینی عزت کو اس سے بھی زیادہ ضرر پہنچتا ہے جو مخالف نے گالیوں سے پہنچانا چاہا ہے۔

مرزا صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ خود اس کتاب کا جواب لکھنے والے ہیں لیکن واضح رہے کہ مباحثہ کی کتابیں لکھنے میں وہ خود بھی ایسے شخص نہیں ہیں کہ جن کی تحریرات اندیشے سے محفوظ ہوں۔ میں پنجاب آبزرور کے بارے میں اتفاق کرتا ہوں کہ سال گزشتہ میں پنجاب میں جو افسوس ناک حالت پنڈت لیکھ رام کے قتل کئے جانے کے بعد ہندو مسلمانوں کے مابین پیدا ہوئی تھی، اس کے ذمہ دار ایک حد تک مرزا صاحب بھی تھے۔ اگر مرزا صاحب نے سرمہ چشم آریہ نہ لکھا ہوتا تو پنڈت لیکھ رام تکذیب براہین احمدیہ میں قابل اعتراض باتیں نہ لکھتا۔ کیونکہ پنڈت اندرمن مرادآبادی کے مباحثے بالکل پرانے اور از یاد رفتہ ہو چکے تھے۔ بہرحال کسی مذہب کی کمزوری یا زورآوری اس کے مباحثہ کرنے والے چند ملاؤں یا واعظوں پر منحصر نہیں ہوتی اور قطع نظر اس کے مباحثہ کی کتابیں کثرت سے پہلے ہی موجود ہیں پھر ایسے جواب کی کچھ ضرورت نہیں۔ اور بالفرض اگر ضرورت سمجھی بھی جاوے تو اس سے لازم نہیں آتا کہ اصلی کتاب تلف نہ کی جاوے۔ اعتراض اصل کتاب کے مضامین کے متعلق نہیں ہے بلکہ اس کی بدتہذیبی اور درشتی الفاظ کے متعلق ہے۔ میرے خیال میں مرزا صاحب کے میموریل کا منشاء سوائے اس کے کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ پنجاب گورنمنٹ سمجھ جائے کہ تمام تعلیم یافتہ معزز اور مدبر مسلمانوں کے (جیسا کہ ان کا دعوی ہے) معتمد الیہ اور لیڈر مرزا صاحب ہی ہیں، اور انجمن حمایت اسلام ان سے مشورہ کر کے اور اجازت لے کر چلتی ہے۔ اور چونکہ یہ باتیں درست نہیں ہیں اس لئے صاف ظاہر ہے کہ گورنمنٹ اس غلط بیانی سے دھوکا کھا سکتی ہے۔ اور اسی طرح پبلک کے بعض حصے بھی دھوکے

میں آسکتے ہیں۔اور صرف گورنمنٹ اور پبلک کو اس دھوکے سے محفوظ رکھنے کے لئے یہ چند سطور لکھی گئی ہیں، ورنہ مرزا صاحب کے صدہا اشتہار اور میموریل چھپتے رہتے ہیں جو کسی توجہ کے قابل نہیں ہوتے۔(اداریہ)

(پیسہ اخبار لاہور ۲۱ مئی ۱۸۹۸ء ص ۵۔۶)۔

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں برد

پچھلے دنوں لاہور میں اس بات کا بہت چرچا ہوا تھا کہ جناب پیر سید مہر علی شاہ صاحب سجادہ نشین گولڑہ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مابین عنقریب مناظرہ ہونے والا ہے۔جناب پیر صاحب نے مرزائے قادیانی کی تمام پیش کردہ شرائط مناظرہ منظور کر کے اپنی طرف سے یہ شرط پیش کی تھی کہ تحریر تفسیر سے پہلے تھوڑی دیر تک زبانی مباحثہ بھی ہو۔مگر اس کے ساتھ ہی جناب پیر صاحب نے لکھ دیا تھا کہ اگر آپ میری یہ تحریک منظور نہ کریں تو مجھے اس کے منوانے پر اصرار نہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے پیر مہر علی صاحب کو اجازت دی تھی کہ وہ جب چاہیں تاریخ مقرر کر کے مناظرہ کے لئے لاہور آسکتے ہیں۔

اس پر جناب پیر مہر علی صاحب نے بذریعہ رجسٹری شدہ خط کے مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ میں تمہاری تمام شرائط کو منظور کر کے لاہور آتا ہوں، جہاں ۲۵۔اگست کو میرا اور آپ کا مناظرہ ہوگا۔

جناب پیر مہر علی صاحب ۲۴۔اگست کی شام کو لاہور تشریف لے آئے جن کا ریلوے سٹیشن پر کثیر التعداد مسلمانوں نے بڑے جوش وخروش وخلوص وعقیدت سے استقبال کیا۔مگر مرزا غلام احمد صاحب اب

تک نہیں آئے۔ تاریخ مناظرہ گزر جانے پر بھی پیر صاحب سطور کے لکھے جانے (یعنی ۲۸۔ اگست ۱۹۰۰ء تک) اس خیال سے لاہور میں متوقف رہے کہ شائد مرزا صاحب کسی ضروری کام کے باعث سے وقت معینہ پر نہیں آسکے اور ممکن ہے کہ ایک دو روز کے بعد بغرض مناظرہ چلے آئیں۔ مگر یہ امر جناب پیر صاحب کی صاف دلی اور سادگی پر دلالت کرتا ہے۔ مرزا صاحب ایسی گیدڑ بھبکیاں دینے میں بڑے مشاق ہیں۔ اگر انہوں نے جناب پیر مہر علی صاحب کو مباحثہ کے لئے چیلنج کیا تھا تو انہیں اس بات کا یقین نہ تھا کہ وہ سچ مچ مناظرہ کے لئے آموجود ہوں۔ پس خلاف توقع ظہور میں آنے سے اب مرزا صاحب بغلیں جھانک رہے ہیں۔ تقریباً دوسو مشائخ وعلماء پیر صاحب کے ہمراہ ہیں۔

(پیسہ اخبار لاہور۔ یکم ستمبر ۱۹۰۰ء ص کالم ۱۔۲)

غایۃ المقصود

مصنفہ جناب مولوی سید علی حائری

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی مہدویت کی تردید بطلان میں بزبان فارسی یہ ایک مبسوط کتاب ہے جس میں دلائل ساطعہ و براہین قاطعہ سے معترضوں کی ہرزہ درائیوں کے پرخچے اڑائے گئے ہیں اور حضرت مہدی علیہ السلام کی پیدائش، ان کے خصائل وشمائل، لوازم امامت، ان کے ظہور وغیرہ پر احادیث متفقہ اہل اسلام سے نہایت دلچسپ بحث کی ہے۔

ایک روپیہ قیمت پر سید ابوالفضل؟ رضوی القمی (مبارک حویلی لاہور) سے مل سکتی ہے۔

(پیسہ اخبار لاہور۔ یکم ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۸ کالم ۳)

پیر صاحب گولڑوی و مرزائے قادیانی

مرزا علی گوہر صاحب بلوچستان کو واضح ہو کہ مرزائے قادیانی و پیر مہر علی شاہ گولڑی کے مقابلہ تحریر تفسیر کے متعلق پیسہ اخبار کے دو پرچوں مطبوعہ یکم۔ ہشتم۔ ستمبر ۱۹۰۰ء میں دو نوٹ لکھے جا چکے ہیں۔ ایک پبلک اخبار کا بہت بڑا حصہ کسی خاص طبقہ و فرقہ کے مذہبی معاملات کے لئے وقف کر دینا اصول اخبار نویسی کے سخت خلاف ہے۔ گو دفتر پیسہ اخبار میں اس معاملہ تحریر تفسیر کی نسبت مرزا صاحب کے مخالفین و موانعین کی متعدد تحریریں بغرض اندراج اخبار موصول ہو چکی ہیں مگر ایک ملکی اخبار کو ان کا تختہ مشق بنانا مناسب معلوم نہیں ہوا جیسا کہ پیسہ اخبار ان دونوں میں بدلائل لکھ چکا ہے۔ اس معاملہ میں مرزا صاحب نے پیر صاحب کے سامنے آنے کی جرأت نہیں کی جس سے ان کا گریز ثابت ہے۔ (پیسہ اخبار لاہور ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۰ء ص ۵ کالم ۲)

سید مہر علی شاہ گولڑوی
غلام احمد قادیانی

پیسہ اخبار کی گزشتہ اشاعت میں سید مہر علی شاہ صاحب کے بغرض تحریر تفسیر لائے آنے اور مرزائے قادیانی کے متعلق ایک مختصر سا نوٹ شائع ہوا تھا کہ پیر صاحب نے مرزا صاحب کی تمام پیش کردہ شرائط منظور کی تھیں، مگر وہ چاہتے تھے کہ تحریر تفسیر سے پہلے مرزا صاحب کے عقائد کی نسبت کسی قدر کوئی مباحثہ بھی ہو۔ اگست ۱۹۰۰ء کے چند فقرات ذیل....جو حکیم صاحب موصوف نے....

(تقریبا دس سطور پڑھی نہیں جاتیں۔)

(پیسہ اخبار لاہور ۸ ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۷ کالم ۱)

مرزا غلام احمد قادیانی کی زلزلہ کی پیش گوئی

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلزلہ کیا اس جہاں سے کوچ کر جانے کے دن
تم تو ہو آرام میں پر اپنا قصہ کیا کہیں
پھرتے ہیں آنکھوں کے آگے سخت گھبرانے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن
غیر کیا جانے کہ غیرت اس کی کیا دکھلائے گی
خود بتائے گا وہ یار ؟ بتلانے کے دن
وہ چمک دکھلائے گا اپنے نشان کی پنج
یہ خدا کا قول ہے سمجھو گے سمجھانے کے دن
طالبو تم کو مبارک ہو کہ اب نزدیک ہیں
اس میرے محبو ب کے چہرہ کے دکھلانے کے دن
وہ گھڑی آتی ہے جب عیسی پکاریں گے مجھے
اب تو تھوڑے رہ گئے دجال کہلانے کے دن
اے مرے پیارے یہی میری دعا ہے روز و شب
گود میں تیری ہو ں ہم اس خو ن دل کھا نے کے دن
کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں

فضل کا پانی پلا اس آگ برسانے کے دن
اے میرے یار یگانہ اے میرے جاں کی پناہ
کر وہ دن اپنے کرم سے دیں کے پھیلانے کے دن
پھر بہار دیں کو دکھلا اے میرے پیارے قدیر
کب تلک دیکھیں گے ہم لوگوں کے بہکانے کے دن
دن چڑھا ہے دشمنان دین کا ہم پر رات ہے
اے میرے سورج دکھا اس دین کے چمکانے کے دن
دل گھٹا جاتا ہے ہر دم جاں بھی ہے زیر و زبر
اک نظر فرما کہ جلد آئیں تیرے آنے کے دن
چہرہ دکھلا کر مجھے کر دیجئے غم سے رہا
کب تلک لمبے چلے جائیں گے ترسانے کے دن
کچھ خبر لے تیرے کوچہ میں یہ کس کا شور ہے
کیا میرے دلدار تو آئے گا مر جانے کے دن
ڈوبنے کو ہے یہ کشتی آ میرے اے نا خدا
آ گئے اس باغ پر اے یار مرجھانے کے دن
تیرے ہاتھوں سے میرے پیارے اگر کچھ ہو تو ہو
ور نہ دیں میّت ہے اور یہ دن ہیں دفنانے کے دن
اک نشاں دکھلا کہ اب دیں ہو گیا ہے بے نشان
دل چلا ہے ہاتھ سے لا جلد ٹھہرانے کے دن
میرے دل کی آگ نے آخر دکھایا کچھ اثر
آ گئے ہیں اب زمیں پر آگ بھڑکانے کے دن

جب سے میرے ہوش غم سے دیں کے ہیں جاتے رہے
طور دنیا کے بھی بدلے ایسے دیوانے کے دن
چاند اور سورج نے دکھلائے ہیں دو داغ کسوف
پھر زمین بھی ہو گئی بے تاب تھرانے کے دن
کون روتا ہے کہ جس سے آسماں بھی رو پڑا
لرزہ آیا اس زمین پر اس کے چلّانے کے دن
صبر کی طاقت جو تھی وہ اے پیارے اب نہیں
میرے دلبر اب دکھا اس دل کے بہلانے کے دن
دوستو! اس یار نے دیں کی مصیبت دیکھ لی
آئیں گے اس باغ کے اب جلد لہرانے کے دن
اک بڑی مدت سے دیں کو کفر تھا کھاتا رہا
اب یقیں سمجھو کہ آئے کفر کو کھانے کے دن
دن بہت ہیں سخت اور خوف و خطر در پیش ہے
پر یہی ہیں دوستو اس یار کے پانے کے دن
دیں کی نصرت کے لئے اک آسمان پر شور ہے
اب گیا وقت خزاں آئے ہیں پھل کھانے کے دن
چھوڑ دو وہ راگ جس کو آسماں گاتا نہیں
اب تو ہیں اے دل کے اندھو دیں کے گن گانے کے دن
خدمت دیں کا کھو بیٹھے ہو بغض و کیں سے وقت
اب نہ جائیں ہاتھ سے لوگو یہ پچھتانے کے دن

خدا تعالی کے اصل لفظ جو مجھ پر نازل ہوئے ہیں وہ یہ ہیں:

چمک دکھلاؤں گا تم کو اس نشان کی پنج بار ،

یعنی پنج مرتبہ غیر معمولی طور پر زلزلہ آئے گا جو اپنی شدت میں نظیر نہیں رکھتا ہوگا۔

دستخط۔ مرزا غلام احمد رئیس قادیان گورداسپور پنجاب

(پیسہ اخبار لاہور ۳۱ مارچ ۱۹۰۶ء)

مرزا صاحب قادیانی
اور
مسلمانوں کے معتقدات

نجات کا دارومدار عقائد ایمانی پر ہے اور وہ پانچ چیزیں ہیں جو یومنو ن بالغیب ہیں۔ اللہ تعالی و رسول و کتاب اور فرشتہ اور قیامت ،

ان میں سے اگر ایک کی معہ ان کی صفات کے جو اللہ و رسول نے قرآن و حدیث میں ذکر فرمایا ہے کمی ہے، تو گویا پانچوں کا انکار ہے۔ کیونکہ یہ پانچوں چیزیں معہ اپنی صفات کے لازم و ملزوم ہیں۔

اور ہم آپ (مرزا) کی جس قدر تحریریں دیکھتے ہیں وہ سب کی سب ان کے خلاف ہیں۔ مشتے نمونہ از خروار جناب کی تحریرات دکھلاتے ہیں۔

عام مسلمانوں کا سلف سے خلف تک یہ اعتقاد ہے کہ حضرت عیسی کو اللہ تعالی نے زندہ آسمان پر اٹھا لیا، اس لئے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ آخر زمانہ میں حضرت عیسی ، مسجد دمشق کے منارہ شرقی پر بوقت تکبیر نماز عصر نازل ہوں گے اور ان کے بال ایسے ہوں گے جیسے اس وقت غسل کر کے آئے ہیں۔ اور دجال کو باب لد پر قتل کریں گے اور اپنا نیزہ جو خون سے بھرا ہوگا لوگوں کو دکھاویں گے۔

آپ (مرزا) تحریر فرماتے ہیں کہ کوئی انسان زندہ آسمان پر نہیں جا سکتا اور نہ زندہ رہ سکتا ہے۔ اس امر کو کیسے مان لیا جائے کہ حضرت عیسی کو اللہ تعالی نے زندہ آسمان پر اٹھالیا۔ یہ امت کا کورانہ اجتہاد ہے کیونکہ عقل میں نہیں آسکتا کہ آسمان اور زمین کے درمیان میں ہوا اور پتھر اور آگ اور برف و پانی وغیرہ وغیرہ ہیں، انسانی گزر غیر ممکن ہو،

تو اب گزارش ہے کہ جو اللہ تعالی کی صفت علی کل شیء قدیر ہے اس سے انکار ہوا یا نہیں۔ اور آپ بھی حدیث معراج کی تحریر فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب معراج کو تشریف لے گئے تو آسمان پر بالشت بھر جگہ خالی نہ پائی جہاں کوئی فرشتہ ساجد یا راکع نہیں تھا تو حضرت کو خدا نے آسمان پر کیسے رکھا۔

غرض ہمارا مدعا ظاہر طرح پر حاصل ہے کہ خدا قادر مطلق نہ رہا۔

سنت اللہ کے خلاف حضرت عیسی کی پیدائش اور زندگی میں بہت سی چیزیں ہوئی ہیں۔ دیکھئے سنت اللہ یہ ہے کہ نر اور مادہ سے بچہ پیدا ہوتا ہے مگر حضرت عیسی کو بدوں باپ کے پیدا کیا۔ حضرت عیسی نے پیدا ہوتے ہی بات کی۔ اور پرند مٹی کا بنا کر پھونک مار دیتے تھے وہ اڑنے لگتا تھا۔ اندھے اور جذامی کو اچھا کر دیتے تھے۔ اور مردہ کو زندہ کر دیتے تھے۔ اور اگر آپ کا یہ خیال ہے کہ رسول اللہ ﷺ سے یہ لوگ حضرت عیسی کو بڑھاتے ہیں، تو گزارش یہ ہے کہ یہ جملہ الفاظ اللہ کی کتاب کے ہیں اپنی طرف سے ایک حرف بھی نہیں لکھا۔ یہ خاص بلا خصوصیت کے اور۔ یہ خرق عادت کچھ حضرت عیسی کے ساتھ نہیں ہوئے ہمارے نبی ﷺ کے معجزات اس سے کہیں بڑھ کر ہیں حضرت آدم سے قیامت تک جس قدر انسان پیدا ہوئے اور ہوں گے وہ چاہے تو سب کو آسمان پر زندہ لے جا سکتا ہے اور زندہ رکھ سکتا ہے اور نہ عاجز ہے یا خاص اس کام سے عاجز ہے اور عاجز خدا ہو نہیں سکتا۔

اب رہی رسالت اس میں کبھی آپ حضرت اور کبھی رسول اللہ کے بروزی ہوتے ہیں۔ اپنے نبی کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے و یعلم؟ الکتاب و الحکمۃ۔ حکمت کو آپ ظنی بتاتے ہیں۔ فرشتوں کو آپ جمادات اور سورج تاروں سے بدتر بتاتے ہیں جن میں اپنی جگہ سے حرکت کرنے کی قوت نہیں۔

اب رہی قیامت تو اس کی نسبت آپ کا ویسا ہی خیال معلوم ہوتا ہے جیسا فرشتوں کی بابت ہے۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ مردہ کا پھر زندہ ہونا قرآن شریف کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا۔

غرض پانچ رکن ایمانی تھے ان کو تو دونوں ہاتھوں سے سلام کرنا پڑا۔ رہا اسلام، اس میں آپ کی کوئی تحریر نہیں۔ نماز، زکوۃ، حج، روزہ سے آپ کو کیا غرض۔ آپ مجدد بھی ہیں اور مسیح موعود بھی ہیں۔ آپ سے تو جہاں تک ہوسکا اسلام ہی کی تردید کی ہے جس کو آپ تجدید سمجھ رہے ہیں انا لله و انا اليه را جعو ن۔

اگر خدانخواستہ اسلام میں اور ایسے ایک دو مجدد پیدا ہو جاتے تو آج اسلام اور مسلمان روئے زمین پر ڈھونڈا نہ ملتا۔

راقم: مولوی حکیم احمد جان از نجیب آباد

(پیسہ اخبار لاہور۔۲۴ مارچ ۱۹۰۶ء)

ہفتہ وار گپ شپ

(پیسہ اخبار کے خاص رپورٹر سے)

چلی میں بہت سخت زلزلہ آیا اور اس کی وجہ سے بہت کچھ نقصان ہوا۔ غالباً اسے بھی سان فرانسسکو کے زلزلہ کی طرح میرزا غلام احمد صاحب مسیح قادیانی صرف اپنے لئے ایک نشان بتلائیں گے۔ مگر تعجب ہے کہ میرزا صاحب کے متعلق زلزلہ کے نشانات دور دور سے آتے رہتے ہیں اور وہ نہایت مہیب زلزلہ جس کے انتظار میں خود انہوں نے اور ان کے مریدوں نے گھروں سے باہر میدان میں نکل کر خیمے ڈیرے لگا رکھے تھے، نہ آیا، پر نہ آیا۔ اور جب کبھی زلزلہ آیا، اٹلی یا جنوبی افریقہ یا جاپان کی طرف آیا۔ جہاں کی زمینوں سے سائنس دان آتشی مادہ کی بکثرت موجودگی بتلاتے ہیں۔

(پیسہ اخبار یکم ستمبر ۱۹۰۶ء ص ؟ کالم ۱)

مرزا صاحب قادیانی
اوران کے دعاوی

جناب اڈیٹر صاحب! تسلیم۔

مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی طرف سے میرے (یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی) رسالہ الذکر الحکیم نمبر ۴، اور المسیح الدجال کا جواب آج تک نہ بن سکا اور نہ بن سکے گا۔ یہ دوحربے تائیدالٰہی سے ایسے تیار ہوئے ہیں کہ دجال اور دجالی لوگ اس کا مقابلہ تو کیا اس کی طرف رخ بھی نہیں کر سکتے۔ میں چاہتا ہوں کہ وقتاً فوقتاً آپ کے اخبار کے ذریعہ سے ان کے دجل کو پاش پاش کرتا رہا تاکہ عام مسلمان بیدار رہیں اور ان کے دام تزویر میں نہ پھنس سکیں

ا۔ مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ کی اشاعت ایسی تنگی کی حالت میں شروع کی تھی کہ اس کی طبع کے واسطے بڑے عجز و نیاز کے ساتھ پیشگی امداد کے واسطے تمام مسلمانوں کے آگے ہاتھ پھیلانے پڑے تھے پھر اس امید پر کہ عجیب وغریب اشتہار کو دیکھ کر تمام آسودہ حال اور سربرآوردہ مسلمان کل کتاب کی قیمت فوراً روانہ کر دیں گے ان کے نام پہلی جلد جو محض اشتہار تھا بصیغہ پیڈ روانہ کر دی تھی مگر جب اکثر کی طرف سے پیشگی قیمت وصول نہ ہوئی تو اس خفیف رقم کیلئے جو اشتہاروں پر صرف ہوئی تھی ایک دردناک ماتم کے ساتھ درخواست کی تھی کہ اگر پیشگی روپیہ نہیں دینا چاہتے تو پہلی جلد ہی واپس بھیج دیں مگر جن لوگوں سے پیشگی قیمتیں وصول ہوئیں اور کثرت سے وصول ہوئیں اور ۱۸۹۳ کے جلسہ میں اشاعت کتب کی غرض سے ڈہائی سو روپیہ ماہوار چندہ کی فہرست پیش کی گئی اور اس فہرست سے زائد آمد شروع ہوگئی مگر تمام پیشگی رقوم اور ماہوار چندے ایسے ہضم کئے کہ براہین کا آج تک نام نہیں لیا۔ جب بعض اشخاص نے مدتوں انتظار کے بعد مایوس ہوکر باقی ماندہ براہین کے مطالبے شروع کئے تو چند ایک کو قیمت واپس دے کر اس شور کو دبا دیا۔ روپیہ کی آمد کا یہ حال ہے کہ لنگر کے اخراجات

امیرانہ ہیں مفرحات ومقوویات اور محرکات افراط سے استعمال ہوتے ہیں بیوی سونے کے زیورات سے لدگئی ابھی بڑے بیٹے کی شادی دھوم دھام سے کی اور ابھی دو تین سال کے بعد میں چھوٹے بیٹے بشیر احمد کی شادی میں پانچ چھ ہزار کے پارچات دیئے گئے چاندی کی جوتی پیش کرنے پر اعتراض ہوا کہ سونے کی جوتی کیوں پیش نہ کی گئی ۔ اگر چہ ابھی تک اپنے الفاظ میں صاف طور سے انبیاءء پر افضلیت کا اظہار نہیں کیا مگر مرزا کی تدریجی ترقی سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ اس کا دلی منشاء ایسی تحریروں اور الہامات سے یہی ہے۔ پہلے آل محمد کی نسبت میں یہی کہا کرتے تھے کہ میں ان کا خوشہ چین ہوں اور مرزا کا یہ قول بھی شائع ہو چکا ہے جانم نثار کوچہء آل محمد است ۔مگر آج اس آل محمدی کے سردار کو اپنے مقابلہ میں ذلیل وخوار بتلا رہا ہے۔ زمانہ کی چال صاف بتلا رہی ہے کہ ایک وقت مسیح علیہ السلام کی مرزا ضرور خدا بنایا جاوے گا ۔ اور تمام انبیاء علیہ السلام کو اس کی افضلیت ثابت کرنے کے لئے گنہگار ذلیل خوار نامراد ثابت کیا جائے گا

مرزا جو اپنے مریدوں کو بار بار تقریروں اور تحریروں میں صحابہ رسول اللہ ﷺ کی مثالیں دے کر ترغیب دیا کرتا ہے کہ انہوں نے تمام جان و مال خدا کے راستہ میں صرف کر دیا تھا تم بھی اسلام کے واسطے اپنی جان اور مال صرف کرو ۔ اور اس ترغیب سے ہزاروں روپیہ ماہوار اس کو وصول ہوتا ہے تو یہ روپیہ کون سی اسلامی خدمت میں صرف ہوتا ہے کتابیں یا رسالے جو مرزا کے چھپتے ہیں وہ چارگنی پانچ گنی قیمتوں پر فروخت ہوتے ہیں۔ کادیاں پہنچنے والے لوگ جو لنگر سے کھانا کھاتے ہیں ان کے نذرانوں کی اوسط اون کی خوراک سے کئی گنا بڑھ جاتی ہے الحکم والبدر و میگزین کے چندے علیحدہ ہیں۔ سکول کا چندہ علیحدہ ہے بورڈنگ کے واسطے جو ایک میز کی ضرورت پڑی تو اس کے چندے کے واسطے بھی اخباروں میں اشتہار دیئے گئے ۔ ایک مولوی محمد احسن امروہی کو بطور مشنری مقرر کیا تھا اسکے واسطے علیحدہ چندہ مقرر کیا گیا ہے اپنی ہزاروں اور لاکھوں کی آمد میں سے تیس روپیہ ماہوار بھی نہ نکالے گئے ۔ اس وقت خود مرزا کی تحریروں سے ثابت ہوتا ہے کہ اس کی جماعت ۴ لاکھ کے قریب ہوگئی ہے اور اسی کے قاعدے کے مطابق جو ۳ ماہ تک چندہ ادا نہ کرے وہ جماعت سے خارج کیا جائے گا پس اگر اوسط چندہ فی مرید ۴۔ آنے رکھا جائے تو ایک لاکھ روپیہ ماہوار بیٹھتے ہیں۔ اگر ایک آنہ بھی اوسط تصور کی

جائے تو پچیس ہزار روپیہ ماہوار چندہ بیٹھتا ہے اگر سب چندہ نہیں دیتے تو اس کے قاعدے کے مطابق مرید ہی نہیں۔ پھر پنی بڑائی کے واسطے ..کی تعداد کیوں شائع کی جاتی ہے اور اگر چار لاکھ چندہ دینے والے ہیں تو لاکھ روپیہ ماہوار کس اسلامی خدمت میں صرف ہوتا ہے۔ سلیمان علیہ السلام کی مثال مرزا پر منطبق نہیں ہو سکتی کیونکہ ان کو خداوند عالم کی طرف سے ایک سلطنت ملی تھی۔ نہ کہ اسلامی خدمت کے نام پر اشتہاروں اور اخباروں کے ذریعہ سے روپیہ جمع کر کے اور دواں حصہ جائدادوں کا لے کر ایک ریاست بنالی تھی صحابہ کرام نے اسلامی نام پر جو اپنے سارے مال یا تہائی و نصف حضرت سید المرسلین ﷺ کے نذر کر دیئے تھے تو کیا اس سے حضرت ﷺ نے اپنی بیویوں کو زیورات سے لاد دیا تھا یا ذاتی عیش و عشرت میں صرف کرتے تھے۔ بلکہ ان نذرانوں میں آنحضرت ﷺ اس قدر احتیاط کی کہ رہنے کے واسطے ایک جھونپڑا اور کھانے کے واسطے زیادہ سے زیادہ جو کی روٹی، سونے کے واسطے ایک چٹائی سے زائد اپنے واسطے کچھ نہ کیا۔ آپ کی پیاری بیٹی نے جب کثرت کاروبار خانگی اور اولاد کی وجہ سے ایک لونڈی کی درخواست کی اور آپ نے ان کو بھی جواب دیا سبحان اللہ الحمدللہ اللہ اکبر تینتیس تینتیس بار اور لا الہ الا اللہ ایک بار پڑھا کرو۔ پس اعتراض تو یہ ہے کہ ہزاروں لاکھوں روپیہ جو مرزا نے اسلامی خدمت کے نام پر وصول کئے اس سے کیا کچھ اسلامی خدمت کی۔ جب اس قدر کثرت سے نذرانے آتے ہیں تو کتابوں کی قیمت چار گنی پانچ گنی کیوں رکھی جاتی ہے مولوی محمد احسن صاحب کے لئے علیحدہ چندہ کیوں کیا گیا۔ براہین کی تین سو بے نظیر دلیلیں کیوں آج تک شائع نہیں کیں۔ محض تمہید اور دیباچہ کو کل کتاب براہین احمدیہ کا کیوں قائم مقام سمجھا گیا۔ اب جو وہی تمہید اور دیباچہ معراج الدین عمر مالک البدر نے چھپوا کر اشتہار دیا ہے اس میں بھی بتلایا گیا ہے کہ اس میں سینکڑوں دلائل اسلام کی حقیقت پر دی گئی ہیں، ان کا خمس بھی کوئی دوسرے مذہب والا پیش نہیں کر سکتا حالانکہ اس حصہ میں کل ایک ہی دلیل آئی ہے پھر اس پر سفید جھوٹ یہ شائع کیا کہ ستائیس سال سے یہ کتاب شائع ہو چکی ہے لیکن کسی کو اس کا مقابلہ کرنے اور دس ہزار روپیہ انعام کا مطالبہ کرنے کا حوصلہ ہی نہیں پڑ سکتا۔ یہ کیسا شرم ناک جھوٹ ہے۔ اس عیارانہ اشتہار کے ذریعہ روپیہ ٹھگ کر دم تو مرزا صاحب نے دبا لیا کہ ان تین سو دلائل کو ہوا تک نہیں لگنے دی اور دنیا کو ملزم کیا جاتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا کا یہ دعوی منافقانہ تھا اس لئے بحکم .....(منافق) جو ارادہ

کرتے ہیں وہ اس میں کامیاب نہیں ہوتے۔اس لئے میرا یہ دعوی ہے کہ مرزا کبھی بھی تین سو دلائل پیش نہ کر سکے گا اور نہ کبھی تفصیل القرآن کی اشاعت کی اس کو توفیق ملے گی کیونکہ تفصیل کی نسبت بھی وہ بار بار جھوٹے دعوی شائع کرتا رہا ہے۔لا یمسه الا المطهرو ن ۔پھراسی اشتہار میں اور شرمناک جھوٹ ہے معراج دین لکھتا ہے کہ پہلے پہل جب ۱۸۸۰ء میں حضرت مصنف نے اس کتاب کو چھپوایا تھا تو اس کی قیمت پچیس روپیہ رکھی تھی پھر حجم اتنا بڑھ گیا کہ سو روپیہ بھی اگر قیمت رکھی جاتی تو کم تھی لیکن محض ہمدردی نوع انسانی کے خیال سے انہوں نے اس کی قیمت نہ بڑھائی اور کتاب ہاتھوں ہاتھ اٹھ گئی۔اب ناظرین غور فرمائیں کہ چار سو صفحہ کی قیمت ۲۵ روپئے اور ایک سو ہو سکتی ہے۔اگر اشاعت کثرت سے ہو تو چار سو صفحہ کی کتاب کی قیمت زیادہ سے زیادہ آٹھ آنے ہو سکتی ہے۔عصائے موسی جو حجم اور مضامین کے لحاظ سے براہین احمدیہ موجودہ سے زیادہ ہے اس کی قیمت ۱۲۔آنے ہے۔میری تفسیر القرآن پندرہ سو صفحہ کی اس کی قیمت ۳ روپیہ ہے گویا کہ ایک روپیہ میں پانچ سو صفحہ ہیں پھر اس میں مضامین نہایت کثرت سے اور ما قل و دل کے طور پر جمع ہیں کہ ساری براہین موجودہ اس کے پچاس صفحوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔اور اگر یہ تسلیم کر لیا جائے کہ پچیس سو روپیہ کل کتاب کی قیمت تھی جو مکمل ہو چکی تو پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام کتاب لکھی جا چکی تو اس کو آج تک ستائیس سال میں چھپوایا کیوں نہیں گیا اور اب تک کیوں چھپا رکھی ہے۔ان سوالات کے جواب میں مرزا نے اپنی قدیمی عیاری اور چالاکی سے یہ جواب دیا کہ خدا کے حکم سے اس میں دیر ہو گئی ہے قرآن مجید بھی تو تئیس سال میں جمع ہوا تھا۔میں سمجھ چکا ہوں کہ مرزا کا تمام کام دوکانداری ہے اور الہامات سے مجھ کو معلوم ہو چکا ہے کہ مرزا عیار اور مسرف اور کذاب ہے اور یہ وہی دجال ہے جس کا نام مسیح الدجال ہے میرے رسالہ کا نام المسیح الدجال بھی الہامی ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ صادق کے سامنے شریر تین سال کے اندر فنا ہو جائے اس الہام کی تاریخ ۱۲ جولائی ۱۹۰۶ء ہے۔تاہم میں ان ہزاروں روپیہ کی واپسی کا مطالبہ کرنا گوارا نہیں کرتا کیونکہ جو کچھ میں نے صرف کیا وہ خالصتاً للہ کیا، اگرچہ غلط کیا۔والاعمال بالنیات۔مگر سفلگی اور بے حیائی بھی مرزائیوں پر ختم ہے کہ ایک شخص حبیب الرحمٰن نامی موضع حاجی پورہ ڈاکخانہ پھگواڑہ سے میرے نام ایک خط میں لکھتا ہے کہ میں آپ کی تفسیر القرآن مجلد..ذکر الحکیم نمبر ۲..۴ رسالہ اعضائے مخصوصہ ...کل قیمت ---۔شائد چار روپئے)

بذریعہ قیمت طلب پارسل واپس کرتا ہوں کیونکہ مرزا نے بھی معترضین سے براہین واپس لے کر قیمتیں ادا کردی تھیں۔ سچ ہے دجال کا نام ہوگا۔ کہاں تو سالم کتابوں کی خرید اوران کا مدت تک استعمال اور کہاں ایک کتاب کا جزو دے کر اس کی پیشگی قیمت وصول کر لینا، اب سوالات یہ ہیں کہ کیا سالم براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل شائع ہونے کا اشتہار دیا تھا اور جس کی قیمت پانچ یا دس روپیہ پیشگی وصول کی گئی تھی، کسی کو دی گئی تھی جو کچھ مدت کے بعد وصول کی گئی؟ کیا کوئی شخص ایک کتاب کا کوئی حصہ دے کر پوری قیمت کے رکھنے کا مستحق ہوسکتا ہے اگر چار پانچ خریداروں سے تمہدی اجزاء واپس لے کر قیمت واپس ادا کردی گئی تو باقی ماندہ ۹۵ فی صدی خریداروں کی قیمت کہاں گئی اور وہ روپیہ ہضم کرنا مرزا کے واسطے کس طرح جائز ہوسکتا ہے حقیقت میں مرزا کی یہ بڑی چال تھی کہ کتاب کی کتاب کی بڑی قیمت رکھ کر اور لمبا چوڑا اشتہار دے کر امراء سے اس بھروسہ پر پیشگی قیمت وصول کرلیں کہ ان میں سے اکثر واپسی کا تقاضا نہ کریں گے اور اگر دو چار فیصدی حبیب الرحمانی جیب؟ کے لوگ واپسی کے متقاضی ہوئے تو اس میں کچھ حرج نہ ہوگا طرفہ تو یہ ہے کہ یہ خط حبیب الرحمٰن کا الحکم مورخہ ۲۴ جولائی ۱۹۰۶ء میں چھپ بھی گیا مرزا نے تو غریب مسلمانوں کو براہین کے مطالبہ پر خسیس، کمینہ اور سفلہ وغیرہ لکھا تھا حالانکہ ان بے چاروں سے پیشگی قیمت لے کر اور تین سو دلائل میں سے محض ایک دلیل پر ٹال دیا تھا اب جو مرزائی پوری کتابیں اصل قیمت پر لے کر اور ایک دو سال ان کا استعمال کر کے واپسی کا مطالبہ کر رہے ہیں ان کو کیا کہا جائے۔

خاکسار عبدالحکیم خان ایم بی اسسٹنٹ سرجن ریاست پٹیالہ

(پیسہ اخبار لاہور ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۰۶ء ص ۱۸۔۲۰)

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۲ء سے

نسل بدکاراں
یعنی ذریۃ البغایا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں

مرزا غلام احمد نے اپنے منکروں کو ذریۃ البغایا (نسل بدکاراں) لکھا ہے۔ جب سے اخبار اہل حدیث امرتسر اور زمین دار لاہور میں جناب مرزا صاحب قادیانی کی اس شیریں کلامی کا چرچہ ہوا ہے، جماعت احمدیہ (بہر دو صنف) حیران نظر آتی ہے۔ کہیں ذریۃ، کی تاویل ہے، کہیں بغایا کی تحریف، کہیں علماء اسلام، کو بادی اظلم بتایا جاتا ہے، کبھی مراد کفار لئے جاتے ہیں۔ حقیقت میں بات ہی ایسی پیچدار ہے۔ ادھر امت مرزائیہ کا یہ دعوی کہ ہم ہی اصل اسلام پر ہیں۔ ادھر ذریۃ البغایا کے سننے سے شریف انسانوں کو کیا چوڑھے چماروں کو بھی نفرت ہوتی ہے۔ اس لئے امت مرزائیہ اس کی تاویل کرنے میں معذور ہے۔ اور کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو ان کو معذور بلکہ مجبور مانتے ہیں اللہ ان کی مشکل حل کرے۔

لیکن اصل حقیقت یہ ہے کہ ماولین کی تاویل اور تشریح مرزا غلام احمد صاحب کی تصریحات کے سامنے بجوئے نار زد

لفظ، بغایا، کے معنی سوائے زانیات کے جتنے بھی کرتے ہیں وہ سب کے سب مرزا صاحب قادیانی کے خلاف منشاء ہیں۔ چونکہ ہم جانتے ہیں کہ ہمارے مخاطبین کسی لغوی تحقیق کے پابند نہیں، بلکہ وہ تو اپنے ہادی و مرشد کے اقوال کے پابند ہیں، اسی لئے تو، دمشق، سے مراد قادیان کہنا ان کے نزدیک صحیح ہے۔ کیونکہ (بقول ان کے) مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بتائے ہیں۔ اس لئے ہم اپنی طرف سے کوئی لغوی تحقیق نہیں

کرتے بلکہ جس کا کلام ہے اسی کے ترجمے پیش کرتے ہیں۔

ایک حوالہ انجام آتھم کا ہم پہلے ایک مضمون (مندرجہ اہل حدیث ۱۸ دسمبر ۱۹۳۱ء) میں بتا چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم لودہانوی کے حق میں لفظ، یا ابن بغاء (اے نسل بدکاراں) لکھا ہے۔ آج ہم دو حوالے اور بتاتے ہیں جن میں حضرت عیسی کے قصے میں دو دفعہ بغیہ جس کی جمع بغایا ہے -مرزا صاحب قادیانی نے تحریر کیا ہے پس سنئیے

ثبت من الانجیل انه آوی عنده بغیة (ترغیب المومنین۔ص ۱۸)

ترجمہ فارسی بالفاظ مرزا صاحب قادیانی:

وازانجیل ثابت است کہ او (مسیح) زنت بدکار را نزد خود جاداد۔

دوسرا حوالہ: و کذلك اقبل علی بغیة اخری و کلمها (ص ۱۸۔۱۹)

ترجمہ فارسی از مرزا صاحب قادیانی؛

وہم چنیں یسوع یک مرتبہ باذن بدکار دیگر گفتگو کرد وبدو متوجہ شد

یہ تو دو ثبوت مع پہلے کے تین حوالے مرزا صاحب قادیانی کے ہیں۔ انہی معنی کی تائید میں وہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مهر البغی حرام (الحدیث) (فاحشہ کی خرچی حرام ہے)

یہ تین بلکہ مع حدیث چار حوالے دے کر ہم چیلنج دیتے ہیں کہ کوئی شخص مرزا صاحب قادیانی کی کسی تحریر سے ثابت کر دے کہ بغیہ اور بغایا کے معنی سوائے بدکار کے کچھ اور ہیں، تو ہم وہی مراد لیں گے۔

یاد رکھئے اس سنڈاس کو جتنا چھڑو گے بدبو دے گا اور کبھی صاف نہ ہوگا کیوں؟

نہ کچھ پیری چلی باد صبا کی
بگڑنے پر بھی زلف اس کی بنا کی

ہاں بعض احمدیہ نے لغوی شہادت سے بغایا الجیوش ،نکالا ہے جس کے معنی بتائے ہیں، فوج کا طلیعہ، مگر وہ یاد رکھیں عربی جاننے والے خدا کے فضل سے بہت ہیں

سنیئے ۔ بغایا کی تین حالتیں ہیں: مفرد، شکل میں تو قطعاً معنی زانیات کے ہیں ۔مضاف الیہ کی صورت ہو جیسی ذریة البغایا تو بھی نسل بدکاراں مراد ہوتا ہے۔ہاں جس صورت یہ لفظ خود مضاف بسوئے جیش ہو، تو اس میں اس کے معنی فوج کے طلیعہ کے ہوسکتے ہیں مگر ہماری متنازعہ عبارت میں یہ صورت نہیں۔

پس اگر احمدیہ جماعت مرزا صاحب کی ذریة البغایا ،کی تشریح طلیعہ فوج سے کرتی ہے تو پہلی دوصورتوں میں یہ معنی لغت میں کہیں دکھائے ورنہ ہمارے حوالہ جات اربعہ پر صاد کرے۔

ایک استفتاء

جماعت مرزائیہ بہردوصنف نے جواب میں کہا ہے کہ جولوگ مرزا غلام احمد صاحب کے حق میں گمراہ کرنے والے اسلاف کے پیرو ہوئے ان کو ذریة البغایا یعنی گمراہوں کے اتباع کہا گیا ہے۔

پس کیا فرماتے ہیں علماء احمدیہ کہ جس طرح مرزا صاحب قادیانی نے گمراہ کرنے والوں کے اتباع کو ذریة البغایا کہا ہے اسی طرح جن علماء اسلام اور عام اہل اسلام کے نزدیک مرزا صاحب گمراہ کرنے والے تھے وہ جماعت احمدیہ عالیہ کو ذریة البغایا کہیں تو احمدی جماعت سن کر ناراض تو نہ ہوگی۔ بینوا توجروا

احمدی دوستو!

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرہ دیکھ بھال کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۳ شعبان ۱۳۵۰ھ ص ۴۔۵)

مودت نامہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری

(ایک مطبوعہ اشتہار)

مولوی صاحب!

آپ صاحب انگریزی کے ایک اعلیٰ تعلیم یافتہ ہوکر مذہبی خدمات میں مصروف ہیں اس لئے آپ کی میرے دل میں عزت و احترام ہے۔ اسی بنا پر میں بھرے دل سے آپ کی خدمت میں یہ مودت نامہ لکھتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ بھی محبت کی نظر سے اسے پڑھیں گے۔

آپ کا ہمارا جتنا مذہبی اختلاف ہے اس کا اصل الاصول جناب مرزا صاحب قادیانی کی شخصیت خاصہ ہے یہی ایک حد فاصل ہے جو ہم کو ایک جگہ جمع ہونے نہیں دیتی۔ میں اور آپ دونوں عمر کی آخری منزل میں ہیں۔ اس لئے ہمارا مقدم فرض یہ ہونا چاہیے کہ ہم اپنے دل و دماغ میں کوئی ایسا عقیدہ اور خیال لے کر اس دنیا سے نہ جائیں جو مالک کے حضور ہماری گرفت کا موجب ہو۔

امر واقع یہ ہے جس کے اظہار سے مجھے کوئی امر مانع نہیں ہوسکتا کہ ہم مرزا صاحب کی نسبت جو خیال رکھتے ہیں تقلیداً نہیں رکھتے بلکہ علی وجہ البصیرت رکھتے ہیں میں مانتا ہوں کہ جس طرح میں اپنا خیال مدلل پاتا ہوں آپ بھی اپنا اعتقاد پختہ اور مدلل جانتے ہیں میرے وجوہات میں سے بڑی وجہ مرزا صاحب کا وہ اعلان ہے جو انہوں نے ،مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، کے عنوان سے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا۔ جس طرح میں اسکو اصلی معنی میں کافی جانتا ہوں آپ اس کو نا کافی سمجھتے ہوں گے۔ یہی ایک سد سکندری ہے جس کی بابت آج بھرے دل سے آپ کا احترام ملحوظ رکھ کر آپ کو متوجہ کرتا ہوں کہ آپ اپنے علم و فضل سے مجھے فائدہ پہنچائیں جس کی صورت بہت سادہ اور آسان ہے کہ بمقام لاہور مجلس خاص احباب میں اس آخری فیصلہ پر تھوڑا سا وقت محض مخلصانہ گفتگو ہو جس میں ہر فریق کی یہی کوشش ہو کہ دوسرے فریق کے دل

میں بات پہنچائے نہ طعن تشنیع ، نہ غلظت کلام، نہ سوءمزاجی، بلکہ فرمان خداوندی قل لھم فی انفسھم قولاً بلیغاً کی تعمیل ہو۔

میں اپنی دلی محبت اور اخلاص پر بھروسہ رکھ کر جواب باصواب کا امیدوار ہوں۔

خادم دین اللہ۔

ابوالوفاء ثناءاللہ کفاہ اللہ امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۳ شعبان ۱۳۵۰ھ ص ۵)

گاندھی جی
اور
مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ کہتے ہیں

آج دوسری مرتبہ ہم نے ہندوستان کے ان دو لیڈروں کو عنوان میں جمع کیا ہے۔ قطع نظر مذہبی اختلاف کے ہم ان دونوں کو ہندوستان کے بڑے آدمی جانتے ہیں۔ اس عنوان کے ماتحت بھی مذہبی نقطہ نگاہ سے گفتگو نہیں ہے بلکہ محض ان کی کامیابی وعدم کامیابی سے ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو اپنے مقاصد بیان کئے تھے وہ اتنے عالی شان تھے کہ اگر ان میں وہ کامیاب ہو جاتے تو آج نہ ہندوستان میں کوئی اختلاف ہوتا، نہ حکومت غیر، نہ ست گرہ، نہ گول میز کانفرنس ہوتی، نہ اس کی ضرورت پڑتی کیونکہ وہ اپنی حرکت کا منتہاء دنیا کی اقوام میں وحدت فرماتے تھے۔ وحدت بھی وہ جو مذہب اسلام پر سب کے اجتماع سے حاصل ہو۔ (چشمہ مسیحی)

لیکن اس مقصد میں مرزا صاحب کو جو کامیابی ہوئی وہ عیاں راچہ بیاں۔
باوجود اس کے ان کے اتباع ان کو بڑھائے چلے جاتے ہیں، بلکہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے اس مقصد اور اس میں فیل ہونے پر غور بھی نہیں کرتے۔

اسی طرح گاندھی جی انگلستان گئے تھے تو یہ مقصد لے کر گئے تھے کہ میں وہی کہوں گا جو کانگریس نے اپنا مقصد قرار دیا ہے یعنی مکمل آزادی۔

چنانچہ انہوں نے ایسا اعلان کیا لیکن اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

اس کا ثبوت یہ کافی ہے کہ ارکان کانگریس مثل روز اول نافرمانی کرنے پر تلے بیٹھے ہیں۔ بلکہ صوبہ متحدہ میں داروگیر شروع ہوگئی ہے۔ بہت سے لیڈران کانگریس گرفتار اور نظر بند ہو چکے ہیں۔ باوجود اس ناکامی کے گاندھی جی کے اتباع بدستور ان کو اسی نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے پہلے دیکھتے تھے۔

ہمارا عندیہ یہ ہے کہ گاندھی جی اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر نہیں آئے، مگر ان کو اس میں ملامت نہیں۔ کیونکہ ان کا دعوی یہ نہ تھا کہ میں آزادی لے کر آؤنگا، بلکہ یہ تھا کہ چونکہ میں کانگریس کا نمائندہ ہوں اس لئے کانگریس کا نصب العین کانفرنس میں ظاہر کردونگا۔ چنانچہ انہوں نے اپنی تقریروں میں ایسا کیا۔ رہی ناکامی سو اس کا جواب وہی پرانا شعر ہے:

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

برخلاف اس کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مطبوعہ تحریرات صاف ہیں کہ میں ایسا کردوں گا۔ بلکہ یہاں تک بھی کہا کہ اگر میں ایسا نہ کردوں تو میں اپنے دعوی میں جھوٹا۔ اس لئے مرزا صاحب کی نسبت یہ کہنا کہ وہ اپنے مقصد اور دعوی دونوں میں ناکامیاب رہے، بجا ہے۔ اور گاندھی جی نے اپنا دعوی پورا کردیا مگر مقصد میں ناکام رہے، ٹھیک ہے۔ لیکن اس ناکامی میں ان پر ملامت نہیں کیونکہ ایسا ہونا ان کے بس کی بات نہیں، نہ ان کا دعوی تھا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۲۳ شعبان ۱۳۵۰ھ ص ۱۵)

مسلم لیگ پر قادیانی اثر سوء

اعلان تھا کہ ۲۶۔۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو مسلم لیگ کا اجلاس دہلی میں ہوگا۔ جلسہ جیسا ضروری اور قوی تھا وہ عیاں ہے۔ غالباً وزیر اعظم کے آخری اعلان پر اظہار رائے کرنا مقصود ہوگا۔

چونکہ اس دفعہ جلسہ کا صدر چودھری ظفر اللہ بیرسٹر لاہور کو بنایا گیا تھا، مسلمانان دہلی کی طرف سے اظہار ناپسندیدگی کیا گیا کہ صدارت پر قادیانی بٹھایا جائے۔ لیکن لیگ کے ارکان نے اپنے فیصلہ کو مسترد کرنا منظور نہ کیا۔ اس لئے اہل اسلام دہلی نے اس صدارت کی مخالفت کی۔ اسی طرح کی جس طرح اہل لاہور نے ڈاکٹر انصاری صاحب دہلوی کی صدارت کی مخالفت لاہور میں کی تھی۔

یعنی دہلی سے پہلے سٹیشن غازی آباد پر سیاہ جھنڈیوں سے استقبال کیا گیا۔

چودھری ظفر اللہ چلے جاؤ، جھوٹے نبی کے امتی چلے جاؤ، دہلی کے مسلمانوں کو تمہاری ضرورت نہیں، چلے جاؤ۔ گورنمنٹ کے پٹھوؤں چلے جاؤ۔

یہ آوازیں دینے والے اسی ٹرین پر سوا ہو گئے اور دہلی کے اسٹیشن پر ان کی تعداد بہت زیادہ ہوگئی۔

اس کے علاوہ یہ نظارہ بھی دیکھنے میں آیا کہ دہلی کے ارکان کے معززین صدر کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر آئے۔ کیوں؟ اس لئے کہ دہلی کی اسلامی پبلک میں اس پر سخت جوش تھا۔

ادھر یہ ہوا کہ مسجد فتح پوری کے ہال میں جو خاص قومی جلسوں کے لئے وقف ہے، اسی ہال میں مسلم لیگ کا اجلاس ہونا قرار پایا گیا۔ مسلم پبلک نے اس ہال پر صبح سے قبضہ کر رکھا تھا۔ مسجد فتح پوری حاضرین سے پر تھی۔ اتنے میں عوام میں خبر پھیلی کہ امرتسری فاتح قادیان آج مدرسہ رحمانیہ کے جلسہ میں شرکت کے لئے آئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ مولانا حافظ ابراہیم صاحب دہلوی فاتح قادیان کے پاس آئے اور بغرض تقریر ان کو ساتھ لے گئے۔

چنانچہ مولانا فاتح قادیان نے قادیانی دعاوی پر بڑی خوبی سے تقریر فرمائی۔تقریر شروع کرنے سے پہلے فرمایا کہ سامعین غلط فہمی سے مجھے مرزا صاحب قادیانی کا مخالف نہ سمجھیں۔میں مخالف نہیں بلکہ مرزا صاحب کا مبلغ بلکہ آنریری مبلغ ہوں کیونکہ جو کچھ مرزا صاحب قادیانی فرما گئے ہیں میں وہی سنایا کرتا ہوں۔

چنانچہ آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی انہی کے الفاظ میں سنائے۔لوگ حیران تھے۔دو باتیں آپ نے عجیب سنائیں ایک یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ میں نے کشف میں ایک مسل لکھی جس میں آئندہ کے واقعات لکھ کر خدا سے منظور کرائے۔

یہ کہہ کر فرمایا کہ اس قسم کا توہینی استقبال بھی اس مسل میں مرزا صاحب ہی نے لکھا ہوگا اس لئے ایسا ہونے میں مرزا صاحب قادیانی کے فعل کا دخل ہے۔

دوسری بات یہ کہی کہ مرزا صاحب قادیانی کا الہام ہے،خدا فرماتا ہے

انی مهین من اراد اها نتك (میں،خدا، اس کو ذلیل کرونگا جو تیری،مرزا کی)اہانت کرنے کا ارادہ کرے۔

اس الہام کے مطابق کہنا چاہیے کہ چودھری ظفر اللہ کی توہین اس لئے ہوئی کہ ان کے دل میں مرزا غلام احمد کی اہانت کا ارادہ آیا ہوگا۔پھر اس میں قصور کس کا۔

غرض آپ نے جو کہا وہ مرزا صاحب قادیانی کے اقوال ہی سے کہا۔

اتنے میں آواز آئی کہ مسلم لیگ کے ممبر رائے سینا کے ایک ہوٹل میں جمع ہو کر مشورہ کر رہے ہیں پبلک فوراً لاریوں میں بیٹھ کر وہاں پہنچی۔دیکھا کہ پولیس بغرض حفاظت ہوٹل کا محاصرہ کئے ہوئے ہے،اس لئے اندر نہ گئے،باہر ہی،

چلے جاؤ، چلے جاؤ،جھوٹے نبی کے امتیوں چلے جاؤ،

کے پرزور نعرے لگا کر واپس چلے آئے۔یہ ہے قادیانی تحریک کی نفرت کا ثبوت۔

...غالب گمان ہے کہ یہی کیفیت رہے گی۔ہمیں اہل دہلی کے اس فعل پر افسوس ہے،مگر اس سے زیادہ چودھری ظفر اللہ قادیانی کی لاپرواہی پر افسوس ہے۔وہ یوں کہ چودھری ظفر اللہ اگر اصلاح قوم کے خواہش مند ہوتے تو صدارات چھوڑ دیتے ۔لوگ مسلم لیگ میں بخوشی شریک ہوتے۔مگر قادیانی اپنی اغراض

کے ماتحت قومی اصلاح کی پرواہ نہیں کرتے (نامہ نگار خصوصی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۳۲ء ص ۱۶)

مودت نامہ کا جواب
غیر مکتوب الیہ کی طرف سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر یکم جنوری ۱۹۳۲ء میں ایک اشتہار موسومہ مودت نامہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری درج ہوا تھا۔ مکتوب الیہ کی طرف سے تو ہنوز جواب نہ آیا، مگر ہمارے سہ صدی دوست منشی قاسم علی درمیان میں کود پڑے۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے جو مودت نامہ بنام مولوی محمد علی امیر پیغام اپنے پرچہ مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء میں شائع کر کے مولوی صاحب امیر پیغام کو یہ دعوت دی ہے کہ :بمقام لاہور مجلس خاص احباب میں اس آخری فیصلہ پر تھوڑا سا وقت مخلصانہ گفتگو ہو جس میں ہر فریق کی یہی کوشش ہو کہ دوسرے فریق کے دل میں بات پہنچائے۔ نہ طعن و تشنیع نہ غلاظت کلام نہ سوء مزاجی۔ بلکہ فرمان خداوندی قل لھم فی انفسھم قو لاً بلیغاً کی تعمیل ہو۔

کیا اسی قسم کا مودت نامہ امرتسری اڈیٹر اہل حدیث ہم غلامان مسیح موعود کی طرف سے قبول فرما کر اپنی نیک نیتی کا ثبوت دے سکتے ہیں کہ وہ بمقام قادیان مجلس خاص احباب میں اس آخری فیصلہ پر تھوڑا سا وقت مولوی جلال الدین صاحب شمس کے ساتھ گفتگو کا دیں۔

امید ہے کہ اسکے جواب میں سے بھی مطلع فرما کر شائقین کو ممنون فرمائیں گے۔

(اخبار فاروق قادیان ۷ جنوری ۱۹۳۲ء ص ۱)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اصل فریق اس میں منشی قاسم علی وغیرہ ہوں گے اور مولوی جلال الدین ان کے وکیل ۔ اس لئے یہ صورت ہمیں منظور نہیں کیونکہ منشی قاسم علی وہی صاحب ہیں جن سے اس مضمون پر براہ راست مقابلہ ہو کر ہم مال غنیمت بھی لودہانہ میں حاصل کر چکے ہیں ۔ لہذا ان سے اسی مضمون پر دوبارہ گفتگو کرنا پسے کو پیسنا ہے ۔ پس منشی قاسم علی اگر مولوی جلال الدین سے زور آزمائی کرانا چاہتے ہیں، تو وأتــــوا البیو ت من ابوا بھا سیدھی راہ سے آئیں ۔ وہ راہ یہ ہے کہ بجائے اپنی نیابت کے بجائے مولوی جلال الدین کو خلیفہ قادیان کا نائب بنوائیں ۔ پھر ہم ان سے کیا جس کو خلیفہ صاحب پیش کریں گے باضابطہ گفتگو کریں گے ۔

ہاں آپ کا عطیہ بابت کرایہ پیش کرنا موجب شکریہ ہے ۔ لیکن شائد آپ کو یاد نہ رہا ہو کہ ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب متوفی نے مجھ کو کرایہ آمدورفت کے علاوہ ایک لاکھ پندرہ ہزار روپئہ انعام کا وعدہ دے کر قادیان بلایا تھا لیکن جنوری ۱۹۰۳ء میں، میں مع احباب قادیان جا پہنچا تو کرایہ اور انعام کیا، چائے پان تک بھی نہ پوچھا ۔ بلکہ دیدار فیض آثار سے بھی محروم رکھا جس پر ہم یہ کہتے ہوئے واپس آئے

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۰ھ جلد ۲۹ نمبر ۱۱ ص ۵ ۔ ۶)

ابطال دعوی مجددیت مرزا صاحب

جناب حافظ فضل الرحمٰنؒ صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں:

ناظرین! قرآن مجید بقوله اليوم اكملت لكم دينكم اس بات پر شاہد ہے کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کو ایک ایسی عالمگیر کتاب دی گئی ہے جو بنی نوع انسان کی تمام ضروریات تا قیامت ہر جگہ اور ہر حالت میں پورا کرنے کا اعلان کرتی ہے۔یہی وجہ ہے کہ آنجناب ﷺ کے بعد دروازہ نبوت مسدود کیا گیا ہے۔

لیکن امت مرحومہ کو بمطابق ارشاد نبوی بلّغوا عنّي و لو آية تلقین کی گئی ہے کہ ہر مسلمان ہر ممکن وجائز طریقے سے اسلام کی تبلیغ کرے اور اللہ نے فرمایا

فلو لا نفر من كل فرقة منهم طا ئفة ليتفقهوا ... الخ ۔

کہ ہم میں سے ہر ایک گروہ میں سے ایک عالم فارغ التحصیل ہونے کے بعد تبلیغ میں مصروف رہے اور جناب ﷺ نے اس کی توجیہ اس طرح فرمائی کہ

انّ الله يبعث لهذه الامة على رأس كل مأة سنة من يجدد لها دينها ۔(یعنی ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اللہ تعالی پیدا کیا کرے گا جو اس دین میں تجدید کیا کرے گا)

لیکن ایسی تجدید حسب فرمان

ما آتاكم الرّسول فخذوه و ما نهاكم عنه فانتهوا

جناب محمد ﷺ کی تعلیم کے ماتحت کی جائے گی۔مجدد کو دین میں کسی قسم کی اختراع کی اجازت نہ ہوگی۔

بنابریں آج تک کئی ایک مجدد ہوئے اور اس اصول کے ماتحت انہوں نے اپنے زمانے کی ضروریات کے مطابق دین کی خدمت کی اور لوگوں کو اسلام کی دعوت دی۔

لیکن چودھویں صدی میں ایک صاحب جن کا نام نامی مرزا غلام احمد قادیانی ہے پیدا ہوئے اور انہوں نے اپنے دعاوی میں سب سے اول دعوی مجددیت کیا۔ان کے متبعین میں سے ایک پارٹی یعنی لاہوری جماعت لوگوں کے سامنے مرزا صاحب کا یہی دعوی پیش کر کے اپنا ہم خیال بنانے کی کوشش کرتی ہے۔گو مرزا صاحب نے مسیح موعود اور نبی ہونے کا دعوی بھی کیا،لیکن ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی مجددیت پر مختصر طور پر تبصرہ کیا جاتا ہے جس سے ثابت ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اسلام کی تجدید نہیں بلکہ تحریف کی ہے۔

ا۔مرزا صاحب قادیانی نے (بحوالہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۶) اعلان کیا کہ اہل اسلام کی نجات کا دارومدار مرزا صاحب کی اتباع میں ہے۔بلکہ صاف فرما دیا جو احادیث میری وحی کے خلاف ہوں ردی کی ٹوکری میں ڈال دینے کے قابل ہیں۔

۲۔ لیلۃ القدر اور فرشتوں کی ہستی سے انکار۔

آج تک جمیع اہل اسلام کا یہ متفقہ عقیدہ چلا آرہا ہے کہ رمضان میں ایک رات ہوتی ہے جس میں عبادت خاص اہمیت رکھتی ہے بلکہ قرآن شریف میں اس رات کی تعریف میں ایک سورۃ بھی بنام لیلۃ القدر آئی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بحوالہ احادیث مندرجہ صحیح بخاری و مسلم صحابہ کرام کو تلقین کی کہ اس رات کو رمضان کے اخیری عشرہ میں تلاش کیا کرو۔لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب فتح اسلام تقطیع کلاں صفحہ ۲۶ میں فرماتے ہیں:

تم سمجھتے ہو لیلۃ القدر کیا چیز ہے۔لیلۃ القدر اس ظلماتی زمانہ کا نام ہے جس کی ظلمت کمال کی حد تک پہنچ جاتی ہے ۔اس زمانہ کا نام بطور استعارہ کے لیلۃ القدر رکھا گیا مگر درحقیقت یہ رات نہیں ہے، یہ ایک زمانہ ہے جو بوجہ ظلمت رات کا ہم رنگ ہے۔

اسی طرح قرآن مجید کی متعدد آیات سے یہ ثابت ہے کہ فرشتے نبیوں پر نازل ہوتے رہے بلکہ حضرت لوط ؑ کے مکان پر آئے اور حضرت ابراہیم ؑ کے پاس بھی آئے اور آپ نے بچھڑے کا گوشت ان کو کھانے کے لئے پیش کیا۔

علاوہ ازیں ید خلو ن علیھم من کل با ب

لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب توضیح مرام کے صفحہ ۳۳ میں فرشتوں کی ہستی سے انکار کرتے ہیں۔ کیا اچھی تجدید بمعنی تحریف ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۰ھ جلد ۲۹ نمبر ۱۱ ص ۷۔۸)

قادیانی مسیح کا کچا چٹھہ

پنڈت لکشمن جی آریہ اپدیشک نے اس رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حالات مباحثات درج کئے ہیں اور پیش گوئیوں پر بھی روشنی ڈالی ہے۔ کتابت معمولی، حجم ۱۸۴ صفحات۔

پرکاشک آریہ ساہتیہ۔ پستکالیہ دہلی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ جنوری ۱۹۳۲ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۰ھ جلد ۲۹ نمبر ۱۱ ص ۲)

مرزائی علم کلام کا نمونہ

(اس مضمون میں ہزار کا ذکر آتا ہے اس کو سمجھانے کے لئے اس نوٹ کی ضرورت ہے :

مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ دنیا کی ساری عمر از ابتداء تا انتہاء سات ہزار سال ہے۔

یہ بھی لکھا ہے کہ

پانچویں ہزار میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے اور چھٹے کے اخیر میں مرزا پیدا ہوئے)۔

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب ؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

اب کے سال بھی مثل سابق جلسہ قادیان کا پروگرام بہت لمبے چوڑے پوسٹر کی شکل میں شائع ہوا جس میں منجملہ بہت سے علمائے مرزائیہ کے ناموں کے مولوی جلال الدین شمس مبلغ شام و مصر کا نام نامی واسم گرامی بھی مندرج تھا۔ آپ کا مضمون بعنوان:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) بحیثیت حکم وعدل ،

ظاہر کیا گیا تھا۔ ہمارا گمان تھا کہ مولوی جلال الدین صاحب چونکہ بہت عرصہ ممالک عربیہ میں رہ آئے ہیں اس لئے آپ کا مضمون یقیناً دلائل قطعیہ یقینیہ پر مبنی ہوگا اور ایسا کہ دو، دونے چار کی طرح نبوت مرزا کا مثبت ہوگا۔

مگر افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ آپ کا مضمون جو الفضل ۳ جنوری ۱۹۳۲ء میں شائع ہوا ہے اس بات کا مظہر ہے کہ مولوی صاحب موصوف بحیثیت علم اپنی سابقہ حالت سے بھی گر گئے ہیں۔ آپ کے مضمون کا ابتدائی حصہ بالاختصار یوں ادا کیا جاسکتا ہے :

مسیح موعود کی آمد لوگوں کی اصلاح کے لئے ہے اور چونکہ امت محمدیہ بگڑ چکی ہے اس لئے کسی مسیح کی ضرورت ہے تا کہ ان کی اصلاح کرے۔

تمہید کے بعد آپ نے امت مسلمہ کے بگڑنے کا ثبوت یوں دیا ہے :

اخبار وکیل ۱۵ جنوری ۱۹۲۲ء میں لکھا ہے:

مسلمانوں نے پہلے تو انفرادی زندگی میں یہود ونصاریٰ کی اتباع کی اب اجتماعی زندگی میں کرنے لگے ہیں ۔

اخبار زمین دار مسلمانوں کو آنحضرت ﷺ کی طرف سے مخاطب کرتا ہوا لکھتا ہے کہ:

تم کہلاتے تو میری امت ہو مگر کام یہودیوں اور بت پرستوں کے کرتے ہو تمہارا شیوہ وہی ہو رہا ہے جو عاد وثمود کا تھا کہ اب رب العالمین کو چھوڑ کر بعل، یغوث، نسر اور یعوق کی پرستش کر رہے ہو۔ زمین دار ۲۱ جولائی ۱۹۳۱ء

اخبارات کی تحریرات نقل کرنے کے بعد مولوی جلال الدین لکھتے ہیں،

ظاہر کہ جب علامات پوری ہو چکیں تو ضروری ہے کہ مسلمانوں کی اصلاح کے لئے ابن مریم بھی ...نازل ہو۔

تحریر بالا شاہد ہے کہ ۱۹۲۲ء سے شروع ہو کر بحیثیت مجموعی مسلمانوں کی حالت ۱۹۳۱ء تک بگڑی ہوئی تھی اور ان کی حالت مقتضی تھی کہ کوئی ان کی اصلاح کے لئے آئے۔ اب چاہیے تو یہ تھا کہ مولوی صاحب مقتضی کے بعد مقتضا کا وجود دکھاتے یعنی ۱۹۳۱ء کے بعد کسی آنے والے مصلح کا نام پیش کرتے مگر افسوس کہ حسب مثل

مشہور ملا کی دوڑ مسیت تک، مولوی صاحب پرانی قبریں اکھیڑنے لگے اور جلدی میں مصلح کی حیثیت میں مرزا قادیانی کا نام پیش کر دیا جو خیریت سے ۱۹۰۸ء میں دنیا سے رخصت ہو گئے تھے۔

آہ مولوی صاحب! یہ انوکھا علم کلام اور الٹی منطق کیا آپ نے حضرت سلطان القلم شکستہ رقم کی کتب سے سیکھی ہے کہ مقتضا پہلے ہو اور مقتضی بعد، بالفاظ دیگر معلول پہلے اور علت پیچھے۔

آہ! کس قدر تنزل علمی ہے کہ دلیل تو یہ پیش کی جاتی ہے کہ ۱۹۳۱ء میں لوگ بگڑ چکے ہیں اور ان کے لئے مصلح وہ پیش کیا جا رہا ہے جو ۲۳ سال قبل آنجہانی بھی ہو چکا ہے۔

ناظرین لگے ہاتھوں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بھی اسی قسم کی ایک تحریر ملاحظہ فرمائیں آپ فرماتے ہیں:

آخری حصہ ہزار ششم تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت کا دن ہے۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۹۹ ملخصاً)

قول بالا سے ثابت ہے کہ چھٹے ہزار کے آخر میں اشاعت و ہدایت مکمل ہو جائے گی (بہت خوب)

اب دیکھنا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جو تکمیل ہدایت کیلئے آئے تھے، کس ہزار میں پیدا ہوئے اور چھٹا ہزار کہاں پر ختم ہوتا ہے۔

سو اس کے لئے بقول امت مرزائیہ حضرت مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء کی عبارت ذیل ملاحظہ ہو:

میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھٹے ہزار میں سے گیارہ برس باقی رہتے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۵)

ناظرین با تمکین! از روئے قول متقدم الذکر مندرجہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۹ چھٹے ہزار میں ہدایت عامہ بپایہ تکمیل پہنچنی تھی جب کہ مرزا صاحب قادیانی ہنوز پیدا بھی نہیں ہوئے تھے پھر معلوم نہیں تشریف کیوں لائے؟

ہاں ہم خوش ہیں کہ مولوی جلال الدین صاحب اور خود مرزا صاحب قادیانی کے اقوال سے عیاں ہے کہ سچا مسیح موعود ابھی تک نہیں آیا کیونکہ مسلمانوں کی حالت ۱۹۳۱ء تک برابر خراب چلی آئی ہے اور آئندہ کو ابھی اصلاح کی صورت نظر نہیں آتی۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ اس پر نوٹ لکھتے ہیں:

قابل مضمون نگار کا مواخذہ مرزا صاحب کے اقوال پر بہت سخت ہے۔ چونکہ آڑے وقت میں ہم امت مرزائیہ کے کام آیا کرتے ہیں اس لئے اس مشکل میں بھی ان کو مدد دیتے ہیں، گو ان سے شکر گزاری کی امید نہیں۔

پس سنو!

مرزا صاحب قادیانی، لیکچر سیالکوٹ صفحہ ٦ میں لکھتے ہیں:

ہزار ششم ضلالت کا سال ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے۔

پس چھٹے ہزار میں جو گمراہی کا زمانہ ہے (جس کو غلطی سے مرزا صاحب قادیانی نے تکمیل ہدایت کا ہزار لکھ دیا تھا اس میں) مرزا غلام احمد صاحب پیدا ہوئے۔ اور ساتویں ہزار میں آپ نے ہدایت کی تو لوگ ایسے ہدایت یاب ہو گئے کہ اس زمانہ کو ہدایت کا زمانہ کہنا صحیح ہے۔ بس

اب اگر کوئی معترض کہے کہ اس ساتویں ہزار میں جو گمراہیاں ایجاد ہوئی ہیں وہ پہلے نہ تھیں جس کو علم نہ ہو وہ یورپ امریکہ بلکہ خود ہندوستانی پبلک کی زندگی کو بغور مطالعہ کرے، تو اس کو ماننا پڑے گا کہ جو ضلالت بر ضلالت آج ساتویں ہزار میں ہے وہ پہلے نہ تھی۔ پھر بھی یہ ہزار ہدایت کا کیسے ہوا اور مسیح موعود نے آکر کیا کیا؟

ہم اعتراف کرتے ہیں کہ اس سوال کا جواب ہمارے پاس نہیں۔ اس لئے اس سوال کو مع دوسرے تعارضات و اختلافات مرزا کے قصر خلافت قادیان میں بھیج کر جواب کے منتظر ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١۵ جنوری ١٩٣٢ء ص ٦۔٧)

مرزائیوں کیلئے انعام حاصل کرنے ایک نادر موقعہ

جناب نظام الدین سائنس ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ لکھتے ہیں

انعام نمبر ایک

مبلغ سو روپیہ اسے دونگا جو مرزا غلام احمد قادیانی کو میرے دلائل کے مقابلہ میں مسلمان ثابت کر دے۔

انعام نمبر۲

مبلغ سو روپیہ اسے دیا جائے گا جو مرزا غلام احمد قادیانی کے چیدہ چیدہ الہامات کو خدائے محمد ﷺ کی طرف سے ثابت کر دے۔

تیسرا انعام

مبلغ سو روپیہ۔ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۵۰ جھوٹ پیش کروں گا۔ اور ہر ایک جھوٹ کو سچا ثابت کرنے والے کو دو روپیہ انعام دونگا۔

فیصلہ کی شرائط

۱۔ ثالث کوئی غیر مسلم بیرسٹر یا وکیل ہوگا دونوں کی مرضی سے۔

۲۔ وقت کے متعلق صدر اور مجلس جیسا مناسب سمجھے کرے۔

۳۔ خارج از مبحث بات نہ ہوگی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ فروری ۱۹۳۲ء ص ٦)

جلسہ انجمن اہلحدیث بٹالہ میں قادیانی مباحثہ

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

خاکسار خود جلسہ بٹالہ میں شریک تھا۔ میں نے جو دیکھا اور سنا میرا خیال تھا کہ قادیانی اس مناظرہ کا اخبار میں ذکر نہ کریں گے۔ مگر قادیانی اور خاموشی؟ اس لئے انہوں نے الفضل قادیان میں لکھا:

۱۱ فروری ۱۹۳۲ء کو انجمن اہل حدیث بٹالہ کے جلسہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے سلسلہ احمدیہ کے خلاف تقریر کی جس کا مولوی غلام رسول صاحب راجیکی نے مسکت و مدلل جواب دیا اور ایک گھنٹہ تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ (الفضل ۲۳ فروری ۱۹۳۲ء)۔

ہوا یہ جلسہ مذکور میں کئی علماء اہل حدیث شریک تھے صدر جلسہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے مولانا ثناء اللہ کی تقریر کا عنوان تھا قرآن اور قادیان۔ اس تقریر پر ایک گھنٹہ قادیانیوں کو تبادلہ خیالات کرنے کو دیا گیا۔

مولانا نے فرمایا قرآن کے اترنے سے پہلے اہل عرب ہر قسم کی برائیوں میں مبتلا تھے۔ رسول اللہ ﷺ نے انکو کیسا بنا دیا دنیا نے دیکھ لیا کہ اعلی درجہ کے متقی راست باز ماہر سیاست قائد امت بنے۔ مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ

میں محمد ثانی ہوں (تریاق القلوب۔ ص ۱۰۱)۔

میرے آنے کی دو غرضیں ہیں:

۱۔ عیسی پرستی کا ستون توڑنا۔ ۲۔ مسلمانوں کو اعلی درجہ کا متقی بنانا۔

یہ کام جیسے کچھ ہوئے سب کو معلوم ہیں۔ مرزا صاحب یہ دونوں کام کر دیتے مگر عمر نے وفا نہ کی کیونکہ مرزا قادیانی کی عمر صرف ایک ہزار اکتیس سال ہوئی۔

جب یہ کہا تو لوگوں نے سمجھا مولانا سہو ہو گیا ہے بجائے ساٹھ ستر سال کے ۱۰۳۱ سال فرماتے ہیں ۔مگر جب ثبوت دیا تو حیرت ہوئی ۔فرمایا۔مرزا صاحب نے لیکچر سیالکوٹ وغیرہ میں دنیا کی کل عمر سات ہزار سال بتائی ہے اور تحفہ گولڑویہ میں بتایا ہے میں (مرزا) دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار میں پیدا ہوا ہوں (ص ۹۵) جبکہ چھٹے ہزار سے ۱۱ سال باقی تھے۔

اور مرزا محمود احمد قادیانی کہتے ہیں: مسیح موعود (مرزا) نے یہ ساتوں ہزار کا دور پورا کر لیا۔دوسرا دور بھی آپ ہی نے شروع کیا۔پہلے سات ہزاری دور کے آپ خاتم ہیں دوسرے دور کے آپ ہی آدم ہیں۔اب آئندہ آپ کی نسل سے انبیاء کرام پیدا ہوں گے۔ (الفضل قادیان ۔۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

فرمایا: میں بغرض آسانی دوسرے دور میں سے صرف بیس سال مرزا صاحب کی عمر میں لیتا ہوں ۔ پس میرا حساب یوں سمجھئے۔چھٹے ہزار سے گیارہ سال ۔ساتواں ہزار سالم ۔دوسرے دور کے شروع سے بیس سال ۔کل ۱۰۳۱۔سال مرزا کی عمر ہوئی ۔اتنی تھوڑی عمر میں وہ کیا کرتے ۔کسی نے کیا خوب کہا

فکر معاش ذکر خدا یاد رفتگاں
اتنی سی زندگی میں کیا کیا کرے کوئی

فرمایا حاضرین اسے یاد رکھیں اور دوسری بات سنیں،
مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حصہ پنجم براہین میں لکھا ہے کہ
میری عمر ۷۵ اور ۸۵ کے سال درمیان ہوگی۔

ایک طرف مرزا صاحب کا یہ قول ہے دوسرے حساب سے ان کی عمر ۱۰۳۱ سال ۔ان دونوں میں صحیح کون اور غلط کون؟ میرے مخاطب علمائے قادیان جب ان میں سے کسی ایک کو صحیح کہیں گے تو میں ایک تیسرا حوالہ پیش کرونگا جو ان دونوں کے برخلاف ہوگا۔یہ کہہ کر آپ بیٹھ گئے۔

مولانا سیالکوٹی صدر جلسہ نے اعلان کیا کہ سوال وجواب کے لئے پانچ پانچ منٹ دیئے جائیں گے ۔ چنانچہ بعد کچھ حیص بیص کے قادیانی فریق کی طرف سے غلام رسول راجیکی کھڑے ہوئے۔آپ نے جو

جواب دیا، نہ دینے سے کچھ اچھا نہ تھا۔ پہلے تو آپ نے کہا کہ قرآن کے ساتھ قادیان کا کیا میل۔ یوں چاہیے تھا کہ قرآن اور تورات کیونکہ قرآن کتاب ہے اور قادیان جگہ۔ یہ بھی کہا کہ قرآن کی فضیلت میں مولوی صاحب نے کوئی آیت نہیں پڑھی۔ یہ بھی کہا کہ خلیفہ صاحب کی عبارت کو آپ نے نہیں سمجھا۔ یہی تین فقرے آپ نے آخر تک دہرائے۔ مولانا نے جواب دیا قادیان سے مراد ہے اہل قادیان جیسے وا سئل القریۃ۔ اہل قادیان سے مراد ہے مرزا صاحب اور ان کے فرزند۔ فضیلت قرآن کا ثبوت میں نے قرآن کی برکت سے دیا کہ اس کی تعلیم سے لوگ با کمال پیدا ہوئے۔ خلیفہ صاحب کی عبارت اردو ہے، چینی یا جاپانی زبان میں نہیں ہے۔ اس کے بعد آپ نے وہ عبارت پڑھ کر سنا دی، فرمایا اگر شک ہو تو آ کر دیکھ لو۔

مولوی غلام رسول نے یہ بھی کہا تھا کہ اس قسم کے قرآن شریف میں بھی ہیں جیسے حضرت موسیٰ ؑ کو چالیس راتوں کا وعدہ دینا، اسی کو تیس رات کہنا

مولانا نے فرمایا اصل میں یوں ہوا تھا کہ تیس روز کا حکم دے کر دس کا پھر دیا۔ چنانچہ فرمایا اتممنا ھا بعشر۔ ہم نے تیس کے ساتھ دس ملائیں تو چالیس ہوئے فتم میقات ربہ اربعین لیلۃ

یہ جواب سن کر قادیانی مناظر پھر اس موضوع پر نہ بولا۔ حاضرین حیران تھے کہ مولانا نے کہ کیسا پکڑا، کہ قادیانی باوجود ادعاء کمال حرکت نہیں کر سکتا۔ انہیں کیا معلوم تھا کہ شیر پنجاب کی گرفت ہے کوئی معمولی نہیں۔ الحمدللہ مباحثہ کا اثر تمام علاقہ بٹالہ میں بہت اچھا رہا۔

قادیانی پریس اور مرید میرے بیان کو غلط جانیں تو مہربانی کر کے مولوی غلام رسول کی تقریر خود ان کی دستخطی شائع کرا دیں۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مارچ ۱۹۳۲ء مطابق ۲۵ شوال ۱۳۵۰ھ ص ۳،۴)

قادیانی جماعت کوایک فیصلہ کن چیلنج

سر کنم نالہ اگر تاب شنیدن داری
سینہ بشگافم اگر طاقت دیدن داری

جناب غلام احمد خان بنگش، ہنگو سے لکھتے ہیں:

حضرات قارئین کرام! اخبار احرار میں ایک مضمون انعامی مبلغ تین سو روپیہ منجانب مولوی نظام الدین صاحب سائنس ماسٹر اسلامیہ ہائی سکول کوہاٹ جنوری ۱۹۳۲ء کے آخری ایام میں میری نظر سے گذرا۔ جس کا خلاصہ مقصد یہ تھا کہ مرزا صاحب کے عقاید واقوال خلاف اسلام تھے، جوان کو مسلمان ثابت کردے یا ان کے الہامات کو خدا کی جانب سے ثابت کردے یا ان کی کذب بیانیوں میں سے صرف پچاس پیش کردہ جھوٹوں کو سچا ثابت کردے ایسے شخص کو بالترتیب مبلغ یک صد روپیہ جملہ تین صد روپیہ انعام دیا جائے گا۔

اس کے جواب میں منشی فخر الدین صاحب خادم وخاکپائے مرزائے قادیانی، و، سکرٹری تبلیغ قادیانی جماعت مقیم کوہاٹ نے بصورت اشتہار مختصر جواب دے کر فارغ خطی کا سامان پیدا کرنے کی سعی لاحاصل کی ہے۔ کوہاٹ میں لوگ اسے باعزت فرار سے تعبیر کر رہے ہیں۔ خلاصہ مضمون کا یہ ہے۔

ا۔ ماسٹر نظام الدین صاحب اپنا مضمون لکھ کر قادیانی جماعت کو دے دیں۔

۲۔ وہ گھر میں اکٹھے بیٹھ کر اطمینان کے ساتھ شھداء من دون اللہ کی امداد لے کر جواب لکھیں گے۔

۳۔ اس کے بعد ایک ثالث کا برضائے فریقین تقرر عمل میں آئے گا۔

۴۔ مضمون چھپوا کر ان کے پاس بھیجا جائے۔

۵۔ سب مصارف نظام الدین برداشت کرے۔ کیوں؟ یہ نہ پوچھئے۔

میں کہتا ہوں میرے محترم نظام الدین نے بلامشورہ جلدی کر کے قادیانی جماعت کو سراسیمہ کر دیا ہے۔خواہ مخواہ تین انعامات یک جا پیش کر کے مرزائی جماعت کے واسطے ایک لانیحل صورت پیدا کردی ہے ۔ممکن ہے خدائے مقلب القلوب صرف تھوڑی مشقت ہی سے سامان پیدا کر دیتا۔

ماسٹر صاحب کو مناسب تھا کہ یکے راگبیر دو دیگرے رادعوی، پر عمل پیرا ہوتے۔خیراب وہ جانیں اور منشی فخرالدین۔

میں صرف ایک امر فیصلہ کن پیش کرتا ہوں اور وہ یہ کہ جھوٹے پر اللہ بھی لعنت کرتا ہے اور وہ خلقت کی نظر میں بھی ذلیل ہوتا ہے۔

اس اصول کو مدنظر رکھ کر میں مرزا صاحب قادیانی کے تین لاکھ جھوٹ پیش کرونگا۔مجلس کے انعقاد کے لئے قادیانی حضرات کوئی جگہ مقرر کر دیں۔اگر پولیس کا انتظام ضروری ہو،تو اس میں بھی مجھے کوئی عذر نہیں ۔دو سکھ اور دو ہندو بیرسٹر یا وکیل منصف ہوں گے۔

تین لاکھ کذب بیانیوں میں سے جو جو قادیانی جماعت مل کر صحیح اور درست ثابت کر دے پانچ روپیہ فی جھوٹ بسر اجلاس جماعت مرزائیہ کے لئے میز پر رکھتا جاؤں گا۔اور جتنے جھوٹ وہ سچ ثابت نہ کر سکیں، فی جھوٹ مجھے صرف ایک آنہ برائے اسلامیہ سکول دیتے جائیں تا کہ میری محنت بھی اکارت نہ جائے۔

ایسی صاف اور سیدھی شرائط نہ ماننے والے کا منہ تارکول سے سیاہ کر کے خر دجال پر سوار کر کے سیدھا گنگا کی طرف روانہ کر دیا جائے تا کہ،خس کم جہاں پاک،کا مصداق ہو اور باطل کی شکست بھی عیاں ہو جائے ۔اور بے چارے سیدھے سادھے انگریزی دان نوجوانوں کو اس عزرائیلی پروپاگنڈہ سے نجات حاصل ہو سکے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مارچ ۱۹۳۲ء مطابق ۲۵ شوال ۱۳۵۰ھ ص ۵)

مرزائیت سے توبہ

میاں محمود احمد صاحب! میں نے غلطی سے مورخہ ۲۷ دسمبر ۱۹۳۱ء کو بیعت کی تھی ۔یہ میری غلطی تھی کہ بغیر تحقیقات کئے میں نے ایسا فعل کیا۔ برائے نوازش مجھے اپنی جماعت سے علیحدہ تصور فرمائیں۔

راقم: محمد حسین پٹواری مال ۹۷-۶-آر تحصیل منٹگمری (اہل حدیث امرتسر ۴ مارچ ۱۹۳۲ء ص ۱۴)

قادیانی انعام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کئی ہفتوں سے یہ ذکر چل رہا ہے کہ قادیانی اخبار فاروق تین سو روپیہ انعام دینے کا اعلان کرتا ہے ۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹ فروری میں ہم نے لکھا تھا کہ اس کے بعد ہم کچھ نہ لکھیں گے نہ سنیں گے۔اس کے بعد اخبار فاروق قادیان مورخہ ۲۸ فروری دیکھنے سے ضرورت محسوس ہوئی کہ پھر ایک دفعہ توجہ دی جائے شائد معاملہ صاف ہو جائے۔اخبار فاروق قادیان میں لکھا ہے :

میں نے مرزا محمود احمد قادیانی کو منصف منظور کیا مگر ثناء اللہ نے جرأت نہ کی۔

(فاروق ۲۸ فروری ۱۹۳۲ء ص ۹)۔

ہم قصے کو لمبا نہیں کرتے اس لئے راقم مذکور کی اس بات کو مان کر کہتے ہیں :

کہ میاں محمود صاحب خلیفہ قادیان منصف مسلمہ فریقین کے سامنے مرزا صاحب کی تحریر سے ہم دونوں میں سے جھوٹے کے پہلے مرنے کی پیش گوئی لفظاً یا معناً یا مفہوماً دکھا دیں گے۔

پس میاں محمود احمد صاحب بٹالہ آ کر ایک ہی روز میں یہ فیصلہ کر دیں کہ ہمارا دعوی ثابت ہے یا نہیں؟ بٹالہ میں اجتماع سے پہلے انعامی رقم مسلّمہ امین کے پاس پہنچ جائے اور ہمیں باضابطہ رسید مل جائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء مطابق ۲ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ ص ۷)

مرزا صاحب کے دو خواص

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے وظیفہ خوار اپنا فرض منصبی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پوزیشن کو ہر طرح صاف بنائیں، مگر ان کو اس امر سے ذہول ہو جاتا ہے کہ اقوال مرزا ان سے زیادہ جاننے والے بھی ہیں۔ اور اہل حدیث کو تو بفضل خدا وہی دعوی ہے جو سلمہ بن اکوع صحابی کو تھا جن کا شعر ہے:

انا سلمة بن الاکوع
الیوم یوم الرضع

(میں سلمہ بن اکوع ہوں آج ماں کا دودھ پینے والوں کا مقابلہ ہے، کوئی ہے تو آئے)

اخبار الفضل قادیان نے مرزا صاحب قادیانی کی دو مدحیں ایسی لکھی ہیں کہ مخالف کے نزدیک سب سے بڑی قباحتیں وہی ہیں۔ یعنی ایک نبی ہونا، دوسرا خاتم الاولیاء ہونا۔ چنانچہ اخبار الفضل قادیان کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اللہ تعالی نے جو منصب اور درجہ عطا فرمایا ہے اس سے بعض لوگ ناواقفیت کی وجہ سے کہا کرتے ہیں کہ ان کی بیعت میں شمولیت کی کیا ضرورت ہے۔ یہی مان لینا کافی ہے کہ آپ ایک بزرگ تھے اور اسلام کی آپ نے گراں قدر خدمات سرانجام دیں۔ ایسے بزرگ امت محمدیہ میں پہلے بھی ہو چکے ہیں جن کی بیعت ضروری نہیں سمجھی گئی۔

ایسے اصحاب چونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی صداقت کے قائل ہوتے ہیں اسلئے ہم حضرت مسیح موعود (مرزا) کا منصب آپ ہی کے الفاظ میں ان کے سامنے رکھ کر بتاتے ہیں کہ آپ کو امت محمدیہ کے دیگر اولیاء پر قیاس نہیں کیا جا سکتا بلکہ آپ کو خدا تعالی نے ان کی نسبت امتیازی خصوصیات عطا کی ہیں۔ اس وجہ سے آپ کی

بیعت لازمی ہے۔

پہلی خصوصیت حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی یہ ہے کہ آپ رسول کریمﷺ کی پیش گوئی کے مطابق نبی اللہ ہیں اور امت محمدیہ میں یہ درجہ آپ کو ہی حاصل ہوا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی۔

اور ضروری تھا کہ ایسا ہوتا، تا کہ آنحضرتﷺ کی پیش گوئی صفائی سے پوری ہو جاتی کیونکہ اگر دوسرے صلحاء جو مجھ سے پہلے گذر چکے ہیں وہ بھی اسی قدر مکالمہ ومخاطبہ الہیہ اور امور غیبیہ سے حصہ پا لیتے تو وہ نبی کہلانے کے مستحق ہو جاتے، تو اس صورت میں آنحضرتﷺ کی پیش گوئی میں ایک رخنہ واقع ہو جاتا اس لئے خدا تعالی کی مصلحت نے ان بزرگوں کو اس نعمت کو پورے طور پر پانے سے روک دیا تا کہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ ایسا شخص ایک ہی ہوگا وہ پیش گوئی پوری ہو جائے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۹۱)۔ (الفضل قادیان ۸ مارچ ۱۹۳۲ء ص ۶)

ہم کہہ چکے ہیں کہ جن دو باتوں کو الفضل نے کمال مدائح سمجھا ہے مخالفوں کے نزدیک وہی اقبح صفات ہیں۔ یعنی خاتم النبیینﷺ کے بعد نبی بننا اور معمولی آدمی ہو کر دعوی خاتم الاولیاء کرنا، ہاں ایسا دعوی لاہوری بھائیوں کے سامنے کر کے نبوت مرزا منواؤ تو جانیں۔ خیر وہ جانیں اور تم جانو۔ ہم تو دونوں کو خواجہ تاش جانتے ہیں۔

ہمارا جواب سنو! ہم مرزا غلام احمد صاحب کے قائل ہیں کہ انہوں نے ہم کو ہر قسم کے جواب دینے سے فارغ کر رکھا ہے بلکہ خود ہی سب کچھ کہہ گئے ہیں۔ ہمیں تکلیف ہے تو محنت اور تلاش کی ہے۔ سنئیے

مرزا صاحب نے جب مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا تو اعتراض ہوا کہ مسیح تو نبی تھے ان کا مثیل بھی نبی ہونا چاہیے۔ تم تو نبی نہیں ہو۔ انہوں نے جواب دیا:

آنے والے مسیح کیلئے ہمارے سید و مولا (ﷺ) نے نبوت شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور پر لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا۔ (توضیح مرام۔ طبع دوم ص ۹)

کہیے مسیح موعود کے لئے نبوت شرط نہیں، تو آپ کون ہیں جو کہتے ہیں کہ رسول کریم ﷺ نے مسیح موعود کو نبی قرار دیا ہے۔ مدعی (موکل) تو اس دعوی سے انکار کرے اور تم وکیل اس کے سر تھوپو۔

ثابت ہوا کہ بقول مرزا صاحب مسیح موعود کے عہدے کے لئے نبوت لازم نہیں۔ یہ تمہارا اپنا خیال ہے جس کی تردید مرزا صاحب قادیانی فرما چکے ہیں۔

دوسری خصوصیت حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی یہ ہے کہ آپ اس امت کے خاتم اولیاء ورخاتم الخلفاء ہیں۔، چنانچہ فرماتے ہیں:

میں ولایت کے سلسلہ کو ختم کرتا ہوں جیسا کہ ہمارے سید آنحضرت ﷺ نبوت کے سلسلہ کو ختم کرنے والے تھے اور وہ خاتم الانبیاء ہیں اور میں خاتم اولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہیں مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا اور میں اپنے خدا کی طرف سے تمام ترقیات اور برکت اور عزت کے ساتھ بھیجا گیا ہوں اور یہ میرا قدم ایک ایسے مینار پر ہے جو اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی

(خطبہ الہامیہ۔ص ۳۰)۔(الفضل قادیان ۸ مارچ ۱۹۳۲ء ص ٦)

اس خصوصیت کا ابطال بھی مرزا صاحب نے خود کر دیا ہوا ہے کہ مسیح موعود کے جو ظاہری نشان احادیث میں آئے ہیں یعنی سیاسی رنگ میں آئے گا، عدالت کرے گا۔ وغیرہ۔ میرے بعد ممکن ہے ایسا مسیح آجائے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت و بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۰۰)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ مسیح موعود کا اصلی رنگ میں آنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نزدیک ممکن ہے۔ پس جب مسیح کا باوصاف کمال آنا بھی ممکن ہے، تو جس وقت وہ آئیں گے وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے اکمل ہوں گے۔ پھر خاتم الاولیاء مرزا صاحب قادیانی کیسے ہوئے؟

قادیانی ممبرو! اللہ سے ڈرا اور مرزا صاحب قادیانی کی مخالفت سے بچو۔ جو کچھ وہ فرما گئے ہیں اسی پر قناعت کرو۔ سب سے زیادہ یہ بات ہے کہ یہ خیال رکھا کرو کہ اہل حدیث، اقوال مرزا قادیانی کو تم سے اچھا جانتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۳۲ء مطابق ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ ص ۴، ۵)

مرزا صاحب کا پروگرام

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

امسال جلسہ اہل حدیث بٹالہ میں مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے اپنی تقریر دلپذیر میں مرزا صاحب قادیانی متوفی کی حیات تاممات کا پروگرام جو دکھایا قابل شنید تھا۔ بے اختیار احقر بندہ کی زبان پر جاری تھا، مرحبا جزا ك الله

خیال میں گذرا کہ مرزا صاحب قادیانی کو اپنی عیسویت جو ابتداء ہی سے پیش نظر تھی، اس کے ثابت کرنے میں کیسی کیسی کاروائیاں کرنی پڑیں۔

ابتداء یوں کی گئی کہ حدیث شریف میں وارد ہے، علماء امّتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل ۔ اس لئے میں تمام انبیاء کا مثیل ہوں اور چونکہ اس میں کوئی خصوصیت ان کی نہ تھی اس لئے کہ تمام علماء اس بشارت میں شریک تھے۔ اس وجہ سے آپ کو پیام پہنچایا گیا کہ خاص طور پر فلاں فلاں نبی کے مثیل مرزا صاحب ہیں چنانچہ وہ آیتیں الہام پیش کی گئیں جن میں انبیاء کے نام تھے جیسے ففھمنا ھا سلیما ن - یا عیسی انی متو فیك وغیرہ اور ان کے ترجمہ میں لکھ دیا کہ اس سے مراد عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) ہے۔

یہ کاروائی اس خیال سے کی گئی کہ مریدین اس زوردار حکم کو ہرگز ردّ نہ کریں پہلے تو آیت قرآنی پھر الہام ربانی۔ جہلاء جب ان آیتوں کو قرآن میں دیکھ لیں گے اور اس کے الہامی معنی سمجھ لیں گے تو ان کو یقین

کامل ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب اس پایہ کے شخص ہیں کہ خدا تعال نے پہلے ہی سے ان کی خبریں قرآن کریم میں دے رکھی ہیں کیونکہ جاہلوں کو بلا تامل ایسی باتوں کا یقین ہو جایا کرتا ہے۔

لطیفہ: کسی گاؤں کا واقعہ ہے کہ وہاں ایک زمین دار ہندو تھا جس کا نام، ابا، تھا اور تعظیماً اس کو لوگ، ابا جی، کہتے تھے۔ عقل مند شخص ہونے کی وجہ سے اس کی وقعت لوگوں کے دلوں میں جمی ہوئی تھی ۔ اتفاقاً کوئی (قادیانی مشرب کے) مولوی صاحب اس گاؤں میں گئے۔ ایک شخص نے ان سے پوچھا کہ حضرت! ہمارے ابا جی کا نام آپ کے قرآن میں ہے؟ مولوی صاحب نے کہا ہاں موجود ہے۔

ابی واستکبر و کا ن من الکا فر ین ۔

اور اتفاقاً وہ نیک بخت کانا بھی تھا۔ سنتے ہی وہاں کے لوگوں کو بڑا فخر ہو گیا کہ ہمارے کانے ابا جی کا نام مسلمانوں کے قرآن میں بھی موجود ہے۔ بڑے ذوق وشوق سے مولوی صاحب کی خدمت کی۔

سو یہی معاملہ سادہ لوگوں کا ہے کہ ایمان جائے تو جائے بلا سے منارۃ المسیح کی گھڑی اور لنگر خانے کی دیگ میں کوئی کمی نہ آنے پائے۔

مرزائی دوستو!

حامی نادان پریشاں روز گار
بہ ز دانشمند نا پرہیز گار
کاں بنا بینائی از راہ او فتاد
دیں دو چشمش بود در چاہ او فتاد

ان الہاموں میں یہ خاص طریقہ اس واسطے اختیار کیا گیا کہ جاہلوں میں شور وشغب ہو کہ مرزا صاحب قادیانی کا ذکر قرآن میں موجود ہے اور یہ بھی غرض تھی کہ علماء کی نظروں میں یـــا عیـسـی والا الہام دوسرے الہاموں میں چھپا رہے، اور کسی کو اس طرف توجہ نہ ہو کہ یا عیسی ، کہہ کر مرزا صاحب قادیانی کو خدا کا خطاب کرنا کیسا۔ پھر بتدریج خاص مثیل عیسی ہونے کا دعوی شروع کیا

اے تہی دست رفتہ در بازار

تر سمت پر بنادری دستار

چنانچہ ازالہ اوہام میں مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

آٹھ سال سے برابر شائع کر رہا ہوں کہ میں مثیل مسیح ہوں۔

اور اسی میں لکھتے ہیں:

اس عاجز کو اللہ تعالی نے آدم صفی اللہ کا مثیل قرار دیا اور کسی کو علماء سے اس بات پر ذرہ بھی رنج دل میں نہیں گذرا۔ پھر مثیل نوح اور مثیل یوسف اور مثیل داؤد اور مثیل ابراہیم قرار دیا۔ یہاں تک کہ نوبت پہنچی کہ بابار یا احمد کے خطاب سے مخاطب کر کے ظلی طور پر مثیل سید الانبیاء ﷺ قرار دیا۔ تو بھی کوئی جوش وخروش میں نہیں آیا۔

اور جب خدا تعالی نے اس عاجز کو عیسی یا مثیل مسیح کر کے پکارا تو سب غضب میں آ گئے۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۱)

یہ بات قرین قیاس نہیں ہے کیونکہ یہ الہام براہین احمدیہ میں لکھا جا چکا ہے اس وقت تو لوگ مرزا صاحب کو اپنے جیسا مسلمان سمجھتے تھے۔ یہ غضب اس وقت آیا کہ انہوں نے مسلمانوں سے خارج ہو کر دوسری راہ لی اور سب کو چھوڑ کر عیسویت کی تخصیص کی۔ اور جس وقت وہ الہام براہین احمدیہ میں لکھا تھا اس وقت جوں ہی پوچھا کہ اس تخصیص کی کیا وجہ (پنجاب میں مولوی غلام علی مرحوم امرتسری، مولوی غلام دستگیر قصوری، حافظ عبد المنان صاحب وزیر آبادی، علماء لدھیانہ شروع سے مخالف تھے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر) اس کی وجہ یہ تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے یہ توقع کسی کو نہ تھی کہ مسلمانوں ہی کو کافر بنائیں گے کیونکہ اس وقت مسلمانوں کی طرف سے کافروں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ غرض کہ اس وقت صرف مثیل مسیح کہا گیا۔ اس سے کوئی تعلق نہ تھا کہ مسیح آنے والے بھی ہیں یا مر گئے۔

چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں باور کرا دیا تھا کہ مسیح بڑی شان وشوکت سے آئیں گے اور میں بطور پیش خیمہ ہوں اس وجہ سے مسیح کی موت کی طرف کسی کی توجہ ہونے کا کوئی منشاء ہی نہ تھا۔

اس کے بعد، مثیل مسیح موعود، بڑھایا گیا جس سے دیکھنے میں تو یہ بات ہو کہ مسیح موعود کے مثیل ہیں اور درباطن تمہید اس کی تھی کہ لفظ موعود صفت مثیل کی قرار دی جائے۔ چنانچہ معتقدین میں سینہ بسینہ یہ بات رواج پا گئی۔ اس کے بعد لفظ مسیح کو ہٹا کر، مثیل موعود، کہہ دیا۔ اور اس کے ساتھ الہام کی جوڑ لگا دی کہ مسیح جو نبی تھے وہ مر گئے اور ان کی جگہ میں آیا ہوں، اور مثیل موعود، میں ہوں۔ اور جتنی آیات اور احادیث میں صراحۃً عیسی کے آنے کا ذکر ہے کہہ دیا کہ اس سے میں ہی مراد ہوں۔ پھر صرف اپنے آپ ہی پر مسیحیت کو ختم نہیں کیا بلکہ انہی پہلے الہاموں کی بنا پر یہ سلسلہ اپنی اولاد میں بھی قائم کر دیا اور اس کی دلیل یہ بیان کی کہ میرا نام براہین میں مریم بھی خدا نے رکھا ہے، اس لئے ابن مریم ضرور میری اولاد میں ہوگا، اور وہ الہام جو براہین میں بے تکے سے معلوم ہوتے تھے کیونکہ مقصود اس کتاب کا صرف کفار کا مقابلہ تھا اس میں اس قسم کے الہاموں سے کیا تعلق؟ وہ الہام اتنی مدت کے بعد کام آ گئے۔ اور وہ غرض پوری ہوگئی جو براہین احمدیہ کی تصنیف سے تھی۔ دوستو!

ہر کہ گردن بدعوی افرازد
خویشتن را بگردن اندازد

اب غور کیا جائے کہ مرزا صاحب نے اس مسئلہ میں کس قدر داؤ پیچ کئے۔ اس پر یہ ارشاد ہوتا ہے کہ مولوی لوگ لومڑی کی طرح داؤ پیچ کیا کرتے ہیں اگر انصاف سے دیکھا جائے تو لومڑی کتنی ہی ہوشیار ہو مرزا صاحب کو نہیں پہنچ سکتی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۳۲ء مطابق ۱۷ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ ص ۵۔۷)

مودت نامہ کا جواب

مولوی محمد علی کی طرف سے غضب نامہ

غالب تم ہی کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ خاکسار نے اخیر ماہ دسمبر ۱۹۳۱ء میں ایک اشتہار مودت نامہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری احمدی شائع کیا تھا جو اہل حدیث مورخہ یکم جنوری ۱۹۳۲ء میں درج ہوا تھا اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ:

میں آپ کا احترام ملحوظ رکھ کر آپ کو توجہ دلاتا ہوں کہ آپس کے اختلافات پر غور کر کے ان کو اٹھائیں۔ میرے نزدیک بڑا اختلاف مرزا صاحب متوفی کی شخصیت ہے جس کے لئے انہوں نے آخری فیصلہ والا اعلان کیا تھا میں چاہتا ہوں کہ کسی جگہ بیٹھ کر ہم دونوں نہایت خلوص اور محبت سے اس آخری فیصلہ پر غور کر کے ایک دوسرے کو سمجھانے کی کوشش کریں۔ وغیرہ۔

مجھے یاد نہیں کہ ایسی نرم تحریر میں نے کسی مخالف کی مخالف کے حق میں دیکھی ہو اس لئے میرا خیال تھا کہ میرے مخاطب کو اس کا علم و اخلاص مجبور کرے گا کہ بلا حیل و حجت سیدھے غریب خانہ پر تشریف لائیں گے یا دولت خانہ پر بلا کر سمجھانے کی کوشش کریں گے۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کے جواب سے مجھے جو کچھ حاصل ہوا وہ تو اس کے پڑھنے والوں کو بھی حاصل ہوا ہوگا خاص مجھے جو چیز حاصل ہوئی وہ یہ ہے کہ میرے حسن ظن کو بہت ٹھیس لگی جواب پڑھتے ہی میرے منہ سے نکلا:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتم

مولوی محمد علی صاحب نے میرے مودت نامہ کا جواب محبت سے نہیں دیا بلکہ اسی طرح دیا جس طرح جنوری ۱۹۰۳ء کو جب میں مرزا صاحب قادیانی کی دعوت پر قادیان گیا اور وہاں پہنچ کر نہایت اخلاص سے مرزا صاحب کی خدمت میں عریضہ لکھا۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب نے عتاب نامہ لکھا جسکو میں محبت پر مبنی تو نہیں سمجھتا، ہاں دانشمندی پر ضرور مبنی تھا کہ کسی طرح آنے والا پیچھا چھوڑ دے۔ آہ:

خنجر گلے پہ پھیر کے کہتے ہیں ناز سے
ہاں اب تو کہہ ذرا ، ترے قربان جایئے

مرزا صاحب قادیانی کا جواب ان کی جماعت میں گو اچھا سمجھا جائے، لیکن غیر جانبداروں کی نظر میں وہ جواب، جواب نہیں تھا۔ نہ آپ کا جواب، جواب ہے بلکہ جواب سے جواب ہے۔ جواب مذکور کا خلاصہ یہ ہے:

میں (محمد علی) بہت سے مسائل آپ کے خلاف مانتا ہوں۔ مثلاً حضرت عیسی فوت ہو گئے، حضرت عیسی کا دنیا میں آنا ختم نبوت کے خلاف ہے، کسر صلیب سے مراد دلائل سے غلبہ ہے، قرآن پر حدیث قاضی نہیں، قرآن کی کوئی آیت منسوخ نہیں،

یہ بھی مانتا ہوں کہ: دوزخ دائمی نہیں۔ میں یہ بھی مانتا ہوں کہ: کسی شخص کو تلوار کے زور سے مسلمان کرنا جائز نہیں۔ وغیرہ۔، پس پہلے ان مسائل میں بحث ہولے پھر آخری فیصلہ پر ہوگی۔ جس کی صورت یہ ہے کہ مجلس گفتگو میں فریقین کے چند آدمی احمدی وغیر احمدی شریک ہوں گے آپ (ثناء اللہ) احمدیوں کو منتخب کریں غیر احمدیوں کو میں (محمد علی) منتخب کرونگا پہلے ان مسائل پر گفتگو ہوگی اور ہر ایک مسئلہ پر بحث کے بعد حاضرین کی اکثریت سے فیصلہ کرالیا جائے گا۔،

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب میرے ساتھ مناظرانہ صورت اختیار کرنا چاہتے ہیں حالانکہ میری نیت تفہیم حق تھی، مناظرانہ نہ تھی۔ چونکہ آپ یہی چاہتے ہیں، اس لئے مجھے بھی بتفصیل ذیل منظور ہے۔

جو مسائل آپ نے ذکر کئے ہیں یہ اصل الاصول نہیں ہیں، بلکہ آپ نے یہ سب مسائل مرزا صاحب سے بحسن عقیدت واعتقاد مسیحیت موعودہ سیکھے ہیں۔ چنانچہ قدرتی تصرف نے آپ سے یہ مضمون لکھوایا ہے کہ

مجھے یہ سب کچھ مرزا صاحب نے سکھایا ہے میں ان کو قابل احترام کیوں نہ جانوں (ص ۲)۔

بس یہی میرا جواب ہے کہ جس بزرگ نے آپ کو یہ عقاید سکھائے ہیں ان کے عہدہ پر گفتگو پہلے ہونی چاہیے۔اور اسی طرح ہونی چاہیے جس طرح انہوں نے خود بتائی ہے یعنی آخری فیصلہ۔

اس فیصلہ کے بعد(اگر فیصلہ آپ کے خلاف ہو)تو آپ ہر ایک مسئلہ پر بحیثیت عقیدہ کے گفتگو کرنے کا حق رکھتے ہیں۔اور اگر فیصلہ آپ کے حق میں ہو تو غالباً ضرورت ہی نہ ہوگی کیونکہ آپ یہ اعتقاد رکھنے میں حق بجانب ہوں گے۔

ہاں یہ کہنا کہ میں نے آخری فیصلہ کے متعلق ایک ٹریکٹ آیت اللہ عرصہ ہوا کہ لکھا ہوا ہے صحیح ہے۔ جواباً عرض ہے کہ اسی رسالہ سے مجھے نہایت نیک نیتی سے خیال ہوا کہ آپ کو آپ کی غلطی پر اطلاع دوں تا کہ میرا اور آپ کا خاتمہ نیک ہو۔اسی نیت سے میں نے اس رسالہ کا جواب آفت اللہ لکھ کر رسالہ فاتح قادیان کے ساتھ ملحق کر کے شائع کر دیا تھا جو ممکن ہے آپ کی نظر سے نہ گذرا ہو۔

چونکہ آپ نے اس موضوع پر رسالہ لکھا ہوا ہے اسلئے آپ کو جملہ مضامین مستحضر ہوں گے، پھر تکلیف کیا۔

مولوی صاحب! آپ مرزا صاحب کو واجب الاحترام سمجھتے ہیں۔میرا بھی یہی یقین ہے کہ آپ ایسا ہی سمجھتے ہیں۔ پھر جس امر کو مرزا صاحب اپنے جملہ دعاوی اور تعلیم کے لئے آخری فیصلہ قرار دیتے ہیں،کیا آپ کا بحیثیت احمدی ہونے کے فرض نہیں کہ آپ اس پر پوری توجہ کر کے اس کو واقعی آخری فیصلہ ثابت کریں؟

میں جہاں تک جانتا ہوں ہر کہ ومہ آپ کو قائل کرے گا کہ آپ میری درخواست کو منظور کریں۔

بھلا یہ کیا منصفانہ شرط ہے کہ احمدی میں منتخب کروں اور غیر احمدی آپ۔بھلا یہ تو فرمائیے غیر احمدی آپ کی اصطلاح میں کون کون لوگ ہیں؟

سنئیے !افراد اہل حدیث،افراد حنفیہ بریلویہ، دیوبندیہ،شیعہ،نیچریہ،اہل قرآن،معتزلہ،جہمیہ،قبر پرست ،پیر پرست قبہ پرست وغیرہ،یہ سب آپ کے نزدیک غیر احمدی ہیں۔

یہ بھی آپ علی وجہ البصیرت جانتے ہیں کہ ان جماعتوں کی باہمی چپقلش کتنی ہے ۔بلکہ(ذاتی طور پر) کئی ایک اہل حدیث افراد کو خاص مجھ سے کشیدگی ہے۔پھر ایسی صورت میں میں اپنی حق رسی کا اعتبار کر کے حا

ضرین کی اکثریت پر اپنا فیصلہ چھوڑ دوں؟ ہاں اگر آپ فیصلہ کرانا چاہتے ہیں تو ایک یا دو تین غیر جانبدار (مسلم یا غیر مسلم) منصف مان لیں۔ میں منظور کرونگا۔

علاوہ اسکے میں اتنے احمدیوں کو جانتا بھی نہیں جن سے اچھی تعداد منتخب کرسکوں سوائے آپ کی جماعت کے چار پانچ کو اور قادیان سے سات آٹھ کو جن میں خلیفہ قادیان اور منشی قاسم علی وغیرہ داخل ہیں۔

علاوہ اس کے آپ کے واجب الاحترام بزرگ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم سے امرتسر میں اعلی پیمانہ پر مباحثہ کیا۔ کیا اس میں وہی طریق اختیار کیا تھا جو آپ نے لکھا ہے۔ تعجب ہے کہ آپ مرزا صاحب کو مسیح موعود اور مجدد اعظم کہتے ہیں مگر عمل ان کے عمل کے خلاف کرتے ہیں۔

مختصر یہ کہ میں آپ سے آپ کے پیش کردہ ہر مسئلہ پر گفتگو کرنے کو تیار ہوں مگر میرا مسئلہ پہلے زیر بحث ہوگا۔ سابقہ وجوہات کے علاوہ بڑی وجہ یہ بھی ہے کہ ابتداء میری طرف سے تحریک ہے، جس کو آپ نے منظور فرمایا ہے۔ اس لئے یہ اول رہے گا اور آپ نے جو چاہا ہے وہ آپ کی خواہش کے مطابق دوسرے درجہ پر رہے گا۔

مولوی صاحب! اعدلوا هو اقرب للتقوى

ہٹ چھوڑیئے بس اب سر انصاف آیئے

انکار ہی رہے گا مری جان کب تلک

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۲۴ ذی قعد ۱۳۵۰ھ ص ۴-۶)

مہر الدین بنام محمد علی لاہوری

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ میاں ونڈ سے مولوی محمد علی لاہوری کے نام ایک خط میں لکھتے ہیں:

بخدمت جناب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور

مکرمی ام! آپ کا، جواب مودت نامہ، جو آپ نے ازراہ کرم گستری بنام خاکسار بذریعہ ڈاک ارسال فرمایا، ملا، مشکور ہوں

مودت نامہ مولانا امرتسری، اور جواب مودت نامہ آنجناب، ہر دو سامنے رکھ کر حرف بحرف مطالعہ کئے۔ حیران ہوں کہ آپ جیسا گریجوایٹ اور علوم اسلامیہ میں نظر رکھنے والا شخص، مولانا امرتسری کی ایک صاف اور عام فہم اردو تحریر کے سمجھنے میں یا تو قاصر ہے یا دیدہ دانستہ خلاف واقعہ فرما رہا ہے۔ مگر یہ دو امور ایک متدین امام جماعت کی شان کے شایان نہیں۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریر کے بالاختصار دو ہی شق ہیں۔

اولاً یہ کہ فریقین میں مذہبی اختلاف مرزا صاحب قادیانی کی شخصیت خاصہ ہی ہے اور بس۔ جس کا مطلب صرف اتنا ہے کہ آپ تو مرزا صاحب کو مامور من اللہ، مسیح موعود، کا رتبہ دیتے ہوں گے مگر مولانا صاحب انہیں ایک ایسے امام دین کا درجہ بھی نہیں دیتے جو قابل اتباع ہو۔

ثانیاً مولانا صاحب اپنے عقیدہ کی وجوہات میں سے ایک بڑی وجہ مرزا صاحب کا اعلان جو انہوں نے مولانا صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے شائع کیا تھا، قرار دیتے ہیں، اور جو فی الحقیقت مرزا صاحب کے صادق یا کاذب ہونے کے بارہ میں ایک قطعی فیصلہ کن اعلان ہے۔ اس اعلان کی رو سے اگر مرزا صاحب قادیانی صادق قرار پائیں تو ان کا اتباع واجب۔ اگر کاذب ٹھہریں تو ان کا اتباع ضلالت ہوگا اور بس

آپ کا مولانا کی تحریر سے یہ مطلب مستنبط کرنا کہ:

اختلاف عقائد میں ان سے جتنا چاہوں رکھو مگر مرزا صاحب کو چھوڑ دوں تو مولوی ثناءاللہ صاحب مجھ سے مل جائیں گے۔،

قابل پذیرائی نہیں۔ مولانا کی توجہ اہم امر پر ہے۔ جیسے کوئی مخالف اسلام کہے کہ مسلمانوں کے ملنے میں مجھے کلمہ شریف کا دوسرا حصہ ہی مانع ہے جو، محمد رسول اللہ ،ہے۔ یقیناً اس کا یہ کہنا معقول ہے۔ اس کے جواب میں آپ جیسے متکلم کا کئی اور مسائل پیش کرنا اصل جواب سے عجز کا اعتراف کرنا ہے۔

راقم کے سے تھوڑے علم کا آدمی بھی اس عام فہم عبارت سے اصلی مطلب تک پہنچ سکتا ہے چہ جائیکہ آپ جیسا چوٹی کا آدمی ایسا غلط مفہوم بتلائے کہ مبتدی طلباء کو بھی استہزاء کا موقعہ ملے۔

بندہ مزید مشکور ہوگا اگر آپ تحقیقاتی رسائل وٹریکٹ مندرجہ نوٹ زیریں ٹریکٹ نمبر۲، ۱۹۳۲ء خاکسارکوارسال فرمائیں۔آئندہ بھی یادفرمایا کریں ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ ص ۶)

مرزائیت سے توبہ

مولوی محمد یعقوب صاحب مبلغ اہل حدیث کانفرنس کو ہم نے اپنے گاؤں میں جلسہ کے لئے بلایا تھا انہوں نے مرزائیت کی خوب تردید کی جس کا اثر بہت اچھا ہوا۔ پانچ اشخاص نے مرزائیت سے توبہ کی۔

راقم: محمد صادق ہیڈ ماسٹر موضع بھینی میاں خان ڈاکخانہ کاہنواں ضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۲۴ ذی قعدہ ۱۳۵۰ھ ص ۸)

مکتوب مفتوح بنام عبدالرحمٰن (مہر سنگھ) قادیان

۲۵ مارچ ۱۹۳۲ء کو آپ کا رسالہ موسومہ: حضرت مسیح موعود و علماء زمانہ حصہ اول ۔ ہمارے ایک دوست کی وساطت سے ملا۔ رسالہ ہذا میں آپ نے تین سوالات پیش کر کے بتیس ہزار روپیہ انعام بتفصیل ذیل مقرر فرمایا ہے۔

۱۔عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ جب اللہ تعالی فاعل ہو اور بندہ مفعول ہو، تو پھر تــو فـی کے معنیٰ قبض روح جو موت کے وقت ہوتی ہے (یعنی موت فوت) کے ہی ہوتے ہیں اور اس قاعدہ کے برخلاف کسی عربی کتاب یا حدیث اور قرآن میں کہیں ایسا فقرہ استعمال نہیں ہوا جہاں اللہ فاعل ہو اور بندہ مفعول ہو پھر معنی موت فوت کے نہ ہوں۔اگر کوئی اس قاعدہ کے خلاف نظیر پیش کر سکے تو اس کو بیس ہزار روپئہ انعام ملے گا۔

(ص ۲۱ رسالہ مذکور)

۲۔ہم ایسے شخص کو دو ہزار انعام دیں گے جو صحابہ یا چار امام کے اقوال اور احادیث جو مرفوع متصل ہوں ان سے یہ ثابت کردے کہ انہوں نے کہیں یہ لکھا کہ عیسی فوت نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر چڑھ گئے (ص ۲۳ رسالہ مذکور)

۳۔اگر کوئی مرفوع حدیث یا قرآن سے یہ دکھاوے کہ جسم خاکی بھی آسمان پر گیا ہے تو ہم اس کو دس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔(ص۵۳ رسالہ مذکور)

پس جناب کی خدمت میں بذریعہ مکتوب ہذا گذارش ہے کہ بفضل تعالی ہم آپ کے ہر سہ سوالات کے جواب ہر وقت پیش کرنے کے لئے تیار ہیں۔انعامی رقم مبلغ بتیس ہزار روپیہ حضرات مندرجہ ذیل میں سے کسی ایک کے پاس جلد از جلد جمع کر کے اطلاع دیں۔

جناب ڈاکٹر سر محمد اقبال۔خان بہادر شیخ دین محمد اڈوکیٹ۔مولانا ظفر علی خان۔مولوی غلام رسول مہر آف انقلاب۔سید حبیب صاحب۔مولوی محمد اسماعیل غزنوی۔سید محمد شریف صاحب گھریالہ۔جناب مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹ

انعامی رقم جمع ہونے کے بعد دیگر امور بآسانی طے ہو جائیں گے۔

نوٹ۔تمام اسلامی وقادیانی ولاہوری جرائد سے التماس ہے کہ مکتوب ہذا شائع کر کے سردار صاحب موصوف کی خدمت میں پہنچا دیں۔

خاکسار محمد عبدالکریم عاجز۔معرفت اہل حدیث امرتسر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔اپریل ۱۹۳۲ء ص۷)

تینوں میں سچا کون؟
مرزائی آریہ یا عیسائی؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ تو ہمارا یقین ہے کہ ہمارے احمدی دوست (ہر دو صنف) انگریزی طریق کے پروپیگنڈہ (اشاعت) میں کمال مہارت رکھتے ہیں۔اس کی تفصیل ہم پھر کبھی کریں گے آج جس غرض کے لئے یہ نوٹ لکھا جاتا ہے،

وہ خاص ہے۔

امرتسر میں قادیانیوں اور عیسائیوں کا مباحثہ مقرر ہوا تھا جو بوجہ ایام ہولی بحکم صاحب ضلع ملتوی ہو گیا اس پر قادیان کے اخبار الفضل نے لکھا:

امرتسر میں عیسائیوں کا مناظرہ سے فرار:

میں (اڈیٹر الفضل) نے لکھا تھا کہ عیسائی مناظرہ کرنے کی شرائط تو طے کر لیتے ہیں مگر عین وقت پر کسی نہ کسی بہانہ سے انکار کر دیتے ہیں (چنانچہ دھاریوال میں ایسا ہوا) اب امرتسر میں بھی وہی چال چلی ہے۔ چنانچہ جب کہ مناظرہ کی تاریخ میں صرف ایک دن باقی تھا تو ایم طفیل مسیح نمائندہ عیسائیاں نے حسب ذیل تحریر لکھ کر بھیج دی کہ بمشورہ صاحب ڈپٹی کمشنر امرتسران ایام (۲۱۔۲۲ مارچ) میں نہیں ہوگا۔ ۱۵؟۔ اپریل ۱۹۳۲ء

مدیر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں: یہ واقعہ اگر کسی اور مقام کا ہوتا تو ہم دخل نہ دیتے مگر کیا کریں واقعہ ہمارے شہر کا ہے جس کا ہمیں علم بھی ہے، پھر خاموشی کیسے اختیار کریں۔ کریں، تو شیخ سعدی مرحوم خفا ہوں گے

اگر بینم کہ نابینا و چاہ است
و گر خاموش بنشینم گناہ است

بہر حال ہمیں ذاتی علم ہے کہ یہ مباحثہ عیسائیوں نے ٹالا نہیں بلکہ اپنی مستعدی کا پورا ثبوت دیا۔ چنانچہ ٹھیک وقت مقررہ پر پادری عبدالحق سہارن پور سے آ پہنچے۔ جس کا علم ہم کو اس طرح ہوا کہ وہ مع دو دیگر ساتھیوں کے دفتر اہل حدیث میں آئے اور مناظرہ کے ملتوی ہونے پر افسوس ظاہر کیا۔ پھر دوسرے روز وہ قادیان جا پہنچے جہاں وہ بوجہ نہ موجود ہونے خلیفہ قادیان کے اعیان قادیان کو ملے اور التوائے مناظرہ کا ذکر کر کے آئندہ کے لئے تقرر مناظرہ کی۔ درخواست لکھ کر بذریعہ ڈاک بھیج دی۔ ہمارا گمان ہے کہ آج (۷۔ اپریل) تک ان کو جواب نہ ملا ہوگا۔

اس واقعہ کی مثال قادیانی تواریخ میں صاف ملتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مخالفوں کے حق میں بالہام الٰہی موت کی پیش گوئیاں کیا کرتے تھے، مگر جب ڈپٹی کمشنر گورداسپور نے مخالفین کے حق میں موت کی پیش گوئی کرنے سے منع کر دیا تو ملہم اور ملہم (مرزا اور خدائے مرزا) دونوں ایسا کرنے سے رک گئے

کیونکہ حکم حاکم مرگ مفاجات۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ ہم بوجہ شہری ہونے کے یہ بتا دیں کہ عیسائی مناظرہ سے بھاگے نہیں، ہاں وہ بھاگے ہیں تو قادیان کی طرف بھاگے ہیں جو فن فرار میں عیسائیوں کی بے شعوری کا ثبوت ہے۔ فا فہم

اسی طرح لاہوری احمدیوں نے اپنے مبلغ مرزا مظفر حسین کے مناظرہ آریہ کا بڑے طمطراق سے ذکر کیا۔ اسکے جواب میں آریوں نے لکھا:

شرم چہ کتّیست کہ پیش مرداں بیاید

مذکورہ بالا مصرعہ احمدی مولوی مرزا مظفر بیگ اور احمدیہ انجمن سامانہ کے سکرٹری پر عائد ہوتا ہے

(پھر اس کے بعد سامانہ ریاست پٹیالہ کے مباحثہ کا ذکر کیا) (آریہ ویر۔ لاہور۔۱۴۔ چیت)

تیسری مثال: جو کہ ضلع سرگودھا پنجاب میں ماہ فروری میں قادیانیوں اور احناف میں مباحثہ ہوا، قادیانیوں نے لکھا کہ اس مباحثہ کے اثر سے ۵۲۔ حنفی، احمدی ہوئے۔ وہاں سے ایک آدمی روئداد لے کر آیا اس میں لکھا تھا کہ مباحثہ کے اثر سے ایک بھی حنفی، احمدی نہیں ہوا۔ بلکہ ۱۴ مرزائی تائب ہوئے۔

ہم حیران تھے کہ اس اختلاف کو کیونکر اٹھائیں۔ اتنے میں ایک مبلغ لاہوری احمدی جماعت کے شیخ بشیر احمد امرتسر میں ہم سے ملے (ضلع سرگودھا والے مباحثہ کا) ذکر چلنے پر بولے میں خود اس مباحثہ میں شریک تھا۔ سچ ہے کہ ۱۴ قادیانی تائب ہوئے۔ ہم نے بحکم شهد شاهد من اهلها اس روایت کو صحیح سمجھا اور اپنے تجربہ کی بنا پر قادیانی کو پروپیگنڈہ کا معزز لقب دیا۔

ناظرین! احمدیہ افراد چاہے کسی جماعت سے تعلق رکھتے ہوں ان کی اس قسم کی اشاعتی مساعی ہر جو اپنی فتوحات کے متعلق ہوں قابل تحقیق قرار دیا کریں قابل تصدیق نہ جانا کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۸ ذی الحج ۱۳۵۰ھ ص ۵۔۶)

جواب ٹریکٹ
بخدمت مولوی محمد علی

سید محمد حسن شاہ صاحب توپ خانہ۔ مالا کنڈ سے لکھتے ہیں:

آپ (یعنی مولوی محمد علی لاہوری) کے دوعدد ٹریکٹ نمبر ا، نمبر ۲ بابت ۱۹۳۲ء مجھے ملے۔ مشکور ہوں۔

ٹریکٹ نمبر ا میں تو چونکہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مخاطب کیا گیا ہے اس لئے اس کے متعلق جواب دہی انہیں کا فرض ہے۔ البتہ ٹریکٹ نمبر دو کے متعلق میں کچھ عرض کرونگا۔ اور جیسا کہ آپ نے اس ٹریکٹ کے صفحہ ۲ پر دعوت دی ہے کہ، اعتراضات کو بے شک صاف کر لینا چاہیے،، آپ مندرجہ ذیل اعتراضات کا جواب دیں۔

ا۔ دعوی نبوت

آپ نے ٹریکٹ ہذا کے صفحہ ۵۔۶ پر زیر عنوان ، نبوت کا دعوی ، ثبوت دیا ہے کہ ، مرزا غلام احمد صاحب نے ایک دفعہ نہیں بیسیوں دفعہ دعوی نبوت سے انکار کیا ، مدعی نبوت پر لعنت بھیجی ۔ اسے (یعنی مدعی نبوت نبوت) دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا۔ چنانچہ آپ نے مرزا صاحب کے اصل الفاظ بھی نقل کئے ہیں ، جو یوں ہیں:

میں نبوت کا مدعی نہیں ، بلکہ ایسے مدعی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں

مجھے کب جائز ہے کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں کی جماعت سے جاملوں۔

میں سیدنا ومولانا حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت ورسالت کا کاذب اور کافر جانتا ہوں۔

جو شخص ختم نبوت کا منکر اسے بیدین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

اب تصویر کا تاریک پہلو بھی ملاحظہ فرمائیے ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹۱ میں صاف فرماتے ہیں:

جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں ۔،

پھر اخبار بدر قادیان ۵۔اپریل ۱۹۰۸ء میں فرمایا:

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔ خدا تعالی جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو، اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں ،اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں .... ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالی کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اس لئے ہم نبی ہیں ۔،

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مندرجہ بالا تحریروں اور آپ کے ٹریکٹ زیر بحث صفحہ ۵۔۶ کو مدنظر رکھتے ہوئے عرض کرتا ہوں کہ کیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب کی یہ تحریریں جن سے دعوی نبوت ثابت ہے، منسوخ ہو چکی ہیں؟

اگر نہیں تو آنجناب کی تحریروں میں اختلاف واقع ہوتا ہے جو کہ دعوی کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔

پس آپ مرزا صاحب کی کون سی تحریر کو واجب العمل اور صحیح قرار دیتے ہیں؟ نیز آپ مدعی نبوت کو بے دین اور دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں مگر چونکہ مرزا غلام احمد صاحب بحوالہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ ،اور اخبار بدر قادیان مورخہ ۵۔اپریل ۱۹۰۸ء ببانگ دہل فرماتے ہیں کہ، میں نبی ہوں، تو کیا مرزا صاحب قادیانی خود اپنے اور آپ کے فیصلہ (مدعی نبوت دائرہ اسلام سے خارج ہے) کی زد میں آتے ہیں یا نہیں؟

۲۔خدائی کا دعویٰ

اسی ٹریکٹ کے صفحہ ٦ پر آپ فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ہرگز خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔

حالانکہ تحریرات مرزا صاحب قادیانی اس کے بالکل خلاف ہیں۔آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵٦۴۔۵٦۵ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ: میں نے خواب میں دیکھا کہ میں بعینہ اللہ ہوں میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی اللہ ہوں۔

پھر اسی حال (جب کہ مرزا صاحب بعینہ اللہ تھے) انہوں نے زمین اور آسمان بنائے ان کو ستاروں سے سجایا اور انسان کو مٹی سے بنانا شروع کیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قول کے موافق ان کو مارنے اور زندہ کرنے کی طاقت تھی۔

مولوی صاحب! یہ خدائی کا دعویٰ نہیں تو اور کیا ہے؟

۳۔توہین انبیاء

ٹریکٹ متذکرہ الصدر کے صفحہ ۷ پر آپ فرماتے ہیں کہ مرزا صاحب کی نسبت یہ خیال کہ آپ نے حضرت عیسیٰ کو گالیاں دیں، بالکل جھوٹ اور بہتان ہے۔مگر کیا آپ مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل تحریریں دیکھنے کی تکلیف گوارا فرمائیں گے

۱۔حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔یہودی علماء کو سخت سے سخت گالیاں دیں، اور برے برے ان کے نام رکھے اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمانہ دکھلاوے (چشمہ مسیحی۔ص ۹)

۲۔یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے... چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا بدنتیجہ ہے۔(ست بچن۔ص ۱۷۲)

۳۔مسیح کا چال چلن کیا تھا،ایک کھاؤ پیو۔شرابی ،نہ زاہد،نہ عابد،نہ حق کا پرستار،خود بین ،خدائی کا دعوی کرنے والا (مکتوبات احمدیہ۔ج ۳ص۲۳۔۲۴)

۴۔حضرت عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔(کشتی نوح۔ص ۶۵)

مولوی صاحب!عیسی کے ساتھ علیہ السلام لکھنے سے تو آپ کے شکوک رفع ہو گئے ہوں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مراد یسوع سے حضرت عیسی علیہ السلام تھی نہ کہ کچھ اور۔

پس یاد رکھئے کہ مرزاجی کا یہ کلام اس پاک انسان کے حق میں ہے جس کو قرآن مجید میں رسول اللہ،روح اللہ،وجیھاً فی الدنیا و الآخرۃ ، فرمایا گیا ہے۔اس کلام کو دیکھتے ہوئے آپ کا ضمیر مرزاجی کے حق میں کیا گواہی دیتا ہے؟ایمان سے کہنا۔

۴۔مسلمانوں کی تکفیر اور گالیاں دینا

ٹریکٹ ہذا کے صفحہ ۷ پر آپ لکھتے ہیں کہ یہ بالکل جھوٹا الزام ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا اور ان کو گالیاں دیں۔

مولوی صاحب!یا تو دیدہ دانستہ آپ نے مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے اور یا کلام مرزا صاحب قادیانی سے آپ بے خبر ہیں۔مگر آپ کا مرزاجی کی تحریروں سے بے خبر ہونا ہم تسلیم نہیں کرتے اسلئے کہ آپ ان کے سچے جانشین ہونے کے دعویدار ہیں۔پھر کیا آ کو معلوم نہیں کہ مندرجہ ذیل الفاظ مرزا صاحب کے ہیں اور آپ کے خیال میں کیا یہ مسلمانوں کی تکفیر اور ان کو گالیاں دینا نہیں؟ اگر فی الواقع ایسا ہی ہے جس کو ہر ایک ذی عقل انسان تسلیم کریگا تو آپ کس منہ سے کہتے ہیں کہ مرزا صاحب پر مسلمانوں کو گالیاں دینے کا الزام بالکل جھوٹا ہے۔سنئیے مرزاجی فرماتے ہیں:

ا۔اے بدذات فرقہ مولویاں!تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے۔

اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا۔(انجام آتھم ص ۲۱)

۲۔ڈپٹی آتھم کی پیش گوئی کے جھوٹا ثابت ہونے پر مولانا ابوالوفا ثناء اللہ وغیرھم کے حق میں فرمایا: یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۵)

۳۔ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی میعاد ختم ہونے پر علماء اسلام کو یوں مخاطب فرمایا:

اے بے ایمانو۔نیم عیسائیوں۔دجال کے ہمراہیو۔اسلام کے دشمنو۔(قادیانی اشتہار انعامی تین ہزار۔ص ۱۲)

۴۔ ڈپٹی آتھم کے زندہ رہنے سے جب مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی تو تمام دنیا کو یوں مخاطب کیا:

اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا....اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔(انوار الاسلام۔ص ۳۰)

۵۔اپنے مخالفوں کو مخاطب کر کے فرمایا کہ جب محمدی بیگم کے نکاح اور سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی پوری ہو گی تو، ذلت کے سیاہ داغ انکے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

۶۔مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم لدھیانوی کو مخاطب کر کے فرمایا:

اے احمق، دل کے اندھے، دجال تو تو ہی ہے۔دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا(قادیانی اشتہار انعامی تین ہزار۔ص ۱۲)

۷۔اپنے دعوی مسیحیت کے منکروں کو یوں مخاطب فرمایا:

> ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور ان کے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے مگر بدکار رنڈیوں کی اولاد، جن کے دلوں پر خدا نے مہر کی ہے، وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷۔۵۴۸)

مولوی صاحب! اپنے مجدد کی اس شیریں کلامی کو دیکھئے۔اخلاق کا کیا اعلی نمونہ پیش کیا ہے۔کیا آپ اس مثیل مسیح کے نمونہ کلام کو ایک حوالہ کے ساتھ ملا کر پڑھیں گے کہ:

اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمانہ دکھلاوے(چشمہ مسیحی۔ص ۹)

۵۔ جہاد کی تعلیم

آپ نے ٹریکٹ زیر بحث کے صفحہ ۸ پر تحریر کیا ہے کہ

مرزا صاحب پر یہ سراسر الزام ہے کہ آپ نے جہاد کے حکم قرآنی کو منسوخ قرار دیا بلکہ مرزا صاحب (بقول آپ کے) جہاد کی تعلیم کو صحیح اور درست تسلیم کرتے ہیں۔

مولوی صاحب! ہم اس کو آپ کے حافظہ کی کمزوری کہیں یا دھوکہ دہی کی شکایت کریں۔ مرزا صاحب قادیانی تو تریاق القلوب کے صفحہ ۱۵ پر یوں لکھتے ہیں:

میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھیں ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں... میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

کہیے! جہاد کی تعلیم کو صحیح اور درست کہنے کے یہی معنی ہیں کہ وہ دلوں سے معدوم ہو جائے؟ امید ہے کہ آپ میرے شبہات کو رفع فرمائیں گے اور جواب باصواب سے سرفراز فرمائیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل ۱۹۳۲ء مطابق ۸ ذی الحج ۱۳۵۰ھ ص ۶۔۸)

وزیرآباد پنجاب میں مناظرہ قادیانی

مرزا صاحب اپنے دعوی میں صادق تھے یا کاذب

ملک ہدایت اللہؒ ناظم انجمن اہل حدیث وزیرآباد لکھتے ہیں:

۱۰۔اپریل (۱۹۳۲ء) بروز اتوار وزیرآباد کی جماعت اہل حدیث اور جماعت قادیانی میں مندرجہ بالا مبحث پر مناظرہ تھا۔جماعت اہل حدیث کی طرف سے امیر المناظرین حضرت فاتح قادیان (مولانا ثناءاللہ امرتسری) تھے۔قادیانی مناظر کا نام (غالبًا) مولوی سلیم اللہ تھا۔یادش بخیر آغاز شباب تھا،بات بات پر اڑنے والے،ضد،تعصب،بگڑنا،روٹھنا،غرضیکہ بہمہ صفت موصوف تھے۔

کم سنی تو نرالی تھیں ہٹیں بھی ان کی
اس پہ مچلے کہ ہم درد جگر دیکھیں گے

پہلا وقت چونکہ قادیانیوں کو دیا گیا تھا اس لئے ان کے مناظر نے حسب معمول چند آیات معیار نبوت ٹھہرا کر ان کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر چسپاں کر دیا کہ وہ دعوی نبوت کے بعد ۲۳ برس سے زیادہ تک زندہ رہے۔ان کے ساتھ استہزاء کیا گیا،ان کے دعوی کے وقت دنیا کفر وضلالت میں گھری ہوئی تھی اور وہ اپنے مشن میں کامیاب گئے۔وغیرہ

حضرت فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ نے فرمایا کہ آپ کی پیش کردہ آیات اگر دلائل ہوتیں تو مرزا صاحب ان کے ہوتے ہوئے آخری فیصلہ والا یہ اعلان کیوں کرتے جس میں طریق فیصلہ دعا کے ذریعہ لکھا ہے۔خلاصہ اس اعلان کا یہ ہے کہ

مولوی ثناءاللہ نے مجھے بہت بدنام کیا،اور دکھ دیا ہے۔اے خدا مجھ میں اور ثناءاللہ میں فیصلہ فرما کہ جو تیری نگاہ میں جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں مار دے۔

اس دعا کے بعد وہ مر گئے۔بس فیصلہ ہوگیا۔

بس پھر کیا تھا قادیانی کیمپ میں کھل بل پڑگئی۔سرگوشیاں ہونے لگیں۔آخر بات بنائی کہ یہ مباہلہ تھا۔چونکہ آپ (ثناءاللہ امرتسری) نے دعا نہ کی، نہ اس پر آمین کہی ،اس لئے مباہلہ منعقد نہ ہوا۔

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری نے ایک ایسا علمی سوال کیا جو اس سے پہلے سننے میں نہ آیا تھا،حقیقت میں وہ سوال فیصلہ کن ہے۔قادیانی مباحث سے دل چسپی رکھنے والے اسے یاد رکھیں گے،تو بہت مفید پائیں گے۔

مولانا امرتسری نے فرمایا یہ اعلان مسودہ مباہلہ ہے یا درخواست مباہلہ؟

فریق ثانی نے بڑی غور وفکر کے بعد جواب دیا کہ مسودہ مباہلہ ہے جیسے نبتھل میں۔بس یہ کہنا تھا کہ ایسے پھنسے کہ نکل نہ سکے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے فرمایا اگر یہ اعلان مسودہ مباہلہ ہے اور مباہلہ فریقین میں ہوتا ہے،تو اس میں صیغہ جمع متکلم ہونا چاہیے تھا یعنی کلام یوں ہوتا:

اے خدا! ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناءاللہ امرتسری) تجھ سے بمنت دعا کرتے ہیں کہ ہم میں اس طرح فیصلہ فرما کہ جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کر

یہ ہے مسودہ مباہلہ۔برخلاف اس کے مرزا صاحب قادیانی تو سارے صیغے مفرد متکلم کے بول رہے ہیں۔یعنی

میں عرض کرتا ہوں،

میری درخواست ہے۔وغیرہ۔

پھر یہ مسودہ مباہلہ کیسے ہوا۔اسی لئے مرزا صاحب کی زندگی میں ۲۲۔اگست ۱۹۰۷ء کے اخبار بدر قادیان میں یہ مضمون چھپا تھا کہ اعلان محض دعا تھی مباہلہ نہ تھا۔

حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری نے جب یہ حقیقت تفصیل کے ساتھ سنائی تو اہل ایمان کے دل ہشاش بشاش ہوگئے۔اور قادیانیوں کے چہرے عبوساً قمطریرا کی عکسی تصویر تھے۔تین گھنٹوں کے وقت میں قادیانی مناظر اس چکر سے نہ نکل سکا۔

بعد دوپہر تو فاتح قادیان نے اور بھی کمال کیا۔سوال کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کس سنہ میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا؟

ایک معمولی سوال تھا مگر قادیانی مناظر پر منوں برف پڑگئی کہ صاف لفظوں میں جواب نہ دے سکا۔آخر بصد دقت بولا تو اتنا کہ بعد دعوی مسیح موعود ۲۸ سال زندہ رہے

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فرمایا میرے پاس رسالہ فتح اسلام موجود ہے جس میں سب سے پہلا دعوی مسیح موعود مذکور ہے اور وہ ۱۳۰۸ھ کا مطبوع ہے۔صحیح بات یہ ہے کہ مسیح موعود کے دعوی کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۸ سال زندہ رہے۔مگر میں آپ کی بتائی ہوئی عمر ۲۸ سال کو بھی مان لیتا ہوں، تاہم مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے کیونکہ خود تحفہ گولڑ و یہ میں لکھتے ہیں:

مسیح موعود دعوی کے بعد چالیس سال زندہ رہیں گے۔

کہاں چالیس سال اور کہاں اٹھارہ یا اٹھائیس سال۔

یہ بیان ایسا مؤثر تھا کہ اہل ایمان کے لئے موجب تسکین کامل ہوا۔قادیانی مناظر نے اخیر تک اس کا جواب نہ دیا، نہ دے سکا۔قادیانی اخبار یا افراد اگر جواب دینے کا اظہار کریں تو وہ بتائیں کہ کیا جواب دیا تھا۔مگر بتاتے ہوئے یاد رکھیں کہ ہزاروں آدمی جلسہ میں ہوں گے۔ایسا جواب نہ بتائیں جو کسی نے نہ سنا ہو۔

مرکز قادیان کی تحسین

ان دنوں قادیان کے مرکز نے مناظرہ کا یہ طریق رکھا ہے کہ نوجوانوں کو پرانے نبرد آزماؤں کے مقابل میں فخریہ بھیجتے ہیں۔ہم اس طریق کار کی تحسین کرتے ہیں جس کی دو وجہیں ہیں۔ایک تو یہ کہ مرزائی نوجوان مناظرہ کرنا سیکھ جاتے ہیں۔دوم بڑی معقول وجہ ہے کہ حاضرین سامعین کو ایسے نوجوان مناظروں کی تقریروں سے اچھا خاصہ موقع ہنسی اور تفریح کا مل جاتا ہے جس میں قادیانی کھسیانے ہوتے ہیں اور مسلمان دل شاد۔ہماری دلی مراد ہے کہ مرکز قادیان ایسا ہی کیا کرے اسی لئے قادیانی نوجوانوں کی بھول بھلیوں اور

تعلیوں پر مولانا فاتح قادیان نے یہ شعر پڑھا تھا جو جلسہ پر جادو کا اثر کر گیا

کچھ جوانی ہے ابھی کچھ ہے لڑکپن ان کا
دو جفا کاروں کے قبضہ میں ہے جوبن ان کا

لطیفہ:

اثنا مناظرہ میں ایک موقع پر مولانا امرتسری نے یہ شعر پڑھا

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

اس پر قادیانی کیمپ سے شور اٹھا کہ یہ شعر فحش ہے۔ جلسہ میں مولانا ظفر علی خان بھی شریک تھے ۔ یہ آواز اٹھی کہ اس شعر کا فیصلہ مولانا ظفر علی خان سے کرایا جائے کیونکہ وہ شاعر ہیں۔ جب اکثریت کی خواہش ہو ئی تو مولانا ظفر علی خان سٹیج پر آئے۔ آپ نے فرمایا اس شعر میں کوئی ایک لفظ بھی فحش نہیں۔ اس کا مطلب تو صرف اتنا ہے کہ مولانا ثناء اللہ قیامت کے روز فریاد کریں گے خداوندا! مرزا غلام احمد سے پوچھ کہ اس نے مسلمانوں میں تفرقہ پیدا کر دیا اور مرزا صاحب منتوں سے کہیں گے کہ میاں چپ رہو۔ یہ تشریح سن کر اہل ایمان بہت مسرور ہوئے اور قادیانی اعتراض دور ہو گیا۔ فللہ الحمد

ہمارا یقین ہے کہ اس قسم کے دو تین مناظرے مختلف مقامات میں ہو جائیں تو پنجاب سے قادیانیت کا بیج اکھڑ جائے۔ انشاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ص ۴۔۵)

جھنگ میں مناظرہ

جھنگ سے ایک مطبوعہ اشتہار وہاں کے معززین کی طرف سے آیا ہے کہ ۲۔ اپریل ۱۹۳۲ء کو انجمن اہل حدیث جھنگ کے جلسہ میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی تقریر متعلقہ ختم نبوت پر قادیانی مناظر مولوی ظفر احمد سے گفتگو ہوئی۔ مولانا ابراہیم سیالکوٹی کی تقریر پر نہ تو سوال معقول کر سکا نہ تقریر کا جواب دے سکا ۔ حاضرین مرزائیوں کی شکست پر بہت محظوظ ہوئے۔

راقم: ڈاکٹر نور حسین وغیرہ۔ ۲۰ ۔اصحاب۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ص ۵)

مولوی محمد علی لاہوری کی تحریف قرآنی

جناب حافظ محمد حسنؒ برانڈرتھ روڈ لاہور سے لکھتے ہیں:

قرآن مبارک نے یحرّفون الکلم عن مواضعہ یہودیوں کے حق میں استعمال کیا ہے، لیکن آج ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا کہ اس کاذب مسیح موعود مہدی مسعود چودھویں صدی کے مجدد اپنے زعم فاسد میں احمد، محمد، آدم، ابراہیم، اور موسیٰ بننے والے منشی غلام احمد قادیانی کے چیلے چانٹے تحریف کلام الٰہی میں ان سے کم نہیں۔

منشی صاحب قادیانی نے اپنی تصانیف میں بکثرت آیات قرآنی میں تحریف کی ہے اور من گھڑت آیات لکھ کر قرآن مجید کی طرف منسوب کی ہیں جو ہرگز ان الفاظ کے ساتھ قرآن حکیم میں موجود نہیں۔ مشتے نمونہ ازخروارے میں اپنے مضمون بعنوان منشی غلام احمد قادیانی اور ان کی قرآن دانی، اخبار زمین دار میں شائع کرا چکا ہوں۔

جب پیرومرشد کا یہ کام ہے تو مریدوں کا حق ہے کہ وہ اپنے پیر کے قدم بقدم چلیں۔ سچ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

بات یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو کچھ عرصہ سے یہ شوق چرایا ہے کہ رسالوں اور پمفلٹوں کے ذریعہ سے مسلم پبلک کو گمراہ کیا جائے اور روز روشن میں ان کی آنکھوں میں خاک جھونکی جائے۔ ان رسالوں میں وہی بوسیدہ اور پرانی باتیں درج ہیں جن کے مسکت اور دنداں شکن جوابات بکرّات مرّات علماء حقانی اور دافع فتنہ قادیانی اپنے اشتہاروں اور اخبارات میں شائع کرا چکے ہیں۔

آپ کے رسالہ دعوت عمل کے سرورق پر آپ کے نام کے ساتھ یہ دم چھلا لگایا گیا :

از رشحات قلم عالم باعمل فاضل اکمل حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور مصنف تفسیر بیان القرآن اردو۔ ترجمۃ القرآن انگریزی، نکات القرآن، جمع القرآن،

لیکن میں سچ عرض کرتا ہوں کہ قرآن پر اتنی کتابیں لکھنے کے باوجود مولوی صاحب اپنے پیرومرشد کی طرح تحریف قرآنی میں خوب مہارت رکھتے ہیں۔ آپ نے اسی رسالہ دعوت عمل کے صفحہ ۹ پر لکھا ہے :

اور قرآن کریم میں فرمایا ینزل الروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ۔

کیا مولوی صاحب بایں دعوی قرآن دانی مطلع فرمائیں گے کہ یہ آیت کس پارہ اور کس سورۃ میں ہے۔ شائد اس قرآن میں ہو جو قادیان کے قریب نازل ہوا ہے جیسا کہ منشی غلام احمد نے تحریر کیا ہے انا انزلناہ قریباً من القادیان ۔ میں دعوی اور تحدی کے ساتھ ببانگ دہل اعلان کرتا ہوں کہ یہ الفاظ قرآن میں نہیں ہیں۔ اور آپ ہرگز ہرگز اس میں نہیں دکھا سکتے (مولانا ثناءاللہ نے حاشیہ میں لکھا ہے: کیا یہ آیت بھی قرآن شریف میں ملتی ہے جو مولوی محمد علی نے بزمانہ اڈیٹری ریویو لکھی ہے یا ایھا الذین آمنوا انا خلقناکم من ذکر و انثی ۔ ترجمہ بھی ایسا ہی کیا ہے ۔ اے ایمان والو ...الخ)فان لم تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارۃ اعدت للکافرین

پبلک کی آگاہی کے لئے میں یہ بھی عرض کر دیتا ہوں کہ قرآن میں یہ آیت بایں الفاظ وارد ہے: ینزل الملائکۃ بالروح من امرہ علی من یشاء من عبادہ ۔

چونکہ منشی غلام احمد قادیانی نزول ملائکہ سے منکر ہیں (دیکھو توضیح مرام وغیرہ) اس لئے مولوی محمد علی نے آیت قرآنی میں تحریف کر کے ینزل الروح من امرہ لکھ دیا اور ملائکہ کا لفظ بیچ سے اڑا دیا اور ایسا کرنے میں یہود کی پیروی کی۔

مولوی محمد علی صاحب! وہ دن آنے والا ہے کہ آپ کے مکروفریب کا سارا تاروپود کھل جائے گا ۔ الا یظن اولئک انھم مبعوثون لیوم عظیم یوم یقوم الناس لرب العالمین

اللہ تعالی کے فضل و کرم سے جب تک حفاظ کا وجود دنیا میں موجود ہے آپ کی تحریف قرآنی کارگر نہیں ہو سکتی اور آپ ہمیشہ منہ کی کھائیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۲۹ ذی الحجہ ۱۳۵۰ھ ص ۶)

مرزائیوں سے مناظرہ اوران کی شکست

قاضی ضیاء الدین خطیب جامع مسجد مندوال ضلع کیمبل پور لکھتے ہیں:

۱۳۔اپریل ۱۹۳۲ء کو مندوال ضلع کیمبل پور میں مرزائیوں سے مناظرہ ہوا اہل سنت کی طرف سے مولانا کرم الدین بھیں ضلع جہلم قرار پائے اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی فخر الدین و مولوی محمد نذیر مولوی فاضل خاص قادیان سے بلوائے گئے تھے۔ مبحث مرزا صاحب کے دعاوی والہامات قرار پائے۔ ہر دو جانب سے دو دو تین تین تقریریں ہوئیں تھیں کہ قادیانی مولوی کا ناطقہ بند ہو گیا۔ ہر چند کہا گیا کہ کھڑے ہو کر تقریر کرو، مگر نہ کر سکا۔

اس کے بعد حاضرین مجلس کی استدعا پر مولانا کرم الدین صاحب جہلمی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے عجیب و غریب دعاوی ان کی کتابوں سے بقید صفحہ وسطر پڑھ کر سنائے کہ آپ کا الہام ہے کہ

خدا نے آپ کو رحمۃ للعالمین کر کے بھیجا ہے اور آپ ہی لو لا ك لما.. الخ کا مصداق ہیں اور آپ کے معجزات کی تعداد ۳ لاکھ ہے بحالیکہ آنحضرت ﷺ کے معجزات صرف ۳ ہزار تھے۔ اور آپ کا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا ہے۔

کشف میں آپ کو معلوم ہوا کہ آپ خدا ہیں اور یقین کیا کہ خود خدا ہیں اور کہ آپ ہی نے زمین و آسمان بنائے ہیں۔ اور پھر انسان کھنکھناتے گارے سے پیدا کیا ہے۔

یہ بھی آپ کا الہام ہے کہ زمین و آسمان آپ کے ایسے تابع ہیں جیسے خدا کے۔

اور کہ آپ کا نام کامل اور معاذ اللہ خدا کا نام ناقص ہو گا۔

اور کہ آپ ایک دفعہ مرد سے عورت بن کر حاملہ ہوئے (مریم) اور دس مہینے کے بعد وضع حمل ہوا تو عیسی بچہ جنا۔

ایک دفعہ آپ نے اپنی پیش گوئیوں کی مسل دستخط کے لئے خدا کے پیش کی تھی۔ خدا نے سرخی سے دستخط کئے۔ قلم چھڑ کا تو مرزا صاحب کے کپڑے اور عبداللہ سنوری کی ٹوپی پر قطرات گرے تھے۔

اب مرزائی بے چارے شرم کے مارے کہیں منہ نہیں دکھا سکتے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۲ء ص ۱۲)

مرزا محمود بطور منصف

جھوٹے کے سچے کی زندگی میں مرنے کی پیش گوئی کا معاملہ بھی چل رہا ہے۔ منصف مقرر نہیں ہو رہا۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کہا تھا کہ میں مرزا محمود احمد کو منصف ماننے کو تیار ہیں۔ قادیانی کہتے تھے کہ ہم میاں محمود صاحب کی خدمت میں عرض نہیں کر سکتے نیز ان کو مقرر کرنے میں ثناء اللہ کی بدنیتی ہے۔ اس کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کہا کہ بامر مجبوری ہم سرور شاہ کو منصف مانتے ہیں (اہل حدیث امرتسر ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء)
بعد ازاں فریق ثانی نے لکھا کہ مجھے مرزا محمود منصف منظور ہیں (فاروق ۲۸ فروری ۱۹۳۲ء)

اس اقرار پر حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا کہ

میاں محمود خلیفہ قادیان منصف ہوں گے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء)

مارچ کے اخبار فاروق قادیان میں پھر مطلب کی کوئی بات نہ لکھی گئی اس لئے مولانا کہتے ہیں کہ ہم خاموش رہے۔ ہماری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر ۲۵۔ ۱۲۸ اپریل کے پرچہ میں لکھا کہ

ایک مہینہ گزرنے پر بھی اہل حدیث خاموش ہے۔ ہم نے ایک معتبر دوست کے ذریعہ شیر پنجاب کی خدمت میں استدعا کی مگر آپ ہیں کہ قردۃ خاسئین کی طرح میں نہ مانوں کی رٹ لگا رہے ہیں۔ (فاروق ۲۵۔ ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۲ء)

آپ نے جس معتبر دوست کو بھیجا تھا اس کا نام عمر دین شملوی ہے انہوں نے آپ کا پیغام دیا مگر جواب شاید

آپ کو نہیں پہنچایا۔ یہ آپ کے معتبر دوست کا کام ہے۔ ہم نے فوراً لکھ دیا تھا اور انہوں نے نوٹ کر لیا تھا۔

چونکہ فخر الدین (مجوز انعام) خلیفہ صاحب کو منصف مانتا ہے اس لئے وہی منصف ہوں گے۔ اگر وہ خود نہ مانیں تو لاہور کی تعلیم یافتہ جماعت میں سے عربی دان ڈاکٹر اقبال، پروفیسر شفیع اورینٹل کالج۔ ڈاکٹر برکت علی قرشی۔ پروفیسر مترا وغیرہ میں سے کوئی ایک۔

پس یہ ہماری طرف سے آخری جواب ہے۔

ہاں ۲۱ مارچ کے فاروق میں صفحہ ۷ کالم ۲ پر جس امر کے ثابت کرنے پر آپ نے دس روپیہ انعام رکھے ہیں وہ امر بھی اسی منصف کے سامنے پیش ہو کر فیصلہ ہوگا

مولوی سرور شاہ کو ہم نے تمہارے قول پر منصف پیش کیا تھا جب تم نے کھلے لفظوں میں ان کو منظور کر لیا تو ہم نے بھی آب آمد تیمّم برخواست پر عمل کرنے کو اصل کی طرف رجوع کیا اور اب اسی پر مصر ہیں۔

رقم امانت تین سو، معززین شہر امرتسر میں سے شیخ صادق حسن ممبر اسمبلی یا میاں فیروز الدین سوداگر آنریری مجسٹریٹ یا میاں حفیظ آنریری مجسٹریٹ کے پاس رکھی جاوے۔ ان کے سوا اگر کوئی بات پیش ہوئی، یا ان مسلمہ باتوں سے انکار رہا تو سلسلہ بند کیا جائے گا۔ اور آئندہ آخری فیصلہ مرزا کو پیش گوئی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء ص ۴۔۵)

شاہ شریف گھڑیالوی اور محمود احمد قادیانی
کی اشتہار بازی میں ہمارا محاکمہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج عرصہ مدید ہونے کو ہے کہ ان فریقین میں اشتہار بازی اس امر کیلئے ہو رہی ہے کہ آؤ جی دونوں فریق مل کر خدا سے دعا کریں کہ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت و مہدویت کے متعلق ہم میں فیصلہ فرمائے۔

اتنا وقت اور اتنا روپیہ محض فریقین کے بلانے اور قائل کرنے پر خرچ ہوا۔ سچ تو یہ ہے کہ دونوں فریقوں کو یہ تکلیف اس لئے ہوئی ہے کہ انہوں نے متوفی کا آخری فیصلہ کافی نہ جانا، حالانکہ وہ کافی سے اکفی تھا ۔کیونکہ آسمانی فیصلہ کے بعد زمینی فیصلہ لودہانہ میں بھی ہو چکا تھا جس میں فریق ثانی کو مالی تاوان بھی دینا پڑا۔ ایسا ڈبل فیصلہ مذہبی دنیا میں کبھی نہ ہوا ہوگا۔

خیر مضی ما مضی۔ بعد اس تنبیہ کے ہم ان دونوں فریقوں کی اشتہار بازی میں محاکمہ کرتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ ابتدائی دعوت سید محمد شریف شاہ صاحب کی طرف سے تھی جو بالکل سادہ الفاظ میں تھی کہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان اپنے والد کے دعوی کے متعلق مجھ سے مباہلہ کرلیں۔ پھر اس پر آج تک جو تین تین نمبروں میں گفتگو ہوتی رہی وہ صرف دو باتوں میں رہی:

۱۔ مباہلہ سے پہلے فریقین اپنے اپنے دلائل بیان کریں یعنی میاں محمود احمد زور دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت موعودہ کے دلائل بیان کریں گے اور سید محمد شریف صاحب اپنے انکار کے دلائل پیش کریں گے۔ اس کے بعد فریقین خدا سے دعا کریں کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے ایک سال کے اندر اس پر موت وارد کر۔

۲۔ دوسرا امر زیر بحث یہ رہا کہ حاضرین کی تعداد کتنی ہو۔ خلیفہ قادیان کہتے رہے کہ ہر فریق ہزار پانچ سو آدمی ساتھ ضرور لائے۔ خلیفہ صاحب قادیان اسے ہی سنت قرار دیتے ہیں۔ شاہ محمد شریف صاحب کہتے ہیں یہ سنت نہیں بلکہ سنت یہ ہے کہ صرف مباہلہ کنندہ یا زیادہ سے زیادہ اس کا عیال ساتھ ہو۔ مگر خلیفہ صاحب قادیان اپنی بات پر مصر ہیں۔ چنانچہ آخری اشتہار نمبر ۳ ان کا جو کئی ماہ کے وقفہ کے بعد نکلا ہے اس میں بھی انہوں نے انہی دو باتوں پر اصرار کیا ہے۔

ہم نے اپنے سابقہ محاکمہ میں بتایا تھا کہ خلیفہ قادیان کا اس پر اصرار کرنا کہ ہزار پانچ سو آدمی ضرور شریک ہوں، خود ان کے والد ماجد مرزا صاحب متوفی کے بھی خلاف ہے کیونکہ انہوں نے ساری عمر میں ایک ہی مباہلہ اکیلے مولوی عبدالحق غزنوی مرحوم سے کیا تھا جس میں ایسی کوئی شرط نہ تھی۔

اس کا جواب دینا آسان نہ تھا کیونکہ مرزا صاحب متوفی کا فعل احمدیہ جماعت کے لئے سند قوی اور حجت شرعی ہے مگر خلیفہ قادیان نے اپنی بات کے مقابلہ میں اس کی بھی پرواہ نہ کی صاف لکھ دیا کہ میں جو کہتا ہوں کہ ہزار پانچ سو آدمی فریقین کے شریک مباہلہ ہوں یہی سنت ہے اور میرے والد مرزا صاحب مسیح موعود کا مباہلہ مسنونہ نہ تھا۔

کتنی دلیری یا فراری ہے کہ جس نبی یا رسول کی صداقت میں مباہلہ کیا جائے اسی کے فعل کو خلاف سنت کہہ کر چھوڑا جائے، حالانکہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے خط اسمی مولوی عبدالحق غزنوی میں لکھا تھا کہ میں استخارہ مسنونہ کر کے آپ کے ساتھ مباہلہ کرنے کو آیا ہوں (اشتہار غزنوی مورخہ ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۰ھ)۔ ناظرین غور فرمائیں کہ استخارہ تو مسنونہ ہو، اور مباہلہ غیر مسنونہ۔ ایں چہ بو العجبی ست

ناظرین! یہ ہے فریقین کے مقدمہ کی مسل۔ ہم چونکہ چاہتے ہیں کہ فریقین کا شوق اور ولولہ پورا ہو، اس لئے ہم محاکمہ بطور سفارش فریقین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں۔

سید محمد شریف صاحب منظور کر لیں کہ خلیفہ قادیان صدق مرزا صاحب پر چند منٹ تک بیان کر لیں اس کے بعد شاہ صاحب چند منٹ بیان کریں۔ اس وقت وہ دلیل بیان کریں جس کی وجہ سے ان کو یقین ہو کہ مرزا صاحب مدعی مسیحیت موعودہ اپنے دعوی میں کاذب تھے۔ اس کے بعد فریقین الگ الگ ہو جائیں بلکہ پہلے سے الگ الگ بیٹھیں۔ ان کے نام بنام مع پتہ کے لکھے جائیں دعا مباہلہ صرف یہ ہو گی کہ میں محمد شریف مرزا غلام احمد کو ان کے دعوی مسیحیت موعودہ میں جھوٹا جانتا ہوں۔ میں محمود احمد قادیانی مرزا صاحب کو انکے دعوی مسیحیت موعودہ میں سچا یقین کرتا ہوں

یہ بیان فرداً فرداً ہو کر مل کر یوں دعا ہو۔

اے خدا ہم میں سے جو جھوٹا ہے اس کو ایک سال کے اندر اندر ہلاک کر۔

فریقین کے آدمی آمین کہیں۔

اس کا اثر کب ہوگا

شاہ محمد شریف صاحب کی سچائی کا اثر صرف خلیفہ قادیان تک محدود رہے گا مگر خلیفہ قادیان (مرزا محمود) کی سچائی کا اثر یہ ہوگا کہ جتنے لوگ شاہ صاحب کی طرف ہوں گے پانچ سو یا ہزار بلکہ دو ہزار مع شاہ صاحب کے سال کے اندر اندر سب مر جائیں۔ ایک بھی اگر بچا تو خلیفہ (مرزا محمود) صاحب جھوٹے ہوں گے۔

ناظرین! یہ ہماری ایجاد نہیں بلکہ خود مرزا صاحب قادیانی مسیح موعود مہدی کا اعلان ہے۔ ذرہ غور سے سنئے! میں یہ بھی شرط کرتا ہوں کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھونگا اگرچہ وہ ہزار ہوں یا دو ہزار اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کرونگا۔ (انجام آتھم۔ ص ٦٧)

ناظرین! یہ ہے کثرت شرکاء کی صورت میں مرزا صاحب قادیانی بانی سلسلہ کا اقرار۔ خلیفہ قادیان چونکہ ان صاحبزادے اور قائم مقام ہیں انہی کی تائید میں مباہلہ کرنے کو تیار ہو رہے ہیں اس لئے ان کو اس شرط کی تسلیم میں ذرہ بھر تامل نہیں ہوگا یا نہ ہو چاہیے۔ پس جناب سید محمد شریف شاہ صاحب پہلی شرط تسلیم کریں اور خلیفہ صاحب قادیانی دوسری شرط کی تسلیم کا اعلان کریں۔ پھر مقررہ تاریخ پر فریقین حاضر میدان ہوں تا کہ مباہلہ ہو کر فریقین کی خواہش پوری ہو جائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١٣ مئی ١٩٣٢ء مطابق ٦ محرم ١٣٥١ھ۔ ص ٣۔٤)

قادیان کا انعام:
عنقا صفت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی تحریک کے بانی نے انعامی اعلانوں کی رسم ڈالی اور ہمارے سہ صدی دوست منشی قاسم علی اور

ان کی پارٹی نے بزمانہ خلافت اولی اس رسم کو پورا کر دیا۔اس کے بعد تو یہ ایسی کچھ ڈری کہ سوائے لفاظی کے دینے کے قریب بھی نہیں آتی۔ناظرین کو یاد ہوگا کہ عرصہ دراز سے یہ سلسلہ چل رہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ، مرزا صاحب متوفی کی تحریر سے دکھا دے کہ آخری فیصلہ پیش گوئی تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا اس دکھانے پر تین سو روپیہ کا اعلان ہے۔

اس کے بعد بلا مبالغہ تین سو گالیاں اور بد کلامیاں تو ہم سن چکے مگر روپیہ دینے کے قریب نہیں آتے ۔چونکہ انعامی مضمون ہے اس لئے منصف کا ہونا ضروری ہے۔ہم نے لکھا تھا کہ منصف خلیفہ قادیان میاں محمود ہمیں منظور ہیں ۔ جواب ملا کہ ہم ان کی خدمت میں عرض نہیں کر سکتے ۔ نیز خلیفہ صاحب کو مقرر کرنے میں تمہاری نیت بد ہے ۔اس کے بعد ہم نے بمجبوری لکھا کہ بقول آپ کے ہم بجائے خلیفہ صاحب کے مولوی سرور شاہ صاحب کو منصف مانتے ہیں (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ نومبر ۱۹۳۱ء ص ۱۴)۔

بعدازاں فریق ثانی نے بڑے زور سے لکھا کہ مجھے مرزا محمود احمد منصف منظور ہیں۔

(اخبار فاروق قادیان ۲۸ فروری ۱۹۳۲ء۔ص ۹)

اس اقرار پر ہم نے پھر لکھا کہ

میاں محمود خلیفہ قادیان منصف ہوں گے۔(اہل حدیث ۱۱ مارچ ۱۹۳۲ء ص ۷)

ہم نے سمجھا کہ اب معاملہ ختم ہو جائے گا کیونکہ جماعت قادیانیہ کے نزدیک خلیفہ صاحب سے زیادہ دیانت دار کوئی نہیں۔غنیمت سمجھیں کہ ہم خود اس کے مجوز ہیں

لیکن مارچ کے اخبار فاروق میں پھر وہی دشنامی مضمون دیکھا تم ایسے اور ویسے مگر خلیفہ قادیان کی منصفی کی بابت کچھ نہ لکھا، اس لئے ہم خاموش رہے۔لیکن ہماری خاموشی سے فائدہ اٹھا کر ۲۵۔۲۸۔اپریل کے پرچہ میں لکھ مارا کہ ایک مہینہ گزرنے پر بھی اخبار اہل حدیث امرتسر خاموش ہے۔

ہم نے ایک معتبر دوست کے ذریعہ شیر پنجاب کی خدمت میں استدعا کی مگر آپ ہیں کہ قردۃ خاسئین کی طرح میں نہ مانوں کی رٹ لگا رہے ہیں۔(اخبار فاروق قادیان۔۲۵۔۲۸۔اپریل ۱۹۳۲ء)

آپ نے جس معتبر دوست کو بھیجا تھا اس کا نام عمر دین شملوی ہے۔انہوں نے آپ کا پیغام دیا مگر

جواب شاید آپ کونہیں پہنچایا۔ یہ آپ کے معتبر دوست کا کام ہے۔ہم نے فوراً لکھ دیا تھااورانہوں نے نوٹ کر لیا تھا۔

چونکہ فخر الدین (مجوزانعام) خلیفہ صاحب کومنصف مانتا ہےاس لئے وہی منصف ہوں گے۔اگر وہ خودنہ مانیں تولاہور کی تعلیم یافتہ جماعت میں سے عربی دان ڈاکٹراقبال، پروفیسر شفیع اورینٹل کالج۔ڈاکٹر برکت علی قریشی۔پروفیسر متراوغیرہ میں سے کوئی ایک۔

پس یہ ہے ہماری طرف سے آخری جواب۔

ہاں ۲۱ مارچ کے فاروق میں صفحہ ۷ کالم ۲ پرجس امر کے ثابت کرنے پرآپ نے دس روپیہ انعام رکھے ہیں وہ امر بھی اسی منصف کے سامنے پیش ہوکر فیصلہ ہوگا۔

نوٹ نمبر ۱:

مولوی سرورشاہ کوہم نے تمہارے قول پرمنصف پیش کیا تھا۔جب تم نے کھلےلفظوں میں ان کومنظور کرلیا تو ہم نے بھی آب آمد تیمّم برخواست پرعمل کرنے کواصل کی طرف رجوع کیااوراب اسی پرمصر ہیں۔

نوٹ نمبر ۲:

رقم امانت تین سو، معززین شہر امرتسر میں سے شیخ صادق حسن ممبراسمبلی یامیاں فیروز الدین سوداگرآنریری مجسٹریٹ یامیاں حفیظ آنریری مجسٹریٹ کے پاس رکھی جاوے۔ان کے سوااگرکوئی بات پیش ہوئی، یاان مسلمہ باتوں سے انکار ہواتو سلسلہ بندکیا جائے گا۔اورآئندہ آخری فیصلہ مرزا کوپیش گوئی کے نام سے موسوم کیا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۶ محرم ۱۳۵۱ھ۔ص ۴۔۵)

انعامی چیلنج کی حقیقت

پنڈت آتمانند صاحب نے لکھا ہے:

معزز ناظرین! اخبار اہل حدیث امرتسر مجریہ ۸۔اپریل ۱۹۳۲ء کے صفحہ ۷ پر مکتوب مفتوح کے عنوان سے بابو عبدالکریم صاحب نے سردار عبدالرحمٰن بی اے (سردار مہر سنگھ) قادیان کے چیلنج کو منظور کر کے استدعا کی تھی کہ سردار صاحب موصوف حسب وعدہ زر انعام کسی معتبر شخص کے پاس جمع کرادیں۔

میں بابو عبدالکریم صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ یہ سب انعامی چیلنج محض دکھلاوے کے لئے ہوا کرتے ہیں (منشی قاسم علی سہ صدی اس سے مستثنیٰ ہیں جنہوں نے واقعی تین سو دیا اور فاتح نے لیا۔ ثناء اللہ امرتسری) اور ان انعاموں کی وقعت مرزا غلام احمد قادیانی کے انعامی اشتہاروں سے بڑھ کر نہیں ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی جائیداد صرف مبلغ پانچ سو روپیہ کے عوض لالہ بشن داس کھتری قادیان کے پاس رہن تھی اور ہمیشہ قرض میں آپ کا بال بال بندھا ہوا تھا، مگر اشتہارات انعامی دس ہزار روپئے کے شائع ہوا کرتے تھے۔ اور جب کوئی مقابل آتا تو مرزا صاحب قادیانی اس سے بھی دس ہزار جمع کروانے کا مطالبہ کیا کرتے تھے مجھے تو سردار صاحب کے انعامی چیلنج بھی اسی طرح کے دکھائی دیتے ہیں۔ واللہ اعلم

مرزائی دوست پیشتر ہی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری مالک اخبار اہل حدیث کے ہاتھوں تین سو روپیہ ہار کر سبق سیکھ چکے ہوئے ہیں، اس لئے سردار صاحب کے انعامی اشتہار کو پڑھ کر میرے معزز بابو عبدالکریم صاحب کو انعام حاصل کرنے کی آرزو نہ رکھنی چاہیے۔

ہم یہ بھی نہیں چاہتے کہ جوش میں آکر سردار عبدالرحمٰن صاحب اپنا روپیہ ہار دیں، اس لئے میں بلا کسی خواہش انعام کے سردار صاحب کو بتلائے دیتا ہوں کہ جب خدا فاعل ہو اور بندہ مفعول ہو، تو لفظ تو فی کے معنی قبض روح یا موت کے علاوہ اور بھی ہوا کرتے ہیں۔ اور یہ معنی کسی انسانی تصنیف سے نہیں بلکہ

احمدیوں کے خدااور مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی زبان سے الہام شدہ بتلاؤنگا تاکہ اتمام حجت ہواور مزید انکارواصرار کی ضرورت نہ پڑے۔

مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے بھی ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۵ باردوم میں بدیں الفاظ چیلنج کیا تھا کہ اگرکوئی شخص قرآن کریم سے یاکسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار وقصائد نظم ونثر جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالی کا فاعل ہونے کی حالت میں جوذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہووہ بجز قبض روح اوروفات دینے کے کسی اورمعنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کواپنا جائداد کا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کرکے مبلغ ہزارروپیہ نقد دونگا۔

مولوی اللہ دتہ جالندھری قادیانی نے بھی ضمیمہ تفهیما ت ر با نیه کے صفحہ ۷ اپر لکھا ہے کہ جہاں کہیں لفظ (تو فی) اپنی اس نوعیت میں استعمال ہوا ہے وہاں پر صرف قبض روح کے معنے ہیں۔

غالباً سردار صاحب موصوف نے مرزا صاحب قادیانی کی مذکورہ بالاتحریر پر بھروسہ واعتماد کر کے انعامی اشتہار شائع کیا ہوگا لہذا میں

اس لفظ تـو فـی کے معنی جب کہ خدا فاعل اور بندہ مفعول ہو قبض روح کے علاوہ خود مرزا صاحب کے خدا کی زبانی یہاں درج کئے دیتا ہوں اور متنازعہ فیہ آیت مقدسہ کے ہی معنی بتلائے دیتا ہوں تاکہ فعل فاعل مفعول کا جھگڑا ہی تمام ہوجائے ۔

اوروہ یوں کہ آیت متنازعہ انّـی متو فیك و رافعك الیّ و جا عل الّذین اتّبعو ك فوق الذین کفروا الی یو م القیا مة .....

بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، خدا کی طرف سے مرزا غلام احمد پر بھی الہام کی گئی اور یہ معانی کئے گئے

میں تجھ کو پوری نعمت دونگا اور اپنی طرف اٹھاؤنگا اور جولوگ تیری متابعت کریں یعنی حقیقی طور پر اللہ ورسول کے متبعین میں داخل ہو جائیں ان کو ان کے مخالفوں پر جو انکاری ہیں قیامت تک غلبہ بخشونگا یعنی وہ لوگ حجت اور دلیل کی رو سے اپنے مخالفوں پر غالب رہیں گے اور صدق اور راستی کے انوار ساطعہ انہی کے شامل حال رہیں گے اور سست مت ہو اور غم مت کرو خدا تم پر بہت ہی مہربان ہے خبردار ہو بتحقیق جولوگ مقربان الٰہی ہوتے ہیں ان پر نہ کچھ خوف ہے اور نہ کچھ غم کرتے ہیں تو اس حالت میں مرے گا کہ جب خدا تجھ پر راضی ہوگا پس بہشت میں داخل ہو انشاء اللہ امن کے ساتھ تم پر سلام ہو تم شرک سے پاک ہو گئے سو تم امن کے ساتھ بہشت میں داخل ہو تجھ پر سلام تو مبارک کیا گیا خدا نے دعا سن لی وہ دعاؤں کو سنتا ہے تو دنیا اور آخرت میں مبارک ہے۔

ثابت ہوا کہ احمدی ملہم کے نزدیک متو فی کے معنی پوری نعمت دینے والا بھی ہیں

لیجئے سردار عبدالرحمٰن صاحب! یہ ہیں آیت متنازعہ میں لفظ متو فيك کے معنی کہ میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا، جو کہ بقول مرزا غلام احمد قادیانی، خدا کے کئے ہوئے ہیں۔

کیا اب بھی کسی شک وشبہ کی گنجائش رہ سکتی ہے کہ خدا فاعل اور بندہ مفعول ہونے کی صورت میں لفظ تو فی کے معنی علاوہ قبض روح کے اور بھی ہو سکتے ہیں۔

آئندہ کے لئے آپ کبھی ایسے انعامی چیلنج شائع نہ فرمائیے گا اور اگر شائع بھی کرنے ہوں تو مرزا غلام احمد صاحب کی طرح ہمیشہ ذو معنی الفاظ استعمال کیا کریں تاکہ شرط ومشروط کا بہانہ ڈھونڈنے کا موقعہ مل سکے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۶ محرم ۱۳۵۱ھ۔ص ۵۔۶)

حقیقت دجال

اور

یاجوج ماجوج

(قادیان سے چونکہ مسیح موعود ہونے کی آواز اٹھی ہے۔مسیح موعود کا نزول دمشق میں ہونا مقدر ہے اس لئے دمشق سے مراد قادیان کہا گیا۔لازم ہے کہ مسیح موعود کے ساتھ تعلق رکھنے والی چیزوں کی تاویل بھی ایسی لطیف کی جائے جیسی دمشق کی۔اس لئے دجال اور یاجوج ماجوج وغیرہ کی تاویل جو مرزا صاحب قادیانی نے مختلف مقامات میں کی ہوئی ہے،مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور یہ نے مع تشریح یک جاکر کے رسالہ کی صورت میں شائع کیا ہے۔اس رسالہ پر فاضل اڈیٹر الجامعہ دہلی نے تبصرہ کیا ہے جو درج ذیل ہے۔

مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر)

المسیح الدجال

و

یاجوج ماجوج

مصنفہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

اس رسالہ میں مولوی محمد علی صاحب نے بعض علامات قیامت کی تشریح کی ہے۔مثلاً یاجوج ماجوج، مسیح دجال،دابۃ الارض اور مغرب سے طلوع شمس ۔

یاجوج ماجوج جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے انکے متعلق کوئی تفصیلی بحث مولوی (محمد علی) صاحب نے نہیں کی،نہ ان کے تاریخی حالات پڑھنے کی زحمت گوارا کی،نہ ان کتابوں کا مطالعہ کیا جو خود علماء مغرب یا بائیبل کے شارحین نے اس موضوع پر لکھی ہیں۔صرف حزقیل نبی کی کتاب کے حوالہ سے اقوام مغرب کو یاجوج

ماجوج قرار دے دیا۔

زیادہ توجہ انہوں نے مسیح دجال پر صرف کی ہے، بلکہ یہ سارا رسالہ اسی کے متعلق ہے مگر اس بحث میں تاویلیں اس قدر کمزور ہیں جن کے لکھنے کی جرأت صرف انہی کو ہو سکتی ہے۔ مثلاً دعوی یہ ہے کہ یاجوج ماجوج اور دجال دونوں ایک ہی ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ :

صحیح حدیث نے سورہ کہف کو فتنہ دجال کا علاج بتایا ہے اور سورہ کہف بالخصوص عیسائیت کے فتنہ سے پر ہے، تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم نے غلبہ عیسائیت ہی کو فتنہ دجال قرار دیا ہے (ص ۱۲)۔

اگر مولوی محمد علی صاحب اس دلیل کو ترتیب دے کر اپنے سامنے رکھ لیتے تو ان کو خود معلوم ہو جاتا کہ اس کے کتنے مقدمات ممنوع ہیں۔

دوسرا دعوی یہ ہے کہ دجال ایک فرد کا نام نہیں ہے بلکہ ایک قوم کا نام ہے۔ دلیل یہ لکھی ہے کہ:

یہ پیش گوئیاں نبی کریم ﷺ کے کشوف ہیں۔ اور کشف یا رؤیا میں جب ایک قوم دکھائی جائے گی تو ایک فرد واحد ہی کے طور پر دکھائی جائے گی (ص ۱۷)

سوال یہ ہے کہ ایک، فرد واحد، کس طور پر دکھایا جائے گا؟ مولوی صاحب نے خود ابن صیاد کے ذکر میں نقل کیا ہے کہ

حضرت جابرؓ صحابی نے قسم کھا کر کہا کہ وہ دجال ہے۔ نیز خود آنحضرت ﷺ بھی جیسا کہ روایات سے معلوم ہوتا ہے اس کے دجال ہونے کا گمان رکھتے تھے۔

کیا وہ، ایک فرد واحد تھا یا ایک قوم؟

اس کے علاوہ یہ بھی حدیث میں ہے کہ :

میری امت میں تیس دجال نکلیں گے،

کیا وہ، ایک فرد واحد ہونگے یا ایک ایک قوم؟

حضرت عیسیٰؑ کے بارے میں لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰؑ کا کام صرف یہ بیان کیا گیا ہے کہ وہ صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا۔ یہاں قتل دجال کا

نام تک نہیں۔(ص۱۴)۔

پھر آگے لکھتے ہیں:

آنے والے مسیح کے کارناموں میں قتل دجال کا نام نہ لینا اس بات کی قطعی اور کھلی دلیل شہادت ہے کہ فتنہ دجال اور غلبہ صلیب ایک ہی حقیقت کے دونام ہیں۔(ص۱۴)

دعوی، دلیل، اور نتیجہ کی مطابقت کی منطقی بحث کو جانے دیجئے کیونکہ مولوی محمد علی صاحب اس سے کبھی سروکار نہیں رکھتے۔ دیکھنے کی چیز یہ ہے کہ جن حدیثوں میں کسر صلیب اور قتل خنزیر کا ذکر ہے ان میں پہلے تصریح کے ساتھ قتل دجال کا بھی ذکر ہے جسکا اس شدومد سے مولوی صاحب نے بار بار انکار کیا ہے۔ مجھے ان احادیث کے نقل کرنے کی یہاں ضرورت نہیں کیونکہ آخر میں خود مولوی صاحب موصوف ہی کے قلم سے یہ پردہ اس طرح فاش ہوتا ہے :

بعض قلوب میں یہ شبہ پیدا ہوتا ہے کہ مسیح موعود وہی شخص ہوسکتا ہے جو دجال کو قتل کرے اور حضرت مرزا صاحب نے دجال کو قتل نہیں کیا اس میں شک نہیں کہ احادیث میں مسیح موعود کے دجال کو قتل کرنے کا ذکر آتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ قتل دجال سے مراد کیا ہے۔(ص۵۱)۔

قتل دجال کی اگر پہلے ہی تاویل کر دیتے اور یہ نہ لکھتے کہ آنے والے مسیح کے کارناموں میں قتل دجال کا نام تک نہیں ہے،تو کیا حرج تھا۔

ذوالقرنین بعض لوگوں نے سکندر کو کہا ہے مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ یہ غلط ہے۔ان کے نزدیک ذوالقرنین دارائے اول ہے۔مگر حقیقت یہ ہے کہ یہ تاریخی لحاظ سے اس سے بھی زیادہ غلط ہے۔ کیونکہ دارا کا سدّ بنانا کسی طرح ثابت نہیں۔اس بارے میں کتاب التیجان کا بیان زیادہ قابل قبول ہے جس نے ملک یمن کے ذوالقرنین کے سفر مغرب ومشرق اور سدّ یاجوج بنانے کے مفصل حالات لکھے ہیں۔

دابة الارض جس کا ذکر قرآن کریم میں اس طرح ہے :

جب ان کے اوپر عذاب کا فیصلہ ہو چکے گا اس وقت ہم زمین سے ایک جاندار نکالیں گے جو لوگوں سے یہ کہے گا کہ وہ اللہ کی آیتوں پر یقین نہیں رکھتے تھے۔(پ ۲۰۔ع۲)

مولوی صاحب نے اس سے عیسائی علماء مراد لیا ہے۔ لکھتے ہیں:

اقوام یورپ کے تین مختلف حصوں کا تین ناموں کے تحت میں ذکر کیا ہے دجال ان کے پادری ہیں یاجوج ماجوج ان کا وہ گروہ ہے جس کے ہاتھ میں ملکی طاقت ہے اور دابۃ الارض ان کے وہ علماء ہیں جو مادہ پرستی میں منہمک ہیں۔ (ص ۶۴)

لیکن مرزا صاحب قادیانی نے دا بۃ ا لا ر ض خود علمائے اسلام ہی کو قرار دیا ہے جو زمینی باتوں پر گرے ہوئے ہیں اس لئے مولوی محمد علی صاحب کو اس تحقیق کے سامنے سر جھکانا تھا، لکھتے ہیں:

کیا اس میں کوئی شبہ ہے کہ یہ آج ہمارے علماء کی ہو بہو تصویر ہے۔ اگر ایسے لوگوں کو دا بۃ ا لا ر ض کہدیا ہو تو کیا بعید ہے۔ (ص ٦٦)

لیکن کیا علماء اسلام کی آج ہو بہو تصویر یہ ہے؟

میں تو یہی ان کی ذہنیت ایک ہزار سال سے ثابت کرنے کو تیار ہوں لیکن اس کو چھوڑ دیئے اور یہ دیکھئے کہ قرآن میں دا بۃ ا لا ر ض کا خروج مشروط ہے کہ اس وقت ہوگا جب عذاب یا قیامت کا فیصلہ ہو چکے گا لیکن بقول مولوی محمد علی صاحب علماء مغرب اور بقول مرزا صاحب علماء اسلام جو دوسرے انسانوں کی طرح ماں کے شکم ہی سے پیدا ہوئے ہیں زمین سے نکالے جا چکے ہیں اور کہتے پھرتے ہیں کہ لوگ آیات الٰہی پر یقین نہیں رکھتے تھے۔

دا بۃً میں تنوین وحدت کی ہے جس کے معنی ہوئے ایک جانور، مگر مولوی محمد علی صاحب کے لئے یہ آسان ہے کہ وہ ایک فرد واحد کو ایک قوم بنالیں۔

آخر میں مغرب سے طلوع شمس کی یہ تاویل کی ہے کہ جماعت احمدیہ نے ممالک غربیہ میں تبلیغی مرکز قائم کر دیا ہے جہاں سے آفتاب اسلام ضیا باریاں کر رہا ہے۔ مگر اس صورت میں طلوع آفتاب مشرق یعنی پنجاب ہی سے ماننا پڑے گا جس کی ایک کرن مغرب میں پہنچ گئی نہ کہ مغرب سے۔

خاتمہ پر میں یہ عرض کرتا ہوں کہ پیش گوئیاں جو روایات میں بیان کی گئی ہیں ان کی نسبت خود آئمہ حدیث نے اپنا اطمینان ظاہر نہیں کیا بلکہ امام احمد بن حنبل کا قول ہے کہ ملاحم میں ایک حدیث بھی صحیح نہیں ایسی

حالت میں انکی اس قدر بے بنیاد تاویلوں میں پڑنا اہل علم کے شایان شان نہیں ۔ بے شک قرآن مجید میں جو امور مذکور ہوئے ہیں ان پر مفید اور دل چسپ بحث ہو سکتی ہے لیکن ایسی بحث جس کی بنیاد عقل پر ہو نہ کہ فرقہ وارانہ خیالات پر ۔(الجامعہ ۔ اپریل ۱۹۳۲ء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳ محرم ۱۳۵۱ھ ص ۹۔۱۰)

دلیر کون ہے؟
عیسائی یا مرزائی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

ناظرین کرام ! یہ سنتے سنتے ہمارے کان پک گئے کہ ہم (احمدیوں) نے عیسائیوں کو ایسا مغلوب کیا ہے کہ پادری لوگ احمدی کا نام سن کر مناظرے کا حوصلہ نہیں کر سکتے بلکہ بھاگ جاتے ہیں کیونکہ ہم (احمدیوں) نے عیسائیوں کا خدا(مسیح) مار دیا ہے، اب وہ سر نہیں اٹھا سکتے ۔ وغیرہ ۔

ہم بہت خوش ہوتے اگر واقعات دعوی کی تصدیق کرتے کیونکہ عیسائیوں کو مغلوب دیکھنا ہمارا بھی مقصود اور دلی منشاء ہے، مگر افسوس ہے کہ واقعات اس دعوی کی تکذیب کرتے ہیں ۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائیوں کا مسئلہ الوہیت مسیح جتنا کچھ مشکل ہے تمام دنیا کو معلوم ہے(کہ دونہ خرط القتاد)لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ احمدیہ جماعت (بہردوصنف) ہاں وہ جماعت جو آج میدان مناظرہ میں متکلمین کی جماعت بنتی ہے، ہاں وہ جماعت جو اپنے مورث اعلی (اصلی یاظلی نبی) کو امام رازی اور امام غزالی سے اعلی وارفع جانتی ہے، ہاں وہ جماعت جس کا دعوی ہے کہ ہم ہی آج تبلیغ کے واحد ذمہ دار ہیں ۔ ہاں جس کا دعوی کا کہ اسلامی فرقوں میں زندہ ہم ہی ہیں باقی سب مردہ ہیں، ہاں وہ جماعت جو مدعی ہے کہ ہمارا ہر عقیدہ فلسفہ اور منطق سے مدلل اور مبرہن ہے، غرض وہ جماعت جو علم فضل دیانت تقوی مناظرہ کلام سب میں اعلی رتبہ

میں ہونے کا ادعی کرتی ہے، اس کا یہ حال ہے کہ جس امر کو اس کا (اصلی یا ظلی) نبی فیصلہ کن قرار دیتا ہے اس پر گفتگو کرنے سے جی چراتے ہیں اور عیسائیوں کا یہ حال ہے کہ پادری عبدالحق جیسا جوان جوادنی گفتگو سے قائل ہو سکتا ہے قادیان تک دعوت مناظرہ لے کر جاتا ہے اور دعوت مباحثہ کا خط دے کر آتا ہے قادیان کا اخبار فاروق پادری مذکور کے قادیان پہنچنے پر مخول کرتا ہے مگر اصلی بات کا جواب وہی دیتا ہے جو استاد غالب نے بتایا

غالب تم ہی کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

یہ تو مخالف اسلام کے حملے کا ذکر ہے جس کے فنا کرنے کو ان کے پیر و مرشد ما مور الہی ہوئے تھے جن کو خنزیر کہہ کر عرصہ سے قتل کر چکنے کا اظہار کر رہے ہیں۔

اب سنئے خود ان کے اندورن کا حال۔ گذشتہ دسمبر میں ہم نے ایک اعلان موسومہ مودت نامہ شائع کیا جس میں بڑی نرمی سے احمدیہ جماعت کو عموماً اور لاہوری امیر جماعت (مولوی محمد علی) کو خصوصاً درخواست کی تھی کہ باہمی یک جا بیٹھ کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ پر تبادلہ کلام کریں۔

گمان غالب تھا کہ درخواست قبول ہو گی، مگر یہ دنیا کو غرانے والے (شیر قالین) ایسے سہمگیں ہوئے کہ الامان والحفیظ۔ وہ حجتیں نکالیں جن کا سان گمان بھی نہ تھا مثلاً اس سے پہلے دجال کی حقیقت پر بحث ہو، نیز مسیح کی وفات پر گفتگو ہو، فلاں پر ہو فلاں پر ہو۔ اس کا مفصل ذکر اخبار اہل حدیث یکم اپریل سنہ رواں میں ہو چکا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور کا اڈیٹر جس کا اصل الاصول یہ ہے

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

وہ کیوں نہ اپنے امیر کی تائید کرتا۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ ۳ مئی سنہ رواں کے پرچہ میں راستی اور صداقت سے دور ہو کر لکھا کہ جو کچھ امیر صاحب نے لکھا ہے وہی ٹھیک ہے۔ آخری فیصلہ کے متعلق لکھا کہ :

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ایک دعائے مباہلہ لکھی تھی۔

شکر ہے ہمارے بیان دعوی اور فریق ثانی کے جواب دعوی سے تنقیح قائم ہوگئی۔یعنی مرزا صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ والا اعلان، ہم تو اس کو صرف دعا فیصلہ کہتے ہیں اور فریق ثانی دعاء مباہلہ اس کا نام رکھتا ہے۔ پس گفتگو بہت محدود ہے۔ہم اپنے دعوی کا ثبوت دیں گے کہ یہ صرف دعا ہے۔وہ اس کا ثبوت دیں کہ یہ دعا مباہلہ ہے۔اہل مجلس اور ہم فریقین خود بھی فائدہ اٹھائیں گے۔

ناظرین! اللہ غور کریں اتنا بڑا اہم کام جس کو بانی سلسلہ اپنی جملہ زبردست دلائل کو ایک طرف رکھ کر اپنی صداقت کے ثبوت میں آخری فیصلہ کا اعلان کرتا ہے،مگر امت ہے کہ اس کی طرف آتی ہی نہیں، دور بیٹھے ہوئے ایچ پیچ کر رہی ہے۔

احمدی دوستو! اتنا تو سوچو کہ عیسائی اتنے کیوں دلیر ہیں کہ وہ الوہیت مسیح کے اثبات کا تم کو چیلنج دیتے ہیں، بلکہ اس کی منظوری کرانے کے لئے قادیان پہنچتے ہیں۔ان کے مقابلہ میں اپنا طریق عمل دیکھو کہ تم آخری فیصلہ پر گفتگو کرنے کیلئے تیار نہیں ہوتے۔کیا ہم یہ سمجھ لیں کہ عیسائی تم سے زیادہ دلیر ہیں اور وہ جو کچھ مانتے ہیں دل سے مانتے ہیں، اور تم جو قادیانی مرزا جی کو (اصلی یا ظلی) نبی رسول مانتے ہو، یہ صرف منہ سے کہتے ہو، ور نہ ایسے نہ ہوتے۔

احمدی شیرو! کیا کوئی آریہ تمہارے سامنے یہ پیش کرے کہ مجھے حج کی فلاسفی بتادو، تو میں مسلمان ہوتا ہوں، اسے کہو گے کہ فقہاء کی ترتیب سے بحث کرو۔ پہلے استنجا، پھر وضو، پھر نماز، پھر زکوۃ، پھر روزہ، پھر کہیں حج کی باری آئے گی۔واللہ اگر ایسا کہو تو لاہور میں نہیں بلکہ بریلی میں بھیجے جانے کے قابل قرار دیئے جاؤ گے۔

ناظرین! ان کاغذی شیروں کی جرأت دیکھو جب سے انہوں نے لودہانہ میں شکست کھائی ہے، ایسے بزدل ہوئے ہیں کہ جنگل کا کوئی جانور اتنا بزدل نہ ہوگا حالانکہ شیر تو شیر لومڑ بھی ایسا نہ ہوگا کہ ایک دفعہ گر کر منہ نہ اٹھائے۔

احمدی بہادرو! اٹھو ہمت کرو، دنیا کیا کہے گی کہ اپنے مسیح موعود، اپنے ہادی، اپنے بانی سلسلہ کے فیصلے سے منحرف ہیں۔تم کیسے خلف ہو کہ اپنے بزرگ، اپنے مہدی مسعود اور مسیح موعود کی لاج رکھنے اور عزت بچانے

کی فکر نہیں کرتے۔

واللہ! تمہیں اپنے صنفی جھگڑے سارے چھوڑ کر اس کام میں لگ جانا چاہیے کیونکہ باپ کی اولا د وہی ہے جو باپ کے مرنے کے بعد اس کی عزت بحال رکھنے کو اپنے اختلافات تہ کر دے۔ وہ کیا اولاد ہے جو باپ کی عزت برباد ہوتی دیکھ کر ایک دوسرے کا منہ تاکا کرے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ میں احمدی ہوتا تو جہاں سے یہ آواز سنتا کہ میرے مسیح موعود کے آخری فیصلہ پر اعتراض ہے، واللہ کھانا پینا چھوڑ کر مقابلہ کر کے معترض کو گھر تک پہنچا دیتا یا درصورت ناکامی ایسے مسیح موعود کو چھوڑ دیتا۔

احمدی دوستو! اللہ غور کرو وہ متکلم مخالف کے سامنے کیا کلام کرے گا جو نبوت محمدیہ جیسے اصل الاصول مسئلہ پر تو بحث نہ کر سکے مگر ادھر ادھر کی باتوں پر آستینیں چڑھا کر تن جائے۔ ایسا متکلم یا تو نبوت محمدیہ کا قائل نہیں یا اپنے میں خامی دیکھتا ہے۔

بہرحال آخری فیصلے کے متعلق تم دونوں پارٹیوں کا توجہ نہ کرنا تم کو اس شعر کا مصداق بناتا ہے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

پس محمودی اور پیغامی پارٹی کے ممبرو! ہوش کرو۔ ہم تمہیں تمہارا فرض منصبی بتاتے ہیں کہ دونوں سرداران قوم مل کر اپنے مسیح موعود کے آخری فیصلہ کا احترام کرو سب سے بڑھ کر یہ کہ بعد الموت کے واقعات کو یاد کر کے اللہ سے ڈرو۔ اور ہمیں یہ شعر پڑھنے کا موقع نہ دو

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳ محرم ۱۳۵۱ھ ص ۳-۵)

تاریخ مرزا

اور

فاروق قادیانی

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر کے اکثر ناظرین تاریخ مرزا مرتبہ مولانا ثناء اللہ صاحب کو پڑھ چکے ہوں گے۔اس رسالہ کے اندر حضرت موصوف نے مرزا غلام احمد قادیانی کے احوال شریفہ از ابتداء تا انتہاء بالاختصار درج فرمائے ہیں جو بحوالہ کتب مرزا قادیانی صحیح صحیح واقعات پر مشتمل ہیں۔

ہمارا بجا طور پر دعوی ہے اور علی الاعلان ڈنکے کی چوٹ دعوی ہے کہ احمدی حضرات ،تاریخ مرزا، چھوڑ مولانا ثناء اللہ امرتسری کی کسی تحریر کا بھی صحیح جواب قیامت تک نہیں دے سکتے جس کے ثبوت میں سابقہ واقعات کے علاوہ اخبار فاروق قادیان مورخہ ۷ مئی ۱۹۳۲ء کو ہم پیش کرتے ہیں۔

اخبار مذکور میں ایک مضمون بعنوان: ثناء اللہ کی تاریخ مرزا پر ایک سرسری نظر، نکلا ہے جس کے پڑھنے سے اس کے عنوان ،سرسری نظر، کی تصدیق ہوتی ہے کہ فی الواقع مجیب نے تاریخ مرزا کو سرسری نظر سے ہی دیکھا ہے۔اگر وہ ذرہ گہری نظر سے اس کا مطالعہ کرتا تو غالبًا کیا ،یقیناً اس کا جواب دینے پر آمادہ نہ ہوتا۔

قادیانی مجیب نے تاریخ مرزا کی دو باتوں پر اعتراض کیا ہے۔

اول یہ کہ مولوی ثناء اللہ نے مرزا کی تاریخ پیدائش غلط لکھی ہے (یایوں سمجھئے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے بحوالہ کتب مرزا قادیانی جوان کی تاریخ پیدائش لکھی ہے اس کی رو سے مرزا جی کی عمر ۶۶ سال کے قریب بنتی ہے اور مرزا قادیانی کا الہام تھا کہ تیری عمر اسّی (۸۰) برس ہوگی۔یہی وجہ ہے کہ مرزائی صاحب اس سے منکر ہو رہے ہیں) ۔

دوم، یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو اپنے ہاں لڑکا پیدا ہونے کی ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو پیش گوئی کی تھی اس کے متعلق مولوی ثناءاللہ صاحب نے واقعات کو غیر صحیح شکل میں لکھا ہے۔

سوامر اول کے متعلق ہم پہلے تاریخ مرزا کی اصل عبارت نقل کرتے ہیں و ھو ھذا

مرزا صاحب کی تاریخ ولادت صاف تو نہیں ملتی البتہ ان کی اپنی کتاب تریاق القلوب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ۱۲۶۰ھ میں پیدا ہوئے تھے۔

(تاریخ مرزا صفحہ ۴ بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۶۸)

اس تحریر میں حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب نے تریاق القلوب کا حوالہ دیا ہے جس کی اصل عبارت درج ذیل ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا نے مجھے اپنے الہام و کلام سے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔(تریاق القلوب ص ۶۸)

اس عبارت سے صاف عیاں ہے کہ مرزا صاحب قادیانی بقول خود صدی کے سر پر چالیس سال کے تھے۔ بدیں حساب ٹھیک ۱۲۶۰ھ اخیر مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش ثابت ہوتی ہے۔

اسکے متعلق قادیانی مجیب نے یہ لکھا ہے:

اس عبارت سے مولوی (ثناءاللہ) صاحب نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آپ (مرزا قادیانی) ۱۲۶۰ھ میں تولد ہوئے، لیکن مولوی صاحب نے صدی کے سر کا تعین کرنے میں غلطی کھائی ہے حالانکہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس کی تصریح حقیقۃ الوحی میں یوں بیان فرمائی ہے کہ :

یہ عجیب امر ہے ...کہ ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مخاطبہ پا چکا تھا۔

پس صاف ہو گیا کہ آپ ۱۲۹۰ھ میں چالیس برس کے تھے۔ اس لحاظ سے آپ (مرزا قادیانی) کی پیدائش ۱۲۵۰ھ میں ہوئی۔ (اخبار فاروق۔ ص ۷)۔

اس جواب میں قادیانی مجیب نے صدی کے سر پر مرزا صاحب قادیانی کی عمر چالیس سال تو مانی ہے، مگر صدی کے سر کا مطلب یہ بیان کیا کہ چودھویں صدی کا سر اس کے شروع ہونے سے دس سال قبل آ چکا

تھا اور اس پر حقیقۃ الوحی کی ایک تحریر سے استشہاد کیا ہے۔

اس کے جواب میں ہم صدی کے سر کی تعیین خود مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات سے دکھاتے ہیں۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب قادیانی رقم طراز ہیں:

جب سنہ ہجری کی تیرھویں صدی ختم ہو چکی تو خدا نے چودھویں صدی کے سر پر مجھے مامور کر کے بھیجا ۔ (چشمہ معرفت۔ص۳۱۴)

غلام احمد قادیانی بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جس کا نام تیرہ سو کا عدد پورا کر رہا ہے۔ (تریاق القلوب۔ص۱۷)

یہ حوالے بعبارت النص ظاہر کر رہے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی تیرھویں صدی ختم ہونے کے بعد چودھویں صدی کے سر پر، آغاز پر، شروع سال پر بقول خود بعمر چالیس سال مبعوث ہوئے تھے۔ بدیں حساب ٹھیک ۱۲۶۰ھ اخیر مرزا صاحب کی تاریخ ولادت ثابت ہوتی ہے اور یہی حضرت مولانا مجدد زمان فاتح قادیان ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب نے تاریخ مرزا میں رقم فرمایا ہے۔

اب رہا مرزائی مجیب کا حقیقۃ الوحی سے مرزا قادیانی کا سنہ بعثت یا بالفاظ دانی ایل، مکروہ چیز کا قیام، ۱۲۹۰ھ لکھ کر مرزا صاحب کی پیدائش ۱۲۵۰ھ ثابت کرنی، اس کے متعلق ہمیں زیادہ مغز کھپائی کی ضرورت نہیں کیونکہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرما گئے ہیں:

کسی سچیار عقل مند صاف دل انسان کے کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل مجنون (یا خود غرض) یا منافق ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔ (ست بچن۔ص ۳۰)

پس احمدی مجیب کا فرض اولین ہے کہ وہ اس اپنے ہی ڈالے ہوئے اختلاف کو خود ہی حسب مثل مشہور ہاتھوں کی دی ہوئی دانتوں سے کھولنی پڑیں، سمجھ کر اس اختلاف کو رفع کریں ورنہ ہم جناب مرزا غلام احمد صاحب کے فرمان مذکورہ کی تصدیق پر مجبور ہوں گے۔

معزز قارئین کرام! تاریخ مرزا کے جواب میں قادیانی مجیب کی بے بسی آپ ملاحظہ کر چکے ہیں کہ وہ اپنے نبی کی تحریر کا آدھا حصہ ایک مقام سے اور آدھا حصہ دوسری جگہ سے لیتا ہے اور یوں جا کر وہ تاریخ مرزا پر

معترض بننے کے قابل ہوتا ہے۔ پھر اس بے چارگی پر اس کی لن ترانی کا یہ عالم ہے کہ بڑے رعونت وتکبر بھرے الفاظ میں لکھتا ہے:

جو کچھ رطب ویابس تاریخ مرزا میں اس (فاتح قادیان) نے جمع کیا ہے وہ اس قابل نہ تھا کہ اس کا جواب لکھا جاتا لیکن پھر بھی اس خیال سے کہ اسکو کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ اس کا جواب شائع نہیں ہوا، جواب لکھتا ہوں۔

آہ! یہ منہ اور مسور کی دال

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

آگے چلئے۔ تاریخ مرزا میں مرزا غلام احمد صاحب کی وہ پیش گوئی نقل کی گئی ہے جو ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو مرزا صاحب قادیانی نے بدیں مضمون لکھی تھی:

میرے گھر ایک لڑکا پیدا ہوگا، جو ایسا ہوگا، ویسا ہوگا وغیرہ۔

(واضح ہو کہ اس پیش گوئی کے وقت مرزا صاحب کی بیوی حاملہ تھی جس سے لڑکی پیدا ہوئی)

اس کے متعلق اخبار فاروق قادیان لکھتا ہے: (مولوی ثناءاللہ) اس پر یوں اعتراض کرتے ہیں کہ حضرت (مرزا) کے گھر لڑکا پیدا ہوا جو مخفی رکھا گیا۔

جواب۔ اس کے متعلق اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ اگر آپ تاریخ مرزا سے مولانا ثناءاللہ کی طرف سے یہ اعتراض دکھادیں تو مبلغ پانچ روپیہ انعام دیا جائے گا۔

جناب من! تاریخ مرزا کا نام ہی کہہ رہا ہے کہ اس کے اندر جو کچھ لکھا گیا ہے مورخانہ حیثیت سے ہے۔ پس مصنف کا فرض تھا کہ اگر ایک طرف مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی نقل کرتا تو دوسری طرف اس وقت کے مخالفین کے اعتراضات بھی بتاتا۔ آپ نے جو الفاظ تاریخ مرزا صفحہ ۱۱ سے نقل کئے ہیں وہ مولانا کے اپنے نہیں دیگر مخالفین مرزا کے ہیں (وہ بھی بشہادت مرزا صاحب جو کم از کم میرے نزدیک تو لائق اعتبار نہیں) چنانچہ تاریخ مرزا میں یوں لکھا ہے:

اس اشتہار پر مخالفوں کی طرف سے اعتراض ہوا کہ چندروز سے مرزا صاحب کے گھر میں لڑکا پیدا ہوا ہے جس کو مخفی رکھا گیا ہے (دیکھو اشتہار مرزا ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء۔ ناقل) اس کے جواب میں مرزا صاحب نے ایک اشتہار دیا جو درج ذیل ہے۔ (تاریخ مرزا۔ص ۱۱)

اس کے بعد مولانا ثناء اللہ نے وہ اشتہار مرزا صاحب قادیانی کا نقل کیا ہے جس میں مرزا جی نے اس امر کی تکذیب کی ہے۔ پس آپ کا اس غلط الزام کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کی طرف منسوب کرنا صریح بد دیانتی ہے۔

اس کے بعد تاریخ مرزا میں مرقوم ہے :

آخر مرزا صاحب کے گھر (۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو) لڑکا پیدا ہو گیا تو مرزا صاحب نے مخالفوں کا منہ بند کرنے کو اشتہار دیا۔ مگر تقدیر خدا غالب تھی وہ بچہ جس کو اس پیش گوئی کے مطابق موعود فرمایا تھا ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو سولہ مہینے عمر پا کر مرزا صاحب کو داغ مفارقت دے گیا۔ (تاریخ مرزا۔ص ۱۶۔۱۸)

اس کے جواب میں قادیانی مجیب لکھتا ہے :

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس وفات پانے والے بچہ کو موعود نہیں فرمایا جیسا کہ آپ تحریر فرماتے ہیں:

کوئی شخص ایک ایسا حرف بھی نہیں پیش کر سکتا جس میں یہ دعوی کیا گیا ہو کہ مصلح موعود اور عمر پانے والا یہی لڑکا تھا جو فوت ہو گیا۔ اشتہار مرزا، ۸۔ اپریل ۱۸۸۶ء صاف بتلا رہا ہے کہ ہنوز الہامی طور پر تصفیہ نہیں ہوا۔ (قادیانی اشتہار دسمبر ۱۸۸۸ء)

اے جناب! مورخ اور سوانح نگار کا یہ فرض نہیں کہ وہ الہامی غیر الہامی کا فیصلہ کرے وہ تو صاحب سوانح کے الفاظ بتائے گا چنانچہ مرزا غلام احمد کے الفاظ یہ ہیں:

ہمیں اس (محمدی بیگم کے) رشتہ کی ضرورت نہیں تھی سب ضرورتوں کو خدا نے پورا کر دیا تھا اور اولاد بھی عطا کی ان میں وہ لڑکا بھی جو دین کا چراغ ہو گا۔ بلکہ ایک اور لڑکا ہونے کا قریب مدت تک وعدہ جس کا نام محمود احمد ہو گا اور اپنے کاموں میں اولوالعزم نکلے گا۔ (اشتہار مرزا۔ ۱۵۔ جولائی ۱۸۸۸ء)

اس تحریر میں مرزا جی نے بشیر اول کو دین کا چراغ لکھ کر اشتہار ۲۰ فروری والا موعود ظاہر کیا ہے، مگر جب یہ بچہ مر گیا تو کہنا شروع کیا:

اجتہادی طور پر گمان کیا جاتا تھا کہ کیا تعجب مصلح موعود یہی ہو۔ (ص ۴ سبز اشتہار)

حاصل یہ کہ خود مرزا صاحب نے اس لڑکے کو موعود ظاہر کیا تھا گو اس کے مرنے کے بعد اجتہادی (عذر کی) پناہ لی جو ساری عمر آپ کا وظیفہ رہا۔ یعنی پہلے تو بڑے زور شور سے پیش گوئی کرتے جب غلط نکلتی تو اجتہادی غلطی کہہ کر جان چھڑاتے۔

آگے چل کر قادیانی مجیب لکھتا ہے:

باقی رہا مدت حمل کا سوال، سو مولوی صاحب علم میراث کی ابتدائی کتاب سراجی لے کر صفحہ ۵۱ پڑھیئے ۔(فاروق ۷ مئی ۱۹۳۲ء ص ۱۰)۔

اے جناب! سراجی تو بعد میں دیکھی جائے گی قطع نظر اس کے کہ مدت حمل والا اعتراض مرزا صاحب پر پڑتا ہے یا نہیں، پہلے آپ مہربانی فرما کر یہ تو بتلایئے کہ مدت حمل والا سوال تاریخ مرزا کے کس صفحہ پر کیا گیا ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ یا تو آپ نے تاریخ مرزا خود نہیں پڑھی اور سنی سنائی باتوں کی بنا پر مضمون لکھ مارا ہے، یا آپ کی عیب جویانہ، سرسری نظر، نے آپکی آنکھوں پر تعصب کی دھندلی عینک چڑھا رکھی ہے کہ جو بات تاریخ مرزا میں درج ہی نہیں ہے آپ کو اس میں نظر آ رہی ہے۔ اس کا سبب یہی ہے کہ یہ اعتراض ایسا مضبوط و مستحکم آپ کو معلوم ہوتا ہے کہ مثل بھوت کے ہر وقت آپ کے سر پر سوار رہتا ہے کوئی اس پر اعتراض کرے یا نہ ۔آپ کا تخیل فوراً آپ کے دماغ میں اس کا ٹھوس احساس پیدا کرتا ہے اور آپ ہاتھ پیر مارنا شروع کر دیتے ہیں اسی کا نام ہے قبل از مرگ واویلا۔

اس کے بعد آپ نے میاں محمود احمد کو مصلح موعود ثابت کرنے کی کوشش کی ہے سو اس کے جواب میں آپ کی وہ دلیل ہی کافی ہے جس سے آپ نے بشیر اول کا مصلح موعود نہ ہونا ثابت کیا ہے یعنی :

الہام کے الفاظ میں ہے : دوشنبہ ہے مبارک دوشنبہ۔

یعنی مصلح موعود دوشنبہ کو پیدا ہوگا حالانکہ بشیر اول ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء بروز شنبہ پیدا ہوا تھا، نہ بروز دوشنبہ۔

(اخبار فاروق قادیان۔ص۵)۔

یہی جواب بطور حجت ملزمہ ہم آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں یعنی محمود احمد بھی بروز شنبہ پیدا ہوا تھا
ملاحظہ ہو تریاق القلوب طبع ثانی صفحہ ۹۴ وطبع اول صفحہ ۴۳

ناظرین کرام! فاروق قادیانی نے تاریخ مرزا کے اتنے حصہ ہی کا جواب دیا ہے اور باقی حصہ جس میں مرزا جی کی کئی ایک غلط پیش گوئیاں درج ہیں چھوڑ دیا ہے۔شائد فاروق اس حصہ سے متفق ہے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۳۲ء مطابق ۲۷ محرم ۱۳۵۱ھ ص ۴۔۶)

مرزا صاحب کی ترقی مدارج

جناب مولوی مہر دینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

۱۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

یہ عاجز بار بار یہی کہتا ہے کہ میں بھی تمہاری طرح ایک مسلمان ہوں اور ہم مسلمانوں کے لئے بجز قرآن کے کوئی کتاب نہیں اور بجز جناب ختم المرسلین احمد عربی ﷺ کے کوئی ہادی اور مقتدی نہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص۱۸۲)

۲۔اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میں نہیں سمجھتا کہ میرے قبول کرنے میں نقصان دین کس وجہ سے ہوسکتا ہے۔نقصان تو اس صورت میں ہوتا کہ اگر یہ عاجز خلاف تعلیم اسلام کے کسی اور نئی تعلیم پر چلنے کے لئے انہیں مجبور کرتا۔

(ازالہ اوہام۔ص۱۸۱)

۳۔اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

کسی نبی کا اپنے تئیں مثیل ٹھہرانا عند الشرع جائز ہے یا نہیں۔سو ہم نماز میں اس دعا کے مامور ہیں اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم۔یعنی اے خدا ہمیں ایسی

ہدایت بخش کہ ہم آدم صفی اللہ حتی کہ محمد ﷺ کے مثیل ہو جائیں اور علماء ربانی کیلئے یہ خوش خبری ہے کہ علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل ۔(ازالہ اوہام ۔ص ۳۵۶)

۴۔اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ سے ثابت ہے کہ ہر ایک صدی پر ایک مجدد کا آنا ضرور ہے اب ہمارے علماء جو بظاہر اتباع حدیث کا دم بھرتے ہیں انصاف سے بتلائیں کہ کس نے اس صدی پر خدا تعالی سے الہام پا کر مجدد ہونے کا دعوی کیا ہے ۔(ازالہ اوہام ۔ص ۱۵۴)

۵۔اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

الہام الہی اور کشف صحیح ہمارا مؤید ہے ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون وچرا سے باز آجائے۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۱۴۸)

۶ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

جنہوں نے اس عاجز کو مسیح موعود مان لیا انہوں نے اپنے بھائی پر حسن ظن کیا اور اس کو مفتری اور کذاب نہیں ٹھہرایا۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۱۷۹)

۷۔اور لکھتے ہیں:

پھر میرے اس دعوی پر ایمان لانا جس کی الہام الہی پر بنیاد ہے کون سے اندیشہ کی جگہ ہے بفرض محال اگر میرا یہ کشف غلط ہے اور جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اس کے سمجھنے میں دھوکہ کھایا ہے تو ماننے والے کا اس میں کیا حرج ہے۔ (ازالہ اوہام ۔ص ۱۸۲)

اسی قسم کی اور عبارتیں بھی بہت سی ہیں جن سے واضح ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی بھی مثل اور مسلمانوں کے مسلمان ہیں اگر دعوی ہے تو صرف مجددیت اور کشف والہام کا ہے ۔اور اس میں بھی غلط فہمی کا احتمال بیان کرتے ہیں اور اگر مثیل عیسی بھی ہیں تو اسی حد تک جو دوسرے علماء امت کو بھی مثلیت حاصل ہے۔ اور درخواست اسی قدر ہے کہ حسن ظن کر کے مفتری اور کذاب نہ کہا جائے ۔غرض کہ یہاں تک کوئی ایسی بات نہیں جو مرزا صاحب قادیانی کو دوسرے امتیوں سے ممتاز کر دے کیونکہ ہزار ہا اہل کشف والہام ومجددین

امت میں گذر چکے ہیں۔اوراب بھی موجود ہیں۔سب امتی کہلایا کئے ۔مرزا صاحب قادیانی ان تقریرات میں کمال لیاقت سے اپنی برأت ثابت فرماتے ہیں کہ مجھے نبوت ورسالت کا دعویٰ نہیں جس سے بحسب حدیث دجال ہونا لازم آئے۔اب رہیں وہ حدیثیں جو حضرت عیسیٰؑ کے القاب نبی اللہ اور رسول اللہ ثابت کرتی ہیں سو ان میں بھی انکار نہیں۔چنانچہ لکھتے ہیں:

اب اگر مثالی طور پر مسیح یا ابن مریم کے لفظ سے کوئی امتی شخص مراد ہو جو محدثیت کا مرتبہ رکھتا ہو تو کوئی بھی خرابی لازم نہیں آتی کیونکہ محدث من وجہ نبی ہوتا ہے مگر ایسا نبی ہے جو نبوت محمدی کے چراغ سے روشنی حاصل کرتا ہے اور اپنی طرف سے براہ راست نہیں بلکہ اپنے نبی کے طفیل سے علم پاتا ہے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۵۸۶)

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس حکیم مطلق نے اس عاجز کا نام آدم اور خلیفۃ اللہ رکھ کر اور انّی جاعل فی الارض خلیفۃ کی کھلی کھلی طور پر براہین احمدیہ میں بشارت دے کر لوگوں کو توجہ دلائی کہ تا اس خلیفۃ اللہ کی اطاعت کریں اور اطاعت کرنے والی جماعت سے باہر نہ رہیں اور ابلیس کی طرح ٹھوکر نہ کھائیں اور من شذّ شذّ فی النّار کی تحدید سے بچیں۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۹۵)۔

کیا اب بھی مسلمانوں کو اس بات میں شبہ ہو سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو کچھ لکھا ہے کہ:ان کو نہ ماننے والا دوزخی اور کافر ہے،

سب اختراع اور افتراء ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰جون ۱۹۳۲ء مطابق ۵صفر ۱۳۵۱ھ ص۴۔۵)

کتاب فیصلہ مرزا کی طلبی دمشق سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دمشق کے قریب ایک ضلع حیفا ہے۔اس کے ایک گاؤں: کبابیر، میں قادیانیوں نے ڈیرہ ڈال رکھا ہے۔وہاں سے وہ مختلف اوقات میں ابناء ملک میں اپنی اشاعت کرتے رہتے ہیں۔وہ لوگ بھی اس تحریک کا دستی اور قلمی جواب دیتے ہیں۔اسی اثنا میں انہوں نے ہمارا رسالہ فیصلہ مرزا (جس ایک حصہ عربی میں ہے اس کا نام فصل قضية القا ديا نی) پایا۔چونکہ وہاں کے علماء اردو نہیں جانتے،اور قادیانی تحریرات زیادہ اردو میں ہیں، اس لئے رسالہ مذکور نے بہت کام دیا چنانچہ ان کی طلبی کا ایک مسرت نامہ پہنچا جو ان کی مسرت کا اظہار کر رہا ہے

حضرة ا لا ما م العلا مة قمر الديار الهند يه قطب العلم و الدين فخر ا لاسلا م و المسلمين

مو لا نا ابی الو فاء ثنا ء الله الا مر تسری ادام الله فضا ئله و حر س شما ئله آ مين ۔

السلا م عليكم و ر حمة الله و بر كا ته ۔

اما بعد فقد كنت منذ اشهر خطيت بكتا بكم الكر يم و رسالتكم المفيدة فجزا كم الله عن ا لاسلا م و المسلمين خيراً كثيراً ۔آ مين ۔

فا نكم جا هد تم فی غلا م ا حمد القا ديا نی المر تد الملحد و جماعته من بعده جها داً كبيراً و دافعتم عن ا لاسلا م حق الدفاع و لقد افتخر نا بتلك الرسا لة التی هی من جملة مآثركم القيّمة الشهيرة و لا سيما فی قضيتی

التحكيم الذى انتهى بفوزكم ۔ و المباهلة التى انتهت بموت الخصم و قضاء الله عليه و على بدعته فالحمد لله على نصره و تائيده

هذا و ان تفضلتم بارسال اعداد من تلك الجوهرة الكريمة نشرناها و وزعناها على من سمعنا بهم من اتباع هذه البدعة و على من يجاديها او تجعلها من اخواننا انصار العلم و الدين ۔ الداعى مفتى الحنابله بدمشق

محمد جميل السلفى

مختصر ترجمہ:

آپ کا رسالہ فیصلہ مرزا ہم کو پہنچا جزاکم اللہ آپ نے مرزا قادیانی کے مقابلہ میں خوب جہاد کیا ہے ہم اس رسالہ پر فخر کرتے ہیں خصوصاً آپ کی فتح بذریعہ فیصلہ لودہانہ اور موت دشمن پر اللہ تعالی کا شکر ہے اور چند نسخے بھیجئے تا کہ ہم اپنے بے گانوں میں بانٹیں۔ والسلام۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۳۲ء ص ۴)

انعامی فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے قادیانی اخبار فاروق نے آواز اٹھا رکھی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلہ والے مضمون کو پیش گوئی ثابت کردو، تو تین سو روپیہ انعام دیں گے۔ امین انہوں نے ڈاکٹر منیر امرتسری احمدی کو بنایا۔ ہم نے منظور کیا۔

مگر اس گفتگو کے دوران میں اخبار فاروق قادیان کے راقم مضمون نے ایک چٹھی ڈاکٹر مذکور کی معرفت ہم کو بھیجی جو انہوں نے ہم کو نہ پہنچائی، تو ہم نے بقاعدہ محدثین ان کو عہدہ امانت سے تبدیل کر کے اور معززین شہر امرتسر کے نام بتادیئے اور منصفی کے لئے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو منظور کیا تھا۔ جس سے فاروق کے راقم مضمون کو سخت انکار ہے۔

اس میں شک نہیں کہ ایک دفعہ اس نے خلیفہ کو منصف ماننے سے اعراض کیا تھا تو ہم نے ان کی جگہ مولوی سرور شاہ کو پیش کیا تھا لیکن جب اس نے تسلیم کی اطلاع دی، تو ہم اپنی پہلی تجویز پر پھر رجوع ہو گئے۔

علاوہ اس دوران معاہدے میں فریقین کو تبدیلی کا اختیار رہوتا ہے۔ ہم نہیں سمجھتے کہ فاروق کی نیت اگر فیصلہ کرانے کی ہے تو اس میں نزاع کیا۔ مبلغات کے امین آخر لودہانہ میں بھی ایک معزز اہل حدیث تھے۔ یہ بھی کوئی بات محل نزاع نہیں۔ ہاں خلیفہ صاحب انکار کریں گے تو لاہور کے عربی دان پروفیسروں میں سے کوئی لیا جائے گا جن کے اسماء درج اہل حدیث ہو چکے ہیں۔

پس ہم اس تحریر کے بعد اپنے اسی بیان پر مستقل رہیں گے اور اس کے سوا کسی بات کو قبول نہ کریں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔ جون ۱۹۳۲ء مطابق ۱۲ اصفر ۱۳۵۱ھ ص ۴)

قلعہ نبوت مرزا پر گولہ باری

جناب مولوی صدیق احمدؒ، مدرس مدرسہ اسلامیہ عربیہ ڈھاکہ لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! دور ہذا میں مرزائیوں کا فتنہ اسلام کے حق میں کوئی معمولی فتنہ نہیں۔ اس لئے ان کے دھوکے اور فریب کے جال میں سادہ لوح مسلمان پھنس جاتے ہیں۔ اس لئے سخت ضرورت ہے کہ مدارس عربیہ میں خصوصیت کے ساتھ حضرات مدرسین مرزائیوں کے عقاید کفریہ سے طلبہ کو پوری واقفیت حاصل کرائیں اور ان کے فریبوں سے سیدھے سادے بے خبر مسلمانوں کو تقریراً و تحریراً خبردار کرتے رہیں۔ حضرات علماء اللہ اس طرف توجہ فرمائیں۔

ہمارے بنگالہ میں علماء کی عدم توجہ کی وجہ سے مرزائیوں کا فتنہ زہر ہلاہل کا کام کر گیا ہے۔ چنانچہ برہمن بڑیہ ضلع تپرہ کے چند نادان دوستوں کی اسی زہر سے عاقبت خراب ہو چکی ہے۔ لیکن خدا کا شکر ہے کہ

مدرسہ اسلامیہ عربیہ ڈھاکہ کے علماء نے اس طرف توجہ کی ہے چنانچہ مولانا عبدالحمید ناظم مدرسہ ہذا کے مرتبہ عقاید مرزا بزبان بنگلہ پمفلٹ کی صورت میں عنقریب شائع ہونے والے ہیں تائیدایزدی سے یہ کتاب اس پیمانہ کی ہوگی کہ ہر معمولی بنگلہ دان اس کو پڑھ کر قادیانی فتنہ سے اپنے ایمان اور اپنے احباب کے ایمان کی حفاظت کرتے ہوئے قادیانیوں سے باقاعدہ مناظرہ کرسکتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔جون ۱۹۳۲ء مطابق ۱۲صفر ۱۳۵۱ھ ص ۴)

مرزائی دوستو! خدا سے ڈرو

جناب مولوی محمد مہرالدینؒ، میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۲۳۰ میں مسلم شریف کی وہ حدیث جس میں دجال کا پانی برسانا اور مردے کو زندہ کرنا وغیرہ مذکور ہے، نقل کر کے لکھتے ہیں:

ایسے پر شرک اعتقادات انکے دلوں میں جمے ہوئے ہیں کہ ایک کافر حقیر کو الوہیت کا تخت وتاج سپرد کر رکھا ہے اور ایک انسان ضعیف البنیان کو اتنی عظمتوں اور قدرتوں میں خدائے تعالی کے برابر سمجھ لیا ہے۔

جس کا مطلب یہ ہوا کہ امام مسلم جن کے تدین پر اجماع امت ہے، انہوں نے یہ حدیث نقل کر کے تمام مسلمانوں کو مشرک بنادیا جس سے خود صرف مشرک ہی نہ بنے بلکہ مشرک بنانے والے۔اور نبی ﷺ پر نعوذ باللہ شرک کا الزام لگانے والے ٹھہرے کیونکہ اگر اس حدیث کے کوئی دوسرے معنی تھے تو ضرور تھا کہ اس معنی کی تصریح کر دیتے تاکہ مسلمان اس حدیث کو دیکھ کر مشرک نہ بنیں۔

پھر یہ روایت صرف مسلم ہی نے نہیں بلکہ اور بھی اکابر محدثین نے اس کو نقل کیا ہے غرض کہ یہ محدثین اور ان کے بعد کے کل مسلمان لوگ تو مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک قطعی مشرک ہیں اور چونکہ باتفاق محدثین مسلم کی اسناد کل صحیح ہیں اس لحاظ سے اس شرک کا سلسلہ بقول مرزا صاحب صدر تک پہنچے گا۔

اس مسلک میں مرزا صاحب کے مقتداء خوارج ہیں جنہوں نے حضرت علیؓ وغیرہ کی تکفیر میں کوتاہی نہ کی اور یہ الزام لگایا کہ آدمیوں کو انہوں نے خدا کے برابر کر دیا جو صراحتاً شرک ہے اور طرفہ یہ کہ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

غرض جیسا کہ خداتعالی کی یہ شان ہے کہ انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون اسی طرح یہی کن فیکون سے بقول ان کے دجال سب کچھ کر دکھائے گا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۳۹)۔

مطلب یہ کہ کن فیکون اس کیلئے جائز رکھنا شرک ہے اور خود اس کا رتبہ اپنے لئے تجویز کرتے ہیں کہ مجھے کن فیکون دیا گیا ہے یعنی جس معدوم کو چاہوں کن فیکون کہہ کر موجود کر سکتا ہوں۔

(افادہ۔ص ۵۳) ۔

اور یہ بھی فرماتے ہیں کہ اجابت دعا دی گئی ہے جو کچھ خدا سے مانگتا ہوں فوراً مل جاتا ہے۔ (افادہ حصہ اول۔ص ۳۴۵)

مگر ہائے افسوس نہ تو محمدی بیگم ملی اور نہ مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری ہی مرے اور خود بدولت اسی یاس وحسرت میں اپنے معبود سے شیخ سعدی کا شعر ذیل عرض کرتے ہوئے چلتے بنے

از تو بکو نالم کہ دگر داور نیست
وز دست تو ہیچ دست بالا تر نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔جون ۱۹۳۲ء مطابق ۱۲ صفر ۱۳۵۱ھ ص ۵)

پیدائش مرزا، اور تاریخ مرزا

جناب بابو حبیب اللہؒ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں؛

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے کتاب تاریخ مرزا میں بڑی تحقیق سے مرزا غلام احمد قادیانی کی سوانح

عمری لکھی۔قادیان کے اخبار فاروق میں مرزا قادیانی کی عمر کے متعلق اعتراض شائع ہوا ہے۔

اصل وجہ اس کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا الہام ہے کہ میری عمر ۷۵ سے ۸۵ سال کے درمیان ہوگی۔مولانا ثناء اللہ موصوف نے مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش ۱۸۴۰ء میں لکھی۔اس حساب سے الہام میں کمی ہوتی ہے۔اخبار فاروق کے نامہ نگار نے اس ضرورت کو سامنے رکھ کر پیدائش مرزا قادیانی دس سال پرے کو کھسکا دی تا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا الہام صحیح ہو جائے۔

حق بات یہ ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عمر ۷۴ سال سے کم ہوئی ہے۔اس پر میرے پاس بیس سے زیادہ دلیلیں ہیں،جن میں سے بطور نمونہ دو دلیلیں ذیل میں درج کرتا ہوں۔

دلیل اول:

۱۔کتاب البریہ کے صفحہ ۱۴۶ کے حاشیہ،رسالہ ریویو آف ریلی جنز جلد ۵ جون ۱۹۰۶ء ص ۲۱۹،اخبار بدر جلد ۳ نمبر ۳۰ مورخہ ۸۔اگست ۱۹۰۴ء صفحہ ۵،اخبار الحکم جلد ۱۵ نمبر ۱۹،و۲۰ مورخہ ۲۱۔۲۸ مئی ۱۹۱۱ء صفحہ ۴ اور کتاب حیاۃ النبی جلد اول مؤلفہ شیخ یعقوب علی تراب صفحہ ۴۹ پر مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ یوں درج ہیں:

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے۔

۲۔عسل مصفی طبع ۱۹۰۱ء،اسلامیہ سٹیم پریس لاہور کے صفحہ ۵۱۱ پر مرزا صاحب قادیانی کی بابت یوں لکھا ہے :

ان کا تولد ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوا۔

۳۔عسل مصفی کے صفحہ ۵۷۵ پر یوں لکھا ہے:حضرت مرزا کی ولادت باسعادت سکھوں کے آخری وقت میں یعنی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔

۴۔عسل مصفی حصہ دوم طبع ۱۹۱۴ء اللہ بخش سٹیم پریس قادیان کے صفحہ ۶۳۶ پر مرزا صاحب قادیانی کی نسبت یوں لکھا ہے کہ وہ :

ایک مانے ہوئے مصنف اور مرزائی فرقہ کے بانی تھے آپ کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی تھی۔

۵۔کتاب نور الدین کے صفحہ ۱۷۰ کی سطر ۱۱ میں ہے:

سنہ پیدائش حضرت مسیح موعود مہدی مسعود ۱۸۳۹ء

۶۔اخبار بدر جلد اول نمبر ا مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ صفحہ ۲ میں ہے :

آپ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں بمقام قادیان اسی مکان میں جہاں سکونت ہے توام پیدا ہوئے۔

۷۔اخبار الحکم ج ۸ نمبر ۴۳۔۴۴ مورخہ ۱۷۔۲۴ دسمبر ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۴ میں ہے:

آپ کی مبارک پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔

۸۔اخبار الحکم قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴۲۔۱۰ دسمبر ۱۹۰۶ صفحہ ۷،اخبار بدر قادیان جلد ۲ نمبر ۵۰۔۱۳ دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۵ میں ہے :

مرزا صاحب کا جنم ۴۰۔۱۸۳۹ء میں ہوا تھا۔(از رسالہ سرستی)

۹۔رسالہ محقق کے صفحہ ۳۸۹ اور براہین احمدیہ مطبوعہ ۱۹۰۶ء بدر پریس لاہور کے صفحہ ۶۰۔۶۱ پر لکھا ہے :

۱۸۳۹ء اور ۱۲۵۵ھ دنیا کی رواریخ میں بہت مبارک سال جس میں خدائے تعالی نے مرزا غلام مرتضی کے گھر قادیان....مہدی پیدا فرمایا۔

۱۰۔براہین احمدیہ کے صفحہ ۶۱ اور رسالہ محقق کے صفحہ ۳۹۰ پر ہے:

مسیح موعود کی ولادت اور رنجیت سنگھ کی موت کا ایک ہی سال میں واقعہ ہونا مرسلانہ نشانات کا مظہر ہوتا ہے مہاراجہ رنجیت سنگھ سکھی سلطنت کا تاج تھا جو مسیح موعود کے پیدا ہوتے ہی ۲۷ جون ۱۸۳۹ء کو گر کر خاک میں مل گیا۔

۱۱۔الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲ مورخہ ۶ جنوری ۱۹۰۸ صفحہ ۶ میں ہے:

الف ششم میں جو کہ ۱۲۷۰ھ کو ختم ہوا آپ کی پیدائش ہوئی (نہ کہ ماموریت) کیونکہ آپ کی ولادت ۱۲۵۵ھ کو ہوئی۔

۱۲۔رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۳ نمبر ۲۔۳ فروری مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۵۶ پر ہے :

چھٹا ہزار ضرور ۱۲۷۰ھ میں پورا ہوا حضرت مرزا ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔

۱۳۔تشحیذ الاذہان،فروری مارچ ۱۹۰۸ء صفحہ ۹۱ پر ہے:

آپ کی ولادت ۱۲۵۵ھ کو ہوئی۔

۱۴۔ پیغام صلح جلد ۱۱ نمبر ۳۷ مطابق ۲۱ جولائی ۱۹۲۳ء صفحہ ۱ کالم ۲ میں ہے:

اس فرقہ (احمدیہ) کے بانی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور پنجاب میں ایک گاؤں ہے آپ ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے۔

۱۵۔ اخبار پیغام صلح لاہور ۲۹ شوال و ۳ ذی قعد ۱۳۴۳ھ کے صفحہ ۹، رسالہ سوانح مسیح موعود کے صفحہ ۷ پر ہے:

۱۸۳۹ء، ۱۲۵۵ھ وہ مبارک سال ہے جب آپ کی پیدائش ہوئی۔

۱۶۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے تھے کہ

جب سلطان احمد پیدا ہوا، اس وقت ہماری عمر صرف سولہ برس کی تھی۔

(سیرۃ المہدی حصہ اول۔ص ۲۵۶)

اور جناب مرزا سلطان احمد ۱۹۱۳ء بکرمی یعنی ۱۸۵۶ء میں پیدا ہوئے تھے

(سیرۃ المہدی اول۔ص ۱۹۶۔۱۹۷)

پس جناب مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے

۱۷۔ اخبار وکیل جلد ۱۴ نمبر ۷ مورخہ ۷ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۸ کالم ۱ میں ہے:

مرزا غلام احمد صاحب ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں توام پیدا ہوئے۔

۱۸۔ کتاب مذاہب الاسلام کے صفحہ ۱۰۷ پر لکھا ہے:

مرزا غلام احمد کی پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔

۱۹۔ صوفی ابوعنایت الرحمٰن صاحب مالیرکوٹلوی، استفتاء لاثانی برقائلین ممات حضرت مسیح آسمانی، کے صفحہ ۱۵ پر لکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب قادیانی نے بموضع قادیان ضلع گورداسپور ۱۸۳۹ء میں پیدا ہو کر نزول اجلال فرمایا اور ۱۹۰۸ء میں دارفانی سے رحلت فرمائی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جولائی ۱۹۳۲ء مطابق ۲۶ صفر ۱۳۵۱ھ ص ۴۔۵)

قادیانی تصویر کا اصلی رخ

جناب منشی محمد عبداللہؒ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مختلف اور بڑھتے ہوئے دعاوی کا مجسمہ تین زمانوں میں ڈھلا ہے۔ شروع میں وہ ایک، عامی، مسلمان تھے۔ اس کے بعد ملہم مجدد بنے۔ پھر مسیح موعود، رسول اللہ، نبی اللہ کہلائے۔

اتباع مرزا، مرزا صاحب کے جملہ دعاوی کی تصدیق میں یہ کہتے ہیں کہ:

مرزا صاحب صحیح الاعتقاد مومن، خادم قرآن، محبّ رسول علیہ السلام، عاشق اسلام، دور حاضرہ میں سب سے اعلیٰ، اکمل بزرگ تر، ناشر و مبلغ اسلام و قرآن تھے۔ انہوں نے مختلف زبانوں میں قرآن پاک کے تراجم شائع کرنے کی تعلیم دی۔ اسی طرح غیر مسلموں میں تبلیغ اسلام کی ترغیب دی اور ایک ایسی منظّم جماعت پیدا کی جس نے سینکڑوں اہل یورپ کو حلقہ بگوش اسلام کیا، اور تمام ادیان پر تفوق اسلام ثابت کرنے کے لئے ایسے ایسے علمی، عقلی اصول وضع کئے کہ ان کی نظیر نہیں۔ وغیرہ

(خلاصہ مضمون اخبار پیغام صلح مصلح موعود نمبر و رسالت دعوت عمل و مجدد کامل وغیرہ)

ہم بفرض محال تسلیم کئے لیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ سب کچھ کیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ کیا مرزا صاحب قادیانی کے یہ اعمال و افعال ظاہری ان کے دعوی الہام وغیرہ کی سچائی پر دلیل بن سکتے ہیں ؟ اس کا جواب مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر ذیل سے ملتا ہے کہ:

> ظاہر ہے کہ محض عقلی دلائل مذہب کی سچائی کے لئے کامل شہادت نہیں ہو سکتے اور یہ ایسی مہر نہیں کہ کوئی جعل ساز اس کے بنانے پر قادر نہ ہو بلکہ یہ تو عقل کے چشمہ عام کی ایک گداگری متصور ہو سکتی ہے...

ایسا ہی ایک ظاہری راست باز کے لئے صرف یہ دعوی کافی نہیں کہ وہ خدائے تعالی کے احکام پر چلتا ہے...

ایسا دعوی تو قریباً ہر ایک شخص کر سکتا ہے کہ وہ خدائے تعالی سے محبت رکھتا ہے اور اسکا دامن تمام اقسام فسق و فجور سے پاک ہے مگر ایسے دعوی پر تسلی کیونکر ہو کہ فی الحقیقت ایسا ہی ہے۔ اگر کسی میں مادہ سخاوت ہے تو ناموری کی غرض سے بھی ہو سکتا ہے۔ اگر فسق و فجور سے کوئی بچ گیا تو تہید ستی بھی اس کا باعث ہو سکتی ہے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ محض لوگوں کے لعن طعن کے خوف سے کوئی پارسا طبع بن بیٹھے اور عظمت الہی کا کچھ بھی اس کے دل پر اثر نہ ہو۔ پس ظاہر ہے کہ عمدہ چال چلن اگر ہو بھی تاہم حقیقی پاکیزگی پر کامل ثبوت نہیں ہو سکتا..

لہذا حقیقی راست بازی کیلئے خدا تعالی کی شہادت ضروری ہے جو عالم الغیب ہے...

غرض بغیر امتیازی نشان کے نہ مذہب حق اور باطل میں کوئی کھلا کھلا تفرقہ پیدا ہو سکتا ہے اور نہ ایک راست باز اور مکار کے درمیان کوئی فرق بین ظاہر ہو سکتا ہے کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص دراصل بدچلن اور فاسق اور فاجر ہو، لیکن اس کی بدچلنیاں ظاہر نہ ہوں۔ پس اگر ایسی صورت میں وہ بھی راست بازی کا دعوی کرے جیسا کہ ایسے دعوی ہمیشہ دنیا میں پائے جاتے ہیں تو پھر خدائے تعالی کی طرف سے حقیقی راست باز کے لئے ایک چمکتا ہوا نشان ہے جس سے وہ.... یقیناً سمجھو کہ... حقیقی راست باز ضرور اپنے ساتھ امتیازی نشان رکھتا ہے اور اسی کا نام دوسرے لفظوں میں معجزہ اور کرامت اور خرق عادت امر ہے۔ (نصرۃ الحق از مرزا قادیانی۔ص ۴۸۔۵۰)

یہ حقانی تقریر جہاں احمدی بزرگوں کی تمام دلائل مذکورہ بالا کو مشکوک و مشتبہ ٹھہرا رہی ہے، وہاں جناب مرزا صاحب قادیانی کی تصویر کا اصلی رخ سامنے کر رہی ہے۔ یعنی یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کو ان کے اعمال و افعال و ان کے ظاہری دعاوی و خدمات اسلامیہ وغیرہ سے نہ جانچو بلکہ انہیں ان کے خارق عادت اخبار و معجزانہ افعال سے پرکھو۔ اسی کی تائید مرزا قادیانی کی عبارت ذیل سے بھی ہوتی ہے کہ:

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں۔

(اشتہار مرزا قادیانی۔۱۵ جولائی ۱۸۸۸ء)

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی منقولہ بالا عبارات سے مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا کذب وصدق جانچنے کو سب سے بڑھ کر ان کی پیش گوئیاں ہی دلیل ہیں۔سو ناظرین اہل حدیث کو مبارک ہو کہ اسی صحیح راستہ وسیدھی لائن کو سال ہا سال سے حضرت مجدد زمان، فاتح قادیان، شیر پنجاب، سردار اہل حدیث، مولانا ثناء اللہ اختیار کئے ہوئے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے رسائل مثل الہامات مرزا، نکاح مرزا، تعلیمات مرزا، مرقع قادیانی، شاہ انگلستان اور مرزا قادیان، شہادات مرزا وغیرہ میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متحدیانہ الہامات کی وہ دھجیاں اڑائی ہیں کہ تمام احمدی حضرات ان کے نام سے تھرّاتے اور کانپتے ہیں۔ناظرین کرام! کہہ دو مولانا ثناء اللہ زندہ باد ۔

میں حضرت مولانا محترم کو مخاطب کر کے اپنے قلبی جذبات کا بایں الفاظ دعائیہ اظہار کرتا ہوں :

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن پچاس ہزار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ص ۴۔۵)

حضرت مسیح موعود عیسی بن مریم کا حج کرنا

(اور مرزا قادیانی کا بغیر حج کے مرنا)

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرکؒ امرتسری لکھتے ہیں:

احادیث رسول ربانی:

صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۴۰۸،اور کتاب حجج الکرامۃ صفحہ ۴۲۹ پر ہے:

عن حنظلة الاسلمی قال سمعت ابو ہریرہ یحدث عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً او لیثنینھما

(ترجمہ: حضرت ابو ہریرہ نبی ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ حضور پرنور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات پاک کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، البتہ ضرور حضرت ابن مریم روحاء کی گھاٹی میں لبیک پکاریں گے، حج کی یا عمرہ کی یا قران کریں گے اور دونوں کی لبیک پکاریں گے ایک ہی ساتھ)۔ (نیز دیکھو کتاب العلم جلد ۳ صفحہ ۱۲۸۷)

۲۔ مسند احمد جلد دوم صفحہ ۲۴۰، ۲۷۲، ۵۱۳، ۵۴۰، اور تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲ پر ہے

عن حنظلة الاسلمی سمع ابا ہریرۃ قال قال رسول اللہ والذی نفس محمد بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً او لیثنینھما

(حضرت حنظلہ تابعی سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا کہ فرماتے تھے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا مجھے اس خدا کی قسم جس کے ہاتھ میں محمد کی جان ہے البتہ ضرور حضرت ابن مریمؑ روحاء کے راستے سے لبیک پکاریں گے حج کرتے ہوئے یا عمرہ، یا دونوں لبیک پکاریں گے ایک ہی ساتھ)

۳۔ مسند احمد جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، تفسیر ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۳۵، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۴۲، حجج الکرامة صفحہ ۴۲۹:

عن حنظلہ عن ابی ہریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ ینزل عیسی ابن مریم فیقتل الخنزیر و یمحوا الصلیب و تجمع لہ الصلوۃ و یعطی المال حتی لا یقبل و یضع الخراج و ینزل الروحاء فیحج منھا او یعتمراً او یجمعھما قال و تلا ابی ہریرۃ و ان من اھل الکتاب الا لیومنن بہ قبل موتہ و یوم القیامة یکون علیھم شھیداً

فزعم حنظلة انّ ابا ہریرۃ قال یومن بہ قبل موتہ عیسی فلا ادری ھذا کلہ حدیث النبی ﷺ او شیء قالہ ابو ہریرۃ

(ترجمہ: حضرت حنظلہ تابعی سے روایت ہے کہ حضور پرنور ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسی ابن مریم اتریں گے پس خنزیر کو قتل کریں گے اور صلیب کو مٹادیں گے اور ان کے واسطے نماز اکٹھی کی جاوے گی اور دے گا مال یہاں تک کہ اسے کوئی قبول نہ کرے گا اور خراج (جزیہ) کو بند کردیں گے اور روحاء میں تشریف لاویں گے پس اس جگہ سے حج کرینگے یا عمرہ یا دونوں کو اکٹھا کریں گے۔ حضرت حنظلہ راوی نے کہا اور حضرت ابوہریرہؓ نے آیت پڑھی ان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيدا۔
پس حنظلہ نے گمان کیا کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا کہ اہل کتاب ایمان لائیں گے حضرت عیسی کے ساتھ ان کے مرنے سے پہلے۔ پس میں نہیں جانتا کہ یہ سارا کلام نبی ﷺ کا ہے یا ابوہریرہ کا کلام ہے)

(احتساب قادیانیت سے: عن عطاء مولى ام حبيبه قال سمعت ابا هريرة يقول قال رسول الله ﷺ ليهبطن عيسى بن مريم حكما عدلا و اماما مقسطا و ليسلكن فجا حاجا او معتمرا و ليأتين قبرى حتى يسلم علىّ و لا ردن عليه يقول ابو هريرة اى بنى اخى ان رأيتموه فقولوا ابو هريرة يقرئك السلام۔ (مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۵ حجج الکرامہ ص ۴۲۹ درمنثور ج ۲ ص ۲۴۵ کنز العمال ج ۷ ص ۲۰۲، منتخب کنز العمال برحاشیہ مسند احمد ج ۶ ص ۵۵)۔

حضرت عطا تابعی سے روایت ہے کہ حضرت ابوہریرہؓ نے کہا حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا البتہ ضرور اترے گا حضرت عیسی بن مریم حاکم عادل ہوگا اور امام انصاف کرنے والا اور البتہ ضرور گذرے گا ایک راہ سے حج یا عمرہ کرتا ہوا، اور البتہ ضرور میری قبر پر تشریف لائے گا اور مجھے سلام کرے گا اور میں اسے جواب دوں گا۔ اور حضرت ابوہریرہ فرماتے ہیں کہ اے میرے بھتیجے اگر تم ان کو دیکھو تو کہو کہ ابوہریرہ آپ کو سلام کہتا ہے۔

۵۔ محدث ابویعلی نے حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو یوں فرماتے سنا ہے کہ قسم ہے اس ذات پاک کی کہ جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور حضرت عیسی بن مریم اتریں گے پھر میری قبر پر کھڑے ہوکر پکاریں گے کہ اے محمد ﷺ تو میں ان کو ضرور جواب دوں گا (امام جلال الدین سیوطی کے رسالہ انتباہ الاذکیا فی حیوۃ الانبیاء ص ۴۔۵... مجمع الزوائد ج ۸ ص ۲۱۴... روح المعانی ج ۲۲ ص ۲۳)

پیش گوئی از قاضی محمد سلیمان صاحب عالم رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

مشہور و معروف کتاب رحمۃ للعالمین کے مصنف حضرت مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری نے اپنی کتاب تائید الاسلام حصہ دوم مطبوعہ اسلامیہ پریس لاہور کے صفحہ ۱۲۴ پر تحریر فرمایا تھا:

مرزا صاحب کے مسیح موعود نہ ہونے پر حدیث حضرت ابو ہریرہؓ جو احمد اور ابن جریر کے نزدیک ہے شاہد ہے کہ حضرت مسیح مقام روحاء میں آکر حج وعمرہ کریں گے

میں نہایت جزم کے ساتھ بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیش گوئی کو سب صاحب یاد رکھیں۔

مرزائی دوستو! یہ ہے پیش گوئی کا صدق۔ نہ کہ تمہاری طرح کہا تھا کہ وہ میرے نکاح میں آئے گی ضرور آئے گی۔ جب نہ آئی تو کہہ دیا قیامت کو آئے گی۔

اقوال مرزا غلام احمد قادیانی

۱۔ کتاب ایام الصلح اردو صفحہ ۱۶۸۔۱۶۹ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ماسوا اس کے میں آپ لوگوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ اس سوال کا جواب دیں کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو کیا اول اس کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ مسلمانوں کو دجال کے خطرناک فتنوں سے نجات دے یا یہ کہ ظاہر ہوتے ہی پہلے حج کو چلا جائے۔ اگر بموجب نصوص قرآنیہ وحدیثیہ پہلا فرض مسیح موعود کا حج کرنا نہ دجال کی سرکوبی تو وہ آیات اور احادیث دکھلانی چاہییں تا ان پر عمل کیا جائے۔ اور اگر پہلا فرض مسیح موعود کا جس کے لئے وہ باعتقاد آپ کے مامور ہو کر آئے گا قتل دجال ہے، جس کی تاویل ہمارے نزدیک اہلاک ملل باطلہ بذریعہ حجج وآیات ہے تو پھر وہی کام پہلے کرنا چاہیے۔ اگر کچھ دیانت اور تقوی ہے تو ضرور اسکا جواب دو کہ مسیح موعود دنیا میں آکر پہلے کس فرض کو ادا کرے گا۔ کیا پہلے حج کرنا اس پر فرض ہوگا یا کہ پہلے دجالی فتنوں کا قصہ تمام کرے گا۔ یہ مسئلہ کچھ

باریک نہیں ہے صحیح بخاری یا مسلم کے دیکھنے سے اس کا جواب مل سکتا ہے اگر رسول اللہ ﷺ کی یہ گواہی ثابت ہو کہ پہلا کام مسیح موعود کا حج ہے تو ہم بہر حال حج کو جائیں گے ہر چہ باداباد۔ لیکن پہلا کام مسیح موعود کا استیصال فتن دجالیہ ہے تو جب تک اس کام سے ہم فراغت نہ کرلیں حج کی طرف رخ کرنا خلاف پیش گوئی نبوی ہے۔ ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا کیونکہ بموجب حدیث صحیح وہی وقت مسیح موعود کے حج کا ہوگا۔ دیکھو وہ حدیث جو مسلم میں لکھی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے مسیح موعود اور دجال کو قریب قریب وقت میں حج کرتے دیکھا۔ یہ مت کہو کہ دجال قتل ہوگا کیونکہ آسمانی حربہ جو مسیح موعود کے ہاتھ میں ہے کسی کے جسم کو قتل نہیں کرتا بلکہ وہ اس کے کفر اور اسکے باطل عذرات کو قتل کرے گا اور آخر ایک گروہ دجال کا ایمان لا کر حج کرے گا۔ سو جب دجال کو ایمان اور حج کے خیال پیدا ہوں گے، وہی دن ہمارے حج کے بھی ہوں گے۔ اب تو پہلا کام ہمارا جس پر خدا نے ہمیں لگا دیا ہے دجالی فتنہ کو ہلاک کرنا ہے۔ کیا کوئی شخص اپنے آقا کی مرضی کے برخلاف کام کرسکتا ہے۔،

نوٹ نمبرا: دجال سے مراد مسیحی پادری ہیں۔ کیا پادری مسلمان ہو کر مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ حج کو گئے۔

نوٹ نمبر۲۔ مرزا صاحب کے آسمانی نکاح نہ ہونے پر قادیان سے جواب نکلا تھا کہ منکوحہ مذکورہ کا خاوند سلطان محمد مرا نہیں تو نکاح کیسے ہو۔ اسی طرح عیسائی پادری ایسے سڑی ہیں کہ مسلمان نہیں ہوتے۔ پھر مرزا صاحب ان کو ساتھ کیسے لے جاتے۔ پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حج نہ کرنے کا گناہ پادریوں پر ہے جو اپنی ضد نہیں چھوڑتے۔

(اس مضمون کا ذیل کا حصہ احتساب قادیانیت جلد۳ سے نقل کیا جارہا ہے کیونکہ یہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں نہیں ہے۔ شائد بعد کا اضافہ ہے۔ بہاء)

ب: ایک شخص نے عرض کی کہ مخالف مولوی اعتراض کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد حج کو کیوں نہیں جاتے۔

فرمایا: یہ لوگ شرارت کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ دس سال مدینہ میں رہے صرف دو دن کا راستہ مکہ اور مدینہ میں تھا مگر آپ نے دس سال میں کوئی حج نہیں کیا، حالانکہ آپ سواری وغیرہ کا انتظام کرسکتے تھے

لیکن حج کے واسطے صرف یہی شرط نہیں کہ انسان کے پاس کافی مال ہو بلکہ یہ بھی ضروری ہے کہ کسی قسم کے فتنہ کا خوف نہ ہو وہاں تک پہنچنے اور امن کے ساتھ حج کرنے کے وسائل موجود ہوں۔

جب وحشی طبع علماء اس جگہ ہم پر قتل کا فتوی لگا رہے ہیں اور گورنمنٹ کا بھی خیال نہیں کرتے تو وہاں یہ لوگ کیا نہ کریں گے۔

لیکن ان لوگوں کو اس امر سے کیا غرض ہے کہ ہم حج نہیں کرتے۔ کیا اگر ہم حج کریں گے تو وہ ہم کو مسلمان سمجھ لیں گے اور ہماری جماعت میں داخل ہو جائیں گے اور ہمارے مرید ہو جائیں گے۔

اگر وہ ایسا لکھ دیں اور اقرار حلفی کریں تو ہم حج کر آتے ہیں۔ اللہ تعالی ہمارے واسطے اسباب آسانی کے پیدا کر دے گا تا کہ آئندہ مولویوں کا فتنہ رفع ہو ناحق شرارت کے ساتھ اعتراض کرنا اچھا نہیں ہے۔

یہ اعتراض ان کا ہم پر نہیں پڑتا بلکہ آنحضرت ﷺ پر بھی پڑتا ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ نے بھی صرف آخری سال حج کیا تھا (اخبار الحکم ۱۷۔ اگست ۱۹۰۷ء ص ۱۰۔ ملفوظات جلد ۹ ص ۳۲۴۔۳۲۵)

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی کی وفات ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء (۱۳۲۶ھ) کو ہوئی تھی اور بیت اللہ شریف کا حج مرزا قادیانی کو نصیب نہ ہوا۔ پس دیکھئے کہ کس طرح جناب قاضی محمد سلیمان صاحب کی پیش گوئی پوری ہوئی۔ مرزائی صاحبان غور کریں۔

مرزائیوں کی طرف سے جواب ناصواب

اور اس کی تردید

مرزائی: آپ ثابت کریں کہ آپ (مرزا قادیانی) کو فارغ البالی اور مرفع الحالی حاصل تھی جو حج کے لئے ضروری ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت فروری ۱۹۲۳ء ص ۲۸)

مسلمان: مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوی کے بعد ہزاروں لاکھوں روپئوں کی آمدنی ہوئی تھی، سنئیے اور غور سے سنئیے:

۱۔ اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپئے سے بھی زیادہ۔ (نزول المسیح۔ ص ۳۲)

۲۔ ہزار ہا کوس سے لوگ آتے ہیں اور ہزار ہا روپئہ سے مدد کرتے ہیں۔ (قادیانی اربعین نمبر ۲۔ ص ۴)

۳۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپئہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالیٰ جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دست گیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپئہ آچکا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۲۱۱)۔

مرزائی: سنئے آپ (مرزا) کو دنیا سے فارغ البالی تھی لیکن دین کے معاملہ میں آپ فارغ البال نہ تھے آپ نے دین کی خدمت کے لئے رات اور دن ایک کر دیا تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔فروری ۱۹۲۳ء ص ۲۹)

مسلمان: دین کی خدمت کرنا حج کرنے کے منافی نہیں ہے۔ دین کی خدمت کرنے والا، تقریریں کرنے والا، مخالفوں کے مقابل کتابیں لکھنے والا شخص بھی کر سکتا ہے۔ دیکھئے آپ کے مدمقابل مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر (جنہوں نے بیسیوں کتابیں عیسائیوں آریوں چکڑالویوں مرزائیوں نیچریوں کی تردید میں لکھی ہیں) دین کی خدمت تحریروں اور تقریروں سے کی ہے اور بیت اللہ کا حج بھی کیا ہے (باقی دارد)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۳۲ء مطابق ۱۰ ربیع الاول ۱۳۵۱ھ ص ۵۔۷)

(ذیل کا مضمون احتساب قادیانیت جلد ۳ سے نقل کیا جا رہا ہے کیونکہ اہل حدیث کے جس شمارے میں یہ درج ہوا ہوگا وہ مجھے نہیں ملا۔ بہاء)۔

ایک اعتراض

حضرت پیغمبر خدا ﷺ کی ایک حدیث (صحیح مسلم ج ۱ ص ۴۰۸ میں ہے) جس کے الفاظ یہ ہیں

و الذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحا حاجا او معتمرا او یثنیھما۔

یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں خدا کی قسم ہے جس کے قبضے میں میری جان ہے حضرت عیسیٰ بن مریم فج الروحا (مکہ و مدینہ کے درمیان) سے حج کا احرام باندھیں گے۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح موعود ضرور حج کریں گے یہاں تک کہ آنحضرت ﷺ نے ان کے احرام باندھنے کی جگہ بھی بتا دی جس کے دیکھنے سے یقین ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں یہ وقوعہ ضرور ہوگا یعنی حضرت مسیح موعود حج کریں گے مرزا قادیانی نے حج نہیں کیا۔ وجہ اس کی یہ بتائی ہے کہ ان کے حق میں امن نہ تھا لیکن حدیث شریف بتا رہی ہے کہ اگر مرزا قادیانی مسیح موعود ہوتے تو ان کے لئے ہر طرح خدا کے حکم اور پیغمبر ﷺ کی خبر سے راستہ صاف اور ہر طرح امن ہوتا۔ کیا خدا قادر و قیوم اس پر قادر نہیں کہ وہ اپنے مسیح موعود

کے لئے ہر قسم کی روکاوٹیں اٹھائے و هو علی كل شیء قدير (ریویو جلد ۲۳ نمبر ۹ ستمبر ۱۹۲۴ء ص ۲۰۔ حوالہ اخبار اہل حدیث یکم جون ۱۹۲۳ء

اللہ دتہ مرزائی مولوی فاضل کا جواب ناصواب

ناظرین! ابھی آپ پر منکشف ہو جائے گا کہ یہ اعتراض کس پایہ کا ہے:

جواب اول: مولوی ثناء اللہ نے و الذی نفسی بیده .. الخ

کو آنحضرت ﷺ کا قول قرار دے کر لکھا ہے کہ آپ ﷺ نے مسیح موعود کا یہ نشان قرار دیا ہے حالانکہ معاملہ بالکل دگرگوں ہے۔ الفاظ اس حدیث کے صراحتاً بتلاتے ہیں کہ یہ آنحضرت ﷺ ہی کے الفاظ نہیں۔ چنانچہ مکمل حدیث یوں ہے:

عن حنظلة الاسلمی قال سمعت ابا هريره يحدث عن النبی ﷺ قال و الذی نفسی بيده ليهلن ابن مريم بفج الروحاء حاجا او معتمرا او يثنيهما۔

جس کے اس جگہ مناسب عبارت یہ معنی ہیں کہ حنظلہ اسلمی بیان کرتے ہیں کہ میں نے ابو ہریرہؓ کو آنحضرت ﷺ سے باتیں بیان کرتے سنا۔ ابو ہریرہ نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے مسیح ضرور فج الروحاء سے احرام حج یا عمرہ یا قران باندھیں گے۔ گویا حضرت ابو ہریرہؓ نے یہ کلمات مندرجہ آنحضرت ﷺ سے نقل نہیں کئے بلکہ دیگر بیانات سے استنباط کر کے انہوں نے اپنی طرف سے بطور قیاس بیان کئے ہیں۔ پس جب یہ الفاظ حضرت ابو ہریرہؓ کے اپنے الفاظ ہیں تو امرتسری کی بنیاد ہی سرے سے اکھڑ جاتی ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۲۴ء ص ۲۰)

اقول: ۱:

حنظلة الاسلمی قال سمعت ابا هريرة عن النبی و قال و الذی نفسی بيده ليهلن ابن مريم بفج الروحا حاجا او معتمرا او ليثنيهما

(صحیح مسلم اول ص ۴۰۸) حضرت حنظلہ اسلمی سے روایت ہے کہ میں نے حضرت ابو ہریرہؓ سے سنا کہ وہ حضرت نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے تھے کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا مجھے اس ذات کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ

ضرورت حضرت ابن مریم روحاء کے راستے سے احرام حج یا عمرہ یا قران باندھیں گے

قادیانی مولوی فاضل کی لیاقت علمی ملاحظہ ہو، لکھتا ہے

یہ آنحضرت ﷺ ہی کے الفاظ نہیں۔

پھر لکھتا ہے: ابو ہریرہ نے کہا کہ مجھے اس ذات کی قسم ہے۔

گویا حضرت ابو ہریرہ نے یہ کلمات مندرجہ آنحضرت ﷺ سے نقل نہیں کئے۔، یہ الفاظ ابو ہریرہؓ کے اپنے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ الفاظ و الذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مر یم حضرت ابو ہریرہؓ کے اپنے الفاظ نہیں بلکہ آنحضرت ﷺ کے الفاظ ہیں (دیکھو صحیح بخاری جلد اول ص ۴۹۰ پر لکھا ہے)

ان سعید بن مسیب سمع ابا هر یره قا ل قا ل رسو ل الله و ولذی نفسی بیده لیو شکن ان ینز ل فیکم ابن مر یم .. الحدیث ۔تحقیق سعید تابعی نے حضرت ابو ہریرہ صحابی سے سنا کہ اس نے کہا کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ ضرور تم میں حضرت ابن مریم نازل ہوں گے۔

اس حدیث نبوی کے الفاظ ہیں

و الذی نفسی بیده لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مر یم ۔

مسلم شریف جلد ا صفحہ ۴۰۸ پر الفاظ ہیں

و الذی نفسی بیده لیهلن ابن مر یم ۔

پس یہ الفاظ حدیث نبوی کے ہیں۔

اب رہا کہ ابن مریم سے کیا مراد ہے تو سورہ المومنون آیت ۵۰

و جعلنا ابن مر یم و امه آ یة و آ و ینا هما الی ر بوة ذا ت قرار و معین

اور کیا ہم نے حضرت ابن مریم کو اور اس کی ماں کو نشانی اور ان دونوں کو پناہ دی تھی ایک اونچی جگہ پر جو جائے قرار تھی اور جہاں پانی جاری تھا۔

اور سورہ زخرف آیت ۵۷ و لما ضر ب ابن مر یم مثلا ۔

اور جب حضرت ابن مریم مثال کے طور پر بیان کیا گیا۔

صاف ظاہر کرتی ہے کہ ابن مریم سے مراد حضرت عیسی بن مریم ہیں کسی صحیح حدیث نبوی یا اقوال صحابہ وتابعین میں یہ نہیں آیا ہے کہ ایک مثیل مسیح پیدا ہوگا۔

۲۔کسی نے کہا کہ دروغ گورا حافظہ نباشد، مولوی اللہ دتا جالندھری مرزائی مولوی فاضل نے رسالہ ریویو بابت ماہ ستمبر۱۹۲۴ء ص۲۰ پر صحیح مسلم کی اس روایت کے حدیث نبوی ہونے سے انکار کیا ہے اور اخبار الفضل مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷ میں اس روایت کو حدیث نبوی قرار دیتے ہیں ایک اور عجیب بات سنئے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت ستمبر۱۹۲۴ء ص۲۰ پر حدیث نبوی کے الفاظ بفج الرو حا ء کا ترجمہ فج الروحا سے، کیا ہے۔اور اخبار الفضل مورخہ ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷ کالم ۲ پر لکھا ہے:

نیز عربی زبان کے لحاظ سے لیھلن بفج الرو حا ء کا ترجمہ فج الروحاء سے، غلط ہے بلکہ فج الروحا میں، چاہیے۔

۳۔ عن حنظلة الا سلمی انی سمع ابا ھر یرہ یقول قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مر یم من فج الرو حا بالحج او العمرة او لییثنیھما (مسند احمد چھاپہ مصری ج۲ ص۲۷۲)

حضرت حنظلہ تابعی سے روایت ہے کہ اس نے سنا حضرت ابو ہریرہ صحابی سے کہ وہ کہتے تھے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا مجھے اسچا اللہ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ ضرور حضرت ابن مریم روحا کے راستے احرام حج یا عمرہ یا قران باندھیں گے

۴۔ عن ابی ھر یرة ان رسول اللہ ﷺ قال لیھلن عیسی بن مر یم بفج الروحاء بالحج او العمرة او لیثنیھما جمیعا

(مسند احمد جلد ۲ ص ۵۱۳ . نیز دیکھو مسند احمد ج ۲ ص ۵۴۰)

ان دونوں حدیثوں میں الفاظ ہیں: قال ... ان رسول اللہ قال

پس قادیانی مولوی فاضل کی تحریر سراسر غلط ثابت ہوئی

قادیانی: اگر بالفرض یہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی علامت قرار بھی دی جائے تو اسی مسلم اور بخاری کی دوسری

حدیث کو ساتھ ملانے سے نہ صرف مسیح ہی ہی کی علامت حج کرنا بتائی گئی ہے بلکہ دجال ملعون کے لئے بھی ایسا ہی حج طواف ثابت ہوتا ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۲۴ص ۲۲)

مسلمان: حدیث نبوی کے الفاظ یہ ہیں: و انی ا لليل عند الكعبة فی المنام۔ اور مجھ کو خواب میں ایک رات معلوم ہوا کہ میں کعبے کے پاس ہوں۔ صحیح بخاری ج اص ۴۸۹

اور دوسری حدیث کے الفاظ ہیں:

قا ل بينما انا نا ئم ثم اطو ف بالكعبة۔ فرمایا میں خواب میں کعبے کا طواف کرتا تھا

ان دونوں حدیثوں میں حضور پرنور ﷺ نے اپنا خواب مبارک بیان کیا ہے اس واسطے شارحین حدیث نے اس حدیث کی تعبیر و تاویل کی ہے مگر (صحیح مسلم ج اص ۴۰۸۔ مسند احمد ج ۲ص ۲۴۰، مستدرک حاکم ج ۲ص ۵۹۵ پر) جو حدیثیں حضرت مسیح ابن مریم کے حج کے بارے میں آئی ہیں ان میں حضور ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا۔

مرزائیوں کی طرف سے جواب ناصواب اور اس کی تردید

مرزائی: آپ ثابت کریں کہ آپ (مرزا قادیانی) کو فارغ البالی اور مرفع الحالی حاصل تھی جو حج کے لئے ضروری ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت فروری ۱۹۲۳ء ص ۲۸)

مسلمان: مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوی کے بعد ہزاروں لاکھوں روپیوں کی آمدنی ہوئی تھی، سنیئے اور غور سے سنیئے

۱۔ اور مالی فتوحات اب تک دو لاکھ روپئے سے بھی زیادہ۔ (نزول المسیح۔ ص ۳۲)

۲۔ ہزار ہا کوس سے لوگ آتے ہیں اور ہزار ہا روپیہ سے مدد کرتے ہیں۔ (اربعین نمبر ۲۔ ص ۴)

۳۔ مجھے اپنی حالت پر خیال کر کے اس قدر بھی امید نہ تھی کہ دس روپیہ ماہوار بھی آئیں گے مگر خدا تعالی جو غریبوں کو خاک میں سے اٹھاتا ہے اور متکبروں کو خاک میں ملاتا ہے اس نے ایسی میری دست گیری کی کہ میں یقیناً کہہ سکتا ہوں کہ اب تک تین لاکھ کے قریب روپیہ آچکا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۱۱)۔

۴۔ اگرچہ منی آرڈروں کے ذریعہ ہزار ہا روپے آچکے ہیں مگر اس سے زیادہ وہ ہیں جو خود مخلص لوگوں نے آکر دیئے اور جو خطوط کے اندر آئے نوٹ آئے اور بعض مخلصوں نے نوٹ یا سونا اس طرح بھیجا جو اپنا نام بھی ظاہر

نہیں کیا اور مجھے اب تک معلوم نہیں کہ ان کے نام کیا یا ہیں۔ (حقیقۃ الوحی ص ۲۱۱ حاشیہ)

۵۔ اور اس وقت سے آج تک دو لاکھ سے زیادہ روپیہ آیا اور اس قدر ہر ایک طرف سے تحائف آئے کہ اگر وہ سب جمع کیئے جاتے تو کئی کوٹھے ان سے بھر جاتے۔ (حقیقت الوحی۔ص ۲۴۲)

۶۔ اور کئی لاکھ روپیہ آیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۲۴۲۔ خزائن جلد ۲۲ ص ۳۵۵)

مرزائی: سنئے آپ (مرزا) کو دنیا سے فارغ البالی تھی لیکن دین کے معاملہ میں آپ فارغ البال نہ تھے آپ نے دین کی خدمت کے لئے رات اور دن ایک کر دیا تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ فروری ۱۹۲۳ء ص ۲۹)

مسلمان: دین کی خدمت کرنا حج کرنے کے منافی نہیں ہے۔ دین کی خدمت کرنے والا، تقریریں کرنے والا، مخالفوں کے مقابل کتابیں لکھنے والا شخص بھی کر سکتا ہے۔ دیکھئے حنفی علماء میں سے جناب مولانا مولوی محمد اشرف علی صاحب چشتی تھانوی اور مولانا مولوی احمد علی صاحب قادری لاہوری جناب مولانا مولوی احمد رضا خان قادری بریلوی اور اہل حدیث میں سے جناب قاضی محمد سلیمان اور جناب مولوی مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری (جنہوں نے ستر کے قریب کتابیں عیسائیوں آریوں مرزائیوں نیچریوں اور چکڑالوں کی تردید میں لکھی ہیں) نے دین کی خدمت تحریروں اور تقریروں سے کی ہے اور حج بیت اللہ کا بھی ادا کیا ہے؛ دیکھئے آپ کے مدمقابل مولوی ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر (جنہوں نے بیسیوں کتابیں عیسائیوں آریوں چکڑالویوں مرزائیوں نیچریوں کی تردید میں لکھی ہیں) دین کی خدمت تحریروں اور تقریروں سے کی ہے اور بیت اللہ کا حج بھی کیا ہے

(باقی دارد)

مرزائی: مخفی نہ رہے کہ آپ (مرزا) کے نزول کی غرض جو قرآن مجید و احادیث میں بتائی گئی ہے صلیبی مذہب کا دلائل سے پاش پاش کرنا اور دین اسلام کا ادیان باطلہ پر غالب کر کے دکھانا ہے اس لئے آپ پر لازم ہی یہی تھا کہ آپ اس اہم کام کی طرف پہلے متوجہ ہوتے (ریویو آف ریلی جنز فروری ۱۹۲۴ء ص ۲۹)

مسلمان: قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے پتہ لگتا ہے کہ حضرت محمد ﷺ نے صلیبی مذہب کو دلائل سے پاش پاش کیا ہے اور یہود و مشرکین عرب کے عقائد کی خوب تردید کی ہے اور بیت اللہ شریف کا حج بھی کیا ہے مرزا قادیانی کو حج نصیب نہ ہوا۔

مرزائی: قرآن مجید واحادیث صحیحہ سے حضرت مرزا قادیانی کا مسیح موعود اور ابن مریم ہونا اظہر من الشمّس ہے اور دوسری طرف سے حدیث سے ثابت ہیوتا ہے کہ آپ مسیح موعود نہیں ہیں کیونکہ آپ نے حج نہیں کیا تو یہ حدیث بوجہ معارض ہونے قرآن مجید مجید اور احادیث صحیحہ کے ساقط عن الاعتبار ہے اس لئے قابل قبول نہیں ہوسکتی کیونکہ جو حدیث قرآن مجید کے مخالف و معارض ہو اس کے متعلق آنحضرتﷺ کا فیصلہ ہے کہ اس کو رد کرو۔

(ریویو آف ریلی جنز فروری ۱۹۲۲ء ص ۲)

مسلمان: مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ، میں مسیح موعود ہوں (نزول المسیح ص ۹۴۸) اس کی تشریح مرزا قادیانی نے یوں کی ہے کہ:

مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعوی نہیں اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے (اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۱ مجموعہ اشتہارات۔ ج ا ص ۲۳۰، عسل مصفی ج ۲ ص ۵۲۸)

اس کے علاوہ مرزا قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے:

اس مسیح کو ابن مریم سے ہر ایک پہلو سے تشبیہ دی گئی ہے۔ (کشتی نوح ص ۴۹)۔

میں کہتا ہوں کہ قرآن مجید کی کسی آیت قطعیۃ الدلالۃ نص صریح اور کسی حدیث صحیح مرفوع متصل میں کسی مثیل مسیح کے آنے کی کوئی خبر نہیں ہے۔ مثیل مسیح کے الفاظ کسی صحیح حدیث مرفوع یا موقوف میں نہیں آئے آنحضرتﷺ نے کبھی یہ نہیں فرمایا کہ ایک مثیل مسیح اس امت میں سے آئے گا البتہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ نبویہ میں الفاظ عیسی، مسیح ابن مریم، عیسی بن مریم، مسیح ابن مریم، اس نبی و رسول کے لئے آئے ہیں جن کی والدہ ماجدہ حضرت مریم صدیقہ تھیں۔ جو بن باپ پیدا ہوئے تھے جن پر انجیل اتری تھی صحاح ستہ مسند احمد کنز العمال اور مشکوۃ وغیرہ کتب احادیث میں تیس یا اس سے زیادہ حدیثوں میں مسیح موعود کے آنے کی خبر دی گئی ہے مگر الفاظ مسیح ابن مریم، عیسی بن مریم، ابن مریم، مسیح، عیسی، روح اللہ عیسی آئے ہیں۔ اور یہ الفاظ یأتی مثیل المسیح منکم، آنحضرتﷺ نے نہیں فرمائے،۔ جب بنیاد ہی پکی نہیں تو عمارت کب کھڑی ہوسکتی ہے۔ اگر حضرت مسیح وفات یافتہ ہوتے تو آنحضرتﷺ ان کے آنے کی خبر نہ دیتے اور مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں ہیں۔ اور آپ کو ان کے ساتھ ہر ایک پہلو سے تشبیہ بھی نہیں ہے۔

مرزائی: یہ حدیث صحیح مسلم کتاب الحج میں مذکور ہے تمام الفاظ یہ ہیں:

و الذی نفسی بیده لیهلم ابن مر یم بفج الرو حا حا جا او معتمرا او لیثنیهما ۔ ان الفاظ میں کہیں مذکور نہیں کہ، بعد نزول یہ واقعہ ہوگا یا آمد ثانی میں وہ حج کریں گے۔ (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷)

مسلمان: اور آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے: کلا می یفسر بعضه بعضا کہ میرے کلام کے بعض حصے دوسرے بعض کی تفسیر کرتے ہیں۔ (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷)

سو ذرا غور سے سنئے کہ:

عن حنظلة عن ابی هر یرة قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ینزل عیسی بن مر یم فیقتل الخنز یر ویمحوا الصلیب و تجمع له الصلوة و یعطی المال حتی لا یقبل و یجع الخرا ج و ینزل الرو حا ء فیحج منها او یعتمر و یجمعهما قا ل و تلا ابو هر یرة ان من اهل الکتا ب ا لا لیو منن به قبل مو ته فز عم حنظلة ان ابا هر یرة قا ل یؤمن قبل مو ت عیسی فلا ادری هذا کله حدیث النبی و او شیء قا له ابو هر یرة۔ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۹۰)

اس حدیث نبوی سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم بعد نزول حج کریں گے

مرزائی: حضرت ابو ہریرہؓ اس کے راوی ہیں اور الفاظ حا جا او معتمرا او لیثنیهما میں، یا یا کے تکرار سے اس کی محفوظیت ظاہر ہے۔ (الفضل ایضا ص ۷ کالم ۱)

مسلمان: ذرا اپنے گھر کی بھی خبر لیجئے کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ خزائن ج ۲۱ میں ہے:

اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسّی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔

مرزائی: حدیث نبوی کا ہرگز یہ منشا نہیں کہ مسیح موعود فج الروحا سے احرام باندھیں گے اور یہ بات بعد نزول من السماء ہوگی۔ اگر یہ مطلب ہوتا تو اس حدیث میں کوئی لفظ تو ایسا ہوتا جو آمد ثانی یا بعد نزول پر صراحتاً یا اشارۃ دلالت کرتا نیز عربی زبان کے لحاظ سے لیهلن بفج الرو حا کا ترجمہ فج الروحا سے غلط ہے بلکہ فج الروحا

میں، ہو نا چاہیے۔ اگر حضرت ﷺ کا منشاء مبارک یہ ہوتا کہ فج الروحا سے تلبیہ شروع کریں گے یا کرتے ہیں تو من فج الرو حا فرماتے ۔(الفضل ۱۹مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷ کالم نمبر۲)

مسلمان :الف: امام نووی نے لکھا ہے: و ھذا یکو ن بعد نزو ل عیسی من السماء فی آ خر الز ما ن (شرح صحیح مسلم ج ۲ ص ۴۰۸)

ب ۔احمد بن حنبل نے ابو ہریرہ سے روایت بیان کی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ابن مریم اترے گا اور خنزیر کو قتل کرے گا اور صلیب کو محو کرے گا اور نماز اس کیلئے جمع کی جائے گی اور مال دیگا لیکن قبول کوئی نہیں کرے گا اور خراج اٹھادے گا اور روحا میں اترے گا اور وہاں سے حج یا عمرہ کرے گا یا دونوں کو جمع کرے گا

(مرزائیوں کی مشہور کتاب عسل مصفی حصہ اول ص ۲۰۶ پر بحوالہ تفسیر روح المعانی ج ۳ ص ۲۱۳، کنز العمال ج ۷ ص ۲۲۸)

پس ثابت ہوا کہ حضرت عیسی بن مریم نزول فرمانے کے بعد حج کریں گے

ج ۔دوسرے اعتراض کا جواب یہ ہے کہ حدیث نبوی میں مـن فج الرو حا ء بھی آیا ہے جیسا کہ (مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲) پر ہے

عن حنظلة ا لا سلمی انه سمع ابا هر یرة یقول قا ل رسو ل الله ﷺ و الذی نفسی بیده لیهلن ابن مر یم من فج الرو حا ء بالحج او العمرة او لیثنیهما

مرزائی: حضرت خلیفۃ المسیح اول (نوردین) اس کی تطبیق یوں فرماتے تھے کہ اس حدیث میں مضارع بمعنی ماضی استعمال ہوا ہے جیسا کہ عربی زبان میں استعمال ہوتا ہے اور اس سے مراد آنحضرت ﷺ کا وہ کشف ہے جس میں آپ نے حضرت موسی اور حضرت یونس کو حج کرتے ہوئے دیکھا ہے ویسے ہی ان میں حضرت عیسی بھی آپ نے احرام باندھے ہوئے دیکھا ہے (رسالہ ریویو بابت اپریل ۱۹۲۴ء۔ ریویو بابت ماہ فروری ۱۹۲۳ء ص ۳۴، الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷)

مسلمان: بے شک (مشکوۃ ص ۵۰۸ باب بدء الخلق وذکر الانبیاء فصل اول میں) حضرت ابن عباس سے بحوالہ صحیح مسلم ایک روایت آئی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے وادی ارزق میں حضرت موسی کو اور وادی ہرشئے میں حضرت یونس کو لبیک کہتے ہوئے دیکھا ہے مگر یہ آپ نے کشفی حالت میں دیکھا جیسا کہ الفاظ قـال کـأنـی انظر الی

موسی (گویا میں دیکھتا ہوں حضرت موسیٰ کی طرف) اور الفاظ قال کأ نی انظر الی یو نس (فرمایا گویا میں دیکھتا ہوں حضرت یونس کی طرف) اس پر دال ہیں۔ مگر (صحیح مسلم جلد اول۔ ص ۴۰۸، مسند احمد ج ۲ ص ۲۷۲، ۲۹۰، ۵۱۳، ۵۴۰، مستدرک حاکم ج ۲ ص ۵۹۵ کنز العمال۔ ج ۱۴ ص ۶۱۹ حدیث نمبر ۳۹۷۲۶) کسی جگہ یہ الفاظ نہیں ہیں۔ قال کأ نی انظر الی عیسی ۔ پس حضرت موسیٰ کلیم اللہ اور حضرت یونس نبی اللہ کا واقعہ پیش کرنا صحیح جواب نہیں ہے۔

قادیانی: آنحضرت ﷺ نے جس طرح وادی رزقا سے گذرتے ہوئے حضرت موسیٰ کو حج کے لئے جاتے دیکھا ثنیہ ہرشے میں حضرت یونس کو لبیک کہتے سنا ایسا ہی حضور نے فج الروحا سے گذرتے ہوئے حضرت مسیح کو لبیک کہتے سنا اور ذکر فرمایا جسے راوی نے مسلم شریف کے مندرجہ بالا الفاظ میں ذکر کیا ہے۔ اس صورت میں حدیث مذکور کے صحیح لفظی معنی بغیر کسی تاویل کے یہ ہوں گے کہ بخدا ابن مریم فج الروحا میں حج یا عمرہ یا ہر دو کے لئے لبیک لبیک کہتے ہیں۔ (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷)

مسلمان: آنحضرت ﷺ نے فرمایا کلا می یفسر بعضه بعضا کہ میرے کلام کے بعض حصے دوسرے بعض کی تفسیر کرتے ہیں (الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۲۹ء ص ۷) مسند احمد اور مستدرک حاکم میں جو روایتیں آنحضرت ﷺ سے اس بارے میں آئی ہیں وہ ثابت کرتی ہیں کہ قادیانی مولوی کا ترجمہ صحیح نہیں ہے۔ حضرت عیسیٰ ابن مریم نزول مسیح کے بعد حج کریں گے (کنز العمال ج ۱۴ ص ۶۱۹ حدیث ۳۹۷۲۶ منتخب کنز العمال ج ۶ ص ۵۶۔ حجج الکرا مة ص ۴۲۳) حدیث نبوی ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم آسمان سے اتریں گے لطف کی بات یہ ہے کہ خود مرزا قادیانی نے (اپنی کتاب حمامۃ البشری ص ۸۸۔۸۹ خزائن ج ۷ ص ۳۱۲ پر) یہ حدیث نقل کی ہے مگر الفاظ: من السماء نقل نہیں کئے ہیں اس جگہ مرزا قادیانی نے امانت سے کام نہیں لیا ہے اور قرآن مجید میں اللہ نے فرمایا ہے؛ و ما کان لنبی ان یغل یعنی کسی نبی کے لئے یہ جائز نہیں کہ خیانت کرے۔ اس معیار کی رو سے مرزا قادیانی اپنے دعووں میں جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

مرزائی: فج کے معنی راستہ کے ہیں اور روحاء سے مراد راحت والا یعنی آرام کا راستہ مراد اسلام ہے یعنی مسیح موعود اسلام کے راستہ میں کمر باندھے گا۔ عمرہ اور حج میں آپ نے تردد ظاہر کیا ہے۔ یعنی آیا مسیح کے ذریعہ جلالی تکمیل ہوگی یا جمالی یا دونوں جمع کرے گا۔ جمالی اور جلالی دونوں رنگ میں آئے گا۔ اول یہ ایک آنحضرت ﷺ کا کشف

ہے جو تعبیر طلب ہے ...پس آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ جب مسیح ابن مریم آئے گا تو اس پر خدا تعالی کی طرف سے فیوض وانوار نازل ہوں گے اور اسے علم لدنی عطا کیا جائے گا اور اسرار شریعت اس پر کھولے جائیں گے جس کی وجہ سے کوئی مخالف آپ پر غالب نہیں آسکے گا اور آپ کے ذریعہ سے دین اسلام کا ادیان باطلہ پر غلبہ ظاہر ہوگا اور آپ کو دو بیماریاں ہوں گی جیسا کہ حدیث میں ان بیماریوں کو دو زرد چادروں سے تعبیر کیا گیا ہے (ریویو بابت ماہ فروری ۱۹۲۳ء ص ۳۵۔۳۶۔ج ۲۲ شمارہ ۲)

مسلمان: مرزا مولوی کے الفاظ ہیں: جمالی اور جلالی دونوں رنگت میں آئے گا۔مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اب اسم محمد کی تجلی ظاہر کرنے کا وقت نہیں۔یعنی اب جلالی رنگ کی کوئی خدمت باقی نہیں کیونکہ مناسب حد تک وہ جلال ظاہر ہو چکا ہے سورج کی کرنوں کی اب برداشت نہیں اب چاند کی ٹھنڈی روشنی کی ضرورت ہے اور وہ احمد کے رنگ میں ہو کر میں ہوں ....اور کوئی شخص زمین پر ایسا نہ رہا کہ مذہب اسلام کے لئے اسلام پر جبر کرے اس لئے خدا نے جلالی رنگ کو منسوخ کر کے اسم احمد کا نمونہ ظاہر کرنا چاہا یعنی جمالی رنگ دکھلانا چاہا سو اس نے قدیم وعدہ کے موافق اپنے مسیح موعود کو پیدا کیا جو عیسی کا اوتار اور احمدی رنگ میں ہو کر جمالی اخلاق کو ظاہر کرنے والا ہے۔(اربعین نمبر ۴ ص ۱۷ خزائن ج ۱۷ ص ۴۴۵۔۴۴۶)

۲۔صحیح مسلم اور مسند احمد میں ...حدیث نبوی میں الفاظ و الذی نفسی بیدہ آئے ہیں اور مرزا قادیانی حدیث نبوی و اقسم باللہ ما علی الا رض من نفس منفوسة یأتی علیها مأة سنة و هی حیة یومئذ ۔پر بحث کرتے ہوئے تحریر فرماتے ہیں؛ اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء ہے ورنہ قسم میں کون سا فائدہ ہے۔(حمامۃ البشری مترجم ص ۴۳ حاشیہ خزائن ج ۷ ص ۱۹۲)

میں کہتا ہوں کہ صحیح مسلم شریف اور مسند احمد شریف کی روایتوں میں قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبریں ظاہری معنوں پر محمول ہیں نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثناء ہے۔

(منقول از احتساب قادیانیت ج ۳ ص ۳۸۸)

۳۔مباحثہ مرزائیاں

لاہور سے مشرق میں مغل پورہ کے قریب ایک مقام گجن ہے اس میں ۱۷ جولائی کو مرزائیوں سے اہل حدیث کا مناظرہ ہوا۔ وفات مسیح۔ختم نبوت۔صداقت مرزا کے مضامین تھے۔مضامین ثلاثہ میں مولوی احمد دین،مولوی نورالٰہی گھرجاکھی اور مولوی عبدالرحیم مبلغ کانفرنس اہل حدیث نے مناظرہ کیا۔صدارت مولانا ابراہیم میر کی تھی ۔مولانا ثناءاللہ بھی موجود تھے

(اہل حدیث ۲۲ جولائی ۱۹۳۲ء ص ۱۶)

مرزا صاحب قادیانی کا مبلغ علم

بضمن نکاح محترمہ محمدی بیگم

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹیؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۲۳ میں کہا ہے کہ :

نکاح فسخ ہوگیا تاخیر میں پڑ گیا۔

فسخ ، بوقت تکلم، وجود نکاح چاہتا ہے۔اور تاخیر (بوقت تکلم)،اس کے عدم کو۔اور ایک ہی امر میں وجود و عدم کا تصور ہماری سمجھ سے بالا ہے۔اگر نکاح فسخ ہوگیا تو تاخیر کا وعدہ باطل و غیر متصور ہے۔اور اگر تاخیر میں پڑ جانا صحیح ہے تو فسخ کیا ہوا؟ کیونکہ فسخ عدم بعد وجود کے مرتبے میں اور تاخیر وجود بعد عدم کو چاہتی ہے۔

اس سے صاف ظاہر ہے مدعی ہمہ دانی جناب مرزا غلام احمد قادیانی علم منطق سے کورے تھے۔عوام کی تفہیم کے لئے اس کی توضیح یوں ہے کہ فسخ نکاح سے یہ مراد ہے کہ وہ منعقد ہو جانے کے بعد کسی سبب سے ٹوٹ جائے۔تو جب حقیقت واقعہ یوں ہی ہے ابھی محترمہ محمدی بیگم جناب مرزا قادیانی کے نکاح میں نہیں آئیں تو فسخ کیا ہوا؟

اور تاخیر کے معنی یہ ہیں کہ وہ تاریخ جو نکاح کے لئے مقرر تھی وہ بڑھا دی گئی جس سے صاف ظاہر

ہے کہ ابھی نکاح نہیں ہوا۔

ایک ہی امر کے متعلق یہ کہنا کہ کہ وہ ہوکر قائم نہ رہا، اور یہ بھی کہنا کہ وہ آئندہ کو ہوگا، کس طرح صحیح ہے؟

اس کے جواب میں اگر یہ کہا جائے کہ فسخ کی خبر اس نکاح کے متعلق ہے جو حسب تحریر مرزا قادیانی، آسمان پر پڑھا تھا۔ اور تاخیر کا وعدہ اس نکاح کی بابت ہے جو دنیا پر پڑھا جانے والا تھا۔ تو گزارش ہے کہ جو نکاح آسمان پر پڑھا گیا تھا وہی تو عالم دنیا میں ظہور پذیر ہوا تھا۔ جب وہ فسخ ہوگیا تو اس کی نسبت تاخیر کی توقع دلانے کے کیا معنی؟ اور اگر ابھی تاخیر کا وعدہ درست تھا تو وہ فسخ کیسے ہوگیا کیونکہ وہ اسی صورت میں درست رہ سکتا ہے جب وہ عالم تقدیر میں ثابت رہے یہ وہ منطقہ ...ہے جو مرزا صاحب کو محترمہ محمدی بیگم کے نکاح کی خواہش اور انتظار واضطراب کی طرح نہ اس کروٹ آرام لینے دے نہ اس کروٹ چین سے لیٹنے دے

اسباب فسخ نکاح۔ شریعت مطہرہ میں یہ ہیں۔

۱۔ شوہر ایسا نادار ہو کہ بیوی کے اخراجات واجبہ کے لئے کفاف نہ رکھتا ہو۔

۲۔ شوہر عنین ہو۔

سوم۔ ایسا ظالم ہو کہ زدوکوب عدم خبر گیری وغیرہ سے بیوی کی زندگی تنگ رکھتا ہو۔

۴۔ شوہر اسلام سے برگشتہ ہوجائے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نادار نہیں تھے۔ سیالکوٹ والی نوکری کے بعد وہ خود کو رئیس قادیان لکھا کرتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی کے ہاں ۱۸۸۶ء کے بعد بھی اولاد ہوتی رہی۔

کیا وہ ظالم تھے؟ خدا کہتا ہے لا ینا ل عھدی الظا لمین ۔یعنی میرا عہد (نبوت) ظالموں کو نہیں ملتا۔

کیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسلام سے برگشتہ ہوگئے تھے؟

جو لوگ انہیں مسیح موعود وغیرہ کہتے ہیں، کیونکر اس بات کا اقرار کرسکتے ہیں۔ تو پھر فرمایئے کہ نکاح فسخ کیونکر ہوا؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اگست ۱۹۳۲ء مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۲۔۵ ملخصاً)

محبت نامہ بخدمت مولوی محمد علی لاہوری

معرفت انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور

(ایک مطبوعہ اشتہار)

جناب مولوی صاحب!

میں نے دسمبر گذشتہ کے مہینہ میں بموقع سالانہ جلسہ احمدیہ لاہور ایک مودت نامہ آپ کی خدمت میں بھیجا تھا ۔جس کا مضمون یہ تھا کہ میں اور آپ عمر کی آخری منزل میں ہیں، اسی طرح اور بھی ہمارے احباب سفر آخرت کے قریب ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ مرزا صاحب قادیانی کے دعوی کے متعلق ہم ایک جا بیٹھ کر گفتگو کریں۔

اس گفتگو کا موضوع ہو گا۔مرزا صاحب کا آخری فیصلہ۔،

جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہو، وہ سچے سے پہلے مر جائے گا۔

میں جہاں تک سمجھتا ہوں میں نے اپنا ما فی الضمیر بتانے میں کمی نہ کی تھی مگر آپ کی اور آپ کی جماعت کی طرف سے میرے خلاف متعدد جواب نکلے جن کو دیکھ کر مجھے خیال ہوا کہ شاید آپ لوگوں کو میری غرض سمجھنے میں غلط فہمی ہوئی اس لئے آج مکرر دلی اخلاص سے آپ کو متوجہ کرتا ہوں۔

میں اس مودت نامہ کے ذریعہ کسی تحریری مباحثہ کا دروازہ کھولنا نہیں چاہتا تھا کیونکہ یہ تو عرصہ سے جاری ہے بلکہ میری دلی غرض یہ تھی کہ لاہور ایک علمی مرکز ہے اس میں ہر طرح کے تعلیم یافتہ، ہر طرح کے معزز چوٹی کے لوگ رہتے ہیں۔ممبران کونسل ممبران انجمن حمایت اسلام۔ممبران انجمن اہل حدیث۔ممبران انجمن احمدیہ قادیان، اور لاہور۔ججان ہائی کورٹ وغیرہ ممبران بلدیہ علماء کرام صوفیاء عظام پروفیسران۔وغیرھم کو دعوتی کارڈ بھیجے جائیں مکان گفتگو حبیبہ ہال یا کوٹھی میاں عبد العزیز صاحب بیرسٹر یا جو آپ تجویز کریں۔گفتگو نہایت شریفانہ ہو گی آپ چونکہ ایک تبلیغی جماعت کے سردار ہیں آپ سے امید ہے کہ آپ اس مجلس کو بلحاظ تبلیغ

بسا غنیمت سمجھیں گے۔ یہ تھی میری غرض۔

آپ نے اور آپ کی جماعت نے میری اس غرض کو یا تو سمجھا نہیں یا کسی خاص وجہ سے ٹھکرا دیا ہے۔ آپ لوگوں نے میری تردید کے دلائل چھاپنے شروع کر دیئے خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک طویل رسالہ شائع کر دیا جس کا جواب ادھر سے رسالہ مرقع قادیانی میں دیا گیا۔

میں اس پر خاموش ہو رہتا لیکن ۱۷ جولائی کو ایک چو ورقہ اشتہار آپ کی انجمن کی طرف سے میری نظر سے گذرا جس میں وہی مناظرانہ طریق اختیار کیا گیا ہے جو میری غرض نہ تھی۔ آپ لوگوں کے سارے جوابات سے یہ بات بخوبی سمجھ میں آتی ہے کہ آپ اپنی تائید اور میری تردید میں قوی دلائل رکھتے ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ وہی دلائل یکجا کر کے بالمشافہ بیان کریں جن سے دو فائدے ہوں گے:

۱۔ آپ کی طرف سے تبلیغ اور اتمام حجت ہو جائے گا۔

۲۔ اور ہماری طرف سے شکریہ۔ ممکن ہے ہدایت یاب بھی ہوں۔

امید ہے میری اس غرض کو ملحوظ رکھ کر جواب با صواب سے مسرور فرمائیں گے۔ آپ میری درخواست منظور فرمانے پر تیار ہیں یا نہیں۔

راقم: خادم دین اللہ ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اگست ۱۹۳۲ء مطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۴)

<u>دونوں میں سچا کون؟ نبی یا امتی</u>

قادیان کے ماہوار رسالہ ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۳۲ء میں ساری دنیا کے مسلمانوں کی تازہ مردم شماری ۶۹ کروڑ ۶۰ لاکھ ۷ ہزار ۶ سو ۳۳ بتائی ہے (ص ۱۳)۔

اور مرزا صاحب قادیانی (تقریباً تیس سال پہلے) حاشیہ تحفہ گولڑویہ۔ صفحہ ۶۷ پر لکھ چکے ہیں:

تحقیقات کی رو سے صحیح تعداد مسلمانوں کی نوّے کروڑ صحت کو پہنچی ہے۔

اب بتاؤ سچا کون ہے؟ اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز یا مرزا قادیانی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اگست ۱۹۳۲ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۴)

قادیان کا سہ صد انعام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا اخبار اہل حدیث امرتسر ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء سے یہ سلسلہ چلا ہے کہ قادیانی اخبار فاروق نے اعلان کیا تھا کہ مولوی ثناء اللہ، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات سے آخری فیصلہ والے اشتہار کو پیش گوئی ثابت کر دیں گے، تو ہم اس کو تین سو روپیہ انعام دیں گے۔

اس پر شرائط میں گفتگو ہوتی رہی۔ جس کی تفصیل وقتاً فوقتاً ناظرین کی نظر سے گذرتی رہی۔ زیادہ اختلاف تقرر منصف میں تھا۔

ہماری تجویز تھی کہ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان منصف ہوں۔ فریق ثانی اس سے پہلو بچاتا رہا اب اخیر میں اس نے ہمارے اس بیان پر بڑے زور سے لکھا ہے:

لعنة الله علی الکاذبین۔ میرے ایمان و اعتقاد اور تجربہ کے ماتحت خلیفہ صاحب سے بڑھ کر اس وقت دنیا میں کون منصف ہوسکتا ہے؟ (اخبار فاروق قادیان ۷۔ اگست ۱۹۳۲ء ص ۶)

ہمیں کچھ ضرورت نہیں کہ ہم اس ضمنی گفتگو میں وقت ضائع کریں کیونکہ فریق ثانی مان گیا ہے کہ خلیفہ صاحب قادیان سے اچھا انصاف کرنے والا کوئی نہیں۔

جب وہ بھی خلیفہ صاحب کو بہترین منصف مانتے ہیں تو ہم معاہدہ کی عبارت لکھ دیتے ہیں۔ فریق ثانی بھی اس پر دستخط کر کے خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش کر دیں، یا دستخط شدہ عبارت ہمیں بھیج دیں ہم مع اپنی مطبوعہ تحریر کے خلیفہ صاحب کے پاس بھیج دیں۔ وہ عبارت یہ ہے:

ہم میں سے ایک فریق (ابوالوفاء ثناء اللہ) کہتا ہے کہ مرزا صاحب نے آخری فیصلہ والے اعلان میں سچے جھوٹے کے مرنے کی پیش گوئی کی تھی۔ دوسرا فریق (....) کہتا ہے کہ حضرت مرزا کے کسی اشتہار میں مولوی ثناء اللہ یہ

پیش گوئی لفظاً یا معناً یا مفہوماً دکھادے تو تین سو روپیہ انعام ہم سے لے

اس امر کے تصفیہ کے لئے ہم فریقین خلیفہ صاحب قادیان کو منصف مانتے ہیں خلیفہ صاحب مدعی کا بیان سن کر ....اس نزاع میں .....ناطق ہوگا۔ کسی فریق کو...انکار کرنے یا اس پر اعتراض کرنے کا حق نہ ہوگا؛

العبد ابوالوفاء ثناء اللہ مدعی، العبد.... (زیر نظر اخبار کا کاغذ کرم خوردہ ہے۔ بعض الفاظ موجود نہیں۔ بہاء)۔نوٹ: غالباً اب ابتدائی مرحلہ کوئی نہیں رہا اس لئے یہ امید بے جا نہ ہوگی کہ فریق ثانی بھی فیصلہ کرانے پر متوجہ ہوں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۴)

قادیانی اور لاہوری مرشد بھائیوں سے خطاب

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حضرت عیسی علیہ السلام کا صلیب پر چڑھ کر زخمی ہونا طب کی کتابوں سے ثابت کرتے ہیں کہ مرہم عیسی اسی واسطے بنایا گیا تھا۔ اور حق تعالی جو فرماتا ہے کہ وما صلبوہ یعنی عیسی کو کسی نے سولی پر نہیں چڑھایا، اس کی کچھ پرواہ نہیں۔ سبحان اللہ۔ قرابادین سے قرآن شریف کو ردّ کرتے ہیں عیسائیوں کی کتابوں سے خود ہی نقل کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ سولی پر مر گئے اور ان کی لاش دفن کی گئی اور جو قصہ خود نے تراشا ہے اس میں بھی یہی ہے کہ سولی سے اتارنے کے بعد وہ گڑبڑ میں بھاگ گئے۔ بہرحال ان مواقع میں کس نے ان پر رحم کھا کر مرہم لگایا؟ اور کس ہسپتال میں وہ زیر علاج رہے۔ اور اگر خود ہی نے وہ نسخہ تجویز کیا تھا، تو وہ بھی کسی تاریخی کتاب سے لکھ دیتے۔ مگر ایسا نہ کیا اور بغیر کسی ثبوت کے قرآن کریم کو ردّ کر رہے ہیں اور لکھتے ہیں:

قولہ۔ فاسئلوا اھل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔یعنی اگر تمہیں ان بعض امور کا علم نہ ہو جو تم میں پیدا ہوں، تو اہل کتاب کی طرف رجوع کرو اور ان کی کتاب کے واقعات پر نظر ڈالو تا کہ

اصل حقیقت تم پر منکشف ہو جائے۔(ازالہ اوہام۔ص ۶۱۶)

اوران کتابوں کی توثیق اس طرح کی جاتی ہے:

ہمارے امام المحدثین اسماعیل صاحب اپنی صحیح بخاری میں بھی لکھتے ہیں کہ ان کتابوں میں کوئی لفظی تحریف نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۷۳)

یہ اس موقعہ میں لکھا جہاں ان کو انجیل سے استدلال کرنا تھا، اور جب یہ الزام دیا گیا کہ انجیلوں میں ہے کہ حضرت عیسی آسمان پر زندہ اٹھائے گئے تو وہی اہل الذکر جن سے واقعات سابقہ کا پوچھنا قرآن کی رو سے فرض ٹھہرایا تھا مردود الشہادۃ قرار دیئے گئے۔چنانچہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مسیح کا آسمان کی طرف اٹھائے جانا انجیل کی کسی عبارت سے ہرگز نہیں ثابت ہوسکتا اور جنہوں نے اپنی اٹکل سے بغیر رؤیت کے کچھ لکھا ہے ان کے بیانات میں علاوہ اس خرابی کے ان کا بیان چشم دید نہیں اس قدر تعارض ہے کہ ایک ذرہ ہم ان سے شہادت کے طور پر نہیں لے سکتے۔

(ازالہ اوہام۔ص ۴۷۷)

اور ضرورۃ الامام میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایسی غلطیاں حواریین کی سرشت میں تھیں۔(ضرورۃ الامام،ص ۱۵)

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

یہ انجیلیں مسیح کی انجیلیں نہیں اسی وجہ سے باہمی اختلاف ہے۔ (ضرورۃ الامام۔ص ۱۴)

لیجئے وہی کتابیں جن کی نسبت تحریف کا لفظ ناگوار تھا اور قرآن سے ثابت کیا تھا کہ عیسائیوں سے پوچھا جائے کہ انجیلوں میں کیا لکھا ہے، انہی کی نسبت یک دم یہ کہا جاتا ہے کہ وہ مردود الشہادۃ اور غلط بیانوں کے خیالات ہیں۔اس خودغرضی کی کوئی انتہاء بھی ہے جو جی چاہتا ہے قرآن کے معنی ٹھیرا لیتے ہیں۔

ان لوگوں کے استدلالات کا حال بعینہ ایسا ہے جیسے کسی مجلس میں ایک مولوی صاحب نے کوئی واقعہ بیان کیا، جو ظاہراً غیر مربوط سا تھا۔اس بیان پر ایک شاعر صاحب نے ہنس کر یہ شعر پڑھا تھا:

چه خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایھا الساقی ادر کاساً و ناولھا

مولوی صاحب نے بگڑ کر کہا، کیسا غلط پڑھتے ہو۔ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ ایک مصرعہ چھوٹا ایک بڑا ہے اس پر شاعری کا دعوی ہے۔

شاعر نے کہا: حضرت مجھے تو ایسا ہی یاد ہے، صحیح آپ ارشاد فرمائیں۔

مولوی صاحب نے کہا، خیر ہم ہی صحیح بتائے دیتے ہیں:

چه خوش گفت است سعدی در زلیخا

الا یا ایھا الساقی ادر کا

شاعر نے کہا: ادرکا، چہ معنے دارد

مولوی صاحب نے کہا، عربی پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ ادر، امر کا صیغہ ہے، اور، ک خطاب کا۔ جو اشباع کی وجہ سے، ادرکا، پڑھا جاتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ اے ساقی پیالہ کے دور کرانے میں کیا لگا ہے، اپنے کو پھیر اور ادھر متوجہ کر

شاعر نے کہا کہ دیوان حافظ میں تو اس مصرعہ میں یہ ہے ،اد ر کا ساً و نا و لھا

مولوی صاحب نے کہا۔ سبحان اللہ ترجمہ کا بھی آپ کو خوب سلیقہ ہے۔ کیا سعدی کے معنی حافظ اور زلیخا کے معنی دیوان ہیں جو دیوان حافظ کا حوالہ دیا جاتا ہے۔ شاعر تو یہ خبر دے رہا ہے کہ سعدی نے زلیخا میں یہ مصرعہ لکھا ہے، اور آپ کہتے ہیں کہ دیوان حافظ میں ایسا نہیں ہے، نہ ہوا کرے۔

شاعر نے کہا، کیا سعدی نے زلیخا بھی لکھی ہے۔

مولوی صاحب نے کہا کیا سعدی کو زلیخا لکھنا منع تھا۔

شاعر نے کہا اگر لکھی ہے تو وہ زلیخا کہاں ہے؟

مولوی صاحب نے کہا، کیا ساری دنیا کی کتابیں آپ کے شہر میں موجود ہیں یا آپ نے سب کا مطالعہ کر لیا ہے اور صرف وہی ایک باقی رہ گئی ہے۔

شاعر نے کہا، حضرت آپ یہ خیال نہیں فرماتے کہ یہ شعر کس موقع پر پڑھا جاتا ہے۔ جب کوئی بے ربط بات کہی جائے تو مضحکہ کے طور پر پڑھتے ہیں جس سے .. یہ بات کہنا منظور ہوتا ہے کہ وہ بات ایسی ہے جیسا اس شعر کا مضمون۔

مولوی صاحب نے کہا یہ آپ کا خیال ہے مضحکہ.... جب کوئی دل چسپ بات سنتے ہیں تو ....اس کی داد دیتے ہیں کہ ادھر متوجہ ہو کر پھر فرمایئے۔ جناب اتنا تو خیال کر لیجئے کہ یہ شعر حد تواتر کو پہنچ گیا ہے ہزاروں ذی علم اس کو پڑھتے ہیں اور یہ خبر دیتے ہیں کہ یہ مصرعہ سعدی نے اپنی زلیخا میں لکھا ہے۔ کیا وہ سب جھوٹے ہیں؟ کیا ان میں کسی نے بھی سعدی کی زلیخا کو نہ دیکھا ہوگا۔ آپ کی عقل پر افسوس ہے۔

الغرض شاعر صاحب سے کچھ نہ بن پڑی اپنا سا منہ لے کر رہ گئے اور آخر یہی کہنا پڑا کہ شاید ایسا ہی ہوگا۔

کلام اس میں ہے کہ ساڑھے تیرہ سو برس سے جو بات بلا خلاف ہم تک پہنچی اور جس پر ہر مکان وزمان کے اہالیان اسلام اہل الرائے شہادت دیا کئے اور کسی کو اس میں کلام نہ تھا، مرزا صاحب قادیانی نے باتیں بنا کر جہلاء کو دام میں پھنسالیا۔ بعض متزلزل بھی ہو گئے رفتہ رفتہ ایک علیحدہ جماعت بھی قائم کر لی۔

باتباع مرزا صاحب ان کے امتی ہمہ تن متوجہ ہو کر اپنی پوری ذکاوتیں مسئلہ وفات مسیح میں صرف کر رہے ہیں جس سے جاہلوں کے اعتقاد ضرور متزلزل ہو گئے اور یہ کوئی نہیں سمجھتا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جب اپنے لئے منصب عیسویت تجویز کر رہے ہیں اور اس کا مدار انہی خدشات پر ہے، تو ان کی غرض اس سے متعلق ہوئی۔ اور خود غرضی کی کاروائی عقلاً قابل التفات ہو سکتی ہے یا نہیں؟ پھر جب ان کا مقصود یعنی ان کی عیسویت کسی دلیل سے ثابت نہ ہو سکے تو حضرت عیسی کی موت وحیات میں گفتگو سے کیا فائدہ؟

ان کو ضرور تھا کہ اپنی عیسویت بدلائل ثابت کرتے اور جب وہ بدلائل ثابت ہو جاتی تو عیسی کی موت خود ہی ثابت ہو جاتی۔ کیونکہ مسیح موعود تو ایک ہی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ ان کی موت ثابت ہونے سے مرزا صاحب قادیانی کی عیسویت ثابت ہو جائے۔ اس لئے کہ یہ ضرور نہیں کہ عیسی کے مرتے ہی مرزا صاحب قادیانی ہی عیسی بن جائیں۔ آخر مرزا صاحب بھی اس کے قائل نہیں کہ عیسی کی وفات ۱۳۰۰ھ میں ہوئی اور وہ ان کے جانشین ہوئے۔ اور یہ بات بھی کسی دلیل سے ثابت نہیں ہو سکتی کہ ایک عیسی کے مرنے کے بعد

دوسرے عیسے کے نکلنے کی اس قدر مدت مقرر ہے۔

الحاصل مرزا صاحب قادیانی مدعی عیسویت تھے اپنا دعوی مع شرائط ولوازم ثابت کرنا ان کے ذمہ تھا ہمیں کوئی ضرورت نہیں کہ اپنے دین میں طے شدہ اجماعی مسئلہ حیات مسیح کو از سر نو ثابت کریں۔ البتہ بحسب قواعد مناظرہ ہمارا حق اور کام یہ ہوگا کہ مدعی کے دلائل میں بحسب موقع وضرورت جرح کریں۔ فافہم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۴-۶)

امت مرزا میں ایک جدید نبی

(ہندو، سکھ، مسلمان، عیسائی انگریز اور اسٹاف اخبار زمین دار وغیرہ خبر دار)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب نے چونکہ نبوت کا دروازہ کھولا ہوا ہے پہلا فیض اس کا ان کی امت کو ملنا چاہیے تھا۔ اسی لئے قادیان سے ایک دفعہ یہ آواز نکلی تھی کہ:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے خادموں میں انبیاء عظام پیدا ہوں گے (الفضل قادیان)

اس آواز کی صداقت یوں ہے کہ ایک نبی تو خود قادیان میں پیدا ہوا جس کا نام احمد نور رسول اللہ کابلی، ہے دوسرا رسول عبداللطیف گناچور ضلع جالندھر پنجاب میں ہوا۔ تیسرا مولوی عبداللہ تیما پور ریاست حیدر آباد دکن میں ہوا۔ اب چوتھا رسول جدید پنجاب کے ضلع راولپنڈی میں بمقام چنگاں بنگیال تحصیل گوجر خان ظاہر ہوا۔ یہ آخری نمبر چہارم رسول پروپیگنڈہ کرنے میں مرزا صاحب کے نقش قدم پر خوب چل رہے ہیں یعنی مہینے میں ایک دوبار تبلیغی ٹریکٹ موسومہ زلزلہ نکال چھوڑتے ہیں جن کو کوئی سمجھے یا نہ سمجھے مگر ان کا اصول یہ ہے:

کس بشنود یا نشود من گفتگوئے میکنم

آپ اپنے سلسلہ میں ہم کو خاص طور پر مخاطب کرتے ہیں اور بار بار یہی فرماتے ہیں کہ آخری فیصلہ کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بہشت میں زندہ ہیں۔ زندگی کا ثبوت یہ ہے کہ مجھے وہی الہام کرتے ہیں۔ تمہارا خیال کہ وہ مر گئے ہیں غلط ہے۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ ہمارے مضامین درج اخبار کیا کرو تو ہم اخبار اہل حدیث امرتسر کے خریدار بنے رہیں گے۔

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: جواباً قلمی ہے کہ چونکہ آپ کی نبوت، قادیانی نبوت کی فرع ہے اس لئے آپ پہلے قادیانی خلافت سے اپنی تصدیق کرائیے پھر ہم سے درخواست اشاعت کیجئے کیونکہ وائسرائے کی تصدیق جب تک گورنمنٹ گزٹ میں نہ ہو رعایا اس کی اطاعت کیا کرے گی۔

خیر یہ تو ایک قانونی بات ہے آپ نے ایک قلمی چٹھی میں اپنے دو نشان بتائے ہیں جو انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہیں:

خدا نے مجھے اردو میں خبر دی ہے مسیح قادیانی کی باتوں کو جو نہیں مانیں گے ...سال کے اندر اندر ان کے ...مٹا دیئے جائیں گے۔

کیا انگریز بھی اس وعید میں داخل ہیں کیونکہ انگریزوں کی حکومت کی خدمت ....نے باوجود ان کے منکر مرزا ہونے کے اتنی کی ہے کہ پچاس الماریاں ان تحریروں سے بھر گئیں (جل جلالہ)

رہے ہندو، سکھ، عیسائی اور مسلمان خاص کر سٹاف زمین دار لاہور، سوان کی بچت کی صورت وہی ہے جو استاد مومن خان نے کہا ہے:

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

دوسرا الہامی نشان یہ ہے کہ:

آج مورخہ ۹۔ اگست ۱۹۳۲ء کو مجھے خدا تعالیٰ نے آئندہ بنگال کے متعلق الفاظ ذیل میں اطلاع فرمائی ہے: بنگال میں طوفان تجربہ کرلیں۔ اعلم یا اخی ان ھذا وحی من اللہ تعالی۔

(ایم ایم فضل احمد احمدی القادیانی)

ہم اس الہام کی دل سے تصدیق کرتے ہیں کیونکہ اپنی گولائی میں بالکل مرزا صاحب کے الہاموں کے مشابہ اور مثیل ہے چنانچہ نمونہ اس کا یہ الہام ہے:

تخرج الصّدور الی القبور۔(حقیقۃ الوحی)(بڑے بڑے لوگ قبروں میں چلے جائیں گے)

یہ الہام ایسا سچا ہے کہ اس نے اپنی سچائی ثابت کرنے کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مولوی نورالدین صاحب بھیروی جیسے صدور کو بھی نہ چھوڑا بلکہ بہشتی مقبرہ میں دفن کر ڈالا۔

اسی طرح جدید نبی کا الہام بھی ضرور سچا ہوگا کیونکہ یہ زمان و مکان کی قید سے بالکل آزاد ہے۔یعنی بنگال میں کس جگہ طوفان آئے گا اور کب آئے گا، اس قید سے آزاد ہے۔گویا ہمارا خیال بلکہ گمان ہے کہ یہ طوفان بصورت عذاب، شائد برہمن پڑیہ میں آئے گا۔جہاں بنگالی احمدیت کا مرکز ہے لیکن ہم بھی حسب منشاء صاحب الہام یقیناً اس کو مقید نہیں کرتے۔

ایسے الہامات کی تصدیق میں کسی من چلے نے اچھا کہا ہے

این کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

ہماری طرف سے قادیانی تحریک کی نگرانی کے لئے ضلع وار گورنر مقرر ہیں۔ضلع راولپنڈی کے گورنر حافظ فضل الرحمٰن ہیں۔اس لئے ہم ان کو متنبہ کرتے ہیں کہ جدید نبی قادیانی کی خدمت گذاری کے لئے مع اپنے سٹاف تیار ہو جائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۱۵)

ایک نبی کی پیش گوئی متعلق موجودہ سیاست

(یونین جیک دس سال تک لہرائے گا)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے ہندوستان میں سیاسیات کا زور شور ہوا ہے کئی ایک دفعہ پیش گوئیاں ہوئی ہیں۔کبھی سوراج ملنے کی۔کبھی گاندھی جی کے چھوٹنے کی۔سب سے آخری پیش گوئی وہ تھی جو لاہور کے پرجوش کانگریسی اخبار پرتاپ ۱۹۔مارچ ۱۹۳۲ء میں نکلی تھی کہ:

۲۷ جولائی ۱۹۳۲ء کو گاندھی جی رہا کئے جائیں گے پھر گرفتار نہ ہونگے (مقولہ جوتشی)

یہ تو سب یکے بعد دیگرے غلط ہو گئیں، لیکن آج ہم جس پیش گوئی کا ذکر کرنے کو ہیں، یہ نہ کسی جوتشی کی ہے، نہ کسی پولیٹیشن مدبر یا لیڈر کی، بلکہ ایک الہامی مدعی نبوت کی ہے جو (بلحاظ دعوی) کسی طرح غلط نہ ہونی چاہیے۔

ناظرین نے اسی پرچہ میں کسی جگہ پڑھا ہوگا کہ ایک شخص ضلع راولپنڈی مقام چنگا بنگیال میں نبی پیدا ہوا ہے جو اپنے آپ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مستفیض نبی بتاتا ہے۔آدمی ذی علم معلوم ہوتا ہے۔آپ نے اپنی نبوت کے کئی ایک ٹریکٹ شائع کئے ہیں۔ایک ٹریکٹ اس نام (میدان سیاست میں خدا کی طرف سے آسمانی ندا) سے شائع کیا ہے جس میں بہت سی سیاسی پیش گوئیاں ہیں منجملہ ایک دو یہاں نقل ہیں۔آپ لکھتے ہیں:

۲۔مورخہ ۲ جولائی ۱۹۳۱ء کو خدا تعالی نے یہ ارشاد فرمایا،

سلطنت ہند اور اگر ہندوستانیوں کو دی گئی تو وہ ان سے لے لی جائے گی کیونکہ وہ ابھی اس کو سنبھالنے کے قابل نہیں۔

۳۔مورخہ ۱۰۔اگست ۱۹۳۱ء کو خدائے تعالی نے مجھے یہ اطلاع فرمائی:

دس بارہ سال تک یونین جیک (انگریزی جھنڈا) ہند پر لہرائے گا۔

اب ان باتوں کا تجربہ کرلے (ص۲)

یہ ہیں دو پیش گوئیاں جو ہندوستان کے متعلق ہیں۔ پہلی پیش گوئی کے ایک حصہ پر تو ہمارا ابھی یقین ہے کہ ہندوستانی اس قابل نہیں۔ اگر قابل ہوتے تو ولایت میں جا کر اپنے نزاعات میں انگریزوں کو کیوں منصف بناتے۔

دوسری پیش گوئی البتہ محل انتظار ہے۔ اتنے سخت مشکل کام کے لئے دس سال کیا ہیں۔ جو جئے گا سو دیکھے گا۔

اس سے بڑھ کر، یہ تو ہندوستان میں انگریزی جھنڈے کی میعاد بتائی ہے۔ مزے کی بات یہ ہے کہ ساری انگریزی حکومت کی میعاد بھی آپ نے بتادی ہے چنانچہ لکھا ہے:

مورخہ ۲۰۔ جولائی ۱۹۳۲ء سے آئندہ بیس سال کیلئے حضرت ملک معظم جارج پنجم کا تخت قائم رہنے کیلئے خدا تعالی سے ہم نے منظور کروالیا ہے باقی ساری دنیا کے بادشاہ اور راجے جو ہمارے کہنے پر نہ چلیں گے بہت جلدی ان کے تخت ان کو دھکے دے کر پھینک دیں۔ یہ باتیں اسلامی مسیح قادیانی کی صداقت کے نشان ہوں گے۔ (ص۳)

..حضرت ملک معظم جارج پنجم کا تخت بیس سال قائم رہے گا۔ (ص ٦)

جارج پنجم کا تخت بیس سال رہنے سے مراد اگر ان کی خاص زندگی ہے تو پھر تو کوئی بڑی بات نہیں لیکن اگر مراد اس سے حکومت انگلستان ہے جس کی عمر بیس سال بتائی ہے، تو بے شک مقام غور ہے مگر ہمیں ایسے الہامیوں کے کلام سمجھنے میں کیا دخل؟

سرّ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند
جز سلیمانے نباید فہم ایں گفتار را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۱۵)

ڈیرہ بابانانک ضلع گورداسپور میں فساد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرکز قادیان نے فیصلہ کیا تھا کہ اپنے ضلع گورداسپور کو اغیار کی دست برد سے محفوظ رکھنے اور اپنے خیالات اور اعتقادات کی تبلیغ کرنے کو مختلف مقامات میں جلسے کئے جائیں۔ چنانچہ ۲۳۔۲۴۔اگست ۱۹۳۲ء کو ڈیرہ بابانانک میں جلسہ تھا۔

مسلمانوں کی انجمن اسلامیہ نے بھی جلسہ کا انتظام کیا۔ ان دونوں مقابل جلسوں کا نتیجہ یہ ہوا کہ خوب لڑائی ہوئی چونکہ مرزائی جنگ کے ارادے سے لاٹھیوں سے مسلح ہو کر آئے تھے، اس لئے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے (سیاست، پرتاپ، زمین دار)

ہم اس لڑائی سے جس نتیجہ پر پہنچے ہیں اپنے احباب تک پہنچا دینا اپنا فرض جانتے ہیں۔ پس وہ غور سے سنیں اور ان ہدایات پر عمل کرنے سے ہرگز نہ چوکیں۔

۱۔ جلسہ مناظرہ میں دو صدر ہرگز منظور نہ کیا کریں۔ مسلم ہو یا غیر مسلم کوئی ہو، منتظم ہو جو فرائض صدارت سے واقف اور کارکن ہو، اس کو صدر مان لیں۔

فریق ثانی دو صدر ماننے پر زور دے، تو مباحثہ ترک کر دیں مگر دو صدر نہ مایں کیونکہ دو صدر نہیں ہوتے بلکہ وکیل مطلق ہوتے ہیں اس لئے انتظام جلسہ میں گڑبڑ ہو جاتی ہے جو فساد تک پہنچا دیتی ہے یا فساد ہونے کا احتمال ہوتا ہے۔

۲۔ جلسہ گاہ میں کسی قسم کی لاٹھی یا ہتھیار کسی فریق کو نہ لے جانے دیں۔ یہ کام خود نہ کر سکیں تو بذریعہ پولیس کرائیں۔

یہ ہیں دوضروری شرائط جو ہم نے ڈیرہ بابا نانک کے فساد سے اخذ کی ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۳۰ ربیع الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۱۵)

مولانا سیالکوٹی اور مرزا قادیانی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں:

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کا عالمانہ مضمون ۱۲۔اگست ۱۹۳۲ء میں نکلا تھا جس میں موصوف نے بقاعدہ شرعیہ پوچھا تھا کہ محترمہ محمدی بیگم معروفہ آسمانی منکوحہ کے نکاح کی بابت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ فسخ ہو گیا۔

فسخ کی وجوہات بتا کر مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے سوال کیا تھا کہ ان میں سے کون سی وجہ سے نکاح فسخ ہوا۔

قادیانی پریس نے اس سوال کو لاینحل سوال سمجھ کر وہی کیا جو دانا کیا کرتے ہیں کہ

خموشی معنی دارد کہ در گفتن نمے آید۔

لاہوری اخبار پیغام صلح بولا ،مگر نہ بولنے سے بدتر۔ پہلے تو کمال دلیری سے کسی مخالف کے مطبوعہ اشتہار سے مولانا موصوف کی بدگوئی نقل کر کے اپنے حلقہ کار میں محظوظ ہوا۔اس کے جواب کی تو ضرورت نہیں۔لیکن اس خیال سے کہ آئندہ بھی کبھی کسی مخالف کی تحریر دیکھ کر اس کو شادی مرگ نہ ہو جائے ہم اتنا مشورہ دیتے ہیں کہ ایک پرانا ٹریکٹ منظوم پنجابی مصنفہ حافظ محمد الدین کلانوری موسومہ عشق مجازی ۔مرزا کی بوسہ بازی۔بھی دیکھ رکھیں۔ساتھ ہی قادیان کا نیم سرکاری اخبار فاروق بھی دیکھیں جس میں پیغامی پارٹی کے کسی بڑے لیڈر کی سالیوں کے ساتھ رنگ رلیاں بتائی تھیں جن کا نقل کرنا ہم گناہ جانتے ہیں۔

اس تمہید کے بعد اصل مسئلہ کا جواب دیا ہے :

آیات اللہ کی تنسیخ ملاّ لوگوں کی مرضی سے نہیں ہوا کرتی۔ (پیغام صلح لاہور۔۱۵۔اگست ۱۹۳۲ء)

بس یہی ایک جواب کافی ہے۔لیکن کیا یہ قانون عام ہے کہ ہر مدعی، ہر ملحد، ہر رملی، ہر جفری، پیشگوئی کرے۔جب پیش گوئی جھوٹی نکلے تو کہدے، اللہ تعالیٰ نسخ کرنے میں تمہارے قانون کا پابند نہیں۔

ہمارا گمان ہے کہ اس جواب میں تم اپنے ضمیر کا بھی خون کرتے ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۳۲ء ص ۸)

مرزائیوں کی وعدہ خلافی

بہاولپور میں مولوی نظام الدین مرزائی نے لکھ دیا کہ اگر جناب مولوی حبیب اللہ، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا عقیدہ نبی تشریعی ہونے کا ثابت کردیں تو میں مرزا صاحب قادیانی سے توبہ کر کے مولوی صاحب کا مرید ہو جاؤنگا۔

اس تحریر کے مطابق مولوی حبیب اللہ صاحب نے علی رؤس الاشہاد مرزا صاحب قادیانی کا ادعاء نبوت تشریعیہ خود مرزا قادیانی کی کتاب اربعین نمبر ص ۶ و ص ۳۶ سے بالوضاحت ثابت کردکھایا۔ ہم سب لوگ گواہ ہیں مگر مولوی نظام الدین نے مرزائیت سے توبہ نہ کی۔

بندہ محمد حیات۔ابوالفضل فقیر اللہ المستند دارالعلوم دیوبند معلم جلالیہ اوچ شریف۔ رحیم بخش۔غلام فرید۔محمد بخش نمبردار۔گانمن ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ ستمبر ۱۹۳۲ء ص ۱۴)

نمونہ اجتہاد مرزا صاحب

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

ناظرین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کج فہمیوں کی کوئی انتہاء نہیں پائی جاتی۔صدہا احادیث و آثار امام مہدی کی خصوصیات میں موجود ہیں اور صدہا آیات و احادیث و آثار عیسیٰ علیہ السلام کے باب میں وارد ہیں۔ ذرہ بھی احتمال نہیں ہوسکتا کہ یہ دونوں نام ایک شخص کے ہیں، مگر انہوں نے ایک حدیث لا مھدی الا عیسی (جو اکابر محدثین کے نزدیک کئی طرح مخدوش ہے) کو لے کر سب متواتر صحیح روایتوں کو باطل ٹھہرا دیا۔اور اس پر اجتہاد کا بھی دعوی ہے۔اگر اجتہاد اسی کا نام ہے کہ ایک حدیث کو لے کر سب کو باطل کردیا جائے، تو اتنی بات کے لئے مجتہد کی کوئی ضرورت نہیں۔جس عامی سے کہیے فوراً یہ کام کردے گا۔

مرزا صاحب قادیانی اپنے ازالہ اوہام (ص ۵۱۸) میں لکھتے ہیں:

یہ خیال بالکل فضول اور مہمل معلوم ہوتا ہے کہ باوجود کہ ایک ایسی شان کا آدمی ہو جس کو باعتبار باطنی رنگ اور خاصیت اس کے کے مسیح ابن مریم کہنا چاہیے دنیا میں ظہور کرے اور پھر اس کے ساتھ کسی دوسرے مہدی کا آنا بھی ضرور ہو۔ کیا وہ خود مہدی نہیں؟ کیا وہ خدا کی طرف سے ہدایت پا کر نہیں آیا؟ ابن ماجہ نے اپنی صحیح میں لکھا ہے لا مھدی الا عیسی یعنی بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی نہ ہوگا۔

مطلب اس کا یہ ہوا کہ آنحضرت ﷺ نے اس خیال سے (کہ مسیح کے رنگ والا شخص یعنی قادیانی موجود ہونے کے بعد پھر مہدی کی کیا ضرورت) کمال زجر سے فرمایا لا مھدی الا عیسی یعنی مہدی اس وقت کوئی چیز نہیں وہی قادیانی بس ہے وہی مہدی ہے مگر یہ بات غور طلب ہے کہ صحابہ کا دستور تھا کہ جب کوئی بات سمجھ میں نہیں آتی تھی تو پوچھ کر اس کو صاف کر لیا کرتے تھے۔ اس موقعہ پر ضرور تھا کہ مودبانہ عرض کرتے کہ حضرت مہدی کا ذکر نہ تو قرآن میں ہے، نہ تورات وانجیل وغیرہ میں، نہ ہم نے کسی سے سنا کہ مہدی بھی کوئی آدمی ہوگا۔ پھر یہ جو بطور عتاب ارشاد ہو رہا ہے کہ مہدی کوئی چیز نہیں، اس کا سبب معلوم نہ ہوا۔ کسی نے عرض کی کہ مہدی بھی کوئی چیز ہے۔ اور اگر انہوں نے حضرت سے امام مہدی کا ذکر اور ان کا حسب نسب وحلیہ وغیرہ سنا تھا جیسا کہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے، تو عرض کرتے کہ جس مہدی موعود کا بار بار ذکر فرمایا کیا اب ان کی ضرورت نہ رہی، اور جب عیسی ہی مہدی ٹھہرے تو کیا وہ حضرت ہی کی اولاد میں ہوں گے۔ اب تک تو ہم قرآن اور حضرت کے ارشاد سے عیسی ابن مریم کو نبی بنی اسرائیل سمجھتے تھے، اب ان کی نسبت کیا اعتقاد رکھنا چاہیے۔ کیا وہ سچ مچ عیسی بن مریم ہوں گے یا جس طرح مہدی کی نفی فرمادی گئی تھی ان کی بھی نفی مطلوب ہے۔ مگر کسی حدیث میں اس قسم کا سوال مذکور نہیں۔ اب یہ مضمون کس طرح اس حدیث سے نکالا جائے کہ قادیانی ہی مہدی ہوں گے۔ اہل وجدان سلیم سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب جو اس حدیث کے معنی فرماتے ہیں کس قدر بدنما ہیں، مرزا صاحب نے جو لکھا ہے کہ بجز عیسی کے اس وقت کوئی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہ ہوگا، اس میں بھی ان کو غلطی ہوئی اسلئے کہ صحیح حدیثوں سے ثابت ہے کہ عیسی علیہ السلام کے زمانہ میں صرف اسلام ہی اسلام رہ جائے گا جس سے ظاہر ہے کل ہدایت یافتہ ہونگے۔ مگر اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ کل مہدی یعنی محمد بن عبداللہ ہوں۔ کلام

اس میں ہے کہ مہدی موعود عیسی علیہ السلام نہیں البتہ معنی لغوی ان پر صادق آئیں گے جس میں ان کی خصوصیت نہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مہدی کو کلی قرار دیا ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۹ میں لکھا ہے:
یوں تو ہمیں اس بات کا اقرار ہے کہ پہلے بھی کئی مہدی آئے ہوں اور ممکن ہے کہ آئندہ بھی آئیں اور ممکن ہے امام محمد کے نام پر بھی کوئی مہدی ظاہر ہو لیکن جس طرز سے عام میں خیال ہے اس کا ثبوت نہیں پایا جاتا۔

مقصود یہ کہ مہدی اسلام میں متعدد ہوں گے مگر جس صورت میں حدیث لا مھدی الا عیسی ظاہری معنی پر لی جائے جس کے مرزا صاحب قائل ہیں تو اس کا مطلب تو یہ ہوگا کہ محمد ابن عبداللہ بھی مہدی یعنی ہدایت یافتہ نہیں جس کا حال آنحضرت ﷺ نے بکرات ومرات بیان فرمایا۔ پھر مرزا صاحب کا اقرار مہدیوں کے تعدد میں کیونکر صحیح ہوگا اور کیا مفید ہوگا۔ مرزا غلام احمد نے مہدی سے پیچھا چھڑانے میں بڑی دقتیں اٹھائیں مگر اس زمانہ میں اس کی کوئی ضرورت نہ تھی۔ کسی کا نام مہدی رکھ جاتا یا اس نام کا کوئی شخص تلاش کر لیا جاتا تو بھی کام چل جاتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۷)

قادیانی علماء سے ایک سوال

جناب غلام رسول صاحب مجاہد، ڈیرہ بابا نانک سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کذبات اور افتراءات تو بہت ہیں جو ان کی کتابیں دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔ منجملہ ان سے ایک افتراء جو کسی معمولی ہستی پر نہیں بلکہ سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ فداہ روحی وابی کی ذات مبارک پر ہے، لکھ کر قادیانی علماء سے پوچھتا ہوں کہ وہ خوف خدا کو دل میں جگہ دے کر بتائیں کہ مندرجہ ذیل حدیث کس مستند کتاب میں جس کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حدیث رسول بتایا ہے و ھو ھذا
پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک

ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ (ضرورۃ الامام۔ ص ۵)

جواب دینے سے پہلے مندرجہ ذیل حوالہ جاتِ مرزا مدنظر رکھیں:

جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۹ حاشیہ۔ اربعین نمبر ۳۔ ص ۲۴ حاشیہ)

جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی برا کام نہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۶)

جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۰۶)

مرزائی صاحبو! اگر یہ حدیث نہ ملے اور یقیناً نہیں ملے گی، تو مذکورہ بالا اقوال اور حدیث رسول من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعدہ فی النار (بخاری) کو سامنے رکھ کر سچی گواہی دینا کیونکہ:

سچی گواہی کو چھپانا اور جھوٹی حجتیں پیش کرنا ان لوگوں کا کام نہیں جو خدا سے ڈرتے ہیں۔ (نسیم دعوت۔ ص ۶۴)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء ص ۸)

قصیدہ یائیہ

مولوی عبدالعزیز صاحب قلعہ میہاں سنگھ سے لکھتے ہیں:

(۳۰ ستمبر ۱۹۳۲ء سے آگے)۔ (لیکن ۳۰ ستمبر کا شمارہ مجھے نہیں ملا۔ بہاء)

مرا تعجب و افسوس آید از مرزا
کہ ہیچ باک ندارد ز قہر ربانی
نہ قائل است بمعراج احمدی بہ جسد
محال گفت بگردوں صعود جسمانی

بقول اہل عقول و فلاسفہ رفتن
بسوئے چرخ بروں شد ز حد امکانی
چہ باد جوّ سما ہست مہلک انسان
چگونہ رفت بہ بالا حبیبِ منانی
بہ جسم الطف آں ذات سرور کونین
کثیف گفت ز راہ عناد و طغیانی
بگفت روح امیں از خدائے عز و جل
گہے نیامدہ بر انبیائے حقانی
مگر بخاطر ایشاں ز عکس مے افگند
چنانچہ عکس در افتد ز خور بتابانی
ببیں کہ سلسلہ ہائے نبوت ایں گمراہ
چہ کرد درہم و برہم بقول شیطانی
بگفت نیز کہ گاہے ملائکہ نائند
ز بام چرخ بسوئے زمین یقین دانی
مگر کہ عکس ملائک بر انبیائے کرام
فتاد بر دل ایشاں چو شیشہ نورانی
اگر جواب بخواہی تر شود معلوم
اگر تو قصہ جدّ پیمبراں خوانی
جو مرسلاںِ خدا آمدند سوئے خلیل
پئے بشارت اسحاق ز امر ربانی

برائے خورد در آورد گوشت بریاں
نہاد پیشِ ملائک بطور مہمانی
ولے نہ خورد ملائک چرا کہ ایشاں را
نہ حاجت است بخوردن چو جسم انسانی
حبوب و گوشت فواکہ غذائے انسان ست
و لیک ذکر خدا شد غذائے ایشانی
چو عکس قابل خوردن نباشد اے یارم
چرا نہاد بِر عکس گوشت بریانی
چہ عکس ہائے ملا ئک در آمدند بگو
برائے مژدہ بنزد خلیل ربانی
خدا بگفت کہ پرہا ملائکہ دارند
چہ روح اجنحہ دارند گو اگر دانی
مرا بیاد در آمد کہ بارے در لاہور
نزول کرد نبی مسیلمہ ثانی

(باقی دارد) (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۸۔۹)

یوم تبلیغ مرزا

قادیان سے مریدوں کو حکم ہوا تھا کہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو تبلیغ مرزائیت کریں۔ جہاں جلسہ نہ کر سکیں، وہاں بذریعہ تحریر و تقریر لوگوں کے گھروں میں جا جا کر تبلیغ احمدیت کریں۔ ادھر علماء اسلام کو خبر ہوئی تو انہوں نے

ایک تو جلسوں کا انتظام کیا، دوسرا کام یہ کیا کہ طلباء عربی کو تیار کر کے مرزائیوں کے پیچھے ڈال دیا جنہوں نے بڑی دوڑ دھوپ سے مرزائیوں کو ڈھونڈ ھ، ڈھونڈ ھ کر تبلیغ اسلام کی۔ بعض جگہ تو ایسا ہوا کہ مرزائی آگے آگے بھاگا جا رہا ہے، اور ناصحان اس کے پیچھے پیچھے دوڑے جا رہے ہیں۔ غرض واقعات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ الہام ابھی تک معرض التواء میں ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

لا نبقی لك من المخز یا ت ذکرا

(ہم (خدا) تیرے لئے (اے مرزا) کوئی ذلیل اور شرمندہ کرنے والی باقی نہ چھوڑیں گے)

ابھی تک لوگوں میں اس قدر ہیجان باقی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا نام سنتے ہی آگ بگولا ہو جاتے ہیں۔ گویا یہ مصرعہ انہی کے حق میں ہے: گدگدی اٹھتی ہے دل میں پارسا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۱۵)

محبت نامہ کا جواب غضب نامہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مودت نامہ، کے :

جواب میں پہلے تو لکھا کہ آخری فیصلہ سے پہلے چھ مسئلوں پر بحث ہونی چاہیے۔

۱۔ صدی کا مجدد۔ ۲۔ اس صدی کا مجدد کون ہے؟ ۳۔ حضرت عیسی کی وفات۔ ۴۔ حضرت عیسی کے آنے سے ختم نبوت۔ ۵۔ کیا اس امت میں آنے والا مسیح حضرت عیسی ہوں گے یا کوئی اور۔ ۶۔ دجال یا جوج ماجون کون ہوں گے۔

ساتویں نمبر پر رکھا ہے آخری فیصلہ...

اور مولوی محمد علی کا آخری اشتہاران سب (خواجہ کمال الدین کے رسالے اور غلام محمد کی تحریر) سے عجیب و غریب ہے۔ آپ نے بہت سے الا ہنے طعنے مجھے دیئے ہیں،.. جن میں سے ایک یہ ہے: دربار رامپور میں

بموجودگی نواب صاحب بھی تمہاری زبان نہ رکی تو یہاں کیا رکے گی۔

جواباً عرض ہے کہ مباحثہ رام پور آپ کی طرف سے چھپا تھا جو مطبوعہ موجود ہے۔اس کا نام ستہ ضروری مباحثہ رام پور ہے۔مہربانی کر کے اس میں سے کوئی لفظ گالی یا خلاف تہذیب میرا دکھائیں تو میں توبہ کروں گا۔نہ دکھا سکیں تو میں آپ کو کچھ نہ کہونگا کیونکہ مجھے آپ سے ملنا مقصود ہے...

ہاں مولوی محمد علی لاہوری نے کہا ہے کہ تم مرزا صاحب کو دجال کہتے ہو۔میں سچ کہتا ہوں معاملہ بالکل برعکس ہے۔آپ نے تو میری تحریر سے ثبوت نہیں دیا میں دیتا ہوں: میاں محمود احمد قادیانی اور ان کی جماعت کہتے ہیں :

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے نبوت کا دعوی کیا۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری لکھتے ہیں:

مدعی نبوت دجال ہے۔ (النبوۃ فی الاسلام)۔

بتایئے ان دونوں بھائیوں کو اس بیان میں ہم سچا جانیں تو ہم پر کیا الزام؟ یہ خفگی ہم پر کیوں؟ ہم تو دونوں کے مصدق ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ھ ص ۶۔۷)

<u>بھنگواں میں مناظرہ:</u>

مورخہ ۹۔اکتوبر ۱۹۳۲ء بھنگواں ضلع گرداسپور میں مرزائیوں سے مسئلہ ختم نبوت پر مناظرہ ہوا مناظر مولوی نور حسین تھے۔ مرزائیوں کی طرف سے مولوی عبدالاحد تھے۔

شرکاء کثیر تھے۔سب لوگ مناظر اسلام کے دندان شکن جوابات سنکر متاثر ہوئے۔مولوی احمد دین، مولوی علی محمد، مولوی محمد یعقوب واعظ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس بھی موجود تھے۔اہتمام حافظ گوہر دین کا تھا۔راقم: غلام رسول مجاہد، شریک جلسہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اکتوبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۱ء)

مرزا صاحب قادیانی بحیثیت مصنف

(اس سلسلہ کا نمبر اول ۹ستمبر میں ہے دوسرا نمبر ۳۰ستمبر کے پرچہ میں۔آج تیسرا نمبر ہے۔راقم مضمون کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تصنیفات میں خلاف داب مصنفین کام کیا یعنی فن تصنیف میں خیانت مجرمانہ کرنے سے بھی نہیں رکے۔اس کی دو مثالیں پہلے نمبروں میں درج ہوئی ہیں آج تیسری مثال ہے۔مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر)

(۳۰ستمبر کا شمارہ نہیں ملا اور ۹ستمبر کا شمارہ ناقص ہے جس میں مذکورہ مضمون موجود نہیں ہے۔ بہاء)

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

منشی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ لاہوری، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ان مخصوص مخالفین میں سے تھے جو بحکم، آہن را آہن باید کوفت، الہام کا جواب الہام سے دیتے تھے۔انہوں نے اپنی کتاب عصائے موسی کے صفحہ۸۳ پر ایک الہام متعلقہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یوں درج کیا ہے:

سنسمه علی الخرطوم۔ ما رمیت اذ رمیت و لکن الله رمی۔شتاب داغ دیویں گے ہم اس کو اوپر ناک کے۔نہ پھینکا تو نے جب پھینکا تو نے لیکن اللہ تعالی نے پھینکا۔،

منشی صاحب مرحوم کی اس عبارت میں کوئی لفظ ایسا نہیں کہ،

مرزا طاعون سے مرے گا،

مگر قادیانی رسول نے یہ ثابت کرنے کو کہ منشی الٰہی بخش صاحب لاہوری نے میرے لئے طاعونی موت کی پیش گوئی کی تھی اپنی کتاب حقیقۃ الوحی کے تتمہ میں صفحوں کے صفحے سیاہ کئے ہیں۔اسی ذیل میں منشی الٰہی بخش صاحب کے الہام مذکورہ بالا کو نقل کر کے ترجمہ میں ذیل کے الفاظ (جو ہم خطوط وحدانی میں لکھ رہے ہیں) اس انداز سے بڑھائے ہیں کہ ناظر کتاب کو یہی معلوم ہو کہ یہ اصل الفاظ منشی الٰہی بخش صاحب لاہوری کے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے صفحہ۱۱۴ تتمہ حقیقۃ الوحی پر لکھا ہے:

پھر ایک اور الہام ان کا میرے پر عذاب نازل ہونے کے بارے میں جو اس کی کتاب کے صفحہ ۸۳ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے سنسمه علی الخرطو م..الخ۔ترجمہ۔(اس مفتری کو یعنی) اس (مفتری) کی ناک پر (یا منہ پر ہم آگ کا) داغ لگائیں گے یعنی (اس کو طاعون سے ہلاک کریں گے یا یہ کہ جہنم کی آگ میں ڈالیں گے)

ناظرین! جو الفاظ پر ہم نے خطوط وحدانی میں لکھے ہیں یہ الفاظ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایجاد ہیں جو اپنے مدعا کو ثابت کرنے کے لئے کئے ہیں۔ یہ فعل مرزا صاحب قادیانی کا کسی حالت میں بھی ایک ایمان دار مصنف کے شایان شان نہیں کیوں ناظرین تتمہ حقیۃ الوحی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ منشی الٰہی بخش لاہوری کے الفاظ ہیں، حالانکہ ان کے نہیں ہیں۔

اگر اس کا یہ جواب دیا جائے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ الفاظ بطور تشریح زیادہ کئے ہیں، تو جواباً گذارش ہے کہ یہ فعل سخت مکروہ ہے کہ مخالف کی عبارت میں از خود وہ الفاظ درج کئے جائیں جن پر اپنے دعوی کی بنیاد ہو اور جن کی رو سے مخالف ہدف ملامت ہو۔

افسوس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ مخالفین کی کتب سے ان کی تکذیب اور اپنی تائید میں عبارت نقل کرتے تھے اس میں خاص وہ الفاظ جو مثبت مدعا ہوتے وہی مرزا صاحب قادیانی کے اپنے دماغ کی ایجاد و اختراع ہوتے تھے۔ پھر اس روش مکروہ سنت کفار پر، شوراشوری اس قدر ہے کہ سخت دل آزار و مکروہ بلکہ بدبودار لہجہ میں لکھتے ہیں؛

میرے دعوی کے ساتھ اس قدر دلائل ہیں کہ کوئی انسان نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لئے چارہ نہیں کہ میرے دعوی کو اس طرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کو مانا۔ (ص ۳۸ ۔تذکرۃ الشہادتین)

آہ! بت بھی خدائی کرتے ہیں قدرت خدا کی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۴ رجب ۱۳۵۱ھ جلد ۳۰ نمبر ا ص ۶۔۷)

رسالہ علم کلام مرزا پر اخبار العدل کی رائے

دفتر العدل میں ایک رسالہ علم کلام مرزا بغرض تنقید موصول ہوا ہے۔ مطالعہ سے معلوم ہوا کہ رسالہ زیر نظر اپنے موضوع میں پہلی تصنیف ہے جس کے بغور پڑھنے سے بالکل واضح ہو جاتا ہے کہ متنبّی قادیان مرزا غلام احمد آنجہانی کے متعلق یہ خیال کہ وہ سلطان القلم یا رئیس المتکلمین تھے، محض عوام کو فریب دینے کے لئے تراشا گیا ہے۔ ورنہ مرزا آنجہانی کی تحریرات صرف اس بات کی شہادت دیتی ہیں کہ میرزا جی علم کلام سے واقف بھی نہ تھے۔ ان کی ہر تحریر وقتی ضرورت کیلئے ہوتی تھی کسی قاعدہ قانون سے میرزا جی کو کوئی سروکار نہ تھا۔ ہم ناظرین العدل اور دیگر مسلمانوں سے درخواست کرتے ہیں کہ رسالہ مذکور کا ضرور مطالعہ کریں اور مولانا ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان کی اس محنت کی داد دیں جو آپ نے اس موضوع میں سبقت کرنے سے برداشت کی ہے تا کہ مسلمانوں کا شوق مولانا ممدوح کو اس بات پر آمادہ کرے کہ آپ آئندہ اس موضوع پر کوئی مفصل کتاب لکھیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۴ رجب ۱۳۵۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۱ ص ۷)

بقیہ: قصیدہ بائیہ

مولوی عبدالعزیز صاحب قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

نبشت رقعہ پئے چوں ثناء اللہ
جواب رقعہ نیامد بجز زبان رانی
عجب ز دعوی پیغمبری دشنامش
کہ مدعی نبوت بہ فحش گویانی

ہر آنچہ گفت باعلاں ز پیشگوئی ہا
نشد وقوعہء آں بر سبیل ایقانی
ذلیل کرد را قادر علی الاطلاق
ہر آنچہ گفت بدعوی بحق نصرانی
نمرد آتھم خصمش بمدّت معلوم
ولے نہ غرق عرق گشت از پشیمانی
چرا نہ دخترِ احمد بہ عقد او آمد
کہ بود زوجہء سلطاں مرد حقانی
کنوں بخانہ حسرت عقدش بگور ہمرہِ خود
کہ نآمدہ بہ ظہور آں نکاح رحمانی
غرض ز دعوی بجز جلب زر نہ چیزے بود
مدام کار بدریوزہ چوں گدا یانی
بہ چندہ کردہ گدائی ز مردمانِ جہاں
بہا نہ کردہ پئے نصرِ دینِ ربانی
گہے برائے ضیوف و مسافران و وفود
گہے برائے تصانیف چندہ خواہانی
گہے برائے مکان ہا پئے نزول عوام
گہے برائے مدارس بہانہ جویانی
گہے برائے منارہ گہے پئے تبلیغ
برائے مقبرہ گاہے پناہ ربانی

ندانمش که چرا عمر خویش دادہ بباد
بہ بغض و کفر ونفاق و شقا ق و عدوانی
بگفت نیز کہ ہر کو مخالف است بمن
درا جھود بداں بر سبیل اذعانی
بگفت نیز کہ غیر احمدی اگر بدہد
بہ عقد دختر خود را بما ردا دانی
و لیک دختر ما را نکاح نیست روا
بہ غیر احمدی کہ چوں یہود و نصرانی
بگفتہ اند کہ بر عکس مے کند تہدید
بہ محتسبے سارقے بنادانی
ببیں بجانب قولش کہ ہست بے برہان
برو نہ ہست دلیلے ز نصِ قرآنی
بگفت سرورِ ما چوں حیا نمے داری
بکن ہر آنچہ تو خواہی ز راہ عدوانی
بلے چو شرم رود مرد میشود ناداں
صدورِ فعل از و مے شود بنادانی
دعائے فیصلہ چوں کرد با ثناء اللہ
قبول گشت بلا شک بامر رحمانی
برفت کاذب و کذاب مفتری ز جہاں
بماند زندہ حریفش بفضل سبحانی

نمود کذب و دروغش بخلق عالم غیب
کہ ہست پیش وے یکساں پدید و پنہانی
کجاست فرقہء مرزائیاں کہ داد دہد
کہ بود رہبر ایشاں بہ کذب لاثانی
چو شد دروغ مسیح شما عیاں بجہاں
چرا نہ توبہ کنید از فسوق و طغیانی
ز اتباع چنیں کس چرا نہ باز آئید
مگر نہ ہست بدل شوق و حبّ ایمانی
پس از ظہور دروغش چہ حجتے دارید
بصدق مرشدِ خویش اے گروہ عصیانی
ہمہ دعاوی او باطل و اکاذیب است
نبود مرسل و مامور و مرد ربانی
نبود ملہم و الہام او ہمہ اوہام
نبود صادق و مصدوق مرد نفسانی
ہر آنچہ گفت ز آئندہ شد در و کاذب
نکاح زوجہ سلطان و مرگ نصرانی
عجب ز دانشِ مرزائیاں کہ ایشاں را
نماند عقل و نہ فہم و نہ درک و وجدانی
نہ قدرِ عمر بدانند ایں ہوس بازاں
تلف کنند بہ فسق و فجور و کفرانی

منم نصیح شما و نیم ز بد خواہاں
مگر ز فعل شنیعِ شما بخسرانی
چرا عزیز کنی وعظ و پند ایشاں را
کہ ایں جماعہ نگریند پند قرآنی
عزیز و رز خموشی کہ ایں قدر کافیست
برائے آنکہ وراہست نور ایمانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۴ رجب ۱۳۵۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۱ ص ۷۔۸)

مرزا صاحب کا تصرف فی القرآن

مولوی غلام مصطفیٰ بدوملہوی کیلئے ہدیہ

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ صاحب، میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

حضرت یحیٰ ؑ کے حق میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: لم نجعل له من قبل سمیاً
یعنی یحیٰ سے پہلے ہم نے کوئی اس کا مثیل دنیا میں نہیں بھیجا جس کو باعتبار ان صفات کے یحیٰ کہا جائے گا۔

یہ آیت ہماری تصدیق کے بیان کے لئے اشارۃ النص ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے اس جگہ آیت موصوفہ میں قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی، تا معلوم ہو کہ بعد میں بنی اسرائیلی نبیوں کے آنے کا دروازہ کھلا ہے جن کا نام خدائے تعالیٰ کے نزدیک وہی ہوگا جو ان نبیوں کا نام ہوگا جن کے وہ مثیل ہیں۔ یعنی جو مثیل موسیٰ ہے اسکا نام موسیٰ ہوگا اور جو مثیل عیسیٰ ہے اس کا نام عیسیٰ ہوگا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس

آیت میں سمی کہا، مثیل نہیں کہا، تا معلوم ہو کہ اللہ کا منشاء یہ ہے کہ جو شخص کسی اسرائیلی نبی کا مثیل بن کر آئے گا وہ مثیل کے نام سے نہیں پکارا جائے گا بلکہ بوجہ انطباق کل اس نام سے پکارا جائے گا جس نبی کا وہ مثیل بن کر آئے گا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۹)

مطلب اس کا یہ ہوا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کوئی مثیل عیسی نہ پکارے، بلکہ عیسی پکارے۔ کیونکہ خدا تعالی نے یحی کی نسبت فرمایا ہے کہ ان کا کوئی ہم نام نہیں یعنی مثیل۔ پوری آیت شریفہ یہ ہے:

یا زکر یّا انّا نبشّر ك بغلا م اسمه یحیی لم نجعل له من قبل سمیاً

یعنی جب زکریا نے دعا کی کہ الٰہی مجھے ایک لڑکا عنایت فرما۔ تو ارشاد ہوا کہ اے زکریا ہم تمہیں ایک لڑکے کی خوش خبری دیتے ہیں جس کا نام ہم نے یحی رکھا۔ اس کے پہلے ہم نے کسی کا نام یحی نہیں رکھا تھا۔

اس سے ظاہر ہے کہ اس نام کا کوئی اور شخص پہلے نہیں گذرا۔ کیونکہ اسمه کے بعد لفظ سمیا صاف کہہ رہا ہے کہ ان کا ہمنام کوئی پیشتر نہ تھا۔ اور اگر سمی کے معنی مثیل بھی لیں تو یہ مطلب ہوگا کہ ان کے پہلے ان کا مثیل نہ تھا۔

اور اگر مفہوم مخالف بھی لیا جائے تو اسی قدر معلوم ہوگا کہ ان کے بعد ان کا ہم نام یا مثیل ہوگا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس سے یہ نکالا کہ حضرت عیسی کا بھی مثیل ہوگا۔ لیکن یہ بات غور طلب ہے کہ مفہوم مخالف سے اگر دروازہ کھلا تو یحی کے مثیل کا کھلا، عیسی کا مثیل اس سے کیسے نکل آیا۔ پھر اس حالت میں حضرت یحی کی نبوت کا ذکر ہی کب ہے جس سے خیال کیا جائے کہ ان کا سا کوئی نبی ان کے بعد ہوگا، بلکہ عیسی کا بھی مثیل ہوگا۔

دیکھئے یہاں تو اس قدر توسیع ہو رہی ہے کہ سمی کے حقیقی معنی چھوڑ کر مجازی معنی لئے جائیں یعنی مثیل، اور حضرت یحی کا مثیل پیشتر نہ ہونے سے مطلب یہ کہ آئندہ ضرور ہوگا۔ اور اس کا مطلب یہ کہ حضرت عیسی کا بھی مثیل ہوگا۔ اور مثیل ہی نہیں بلکہ سمی بھی ہوگا جس سے ثابت ہو گے کہ حضور (مرزا قادیانی) خود عیسی ہیں۔ یہ سب من قبل سمیا سے نکلا۔

یہ سلسلہ ایسا ہوا جیسا کہ ایک نقل مشہور ہے کہ ایک صاحب نے کسی سے پوچھا کہ آپ کا کیا نام ہے۔اس نے کہا مجھے حاجی کہتے ہیں۔کہا تم کتے ہو،اس لئے کہ حاجی اور چاچی کی ایک شکل ہے اور چاچی کمان ہوتی ہے اور پھر کمان اور گمان کی ایک شکل ہے اور گمان شک کے معنوں میں مستعمل ہے اور شک اور سگ کی ایک شکل ہے،سگ کتے کو کہتے ہیں۔غرض کہ چند وسائط سے اپنا مطلب ثابت کر دیا۔

الغرض من قبل سمیا میں اس قدر توسیع کی،کئی واسطوں کے بعد مطلب نکل آیا۔اور آیت شریفہ انّی متو فیك و را فعك میں اس وجہ سے کہ اپنا مقصود فوت ہوتا ہے،اس قدر تنگی اور تشدد کیا کہ گو توفی کے معنی حقیقی نیند کے ہوں جیسا کہ آیت شریفہ و هو الذی یتوفکم با للیل سے ظاہر ہے مگر مشہور معنی موت ہی لئے جائیں اور ترتیب لفظی جو وفات اور رفع میں ہے فوت نہ ہونے پائے۔گو قرآن سے ثابت ہے کہ واؤ ترتیب کے واسطے نہیں۔اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ کس قدر خود غرضی سے کام لیا جا رہا ہے۔

اب ہم امت مرزا سے پوچھتے ہیں کہ اس آیت شریفہ میں کیا فرمائیے گا:

و ما کنت تتلوا من قبله من کتا بٍ و لا تخطّه بیمینك

(اے پیغمبر قرآن سے پہلے نہ تم کوئی کتاب پڑھتے تھے اور نہ اپنے داہنے ہاتھ سے لکھتے تھے)

یہاں بھی اللہ تعالی قبل کی شرط لگائی بعد کی نہیں لگائی۔کیا یہاں بھی یہی فرمایا جائے گا کہ حضرت ﷺ نزول قرآن سے پہلے پڑھتے نہ تھے اور بعد میں پڑھنے لگے اور پہلے داہنے ہاتھ سے لکھتے نہ تھے بعد اس سے بھی لکھنے لگے۔اگر اس کا یہی مطلب سمجھا جائے تو قرآن سے ثابت ہو جائے گا کہ حضرت (نزول قرآن سے پیشتر) لکھنا ضرور جانتے تھے لیکن بائیں ہاتھ سے۔،اور فرمائیں کہ اس آیت سے یہ معنی نہیں نکلتے تو من قبل سمیا سے وہ معنی کیوں کر نکلیں گے:

ستم کم کن کہ فردا روز محشر
ز روئے عاشقاں شرمندہ باشی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۴ رجب ۱۳۵۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۱ص ۸۔۹)

جدید رسول کی دعوت

گاندھی جی اور عیسائیوں کے بشپوں کو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ امت مرزائیہ میں سے ایک شخص مولوی فضل از چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی نے نبوت ورسالت کا دعوی کیا ہے۔ آج سے پہلے بھی ہم ناظرین کو آپ سے روشناس کرا چکے ہیں، آج ان کے ایک نئے اعلان کا ذکر کرتے ہیں۔

حال ہی میں آپ نے ایک چو ورقہ ٹریکٹ شائع کیا ہے جس میں مسٹر گاندھی اور بشپ آف روما کو دعوت مقابلہ دی ہے مگر ٹریکٹ اردو میں ہے جو شاید دونوں مخاطب نہ پڑھ سکیں نہ سمجھ سکیں۔ آپ نے لکھا ہے:

اس اعلان کے لئے اللہ نے مجھے دو ارشاد فرمائے ہیں:

ا۔ مادہ پرست کا علاج۔

۲۔ مردہ پرستوں (عیسائیوں) کا علاج۔

مادہ پرست سے مراد گاندھی اور مردہ پرست سے مراد عیسی پرست عیسائی ہیں

پھر لکھا ہے:

۴۴ سال سے اس ذرہ خاک (مجھ) کو خدا تعالی سے شرف مکالمہ حاصل ہے اس عرصہ میں وہ جو کچھ مجھے بتا تا وہ پورا کر کے دکھا تا رہا۔

پھر لکھا ہے:

ہماری صداقت کا پہلا نشان یہ ہے کہ جو ہماری خواہش کے مطابق اور گاندھی اور جملہ مذاہب باطلہ کے برخلاف ہے اگر کسی میں روحانیت کا اثر اور آسمان پر دسترس میں ہے تو خدا سے منوائے اور اس

فیصلہ کو اس سے ردّ کرائے جو آسمان پر لکھا جاچکا ہے..

(وہ لکھا یہ ہے) کہ بیس سال کے عرصہ میں ایسے عذاب آنا چاہتے ہیں وہ صفحہ ہستی سے مٹ جائینگی۔،

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ ہمارے ناظرین خوش ہوں گے کہ ہم مسلمان ہیں اسلئے اس عذاب سے بچ رہینگے۔نہیں بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اس جدید ملہم کی اصطلاح میں اسلام سے مراد قادیانی اسلام ہے۔چنانچہ لکھا ہے:

پھر فرمایا

خدا تعالی اس اسلام کی طرف دعوت کرتا ہے جس پر مسیح قادیانی قدم زن تھا جو اس سے باہر رہتا ہے خدا تعالی اس سے انکار کردے گا کہ مجھے ایسے اسلامکی ضرورت نہیں۔

پھر فرمایا

میں اس اسلام پر قائم کرنا چاہتا ہوں جس پر مسیح قادیانی قائم تھا۔،

اس کے علاوہ جملہ ممالک غربیہ کے عیسائیوں کو نظم میں نوٹس دیا ہے:

میں نہیں لکھتا از خود دوستو! یہ اشتہار
خود خدا نے یہ لکھایا بولا مجھ کو سات بار
اے ممالک غربیہ اک بات سن لو غور سے
آسماں کی ہے خبر یہ بات سن لو غور سے
فروری ۱۹۳۱ء کی سولہویں کو بولا مجھ سے یوں خدا
میرا یہ پیغام ہے اب کھول کر دے تو سنا
آسمان اب ٹوٹنے کو ہے تمہارے ملک پر
آ گیا غضب الٰہی اب تمہارے ملک پر
پھٹ جائے گی یہ زمین ہر ملک ہر جگہ میں
رہنا مشکل ہو جائے گھر باہر اور ہر جگہ میں

پہاڑ آ کر گریں گے بستیوں اور راہوں پر
چلنا پھرنا مشکل ہوگا عام اور سب شاہوں پر
زلزلے آئیں گے آخر ہر طرف سے بار بار
یہ کلام ہے اس خدا کا جو ہے سب کا کرد گار
اسلام میں آ جاؤ جلدی تو بچ جاؤ گے سارے
منکر رہو تو غرق ہو جاؤ گے دیکھ لینا تم سارے

اس پسندیدہ نظم کے دو اور شعر ملا لو، جو یہ ہیں:

میدان دعا میں اتر پڑا ہوں آ جاؤ کر لو کشتی
ساری دنیا مل کر کرے مجھ سے دعا میں کشتی
جو نہ آئیں میدان دعا میں اب مقابل میرے
دعوی فتوی ان کے ہیچ ہیں اب مقابل میرے

مولانا امرتسری بتاتے ہیں کہ ایام طالب علمی میں سنتے تھے کہ ایک صاحب بڑے متقی اسمی مولوی میر باز خان واعظ مسجد سہارن پور تھے۔ آپکو حقہ سے بڑی نفرت تھی۔ آپ نے ایک رسالہ حقہ کی حرمت پر لکھا۔ اس میں کچھ نظم بھی تھا۔ ایک شعر اسکا یوں تھا:

وہ جو ہیں مو لوی عبد الحی لکھنوی جو نام
لکھا رسالہ عربی میں حقہ حرام ہے

اس شعر میں جو لطف تھا آج تخمیناً چالیس سال اس جدید نبی کی نظم سے حاصل ہوا۔ امید ہے نظم کی قدر مولوی ظفر علی خان خوب کریں گے جن کو مخاطب کر کے نبی صاحب نے لکھا ہے:

مولوی ظفر علی مالک اخبار زمین دار، مولوی ثناء اللہ، سید محمد شریف گھریالوی کو چیلنج بموجب حوالہ انجیل شریف اور قرآن کریم وغیرہ مایوس العلاج بیماروں کو خدا کی ہدایت کے موجب دعا کے ذریعہ مقابلہ میں رکھ کر آدھے دس دن کے اندر چنگا کرنا، اور آدھے دوسرے فریق کے سپرد ہوں گے۔

ناظرین! یہ ہے خلاصہ جدید نبی کے دعوی کا۔ ہمارے دوساتھی تو خدا جانیں کیا جواب دیں ہم اپنی ذات خاص سے جواب دیتے ہیں کہ آپ امرتسر آیئے سول ہسپتال میں چل کر بیماروں پر دعا آزمائی کریں گے اس کے بعد دیکھا جائے گا کہ اپنے اثبات دعوی میں کون کامیاب ہےاور کون فیل؟

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۵ رجب ۱۳۵۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

قادیانی تبلیغ:

قابل توجہ جماعت اہلحدیث

مولانا پروفیسر ابومسعود خاں قمر بنارسیؒ، چندوسی سے لکھتے ہیں:

یہاں مسلمانوں میں بریلوی خیال کے مسلمان کثرت سے ہیں، قادیانی خیال کے صرف ایک۔ مرزا محمود احمد قادیانی کے حکم سے یوم تبلیغ مرزا میں قادیانی صاحب تبلیغ کے لئے اٹھے۔ عام مسلمانوں کے خوف سے جلسہ تو نہ کر سکے، اپنے ملاقاتیوں میں گھر گھر مرزائیت کی تبلیغ کرنے گئے کسی نے سنا، کسی نہ سنا۔

قریب دس بجے دن میرے غریب خانہ پر بھی تشریف لائے اور مرزائیت کی تبلیغ کی اور مجھے مشورہ دیا کہ بعد نماز عشا میں خدا سے راہ راست پانے کی دعا کروں۔ میں نے ان کو جواب دیا کہ میں تحصیل حاصل کا کام نہیں کرتا۔ مجھے پہلے ہی سے راہ راست حاصل ہے۔

میں نے ان سے صاف صاف کہدیا کہ میں مرزا صاحب قادیانی کو ان کے نبوت و مسیحیت کے دعووں میں جھوٹا یقین کرتا ہوں ۔اس پر قریب تین بجے دن تک بحث ہوتی رہی۔ بہت سے مسلمان جمع ہو گئے میں نے قرآن شریف کی آیتوں اور حدیث شریف پیش کر کے آخری فیصلہ پیش کیا۔

ان باتوں کا قادیانی کچھ جواب نہ دے سکے اور اپنا سامنہ لے کر چلے گئے تمام حاضرین اس بحث سے خوش ہو گئے۔ قادیانی صاحب اس خیال سے آئے تھے کہ میں ان کے مذہب سے واقف نہ ہو کر خاموش ہو جاونگا مگر خدا کے فضل سے وہ خودلا جواب وخاموش ہو کر گئے۔

اس سے ہماری جماعت اہل حدیث کو سبق حاصل کرنا چاہیے اور ان کی مستعدی و ہمت کو دیکھنا چاہیے کہ تمام شہر میں تنہاء ہے مگر اپنے امیر کا حکم ماننے اور اپنے خیال کی تبلیغ کرنے میں بہت تیز۔ کسی بات کا خوف نہیں۔

کاش ہماری جماعت مذہب حقہ اہل حدیث کی تبلیغ میں ایسی ہی ہو جاتی تو تمام تنزل و جمود جاتا رہتا۔ میرا مقصود اس واقعہ کے بیان کرنے سے یہی ہے کہ جماعت اہل حدیث اس سے سبق لے اور اس کے تمام افراد اپنی کمر ہمت چست کریں اور مذہب اہل حدیث کی تبلیغ کریں۔ پھر دیکھیں کہ کس قدر ترقی ہوتی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۵ رجب ۱۳۵۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۴ ص ۵۔۶)

مباحثہ مونگ کا چیلنج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مولوی اللہ دتہ نے مثل دیگر علماء احمدیہ کے بطور فخر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے باطل شکن انکشاف کیا ہے کہ توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح۔ اس وقت سوائے موت کے دوسرے معنی نہیں ہو سکتے۔ دوسرے معنی دکھانے پر ایک ہزار روپیہ انعام رکھا مگر کسی مخالف نے نہ دکھایا،

(الفضل قادیان ۱۳ نومبر ۱۹۳۲ء)...

ہم مولوی اللہ دتہ کو یاد دلاتے ہیں کہ مباحثہ مونگ گجرات میں آپ، مولوی محمد یار، اور مولوی غلام رسول اور بہت سے علماء مرزائیہ موجود تھے۔ کیا آپ کو یاد نہیں کہ مولوی محمد یار نے بھی ایک

ہزاری انعام کا ذکر کر کے کہا تھا کہ علاوہ ایک ہزار مقررہ کے ایک سوروپیہ میں (محمد یار) بھی دونگا۔

جس کے جواب میں خاکسار (ثناءاللہ) نے مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی وغیرہ علماء اہل سنت کی موجود گی میں کہا تھا کہ میں اس خدمت کو حاضر ہوں۔

آپ مرزا غلام احمد صاحب کا ایک ہزار اور اپنا ایک سو، جملہ گیارہ سوروپیہ کسی امین کے پاس امانت رکھیں اور فیصلہ کیلئے منصف مقرر کریں، ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں۔اخیر مباحثہ تک ایسا سوئے کہ: گوئی مردہ اند

آج (یعنی دسمبر ۱۹۳۲ء میں) اس واقعہ کو قریباً دوسال گذرے ہوں گے لیکن صدائے برنخواست

مرزا غلام احمد قادیانی تو زندہ نہیں، جن سے تقاضا کیا جائے۔البتہ مولوی اللہ دتہ یا کوئی اور جو اس دعوی کا حامی ہو ہمارے سامنے آئے اور فیصلہ کیلئے لاہور کے.... پروفیسر کو منصف مان لیں ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تقاضا کو پورا کردیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء جلد ۳۰ نمبر ۵ ص ..)

صداقت مرزا پر مناظرہ

صداقت مرزا قادیانی پر حافظ گوہر دین مبلغ کانفرنس و مولوی محمد الدین مرزائی کے درمیان ایک گھنٹہ تک مناظرہ ہوتا رہا۔ حافظ گوہر دین صاحب نے محمدی بیگم والی پیش گوئی کی بابت مدلل بیان کیا مگر مرزائی مناظر اس کی تردید نہ کرسکا۔

راقم: نتھے خان راجپوت از شکار ماچھیاں تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ دسمبر ۱۹۳۲ء جلد ۳۰ نمبر ۵ ص ۱۴)

مرزا قادیانی، میاں صاحب دہلوی، مولوی ثناءاللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج ہم ایک ایسے مضمون کا ذکر ناظرین کو سناتے ہیں جس سے ہم کو بے حد مسرت ہوئی۔ایسی کہ

ساری عمر میں نہ ہوئی ہوگی۔ بلکہ اگر میں یہ کہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو آسمانی نکاح کی کامیابی پر جو خوشی ہوتی، وہ میری اس خوشی کے برابر نہ ہوتی تو بجا ہے، کیونکہ مجیب نے لکھا ہے:

مولوی ثناء اللہ، مولوی سید نذیر حسین دہلوی کا بروز ہے، اس لئے زندہ رہا۔

حدیث شریف میں آیا ہے:

آنحضرت ﷺ نے حضرت ابیؓ بن کعب کو فرمایا:

خدا نے مجھے ارشاد فرمایا کہ میں تجھ سے قرآن سنوں۔

حضرت ابیؓ مارے خوشی کے کہنے لگا

أ سما نی ر بی (کیا خدا نے میرا نام لیا ہے؟)

فرمایا : ہاں۔

مارے خوشی کے حضرت ابیؓ کی آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔

یہ خاکسار ناکارہ بھی اس وقت اس دلی مسرت کی حالت میں آبدیدہ ہو کر یہ سطور لکھ رہا ہے اور زبان پر جاری ہے

فی الجملہ نسبتے بتو کافی بود مرا
بلبل ہمیں کہ قافیہ گل شود بس است

خیر یہ تو ایک وجدانی کیفیت تھی جسے راقم مضمون نہیں سمجھ سکتا۔ اس لئے ہم اسے یہیں چھوڑ کر اس کی تفصیل بتاتے ہیں، جو سننے کے قابل ہے۔

مرزائی راقم مضمون نے ایک تمہید لکھی ہے کہ جس طرح پہلے نیک لوگوں کے بروز (مثل) پچھلوں میں بعض لوگ ہوتے ہیں، اسی طرح برے لوگوں کے بروز بھی ہوتے ہیں۔ میں عرصہ تک اس تلاش میں رہا کہ ثناء اللہ گزشتہ لوگوں میں سے کس برے آدمی کا بروز ہے، تو خدا نے مجھے بطفیل اپنے حبیب (مرزا غلام احمد قادیانی) کے بتایا کہ ثناء اللہ، نذیر حسین دہلوی کا بروز ہے۔

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ یہاں تک تو میرے لئے مقام مسرت ہے۔اس سے آگے لکھا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے لکھا ہے۔

اس بات کو تقریباً نو برس کا عرصہ گذر گیا کہ جب میں دہلی گیا تھا اور میاں نذیر حسین غیر مقلد کو دعوت دین اسلام کی گئی تھی۔تب ان کے ہر ایک پہلو سے گریز دیکھ کر اور ان کی بدزبانی اور دشنام دہی کو مشاہدہ کر کے آخری فیصلہ یہی ٹھہرایا گیا تھا کہ وہ اپنے اعتقاد کے حق ہونے کی قسم کھالے، لیکن وہ بھاگ گیا۔اسی بھاگنے کی برکت سے اب تک اس کو عمر دی گئی۔(قادیانی اربعین نمبر ۴ ص ۱۳ حاشیہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ تحریر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ۱۵ دسمبر ۱۹۰۰ء کی ہے۔اس سے نو برس پہلے ۱۸۹۱ء ہوتا ہے جب مرزا صاحب (دعویٰ مسیحیت کے بعد) پہلی مرتبہ دہلی گئے ہیں اور جا کر چند اشتہار دیئے۔اس کے بعد بھی جتنے اشتہار نکلے وہ سب قادیان کی کتاب، تبلیغ رسالت، اور ہماری کتاب، تاریخ مرزا، میں جمع ہیں۔ان میں کوئی اشتہار اس مضمون کا نہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت میاں نذیر حسین صاحب دہلوی کی نسبت دعویٰ کیا ہے۔یہ محض جھوٹ افتراء اور بہتان بعد الوقوع ہے۔

اچھا اس کے آگے وجہ مشابہت بھی سنیئے۔راقم مضمون لکھتا ہے:

اب اس مندرجہ بالا حوالہ کے مطالعہ اور ملاحظہ کے بعد کوئی ہے جو اس بات سے انکار کر سکے کہ اشتہار آخری فیصلہ کے بعد مکذب امرتسری کا زندہ رہنا بعینہ وہی وجہ نہیں رکھتا جو وجہ مکذب دہلوی کے ساتھ آخری فیصلہ ٹھہرائے جانے کے بعد اس کی زندگی کا موجب ہوئی۔کیا کوئی ہے جو ثابت کر سکے کہ مکذب امرتسری اشتہار آخری فیصلہ کے شائع ہونے پر بعینہ اسی طرح نہیں ڈرا، بعینہ اسی طرح نہیں بھاگا، بعینہ اسی طرح اس کو قبول کرنے سے اس نے انکار نہیں کیا، جس طرح دہلی والے آخری فیصلہ کے قائم ہونے پر مکذب دہلوی ڈرا بھاگا اور اس کو قبول کرنے سے اس نے انکار نہیں کیا۔ (الفضل قادیان ۶ دسمبر ۱۹۳۲ء ص ۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کیسا سفسطہ ہے (بفرض محال) حضرت میاں نذیر حسین صاحب مرحوم نے اپنے عقائد پر قسم کھانے سے پہلوتہی کی، تو میرے معاملہ کی ان سے مشابہت کیسے ہوگئی۔ یہاں تو ایک فریق نے قسم کھالی۔ وہ فریق بھی معمولی نہیں بلکہ ملہم، مجدد، مہدی، مسیح موعود، نبی اور رسول۔ اس کی قسم کے الفاظ بھی مصدقہ الٰہی ہیں جو یہ ہیں:

یسئلو نك ا حقّ ھو ۔ قل ای و ر بّی انّه لحقّ ۔

جانتے ہو یہ الفاظ کہاں کے ہیں؟ یہ آیت قرآن کی ہے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کو آخری فیصلہ والے اشتہار کے سر پر لکھا ہے۔ جس سے مقصود یہ ہے کہ میں نے نیچے جو مضمون لکھا ہے کہ ،

ثناء اللہ مجھ سے پہلے نہ مرے، تو میں جھوٹا ۔

یہ خدا کی بتائی ہوئی قسم کے ساتھ کہتا ہوں۔

یعنی اس حلفیہ بیان میں دو زور ہیں ۔ ایک تو حلف، دوسرے خدائی تعلیم ۔ بتائیے اب یہ واقعہ اس واقعہ (مکذوبہ) کے مشابہ کیونکر ہوا جس میں کسی فریق نے قسم نہ کھائی ہو۔

ہاں ایک طرح سے یہ واقعہ اس واقعہ سے مشابہ ہے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں نے مولوی نذیر حسین دہلوی کو کہا تھا کہ اپنے اعتقاد کے حق ہونے کی قسم کھالے۔ اگر وہ قسم کھالیتا تو ایک سال تک میری زندگی میں مر جاتا (قادیانی اربعین نمبر۴۔ ص۱۱)۔ معلوم ہوا کہ بالمقابل قسم کھانے والا اگر جھوٹی قسم کھائے تو سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ بتاؤ پھر کیا ہوا؟

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو کون مرا۔ اور یہ سطور اس وقت کون لکھ رہا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۵۱ھ ص ۴۔۵)

درخواست بخدمت میاں محمود اور مولوی محمد علی

(مطبوعہ اشتہار)

صاحبان! آپ کو معلوم ہے کہ اس وقت جناب مرزا صاحب متوفی کی وجہ سے مسلمانوں میں کس قدر اختلاف ہو رہا ہے۔ یہاں تک کہ فسخ نکاح کے مقدمات پیش ہیں۔

ادھر آپ دونوں صاحبان مع اپنی جماعتوں کے مرزا صاحب کی مسیحیت منوانے میں رات دن ساعی ہیں۔ اس لئے آپ دونوں صاحبوں کا مع اپنی جماعتوں کے فرض ہے کہ جو کوئی جس طرح مرزا صاحب کا دعوی سمجھنا چاہے اسے سمجھائیں۔ جیسے بھی شکوک پیش کرے ان کو رفع کریں۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے جمہور مسلمانوں کو مرزا صاحب کے اس اعلان سے سخت روکاوٹ ہو رہی ہے جس کا نام ہے آخری فیصلہ۔

جس میں موصوف نے دعا کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور مولوی ثناء اللہ) میں سے جو اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے، وہ سچے سے پہلے مر جائے۔ چونکہ مرزا صاحب فوت ہو گئے اس لئے جمہور مسلمان اس بد دعاء مرزا صاحب کو فیصلہ الٰہی جان کر احمدیت سے مستفیض نہیں ہوتے۔

یہی ایک پتھر ہے جو احمدیت کے راستے میں گرا ہوا ہے۔ اس لئے آپ صاحبوں کا فرض ہے کہ اس پتھر کو راستے سے اٹھانے کی کوشش کریں۔ جس کی احسن صورت یہ ہے کہ اپنے دونوں جلسوں سے فارغ ہو کر امرتسر یا لاہور میں ایک خاص مجلس کریں جس میں شرفاء قوم شریک ہوں اور ہم فریقین کا بیان سن کر صحیح رائے قائم کر سکیں۔

نوٹ نمبر ۱۔ بیان تحریر ہوتا جائے گا بعد دستخط فریقین و صدر مجلس شائع ہو گا بلکہ اگر آپ کسی ذی علم صاحب دیانت کو منصف تجویز کریں گے تو اس کا فیصلہ بھی ساتھ ہی شائع ہو گا۔ امید ہے آپ

صاحبان اس کام کو ضروری دینی اہم کام تصور فرما کر متوجہ ہوں گے۔

نوٹ نمبر۲۔ میرے خیال میں اس کام کے لئے تاریخ ۲۹، ۳۰ دسمبر موزوں ہیں کیونکہ بعد ازاں رمضان المبارک شروع ہو جائے گا۔ امرتسر میں مجلس کریں گے تو جماعت اہل حدیث امرتسر انتظام میں آپ کے شریک انتظام ہوں۔ لاہور میں کریں گے تو وہاں بھی جماعت اہلحدیث شریک کار ہوگی۔

المکلف خادم دین ابوالوفاء ثناء اللہ امرت سری، کفاہ اللہ

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۳ دسمبر ۱۹۳۲ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۵۱ھ ص ۵)

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۳ء سے

قادیانی رجعت قہقری

چندروز قبل تک قادیانی مبلغین ہر موقع پر مباحثہ کیلئے پیش ہوتے تھے۔ چاہے مباحثہ کا انجام کتنا ہی ان کے حق میں برا کیوں نہ ہو، مگر وہ ٹلتے نہ تھے۔ لیکن چند دنوں سے وہ کچھ تھک گئے ہیں۔ جلسہ اہل حدیث بٹالہ سے یہ تھکاوٹ معلوم ہوئی ہے کہ باوجود قرب قادیان کے جلسہ میں مناظرہ کو نہ آئے اور فضول حجتیں بتاتے رہے۔ اسی طرح شہر جھنگ کے جلسہ اہل حدیث میں (۱۱-۱۲ مارچ کو) مباحثہ کے لئے نہ آئے حالانکہ تین وقت ان کو تقریرات پر سوال و جواب کرنے کو دیئے گئے، مگر نہ آئے، پر نہ آئے۔ جس کا افسوس ہے۔ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم صاف کہتے ہیں کہ حرکت احمدیہ کا عدم ہم نہیں چاہتے، کیونکہ ان کی وجہ سے مسلمانوں میں حرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ بغرض تفہیم ان کی مثال بالکل مچھر اور پسو کی ہے جو گہری نیند میں سوئے ہوئے نمازی کو اٹھا دیتا ہے۔ مگر آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ان کی حرکت جس کا انجام قریب ہیکمز ور ہو رہی ہے، شاید دل جلوں کی دعا قبول ہونے والی ہے:

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۳۳ء ص ۴)

(یہ مضمون کا آخری حصہ ہے جو شائد اخبار کے صفحہ ۳ یا ۴ سے شروع ہوا ہے جو موجود نہیں ہیں۔ بہاء)

توہین انبیاء کس نے کی

حافظ فضل الرحمٰنؒ صاحب راولپنڈی سے لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اہل حدیث کی ۳ مارچ ۱۹۳۳ء کی اشاعت میں بعنوان صدر میرا ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں بحوالہ قرآنی آیات میں نے ثابت کیا تھا کہ رسولوں کے مقابلہ میں کافر کبھی کامیاب نہیں ہوئے اور نہ ہی ہوسکتے ہیں۔ آخر الامر، اللہ اور اس کے رسولوں کو فتح نصیب ہوتی ہے۔ جس کے ثبوت میں قصہ لوط، موسیٰ، عیسیٰ، ابراہیم اور محمد رسول اللہ ﷺ کی طرف اشارہ کیا گیا تھا۔

اس کے بعد لکھا تھا کہ یہودیوں کے عقیدہ کے مطابق عیسیٰؑ کو صلیب پر مارنا (بقول مرزا صاحب قادیانی لٹکایا جانا) عیسیٰ کی نبوت کے منافی ہے بلکہ یہ عقیدہ خدا تعالیٰ کے اعلان و مکروا و مکر اللّٰہ و اللّٰہ خیر الماکرین کو ٹھکراتا ہے۔

برادران! بات سیدھی اور صاف تھی، لیکن ہمارے لاہوری مرزائیوں کے کیمپ میں اس مضمون سے ایک ہلچل پیدا ہوگئی ہے۔ چنانچہ ان کا نمائندہ پیغام صلح لاہور کی ۱۱۔ مارچ ۱۹۳۳ء کی اشاعت میں صفحہ ۶ پر نہایت خفگی سے لکھتا ہے:

ایک اور وہابی راولپنڈی سے بولے ہیں کہ مسیح ابن مریم کو چونکہ وجیھاً فی الدنیا کہا گیا ہے، اس لئے اس کا لوگوں سے تازیانے کھانا، گالیاں سننا، طمانچے کھانا اور صلیب پر چڑھائے جانا، توہین انبیاء میں داخل ہے

۔قربان جایئے چودھویں صدی کے وہابی کی عقل کے، رحمۃ للعالمین نے تیرہ سال مکہ میں مخالفین سے بد سے بدتر مصائب اٹھائے ، پھر وہابی عقاید کے مطابق ابوالانبیاء حضرت ابراہیمؑ کومخالف آگ میں ڈال دیں تو یہ اہانت انبیاء میں داخل نہیں۔،

قربان جائیں ایسے انوکھے منطقیانہ استدلال پر واقعی خوش عقیدت ایک لاعلاج مرض ہے جو انسان کے عقل و دماغ اور ذہنیت پر بہت برا اثر کر دیتی ہے۔معلوم ہوتا ہے کہ ہمارے پیغامی دوستوں نے اصل مضمون کو نہیں پڑھا۔صرف عنوان دیکھ کر آگ بگولا ہو گئے، اور اپنے ہم خیالوں سے خراج تحسین کیلئے فوراً مضمون پر حرف گیری کر دی۔

اجی جناب! میرے مضمون کا لب لباب یہ تھا کہ یہودیوں کا عقیدہ یہ تھا کہ جس کو پھانسی پر لٹکایا جائے، وہ ملعون ہوتا ہے۔لیجئے ہم آپ کی تسلی کے لئے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دستخط بھی کرائے دیتے ہیں۔مرزا غلام احمد صاحب ازالہ اوہام تقطیع کلاں صفحہ ۱۵۵ پر فرماتے ہیں:

یہودیوں کے خیال کی بنا توریت کے اس قول پر تھی جو لکھا ہے کہ جو پھانسی دیا جائے وہ ملعون ہے۔یعنی خدا تعالی کی رحمت اور قرب الہی سے دور مہجور ہے۔اور یہودیوں کے اس قول کا مدعا یہ تھا کہ اگر عیسی بن مریم سچا رسول ہوتا، تو ہم اس کو پھانسی دینے پر ہرگز قادر نہ ہو سکتے کیونکہ توریت بلند آواز سے پکار رہی ہے کہ مصلوب لعنتی ہوتا ہے۔

بنابریں مرزا صاحب قادیانی کے قول کے مطابق اگر مانا جائے کہ عیسی علیہ السلام پھانسی پر لٹکائے گئے بلکہ ان کو یہودیوں نے جلدی سے دو چوروں کے ساتھ صلیب پر چڑھا دیا (حوالہ ازالہ اوہام ص ۱۵۸)، تو یہ عیسی کی توہین نہیں تو اور کیا ہے؟

اجی صاحب! آپ کا مندرجہ بالا استدلال درست اور قابل تسلیم تب ہوتا اگر آپ یہ ثابت کرتے کہ یہودیوں کی طرح مشرکین مکہ اور مخالفین ابراہیم نے اپنے عقیدے کے مطابق نبوت کی پڑتال اور امتیاز کے لئے جناب محمد رسول اللہ ﷺ اور ابراہیم کی مخالفت کی ہو اور آخر میں ان کو کامیابی ہوئی ہو۔یعنی اگر یہ ثابت کریں کہ مشرکین کا یہ عقیدہ تھا کہ نبی کا اس کی پیدائشی جگہ سے ہجرت کر جانا نبوت کے منافی ہوتا ہے، تو بے شک آپ کا اعتراض

بجا تھا۔ مگر جناب نے نہ اسلامی تعلیم پر غور کیا اور نہ قرآن مجید پر تدبر کیا۔ اجی مشرکین مکہ اور مخالفین ابراہیم نے تو بقول ولقد استهزی برسل من قبلك فحاق بالّذين سخروا منهم ما كانوا به يستهزؤن (الانعام:۱۰) بمقتضائے بشریت مخالفت کی نہ یہودیوں کی طرح ایک اصول کے ماتحت۔

پیغامیوں کا آرگن اس کے آگے لکھتا ہے: اگر یہ وہابی صاحب، مولوی ثناء اللہ سے دریافت کر لیتے وہ انہیں سابقہ اہل حدیث کا حوالہ دیتے کہ مسیح یسوعی اور ہے اور عیسی ابن مریم اور ہے۔

سبحان اللہ کیا ہی کہنا ہے۔ یہ بھلا ان بھلے مانسوں سے کوئی پوچھے کہ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں عیسی بن مریم کی وفات ثابت کی ہے یا مسیح یسوعی کی؟ پیغامی دوستو! آپ اس بات سے تو انکار نہیں کر سکتے کہ قرآن مجید کی آیات و قولهم انا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله (النساء:۱۵۷)

و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته

میں عیسی بن مریم کا ذکر ہے نہ کسی اور مسیح کا، تو آپ کا کیا حق ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی مذکورۃ الصدر آیات کی تشریح کرتے ہوئے ازالہ اوہام صفحہ ۱۵۴ تا ۱۶۱، جیسا کہ میں نے اہل حدیث کی ۳ مارچ کی اشاعت میں لکھا ہے فرمایا ہے کہ مسیح اس کے حوالے کیا گیا، اس کو تازیانے لگائے گئے وغیرہ، تو یہاں قرآن کے مفہوم کے مخالف محض اپنی بریت کے لئے تحریف سے کام لیتے ہوئے یہ لکھیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہاں مطلب ہی اور مسیح سے ہے، نہ کہ عیسی بن مریم سے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۳۳ء مطابق ۲۶ ذی قعد ۱۳۵۱ھ ص ۵-۶)

امرتسر میں کامیاب مناظرہ

۲۵ اکتوبر ۱۹۳۳ء کو بوقت شب ۸ بجے تا ۱۱ بجے ڈھاب تیلی بھناں کٹڑہ کرم سنگھ میں اہل حدیث و مرزائی جماعت کے مابین صدق و کذب مرزا پر مناظرہ ہوا اہل حدیث کی طرف سے منشی محمد عبداللہ معمار مناظر تھے۔ منشی صاحب نے قادیانی مولوی صاحب کا ایسا ناطقہ بند کیا کہ ان سے کوئی جواب بن نہ پڑا۔ سامعین جو ۵۰۰ کے قریب تھے پر مرزا صاحب قادیانی کے مشن کی واضح طور پر قلعی کھل گئی۔ اور اہل حدیث کو فتح مبین حاصل ہوئی۔ راقم: منظور حسین قریشی بازار ٹوکریاں امرتسر یکے از شرکاء مناظرہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ نومبر ۱۹۳۳ء جلد ۳۱ نمبر ۱ ص ۱۳)

بنارس میں تبلیغ قادیانیت

مولانا ابوالقاسم ؒ سیف محمدی بنارسی لکھتے ہیں:

اس عنوان کے تحت الفضل قادیان ۳۱ اگست ۱۹۳۳ میں مضمون نظر سے گذرا افسوس کہ مضمون نگار نے تلبیس وافتراء سے کام لیا ہے۔اس لئے میں پورے واقعہ کو نہائت سچائی سے لکھتا ہوں۔

بنارس میونسپلٹی میں دو شخص قادیانی عقیدہ کے اچھے عہدہ پر ملازم ہیں۔جب تک میونسپلٹی قومی تھی ان کا مطلق کوئی اثر نہ تھا۔جب سے میونسپلٹی سرکاری ہوگئی اور قومی کارکن علیحدہ ہو گئے فتنہ قادیانیت نے اپنا سر نکالا اورانہوں نے اپنے مبلغین قادیان سے بلائے۔مولوی عبدالمجید احمدی بنارس آئے اورلوگوں سے میرا نام سن کرسب سے پہلے میرے پاس آئے۔میں مدرسہ میں اس وقت درس دے رہا تھا۔ایک شخص نے جو قادیانی تھا غیر قادیانی بن کر مجھ سے درخواست کی کہ یہ صاحب مولوی عبدالمجید احمدی ہیں ، مجھے بھی احمدی بنانا چاہتے ہیں۔میں جاہل ہوں ان کا جواب نہیں دے سکتا ۔آپ کے پاس لایا ہوں تاکہ آپ میری طرف سے ان کو جواب دے کر میری تسلی کریں۔میں نے کہا یہ میرے درس کا وقت ہے،طلبا کا حرج ہوگا۔آپ لوگ کسی دوسرے وقت تشریف لائیں۔

احمدی۔چند منٹ کا کام ہے چند شبہات ہیں ان کو رفع کردیں ۔

محمدی۔میں نے کہا مبلغ صاحب! آپ احمدی ہیں مرزا صاحب کی نبوت ثابت کریں

احمدی ۔نہیں جناب میں حیات ووفات عیسی پر گفتگو کروں گا۔

محمدی۔ ان کی حیات یا وفات کو مرزا صاحب قادیانی کی نبوت سے کیا تعلق ہے۔

احمدی۔تعلق یہ ہے کہ اگر حضرت عیسیؑ کی موت ثابت ہوجائے گی تو ان احادیث کی رو سے جن میں مسیح ومہدی کی آمد کی خبر ہے وہ مسیح ومہدی مرزا صاحب کو ماننا پڑے گا۔محمدی۔تو کیا جولوگ وفات عیسی کے قائل ہیں

جیسے سرسید احمد خان اوران کے اتباع ،انہوں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مان لیا ہے؟

احمدی۔ وہ لوگ چونکہ ان احادیث کے بھی منکر ہیں جو مسیح ومہدی سے متعلق ہیں اس لئے انہوں نے نہیں مانا۔ اور آپ لوگ تو ان احادیث کے منکر نہیں، لہذا ان کا مصداق تو کسی کو ماننا ہی پڑے گا اور وہ مرزا صاحب قادیانی ہیں۔

محمدی۔ جو وفات مسیح کا قائل ہو اور ان احادیث کو بھی مانتا ہو وہ اس شخص کو مسیح ومہدی مانے گا جس میں وہ تمام اوصاف وعلامات موجود ہوں جو ان احادیث میں بیان ہوئی ہیں۔اور ظاہر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی میں ان میں سے ایک وصف وعلامت بھی موجود نہیں۔ پھر مرزا صاحب قادیانی ان احادیث کے مصداق کیسے ہو سکتے ہیں؟

احمدی۔تو کیا آپ وفات مسیح کے قائل ہیں؟ اگر ہیں تو لکھ دیجئے۔ پھر میں تمام اوصاف حدیثیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں ثابت کردوں گا۔

محمدی۔ میں حیات مسیح کا قائل ہوں۔اور اس کو علی وجہ البصیرت کتاب وسنت کے دلائل قاطعہ سے ثابت کرسکتا ہوں۔لیکن اس کا اثر مرزا صاحب کی صداقت پر کچھ نہیں پڑتا۔اس لئے حیات ووفات مسیح پر گفتگو بالکل فضول ہے۔آپ کتاب وسنت سے معیار نبوت ثابت کریں اور اس پر مرزا صاحب قادیانی کو نبی و مسیح ثابت کریں ۔

احمدی۔آپ حیات ونزول مسیح کے قائل ہیں اور حدیث مسلم میں جس میں حضرت عیسی کی آمد مذکور ہے، چار دفعہ ان کی شان میں نبی اللہ آیا ہے۔پس ثابت ہوا کہ وہ آنے والا مسیح نبی ہوگا۔اسی لئے حضرت عائشہؓ نے حدیث لا نبی بعدہ کا انکار کیا ہے۔جیسا کہ مجمع البحار میں ہے۔لہذا خاتم النبیین کے بعد کسی نبی کا آنا ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔اور چونکہ موت عیسی بدلائل ثابت ہے لہذا وہ آنے والا نبی اللہ اور مسیح حکم وعدل جناب مرزا صاحب علیہ السلام ہیں۔(مختصراً)۔

محمدی۔آنے والے مسیح کو نئی نبوت نہیں ملے گی بلکہ پہلے جو نبوت حضرت مسیح کو مل چکی ہے اسی وصف کے ساتھ تشریف لائیں گے۔اور شریعت محمدیہ کے تابع ہوں گے۔

حدیث مسلم میں ان کے لئے لفظ نبی اللہ کا اطلاق من باب تسمیة الشیء بوصفه السابق ہے۔

جیسے کسی پنشنر داروغہ کو ہم کہتے ہیں آیئے داروغہ صاحب۔

مرزا صاحب کو نبوت آنحضرت ﷺ سے پہلے تو نہیں ملی تھی، انہوں نے ۱۹۰۱ء میں دعویٰ نبوت کیا ہے جو آیت قرآنیہ خاتم النبیین اور حدیث صحیحین میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں اور میرے بعد کوئی نبی نہیں۔ اور حدیث ترمذی ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی اور حدیث مسلم لا نبوة بعدی کے صریح خلاف ہے۔ اور حضرت عائشہؓ کا انکار لا نبی بعده سے محض بے سند ہے۔ سچے ہو تو حضرت عائشہؓ تک اس کی سند متصل بیان کرو۔ حضرت عیسیٰؑ کی موت کسی دلیل سے ثابت نہیں بلکہ فرمان رسول ان عیسی لم یمت (تفسیر ابن کثیر) کے صریح خلاف ہے۔ پس وہ آنے والا مسیح مریم بنت عمران کا بیٹا ہے نہ مرزا صاحب قادیانی جن کے الہام اور پیش گوئیاں غلط ہوا کرتی تھیں ۔

احمدی۔ مولانا محمد قاسم دیوبندی اور حضرت مجدد صاحب سرہندی نے امکان نبوت تسلیم کیا ہے۔ اور تفسیر ابن کثیر میں یہ حدیث بھی تو ہے لو کان موسی و عیسی حیین جس سے وفات عیسی صاف ثابت ہوتی ہے۔ پس وہ آنے والا مسیح حضرت مرزا صاحب قادیانی ہیں جن کا کوئی الہام اور پیش گوئی غلط ثابت نہیں ہوئی۔

محمدی۔ مجدد صاحب اور مولانا قاسم کی کتاب اس وقت میرے سامنے نہیں۔ اس لئے معلوم نہیں انہوں نے کیا لکھا ہے۔ اور بالفرض انہوں نے وہی لکھا جو آپ کہتے ہیں تو ان کا قول اجماع امت کے خلاف حجت نہیں۔ خاص کر ہم اہل حدیث کے لئے۔ ابن کثیر کی روایت لو کان موسی و عیسی محض بے سند ہے ۔ ابن کثیر نے بھی اس کی کوئی سند بیان نہیں کی۔ آپ میرے مطالبہ کو پورا کریں اور مسئلہ حیات و وفاۃ مسیح میں وقت ضائع نہ کریں۔ اس مسئلہ پر کسی اور وقت میں جلسہ عام میں بحث کی جائے گی۔ آپ معیار نبوت کو بیان کریں اور مرزا صاحب قادیانی کو اس کا مصداق ثابت کریں۔ پھر ہم مرزا صاحب قادیانی کے الہام اور پیش گوئیوں کا غلط ہونا ثابت کریں گے۔

احمدی۔ میں جانتا ہوں کہ آپ محمدی بیگم اور مولوی ثناء اللہ والا واقعہ بیان کریں گے۔ لیجئے معیار نبوت قرآن سے سنئے فقد لبثت فیکم عمراً من قبله مرزا صاحب قادیانی کی عمر سابقہ، پبلک کے سامنے ہے۔ جو ان کی صداقت کی دلیل ہے ۔

محمدی۔ جہاں پانی مرتا ہے اسے تو آپ اچھی طرح جانتے ہوں گے۔آپ گھبرائیں نہیں۔ میں محمدی بیگم اور مولانا ثناءاللہ صاحب والا آخری فیصلہ نہ پیش کرونگا۔ میں مرزا صاحب کے دوسرے الہامات اور پیش گوئیاں سناؤں گا جو جھوٹی نکلیں۔ میں نے معیار نبوت کا مطالبہ کیا تھا جس پر از آدم تا ایندم تمام انبیاء اور مدعیان نبوت پرکھے جائیں۔آپ نے عمراً من قبله والی آیت جو پیش کی ہے یہ معیار نبوت نہیں۔ بلکہ کفار کے مطالبہ (تبدیل قرآن) کے جوابات میں سے آخری جواب ہے۔کیا تمام انبیاء نے اسی طرح اپنی سابقہ عمر کو منکرین کے سامنے پیش کیا ہے؟ اگر نہیں تو یہ معیار کیوں کر بن گئی؟

احمدی۔ہاں تمام انبیاء نے اپنی گذشتہ عمر بطور معیار پیش کی ہے۔

محمدی۔لیجئے یہ قرآن مجید اور نکالئے۔

احمدی۔(کامل بیس منٹ تک ورق گردانی کے بعد)۔اس وقت مجھے یاد نہیں آتی۔اچھا آپ بتلائیں کہ پھر معیار نبوت کیا ہے؟

محمدی۔سنئے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

و ما ارسلنا قبلك الّا رجالًا نوحی الیهم فسئلوا اهل الذکر ان کنتم لا تعلمون ۔ و ما جعلنا هم جسداً لا یأکلون الطعام و ما کانوا خالدین۔ ثم صدقنا هم الوعد فانجیناهم و من نشاء و اهلکنا المسرفین۔

(الانبیاء:٧۔٩)

ان آیات نے یہ معیار بتلایا کہ انبیاء کرام اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر جو خبر دیتے ہیں یا پیش گوئی کرتے ہیں وہ سچی ہوتی ہے۔ایک بھی غلط اور جھوٹی نہیں ہوسکتی۔آیئے اس معیار پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جانچیں۔

احمدی۔یہ معیار صحیح نہیں کیونکہ حضرت یونسؑ نے خدا تعالیٰ سے الہام پا کر اپنی قوم پر عذاب آنے کی جو پیش گوئی کی تھی وہ صحیح ثابت نہیں ہوئی۔

محمدی۔لیجئے یہ قرآن مجید سامنے ہے۔اس میں سے وہ آیت نکالئے جس میں حضرت یونسؑ کا وعدہ قوم پر عذاب آنے کا ہو۔

احمدی ۔(۱۵ منٹ ورق گردانی کے بعد)۔ میں حافظ نہیں ہوں مجھے وہ آیت یاد نہیں ۔اور اس وقت ملتی بھی نہیں ۔

محمدی ۔قرآن مجید میں ایسی ایک آیت بھی نہیں جس میں حضرت یونسؑ کا وعدہ عذاب آنے کا مذکور ہو ۔اگر وعدہ الٰہی ہوتا تو ضرور ان کی قوم ہلاک ہوجاتی ۔و اللہ لا یخلف المیعاد ۔پس میرا پیش کردہ معیار دراصل معیار نبوت ہے اور مرزا صاحب قادیانی اس معیار پر پورے نہیں اترتے لہذا وہ نبی اور مسیح موعود نہیں ہیں ۔

احمدی ۔میں جانتا ہوں آپ محمدی بیگم اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کا قصہ پیش کریں گے ۔اچھا پیش کیجئے ۔میں ان دونوں امروں میں مرزا صاحب قادیانی ،مسیح موعود کی صداقت ثابت کردونگا ۔

محمدی ۔ الہام مرزا زوجنا کھا اور یردھا الیک کو مدنظر رکھتے ہوئے بس اتنا بتادیجئے کہ کیا محترمہ محمدی بیگم مرزا صاحب کی زوجیت میں آگئیں اور کیا مرزا صاحب قادیانی ،مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی زندگی میں مرنہیں گئے؟

احمدی ۔(حسب عادت ایک لمبی چوڑی فضول بکواس کے بعد) یہ ایک انذاری پیش گوئی تھی جو احمد بیگ کے مرجانے اور سلطان محمد کے ڈرجانے اور توبہ کرلینے سے پوری ہوگئی ۔اور مرزا صاحب کی دعا مولوی ثناء اللہ صاحب نے تسلیم نہیں کی ، بلکہ یہ لکھ دیا کہ حرام زادہ کی رسی دراز ہوتی ہے (یہ لفظ دکھاؤ تو لدھیانہ کے تین سو میں سے ایک سو انعام لو۔ ثناء اللہ) لہذا ان کی عمر دراز ہوگئی اور مرزا صاحب قادیانی نے وفات پائی ۔

محمدی ۔مرزا صاحب کی اس معجون مرکب پیش گوئی کا اصل مقصد کیا تھا؟ صرف احمد بیگ کا مرجانا؟ سلطان محمد کا ڈرکر توبہ کرلینا؟ یا ان تمام موانع کا دور ہوکر محمدی بیگم کا ان کی زوجیت میں آنا؟ الہامات لا تبدیل لکلمات اللہ اور یردھا الیک اور زوجنا کھا کے کیا معنی ہیں؟

احمد بیگ پہلے مانع تھا لیکن وہ مرتا ہے تو محمدی بیگم کو سلطان محمد سے بیاہ دینے کے بعد ۔پہلے مرجاتا تو مانع دور ہوجاتا ۔پھر سلطان محمد بوجہ محمدی بیگم کے شوہر ہونے

کے بڑا مانع تھا، جواب تک موجود ہے ۔جنگ عظیم میں باوجود گولی لگنے کے بھی نہیں مرا ۔وہ خواہ ڈرگیا یا قادیانی بن گیا لیکن مانع تو بہرحال باقی رہا ۔اور محمدی بیگم مرزا صاحب کی زوجیت میں نہ آئی جو الہام کا اصل مقصد تھا ۔بلکہ مرزا صاحب نے اسی حسرت میں جان تک دے دی ۔پس ان کا الہام مذکور اور پیش گوئی صاف جھوٹی

ثابت ہوئی مولانا ثناءاللہ صاحب نے ہرگز ہرگز کہیں بھی نہیں لکھا کہ حرام زدہ کی رسی دراز ہوتی ہے۔ سچے ہو تو ان کی تحریر دکھلاؤ ۔

احمدی۔ (بہت سی بہکی بہکی باتیں کرنے کے بعد) آپ لوگ حیات ووفاۃ مسیح پر بحث کرنے سے کیوں بھاگتے ہیں۔

محمدی۔ اس لئے تا کہ مرزا صاحب قادیانی کو ہم جھوٹا ثابت کریں۔ اور مسئلہ مذکورہ پر بحث کرنے سے بھاگتے نہیں ہیں۔ میں پہلے کہہ چکا ہوں کی میں اس مسئلہ پر علی وجہ البصیرت بحث کرسکتا ہوں لیکن اس وقت میرے پاس وقت نہیں ہے کوئی جلسہ مناظرہ مقرر کریں اس میں تحریری یا تقریری جس طرح چاہیں بحث کرلیں۔ اب نماز ظہر کا وقت آگیا ہے

احمدی۔ اچھا تو اس وقت ہم جاتے ہیں، یہاں شہر کے اور مولویوں کے نام و پتہ آپ بتلا سکتے ہیں ۔

محمدی۔ ہاں فلاں فلاں مولویصاحب ہیں، آپ ان کے پاس جاسکتے ہیں ۔

احمدی۔ اچھا رخصت۔ معاف کیجئے ہم نے آپ کا بہت وقت ضائع کیا لیکن آپ سے مل کر ہم بہت خوش ہوئے۔

محمدی۔ آپ کی عنائت ہے۔ وقت میرا نہیں طلبا کا ضائع ہوا۔ میرا تو یہی کام ہے۔

ناظرین یہ ہے الفضل کی اس تحریر کی حقیقت کہ وفات مسیح اور ختم نبوت پر گفتگو سے انکار کر دیا۔ آخر صداقت مرزا پر گفتگو ہوئی تو لاجواب ہوگئے۔ کہنے لگے میرے پاس وقت نہیں آپ فلاں مولوی کے پاس جائیں

جھوٹ تو ان کی نبوت میں داخل ہے۔

بعد کے واقعات

مرزائیوں کو چیلنج دے دیا کہ آؤ بحث کرلو۔ بحث تحریری ہوگی۔ جواب آیا کہ بغیر مرکز کی اجازت کے ہم تحریری بحث نہ کریں گے۔ کہا گیا کہ اجازت منگالو۔ دو ہفتہ کے بعد خبر لائے کہ اجازت مل گئی۔ ہمارے علماء ۵ستمبر تک آجائیں گے شرط لکھ کر بھیجو۔

شرطیں بھیجیں گئیں تو جواب ملا کہ شرطیں ہمارے علماء آ کر طے کریں گے۔ادھر سے تقاضا پر تقاضا۔ ادھر سے وہی مرغے کی ایک ٹانگ۔آخران کے مناظر ۵ستمبر کی بجائے ۱۵ستمبر کو آئے اور شرط یہ کی کہ ثالث غیر مسلم ایسا ہوگا جو قرآن حدیث تفاسیر وعلوم عربیہ ولغت وتصنیفات مرزا پر عبور تام رکھتا ہو۔اور فیصلہ دیتے ہوئے قسم مئوکد بعذاب کھائے۔اور فریقین کے مناظر تنہا کمرے میں بیٹھ کر پرچے لکھیں۔آخری دن کو پبلک کو جمع کر کے ساری تحریریں سنادی جائیں گی۔

ادھر سے عربی میں ایک مبسوط رقعہ لکھا گیا کہ کہ ایسا غیر مسلم شیخ الاسلام آپ ہی بتائیں کون ہے۔ہمارے خط کو پولیس کے حوالے کر کے پولیس کی دست اندازی سے مناظرہ سے جان چھڑائی۔ہم برابران کی تردید میں ہر ہفتہ عظیم الشان جلسے مختلف محلوں میں کرتے رہے۔نیز ہر ہفتہ ایک ٹریکٹ بھی طبع کرا کے شائع کرتے رہے جن میں سے حسب ذیل شائع کر چکے ہیں۔

مرزا صاحب کے بعض دعاوی اور الہامات۔، اظہار حقیقت (حیات عیسی میں)۔،نزول مسیح اور ختم نبوت۔، ثنائے رحمانی برقضائے قادیانی (آخری فیصلہ)۔،غلام احمد مبلغ قادیانی کا جواب ۔،دعوت ان الحق کا جواب ۔،امام مہدی اور مرزا۔،ظہور امام کا جواب۔شہر کے مرزائیوں پر ہمارا اضعافاً مضاعفا بڑھتا ہی جارہا ہے اور بقول قادیانی نامہ الفضل جو ہل چل مچی ہوئی تھی اس کا محل قادیانی کیمپ بنارس چھاؤنی ہوگیا

نہ تم یوں چھیڑتے ہم کو نہ ہم میدان میں آتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۴ رجب ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ا ص ۵۔۸)

صداء ایمان بجواب ندائے ایمان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لوگ کہتے ہیں کہ وکیلوں اور بیرسٹروں کے حوصلے بڑے ہوتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے دل گردہ کے مالک ہوتے ہیں۔ ایک عدالت میں مقدمہ ہار جائیں تو دوسری میں کمر بستہ کھڑے ہو جاتے ہیں۔ بلکہ اس عدالت میں دوسرے مقدمہ کی پیروی کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

واقعات بتاتے ہیں کہ مرزائیوں کے مقابلے میں وکیلوں کا حوصلہ قابل ذکر ہی نہیں۔ یہ لوگ ایسی ہمت کے مالک ہیں اور ایسے دل گردے کے مالک ہیں کہ کیا مجال کہ آج کی ناکامی کل ان کو مایوس یا کمر شکستہ کرے۔ بلکہ ہر ناکامی پر مزید چست نظر آتے ہیں۔ مخالف پڑے کہیں فا صنع ما شئت ، مگر ہم تو ان کی ہمت کے قائل ہیں۔

۲۲۔ اکتوبر کو جہاں ایک بھی مرزائی تھا، غالباً اس نے بھی تبلیغ کی۔ مجنون وارانہ تبلیغ کی ہوگی۔ چاہے کسی نے اس کی سنی یا نہ سنی، برا بھلا سنا سنایا۔ ذلیل ہوا۔ بہر حال اس نے اپنا فرض ادا کیا۔

خلیفہ قادیان ان سب سے بڑھ کر ہیں۔ وہ تو اپنے جنون عشق آبادی میں ایسے مست ہیں کہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ میری تجویز میرے مخالف ہے یا موافق۔

۲۲۔ اکتوبر کو خلیفہ کی طرف سے اشتہار ہوا جس کا نام ہے، نداء ایمان۔ خلیفہ جی نے اس میں زمانہ حال کا برا حال بتایا ہے اور اس سے نتیجہ نکالا ہے کہ ایسی بدحالی کی حالت میں مصلح کا آنا ضروری تھا، چنانچہ مرزا صاحب مصلح بن کر آ گئے۔ مگر وہ اس بے خودی میں یہ بھول گئے کہ یہ مسلمانوں کی حالت، مرزا صاحب قادیانی کے آنے کے بعد بہتر ہوگئی یا بد سے بدتر ہوگئی۔، جواب یہی ہوگا کہ واقعات کی شہادت یہی ہے کہ بدتر ہوگئی۔ پھر اس مصلح نے آ کر کیا کیا۔ خلیفہ صاحب کے اپنے الفاظ سنیئے۔ بعد ضروری تمہید کے لکھتے ہیں:

پس اے بھائیو! رسول کریم ﷺ کی بات یاد رکھو کہ آپ سے بڑھ کر آپ لوگوں کا خیر خواہ کوئی نہیں ہوسکتا، اوران دوست نما دشمنوں سے بچو جوتم کو بیمار دیکھ کر علاج کا مشورہ دینے کی بجائے الٹا غافل کرنا چاہتے ہیں، اور آپ سے بھی دشمنی کرتے ہیں اور رسول کریم ﷺ کی بھی تکذیب کرتے ہیں

مسلمانوں کی خراب حالت اظہر من الشّمس ہے ان کی حکومتیں جاتی رہیں۔ان کی تجارتیں برباد ہو گئیں۔ان کے دلوں سے علم اٹھ گیا۔تقوی مٹ گیا۔ان کے قلوب سے خدا تعالی کی یاد جاتی رہی ہے۔رسول کریم ﷺ کے اتباع کا جوش سرد ہو گیا ہے۔ ہمدردی عام کا خیال جاتا رہا ہے۔قربانی اور ایثار کی روح مردہ ہو گئی ہے۔غرض بقول اصدق الناس صرف رسم اسلام باقی رہ گئی ہے، روح اسلام مٹ چکی ہے۔

ایسے وقت میں اللہ تعالی اگر مسلمانوں کی خبر نہ لیتا اور حسب وعدہ فارسی الاصل انسان یعنی مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ احمدیہ کو مبعوث نہ فرماتا تو یقیناً اس پر وعدہ خلافی کا الزام آتا۔مگر اللہ تعالی سے زیادہ وعدوں کا پورا کرنے والا کون ہوسکتا ہے۔اس نے وقت پر اپنا وعدہ پورا کر دیا۔اور مرض کے پیدا ہوتے ہی طبیب بھی بھیج دیا ۔اب یہ آپ لوگوں کا کام ہے کہ رسول کریم ﷺ کے تجویز کردہ اور اللہ تعالی کے بھیجے ہوئے طبیب سے علاج کرائیں اور اس کی اتباع میں داخل ہو کر اسلام کی شوکت بڑھائیں یا ان لوگوں سے علاج کرائیں کہ جن کو رسول کریم ﷺ نے آسمان کے نیچے سب سے بدتر وجود قرار دیا ہے اور آپ لوگوں کے ایمان کا دشمن۔مگر یاد رکھیں کہ دوست سے بھاگ کر دشمن کی پناہ میں جانے والا کبھی فلاح نہیں پاتا اور اللہ تعالی کے تجویز کردہ نسخہ کو رد کر کے بندوں کے ٹوٹکوں پر نگاہ رکھنے والا کبھی صحت کا منہ نہیں دیکھ سکتا۔

وقت نازک ہے اور مصیبت بہت بڑی۔پس اللہ تعالی کی نصیحت کی قدر کرو اور اس کا شکریہ ادا کرتے ہوئے کہ اس نے عین مرض کے وقت طبیب روحانی بھیج دیا ہے، اس کے مامور حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے دعووں پر ایمان لاتے ہوئے احمدیت کو قبول کرو تا کہ :

۱۔یہ مصیبت کے دن ٹل جائیں، اور اسلام ایک دفعہ پھر فتح و کامرانی کے دن دیکھے۔

۲۔محمد رسول اللہ ﷺ کا باغ خشک ہو رہا ہے۔

اگر وفادار ہو تو دیر نہ لگاؤ، اٹھو اور اپنے خونوں سے اس باغ کے درخت سیراب کرو۔

آسمانی باغ کنوؤں کے پانیوں سے نہیں، بلکہ مومنوں کے خون سے سینچے جاتے ہیں۔اس دن کا انتظار نہ کرو کہ خدا تعالی کے فرشتے تم کو غداروں کی فہرست میں شامل کر کے ابدی موت کے گھاٹ اتار دیں۔ بلکہ آگے بڑھ کر خود اپنے لئے قربانی کی موت قبول کرو، تا کہ ابدی زندگی پاؤ۔اللہ تعالی آپ کے ساتھ ہو

و آ خر دعوا نا ان الحمد لله رب العا لمین

(خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ قادیان)(ندائے ایمان نمبر۴)

خلیفہ جی کی جس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے تشریف لانے کے بعد بلکہ ساری عمر اصلاحی خدمت کرنے کے آج ۲۵ سال بعد تک بھی اسلام کا باغ خشک ہے اور روز بروز خشک ہو رہا ہے۔

ہاں تمنا کی گئی ہے کہ مصیبت کے دن جلدی کٹ جائیں گے۔پس معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی وہ مصلح موعود نہ تھے جو آ کر دنیا میں حیرت انگیز انقلاب پیدا کریں گے، اس لئے ان کی تشریف آوری اور تشریف بری پر یہ شعر موزوں ہے:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲۱ رجب ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۲ ص ۵۔۶)

گورداسپور میں یوم تبلیغ مرزا

۲۲۔اکتوبر ۱۹۳۳ء کو مرزائیوں کے ساتھ حیات و وفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مسلمانوں کا مناظرہ ہوا۔مرزائیوں کی طرف سے مرزا عبد الحق وکیل مناظر تھے اور اہل اسلام کی طرف سے حافظ گوہر دین مبلغ اہل حدیث کانفرنس مناظر تھے۔حافظ صاحب نے ہر اعتراض کا مدلل جواب دیا۔جس سے سامعین جلسہ پر بہت اچھا اثر پڑا۔راقم: عبدالحکیم صراف از گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۳۳ء ص ۱۴)

آریہ سماج اور جماعت احمدیہ کی کامیابی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سوامی دیانند کی وفات کو ۵۰ سال ہوگئے۔آریوں نے ان کی وفات کی ۵۰ سالہ جوبلی (یادگار) اجمیر میں منائی۔آریہ اخبارات کا بیان ہے کہ لاکھ سے زیادہ آریہ جمع تھے۔جلوس دوتین میل تک تھا۔بڑی رونق تھی بڑی شان تھی۔بڑے جلسے ہوئے بہت سے ریزولیوشن پاس ہوئے۔غرض بہت کچھ بڑا میلہ ہوا۔یہاں تک تو ہم بھی تصدیق کرنے میں تامل نہیں کرتے لیکن جب ہم سنتے ہیں کہ آریہ سماج اپنے مقصد میں بڑے کامیاب ہوئے تو ہمیں تامل ہوتا ہے اور منہ سے نکل جاتا ہے:

آنچہ من شنوم بہ بیداری است یارب بخواب

حقیقت میں آریوں اور ان کے ہمنواؤں کو دھوکہ لگتا ہے یا دانستہ وہ پبلک کو مغالطے میں رکھتے ہیں۔ وجہ یہ ہے کہ آریہ سماج کی بنیاد اسلئے قائم ہوئی کہ ہندوستان میں از سر نو ویدک دھرم کا مکمل رواج ہوجائے۔یہ ہے آریہ تحریک کا نصب العین اور یہ ہے اصل مقصود۔

ویدک دھرم کی سب سے بڑی نقیض بت پرستی ہے، مرسوں کے شرادھ ہیں، گوشت خوری اور دیگر رسومات ہندوانہ ہیں۔ہم دیکھتے ہیں کہ ہندوستان کے بت خانے سابق سے زیادہ آباد ہیں۔بلکہ بت خانوں کی حمایت پر آریہ سماجی بھی کمر بستہ ہوجاتے ہیں۔بنارس میں لنگ پوجا کی وہ کثرت ہے کہ ہندو کالج میں بھی لنگ رکھا

ہوا ہے، بازاروں میں سرعام فروخت ہوتے ہیں۔ہمارے شہر امرتسر میں جب سے سکھوں نے اپنے دربار صاحب میں ہندوؤں کو بت پرستی سے روکا ہے، انہوں نے بیرون دروازہ لوہ گڑھ۔درگیانہ تالاب پر ایک بڑا شاندار مندر بنالیا ہے جس میں اعلی درجہ کی مورتی رکھی گئی ہے۔مختصر یہ کہ آریہ تحریک کا مقصد پورے طور پر تو کیا

حاصل ہوتا اگر یہ کہیں کہ ادھورا بھی حاصل نہیں ہوا، تو ایسا کہنا بے جانہیں۔ ہم حیران ہیں کہ آریہ لوگ اپنے مقدس مقصد کی توہین کیوں کرتے ہیں کہ معمولی رونق کا کوئی انگریزی سکول دیکھ کر بس کامیابی کا ڈھول پیٹنا شروع کر دیتے ہیں۔ان کی یہ مثال ہمارے نزدیک بہت صحیح ہے کہ ایک لڑکا سکول میں اس غرض سے بیٹھا ہے کہ بی اے پاس کرے۔ابھی پرائمری ہی میں تعلیم پاتا ہے کہ اس کی شادی ہوگئی۔شادی بڑی شان وشوکت سے ہوئی تو اس کا باپ کہے یا وہ خود کہے کہ میں اپنی تعلیم میں کامیاب ہوگیا۔کیا خوب !اسی کو کہتے ہیں

ایں کرامت ولی ما چہ عجب

گر بہ شاشید و گفت باراں شد

ہاں اگر ہم دیکھتے کہ ہندوستان سے بت پرستی مٹ گئی، اور اوہام پرستی دور ہوگئی، ہندو قوم سب یا اکثر آریہ اصول کی پابند ہوگئی، بت پرستی کو چھوڑ بیٹھی، بت خانے سنسان پڑے ہیں، وغیرہ سننے میں آتا تو ہم بھی اس مژدہ کو سن کر جی میں خوش ہوتے، مگر یہ سب کچھ ہنوز موہوم ہی موہوم ہے۔

اسی طرح تحریک احمدیہ کا حال ہے۔مرزا صاحب آئے تھے کہ دنیا کو شرک وکفر سے پاک کر دیں۔ خدا کی توحید اور رسول کی رسالت کا سب لوگوں کو قائل کریں۔وہ خود کہتے ہیں کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ نہ کوئی کرشن کو پوجے، نہ مسیح کو خدا جانے، بت خانے سب فنا ہو جائیں، دین اسلام کا چار سوڈ نکا بجے۔غرض دنیا کا نقشہ ایسا ہو جائے کہ سب لوگ اللہ کے بندے اور رسول کی امت بن جائیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں کفر وشرک بدستور جاری ہے۔بت خانے برابر موجود ہیں۔گرجے دن بدن بڑھتے جا رہے ہیں۔مگر قادیانی اخبار سالانہ جلسہ پر مصنوعی، پندرہ ہزار، کا شمار لکھ کر اپنی کامیابی کا ڈھنڈورہ پیٹتے اور خوشی مناتے ہیں۔سچ ہے يعلمو ن ظا هراً من الحيوة الد نيا

چنانچہ اسی پر یہ مثال صادق آتی ہے: شیر قالین دگر است وشیر نیستاں دگر است

ہاں سچی کامیابی کی مثال سنئے جو سب دنیا نے دیکھ لی۔عرب کی یہ حالت تھی: بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا ،

پھر کیا ہوا:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوتی بستی جگا دی
پڑا غل یہ ہر طرف پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲۸ رجب ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۳ ص ۳)

قرآن وحدیث اور پنجابی نبی

مولوی محمد داؤد ارشد متعلم مدرسہ مرکزیہ گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

حضرات! اللہ عزوجل کی حمد وثنا کے بعد نبی کریم ﷺ ہزار ہزار درود ہوں جنہوں نے ہم کو حیوانیت کے دائرہ سے نکال کر انسانیت کے حصن اعلی پر پہنچایا۔ یہی وجہ ہے کہ ہم کو وہ فخر حاصل ہے جو کسی اول وآخر قوم کو نہیں۔

لیکن ہماری اپنی خانہ جنگیاں ہونے کی وجہ سے آج اسلام پر طرح طرح کے حملے ہو رہے ہیں۔ چنانچہ اگر دنیا کی طرف نظر ڈالی جائے تو ہزار ہا قسم کے فتنے برپا نظر آئیں گے۔ باقی فتنوں کو چھوڑ کر اگر وہ فتنے لئے جائیں جو نبی ﷺ کی فوتیدگی کے بعد ظہور پذیر ہوئے ہیں، تو ان کے لکھنے کے لئے قلم قاصر ہے۔ لیکن مشت نمونہ از خر وارے۔

پہلا وہ حملہ ہے جو آنجناب سرور کائنات ﷺ کے بعد ابوبکرؓ صدیق کی خلافت میں زکوۃ کے منسوخ ہونے کے متعلق رونما ہوا تھا جو محض اسلام کو ضعف پہنچانے کی سازش تھی۔

اس کے بعد دوسرا حملہ فتنہ مسیلمہ کذاب ہے جس نے اپنے آپ کو مرزا غلام احمد صاحب کی طرح امتی نبی کے نام سے شہرہ آفاق کیا تھا۔ یہ بھی اسلام کو از حد نقصان دہ ثابت ہوا۔ لیکن حضرت ابوبکرؓ صدیق کا

تدبر اور سیف اللہؓ کے بازوؤں نے دفعتہً ان کا قلع قمع کر دیا۔ یہی وجہ ہے کہ آج ان کا کوئی نام لیوا دنیا میں نظر نہیں آتا۔

لیکن آج ساڑھے تیرہ سو سال کے بعد ایک فتنہ قادیانی جو کہ پہلے دونوں حملوں سے کسی پہلو میں کم نہیں اور جس نے اپنے آپ کو امتی ظلی یا بروزی نبی کہلا کر مشہور کیا ہے، برپا ہوا ہے۔ اس کے پرکھنے کا احسن طریق یہ ہے کہ اس کا قرآن یا نبی کریم ﷺ کے اسوہ حسنہ یا بزرگان دین کے ساتھ مقابلہ کیا جائے کہ مرزا غلام احمد کی کس حد تک ان کے ساتھ موافقت ہے تو ڈھول کے پول ظاہر ہوں گے۔

پہلا یہ کہ قرآن پاک میں اللہ تبارک وتعالی نے کئی جگہ بار بار ارشاد فرمایا ہے کہ ہم نے عیسی بن مریم کو بغیر باپ کے پیدا کیا ہے لیکن برعکس اسکے مرزا صاحب قادیانی کشتی نوح صفحہ ۱۶ پر لکھتے ہیں کہ: یسوع مسیح کے چار بھائی اور دو بہنیں تھیں یہ سب یسوع کے حقیقی بھائی اور بہنیں تھیں۔ یعنی سب مریم اور یوسف نجار کی اولاد تھیں۔

یہ تو مرزا صاحب کی قرآن کے ساتھ موافقت ہے۔ اس کے بعد اگر احادیث نبویہ کے ساتھ موازنہ کیا جائے تو عین حقیقت ظاہر ہوگی، چنانچہ ہمارے نبی کریم ﷺ کا ارشاد ہے افشوا السلام و اطعموا الطعام و صلوا الارحام صلوا باللیل و الناس نیام (مشکوۃ مجتبائی۔ص ۱۶۸) (یعنی اسلام پھیلاؤ بھائیوں کو کھانا کھلاؤ اور ہر ایک کے ساتھ صلہ رحمی کرو)۔

لیکن اس کے برعکس مرزا غلام احمد کے وہ نصائح جو انہوں نے اپنی امت کو کئے ہیں، مندرجہ ذیل ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے: جو شخص غیر احمدیوں کو رشتہ دیتا ہے وہ مسیح موعود کو نہیں سمجھتا، اور نہ یہ جانتا ہے کہ احمدیت کیا چیز ہے۔ کیا کوئی غیر احمدیوں میں سے ایسا بے دین ہے جو کسی ہندو یا عیسائی کو اپنی لڑکی دے دے؟ ان لوگوں کو تم کافر کہتے ہو مگر وہ تم سے اچھے رہے کہ کافر ہو کر کافر کو لڑکی نہیں دیتے مگر تم احمدی کہلا کر کافر کو لڑکی دیتے ہو

(ملائکۃ اللہ۔ص ۴۶)

یہ ہے مرزا کی نبی اکرم ﷺ اور قرآن کے ساتھ موافقت یا منافقت۔ یہی نہیں بلکہ بزرگان دین پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے چنانچہ اعجاز احمدی صفحہ ۱۹ پر رقم طراز ہیں: مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے۔ کیونکہ مجھے ہر ایک وقت خدا کی تائید اور مدد ملتی رہتی ہے مگر حسین کے متعلق دشت کربلا کو یاد کر لو اب تک

روتے کیوں ہو۔

اور پھر حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۹ پر مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

حضرت عیسی کنجریوں کے ساتھ میلان رکھتے تھے۔

حضرات! غور کا مقام ہے کہ جس شخص کا کلام اللہ یا نبی آخرالزمان ﷺ یا بزرگان دین کے ساتھ ایسا اعتقاد ہو، اس کو ظلی یا بروزی نبی کہنا بطالت اور کذب ہے۔ اور پھر (مرزا غلام احمد یعنی احمد کے غلام) کہتے ہیں کہ: آسمان سے کئی تخت اترے۔ میرا تخت سب سے اونچا رکھا گیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۸۷)، تو کیا یہ الفاظ نکالتے وقت مرزا غلام احمد اپنے آقائے نامدار ﷺ کو بھول گئے تھے؟

بھول نہیں گئے تھے بلکہ محض دنیا کو دھوکہ دے کر اپنا کام سیدھا کرنا تھا۔ میں کہتا ہوں کہ جس شخص کا قرآن پاک اور احادیث نبویہ یا بزرگان دین کے ساتھ ایسا اعتقاد ہو، وہ ظلی بروزی نبی تو درکنار صحیح معنوں میں مسلمان بھی نہیں کہلا سکتا۔

آخر میں تمام مرزائی حضرات کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس دن سے ڈریں کہ جب کہ خدا تعالی کے حضور میں حاضر ہونا ہے۔ اگر اسی طرح ایک دکاندار کے پیچھے پڑے رہے تو نجات کا ملنا مشکل ہے۔

آؤ! ہماری طرف سے دعوت ہے کہ اگر نجات لے کر مستحق بالجنۃ ہونا ہے تو آغوش اسلام میں آجاؤ۔ خدا وحدہ لاشریک ہر ایک بشر کو اسلام میں داخل ہونے اور سید الکونین کے امتی بننے کی توفیق عطا فرماوے آمین ثم آمین۔ کہیں ایسا نہ کہنا پڑے:

نہ خدا ہی ملا نہ وصال صنم
نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۲۸ رجب ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ ص ۴)

قادیان کے ایک سوال کا جواب اور ہمارا سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام ہے کہ: بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے

آج تک تو یہ الہام معرض التواء میں رہا ہے۔ ۲۵ سال سے زیادہ گذرے کہ مرزا قادیانی کا انتقال بھی ہو گیا۔ مگر قادیانی امت نے مرزا صاحب کے کپڑے اسی امید پر ابھی محفوظ رکھے ہوئے ہیں کہ شائد کبھی کوئی بادشاہ یا راجہ، نواب ہی ایسا پیدا ہو جائے جس کی وجہ سے یہ الہام پورا ہو سکے۔ خدا معلوم کیا ضرورت پیش آئی کہ اخبار الفضل نے ایک لمبے مضمون کے ضمن میں یہ سرخی لکھی ہے: مولوی ثناءاللہ صاحب سے ایک سوال،، ہم چونک اٹھے کہ یا اللہ! ایسا مشکل مرحلہ کیا پیش آیا ہے کہ قادیانی اخبار ہم سے سوال کرتا ہے۔ آخر دیکھا تو یہ کہ: مولوی ثناءاللہ بتائیں کہ اس الہام کے متعلق انکا کیا خیال ہے کہ یہ الہام ان کے نزدیک پورا ہو سکتا ہے یا نہیں۔ کیا دنیا میں ایسے حکمران ہو سکتے ہیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں یا ان کا وجود کبھی نہیں پایا گیا۔ (الفضل قادیان ۱۶ نومبر ۱۹۳۳ء ص ۴)۔

مولانا ثناءاللہ کہتے ہیں کہ اگر امکان کا سوال ہے تو جواب صاف ہے کہ ایسے بادشاہ ہونے بہت ممکن ہیں۔ بلکہ اس سے بھی بڑھ کر بتوں پر پھول چڑھانے والے بھی ہیں۔ اس سے بھی بڑھ کر خود خدا بننے والے بھی ممکن ہیں۔ بلکہ اس سے بھی زیادہ یعنی بھنگڑوں سے فلاح ملک مانگنے والے بھی ہیں اور ہوں گے ایسے ہی لوگوں کے بارے میں کہا گیا ہے هل افسد الناس ا لا الملو ك ۔ دنیا کو بادشاہوں نے خراب کیا ۔

اپنا جواب سنکر اب ہمارا بھی ایک سوال بھی حل کر دیجئے ۔ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے کہ: خدا نے مجھے بتایا تیرا تخت سب تختوں سے بالاتر بچھایا گیا ہے۔،

مرزا غلام احمد کا یہ تخت کہاں بچھا تھا۔ کس کس کے تخت ان کے نیچے تھے۔ اس تخت کے ماتحت کوئی ملک بھی تھا

یا بے ملک ہی تخت تھا؟ مہربانی کر کے مفصل جواب دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۴ ص ۳۔۴)

مرزا صاحب کے قرآنی معارف

مولوی محمد مہر الدینؒ میاں وٹڈ سے لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد کو جن معارف پر ناز تھا ان میں سورہ انا انزلنا کی تفسیر بھی ہے جس کو ازالہ اوہام صفحہ ۱۰۰ میں کئی ورق لکھ کر لکھتے ہیں کہ: یہ معارف کیا کسی اور تفسیر میں مل سکتے ہیں۔

چونکہ وہ نہایت طولانی تقریر ہے جس کو پوری نقل کرنا تضیع اوقات اور تطویل بلا طائل ہے اس لئے چند عبارتیں ملخصاً تحریر کی جاتی ہیں۔ لکھتے ہیں کہ:

سورہ انا انزلنا کے معانی پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالی نے اس سورت میں صاف اور صریح فرما دیا ہے کہ جس وقت کوئی آسمانی مصلح زمین پر آتا ہے تو اس کے ساتھ فرشتے آسمان سے اتر کر مستعد لوگوں کو حق کی طرف کھینچتے ہیں...

ہر نبی کے نزول کے وقت ایک لیلۃ القدر ہوتی ہے لیکن ان سب سے بڑی لیلۃ القدر وہ ہے جو ہمارے نبی ﷺ کو عطا کی گئی اس لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے...

اس لیلۃ القدر کی شان میں فیها یفرق کل امر حکیم ہے یعنی اس لیلۃ القدر کے زمانے میں جو قیامت تک ممتد ہے ہر ایک حکمت اور معرفت اور علوم اور صنعتیں ظاہر ہو جائیں گی لیکن یہ سب کچھ دنوں میں پرزور تحریکوں سے ہوتا رہے گا کہ جب کوئی نائب حضرت کا دنیا میں پیدا ہوگا.... جس کی تکمیل کے لئے خدا نے اس عاجز کو بھیجا اور مجھے مخاطب کر کے فرمایا کہ انت اشدّ منا سبة بعیسی

ہمارے علماء نے جو ظاہری طور پر سورہ الزلزال کی تفسیر کی ہے کہ درحقیقت زمین کو آخری دنوں میں سخت زلزلہ آئے گا جس سے زمین کے اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی اور انسان یعنی کافر لوگ زمین کو پوچھیں گے کہ تجھے کیا

ہوا تب اس روز زمین باتیں کریگی اور اپنا حال بتائیگی ، یہ سراسر غلط تفسیر ہے کہ جو قرآن کے سیاق وسباق کے مخالف ہے

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب قادیانی کی تقریر کو اس واقعہ کے ساتھ کچھ بھی تعلق ہے؟ اس سورۃ سے مقصود تو آنحضرتﷺ کی تسلی تھی مگر مرزا صاحب قادیانی کو اصلی واقعات سے کیا تعلق وغرض۔ ان کو اپنی عیسویت کے دھن میں کچھ سوجھتا ہی نہیں تھا۔ کہاں ہزار مہینے سے لیلۃ القدر کا افضل ہونا ، اور کہاں مرزا صاحب قادیانی کی نیابت اور کلوں کی ایجاد، کسی چیز سے دلچسپی اور تعشق بھی بری بلا ہے آدمی کو سوائے اپنی محبوبہ کے کچھ سوجھتا ہی نہیں ۔

نقل مشہور کہ کسی نے مجنوں سے پوچھا کہ خلافت کس کا حق تھا۔ اس نے جواب دیا لیلی کا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی کہا ہے انا انزلنا کو کسی سے کچھ تعلق نہیں وہ میری عیسویت کے واسطے اتری ہے۔ یاللعجب!

مرزا صاحب قادیانی نے انا انزلناہ کی ضمیر مصلح کی طرف پھیری (بدیں غرض کہ آپ بھی اس میں داخل ہو جائیں) جس کا کہیں ذکر تک نہیں اور تمام مفسروں نے وہ ضمیر قرآن کی طرف پھیری جو بروایت صحیحہ ثابت ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنی نیابت کی جو یہ دلیل قرار دی ہے کہ علوم اور صنعتیں اس زمانہ میں ظاہر ہورہی ہیں، دیکھنا چاہیے کہ اگر یہ کوئی کمال کی بات ہوتی تو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں صنعتوں کا ظہور زیادہ ہوتا، حالانکہ وہ زمانہ نہایت سادہ اور فطرتی طور پر تھا۔ البتہ دین کی ترقی اس زمانہ میں روزافزوں تھی۔

بخلاف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے زمانہ نیابت کے، کہ دنیا کی ترقی روزافزوں ہے اور دین کا انحطاط دیکھ لیجئے۔ مرزا صاحب قادیانی کے اوائل زمانے میں کروڑہا مسلمان تھے جن کا مشرک اور بیدین ہونا محال تھا، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب براہین احمدیہ میں لکھ چکے ہیں۔ بعد ازاں شائد دس پندرہ سال بھی نہ گذرے ہوں گے کہ ان کروڑھا مسلمانوں کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہودی اور مشرک اور بیدین بنا دیا۔ اب ناظرین دیکھ لیں کہ یہ نیابت آنحضرتﷺ کی ہوئی یا کسی اور کی۔

اور یہ جو لکھا ہے کہ حضرتﷺ کی لیلۃ القدر کا دامن قیامت تک پھیلا ہوا ہے اس کا مطلب ظاہر ہے کہ حضرت

کی لیلۃ القدر ایک تھی اور مرزا صاحب کی لیلۃ القدر دوسری۔ یہ بھی خلاف احادیث صحیحہ ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ﷺ کے زمانہ میں بھی لیلۃ القدر ہر سال ہوا کرتی تھی اور قیامت ہر سال ہوا کرے گی مسند احمد، سنن ترمذی اور سنن نسائی وغیرہ میں یہ روایت موجود ہے کہ: عن عائشة قالت قلت یا رسول الله ﷺ ان واقفت لیلة القدر فما اقول۔ قال قولی اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی (یعنی عائشہ ؓ نے حضرت ﷺ سے پوچھا کہ اگر لیلۃ القدر پاؤں تو کیا دعا کروں۔ حضرت ﷺ نے ان کو یہ دعا تعلیم کی اللهم انك عفو تحب العفو فاعف عنی..)

اس کے سوائے لیلۃ القدر کے ہر سال ہونے کی احادیث بکثرت مذکور ہیں

جن کو تمام اہل علم جانتے ہیں اب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی خود غرضی دیکھئے کہ اپنی ایک لیلۃ القدر کے لئے صدہا لیالی قدر کا خون کیا۔

حق تعالی نے لیلۃ القدر کو ہزار مہینوں سے بہتر فرمایا۔ نہ اس میں امتداد کا ذکر ہے، نہ اس کے دامن دار ہونے کا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس کو دامن دار اور شاخدار بنا رہے ہیں۔ ان کے قول پر اگر الشاة خیر من فیل کہا جائے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ ہاتھی سے بکری زیادہ اونچی ہے جس کا قائل کوئی عاقل نہیں ہوسکتا

مرزا غلام احمد صاحب نے چند قادیانی بننے والوں کو دیکھا کہ اپنا مذہب اور دین چھوڑ کر دوسرے مذہب کی تفتیش کر رہے ہیں اور یہ ظاہر ہے کہ اس کیلئے اندرونی تحریک کی ضرورت ہے اس پر یہ قیاس جمایا کہ روح القدس اس کا محرک ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ: انسانوں کے قوی میں خود بخود مذہب کی تفتیش کی طرف حرکت شروع ہو جائے تو اس بات کی علامت ہوگی کہ کوئی آسمانی مصلح پیدا ہو گیا ہے کیونکہ بغیر روح القدس کے نزول کے وہ حرکت پیدا نہیں ہوتی اور روح کا اترنا لیلۃ القدر میں ثابت ہے۔

اس سے یہ بات نکالی کہ جتنے اس قسم کے ایام ہیں سب لیلۃ القدر ہیں۔ رات کو دن بنا دینا ہر کسی کا کام نہیں، یہ بھی مرزا صاحب قادیانی کی ہمت کا خاصہ تھا۔

یہاں ایک امر غور طلب ہے کہ اہل اسلام کو تفتیش مذہب کے لئے اندرونی تحریک کرنا کیا روح القدس کا کام ہوگا یا شیطان لعین کا۔ یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ مسلمانوں سے دین اسلام ترک کرانے کے لئے روح القدس آسمان سے اترتے ہیں۔ پھر دوسرا اندھیر یہ ہے کہ حق تعالی نزول ملائکہ کے لئے طلوع فجر سے پہلے کا زمانہ معین فرماتا ہے جیسا کہ حتّی مطلع الفجر سے ظاہر ہے۔ مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ فرشتے صبح صادق تک کام میں لگے رہتے ہیں۔ یعنی دن رات اسی کام میں رہتے ہیں کہ مسلمانوں سے ان کا مذہب وملت چھڑادیں۔

اس کے بعد سورۃ اذا زلزلت میں یومئذ کا لفظ دیکھ کر مرزا غلام احمد نے لیلۃ القدر کی جوڑ ملادی اور لیلۃ القدر جس کی نسبت حق تعالی نے خیر من الف شھر فرمایا ہے، اس کو ضلالت اور ظلمت کی رات قرار دی جس کا مطلب یہ ہوا کہ وہ ہزار مہینہ سے بدتر ہے۔ کیا کوئی مسلمان اس بات پر راضی ہوگا کہ جس رات کی تعریف خدا تعالی نے کی ہے اور صحیح روایتوں سے اس کی فضیلت ثابت ہے اس کو ضلالت کی رات سمجھے۔

پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اذا زلزلت کی تفسیر کی۔ جس کا ماحصل یہ ہے کہ خدا تعالی جو فرماتا ہے کہ زمین کو زلزلہ ہوگا، محض غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ آدمی کی قوتیں حرکت کریں گی۔

اور خدا تعالی جو فرماتا ہے کہ اس کے خزانے وغیرہ اثقال جو اس میں مدفون ہیں، نکل پڑیں گے وہ کہتے ہیں کہ غلط ہے۔ صحیح یہ ہے کہ علوم وفنون ظاہر ہوں گے۔

اور خدا تعالی جو فرماتا ہے کہ زمین اس روز باتیں کرے گی، وہ کہتے ہیں یہ بھی غلط ہے، استعداد انسانی بزبان حال باتیں کرے گی ۔

مرزا صاحب قادیانی نے جو لکھا ہے کہ ہمارے علماء نے جو تفسیر کی ہے کہ زمین کو زلزلہ آئے گا اور اندر کی چیزیں باہر آجائیں گی اور زمین باتیں کرے، یہ سراسر غلط ہے، اس میں مرزا صاحب کی سراسر زیادتی ہے۔ ہمارے علماء نے سوائے قرآن پر ایمان لانے کے اور کچھ نہیں کیا۔ کوئی بات اپنی طرف سے نہیں لکھی۔ بلکہ جس طرح مرزا صاحب قادیانی اکثر کہا کرتے تھے کہ النصوص یحمل علی الظواھر ظاہر آیات کی تصدیق کی، البتہ مرزا صاحب کو ان کی عقل نے ایمان سے روک دیا۔ انہوں نے دیکھا بات دوانگل

کی زبان سے ہوا کرتی ہے، اس لئے ان کی عقل نے صاف حکم دیا کہ کلام الٰہی غلط ہے (نعوذ باللہ) اگر خدا بھی چاہے کہ زمین سے بات کرائے تو وہ ممکن نہیں اس لئے کہ اس کو زبان نہیں۔ اگر مرزا صاحب قادیانی نے یہ سمجھا کہ گوشت کا لوتھڑا ضروری ہے، تو یہ لازم آئے گا کہ خدا تعالی بات کرانے میں لوتھڑے کا محتاج ہے۔ پھر ہم دیکھتے ہیں کہ گنگوں اور چرندوں پرندوں کی بھی زبان ہوتی ہے مگر بات نہیں کر سکتے اور رسول اللہ ﷺ کی فرقت میں حنانہ کا رونا، اور حضور کے ہاتھ میں کنکریوں کا بات کرنا بھی اظہر من الشّمس ہے۔ آنجہانی اگر یہ سمجھتے کہ خدا تعالی نے اپنی حکمت بالغہ سے جیسے اس لوتھڑے کو قوت کلام بخشی، ہر چیز کو یہ قوت بخش سکتا ہے تو پھر زمین کے بات کرنے میں کیا کلام اور اس میں خدا تعالی کی تکذیب کرنے کی کیا ضرورت تھی۔

اب اہل انصاف غور کریں کہ جب مرزا صاحب قادیانی کی عقل اس درجہ کی قوت پر تھی کہ خدا تعالی کے مقابلے میں کھڑی ہو جاتی تھی تو کیا کسی دوسرے کے مقابلے میں ان کا اکڑنا غیر ممکن تھا۔ اور اگر کسی نے مقابلہ بھی کیا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس کو کب تسلیم کرتے تھے۔ اگر اہل اسلام کو اپنا ایمان بچانا منظور ہے تو مرزا صاحب قادیانی کے عقل کے دام سے بچیں اور یاد رکھیں کہ اگر ذرا بھر بھی ان کی طرف مائل ہو گئے تو دلوں میں کج روی کا مادہ پیدا ہو جائے گا جیسا کہ حق تعالی فرماتا ہے: فلما زا غوا ازاغ الله قلو بهم، و الله لا يهدى القو م الفا سقين ۔ (سورہ صف:۵)۔ و ما علينا الا البلا غ ۔

الحاصل مرزا صاحب قادیانی کے معارف کا یہ حال تھا کہ جو آپ نے دیکھ لیا کہ نہ قرآن سے کام تھا، نہ حدیث سے، نہ عقل سے۔ کیونکہ اگر عقل سے کام لیا جاتا تو لیلۃ القدر کی تعریف کر کے اس کی مذمت نہ کرتے، اور زمین کے بات کرنے کا انکار خدا کی قدرت پر ایمان لانے کے بعد نہ کرتے۔ الغرض بے تکی باتیں ملانے کا نام انہوں نے معارف رکھ دیا اور اسی کو اپنی عیسویت کی دلیل قرار دے دیا

تمیز بائد و تدبیر و عقل وانگہ ملک
کہ ملک و دولت ناداں سلاح جنگ خدا است
عالم اندر میانہء جہال
مثلے گفتہ اند صدیقاں

شاہدے درمیاں کورانست
مصحفے در کنشت زندیقاں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ نومبر ۱۹۳۳ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۴ ص ۴-۶)

امت مرزائیہ جدید نبی کے سامنے کیوں خاموش ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر میں کئی بار لکھا گیا ہے کہ امت مرزائیہ نے بتعلیم مرزا صاحب قادیانی چونکہ باب نبوت کھول دیا ہے اس لئے ان میں ایک صاحب جدید نبی ایم ایم فضل خان بمقام چنگا بنگیاں ضلع راولپنڈی مبعوث ہوئے ہیں۔ ان حضرت کے کئی ایک اعلانات کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر میں ہوتا رہا ہے۔ ہمارا جواب تو ان حضرات بلکہ ایسے حضرات کے لئے وہی ہے جو بڑے حضرت کے لئے تھا۔ ہاں بڑے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اپنی امت کو اطلاع دی ہوئی ہے کہ آئندہ میرے اتباع میں صاحب الہام و وحی پیدا ہوں گے۔ ہم حیران ہیں کہ مولوی فضل خان صاحب للکار للکار کر اپنی نبوت کا اظہار کر رہے ہیں مگر امت مرزائیہ بہر دو صنف ایسی خاموش ہے کہ گوئی مردہ اند۔ آخر کار ان نبی صاحب نے دونوں گروہوں کو ایک علمی چیلنج دیا ہے جو درج ذیل ہے۔

قرآن کریم کی قدیمہ وجدیدہ تفاسیر کے متعلق خدا تعالی کا اعلان واجب الاذعان میں مندرجہ ذیل باتیں خدا تعالی کے امر سے محض خدا تعالی کی رضامندی کے حصول کے لئے شائع کرتا ہوں، خواہ کوئی مجھ سے راضی ہو یا ناراض، پروا ہے ندارم۔

عبد و عابد کا کام ہے کہ معبود کا حکم مانے۔ یہ باتیں میری ذات کے لئے نہیں بلکہ کہ ہر انسان کے لئے ہیں کہ وہ ان باتوں سے آگاہ ہو کر دوسرے کو آگاہ کرے خدا تعالی کے حضور میں میں نے ۶۸ تفاسیر قدیمہ وجدیدہ کے

نام لکھ کر پیش کیے تھے کہ ان میں سے جو قابل اعتبار و صحیح ہوں ان کے نام مجھے بتائیں گے ان میں ہمارے قادیانی تراجم و تفاسیر اور مولوی محمد علی ایم اے پریذیڈنٹ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی تفسیر بیان القرآن بھی شامل ہے۔

جوابات مندرجہ ذیل ہیں جو ارشاد فرمائے گئے واللہ باللہ یہ سب خدا کی باتیں ہیں ۔

ا۔حق مت چھپاؤ ورنہ انجام اچھا نہ ہوگا۔

۲۔ قل ای و ر بی انه لحق ان السمع و البصر و الفوا د کل اولئك کا ن عنه مسئو لا۔

۳۔ان تفاسیر میں کوئی بھی قابل اعتبار نہیں۔

۴۔ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں۔

۵۔یہ جاہلوں کے مجموعہ خیالات ہیں۔

۶۔ان کو حکم نہیں تھا کہ تفاسیر لکھیں۔

۷۔ ان کثیراً من ا لا حبار و الر هبا ن لیا کلو ن اموا ل الناس با لبا طل۔ہمارے قادیانی جدید انگریزی ترجمہ القرآن زیر طبع کے بارے میں خدا کا کلام:

۸۔ یہ تفسیر القرآن ہرگز نہیں ہے۔

۹۔کوئی تفسیر القرآن لکھنے کے لئے مستعد نہ ہو جائے۔

۱۰۔ وہ تیرے تئیں اپنے آپ کو سپرد کر دیں۔

۱۱۔تیرہ سو سال میں جو ترجمے لکھے گئے ان میں سے ایک بھی صحیح نہیں

نوٹ: میرے احباب جماعت احمدیہ غور کریں کیا اب بھی مصلح موعود کی ضرورت نہیں۔خدا فرماتا ہے،ضرورت ہے اور آپ کہے جاتے ہو کہ نہیں۔توبہ کرو وقت ہے۔خدا سے پوچھو حلفاً بولو۔

(رسالہ مصلح موعود فضل العمر آ گیا۔۸۔اکتوبر ۱۹۳۳ء ص ۶)

واللہ! ایسی صاف بیانی قابل داد ہے۔خاص کر صاحب الہام جب حلفیہ کہتے ہیں تو قابل توجہ ضرور ہے۔پس دونوں جماعتوں کا فرض ہے کہ حسب اصول خود بڑے حضرت متوفی یا ان جدید نبی کی زندگی میں کوئی

عیب نکالیں یا ان کے دعویٰ کو تسلیم کریں۔ ورنہ ہم اعلان کرتے ہیں کہ جن دلائل قاہرہ سے قادیانی جماعت مسلمانوں کو کافر کہتی ہے (کہ مسلمان ایک نبی، مرزا، کے منکر ہیں) اس دلیل سے یہ جدید نبی ان کو کافر کہیں گے جس سے آپ کو معلوم ہو جائے گا: ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

(ہفت روزہ اہل حدیث یکم دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۵ ص ۵)

تصانیف ثنائیہ پر ایک جلیل القدر شہادت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ (بہر دو صنف) کہا کرتی ہے کہ تصانیف ثنائیہ میں سخت کلامی، دل آزاری، بلکہ دشنام دہی ہوتی ہے۔ خدا نے ان کو جواب دینے کے لئے ایک جلیل القدر بزرگ کے دل میں ڈالا۔ یہ جلیل القدر بزرگ ایسے ہیں کہ احمدیہ اخبار ان کی تعریف اور مدح سے لبریز ہوتے ہیں اس لئے یہ بزرگ ایک مسلمہ گواہ ہیں۔ ہماری مراد اس بزرگ سے جناب نواب محمد جہانگیر صاحب والی ریاست مانگرول ہیں۔

ممدوح ایک گرامی نامہ میں لکھتے ہیں جو خاکسار ناکردہ گناہ کی طرف سے جواب کے علاوہ موجب فخر و مسرت بھی ہے۔ ہز ہائی نس فرماتے ہیں:

مکرمی جناب مولانا ثناء اللہ صاحب۔ السلام علیکم۔ مزاج شریف

آپ کا مرسلہ رسالہ: بہاء اللہ اور مرزا، پہنچا تھا۔ جسے میں نے پورا پڑھا۔

آپ کی تحریرات کے بارے میں جیسا کہ میں کئی بار لکھ چکا ہوں جو بات بھی تحریر ہوتی ہے وہ نہائت مدلل مفصل مشرع اور ثبوت کے ساتھ کچھ ایسے اچھے پیرایہ سے لکھی جاتی ہے کہ مطالعہ کرنے والے کا دل فوراً اس بات کو قبول کر لیتا ہے اور ان سب صفات سے بالاتر یہ بھی صفات ہوتی ہیں کہ ہر بات کا حوالہ معہ نام کتاب صفحہ سطر اور تاریخ و سنہ طباعت بلکہ مطبع تک کا حوالہ بھی موجود ہوتا ہے۔ دوسرے آپ کی تمام تحریروں میں سے ایک تحریر میں ایک لفظ بھی ایسا نظر نہیں آتا جو معیار شرافت سے ذرہ برابر بھی گرا ہوا ہو۔ بہ نسبت دیگر مصنفین کے کہ وہ

جب کسی کے مخالف تحریر لکھیں گے تو ہرگز رکیک الفاظ سے اپنی تحریرات کو نہیں بچا سکتے۔

مختصر یہ کہ علم مناظرہ کے آپ حاکم ہیں اور اس بارہ میں جس قدر تعریف بھی آپ کی کی جائے وہ کم ہے۔ بہر حال آپ کی عنائت و محبت کا شکر گزار ہوں کہ وقتاً فوقتاً اپنی نو تصنیفات مجھے بھیجتے رہتے ہیں۔ فقط والسلام

راقم خیر اندیش محمد جہانگیر از مانگرول علاقہ کاٹھیاواڑ۔ ۱۷ نومبر ۱۹۳۳ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۵ ص ۵۔۶)

بقول مرزا داخلہ بہشت کے اسباب

جناب مولوی محمد مہر الدین صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

ایک شخص ایمان اور عمل کی ادنی حالت میں فوت ہوتا ہے، تو تھوڑی سی سوراخ بہشت کی طرف اس کے لئے نکالی جاتی ہے۔ پھر لوگوں کی دعاؤں وغیرہ سے وہ سوراخ بڑھ کر ایک وسیع دروازہ بن جاتا ہے جس سے وہ بہشت میں چلا جاتا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بہشت میں داخل ہونے کے لئے ایسے زبردست اسباب موجود ہیں کہ قریباً تمام مومنین یوم الحساب سے پہلے اس میں پورے طور پر داخل ہو جائیں گے اور یوم الحساب ان کو بہشت سے خارج نہ کرے گا۔ ملخصاً

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ روح ایسی لطیف شئے ہے کہ چھوٹے سے چھوٹے سوراخ سے بھی وہ نکل جاتی ہے۔ چنانچہ رحم کا منہ اگرچہ نہایت سختی سے بند ہو جاتا ہے جس کی تصریح کتب طب میں کی گئی ہے مگر روح اس سے بھی نکل کر جنین میں داخل ہو ہی جاتی ہے۔ پھر اس سوراخ سے نکل جانا جو قبر سے بہشت کی طرف اسی کے لئے نکالا جاتا ہے کیا مشکل؟ اس کے نکلنے کے لئے نہ بڑے دروازے کی ضرورت ہے، نہ اس قدر مہلت درکار ہے کہ سوم دہم چہلم سہ ماہی برسی وغیرہ میں جو دعائیں اور کار خیر ہوتے ہیں بتدریج اس سوراخ

کو بڑھا بڑھا کر وسیع کر دیں جس سے وہ نکل کر جنت میں داخل ہو سکے۔ کیونکہ بقول مرزا صاحب قادیانی روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۴ میں فرماتے ہیں: ہر ایک مومن جو فوت ہوتا ہے اس کی روح خدا تعالی کی طرف اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرمایا یا ایّتھا النفس المطمئنة .

بظاہر مرزا صاحب کے ان دونوں کلاموں میں تعارض سا معلوم ہوتا ہے کہ روح مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے، اور لوگوں کی دعاؤں سے سوراخ کشادہ ہونے کے بعد ایمان دار جنت میں چلا جاتا ہے ۔مگر اس کے جواب کی طرف انہوں نے اشارہ کر دیا کہ روح تو مرتے ہی جنت میں پہنچ جاتی اور ہمیشہ رہنے کے لئے جنت میں داخل ہونا جو احیائے جسم پر موقوف ہے جیسا کہ قولہ تعالی قا ل من یحی العظا م و ھی ر میم .قل یحییھا الذ ی انشا ھا اول مر ۃ. و ھو بکل شیء علیم . (یس :۷۸-۷۹) سے ثابت ہے۔ سوا سکے لئے مہلت درکار ہے جس میں دروازہ اتنا وسیع ہو کہ لاش اس سے نکل جائے۔ چنانچہ مرتے ہی داخل ہونے کے بارے میں تصریح کرتے ہیں کہ، روح داخل ہوتی ہے،

اور مہلت اور وسعت باب کے بارے میں لکھتے ہیں کہ، وہ شخص ایمان دار داخل ہوتا ہے،

اس تقریر سے تعارض تو دفع ہو گیا لیکن اس پر ایک نیا شبہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وہ شخص جنت میں داخل ہونے کو جاتا ہے اور جنت آسمان پر ہے جیسے کہ مرزا غلام احمد ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۴ میں تحریر فرماتے ہیں: عیسی فوت ہونے کے بعد ان کی روح آسمان کی طرف اٹھائی گئی اور ہر مومن کی بھی اٹھائی جاتی ہے اور بہشت میں داخل کی جاتی ہے،

اور نیز جنتوں کا آسمان پر ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے تو ضرور تھا کہ مردے آسمانوں پر جاتے ہوئے دکھائی دیتے کیونکہ یہ دخول اس وجہ سے جسمانی ہے کہ روح تو مرتے ہی جنت میں داخل ہو جاتی ہے اور اس کے دخول کیلئے دعاؤں وغیرہ کا انتظار رہتا ہے جس سے سوراخ اس قابل ہو کہ لاش اس سے نکل جائے اس صورت میں ضروری تھا کہ مردے قبروں سے نکلتے ہوئے نظر آتے۔ شاید اسکا جواب یہ دیا جائے کہ وہ اس طرف سے نہیں جاتے بلکہ زمین کے اندر ہی اندر سوراخ کر کے دوسری طرف نکل جاتے ہیں تو اسکے ماننے میں

بھی تامل ہے کیونکہ ایسا سوراخ جس سے مردہ جا سکے کسی قبر میں دیکھا یا سنا نہیں گیا اگر چہ یہ ممکن ہے کہ مردہ نکلتے ہی وہ سوراخ پاٹ دیا جاتا ہو۔لیکن اس کے ماننے کے بعد بھی ایک اور دشواری درپیش ہے کہ جغرافیہ سے ثابت ہے کہ اگر ہندوستان کی زمین میں سوراخ آر پار کر دیا جائے تو وہ امریکہ کے کسی حصہ میں نکلے گا۔پھر اگر ہندوستان کے مردے اس سوراخ کی راہ سے اس طرف زمین پر نکل کر آسمان کی طرف جائیں تو امریکہ والوں کی شکایت ضرور گورنمنٹ کے پیش ہوتی کہ ہندوستان کے صدہا بلکہ ہزارہا مردے ہر روز چلے آتے ہیں۔کوئی کفن پہنا ہوا ہوتا ہے کوئی برہنہ ہیبت ناک، کسی کے گھر میں نکلتے ہیں، کسی کی زراعت وغیرہ میں۔غرض علاوہ خوف ودہشت کے مالی نقصان بھی ہوتا ہے۔حالانکہ اب تک کوئی اس قسم کی شکایت کسی اخبار میں دیکھی یا سنی نہیں گئی۔یہ حکم اپنی طرف سے نہیں کہتے مرزا صاحب ہی کی تحقیق سے استفادہ کیا گیا ہے۔انہوں نے ازالہ اوہام صفحہ ۴۷۳ میں لکھا ہے کہ عیسی اپنے وطن گلیل میں مر گئے اور رسالہ الھدی میں لکھتے ہیں کہ ان کی قبر کشمیر میں ہے اور اس کو اپنے کشف اور گواہوں سے ثابت کیا ہے اگر سوراخ کی راہ سے مردے دوسری طرف نہ نکلتے تو عیسی گلیل میں بیت المقدس کے پاس مر کر کشمیر میں کیوں آتے۔یا للعجب۔

اگر مرزا صاحب قادیانی کو ذرا بھی خوف خدا اور قیامت کے دن کا خیال ہوتا تو قرآن اور حدیث کے معنی اپنے دل سے تراش کر لکھنے پر ان کے ہاتھ یاری نہ دیتے کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے فویل للذین یکتبون الکتاب بایدیھم ثمّ یقولون ھذا من عند اللہ لیشتروا بہ ثمناً قلیلاً فویل لھم مما کتبت ایدیھم وویل لھم مما یکسبون۔(البقرۃ: ۷۹)

دوستو! سنو

نشائد بنی آدم خاک زاد
کہ در سر کند کبر و تندی و باد
ترا با چنیں تندی و سرکشی
نہ پندارم از خاکی از آتشی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۵ ص ۶ و ۱۳)

مناظرہ کاہنووان ۱۹۳۳ء

ہمارے قصبہ میں ۱۷۔۱۸ نومبر۱۹۳۳ءکومرزائیوں کا جلسہ ہوا۔ بانیان جلسہ نے اہل اسلام کومناظرہ کاچیلنج دیا جسے قبول کر لیا گیا۔ چنانچہ مرزائیوں کی طرف سے مولوی عبدالغفوراوراہل اسلام کی طرف سے مولوی محمد یعقوب بھامبڑی مناظر مقرر ہوئے۔ مناظرہ صداقت مرزا پر تھا۔ آخرالذکر نے مرزائی مناظر کے پیش کردہ دلائل کا ایسا مسکت ومدلل جواب دیا جس کی وہ تردید نہ کرسکا۔ اور اہل اسلام پرحق کی صداقت واضح ہوگئی۔ راقم : مرزا محمد حسین ازقصبہ کاہنووان ضلع گورداسپور۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۱۴)

آل انڈیا کشمیر کمیٹی کا جلسہ امرتسر میں

پہلے جو کشمیر کمیٹی تھی وہ مرزائی اثر میں تھی ،مگر اب وہ اس اثر سے آزاد ہے۔ اس آزادی کے بعد یہ دوسرا جلسہ ۲۶ نومبر کوامرتسر میں ہوا اس میں چند تجاویز پاس ہوئیں جو یہ ہیں ؛

۱۔ مرحوم شاہ کابل کے لئے دعائے مغفرت۔

۲۔ فلسطین میں برٹش پالیسی پر اظہار نفرت۔

۳۔ پرنس بل کی مخالفت (پرنس بل کا خلاصہ یہ ہے انگریزی علاقہ میں والیان ریاست کی بدگوئی کرنے پر سزا ہوگی۔ چونکہ اس سے والیان ریاست مظالم کرنے میں پہلے سے زیادہ دلیر ہوجائیں گے اس لئے اس بل کی مخالفت ہورہی ہے)۔

۴۔ کشمیر میں منظور شدہ ریفارم سکیم کو جلدی اجراء کرنے پر ریاست کشمیر کو متوجہ کرنا۔

۵۔ سب سے بڑا ریزولیوشن یہ تھا کہ مرزائیوں نے جو کشمیر کمیٹی کے پردہ میں کشمیر میں اپنا دام بچھایا ہے اس پر اظہار نفرت۔

اس ریزولیوشن کے اثنا میں حاضرین نے مرزائیوں کی کاروائی پر کئی مرتبہ لعنت لعنت کے نعرے لگائے۔ خصوصاً جس وقت مولانا ثناءاللہ نے بتایا کہ ان لوگوں کو مسلمانوں سے یہاں تک علیحدگی ہے کہ فتح بغداد شریف کے موقع پر انہوں نے اظہار مسرت کرتے ہوئے ترکوں کو سور اور بندر بتایا تھا۔ اس پر حاضرین

میں خاص جوش ہوا۔ آخر بڑے زور شور کے ساتھ یہ ریزو لیوشن بھی پاس ہوا۔

ڈاکٹر سر اقبال نے بھی بعض اہم امور کا انکشاف کیا جس سے مرزائیوں کی کارستانیوں کا حال خوب معلوم ہوا۔ (مینیجر اہل حدیث شریک جلسہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۵ ص ۱۵)

امرتسر میں مرزائیوں کا سیرتی جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم یہ کہنے سے رک نہیں سکتے کہ اہل قادیان اپنے تبلیغی فن میں بڑے پرفنون ہیں۔ سال میں کسی مقررہ تاریخ میں ایک جلسہ سیرت النبی کا کیا کرتے ہیں۔ بلکہ قادیانی اخبار الفضل کا ایک نمبر خاتم النبیین بھی نکالا کرتے ہیں۔ مگر وہ خاص نمبر اور جلسہ مذکور سارا اس غرض سے ہوا کرتا ہے کہ ایک بت کی پوجا کرائی جائے۔ یعنی ایک جھوٹے مدعی کی نبوت تسلیم کرائی جائے مسلمان ان کی جلسہ سازیوں کی حقیقت جانتے ہیں اس لئے بہت کم شریک ہوتے ہیں۔

۲۶ نومبر کو ان کا جلسہ سیرت، قریب جلسہ گاہ کشمیر کمیٹی ہونا قرار پایا تھا۔ دس بجے دن کا وقت تھا۔ مگر عربی مدارس کے بعض طلبا شوقیہ پہلے چلے گئے۔ بے خبری میں خالی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

ہمارے رپورٹروں کا بیان ہے کہ امرتسر کی انجمن احمدیہ کے ایک ذمہ دار عہدہ دار نے ان طلبا اور دیگر لوگوں کو کرسیاں خالی کرنے کے لئے کہا۔ کئی ایک نے تو خالی کر دیں، ایک لڑکے نے کرسی چھوڑنے سے انکار کیا، تو اسی ذمہ دار عہدہ دار نے غصہ میں اس کو حرامزادہ کہا اور ایک طمانچہ بھی رسید کر دیا، اور اپنے والنٹیر وں کو حکم دیا، وہ حکم پاتے ہی زدوکوب کرنے لگ گئے۔

رپورٹروں کا بیان ہے کہ پھر تو معلوم نہ ہو سکا کہ کون کس کو مارتا ہے۔ بعض لوگ زخمی بھی ہوئے۔ بعض بھاگ گئے اتنے میں پولیس آ گئی جس نے موجودہ اشخاص بلکہ راہ رووں کو جس کی طرف ذمہ دار عہدہ دار

نے اشارہ بھی کیا کہ، یہ بھی تھا، پکڑ لیا۔ گرفتار شدگان اکثر عربی طلباء ہیں۔

چنانچہ ملاپ کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ مسلمانوں کے ۱۶۔ اشخاص کو زیر دفعہ ۱۴۸ تعزیرات ہند گرفتار کر لیا گیا۔ اور زیر حراست رکھنے کے بعد ایک ایک ہزار روپیہ کی ضمانتوں پر رہا کیا گیا۔ پولیس مصروف تفتیش ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۵ ص ۱۵)

انبیاء احمدیہ علیہم الآلام

جناب پنڈت آتما نند صاحب لکھتے ہیں:

آج کل قادیان شریف احمدی نبیوں کی آماج گاہ بنا ہوا ہے۔ چنانچہ منجملہ متعدد انبیاء کے احمد نور کابلی اور فضل احمد صاحبان بھی قادیان شریف کے ٹکسالی نبی ہیں مگر مجھے باوثوق طور پر خبر ملی ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد فی الحال ان انبیاء جدید پر ایمان لا کر مومن نہیں بنے کیونکہ بقول مرزا غلام احمد: جو توسط کا انکار کرتا ہے کہ (نبوت) کا ایسا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ وہ کافر ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء)

بلکہ ان جدید انبیاء کی مخالفت کر رہے ہیں کیونکہ دکانداری پھیکی پڑ جانے کا خوف ہے اور پیری کی بجائے مریدی کا طوق پہننا پڑتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے نبی بننے کے شوق میں نبوت کا بند دروازہ وا تو کر دیا لیکن رقیب پیدا ہو گئے تو غلطی محسوس ہوئی۔ مگر اس الہامی غلطی کا تدارک اور اصلاح کرنا مرزا صاحب قادیانی کے لئے زندگی اور موت کا سوال تھا۔

چنانچہ امت مرزائیہ میں سے ایک باغی منشی چراغ دین نامی نے بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے غلط دعوی کو پایہ ثبوت تک پہنچانے کے لئے نبوت کا بند دروازہ توڑ ڈالا ہے۔ نبی اولوالعزم رسول ہونے کا اعلان کر مارا۔ اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی بیعت کرنے کی دعوت بھیجی۔

پہلے تو مرزا صاحب قادیانی نے اس جدید نبی کی بھی بڑی تعریف لکھی اور اس کے مضامین کو خوب شائع کروایا مگر دوسروں کو اخبار غیب سنانے والا مرزا قادیانی اپنے رقیب کی رقابت کو بذریعہ وحی نہ جان پایا۔ بالآخر اصل کا

م میں گھاٹا پڑنے کا خیال آیا، تو خواب سے ہوش میں آئے جیسا کہ دافع البلاء میں لکھتے ہیں:

اب جورات اسی شخص چراغ دین کا ایک اور مضمون پڑھا گیا تو معلوم ہوا کہ وہ مضمون بڑا خطرناک اور زہریلہ اور اسلام کیلئے مضر ہے اور سر سے پیر تک لغو اور باطل باتوں سے بھرا ہوا ہے۔ چنانچہ اس میں لکھا ہے کہ میں رسول ہوں اور رسول بھی اولوالعزم۔

چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے فرزند ارجمند کأنّ اللہ نزل من السماء ایسے نبیوں کی پیٹھ ٹھونکتے کہ انہوں نے نبوت کا دعوی کر کے مرزائی خیالات کی لاج رکھ لی، اور ثابت کر دیا کہ واقعی درِ نبوت مرزا صاحب کی سعی بلیغ سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ٹوٹ گیا ہے۔ اور ختم المرسلین کے قائل مسلمانوں پر حجت قائم کر دی ہے۔ الٹا بے چاروں کو پانی پانی پی کر کوسا جا رہا ہے۔ آخر یہ کیوں؟ کیا باپ بیٹے کے ایسے افعال سے خود اس احمدی عقیدہ نبوت کی تردید نہیں پائی جاتی؟ یا کیا کسی قسم کی دکانداری کا خیال تو ان کو انبیاء ماننے سے مانع نہیں؟ بالیقین یہی بات ہے کہ کہیں جدید نبیوں کی بیعت کر کے شکار جال سے نکل نہ جاویں ورنہ سمجھ میں نہیں آتا کہ چراغ دین وغیرہ احمدی انبیاء علیھم السلام کا دعوی نبوت کیونکر، بڑا خطرناک اور زہریلہ اور اسلام کے لئے مضر ہے؟

بھلا مرزا صاحب قادیانی کا اپنا دعوی نبوت کب اسلام کے لئے مفید ثابت ہوا، جو ان غریبوں کا دعوی نبوت مضر ہے؟

اسلام کے لئے تو نہیں لیکن، احمدیت، کے لئے بے شک وشبہ نہ صرف مضر بلکہ مہلک ہے، کیونکہ احمدیوں کے نزدیک احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے اور مسلمانوں کا اسلام کفر ہے۔

چنانچہ اس موضوع پر کانّ اللہ نزل من السماء، نے ایک کتاب بھی، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، کے نام سے سیاہ فرمائی ہے۔

اگر نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم نہیں تو مرزا صاحب پر کیوں کر ختم ہو سکتی ہے؟ جو اور کوئی نبی نہیں مانا جاتا ورنہ کوئی ایسا معیار بتلانا ہوگا جس سے کہ سچے اور جھوٹے نبیوں میں پہچان کی جائے۔

اگر کہو الہام اور پیش گوئیاں تو مرزا صاحب قادیانی کی تقریباً تمام غلط ثابت ہوئیں۔ یہ امر دیگر ہے

کہ مرزا صاحب قادیانی موت والی پیش گوئی سے مراد صحت، اور صحت سے موت بالکل برعکس مراد ے کر اپنی نبوت ثابت کریں اور کسی ایک ہی امر کے متعلق دو متضاد پیش گوئیاں شائع کر کے نبوت کے نیک نام کو بدنام کرنے کا موجب بنیں۔ شائد کوئی احمدی یہ کہہ بیٹھے کہ مرزا صاحب نے ایسا کب کیا تو میں ذیل میں مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئیاں اور نبوت کی حقیقت دکھلاتا ہوں۔

ا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پادری عبداللہ آتھم صاحب کی موت پندرہ ماہ تک کے متعلق پیش گوئی کی لیکن جب پادری صاحب موصوف ۱۵ ماہ کے عرصہ تک فوت نہ ہوئے تو یہ بہانہ بنایا کہ، عبداللہ آتھم سے خدا تعالی نے اپنی جمالی صفت کو ظاہر کیا اور لیکھ رام سے جلالی صفت کو۔ وہ قادر ہے، کم بھی کرسکتا ہے زیادہ بھی (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۸۶)۔ کیا قادر کو بھی آ گا پیچھا دیکھنا پڑتا ہے۔ قادر کی یہ قادیانی تعریف بھی عجیب ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۶ ص ۶۔۷)

مولوی ثناء اللہ صاحب کو آریوں کا چیلنج

جناب اقتدار حسین صاحب آگرہ سے لکھتے ہیں:

۲۱ نومبر ۱۹۳۳ء کے الفضل قادیان میں مذکورہ بالا عنوان سے لکھا ہے:

آگرہ کے ایک آریہ کی طرف ایک اعلان دو تین ماہ سے شائع ہو رہا ہے جس میں مولوی ثناء اللہ امرتسری کو اس بات کے لئے کھلا چیلنج دیا گیا ہے کہ وہ میدان میں آئیں اور قرآن مجید سے روح و مادہ کو حادثات ثابت کریں تا کہ مذہب اسلام اور صداقت آریہ دھرم کا پتہ لگ جاوے...

مولوی ثناء اللہ کو خاص طور پر مخاطب کیا گیا ہے لیکن اس وقت تک مولوی صاحب نے اپنے اخبار میں اس چیلنج کے متعلق کچھ نہیں لکھا حالانکہ انہیں چاہیے تھا کہ جلد سے جلد اس طرف متوجہ ہوتے اب انہیں چاہیے کہ اس چیلنج کا ضرور جواب دیں تا کہ آریوں کو یہ کہنے کا موقعہ نہ ملے کہ ان کے مقابلہ میں اس شخص کو جو اپنے آپ کو اسلام کا

سب سے بڑا نمائندہ قرار دیتا ہے بولنے کی جرأت نہیں ہوئی۔

اس کا مناسب جواب تو خود مولانا (ثناءاللہ) صاحب ہی دے سکتے ہیں (یہ چیلنج اب تک میرے پاس نہیں پہنچا۔ثناءاللہ))لیکن میں بھی اس کا مختصر سا جواب عرض کرتا ہوں۔

آگرہ سے آریہ سماج کا چیلنج کوئی نئی چیز نہیں۔مولانا (ثناءاللہ) نے آریہ سماج سے بہت سے مناظرے کئے ہیں اب اگر مناسب معلوم ہوا اور کوئی معقول مناظر بالمقابل ہوا تو غالباً مولانا (ثناءاللہ) کو مباحثہ سے کوئی عذر نہ ہوگا ۔لیکن سوال یہ ہے کہ الفضل نے جو مولانا (امرتسری) کو بالمقابل نکلنے کے لئے کہا ہے اس سے اس کی کیا غرض ہے؟

کیا وہ اپنے میاں (محموداحمد) کے مریدوں کو یہ بتانا چاہتا ہے کہ مولانا (ثناءاللہ امرتسری) صاحب آریہ سماج کے بالمقابل کس طرح کمزور ہیں۔یا پہلوتہی کرنے والے ہیں۔اگر یہی اس نوٹ کا مقصد ہے جیسا کہ بظاہر معلوم ہوتا ہے تو چاہیے کہ الفضل پہلے اپنے میاں کو مولانا (ثناءاللہ) صاحب کے بالمقابل نکالے۔کیونکہ جب خلیفہ قادیان نے تمام دنیا کے علماء کو اپنے مقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔تو مولانا (ثناءاللہ امرتسری) صاحب نے اس چیلنج کو خلیفہ صاحب کی تمام پیش کردہ شرائط کے مطابق قبول کر کے بار بار الفضل کے میاں کو للکارا۔مگر خلیفہ صاحب کو اتنی بھی جرأت نہ ہوئی کہ پھر اس مقابلہ کا کسی طرح نام ہی لے لیں۔

آگرہ تو امرتسر سے چار سو میل کے قریب فاصلہ پر ہے۔اگر وہاں ایک معمولی مناظرہ کیلئے مولانا (ثناءاللہ) نہ جائیں،تو یہ امر کچھ قابل اعتراض نہیں ہوسکتا۔لیکن قادیان کے بالکل قریب بٹالہ میں جب خلیفہ قادیان کو قرآن دانی کے جوہر دکھانے کے لئے بلایا گیا اور ان کی حسب خواہش مولانا (ثناءاللہ) نے یہاں تک اجازت دے دی کہ خلیفہ صاحب جو جو تفسیر اور کتاب چاہیں مقابلہ کے وقت ساتھ رکھیں اور اس طرح اپنی کمی کو پورا کرلیں۔تو بھی خلیفہ صاحب کو مقابل آنا تو ایک طرف رہا اس مقابلہ کا نام لینا بھی محال ہوگیا

چنانچہ آج پورے چار سال کے قریب گذر گئے مگر الفضل کا میاں (محموداحمد) خاموش ہے۔ہاں یہ سچ ہے کہ میاں کے بعض مریدوں کو غیرت آئی اور انہوں نے میاں کو ابھارا مگر میاں نے اپنی عزت کو خاموشی کے پردہ میں چھپایا لیکن تاڑنے والے بھی قیامت کی نظر رکھتے ہیں۔کیا الفضل ہمارے اس جواب کو شائع کر کے

اپنے ناظرین کو حق و باطل میں فیصلہ کرنے کا موقع دے گا ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۶ ص ۷۔۸)

امرتسری جلسہ مرزائیہ میں مار پیٹ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۶ نومبر ۱۹۳۳ء کو جلسہ مرزائیہ میں لڑائی ہوئی جس کا ذکر سابقہ پرچہ میں ہو چکا ہے۔اس کے بعد دو اخباروں میں اس لڑائی کا ذکر دیکھا جو بہت ہی مختلف ہے۔

قادیانی اخبار نے جو لکھا وہ باوجود غلط ہونے کے کچھ تعجب خیز نہیں، کیونکہ قادیانی اخبارات نے ذمہ لیا ہوا ہے کہ جہاں تک ہو سکے اپنے ظالم بھائی کو بھی مظلوم ہی دکھایا جائے جس کی واضح مثالیں بٹالہ کا قتل اور قادیان میں لڑائی وغیرہ ہیں۔مگر دوسرے اخبارات کو بھی غلط رپورٹ دی گئی اس لئے اس میں وہ معذور ہیں۔ اس لئے ہم دونوں مختلف مضامین نقل کر کے اصل حقیقت پر اطلاع دیں گے۔قادیان کا اخبار الفضل لکھتا ہے:

امرتسر میں اس دن علماء ھم شر من تحت ادیم السماء کے مصداق لوگوں نے پہلے اس معزز ہندو کو مجبور کرنا چاہا جس نے سیرت النبی کے جلسہ کے لئے اپنا احاطہ دیا تھا کہ وہ جلسہ کیلئے جگہ نہ دے۔لیکن جب اس میں ناکامی ہوئی تو عین اس وقت جب کہ چند ایک احمدی جلسہ گاہ کا انتظام کر رہے تھے بے خبری کی حالت میں ان پر لاٹھیوں سے حملہ کر دیا اور جب لاٹھیاں ٹوٹ گئیں تو اینٹیں مارنی شروع کر دیں اور اس وقت تک یہ نہایت ہی شرمناک مظاہرہ کرتے رہے جب تک پولیس نہ آ گئی ۔پولیس کو دیکھ کر بہت سے لوگ تو بھاگ گئے اور بعض کو گرفتار کر لیا گیا۔کئی ایک احمدیوں کو زخمی کیا گیا جن میں سے دو کی حالت بہت نازک ہے یہ سفاکانہ حملہ اس وقت کیا گیا جب کہ رسول کریم ﷺ کی شان مبارک کے اظہار کے لئے جلسہ منعقد ہونے والا تھا اور ان لوگوں پر حملہ کیا گیا جو اس جلسہ کے انعقاد کا انتظام کر رہے تھے۔(الفضل قادیان ۳۰ نومبر ۱۹۳۳ء ص ۱)

اس کے مقابلہ میں لاہور کے آزاد اخبار میں اس جنگ کی رپورٹ یوں چھپی ہے:

امرتسر ۲۶ نومبر: یوم النبی منانے کے لئے مقامی مرزائیوں نے ہال دروازہ کے اندر آج صبح پبلک جلسہ شروع کیا۔ حاضری ایک سو کے قریب ہوگی۔ ان میں چند مسلمان نوجوان بھی تھے جنہوں نے اس جلسہ میں گورنمنٹ تقریروں کو برا منایا اور پروٹسٹ کیا اس پر چند احمدیوں نے ان کو برا بھلا کہا اور جلسہ میں گڑ بڑ پیدا ہوگئی اور چند اشخاص میں ہاتھا پائی ہونے لگی احمدیوں نے پولیس کو بلا لیا پولیس نے آتے ہی چند مسلمانوں کو حراست میں لے لیا اور مجمع کو منتشر کر دیا۔ کنسٹیبل تعینات کر دیئے گئے اور مرزائیوں کا جلسہ پھر شروع ہوگیا۔

(اخبار آزاد۔ ۲۸ نومبر ۱۹۳۳ء)

چونکہ ہمارے شہر کا واقعہ ہے اس لئے ہم علی وجہ الیقین کہتے ہیں کہ دونوں رپورٹیں غلط ہیں۔ اصل واقعہ صرف اتنا ہے کہ جلسہ دس بجے شروع ہونے کا اعلان کیا گیا تھا، مگر بعض شائقین دس بجے سے پہلے ہی پہنچ گئے اور جلسہ گاہ میں کرسیاں بچھی تھیں۔ چونکہ تخصیص کے لئے کوئی نشان نہ تھا، اس لئے وہ لوگ ان پر بیٹھ گئے۔

اسی اثنا میں بابو معراج الدین (داروغہ صفائی) امیر جماعت احمدیہ امرتسر آن پہنچے اور آتے ہی لوگوں کو اٹھانا شروع کر دیا۔ ایک لڑکا بوجہ ناواقفی کے نہ اٹھا۔ اس پر داروغہ صاحب نے اسے حرامزادہ کہا اور اس کے منہ پر طمانچہ مارا، اور سیٹی بجا کر مرزائی والنٹیر وں کو بلا لیا اور حکم دیا کہ ان حرامزادوں کو نکال دو۔

اس پر لڑائی شروع ہوگئی۔ یہ ہے اصل بنائے فساد اور یہ ہے اصل ہنگامہ آرائی کا اصل باعث۔ ورنہ اس وقت نہ ہی کوئی جلسہ تھا، نہ تقریر، نہ تقریر کا عنوان، نہ موضوع۔

ہم ایک غیر جانبدار مسیحی کی شہادت درج کرتے ہیں جس نے ہمیں لکھ کر دی ہے وہ یہ ہے:

میں ۲۶ نومبر کو بوقت ساڑھے نو بجے جلسہ سیرۃ النبی مرزائیہ گیا تھا جلسہ بجائے ۱۰ بجے کے ساڑھے دس بجے شروع ہوا جس میں چند نظمیں اور خطبہ صدارت پڑھا گیا جس میں گورنمنٹ کی تعریف یا توہین کچھ نہیں تھی۔ طفیل مسیح ماسٹر ایم بی پرائمری سکول کٹڑہ کرم سنگھ امرتسر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۶ ص ۱۵)

جلسہ جمعیۃ اہل حدیث کلکتہ پر تبصرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ جلسہ بتواریخ ۱۵ تا ۱۷ دسمبر ہوتا رہا۔اوسطاً حاضری ہزاروں تک ہوتی تھی۔ ہر طبقہ کے اصحاب شریک جلسہ ہوتے رہے۔علمائے کرام نے اپنے اپنے مضامین اچھی طرح ادا کیے۔کلکتہ میں چند پنجابی مرزا صاحب قادیانی سے تعلق رکھتے ہیں،اس لئے انہوں نے جلسہ کا ذکر سن کر اپنا لاؤ لشکر جمع کر لیا تھا۔اپنے مرکز سے دو مناظر بھی طلب کر لئے تھے جو بروقت پہنچ گئے تھے۔چھیڑ چھاڑ اشتہار بازی شروع کر رکھی تھی اسلئے جلسہ کے پروگرام میں دو مضمونوں پر ان کو ایک ایک گھنٹہ تبادلہ خیالات کے لئے دیا گیا تھا۔ایک مضمون تھا قرآن اور مرزا قادیان۔ یہ مضمون میرے نام تھا۔دوسرا مضمون تھا معیار نبوت تھا،یہ مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی کے نام تھا۔

میرا نام دیکھتے ہی قادیانیوں نے حق قدامت ادا کرنے کو بجوائے،تم چھیڑو گے،ایک دوورقہ اشتہار شائع کر دیا جس میں لکھا کہ مولوی ثناء اللہ ہر جگہ آخری فیصلہ کا ذکر کیا کرتے ہیں اس لئے اس کا جواب یہ ہے،لیکن جواب میں وہی طریق اختیار کیا جو لا تقربوا الصلوۃ کے قائل نے و انتم سکاری خذف کر کے کیا تھا۔

میرا ارادہ کچھ اور بیان کرنے کا تھا لیکن مرزائی اشتہار نے میری اس طرف رہنمائی کی کہ میں آخری فیصلہ ہی ذکر کروں

ناظرین کرام! آخری فیصلہ کی تمہید میں بطور تمثیل میں نے بیان کیا:برادران!کسی پڑوسی سے ایک مکان کے متعلق میرا مقدمہ تھا۔ماتحت عدالتوں میں نیچے اوپر ہوتے ہوئے ہائی کورٹ میں پہنچے۔پڑوسی مذکور وہاں بھی کامیاب نہ ہوا تو اس نے آخری عدالت (پریوی کونسل) میں اپیل دائر کر دی۔چالاکی یہ کی کہ وہاں کے جج صاحب

سے مل کر زبانی عرض معروض کر دی جس پر جج صاحب نے انصاف کا وعدہ فرمایا۔ میں ایک غریب آدمی، نہ میں کسی جج سے مل سکا، نہ کسی اہل کار کو نذر دے سکا۔ اس لئے میں خدا پر اور اپنی سچائی پر بھروسہ رکھ کر خاموش رہا۔ خدا کی شان جج صاحب نے جو وعدہ کیا تھا پورا کیا یعنی مقدمے کا فیصلہ از راہ انصاف میرے حق میں دیا۔ اسی اثنا میں پڑوسی مذکور مر گیا۔ اس کے وارثوں نے بھی مکان مذکور مجھے نہ دیا بلکہ یہ عذر تراشا کہ پریوی کونسل کا فیصلہ تم نے غلط سمجھا آؤ پنچائت سے فیصلہ کراؤ۔ پنچایت اگر وہی فیصلہ تمہارے حق میں دے دے گی تو ہم مان جائیں گے۔ اس فیصلہ کے تاوان میں مبلغ تین سو روپیہ دینے کا اقرار کیا۔ میں نے ہر چند کہا کہ بعد فیصلہ پریوی کونسل پنچایت کی کچھ وقعت نہیں رہی، مگر انہوں نے ایک نہ سنی۔ پنچایتی فیصلے پر ہی اصرار کرتے رہے۔ آخر میں نے یہ تجویز بھی مان لی۔ پنچایت نے فریقین کے بیانات سن کر میرے حق میں فیصلہ دیا لیکن وہ لوگ ابھی تک مکان مجھے نہیں دیتے بلکہ لڑتے ہیں۔

یہ تمثیل سنا کر میں نے آخری فیصلہ والا اشتہار پڑھا جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعا کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے جو خدا کے ہاں جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے اور میں (یعنی ثناء اللہ امرتسری) تا دم تحریر ہذا زندہ ہوں۔

اس کے بعد اعلان کیا کہ حسب تحریر پروگرام ایک گھنٹہ تبادلہ خیالات کے لئے ہے جو احمدی چاہے اس مضمون پر ایک گھنٹہ تک بحث کر سکتا ہے۔ مگر کوئی نہ اٹھا چند منٹ انتظار کیا گیا، للکارا گیا ، ہزار ہا سامعین کے سامنے پکارا گیا تاہم کوئی بولا۔

دوسری تقریر مولوی ابو القاسم بنارسی کی معیار نبوت پر ہوئی جس کا ملخص یہ ہے کہ انبیاء کرام جن امور کے واقع ہونے کی خبر بحکم خدا دیتے ہیں وہ باتیں ضرور پوری ہوتی ہیں ثم صدقنا هم الوعد ۔ الآ یه ،اس پر دلیل لائے اور مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کو خصوصاً نکاح آسمانی کی پیش گوئی کو غلط ثابت کیا۔ بعد تقریر کے احمدیہ جماعت کو گفتگو کے لئے ایک گھنٹہ وقت دیا گیا۔ مگر کوئی نہ بولا حالانکہ صدارت کی طرف سے عام اعلان

تھا کہ احمدی آئیں تو ان کو عزت سے بٹھانا اور چائے پیش کرنا ان کے اردگرد اپنے والنٹیئر بغرض حفاظت کھڑے کر دینا۔ لیکن افسوس کہ دونوں وقتوں میں کوئی نہ آیا حالانکہ اشتہارات میں مباحثہ کا بڑا شوق ظاہر کرتے تھے۔

لطیفہ: ۱۶ دسمبر کو احمدیہ اور اہل حدیث نمائندے بغرض تصفیہ شرائط یکجا بیٹھے۔ سب سے پہلے مبحث (مضمون بحث) مقرر کرنے کی تجویز پیش ہوئی۔ وفد اہل حدیث نے کہا، ابطال مسیحیت مرزا، کے ہم مدعی ہوں گے۔ احمدیہ وفد نے کہا جب تک ہم دعوی مع دلیل پیش نہ کرلیں آپ اس کا ابطال کیسے کر سکتے ہیں۔

بظاہر یہ جواب خوبصورت ہے لیکن اہل حدیث کا جواب اس سے بھی خوب تر ہے۔ اہل حدیث وفد نے کہا ہم اسی طرح ابطال مسیحیت کے مدعی ہوگے جس طرح آپ کے مسیح مہدی اور رسول عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ امرتسر میں ابطال الوہیت مسیح کے مدعی بنے تھے اور اول وآخر اپنی تقریر کا حق لیا تھا یعنی وہاں مضمون الوہیت مسیح کا تھا یہاں مسیحیت مرزا ہے۔

اس کے جواب میں بولے اصل کتاب میں پیش کرو، کیونکہ وہ جانتے تھے کہ جنگ مقدس کلکتہ کے اہل حدیثوں بلکہ کسی کے پاس بھی نہیں بلکہ آج کل قادیان سے بھی نہیں ملتی۔

ہر چند ادھر سے کہا گیا آپ مہربانی کر کے کتاب جنگ مقدس لائیں ہم دکھائیں گے۔ مگر احمدیت اور صداقت؟ ضدا ن مفتر قا ن ایّ تفر ق۔ نہ دکھانی تھی نہ دکھائی۔

کاش یہ گفتگو امرتسر میں ہوتی پھر دیکھتے کہ اس حوالہ سے انکار کرنا کیسے ہوتا

(ہمارے احباب مناظرین کو چاہیے کہ جنگ مقدس کے حوالے سے تکذیب مرزا کے خود مدعی بنا کریں جیسے مرزا صاحب تکذیب الوہیت مسیح کے مدعی بنے تھے مرزائی نہ مانیں تو ان سے لکھا لیا کرو کہ ہم مرزا صاحب کے فعل کا اتباع نہیں کرتے۔ ثناء اللہ امرتسری)

لطیفہ دوم: جس روز (۱۷ دسمبر) کو بوقت شب ۱۲ بجے جلسہ ختم کر کے تھکے ماندے ہم لوگ ڈیرے پر آئے، میں بمعہ اپنے ملازم کے مکان پر تھا۔ کپڑے اتار کر سونے لگے تھے چند احمدی نوجوان تشریف لائے اور کہنے لگے کہ ہمارے چنیوٹی برادر کہتے ہیں دس بیس آدمی ہمارے اور دس بیس آپ کے یک جا بیٹھ کر مباحثہ کریں تاکہ حق واضح ہو سکے۔ میں نے کہا بہت اچھا، کل صبح اسی مکان میں جمع ہو جائیں۔ ۶ بجے سے ۸ بجے تک گفتگو ہوگی

۔مضمون بحث آخری فیصلہ ہوگا۔ بولے کہ چھ بجے تک تو لوگ بستروں سے بھی نہیں اٹھتے۔ میں نے کہا اچھا حافظ محمد امین صاحب سکرٹری جمیعت اہل حدیث سے مل کر وقت کا فیصلہ کرلو۔اس وقت میں تھکا ماندہ ہوں اس سے زیادہ نہیں بول سکتا۔اس وقت تو وہ چلے گئے صبح مناظرہ کے لئے نہ آئے۔

مختصر یہ کہ کلکتہ کے جلسہ میں اس دفعہ جماعت مرزائیہ نے بذریعہ اشتہارات بہت اچھی طرح شور مچایا،مگر سامنے آنے کی جرأت کیوں کی؟ یہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں (جلسے کے دیگر مقررین میں عطاءاللہ شاہ بخاری اور مولانا ابوالکلام آزاد تھے)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۸ ص ۳۔۵)

(مولانا ابوالکلام آزاد کی تقریر پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا ثناءاللہ امرتسری نے لکھا ہے:

آزاد نے کہا تھا: جن علماء نے یورپ کے اعتراضات سے دب کر قرآنی مسائل میں تبدیلی کی ہے ان کی بھی غلطی ہے جیسے سرسید مرحوم نے مسئلہ تعدداز واج اور مسئلہ طلاق میں اپنی روش اختیار کی؛

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے لکھا ہے:

ایک گروہ وہ ہے جس نے اسلام اور ہادی اسلام (ﷺ) پر مورخانہ حیثیت سے اعتراضات کئے ہیں جیسے سر ولیم میور نے سوانح محمد (ﷺ) لکھی جس کے جواب میں سرسید مرحوم نے خطبات احمدیہ اردو اور انگریزی میں لکھ کر ہادی اسلام کی سوانح کو پاک اور بے لوث ثابت کیا۔ کیا اتنے بڑے کا ناقدرشناسی کے قابل ہیں؟ نہیں بلکہ جزا ھم اللہ کہنے کے مستحق ہیں۔

ہاں مولانا آزاد نے طلاق اور تعدداز واج کے سلسلے میں سرسید کا ایسے پیرائے میں ذکر کیا جس سے سمجھا جاتا تھا کہ سرسید مرحوم مسئلہ تعدد ازواج اور طلاق میں یورپ کے حملے کی تاب نہ لاکر دوزانو ہوگئے، حالانکہ ایسا نہیں۔سرسید احمد نے ان دونوں مسئلوں میں وہی روش اختیار کی ہے جو قرآن کی اور عام اہل اسلام کی ہے

سلسلہ کلام میں مولانا آزاد نے اپنے استاد مکرم مولانا شبلی مرحوم پر بھی چھینٹا ڈالا کیونکہ دولت کو یک جا محفوظ رکھنے والوں کی مذمت کی۔ بلکہ ان کے حق میں، برخود غلط، کا جملہ بھی کہا تھا حالانکہ اس کے محرک مولانا شبلی مرحوم تھے جنہوں نے ملک کے رؤساء کی اولاد کو دیکھا کہ ان کی حالت وہی ہورہی ہے جو مولانا حالی مرحوم نے بتائی تھی

جو کی حضرت عشق نے رہنمائی ۔تو کر دی بھرے گھر کی دم بھر میں صفائی
پھر آخر لگے مانگنے اور کھانے۔یوں ہی مٹ گئے یاں ہزاروں گھرانے

اس مشاہدہ پر مولانا شبلی مرحوم کو قلق پیدا ہوا تو آپ نے کوشش کی کہ وقف علی الاولاد کا قانون بن جائے۔ چنانچہ آپ کی مساعی جمیلہ سے قانون بن گیا جس کی رو سے موروثی جائداد محفوظ رہتی ہے،فوائد اور منافع سب کو حصہ رسدی پہنچتے ہیں۔ ہمارے خیال میں مولانا شبلی مرحوم کا یہ فعل ساری ہندی مسلم قوم پر بڑا احسان ہے۔ شکر اللہ سعیہ (اہل حدیث ۲۹ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۴،۵)

قادیانی تبلیغ

مولانا محمد عبدالغفار الخیریؒ قرول باغ دہلی سے لکھتے ہیں:

مثل ہے ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ یہ مثل قادیانی تبلیغ پر بالکل صادق آتی ہے۔ غالباً ۵۰ برس کا زمانہ گذرا کہ بارش نے کہرام مچا دیا۔ دہلی والے آج تک اس بارش کو ڈھائی ڈھوئی کا مہینہ کہتے ہیں۔ کچے مکانوں کا تو کہنا ہی کیا بڑے بڑے پکے مکان پھٹ گئے اور گر گئے اور عرصہ تک یہ کیفیت جاری رہی۔ حکومت نے ایک انجنیئر مقرر کیا کہ جس مکان کی حالت نہایت مخدوش ہو، اس کو فوراً گرا دیا جائے تا کہ جان و مال اور متصل مکانوں کی حفاظت ہو سکے۔ یہ صاحب ڈھاؤ صاحب کے نام سے زبان زد عام ہوئے۔

معلوم نہیں کہ یہ نمونہ طوفان نوح اس زمانہ میں کس نبی و رسول کے نہ ماننے کی سزا تھا جو آج ہم یہ سمجھ لیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت و رسالت کے انکار کی وجہ سے سارے ہندوستان کے مسلمانوں کو چھوڑ، رہتک و جالندھر، سب کی طرف سے پکڑے گئے۔ درانحالیکہ امرتسر میں مولوی ثناء اللہ صاحب سیالکوٹ میں مولوی ابراہیم صاحب، لاہور میں مولوی ظفر علی خان صاحب، دہلی میں مفتی کفا یت اللہ صاحب وغیرھم نہ صرف خود منکر رسالت و نبوت قادیانی ہیں بلکہ منکران مرزائی نبوت و رسالت کی تعداد بڑھانے میں ہمیشہ کوشاں رہتے ہیں۔ ان پرانے فدا شدہ شہروں کو چھوڑ کر نزلہ بر عضو ضعیف، کیوں ہوا اور رہتک و جالندھر کے قادیانی مبلغ و فدا کار اس پریشانی میں کیوں مبتلا کئے گئے۔ اگر کہا جائے کہ وہ ہلاکت سے بچ گئے تو میں کہوں گا کہ الحمد للہ بکثرت مسلمان اور ہندو بھی بچ گئے طوفان نوح میں تو سوائے ایمان داروں کے اور کوئی نہ بچا۔

عذاب سے اللہ تعالی جن کو بچانا چاہتا ہے ان کو عذاب آنے سے پہلے تدابیر سے آگاہ فرما دیتا ہے ۔جس طرح حضرت نوحؑ کو کشتی کی تدبیر بتادی یا اور انبیاء

وصلحاء کو موقع عذاب سے پہلے ہی نکال دیا گیا نزول عذاب کے وقت تو کبھی کوئی بچا نہیں اور نہ اللہ تبارک وتعالی کی یہ سنت ہے کہ نبی یا رسول کے اس دنیا فانی سے جانے کے بعد عذاب نازل فرمائے کہ ہمارے رسول کو جب

وہ تم میں تھا کیوں نہیں مانا۔عذاب نبی یا رسول کی حیات ہی میں آئے ہیں۔

جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی شان رحیمی اور بارگاہ الٰہی میں عزت وتوقیر تو ملاحظہ فرمایئے کہ فرمان ہوتا ہے و ما کا ن اللّٰہ لیعذّ بھم و انت فیھم۔(اللہ ایسا نہیں ہے کہ ان پر عذاب کرے اور تم ان میں موجود ہو)۔

آج جناب رسول اللہ ﷺ بذات مبارک ہم میں موجود نہیں لیکن آپ کی صحیح تعلیم قرآن مجید اور احادیث صیحیہ ہم میں موجود ہیں اور جو لوگ صرف زبان سے نہیں بلکہ دل سے ان کی تعلیم کو مانتے اور اس پر عامل ہیں یقیناً اللہ تعالی ان کو عذاب سے بچائے گا یہ عذاب تو ن لوگوں کی وجہ سے ہیں جنہوں نے اپنے مولویوں مشائخ اور پیروں کو بلا دلیل اقوال کو شرع بنالیا اور حضور خاتم النبیین ﷺ کے بعد نئے نئے نبی اور رسول نکال کھڑے کئے کیونکہ رہتک میں ابھی پچھلے سال سے قادیانی اشاعت کی جدو جہد شروع ہوئی ہے اور یہ اللہ تعالی کی طرف سے تنبیہ تھی ان لوگوں کے لئے جو دین کی تکمیل اور لا نبی بعدی کے بعد نئے نبی ورسول کی ضرورت کو ثابت کرتے اور دامن محمدی ﷺ کو چھوڑ تے ہیں۔

آنکھوں دیکھو اور اخبارات میں پڑھو جوں جوں قادیانی مذہب کی اشاعت بڑھتی جاتی ہے دنیا میں فتنہ فساد قتل و غارت الحاد بے دینی بھی پھیلتی جاتی ہے اور قہر الٰہی کے نمونے بھی دیکھے جارہے ہیں۔ یہ صفت صرف تعلیم محمدی ﷺ ہی کی ہے کہ جتنی پھیلے اتنا ہی امن ہو۔مصائب تکالیف اور عذاب سے نجات ہو۔ پڑھو سورۃ محمد کی دوسری آیت۔(ذلك با نّ الّذین کفروا اتّبعوا البا طل و انّ الّذین آ منوا اتّبعوا الحقّ من ر بّھم ۔ کذ لك یضر ب اللّٰہ للنّاس امثا لھم۔ محمد : ۲)

آج بھی ہو جو براہیم کا ایمان پیدا
آگ کر سکتی ہے انداز گلستاں پیدا

قادیانی تبلیغ کا یہی خاصہ ہے کہ دنیا میں کچھ بھی ہو،اسے کھینچ تان کر اپنی طرف لے جاتے ہیں۔

سورہ منافقون میں اللہ تعالی نے فرمایا:

یحسبو ن کل صیحة علیھم ھم العدوّ فا حذر ھم قا تلھم اللّٰہ انّی یؤفکو ن

(المنا فقون :٤) سمجھتے ہیں کہ ہر بات انہی پر ہے پس ان سے بچو اللہ ان کو قتل کرے کس طرح دھکے کھاتے ہیں.

دیکھو یہ کلام کس پر صادق آتا ہے کون ہے جو ہر بات کو اپنے اوپر لے جاتا ہے ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔اللہ فرماتا ہے مانو یا نہ مانو تم جانو۔رسول اللہﷺ کے بیٹے کے کا انتقال ہوتا ہے اسی دن سورج گرہن پڑتا ہے لوگ اس کو انتقال کی وجہ سے سمجھتے ہیں اور حضورﷺ فرماتے ہیں کہ یہ اللہ کی نشانی ہے اس کو کسی کی موت سے تعلق نہیں۔قادیانی اصحاب ذرا ذرا سی بات کو مرزا غلام احمد صاحب کی وجہ سے بتاتے ہیں، صادق اور کاذب کے فرق کو دیکھو اور دھوکوں سے بچو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۳ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۸ ص ۶)

<u>الفضل قادیان غور سے سنے</u>

امرتسر میں ۲۶ نومبر کو جو جماعت مرزائیہ اور امت مسلمہ کے افراد میں لڑائی ہوئی اس کی اہل حدیث مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۳۳ء میں صحیح روئداد لکھی گئی۔مگر قادیان کا سرکاری اخبار الفضل (۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء) اہل حدیث کو بھی اپنی طرح کا غلط نویس جان کر اہل حدیث کی تردید میں ایک مبسوط مضمون لکھتا ہے۔اس پرچے کے آنے پر اہل حدیث تیار ہو چکا تھا اس لئے ہم ایک تجویز بغرض تصفیہ پیش کرتے ہیں۔
ایک غیر جانبدار کمیشن کے ذریعہ فیصلہ کرایا جائے کہ لڑائی کیونکر ہوئی۔اس کمیشن سے یہ بھی ثابت ہو جائے گا کہ اہل حدیث کی رپورٹ صحیح ہے یا الفضل کی؟ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۱۵)

<u>لاہور میں مباحثہ</u>

لاہور میں بتاریخ یکم جنوری بانتظام انجمن اہل حدیث قادیانیوں سے دو مضامین پر مباحثہ ہوا۔
۱۔توہین انبیاء ۲۔آخری فیصلہ مرزا صاحب۔پہلے مضمون میں مناظر اہل حدیث منشی عبداللہ معمار تھے دوسرے میں فاتح قادیان خود پیش ہوئے۔حاضری اندازاً ۱۵۔۱۶ ہزار تھی۔حق کا اثر بہت نمایاں ہوا۔مفصل آئندہ (اہلحدیث امرتسر ۵ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۹ ص ۲)

....

بسم اللہ الرحمن الرحیم

شہادات مرزا

مصنفہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری

پہلے مجھے دیکھئے

ملک پنجاب کے ضلع گورداسپور قصبہ قادیان میں ایک صاحب مرزا غلام احمد پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے دعوی کیا ہے کہ جن احادیث میں حضرت عیسیٰ مسیح علیہ السلام کے قبل قیامت آنے کا ذکر ہے ان سے مراد میں ہوں۔ یعنی میں عیسیٰ موعود ہوں۔ ان کے اس دعوی کی تردید میں خاکسار کی کئی ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں زیادہ تر توجہ مرزا صاحب کی ان پیشگوئیوں پر ہے جو موصوف نے اپنی صداقت کے اظہار کرنے کیلئے وحی اور الہام کے نام سے کی ہیں۔ اس لئے میرے بعض مخلص دوستوں مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ ایسی بھی کوئی کتاب لکھوں جس میں دلائل حدیثیہ سے بھی گفتگو ہو۔ یعنی ان احادیث کا بھی ذکر ہو جن میں حضرت عیسیٰ موعود کا آنا مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہو تو مضائقہ نہیں۔ اس لئے اس مختصر رسالہ میں مرزا صاحب کے دعوی کی تردید میں تین طرح کی شہادات ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے۔

اول، احادیث صحیحہ سے۔

دوم، مرزا صاحب کی وحی اور الہام سے۔ اور

سوم، مرزا صاحب کے اپنے معیار اور اقوال سے۔

امید ہے کہ ناظرین اس رسالہ کو اس بحث میں اچھوتا پائیں گے اور مقدور بھر اس کی اشاعت کر کے خدمت

دین بجا لائیں گے۔ ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

ابوالوفا ثناءاللہ ملقب بہ فاتح قادیان۔صفر۱۳۴۲ھ۔اکتوبر ۱۹۲۳ء

دعوے مرزا صاحب

جناب مرزا صاحب قادیانی کا دعوی خود انہی کے الفاظ میں نقل کرنا مناسب ہے۔گو آپ کا دعوی اس قدر مشہور و معروف ہے کہ کسی کو مجال انکار نہیں۔گو ان کے دعوی نبوت وغیرہ کے متعلق ان کی امت میں اختلاف ہے لیکن ان کے دعوی مسیحیت کی بابت اختلاف نہیں۔تاہم ہم انہی کے الفاظ میں انکا دعوی سناتے ہیں ۔فرماتے ہیں

و كنت اظن بعد هذه التسمية ان المسيح الموعود خارج وما كنت اظن انه انا حتى ظهر السر المخفى الذى اخفاه الله على كثير من عباده ابتلاءًا من عنده و سمانى ربى عيسى بن مريم فى الهام من عنده و قال يا عيسى انى متوفيك و رافعك الى و مطهرك من الذين كفروا و جاعل الذين اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامه انا جعلناك عيسى ابن مريم و انت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق و انت منى بمنزلة توحيدى و تفريدى و انك اليوم لدينا مكين امين . فهذا هو الدعوى الذى يجادلنى قومى فيه و يحسبوننى من المرتدين . [حمامة البشرى . ص ۸]

[ترجمہ از مرزا صاحب] خدا نے میرا نام متوکل رکھا۔میں بعد اس کے بھی سمجھتا رہا کہ مسیح موعود آئے گا اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں ہی ہوں گا۔یہاں تک کہ مخفی بھید کھل گیا جو بہت سے لوگوں پر نہیں کھلا ۔اور میرے پروردگار نے اپنے الہام میں میرا نام عیسی بن مریم رکھا اور فرمایا اے عیسی ہم [خدا] نے تجھے عیسی بن مریم کیا۔اور تو مجھ سے ایسے مقام میں ہے کہ مخلوق اس کو نہیں جانتی اور تو [مرزا] میرے نزدیک میری توحید اور وحدت کے رتبے میں ہے۔اور تو آج ہمارے نزدیک بڑی عزت والہ ہے۔پس یہی [مسیح موعود ہونیکا] دعوی ہے۔جس میں مسلمان قوم مجھ سے جھگڑتی ہے اور مجھ

کومرتد جانتی ہے

یہ عبارت صاف لفظوں میں مرزا صاحب کا دعوی بتا رہی ہے کہ آپ اس بات کے مدعی تھے کہ احادیث میں جن عیسی موعود کی بابت خبر آئی ہے کہ وہ دنیا میں قریب قیامت کے ظاہر ہوں گے وہ میں ہوں۔ یہ بھی اس عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرزا صاحب سے اسی دعوی میں بحث ونزاع کرتے ہیں ۔یعنی وہ آپ کو عیسی موعود وغیرہ نہیں مانتے ۔اصلی نزاع یہی ہے اور باقی کوئی ہے تو فرعی ۔

یہ ہے مرزا صاحب کے دعوی کی تقریر جوانہی کے الفاظ میں نقل کی گئی ۔تاہم امت احمدیہ [مرزائیہ] مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت موعودہ کے اثبات سے عاجز آ کر کبھی وفات عیسی پر بحث کرنے لگ جاتی ہے ۔کبھی دجال اور اس کے گدھے کی بابت ادھرادھر کی بات شروع کر دیتی ہے جس سے اصل مقصد دور ہو جاتا ہے ۔اس لئے فریقین [محمدی اوراحمدی] باانصاف سے امید ہے کہ مرزا صاحب کے اس بیان کوغور سے پڑھ کر بس اسی [دعوے مسیحیت موعودہ] پر مدار بحث رکھا کرینگے ۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ کہ اس کتاب کواول سے آخر تک بغور دیکھیں گے تو بہت سی نئ معلومات پائینگے ۔اس لئے مصنف کی درخواست ہے کہ اول سے آخر تک بغور مطالعہ فرمائیں ۔ [ثناءاللہ امرتسری]

باب اول: متعلق احادیث

چونکہ عیسی موعود کا منصب اورتشریف آوری حدیثوں سے ثابت ہے اس لئے ہم ذیل میں چند حدیثوں سے شہادات نقل کرتے ہیں تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان حدیثوں کے مطابق جناب مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود ہیں؟

پہلی شہادت

سب سے پہلے بخاری مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کے الفاظ مع ترجمہ یہ ہیں

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع

الجزية و يفيض المال حتى لا يقبله احد حتى تكون السجدة الواحدة خيراً من الدنيا وما فيها ثم يقول ابو هريرة فاقرئوا ان شئتم و ان من اهل الكتاب الا ليوئمنن به قبل موته الآيه متفق عليه [مشكوة شريف ص ۴۷۹ باب نزول عیسی علیه السلام] یعنی ابو ہریرہ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہوکر تم میں اتریں گے۔ پھر وہ عیسائیوں کی صلیب کو [جس کو وہ پوجتے ہیں] توڑ دینگے اور خنزیر [جو خلاف حکم شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس] کو قتل کرائینگے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دینگے اور مال بکثرت لوگوں کو دینگے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کریگا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک ایک سجدہ انکوساری دنیا کے مال ومتاع سے اچھا معلوم ہوگا [حدیث کے یہ الفاظ سنا کر] ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے چاہتے ہوتو یہ آیت پڑھ لو ان من اهل الکتاب آخر تک [اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسی کے اترنے کے وقت کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے]۔

یہ حدیث اپنا مطلب بتانے میں کسی شرح کی محتاج نہیں۔ صاف لفظوں میں حضرت عیسی موعود کو منصف حاکم یعنی بادشاہ قرار دیا ہے۔ اور مرزا صاحب کو یہ وصف حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

دوسری شہادت

اس سے بھی زیادہ صاف اور فیصلہ کن سے جو صحیح مسلم میں مروی ہے

عن النبی ﷺ و الذی نفسی بیده لیهلن ابن مریم بفج الروحاء حاجاً او معتمراً او لیثنیهما [باب جواز التمتع فی الحج و القران ۔ مسلم]

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مسیح فج الروحاء سے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے [نووی شرح مسلم] حج کا احرام باندھیں گے۔

یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے کے لئے مقام کی بھی تعیین کرتی ہے۔ مرزا صاحب کی بابت تو بلا اختلاف مسلمہ ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے۔ مقام معین سے

احرام باندھنا تو کجا۔

حیرت ہے کہ مرزا صاحب اور انکی احمدی امت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی چاہے کسی قسم کی ہو۔ مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریروں میں ہم نہیں دیکھا۔ حالانکہ اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۵۔ شوال [یکم جون ۱۹۲۳ء] میں یہ حدیث نقل کر کے جواب طلب کیا گیا تھا۔

تیسری شہادت

وہ ہے جسے مرزا صاحب قادیانی نے خود بھی نقل کیا ہے۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله ﷺ ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث خمساً و اربعین سنة ثم یموت فید فن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر [مشکوۃ باب نزول عیسی] ۔

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ زمین کی طرف اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد پیدا ہوگی اور آپ پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر فوت ہو کر میرے مقبرہ میں میرے ساتھ دفن ہونگے۔ پھر میں [رسول اللہ] اور حضرت عیسیٰ ایک ہی مقبرہ سے قیامت کو اٹھیں گے جبکہ ہم ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں گے

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسیٰ موعود کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوگا۔ اس حدیث کو مرزا صاحب نے خود اپنے استدلال میں لیا ہوا ہے۔ اس میں جو حضرت عیسیٰ موعود کے تزوج [نکاح] کا ذکر ہے اسکی نسبت مرزا صاحب نے بہت کوشش کی ہے کہ یہ ان پر صادق آئے۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ جناب موصوف نے ایک نکاح کی بابت الہامی پیش گوئی فرمائی تھی۔ جس کو اعجازی نکاح [اس کی تفصیل آگے آتی ہے] کہتے تھے۔ جناب ممدوح کہتے ہیں کہ یہ نکاح جو حضرت عیسیٰ بن مریم موعود کا مذکورہ حدیث میں آیا ہے اس سے وہی اعجازی نکاح مراد ہے جس کی بابت میں نے پیش گوئی کی ہوئی ہے۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں

انــه يتزوج و ذالك ايماء الى آية يظهر [هـكـذا فى الاصل بصيغة المذكر ۔ ثناء الله] عــنـد تـزوجـه من يد القدرة و ارادة حضرت الوتر و قد ذكرناها مفصلاً فى كتابنا التبليغ و التحفه و اثبتنا فيها ان هذه الآيت سيظهر على يدى [حـمـامة البشرى ص ۲٦] ۔یعنی حضرت عیسی موعودنکاح کریں گے۔ یہ اس نشان کی طرف اشارہ ہے جو اس کے نکاح کے موقعہ پر قادر کی قدرت سے ظاہر ہوگا۔ اور ہم نے اس نشان کو مفصل اپنی دو کتابوں تبلیغ اور تحفہ میں ذکر کیا ہوا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا۔

یعنی یہ نکاح وہی ہے جو میرا ہوگا۔ تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اسکو دوسری کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں یوں لکھتے ہیں ۔

' اس پیشگوئی [یعنی میرے نکاح] کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتـزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں ۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے ۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی ۔ (ص ۵۳)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ جناب مرزا صاحب کو اس حدیث کی تسلیم سے انکار نہیں بلکہ اسکو اپنی دلیل میں لایا کرتے تھے۔ اس لئے ہم بھی اس حدیث سے استدلال کرنے کا حق رکھتے ہیں جو یوں ہے کہ چونکہ مرزا صاحب مدینہ شریف میں فوت ہوکر روضہ مقدسہ میں دفن نہیں ہوئے اس لئے عیسی موعود نہیں ۔

الحمدللہ کہ ازروئے احادیث شریفہ ہم نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کا دعوی مسیحیت موعودہ کا صحیح نہیں ۔

آنکس کہ بقرآن و خبر از ندہی
انیست جوابش کہ جوابش ندہی

احادیث اس مضمون کی بکثرت ہیں مگر ہم نے بہ نیت اختصار بطور نمونہ انہی تین حدیثوں پر اکتفا کیا ہے۔ کیونکہ ماننے والے کیلئے یہ بھی کافی سے زیادہ ہیں۔

اگر صد باب حکمت پیش ناداں
بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

مختصر مضمون احادیث ثلاثہ: تینوں حدیثوں کا مختصر مضمون تین فقروں میں ہے۔

۱۔حضرت عیسیٰؑ حاکمانہ صورت میں آئیں گے

۲۔حضرت عیسیٰؑ حج کریں گے انکے احرام باندھنے کی جگہ کا نام فج الروحاء ہے ۔

۳۔حضرت عیسی موعود علیہ السلام نکاح کر کے پنتالیس سال دنیا میں زندہ رہینگے ۔

ان تینوں مضامین کے لحاظ سے مرزا صاحب کے حق میں نتیجہ صاف ہے کہ 'حضرت مرزا غلام احمد قادیانی عیسی موعود نہ تھے۔مختصر بات ہو مضمون مطول ہووے۔

تتمہ باب اول

شائد کسی صاحب کو خیال ہو کہ جو الفاظ حضرت عیسی موعود علیہ السلام کی بابت آئے ان سے انکی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے۔مثلاً بقول ان کے عیسی مسیح سے خاص حضرت عیسی مراد نہیں بلکہ مثل عیسی مراد ہے۔ یا 'حکم عدل' سے ظاہری حاکم مراد نہیں بلکہ روحانی مراد ہے۔غرض یہ کہ ان جملہ اوصاف مسیحیہ میں سے جو وصف جناب مرزا صاحب میں نہیں پایا جاتا اس سے مجازی وصف مراد ہے۔اس کا جواب آسان ہے۔علماء بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو [ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت مجاز]۔اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت عیسی موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں مرزا صاحب کیا فرماتے ہیں۔کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن۔پس مرزا صاحب کی عبارت مندرجہ ذیل کو بغور ملاحظہ کریں ۔فرماتے ہیں:

'بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ

صادق آسکیں۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے۔اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علماء کیلئے اشکال ہی کیا ہے۔ممکن ہے کسی وقت انکی مراد بھی پوری ہو جائے۔' [ازالہ اوہام طبع اول۔ص۲۰۰]

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں بلکہ ممکن ہے۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ ان کی حقیقت حکومت ظاہر یہ ہے جو مجھ میں نہیں۔ پس جب حقیقۃ ممکنہ ہے تو امکان حقیقت کے وقت مجاز کیونکر صحیح ہوسکتا ہے۔ فافہم

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

گو مرزا صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جسکی توثیق مرزا صاحب نے خود اعلیٰ درجہ کی، کی ہوئی ہے۔فرماتے ہیں:

'مولوی نورالدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کرسکوں۔میں نے انکو طبعی طور پر اور نہائت انشراح صدر کے ساتھ اپنی خدمتوں میں جاں نثار پایا'۔[ازالہ اوہام طبع اول۔ص۷۷۷]

یہی مولوی صاحب ہیں جو مرزا صاحب کے انتقال کے بعد خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے۔استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق کلمات طیبات لاسکتا ہے۔اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔

[ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول ص۸]

پس ثابت ہوا کہ چونکہ عیسی موعود علیہ السلام کا اپنی اصل حقیقت کے ساتھ آنا ممکن ہے۔لہذا مرزا صاحب عیسی موعود نہیں ہیں۔ [الحمدللہ]

دوسرا باب

قادیانی الہامات سے اس کے برخلاف شہادات

جناب مرزا صاحب کے الہامات تو بکثرت موجود ہیں جن میں امور غیبیہ کا دعوی کر کے انہیں اپنی صداقت کی شہادات بنایا ہے ان سب کو دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ الہامات مرزا، ملاحظہ کریں۔اس مختصر رسالہ میں ہم چند الہامات پیش کرتے ہیں

پہلا الہام۔مرزا صاحب قادیانی نے اپنی صداقت کے لئے ایک پیش گوئی فرمائی تھی جو دراصل دو حصوں پر منقسم ہو کر دو پیش گوئیاں تھیں۔ان دونوں پیش گوئیوں کی وجہ یہ پیش آئی تھی کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک نوعمر لڑکی سے نکاح کا پیغام دیا جسکی بابت وہ لکھتے ہیں ۔

و ھی حدیثۃ السن و انا متجاوز علی الخمسین

[یعنی وہ لڑکی ابھی چھوکری ہے اور میں پچاس سال سے زیادہ ہوں] [آئینہ کمالات اسلام ۔ص۵۷۴]

اس لڑکی کے والد نے رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اعلان پر اعلان جاری کرنے شروع کر دیئے ۔کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام فرمایا ہے کہ اگر یہ لڑکی کسی اور جگہ بیاہی گئی تو تین سال کے عرصہ میں اسکا خاوند مر جائیگا اور وہ بیوہ ہو کر میرے ساتھ بیاہی جائیگی۔چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلیئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جاویگا [کیا ہی عجیب موقعہ تھا۔بیل کنویں میں خصی نہ کریں گے تو کہاں کریں گے] اور نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہوگا۔اور [ناظرین اس فقرے کو ذہن میں رکھیں کہ] جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال میں فوت ہو جائے گا۔اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔اور

درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے ۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد آخر کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بنا دے گا۔ اور گمراہوں میں ہدائت پھیلا دیگا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے كذبوا بآياتنا و كانوا بها يستهزئون ۔ فسيكفيكهم الله و يردها اليك لا تبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد ۔ انت معي و انا معك عسے ان يبعثك ربك مقاماً محموداً ۔

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا۔ اور انجام کار اسکی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائیگی [شائد ٦۔ ستمبر ١٨٩٤ء کے روز کی طرف اشارہ ہے۔ ثناء اللہ] ۔ یعنی اول گو احمق اور نادان لوگ بدباطنی و بدظنی کی راہ سے بدگوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہوگی۔

[آج تک تو جیسی ہوئی ہے نمایاں ہے۔ ثناء اللہ] ۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور ۔ ١٠ جولائی ١٨٨٨ء]

یہ عبارت مرزا غلام احمد صاحب کے اشتہار مورخہ ١٠ جولائی ١٨٨٨ء کی ہے۔ اس میں مسماۃ مذکورہ کو خطبہ نکاح کے بعد دھمکی دی ہے۔ دھمکی بھی معمولی نہیں، بیوہ ہونے کی۔ پھر اس کے بعد اصل مقصود یعنی اپنے نکاح میں آنے کی۔

اس پیشگوئی نے مرزائی امت کو پریشان کر رکھا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے کوئی کچھ فرماتا ہے۔ ان سب کا جواب

دینے سے جناب مرزا صاحب نے ہم کو سبکدوش فرما دیا ہے۔ کیونکہ آپ بذات خود اس پیش گوئی کے متعلق ایک اعلان دے چکے ہیں جس کے سامنے غیر کی نہیں چل سکتی۔ امت مرزائیہ اللہ تعالی کو حاضر و ناظر جان کر حضرت مرزا صاحب کا فرمان سنیں۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں

"نفس پیش گوئی اس عورت [محمدی بیگم] کا اس عاجز [مرزا صاحب] کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم [ان ٹل] ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کیلئے الہام الہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری [اللہ] یہ بات نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے"۔ [اشتہار ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ کتاب تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۱۵]

ناظرین! اس سے بڑھ کر بھی کوئی صاف گوئی ہوگی جو مرزا صاحب نے اس عبارت میں فرمائی ہے۔ بات بھی صحیح ہے کہ خدا جس امر کی بابت خبر دے پھر اس کی تاکید کیلئے لا تبدیل فرمائے پھر وہ تبدیل ہو جائے تو خدائی کلام کے جھوٹ ہونے میں کچھ شک رہتا ہے؟ خدا جزائے خیر دے مرزا صاحب کو جنہوں نے ایسی صاف گوئی کر کے ہمیں اپنی امت کی بیجا تاویلوں سے چھڑایا۔ عاملهم الله بما هم اهله

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح مرزا صاحب سے ہو گیا؟ آہ اس کا جواب بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ نفی میں دیا جاتا ہے کہ تاحیات مرزا صاحب کا نکاح نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کے دن بیچارے اس حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اب ان کی قبر سے گویا یہ آواز آتی ہے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

اس پیشگوئی کو مفصل دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ الہامات مرزا، اور نکاح مرزا، ملاحظہ فرمائیں

دوسرا الہام: پانچویں شہادت

جو دراصل اسی پیش گوئی کیلئے بطور تمہید کے تھی یعنی یوں کہ اس لڑکی کا خاوند یعنی جس شخص سے وہ لڑکی باوجود پیغام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے بیاہی گئی تھی جس کا نام مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور ہے۔ اسکے حق

میں اسی پہلی پیش گوئی میں فرما چکے ہیں کہ روز نکاح سے اڑھائی سال میں مرجائیگا۔اسکی بابت یہ امر اظہار کرنا ضروری ہے کہ نکاح کس تاریخ کو ہوا اور اسکی آخری مدت حیات کیا تھی۔اور وہ اس مدت میں مرا یانہیں ؟

پس واضح ہو کہ نکاح مذکور حسب اطلاع خود مرزا صاحب قادیانی ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا تھا [رسالہ آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۰۔مصنفہ مرزا صاحب قادیانی] اس حساب سے ٦۔اکتوبر ۱۸۹۴ء کا دن مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری روز ہوتا ہے۔مگر وہ آج [اکتوبر ۱۹۲۳ء] تک زندہ ہے۔حالانکہ اس عرصہ میں وہ فرانس کی جنگ عظیم میں بھی شریک ہوا جس میں اس کے سر میں گولی بھی لگی مگر وہ زندہ رہا۔

جب اکتوبر ۱۸۹۴ء گذر گیا اور مرزا سلطان محمد زندہ رہا اور مخالفوں نے طعن و تشنیع کرنے شروع کئے تو حضرت مرزا صاحب نے ان کو ٹھنڈا کرنے کیلئے ایک آخری اعلان شائع فرمایا۔جس کے الفاظ یہ ہیں۔

'میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ [مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ] کی تقدیر مبرم [ان ٹل] ہے۔اسکی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائیگی'۔

[رسالہ انجام آتھم ص ۳۱]

بس یہ آخری فیصلہ تھا جو خدا کے فضل سے ہوا بھی آخری کہ مرزا صاحب خود تو مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور ان کا رقیب جس کی موت کی پیش گوئی تقدیر مبرم کی صورت میں کرتے تھے انکی دعا سے آج [اکتوبر ۱۹۲۳ء] تک زندہ ہے۔سچ ہے

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

تیسرا الہام: چھٹی شہادت

یوں تو مرزا صاحب کے الہامات اتنے ہیں کہ شمار بھی مشکل ہے لیکن ہم شہادت میں ان کو پیش کرتے ہیں جو بطور تحدی [دعوت] کے انہوں نے پیش کئے ہیں۔چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں۔

'خدا تعالی نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیش گوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں۔

جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ کتابوں میں یہ پیش گوئیاں کہ میں اسی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا۔ اور مخالفوں کے ہر ایک الزام سے تجھے بری کرونگا۔ وغیرہ'

[تریاق القلوب ۔ص ۱۳ حاشیہ]

یہ عبارت مرزا صاحب کی عمر کی بابت پیش گوئی ہے کہ اسی سال کے اردگرد ہوگی ۔ اسی پیش گوئی کو دوسری کتاب میں جو اس کے بعد چھپی ہے بہت اچھے لفظوں میں آپ نے صاف کر دیا۔ فرماتے ہیں:

جو ظاہر الفاظ وحی کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر [۷۴] اور چھیاسی [۸۶] کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں' [ضمیمہ براہین احمدیہ ج پنجم صفحہ ۹۷]

بہت خوب! آخری مدت تو معین ہوگئی ۔ اب دیکھنا باقی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش کب کی ہے۔ شکر ہے کہ اس کے متعلق بھی ہمیں دماغ سوزی کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مرزا صاحب نے ہم کو اس تکلیف سے سبکدوش فرما دیا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کے شروع ہوتے وقت میری عمر چالیس سال تھی ' [تریاق القلوب ص ۶۴]۔

مرزا صاحب کی یہ بات تفصیلاً کتاب ہذا میں کسی اور جگہ پر درج ہے ۔ اس کے علاوہ فیصلہ کن شہادت بھی ہمارے پاس ہے جو مرزا صاحب کے خلیفہ اول مولوی حکیم نور الدین صاحب نے مرزا صاحب کی زندگی میں شائع کی تھی ۔ حکیم صاحب موصوف نے مرزا صاحب کی پیدائش سے اکسٹھ سالوں تک کا نقشہ یوں دیا ہے کہ پیدائش ۱۸۴۰ء بتا کر ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۶۹ سال بتائی ہے ۔[ملاحظہ ہو رسالہ نور الدین ص ۱۷۱-۱۷۰]

پیدائش کا معاملہ صاف ہو گیا۔ رہا انتقال کا واقعہ سو یہ تو بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرمایا [تحفہ شاہزادہ ویلز ص ۶۲ ۔ مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیان]

ناظرین! خود مرزا غلام احمد صاحب اور مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول قادیان کی شہادت سے مرزا صاحب کی عمر بمشکل ۶۹ سال تک پہنچتی ہے حالانکہ آپ بوحی الٰہی فیصلہ کر چکے ہیں کہ میری عمر چوہتر سے چھیاسی سال کے درمیان ہوگی۔

احمدی دوستو! خدا کو حاضر ناظر جان کر بحکم الٰہی مثنی و فرادی ہو کر سوچو کہ یہ کیا بات ہے

کہ جس بات کو مرزا صاحب وحی الٰہی جتا کر بطور ثبوت پیش کرتے ہیں وہی غلط ثابت ہوتی ہے۔ گویا مرزا صاحب بزبان حال کہتے ہیں

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھو آرزو نہ ہو

تتمہ۔ اس مذکورہ عبارت میں مرزا صاحب نے یہ بھی ایک ضمنی پیش گوئی فرمادی ہے کہ، کہ مخالفوں کے ہر الزام سے تجھے بری کرونگا'۔ اور الزام تو رہے بجائے خود۔ خود پر یہ الزام عمر کا بھی بحال رہا۔ سچ ہے

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ساتویں شہادت: اقوال مرزائیہ سے

مرزا صاحب کے اپنے اقوال سے مرزا صاحب کا معاملہ خدا کے فضل سے ایسا آسان ہے کہ کسی بیرونی شہادت کی حاجت نہیں۔ بلکہ خود ان کے اپنے بیانات ہی ایسے ہیں کہ ان کے مخالف کو بہت کچھ مفید ہو سکتے ہیں۔ عدالتی اور شرعی طریق پر مدعا علیہ کا اپنا بیان جس قدر کار آمد ہوتا ہے دوسرے گواہوں کا نہیں۔ اس لئے عدالتی طریق ہے کہ مدعی چاہے تو اپنے مدعا علیہ سے بحیثیت گواہ کے بیان لے سکتا ہے۔ اس بیان میں مدعا علیہ اگر اقرار کر جائے تو دوسرے گواہوں کی نسبت بہت مفید ہوتا ہے

ٹھیک اسی طرح بفضلہٖ تعالیٰ مرزا صاحب کے اپنے بیانات اتنے مفید ہیں کہ بیرونی شہادت اتنی مفید نہیں۔ کیونکہ مدعا علیہ کے بیان کے متعلق یہ مثل ہے جو بہت صحیح ہے۔ قضی الرجل علی نفسه [آدمی نے خود اپنے اوپر ڈگری کرلی]

پس اس اصول کے ماتحت ہم مرزا صاحب کے اقوال بطور شہادت پیش کرتے ہیں۔ جن سے ہمارا دعوی [تکذیب مرزا] بآسانی ثابت ہو سکے۔

پہلا بیان: مرزا صاحب لکھتے ہیں:

تیسری مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسی کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں‘ ۔[رسالہ تحفہ گولڑویہ۔ص۷۱]

اسکی تردید۔ مرزا صاحب ایک دوسری کتاب میں یوں لکھتے ہیں

اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز [مرزا] کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں۔ وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز [مرزا] کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ میں سپرد کی گئی ہیں۔ کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا۔ اور وہ زمانہ حضرت موسی سے چوداں [سلطان القلم کی اردو ہے۔ مصنف] سو برس بعد تھا کہ جب ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا تھا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز [مرزا] آیا۔ کہ جب قرآن کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا۔ اور یہ زمانہ حضرت مثیل موسی [یعنی آنحضرت ﷺ] کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے جو حضرت موسی اور عیسی کے درمیان میں زمانہ تھا[ازالہ اوہام طبع اول ص۶۹۳۔۶۹۲)

اس بیان میں جناب مرزا صاحب نے حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کے درمیانی زمانہ کو چودہ سو برس سے کچھ زیادہ قرار دیا ہے۔ کیونکہ چودہ سو برس بعد کا لفظ چودہ سو پر زیادتی چاہتا ہے۔ عیسائیوں یہودیوں کی شہادت اس بارے میں [۱۴۵۱] ہے [دیکھو تقدیس اللغات] حالانکہ پہلے بیان میں تیرہ سو برس ختم ہو کر چودھویں صدی کے سر پر آنا لکھا ہے۔ اس دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ایک سو سال قبل از وقت [بیفور ٹائم] تشریف لے آئے۔ کیونکہ اس بیان کے مطابق مسیح موعود کی تشریف آوری کا وقت چودہ سو سال کے بعد ہے اور آپ چودھویں صدی کے شروع میں آئے ہیں۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ایک سو سال سے بھی کچھ پہلے تشریف لے آئے ہیں لہذا سردست تشریف لے جائے ہم آپ پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں ۔

دوسری تردید۔ مذکورہ بالا تردیدی بیان کے سوا دوسرا ایک بیان مرزا صاحب کا ایسا صاف ہے جو ان دونوں کے مخالف ہے۔ آپ ایک جگہ مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں کہ

'پیش گوئیوں میں ہمیشہ ابہام ہوتا ہے۔ صاف اور مفصل بیان نہیں ہوتا۔ کیونکہ پیش گوئیوں میں سننے والے کا امتحان [ابتلاء] کرنا منظور ہوتا ہے۔ چنانچہ توریت میں آنحضرت ﷺ کے حق میں پیش گوئی اسی قسم کی مبہم ہے۔ جس میں وقت ملک اور نام نہیں بتایا گیا۔ اگر خدا تعالی کو ابتلاء خلق اللہ منظور نہ ہوتا اور ہر طرح سے کھلے کھلے طور پر پیش گوئی کا بیان کرنا ارادہ الہی ہوتا تو پھر اس طرح پر بیان ہونا چاہیے تھا کہ اے موسی میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا کرونگا جس کا نام محمد ﷺ ہوگا۔ ' [ازالہ اوہام طبع اول ص ۲۷۸]

اس بیان میں مرزا صاحب نے صاف تسلیم کیا ہے کہ حضرت موسی علیہ السلام کے بعد سرور کائنات ﷺ پوری اکیس صدیاں گذار کر بائیسویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔ احمدی دوستو! عبارت مرزا کو پھر غور سے پڑھو۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسی اور سرور کائنات ﷺ کا درمیانی زمانہ کتنا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سنہ عیسوی کے حساب سے ۲۲۔ اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی اور بعثت [رسالت] ۱۲۔ فروری ۶۱۰ء کو ہوئی تھی۔ یہ چھ سو سال اکیس صدیوں سے نکال دیں تو حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ کا درمیانی زمانہ پندرہ سو سال رہتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہی بیان کے مطابق مقررہ وقت پر نہیں آئے بلکہ بہت پہلے [بیفور ٹائم] تشریف لے آئے۔ لہذا آپ عیسی موعود نہیں۔ غالبًا اسی لئے قبل از تکمیل کار تشریف لے گئے

ایسا جانا تھا تو جانا تمہیں کیا تھا آنا

آٹھویں شہادت :

مرزا صاحب کا اقبالی بیان

جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا مسیح موعود ہونا ایک اور طریق سے بھی ثابت کیا ہے۔ آپ کا دعوے ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں ۔

'بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے عمر دنیا کل سات ہزار برس قرار پایا تھا' [تحفہ گولڑویہ۔ ص ۹۳]

اور آنحضرت ﷺ پانچویں ہزار میں پیدا ہوئے ہیں اور مسیح موعود کا چھٹے ہزار میں پیدا ہونا مقدر تھا۔ اس دعوی کو اس آیت سے ثابت کرتے ہیں جو سورۃ جمعہ میں ہے و آخرین منهم لما یلحقوا بهم پھر فرماتے ہیں کہ بس میں چونکہ چھٹے ہزار سال میں پیدا ہوا ہوں لہذا میں مسیح موعود ہوں۔ اب سنئے آپ کے اپنے الفاظ۔ جناب موصوف فرماتے ہیں:

ہمارے نبی ﷺ کے دو بعث [بعث کے معنی ہیں خلعت نبوت ملنا یعنی نبی ہونا۔ ثناء اللہ] ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم ہے۔ تمام اکابر مفسرین اس آئت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے۔ اور صحابہ رضی اللہ عنھم کی طرح بغیر کسی فرق کے آنحضرت ﷺ سے فیض اور ہدائت پائیں گے۔ پس جبکہ یہ امر نص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرت ﷺ کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیر کسی امتیاز اور تفریق کے مسیح موعود کی جماعت پر فیض ہوگا۔ تو اس صورت میں آنحضرت ﷺ کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزار ششم میں ہوگا۔ اور اس تقریر سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ گئی کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مھدی موعود کے ظہور سے پورا ہوا۔ غرض جبکہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہوئے تو جو بعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرت ﷺ ہزار ششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھے تو اس سے بعث دوم مراد ہے جو نص قطعی آیت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم سے سمجھا جاتا ہے۔ یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار کر رہے ہیں۔ مگر قرآن شریف ہمارے نبی ﷺ کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے اور حاصل اس آیت کریمہ یعنی و آخرین منهم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد ﷺ جو ہزار ششم میں بھی

مبعوث ہوکر ایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزارہ پنجم میں افاضہ کرتا تھا اور مبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزار ششم آئے گا اور مہدی موعود اس کے آخر میں ظاہر ہوگا تو گو بظاہر مہدی معہود کے توسط سے دنیا کو ہدائت ہوگی لیکن دراصل آنحضرت ﷺ کی قوت قدسی نئے سرے سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کریگی کہ گویا آنحضرت ﷺ دوبارہ مبعوث ہوکر دنیا میں آگئے ہیں۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے کہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم۔ پس یہ خبر جو آنحضرت ﷺ کی بعث دوم کے متعلق ہے جس کے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا اسی حدیث سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے جس پر آنحضرت ﷺ کا بعث دوم موقوف ہے وہ ودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے۔' [تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵۔۹۴]

اس عبارت کا مطلب ناظرین کے فہم عالی سے قریب کرنے کو اتنی تشریح کی ضرورت ہے کہ بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کا دودفعہ نبی ہوکر ظاہر ہونا مقدر تھا۔ ایک تو اس وقت جب آپ بصورت محمد مکہ معظّمہ میں ظہور پذیر ہوئے۔ دوم اس وقت جب بشکل مرزا صاحب بہ عہدہ عیسی موعود قادیان میں رونق افروز ہوئے۔ پہلی صورت میں آپ کا نام محمد تھا دوسری میں احمد۔ محمدی صورت جلالی تھی یعنی جنگی اور احمدی صورت جمالی یعنی صلح جو ہے۔ چنانچہ اس کتاب کے دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے اس مضمون کو منجمانہ طریق میں یوں لکھا ہے۔ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کیلئے تھا۔ مگر بعث دوم جسکی طرف آیت کریمہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جلالی ہے جیسا کہ آئت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کررہی ہے۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہوکر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ

بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی۔ یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرتﷺ کا شریک ہوں [شریک نہیں بلکہ اصل مصداق تھا۔ دیکھو ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۷۳۔ثناءاللہ] اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ انکی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیش گوئی کا زیروزبر ہو جاتا ہے۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔ لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرتﷺ کے دو بعث ہیں

[۱] ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آئت ہے محمد رسول الله و الذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ۔

[۲] دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے و مبشراً برسول ياتى من بعدى اسمه احمد [تحفہ گولڑویہ ص ۹۶]

گو اس عبارے کا مطلب صاف ہے تاہم اس کی مزید تشریح کیلئے مرزا صاحب اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں جو یوں ہے:

یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرتﷺ کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم منجملہ خنس کنس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ ماموروں کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور مواد استدلال کو بڑھاتا ہے۔ اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں اسم محمد کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر جمالی رنگ کے مشابہ ہوگئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے۔ وجہ یہ کہ اس وقت مبعوث پر پرتوہ ستارہ مشتری ہے نہ پرتوہ مریخ۔ اسی وجہ سے بار

باراس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے ۔ ' [تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص۹۶]

اب تو مضمون صاف ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا اقرار ہے کہ عیسی موعود دنیا کی عمر سے چھٹے ہزار سال میں آئیں گے ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ چھٹا ہزار کہاں تک ہے ۔ہم مرزا غلام احمد صاحب کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس عقدہ کا حل بھی خود فرمادیا۔آپ فرماتے ہیں

' آنحضرتﷺ حضرت آدم سے قمری حساب کے رو سے چار ہزار سات سو انتالیس [۴۷۳۹] برس بعد پیدا ہوئے ۔اور شمسی حساب کے رو سے چار ہزار پانچسو اٹھانوے [۴۵۹۸] برس بعد ۔'
[تحفہ گولڑویہ ص۹۲]

اب مطلع صاف ہے ۔پس ہجرت سے پہلے تیرہ سال آنحضرت مکہ معظّمہ میں رہے ۔اس حساب سے پورے تیرہ سو ہجری ہونے کے وقت آنحضرتﷺ کا سن نبوت ۱۳۱۳ ہوتا ہے یہ عدد قمری حساب سے ۴۷۳۹ میں ملائیں تو تیرھویں صدی کے اخیر پر دنیا کی عمر چھ ہزار باون سال ہوتی ہے ۔اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کس سنہ میں مسیح موعود کے عہدہ پر مبعوث [فائز] ہوئے ۔اس کے متعلق بھی ہمیں کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ خود مدعا علیہ کا بیان ہمارے پاس ہے ۔آپ لکھتے ہیں:

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔تب خدا تعالی نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے ۔اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے ۔' [تریاق القلوب ۔ص ۶۸]

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا صاحب چودھویں صدی کے شروع میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر مسیحیت پر مامور ہوئے تھے ۔اسی مضمون کو دسری کتاب میں مزید وضاحت سے لکھتے ہیں:

مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام پر توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والہ تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی ۔اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز

کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں ۔ بلکہ

[اہل علم اہل انصاف اس بلکہ کو ملاحظہ کریں ۔ نام تو ہے غلام احمد ۔ چنانچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں ۔ مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام بتاتے ہیں ۔ سچ ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب گر بہ شاشید گفت باراں شد ۔ ثناء اللہ]

میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں ۔'

[ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۸۶ ۔ ۱۸۵]

اس عبارت میں پہلی عبارت کی مزید تشریح ہے کہ کسی غبی سے غبی کو بھی شک نہیں رہتا کہ جناب مرزا صاحب کی بعثت چھٹا ہزار ختم ہو کر ساتویں ہزار میں سے باون سال گذر کر ہوئی ۔ لہذا بقول آپ کے آپ مسیح موعود نہیں ۔

ایک اور طرح سے ۔ ہمارے گذشتہ بیان سے [جو در حقیقت جناب مرزا غلام احمد صاحب کا ذاتی بیان ہے] ساتویں ہزار کے باون سال گذرنے پر مرزا صاحب مبعوث ہوئے ہیں جو ان کے ، لیٹ ، پہنچنے کی وجہ سے موجب 'فیل' کے ہے ۔ اب ایک اور حساب سے بھی مرزا صاحب قادیانی کا لیٹ ہونا ثابت کرتے ہیں ۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ

'میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے [تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵]

بہت خوب! اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ چھٹا ہزار مرزا صاحب کی گیارہ سال کی عمر پوری ہونے تک ختم ہو گیا ۔ مگر گیارہ سال کی عمر میں تو مبعوث نہ ہوئے ہوں گے ۔ بلکہ بالغ ہو کر ۔ بلکہ بحکم بلغ اربعين سنة چالیس سال کو پہنچ کر مسیحیت کے درجہ پر مبعوث [مامور] ہوئے تو بھی ساتویں ہزار میں چلے گئے جو خلاف وقت مقرر کے ہے ۔

نوٹ ۔ مرزا صاحب اپنی تحریرات میں خود قمری حساب پر بنا کر رہے ہیں ۔ یہاں تک فرما چکے ہیں کہ میں :

'چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے میں پیدا ہوا تھا ' ۔

اس لئے کسی ان کے حالی موالی کو یہ حق نہیں کہ وہ شمسی حساب سے چھ ہزار کا شمار کرے۔ کیونکہ ایسا کرنا ہم کو نہیں ان کو مضر ہوگا۔ اس لئے کہ شمسی حساب سے چھ ہزار سال ۲۰۱۲ء میں پورے ہوں گے۔ اس حساب سے مرزا صاحب کی پیدائش ۲۰۱۰ء میں ہونی چاہیے۔ حالانکہ وہ ۱۹۰۸ء میں انتقال بھی کر گئے [شائد بروزی طور پر دوبارہ آویں]۔

ناظرین! یہ ہیں وہ دلائل جن کی بابت مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں :

'یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور معہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں [مرزا] خدا کی طرف سے ہوں' [تحفہ گولڑویہ ص۱۰۲]

کچھ شک نہیں کہ ہم بھی انہی دلائل کی شہادت سے اس مرحلہ پر پہنچے ہیں کہ

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

نویں شہادت

حرمین شریفین کے درمیان ریل

سلطان عبدالحمید خان مرحوم نے اسلامی دنیا میں تحریک کی تھی کہ حاجیوں کی تکلیف دور کرنے کے لئے حجاز [مکہ مدینہ] میں ریل بنائی جائے۔ چنانچہ مسلمانان دنیا نے اس تحریک کو قومی جان کر بطیّب خاطر چندہ بھی دیا۔ چنانچہ ریل مذکور دمشق سے چل کر مدینہ طیبہ تک پہنچ گئی۔ آمد و رفت بھی مدینہ منورہ تک شروع ہوگئی۔ اس وقت کے جوش کو دیکھ کر قرین قیاس بلکہ یقین تھا کہ چند ہی روز میں ریل مکہ معظّمہ سے گذر کر بندر جدہ تک آنے والی ہے۔ اتنے میں مرزا صاحب نے اعلان کر دیا کہ یہ ریل میری صداقت کی دلیل ہوگی کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے و اذا العشار عطلت یعنی اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ مسیح موعود کے آنے کے وقت مکہ مدینہ میں ریل بن کر اونٹوں کی سواری بند ہو جائیگی۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے

کہ لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا یعنی اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے ان پر سواری نہ کی جائے گی ۔ یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے ۔ پس حجاز میں ریل بننے سے میرے دعوے کا ثبوت ہوتا ہے ۔ اس تشریح کے بعد مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سنئے ۔ آپ فرماتے ہیں:

آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی ۔ مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا ۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ و اذا العشار عطلت پوری ہوئی ۔ اور پیش گوئی حدیث [و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا] نے اپنی پوری چمک دکھلا دی ۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے' [اعجاز احمدی ۔ ص۲]

اس سال کے حاجی بھی شہادت دیتے ہیں کہ حرمین [مکہ مدینہ] کے درمیان اونٹوں پر سفر کر کے آئے ہیں ۔ ہم حیران تھے کہ تمام مسلمانان دنیا کی ضرورت کے مطابق ریل کا انتظام ہوا ۔ بہت سا حصہ اسکا بن بھی گیا مگر عین موقع پر ، دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا ، مدینہ شریف پہنچ کر ریل کی تیاری رک گئی ۔ نہ بانی تحریک عبدالحمید خان رہے نہ وہاں ترکی سلطنت رہی ۔ غرض ، آں قدح بشکست وآں ساقی نماند آخر مسلمانوں کی اس ناکامی کی وجہ کیا ہوئی ؟ ظاہری اسباب تو درحقیقت باطنی حکمت کی تکمیل کیلئے ہوا کرتے ہیں ۔ غور کرنے سے ہماری سمجھ میں یہی رمز آئی کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اس ریل کو اپنے غلط دعوے کی دلیل میں پیش کیا تھا ۔ خدائی حکمت نے ریل کو بند کر کے دکھا دیا کہ مرزا صاحب اس بیان کی رو سے بھی غلطی پر ہیں ۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانان دنیا کی ضروریات سفر کے مقابلہ میں مرزا صاحب کی تکذیب کرانا خدا کے نزدیک زیادہ اہم ہے ۔ سچ ہے و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون

دسویں شہادت

قطعی فیصلہ

ان فی ذالك لآیات لاولی النهی

قرآن مجید میں ارشاد ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کلہ ۔خدانے اپنا رسول ہدائت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا کہ اس کو سارے مذاہب پر غالب کرے۔اس آیت کی تفسیر کے طور پر مرزا غلام احمد صاحب اپنی مایہ ناز کتاب براہین احمد یہ میں لکھتے ہیں:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین كله

یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ '

[براہین احمدیہ حاشیہ ص ۴۹۹-۴۹۸]

اس جگہ جناب موصوف نے مسیح موعود کیلئے آیت موصوفہ سے یہ بات بتائی کہ وہ با سیاست یعنی ظاہری حکومت کے ساتھ آئینگے [بہت خوب] مگر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی خود کیا تو باوجود سیاست اور حکومت حاصل نہ ہونے کے آپ نے اس آیت پر قبضہ رکھا اور اپنے ہی حق میں اسکو چسپاں کیا۔وہ بیان ایسا لطیف ہے کہ ہم ناظرین سے اسکو بغور پڑھنے کے لئے سفارش کرتے ہیں۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہو گیا۔کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی

جوقرب قیامت کا زمانہ ہے۔اوراس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اوراسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اوراسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کوایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کوعطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہواس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ ' [چشمہ معرفت ص۸۳۔۸۲]

اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب زمانہ محمدی کی ابتدا رسالت محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ سے ہوئی پھر وہی زمانہ ممتد ہو کر مسیح موعود کے زمانہ تک ایک ہی رہا۔اس زمانہ کے ایک سرے پر آنحضرت ﷺ ہیں تو دوسرے سرے پر مسیح موعود [مرزا صاحب] ہیں۔زمانہ محمدی سے اشاعت اسلام شروع ہوکر زمانہ مسیح موعود میں تکمیل کو پہنچ جائے گی۔یعنی دنیا کی کل قومیں مسلمان ہوکر ایک واحد اسلامی قوم [مسلمان] بن جائے گی۔چونکہ یہ سب کام مسیح موعود کی معرفت ہوگا اس لئے آیت هو الذی ارسل مسیح موعود [مرزا صاحب] کے حق میں چسپاں ہے۔بہت خوب۔اب سوال یہ ہے کیا مسیح موعود [مرزا صاحب] کے زمانے میں یہ نتیجہ پیدا ہو گیا؟ بترتیب غور کرنے کیلئے ہم مسیح موعود کے گھر سے چلتے ہیں۔

کیا قادیان کے کل ہندو مسلمان ہو گئے؟ کیا قادیان کے ضلع گورداسپور کے کل غیر مسلم اسلام میں آ گئے؟ کیا پنجاب کے کل منکرین اسلام قائل اسلام بن گئے؟ کیا ہندوستان میں اسلامی وحدت پیدا ہو گئی؟ ہندوستان سے باہر چلو۔کیا انگلستان فرانس جرمنی وغیرہ ممالک یورپ اسلام قبول کر گئے؟ کیا افریقہ اور امریکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے؟ اگر سب سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو ہمارا یقین ہونا چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب

مسیح موعود ہیں اور اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو احمدی دوستو! للہ فی اللہ غور کر کے بتاؤ کہ مرزا صاحب کون ہیں؟ ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب اپنے اس فرض کی ادائیگی میں بہت قاصر رہے اور بغیر ادا کئے فرض [اشاعت] کے جلدی چل دیئے

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

فتنہ ارتداد اور سنگھٹن کفر اور مخالفت کا زور جیسا اب ہے مرزا صاحب کے زمانہ میں نہ تھا۔ خود ہندوستان کو دیکھئے کہیں فتنہ ارتداد ہے تو کہیں سنگھٹن ۔ خطرہ ہے کہ کوئی مرزائی دوست گھبرا کر جلدی میں نہ کہہ دیں کہ فتنہ ارتداد میں ہم نے یہ خدمت کی وہ کی اس لئے ہم خادمان اسلام ہیں اور ہمارا پیشوا سچا ہے۔

بات کو ذرا سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنا چاہیے۔ سنئے ۔فتنہ ارتداد کیا ہے؟ اور اس کی تہ میں کیا ہے؟ ہم سے پوچھو تو یہ بھی مرزا صاحب کے دعوے کی قدرتی تردید ہے ۔ کیونکہ مرزا صاحب قادیانی تو کہتے تھے میرے زمانے میں کل کفری قومیں مٹ کر ایک اسلامی وحدت پر آجائیں گی ۔مگر واقعہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں اور اسلام کے دشمنوں نے یہاں تک غلبہ کیا ہے کہ بجائے اس کے کہ داخل ہو کر ایک اسلامی وحدت پیدا کرتے ۔ کلمہ گویوں کو داخل کفر کر کے ہندو سنگھٹن بنا رہے ہیں جس سے مرزا صاحب کے دعوے کی بہت کافی تردید ہوتی ہے کہ آئے تھے اسلامی وحدت پیدا کرنے اور ہوگئی ہندو سنگھٹن

نوش دارو نے کیا کیا اثر سم پیدا

آخری التماس

ناظرین آپ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کے دعوے کی تکذیب پر جو شہادات عشرہ پیش کی ہیں ایسی ہیں کہ ہر ایک دانا منصف مزاج ان کو تسلیم کرے گا۔ اس لئے امید ہے کہ احمدی دوست بھی ان سے مستفید ہوں گے۔

اعلان انعام:

اور اگر وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے جواب دینے کی کوشش کریں تو میں ان کی محنت کی قدر کرنے کو ایک ہزار

روپیہ انعام دوں گا۔ احمدی دوستو! جواب کا ارادہ کرنے سے پہلے سوچ لینا کہ مخاطب کون ہے ؟

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمھا

ابو الوفا ثناء اللہ مولوی فاضل امر تسری
ربیع الاول ۱۳۴۲ھ۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء طبع اول

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

[مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے میرے مواخذات سے تنگ ہو کر زندگی میں آخری فیصلہ کا اشتہار شائع کیا تھا جو بالاختصار درج ذیل ہے]

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلا م علی من اتبع الھدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے اس پرچہ میں مردود، کذاب، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کیلئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں۔ میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے۔ اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک ۔ میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء

اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے ۔آمین ۔ میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثنا ئاللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اسکو صادق کی زندگی میں ہی اٹھا لے ۔ یا کسی اور نہائت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ۔

ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین ۔ آمین ۔

الراقم عبداللہ الصمد مرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید۔

[مرقومہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء۔ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ]

الحمدللہ اس دعا کے مطابق مرزا صاحب میری [ثناءاللہ] زندگی میں انتقال کر گئے ۔ اس مضمون پر ایک مستقل کتاب ہے جس کا نام ہے:

فاتح قادیان

☆☆☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بار گاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین ٤ مارچ ٢٠١٩ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ پنجاہ و نہم (۵۹)

ابطال اعجاز مرزا۔ا

مرقع قادیانی ۱۹۳۱ء۔۱۹۳۲ء جلد۳

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ پنجاہ ونہم (۵۹)
	ابطال اعجاز مرزا۔ا
	مرقع قادیانی۔۱۹۳۱ء۔۱۹۳۲ء جلد ۳
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۲۰
سال طباعت	۲۰۱۹ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۷
قادیانی کا عربی قصیدہ	۸
ابطال اعجاز مرزا: ا۔مولانا غنیمت حسین مونگیری	۱۳
تمہید	۱۴
مرزا کا عجز	۲۵
قرآن پاک کا اعجاز	۲۶
مقدمہ	۳۱
تنقید	۳۳
قطعہ تاریخ بطرز تقریظ	۹۱
مرقع قادیانی۔جلد ۳ نمبر ا۔ بابت اپریل ۱۹۳۱ء	۹۵
رسول مدنی ﷺ اور رسول قدنی۔مولانا ثناء اللہ امرتسری	۹۵
جواب ندائے ایمان۔عبداللہ معمار (اہلحدیث ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء سے)	۱۰۴

ندائے قرآن بجواب ندائے قادیان ۔منشی عبداللہ معمار ۱۰۹

الہام مرزا قادیانی خلاف آیت قرآنی: بابو حبیب اللہ کلرک ۱۱۶

کھلا عریضہ بخدمت خلیفہ قادیانی۔حافظ فضل الرحمٰن کلرک ۱۱۹

مرقع قادیانی جلد ۳ نمبر ۳۔بابت جون ۱۹۳۱ء ۱۲۰

طاعون مرزا۔مولانا ثناء اللہ ۱۲۱

سکھوں اور مرزائیوں کی بہادری۔مولانا ثناء اللہ ۱۲۵

کسوف مرزا۔منشی محمد عبداللہ معمار ۱۲۷

اختلافات مرزا۔سید محمد حسن مالاکنڈ ۱۳۶

افتراءات مرزا۔ ابوسعید محمد شریف قریشی ۱۴۰

مرقع قادیانی۔جلد ۳ نمبر ۴ ۔بابت جولائی ۱۹۳۱ء ۱۴۲

بطالت مرزا۔مولانا ثناء اللہ ۱۴۲

نشانات مرزا۔منشی محمد عبداللہ معمار ۱۵۰

قادیانی دعوی کی تحقیق۔ابوسعید محمد شریف قریشی ۱۵۹

مرقع قادیانی۔جلد ۳ نمبر ۵ بابت اگست ۱۹۳۱ء ۱۶۱

قادیانی نکاح آسمانی کی یادگار۔ سید محمد حسن شاہ ۱۶۲

نشانات مرزا۔ منشی محمد عبداللہ معمار ۱۶۸

کامیاب مناظرہ۔مولوی مہر دین میاں ونڈ۔امرتسر ۱۷۲

کسوف مرزا ۔نمبر ۳ ۔منشی محمد عبداللہ معمار ۱۷۴

شاہ شریف کا چیلنج مباہلہ ۱۷۸

مرقع قادیانی جلد۳ نمبر۶ بابت ستمبر ۱۹۳۱ء	۱۷۹
قاتل پھانسی کی موت سے بچایا گیا۔ مولانا ثناءاللہ	۱۷۹
شاہ شریف اور مرزا محمود کے مباہلے کا محاکمہ۔ مولانا ثناءاللہ	۱۸۲
ختم نبوت نبوت از روئے قرآن۔ مولانا نور الٰہی گھر جاکھی	۱۸۷
کسوف مرزا۔ منشی محمد عبداللہ معمار	۱۹۴
بائیبل میں لفظ باپ کے صحیح معنی۔ محمد اسماعیل پھرالوی	۱۹۷
مرقع قادیانی۔ جلد۳ نمبر۷۔ بابت اکتوبر ۱۹۳۱ء	۱۹۹
قادیانی تفسیرات کا نمونہ۔ محمد مہر الدین میاں ونڈ	۱۹۹
مسیح موعود عیسی بن مریم ملک شام میں۔ بابو حبیب اللہ کلرک	۲۰۸
سلسلہ مضامین معماریہ نمبر ا۔ دلائل مرزا۔ محمد عبداللہ معمار	۲۱۴
مرقع قادیانی۔ جلد۳ نمبر ۸۔ بابت نومبر ۱۹۳۱ء	۲۱۸
مرزا صاحب، دجال اور یاجوج ماجوج۔ مولانا ثناءاللہ	۲۱۹
سلسلہ معماریہ۔ دلائل مرزا۔ منشی محمد عبداللہ معمار	۲۲۶
قادیانی نبی کا بے اصل استدلال۔ مولوی مہر الدین میاں ونڈ	۲۳۳
احمدی یا مرزائی منقول از اخبار نور افشاں	۲۳۷
مرزا قادیانی کی اصلیت: مبارک علی سیالکوٹی مہاجر مکی	۲۳۹
مرقع قادیانی۔ جلد۳ نمبر۹۔ بابت دسمبر ۱۹۳۱ء	۲۴۰
قادیانی دعا اور مولوی ثناءاللہ کی موت۔ مولانا ثناءاللہ	۲۴۰
سلسلہ معماری۔ دلائل مرزا نمبر۳۔ منشی محمد عبداللہ معمار	۲۵۰

مرقع قادیانی خاص نمبر جلد۳ نمبر ۱۰۔ بابت جنوری ۱۹۳۲ء	۲۵۹
خلیفہ قادیان کی طرف سے تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار	۲۵۹
مرقع قادیانی۔ جلد۳ نمبر ۱۱ بابت فروری ۱۹۳۲ء	۲۷۷
مجدد دین کون ہیں؟ مولانا ثناء اللہ	۲۷۸
باپ اور بیٹے میں روحانی جنگ ۔ بابو حبیب اللہ کلرک	۲۹۲
دلائل مرزا۔ دلیل نمبر۳۔ خلافت مرزا۔ منشی عبداللہ معمار	۲۹۵
مرقع قادیانی۔ جلد۳ نمبر۱۲۔ مارچ ۱۹۳۲ء	۲۹۹
مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ واقعی آخری فیصلہ ہے	۲۹۹
مسیح موعود۔ مرقومہ پنڈت آتمانند۔ لکھنؤ	۳۰۶
خطاب بہ رسالہ مرقع قادیانی۔ حافظ فضل الرحمٰن کلرک	۳۱۷
کھلی چٹھی بنام محمد علی لاہوری۔ حافظ فضل الرحمٰن کلرک	۳۱۸

فاتحة الکتا ب

ا لحمد للہ و الصلوۃ و السلا م علی سید ا لا نبیا ء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد انسٹھ قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں مولانا غنیمت حسین مونگیری کی ابطال اعجاز مرزا کا حصہ اول ،اورمرقع قادیانی کی جلدسوم شامل کی گئی ہے۔

کتاب ہذا میں مولانا غنیمت حسین مونگیری اور شیخ الا اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبداللہ معمار، بابو حبیب اللہ کلرک امرتسری ،حاجی محمد یونس رئیس دتاولی ،حافظ فضل الرحمٰن لالہ موسی ،مولوی مہرالدین میاں ونڈ ،مولوی نور حسین گرجاکھی ،سید محمد حسن شاہ مالاکنڈ ،جناب محمد اسماعیل پھرالوی، جناب مبارک علی سیالکوٹی مہاجرمکی وغیرھم کی نگارشات نقل ہوئی ہیں۔عیسائیوں کے رسالہ نورافشاں کی ایک تحریربھی شامل اشاعت ہوئی ہےاور بائبل کے انگریزی نسخے سے متعدد عبارات موقع کی مناسبت سے نقل کر دی گئی ہیں۔

مرقع قادیانی جلدسوم کے شمارہ اول کے مضامین نقل کرتے ہوئے اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء میں شائع ہونے والا منشی عبداللہ معمار کا مضمون: جواب نداء ایمان ،نقل کردیا ہے، کیونکہ اس مضمون کا دوسرا حصہ مرقع کے اس شمارے میں شائع ہوا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح ،تخریج ،تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی　　محمد بہاء الدین　　۔ ۱۱ مارچ ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

قادیانی کاعربی قصیدہ

جناب جلال دین قادیانی بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب اعجاز احمدی ضمیمہ کتاب نزول المسیح مرقومہ ۸ نومبر ۱۹۰۲ء جس کے ساتھ دس ہزار روپے کے انعام کا اشتہار ہے ۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء کو شائع کی گئی۔ اس کی وجہ تالیف یہ ہے کہ مد ضلع امرتسر میں مولوی ثناء اللہ سے مناظرہ کے لیے مرزا صاحب نے مولوی سرور شاہ اور مولوی عبداللہ کشمیری کو بھیجا۔ دوران مباحثہ مولوی ثناء اللہ نے کہا کہ مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔ دوسرے یہ کہ میں مرزا صاحب سے مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔ (جب سرور شاہ نے مد سے واپس قادیان آ کر مناظرے کی کارروائی سنائی تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ) میں نے خدا تعالیٰ سے درخواست کی کہ ایک سادہ قصیدہ بنانے کیلیئے روح القدس سے میری تائید فرمادے جس میں مباحثہ مد کا بھی ذکر ہو۔ اور میری وہ دعا منظور ہوگئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت مجھے تائید ملی (قادیانی خزائن۔ جلد ۱۹۔ اعجاز احمدی۔ ابتدائیہ ص ۸) اور یوں وہ اعجازی قصیدہ وجود میں آیا جس کے چند اشعار یہاں نقل کئے جاتے ہیں۔

فجائوا بذئب بعد جهد آذابهم

و نعنی ثناء الله منه و نظهر

پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیئے کو لائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں

و اوجس خیفة شره بعض رفقتی

لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کر لی تھی

دفاهم عما يات الاناس و حمقهم
رئوا مد قوم و المدى قد شهروا

قوم کی جہالتوں نے ان کو خستہ کردیا موضع مدکوانہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھرئیں نکالی ہوئی ہیں

فصاروا بمد للرماح درية
و يعلمها احمد على المدبر

پس میرے دوست (سرورشاہ وغیرہ) مد میں تیروں کا نشانہ بن گئے اوراس بات کو احمد علی جو میر مجلس تھا خوب جانتا ہے

و انكر آياتي و انكر دعوتي
و انكر الهامي و قال مزور

اور (ثناءاللہ) میرے نشانوں سے انکار کیا اور میری دعوت سے انکار کیا اور میرے الہام سے انکار کیا اور کہا کہ یہ ایک جھوٹا آدمی ہے

و كذبني بالبخل من كل صورة
و خطاءني في كل وعظ اذكر

اوراس (ثناءاللہ نے) نے ہرایک صورت سے مجھے کاذب ٹھہرایا اور ہرایک وعظ میں جو میں نے کیا مجھے خطا کی طرف منسوب کیا

فافردت افراد الحسين بكربلا
و في الحي صرنا مثل من كان يقبر

پس اس جگہ میں اکیلا رہ گیا جیسا کہ حسین کربلا میں اوراس قوم میں ہم ایسے ہوگئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے

الا رب خصم قد رئيت جدا له
و ما رئينا مثله من يزور

خبردار ہو میں نے بہت بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اس (ثناءاللہ) جیسا فریبی میں نے کوئی نہیں دیکھا

اغلط اعجازي حسين يعلمه
و هيئات ماحول الجهول اتسخر

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں۔ اور یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے، کیا ہنسی کررہا ہے

و ان كان في شيء بعلم حسينكم
فما لك لا تدعوه و الخصم يحصر

اور اگر تمہارا محمد حسین کچھ چیز ہے پس تو اس کو کیوں نہیں بلاتا اور دشمن سخت گرفت کر رہا ہے

و نحسبه كالحوت فات بنظمه
متى حل بحراً نقتنصمه و ناسر

اور ہم تو اس کو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں پس اس کی نظم پیش کر جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کر لیں گے اور پکڑ لیں گے

و ان ياتني اصبحه كاساً من الهدى
فاحضره للاملاء ان كان يقدر

اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسی صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔ پس اس کو لکھنے کیلیے حاضر کر اگر وہ لکھنے کے لیے طاقت رکھتا ہے۔

اذا ما ابتلاه الله بالارض سخطة
بلائل قالوا مكرم و معزز

جب خدا نے بے زاری کے طور پر اس (محمد حسین) کو زمین لائل پور میں دی تو مخالفوں (ثناء اللہ) نے کہا کہ اس کی بڑی عزت ہے

اذا نحن بارزنا فاين حسينكم
و ان كنت تحمده فاعلن و اخبر

جب ہم میدان میں آئے تو تمہارا حسین کہاں ہوگا اور اگر تو اس کی تعریف کرتا ہے پس اس کو خبر دے دے

اتحسبه حياً و تا الله انني
اراه كمن يدفي و يفني و يقبر

کیا تو اس کو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں دیکھتا ہوں اس کو مثل اس شخص کے جو کشتہ ہے اور مر گیا اور قبر میں داخل ہو گیا

و ما ان قنطنا و الرجاء معظم
كذالك وحي الله يدري و يخبر

اور ہم اس (محمد حسین) کے ایمان سے نا امید نہیں ہوئے بلکہ امید بہت ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم

سعید فلا ینسیه یوم مقدر

تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کردے گا۔ سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا

و یحی بایدی اللہ و اللہ قادر

و یاتی زمان الرشد و الذنب یغفر

اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

فیسقونہ ماء الطہارۃ و التقی

نسیم الصبا تاتی بریا یعطر

پس پاکیزگی اور طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کردے گی

و ان کلامی صادق قول خالقی

و من عاش منکم برھۃ فسینظر

اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے۔ اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہیگا وہ دیکھ لے گا

اتعجب من ھذا فلا تعجبن لہ

کلام من المولی و وحی مطھر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلتہ من عند نفسی کراجم

اریت و من امر القضا اتحیر

اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یھتدی من یظنہ

عجیب و عند اللہ ھین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا یہ کون گمان کرسکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثــلــثـــــه اشــخـــــاص بـــــه قـــد رئيتهــم

و مـــنهـــم الٰهـــى بـــخـــش فـــاســمــع و ذكـــر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنا دے

لــعـــمـــرك ذقـــنـــا دون ذنـــب رمـــاحهـــم

فـــمـــا ســـرنـــا الا دعـــاء يـــكـــرر

تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں

متـــى ذكـــروا يـــغتـــم قـــلبـــى بـــذكـــرهـــم

بـــمـــا كـــان وقـــت بـــالـــمـــلاقـــات نبشـــر

جب وہ ذکر کئے جاتے ہیں تو میرا دل غم ناک ہو جاتا کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے

ء ارضـعـــت مـــن غـــول الـــغـــلا يـــا ابـــاالـــوفـــا

فـــمـــا الك لا تـــخشـــى و لا تتـــفـــكـــر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا، اے ثناء اللہ۔ پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے

عـــقـــرت بـــمـــد صـــحبتـــى يـــا ابـــاالـــوفـــا

بســـب و تـــوهيـــن فـــر بـــى سيـــقهـــر

اے ثناء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا گالی سے اور توہین سے پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا۔

(قادیانی خزائن جلد ۱۹ ضمیمہ نزول المسیح۔اعجاز احمدی ص ۱۵۰۔۱۶۳)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی ہے کہ یہ اعجازی قصیدہ ہے جو انہوں نے روح القدس کی مدد سے لکھا ہے۔اس قصیدے میں آپ فرماتے ہیں کہ مجھے وحی آئی ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور منشی الٰہی بخش مرزائی ہو جائیں گے۔

قدرت نے مرزا غلام احمد صاحب کے اسی اعجازی قصیدے سے ان کے کذاب ہونے کا اعجازی نشان ظاہر کر دیا کہ نہ شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی کبھی مرزائی ہوئے اور نہ منشی الٰہی بخش اکاونٹنٹ مصنف عصائے موسی اس قصیدے کے بعد مرزائیت میں داخل ہوئے۔الحمدللہ کہ ان دونوں بزرگوں نے حالت ایمان میں دارالبقاء کا سفر اختیار کیا۔

....

حضرت مولانا غنیمت حسین مونگیری رحمۃ اللہ علیہ نے مرزا غلام احمد صاحب کے قصیدہ اعجازیہ کا تجزیہ کیا تھا۔ذیل میں مولانا مونگیری کا رسالہ نقل کیا جاتا ہے

ابطال اعجاز مرزا

حصہ اول

مؤلفہ مولانا شاہ حکیم غنیمت حسین اشرفی ساکن مخدوم چک مونگیر

حسب فرمائش مولوی شہاب الدین

منشی سراج الدین رحمانی پرنٹر پبلشر کے زیراہتمام

رحمانیہ پریس مونگیر میں ۱۳۳۳ھ میں طبع ہوا

مرزا صاحب نے جس قصیدہ کے اعجاز کا دعوی کیا ہے،اس پہلے حصہ میں مرزا صاحب کے قصیدہ کی غلطیاں دکھائی ہیں کہ اس میں ایسی موٹی موٹی اورصاف صاف غلطیاں ہیں جو مستعد طلباء پر پوشیدہ نہیں رہ سکیں۔

علاوہ صرفی نحوی عروضی غلطیوں کے محاورات کی غلطی اور الفاظ کا غلط استعمال جو مرزا صاحب نے اس قصیدہ میں کیا ہے اس سے ظاہر کیا ہے اور دکھا دیا ہے کہ یہ قصیدہ فصیح اور بلیغ کو کیا،صحیح بھی نہیں ہے۔پھر ایسے کلام کو معجزہ کہنا بجز جہل مرکب کے اور کیا کہا جائے۔اسی وجہ سے اہل کمال نے اس کی طرف توجہ نہیں کی تھی۔اب جماعت احمد یہ کی خیر خواہی کے خیال سے اس کے جواب میں بھی قصیدہ لکھا گیا ہے جو اس کے دوسرے حصہ میں عنقریب شائع ہوگا۔اہل علم دیکھ لیں گے کہ ہمارا قصیدہ مرزا غلام احمد صاحب کے قصیدہ سے ہر طرح عمدہ ہے۔

تمہید

انا فتحنا لك فتحاً مبيناً۔ نحمده و نصلی علی سید المر سلین خا تم النبیین و آله و صحبه ا جمعین۔ بسم الله الر حمن الر حیم

مرزا غلام احمد صاحب کا قصیدہ جس کا نام انہوں نے اعجاز احمدی اور القصیدة ا لا عجا ز یه رکھا تھا، اور علماء کرام سے بیس دن میں اس کے مقابلہ کا قصیدہ مع ترجمہ طلب فرمایا تھا، نہ اس قصیدہ میں اعجاز کی کوئی شان ہے، اور نہ فصاحت اور بلاغت میں وہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ بلکہ وہ ایک محض معمولی قصیدہ ہے اور اس سے کہیں بڑھے چڑھے اور فصاحت و بلاغت میں اعلی علمائے ہند کے قصائد موجود ہیں۔ جس طرح بارھویں صدی کے حسام الہند سید غلام علی آزاد بلگرامی کے صرف قصائد میں ایک کتاب ہے جس کا نام تسلیة الفوا د فی قصا ئد آ زا د ہے۔ اور سات دیوان عربی میں آپ کے ہیں جن کا نام سبع سیا رہ ہے۔ اس میں قصائد کے سوا انواع اور اقسام کے کلام ہیں۔ اس کے سوا اور بھی متعدد تصانیف آپ کی عربی میں، اور ہزاروں اشعار ہیں۔ (اتحاف النبلاء ص ۳۳)۔ فارسی میں بھی آپ کا کلام نہایت پاکیزہ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب سفر حج میں آپ لوٹے گئے اور ڈاکوؤں نے سوا چشمہ اور تھوڑا پارہ (جو مہوسی کے لئے ساتھ رہتا تھا) کے کچھ نہ چھوڑا، تو آپ نے شاہ دکن کو عریضہ لکھا جس کے سرنامہ پر یہ شعر تھا

عینکے و پارهٔ سیماب با ما مانده است
چشم بے خواب و دل بے تاب با ما مانده است

اس کے بعد حکیم الامہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کا قصیدہ نعتیہ اور دیگر تصانیف عربیہ ہیں۔ اور فخر الادباء و المتکلمین مولانا فضل الحق خیر آبادی کے قصاید میمیہ وغیرہ، اور اسوۃ الفضلاء مفتی محمد عباس مرحوم کے قصاید وغیرہ وغیرہ۔ اسی وجہ سے علمائے کرام نے اس کی تنقید اور جواب کی طرف توجہ نہ کی۔ اور خیال فرمایا کہ ابھی ہندوستان کی جہالت اس درجہ نہیں پہونچی ہے کہ عوام بھی ہر سحر سامری کو اعجاز موسوی سمجھنے لگیں۔ یہی وجہ تھی جس نے ان کو اس کی طرف توجہ کرنے سے باز رکھا۔ لیکن زمانہ کی نیرنگیاں قدرت کا تماشا ہیں۔ مرزا صاحب

اوران کے اتباع نے اس کو غنیمت سمجھ کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی اعجازی مسجد الگ کھڑی کر کے تمام شور مچا دیا کہ یکھو مدت معینہ میں کسی نے ایسا قصیدہ نہ لکھا اور نہ کوئی لکھ سکتا تھا۔

مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جانفشانی اور حرمانی پر افسوس کرنا چاہیے کہ یہ خیال بھی ان کا غلط ہوا۔مولوی حاجی محمد یونس صاحب رئیس دتاؤلی ضلع علی گڈھ نے ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نام یہ اعلام دیا تھا جس کو میں بعینہ نقل کرتا ہوں۔

مخدوم مکرم بندہ! اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار سلمہ اللہ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ

پیسہ اخبار مطبوعہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء میں ایک مضمون مرزا صاحب کا دیکھنے میں آیا۔مرزا صاحب اپنی معمولی چالاکی سے اس میں بھی باز نہ آئے۔یعنی میعاد قصیدہ عربی لکھنے والے کو صرف بیس دن کی مہلت دیتے ہیں اور پیسہ اخبار ہفتہ وار میں مضمون شائع کرایا ہے جو ۱۶ نومبر کا لکھا ہوا، ۲۲ نومبر کو شائع ہوا۔ناظرین کے پاس بھیجنے کے واسطے بھی کچھ عرصہ چاہیے۔پھر اشعار کا بنانا بھی ایک وقت چاہتا ہے۔لیجئے وقت ختم۔اور مرزا صاحب کے داؤ پیچ کی جیت رہی۔جب کسی انعام کا اشتہار دیتے ہیں، تو اس میں وہ سب پہلو پہلے سوچ لیتے ہیں کہ ایک کوڑی گرہ سے نہ جائے۔

اس کے بعد مولوی محمد یونس رئیس دتاولی، قصیدہ مرزا اور قرآن مجید کے اعجاز کا مقابلہ دکھاتے ہوئے یوں لکھتے ہیں:

پھر تماشا یہ کہ وہ عربی قصیدہ چھاپ کر اپنے پاس رکھ لیا ہے۔پیسہ اخبار میں شائع تک نہ کیا، تا کہ ناظرین کو موقع طبع آزمائی کا ملتا۔اس پر یہ فیاضی ہے کہ تمام علمائے ہند کو اذن عام دیا جاتا ہے کہ آپس میں مشورہ کر کے اس کا جواب لکھیں، حالانکہ ان لوگوں کی نگاہ سے ہنوز قصیدہ ہی نہیں گذرا ۔ اب میں بذریعہ تحریر ہذا مرزا صاحب سے گذارش کرتا ہوں کہ آپ فوراً قصیدہ مذکور میرے نام روانہ فرمائیں، یا اخبار میں شائع فرمائیں، اور اپنے اعجاز کے زمانہ کو ذرا سی وسعت بخشیں۔

جس دن وہ قصیدہ میرے پاس پہنچے گا، اس سے بیس دن کے اندر ان شاء اللہ تعالی اس سے بہتر جواب آپ کی خدمت میں حاضر کیا جائے گا۔

(پیسہ اخبار لاہور ۱۴۔ دسمبر ۱۹۰۲ء۔ بحوالہ الہامات مرزا۔ ص ۹۴)

اس کا جواب شاید مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے یہ دیا جائے کہ دس دسمبر تک بیس دن کی میعاد ختم ہوگئی، اس کے بعد وہ کسی کے کہنے سننے کو نہیں سن سکتے۔ تو ہماری طرف سے اس کا جواب الجواب یہ ہے کہ میعاد کے اندر مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ ۲۹ نومبر کے پیسہ اخبار لاہور میں بھی چھپا تھا کہ

آپ ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے، جو میں پیش کروں، صاف کر دیں تو پھر میں آپ سے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کرونگا۔ یہ کیا بات ہے کہ آپ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں، اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں، محدود وقت کا پابند کریں۔ اگر آپ واقعی خدا کی طرف سے ہیں، اور جدھر آپ کا منہ ہے، ادھر ہی خدا کا منہ (جیسا کہ آپ کا دعوی ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں آ کر طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمو د ساکن راولپنڈی

بنایا آڑ کیوں جورو کا چرخہ نکل ! دیکھیں تری ہم شعر خوانی
حرام سرا ہی سے گولہ باری کریں۔

اس کا جواب آج تک نہ آیا کہ ہاں ہم آنے کو تیار ہیں۔ (الہامات مرزا۔ ص ۸۷)

اس کے سوا مجھے بعض اشخاص سے معلوم ہوا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس قصیدہ کو مبلغ ۵۰۰ روپئہ اجرت دے کر ایک عرب طرابلسی سے لکھوایا ہے۔ وہ عرب عرصہ تک حیدر آباد دکن میں تھا۔ لیکن میں اس عرب کو اس کے ایمان اور اسلام پر مبارکباد دیتا ہوں کہ روپئہ لے کر قصیدہ تو لکھ دیا، مگر اس میں عمداً ایسی اغلاط کو بھر دیا جسے ناظرین آئندہ چل کر ملاحظہ کریں گے، اور اس کی تائید ترجمہ کی غلطی سے بھی ہو جاتی ہے کیونکہ اگر مؤلف اور مترجم ایک ہی شخص ہے، تو ترجمہ میں غلطی کا ہونا ناممکن ہے۔ اور پھر وہ بھی ایک دو جگہ نہیں بلکہ متعدد اور متواتر ہے، جیسا کہ آگے معلوم ہوگا۔

اب تنقید سے پہلے میں دکھانا چاہتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو اس قصیدہ پر کتنا ناز تھا اور وہ اسے

کیا خیال فرماتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی قصیدہ میں یوں فرماتے ہیں (اعجاز احمدی۔ ص ۷۱ سطر ۲)

و کــــان کــلام مــعــجــز آیة لــــه

کــذلك لـــی قــول عــلـــی الـــکـل یهبــر

(اور اس کے معجزات میں سے معجزانہ کلام بھی ہوا۔ اسی طرح مجھے وہ کلام دیا گیا جو سب پر غالب ہے)

اس سے معلوم ہوا کہ جس طرح جناب ختم المرسلین ﷺ کو قرآن کلام الٰہی معجزہ دیا گیا تھا، مرزا قادیانی کا قصیدہ بھی کلام الٰہی اور معجزہ ہے، بلکہ قرآن پر بھی غالب ہے۔ اور ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۳۶ سطر ۱ میں یوں ہے:

سو میں نے دعا کی کہ اے خدائے قدیر مجھے نشان کے طور پر توفیق دے کہ ایسا قصیدہ بناؤں اور وہ دعا میری منظور ہو گئی اور روح القدس سے ایک خارق عادت مجھے تائید ملی اور وہ قصیدہ پانچ دن میں ہی میں نے ختم کر لیا۔

اس کے بعد فرماتے ہیں: یہ ایک عظیم الشان نشان ہے

پھر اعجاز احمدی صفحہ ۳۷ سطر ۸ میں قصیدہ کو اپنی صداقت کی دلیل ٹھہراتے ہوئے یوں رقم طراز ہیں:

آج کی تاریخ سے اس نشان پر حصر رکھتا ہوں۔ اگر میں صادق ہوں، اور خدائے تعالی جانتا ہے کہ میں صادق ہوں، تو کبھی ممکن نہ ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ اور ان کے تمام مولوی پانچ دن میں ایسا قصیدہ بنا سکیں اور اردو مضمون کا رد لکھ سکیں کیونکہ خدا تعالی ان کے قلموں کو توڑ دے گا اور ان کے دلوں کو غبی کر دے گا۔

پھر صفحہ اعجاز احمدی ۸۹ سطر ۱۶ میں اردو مضمون اور قصیدہ کی نسبت مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اور وہ دونوں بہیئت مجموعی خدا تعالی کی طرف سے ایک نشان ہیں۔

اور اسی صفحہ کی سطر ۲۲ میں یوں لکھتے ہیں:

پس میرا حق ہے کہ جس قدر خرق عادت وقت میں یہ اردو عبارت اور قصیدہ تیار ہو گئے ہیں، اسی وقت تک نظیر پیش کرنے کا ان لوگوں سے مطالبہ کروں کہ جو ان تحریرات کو انسان کا افترا خیال کرتے ہیں اور معجزہ قرار نہیں دیتے۔

ان تمام اقوال سے ہر ذی فہم، جس کو خدا نے عقل سلیم دی ہوگی، حسب ذیل امور سمجھ سکتا ہے:

ا۔ مرزا صاحب قادیانی کا قصیدہ اور اردو مضمون خدا تعالیٰ کی طرف سے عظیم الشان اور معجزہ اور ان کی صداقت کی دلیل ہے۔

۲۔ مرزا صاحب قادیانی کی مدت مقررہ میں کوئی اس کی نظیر نہیں لاسکتا۔

پہلے امر کی نسبت آئندہ تنقید میں معلوم ہوگا کہ یہ معجزہ ہے یا نہیں؟ اور دوسرے کے بارے میں پہلے عرض کیا جاچکا ہے کہ مولوی حاجی محمد یونسؒ رئیس دتاولی اور مولوی ثناء اللہ امرتسریؒ صاحبان نے مرزا غلام احمد صاحب کو لکھا، لیکن جہاں تک مجھے معلوم ہے جواب سکوت کے سوا نہیں ملا۔

یہاں ایک اور بات قابل توجہ یہ ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی نے عربی میں دعوی اعجاز نمائی اور تحدی کی اور یہ فرمایا کہ مثل قرآن مجید کے یہ میرا معجزہ ہے، تو قرآن شریف کی تحدی اور اہل اسلام کا قرناً بعد قرنٍ یہ عقیدہ کہ قرآن ہی کا مثل محال ہے، نعوذ باللہ، تار عنکبوت سے بھی کمزور ہوگیا۔ ہر مخالف اسلام یہ کہہ سکتا ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے قرآن کے مثل تحدی کی اور ممکن ہے کہ پھر تیسرا شخص تحدی کرے، اس لئے دونوں تحدیاں باطل ہیں اور قرآن کا دعوی غلط۔

اگر واقعی مرزا غلام احمد صاحب نے اس اوٹ میں قرآنی تحدی کو توڑنا چاہا ہے، تو ناظرین سمجھیں کہ کبھی حق کی صداقت پر نفسانی خباثت غالب نہیں آسکتی و اللہ متم نور ہ۔۔ جیسا کہ آگے چل کر تنقید میں آپ کو خود روز روشن کی طرح ظاہر ہوجائیگا۔

ہاں یہاں مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے ایک سخت دھوکہ دیا جاتا ہے کہ چونکہ میں خاتم النبیین کا ظل اور سایہ ہوں، اور سایہ کبھی اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوسکتا، اس لئے ضرور ہے کہ جس طرح آپ کے لئے کلام الٰہی معجزہ ہے، اس کے لئے بھی کوئی کلام معجز ہو، اور حقیقت میں یہ معجزہ بھی خاتم النبیین کا ہے، اور قرآن مجید کی تحدی ہرگز اس سے نہیں ٹوٹ سکتی بلکہ اس کی تحدی کے لئے یہ زندہ مثال ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض فریب اور سادہ لوحوں کے لئے دھوکے کی ٹٹی ہے جب کہ مرزا صاحب کا دعوی افضلیت اس قصیدہ میں موجود ہے

له خسف القمر المنير و ان لی
غسا القمران الشرقان اتنکر

(اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا، اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔اب کیا تو انکار کرے گا۔

(اعجاز احمدی۔ص ۷۱۔سطر ۱)

کتاب البریہ صفحہ ۷۷ میں مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

اور تمام دنیا پر تجھے بزرگی ہے۔

حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹ میں مرزا صاحب اپنی نسبت یوں رقم طراز ہیں:

دنیا میں کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اونچا بچھایا گیا۔

اپنے استفتاء صفحہ ۸۷ میں مرزا غلام احمد قادیانی یوں کہتے ہیں:

و اتا نی ما لم یو ت ا حد من العا لمین

یعنی مجھے وہ ملا جو تمام دنیا میں کسی کو نہیں دیا گیا۔

کہاں تک لکھوں یہ مشتے نمونہ از خروارے ہے۔اس کے سوا مرزا غلام احمد صاحب اپنے کو نبی صاحب شریعت کہتے ہیں، جیسا کہ اپنی اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ میں فرماتے ہیں:

ماسوا اس کے یہ بھی تو سمجھو کہ شریعت کیا چیز ہے۔جس نے اپنی وحی کے ذریعہ سے چند امر و نہی بیان کئے ،اور اپنی امت کے لئے قانون مقرر کیا، وہی صاحب الشریعۃ ہو گیا۔پس اس تعریف کی رو سے بھی ہمارے مخالف ملزم ہیں کیونکہ میری وحی میں امر بھی ہیں اور نہی بھی۔

اب حضرات ناظرین غور سے سنیں کہ جو شخص نبی صاحب شریعت ہونے کا دعوی کرے، اور اپنے کو تمام انبیاء بلکہ افضل الرسل ﷺ پر فضیلت جزئی ہی نہیں بلکہ فضیلت کلی دے، کیا ایسا شخص کسی نبی کا ظل ہو سکتا ہے؟

اور اگر ظلیت یہی ہے جو اصل سے کہیں زیادہ اور بڑھ کر ہے، تو داڑھی سے مونچھ بڑھ گئی۔اس کے علاوہ قرآن مجید اور احادیث صحیحہ میں ظلی اور بروزی نبی کہاں ہیں؟ اگر کہیں ہے تو مرزائی صاحبان اس کو پیش کریں، میں بھی سننے کا مشتاق ہوں۔لیکن یاد رہے کہ میں زید و عمر کے قول کو نہیں مانوں گا، قرآن و حدیث کے

قطعی الدلالۃ الفاظ سے اگر اس کو ثابت کر دکھائیں تو میں بھی قبول کرنے کو حاضر ہوں۔

اب میں کلام معجز کی تعریف پر قرآن مجید کا اور مرزا صاحب قادیانی کے اعجاز کا موازنہ کرتا ہوں جس سے ناظرین خود یہ فیصلہ کرلیں گے کہ ایسا قصیدہ معجزہ ہوسکتا ہے یا نہیں۔اور قرآن مجید کا اعجاز کیا ہے۔

علم بیان میں کلام معجزا سے کہتے ہیں جو بلاغت کے انتہائی رتبہ پر پہنچ کر انسانی طاقتوں سے نکل کر لوگوں کو اپنے معارضہ سے عاجز کردے

و لها للبلاغة طرفان اعلى اليه ينتهى البلاغة و هو حد الاعجاز و هو ان يرتقى الكلا م فى بلاغته الى ان يخر ج عن طوق البشر و يعجز هم عن معارضته ۔ (مطو ل) ۔

مکہ کے قریب نخلہ اور طائف کے مابین ایک صحرا تھا جسے عرب عکاظ کہتے تھے۔ ہر سال ذوالقعدہ میں بیس دن تک وہاں میلہ لگتا تھا اور عرب کے مشاہیر خطیب اور لکچرر لکچر دیتے تھے اور بڑے بڑے شعرا اپنا اپنا کلام پڑھتے تھے۔آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں لبید بن ابی ربیعہ،طرفۃ ابن العبد،حسان بن ثابت وغیرہ اس مجلس کے نامور ارکان تھے۔اور قدر دانی یہ تھی کہ جس کا کلام اس میں مقبول ہوتا تھا،عرب کے بچہ بچہ کے نوک زبان ہوتا،اور شہر کی گلیوں سے لے کر معمولی قریہ کے لوگوں میں اس کی قبولیت کا عام تذکرہ ہوتا،اور یہی ان کا سرمایہ فخر وناز تھا ۔ہزاروں آدمی کو اسی فصاحت اور بلاغت کے زور سے وہ ابھار کر لڑا دیتے،اور جو کام نیزہ اور تلوار سے نہ ہوتا،وہ ان کی زبان کرتی تھی اپنی فصاحت و بلاغت کے گھمنڈ میں غیر ملک والوں کو عجمی (گونگا) کہتے تھے

تھے گرچہ علم و فضل و ہدایت سے بے نصیب
لیکن ہر ایک باغ فصاحت کا عندلیب
ترکیب ان کی بولی کی واقع ہوئی عجیب
جادو اگر نہیں تو جادو کے ہے قریب
وہ دل کو موہ لیتے تھے طرز بیان سے
باتوں میں پھول جھڑتے تھے ان کی زبان سے

ایسے زمانہ میں ایک امی، محض فرشتہ صورت آتا ہے اوران مشاہیر خطباء اور شعراء کے سامنے کلام معجز کا ایک مجموعہ ایک سو چودہ سورتوں کا پیش کر کے تمام عرب کو للکارتا ہے کہ اگر ہمت وحمیت ہے تو اس کے مثل صرف ایک ہی سورۃ بنالاؤ جس کی چھوٹی سورت ایک معمولی سطر کے برابر ہے۔اوراس طرح غیرت دلاتا ہے کہ یادرکھو کہ اگر تم سب مل کر بھی کوشش کرو گے تو یہ کام نہ اس وقت تمہارے بس کا ہے، نہ آئندہ قیامت تک ہوگا۔ چنانچہ اسی کلام معجز قرآن مجید کی پہلی سورۃ بقرہ کے تیسرے رکوع میں اس کا اعلان اس طرح دیا گیا

و ان کنتم فی ریب مما نز لنا علی عبد نا فأ توا بسورۃ من مثلہ و ادعوا شہداء کم من دو ن اللہ ان کنتم صادقین ۔ فا ن لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار الّتی وقود ھا الناس و الحجارۃ اعد ت للکا فر ین ۔(البقرۃ:۲۳۔۲۴)

یعنی وہ جو ہم نے اپنے بندے محمد پر قرآن اتارا ہے اگر تم کو اس میں شک ہو اور یہ سمجھتے ہو کہ یہ کتاب خدا کی نہیں بلکہ آدمی کی بنائی ہوئی ہے اور اپنے اس دعوی میں اگر سچے ہو تو اسی طرح کی ایک سورت تم بھی بنالاؤ اور اللہ کے سوا جو تمہاری حمایت کو آموجود ہوں ان کو بھی بلالو۔ پس اگر اتنی بات بھی نہ کرسکو اور ہرگز نہ کرسکو گے تو دوزخ کی آگ سے ڈرو جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہوں گے اور وہ منکروں کے لئے دہکی دہکائی تیار ہے۔

اس فرمان سے چند باتیں معلوم ہوتی ہیں:

۱۔اس کے مخاطب تمام مخالفین اسلام الی یوم القیامۃ ہیں۔ اسی وجہ سے معارضہ کے لئے آئندہ کا بھی اعلان ہے جیسا کہ ابھی ظاہر ہوگا۔

۲۔جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا..الخ۔یعنی اتارنے والے قرآن کے ہم ہیں، بندہ پیغامبر امی محض ہے، نہ لکھا، نہ پڑھا، نہ کبھی کسی استاد کے سامنے زانوئے ادب کو سبق کے لئے تہ کیا۔ بخلاف اس کے تم سب پرانے مشاق لکھے پڑھے میدان فصاحت اور بلاغت کی اعلی شہسواری کے مدعی اور یہی تمہارا سرمایہ ناز ہے۔

۳۔قرآن کا مثل لانا تو بڑی بات ہے، لو ایک سورہ ہی بنالاؤ۔

۴۔تم اکیلے نہیں، بلکہ خدا کے سوا اپنے تمام مددگاروں سے اس میں مدد لو۔

دوسری آیت میں ہے کہ جن اور انسان دونوں مل کر اس کے معارضہ کے لئے اجتماعی قوت سے کام لیں۔

۵۔ اگر سچے ہو تو معارضہ کرو اور جھوٹے ہو تو گھر بیٹھو۔

یہ اس قوم کے لئے تازیانہ تھا جن کی غیرت کا یہ حال تھا کہ بات بات پر مر مٹتے تھے۔

۶۔ اس کے بعد ان کو جوش میں لانے کے لئے یہ ارشاد ہوا کہ تم نہ کر سکو، اور ہرگز نہ کر سکو گے۔

یہاں زمانہ حال اور استقبال دونوں میں معارضہ کی نفی۔ بلکہ زمانہ استقبال میں تاکید کے ساتھ قیامت تک کے لئے نفی ہے کہ آئندہ بھی ہرگز نہ کر سکو گے۔

۷۔ اب آخر میں ان کے عرق حمیت کو حرکت میں لانے کے لئے تاکہ وہ ناخنوں تک زور لگا کر دیکھ لیں کہ یہ قرآن انسانی طاقت سے بالاتر ہے یا نہیں، یوں ارشاد ہوا کہ اگر اس پر بھی تم خدا کے کلام معجز پر ایمان نہ لائے، تو اس آگ سے ڈرو جو منکروں کے لئے پہلے سے تیار ہے اور اس کا ایندھن پتھر اور آدمی ہیں۔

سبحان اللہ کیسے پر زور الفاظ اور بہترین پیرایہ میں بلا کسی پس و پیش کے ایسا کھلا ہوا دعوی اعجاز کیا گیا ہے کہ انسان کے تصور میں بھی پہلے نہ تھا۔ اور کیوں نہ ہو، یہ کوئی انسانی افتراء اور بشری چالاکی نہیں ہے۔

چنانچہ اس کو تیرہ سو برس (اب ۱۴ سو برس۔ بہاء) سے زیادہ ہوا، لیکن کسی مخالف اسلام کی مجال نہ ہوئی کہ اس کے معارضہ کے لئے ایک چھوٹی سی سورۃ بنا لاتا، اور جس وقت عربی فصاحت و بلاغت کا بازار عکاظ میں گرم تھا، جب اس وقت اس کا معارضہ نہ ہوا، تو اب کیا ہوگا مگر حق یہ ہے کہ وہ مشرکین عرب اہل زبان تھے، سمجھتے تھے کہ اس کا معارضہ انسانی طاقت سے بالاتر ہے۔ اس لئے بعض ایمان لائے اور بعض جو ضد میں اٹ گئے وہ نیزہ اور تلوار سے لڑے، جانیں دے دیں لیکن معارضہ نہ کیا۔

یہ تھا قرآن مجید کا اعلان اور دعوی اعجاز۔ اب اس کے مقابلہ میں ذرا مرزا صاحب کے دعوی پر نظر ڈالئے۔ مرزا صاحب لکھے پڑھے عربی دان تھے اور سامنے بڑا کتب خانہ تھا۔ اس پر دیکھنے کا شوق تھا۔ اور دس سال سے عربی میں اعجاز نمائی کا دعوی تھا۔ اور تحدی عربی میں ہندوستان میں کی گئی۔ اور ایسے وقت میں جب کہ علماء ہند کو نہ عربی نویسی کا دعوی تھا، نہ اس طرف توجہ۔ نہ عربی نظم و نثر لکھنے کا شوق، نہ اس سے دل چسپی تھی۔ اگر مرزا صاحب واقعی نبی تھے، تو ان کا اعجاز اردو میں ہونا چاہیے تھا جیسا کہ قرآن سے ثابت ہے و ما ار سلنا

من رسول الا بلسان قومه ليبين لهم ۔(ابراہیم:۴)۔اور جب ہم نے کبھی کوئی پیغمبر بھیجا تو اسی کی قومی زبان میں تا کہ وہ ان کو سمجھا سکے۔

لیکن مرزا صاحب قادیانی بڑے ہوشیار تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ اردو میں اعجاز نمائی کا دعوی کیا جائے گا، تو اس کا حال تمام پر ظاہر ہو جائے گا۔ علاوہ ازیں مرزا صاحب کی اردو کا حال ترجمہ سے بھی معلوم ہو گا کہ کیسی فصیح ہی لکھتے ہیں (مرزا قادیانی تو پنجابی تھے، یا نسلاً مغل جن کی زبان ترکی یا فارسی تھی۔ اس لئے انہیں پنجابی یا ترکی یا فارسی میں تحدی کرنا چاہیے تھی۔ اردو سے ان کا کیا تعلق؟ اردو تو یوپی کی زبان تھی۔ لکھنو دہلی کی زبان تھی۔ بہاء)

مرزا صاحب ضمیمہ نزول المسیح کے صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں:

یہ (اعجاز احمدی) ایک عظیم الشان نشان ہے جس کے گواہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب ہیں کیونکہ قصیدہ سے خود ثابت ہے کہ یہ ان کے مباحثہ کے بعد بنایا گیا ہے اور مباحثہ ۲۹۔ اور ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ہوا تھا اور ہمارے دوستوں کے (مد سے قادیان) واپس آنے پر ۸ نومبر ۱۹۰۲ء کو اس قصیدہ کو بنانا شروع کیا اور ۱۲ نومبر کو مع اس اردو عبارت کے ختم ہو چکا تھا۔

پھر صفحہ ۳۷ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اور مولوی ثناء اللہ (امرتسری) کو اس بدگمانی کی طرف راہ نہیں ہے کہ وہ یہ کہے کہ قصیدہ پہلے سے بنا رکھا تھا کیونکہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھے کہ مباحثہ مد کا اس میں ذکر ہے۔ پس اگر میں نے پہلے بنایا تھا تو انہیں ماننا چاہیے کہ میں عالم الغیب ہوں۔

(کیا خوب مرزا صاحب کی شان میں کسی نے کہا ہوگا:

گاہ موسی، گاہ عیسی، گاہ فخر انبیاء　　　گاہ ابن اللہ، گاہے خود خدا خواہد شدن)

مرزا صاحب قادیانی کے مندرجہ بالا اقوال سے دو باتیں نکلتی ہیں۔

اولاً یہ قصیدہ معہ اردو ترجمہ پانچ دن میں لکھا گیا ہے۔

ثانیاً چونکہ اس میں مد کے مباحثہ کا ذکر ہے، اس لئے ممکن نہیں کہ پہلے لکھا گیا ہو۔

مرزا صاحب قادیانی نے تمام دنیا کے چشم بصیرت پر خاک ڈالنا چاہا ہے۔ ناظرین اس ابلہ فریبی کو ملاحظہ فرما

ئیں کہ جب مرزا صاحب کے مخاطب اس قصیدہ اور اردو مضمون میں مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری اور مولوی علی حائری لاہوری اور پیر مہر علی شاہ گوڑوی صاحبان وغیرہ ہیں، جن سے مرزا صاحب سے ہمیشہ تحریری چھیڑ برسوں پہلے سے جاری چلی آتی تھی، اور قصیدہ کے اشعار پانچ سو سے کچھ زیادہ ہیں جن میں گنتی کے تھوڑے اشعار میں مباحثہ مد کا بھی ذکر ہے، تو کیا یہ ممکن نہیں ہے کہ برسوں پہلے سے قصیدہ اور اردو مضمون تیار کیا گیا ہو، اور پانچ دن میں کچھ اشعار اور اردو مضمون مد کے مناظرہ کے متعلق اس میں ضم کر کے لکھ دیا گیا۔ نہ پانچ دن میں سارا کا سارا لکھ مارا۔ بلکہ ۲۲ نومبر ۱۹۰۲ء کے پیسہ اخبار میں آپ کا یہ اعلان کہ: عرصہ دس سال سے میرا دعوی عربی میں اعجاز نمائی کا ہے،، اس شبہ کو اور قوی کرتا ہے۔

ثانیاً جب کہ مناظرہ ۲۹۔۳۰۔ اکتوبر کو ہوا، اور اپنے دوستوں کے واپس آنے پر مرزا صاحب نے ۸ نومبر کو قصیدہ اور مضمون بنانا شروع کیا تو کیا یہ بخوبی ممکن نہیں ہے کہ ایک یا دو دن میں مرزا صاحب کے احباب واپس آ گئے ہوں، اور ۲ یا ۳ نومبر کو مرزا صاحب نے لکھنا شروع کر دیا ہو، اور اس حساب سے ۱۲ نومبر تک دس دن ہوتے ہیں ۔اور یہ اس کے تالیف کے لئے اچھی خاصی مدت ہے۔

اور مرزا صاحب قادیانی ضمیمہ نزول المسیح صفحہ ۳۶ میں فرماتے ہیں:

پس اگر اس تاریخ سے کہ یہ قصیدہ اور اردو عبارت انکے پاس پہنچے چودھویں دن تک اسی قدر اشعار بلیغ و فصیح جو اس مقدار اور تعداد میں کم نہ ہوں شائع کر دیں تو میں دس ہزار روپیہ ان کو انعام دے دونگا۔

اور اس کتاب کے صفحہ ۹۰ میں یوں ارشاد ہے:

اب ان کی اصل میعاد ۲۰ نومبر سے شروع ہوگی۔ پس اس طرح پر دس دسمبر ۱۹۰۲ء تک اس میعاد کا خاتمہ ہو جائے گا۔ پھر اگر بیس دن میں جو دسمبر ۱۹۰۲ء کے دسویں دن کی شام تک ختم ہو جائے گی.. الخ

اب ناظرین! ذرا مرزا صاحب قادیانی کے اس پس و پیش پر غور کریں کہ پہلے قول کے رو سے چودھویں دن میں جواب طلب کیا جاتا ہے اور دوسرے میں بیس دن کی مہلت دی جاتی ہے۔

واقعی مرزا صاحب قادیانی کو اپنے عجز اور اعجاز کی پوری حقیقت معلوم تھی اور دل میں خائف تھے ۔اور معارضہ کے خیال ہی سے ان کا دل دھڑکتا تھا اور ہمیشہ اس کے جواب کا خوف دامن گیر رہتا تھا۔

پھر ضمیمہ نزول المسیح کے صفحہ ۸۹ سطر ۱۷ میں اس کے متعلق یہ فرماتے ہیں:

یہ شرط ضروری ہے کہ جو شخص بالمقابل لکھے، وہ ساتھ ہی اس کا اردو رد بھی لکھے جو میرے وجوہات کو توڑ سکے (یعنی اہل عرب، جن کی زبان میں یہ قصیدہ لکھا گیا ہے، انہیں اس مقابلہ سے نکال دیا ہے۔ بہاء) جس کی عبارت ہماری عبارت سے کم نہ ہو۔

یہاں مرزا صاحب نے عبارت کم نہ ہونے کی ایک ہی کہی ۔اگر کوئی مختصر عبارت میں ان کے وجوہات کو توڑ دے تو مرزا صاحب کے فہم سلیم کے موافق اس کا جواب نہ ہوگا۔ مرزائیو! یہ ہے آپ کے نبی صاحب کا فلسفہ۔

اور اعجاز احمدی صفحہ ۹۰ سطر ۱۰ میں یوں ہے:

مگر چاہیے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں ۔

اس حواس باختگی کا کچھ ٹھکانہ ہے۔ اگر کوئی بین السطور نہیں بلکہ حاشیہ پر ترجمہ لکھ دے تو حضرت مرزا صاحب کی اس شرط کے مطابق شرائط پورے نہ ہوئے ۔کیوں صاحبو! بیت کے نیچے اردو کا ترجمہ لکھنا بھی کوئی اعجاز کی شان ہے؟

یہاں میں مرزا صاحب کے عجز اور قرآن پاک کے اعجاز کو مقابلہ سے دکھاتا ہوں ۔ناظرین سے انصاف کی توقع ہے۔

مرزا کا عجز:

زیادہ سے زیادہ جواب کے لئے بیس دن کی اجازت ہے۔

جواب میں مرزا صاحب قادیانی کے قصیدہ کے برابر اشعار ہوں اور اردو مضمون کی عبارت بھی مرزا صاحب سے کم نہ ہو۔

قصیدہ نظم ہے۔

مخاطب وہ ہیں جن کو نہ عربی نویسی کا دعوی ہے، نہ مشغلہ اور نہ ان کی زبان۔

تحدی وہ کرتا ہے جس نے لکھا پڑھا، اور ایک زمانہ تک کتب بینی کی، اس پر دس سال عربی میں اعجاز نمائی کا دعوی۔

قرآن پاک کا اعجاز

قیامت تک مہلت کہ اس کے مثل لاؤ۔

ایک سو چودہ سورتوں میں سے صرف ایک سورت کی مثل بنالاؤ۔

قرآن پاک نثر ہے (اور بظاہر معارضہ کلام نثر کا نظم سے سہل ہوتا ہے)

مخاطب وہ تھے جن کی عربی فصاحت اور بلاغت اور دعوی اس سے بھی زیادہ اور یہی ان کا سرمایہ افتخار تھا اور مادری زبان تھی

مدعی امی محض (فداہ ابی وامی) اور دعوی انا بشر مثلکم میں تمہیں جیسا بشر ہوں۔

اس کے سوا جس قصیدہ میں سینکڑوں غلطیاں صرف، نحو، ادب، بیان، لغت، املاء، عروض، قافیہ، کی ہوں، پھر اس پر سرقات، بلکہ بعض جگہ تو اساتذہ کا پورا مصرعہ اٹھا کر رکھ دیا ہے، جیسا کہ عنقریب تنقید سے ظاہر ہوگا۔

اب حضرات ناظرین انصاف سے مجھے بتائیں کہ ایسا قصیدہ معجزہ ہوسکتا ہے۔ نہیں ہرگز نہیں۔ ہاں اگر مرزا صاحب کی اصطلاح میں مجموعہ اغلاط ہی کا نام معجزہ ہو، تو اس پر میرا بھی صاد ہے کیونکہ لا مشاحة فی الاصطلاح۔

میں نے مرزا صاحب کے اردو مضمون کا اس وجہ سے جواب نہیں لکھا کہ اس میں مرزا صاحب نے وہی اپنے سب معجزات گنوائے ہیں، جسے بار بار وہ اپنی تالیفات میں بیان فرمایا کرتے ہیں جس کا جواب اس وقت تک ہمارے علمائے کرام کی طرف سے متعدد بار دیا جاچکا ہے اس کے اعادہ سے اس مختصر میں طوالت کے سوا کوئی نفع

نہیں۔البتہ ایک بات نئی یہ ہے کہ مرزا صاحب ضمیمہ نزول المسیح کے صفحہ ۳۸ میں فرماتے ہیں:

میں نے اس قصیدہ میں جو امام حسین کی نسبت لکھا ہے یا حضرت عیسی کی نسبت بیان کیا ہے یہ انسانی کاروائی نہیں۔خبیث ہے وہ انسان جو اپنے نفس سے کاملوں اور راست بازوں پر زبان دراز کرتا ہے۔میں یقین رکھتا ہوں کہ کوئی انسان حسین جیسے یا حضرت عیسی جیسے راست باز پر بدزبانی کر کے ایک رات بھی زندہ نہیں رہ سکتا اور وعید، من عاد ولیاً دست بدست اس کو پکڑ لیتا ہے۔

مجھے مرزا صاحب کے علم اور سمجھ پر افسوس ہے کہ ایسی باتیں فرماتے ہیں کہ جن کو سن کر ہنسی آتی ہے۔ تاریخ شاہد ہے کہ خدا کو گالی دے کر اور انبیاء کو قتل کر کے دنیا میں لوگ صحیح سالم عرصہ تک زندہ رہے تو ولی پر بدزبانی کر کے زندہ رہنا ایک معمولی بات ہے خود حضرت عیسی کو صلیب کے لئے گرفتار کرنے والے اور ایذائیں دینے والے زندہ رہے اور حضرت حسین کا قاتل عرصہ تک زندہ رہا۔ثانیاً اگر یہ مان لیا جائے کہ مرزا صاحب نے نفسانی خواہش سے ان دونوں راست بازوں پر بدزبانی نہیں کی بلکہ خدا نے سخت کی، تو سخت افسوس ہے کہ خدا بھی راست بازوں پر بدزبانی کرتا ہے۔مرزا صاحب نے اپنی ذات سے اگر الزام اٹھانا چاہا تو خدا ہی پر اتہام کیا۔ ہر چہ بر خود نہ پسندی بر دیگراں مپسند۔تعالی الله عن ذلك علوا كبيرا ۔یہاں شائد مرزائی صاحبان یہ فرمائیں کہ تنقید تو لکھ دی لیکن اس کے مقابلہ کا کوئی قصیدہ نہ کہا تو مجھ سے سن لیں۔جب مرزائیوں کے علمی مذاق کا یہ حال ہے کہ وہ مرزا صاحب کے قصیدہ کو اعجاز سمجھتے ہیں تو بقول شخصے اندھے کے آئے روئے اور اپنے دیدے کھوئے۔اس کے سوا کیا حاصل ورنہ مرزائیوں میں اگر اس کا مذاق ہوتا اور وہ رطب ویابس میں فرق کرتے تو ضرور اہل علم نے اس کی طرف توجہ کی ہوتی مگر بقول...تا بدروازہ رسانید کے موافق ایک قصیدہ تیار کیا گیا ہے جو بہت جلد شائع ہوگا مگر پہلے کا قصیدہ اس وقت بھی تیار ہے جو مرزا صاحب سے کہیں بڑھا چڑھا ہے جس کو اہل علم جانچ سکتے ہیں اور انشاء اللہ عنقریب وہ بھی شائع کیا جائے گا جسے اہل علم دیکھ کر محظوظ ہوں گے

اب اسی قصیدہ کی غلطیاں تو دیکھ لیں اور معلوم کر لیں کہ کیسی کیسی شرمناک غلطیاں مرزا صاحب نے کی ہیں اس سے ان کے اعجاز کی قلعی تو اہل علم پر بخوبی کھل گئی اس کے بعد بھی بعض احمدی کہتے ہیں کہ اگر اس میں غلطیاں ہیں تو اس کے مقابل قصیدہ لکھنا زیادہ آسان ہے اس کا جواب بھی قصیدہ میں دیا گیا ہے مگر میں یہ

کہتا ہوں کہ اگر جواب بھی ہم لکھ دیں اور آپ کے سامنے پیش کر دیں گے مگر اس کا نتیجہ کیا ہوگا اور آپ کے راہ راست پر آنے کی امید نہیں ہے کیونکہ بار ہا اس کا تجربہ ہولیا۔ اور ایسے ایسے صریح اور بدیہی باتوں میں مرزا صاحب کا کذب اس طرح ظاہر ہوا کہ خاص و عام کو مرزا صاحب قادیانی کے کاذب ہونے میں شبہ نہیں رہا مگر جس کا قلب مرزا صاحب کی محبت سے تاریک وظلمت کدہ ہو چکا تھا وہ صاف نہ ہوا اور اس میں صداقت اور راستی کی روشنی نہ پہنچی وہ اسی طرح مرزا پرست رہے جس طرح بت پرست رہتے ہیں اس کی چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔

ا۔ اسی اعجاز احمدی (صفحہ ۱۱) میں لکھتے ہیں (مولوی ثناء اللہ) سچے ہیں تو قادیان میں آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو کریں۔ پھر آگے چل کر ایک جگہ لکھتے ہیں:

وہ قادیان میں تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کے لئے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے

اس پیش گوئی کو دیکھا چاہیے کہ نہایت زور سے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی نسبت لکھتے ہیں کہ وہ ہرگز نہ آئیں گے۔ یہ پیش گوئی ایسی ہے کہ ہر خاص و عام اس کا فیصلہ کر سکتا ہے اور اس کے جھوٹے اور سچے ہونے کی شہادت دے سکتا ہے۔ مگر نہایت صفائی سے یہ پیش گوئی جھوٹی ہوئی۔ اور مرزائیوں نے ایسی روشن شہادت کی طرف توجہ نہ کی۔ اس پیش گوئی کے بعد ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان پہنچے۔ مرزا صاحب قادیانی کو بذریعہ رقعہ کے اطلاع دی۔ مگر مرزا صاحب گھر سے باہر نہ نکلے اور گھر میں بیٹھے گالیاں دیتے رہے۔ وہاں جتنے مریدین تھے جنہیں مرزا صاحب کی مذکورہ پیش گوئی بھی معلوم تھی مولوی صاحب کا قادیان میں خاص پیشین گوئیوں کی پڑتال کے لئے پہنچ جانا اور خط و کتابت کرنا معائنہ کر رہے تھے مگر یہ نہیں کہتے تھے کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط ہوئی اور مرزا صاحب جھوٹے ہوئے۔ اس کے بعد اور مرزائیوں کو خبر ہوئی مگر کسی نے ان کے جھوٹے ہونے کا اقرار نہیں کیا۔ یہ پیش گوئی اسی رسالہ میں ہے جس کے اعجاز کا دعوی ہو رہا ہے اور اس وقت ہم اس کی غلطی دکھا رہے ہیں۔ جب اسی رسالہ کی ایک پیش گوئی صریح غلط ہو گئی اور کسی نے بھی خیال نہ کیا اسی طرح دوسری پیشین گوئی یعنی قصیدہ کا جواب ہونا غلط ثابت کر دیا جائے گا تو بھی کچھ اثر نہ ہوگا۔ مگر اس میں شبہ نہیں کہ ایک پیش گوئی کا غلط ہو جانا ان کے کاذب ہونے کی پختہ دلیل ہے۔

اور ایسی دلیل ہے جس کی صداقت کی شہادت آسمانی کتابیں دے رہی ہیں۔ اس مذکورہ پیش گوئی کا غلط ہونا مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کی ایک کامل دلیل ہے خوب یاد رکھئے، اور اس کی تفصیل الہامات مرزا صفحہ ۱۱۶ سے آخر تک ملاحظہ کیجئے۔

۲۔ منکوحہ آسمانی کی نسبت مرزا صاحب قادیانی اپنا الہام بیان کرتے ہیں:

خدا تعالی نے مقدر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ (احمد بیگ) کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی ہے ہر ایک مانع دور ہونے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لائے گا۔

مرزا غلام احمد صاحب اس کلام میں معمولی طور اس کے نکاح میں آنے کی صرف پیش گوئی نہیں کرتے، بلکہ نہایت استحکام اور یقین سے اس کے وقوع میں آنے کو بیان کرتے ہیں۔ ان کے دو جملوں پر نظر کی جائے۔

پہلا یہ کہ خدا تعالی نے مقدر کر رکھا ہے۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ اللہ تعالی کے علم میں قرار پا چکا ہے کہ احمد بیگ کی لڑکی مرزا غلام احمد صاحب کے نکاح میں آئے گی۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر اس پیش گوئی کا ظہور نہ ہو تو بالضرور یہ کہنا پڑے گا کہ اللہ تعالی عالم الغیب نہیں ہے۔ اس کا علم کسی وقت غلط بھی ہو سکتا ہے (نعوذ باللہ)۔ یا یہ کہنا ہو گا کہ مرزا صاحب قادیانی نے جھوٹ بولا اور جو بات اس کے علم کے خلاف تھی اسے علم الہی کہہ کر در پردہ خدا تعالی پر الزام لگایا۔

دوسرا جملہ یہ کہ

وہ (لڑکی) ہر ایک مانع دور ہو جانے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں آئے گی۔

یہ جملہ آفتاب کی طرح روشن کر رہا ہے کہ اس نکاح کے جتنے موانع پیش آئیں گے، وہ سب دور ہوں گے۔ اور انجام کار یہی ہو گا کہ وہ لڑکی مرزا صاحب کے نکاح میں آئے گی۔

مگر ایسا نہ ہوا۔ اور نہایت مستحکم پیش گوئی بالکل غلط ثابت ہوئی۔

یہ پیشین گوئی ۱۸۸۸ء میں بذریعہ اشتہار مرزا صاحب قادیانی نے مشتہر کی تھی۔ اب اس صاف صریح اور قطعی قول کے بعد کسی شرط کو پیش کرنا، یا یہ کہہ دینا کہ اس کا شوہر ڈر گیا، یا ایمان لے آیا، کیسا صریح فریب ہے۔

بھائیو! ذرا پیش گوئی کے الفاظ و مضمون کو ملاحظہ کر و کس صفائی سے ظاہر کر رہے ہیں کہ اس کے لئے

شرط ہو، یا نہ ہو، اور اس کا شوہر ڈرے، یا نہ ڈرے، ایمان لائے یا سرکشی کرے، وہ لڑکی ہر طرح مرزا غلام احمد صاحب کے نکاح میں آئے گی۔ جو مانع پیش آئے گا وہ دور ہوگا۔ اگر اس کا نکاح میں آنا کسی شرط پر موقوف ہے، تو وہ شرط پائی جائے گی۔ اس کے بعد وہ نکاح میں آئے گی۔ ورنہ اگر کوئی ایسی شرط ہے جو اس کے نکاح سے مانع ہے وہ ہرگز نہ پائی جائے گی۔ اسی طرح اس کے نکاح میں آنے کے لئے اگر شوہر کا ڈرنا، اور ایمان لانا نکاح کا مانع ہے، تو وہ ہرگز نہ ایمان لائے گا۔ اور اگر بالفرض کسی وقت وہ ڈرے گا، تو مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں وہ سرکشی کرے گا اور یہ مانع دور ہوگا، اور انجام کار وہ لڑکی مرزا صاحب کے نکاح میں آئے گی۔ یہ پیش گوئی تو اسی وقت سچی ہوسکتی ہے کہ ہر ایک مانع دور ہو کر اس کا ظہور ہو۔ یہ کہہ دینا کہ پیش گوئی شرطی تھی، یا اس کا شوہر ڈر گیا تھا، اس لئے وعید ٹل گیا۔ اور اس کا شوہر نہ مرا، اس وجہ سے وہ وعدہ بھی ٹل گیا۔ کیسی سخت جہالت یا نہایت بدیہی مغالطہ ہے کیونکہ پیش گوئی یہ ہے کہ جتنی باتیں اس نکاح کے روکنے والی ہیں وہ سب دور ہوں گی اور انجام میں وہ لڑکی نکاح میں آئے گی یہ نہیں ہوا۔ ایسی صاف بات ہے کہ کسی جاہل پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ الغرض ایسی صریح پیشین گوئی ہوئی مرزائیوں کی نظر حق بین ایسی جاتی رہی ہے کہ انہیں ایسی بدیہی بات بھی نہیں سوجھتی۔ یہ پیشین گوئی متعدد اشتہاروں اور مختلف رسالوں میں اسی قسم کے الفاظ سے شائع ہوئی۔ مثلاً ۱۸۹۱ء میں ایک اشتہار حقانی پریس لدھیانہ میں چھپا ہے اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۸۔۱۹۹ میں اس پیش گوئی کو لکھا ہے اور مذکورہ الفاظ سے بھی زیادہ اس میں اس کی صراحت ہے کہ وہ لڑکی مرزا صاحب کے نکاح میں ضرور آئے گی۔ فیصلہ آسمانی حصہ ۳ صفحہ ۱۱۱ میں اس کی تفصیل ملاحظہ ہو۔ جب ایسی صاف پیش گوئیاں غلط ہوئیں جن کے غلط ہونے کو خاص و عام نے مشاہدہ کر لیا، ان کا جھوٹا ہونا انہیں نظر نہ آیا، یا تعصب سے اس کا اقرار نہیں کرتے، تو قصیدہ کے جواب کی حالت تو ان کے مولوی بھی نہیں جان سکتے، اس کا اعتراف وہ کیا کریں گے۔

غنیمت حسین مخدوم چکی مونگیری

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدہ حامداً و مصلیاً و مسلماً

مقدمہ

ا۔جب کسی زبان کے قواعد مدون ہوجائیں تو اس زبان کا تمام کلام ان قواعد کے تحت ہوگا۔اور جو کلام اس کے مطابق نہ ہوگا، وہ صحیح نہ ہوگا۔اور جو صحیح نہ ہوگا، وہ فصیح نہ ہوگا۔اور جو فصیح نہ ہوگا، وہ بلیغ نہ ہو وہ معجزہ کیونکر ہوسکتا ہے؟

۲۔یہ قصیدہ بحر طویل میں لکھا گیا ہے اور اس کا وزن سالم فعولن مفاعیلن فعولن مفاعیلن مکرر ہے اور اس کا قافیہ یظهر ، جمّروا ۔ سکّرو غیرہ ہے۔

۳۔کسی غیر کے کلام کا اخذ سرقہ ہے اگر اس سے بہتر نہ ہو،ور نہ حسن اخذ ہے۔

قافیہ۔مصرعہ یا بیت کے آخر ساکن سے کر اول ساکن جو اس سے قبل ہو،مع متحرک ماقبل کو قافیہ کہتے ہیں۔جس طرح اس قصیدہ میں اوائل کے تین شعر کے آخر میں لفظو غـّر ،عذّر ۔ صبّروا ، ہے۔آخر ساکن واو،اور اول ساکن اس سے قبل غین،زا،با،اور متحرک ماقبل واو،عین،ص ہے۔اسی مجموعہ کو علم القوافی میں قافیہ کہتے ہیں

روی۔قافیہ کے حرف اصلی کو روی کہتے ہیں۔بشرطیکہ نون تنوین،نون زائدہ خفیفہ وثقیلہ،مدہ زائدہ جیسے اضربا و اضربوا، ضمیر جیسے اسبابہ و ابوابہ ،تاء تانیث جیسے ضاربة و ناظرة یعنی وہ تا جو حالت وقف میں ہا ہو جائے ،نہ ہو۔

قافیہ موسّسہ۔ اگر روی کے پہلے مدہ نہ ہو، بلکہ دوسرا حرف ہو،خواہ وہ ساکن ہو یا متحرک،لیکن اس کے قبل الف ہو۔جیسے اس قصیدہ میں صراصر ، نبادر ۔میں حرف صاد،و دال ہیں تو اسے دخیل کہتے ہیں۔ اور قبل دخیل کے جو الف ہے اسے تاسیس اور الف کے پہلے جو فتحہ ہے اسے رس اور قافیہ کو موسسہ کہتے ہیں۔

عیب اجارہ۔اگر روی کسی حرف بعید المخرج سے مختلف ہو تو اسے عیب اجارہ کہتے ہیں۔جس طرح اس قصیدہ میں حرف روی،را ہے اور بعض اشعار میں قافیہ یصبح ہے،اسے عیب اجارہ کہیں گے۔

عیب اقواء واصراف۔مجری (حرکت حرف روی) کو حرکت متقاربة سے اختلاف کو اقواء اور حرکة متباعدہ

سے بدلنے کو اصراف کہتے ہیں۔ جس طرح اس قصیدہ کا مجری رفع ہے۔ اول کی مثال اس میں انصر ہے جس میں رفع کسرہ سے بدل گیا اور دوسرے کی مثال تکدر ہے جس میں رفع فتحہ سے بدل گیا۔

اقواء عیب ہے مگر واجب الاجتناب نہیں۔ اور اصراف اور اجارہ اعیب (بدترین عیب) اور واجب الاجتناب ہے۔

سناد التاسیس۔ جو عیب حرف روی سے پہلے اختلاف حروف یا حرکات کی وجہ سے ہوں، اسے سناد کہتے ہیں۔ اگر قافیہ غیر موسسہ، موسسہ سے بدل جائے جس طرح اس قصیدہ میں نبدر کی جگہ نبادر اور صر صر کی جگہ صرا صر ہے تو اسے عیب سناد التاسیس کہتے ہیں۔

قصیدہ میں جو سرقات دکھائے گئے ہیں ممکن ہے کہ مرزائی حضرات اس کا یہ جواب دیں کہ یہ توارد ہے اور شعراء متقدمین سے بھی ایسا ہوا ہے چنانچہ امرء القیس کہتا ہے

وقوفا بها صحبی علی مطیهم

یقولون لا تهلك واسىً وتجمّل

طرفۃ بن العبد صاحب معلقہ ثانیہ کا بھی بعینہ یہی شعر ہے۔ سوا اس کے کہ اس کا قصیدہ دالیہ ہے۔ بجائے تجمل کے تجلد ہے۔ پھر اگر مرزا صاحب سے توارد ہوا تو کیا برا ہوا۔

اس کا جواب یہ ہے کہ اگر توارد اور سرقہ کے لئے کوئی حد فاصل نہ ہو، تو ہر شخص تمام اساتذہ کے کلام کو اپنا کلام کہہ کر یہ جواب دے سکتا ہے کہ توارد ہے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ توارد کے لئے کوئی حد قائم کی جائے۔ اور جہاں تک غور کیا گیا ہے توارد کے لئے امور ذیل حد فاصل ہیں اور ہو سکتے ہیں

۱۔ جن دو شعرا کے کلام میں توارد ہو، وہ دونوں اپنے زمانہ کے مشاہیر شعراء سے ہوں اور ان کے معاصرین شعراء نے ان کا شاعر ہونا مان لیا ہو۔

۲۔ پہلے شاعر کا کلام مشہور اور شائع نہ ہو

اب اگر اس میزان میں ہم مرزا صاحب قادیانی کو تولیں تو وہ بالکل بے وزن ہوں گے کیونکہ نہ مرزا غلام احمد

مشاہیر شعرا سے ہیں۔، تمام عمر میں ایک قصیدہ لکھا اور وہ بھی بحر طویل میں جو سہل ترین بحور سے ہے۔ اس کے سوا دو چار قصیدے دس بیس شعر کے اور بھی ہیں۔ کیا اس سے کوئی مشہور شاعر کا معزز لقب پا سکتا ہے؟ اور کیا مرزا صاحب کو اور ان کے کلام کو شعراء معاصرین نے بلیغ مان لیا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اور جس کلام سے مرزا صاحب قادیانی نے سرقہ کیا ہے یعنی سبعہ معلقہ وغیرہ وہ اس قدر مشہور اور شائع ہے کہ عرب کیا عجم کے بھی معمولی عربی پڑھنے والے بچوں کے نوک زبان پر ہے۔

اب حضرات ناظرین اہل انصاف سے حسب ذیل سوال ہیں

نمبرا۔ مضمون بالا کے دیکھنے کے بعد کیا اب بھی آپ یہ فیصلہ کریں گے کہ مرزا صاحب کے قصیدہ میں توارد ہے

۲۔ کیا اب بھی مرزا صاحب قادیانی کی طرف سے یہ عذر گناہ ہوسکتا ہے کہ اگر یہ عیب ہے تو شعراء متقدمین نے بھی ایسا کیا ہے۔

اور توارد بھی ایک آدھ جگہ ہوتو خیر، صرف اس ایک قصیدہ میں متعدد اور متتابع ہے۔ میرے خیال میں کوئی سمجھ دار ذی علم ایسا نہیں کہہ سکتا۔ ہاں اگر مرزائی حضرات ایسا فرمائیں تو میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا سارا قصیدہ میرا ہے اور یہ بھی ایک توارد ہے۔

تنقید

ایــــا ارض مــــدٍ قــــد دفــــاك مــــدمــــر

شعر نمبرا۔ اعجاز احمدی صفحہ ۳۹ پر موجود اس مصرعہ میں مرزا صاحب نے مد کے منصرف ہونے کی وجہ یہ لکھی ہے:

مد عربی علم ہے عجمی نہیں۔ مسلمان جن ملکوں میں گئے اور جو جو انہوں نے نام رکھے وہ اکثر عربی تھے۔

کیا مرزا غلام احمد صاحب بتا سکتے ہیں کہ کس زمانہ میں کس مسلمان نے اس موضع کا نام مد رکھا تھا۔

مد سنسکرت زبان کا لفظ ہے جس کے معنی خوشی کے ہیں۔ اور بخوبی ممکن ہے کہ قدیم باشندوں نے اس کا نام مد رکھا ہو۔ اور چونکہ یہ عجمہ ساکن الاوسط ہے اس لئے منصرف ہے جیسے نوح، لوط وغیرہ

دعــــوتِ کـــذوبـــاً مـــفســـداً صیـــدی الـــذی

کـــحـــوت غـــدیـــر اخـــذہ لا یـــعـــزّر

شعر دوم کے مصرع اولی میں دو غلطی ہیں۔

ا۔ صیدی الذی کی ترکیب صحیح نہیں، اس لئے کہ یہ نہ ماقبل (حاشیہ پر مرزا کا قصیدہ چل رہا ہے) کی صفت ہے کیونکہ ماقبل نکرہ ہے اور یہ معرفہ، اور نہ عطف بیان ہے کیونکہ عطف بیان میں ضروری ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ سے ایسی توضیح ہو جائے جس سے مخاطب سمجھ لے اور یہاں معلوم ہی نہیں کہ اس سے کون شخص مراد ہے۔

اگر مولوی ثناء اللہ امرتسری ہیں تو مرزا صاحب قادیانی نے آگے چل کر دو شعر کے بعد ان کا نام لے کر وضاحت کی ہے۔جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ محض اس سے پوری توضیح نہیں ہوئی۔اور نہ یہ بدل ہوسکتا کیونکہ بدل میں متبوع مقصود نہیں ہوتا اور یہاں دونوں مقصود ہیں۔

۲۔ یہاں صلہ اور موصول لانے کا موقع نہیں۔افسوس ہے کہ دعوی اعجاز اور یہ معلوم ہی نہیں کہ موصول کس جگہ لاتے ہیں

و جـــاءك صـــحـــبـــی نـــاصـــحـــین کـــاخـــوۃ

یـــقـــولـــون لا تـــبـــغـــوا ھـــوی و تـــصـــبـــروا

تیسرے شعر میں دو غلطیاں ہیں۔

ا ۔مدعی رسالت ایسے شاعر کے کلام سے اخذ کرتا ہے جس کو حضرت رسول اکرم ﷺ نے بادشاہ گمراہ فرمایا ہے، یعنی امرء القیس ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کے جس شعر سے سرقہ کیا وہ یوں ہے

وقـــوفـــا بـــھـــا صـــحـــبـــی عـــلـــی مـــطـــیھـــم

یـــقـــولـــون لا تـــھـــلـــك اســـی و تـــجـــمـــل

۲۔مرزا غلام احمد صاحب چونکہ شاعر کے کلام کو سمجھے نہیں، اس لئے مرزا صاحب کے کلام میں یہ شعر جو کہ نہایت ہی فصیح و بلیغ تھا، مہمل اور لغو ہو گیا۔کیونکہ دوسرے مصرعہ میں امرء القیس کے ساتھی اس کو کلمات تشفی آمیز کہتے

ہیں کہ غم سے ہلاک نہ ہو اور صبر کر۔ لیکن مرزا صاحب کے اصحاب اپنے مخالفین سے کہتے ہیں کہ ہوا و ہوس کی طرف میل نہ کرو اور صبر کرو ۔صبر کی تعلیم اپنے لوگوں کو کرنا چاہیئے نہ کہ مخالفین کو کہ ہمارے ظلم پر صبر کرو۔ بریں عقل ودانش بباید گریست

فـــجـــــاء وا بـــــذئـــب بـــعـــد جهـــد اذابهـــم

و نـــعـــنـــی ثـــنـــاء الـــلـــه مـــنـــه و نـــظهـــر

پانچویں شعر میں دو غلطیاں ہیں۔

ا۔ عنی کا صلہ من نہیں بلکہ با آتی ہے عنی به کہتے ہیں عنی منه نہیں کہتے۔

۲۔ یہاں نظهر بالکل لغو ہے کیونکہ عطف ہے نعنی پر۔ تو عبارت یہ ہوگی نظهر ثناء الله منه ۔اس کو مجذوب کی بڑ کے سوا اور کیا کہا جائے گا۔ اس کی اصلاح یوں ہو سکتی ہے:

و نعنی به ابا الو فاء و هو یهذر

و ارضـــی الـــلـــئـــام اذا دنـــا مـــن ارضهـــم

عـــلـــی الـــنـــار مشـــاهـــم و کـــان یـــنـــظـــر

آٹھویں شعر کے مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے اور فساد دو جگہ ہے

تقطیع۔ وار ضل فعولن۔ لیا م اذا۔ مفاعیلن ،دنا من فعولن، ار ضهم فاعلن

تـــکـــلـــم کـــالاجـــلاف مـــن غیـــر فـــطـــنة

و یـــاتیك بـــالاخبـــار مـــن کـــان یـــنـــظـــر

شعر نمبر ۹ میں کئی غلطیاں ہیں۔

ا۔ اجلاف بمعنی کمینے عربی میں نہیں، بلکہ پنجابی زبان میں اس معنی میں بولتے ہیں۔ یہ شعر بھی انہی اشعار سے ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے طبع وقاد کا نتیجہ ہیں۔

۲۔ مصرعہ ثانی سرقہ ہے طرفة ابن العبد صاحب معلقہ ثانیہ سے پورا شعر اسکا یوں ہے

ستبــــدی لك الایـــــام مـــــا كـنـــت جـــاهـــلا

و يـــــأتيك بــــــالاخبــــار مـــن لـــم تـــزود

افسوس اس پر ہے کہ اس بے چارے شاعر کا مصرعہ اولی بھی مرزا قادیانی کی دست برد سے نہ بچا۔ چنانچہ لکھتے ہیں :سیبدی لك الرحمن مقسوم حبكم۔ اور جن کو عربی زبان کا ذوق سلیم ہے وہ جانتے ہیں کہ دونوں مصرعوں کا اخذ کیسا بھونڈا اور قبیح ہے۔

۳۔ و یا تیك واو عاطفہ ہے اور معطوف کا پتہ نہیں جس پر عطف ہو۔ مرزا صاحب قادیانی کی زبان سے مصرعہ اولی کی اصلاح یوں ہوسکتی ہے: تكلم كالزنيم من غير فطنة۔، اور میں یوں عرض کرتا ہوں:

تكلم كا لاشراف من غير فتنة۔

فـلـمــــا التـقـى الـجـمـعـــان لـلـبحـث و الـوغـــا

شعر نمبر ۱۱۔ التقى الجمعا ن کا استعمال جنگ کیلئے ہے نہ بحث کیلئے۔ موضع مد میں جنگ و وغا تو نہیں تھا البتہ مناظرہ ومباحثہ تھا قرآن میں ہے ان الـذ ین تو لوا منكم یو م التقى الجمعا ن (آل عمران رکوع ۱۵)

علاوہ اسکے و غی کا املاء غلط ہے

و اوجـــــس خيــفة شـــره بـــعـــض رفـقتــــى

لـــمـــا عـــرفـوا مـــن خبــث قـوم تـنـــمــروا

شعر نمبر ۱۲ میں تین غلطی ہیں: ۱۔ مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے، و او ج فعول۔ مـن خـيـفة شـر مفاعلتن، ره بع فعولن رفـقتى مفاعلن ۔۲۔ مصرعہ ثانیہ میں عرف کا صلہ من لایا ہے ،اور ترجمہ بمعنی علم کیا ہے حالانکہ جب عرف بمعنی علم آتا ہے تو وہ بنفسہ متعدی ہوتا ہے۔ عـر فـه اى علمه ـ.. یوں کہنا تھا:عـر فوا خبث قو م ۔

البتہ لام کے ساتھ بھی اس معنی میں اس کا صلہ آیا ہے جیسے انا اعرف للمحسن و المسى اى لا يخفى عـلىّ ذلك ۔۳۔ او جس کے معنی اخفا کیا، معلوم کیا ہیں، نہ پوشیدہ طور پر دلوں میں خوف ہوا۔ جیسا کہ مرزا صاحب نے ترجمہ کیا ہے۔

اسی طرح مصرعہ ثانیہ کا ترجمہ غلط ہے۔اس لئے کہ اس مصرعہ کے معنی یہ ہیں کہ درندہ قوم کے خبث کوانہوں نے معلوم کرلیا۔نہ وہ معنی جو مرزا صاحب نے کئے ہیں یعنی قوم کی درندگی معلوم کرلی۔

و اعطاهم الرحمن من قوة الوغی

و ایدهم روح امین فابشروا

شعرنمبر۱۴۔ اعطاء دوسرے مفعول کی طرف بنفسہ متعدی ہوتا ہے من کے ساتھ اسکا صلہ نہیں ہوتا اعطاء ہ شیئاً کہتے ہیں من شیء نہیں بولتے علاوہ اسکے روح امین کو تائید کا فاعل عامی مسلمان بھی نہیں سمجھتا،شرک ہے چہ جائیکہ نبی صاحب شریعت۔

و کان جدال یطرد القوم بالضحی

الی خطة اومی الیها المعشر

شعرنمبر۱۵۔مصرعہ ثانیہ میں اگر معشر پڑھیں تو وزن فاسد۔

تقطیع۔الی خط فعولن۔طة اومی مفاعیلن ۔ الیهل فعولن۔معشر فاعلن

اوراگر معا شر پڑھیں تو وزن صحیح لیکن قافیہ املا دونوں غلط ہیں۔

تحروا لهذا البحث ارضاً شجیرة

الی الجانب الغربی و الجند جمروا

شعرنمبر۱۶ میں تین غلطیاں ہیں:۱۔ تحری کے معنی قصد کے ہیں۔عرب کہتے ہیں تحری ا لا مر ای یقصده ۔نہ اختیار کے۔۲۔ار ضاً شجیرة کا ترجمہ ایک زمین جس میں ایک درخت تھا،غلط ہے۔ ار ض شجیرة ای کثیر الشجر اس زمین کو کہتے ہیں جس میں بہت ہوں۔اس کی جگہ مکا ن شجر ای ذو شجر کہنا چاہیے۔

۳۔دوسرے مصرعہ کے ترجمہ میں الجند کا ترجمہ،ہمارے دست، نہ معلوم مرزا صاحب نے کس لغت سے لکھے ہیں۔اوراس کے سوا جمّروا کو ضمہ دے کر اس کا ترجمہ،ٹھہرائے گئے ،کیا ہے،حالانکہ جمع ہونے کے معنی میں لازم ہے نہ متعدی۔عرب کا محاورہ ہے جمّروا القو م علی الا مر ای تجمعوا ۔ٹھہرائے گئے

ترجمہ غلط۔

اس جگہ اور اس کے سوا میں نے ترجمہ کی غلطی کو بھی اغلاط میں شمار اس وجہ سے کیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے جو اس کی تحدی کی ہے اس میں ترجمہ بھی شامل کیا ہے۔ چنانچہ قصیدہ کے صفحہ ۹۰ میں فرماتے ہیں: مگر چاہیے کہ میرے قصیدہ کی طرح ہر ایک بیت کے نیچے اردو ترجمہ لکھیں اور منجملہ شرائط کے اس کو بھی ایک شرط سمجھ لیں۔ اور صفحہ ۳۶ میں ہے، وہ بھی ایک نشان ہے۔

کان مقام البحث کان کاجمة

به الذئب یعوی و الغضنفر یزء ر

شعر نمبر ۱۸ میں تین غلطیاں ہیں: ا۔ اگر الاجمة کے جیم کو بالفتح پڑھیں تو وزن فاسد اور بسکون پڑھیں تو وزن صحیح اور لفظ غلط۔ ۲۔ الاجمة مونث ہے دوسرے مصرعہ میں به ضمیر مذکر اور مرجع مونث فیا للعجب ۳۔ سرقہ ہے تابط شرا کے دوسرے مصرعہ سے۔ اس کا شعر (نہایۃ الارب فی .معلقات العرب مطبوعہ مصر ص ۲۵) یوں ہے

و وادٍ کجوف العیر قفر قطعته

به الذئب یعوی کالخلیج المعبل

اور لطف یہ ہے کہ اس سے مرزا غلام احمد کا سرقہ صاف ظاہر ہوتا ہے۔ اگر تو اردھوتا تو بھا الذئب کہتے۔ باوجود اجمة لفظ مونث لانے کے پھر به الذئب کہنا بتارہا ہے کہ بیچارے . اتباعاً للشر یہ نقل کررہے ہیں حالانکہ شاعر کے مصرعہ اولی میں وادی کا لفظ مذکر ہے۔ یہ بھی خدا کی طرف سے ان کی تکذیب کے لئے ایک نشان ہے۔ مصرعہ اولی کی اصلاح ملاحظہ ہو .. کان مقام البحث کالاجم الذی ..الخ.

و قام ثناء الله یغوی جنوده

و یغری علی صحبی لئاماً و یهذر

شعر نمبر ۱۹: یغری علی صحبی غلط ہے اغراء کا صلہ علی نہیں آتا۔ اغراہ به محاورہ ہے۔ یوں کہیے یحض علی صحبی لئاما و یهذر

وکان طوی کشحاً علی مستکنۃٍ

وما راد نھج الحق بل کان یھجر

افسوس حضرت مرزا نے کہاں کہاں ہاتھ بڑھایا۔لسان العرب میں مستکنة .کےلغت میں پورا شعر عبدة ابن الطبیب کا اس طرح نقل کیا ہے

وکان طوی کشحاً علی مستنکة

فلا ھو ابداھا ولم ینحمجم

اس کا پورا مصرعہ اولی مرزا غلام احمد نے نقل کیا۔قیامت کو مرزا صاحب کا دامن ہوگا اور اس شاعر کا ہاتھ۔علاوہ اس کے ترجمہ میں مرزا صاحب نے یہ غلطی کی ہے کہ کینہ کا لفظ بڑھا دیا حالانکہ شعر میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس کا ترجمہ کینہ کیا جائے۔

و اظھر مکرا سولت نفسہ لہ

و لم یرض طول البحث فالقوم سحروا

شعر نمبر۲۲: یہاں خاص مکر کا بیان ہے۔یعنی طویل بحث سے انکار اسلئے مکر کو معرف باللام لکھنا تھا

فشق علی صحبی طریق ارادة

و قد ظن ان الحق یخفی و یستر

شعر نمبر۲۳: ظن اگر معروف ہے اور مرجع اس کا صحبی ہے جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی کے ترجمہ سے ظاہر ہے تو صحبی جمع ہے اور ضمیر راجع واحد۔اور اگر مجھول ہے تو ترجمہ غلط ہے۔اس لئے پہلے عرض کیا ہے کہ مترجم اور مولف دو ہیں۔

رؤا برج بھتان تشاد و تعمر

فقالوا لحاك اللہ کیف تزور

شعر نمبر۲۴ کے مصرعہ اولی میں دو غلطی ہیں

ا۔شاد الحائط محاورہ ہے دیوار کو گچ کرنا یا چونا وغیرہ پھیرنا۔اور شاد البناء ،بنیاد اونچی کرنے کو کہتے

ہیں۔اب تشا د البر ج کے معنی قلعہ میں چونا وغیرہ کئے جانے کے ہوئے اور تعمر کے معنی بنائے جانے کے۔حاصل یہ ہوا کہ قلعہ بنائے جانے سے پہلے سفیدی پھیری گئی۔یہ مرزا صاحب کی بلاغت ہے۔

۲۔ برج مذکر ہے اور تشا د اور تعمر میں ضمیر راجع مونث۔یوں فرما دیجئے دونوں غلطیاں نکل جائیں گی:رأو برج بهتان يبنى و يعمر

اقل زمان البحث مقدار ساعة

فلم يقبل الحمقى و صحبى تنفروا

شعر نمبر ۲۵۔ تنفر جس طرح اردو میں نفرت کرنیکے معنی میں مستعمل ہے عربی میں نہیں آتا۔ہاں نفر کرہ کے معنی میں آتا ہے اور اسکا صلہ عن اور من کے ساتھ لاتے ہیں جیسے نفر ت القوم عن كذا ۔ اور نفرت من صحبة فلا ن ای کر هوه ۔یوں کہیے:فلم يقبل الحمقى و صحبى تنفروا ۔ یعنی میرے دوست جوش میں آ گئے۔تنفر الرجل ای غلا جوفه غضباً ۔دیکھئے مضمون کتنا بلند ہو گیا

رضوا بعد تكرار و بحث بثلثها

و فى الصدر حزاز و فى القلب خنجر

شعر نمبر ۲۶۔مصرعہ ثانیہ ماخوذ ہے شماخ کے مصرعہ سے۔لسان العرب میں حزا ز کے بیان میں اس کا پورا شعر ہے

فلما شراها فاضت العين عبرة

و فى الصدر حزاز من الهم حامز

اور اخذ بھی قبیح ،کیونکہ شماخ کے ہاں جو مصرعہ ثانیہ کو پہلے مصرعہ سے تناسب لطیف تھا مرزا صاحب قادیانی نے اسی قدر بے لطف کر دیا،جیسا کہ اہل فہم سے مخفی نہیں۔علاوہ اس کے دل میں خنجر مرزا صاحب کا ایجاد کردہ محاورہ ہے۔ہاتھ میں، پہلو میں، بغل میں، خنجر سنا تھا۔دل میں خنجر مرزا غلام احمد صاحب ہی کے دیکھا۔یوں ہی کہہ دیتے۔

فى الصدر خزاز من الهم يابر

تو یہ رکاکت نہ رہتی اگر چہ شماخ کا سا تناسب تو پھر بھی نہ ہوتا، مگر دل سے خنجر نکل جاتا

اس کے سوا اس قصیدہ میں اسکان متحرک اس قدر ہے کہ صرف اسی کا استقصاء کیا جائے تو بجائے خود ایک رسالہ ہوجائے۔ چنانچہ اس شعر میں بحث کی حا اور ثلث کا لام متحرک ہے، دونوں کو ساکن کر دیا گیا ہے

دفاهم عمایات الاناس و حمقهم
رأو مد قوم و المدی قد شهروا

شعر نمبر ۲۷ کے مصرعہ ثانیہ میں کئی غلطیاں ہیں: ۱۔ وزن فاسد۔ تقطیع را و مد فعولن۔ و قو م دل مفاعیلن۔ مدی قد، فعولن۔ شهروا، فاعلن۔

۲۔ جب کہ قوم کا ذکر پہلے آچکا ہے تو یہاں معرفہ لانا تھا اور مد القوم کہنا تھا۔

۳۔ تشهیر السیف محاورہ ہے نہ تشهر المدی۔ چنانچہ شهّر سیفه اس وقت بولتے ہیں جب کسی نے تلوار کو نیام سے باہر نکال لیا۔

۴۔ اس مصرعہ کا ترجمہ مرزا غلام احمد صاحب نے یوں کیا ہے: موضع مد کو انہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھریاں نکالے ہوئے ہیں۔، شاعر نے شهروا کی جمع کی ضمیر قوم کی طرف پھیری ہے اور مترجم نے مد کی طرف۔ من چہ می سرائم اور طنبورہ من چہ می سرائد۔ اسی وجہ سے کہہ چکا ہوں کہ شاعر اور ہے اور ترجم اور۔

فصاروا بمد للرماح درية
و یعلمها احمد علی المدبر

شعر نمبر ۲۸ میں دو غلطیاں ہیں: ۱۔ یعلمها کی ضمیر مفعول اگر شعر سابق کے معنی کی طرف پھرے تو مذکر چاہیے کیونکہ قاعدہ یہی ہے یوں کہیے یعلمه، ورنہ مرجع بتائیے۔

۲۔ مصرعہ ثانیہ میں احمد کی دال کو متحرک پڑھیں تو وزن غلط اور ساکن پڑھیں تو وزن صحیح لیکن وجہ سکون ندارد؟ یعنی بقاعدہ عربی کوئی احمد کی دال کو ساکن کرنے والا نہیں۔ ہاں مد کے تیروں نے اس دال کی طرف نشانہ بازی کی ہو اور اسی کو نشانہ بنایا ہو تو اسے مرزا کے یاران طریقت ہی جانتے ہوں گے جو وہاں موجود تھے۔ پھر بھی اس کا مصرعہ اولی ماخوذ ہے ایک تمیمی شاعر کے پہلے مصرعہ سے: و لقد ارانی للرماح درية

یہ شعر بھی انہیں تھوڑے اشعار سے ہے جو خاص مرزا غلام احمد صاحب کے طبع وقاد کا نتیجہ ہیں کیونکہ احمد علی جس طرح اردو میں بسکون دال بولا جاتا ہے اس میں بھی مرزا صاحب اسی طرح کہہ گئے ہیں

و ان لسان المرء ما لم یکن له
اصاۃ علی عوراته هو مشعر

شعر نمبر ۳۱: اولاً اصاۃ کا ترجمہ مرزا صاحب نے عقل کیا ہے شاید یہ بھی کوئی الہام لغوی ہو۔ لیکن لغت میں نہیں ہے۔ البتہ اساۃ مع آسی بیشک ایک لفظ ہے جس کے معنی طبیب کے ہیں۔

ثانیاً شعر کا صلہ با سے لاتے ہیں نہ علی سے ۔ شعر به محاورہ ہے نہ شعر علیه

یکلم حتی یعلم الناس کلهم
جهول فلا یدری و لا یتبصر

شعر نمبر ۳۲ میں دو غلطی ہے: ۱۔ یعلم افعال قلوب سے ہے جو متعدی دو مفعول سے ہوتا ہے۔ ایک مفعول جهولاً مذکور اور قاعدہ یہ ہے کہ افعال قلوب کا جبکہ ایک مفعول مذکور ہو تو دوسرے کا ذکر کرنا ضرور ہے جیسا کہ ترجمہ میں دونوں مفعول ذکر کر دیئے ہیں۔ ۲۔ جهولاً چاہیے کیونکہ ابطال عمل کی جو شرط ہے وہ یہاں نہیں پائی جاتی ہے۔

فهذا علینا منة من ابی الوفا
اری کل محجوب ضیائی فنشکر

شعر نمبر ۳۴: دوسرے مصرعہ میں اری ہے جس کے معنی ترجمہ میں مرزا صاحب نے، اطلاع دی، لکھا ہے اور اری جب کہ اعلم کے معنی میں آتا ہے تو تین مفعول چاہتا ہے ۔ شاعر نے دو ذکر کئے اور تیسرے کو چھوڑ دیا۔ قاعدہ یہ ہے کہ جب اس کا دوسرا مفعول ذکر کیا جائے تو تیسرے کا ذکر کرنا ضرور ہے ورنہ دونوں کو حذف کرنا چاہیے۔

اری الموت یعتام المکفر بعده
بما ظهرت آی السماء و تظهر

شعر نمبر ۳۵ میں تین غلطیاں ہیں: ۱۔ پہلا مصرعہ ماخوذ ہے طرفۃ ابن العبد سے معلقہ ثانیہ کے مصرعہ اولی سے۔ اس کا شعر یوں ہے

اری الـمـوت یـعـتـام الـکـرام و یـصـطـفـی
عـقـیـلـة مـال الـفـا حـش الـمـتشـدد

لیکن اخذ نہایت ہی قبیح ہے کیونکہ اعتیام کے معنی پسند کرنے کے ہیں۔طرفہ کے ہاں یہ معنی ہوئے کہ: موت عموماً شریفوں اور بزرگوں کو پسند کرتی ہے ۔،مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ،موت ان کے مکفر کو پسند کرتی ہے۔،سبحان اللہ! کیا اعجاز ہے۔

ہاں اگر مرزا کا مکفر ہی ممدوح اور شریف ہے تو کوئی اعتراض نہیں۔اس پر بھی صاد ہے

۲۔مصرعہ ثانیہ میں جبکہ ظهرت آی السماء موجود ہے تو پھر تظهر مکرر اور حشو ہے۔

۳۔حضرات ناظرین! اب ذرا ترجمہ کی لطافت کو بھی دیکھیں:

اب کافر کہنے والہ گویا مر جائے گا کیونکہ ہمارے غلبہ سے خدا کا نشان ظاہر ہوا۔،

یہ ترجمہ اس سے کم نہیں جو کسی نے جاء زید کا ترجمہ: عمر کلکتہ گیا،لکھ مارا۔

و لـمـا اعـتـدی الامـرتـسـری بـمـکـایـد
و اغـری عـلـی صـحـبـی لـئـامـاً و کـفـروا

شعر نمبر ۳۶ میں دو غلطیاں ہیں: ۱۔ پہلے مصرعہ میں اگر الا مـرتسـریّ پڑھیں تو وزن غلط اور **امـر تسـری** بسکون پڑھیں تو وزن صحیح مگر نحوی غلطی ہے۔

۲۔اغری علیه نہیں آتا اغراه آتا ہے جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی نے مطلع میں اغراك مو غر کہا ہے۔یوں کہہ دیجئے

و لـمـا اعـتـدی الامـرتـسـریّ عـلـیـهـم
و حـض عـلـی صـحـبـی لـئـامـا و کـفـروا

فـــقـــــالـــوا ليـــوسف مــــــا نـــرى الـــخيـــر هـهـنــــا

و لـــــكـــــنــــــه مـــن قـــومــــــه كــــان يـــحــذر

شعر نمبر ۳۷ میں اگر لیو سف بسکون فا پڑھیں تو وزن صحیح اور بقاعدہ نحو اعراب غلط اور لیو سف مفتوح پڑھیں تو وزن فاسد اور اعراب صحیح ہوگا۔

هـــنـــــاك دعـــوا ربـــــا كــــريـــمــــــاً مـــوئــدا

و قـــــالـــوا حـــلــلـــنــــا ارض رجـــز فـــنـــصبـــر

شعر نمبر ۳۸۔ ار ض ر جـز میں اضافۃ موصوف کی صفت کی طرف ہے اور وہ ممنوع ہے۔ ہاں کوفیوں نے اس کو جائز رکھا ہے جیسے صلـوۃ الا و لی، لیکن ار ض مونث ہے اور ر جز مذکر حالانکہ صفت موصوف میں مطابقت چاہیے اس لئے یہ بھی غلط ہوا۔

تـــجـــنبـــی عــــلــــی ابـــو الـــوفــــا ابـــن الهـــوى

ليبـــعــــد حـــمــقـــی مـــن جــنـــــای و يـــزجـــر

شعر نمبر ۴۴ میں چار غلطیاں ہیں:

۱۔ مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔ تقطیع تـجـنبـنی فعولن۔ علـیّ ابل مفاعلتن۔ وقـاء ب فعولن۔ ن لهوى فا علن۔

۲۔ دوسرا مصرعہ ماخوذ ہے امرء القیس سے اس کا شعر یوں ہے

فـــقــــلـــــت لهــــا سيـــرى و ارخـــی زمـــامــــه

و لا تبـــعـــد يـــنـــی مـــن جـــنــــاك الـــمـــعـــلـــل

لیکن امرء القیس نے اپنے مصرعہ میں جـنـا کی معلل سے توضیح کر دی ہے اور مرزا کے ہاں اہمال ہے اور یہاں توضیح بہتر ہے اہمال سے۔ اسلئے اخذ قبیح ہے۔ احمق کی جمع حـمقی بضم حاء جیسا کہ مرزا نے لکھی ہے نہیں آتی۔ ۴۔ یز جر منصوب ہے۔ اسلئے کہ معطوف ہے لیبعد پر۔ اس وجہ سے یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہوا۔

و مـــا مســــه نـــور مـــن الـــعـــلـــم و الهـــدی

فیـــا عـــجبـــاً مـــن بـــقّةٍ یستـــنســـر

شعر نمبر ۴۶ میں کئی غلطیاں ہیں: ۱۔ مس النور محاورہ نہیں، سند پیش کیجئے۔ ہاں مس النار ہے جیسا کہ قرآن مجید میں ہے لن تمسسنا النار الّا ایاماً معدودۃ ۔ اور و لم تمسسه نار ۔ ۲۔ مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے۔۔۔

۳۔ بقّۃ یستنسر اصل ضرب المثل یوں ہے جیسا کہ شاعر نے کہا ہے

انّ البغاث بارضنا یستنسر

اور مثل میں تغیر جائز نہیں چنانچہ حریری نے ایک صرف لا بڑھا کر یوں کہا: ان البغاث بارضنا لا یسنسر۔ اس پر ادباء کا اعتراض ہے۔ سوا اس کے بقّۃ مونث اور یستنسر میں ضمیر مذکر۔ تستنسر چاہیے ۔ اخذ میں مرزا صاحب صیغہ کا خیال ہی نہیں کرتے مذکر کی جگہ مونث اور اس کے برعکس کی مثالیں آگے بھی ملے گی۔

فـــلـــمـــا اعتـــدی و احســـن صـــحبـــی انـــه

یـــصـــرّ عـــلـــی تـــکـــذیبـــه لا یـــقـــصّـــر

شعر نمبر ۴۷۔ مصرعہ اولی بے وزن ہے تقطیع فلمع فعولن ۔ تد ی و احس مفاعلتن

دعـــوه لیبتبهـــن لـــمـــوت مـــزور

مـــضـــل فـــلـــم یســـکـــت و لـــم یتـــحســـر

شعر نمبر ۴۸ میں دو غلطیاں ہیں ۔ ۱۔ مصرعہ اولی غیر موزوں ہے۔

۲۔ قافیہ میں عیب اقواء ہے۔ لم یتحسر ہوگا

و کـــذب اعـــجـــاز الـــمسیـــح و آیـــه

و غـــلّـــطـــه کـــذبـــا و کـــان یـــزور

شعر نمبر ۴۹۔ غلّط کذ با خلاف محاورہ ہے۔ کلام عرب سے اس کی سند پیش کیجئے کیونکہ غلّط میں ابہام نہیں

ہے جو تمیز کا محتاج ہو۔ مرزا کو یہ بھی معلوم نہیں کہ تمیز کہاں لاتے ہیں۔ اس کے سوا مصرعہ ثانیہ بھرتی کا ہے۔ ثانیاً یز ور میں تکرار کافیہ ہے۔ کیونکہ اس کے اوپر چوتھے شعر میں یز ور موجود ہے۔ اس کو علم القوافی میں عیوب میں شمار کیا ہے

و قیل لا ملاء الکتاب کمثله

فقال کاهل العجب انی ساسطر

شعر نمبر ۵۰: مصرعہ اولی بالکل خلاف قواعد ادب ہے۔ قول کا صلہ لام کے ساتھ آتا ہے لیکن لام اس پر لاتے ہیں جس سے کہتے ہیں نہ اس بات پر جس کو کہنا چاہتے ہیں۔ دیکھو قرآن مجید میں و اذ قلنا للملا ئکة اسجدوا . و قلنا لهم کو نوا قردة خا سئین۔ اس کی اصلاح اس طرح ہو سکتی ہے:

و قیل له امل الکتاب کمثله

یا یوں کہیے: و قیل له هات الکتاب کمثله

یا یوں کہیے: و قیل له آت الکتاب کمثله

و کذبنی بالبخل من کل صورة

و خطانی فی کل وعظ اذکر

شعر نمبر ۵۲: کذ ب کے بعد مکذ ب به (جس کی تکذیب کی جائے) پر آتی ہے چنانچہ لغت میں ہے کذّب با لا مر تکذ یباً ای انکره و جحده۔ اور قرآن مجید میں بھی اسی طرح ہے کذ بوا بالحق ۔، کذ بوا با یا تنا کذا با۔ اور یہ ظاہر ہے کہ بخل مکذ ب به نہیں ہے۔ پھر اس پر مرزا صاحب کا بالا نا بجز اس کے کہ وہ محاورات عرب سے ناواقف ہوں اور کوئی وجہ نہیں رکھتا۔

شاعر کا مقصود تو یہ تھا کہ بخل کی وجہ سے نبوت کے دعوی میں اس نے ہر صورت سے مجھے کاذب ٹھہرایا لیکن مترجم نے با لبخل کا فائدہ نہیں سمجھا، اس لئے ترجمہ میں چھوڑ دیا۔ اس کے سوا کل صورة بھی ایک ادیب کی نگاہ میں کھٹکتا ہے۔ اہل عرب صورة کا استعمال اس معنی میں نہیں کرتے جس میں مرزا صاحب نے یہاں کہا ہے۔ یہ اہل ہند کا محاورہ ہے۔ یہ شعر بھی غالباً مرزا کے انہیں تھوڑے سے اشعار سے ہے جو ان کے فکر سلیم کا نتیجہ ہیں

۔مصرعہ اولی کی اصلاح یوں ہوسکتی ہے کذ بنی و لا منی و ا ذ لنی

فــــافـــــردت افـــــراد الــــحسيــــن بــكـــــر بــلا

و فـــى الــحـــى صـــرنـــا مثــل مــن كـــان يــقبـــر

شعر نمبر ۵۳: معلوم نہیں مرزا صاحب کے وہ اصحاب جنہوں نے رب کریم سے دعا کی تھی کیوں تنہا چھوڑ گئے۔ شائد مولوی ثناء اللہ امرتسری کا ان پر اثر ہوا۔ اور انہوں نے جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دیا۔ اور مرزا صاحب زندہ در گور ہو گئے جیسا کہ مرزا صاحب نے دوسرے مصرعہ میں اقرار کیا ہے۔

تـــصــــدى لانــــكـــــارى و انـــكــــــار آيتـــــى

و كـــــان لـــحـــقــد كـــــالــعـــقــــارب يــــابـــر

شعر نمبر ۵۴: کژ دم کی نیش کو کینہ کی وجہ سے ٹھہرانا غلطی ہے بلکہ وہ اس کی طبیعت کا تقاضا ہے کیا مرزا صاحب کو حکیم شیرازی کا قول بھی یاد نہیں

نیش عقرب نی از پئے کین ست۔ مقتضائے طبیعتش این ست

اس کے سوا قبل چوتھے شعر میں بعینہ یہی مضمون ہے اس لئے یہ شعر بے کار ہے۔

اس کے بعد صفحہ ۴۴ شعر ۵ کی نسبت مرزا صاحب یوں ارشاد فرماتے ہیں:

هذاالشعر من و حى الله تعالى جل شا نه

فـــــألـــفـــت هـــذا الـــنـــظـــم اعـــنـــى قــصيــدتـــى

ليـــخــــزى ربـــــى كـــل مـــن كـــــان يهـــدر

شعر نمبر ۵۶: اعنى به قصيد تى چاہیے۔ عنى با لقو ل كذا محاورہ ہے لیکن اس میں مرزا کا کیا قصور، یہ تو ان کے خدا کی وحی ہے۔ تعا لى الله عن ذ لك علوا كبيراً

و هـــــذا عــــــلـــــى اصـــــراره فـــى ســـوالــــــه

فـــكيف بهـــذا الـــمســئــل اغــضـــنـــى و انهـــر

شعر نمبر ۵۷۔ اصرار کے معنی کسی امر پر اڑ جانے اس وقت ہوتے ہیں جب کہ اس کا صلہ على ہو جیسے ا صر

علی الا مر یعنی فلاں امر پر اڑ گیا،اس کا صلہ فی لانا غلط ہے

و لیس علینا فی الجواب جریمة
فنهدی له کالاکل ما کان یبذر

شعر نمبر ۵۸: مرزا صاحب نے دوسرے مصرعہ کا ترجمہ غلط کیا ہے :

اور ہم اس کو ہدیہ کے طور پر اس چیز کا پھل دیتے ہیں جو اس نے بویا تھا،

صحیح ترجمہ یوں ہوگا: اور ہم ہدیہ دیتے ہیں اس کو جو اس نے بویا تھا پھلوں کی طرح۔

و هذا قضاء الله بینی و بینهم
لیظهر آیته و ما کان یخبر

شعر نمبر ۶۰۔ مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے

ایا محسنی بالحمق و الجهل و الرغا
رویدك لا تبطل صنیعك و احذر

شعر نمبر ۶۳ میں چار غلطیاں ہیں

ا۔ جس پر احسان ہوتا ہے وہ بلا واسطہ کے مفعول نہیں ہوتا، جیسا کہ مرزا صاحب نے کہا ہے۔ بلکہ موصول بالی ہوتا ہے جیسا کہ قرآن میں ہے احسن کما احسن الله الیك ۔ شاعر کا مقصود تو یہ تھا کہ مجھ پر نیکی کرنے والے۔ لیکن وہ ادا نہ کر سکا۔ یوں کہنا تھا ایها المحسن الیّ ۔ اور ایا محسنی کے معنی ہوئے: اے مجھے خوبصورت بنانے والے۔ اور اپنے لئے شائد مرزا صاحب یہ کہنا پسند نہ فرمائیں۔

۲۔ رو یدك ، رو ید اسماء افعال سے ہے اسکا مفعول بلا واسطہ آتا ہے جیسے رو ید زیداً زید کو چھوڑ دے یہاں اسکا مفعول بواسطہ با لانا اور بالحاوالجہل والرغا غلط ہے

۳۔ و احذ چاہیے یہ عیب اقوی ہے۔

۴۔ رو ید ك کے بعد واو عاطفہ لانا چاہیے و لا تبطل صنیعك کہنا تھا۔ یہ لطیفہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرزا صاحب اپنے محسن کو احمق وغیرہ خطاب سے یاد کر کے عزت افزائی کرتے ہیں ۔ من لم یشکر

الـنـاس لم يشكر الله ۔اسکےسوا میں نہیں سمجھتا کہ شاعر کا مخاطب اس شعر میں اور اسکے بعد کون ہے۔اگر خداہےتو رو ید ك وغیرہ کہنا کس قدر سوءادبی ہےنعوذ باللہ اور اگر مولوی ثناءاللہ امرتسری ہیں تو ان کو معین، منان، ناصر کہنا اور ان کی بخشش کی تعریف کرنے کے کیا معنی۔جیسا کہ اسکے بعد ہے

اتشتـــم بـــعــد الـــعـــو ن و الـــمـــن والـــنـدی

اتـــنسـی نـد ی مـد و مـــا کـــنـــت تـــنـــصـــر

تـــری کیف اغبـــرت السـمـــاء بـــآیھـــا

اذا الـــقـــوم آذونـــی و عـــابـــوا و غبـــروا

شعر نمبر ٦٥ میں دو غلطی ہیں۔

ا۔صحیح ا غبر ت پڑھیں تو وزن فاسد ہوتا ہےاور اگر ا غبر ت بسکون الرا پڑھیں تو وزن صحیح لیکن معنی غلط

۔٢۔ اغبر السماء اے جدّد وقع مطرہ و اشتد اس کے معنی آسمان سے زور کی بارش ہوئی۔شاعر نے اس کو با کے ساتھ متعدی کر کے بـآ یھـا کہا۔اس کی سند چاہیے ورنہ غلط ہے۔سوااس کے ایسے موقع میں عرب غبّروا کا استعمال نہیں کرتے۔عجمی محاورہ ہے۔

فـــلا تتـــخیـــر سبـــل غـــــیّ و شـــقـــوـــۃٍ

و لا تبـــخـــلـــن بـــعـــد الـــنـــوال و فـــکـــر

شعر نمبر ٦٦۔مصرعہ ثانیہ میں عیب اقواء ہے۔فکّر ہوگا اور معلوم نہیں کہ مرزا صاحب کا مخاطب یہاں کون ہے۔

بـــاجـــنـــحۃ الاشـــواق جـــئـــنـــا فـــنـــاء کـــم

بـــمـــا قـــدّمـــت مـــنـــکـــم عـــطـــایـــا فـــنـــحـــضـــر

شعر نمبر ٦٨۔مصرعہ اولی کا ترجمہ مرزا صاحب یوں کرتے ہیں: ہم شوق کے بازوؤں کے ساتھ تمہارے گھر آئے ہیں۔فنا کے معنی گھر نہیں بلکہ سائبان ہیں۔عبارت یوں ہوئی: جـئـنـا با جنحۃ الا شواق فنا ء کم۔ ترجمہ صحیح یوں ہوا: ہم لائے شوق کے بازووں کو تمہارے سائبان میں۔،،حضرات ناظرین مجھے بتائیں کہ

اس مجذوب کی بڑ کا حاصل کیا ہوا۔ ثانیاً جب جئتنا موجود ہے تو نحضر کے تکرار سے کیا فائدہ ہوا۔

و ان کنت قد ساء تك امر خلافتی

فسل رسلی ما ساء قلبك و احصر

شعر نمبر ٦٩۔ اولاً پہلا مصرعہ ماخوذ ہے امرء القیس کے مصرعہ اولی سے

و ان تك قد ساء تك منی خلیقة

فسلّی ثیابی من ثیابك تنسل

لیکن افسوس ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عادت کے موافق اس اخذ میں تذکیر اور تانیث کا خیال نہ فرمایا۔ اور انکے خدا نے بھی بذریعہ وحی ان کو اس کی خبر نہ دی۔ امرء القیس کے مصرعہ میں خلیقة مونث ہے اس لئے سأت بھی صیغہ مونث لایا گیا مرزا صاحب کے ہاں امر مذکر اور صیغہ مونث بدوز دطمع دیدہ ہوشمند یوں ہی لکھ دیتے

و ان کنت قد ساء تك منی خلافتی

ثانیاً دوسرے مصرعہ میں عیب اقواء ہے۔ ہاں ترجمہ کی لطافت کو بھی ناظرین ملاحظہ فرمائیں: اگر تجھے میری خلافت بری معلوم ہوئی ہے، تو میرے بھیجنے والے کو بہت اصرار سے پوچھ کہ کیوں ایسا کیا۔

اتنکرنی و اللہ نوّر دعوتی

اتلعن من ہو مثل بدرٍ منور

شعر نمبر ٧٠۔ مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے۔ تقطیع اتلع فعول۔ ن من ہو مث مفاعلتن۔ ل بدر۔ فعولن۔ منور مفاعلن

و انی قتیل الحب فاخشوا قتیلہ

و لا تحسبونی مثل نعش ینکّر

شعر نمبر ٧٢: مرزا صاحب نے مصرعہ ثانیہ کا ترجمہ یوں کیا ہے: اور مجھے اس جنازہ کی طرح مت سمجھ جس کی ہیئت بدل گئی اور وہ شناخت نہ کیا جائے۔،

مدعی نبوت نے نعش کے معنی جنازہ لکھا ہے۔ اردو میں نعش بمعنی جنازہ آتا ہو لیکن عربی میں نہیں آتا۔ نعش اس پلنگ کو کہتے ہیں جس پر جنازہ لے جاتے ہیں کیا اس پلنگ کی بھی ہیئت بدلتی ہے۔ جب آئمہ لغت کی اصطلاح کی جناب مرزا صاحب کو خبر نہیں تو آسمانی وحی کا خدا حافظ ہے ۔

تو کارے زمین رانکوساختی۔ کہ با آسمان نیز پرداختی

اس کی اصلاح یوں ہوسکتی ہے: و لا تحسبونی مثل میت ینکر

علاوہ اس کے یہ بات کھٹکتی ہے کہ مرزا صاحب خواہ قتیل دوست ہی سہی لیکن مردہ سے خوف کی کوئی وجہ نہیں۔ کیا مرنے کے بعد بھوت بن کر لوگوں کو ستائیں گے جو خوف دلا رہے ہیں۔

اطـــوف لـــمـــرضـــات الـــحبيـــب كـهـــائـــم
و اســـعـــى و انـــى مستهـــام و مـــغـبـــر

شعر نمبر ۷۳: مصرعہ اولی میں اگر مـر ضـا ت، بفتح الراء صحیح پڑھیں تو وزن فاسد ہے۔ تقطیع۔ اطو ف فعول۔ لمر ضا تل۔ چاہیے اور بسکون را پڑھیں تو وزن صحیح مگر لفظ غلط ہے

اذا بـــت مـــحبة عـــظـــامـــى جـــمـيـــعهـــا
و هبـــت عـــلـــى نـــفســـى ريـــاح تـــكســـر

شعر نمبر ۷۴: مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔ تقطیع کر کے کہاں تک بتاؤں۔

ذرو الـــحـــرص مـــن تـــفتيشـــى فـــانـــى مـغيـــب
غبـــار عـــظـــامـــى قـــد ســـفتهـــا صـــراصـــر

شعر نمبر ۷۵: اس میں تین غلطیاں ہیں: ۱۔ حر ص کا صلہ علی اور تفتیش کا صلہ عن آتا ہے چنانچہ حر ص علی الشیء فتش عن الشیء محاورہ ہے۔ عبارت یوں ہونی چاہیے ذرو ا الحر ص علی التفتیش ۔۲۔ غبار عظامی میں خیر مقدم کی ضرورت نہیں جبکہ عظامی غبار کہنے سے بھی وزن درست ہوتا ہے۔ اس کے سوا غبار جو یہاں موصوف ہے اپنی صفت سے بھی قریب ہوگا جو قد سفتها صرا صر، ہے ۔

۳۔ بقاعدہ علم قوافی صرا صر کا قافیہ غلط ہے اس کو عیب سناد التاسیس کہتے ہیں۔

کیا مرزا غلام احمد صاحب کو مولوی ثناء اللہ امرتسری اور محمدی بیگم کے رشتہ داروں کیلئے بددعا یاد نہیں۔اس سے تو معلوم ہوتا ہے کہ حسام فولاد کا نہیں بلکہ کاٹھ کی نمائشی ہے

و انــی ابــلــغ عــن مــلــیــکــی رســـالةً
و انــی عــلــی الــحــق الــمــنــیــر و نیّــر

شعر نمبر ۷۸: اگر ابلغ بسکون غین پڑھیں،تو وزن درست لیکن معنی فاسد ہوں گے۔اور صحیح ابلغ پڑھیں تو وزن فاسد۔ثانیاً مرزا صاحب نے مصرعہ ثانیہ کا جو ترجمہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی الحق کو ان کی خبر سمجھا ہے حالانکہ یہ غلط ہے۔ان کی خبر یہاں محذوف ہے علی الحق المنیر خبر نہیں بن سکتی۔یہاں سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ مولف اور مترجم دو شخص ہیں۔

مــکــیــن امیــن مــقــبــل عــنــد ربــه
مــخــلّــص دیــن الــحــق مــمــا یــحسّــر

شعر نمبر ۸۰: مرزا صاحب نے مصرعہ اولی کے ترجمہ میں مقبل کے لفظ کا ترجمہ چھوڑ دیا اور فی الواقع یہ لفظ یہاں مہمل ہے۔شاید مرزا صاحب نے مقبل کو مقبول کے معنی میں سمجھا اور لکھ گئے لیکن مقبل بمعنی مقبول نہیں آتا۔

و مــن فتــن یــخشــی عــلــی الــدیــن شــرهــا
و مــن مــحــن کــانــت کــصــخــر تــکسّــر

شعر نمبر ۸۱: خشی لازم ہے۔قرآن مجید میں فخشینا ان یر هقهما طغیا ناً و کفراً ۔اس کا مجہول یخشی کیونکر ہوگیا۔ یا تخشیه متعدی ہے جس کے معنی ڈرانے کے ہیں تو یخشیّ چاہیے اس وقت مصرعہ بے وزن ہوگا۔

اری آیةً عــظــمــی و جــئــت اردوکــم
فهــل فــاتك او ضیــغــم او اغبــر

شعر نمبر ۸۲: دوسرا مصرعہ بے وزن ہے۔اس کے سوا شعر مہمل جس کا کچھ حاصل نہیں۔نہ معلوم مرزا غلام ا

حمد صاحب شیر بھیڑیئے وغیرہ کی تلاش میں کیوں ہیں۔ وہ بن میں جا کر تلاش کریں سب ملیں گے۔

و قال ثناء اللہ لی انت کاذب

فقلت لك الویلات انت مستحسر

شعر نمبر ۸۳: اور مجھے مولوی ثناء اللہ نے کہا کہ تو جھوٹا ہے.. میں نے کہا کہ تیرے پر واویلا ہے تو عنقریب ہلاک کیا جائے گا۔

دوسرا مصرعہ ماخوذ ہے امرء القیس کے مصرعہ ثانیہ ہے۔ پورا شعر یوں ہے

و یوم دخلت خدر عنیزة

فقالت لك الویلات انك مرجلی

۔لیکن اخذ قبیح بلکہ اقبح ہے۔ اس لئے کہ امرء القیس کی محبوبہ عنیزہ اس سے کہتی ہے کہ اے امرء القیس تجھ پر خرابیاں ہیں، کیونکہ تو مجھے پیدل کرنے والا ہے۔ یہاں شاعر مولوی ثناء اللہ کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ ۔تجھ پر واویلا ہے عنقریب ننگا کیا جائے۔ نہ معلوم ان کے ننگا ہونے میں شاعر کا کیا نفع اور کیا شوق ہے۔

تعالوا جمیعاً و انحتوا اقلامکم

و املوا کمثلی او ذرونی و خیروا

شعر نمبر ۸۴: اولاً مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔ ثانیاً خیّر کے معنی با اختیار کرنا ہے نہ با اختیار سمجھنا۔ صحیح ترجمہ یوں ہے: مجھے چھوڑ و اور با اختیار کرو۔

و خیر خصال المرء خوف و توبة

فتوبوا الی اللہ الکریم و ابشروا

شعر نمبر ۸۶: جب کہ انسان کے عمدہ خصائل میں خوف اور اور توبہ ہے، تو پھر انسان کو دونوں کا پابند ہونا چاہیے۔ مرزا غلام احمد صاحب دوسرے مصرعہ میں توبہ کی نصیحت کرتے ہیں اور خوف نہیں کرتے بلکہ بجائے خوف خوشی مناتے ہیں۔ معلوم نہیں خوف کیوں اڑا دیا گیا۔ ہاں اگر خوف ہوتا تو پھر یہ مکر و فریب کا سلسلہ ہی کیوں چلتا۔

سئمنا تکالیف التطاول من عدا

تمادت لیالی الجور یا ربی انصر

شعر نمبر ۸۷ میں کئی غلطیاں ہیں: ۱۔مصرعہ اولی ماخوذ ہے لبید کے اس شعر سے

و لقد سئمت من الحیاۃ و طولھا

و سوال ھذا الناس کیف لبید

یا اس شعر سے

سئمنا تکالیف الحیوۃ و من یعش

ثمانین حولًا لا ابا لك یسئم

سئم الشیء اور سئم من الشیء محاورہ ہے۔ چنانچہ دونوں کی مثال دونوں شعر ہیں لیکن مرزا صاحب نے دونوں محاوروں کو ایک ہی جگہ جمع کر کے یوں فرما دیا

سئمنا تکالیف التطاول من عدا

۲۔ عدا کا املاء غلط۔ یوں چاہیے عدی ۔۳۔النصر میں عیب اقواء ہے۔

و جئنك کالموتی فاحی امورنا

نخرّ امامك کالمساکین فاغفر

شعر نمبر ۸۸ میں دو غلطیاں ہیں: ۱۔اگر اما مك صحیح پڑھیں تو وزن فاسد اور بسکون کاف پڑھیں تو وزن صحیح مگر خلاف قاعدہ۔۲۔فا غفر ہوگا عیب اقواء ہے

طردنا لوجھك من مجالس قومنا

فانت لنا حب فرید و موثر

الھی بوجھك ادرك العبد رحمۃ

و لیس لنا باب سوال و معبر

شعر نمبر ۹۰۔۹۱۔دونوں شعروں کا حال ما قبل کا سا ہے، یا وزن فاسد، یا خلاف قاعدہ

الی ایّ بابٍ یا الھی تردّنی

و من جئتتہ بالرفق یزور یصعر

شعر نمبر ۹۲: عیب اقواء ہے ۔یصعر ہوگا

صبرنا علی جور الخلائق کلھم

و لکن علی ھجر سطا لا نصبر

شعر نمبر ۹۳: مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے۔

تعال حبیبی انت روحی و راحتی

و ان کنت قد آنست ذنبی فسقّر

شعر نمبر ۹۴: (تو معاف کر) اولاً تسقیر کے معنی معاف کرنے کے کس لغت میں لکھے ہیں۔کیا یہ بھی کوئی الہام لغوی ہے۔عیب اقواء ہے۔ سقر ہوگا۔

بفضلك انا قد عصمنا من العدا

و ان جمالك قاتلی و انظر

شعر نمبر ۹۵: اولاً دوسرے مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔ثانیاً عیب اقواء ہے۔اس پر العدی کا املاء غلط۔سوا اس کے یہ بھی یاد رہے کہ مرزا غلام احمد کے خدا کو کسی امر کے دیکھنے کے لئے وہاں جانے کی حاجت ہے مسلمانوں کا خدا اس سے بے نیاز ہے۔

و فرّج کروبی یا الھی و نجنی

و مزّق خصیمی یا نصیری و عقّر

شعر نمبر ۹۶: عیب اقواء ہے

انا المنذر العریان یا معشر الوری

اذکرکم ایام ربی فابصروا

شعر نمبر ۹۸: معلوم ہوتا ہے کہ قصیدہ کرایہ کا ہے اور ترجمہ مرزا غلام احمد صاحب کا۔اس لئے ایا م ر بی کا

ترجمہ، خدا کے دن، کیا۔ ورنہ واقف کار اس پر استہزا کرتے ہیں۔ ایا م اللہ ایک خاص محاورہ ہے جس کے معنی عذاب الٰہی اور نعمت الٰہی کے ہیں۔

دعــوا حـــب دنيـــاكـــم و حـــب تـــعـــصـــب

و مـــن يشـــرب الـــصهبـــاء يـــصبـــح مسـكّـــر

شعر نمبر۱۰۰: یصبح افعال ناقصہ سے ہے۔ خبر کو نصب کرتا ہے۔ اس لئے مسکراً ہوگا۔ اور قصیدہ کا مجری رفع ہے۔ اسی کو علم القوافی میں اصراف کہتے ہیں۔ یہ بھی سخت ترین عیب ہے اور واجب الاجتناب ہے۔ اس کے علاوہ مصرعہ ثانیہ کا یہ ترجمہ (کہ جو شخص رات کو شرب پئے گا وہ صبح خمار کی تکلیف اٹھائے گا) غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے: جو شراب پئے گا اسے نشہ ہوگا۔

جب قصیدہ بھاڑے کا مستعار رہا، اور ترجمہ خود ایجاد، تو دونوں کا جوڑ مشکل ہے۔

و کـــم مـــن هـــمـــوم قـــد رئيـــنـــا لا جـــلـــكـــم

و نـــضـــرم فـــی قـــلـــب اضـــطـــرابـــا و نـــضـــجـــر

شعر نمبر۱۰۱: مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے۔

اصيـــح و قـــد فـــاضـــت دمـــوعـــی تـــالـــمـــاً

و قـــلـــبـــی لـــكـــم فـــی كـــل انٍ يـــوغّـــر

شعر نمبر۱۰۲: مرزا صاحب نے مصرعہ اول کا ترجمہ غلط کیا ہے (میں آواز کرتا ہوں اور میرے آنسو درد سے جاری ہیں)۔ واو حالیہ ہے عاطفہ نہیں۔ صحیح ترجمہ یوں ہیں: میں چیختا ہوں جب کہ درد سے آنسو جاری ہیں،۔ یہ رونا چلانا بے صبری صفت مذمومہ ہے۔ البتہ درد کے وقت صبر کرنا صفات محمودہ سے ہے۔ عرب بھی روتے تھے اور ان کے آنسو بھی بہتے تھے، مگر کب؟ کسی معشوق کے فرط اشتیاق میں وغیرہ، جیسا کہ امرء القیس کہتا ہے

فـــفـــاضـــت دمـــوع الـــعيـــن مـــنـــی صبـــابة

عـــلـــی الـــنـــخـــر حتـــی بـــل دمـــعـــی مـــحـــمـــلـــی

غالباً یہ مرزا غلام احمد صاحب کا مصرعہ بھی اسی سے ماخوذ ہے۔

فسـل ايهـا الـقـاری اخـاك ابـا الـوفـا

لـمـا يـخـدع الـحـمـقـى و قـد جـاء مـنـذر

شعر نمبر ۱۰۳: اگر جناب مرزا صاحب ہوتے تو میں پوچھتا کہ کیا ہر قاری مولوی ثناء اللہ امرتسری کا بھائی ہے؟ مرزائی بھی؟ ہرگز نہیں۔ مرزا غلام احمد کو یوں فرمانا تھا:

اے مولوی ثناء اللہ کے طرف دار اپنے بھائی ثناء اللہ سے پوچھ۔

کیا دعوی اعجاز اور بلاغت یہی ہے کہ اپنا مطلب بھی ادا نہیں کیا۔ اس کے سوال کا صلہ عن آتا ہے نہ لا م جیسا کہ اس میں سوال کا صلہ لا م ہے

الا رب خـصـمٍ قـد رئيـت وجـدا لـه

و مـا ان رئيـنـا مثـلـه مـن يـزوّر

شعر نمبر ۱۰۴ کا پہلا مصرعہ معلقہ امرءالقیس کے مصرعہ سے ماخوذ ہے

الا رب خصم فيك الوى رددته

ایک ظریف طبع کہہ سکتا ہے کہ شاعر نے اپنے زمانہ میں بہت سے خصم دیکھے مگر مولوی ثناء اللہ ان کا بڑا خصم تھا جس نے ناک میں دم کر ڈالا۔

عـجـبـت لـمـبـحـثـه الـى ثـلـث سـاعة

اكـان مـحـلّ الـبـحـث او كـان ميسـر

شعر نمبر ۱۰۵ کے مصرعہ ثانیہ میں عیب اصراف واجب الاجتناب ہے۔ میسراً ہوگا۔

فـمـا الـخـوف فـى هـذ الـوغـايـا ابـا الـوفـا

ليـمـل حسيـن او ظـفـرا و اصـغـر

شعر نمبر ۱۰۸: اولاً و غی مونث ہے هذه الو غی ہوگا۔ اس وقت مصرعہ کا وزن فاسد ہوگا۔ ثانیاً و غی کا املاء غلط ہے۔ ثالثاً مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے۔

و انی اری فی رأسهم دود نخوة

شعر نمبر ۱۰۹: اور میں ان کے سر میں تکبر کے کیڑے دیکھتا ہوں۔ یہ شعر بھی غالباً مرزا غلام احمد کا ہے اسلئے کہ عرب کے ایسے خیالات نہیں یہ کسی ہندی کا کلام ہے۔

و ان کان شان الامر رفع عندکم
فاین بھذا الوقت من شان جولر

شعر نمبر ۱۱۰ میں دو غلطی ہیں: ۱۔ جولرہ چاہیے، جولر غلط ہے۔ اعلام میں ایسا تبدل درست نہیں۔

۲۔ جولراً منصوب ہوگا کیونکہ شان کا مفعول بہ ہے۔ یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہوتا ہے۔

امیت لقبر الغی لا ینبری لنا
و من کان لیثاً لا محالة یزر

شعر نمبر ۱۱۱۔ عیب اواء ہے۔ یز ء ر ہوگا۔

فقل خذ مزامیر الضلالة و ازمر

شعر نمبر ۱۱۲: (پس کہہ کہ طنبور وغیرہ بجایا کر) اولاً زمر کے معنی گانے کے ہیں نہ بجانے کے،، ثانیاً عیب اقواء ہے

اغلّط اعجازی حسین بعلمه
و ھیئات ما حول الجھول اتسخر

شعر نمبر ۱۱۳ میں میں کئی غلطیاں ہیں۔ ۱۔ مصرعہ خلاف محاورہ ہے۔ ایک ادیب یوں کہے گا :

اغلطنی الحسین فی کتاب الاعجاز

۲۔ غلّط کا ترجمہ، غلطیاں نکالیں، غلط کیا ہے۔ ۳۔ ھیئا ت ،کوئی لفظ نہیں ۔ہاں ھیھا ت اسماء افعال سے ہے۔ ۴۔ ما حو ل الجھو ل اتسخر نحو کی رو سے صحیح نہیں ۔کیونکہ حو ل الجھو ل ظرف ہے تسخر کا ،لہذا منسوب ہوگا نہ مرفوع ۔دوسرے ہمزہ استفہام کو صدر کلام میں ہونا لازمی ہے ۔اور یہاں ظرف اور عامل ظرف کے درمیان میں ہے ۔افسوس ہے جناب مرزا غلام احمد کے اس اعجاز اور بلاغت پر۔

و ان کــــان فـــی شـــیء بـــعـــلـــم حسیـــنـــکـــم

فـــمـــا لك لا تـــدعـــوه و الـــخـــصـــم یـــحـــصـــر

شعرنمبر۱۱۴: مصرعہ اولی محاورہ کے خلاف ہے۔صحیح محاورہ یوں ہے: و ان کا ن فی شیء من العلم حسینکم ۔،

کما قال الحما سی لیسو من الشر فی شیء و ان ھا نا

و نحسبه کالحوت فات بنظمه

شعرنمبر۱۱۵ : اورہم تو اسکو ایک مچھلی کی طرح سمجھتے ہیں۔پس اس کی نظم سن کر، فا ت بنظمه کا ترجمہ ملاحظہ ہو ۔کیا اب بھی معزز ناظرین یہی فرمائیں گے کہ مولف اور مترجم ایک ہی صاحب ہیں۔

مرزا صاحب نے دوسرے مصرعہ میں فرمایا ہے کہ: جب وہ شعر کے بحروں میں سے کسی بحر میں داخل ہوگا تو ہم اس کو شکار کرلیں گے اور پکڑ لیں گے۔۔لیکن مجھے افسوس ہے مرزا کی قسمت پر کہ خود ہی بحر طویل میں شکار ہو گئے

اذا مـــــا ابتـــلاه الـــلـــــه بـــــالارض ســخـــطة

بـــلائـــل قـــــالـــوا مـــکـــــرم و مـــعـــــزر

شعر۱۱۷۔اولاً سخط لفظ صحیح نہ سخطه ،

ثانیاً مرزا صاحب نے جس دلیل سے مدکو شروع قصیدہ میں منصرف کہا ہے اس سے لائـل بھی منصرف ہوگا ۔بلائل بنون چاہیے اس وقت مصرعہ بے وزن ہوگا۔

و مـــــا الـــعـــز الّا بـــــالتـــورع و التـــقـــی

و بـــعـــد مـــن الـــدنیـــا و قـــلـــب مـــطهـــر

شعرنمبر۱۱۸: عیب اقواء ہے۔سوا اس کے مرزا صاحب نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے:

اورعزت تو پرہیز گاروں کے ساتھ ہوتی ہے، اور دنیا سے علیحدہ ہوتے اور دل پاک کرتے ہیں۔،،حضرات ناظرین! ذرا ترجمہ دیکھئے اور داد دیجئے۔اسی لئے میں نے نہایت صحیح عرض کیا کہ مولف اور مترجم میں پچھّم اور پورب کا فرق ہے۔

و ان حيــــات الــغـــــافــليـــن لـــذلة

فســــل زاد الـــصـــــفــــــا او تـــكــــدر

شعر نمبر ۱۱۹ :اولاً حیا ۃ کا املاء صحیح یہ ہے، نہ بتاء طویل۔

ثانیاً تکدّر ماضی مبنی علی الفتح ہے اس میں عیب اصراف واجب الاجتناب ہے

اذا نـــحـــن بـــــارزنــــا فـــايــن حسيــنـــكـــم

و ان كـــنـــت تـــحـــمـــده فـــاعـــلـــن و اخبـــر

شعر نمبر ۱۲۰ میں دو غلطیاں ہیں۔

ا۔مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے۔۲۔عیب اقواء ہے۔ ا خبر ہو گا۔

و ان قـــضــــاء الـــلـــــه مـــــا يـــخـــطـــى الـــفـتـــى

لـــــه خـــــافيـــــات لا يـــــراهـــــا مـــفـــكـــر

شعر نمبر ۱۲۴:یـرا سے اگر رؤیت عینی مراد ہے تو مفکر کا کام تو فکر ہے، نہ آنکھوں سے دیکھنا۔اور اگر افعال قلوب سے یـری ہے تو اس کا دوسرا مفعول جس کا ذکر ضروری ہے، ندارد۔علاوہ اسکے یـر ی کا املاء غلط،اس پر مصرعہ اولے ماخوذ ہے طرفۃ بن العبد کے مصرعہ سے: لعمرك ان الموت ما اخطأ الفتى

فيســـقـــونـــــه مـــــاء الـــطـــهـــارـــة و الــتـــقـــى

نسيـــم الـــصـبـــا تـــاتـــى بـــريـــا يـــعـــطـــر

شعر نمبر ۱۲۷: دوسرا مصرعہ ماخوذ ہے امرء القیس کے مصرعہ ثانیہ سے۔پورا شعر یوں ہے

اذا قـــــامتـــــا تـــضـــوع الـــمسك مـــنـهـــمـــــا

نسيـــم الـــصبـــا جـــاء ت بـــريـــا الـــقـــرنـقـل

اور اخذ میں کوئی بات بھی نہیں۔

ثانیاً بر یا مونث ہے۔ و الر یا الرا ئحة الطيبة تعطر چاہیے

ثــــلاثة اشـــــخــــاصٍ بــــــه قــــد رأيتهـــم

و مــــنهــم الهــی بــخـــش فــــاســمــع و ذكــر

شعر نمبر ۱۳۲: عیب اقواء ہے

و كيف تـــــرى نـــفـــس حــــقيـــقة و حيـــنـــا

يـــصـــر عـــلـــى كـــذب و بــــالسوء يــجهــر

شعر نمبر ۱۳۷: نفس مونث ہے تصر و تجهر چاہیے

و ان كـــنـــت كـــذابــــاً كــمـــا هـــو زعـــمـكـم

فـــكـيـــدوا جـــميـــعــــاً و لا تستـــــاخــــر

شعر نمبر ۱۳۸: مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے ہاں تتا خر، اگر اس کی جگہ ہوتو وزن صحیح ہوگا

عـــقــرت بـمـــدٍ صــحبتـــى يـــا ابـــا الـــوفـــا

بســـــبّ و تــــوهيـــن فـــــربـــى سيـــقهـــر

شعر نمبر ۱۴۰: (پس میرا خدا عنقریب غالب ہوگا)۔ کیا مرزا صاحب کا خدا پہلے سے مغلوب ہے جو بعد میں غالب ہوگا۔ کیا مرزا پر اسی مغلوب خدا کی وحی آتی ہے۔

اليك اردّ محامدى ردت كلها

شعر نمبر ۱۴۲: اولاً وزن فاسد۔ تقطیع اليك فعول۔ اردّ محا۔ مفاعلتن۔

ثانیاً رد ت کا ترجمہ: میں قصد کرتا ہوں، غلط ہے۔ صحیح ترجمہ یوں ہے، میں نے طلب کیا۔

و لـــو كـــنـــت كـــذابـــاً لـــمـــا كـــنـــت بـــعـــده

كـــمثـــل يهـــودى و مــــن يتـــنـــصـــر

شعر نمبر ۱۴۴: ترجمہ، اور اگر میں جھوٹا ہوں تو پھر اس کے بعد میں ایک یہودی اور مرتد نصرانی کے مانند بھی نہ ہوتا ۔، سچ ہے، جادو وہ جو سر پہ چڑھ کے بولے۔ یہاں تو صحیح بات زبان سے بے اختیار نکل گئی اور مرزا صاحب نے اپنے یہودی اور نصرانی ہونے کا اقرار کر ہی لیا۔ کیونکہ اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ میں چونکہ جھوٹا نہیں اس

لئے یہودی اورنصرانی ہوں اور یہ اس لئے کہ حرف لو جو شرط کے لئے ہے وہ اگر ماضی پر آئے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ جزا نہیں پائی گئی کیونکہ شرط نہ تھی۔اور مرزا صاحب کے شعر میں جزا منفی ہے جیسا کہ ترجمہ سے بھی ظاہر ہے،تو منفی کا انتفاء نبوت ہوگا۔یعنی مرزا صاحب کا یہودی ونصرانی ہونا تو حاصل یہ ہوا کہ مرزا صاحب یہودی اورنصرانی ہیں کیونکہ جھوٹے نہیں

ولـــكـــنـــنـــى مـــن امـــر ربـــى خـــلـيـــفة

مسيـــح ســـمـــعتـــم وعـــده فتـــفـــكـــروا

شعر نمبر۱۴۵:مسیح موصوف ہے اور سمعتم وعدہ اس کی صفت۔اب اگر وعدہ کی ضمیر رب کی طرف ہوتو خلاف قاعدہ نحو ہے۔کیونکہ ایسے جملہ میں ایسے ضمیر کا ہونا ضرور ہے جو موصوف کی طرف راجع ہو اور بلا ضمیر کے جملہ صفت نہیں ہوسکتا۔اوراگر وعدہ کی ضمیر کا مرجع مسیح ہے تو مسیح موعود ہے نہ وعدہ کرنے والا

من القول قول نبينا فتدبروا

شعر نمبر۱۴۶ میں مصرعہ دوم بے وزن ہے

و من يكتمن شهادة كان عنده

شعر نمبر۱۴۸ میں پہلا مصرعہ اولاً بے وزن۔ثانیاً کـــا ن میں ضمیر مذکر ہے جو شہادت مونث کی طرف پھیری گئی ہے

فلا تجعلوا كذباً عليكم عقوبة

شعر نمبر۱۴۹ میں اگر ذال کو کـذ با میں ساکن پڑھیں تو وزن صحیح،لفظ غلط،اور متحرک پڑہیں تو لفظ صحیح وزن فاسد ہوگا۔

تـــركـــت طـــريـــق كـــرام قـــوم و خـــلـــقهـــم

هـــجـــوت بـــمـــدٍ عـــــامـــداً لتـــحـــقّـــر

شعر نمبر۱۵۰ میں اولاً مصرعہ اولی بے وزن ہے ثانیاً لتحقر ہوگا عیب اصراف واجب الاجتنا ب ہے

فجئت خصيماً ايها المستكبر

شعر نمبر ۱۵۲: بے وزن ہے المتکبر کہیے، وزن اور معنی دونوں درست ہو جائیں گے

و تلعن من هو مرسل و موقّر

شعر نمبر ۱۵۳ کے مصرعہ ثانی کا وزن فاسد ہے

و كل امرء من قوله يستفسر

شعر نمبر ۱۵۴ مصرعہ ثانی کا وزن صحیح نہیں۔

صبرنا على سبب به آذيتنا

و لكن على ما تفترى لا نصبر

شعر نمبر ۱۵۵ کے دونوں مصرعہ بے وزن ہے۔ مصرعہ ثانیہ کی یوں اصلاح ہو سکتی ہے

و لكن على ما تفترى كيف نصبر

و لو كنت كذابا شقياً لضرنى

عداوة قومٍ كذبونى و كفروا

شعر نمبر ۱۵۷: کیا مرزا صاحب نے تاریخ ملاحظہ نہیں فرمائی۔ ہم سے سنو۔ حضرت آپ سے پہلے بہت سے جھوٹے گذرے ہیں اور اہل اللہ نے ان سے مخالفت کی، عداوت کی، مگر ان کے سر میں درد بھی نہ ہوا، تو کچھ تعجب نہیں کہ آپ بھی جھوٹے ہیں اور عداوت سے آپ کو کوئی نقصان نہیں ہوا۔ اس کے سوا پہلا مصرعہ ماخوذ ہے ایک شاعر کے مصرعہ سے :فلو كنت رغدا فى الرجال لضرنى

علىّ و كيف رموا سهاما و جمّروا

شعر نمبر ۱۵۸ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے

رموا كل صخر كان فى اذيالهم

بغيظ فلم اقلق و لم اتحير

شعر نمبر ۱۵۹: مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے اور ثانیہ میں عیب اقواء ہے لم ا تحیر ہوگا

و القى من سبّ الىّ الخنجر

شعر نمبر ۱۶۰: اولاً القاء الخنجر محاورہ نہیں، ثانیاً قافیہ کو خنجر پڑھیں تو وزن غلط اور خناجر پڑھنے میں عیب سناد التاسیس ہے

و قــالــوا كــذوب مــفــنــد غيــر صــادق

فــقــلــنــا اخسـؤا ان الــخــفــايــا سيــظهــر

شعر نمبر ۱۶۱ واقعی الہامی ہے۔ کیونکہ اس میں پیش گوئی ہے کہ مخفی حقیقت ظاہر ہو جائے گی۔ سچ یہ ہے کہ کذاب جھوٹا، سچے کے روبرو ہلاک ہو گیا، تو پھر آگے کیا رہ گیا۔ وہ راز طشت از بام ہو گیا۔

و سموّن دجالاً و سمون ابتر

شعر نمبر ۱۶۲۔ ابتر مفعول ہے اسلئے منصوب ہوگا یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہوا

عليّ حضوا زمع الاناس و ثوّروا

شعر نمبر ۱۶۵: حضو کوئی لفظ نہیں۔ البتہ حضّو صحیح ہے اور یہی مقتضائے مقام ہے لیکن اس وقت وزن فاسد ہے۔

انب و اتق الله المحاسب و احذر

شعر نمبر ۱۶۷۔ عیب اقواء ہے و ا حذر ہوگا

و لا تهلك الدنيا عن الدين و الهوى

شعر نمبر ۱۶۸: اس میں تعقید ہے کیونکہ اصل عبارت یوں ہے

لا تهلك الدنيا و الهوى عن الدّين

یوں کہیے:

و لا تلهكم عن ذكره الحرص و الهوى

و لا تــحــســب الــدنيــا كــنــاطف نــاطــفــى

اتــدرى بــلــيــل مســرــة كيف تــصبــح

شعر نمبر ۱۶۹: مرزا صاحب نے پہلے مصرعہ کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

اور دنیا کو شیرینی کی طرح مت سمجھ جو شیرینی بنانے والا تیار کرتا ہے۔

صرف یہی شعر شاعر کی جہالت کا عمدہ نمونہ ہے۔اس میں تین غلطیاں ہیں

ا۔ناطف کے معنی شیرینی اور شیرینی بنانے والے کے کس لغت میں ہیں۔اور پھر ناطفی میں یا کیسی ہے۔کیا یائے نسبت ہے؟۔یہ واقعی مرزا صاحب کی جدت ہے کہ الہام سے ایک لفظ گڑھ لیا،اور یائے نسبت لگا کر شیرینی بنانے والے کے معنی بنالئے۔سبحان اللہ! علاوہ اس کے ناطفی پر تنوین پڑھیں تو وزن فاسد،ورنہ خلاف نحو ہے۔

۲۔دوسرے مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔

۳۔قصیدہ رائیہ،قافیہ حائیہ۔فیا للجهل ۔اس عیب کو علم القوافی میں اجارۃ کہتے ہیں سخت ترین عیب اور واجب الاجتناب ہے

مسیحاً یحطّ من السماء و ینذر

شعر نمبر ۱۷۱۔مصرعہ دوم کا بے وزن ہے

و لله درّ مذكّرٍ قال انه

شعر نمبر ۱۷۲:مصرعہ اول کا وزن فاسد ہے

احادیث و القرآن تلغی و تهجر

شعر نمبر ۱۷۳:اولاً قرآن مذکر ہے یلغی و یهجر چاہیے۔ثانیا یہ جملہ صحیح نہیں کیونکہ اگر واؤ عاطفہ ہو تو کوئی معطوف علیہ نہیں۔اور حالیہ ہو تو کوئی ذو الحال نہیں۔

نبذتم كلام الله خلف ظهوركم

تركتم تقيناً الظنون ففكروا

شعر نمبر ۱۷۴:اولاً خلف ظهوركم اہل عرب کا محاورہ نہیں۔یہ پس پشت کا ترجمہ ہے جو اردو کا محاورہ ہے۔ ثانیاً ترك کا صلہ لام کے ساتھ نہیں آتا۔سند پیش کیجئے

مدار نجات الناس یا متکبّر

شعر نمبر ۱۷۵: نجاۃ چاہیے۔ املاء غلط ہے

فهل بعده نحو الظنون نبادر

شعر نمبر ۱۷۶: قافیہ میں عیب سناد التاسیس ہے۔

و فاضت دموع العين منى تالماً

شعر نمبر ۱۷۷: اولاً یہ مصرعہ مکرر ہے۔ گذشتہ ایک شعر میں یوں ہے

اصيح و قد فاضت دموعى تالماً

ثانیا ماخوذ ہے امرء القیس کے مصرعہ اولی سے ۔

ففاضت دموع العين منى صبابة

على النحر حتى بل دمعى محملى

لیکن اخذ بھی قبیح بلکہ اقبح ہے۔ امرء القیس تو یوں کہتا ہے کہ

یہاں تک آنسو جاری ہوا کہ سینہ تر ہو گیا بلکہ پرتلا بھیگ گیا،

اس پر صبابہ اور دموع کی مناسبت کلام کتنا مقتضائے حال کے مطابق اور کس قدر بلیغ ہے۔ بخلاف مرزا صاحب کے کہ فرما دیا۔ درد سے آنسو بہہ گیا۔، یہ اس سے کم نہیں:

چشمان تو زیر ابروانند۔ دندان تو جملہ در دہانند

اسی کے ساتھ تالم اور دموع کی رکاکت بھی ملاحظہ ہو۔

عليك شطائب جاهلين و ثوروا

شعر نمبر ۱۷۸ بے وزن ہے سوا اس کے الجاھلین معرف باللام چاہیے نکرہ مقصود نہیں

و قد كان صحف قبله مثل خادج

فجاء لتكميل الورى ليعزر

شعر نمبر ۱۸۳: پہلے مصرعہ کا ترجمہ مرزا صاحب قادیانی یوں کرتے ہیں

اور اس سے پہلی کتابیں اس اونٹنی کی طرح تھیں جو قبل از ولادت بچہ دیتی ہیں۔

اس میں تین غلطیاں ہیں۔۱۔ صــــحف جمع صحیفہ کی ہے۔اگر صحیح بضم حاپڑھیں تو وزن فاسداور بسکون حا پڑھیں تو وزن صحیح مگر لفظ غلط۔۲۔ترجمہ دیکھئے،قبل از ولادت بچہ دیتی ہیں، سبحان اللہ کیا کہنا ہے ترجمہ ہوتو ایسا ہو وجود الشیء قبل الشیء اسی کو کہتے ہیں۔یوں کہیے قبل از وقت بچہ دیتی ہیں۔۳۔لام کے بعد ان مقدر ہوتا ہے قافیہ لیعذر ہوگا یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہے۔

بـــلـيـــل كـــمـــوج البـــحـــر ارخـــى ســدولـــه

تـــجـــلّـــى و ادرى كـــل مـــن كـــان يبـــصـــر

شعر نمبر۱۸۴:مصرعہ اولی بعینہ امرء القیس کا ہے مرزا غلام احمد صاحب نے واؤ کی جگہ با لکھدیا ہے۔امرء القیس معلقہ میں کہتا ہے

و ليـــل كـــمـــوج البـــحـــر ارخـــى ســدولـــه

عـــلـــىّ بـــانـــواع الهـــمـــوم ليبتـــلـــى

مرزا صاحب کے شعر میں کئی غلطیاں ہیں

۱ سرقہ ہے اور سرقہ بھی ایسا کہ ایک حرف سے راس المال کی صورت ہی مسخ کردی ہے

۲۔ ار خی جب اسدل یعنی چھوڑنے کے معنی میں آتا ہے تو اس کا صلہ علی سے لاتے ہیں۔ یقال ار خی الستر علی معا یبه۔جیسا کہ امرء القیس نے ار خی سدو له علیّ کہا۔

۲۔ بـلـيل کس کے متعلق ہوگا۔اگر جاء ماسبق کے متعلق ہے،تو متعدی ہوگا اور اس وقت معنی فاسد ہوں گے۔ معنی یہ ہونگے کہ:قرآن تاریکی کو لایا (نعوذ باللہ)۔

۳۔سوا اس کے جـــاء اور اسکے متعلق میں لیـــعـــزر کے فصل سے تعقید ہوگی جو خلاف فصاحت ہے۔۴۔ دوسرے مصرعہ میں عیب اقواء ہے۔۵۔دوسرے مصرعہ میں تجلی کا ترجمہ مرزا غلام احمد صاحب نے روشن کر دیا،کیا ہے جو غلط ہے،روشن ہوا چاہیے

لقوم هذى لا بارك الله مدهم

شعر نمبر۱۸۶:بے وزن ہے

كقِدرٍ يجوش و ليس فيه تدبر

شعر نمبر ۱۸۷: اولاً وزن فاسد ہے۔ ثانیاً قدرِ مونث ہے یجو ش و لیس فیها چاہیے ۔ ثالثاً تجیش چاہیے۔ جا شت القدر تجیش جیشاً و جیو شاً و جیشا نا غلت ۔ اور جا ش الر جل یجو ش جو شا سا ر ا اللیل کله ۔ اس لئے یجو ش القدر بالکل غلط ہے۔ یوں کہہ دیجئے کہ

كقدر تجيش و ليس فيها تدبر

وزن کے سوا اور صحیح ہے۔

فلا تبشروا بالنقل يا معشر العداء

شعر نمبر ۱۹۲: العدی چاہیے املاء غلط ہے۔

فكل بما هو عندك يستبشر

شعر نمبر ۱۹۴: ایک مصرعہ میں دو جگہ فساد وزن ہے

و لست كمثلك فى الظنون مقيداً

شعر نمبر ۱۹۹: بے وزن ہے

سقانى من الاسرار كاساً روية

شعر نمبر ۲۰۳ کا یہ مصرعہ ماخوذ ہے شاعر کے اس مصرعہ سے

سقاك بها المامون كاساً روية

و قد جاء فى القرآن ذكر فضائلى

و ذكر ظهورى عند فتنٍ تترو ا

شعر نمبر ۲۰۷: دوسرا مصرعہ بے وزن ہے۔ علاوہ اسکے یہاں مرزا صاحب نے اپنے فضائل اور ذکر ظہور کو قرآن میں آنا بیان فرمایا ہے۔ بے شک ہوسکتا ہے لیکن ویسا ہی ہوگا جیسا کسی مجیب ظریف نے ایک مستفتی فرائض کے جواب میں یوں گل فشانی کی تھی کہ: سوا ماں کے اور کسی کو کچھ نہ ملے گا کیوں قرآن میں ماں کا سب، آیا ہے۔ یہ نعوذ باللہ، ما کسب کی خرابی ہے۔ اس کے بعد کئی شعر مدعی رسالت نے اپنے لغو دعوی اور بڑائی اور

فخر میں کہے ہیں۔

و اروت حدائقنا عیون تنضّر

شعر نمبر ۲۱۲ کے مصرعہ دوم کا وزن فاسد ہے۔

تـکـدر مـاء الســابـقـیـن و عیـنـنـا
الـی آخـر الایـام لا تتـکـدر

اولاً شعر نمبر ۲۱۲ مکرر ہے۔ بعینہ یہ شعر پہلے سے موجود ہے۔ مجھے مرزا کے سوءحفظ پر تعجب ہے کہ ایک قصیدہ میں کئی جگہ تکرار ہے۔ شاید حافظہ نباشد کی مثل یاد نہیں۔

ثانیاً ماء المرء منی کو کہتے ہیں۔ ماء المرء ما وا فق یقطر۔ اب سمجھ لو کہ ماء السا بقین کے کیا معنی ہیں اور شعر کے معنی کیا ہوئے۔

ثالثاً مرزا صاحب تکدر کا ترجمہ، خشک ہو گئے، فرماتے ہیں، غلط ہے۔ بلکہ تکدر کے معنی گدلا ہونے کے ہیں۔ سوا اس کے کس قدر سوءادبی ہے کہ فرماتے ہیں کہ، پہلوں کا پانی مکدر ہو گیا اور ہمارا پانی اخیر زمانہ تک مکدر نہیں ہوگا۔ یعنی مرزا صاحب کی شریعت طبع زاد تمام ادیان کی ناسخ ہے۔ اس کی اصلاح یوں کر لیجئے

و جـفّـت نهـور الســابـقـیـن و عیـنـنـا
و انـی لشـر الـنـاس ان لـم یـکـن لهـم

جزاء اهانتهم صغار یصغر

شعر نمبر ۲۱۵: دوسرے مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔

و ابغی حیاتا ما یلیها تکبر

شعر نمبر ۲۱۶: حیا ۃ کا املاء غلط ہے

فـلـمـا اجـزنـا سـاحة الـکـبـر کـلهـا
اتـانـی مـن الـرحـمـن وحـی یـکـبـر

شعر نمبر ۲۱۸: مصرعہ اولی امرء القیس کے مصرعہ سے ماخوذ ہے اور اخذ میں کوئی بات بھی نہیں۔ معلقہ میں اس کا پورا شعر یوں ہے ۔

فلما اجزنا ساحة الحی و انتحی
بنا بطن خبتٍ ذی حقاف عقنقل

اذا قیل انك مرسل خلت اننی

شعر نمبر ۲۱۹: وزن فاسد ہے۔ اس کے سوا ماخوذ ہے طرفہ کے اس شعر سے

اذا القوم قالوا من فتیً خلت و اننی
عنیت فلم اکسل و لم اتبلد

مگر مجھے جناب مرزا غلام احمد صاحب کی قسمت پر افسوس ہے کہ اخذ میں میں سوا فساد وزن کے اور کچھ نہ ملا۔

عجبت لهم فی حربنا .. الخ

و قضّو مطاعن بینهم ثم اصدرو
الینا الاسنة و الخناجر شهّروا

شعر نمبر ۲۲۴ میں چار غلطیاں ہیں:

۱۔ قضّوا بتشد دضاد کے معنی، ایک مدت کرتے رہے،۔ کس لغت میں ہیں۔

۲۔ ا صدر ا لا سنة الینا۔ اہل عرب کا محاورہ نہیں۔ البتہ محاورہ یوں ہے۔ سنّ فلا نا ای طعنه با لسنا ن ۔ ۳،۴۔ دونوں مصرعوں کا وزن فاسد ہے۔

علی الحمق جیّاشون من غیر فطنة
کما زلّت الصفواء حین تکوّر

شعر نمبر ۲۲۲۔ سبحان یہاں مؤلف قصیدہ نے تعجب خیز چالاکی سے امرء القیس کے دو شعر کو خوب توڑ مروڑ کر مسخ کر کے ایک شعر بنالیا ہے۔ وہ دونوں شعر یہ ہیں۔ امرء القیس معلقہ میں اپنے گھوڑے کی تعریف کرتا ہے

کمیت یزل اللبد عن حال متنه

کما زلّت الصفواء بالمتنزل

علی الذّیل جیاش کانّ هتزامه

اذا جاش فیه حمیه غلی مرجل

اولاً اخذ قبیح ہے کیونکہ امرء القیس گھوڑے کی تعریف میں کہتا ہے کہ بسبب موٹائی اور چکنائی کے زین اس کی پیٹھ سے اس طرح پھسلتی ہے جیسے بارش چکنے پتھر سے۔ سبحان اللہ! کیسی تشبیہ ہے، اور مرزا صاحب احمقوں کی تشبیہ میں فرماتے ہیں کہ جس طرح چکنا پتھر جلد نیچے کو آتا ہے۔ واہ صاحب! آپ کی بات نئی، کات نئی، گھات نئی۔

ثانیاً مصرعہ ثانیہ کا ترجمہ مرزا صاحب یوں فرماتے ہیں:

جیسا کہ ایک صاف پتھر نیچے پھینکنے سے جلد تر نیچے کو پھسل جاتا ہے، جس پر خط کھینچ دیا گیا ہے وہ کن الفاظ کے معنی ہیں؟ نہیں صاحب یہ المعنی فی بطن الشاعر ہے

ثالثاً محاورہ یہ ہے تکوّر الشیء تکوراً ای سقط۔ نہ کوّر اس وقت تکوّر ماضی مبنی علی الفتح ہوگا اور یہ اصراف واجب الاجتناب ہوا۔

فما زلت اسقیها و اسقی بلادها

من المزن حتی عاد حیر مدعثر

شعر نمبر ۲۲۹: اولاً عبارت یوں چاہیے۔ عاد (الحدیقة) حیر مدعثراً۔ اور لطف یہ ہے کہ جر کی صفت مد عثر بالکل خلاف بلاغت ہے۔

ثانیاً اب عیب اصراف واجب الاجتناب ہوا۔

و جاشت الیّ النفس من فتنة العدا

شعر نمبر ۲۳۰: اولاً یہ مصرعہ مسروق ہے طرفہ کے اس مصرعہ سے،

و جاشت الیه النفس خوفاً و خاله

ثانیاً جا شت النفس بمعنی غثت آتا ہے جا شت الی النفس نہیں آتا۔

ماسوااس کے العدی کا املاء غلط ہے اس پر جا شت الی النفس کا ترجمہ، میرا دل نکلنے لگا، مضحکہ خیز ہے۔

و قـــد کـــان بـــاب الـــلـــد مـــرکـــز حـــربهـــم
کـــلام مـــضـــل لا حســـام مشهّـــر

شعر نمبر ۲۳۲: مولف اور مترجم کی مثل یہ ہے، من چہ می سرائم وطنبورہ من چہ می سرائد۔

اس کا ترجمہ مرزا صاحب یوں کرتے ہیں: ان کا طرز جنگ صرف، زبانی خصومت، تھی۔، یعنی محض گمراہ کرنیوالی باتوں کو پیش کرتے اور، مذہب کیلئے، تلوار کی لڑائی نہ تھی ۔ترجمہ میں قوموں کے درمیان الفاظ ہیں وہ کن الفاظ کا ترجمہ ہیں۔علاوہ اسکے کلام مضل کو ماقبل سے کیا تعلق ہے ہاں یعنی کے لفظ سے معلوم ہوتا ہے کہ با ب اللد کی تفسیر ہے اگر یہ ہے تو اولاً حرف تفسیر ندارد، ثانیاً مفسِر اور مفسر میں خبر کا ن کا فصل کیسا؟

فـــوافیـــت مـــجـــمـــع لـــدهـــم و قتـــلهـــم
بـــضـــرب و لـــم اکســـل و لـــم اتـــحســـر

شعر نمبر ۲۳۳ میں دو غلطی ہیں۔مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔۲۔مصرعہ ثانیہ میں عیب اقواء ہے۔علاوہ اس کے یہ مصرعہ طرفہ کے مصرعہ کی ایک حد تک نقل ہے

دعیت فلم اکسل و لم اتبلد

و انی انا الموعود و القائم الذی۔ الخ

شعر نمبر ۲۳۴:۔ ..ترجمہ: اور میں مسیح موعود اور وہ امام قائم ہوں ، جو زمین کو عدل سے بھرے گا اور ویران جنگلوں کو پھلدار کرے گا۔

افسوس ہے کہ نہ تو مرزا صاحب کے عدل سے زمین بھر گئی اور جنگل پھلدار ہوئے۔ہاں اتنا ہوا کہ مسلمانوں کی جماعت میں پھوٹ ڈال کر اور تمام امت کو کافر بنا کر اپنی ڈیڑھ اینٹ کی مسجد الگ کھڑی کر لی۔

الی ساعد یجری الدماء و یندر

شعر نمبر ۲۴۲: یندر کا ترجمہ مرزا صاحب، سر کو بدن سے الگ کر دیتا ہے، کرتے ہیں۔ شاید یہ حضرت کا ایجاد بندہ ہو۔ عربی کا محاورہ یوں ہے : ضرب یده بالسیف فا ندر ها ای اسقطها

و امـــا اذا اخــذ الــكــمـــي مــفــقـــرا
كــفــى الــعــود مــنــه البدء ضــربــا و يــنــحــر

شعر نمبر ۲۴۴۔ اولاً، مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔

ثانیاً، مصرعہ ثانیہ ماخوذ ہے طرفہ کے مصرعہ ثانیہ ہے۔ پورا شعر یوں ہے

حســـام اذا مـــا كــنـــت مــفــتــقـــرا بــــه
كــفــى الــعـــود مــنـــه البــدء ليـــس بــمــقــعــد

فيـــا اســـقـــا ايـــن الـتـــقـــات و ارضهـــا
و انـــى ارى فســقـــا عـــلـــى الــفســق يــظهـــر

شعر نمبر ۲۴۶ میں التقات کا املاء غلط ہے صحیح املاء التقاة ہے

و دمعى بذكر قصور يتحدر

شعر نمبر ۲۴۹ کے اس مصرعہ دوم کا وزن فاسد ہے

و ارخى سديل البغى ليل مكدر

شعر نمبر ۲۵۰: لیل مکدر بمعنی تاریک رات، عرب کا محاورہ نہیں۔ کیا یہ بھی کوئی الہام لغوی ہے؟ اسکے سوا قبل ازیں، بليل كموج البحر ار خى سدو له ، موجود ہے اسلئے مکرر ہوا۔

ارى الفاسقين و مفسدين و زمرهم

شعر نمبر ۲۵۲: زمرہ کی جمع زمر ہے جسکے معنی افواج ہیں۔ اگر صحیح بفتح میم پڑھیں تو وزن فاسد۔ اور بسکون میم پڑھیں تو وزن صحیح اور لفظ غلط ہوگا۔

اری عیـن دیـن الـلـه منهم تـکـدرت

بهـا الـعیـن و الارام تـمشـی و تـعبـر

شعرنمبر ۲۵۳: دوسرا مصرعہ زہیر بن ابی سلمی کے اس شعر سے لیا گیا ہے:

بهـا الـعیـن و الارام یـمشیـن خـلـقة

و اطـلاؤهـا یـنهـضـن مـن کـل مـجثـم

فلما طغی الفسق المبید بسیله

شعرنمبر ۲۵۴: طغی کا صلہ با سے نہیں آتا۔ کوئی سند ہو تو پیش کیجئے

و مـا هـمهـم الا لـحـظ نـفـوسهـم

و مـا جهـدهـم الا لـحـظّ یـوفّـر

شعرنمبر ۲۵۵: دوسرے مصرعہ میں حظ کو معرف باللام لانا تھا کیونکہ اس سے پہلے مصرعہ اولی میں حظ نفسانی کا ذکر آ چکا ہے

و کیف و ان کـان اکـابـر الـقـوم کـلهـم

عـلـی حـراص و الـحسـام مشهّـر

شعرنمبر ۲۶۳: مصرعہ اولی بے وزن ہے۔ اور مصرعہ ثانیہ ماخوذ ہے امرء القیس کے مصرعہ سے۔ اس کا پورا شعر یوں ہے (معلقہ)

تـجـاوزت احـراسـاً الیهـا و مـعشـر

عـلـی حـراصـاً لـو یسـرون مـقتـلـی

و قد ذاب قلبی من مصائب دیننا

شعرنمبر ۲۶۸: ذا ب قلبی محاورہ ذا ب الر جل و ذا ب قلبه حمق۔ آیا ہے جس کے معنی احمق ہوا۔

شعر ۲۷۰۔

وعندی دموع قد طلعن الماقیا

الدموع طلعن المآقیا، خلاف محاورہ اور خلاف نحو ہے

وکیف عصوا واللہ لم یدر سرّھا

وکان سنا برقی من الشمس اظھر

شعر نمبر ۲۷۸ کے پہلے مصرعہ میں سرہ ہونا چاہیے کیونکہ ضمیر عصیان کی طرف پھرتی ہے اور دوسرے مصرعہ میں عیب اصراف واجب الاجتناب ہے اسلئے کہ اظھر کان کی خبر ہے منصوب ہوگا

وکان الاقارب کالعقارب تأبر

شعر نمبر ۲۷۹ کے اس مصرعہ کا وزن فاسد ہے

من ذایر دینی اذا اللہ ینصر

شعر نمبر ۲۸۲: مراداۃ کے معنی سنگ اندازی کے ہیں جب کہ صلہ عن ہو بغیر اسکے نہیں

یظنون انی قد تقولت عامداً

بمکر و بعض الظن اثم و متکبر

شعر نمبر ۲۸۴: تقول بمکر نہیں آتا تقول علیہ محاورہ ہے۔ یعنی با کے ساتھ اس کا صلہ نہیں آتا۔ علی سے آتا ہے۔ اس کی اصلاح یوں ہوسکتی ہے

علیہ و بعض الظن اثم و متکبر

امکفر مھلا بعض ھذا التھکم

وخف قھر رب قال تقف فاحذر

شعر نمبر ۲۸۷ کا پہلا مصرعہ مسروق ہے امرءالقیس کے مصرعہ سے۔ اسکا شعر یوں ہے:

افـــــاطـــم مهـــلا بـــعـــض هـــذا التـــذلـــل

و ان كـــنـــت قـــد ازمـــعـــت صـــرحـــی فـــا جـــمـــلـــی

مصرعہ ثانیہ میں عیب اقواء ہے

و کـــم مـــن عـــدوٍ کـــان اکبـــر الـــعـــدا

فـــلـــمـــا اتـــانـــی صـــاغـــرا صـــرت اصـــغـــر

شعر نمبر ۲۹۱ میں صرت کی خبر ہونے کی وجہ سے اصغر منصوب ہوگا یہی عیب اصراف ہے اس کے سوا العدی کا املاء غلط ہے۔

وان تطلبنی فی المیادین احضر

شعر نمبر ۲۹۴ کے اس مصرعہ میں عیب اقواء ہے۔ احضر ہوگا۔

اری الـــصـــالـــحیـــن یـــوفّـــقـــون لـــطـــاعـــتـــی

و امـــا الـــغـــوی فـــفـــی الـــضـــلالة یـــقـــبـــر

شعر نمبر ۲۹۹ کے دونوں مصرعوں کا وزن فاسد ہے۔

و من یك ذا فضل .. الخ

شعر نمبر ۳۰۲: ذوفضل کے معنی صاحب فضل اور فضل کرنے والے کے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کا ترجمہ، فضل الٰہی کیا ہے، جو غلط ہے

اذا ما عمی یوما بآخر ینظر

شعر نمبر ۳۰۳: عمی کے میم کو مفتوح پڑھیں تو وزن صحیح مگر لفظ غلط، اور مکسور پڑھیں لفظ صحیح مگر وزن فاسد ہوگا۔ افسوس ہے کہ بایں دعوی اعجاز و بلاغت صیغہ بھی نہیں معلوم، جسے میزان خوان بھی جانتے ہیں۔

أری الظلم یبقی فی الخراطیم وسمه

شعر نمبر ۳۰۵ کے اس مصرعہ میں دو غلطیاں ہیں۔

ا۔ فی کے ساتھ نہ تو یبقی کا صلہ آتا ہے اور نہ وسم کا، چنانچہ قرآن مجید میں وسم کا صلہ علی کے ساتھ آیا ہے سنسمه علی الخر طو م ۔اور شائد اسی محاورہ کو شاعر نے خراب کیا ہے۔۲۔ترجمہ کو دیکھئے خرا طیم جمع خر طو م کا ترجمہ واحد کر کے ناک کر دیا۔اور وسم واحد کا ترجمہ جمع کر کے علامتیں کر دیا

فکم من بلاد تهلكن و تجذر

شعر نمبر ۳۰۸: نون ثقیلہ کا دخول چونکہ استقبال کے لئے مخصوص ہے اور یہاں بمعنی حال ہے اس لئے تہلکن پر نون ثقیلہ کا لانا صحیح نہیں۔

تری کیف ترقی و الحوادث جمّة

شعر نمبر ۳۱۱ جمة بمعنی جمع نہیں آتا۔مرزا نے جمه کا ترجمہ جمع کیا ہے۔غلط ہے

ايا شاتماً لا شاتم اليوم مثلكم

و ما ان اری فی کفکم ما يبطر

شعر نمبر ۳۱۳ کے مصرعہ اولی میں شا تم سے علی حائری مراد ہیں تو شا تماً منادی پر تنوین صحیح نہیں۔شاتم بلا تنوین کہنا چاہیے۔مصرعہ ثانیہ بے وزن ہے

فما نالكم من خبره يا معذر

شعر نمبر ۳۱۵ میں اگر یہ لفظ معذر ہے جیسا کہ ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے، اے مبالغہ کرنے والے ،تو وزن غلط ہے اور معذِر ہے تو وزن صحیح مگر ترجمہ غلط ہے اس لئے کہ اس کا ترجمہ، جھوٹے عذر کرنے، ہیں۔

تطيب و من ماء العذابة تطهر

شعر نمبر ۳۱۶: الماء العذ ب آتا ہے۔ ماء العذا بة غلط ہے۔سند پیش کیجئے۔

ثانیاً طہارت کے لئے طاہر پانی چاہیے نہ کہ صاف غیر طاہر۔افسوس نبی صاحبِ شریعت کو یہ مسئلہ بھی معلوم نہیں

و افضل ما فطر القدير و يفطر

شعر نمبر ۳۱۷ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے

تفطرن لو لا وقتها متقرر

شعر نمبر ۳۲۴ میں متقررة چاہیے اس لئے کہ خبر ہے وقتها کی

لناجنة سبل الهدى ازهارها

شعرنمبر ۳۲۸ کے اس مصرعہ کا وزن فاسد ہے

فاني اؤيد كل آن و انصر

شعرنمبر ۳۳۱ کے اس مصرعہ کا وزن صحیح نہیں

اربى و اعصم من ليام تنمّروا

شعرنمبر ۳۳۳ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے۔

و اوعدنى قوم لقتلى من العدا

شعرنمبر ۳۳۶ کے اس مصرعہ میں دو غلطیاں ہیں۔

۱۔ او عد نى تقبلى چاہیے ۔فى اللسا ن و اذا اد خلوا الباء لم يكن ا لا فى الشر كقو لك او عد ته با لضر ب

و فى اقر ب الموا رد يقا ل او عد نى با لسجن اى هدّو نى با لسجن ۔

۲۔ العدى کا املاء غلط ہے۔

لانذر قوماً غافلين و اخبر

شعرنمبر ۳۳۸ کے مصرعہ دوم میں یہ غلطی ہے :ل کے بعد ان مقدر ہوتا ہے ا خبـــــر ہوگا یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہوا

ارى الـــنـــاس يبــغـون الــجــنـــان نـــعيـــمهـــا

و احـــلـــى اطـــائبهـــا الـــلتـــى لا تـــحـــصـــر

اولاً شعرنمبر ۳۴۰ کے مصرعہ اولی میں و نعيمها چاہیے جیسا کہ ترجمہ میں ہے۔

ثانیاً دوسرے مصرعہ میں دو جگہ فساد وزن ہے

فما انا الا اله المتخير

شعر نمبر ۳۴۳ مصرعہ دوم کے ترجمہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں۔، ورثہ پہنچ گئی،۔

ورثہ مذکر ہے نہ مونث جس کو اپنی زبان میں تذکیر اور تانیث معلوم نہیں تو اس کی عربی کا خدا حافظ ہے۔

و کیف ورثت و لست من ابناء ہ

شعر نمبر ۳۴۴ کے اس مصرعہ کا وزن صحیح نہیں ایک مصرعہ میں دو جگہ فساد وزن ہے

اتـــزعـــم ان رســـولـــنـــا سيد الـــورى

عـــلـــى زعـــم شـــانـــئـــه تـــوفـــى ابتـــر

شعر نمبر ۳۴۵ میں تین غلطیاں ہیں۔

مصرعہ اولی میں ایک جگہ اور مصرعہ ثانیہ میں دو جگہ فساد وزن ہے۔ ثالثاً ابتر چونکہ توفی کے ضمیر فاعل سے حال ہے اس لئے منصوب ہوگا اور یہ عیب اصراف ہے

فلا والذی خلق السماء لاجله

شعر نمبر ۳۴۶ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے

لـــه خسف الـــقـــمـــر الـــمـــنـــيـــر و ان لـــى

غســـا الـــقـــمـــران الـــمشـــرقـــان اتـــنـــكـــر

اولاً شعر نمبر ۳۴۷ کا مصرعہ اولی کا وزن فاسد ہے۔ ثانیاً آنحضرت ﷺ کے لئے کبھی خسوف کا نشان ظاہر نہ ہوا۔ یہ بالکل جھوٹ ہے۔ ہاں شق القمر ہوا اسے خسوف نہیں کہتے۔، ثالثاً مرزا صاحب، آنحضرت سے (نعوذ باللہ) افضل ہوئے کیونکہ حضرت ﷺ کا نشان صرف خسوف تھا، اور مرزا صاحب کا خسوف اور کسوف دونوں۔

مرزائیو! بتاؤ کیا اب بھی مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی افضلیت میں کوئی شبہ ہے

و کـــان کـــلام مـــعـــجـــز آية لـــه

کـــذالك لـــى قـــول عـــلـــى الـــكـــل يبهـــر

شعر نمبر ۳۴۹ کے رو سے جب کہ مرزا کا کلام سب پر غالب ہوا، تو رسول اللہ ﷺ کے معجزانہ کلام یعنی قرآن

پر بھی غالب ہوا۔اب بتاؤ دعوی افضلیت اور کسے کہتے ہیں۔

و من طینه المعصوم طینی معطر

شعر نمبر ۳۵۲ میں اولاً طینی معطر خلاف قاعدہ نحو ہے۔کیونکہ طینی معرفہ موصوف اور معطر نکرہ صفت اس کی ہے۔دونوں میں مطابقت چاہیے۔

ثانیاً حضرت خاتم النبیین ﷺ کے ساتھ دعوی مساوات ہے جب مرزا غلام احمد صاحب نبی ٹھہرے تو پھر معصوم ہونے میں کیا شک رہا۔

و لیس نسب ذو صلاح معبّر

شعر نمبر ۳۵۳ کے اس مصرعہ کا وزن صحیح نہیں۔

و من کان ذا نسبٍ کریم و لم یکن
له حسب فهو الدنی المحقر

شعر نمبر ۳۵۵ کے دونوں مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔

کذلك سنن الله فی انبیائه

شعر نمبر ۳۵۷ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے

فلیس لذلك شرط نسب فابشروا

شعر نمبر ۳۵۸ کے اس مصرعہ کا وزن غلط ہے

فقرّبت قربانا ینجی رقابهم

شعر نمبر ۳۶۱ میں ینجّی رقا بهم کا ترجمہ مرزا صاحب نے: ان کی گردنوں کو میں نے چھوڑ دیا،، کیا ہے۔صیغہ غائب کا اور ترجمہ متکلم کر کے غلط ہے۔مرزا صاحب اپنے بارے میں کچھ ایسے مبہوت تھے کہ اس کی بھی خبر نہ رہی۔

اتا العلم بالمتقدمین و بعدهم

شعر نمبر ۳۶۳ میں اولاً وزن فاسد، ہے۔اور ترجمہ غلط ہے: علم متقدمین کے ذریعہ سے آیا،۔، صحیح ترجمہ

اس کا یہ ہوگا،:علم متقدمین کو لایا۔،معزز ناظرین اس کو سمجھیں اور داد دیں۔

قلوب تضاهی اجمة موحوشةً

شعرنمبر٣٦٦ میں اس مصرعہ کا وزن بالکل ہی غلط ہے۔

اقلّب طرفی کل آن و انظر

شعرنمبر٣٦٨ میں مولف تو کچھ کہتا ہے،اور حضرت مترجم کچھ فرمارہے ہیں: میں اپنی ہر ایک طرف پھیر رہا ہوں ۔،جب کہ صحیح ترجمہ یوں ہوگا: میں اپنی آنکھ ہر وقت پھیر رہا ہوں۔،،آنکھ کیا ہے،تسبیح کے دانے ہیں۔

فکان غریباً بینهم لا یوقر

شعرنمبر ٣٦٩۔(پس وہ ان میں سے ایک غریب ہو..اس کی عزت نہیں ہوتی)

غالبًا مولف اور مترجم نے غریب کے معنی مفلس لیا ہے۔اس وجہ سے کہ مسافر تو باعزت بھی ہوتا ہے البتہ مفلس کی کوئی عزت نہیں،حالانکہ غریب عربی میں بمعنی مسافر ہے نہ مفلس۔

و جاء کرهط حولهم عامة الوری

شعرنمبر٣٧٠ میں عا مہ کی میم مخفف ہو،تو وزن صحیح لفظ غلط،اور مشدد ہو،تو لفظ صحیح وزن غلط ہوگا۔

اناخوا بواد ما ری وجه حفرة

شعرنمبر٣٧١ میں ری،ک ااملا غلط ہے ر أ ی چاہیے

متی یاتنی من زائرین اصعّر

شعرنمبر میں٣٧٥۔اولاًا صعّر یہاں جزا ہونے کی وجہ سے ساکن۔ و الساکن اذا حرک حرک بالکسر عیب اقواء ہے۔

ثانیاً کیوں حضرات ناظرین! تیرھویں صدی کے مدعی نبوت کا خلق خلاف کلام مجید ہونا ضروری ہے؟ پارہ.. سورہ لقمان رکوع٢۔ و لا تصعّر خدّك للناس و لا تمش فی الارض مرحا ۔اور لوگوں سے بے رحمی نہ کر زمین پر اترا کر نہ چل)

فقمت و لم اعرض و لم اتعذر

شعر ۳۷۶ کے اس مصرعہ میں دو غلطیاں ہیں۔

۱۔ اعراض کے معنی منہ پھیرنے کے آتے ہیں، مگر جب تک اس کا تعدیہ عن سے نہ ہو یہ معنی نہیں لئے جاتے ،اس کا محاورہ ہے عرض عنہ ای اضرب و سدّ، جیسا کہ قرآن مجید میں ہے و اعرض عن المشرکین ۔اسی طرح تعذر کے معنی بھی ،دیر کرنے ،کے اس وقت ہیں جب اس کا صلہ عن سے آئے۔محاورہ یوں ہے، تعذر عن الا مر تاخر۔ ۲۔عیب اقواء ہے۔

اذا ما رئینا حائراً اجھل الوری

شعر ۳۸۱ میں اجھل الوری ، رأی کا دوسرا مفعول ہے اور ترجمہ صفت کا کیا گیا ہے۔غلط ہے۔

سبّت و ان السب من سنن دینکم

شعر نمبر ۳۸۶ میں یہ مصرعہ بے وزن ہے

لدی شان فرقان عظیم معزّر

شعر نمبر؟.. میں معزر صفت ہے فرقان کی ،اس لئے مکسور ہوگا،عیب اقواء ہے

و ما افلح العمران من ضرب لعنکم

شعر ۳۸۸ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے

و لست بشوّاقٍ الی مجمع العدا

و لکن متی یستحضر القوم احضر

شعر نمبر ۳۹۴ میں دو غلطی ہیں۔۱۔ العدی کا املاء غلط ہے۔

۲۔ احضر چاہیے۔عیب اقواء ہے۔

سیجزی المھیمن کاذبا تارك الھدی

شعر نمبر ۳۹۸ کے اس مصرعہ کا وزن غلط ہے۔،ثانیاً کاذباً موصوف نکرہ اور تارك الھدی معرفہ اس کی صفت،دونوں میں مطابقت ہونی چاہیے۔

و قـــد قيــل مـــنــكــم يــــاتيـــنّ امـــــامــكـــم

و ذلك فـــــى الــــقـــرآن نبـــــاء مـــكـــــرر

شعر نمبر۴۰۰ اولاً تو وزن فاسد۔ بـنـا کی با اگر ساکن ہے تو وزن صحیح لفظ غلط، اور متحرک ہے تو وزن فاسد لفظ صحیح۔، ثانیاً یـا تیـن امـا مکـم منکم جسے مرزا غلام احمد قرآن مجید میں مکرر آنا بتارہے ہیں ہرگز قرآن کی آیت نہیں۔ مجدد امام نبی آپ سب کچھ ہو جائیں لیکن قرآن دانی اور چیز ہے

فـــقـــلـــــت لك الـــويـــلات يـــــا ارض جـــولـــــر

لـــعـــنـــت بـــمـــلـــعـــون فـــانـــت تـــدمّـــر

شعر نمبر ۴۰۲ مذکور گولرہ کا معرب جولرہ ہوگا۔ معلوم نہیں جولر کیونکر کیا گیا۔ اس کے سوا جولرہ میں وزن بھی صحیح تھا اور جولر میں وزن بھی صحیح نہیں۔ اس لئے کہ غیر منصرف ہے۔ تنوین نہ آئے گی۔

ثانیاً مولف قصیدہ نے قافیہ میں عیوب اقواء، اصراف اکفاء، سناد التاسیس وغیرہ کی پرواہ نہ کی، تو نہ کی، اب تو صیغہ کو بھی آپ نے بالائے طاق رکھ دیا۔ ار ض مونث ہے تدمر ین صیغہ مونث حاضر چاہیے نہ تد مر مذکر حاضر۔ سچ ہے

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد

میلش اندر طعنہ پاکاں برد

تکلم هذا النكس كالزمع شاتماً

شعر نمبر ۴۰۳ میں اگر الز مع کی میم مفتوح ہے، تو لفظ صحیح وزن غلط۔ اور ساکن ہے تو وزن صحیح لفظ غلط۔

ففروا اليّ و جانبوا البغي و احذروا

شعر نمبر ۴۰۷ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے

و ان تضربن على الصلات زجاجة

شعر نمبر ۴۱۲ کے اس مصرعہ کا وزن فاسد ہے

وکم من حقائق لا یری کیف شجّھا

کنجم بعید نورھا یتستر

شعر نمبر ۴۱۸ میں مصرعہ اولی بے وزن ہے مصرعہ ثانیہ میں نجم مذکر ہے نو رہ چاہیے

او افیت مداً او رأیت امر تسر

شعر نمبر ۴۳۲ کے اس مصرعہ میں اولاً تو وزن فاسد ہے۔

ثانیاً عیب اصراف ہے امر تسر چونکہ مفعول ہے اس لئے منصوب ہوگا

الا ان اھل السب یدری بلطمة

و مجرم لطم بالھراوی یکسر

شعر نمبر ۴۴۳۔ حضرت مرزا صاحب کا کیا کہنا کبھی آپ قرآن کی تعلیم پر بھی منہ آتے ہیں۔ یہ تعلیم آپ کی بالکل فرمان واجب الاذعان کے خلاف ہے۔ پارہ ۲۵ سورۃ شوریٰ میں یہ ارشاد ہے و جزاء سیئة سیئة مثلھا فمن عفا و اصلح فا جرہ علی الله (اور برائی کا بدلہ اسی کے برابر برائی ہے پھر جو شخص معاف کردے اور صلح کرلے تو اس کا اجر اللہ کے ذمہ ہے) معزز ناظرین! حضرت مرزا صاحب مسیح موعود سے کسر صلیب جب نہ ہوا تو سوٹے سے لوگوں کا سر نہ پھوڑتے، تو اور کیا کرتے۔

کتب فویل للانامل و القلم

شعر نمبر ۴۴۳ میں القلم کے میم کو ساکن پڑھیں تو وزن صحیح خلاف قواعد عرب ہے اور متحرک پڑھیں تو وزن فاسد قواعد کے موافق ہوگا۔

زمان یسمح الشر عن کل فیقة

شعر نمبر ۴۴۶ کے اس مصرعہ کا مرزا صاحب نے ترجمہ یوں کیا ہے:

یہ وہ زمانہ ہے کہ وقتاً فوقتاً شر کے بادل سے پانی نکال رہا ہے۔،، یہ ترجمہ غلط ہے، صحیح ترجمہ یوں ہے:

زمانہ ہر دودھ سے جو تھن میں ہے، شر کو متواتر ہٹاتا ہے۔

حضرات ناظرین اس پہیلی کو سمجھیں کہ کیا ہے۔ اقرب میں ہے:

سح المـاء او المطر او الـد مع ای سال و سح الماء صباً متا بعاً کثیراً و الفیقه اسم اللبن الذی یجتمع فی الضر ع بین الحلبتین

مسیح اضل به النصاری و خسروا

شعر نمبر ۴۴۷ میں اس مصرعہ کا وزن صحیح نہیں۔

کـــذلك فـــی الاســـلا م عـــــاث تشیـــع

ابــادوا کثیــراً کـــالــلــصــوص و دمـــروا

شعر نمبر ۴۴۸: چور مال لیتے ہیں نہ ہلاک کرتے ہیں۔ یوں ہی فرما دیجئے

ابادو کثیراً کالذئاب و دمروا

دیکھئے کلام کتنا بلیغ ہو گیا۔

نری الجاهلین تشیعوا و تنصروا

شعر نمبر ۴۴۹ کے اس مصرعہ کا وزن فاسد ہے

فتـــب و اتـــق الـــقهـــار ربك یـــا عـــلـــی

و ان کـــنـــت قـــد ازمـــعـــت حـــربـــی فـــاحـــضـــر

شعر نمبر ۴۵۰ کا مصرعہ اولی مولوی علی حائری شیعی کی نسبت لکھا ہے لیکن مجھے شاعر معجز بیان سے نہایت تعجب ہے کہ اس کا کلام کس قدر مقتضائے حال سے دور ہوتا ہے۔ پہلے تو قہار سے آپ ان کو ڈراتے ہیں پھر ربك کہہ کر قہر کو لغو کر دیا۔ یوں کہہ دیجئے۔

و اتق الله المحا سب .. الخ ۔

ثانیاً۔ دوسرا مصرعہ ماخوذ ہے امرء القیس کے مصرعہ سے (معلقہ اولی)

و ان کنت قد ازمعت صرمی فاجملی

ثالثاً۔ علی کی یا ساکن ہو، تو وزن صحیح، لیکن سکون کی کوئی وجہ نہیں بلکہ منادی معرفہ مبنی علی الضم ہوگا۔ اور اب وزن فاسد ہوا۔

فلا هو نجاكم و لا هو ينصر

شعرنمبر۴۵۱ میں لفظ نجا بمعنی چھڑانے اور خلاص کے متعدی بدومفعول ہوتا ہے۔اوردوسرامفعول کبھی من کبھی با وغیرہ کے ساتھ آتا ہے دیکھو:و نجينـا كم من آل فر عو ن ـ ا لآ يه ـ و نجينا ه من الغم ـ، اليو م ننجيك ببد نك ـ... و غيره

باخ الحسين و ولده اذا احصروا

شعرنمبر۴۵۳ کا یہ پورامصرعہ بےوزن ہے

هـــنـــاك تـــرى عـــجـــز مـــن تـــحسبـــونـــه

شـــفـــيـــع الـــنـــبـــى مـــحـــمـــد فتـــفـــكـــروا

شعرنمبر۴۵۵ کا ترجمہ مرزاصاحب یوں کرتے ہیں:

تب عجز اورضعف اس شخص کا یعنی حسین کا ظاہر ہوگیا۔جس کو تم کہتے تھے کہ آنحضرت ﷺ کی بھی قیامت کووہی شفاعت کرے گا۔،

اس میں تین غلطیاں ہیں:ا۔توہین اہل بیت نبوی۔کیوں جناب آپ کئی مرتبہ باوجود نبی ہونے کے عدالت میں حاضر کئے گئے۔ضمانت لی گئی۔تو نہ آپ کا عجز ظاہر اورنہ شان نبوت میں کچھ فرق آیا۔ اورامام حسین کربلا میں شہید ہوئے توان کا عجز ظاہر ہوگیا۔،سبحان اللہ!مرزائیو!حضرت کی سمجھ کے صدقے جاؤ۔

۲۔کبھی حضرات شیعہ جناب امام کو آنحضرت ﷺ کا شفیع نہیں کہتے ۔یہ ان پراتہام ہے۔اگر کہتے ہیں توان کی مستند کتابوں سے محققین کا قول دکھاؤ۔

فا ن لم تفعلوا و لن تفعلوا فا تقو ا النار التى وقو د ها الناس و الحجارة

۳۔مصرعہ ثانیہ کاوزن فاسد ہے۔

اگرمرزاصاحب توہین اہل بیت کے مرتکب نہ ہوتے توہرگزایسی ٹھوکریں نہ کھاتے

کند اندیشہ روز اول گذارد کار نادانی

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

فـــان كـــان هـــذا الشـرك فـــى الـــدين جـــائـــزا

فبـــا لـــلـــغـــو رسـل الـلــــه فـــى الـــنـــاس بـــعـثـــروا

اولاًبعینہ شعرنمبر ۴۵۷، صفحہ ۸۲ سطر ۴ میں موجود ہے۔مرزا صاحب کا سوءحفظ دیکھئے کہ کس قدر قصیدہ میں تکرار ہے۔،ثانیاً بعثروا کا ترجمہ،مبعوث شمار کئے جاتے ،غلط ہے۔صحیح ترجمہ ظاہر کئے گئے یا نکالے گئے، ہوگا۔

حدرنا سفائنكم الى اسفل الثرى

شعرنمبر۴۶۲ کے اس مصرعہ کا وزن فاسد ہے۔

فاجرو طريقتكم فان شئتم انظروا

شعرنمبر۴۶۵ کا یہ مصرعہ بےوزن ہے۔

لدى نفحات المسك قذر مقنطر

شعرنمبر ۴۷۱ کے اس مصرعہ میں دو غلطی ہے۔

۱۔ مقنطر بلا قنا طیر کے مستعمل نہیں ہوتا۔

۲۔اورجگہ تو مرزا کو الفاظ ہی کا الہام ہوا تھا یہاں اوہام محاورہ کا ہے۔عرب سونا چاندی کے ڈھیر کو مقنطر کہتے ہیں جیسا قرآن مجید میں ہے الـقـنـا طيـر المقنطره من الذ هب و الفضة .. ا لآ يه ۔مولف نے قذر مقنطر کہد یا یعنی گوہ کا ڈھیر۔گر چہ گندہ است مگر ایجاد بندہ است کی مثل پوری صادق آتی ہے

فصار من القتلى براز معصفر

شعرنمبر۴۷۴ میں دوغلطیاں ہیں۔اولاًالبـر اور بـر یـہ دونوں کے معنی دشت اور میدان ہیں۔اول کی جمع برور اورثانی کی براری آتی ہے ۔یہ براز کے معنی میدان کیونکر ہوگیا۔کیا یہ بھی کوئی الہام لغوی ہے۔ ہاں برا ز بالزا کے معنی میدان ہیں لیکن یہ پاخانہ کے معنی میں مستعمل ہے۔

ثانیاًمعصفاً ، صا ر کی خبر ہے منصوب ہوگا۔یہ عیب اصراف واجب الاجتناب ہوا

ببـــــدر و احـــد قـــــام نـــــوع قيـــــامـــــه

و كـــــان الـــصـــحـــابة كـــنـــا لافـــانـيـن كسروا

شعر نمبر ۴۷۷ میں اس میں کئی غلطیاں ہیں:

۱۔مصرعہ اولی میں احد بفتحین ہے تو وزن فاسد، اور بسکون حا ہے تو لفظ غلط۔

۲۔مصرعہ ثانیہ کا وزن صحیح نہیں۔

۳۔ جنگ بدر میں مشرکین تباہ ہوئے نہ صحابہ شاخوں کی طرح توڑے گئے۔ یہ سراسر تاریخ کے خلاف ہے ۔،مرزائیو! یہ ہے آپ کے نبی صاحب کی تاریخ دانی۔

همت مثل جريان العيون دمائهم

شعر نمبر ۴۷۸۔ همى الماء و الدمع آتا ہے ۔همى الدم کی سند پیش کیجئے یا یوں کہیے: جرت مثل جريان العيون دمائهم

و دقوا عليه من السيوف المغفر

شعر نمبر ۴۸۱ میں المغفر چونکہ دقوا کا مفعول ہے اسلئے منصوب ہوگا۔ یہ عیب اصراف ہوا۔ثانیاً وزن فاسد ہے اور ایک ہی مصرعہ میں دوجگہ فساد ہے۔

علی مثلها لم نطلع فی مکلم

و ان کا عیسی او من الرسل آخر

شعر نمبر ۴۸۲۔ مجھے یہاں مولف اور مترجم دونوں پر تعجب کے ساتھ افسوس ہے اولاً مکلم کے معنی عربی میں نبی کے نہیں ہیں۔کیا یہ بھی منجملہ الہامات لغویہ کے کوئی لغوی الہام ہے۔ثانیاً۔حضرت (مرزا قادیانی) کو حضرت ایوب علیہ السلام کا قصہ بھی معلوم نہیں۔سچ ہے عاقلاں گم شدند۔

و ذلك رأى لا يراه المفكر

شعر ۴۸۵ کے اس مصرعہ میں چونکہ دیکھنے والا مفکر ہے اس لئے لا یری افعال قلوب ہوگا۔ یا تو اس کا دوسرا مفعول ذکر کیجئے یا پہلے کو بھی حذف کیجئے۔

و ان خلتها تخفى على الناس تظهر

شعر ۴۸۶ کا یہ مصرع زہیر بن ابی سلمی کے اس شعر سے لیا گیا ہے

و مهـــمـــا تـــكـــن عـــنـــد امـــرىء مـــن خـــلـــيـــقة

و ان خـــالـهـــا تـــخـــفـــى عـــلـــى الـــنـــاس تـــعـــلـــم

و من لا يوقر صادقاً و لا يوقر

شعر نمبر ۴۸۷ میں یہاں عیب اقواء ہے۔اس کے سوا زہیر کے مصرع سے ماخوذ ہے

و مـــن لا يـــكـــبـــر نـــفـــســـه لا يـــكـــبـــر

و فيهـــا فـــضـــيـــحـــتـــكـــم الا تتـــذكـــر

شعر نمبر ۴۹۵ میں یہاں وزن فاسد ہے۔

سطوت علينا شاتما لتوقر

شعر ۴۹۷ میں عیب اصراف ہے لتو قر ہوگا۔

فان كان فليحضر و لا يتاخر

شعر نمبر ۵۰۰ میں یہاں لا نہی ہے لا یتا خر ہوگا۔عیب اقواء ہے

سياتيك منى بالتحائف سرور

شعر نمبر ۵۰۲ میں تحفہ آپ کا صرف قصیدہ ہے، تو با لتحا ئف غلط ہے۔یوں کہیے

سياتك منى بالهدية سرور

الست ترى يرمى القنان من عندكم

شعر نمبر ۵۰۸ میں وزن فاسد ہے اور اس کا ترجمہ تو ماشاء اللہ آپ ہی کا حصہ ہے۔

و اين التصلف بالفضائل و النهى

شعر ۵۱۰ میں یہاں وزن فاسد ہے۔

و اين عفت منكم طلاقة السنٍ

شعر ۵۱۱ میں طلا قة السن عربی کا محاورہ نہیں۔شاید یہ بھی کوئی الہام ہو۔ہاں اس معنی میں طلق اللسا ن

اور لسا ن طلیق ذلیق آتا ہے۔

بل الوقت خالصة اقل و اقصر

شعر نمبر۵۱۲ کا یہ مصرعہ بے وزن ہے۔

فـــفــكـــر بـــجـهــدك خــمــــــس عشـــرـــة ليـــلة

و نــــــاد حسيـــــنــــــــاً او ظـــفـــــراً او اصــغــــــر

شعر نمبر۵۱۳ کے دونوں مصرعہ کا وزن فاسد ہے،

ثانیاً ا صغر ہوگا۔عیب اصراف ہے۔

فهل انت تنسخ مثلها يا مخسّرة

شعر نمبر۵۱۴ کا وزن غلط ہے۔

تريدون ذلتنا و نحن هوانكم

شعر نمبر۵۱۶ بے وزن ہے۔

و كان الى النصف تمشى نؤمبر

شعر نمبر۵۲۶ میں یہ غلطی ہے: تـمشى، انـقضى کے معنی میں نہیں آتا،اسلئے اس کا ترجمہ: گذرنے،کا غلط ہے۔

و لكن رماه الله ربى ليظهر

شعر نمبر۵۲۸ میں عیب اصراف ہے۔ لیظهر چاہیے۔

بمدٍ فلم ننكث و لم نتغير

شعر نمبر۵۲۹ میں عیب اقواء ہے۔

نـــرى بـــركــــاتٍ نـــزلـــوهـــا مـــن الســـمـــاء

لــــنــــا كــــالــــلـــواقــع و الـــكـــلام يـــنـــضـــر

شعر نمبر۵۳۰ کا ترجمہ مرزا غلام احمد صاحب نے یوں کیا ہے:

ہم ایک ایسی برکات دیکھ رہے ہیں جو آسمان سے ہمارے لئے اتری ہیں۔ان اونٹنیوں کی طرح جو حمل دار ہوتی ہیں اور کلام تازہ کی گئی۔،اس میں متعدد غلطیاں ہیں:

ا۔مصرعہ ثانیہ کا وزن فاسد ہے۔۲۔تنزل بمعنی اترنا نہیں آتا بلکہ بمعنی اتارنا آتا ہے۔۳۔ نزلوا کی ضمیر جمع کا مرجع کون ہے۔۴۔ نزّل لنا محاورہ نہیں، نزل علینا آتا ہے۔۵۔ کلام مذکر ہے۔صحیح ترجمہ،کلام تازہ کیا گیا ہوگا۔

مرزائیو! یہ ہے آپ کے مرزا صاحب قادیانی کی اردو میں اعجاز نمائی

و اللہ ان قصیدتی من مویدی

شعر نمبر ۵۳۱ میں اس مصرعہ کا وزن فاسد ہے

فایدو کمّل کلما قلت و انصر

شعر ۵۳۲ کے اس مصرعہ میں و انصرہ چاہیے۔عیب اقواء ہے

....

قطعہ تاریخ بطرز تقریظ

ازفکرلطیف ناظم خوش بیان سید محمد عبدالرحمٰن المتخلص شور عظیم آبادی مقیم مونگیر

علامہء مولوی غنیمت

گو آل علی بو تراب است

عالم فاضل حکیم دانا

در فن ادب کہ آفتاب ست

غواص بحار نظم پروین

کز ورّ عروض فیضاب ست

سحبان و لبید اوستادش

از انس نواس بہرہ یاب ست

نقاد کلام پاستانی

تنقید کہ می کند صواب ست

استاد بلاغت و معانی

در فہم کلام انتخاب ست

تنقید کلام میرزا کرد

جرحش ہمہ پر ز آب و تاب ست

ہر شعر قصیدہء مسیحا

مملو از سقم بے حساب ست

ہم قا فیہ اش ردی و ابتر

ہم سرقہء فاش و بے حساب است

ہم کذب صریح در کلا مش

ایں جرأت خانماں خراب ست

قول صادق امام منکم

کاذب گوید کہ فی الکتاب ست

نے وزن صحیح نے ضمیرش

بینش ہمہ خانہء خراب ست

اعجاز که خواند نظم خود را
ایں خندہء طفل و شیخ شاب ست
بیتے نہ ز سقم و عیب خالی
ایں خانہ تمام آفتاب ست
دز دا نہ نوشت یک قصیدہ
ناقد چو عسس سر حساب ست
یک یک بنمو د عیب او فاش
ذلت پئ سارقان عذاب ست
نیوشت رسالہ بہ تنقید
تحریر کہ کرد لاجواب ست
مرزا چو شنید شہرہء ایں
در کور خودش بہ پیچ و تاب ست
پاداش عمل بصورت مار
تا حشر برائے او عقاب ست
شاداں ہمہ اہل فہم و دانا
جز آنکہ عدو جگر کباب ست
ایں فیصلہء بصیر ناقد
تنقید کہ کرد لا جواب ست
زیں پس نکند زبان درازی
از بہر خلیل سدباب ست

از هیبت نیزہء حجازی
رعشہ بجگر و زہرہ آب ست
لرزہ در جسم حامد افتاد
از کردہء خود در اضطراب ست
تحلیل حرام و مولوی نام
ایں فیض مسیح مستطاب ست
مقلوب تر ازو وزارت
در رود چناب چوں حباب ست
ایں جملہ مرید با ارادت
در سلک مسیح انتساب ست
اے وائے چنیں مسیح و پیرو
ایں خانہ تمام آفتاب ست
سال طبعش بہ جہد شد را ست
صمصام و حسام ایں کتاب ست
(۱۳۲۱ھ،۱۳۳۳ھ)

....

ماہواری رسالہ

مرقع قادیانی

مدیر: ابوالوفا ثناءاللہ

ثنائی برقی پریس امرتسر باہتمام ابورضا عطاءاللہ شائع ہوا

جلد۳ نمبر۱

بابت ماہ اپریل ۱۹۳۱ء

رسول مدنی ﷺ اور رسول قدنی

آج ہم نے یہ سرخی قائم کرنے میں اپنے اور مسلمانوں کے اعتقاد میں بہت غلطی کی ہے مگر ہماری نیت اس سے غلطی کرنے کی نہیں بلکہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی دکھانے سے غرض ہے۔ تفصیل اسکی یہ ہے:

مولوی غلام رسول آف راجیکی قادیانی نے جلسہ قادیان میں جوایک طویل تقریر کی تھی وہ اخبار الفضل قادیان میں چھپی اس کی سرخی تھی

مسیح موعود (مرزا) نے آنحضرت ﷺ کی شان کس رنگ میں پیش کی

اس میں پہلی خصوصیت مرزا یہ بتائی کہ مرزا صاحب نے آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین ان معنی سے نہیں مانا جن معنی سے آج تک علماء اور مسلمان مانتے چلے آئے ہیں بلکہ اور طرح سے بتایا ہے۔ چنانچہ آپ (یعنی مولوی غلام رسول) کے الفاظ درج ذیل ہیں:

وہ مسلمان جو آج سے پہلے ہو گذرے یا ہمارے مخالفوں سے آج اس زمانہ میں بھی پائے جاتے ہیں وہ آنحضرت ﷺ کو ہم احمدیوں کی طرح اجمالی طور پر تو خاتم النبیین کی شان تسلیم کرتے ہیں لیکن تفصیل میں آ کر دوسرے لوگ تو خاتم النبیین ان معنوں میں سمجھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت بند ہے اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہو سکتا۔ لیکن ہم احمدیوں کے نزدیک خاتم النبیین کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ پر تمام نبیوں کے کمالات نبوت ختم ہو گئے۔ یعنی آپ جامع کمالات جمیع انبیاء ہیں۔ اور آپ کی مہر نبوت سے بصورت افاضہ آپ کے بعد فیض نبوت بند نہیں بلکہ جاری ہے۔ پس اس صورت میں آنحضرت ﷺ کی شان کے لئے جو ماخذ کی اجمالی صورت ہے اس پر گو سب کے سب متفق ہیں لیکن تفصیل میں آ کر جو فرق ہے وہ ایسی بات ہے کہ جس کی جدت شان سے ہم آنحضرت ﷺ کی شان کے متعلق کہہ سکتے ہیں حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اسے نئے رنگ میں پیش کیا ہے۔ (الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۵)۔

مرقع۔ مرزا صاحب کی غرض خاتم النبیین کی اس طرح تفسیر کرنے میں یہ تھی کہ ان سب کمالات کا میں مدعی بن سکوں کیونکہ آپ کا دعویٰ تھا کہ میں بعینہ محمد رسول اللہ ہوں۔ چنانچہ اس بارے میں خود مولوی غلام رسول راجیکی کے الفاظ اسی تقریر میں درج ذیل ہیں۔:

رسول کریم کی شان بلحاظ آپ کی بعثت ثانی کے

آج تک کے مسلمانوں میں سے کسی نے بھی یہ بات آنحضرت ﷺ کی شان کے متعلق نہیں بیان کی

اور نہ ہی اس حقیقت سے حضرت مسیح موعود (مرزا) سے پہلے کوئی شخص واقف اور شناسا ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں (یعنی رسالت پر مامور ہونا) ہیں۔ تمام دنیائے اسلام میں صرف آپ ہی کا ایک دعوی ہے جس نے آنحضرت ﷺ کی شان کا اظہار آپ کی دو بعثوں کی حیثیت میں کیا ہے۔

چنانچہ آپ تحفہ گولڑویہ اڈیشن اول کے صفحہ ۹۴ پر تحریر فرماتے ہیں: ہر ایک نبی کا ایک بعث ہے مگر ہمارے نبی ﷺ کے دو بعث ہیں اور اس پر نص قطعی آیت کریمہ

و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم ہے۔

پھر فرماتے ہیں: آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرت ﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کے ظہور سے پورا ہوا۔

پھر تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹۶ پر فرماتے ہیں:

جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔

پھر صفحہ ۹۹ پر فرماتے ہیں؛ غرض آنحضرت ﷺ کے لئے دو بعث مقدر تھے:

۱۔ بعث تکمیل ہدایت کے لئے۔

۲۔ دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے۔

پھر صفحہ ۱۰۰ پر فرماتے ہیں:

اس تقسیم کو خوب یاد رکھو کہ خدا تعالی قرآن کریم میں آنحضرت ﷺ کے دو منصب قائم کرتا ہے:

۱۔ ایک کامل کتاب کو پیش کرنے والا جیسا کہ صحفاً مطهرة فيها كتب قيمة۔

۲۔ دوسری تمام دنیا میں کتاب کی اشاعت کرنے والا جیسا کہ فرماتا ہے

ليظهره على الدين كله

پھر تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۰۱ پر فرماتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کا دوسرا فرض منصبی جو تکمیل اشاعت ہدایت ہے آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں بوجہ عدم وسائل اشاعت غیر ممکن تھا اس لئے قرآن شریف کی آیت و آخرین منهم لما یلحقوا بهم میں آنحضرت ﷺ کی آمد ثانی کا وعدہ دیا گیا ہے۔ اس وعدے کی ضرورت اسی وجہ سے پیدا ہوئی کہ تا دوسرا فرض منصبی آنحضرت ﷺ کا یعنی تکمیل اشاعت ہدایت دین جو آپ کے ہاتھ سے پورا ہونا چاہیے تھا۔ اس وقت بباعث عدم وسائل پورا نہیں ہوا، سو اس فرض کو آنحضرت ﷺ نے اپنی آمد ثانی سے جو بروزی رنگ میں تھی ایسے زمانہ میں پورا کیا جب کہ زمین کی تمام قوموں تک اسلام پہنچانے کے لئے وسائل پیدا ہو گئے تھے (کیا مرزا نے یہ کام کر دیا؟ ثناء اللہ امرتسری)

تعجب ہے کہ عیسائیوں اور مسلمانوں نے تو اپنے غلط اعتقاد کی بنا پر حضرت مسیح اسرائیلی کے لئے دو بعثتیں قرار دی ہوئی تھیں جن کا قرآن وحدیث میں کہیں بھی ثبوت نہیں ملتا لیکن حضرت مسیح موعود (مرزا) نے آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں قرآن کریم کی نصوص صریحہ سے دکھادیں۔

حضرت مسیح موعود (مرزا) تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۹۴ پر فرماتے ہیں:

یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کا انتظار کر رہے ہیں مگر قرآن شریف ہمارے نبی ﷺ کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیر بعث غیر ممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیر ممکن ہے اور حاصل اس آیت یعنی و آخرین منهم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمد ﷺ جو ہزار ششم میں بھی مبعوث ہو کر ایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزارہ پنجم میں افاضہ کرتا تھا۔

اب حوالہ جات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی آمد پر آنحضرت ﷺ کی یہ شان جو بعث ثانی کی حیثیت میں پیش کی گئی، اس سے کون مسلمان واقف تھا۔ پس آنحضرت ﷺ کی شان بلحاظ بعث ثانی صرف حضرت مسیح موعود (مرزا) کے آنے اور بیان فرمانے پر ہی ظاہر ہوئی الحمد لله علی ذلك ثم كذا لك۔ (الفضل ۲۴ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۱۰)

مرقع: مولوی غلام رسول نے جو عبارات مرزا نقل کی ہیں ان میں مرزا صاحب کا دعوی اپنے حق میں ثابت نہیں ہوتا بلکہ عام صورت میں گفتگو ہے۔ ہم ایسی عبارت پیش کرتے ہیں جس سے ان ساری عبارات کی تکمیل ہو جائے گی۔ پس ناظرین سنیں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

اس وقت حسب منطوق آیت و آخرین منھم لما یلحقوا بھم، اور نیز حسب منطوق آیت قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً آنحضرت ﷺ کے دوسرے بعث کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل، تار، اور اگن بوٹ، اور مطابع، اور احسن انتظام ڈاک، اور باہمی زبانوں کا علم، اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی، آنحضرت ﷺ کی خدمت میں بزبان (حال؟) درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعوی ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں۔ اور اب یہ وہ وقت ہے کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر میں ملک ہند میں آؤنگا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل و نحل اور امن و آزادی اسی جگہ ہے اور نیز آدم اسی جگہ نازل ہوا تھا، پس ختم دور زمانہ کے وقت وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے اسی ملک میں اس کو آنا چاہیے۔ تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہو کر دائرہ پورا ہو جائے اور چونکہ آنحضرت ﷺ کا حسب آیت و آخرین منھم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اسلئے آنحضرت ﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو منتخب کیا جو خلق اور خو، اور ہمت اور ہمدردی خلائق، میں اس کے مشابہ تھا۔ اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا، تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرت ﷺ کا ظہور تھا۔ لیکن یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہیے تھا، اس کا جواب یہ ہے کہ چونکہ خدائے تعالی کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شیء فی محلہ اس کی عادت ہے جیسا کہ اسم حکیم کے مفہوم سے مقتضا ہونا چاہیے۔ اور نیز وہ بوجہ واحد ہونے کے وحدت کو پسند کرتا ہے اس لئے اس نے یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقت آدم کی طرح چھٹے دن

کی گئی، یعنی بروز جمعہ، ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سے مشابہ ہو۔ لہذا اس نے بعثت دوم کیلئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور وسائل اشاعت بھی اسی ہزار ششم میں وسیع کئے گئے۔ اور ہر ایک اشاعت کی راہ کھولی گئی۔ ہر ایک ملک کی طرف سفر آسان کئے گئے۔ جا بجا مطابع جاری ہو گئے۔ ڈاکخانہ جات کا احسن انتظام ہو گیا۔ اکثر لوگ ایک دوسرے کی زبان سے بھی واقف ہو گئے۔ اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے۔ بلکہ اس ساٹھ سال سے پہلے جو اس عاجز کی گذشتہ عمر کے دن ہیں (یہاں سے مرزا کی کل عمر کا اندازہ ہوسکتا ہے۔ انہوں نے لکھا ہے: ہزار ششم میں زمین پر ایک انقلاب عظیم آیا ہے۔ بالخصوص اس ساٹھ برس کی مدت میں جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے اس قدر صریح تغیر صفحہ ہستی پر ظہور پذیر ہے کہ گویا وہ دنیا ہی نہیں رہی۔' (روحانی خزائن تحفہ گولڑویہ ص ۲۰۰ ج ۱۷ ص ۲۸۶)۔ اور تحفہ گولڑویہ کے بارے میں (جہاں سے یہ عبارت منقول ہے) مولوی جلال الدین شمس قادیانی لکھتے ہیں 'میرے نزدیک تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۰ء میں تالیف ہوا۔ گو اس کی طباعت واشاعت میں تاخیر ہوگئی اور ۱۹۰۲ء میں شائع کی گئی' (دیباچہ روحانی خزائن۔ ج ۱۷ ص ۲۳۔ ۲۴۔ از جلال الدین شمس) یعنی اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب ۱۹۰۰ء میں تخمیناً ساٹھ برس کے تھے۔ آٹھ سال بعد اپنی وفات کے وقت ان کی عمر اس روایت کے مطابق تخمیناً ۶۸ سال بنتی ہے اور سن ولادت ۱۸۴۰ء۔ بہاء) ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا اور جو کچھ ان میں سے موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ ونادر کے حکم میں تھا۔ یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو، جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں (یعنی مرزا قادیانی) خدا کی طرف سے ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۰۱۔ ۱۰۲)۔

مرقع۔ مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ مرزا صاحب بقول خود وہی محمد رسول اللہ ہیں جن کی بعثت مکہ معظّمہ میں ہوئی اور اب آپ دوبارہ قادیان میں آئے۔ چنانچہ تریاق القلوب صفحہ ۳ پر آپ کا ایک شعر ان معنی کی خوب تفصیل کرتا ہے جو یہ ہے:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

پس جو کمالات متعلقہ خاتم النبیین بتائے جاتے ہیں کہ ان کے طفیل سے امت محمدیہ میں نبی ہوسکتے ہیں۔ اس سے غرض یہ ہے کہ مرزا صاحب ایسے باکمال ہیں کہ ان کے اتباع سے نبی پیدا ہوں گے۔ چنانچہ

قادیانیوں نے اس امر کا اظہار کھلے لفظوں میں کر چھوڑا ہے۔ قادیانی اخبار الفضل کا ایک خاص نمبر موسومہ خاتم النبیین نکلا تھا اس میں لکھا ہے:

انبیاءعظام حضرت مسیح موعود (مرزا) کے خادموں میں پیدا ہوں گے

(الفضل ۱۲ جون ۱۹۲۸ء ص ۱۵ کالم ۳)

یعنی اب یہ سلسلہ نبوت، امت مرزائیہ میں منتقل ہو گیا

لطیفہ: ناظرین! ہم آپ کو اس سے بھی لطیف تر حکایت سنائیں:

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے کئی ایک مقامات پر لکھا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے (لیکچر سیالکوٹ وغیرہ) اس دعویٰ کی بنیاد پر مرزا محمود خلیفہ قادیان نے یوں عمارت قائم کی ہے:

میرا عقیدہ یہی ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) اس دور کے خاتم ہیں اور اگلے دور کے آدم بھی آپ ہی ہیں کیونکہ پہلا دور سات ہزار سال کا آپ پر ختم ہوا اور اگلا دور آپ سے شروع ہوا۔ اسی لئے آپ کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا جری اللہ فی حلل الانبیاء ۔اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ آئندہ نبیوں کے حلوں میں آئے ہیں جس طرح پہلے انبیاء کے ابتدائی نقطہ حضرت آدم تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود (مرزا) جو اس زمانہ کے آدم ہیں آئندہ آنے والے انبیاء کے ابتدائی نقطہ ہیں۔ (قول مرزا محمود احمد۔ در اخبار الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

ناظرین! اس عبارت کا مضمون صاف ہے کہ دنیا کا دور اول جو سات ہزار سال کا تھا وہ ختم ہو کر مرزا صاحب دور جدید کے بابا آدم پیدا ہوئے ہیں۔ اب دیکھنا چاہیے کہ آج کل زمانہ کس نبی کا ہے۔ پچھلے بابا آدم کی ترتیب دیکھئے تو یہ زمانہ حضرت شیث کا ہوگا۔ ابھی تو حضرت ابراہیم، یعقوب، موسیٰ، زکریا، یحییٰ عیسیٰ کا زمانہ بہت دور ہے ان سب کے بعد حضرت محمد ﷺ نبی ہو کر آئیں گے اس لئے سوال یہ ہے کہ آج کل کلمہ کس نبی کا پڑھنا چاہیے؟

مرزائی دوستو! خدا تمہیں سمجھ دے کس بھول بلیوں میں پھنسے ہو۔

ناظرین! سچ تو یہ ہے کہ ایسی بھول بھلیاں (جن کو باصطلاح قادیان معارف اور نکات کہا جاتا ہے) ہم جیسے کم

علموں کی سمجھ سے بالاتر ہیں

سرّ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند
جز سلیمانے نباید فہم ایں گفتار را

آنخضرت ﷺ کی شان بلحاظ طہارت نفس وعصمت

مولوی غلام رسول راجیکی بتاتے ہیں:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے آنخضرت ﷺ کی شان کو بلحاظ طہارت نفس وعصمت کئی رنگوں میں پیش کیا ہے اور کئی پہلوؤں سے آپ کی شان کو نئی چمک کے ساتھ دکھایا ہے جس کا بالاستیعاب طور پر اس قلیل وقت میں بیان کرنا ناممکن امر ہے۔ تاہم نمونہ کے طور پر کچھ عرض کیا جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود (مرزا) سے پہلے مسلمان اجمالی طور پر تو سب اتفاق رکھتے تھے کہ آنخضرت ﷺ پاک نفس اور معصوم تھے لیکن مرزا غلام احمد سے پہلے مسلمانوں میں سے کسی نے آج تک رسول کریم ﷺ کی طہارت اور عصمت کا اس طرح ثبوت پیش نہیں کیا جس طرح کا حضرت مسیح موعود (مرزا) نے پیش کیا۔ دوسرے مسلمان خواہ وہ کسی حیثیت اور شان کے بھی تھے، اقوال اور مرویات کی بنا پر آنخضرت ﷺ کی طہارت کا ثبوت پیش کرتے لیکن مرزا صاحب نے آپ کی مظہریت تامہ اور ظلیت کاملہ کی شان کے ساتھ اس پرفسق وشر زمانہ میں کہ جس میں آنخضرت ﷺ کی طہارت اور عصمت کے خلاف ہر مخالف قوم نے ایسے خطرناک سے خطرناک، اور ناپاک سے ناپاک حملے کئے کہ جن کی نظیر ازمنہ ماضیہ میں نہیں ملتی۔ آپ (رسول اکرم ﷺ) کی طہارت اور عصمت کے ثبوت میں اپنا وجود پیش کیا۔ اور بتایا آنخضرت ﷺ کی طہارت اور عظمت کی وہ پرعظمت شان ہے کہ آپ کی اتباع سے آج اس زمانہ میں بھی باوجود بعد زمانہ آنخضرت ﷺ کے ایک شخص آپ کے فیض و برکت سے طہارت اور عصمت کی کامل شان حاصل کرسکتا ہے۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے تمام دنیا کے سامنے عیب اور الزام اور اتہام لگانے والوں کے سامنے آنخضرت ﷺ کی طہارت اور عصمت کے ثبوت میں اپنی طہارت اور عصمت کو پیش کیا۔ (الفضل ۲۰ جنوری ۱۹۳۱ء ص ۵)۔

مرقع: مرزا غلام احمد صاحب کا نمونہ محمدی میں اپنا نام پیش کرنا دراصل نبوت محمدیہ کی توہین کرنا ہے۔عصمت کے مفہوم میں راست گوئی اور راست روی بھی داخل ہے۔ہم جب اس محک پر مرزا صاحب قادیانی کو جانچتے ہیں تو دینی اور دنیاوی ہر پہلو سے آپ کو غلط گو پاتے ہیں۔

دینی پہلو سے آپ نے ایسے جھوٹ کہے جن پر حضور پیغمبر خدا ﷺ نے عذاب جہنم سے ڈرایا ہے۔ یعنی جھوٹی حدیث بنائی۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب ہوگی؟ تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو بر س تک تمام بنی آدم پر قیامت آجائے گی۔

(ازالہ اوہام ص۲۵۲)

چونکہ مرزا صاحب کی زبان اور قلم صدیقوں کی طرح خدا کی حفاظت میں نہ تھیں اس لئے آپ معمولی باتوں میں غلط گوئی کر جاتے تھے اس کی مثال ہم ایسی پیش کرتے ہیں جس کو سن کر پنجاب کے مدارس میں پرائمری کے بچے بھی ہنسیں گے۔

پنجاب کا ہر باشندہ جانتا ہے کہ گورداسپور کے ضلع میں قادیان ہے۔اور گورداسپور، لاہور سے شمال مشرق کو ہے۔مگر مرزا غلام احمد صاحب اس کو مغرب لکھتے ہیں۔چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

قادیان ضلع گورداسپور پنجاب میں ہے جو لاہور سے گوشہ مغرب اور جنوب میں واقع ہے۔(اشتہار چندہ منارۃ المسیح صفحہ ح)

ناظرین مہربانی کر کے یہ حوالہ کہیں انگریزی سکول کے لڑکوں کو نہ دکھایئے گا ورنہ وہ ہنسیں گے کہ مرزا صاحب کا کمال علمی اتنا تھا کہ مشرق و مغرب کی بھی خبر نہ تھی۔باقی۔

....

(اگلا مضمون بعنوان: جواب نداء ایمان، اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء سے نقل کیا جاتا ہے جو قادیانیوں کے جواب میں منشی عبد اللہ معمار نے لکھا تھا۔ بعدازاں اس مضمون کا دوسرا حصہ مرقع قادیانی جلد ۳ نمبر ایک سے نقل کیا جائے گا۔ بہاء)

جواب نداء ایمان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان میں تجویز ہوا ہے کہ ہر ماہ ایک اشتہار تبلیغی نکالا جائے جو ہزاروں کی تعداد میں تقسیم ہو۔ جس میں دعاوی مرزا کی طرف لوگوں کو دعوت دی جائے۔ چنانچہ پہلا اشتہار ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء کو نکلا۔ جس کے متعلق اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۰ء میں اطلاعی نوٹ دے کر لکھا تھا کہ اشتہار مذکور جس کسی صاحب کو ملا ہو، دفتر ہذا میں بھیج دیں۔ اس پر بہت سے احباب نے اشتہارات مذکورہ بھیجے جن کا شکریہ۔ جس سے معلوم ہوا کہ اشتہار مذکور دور دراز علاقوں میں تقسیم ہوا ہے۔

اس اشتہار کے متعلق منشی عبداللہ معمار امرتسری نے ایک چٹھی خلیفہ قادیان کو لکھی جس کی نقل انہوں نے اہل حدیث میں درج کرنے کو بھیجی ہے۔ یہ چٹھی اشتہار مذکور کا لاجواب جواب ہے۔ ناظرین سے امید ہے کہ اس چٹھی کو پڑھ کو اپنے ہاں کے خرچ سے چھپوا کر شائع کر دیں۔ آئندہ کے لئے اطلاع دیں کہ اگر یہاں ہی جواب بذریعہ اشتہار چھاپ دیا جائے تو کتنے کتنے اشتہار خریدیں گے۔

اعلاء قرآن بجواب اشتہار قادیان

بخدمت شریف جناب میاں (محمود احمد) صاحب خلیفہ قادیان۔

جناب کا ۱۵۔ جنوری ۱۹۳۰ء والا اشتہار موسومہ ندائے ایمان دیکھا (جس میں آپ نے نہایت ہی فراخ دلی اور بلند حوصلگی سے مخالفین جماعت احمدیہ کو تحقیق کی طرف توجہ دلائی ہے) جس کو پڑھ کر یہ خاکسار چند سطور لکھنے کی جرأت کر رہا ہے۔

آپ نے تحقیق کے تین طریقے تحریر کئے ہیں ۔

ا۔ جو سوالات حل طلب ہوں، انہیں مقامی احمدیوں کے سامنے پیش کر کے حل کرائیں۔

۲۔ اگر کوئی احمدی جماعت نہ ہو، تو اپنے سوالوں سے اطلاع دیں۔

۳۔ اپنے علاقہ میں جلسہ کر کے احمدی مبلغ بلا کر... سلسلہ مرزائیہ کی صداقت کے دلائل سنیں.. الخ

سو گزارش ہے کہ: ا۔ یہاں امرتسر میں اگرچہ احمدی چند موجود ہیں مگر ان میں کوئی اس لائق نہیں ہے جو میری پیاس بجھا سکے۔ اس لئے تعمیل سے مجبور ہوں۔

اور تیسری صورت مقامی انجمن احمدیہ اگر چاہے، تو کوئی بڑی بات نہیں ہے۔

فی الحال دوسری صورت تحریر کردہ جناب پر عمل پیرا ہو کر عرض گزار ہوں کہ آپ نے جو اپنے اشتہار میں تحریر فرمایا ہے کہ: حضرت مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ نے اللہ تعالی سے الہام پا کر دنیا کی اصلاح کا کام شروع کیا تھا

بالکل مرزا صاحب کے دعوی کے مطابق ہے اور درحقیقت مرزا صاحب نے تمام دنیا کی اصلاح کا بیڑہ اٹھایا تھا اور اس کو اپنے لئے معیار صداقت اور اپنی علت غائی فرمایا تھا۔ مگر اس کو اپنی زندگی سے مشروط کیا تھا۔ حالانکہ یہ آپ کی زندگی میں پورا نہ ہوا جس کو آپ نے بھی اپنے اشتہار میں بایں الفاظ تسلیم فرمایا ہے :

تا کہ اسلام کے غلبہ پانے کا زمانہ جلد سے جلد آئے۔ (ص ۴۔ اشتہار ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء)

جس سے معلوم ہوا کہ ابھی تک وہ غلبہ کاملہ جس کے ظہور کے مرزا صاحب مدعی تھے، ظاہر نہیں ہوا۔

اور آپ کی اس عبارت کے بالفاظ دیگر یہ معنی ہوئے کہ:

حضرت مرزا صاحب ابھی تک بہشت میں داخل نہیں ہوئے،

کیونکہ غلبہ اسلام کی نشانیوں میں سے ایک کڑی انہدام صلیب ہے، اور مرزا فرماتے تھے کہ: میری صرف یہی خواہش ہے کہ صلیب ٹوٹ جائے۔ یہی میرا فردوس ہے یہی میری بہشت ہے اے خدا میں بیقرار ہوں مجھے بہشت میں داخل کر۔ (اعجاز المسیح۔ ص ۱۷۵)

اور بقول آپ کے ابھی تک غلبہ اسلام ہوا نہیں۔ نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب بہشت کے باہر ہی تشریف فرما ہیں۔

باقی رہا یہ امر کہ مرزا قادیانی نے اپنی زندگی میں سب کچھ ہو جانا کہاں تحریر کیا ہے۔اس کے لئے میں جناب کی توجہ مرزا قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارات کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں۔ملاحظہ ہو۔

ا۔میرا کام جس کیلئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں،اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے اور وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا،تو پھر میں سچا (مسیح کے وقت میں جو کام ہونا تھا اس کیلئے دیکھو براہین صفحہ ۴۹۹،۵۰۵،تمام روئے زمین پر اسلام کا پھیل جانا)۔ اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں (بدر ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)۔

۲۔یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مجدد موجودہ فساد کی اصلاح کے لئے آتا ہے اور اس کی بدی کی بیخ کنی کی طرف متوجہ ہوتا ہے...اس زمانہ میں فساد عظیم صلیبی کارروائیوں کا فساد ہے۔اسی فساد نے بہت سے بیابانی اور شہری لوگوں کو ہلاک کیا۔پس یہ امر واجب ہے کہ مجدد اس صدی کا اس کی اصلاح کے لئے آوے اور بموجب منشاء احادیث کے کسر صلیب اور قتل خنازیر کرے۔اور جو شخص کسر صلیب کرے پس وہی مسیح موعود ہے پس اس امر کو اے سعید آدمی سوچ۔ (حاشیہ ص ۱۶۔نجم الہدی)

۳ : عیسائی مذہب کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہے عیسائی مذہب آدم زاد کی خدائی منوانا چاہتا ہے اور ہمارے نزدیک وہ اصلی اور حقیقی خدا سے دور پڑے ہوئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ ان عقائد کی (جو حقیقی خدا پرستی سے دور پھینک کر مردہ پرستی کی طرف لے جاتے ہیں) کافی تردید ہو اور دنیا آگاہ ہو جاوے کہ وہ مذہب جو انسان کو خدا بناتا ہے خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا اور بظاہر اسباب عیسائی مذہب کی اشاعت اور ترقی کے جو ہیں وہ اسباب پرست انسان کو کبھی یقین نہیں دلاتے کہ اس مذہب کا استیصال ہو جائے گا لیکن ہم اپنے خدا پر یقین رکھتے ہیں کہ اس نے ہم کو ان کی اصلاح کے لئے بھیجا ہے اور یہ میرے ہاتھ پر مقدر ہے کہ میں دنیا کو اس عقیدہ سے رہائی دوں ۔پس ہمارا فیصلہ کرنے والا یہی امر ہوگا۔یہ باتیں لوگوں کی نظر میں عجیب ہیں مگر میں یقین رکھتا ہوں کہ میرا خدا

قادر ہے۔(اخبار الحکم قادیان نمبر۱۶ ج۸ ص۲ کالم۳)

۴۔ و نفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً ۔ہم آخری زمانہ میں تمام لوگوں کوایک ہی مذہب پر جمع کردیں گے ۔ یہ عام دعوت آنحضرت ﷺ سے شروع ہوئی اور مسیح موعود کے زمانہ میں اس کے ہاتھوں سے کمال تک پہنچی ۔(مفہوم)(چشمہ معرفت ص ۶۷، ۶۹، ۸۰)

مرزا غلام احمد کی مذکورہ عبارات سے جو کچھ ظاہر ہورہا ہے وہ یہ ہے کہ

۱۔علت غائی مسیح موعود کی کسر صلیب ہے۔پس جو شخص صلیب کوتوڑ دے وہ مسیح ہے۔

۲۔ یہ کام یعنی استیصال مذہب نصاری اور ابطال عقیدہ تثلیث مرزا جی کے ہاتھ پر مقدر تھا اور اس بات کو منجملہ خدا کی قدرتوں کے ایک بڑی محیر العقول قدرت ظاہر کیا گیا تھا۔

۳۔اقوام عالم کیا ہندو، کیا عیسائی ،اور کیا یہود،اور کیا صابئی ،تمام کی تمام مذہب اسلام پر جمع ہوجائیں گی ۔

۴۔ یہ کام مجدد اعظم مصلح عالم امام انبیاء ختم المرسلین نذیراً للعالمین رسولاً الی جمیع الناس محمد مصطفیٰ ﷺ کے زمانہ میں (ہاں ہاں اس ہادی کامل کے زمانہ میں جن کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کو بھی تسلیم ہے کہ: ہمارے نبی ﷺ نے کروڑ ہا انسانوں کو بتوں اور عیسی پرستی سے نجات دے کر کلمہ توحید پڑھوا دیا۔اور مخلوق پرستی کی جڑ کاٹ کر اکثر ممالک میں توحید کا باغ لگا دیا ،ص ۳۷ ست بچن از مرزا قادیانی) بھی نہیں ہوا اور نہ یہ کام خاتم الکتب جامع تعلیم انبیاء کافی وشافی مرشد وہادی الی یوم الدین قرآن حکیم کلام رب العالمین سے تیرہ سو برس کے اتنے بڑے زمانہ میں نہ ہو سکا۔ ہاں ہاں اس کلام سے بھی (جس کے متعلق مرزا صاحب تحریر فرماتے تھے کہ: قرآن شریف نے تمام پر وبال عیسائیوں کے توڑ دیئے ۔ایک انسان کا خدا بننا باطل کر کے دکھلا دیا۔صلیبی اعتقاد کو پاش پاش کر دیا۔ص ۸ چشمہ مسیحی) یہ کام سرانجام نہ ہوسکا ،جس کو مرزا صاحب انجام دینے آئے تھے جو یقیناً بے نظیر ہونا چاہیے۔

۵۔ یہ کہ آپ عیسی پرستی کے ستون کوتوڑ کر اس کی بجائے توحید پھیلانے کے دعویدار تھے،اور اگر چہ کروڑ ہا نشانات اس کے علاوہ آپ کے موجود ہوتے ،تو بھی یہ علامت جو،علت غائی ، ہے ایسی ممتاز اور واضح دلیل تھی کہ اس کے عدم وقوع سے بقایا تمام کے تمام نشانات کالعدم تصور کئے جانے کے لائق ہیں۔اور یہ تمام کام جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ہونا چاہیے تھا۔

پس میں بادب ملتمس ہوں کہ کیا یہ تمام باتیں ظہور میں آ گئیں؟ کیا کسر صلیب کے یہی معنی ہیں کہ عیسائیت دن بدن بڑھ پھول کر اچھا خاصہ ایک عظیم الشان درخت بن جائے یہاں تک کہ بعض پادری صاحب تو اب فاتح قادیان بھی کہلانے لگے۔

میرا مقصد اس سے یہ نہ سمجھا جائے کہ میں یہ تمسخر سے کہہ رہا ہوں۔ حاشا و کلا۔ بلکہ صرف یہ دکھلانے کو کہ کسر صلیب کی بجائے جو قصر صلیب تیار ہو رہا ہے کیا اس سے مرزا غلام احمد کے دعوی کو سخت نقصان نہیں پہنچتا۔ اور کیا ہم اس سے یہ نتیجہ نکال سکتے ہیں کہ آپ مسیح موعود بلکہ کچھ بھی نہیں تھے۔ غیر مسلم تو درکنار رہے مسلمانوں کی حالت بھی جناب پر عیاں ہے اور تو اور خود جماعت احمدیہ کا افتراق کیا کم ہے۔ ایک صاحب اگر مشرق کو جا رہے ہیں تو دوسرے مغرب کو حالانکہ مرزا غلام احمد فرماتے تھے:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں اور وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمانوں کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے۔ (الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

خلیفہ صاحب! کیا واقعی مرزا جی مسلم کو صحیح معنوں میں حسب منشاء خود مسلم بنا گئے۔

کیا لاہوری اور قادیانی نزاع اس کے لئے ایک کاری ضرب نہیں، اور کیا عیسائیوں کا مخترعہ آلہ بحیثیت اعتقاد الوہیت نظر سے پنہاں ہو گیا اور دنیا اس کو بھول گئی؟

اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو کیا ہمارا حق ہے کہ ہم بموجب اس قول کے: ہر ایک چیز اپنی علت غائی سے شناخت کی جاتی ہے۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۵۳)۔ بوجہ نہ پائے جانے اس علت غائی کے مرزا صاحب قادیانی کو صادق نہ سمجھیں اور آپ کے تمام دعاوی کو باطل جانیں اور اس پر اسی معاملہ کو بطور دلیل پیش کریں جیسا کہ مرزا قادیانی نے خود بھی یہی فرمایا ہے: ہر ایک نبی یا رسول یا محدث جو نشان اتمام حجت کے لئے پیش کرتا ہے وہی نشان خدا تعالی کے نزدیک معیار صدق و کذب ہوتا (اشتہار موسومہ پیر مہر علی شاہ ص ۴)

اور یہ نشان وہ ہے جس کو مرزا نے بطور معیار صدق و کذب خود پیش فرمایا تھا جو اگر ہو جاتا تو واقعی بڑا مبارک تھا کیونکہ پھر نہ یہ ارتداد کا بکھیڑا ہوتا، اور نہ ملکانوں کا جھگڑا، نہ یہ شدھی بدھی کا فساد رہتا، نہ مذبح قادیان کے مقدمات، نہ ظفروال کا قضیہ نا مرضیہ، جس سے آپکو بھی آرام ہوتا۔ خواہ مخواہ اشتہاروں پر سینکڑوں کی رقم کا ہے

کو برباد ہوتی

کیا میں امید کروں کہ آپ نہایت مہربانی سے میرے ان سوالات پر نظر کر کے مجھے ان کے جوابات سے مطلع فرمائیں گے۔ والسلام خیر ختام ۔

خاکسار محمد عبداللہ معمار امرتسر کٹرہ کرم سنگھ دروازہ بھگتانوالہ

معرفت مستری مولا بخش لوہار۔ ۲۶ فروری ۱۹۳۰ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء مطابق ۱۳ شوال ۱۳۴۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۲۰۔ ص ۴۔۶)

....

ندائے قرآن۔ نمبر ۲

بجواب ندائے قادیان

از منشی محمد عبداللہ معمار

(مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میں دنیا کو عیسیٰ پرستی سے پاک کرنے کے لئے آیا ہوں، میرے آنے سے دنیا عیسیٰ پرستی کو بھول جائے گی، مگر کام کیا تو صرف اتنا کہ عمر کا اکثر حصہ اس مسئلہ پر صرف کر دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ اس کا نام رکھا، عیسیٰ پرستی کی ٹانگ توڑ دی۔ حالانکہ عیسائیوں کی انجیل میں صاف لکھا ہے کہ:

یسوع مسیح نے چلا کر جان دی۔ (انجیل متی۔ باب ۲۷)

اس لئے عیسائیوں کے رسالہ تجلی لاہور میں ایک دفعہ عیسائی مضمون نگار نے لکھا تھا کہ

مرزا صاحب نے ہمارے خیال کی تائید فرمائی ہے کیونکہ ہمارے مذہب کا مدار ہی مسیح کی وفات علی الصلیب پر ہے۔ مرزا صاحب نے موت مسیح علی الصلیب گو نہیں مانی، مگر موت تو مانی برخلاف عام مسلمانوں کے، وہ تو مسیح کو سرے سے زندہ مانتے ہیں جس سے ہمارا کفارہ جڑ سے اکھڑ جاتا ہے۔ اس لئے ہم عیسائی مرزا صاحب کے شکر گذار ہیں۔

علاوہ اس کے وفات مسیح کا مسئلہ ہندوستان میں ایجاد کرنے کا فخر سر سید احمد خان علی گڈھی کو حاصل ہے جنہوں نے اپنی تفسیر

القرآن میں اس مسئلہ کو بڑی تفصیل سے لکھا ہے۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب کو خدا نے ایک ایسے کام کے لئے بھیجا جو ان سے پہلے ہو چکا تھا، کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی یہی مثال ہے۔

جماعت مرزائیہ سے جب کبھی مرزا صاحب کے حالات پر مباحثہ طلب کیا جاتا ہے تو وہ وفات مسیح کا مسئلہ پیش کر دیتے ہیں اور اس کو اتنی اہمیت دیتے ہیں گویا سارا امتیاز کفر واسلام اسی میں ہے۔ چنانچہ خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد نے بھی اسی روش پر ایک دوورقہ اشتہار شائع کیا ہے جس میں وفات مسیح کے مسئلہ پر بڑا زور دیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

حضرت مسیح کو آسمان پر زندہ ماننے میں خدا کی بھی اور رسول کریم کی بھی ہتک ہے اور مسیحیت نے اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا ہے۔ اور لاکھوں مسلمان اس عقیدہ کی وجہ سے ٹھوکر کھا کر مسیحی ہو گئے ہیں۔

یہ مقولہ خلیفہ قادیان نے باپ کی اندھی تقلید میں لکھ دیا ہے (دیکھو تحفہ گولڑویہ ص ۵)۔ ورنہ اگر ہم ان لاکھوں کا نشان پوچھیں تو شاید ایک لاکھ، بلکہ ایک ہزار، بلکہ ایک سو، بلکہ دس، بلکہ ایک بھی نہ بتا سکیں جو یہ کہے کہ اسلامی عقیدہ متعلقہ حیات مسیح کی وجہ سے میں عیسائی ہوا ہوں کیونکہ آج تک جتنے مسلمان عیسائی ہوئے ہیں وہ کسی اور وجہ سے مرتد ہوئے ہیں نہ کہ اسلامی عقیدہ کی وجہ سے۔،، اس اشتہار کا جواب ہمارے قابل نامہ نگار منشی محمد عبداللہ معمار نے دیا ہے جو درج ذیل ہے۔

اڈیٹر مرقع قادیانی)

جناب منشی محمد عبداللہ معمار لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ۱۹۳۰ء میں قادیانی جماعت نے تبلیغ مرزائیت کے ماہواری اشتہار شائع کرنے کا فیصلہ کیا تھا چنانچہ ان کی طرف سے پہلا اشتہار موسومہ ندائے ایمان ۱۵ جنوری ۱۹۳۰ء کو نکلا۔ اس کے اندر جناب میاں محمود احمد صاحب نے یہ وعدہ کیا کہ جو صاحب کچھ سوال کریں گے ان کا جواب دونگا۔ اسی بنا پر راقم الحروف نے ان کی خدمت میں ایک خط ارسال کیا جو اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۴ مارچ ۱۹۳۰ء میں درج ہو چکا ہے۔ اس میں خاکسار نے خلیفہ صاحب سے استفسار کیا تھا کہ آپ کے والد جناب مرزا صاحب نے اپنی تشریف آوری کی حقیقی علامت اور علت غائی، عیسائیوں کی صلیب توڑ کر عقیدہ تثلیث کو دنیا سے اٹھا دینا، ظاہر کی تھی۔ مگر عرصہ ہوا کہ وہ فوت ہو گئے اور عیسائی اسی طرح تثلیث پرستی میں منہمک ہیں۔

اس کے متعلق باوجود وعدہ جواب کے انہوں نے خاموشی اختیار کی تو علماء قادیان نے غلط سلط جواب دے کر پیچھا چھڑانا چاہا جس کا جواب الجواب بھی اخبار اہل حدیث مورخہ ۳۰ مئی و ۱۲ جون ۱۹۳۰ء میں دیا

گیا۔ میرا خیال تھا کہ شاید دوسرے نمبر میں خلیفہ صاحب میرے جواب کی طرف توجہ فرمائیں گے مگر اب جب کہ اشتہار نمبر۲ میں انہوں نے جواب سے اعراض کیا ہے، میں یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوں کہ:

بے خودی بے سبب نہیں غالب۔ کچھ تو ہے جسکی پردہ داری ہے

اس تازہ اشتہار کا دو لفظی خلاصہ یہ ہے:

باوجود ہمارے نبی کریم ﷺ کو کفار نے سخت سے سخت تکالیف پہنچائیں مگر اللہ تعالی نے آپ کو آسمان پر نہیں اٹھایا۔ اس لئے حضرت عیسی کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ اللہ تعالی نے ان کو یہود کے ہاتھوں سے بچانے کو آسمان پر اٹھالیا اور وہ اب تک زندہ ہیں، اور حضرت مسیح بحکم خدا مردوں کو زندہ کیا کرتے تھے۔ یہ سب باتیں خلاف قرآن ہیں جو نادانوں نے کھڑی ہیں ان عقائد کے رکھنے سے نبی ﷺ کی ہتک ہے لہذا یہ گزری باتیں ہیں۔ وغیرہ۔ ملخص

ناظرین کرام! تحریر مرقومہ بالا گو بظاہر بڑی خوش نما معلوم ہوتی ہے مگر حقیقت میں نہایت ہی لغواور سراسر مغالطات سے بھری ہوئی ہے

دوستو! غور فرمایئے کہ ایک ایسا عقیدہ جس پر گزشتہ چودہ سو برس کے اندر سب دنیا کے مسلمان اعتقا د رکھتے تھے جن میں بڑے بڑے آئمہ اطہار، فقہاء کبار، محدثین ابرار، صحابہ کرام، اولیاء عظام، صوفیا خوش انجا م، مجددین نیک نام، مفسرین قرآن، اور دیگر تمام خادمان اسلام و عاشقان قرآن شامل ہیں ایسے عقیدہ کو کیسے کھلم کھلا الفاظ میں گندہ، مشرکانہ، ظالمانہ، خلاف قرآن اور ہتک رسول انام قرار دیا گیا ہے۔ استغفر اللہ ایھا الناس !

أأمنتم من فی السماء ان یخسف بکم الا رض فا ذا ھی تمو ر (الملک:۱۶)

(خلیفہ صاحب نے خود ہی حقیقۃ النبوت کے صفحہ۱۴۲ پر لکھا ہے کہ: حیات مسیح کا عقیدہ رکھنا مشرکانہ عقیدہ ہے ۔ پچھلی صدیوں میں قریباً سب دنیا کے مسلمانوں میں مسیح کی حیات پر ایمان رکھا جاتا تھا اور بڑے بڑے بزرگ اس عقیدہ پر فوت ہوئے)

مسلمانو! خدارا انصاف سے کہو کہ اگر خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) کے قول کے مطابق عقیدہ حیات مسیح واقعی گندہ مشرکانہ وغیرہ ہوتا تو کیا اللہ تعالی چودہ سو برس تک اس پر خاموشی اختیار کر کے امت محمدیہ کو ورطہء

ضلالت میں ہی دبا رہنے دیتا؟ ہرگز نہیں۔ یہ خلیفہ صاحب کا اللہ تعالی پر افتراء ہے

معزز ناظرین! جب تک مرزا قادیانی حیات مسیح کے قائل تھے اس وقت تک یہی عقیدہ قادیانی معتقدوں میں عین ایمان مطابق قرآن موید اسلام اور قدرت خداوندی کا جلالی کرشمہ کہا جاتا تھا (دیکھو براہین صفحہ ۴۹۹۔۵۰۰) مگر جوں ہی مرزا صاحب نے حضرت عیسی کا فوت ہو جانا ظاہر کر کے اپنے آپ کو مسیح موعود قرار دیا پہلا عقیدہ مشرکانہ گندہ خلاف قرآن ہتک رسول ﷺ شمار ہونے لگا:

ہم بھی قائل تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب و مرزائی اصحاب کی یہ پرانی عادت ہے کہ ایک بات جس کو خود ہی ایک وقت نہایت صحیح اور شعار اولیاء بتاتے ہیں، دوسرے وقت میں اپنا مطلب نکالنے کو اسی بات کو نہایت ہی بری اور گندی کہہ دیتے ہیں۔ مثال کے طور ملاحظہ ہو کہ اناجیل مروجہ میں حضرت مسیح کی طرف یہ منسوب کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا تھا: میں نیک نہیں ہوں ۔

اس کے متعلق ایک وقت تو مرزا صاحب نے یہ لکھا کہ:

> حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بےنفس بندے تھے جو انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا جو کوئی ان کو نیک آدمی کہے (براہین۔ص ۱۰۴)

مگر جب عیسائیوں کا رد کرنے بیٹھے تو اسی فقرہ سے (جس کو حلم و تواضع عجز و بےنفسی کہہ کر شعار اولیاء اللہ قرار دیا تھا) یوں مستدل ہوئے:

> یسوع اس لئے اپنے تئیں نیک نہ کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی اور خراب چال چلن ہے۔ (ست بچن۔ص ۱۷۲)۔

حضرت مسیح کی طرف جو انجیل میں منسوب کیا گیا ہے کہ انہوں نے ایک فاحشہ عورت سے عطر ملوایا تھا مرزا صاحب اس پر تحریر فرماتے ہیں؛

> آپ (مسیح) کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شاید اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے

ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ....زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے ۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۷)

اس تحریر میں اس عطر ملوانے کے فعل کو خلاف پرہیزگاری اور بدچلنی وغیرہ کہا گیا ہے۔ مگر ۱۹۰۸ء میں جب ایک شخص نے مبائعین مرزا کے داڑھی منڈانے پر اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا:

لوگ کن بے ہودہ اعتراضوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ وہ ظاہر کو دیکھتے ہیں ہم باطن کو...حضرت عیسی پر ایک شخص نے اعتراض کیا کہ آپ نے فاحشہ عورت سے عطر کیوں ملوایا تو انہوں نے کہا، دیکھ! تو پانی سے میرے پاؤں دھوتا ہے مگر یہ عورت آنسوؤں سے، خدا کے نزدیک خلوص شرط ہے ..درحقیقت حضرت (عیسی) نے ٹھیک فرمایا۔ (بدر۔قادیان ۴ مئی ۱۹۰۸ء)

اس عبارت میں اسی فعل کو جسے پہلے قابل مذمت قرار دیا تھا اور جس کی وجہ سے حضرت عیسی کی جدی مناسبت کنجریوں سے بتائی تھی، باعث تحسین لکھا ہے۔ اسی قسم کی بیسیوں مثالیں ان کی تحریرات میں موجود ہیں جن میں سے بہت سی رسالہ تعلیمات مرزا (مصنفہ مولانا ثناءاللہ) میں درج ہیں۔

خلیفہ صاحب! آپ کا اور ہمارا متفقہ عقیدہ ہے کہ نبی کریم ﷺ تمام مخلوق الہی سے افضل ہیں جیسا کہ آپ نے اپنے اشتہار کے صفحہ ۲ پر تحریر فرمایا ہے کہ،

ہمارا نبی ﷺ اپنی قوت قدسیہ میں کیا ملائکہ اور کیا انسان، سب پر فضیلت لے گیا۔ (بہت خوب)

دوسری طرف یہ بھی آپ کو مسلّم ہے کہ ملائکۃ اللہ خاص کر حضرت جبریل وغیرہ ابتداء دنیا سے موجود ہیں اور آسمان پر ہیں۔ اب اگر آپ کا یہ اصول درست سمجھا جاوے کہ جو شخص زیادہ دیر زندہ رہے اور آسمان پر چلا جاوے وہ نبی ﷺ سے افضل ہو جاتا ہے تو ملائکہ کے افضل از نبی ﷺ ہونے میں کیا شک ہے؟ حالانکہ آپ اور ہم دونوں نبی ﷺ کو ملائکہ سے بہت افضل مانتے ہیں۔ نتیجہ یہ نکلا کہ کسی کا لمبی عمر پانا یا آسمانوں پر رہنا فضیلت ذاتی پر دلیل نہیں ہے۔

اسی طرح آپ کا اور ہمارا یہ بھی متفقہ اعتقاد ہے کہ آنحضرت ﷺ حضرت موسیٰؑ سے افضل ہیں۔

آپ کے والد جناب مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی بھی باوجود یہی عقیدہ رکھنے کے حضرت موسیٰ کو آسمان پر مانتے ہیں اور زندہ مانتے ہیں جیسا کہ ان کی تحریر ذیل اس پر شاہد ہے:

ان عیسی نبی اللہ کانبیاء آخرین و ان ھوا لاخا دم الشریعة النبی المعصوم ... ھو موسی فتی اللہ الذی اشار اللہ فی کتابہ الی حیاتہ و فرض علینا ان نومن بانہ حیّ فی السماء و لم یمت و لیس من المیتین

(نورالحق حصہ اول۔ص۵۰)

یعنی عیسیٰ صرف اور نبیوں کی طرح ایک نبی خدا کا ہے اور وہ اس نبی معصوم جناب موسیٰ کی شریعت کا ایک خادم ہے وہی موسیٰ جس کی نسبت قرآن میں اشارہ ہے کہ وہ زندہ ہے اور ہم پر فرض ہو گیا کہ ہم اس بات پر ایمان لاویں کہ وہ زندہ آسمان میں موجود ہے اور مردوں میں سے نہیں۔

خلیفہ صاحب! فرمایئے اگر آپ کا یہ فرمان درست ہے کہ جو شخص حضرت عیسیٰ کو آسمان پر اتنی مدت سے زندہ مانتا ہے وہ رسول اللہ ﷺ کی ہتک کرتا ہے، وہ ظالم ہے، نادان ہے، مخالف قرآن ہے، تو آپ کے والد صاحب کون ہوئے؟ جلدی نہیں، ذرہ سوچ سمجھ کر جواب دینا۔

علاوہ ازیں میں یہ بھی عرض کئے دیتا ہوں کہ کسی شخص کا رتبہ اور منصب کے لحاظ سے رفیع الدرجات ہونا اور شئے ہے اور بعض اشخاص میں خصوصیات ذاتیہ کا علیحدہ علیحدہ موجود ہونا شئے دیگر است۔ اگر افضلیت کا معیار بعض شخصی خصوصیات کو قرار دیا جائے جیسا کہ آپ نے سمجھا ہے تو اس طرح کسی نبی کا دوسرے سے افضل یا بزرگ تر ثابت ہونا دشوار ہو جائے گا۔

دیکھئے حضرت آدم کو اللہ نے بغیر والدین کے پیدا کیا (تقریر دوم جنگ مقدس مرزا) اسی طرح ان کو زندگی میں جنت میں رکھا (قرآن مجید)۔ حضرت ابراہیم باوجود آگ میں ڈالے جانے کے صحیح وسلامت رہے (ضمیمہ تریاق القلوب۔ص۳) حضرت موسیٰ کا عصا سانپ بن گیا (نزول المسیح۔ص۱۲۷)۔ ایسا ہی آپ نے عصا مار کر دریا کو پھاڑ دیا (مواہب الرحمٰن۔ص۴) حضرت عیسیٰ کی والدہ کو نساء العالمین پر فضیلت دی گئی (قرآن) حضرت مسیح کو بغیر والد کے پیدا کیا (نزول المسیح۔ص۱۲۷)۔ اسی طرح حضرت مسیح کو بیماروں کے شفایاب کرنے کا معجزہ دیا گیا (

مواہب الرحمٰن ۔ص ۱۷) اسی طرح حضرت عیسیٰ بن مریم کی دعا پر آسمانوں سے مائدہ نازل کیا گیا (سورۃ مائدہ) حضرت یونس مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہے (قرآن) حضرت یحیٰ بطور خرق عادت پیدا کئے گئے (مواہب الرحمان ۔ص ۷۰) بقول مرزائیاں، مرزا صاحب نے بے موسم سنگترہ پیدا کر دیا (سیرۃ المہدی از بشیر احمد ص ۴)

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب! فرمایئے یہ تمام باتیں نبی ﷺ سے کب ظہور میں آئیں۔ تو کیا نبی ﷺ میں آپ ان باتوں کے نہ ہونے سے آپ کی فضیلت کا انکار کریں گے؟ سچے ہیں تو کیجئے

اگر کہا جائے کہ ہمارے نبی ﷺ نے ایسے ایسے بلکہ اس سے بھی بڑھ کر ہزاروں معجزات دکھائے ہیں ان پر کیا منحصر ہے۔ تو یہی جواب ہماری طرف سے سمجھ لیجئے گا۔ سنئے! اگر حضرت مسیح چوتھے آسمان پر اٹھائے گئے تو ہمارے نبی ﷺ عرش بریں بلکہ حجاب عظمت تک تشریف لے گئے و لنعم ما قیل

الله الله عروج تو ز افلاک گذشت
بمقامے کہ رسیدی نہ رسد ہیچ نبی

اسی طرح جناب کا یہ اعتراض کہ:

حضرت مسیح کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا کہ وہ مردوں کو بھی زندہ کیا کرتا تھا جیسا کہ مسلمانوں میں اس وقت عام عقیدہ ہے تو پھر اس امر میں کوئی شبہ نہیں رہتا کہ نعوذ باللہ من ذلک حضرت مسیح، نبی کریم ﷺ سے افضل تھے۔ (اشتہار ندائے قادیان)

یہ اعتراض بھی صریح غلط ہے

جناب بندہ! اگر کسی بزرگ کا بحکم خدا مردہ کو زندہ کرنا وجہ فضیلت علی سید المرسلین قرار دینا درست ہے تو آپ کے والد صاحب پرلے سرے کے نبی کریم ﷺ کی توہین کرنے والے تھے جنہوں نے لکھا ہے کہ:

یہ بات قطعی اور یقینی طور پر ثابت ہو چکی ہے کہ حضرت مسیح بن مریم باذن وحکم الٰہی الیسع نبی کی طرح اس عمل ترب میں کمال رکھتے تھے گو الیسع کے درجہ کاملہ سے کم رہے ہوئے تھے کیونکہ الیسع کی لاش نے بھی وہ معجزہ دکھایا کہ اس کی ہڈیوں لے لگنے سے ایک مردہ زندہ ہو گیا۔

(ازالہ اوہام حاشیہ۔ص ۳۰۸۔۳۰۹)

خلیفہ صاحب ! اگر آپ کا یہ قول درست ہے تو جو شخص ایک مردے کو زندہ کر دے وہ نبی کریم ﷺ سے افضل ہو جاتا ہے تو الیسع کی لاش کے چھونے سے، ہاں ہاں (بقول مرزا صاحب) ایک مکروہ اور قابل نفرت عمل ترب، کی برکت سے جو مردہ زندہ ہو گیا بتلایئے اور ایمان سے بتلایئے کہ اس بے جان لوتھڑے، کے حضرت محمد ﷺ سے افضل ہونے میں کیا شک ہے اور آپ کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

بالآخر میں ان تمام باتوں (جن پر آپ نے اعتراض کئے ہیں یعنی کسی کا آسمان پر چڑھنا اور دیر تک زندہ رہنا، اور کسی کا مردہ کو زندہ کرنا وغیرہ) کی آپ کے والد صاحب کی قلم سے تصدیق کرانے کے بعد آپ سے پوچھتا ہوں کہ مشرک گندہ نادان ظالم مخالف قرآن رسول اللہ کی ہتک کرنے والا کون ہے؟

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

....

الہام مرزا قادیانی خلاف آیت قرآنی

(تحریر: مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرت سر)

آیت قرآنی

اللہ لا الہ الّا ھو الحی القیوم لا تاخذہ سنۃ و لا نوم (سورہ بقرہ پارہ سوم)۔

یعنی اللہ نہیں کوئی معبود مگر ایک خدا زندہ ہے ہمیشہ قائم رہنے والا نہیں پکڑتی اللہ کو اونگھ اور نیند

عیسویت ۔ بائبل کے حوالے

اخبار فاروق قادیان ۷۔ اپریل ۱۹۳۰ء صفحہ ۷ پر ایک مضمون عیسائی مشن کی تردید میں بعنوان:

ہمارا خدا اور عیسائیوں کا خدا،

جناب مولوی محمد یعقوب احمدی مولوی فاضل آف قادیان کی طرف سے چھپا ہے اس میں لکھا ہے :

خدا سو جاتا ہے:

بائبل کا خدا غلبہ نیند کی وجہ سے بہت دفعہ سو بھی جاتا ہے چنانچہ لکھا ہے:

میں نے تھکی ہوئی جان کو آسودہ کیا اور ہر غمگین روح کو سیر کیا۔اس پر میں جاگا اور نگاہ کی اور میری نیند مجھے میٹھی معلوم ہوئی (یرمیاہ:۳۱ آیت ۲۵۔۲۶)

For I have satiated the weary soul, and I have replenished every sorrowful soul. Upon this I awaked, and beheld; and my sleep was sweet unto me (Jeremiah 31:25-26)

حضرت داؤد دعا کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

بیدار ہو، کیوں سورہتا ہے تو اے خداوند جاگ ہم کو ہمیشہ کے لئے ترک مت کر۔(زبور باب ۴۴، آیت ۲۳)

Awake , why sleepest thou, O lord? arise, cast us not off for ever. (Psalms 44: 23)

اے میرے خدا اے میرے رب اٹھ اور میرے انصاف کے لئے اور میرے فیصلے کے لئے جاگ ۔(زبور باب ۳۵، آیت ۲۳)

Stir up thyself, and awake to my judgement , even unto my cause, my God and my Lord. (Psalms 35:23)

اے خداوند اپنے قہر میں اٹھ اور میرے دشمنوں کو جوش وخروش کی مخالفت میں اپنے تئیں بلند کر اور میرے لئے جاگتا رہ۔(زبور باب ۷ آیت ۶)

Arise, O Lord, in thine anger, lift up thyself because of the rage of mine enemies: and awake for me to the judgement that thou hast commanded . (Psalms 7 : 6)

اے خداوند میرا کچھ گناہ اور تقصیر نہیں وہ دوڑتے ہیں اور آپ کو طیار کرتے ہیں پر میرے کسی قصور کے سبب نہیں تو مجھ سے ملنے کے لئے جاگ اور دیکھ۔پس اے خداوند رب الافواج اسرائیل کے

خدا ساری قوموں کا حال تجویز کرنے کے لئے جاگ۔(زبور باب ۵۹ آیت ۴،۵)۔

They run and prepare themselves without my fault: awake to help me, and behold. Thou therefore, O Lord God of hosts, the God of Israel, awake to visit all the heathen: be not merciful to any wicked transgressors. Selah. (Psalms 59:4-5)

جاگنے والے کے خواب کی مانند اے خداوند جب تو جاگے گا تو ان کی صورت کو حقیر جانے گا۔
(زبور باب ۷۳۔آیت ۲۰)۔

As a dream when one awaketh; so, O Lord, when thou awakest,
thou shalt despise their image. (Psalms 73:20)

مرزائیت

الہام مرزا صاحب قادیانی:

اخبار بدر قادیان ۶ فروری ۱۹۰۳ صفحہ ۲۳،الحکم جلد ۷ نمبر ۵ صفحہ ۱۶،البشری۔جلد ۲ صفحہ ۹۷ پر ہے :

۳ فروری ۱۹۰۳ء اصلی و اصوم اسهر و انام و اجعل لك انوار القدوم و اعطيك ما يدوم ان الله مع الذين اتقوا

(میں نماز پڑھوں گا اور روزہ رکھوں گا اور سوتا ہوں۔اور تیرے لئے اپنے آنے کے نور عطا کروں گا اور وہ چیز تجھے دونگا جو تیرے ساتھ ہمیشہ رہے گی خدا ان کے ساتھ ہے جو تقوی اختیار کرتے ہیں)

نوٹ: قرآن لا تاخذه سنة و لا نوم فرما کر اس لغو عقیدہ کی تردید کرتا ہے

مرزا صاحب کا فتوی:

میں جانتا ہوں کہ قرآن کریم سے مخالف ہو کوئی الہام صحیح نہیں ٹھہر سکتا۔

(تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۲۵)

ظاہر ہے جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہوئے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔(چشمہ معرفت۔ص ۲۲۲)

نتیجہ: مرزائیو! بتاؤ مرزا صاحب کے الہامات صحیح ہیں یا غلط۔حبیب اللہ

کھلا عریضہ بخدمت خلیفہ قادیانی

جناب میاں (محمود احمد) صاحب!

آپ نے اپنے ٹریکٹ ندائے ایمان نمبر ا کے صفحہ ۴ میں فرمایا ہے:

جو سوالات کسی کے نزدیک حل طلب ہوں تو وہ ہم کو اطلاع دیں ہم حل کریں گے۔

لہذا برائے مہربانی میرے مفصلہ ذیل سوال حل کر دیں۔

آپ کو معلوم ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو درثمین، حقیقۃ الوحی اور ازالہ اوہام حصہ اول میں مثیل آدم، مسیح موسی ابراہیم داؤد اور یعقوب فرمایا ہے۔ جب تک کسی شخص کے اوصاف اور زندگانی کے واقعات اور حالات مطابق نہ ہوں، وہ مثیل ہونے کا اہل نہیں ہو سکتا۔ لہذا اگر اس اصول کے مطابق حضرت مرزا صاحب کی پیدائش اور زندگانی کے حالات کا مقابلہ مندرجہ بالا نبیوں سے کیا جائے تو واقعات مرزا صاحب کی تحریر کے برعکس ثابت ہوتے ہیں۔

مثلاً قرآن میں ارشاد ہے کہ حضرت آدمؑ مع اپنی زوجہ جنت میں داخل کئے گئے اور وہاں سے نکالے گئے۔

اسی طرح حضرت یعقوبؑ کے فرزند ارجمند حضرت یوسفؑ میں جدائی ہوئی جس سے حضرت یعقوبؑ کی بصارت جاتی رہی اور یوسفؑ نے اپنے والد کو اپنے پاس بلایا تھا۔

اور حضرت عیسیؑ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے۔

حضرت ابراہیمؑ اپنے والد کے عقاید سے بے زار ہو کر ہجرت کر گئے تھے۔

اور خدا نے حضرت داؤدؑ کے لئے پہاڑوں کو مسخر کیا اور پہاڑ ان کے ساتھ سورج ڈوبے اور سورج نکلتے تسبیح کہتے تھے۔

لیکن مرزا غلام احمد صاحب نہ جنت میں بمعیت اپنی حرم داخل کئے گئے،

نہ ان کی کسی فرزند سے جدائی ہوئی،

اور نہ مرزا صاحب بغیر باپ کے پیدا ہوئے،

اور نہ جناب نے ابراہیم کی طرح اپنے وطن سے ہجرت کی،

اور نہ کوئی پہاڑ ان کے ماتحت مسخر کیا گیا۔

لہذا اس مقابلہ سے مرزا صاحب اپنے دعوی میں فیل ثابت ہوتے ہیں۔پس جناب یہ معمہ حل کریں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو مثیل ان انبیاء کا کیوں کہا۔

حافظ فضل الرحمٰن کلرک ریلوے لالہ موسی

....

مرقع قادیانی

مدیر مسؤل ابوالوفا ثناء اللہ

جلد ۳ نمبر ۳

جون ۱۹۳۱ء

طاعون مرزا

مرزا غلام احمد قادیانی ہر واقعہ قدرت سے ذاتی فائدہ اٹھانے کی کوشش کرتے تھے۔ ۱۸۹۶ء میں بمقام بمبئی طاعون کا ظہور ہوا، تو بعد غور و فکر آپ نے اعلان کیا کہ یہ طاعون میرے انکار کی وجہ سے خدا نے بطور عذاب دنیا میں بھیجا ہے۔

پھر لکھا کہ جہاں ایک بھی راست باز ہوگا، وہاں طاعون نہ ہوگا۔

اس کے بعد طاعون کا ظہور صوبہ پنجاب میں ہوا، تو آپ نے قادیان کی حفاظت کا الہام شائع کیا۔

جب قادیان پر بھی طاعون کا حملہ زور سے ہوا، تو آپ نے مکان چھوڑ کر باغ میں جا ڈیرہ لگایا۔

غرض جو درجہ بھی آپ نے اختیار کیا، اسی میں خدا نے آپ کو فیل کیا۔ اس لئے ہم نے سمجھا تھا کہ اب جماعت مرزائیہ طاعون کا نام نہ لے گی۔ لیکن مرزائی اور خموشی۔ ضدان مفترقان ایّ تفرق۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ آج ہم بھی طاعون مرزا کے عنوان سے ایک مضمون حوالہ قلم کریں

مجمل تردید۔ مرزا صاحب اور مرزائیوں کا دعوی تھا، اور ہے:

طاعون دنیا میں اس لئے آئی کہ خدا کے مسیح موعود (مرزا) کا نام کافر دجال رکھا گیا۔ پس خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول (مرزا) کو بغیر گواہی چھوڑ دے۔

(دافع البلاء ص ۸۔ ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ۱۹۳۱ء ص ۶)

اس کا مجمل جواب یہ ہے کہ طاعون سب سے پہلے بمبئی میں نمودار ہوا جہاں مرزا غلام احمد صاحب کو شائد کسی نے سنا بھی نہ ہو۔ اور دجال کافر وغیرہ کہنا تو کجا۔ پھر آج ہندوستان خصوصاً بمبئی اور پنجاب میں طاعون کا نام و نشان نہیں، تو کیا مرزا صاحب قادیانی کا مکذب اور منکر کوئی نہیں رہا۔ اس کا جواب مرقع قادیانی کا وجود ہی دے رہا ہے۔

فلسفی سوال: قادیانی دوستو! علت تامہ سے پہلے معلول کا ہونا اور علت تامہ کے ہوتے ہوئے معلول کا نہ ہونا،

فلسفہ کا کوئی اصول ہے؟ الیس منکم رجل رشید

تفصیلی بحث۔ اڈیٹر صاحب ریویو نے کمال صداقت پسندی سے مرزا غلام احمد صاب کی طاعون کے متعلق سب سے پہلی پیش گوئی یہ لکھی ہے:

پہلی پیش گوئی: چنانچہ دیکھ لو کہ اس زمانہ میں جب کہ پنجاب و ہندوستان میں طاعون کا کہیں نام و نشان تک نظر نہ آتا تھا اور ہمارے ملک کے اکثر باشندے مرض طاعون کا محض نام تک جاننے سے بھی ناواقف و بے خبر تھے۔ قریباً ۲۵ برس پیشتر خدائے عالم الغیب نے براہین احمدیہ میں یہ خبر اپنے مامور کے ذریعہ سے دنیا کے کانوں تک پہنچائی

الامراض تشاع و النفوس تضاع

کہ زمانہ آنے والا ہے کہ امراض پھیلیں گی اور بہت جانیں تلف ہوں گی۔ اب تم خوب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ الٰہی کلام اپنے پرہیبت نشانوں کے ساتھ کس شوکت وشان کے ساتھ ظہور پذیر ہوئی اور پھر کس طرح کروڑوں نفوس کو لقمہ اجل بناتی ہوئی اس کے مسیح کی صداقت دنیا پر واضح کر گئی۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ۱۹۳۱ء ص ۱۱)

جواب۔ مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت عیسی کا کلام نقل کیا ہے کہ زلزلے ہوں گے یہ ہوگا، اور وہ ہوگا۔ پھر اس پر مذاق اڑایا ہے کہ یہ بھی کوئی پیش گوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے۔ کیا زلزلے دنیا میں آتے نہیں۔ ہمیشہ آتے ہیں۔ (ازالہ اوہام)۔

ہم بھی اڈیٹر ریویو کو کہتے ہیں کہ یہ کیا پیش گوئی ہے کہ بیماریاں ہوں گی۔

کیا بیماریاں ہوتی نہیں، ہمیشہ ہوتی ہیں۔ پھر اس میں کمال کیا ہوا۔

اسی طرح دوسری تیسری چوتھی اور پانچویں بھی مہملات جمع کر کے ریویو نے مرزا صاحب کا ایک اشتہار نقل کیا ہے جو یہ ہے:

ایک اور ضروری امر ہے جس کے لکھنے پر میرے جوش ہمدردی نے مجھے آمادہ کیا ہے اور میں خوب جانتا ہوں کہ جو لوگ روحانیت سے بے بہرہ ہیں اس کو ہنسی اور ٹھٹھے سے دیکھیں گے۔ مگر میرا فرض

ہے کہ اس کو نوع انسانی کی ہم دردی کے لئے ظاہر کروں۔اور وہ یہ ہے کہ

آج ٦ فروری ١٨٩٨ء روز یکشنبہ ہے میں نے خواب دیکھا کہ خدا تعالی کے ملائک پنجاب کے مختلف مقامات میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں اور وہ درخت نہایت بدشکل اور سیاہ رنگ اور خوفناک اور چھوٹے قد کے ہیں۔میں نے بعض لگانے والوں سے پوچھا کہ یہ کیسے درخت ہیں؟ تو انہوں نے جواب دیا کہ یہ طاعون کے درخت ہیں جو عنقریب ملک میں پھیلنے والی ہے۔میرے پر یہ امر مشتبہ رہا کہ اس نے یہ کہا کہ آئندہ جاڑے میں یہ مرض بہت پھیلے گا، یا یہ کہا کہ اس کے بعد کے جاڑے میں پھیلے گا۔لیکن نہایت خوفناک نمونہ تھا جو میں نے دیکھا اور مجھے اس سے پہلے طاعون کے بارے میں الہام بھی ہوا اور وہ یہ ہے کہ ان اللہ لا یغیر ما بقوم حتی یغیروا ما بانفسھم انہ آوی القریۃ

یعنی جب تک دلوں کی وباء معصیت دور نہ ہو تب تک ظاہری وبا بھی دور نہ ہوگی۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ١٩٣١ء ص ١٤)

مرقع۔ اس اشتہار کے دو حصے ہیں۔ایک پنجاب میں طاعون پھیلنے کی خبر، دوم قریہ، قادیان، کی حفاظت

نوٹ۔مرزا غلام احمد صاحب اور اڈیٹر ریویو نے اس عبارت میں جس خیانت مجرمانہ سے کام لیا ہے اس کا اظہار کرنا ضروری ہے

الہام کے عربی الفاظ میں جو انہ آوی القریۃ ہے اس کا ترجمہ بھی نہیں کیا کیونکہ اس پر سخت زد پڑتی ہے۔ لہذا ہم بتاتے ہیں اس کا ترجمہ ہے۔

تحقیق خدا نے اس بستی، قادیان، کو حفاظت میں لے لیا ہے۔

عام وبا کی پیش گوئی کی بنا تو ڈاکٹروں کا اعلان تھا کہ طاعون متعدی بیماری ہے۔بمبئی کے بعد پنجاب میں سب سے پہلے پھگواڑہ ضلع جالندھر میں طاعون نمودار ہوا تھا۔مرزا جی نے اس کو دیکھ کر ڈاکٹروں کے اعلانات سے قیاس کر لیا کہ طاعون اب پنجاب میں بھی ضرور پھیلے گا۔یہ تو ایک قیاسی بات تھی۔ہاں قادیان کی حفاظت کی بابت جو کچھ مرزا غلام احمد صاحب نے اعجاز نمائی کا دعوی کیا تھا وہ ان کی طرف مولوی عبدالکریم (امام نماز مرزا)

نے مندرجہ ذیل الفاظ میں بتایا تھا:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) خود خدائے حکیم وعلیم وقدیر کی وحی انہ آوی القریۃ کی بنا پر ساری دنیا کے طبیبوں فلسفیوں میٹریلسٹوں کو کھول کر سناتا ہے کہ قادیان یقیناً اس پراگندگی، تفرقہ، جزع فزع اور موت الکلاب اور تباہی سے محفوظ رہے گا اور بالضرور محفوظ رہے گا۔ مسیح موعود (مرزا) نے اپنی راستی اور شفاعت کبری کا یہ ثبوت پیش کیا ہے کہ قادیان کی نسبت تحدی کر دی ہے کہ وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔ وغیرہ۔ (الحکم قادیان ۱۰۔اپریل ۱۹۰۲ء ص۱)

ناظرین! آپ لوگ منتظر ہوں گے کہ اتنے بڑے متحدیانہ دعوی کا انجام کیا ہوا۔ وہ بھی ہم آپ کو سناتے ہیں مرزا صاحب متوفی کا چچازاد بھائی مرزا نظام الدین امرتسر میں ایک دفعہ ملے۔ میں نے پوچھا مرزا جی! قادیان کا کیا حال ہے؟

مرزا نظام الدین، مرزا صاحب مسیح قادیان کے مرید نہ تھے۔ بولے کہ

مولوی جی! قصبہ قادیان تباہ ہو گیا۔ جس وقت (مرزا غلام احمد) نے قادیان میں طاعون نہ ہونے بابت پیش گوئی کی تھی ہم اسی وقت جان گئے تھے کہ اب ہماری خیر نہیں۔ خدا اس کو جھوٹا کرنے کیلئے ضرور ہم پر طاعون بھیجے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا سینکڑوں آدمی طاعون کی نذر ہو گئے۔

یہ بیان تو غیر کا ہے، ممکن ہے کسی مرید مرزا قادیانی کو اس کی تسلیم میں مجال کلام ہو۔ اس لئے ہم خود مرزا جی سے شہادت دلواتے ہیں۔ مرزا صاحب، ہاں مسیح موعود، ہاں مہدی معہود، ہاں ملہم ربانی جناب مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

طاعون کے دنوں میں جب کہ قادیان میں طاعون زور پر تھا میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۸۴)

ناظرین! زور کا طاعون ملاحظہ ہو۔ یہ ہے نتیجہ اس تحدی کا جو قادیان میں طاعون نہ ہونے کی بابت کی گئی تھی

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ان کی ساری شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

بے حیائی تیرا آسرا: باوجود اس اقرار مرزا اور زور طاعون کے حاشیہ نشین اڈیٹر البدر نے لکھا تھا:

قادیان میں طاعون حضرت مسیح (مرزا غلام احمد) کے الہام کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہی ہے۔

(بدر ۲۴ اپریل ۱۹۰۲ء)

سچ ہے : جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے

....

سکھوں اور مرزائیوں کی بہادری

تشا بهت قلو بهم

کسی سکھ نے ایک فرنگن کو ناحق قتل کر دیا تھا۔ سکھ لیگ میں اس پر بجائے نفرت کے قاتل کی تعریف کی گئی۔ اس پر الفضل قادیان نے ایک واجبی شکایتی نوٹ لکھا:

سکھوں کی بہادری کی مثال: عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ سکھ ایک بہادر قوم ہے حالانکہ یہ بات حقیقت سے کوسوں دور ہے۔ سکھوں کے اندر وحشت، عاقبت (نا) اندیشی اور اکھڑ پن تو ضرور ہے مگر حقیقی شجاعت و بسالت قطعاً نہیں۔ اس کا تازہ ثبوت سنیئے۔

پچھلے دنوں ایک ظالم اور نامرد سکھ سجن سنگھ نامی نے ایک بے گناہ عورت مسز کرٹس کو بلا وجہ نہایت ہی

سنگ دلی اور خونخواری سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے دو ننھے ننھے بچوں کو نہایت بے دردی کے ساتھ زخمی کر دیا تھا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ سکھ قوم اس امر پر اظہار افسوس کرتی اور ندامت محسوس کرتی کہ اس سے تعلق رکھنے والے ایک شخص نے ایسی بزدلی کا ثبوت دیا ہے مگر سکھ لیگ کے اجلاس میں اس نابکار کی بہادری کے اعتراف میں ریزولیوشن پاس کر کے ثابت کر دیا گیا ہے کہ سکھ من حیث القوم بہادری اور شجاعت کے حقیقی مفہوم سے بھی نا آشنا ہیں۔ چہ جائے کہ یہ صفات عالیہ ان کے اندر موجود ہوں کیونکہ بہادر آدمی کا ایسے بزدلانہ اور بہیمانہ حملہ کی تعریف کرنا تو درکنار اس کی مذمت سے بھی باز نہیں رہ سکتا۔

(الفضل ۱۴۔اپریل ۱۹۳۱ء ص ۴)

مرقع۔ ہم بھی سکھوں کے اس فعل کو انہی الفاظ میں ذکر کئے جانے کے قابل جانتے ہیں جن میں الفضل نے کیا ہے۔ مگر ساتھ اس کے ہم قادیانی جماعت کو الفضل ہی کے الفاظ میں اس پر بھی توجہ دلاتے ہیں وہ غور سے سنے کہ :

پچھلے دنوں ایک ظالم محمد علی مرزائی نے حاجی محمد حسین بٹالوی کو بلا وجہ نہایت ہی سنگ دلی اور خون خواری سے موت کے گھاٹ اتار دیا اور اس کے ننھے ننھے بچوں کو یتیم کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ قادیانی جماعت اس پر اظہار افسوس کرتی اور ندامت سے سر جھکاتی، مگر اس نے الٹا اس خونی کی یہ عزت کی کہ اس کی تصویر شائع اور اس کا نام مجاہد رکھا۔ اس کے مقدمہ کی پیروی ہائی کورٹ تک کی۔ جب وہاں بھی اس کی سزائے پھانسی بحال رہی تو پریوی کونسل لندن میں ہزاروں کے خرچ سے اپیل دائر کی۔

یہ ہے قادیانی جماعت کا من حیث القوم انصاف شجاعت اور دیانت کا ثبوت

قادیانی ممبرو! ہمارا سوال بجا ہے یا بے جا؟

کسوف مرزا

(مرقع نمبر۲ میں (جو مجھے تا حال نہیں ملا۔ بہاء) کسوف مرزا کے عنوان سے سلسلہ معماریہ شروع ہوا ہے جس میں رمضانی کسوف وخسوف والی روایت پر بحث کی گئی ہے آج اس سلسلہ کا دوسرا نمبر ہے۔ مرقع نمبر۲ میں اس روایت پر روایتی حیثیت سے بحث ہوئی ہے۔ آج پانچویں دلیل سے اس کے معنی اور تشریح پر بحث ہوتی ہے۔ مدیر مرقع)

منشی محمد عبداللہ معمار لکھتے ہیں:

پانچویں وجہ

مرزا غلام احمد صاحب کی روایت کسوف وخسوف کا مصداق نہ ہونے کی پانچویں وجہ یہ ہے کہ ان کا دعوی ظلی محمد ہونے کا تھا جیسا کہ لکھا ہے:

جب قوم نے کہا کہ یہ تو عمداً وحی کا دعوی کرتا ہے۔ میں نے تعجب کیا کہ میں تو رسول اللہ ﷺ کا ظل ہوں۔(اعجاز احمدی۔ص ۷۱)

اور ظل کبھی اپنے اصل سے بڑھ کر نہیں ہو سکتا جیسا کہ خود ان کو بھی مسلّم ہے کہ:

سایہ کیونکر اپنے اصل سے مخالف ہو سکتا ہے پس وہ روشنی جو اس (رسول اللہ ﷺ) میں ہے وہ مجھ میں چمک رہی ہے (حوالہ مذکور)

اس کی مزید تشریح ان کے بیٹے مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کی عبارت ذیل میں یوں مرقوم ہے:

اگر ایک صفت کی نفی آنحضرت ﷺ سے کی جائے تو ساتھ ہی اس کی نفی حضرت مسیح موعود (مرزا) سے ہو جائے گی کیونکہ جو چیز چشمہ میں نہیں وہ گلاس میں کہاں آسکتی ہے۔ (القول الفصل۔ص۲۹)

اسی کی تائید مرزا غلام احمد صاحب کی اس عبارت سے ملتی ہے کہ:

جو شخص مجھ میں اور نبی ﷺ میں تفریق کرتا ہے اس نے مجھ کو نہیں دیکھا اور نہیں پہچانا ہے۔

(خطبہ الہامیہ۔ص ۱۷۱)۔

اب سب عبارات سے صاف طور پر عیاں ہے کہ جو صفت یا جو نشان نبی ﷺ کے اندر تھے وہی مرزا جی کے اندر ہونے ضروری اور لابدی ہیں۔ ان سے بڑھ کر نہیں۔ پس اب ہم کو یہ دیکھنا ہے کہ کیا نبی ﷺ کے وقت میں اس قسم کا خسوف کسوف ہوا تھا؟ اس کا جواب ظاہر ہے کہ آپ ﷺ کی زندگی مبارک میں نہیں ہوا۔ ہاں مرزا صاحب نے نہایت شوخی سے ایک مقام پر معجزہ شق القمر کو از قسم خسوف شمار کیا ہے ملاحظہ ہو ان کی مندرجہ ذیل تحریر:

اس کے لئے چاند کے خسوف کا نشان ظاہر ہوا اور میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا۔ اب کیا تو انکار کرے گا۔ (اعجاز احمدی۔ص ۷۱)

اس عبارت میں معجزہ نبوی کو از قسم خسوف کہہ کر اس کی توہین کی ہے جیسا کہ خود مرزا غلام احمد نے کہا ہے کہ:

مثلاً اگر آج شق القمر کا معجزہ ہو تو یہ ہیئت و طبعی کے ماہر اور سائینس کے دلدادہ فی الفور اس کو کسوف و خسوف کے اقسام میں داخل کر کے اس کی عظمت کو کم کرنا چاہیں گے۔

(تقریر مندرجہ سالانہ رپورٹ جلسہ قادیان منعقدہ ۱۸۹۷ء ص ۱۵۷)

توہین کے علاوہ اپنی فضیلت نبی ﷺ پر ظاہر کی ہے بہر حال جب کہ بقول مرزا، نبی ﷺ کے لئے صرف چاند کو خسوف ہوا تھا تو ان کے لئے جو نبی ﷺ کے ظل ہونے کے مدعی ہیں کس طرح چاند اور سورج دونو ں کو ہوسکتا ہے

چھٹی وجہ

مرزا غلام احمد صاحب اس روایت کے اس وجہ سے بھی مصداق نہیں بن سکتے کہ جس دار قطنی کی روایت سے انہوں نے استدلال کیا ہے اس میں چاند گرہن کی تاریخ پہلی رمضان اور سورج گرہن کا منکسف ہونا نصف رمضان میں مرقوم ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب قادیانی جس گرہن کو اپنی صداقت پر شہادت آسمانی بتاتے ہیں وہ گرہن خود انہی کے قول کے مطابق چاند ۱۳ رمضان اور سورج ۲۸ رمضان کو گہن ہوا (دیکھو حقیقۃ الوحی۔ص ۱۹۶۔ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۴۶) یہ ان کی دلیل کس طرح ہوسکتا ہے۔ مرزا جی اس کا یہ جواب دیتے ہیں:

ان مولویوں ....نے یہ احمقانہ عذر پیش کر دیا کہ اس پیش گوئی کے یہ معنی ہیں کہ چاند کو رمضان کی پہلی رات کو گرہن لگے گا اور پندرہ تاریخ کو سورج کو گرہن ہوگا۔لاحول ولاقوۃ۔ان احمقوں نے یہ معنی کس لفظ سے سمجھ لئے۔اے نادانو! آنکھو کے اندھو! مولویت کو بدنام کرنے والے ! ذرہ سوچو کہ حدیث میں چاند گرہن میں قمر کا لفظ آیا ہے پس اگر یہ مقصود ہوتا کہ پہلی رات میں چاند گرہن ہوگا تو حدیث میں قمر کا لفظ نہ آتا بلکہ ہلال کا لفظ آتا۔کوئی شخص اہل لغت اور اہل زبان سے پہلی رات کے چاند پر قمر کا لفظ اطلاق نہیں کرتا بلکہ دو تین رات تک ہلال کے نام سے موسوم ہوتا ہے۔پس ایک ایماندار کے لئے یہ ایک بدیہی قرینہ ہے کہ اس جگہ پہلی رات سے مہینہ کی پہلی رات نہیں بلکہ چاند گرہن کی پہلی رات مراد ہے اگر مہینہ کی پہلی رات مراد ہوتی تو اس جگہ ہلال کا لفظ چاہیے تھا، نہ قمر کا۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۴۶۔۴۷)

یہ تحریر مرزا صاحب قادیانی کی علاوہ پر از سبّ وشتم ہونے کے جو ہرگز کسی پاکباز مقدس بزرگ کی زبان سے نکلی ہوئی کہلانے کی حقدار نہیں ہے، بالکل غلط ہے کیونکہ اس روایت میں اول لیلة من رمضان ہے یعنی رمضان کی پہلی رات۔اگر یہ مقصود ہوتا چاند گرہن کی راتوں میں سے پہلی رات، تو عبارت یوں ہوتی لاول لیلة من لیالی الخسوف ۔پس ایک مومن صاف باطن غیر متعصب کے لئے یہ ایک بدیہی دلیل ہے کہ اس جگہ پہلی رات سے از روئے روائت پیش کردہ مرزا رمضان کی رات ہے نہ کہ چاند گرہن کی راتوں سے پہلی رات ۔

باقی رہا مرزا صاحب کا اعتراض جو بسبب خودغرضی ان سے ظاہر ہوا ہے بدیں وجہ غلط ہے کہ قمر چاند کا ذاتی نام ہے اور ہلال اور بدر وغیرہ سب اوصافی نام ہیں۔اہل عرب قمر کو اس کی بعض وقتی حالتوں کی رو سے کبھی ہلال اور کبھی بدر وغیرہ کہتے ہیں۔لیکن اس کا یہ مطلب نہیں ہلال قمر نہیں یا بدر قمر نہیں۔ بلکہ ان کے محاورے میں ہلال (جو پہلی رات کا وصفی نام ہے) بھی قمر ہے اور بدر (جو چودھویں پندرھویں شب کے چاند کا وصفی نام ہے) بھی قمر ہے چنانچہ تاج العروس (جو لغت کی مشہور کتاب ہے) میں لکھا ہے :الھلال غرة قمر و ھی اول لیلة ۔یعنی ہلال قمر کی پہلی رات ہے۔

ایسا ہی قرآن مجید نے بھی شروع رات سے لے کر تمام ماہ کے چاند کو (جو مختلف اوقات میں مختلف ناموں سے پکارا گیا، یعنی کبھی ہلال اور کبھی بدر) قمر کہا ہے جیسا کہ آیت ذیل میں ہے :

هو الذی جعل الشمس ضياء و القمر نوراً و قدره منازل لتعلموا عدد السنين و الحسا ب ۔(یونس)۔

(یعنی اس ذات پاک نے سورج کو روشن اور چاند کو اجالا بنا یا اور اس چاند کی منزلیں مقرر کر دیں تا کہ تم سالوں کا شمار اور حساب کر سکو)۔

دیکھئے اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے سارے ماہ کے چاند کو قمر فرمایا ہے۔اسی طرح سورہ یٰس میں فرمایا

و القمر قدر نا ه منازل حتی عاد کا لعر جو ن القديم

اور قمر کی منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ وہ چلتا چلتا اپنی پہلی حالت خشک ٹہنی کی مانند ہو جا تا ہے

اس جگہ بھی اللہ تعالیٰ نے تمام ماہ کے چاند کو قمر فرمایا ہے۔پس مرزا صاحب کا یہ اعتراض کہ پہلی شب کے چاند کو عرب قمر نہیں کہتے محض مطلب پرستی ہے۔لغت عرب اور قرآن کریم سے تو مرزا صاحب کے مقلد شاید نہ مانیں کیونکہ یہ تو مرزا صاحب کا منہ دیکھتے ہیں ان کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل شدہ قرآن کی کچھ وقعت نہیں الاّ اس صورت میں کہ مرزا صاحب کے اقوال کے خلاف نہ ہو۔اس لئے میں انہی کے گھر سے خود مرزا کے فرزند میاں محمود احمد کی تحریر پیش کرتا ہوں جو اس معاملہ میں فیصلہ کن ہے وہ یہ ہے:

خدا تعالیٰ رسول کریم ﷺ کے انذار تام اور دشمنوں پر غلبہ کے متعلق قمر کو پیش کرتا ہے اور قمر کا وجود بعض پیش گوئیوں کے لحاظ سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی)... کا وجود ہے۔آپ کو بدر بھی کہا گیا مگر بدر بھی قمر کا نام ہے۔قمر بدر نہیں ہوتا لیکن بدر ضرور قمر ہوتا ہے اسی طرح قمر ہلال نہیں ہوتا مگر ہلال ضرور قمر ہوتا ہے کیونکہ چاند کا عام نام ہے خواہ چاند پہلے دن کا ہو یا دوسرے دن کا یا تیسرے چوتھے دن کا خواہ چودھویں دن کا خواہ چھبیسویں یا ستائیسویں دن کا، چاند بعض کیفیتوں کے لحاظ سے ہلال کہلاتا ہے۔

(درس قرآن تفسیر سورۃ مدثر مندرجہ اخبار الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۲۸ء)

جناب خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) کی اس عبارت سے یہ امر بالکل واضح ہوگیا کہ پہلی رات کے چاند کو قمر کہنا بالکل صحیح ہے۔ پس مرزا صاحب کی یہ دلیل کہ، پہلی رات کے چاند کو قمر نہیں کہا جاتا، نہ صرف گاؤ خورد ہی ہوگئی بلکہ اس سے ان کا پرلے سرے کا غیر صادق مطلب پرست مغالطہ دہ ہونا ثابت ہوگیا الحمد لله علی ذلك

بھائیو! مرزا صاحب کے غیر صادق ہونے پر یہی بات کافی ہے کہ وہ باوجود یہ اعتقاد رکھنے کے کہ پہلی رات کے چاند کو قمر کہنے والا نادان اندھا احمق ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۷) خود ہی ایسی روایت سے استدلال کرتے ہیں جس میں فقرہ تنخسف القمر لا ول ليلة من ر مضا ن (ماہ رمضان کی پہلی رات چاند گرہن ہوگا) موجود ہے اگر وہ راست باز ہوتے تو حسب اعتقاد خود ایسی روایت کو دیکھتے ہی جھوٹی کہہ دیتے لیکن بجائے اس کے انہوں نے نہایت ہی غلط سلط تاویلوں سے نہ صرف اس روایت کو صحیح بلکہ حدیث رسول ہی ٹھہرا دیا بلکہ اس کو بڑے زور شور سے اپنے لئے پیش گوئی بتایا

آہ کس قدر قابل شرم فعل ہے کہ وہ شخص جو اپنے مخالفین سے بوقت بحث دلیل طلب کرتے ہوئے یہ کہے: اے بھلے مانس کیا دلیل اس بات کا نام ہے کہ جس چیز کو آپ نہ مانیں وہی نہ ماننا دلیل سمجھا جائے... دلیل تو وہ ہوتی ہے جس کے مقدمات ایسے بدیہی الثبوت ہوں جو فریقین کو ماننے پڑیں۔

(شحنۂ حق ۔ص ۱۰۱)

وہ خود اس قسم کی کمزور دلائل سے اپنی سچائی منوائے اور جو معقول پسند اس سے انکاری ہو اس کو:

رئیس الدجالیں، پلید، احمق، نعا ل لعن الله الف الف مرة (ان پر خدا کی لعنت کی دس لاکھ جوتیاں)

نادان اندھے اسلام کے عار مولوی، جاہل، بدذات، خبیث دشمنان خدا و رسول، یہودی، بے ایمان نابکار۔ (ضمیمہ انجام آتھم ۔ص ۴۶ تا ۵۲)

کہہ کر اپنے مسیحی اخلاق کا ایسا واضح ثبوت پیش کرے جس پر ایک ثالث بالخیر کے منہ سے بے ساختہ نکل جائے

تو گوئی تا قیامت زشت روئی
برو ختم است بر یوسف نکوئی

بخلاف اس کے ہماری دریا دلی ملاحظہ ہو کہ ہم اس پر ذرہ بھر رنجیدہ نہیں بلکہ خوش ہیں، کیوں؟ کہ ان کی سخت کلامی ہی اس بات کی دلیل ہے کہ وہ علماء اسلام کے مقابلہ پر بالکل بے دست و پا اور صحیح جواب سے عاری تھے۔ اور بقول خلیفہ قادیان یہ بات بالکل صحیح ہے کہ:

جب انسان دلائل سے شکست کھا کر ہار جاتا ہے تو گالیاں دینی شروع کر دیتا ہے اور جس قدر کوئی زیادہ گالیاں دیتا ہے اسی قدر اپنی شکست کو ثابت کرتا ہے۔ (انوار خلافت از مرزا محمود احمد ص ۱۵)

نیز ان کی یہ سخت کلامی اس بات کی بھی دلیل ہے کہ وہ ہرگز ہرگز مہدی نہیں ہیں جن کو انہوں نے خود ازالہ اوہام میں حضرت محمد ﷺ کا ہم خلق ہونا لکھا ہے۔ پس بقول مرزا صاحب قادیانی:

ہر ایک برتن سے وہی ٹپکتا ہے جو اس کے اندر ہے (چشمہ معرفت۔ ص ۱)

دوسری وجہ ہماری عدم ناراضگی کی یہ ہے کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب ان کو خدا نے فرمایا تھا کہ

يا احمد فاضت الرحمة على شفتيك (ضمیمہ انجام آتھم ص ٦)

(اے غلام احمد رحمت تیرے ہونٹوں پر جاری ہے)

اس لئے وہ ان قدرتی رحمت کے چشموں کو جو ان کی زبان پر جاری تھے نہ روکنے پر مجبور تصور کئے جائیں گے۔

الغرض مرزا صاحب کی سخت زبانی ان کے منصب جلیلہ کے جس کے وہ مدعی تھے سخت خلاف ہے جو اس پر صریح دلیل ہے کہ وہ فی الحقیقت خدا کی طرف سے کسی عہدہ پر فائز نہیں تھے

ساتویں وجہ

مرزا صاحب کے اس روایت دارقطنی کا مصداق نہ ہونے کی ساتویں وجہ یہ ہے کہ اس روایت میں مہدی موعود کے وقت ہونے والے چاند گرہن کی تاریخ جیسا کہ اس پر مفصل بحث ہو چکی ہے رمضان شریف کی پہلی رات ہے اور سورج گرہن کی تاریخ پندرہ رمضان ہے جیسا کہ الفاظ روایت تنكسف الشمس فى النصف منه میں مرقوم ہے بخلاف اس کے مرزا غلام احمد صاحب جس سورج گرہن کو پیش کرتے ہیں وہ ۲۸ رمضان کو ہوا تھا پس وہ اس دلیل سے تمسک کرنے میں صادق نہیں گنے جاویں گے۔ باقی رہا مرزا جی کا یہ تاویل کرنا :

سورج کو اس کے گرہن کے دنوں میں سے اس دن گرہن ہوگا جو درمیان کا دن ہے (۲۶) خدا نے قدیم سے چاند گرہن کے لئے ۱۳، ۱۴، ۱۵ اور سورج کے لئے ۲۷، ۲۸، ۲۹ تاریخیں مقرر کر رکھی ہیں سو پیشگوئی (مندرجہ دار قطنی) کا ہرگز یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس روز ٹوٹ جائے گا جو شخص ایسا سمجھتا ہے وہ گدھا ہے نہ انسان (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۷)

سو اس کے جواب میں ہمیں زیادہ قیل وقال کی ضرورت نہیں الفاظ روایت سامنے ہیں جو یہ ہیں: ینخسف القمر لا ول لیلة من ر مضا ن و تنکسف الشمس فی النصف منه
رمضان کی پہلی رات کو چاند گرہنا اور اس کے نصف میں سورج گرہن ہوگا۔

پس مرزا غلام احمد صاحب کا نصف رمضان سے سورج گرہن کے ایام درمیانی یوم مراد لینا صریح عربیت کے خلاف ہے۔ کوئی عربی جاننے والا منصف مزاج ان من گھڑت معانی کو درست نہیں کہے گا۔ نصف منه سے سورج گرہن کے دنوں میں سے درمیانی دن مراد لینا بچند وجوہ غلط ہے۔

اول یہ کہ منه کی ضمیر واحد مذکر رمضان کی طرف پھرتی ہے ایا م کی طرف ہوتی تو منها ہوتی کیونکہ ایام جمع کا صیغہ ہے۔ اہل علم حضرات غور فرمائیں روایت میں صاف لفظ نصف منه موجود ہے جو واحد مذکر کی طرف راجع ہے اور کلام سابق میں اس کا مرجع رمضان موجود ہے۔ اب کون اپنے دماغ میں بھس بھرے بیٹھا ہے جو خواہ مخواہ زبان عربی کو چھوڑ کر اس طرح کے غلط معانی کو قبول کر کے اپنے انصاف وایمان کے گلے پر الٹی چھری چلائے گا۔

دوم۔ دوسری وجہ مرزا جی کے طبع زاد معانی کے غلط ہونے کی یہ ہے کہ تین دنوں کا درمیانی دن، وسط، کہلاتا ہے نصف نہیں کہلاتا حالانکہ روایت مذکور میں نصف ہے۔ باقی رہا مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ خدا نے قدیم سے... سورج گرہن کے لئے ۲۷۔ ۲۸۔ ۲۹ تاریخیں مقرر کی ہیں۔ پیش گوئی کا یہ مطلب نہیں کہ یہ نظام اس دن ٹوٹ جائے گا

اس کا جواب تو خود روایت میں موجود ہے کہ وہ کسوف خسوف ایسے ہوں گے کہ جب سے آسمان وزمین بنے ہیں نہیں ہوئے،۔ پس اس، نہیں ہوئے، کو سامنے رکھ کر معنی کرنے ہیں، جو ہم نے کئے، اور جو آپ نے کئے

وہ تو دنیا کی پیدائش کے بعد کئی دفعہ ہو چکے ہیں۔

خود ہی جس موضوع قول کو ہیرا پھیری سے سچ مچ حضرت رسول اللہ ﷺ کی حدیث بنایا اسی کی باتوں کو خلاف نیچر قرار دے رہے ہیں۔ کیوں جناب! حدیث سے بڑھ کر اور کون سا امر (یا؟) ثبوت ہوگا جس کو مرزا جی دلیل استقرائی کے خلاف تسلیم کریں گے۔ ہاں قانون قدرت تو قدیم سے یہ بھی ہے کہ بچہ ہمیشہ ماں باپ دونوں کے ذریعہ پیدا ہوتا ہے مگر مرزا غلام احمد صاحب تو حضرت عیسی کو بلا باپ تسلیم کرتے ہیں دیکھو تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۳، ۶۸۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۳۔ خاص کر الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء کی مندرجہ ذیل عبارت تو واقعی قابل تعریف ہے

ہمارا ایمان اور اعتقاد ہے کہ حضرت مسیح بن باپ تھے۔ اللہ تعالی کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعوی کرتا ہے کہ اس کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہے

مرزائی دوستو! کیا اللہ تعالی کو پندرھویں شب سورج گرہن کرنے کی طاقت نہیں ہے؟ اگر جواب ہو کہ، ہے، تو ایک ممکن الوقوع بات کو قانون نیچر کی آڑ میں قبول نہ کرنا، پھر لطف یہ کہ وہ امر بقول خود حدیث رسول میں مرقوم ہو۔ بھائیو! جب شق القمر ہونا خود مرزا صاحب کے نزدیک درست ہے اور چاند دو ٹکڑے ہونے سے نظام فلکی میں کوئی حرج نہیں ہوسکتا تو پندرھویں شب میں سورج گرہن ہونے سے کس طرح ہوگا۔

معجزہ شق القمر کے متعلق جو تقریر مرزا غلام احمد صاحب کی رپورٹ جلسہ قادیانی منعقدہ ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۸۸ تا ۹۸ تک چھپی ہے وہ اس لائق ہے کہ ساری اس جگہ نقل کی جائے کیونکہ اس میں نظام فلکی و قانون نیچر کی آڑ میں امور خارق عادت سے انکار کرنے والوں کی خوب دھجیاں اڑائی ہیں۔ مگر میں بطور اختصار چند سطریں اس جگہ نقل کرتا ہوں جو یہ ہیں:

بعض نادان شق القمر کے معجزہ پر قانون قدرت کی آڑ میں چھپ کر اعتراض کرتے ہیں (جیسا کہ خود مرزا نے اسی قانون قدرت کی آڑ میں ۱۵ ویں تاریخ گرہن ہونا نظام فلکی کے خلاف کہا ہے) لیکن ان کو اتنا معلوم نہیں کہ خدا تعالی کی قدرتوں اور قوانین کا احاطہ اور اندازہ نہیں کرسکتے۔ آہ! ایک وقت تو وہ منہ سے خدا بولتے ہیں لیکن دوسرے وقت چہ جائیکہ ان کے دل، ان کی روح خدائے تعالی کی عظیم الشان اور ورا

ءالوراءقدرتوں کو دیکھ کر سجدے میں گر پڑیں اسے مطلق بھول جاتے ہیں اگر خدا کی ہستی اور بساط یہی ہے کہ اس کی قدرتیں اور طاقتیں ہمارے ہی خیالات اور اندازہ تک محدود ہو جائیں (جیسا کہ مرزا سورج گرہن کے لئے ۲۷۔۲۸۔۲۹ تاریخیں اور چاند گرہن کے لئے ۱۳،۱۴،۱۵ تاریخیں معین کر کے اس کے خلاف کو گدھا پن اور احمقیت کہتے ہوئے قانون قدرت کی آڑ لیتے ہیں) تو پھر دعا کی کیا ضرورت ہے۔لیکن نہیں میں (مرزا) تمہیں بتلاتا ہوں کہ اللہ تعالی کی قدرتوں اور ارادوں کا کوئی احاطہ نہیں کر سکتا انسان جو یہ دعوی کرے وہ خدا کا منکر ہے لیکن کس قدر واویلا ہے اس نادان پر جو اللہ تعالی کو لامحدود قدرتوں کا مالک سمجھ کر بھی یہ کہے کہ شق القمر کا معجزہ قانون قدرت کے خلاف ہے (یا پہلی تاریخ کو چاند گرہن اور نصف ماہ کو سورج گرہن ہونا نظام قدرت کے خلاف ہے) سمجھ لو کہ ایسا آدمی فکر سلیم اور دور اندیش دل سے بہرہ مند نہیں ۔خوب یاد رکھو کہ کبھی قانون قدرت پر بھروسہ نہ کر لو۔یعنی کہیں قانون قدرت کی حد نہ ٹھہرا لو، کہ بس خدا کی خدائی کا سارا راز یہی ہے۔پھر تو سارا تار پود کھل گیا۔نہیں اس قسم کی دلیری اور جسارت نہ کرنی چاہیے (جناب! آپ نے کسوف خسوف کے متعلق اس پر عمل کیوں نہ کیا) جو انسان کو عبودیت کے درجہ سے گرا دے جس کا نتیجہ ہلاکت ہے۔ایسی بے وقوفی اور حماقت کرنا خدا کی قدرتوں کو محصور اور محدود کرنا کسی مومن سے نہیں ہو سکتی (پھر آپ کیا ہوئے) امام فخر الدین رازی کا یہ قول بہت درست ہے کہ جو شخص خدا تعالی کو عقل کے پیمانہ سے اندازہ کرنے کا ارادہ کرے گا وہ بے وقوف ہے۔دیکھو نطفہ سے اللہ تعالی نے انسان کو پیدا کیا۔یہ لفظ کہہ دینے آسان اور بالکل آسان ہیں۔اور یہ ایک معمولی سی بات نظر آتی ہے مگر یہ ایک سر اور راز ہے کہ ایک قطرہ آب سے انسان پیدا کرتا ہے اور اس میں اس قسم کے قوے رکھ دیتا ہے۔کیا کسی عقل کی طاقت ہے کہ وہ اس کنہ اور کیفیت تک پہنچے ...اسی طرح ایک ایک ذرہ خدا تعالی کے تابع ہے۔اللہ تعالی اس پر قادر ہے کہ یہ ظاہر نظام بھی اسی طرح رہے اور ایک خارق عادت امر (پہلی رمضان کو چاند گرہن اور پندرہ کو سورج گرہن) بھی ظاہر ہو جائے۔

ناظرین کرام! کیا مذکورہ بالا تقریر کے ہوتے ہوئے بھی کسوف خسوف مندرجہ دار قطنی (بشرطیکہ واقعی حدیث نبوی ہو) کے خلاف عادت واقع ہو سکنے پر کسی دلیل کی ضرورت باقی رہتی ہے؟ ہرگز۔ (باقی)

اختلافات مرزا

آفت کی تاک جھانک قیامت کی شوخیاں
پھر چاہتے ہو ہم سے کوئی بد گمان نہ ہو

سید محمد حسن شاہ۔توپ خانہ۔مالاکنڈ سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کے اختلافات اور کذبات کی نسبت بہت کچھ شائع ہو چکا ہے مگر پھر بھی ضرورت ہے کہ سادہ لوح مسلمانوں کے تحفظ کی خاطر اس بارے میں متواتر لکھا جائے۔جو نمایاں خدمات عالی جناب سردار اہل حدیث کے وجود مبارک سے ظہور میں آئیں وہ ان کے خطاب فاتح قادیان سے ظاہر ہیں،مگر نامہ نگاروں میں سے مرحوم ومغفور،یکے از کوہاٹ،اور منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری قابل ذکر ہیں جنہوں نے نہایت محنت اور جانفشانی سے مرزائی ملمع کاریوں کو طشت از بام کیا۔،

کوئی شخص اس حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ اللہ تعالی کا کلام صرف وہی ہوسکتا ہے جس میں کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔اور اگر اختلاف کا شائبہ بھی پایا جائے تو وہ خدائی کلام نہیں ہوسکتا۔برخلاف اس کے انسان کے کلام میں تناقض کا پایا جانا بمثل درخشاں نیمروز ہے بلکہ تناقض کا نہ ہونا تعجب انگیز ہے۔خدا اور انسان کے کلام میں فرق ہونے کا یہ زریں اصول خود اللہ میاں نے قرآن شریف میں مقرر فرما دیا اور یہ ہر ایک عقل مند کے نزدیک تسلیم شدہ امر ہے کہ الہامی کلام میں اختلاف کا پایا جانا اس کے غیر الہامی یا شیطانی ہونے کا کافی ثبوت ہے

اب قادیانی مسیح کے حواری غور سے سنیں۔

مگر افسانہ غم ان کو سناؤں نہ سناؤں
ڈرتا ہوں کہ وہ خواب میں ڈر ڈر کے اٹھیں گے

مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

الف۔ جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا وند تعالی نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔

(تریاق القلوب۔ ص ٦٨)

ب۔ آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال ۱۳۳۵ برس لکھتا ہے جو خدائے تعالی کے الہام کے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۰۰)

الہام الف میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ۱۳۰۰ھ کے خاتمہ پر میری عمر چالیس سال تھی اور الہام ب کے مطابق مرزا صاحب نے ۱۳۳۵ھ میں مرنا تھا۔ یعنی اس حساب سے مرزا صاحب کی انتہائی عمر ۷۵ سال ہوتی ہے۔

پھر لکھتے ہیں: ج۔ جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی ...صدی کا سر بھی آ پہنچا (تریاق القلوب۔ ص ٦٨)

د۔ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲٦ھ میں فوت ہوئے مطلب صاف ہے کہ ۱۳۰۰ھ کے خاتمہ پر آپ کی عمر ۴۰ سال تھی اور بحوالہ د ، ۲٦ سال جمع کیئے تو عمر مبارک ٦٦ سال ہوئی۔

ہ۔ اور سنئے مرزا صاحب رقم طراز ہیں:

آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی یعنی ٦۴ سال کے قریب۔ (اعجاز احمدی ص ۳)

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹٦ء کو فوت ہوئے۔ (انجام آتھم۔ ص ۱)

و۔ مرزا صاحب نے مئی ۱۹۰۸ء میں انتقال فرمایا۔ (تحفہ شاہزادہ ویلز۔ ص ٦۲)

پس معلوم ہوا کہ جولائی ۱۸۹٦ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ٦۴ سال تھی اور جولائی ۱۸۹٦ سے مئی ۱۹۰۸ء تک ۱۳ سال،، کل ۷٦ سال ہوئی۔

اور سنئے : ز۔ قادیانی خلیفہ اول نے اپنے رسالہ نور الدین کے صفحات ۱۷۰۔۱۷۱ میں مرزا صاحب کی

پیدائش ۱۸۴۰ء لکھی ہے یہ کتاب مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوئی

ح۔ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے

اس شمار سے مرزا صاحب کی عمر ۶۸ سال ہوئی۔

ایک اور الہام قابل شنید ہے خدائے تعالی مرزا صاحب سے فرمایا:

میں تجھے اسّی (۸۰) یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا۔

(تریاق القلوب)

یہ الہام تو اپنی نوعیت میں واحد اور لا ثانی ہے اس میں مرزا صاحب نے علم غیب پر حاوی نہ ہونے کا عقیدہ ظاہر فرمایا ہے کیونکہ مرزائی خدا صاف لفظوں میں وعدہ نہیں کرتا بلکہ کہتا ہے کہ اسّی برس یا کچھ کم، یا کچھ زیادہ۔

کس صفائی سے کیا وصل کا تو نے انکار
اس محل پر تو زبان میں تری لکنت اچھی

پھر فرماتے ہیں: جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴، اور ۸۶ کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۹۷)

اس الہام کے ہم شکر گزار ہیں کہ آخر کار مرزا صاحب کو پھنسا ہی دیا اور ایسا پھنسایا کہ بھیگی بلی کی طرح کہیں بھاگنے کے نہ رہے۔ انہوں نے اپنی عمر کا حدود اربعہ ظاہر فرما دیا، جو کہ ہماری خوش قسمتی سے اس قسم کا نہیں کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب ۴۲ سال کی عمر پا کر مر جاتے تو، کچھ کم، کی تفسیر میں آتے اور اگر ہزار سال کی عمر ہوتی تو دنیا، کچھ زیادہ، کے معانی سنتی۔ اس لئے تمام قادیانیوں کو بعد آداب کے واضح ہو کہ، باقی خیریت ہے،۔

لاگ ہو تو اس ہم سمجھیں لگاؤ
جب نہ ہو کچھ بھی تو دھوکہ کھائیں کیا

ہم اوپر لکھ آئے ہیں کہ اختلاف کلام اس کے الہامی ہونے کا منافی ہے ہر کہ شک آرد کافر گردد۔ اس لئے قادیانی کیمپ ایمان سے بتائے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی صحیح عمر کون سی ہے

مدار ہے ناصحو تمہیں پر تمام اب اس منصفی کا
ذرہ تو کہنا خدا لگی بھی فقط سخن پروری نہ کرنا

اس صورت میں جب اختلاف روز روشن کی طرح چمک رہا ہے ہم مجبور ہیں کہ اس کا نتیجہ بھی ظاہر کریں۔مگر چونکہ مرزا صاحب کی عمر دریافت کرنے میں ہم نے انہی کے کلام معجز نظام سے کام لیا ہے اس لئے ضروری ہے کہ نتیجہ بھی آنجناب کے الفاظ میں تحریر کریں تا کہ مرزائی امت کے لئے چون وچرا کی گنجائش نہ رہے۔وہوھذا

ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔

(ست بچن۔ص ۳۱)

احمدی دوستو! ہم یہ نہیں کہتے کہ تم مرزا صاحب کو نہ مانو۔مگر
بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مرزا صاحب کے مریدو! اس خدائے پاک کو حاضروناظر جان کر جس کے حضور میں تمہارے گرو نے کاذب کے صادق کی زندگی میں بعارضہ طاعون وہیضہ وغیرہ سے مرنے کی دعا کی تھی جو قبول بھی ہوگئی۔سچ سچ کہو کہ کیا الہامی کلام کا یہی معیار صداقت ہے۔کیا ہم یہ کہنے میں حق بجانب نہیں کہ جس بات کو مرزا جی نے وحی الہٰی جتا کر اپنی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا اسی نے وقوع میں آکر ایسی تکذیب کی کہ آج تک باوجود ہاتھ پاؤں مارنے کے بھی تمام مرزائی امت اس معمہ کو حل نہ کرسکی اگر جرأت ہے تو ان رسوائے عالم الہاموں کی صحیح تفسیر پیش کرو اور اگر اس سے عاجز ہو تو ان سے انکار کردو۔اس صورت میں نہ بانس ہوگا نہ بانسری بجے گی اور یہ شعر پڑھو

گھر میں کیا تھا جو ترا غم اسے غارت کرتا
وہ جو رکھتے تھے ہم اک حسرت تعمیر سو ہے

....

افتراءات مرزا

مولانا ابوسعید محمد شریف قریشی ٹاہلیانوالوی، جہلمی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام اور داعیان اسلام پر جس دیدہ دلیری اور غیر دانش مندانہ جرأت سے اتہام لگائے ہیں غالباً اس قوت اور ہمت سے کسی پادری کا مقابلہ بھی نہیں کیا ہوگا۔ بلکہ محققین کی رائے یہ ہے کہ کیا ہی نہیں۔ ہاں اگر کسی وقت مجبوراً پادریوں سے دوچار ہونا پڑا بھی تو جادلھم بالتی ھی احسن کو فراموش کر دیا۔ کسی نے بے راہ روی پر توجہ دلائی، تو اس کو حرامزادہ کا خطاب دے کر انصاف کا خون کرا لیا۔ مطلب کی بات بنانے میں ارشادات نبوی ﷺ کو پس پشت ڈالنا تو کجا افتراء علی الرسول سے بھی پرہیز نہیں کیا۔ چنانچہ بذات خود مسیح موعود بننے کا خیال گذرا تو سر سید احمد خان کے خیالات کو الہامی رنگ میں پیش کر کے ابن مریم کو فوت شدہ بیان کیا، اور نزول ابن مریم کو صحیح تسلیم کر کے نزول غیر بتایا۔ لطف یہ کہ نزول غیر ابن مریم کا اپنے تئیں مصداق کہا اور اپنی تصانیف میں لکھ دیا کہ جس مسیح کے آنے کی رسول خدا ﷺ نے خبر دی تھی وہ میں ہوں۔ اس دعوی کو احادیث سے مدلل کرنا چاہا، تا لوگ اس کو موعود مان لیں، اس لئے مسلمانوں کو دھوکہ دیتے ہوئے شائع کر دیا

اور حدیثوں سے ثابت ہے کہ اس مسیح موعود کی تیرھویں صدی میں پیدائش ہوگی اور چودھویں صدی میں اس کا ظہور ہوگا۔ (ریویو اردو جلد دوم۔ص ۴۳۷)

حالانکہ کسی صحیح متصل السند اور مرفوع الی النبی ﷺ حدیث نبوی میں یہ تصریح نہیں کہ مسیح موعود تیرھویں صدی میں پیدا ہوگا اور اس کا ظہور چودھویں صدی میں ہوگا۔ یہ ادعا محض قادیانی کا سیدنا و مولانا محمد رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے۔ کوئی نہیں جو ہمارے بیان کے خلاف احادیث الرسول دکھا کر مرزا جی کو سچا ثابت کر سکے۔

بیان دوم: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی مایہ ناز تصنیف ازالہ اوہام تقطیع کلاں بار سوم میں صفحہ ۹۱ پر حدیث حضرت نواس ؓ بن سمعان کی بابت مندرجہ ذیل ارشاد فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

یہ وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم میں امام مسلم صاحب نے لکھی ہے جس کو ضعیف سمجھ کر رئیس المحد ثین امام بخاری نے چھوڑ دیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۹۱)

چونکہ مرزا صاحب نے حسب عادت اس بیان پر حوالہ نقل نہیں کیا جسے دیکھ کر متردد آدمی کو یقین کا درجہ حاصل تھا کہ واقعی امام بخاری نے اس حدیث (نواس بن سمعان کی روایت) کی نسبت یہی خیال ظاہر کیا ہے جیسا کہ مرزا جی کا بیان ہے اس لئے ہم اپنے تجربہ کی بنا پر یقین کامل کے ساتھ اعلان کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے امام بخاری پر یہ بہتان باندھا اور مسلمانوں کو دھوکہ دیا ہے۔ پھر چونکہ مفتری نیک نہیں ہوتا اس لئے ہم ان دو بیانات متذکرۃ الصدر کی روشنی میں مرزا جی کو نیک آدمی اور راست باز انسان مان سکے چہ جائے کہ لاہوریوں کی طرح مسیح موعود و مجدد تسلیم کریں

کیا کوئی علم و فضل کا مدعی مرزائی مولوی ہے جو مرزا جی کو راست باز مصنف معتبر اور قابل اعتماد ثابت کرنے کی طرف متوجہ ہو اور ہمیں وہ حوالہ بتائے جہاں امام بخاری نے اس حدیث کی نسبت یہ رائے ظاہر کی ہو جو مرزا جی نے نقل کی ہے۔ ورنہ جب تک مرزائی مرزا کی اس ہرزہ سرائی کا ثبوت نہ دیں گے ہم حسب قاعدہ محدثین مرزا جی کو واضع حدیث سمجھیں گے۔

ابوسعید محمد شریف قریشی ٹاہلیانوالوی، جہلمی۔

....

مرقع قادیانی

جلد۳نمبر۴

بابت جولائی ۱۹۳۱ء

بطالت مرزا

مرقع نمبر۲ میں اعلان کیا گیا تھا کہ ایک خاص نمبر بطالت مرزا شائع ہوگا۔ یوں تو مرقع کا ہر نمبر بطالت مرزا ہی ہے لیکن عنوان کی پابندی میں آج کا نمبر خاص ممتاز ہے۔

قادیان سے الفضل کا ایک خاص نمبر صداقت مرزا نکلا تھا۔ اس میں بہت سے اصحاب قلم کے مضامین تھے۔ ان سب کو ہم نے ان کی حیثیت سے دیکھا تو ان کی حیثیت میں ان مضامین کو ٹھیک پایا۔ مگر ایک صاحب کے نام کے ساتھ ڈسٹرکٹ اور سیشن جج دہلی دیکھا، جن کا سارا نام یوں ہے۔ خان صاحب نعمت خان صاحب ڈسٹرکٹ سیشن جج دہلی۔ ان کے مضمون کو ان کے نام کے ساتھ مطابق نہ پایا جس کا ہمیں افسوس ہے

وجہ اس عدم تطابق کی یہ ہے آپ جیسے سیشن جج سے یہ ایک ادنی قانونی مسئلہ مخفی رہ گیا کہ مدعی کے دعوی کا ثبوت اس کی شہادت حقہ سے اس وقت ہوتا ہے جب وہ شہادت جرح اور مدافعت سے پاک صاف ہوکر محفوظ رہے۔ بالفاظ دیگر یہ ہے جرح اور مدافعت سے پاک صاف رہنا شہادت حقہ کی ماہیت میں داخل ہے۔ نتیجہ یہ ہے کہ شہادت کیسی ہی صاف اور بے لاگ ہو اس پر جرح بھی ہو لیکن اس کے مقابلہ میں فریق ثانی اسی وزن کی بلکہ اس سے بھی اچھی پیش کردے تو مدعی کی شہادت بجوئے نارزد (کوڑی کے کام کی نہیں)

مگر جج صاحب نے اپنے مضمون میں اس اصول کو بالکل نظر انداز کر دیا اس لئے ہم جج صاحب کے مضمون کو بالکل غیر؟ جانبدارانہ قرار دیں تو کہہ سکتے ہیں۔ آپ کے مضمون کی تشریح میں ہم ایک مثال پیش

کرتے ہیں۔

ایک شخص مدعی کی حیثیت میں پیش ہوتا ہے کہ میں نے زید کو سو روپیہ قرض دیا یہ اس کی دستخطی رسید ہے۔فریق مدعا علیہ کے دستخط بھی ہیں بلکہ مہر بھی ہے جس میں کسی کو شک نہیں کہ اسی کی ہے۔مگر فریق ثانی اس کے جواب میں کہتا ہے کہ جس رقم کی یہ رسید ہے وہ میں ادا کر چکا ہوں۔اس کے ثبوت میں اس کی رسید دکھا سکتا ہوں۔مگر ہمارے فاضل جج ہاں سیشن جج دہلی ہیں کہ خلاف قانون فریق ثانی کو پوچھتے نہیں، اس سے ثبوت لیتے نہیں اور مدعی کو ڈگری دے دیتے ہیں جس پر فریق ثانی یہ شعر پڑھتا ہوا کچہری سے نکلتا ہے

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا

ناظرین! ہم سچ کہتے ہیں کہ ان صاحب کے نام کے ساتھ اگر یہ معزز لقب (جج) نہ لکھا ہوتا تو ہم کبھی اس مضمون کی طرف رخ نہ کرتے کیونکہ قادیان کا اثر ہم کو معلوم ہے کہ وہ انصاف اور عقل پر پردہ ڈال دیا کرتا ہے۔لیکن جج ، خاص سیشن جج جو درجہ اپیل کا ہے،وہ بھی ایسے خلاف قانون امر کا مرتکب ہو تو ہماری کیا ،کسی کی حیرانی کی حد نہیں رہتی۔

فاضل جج صاحب نے یہی غفلت نہیں کی کہ مرزائی دعوی کو خلاف قانون ثابت کر دیا بلکہ اس میں ایک عجیب واقعہ لکھا ہے جو عجیب وغریب ہی نہیں قانون حکومت کی مجلدات میں کسی صفحہ پر اس کے لئے جگہ نہیں۔

جج صاحب مرزا صاحب کی صداقت اور راست گوئی کا ایک واقعہ لکھتے ہیں کہ:

حضور (مرزا غلام احمد) پر ڈاکخانہ والوں نے ایک مقدمہ دائر کیا جس کی وجہ یہ تھی کہ حضور نے ایک خط کھلے پیکٹ میں ڈال دیا جو ڈاکخانہ کے قواعد کے مطابق جرم تھا۔حضور (مرزا) کو بعض وکلاء نے مشورہ دیا کہ اگر جھوٹ نہ بولا گیا تو ضرور سزا ہو جائے گی لیکن حضور (مرزا) نے جھوٹ بولنے سے سخت نفرت کی اور سزا کی پرواہ نہ کی۔گو خداوند کریم نے سچ بولنے پر سزا سے محفوظ رکھا۔

(الفضل قادیان ۴۔اپریل ۱۹۳۱ء ص ۱۱)

حالانکہ ڈاک خانہ کے قواعد میں ایسے واقعہ کے متعلق صرف اتنا لکھا ہے کہ جس پیکٹ میں قلمی خط ہو، وہ پیکٹ قلمی خط کے وزن سے بے رنگ سمجھ کر محصول لیا جاتا ہے۔ مکتوب الیہ نہ دے تو کاتب سے وصول کیا جاتا ہے۔ مہربانی کر کے جج صاحب یا کوئی اور قانون دان ہمیں بتاویں کہ پوسٹل گائڈ میں ایسے فعل پر فوجداری مقدمہ چلانا کہاں لکھا ہے۔

عجوبہ ثانیہ۔

جج صاحب کے اس عجوبہ کی مثل ایک اور عجوبہ ہم پیش کرتے ہیں جو میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا بیان کردہ ہے میاں محمود کا ایک بیان الفضل میں چھپا تھا کہ میں بحری سفر میں جہاز پر بیٹھا تھا کہ ایک احمدی دوست ایک عرب کو تبلیغ کر رہا تھا۔ عرب نے پوچھا: تمہارے (پنجابی) نبی کا کوئی معجزہ ہے؟ احمدی نے کہا: ہاں۔

عرب نے کہا بتاؤ۔ احمدی نے کہا ہمارے مسیح موعود نے ایک ہندو (لیکھ رام) کی بابت موت کی پیش گوئی کی تھی جب اس کا آخری دن آیا تو ہندو بڑے خوش ہوئے کہ پیش گوئی غلط ہوگئی۔ عین آخری ساعت میں معجزہ ظاہر ہوا کہ جس چھت کے نیچے وہ ہندو بیٹھا تھا اس سے ایک زہریلا سانپ نکلا اور اس نے اس ہندو کو ڈسا وہ فوراً مر گیا (میاں محمود نے خود اس بیان کو غلط کہا)

ناظرین! یہ ہیں وہ شہادات کاذبہ جن کے ذریعہ سے نبوت کاذبہ کی اشاعت کی جاتی ہے۔ جج صاحب کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ: مرزا صاحب نے ساری عمر جھوٹ نہیں بولا اس لئے آپ کا دعوی مسیحیت و مہدویت و کرشنیت وغیرہ سب صحیح ہیں۔

ہم کہہ آئے ہیں کہ ہمیں مدعی کے بیان اور شہادت پر جرح کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ ہم ڈی فنس (مدافعت) کے طور پر چند واقعات پیش کر کے جج صاحب اور دیگر اہل انصاف سے اپیل کرتے ہیں۔

پہلا واقعہ۔ مرزا صاحب نے جب اپنے دعاوی کا اظہار کیا اور مخالفوں کی طرف سے اعتراضات کی بھرمار ہوئی تو آپ نے ایک اشتہار شائع کیا جس کی سرخی یہ تھی:

اس عاجز غلام احمد قادیانی کی آسمانی گواہی طلب کرنے کیلئے ایک دعا اور حضرت رب العزت سے اپنی نسبت آسمانی فیصلہ کی درخواست

اے میرے حضرت اعلی ذوالجلال قادر قدوس حی وقیوم! جو ہمیشہ راست بازوں کی مدد کرتا ہے۔ تیرا نام ابدالآباد مبارک ہے تیری قدرت کے کام کبھی رک نہیں سکتے تیرا قوی ہاتھ ہمیشہ عجیب کام دکھلاتا ہے۔تو نے ہی اس چودھویں صدی کے سر پر مجھے مبعوث کیا اور فرمایا کہ اٹھ کہ میں نے تجھے اس زمانہ میں اسلام کی حجت پوری کرنے کے لئے اور اسلامی سچائیوں کو دنیا میں پھیلانے کے لئے اور ایمان کو زندہ اور قوی کرنے کے لئے چنا اور تو نے ہی مجھے کہا کہ تو میری نظر میں منظور ہے میں اپنے عرش پر تیری تعریف کرتا ہوں اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ تو وہ مسیح موعود ہے جس کے وقت کو ضائع نہیں کیا جائے گا اور تو نے ہی مجھے کہا کہ تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید اور تو نے ہی مجھے فرمایا کہ میں نے لوگوں کی دعوت کے لئے تجھے منتخب کیا....

سوائے میرے مولا قادر خدا اب مجھے راہ بتلا اور کوئی ایسا نشان ظاہر فرما جس سے تیرے سلیم الفطرت بندے نہایت قوی طور پر یقین کر لیں کہ میں تیرا مقبول ہوں اور جس سے ان کا ایمان قوی ہو اور وہ تجھے پہچانیں اور تجھ سے ڈریں اور تیرے اس بندے کی ہدایتوں کے موافق ایک پاک تبدیلی اس کے اندر پیدا ہو اور زمین پر پاکی اور پرہیزگاری کا اعلی نمونہ دکھائیں اور ہر ایک طالب حق کو نیکی کی طرف کھینچیں اور اس طرح پر تمام قومیں جو زمین پر ہیں تیری قدرت اور تیرے جلال کو دیکھیں اور سمجھیں کہ تو اپنے اس بندے کے ساتھ ہے اور دنیا میں تیرا جلال چمکے اور تیرے نام کی روشنی اس بجلی کی طرح دکھلائی دے کہ جو ایک لمحہ میں مشرق سے مغرب تک اپنے تئیں پہنچاتی ہے اور شمال و جنوب میں اپنی چمک دکھلاتی ہے لیکن اگر اے پیارے مولا میری رفتار تیری نظر میں اچھی نہیں ہے تو مجھے اس صفحہ دنیا سے مٹا دے تا میں بدعت اور گمراہی کا موجب نہ ٹھہروں میں اس درخواست کے

جلدی نہیں کرتا تا میں خدا کے امتحان کرنے والوں میں شمار نہ کیا جاؤں۔لیکن میں عاجزی سے اور حضرت ربوبیت کے ادب سے التماس کرتا ہوں کہ اگر میں اس عالی جناب جا منظور نظر ہوں تو تین سال کے اندر میری اس دعا کے موافق میری تائید میں کوئی ایسا آسمانی نشان ظاہر ہو جس کو انسانی ہاتھوں اور انسانی تدبیروں کے ساتھ کچھ بھی تعلق نہ ہو جیسا کہ آفتاب کے طلوع اور غروب کو انسانی تدبیروں سے کچھ بھی تعلق نہیں...

مجھے تیری عزت اور جلال کی قسم ہے کہ مجھے تیرا فیصلہ منظور ہے۔پس اگر تو تین برس کے اندر جو جنوری ۱۹۰۰ء سے شروع ہو کر دسمبر ۱۹۰۲ء کو پورے ہو جائیں گے میری تائید اور تصدیق میں کوئی آسمانی نشان نہ دکھلا دے اور اپنے اس بندے کو ان لوگوں کی طرح رد کر دے جو تیری نظر میں شریر اور پلید اور بے دین اور کذاب اور دجال اور خائن اور مفسد ہیں۔میں تجھے گواہ کرتا ہوں کہ میں اپنے تیئں صادق نہیں سمجھوں گا اور ان تمام تہمتوں اور الزاموں اور بہتانوں کا اپنے تیئں مصداق سمجھ لوں گا جو میرے پر لگائے جاتے ہیں اور اگر میں تیری جناب میں مستجاب الدعوات ہوں تو ایسا کر کہ جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک میرے لئے کوئی اور نشان دکھلا اور اپنے بندے کے لئے کوئی گواہی دے جس کو زبانوں سے کچلا گیا ہے۔دیکھ! میں تیری جناب میں عاجزانہ ہاتھ اٹھاتا ہوں کہ تو ایسا ہی کر۔اگر میں تیرے حضور میں سچا ہوں جیسا کہ خیال کیا گیا ہے کافر کاذب نہیں ہوں تو ان تین سال میں جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک ختم ہو جائیں گے کوئی ایسا نشان دکھلا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہو۔جب تو نے مجھے مخاطب کر کے کہا کہ میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر شرکاء کے بارے میں نہیں،تبھی سے میری روح دعاؤں کی طرف دوڑتی ہے اور میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کر لیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا ہے اگر میں تیرا مقبول ہوں تو میرے لئے آسمان سے ان تین برسوں کے اندر گواہی دے تا ملک میں امن اور صلح کاری پھیلے اور تا لوگ یقین کریں کہ تو موجود ہے اور دعاؤں کو سنتا اور انکی طرف جو تیری طرف جھکتے ہیں جھکتا ہے اب تیری طرف اور تیرے فیصلہ کی طرف میری

ہر روز آنکھ رہے گی جب تک آسمان سے تیری نصرت نازل ہو۔ (ضمیمہ تریاق القلوب۔نمبر ۵)

ناظرین کرام! کیسی صاف عبارت میں کیسی صاف دعا۔اس دعا میں مرزا صاحب نے اقرار کیا ہے کہ اگر اس سہ سالہ میعاد میں میرے لئے کوئی آسمانی نشان ظاہر نہ ہوا تو میں: مردود، خائن، ملعون، کافر، بے دین، دجال وغیرہ ہوں۔

اب ہم اپنے فاضل مخاطب جج صاحب سے ایک قانونی مسئلہ پوچھتے ہیں کہ:

زید مدعی نے اپنے دعوی کے ثبوت میں اپنا بہی کھاتہ پیش کرنا چاہا۔مدعا علیہ نے کہا بیشک جو اس میں لکھا ہے مجھے منظور ہے۔دیکھا گیا تو اس کی تہ میں مدعی کے دعوی کا ثبوت نہ ملا،

فرمایئے آپ کی کچہری میں مدعی کو ڈگری مل جائے گی؟ اور اگر آپ کسی وجہ سے ڈگری دے دیں گے تو کیا وہ ڈگری بحال رہے گی؟ واللہ ایک منٹ کے لئے بھی یہ ڈگری بحال نہیں رہ سکتی۔

اس کے جواب میں مدعی اگر یہ کہے کہ میں نے اس تحریر سے پہلے کبھی جھوٹ نہیں بولا، میرا ایک جھوٹ بھی ثابت کرو تو میں دس ہزار انعام دوں گا۔کیا اس کا ایسا کہنا آپ جیسے قابل جج کو اپنی طرف متوجہ کرلے گا؟ بلکہ آپ صاف کہیں گے

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی کے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

دوسرا واقعہ۔ممکن ہے جج صاحب حسب قانون معدلت ہمارے پیش کردہ واقعہ کو نصاب شہادت سے کم ہونے کی وجہ سے شہادت کامل نہ جانیں اس لئے ہم ایک واقعہ اور پیش کرکے نصاب شہادت مکمل کرتے ہیں

جناب مرزا صاحب نے ایک مشہور پیش گوئی کی ہوئی ہے جو انہوں نے خاص کر مسلم قوم کے حصہ میں دی ہوئی ہے (شہادۃ القرآن ص ۸۱) اس سے ایک حصہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔

مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ احمد بیگ ہوشیار پوری اپنی لڑکی مجھ سے نہیں بیاہے گا تو وہ خود اور اس کا داماد روز نکاح سے اڑھائی سال میں فوت ہو کر لڑکی مذکورہ بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی۔

ہم اس مقام پر نکاح کا حصہ پیش نہیں کرتے کیونکہ قادیانی مناظروں کا اس میں آخری عذر یہ ہے کہ چونکہ منکوحہ مذکورہ کا ناکح (مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ مرا نہ تھا اس لئے نکاح نہ ہوا، مولوی اللہ دتا در الفضل قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء) اس لئے ہم اسی امر تنقیح پر بحث کر کے بتاتے ہیں کہ ناکح مذکور کا نہ مرنا خود ایک مستقل دلیل ہے جو تکذیب مرزا کے لئے کافی ہے۔ غور سے سئیے۔ مرزا غلام احمد صاحب متوفی اس پیش گوئی کے متعلق لکھتے ہیں:

ان مولویوں نے اس بات پر کمر باندھی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو خدا کے نشانوں کی تکذیب کریں جاہلوں کو جو خود مردے ہوتے ہیں ان لوگوں نے دھوکے دے دے کر خراب کر دیا ہے جس طرح یہ لوگ اپنی حماقت سے اس پیش گوئی کو بطور تکذیب پیش کرتے ہیں جو آتھم کے متعلق ہے اسی طرح وہ دوسری پیش گوئی کو پیش کرتے ہیں جو احمد بیگ اور اس کے داماد کے متعلق تھی (یہی دو جز ہیں جو آگے مذکور ہیں۔ ثناء اللہ) مگر افسوس وہ اپنی ناانصافی سے ذرہ اس بات کو نہیں سوچتے کہ اس پیش گوئی کا ایک جزء نہایت صفائی سے میعاد کے اندر پورا ہو چکا ہے اور دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ چکی ہے پس ضرور تھا کہ جن لوگوں کو ایسا غم اور مصیبت پہنچی وہ توبہ اور خوف سے اس لائق ہو جاتے کہ خدا تعالی اس پیش گوئی کے دوسرے حصہ میں تاخیر ڈال دیتا... سو سمجھنا چاہیے کہ احمد بیگ کی موت ایسا دردناک ماتم تھا جس سے تمام گھر ویران ہو گیا وہ چھوٹے چھوٹے چار بچے اور ایک بیوہ چھوڑ کر مر گیا اور اس کی موت کے بعد جس غم اور مصیبت میں وہ سب پڑ گئے اس کا کوئی اندازہ کر سکتا ہے کیا ایسی مصیبت کی موت اور پھر سراسر پیش گوئی کے مطابق طبعاً یہ تاثیر نہیں رکھتی تھی، ان لوگوں کو احمد بیگ کی وفات کے بعد اپنے عزیز داماد کی موت کا فکر کھانے لگتا (محض شاعرانہ خیال ہے نہ کہ واقعہ۔ ثناء اللہ) اور اس طرح ہراساں ہو کر رجوع الی الحق کرتے... سو چاہیے تھا کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے ہی سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے۔ بھلا جس وقت یہ سب باتیں پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائیں گے۔ ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی

طرح کر دیں گے۔ سنو اور یاد رکھو کہ میری پیش گوئیوں میں کوئی ایسی بات نہیں جو خدا کے نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں کا نمونہ نہ ہو۔ بیشک یہ لوگ میری تکذیب کریں اور مجھے گالیاں دیں لیکن اگر میری پیش گوئیاں نبیوں اور رسولوں کی پیش گوئیوں کے نمونہ پر ہیں تو ان کی تکذیب انہی پر لعنت ہے۔ چاہیے کہ اپنی جانوں پر رحم کریں اور روسیاہی کے ساتھ نہ مریں۔ کیا یونس کا قصہ انہیں یاد نہیں کہ کیونکر وہ عذاب ٹل گیا (ایمان لانے سے عذاب ٹلا تھا لما آمنوا پڑھو۔ ثناء اللہ) جس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور اس جگہ تو شرطیں موجود ہیں اور احمد بیگ کے اصل وارث جن کی تنبیہ کے لئے یہ نشان تھا اس کے مرنے کے بعد پیشگوئی سے ایسے متاثر ہوئے کہ اس پیش گوئی کا نام لے کر روتے تھے (یہاں تو یہ بات نہیں ہوئی ۔ثناء اللہ) اور پیش گوئی کی عظمت دیکھ کر اس گاؤں کے تمام مرد و عورت کانپ اٹھے تھے اور عورتیں چیخیں مار کر کہتی تھیں کہ ہائے وہ باتیں سچ نکلیں۔ چنانچہ وہ لوگ اس دن تک غم اور خوف میں تھے جب تک ان کے داماد سلطان محمد کی میعاد گذر گئی پس اس تاخیر کا یہی سبب تھا جو خدا کی قدیم سنت کے موافق ظہور میں آیا خدا کے الہام میں جو توبی توبی ان البلاء علی عقبك ۱۸۸۶ء میں ہوا تھا اس میں صریح شرط توبہ کی موجود تھی اور الہام کذبوا بآیاتنا اس شرط کی طرف ایماء کر رہا تھا... یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (یعنی سلطان محمد ناکح منکوحہ آسمانی کی موت) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا اے احمقو! یہ انسان کا افتراء نہیں یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا اس کی سنتوں اور طریقوں کا تم میں علم نہیں رہا اس لئے تمہیں ابتلاء پیش آیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۲۔۵۴)

ناظرین کرام! یہ بیان کیسا واضح ہے جس میں صاف صاف الفاظ میں اعتراف ہے کہ داماد احمد بیگ اگر میری زندگی میں نہ مرے، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

کیا ہم اس اقرار پر اپنے ایمان کا اظہار کر سکتے ہیں؟ لا ریب

تشریح۔ اس اقرار کی مزید تشریح بھی جج صاحب کی خدمت میں عرض ہے اپنے معزز عہدہ (ججی) کو ملحوظ رکھ

کرتشریح ملاحظہ فرمائیں۔مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔(انجام آتھم۔ ص ۳۱)

جناب جج صاحب! آپ کو معلوم ہوگا کہ داماد احمد بیگ مرزا سلطان محمد آج (۱۵ جون ۱۹۳۱ء) تک پٹی ضلع لاہور میں زندہ سلامت ہیں حالانکہ ان کی زندگی مرزا صاحب کی تکذیب پر کافی دلیل ہے۔پس میں یہ واقعات جناب کی خدمت میں پیش کر کے مصرعہ ذیل پر آپ کو بحیثیت جج توجہ دلاتا ہوں

اگر تو مے ندہی داد روزِ دادے ہست

....

نشانات مرزا

تحریر: منشی محمد عبداللہ معمار

قادیانی اخبار الفضل ۴۔اپریل ۱۹۳۱ء میں صداقت مرزا پر مضامین لکھے گئے ہیں بعض علماء مرزائیہ نے تو قرآن وحدیث کی ان پیش گوئیوں کو جو حضرت عیسی بن مریم کی آمد ونزول کے متعلق ہیں، تاویلات رکیکہ وتسویلات نفسانیہ کے سانچے میں ڈھالنے کی ناکام سعی کرتے ہوئے مسیح قادیانی پر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے اور بعض نے مرزا صاحب کے چند گول مول الہامات کو ان کی پیش گوئیاں ظاہر کر کے صداقت مرزا پر استشہاد کیا ہے چونکہ مرزا صاحب کا ارشاد ہے :

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کو ہماری پیش گوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں،

(قادیانی اشتہار ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء)

اسلئے میں اسی حصہ پر کچھ عرض کرنا چاہتا ہوں مگر قبل اس کے کہ میں اس پر کچھ لکھوں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ناظرین کو اصلی اور نقلی پیش گوئیوں میں امتیاز کرایا جائے

یہ امر کہ کس قسم کی پیش گوئیاں اصلی اور لائق تمسک ہوتی ہیں اور ان میں کون کون سے پہلو قابل غور ہیں، مرزا جی کی تحریر ذیل سے اس پر کچھ روشنی پڑتی ہے وھوھذا

ہمیشہ پیش گوئیوں کے تین پہلو قابل غور ہوتے ہیں اول یہ کہ ہر ایک پیشگوئی میں دیکھا جاتا ہے کہ جب وہ لوگوں کے سامنے بیان کی گئی تو کیا اس کی اشاعت ایک ایسے درجہ تک پہنچ گئی تھی جو اطمینان بخش ہو اور کیا اس کی ایسی شہرت ہوگئی تھی جس کو عام شہرت کہہ سکتے ہیں، یا اس کا نام تواتر رکھ سکتے ہیں دوسرا پہلو یہ قابل غور ہوتا ہے کہ جب کوئی پیش گوئی شائع کی گئی اور تمام موافقوں اور مخالفوں میں پھیلائی گئی تو کیا اس کے مضمون میں کوئی خارق عادت بیان تھا جو انسانی اٹکلوں کے دائرے یا طبعی سے مدد لے کر یا کسی اور طریقہ سے بیان کر سکتا ہے۔ تیسرا پہلو یہ ہے کہ کیا ایک پیش گوئی جس قوت اور عام شہرت سے پھیلائی گئی تھی اسی عام شہرت کی شہادت سے پوری بھی ہوگئی یا نہیں ؟

(ضمیمہ تریاق القلوب نمبر۲ ص ۱۱۵)

اس کے علاوہ یہ بھی ضروری ہے کہ ایسی پیش گوئی جس امر پر مشتمل ہو اس میں اس کی صراحت ہو، بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں، کی مصداق نہ ہو کیونکہ ایک بات یہوں ہی گول مول بیان کرنی جس کا نہ سر ہو نہ پیر موم کی ناک کی طرح جدھر چاہا پھیر لیا صداقت کی دلیل خاص کر نبوت جیسے معرکۃ الآراء اور نازک مسئلہ میں فیصلہ کن نہیں ہوسکتی۔ بلکہ اگر کسی مدعی الہام کی پیش گوئیاں عموماً اسی قسم کی ہوں تو اس کے دھوکہ باز ہونے کی دلیل ہے۔

مرقومہ معیارات مسلّمہ و مقبولہ مرزا کو دیکھتے ہوئے اخبار الفضل کے نامہ نگار جناب ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی پیش کردہ اکثر پیش گوئیاں سراسر تصنع مجسم بناوٹ اور سراپا جعل ہیں

باانصاف ناظرین! بھلا یہ بھی کوئی پیش گوئی ہے کہ، موت قریب، ان اللہ یحمل کل حمل، موت قریب ہے اللہ تعالیٰ سب بوجھ اٹھاوے گا (الفضل ۴۔ اپریل ۱۹۳۱ء ص ۵)۔ اس سے ڈاکٹر صاحب نتیجہ نکالتے ہیں کہ یہ مرزا صاحب کی وفات کی پیش گوئی ہے۔ کیا کہنے ہیں، کیوں صاحب! اس میں یہ کہاں مذکور ہے کہ موت سے موتِ مرزا مراد ہے۔ ہاں یہ بھی بتلایئے! یہ کن مخالفوں کے سامنے پیش کی گئی تھی اور اس کا مطلب

کیا بیان کیا گیا تھا۔اوراس میں خارق عادت امر کون سا تھا جو انسانی اٹکلوں کے دائرے سے بالاتر ہے

قارئین کرام! گو ڈاکٹر صاحب نے اس پیش گوئی کا پتہ نہیں دیا کہ کس اخبار یا کتاب میں درج ہے مگر میں پوری تحقیق کرنے اس پیش گوئی کا ماسبق و مالحق آپ کے سامنے پیش کیئے دیتا ہوں۔ ملاحظہ ہو یہ الہام اخبار بدر نمبر ۴۶ ج ۶ میں اس طرح لکھا ہے

۳۔موت قریب۔ ان الله يحمل كل حمل ...(کسی شخص کی موت قریب ہے اللہ ہر ایک بوجھ اٹھالے گا)اس کے معنی اب تک معلوم نہیں ہوئے (اے جناب اگر آپ معنی متعین کر دیتے تو کام کس طرح چلتا۔ڈاکٹر اسماعیل کا مضمون کیسے مکمل ہوتا) اس کے بعد ایک اور الہام ہوا جس کے اظہار کی اجازت نہیں۔شاید بعد میں اجازت مل جائے۔اس کا پہلا فقرہ یہ ہے:

دیکھو میں ایک نہایت چھپی ہوئی بات ظاہر کرتا ہوں۔

بھائیو! خدارا انصاف سے کہو اس تک بندی کو پیش گوئی کہنا ڈاکٹر صاحب کے محقق باکمال ہونے کی دلیل ہے یا نہیں۔ دیکھئے مرزا صاحب تو باوجود یہ دعوی رکھنے کے کہ: روح القدس کی قدسیت ہر وقت ہر دم ہر لحظہ بلا فصل ملہم کے تمام قوے میں کرتی رہتی ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام)

اس الہام کی تعیین میں دھکے کھاتے پھرتے ہیں مگر ڈاکٹر اسماعیل صاحب بڑے طمطراق یا یوں کہیے کہ انتہائی دلیری سے اس سے خود ملہم کی موت پر استدلال کرتے ہیں معلوم نہیں مرزا صاحب جو بقول خود جامع انبیاء مالک کن فیکون تھے جس بوجھ تلے دبے ہوئے تھے جس کے اٹھانے کا اس الہام میں وعدہ دیا گیا ہے

الغرض یہ الہام بجائے اس کے کہ ڈاکٹر صاحب کی دلیل بنے ،کذب مرزا کے لئے ہماری دلیل ہے اسی طرح ڈاکٹر جی نے ایک الہام یہ پیش کیا ہے

تضفة الملو ك ۔یہ الہام خلیفہ ثانی کے وقت پورا ہوا جب تحفہ شاہزادہ ویلز کے ذریعہ تبلیغ کی گئی۔

یہ الہام ریویو جلد ۲ نمبر ۳ کے ٹائٹل پیج پر لکھا ہے اوراس کی تفصیل کے متعلق کہا ہے:

اس کے معنی ابھی نہیں کھلے بہر حال ملوک سے اس کی کچھ نسبت ہے۔

مرزائیو! تمہارے پیرو مرشد نے جو معیار پیش گوئیوں کے لکھے ہیں ان پر یہ ٹھیک اترتا ہے؟ ہر گز نہیں۔اس کے

علاوہ یہ بھی بتلاؤ سچے نبیوں کی پیش گوئیوں کا آٹھواں حصہ بھی اس طرح کا گول مول ہوتا ہے جیسا کہ تمہارے نبی کا ہے؟ اگر جواب اثبات میں ہے جھوٹے کاہنوں اور نبیوں کی پیش گوئیوں میں امتیاز کیا ہوگا؟

عجیب ہوشیاری۔ مرزا صاحب کی موت لاہور میں بحالت مسافری ہوئی تھی۔ اس پر ڈاکٹر اسماعیل صاحب ایک طرف تو ان کے الہام، داغ ہجرت، سے یہ استدلال کرتے ہیں کہ اس میں مرزا غلام احمد کی موت بیرون وطن کی طرف اشارہ ہے اور دوسری طرف اسی الہام سے یوں متمسک ہوئے ہیں کہ:

> داغ ہجرت۔ اس کا ایک مطلب پہلے بیان ہوا ہے۔ دوسرا مفہوم اس وقت پورا ہوا جب مسلمانوں میں پولیٹکل شورش کی وجہ سے ہجرت کا شوق پیدا ہوا۔ ہزاروں آدمی خانماں برباد ہوگئے۔
>
> (الفضل مذکور)

الہام کیا ہے اچھی خاصی فلورمل ہے جس میں ایک ہی قسم کی جنس گندم سے ایک طرف میدہ نکل رہا ہے، تو دوسری طرف اسی سے آٹا، ۱، ۲، اور سوجی نکل رہی ہے۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

معزز ناظرین! یہ فن بوقلمونی موجود مرزائیوں کا ایجاد کردہ نہیں بلکہ اعلیٰ حضرت جامع الانبیاء جناب آدم ثانی مرزائے قادیانی کا رائج کردہ ہے۔ ناظرین کی تفنن طبع کے لئے مرزا غلام احمد صاحب کا ایک الہام بطور نمونہ پیش ہے شاتان تذبحان۔ دو بکریاں ذبح کی جائیں گی

شروع شروع میں تو انہوں نے یہ مطلب اس کا بتایا کہ ان بکریوں سے آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کا خاوند اور والد .... ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۵۷)

مگر جب کابل میں مرزا غلام احمد ان کے دو مرید سنگسار کیے گئے تو جھٹ سے الہام ان پر چسپاں کردیا۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ ص ۶۷)

غرض اس قسم کے الہام جو بوجہ گولائی کے چیستان کے ہم شکل ہوں، جن میں ہر ایک قسم کی تاویل کی گنجائش ہو، نہ تو کسی مدعی نبوت کی صداقت کی دلیل ہوسکتے ہیں اور نہ اہل عقل کے نزدیک قابل التفات۔ ہاں بعض الہام جو ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے ایسے پیش کیے ہیں جن کا کچھ نہ کچھ سر پیر نظر آتا ہے اس قابل ہیں کہ

ہم پوری توجہ ان پر صرف کریں۔ ہمارا یہ دعوی ہے کہ اس قسم کے جتنے الہام مرزا غلام احمد صاحب نے ظاہر کئے ہیں وہ سب کے سب صریح جھوٹے نکلے ہیں۔ از انجملہ ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے ایک الہام یہ لکھا ہے کہ

(مرزا غلام احمد قادیانی کی) عمر کے متعلق ایک الہام تھا ثما نین حو لاً او قریباً من ذلك ۔یعنی عمر اسّی (۸۰) سال یا اس کے قریب ہوگی۔

سوستر (۷۰) سال سے متجاوز ہو کر اور اسی کے پیٹے میں آ کر آپ فوت ہوئے۔(الفضل مذکور۔)

اسی گول مول فقرہ، عمر اسّی یا اس کے قریب، کی تعیین مرزا غلام احمد صاحب نے جو کی ہے وہ بھی گول مول ہی ہے، تاہم کچھ واضح ہے وھوہذا :

جو ظاہر الفاظ وحی کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴، اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں

(ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۹۷)

حوالہ بالا کی رو سے کم از کم مرزا جی کی عمر ۷۴ سال ہونی چاہیے تھی۔آیئے اب دیکھیں کہ وہ کب پیدا ہوئے۔سوملاحظہ ہو مرزا جی اپنی پیدائش کو اکابر اولیاء کی پیش گوئی کے مطابق بتاتے ہیں۔وہ یہ ہے :

اسی طرح بہت سے اکابر امت گذرے ہیں جنہوں نے میرے لئے پیشگوئی کی اور پتہ بتایا بعض نے تاریخ پیدائش بھی بتائی ہے جو چراغ دین ۱۲۶۸ھ ہے۔(الحکم نمبر ۱۳ ج ۸ ص ۶)

معلوم ہوا کہ مرزا جی کی پیدائش ۱۲۶۸ھ میں ہوئی۔باقی رہا یہ امر کہ آپ فوت کب ہوئے۔سو اس کے لئے خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) کا رسالہ تحفہ ویلز ملاحظہ ہو۔اس میں تاریخ وفات مرزا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء ہے جو ٹھیک ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ کے مطابق ہے۔پس اس حساب سے مرزا جی کی عمر ۵۹ سال ہوئی۔یعنی اپنے بتائے ہوئے وقت موت سے ۱۵ سال پہلے مرگئے ۔فالحمدللہ علی ذلک

اس قسم کی دوسری پیش گوئی ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے یہ پیش کی ہے،

مولوی محمد حسین کے متعلق: مئی ۱۸۹۳ء میں آپ (مرزا) نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے متعلق یہ دیکھا ر أیت ان هذا الر جل .. الخ محمد حسین مرنے سے پہلے میرے ایمان کو مان لے گا اور مجھے کافر کہنا چھوڑ دے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ہمارے ایک دوست مولوی محمد حسین کے پاس گئے

اوراس بات کی تصدیق کرلی۔ ہمارے اخبارات میں چھپ چکی ہے۔

جواب۔مولوی محمد حسین بفضل خدا آخری دم تک مرزا جی کو آڑے ہاتھوں لیتے رہے۔ان کی وفات کے بعد جو مسودہ مضامین ملا اس میں بھی تکذیب مرزا مرقوم تھی۔(شیخ عبدالسلام صاحب خلف مولوی محمد حسین ساکن مزنگ لاہور اس کے گواہ ہیں) پس یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مولوی صاحب مرحوم ومغفور نے تکفیر مرزا سے رجوع کیا تھا۔مرزا جی کا کشف یا خواب جو ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے پیش کیا ہے اس کا مطلب صرف اتنا ہی نہیں تھا کہ مولوی محمد حسین،مرزا قادیانی کے مومن ہونے کا اقرار کریں گے بلکہ اس کا اصلی مطلب مرزا صاحب نے یہ بتایا ہوا ہے کہ مولوی محمد حسین مجھ پر ایمان لے آئیں گے چنانچہ فی الحال آپ کی خدمت میں صرف اعجاز احمدی مصنفہ مرزا کے صفحہ ۵۰ سے چند اشعار پیش کرتا ہے۔ملاحظہ ہوں لکھا ہے

ولو شاء ربی کان ینبغی ھدائنہ

ولو شاء ربی کان ممن یبصّر

اگر خدا چاہتا وہ ہدایت کو قبول کرتا۔اگر خدا چاہتا وہ مجھے پہچان لیتا

وما ان قنطنا والرجاء معظم

کذالك وحی اللہ یدری ویخبر

ہم اس کے ایمان سے ناامید نہیں بلکہ امید ہے اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم

سوتد فلا ینسیہ یوم مقدر

(اے مرزا) تجھ پر خدا تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کردیگا،سعید ہے روز مقدر اسے فراموش نہیں کریگا

یحیی بایدی اللہ واللہ قادر

ویاتی زمان الرشد والذنب یغفر

خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا

و ان کلامی صادق قول خالقی

و من عاش منکم یرھہ فینظر

میرا کلام سچا ہے میرے خدا کا قول ہے۔ جو شخص تم میں سے زندہ رہے گا دیکھ لے گا

اتعجب من فلا ترجبن لہ

کلام من المولی و وحی مطھّر

کیا تو اس سے تعجب کرے گا، پس کچھ تعجب نہ کر۔ یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے

و ما قلتہ من عند نفسی کراجم

اریت و من امر القضا اتحیّر

میں نے دل سے اٹکل بات نہیں کی۔ بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں

اقلب حسین یھتدی من یظنّہ

عجیب و عند اللہ ھین و ایسر

کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر جائے گا۔ یہ کون گمان کرسکتا ہے عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے

ثلاثۃ اشخاص بہ قد رأیتم

و منھم الھی بخش فاسمع و ذکر

تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ ایک الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے پس سن اور سنادے

ڈاکٹر اسماعیل صاحب! کیا مولوی محمد حسین صاحب موصوف اور منشی الٰہی بخش اکونٹنٹ مرزا غلام احمد پر ایمان لے آئے تھے؟ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہوگا تو بتایئے آپ کے پیرومرشد کا یہ الہام جسے محیر کن قدرت اور پاک وحی وغیرہ کہا گیا تھا، کیوں پورا نہ ہوا۔ ہاں ہاں اسی اشتہار مئی ۱۸۹۳ء میں جسے آپ نے پیش کیا تھا، یہ لکھا ہے ۔ ارجو ان یجعلھا ربی حقا (امید ہے اللہ تعالیٰ میرے اس خواب کو سچا کرے گا)، یہ صریح جھوٹ کیوں ہوگیا ؟

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اس کے آگے ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے لکھا ہے:

آریہ مذہب کے متعلق پیش گوئی۔(مرزا)فرماتے ہیں :

ابھی تم میں سے لاکھوں کروڑوں انسان زندہ ہوں گے کہ اس مذہب کو نابود ہوتے دیکھ لو گے۔ اس کے متعلق خود بڑے بڑے آریہ لیڈروں نے آریہ سماج کی موت پر گواہی دی ہے۔

عجیب انداز ہے۔ کیوں صاحب! نابود، ہونے کے یہی معنی ہیں کہ کوئی آریہ پنڈت قوم کو ابھارنے کے لئے یا اپنی قومی مذہبی غفلت کے اظہار کے لئے مضمون لکھے تو اس سے ان کے مذہب کے نابود، ہو جانے کا استدلال کیا جاوے۔ اور یہ استدلال بھی مدعی نبوت کی صداقت پر۔

اچھا جناب اگر بعض آریوں کی مذہبی غفلت کا اظہار ان کے نابود ہونے کی دلیل ہے تو مندرجہ ذیل اشعار خلیفہ قادیانی کے پڑھ کر بتایئے کہ مرزائی مذہب جس نے بقول مرزا صاحب آرین مذہب کا نابود ہونا دیکھنا تھا آریوں سے پہلے خود مرا یا نہیں۔ ملاحظہ ہوں وہ اشعار یہ ہیں

آہ دنیا پہ کیا پڑی افتاد
دین و ایمان ہو گئے برباد
مہر اسلام ہو گیا مخفی
سارے عالم پہ چھا گیا ہے سواد
آج مسلم ہیں رنج و غم سے چور
اور کافر ہیں خندہ زن دل شاد
روح اسلام ہو گئی محصور
کفر کا دیو ہو گیا آزاد
جو بھی ہے دشمن صداقت ہے
دین حق سے ہے اس کو بغض و عناد

جھوٹ نے خوب سر نکالا ہے
ہے صداقت کی ہل گئی بنیاد

اے خدا اے شہِ مکین و مکان
قادر و کارساز و رب عباد

چاروں اطراف سے گھرے ہیں ہم
آگے پیچھے ہمارے ہیں حساد

زلزلوں سے ہماری ہستی کی
ہل گئی سر سے پا تلک بنیاد

کچھ تو فرمایئے کریں اب کیا
کچھ تو کیجئے ہمیں ارشاد

کب تک بے گناہ رہیں گے ہم
تختہ مشق بازوئے جلاد

کب طلسمِ فریب ٹوٹے گا
کب گرے گا وہ پنجہ فولاد

ان دکھوں سے نجات پائیں گے کب
ہوں کب ان غموں سے ہم آزاد

شان اسلام ہوگی کب ظاہر
کب مسلمان ہوں گے خرم و شاد

پوری ہو گی یہ آرزو کب تک
کب بر آئے گی یہ ہماری مراد

نام لیوا رہے گا تیرا کون
ہم اگر ہو گئے یوں برباد

(کلام محمود۔ص ۷۳۔۷۴)

ڈاکٹر اسماعیل صاحب! کیا کہتے ہیں۔افسوس مرزائی مذہب بڑھاپے میں نہیں، جوانی سے بھی پہلے مرگیا۔باقی دارد

(تصحیح :۔مرقع قادیانی نمبر۳ص ۷ اسطر ۱۵ کے بعد کی چند سطور بوجہ سہو درج ہونے سے رہ گئی ہیں ناظرین درج فرمالیں وہ یہ ہیں:
مرزائی دوستو! کیا مرزا صاحب وہی نہیں جنھوں نے عبداللہ آتھم عیسائی سے مباحثہ کرتے ہوئے کہا تھا کہ سلسلہ استقراء کے مخالف جب کوئی امر ثابت ہوجائے تو وہ امر بھی قانون قدرت اور سنت اللہ میں داخل ہوجاتا ہے۔(جنگ مقدس ص ۷ تقریر مرزا ۲۴ مئی ۱۸۹۳ء) مگر افسوس ہے اس جگہ آکر وہ سب کچھ بھول گئے اور ...(اس سے آگے سطر ۱۶ سے پڑھئے۔) محمد عبداللہ معمار

....

قادیانی دعوی کی تحقیق

مولوی ابوسعید محمد شریف قریشی ٹاہلیانوالی جہلمی

یوں تو مرزا غلام احمد رئیس قادیانی کے دعاوی بہت ہیں لیکن مندرجہ ذیل شعر

ابن مریم مر گیا حق کی قسم
داخل جنت ہوا وہ محترم

دو دعاوی پر مشتمل ہے۔اول ابن مریم کی وفات۔دوسرے آپ کا مرنے کے بعد جنت میں داخل ہونا۔جنہیں مؤکد بحلف کرکے قابل اعتماد بنایا ہے۔

اس بیان میں مرزا غلام احمد صاحب چونکہ ہمارے سامنے ایک مخبر کی حیثیت میں پیش ہوئے ہیں اس لئے ہم پر لازم ہے کہ آپ کی آوردہ خبر کو مان لینے سے پہلے جانچ پڑتال کریں کہ آیا مخبر سچا اور قابل اعتماد

بھی ہے یا نہیں؟ اگر مخبر سچا ہے اور خبر کو حتمی طور پر صحیح یقین کرتا ہے تو تسلیم کریں، ورنہ کوئی دوسرا راستہ اختیار کریں جو بداہتاً درست اور فی الواقع سچا ہو۔

امر اول تو اس لئے غلط ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بذات خود تو ابن مریم کی حقیقی موت کو قطعی اور یقینی (واقع شدی)نہیں مانتے تھے بلکہ ابن مریم کے آئندہ زمانہ میں اصالتاً تشریف لے آنے کو ممکن اور بالکل ممکن سمجھتے تھے۔۔

یہی سبب ہے کہ تصنیف براہین احمدیہ کے بعد بھی اپنی مایہ ناز تصنیف ازالہ اوہام میں یوں رقم طراز ہیں:

ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آجائیں۔(۴۸۔۱۰۷)

قارئین! احادیث کے ظاہری الفاظ میں حقیقی مسیح موعود یعنی ابن مریم کے آجانے کا امکان تب ہی درست ٹھہر سکتا ہے جبکہ ابن مریم کو ابھی زندگی حاصل ہو اور نہ مرا ہو۔

ہاں جس شخص پر موت حقیقتاً اور یقیناً وارد ہو جائے کوئی عقل منداس کے اصالتاً آجانے کو ممکن الوقوع قرار نہیں دے سکتا مثلاً جس شخص کو یہ یقین ہو کہ خدا تعالی صرف ایک اور محض یگانہ و بے ہمتا ہے وہ کبھی کہہ سکتا ہے کہ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کوئی دوسرا خدا بھی ہو جائے۔نہیں اور قطعاً نہیں کہہ سکتا

پس بیان مرزا مندرجہ ازالہ کو مدنظر رکھتے ہوئے ہم مرزا صاحب کے شعر کے مصرع اول کی تصدیق وتوثیق کرنے سے اپنے تئیں قاصر جانتے ہیں۔رہا خبر کا دوسرا حصہ یعنی شعر مرزا کا مصرعہ ثانی :

داخل جنت ہوا وہ محترم۔

اس کی تائید کرنے کے لئے کوئی دلیل نہیں جو ہماری رہنمائی کرتی ہوئی بتائے کہ آدمی مرنے سے پہلے بھی جنت میں داخل ہو سکتا ہے اور پھر اسے جنت سے نکالا بھی جا سکتا ہے تا وہ اپنی قوم پر بطور شاہد پیش ہو۔

جو نصوص ملتی ہیں ان میں هم فيها خالدو ن ۔خالدین مذکور ہے کہ جنت میں جنتیوں کو یو م الخلو د تک رکھا جائے گا اور خلود کے معنی بھی ہمیشگی ہے پھر ہم کس طرح یوم الحشر سے پیشتر ہی مسیح ابن مریم کو مر کر جنت میں اٹھ گیا ہوا یقین کر لیں؟ اور مان لیں کہ مرزا صاحب کی آوردہ خبر سچی اور قابل اعتماد ہے؟

فرمان مرزا: کیونکہ خدا کا وعدہ ہے کہ بہشتی بہشت سے کبھی نکالے نہ جائیں گے و ما هم منها بخار جين

۔(ریویو آف ریلی جنز۔ج۲ص۷۶)، کے مطابق ہمارا یہ استدلال انوکھا اور غلط نہیں بلکہ حسب تصریح مقولہ بالا مرزاجی کا مصدقہ ومقبولہ استدلال ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مرزائیو! مرزاجی کی بگڑی بنانے والو! جب حقیقی مسیح کا آجانا ممکن اور بالکل ممکن ہے جسے مسلمان مسیح موعود جانتے ہیں تو کس منہ سے تم لوگ مرزاجی کو مسیح موعود مانتے اور یقین کرتے ہو۔ بلکہ ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ مرزا صاحب حقیقی مسیح موعود نہ ہوں اور اصلی مسیح ابن مریم کے نازل ہوجانے کے وقت بہ عجلت تمہیں شرمندہ کرے۔ تمہارے بہتر یہی ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث کی تکذیب سے باز آکر مصنوعی مسیح کا دامن چھوڑ کر کو نوا مع الصا دقین کا نظارہ دیکھ لو۔

....

مرقع قادیانی

جلد۳ نمبر۵

بابت اگست ۱۹۳۱ء

قادیانی نکاح آسمانی کی یادگار

سید محمد حسن شاہ

ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا کی تمام قومیں اپنی اپنی مختصہ مذہبی اور قومی روایات کو برقرار رکھنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرتی رہتی ہیں اور ان کی یادگار ہر سال منائی جاتی ہے کہیں جنگ عظم کی یاد کو دومنٹ کی خاموشی میں تازہ کیا جاتا ہے کسی جگہ شہدائے کربلا کو تعزیہ ساز حضرات گلی کوچوں میں پھراتے ہیں اور کسی جگہ کرسمس ڈے کو نصاری بڑی دھوم دھام سے مناتے ہیں بعض حلقں میں عرس کی صورت اختیار کی جاتی ہے ان باتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے ہمارا خیال ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے آسمانی نکاح کی یاد کو دل سے بھلا دینا بہت بڑی غفلت ہوگی

گو مرزا صاحب اس نکاح کے انتظار میں برسوں رہے مگر چونکہ موصوف کی پیش گوئی کے مطابق نکاح مذکور کے اصلی مانع یعنی مرزا سلطان محمد کی موت اگست ۱۸۹۴ء میں ضروری بلکہ ان ٹل تھی جس کے بعد یہ نکاح واقع ہوسکتا تھا

اس لئے ہمارا حق ہے کہ مرزا صاحب کے اس نکاح کی ۲۷ ویں سالگرہ اگست ہی میں منائیں اور اسی ارادے سے ہم آج قادیانی امت کی خدمت میں حاضر ہوتے ہیں

ہم نہیں کہہ سکتے کہ مرزا صاحب کے دل میں کسی مہ جبین کے گیسوئے پیچدار کب سے پیچ ڈالے ہوئے تھے اور کس وقت سے اس بیقراری کی آگ کو آنجناب دل میں رکھے ہوئے تھے مگر عشق ایسی بلا ہے کہ اس کے راز خود بخود ظاہر ہوجاتے ہیں۔ آخر مرزا صاحب سے رہا نہ گیا اور اس کا اظہار یوں ہوا

و ھی حد یثة السن و انا متجا وز علی الخمسین۔

(یعنی وہ لڑکی ابھی چھوکری ہے اور میں پچاس سال سے زیادہ ہوں) ۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۷۴)

اس کے بعد جوں جوں دن گذرتے گئے عشق کی آگ تیز تر ہوتی گئی حتی کہ اس کا مفصل اظہار ایک اشتہار کی

صورت میں نمودار ہوا جس کی تاریخ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء ہے۔اس اشتہار کا خلاصہ ہم بھی درج کرتے ہیں۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص (مرزا احمد بیگ) کی دختر کلاں (محمدی بیگم) کے نکاح کے لئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہدے کہ یہ نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا اور جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کے لئے بار بار توجہ کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ خدا تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی، ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء

یہ اشتہار نہایت واضح الفاظ میں بتا رہا ہے کہ کس قدر استقلال اور بلند حوصلگی سے مرزا صاحب اس نکاح کے منتظر ہیں اور کس قدر راسخ عقیدہ اس نکاح کے ہو جانے پر ہے۔تاہم اس کی مزید تشریح اپنی کتاب ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۹۶ پر یوں فرماتے ہیں

خدا تعالی نے پیش گوئی کے طور پر اس عاجز پر ظاہر فرمایا کہ مرزا احمد بیگ ولد مرزا گاماں بیگ ہوشیار پوری کی دختر کلاں انجام کار تمہارے نکاح میں آوے گی اور وہ لوگ بہت عداوت کریں گے اور بہت مانع آئیں گے اور وہ کوشش کریں گے کہ ایسا نہ ہو۔لیکن آخر کار ایسا ہی ہوگا۔اور فرمایا کہ خدا تعالی ہر طرح اس کو تمہاری طرف لائے گا باکرہ ہونے کی حالت میں یا بیوہ کر کے۔اور ہر ایک روک کو درمیان سے اٹھا دے گا۔اور اس کام کو ضرور پورا کرے گا۔کوئی نہیں جو اس کو روک سکے۔

اس بات کا اظہار قادیانی امت کے لئے غالباً دل شکن نہ ہوگا کہ مرزا جی صرف الہامی دھمکیوں پر قانع نہ رہے بلکہ ہر ممکن دنیاوی کوشش بھی کی۔ مسماۃ موصوفہ کے والد اور اسکے رشتہ داروں اور قرابت داروں کو خطوط لکھے۔ زرنقد والا لالچ پیش کیا۔ جائداد دینے کے وعدے کئے۔ تمام رشتے ناطے توڑنے کی دھمکی دی۔ غرض وہ کچھ کیا جو ایسی مصیبت میں مبتلا انسان کرتا ہے۔ ذیل میں ہم مرزا جی کے ایک خط کا خلاصہ درج کرتے ہیں جو آپ نے آسمانی خسر کے نام لکھا

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ۔

...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اسلئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالیٰ آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرماوے اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اسکے آگے انہونی نہیں۔

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر مطلق سے آپ کیلئے خیر و برکت چاہتا ہوں۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپ کی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالیٰ کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے۔ سو مجھے خدا تعالیٰ قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہوگا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالیٰ کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالیٰ ان برکتوں

کا دروازہ کھول دیگا جو آپ کے خیال میں نہیں۔ کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جسکے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے، اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے، اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔ لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔ میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔ سو یہ ان کی ہم دردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الّا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے، ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے، ایمان لاتا ہے۔ اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کیلئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔ خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کرسکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔ خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے۔ آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے۔ اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

مندرجہ بالا خط مرزا جی کا تصدیق شدہ ہے۔ اولاً تو انہوں نے عدالت میں حلفیہ بیان دیا کہ یہ خط میرا ہے۔ اور ثانیاً آنجناب کی حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۱ شاہد ہے کہ مرزا جی نے ان کوششوں سے بھی کام لیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> یہ کہنا کہ پیش گوئی کے بعد احمد بیگ کی لڑکی کے نکاح کے لئے کوشش کی گئی اور طمع دی گئی اور خط لکھے گئے۔ یہ عجیب اعتراض ہے سچ ہے انسان شدت تعصب کی وجہ سے اندھا ہو جاتا ہے کوئی مولوی اس بات سے بے خبر نہ ہوگا کہ اگر وحی الٰہی کوئی بات بطور پیش گوئی ظاہر فرمائے اور ممکن ہو کہ

انسان بغیر کسی فتنہ اور نا جائز طریق سے اس کو پورا کر سکے تو اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کا پورا کرنا نہ جائز بلکہ مسنون ہے

طبیب کہتے ہیں ہیں کچھ دوا کر ۔حبیب کہتے ہیں بس دعا کر
رقیب کہتے ہیں التجا کر۔غضب میں آیا ہوں دل لگا کر

اس سے بھی یہی ثابت ہوا کہ قادیانی مسیح نے سرتوڑ کوشش کی۔اعتراضات کی بابت تو ہمیں بھی افسوس ہے کہ لوگوں نے ناحق اعتراض کیئے آخر مرتا کیا نہ کرتا۔مرزا جی اس معاملہ میں قابل رحم تھے نہ قابل باز پرس ۔

کیا کوچہء دلدار میں جایا نہیں کرتے

ایک جگہ بالتصریح فرمایا :

نفس پیش گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبد یل لکلما ت اللہ یعنی اللہ کی یہ بات نہیں ٹلے گی پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے۔

(تبلیغ رسالت ۔ج ۳ص ۱۵۵)

چونکہ مرزا صاحب نے سلطان محمد کے مرنے اور محمدی بیگم کے نکاح میں آنے کا کوئی شبہ باقی نہیں چھوڑا اس لئے اب اس امر پر بھی غور کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اگر مرزا سلطان محمد مقررہ میعاد کے بعد بھی زندہ رہے اور مسماۃ مذکور مرزا جی کے نکاح میں نہ آوے تو آنجناب کے حق میں کیا فیصلہ ہونا چاہیے۔ہم مشکور ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے سلطان محمد کی موت کی پیش گوئی کو دوسری جزو قرار دیتے ہوئے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ پر یوں لکھا :

یادرکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزو پوری نہ ہوئی، تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا ۔

اب سوال یہ ہے کہ ان لمبے چوڑے الہامی دعووں کے ماتحت کیا سلطان محمد روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو گیا؟ کیا محمدی بیگم کے ساتھ مرزا جی نے نکاح کیا

خدا کا ملنا بہت ہے آساں
بتوں کا ملنا ہے سخت مشکل

آہ! اس کا جواب بہت دلفگار ہے جس کے خیال ہی سے آنکھوں کے سامنے اندھیرا چھا جاتا ہے طبیعت افسردہ ہوتی ہے مگر بادل نخواستہ دبی زبان سے کہنا ہی پڑتا ہے کہ مرزا سلطان محمد جو، بقلم خود، مسیح موعود کی غضب آمیز نگاہ کا شکار ہوا اور یہ اس کی قسمت تھی کہ بچ کر نکل گیا، آج جولائی ۱۹۳۱ء میں مرزا صاحب اور مرزائی امت کی چھاتی پر مونگ دلتا ہوا پٹی ضلع لاہور میں بفضل خدا زندہ وصحیح سلامت ہے۔ مرزائی دوستو! اپنی مزید تسلی کے لئے وہاں جاؤ اور سلطان محمد کو مرزا جی کا یہ پیغام سناؤ :

میرے مجنوں! ترا کیا حال ہوا میرے بعد

اور آسمانی منکوحہ کا تو ذکر ہی کیا جب کہ اصلی مانع نکاح (سلطان محمد) ہی مرزا صاحب کی دعا و برکت سے دور نہ ہو سکے تو نکاح کیسے ہوتا۔ یہاں تک کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بے چارے مسیح موعود اس نکاح کا ارمان دل ہی دل میں لئے ناشاد نامراد دنیا سے اٹھ گئے۔ یہ ناکامی اور یہ حسرت مرزا جی کو قبر میں بھی چین نہ لینے دی۔

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

مرقع: قابل نامہ نگار نے مرزائیوں کا آخری عذر بیان نہیں کیا جو پچھلے سب عذرات سے لطیف تر ہے۔ پہلے ہم اس کی مثال میں ایک شعر سناتے ہیں۔ ایک عاشق اپنے معشوق کی بے وفائی کا خود ہی عذر کرتا ہے اور کس لطیف پیرائے میں کرتا ہے احباب مجلس نے طعنہ دیا کہ تو ایسے شخص کو محبوب بناتا ہے جو کبھی وعدہ وفا نہیں کرتا۔ تو شاعر اپنے محبوب کی طرف سے عذر کرتا ہے:

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

مرزا صاحب کے مرید جب چاروں طرف سے گھر گئے تو انہوں نے بھی ایک ایسا عذر کیا جو شاعر مذکور نے کیا ہے :

نکاح کا ہونا مرزا سلطان محمد کی موت پر موقوف تھا جب وہ مرا نہیں تو نکاح کیسے ہوتا۔

(الفضل ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱ کالم ۲)

کیا اچھا عذر ہے یعنی اگر چہ خدا نے کہا تھا کہ سلطان محمد اگست ۱۸۹۴ء تک مرے گا مگر وہ سڑی (سلطان محمد) اپنی جگہ سے نہ سرکا تو مرزا کا یا خدا کا اس میں کیا قصور۔ کیا خوب، انہی معنوں میں کسی دل چلے شاعر نے کہا ہے

خدا شاہد ، خدا شاہد ، کہا کرتے ہو وعدوں پر
خدا کو کیا غرض میرے تمہارے درمیاں کیوں ہو

....

نشانات مرزا

تحریر: منشی محمد عبداللہ معمار

منشی محمد عبداللہ معمار بتاتے ہیں کہ ڈاکٹر اسماعیل قادیانی صاحب لکھتے ہیں:

لودھیانوی سعداللہ کے متعلق الہام ان شانئك هو الا بتر، میں متحدیانہ لکھ دیا کہ اب اس کے بیٹے کے ہاں اولاد نہ ہوگی

جواب۔ مرزا جی نے الہام ان شانئك هو الا بتر کے کئی معنی بتائے ہوئے ہیں۔

۱۔ ابتر بمعنی مفلس (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۴)۔

۲۔ ناکام زیاں کار نامراد (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۱)۔

۳۔ بے برکت (اعجاز احمدی۔ ص ۵۴)

۴۔ پوتے سے آگے اولاد نہ چلے تو بھی ابتر۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۱)

قارئین کرام! ان مختلف اور متعدد معانی کے ہوتے ہوئے کون خوش نصیب ہے جو اس مرزائی الہام کی زد سے محفوظ رہ سکتا ہے۔ دیکھئے بقول مرزا غلام احمد، مولوی محی الدین صاحب بن حافظ محمد مصنف تفسیر محمدی کو ابتر لکھا (حقیقۃ الوحی ص ۳۵۷) حالانکہ ان کے ہاں پوتے بھی ہیں۔ حضرت مولانا شمس العلماء سید نذیر حسین دہلوی نور اللہ مرقدہ کو ابتر لکھا (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۴) حالانکہ ان کے ہاں پوتوں کے پوتے ہیں۔ اسی طرح مولوی رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کو اندھا بتا کر اس الہام کا مورد لکھا۔ اور مولوی اصغر علی روحی کو ایک آنکھ میں نقص واقع ہونے کی وجہ سے مصداق اس الہام کا بتایا۔ مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری مرحوم، مولوی محمد لودہانوی مرحوم وغیرہ کی موت کو بھی اس الہام (ان شانئك هو الا بتر) کے ماتحت بتایا (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۲۳) حالانکہ یہ سب اصحاب صاحب اولاد گذرے ہیں جن کی اولاد در اولاد موجود ہے۔

باانصاف ناظرین منقولہ تحریرات کو مدنظر رکھ کر مولوی سعد اللہ مرحوم کا واقعہ سنیں

مولوی سعد اللہ کے متعلق یہ الہام مرزا جی نے اشتہار انعامی تین ہزار مطبوعہ ۱۸۹۴ء میں بتایا تھا (دیکھو اشتہار مذکور ص ۱۲) اس میں صرف اتنا لکھا کہ مجھے سعد اللہ کی نسبت الہام ہوا ہے ان شانئك هو الا بتر۔ اور چونکہ لفظ ابتر کے کئی معانی بتائے جا سکتے تھے اس لئے اس جگہ اس الہام کا ترجمہ کیا اور نہ اس کی کوئی خاص مراد بتائی۔ مطلب یہ کہ جیسا موقع ہوگا کہہ دیا جائے گا، اس سے قریباً دو سال بعد انجام آتھم کے حاشیہ صفحہ ۵۹ پر اس الہام کو دہرایا اس میں اس کے معنی یا مطلب، نامراد، ذلیل رسوا بتائے ہیں۔ مقطوع النسل نہیں لکھا۔ مگر اس سے تقریباً ۱۱ سال بعد یعنی اصل الہام سے قریباً ۱۳ سال بعد جب کہ مولوی صاحب کا جوان بیٹا محمود متاہل بھی ہو گیا تو مرزا صاحب نے ندامت اتارنے کو لکھ مارا کہ اس لڑکے کی اولاد نہ ہوگی

درحقیقت یہ ایک چال تھی کہ مولوی سعد اللہ کے ابتر ہونے کا الہام الٹا پڑا، اس لئے انہوں نے اپنے مریدوں کا رخ بدلنے کو بجائے شرمندہ ہونے کے یہ پہلو بدلا۔ ہمارا حق نہیں کہ ہم پوچھیں کہ محمود بن سعد اللہ کے بے اولاد رہنے سے اگر کچھ ہوا تو یہ کہ محمود ابتر ہوا، سعد اللہ ابتر نہ ہوا (مرزا صاحب نے ابتر کے معنی جو یہ کئے ہیں کہ اس کا پوتا نہ ہو اس سے مرزا نے سعد اللہ کو ابتر بنانے میں جو کوشش کی ہے اس کی رو سے ابتر وہ ہے جس کے پوتا نہ ہو۔ ان معنی کا نتیجہ یہ ہے کہ: حکیم نور

الدین قادیان اپنی زندگی میں ابتر تھا کیونکہ اس کی زندگی میں اس کا پوتا نہیں ہوا۔اور میاں محمود اب تک (۱۹۳۱ء) ابتر ہے کیونکہ ابھی تک اسکا پوتا نہیں ہے) باقی کون ہوئے۔

اور سنیئے ایک پیش گوئی ڈاکٹر اسماعیل نے یہ بتائی ہے:

> تقسیم بنگالہ جو لارڈ کرزن کے زمانہ میں ہوئی اس پر بنگال میں بے حد شور پڑا اس کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا پہلے بنگالہ کی نسبت جو حکم جاری کیا گیا تھا، اب ان کی دل جوئی ہوگی۔آخر بادشاہ نے دہلی آکر تقسیم بنگالہ کو توڑ کر بنگالیوں کی دل جوئی کی۔

معلوم ہوتا کہ یا تو ڈاکٹر صاحب کو اس جھوٹی پیش گوئی کا پورا حال معلوم نہیں یا عمداً لوگوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔

اے جناب! سنیئے۔تقسیم بنگالہ پر جب اہل بنگال نے حد درجہ ناراضگی کی تو گورنمنٹ نے ان کی شورش کی کچھ پرواہ نہ کی تاہم اکثر عقلاء کا خیال تھا کہ گورنمنٹ ضرور اس حکم کو منسوخ کردے گی ایسے وقت میں مرزا جی نے پیش گوئی کی کہ، بنگالیوں کی دل جوئی ہوگی، مگر نہ تو گورنمنٹ نے اس تقسیم کو منسوخ کیا اور نہ بنگالیوں نے باوجود اپنے افسران بالا کے ہاتھوں سخت سے سخت تکالیف اٹھانے کے شورش وفساد نہ چھوڑا۔اسی کش مکش میں نامعلوم وجوہات کی بنا پر گورنر سر فلر نے (جن کو بنگالی اپنا دشمن جانتے تھے) استعفا دے دیا جو گورنمنٹ نے منظور کرلیا ان کے مستعفی ہونے پر بنگالیوں نے بڑی خوشی منائی اخباروں میں اظہار مسرت و شادمانی کیا۔ایسے وقت میں مرزا صاحب و مرزائی اصحاب نے یہ سوچتے ہوئے کہ گورنمنٹ تقسیم بنگال کی عدم منسوخی پر جمی ہوئی ہے ایسا نہ ہو ہمارا الہام رائیگاں جائے اب تو خدا نے موقع دیا ہے اللہ اعلم آئندہ ایسا موقع بھی ہاتھ آئے یا نہیں؟ جھٹ لکھ دیا کہ بس ہماری پیش گوئی کا یہی منشاء تھا کہ: تقسیم بنگالہ بھی منسوخ نہ ہوگی اور بنگالیوں کی دل جوئی بھی ہو جائے گی۔(ریویو آف ریلی جنز قادیان۔ستمبر ۱۹۰۶ء ص ۳۴۷)

ڈاکٹر صاحب! آپ کا شاہ انگلستان کے حکم سے ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگالہ کی منسوخی کو پیش کر کے مرزائی پیش گوئی کی صداقت بتانا صریح دھوکہ اور مجسم جعل ہے یا نہیں؟ کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب خود تو اعلان کر چکے ہیں کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی کاش آپ نے رسالہ، مرزا قادیان اور شاہ انگلستان مصنفہ مولانا فاتح قادیان ہی دیکھا ہوتا

ناظرین کرام! دیکھئے مرزا صاحب و مرزائی اصحاب تو یہ کہتے ہیں کہ پیشگوئی کا منشا صرف سرفلر کا استعفا تھا اور اب تقسیم بنگالہ منسوخ نہ ہوگی لیکن جب اللہ تعالی نے بادشاہ انگلستان کے ہاتھوں اس پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کرانے کو تقسیم بنگالہ منسوخ کرادی تو اب قادیانیوں کا اس منسوخی کو مرزائی کلام کی تصدیق پر پیش کرنا سراسر دھوکہ دہی اور جعل سازی ہے یا نہیں؟ انصاف

مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی اور وہ ایسی منسوخ ہوئی کہ انگلستان سے بادشاہ نے آکر خود اس کی منسوخی کا اعلان کیا۔ کیا اب بھی مرزا جیکی پیش گوئی کے غلط ہونے میں کوئی شک اور ڈاکٹر اسماعیل کی دھوکہ دہی میں کوئی شبہ رہا؟ آگے چلئے۔ ڈاکٹر اسماعیل لکھتے ہیں:

عبدالحکیم خان ڈاکٹر کے لئے جو الہامات تھے ان میں ایک اس کے انجام کے متعلق یہ بھی تھا۔ فرشتوں کی کھینچی ہوئی تیرے آگے ہے۔ وہ آخر کار خائب و خاسر مرا۔

جواب: یہ پیش گوئی بھی صریح جھوٹی نکلی۔ سنئے! ڈاکٹر عبدالحکیم خان نے مرزا جی کے متعلق جو الہام لکھا تھا وہ ہم ذیل میں مرزا کی تحریر سے پیش کئے دیتے ہیں اور اس کے مقابلہ میں جو الہام مرزا جی نے گھڑا وہ بھی ملاحظہ ہو۔ مرزا صاحب رقم طراز ہیں:

ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبد الحکیم خان ہے ... جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤں گا ... مگر خدا نے اس کے مقابل پر مجھے خبر دی ہے کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا۔ (چشمہ معرفت۔ ص ۳۲۱۔۳۲۲)

چونکہ مرزا جی ڈاکٹر صاحب کی زندگی میں ہی اگست ۱۹۰۸ء سے پہلے پہلے مرگئے اور ڈاکٹر صاحب مرزا صاحب کے شر سے محفوظ زندہ سلامت با کرامت رہے اس لئے مرزائی کے فیصلہ کے مطابق وہ سچے اور مرزا کاذب

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر

کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

ناظرین کرام! ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے جو ۵۰ پیش گوئیاں مرزا جی کی پیش کی ہیں ان میں یہی چند ایسی ہیں جن میں کچھ نہ کچھ تعیین و تخصیص ہے جن کے متعلق بفضلہ تعالی میں نے ثابت کر دیا ہے کہ سب جھوٹی نکلیں ۔باقی رہیں گول مول پیش گوئیاں مثلاً غلام احمد کی جے،نواب مبارکہ بیگم ،قیصر ہند کی طرف سے شکریہ،تائی آئی ،اور ماسی گئی وغیرہ، چونکہ ان میں سے کوئی بھی پیش گوئی کی حیثیت نہیں رکھتی اس لئے ہم ان کو زیر بحث نہیں لاتے نہ لانے کی ضرورت ہے ۔ راقم۔ محمد عبداللہ معمار

....

کامیاب مناظرہ

بقلم مولوی مہر دین میاں ونڈ ضلع امرتسر

ناظرین کرام! خاکسار نے اخبار اہل حدیث ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء میں اپنے گاؤں موضع میاں ونڈ میں مرزائیوں سے مناظرہ کے متعلق عرض کیا تھا کہ اس علاقہ میں یہ مناظرہ مرزائیوں کے خلاف سد سکندری (ماشاء اللہ) بن چکا ہے

للہ الحمد۔خداوند کریم نے میری اس آواز کو شرف قبولیت بخشا۔ایک وہ دن تھا جس کو آج پندرہ ماہ ہوئے کہ دارالخلافت قادیان سے مبلغین کے نام سپیشل آرڈر نافذ کیا گیا تھا کہ ہر ماہ موضع میاں ونڈ میں ایک مبلغ قادیانی اشاعت کے لئے بالضرور ورود فرمانا چاہیے۔اور اخبار الفضل قادیان میاں ونڈ کی گلیوں میں گشت کیا کرتا تھا۔اور چند ایک بے سمجھ نفوس بھی قادیانی دجل سے مانوس نظر آنے لگ گئے تھے۔جس سے عاجز پر اندیشہ گذرا کہ مبادا اس منحوس خاردار درخت کا پودا یہاں بھی لگ جائے،مناظرہ کی ٹھان لی جس کا نتیجہ مبارک

یہ ہوا کہ آج بفضل خدا وہ دن ہے کہ مرزائی مبلغین کا ورود تو درکنار وہ میاں ونڈ کی طرف منہ کرتے جھجکتے نظر آتے ہیں۔ افسوس کہ اخبار الفضل سے گا ہے ملاقات ہوا کرتی تھی وہ بھی یہاں سے کنارہ کش ہو گیا۔ ہاں قادیانی جماعت کا سیمپل یک کس مسمی فضل دین جو کسی وقت مسلمان واعظ کہلاتے تھے اور عرصہ دو تین سال سے قادیانی عیسویت کے دلدادہ بن رہے ہیں کس میرسی کی حالت میں آج کل یہاں قیام پذیر ہیں۔ چشم بد دور قادیانی روحانیت کا مجسم نمونہ ہیں۔ روزانہ تین چار دفعہ افیون کا استعمال فرمایا کرتے ہیں۔ فرصت ملے نماز بھی ادا کر لیتے ہیں لا اکراہ فی الدین کے تحت رمضان مبارک کے بارے تو قطعاً سبک دوشی حاصل کر چکے ہیں۔ غرض کہ رسول قدنی کی فرمان برداری میں ہمہ تن منہمک و مستغرق ہوتے ہوئے: چہ غم دیوار امت را کہ دارد چونتو پشتیبان، کے نعرے کسا کرتے ہیں حسب فرمان خلیفہ ثانی تن دہی سے اپنے دو کس افیونی ہم جنسوں کے درمیان خوب پرواز تبلیغ فرمایا کرتے ہیں۔ آپ کا اعلان ہے کہ کوئی نہیں جو شراب کی طرح نام لے کر افیون کے حرام و مسکر ہونے کی واضح دلیل دے سکے لہذا افیون حلال ہے کیونکہ شراب کی طرح اس کی حرمت نامزد نہیں اور یہ مسکر نہیں مخذر ہے۔ مخذر کی حرمت ثابت نہیں۔

خلیفہ قادیان کی خدمت میں التماس

کیا آپ کے اس مرید کا طرز عمل درست ہے؟ کیا آپ کے مذہب میں افیون حلال ہے؟ اور کیا تارک صوم ماہ رمضان مسلمان ہے؟ اگر افیون حلال نہیں ہے تو اسے حلال کہنے والے کے متعلق آپ کا کیا فتوی ہے؟ اور مذکورہ بالا افعال کا مرتکب آپ کے سلسلہ بیعت میں داخل رہ سکتا ہے۔

برادران اہل اسلام کی خدمت میں التماس

بفضل خدا قادیانی فتنہ کا تار و پود بکھر چکا ہے جسم بے روح کی طرح صرف ڈھانچہ ہی باقی رہا ہوا ہے۔ اگر اہل اسلام نظام کی طرف تھوڑی سی توجہ فرمائیں تو مرزائی پروپیگنڈہ کی کچھ بھی حقیقت باقی نہیں رہتی۔

تجربہ سے سلسلہ مناظرات اس فتنہ کے سد باب میں مفید تر ثابت ہوا ہے غرض کہ جہاں بھی ان کے مبلغ (جو ڈوبتے کو تنکے کا سہارا لے رہے ہیں) پہنچیں، عاشقان اسلام تندہی سے ان کا تعاقب کریں اور مناظرہ

رچاویں۔انشاء اللہ تعالی سوائے فرار کے ان کے لئے کوئی چارہ نہیں ہوگا۔ان کی صوفیانہ تقریروں کا ایک دم میں خاتمہ ہوکر رہے گا۔ان کی چکنی چپڑی باتیں دین سے ناواقف لوگ نہ سنیں نہ موثر ہوں، قاعدہ کی بات ہے، اگر تنہاء پیش قاضی روی راضی آئی، ان بے علم بے چاروں کو اپنے گھر کی تو کوئی خبر نہیں کہ اس میں کیا دھرا ہے جو کسی نے کہا مان لیا۔مرزائی گھاس تلے سانپ ہیں ان سے ڈرتے ہی رہنا چاہیے۔ فاتح قادیان زندہ باد۔

....

کسوف مرزا

نمبر۳۔آٹھویں دلیل

مرزا غلام احمد صاحب کے اس روایت کا مصداق نہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ ان کے وقت میں جو گرہن ہوا ہے وہ انہی معمولی تاریخوں میں ہوا جن میں عموماً ہوا کرتا ہے حالانکہ اس روایت میں مہدی کے وقت واقع ہونے والے گرہن کے بے نظیر کہا گیا ہے۔اس کا جواب مرزا صاحب یہ دیتے ہیں:

> اس جگہ لم تکونا کا لفظ آیتین سے متعلق ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ یہ دونوں نشان بجز مہدی کے پہلے اس سے اور کسی کو عطا نہیں کئے گئے۔پس اس جگہ یہ کہاں سے سمجھا گیا کہ یہ کسوف خسوف خارق عادت ہوگا بھلا اس میں وہ کون سا لفظ ہے جس سے خارق عادت سمجھا جائے...سو پیشگوئی کا بھی یہی مفہوم ہے کہ یہ نشان کسی دوسرے مدعی کو نہیں دیا گیا خواہ صادق ہو یا کاذب صرف مہدی موعود کو دیا گیا ہے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴۷۔۴۸)

اسکے جواب میں سب سے پہلے روایت کے اصل الفاظ پیش کئے دیتا ہوں۔ملاحظہ ہو

ان لمھدینا آیتین لم تکونا منذ خلق السماوات والارض تنکسف القمر لاول لیلة من رمضان وتنکسف الشمس فی النصف منه ولم تکونا منذ خلق الله السماوات والارض . چاند گرہن پہلی رمضان کو اور سورج گرہن اس کے نصف میں ہوگا

اور یہ دونوں جب سے زمین و آسمان پیدا کئے گئے ہیں کبھی واقع نہیں ہوئے

ناظرین کرام! للہ انصاف کیجئے کہ اس روایت میں کسوف خسوف کو بے نظیر کہا گیا ہے یا نہیں؟ کیا اس روایت میں کوئی ایسا لفظ ہے کہ یہ کسوف خسوف کسی مدعی نبوت ورسالت کے عہد میں تو نہیں ہوئے ہوں گے، مگر ویسے کئی دفعہ وقوع پذیر ہوتے رہیں گے۔ ہرگز نہیں۔ خود مرزا صاحب متوفی شروع شروع میں جب کہ انہیں یہ معلوم نہیں تھا کہ مجھ سے پہلے بھی اس طرح کے گرہنوں کا اجتماع ماہ رمضان کے اندر خاص انہی تاریخوں میں ہوتا رہا ہے، اس روایت کا یہی مطلب بیان کرتے رہے کہ یہ گرہن ایسے نہیں کہ ان کی نظیر آج سے پہلے کبھی نہیں پائی گئی بلکہ لوگوں کو للکارتے رہے کہ اگر تم سچے ہو تو پیش کرو۔ بلکہ بڑی تحدی کے ساتھ کہتے رہے کہ میرے مخالفوں میں ہرگز سکت نہیں ہے کہ اس قسم کا کسوف خسوف مجھ سے پہلے واقع دکھا سکیں لیکن جب علماء کرام نے کئی ایک نظیریں اس گرہن کی زمانہ سابق میں ثابت کر دیں تو آپ ان کے سامنے ان الفاظ میں ہتھیار ڈالے:

ہمارے زمانہ سے پہلے بھی رمضان میں کسوف خسوف ہوا ہے ہمیں اس سے انکار نہیں۔

(الحکم قادیان۔ ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء)

اسی طرح حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۶۔ ۱۹۷ میں ان کا اقرار موجود ہے لیکن چونکہ اس تسلیم سے ان کی یہ دلیل ٹوٹ جاتی تھی اس لئے اس تسلیم کے ساتھ ہی حقیقۃ الوحی میں یہ پیچ لگائی کہ:

اس حدیث کا یہ مطلب نہیں کہ رمضان کے مہینہ میں کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے بلکہ یہ مطلب ہے کہ کسی مدعی رسالت یا نبوت کے وقت کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے

(حقیقۃ الوحی ص ۱۹۶)

جناب مرزا صاحب کی اس نئی پیچ کاری کے رد نیز کسوف خسوف مندرجہ دار قطنی کے واقعی بے نظیر اور خارق عادت ہونے کے ثبوت میں ہم مرزا صاحب ہی کی تحریر پیش کئے دیتے ہیں سنئیے! مرزا جی نے جس کسوف خسوف کو اپنی علامت بتایا ہے وہ ۱۸۹۴ء میں ہوا۔ اس کے قریباً ایک ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی اپنی کتاب نور الحق حصہ دوم کے صفحہ ۵۶ تا ۵۸ میں رقم طراز ہیں:

بعض جاہل نادان یہ بات کہتے ہیں کہ اگرچہ چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہو گیا.. مگر ہم کو یہ تسلی نہیں کہ کبھی پہلے زمانہ میں یہ واقع نہیں ہوا۔ اور اس کی غرابت اہل ادیان کے نزدیک ثابت نہیں پس ہم کیونکر یقین کریں۔ مگر جواب یہ ہے کہ اے نادانو! اور سفیہو! یہ حدیث خاتم الانبیاء کی طرف سے ہے اور یہ حدیث دارقطنی میں لکھی ہے جس کی تالیف پر ہزار برس سے زیادہ نہیں گذرا۔ پس پوچھ لو ان سے اگر تمہیں شک ہے تو ہمارے لئے کوئی ایسی کتاب یا اخبار نکالو جس میں تمہارا دعوی صاف دلیل کے ساتھ پایا جائے اور کوئی ایسا قائل پیش کر کہ اس قسم کا خسوف کسوف اس نے دیکھا ہے۔ اگر تم سچے ہو اور تمہیں ہرگز قدرت نہیں ہوگی کہ اس کی نظیر پیش کر سکو۔ پس تم جھوٹوں کی پیروی مت کرو۔ کیا تمہیں معلوم نہیں کہ علماء سلف اس نشان کے منتظر تھے ...پس اگر کسی قرن میں پاتے تو ضرور اس کا ذکر کرتے اور فراموش نہ کرتے ...اور تمہیں معلوم ہے کہ ان کی کتابیں مسلسل طور پر تالیف ہوتی چلی آئی ہیں مگر ان میں اس نشان کا کچھ ذکر نہیں کیا گیا، تیرا یہ ظن ہے کہ انہوں نے غفلت کی وجہ سے یہ ذکر چھوڑ دیا اگر تو ایسا ذکر کرتا ہے تو تو نے بہتان باندھا....اور تو جانتا ہے کہ وہ لوگ حوادث زمانہ کے جمع کرنے پر بہت حریص تھے اور جو کچھ چاند اور سورج پر امور عارض ہوتے تھے ان کے لکھنے کے لئے آمادہ رہتے تھے پس جس شخص نے یہ زعم کیا کہ یہ خسوف کسوف پہلے بھی واقع ہو گیا اس نے مفتریات کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر جھوٹوں کی بات کو ترجیح دی... تمہیں طاقت نہیں کہ اس کسوف خسوف کی کوئی اور نظیر پیش کر سکو پس خدا تعالی کی نشانوں سے روگردانی مت کرو۔ (نور الحق حصہ دوم طبع ۱۸۹۴ء ص ۶۲)

بھائیو! دیکھو کس زور شور سے ان گرہنوں کی نظیر طلب کرتے ہوئے ان کو بے نظیر ماننے میں شک کرنے والوں کو ڈانٹتے ہیں کہ چونکہ صادق رسول کی حدیث میں اس کو بے نظیر کہا گیا ہے لہذا اس کے بے نظیر ہونے میں شک وشبہ کرنے والے نادان اور سفیہہ ہیں پھر کہتے ہیں کہ کوئی ایسا قائل پیش کرو جو کہتا ہو کہ میں نے اس طرح کا گرہن دیکھا ہے، تم ہرگز پیش نہ کر سکو گے۔ آگے چل کر فرمایا کہ یہ ظن کرنا کہ شاید سلف نے بوجہ غفلت ایسے گرہن کا ذکر نہ کیا ہو، یہ بہتان ہے۔ اس پر دلیل یہ دیتے ہیں کہ وہ لوگ حوادث زمانہ کے جمع

کرنے پر حریص تھے اور جو کچھ چاند اور سورج پر امور عارض ہوتے تھے ان کے دیکھنے کے لئے آمادہ تھے،،

ناظرین! کیا اب بھی آپ کو یہ تسلیم کرنے میں کچھ تردد ہے کہ اس روایت میں واقعی اس گرہن کو بے نظیر قرار دیا گیا ہے اور مرزا صاحب (جنہوں نے اپنی اس مرقومہ بالا تحریر میں لکھا تھا، پس جس شخص نے یہ زعم کیا یہ خسوف کسوف پہلے بھی واقع ہو گیا اس نے مفتریات کی پیروی کی اور رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر جھوٹوں کی بات کو ترجیح دی) بقول خود مفتریات کی پیروی کرنے والے اور رسول اللہ ﷺ کی باتوں پر کاذبین کے اقوال کو ترجیح دینے والے ہیں کیونکہ آپ نے اس عبارت کے بعد کھلے الفاظ میں یہ تسلیم کیا ہے کہ ہاں مجھ سے پہلے بھی ایسا گرہن ہو چکا ہے۔ پھر اس کے بعد مرزا صاحب فرماتے ہیں:

تمہیں طاقت نہیں کہ اس کسوف خسوف کی کوئی اور نظیر پیش کر سکو۔

بھائیو! ہماری طاقت کا لوہا تو مرزا صاحب نے ایسا مانا کہ صاف الفاظ میں اقرار کیا کہ ہاں مجھ سے پہلے ایسا ہو چکا ہے۔ ہاں اس کے ساتھ جو دوسری پچ آپ نے لگائی تھی اس کا رد ہم نے انہی کی مرقومہ بالا تحریر سے پیش کر دیا۔ مرزا صاحب کا یہ فرمان واقعی آب زر سے لکھنے کے قابل ہے کہ

قانون قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا انکے ہاتھ سے دلواتا ہے۔ سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں اور ان کی نظر سے وہ امور اس وقت مخفی رکھے جاتے ہیں جب تک خدا تعالی کی قضا و قدر نازل ہو جائے (حاشیہ ص ۸۔ استفتاء)

ہم بصدق دل مرزا صاحب کی اس تحریر پر ایمان لاتے ہوئے ان کے رد میں ان کی ہی تحریرات پیش کر کے احمدی امت کو متوجہ کرتے ہیں وہ بھی اس پر غور فرمائے

الحاصل جو روایت مرزا جی نے اپنے وقت کے گرہن کی تصدیق میں پیش کی تھی اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مہدی موعود کے وقت ہونے والا خسوف کسوف نرالی اور انوکھی قسم کا ہوگا اور جب سے زمین و آسمان پیدا کئے گئے ہیں اس طرح کا گرہن کبھی رونما نہیں ہوا ہوگا۔ نہ ایسا کسوف و خسوف جو قدیم سے ہوتا چلا آیا ہے جیسا کہ جناب قادیانی پیش کرتے ہیں جو خود ان کی زندگی میں ہی میں تین دفعہ ہو چکا ہے۔ باقی دارد

شاہ شریف کا چیلنج مباہلہ

سید محمد شریف شاہ صاحب گھڑیالوی خدایاد بزرگ ہیں۔آپ نے جون میں خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد کو مباہلہ کے لئے دعوت دی۔

خلیفہ قادیان نے اس کے جواب میں اشتہار دیا کہ آپ اپنے ساتھ ہزار کم سے کم ۵۰۰،اتباع لائیں میں بھی لاؤنگا۔نیز دودو گھنٹے ہر فریق تقریر کرے۔

شاہ صاحب نے لکھا کہ ایسا کرنا سنت سے ثابت نہیں۔خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اشتہار دیا کہ آیت مباہلہ میں انفسنا جمع کا صیغہ ہے اس لئے بہت سی جماعت ہونی چاہیے۔

شاہ صاحب نے لکھا کہ میاں مباہلہ میں سارا معاملہ خدا کے سپرد کیا جاتا ہے پس آیئے ہم بھی اپنا اختلاف خدا کے سپرد کریں

اس کا جواب آج (۲۶ جولائی ۱۹۳۱ء) تک قادیان سے نہیں نکلا۔

....

مرقع قادیانی

جلد۳ نمبر ۶

بابت ستمبر ۱۹۳۱ء

قاتل پھانسی کی موت سے بچایا گیا

مرزائی سفاک جس نے دو بے گناہوں پر حملہ کر کے ایک کو شہید اور دوسرے کو سخت زخمی کیا، جس کی گرفتاری پر قادیان کے مقدسین نے اس مال سے جو بزعم خود دین اسلام کی خدمت کے لئے جمع کرتے ہیں، قاتل مذکور کی بریت کرانے میں پریوی کونسل لندن تک ہزارہا روپیہ خرچ کیا، جس کے انجام پر ارشاد الٰہی صادق ہوا فسینفقو نها ثم تکو ن علیهم حسرة ثم یغلبو ن یعنی سفاک قاتل کی سزائے پھانسی بحال رہی اور وہ پھانسی دیا گیا۔

خیر یہ تو ہوا جو ہوا، مگر قادیان کی مشین نے ایک بڑی بھاری غرض کو مدنظر رکھ کر اس سفاک کو بڑی عزت اور اس کی پھانسی کو بڑی اہمیت دے کر اس کی ولایت و کرامات کو مشہور کرنا شروع کیا۔ ایک طرف ظالم قاتل کی تصویر شائع کی، دوسری طرف اس کے الہام اور کشف بنائے جو بظاہر جھوٹے ہیں۔ مگر قادیان مقدسین کے نزدیک جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی مشکل کام نہیں کیونکہ ان کا گویا مقولہ ہے :

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

قبل اس سے کہ ظالم مذکور کے مصنوعی الہام اور قادیانی تاویل ہم ناظرین کو بتائیں پہلے ان کے

استاد ازل کا طریق تاویل بتاتے ہیں تا کہ ملوم ہو سکے کہ یہ لوگ کس اصول پر کار بند ہیں۔

ڈپٹی آتھم عیسائی کے حق میں مرزا صاحب قادیانی نے جون ۱۸۹۳ء میں پیش گوئی کی تھی کہ ۱۵ مہینوں میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا (کتاب جنگ مقدس) جس کی معیاد ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پوری ہوگئی اور آتھم نہ مرا، بلکہ وہ فیروز پور سے امرت سر میں زندہ لایا گیا۔ اس وقت عیسائیوں نے اس کا جلوس نکالا جس میں مختلف قسم کی نظمیں پڑھتے تھے ایک دو شعر بطور نمونہ درج ہیں

ایسی مرزا کی گت بنائینگے
سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

باوجود اس صریح غلطی کے مرزا غلام احمد نے کمال کر دیا کہ اپنی پیش گوئی کو بچا لیا جس کی ہم کیا سب لوگ داد دیں گے۔ فرمایا آتھم ہماری پیش گوئی سے ایسا ڈرا کہ مرتسر سے فیروز پور بھاگ گیا (واضح رہے کہ آتھم کی نرینہ اولاد نہ تھی، لڑکی تھی، جسکا خاوند فیروز پور رہتا تھا۔ وہ لڑکی اپنے بوڑھے باپ کو اپنے ساتھ لے گئی) وہاں بھی اس کو موت کا نظارہ سامنے دکھائی دیا: یہی وہ ہاویہ ہے جو پیش گوئی میں مذکور ہے جو آتھم نے پالیا (دیکھو تفصیل در الہامات مرزا)

اسی استاد کے شاگردوں نے محمد علی قاتل کے الہام بتائے۔ بتا کر ان کو سنایا جس کے آج یہ مضمون لکھنا تجویز ہوا ہے۔ قادیانی مضمون ایسا دلچسپ ہے کہ ہم اس کو پڑھ کر دیر تک محظوظ رہے اس لئے ہم اپنے ناظرین کو بھی اپنے ساتھ محظوظ کرتے ہیں۔ مولوی شیر علی نائب خلیفہ قادیان لکھتے ہیں:

ان (محمد علی قاتل) کو اپنے رؤیا اور کشوف کے ماتحت یقین تھا کہ پھانسی کی موت سے بچایا جاؤں گا۔ ان کی موت جس طرح ہوئی اس کی بظاہر شکل اگرچہ پھانسی کی ہے لیکن جب ہم قرائن کو دیکھتے ہیں اور علامات پر غور کرتے ہیں تو ماننا پڑتا ہے کہ ان کی یہ بات بھی پوری ہوئی۔ جب قادیان میں ان کی لاش لائی گئی تو قاضی صاحب گو زبان سے کچھ نہیں کہہ سکتے تھے لیکن ان کا چہرہ زبان حال سے بتا رہا تھا کہ انہیں پھانسی سے بچا لیا گیا ہے ہمیں جو علم دیا گیا تھا وہ یہی تھا کہ قاضی صاحب کو پھانسی دی گئی

ہے اس لئے یہ بات کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھی کہ وہ پھانسی کی موت کے سوا کسی اور موت سے فوت ہوئے ہیں لیکن ان کے چہرے اور عام حالت میں ایک ایسی بات تھی جس نے مجبوراً دیکھنے والوں کے خیالات میں ایک غیر مترقبہ تبدیلی پیدا کر دی

ڈاکٹروں نے کتابیں دیکھ کر بتایا کہ ایسی موت کی کوئی علامت بھی ان میں نظر نہیں آئی خدا تعالی نے ایسے اسباب پیدا کر دیئے کہ ظاہری پھانسی کے معاً بعد لاش ہمارے آدمیوں کے حوالے کر دی گئی اور لاش دینے والوں نے بھی بتایا کہ کوئی علامت ظاہر نہ ہوئی۔ پھر اور آدمی جب حال دریافت کرنے کیلئے گئے تو جو حالات معلوم ہوئے وہ بھی یہی ظاہر کرتے ہیں ایک زندہ آدمی کو جب پھانسی دی جاتی ہے تو ایک بڑی علامت یہ ہوتی ہے کہ پھانسی کے بعد انسان کا جسم تڑپتا ہے مگر انہوں نے ذرہ حرکت نہ کی اس کے مقابلہ میں داروغہ جیل نے ایک بات بیان کی اور وہ یہ کہ پھانسی کے تختہ پر جب ان کو کھڑا کیا گیا تو کسی قدر کانپے ممکن ہے وہی وقت جان کنی کا ہو کیونکہ ان کی حالت ایسی تھی گویا مردہ کو لٹکایا گیا جس طرح مردہ کو اگر پھانسی دی جائے تو اس میں کوئی حرکت نہیں پیدا ہوتی اسی طرح ان کے جسم میں کوئی حرکت پیدا نہ ہوئی

غرض بہت سے ایسے قرائن ہیں جن سے یقین ہوتا ہے کہ ان کی موت پھانسی سے نہیں ہوئی ممکن ہے غیر لوگ یہ نہ مانیں مگر ہمارے لئے کافی قرائن ہیں۔ (الفضل قادیان ۶ جون ۱۹۳۱ء)

ناظرین غور کریں کہ مداری لوگ آگ سے پھول نکال دیتے ہیں ان قادیانی مقدسین سے اپنے فن میں زیادہ ماہر ہوتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ کس مزے سے پھانسی پر مرنے والے کو پھانسی کی موت سے بچاتے ہیں۔ پھر لطف یہ کہ ہے کہ فقرہ: ممکن ہے غیر لوگ نہ مانیں، میں ہم غیروں منکر بتاتے ہیں حالانکہ ہم ان سے پہلے اس بات کے قائل ہیں یا ہو سکتے ہیں جس کی وجہ ہم یہ بتاتے ہیں کہ محمد علی سفاک اتنا بزدل تھا کہ جب وہ پھانسی پر لے جایا گیا تو بحکم: قیامت دیدہ ام پیش از قیامت، پھانسی سے ڈرتے ہوئے پہلے ہی خون خشک ہونے سے مر گیا۔ وہ خبیب صحابی کی طرح نور نبوت سے منور ہوتا تو ایسا بزدل نہ ہوتا بلکہ بڑی خوشی سے سولی چڑھتا اور مندرجہ ذیل شعر پڑھتا ہوا جان بحق سپار ہوتا جو حضرت خبیبؓ نے کفار مکہ کے ہاتھ سے قتل ہوتے ہوئے پڑھے تھے

لست ابالی حین اقتل مسلماً
علی ای شق کان فی اللہ مصرعی
و ذالك فی ذات الالہ و ان یشاء
یبارك علی اوصال شلوٍ ممزع

(میں جب کہ اللہ کی راہ میں قتل ہوتا ہوں تو مجھے اس بات کی کوئی پرواہ نہیں کہ میں کس پہلو پر گرتا ہوں یہ تکلیف اللہ کی راہ میں ہے اگر وہ چاہے گا تو کٹے ہوئے جوڑوں میں برکت کردے گا)

یہ تو ایک روحانی بزرگوں کی مثال ہے محمد علی جن کی گرد کو بھی نہیں پہنچا ہوگا افسوس تو یہ ہے کہ وہ آج کل کے پولٹکل شیدائیوں کی طرح بھی نہ ہوا جو پھانسی پر چڑھ کر بھی انقلاب زندہ باد کے نعرے پر جان دیتے ہوئے کہہ جاتے ہیں

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیابد

....

شاہ شریف اور مرزا محمود کے مباہلے کا محاکمہ

سید محمد شریف امیر جماعت (گھریالہ) اور میاں محمود قادیانی میں محاکمہ

مباہلہ ضرور ہو (نقل مطبوعہ اشتہار)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کرام! آپ لوگوں کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی جب مسیحیت اور مہدویت کا دعوی کیا تو اس کے ثبوت میں انہوں نے اپنی روحانیت کو یوں پیش کیا کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں چنانچہ اسی زعم میں انہوں نے مولوی عبدالحق غزنوی ساکن امرتسر سے ۱۵ جون ۱۸۹۳ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۲۱ھ کو عید گاہ امرتسر میں مباہلہ کیا تھا اس مباہلہ کے بعد مرزا صاحب پہلے فوت ہوئے اور غزنوی صاحب کا نو سال بعد انتقال ہوا (حالانکہ مرزا صاحب کا صاف قول ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کے سامنے مرجاتا ہے۔الحکم قادیان۔ ۱۰،اکتوبر ۱۹۰۷ء)

دوسرا واقعہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی روحانیت کا یہ ہے کہ انہوں نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا جس کا نام تھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ،

اس اشتہار میں انہوں نے دعا کی کہ: یا اللہ! مولوی ثناء اللہ میری تکذیب اور تردید کرتا ہے۔اس لئے میں تیرے تقدس کا دامن پکڑ کر دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے، اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر۔

اس دعا کو مرزا صاحب نے خدا تعالی کے حضور میں رجسٹری بھی کرا دیا کیونکہ اخبار بدر میں لکھا تھا کہ میں (مرزا) نے جب ثناء اللہ کی بابت دعا کی تو مجھے الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع یعنی میں نے تیری یہ دعا قبول کر لی۔۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء

(ان باتوں کا) نتیجہ یہ ہوا کہ، مولوی عبدالحق غزنوی سے ۹ سال پہلے اور مجھ خاکسار (ثناء اللہ امرتسری) سے آج تک ۲۳ سال پہلے مرزا صاحب کا فوت ہو جانا صاف صاف فیصلہ خداوندی ہے کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے:

مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہو جاتا ہے

(الحکم ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۷ء)

فقطع دا بر القوم ۔ باوجود ان فیصلوں کے قادیان سے مباہلہ کی آواز اٹھتی رہی جس کے جواب میں جلسہ اہل حدیث بٹالہ میں سید محمد شریف صاحب گھریالوی نے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو دعوت مباہلہ دی جس کے لئے وہی مقام (امرتسر) جہاں کے ان کے والد مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے مباہلہ کیا تھا متعین کیا اور تاریخ ۱۲ جون ۱۹۳۱ء مقرر کی۔

اس کے جواب میں میاں محمود احمد قادیانی نے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ میں مباہلہ کرنے کو تیار ہوں مگر بشرائط ذیل:

۱۔ ہر فریق اپنے اتباع میں سے ہزار یا پانچ سو آدمی ساتھ لائے جو مباہلہ میں شریک ہوں۔

۲۔ ہر فریق دو گھنٹے پہلے تقریر کرے جس میں مسئلہ حیات و وفات مسیح پر اور صداقت یا بطالت مرزا پر بحث ہو۔

۳۔ یہ دو امر تو قطعی لاتبدیل ہیں۔ان کے علاوہ اور امور کے تصفیہ کے لئے ایک کمیٹی بنے جس میں دو دو ممبر فریقین کے اور تین ممبران چاروں کے انتخاب سے، کل سات ممبروں کی کمیٹی مبادی مباہلہ کا فیصلہ کرے۔

ہماری رائے میں جو بالکل واقعات پر مبنی ہے میاں محمود احمد صاحب قادیانی بظاہر مباہلہ کا اقرار کیا لیکن در حقیقت فرار۔اس کی تفصیل بتانے کے لئے ہم پہلے مباہلہ کے تاریخی واقعات سناتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کا مسئلہ قرآن شریف میں آیا ہے جہاں عیسائیوں کو کہا گیا کہ

ثم نبتھل فنجعل لعنة الله علی الکا فر ین (آؤ ہم دونوں فریق اپنے اپنے عیال کو ساتھ لے کر بالمقابل دعا کریں جس میں جھوٹوں پر لعنت کریں)

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے یوں عمل کیا کہ حضرات علی فاطمہ حسن حسین ؓ کو ساتھ لیا اور فرمایا میں جب دعا کرونگا تو تم آمین کہنا (تفسیر معالم وغیرہ)

ہاں بطور خود شرکت کرنے والے اور اصحاب بھی تھے۔میاں محمود احمد صاحب نے ابن عساکر سے حضرات ابوبکر، عمر، عثمان وغیرہ کا ساتھ نکلنا نقل کیا ہے وہ بطور شرکت تھا بطور شرط نہیں تھا۔اسی طرح ابوحبان سے کسی جماعت کا منقولہ قول بھی بطور واقعہ کے نہیں ہے بلکہ محض اس قائل کا خیال ہے۔واقعہ صرف یہی ہے جو تفسیر معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضور ﷺ مع عیال خود میدان کی طرف تشریف لے گئے، مگر عیسائی نہ آئے

انہوں نے اس میں اپنی ہلاکت سمجھی۔

یہ تو ہے سنت نبویہ۔اب سنیئے مرزا غلام احمد صاحب نے مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیسے کیا۔

۱۔مباہلہ سے پہلے کوئی تقریر نہیں کیونکہ مرزا صاحب سے اس بات کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ تقریر کوئی نہ ہوگی چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں؛

مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کرونگا۔

(خط مرزا مندرجہ اشتہار غزنوی ۸ ذی قعدہ ۱۳۱۰۔جون ۱۸۹۳ء)

صرف ان الفاظ میں فریقین کی دعا تھی جو مقرر ہو چکے تھے

۲۔مولوی عبدالحق غزنوی اکیلے تھے کیونکہ مرزا صاحب نے اعلان کیا ہوا تھا کہ

مجھ کو اس شخص (غزنوی) اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے

(اشتہار مئی ۱۸۹۳ مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۴۹)

اسی لئے میاں محمود نے بھی حال میں تسلیم کیا ہے کہ:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ میں ایک ایک آدمی کے ساتھ مباہلے ہوئے

(الفضل ۱۱ جولائی ۱۹۳۱ء ص ۷)

اس لئے ہزار پانچ سو کی تعداد بطور شرط کے مقرر کرنا خلف سنت نبویہ اور اعمال مرزا کے بھی مخالف ہے لہذا یہ اقرار نہیں بلکہ فرار ہے۔

ایک بات میاں محمود احمد نے یہ بھی کہی ہے کہ سید محمد شریف صاحب نے تاریخ از خود مقرر کر لی اور مقام مباہلہ بھی خود ہی مقرر کر دیا جو ہم کو منظور نہیں۔

ہم دیکھتے ہیں کہ میاں محمود احمد صاحب اس عذر میں بھی راستی پر نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بھی مقام اور تاریخ خود ہی مقرر کی تھی۔(ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۵۰)

مرزا صاحب متوفی نے اپنی مقرر کردہ تاریخ پر یہاں تک اصرار کیا تھا کہ غزنوی مرحوم نے جب کسی وجہ سے تاریخ میں تبدیلی چاہی تو مرزا صاحب نے جواب میں لکھا:

اب ہرگز تاریخ تبدیل نہیں ہوگی۔ لعنة الله علی من تخلف منا و ما حضر فی ذلك التا ریخ و الیو م و الوقت ۔ (جوفریق مقررہ تاریخ اور وقت پر نہ آئے اس پر اللہ کی لعنت ہو) خط مرزا قادیانی بنام عبدالحق غزنوی مرحوم مندرجہ اشتہار غزنوی مذکور)۔

واقعات نبویہ ﷺ اور افعال مرزائیہ سے مندرجہ ذیل نتائج صاف صاف نکلتے ہیں

ا۔مباہلہ اکیلے ہوسکتا ہے۔۲۔مباہلہ میں کوئی تقریر نہیں ہوتی۔۳۔تاریخ اور وقت مقرر کرنا داعی کا حق ہے۔

پس ان وجوہ سے ہم خدالگتی کہتے ہیں کہ میاں محمود احمد صاحب مباہلہ کوٹالتے ہیں جس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کی موت دیکھی ہوئی ہے اس لئے وہ موت سے گھبراتے ہیں اور سید محمد شریف صاحب بزبان حال ان کو کہتے ہیں انّ المو ت الذی تفرو ن منه فا نه ملا قیکم

سید محمد شریف صاحب توجہ فرمائیں

کچھ شک نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب بذریعہ مباہلہ غزنوی اور بذریعہ آخری فیصلہ اپنے متعلق حق و باطل کا فیصلہ درگاہ خداوندی سے کرا چکے تھے جو بحمد اللہ مسلمانوں کے حق میں کافی سے زیادہ مفید ثابت ہو چکا تھا۔علاوہ آسمانی فیصلہ کے لودھیانہ میں انعامی مباحثہ میں بذریعہ مسلّمہ ثالث کے زمینی فیصلہ بھی ہو چکا تھا جس میں انہوں نے مبلغ تین سو روپیہ مجھ خاکسار کو بطور مال غنیمت دیا تھا۔بایں ہمہ آپ نے نئے سرے سے تحریک مباہلہ کی ہے،تو اب آپ اس کی تکمیل بھی کیجئے۔جس کی صورت یہ ہے کہ آپ صاف لفظوں میں بذریعہ اشتہار اعلان کر دیں کہ:

میں (محمد شریف) مع عیال خود فلاں روز اتنے بجے فلاں جگہ فلاں مقام میں میاں محمود قادیانی کیسا تھ مباہلہ کرنے کو پہنچ جاؤں گا مضمون مباہلہ یہ ہوگا:

اے خدائے علیم و بصیر میں مرزا غلام احمد قادیانی کو ان کے دعوی مسیحیت موعودہ وغیرہ میں جھوٹا جانتا ہوں اور میاں محمود ان کو سچا کہتے ہیں۔الہ العالمین جو ہم میں سے ترے نزدیک اس بیان میں جھوٹا ہے تو اس پر ایسی لعنت کر کہ دیکھنے والوں کو عبرت ہو۔آمین

اسی طرح میاں محمود کہیں کہ میں سچا ہوں وغیرہ۔ہم وجدانی پیش گوئی کرتے ہیں کہ نصاری نجران کی

طرح میاں صاحب موصوف مقابلہ پر آنے میں پس وپیش کریں گے تو آپ ان کو اس وقت صاف صاف سنا دیجئے گا

بہا نہ کرتا ہے سا قیا کہ نہیں ہے شیشہ میں مے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لینا ترا سبو بھی نہیں رہے گا

راقم ابوالوفا ثناءاللہ

....

ختم نبوت ازروئے قرآن کریم

تحریر :مولوی نورالٰہی گھرجاکھی ضلع شیخوپورہ پنجاب

(مسئلہ ختم نبوت مسلمانوں میں متفق علیہ ہے یہاں تک کہ مرزا صاحب بھی اس مسئلہ میں علماء اسلام سے متفق تھے چنانچہ مرزا محمود احمد پسر مرزا غلام احمد نے خود تسلیم کیا ہے کہ ۱۹۰۲ء تک حضرت مرزا صاحب، ختم نبوت بمعنی عام کے قائل تھے مگر چند دنوں بعد آپ کو نبوت کا شوق ہوا اور ختم نبوت بمعنی عام سے انکاری ہو گئے تو ان کے جواب بھی ضرورت ہوئی۔ چنانچہ ان کا جواب درج ذیل ہے۔ مدیر)

۱۔پہلی آیت۔ الحمد لله ربّ العا لمین ۔سب تعریف ہے اس کے لئے جو تمام دنیا کا واحد رب ہے۔ یعنی پرورش کرنے والا۔ بلا استثناء تمام مخلوقات کا رب ہے کوئی فرد بھی باہر نہیں۔

۲۔دوسری آیت و ما ھو الّا ذکر للعا لمین ۔یہ قرآن مجید تمام عالمین کے لئے ہے۔قرآن مجید تمام دنیا کے لئے ہدایت ہے، کسی قوم یا ملک کے ساتھ مخصوص نہیں۔سب دنیا کے لئے اس نے اپنے دروازہ کو کھول دیا۔

۳۔تیسری آیت۔ انّ اوّل بیت وضع للناس للذی ببکة مبار کاً و ھدی للعا لمین ۔مکہ شریف تمام دنیا کے لئے قیامت تک ہے۔دنیا کا ایک فرد بھی اس سے باہر نہیں۔

وہ دنیا میں گھر سب سے پہلا خدا کا
خلیل ایک معمار تھا جس بنا کا
ازل سے مشیت نے تھا اس کو تا کا
کہ اس گھر سے ابلیگا چشمہ ہدی کا

چوتھی آیت: و ما ارسلناك الّا رحمة للعالمین ۔جس طرح سب جہان کا خدا ایک ہے، رب العالمین۔ قرآن سب دنیا کیلئے ایک ہے تا قیامت ذکر للعالمین

قبلہ ایک ہے تمام دنیا کے لئے تا قیامت ھدی للمتقین

نبی ایک ہے تمام دنیا کے لئے تا قیامت رحمة للعالمین

۵۔تشریح خود حضرت محمد ﷺ نے فرمادی :

یا ایھا الناس ان ربکم واحد۔ و اباکم واحد ، و دینکم واحد۔ و نبیکم واحد۔ لا نبی بعدی (کنزالعمال)۔اے میری امت کے لوگوں یادرکھو تمہارا خدا ایک ہے تمہارا باپ ایک ہے تمہارا دین ایک ہے تمہارا نبی بھی ایک ہے اور میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا

۶۔حضرت عمر فاروق ؓ نے فرمایا :

کیف تختلف ھذہ الامة وکتابھا واحد و نبیھا واحد و قبلتھا واحد

کنزالعمال۔ج ا ص ۳۹۸۔کہ یہ امت کس طرح مختلف ہوسکتی ہے جب کہ ان کی کتاب ایک ہے اور نبی بھی ایک ہی ہے اور قبلہ بھی ایک ہی ہے۔

معلوم ہوا کہ جب دوسرا نبی آجائے تو امت بھی اور ہو جاتی ہے پہلے نبی کی امت نہیں رہتی دوسرا نبی ماننا باعث اختلاف ہے۔

۷۔پانچویں آیت۔ قل یا ایھا الناس انی رسول اللہ الیکم جمیعاً یعنی ان تمام لوگوں کو کہہ دو کہ میں نہ ایک دو نہیں نہ کسی خاص قوم کے لئے اور نہ کسی خاص ملک کے لئے بلکہ دنیا کے ہر گوشہ کے لئے اور ہر زمانہ کے لئے مبعوث ہو کر آیا ہوں (آخری لیکچر میں مرزا صاحب قادیانی نے ایسا ہی لکھا ہے)

۸۔رسول خدا ﷺ نے خود تشریح فرمادی انا رسول من ادرکت حیاً و من یولد بعدی (کنز العمال جلد؟ص ۲۲۹ طبقات ابن سعد جلد ۶ص ۱۰۱)۔کہ میں ان تمام لوگوں کے لئے رسول ہوں جن کو اپنی زندگی میں پاؤں اوران کے لئے بھی رسول ہوں جو میرے بعد پیدا ہوں گے

۹۔ترجمہ جو مرزا صاحب قادیانی نے کیا ہے:

یعنی لوگوں کو کہہ دے کہ میں تمام دنیا کے لئے بھیجا گیا ہوں نہ صرف ایک قوم کے لئے۔

(چشمہ معرفت ص ۶۸ وضیمہ چشمہ معرفت ص ۱۶)

۱۰۔چھٹی آیت۔ الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی ۔

مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ قرآن شریف نے تورات وانجیل کی طرح کسی دوسرے (نبی) کا حوالہ نہیں دیا بلکہ اپنی کامل تعلیم کا تمام دنیا میں اعلان کر دیا اور فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم ۔(براہین احمدیہ حصہ ۵ص ۴)

اس آیت میں اکمال دین بھی آ گیا اور اتمام نعمت بھی اور اس کے بعد رضیت بھی فرمادیا اس لئے آپ خاتم النبیین ہوئے اور آپ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں جس کو مقام نبوت پر کھڑا کیا جائے ورنہ ماننا پڑے گا کہ آپ کا دین ناقص تھا جس کے لئے دوسرا نبی مبعوث کیا جائے اور وہ دین کو پورا کرے

۱۱۔علامہ ابن کثیر اس آیت کے تحت میں فرماتے ہیں

ھذا اکبر نعم اللہ تعالی علی ھذہ الامۃ حیث اکمل اللہ تعالی دینھم و لا یحتاجون الی دین غیرہ و لا الی نبی غیر نبیھم صلوۃ اللہ و سلامہ علیہ و لھذا جعلہ اللہ خاتم الانبیاء .(ابن کثیر ج ۳ ص ۲۷۹) کہ یہ اللہ پاک کی سب سے بڑی نعمت ہے اس امت پر کہ اس نے ان کے لئے ان کے دین کو کامل فرمایا اب نہ وہ کسی دین کے محتاج ہیں اور نہ کسی دوسرے نبی کے سوائے اپنے نبی کے۔یہ اس لئے کہ خدا تعالی نے آپ کو خاتم الانبیاء بنایا

۱۲۔مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

فلا حاجۃ النا الی نبی بعد محمد ﷺ . حمامۃ البشری ص ۶۰۔

(کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد ہم کو کسی نبی کی حاجت نہیں)

۱۳۔ساتویں آیت ۔ و ما ارسلنا ك الّا ر حمة للعا لمین

ترجمہ جو مرزا صاحب قادیانی نے کیا ہے:

یعنی ہم نے کسی خاص قوم پر رحمت کرنے کے لئے نہیں بھیجا بلکہ اس لئے بھیجا ہے کہ تمام جہان پر رحمت کی جائے ۔ پس جیسا کہ خدا تعالی تمام جہان کا خدا ہے ایسا ہی آنخضرت ﷺ تمام دنیا کے لئے رسول ہیں اور تمام دنیا کے لئے رحمت ہیں ۔(چشمہ معرفت ص ۶۸، وضمیمہ چشمہ معرفت ص ۱۶)

۱۴۔آٹھویں آیت ۔ و ما ارسلنا ك ا لّا كا فة للناس بشیراً و نذ یراً و لكن اكثر الناس لا یعلمو ن ۔یعنی ہم نے تجھ کو نہیں مبعوث کیا مگر اس لئے کہ اب تمام دنیا کے لئے ایک ہی نبی کی ضرورت تھی اور دنیا اس بات کی محتاج تھی کہ بجائے علیحدہ علیحدہ نبی اور رسول آنے کے ایک ہی نبی آئے جو کامل اور مکمل ہو اور آئندہ کے لئے صرف اسی کے وجود پر تمام دنیا کی ہدایت ونجات کا مدار ہو جس کے توسط سے لوگ اس خالق حقیقی تک پہنچیں اس لئے ہم نے تجھ کو اس کام کے لئے چنا اور تمام لوگوں کے لئے قیامت تک بشیر ونذیر بنا کر مبعوث کیا۔

شاید امت مرزائیہ کے لئے آپ کی رسالت کافی نہ ہو اس لئے کسی دوسرے نبی کو پنجاب میں جنم لینا پڑا۔

۱۵۔رسول خدا ﷺ نے خود بھی اعلان فرمادیا: ار سلت الی الخلق كا فةً و ختم بی النبیو ن۔ صحیح مسلم ۔کہ لوگو سن لو میں تمام جہان کے لئے مبعوث کیا گیا ہوں اور تمام نبیوں کا مجھ پر خاتمہ ہو گیا اب کوئی نبی نہ ہوگا۔

۱۶۔نویں آیت۔ ھو الذی ارسل رسو له بالھدی و دین الحق لیظھره علی الدین كله ۔ کہ وہ ذات بابرکت جس نے اپنے رسول کو ہدایت کے ساتھ اور دین حق کے بھیجا تا کہ غالب کرے اس کو اوپر تمام ادیان کے۔

۱۷۔دسویں آیت تبـا ر ك الذی نزّل الفر قا ن علی عبده لیكو ن للعا لمین نذیراً یعنی مبارک ہے وہ ذات جس نے قرآن مجید اپنے بندے پر نازل فرمایا تا کہ تمام جہان والوں کے لئے نذیر بنے۔

اس آیت سے ثابت ہوا کہ آپ کی بعثت تمام عالم والوں کے لئے عام ہے اور عموم بعثت سے ختم نبوت کا ثبوت لازم ہے

۱۸۔ترجمہ جو مرزا صاحب نے کہا ہے: یعنی ہم نے اس لئے بھیجا ہے کہ تمام دنیا کو ڈراوے۔

(چشمہ معرفت ص ٦٨)

۱۹۔گیارھویں آیت۔ و اذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول۔ترجمہ جو مرزا صاحب نے کیا ہے:

اور یاد کر جب خدا نے تمام رسولوں سے عہد لیا کہ جب میں تمہیں کتاب وحکمت دونگا اور تمہارے پاس آخری زمانہ میں میرا رسول آئے گا تمہیں اس پر ضرور ایمان لانا ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ انبیاء تو اپنے اپنے وقت پر فوت ہو چکے تھے یہ حکم ہر نبی کی امت کے لئے ہے کہ جب وہ رسول ظاہر ہو تو اس پر ایمان لاؤ۔جو لوگ آنحضرت ﷺ پر ایمان نہیں لائے خدا تعالی ان کو ضرور مواخذہ کرے گا۔

(حقیقۃ الوحی ص ۱۳۰ او مجموعہ ص ۴۹۸)

اس آیت میں ثم جاء کم کے الفاظ قابل غور ہیں ان میں نبی کریم ﷺ کے تمام انبیاء کے بعد تشریف لانے کو لفظ ثم کے ساتھ ادا کیا گیا ہے اس لئے ثم جاء کم کے یہ معنی ہوں گے کہ تمام انبیاء کے آنے کے بعد سب سے آخر میں آپ ﷺ تشریف لائیں گے۔

۲۰۔۱۰۔بارھویں آیت۔و اذ اخذ نا من النبیین میثا قهم و منك و من نوح و ابراهیم و موسی و عیسی ابن مریم و اخذ نا منهم میثاقاً غلیظاً۔ لیسئل الصادقین عن صدقهم و اعدّ للکافرین عذاباً الیماً (احزاب:۷۔۸) اور یاد کرو جب ہم نے آپ سے اور سب انبیاء سے عہد لیا کہ ہر صادق کو اس کے صدق پر سوال ہوگا اور کافروں کو جہنم کی مار ہوگی۔

۲۱۔اس آیت کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے فرمادی ہے:

عن ابی هريرة فی قوله تعالی و اذ اخذ نا من النبیین میثاقهم و منك قال النبی ﷺ کنت اول النبیین فی الخلق و آخر هم فی البعث فبدء بی قبلهم

(ابن کثیر ج ۸ ص ۴۲؟)

حضرت ابو ہریرہ اس آیت کے متعلق روایت کرتے ہیں کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا میں پیدائش میں سب نبیوں سے پہلے تھا اور عالم بعثت میں سب سے آخر ہوں۔اسی لئے یعنی پیدائش کے لحاظ خدا نے اس آیت میں میرا نام پہلے لیا ہے۔

۲۲۔تیرھویں آیت۔و داعیاً الی الله باذنه و سراجاً منیراً ۔(پارہ ۲۲ رکوع ۳)۔ اس آیت

میں خدا نے رسول خدا ﷺ کو سورج فرمایا کہ جس طرح آسمان میں ایک ہی سورج ہے اسی طرح زمین میں بھی ایک ہی سورج ہے جس کی روشنی قیامت تک رہے گی۔

۲۳۔مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں ۔

و اعلم انہ خاتم الانبیا و لا یطلع شمسہ الا نجم التابعین الذین یستفیضون من نورہ ۔ (حمامۃ البشری ۔ص۶۱) ۔اور جان لو کہ وہ خاتم الانبیاء ہے اور اس کے سورج کے سوا ستاروں کے جو اسی کے صحابی ہیں اور اس کے نور سے مستفیض ہوتے ہیں کوئی اور سورج طلوع نہیں کرسکتا

شمس الھدی طلعت لنا من مکہ ۔ عین الندی نبعت لنا بحراء

۲۴۔آپ ﷺ نے فرمایا اصحابی کالنجوم کہ میرے صحابہ ستاروں کی مانند ہیں۔پس آپ کے بعد کوئی سورج طلوع نہیں ہوگا

قادیانی دوست کہتے ہیں کہ سورج کے لئے چاند بھی ہوتا ہے لہذا مرزا صاحب چاند ہیں اس کا جواب بھی سنیئے ۔اس سورج کا تو ایک چاند ہے لیکن نبی ﷺ کے تین چاند ہیں جیسا کہ ام المومنین عائشہ صدیقہ نے فرمایا

۲۵۔ قالت رأیت ثلاثۃ اقمار ۔(موطا امام مالک ج ا ص ۲۳۱)

۲۶۔چودھویں آیت۔ ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین و کان اللہ بکل شیء علیماً ۔

ترجمہ جو مرزا صاحب نے کیا ہے :یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے نبیوں کا۔

یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا۔

(ازالہ اوہام ص ۳۳۳۔مجموعہ ص ۱۰۵)

۲۷۔رسول خدا ﷺ نے اس آیت کی تفسیر یوں فرمائی ہے:

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

کہ میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

۲۸۔مرزا صاحب قادیانی اس تفسیر نبوی کی تائید فرماتے ہیں

و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمّی نبینا ﷺ خاتم الانبیاء بغیر استثناء و فسّر نبینا ﷺ فی قولہ لا نبی بعدی ببیان واضح للطالبین (حمامۃ البشری۔ص۳۴ مجموعہ ص۱۶۸)

کیا تم نے جانتے (اے بے سمجھ مرزائیو!) کہ خدا رحیم و کریم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر کسی استثنا کے خاتم الانبیاء قرار دیا ہے اور ہمارے نبی ﷺ نے خاتم النبیین کی تفسیر لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا اور طالبین حق کے لئے یہ بات واضح ہے

۲۹ قد انقطع الوحی بعد وفاتہ و ختم اللہ بہ النبیین (حمامۃ البشری ص۳۴)

بے شک آپ کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی اور اللہ تعالی نے آپ ﷺ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا۔

۳۰۔حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے بھی ایسا ہی فرمایا ہے

قد انقطع الوحی و تمّ الدین ۔

وحی منقطع ہوگئی اور دین پورا ہوگیا۔(مشکوۃ۔ج۴ص۳۷۱)

۳۱۔حضرت ام ایمن ؓ نے آپ کی وفات پر کہا،

ان الوحی قد انقطع من السماء۔

(بے شک اب آسمانی وحی منقطع ہوگئی)۔(مشکوۃ ج ۴ ص ۳۴۶)

۳۲ ۔خود رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمایا :

ان الرسالۃ و النبوۃ قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی (ترمذی)

(بیشک رسالت اور نبوت منقطع ہو چکی ہے پس میرے بعد نہ کوئی رسول ہوگا اور نہ نبی)

۳۳۔علامہ ابن جریر فرماتے ہیں

و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین الذی ختم اللہ النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لا حدٍ بعدہ الی قیام الساعۃ (ابن جریر۔ج۲۲ص۱۲)

(کہ وہ اللہ کے رسول ہیں اور خاتم النبیین یعنی ایسا رسول کہ جس نے نبوت کو ختم کر دیا اور اس پر مہر لگا دی پس وہ آپ کے

بعد قیامت تک کسی پر نہ کھولی جائے گی)

۳۴۔علامہ ابن کثیر فرماتے ہیں :

فھذہ الآ یۃ نص انہ لا نبی بعدی ۔(ابن کثیر۔ج۸ص۸۹)۔

(کہ یہ آیت نص صریح ہے کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا)۔

۳۵۔علامہ زمخشری فرماتے ہیں۔

لا ینبا ا حد بعدہ ۔(کشاف۔ص ۳۱۵)۔

(کہ آپ کے بعد کوئی نبی بنایا نہ جائے گا)

۳۶۔امام راغب فرماتے ہیں۔

و خا تم النبیین لا نہ ختم النبوۃ ای تممھا بمجیئہ ۔(مفردات۔ ص۱۴۲) کہ محمد ﷺ کو خاتم النبیین اس لئے کہا جاتا ہے کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا یعنی آپ نے تشریف لا کر نبوت کو تمام فرمایا۔باقی

....

کسوف مرزا

تحریر:منشی محمد عبداللہ معمار

(مرزا صاحب اور مرزائی صاحبان آج تک بھی روایت کسوف کو پیش کیا کرتے ہیں ان کی سیری کے لئے بالاستیعاب بحث کی ضرورت تھی ۔قابل مضمون نگار منشی عبداللہ معمار امرت سری نے مفصل بحث کی ہے پہلے روایت کے حسن وقبح پر بحث کی دوم لغت حدیث کی رو سے اس کی تحقیق کی کہ ایسے الفاظ کے کیا معنی ہیں پھر اس روایت کا مرزا صاحب کے حق میں نہ ہونا بتایا ہے ۔

مرزا صاحب کو جب بتایا کہ ہر ۳۶ سال کے بعد یہی دور اسی ماہ رمضان میں آتا ہے چنانچہ اس قانون فلکی کے مطابق پہلے بھی ایسے گرہن ہوتے رہے،اس کے جواب میں مرزا صاحب نے کہنا شروع کیا کہ گو پہلے بھی ایسے گرہن ہوتے رہے لیکن اس وقت کوئی مدعی نہ تھا اس لئے یہ گرہن میرے ہی لئے ہے۔اس عذر کا جواب قابل نامہ نگار نے پہلے بھی دیا ہے اور آج بھی دیتے ہیں۔مدیر مرقع)

دوسرا جواب۔ لیکن اگر بفرض محال چندمنٹ کے لئے یہ تسلیم کرلیا جائے کہ مہدی کے وقت ہونے والا خسوف کسوف خارق عادت نہیں ہوگا بلکہ اس کا نرالا پن صرف اتنا ہی ہے کہ اس وقت ایک مدعی رسالت و نبوت موجود ہوگا تو بھی انہی کی اس پیش کردہ قابل مضحکہ دلیل کی رو سے ان کا غیر صادق ہونا ثابت ہوتا ہے کیونکہ جس کسوف خسوف کو انہوں نے حقیقۃ الوحی ص۱۹۴ تا ۱۹۷ و ضمیمہ انجام آتھم ص۴۶ تا ۵۲ پر پیش کیا ہے وہ ہندوستان میں نہیں بلکہ امریکہ میں ہوا تھا جب کہ وہاں ایک شخص مدعی مسیحیت مسمی ڈاکٹر ڈوئی الیگزنڈر موجود تھا ۔شائد کوئی مرزائی کہہ دے کہ ڈاکٹر مذکور کا دعوی رسالت نہیں تھا۔ سو ایسے جلد باز منکر واقعات حقہ کے لئے سب سے بہتر یہی ہے کہ مرزا جی کی تحریر سے ڈاکٹر ڈوئی کا دعوی رسالت ثابت کیا جائے۔ سو ملاحظہ ہو مرزا جی فرماتے ہیں:

حال میں ملک امریکہ میں یسوع مسیح کا ایک رسول پیدا ہوا ہے جس کا نام ڈوئی ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان۔ستمبر ۱۹۰۲ء ص ۳۴۱)

پس اگر مرزا جی کی یہ بات تسلیم کی جاوے کہ اس روایت کا مطلب صرف یہ ہے کہ مدعی رسالت یا نبوت کے وقت کبھی یہ دونوں گرہن جمع نہیں ہوئے بلکہ صرف مہدی کے وقت ہی ہوں گے تو یہ گرہن ڈوئی کی صداقت پر دلیل ہوں گے جس کے دعوی کے بعد اسی کے ملک میں خسوف کسوف ہوا، نہ کہ مرزا جی کی دلیل دلیل ہوں گے جو ہندوستانی رسول تھے اس کے علاوہ ابھی یہ مرحلہ باقی ہے کہ مرزا صاحب دارقطنی کی روایت کے جملہ ینکسف القمر لا ول لیلۃ من ر مضا ن سے چاند گرہن ہونے کی تاریخوں سے بزعم خود پہلی تاریخ ۱۳ رمضان مراد لیتے ہیں حالانکہ ہندوستان کی جنتریوں میں اس امریکہ میں ہونے والے چاند گرہن کی تاریخ ۱۲ رمضان لکھی ہے پس مرزا صاحب کا اس گرہن کو اپنی دلیل بتانا ہی سراسر خلاف دیانت اور حد درجہ کی مغالطہ دہی ہے۔

تیسرا جواب۔ یہ ہے کہ اگر بطور تنزل و بطریق ارفاء عنان یہ مان بھی لیا جائے کہ مرزا صاحب قادیانی ہی امریکہ میں ہونے والے گرہن کے مصداق ہیں تو بھی اس پر یہ اعتراض پڑتا ہے کہ مرزا صاحب نے جس

روایت سے تمسک کیا ہے اس میں صرف ایک دفعہ چاند اور سورج گرہن مہدی کے وقت ہونا درج کیا ہے جو بقول مرزا ۱۸۹۴ء مطابق ۱۳۱۱ھ کو ہو گیا جس کے متعلق مرزا جی نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۷ پر شاہ نعمت اللہ ولی کے قصیدہ سے بھی ایک شعر نقل کر کے اس کی تشریح یہی کی ہے کہ ٹھیک ۱۳۱۱ھ میں وہ کسوف خسوف دو دفعہ ہو چکا ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ اس قسم کا گرہن اس روایت کا مصداق نہیں ہو سکتا۔ (اس شعر کا یہ مطلب نہیں جو مرزا صاحب نے لکھا ہے بلکہ یہ بھی آپ کا ایک کذب ہے) اس کے جواب میں مرزا صاحب فرماتے ہیں:

> ایک اور حدیث میں بیان کیا گیا ہے کہ یہ گرہن دو مرتبہ رمضان میں واقع ہو چکا ہے۔ اول اس ملک میں دوسرے امریکہ میں انہی تاریخوں میں ہوا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۹۵)

(یہ بھی مرزا صاحب کا جھوٹ ہے اول گرہن ان کے دعوی کے بعد ہندوستان میں نہیں بلکہ امریکہ میں ہوا)

ناظرین! چونکہ دوسرے گرہن کے ظاہر ہونے سے مرزا صاحب کی پوری پوری تردید ہوتی تھی اس لئے آپ نے اس کو بھی حدیث کی پیش گوئی بتا کر اپنا الو سیدھا کرنا چاہا۔ میں بآواز بلند ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ ہرگز ہرگز کسی حدیث نبوی میں یہ مذکور نہیں ہے کہ مہدی کے وقت میں دو دفعہ اس کے دعوی کے بعد ماہ رمضان میں گرہن ہو گا یہ مرزا جی کا رسول اللہ ﷺ پر افتراء ہے

مرزائی دوستو! اگر تم مرزا صاحب قادیانی کو آیت انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ (جھوٹ وہی گھڑتے ہیں جو خدا کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے) اور حدیث من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ فی النار (جو کوئی نبی پر جھوٹ بناوے اس کا ٹھکانا جہنم) کا مصداق بننے سے بری کرنا چاہتے ہو تو اٹھو یہ حدیث دکھاؤ۔ اگر نہ دکھا سکو اور ہرگز نہ دکھا سکو گے تو جب بروز حشر یہ آیت اور حدیث نبوی نبوی تمہارے سامنے کر کے تم سے سوال کیا جائے گا کہ تم نے ایسے غیر صادق مفتری کو کیوں مانا؟ تو انصاف سے بتلاؤ اس وقت تمہارے پاس کیا جواب ہو گا۔

ناظرین کرام! اس روایت کسوف خسوف سے استدلال کرتے ہوئے مرزا صاحب نے جو جو کارستانیاں کی ہیں وہ سب کی ایک ایک کر کے آپ کے سامنے آ چکی ہیں اب آپ خود فیصلہ کر لیں کہ انہوں نے جس کسوف خسوف کو اپنی صداقت کے لئے آسمانی شہادت بناتے ہوئے دارقطنی کی روایت کا مصداق

بنانے کی کوشش کی ہے اس میں وہ حق بجانب ہیں یا نہیں ۔خاکسار نے ان کی تمام دلائل کا مغالطات سے پر، اغلاط سے مملو، سقم سے بھرا ہوا ہونا اور کذبات سے آلودہ ہونا ظاہر کر کے ان کی اس عظیم الشان دلیل کو بفضلہٖ تعالی ہر طرح پائمال کر دیا ہے فله الحمد

۔اب میں خدا تعالی سے دعا کرتا ہوں کہ وہ ہم تمام مسلمانوں کو قادیانی شر سے محفوظ رکھے ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔خاکسار محمد عبداللہ معمار

....

بائیبل میں لفظ باپ کے صحیح معنی

تحریر: جناب محمد اسماعیل پھرالوی

(مرزا صاحب قادیانی اپنے کو ابن اللہ اور ولد اللہ کہا کرتے تھے اور انجیل میں مسیح کو ابن اللہ کہا گیا ہے اس مناسبت سے یہ مضمون درج ہے ۔مدیر مرقع)

اس میں شک نہیں کہ موکودہ اناجیل میں حضرت یسوع کی زبان سے خدا کو باپ کے لفظ سے اکثر دفعہ پکارا گیا ہے جس سے عیسائیوں نے خدا کو باپ اور یسوع کو خدا کا بیٹا سمجھ لیا ہے ۔ بلکہ عیسائی اعتقاد کا یہ بنیادی پتھر ہے کہ حضرت یسوع کو خدا کا بیٹا سمجھا جائے ۔مگر حضرت یسوع کے مندرجہ ذیل فرمودہ کلام سے انجیلی لفظ باپ کی صحیح تفسیر صاف حل ہو جاتی ہے کہ باپ کے معنی پدر نہیں بلکہ خالق کے ہیں دیکھو فرمان یسوع:

زمین پر کسی آدمی کو باپ کہہ کر مت پکارو کیونکہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمان پر ہے ۔(انجیل متی باب ۲۳۔آیت ۹)

And call no man your father upon the earth: for one is your father, which is in heaven. (St. Matthew, 23:9)

اس عبارت پر غور کرنے سے معلوم ہو جاتا ہے کہ یسوع نے جو لفظ باپ کہا ہے اس کے معنی خالق کے ہیں، نہ کہ باپ کے۔ کیونکہ یہاں اس لفظ کو اگر باپ کے معنوں میں استعمال کیا جائے تو حضرت یسوع کا کلام بالکل فضول ہو جائے گا۔ جیسا کہ زمین پر تو ہر ایک شخص کا ایک باپ ضرور ہے جس کے نطفہ سے کہ وہ پیدا ہوتا ہے ایسے حقیقی باپ کو باپ کہہ کر پکارنے سے دنیا کا کوئی مذہب یا کوئی قوم منع نہیں کرتے بلکہ خود یسوع بھی منع نہیں کر سکتے۔ خدا کو مان کر ہر ایک کے دو باپ بن جاتے ہیں مگر حضرت یسوع کا فرمان ہے کہ تمہارا باپ ایک ہی ہے جو آسمان پر ہے۔ پس خالق ضرور ایک ہی ہے اور وہ ہے بھی آسمان پر۔

اس طرح یسوع نے خدا کو جو باپ کہا تو باپ کے معنی خالق کے ہوئے، نہ کہ پدر کے۔ پھر حضرت یسوع کا یہ حکم تمام عیسائیوں کے لئے ہے جب کہ تمام عیسائی خدا کو باپ پکار کر خود خدا کے بیٹے نہیں بن سکتے، بلکہ مخلوق ہی رہتے ہیں، تو حضرت یسوع کے لئے کون سی تخصیص ہے کہ وہ خدا کو باپ پکار کر خدا کے بیٹے بن سکتے ہیں۔

نیز حضرت یسوع کی اس ممانعت کے باوجود کہ زمین پر کسی آدمی کو تم باپ کہہ کر مت پکارو، یورپ کے تمام پادری فادر (باپ) کے خطاب سے پکارے جاتے ہیں۔ یہ ہے حضرت یسوع کے احکام کی اس امت میں سمجھ اور تعمیل۔

....

مرقعِ قادیانی

جلد۳ نمبر۷

بابت اکتوبر۱۹۳۱ء

قادیانی تفسیرات کانمونہ

گرتو قرآن بدیں نمط خوانی   ببری رونقِ مسلمانی

مولوی محمد مہرالدین ازمیاں ونڈ لکھتے ہیں:

قرآن سب ماننے والوں کی مشترک جائداد ہے اس لئے ہر ماننے والے کا حق ہے کہ اس کی خدمت کرے مگر بعض ماننے والے اس شریک جائداد کی طرح ہیں جو اپنی آوارگی میں مشترک حصہ بیع یا ہن کرکے برائے نام شریک رہنا چاہتے ہیں۔

آج ہم ایک مثال قادیانی تفسیر قرآن کی پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ قادیانی گروہ حقیقتاً اس مثال کے مصداق ہیں جو ہم نے بتائی ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم نے اس نمونہ تفسیر سے بہت لطف اٹھایا ہے اس لئے اپنے ناظرین کو بھی اس لطف میں شریک کرتے ہیں۔

اس نمونہ کی مثال

مصنف تفسیر حقانی (مولانا عبدالحق) مرحوم نے لکھا ہے کہ کسی بازار میں ایک مداری تماشہ کرتے ہوئے آمنت بالله و ملا ئکته و کتبه و رسله کا ترجمہ کرر ہا تھا جو بعینہ قادیانی تفسیر کے مطابق ہے۔ مداری کہتا تھا: بی امنت ایک بلاّ تھا اس نے اس کی ملائی کھالی اس نے کتوں سے مروادیا اور رسیوں سے باندھا۔

یہ قصہ تو تفسیر حقانی سے منقول ہے مگر قادیانی تفسیر ہماری آنکھوں سے دید اور کانوں سے شنید ہے۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ساری درج ہے۔ ھو ہذا:

و اتل علیهم نبا ابنی آدم با لحق

حضرت آدم کے دو بیٹوں کا قصہ جو خدا تعالی نے قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے اس کی تفسیر میں مفسرین لکھتے ہیں قابیل اور ہابیل نام حضرت آدم کے دو بیٹے تھے سرزمین ہند میں ایک نکاح کے متعلق آپس میں جھگڑا پڑ گیا حضرت آدم نے اس مقدمہ کے فیصلہ کے لئے ان دونوں کو قربانی کا حکم دیا۔ قابیل کی قربانی اس کی نافرمانی کی وجہ سے مقبول نہ ہوئی اس لئے اس نے ہابیل کو کہا لا قتلنك میں تجھے قتل کردوں گا۔ ہابیل نے جواب میں کہا انما یتقبل الله من المتقین اللہ تعالی متقیوں سے قبول کرتا ہے اگر تو میرے مارڈالنے کے لئے اپنا ہاتھ میری طرف دراز کرے گا ما انا بباسط یدی الیل لا قتلنك تیرے قتل کرنے کے لئے اپنا ہاتھ تیری طرف دراز نہ کرونگا لیکن یہ جواب سن کر بھی قابیل کو اس پر رحم نہ آیا اور ناحق اپنے بھائی کو مارڈالا فبعث الله غرا با یبحث فی الا ر ض لیریه کیف یواری سوأة ا خیه پس اللہ تعالی نے ایک کوا کو بھیجا جو زمین میں کریدتا تھا تاکہ اس کو دکھائے کہ وہ کس طرح اپنے بھائی کی لاش کو ڈھانکے

جاننا چاہیے کہ قرآن شریف اساطیر الاولین نہیں حضرت علی کرم اللہ وجہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا (ترجمہ) ۔کتاب اللہ میں خبر ہے تمہارے پہلوں کی اور تمہارے پچھلوں کی (مشکوۃ)۔ایک اور روایت میں ہے

اثیر والقرآن فان فیه علم الاولین والآخرین مجمع البحار

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا ہے قرآن شریف صرف قصہ گو کی طرح نہیں بلکہ اس کے ہر ایک قصہ کے نیچے ایک پیش گوئی ہے (براہین احمدیہ) ایسا ہی آپ چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں، قرآن شریف میں جس قدر قصے بیان کئے گئے ہیں ان تمام قصوں کو پیشگوئی کے رنگ میں بیان کیا گیا ہے قابیل اور ہابیل کے واقعہ کو جو کسی وقت سرزمین ہند میں وقوع پذیر ہوا اگر غور کے ساتھ پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس قصہ میں ہندوستان کے موجودہ حالات اور واقعات کی پیش گوئی پائی جاتی ہے (بے شک پائی جاتی ہے جیسی مرزا صاحب کے قادیان میں آنے کی خبر قرآن اور دیگر کتب الہامیہ میں پائی جاتی ہے ۔ثناء اللہ) یعنی اس قصہ میں بتایا کہ ایک ایسا زمانہ آئے گا جس میں مسلمان تقوی وطہارت بالکل چھوڑ دیں گے نہ ان کی عبادت میں برکت رہے گی نہ دعاؤں میں اثر۔ اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اس وقت حقیقی اسلام کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے دوبارہ آدم کو یعنی مرزا صاحب کو خدا تعالی سر زمین ہند میں مبعوث فرمائے گا

پھر دوبارہ ہے اتارا تو نے آدم کو یہاں
تا وہ نخل راستی اس میں لاوے ثمار

مسلمان بجائے اس کے کہ اس کی اطاعت اور فرمان برداری سے خدا کا قرب حاصل کریں الٹے اس کے خلاف کفر کے فتوے لکھ کر اسے اور اس کی جماعت کو قتل کرنا چاہیں گے۔ خدا کا وہ مرسل ان کے کفر وفساد اور بغض وعناد کو دیکھ کر اپنے متبعین کو ہدایت دے گا کہ ایسے مسلمانوں کو اپنے رشتے ناطے ہرگز نہ دیں جس سے وہ مسلمان قابیل کی طرح غیض وغضب میں آکر اس غریب جماعت کے ساتھ جو ما انا بباسط یدی الیک لاقتلك کے مطابق فتنہ وفساد سے دور رہنے والی ہوگی (بٹالہ کے قریب مستری محمد حسین کو قتل اور مولوی عبدالکریم کو نیم قتل کرنے اور کرانے والے بھی فتنہ وفساد سے دور رہنے کا دعوی کرسکتے ہیں۔ ثناء اللہ) نہایت برا سلوک کریں گے قابیل تو بھائی لاش ڈھانکنا چاہتا تھا لیکن وہ اپنے بھائی کی ڈھانگی ہوئی نعش کو زمین سے نکال کر باہر پھینک دیں گے تب ایسے مسلمانوں کو سمجھانے

کے لئے غراب ظاہر ہوگا۔لکھا ہے جب قابیل نے ہابیل کو قتل کیا تو اس وقت گرد وغبار اور زلزلوں سے زمین پر سخت تغیر اور انقلاب رونما ہوا سات دن تک زمین زلازل سے کانپتی رہی چنانچہ ایک تفسیر میں اس مضمون پر چند اشعار درج ہیں جن کا پہلا شعر یہ ہے

تغیرت البلاد و من علیھا

فوجہ الارض مغبر قبیح

سو ہمارے اس زمانہ میں ان لوگوں کو سبق دینے کے لئے جو ایک غریب احمدی کی نعش کو زمین میں دفن نہیں ہونے دیتے غراب کا دو رنگ میں ظہور ہو چکا ہے اول جس طرح ہابیل کی شہادت کے وقت زمین پر زلزلہ سے تغیر واقع ہوا اسی طرح ان مظالم کو دیکھ کر جو احمدیوں پر ہو رہے ہیں خدا تعالی نے غراب کو زلزلہ یعنی جنگ عظیم کی شکل میں ظاہر کیا جس کے بموجب حکم فیبحث فی الارض کے زمین میں بڑی بڑی خندقیں اور کھائیاں جن کی نظیر پہلے مسلمانوں میں نہیں ملتی کھود کر اپنی زبان حال سے ان قابیل صفت مسلمانوں کو پکارا کہ دیکھو آج میں تمہارے اس ظلم کے عوض ان مورچوں اور گڑھوں میں لاشوں کو کس طرح ڈھانپتا ہوں (لوگ کہتے ہیں کوا سیانا جانور ہے اس لئے دانا کو کوا اور بے وقوف کو گدھا کہا جاتا ہے مگر قادیانی کوا کو بھی گدھا کہا ہے کیونکہ احمدیہ جماعت کو تکلیف تو دی ہندوستانیوں خاص کر پنجابیوں بالخصوص امرتسریوں نے مگر قادیانی کوا قبریں کھودنے گیا یورپ میں۔ناظرین کیا اس قادیانی کوے کے گدھا پن میں کوئی شک ہے۔ یہی وہ کوا ہے جس کے حق میں کہا گیا ہے

اذا کان الغراب دلیل قوم سیھدیھم طریق الھالکین

جب کوا کسی قوم کا راہنما ہو تو اس کو ہلاکت کی طرف پہنچائے گا)

کیا تم اس نظارہ کو کہ ایک ہندو سکھ ایک مسلمان کی اور ایک مسلمان ہندو سکھ کی لاش کو کیونکر زمین میں ڈھانک رہا ہے دیکھ کر عبرت حاصل نہیں کرتے کامل التعبیر میں لکھا ہے :

زاغ ہائے بسیار در خواب دیدن لشکر بود

دوم۔آج کل غراب ایک اور رنگ میں ظاہر ہوا ہے ہندو لوگ جنکی نسبت پنجابی میں مشہور مثل ہے

کاں کراڑ تے کتے دا وساہ نہ کریئے ستّے دا

مسلمانوں کے مقابلہ میں اٹھ کھڑتے ہوئے ہیں اور الا رض یعنی ملک ہند کے بارے میں انہوں نے بحث مباحثہ شروع کر دیئے ہیں ان کی اس بحث فی الا رض کو دیکھ کر کہ کس طرح یہ لوگ آپس میں مل کر ایک دوسرے کی خیر خواہی میں کوشاں ہیں اب مسلمانوں کو بھی ہوش آنے لگی ہے بلکہ بعض تو بموجب حکم قال یا ویلتی اعجزت ان اکون مثل ھذا الغراب کہہ رہے ہیں کہ ہم تو ان کراڑوں سے بھی گئے گذرے غراب کے لفظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ان کووں کے شور وغوغا کے وقت ان کا فتنہ وفساد اپنی حد کو پہنچ جائے گا اور ان کا فتنہ وفساد حد کو پہونچ جائے گا اور ان زاغ دلوں کا ہر ہتھیار مسلمانوں کے مقابلہ میں نہایت تیز ہو جائے گا (قرآن مجید کے الفاظ سے تو معلوم ہوتا ہے کہ کوا ابن آدم (قابیل) کو بھائی کا دفن کرنے سکھانے آیا تھا جس سے قابیل نے فائدہ اٹھایا لیکن قادیانی کوا، ہندو لوگ تو مسلمانوں کو کچھ نہیں سکھاتے بلکہ مخالفت کرتے ہیں پھر یہ قادیانی گدھا ہوا یا نہ؟)

حجج الکرامہ میں لکھا ہے کہ کعبہ یعنی مسلمانوں کو ویران کرنے کے لئے ایں اسوداں... مثل مگساں شہد بیا ئندہ۔ چنانچہ اس وقت ان کالے کووں نے ہر طرف سے مسلمانوں کو ایک چھوٹے بچے کی طرح گھیر لیا ہے کیونکہ روٹی کا تھوڑا سا باسی ٹکڑا جوان کے ہاتھ میں رہ گیا ہے وہ بھی چھین لیں مسلمانوں سے جن لوگوں کو ان کے عہد و پیمان پر بھروسہ ہے ان کو معلوم ہونا چاہیے امر النبی ﷺ بقتل الغراب و سماہ فاسقاً پس فاسق کے عہد و پیمان پر کیا اعتبار۔ انگنائی سے اڑایا تو منڈیر جا پر بیٹھا

ہاں غراب کے لفظ میں ہمارے لئے ایک بشارت بھی ہے اور وہ یہ کہ کسی وقت اسلام کی نہر الحیوۃ میں داخل ہونے سے اس کی سیاہی دور ہو جائے گی ایک شخص کا نام غراب تھا غیرہ النبی ﷺ و جعل اسمہ مسلما۔ جس طرح غراب مسلم بن گیا اسی طرح بعض پیش گوئیاں بتاتی ہیں انشاء اللہ آخر ان لوگوں کی اولادیں اسلام کو قبول کریں گی

(کب قبول کریں گی؟ مسیح موعود آیا اور چلا گیا مگر یہ قادیانی کوا تو اسی طرح کاں کاں کرتا رہا کیا یہ کوا اس وقت سیدھا ہوگا جب دجال کے گدھے کے سینگ نکلیں گے جس کی بابت بافسوس کہا گیا ہے : مرا دجال لیکن ہے ابھی اس کا گدھا باقی)

حضرت ابراہیم کے چار پرندے جن کی نسبت اللہ تعالی فرماتا ہے ثم ادعهن یا تینك سعیاً ان میں ایک کوا بھی ہے جیسا کہ موضح القرآن میں لکھا ہے: چار جانور جو لائے ایک مور ایک مرغ ایک کوا اور ایک کبوتر

سو حضرت ابراہیم کے حروف کی تعداد کے مطابق دنیا کے ساتویں ہزار میں خدا تعالی نے جس ابراہیم کو امت محمدیہ میں مبعوث فرمایا اس کی دعوت پر کیا ہوا، (ایشیا) کیا مرغ (عرب) کیا کوا، (افریقہ) کیا کبوتر (یورپ) انشاء اللہ سب دوڑے آئیں گے اور پھر ایک دفعہ ہندو مذہب کا اسلام کی طرف زور کے ساتھ رجوع ہوگا۔ (الفضل یکم جنوری ۱۹۳۱ء)

قادیانی الف لیلہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بذریعہ اشتہار یہ الہام مشتہر کیا انه آوی القریة جس سے اصلی مقصود یہ تھا کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گا اس کے بعد رسالہ دافع البلاء میں تمام دنیا کے لوگوں کو للکارا کہ کوئی ہے کہ وہ بھی ہماری طرح اپنے شہر کی بابت کہے انه آوی القریة یعنی یہ گاؤں طاعون سے محفوظ ہے اور لکھا کہ طاعون کا یہاں آنا کیا باہر سے طاعون زدہ کوئی آتا ہے تو اچھا ہو جاتا ہے۔ وغیرہ

اس کے بعد جب طاعون قادیان میں پہنچا تو اعلان جاری کیا کہ

چونکہ آج کل مرض طاعون ہر ایک جگہ بہت زور سے ہے اگر چہ قادیان میں نسبتاً آرام ہے لیکن مریدوں کا اجتماع قرین مصلحت نہیں اس لئے دسمبر کی تعطیلوں میں جیسا کہ پہلے اکثر احباب قادیان میں جمع ہو جایا کرتے تھے اب کی دفعہ اس اجتماع کو موقوف رکھیں اور اپنی اپنی جگہ پر خدا سے دعا کرتے رہیں کہ وہ اس خطرناک ابتلاء سے انکو اور ان کے اہل وعیال کو بچائے

فقرہ، نسبتاً آرام ہے، میں یہ صنعت رکھی گئی کہ لفظ آرام سے نمایاں تو یہی ہے کہ وہاں طاعون نہیں جس سے اس الہام کا صادق ہونا معلوم ہو جائے مگر نسبتاً کے لفظ سے نکتہ شناس سمجھ جائیں کہ طاعون موجود ہے اس لئے وہاں جانے سے رک جائیں۔

پھر قادیان کے قریب چوہڑوں میں طاعون کی کثرت ہوئی تو فرمایا کہ الہام انہ آوی القریہ میں قادیان کا نام ہی نہیں اور قریہ قرا سے نکلا ہے جس کے معنی جمع ہونے اور اکٹھے بیٹھ کر کھانے کے ہیں یعنی وہ لوگ جو آپس میں مواکلت رکھتے ہیں اس میں ہندو اور چوہڑے داخل نہیں ہیں۔(اخبار بدر ۳۱۔اکتوبر۱۹۰۲ء)

مطلب یہ ہوا کہ ہندو اور چوہڑے مل کر نہیں کھاتے حالانکہ لفظ قریۃ سے مل کر کھانا سمجھا جاتا ہے اس لئے ان میں طاعون ہونا الہام کے مخالف نہیں مگر اس کا کیا جواب جو دافع البلاء مطبوعہ ریاض ہند میں فرماتے ہیں کہ

خدا نے سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا۔

عجیب ملہم ہے کہ ابھی سبقت کر کے قادیان کا نام لے دیا تھا اور ابھی انکار کر دیا کہ الہام میں قادیان کا نام ہی نہیں

اللہ اللہ خدا کی شان! کل کا ذکر ہے کہ یوں کہا جاتا تھا اور شور مچایا جاتا تھا کہ قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اسکے رسول کی تخت گاہ ہے اور یہ تمام امتوں کے لئے نشان ہے (دافع البلاء)۔ مگر آج یہ بات کھلی کہ قادیان کا نام ہی نہیں۔

اس کے بعد مرزا صاحب کے اخبار بدر قادیان میں لکھا گیا تھا کہ قادیان میں طاعون حضرت مسیح (مرزا) کے صدر کے ماتحت اپنا کام برابر کر رہا ہے جس سے ظاہر ہے کہ طاعون اپنا پورا کام کر رہا ہے۔

اور معتبر شہادتوں سے ثابت ہے کہ مارچ اپریل ۱۹۰۴ء کے دو مہینوں میں قادیان میں ۳۱۳، آدمی طاعون سے مرے حالانکہ کل آبادی ۲۸۰۰ تھی اور سب لوگ ادھر ادھر بھاگ گئے اور تمام قصبہ ویران سنسان نظر آتا تھا

صاحبان دیکھتے ہو کہ اس خلاف بیانی کی کوئی حد بھی ہے۔ پہلے تو قادیان رسول کی تخت گاہ ہونے کی وجہ سے طاعون کی محل نہ تھی کہ اس میں قدم رکھے، بلکہ طاعون زدہ آ کر اس میں اچھے ہوتے ہیں۔

پھر چوہڑوں کے مرنے سے وہی قادیان مسلمانوں کا نام ٹھہرا کہ وہ نہیں مریں گے مگر اس کی وجہ معلوم نہ ہوئی کہ مریدین وہاں آنے سے کیوں روکے گئے، مرزا صاحب کا فرض تھا کہ ان کو اس آرام میں شریک کرتے جو تمام مسلمانوں کو تھا بلکہ ایک اعلان کل مریدوں میں جاری کرتے کہ طاعون زدہ مقاموں کو چھوڑ کر مع اہل و عیال فوراً اس دار الامان میں چلے آئیں۔

پھر جب دو ہی مہینوں میں قریب آٹھویں حصہ کے باشندگان قادیان طاعون کا چکار ہو گئے تو وہی طاعون جو وہاں قدم نہیں رکھ سکتا تھا مرزا صاحب کے الہام کے ماتحت ہو کر برابر اپنا کام کرنے لگا جس پر مرزا صاحب کی یہ حالت ہوئی کہ جہاں باہر سے آنے والے مریض اچھے کئے جاتے تھے اپنے حوارین کو نذر طاعون فرما رہے ہیں چنانچہ اخبارات سے ظاہر ہے کہ خاص البدر کا اڈیٹر جس نے بڑے شدومد سے لکھا تھا کہ طاعون حضرت مسیح کے ماتحت ہو کر اپنا کام کر رہا ہے بھی طعمہ طاعون ہو گیا اور اس کا دورہ ختم نہیں ہوا تھا۔اس الہام کی جولانی بھی طاعون سے کم نہیں ۔قدم قدم طاعون کے ہمراہ ہے۔اگر کوئی دہریہ اس قسم کی بات کہتا تو یہ سمجھا جاتا کہ خدا تعالی کی توہین کی تدبیر اس نے نکالی ہے مگر کمال حیرت کا مقام یہ ہے کہ مرزا صاحب آخر خدا کو مانتے تھے اور جمیع عیوب سے اس کو منزہ جانتے تھے باوجود اس کے ایسے الزام اس پر لگایا کہیے کیا کوئی مسلمان اس الہام کی صحت کی رائے قائم کر سکتا ہے کہ خدا تعالی نے مرزا صاحب سے کہا تھا کہ پورا قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔اور اس کے بعد یہ کہا کہ نہیں صرف مسلمان محفوظ رہیں گے پھر ہوا یہ کہ مسلمان اور ہندو دونوں ہلاک اور گاؤں تباہ ہو گیا۔فلاسفر اس پر کیسے ٹھٹھے کرتے ہوں گے کہ یہ لوگ جس کو خدا سمجھتے ہیں اس کی یہ حالت کہ اتنا بھی اس کو معلوم نہیں کہ طاعون وہاں آئے گا یا نہیں ۔اور اتنی بھی قدرت اس کو نہیں کہ اپنی بات سچ کرنے کو طاعون سے اس کی حفاظت کر سکے۔اور اتنا عاجز کہ چھوٹے سے گاؤں کو بچانے کا وعدہ کر کے نہ بچا سکا اور ایسا متلون کہ کہا کچھ اور کیا کچھ اور جس کو رسول بنا کر آپ نے بھیجا اس کو جھوٹا ثابت کر کے ہم چشموں میں ذلیل وخوار کیا غرض فلاسفہ کو خدا اور رسولوں سے انکار کرنے کے لئے یہی ایک حیلہ بس ہے اور اس پر قیاس جما سکتے ہیں۔

حالانکہ مرزا صاحب کو فلاسفہ کا اتنا خوف تھا کہ فرماتے ہیں کہ اگر عیسی کا آسمان پر جانا تسلیم کیا جائے تو فلاسفہ ہنسیں گے یہاں یہ خیال نہیں فرمایا کہ فلاسفہ خدا پر ہنسیں گے اہل انصاف سمجھ سکتے ہیں کہ مرزا صاحب کو نہ کسی کی ہنسی سے کام تھا نہ دین کی برہمی کی پرواہ صرف اپنی عیسویت سے کام تھا۔

پس ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے کسی بات کے سوجھ جانے کا نام الہام رکھ لیا تھا دیکھئے جب تک قادیان میں طاعون نہ تھا تو مضمون الہام یہ تھا کہ وہ تخت گاہ رسول ہے طاعون کی کیا مجال کہ وہاں قدم رکھے اور کس وثوق سے کہا گیا کہ کوئی ہے اپنے شہر کی بابت کہے انہ آوی القریة پھر جب چوہڑے مرنے لگے تو قریہ قرا سے ماخوذ ہونا مضمون الہام ٹھہرا۔ اور یہ بھی اسی کا مضمون تھا کہ کہیں باہر سے آنے والے مرنہ جائیں اور باعث اشتداد نہ ہوں اس لئے ان کو وہاں آنے سے روک دیا پھر جب عموماً ہندو مسلمان مرنے لگے اور اس قریب کی ویرانی کی صورت بندھی تو یہ ہوا کہ طاعون ماتحت الہام ہو کر اپنا کام کرنے لگا۔ للعجب

ادنی تامل سے یہ بات معلوم ہوسکتی ہے کہ اس میں مرزا صاحب کا کوئی قصور نہ تھا کذب وافتراء و غیرہ قبائح اس زمانے میں ایسے عالم گیر ہو رہے ہیں کہ خود مرزا صاحب کو اس کی شکایت تھی اگر ایسے زمانے میں کوئی فرضی نبی آئے تو بحسب اقتضائے زمانہ ضرور ہے کہ وہ انہیں اوصاف کے ساتھ متصف ہو۔

لطیفہ

خلیفہ معتصم باللہ کے زمانے میں کسی نے نبوت کا دعوی کیا۔ جب گرفتار کیا گیا تو خلیفہ نے اس سے پوچھا کیا تو نبی ہے۔ کہا ہاں۔ کہا کس کی طرف تو بھیجا گیا ہے۔ کہا آپ کی طرف۔ کہا میں شہادت دیتا ہوں کہ تو سفیہ اور احمق ہے۔ کہا درست ہے جیسی قوم ہوتی ہے ویسا ہی نبی بھیجا جاتا ہےء۔ خلیفہ اس لطیفہ پر پھڑک گیا اور کچھ انعام دے کر اس کو چھوڑ دیا۔ بس یہی معاملہ مرزا صاحب اور امت مرزا صاحب کا ہے

بسے بر نیا ئد کہ بنیاد خود
بکند آنکہ بنہاد بنیاد بد

مسیح موعود عیسی بن مریم ملک شام میں
نہ کہ ملک ہندوستان میں

مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر لکھتے ہیں:

گرمی کا موسم ہے جون کا مہینہ ہے موسم گرما اپنے عالم شباب میں ہے گرمی کی بڑی شدت ہے۔ شہر امرتسر کے مشرقی حصہ دروازہ مہاں سنگھ کے قریب ایک کوچے میں صبح کے قریب دس بجے اتوار کے دن ایک مکان میں چند دوستوں کا مجمع ہے۔ ان میں مذہبی گفتگو ہو رہی ہے۔ ایک مرزائی اس کا مدمقابل ایک اہل سنت ہے۔ چند احباب اور بھی تشریف فرما ہیں۔ گفتگو میں سختی اور درشتی نہیں بلکہ سنجیدگی اور متانت ہے۔ زیر بحث مسئلہ ہے کہ آیا مسیح موعود ملک ہند میں ہوں گے یا ملک شام میں۔ مرزائی کا اس پر اصرار ہے کہ مسیح موعود ملک ہندوستان میں ہوا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی مہدی موعود و مسیح موعود ہیں۔ اہل سنت کا عقیدہ ہے کہ مسیح موعود ملک شام میں ہوگا۔ مرزائی نے جو دلائل دعوی کے اثبات میں پیش کئے اور اہل سنت نے جو جوابات دیئے ان کو ناظرین رسالہ کی دل چسپی کے لئے ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

قادیانی دلائل:

۱۔ اس مہدی کے لئے جو مسیح بھی ہے مشرقی جانب مخصوص ہے ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم۔ عیسی کو آدم سے تشبیہ دی گئی ہے اور آدم کا نزول ہند میں ہوا۔ پس عیسی بھی ہند میں نازل ہوگا۔

۲۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ باب غزوۃ الہند میں امام نسائی نے دو گروہوں کا ذکر کیا ہے ایک وہ جو ہند میں جہاد کرے گا و عصابة مع عیسی ابن مریم اور ایک وہ جو ہند میں مسیح موعود کے ساتھ ہوگا۔

۳۔ تمام مفسرین کا اس پر اجماع ہے کہ پیش گوئی لیظهره علی الدین کله کا ظہور امام مہدی مسیح موعود کے ہاتھ پر ہوگا۔ پس اس ظہور کے لئے وہ ملک مناسب ہے جس میں ہر مذہب کا نمونہ موجود ہو، اور سب کو آزادی

بھی ہو۔اور یہ خصوصیت محض ہند کو ہے اور ایک صاحب نے مہدی، پنجاب، ہند، کے اعداد یکساں بیان کئے تا کہ مناسبت ظاہر ہو۔

۴۔دجال کے ظہور کا مقام بھی مشرق ہے۔پس اس فتنہ کا دور کرنے والا بھی مشرق ہی میں چاہیے۔

۵۔پھر ایک حدیث جو جواہر الاسرار محررہ ۸۴۰ھ میں ہے اس میں صاف لکھا ہے یخرج المھدی من قریۃ یقال لہ قدعہ یعنی قادیان اور یہ دمشق کی شرق میں بھی ہے

نوٹ۔یہ مضمون رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۷ ص ۲۹۹۔۳۰۰ اور تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء کے صفحہ ۶۴ پر ہے

جواب از اہل سنت

قادیانی صاحب کے پیش کردہ پانچ دلائل کی تردید کرنے سے پیشتر میں چند دلائل اپنے عقیدہ کی تائید میں لکھتا ہوں، اور میرا یہ عقیدہ ہے کہ مسیح موعود عیسیٰ بن مریم ملک شام میں ہوں گے ان مندرجہ ذیل احادیث نبویہ کو غور سے سنئے:

دلیل نمبر ا۔سنن ترمذی صفحہ ۲۳۷، اور جائزۃ الشعوذی شرح ترمذی جلد ۲ صفحہ ۱۱۱ پر لکھا ہے: حضرت مجمع بن جاریہ انصاری صحابی روایت کرتے ہیں کہ میں نے سنا رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ فرماتے تھے کہ ابن مریم، دجال کو باب لد پر قتل کرے گا۔

ب۔صحیح مسلم، جلد ۲ ص ۴۰۱ اور سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰۶ پر حضرت نواس سے ایک حدیث نبوی آئی ہے جس کا ایک حصہ یوں ہے ۔مسیح دجال کو تلاش کریں اس کو پاویں گے باب لد پر پس اس کو قتل کر ڈالیں گے۔

نوٹ نمبر ا۔نووی شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۱، جائزۃ الشعوذی جلد ۲ صفحہ ۱۱۰ رفع العجاجۃ جلد ۳ صفحہ ۳۲۸۔مرعاۃ المفاتیح جلد ۵ ص ۱۸۷، ؟ اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۵۱، مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۵۷، مجمع البحار جلد ۳ صفحہ ۲۵۱ قاموس جلد ا صفحہ ۳۴۸ تاج العروس جلد ۳ صفحہ ۴۹۳ منتہی الارب جلد ۴ صفحہ ۱۶۸۳، لسان العرب جلد ۴ صفحہ ۳۹۶ پر لکھا ہے کہ لد علاقہ فلسطین میں ایک گاؤں ہے۔

نوٹ نمبر ۲۔مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۲۲۰ پر ہے۔حضرت ابن مریم دجال کی تلاش میں

لگیں گے اور لد کے دروازہ پر جو بیت المقدس کے دیہات میں سے ایک گاؤں ہے اس کو جا پکڑیں گے اور قتل کرڈالیں گے

دلیل نمبر ۲۔ مشکوۃ مترجم جلد ۴ صفحہ ۱۱۳۔ باب العلامات بین یدی الساعۃ وذکر الدجال، مرعاۃ المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۲۰۴، اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۳۵۷ اور مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۳۶۲ پر ہے: حضرت ابو ہریرہ سے منقول ہے کہ روایت کی حضرت رسول خدا ﷺ سے کہ آپ نے فرمایا کہ مسیح الدجال جانب مشرق سے نکلے گا اور قصد اس کا مدینہ مطہرہ میں آنے کا ہوگا یہاں تک کہ کوہ احد کے پیچھے ٹھہرے گا پھر فرشتے اس کا منہ ملک شام کی طرف پھیر دیں گے اور وہاں ہی وہ ہلاک ہوگا۔

دلیل نمبر ۳۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷ پر حضرت علی مرتضیٰ ؓ سے ایک لمبی روایت آئی ہے جس کا ایک حصہ یہ ہے

فیقتله الله تعالی بالشام علی عقبه یقال لها عقبة افیق لثلاث ساعار یمضین من النهار علی یدی عیسی بن مریم

ترجمہ: اللہ دجال کو ملک شام میں ایک ٹیلے پر جس کو افیق کہتے ہیں دن کے تین ساعت میں عیسی بن مریم کے ہاتھ سے قتل کرائے گا۔ عسل مصفی۔ حصہ دوم ص ۲۷۹)

دلیل نمبر ۴۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷ اور حجج الکرامۃ صفحہ ۳۴۳ پر لکھا ہے:

عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ و ذکر الهند یغزو الهند بکم جیش یفتح الله علیهم حتی یاتوا بملوکهم مغللین بالسلاسل یغفر الله ذنوبهم فینصرفون حین ینصرفون فیجدون ابن مریم بالشام۔ نعیم بن حماد

دلیل نمبر ۵۔ مسند احمد طبع مصر جلد ۶ صفحہ ۷۵ پر ہے

حدثنا عبد الله حدثنی ابی ثنا سلیمان بن داؤد ثنا حرب بن شداد عن یحی بن ابی کثیر قال حدثنی الحضرمی بن لاحق ان ذکوان اباصالح اخبره ان عائشه اخبرته قالت دخل علی رسول الله و انا ابکی فقال ما یبکیك قلت یا رسول الله ذکرت الدجال فبکیت فقال رسول الله ﷺ ان

يـخر ج الد جا ل و انا حی کفیتکمو ہ و ان یخر ج الد جا ل بعدی فا ن ر بکم
عـز و جـل لیـس بـاعـور انه یخر ج فی یهو دیة اصبها ن حتی یا تی المد ینة
فیـنز ل نا حیتها و لها یو مئذ سبعة ابوا ب علی کل نقب منها ملکا ن فیخر ج
الیـه شـرار اهـلهـا حتی الشا م مد ینه بفلسطین ببا ب لد قا ل ابو دا ؤد مرة
حتـی یـا تـی بـفـلسـطیـن بـا ب لد فینز ل عیسی فیقتله ثم یمکث عیسی فی
الا رض ار بعین سنة اما ماً عد لاً و حکماً مقسطاً

مختصر ترجمہ: دجال مدینے سے شام میں چلا جائے گا اور حضرت عیسیٰ بن مریم اتریں گے تو اس کو قتل کریں گے۔

دلیل نمبر۶۔ سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷۔۳۰۸، رفع العجاجۃ عن سنن ابن ماجہ جلد۳ صفحہ ۳۲۸ پر ابوامامہ الباہلی سے ایک لمبی روایت مرفوعاً آئی ہے جس کا ایک حصہ یوں ہے

عرب میں سے اکثر لوگ بیت المقدس میں ہوں گے ان کا امام ایک نیک شخص ہوگا ایک روز ان کا امام آگے بڑھ کر صبح کی نماز پڑھانا چاہے گا اتنے میں حضرت عیسیٰ صبح کے وقت اتریں گے تو یہ امام ان کو دیکھ کر الٹے پاؤں پیچھے ہٹے گا تا کہ حضرت عیسیٰ آگے ہو کر نماز پڑھا ویں لیکن حضرت عیسیٰ اپنے ہاتھ اس کے دونوں مونڈھوں کے درمیان رکھ دیں گے پھر اس سے فرمائیں گے تو ہی آگے بڑھ اور نماز پڑھا۔ اس لئے کہ یہ نماز تیرے ہی لئے قائم ہوئی تھی۔ خیر وہ امام لوگوں کو نماز پڑھاوے گا جب نماز سے فارغ ہوگا تو حضرت عیسیٰ فرماویں گے دروازہ کھول دو۔ دروازہ کھول دیا جاوے گا وہاں پر دجال ہوگا۔ ستر ہزار یہودیوں کے ساتھ جن میں سے ہر ایک کے پاس تلوار ہوگی جب دجال حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو ایسا گھل جاوے گا جیسے نمک پانی میں گھل جاتا ہے اور دجال بھاگے گا اور حضرت عیسیٰ فرماویں گے میرا ایک وار تجھ کو کھانا ہے تو اس سے بچ نہ سکے گا آخر باب لد کے پاس اس کو پاویں گے اور اس کو قتل کرینگے پھر اللہ یہودیوں کو شکست دیگا۔ الحدیث

نوٹ۔ اس حدیث نبوی نے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت اور باطلہ تاویلات پر پانی پھیر دیا ہے

دلیل نمبر ۷۔ حضرت قتادہ صحابی نے بھی فرمایا ہے کہ ملک شام ارض محشر ہے اس جگہ لوگ جمع ہوں گے اور اس جگہ عیسیٰ نازل ہوگا اور اس جگہ اللہ گمراہ جھوٹے دجال کو ہلاک کرے گا۔ (ابن جریر۔ ج ۷ ا ص ۳۱)

عرض حبیب

۱۔ عیسیٰ ابن مریم کا رفع ملک شام ہی سے ہوا تھا ملک شام ہی میں آپ کا نزول ہوگا۔

۲۔ پہلی دفعہ یہود نا مسعود نے آپ کو قتل کرنا چاہا دوبارہ تشریف لا کر یہود کو اور دجال کو قتل کریں گے۔

۳۔ پہلی دفعہ حضرت مسیح نے تلوار نہیں اٹھائی اب آن کر تلوار اٹھائیں گے۔ دجال کے قتل کے بعد جنگ بند ہو جائے گی۔ (سنن ابن ماجہ۔ ص ۳۰۸)

۴۔ پہلی دفعہ مسیح نے شادی نہیں کی اب آ کر شادی کریں گے۔

۵۔ پہلی دفعہ مسیح کی اولاد نہ تھی اب اولاد ہوگی ۔

۶۔ پہلی بار حکومت وسلطنت نہ تھی اب حکومت کریں گے (طبقات ابن سعد ج ا ص ۲۶)۔

۷۔ پہلی بار انجیل پر عمل کیا تھا جب دوسری بار تشریف لائیں گے تو آنحضرت ﷺ کے دین پر ہوں گے۔

۸۔ دین اسلام پھیلائیں گے۔

۹۔ پولوس کے پھیلائے ہوئے دین (موجودہ مسیحیت) کو مٹا دیں گے۔

۱۰۔ بیت اللہ شریف کا حج کریں گے (صحیح مسلم ومسند احمد)۔

۱۱۔ حضرت ﷺ کی قبر مبارک پر حاضر ہو کر سلام کریں گے (رسالہ انتباہ الاذکیا ص ۴۔۵۔ حجج الکرا مہ ص ۴۲۹)۔

۱۲۔ آنحضرت ﷺ کے مقبرہ شریف میں دفن کئے جائیں گے اور ان کی قبر چوتھی ہوگی (حجج الکرامہ ص ۴۲۹۔۴۳۰)

مرزائی دلائل کا جواب

الف۔ سورہ آل عمران کی آیت ان مثل عیسی عند اللہ کمثل آدم خلقہ من تراب ثم قال لہ

کن فیکون ، میں حضرت مسیح ناصری کی مثال حضرت آدم پیش کی گئی ہے یعنی آپ بن باپ پیدا ہوئے اور حضرت آدم بن باپ و بن ماں ۔اس آیت میں کسی مثیل مسیح کا کوئی ذکر نہیں

ب ۔سنن نسائی کتاب الجہاد باب غزوہ ہند صفحہ ۳۹۶ اور کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۰۲ کے حوالہ سے جو روایت پیش کی گئی ہے اس میں لفظاً یا اشارۃً اس بات کا کوئی ذکر نہیں ہے کہ مسیح موعود ہند میں ہوگا ۔البتہ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۷ ،اور حجج الکرامۃ کے صفحہ ۳۴۳ کے حوالہ سے جو روایت میں نے بطور دلیل چہارم لکھی ہے اس کے الفاظ فیجدون ابن مریم بالشام صاف ظاہر کرتے ہیں کہ ابن مریم شام میں ہونگے

ج ۔ شہر لندن میں بھی ہر فرقے ہر ملک ہر قوم کے لوگ پائے جاتے ہیں اور وہاں مذہبی آزادی بھی ہے

د ۔مشکوۃ شریف مترجم جلد ۴ ص ۱۱۸ پر حضرت ابوبکر صدیق ؓ سے ایک مرفوع روایت آئی ہے کہ دجال مشرق کی جانب سے ملک خراسان سے خروج کرے گا مگر نصاری یورپ (پادری وفلاسفر) تو مغرب سے آئے ہیں اور یورپ ایشا کے مغرب میں ہے ۔

ہ ۔کتاب جواہر الاسرار حدیث کی مستند کتاب نہیں ہے البتہ محدث ابن عدی نے کامل میں یہ روایت لکھی ہے

یخرج المھدی من قریۃ بالیمن یقال لھا کرعۃ

مگر اس روایت میں ایک راوی عبدالوہاب بن ضحاک ہے جس کو ابو حاتم نے جھوٹا کہا نسائی نے متروک کہا دار قطنی نے منکر الحدیث کہا (میزان الاعتدال ج ۲ ص ۱۶۰ ـ ۱۶۱)

کتاب فصل الخطاب قلمی ،غایت المقصود ج ۱ ص ۱۶۴ ـ ۱۶۵ ۔ حجج الکرامہ ص ۳۵۸ پر بحوالہ دلائل النبوۃ لفظ کرعہ لکھا ہے ۔ نیز قدہ ،کدہ ،کدیہ ،کدعہ صحیح نہیں بلکہ لفظ کرعہ ہے ۔(نیز دیکھو احوال الآخرت حافظ محمد لکھوی ص ۲۳ ـ)

والسلام خیر ختام حبیب اللہ

....

سلسلہ مضامین معماریہ نمبر۱
دلائل مرزا

تحریر: منشی محمد عبداللہ معمار

دلیل نمبر۲

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی صداقت پر جو دلائل پیش کی ہیں اس کے متعلق ہم بلا مبالغہ کہہ سکتے ہیں کہ سب کی سب تاویلات بلکہ تحریفات پر مبنی ہیں جن میں بکثرت کذب بیانی اور مغالطہ دہی سے کام لیا گیا ہے۔ مرقع قادیانی کے گذشتہ نمبروں میں ان کی ایک دلیل متعلقہ کسوف خسوف کی پوری پوری قلعی کھولی گئی ہے۔ آج ان کی دوسری دلیل پیش نظر ہے ناظرین بغور ملاحظہ فرمائیں۔

مرزا صاحب قرآن مجید سے اپنی نبوت ثابت کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

(قرآن میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) اگر وہ (محمد ﷺ) ہم پر افترا کرتا تو اس کی سزا موت تھی کیونکہ وہ اس صورت میں اپنے جھوٹے دعوے سے افتراء اور کفر کی طرف بلا کر ضلالت کی موت سے ہلاک کرنا چاہتا تو اس کا مرنا اس حادثہ سے بہتر ہے کہ تمام دنیا اس کی مفتریانہ تعلیم سے ہلاک ہو۔ اس لئے قدیم سے ہماری یہی سنت ہے کہ ہم اسی کو ہلاک کر دیتے ہیں جو کسی کے لئے ہلاکت کی راہیں پیش کرتا ہے۔ (ص۲)

(لو تقول علینا بعض الاقاویل لا خذ ناہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین
اگر محمد ﷺ ہم پر افترا باندھتے تو ہم اسے داہنے ہاتھ سے پکڑ کر اس کی رگ کاٹ دیتے)

جب اپنے اس مسیح موعود (یعنی جب ہم اپنے دعویٰ مسیحیت) کو اس پیمانہ سے ناپتے ہیں تو براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ منجانب اللہ ہونے ...قریباً تیس برس سے ہے...

پھر اگر اس مدت تک اس مسیح کا ہلاکت سے امن میں رہنا اس کے صادق ہونے پر دلیل نہیں تو اس سے لازم آتا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کا تئیس برس تک موت سے بچنا آپ کے سچا ہونے پر بھی دلیل نہیں ... یہ قرآنی استدلال بدیہی الظہور جبھی ٹھہر سکتا ہے جب کہ یہ قاعدہ کلی مانا جائے کہ خدا مفتری کو ... کبھی مہلت نہیں دیتا ... آج تک علماء امت سے کسی نے یہ اعتقاد ظاہر نہیں کیا کہ کوئی مفتری علی اللہ .. تئیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے ... میرے دعویٰ کی مدت تئیس برس

(اس سے پہلی سطر میں دعوی مسیحیت کو قریباً تیس برس لکھا ہے مگر اس جگہ تئیس برس سنایا ہے حالانکہ یہ بھی جھوٹ۔ آپ نے دعوی مسیحیت ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں بوقت تصنیف فتح الاسلام وازالہ اوہام کیا پس اس حساب سے تحریر ہذا کے وقت یعنی ۱۹۰۲ء تک قریباً بارہ سال ہوتے ہیں۔) .. ہو چکی ہے (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ موسومہ اشتہار انعامی پانچ سو ص ۴)

اسی کتاب میں یہ بھی لکھا ہے کہ: شرح عقاید نسفی میں بھی ... عقیدے کے رنگ میں اس دلیل کو لکھا ہے (۲) ہزار ہا نامی علماء اور اولیاء ہمیشہ اسی دلیل کو کفار کے سامنے پیش کرتے رہے۔

(ص ۵ حوالہ مذکور)

منقولہ بالا تحریر مرزا میں جن الفاظ پر ہم نے خط لگایا ہے یہ قرآن مجید کی آیت کا ترجمہ نہیں ہے بلکہ مرزا صاحب کی سینہ زوری ہے۔ ماسوا اس کے قطع وتین کے معنی موت کرنا بھی مغالطہ ہے اہل عرب سخت تکلیف بدنیہ پر بھی قطع وتین کا لفظ استعمال کرتے ہیں جیسا کہ حدیث میں ہے ار حنی ا ر حنی قطعت و تینی ۔ مجھے چھوڑ مجھے چھوڑ تو نے مجھے بہت دکھ دیا۔

اس آیت کو قاعدہ کلی اور سنت مستمرہ قرار دے کر ہر ایک مدعی الہام کے متعلق لکھنا مرزا صاحب کا مغالطہ ہے۔ نہ تو قرآن شریف نے اس قاعدہ کو عام فرمایا ہے اور نہ آئمہ مفسرین و ہزار ہا نامی علماء امت اور اولیاء نے اس دلیل کو عام قاعدہ قرار دیا ہے۔ یہ مرزا صاحب کا صریح جھوٹ اور بدیہی فریب ہے۔ مرزائی دوست اگر ہزار ہا علماء و اولیاء، تو بڑی بات ہے صرف ایک ہی ہزار نہ سہی پانچ سو، نہ سہی صرف ایک سو نامی علماء اولیا کی عبارات اس معاملہ پر پیش کر دیں تو ہم انہیں منہ مانگا انعام دینے کو تیار ہیں بصورت دیگر صرف کذب مرزا کا انہیں اقرار کرنا ہوگا

اسی طرح شرح عقائد نسفی کے حوالہ میں بھی مرزا صاحب نے اپنی قدیمی روش مغالطہ بازی سے کام لیا ہے۔ شرح عقاید میں ہرگز ہرگز اس دلیل کو قاعدہ کلیہ قرار نہیں دیا گیا بلکہ مرزا صاحب کی مستدلہ آیت لو تقول علینا تو ان کے زیر استدلال ہی نہیں ہے۔ مرزا صاحب نے شرح عقاید کا حوالہ نہیں دیا کہ اس کے کس صفحہ پر یہ مرقوم ہے مگر ہم مرزائی دروغ گوئی کو ظاہر کرنے کے لئے ناظرین کرام کے سامنے شرح عقاید کی عبارت پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو مصنف مغفور فرماتے ہیں:

قد یستدل ارباب البصائر علی نبوة بوجھین احدھما بالتواتر من احواله قبل النبوة و حال الدعوة و بعد تمامها و اخلاقه العظیمة و احکامه الحکمیة و اقدامه حیث تحجم الابطال و وثوقه بعصمة الله تعالی فی جمیع الاحوال و ثباته علی ماله لدی الاموال بحیث لم تجد اعدائه مع شدة عداوتهم و حرصهم علی الطعن فیه مطعنا و لا الی القدح فیه سبیلا . فان العقل یجزم بامتناع اجتماع هذه الامور فی غیر الانبیاء و ان یجمع الله تعالی هذه الکمالات فی حق من یعلم ان یفتری علیه ثم یمهله ثلاثا و عشرین سنة . شرح عقاید نسفی مطبوعه مطبع انوار محمدی ص ۱۰۲)

ترجمہ۔ اہل بصیرت نبوت محمد ﷺ پر بدو وجہ استدلال کرتے ہیں ا۔ آنحضرت ﷺ کے متواتر حالات قبل از نبوت و اثناء نبوت و بعد نبوت کے یعنی آپ کی راست پسندی راست روی راست شعاری راست گوئی کمال رحمت عفو دیانت امانت تواضع مہمان نوازی خوش معاملگی ۔۲۔ حضور کے اخلاق عظیمہ ۔۳۔ آنحضرت ﷺ کے احکام حکمیہ ۔۴۔ حضور کا ایسے کاموں کی طرف اقدام کرنا جن کی طرف متوجہ ہونے سے بڑے بڑے دلیر جھجکتے ہیں ۔۵۔ آنحضرت ﷺ ہر حال میں خدا پر بھروسہ کرنا۔۶۔ حضور کی ثابت قدمی۔ یہ تمام امور ایسے کامل طور پر آنحضرت ﷺ کے اندر موجود تھے کہ حضور کے مخالفین کو باوجود شدت عداوت اور حرص علی الطعن کے انگشت نمائی کے لئے راستہ نہ ملا لہذا یہ امور آپ کی نبوت پر دلیل ہیں کیونکہ امور مندرجہ بالا کسی غیر نبی میں بتمام وکمال موجود ہونے عند العقل محال ہیں اور نا ممکن ہے کہ اللہ تعالی کسی مفتری میں ایسے کمال پیدا کرے پھر اس کو آنحضرت ﷺ کی طرح تئیس سال مہلت دیوے۔

اس تحریر میں کمالات محمدیہ کو جس کا حامل بجز محمد ﷺ کے نہ کوئی پیدا ہوا اور نہ ہوگا جیسا کہ مرزا جی کو بھی اقرار ہے کہ
کل انسانوں کے کمالات بہیئت مجموعی ہمارے رسول اللہ ﷺ میں جمع ہیں اس لئے آپ کل دنیا کے لئے مبعوث اور رحمۃ للعالین کہلائے انك لعلی خلق عظیم میں بھی اس مجموعہ کمالات انسانی کی طرف اشارہ ہے اور یہی وجہ تھی کہ آپ پر نبوت کاملہ کے کمالات ختم ہوئے
(تقریر مرزا قادیانی مندرجہ ریویو آف ریلی جنز نمبر اج ۳ ص ۱۱-۱۲)

حضور ﷺ کی نبوت پر بطور دلیل پیش کر کے غیر نبی کو ان کمالات کا محل و مصداق ہونا عند العقل محال لکھا ہے جس کے صاف معنی ہیں کہ اگر کوئی مفتری کمالات محمدیہ ہم پایہ نہ ہو تو اس کو لمبی مہلت ملنا اس کی صداقت کی دلیل نہیں ہے۔ پس مرزا صاحب کا شرح عقائد نسفی کی عبارت سے استدلال کر کے اسے عام مدعیان الہام پر چسپاں کرنا ابلہ فریبی اور دھوکہ دہی ہے

شرح عقاید نسفی کے حوالہ میں مرزائی استدلال کی کمزوری ظاہر کر کے اب ہم آیت لو تقول علینا کا صحیح مطلب آپ کے سامنے بیان کرتے ہیں۔

اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی خاص ذات مخاطب ہے مطلب اس کا یہ ہے کہ اگر محمد ﷺ جیسی مقدس ہستی جو اپنے کمالات عالیہ کی وجہ سے تمام انبیاء پر فوقیت رکھتی ہے ہاں وہ شخص جو اللہ تعالی کا سب بہترین محبوب ہے جسے اللہ نے خاتم النبیین سید المرسلین رحمۃ للعالمین رسول الی کافۃ الناس بنایا ہے وہ بھی اگر باوجود ان تمام فضائل کے کامل ہونے کے اپنے محسن اپنے منعم پر افترا پردازی کرے تو خدا فرماتا ہے ہم اس کی رگ کاٹ دیں۔

اس آیت میں ہرگز ہرگز کسی دوسرے شخص کے متعلق جو محمد ﷺ کی طرح منعم علیہ نہ ہو بلکہ مفتری علی اللہ ہو قطع وتین کی سزا مقرر نہیں ہے اس آیت کی نظیر وہ آیت ہے جس میں ارشاد ہے

و ان کادوا لیفتنونك عن الذی او حینا الیك لتفتری علینا غیره و اذا لّاتخذوك خلیلاً ۔ و لو ان ثبتناك لقد کدت ترکن الیهم شیئاً قلیلاً اذاً لّاذقناك ضعف الحیاة و ضعف المماة ثم لا تجد لك علینا نصیراً ۔(بنی اسرائیل:

۷۳-۷۵) ۔یعنی کافر تجھے وحی الٰہی سے ہٹا کر اس کے خلاف تجھے افترا پردازی کی طرف مائل کرتے تھے اگر ہم تجھے ثابت قدم نہ رکھتے تو ان کی طرف جھک جاتا اندریں حالات ہم تجھے دنیا اور آخرت میں دگنا عذاب کرتے جس پر تجھے کوئی مددگار بھی نہ ملتا۔

اس آیت کا بھی وہی مطلب ہے کہ اگر تو باوجود سچا رسول صاحب وحی ہونے کے ہم پر افترا کرتا تو ہم تجھے دوگنا زندگی میں بھی اور بعد موت بھی چکھاتے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہر ایک مفتری کو دنیا و آخرت میں دوگنا عذاب کیا جاتا ہے۔ آیت لو تقول علینا.. کے صرف محمد ﷺ صادق نبی کے حق میں ہونے اور دیگر مدعیان الہام مفتریان علی اللہ کے متعلق نہ ہونے پر اس کا فقرہ بعض الاقاویل یعنی اگر محمد ﷺ ہم پر بعض باتیں افترا کرتا، ہی ایک زبردست شہادت ہے کیونکہ کاذب نبی تو اخوان الشیاطین ہونے کے علاوہ عنداللہ محل نزول الہام ہوتے ہی نہیں بلکہ راندہ درگاہ ہوتے ہیں جنکے تمام الہامات افتراء ہوتے ہیں، بعض، کا کیا مطلب۔ باقی دارد

....

مرقع قادیانی

جلد ۳ نمبر ۸

بابت نومبر ۱۹۳۱ء

مرزا صاحب، دجال اور یاجوج ماجوج

کیا مرزا صاحب دجال پر غالب آئے

مولوی محمد علی کو جواب

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

حدیثوں میں بکثرت آیا ہے کہ مسیح موعود دجال کو قتل کریں گے۔ یہ بھی آیا ہے کہ ان کے زمانہ میں یاجوج ماجوج پیدا ہوں گے خدا ان کو بھی نیست و نابود کرے گا

چونکہ ان تینوں اسماء کا باہمی تعلق ہے اس لئے مرزا غلام احمد صاحب کو اور مرزا صاحب کے بعد ان کے اتباع کو بھی یہ بات پریشان کر رہی ہے کہ مرزا صاحب اگر مسیح موعود ہیں تو دجال کون اور یاجوج ماجوج کون؟ مرزا صاحب قادیانی نے جو جواب دیا، وہی ان کے اتباع دیتے ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری جماعت کے امیر ہیں جو اپنے خیال میں اپنے الفاظ میں بہت بڑے فلسفی اور بہت بڑے حق گو اور حق پسند ہیں۔انہوں نے اخبار پیغام صلح لاہور میں دجال کے متعلق ایک لمبا سلسلہ لکھا ہے جو دراصل مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات کی ایک کاپی ہے آج ہم اس تحریر پر توجہ کرتے ہیں۔

مولوی محمد علی نے باتباع مرزا قادیانی، دجال اور یاجوج ماجوج سے مراد یورپی اقوام لی ہیں اور مرزا صاحب کو مسیح موعود بنا کر ان پر فتح یاب ہونا بتایا ہے۔

وہ فتح کیسی تھی اور کیسی ہے، اس کا بیان انہی کے الفاظ میں ہم سناتے ہیں مسیح موعود (مرزا) کو دجال پر پورا پورا غلبہ حاصل ہوا اس غلبہ کی تفصیل سننے کے قابل ہے مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں:

کیا مسیح موعود (مرزا) کو ایسا غلبہ حاصل ہوا:

حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ کیا اس کو عام مولویانہ بحثوں کی طرح ایک بحث سمجھنا واقعات کو نظر انداز کرنا ہے، جو کچھ آپ سے پیشتر علماء کرتے تھے اور جو کچھ آپ نے کیا، ان دونوں کا نام اگر کوئی چاہے تو بحث یا مناظرہ رکھ لے، مگر ان دونوں میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ علماء کی عامہ ذہنیت حضرت مرزا صاحب کے ظہور سے پیشتر اسی حد تک تھی کہ خفیف سے خفیف باتوں اور فروعی جھگڑوں پر ان کی ساری قوت صرف ہوتی تھی اور اعدائے اسلام کے مقابلہ کا وہ نام بھی نہ جانتے تھے۔ الاّ ماشاءاللہ کوئی دو چار مستثنیات ہوں تو الگ بات ہے۔ اور بات بھی موٹی ہے کہ جس قوم کی قوت باہمی جھگڑوں پر برباد ہوگی وہ دشمن کا مقابلہ کیا کرے گی۔ حضرت مرزا صاحب کی نظر ان جھگڑوں سے بہت بلند تھی۔ وہ فروعی اختلافات کی پرواہ بھی نہ کرتے تھے۔ بلکہ اپنے ہوش کے زمانہ سے آپ کو ایک ہی جنون تھا اور وہ جنون اعدائے اسلام کے مقابلہ کا تھا۔ اس لئے آپ نے اپنی ساری قوت اسی کام پر لگا دی کہ اعدائے اسلام کا مقابلہ کیا جائے خواہ وہ عیسائی پادری ہوں یا ان کے نقش قدم پر چلنے والے آریہ سماجی ہوں، خواہ کوئی اور ہوں۔ مگر اس میں شک نہیں کہ سب سے بڑھ کر مقابلہ آپ کے مدنظر عیسائی مذہب سے تھا۔ اور اسی کام پر بالخصوص آپ نے اپنی جماعت کو لگایا۔ آج بھی لوگ اس حد تک دریافت کرتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی جماعت کا زیادہ رخ یورپ میں تبلیغ اسلام پر کیوں ہے۔ اس کی وجہ بھی یہی ہے کہ دجال کا مقابلہ آپ کا سب سے بڑا کام تھا۔ اور جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں آپ کے اپنے دل کی یہ تڑپ تھی جسے بار بار آپ نے اپنی تحریروں میں بھی ظاہر کیا کہ یورپ میں تبلیغ اسلام ہو کیونکہ یہی دجال پر اصلی غلبہ ہے۔ اور دجال کی دجالیت کو قتل کرنے کا یہی سامان ہے۔ عیسائی مذہب پر اتمام حجت کیلئے آپ کو خاص ہتھیار دیئے گئے اور ان میں بالخصوص قابل ذکر وفات مسیح کا ہتھیار تھا جس سے عیسائیت کا بت پاش پاش ہو جاتا ہے۔ کیونکہ عیسائیت کا سارا دارومدار ہی اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح زندہ آسمان پر ہیں آپ نے اس کی بجائے زمین پر ان کی قبر کا پتہ بتایا۔ (پیغام صلح لاہور ۱۹ ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۵)

مرقع ۔ علماء کی ذہنیت کا جو بیان کیا ہے بالکل غلط اور علماء پر غیر ذمہ دارانہ حملہ ہے جو اس فرقہ جدیدہ کی مخصوصات سے ہے۔ ورنہ ہمیں بتایا جائے کہ ابتداء میں جب ہندوستان میں عیسویت کا ظہور ہوا ہے، علماء ان کے مقابلے میں نہیں آئے۔ آپ کو معلوم نہ ہو تو ہم بتاتے ہیں۔

۱۔ مولوی رحمت اللہ مرحوم کا مباحثہ پادری فنڈر کے ساتھ ان کی مستند اور مفید کتاب اعجاز عیسوی ان کی تکذیب پر بین دلیل ہے۔

۲۔ مولوی آل حسن مرحوم کی تصنیفات گواہ ہیں۔

۳۔ حافظ ولی اللہ مرحوم لاہوری کے کارنامے اہل پنجاب نہیں بھولے۔

ہاں بزرگوں کی تصنیفات میں کمی بے شک تھی کہ وہ محض اسلام کی خوبیاں بیان کرتے تھے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح اپنی شخصیت پیش نہیں کرتے تھے۔ اسی لئے وہ اپنی خدمات اسلامیہ میں انجام کار شرمندہ نہ ہوتے تھے جیسے مرزا صاحب قادیانی کو ایسے واقعات پیش آئے۔

مولوی محمد علی لاہوری میں ایک خصوصیت ہے کہ وہ کسی امر کا دعوی کر کے دلیل نہیں دیا کرتے بلکہ ان کی دلیل ان کا بیان ہی ہوتا ہے۔ آپ کی استدلالی قوت کو ہم شاعرانہ تخیل کہیں تو بجا ہے مگر ہم ایسا نہیں کرتے بلکہ واقعات اصلیہ سامنے رکھ دیتے ہیں۔

مرزا صاحب نے جنگ مقدس (مباحثہ عیسائیاں ۱۸۹۳ء) کے اخیر دن ایک تقریر لکھائی جو درج ذیل ہے :

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر کا فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلہ کے سوا کچھ نہیں کر سکتے، تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ، اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کرر ہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بناتا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے کو خدا مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ

پیش گوئی ظہور میں آوے گی بعض اندھے سوجاکھے کیئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے ..میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے،تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے۔روسیاہ کیا جائے۔میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں۔اور میں اللہ جلشانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا۔ضرور کرے گا۔زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس مصنفہ مرزا غلام احمد۔صفحہ ۱۸۸۔۱۸۹)

ناظرین کرام! مرزا صاحب نے اس تحریر میں اپنے مباحثہ کو معمولی مباحثہ قرار دیا اور اپنا خاص کام اظہار غیب بالہام الہی ظاہر کیا یعنی ڈپٹی آدم سے مباحثہ تو معمولی مباحثات سے ہوا جو اور لوگ بھی کرتے رہتے ہیں ہاں اپنی خصوصیت اظہار غیب قرار دی جو بالکل قرین قیاس ہے کیونکہ مرزا صاحب محض مولوی عالم یا مناظر نہ تھے بلکہ (بقول خود) خدا کے شاگرد مسیح موعود تھے پھر کیا اس خصوصیت خاصہ میں مرزا صاحب پاس ہوئے؟ اس کا فیصلہ خود ان کی تحریرات سے ہوسکتا ہے۔

یہ تحریر ۵ جون ۱۸۹۳ء کی ہے اس کے مطابق ڈپٹی آتھم عیسائی مناظر کی زندگی کی آخری گھڑی ۵ ستمبر ۱۸۹۵ء کی نصف شب تک تھی یعنی ۵ ستمبر کے بعد ایک منٹ بھی ڈپٹی آتھم زندہ نہیں رہ سکتے تھے مگر واقعہ کیا ہوا۔اس میعاد سے قریباً ۲۲ ماہ بعد ڈپٹی آتھم مرے۔چنانچہ مرزا نے اس امر کا اعتراف کیا ہے آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں۔(انجام آتھم ص ۱)

ناظرین! مسیح قادیانی کی خصوصیات ملاحظہ ہوں اس میں ان کا بے طرح فیل ہونا کیسا واضح ہے۔مرزا کے اس فیل ہونے پر عیسائیوں نے جو خوشیاں منائی تھیں ان کی اس زمانہ کی تحریرات سے اسکا ثبوت ملتا ہے جس

میں سے ایک دو شعر یہاں درج ہیں

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے
سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

یہ ہے مرزا صاحب کی خصوصیات اور یہ ہے ان کی کامیابی۔

وفات مسیح:

لے دے کے مولوی محمد علی لاہوری کو وفات مسیح کا ہتھیار ہاتھ آیا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے پہاڑ کھود کر چوہا نکال ہی لیا۔ یعنی وفات مسیح سے دجال (عیسائی قوم) کو قتل کر دیا۔ حالانکہ وفات مسیح سے عیسائی عقیدے کو قوت پہنچی کیونکہ عیسائی مذہب کی بنیاد کفارہ مسیح پر ہے اور کفارہ موت مسیح پر مبنی ہے۔ اہل اسلام بتعلیم قرآن وفات مسیح سے منکر تھے تو عیسائی اس سے سخت تنگ آ رہے تھے کہ اب ہم کفارہ کیسے منوائیں۔ مرزا غلام احمد صاحب نے وفات مسیح مان کر اور منوا کر عیسائیوں کے بنیادی پتھر کو قوت بخشی اس لئے کہ انجیل متی میں صاف لکھا ہے کہ، یسوع مسیح نے چلا کر جان دی۔، پھر موت سے ان کو کیا نقصان۔

علاوہ اس کے مسئلہ وفات مسیح کا سہرا سر سید احمد خان مرحوم کے سر ہے جنہوں نے اس کو ایجاد کیا مرزا غلام احمد صاحب نے انہی سے حاصل کیا (دیکھو تفسیر احمدی، اور سیرۃ المسیح مصنفہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی قادیانی،)

آگے چلئے۔ ہم کہہ چکے ہیں اور اب بھی کہتے ہیں کہ مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور شاعر نہیں مگر کلام آپ کا شعری تخیلات پر مبنی ہوتا ہے اس کی دوسری مثال مندرجہ ذیل اقتباس ہے۔ آپ دجال (قوم نصاری) کی مغلوبیت کا ذکر کرتے ہیں:

اس موقع پر میں یہ بھی بیان کر دینا چاہتا ہوں کہ یہ خیال کہ بذریعہ دلائل بھی اگر مغلوب کرنا تھا تو

چاہیے تھا کہ دجال ایسا مغلوب ہو جاتا کہ وہ دنیا کے بہکانے کا کام ہی چھوڑ دیتا اور آپ کی زندگی میں آپ کی آنکھوں کے سامنے یہ کام ہو جاتا۔ یہ خیال بھی ایک غلط فہمی پر مبنی ہے دنیا کی مذہبی اصلاح کے کام ایک دن میں نہیں ہوا کرتے۔ یوں تو یہ آیت حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئی تھی هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله کہ اس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا ہے تا کہ اسے تمام دینوں پر غالب کرے۔ لیکن کیا یہ غلبہ رسول اللہ ﷺ کی زندگی میں کمال کو پہنچ گیا؟ نہیں بلکہ اس کی بنیاد رکھ دی گئی اور تیرہ سو سال بعد اسی غلبہ کا نظارہ ہم کو نظر آ رہا ہے۔ (حوالہ مذکور)

ناظرین! زمانہ رسالت محمدیہ کا ادھار تیرہ سو سال بعد بذیعہ قادیانی مسیح ہم کو ملا تھا مگر ملا کیا؟ یہ کہ گذشتہ مردم شماری میں خاص ہندوستان کے اندر عیسائی قوم کی تعداد ۲۵ فی صدی بڑھ گئی اور دن بدن بڑھ رہی ہے۔

اسے بھی چھوڑیئے! ہم اپنے اصول کلام کے موافق خاص مرزا صاحب قادیانی کے قول سے مولوی محمد علی کو بتاتے ہیں کہ آپ کے بیان کی تردید خود مرزا صاحب فرماتے ہیں اور ان کی تردید واقعات کرتے ہیں

مرزا صاحب پر اعتراض ہوا کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود حج کرے گا، حالانکہ آپ نے حج نہیں کیا؟ اس کا جواب مرزا صاحب نے دیا:

ہم کو اس وقت حج کرنا زیبا ہوگا کہ دجال (قوم نصاری) کفر اور دجل سے ہٹ کر ایمان اور اخلاص سے مسیح موعود کے ساتھ کعبہ کا طواف کرے گا۔

(ایام الصلح فارسی ص ۱۳۷)

احمدی دوستو! ایمان سے بتاؤ کیا ایسا ہوا؟ کیا مسیح موعود اور دجال نے (بعد توبہ) بھر اہی مسیح موعود حج کعبہ شریف کیا؟ کیا ہے، تو ہم بھی مان لیں گے کہ آپ کا مسیح موعود (مرزا غلام احمد) دجال پر غالب آیا۔ اور اگر دجال نے کیا، خود مسیح موعود نے بھی حج نہیں کیا، تو ان کے اس کلام منقولہ از ایام الصلح کے کیا معنی ہیں؟ آگے چلئے

مرضِ نسیان

مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں تو ہمارا پرانا خیال ہے کہ نسیان ان پر غالب تھا مگر مولوی محمد علی لاہوری کی نسبت ہمیں یہ خیال نہ تھا کہ یہ سنت مرزا آپ میں بھی ہوگی۔ لیکن اس مضمون کو دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ہمارا خیال غلط ہے۔ دراصل مرض نسیان آپ میں بھی ہے، اور بہت زیادہ ہے۔ ناظرین ہماری بات کو کسی ضد یا عناد پر مبنی نہ جانیں بلکہ واقعات کی بنا پر سمجھیں۔ مولوی محمد علی لکھتے ہیں:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ڈالا ہوا بیج:

اس کام کو (جو مرزا نے کیا ہے) حقارت کی نگاہ سے نہ دیکھنا چاہیے یہ ایک بیج ہے جو مسیح موعود (مرزا) نے ڈالا ہے اور ایسے مصلحین کا کام بیج ڈالنا ہی ہوتا ہے جو ان کے پیچھے بشو ونما پاتا رہتا ہے

(پیغام صلح لاہور ۱۹ ستمبر ۱۹۳۱ء ص ۶)

ناظرین کرام! ابھی پچھلے اقتباس میں آپ پڑھ چکے ہیں کہ:

آنحضرت ﷺ نے جو بنیاد رکھی تھی تیرہ سو سال بعد (بزمانہ مسیح موعود مرزا) اس کا غلبہ دیکھ رہے ہیں

(پیغام صلح لاہور۔ مذکور۔ ص ۵)

غور کیجئے صفحہ ۵ پر تو تیرہ سو سال قبل کی بنیاد کی تکمیل یعنی غلبہ دیکھ رہے ہیں مگر تھوڑی سطور لکھ کر صفحہ ۶ پر پھر ادھار کا وعدہ کرتے ہیں کہ مصلحین کا کام بیج ڈالنا ہی ہوتا ہے۔ کیا ہمارے دعوی کی صداقت میں کہ مولوی محمد علی صاحب مرض نسیان کا غلبہ ہے، کسی کو شک ہے؟ یہ بھی ہمارا حسن ظن ہے ورنہ اور کوئی ہوتا تو مقولہ مشہورہ پڑھ دیتا: دروغ گوئی را حافظہ نہ باشد

مختصر یہ ہے کہ قادیانی مسیح نے اپنے مزعومہ دجال پر غلبہ نہیں پایا، جو پانا چاہیے تھا۔ اسلئے ثابت ہوا کہ وہ مسیح موعود نہیں نہ ان کا مزعومہ دجال، دجال ہے بلکہ اصل یہ ہے:

رسول قادیانی کی رسالت

بطالت ہے بطالت ہے بطالت

....

سلسلہ معماریہ

دلائل مرزا

تحریر: منشی محمد عبداللہ معمار

تیسری دلیل:

تیسری دلیل اس پر یہ ہے کہ گو یہ آیت محمد ﷺ کے متعلق ہے جو خدا کے سچے نبی تھے تا ہم اس کے الفاظ میں مخصوص طور پر دعوی نبوت مذکور نہیں بلکہ مطلق دعوی وحی والہام مراد ہے (تفہیمات مصنفہ اللہ دتا مرزائی ص ۴۳

اور ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہزاروں مفتری الہام کا جھوٹا دعوی کرنے والے پیر موجود ہیں جو تئیس سال سے بھی زائد عرصہ سے اپنا اپنا گروہ بنائے بیٹھے ہیں اور بتمام عیش وعشرت مزے کی زندگی بسر کر رہے ہیں۔ پس اگر اس آیت میں ہر مفتری کی قطع وتین کا ذکر ہوتا تو وہ سب کے سب کبھی کے فنا کر دیئے جاتے۔

چوتھی دلیل

قرآن مجید میں جا بجا مفتریوں کا ذکر ہے کہ

۱۔ وہ خود ہی کئی ایک جانوروں کو حلال گردان کر کہتے ہیں خدا نے یہ حکم کیا ہے۔ وہ خدا پر افترا کرتے ہیں سورہ نحل۔

۲۔ و اذا فعلوا فا حشۃ قا لوا و جد نا علیھا آ باء نا و اللہ امر نا بھا جب کوئی برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں اسی پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا اور خدا نے ہم کو اس کا حکم دیا ہے (الاعراف: ۲۸)

باوجود ان افتراؤں کے جن غلط اقوال کو خدا کی طرف منسوب کیا گیا ہے قرآن حدیث میں کہیں مذکور نہیں کہ ان

کو ہلاک کیا گیا تھا۔ یا دنیا میں دوگنا عذاب دیا گیا تھا بلکہ برعکس اس کے قرآن میں موجود ہے کہ متاع فی الدنیا ثم الینا مرجعھم (یونس:۷۰)یعنی مفتریان علی اللہ کے لئے دنیا میں نفع ہے۔

پانچویں دلیل

قرآن شریف کے اندر عامہ کفار کو بھی مفتریان علی اللہ فرمایا گیا ہے جیسا کہ آیت یفترون علی الکذب میں موجود ہے حالانکہ مشاہدہ ہے کہ کفار خوب مزے میں زندگی گزار رہے ہیں بلکہ ایک حدیث میں تو دنیا کو جنت الکافر قرار دیا گیا ہے (ص ۱۳۱ نمبر ۱۔ انوار الاسلام مصنفہ مرزا صاحب)پس آیت زیر بحث سے مفتریان علی اللہ کی ہلاکت فی الدنیا پر استدلال کرنا صریح مغالطہ ہے۔

چھٹی دلیل

آیت زیر بحث کے عام مدعیان نبوت کو شامل نہ ہونے پر ایک دلیل یہ بھی ہے کہ اس میں بزعم مرزا ہر ایک صادق نبی کے لئے کم از کم تئیس سال زندہ رہنا ضروری اور لازمی ٹھہرتا ہے جیسا کہ تحریر ذیل میں ہے :

> میں بار بار کہتا ہوں کہ صادقوں کے لئے آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ نہایت صحیح پیمانہ ہے اور ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر... تئیس برس مہلت پا سکے۔ (ص ۶۔ اربعین نمبر ۴)

اس تحریر کا نتیجہ صاف ہے کہ مدعی نبوت کا زمانہ مذکورہ سے پہلے فوت ہو جانا اس کے کذب کی دلیل ہے کیونکہ وہ صادقوں کے پیمانہ پر صحیح نہ اترا (اس کی مزید تائید مرزا صاحب کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: صادقوں کا پیمانہ عمر، تئیس سال، کاذب کو نہیں ملتا۔ ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ ص ۲) حالانکہ ہم دیکھتے ہیں کہ کئی ایک سچے رسول تھوڑی سی عمر بعد از دعوی کے پا کر فوت ہوئے اور کئی ایک کفار نا ہنجار کے ہاتھوں مقتول ہو کر شہید ہوئے۔

ساتویں دلیل

ایک تحریر میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

افتراء کی سزا خدا کے نزدیک قتل ہے (ص ۹۔ اربعین نمبر ۴)

حالانکہ بعض صادق انبیاء کو بنی اسرائیل نے قتل کر ڈالا (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۳۴)

بخلاف اس کے ڈاکٹر عبدالحکیم خان جو مرزا صاحب کے نزدیک مفتری، مدعی الہام تھا، ایک تو عرصہ تک زندہ رہا دوسرے قتل سے نہیں بلکہ طبعی موت سے مرا۔ اگر کہا جائے کہ ڈاکٹر عبدالحکیم مذکور نے دعوی رسالت نہیں کیا تو جواباً گذارش ہے کہ ہم اس پہلے تفہیمات ربانیہ مصنفہ مولوی اللہ دتا سے جس کی میاں محمود احمد نے بہت تعریف کی ہے نقل کر چکے ہیں کہ اس آیت زیر بحث میں مخصوص طور پر دعوی نبوت مذکور نہیں ہے۔ بلکہ مطلق دعوے الہام مراد ہے۔ (اور منشی الٰہی بخش کا عرصہ زندگی بعد از الہام بھی ۲۳ برس سے زائد ہے۔ دیکھو عصائے موسی۔ پھر یا تو وہ سچے ملہم تھے جیسا کہ خود مرزا کو بھی اقرار ہے؟ بہاء)

اسی طرح خود مرزا قادیانی نے اس زمانہ میں جب کہ ان کا دعوی غیر نبی ملہم ہونے کا تھا اور دعوی نبوت سے انکاری تھے بلکہ مدعی نبوت کو مسیلمہ کذاب کا بھائی، (انجام آتھم ص ۲۸) قرار دیتے تھے، اسی دلیل سے اپنی صداقت پر تمسک کیا ہے (ملاحظہ ہو انجام آتھم۔ ص ۴۴، ۴۹، ۵۰، ۶۳) جس کا مطلب یہ ہے کہ اس آیت کا مصداق بننے کیلئے باصول مرزا مجرد دعوی الہام کافی ہے دعوی نبوت ضروری نہیں

علاوہ ازیں خود مرزا غلام احمد صاحب نے ڈاکٹر عبدالحکیم کو مدعی رسالت لکھا ہے جیسا کہ تحریر ذیل میں ہے:

ڈاکٹر عبدالحکیم ... اپنے تئیں مرسلین میں سے شمار کرتا ہے۔ (ص ۲۳ حقیقۃ الوحی)

بنا بریں اقوال بالا ڈاکٹر صاحب موصوف کا قتل سے محفوظ رہنا اور خدا کے صادق انبیاء کا مقتول ہو کر شہید ہونا صاف دلیل اس امر کی ہے کہ آیت زیر بحث میں مفتری کی سزا ضروری اور قاعدہ کلیہ نہیں ہے۔ لہذا مرزائی استدلال غلط۔

آٹھویں دلیل

گوجرانوالہ میں ایک صاحب مدعی نبوت عرصہ قریباً ۲۵ سال سے موجود ہیں حالانکہ مرزا صاحب کے اصول کی روسے انہیں آج تک فنا کے گھاٹ اتر جانا چاہیے تھا۔

قطع بحث

معزز قارئین! جب مرزا صاحب کے سامنے یہ امر پیش کیا جاتا ہے کہ آیت زیر بحث خاص نبی ﷺ کے متعلق ہے تو مرزا صاحب کہتے ہیں کہ نہیں، یہ عام قاعدہ ہے کہ جو شخص افترا کرے جلد ہلاک کیا جائے (ص ۳۔اربعین نمبر۴)۔ پھر جب ثابت کیا جاتا ہے کہ ہزاروں اشخاص کاذب مدعیان الہام دنیا میں موجود ہیں جو جلد ہلاک نہیں ہوئے تو اس کے جواب میں فرماتے ہیں: ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے (ص ۱۱۔ضمیمہ اربعین نمبر ۳۔۴) پھر جب مدعیان نبوت پیش کئے جاتے ہیں تو فقرہ خود، جلد ہلاک، کو چھوڑ کر فرماتے ہیں، مہلت تئیس برس ہیں، (ص ۵۔اربعین نمبر۴) حالانکہ تئیس سالہ مہلت کا ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔قرآن مجید کی آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل (۲۳ برس قمری ہیں یا شمسی ؟ آنحضرت کی عمر مبارک قمری حساب سے ۶۳ سال، اور عرصہ نبوت ۲۳ سال ہے۔ شمسی حساب سے عرصہ نبوت تقریباً سوا بائیس سال ہوتا ہے۔ بہا ؟) جس سے مرزا صاحب تئیس سالہ مہلت پر استدلال کرتے ہیں مکہ میں نازل ہوئی تھی اور اگر یہ ثابت بھی کیا جائے کہ مکہ میں رہنے کے آخری سال یہ اتری تھی تو بھی اس وقت آنحضرت ﷺ کے دعوی نبوت پر صرف ۱۲ سال گذرے تھے چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب بھی اقراری ہیں کہ: آنحضرت ﷺ مکہ میں تیرہ برس رہے۔(ایام الصلح ص ۵۱)۔پس اگر سینہ زوری سے اس آیت سے مدت نکالی بھی جائے تو تیرہ سال نکلتی ہے جو مرزائی صاحبان کو مفید نہیں کیونکہ اس طرح ڈاکٹر عبدالحکیم (مدعی الہام انك لمن المرسلین) صادق ثابت ہوتا ہے جسے مرزائی مرزائی تسلیم نہیں کرتے اور اگر ۲۳ سال ہی لئے جائیں تو محبوب عالم گوجرانوالیہ صادق رسول ثابت ہوتا ہے جس کو مرزائی بھی ماننے کو تیار نہیں۔ان تمام الجھنوں سے مرزائی صاحبان کی جان چھڑانے کیلئے اور اس تمام بحث کو قطع کرنے کیلئے ہم چند منٹ کے لئے بطور فرض محال تسلیم کئے لیتے ہیں کہ

۱۔ یہ آیت مخصوص بہ نبی ﷺ نہیں ہے بلکہ عام قانون ہے جو ہر ایک مفتری کو شامل۔

۲۔اور مفتری سے مراد بھی مدعی نبوت ہی ہے ہر ایک مدعی الہام نہیں۔

۳۔ ہر ایک مدعی نبوت کے لئے ۲۳ سال مہلت ملنی ضروری ہے۔

۴۔ آدم سے لے کر اس وقت تک کسی مدعی نبوت کاذبہ کو یہ مہلت نہیں ملی اور نہ ہی ملے گی، یہ صرف صادقوں کا پیمانہ ہے۔

۵۔ محبوب عالم گوجرانوالیہ بھی فرضی ہستی ہے جس کا وجود موجود نہیں۔

باوجود ان سب باتوں کے تسلیم کر لینے کے بھی مرزا غلام احمد صاحب کاذب کے کاذب ہی رہتے ہیں۔ثبوت سنیئے !مرزا صاحب کا دعوی نبوت جیسا کہ میاں محمود احمد جانشین مرزا بزعم مرزائیاں الہام، کان اللہ نزل من السماء کا مصداق (القول الفصل کے ص ۲۴ پر) لکھتا ہے:

> تریاق القلوب کی اشاعت تک جو اگست ۱۸۹۹ء سے شروع ہوگئی اور ۲۵۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کو ختم ہوئی آپ (مرزا غلام احمد قادیانی) کا یہی عقیدہ تھا کہ ...آپ کو جو نبی کہا جاتا ہے یہ ایک قسم کی جزوی نبوت ہے۔(۱۹۰۲ء کے) بعد میں ...آپ (مرزا غلام احمد) کو خدا کی طرف سے معلوم ہوا کہ آپ نبی ہیں۔

تحریر ہذا گواہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے نبوت کا دعوی لوگوں کے سامنے ۱۹۰۲ء کے بعد کیا ہے (بہت خوب)۔اس کے بعد آپ ۲۶ مئی کو بروز منگل وار بوقت قریباً ساڑھے دس بجے، مرض ہیضہ سے مرگئے جب کہ آپ کے دعوی نبوت پر صرف چھ سال کے قریب گذرے تھے لہذا وہ اپنے اس قول کی رو سے کہ:

> ہرگز ممکن نہیں کہ کوئی شخص جھوٹا ہو کر خدا پر افتراء کر کے ..۲۳ برس تک مہلت پا سکے ..ضرور ہلاک ہو گا۔(ص ۶۔اربعین نمبر ۴)

کاذب ثابت ہو گئے۔ فلہ الحمد

اس کے جواب میں مرزائی اصحاب کہتے ہیں کہ اس آیت میں دعوی نبوت کا مخصوص طور پر ذکر نہیں ہے بلکہ مطلق دعوی الہام مذکور ہے اور مرزا صاحب نے اپنے دعوی الہام پر ۲۳ سال سے زائد مہلت پائی ہے۔

جواب۔ مرزا نے خود اس آیت کو نبوت کے متعلق لکھا ہے ملاحظہ ہوں انکے اقوال:

ا۔خدا تعالی کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے اب اس کے مقابل یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعوی کیا، یا روشن دین جالندھری نے دعوی کیا...اور وہ ہلاک نہیں ہوئے۔ یہ ایک دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے... پہلے ان کا دعوی ثابت کرنا چاہیے...کہ میں خدا کا رسول ہوں..کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔

(ص ۱۱۔ضمیمہ اربعین نمبر ۳۔۴)

۲۔یہی قانون خدا تعالی کی قدیم سنت میں داخل ہے کہ وہ نبوت کا جھوٹا دعوی کرنے والے کو مہلت نہیں دیتا۔(تحفہ قیصریہ۔ص ۵)

اقوال بالا سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب اس جگہ مدعیان نبوت کی ہلاکت کے قائل تھے نہ کہ ہر ایک مفتری کی ہلاکت کے

مرزائی صاحبان یہ بھی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی قتل نہیں ہوئے حالانکہ کاذب مدعی کو قتل ہونا چاہیے

جواب۔قرآن شریف میں قتل کی تخصیص نہیں ہے۔بقول مرزا،مفتری کی سزا موت ہے۔ (تحفہ گولڑویہ)

دوسرا جواب۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

(کیا)نعوذ اللہ آنحضرت ﷺ کا ۲۳ برس تک موت سے بچے رہنا آپ کے سچا ہونے کی دلیل نہیں۔ (ص ۲۔تحفہ گولڑویہ)

اس تحریر میں جو آنحضرت ﷺ کا ۲۳ برس تک موت سے بچے رہنا مذکور ہے کیا اس سے مراد عند المرزا تئیس برس تک موت بالقتل سے محفوظ رہنا مراد ہے؟ یقینی بات ہے کہ نہیں، کیونکہ حضور ﷺ تئیس سال کے بعد بھی طبعی موت سے فوت ہوئے تھے قتل سے نہیں۔بخلاف اس کے اگر مرزا صاحب کی مراد موت بالقتل ہوتی تو اس لفظ،تک، کے یہ معنی ہوتے ہیں کہ آپ تئیس سال تک تو قتل سے محفوظ رہے مگر اسکے بعد آپ قتل ہوئے۔ نعوذ باللہ من ھذہ الاعتقاد۔

پس مرزا کے الفاظ (تیس برس تک موت سے بچے رہے) کے یہی معنی ہیں کہ طبعی موت سے بچے رہے ۔نتیجہ صاف ہے کہ اگر آیت زیر بحث کی رو سے ہر مفتری کی ہلاکت ضروری ہے تو اسکے لئے قتل ہونا لازمی نہیں بلکہ طبعی موت سے مرنا بھی اس سزا کے تحت داخل ہے۔

جواب سوم: خود مرزا صاحب نے یرمیاہ ۲۸:۱۵ کی عبارت سے خنیاہ کاذب نبی کی موت سے اس دلیل پر تمسک کیا ہے (ضمیمہ اربعین ۳،۴ ص ۱۰،۱۱) حالانکہ اس کی موت بطریق قتل ثابت نہیں ۔معلوم ہوا کہ کاذب نبی کی موت میں باصول مرزا قتل ہونا لازمی نہیں۔

جواب چہارم ۔اسی طرح مرزا صاحب نے صفحہ ۹ ضمیمہ اربعین نمبر ۳۔۴ پر، استثنا باب ۱۸ آیت ۱۸۔۲۰ سے استدلال کیا ہے کہ جھوٹا نبی، میت، مرجائے گا۔

ہم تو عبرانی جانتے نہیں اسلئے مرزا صاحب کی تحریر سے ہی ثبوت دیتے ہیں کہ عبرانی لفظ ،میت، کے معانی موت بالقتل نہیں۔ملاحظہ ہو مرزا صاحب سلاطین ۳: ۲۱ کی عبارت لکھتے ہیں اپنی تائید میں

جب وہ صبح کو اٹھی کہ بچے کو دودھ دوں تو...میت دیکھو وہ مرا پڑا تھا (ضمیمہ اربعین ص ۹)

اسکی مزید تشریح اس قول میں ہے کہ

میــت جس کا ترجمہ پادریوں نے، قتل کیا جائے، کیا ہے بالکل غلط ہے۔عبرانی لفظ، میــت کے، معنی ہیں: مرگیا یا مرا ہوا۔

ص ۹ ضمیمہ اربعین نمبر ۳۔۴ مصنفہ مرزا صاحب کی عبارات بالا سے صاف عیاں ہے کہ کاذب مدعی کی موت کے لئے قتل ہونا ضروری نہیں پس مرزا صاحب کا قتل نہ ہونا انہیں اپنی مسلّمہ سزا (ہلاکت مفتری قبل از تیئس سال) سے بری نہیں کرتا ۔باقی دارد۔

....

قادیانی نبی کا بے اصل استدلال

ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۲ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں

منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں ہیں یہ ہے کہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھا لیا گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت موسی سے چودہ سو برس بعد تھا جو مسیح یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز آیا کہ جب قرآن کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا ہے اور وہ اور یہ زمانہ بھی حضرت مثیل موسی کے زمانہ سے اس زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے جو حضرت موسی اور عیسی کے درمیانی زمانہ تھا۔ انتہی

ناظرین! اس سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غرض ظاہر ہے کہ جیسے موسی سے چودہ سو برس کے بعد عیسی کو بھیجنے کی ضرورت ہوئی تھی، اسی طرح مثیل موسی (یعنی نبی کریم ﷺ) سے اب تک اتنی مدت گذر گئی ہے اس لئے مثیل عیسی (یعنی مرزا صاحب خود بدولت) بھیجا گیا۔

مرزائی دوستو! مرزا صاحب نے مسلم شریف کی روایت کو تو اس واسطے قابل اعتبار نہیں سمجھا تھا کہ وہ بخاری شریف میں نہیں مگر یہ روایت جو اپنی عیسویت کے استدلال میں پیش کی ہے اس کا پتہ تو کسی موضوعات کی کتاب میں بھی نہیں ملتا اگر کہیں اس کا نشان ہوتا تو مرزا غلام احمد صاحب بالضرور حوالہ درج فرماتے جس سے اتنا تو معلوم ہو جاتا کہ یہ مرزا صاحب کی بناوٹ نہیں۔

محققین نے تصریح کر چھوڑی ہے کہ حضرت موسیٰؑ کی وفات سے حضرت عیسیٰؑ کی ولادت تک سترہ سو سولہ برس گذرے تھے جیسا کہ تنبیہ الاذکیا فی قصص الانبیاء میں علامہ طاہر بن صالحہ جزائری نے لکھا ہے ۔

اس میں شبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں اعلی درجہ کی جرأت تھی ۔کبھی کسی قسم کا خیال ان کو مانع نہیں ہوتا تھا کہ میں نے مخالفوں کے مقابلہ میں کیا کہا تھا۔اور اب کیا کہہ رہا ہوں ۔اس میں شبہ نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں اعلی درجہ کی جرأت تھی ۔کبھی کسی قسم کا خیال ان کو مانع نہیں ہوتا تھا کہ میں نے مخالفوں کے مقابلہ میں کیا کہا تھا۔اور اب کیا کہہ رہا ہوں (مسیح کو اگر مصلوب مانا جائے تو ان کی نبوت کی زندگی کم و بیش ۳ سال بنتی ہے۔اور مرزا قادیانی کے اصول کے مطابق وہ نعوذ باللہ کاذب ٹھہرتے ہیں۔اور جب اصل مسیح کاذب ہوا تو مثیل مسیح یا مسیح موعود کیسے سچا ہوسکتا ہے ۔بہاء) اور لوگ مجھے کیا کہیں گے ۔یہ بھی آنجہانی کا ایک عقلی معجزہ تھا جو کسی دوسرے کا حصہ نہیں ہوسکتا مگر جب تک اس سٹوری کو کسی کتاب سے مدلل نہ کیا جائے مرزا صاحب قادیانی کی من گھڑت بات ہی تصور ہوگی ۔ہے کوئی مرید! جو اپنے پیر کو اس الزام سے پاک کرے۔

ماحصل اس کلام کا یہ ہوا کہ حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ دونوں مستقل نبی ہیں اور (نعوذ باللہ) ہمارے نبی ﷺ و مرزا غلام احمد دونوں مثیل ہیں ۔یعنی آنحضرت ﷺ موسی کے مثیل ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب عیسی کے مثیل ہیں۔

اور چونکہ مرزا غلام احمد صاحب مثیل ہونے کی وجہ سے اپنے کو ظلی اور تبعاً نبی کہتے تھے،اس قیاس پر آنحضرت ﷺ بھی ان کے نزدیک ظلی نبی ہوئے (مسلمانوں کو خدا اس سوء اعتقادی سے محفوظ رکھے)۔

مسلمان تو بحسب احادیث صحیحہ نبی کریم ﷺ کو سید المرسلین سمجھتے ہیں جس میں حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ وغیرھما سب داخل ہیں۔اور احادیث سے ثابت ہے کہ حضرت موسیٰؑ آرزو اور دعائیں کرتے تھے کہ ہمارے نبی ﷺ کی امت میں داخل ہوں۔ کما قال: یا رب فا جعلنی من امة احمد

پس امت مرزا قادیانی غور فرمائے کہ جب کہ خود حضرت موسیؑ ہمارے نبی ﷺ کے امتی ہونے کی آرزو کریں،تو کسی یہودی کا قول اس کے خلاف میں کیونکر قابل توجہ ہوگا

اور آیت شریفہ و اذ اخذ اللہ میثاق النبیین لما لماء اتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاء کم رسول مصدق لما معکم لتؤمنن به و لتنصرنه ۔ (آل عمران:۸۱) سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام انبیاء گویا آنحضرت ﷺ کے نائب تھے۔پھر حضرت ﷺ کو کسی نبی کا مثیل اور ظلی نبی قرار دینا

کیسی بے ادبی ہے۔

مسلمانو! مرزا غلام احمد صاحب نے تمہارے نبی افضل الانبیاء ﷺ کو حضرت موسیٰؑ کا مثیل قرار دیا۔ ابھی اور کسی کے مثیل سننے کا انتظار ہے۔ کیا تمہارے اور تمہارے اسلاف کے کان ایسے ناملائم الفاظ سننے کے آشنا تھے۔ کب تک مرزائیوں کی ایسی بھول بلیاں سنے جاؤ گے۔ اگر نجات چاہتے ہو تو توبہ کرو۔ ان کی ایک نہ سنو۔ اپنے اسلا ف کا اتباع کرو۔ اور ہرگز ان کو اپنی مسند پر جگہ نہ دو۔

اپنے اسلا ف کا اتباع کرو۔ اور ہرگز ان کو اپنی مسند پر جگہ نہ دو۔

آپ لوگوں کو گیانی شیر سنگھ وغیرہ کی ضرورت کیوں محسوس ہوئی۔ بفضل خدا تمہاری مبارک جماعت کے اندر شیر پنجاب کی سی بزرگ ترین ہستیاں موجود ہیں جن کی سیف ہائے براں مخالفین کے اعتراضات و توہمات کا دنداں شکن جواب دینے کے لئے ہر وقت تیار ہیں

حقا که با عقوبت دوزخ برابر است
رفتن بپائے مردیء همسایه در بهشت

افضل الانبیاء کی طرف احکم الحاکمین کے ارشاد والذین معه اشداء علی الکفار سے نگاہیں او جھل نہ کرو۔

مرزا غلام احمد صاحب مسلمانوں کی وجہ شبہ میں جو فرماتے ہیں کہ ان کے دلوں سے یہودیوں کی طرح کلام الٰہی کا مغز و بطن اٹھالیا گیا ہے، کہنے کو تو کہہ دیا مگر معلوم نہ کرایا کہ کیسے اٹھالیا گیا۔

یہودیوں نے تو توریت کو چھوڑ دیا تھا۔ بیت المقدس کو ڈھا دیا تھا۔ قربانی کے مقام میں خنزیر ذبح کئے جاتے تھے۔ اور بت خانے وغیرہ آباد کئے تھے۔

مگر مسلمانوں کی مسجدیں تو بفضلہٖ تعالیٰ ویسی کی ویسی آباد ہیں بلکہ ہمیشہ نئ پر نبی بنائی جاتی ہیں۔ جن مقامات میں کبھی اللہ اکبر کی آواز تک نہیں سنائی دی تھی، آج وہاں صلوۃ خمسہ کی اذانیں گونج رہی ہیں۔ حج کی دھوم دھام ہے کہ ہر سال لاکھوں مسلمانوں کا مجمع ہوتا ہے۔ رمضان میں عبادت کی وہی سرگرمیاں اور گرم جوشیاں ہوا کرتی ہیں۔ غرض کہ شعار اسلام بفضلہٖ تعالیٰ خاص ہندوؤں کے ملک ہندوستان میں بھی قائم ہیں اور

ہوتے جارہے ہیں۔ تلاوت قرآن مجید کے ان ہی تیس پاروں کی جو حضرت محمد ﷺ پر نازل ہوئے تھے اور مرزا غلام احمد صاحب کے وجود سے پیشتر موجود تھے، ہوا کرتی ہے۔ کہیں زیر وزبر کا فرق نظر نہیں آیا۔ موحدین جماعت کی دن دوگنی اور رات چوگنی ترقی ہو رہی ہے۔ مسلمانوں میں تو اب تک کوئی ایسی بات نظر نہیں پڑتی جس سے قرآن کریم کا مغز و بطن اٹھالیا گیا، متصور ہو۔

ہاں البتہ مرزا غلام احمد صاحب کی تعلیم سے اب اس کی بنیاد پڑ گئی ہے جیسا کہ صدہا آیات قیامت اور احیا اموات وغیرہ ابواب میں جو وارد ہیں ان کا ایمان اس تعلیم سے بعض لوگوں کے دلوں سے اٹھالیا گیا ہے۔ مثلاً جب یہ مسلّم ہو جائے کہ مرتے ہی آدمی ایک سوراخ کی راہ سے جنت یا دوزخ میں چلا جاتا ہے اور پھر وہاں سے نہیں نکلتا، جیسا کہ مرزا صاحب نے فرمایا، جس سے قیامت اور حشر اجساد کا خود ہی ابطال ہو گیا۔

قرآن کریم کے مغز و بطن سے اگر وہی مراد ہے جو آنحضرت ﷺ نے فرمایا سو وہ بفضلہٖ تعالی کتب تفسیر وحدیث میں بتمامہ محفوظ اور موجود ہے۔ مغز اور بطن جو کچھ پوشیدہ اور ادراک سے غائب ہے سب کچھ حضرت ﷺ نے فرمایا کیونکہ حضرت ﷺ کو ان امور میں بخل نہ تھا۔ چنانچہ خدا تعالی فرماتا ہے

و ما هو على الغيب بضنين

یعنی رسول اللہ ﷺ غیب کی باتیں بیان کرنے میں بخل نہیں کیا کرتے

اور ارشادات قرآنیہ کو بزرگان دین نے مجاہدات اور مکاشفات کے بعد معلوم کیا ہے وہ بھی تفاسیر اور کتب تصوف میں موجود ہے۔ غرض کہ مسلمانوں کو ان کے نبی اور پیشوایان دین نے سب سے مستغنی کر دیا ہے۔ کسی کی من گھڑت باتوں سے ان کو کچھ کام نہیں۔ اور اگر مغز و بطن سے کچھ اور مراد ہے جو مرزا صاحب پیش کرتے ہیں تو اس کو قرآن سے کچھ تعلق نہیں۔ امت مرزا ہی کو مبارک رہے۔

غرض کہ کوئی وجہ تخصیص کی معلوم نہیں ہوتی۔ سوائے اس کے کہ چودہ سو برس کا جوڑ ملانا مقصود تھا۔ مگر افسوس کہ اپنی غرض ذاتی کے واسطے مرزا غلام احمد صاحب نے سید المرسلین ﷺ کی کسر شان کی بھی کچھ پرواہ نہ کی۔ مرزائی ممبرو! ایسوں کے حق میں سعدی شیرازی کیا خوب کہہ گئے ہیں آپ کی نذر کرتا ہوں:

چو خواہی کہ گوئی نفس بر نفس
حلاوت نیابی ز گفتار کس
تامل کناں در خطا و صواب
بہ از ژاژ خایان حاضر جواب
صد انداختی تیر و ہر صد خطا ست
اگر ہوش مندی یک انداز و راست

(محمد مہرالدین از میاں ونڈ ضلع امرتسر)

احمدی یا مرزائی

نہ معلوم قادیانی مذہب کے مرید کیوں اپنے تئیں احمدی کہلاتے ہیں حالانکہ وہ احمدی نہیں ہیں۔ صحیح معنوں میں احمدی وہ ہیں جو حضرت محمد (ﷺ) یا احمد کے امور ہیں قرآن میں احمد یا محمد ایک ہی شخص کے دو نام ہیں ان کے پیرو محمدی یا احمدی کہلانے کے مستحق ہیں مرزا صاحب کا نام نہ احمد ہے نہ محمد بلکہ غلام احمد ہے اور مرزا یا میرزا ان کا خاندانی نام ہے جو ترکستانی امیروں کی اولاد ہیں۔ مرزا صاحب کے مریدوں کا صحیح نام مرزائی یا غلامی ہے کیونکہ وہ کسی غلام کے پیرو ہیں جو احمد کا غلام ہے اور مرزا صاحب اپنی ہر ایک تصنیف اور تحریر میں اپنے تئیں مرزا غلام احمد ہی لکھتے رہے مگر آپ کے مرید مرزائی کہلانے سے ایک شرم سمجھتے ہیں حالانکہ وہ مرزا کے غلام ہیں اگر مرزائی نام ان کو ناگوار معلوم ہوتا ہے تو وہ پھر وہ صحیح معنوں میں غلامی کہلانے کے حق دار ہیں کیونکہ وہ کسی غلام کے غلام ہیں اگر یہ دونوں نام بھی ان کو ناپسند ہیں تو پھر وہ قادیانی نام ہی ان کو زیب دیتا ہے۔ احمدی کہلانا سچے مسلمانوں اور محمدیوں کا حق ہے اور انہی کے لئے یہ نام فخر کا باعث بھی ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے مرید یا مرزائی ہیں یا غلامی ہیں یا قادیانی ہیں کیونکہ بہشتی مقبرہ بھی قادیان میں ہی موجود ہے۔ہم بھی بھولے رہے آج تک مرزائی اور قادیانی ناموں سے مرزا کے مریدوں کو خطاب کرتے رہے۔اور یہ تیسرا نام غلامی جو صحیح اور درست طور پر فٹ آتا ہے استعمال کرنے سے گریز کرتے رہے۔اب آئندہ کو ہم بھول کر بھی احمدی نام کا اطلاق ان پر نہیں کریں گے اور امید ہے کہ مرزا کے مریدوں کو مرزائی یا قادیانی یا غلامی کے نام پسند اور منظور ہوں گے ان تینوں ناموں میں سے وہ جس کو چاہیں چن لیں اور ہم بھی مسیحی یا نصرانی کہلانے سے شرماتے نہیں بلکہ ان ناموں کو بڑا فخر جانتے ہیں،اور جیسا مسلمانوں کو محمدی اور احمدی کہلانے کا بڑا ناز ہے ویسے ہی مرزا کے مریدوں کو مرزائی یا قادیانی یا غلامی ناموں پر ناز ہونا چاہیے۔یہ نام نسبت و تناسب اور قاعدہ مماثلت کے لحاظ سے درست بھی ہے شاید مرزا صاحب کے مرید اپنے پیر کی تقلید ہی کرتے ہوں گے کیونکہ مرزا صاحب قاعدہ مماثلت سے عمر بھر نا آشنا رہے،جب وہ مثیل مسیح بننے لگے ان کو اس بات کا خیال تک نہ آیا کہ مسیحیت اسرائیلی میراث ہے نہ کہ اسماعیلی۔کیونکہ کسی اسرائیلی میراث کا وارث ہونا اسرائیلی نسل کی شرط تھی۔یعنی داؤد اور سلیمان کے خاندان کا صحیح نسب نامہ کسی مسیحی کے لئے بالکلیہ شرط درکار تھی اور کسی غیر اسرائیلی کا دعوی مسیحیت محض حماقت اور مضحکہ خیز بات تھی اور جیسے مرزا صاحب اپنی ساری عمر میں تقریر اور تحریر میں ٹھوکریں کھاتے اور غلط بیانیاں کرتے رہے ویسے ہی ان کے مرید بھی اندھی تقلید میں سر پھوڑ رہے ہیں اب ان کی عادات ایسی پکی ہوگئی ہیں کہ مرض لاعلاج میں مبتلا ہیں اے کاش کہ وہ اب بھی ہوش میں آئیں اور اس چاہ ضلالت میں سے نکلنے کی راہ پائیں۔(نور افشان)

....

مرزا قادیانی کی اصلیت

مکی مکتوب

تا بسینہ گردنیں گردنیں جھکنے لگیں تسلیم کو
درد دل اٹھا خیال یار کی تعظیم کو

جناب مبارک علی سیالکوٹی مہاجر مکہ معظّمہ سے لکھتے ہیں:

مرزائی اپنے نبی کی تعلیم کے جراثیم مکہ معظّمہ میں پھیلانے کی گھات میں لگے رہتے ہیں اور جب کبھی انہیں یہاں کے کسی لکھے پڑھے آدمی کا پتہ مل جاتا ہے وہ مرزا کے خیالات بذریعہ پوسٹ اس کے نام بھیج دیتے ہیں۔پچھلے سال دو مرزائی حاجیوں کے لباس میں پکڑے گئے جنہیں حکومت نے حدود حجاز سے باہر نکال دیا۔ چند یوم گذرے کہ ایک اور مرزائی مکہ معظّمہ میں آنکلا مگر حکومت کو خبر ہونے سے پہلے ہی وہ یہاں سے بھاگ گیا۔ان نادانوں کو علم نہیں کہ یہ اللہ کا گھر ہے یہاں پر ان کا دجل ہرگز نہیں چل سکتا۔

متذکرہ بالا واقعات کو مدنظر رکھتے ہوئے آئندہ کی روک تھام کے لئے ایک مختصر سادہ وسہل رسالہ مرزا کو جھوٹا ثابت کرنے کے لئے لکھا جاتا ہے آج تک جتنی کتابیں مرزا کے رد میں لکھی گئی انشاءاللہ دام القری (مکہ) کا یہ پمفلٹ ان سب پر سبقت لے جائے گا اور چونکہ مرزا کو چاروں طرف سے گھیر کر جھوٹا کیا جائے گا اس لئے تاویلات کی گنجائش نہ رہے گی۔مرزائی اپنی برادری کے علاوہ روئے زمین کے کلمہ گووں کو جاہل سمجھتے ہیں اسی طرح مرزا کو نہ ماننے والے انہیں بے عقل کہتے ہیں پس دونوں مخالف گروہوں میں سے ایک ضرور جاہلیت کی موت مر رہا ہے

صاحبان!انسان گدھے کی طرح پیٹ بھر کر اولاد پیدا کرنے کیلئے نہیں بنایا گیا بلکہ اس کی زندگانی کا

اعلی معیار جہالت سے بچنا ہے اور نیز سچی بات کو تسلیم کرنا مسلمان کا اہم فرض ہے لہذا مرزائی صاحبان کی خدمت میں مودبانہ عرض ہے کہ آپ بھی اس کتاب کو ضرور پڑھیں اگر اس سے مرزا باطل ہو جائے تو اس کا خیال ترک کریں ورنہ کتاب مذکور کے دلائل ردّ کیجئے۔ ہر دلیل کے توڑنے کا آپ کو مبلغ تین صدروپیہ انعام دیا جائے گا۔

مبارک علی سیالکوٹی مہاجر۔ پوسٹ بکس ۵۷۔ مکہ معظّمہ۔ عرب

....

مرقع قادیانی

جلد ۳ نمبر ۹

بابت دسمبر ۱۹۳۱ء

قادیانی دعا
اور مولوی ثناء اللہ کی موت

مرقع قادیانی جلد ۳ نمبر ۹ میں: مرزا صاحب قادیانی کی دعا کے مطابق مولوی ثناء اللہ کیوں نہ مرے، کے سوال پر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کے جواب، پر پیغام صلح لاہور کے دخل در معقولات، پر مولانا ثناء اللہ امرتسری کی جوابی گزارشات بتفصیل ذیل پیش خدمت ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ مضمون اس قابل ہے کہ فریقین جی کھول کر اس پر بحث کریں اور کرتے ہیں۔ جو

بات محقق ہو جائے اس پر یقین کریں۔ ایسا کرنے سے یہ فتنہ چند یوم میں ختم ہو سکتا ہے۔ لیکن اگر بحث کو ٹالا جائے، یا محض جواب دینے کی حیثیت سے بحث کی جائے، یہ طریق شان محققین سے بعید ہے۔ پس اس نیت سے ہم اس موضوع پر ہر قسم کے سوال اور اعتراض سننے کو تیار ہیں کہ یہ مبحث صاف ہو جائے کیونکہ اس کے صاف ہو جانیکے بعد قادیانی مباحث میں کسی بحث کی ضرورت نہیں۔

اخبار اہل حدیث (۹۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء) میں ایک مضمون درج ہوا تھا جسے بصورت اشتہار بھی شائع کیا گیا۔ لاہور کے مرزائی اخبار پیغام صلح نے اس مضمون پر جی کھول کر اعتراض کئے ہیں۔ ہم بہ نیت تحقیق ان سب کو نقل کر کے جواب دیتے ہیں۔

سوال یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے جو آخری فیصلہ کی دعا کی تھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ:

مرزا اور ثناء اللہ میں جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔،

مولوی ثناء اللہ کیوں پہلے نہ مرے ؟

َناظرین پہلے وہ اشتہار پڑھیں جو یہ ہے (اصل مضمون اہلحدیث امرتسر سے نقل کیا جاتا ہے بہاء)

مرزا کی دعا کے مطابق ثناء اللہ کیوں نہ مرا؟

میاں محمود پر سوال اور انکے قلم سے اسکا جواب

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اللہ جزا دے مرزا صاحب قادیانی کو جنہوں نے اپنی زندگی میں اپنے دعوی کی نسبت صاف فیصلہ کر دیا۔ مگر ان کی امت نے ان کے فیصلے کی قدر نہ کر کے اپنے آپ کو دریا کے نہیں، سمندر کے بھنور میں ڈال رکھا ہے۔

سیدھی بات تھی کہ مرزا صاحب قادیانی کی کھینچی ہوئی لکیر پر چلتے تو آج ان کے بتائے ہوئے اور خدا کے کئے ہوئے فیصلے کے مطابق مولوی ثناء اللہ کو صادق و مصدوق مان کر ان سے بیعت جہاد کرتے۔ مگر انہوں نے کسی خاص وجہ سے ایسا نہیں کیا۔ چونکہ بحکم آیت بل ا لا نسا ن علی نفسه بصیرة ۔(انسان

اپنا حال خوب جانتا ہے)

یہ لوگ اصل حقیقت دل سے جانتے ہیں۔اس لئے جب کبھی یہ سوال ان پر وارد ہوتا ہے کہ مولوی ثناءاللہ (مرزا قادیانی سے پہلے) کیوں نہ مرے؟ تو اس کے جواب میں پریشان ہوکر کچھ کا کچھ کہہ جاتے ہیں۔

آج ہم کسی معمولی مرزائی کی پریشانی نہیں بتاتے، بلکہ امت مرزائیہ کے اعلیٰ فرد خلیفہ قادیانی کی پریشانی ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) پر سوال ہوا کہ مولوی ثناءاللہ کیوں نہ مرے؟

تو خلیفہ (مرزا محمود احمد قادیانی) نے کیا جواب دیا؟ سوال و جواب انہی کے الفاظ میں پیش کریں گے، مگر پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعائیہ الفاظ سناتے ہیں ۔مرزا صاحب نے ایک دعائیہ اشتہار شائع کیا تھا:

> اے خدا مولوی ثناءاللہ نے مجھے بہت ستایا ہے میرے قلعہ کو جو تو نے بنایا ہے گرانا چاہتا ہے اس لئے میں تیرے تقدس کا دامن پکڑ کر دعا کرتا ہوں کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما کہ ہم میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے سچے کی زندگی میں اس پر موت وارد کر. ربنا افتح بيننا و بين قومنا با لحق ۔(ملخص)۔ غلام احمد۔۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء

اس دعا کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ مرزا صاحب قادیانی اس دنیا سے عرصہ ہوا کوچ کر گئے اور (۱۹۳۱ء میں) سنا جاتا ہے کہ مولوی ثناءاللہ ابھی زندہ ہیں۔

چونکہ یہ دعا ہر ایک منصف مزاج کے دل کو پکڑ کرتی ہے،اس لئے مریدان باصفا بھی گاہے ماہے سوال کر بیٹھتے ہیں۔خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) پر سوال ہوا کہ مولوی ثناءاللہ کی زندگی میں مرزا صاحب قادیانی کو کامیاب کہنا کیسے صحیح ہوسکتا ہے جب کہ مولوی ثناءاللہ صاحب ابھی زندہ ہیں۔اسکا جواب مع سوال خلیفہ قادیان کے الفاظ میں ہم سناتے ہیں ناظرین غور سے پڑھیں اور خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی پریشانی پر ترس کریں۔

حضرت مسیح موعود کے متعلق کئی لوگ کہتے ہیں کہ ثناءاللہ زندہ ہے اور مرزا صاحب فوت ہوگئے اس

لئے وہ کامیاب نہیں ہوئے۔ حالانکہ انہیں دیکھنا یہ چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب جس مقصد اور مدعا کو لے کر آئے تھے، اس میں انہیں کامیابی ہوئی یا نہیں؟

آپ اسلام کی ایک تعریف کرتے تھے اور کہتے تھے کہ میں اسکے پھیلانے کو آیا ہوں ۔

اس کے لئے پہلا قدم وفات مسیح کے عقیدے کی اشاعت تھا، مگر آپ کے مقابلہ میں جو لوگ کھڑے ہوئے خواہ مولوی ثناء اللہ یا کوئی اور ہوں، وہ کہتے تھے کہ جو خیالات ہمارے ہیں وہی درست ہیں۔ جو اسلام ہم پیش کرتے ہیں وہی سچا اسلام ہے۔ اور ان کا مدعا یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب جو اسلام پیش کرتے ہیں وہ نہ پھیلے۔

اب دیکھو کہ کون کامیاب ہوا اور کون ناکام ۔ جسکا مقصد اور مدعا پورا ہو گیا وہ کامیاب ہوا اور جس کا پورا نہ ہوا وہ ناکام ۔ کیا حضرت مرزا صاحب کے آنے کا یہی مقصد تھا کی مولوی ثناء اللہ کی شہرت نہ ہو۔ اگر یہی مقصد تھا اور مولوی ثناء اللہ کو شہرت ہو گئی تو کہا جاسکتا ہے کہ آپ ناکام رہے۔ لیکن جب آپ کے آنے کا مقصد اور مدعا اور ہی تھا، تو آپ کے مخالفین کی شہرت ہو جانے یا ان کو مال و دولت مل جانے سے آپ کی صداقت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ ہاں اگر حضرت مرزا صاحب کے ہم خیالوں کی تعداد کم ہونی شروع ہو جاتی تو آپ کے دشمنوں کو کامیاب اور آپ کو ناکام کہا جاسکتا ہے ۔

لیکن اگر باوجود اس کے آپ کے مقابلہ میں کھڑے ہونے اور شور مچانے کے، یہی ہو رہا ہے کہ وہ جماعت جسے حضرت مرزا صاحب نے قائم کیا، دن بدن بڑھ رہی ہے تو بتاؤ کون کامیاب ہوا۔ حضرت مرزا یا آپکے مخالف؟ حضرت مرزا ہی کامیاب ہوئے۔

پس اگر مولوی ثناء اللہ کی کتابیں زیادہ بکتی ہیں، تو بکیں۔ اگر کچھ لوگوں میں اس کی شہرت ہوتی ہے تو ہو ۔ اگر وہ مال کماتا ہے، تو کمائے۔ دیکھنا یہ ہے کہ وہ جو کچھ کرتا رہا ہے یا کر رہا ہے، اس کا اثر حضرت مرزا صاحب کی جماعت پر کیا پڑ رہا ہے۔

کیا اس کی کتابوں، اس کے لیکچروں، اس کے اخبار کی وجہ سے لوگ حضرت مرزا کی جماعت میں شامل ہونے سے رک گئے ہیں؟ اگر نہیں رک گئے تو ہم کہتے ہیں یہ تو حضرت مرزا کی کامیابی کا اور زیادہ ثبوت

ہے کہ باوجود آپ کے مخالفین کے اتنی کتابیں بیچنے اور تقسیم کرنے کے، اور باوجود اتنے شور مچانے اور اپنا سارا زور مخالفت میں خرچ کرنے کے وہ حضرت مرزا کی جماعت کی ترقی میں کوئی روک نہیں ڈال سکے بلکہ وہ دن بدن بڑھ رہی ہے اور ہر سال جو لوگ داخل ہوتے ہیں ان تمام کو اگر گنا جائے اور ان کی بیوی بچوں کو بھی شامل کیا جائے تو دس ہزار کے قریب قریب بیعت کرنے والے ہوتے ہیں۔لیکن اس کے مقابلہ میں مخالفین کو دیکھو کہ وہ ہم میں سے کتنے لے جا رہے ہیں۔پس کامیابی اس کا نام ہے نہ کہ عوام میں شہرت اور مال حاصل کرنے کو کامیابی کہا جا سکتا ہے کسی کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ کرنے کے لئے پہلے یہ معلوم کر لینا چاہیے کہ وہ کس مقصد اور مدعا کے حاصل کرنے کے لئے کھڑا ہوا تھا۔جب اسکا پتہ لگ جائے تو پھر بآسانی اس کی کامیابی یا ناکامی کا فیصلہ ہو سکتا ہے۔

(اخبار الفضل قادیان ۶ مئی ۱۹۱۹ء)۔

ناظرین کرام! ٹھنڈے دل سے سوچیں کہ اصل سوال موت وحیات پر ہے، کتب فروشی یا کسی دوسری بات پر نہیں۔مگر خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب چالاکی سے بات کا پہلو بدلتے ہیں۔کیا خوب! مرزا غلام احمد اسلئے پہلے مر گئے کہ وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہو چکے تھے۔ ،سوال تو یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا مولوی ثناء اللہ سے پہلے مرنا ان کی ناکامی بلکہ کذب اور بطالت کی دلیل ہے پھر ان کو کامیاب تو کیا، سچا کہنا چہ معنی؟ اس کا کیا جواب دیا۔ناظرین خلیفہ کا جواب دوبارہ پڑھیں۔

اب ہم اس امر پر بھی غور کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوئے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو مقصد کو لے کر آئے تھے اس بارے میں ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔

ا۔مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں۔وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے۔

۲۔اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا اسکو بھول جائے۔میرے ان دو مقاصد کو دیکھ کر یہ لوگ میری مخالفت کیوں کرتے ہیں۔(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

ناظرین! کیا یہ دونوں مقصد مرزا صاحب کو حاصل ہو گئے؟ واللہ اگر حاصل ہو گئے، تو ہمیں ان کو کامیاب کہنے میں باک نہیں ہو چاہیے۔ لیکن واقعات یہ بتاتے ہیں کہ ان مقاصد میں کامیاب ہونا بری طرح فیل ہیں۔

مسلمانوں کا تقوی طہارت عیاں را چہ بیان۔ ہر طرح کی خرابیاں ان میں موجود، یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی کے مریدین بھی (بقول مرزا صاحب) پاکیزہ صفات سے محروم۔ مرزا غلام احمد قادیانی نہایت دل سوزی سے لکھتے ہیں:

ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دل اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہمی پیدا نہیں کی، میں (مرزا قادیانی) دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں۔ اور نا کارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

(اشتہار ملحقہ شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی)

احمدی دوستو! ایمان سے کہنا کیا یہی تقوی ہے جو تمام مسلمانوں کو مرزا صاحب قادیانی، ہاں آپکے مسیح موعود، سکھانے، نہیں بلکہ حاصل کرانے کو آئے تھے۔ اگر یہی تقوی ہے تو واللہ مرزا کی تشریف آوری سے پہلے بھی یہ وصف مسلمانوں کو حاصل تھا اور تشریف بری کے بعد بھی حاصل ہے ہر شک آرد کافر گردد

ہاں عیسائیوں کے مصنوعی خدا (یسوع مسیح) تو واقعی دنیا بھول چکی ہے جس کا ثبوت تازہ مردم شماری سے ملتا ہے کہ ہندوستان کی کل قوموں سے زیادہ عیسائیوں نے ترقی کی یعنی فیصدی پچیس عیسائی بڑھے ہیں۔:

اس مضمون پر تو کچھ لکھتے ہوئے ہمیں خود بھی شرم آتی ہے۔ کیا کوئی ایسا شخص جس کے سر میں دماغ اور دماغ میں عقل ہے کہہ سکتا ہے کہ عیسائیوں کا مصنوعی خدا (یسوع مسیح) دنیا میں متروک ہو ہو گیا۔ واللہ اگر متروک ہو گیا ہوتا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کامیاب ماننے میں ہمیں تامل نہ ہوتا۔

پس ناظرین کرام! للہ غور کریں کہ مرزا غلام احمد اپنی دعا ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے اور الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء کے مطابق بامراد اور کامیاب دنیا سے گئے یا نامراد؟

ہم سے پوچھیں تو ہم واقعات کی بنا پر بلا خوف کہہ تردید کہتے ہیں

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اکتوبر ۱۹۳۱ءمطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۰ھ جلد ۲۸ نمبر ۴۹ ص ۳۔۵)

مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ ہماری گزارشات کے جواب میں:

قادیانی اخبارات کو جرأت نہ ہوئی یا حیا مانع ہوئی اس لئے وہ تو خاموش رہے۔ہاں لاہوری اخبار پیغام صلح نے قلم ہلایا مگر نہ ہلانے سے بدتر۔بغرض تحقیق حق، پیغام صلح لاہور کا سارا مضمون ہم نقل کرتے ہیں:

مولوی ثناءاللہ کیوں نہ مرے؟

مولوی ثناءاللہ کا ایک سوال اور ان ہی کے قلم سے اس کا جواب

۹۔اکتوبر ۱۹۳۱ء کے اہل حدیث میں مولوی ثناءاللہ کیوں نہ مرے؟ کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کو پوسٹروں کی شکل میں چھپوا کر لاہور کے گلی کوچوں میں چسپاں کیا گیا ہے ہم چاہتے ہیں کہ اس سوال کا جواب مولوی ثناءاللہ کے اپنے قلم سے ذیل میں پیش کریں تاکہ حضرت مسیح موعود کے اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے ایک پہلو کو پیش کر کے جو دھوکا وہ لوگوں کو یہ کہہ کر دینا چاہتے ہیں کہ حضرت مرزا کا مولوی صاحب کی زندگی میں فوت ہو جانا آپ کے کذب کی دلیل ہے اس کی حقیقت پبلک پر آشکارا ہو جائے۔بہتر ہو کہ اپنا یہ جواب بھی وہ پبلک کے سامنے خود ہی پیش کر دیا کریں تاکہ لوگوں کو کوئی صحیح رائے قائم کرنے میں مدد مل جایا کرے یک طرفہ بیان سن کر کوئی منصف کسی صحیح نتیجہ پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا۔حضرت مسیح موعود نے اپنے اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں مولوی ثناءاللہ کو جب مباہلہ کا چیلنج دیا اور اس کی منظوری کے متعلق انہیں لکھا تو اس کے جواب میں مولوی صاحب نے ذیل کی تحریر اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کی

۱۔یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے

۲۔آپ اس دعوی میں (کہ مفسداور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی) قرآن شریف کے صریح خلاف کہہ رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔سنو!

من کا ن فی الضلا لة فلیمدد له الر حمن مدا ۔

اور انما نملی لهم لیزدا دوا ا ثماً۔ ،

اور و یمد هم فی طغیا نهم یعمهو ن۔

وغیرہ آیات تمہاری اس دلیل کی تکذیب کرتی ہیں

۳۔اورسنو! بل متعنا هئو لا ء و آ با ئهم حتی طا ل علیهم العمر ، جن کے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے دغاباز مفسداور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں پھر تم کیسے من گھڑت اصول بتاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمر نہیں ملتی (اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء)

اب سوال یہ ہے کہ:

۱۔جس بات کو مولوی ثناءاللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی زندگی میں نامنظور کیا اور لکھا تھا کہ کوئی دانا اسے منظور نہیں کرسکتا، اب آپ کے وصال کے بعد آپ کی اسی تحریر کو منظور کر کے مولوی صاحب داناؤں میں شمار ہوں گے یا نادانوں میں؟ وہ خود ہی اپنی تحریر کو سامنے رکھ کر جواب دیں۔

۲۔ جب مسیح موعود کا یہ لکھنا کہ مفسداور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی مولوی صاحب کے نزدیک قرآن شریف کے صریح خلاف تھا اور بقول ان کے آیات قرآنی اس دلیل کی یکذ یب کرتی ہیں، تو انہی آیات کی رو سے جو مولوی صاحب نے پیش کیں خدا کے نزدیک بدکار کون ٹھہرا؟ آیا جسے مہلت ملی اور زندہ رہا یا جو پہلے فوت ہوگیا جواب قرآن ہی سے مطلوب ہے

۳۔ جب حسب آیات قرآنی خدا جھوٹے دغاباز مفسد و نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں تو اس آیت کا کون مصداق ہوا؟ اور کون جھوٹا دغا باز مفسد اور نافرمان ٹھہرا؟

چونکہ آپ نے اسے حضرت مسیح موعود (مرزا) کا من گھڑت اصول قرار دیا ہے اس لئے بہر حال آپ کا قائم کردہ معیار آپ پر حجت ہوسکتا ہے دوسرے کا من گھڑت اصول آپ پر حجت نہیں۔

ان تصریحات اور خود مولوی ثناء اللہ صاحب کے اپنے جواب سے اس بات کا پتہ لگ جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کیوں نہ مرے؟ امید ہے اپنے اس جواب کو سننے کے بعد وہ پبلک کو خواہ مخواہ دھوکہ دینے کی کوشش نہ کریں گے۔ اور جب کبھی اپنی درازی عمر پر انہیں استعجاب لاحق ہو، یا پبلک کو اپنے نہ مرنے کی وجوہ بتانا چاہیں تو اپنے اس فقرہ کی تلاوت کرلیا کریں گے کہ، قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۱ نومبر ۱۹۳۱ء ص ۳)

جماعت مرزائیہ لاہور کے امیر مولوی محمد علی نے اس بحث میں ایک اور پہلو اختیار کیا تھا جس کا جواب ہم اپنے اشتہار، مباہلہ مرزا، میں دے چکے ہیں یہاں بھی بالاختصار ذکر کرکے پیغام کو جواب سناتے ہیں:

مولوی محمد علی نے اپنے رسالہ آیت اللہ میں یہ پہلو اختیار کیا ہے کہ ۱۹۸۶ء میں جو مرزا صاحب نے علماء کو عموماً اور مولوی ثناء اللہ کو خصوصاً مباہلہ کا چیلنج دیا تھا اسی کی انتہا میں آخری فیصلہ والا اشتہار تھا۔ یعنی یہ بھی دراصل دعوت مباہلہ ہے دعا نہیں۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مباہلہ کا انعقاد مرزا صاحب نے کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت ہوجانے پر موقوف رکھا تھا اخبار بدر میں مرزا صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت اقدس (مرزا) نے از راہ ترحم فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چندروز کے بعد ہو جب کہ حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہوجائے گی یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی اور وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔ (بدر قادیان۔ ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: یہ عبارت صاف بتارہی ہے کہ مرزا صاحب مباہلہ کا انعقاد حقیقۃ الوحی شائع ہونے، میرے پاس بھیجنے، اور میرے اس کے مطالعہ کرنے کے بعد رکھتے ہیں۔ اب یہ معلوم کرنا چاہیے کہ حقیقۃ الوحی کب شائع ہوئی۔ اس امر کی تحقیق کچھ مشکل نہیں حقیقۃ الوحی کے سرورق پر تاریخ اشاعت ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء لکھی ہے اور مرزا صاحب کا اشتہار آخری فیصلہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا ہے۔ پھر ۱۵۔ اپریل والے

اشتہار کو جو ایک مہینہ پہلے شائع ہوا اپنے مباہلہ کا اشتہار کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ ایسا کہنا مولوی محمد علی لاہوری جیسے منصف مزاج یا مولوی اللہ دتا جیسے نوجوان شوریدہ سر دماغ ہی کا کام ہوسکتا ہے دوسرے کسی کا نہیں۔

شاید اسی لئے پیغام صلح نے یہ پہلو اختیار نہیں کیا بلکہ دوسرا پہلو لیا ہے

ہاں صاحب! جو کچھ آپ نے نقل کیا، ہم نے ایسا لکھا مگر یہ تو بتاؤ کہ آپ لوگ مسیح موعود کس کو مانتے ہیں مجھے یا مرزا صاحب کو؟ بات کس کی سند جانتے ہیں۔ میری یا مرزا صاحب کی؟ اس کا جواب یقیناً یہ ہے مسیح موعود اور مہدی معہود آپ لوگ مرزا صاحب کو مانتے ہیں پس سند اور حجت بھی انہی کی بات ہوگی میری نہیں۔ لیجئے میرے ان فقرات مندرجہ اہل حدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے بعد مرزا صاحب کا قول بدر ۹ مئی ۱۹۰۷ء سے سنیئے:

مولوی ثناء اللہ کے لئے بھی ہم نے توبہ کی شرط لگا دی ہے۔

معلوم ہوا کہ میرے ان فقرات کا اس دعا پر کوئی اثر نہیں۔ دعا مرزا بہر حال بحال ہے سوائے میری توبہ کے کسی طرح موت کا ذب ٹل نہیں سکتی۔

اب سوال یہ ہے کہ میں نے مرزا صاحب کی مخالفت سے توبہ کی؟ اس کا جواب مرقع قادیانی کا دور اول ہی دے دے گا کہ مرزا صاحب کے اشتہار آخری فیصلہ پر میں نے مرقع کاری کیا تھا جو ان کے انتقال تک بلکہ بعد بھی جاری رہا۔ پھر میری توبہ کا ثبوت ہے۔ پس مختصر یہ ہے کہ چونکہ میرے ان فقرات منقولہ سے مرزا صاحب نے اپنی دعا کو واپس نہیں لیا، نہ مسترد سمجھا، لہذا یہ دعا بحال ہے۔ اسی بحالی کی بڑی وجہ ہے کہ میرے انکار سے پہلے ہی خدا نے اس دعا کو قبول کر لیا ہوا ہے چنانچہ اخبار بدر قادیان مورخہ ۲۵۔ اپریل میں مرزا صاحب کا قول نقل کیا ہے۔ آج رات ہم نے مولوی ثناء اللہ کے لئے دعا کی تو الہام ہوا

اجیب دعوۃ الداع

معلوم ہوا کہ جس روز دعا کی اسی روز قبول ہوگئی اس کی قبولیت کے بعد نہ میرا انکار خلل انداز ہے نہ قادیان اور پیغام صلح کا اقرار اثر انداز ہوسکتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

....

سلسلہ معماری

دلائل مرزا۔ نمبر ۳

(گذشتہ مرقع بابت نومبر میں یہ سلسلہ شروع ہوا۔منشی عبداللہ معمار نے تہیہ کیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے جملہ دلائل کو اباطیل ثابت کیا جائے۔ چنانچہ مرزا صاحب کی پہلی دلیل لو تقول ... پر بحث اٹھائی ہے جسے مرزا صاحب نے بکثرت پیش کیا ہے۔ گذشتہ پرچہ میں قادیانیوں کی طرف روئے سخن تھا، آج کے نمبر میں لاہوریوں کی طرف رخ ہے۔پس ناظرین بغور پڑھیں۔مدیر مرقع)

ناظرین کرام! مرزا صاحب کو ان کے پیش کردہ معیاروں ہی سے کاذب ثابت کرنے کے بعد اور قادیانی مرزائیوں کے عذرات کارد کرنے کے بعد ہم لاہوری مرزائیوں کی طرف توجہ کرتے ہیں۔لاہوری مرزائی مرزا صاحب کو نبی نہیں مانتے مگر ملہم اور موعود ضرور مانتے ہیں لہذا وہ مجاز تو نہیں کہ اس آیت کو جسے مرزا صاحب نے وحی نبوت کے متعلق بتایا ہے ہمارے سامنے پیش کریں بلکہ جس شخص کا دعوی نبوت نہ ہو اس کی صداقت پر اس آیت کو پیش کرنا بقول مرزا صاحب:

> بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا ہے اور آیت لو تقول پر ہنسی ٹھٹھا کرنا شریروں کا کام ہے ۔(ضمیمہ اربعین۔ص ۱۱)

پس جب تک لاہوری حضرات، مرزا غلام احمد کو نبی نہ مان لیں، وہ اس آیت کو مرزائی صداقت پر پیش نہیں کر سکتے۔

ناظرین! کیا مزیدار بات ہے کہ مرزا صاحب تو آیت لو تقول علینا کو متعلقہ نبوت ٹھہرا کر اس سے اپنی سچائی ظاہر کرتے ہیں جس کا صاف مطلب ہے کہ ان کا دعوی نبوت تھا مگر ان کے مرید بآواز بلند کہتے ہیں،

کہ جو شخص اس امت میں سے دعوی نبوت کرے وہ کذاب ہے

(ص ۱۱۵ النبوۃ فی الاسلام مصنفہ محمد علی لاہوری)

لاہوری پارٹی کے ممبرو! کیا کہتے ہو؟

آیت لو تقول علینا .. سے استدلال کرتے ہوئے مرزا صاحب نے بہت سے مغالطے دیئے۔ قارئین کرام نمبروار سنتے جائیں:

۱۔ پہلا مغالطہ آپ نے یہ دیا کہ آیت زیر بحث جو خاص نبی ﷺ کے حق میں ہے، اسے تمام مدعیان نبوت و الہام کے متعلق ظاہر کر کے اپنی صداقت پر تمسک کیا۔ اس پر مفصل بحث ہو چکی ہے۔

۲۔ دوسرا مغالطہ یہ دیا کہ کہیں تو لکھا کہ ہر ایک مفتری مدعی الہام عام اس سے کہ مدعی نبوت ہو یا صرف مدعی الہام، ہلاک ہو جاتا ہے جیسا کہ تحریر ذیل میں ہے:

دیکھو خدا فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے میں جلدی مفتری کو پکڑتا ہوں۔

(شہادت الملہمین مطبوعہ جون ۱۸۹۲ء ص ۲۵؟)

اسی طرح ضیاء الحق صفحہ ۴۴، انجام آتھم صفحہ ۴۹، ۵۰، ۶۳ پر بلا تخصیص دعوی نبوت مدعیان الہام کی ہلاکت لازمی قرار دی (ان تحریرات کے وقت بقول میاں محمود، مرزا صاحب کا دعوی نبوت نہیں تھا دیکھو القول الفصل ص ۲۴ ؟)۔ ان تحریرات کے وقت سے ان پر سخت اعتراضات کی بوچھاڑ ہوتی تھی کیونکہ دنیا میں ہزاروں کاذب مدعیان الہام موجود تھے اور ہیں جو صحیح سلامت بعیش و راحت زندگی گذارتے ہیں۔ اس لئے ان اعتراضوں سے بچنے کو اربعین وغیرہ کے اندر لکھ دیا کہ اس آیت کا حکم خاص مدعی نبوت کے لئے ہے جیسا کہ ان کی تحریرات نقل ہو چکی ہیں۔

۳۔ تیسرا مغالطہ ایسا ہی کئی ایک تحریرات میں مفتری کی فوری ہلاکت لکھی ہے یعنی مفتری علی اللہ کو فوراً دست

بدست سزا مل جاتی ہے اور اسے مہلت نہیں دی جاتی جیسا کہ انجام آتھم میں ہے کہ:

قرآن شریف کی نصوص قطعیہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ایسا مفتری اسی دنیا میں دست بدست سزا پالیتا ہے اور خدا غیور کبھی اس کو امن میں نہیں چھوڑتا۔ اور اس کی غیرت اس کو کچل ڈالتی ہے اور جلد ہلاک کرتی ہے (ص ۴۹)۔

وہ پاک ذات جسکے غضب کی آگ وہ صاعقہ ہے کہ ہمیشہ جھوٹے ملہموں کو بہت جلد کھاتی رہی ہے ، بے شک مفتری خدا کی لعنت کے نیچے ہے ،۔ اور جلد مارا جاتا ہے۔(ص ۵۰) تورات اور قرآن شریف دونوں گواہی دے رہے ہیں کہ افتراء کرنے والا جلد تباہ ہوتا ہے (انجام آتھم ص ۶۳)

اسی طرح اس کے حاشیہ میں اور ایسا ہی صفحہ ۳۵ شہادۃ الملھمین صفحہ ۴۴ ضیاء الحق وغیرہ پر مرقوم ہے کہ مفتری جلد مر جاتا ہے۔ مگر اربعین وغیرہ میں صادقوں اور کاذبوں میں امتیاز کے لئے ۲۳ سال مہلت قرار دی ہے جیسا کہ ان کی تحریرات نقل ہو چکی ہیں جس کا مطلب یہی ہے کہ کاذب بیس بائیس برس تک زندہ رہ سکتا ہے، پورے ۲۳ سال نہیں کیونکہ ۲۳ سال مہلت صادقوں کیلئے مقرر ہے۔ حالانکہ اوپر کی تحریروں میں کاذب کی فوری ہلاکت بتائی گئی ہے جو ۲۳ سالہ پیمانہ کے صریح مخالف ہے۔

خیر یہاں تک تو مرزا غلام احمد کی ایک چالاکی اور مغالطہ دہی کا اظہار تھا، اب ہم بتاتے ہیں کہ مفتری مدعی اور صادق نبی کے جانچنے کو کسی خاص زمانہ کا مقرر کرنا صریح خلاف عقل ہے۔ وہ یوں کہ اگر خدا تعالی دس بیس یا ۲۳ سال کا زمانہ مدعی نبوت کی جانچ کے لئے مقرر کرتا تو دنیا میں کبھی کسی نبی کی امت ترقی نہ کرتی۔ کیونکہ ہرگز ہرگز کسی نبی کو جب تک کہ وہ زمانہ جو صادقوں کے پرکھنے کا الٰہی پیمانہ ہوتا، گذر نہ جاتا، قبول نہ کرتا۔ اور اس زمانہ پرکھ یا مدت امتحان کے اندر جتنے لوگ صداقت کے پیاسے حق کے طالب فوت ہو جاتے ان پر کوئی گناہ کسی قسم کی گرفت ہرگز ہرگز جائز نہ ہوتی۔ اور کوئی شخص اس بات کا مجاز نہ ہوتا کہ وہ قبل گذرنے زمانہ مقررہ کے کسی نبی پر ایمان لاتا۔ کیونکہ ایسا کرنے سے خدائی قانون کی نافرمانی اور خلاف ورزی ہوتی کہ خدا نے صادق کاذب کی جانچ کے لئے اتنی مدت مقرر کی اور وہ قبل اس کے گذارنے کے ایمان لے آیا۔

ناظرین کرام! اس ۲۳ سالہ میعاد والے معاملہ کے من گھڑت ایجاد بندہ ہونے پر اس سے بڑھ کر

اور کیا دلیل ہوگی کہ رسول اللہ ﷺ کے صحابہ نے (جن میں بڑے بڑے تورات وانجیل کے عالم تھے) ہرگز کسی مدت کا انتظار نہیں کیا بلکہ جس وقت انہیں نبی ﷺ کی سچائی معلوم ہوئی فوراً ایمان لے آئے۔ اہل علم سے مخفی نہیں کہ چند ہی سالوں کے میں ایک جم غفیر توحید کے علم برداروں کا ہوگیا۔ کوئی نہیں بتلا سکتا کہ کبھی کسی ایمان لانے والے نے یا مخالف نے یہ سوال کیا ہو، یا اعتراض اٹھایا ہو، کہ چونکہ خدا تعالیٰ کی کتابوں میں، یا انبیاء کی تعلیم میں، ۲۳ سال صادقوں کو پرکھنے کے لئے مقرر ہیں، لہذا ہم پر انتظار واجب ہے ۔

دوستو! غور کرو، کیا نبی ﷺ کے سب صحابی اس قانون الٰہی سے جسے آج مرزا صاحب قادیانی پیش کرتے ہیں واقف نہیں تھے کہ زمانہ صادقوں کے جانچنے کا ۲۳ سال مقرر ہے۔ صحابہ کرام کا اس کے متعلق سوال نہ کرنا ہی بتلا رہا ہے کہ یہ بات یاروں کی من گھڑت ہے جس کا قرآن پاک اور صحف انبیاء میں نام تک نہیں۔ مرزائی دوستو! جب کہ بقول تمہارے نبی کے خدا نے صادقوں اور کاذبوں کے جانچنے کے لئے ۲۳ سال کی مدت مقرر کی ہے تو تمہارے اسلاف حکیم نورالدین وغیرہ نے دعویٰ نبوت مرزا یا الہام مرزا پر ۲۳ سال گذرنے سے پہلے آمنا کہہ کر خدائی پیمانہ کی خلاف ورزی کیوں کی۔ کیوں نہ ۲۳ سال تک انتظار کیا۔ ایسے لوگ مومن مستحق نجات کس طرح ہوئے۔ غور کرو مکرر سہ کرر غور کرو کہ تمہارا مطاع اور امام تو کہتا کہ :

... ہاں اس بات کا واقعی طور پر ثبوت موجود ہے کہ اس شخص نے ...۲۳ برس کی مدت حاصل کر لی ہے۔ (قادیانی اربعین نمبر۳ ص ۲۶۔۲۷)

بھائیو! تحریر بالا سے صاف عیاں ہے کہ ۲۳ برس تک انتظار کرنا ضروری ہے پس تمام صحابہ کرام جو آنحضرت ﷺ پر ایمان لائے وہ سب کے سب حسب تحریر مرزا قادیانی، خدا تعالیٰ کے نافرمان تھے (نعوذ باللہ) اسی طرح وہ سب مرزائی جنھوں نے مرزا صاحب قادیانی کے دعویٰ کے ابتدائی دنوں سے ۲۳ برس تک ان کو مانا وہ حسب اصول مرزا قرآن وتورات وانجیل کے متفقہ حکم کی خلاف ورزی کرنے کے سبب قطعی نافرمان مستوجب سزا ومصداق آیت و من لم یحکم بما انزل اللہ فاولئك هم الكافرون، فاسقون، ظالمون تھے۔

مرزا صاحب کا چوتھا مغالطہ

مرزا صاحب نے اس آیت سے استدلال کرتے ہوئے بہت سے مغالطے دیئے ہیں اور عجیب وغریب دورنگی سے کام لیا ہے منجملہ ان کے کئی ایک ظاہر کئے گئے ہیں۔اب ان ایک اور چالا کی ملاحظہ ہو

مفتری کیلئے مرزا قادیانی ہلاکت کا زمانہ بتاتے ہیں۔آپ نے کئی ایک میعادیں بتلائی ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ جوں جوں آپ کے دعوی الہام کے بعد عمر گذرتی گئی میعاد کو بڑھاتے گئے۔قارئین کرام سنتے جائیں ۔مرزا شہادۃ الملہمین کے صفحہ ۳۵ پر لکھتے ہیں:

دیکھو خدا تعالی قرآن کریم میں صاف فرماتا ہے کہ جو میرے پر افتراء کرے اس سے بڑھ کر کوئی ظالم نہیں۔اور میں جلد کو پکڑتا ہوں اور اس کو مہلت نہیں دیتا۔لیکن اس عاجز کے دعوی مجدد اور مثیل مسیح ہونے پر اب بفضلہ تعالی گیارھواں برس جاتا ہے۔کیا یہ نشان نہیں۔اگر خدا تعالی کی طرف سے یہ کاروبار نہ ہوتا روکیونکر عشرہ کاملہ تک..ٹھہر سکتا۔

اس عبارت سے معلوم ہوا کہ ایک تو مفتری جلد ہلاک ہوجاتا ہے،اور اس کو مہلت نہیں ملتی

(لہذا ۲۳۱سال میعاد والا ڈھکوسلہ مرزائی ایجاد ثابت ہوا)۔

دوم یہ کہ زمانہ امتحان صادقین ۱۱سال ہے، چنانچہ مرزا صاحب کو اتنی مہلت ملنی ان کے صادق ہونے کی دلیل ہے بہت خوب۔یہ کتاب شہادۃ الملمین جون ۱۸۹۲ء کی تالیف ہے اس کے قریباً آٹھ ماہ آئینہ کمالات اسلام مطبوعہ فروری ۱۸۹۳ء میں لکھا ہے کہ:

یقیناً سمجھو کہ اگر یہ کام انسان کا ہوتا تو...اس عمر تک ہرگز نہ پہنچتا جو بارہ برس کی مدت ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام ۔ص۵۴)۔

معلوم ہوا کہ مدعی الہام کو بارہ برس کی مہلت ملنا اس کے صادق ہونے کی دلیل ہے اگرچہ اس جگہ مرزا صاحب کا اپنے دعوی الہام پر بارہ لکھنا بدیں وجہ غلط ہے کہ جون ۱۸۹۲ء میں آپ نے ۱۱برس لکھے ہیں اور جون ۱۸۹۲ء سے فروری ۱۸۹۳ء تک آٹھ ماہ ہوتے ہیں بایں حساب آئینہ کمالات کی تحریر کے وقت باقوال مرزا گیارہ سال آٹھ ماہ ہوتے ہیں جن کو مرزا نے بارہ برس لکھا ہے تاہم اس کذب کو معمولی حسابی غلطی کہہ کر نظر

انداز کرتے ہیں آگے چلئے

تحریر منقولہ بالا میں مرزا صاحب کا کاذب ہونا اس طرح بھی ثابت ہوتا ہے کہ آئینہ کمالات اسلام میں جو فروری ۱۸۹۳ء کی تالیف ہے مرزا صاحب نے اپنے دعوی الہام پر، بارہ برس، لکھے ہیں مگر اس کے ایک سال نو ماہ بعد بھی یہی بارہ برس بتائے ہیں۔ ملاحظہ ہو مرزا صاحب انوار الاسلام مطبوعہ ۵ دسمبر ۱۸۹۴ء پر رقم طراز ہیں:

کیا کبھی خدا نے کسی جھوٹے کو ایسی لمبی مہلت دی ہے کہ وہ بارہ برس سے برابر الہام اور مکالمہ الہیہ کا دعوی کر کے دن رات خدا تعالی پر افتراء کرتا ہو اور خدا تعالی اس کو نہ پکڑے بھلا کوئی نظیر ہے تو بیان کریں۔ (ص ۵۰)۔

ناظرین با تمکین! دیکھئے اس جگہ بھی وہی بارہ برس بتائے ہیں جو اس سے پونے دو سال پہلے بتائے تھے اس کے متعلق سوائے اس کے کہ حافظہ نہ باشد کہا جائے اور کیا کہا جائے گا۔ آگے چلئے

انوار الاسلام مطبوعہ دسمبر ۱۸۹۴ء (دیکھو اس کا ص ۱۱) میں بارہ برس کی مہلت کو اپنے لئے صداقت کی دلیل لکھا ہے مگر اس کے صرف پانچ ماہ بعد رسالہ ضیاء الحق مرقومہ مئی ۱۸۹۵ء (دیکھو اس کا حاشیہ ص ۴۴) پر لکھا ہے کہ:

خدا تعالی نے آج سے سولہ برس پہلے الہام مندرجہ براہین احمدیہ میں اس عاجز کا نام عیسی رکھا کیا انسان اتنا لمبا منصوبہ کر سکتا ہے کہ جو افترا سولہ برس کے بعد کرنا تھا اس کی تمہید اتنی مدت پہلے جما دی اور خدا نے بھی (اس کو) اس قدر لمبی مہلت دے دی کہ جسکی دنیا میں... نظیر نہیں پائی جاتی۔ (حاشیہ ص ۴۴)

برادران! غور فرمائیے دسمبر ۱۸۹۵ء میں تو اپنے ملہم ہونے کی مدت بارہ برس لکھی اور اس جگہ اس کے پانچ ہی ماہ بعد سولہ برس لکھ ماری۔ بتلائیے ایسے متخالف الاقوال شخص کو کون دانا ملہم یا مسیح موعود سمجھے گا۔ آہ! دورنگی سہ رنگی ملاحظہ ہو کہ کس آن بان سے لکھا ہے:

کیا کوئی انسان اتنا لمبا منصوبہ کر سکتا ہے کہ جو افتراء سولہ برس کے بعد کرنا تھا اس کی تمہید اتنی مدت پہلے جما دی۔

اے جناب! اس میں کون سا استبعاد ہے؟ کیا انسان سے ایسا ہونا ناممکن ہے؟ بتلائیے ایسا ہو سکنے میں کون سی

بات انسانی طاقت سے باہر ہے؟

یہ فقرہ، جو افتراء سولہ برس کے بعد کرنا تھا، بھی جھوٹ ہے۔ براہین احمدیہ جس کا حوالہ مرزا جی نے دیا ہے ۱۸۸۰ء و ۱۸۸۲ء کی تالیف ہے۔ (دیکھو نزول المسیح ص ۱۲۰)۔ اور ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں مرزا صاحب نے فتح الاسلام و ازالہ اوہام میں دعوی مسیحیت کیا۔ یعنی براہین احمدیہ سے قریباً دس یا بارہ سال بعد۔ لہذا مرزا جی کا سولہ برس لکھنا صریح دھوکہ بدیہی مغالطہ ہے۔ بہر حال تحریر منقولہ بالا مندرجہ ضیاء الحق صفحہ ۴۴ سے معلوم ہوا کہ مرزا صاحب نے ۱۶ سالہ مہلت کو اپنے لئے بطور صداقت پیش کیا ہے۔ آگے ملاحظہ ہو۔ ضیاء الحق کے قریباً ڈیڑھ سال بعد انجام آتھم طبع ۱۸۹۷ء کے صفحہ ۴۹، ۵۰، ۶۳ پر لکھا ہے:

میرے دعوی الہام پر قریباً بیس برس گذر گئے (۴۹)۔

کیا یہی خدا کی عادت ہے کہ ایسے کذاب مفتری کو جلد نہ پکڑے (ہاں) یہاں تک کہ... بیس برس سے زیادہ عرصہ گذر جائے۔ (۵۰)

کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ ایسا کذاب (مرزا اپنی طرف اشارہ کرتے ہیں) اور دجال اور مفتری جو برابر بیس برس کے عرصہ سے خدا پر جھوٹ باندھ رہا ہے ، اب تک کسی ذلت کی مار سے ہلاک نہ ہوا (ص ۶۳۔ انجام آتھم) (محبوب عالم گوجرانوالیہ ۲۵ سال سے مدعی رسالت موجود ہے)

منقولا بالا حوالہ جات میں پہلی عبارت کے اندر قریباً بیس برس، دوسری میں اس سے زیادہ۔ تیسری میں صرف بیس برس۔ کیا یہ بات تعجب میں نہیں ڈالتی کہ جو شخص اپنے کلام کو وحی الہی کہتا ہو و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی (ص ۲۴۔ اشہار انعامی ۵۰۰۔) اس کے کلام میں ایسا تضاد ہو۔ اور اس کے استدلال کی یہ حالت ہو کہ مئی ۱۸۹۵ء میں تو اپنے دعوے پر سولہ سال لکھے مگر ڈیڑھ ہی سال بعد بیس لکھ دے۔ کیا سولہ جمع ڈیڑھ بیس ہوتے ہیں۔ ہاں ہاں وہ شخص جو دسمبر ۱۸۹۴ء کو اپنی تالیف انوار الاسلام میں اپنے دعوی الہام پر بارہ سال بتائے اور اس کے قریباً تین سال بعد، بیس برس سے زیادہ، ظاہر کرے اس کی عیاری چالا کی دھوکہ بازی پر کیا تعجب نہیں ہونا چاہیے؟ البتہ اگر یہ جواب دیا جائے کہ، چونکہ مرزا صاحب روحانی مسیح تھے اس لئے ان کا حساب بھی روحانی تھا، تو البتہ ہمارا تعجب بے جا ہوگا۔

الحاصل تحریرات مندرجہ انجام آتھم میں مسیح قادیانی نے قریباً بیس، بیس برس سے زیادہ، برابر بیس برس، مہلت پانا اپنی سچائی کی دلیل بتایا ہے۔اب مرزا صاحب کی بے نظیر چالا کی ملاحظہ ہو کہ اسی ۱۸۹۷ء میں (جس میں بیس برس لکھے ہیں) آپ نے دوسری کتاب سراج منیر مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں اپنے دعوی الہام پر ۲۵ برس لکھے ہیں ملاحظہ ہو ان کی تحریر ذیل:

کیا کسی کو یاد ہے کہ کاذب اور مفتری کو افتراؤں کے دن سے ۲۵ برس تک کی مہلت دی گئی ہو جیسا کہ اس بندہ کو (ص۲)

مرزائی دوستو! اور مرزا صاحب کی مسیحائی کے بھروسہ پر ایمان کو ہلاک کرنے والو! کیا کہتے ہو؟ واللہ مجھے تمہاری قابل رحم حالت پر افسوس ہوتا ہے کہ تم باوجود لکھے پڑھے ہونے کے مرزا جی کی بھول بھلیاں میں پھنسے ہوئے ہو۔تثلیث کے مسئلہ کو تو گلا پھاڑ پھاڑ کر نتھنے پھلا پھلا کر اعتراض کیا کرتے ہو کہ:

یہ کیا بات ہوئی کہ ایک میں تین اور تین میں ایک۔

مگر خدارا اپنی بھی تو کہو کہ :

یہ کیا الجھن ہے کہ اسی ۱۸۹۷ء میں بیس برس اور اسی میں پچیس برس۔

اسے بھی نظر انداز کیجئے کیونکہ جہاں ایک طرف مرزا صاحب اپنے دعاوی میں دن بدن ترقی کر رہے تھے۔وہاں اگر زمانہ ابتداء الہام کی تاریخ بھی بڑھا دی تو کوئی بڑی بات نہیں۔زیادہ تعجب خیز تو یہ امر ہے کہ اس کے قریباً تین سال بعد بجائے ۲۵ جمع ۳؛ کل ۲۸ کے صرف چوبیس سال ہی لکھتے ہیں ملاحظہ ہو:

کیا کسی ایسے مفتری کا نام بطور نظیر پیش کر سکتے ہو جس کو افترا اور دعوی وحی اللہ کے بعد میری طرح ایک زمانہ دراز تک مہلت دی گئی ہو (ہاں اس زمانہ میں محبوب عالم گجرانوالیہ موجود ہے) یعنی قریباً ۲۴ برس گذر گئے (اشتہار مطبوعہ مئی ۱۹۰۰ء معیار الاخیار مندرجہ تبلیغ رسالت ج۹ ص۲۰)

مرزائی دوستو! کیا پڑھتے ہو۔سنو تمہارے نبی کی یہ کتنی بڑی کرامت (دجالیت) ہے کہ ۱۸۹۷ء میں تو ان کے دعوے پر بقول ان کے ۲۵ سال گذرے تھے مگر اس کے تین سال بعد ۱۹۰۰ء میں قریباً چوبیس سال رہ گئے تھے کیا عجیب چیستان ہے

اس سے بھی بڑھ کر گورکھ دھندا ملاحظہ ہو کہ اسی ۱۹۰۰ء میں دوسری جگہ مرزا صاحب قریباً تیس برس بھی کہہ گئے ہیں ملاحظہ ہو ان کی عبارت ذیل:

یہ دعوی من جانب اللہ ہونے اور مکالمات الہیہ کا قریباً تیس برس سے ہے

(قادیانی اربعین نمبر۳ ص ۷۔۹۔ مطبوعہ ۱۹۰۰ء)

دھوکے پر دھوکہ۔ اور ملاحظہ ہو کہ ۱۹۰۰ء میں منقولہ بالا تحریر میں اپنے دعوی پر تیس برس بتائے ہیں مگر اس کے تین سال بعد تینتیس ہونے کے تیئس برس کے لگ بھگ رہ جاتے ہیں جیسا کہ لکھا ہے:

خدا تعالی کی تمام کتابیں اس بات پر گواہ ہیں کہ مفتری کو خدا جلد پکڑتا ہے اور نہایت ذلت سے ہلاک کرتا ہے مگر تم دیکھتے ہو کہ میرا دعوی منجانب اللہ ہونے کا ۲۳ برس سے بھی زیادہ ہے

(تذکرۃ الشہادتین۔ ص ۶۳۔ تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء کے ضمیمہ صفحہ ۲ پر بھی ۲۳ سال لکھے ہیں)

حاصل ان سب تحریرات کا یہ ہے کہ مرزا صاحب نے آیت لو تقول علینا . . .سے استدلال کرتے ہوئے کہیں تو مفتری کی سزا طبعی موت قرار دی ہے اور کہیں موت بالقتل۔ اسی طرح اگر ایک طرف اس آیت کا ہر مفتری کے متعلق ہونا لکھا ہے تو دوسری طرف خاص مدعی نبوت کے لئے کہا ہے۔ پھر کہیں مفتری کی سزا دست بدست اور جلدی بلا مہلت بتائی ہے اور دوسری طرف اس کے خلاف ۲۳ سال انتظار برائے امتحان ضروری کہا ہے۔ ایسا ہی اگر ایک جگہ ۱۱ سال مہلت ملنی معیار صداقت بتائی ہے تو دوسری طرف ۱۳ سال۔ تیسری طرف ۱۶ سال لکھی تو چوتھی جگہ بیس سال۔ پھر کہیں ۲۳ سال کہیں ۲۴ سال کہیں ۲۵ سال اور کہیں ۳۰ سال۔ اس کی وجہ ہم بتا آئے ہیں کہ ابتداء افتراء سے جیسے جیسے ان کی عمر بڑھتی گئی مدت معیار صداقت بڑھاتے گئے جس میں اکثر جگہ کذب گوئی بھی کی۔

اس دلیل میں مرزا صاحب نے جو عیارانہ چالیں اور مغالطہ آمیز پیرائے اختیار کر کے لوگوں کو دھوکے دیئے ہیں ان سب کے اظہار اور ہر طور پر اس دلیل کے مرزا صاحب کے حق میں نہ ہونے کا ثبوت دینے کے بعد ہم اس مضمون کو ختم کرتے ہیں اور مرزا صاحب کی بقایا دلائل کی تردید کے لئے حق تعالی سے توفیق مانگتے ہیں۔

و به نستعين عليه توكلت و اليه انيب و هو حسبی و نعم النصير ۔ محمد عبداللہ معمار

مرقع قادیانی

خاص نمبر۔جلد۳ نمبر۱۰

بابت جنوری ۱۹۳۲ء

خلیفہ قادیان کی طرف سے تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار

معارف نمائی کا ولولہ

مرزا غلام احمد نے اپنی صداقت کے دلائل تین طرح سے پیش کئے تھے

۱۔قرآن وحدیث سے۔

۲۔اپنی پیش گوئیوں سے

۳۔اپنی تفسیر نویسی سے۔

چنانچہ ۱۹۰۰ء میں انہوں نے علمائے اسلام کو عموماً اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ کو خصوصاً بالمقابل تفسیر نویسی کی دعوت دی تھی جس پر پیر صاحب موصوف لاہور پہنچ گئے مگر مرزا غلام احمد صاحب نہ آئے۔عذر کیا پیر مہر علی صاحب کے ساتھ سرحدی مرید بہت سے آئے ہیں اور میرے مرید تو لاہور میں کل ۱۵ ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے بعد لازم تھا کہ ان کے جانشین خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی وہی طریق اختیار کریں جو بانی مذہب نے کیا تھا۔ چنانچہ انہوں نے مقابلہ کے لئے ہندوستان کی بڑی مذہبی درس گاہ کے اساتذہ کو مخاطب کیا۔ یعنی علمائے دیوبند کو چیلنج دیا کہ میرے مقابل قرآنی معارف بتاؤ۔

علماء موصوفین نے تو اس طرف توجہ نہ فرمائی خاکسار (ثناء اللہ) نے غیرت کی، کہ میرے ہوتے ہوئے قادیان سے کسی دوسرے کو کیوں للکارا جائے۔ کیوں؟

شرکت غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو رہے یا شب فرقت میری

قرآنی معارف نمائی کے متعلق خلیفہ قادیان کی طرف سے علمائے دیوبند کا چیلنج منظور

قابل غور علمائے اسلام

گذشتہ جلسہ اسلامیہ قادیان میں کسی دیوبندی عالم نے مرزا صاحب قادیانی کے ذکر میں کہا تھا کہ ہم کو معلوم نہیں کہ وہ معارف قرآنیہ کیا ہیں جو مرزا صاحب نے قرآن مجید سے استنباط کئے ہیں۔

اس کے جواب میں خلیفہ قادیان کا ایک مضمون اخبار الفضل مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء میں نکلا ہے جس کی سرخی ہے : علماء دیوبند کا چیلنج منظور

جس میں بجائے چیلنج منظور کرنے کے علماء دیوبند کو دو طرح سے چیلنج دیا ہے۔ پہلے ہم دیوبندی چیلنج کے الفاظ خود قادیانی اخبار سے نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کی منظوری دکھاویں گے تا کہ معلوم ہو سکے کہ وہ منظوری ہے یا جدید چیلنج۔ اخبار الفضل مورخہ مذکور خلیفہ قادیانی کی تقریر یوں لکھتا ہے:

مرزا صاحب کے معارف قرآنیہ نئے علم کلام جدید لاثانی دلائل نئے انوکھے دلائل اچھوتے مسائل

کی دھوم تھی ،غل تھا مگر جب پوچھا گیا کہ وہ معارف کیا ہیں تو جواب ندارد۔کم سے کم کس قدر معارف قرآنیہ ہونے چاہییں کتنے دلائل اور علوم مختصہ ہوں جن سے انسان مسیح موعود مہدی مسعود ہوسکے۔تم (احمدی) ان کی صرف فہرست بنادوتو پھر خدا چاہے ہم (دیوبندی) بتادیں گے کہ یہ معارف بالکل مسروقہ ہیں (الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء)

الجواب ۔ناظرین ! اس دیوبندی چیلنج کا مطلب صاف ہے کہ چیلنج دہندہ مرزا صاحب کے معارف قرآنیہ سننا چاہتا ہے۔ سننے کے بعد وہ مسروقہ ہونا دکھانے کا وعدہ کرتا ہے۔اس میں کیا شک ہے کہ اس مضمون کے چیلنج کا جواب یہ ہونا چاہیے تھا کہ، ہاں ہم بتاتے ہیں کہ فلاں فلاں نکتہ سنجی مرزا صاحب نے کی ہے جو پہلے کسی نے نہیں کی۔ اگر قادیانی جماعت کو یہ معارف مرزا نہ ملتے اور ہم سے اس بارے میں مدد مانگتے تو ہم ان کو بتاتے کہ فلاں فلاں نکتہ مرزا صاحب نے ایجاد کیا ہے جو پہلے کسی نے نہیں کیا (باوجود نہ پوچھنے کے آگے چل کر چند نکتے جو دراصل نقطے ہوں گے ہم بتادیں گے)

بہرحال خلیفہ قادیان نے اس چیلنج کو جن لفظوں میں منظور کیا وہ یہ ہیں:

دیوبندیوں کا چیلنج منظور:

اگر وہ (دیوبندی) لوگ اپنی اس بات پر مضبوط اور قائم ہیں اور اس کو صداقت کا معیار قرار دینے کے لئے تیار ہیں تو اس بات کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں سے وہ حقائق اور معارف پیش کروں جو ان مولوی صاحبان نے کبھی بیان نہیں کئے اور نہ پہلی کتابوں میں قرآن کریم سے اخذ کرکے بیان کئے گئے ہیں۔ کہہ دینے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ مرزا صاحب نے کوئی معارف بیان نہیں کئے اور جو کئے ہیں وہ سرقہ ہیں پچھلی کتابوں میں موجود ہیں۔لیکن اگر اس بات پر ثابت قدم رہیں اور اس کو سچائی کا معیار سمجھیں تو اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے ایسے قرآنی حقائق اور معارف پیش کروں جو ان مولوی صاحبان نے کبھی بیان نہیں کئے اور نہ حضرت مسیح موعود سے پہلے کسی نے لکھے ہیں۔

(الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء)

الجواب۔ یہاں تک تو ٹھیک کہا مگر اس سے آگے دیو بندیوں کا روئے سخن پھیرنے کو جھٹ سے لکھ مارا کہ:

دیو بندیوں کو چیلنج:

مگر مولوی صاحبان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بھی اس بات کے قائل ہیں کہ قرآن کریم میں وہ معارف ہیں جو پہلی کتب میں نہیں ہیں پس مرزا صاحب کے دعوی کے پرکھنے سے پہلے ہمیں جدت و کثرت کا معیار قائم کر لینا چاہیے اور اسکا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی پھر میں انکے مقابلہ پر کم سے کم دو گنے معارف قرآنیہ بیان کرونگا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھتے پہلے مفسرین مصنفین نے بھی نہیں لکھے اگر میں کم سے کم دو گنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بیشک مولوی صاحبان اعتراض کریں

طریق فیصلہ یہ ہوگا کہ مولوی صاحبان معارف قرآنیہ کی ایک کتاب ایک سال تک لکھ کر شائع کریں اور اس کے بعد میں اس پر جرح کرونگا جس کے لئے مجھے چھ ماہ کی مدت ملے گی۔ اس مدت میں جس قدر باتیں ان کی میرے نزدیک پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں ان کو میں پیش کرونگا۔ اگر ثالث فیصلہ دیں کہ وہ باتیں واقع میں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں تو اس حصہ کو کاٹ کر صرف وہ حصہ ان کی کتاب کا تسلیم کیا جائے گا جس میں ایسے معارف قرآنیہ ہوں جو پہلی کتب میں نہیں پائے جاتے۔ اس کے بعد میں چھ ماہ کے عرصہ میں ایسے معارف معارف قرآنیہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی کتب سے یا آپ کے مقرر کردہ اصول کی بنا پر لکھوں گا جو پہلے کسی مصنف اسلامی نے نہیں لکھے اور مولوی صاحبان کو چھ ماہ کی مدت دی جائے گی کہ وہ اس پر جرح کرلیں اور جس قدر حصہ ان کی جرح کا منصف تسلیم کریں اس کو کاٹ کر باقی کتاب کا مقابلہ ان کی کتاب سے کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ آیا میرے بیان کردہ معارف قرآنیہ جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کی تحریرات سے کئے گئے ہوں گے اور جو پہلی کسی کتاب میں نہ ہوں گے ان علماء کے ان معارف قرآنیہ سے کم از کم دو گنے ہیں یا

نہیں، جوانہوں نے قرآن کریم سے ماخوذ کیئے ہوں اور وہ پہلی کسی کتاب کی روشنی میں اس کی تشریح بیان کرونگا اور کم سے کم چند ایسے معارف بیان کروں گا جو اس سے پہلے کسی مفسر یا مصنف نے نہ لکھے ہوں گے۔اور پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے قرآن کریم کی کیا خدمت کی ہے اور مولوی صاحبان کو قرآن کریم اور اس کے نازل کرنے والے سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے

۔ خاکسار مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان

الجواب ۔عرصہ ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی نے پیر مہر علی صاحب گولڑوی کے ذیل میں خاکسار کو بھی بالمقابل تفسیر نویسی کی دعوت دی تھی جو اس زمانہ میں منظور کر کے پیر صاحب مع جماعت علماء تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ گئے مگر مرزا غلام احمد صاحب تشریف نہ لائے جس پر پیر صاحب کے مرید (سلطان محمود) نے ایک منظوم اشتہار لکھا جس میں مرزا صاحب کو مخاطب کر کے ایک شعر یہ بھی لکھا

بنایا آڑ کیوں جورو کا چرخہ ۔نکل دیکھیں تری تفسیر دانی

اس زمانہ میں بھی خاکسار نے مرزا صاحب کی دعوت قبول کی تھی ۔اب تو مطلع بالکل ہی صاف ہے۔گو ہماری ہتک ہے کہ ہم ایسے شخص کے سامنے بیٹھیں جو نہ علوم ظاہریہ کے عالم ہیں ،نہ کسی باطنی درجہ کے مدعی ہیں، تاہم چونکہ مثل سابقہ فیصلوں کے اس مرتبہ بھی ہم کو فیصلہ کرنا منظور ہے لہذا ہم اس چیلنج کی منظوری دیتے ہیں کہ بلاتکلف ہم کو یہ صورت منظور ہے۔پس آپ اسی میدان میں تشریف لے آیئے جس میں مرزا غلام احمد صاحب نے امرت سر میں مباہلہ کیا تھا۔میں آپ کی طرف سے تقرر تاریخ اور جواب باصواب کا منتظر ہوں ۔پس سنیئے

ہم وہ نہیں کہ دور سے دعوی کیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو ہے یہ قول کہ آئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

میں ہوں مرزا صاحب قادیانی کا پرانا باوفا: ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری

(اس کا جواب الفضل قادیان ۲ ستمبر ۱۹۲۵ء میں نکلا اس کا جواب الجواب اہل حدیث سے درج ذیل ہے)

قادیان سے تفسیر نویسی کی دعوت
اور ہماری قبولیت پر راہ فرار

اہل حدیث (امرتسر) مورخہ ۲۱۔ اگست ۱۹۲۵ء میں ناظرین نے ایک مضمون دیکھا ہوگا کہ خلیفہ قادیان نے علماء دیوبند کو بالمقابل تفسیر نویسی کی دعوت دی تھی پھر یہ دعوت تمام غیر احمدی علماء کو شامل کر دی تھی جس پر میں نے اس دعوت کی قبولیت کا اظہار کیا تھا اور بلا شرط لکھ دیا تھا کہ امرت سر میں جہاں مرزا غلام احمد صاحب نے مباہلہ کیا، تفسیر نویسی اور معارف نمائی کا مقابلہ کرلو۔

اس کے جواب میں خلیفہ صاحب تو جیسا گمان تھا اپنے باپ کی سنت کے ماتحت خاموش ہو گئے، اڈیٹر الفضل قادیان نے چند فقرے لکھے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بادل نخواستہ لکھے گئے ہیں۔ پہلے تو علماء دیوبند کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کو اپنا وکیل بنائیں۔ مولوی ثناء اللہ کو بھی چاہیے کہ علماء دیوبند کی طرف سے، جو ہمارے اصل مخاطب ہیں وکالت نامہ حاصل کرنے کی پوری کوشش کریں۔ اس لئے میں اس کے جواب میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ چونکہ تعلیمی حیثیت سے میں بھی دیوبندی ہوں، اس لئے مجھے کسی کے وکیل بنانے کی ضرورت ہے، نہ وکیل بننے کی حاجت۔ بلکہ یہ شعر میرے حق میں ہے

میانجی نی ءشاہ اازادہء فریسندی ءنے فرستادہء

دوسری بات الفضل نے میرے حق میں لکھی ہے (لکھا ہے؟): مولوی ثناء اللہ صاحب.... پیش ہونا چاہیں تو دیوبندیوں سے وکالت نامہ حاصل کریں۔ وغیرہ۔ الفضل ۱۲۷ کتوبر ۱۹۲۵ء

ناظرین کیا اب بھی کسی کو شک ہے کہ:

خودسوئے ما ندیدو حیارا بہانہ ساخت

پھر کس آن بان سے کہتے ہیں کہ:

آپ کو قادیان میں آکر تفسیر نویسی کا مقابلہ کرنا ہوگا کیونکہ اگر ہم (خلیفہ) کسی دوسری جگہ جائیں گے تو

جماعت احمدیہ کے لوگ شرف ملاقات حاصل کرنے کو آجاتے ہیں اس میں جماعت کا بہت خرچ ہوتا ہے یہ ٹھیک نہیں،

الجواب۔ ناظرین ان حجتوں کو دیکھئے۔ انگلستان فرانس کی سیر کو جی چاہے تو فنڈ کا ۸۰ ہزار روپیہ خرچ دیں۔ تفسیر نویسی اور کمالات مرزا دکھانے کی دعوت دیں جس کو ہم قبول کریں تو جماعت زائرین کے خرچ کی فکر ہو۔ ماشاء اللہ نکتہ فرار خوب سوجھا۔ دراصل آپ ایسا کہنے میں اپنے بڑے حضرت کے پورے متبع ہیں۔ انہوں نے بھی پیر مہر علی صاحب گولڑہ کو دعوت مقابلہ دی تھی جب وہ لاہور آ گئے تو بڑے حضرت (مرزا غلام احمد) نے اعلان کر دیا کہ میں لاہور میں کیسے جاؤں میرے مرید تو لاہور میں کل ۱۵ ہیں۔ اور پیر صاحب کے ساتھ سرحدی لوگ بکثرت آئے ہیں وہ مجھے مار ڈالیں گے۔ سچ ہے: خوئے بدرا بہانہ بسیار

آخری فیصلہ۔ سنو جی! ہم زیادہ باتیں نہیں چاہتے، اس لئے آخری اعلان کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ناظرین پبلک کو حقیقت معلوم ہوگئی ہے۔ اب اصل بات سنو

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں (بٹالہ امرتسر ۲۴ میل بجانب شمال مشرق ہے اور قادیان سے ۱۱ میل بجانب غرب) جہاں آٹھ بجے صبح سے بارہ بجے تک مجلس ہوگی جس میں میں اور آپ (خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد) تفسیر القرآن لکھیں گے اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہوگا۔ آپ کو اختیار ہوگا ایک رکوع لیجئے، دو لیجئے، تین لیجئے۔ مریدوں کے خرچ کا اندیشہ ہے تو ان کو منع کر دیجئے کہ وہ ہرگز آپ کو ایسے امتحان میں دیکھنے نہ آئیں۔ ہاں میں ہمدردانہ بات آپ کو سمجھا دوں کہ اس مقابلہ کے لئے آنے سے پہلے اپنے رکن اعظم مولوی سرور شاہ سے ضرور مشورہ کر لیں کیونکہ:

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اس کے بعد عرصہ تک خاموشی رہی۔ مدت مدید کے بعد ۷ مارچ ۱۹۳۰ء کے الفضل میں ایک بے حقیقت سا نوٹ نکلا۔ پھر ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء میں نکلا۔ پھر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء کے الفضل میں کسی غیر ذمہ دار کا ایک

نوٹ نکلا۔ اب سب کے جواب میں اہل حدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء اور ۷۔۱۴ جون ۱۹۳۰ء میں جواب الجواب نکلا۔ پھر ادھر سے خاموشی رہی۔ یہاں تک کہ ۱۳ فروری ۱۹۳۱ء کے اہل حدیث امرتسر میں یہ سارا ماجرا درج کیا گیا جو درج ذیل ہے

قادیانی تفسیر نویسی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

...قادیانی اخبار الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء میں علماء دیوبند کو بالمقابل تفسیر نویسی کا (مرزا محمود احمد نے) نوٹس دیا۔ ..اس کے جواب میں ہم نے لکھا :

ہم بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے تیار ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اگست ۱۹۲۵ء)

الفضل قادیان اس کے جواب میں بولا کہ: ہمارا خطاب دیوبندیوں کو ہے مولوی ثناء اللہ کیوں دخل دیتا ہے۔ پہلے دیوبندیوں سے وکالت نامہ حاصل کرے اگر وہ مخاطب بنتا ہے تو قادیان میں آ کر تفسیر لکھے۔

(الفضل قادیان۔ ۱۰ ستمبر ۱۹۲۵ء)

اس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر میں لکھا :

تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں۔ ہمیں وکالت نامہ کی حاجت نہیں

اس کے بعد اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء میں فیصلہ کن جواب دیا جو یہ ہے:

سنو جی! ہم زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتے اس لئے آخری اعلان کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ناظرین پبلک کو حقیقت معلوم ہوگئی ہے۔ اب اصل بات سنو۔

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی مسجد میں آ جائیں (بٹالہ امرتسر سے بجانب شمال مشرق ۲۴ میل ہے اور قادیان سے ۱۱ میل بجانب غرب) جہاں آٹھ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک مجلس ہوگی جس میں میں اور آپ (خلیفہ قادیان) تفسیر القرآن لکھیں گے اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہوگا۔

آپ کو اختیار ہو گا ایک رکوع لیجئے، دو لیجئے، تین لیجئے۔

مریدوں کے خرچ کا اندیشہ ہے تو ان کو منع کر دیجئے کہ وہ ہرگز آپ کو ایسے امتحان میں دیکھنے نہ آئیں۔ ہاں میں ہمدردانہ بات آپ کو سمجھا دوں کہ اس مقابلہ کے لئے آنے سے پہلے اپنے رکن اعظم مولوی سرور شاہ صاحب سے ضرور مشورہ کر لیں۔

اس کے جواب میں الفضل نے لکھا: مولوی ثناء اللہ جو ہمارے چیلنج کے مخاطب نہ تھے اس بحث میں آن کو دے۔ ہم سے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ دیوبندیوں سے قائم مقامی کی سند لیں جو ہمارے اصل مخاطب ہیں مگر افسوس کہ اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

اصل بات کا جواب یوں دیا: ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم ہو گا۔

بے شک یہ طریق مقابلہ اس وقت درست ہو سکتا تھا جب یہ دیکھنا ہوتا کہ زید عربی زیادہ پڑھا ہوا ہے یا بکر۔ لیکن ہر عقل مند انسان جو ہمارے پہلے مضامین پڑھ چکا ہے اور دیوبندیوں کے اشتہار دیکھ چکا ہے، وہ سمجھ سکتا ہے کہ مقابلہ اس امر میں نہیں ہے کہ حضرت خلیفہ عربی جانتے ہیں یا نہیں۔ یا غیر احمدی مولوی عربی جانتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ فیصلہ اس امر کا کرنا ہے کہ اللہ تعالی غیر احمدی مولویوں پر ایسے علوم ظاہر کرتا ہے جو پہلی کتب میں نہیں، یا حضرت مسیح موعود کے اوپر اس نے ایسے علوم ظاہر کئے ہیں اور جن کے ذریعہ آپ کی جماعت میں بھی رہ طاقت ہے کہ قرآن کریم کے نئے علوم اور معارف ظاہر کر سکے، اس فیصلہ کے لئے بے ترجمہ قرآن کے کیا معنی؟ اور دوسری کتاب کے نہ ہونے کا کیا مطلب؟ (الفضل قادیان۔ ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)

یعنی مرزا غلام احمد نے پیر گولڑہ کے سامنے عربی کی شرط لگائی اور بے یارو مددگار تلاشی دے کر بے کتاب عربی تفسیر لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر ان کے جانشین عربی دانی کو شرط نہیں مانتے، اور قادیان چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر نہیں آتے یوں یہ باب بند ہوا۔

پھر ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء کو ایک آواز آئی: حضرت امام جماعت احمدیہ (مرزا محمود احمد)...کو اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور بارہا اس بارے میں چیلنج دے چکے ہیں اور حال ہی میں ایک تقریر میں موجودہ زمانہ کے علماء کے ذکر میں فرمایا کہ میں نے کئی بار چیلنج دیا

ہے کہ قرعہ ڈال کر قرآن مجید کا کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو، بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کرلو، اور مجھے وہ نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابلے میں آکر تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔(الفضل ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء ص ۷)

پھر الفضل ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں مضمون نکلا: یہ کام (تفسیر نویسی) آسان نہیں ورنہ انور شاہ دیوبندی، مولوی ثناء اللہ، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر کبار کیوں صم بکم کے مصداق بن رہے ہیں۔

اس دعوت ثانیہ کی تحریک پر مولوی نور الٰہی گھر جاکھی کی ایک مرزائی دوست سے اس بارے میں مکاتبت ہوئی جس پر مجھے توجہ دلائی گئی تو میں نے ان چٹھی اہل حدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں درج کر کے نیچے لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیوبندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں پس ایک سادہ قرآن لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آکر بالمقابل تفسیر لکھئے۔

جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی، بلکہ انکار کر گئے۔ گزشتہ راصلوۃ۔ اب سہی۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں، صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا اور تفسیر کے معارف کے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ بس۔

اس کے بعد اہل حدیث ۶۔ ۲۷ جون ۱۹۳۰ء میں بھی اسی مضمون کی یاددہانی کرائی گئی۔ اس پر الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء میں ایک نوٹ نکلا: چندروز ہوئے مولوی ثناء اللہ نے حضرت خلیفہ کے مقابلہ میں تفسیر نویسی پر آمادگی کا ذکر اپنے اخبار میں کیا تھا۔ اس سلسلہ میں پرائیویٹ سکرٹری نے شملہ سے اطلاع ہے کہ پچھلے مضامین کے حوالے نکلوائے جا رہے ہیں انشاء اللہ جلد ہی مولوی صاحب کے مضمون کا جواب لکھا جائیگا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں: لکھا جائے گا، کہ فقرہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی۔ مگر اس اعلان کے بعد ایسے خاموش ہو گئے۔ ..

پھر سالانہ جلسہ قادیان میں ایک طویل تقریر کی جو ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء کے الفضل میں شائع ہوئی۔ لکھا ہے: اس سال جب میں شملہ جانے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ مولوی ثناء اللہ نے بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے۔ روانگی کے وقت وہ مضمون مجھے ملا۔ شملہ میں چونکہ اور بہت کام تھا اس لئے اس

مضمون کی طرف توجہ نہ کر سکا۔...اب میں اصل بحث کو لیتا ہوں۔ ....

مولوی ثناء اللہ نے لکھا: پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیوبندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں پس ایک سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر بالمقابل تفسیر لکھئے۔ جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر گئے۔ گزشتہ راصلوۃ۔ اب سہی ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا اور تفسیر کے معارف کے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ بس۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء)

اس تحریر سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں: اول یہ کہ مولوی ثناء اللہ نے تفسیر نویسی کے متعلق میرا وہ چیلنج منظور کر لیا تھا جو میں نے دیوبندیوں کو دیا تھا۔ دوم یہ کہ باوجود ان کے قبول کر لینے کے میری طرف سے ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر دیا

پہلی بات کہ مولوی صاحب نے چیلنج منظور کر لیا تھا خود ان کی اپنی بات سے ہی رد ہو جاتی ہے۔ وہ چیلنج منظور نہیں کرتے بلکہ ایک نیا چیلنج دیتے ہیں۔ چنانچہ باوجود یہ لکھنے کے کہ ان کی طرف سے کوئی شرط نہیں پھر شرطیں پیش کرتے ہیں (ہم نے شرطوں کی نفی کی ہے شرط نہیں لگائی۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم لے کر آ جاؤ۔ اس بیان کو شرط کہنا قادیانی دماغ والوں کا کام ہے۔ ثناء) حالانکہ شرطیں پیش کرنے کا حق چیلنج دینے والے کا ہوتا ہے چیلنج منظور کرنے والے کا نہیں ہوتا۔ چیلنج منظور کرنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ معقول نہیں غلط ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی طرف سے یہ شرطیں پیش کرتا ہوں....

مولوی صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ ان کو جواب نہ دیا گیا تھا اور ہماری طرف سے خاموشی رہی۔ یہ بھی درست نہیں۔ ان کو جواب دیا گیا تھا چنانچہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کے الفضل میں میری منظوری سے ایک مضمون شائع کیا گیا تھا...(آپ نے ہمارے انکار کہنے کا مطلب نہیں سمجھا۔ آپ نے ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو جو لکھا تھا اس کا جواب اہل حدیث ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء میں دیا گیا تھا جس کو الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء میں نقل کر کے وہ لکھا جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے، جس کا شروع،، بے شک سے ہے،۔،، اور خاتمہ: کیا مطلب،، پر ہے۔ اس عبارت سے ہر ایک دانا انکار بلکہ فرار ہی سمجھے گا۔ پس آپ کا ۲۷۔ اکتوبر کا

حوالہ دے کر انکار سے انکار کرنا غلط ہے۔ثناء اللہ امرتسری) میرا اصل چیلنج جو اس وقت دیا گیا تھا اور جواب بھی قائم ہے ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے :

غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی ۔ پھر ان کے مقابلے میں کم سے کم دگنے معارف قرآنیہ بیان کرونگا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں ۔ اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھتے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے ۔ اگر میں کم سے کم دگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں...

یہ وہ چیلنج ہے جو دیو بندی مولوی کو دیا گیا تھا جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ میں بھی دیو بند کا پڑھا ہوا ہوں ، میں اسے منظور کرتا ہوں ۔ لیکن کہتے ہیں سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا ۔ میں کہتا ہوں ترجمہ یا بے ترجمہ کا تو کوئی سوال ہی نہیں ۔ معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کی عقل میں اتنی کمی آ گئی ہے کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے میرے متعدد مضامین اور کتابیں پڑھی ہوں گی مخالفین پر میری تحریروں کا رعب بھی جانتے ہیں (آپ کے پیغامی اسے نہیں مانتے ۔ثناء اللہ) مگر خیال کرتے ہیں کہ جب میرے ہاتھ میں بے ترجمہ قرآن آیا تو بس میں ان کے مقابلہ میں رہ جاؤنگا ۔ گویا جو کچھ میری طرف سے شائع ہوتا ہے وہ مولوی صاحب لکھ کر مجھے بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اپنی طرف سے اسے شائع کر دیتا ہوں ۔

مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں ۔ اگر کوئی یہ دعوی کرے تو اس کے لئے ایسی بات پیش کر دینا جو اس کی ذاتی قابلیت کی نفی کرتی ہو اس کے دعوی کو رد کر سکتی ہے ۔ مگر جو یہ کہتا ہو کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے تائید حاصل ہوتی ہے اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی چیز پیش کرے جس میں خدا کی تائید شامل ہو...میں نے اردو میں ترجمہ کرنے کا چیلنج نہیں دیا

اب بتاتا ہوں کہ تفسیروں وغیرہ کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے

زیر بحث امر یہ تھا کہ تفسیر لکھنے والے کی تفسیر میں کچھ ایسے معارف ہوں جو پہلی کتابوں میں نہ ہوں مگر میں تفسیر و ں کا حافظ نہیں ہوں ۔ پھر ان تفسیروں کو دیکھے بغیر یہ کس طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ فلاں بات ان میں آئی ہے یا

نہیں (یہ تو ثالثوں کا کام ہے۔ ویسے بھی دنیا کی تمام تفاسیر قادیانی کتب خانے میں یا کسی بھی ایک کتب خانے میں موجود ہونے کا دعوی کیسے ہوسکتا ہے۔اور اگر تمام کتب تفاسیر جمع کرنا ہوں تو ۱۹۲۵ء کے قادیان میں ایسا کرنے میں برسوں، بلکہ عشرے لگ جائیں گے ۔ اور یہ ہے نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ ہر وقت یہ بہانہ رہے گا کہ ابھی فلاں فلاں تفسیر ہمارے پاس نہیں پہنچ سکی۔ بہاء)

اسی طرح کلید قرآن کی بھی ضرورت ہوگی کیونکہ میرا یہ دعوی نہیں کہ میں قرآن کریم کا حافظ ہوں اس لئے قرآن کی کلید کی ضرورت ہوگی۔ وہ مضمون جو میرے ذہن میں ہوتا ہے وہ دوسروں کو معلوم نہیں ہوتا مگر ساری آیت مجھے یاد نہیں ہوتی

...مولوی صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ تفسیر اور معارف کیلئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ مگر یہ صاف بات ہے اور ایسا ہی ہونا ضروری ہے ورنہ مثلاً قرآن کریم میں جو ذلك الكتاب آیا ہے، میں کتاب کے معنی کپڑا لکھوں تو ہر شخص سمجھے گا کہ یہ غلط ہے ۔ پھر اس شرط کے پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے (جن کے بڑے میاں دمشق کے معنی قادیان کر سکتے ہیں ان سے کیا تعجب کہ کتاب کے معنی کپڑے کے کر دیں۔ثناء)...میں یہ شرط اپنے چیلنج میں بڑھا دیتا ہوں کہ کوئی اردو کتاب نہ رکھنی ہوگی اور نہ ترجمہ والا قرآن ہوگا... غرض اگر انہوں نے میرا چیلنج منظور کرلیا ہے تو آئیں معارف لکھیں ان کا خرچ ہم دیں گے۔ اب میں چند کی شرط بھی نہیں رکھتا۔ تمام کے تمام نکات ایسے ہونگے جو کسی پہلی کتاب میں نہ ہوں گے۔ اور ان تفسیروں میں تو یقیناً نہ ہوں گے جو پاس رکھی جائیں گے وہ صرف اس لئے رکھی جائیں گی کہ تا معلوم ہو کہ مفسرین نے کیا لکھا ہے تا ہم ان کی لکھی ہوئی باتوں میں نہ پڑیں۔ (الفضل قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء) ۔

حضرت مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱: میاں محمود تفسیر نویسی کے وقت عربی تفسیریں اور کلید قرآن ساتھ رکھیں گے۔

۲۔اور معارف جو بتائیں گے وہ اپنے باپ کی تحریرات سے بتاوینگے (دیکھو ص ۷ اکالم ۳۔

پہلے فقرے کا جواب تو خود مرزا صاحب متوفی کی تحریر سے ملتا ہے جو بوقت تفسیر نویسی جامہ تلاشی دینے اور لینے کی شرط لگا چکے ہیں ۔

دوسرا فقرہ آپ کی اصل لیاقت کا کافی اظہار کرتا ہے۔ ایک طرف تو یہ تعلّی ہے کہ :

اللہ تعالی نے حضور (میاں محمود احمد قادیانی) کو قرآن کا ایسا علم عطا کیا ہے کہ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

کیا وہ علم یہی ہے کہ جو باوا جی نے کہا، بیٹا جی نے نقل کر دیا؟ یہ کیا بات ہوئی کہ :

میں معارف قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں۔

مختصر یہ کہ آپ سادہ قرآن لے کر میرے مقرر کردہ مقام بٹالہ میں یا اپنے والد کے مقرر کردہ مقام لاہور میں آ کر کسی محفوظ مکان میں بالمقابل عربی میں تفسیر لکھیں۔عربی میں نہ لکھ سکیں تو اردو بھی منظور کر سکتا ہوں۔کتاب کلید قرآن کی اجازت بھی دیدونگا۔بس اب زیادہ باتیں نہ کریں۔(اہل حدیث امرتسر ۱۳۔۲۰ فروری ۱۹۳۱ء ص ۱۴۔ ۱۸ مختصراً)

اس کے بعد مارچ ۱۹۳۱ء کے الفضل پھر بولا تو اس کا جواب اہل حدیث ۳، اپریل ۱۹۳۱ء میں دیا گیا جو درج ذیل ہے

وہی تفسیر نویسی کا ولولہ

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین کو یاد ہوگا کہ اہل حدیث مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۳۱ء میں قادیانی خلیفہ کی بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک بسیط مضمون لکھا گیا تھا۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: مرزا صاحب متوفی کی شروط پر تفسیر لکھی جائے۔یعنی کوئی کتاب ساتھ نہ ہو، تفسیر عربی میں ہو، تفسیر میں وہ معارف بیان کئے جائیں جو پہلے کسی نے بیان نہ کئے ہوں۔وغیرہ

خلیفہ قادیان تو خاموش رہ سکتا ہے مگر مریدین نہیں رہنے دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ:

(ہمارا محمود احمد) دنیا کے اسیروں کا رستگار بنا قوموں کا سردار کہلایا اور خاص و عام کا مرجع بن گیا۔ ہر ہاتھ جو ہمارے آقا فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف اٹھا، شل ہو گیا۔ ہر انسان جس نے آپ کو گرانا چاہا خود گر گیا۔اور ہر وہ جس نے آپ کو ذلیل کرنا چاہا، نہایت بری طرح ذلیل و رسوا ہو کر رہا۔جنہیں اپنے علم پر ناز تھا وہ

آپ کے مقابل پر جاہل ثابت ہوئے۔جنہیں حسن تدابیر پر گھمنڈ تھا وہ آپ کے سامنے طفل مکتب ثابت ہوئے۔ خدانے آپ کو ظاہری اور باطنی علوم سے پر کیا۔آپ کو مسیح پاک کا سچا جانشین ثابت کیا۔اورآپ کے ہاتھوں پر اسلام کی فتح کو مقدر کر دیا۔اور آج وہ دن ہے جب کہ وہ اولوالعزم محمود شوکت وظفر کا جھنڈا لئے بصد عزوشان خلیفہ مانا جاتا ہے۔خدا کی غیرت نے نہ چاہا کہ خلیفہ کا لقب کسی اور کو بھی ملے۔قدرت خدا وندی نے سب کو نیچے گرا کر اسی کو جو برحق خلیفہ تھا دنیا میں رکھا۔ (الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء ص ۷)

ہم اس کے جواب میں کیوں بولیں کیونکہ یہ سب اشارات لاہوری پارٹی کی طرف ہیں۔چنانچہ آگے اس کا نام بھی آجاتا ہے ہاں ہم اتنا ہی کہتے ہیں:

پیراں نمے پرند و مریداں ہمے پرانند

اس لئے مریدوں کی تحریک سے خلیفہ قادیانی متحرک ہوئے۔مگر حرکت ایسی کی کہ اس سے سکون اچھا تھا۔اخبار الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء میں ایک طویل مضمون نکلا ہے جس میں نہ ہاں کا پتہ چلتا ہے، ناں نہ کا۔بلکہ اس شعر کا مصداق ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

آپ کی تحریر کے الفاظ یہ ہیں: میرا یہ دعوی نہیں کہ مولوی ثناءاللہ سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میرا یہ دعوی ہے کہ احمد یہ جماعت معارف قرآنیہ کے جاننے میں حضرت مسیح موعود کے فیض سے اور مطابق آیت لا یمسّہ الا المطھّرون دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے؛ کسی شخص کا کسی دوسرے سے کسی امر میں بڑھا ہوا ہونا تائید الہی کا ثبوت نہیں ہوتا۔بلکہ مویدمن اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ سب قوم یا سب دنیا سے بڑھا ہوا ہو۔پس مولوی صاحب کا عربی میں تفسیر لکھنے کا چیلنج مجھے دینا یا میرا انہیں دینا محض حماقت ہوگا، جب تک کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعوی نہ ہو کہ وہ خدا تعالی کی تائید سے سب دنیا سے زیادہ فصیح عربی لکھ سکتا ہے۔اور مجھے یہ دعوی نہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں مولوی صاحب کو بھی باوجود لاف زنی کی عادت کے ایسا دعوی نہیں ہے۔پس جس امر میں ہم میں سے کوئی اپنے مؤید من اللہ ہونے کا مدعی نہیں اس میں مقابلہ سوائے پہلوانی کے اور کیا

معنی رکھتا ہے۔

اور مولوی صاحب اپنے آپ کو اپنی قومیت اور اپنے شہر کی نسبت سے پہلوان خیال کرتے ہوں، میں اپنے لئے خالی پہلوانی والے زور کو ہتک سمجھتا ہوں اور صرف ایسے ہی مقابلے کے لئے تیار ہوں جس سے اسلام اور سلسلہ کی سچائی ثابت ہوتی ہو۔

لیکن اگر میرا خیال مولوی صاحب کی نسبت درست نہیں بلکہ انہیں عربی تصنیف یا بے نظیر ترجمہ کرنے کا دعوی ہے تو وہ یہ چیلنج شائع کر دیں کہ خدا تعالی کی طرف سے مجھے عربی زبان میں ایسی فصاحت عطا ہوئی ہے جس کی نظیر اس دنیا میں موجود نہیں یا قرآن کریم کے اردو ترجمہ کے لئے خاص کمال عطا ہوا ہے۔ پھر ان کی فرعونیت کے لئے خدا تعالی کے فضل سے ایک موسی ضرور کھڑا ہو جائے۔ اور شائد اس میں خدا تعالی کوئی نیا نشان ہی دکھا دے۔ خاکسار میرزا محمود احمد۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس ساری عبارت کا ملخص یہ ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب عربی میں تفسیر لکھنا نہیں چاہتے۔ بہت خوب! ہم بھی آپ کو عربی نویسی کے لئے مجبور نہیں کرتے۔ آپ اردو میں لکھیں۔ مگر لکھیں گے کیا؟ وہی جو والد صاحب مکرم آیات قرآنیہ میں تحریف کر گئے ہیں آپ اس تحریف کی تشریح کریں گے۔ چنانچہ الفضل مذکور میں اڈیٹر کا نوٹ جس کی خلیفہ نے تصدیق کی ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود کے معارف

سمجھ میں نہیں آتا اس قدر جہالت کے اظہار کی مولوی صاحب کو کیا ضرورت پیش آئی ان کے نزدیک وہ معارف قرآنیہ بیان کرنا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں معمولی بات ہو گی۔ لیکن جماعت احمدیہ خوب جانتی ہے اور خدا کے فضل سے تجربہ رکھتی ہے کہ مرزا محمود ان حقائق اور معارف کی جو تشریح و توضیح فرماتے ہیں وہ بجائے فہم قرآن کا بہت بڑا ثبوت ہے اور یہ جماعت احمدیہ میں روحانیت اور تعلق باللہ کے لحاظ سے آپ کے سب سے بلند مقام رکھنے کا ثبوت ہے... پس وہ معارف جن کا اشارہ مرزا صاحب کی کتب میں پایا ہے

انہیں تفصیل وتشریح کے ساتھ بیان کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ مرزا صاحب کے سچے جانشین کی اصلی علامت ہے۔(الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اب بھی کسی کو خیال ہو کہ قادیان میں علم،خاص کر علم مناظرہ ہے تو وہ اس اقتباس کو پڑھ کر اپنے خیال کی اصلاح کر لے۔

اے جناب! مرزا صاحب کے معارف کی تشریح کر کے ان کا جانشین ثابت کرنے کا موقع وہ ہے جب آپکا مقابلہ لاہوری مرزائیوں سے ہو۔ چنانچہ آپ نے ان پر چوٹ بھی کی ہے ہمارے سامنے اس مدعا کو ثابت کرنے کیلئے تفسیر نویسی کرنا بالکل بے کار ہے۔ لیجئے ہم آپ کو ان کا قائم مقام اور جانشین ہونے کا اعلان کئے دیتے ہیں۔کیا ہم آپکے سوا عبدالبہاء کو بہاء اللہ کا قائم مقام نہیں مانتے؟ ایسا ہی آپکو مانتے ہیں۔

ناظرین غور سے پڑھیئے اس مقابلہ کی انتہاء یہ ہے

خلیفہ قادیان ہمارے سامنے معارف مرزائیہ کی تشریح فرمائیں گے اور ہم براہ راست قرآن سے معارف بتائیں گے۔یعنی خلیفہ اپنی لیاقت سے معارف قرآنیہ نہیں بتائیں گے بلکہ (بماتحت اصول نیوگ) والد ماجد کے بتائے ہوئے کو مشرح بتائیں گے۔اب سوال یہ ہے کہ آپ کے والد کے معارف کو جب ہم تحریفات قرآنیہ کا نام رکھتے ہیں تو آپ کی تشریحات کا نام کیا رکھیں گے۔

ناظرین! ذرہ ٹھہریئے ہم آپ کو مرزا غلام احمد کے معارف اور تشریح خلیفہ کی ایک مثال بتائیں۔مرزا غلام احمد نے لیکچر سیالکوٹ میں لکھا ہے۔دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہے۔(لیکچر سیالکوٹ ۔ص ۶)

مرزا محمود احمد نے اس کی تشریح میں لکھا ہے: بعض نے غلطی سے مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔حالانکہ یہ تو ایک دور کا اندازہ ہے۔جس طرح سات دنوں کا ایک دور ہے، کیا آٹھویں دن قیامت آجایا کرتی ہے۔نہیں بلکہ ہر جمعہ کے ساتھ ساتھ ہی ہفتہ شروع ہو جاتا ہے ۔یہ تو ایک دور ہے۔

حضرت مرزا نے جس قیامت کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے وہ قیامت مراد نہیں جس کے بعد فنا آنے والی

ہے۔یہی وجہ ہے جہاں حضرت مرزا نے سات ہزار سال کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرما دیا کہ تعجب نہیں کہ اور ملکوں کے آدم کوئی اور ہوں ممکن ہے کہ افریقہ کے لوگ اس آدم کی نسل سے نہ ہوں جس کی نسل سے ہم ہیں۔ اسی طرح یورپ کے لوگ کسی اور آدم کی اولاد ہوں۔غرض جہاں آپ نے آدم کا ذکر کیا ہے وہاں اس آدم کا ذکر مراد ہے جس کی موجودہ نسل پائی جاتی ہے۔پس آپ کا بصورت امکان مختلف آدموں کا تسلیم کرنا بتاتا ہے کہ جب آپ دنیا کی عمر سات ہزار سال بتاتے ہیں اور اسکے بعد قیامت بتاتے ہیں تو اس قیامت سے اور قیامت مراد ہے۔اس سے مراد اس دنیا کی ایک نسل کا ایک دور ہے جو ختم ہوگا اور آپ پہلے دور کے خاتمہ پر آئے ہیں۔میرا اپنا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا صاحب اس دور کے خاتم اور اگلے دور کے آدم بھی آپ ہی ہیں کیونکہ پہلا دور سات ہزار سال کا آپ پر ختم ہوا،اور اگلا دور آپ سے شروع ہوا۔اسی لئے آپ کے متعلق اللہ نے فرمایا ہے جری اللہ فی حلل الانبیاء۔اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ آئندہ نبیوں کے حلوں میں آئے ہیں جس طرح پہلے انبیاء کے ابتدائی نقطہ حضرت آدم تھے اسی طرح مرزا صاحب جو اس زمانہ کے آدم ہیں آئندہ آنیوالے انبیاء کے ابتدائی نقطہ ہیں۔(ضمیمہ اخبار الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء ص ۴۹)۔

کیسی مرزائی منطق ہے اور کیسی اچھی تشریح ہے۔ناظرین سن لیں کہ اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اس اینٹ کی طرح ہیں، جو دو دیواروں میں مشترک ہوتی ہے۔یعنی کونے کی اینٹ کی طرح۔پہلے دور کے خاتم بھی آپ اور دوسرے دور کے بابا آدم بھی آپ۔

اب انبیاء کرام حضرات شیث، الیاس، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور سب سے آخر میں محمد ﷺ مرزا صاحب متوفی کی اولاد سے پیدا ہوں گے۔غالباً ابھی تو شیث کا زمانہ ہے، بقول مرزا صاحب قادیانی چھیالیس صدیوں کے بعد اس دور کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوں گے۔پھر ابھی سے ان کو کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ میں داخل کرنے کی کیا ضرورت۔پس قادیانی امت کا پہلا فرض یہ ہے کہ اس کلمہ اسلام کی ترمیم کرے۔اور اس ترمیم کرنے میں ڈرے نہیں بلکہ صاف کہدے

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

ہم ایسے معارف سننے کے لئے خلیفہ سے مقابلہ کریں تو دانایان ملک ہم کو یہ نہ کہیں گے کہ آپ نے:

کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی مثال سچ کر دکھائی۔

احمدی دوستو! میں دیگر علماء کی طرح تمہارا بے قدر نہیں ہوں کہ تمہاری آواز کو، ہواء شتر، جان کر خاموش رہوں، بلکہ تمہارا قدردان ہوں پس سیدھے ہوکر چلواور بٹالہ امرتسر یا لاہور میں آجاؤ،اور سادہ قرآن شریف لے کر ہمارے سامنے تفسیر القرآن لکھو۔

لو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ حسب خواہش خود کلید قرآن وارد و تفسیرات سابقہ بھی ساتھ رکھو،مگر وقت محدود ہوگا۔ تا سیہ روئے شود کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ۱۴ ذی قعد ۱۳۴۹ھ ص ۹۔۱۱)

....

مرقع قادیانی

جلد۳ نمبر۱۱

بابت فروری ۱۹۳۲ء

مجدد ین کون ہیں؟

معلم توحیداورمحی السنہ

(محمدی اوراحمدی غور سے پڑھیں)

ان الله يبعث لهذه الا مة على رأس كل مأة سنة من يجدد لها د ينها

(مشكوة كتا ب العلم)

اس حدیث کومرزا غلام احمداوران کے اتباع ہر موقع پر پیش کرتے اور مرزا صاحب کواس کا مصداق بتاتے ہیں۔اس لئے آج اس حدیث کی مختصرسی تحقیق کی جاتی ہے۔امید ہے ناظرین دلی توجہ سے پڑھ کرحق و ناحق میں تمیز کرینگے۔ہم پہلے اس حدیث کے معنی اورتشریح بتاتے ہیں پھرقادیانی دعوے ذکر کر کے اسکی پڑتال کریں گے۔

اس حدیث کا مطلب اس کے ترجمہ ہی سے واضح ہوسکتا ہے۔فرمایا:

اللہ تعالی اس امت محمدیہ کی اصلاح کے لئے ہر صدی کے سر پر (شروع میں) مجدد پیدا کرتا رہے گا جو امت کواصلی دین سکھاویں گے ۔

اس حدیث کی تشریح سمجھنے کے لئے ایک دوسری حدیث سامنے رکھ لینی چاہیے جس میں ارشاد ہے۔

بدء الاسلا م غريباً سيعود كما بدء فطو بى للغر باء الذ ين يصلحو ن ما افسد النا س من سنتى . (مشكوة)

یعنی اسلام شروع میں (کس مپرس) مسافر کی صورت میں جاری ہوا ہے (درمیان میں عزت پاکر) آخر کار پھرایسا ہی ہوجائے گا جیسا کہ شروع ہوا تھا بعض اسلام کے احکام اوررسوم کا کوئی خواہاں اور جویاں نہ ہوگا۔اس وقت جواس کے پابند اور مبلغ ہوں گے ان کی حیثیت ایسی ہوگی جیسے کوئی مسافر کسی شہر میں ناپرسان حال

ہوتا ہے وہ خود اسلام پر عمل کریں گے اور لوگوں کو بھی پہنچائیں گے۔ پس ان مسافروں جیسے مسلمانوں کو بزبان رسالت خوش خبری ہو جو اصلاح کریں گے ہر اس سنت نبویہ کی جو لوگوں نے بگاڑ دی ہو۔

انصاف یہ ہے کہ جن لوگوں کو اس حدیث میں خوش خبری دی ہے وہی اس پہلی حدیث کے مصداق ہیں یعنی مجددین وہ لوگ ہیں جو خالص توحید و سنت لوگوں کو سکھائیں اور پہنچائیں چنانچہ مولانا نواب صدیق حسن بھوپالی مرحوم فرماتے ہیں:

پس ہر عالم دیندار خدا پرست و ہر امیر عادل حق دوست کہ احیاء سنت و اماتت بدع فرماید و مردم را بسوئے عمل کتاب عزیز وسنت مطہرہ کشد و از تمسک محدثات و تعامل منکرات و بدعات باز دارد واو تعالی بر دست او دلہائے مردہ را زندہ کند و گوشہائے کر را شنو و چشمہائے کور را بینا سازد و طریقہ مرضیہ سلف و آئمہ ہدی را رواج و رونق بخشد وی مجدد دین نبوی و محی سنت مصطفوی ست برابر ست کہ شخصے واحد درمائۃ واحد بایں اوصاف متصف باشد یا اشخاص چند بایں وصف باشند۔

(حجج الكرامه ص ١٣٤)

یعنی ہر دین دار عالم خدا پرست اور ہر مسلم حاکم عادل خدا دوست کہ سنتوں کو جاری کرے اور بدعات کو فنا کرے اور لوگوں کو کتاب اللہ اور سنت مطہرہ کی طرف بلائے اور ہر قسم کی بدعات سے ہٹائے اور خدا تعالیٰ اس کے ہاتھ سے مردہ دلوں کو زندہ کرے اور بہرے کانوں کو شنوا اور اندھی آنکھوں کو بینا کرے اور وہ سلف صالحین کے پسندیدہ طریق کو رواج دے ایسے لوگ مجددین اور محی سنت ہیں خواہ ساری صدی میں ان اوصاف سے موصوف ایک ہی شخص ہو یا کئی ایک۔

ایسا ہی مرقاۃ شرح مشکوۃ میں اور تیسیر شرح جامع الصغیر وغیرہ میں مذکور ہے

اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ہر صدی کا مجدد شخص واحد ہی نہیں بلکہ جماعت بھی ہوسکتی ہے آج اسلامی دنیا کا اندازہ کیا جائے تو یہ بات معقول معلوم ہوتی ہے کیونکہ ممالک اسلامیہ اتنی وسعت میں اتنی دور دور ہیں کہ باوجود ریل اور تار وغیرہ کے ایک ہی مجدد تمام ممالک میں کام نہیں کرسکتا۔ کیا کوئی ہندوستان کا مجدد چین میں اصلاح کرسکتا ہے یا چین کا مجدد افغانستان میں کام کرسکتا ہے؟ امکان کو جانے دیجئے پچھلے واقعات اس کا

جواب دیتے ہیں کہ ہر گز نہیں

اب سوال یہ رہ جاتا ہے کہ من یجدد میں صیغہ مفرد مضارع کا ہے پھر جمع کیسے ہوگا۔ جواب۔ اس کا یہ ہے کہ ایسے من بصیغہ مفرد قرآن میں بکثرت آتے ہیں جہاں جمع مراد ہورا ہے چنانچہ ارشاد ہے :

و من الناس من یقو ل آ منا با لله و با لیوم ا لآ خر و ما هم بمو منین .

(البقرة: ۸)

اس آیت میں من کا صلہ یقو ل صیغہ مفرد فعل مضارع ہے مگر اس کو ما هم میں جمع دکھایا گیا ہے اسی طرح من یجدد کا صیغہ بظاہر مفرد ہے مگر معنی میں جمع ہے

مختصر یہ ہے کہ ان مجددین کا کام اصل اسلامی تعلیم کا اظہار کرنا ہے ان کی شخصیت کو اسلام میں دخل نہیں ہوتا۔ چنانچہ گذشتہ صدیوں کے مجددین کی مثالیں ہمارے دعوی کا ثبوت ہیں۔ ورنہ پہلی صدی سے آج تک جتنے مجددین ہوئے ہیں ان کو کوئی مسلمان داخل ایمان جانتا ہے، تو ذرہ ان کی شخصیت تو بتائے۔ ہر گز نہیں بتا سکتا بلکہ جس نے جس علاقہ میں اصلاح کی اسی کو اس کے اتباع نے مجدد کہہ دیا۔ چاہے دوسرے لوگوں نے نہ مانا ہو۔ ہمارے زمانہ کے مولوی احمد رضا خاں صاحب بریلوی مرحوم کو ان کے اتباع مجدد مائۃ حاضرہ کہتے ہیں گو دوسرے صاحب مرحوم اپنے اعتقاد میں جن کو مجددین جانتے ہیں ان کے زمانہ کی بدعات بھی شمار کی ہیں ان میں امام اشعری امام غزالی اور امام رازی وغیرہ بھی داخل ہیں (حجج الکرا مه)

علماء کہتے ہیں کہ اس زمانہ میں قادیانی فتنہ سب بدعات سے بڑھ کر ہے پس جس عالم نے اس فتنہ کو دفع کرنے پر سب سے زیادہ توجہ کی ہو اس صدی کا مجدد اس کو کہنا چاہیے چنانچہ امام سیوطی اپنے حق میں کہتے ہیں:

و قد ر جو ت انی المجدد فیھا (حجج الکرا مه)

(میں امید رکھتا ہوں کہ میں اس صدی کا مجدد ہوں)

اسی طرح جس عالم نے دیگر بدعات کی تردید پر توجہ کی وہ اس زمانہ کا اس ملک کا بلکہ اس شہر کا بلکہ اس قصبہ کا مجدد ہوا۔ جتنی کسی کی کوشش توحید و سنت کی اشاعت اور بدعات کی مخالفت میں کی ہوگی اتنے ہی درجہ کا وہ مجدد ہوگا کیونکہ مجدد باصطلاح منطق کلی مشکک ہے اس کے افراد کوئی اعلی ہیں کوئی ادنی۔ اس لحاظ سے

جملہ علماء اہل توحید مجدد ہیں خاص کر جس کو کسی خاص فتنہ کے دفع کرنے پر توجہ تام ہوا اور اس نے اس پر پوری سرگرمی سے حصہ لیا ہو وہ اعلی مجدد ہے جیسے مولانا شاہ اسماعیل شہید قدس سرہ اپنے زمانے کے اعلی مجدد تھے

نوٹ۔ مجدد کا فعل اصلاح دین دیکھا جائے گا، زبانی دعوی کرے یا نہ کرے کیونکہ سابقین مجددین سے دعوی منقول نہیں۔

قادیانی دعوی۔ اس حدیث کی بنا پر مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کا دعوی ہے کہ مرزا صاحب مجدد بعہدہ مسیح موعود تھے۔ یہاں تک تو دونوں فریق (قادیانی اور لاہوی احمدی) متفق ہیں مگر اس کی تشریح میں مختلف۔ قادیانی گروہ مسیح موعود کی حقیقت میں نبوت داخل کرتا ہے اور لاہوری اس کو مجرد عن النبوت کہتے ہیں اس موقع پر ہم مسئلہ نبوت مرزا پر متوجہ نہیں بلکہ مجددیت پر توجہ ہے جو دونوں احمدی گروہوں میں مشترک ہے، یعنی یہ بتانا ہے کہ مرزا صاحب اس حدیث کے ماتحت مجدد نہیں ہیں۔

اول۔ اس لئے کہ اس حدیث میں رأس مـــأـــة کا لفظ ہے یعنی صدی کے شروع پر مجدد آتے ہیں اور مرزا صاحب کی بنیاد دعوی ۱۲۷۴ھ یعنی تیرھویں صدی کے چوتھائی رہتے ہوئے مجدد ہونے کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت میں آئے گا جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے لو کان الایمان معلقاً بالثریا لناله رجل من فارس۔ یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اس کا سنہ ہجری میں شروع ہوگا جو آیت و انا علی ذهاب به لقادرون میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ھ۔ (ازالہ اوہام)

اس کی تشریح دوسری کتاب میں بھی کی ہے جس کے الفاظ یوں ہیں:

> اللہ جل شانہ نے ظاہر الفاظ آیت میں و آخرین منهم کا لفظ استعمال کر کے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ وہ لوگ جو کمالات میں صحابہ کے رنگ میں ظاہر ہوں گے وہ آخری زمانہ میں آئیں گے ایسا ہی اس آیت و آخـریـن مـنـهـم لما یلحقوا بهم کے تمام حروف کے اعداد سے جو

۱۲۷۵ ہیں اس بات کی طرف اشارہ کر دیا جو آخـرین منھم کا مصداق جو فارسی الاصل ہے اپنے افشاء ظاہر کا بلوغ اس سن میں پورا کر کے صحابہ سے مناسبت پیدا کر لے گا سو یہی سن ۱۲۷۵ھ جو آیت و آخـریـن منھم لما یلحقوا بھم کے حروف کے اعداد سے ظاہر ہوتا ہے اس عاجز کی بلوغ اور پیدائش ثانی اور روحانی تولد کی تاریخ ہے جو آج کے دن تک ۳۴ برس ہوتے ہیں۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۱۹۔۲۲۰)

مرقع۔ صاف مضمون ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بحیثیت مسیح موعود ۱۲۷۴ھ میں مبعوث ہوئے ہے اور مسیح موعود ان کی اصطلاح میں مجدد کا اعلیٰ فرد ہے جس کی صورت میں آپ مجدد بن کر تشریف لائے ہیں۔ بے شک تشریف لائیں

گر بر سر و چشم من نشینی
نازت بکشم کہ نازنینی

مگر حدیث مجدد کے ماتحت آپ نہیں ہیں کیونکہ اس میں صدی کا سر زمانہ بعثت مجدد قرار دیا ہے۔

دوم آپ کے کام۔ حدیث مرقومہ میں مجدد کا کام مجملا مگر جامع بیان فرما دیا ہے کہ دین کی تجدید کرے یعنی جو دین خدا نے حضرت محمد ﷺ کی معرفت دنیا میں جاری کیا وہی دین لوگوں کو سکھائے گا اس کے اجزاء دو ہیں۔ ۱۔ عقائد۔ ۲۔ اعمال۔، عقاید سے مراد ہے توحید اور دیگر عقاید ایمانیہ۔ مرزا غلام احمد صاحب نے توحید پر کوئی توجہ نہیں کی۔ توحید پر توجہ کرنے کے یہ معنی ہیں کہ آج کل جو رسوم اور خیالات توحید کے متضاد مسلمانوں اور دیگر اقوام میں پیدا ہو گئے ہیں ان میں سے ایک ایک کی تردید کر کے نتھری ہوئی توحید پیش کرتے جس کی مثال ہم کو کتاب تقویۃ الایمان مصنفہ مولانا اسماعیل شہید دہلوی یا کتاب التوحید مصنفہ شیخ محمد بن عبدالوہابؒ وغیرہ میں ملتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کی جملہ تصانیف میں سوائے اپنی شخصیت منوانے کے باقی حصہ بہت کم ہے۔ توحید کو مستقل حیثیت سے تو کہیں نہیں بیان کیا، بلکہ حق بات تو یہ ہے کہ توحید کے متضاد اقوال لکھ گئے ہیں مثلاً لکھتے ہیں:

رئیتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو. (آئینہ کمالات اسلام)

اس قسم کا دعوی کسی نبی یا رسول نے نہیں کیا کیونکہ توحید میں مخل یا موہم خلل ہے۔ اتباع مرزا اس کی چاہے کچھ تاویل کریں ہمیں اس سے بحث نہیں ہمارا مقصود صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب نے توحید خالص پر کوئی توجہ نہیں کی کوئی مستقل کتاب ایسی نہیں لکھی جس میں توحید کے جملہ مراتب لکھے ہوں اور مسلمانوں اور غیر مسلموں کے خیالات متضادہ توحید کی تردید یا اصلاح کی ہو۔ ہاں غیر مسلموں کے خیال کی تائید کی ہے جو کہتے ہیں کہ رام چندر وغیرہ پرمیشور جے اوتار ہیں اور مسیح میں خدا تھا اور وہ مرزا صاحب کے مذکورہ قول کو بطور مثال پیش کر سکتے ہیں۔ اس شرکیہ تعلیم کی تائید میں چند اقوال اور بھی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے:

او تیت صفة ا لا حیاء و ا لا فنا ء۔ (خطبہ الہامیہ۔ ص۲۳)

(مجھے مردوں کو زندہ کرنے کی اور زندوں کو مارنے کی طاقت دی گئی ہے)

ایسا دعوی کسی نبی یا رسول یا مجدد نے نہیں کیا۔ اس لئے ایسا خیال توحید کے سراسر خلاف ہے۔ توحید تو یہ ہے :

ھو یحیی و یمیت۔ وہی خدا زندہ کرتا ہے اور وہی مارتا ہے۔

توحید اور دیگر عقاید کے بعد اعمال صالحہ ہیں یعنی نماز، روزہ، حج، زکوۃ وغیرہ اور اخلاق فاضلہ راست گوئی راست پسندی وغیرہ۔ مرزا غلام احمد صاحب نے ان امور پر بھی کوئی خاص توجہ جو حسب شان مجدد ہو، نہیں کی۔

چیلنج۔ مرزا صاحب کے اتباع کو ہمارا چیلنج ہے کہ ان کی تصنیفات میں جتنے اجزاء اور اوراق ان کی اپنی شخصیت کے متعلق ہیں ان کا دسواں بیسواں حصہ بھی ہمیں ان دینی امور توحید وسنت اصلاح رسوم اخلاق فاضلہ کے متعلق دکھائیں

ہاں ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم مرزا غلام احمد صاحب کے اقوال میں یہ قول بھی دیکھتے ہیں کہ میں نے انگریزی گورنمنٹ کی خدمت میں اتنی کتابیں لکھی ہیں کہ پچاس الماریاں بھر جائیں (تریاق القلوب۔ ص ۱۵) حالانکہ مجدد کے فرائض میں یہ داخل نہیں۔ ہاں خوش آمد حکام میں ضرور داخل ہے جس کی بابت ارشاد ہے

ایبتغو ن عند ھم العزۃ فا ن العزۃ للہ جمیعاً (پ۵ع۱۶)

(کیا غیر اللہ سے عزت چاہتے ہیں۔ عزت تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے ساری)

خواجہ کمال الدین لاہوری نے بھی اپنے متبوع (مرزا) کی حمایت میں مجدد کے فرائض جو لکھے ہیں، آپ اس

خدمت سے بھی خالی ہیں چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

مجدد۔ کے کچھ خاص فرائض ہوتے ہیں وہ ہر مولوی کا کام نہیں کہ ادا کر سکے، نہ اس زمانہ میں کوئی عالم نظر آتا ہے کہ جو اس وقت اس خطاب کا اہل ہو سکے۔ بدقسمتی سے یہ بحث ایک قسم کی ذاتیات اپنے اندر لے آئی ہے (خواجہ صاحب مرزا صاحب کی شخصیت کو زیر بحث لانے سے بچتے ہیں مگر اس سے چارہ نہیں کیونکہ مقصود بالذات اثباتاً یا نفیاً وہی ہیں۔ ثناء اللہ) اس لئے میں اسے چھوڑتا ہوں۔ میں مسلم مجددین کی زندگی سامنے رکھ کر ان فرائض کو گن دیتا ہوں جو کسی مجدد کے ہوا کرتے ہیں، تو پھر مجدد کی تشخیص ایک آسان امر ہو جائے۔ مجدد کا پہلا فرض یہ ہے کہ اسلام پر سے اندرونی اور بیرونی حملوں کو دور کرے اولاً غیر مسلم کی طرف سے جس قسم کے حملے اسلام پر ہوں ان کا دفعیہ کرے۔ بالمقابل ان عقاید باطلہ کی تردید کرے جو غیر مسلم مذاہب تعلیم کرتے ہیں

دوئم۔ ان امراض کا علاج کرے جو اسلام کے اندر پیدا ہو گئی ہیں یعنی ان غلط عقاید کی تردید کرے جنہوں نے مسلم جماعتوں میں پیدا ہو کر مشکلات پیدا کر دی ہوں۔ ثالثاً ان راہوں کو سوچے جن سے اسلام کو تقویت ہو

رابعاً مسلمانوں کو ان خطرات سے آگاہ کرے جو اسلام کو پہنچنے والے ہوں اور ان کا صحیح علاج بھی بتائے۔ (مجدد کامل۔ص ۶۴)

یہ تو ہے رائے خواجہ کمال الدین صاحب کی جو بجائے خود درکھیئے اس کے بعد مقابل میں مرزا غلام احمد صاحب کا اپنا قول سنیئے۔ فرماتے ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو۔ اور ان کا مصنوعی خدا (مسیح) نظر نہ آئے دنیا اس کو بھول جائے خدا واحد کی عبادت ہو (قول مرزا در الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

چونکہ ہمارا روئے سخن مرزا غلام احمد صاحب کی مجددیت کی طرف ہے اس لئے پہلے انہی کے الفاظ کو زیر بحث لا کر ناظرین بالخصوص اتباع مرزا سے پوچھتے ہیں کہ کیا مرزا صاحب کی تشریف آوری کی یہ دونوں

غرضیں پوری ہوگئیں۔یعنی مسلمان کامل متقی بن گئے ،کیا عیسائی دنیا مسیح کی الوہیت کو بھول گئی؟ جی خوش کرنے کو کوئی کچھ کہہ لے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس دفعہ کی مردم شماری میں مسلمان تو فیصدی ۵۔۶ بڑھے ہوں گے، عیسائی ۲۵ فی صدی بڑھے ہیں۔عموماً اسلامی ممالک میں صلیب کا جھنڈا الہرا رہا ہے۔اور جب سے مرزا نے دعوی مسیحیت کیا ہے روز بروز اسلامی حکومتیں زوال میں اور عیسائیت کمال میں ہیں۔مسلمانوں کی مذہبی اور اخلاقی حالت کا کیا کہنا۔عیاں راچہ بیان۔کوئی شرعی اور اخلاقی عیب نہیں جو مسلمانوں میں نہ پایا جاتا ہو یہاں تک کہ مرزا غلام احمد فرزند محمود احمد نے اس پر ایک مرثیہ لکھا ہے جو درج ذیل ہے

اے چشمہ علم و ہدی اے صاحب فہم و ذکا
اے نیک دل اے با صفا اے پاک طینت با حیا
اے مقتدا اے پیشوا اے میرزا اے رہنما
اے مجتبی اے مصطفیٰ اے نائب رب الوری
کچھ یاد تو کیجئے ذرا ہم سے کوئی اقرار ہے

دیتے تھے تم ہر دم خبر بند ھتی جس سے یاں کمر
مٹ جائے گا سب شور و شر موت آئے گی شیطان پر
پاؤ گے تم فتح و ظفر ہوں گے تمہارے بحر و بر
آرام سے ہوگی بسر ہوگا خدا مد نظر
واں تھے یہ وعدے خوب تر یاں حالت ادبار ہے

ہر دل میں پر ہے بغض و کیں ہر نفس شیطاں کار ہیں
جو ہو فدائے نور دیں کوئی نہیں کوئی نہیں
ہر ایک کے سر میں مکیں ہے کبر کا دیو لعین
اک دم کو یاد آتی نہیں درگاہ رب العالمین
بے جان ہے حالت حزیں ہماری زار ہے

کہنے کو سب تیار ہیں چالاک ہیں ہشیار ہیں
منہ تو سو اقرار ہیں پر کام سے بیزار ہیں
ظاہر میں سب ابرار ہیں باطن میں سب اشرار ہیں
مصلح ہیں پر بدکار ہیں ، ہیں ڈاکٹر پر زار ہیں
حالات پر اسرار ہیں دل مسکن افکار ہے

چھینے گئے ہیں ملک سب باقی ہیں اب شام و عرب
پیچھے پڑا ہے ان کے اب دشمن لگائے تا نقب
ہم ہو رہے ہیں جاں بلب بنتا نہیں کوئی سبب
ہیں منتظر اس کے کہ کب آئے ہمیں امداد رب
پیالہ بھرا ہے لب بہ لب ٹھوکر ہی اک درکار ہے

کیا آپ پر الزام ہے یہ خود ہمارا کام ہے
غفلت کا یہ انجام ہے سستی کا یہ انعام ہے
قسمت یوں ہی بدنام ہے دل خود اسیر دام ہے
اب کس جگہ اسلام ہے باقی فقط اک نام ہے
ملتی نہیں مئے جام ہے پس اک یہی آزار ہے

(کلام محمود۔ص ۶۷۔۶۸)

اس مرثیہ کے بعد ہم خواجہ کمال الدین صاحب اور ان کے ہم نواؤں سے پوچھتے ہیں کہ خواجہ صاحب کا یہ فقرہ کیا معنی رکھتا ہے۔

مجدد کا پہلا فرض یہ ہے کہ: اسلام پر سے بیرونی اور اندرونی حملوں کو دور کرے۔

بیرونی حملوں سے مراد ہے غیر مسلموں کے اعتراضات، مرزا غلام احمد صاحب نے کیا دور کیے؟

کیا سوامی دیانند بانی آریہ سماج کے حملوں (ستیارتھ پرکاش) کا جواب دیا۔

کیا عیسائیوں کی زبردست کتاب، عدم ضرورت قرآن، کا جواب دیا۔

کیا آریوں کی کتاب، ترک اسلام، کا جواب دیا

کیا آریوں کی زہریلی کتاب، رنگیلا رسول، کا جواب ان کے مشن نے دیا

کیا عیسائیوں کی نہایت دل آزار کتاب، امہات المومنین، کا جواب مرزا غلام احمد صاحب نے دیا

کیا پادری فنڈر کی کتاب میزان الحق کا جواب مرزا صاحب نے کچھ دیا

کیا پادری اکبر مسیح کی تصنیفات کا جواب دیا

کہاں تک گنائی جائیں۔ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ کچھ نہیں دیا ۔

الله اعلم و علمه اتم

جو کوئی ہماری بات قابل قبول نہ جانے۔ وہ براہ مہربانی مرزا صاحب کی جملہ تصنیفات لے کر ہمارے سامنے آئے۔ ان مضامین کو ان کی شخصیت منوانے کے متعلق میں الگ کر کے باقی اوراق پر ہمیں

دکھائے کہ ان میں کیا ہے۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ ان کی شخصیت کو الگ کر دیں تو جملہ کتب مرزا میں اتنے اوراق شاید بچیں گے جن سے بمشکل چند پتنگ بن سکیں، دگر ہیچ

ہمارے چیلنج۔کے ثبوت میں بہت سے واقعات ہیں منجملہ ایک درج ذیل ہے

جون ۱۸۹۳ء میں میں بمقام امرتسر مرزا غلام احمد صاحب کا عیسائیوں سے بہت بڑا مباحثہ پندرہ روز تک ہوا جس کے آخر میں مرزا صاحب نے جو مخصوص جوہر دکھایا وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے :

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے.... میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنا پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لیے وقت تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی، یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے، بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لیے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ رو سیاہ کیا جاوے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جاوے۔ مجھ کو پھانسی دیا جاوے۔ ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ زمین آسمان بدل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

(جنگ مقدس ص ۱۸۸۔۱۸۹)

ناظرین! بغور دیکھئے اس کلام بانظام میں مرزا غلام احمد صاحب کیا فرماتے ہیں۔

مباحثہ تو معمولی ہے البتہ مخالف کی موت کے متعلق پیش گوئی اپنے اندر مجددیت کی شان رکھتی ہے۔

بہت خوب! پھر اس شان مجددیت کا حشر کیا ہوا؟ دنیا کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب کا مقابل عیسائی مناظر بوڑھا ڈپٹی آتھم معیاد پیش گوئی سے بہت پیچھے تک زندہ رہا جس کی بابت عیسائیوں نے مرزا صاحب پر فتح پانے کے اظہار میں وہ اودھم مچائی کہ الامان والحفیظ نثر و نظم کے اشتہارات اور رسائل شائع کئے منجملہ ایک نظم درج ذیل ہے

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آ کر دیکھ لو آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائی آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تاویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
جھوٹ کو سچ اور سچ کو جھوٹ بتلانا صریح
کون مانے ہے بھلا یہ کج ادائی آپ کی
جھوٹ ہیں باطل ہیں دعوے قادیانی کے سبھی
بات سچی ایک بھی ہم نے نہ پائی آپ کی
حق ہے صادق اور صادق حق کا سب الہام ہے
ہو گئی شیطاں سے ثابت آشنائی آپ کی

اب دام مکر اور کسی جا بچھایئے
بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

یہ ایک نمونہ ہے ان تحریرات کا جو عیسائیوں نے فتح بر مرزا کے موقع پر شائع کی تھیں تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں ملاحظہ فرمائیں

ناظرین! یہ ہے مرزا صاحب کی بحیثیت مجدد اور بحیثیت مسیح موعود اسلامی خدمت کہ ایک ایسے مباحثہ میں جس میں قرآن مجید نے خود دلائل دے کر مسلمانوں کو سبک دوش کر دیا ہوا ہے یعنی حضرت مسیح کی الوہیت جیسی ریگ کی دیوار، اس میں بھی مرزا صاحب کو بلحاظ اپنی خصوصیت کے منہ کی کھانی پڑی جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ

لطف پر لطف املا مرے یار کے یار

حا ھطی سے گدح لکھتا ہے ہوز سے ھمار

بقول خواجہ کمال الدین صاحب، دوسرا کام مرزا صاحب مجدد کا اندرونی حملوں کا جواب دینا تھا۔کیا مرزا صاحب نے اسلامی فرقوں کے عقائد فاسدہ پیر پرستی قبر پرستی ،تعزیہ پرستی، حجر پرستی، شجر پرستی پر توجہ کی؟ کیا مسلمانوں کے مرنے جینے کی رسوم بدعیہ پر توجہ فرمائی؟ آہ! کیا اچھا ہوتا کہ مرزا صاحب کی کوئی چھوٹی سی کتاب تذکیرالاخوان جیسی بھی ہمیں مل جاتی۔مسئلہ تقلید کی وجہ سے مسلمانوں میں بہت تفرقہ ہے مرزا صاحب نے اس میں کچھ فیصلہ کیا آخر کیا تو کیا کیا؟ لاؤ کوئی صاحب ہمیں دکھائیں۔ہم دیکھنے کے بڑے مشتاق ہیں مگر زبانی دعوے سے نہیں کہ لمبے چوڑے الفاظ سے ان کو سلطان القلم وغیرہ لکھ کر ہمیں ٹال دیں۔ہم ایسی بھول بھلیوں میں پھنسنے والے نہیں۔

ہمیں واقعات اور حوالہ جات سے دکھایا جائے کہ مرزا صاحب نے فلانی کتاب میں بیرونی اور اندرونی حملوں کے جواب ان الفاظ میں دیئے ہیں بشرطیکہ ان الفاظ کو اپنی شخصیت ثابت کرنے میں صرف نہ کیا ہو۔

خواجہ صاحب کی تحریر میں ذکر ہے :

ان امراض کا علاج کرے جو اسلام کے اندر پیدا ہو گئیں۔

آہ! ہم کیسے مان لیں کہ اندرونی امراض کا علاج مرزا غلام احمد نے کیا بحالیکہ جگہ جگہ ہم دیکھتے ہیں کہ مسلمان قبروں اور مزاروں پر سجدے کر رہے ہیں جس کو ہماری بات کا یقین نہ ہو وہ لاہور میں حضرت علی ہجویری (معروف داتا گنج بخش) کے مزار پر، اجمیر پیران کلیر وغیرہ مقامات میں جا کر اپنی آنکھوں سے دیکھے کہ ان لوگوں کا کوئی بھی مطلب ہے جو خدا کے سامنے کریں، جو مقاصد پورا کرنے ان بزرگوں کو سمجھتے ہیں ہندوستان سے باہر دوسرے ممالک بھی اسی بیماری میں مبتلا ہیں ہاں کچھ کمی آئی ہے تو غازی فی سبیل اللہ مولانا اسماعیل شہید دہلوی کے کلمات طیبہ سے آئی ہے۔ رضی اللہ عنہ وارضاہ ۔خود مرزا صاحب بھی جن سے مستفید ہوں گے۔

خواجہ صاحب کے کلام میں یہ بھی ہے کہ مجدد ان راہوں کو سوچے جن سے اسلام کو تقویت ہو، بالکل ٹھیک ہے۔مجدد قادیانی نے کیا سوچا اور کیا بتایا۔مسئلہ وفات مسیح اور ذات خاص کے سوا کوئی اور بات بتائی ہو تو ہم کو بتائی جائے

ہاں یاد آیا اسلام کی تقویت کا ذریعہ وہ تھا جو بالفاظ نبویہ ہم عرض کرتے ہیں: ذروۃ سنا مہ الجھاد (حدیث اسلام کی بلندی جہاد میں ہے)۔مرزا صاحب نے اپنی بلند ہمتی سے جہاد کو منسوخ کر دیا(اشتہار انعا می پانچ سو۔ص ۲۶) ۔حالانکہ پیغمبر اسلام کا ارشاد ہے الجھاد ما ض الی یو م القیا مۃ(جہاد قیامت تک رہے گا)

خواجہ کمال الدین صاحب نے یہ بھی لکھا ہے:

کہ مجدد مسلمانوں کو ان خطرات سے آگاہ کرے جو اسلام پر آنے والے ہیں،۔

ہمارا بھی اس پر صاد ہے مگر سوال یہ ہے کہ مجدد قادیانی نے کیا آگاہ کیا۔بس یہی کہ مجھے مانو جس کی تشریح بزبان مولوی محمد احسن امروہی خطبہ جمعہ میں یوں کرائی ،خود سنی اور خاموشی سے اس پر مہر توثیق ثبت کی۔اگر لوگ اس نبی (مرزا) کی اطاعت نہ کریں گے تو وہی ہو گا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا۔(بدر ۲۳ جنوری ۱۹۰۸ء) حالانکہ نافر مان،اور ہر مطیع تو آج تک زندہ ہیں مگر قادیانی نبی صاحب خود ہی تشریف لے گئے (شاید خفا ہو گئے ہوں گے)جس پر کسی اہل ذوق نے کیا ٹھیک کہا ہے

اس نازنیں کو دیکھنا جودت نہ چھیڑنا
گر روٹھ بھی گیا تو منایا نہ جائے گا

مختصر یہ ہے کہ مجدد ہو یا مسیح موعود ہم کسی کے دعوی محض سے اس کو نہیں مان سکتے بلکہ کام دیکھ کر مانیں گے۔شیخ سعدی مرحوم نے کیا ٹھیک کہا ہے

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر
گل از خار ست است و ابراہیم از آذر

....

باپ اور بیٹے میں روحانی جنگ

تردید میاں محمود احمد قادیانی، جناب مرزا غلام احمد کی زبانی

(مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر)

ا۔میاں محمود احمد قادیانی

نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کے لئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے یا بلا واسطہ نبوت پائے لیکن اللہ تعالی نے مسیح موعود کے ذریعہ اس غلطی کو دور کرا دیا اور بتایا کہ یہ تعریف کریم میں تو نہیں۔قرآن کریم تو یہ فرماتا ہے کہ فلا یظهر علی غیبه احدا الا من ارتضی من رسول (حقیقۃ النبوۃ۔از محمود۔ص۱۳۳)

مرزا غلام احمد قادیانی

انبیا اس لئے آتے ہیں کہ تا ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرا دیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام لائیں (آئینہ کمالات سلام۔ص ۳۳۹)

ناظرین جس بات کو باپ اعتقاد کے طور پر بیان کرتا ہے بیٹا اس کو نادانی قرار دیتا ہے

۲۔مرزا محمود احمد قادیانی

بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالی قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ و ما ارسلنا من رسول الّا لیطاع باذن الله۔ اوراس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے خلاف استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب

قلت تدبر ہے۔(حقیقۃ النبوۃ از محمود احمد۔ص ۱۵۵)

مرزا غلام احمد قادیانی

صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بالکل ممتنع ہے۔اللہ جل شانہ فرماتا ہے وما ارسلنا من رسول الا لیطاع باذن اللہ یعنی ہر یک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے۔اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع اور تابع ہو۔
(ازالہ اوہام۔ ص ۵۶۹)

ناظرین! باپ کی صریح مخالفت ہے

۳۔مرزا محمود احمد قادیانی

دوسری دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ دلیل ہے کہ آپ کو آنخضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا گیا ہے۔پس آنخضرت ﷺ شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود نبی ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ از محمود احمد۔ص ۱۸۹)

مرزا غلام احمد قادیانی

اگر یہ اعتراض پیش کیا جائے کہ مسیح کا مثل بھی نبی چاہیے کیونکہ مسیح نبی تھا تو اس کا اول جواب تو یہی ہے کہ آنے والے مسیح کے لئے ہمارے سید و مولی نے نبوت جی شرط نہیں ٹھہرائی بلکہ صاف طور یہی لکھا ہے کہ وہ ایک مسلمان ہوگا۔(توضیح مرام۔ص ۹)

مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا تعالی سے وحی پانے والا لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوۃ نور محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۷۰۱)

نوٹ۔بیٹا نبوت مسیح موعود کو لازمہ بتاتا ہے باپ اس کی تاویل کرتا ہے۔

۴۔مرزامحموداحمد قادیانی

میں نے القول الفصل میں لکھا تھا کہ آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی امتی نبی نہیں آسکتا تھا اسلئے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان میں وہ قوت قدسیہ نہ تھی جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجہ تک پہنچا سکتے اور صرف ہمارے آنحضرت ﷺ ہی ایک انسان کامل گذرے ہیں جو نہ صرف کامل تھے بلکہ مکمل تھے یعنی دوسروں کو کامل بنا سکتے تھے (حقیقۃ النبوۃ ص ۴۰)

مرزاغلام احمد قادیانی

اخبار الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵، اخبار الفضل یکم اکتوبر ۱۹۲۹ء، اخبار الفضل قادیان ۲۲ نومبر ۱۹۲۹ء صفحہ ۸ پر ہے:

حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے

نوٹ۔باپ حضرت موسیٰ میں جو قوت مانتا ہے بیٹا اس سے مطلق انکار کرتا ہے

۵۔مرزامحموداحمد قادیانی

اسی طرح نبوت کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری اور حضرت مسیح موعود دونوں نبی ہیں فیضان پانے کے لحاظ سے حضرت مسیح ناصری نے براہ راست فیضان پایا ہے اور مسیح محمدی نے محمد ﷺ کی اتباع سے سب کچھ حاصل کیا ہے۔ (حقیقۃ النبوۃ ص ۱۳۷)

مرزاغلام احمد قادیانی

اور پھر قرآن کہتا ہے کہ مسیح کو جو کچھ بزرگی ملی وہ بوجہ تابعداری حضرت محمد ﷺ کے ملی کیونکہ مسیح آنجناب پر ایمان لایا اور بوجہ اس ایمان کے مسیح نے نجات پائی پس قرآن کی رو سے مسیح کے منجی پاک ہمارے نبی ﷺ ہیں۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۱۲) باقی دارد

....

دلائل مرزا

دلیل نمبر ۳

خلافت مرزا

منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

منجملہ دلائل مرزائیہ کے تمسک مرزا بآیت کما ارسلنا الی فرعو ن رسو لًا آیت استخلاف ہے۔ یہ دلیل بزعم مرزا ایسی قطعی الدلالت، بدیہی الثبوت ہے کہ اس کے بھروسہ پر مرزا صاحب قادیانی نے اپنی تصنیف اعجاز احمدی میں بدیں الفاظ ڈینگ ماری ہے:

میرے دعوی (مسیحیت۔ناقل) کی بنیاد قرآن ہے اگر حدیثوں کا دنیا میں وجود بھی نہ ہوتا تب بھی میرے اس دعوی کو کچھ حرج نہ پہنچتا۔(ملخص ص ۱۳۔۳۱)

ہم بھی اپنے ناظرین کو مطلع کرتے ہیں کہ اس دلیل کا ردّ ایسے نمایاں طور پر کریں گے کہ جملہ مرزائیوں کو یارائے دم زدن نہ رہے۔ ان شاءاللہ

دلیل ہذا چونکہ بخیال مرزا صاحب قادیانی بڑی زبردست ہے اس لئے مناسب ہے اس کے جملہ پہلوؤں کی وضاحت خود تحریرات مرزا سے ہو۔ ہمارے معزز قارئین بغور ملاحظہ فرمائیں، لکھا ہے

قرآن شریف نے آیت کما ار سلنا الی فرعون رسو لًا میں صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ آنحضرت ﷺ مثیل موسی ہیں کیونکہ اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ ہم نے اس نبی کو اس نبی کی مانند بھیجا ہے جو فرعون کی طرف بھیجا گیا تھا۔(ص ۵۶۔ایام الصلح اردو)

عیسائیوں کا یہ قول کہ مثیل موسی، عیسی ہیں بالکل مردود ہے کیونکہ مماثلت امور مشہودہ محسوسہ یقینیہ قطعیہ میں ہونی چاہیے (ص ۵۷۔ ایام الصلح اردو)

عیسی مثیل موسی ہرگز نہیں اور خارجی واقعات کا نمونہ کوئی انہوں نے نہیں دکھلایا جس سے مومنوں کی نجات دہی اور کفار کی سزا دہی میں موسی سے ان کی مشابہت ثابت ہو بلکہ برعکس اس کے ان کے وقت میں مومنوں کو سخت تکلیفیں پہنچیں (ص ۵۸۔ ایام الصلح اردو)

غرضیکہ جب یہ ثابت ہوا کہ ہمارے نبی ﷺ درحقیقت مثیل موسی ہیں تو تکمیل مماثلت کا تقاضا تھا کہ اس کے پیرؤوں اور خلفاء میں بھی مماثلت ہو.... صرف ایک بلکہ کئی مشابہتیں ثابت ہوتی ہیں جو مجھ میں اور حضرت عیسی میں ہیں (ص ۵۹۔ ایام الصلح اردو)۔

قرآن شریف نے نہایت لطیف اشارات میں آنے والے مسیح کی خوش خبری دی ہے جیسا کہ اس نے وعدہ فرمایا ہے کہ جس طرز اور طریق سے اسرائیلی نبوتوں میں سلسلہ خلافت قائم کیا گیا وہی طرز اسلام ہوگی۔

یہ وعدہ مسیح موعود کے آنے کی خوش خبری اپنے اندر رکھتا ہے ... یہودیوں کا مسیح موعود چودہ سو برس بعد حضرت موسی کے آیا... اس مماثلت کے پورا کرنے کیلئے جو قرآن شریف میں دونوں سلسلوں ... میں قائم ہے، ضروری ہے کہ ہر ایک منصف اس بات کو مان لے کہ سلسلہ خلافت محمدیہ کے آخر میں بھی ایک مسیح موعود کا وعدہ ہو... تکمیل مشابہت دونوں سلسلوں کے لئے یہ بھی لازم آتا ہے کہ جیسا خلافت موسویہ کے چودہ سو برس کی مدت پر مسیح موعود بنی اسرائیل کے لئے ظاہر ہوا تھا ایسا ہی اور اسی مدت کے مشابہ زمانہ خلافت محمدیہ کا مسیح موعود ظاہر ہو۔ (ایام الصلح اردو ص ۵۱۔۵۲)

مجمل جواب۔ ان آیات میں نبی اکرم ﷺ اور آپ کے خلفاء کو حضرت موسی اور ان کے خلفاء کا مثیل یا مشابہ جیسا کہ زعم قادیانی ہے ہرگز نہیں کہا گیا

ان ہردو آیات میں حرف ک تشبیہ فعل ارسال لاحق بفعل ارسال سابق ہے یعنی ہر دو رسولوں جناب موسی و محمد ﷺ کے فعل ارسال میں تشبیہ ہے ہر دو رسولوں میں نہیں اسی طرح خلفاء کے بنانے میں تشبیہ ہے خلفاء میں نہیں ۔اس کی مثال الہام مرزا میں ملتی ہے وہ فرماتے ہیں کہ یہی آیت مجھ کو بھی وحی ہوئی ہے چنانچہ ان کے الفاظ ہیں:

خدا تعالی اپنے وجود کو آپ دوبارہ ثابت کرنا چاہتا ہے جیسا کہ کوہ طور پر تجلیات الہیہ کا نمونہ دکھایا گیا تھا، وہی الفاظ ہم کو بھی الہام ہوئے ہیں کہ تو بھی ایک رسول ہے جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا گیا تھا بجز طوری مشاہدات کے اب دنیا کے لوگ سیدھے نہیں ہو سکتے۔

(بدر ۲۶۔اپریل ۱۹۰۶ء نمبر ۱۷ج ۲ بضمن ڈائری مرزا صاحب۔البشری۔ج ۲ص ۱۱۱۔۱۱۲)

اس عبارت کے وہی معانی مرزا صاحب کے اتباع کریں گے جو ہم نے کئے ہیں یعنی فعل ارسال میں تشبیہ ہے مرزا صاحب و جناب موسی و نبی کریم ﷺ میں مماثلت نہیں۔اگر وہ ضد و تعصب اختیار کر کے کہیں کہ :نہیں مرزا صاحب بھی حضرت موسی و محمد ﷺ جیسے رسول ہیں،۔تو اس کے رد پر چار دلائل پیش کرتا ہوں۔

اول یہ کہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

۱۔ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت موسی اور سلسلہ محمدیہ میں ہمارے سید و مولی آنحضرت ﷺ ۔۲۔دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسے سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسی اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز (تذکرہ الشہادتین ص ۶۸)

اس تقسیم میں مرزا صاحب نے حضرت موسی و جناب سرور کائنات ﷺ کو علیحدہ اور جناب مسیح و اپنی ذات کو علیحدہ بتایا ہے پس چونکہ بقول مرزا صاحب:

حضرت عیسی کا (مثیل موسی ہونا) بالکل مردود ہے کیونکہ مماثلت امور مشہودہ محسوسہ یقینیہ قطعیہ میں ہونی چاہیے۔(ایام الصلح۔ص ۵۷)

تو اسی طرح مرزا صاحب بھی جو بقول خود مثیل مسیح ہیں حضرت موسی و جناب محمد ﷺ کے مثیل نہیں ہو سکتے

۲۔مرزا غلام احمد صاحب نے جناب عیسی کے مثیل موسی نہ ہونے پر اپنی تحریرات میں (جو نقل ہوچکی ہیں) یہ عذر کیا ہے کہ چونکہ انہوں نے حضرت موسی کی طرح اپنی قوم کو کسی ظالم حکمران مثل فرعون بے سامان کے پنجہ استبداد سے نجات نہیں دلوائی اور نہ ہی مثل موسی کفار کی سزادہی میں اسی طرح کا نمونہ پیش کیا ہے۔

پس اگر مرزائی دوست مرزا صاحب قادیانی کو مثیل موسی بنانا چاہتے ہیں تو سب سے پہلے یہ دو باتیں ہی (جن کی کسوٹی نے حضرت عیسی کو پرکھا ہے اور جن کو مرزا صاحب نے پیش گوئی کما ارسلنا الی فرعون رسولا کی توح؟؟ قرار دیا ہے۔ص ۵۸،ایام الصلح) مرزا صاحب میں ثابت کر دکھائیں

۳۔اگر آیت کما ارسلنا .. الخ میں تشبیہ فعل (ارسال) میں نہیں ہے بلکہ رسولوں میں ہے اور اسی طرح مرزا جی بھی مثیل موسی و محمد ﷺ تھے تو مہربانی فرما کر مرزائی دوست مرزا صاحب کو بھی اسی طرح صاحب شریعت نبی ثابت کریں جس طرح جناب موسی اور محمد ﷺ تھے۔

۴۔خود مرزا صاحب اقراری ہیں کہ:

میں نبی ﷺ کی برکت سے مقام نبوت پر پہنچایا گیا ہوں اس لئے میں امتی نبی کہلاتا ہوں۔

(ص ۱۵۰ حاشیہ حقیقۃ الوحی ملخصاً)

پس ایک امتی اور تابع اپنے متبوع کا مثیل نہیں ہوسکتا بحالیکہ اس کا یہ بھی قول ہو کہ مشبہ اور مشبہ میں مشابہت تامہ ضروری ہے۔ (ست بچن ص ۱۶۴)۔ باقی دارد

....

مرقع قادیانی

جلد۳نمبر۱۲

مارچ ۱۹۳۲ء

مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ واقعی آخری فیصلہ ہے

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اتباع کی ہدایت اور آخری رہنمائی کے لئے بالفاظ دیگران کو دائمی غلطی سے بچانے کے لئے اپنی عمر کے آخری ایام میں ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اعلان کیا تھا جس کا نام رکھا تھا، مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔،

اس کا خلاصہ مضمون یہ تھا کہ جو ہم دونوں (مرزا غلام احمد قادیانی وثناءاللہ) میں سے خدا کے نزدیک جھوٹا ہوگا وہ پہلے مرجائیگا۔اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے اور مولوی ثناءاللہ بفضلہٖ تعالی آج تک (۱۹۳۲ء) زندہ بلکہ یہ سطور لکھ رہا ہے۔

اس کے بعد سعادت مندوں نے تو سعادت پائی جن کی قسمت میں شقاوت ہے وہ اڑے رہے۔امت مرزائیہ کے دوگروہ اگرچہ آپس میں مختلف ہوں لیکن اس اعلان مرزا کی تردید میں دونوں متفق ہیں۔دونوں ایک دوسرے کے قوت بازو ہوکر مخالفین حق کی طرح نحن جمیع منتصر کا نعرہ لگاتے ہیں جس کے جواب میں وہی کافی ہے جو خدا تعالی نے ایسا کہنے والوں کے حق میں فرمایا ہے

سیھزم الجمع و یولون الدبر

لاہوری پارٹی کے امیر مولوی محمد علی نے بھی مرزا صاحب قادیانی کے اعلان مذکورہ کی تردید میں قلم اٹھایا، قادیان کے خلیفہ میاں محمود احمد نے بھی بہت کچھ کوشش کی۔ان دونوں نے ابطال اعلان میں ایسا اتفاق کیا گویا ان کے حق میں یہ ارشاد صحیح ہے اتواصوا بہ بل ھم قوم طاغون

ان دونوں پیشواؤں کے جوابات تو ہم نے اپنے رسالہ فیصلہ مرزا میں دے دیئے۔اس کے جواب میں مولوی اللہ دتہ جالندھری مبلغ قادیان پارٹی پیش آئے۔انہوں نے ایک کتاب تجلیات رحمانیہ میں اس مضمون کا لکھا جس میں اپنے ہادی اپنے نبی کے اعلان مذکور کی خوب تکذیب کی ہے آج ہم انہی کی طرف متوجہ ہیں۔ہمارے بیان کے دو حصے ہیں۔

ا۔دعا مرزا قادیانی جس کے الفاظ یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی (ا) اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے۔اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت

اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کیذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا

لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین ۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ و اید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

اس دعا کے متعلق الہام مرزا جس کے سارے الفاظ یہ ہیں:

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع ۔صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ص ۷)

ہم کہتے تھے اور کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے دونوں میں سے جھوٹے کی موت کیلئے دعا کی اور خدا نے قبول فرمائی۔ بس جو ہوا اس کو قبول کرنا ہر ایک اہل حق کا خصوصاً اتباع مرزا کا فرض ہے۔ نہ قبول کریں تو ان کو اختیار ہے ارشاد باری ہے من شاء فلیو من و من شاء فلیکفر

ہمارے دعوے کے جزو اول کا ثبوت یہ ہے کہ مرزا صاحب نے اسی اعلان میں یہ لفظ لکھے ہیں : میں نے محض دعا سے فیصلہ چاہا ہے۔ اور الہام مذکور اجیب دعوۃ الداع ،اسی دعا کے متعلق ہے جو مولوی اللہ دتا صاحب کو بھی مسلّم ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۷۱۔۱۷۲)

تفصیل یہ ہے مولوی اللہ دتہ جالندھری نے باتباع مرزا بے معنی طول سے یہ امر ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مذکورہ دعاء مرزا، دراصل مرزا صاحب کی طرف سے دعاء مباہلہ تھی۔ یعنی مرزا غلام احمد صاحب نے بطور مباہلہ یہ دعا کی تھی جسے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے نامنظور کیا۔ اسی مباہلہ کے متعلق مذکورہ الہام تھا

چونکہ مباہلہ منعقد نہیں ہوا لہذا دعا نافذ نہ ہوئی۔

مولوی اللہ دتہ کی تحریف قرآن اور دیانت

مولوی اللہ دتہ نے اس مقام پر اپنے احمدی ہونے کا کامل ثبوت دیا ہے یعنی محبت مرزا میں قرآن شریف کی تحریف کرنے سے بھی نہ ڈرے۔ ہم اہل علم کی ضیافت طبع کے لئے ان کے پورے الفاظ نقل کرتے ہیں لکھتے ہیں:

یاد رکھنا چاہیے کہ اشتہار ۱۵۔ اپریل دعا مباہلہ ہے۔ اس دعا مباہلہ کے متعلق اللہ تعالی کا فرمانا اجیب دعوة الداع اذا دعان ، انہی معنوں میں ہے جن معنوں میں آیت مباہلہ فنجعل لعنة الله على الكاذبين ہے ۔ یہ بھی خدا کا کلام ہے اور وہ بھی آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالی نے بتلایا کہ ان نصاری نجران کو دعوت مباہلہ دو ہم جھوٹوں پر لعنت کریں گے ...اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کو تحریک کی کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کردو میں دعا سنتا ہوں۔

(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۷۱۔۱۷۲)۔

اس آیت میں مولوی اللہ دتہ نے یوں تحریف کی ہے:

آیت مباہلہ فنجعل عطف ہے نبتھل پر اور نبتھل عطف ہے ندع پر۔ اور ندع میں ضمیر جمع متکلم ہے جس سے مراد آنحضرت ﷺ مع آل واصحاب ہیں۔ اس سیدھی ترکیب کے ماتحت ترجمہ صاف ہے کہ:

ہم مسلمان جھوٹے پر لعنت کریں ۔،

مگر مولوی اللہ دتہ نے جو ترجمہ کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اسکا فاعل خدا ہے کہ:

ہم جھوٹوں پر لعنت کریں گے۔

یہ صریح تحریف قرآن ہے جو قادیانیوں کے بائیں ہاتھ کا کرتب ہے اعاذنا الله منه

اب بمسرت ظاہر کرتے ہیں کہ مولوی اللہ دتہ نے تسلیم کیا کہ یہ الہام قبولیت اسی دعا کے متعلق ہے

جس کا نام آخری فیصلہ ہے۔اس سے پہلے ہمیں یہ امر ثابت کرنا پڑتا تھا کہ یہ الہام اسی دعا کے متعلق ہے جس سے اب ہم بحمد اللہ فارغ ہو گئے ۔اب ہمیں یہ ثابت کرنا ہے کہ یہ اعلان ، دعاء مباہلہ نہیں بلکہ محض دعائے ہلاکت ہے کیونکہ اعلان مذکور کی ساری عبارت میں مباہلہ کا لفظ کسی نہج میں بھی مذکور نہیں بلکہ محض دعا مذکور ہے۔ یہ تو ہے اعلان مذکور کی اندرونی شہادت ۔اب ہم بیرونی شہادت پیش کرتے ہیں جو درحقیقت شہادت ہی نہیں بلکہ مدعا علیہ کی طرف سے اقبال دعوی ہے۔سنیئے

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ایک تو خود ایسا فرمایا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ دعا مباہلہ نہیں کیونکہ اس دعا سے بہت پہلے مرزا صاحب سلسلہ مباہلہ ترک کر چکے تھے چنانچہ مرزا صاحب اپنی مستند کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۶۸ میں لکھتے ہیں:

میں کافی مقدار دیکھنے کے مباہلہ کی رسم کو اپنی طرف سے ختم کر چکا ہوں

یہ معلوم کرنا ہو کہ عبارت مرقومہ کس زمانہ میں مرزا صاحب نے لکھی ہے تو ہم ناظرین کو دور لے جانا نہیں چاہتے بلکہ اسی کتاب کے صفحہ ۶۷ سے یعنی ایک ہی صفحہ پہلے سے تاریخ تحریر دکھاتے ہیں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں

آج کی تاریخ سے جو ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء ہے۔(حقیقۃ الوحی ۔ص ۶۷)

معلوم ہوا کہ صفحہ ۶۸ پر جو مرزا صاحب نے مباہلہ کے ختم والا فقرہ لکھا ہے اس کی تاریخ بھی ۱۶ جولائی ۱۹۰۶ء تھی جو ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء سے ۹ ماہ پہلے ہے۔ثابت ہوا کہ مرزا صاحب اعلان مذکور سے پہلے سلسلہ مباہلہ ختم کر چکے تھے۔پھر احمدی جماعت کیوں کر خیال کر سکتی ہے کہ مرزا صاحب مامور من اللہ نبی اللہ بلکہ رسول اللہ ہو کر اپنے ایک اعلان کردہ حتمی فیصلہ کا خلاف کریں کہ ۹ مہینے بعد مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے دعاء مباہلہ شائع کریں ۔ہمارے نزدیک یہ بڑی بدگمانی (علی اعتقاد القادیان) موجب کفر بلکہ کفر ہے۔

ہاں مرزا قادیانی تو اپنی طرف سے مباہلہ کا سلسلہ جنابانی بند کر چکے لیکن مخالفین کے لئے مباہلہ کرنے کا موقع البتہ رکھا، چنانچہ مندرجہ بالا فقرہ کے متصل ان کے الفاظ یہ ہیں:

لیکن ہر ایک جو مجھے کذاب سمجھتا ہے اور ایک مکار اور مفتری خیال کرتا ہے اور میرے دعوی مسیح موعود کے بارے میں میرا مکذب ہے اور جو کچھ مجھے خدا تعالی طرف سے وحی ہوئی ہے اس کو میرا افتراء خیال کرتا ہے، وہ خواہ مسلمان کہلاتا ہو، یا ہندو، یا آریہ، یا کسی اور مذہب کا پابند ہو، اس کو بہر حال اختیار ہے کہ اپنے طور پر مجھے مقابل پر رکھ کر تحریری مباہلہ شائع کرے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۶۸)

اسی عام اصول کے ماتحت تتمہ کتاب ہذا میں لکھتے ہیں:

اگر مولوی ثناء اللہ صاحب جو آج کل ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں ،اس گندے طریق سے باز نہیں آتے تو میں بخوشی قبول کرونگا اگر وہ مجھ سے درخواست مباہلہ کریں

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۳۰)

پس بالوضاحت ثابت ہے کہ مرزا صاحب کے مذکورہ اعلان آخری فیصلہ کو دعا مباہلہ کہنا خود مرزا صاحب کی تصریحات کے خلاف ہے کیونکہ مرزا صاحب اپنی تحریر (مندرجہ حقیقۃ الوحی۔ص ۶۸) کے موافق تحریک مباہلہ نہیں کر سکتے تھے۔ ہاں ہماری طرف سے تحریک ودعوت ہوتی تو وہ قبول کرتے۔ مگر ہم نے بھی (حقیقۃ الوحی کی تصنیف کے بعد۔ بہاء) مباہلہ کی دعوت نہیں دی۔ پھر یہ کیوں کوشش کی جارہی ہے کہ اس دعا کو دعا مباہلہ بنا کر مشتبہ کیا جائے جیسا کہ پہلے لوگوں نے کیا جن کا ذکر ہے وجادلوا بالباطل ليدحضوا به الحق ۔پس ایسا کرنے والے خدائی ڈانٹ ڈپٹ سن لیں

فاخذتهم فكيف كان عقاب (پ۲۴۔ع ۶)

احمدی دوستو! تمہاری محبت مجبور کرتی ہے کہ میں تم کو ایک دفعہ اطلاع دے دوں کہ اس خدائی فیصلہ کا انکار کرنا تمہارے حق میں اچھا نہ ہوگا۔ پس مرزا غلام احمد صاحب کے فیصلے اور میری نصیحت کی قدر کرو

میری جاں چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

....

مسیح موعود

مرقومہ پنڈت آتمانند بانی ست دھرم از لکھنؤ

معزز ناظرین! میری یہ خواہش نہیں تھی کہ میں اپنے مرزائی بھائیوں کے منہ آؤں، کیونکہ مجھے دیگر بے شمار مصروفیات سے ہی چھٹکارا نہیں تھا، اور کہ فاتح قادیان مولانا ثناءاللہ امرتسری ہی قادیانی قلعہ کومسمار کرنے کے لئے کافی ووافی ہیں۔ لیکن بعض مقامی احمدی دوستوں نے مجھے بھی مناظرہ کی طرح دے دی، اور مجھے بھی اپنی طرف مخاطب کرلیا، لہذا اگر میری تحریر سے کسی احمدی بھائی کی دل آزاری ہو، تو مجھے معاف فرمایا جائے کیونکہ اظہار حق کے لئے میں مجبور ومعذور ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے جتنی بھی پیش گوئیاں اپنے دعوی مسیح موعود ہونے کے لئے پیش کیں ہیں، ان سے ہرگز ہرگز مرزا صاحب کا دعوی ثابت نہیں ہوتا۔ بلکہ یہ سب پیش گوئیاں مرزا غلام احمد صاحب کے کسی دوسرے ہم عصر کے لئے مفید ہیں۔ چنانچہ یہاں میں ثابت کروں گا کہ مرزا صاحب اپنی زبان مبارک سے اپنی تکذیب وتردید فرما گئے ہیں۔

ا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے فرزند مرزا بشیر الدین احمد خلیفہ ثانی نے اپنی تصنیف دعوۃ الامیر میں گورو بابا نانک دیو کی وہ پیش گوئی درج فرمائی ہے جو گورو جی مہاراج کی جنم ساکھی از بھائی بالا مقرب خاص کے صفحہ ۱۵۱، ۲۷۲ میں چھپی ہے جس میں لکھا ہے کہ آنے والا شخص جو کبیر بھگت سے بھی بہت بڑا ہوگا، بٹالہ کے پرگنہ بلکہ خاص شہر بٹالہ میں پیدا ہوگا اور جاٹ کا بیٹا ہوگا۔

میرا دعوی ہے کہ وہ مرزا غلام احمد کے علاوہ کوئی دوسرا ہے کیونکہ مرزا صاحب جاٹ کے بیٹے نہیں تھے بلکہ مغل تھے۔ اور وہ المسیح جو جاٹ کا بیٹا بمقام بٹالہ پیدا ہوا تھا وہ کون ہے؟ یہ میں پھر کبھی بتلاؤں گا

۲۔مرزا غلام احمد اپنی تصنیف تحفہ گولڑویہ صفحہ ۴۴ میں لکھتے ہیں

در سن غاشی ہجری دو قراں خواہد بود
از پئے مہدی و دجال نشاں خواہد بود

کسی بزرگ کا یہ شعر اپنے دعوی مہدویت ومسیحیت میں نقل کر کے تشریح فرماتے ہیں:

اس شعر کا ترجمہ یہ ہے کہ جب چودھویں صدی میں گیارہ برس گذریں گے تو آسمان پر خسوف کسوف چاند اور سورج کا ہوگا اور وہ مہدی اور دجال کے ظاہر ہو جانے کا نشان ہوگا۔اس شعر میں مولف نے دجال کے مقابل پر مسیح نہیں لکھا بلکہ مہدی لکھا ہے اس میں یہ اشارہ ہے کہ مہدی اور مسیح دونوں ایک ہی ہیں۔اب دیکھو کہ یہ پیش گوئی کیسی صفائی سے پوری ہوگئی اور میرے دعوی کے وقت رمضان کے مہینہ میں اسی صدی یعنی چودھویں صدی ۱۳۱۱ ہجری میں خسوف کسوف ہو گیا۔

اس پیش گوئی میں بقول مرزا غلام احمد، المسیح کی پیدائش بماہ رمضان ۱۳۱۱ھ بتلائی گئی ہے یعنی چودھویں صدی میں۔۳۔جیسا کہ سید ابوالبرکات پی ایچ ڈی احمدی نے بھی اپنی مشہور تصنیف محقق کے صفحہ ۳۱۵ پر اسی شعر کو لکھ کر یوں بیان کیا ہے:

در سن غاشی ہجری دو قراں خواہد بود
از پئے مہدی و دجال نشاں خواہد بود

بحساب ابجد غاشی کے عدد ۱۳۱۱ ہوتے ہیں۔اور اسی سال چاند گرہن اور سورج گرہن رمضان میں ہوئے جو دجال اور مسیح کے نشان میں واقع ہوئے۔

۴۔پھر اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۰ پر لکھا ہے

نعمت اللہ ولی غین و رے سال چوں گزشت
از سال دوران نامدار مے بینم

یعنی تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوگا

۵۔اتنا ہی نہیں بلکہ مرزا غلام احمد نے خود قرآن شریف کی آیت سے یہ ثابت کیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا۔ چنانچہ آپ کی تصنیف تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۳۷ قابل دید ہے جس میں لکھا ہے کہ:

پھر دوسری آیت میں اس کی اور بھی تصریح ہے اور وہ یہ ہے یریدون لیطفئوا نور اللہ بافواھھم و اللہ متم نورہ و لو کرہ الکافرین ۔اس آیت میں تصریح سے سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا کیونکہ اتمام نور کے لئے چودھویں رات مقرر ہے۔

۶۔مرزا غلام احمد قادیانی اس کی تائید مزید کے لئے اپنی اس کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۶۴۔۶۵ میں لکھتے ہیں:

دیکھنا چاہیے کہ چاند اور سورج کا رمضان شریف میں گرہن ہونا کس قدر ایک مشہور پیش گوئی تھی یہاں تک کہ جب ہندوستان میں یہ نشان ظاہر ہوا تو مکہ معظّمہ کی ہر ایک گلی اور کوچہ میں اس کا تذکرہ تھا کہ مہدی موعود پیدا ہوگیا۔ایک دوست نے جو ان دنوں مکہ میں تھا خط میں لکھا تھا کہ جب مکہ والوں کو سورج اور چاند گرہن کی خبر ہوئی کہ رمضان میں حدیث کے الفاظ کے مطابق گرہن ہوگیا تو وہ سب خوشی سے اچھلنے لگے کہ اب اسلام کی ترقی کا وقت آگیا اور مہدی پیدا ہوگیا۔

مرزا غلام احمد نے یہ سب باتیں اپنے دعوے کے ثبوت میں لکھی ہیں جن سے صاف ثابت ہے کہ بقول مرزا صاحب قرآن شریف اور احادیث صحیحہ وروایات معتبرہ کی بنا پر المسیح کا سن ولادت چودھویں صدی میں چاند اور سورج کے گرہن بماہ رمضان شریف ۱۳۱۱ھ بتلایا گیا ہے جو خود مرزا غلام احمد صاحب زبان حال سے کہلوا رہا ہے کہ آپ المسیح نہیں تھے کیونکہ بحوالہ محقق صفحہ ۳۸۸۔۳۹۰ جس میں مرزا صاحب قادیانی کی سوانح عمری مختصراً دی ہے، اس میں آپ کی پیدائش ۱۲۵۵ھ لکھا ہے، یعنی ۱۸۳۹ء۔جس سے آپ کی اپنی زبان سے آپ کی بطالت اور آپ کے دعویٰ مسیح کی تکذیب وتردید ثابت ہے۔

اور بقول آپ کے قرآن شریف سے بھی جو آپ کے لئے قطعی قاطع اور برہان ساطع سے بھی زیادہ ہے کیونکہ آپ نے خود قرآنی آیت یریدون لیطفئوا کی تشریح میں مسیح کی پیدائش چودھویں صدی ہجری میں قبول کی ہے حالانکہ آپ جناب کی پیدائش تیرھویں بلکہ ساڑھے بارھویں ہجری کے قرب میں ہوئی تھی (اتنی محنت کرنے کی کیا حاجت ۔ براہین احمدیہ مصنفہ مرزا تیرھویں صدی میں بنی اور چھپی اور شائع ہوئی تھی۔ثناء) میں یہ موقع آنے پر

بتلاؤنگا کہ وہ المسیح کون ہے جو چانداور سورج گرہن کے اگلے روز ٹھیک ۱۳۱۱ھ بماہ رمضان بٹالہ شہر میں ایک جاٹ کے گھر پیدا ہوا تھا اور جس نے ۱۳۴۰ھ بمطابق ۱۹۲۱ء میں بمطابق روایات معتبرہ ومتقدمین کی پیش گوئیوں کے المسیح ہونے کا دعوی کیا۔اور بقول آپ کے صراط مستقیم، ست دھرم کو بلاکسی قسم کی رورعایت کے دنیا کے سامنے پیش کیا (اب مرزائیوں کو قدر عافیت معلوم ہوگی۔کیوں؟

مشکل بہت پڑے کی برابر کی چوٹ ہے۔آئینہ دیکھئے گا ذرہ دیکھ بھال کے۔ثناء)

جیسا کہ:۷۔مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصنیف میں خود قبول فرمایا ہے کہ :

چھٹی آیت میں (سورہ فاتحہ کی) اھدنا الصراط المستقیم ہے گویا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چھٹے ہزار کی تاریکی آسمان ہدایت کو چاہے گی اور انسانی سلیم فطرتیں خدا کی جناب سے ایک ہادی کو طلب کریں گی یعنی مسیح موعود کو۔(تحفہ گولڑویہ ص۱۸۳)

اس کے ساتھ ہی ساتھ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۲۳ پر مرزا غلام احمد کی مندرجہ ذیل عبارت بھی قابل دید ہے

۸۔ پس جب تم نماز میں یا خارج نماز کے یہ دعا پڑھو کہ اھدنا الصراط المستقیم صراط الذین انعمت علیھم تو دل میں یہی ملحوظ رکھو کہ میں صحابہ اور مسیح موعود کی جماعت کی راہ طلب کرتا ہوں، یہ تو سورۃ فاتحہ کی پہلی دعا ہے

اس میں مرزا صاحب نے مسیح موعود کی ایک پہچان یہ بھی بتلائی ہے کہ وہ صراط المستقیم، ست دھرم پیش کرے گا جس کی تاکید بلکہ تائید مزید وتکرار شدید کے طور پر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی تصنیف تحفہ گولڑویہ میں یوں لکھا ہے :

۹۔پھر اس بات پر ایک اور دلیل ہے جس سے صاف طور پر سمجھا جاتا ہے کہ علماء اسلام کا یقینی طور پر یہ عقیدہ تھا کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا اور وہ یہ ہے کہ انواع حافظ محمد برخوردار سکنہ چیٹی شیخان ضلع سیالکوٹ میں جس کی پنجاب میں بڑی قبولیت ہے ایک ہندی شعر ہے جس میں صاف اور صریح طور پر اس بات کا بیان ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہوگا۔اور وہ یہ ہے

پچھے اک ہزار دے گذرے ترے سے سال
عیسی ظاہر ہو سیا کر سی عدل کمال

اس کا ترجمہ یہ ہے کہ جب سن ہجری سے تیرہ سو سال گذر جائیں گے تو چودھویں صدی کے سر پر عیسی ظاہر ہو جائے گا، کمال عدالت کرے گا یعنی دکھادے گا کہ صراط مستقیم یہ ہے۔ (ص ۵۴۔۵۵)

اب مرزائی دوستوں کا فرض ہے کہ وہ تلاش کریں کہ کون ایسا مسیح ہے جو مرزا صاحب کی خود پیش کردہ معیار و پیش گوئیوں کا مصداق اور حضرت محمد صاحب (ﷺ) کی وفات سے ٹھیک تیرہ سو برس کے بعد ۱۳۱۱ھ چاند اور سورج گرہن کے دوسرے دن بماہ رمضان شہر بٹالہ میں ایک غریب جاٹ کے گھر پیدا ہو کر ۱۳۴۰ھ میں بذریعہ دعوی، المسیح اور بانی ست دھرم جو صراط المستقیم کا لفظ بلفظی ترجمہ ہے ظاہر ہوا، جیسا کہ اہل اسلام کی کتب میں لکھا ہوا ہے اور جس کو احمدی لوگ مرزا غلام احمد صاحب کی صداقت کے لئے پیش کیا کرتے ہیں جیسا کہ سید ابوالبرکات احمدی صاحب پی ایچ ڈی اپنی تصنیف محقق میں لکھتے ہیں کہ:

۱۰۔ مسلمانوں کی ان کتابوں میں جو پیش گوئیاں مشہور ہیں ۱۳۴۰ھ کے متعلق بہت زیادہ پیش گوئیاں موجود ہیں ...حضرت شاہ نعمت اللہ صاحب رحمۃ اللہ کا ایک مشہور قصیدہ فارسی ہندوستان کے اکثر مقامات پر اب تک محفوظ ہے۔ ان کے فرمان کے مطابق ۱۳۴۰ھ مسلمانوں کے لئے مبارک سال ہے۔

۱۱۔ پھر محقق میں سید ابوالبرکات صاحب احمدی لکھتے ہیں کہ:

پھر اخبار مدینہ بجنور یکم دسمبر ۱۹۲۱ء میں بعنوان ظہور امام مہدی ۱۳۴۰ھ میں، شاہ نعمت اللہ کے قصیدے کے متعلق لکھا گیا ہے کہ

خاموش باش نعمت اسرار حق مکن فاش درسال کنت کنز باشد چنیں بیانہ

الفاظ کنت کنز، میں وقت ظہور مہدی بتایا گیا ہے جس کے ۱۳۴۰ھ کے عدد ہوتے ہیں۔

۱۲۔ نیز محقق کے احمدی مصنف پھر لکھتے ہیں کہ:

مسلمانوں کے ایک اور اخبار نے جس کا نام آگرہ اخبار ہے، ظہور امام الزمان کے عنوان سے لکھا ہے کہ: ظہور امام الزمان علیہ السلام بھی اسی قیامت کے آثار قریبہ میں سے ایک نمونہ اور ایک نشان

ہے جو عنقریب اور غالباً اسی سال پورا ہونے والا (۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۱ء مطابق ۱۳۴۰ھ)۔ محقق ص ۲۸)

۱۳۔محقق میں مزید لکھا ہے کہ :

پھر ہندوستان کے طول وعرض میں ایک اشتہار ۱۳۴۰ھ کے دوران میں شائع ہوا جس کا عنوان تھا، پروانہ خداوندی۔اس کا مشتہر شیخ عبداللہ خادم حرمین شریفین بتایا گیا اس میں لکھا تھا کہ ۱۳۴۰ھ کے موسم حج میں ضرور امام مہدی ظاہر ہو جائیں گے وغیرہ۔ چنانچہ اخبار مدینہ بجنور (۶ فروری ۱۹۲۳ء) میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں شاہ سلیمان پھلواروی نے اپنی عراق کی مراجعت کا اعلان کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

جس کا جو جی چاہے کرے ہم تو ہر ایک آستانہ پر اس مقدس ہستی (مہدی؟) کے ظہور کی دعا رو پیٹ کر کر آئے جس کے ہم منتظر بیٹھے ہیں۔

نیز محقق صفحہ ۱۵۳۔۱۵۴ میں یہ عبارت لکھی ہے:

خواجہ حسن نظامی دہلوی نے اپنی کتاب امام زمان کی آمد کے صفحہ ۲۱ میں حضرت امام مہدی کے ظہور کی مندرجہ ذیل علامت بیان فرمائی ہے:

حضرت مولانا حکیم شاہ محمد حسن رحمۃ اللہ علیہ مفسر تفسیر غایۃ البرہان ساکن امروہہ ضلع مراد آباد نے اپنی تفسیر کے مقدمہ میں لکھا ہے کہ میں نے شیخ ابن عربی کا وہ رسالہ اپنی آنکھوں سے دیکھا جس میں لکھا ہے کہ حکومت عثمانیہ میں عبدالحمید ثانی سلطان کی حکومت ۳۲ برس رہے گی اس کے بعد وہ معزول ہوں گے اور ان کے بعد ۸ برس کے عرصہ میں دو سلطان اور تخت نشیں ہوں گے کہ اتنے میں حضرت امام مہدی کا ظہور ہو جائے گا۔ سلطان عبد الحمید خاں غالباً ۱۸۷۷ء میں تخت نشین ہوئے تھے اور ۱۹۰۹ء میں معزول ہوئے اس حساب سے پورے ۳۲ برس کی حکومت ثابت ہے اس کے بعد پہلے بادشاہ سلطان میں (یمن؟) ارشاد ہیں دوسرے ایک اور ہوں گے پھر امام کا ظہور ہو گا۔

نا معلوم یہ پیش گوئیاں کس طرح مرزا غلام احمد کے دعوی کو ثابت کر سکتی ہیں جب کہ امام مہدی یعنی مسیح کا ظہور ۱۳۴۰ھ میں مانا جاتا ہے حالانکہ مرزا صاحب کی وفات اس وقت یعنی ۱۳۴۰ھ سے پندرہ سال قبل

۱۳۲۵ھ میں وقوع پذیر ہو چکی تھی۔ پس وہ المسیح جو ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہوا اور ۱۳۴۰ھ میں بذریعہ دعوی ظاہر ہوا بالیقین مرزا غلام احمد قادیانی نہیں ہے بلکہ کوئی دوسرا ہے۔ اور مرزائیوں کا خصوصاً فرض ہے کہ اس کی تلاش کریں کہ وہ کون اور کہاں ہے جس کے حق میں قرآن شریف و احادیث معتبرہ پوری اترتی ہیں

بعض احمدی کہتے ہیں کہ ۱۳۱۱ھ میں پیدا ہونے کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب بذریعہ اپنے دعوی کے ظاہر ہوں گے جیسا کہ مرزا صاحب نے اپنی تصنیف تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۴۴ میں لکھا ہے کہ :

میرے دعوی کے وقت رمضان کے مہینہ میں اسی صدی یعنی چودھویں صدی ۱۳۱۱ھ میں خسوف و کسوف ہو گیا۔

یہ کہنا اس لئے ٹھیک نہیں کہ اول تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی اسی تصنیف تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۴۷ میں قرآن شریف کی آیت یریدو ن لیطفئو ا نور الله کی تشریح میں پہلے لکھ رکھا ہے کہ :

اس آیت میں تصریح سے سمجھایا گیا ہے کہ مسیح موعود چودھویں صدی میں پیدا ہوگا کہ اتمام نور کے لئے چودھویں رات مقرر ہے اور کہ اہل اسلام کی کتابوں میں المسیح کے ظہور کا وقت ۱۳۴۰ھ مانا گیا ہے نہ کہ ۱۳۱۱ھ۔

دوم۔ اس لئے کہ مرزا صاحب نے تو دعوی نبوت ۱۳۱۱ھ سے بہت عرصہ پہلے کر رکھا تھا جیسا کہ ان کی تصنیفات براہین احمدیہ وغیرہ سے ثابت ہے۔

میرے دیگر احمدی بھائی یہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب کو مسیح الزمان ماننے کی وجہ یہ ہے کہ:

۱۔ انہوں نے ہی چودھویں صدی کے سر پر دعوی مسیح موعود کیا اور کسی نے نہیں کیا۔

۲۔ نبی کی نشانی یہ ہے کہ اس کی جماعت کو ترقی نصیب ہو۔

۳۔ سب پیش گوئیوں کا مرجع وہی دکھلائی پڑتے ہیں۔

میں اپنے بھولے بھالے احمدی بھائیوں کو بتلانا مجبوری طور پر ضروری متصور کرتا ہوں کہ جو نشانیاں دجال یا مسیح دجال کے متعلق احادیث وغیرہ لکھی ہوئی ہیں وہ حرف بحرف مرزا غلام احمد پر چسپاں ہوتی ہیں مثلاً یہ کہ

۱۔ دجال، حضرت مسیح ہونے کا دعوی کرے گا جیسا کہ مرزا صاحب قادیانی نے کیا ۔

باوجودیکہ نماز میں مسیح الدجال سے پناہ کی دعا ہر روز ہر مسلمان پڑھتا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ دجال بھی جھوٹے نبیوں کی مانند رسول اللہ یا نبی ہونے کا اور مسیح ہونے کا دعوی کرے گا جیسا کہ مسلم کی مندرجہ ذیل حدیث ہے

قال علیه السلام لا تقوم الساعة حتی یبعث دجالون کذابون قریباً من ثلاثین کلهم یزعم انه رسول الله

۲۔ دجال، حضرت مسیح کی تمام نشانیوں مثلاً کسوف وخسوف شمس وقمر کو اپنے دعوی کی صداقت میں پیش کرے گا کیونکہ المسیح کی پیدائش کے وقت وہ موجود ہوگا اور لوگوں کو بہکائے گا کہ دیکھو جو نشانات مسیح کے لئے لکھے ہوئے ہیں وہ میرے دعوی کی نشانی اور تصدیق کے طور پر ہیں۔

۳۔ بے شک اس کی جماعت کو ترقی ہوگی حتی کہ کثیر تعداد میں اس کے ماننے والے مسلمان کہلائیں گے مگر در اصل مسلمان نہ ہوں گے (دیکھئے صحیح ترمذی ابواب الفتن فی فتنۃ الدجال) جس کا اقبال خود مرزا صاحب کے بیٹے جناب خلیفہ ثانی بشیر الدین محمود احمد صاحب نے اپنی تصنیف دعوۃ الامیر کے صفحہ ۷۱ میں یوں کیا ہے:

دجال کی حدیث میں تو فرماتے ہیں کہ بہت سے مسلمان دجال کے پیرو ہو جائیں گے۔

(ترمذی ابواب الفتن فی فتنۃ الدجال)

۴۔ افنا واحیاء کا دعوی کرے گا جیسا کہ مرزا غلام احمد نے اپنی تصنیف خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۲۳ پر کیا ہے کہ:

و اعطیت صفة الافناء و الاحیاء من الرب الفعال

(مجھ کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے)

اور مرزا صاحب کے فرزند جناب محمود احمد نے اپنی تصنیف، احمدیت یعنی حقیقی اسلام، کے صفحہ ۱۰۸ پر لکھا ہے :

ایک صفت اللہ تعالی کی محی بھی ہے یعنی مردوں کو زندہ کرنے والا... اللہ تعالی کے فضل سے مسیح موعود (مرزا) اس صفت کے متعلق عملی شہادت بہم پہنچا کر ہمارے ایمانوں کو تازہ کیا ہے۔

اور صفحہ ۱۰۹ پر اس صفت الاحیاء کی چند مثالیں دے کر صفحہ ۱۱۰ پر لکھتے ہیں کہ

عبد الرحیم خان صاحب جن کے متعلق یہ معجزہ ظاہر ہوا خدا تعالی کے فضل سے زندہ موجود ہیں اور اس وقت

انگلستان میں بیرسٹری کی تعلیم حاصل کررہے ہیں آپ کے والداور دوسرے گواہوں میں سے بھی اکثر لوگ زندہ موجود ہیں اورسب شہادت دے سکتے ہیں کہ انہوں نے اپنی آنکھوں سے خداتعالی کی صفت احیاء کا مشاہدہ کیا ہے جب کہ وہ حضرت مسیح موعود کے ذریعہ سے ظاہر ہوئی۔

۵۔مسیح دجال کی نشانی یہ بتلائی ہے کہ وہ خدائی کا دعوی کر بیٹھے گا جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے خود تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۳ پر مانا ہے کہ دجال خدائی کا دعوی کرے گا اور

یہی اس کی پہچان ہوگی ورنہ وہ ہر طرح اپنے تئیں مسیح کی نشانیوں کو چسپاں کرلے گا کیونکہ ۱۳۱۱ھ میں جو ولادت المسیح ،کا سال ہے جس کے رمضان کے مہینے میں چانداور سورج گرہن ہوں گے اور چونکہ دجال بھی موجود ہوگا اس لئے وہ ان نشانات کو جو دراصل المسیح کے نشانات ہیں اپنے لئے استعمال کرے گا۔کیونکہ

لمھدینا آیتان لم تکونا منذ خلق السماوات والارض ۔ ینخسف القمر لاول لیل من الرمضان و ینخسف الشمس فی نصف منه (دار قطنی)

نیز سورہ قیامۃ فاذا برق البصر و خسف القمر و جمع الشمس و القمر وغیرہ میں چانداور سورج گرہن کے نشان تو صرف مہدی والمسیح کے لئے ہی ہیں لیکن چونکہ دجال بھی اس وقت موجود ہوگا اس لئے اس نکتہ کو سمجھانے کے لئے ایک بزرگ نے یہ کہا تھا:

در سن غاشی ہجری دو قراں خواہد بود

از پئے مہدی و دجال نشان خواہد بود

یعنی یہ کسوف وخسوف مہدی اور دجال دونوں کے لئے نشان ہوں گے کہ بوقت ولادت المسیح دجال بھی موجود ہوگا اور چونکہ وہ نبوت اور مسیح موعود ہونے کا دعوی کئے ہوئے ہوگا اس لئے وہ کہے گا کہ دیکھو جیسا لکھا ہے یہ دونوں نشان میرے لئے ہیں کہ میں مسیح ہوں اور خود مرزا غلام احمد صاحب نے یہ شعر اپنے واسطے نقل کرکے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

جب چودھویں صدی میں سے گیارہ برس گذریں گے تو آسمان پر خسوف وکسوف چانداور سورج کا ہوگا اور وہ مہدی اور دجال کے ظاہر ہوجانے کا نشان ہوگا۔(تحفہ گولڑویہ۔ص۴۴)

جس کا حوالہ اوپر لکھا جاچکا ہے ورنہ اگر یہ نشانات المسیح اور دجال کے لئے نہیں تو خلیفہ محمود احمد بتلاویں کہ مرزا غلام احمد کے علاوہ دوسرا کون مدعی نبوت تھا جو ۱۳۱۱ھ میں ظاہر اور موجود تھا اور المسیح کی پیدائش سے وہ بھی ظاہر ہوا؟

مرزا غلام احمد انگریزوں کو دجال کہا کرتے تھے اور ایسا ہی میرے مرزائی دوستوں کا عقیدہ بھی ہے مگر انگریز تو بہت عرصہ پہلے سے ظاہر ہیں۔

اس میں ایک نکتہ ہے جو عاقلاں را اشارہ کافی است، اور وہ یہ کہ مرزا صاحب یوں تو دعویدار تھے کہ وہ دجال اور فتنہ دجال کے مٹانے کے لئے پیدا ہوئے ہیں مگر اندر اندر انگریزوں کو خدا کا سایہ اور رحمت مانتے تھے اور اپنے فتنہ ارتداد کی ترقی کیلئے انگریزوں کی حمایت اور خوش آمد کرتے رہتے تھے ایسا ہی آج کل قضیہ کشمیر کے متعلق خلیفہ ثانی مرزا محمود صاحب کا وطیرہ ہے۔ کیا یہ فتنہ دجال کو مدد کرنا ہے یا مٹانا؟

پس ہر طرح سے ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود نہ تھے بلکہ اس کے ہم عصر، مدمقابل۔ اصلی مسیح وہی ہے جو بقول خود مرزا غلام احمد صاحب قرآن شریف کی رو سے چودھویں صدی میں پیدا ہوا اور ۱۳۴۰ھ میں ظاہر ہو چکا نہ کہ مرزا صاحب

میرے احمدی و دیگر بھائی مجھ سے شائد سوال کر بیٹھیں کہ مانا دجال کی باقی سبھی علامات تو مرزا صاحب میں پوری اترتی ہیں لیکن یہ کہاں لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دعوی خدائی کیا ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مسئلہ ارتقاء کی رو سے مرزا صاحب نے آہستہ آہستہ ترقی فرمائی ہے اور وہ یوں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے (ص ۱۶)۔

۱۔ پہلے براہین احمدیہ میں یہ لکھا تھا کہ مسیح ابن مریم آسمان سے نازل ہوگا مگر بعد میں یہ لکھا کہ آنے والا مسیح میں ہی ہوں (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۴۹)

۲۔ بعد ازاں ایک قدم اور آگے بڑھا کر لکھا کہ حضرت ابراہیم، حضرت آدم، حضرت نوح، حضرت عیسی، حضرت محمد ﷺ بھی میں ہی ہوں

میں کبھی موسی کبھی آدم کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

ثبوت کے لئے درثمین اردو

۳۔پھر ایک قدم اور بڑھایا اور ترقی کے زینہ پر قدم رنجہ یوں فرمایا:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو ۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

۴۔قرآن نے اس مقام تک آپ (مرزا) کی رہنمائی کی جس تک ابراہیم اور موسی اور مسیح کو رہنمائی حاصل نہ ہوئی تھی۔(حقیقی اسلام۔ص ۸۱)

۵۔پھر اور ترقی کی اور حضرت محمدﷺ کی غلامی پسند نہ آئی تو حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۹ پر یوں لکھ مارا کہ اللہ فرماتا ہے:

آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

یہاں لکڑی کے تختوں کا ذکر تو ہے ہی نہیں، اور نہ آسمان سے تختوں کا اترنا مانتے ہی تھے یہاں تو تختوں سے مرزا صاحب کی مراد تخت یا درجہ نبوت تھی اور اس شیطانی وحی کا مطلب یہ تھا کہ آسمان سے کئی نبی آئے یا اترے مگر مرزا غلام احمد کا درجہ نبوت سب سے اوپر تھا۔

کہیے احمدیو بلکہ مرزائیو! مرزا صاحب کا یہ دعوی آنحضرتﷺ کی غلامی کا ہے یا سرداری کا؟

۶۔پھر دوسرا قدم اور آگے بڑھا کر یوں رکھا کہ درثمین فارسی میں لکھا

آنچہ دادہ ست ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بتمام

یہاں جام سے مراد معاذ اللہ جام شربت نہیں بلکہ درجہ نبوت ہے اور اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ جو درجہ نبوت فرداً فرداً ہر نبی کو ملا وہ سب ملا کر آپ اکیلے کو مل گیا۔مرزائیو! کہو کیا یہی شان غلامی ہے۔ یا معاذ اللہ سرداری؟

۷۔پھر ایک قدم اور بڑھے اور خطبہ الہامیہ کے صفحہ ۳۵ پر لکھا کہ :

انا قدمی هذا علی منا رة ختم علیها کل رفعة

یہ میرا قدم ایسے منارہ پر ہے کہ اس پر ہر ایک بلندی ختم کی گئی ہے۔

یہاں بھی منارہ اور بلندی سے مراد درجہ نبوت ہے۔ ورنہ یہ تو ظاہر ہی ہے کہ مرزا صاحب قطب صاحب کی لاٹ پر تو رہا ہی نہ کرتے تھے جو ان کا قدم سب سے اونچی بلندی پر مانا جائے

کیا شان احمدی کا چمن میں ظہور ہے

دعوی غلامی کے ساتھ افسری کا غرور ہے (باقی دارد)

....

خطاب بہ رسالہ مرقع قادیانی

اے ہر ماہ کے بعد میرے ایمانی جذبات کو بھڑکانے والے گوہرافشاں پیارے آرگن! تو نے اپنی تھوڑی سی عمر میں کہاں دلوں کو مسخر کیا ہے اور کس حد تک معاملات میں اضافہ کیا اس کا بیان کرنا میرے حیطہ تحریر سے باہر ہے۔

مگر ہاں! یہ کہنے کے بغیر نہیں رہ سکتا کہ تیری آمد میرے دل میں اسلام کی ٹھیٹھ تعلیم پھونک کر قال اللہ اور قال الرسول پر عامل گردانتی ہے۔ اور مجھے مدلل طور پر سمجھاتی ہے کہ نجات کا دارومدار آنحضرت ﷺ کی پیروی اور سلف صالحین کی روش میں ہے۔ ہاں ہاں! تیرے مضامین مجھے ان فتنوں سے، جن کے باعث آج نوجوان اسلامی عقائد کو خیرباد کہہ رہے ہیں، بچاتے ہیں۔

پیارے آرگن! تیرے ہر ایک مضمون اور ہر ایک ادا کو دیکھ کر لفظ مرحبا ورد زبان ہوتا ہے۔ اور یہ ماننا پڑتا ہے کہ یہ سب کچھ تیری چہل پہل محض تیرے تجربہ کار مدیر طال اللہ بقاءہ کے باعث ہے جس کے اخلاق اور حسن بیان کے مداح سب اپنے بیگانے ہیں۔ تیرے مدیر نے ہمیں اپنی ان تھک کوششوں سے کس حد تک زیر احسان بنایا ہوا ہے، اس کے اظہار سے زبان اور قلم عاجز ہے، بجز اس کے کہ ہمارے منہ اور قلم سے نکلتا ہے: ثناء اللہ بود وردزبانم

تیری خدمات کا اعتراف ان چند ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں بیان کر کے اب ذرہ روئے سخن اپنی جماعت کی طرف کرتا ہوں۔

اے میرے پیارے بھائیو! کیا آپ کو معلوم نہیں کہ پیارے مرقع قادیانی کے مدیر مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب نے اسلامی عقاید کی اشاعت اور اسلام کو بیرونی واندرونی حملوں سے بچانے کے لئے کہاں تک کوشش کی ہے۔ تمہیں طوعاً وکرہاً ماننا پڑتا ہے کہ فاضل موصوف نے اپنی تصانیف تمہارے اور تمہاری آئندہ آنے والی نسلوں کے لئے بطور ایک بیش بہا قیمت کے موتیوں کا ذخیرہ پیش کیا ہے۔ کیوں نہ ہو اسلامی فرقوں سے گفتگو ہو، تو یہ ڈھال کا کام دیتی ہیں، اور غیر مسلموں کے میدان مباحثہ میں ایک مددگار کا کام دیتی ہیں۔ مگر آہ! ہم نے اس کا کہاں تک ہاتھ بٹایا۔ اس بارے میں ہماری غفلت اور بے اعتنائی کی یاد سے روح کانپ جاتی ہے۔ کلیجہ منہ کو آتا ہے اور بدن لرز جاتا ہے۔

اے قوم! ہوش میں آ، اور وقت کو غنیمت سمجھ۔ اس اپنے فاضل مدیر کا ہاتھ بٹا اور اپنے لئے اور آئندہ آنے والی نسلوں کے فائدہ کے لئے رسالہ مرقع قادیانی کو اپنا رفیق اعلیٰ بنا اور اس کی اشاعت میں حصہ لے۔

تجھے جزاك الله کا تحفہ اور اجر عند الله کا انعام ملے گا

حافظ فضل الرحمٰن۔ ریلوے کلرک راولپنڈی

....

کھلی چٹھی بنام مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور

جناب مولوی صاحب!

آپ نے اپنی کتاب مسیح موعود کے صفحہ ۲۴ تا ۴۰ میں مرزا صاحب کی تحریروں کا حوالہ دے کر صاحب موصوف کا انکار از نبوت ثابت کیا ہے۔ بلکہ صفحہ ۳۶ میں بحوالہ انجام آتھم از مرزا غلام احمد صفحہ ۲۷۔۲۸ کے

حاشیہ سے آپ نے اپنی کتاب کے حاشیہ پر لکھا ہے کہ مدعی نبوت مسلمان نہیں ہوسکتا۔

جناب مرزا صاحب اپنی تحریر مندرجہ اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں صاف فرماتے ہیں کہ میں نبی ہوں۔

مرزا صاحب کی مندرجہ بالا تحریروں اور آپ کی کتاب مسیح موعود کو مدنظر رکھتے ہوئے میں آپ سے یہ استفسار کرتا ہوں کہ کیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب کی یہ تحریریں، جن میں جناب نے نبوت کا دعوی کیا ہے، منسوخ ہیں؟

اگر منسوخ ہیں تو مرزا صاحب کی تحریروں میں اختلاف واقع ہوتا ہے اور جس بات میں اختلاف واقع ہو وہ حسب الارشاد رب العزت و لو کان من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلافاً کثیراً خدا کی وحی نہیں ہوسکتی۔

پس ان واقعات کے ہوتے ہوئے آپ کس بنا پر مرزا صاحب کی تحریروں کو واجب العمل من جانب اللہ تصور کرتے ہیں۔

دوم: آپ کے خیال مندرجہ کتاب مسیح موعود صفحہ ۳۶ کے مطابق نبوت کا مدعی مسلمان نہیں ہوسکتا، مگر جناب مرزا صاحب اپنے اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ۵ نومبر ۱۹۰۱ء اور حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۱ میں باواز بلند فرماتے ہیں کہ میں نبی ہوں اور یہ لقب مجھے دیا گیا۔

تو کیا مرزا صاحب بھی آپ کی مندرجہ بالا تحریر کے مطابق آپ کے عنوان (کہ مدعی نبوت مسلمان نہیں ہوسکتا) کی زد میں آتے ہیں؟ چونکہ آپ قرآن مجید کے مفسر بھی ہیں، لہذا میں آپ کو خدا کا واسطہ دے کر ارشاد باری: کونوا قوا مین بالقسط شهداء لله ، کی طرف آپ کی توجہ مبذول کرتا ہوں اور اس سوال کا جواب آپ کی دیانت آپ کی ذہانت پر اعتماد رکھتے ہوئے حقانیت سے سننا چاہتا ہوں۔

ہاں چونکہ آپ اپنی تصنیف میں لکھتے ہیں کہ مدعی نبوت مسلمان نہیں ہوسکتا، مگر مرزا صاحب بحوالہ حقیقۃ الوحی نبوت کے مدعی ہیں، لہذا مرزا صاحب آپ کے فیصلہ کے مطابق آپ کی زد میں آتے ہیں، تو فرمایئے جو شخص، خواہ کوئی ہو، آپ کے اس اصول کے مطابق اسلام کی حد سے نکل جائے:

اس کی پیروی کرنی باعث نجات ہو سکتی ہے؟

ازروئے شرع اسلام اس کو اپنا امام بنایا جا سکتا ہے؟

امید ہے کہ جناب نہائت ٹھنڈے دل سے میری اس تحریر کو جو محض صداقت اور حق کی تلاش کی بنا پر لکھی گئی ہے، آپ حیطہ دماغ میں لا کر جواب باصواب سے ممنون کریں گے اور اس جواب کی ایک مطبوعہ کاپی مجھے عنایت کریں گے۔

حافظ فضل الرحمٰن ریلوے کلرک راولپنڈی

....

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بار گاه صمدی ۔ محمد بهاء الدین۔ ۱۱ مارچ ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت (٦٠)

ردقادیانیت اور سنی صحافت سے منتخبات

کشف الاسرار

کشف الحقائق

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء الترا ث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت (٦٠)
	ردقادیانیت اور سنی صحافت سے منتخبات
	کشف الاسرار
	کشف الحقائق
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۰۱
انٹرنیٹ اڈیشن	مئی ۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

صفحہ نمبر	عنوان
۸	فاتحۃ الکتاب
۱۰	ردقادیانیت اور سنی صحافت: اہل فقہ امرتسر آف غلام احمد اخگر
۱۰	پیسہ اخبار اور مرزائی گروہ
۱۲	بلا غ المبین لد فع کید الکا یدین
۱۲	علی محمد مر گیا
۱۳	دجال کادیانی اور طاعون
۱۶	مرزائے کادیانی اور مولوی ثناء اللہ
۲۴	ماہوار رسالہ مرقع قادیانی
۲۵	مرزا قادیانی کے نام کھلی چٹھی
۲۷	ریویو: فیصلہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی
۲۸	دجالی الہامات
۲۹	خط بنام حکیم نور الدین بھیروی
۳۱	مرزا کادیانی کا انتقال
۳۴	مرمرزا کادیانی کی موت
۳۵	مرزا صاحب قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ
۳۸	مرزائے کادیانی اور اس کی پیشین گوئیاں

دجالی امت کی عقل و دیانت	۴۲
نواب آف رام پور اور مرزا قادیانی	۴۵
نور الدین سجادہ نشین قادیانی کی نسبت ایک پیشینگوئی	۴۶
مثنوی مولوی ہند	۴۸
رام پور میں (غیر مقلدوں) اور مرزائیوں کا مناظرہ	۴۸
مباحثہ رام پور	۵۰
مرزائے قادیانی کی موت	۵۱
منشی عبدالعزیز قادیانی اخبارات میں	۵۳
گل دیگر شگفت	۵۵
مرزا صاحب کی پیش گوئیاں	۵۹
مرزا کادیانی کا اختراع	۷۲
مولوی نور الدین اور خواجہ کمال الدین	۷۴
مولوی سید محبوب شاہ کا مکتوب	۷۶
حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر	۷۷
حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر	۷۹
قادیانی کتاب، نبی اللہ کا ظہور، کا جواب	۸۲
کاروائی انجمن مشیر المسلمین بنارس	۸۲
روئیداد مناظرہ مونگیر	۸۳
مباحثہ مونگیر میں اڈیٹر اہل حدیث مدعو نہ تھے	۸۴
تحفہ بنارس	۸۵
ایڈیٹر اہل حدیث اور ایڈیٹر الحق کا مباحثہ	۸۸

عرفان بھیل پوری کا مضمون	۹۱
مباحثہ ثنائی ومرزائی	۹۳
فیصلہ آسمانی	۹۴
دجال اکبر	۹۴
ترکی امداداور احمدی احباب	۹۵
مرزائے کادیانی کا حقیقی جانشین	۹۶
تقریظ بر، آسمانی فیصلہ	۹۸
باپ بیٹا کیا کہتے ہیں؟	۹۹
باپ بیٹا کیا کہتے ہیں؟	۱۰۵
حواشی:	۱۰۷

(اہل حدیث امرتسر۔مولانا عبدالشکور ایڈیٹر النجم۔ابوالحسن غلام مصطفیٰ
مولانا فقیر محمد جہلمی ۔اخبار الحق۔قاضی فضل احمد۔انجمن حمایت اسلام لاہور
مولانا رشید احمد گنگوہی۔ مولانا عبداللہ ٹونکی۔مولانا اصغر علی روحی
مولانا انواراللہ فاروقی حیدرآبادی۔مولانا محمد علی مونگیری:
نواب محمد علی خان: ملا محمد بخش مالک جعفرزٹلی۔

کشف الاسرار۔شیخ غلام حیدر	۱۱۴
وجہ تصنیف	۱۱۴
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر۱	۱۲۱
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر۲	۱۲۹
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر۳	۱۳۳
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر۴	۱۳۵

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر ۵	۱۳۹
احتساب قادیانیت اوراہلحدیث امرتسر سے متفرق تحریریں	۱۴۳
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن (احتساب میں نمبر ۵)	۱۴۷
محمد علی کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ریویونمبر ۶ (احتساب میں نمبر ۸)	۱۴۹
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر ۷	۱۵۳
محمد علی کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ریویونمبر ۸ (احتساب میں نمبر ۱۰)	۱۵۸
محمد علی کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ریویونمبر ۹ (احتساب میں نمبر ۱۱)	۱۶۳
محمد علی کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ریویونمبر ۱۰ (احتساب میں نمبر ۱۲)	۱۷۲
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ نمبر ۱۳	۱۷۸
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریو یونمبر ۱۴	۱۸۳
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریو یونمبر ۱۵	۱۹۲
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریو یونمبر ۱۶	۱۹۷
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریو یونمبر ۱۷	۲۰۴
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر ۱۸	۲۰۷
محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر ۱۹	۲۱۰
دوسری کھلی چٹھی بخدمت مولوی محمد علی مندرجہ کشف الاسرار	۲۲۹
معذرت از مصنف	۲۳۱
مولانا ثناءاللہ حیاۃ مسیح کے قائل ہیں	۲۳۲
تنقید شرح بخاری پارہ اول مسمی فضل الباری	۲۳۵
محمد علی کے ترجمہ قرآن کی نسبت المنار کی رائے	۲۴۴

کشف الحقائق: ریویو برترجمہ بخاری ازمحمد علی۔ شیخ غلام حیدر ۲۴۶
تمہید تنقید پارہ اول فضل الباری شرح بخاری ۲۴۷
تنقید متعلق صفحہ ۱۴۔ پارہ اول حدیث نمبر ۲۰ فضل الباری ۲۴۸
احادیث مرفوعہ متعلق استثناء ۲۵۸
بیان احادیث مرفوعہ متعلق مداومت دوزخ و بہشت ۲۵۹
معراج جسمانی کے متعلق سورہ نجم سے استدلال ۲۶۸
تنقید متعلق ص ۴۰۔ ۴۱ حدیث نمبر ۸۴ فضل الباری ۲۷۱
بعض واقعات متعلقہ حربی لونڈی ۲۷۵
تنقید متعلق صفحہ ۳۹ حدیث نمبر ۸۷ فضل الباری ۲۷۷
حدیث مخترع ۲۷۹
معیار وقرائن مسیح موعود ۲۸۱
دجل مریدان مسیح قادیانی ۲۸۲
کذب وافتراء کی مثال ۲۸۳
تحریف لفظی وخیانت کی مثال ۲۸۴
دجل ومکر کی امثلہ ۲۸۵
نمونہ امثلہ مراق مسیح قادیانی ۲۹۰
خلیفہ ثانی پسر مرزا قادیانی کے مرض مراق کی مثال ۲۹۵
مسیح موعود کے متعلق عجیب وغریب اسرار ۲۹۵

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الا نبیاء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد ۶۰ قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس کے شروع میں ردّ قادیانیت اورسنی صحافت، سے اخبار اہل فقہ امرتسر میں شائع ہونے والی چند تحریریں نقل کی گئی ہیں جو مولانا غلام احمد اخگر اڈیٹر اہل فقہ امرتسر، ملا محمد بخش لاہوری، مولوی عبدالکریم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر، مفتی ابوالحسن غلام مصطفیٰ امرتسری، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا ابوالحسن خانقاہ رحمانیہ مونگیر، مولانا محمد عظیم آف گکھڑ، مولانا محبوب شاہ آف داتہ ضلع ہزارہ کی نگارشات ہیں۔ منشی عبدالعزیز نمبردار بٹالہ اور مباحثہ مونگیر سے متعلق چند تحریریں موقع کی مناسبت سے اخبار اہل حدیث امرتسر سے بھی نقل کی گئی ہیں۔ نیز ردقادیانیت اورسنی صحافت میں سے چند حواشی بھی شامل اشاعت کردیئے گئے ہیں۔

اس کے بعد شیخ غلام حیدر مرحوم آف سرگودھا کے دو رسائل نقل ہوئے ہیں۔ پہلا رسالہ مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن پر شیخ صاحب کے ان تبصروں کا مجموعہ ہے جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں قسط وار شائع ہوکر محو واثبات کے بعد کشف الاسرار کے عنوان سے ایک کتابچے کی صورت میں سامنے آیا تھا۔ یہ کتابچہ احتساب قادیانیت میں شامل ہے۔ میں نے اہل حدیث امرتسر میں شائع ہونے والی اقساط اور احتساب قادیانیت میں شامل متن کو سامنے رکھا ہے اور دونوں جگہ جو کچھ موجود تھا یہاں جمع کردیا ہے۔ نیز موقع کی مناسبت سے مولانا ابوحبیب اللہ کلرک کا ایک مضمون بعنوان: مولانا ثناء اللہ حیاۃ مسیح کے قائل ہیں، گل دستہ ثنائی، امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۲۳ء سے، اور مولانا محمد عثمان فارقلیط آف دفتر جمعیت علماء ہند دہلی کا مضمون، بعنوان: محمد علی کے ترجمہ قرآن کی نسبت المنار کی رائے، اخبار اہل حدیث امرتسر کے

۷ستمبر ۱۹۲۸ء کے شمارے سے نقل کر دیئے ہیں۔

بعدازاں شیخ غلام حیدر مرحوم کا رسالہ کشف الحقائق شامل اشاعت کیا ہے جو مولوی محمد علی لاہوری کے ترجمہ وشرح بخاری کے چند مقامات پر شیخ صاحب کا ریویو ہے۔ احتساب قادیانیت جلد ۲۷، اور اخبار اہل حدیث امرتسر میرے ماخذ ہیں۔

ان رسائل کو نقل کرتے ہوئے موقع کی مناسبت سے باریک فونٹ میں بہت سی احادیث شریفہ، اور بائبل کے انگریزی نسخے سے متعدد عبارات حواشی میں شامل اشاعت کر دی ہیں۔

شیخ غلام حیدر صاحب چکوال کے ایک سکول میں انگریزی کے استاد اور ہیڈ ماسٹر کے طور پر خدمات انجام دینے کے بعد سرگودھا میں آباد ہو گئے تھے۔ آپ کا ایک رسالہ: عشرہ کاملہ، تحریک ختم نبوت کی جلد ہشتم میں نقل ہو چکا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی محمد بہاء الدین۔ ۱۵ مارچ ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

ردقادیانیت اورسنی صحافت :اہل فقہ امرتسر آف غلام احمد اخگر

پیسہ اخبار اور مرزائی گروہ

ناظرین! پیسہ اخبار کی پالیسی سے عام لوگ واقف ہیں کہ وہ ملکی حیثیت سے جیسا ایک اسلامی اخبار ہے، ویسا ہی ہندؤوں کا آرگن ہے۔یعنی اگر ایک مسلمان اپنا مضمون اس میں درج کرا سکتا ہے تو ایک ہندو کو بھی یہ حق ہے کہ اس میں اپنا مضمون درج کراوے۔اور مذہبی پہلو میں اسلام کے مختلف فرقے اس کو اپنا ہی سمجھتے ہیں اور اپنے مضامین برائے اندراج بھیجتے رہتے ہیں جو بلاکم وکاست درج ہوجایا کرتے ہیں

چنانچہ اگر چند کالم ڈاکٹر عبدالحکیم خان کو دیئے گئے ہیں تو ساتھ ہی دوسری اشاعت میں اس سے ڈیوڑھے کالم ولی اللہ مرزائی کو دیئے گئے جس نے مرزا (غلام احمد) صاحب کی صداقت کا راگ گالیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کیا پیسہ اخبار مرزائیوں کا دشمن ہے؟

جواب بہرحال یہ ہوگا کہ دشمن نہیں ۔اگر دشمن ہوتا تو مرزائیوں کی تحریریں خوشی سے کیوں درج اخبار کرتا۔جب ایسا ہے تو ہم نہیں سمجھتے کہ مرزائی اخبار اس پر زہر کیوں اگلا کرتے ہیں۔

۵۔اکتوبر (۱۹۰۶ء) کے مرزائی اخبار البدر میں ، ڈاکٹر عبدالحکیم خان کے متعلق ذکر کرتے ہوئے اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں کہ:

> خان صاحب (یعنی ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب) ایک دفعہ آگ بگولا ہوکر ناپاک طبع لوگوں کی طرح حضرت مرزا صاحب کو گالیاں دینے اور چوہڑے چماروں میں جیسے الفاظ بولے جاتے ہیں وہ بولنے لگ

پڑے ہیں اوراس گندہ دہانی کے اظہار کے واسطے آپ نے پیسہ اخبار کے پرچے کو برگزیدہ کیا ہے پیسہ اخبار نے یہی غالباً غنیمت سمجھا ہے کہ ہندوؤں کے حق میں منافقانہ مضامین لکھ کر جو وہ اسلامی پبلک کو ناراض کر چکا ہے تو شائد اس کا عوض اس طرح ہو جاوے کہ حضرت امامنا (مرزا) کے حق میں دشنام دہی کے ساتھ اپنے اخبار کے کالم سیاہ کر کے پھر عوام کالانعام کو اپنا فریفتہ بنائے،

اس امر کا اظہار ہم غیر ضروری سمجھتے ہیں کہ آیا عبدالحکیم خان صاحب نے مرزا صاحب کو اسی قدر گالیاں دی ہیں جس قدر کہ مرزا صاحب نے انجام آتھم میں مسلمانوں کو دی ہیں یا کم زیادہ، تاکہ دیکھا جاتا کہ ڈاکٹر صاحب اور مرزا صاحب سے کون سے صاحب ان خطابات کے زیادہ مستحق ہیں جو البدر نے مندرجہ بالا عبارت میں تجویز کئے ہیں۔ یہ امر بحث سے خارج ہے۔

لیکن ہم مرزائی گروہ سے یہ سوال کرتے ہیں کہ جب مرزائیوں کے مضامین اس میں درج ہوکر دیگر مسلمانوں کی رنجش کا باعث ہوتے ہیں تو اس وقت پیسہ اخبار کی پالیسی پر کیوں اعتراض نہیں کیا جاتا؟

پیسہ اخبار کی گو یہ پالیسی کیسی ہی عمدہ ہو کہ اخبار عام رائے کا آئینہ ہے اور ہر کس وناکس کے مضامین درج ہوتے ہیں تاہم یہ ضروری ہے کہ پیسہ اخبار ایک طرف ہو جاوے اگر پیسہ اخبار فی الواقع مرزا صاحب یا ان کے مشن کا دشمن ہے تو یک قلم مرزائیوں کے مضامین کے اندراج سے کنارہ کشی کرے۔ بظاہر یہی طریقہ اچھا ہوگا کیونکہ باوجود یہ کہ ان کے مضامین درج ہوتے ہیں پھر بھی وہ پیسہ اخبار کو صلواتیں سناتے ہیں وہ پوشیدہ نہیں لیکن اگر ان کو یہ منظور ہے کہ مرزائیوں کی مخالفت نہ ہو اور وہ پیسہ اخبار پر خوش رہیں تو سوائے اس کے کوئی علاج نہیں کہ وہ مذہبی مضامین سے اپنے اخبار کو مستثنیٰ کر دیں اور پیسہ اخبار کو صرف پولیٹکل اور ملکی اخبار رہنے دیں۔

امید ہے کہ معزز ہم عصر اس بارے میں ضرور غور فرمائیں گے۔

۲ نومبر ۱۹۰۶ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص۹۱۔۹۳)

بلا غ المبین لد فع کید الکا یدین

میرزائے کادیانی کے عقائد کی تردید میں مولانا مولوی رسول شاہ صاحب مرحوم کا (۲۷) بے نظیر رسالہ ہے کشمیری زبان میں نظم ہے اور نہایت قابل دید رسالہ ہے۔ کشمیری زبان کے جاننے والے اور اہل کشمیر کو لازم ہے کہ اس بے نظیر رسالہ کے مطالعہ سے ضرور فائدہ اٹھائیں۔ قیمت مع محصول ڈاک ۲۔ آنے۔ مینیجر اخبار اہل فقہ امرت سر

۲۱ دسمبر ۱۹۰۶ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ ص ۹۶)

مرزا قادیانی پر اس کے الہام کے مطابق سچ مچ آسمان ٹوٹ پڑا

علی محمد مر گیا

چندروز ہوئے مرزا نے ایک الہام مشتہر کیا تھا کہ، آسمان ٹوٹ پڑا، لیکن آپ کے الہام آپ کی سمجھ سے بھی بالاتر ہوتے ہیں اس لئے ایسے الہاموں کو وہ مخالفوں کے حق میں سمجھا کرتے ہیں جب خود انہی پر واقع ہوجاتے ہیں تب آپ کو بھی ماننا پڑتا ہے کہ خود غلط بود آنچہ ماپنداشتم

مولوی محمد علی ساکن زیرہ ضلع فیروز پور میں ایک اشد مرزائی تھا۔ چونکہ اکثر یہ شخص اپنے مرزائی عقیدہ کے مغلظات سے وہاں کے ان پڑھ مسلمانوں کو گمراہ کر کے اپنا ہم عقیدہ بنانے کی کوشش کیا کرتا تھا، باہمت مسلمانوں نے اس کی ایذا سے بچنے کے لئے مشہور مناظر علامہ فاضل حکیم عبدالاحد صاحب ساکن خان پور (۲۸) (ضلع راولپنڈی استاد راجہ جہاں داد خان صاحب چیف آف گکھڑ مرحوم وسابق حکیم سردار ایوب خان صاحب) کو راولپنڈی سے بلوایا۔ الحمدللہ کہ قاضی صاحب ہر فرعونے را موسی کے مصداق ہوئے۔ اب ایک تازہ ترین خط سے معلوم ہوا ہے کہ علی محمد مرزائی عیدالاضحیٰ کی تقریب پر بھلا چنگا قادیان میں مرزا صاحب (اپنے پیر) سے ملنے گیا تھا اور

واپس آ کر طاعون میں مبتلا ہوا اور جھٹ پٹ دوسری سرائے کو لے جایا گیا۔ پس معلوم ہوا کہ مرزا (غلام احمد) صاحب پر آسمان ٹوٹنے کا الہام پورا ہوا۔

محبان اسلام اس قدر اور سن کر خوش ہوں گے کہ قاضی صاحب موصوف نے شیعہ صاحبان کے ان اعتراضات وشبہات کے جواب میں حال ہی میں ایک ضخیم کتاب لکھی ہے جو یہ لوگ اہل سنت و جماعت اور بالخصوص صحابہ کرام پر کرنے سے باعث دل آزاری ہوا کرتے ہیں۔ قاضی صاحب نے یہ کتاب لکھ کر اردو دان پبلک پر بہت احسان کیا ہے مگر چونکہ یہ کتاب ابھی طبع نہیں ہوئی لہذا تمام اہل سنت جماعت سے عموماً اور ساکنان زیرہ سے خصوصاً امید ہے کہ وہ اس کے چھپوانے میں قاضی صاحب کی اعانت کر کے شریک ثواب ہوں۔ راقم: حبیب

یکم مارچ ۱۹۰۷ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ص ۱۰۰۔۱۰۱)

دجال کادیانی اور طاعون

مولوی عبدالکریم طالب علم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرتسر لکھتے ہیں:

جناب مولوی غلام احمد اخگر مالک وایڈیٹر اخبار اہل فقہ امرتسر

پس از سلام مسنون التماس یہ ہے کہ چند سطور ذیل کو اپنے اخبار مقدس میں جگہ دے کر ممنون فرمائیں۔ و ھی ھذا

کادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۰۷ء میں حضرت مولانا جامع منقول معقول...مولانا ابوالزبیر غلام رسول... کی وفات کی نسبت چند مرزائی دجاجلہ کی خرافات منسوب بعبد المحی لکھی دیکھی۔ بلکہ اس سے پہلے بھی دجالی اخباروں میں نظماً ونثراً اس قسم کے منصوبے ملاحظہ میں آئے۔ اس لئے ذبا عن اولیاء اللہ و حمایۃً للاسلام ہم مختصراً اس کا جواب تحریر کرتے ہیں۔..دجاجلہ نے لکھا ہے کہ عبدالحی نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو کہا ہے کہ مولوی صاحب (غلام رسول) طاعون سے مرے وغیرہ خرافات۔ مولوی ثناء اللہ نے کہا وہ شہید ہو گئے۔

عبدالحی نے کہا کہ میں تمہارے لئے بھی طاعونی شہادت کی دعا مانگتا ہوں۔ طاعون سے اگر مرنا شہادت ہے تو عیسائی وغیرہ جو اس سے مرتے ہیں وہ بھی شہید ٹھہریں گے۔ اس سے شہید وہی مرتے ہیں جو اپنی جان حمایت اسلام کے لئے وقف کرتے ہیں الی آخر الدجل و الخرافات

حضرات! ان دجالوں کی چال بازی اور چالاکی اور مرشد حسن بن صباح کے اور محمد علی باب کی روحانی امت کی کیفیت ملحوظ فرمائیے کبھی طاعونی موت کو مطلقاً عذاب وغیرہ کہتے تھے اور کبھی اس کو مقید کرتے ہیں۔ یہ اس لئے کہ دجالی گروہ میں سے بھی کئی ایک اس مرض سے ہلاک ہو کر کتوں کی موت مرے اور مر رہے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اب لگے اس شہادت کو مقید کرنے۔ ورنہ پہلے اس کو مطلقاً کتوں کی موت وغیرہ لکھتے تھے اور نہ الطاعون شهادة لكل مسلم وغیرہ کا لحاظ کرتے ہیں۔ اول تو حدیث میں شہادت کے لئے صرف اسلام کی طرف شرط ہے، اور اگر وقف کی قید کو تسلیم بھی کر لیا جائے تو سوال پیدا ہوگا کہ وقف سے کیا مراد ہے۔ وقف سے دجالی گروہ میں داخل ہونا اور اس پر ثابت قدم رہ کر حامی اسلام ہونا مراد ہے، تو یہ باطل ہے اس لئے کہ یہ گروہ حسب فتاوی علماء اسلام خارج از اسلام اور مخرب اسلام ہے۔ یہ تو شکاریوں کی طرح جانور صورت بن کر شکار قابو کرتے ہیں۔ اگر نماز وغیرہ کو علی الاعلان چھوڑ دیتے تو ایک مسلمان بھی ان کے پھندے میں نہ پھنستا الا ماشاءاللہ نماز، روزہ، ذکر، کلمہ اور صفت ایمان پر اگر ان کو یقین ہوتا تو پیغمبری کا دعوی ہرگز نہ ہوتا۔ البتہ حامی اسلام وہ شخص ہوسکتا ہے جو مسلمان ہے اور اصول اسلام کو مانتا ہے۔ خدا تعالی کے فضل و کرم سے مولانا موصوف مسلمان تھے اور صالح۔ تقریباً بتیس سال (باستثناء دو چار سال) علوم اسلامیہ کی تعلیم مفت اور لوجہ اللہ دیتے رہے اور متوکلانہ زندگی بسر کرتے رہے.. آپ کے جنازہ کے ساتھ اور نماز جنازہ میں اس قدر خلقت کا ہجوم ہوا کہ کہن سال لوگ کہتے تھے کہ اس دھوم دھام اور محبت سے نہ کسی کا جنازہ دیکھا، نہ سنا۔

پس اے گروہ دجالوی! یہی بھاری علامت حضرت موصوف کے محبوب اللہ ہونے کی۔ احادیث دیکھو، قرآن دیکھو۔ تمہاری تاویل کے مطابق بھی حضرت مولانا صاحب شہید بھی ثابت ہوئے۔ تم صم بکم کیوں ہو گئے ہو۔ تمہاری عقلوں پر پردہ کیوں پڑ گیا ہے۔ دجال کادیانی نے تم کو دھوکا دے کر تمہارے مال وزر و ایمان کو غصب کر لیا ہے۔ کبھی منارہ کے بہانہ سے تمہارا مال لوٹ رہا ہے، اور کبھی قبرستان اور کبھی براہین کے حیلہ سے تم

کو کھا رہا ہے۔اور تم اپنی جائدادیں دینے کو تیار ہو گئے ہو۔تم اس کی چال بازی کو نہیں سمجھتے۔ یہ چند پتہ والے مل کر تم کو کھاتے ہیں۔ باتیں سنا سنا کر تم کو خوش کرتے ہیں۔کہیں بک دیا کہ مولانا (رسل بابا) موصوف میری دعا سے فوت ہوئے، مولوی رشید احمد، مولوی غلام دستگیر صاحب، مولوی نذیر حسین صاحب وغیرہ فلاں فلاں میری دعا سے آخرت کو سدھارے۔ کیا اس باغیرت کی دعا سے (جس کی بیوی نے اسٹیشن سیال کوٹ پر لوگوں کو جوتی دکھلائی تھی اور لوگوں نے اس کے عوض میں جو دکھلایا تھا تم کو معلوم ہوا ہوگا)، مدعی نبوت مفتری کذاب کی دعا سے۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ ،ارے مرزائیو! قادیانی مرزا کو چھوڑ دو، وہ تو عنقریب ان شاءاللہ تعالی رسوا ہوگا، اور قعر مذلت میں پڑے گا۔عذاب دائمی میں گرفتار ہوگا۔تم اس کی سن رسیدگی اور عیش وعشرت وفخر ومباہات کو دیکھ کر غرہ نہ ہو جاؤ۔ شیطان بھی بڑا کہن سال ہے، فرعون، نمرود وغیرہ کئی ایک کفار خاصی عمر پا کر اور عیش وعشرت کر کے آخر کوچ کر گئے۔جتنی کادیانی کی لکھی ہے اتنی عمر ضرور بسر کرے گا، اس کو تو یہ مہلت ملی ہوئی ہے یا جیسے کئی ایک کفار کو مہلت ملی اور ملتی ہے، اور جیسے شیطان کو ملی ہے، یا جیسے کئی ایک کفار کو مہلت ملی اور ملتی ہے، کئی ایک کفار زندہ رہے اور یہ ان سے پہلے کئی ایک پیغمبر شہادت پا کر یا بغیر اس کے جنت کو سدھارے۔ کتابیں دیکھو اندھو! ہم خوب جانتے ہیں کہ تم جو بار بار علماء مذکورین کی فوتیدگی پر اظہار خوشی کرتے ہو، اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارے دجالی فرقہ کے سخت دشمن تھے۔تقریروں اور تحریروں سے انہوں نے تمہارے دجل کی قلعی کھول دی، اور یہ ان کا فرض منصبی تھا جو انہوں نے ادا کیا۔تمہارے سینوں پر خاص کر حضرت مولانا موصوف نے ایک بھاری پتھر رکھ دیا ہے جس کو تم کبھی ہٹا نہیں سکتے اور اس کے نیچے تم ہمیشہ دبے رہو گے۔ وہ ہے مولانا صاحب کا رسالہ الھام الصحیح فی اثبات حیات المسیح اس کی متانت فصاحت وبلاغت ودقت نے تم کو مرض دق میں مبتلا کر دیا ہے جواب تو دے نہیں سکتے، اب عوعو کر کے دل کا بخار نکالتے رہتے ہیں۔تف۔ باقی آئندہ۔

عبدالکریم طالب علم مدرسہ نصرۃ الحق حنفیہ امرت سر

۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص ۱۰۱۔ ۱۰۴)

مرزائے کادیانی اور مولوی ثناء اللہ

مفتی محمد صادق (مرزائی) (۸۵) اڈیٹر اخبار بدر قادیان نے ایک تحریر ہمارے پاس بذریعہ رجسٹری اس غرض سے بھیجی ہے کہ ہم اسے اخبار اہل فقہ میں درج کریں۔ یہ تحریر مرزائے کادیانی کی طرف سے ہے۔ قبل اس کے کہ ہم اس تحریر کو ناظرین کے مطالعہ کے لئے درج اخبار کریں اس کی مختصر کیفیت لکھ دینا ضروری ہے۔

مرزائے کادیانی کی طرف سے آریوں کو مباہلہ کی دعوت دی گئی اور اس کے اخیر میں مولوی ثناء اللہ ایڈیٹر اخبار اہل حدیث کو موقع دیا گیا تھا کہ وہ بھی مرزا صاحب کے کاذب ہونے پر قسم کھاوے۔ اس کے جواب میں اڈیٹر اہل حدیث نے درخواست کو منظور کیا اور مرزا صاحب کو اختیار دیا کہ امرت سر، بٹالہ یا کادیان میں جہاں مرزا صاحب مناسب سمجھیں وہ یہ قسم کھانے کو تیار ہے کہ مرزا کادیانی مفتری وکذاب ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔ مگر یہ مطالبہ کیا گیا کہ نتیجہ قسم یعنی جھوٹے کی سزا معین کردی جائے۔ یہ اس لئے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی عادت ہے کہ مخالف کو زکام بھی ہوجائے تو یہ مرزا صاحب کی صداقت کی دلیل اور نشان قرار دیا جاتا ہے

(برخلاف اس کے اپنے مرید طاعون اور ہیضہ سے مریں تو وہ ایک معمولی بات ہے)

مرزا غلام احمد صاحب کی یہ تحریر جو ہمارے پاس بغرض اندراج اخبار آئی ہے، غالبًا اسی مطالبہ کے جواب میں ہے۔ لیکن جہاں تک غور کیا جاتا ہے مرزا صاحب نے اس میں بھی کوئی مستقل پہلو اختیار نہیں کیا۔ بلکہ ایسا وسیع نتیجہ اختیار کرنے کا ڈھنگ رکھا ہے کہ اڈیٹر اہل حدیث کو کوئی معمولی بیماری زکام وغیرہ ہوجائے یا کسی بدمعاش کے حملہ میں آجائے، تو مرزا صاحب کو کہنے کا موقع مل جائے کہ نشان پورا ہوگیا جیسا کہ تحریر سے واضح ہے۔

ہمارے خیال میں ایک ایسے شخص سے جس کے الہامات ہمیشہ غلط ثابت ہوچکے ہیں، جو بار بار خدا سے دعا مانگ کر تین تین سال نشان کے ظاہر ہونے کے لئے مقرر کرچکا ہو، اور سوائے اس کی ذلت اور رسوائی کے ظاہر ہونے کے اور کوئی نشان ظاہر نہ ہوا ہو، تو اب پھر اس کو مخاطب کرنا اور اس سے نشان طلب کرنا سخت غلطی ہے۔ نشان وہ طلب کرے جس کو اس کے کاذب ہونے میں کوئی شبہ ہو۔ بہرحال وہ تحریر یہ ہے

اشتہار آخری فیصلہ... (یہ اشتہار یہاں اخبار اہل حدیث سے نقل کیا جا رہا ہے۔ بہاء

قادیانی کرشن جی جان چھڑاتے ہیں

الا یـــا ایھـــا الســـاقـی ادر کـــاســـاً و نـــاولھـــا

کہ عشق آ سا ن نمود اول و لے افتاد مشکلہا

کرشن جی نے خاکسار کو مباہلہ کے لئے بلایا جس کا جواب اہل حدیث ۱۹۔اپریل میں مفصل دیا گیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ میں حسب اقرار خود تمہارے کذب پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم پہلے یہ بتا دو کہ اس حلف کا نتیجہ کیا ہوگا۔اس کے جواب میں کرشن جی نے ایک اشتہار دیا جو بقول شخصے سوال از آسمان جواب از ریسمان۔ پھر اس پر طرہ یہ کہ اس اشتہار کو اہل حدیث میں درج کرنے کی ہم سے درخواست کی ہے۔ ہماری تو پہلے ہی سے عادت ہے کہ ہم مرزائیوں اور غداروں کی طرح مخالف کے کلام میں تصرف نہیں کیا کرتے یہ تو کرشن جی وغیرہ کی عادت ہے کہ اپنے مخالف کے کلام کو پورا نقل نہیں کرتے بلکہ اس میں تصرف بے جا اور یعنی دریعنی لگا کر ایسا بگاڑتے ہیں کہ یہودیوں کے بھی کان کتر جاتے ہیں۔اعتبار نہ ہو تو مولوی غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحومین کا قصہ ملاحظہ کرو۔ بہرحال کرشن قادیانی کا اشتہار یہ ہے:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونک احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں

اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اوران الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی (۱) اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر

جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لاتقف مالیس لک بہ علم پر بھی عمل نہیں کیا۔اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین.

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

(۱) آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کر رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے۔سنو!

من کان فی الضّلا لة فلیمدد له الر حمن مدّاً (پارہ۱۶: ع ۸)؛ اور انّما نملی لھم لیز دادوا اثماً (پ ۴: ع ۹)؛

اور و یمدّ ھم فی طغیا نھم یعمھو ن (پ ۱: ع ۲) وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی

ہیں ۔اورسنو :

لمتّعنا هؤلاء و آباء هم حتى طال عليهم العمر (پ۱۷: ع ۱٤) جن سے صاف یہی معنی ہیں کہ خداتعالی جھوٹے ،دغاباز،مفسداورنافرمان لوگوں کولمبی عمریں دیا کرتا ہے،تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں ۔، پھر کیسے من گھڑت اصول بتاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمرنہیں ملتی ، کیوں نہ ہو؟ دعوی تو مسیح ،کرشن،اورمحمد،احمد بلکہ خدائی کا ہےاورقرآن میں یہ لیاقت ۔ ذلك مبلغهم من العلم ۔ (نائب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

اس کے بعداس اشتہار کے جواب میں مولانا ثناءاللہ ؒ کی تحریر نقل کی ہے جو یوں ہے:

اس ساری لمبی چوڑی تحریر کا جو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے،خلاصہ یہ ہے کہ کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون ہیضہ وغیرہ سے مرجائے۔اس میں آپ نے کئی طرح سے دجل وفریب سے کام لیا ہے :اول ۔ یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کردیا۔دوم ۔ یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مرگئے تو تمہارے دام افتادہ خس کم جہاں پاک کہہ کر یہ عذر کریں گے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا، بلکہ محض دعا تھی ۔ یہ بھی کہہ دیں گے کہ دعائیں تو بہت سے نبیوں کی بھی قبول نہیں ہوئیں ۔ دیکھو حضرت نوح کی دعا قبول نہ ہوئی ۔ بلکہ وہ آپ (یعنی مرزا قادیانی) ہی کی دعاؤں میں بہت سی مثالیں دے دیں گے کہ قبول نہ ہوئیں ۔آپ (یعنی مرزا قادیانی) نے تین سال کے اندر فیصلہ ہوجانے کی دعا کی تھی ، جو قبول نہ ہوئی ۔حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ اگر قبول نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کافر ،مردود، کذاب اور دجال سمجھوں گا جس کی تفصیل گذشتہ نمبر میں ہوچکی ہے۔

سوم ۔ یہ کہ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے۔اگر میں مرگیا تو میرے مرنے سے اورلوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے؟ جب کہ (بقول آپ کے)مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم ،مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم

اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح سے مر گئے تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا؟ (ان تینوں کے متعلق آئندہ کسی پرچہ میں ہم ایک مفصل مضمون لکھیں گے جس میں آپ کا اور آپ کے دام افتادوں کا بخیہا دھیڑیں گے۔ان شاء اللہ) ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ؟

چہارم۔آپ نے بڑی چالا کی یہ کی کہ دیکھا ان دنوں طاعون کی شدت ہے،خصوصاً پنجاب میں سب صوبوں سے زیادہ ہے۔بالخصوص پنجاب کے دار السلطنت لاہور میں، جو امرتسر سے بہت قریب ہے، یہ کیفیت ہے کہ مردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ایسی صورت میں ہر ایک شخص طاعون سے خائف ہے۔اور کوئی آج اگر ہے تو کل کا اعتبار نہیں۔اور دیکھنے میں بھی ایسا ہی آیا ہے کہ وہ ہے ،تو یہ نہیں۔یہ ہے،تو وہ نہیں۔ایسے وقت میں طاعون ہیضہ وغیرہ موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے۔جب اس نے دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا ہے تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا ہے کہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مر جائیں گے ۔کون میرے کذب پر مجھے الزام دے گا۔اور اگر بچ رہا تو سارے معتقد ہو جائیں گے۔یوں ہی چال تمہاری ہے کہ اگر مخالف مر گیا تو تمہاری چاندی ہے اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہو گئے تو کوئی قبر پر لات مارنے آئے گا؟

پنجم۔تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہو سکتی کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف کے ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں۔پھر وہ کیوں تمہاری دعا پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے۔

ششم۔آپ نے ایک چالا کی یہ کی کہ پہلے تو صرف طاعون یا ہیضہ سے موت کی دعا کی مگر اخیر میں آ کر یہ بھی کہہ دیا کہ: یا کسی اور نہایت سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو، مبتلا کر۔

اس تعمیم کرنے سے آپ کی غرض وہی ہے جو آتھم کے معاملہ میں آپ نے ظاہر کی تھی کہ موت کی پیش گوئی جب جھوٹی نکلی تو بات بنالی کہ چونکہ وہ امرتسر سے فیروز پور تک چلا گیا اور چھپ کر رہا، پس یہی موت کے برابر ہے

ہفتم۔آپ نے پہلے اپنے گذشتہ مضمون مندرجہ اہل حدیث ۱۹۔اپریل (۱۹۰۷ء) کے فقرہ نمبر۴ میں لکھا تھا کہ

خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اوران کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے۔

مگر آپ کیوں میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں۔مرزائیو! بتا سکتے ہو، یہ تہافت اور تخالف کیوں ہے؟ ایک ہی ہفتہ میں اتنا اختلاف کیوں ہوا؟ سچ ہے لو جدوا فیه ا ختلا فاً کثیراً

مختصر یہ ہے کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے۔مرزائیو! تمہارا گرو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں۔کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ بتلاؤ تو انعام لو۔ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔شیم شیم شیم۔میں اب امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے ماتحتوں کو حکم دیں گے کہ اپنے اخباروں میں میرا جواب بھی نقل کر دیں۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء ص ۳۔۶)

اس تحریر کے تمام پہلوؤں پر ہم بحث کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔وہ جانیں اور اڈیٹر اہل حدیث۔وہ امید ہے کہ خود جواب دیں گے۔مگر صرف دو باتوں کو دکھا کر ہم اس کا فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔میرے خیال میں مرزا صاحب کے مفتری اور کاذب ہونے پر اس تحریر سے بڑھ کر کسی اور دلیل یا نشان کی ضرورت باقی نہیں رہی۔ناظرین ان فقرات کو بغور ملاحظہ فرمائیں جن پر خط کھینچ دیا گیا ہے اول تو سزا معین نہیں بلکہ یہ لکھا ہے کہ طاعون و ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں۔لفظ وغیرہ، اور لفظ مہلک زبان حال سے پکار پکار کر شہادت دے رہے ہیں کہ لکھنے والا مفتری اور کذاب ہے۔اول تو وغیرہ میں تمام بیماریاں شامل ہیں: خواہ معمولی تپ ہو یا کوئی اور بیماری۔پھر لفظ مہلک بھی مہمل ہے۔کیوں کہ جو لوگ طاعون یا ہیضہ میں بیمار ہو کر صحت یاب ہو جاتے ہیں ان کے لئے یہ امراض مہلک نہیں۔اور جس شخص کو درد سر یا معمولی تپ یا کوئی معمولی عارضہ لاحق ہو جائے

اور وہ مر جائے تو اس کے لئے وہی عارضہ جو لاحق ہوا مہلک ہے۔ پس جو شخص مر جائے اس کے مرض یا عارضہ کو خواہ وہ معمولی ہو یا سخت کون ایسا احمق ہے جو مہلک نہ کہے۔ اب بتائیے کہ کیا نتیجہ ہوا۔ صرف یہ کہ مخالف (جیسے بھی؟) مرے اپنا مطلب نکل آئے۔

دوسرا اسی پر اکتفا نہیں کیا گیا بلکہ آخر میں لکھا کہ، دنیا سے اٹھا لے یا اور کسی سخت آفت میں جو موت برابر ہو مبتلا کرے۔ اس میں یہ امر غور طلب ہے کہ دنیا سے اٹھانے کے کیا معنی؟ کیا دنیا سے اٹھنا ذلت ہے؟ یا عزت؟ مرزا صاحب خود رفع عیسی علیہ السلام کے متعلق یہ کہا کرتے ہیں کہ رفع سے مراد ترقی مدارج وغیرہ ہے۔ پس مخالف کو اگر عزت مل گئی تو نشان قائم ہو گیا۔ لیکن اگر دنیا سے اٹھنا ذلت و رسوائی ہے، تو بصورت نہ واقع نہ ہونے موت کے بھی نشان کے قائم کرنے کے لئے تھا۔ سخت آفت، کا لفظ لکھ کر اور عام کر دیا۔ یہ دوسری بات ہے کہ مرزا صاحب کو عدالت پانی پینے کے لئے بھی باہر جانے کی اجازت نہ دے اور امرت سر میں مرزا صاحب کی خوب گت بنے، مگر نہ تو یہ توہین اور نہ ذلت و رسوائی۔ لیکن مخالف کو اگر کوئی بد معاش راستہ میں شرارت سے تھپڑ بھی مار دے تو سخت ذلت و رسوائی۔ پس میدان صاف ہے کہ کسی بد معاش کو مقرر کر دیا کہ راستہ میں بے عزت کر دو، اور ادھر اشتہار چھپوا دیا کہ سخت ذلت حاصل ہوئی اور نشان پورا ہوا۔

الغرض اگر مرزا صاحب سچے ہوتے تو صاف طور پر ایک بات کہہ دیتے اور وہی پرانے مہملات جو ہمیشہ ان کی تحریر میں ہوتے ہیں ظاہر نہ کرتے۔ مگر وہاں تو صداقت کوسوں دور ہے۔ وہ سچی اور سیدھی بات لکھیں تو کیوں کر لکھیں۔ خیر ان کو اپنے الو سیدھے کرنے کی غرض ہے۔ لیکن افسوس ان کی جماعت پر ہے جو باوجود یہ کہ اس کے کذب و افترا کی حقیقت روز دیکھ رہے ہیں پھر بھی اس کو مسیح مہدی کرشن اور کیا کیا سمجھ رہے ہیں۔

بریں عقل و دانش بباید گریست

۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء (ردقادیانیت ورسنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر ۱۱۶۔ ۱۲۱)

ماہوار رسالہ مرقع قادیانی

(دفتر اخبار اہل حدیث امرت سر)

اگرچہ کادیانی کی مزاج پرسی اہل اسلام کی طرف سے بذریعہ رسائل واخبارات برابر ہورہی تھی لیکن درحقیقت اس امر کی سخت ضرورت تھی کہ کوئی مستقل اخبار یا رسالہ مرزا کی تردیداور اس کے فریبوں کوطشت از بام کرنے کے لئے مخصوص ہو۔اس ضرورت کو پورا کرنے کے لئے دفتر اخبار اہل حدیث امرت سر سے ایک ماہوار رسالہ موسومہ مرقع قادیانی جاری ہوا ہے جس کا پہلا پرچہ بابت ماہ جون ہمارے سامنے ہے۔اس میں علاوہ اور چھوٹے چھوٹے نوٹوں کے ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق ایک بسیط مضمون ہے جس میں مرزا اور مرزائیوں کی تحریرات سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی نے ڈاکٹر ڈوئی کے متعلق اس کی زندگی میں تو کوئی پیش گوئی ایسی نہیں کی،جس سے ثابت ہو کہ وہ مرزا کی زندگی میں مرجائے گا،لیکن اب جھوٹ لکھ رہے ہیں کہ پیش گوئی کی تھی۔

ڈاک خانہ کے قواعد کی رو سے ضروری ہے کہ رسالہ میں خبریں بھی ہوں،اس رسالہ میں خبروں کے ضمن میں بھی مرزائی اخبارات درج کئے گئے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ رسالہ مرزا کی بیخ کنی کے لئے مخصوص ہے۔

رسالہ کی قیمت سالانہ عوام سے مع محصول ڈاک ایک روپئہ ہے۔

۲۱ جون ۱۹۰۷ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص۱۳۶)

مرزا قادیانی کے نام کھلی چٹھی

(ملا محمد بخش لاہوری کی تحریر)

مرزا غلام احمد قادیانی نے اخبار الحکم میں ایک اعلان شائع کیا ہے جس میں مولوی عبدالجبار (غزنوی)، مولوی ثناء اللہ (امرتسری)، مولوی عبدالحی، مولوی عبدالواحد (غزنوی)، ڈاکٹر عبدالحکیم (پٹیالوی) اور یہ خاکسار کو مخاطب کر کے چیلنج دیا ہے۔ اس لئے ضروری سمجھا گیا ہے کہ مرزا قادیانی کی لایعنی اور بے ہودہ ہرزہ درائی اور بکواس کا جواب معقولیت سے دیا جائے، ورنہ اس قادیانی گروہ کا وطیرہ ہے کہ جھٹ کہہ دیتے ہیں کہ دیکھو مرزا کا کوئی جواب نہیں دیتا۔

دجال قادیانی کو ہمیشہ جواب دیئے گئے اور اس کے الہاموں کا دروغ آمیز گورکھ دھندا ناخن قلم سے کھول کر پبلک کے سامنے پیش کر دیا گیا۔ اور یہ اپنی شیطانی پیش گوئیوں اور جھوٹے الہاموں کے ذریعہ ایک دفعہ نہیں، بلکہ سینکڑوں دفعہ ذلیل و خوار اور رسوا ہوا۔ مگر یہ شخص بے حیائی کا جامہ پہن کر ہمیشہ منہ کی کھاتا ہے۔ اور اپنے آپ میں شرمندہ نہیں ہوتا۔ (مرزا غلام احمد) قادیانی نے اب تک جتنی باتیں الہامات یا پیشگوئیوں کے ذریعہ سے کشفی رنگ دے کر زمانے کو دھوکہ دینا چاہا تھا، وہ ہمیشہ سراسر غلط اور جھوٹی نکلتی رہیں اور یہ کاذب ثابت ہوا۔

یہ بات تو مسلمہ ہے اور جسے تمام علمائے ہندوستان و پنجاب و صوفیا کرام اور کل فرقہ اہل اسلام، مرزا (قادیانی) کے الہاموں اور پیش گوئیوں کو شیطانی وسوسہ سمجھتے ہیں۔ اگر مرزا (قادیانی) کی ایک بھی پیش گوئی یا الہام سچا نکلتا، تو خیر سمجھ لیا جاتا کہ یہ ایک نجومی کی بڑ ہے، مگر پھر بھی اس کو من جانب اللہ نہ سمجھا جاتا، کیونکہ جو بات خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہے، اور خدا کے پاک بندوں کو بذریعہ کشف یا رویائے صادقہ یا بطور الہام اطلاع ہوتی ہے، وہ کبھی جھوٹی نہیں ہوتی۔

مگر میں خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی بالکل جھوٹا ہے، اور جو بات یہ کہتا ہے وہ

شیطانی افتراء ہے۔ یہ شخص شیطان کے دھوکے میں آ کر گم راہی کے گڑھے میں پھنسا ہوا ہے۔ اور میں اپنے ایمان اور سچے اسلامی عقاید کے مطابق حلفیہ کہتا ہوں کہ مرزا (غلام احمد قادیانی) کی تمام پیش گوئیاں والہامات جو آج تک اس نے ظاہر کئے ہیں، وہ سب کے سب جھوٹے نکلے، کیوں کہ وہ شیطانی تھے۔ اگر وہ خدا کی طرف سے ہوتے تو ہرگز مرزا (قادیانی) کو ذلت پر ذلت نہ اٹھانی پڑتی۔ نمونہ کے طور پر مرزا (قادیانی) کی چند جھوٹی پیش گوئیوں کی نظائر پیش کرتا ہوں۔

ا۔ کیا مرزا تم اپنے ایمان سے کہو گے کہ احمد بیگ کی دختر کلاں (محمدی بیگم) تمہارے نکاح میں آئی؟ جھوٹے پر خدا کی لعنت۔

۲۔ کیا عبداللہ آتھم پندرہ ماہ میں مر گیا؟ شرم اور لعنت۔

۳۔ کیا بشیر نے تمہاری تھوڑی رسوائی کی۔ کیا عالم کباب ہوا؟

دیکھو مولوی محمد حسین بٹالوی، ابوالحسن تبّتی، اور خاکسار کی نسبت ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء اور ۱۵ مارچ ۱۸۹۷ء اور ۷ا دسمبر ۱۸۹۹ء والی پیش گوئیوں کا کیا حشر ہوا؟

میں نے تیرے مقابلہ میں جس قدر الہام اور پیش گوئیاں کیں، وہ سب کی سب خدا کے حکم سے پوری ہوئیں۔ تمہاری کس کس پیش گوئی کا نام لوں۔ میں اوپر کہہ چکا ہوں کہ تمہاری سب باتیں شیطانی ہیں۔ کیا لاہور اور امرتسر..کی (ذلت) اور سیالکوٹ کی درگت تمہیں یاد نہیں؟ اگر تمہیں شرم ہو تو ڈوب کے مر جاؤ۔ ہم تو ضرور یہی کہیں گے کہ مرزا جی لعنت اللہ علی الکا ذبین۔

میں ایک دفعہ نہیں، سو دفعہ، ہزار دفعہ، لاکھ دفعہ، حلفیہ کہنے کے واسطے تیار ہوں کہ تم شیطان کے دھوکے میں آئے ہو، اور تمہاری جتنی باتیں ہیں وہ سب شیطانی ہیں۔ اگر تم کو یہ فیصلہ منظور ہے تو لاہور، امرتسر، پشاور یا کابل، اگر تمہاری مرضی ہے تو چل کر فیصلہ کر لو۔ تم بھی ہزارہا آدمیوں کے سامنے قسم کھاؤ اور میں بھی تمہارے بعد قسم کھانے کے واسطے تیار ہوں۔

جس طرح سے تم چاہو اور جو میعاد اور وقت تم مقرر کرو، وہ مجھے منظور ہے۔ اور جو شرائط تم قسم کے متعلق کر دو، وہ بھی مجھ کو سب منظور ہیں۔

مگراب تم پر لازم ہے، بلکہ الزم ہے کہ میدان میں آ کر سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کرلو۔تاریخ اور وقت، مہینہ،شہر، بھی جس شہر میں تم ہزار ہا آدمیوں کے مجمع میں یہ آخری فیصلہ کرنا چاہو، مجھ کو ایک ہفتہ پیشتر بذریعہ اعلان مطلع کرو۔اگراب بھی آپ میدان میں نہ آئے ،تو ہم آپ کو وہی خطاب دیں گے جو جھوٹوں کے لئے ہوتا ہے لعنت الله علی الکا ذبین

اور قسم کھانے کے بعد اگر میعاد کے اندر مر گئے تو اس وقت تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا جائے ۔کیا تمہاری قبر کھو دیں ؟ نہیں نہیں ! تم کو پیشتر ہی ایک ضمانت نامہ اور مچلکہ لکھ کر دینا پڑے گا جس میں یہ لکھا ہوا ہو کہ میری جماعت ملا محمد بخش کی تابع دار رہیگی اور ضمانت نامہ اور مچلکہ پر تیرے تمام مریدوں کے دستخط ہونا ضروری ہیں

نوٹ :تم جو یہ دعوی کرتے ہو کہ میرے پانچ لاکھ مرید ہیں،اور تیری جماعت ہمیشہ اس پر فخر کرتی ہے، میں اس کی نسبت زیادہ لکھنا نہیں چاہتا، اتنا ہی کہتا ہوں کہ اگر تم اپنا ایک لاکھ مرید ثابت کرو،تو ایک سو(روپئہ)انعام ۔اگر پچاس ہزار ثابت کرو،تو پچاس ۔اگر پچیس ہزار بھی ثابت کردو،تو پچیس کے مستحق سمجھے جاؤ گے۔علاوہ تمہارے اگر تمہارا کوئی حواری، ہوا خواہ، اور ہم درد چیلا بیس ہزار بھی تمہارے مرید ثابت کردے تو وہ بھی اس انعام کا مستحق ہوسکتا ہے و ما علینا ا لا البلا غ

خاکسار ملا بخش پال حنفی قادری چشتی ملہم لاہور سابق مینیجر مالک اخبار ملا جعفر لاہور۔

۱۳ستمبر ۱۹۰۷ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت :اہل فقہ امرتسر۔۱۳ستمبر ۱۹۰۷ء۔ص ۱۳۸۔۱۴۰)

ریویو: فیصلہ عدالت ہائی کورٹ آسمانی

یہ کتاب مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی باطلہ کی تردید میں لکھی گئی ہے اور اس طرح پر لکھی گئی ہے کہ گویا ایک عدالت کا فیصلہ ہے اور اس کی بنا کا دیانی کے دعاوی پر رکھی گئی ہو۔ایک لائیبل کے قرار دیئے گئے ہیں کادیانی مذکور کا خارج از اسلام ہونا دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔اس کے مصنف منشی امام الدین صاحب محلّہ پیر گیلانیاں لاہور ہیں ۔ ٹکٹ محصول ڈاک بھیجنے پر مصنف سے مفت مل سکتی ہے

یکم نومبر ۱۹۰۷ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت :اہل فقہ امرتسر۔۱۳ستمبر ۱۹۰۷ء۔ص ۱۴۱)

دجالی الہامات

یوں تو مرزا کادیانی کے الہامات پہلودار ہوتے ہیں لیکن آج کل اس کی الہامی مشین میں ایک گول مول الہام ڈھلا ہے وہ کیا، **ماتم کدہ**، صرف یہی دولفظ،

صاف ظاہر ہے کہ اس الہام کا نہ تو سر ہے، اور نہ پیر۔ البتہ ایک دم چھلا لگایا گیا ہے کہ:

ایک جنازہ نظر آیا۔

جہلاء کا تو خیر ایمان ہی چال بازوں کے پاس مرہون ہوتا ہے لیکن تعلیم یافتہ مرزائیوں پر تعجب ہے کہ باوجود دعوی علم کے ایسے بیہودہ ہفوات کو وحی الہی کے ذیل میں لکھتے ہیں، اور اتنا نہیں سمجھتے کہ میاں دجال کی اس میں کاری گری کون سی ہے۔ ماتم کدہ اور جنازہ میں کوئی تشریح نہیں۔

اگر کوئی اپنی پارٹی کا لڑھک گیا تو بھی خاصی طرح الہام چمٹ جائے گا، اور اگر کوئی مخالف اس دار ناپائدار سے انتقال کر گیا، تو بس وہ خود بیت الحزن میں اچھلے یا کودے، مگر دام افتادوں کو اخباروں کے صفحات سیاہ کرنے کا مشغلہ مل جائے گا۔ لکھ دیا جائے گا کہ ثناءاللہ (امرتسری) کے مباہلہ کا نتیجہ ہے۔ کیوں کہ مخالفین آخر سب ایک ہیں، ایک کا مرنا دوسرے کا مرنا ہے۔ اور اپنا حال یہ کہ مبارک احمد تو درکنار، کنبہ کا کنبہ بھی مر جائے تو مباہلہ کا اثر نہیں۔

بہر حال اب دیکھنا یہ ہے کہ کادیانی نے یہ گول الہام کس خیال سے گھڑھا ہے۔ خدا کرے..... دو بکریوں کے ذبح ہونے کے الہام کی طرح اس الہام کا اثر بھی اس کے گھر پر پڑے ۔

۲۷ مارچ ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت :اہل فقہ امرتسر ۲۷ مارچ ۱۹۰۸ء۔ص ۱۴۵۔۱۴۶)

خط بنام حکیم نورالدین بھیروی

(جو ۶ مئی ۱۹۰۸ء کو ان کی خدمت میں روانہ کیا گیا)

جناب من! السلا م علی من اتبع الھدی ۔

بعد از ماوجب معروض ہے کہ خاکسار کو جناب مرزا صاحب سے کسی قسم کا دنیوی بغض و عناد نہیں ۔صرف الحب للہ و البغض للہ کا معاملہ ہے۔ چنانچہ ان کی مخالفت میں جو کچھ خاکسار کی طرف سے وقوع میں آتا ہے وہ محض بہ نیت حصول ثواب اور غیرت ایمانی ہوتا ہے و کفی باللہ حسیباً

قبل ازیں جب کہ آپ دو تین بار لاہور میں تشریف فرما ہوئے ہیں، تو خاکسار کی طرف سے تحقیق حق کی استدعا کی گئی۔ چنانچہ کوٹھی سکندر خان میں اس امر کی بابت خاص طور پر زور دیا گیا تھا، مگر آپ نے آئندہ تشریف آوری کے وعدہ پر ٹال دیا۔ بعد ازاں بھی آپ نے ایک دو دفعہ پر ایسی ہی دفع الوقتی سے کام لیا۔ مگر یہ امر اکثر لوگوں کے لئے موجب تذبذب ہوا، جو نظر بحالات ہرگز مناسب نہیں تھا۔

اب چونکہ آپ تشریف لے آئے ہیں اور مرزا صاحب اور بعض دیگر معاونین بھی آپ کے ساتھ موجود ہیں، اس لئے اس موقع کو تصفیہ کے لئے غنیمت سمجھ کر آپ کو تکلیف دیتا ہوں کہ براہ مہربانی...آپ اس موقع کو ہاتھ سے نہ جانے دیں، کیونکہ بہت سے اصحاب اس تصفیہ کے منتظر ہیں۔

آپ خواہ مرزا صاحب کو اس تصفیہ کے لئے منتخب فرمالیں، یا خود تیار ہو جائیں، ہماری طرف سے کوئی کسی قسم کی شرط نہیں۔ آپ کے مقابلہ پر بغرض سوال و جواب وہی عالم اہل سنت و جماعت منتخب ہوگا جس کو آپ پسند فرمائیں گے۔

امید کہ آپ اس نیاز نامہ کا جواب قطعی بعد از تامل و مشورہ عنایت فرمائیں گے اور سرسری طور پر نظر انداز نہیں کریں گے۔

مکرر آنکہ واضح رہے کہ مندرجہ ذیل علمائے کرام میں سے کوئی ایک یا زیادہ بروقت تحقیق حق کے لئے آمادہ ہوں گے:

شمس العلماء مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی۔

شمس العلماء جناب مولوی ولی محمد صاحب جالندھری (۹۰)،

جناب حاجی حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب علی پوری۔

جناب مولوی کرم الدین صاحب دبیر رئیس بھیں (۹۱)،

جناب مولوی محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی۔

جناب مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی۔

۲۲ مئی ۱۹۰۸ء (از پیسہ اخبار لاہور) (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ص ۱۴۷۔۱۴۸)

....

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نے خود بھی ایک خط مرزا غلام احمد قادیانی کو لکھا تھا:

قادیانی ملفوظات کے مرتب نے مرزا غلام احمد کی زندگی کی آخری شام کو پیش آنے والا ایک واقعہ یوں بیان کیا ہے۔

۲۵ مئی ۱۹۰۸ء قبل نماز عصر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس (مرزا) کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل پر زبانی گفتگو کرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کروں گا۔ حضرت اقدس (مرزا) نے قبل عصر مولوی سید محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں۔ مغلوب الغضب اور فوراً جوش میں آجانے والے تو نہیں؟ اس کے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور (وہ) ایسے تو نہیں۔ ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے۔ حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اور فرصت نہ تھی، اس لیے حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمد احسن صاحب سے فرمایا کہ آپ ان کے خط کا جواب لکھ دیں۔ اصل خط ان کا ہم بھیج دیں گے اور بے شک نرمی اور آہستگی سے ان سے مسائل پر گفتگو کریں۔ البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوائے دو چار معزز آدمیوں کے اور زیادہ ہجوم نہ ہو اور آپ علیحدگی میں بیٹھ کر گفتگو کریں۔ اس میں کوئی حرج کی بات نہیں۔ اسی دوران میں کسی دوست نے ان کا یہ عقیدہ پیش کر دیا کہ وہ حضرت عیسیٰ کے سولی پر لٹکائے جانے کے ہی قائل نہیں اور یہ کہ وہ اپنے اس دعویٰ کی دلیل میں آیت کریمہ اذ کففت بنی اسرائیل عنك پیش کرتے ہیں' (قادیانی ملفوظات۔ج ۱۰ص ۴۵۳۔۴۵۴)

مرزا کادیانی کا انتقال

۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد کادیانی بمقام لاہور بوقت ۱۰ بجے دن کے اس دنیا سے چل پڑا۔ اور اپنی اکثر پیشین گوئیوں کو نا تمام اور ادھورا چھوڑ گیا، من جملہ ان کے ایک نکاح آسمانی والی پیش گوئی ہے جس کے واسطے انہوں نے امید رکھی ہوئی تھی کہ منکوحہ آسمانی باوجود دوسرے سے نکاح کر لینے اور باوجود بچہ جننے کے بعد وفات اپنے خاوند کے باکرہ بن کر قبل گزرنے ایام عدت کے اس کے گھر میں آکر پناہ لے گی مگر سنعیدھا سیر تھا الاولی کی حسرت ان کی قبر میں ان کے ساتھ گئی۔

خدا کے آسمانی نشانات جو گزشتہ الہاموں کے رو سے ظاہر ہونے والے تھے منکوحہ آسمانی کی حسرت کے ساتھ ہی قبر میں مدفون ہوئے۔ دنیا پر خدا نے بڑا فضل کیا اور ان کو زیادہ مہلت نہ دی اور وہ ان کی تکذیب کے لئے کافی سے زیادہ نشانات قائم ہو گئے۔ کیا یہ کوئی چھوٹی سی بات ہے کہ مرزا کی پیش گوئیاں ادھوری اور نا تمام رہ جائیں مگر مسلمانوں کی پیش گوئیاں صاف اور کھلے طور پر پوری ہوں۔

۲۳ مئی کو لاہور کی شاہی مسجد میں مسلمانوں کی معرفت جو جلسہ مرزا کادیانی کی تردید میں قائم ہوا تھا اس میں زبدۃ العارفین..سید جماعت علی شاہ نے اپنے وعظ میں مرزائے کادیانی کی نسبت ان الفاظ میں پیشین گوئی کی تھی کہ آپ سب لوگ گواہ رہیں کہ مرزا کادیانی بہت جلد عذاب کی موت مرے گا۔ آپ نے یہ بھی فرمایا تھا کہ اگرچہ میری عادت پیشین گوئی کرنے کی نہیں لیکن آج میں یہ پیشین گوئی کر دیتا ہوں۔

ناظرین پیشین گوئی کیا تھی ایک تیر قضا تھا جو چھوٹتے ہی نشانے پر جا لگا۔ یہ پیشین گوئی مرزا کادیانی کی نہ تھی کہ برسوں کے انتظار کرنے کے بعد بھی پوری نہ ہو، اور تاویلیں کرنے کی ضرورت پڑے۔ بلکہ یہ تو مقرب بارگاہ الٰہی کی زبان مبارک سے نکلی ہوئی پیش گوئی تھی جس کو خدا نے ضرور پورا کرنا تھا۔ اور اپنے ظاہری الفاظ کی نوعیت کے لحاظ سے بہت جلدی یعنی چار ہی دن کے بعد ظاہر ہو گئی۔ سچ ہے:

گفتہ او گفتہ اللہ بود۔ گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

عذاب کی موت اس سے بڑھ کراور کیا ہوسکتی ہے کہ مرزا کو وصیت تک کرنے کی مہلت نہ ملی، اور نہ اس کے اپنے لیکچر کے وعدوں اور صاحب زادے کی صحت کی امیدوں کی کوئی تاویل کرنے کا موقع دیا گیا۔ بہت لوگوں کو معلوم ہے کہ آٹھ برس ہوئے کہ خاکسار (غلام احمد اڈیٹر اہل فقہ) کے دل میں خدائے تعالی نے یہ بات ڈال دی تھی کہ بضع سنین ، کے اندر مرزا کادیانی بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ چنانچہ اشتہار، لعنت آسمانی برابلس کادیانی ، جس میں یہ پیش گوئی درج تھی، انہی دنوں میں عام ناظرین کے مطالعہ سے گذر چکا ہے اور اس پیش گوئی کو بالفاظہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب (اسسٹنٹ سرجن پٹیالہ) نے اپنی کسی تصنیف میں نقل کر دیا ہوا بضع سنین سے مراد نو (۹) برس کا زمانہ ہے۔ الحمدللہ کہ آٹھ ہی سال ختم ہوئے تھے کہ پیش گوئی بڑی صفائی کے ساتھ ظاہر ہوگئی۔ الحمد لله علی ذلك

ملا محمد بخش صاحب لاہوری کی پیش گوئی کا ایک حصہ جو مرزا صاحب کی موت کے متعلق تھا پورا ہو گیا، اب دوسرا حصہ باقی ہے دیکھو وہ کب پورا ہوتا ہے۔

مرزا کی موت کی خبر سننے کے وقت نہ صرف ہمارا بلکہ تمام لوگوں کا خیال تھا کہ مرزا کے مرید مرزا کی لاش کو بے گوروکفن چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور اپنا تعلق اس سے بالکل قطع کر جائیں گے کیونکہ اس کا اپنا اقرار نامہ بمقابلہ مولوی ثناء اللہ کے موجود ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ صادق کی زندگی ہی میں کاذب مرض مہلک میں مبتلا ہو کر ہلاک ہو جائے گا۔

بحث یہ تھی کہ وہ مولوی ثناء اللہ کو اپنے دعوی نبوت ورسالت میں صادق ماننے پر مجبور کرتا تھا اور وہ تکذیب کرتے تھے۔ اب مرزا کے اپنے فیصلے کے مطابق ضروری تھا کہ اس نزاع میں جو شخص کاذب ہے وہ دوسرے کی زندگی میں مر جائے۔ چنانچہ آج ہم دیکھتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صحیح وسالم موجود ہے لیکن وہ شخص جو اپنے دعوی میں صادق نہ تھا، اپنی ہی دعا اور اپنی ہی پیش گوئی کے مطابق اپنے اعمال کا خمیازہ اٹھانے کے لئے چلا گیا اور ہماری نظروں سے غائب ہے۔

لیکن اس کے مریدوں کی سمجھ پر تعجب ہے کہ وہ باوجود مرزا کے صریح اقبالی ڈگری کے ان کی عقیدت مندی پر ڈٹے رہے، اور مرزا کی لاش کو دفن کرنے کے لئے دارالحزمان کادیان میں لے گئے۔

افسوس کہ مرزا قادیانی کو بتاریخ...مئی بذریعہ الہام الر حیل ثم الر حیل اطلاع مل چکی تھی اور وہ متنبہ کر دیا گیا تھا کہ اب بھی اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو جائے ورنہ صادق کی زندگی میں ہلاک ہوگا، مگر افسوس اس تنبیہ سے بھی اس نے فائدہ نہ اٹھایا۔ کہا جاتا ہے کہ مرزا کی موت ہیضہ سے وقوع میں آئی لیکن اس کے مریدوں نے اس کے ہیضے کی اخفا کی غرض سے گردہ کا بہانہ مشہور کیا۔ اگر یہ صحیح ہے تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں ہوسکتی کہ ایک تو حفظان صحت کے اصولوں کے مطابق اس کی لاش بھی کادیان میں نہ جاسکتی اور لاہور میں دفن کرنے پر مجبور ہوتے۔ دوسرا یہ کہ پیش گوئیوں کے الفاظ میں مرزا کی موت کا جونقشہ کھینچا گیا تھا اور جس میں سرمو بھی فرق نہیں آیا، وہ کسی طرح چھپ جائے۔ بہرحال خدا کا شکر ہے کہ دنیا روز کے فتنہ وفسادات سے مامون ہو جائے گی۔

اس کے بعد اب ہم منتظر ہیں کہ دیکھیں جانشینی کا مسئلہ کس طرح تصفیہ پاتا ہے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے مرزا صاحب کی موت دردگردہ سے نہیں ہوئی کیونکہ ۲۵ مئی کو خواجہ کمال الدین ایل ایل بی کے گھر سے آتے ہوئے خربوزے انہوں نے کثرت سے کھائے۔ ڈاکٹر اور اطبا عموماً دردگردہ کے بیماروں کو خربوزہ کھانے کے لئے ہدایت کیا کرتے ہیں کیونکہ دردگردہ کے لئے از حد مفید ہیں۔ اس لئے خربوزے کھانے کے بعد ہیضہ کا یقین ہے، اور دردگردہ کا ہونا مشکل۔

لیکن اگر یہ صحیح ہے کہ وہ دردگردہ ہی سے فوت ہوئے ہیں تو بھی ان کی موت ایک صریح نشان ہوگی، جو چیز دردگردہ کا علاج تھی اس نے اس کو مدد دی، اور مہلک صورت پیدا کر دی۔ مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو اگرچہ اس ناگہانی صورت کا قطعی یقین نہ تھا، کیونکہ وہ ان کی زندگی ہی میں مولوی ثناءاللہ کی موت کا انتظار کر رہے تھے، لیکن چونکہ مرزا صاحب شدت درد کے باعث حد سے زیادہ بے تاب تھے، اور کسی پہلو قرار نہ تھا، اس لئے ۲۳ مئی کی صبح کو مریدین نے خلوص ثابت سے اس کے حق میں دعائے خیر کی جو و ما دعاء الکافرین الا فی ضلال کے دفتر میں فائل کر دی گئی۔

مرزا صاحب کی موت جس نوعیت کی واقع ہوئی ہے، بے شبہ عبرت ناک ہے کہ اس کی لاش زبان حال سے پکار پکار کر مریدوں سے خطاب کر رہی تھی کہ

روز گار م بشد بہ نادانی۔من نہ کردم شما حذر بکنید ۔

(ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر۔ص ۱۴۸۔۱۵۱)

۵ جون ۱۹۰۸ء ۔

مرزا کادیانی کی موت

اخبار الحکم و بدر نے اعتراف کیا ہے کہ مرزا صاحب کی موت مرض اسہال سے وقوع میں آئی ۔ مریدین نے جوافواہ دردگردہ کی مشہور کی تھی ، وہ غلط نکلی ۔مرزا صاحب کی وصیت اورام المرزائین کی اجازت کی بنا پر حکیم نورالدین صاحب بھیروی خلیفہ تسلیم کئے گئے ۔اور کہا جا تا ہے کہ ساری جماعت اس خلافت پر بذریعہ بیعت کے متفق ہورہی ہے۔مرزائی اخبارات نے مرزا کی موت کے مضامین میں دل کھول کر مرزا کو نبی اور رسول کہہ ڈالا۔بعض پیش گوئیوں کے راگ بھی گائے جاتے ہیں۔مگر نکاح آسمانی کی پیش گوئی ، عالم کباب، مبارک احمد کا بدل، اور سب سے بڑھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کا مرجانا۔ یہ ایسی باتیں ہیں کہ ان پر بھی مرزائی اخبارات میں بحث ہوتی ۔مگر تعجب ہے کہ ان باتوں کا ذکر تک نہیں ۔ہم نے معتبر ذریعہ سے سنا ہے کہ اکثر سمجھ دار مرزائی حکیم صاحب کی بیعت میں تامل کر رہے ہیں کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے اپنے ہی مقرر کردہ معیار نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب کاذب تھے ۔اگر یہ غیر صحیح ہے تو جماعت مرزائیہ کا انتشار یقینی ہے۔بہرحال اب یہ دیکھنا ہے کہ حکیم صاحب بحثیت خلیفہ کے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے عدم وقوع اوران کے مقرر کردہ معیار کے متعلق کیا رائے قائم کرتے ہیں۔نکاح آسمانی کی پیش گوئی کی تاویل ہم بتا دیتے ہیں امید ہے کہ مرزائی جماعت ہماری ممنون ہوگی ۔

مرزا صاحب چونکہ کرشن جی مہاراج تھے اور چونکہ کرشن کے مذہب میں تناسخ کا عقیدہ ہے اس لئے آپ جب کوئی روپ دھاریں گے، تو اکاشی استری کا یوواں سے ہوجائے گا۔ باقی پیش گوئیوں کے متعلق حکیم صاحب خود ہی فیصلہ کریں گے ۔فقط ۔

(ردقادیانیت اور سنی صحافت ۔اہل فقہ امرتسر ص ۱۵۲)

مرزا صاحب قادیانی کا انتقال اور اس کا نتیجہ

گو سلیمان زماں بھی ہو گیا۔ تو بھی لے سلطان آخر مر گیا

آج کل ہندوستان میں چاروں طرف مرزا صاحب کے انتقال کی خبر گشت کر رہی ہے جو ۲۶ مئی کو بمقام لاہور واقع ہوا۔ ہماری غرض اس اشتہار سے صرف انتقال کی خبر بتلانا نہیں، بلکہ اس کے نتیجہ سے اطلاع دینا ہے۔ نتیجہ بھی وہ نہیں جو ہم بتلا دیں بلکہ وہ جو خود اعلیٰ حضرت مرزا صاحب کا بتلایا اور مقرر کیا ہوا ہے۔ پبلک کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس میں اپنی موت کے نتائج خود بھی بتلائے تھے۔ ہم اس اشتہار کا ضروری حصہ ذیل میں درج کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے پڑھیں اور نتیجہ پائیں ۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں:

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔ نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔

اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔

اس لیےاب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہےاس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین ۔بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵،اپریل ۱۹۰۷ء

آج تک مرزا صاحب نے کسی مخالف سے ایسا کھلا مباہلہ نہ کیا تھا ہمیشہ گول گول رکھا کرتے تھے۔ مگر خدا کی شان جب آپ تعلیٰ کے کل مراتب طے کر چکے،تو خدائے ذوالجلال کی حکمت سے ان کے قلم سے ایسا مباہلہ شائع ہوا جو اپنی صفائی کی وجہ سے کسی تاویل کو برداشت نہ کر سکے۔اس اشتہار میں مرزا صاحب نے پبلک کو آگاہ کیا ہے کہ اگر مرزا صاحب میری زندگی میں مر گئے (جیسا کہ واقع ہوا ہے) تو مرزائی دعاوی اور نبوت وغیرہ سب غلط اور مرزا صاحب کاذب مفتری مفسد اور دجال وغیرہ۔اب ان واقعات کو پیش کر کے نتیجہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتا ہوں خوشی کی بات ہے کہ مرزا صاحب کی موت کا قوی سبب خود مرزا صاحب کی یہ دعا ہی ثابت ہوئی جو انہوں نے دراصل میری ہلاکت کے لئے کی تھی پبلک جان سکتی ہے کہ اگر میں ان کی زندگی میں مر جاتا تو آج مرزا اور مرزائیوں کے گھر تیل کے نہیں گھی کے چراغ جلتے باوجودیکہ مرزا صاحب نے اپنی موت پر مجھ کو اور میرے ہم خیال پبلک کو خوشی کرنے کی اجازت دی ہے تاہم ہم خوشی کا اظہار نہیں کرتے بلکہ صرف اتنا کہتے ہیں کہ

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

مرزائی دوستو! مجھے بھی تمہاری اس میں ہمدردی ہےاس لئے میں تم کو یہ تو نہیں کہتا کہ چونکہ تمہارے پیر و مرشد نے میری صداقت پر مہر لگا دی ہےاس لئے تم لوگ اس کے انتقال کے بعد اب مجھ سے بیعت کرو۔نہیں مجھے

بیعت کرانے کا شوق نہیں بلکہ تم کو ایک رباعی سناتا ہوں بغور سنو:

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
ایں درگہ ما درکہ نومیدی نیست
صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

خاکسار ابوالوفا ثناءاللہ مولوی فاضل مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ

۵ جون ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص۱۵۳۔ ۱۵۶)

مرزائے کادیانی اور اس کی پیشین گوئیاں

یوں تو دنیا میں قاعدہ ہے کہ ہر ایک شخص اپنی بات کی پچ میں ہٹ اور ضد کو نہیں چھوڑتا مگر دنیا میں سب سے زیادہ یہ عیب مرزائے کادیانی میں تھا۔اس کے مرنے کے بعد ہمارا خیال تھا کہ بے دلیل اور بے وجہ ضد اور ہٹ کا خاتمہ ہو گیا،مگر نہیں ہمارا یہ خیال غلط نکلا۔مرزا صاحب کے شاگرد اس امر میں اپنے استاد کے بھی استاد ثابت ہوئے اور انہوں نے ضد اور ہٹ میں اس سے زیادہ نمبر پائے۔

مرزائے کادیانی کی پیشین گوئیوں کا عام طور پر یہ عالم تھا کہ معمولی راولوں اور رمّالوں کی تو اکثر باتیں اتفاقی طور پر پوری ہو جاتی ہیں،لیکن ان کی کسی پیشین گوئی کو پورے ہونے کا فخر بہت کم حاصل ہوتا تھا۔

جب ایک لڑکے کی پیشین گوئی کی گئی تو لڑکی پیدا ہوئی۔

اور جب دوسرے حمل سے لڑکا ہوا تو کہہ دیا کہ یہ وہی مولود مسعود ہے جس کی پیشین گوئی کی گئی تھی۔ اچھا صاحب وہی سہی،لیکن اس نے تو عمانوایل ہونا تھا تمام دنیا کا سردار ہونا تھا،مگر ڈیڑھ ہی برس کی عمر میں وہ چلتا نظر آیا۔

الغرض اس کی بیہودہ اور دور از کار باتوں کی فہرست تو بہت طویل ہے۔اب لے دے اس کے مرنے پر دو باتیں زیادہ غور طلب ہیں اور مرزائی مذہب کے صدق وکذب کا معیار یہی باتیں ہیں۔

پہلی بات نکاح آسمانی کی پیشین گوئی ہے۔اس پیشین گوئی پر خود مرزا صاحب نے جس قدر زور دیا تھا وہ ان کے ان خطوں سے ظاہر ہے جو انہوں نے مسمات محمدی بیگم (منکوحہ آسمانی) کے رشتہ داروں کے نام لکھے تھے۔جن لوگوں نے میرا رسالہ نکاح آسمانی دیکھا ہے، ان کو وہ خطوط یاد ہوں گے اس وقت ان کے اعادہ کی ضرورت نہیں۔مگر ان کے یہ فقرے اپنی اہمیت پر شاہد ہیں۔مرزا صاحب لکھتے ہیں:

کہ جس طرح لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا ایمان ہے اسی طرح میرا اس بات پر ایمان ہے کہ محمدی بیگم ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔

پہلا الہام جو مرزا صاحب نے ظاہر کیا تھا وہ یہ ہے جو اس نکاح کے متعلق میں ہے

كذبوا بآياتنا وكانوا بها يستهزؤن فسيكفيكهم الله ويردها اليك لا تبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد انت معي و انا معك و عسى ان يبعثك ربك مقاما محمودا.

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا اور وہ پہلے سے ہنسی کرتے تھے سو خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لئے جو اسی کام کو روک رہے ہیں تمہارا مدد گار رہوگا اور انجام کار اس کی لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائیگا کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہی ہو جاتا ہے تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں اور عن قریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائیگی۔(آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۲۹۷)

اسی کتاب آئینہ کمالات کے صفحہ ۵۷۳ پر مسمات محمدی بیگم کے خاوند کی وفات کا الہام ان الفاظ میں ہے: وكذلك يموت بعلها الذي يصير زوجها الى حولين و ستة اشهر۔ اور ایسے ہی اس عورت کا خاوند جو اس کا زوج بنے گا اڑھائی برس تک مر جائے گا۔..اس کے بعد مختلف تصانیف میں مرزا صاحب نے اور واضح الفاظ میں یہاں تک بھی لکھ دیا کہ جب اس کا خاوند مر جائیگا تو وہ قبل از اقتضائے ایام عدت اسکے پاس

آ کر پناہ لیگی۔

اب اس پیشین گوئی کی نسبت کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب فیصلہ کر گئے ہیں کہ یہ نکاح خدا نے فسخ کر دیا تھا یہ بات تو صاف ہے کہ جب بجائے اڑھائی سال گزرنے کے بیس برس گزر گئے ہوں اور نہ صرف مراد پوری ہونے کی امید منقطع ہوگئی ہو بلکہ جذبات عشق نے بھی جواب دے دیا ہو تو نکاح نامہ کا پلٹ جانا کوئی بڑی بات نہیں۔مگر سوال یہ ہے کہ جب اس پیشین گوئی کے الہام میں لا تبدیل لکلمات الله ہے تو صاف اس امر کا اشارہ ہے کہ یہ بات کبھی نہیں ٹلے گی اور خود مرزا صاحب بھی اپنے خطوں میں زور دے کر یہی کہتے رہے ہوں تو آخر منسوخی کی کیا وجہ ہے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ عذاب منکوحہ آسمانی کے شوہر کی توبہ کے باعث ٹل گیا کس قدر غلط اور بے ہودہ ہے منکوحہ آسمانی کے شوہر ا گناہ تو یہ تھا کہ اس نے مرزا صاحب کی آسمانی منکوحہ سے نکاح کیا اور وہ اب تک اس کی زوجیت میں ہے۔بس توبہ کیسی اور عذاب کا ٹلنا چہ معنی۔اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کے بڑھاپے نے الہام کو منسوخ کر دیا

دوسری یہ ہے کہ مرزا صاحب نے خود اپنے صدق و کذب کے لئے یہ معیار مقرر کیا تھا کہ اگر وہ صادق ہیں تو مولوی ثناءاللہ صاحب اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب ان کی زندگی میں مرجائیں گے اور اگر وہ کاذب ہیں تو ان دونوں کی زندگی میں خود ذلت ورسوائی کی موت سے ہلاک ہوں گے۔ کما ظھر

یہ ایک ایسا صاحب اور بیّن معیار تھا کہ کسی کو اس میں چوں و چرا کی گنجائش نہ تھی مگر آفرین ہے مرزائیوں پر ایک صاحب لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب دراصل ہلاک نہیں ہوئے کیونکہ ان کا مشن برابر موجود ہے۔ہلاک ہونے کے معنی یہ ہیں کہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے۔تعجب ہے کہ یہ لوگ ضلالت پر قائم رہنے کے لئے کیسی بے سرو پا باتیں نکال رہے ہوں گے مگر اتنا نہیں سمجھتے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی دعا شخصی موت و ہلاکت پر دلالت کرتی ہے تو کسی دوسرے کو کون سا حق حاصل ہے کہ اسے شخصیت سے خارج کرے۔اور اگر یہی بات ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کی تمام پیشین گوئیاں غلط ہوئیں کیونکہ مرنے والوں کا مشن برابر کام کر رہا ہے۔

ایڈیٹر صاحب الحکم نے ایک اور بھی منطق سے اس بات کو ٹالنا چاہا ہے ان کے طویل مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ چوں کہ مرزا صاحب کے اس اشتہار کے بعد مولوی ثناءاللہ صاحب نے کہا تھا کہ شریروں کی عمر لمبی ہوتی ہے اس لئے خدا نے اسی کے قول کے مطابق فیصلہ کر دیا کہ مرزا صاحب پہلے مر گئے۔ واہ رے سمجھ اور عقل! کاش اڈیٹر الحکم یہ خیال کر لیتا کہ جب مرزا صاحب کا وہ لڑکا جس کی بابت الہام ہوا تھا کہ نو دن کا بخار ٹوٹ گیا اور صحت یاب ہو گیا اور صرف بخار ٹوٹنے پر جس کی شادی بھی کر دی گئی تھی اور آسمانی نشان قائم کر دیا... دوسرے دن مر گیا تو مولوی ثناءاللہ صاحب نے اشتہار دے دیا تھا کہ مرزا صاحب کی دعا کا نتیجہ نکل آیا اور خود ان کے اپنے فیصلہ کے مطابق کاذب کو ایسا صدمہ اٹھانا پڑا جو موت کے برابر ہو یعنی مبارک احمد مر گیا۔ اگر یہی بات صحیح ہوتی جو تم لکھتے ہو کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کے بدلے مرزا جی کا مرنا مقدم اور ضروری تھا، تو اسی وقت مرزا جی چلّا اٹھتے کہ اب تو معاملہ بالعکس ہے اور خدا نے تمہاری (یعنی مولوی ثناءاللہ صاحب کی) خواہش کے مطابق فیصلہ کرنا چاہا ہے کہ صادق کاذب کی زندگی میں ہلاک ہو جائے مگر وہ بے چارہ تو اسی ناکامی پر نادم ہو کر دم بخود تھا اب اس کے صادقوں کے سامنے ہو جانے پر بجائے اسکے کہ تم اس کا کاذب اور دجال اور ملعون سمجھ کر اس سے بالکل علیحدہ ہو جاؤ، خواہ مخواہ اسکے منشاء کے خلاف تاویلیں گھڑتے ہو۔

مرزائی اخبارات اب اسی کوشش میں ہیں کہ کسی نہ کسی طرح سے احمق لوگ مرزا کے دام تزویر میں پھنسے ہی رہیں۔ مگر جماعت کا ایک بڑا حصہ متزلزل ہو رہا ہے اور عنقریب ایک فہرست ان لوگوں کی شائع ہو گی جو مرزا کے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر مشرف باسلام ہو رہے ہیں۔ اس وقت مرزائی اخباروں کی آنکھیں کھلیں گی اور وہ دیکھیں گے کہ خدا تعالی نے کس طرح ایک کاذب کو ذلت کی موت سے مارا۔ اور کس طرح اس کی امت کا نام ونشان بھی دنیا پر باقی نہ رہا۔ البتہ مسیلمہ اور اسکے ہم مشربوں کی طرح صفحات تاریخ میں مرزا کا نام باقی ہوگا۔

۲۶ جون ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر ص ۱۵۷۔۱۶۰)

دجالی امت کی عقل ودیانت

مرزائے کادیانی اگرچہ مرگیا لیکن کذب وافترا کا مادہ کوٹ کوٹ کر اپنے دام افتادوں کے اجسام میں بھر گیا۔عوام اور جہلا تو خیر حماقت کی رسی میں بندھے ہوئے ہوتے ہیں ان کا ذکر ہی کیا ہو،لیکن ہمیں ان لوگوں پر ترس آتا ہے جو تعلیم یافتہ سمجھ دار ہوں جناب محمد علی صاحب اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلی جنز کادیان ایم اے ہیں اور ساتواں برس ہے کہ وہ کتب اسلامیہ میں سے مخالفین اسلام کی تردید میں مضامین انتخاب کرکے لکھ رہے ہیں۔سات سال کی محنت کتب بینی وغیرہ سے جس قدر قوت استدلالیہ دماغ میں ترقی کرسکتی ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔لیکن ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مرزا صاحب کی نبوت وغیرہ کا اعتقاد ان کی حجیت کو غیر عقلی استدلال اور ناجائز غلط بیانیوں سے قائم رکھنے پر مجبور کررہا ہے۔

یہ امر پوشیدہ نہیں کہ مرزائے قادیانی نے مولوی ثناءاللہ وعبدالحکیم کے واسطے پیشین گوئیاں کی ہوئی تھیں کہ یہ دونوں فلاں فلاں تاریخ تک ہلاک ہوں گے بلکہ اس نے خدا سے یہ دعا کی ہوئی تھی کہ اے اللہ ہم دونوں میں سے جو کاذب ہے،اس کو صادق کے سامنے طاعون یا ہیضہ یا کسی مرض مہلک سے ہلاک کر۔

ان کی یہ دعا قبول ہوگئی اور مولوی ثناءاللہ کے سامنے وہ خود ہلاک ہوگیا۔پس جب مرزا صاحب اپنے فیصلہ کے مطابق کاذب ہوگیا تھا تو مریدوں کو لازم تھا کہ اس کے کاذب ہونے پر ایمان لاکر اس کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ جاتے کیوں کہ ایمان داری کا اقتضا بھی یہی تھا۔اسی بنا پر ہم نے لکھا تھا کہ ہم کو امید تھی کہ مرزائی مرزا کی لاش کو چھوڑ کر بھاگ جائیں گے اور اسی مضمون میں اس بھاگنے کی وجہ بھی بیان کردی تھی۔اس پر ریویو آف ریلی جنز نمبر ۶،۷ صفحہ ۲۸۳ میں ایک اشارہ ہمارے مضمون کی طرف کیا گیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

> ہم نے اہل فقہ میں ایک مضمون حضرت اقدس کی وفات پر پڑھا جس میں مضمون نویس لکھتا ہے کہ ہمیں تو امید تھی کہ احمدی (یعنی مرزائی) مرزا صاحب کی لاش چھوڑ کر بھاگ جائیں گے میں (اڈیٹر ریویو

)پوچھتا ہوں، پھر تمہاری امیدوں کو خدا نے خاک میں ملایا یا نہیں یتربص بکم الدوائر علیھم دائرۃ السوء (التوبۃ : ۹۸)

مخالفین کو جو حضرت صاحب کی وفات کا انتظار تھا تو صرف اس لئے تھا کہ ان کو یہ یقین تھا کہ بس مرزا صاحب کے مرنے سے یہ تمام سلسلہ درہم برہم ہو جائے گا اور ساری عمر وہ بھی انتظار کرتے تھک گئے کہ کب مرزا صاحب انتقال کریں اور کب یہ سلسلہ ٹوٹے آخر جب موقع آیا اور انہوں نے سمجھا کہ ہماری خوشی کے دن آئے تو معاً خدا تعالی نے اپنی قدرت کا ایک ہاتھ دکھا کر ان سب امیدوں پر پانی پھیر دیا۔،

پہلے ہم آیت لعنت اللہ علی الکاذبین پڑھ لیتے ہیں اس کے بعد جواب عرض کرتے ہیں۔ اڈیٹر ریویو نے ہماری تحریر میں سے صرف ایک فقرہ نقل کر دیا اور بجائے خود سمجھ لیا کہ ہم نے جواب دے دیا۔

کاش! کہ وہ اس مطلب کی تمام عبارات کو نقل کر کے یہ جواب لکھتے تو ریویو آف ریلی جنز کے دیکھنے والے ہی اس کا فیصلہ کرتے کہ مضمون نگار کا مطلب تو کچھ اور ہی تھا اور تم اور ہی راگ الاپ رہے ہو۔

یہ غلط ہے کہ ہم مرزا کادیانی کے مرتے ہی اس کے سلسلہ کے درہم برہم ہونے کی امید رکھتے تھے۔ لاش کو چھوڑ جانے کی امید اور بات ہے، اور سلسلہ درہم برہم ہونا اور بات ہے۔ اگر چہ یہ صحیح ہوتا کہ اگر فی الحقیقت مرزائیوں میں ایمان داری مرزا کے بعد بھی ہوتی تو ضرور مرزا کو بے گور وکفن چھوڑ کر بھاگ جاتے۔ بایں ہمہ فی الفور کاذبوں کے مذاہب باطلہ کا سلسلہ آناً فاناً درہم برہم نہیں ہوا کرتا۔ حسن بن صباح کی سلطنت اور اس کا مذہب تم کو معلوم ہے کہ اس کی وفات کے بعد کتنی مدت تک دنیا میں قائم رہا۔ پس اسی طرح مرزا کا مذہب بھی درہم برہم ہوگا مگر اس وقت جب کہ کذب بیانی اور غلط دلائل سے اس کے مذہب کو سنبھالنے والے مرزا کی طرح ذلت ورسوائی کی موت سے ہلاک ہوں گے۔

اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز نے مرزا کاذب کی پیش گوئیوں کے عدم وقوع پر مفصل اور دور از کار کمزور پہلوؤں کو لے کر بحث کی ہے۔ وہ بحث خود مرزا کاذب کی تراشیدہ ہفوات کا انتخاب ہے، اور اس کا لب لباب صرف یہ ہے کہ انبیاء کے اجتہاد میں غلطی ہوا کرتی ہے۔ باوجودیکہ اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز خود بار بار مانتا ہے

کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی دعا تھی کہ خدا اس کی زندگی میں کاذب کو ہلاک کرے، مگر پھر بھی سخت بے حیائی سے ایک موقع پر لکھتا ہے کہ

یہ امر باور کرنا چاہیے کہ آپ (مرزا) کے کسی الہام یا وحی میں ہرگز یہ لفظ نہ تھے کہ ثناء اللہ یا عبدالحکیم آپ کی زندگی میں فوت ہوں گے۔ ہاں آپ کی وحی کی رو سے دونون کی ہلاکت ضرور ہے سو خدا تعالیٰ جب چاہے گا اپنے کلام کو پورا کر کے دکھائے گا۔،

تعجب ہے کہ اڈیٹر ریویو جب فہم وفراست کا مدعی ایسی کذب بیانی سے کام لے، اگر وہ اپنے اس دعوی میں سچا ہے تو ثناء اللہ کے حق میں جو وحی یا الہام اس کے مرشد کامل کا تھا اسے بلفظہ درج کرتا۔ مگر درج کہاں سے کرتا، کسی گزشتہ اشاعت اہل فقہ میں مرزا کی موت اور اس کا نتیجہ، کے عنوان سے مولوی ثناء اللہ صاحب کی ایک مراسلت درج ہوئی ہے جس میں مرزا کی اصل عبارت درج ہے۔ ناظرین دیکھ سکتے ہیں کہ اس میں صفائی کے ساتھ مرزا خود تسلیم کرتا ہے کہ اگر وہ ثناء اللہ کی زندگی میں مر گیا تو وہ کاذب دجال وغیرہ ثابت ہوگا۔ اس نے اپنی صداقت وحقانیت کا معیار صرف اسی بات کو قرار دیا۔ ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اس نے خدا تعالی سے دعا کی اور بڑی التجا کے ساتھ دعا کی۔ اب دو صورتیں ہیں:

یا تو خدا تعالی نے اس کی دعا کو و ما دعا الکافرین الا فی ضلال کے ضمن میں رکھ کر رد کر دیا ، یا قبول کر لیا۔

اگر پہلی بات ہے تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اگر دوسری بات ہے تو مرزا غلام احمد صاحب اپنے قول کی بات، دجال کذاب مفتری علی اللہ، غرض یہ کہ سب کچھ جو ہم اس کی نسبت کہتے ہیں، ثابت ہو گیا۔

اور اگر دونوں باتیں نہیں ہوئیں، اس لئے کہ خدا کو ایسا منظور نہ تھا، تو اس کے بعد وہ بے مشین کا کوئی پرزہ بگڑا ہوا نہیں تھا بلکہ رات دن جھوٹے الہام اس میں سے تیار ہو کر نکل رہے تھے لیکن کبھی کسی الہام میں اس کی بے ہودہ خواہش کے خلاف کوئی بات ظاہر نہیں ہوئی۔ اب اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کو اختیار ہے کہ تینوں شقوں میں جو شق چاہے اختیار کرے۔

اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز لکھتا ہے کہ بعض پیش گوئیاں پیش کرنے والے کے بعد دوسرے کے

ہاتھوں پر پوری ہوا کرتی ہیں۔مثلاً قیصر و کسریٰ کے خزانوں کی کنجیاں ہاتھ آنے کی پیش گوئی حضرت رسول کریم ﷺ نے فرمائی تھی مگر حضرت عمر فاروقؓ کے ہاتھ سے پوری ہوئی۔ اس کا مطلب وہی ہے جو ایک مرزائی نے اپنی چٹھی مطبوعہ اخبار وطن میں ظاہر کیا ہے کہ نکاح آسمانی کی پیش گوئی خلیفۃ المسیح نورالدین کے ذریعہ سے بذریعہ نکاح پوری ہوگی۔اور پانچویں لڑکے کی پیش گوئی بھی اسی طرح پوری ہوگی کہ خلیفۃ المسیح (حکیم نورالدین صاحب)ام المرزائین (نصرت) سے نکاح کر کے لڑکا پیدا کر دیں گے۔

مرزا صاحب کی بیوی چونکہ ام المرزائین ہے اور خلیفۃ المسیح خود مرزائی ہے، پس سمجھ میں نہیں آتا کہ خلیفہ صاحب کس طرح اپنی ماں سے نکاح کرنے پر رضامند ہوں گے۔ہاں اگر مرزا صاحب کی مملوکہ کنیز ہوتی تو شائد وراثت کی صورت میں خلیفہ صاحب اس پر اپنا حق جما لیتے، مگر ایسا بھی نہیں۔پھر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ یہ لوگ ایسی بے ہودہ باتوں سے کیوں مرزا کی ہفوات پر پردہ ڈال سکتے ہیں۔

۲ جولائی ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر۔ص ۱۶۴)

نواب آف رام پور اور مرزا قادیانی

ہز ہائی نس نواب رامپور کو اب تک ہم لوگ عام طور سے ایک ادیب وشاعر منش رئیس سمجھتے رہے ہیں، مگر ہم عصر ، مخبر عالم، مراد آباد نے یہ لکھ کر ہمیں غرق دریائے حیرت کر دیا ہے کہ مرزا قادیانی کا دعویٰ نبوت سے بری الذمہ بننا، ہز ہائی نس ممدوح کی زبردست اور مدلل تحریرات کا نتیجہ اور اثر تھا اور کہ مرزا صاحب اور ہز ہائی نس کے مابین عرصہ سے تحریری مناظرہ ہو رہا تھا۔اگر یہ بات صحیح ہے تو ہم امید کرتے ہیں کہ ہز ہائی نس کی یہ علمی استعداد ملک وملت کے لئے مفید تر ثابت ہو۔آمین

۳ جولائی ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص ۱۶۴۔۱۶۵)

نورالدین سجادہ نشین قادیانی کی نسبت ایک پیشینگوئی

جناب اڈیٹر صاحب السلام علیکم ۔ میں ایک سیدھا سادہ مسلمان ہوں ۔ چوں کہ مرزا قادیانی کا مسلمہ ہے کہ ایک مسلمان کی خواب کا رد کرنا خلاف اسلام ہے، لہذا میں مرزا صاحب کے اسی اصول کو مدنظر رکھ کر اپنا ایک رؤیا بغرض اشاعت ارسال کرتا ہوں ۔ وہ یہ ہے کہ:

میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ حکیم نورالدین مندرجہ عنوان عنقریب موت کے پنجہ میں گرفتار ہوکر اس دنیا ناپائدار سے کوچ کر جائے گا بشرطیکہ وہ رجوع الی الحق نہ ہو۔

صاحبو! اگر چہ مجھے پیشگوئی کرنیکی عادت نہیں ہے اور نہ میں ایسی پیشگوئیوں کے اظہار پر مرزا کادیانی کی طرح مخلوق خدا کو ایسے انتظار میں مبتلا رکھ کر تکلیف دینا پسند کرتا ہوں، مگر جس حالت میں مجھے یہ القاء بار بار ہوا، تو میں نے اپنے بعض احباب کے پاس اس کا اظہار کیا، تو ان محبوں نے یہ مشورہ دیا کہ تمہارا فرض ہے کہ تم اس حال کو بنظر خیر خواہی حکیم نورالدین تک پہنچادو۔ کیا عجب کہ وہ دل سے تائب ہوکر رجوع الی اللہ ہو جائیں، اور جو مخلوق خدا ان کی وجہ سے گم راہی کے گڑھے میں گری ہے، سو وہ نکل آئے ۔ اس لئے میں نے بغرض تبلیغ یہ مناسب سمجھا کہ اسے اخباروں کے ذریعہ شائع کردوں ۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اگر عنقریب ہی حکیم نورالدین کا وصال مرزا کے ساتھ نہ ہوا، تو جو لوگ محض حکیم صاحب کی ہدایت کی بدولت اس پھندے میں گرفتار ہیں، وہ سمجھ لیں گے کہ حکیم صاحب دل سے رجوع الی الحق ہو گئے ہیں ۔ پھر ان کیلئے بھی لازمی ہوگا کہ حکیم نورالدین صاحب کی اندھادھند تقلید سے منہ پھیر کر دل سے حضور رخاتم الانبیاء علیہ الصلوۃ والسلام کے فرمان برداروں میں داخل ہوجائیں اور خسر الدنیا و الآخرہ کی مصیبت سے نجات حاصل کریں ۔

حضرات ناظرین! میں مرزا غلام احمد علیہ ما یستحقہ کا ایک طرح سے خیر خواہ بھی ہوں ۔ اگر چہ وہ بالعموم اپنی پیشین گوئیوں میں جھوٹا ثابت ہوتا رہا ہے مگر دم خم کو پورا تھا ۔ واہ رے ہمت واہ رے مردانگی! خم ٹھونک میدان میں کھڑا ہو جاتا ہے، اور (یہ لوگ؟) اپنی مختلف صداؤں سے پبلک کو بھاری تشویش میں ڈال

دیتے تھے۔ چنانچہ کادیانی مشن کے چند آرگن قادیان ہی میں موجود ہیں جو کادیانی کے پیرؤوں کی اشک پوشی کے لئے اور پبلک کو سبز باغ دکھانے کے واسطے صرف بکار رہتے ہیں۔

مجھے مرزا قادیانی سے اس بارے میں بھی دلی ہمدردی ہے کہ بلا سے وہ اپنی ہر ایک پیش گوئی میں فیل ہوتا رہا، مگر مرزا ایک بی بی کے وصال کا داغ حسرت ساتھ ہی لے گیا۔ یہ وہ بی بی ہے جس کا نکاح مرزا کے ساتھ خدا نے آسمان پر پڑھا تھا، اور مرزا کی پیش گوئی کے مطابق اس بی بی کا کنوار پن میں اگر کہیں دوسری جگہ نکاح ہوگیا تو اڑھائی سال میں بیوہ ہوکر مرزا کا گھر آباد کرنا تھا۔ جس کے حصول کے لئے مرزا نے سینکڑوں طرح کے پاپڑ بیلے۔ حتیٰ کہ منکوحہ بی بی کو طلاق اور لائق فرزندوں کو عاق کی نہ صرف دھمکی ہی دی بلکہ عملاً کر کے دکھا دیا تھا۔ مگر ہم مرزا کے مریدوں کو بشارت دیتے ہیں کہ آپ اس سے مشوش نہ ہوں۔ خوابوں کی تعبیر بعض اوقات الٹ بھی ہوا کرتی ہے۔ چنانچہ مرزا جی کے اصول کے مطابق اس کی تاویل یہ ہے کہ جس سے معاملہ صاف ہوجائے اور مرزا کو بھی فائز المرام خیال کرلیا جائے، وہ یوں ہے

> چوں کہ مرزا جی گرشن گوپال مہاراج کے اوتار تھے، مرے نہیں صرف الوپ ہوئے ہیں، اور بجائے اکاش کے اپنے ہی مسلمات کے مطابق اسفل السافلین کو براجمان ہوئے ہیں، جہاں آپ کے دل بہلانے کو نرک کی اپشر وہاتھ پھیلائے انتظار میں تھیں، گویا ایک کی جگہ ایک لاکھ اسّی ہزار مل گئیں، چلو چھٹی ہوئی اب پیشین گوئی کے پورا ہونے میں کوئی کسر باقی ہے

مجھے اس بارے میں مرزا صاحب سے پوری ہم دردی ہے کہ حضرت مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی (جن کی نسبت بہت سی پیش گوئیاں تھیں) من جملہ ان کی ایک یہ تھی کہ کاذب صادق کی زندگی میں وفات پائے گا۔ اور جناب پیر مہر علی شاہ گولڑوی، ملا محمد بخش صاحب لاہوری، مولوی ثناءاللہ امرتسری، ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کے حق میں جو کچھ پیشین گوئیوں کے متعلق میں ڈنکے کی چوٹ کہونگا کہ وہ سب کی سب سچ نکلیں، کیوں کہ کاذب صادق (کی زندگی میں؟)، جھوٹا سچوں کی حیات میں چل بسا۔ باقی پھر۔ جس میں مرزا کی موت اور مرزا کا تابوت خلاف شریعت کادیان میں لائے جانے کا تذکرہ ہوگا۔ راقم: ایک غریب امرت سری لوہار

۱۰ جولائی ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر ص ۱۶۵۔۱۶۷)

مثنوی مولوی ہند

کسی مرزائی نے ایک فارسی قصیدہ متضمن تعریف وتوصیف مرزا، ومذمت اہل اسلام لکھا تھا۔جس کے جواب میں جناب مولوی لعل محمد صاحب محافظ دفتر ضلع سیسوتی مما لک متوسط نے یہ اردو مثنوی لکھی ہے۔ زبان سلیس ہے اور بلحاظ مضامین بھی اعلی درجہ کی کتاب ہے۔اس کتاب کا حصہ دوم ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہے جس میں ...اشعار ہیں۔اخیر میں وہ قصیدہ بھی درج کر دیا گیا ہے جس کے جواب میں یہ مثنوی لکھی گئی ہے۔اس مثنوی میں عقائد مرزا کا رد اور اس کے دعاوی کا ابطال بڑی متانت اور خوش اسلوبی سے کیا گیا ہے۔کا غذ اعلی درجہ کا ہے اور کتابت وچھپوائی بھی خاص اہتمام کی ہے۔

۱۷جولائی ۱۹۰۸ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص ۱۶۷۔۱۶۸)

رام پور میں (غیر مقلدوں) اور مرزائیوں کا مناظرہ

ریاست رام پور کے دو عہدے داروں کی تحریک پر ہز ہائی نس نواب صاحب بہادر والی رام پور کی طرف سے ایک مجلس مناظرہ منعقد ہوئی۔مرزائی پارٹی کے مقابلہ کیلئے علمائے وہابیہ مدعو تھے۔اخبار دبدبہ سکندری رام پور (۹۴) نے اس مناظرہ کی مجمل کیفیت بیان کی ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی پارٹی کو شکست ہوئی۔اخبار مذکور میں فریقین کے علماء کی فہرست بھی دی گئی ہے جن میں دوسنی المذہب علماء کے اسماء گرامی بھی درج ہیں۔ہمیں ان حضرات کا نام دیکھ کر تعجب ہوا کہ اللہ اللہ کاش یہ حضرات و کفی الله المو منین القتال پر خیال رکھتے اور شریک نہ ہوتے

ریاست رامپور ایک اسلامی ریاست ہے اور بقول اخبار دبدبہ سکندری اس میں بڑے بڑے ہزاروں علماء اور ہزاروں طلباء موجود ہیں۔لیکن ہمیں سخت افسوس ہے کہ باوجود اس دعوی کے رام پور اپنے حلقہ میں سے ایک شخص بھی ایسا نہ پیدا کر سکا جو مرزائیوں کے ساتھ مباحثہ کرتا، بلکہ دور دراز سے لوگوں کو طلب کرنا پڑا۔اہل

رامپور کے لئے شرم کا مقام ہے۔

مناظرہ کی مجمل کیفیت یہ ہے کہ پہلے روز مرزائی جماعت کی طرف سے میاں محمد احسن امروہی (۹۵) نے ایک لکھا ہوا مضمون پڑھا۔اس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ امرت سری نے تقریر کی۔اس کے بعد جلسہ برخاست ہو گیا۔

دوسرے دن مرزائیوں نے میاں محمد احسن کو معزول کر دیا اور ایک دوسرے صاحب کو مقرر کیا۔مگر اس روز بھی مرزائیوں کے خلاف اثر پڑا کیونکہ مقرر کی تقریر.. اور غیر متعلق تھی،اور خود مرزائیوں کو بھی اس کا احساس ہوا۔

تیسرے دن جناب نواب صاحب بہادر بباعث علالت طبع شریک مجلس نہ ہو سکے۔اس لئے مرزائی جماعت نے اس روز تقریر سے انکار کیا۔

اس کے بعد کا دن جمعہ تھا مرزائیوں نے اس روز بھی جلسہ ملتوی کرایا۔

شنبہ کے دن پھر کچھ تقریریں ہوئیں۔

بالآخر یہ نتیجہ نکلا کہ مرزائیوں سے وفات مسیح علیہ السلام ثابت نہ ہو سکی۔

ہمارے خیال میں مرزائیوں کے ساتھ کسی خاص مسئلہ میں عموماً اور مسئلہ وفات وحیات مسیح علیہ السلام میں خصوصاً بحث کرنا تضیع اوقات ہے۔مسلمانوں میں کئی فرقے ایسے بھی ہیں جو حیات سے منکر ہیں۔فرقہ معتزلہ آپ کی حیات کو مطلق نہیں مانتا۔دور کیوں جاؤ اسی امرتسر میں مولوی غلام علی صاحب قصوری (۹۶) کی نسبت ان کے بعض شاگردوں کی روایت ہے کہ انہوں نے درس قرآن شریف میں فرمایا تھا کہ صحیح یہی ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔یہی باعث ہے کہ امرتسر میں زیادہ تر وہابی ہی مرزائی ہوئے۔

بلکہ دراصل مباحثہ تو اس امر میں ہونا چاہیے کہ آیا مرزا صادق ہیں یا کاذب۔اگر یہ ثابت ہو جائے (لیکن ہرگز ثابت نہیں ہوگا) کہ مرزا صاحب صادق تھے تو پھر جزئی اور فروعی مسائل میں بحث فضول ہے۔ ایک صادق جو کہتا ہے اسے مان لیا جائے۔اور اگر یہ ثابت ہو جائے کہ خیریت سے مرزا صاحب نے کبھی سچ بولا ہی نہیں (اور ضرور ثابت ہوگا بلکہ ثابت شدہ امر ہے) تو پھر کسی مسئلہ میں بحث یا مناظرہ کی ضرورت باقی نہیں رہتی۔

بہت دن ہوئے مجھے ایک مرزائی کے ساتھ کلکتہ میں مناظرہ کرنے کا اتفاق ہوا تھا (اس مناظرہ کی کاروائی اخبار اہل حدیث میں چھپ چکی ہے)۔اس میں میں نے ہر چند چاہا تھا کہ مرزائی مناظر اس بات پر آئے کہ بجائے جزئی اور فروعی مباحث کے صرف یہ تحقیق کیا جائے کہ مرزا صاحب اپنے دعوی ماموریت من اللہ میں صادق بھی ہیں یا نہیں؟ مگر مرزائی مناظر نے ہرگز نہ مانا۔اور مانتے بھی کیوں کر،خود مرزا صاحب کی ہی کتابیں ان کے خلاف تردید کے لئے کافی تھیں ۔ہاں اگر ضرورت ہو تو کوئی مسئلہ مثلاً وفات وحیات مسیح اگر بحث کے ضمن میں آجائے تو اس پر روشنی ڈالنے میں کوئی حرج نہیں لیکن اصل موضوع بحث وہی مسئلہ صدق وکذب کادیانی ہونا چاہیے۔

بہر حال مباحثہ رام پور کا نتیجہ مرزائیوں کے خلاف تو نکلا مگر خدا جن لوگوں کو گم راہ کرتا ہے ان کے لئے ہدایت کا راستہ بند ہو جاتا ہے۔اس لئے امید نہیں کہ مرزائی اپنی کمزوری کو محسوس کر کے اب بھی سمجھیں۔ اور یہ بھی ان کے استاد کی سنت ہے جب کسی پیش گوئی کے جھوٹے نکلنے پر چاروں طرف سے شور برپا ہوتا تھا تو وہ بجائے نادم ہو کر خاموش رہنے کے،کمال بے حیائی سے کوئی نہ کوئی عذر گناہ بدتر از گناہ تراش کر صفحات کے صفحات سیاہ کر دیتے ہیں۔اب دیکھیں کہ اس مناظرہ کی رپورٹ مرزائی آرگن کن الفاظ میں شائع کریں۔

۲۷ جون ۱۹۰۹ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ۱۷۴۔۱۷۶)

مباحثہ رام پور

اس مباحثہ کے متعلق کادیانی اخبار بدر نے ایک رپورٹ شائع کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ شرائط پہلے سے طے ہو چکی تھیں اور کہ ہز ہائی نس نواب رامپور بحیثیت ثالث سمجھے گئے ۔مگر رامپور میں شرائط کے برخلاف برتاؤ ہوا۔نواب صاحب بہادر نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کی پیٹھ ٹھونکی اور غیر احمدی فریق سے نواب صاحب نے مختلف ملاقاتیں کیں۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ نواب صاحب نے اپنے آپ کو فریق مناظر کا طرف دار اور ساتھی ظاہر فرمایا۔نیز مولوی ثناء اللہ امرتسری نے مرزا صاحب کے حق میں سبّ وشتم

سے کام لیا وغیرہ ان وجوہات کی بنا پر احمدی جماعت نے مباحثہ کا انسداد ضروری سمجھا۔

اگر چہ ابھی تک ہم نے فریقین کی تقریریں نہیں سنی، اس لئے یہ رائے نہیں قائم کی جا سکتی کہ مرزائی اخبار کا بیان متعلقہ سبّ وشتم کہاں تک صحیح ہے۔ لیکن مضمون نگار مانتا ہے کہ نواب صاحب شیعہ عقائد کے پیرو ہیں اور اسی بنا پر مرزائی جماعت نے ان کو ثالث سمجھا تھا۔ اور یہ بات بھی صحیح ہے کہ نواب صاحب نہ تو مرزائی ہیں اور نہ وہابی، نہ اہل سنت، بلکہ وہ شیعہ ہیں۔ اور اس صورت میں ان کے نزدیک دونوں گروہ مساوی تھے۔ مضمون نگار قبل از پہلی تقریروں کے ملاقاتوں کا ہونا بھی بیان نہیں کرتا۔ پس ان واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ نواب صاحب رام پور نے مرزائی مناظر کی تقریر کو کمزور اور فریق ثانی کی تقریر کو پر زور سمجھا، اور طرف داری پر مجبور ہوئے اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کی پیٹھ ٹھونکی تو اس صورت میں نتیجہ صاف کہ ہے کہ حضور نواب صاحب بہادر آف رام پور کا فیصلہ برخلاف مرزائی جماعت کے صادر ہوا، اور مرزائی جماعت کو ناکامی ہوئی۔

اصلیت کچھ ہی ہو مگر رام پور کے قرب وجوار کے شہروں بریلی، مراد آباد وغیرہ میں عام طور پر مشہور ہو گیا کہ مرزائی جماعت بھاگ گئی، اور اپنے دعاوی پر سوائے لچر اور فضول باتوں کے کوئی دلیل پیش نہ کر سکے۔ اس لئے علاقہ میں مرزائی جماعت کو آئندہ کامیابی کی امید نہیں رکھنی چاہیے مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے جھوٹی نکلنے پر عموماً ایسی ہی باتوں سے کام لیا جاتا ہے جس طرح کہ اب مناظرہ کی ناکامی کے موقع پر بیان کی جاتی ہیں۔ لیکن خدائی فیصلہ وہی ہے جو لوگوں پر منکشف ہوا فالحمد لله علی ذلك۔

۵ جولائی ۱۹۰۹ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ۔ امرتسر۔ ص ۱۷۶۔۱۷۷)

مرزائے قادیانی کی موت

ڈاکٹر عبدالحکیم خان ایم بی اسسٹنٹ سرجن ریاست پٹیالہ کی جس قدر پیشین گوئیاں والہامات تھے وہ سب کے سب پورے ہوئے اور ڈاکٹر صاحب کی آخری پیشین گوئی کہ مرزا ۲۱ ساون ۱۹۶۵ (پنجاب کی دیسی تاریخ) تک ہلاک ہو جائے گا، مرزا اس میعاد کے اندر مر گیا اور مرزائیوں کو زندہ درگور کر گیا۔ مرزا کے مرنے کے بعد

مرزائیوں نے دیکھا کہ ہم دنیا کو کیا منہ دکھائیں ہمارا گرو تو لٹیا ہی ڈبو گیا۔ڈاکٹر عبدالحکیم خان کی سہ سالہ پیشین گوئی اور ۱۴ ماہ والی اور ۲۴ مئی ۱۹۰۷ء والی اور ۲۱ ساون ۱۹۶۷ کی عظیم الشان پیشین گوئی کو جھٹلانے کے واسطے طرح طرح کی ناجائز کوششیں کیں۔اور مرزائی اخباروں میں وہ طوفان بدتمیزی پھیلایا اور ورقوں کے ورق سیاہ کئے تاکہ کسی طرح یہ ندامت ٹل جائے۔اور ڈاکٹر صاحب کی پیش گوئی میں جو لفظ کو بعض اخباروں میں سہواً لکھا گیا تھا،اس پر مرزائیوں نے دنیا کو سر پر اٹھالیا۔اگر ان کو اپنے گھر کی خبر ہوتی تو ان کو دوبارہ ذلت نہ اٹھانا پڑتی۔لو بھئی ہم تمہارے گرو کی الہامی، چشمہ معرفت جو ۲۰ مئی ۱۹۰۸ء کو شائع ہوئی اسی سے تمہاری تسلی کر دیتے ہیں۔اگر اب بھی تم نہ مانو تو ہم پکار کر کہیں گے لعنة الله علی الکا ذبین۔کہو مرزائیو! آمین

مرزائیو! تمہارے گرو جی مہاراج کرشن قادیانی چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۲۲،۳۲۱ پر یوں لکھتے ہیں ۔ذرا آنکھوں کی پٹی اتارو اور غور سے پڑھو:

ایسا ہی کئی اور دشمن مسلمانوں میں سے میرے مقابل پر کھڑے ہو کر ہلاک ہوئے اور ان کا نام و نشان نہ رہا۔ہاں اخیری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائے گا اور یہ اس کی سچائی کے لئے نشان ہوا ہے۔اس نے یہ پیش گوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤنگا مگر خدا نے اس کی پیش گوئی کے مقابل پر مجھے خبر دی کہ فوراً عذاب میں مبتلا ہو جائے گا جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھوں میں ہے بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا،

تو بھئی مرزائیو! اب بھی مانو گے یا نہیں۔تمہارے کرشن جی قادیان نے تو آسمانی مقدمہ سے خود ہی فیصلہ کر دیا ہے اور اپنے کذب اور ڈاکٹر عبدالحکیم خان صاحب کے صدق پر مہر لگا دی ہے اور ڈاکٹر صاحب کی ۲۱ ساون ۱۹۶۷ والی پیشین گوئی کو سچا ثابت کر دکھایا۔اب بھی تسلی ہوئی ہے یا نہیں۔بس ہمارا یہ آخری پیغام تمہارے نام ہے اگر اب بھی تم باز نہ آؤ اور شرم وحیا سے کام نہ لو تو پھر ہم بار بار پکار پکار کر سو (۱۰۰) دفعہ نہیں بلکہ ہزار دفعہ بھی کہیں گے لعنة الله علی الکا ذبین۔

راقم: خادم الاسلام ملا محمد بخش لاہور

۱۴۔اگست ۱۹۰۹ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر۔۱۸۵۔۱۸۶)

منشی عبدالعزیز قادیانی اخبارات میں

منشی عبدالعزیز صاحب بٹالوی ۱۹۰۱ء میں پہلی بار مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مخالفت میں سامنے آئے تو پیسہ اخبار لاہور میں ایک نوٹ شائع ہوا جس پر اخبار الحکم قادیان کے ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۱ء کے شمارے میں بالفاظ ذیل تبصرہ کیا گیا:

پیسہ اخبار اور مہر نبی بخش بٹالوی

پیسہ اخبار لاہور نے جو حضرت اقدس حجۃ اللہ علی الارض مسیح موعود ادام اللہ فیوضہ (مرزا قادیانی) کی ہر بات پر معاندانہ ریمارک کرنے کا عادی ہے باوصفیکہ ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ اس نے حضرت اقدس کی کتابوں کو بھی نہیں پڑھا اور لا تقف ما لیس لك به علم کے قرآنی ارشاد کی کچھ بھی پرواہ نہ کر کے رائے زنی کر دیا کرتا ہے مہر نبی بخش بٹالوی (منشی عبدالعزیز بٹالوی) کے ارتداد پر اپنے اڈیٹوریل کالم میں ایک نوٹ لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

۱۔مہر صاحب گذشتہ پندرہ سال سے مرزا غلام احمد کے راسخ الاعتقاد مرید تھے بلکہ اپنا گھر بار چھوڑ کر قادیان میں دو سال تک رہے۔

۲۔ اب انہوں نے مرزا غلام احمد صاحب کے عقاید فاسدہ سے توبہ کی ہے اور ان کے اعتراضات لاجواب ہیں وغیرہ وغیرہ کسی راسخ الاعتقاد مرید (بشرطیکہ وہ ہو بھی۔راسخ الاعتقاد کا ارتداد ناممکن ہے کوئی شیطانی رگ باقی ہوتی ہے جو اندر ہی اندر اپنا اثر کرتی رہتی ہے) کا ارتداد اور حضرت اقدس کے دعاوی کی تکذیب کا موجب نہیں ہوسکتا جب کہ اسلام میں اب تک مرتد ہونے والے موجود ہیں اور آئے دن عیسائی اخباروں میں ایسے مرتدین کی فہرستیں دیکھی جاتی ہیں بلکہ یہ سنن الانبیاء میں سے ہے۔حضرت اقدس کی بعض پیش گوئیوں کی تصدیق۔یہ کہنا کہ منشی صاحب ثواب کے لئے گھر بار چھوڑ کر قادیان میں آ گئے تھے بالکل غلط ہے منشی صاحب دراصل حضرت اقدس کے باغ کے ٹھیکہ دار کی حیثیت سے قادیان میں رہا کرتے تھے اور اسی لئے اگر وہ جھوٹ بولنا گوارا نہیں کرتے تو خود بتا سکتے ہیں کہ قادیان میں رہ کر کتنی مرتبہ وہ حضرت اقدس کے ساتھ نمازوں میں شریک ہوئے اور کتنی مرتبہ حضرت کے ساتھ سیر کو تشریف لے گئے وغیرہ وغیرہ۔حضرت اقدس کی صحبت میں رہنے کا انہوں نے کوئی التزام نہیں کیا اگر وہ قادیان میں کبھی رہے بھی تو باغ ہی میں طوطا کہانی پڑھتے اور درختوں کے کاٹنے اور لگانے کے انتظام میں رہے۔پس وہ قادیان میں کام کاج چھوڑ کر نہ گئے تھے بلکہ کام کاج کرنے گئے تھے۔

رہا یہ امر کہ اب انہوں نے حضرت اقدس کے معاذ اللہ عقاید فاسدہ سے توبہ کی، ناظرین کے لئے یہ امر غالبًا دلچسپی کا موجب ہوگا (اور ہم مشکور ہوں اگر اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار بھی اس کا جواب دے) کہ مہر نبی بخش نے حضرت اقدس کے کن عقائد سے توبہ کی اور اس کی بجائے کیا حاصل کیا۔ اگر پیسہ اخبار کے اڈیٹر نے اس کے رسائل کو پڑھا ہے اور ان امور پر اس نے اپنے اخبار میں جیسا کہ ظاہر ہے روشنی نہیں ڈالی تو وہ ہمیں معاف کریں گے اگر ہم یہ کہیں کہ انہوں نے جان بوجھ کر امر حق کو چھپایا ہے۔ بہر حال مہر نبی بخش نے مرزا صاحب کے عقائد کو چھوڑ کر اب کیا عقیدہ اختیار کیا، وہ ہم ذیل میں لکھتے ہیں اور پیسہ اخبار سے پوچھتے ہیں کہ وہ اس کے متعلق کیا رائے رکھتا ہے اور نبی بخش کے عقیدہ سے کہاں تک متفق ہے

حضرت اقدس امام کا عقیدہ ہے کہ احادیث جہاں تک وہ قرآن کریم کے خلاف نہ ہوں واجب العمل ہیں، مہر نبی بخش مطلق نہیں مانتا۔ حضرت اقدس مسیح موعود کے آنے کے قائل اور مدعی ہیں مہر نبی بخش کہتا ہے کہ کوئی مسیح یا مہدی آنے والا نہیں ہے۔، حضرت اقدس، مسیح ابن مریم کی وفات کے قائل ہیں۔ ایسا ہی مہر نبی بخش بھی مسیح ابن مریم کی وفات مانتا ہے۔، اب ہم دانش منداڈیٹر پیسہ اخبار سے پوچھتے ہیں کہ وہ مہر صاحب کے عقائد کے ساتھ کہاں تک متفق ہے۔ ہم اس پر مفصل انشاء اللہ کسی اگلی اشاعت میں لکھیں گے، سر دست اسی قدر کافی ہے۔ (الحکم۔۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۱ء ص ۶)

کچھ عرصہ بعد عبد العزیز پھر سے قادیانی ہو گئے اور اس موقع پر انہوں نے جو توبہ نامہ مرزا کو ارسال کیا وہ، مع قبولیت توبہ از مرزا ،الحکم کے ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۲ء کے شمارے میں بایں الفاظ درج ہے۔

توبہ نامہ: ذیل میں ہم اپنے پرانے بھائی چودہری عبد العزیز صاحب نمبر دار بٹالہ کا توبہ نامہ شائع کرتے ہیں جو انہوں نے حضرت اقدس کے حضور ارسال کیا ہے۔ بے شک چودھری صاحب نے بڑی اخلاقی جرأت سے کام لیا ہے۔ آج کل اپنی بات کا نبھانا اور ضد کرنا ایک معمولی سی بات ہوگئی ہے مگر یہ خدا کا فضل ہے کہ چودھری صاحب نے اپنی غلطی کا اقرار کیا اور ان کو خدا تعالی کے صادق مسیح موعود کے خدام میں داخل ہونے کے سوا نجات کی کوئی راہ نظر نہ آئی اور حقیقت میں آج نجات کے لئے خدا تعالی نے یہی راہ پسند کی ہے۔

بحضور عالی جناب حضرت اقدس مسیح موعود دام برکاتہ۔ جنابعالی فدوی شیطان کے دھوکہ میں آکر آپ سے مرتد ہوا اور دلی بصیرت کو کھو کر ضلالت کے گڑھے میں گرا اور سال سے زیادہ عرصہ تک اسی میں رہا اب خداوند تعالی نے آپ ہی مہربانی فرما کر حق بینی کی آنکھیں عطا فرمائیں جن سے معلوم ہوا کہ صرف حضور کے ہی سلسلہ میں نجات ہے اور باقی سب جگہ ہلاکت پس آپ بھی رحمۃ للعالمین ہیں اس عاصی کی دستگیری کریں اور پچھلی خطا معاف فرما کر پھر سلسلہ احمدیہ میں داخل فرمائیں تاکہ نجات ہو ۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء فدوی عبد العزیز نمبر دار بٹالہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی :

مجی اخویم مہر نبی بخش صاحب سلمہ اللہ تعالی۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ ۔

آپ کا خط پہنچاالتائب من الذنب کمن لا ذنب لہ ۔اس لئے ہم آپ کی لغزش آپ کو معاف کرتے ہیں اور آپ کی تحریر کے موافق پھر آپ کو داخل بیعت کرتے ہیں اللہ تعالی آپ کو استقلال اور ثابت قدمی بخشے اور اب خاتمہ اسی توبہ پر کرے کہ وہ غفورر رحیم ہے آمین

بے شک اجازت ہے جب چاہیں آویں اور بہتر ہے کہ جلسہ دسمبر میں آویں اور انشاء اللہ تعالی جیسا مناسب ہوگا آپ کا خط یا کوئی حصہ اس کا الحکم میں چھپایا جائے گا اور آپ کے پاس ایک نسخہ کشتی نوح اور ایک نسخہ تحفۃ الندوہ ارسال ہے کہ شائد ابھی تک نہ پہنچا ہوگا اور اگر پہنچ گیا ہے تو کسی اور کو جہاں چاہیں دے دیں۔رسالہ ابھی نہیں دیکھا فرصت کے وقت انشاء اللہ دیکھوں گا۔ شاید تین ماہ کا عرصہ ہوگیا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا کہ قادیان کی اس گلی میں جس میں ہم اکثر سیر کو جاتے ہیں آپ مصافحہ کیلئے میری طرف آرہے ہیں۔سو وہ بات پوری ہوگئی۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان (الحکم قادیان ۱۹۰۲ء ۱۷۔اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۱۶)

۷ نومبر ۱۹۰۲ء کو ایک مقدمے کے سلسلے میں مرزا صاحب قادیانی ایک مقدمہ کے سلسلہ میں بٹالہ آئے ،اور کچہری کے قریب آپ نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا۔ اڈیٹر الحکم بتاتا ہے کہ:

ابھی کھانا رکھا ہی گیا تھا کہ ہمارے پرانے دوست چودھری نبی بخش صاحب المعروف عبدالعزیز نمبردار بٹالہ جن کا توبہ نامہ الحکم میں درج ہو چکا ہے آ گئے نہایت اخلاص سے حضرت اقدس سے مصافحہ کیا حضرت بھی بڑے رحم اور شفقت سے پیش آئے اور کھانا کھانے کا حکم دیا اور نہایت ترحم سے باتیں کرتے رہے۔ (الحکم ۱۹۰۲ء نمبر ۴۰ جلد ۶، ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۱۴)

گل دیگر شگفت

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: سنتے ہیں ترکی سلطنت کا علاقہ ایشا کو چک ملک شام بہت زرخیز ہے، مگر قادیانی مشن کی سرزمین اس سے بھی زیادہ مردم خیز ہے۔ذرا دیر کے لئے دانہ اس میں رہے اتنا پھلتا پھولتا ہے کہ بڑے بڑے درخت سے بڑھ جاتا ہے۔آج ہم اس سرزمین کے ایک درخت کو بطور مثال کے پیش کرتے ہیں جو قادیانی مشن کا پھلا پھولا درخت ہے گو چند دنوں سے اس سرزمین کو چھوڑے ہوئے ہے مگر اس کا تاثر تا حال اس میں پایا جاتا ہے۔

اس شخص سے مراد ہمارے منشی عبدالعزیز زمین دار بٹالہ ہیں جو مرزا قادیانی سے اب تک بھی اخلاص رکھتے ہیں۔چنانچہ ان کے اخلاص کے مظہر الفاظ یہ ہیں:

مرزا صاحب کا اصل مصدق میں ہوں جوان کے مذہب کو زندہ کرتا ہوں (اشتہار فاروق۔ص ۳)

مگر قادیانی گدی نشین سے آپ کو اختلاف ہے اس لئے ایک اشتہار موسومہ فاروق شائع کیا ہے جس میں بہت کچھ لکھا ہے ۔مطلب کی بات جو ہم نقل کرنا چاہتے ہیں وہ تحدی (چیلنج) ہے جس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ آپ میں مرزا صاحب کا پورا رنگ ہے۔آپ قادیانی سجادہ (مرزا محمود احمد) کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں: مجھ کو وحی الہی ہے کہ میرے کلام کا کوئی رد نہیں کر سکے گا۔اگر کوئی ارادہ کرے گا تو اس کا ہاتھ قلم برداشت نہیں کرے گا۔اور یہ وہ نشان ہے جو مرزا صاحب کو بھی نصیب نہیں ہوا۔میں نے سنا ہے کہ آپ بڑے لکھنے والے اور معقول لکھنے والے اور کبھی ...والے نہیں۔اگر میرے مسلمات کی تردید کردیں تو میں سب سے پہلے آپ کی بیعت کو فخر سمجھوں گا،اور اپنی تحریرات کو کالعدم کردونگا۔اور اگر میری تحریرات کے مقابل آپ کا ہاتھ قلم کو برداشت نہ کرسکا تو آپ کو مناسب ہے کہ مجھ کو خدا کی طرف سے سمجھیں اور میرے ہم خیال ہوکر عامل بالقرآن کہلائیں اور عام مسلمانوں کو بھی عامل بالقرآن ہی بنائیں۔مرزا صاحب بھی عامل بالقرآن تھے ان کے ذاتی دعووں کو چھوڑ کر دیکھو قرآن کی کیا عزت ان کے دل میں تھی۔

باران فضل رحمان آمد بقدم او
بد قسمت آنکہ از وے سوئے د گر دویدہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اس اقتباس سے ناظرین ہمارے دعوی کی صحت سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا صاحب کا پورا رنگ آپ پر چڑھ رہا ہے جس طرح وہ اپنے مخالفوں کو للکارا کرتے تھے کوئی قدم میرے سامنے جم نہیں سکتا اور جو میرے جیسا من چلا خاص قادیان میں بھی جا پہنچے،تو حرم سرائے سے باہر تشریف نہ لاتے۔اسی طرح منشی صاحب نے دعوی کیا ۔مگر لطف یہ کہ جس پیر سے یہ فن (تیراندازی) سیکھا،اسی کے گھر کی طرف رخ کیا۔ممکن ہے اس کا جواب وہ یہ دیں کہ جس گھر سے فیض پایا ہو اسی گھر کو فیض پہنچانا چاہیے ۔ہم منتظر ہیں کہ قادیانی سجادہ نشین کی طرف سے اس کا جواب کیا نکلتا ہے۔ہمارے خیال میں ایسے بڑے مدعی کو نظر انداز کرنا قرین مصلحت نہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ستمبر ۱۹۱۵ء ص ۲۲)

....

(منشی عبدالعزیز یا نبی بخش نمبردار بٹالہ مرزا صاحب کے وہ مقرب مرید ہیں جن کا نام ضمیمہ انجام آتھم میں آپ نے ۳۱۳ مریدوں میں درج فرمایا ہے جن کو بمنزلہ اصحاب بدر قرار دیا ہے اس بدری صحابی نے جو پوست کنندہ حالات مرزا جی اور ان کے درباریوں کے لکھے ہیں ان سے مسیحیت کی کچھ قلعی کھلتی ہے اس لئے اس مرید خاص کا وہ مضمون جو پیسہ اخبار لاہور مطبوعہ ۱۶ نومبر ۱۹۰۱ء کے صفحہ ۱۰۔۱۱ پر ہے باختصار ہدیہ ناظرین کیا جاتا ہے۔یہ پرچہ شامل مسل ہو چکا ہے:

مکرمی اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار لاہور۔ السلام علیکم۔ الحکم کے اڈیٹر نے آپ کے ریمارک حقیقت المہدی پر ناراض ہو کر بہت زہر اگلا ہے اور آپ سے بعض باتوں کے مطالبہ کیلئے زور دیا ہے چونکہ ان میں ایسی باتیں بھی ہیں جن کا جواب میں اپنے ذمہ سمجھتا ہوں اس لئے ان کو قلم بند کر کے ارسال خدمت کرتا ہوں آپ براہ مہربانی انکو اپنے قیمتی پرچہ میں جگہ دیں تا کہ اڈیٹر الحکم اور اسکے ہم خیالوں کے لئے تسلی کا موجب ہو۔ اول، اپنے راسخ الاعتقاد ہو چکنے کی نسبت جو کچھ میں کہنا چاہتا ہوں اس کے لئے میں امید نہیں کرتا کہ آپ کے پرچہ میں جگہ ہو اس کا مفصل بیان رسالہ الہلال میں ہوگا۔ اس جگہ صرف اتنا بتا دینا کافی ہوگا کہ مرزا صاحب نے کمال محبت کے باعث مجھے اپنے گھر میں وہ جگہ دی ہوئی تھی جس میں نواب محمد علی خان مالیر کوٹلہ والے اترا کرتے تھے اور وہ مکان ان کے مکان کی دیوار بدیوار ہے اور اس دیوار میں ایک دریچہ بھی ہے جس سے مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جو میری بیوی سے کمال محبت رکھتی تھیں ہر روز آ کر رات تک اس مکان میں بیٹھا کرتی تھیں یہاں تک کہ جب ہم بٹالہ میں تھے تو بیوی صاحبہ دو دفعہ وہاں بھی تشریف لائیں۔ اسکا مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کو بخوبی علم ہے۔ اس کی تصدیق اڈیٹر الحکم سے بھی کر لیجئے کہ اس کو سچ کہنا گوارا ہوگا تو انکار نہیں کرے گا۔ اگر میرے راسخ الاعتقاد ہونے میں کسی قسم کی شیطانی رگ کے ذریعہ فرق آ گیا ہوتا اور اب گو وہ جانتا ہے موجودہ خاص الخاص مریدوں میں سے کس کس میں شیطانی رگ ہے جو ہمارے ملک میں مشہور ہے لنگڑے یا کانے میں ایک رگ زیادہ ہوتی، تو مرزا صاحب جو ملہم ہونے کا دعوی کرتے ہیں اور ان کی ہر بات وحی تصور کی جاتی ہے خدا تعالی سے اس امر کی ضرور اطلاع پاتے ہیں اور اپنے گھر والوں کو ہمارے ساتھ ایسا رابطہ نہ کرنے دیتے۔

دوم۔ میرے راسخ الاعتقاد ہونے کا اس سے بڑھ کر کیا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ جب تمام جوان عورتوں کو جن کی نسبت مرزا صاحب گورداسپور کے مقدمہ میں حلفاً بیان کر چکے ہیں کہ وہ..صبح ہوا خوری کو نکلتی تھیں تو ان کی حفاظت کا کام میرے سپرد ہوتا تھا۔ ان دفعہ بھی ان عورتوں کے ریوڑ کی حفاظت کے لئے کوئی اور مرید مقرر نہ ہوا۔ اس ریوڑ میں اڈیٹر الحکم کی بیوی بھی شامل ہوتی تھی۔ اڈیٹر صاحب اس کا جواب دیں کہ مجھ سے بڑھ کر کون راسخ الاعتقاد سمجھا جاتا تھا۔

سوم، مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ عشاء کو بھی کبھی کبھی اپنی ہم جولیوں کے ساتھ باغ میں جایا کرتی تھیں اور ان میں اڈیٹر الحکم کی بیوی بھی ہوتی تھی، جو کوڈ کبڈی میں شامل ہوتی تھی۔ ایسے پر خطر وقت میں جب کہ عورتیں زیورات سے لدی ہوئی ہوتی تھیں ان کی حفاظت کا کام میری ہی ذمہ ہوتا تھا۔ ان سب باتوں کا علم اڈیٹر الحکم کو بھی ہے اگر اس کے دل میں خدا تعالی کا ذرا بھی خوف ہوا تو جھوٹ نہیں بولے گا۔ پھر جناب مرزا صاحب، خدا ان کی عمر دراز کرے، موجود ہیں۔

چہارم۔ میں ان کے ۳۱۳، اصحاب میں سے ہوں جن کی نسبت مرزا صاحب کا خیال ہے کہ ان کا وہی مرتبہ ہے جو جنگ بدر والوں کا تھا۔ ان ۳۱۳ ، کی فہرست مرزا صاحب کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور پھر میرے نام کو چند اور کے ساتھ اور بھی خصوصیت سے بیان کیا ہے۔ اس فہرست میں میرا نام درج کرنے کے وقت مرزا صاحب نے اڈیٹر کو کوئی اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

پنجم ۔مرزا صاحب کی بیوی کو میری بیوی کے ساتھ یہ محبت تھی کہ انہوں نے اپنے چھوٹے لڑکے کو میری بیوی کا بیٹا قرار دیا اور میرے لڑکے کو اپنا بیٹا بنالیا۔اس پر انہوں نے بھی خوشی کا اظہار کیا اور ہم نے زردے اور نمکین پلاؤ کی دیگیں پکائیں اور تمام مریدین قادیان کو دعوت دی۔اڈیٹر الحکم نے بھی خوب پلاؤ گوشت سے پیٹ ٹھونسا اور اس وقت اسے خیال نہ آیا کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ششم ۔جب مرزا صاحب پر ہنری کلارک صاحب نے مقدمہ دائر کیا اور ڈگلس صاحب بہادر نے بٹالہ میں قیام کیا اور مرزا صاحب نے سب مریدوں کو تار دیا اور سب نے بٹالہ آکر کئی روز ڈیرہ کیا اس وقت بندہ نے ہی سب کی مہمان نوازی کا ذمہ اٹھایا اور ہر طرح کے اخراجات کو گوارا کیا۔اس کے علاوہ میرا گھر ہمیشہ مرزا صاحب کے مریدان کے لئے ہوٹل رہا جو چاہتا قادیان جاتے وقت ٹھہرتا اور جو چاہتا قادیان سے آتے وقت بھی وہاں اترتا۔خواجہ کمال الدین،مفتی محمد صادق اور کئی ایسے معزز مریدوں کی بیویاں رات کو میرے ہی گھر آرام کرتی رہیں جسوقت اڈیٹر نے کسی اپنے پیر بھائی کو اطلاع نہ دی کہ مجھ میں کوئی شیطانی رگ باقی ہے۔

ہفتم ۔مرزا صاحب نے مجھے سرکاری طور پر اپنا مختار بھی کردیا تھا۔اگر ان کو مجھ پر کوئی شک وشبہ ہوتا تو یہ ذمہ داری کا کام میرے سپرد کیوں کیا جاتا۔اس جگہ یہ منظور نہیں کہ میں اپنی خدمت گذاریاں جتلاؤں خدائے علیم بذات الصدور خوب جانتا ہے۔اس قدر بیان صرف اڈیٹر الحکم کے خیال کے مٹانے کو ضروری تھا۔کاش وہ مضمون لکھتے وقت جناب مرزا صاحب کا مشورہ لیتے اور معقول بحث کی طرف توجہ فرماتے۔گیند سے پھاڑنے سے چیتھڑے ہی نکلیں گے۔آئندہ احتیاط کو کام میں لائیں اور حسب شرائط حقیقت مہدی کا جواب لکھ کر دوصد روپیہ پائیں۔

اب رہا باغ کا معاملہ،سواس کا علم اڈیٹر صاحب کو بخوبی حاصل ہے خود مرزا صاحب نے اپنے خسر اور بیوی صاحبہ کے کہنے سے باغ کا اہتمام میرے ذمہ ڈالا۔اور یہ ضرورت ان کو اس واسطے پڑی کہ آپ کی بیوی صاحبہ کو عورتوں کے ہمراہ باغ میں جانے اور دل بہلانے کا شوق ہے اور جب وہ باغ میں جاتی تھیں تو ٹھیکہ دار باغ ان کو باغ کے اندر نہیں آنے دیتے تھے کیونکہ وہ خود درختوں سے پھل پھول توڑنا چاہتی تھیں اس لئے انہوں نے اپنے فائدہ کے لئے باغ میرے سپرد کیا۔جب تک باغ میرے سپرد رہا مرزا صاحب کی بیوی صاحبہ تمام عورتوں کو ہمراہ لاتی رہیں اور اپنے ہاتھوں سے پھل پھول توڑتیں اور جاتے وقت ہر ایک عورت جھولیاں بھر کر خاوندوں کے لئے بھی لے جاتی رہیں۔اڈیٹر الحکم کی بیوی نے بھی ان کے آگے کئی دفعہ میوہ جات نظر کئے ہوں گے۔اڈیٹر صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ میں نے محض مرزا صاحب کی بیوی کی خاطر غیروں کے پاس باغ فروخت نہیں کیا،تاکہ ان کو اور ان کی ہم جولیوں کو کوئی تکلیف نہ ہو۔علاوہ اسکے آموں کے دنوں میں آموں کے ٹوکروں کے ٹوکرے عام مریدوں کے لئے بھی آتے رہے ہیں اور سب سے زیادہ لالچی آموں کے اڈیٹر صاحب ہی ہوتے رہے۔اس بات کی مرزا صاحب بھی تصدیق کرسکتے ہیں۔میں نے مرزا صاحب کے باغ پر صدہا روپئے لگا کر برباد

کر دیئے اور اپنی نمبر داری اور زمین داری کا ذرا خیال نہیں کیا۔ کیا اڈیٹر کو اس قدر واقعات کے بعد خیال نہ آیا کہ میں قادیان میں فائدہ پہچانے کو گیا تھا یا فائدہ اٹھانے کو۔

اب رہا مرزا صاحب کی صحبت سے فائدہ اٹھانا یا جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا، سو مرزا صاحب کی صحبت سے تو مجھے معلوم ہو گیا کہ ان کے عقاید مخالف اسلام ہیں اور ان کا دعوی پیغمبری کا ہے، اپنے منکروں کو کافر جانتے ہیں۔ کیا یہ میرے لئے کافی نہیں؟ رہی نماز سو خدا کے فضل سے کبھی ضائع نہ ہوئی۔ ہاں مرزا صاحب....نمازیں جمع کر کے ضائع کر دیتے ہیں، کعبہ حج جو عین فرض ہے اس کو ضروری نہیں سمجھتے، یہی وجہ ہے کہ شیخ رحمت اللہ اور حکیم نور الدین جیسے متمول لوگوں کو قطعاً معاف کرا دیا ہے۔ شیخ صاحب کی طرف دیکھئے ولایت کو کس طرح بھاگتے اور حج سے کس طرح ڈرتے ہیں۔ نہ زکوۃ کبھی مرزا صاحب نے دی حالانکہ گھر میں ہزار ہا روپیہ کا زیور موجود ہے۔ اور روزے تو جان بوجھ کر مریدوں سے چھوڑا دیتے ہیں اگر کسی نے ذرا عذر کر دیا کہ مجھے ذرا تکلیف ہے تو روزوں کی معافی ہے۔ علاوہ اس کے کبھی آپ نے خود امامت نہیں کرائی۔ جماعت کے ساتھ نماز پڑھنا میں بڑا ثواب سمجھتا ہوں لیکن اس بات کو میں بہت مکروہ خیال کرتا رہا ہوں کہ مولوی نور الدین اور محمد احسن جیسے فاضلوں کو امامت کی اجازت نہ دی جائے اور ایک ناقص الاعضاء شخص کو امام بنایا جائے جس کے پیچھے نماز پڑھنا بھی مکروہ ہے۔ لیکن پھر بھی میں دیکھا دیکھی ان کے پیچھے نماز پڑھتا رہا ہوں۔ اب اڈیٹر الحکم بتائیں کہ کتنی نمازیں میں نے امام کے پیچھے نہیں پڑھیں۔ میرا اعتقاد وہی ہے جو مرزا صاحب کے بیعت میں داخل ہونے سے پہلے تھا میں خود پنج بناء اسلام پر قائم ہوں اور جو شخص...ہو وہ میرے نزدیک مسلمان ہے۔ میں حدیث کا منکر نہیں ہوں البتہ صرف ایسی حدیثو ں کا منکر ہوں جن کے معنی مرزا صاحب من گھڑت کر کے ایزاد لگاتے ہیں۔ ایک ورق ابتدائے حقیقت المہدی بعد ترمیم جناب اڈیٹر صاحب پیسہ اخبار کی خدمت میں مرسل ہے اس میں میرے عقیدہ کا مفصل بیان ہے ایک ورق اڈیٹر صاحب الحکم کو بھی بھیج دیا ہے۔

خاکسار مولوی عبدالعزیز نمبردار ورئیس بٹالہ ضلع گورداسپور)

مرزا صاحب کی پیش گوئیاں

مرزا صاحب کادیانی کے مرید اس بات پر زور دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تمام پیش گوئیاں پوری ہوگئیں۔ اگرچہ مرزا صاحب کے مرید اچھی طرح جانتے ہیں کہ مرزا صاحب اس میں ناکام رہے، مگر پھر بھی وہ زبان سے اقرار نہیں کرتے۔ تاہم جہاں بعض پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں، وہاں ان بعض پیش گوئیوں کا نام تک نہیں لیتے جو تاویلات رکیکہ سے بھی پوری طرح ثابت نہیں ہوسکتیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزائیوں

کا دل اچھی طرح جانتا ہے کہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔

مرزا صاحب کی عام پیش گوئیوں کو نظر انداز کر کے ہم دو پیش گوئیوں کو بحث میں لاتے ہیں اور مرزا ئیوں سے دریافت کرتے ہیں کہ کیا یہ پیش گوئیاں پوری ہوئیں؟ اگر پوری ہوئیں تو کس طرح؟

پہلی پیشین گوئی عنموائیل یا بشیر کی ہے۔ مرزا صاحب کے جو الفاظ عنموائیل یا بشیر کی تعریف میں ان کی تصانیف میں پائے جاتے ہیں ان سے بحث نہیں، بلکہ بحث یہ ہے کہ پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔ مرزا صاحب نے جب اس پیش گوئی کو ظاہر کیا کہ ان کے ہاں ایک بیٹا ہوگا جس کا نام عنموائیل و بشیر ہوگا، اس کی بے شمار تعریفات واوصاف میں سے ایک صفت یہ بھی ہے کہ کان الله نزل من السماء یعنی یہ لڑکا کیا ہوگا گویا خدا آسمانوں سے اترا ہوگا۔

اگر یہ پیش گوئی مرہون بالوقت نہ کر دی جاتی، تو بھی اب مرزا صاحب کی وفات کے بعد ہر ایک شخص کو حق حاصل تھا کہ وہ مرزائیوں سے دریافت کرے کہ بتاؤ اس پیش گوئی کا ظہور کس طرح ہوا۔ مگر مرزا صاحب نے اس معاملہ کو خود ہی صاف کر دیا تھا اور اس پیش گوئی کو بیان کر کے یہ دعوی کر دیا تھا کہ ان کی بیوی حاملہ ہیں، اور صاحب زادہ موعودہ اسی حمل میں ہیں۔

وقت وضع حمل کا بڑے شد و مد سے اسی طرح انتظار تھا جس طرح کہ عبداللہ آتھم کی موت کا ٦ ستمبر (١٨٩٤ء) کی رات کے ١٢ بجے کا۔ لیکن نتیجہ وہی ہوا جو عبداللہ آتھم کی پیش گوئی کا نکلا۔ مگر فرق اتنا رہا کہ عبداللہ آتھم کی پیش گوئی تو سرتا پا غلط نکلی، مگر عنموائیل صاحب کی پیش گوئی پوری تو ہوگئی صرف تذکیر و تانیث کا جھگڑا پڑ گیا۔ یعنی بجائے صاحب زادہ کے صاحب زادی پیدا ہوئی۔

مرزا صاحب کے مخالفین نے مضامین کی بوچھاڑ شروع کر دی، مگر مرزا صاحب بھی آخر بڑے دانا تھے۔ جس طرح انہوں نے عبداللہ آتھم کے زندہ امرتسر میں پھرنے کی خبر سن کر جھٹ الہام، گھڑ لیا تھا کہ عبداللہ آتھم نے رجوع الی الحق کر لیا ہے اس واسطے بچ گیا، اسی طرح صاحب زادی کے پیدا ہونے کی خبر سن کر کہہ دیا کہ اگلے حمل میں وہ لڑکا پیدا ہوگا۔

خیر ایک زمانہ آ گیا کہ آپ کی حرم پھر باور ہوئیں اور آخر کار لڑکا ہی جنیں۔ بس پھر کیا تھا، مرزا

صاحب نے بڑے زور سے اشتہار لکھ مارا کہ

وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا۔ وغیرہ۔

سب لوگوں کو انتظار تھا کہ یہ لڑکا بڑا ہو گا اور اس کے وہ کمالات ظاہر ہوں گے جو مرزا صاحب قادیانی نے الہام کے رنگ میں ظاہر کئے ہیں۔ خصوصاً مرزائی تو ان الہاموں پر ایسا ادھار کھائے بیٹھے تھے کہ کچھ پوچھو ہی نہیں لیکن: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

وہ جس نے لوگوں کو خدا بن کر دکھانا تھا، ایک برس کی عمر میں داعی اجل کو لبیک پکار کر راہی ملک عدم ہوا۔ اس کے بعد اگرچہ مرزا صاحب قادیانی کے ہاں لڑکے پیدا ہوئے مگر عنمو ائیل عنقا رہا۔

مرزا صاحب کی زندگی میں مولوی نور الدین سے (جو آج کل مرزا صاحب کے جانشین ہیں) بمقام امرتسر ایک موقع پر دریافت کیا تھا کہ اس پیشگوئی کے غلط ہونے میں کوئی بھی شبہ نہیں، کیونکہ جب ظاہر کر دیا گیا کہ وہ مولود مسعود جس کی پیشگوئی کی گئی تھی پیدا ہو گیا، پھر وہ پیدا ہو کر مر گیا، تو اب کوئی تاویل اس کی نہیں ہو سکتی۔ انہوں نے فرمایا کہ،

واقعی بات تو یہی ہے۔ مگر مرزا صاحب سے جب اسکے متعلق دریافت کیا جاتا ہے تو آپ فرماتے ہیں کہ اللہ اپنے الہاموں کی حقیقت خود جانتا ہے،،

اس جواب سے کوئی مرزائی عقیدہ کا آدمی خوش ہو جائے تو وہ الگ بات ہے، لیکن ایک مخالف اور طالب حق اس جواب سے مطمئن نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ مرزا صاحب کے مرید تو اس کے عادی ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی متضاد متناقض تحریرات والہامات کو بھی بلا چون و چرا کے تسلیم کر لیں۔ چنانچہ مرزا صاحب کی کوئی بات اٹھا کر دیکھو، تناقض اور تضاد ہے۔ مثلاً حضرت عیسیٰ کی وفات وحیات کا مسئلہ لے لو۔ مرزا صاحب کی سب سے پہلی تصنیف جس کے حرف حرف کو مرزا صاحب نے الہام سے لکھا، اور مرزا صاحب کو اس پر ناز بھی ہے، اس میں صاف اور صریح طور پر یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ آسمان پر موجود ہیں اور جس وقت آپ آسمان سے اتریں گے اس وقت آیت شریفہ: ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (التوبہ: ۳۳) کا ظہور ہو گا۔

اوراس کی تائید پھر مختلف تحریروں سے کرتے رہے۔ چنانچہ مرزا صاحب اپنی مشہور کتاب آئینہ کمالات اسلام میں انبیاء بنی اسرائیل کی کثیرالازدواجی پر بحث کرتے ہوئے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

انجیل کے بعض اشارہ سے پایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح بھی جورو کرنے کی فکر میں تھے مگر تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے ورنہ یقین تھا کہ اپنے باپ داؤد کے نقش قدم پر چلتے (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۳)

اس حوالہ میں صاف براہین احمدیہ کے اندراج رفع المسیح الی السماء کی تائید کی ہے کہ تھوڑی سی عمر میں اٹھائے گئے۔ اس کے بعد انہوں نے براہین کے الہام کی پرواہ نہ کر کے نیا عقیدہ یہ گھڑ لیا کہ حضرت مسیح صلیب دیئے گئے اور صلیب پر فوت ہوگئے ۔

مقبرہ کے متعلق البتہ وقتاً فوقتاً پہلو بدلتے رہے۔ ایک دفعہ یہ ظاہر فرمایا کہ ان کی قبر گلیل میں ہے۔ پھر یہ رائے قائم کی کہ ان کی قبر قدس (یروشلم) میں ہے۔ اس کے متعلق ایک عربی کا شہادتی خط بھی چھاپ دیا کہ نصاریٰ کا گرجا اس قبر پر واقع ہے وغیرہ۔ یہ امر تو ظاہر تھا کہ عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی صلیب پر فوت ہوگئے اور دفن کئے گئے، تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چلے گئے۔ جس مقام پر وہ انکا مدفن ہونا مانتے ہیں اسی مقام پر گرجا ہے۔ مگر مرزا صاحب کو چونکہ اصلیت سے چنداں غرض نہیں ہوتی تھی، ان کو تو صرف یہ منظور تھا کہ جماعت کو قابو میں رکھے اور جماعت بھی اتفاق سے ان کو ایسی ملی کہ جو کچھ رطب و یابس بیان کریں بسروچشم صدقنا آمنا کہنے کو تیار۔

خیر اس کے بعد جب علمائے اسلام نے اس کے متعلق یہ ظاہر کیا کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی کے حق میں فرمایا ہے کہ یکلم الناس فی المھد و کھلاً ۔(آل عمران:۴۶)۔ اور زمانہ کہولت چالیس برس کے بعد شروع ہوتا ہے۔ پس اگر یہ مانا جائے کہ حضرت عیسی واقعہ صلیب کے وقت ۳۳ سال کی عمر میں فوت ہوگئے ہیں تو قرآن شریف کے لفظ کھلاً کے کیا معنی ہوں گے۔ یہ سن کر مرزا صاحب کو ہوش آیا اور ایسا پہلو بدلا کہ براہین احمدیہ کے زبردست الہام کو توڑنے والی تحقیق اور شہادتوں کا پاس تک نہ کیا، اور فرمادیا کہ واقعہ صلیب کے موقع پر مسیح فوت نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ زندہ رہ گئے تھے، اور یہودیوں سے بچ کر چوری بھاگ کر یروشلم سے سیدھے کشمیر پہنچے، اور شہر سری نگر کے محلّہ خانیار میں بعمر ۱۲۰ سال فوت ہوگئے، اور وہیں دفن ہوئے۔ اب

تک ان کی قبر موجود ہے۔ یہ خیال ان کو اس لئے پیدا ہوا کہ جس طرح سرہند میں مشہور ہے کہ ایک نبی کی قبر ہے، اسی طرح کشمیر میں بھی مشہور ہے کہ خانیار میں بھی کسی نبی کی قبر ہے۔ محض اس موہومی ثبوت پر پکے ہو گئے کہ حضرت مسیح کی قبر ہے۔ حالانکہ جس شخص کی یہ قبر ہے اس کی سوانح عمری بھی اردو ترجمہ ہو کر چھپ چکی ہے جس سے ظاہر ہے کہ صاحب قبر یوز آصف ایک بدھ مذہب کا درویش تھا۔

اسی طرح مریدوں نے عنموائیل کی پیش گوئی پر موہومی ایمان رکھا لیکن ایک محقق کبھی نہیں مان سکتا کہ اس پیش گوئی کو محض اس لئے ٹال دیا جائے کہ خدا اپنے الہام کو اچھی طرح سمجھتا ہے اور جانتا ہے اس لئے ایک محقق بڑے زور سے سوال کر سکتا ہے کہ مرزائی صاحبان بتائیں کہ:

الف۔ کیا یہ پیش گوئی پوری ہوئی،

ب۔ اگر ہوئی تو کس طرح اور کب ہوئی۔،

ج۔ اگر نہیں ہوئی تو فھو المراد

دوسری پیش گوئی جس پر ہم بحث کرنا چاہتے ہیں نکاح آسمانی کے متعلق ہے اس کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا احمد بیگ نامی ایک شخص مرزا غلام احمد صاحب کی برادری میں تھا اور رشتہ دار بھی۔ رشتہ یہ تھا کہ اس کی لڑکی یا خاندان میں کوئی قریب رشتہ کی لڑکی مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹے سے بیاہی ہوئی تھی۔ اسی احمد بیگ کی ایک لڑکی تھی جس کی نسبت مرزا غلام احمد صاحب نے یہ پیش گوئی کی کہ خدا تعالی نے اس کا نکاح مرزا صاحب سے آسمان پر کر دیا ہے۔ جس وقت یہ پیش گوئی شائع ہوئی اس وقت لڑکی کی عمر غالباً ۹ سال سے زیادہ نہ تھی۔ اس کی اطلاع جب احمد بیگ کو پہنچی تو اس نے آسمانی نکاح توڑنے کی فکر کی اور لڑکی کا رشتہ تلاش کرنے لگے۔ اس کے متعلق سرتوڑ کوشش شروع کر دی۔ باوجودیکہ مرزا غلام احمد صاحب اس الہام پر اپنا ایسا ایمان ظاہر کر چکے تھے کہ جیسا کہ لا الـه الا اللـه پر ہے اور یہ ظاہر کر چکے تھے کہ زمین و آسمان ٹل جائیں تو ٹل جائیں مگر یہ امر نہ ٹلے گا، یعنی احمد بیگ کی لڑکی ضرور ہی مرزا صاحب کی زوجیت میں آئے گی، مگر پھر بھی ان کی کوشش کا یہ حال تھا کہ بے تاب ہوئے جاتے تھے۔ انہوں نے اس کے متعلق نہ صرف لڑکی والوں کو اپنی جائداد کا اس طرح لالچ دیا کہ وہ سب اسی لڑکی کے نام کر دی جائے گی، بلکہ سخت دھمکی بھی دی کہ اگر تم نے اس کو میری زوجیت میں نہ

دیا تو تمہاری لڑکی میرے بیٹے سے بیاہی ہوئی ہے اس کو طلاق دلا دوں گا۔ اور اگر میرا بیٹا طلاق نہ دے گا تو اس کو عاق کر کے اپنی جائداد سے محروم کر دونگا۔ اس کے متعلق مرزا صاحب نے جو خطوط لکھے اور اپنے بیٹے کی زوجہ سے لکھوائے وہ اگر چہ بہت دفعہ شائع ہو چکے ہیں لیکن ناظرین کی دل چسپی کے لئے ہم اس جگہ بھی نقل کر دیتے ہیں ناظرین غور سے ملاحظہ کریں ۔

مرزا غلام احمد بیگ قادیانی اپنی چچازاد بہن کے شوہر مرزا احمد بیگ کو لکھتے ہیں:

مشفقی مکرمی اخویم مرزا احمد بیگ:...قادیان میں جب واقعہ ہائلہ محمود فرزند مکرم کی خبر سنی تو بہت درد اور رنج اور غم ہوا۔ بوجہ اس کے کہ یہ عاجز بیمار تھا اور خط نہیں لکھ سکتا تھا اس لئے عزا پرسی سے مجبور رہا۔ صدمہ وفات فرزندان حقیقت میں ایک ایسا صدمہ ہے کہ شائد اس کے برابر دنیا میں اور کوئی صدمہ نہ ہوگا۔ خصوصاً بچوں کی ماؤں کیلئے تو سخت مصیبت ہوتی ہے۔ خداوند تعالی آپ کو صبر بخشے اور اس کا بدل صاحبِ عمر عطا فرما وے(یہ بھی دیکھنے کی بات ہے کہ کیا مرزا قادیانی کی دعا کہ مرزا احمد بیگ کو ایک اور بیٹا عطا ہو جو صاحب عمر ہو، قبول ہوئی ؟ بہاء) اور عزیزی مرزا محمد بیگ کو عمر دراز بخشے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی بات اس کے آگے انہونی نہیں۔

آپ کے دل میں اس عاجز کی نسبت کچھ غبار ہے لیکن خداوند علیم جانتا ہے کہ اس عاجز کا دل بکلی صاف ہے اور خدائے قادر و مطلق سے آپ کے لئے خیر و برکت چاہتا ہوں ۔ میں نہیں جانتا کہ میں کس طریق اور کن لفظوں میں بیان کروں تا میرے دل کی محبت اور خلوص اور ہمدردی جو آپکی نسبت مجھ کو ہے آپ پر ظاہر ہو جائے ۔مسلمانوں کے ہر نزاع کا اخیری فیصلہ قسم پر ہوتا ہے جب ایک مسلمان خدا تعالی کی قسم کھا جاتا ہے تو دوسرا مسلمان اس کی نسبت فی الفور دل صاف کر لیتا ہے ۔ سو مجھے خدا تعالی قادر مطلق کی قسم ہے کہ میں اس بات میں بالکل سچا ہوں کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے الہام ہوا تھا کہ آپ کی دختر کلاں کا رشتہ اسی عاجز سے ہو گا۔ اگر دوسری جگہ ہوگا تو خدا تعالی کی تنبیہیں وارد ہوں گی اور آخر اسی جگہ ہوگا۔ کیونکہ آپ میرے عزیز اور پیارے تھے اسلئے میں نے عین خیر خواہی سے آپ کو جتلایا کہ دوسری جگہ اس رشتہ کا کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا۔ میں نہایت ظالم طبع ہوتا جو آپ پر ظاہر نہ کرتا۔ میں اب بھی عاجزی اور ادب سے آپ کی خدمت میں ملتمس

ہوں کہ اس رشتہ سے آپ انحراف نہ فرمائیں کہ یہ آپ کی لڑکی کیلئے نہایت درجہ موجب برکت ہوگا اور خدا تعالی ان برکتوں کا دروازہ کھول دیگا جو آپ کے خیال میں نہیں۔کوئی غم اور فکر کی بات نہیں ہوگی جیسا کہ یہ اس کا حکم ہے جسکے ہاتھ میں زمین آسمان کی کنجی ہے تو پھر کیوں اس میں خرابی ہوگی۔

اور شائد آپ کو معلوم ہوگا یا نہیں کہ یہ پیش گوئی اس عاجز کی ہزارہا لوگوں میں مشہور ہو چکی ہے اور میرے خیال میں شاید دس لاکھ سے زیادہ آدمی ہوگا کہ جو اس پیشگوئی پر اطلاع رکھتا ہے، اور ایک جہان کی اس کی طرف نظر لگی ہوئی ہے، اور ہزاروں پادری شرارت سے نہیں بلکہ حماقت سے منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو ہمارا پلہ بھاری ہو۔لیکن یقیناً خدا تعالی ان کو رسوا کرے گا اور اپنے دین کی مدد کرے گا۔(دین کا اس پیش گوئی سے تعلق جوڑ کر مرزا صاحب اسلام کی تضحیک کا سبب بن رہے ہیں اور بنے ہیں کیونکہ یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی جب کہ مرزا صاحب کا کہنا یہ ہے کہ خدا تعالی اس پیش گوئی کو پورا کر کے اپنے دین کی مدد کرے گا اور دشمنوں، عیسائیوں کو پیش گوئی پورا کر کے رسوا کرے گا۔بہاء)

میں نے لاہور میں جا کر معلوم کیا کہ ہزاروں مسلمان مساجد میں نماز کے بعد اس پیش گوئی کے ظہور کے لئے بصدق دل دعا کرتے ہیں۔سو یہ ان کی ہم دردی اور محبت ایمانی کا تقاضا ہے اور یہ عاجز جیسے لا الہ الا اللّٰہ محمد رسول اللّٰہ پر ایمان لایا ہے، ویسے ہی خدا تعالی کے ان الہامات پر جو تواتر سے اس عاجز پر ہوئے، ایمان لاتا ہے۔اور آپ سے ملتمس ہے کہ آپ اپنے ہاتھ سے اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے معاون بنیں تا کہ خدا تعالی کی برکتیں آپ پر نازل ہوں۔خدا تعالی سے کوئی بندہ لڑائی نہیں کر سکتا اور جو امر آسمان پر ٹھہر چکا ہے زمین پر وہ ہرگز بدل نہیں سکتا۔(زمین پر یہ شادی نہیں ہوئی جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر یہ امر نہیں ٹھہرا تھا، اور مرزا اس امر کا آسمان پر ٹھہر جانا قرار دے کر جھوٹ بول رہے تھے اور افتراء علی اللہ کا ارتکاب کر رہے تھے۔بہاء)) خدا تعالی آپ کو دین اور دنیا کی برکتیں عطا کرے اور اب آپ کے دل میں وہ بات ڈالے جس کا اس نے آسمان پر سے مجھے الہام کیا ہے (چونکہ یہ شادی نہیں ہوئی اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اللہ تعالی نے اس شادی کا الہام ہی نہیں کیا تھا، بصورت دیگر مرزا صاحب کی اس دعا کا رڈ ہونا تسلیم کرنا ہوگا کہ خدا تعالی احمد بیگ کے دل میں وہ بات ڈال دے جس کا الہام اس نے انہیں یعنی مرزا قادیانی کو کیا ہے۔بہاء)۔آپ کے سب غم دور ہوں اور دین اور دنیا دونوں آپ کو خدا تعالی عطا فرماوے۔اگر میرے اس خط میں کوئی نملائم لفظ ہو تو معاف فرمائیں۔

والسلام خاکسار غلام احمد۔ ۱۷ جولائی ۱۸۹۰ء بروز جمعہ

(اس خط میں مرزا صاحب نے کہیں نہیں لکھا کہ اگر کسی دوسری جگہ نکاح کرو گے تو یہ بیوہ ہو کر میرے پاس آئے گی۔ ہاں یہ کہا کہ عیسائی وغیرہ منتظر ہیں کہ یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو وہ خوش ہوں ،لیکن اللہ اپنے دین کی مدد کرے گا اور پیش گوئی چونکہ الہامی ہے،ضرور پوری ہوگی۔ ،اب چونکہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی اس لئے مرزا کا یہ کہنا کہ اللہ تعالی اپنے دین کی صداقت کے ثابت کرنے کیلئے اسے سچا کرے گا، جھوٹ اور افتراء علی اللہ نکلا۔ یعنی اللہ تعالی نے کبھی یہ بات مرزا صاحب سے نہیں فرمائی تھی بلکہ وہ مفتری علی اللہ تھے۔ بہاء)

مرزا غلام احمد نے اپنے ایک اور قریبی عزیز مرزا علی شیر کو یوں خط لکھا:

مشفقی مرزا علی شیر بیگ صاحب۔ السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔

اللہ تعالی خوب جانتا ہے کہ مجھ کو آپ سے کسی طرح سے فرق نہ تھا اور میں آپ کو ایک غریب طبع اور نیک خیا ل آدمی اور اسلام پر قائم سمجھتا ہوں۔ لیکن اب جو آپ کو ایک خبر سناتا ہوں آپ کو اس سے بہت رنج پہنچے گا مگر میں محض للہ ان لوگوں سے تعلق چھوڑنا چاہتا ہوں جو مجھے ناچیز بتاتے ہیں اور دین کی پرواہ نہیں رکھتے۔

آپ کو معلوم ہے کہ مرزا احمد بیگ کی لڑکی کے بارے میں ان لوگوں کے ساتھ کس قدر میری عداوت ہو رہی ہے۔ اب میں نے سنا ہے کہ عید کے دوسری یا تیسری تاریخ کو اس لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور آپ کے گھر کے لوگ اس مشورہ میں ساتھ ہیں۔ آپ سمجھ سکتے ہیں کہ اس نکاح کے شریک میرے سخت دشمن ہیں۔ بلکہ میرے کیا دین اسلام کے سخت دشمن ہیں۔ عیسائیوں کو ہنسانا چاہتے ہیں۔ ہندوؤں کو خوش کرنا چاہتے ہیں اور اللہ و رسول کے دین کی کچھ پرواہ نہیں رکھتے۔ اور اپنی طرف سے میری نسبت ان لوگوں نے پختہ ارادہ کر لیا ہے کہ اس کو خوار کیا جائے، ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے۔ یہ اپنی طرف سے ایک تلوار چلانے لگے ہیں۔ اب مجھ کو بچا لینا اللہ تعالی کا کام ہے اگر میں اس کا ہونگا تو مجھے ضرور بچائے گا۔ (مسماۃ محمدی کی شادی سلطان محمد سے ہو جانے کا مطلب مرزا صاحب کی اس عبارت کی روشنی میں یہی ہو سکتا ہے کہ وہ خدا کے نہیں تھے، اور خدا نے ان کی مدد نہیں فرمائی۔ بہاء) اگر آپ کے گھر کے لوگ سخت مقابلہ کر کے اپنے بھائی کو سمجھاتے تو کیوں نہ سمجھتا۔ کیا میں چوہڑا، یا چمار تھا، جو مجھ کو لڑکی دینا عار یا ننگ تھی۔ بلکہ وہ تو اب تک ہاں سے ہاں ملاتے رہے، اور اپنے بھائی کے لئے مجھے چھوڑ دیا۔ اور اب اس لڑکی کے نکاح کے لئے سب ایک ہو گئے۔

یوں تو مجھے کسی کی لڑکی سے کیا غرض، کہیں جائے مگر یہ تو آزمایا گیا کہ جن کو میں خویش سمجھتا تھا اور ان کی لڑکی کے

لئے چاہتا تھا کہ اس کی اولاد ہو اور وہ میری وارث ہو، وہی میرے خون کے پیاسے، وہی میری عزت کے پیاسے ہیں اور چاہتے ہیں کہ خوار ہو اور اس کا روسیاہ ہو۔ خدا بے نیاز ہے جس کو چاہے سیاہ کرے مگر اب وہ مجھے آگ میں ڈالنا چاہتے ہیں۔ میں نے خط لکھے کہ پورانہ (پرانا) رشتہ مت توڑو۔ خدا تعالی سے خوف کرو، کسی نے جواب نہ دیا۔ بلکہ میں نے سنا ہے کہ آپ کی بیوی نے جوش میں آ کر کہا کہ ہمارا کیا رشتہ ہے صرف عزت بی بی نام کیلئے فضل احمد کے گھر میں ہے۔ بے شک وہ طلاق دے دیوے، ہم راضی ہیں۔ اور ہم نہیں جانتے کہ یہ شخص کیا بلا ہے۔ ہم اپنے بھائی کے خلاف مرضی نہیں کرینگے۔ یہ شخص کہیں مرتا بھی نہیں۔ پھر میں نے رجسٹری کرا کر آپکی بیوی صاحبہ کے نام خط بھیجا۔ مگر کوئی جواب نہ آیا اور بار بار کہا کہ اس سے کیا ہمارا رشتہ باقی رہ گیا ہے۔ جو چاہے کرے۔ ہم اس کے لئے اپنے خویشوں سے اپنے بھائیوں سے جدا نہیں ہو سکتے۔ مرتا مرتا رہ گیا، ابھی مرا بھی ہوتا۔ یہ باتیں آپ کی بیوی صاحب کی مجھے پہونچی ہیں۔ بے شک میں ناچیز ہوں، ذلیل ہوں اور خوار ہوں مگر خدا تعالی کے ہاتھ میں میری عزت ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ اب جب میں ایسا ذلیل ہوں تو میرے بیٹے سے تعلق رکھنے کی کیا حاجت ہے۔ لہذا میں نے ان کی خدمت میں خط لکھ دیا ہے کہ اگر آپ اس ارادہ سے باز نہ آویں اور اپنے بھائی کو اس نکاح سے روک نہ دیں پھر جیسا کہ آپ کی خود منشا ہے میرا بیٹا فضل احمد بھی آپ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھ نہیں سکتا۔ بلکہ ایک طرف جب (محمدی) کا کسی شخص سے نکاح ہوگا تو دوسری طرف فضل احمد آپ کی لڑکی کو طلاق دے دے گا۔ اگر نہیں دے گا تو میں اس کو عاق اور لاوارث کرونگا۔ اور اگر میرے لئے احمد بیگ سے مقابلہ کرو گے اور یہ ارادہ اس کا بند کرا دو گے تو میں بدل و جان حاضر ہوں۔ اور فضل احمد کو جو، اب میرے قبضہ میں ہے، ہر طرح سے درست کر کے آپ کی لڑکی کی آبادی کیلئے کوشش کرونگا اور میرا مال ان کا مال ہوگا۔ لہذا آپ کو بھی لکھتا ہوں کہ آپ اس وقت کو سنبھال لیں اور احمد بیگ کو پورے زور سے خط لکھیں کہ باز آ جائیں اور اپنے گھر کے لوگوں کو تاکید کریں کہ وہ بھائی کو لڑائی کر کے روک دیوے۔ ورنہ مجھے خدا کی قسم ہے کہ اب ہمیشہ کیلئے یہ تمام رشتہ ناطے توڑ دونگا۔ اگر فضل احمد میرا فرزند اور وارث بننا چاہتا ہے تو اسی حالت میں آپ کی لڑکی کو گھر میں رکھے گا۔ اور جب آپ کی بیوی کی خوشی ثابت ہو۔ ورنہ جہاں میں رخصت ہوا، ایسا ہی سب ناطے رشتے بھی ٹوٹ گئے۔

یہ باتیں خطوں کی معرفت مجھے معلوم ہوئی ہیں۔ میں نہیں جانتا کہ کہاں تک درست ہیں۔ واللہ اعلم
راقم خاکسار غلام احمد از لودہیانہ اقبال گنج۔ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

مرزا غلام احمد قادیانی نے ہمشیرہ مرزا احمد بیگ کو بھی خط لکھا:

...والدہ عزت بی بی کو معلوم ہو کہ مجھ کو خبر پہنچی ہے کہ چند روز تک (مسماۃ محمدی) مرزا احمد بیگ کی لڑکی کا نکاح ہونے والا ہے اور میں خدا تعالی کی قسم کھا چکا ہوں کہ اس نکاح سے سارے رشتہ ناطے توڑ دونگا، اور کوئی تعلق نہیں رہے گا۔ اسلئے نصیحت کی راہ سے لکھتا ہوں کہ اپنے بھائی مرزا احمد بیگ کو سمجھا کر یہ ارادہ موقوف کراؤ۔ اور جس طرح تم سمجھا سکتے ہو اس کو سمجھا دو۔ اور اگر ایسا نہیں ہوگا تو آج میں نے مولوی نور دین صاحب اور فضل احمد کو خط لکھ دیا ہے کہ اگر تم اس ارادہ سے باز نہ آؤ تو فضل احمد، عزت بی بی کے لئے طلاق نامہ لکھ کر بھیج دے۔ اور اگر فضل احمد طلاق نامہ لکھنے میں عذر کرے تو اسکو عاق کیا جائے اور اپنے بعد اس کو وارث نہ سمجھا جائے۔ اور ایک پیسہ وراثت کا اس کو نہ ملے سو میں امید رکھتا ہوں کہ شرطی طور پر اس کی طرف سے طلاق نامہ لکھا آ جائیگا جس کا یہ مضمون ہوگا کہ اگر مرزا احمد بیگ، محمدی کے غیر کے ساتھ نکاح کرنے سے باز نہ آوے تو پھر اسی روز سے جو محمدی کا کسی اور سے نکاح ہو جائے عزت بی بی کو تین طلاق ہیں۔

سو اس طرح پر لکھنے سے اس طرف تو محمدی کا کسی دوسرے سے نکاح ہوگا اور اس طرف عزت بی بی پر فضل احمد کی طلاق پڑ جائے گی۔ سو یہ شرطی طلاق ہے اور مجھے اللہ تعالی کی قسم ہے کہ اب بجز قبول کرنے کے کوئی راہ نہیں۔ اور اگر فضل احمد نے نہ مانا تو میں فی الفور اس کو عاق کر دونگا۔ اور پھر وہ میری وراثت سے ایک دانہ نہیں پا سکتا۔ اور اگر آپ اس وقت اپنے بھائی کو سمجھا لو تو آپ کے لئے بہتر ہوگا۔ (ایک طرف تو مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسرے سے ہونا بھی ان کی الہامی پیش گوئی ہے، پھر خود ہی اس الہام کی ایسی تیسی کر رہے ہیں اور اس شادی کو رکوانے یعنی الہام کو غلط کروانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ گویا انہیں خود بھی یقین تھا کہ انہوں نے جو کچھ محمدی بیگم سے نکاح کے سلسلے میں کہہ رکھا ہے وہ کسی الہام کی بنا پر نہیں ہے۔ اور اگر وہ واقعی الہام کی بنا پر ہے تو وہ رحمانی الہام نہیں بلکہ شیطانی الہام ہے۔ بہاء)

مجھے افسوس ہے کہ میں نے عزت بی بی کی بہتری کے لئے ہر طرح سے کوشش کرنا چاہا تھا اور میری

کوشش سے سب نیک بات ہو جاتی مگر آدمی پر تقدیر غالب ہے۔یادر ہے کہ میں نے کوئی کچی بات نہیں لکھی۔ مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی کہ میں ایسا ہی کرونگا۔اور خدا تعالی میرے ساتھ ہے۔جس دن نکاح ہوگا اس دن عزت بی بی کا نکاح باقی نہیں رہے گا۔(مرزا صاحب نے یہ کیوں نہیں لکھا کہ جس دن محمدی کا نکاح سلطان محمد سے ہوگیا، اسی روز ثابت ہوجائے گا کہ انـــا را دو ہ الیك والی پیش گوئی جس میں اس کے کسی دوسرے شخص سے نکاح کی بات کی گئی ہے، الہامی نہیں ہے۔ بہاء) راقم مرزا غلام احمد از لودیانہ ۴ مئی ۱۸۹۱ء

اس خط کے ساتھ اس بے زبان بے چاری عزت بی بی سے بھی اس کی والدہ کے نام رقعہ لکھوایا کہ مجھ پر رحم کرو، میرا سہاگ بچانا ہے تو مسماۃ محمدی ادھر بھیجو۔اگر تم ایسا نہیں کرسکتیں تو پھر مجھے واپس لے جاؤ۔ رقعہ یوں ہے:

اس وقت میری بربادی اور تباہی کی طرف خیال کرو۔مرزا صاحب کسی طرح مجھ سے فرق نہیں کرتے۔اگر تم اپنے بھائی، میرے ماموں کو، سمجھاؤ تو سمجھا سکتی ہو۔اگر نہیں تو پھر طلاق ہوگی اور ہزار طرح کی رسوائی ہوگی۔ اگر منظور نہیں تو خیر جلدی مجھے اس جگہ سے لے جاؤ۔پھر میرا اس جگہ ٹھہرنا مناسب نہیں ۔

(نوٹ از مرزا) جیسا کہ عزت بی بی نے تاکید سے کہا ہے اگر نکاح رک نہیں سکتا پھر بلا توقف عزت بی بی کے لئے کوئی قادیان سے آدمی بھیج دو، تا کہ اس کو لے جائے۔ ،

(نوٹ: جس طرح مرزا صاحب منکوحہ آسمانی کے حاصل کرنے میں ناکام رہے اسی طرح اپنے بیٹے پر بھی قابو نہ پاسکے ۔بہت چاہتے تھے کہ وہ اپنی بے گناہ بی بی کو محض اس جرم پر طلاق دیوے کہ اس کے رشتہ دار نے مرزا صاحب کی زوجیت میں اپنی لڑکی کو نہیں دیا)۔

جب یہ سب کچھ ہولیا اور مرزا صاحب کی کوئی کوشش کام نہ آئی نہ لالچ کا جادو چلا، نہ بیٹے نے اپنی بیوی کو طلاق دینا منظور کیا، تو مسمات محمدی بیگم کا نکاح ایک نوجوان سے ہوگیا تو مرزا صاحب کو فکر ہوگیا کہ اب کیا ہوگا۔

زمین وآسمان تو نہ ٹلے، مگر اس کے الہام کرنے والے کی بات ٹل گئی۔لیکن انہیں تسلی تھی کہ جماعت پر پورا بھروسہ ہے جو کچھ کہونگا وہ مان لے گی۔اس لئے مرزا صاحب نے یہ علاج کیا کہ اس کے متعلق الفاظ یہ تھی انا را دو ھا الیك یعنی ہم اس کو تیری طرف لوٹا دیں گے۔لوٹا دینا اسی صورت میں ہوسکتا ہے کہ پہلے وہ

دوسرے کے قبضہ میں چلی جائے۔ اب احمد بیگ نکاح کی تاریخ سے تین برس تک مرجائے گا اور اس لڑکی کا خاوند اڑھائی برس تک مرجائیگا اور یہ لڑکی قبل از گزرنے ایام عدت میرے گھر میں خود بخود آجائیگی وغیر ذلک۔

صرف یہ اعتراض باقی رہتا تھا کہ مرزا صاحب سے اس کا نکاح پہلے آسمان پر ہو چکا تھا، مگر بعد میں جو نکاح کر کے لے گیا اس صورت میں مرزا صاحب کا خدا عاجز آ گیا کیوں کہ مرزا صاحب کو اس کی بکارت سے فائدہ نہ اٹھانے دیا۔

اس کا جواب دینے کے لئے بھی مرزا صاحب نے ایک الہام گھڑ لیا کہ و لا تخف سنعيد ها سير تها الا و لی یعنی تو نہ ڈر، ہم اس کو پہلی حالت میں لے آئیں گے یعنی یعنی دوبارہ باکرہ بنا دیں گے۔

ہمیں تو خدا کی قدرت کاملہ سے کوئی انکار نہیں اور اگر خدا چاہے تو کسی کو باکرہ بنا دیوے، لیکن مرزا صاحب کا آخری مسلک قانون قدرت جس کی رو سے مسیح علیہ السلام کا زندہ آسمان پر تشریف لانا ناممکن اور محال ہے اس کا مخالف ہے۔ خیر ہمیں اس سے بحث نہیں بلکہ اصل مطلب کو ہم نے دیکھا ہے۔

اس پیش گوئی کے ظہور کے موقع کا جو نقشہ مرزا صاحب نے کھینچا ہے وہ ان کی اس عبارت سے ظاہر ہے

فتفكروا ايها الطلا ب أهذا اضغا ث ا حلا م أهذا افتراء الانسان و سئلوا هل المتو فى الذين يتند مو ن فى انفسهم و يبكو ن على ميتهم و يقو لو ن يا و يلنا انا كنا خاطئين و هنا نى ر بى و قا ل انا مهلكوا بعلها كما اهلكنا ابا ها و رادوها اليك الحق من ربك فلا تكو نن من الممتر ين و ما نوخر ه ا لا لا جل معدود قل تر بصوا ا لا جل و انى معكم من المتر بصين ،

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۷۶)

یعنی اے طالبو! سوچو کیا یہ متوحش خواب ہیں کیا یہ انسان کا افترا ہے۔ مرنے والے کے لوگوں سے پوچھو جو اپنے دلوں میں نادم ہو رہے ہے اور اپنی میت پر رو رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ افسوس سچ مچ ہم گناہ گار تھے مجھے خدا نے مبارک باد دی ہے اور کہا ہے کہ میں اس کے خاوند کو اس طرح ہلاک کرونگا جس طرح کہ اس کے باپ کو ہلاک کیا اور اس کو تیری طرف لوٹا دونگا خدا کی طرف سے سچائی ہے پس تو شک کرنے والوں میں سے نہ ہو اور ہم اس کو دیر نہ کریں گے مگر ایک گنے ہوئے وقت تک (یعنی اڑھائی برس تک) کہہ دے (اے مرزا) اس وقت کا انتظار کرو اور میں تمہارے ساتھ انتظار کرنے والوں میں سے ہوں۔

مرزا صاحب نے اس نقشہ کے کھینچنے کی جرأت محض اس بنا پر کی کہ مرزا احمد بیگ اپنی لڑکی کے نکاح سے دو تین ماہ بعد فوت ہو گیا تھا اگر چہ مرزائی اصول کے مطابق اس کی موت اتفاقیہ تھی اور پیش گوئی کی بنا نہ تھی کیوں کہ کوئی وجہ نہیں کہ عبداللہ آتھم کی موت کے واسطے پندرھویں ماہ کی آخری تاریخ کی رات بارہ بجے تک موت رکی رہے مگر ایک دوسرے شخص کے لئے وقت معین کا نواں حصہ ابھی پورا نہ ہونے پائے۔ مرزا صاحب نے دراصل یہ خیال کیا کہ احمد بیگ کا داماد اس پیش گوئی سے ڈر جائے گا اور اپنی بیوی کو طلاق دے گا اور میری پیش گوئی سچی ثابت ہو جائے گی مرزا صاحب کو یہ معلوم ہی نہ تھا کہ احمد بیگ کا داماد ایک فوجی سپاہی ہے جو میدان جنگ میں توپوں اور بندوقوں اور تلواروں کے سامنے موت سے نہیں ڈرا کرتے بھلا ان گیدڑ بھبکیوں کا اثر اس پر کیا ہو گا؟

الغرض اڑھائی برس تو کیا ایک زمانہ گزر گیا نہ تو اس کا خاوند ہلاک ہوا، نہ اس پر کوئی رونے والے، نہ افسوس کرنے والے ..نہ ندامت اٹھانے والے معلوم ہوئے نہ منکوحہ آسمانی مرزا صاحب کے پاس قبل از گزرنے ایام عدت کے واپس آئی نہ نکاح آسمانی کی تصدیق ہوئی بلکہ مرزا صاحب کی عبارت کا روئے سخن مرزائی جماعت کی طرف زیادہ موزوں ہے کہ مرزا صاحب اسی تمنا میں دنیا سے گزر گئے اور اس کی جماعت کو ندامت حاصل ہوئی اگر چہ ہمیں بھی مرزا صاحب کی اس ناکامی پر افسو ہے کیوں کہ وہ بے چارے زندگی کے دن منکوحہ آسمانی کے خاوند کا تصور آتے ہی زبان حال سے کہتے تھے

یاں انتظار وصل وہ آغوش غیر میں
قدرت خدا کی درد کہیں اور دوا کہیں

مرزا صاحب کی زندگی میں جب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کا ان سے مطالبہ ہوتا تو دو طرح کے جواب ملتے تھے مرزا صاحب کے مرید تو یہ کہہ دیتے تھے کہ ابھی مرزا صاحب زندہ ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ پیش گوئی ضرور پوری ہو گی اور مرزا صاحب دبی زبان سے کبھی کبھی یہ کہہ دیا کرتے کہ توبہ کی برکت سے محمدی بیگم کا خاوند زندہ رہ گیا مگر یہ جواب نہ صرف غلط بلکہ عذر گناہ بدتر از گناہ کا مصداق ہے۔ اول تو یہ کہ مرزا صاحب کے الہام کرنے والے کو غیرت سے کام لینا چاہیے تھا کہ جس پیش گوئی پر مرزا صاحب

کے دعوی نبوت والہام کے صدق وکذب کا دارومدار تھا وہ کیوں ملتوی رہ جائے۔فرض کرو کہ توبہ کے باعث وہ بچ بھی رہا مگر سوال یہ ہے کہ اول تو اس کی توبہ ثابت نہیں دوسرا پیش گوئی میں آتھم کی پیش گوئی کی طرح رجوع الی الحق یا توبہ کی شرط نہیں۔تیسرا یہ کہ گناہ تو اس کا یہ تھا کہ اس نے خدا کے پڑھے ہوئے خطبہ نکاح کو ملیامیٹ کر دیا اور مرزا کی آسمانی منکوحہ کو اپنے قبضہ میں رکھا ہے۔توبہ کے یہ معنی تھے کہ وہ گناہ سے باز رہتا اور مرزا کو ان کی منکوحہ دے دیتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا بلکہ وہ اپنی ضد اور ہٹ پر قائم رہا تو کس طرح مانا جائے کہ اس نے توبہ کی۔

اس بحث سے جو نتیجہ نکل سکتا ہے ناظرین پر پوشیدہ نہیں اس لئے ہم اس کے متعلق بھی مرزائی صاحبان سے دریافت کرتے ہیں کہ وہ اس کا جواب دیں کہ پیش گوئی اپنے الفاظ میں کس طرح صادق اور سچی ہے۔

ہمیں امید ہے کہ مرزائی صاحبان اس سے بہت جھنجلائیں گے لیکن ہم ان کو ایک آسان ترکیب بتا دیتے ہیں ۔عنموائیل کی پیش گوئی کے متعلق کوئی جواب نہیں بن پڑے گا اور ہمارے مرزائی دوستوں کو ندامت ہی اٹھانی پڑے گی البتہ دوسری پیش گوئی کے واسطے وہ یہ کہہ دیں کہ چوں کہ نکاح آسمان پر ہوا تھا اس لئے مدت اڑھائی برس بھی آسمانی اصطلاح کے مطابق محسوب ہوگی کیونکہ اللہ کا ایک دن پچاس ہزار برس کا ہوتا ہے۔باقی رہا مرزا کا فوت ہو جانا یا تب تک منکوحہ آسمانی کا فوت ہونا سو شائد مرزا کسی زمانہ میں بذریعہ تناسخ دوبارہ جنم لے کر کامیاب ہو جائیں۔شرم شرم

۱۷جولائی ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ۔امرتسر ص۱۹۵۔۲۰۹)

مرزا کادیانی کا اختراع

مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے من جملہ اختراعات یہ بھی ایک اختراع کیا ہے کہ بعض ہندی فلاں فلاں بزرگ (کرشن جی مثلاً) نبی ورسول تھے اور بڑے زور شور سے آیت

ر سلاً قد قصصناهم عليك من قبل و رسلاً لم نقصصهم عليك ۔

و ان من امة الا خلا فيها نذير

سے استدلال کر کے بزعم خود اس دعویٰ کو ثابت کیا ہے۔ان آیات سے اگر ایسے صاحبوں کی نبوت کا امکان ثابت ہوگا تو وہ بھی بایں خیال کہ شائد آیات بالا سے وہ بھی مراد ہوں مگر وہ بھی اس صورت میں کہ جو عقائد واعمال خلاف انزل اللہ ان کی طرف منسوب کئے گئے ہیں، وہ ان کے نہ ہوں۔ پس اس کا مقتضی یہ ہوگا کہ ان کو برائی سے یاد نہ کیا جائے اور زبان وقلم کو ان کی نسبت طعن وتشنیع سے روکا جائے لیکن ان کی نبوت پر تیقن کرنے کے واسطے کافی نہیں ہوگا کیونکہ ممکن ہے کہ وہ نبی نہ ہوں اور بھی صاحب نبی ہوگزرے ہیں، ہاں مسلمانوں پر یہ فرض ہے کہ اجمالاً تمام انبیاء پر ایمان لائیں اور خاص شخص کی نبوت پر ایمان لانا اہل اسلام کے نزدیک تب فرض ہے کہ اس بزرگ کی نبوت منصوص ہو اور نص بھی کیسی کہ موجب اطمینان ہو اور صاف صاف ہو کہ فلاں بزرگ نبی ورسول تھے۔ یہ امر ایسا نہیں ہے کہ اس کا ثبوت تخیلات واوہام سے ہو۔ یہ کہنا بھی کافی نہ ہوگا کہ اسکے احوال قرآن وحدیث سے ملتے جلتے ہیں اولاً اس لئے کہ ان عقائد وافعال کا ثبوت بر سبیل تواتر ان سے ہو ثانیاً کہ بارہا دیکھا گیا ہے کہ عام ناصحین اور شعراء کے اقوال قرآن وحدیث کے موافق ہوتے ہیں خواہ اس زمانہ کے ہوں یا اور کسی زمانہ کے۔ پس اگر صرف افعال کے موافق ہونے سے کسی کی نبوت ثابت ہوتی ہوتو چاہیے کہ ناصحین وشعراء مذکور بھی نبی ہوں۔ اذ ليس فليس

دہریہ جو الٰہی ہستی کے منکر ہیں ان کے بھی کئی ایک اقوال وعقائد قرآن سے موافق ہیں مثلاً قتل ناحق وامثالہ کی برائی تو کیا ان کے بانی مذہب بھی نبی ورسول اللہ قرار دئے جاسکتے ہیں حالانکہ یہ بالکل خلاف دانش وہدایت ہے جیسا کہ ظاہر ہے پس میں مکرراً لکھتا ہوں کہ پیشوایان مذاہب کو برا کہنا یا لکھنا مذموم ہے اول تو اس لئے کہ ان کی صلاحیت کا احتمال ہے دوم کہ مخالفین اسلام بھی ہمارے پیشوایان دین کو برا کہنے سے اجتناب کریں گے البتہ یہ تو اہل اسلام باتہذیب کہہ سکتے ہیں کہ مرزائی جماعت جب تک کہ ایسے بزرگوں کی پیغمبری قطعی دلائل (قرآن) سے قطعی نہ سہی ظنی (حدیث صحیح سے) ہی سے ثابت نہ کرینگے تب تک ایسی بناوٹیں تمام مذاہب کو پھانسنے کا آلہ متصور ہوگا اور بس۔

اگر یہ کہہ دیا جائے کہ نہیں نبوت پر ایمان لانا فرض ہے خواہ منصوص ہو یا نہ یا کہ کسی نے دہریت اور

غیراللہ کی عبادت ہی کیوں نہ جاری کی ہو تو صاحبو! اہل اسلام اس طرح پر کسی کی نبوت کے قائل نہیں ہو سکتے کیوں کہ یوں تو حضرت ابراہیم وحضرت موسی، حضرت عیسی وغیرھم علیھم السلا م کی بعثت لغو ٹھہرے گی اور جتنی کتابیں آسمانی مسلمہ ہیں تمام ہی دفتر داخل کرنے کے لائق ہوں گی بلکہ تمام حضرات انبیاء کرام بانی تفرقہ وفساد ٹھہریں گے العیا ذ با للہ و لم یقل بہ مو من بناء علیہ

کرشن جی و امثا لہ کی نبوت کے قائلین پر لازم ہے کہ ان کی نبوت اسی طریقہ سے ثابت کریں جو ہم بیان کر آئے ہیں نہیں تو ایسے اختراعات کو عقلاء خاص کر مسلمان کب قابل قدر متصور کر سکتے ہیں یوں ہی اپنی زبان سے کہہ دینا کہ فلاں نبی ہے فلاں رسول ہے رائیگاں ہوگا۔ ہاں جیسے کہ اپنا عیسی ومہدی ورسول و کرشن ہونا بعض کو منوا کر گدی بنالی ہے، یہ اس پر ایک اور مصالحہ سہی

مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب اگر اپنی دنیا سنوار گئے، اپنے پس ماندوں کے لئے سلسلہ پیری ومریدی چھوڑ گئے اور اسی کے طفیل دھڑا دھڑ منی آرڈر آئے اور آ رہے ہیں لیکن اس کا جو کچھ انعام ہے اس کا کچھ تو پتہ لگ گیا ہوگا اور کچھ لگے گا

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا اصل مطلب یہ ہے کہ مرزائی جماعت نہیں بلکہ گدی نشین۔ میری اس تحریر کو زیرنظر لا کر اہل اسلام کی تشفی کریں۔ و السلا م علی من اتبع الھدی۔

مرقومہ: مولانا مولوی مفتی پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ صاحب امرتسری

۷۔اگست ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ۔امرتسر۔ص ۲۱۶۔۲۱۸)

مولوی نورالدین اور خواجہ کمال الدین

۷۔اگست ۱۹۱۱ء کے روزانہ پیسہ اخبار میں ایک صاحب نے خواجہ کمال الدین وکیل احمدی کو مخاطب کر کے ان سے دریافت کیا ہے کہ رسالہ تشحیذ الاذہان بابت ماہ اپریل ۱۹۱۱ء میں غیراحمدیوں کو جو کافر کہا گیا ہے، تو کیا آپ کو اس سے اتفاق ہے۔ اگر اتفاق ہے تو آپ مسلمانوں کے جلسوں میں کیوں شامل ہوتے

ہیں۔وغیرہ

سائل نے خواجہ صاحب کو ناحق مخاطب کیا دراصل یہ سوال ان مسلمانوں (غیراحمدیوں) سے ہونا چاہیے تھا جو خواجہ صاحب کو اپنے جلسوں میں شامل کرتے ہیں یا ایسے مکانوں پر خواجہ صاحب کے لیکچروں کا اہتمام کرتے ہیں یا یہ سوال ایسے غیراحمدیوں سے ہونا چاہیے تھا جو خواجہ صاحب کے لیکچروں کی بابت اشتہار دیتے ہیں اوران کی تعریف کرتے ہیں یہی لوگ اس کا جواب دیں کہ جب تم لوگ مرزائے کادیانی کے نزدیک کافراور جہنمی ہواور اولئك هم الكافرون تمہاری ہی شان میں مرزائی آسمان سے نازل ہوا ہے تو کیا تم لوگوں نے اس مقدس خطاب کو اپنے لئے قابل فخر تصور فرما کر قبول کرلیا ہے سائل صاحب کو اصل قصہ معلوم نہیں اگران کو معلوم ہوتا تو وہ سوال ہی نہ کرتے اصل ماجرا یہ ہے کہ خواجہ کمال الدین صاحب کی یہ خواہش تھی کہ وہ مسلمانوں سے اتفاق واتحاد رکھیں ان کو اپنے جلسوں میں شامل کریں اور خودان کے جلسوں میں شامل ہوں اگر چہ یہ اتحادواتفاق مسلمانوں کے لئے سخت خطرناک تھا کیونکہ جس وقت خواجہ صاحب عام مسلمانوں کے جلسوں میں شامل ہوتے یا لیکچر دیتے ہیں تو اس وقت مرزا صاحب کے مشن کی تائید کے متعلق کوئی لفظ زبان سے نہیں نکالتے اس رویہ سے عام جہلاء کوان سے محبت ہو جاتی ہے اور مرزائیوں سے راہ ورسم پیدا ہوکر آخر نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ بہت سے لوگ مرزائی ہوتے ہیں اوراگر چہ خواجہ صاحب نے اپنی جماعت کو بڑھانے کے لئے یہ اچھا گر تجویز کیا تھا مگر مسلمانوں کی خوش قسمتی سے مرزائیت کے دارالخلافہ میں اس گر کو استحسان کی نظر سے نہیں دیکھا گیا اورخواجہ صاحب کی مخالفت اپریل کے تشحیذ الاذہان کے رنگ میں ظاہر ہوئی اس لئے خواجہ صاحب سے اس کے متعلق استفسار کرنا موزوں نہیں

خیر مسلمانوں کا تو اس اعلان سے کچھ نہیں بگڑا البتہ وہ لوگ جواب بھی مرزائیوں سے گھی کھچڑی ہیں اوران کے لیکچروں کا اہتمام کرتے اوراشتہارات شائع کرتے ہیں نہ ادھر کے رہے نہ اودھر کے رہے۔اوران کے حق میں صادق آتا ہے خسر الدنیا و الآخرہ و ذلك هو الخسران المبين

کیوں کہ مسلمان ان کو مرزائی سمجھتے ہیں اور مرزائیوں کے نزدیک وہ کافر ہیں

۲۱اگست ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ۔امرتسر۔ص ۲۱۸۔۲۱۹)

مولوی سید محبوب شاہ کا مکتوب

داتہ ضلع ہزارہ سے مولانا محبوب شاہ مندرجہ ذیل عنایت نامہ ارسال فرماتے ہیں:

جناب مولانا صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ یہاں داتہ ضلع ہزارہ میں ۱۹۰۳ء میں صاحب ضلع بہادر نے مرزائیوں کو مسجد محمدی میں داخل ہونے اور نماز پڑھنے سے ممنوع کر دیا تھا اور روک دیا تھا مگر اب مرزائیوں نے بنام محمدیاں اس بنا پر دعوی دائر کیا ہے کہ احمدیوں کو مسجد محمدی سے کسی طرح نہ روکا جائے۔

ہم محمدی جماعت کو اس بات کے نظائر بکار ہیں پنجاب یا ہندوستان کے کسی شہر میں مثل اس فیصلہ کے کوئی ایسا فیصلہ ہوا ہے کہ مرزائیوں کو محمدیوں کی مسجد سے روکا گیا ہو، اگر اخبار اہل فقہ کے ناظرین میں سے کسی صاحب کو ایسا فیصلہ معلوم ہو تو اس خاکسار کو بواپسی جواب سے بہت جلد اطلاع دیں۔ فقط۔ والسلام۔

راقم: خادم الاسلام سید محبوب شاہ محمدی حنفی ساکن داتہ ڈاک خانہ مانسہرہ ضلع ہزارہ

جہاں تک ہمارا خیال ہے یہ مقدمہ میں ہندوستان بھر میں اپنی نوعیت کا پہلا مقدمہ ہے، اسلئے اس کی نظیر شائد نہ مل سکے۔ اگر کوئی واقعہ ایسا ہو چکا ہو اور ہمارے علم میں نہ ہو، ناظرین میں سے کسی صاحب کو معلوم ہو تو وہ مولوی صاحب کو اطلاع دے دیویں۔

میرے خیال ناقص میں مسلمانوں کو اس مقدمہ کے جواب میں اب کوئی تکلیف نہ ہوگی جب کہ خود جماعت مرزائیہ نے رسالہ تشحیذ الاذہان اپریل ۱۹۱۱ء میں اپنی جماعت کو مسلمانوں سے الگ بتایا ہے علاوہ بر آں مرزا صاحب کو تمام علمائے اسلام نے بالاتفاق کافر اور خارج از اسلام مانا ہے اگر دعوی دیوانی ہے تو جواب صرف یہ ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب اور اس کے متبعین کافر اور خارج از اسلام ہیں مطابق قاعدہ قانونی کے تنقیح یہ ہوگی کہ کیا مرزا صاحب اور اس کے مریدین مسلمان ہیں۔ لیکن اگر عدالت کی مرضی ہو تو ایسا بھی ہوسکتا ہے کہ کیا مرزا صاحب اور اس کی جماعت کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے؟ صورت اولی میں بار ثبوت مرزائیوں پر ہوگا، اور صورت ثانیہ میں بار ثبوت مسلمانوں پر ہوگا۔ تنقیح خواہ کسی رنگ میں ہو ان شاءاللہ مسلمان ضرور کامیاب ہوں گے کیونکہ اگرچہ وہ لوگ اپنے آپ کو مومن اور مسلمانوں کو کافر کہہ رہے ہیں اور اصول میں

اختلاف بتاتے ہیں لیکن اس سے ان کو انکار نہیں کہ وہ اپنے آپ کو مسلمانوں کی جماعت سے نکال کر الگ جماعت قرار دے چکے ہیں

ہمارے سنی حنفی وکلاء کا فرض ہے کہ اپنے مفید مشوروں سے اس مقدمہ میں امداد فرمائیں رسالہ تشحیذ الاذہان ماہ اپریل ۱۹۱۱ء اگر چہ اب نہیں ملتا لیکن اس کی صحیح نقل امرتسر میں چھپی ہے اور مولانا نور احمد امام مسجد شیخ بڈھا واقعہ موری گنج امرتسر سے صرف محصول ڈاک وصول ہونے پر مل سکتی ہے اور مرزائے کادیانی کے کلمات کفریہ و نقل فتاوی علمائے عرب وعجم بھی مفت ملتے ہیں جس کو ضرورت ہو مولوی صاحب سے منگوالیں۔

۲۱۔ اگست ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ۔ امرتسر۔ص ۲۳۲۔۲۳۳)

حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر

حضرت عیسی علیہ السلام کی حیات وممات کا جھگڑا جب سے مرزا غلام احمد نے شروع کیا ہے، تب سے بڑی بڑی معرکہ آرا بحثیں اس مسئلہ میں ہو چکی ہیں۔ مجھے اس وقت یہ بیان کرنا مقصود نہیں کہ کس کے دلائل قوی اور قابل اعتبار ہیں، بلکہ دکھانا صرف یہ ہے کہ خود مرزا غلام احمد صاحب کے اس بارے میں کس قدر مختلف اقوال ہیں جن سے کسی خدا ترس، سمجھ دار، ذی فہم و ہوش انسان کا اس نتیجہ پر پہنچنا کچھ بھی مشکل نہیں کہ مرزا صاحب کا دعوی الہام ووحی بموجب آیت کریمہ لو کا ن من عند الله غير الله لو جدوا فيه اختلا فاً كثيرا (النساء ۸۲) محض خانہ ساز خود تراشیدہ صرف ذاتی ہوشیاری وچالاکی پر مبنی تھا اور ہرگز ہرگز خدا کی طرف سے اس کو الہامی تعلیم نہیں دی گئی۔

۱۔ مرزا کی الہامی کتاب ازالہ اوہام جس کی نسبت خود مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ:

خدا تعالی نے اس تالیف میں میری مدد کی ہے جو بیان نہیں کر سکتا (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۵۶۳)

مرزا جی کا یہ اعتقاد کہ خدا نے یہ کتاب بذریعہ الہام مجھ پر نازل کی اور مجھ پر ظاہر کیا ہے کہ عیسی فوت ہو گئے ہیں اور ان کی عمر کی نسبت دو حدیثیں پیش کی ہیں جو بلفظہ مع ترجمہ مرزا صاحب درج ذیل کی جاتی ہیں۔

ا۔مشکوۃ میں ابو ہریرہؓ سے روایت ہے:

و عنہ قال قال رسول اللہ ﷺ اعمار امتی ما بین الستین الی سبعین و اقلھم من یجوز ذلک رواہ الترمذی وابن ماجہ۔یعنی اکثر عمریں میری امت کی ساٹھ اور ستر برس تک ہوں گی اور ایسے لوگ کم تر ہوں گے جو ان سے متجاوز کریں

یہ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم اس امت کے شمار میں ہی آ گئے ہیں، پھر اتنا فرق کیوں کر ممکن ہے۔اور لوگ تو ستر تک مشکل پہنچیں اور ان کا یہ حال ہو کہ دو ہزار برس کے قریب ان کی زندگی کے گزر گئے اور اب تک مرنے میں نہیں آتے۔

ب۔پھر دوسری حدیث مسلم کی ہے جو جابر سے روائت کی گئی ہے:

و عن جابر قال سمعت النبی ﷺ یقول اقل یموت بشھر تسألونی عن الساعة۔ و انما علمھا عند اللہ و اقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسة تأتی علیھا مأة سنة و ھی حیة یومئذ۔رواہ مسلم۔اور روایت ہے جابر سے کہ کہا رسول اللہ ﷺ فرماتے کہ کوئی ایسا زمین پر مخلوق نہیں جو اس پر سو برس گزرے اور وہ زندہ رہے۔

اس حدیث کے معنی یہ ہیں کہ جو شخص کی مخلوقات میں سے ہو وہ شخص سو برس کے بعد زندہ نہیں رہے گا۔اور ارض کی قید سے مطلب یہ ہے کہ تا آسمان کی مخلوقات اس سے باہر نکالی جائے لیکن ظاہر ہے کہ حضرت مسیح ابن مریم آسمان کی مخلوقات میں سے نہیں ہیں بلکہ وہ زمین کی مخلوقات اور ما علی الارض میں داخل ہیں۔حدیث کا یہ مطلب ہے کہ اگر کوئی جسم خاکی زمین پر رہے تو فوت ہو جائے گا اور اگر آسمان پر چلا جائے تو فوت نہیں ہوگا کیونکہ جسم خاکی کا آسمان پر جانا تو خود بخود بموجب نص قرآن کریم کے ممتنع ہے بلکہ حدیث کا مطلب یہ ہے کہ کو زمین پر پیدا ہوا اور خاک میں سے نکلا وہ کسی طرح سو برس سے زیادہ نہیں رہ سکتا۔

(ازالہ اوہام ج۲ص۶۲۵)

۲۔پھر مرزا غلام احمد صاحب اپنے مکتوب عربی میں لکھتے ہیں:

بعض اولیائے کرام نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح کی زندگی حضرت ﷺ کی زندگی سے بھی چھوٹی تھی

(ص ۱۳۲)

۳۔ پھر یہی مرزا صاحب الہام اور وحی کے مدعی لکھتے ہیں:

احادیث میں معتبر روایتوں سے ثابت ہے کہ ہمارے نبی ﷺ نے فرمایا کہ مسیح کی عمر ۱۲۵ برس کی ہوئی اور اسی بات ک اسلام کے تمام فرقے مانتے ہیں۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ ص ۲۳۵)۔

اور بعض دیگر کتب مرزا صاحب و عام عقیدہ مرزائیان حال اب اس امر کا انصاف ناظرین پر ہے کہ وہ خود اندازہ لگالیں کہ کیا کسی ملہم مامور من اللہ یا کسی مدعی وحی جس کو بالہام الہی سب کچھ معلوم ہوتا رہتا ہے اس قدر پہلو بدلنا اور اس قدر تناقض اس کے کلام میں پایا جانا اس کے مفتری علی اللہ کی دلیل نہیں ہے؟ ضرور ہے۔

یاد رکھو زمانہ نے بڑے بڑے جھوٹوں کا حال سنا، مگر ایسا بد حافظہ اور دروغ گو تو کوئی بھی نہیں گزرا۔ امید ہے کہ کوئی احمدی ان تمام اقوال کا تطابق ثابت کر کے مشکور کرنے کی کوشش کرے گا۔ احمدیوں کا قدیمی خیر خواہ۔ محمد عظیم گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

۱۱ستمبر ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ ص ۲۴۶۔۲۴۸)

حضرت مسیح علیہ السلام کی قبر

جیسا کہ حضرت مسیح علیہ السلام کی عمر کے بارے میں مرزا صاحب قادیانی کے اس قدر مختلف اقوال ہیں کہ جن کو کوئی مرزائی قیامت تک تطابق نہیں دے سکتا جیسا کہ رات اور دن کو جمع کر لینا ناممکن ہے ایسا ہی مرزا کے قبر عیسی کے متعلق متناقض اقوال کا تطابق دینا محال نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ جس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا کے پاس کوئی خدا تعالی وحی نہیں آتی تھی اور نہ اللہ تعالی اس کو بذریعہ الہام کسی بات کی اطلاع دیتا تھا ،اور نہ اس قدر اختلاف خدائی تعلیم میں ہو سکتے ہیں۔ یہاں بھی مجھے اس کی تحقیق مقصود نہیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی قبر کہاں ہے، یا وہ زندہ آسمان پر موجود ہیں، بلکہ دکھانا یہ ہے کہ عمر کی طرح قبر میں بھی مرزا قادیانی کے اقوال کس قدر دروغ آمیز اور قیاسی ڈھکوسلے ہیں۔

خیر ایک سمجھدار انسان اگر ذرا بھی خدا ترس دل لے کر غور کرے تو اس کے لئے کوئی مشکل نہیں کہ وہ

آسانی سے سمجھ جائے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے محض اپنی مسیحیت کو ثابت کرنے کے لئے خدا تعالی پر افتراء باندھا ہے۔ حضرت عیسی علیہ السلام کی وفات کے متعلق میرے خیال میں ہمارے نبی اکرم ﷺ کو عیسائیوں کے رد کے لئے اتنا ہی فرما دینا کافی تھا کہ تمہارا مسیح مرگیا اور اس کی قبر کشمیر میں موجود ہے،،، اس سے صرف یہی فائدہ نہ ہوتا کہ عیسائی جھوٹے ثابت ہوتے بلکہ ان کا مصنوعی خدا مرجاتا اور وہ اس کی قبر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیتے اور بجائے کفارہ کی منادی کے اس کی قبر پر کھڑے ہو کر اپنی قسمت کو روتے اور مسیح کا ماتم کرتے کہ آنخضرت ﷺ نے ایسا نہیں کیا حضرت موسی کی نسبت سب لوگ قائل تھے کہ انہوں نے زمین پر انتقال فرمایا اور زمین پر ان کی قبر موجود ہے مگر یہ عام خیال تھا کہ ان کی قبر لاپتہ ہے اور توریت کے آخری باب میں لکھا ہے کہ:

سو خداوند کا بندہ موسی خداوند کے حکم کے موافق موآب کی سرزمین میں مرگیا اور اس نے اسے موآب کی ایک وادی میں بیت فغور کے مقابل گاڑا پر آج کے دن تک کوئی اس کی قبر کو نہیں جانتا۔

(استثنا باب ۳۴ آیت ۵۔۶)

So Moses the servant of the Lord died there in the land of Moab, according to the word of the Lord. And he buried him in a valley in the land of Moab , over against Beth-pe-or: but no man knoweth of his sepulchre unto this day . (Deuteronomy 34:5-6)

باوجودیکہ حضرت موسی علیہ السلام کی قبر کا پتہ دینا آنخضرت ﷺ کے لئے چنداں ضروری نہیں تھا اور اس قبر کا پتہ لگ جانا بھی کوئی بڑی ضرورت کی بات نہیں تھی تاہم آنخضرت ﷺ نے فرمادیا کہ مجھ کو اس قبر کا پتہ ہے اور بتادیا کہ بیت المقدس سے ایک پتھر کی غار کی راہ کے کنارے سرخ ریتی کے ٹیلے ہے۔ قبره الى جانب الطريق تحت الكثيب الا حمر (مسلم فضائل موسى)

ناظرین خدا کے لئے انصاف کیجئے اور ذرا سوچئے کہ اس کے مقابل حضرت عیسی کی قبر کا پتہ بتانا آنخضرت ﷺ کے لئے کس قدر ضروری تھا اور اس کے بتلا دینے سے یہی نہیں کہ عیسائیوں کا دین دنیا سے مٹ جاتا اور صدیوں کے عیسائی دنوں میں کل کے کل مسلمان ہوجاتے بلکہ آنخضرت ﷺ کی سچائی اور صداقت پر ایک زندہ نشان قیامت تک قائم ہوجاتا۔ اس لئے کہ حضرت مسیح کی قبر کیا بلکہ مرنے تک کا خیال بھی کسی کو نہیں

تھا مختصر یہ کہ آنحضرت ﷺ حضرت عیسی کو زندہ بجسد عنصری آسمان پر مانتے تھے اور ارشاد فرما دیا کہ حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے اور پھر زمین پر آ کر ایک مدت مقررہ تک قیام فرما کر انتقال فرمائیں گے اور میرے روضہ میں دفن ہوں گے جہاں ان کی قبر کے لئے جگہ موجود ہے مگر مرزا صاحب کی جو کچھ رائے ہے وہ مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہوتی ہے

۱۔ ازالہ اوہام مرزا صاحب کی الہامی کتاب ہے اس میں آپ کہتے ہیں:

یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہو گیا۔ (ازالہ اوہام۔دوم۔ص۴۷۳)

۲۔اور اسی کتاب کے صفحہ ۴۷۴ پر لکھا ہے کہ: مسیح ابن مریم مرنے کے بعد جب کہ وہ جلیل میں جا کر کچھ عرصہ کے بعد فوت ہو گیا چالیس دن برابر نظر آتا رہا۔،

۳۔کتاب تائید حق اور بعض دیگر کتب میں ہے کہ حضرت مسیح کی قبر علاقہ شام میں ہے اور بعض عربوں کی چشم دید شہادتیں درج ہیں کہ جنہوں نے حضرت عیسی علیہ السلام کی قبر کی چشم دید شہادت پیش کی ہے

۴۔اس کے بعد جب مرزا جی وہاں حضرت مسیح کی قبر ثابت نہ کر سکے تو آخر میں آ کر یہ لکھنا شروع کیا کہ: حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مدت تک عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانہ تک ان کی یادگار کا کوہ سلیمان پر کتبہ موجود تھا آخر سری نگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی اور خان یار کے محلّہ کے قریب آپ کا مقدس مزار ہے۔، (ملاحظہ ہو: حضور گورنمنٹ عالیہ میں ایک عاجزانہ درخواست ص۱۴ مورخہ ۷ ستمبر ۱۸۹۹ء۔راز حقیقت ورسالہ ریویو آف ریلی جنز)

اب مرزائیوں کا فرض ہے کہ وہ یہ ثابت کریں کہ ازالہ اوہام لکھتے وقت جس کی نسبت مرزا صاحب کا بیان ہے کہ: خدا تعالی نے اس تالیف میں میری وہ مدد کی جو میں بیان نہیں کر سکتا (ص۵۶۳)

آپ کا الہام کہیں پر لے گیا ہوا تھا کہ عیسائیوں اور دیگر تمام لوگوں کو مخاطب کر کے کہا جاتا ہے کہ: یہ تو سچ ہے کہ مسیح اپنے وطن گلیل جا کر فوت ہو گیا، پھر یہ کیسے باور ہو سکتا ہے کہ وہی خدا دوبارہ بتلاتا ہے کہ نہیں،

علاقہ شام میں ہے جب وہاں بھی پتہ نہیں چلتا تو کہنے لگتا ہے کہ، سری نگر کشمیر میں ہے۔، یہ تمام اقوال اس با ت پر شاہد ہیں کہ مرزا صاحب کا کلام ہی ان کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے پڑھو لو کا ن من عند غیر الله لو جدوا فیه ا ختلا فاً کثیراً

غرض یہ کہ کوئی بھی مصنف اپنی قلم سے ایسے متضاد مضامین نہیں لکھ سکتا جب تک اس کی عقل درست اور حواس بجا رہیں۔اللہ تعالی ہمارے حال پر رحم فرمائے اور ایسی افترا پردازیوں سے بچائے رکھے۔آمین۔مرزائیوں کا خیر خواہ: محمد عظیم گکھڑ ضلع گوجرانوالہ

۱۸ستمبر ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت اہل فقہ۔امرتسر ص۲۴۵۔۲۴۸)

قادیانی کتاب، نبی اللہ کا ظہور، کا جواب

نبی اللہ کا ظہور، مرزائے کادیانی کی جماعت کے ایک رکن کی تصنیف ہے مصنف نے بخیال خود بڑا پر زور رسالہ لکھا ہے لیکن مطالعہ کرنے والوں سے پوشیدہ نہیں کہ وہی پرانا راگ الاپا ہے جو مرزا صاحب خود الاپ چکے ہیں۔کوئی نئی بات نہیں۔عموماً وہی باتیں ہیں جن کا دنداں شکن جواب مسلمانوں کی طرف سے بارہا دیا جاچکا ہے۔البتہ کاغذ اور لکھائی چھپائی عمدہ وصاف ہے .قیمت..

ملنے کا پتہ: مولوی محمد ظہیر الدین موضع اروپ تحصیل وضلع گوجرانوالہ ۔

۲۳۔اکتوبر ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر صحافت ص۲۵۶)

کاروائی انجمن مشیر المسلمین بنارس

پچھلے دنوں بنارس میں جماعت مرزائیہ نے کچھ سر اٹھایا تھا۔مسلمانان بنارس نے ان کی سرکوبی کے متعلق جو مستحسن کارروائی کی، اس کا مختصر حال اس رسالہ میں درج ہے۔۲۸صفحات کا رسالہ ہے۔ قیمت درج نہیں۔ غالبًا انجمن کی طرف سے چھپوا کر تقسیم کیا گیا ہے۔ ملنے کا پتہ۔سکرٹری صاحب مشیر المسلمین بنارس۔

۲۳۔اکتوبر ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ۔امرتسر ص ۲۵۶)

روئیداد مناظرہ مونگیر

بنارس کی طرح مرزائیوں نے مونگیر میں بھی کھلبلی مچائی تھی۔ وہاں کے باغیرت مسلمانوں نے جماعت مرزائیہ کے عقائد باطلہ کے استیصال کے لئے قابل قدر کوشش کی۔ مونگیر میں مرزائیوں کی جوگت ہوئی وہ بے نظیر ہے۔ اس کا احساس مرزائی جماعت کو بھی ہے۔ اور مرزائیوں نے اگرچہ زبان سے نہیں مگر زبان حال سے اعتراف کیا ہے کہ وہ مونگیر میں مباحثہ کرنے کے قابل نہ تھے۔ مسلمانان مونگیر نے شرائط مناظرہ وتقرر مسائل مرزائیوں سے طے کر لئے ہوئے تھے۔ مرزائی مناظروں کا صرف یہ کام تھا کہ بہ پابندی شرائط مباحثہ کرتے، لیکن انہوں نے اس سے انکار کیا اور بری طرح سے اپنے آپ کے لئے ذلت حاصل کی اور صاف لفظوں میں مرزائی مناظر نے ...صاحب مختار حکم کو کھڑے ہو کر کہہ دیا کہ ہم مناظرہ نہیں کرتے۔ آپ لکھ دیجئے کہ ہم ہار گئے۔ اخبار بدر میں اس کا اعتراف اس طرح کیا گیا کہ اب اپنی جماعت کو ہدایت کر دی کہ کوئی مرزائی بطور خود بلا استصواب دار الخلافہ کے شرائط طے نہ کیا کرے وغیرذالک

مسلمانان مونگیر نے اس کاروائی مناظرہ کو بذریعہ رسالہ جات واشتہارات مشہور کیا ہے۔ ان میں سے رسالہ آئینہ کادیانی، و روئداد مناظرہ مونگیر و رسالہ اظہار حق، قابل دید ہے۔ سکرٹری اہلسنت و جماعت مونگیر سے یہ رسالے مل سکتے ہیں۔ اس سے پہلے مونگیر کے مناظرہ کی ایک مختصر رپورٹ اخبار اہل حدیث میں امرتسر نکلی تھی جس کی پیشانی پر اڈیٹر اہل حدیث کی طرف سے لکھا گیا ہے کہ ان کو مونگیر کے مسلمانوں نے بلایا تھا مگر وہ بہ باعث جلسہ انجمن اہل حدیث امرتسر کے نہ جا سکے، مگر خواجہ محمد عبد العزیز صاحب سوداگر شال جو اس مناظرہ کے مهتممین میں سے ہیں امرت سر تشریف لائے ہیں ان کا بیان ہے کہ اڈیٹر صاحب اہل حدیث کو مهتممین جلسہ کی طرف سے کوئی دعوتی پیغام نہیں آیا شائد کسی وہابی نے ان کو بلایا ہوگا۔

۲۳ا کتوبر ۱۹۱۱ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ۲۵۶۔۲۵۷)

مباحثہ مونگیر میں اڈیٹر اہل حدیث مدعو نہ تھے

ہمارے مکرم دوست خواجہ محمد عبدالعزیز صاحب تاجر پشمینہ امرت سری نے ایک خط آمدہ مونگیر معہ لفافہ ہمارے پاس بھیجا ہے اس سے معلوم ہوسکتا ہے کہ خواجہ صاحب کا یہ دعوی کہ مہتممین مجلس مناظرہ نے اڈیٹر صاحب کو مدعو نہ کیا تھا بالکل صحیح ہے ۔باقی رہا کسی غیر مقلد کا اپنے طور پر بلانا اس کا اعتبار نہیں۔ بہر حال وہ خط یہ ہے:

عنایت ذکر فرمائے بندہ زاد عنایۃً

بعد آداب تسلیم مزاج شریف فدوی خیریت سے ہے اور خیر و عافیت آپ کی درگاہ خداوند کریم سے نیک مطلوب قطعہ نواز نامہ پا کر نہایت ممنون و مشکور ہوا۔ بموجب تحریر اخبار اہل فقہ مورخہ ۵ فروری ۱۹۱۲ء واسطے دریافت اس امر کے اڈیٹر اہل حدیث صاحب واسطے مناظرہ مونگیر میں مدعو تھے،

ہم نے مولانا محمد عمر صاحب سے دریافت کیا۔ وہ جواب دیتے ہیں کہ ہم اڈیٹر صاحب اہل حدیث کو مدعو کرنے میں برابر خلاف تھے۔اور مولوی انور حسین صاحب ساکن محلّہ مہولی بہت ہی کوشاں تھے کہ جس میں مولوی ثناء اللہ اڈیٹر صاحب اس مناظرہ مونگیر میں تشریف لائیں، مگر بوجہ خلاف ہونے ہمارے، اڈیٹر صاحب موصوف کو طلب نہیں کیا گیا۔ اگر شائد مولوی انور صاحب کی طرف سے کوئی کاروائی ہو تو ہم نہیں کہہ سکتے۔ ان لوگوں نے لکھا ہو تو بس ۔مولوی انور حسین صاحب بھی تو اہل حدیث ہیں، وہ لکھا کریں۔ آپ کی تحریر جو ۵ فروری ۱۹۱۲ء کے پرچہ میں ہے بہت صحیح اور درست ہے فقط۔ محمد عبدالحکیم محلّہ توپ خانہ مونگیر

مکرر آں کہ ہم نے جو خط لکھا ہے بموجب کہنے مولوی محمد عمر صاحب کے جو لفظ ان کے منہ سے نکلا ہے وہی لفظ لکھا گیا ہے۔

۱۱ مارچ ۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت ۔اہل فقہ امرتسر۔ص ۲۹۴۔۲۹۵)

منگیری مباحثہ میں کون کون مدعو تھا؟

جناب مولانا ثناءاللہ صاحب السلام علیکم ورحمة الله وبرکاته۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ چند کور باطنان وخودغرضوں نے یہ ریمارک کیا ہے جو جلسہ مناظرہ کہ میان اہل سنت والجماعت وقادیان اس شہر منگیر کے منعقد ہوا تھا اور اس میں جو جو ذلتیں قادیانیوں کو نصیب ہوئیں اور ایک مجمع کثیر اہل سنت والجماعت سے نکل بھاگے جس کا سین قابل دید تھا۔اوس موقع میں آپ کی نہ طلبی ہوئی اور نہ کوئی ٹیلیگرام آپ کے پاس بھیجا گیا۔اور نہ جماعت اہل سنت کی طرف سے آپ مدعو ہوئے۔میرے جناب محض غلط ہے یہ سراسر افترا پردازیاں جس وقت مقام محضر پور میں کمیٹی ہوئی اور علماء کی طلبی کا مشورہ کیا گیا تو بالاتفاق یہ رائے قرار پائی کہ جناب مولانا ثناءاللہ صاحب وجناب مولانا ابراہیم صاحب کا اس جلسہ میں آنا فرض ہے کیوں کہ یہ حضرات بابرکات ہر فرعونے راموسےٰ کے مصداق ہیں اور علی الخصوص مولانا ثناءاللہ صاحب فاضل امرتسری جو کہ فاتح قادیان ہیں۔چنانچہ آپ کے پاس پہلے خط روانہ کیا گیا اس کے جواب کے آنے میں جب دیر ہوئی تو ٹیلیگرام روانہ کیا گیا جس پر آپ نے یہ عذر معقول دکھلایا کہ اوسی تاریخ میں میرے ہاں بھی جلسہ ہے میں حاضر نہیں ہوسکتا ہوں۔البتہ تاریخ بدل دی جائے تو کوئی عذر نہیں۔چونکہ یہاں شرائط مناظرہ وتاریخ طے پا چکی تھی مجبوری ہوئی۔جس کا جی چاہے دفتر اہل سنت والجماعت سے دریافت کرلے کہ آیا مولانا ثناءاللہ صاحب کی طلبی ہوئی تھی کہ نہیں اور خطوط اور ٹیلیگرام دفتر میں موجود ہیں یا نہیں؟

ابو محمد محبوب حسین از انجمن حمایت اسلام منگیر۔ **اڈیٹر اہلحدیث**: اڈیٹر اہل فقہ غور سے پڑھے اور اپنے مخبر صادق کو پڑھوائے۔

(اہل حدیث جلد ۹۔نمبر ۱۳۔مورخہ ۵ صفر ۱۳۳۰ھ مطابق ۲۶ جنوری ۱۹۱۲ء ص:۳-۴)

تحفہ بنارس

اس نام کا رسالہ ہمارے پاس بغرض ریویو آیا ہے اس میں ایک لیکچر نقل کر دیا گیا ہے جو مفتی محمد صادق صاحب اڈیٹر بدر کادیان نے بہ مقام بنارس سنایا تھا۔ یہ لیکچر بغرض تبلیغ مذہب مرزائیہ بنارس میں دیا گیا تھا۔لیکچرار صاحب نے لیکچر میں اس عام دستور کی خلاف ورزی نہیں کی جو عموماً فرقہ مرزائیہ نے اختیار کیا ہوا ہے جس کو غیر مرزائی لوگوں کی اصطلاح میں کذب بیانی کہتے ہیں۔من جملہ بے شمار کذب بیانیوں کے صفحہ.. اپنی حیثیت میں ایسا بے نظیر ہے، اگر تمام دنیا کے جھوٹ بولنے والے جمع ہوکر چاہیں کہ اس صفحہ کے مقابلہ کا جھوٹ بول سکیں تو امید نہیں کہ وہ عہدہ برآ ہوں۔

فاضل لیکچرار فرماتے ہیں کہ:

> بہت سے لوگ حضرت اقدس کے مقابلہ میں الہام کا دعوی کرنے یا نبوت کے مدعی ہوکر آپ سے نشانات طلب کرتے ہوئے اپنے ہی حق میں بددعا کرکے آپ کی سخت مخالفت اور اہانت کی کوشش کرنے کے سبب ہلاک ہوگئے جن میں سے بعض کے نام درج ذیل کئے جاتے ہیں

اس کے بعد تیس (۳۰) نام درج ہیں۔

فاضل لیکچرر کے مندرجہ بالا دعوی کو چار حصوں پر تقسیم کرتے ہیں، یعنی جو تیس نام انہوں نے بقید لفظ بعض درج کئے ہیں وہ چار حال سے خالی نہیں: ۱۔انہوں نے الہام کا دعوی کیا۔۲۔وہ مدعی نبوت ہوئے۔۳۔مرزا صاحب سے انہوں نے مباہلہ کیا۔۴۔مرزا صاحب سے نشانات طلب کرتے ہوئے اپنے ہی حق میں بددعا کر کے مرزا صاحب کی سخت مخالفت واہانت کی کوشش کرنے کے سبب ہلاک ہو گئے۔

اب ہم دریافت کرتے ہیں کہ گروہ مرزائیہ علیحدہ علیحدہ بتادے کہ حضرت مولوی غلام دستگیر مرحوم قصوری، حضرت مولانا مولوی غلام رسول امرتسری ومولوی اسماعیل علی گڈھی، مولوی نذیر حسین دہلوی نے کب الہام کا دعوی کیا، یا کب نبوت کا دعوی کیا، یا کب مرزا صاحب سے مباہلہ کیا، یا کب مرزا صاحب سے نشانات طلب کئے۔اور کب اپنے حق میں بددعا کی؟ (مع حوالہ کتاب)

ہمیں تو افسوس نہیں کہ مرزائی جھوٹ کیوں بولتے ہیں کیونکہ وہ بے چارے معذور ہیں جب کہ ان کے مذہب کا انحصار ہی کذب بیانی پر ہے، تو وہ سچ کس طرح بول سکتے ہیں۔لیکن اگر افسوس ہے تو یہ ہے کہ صریح کذب بیانی کرتے ہوئے ان کو شرم کیوں نہیں آتی۔کیا فاضل لیکچرر کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے علماء دین کی توہین کی تو خدائے تعالی نے ان کے بدلے میں مرزا صاحب کو کس قدر ذلیل کیا۔امرتسر میں مرزا صاحب کی جو گت ہوئی کیا آپ اس سے واقف نہیں۔وہ کیسا سین تھا مرزا صاحب نے غلطی کی کہ یہ الہام پہلے سے نہیں گھڑا کہ الیس بو لیس بکا ف عبدہ ،اس نظارہ کے دیکھنے والوں پر اس الہام سے اتمام حجت کا کام نکلتا۔

فاضل لیکچرر نے غلطی کی اس موقعہ پر مندرجہ ذیل نام نہ لکھے:

مولوی عبدالحق غزنوی۔ڈاکٹر عبدالحکیم۔مولوی ثناء اللہ۔خاکسار غلام احمد اخگر۔مولوی ابوالحسن تبّتی

عمر بھر میں مرزا صاحب آنجہانی نے صرف ایک مباہلہ کیا جو بمقام امرتسر عیدگاہ اہل سنت میں مولوی عبدالحق سے ہوا تھا۔اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ مولوی عبدالحق اس نتیجہ کی زندہ تصویر اور عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں پیش گوئی کر کے مرزا صاحب کا ذلیل ہونا اس کی بین دلیل۔

ڈاکٹر عبدالحکیم اور مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں مرزا صاحب نے الہامات گھڑے۔ آخر دعا کی اور دعا کی مقبولیت کے راگ گائے۔ نتیجہ کیا ہوا؟ ڈاکٹر عبدالحکیم اور مولوی ثناء اللہ زندہ نشان قائم ہو گئے اور جھوٹا ان دونوں کی زندگی میں دعا کے مطابق ہیضہ سے ہلاک ہوا۔ فعلیه ما علیه

خاکسار (مولانا اخگر) نے مئی ۱۹۰۰ء میں پیش گوئی کہ مرزا صاحب بضع سنین میں بذریعہ موت ہاویہ میں گرائے جائیں گے۔ چنانچہ ٹھیک نویں برس خدائے قدیر و توانا نے مرزا صاحب کو بہ سزائے موت ہاویہ میں گرایا۔

مولوی ابوالحسن تبّتی، مرزا صاحب کے جس قدر مخالف ہیں وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ ایک دفعہ ایک اشتہار میں انہوں نے مرزا صاحب کے حق میں لکھا تھا کہ:

کفش با بر سر خوری از افترائے نا سزا
رو سیہ گشتی میاں مردم قرب و جوار

کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی مخالفت یا اہانت ہو سکتی ہے۔ مگر فاضل لیکچرر یہ ثابت نہیں کر سکتے کہ ان کو بمقابلہ مرزا صاحب کوئی تکلیف پہنچی۔

آتھم کی پیش گوئی کے متعلق جو گت مرزا صاحب کی ہوئی وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ میں کہا جاتا ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ کو منظور نہیں کیا اور لکھا کہ پہلے مرنا معیار کذب نہیں اور ظالم کی رسی دراز ہوتی ہے، اس لئے خدا نے ان کی خواہش کے مطابق فیصلہ کیا۔

اسی اصول کو اگر مرزائیوں نے اختیار کیا تو عبداللہ آتھم کے مقابلہ میں صاف اور بدیہی نتیجہ ہے کہ مرزا صاحب دعوی الہام میں صادق نہ تھے۔ عبداللہ آتھم نے کبھی اس فیصلہ کو نہیں مانا۔ بلکہ یہ کہا کہ مرزا صاحب نے اس کی ضعیف العمری پر خیال کر کے قیاسی پیش گوئی کر دی۔

اگر مرزا صاحب کے خدا کے نزدیک ان کے مخالفین کی رائے کی اس قدر وقعت ہے کہ باوجود اجابت دعا کے خدا نے مولوی ثناء اللہ کی رائے کے مطابق عمل کیا تو ضروری تھا کہ مرزا صاحب پہلے فوت ہو جاتے اور عبداللہ آتھم زندہ رہتا۔

فاضل لیکچرر نے بڑی بے باکی سے یہ بڑ ہانکی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی ہزاروں پیش گوئیاں پوری ہوئیں، لیکن افسوس کہ یہ بالکل غلط دعوی ہے۔ مرزا صاحب کبھی اپنی پیش گوئیوں میں کامیاب نہیں ہوئے بلکہ برخلاف اس کے وہ ہمیشہ ناکام رہے، اور جس قدر ذلت و ناکامی پیش گوئیوں کے پورا ہونے کے متعلق ان کو حاصل ہوئی وہ کسی معمولی رمال کو آج تک نصیب نہیں ہوئی

الغرض، تحفہ بنارس، کتاب کیا ہے ایک طومار کذب ہے۔ لیکن اس کا وہ حصہ جو مرزا صاحب کے متعلق نہیں بلکہ بت پرست کی تردید میں ہے، قابل قدر ہے۔ حجم ۶۴ صفحے، علاوہ ٹائٹل، لکھائی چھپائی اور کاغذ کے اعتبار سے بہت اچھی کتاب ہے۔ قیمت ۴۔ آنے۔ ملنے کا پتہ: بدر ایجنسی کادیان ضلع گورداسپور۔

۱۸۔ مارچ ۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر ص ۲۹۵۔۲۹۸)

ایڈیٹر اہل حدیث اور ایڈیٹر الحق کا مباحثہ

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب کادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا تھا جس کے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ خدا سے انہوں نے دعا کی تھی کہ اگر وہ سچے ہیں تو مولوی ثناء اللہ ان کی زندگی میں ہلاک ہو جائے، اور اگر وہ جھوٹے ہیں تو بدولت مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں دنیا سے رخصت ہوں۔ اگرچہ مرزا صاحب اس سے پہلے بھی بارہا آخری فیصلہ کا اعلان کرتے رہے اور یہ ظاہر فرماتے رہے کہ میرے دشمن ذلیل ہوں گے، خوار ہوں گے، یہ ہوگا، وہ ہوگا، اور تین سال یا کم وبیش میعاد مقرر کر دیا کرتے تھے۔ جب کچھ زمانہ اس مدت میں سے باقی رہ جاتا، تو یہ یقین کر کے کہ ان کا داؤ نہ چلا، دوسرا اشتہار کسی دوسری بنیاد کیلئے جاری کر دیتے تھے۔ مگر بخلاف سابقہ فیصلوں کے بمقابلہ (ثناء اللہ) کی چوٹ کا فیصلہ بارگاہ خداوندی سے صادر ہو گیا۔ یا بالفاظ دیگر خدا نے مرزا صاحب کی دعا قبول فرمائی اور جھوٹا اپنے مخالف کی زندگی میں مرض ہیضہ یا اسہال سے راہی ملک عدم ہوا۔ مرزا صاحب اگرچہ اپنی کسی پیش گوئی کے پوری ہونے کی تمنا کو اپنے ساتھ ہی قبر میں لے گئے لیکن پھر بھی ان کی عادت تھی کہ مخالفوں میں سے کسی کو بخار آ گیا تو جھٹ شہرت مچادی کہ ان کی

مخالفت کے باعث عذاب الٰہی بخار کے رنگ میں موجود ہوا۔کسی کوز کام کی شکایت ہوگئی تو فوراً ذلت اور عذاب پر محمول کرنے میں سبقت کی۔پس کوئی وجہ نہ تھی کہ انکے مخالف اس زبردست فیصلہ کا تذکرہ نہ کرتے۔ عام طور پر جب مرزا صاحب کے متعلق کوئی مضمون لکھا جاتا تو اس فیصلہ کا ذکر آ ہی جاتا تھا،اس پر ایڈیٹر صاحب الحق کچھ بگڑے اور یہ کہنا شروع کیا کہ مرزا صاحب کی یہ دعا نہ تو خدا کی مرضی سے تھی اور نہ ہی خدا نے اسے قبول کرنے کا وعدہ کیا تھا۔اور ساتھ ہی ایڈیٹر اہل حدیث (امرتسر) کو چیلنج دے دیا کہ اگر وہ یہ ثابت کر دے تو اسے انعام دیا جائے گا۔انعام کی تعداد پہلے تو کم تھی،مگر اس میں ترقی ہوتی گئی اور آخر مبلغ تین سو روپیہ کی رقم تجویز کر دی۔

آخر اس بحث کے لئے شہر لدھیانہ تجویز ہوا جہاں دونوں فریق تاریخ مقررہ پر پہنچ گئے۔مبلغ تین سو روپیہ انعام موعودہ ایک رئیس کے پاس اس غرض سے جمع کیا گیا کہ منصف کے فیصلہ کے مطابق فریق کامیاب کو سپرد کر دے۔

اڈیٹر اہل حدیث کی طرف سے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی اور ایڈیٹر الحق کی طرف سے منشی فرزند علی صاحب ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور منصف تھے۔اور سردار بچن سنگھ صاحب بی اے پبلک پراسیکیوٹر لودھیانہ سرپنچ مقرر کئے گئے تھے۔

اڈیٹر الحق کے نزدیک سرپنچ کا فیصلہ اور تین سو روپیہ کی رقم کا ضائع ہونا تو مرزائی مشن کے لئے کوئی ذلت ورسوائی نہیں۔تحریر میں زائد عبارت پڑھنا اس پر فریق ثانی کا معترض ہونا کہ فلاں عبارت پر خط کھینچ دو پھر صاف اقرار کرنا کہ یہ زبانی تھا تحریر میں نہیں تھا، پھر اس پر فریق ثانی کا استغاثہ مرزائی مشن کا چشم پوشی کا مشورہ دینا، یہ سب امور تو باعث ذلت ورسوائی بنیں۔ہاں فریق ثانی کو بخیال ان کے بڑی ذلت ورسوائی ہوئی کیا یہ کہ اڈیٹر اہل حدیث نے پرچہ بجائے خود لکھنے کے لکھوایا،اور زبانی بولتے گئے پر کاتب سے صاف نہ پڑھا گیا۔ایڈیٹر صاحب الحق سخت غلطی کرتے ہیں کہ ایک معزز غیر اسلامی سرپنچ کو جسے فریقین سے کوئی تعلق نہیں، طرف داری سے متہم کرتے ہیں اور اپنا الزام لگاتے ہیں کہ انہوں نے سکھا شاہی فیصلہ دیا۔وہ خود خیال کرلیں کہ اگر مرزا صاحب فریق ثانی کے خلاف فیصلہ صادر فرماتے تو کیا آپ کے نزدیک فریق ثانی کے اس قول کا

کوئی بھی اثر ہوتا کہ انہوں نے طرف داری کی اور کیا اس امر کو مان لیتے۔

ایڈیٹر الحق فرماتے ہیں کہ انہوں نے سردار بچن سنگھ صاحب کے انتخاب میں سخت غلطی کی۔لیکن دراصل انہوں نے یہ غلطی نہیں کی بلکہ ان سے سخت غلطی یہ سرزد ہوئی ہے کہ انہوں نے اپنے پیشوا کی سنت پر عمل نہیں۔ اگر وہ مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے تو جس طرح پیر مہر علی شاہ صاحب کے لاہور میں تشریف لانے پر لاہور کے بازاروں میں اشتہارات بعنوان: پیر مہر علی شاہ صاحب کا انکار وفرار، چسپاں ہو رہے تھے،اسی طرح ایڈیٹر الحق صاحب کو چاہیے تھا کہ دہلی سے اسی طرح کے اشتہارات چھپوا کر ساتھ لاتے،اور جس وقت ایڈیٹر اہل حدیث لدھیانہ میں پہنچا تھا اسی وقت اشتہارات چسپاں کرنے شروع کردیتے۔فریق مخالف ہزار چلاتا کہ ہم تو لدھیانہ میں بیٹھے ہیں،فرار کیسا!انکار کس طرح!مگر آپ مرزا صاحب کی طرح تاویلات رکیکہ کو پیش لاکر پہلو بچالیتے ماننے والے تو آپ کو وہی تھے جو مرزا صاحب کے تھے بس شور مچا دیتے کہ ثناء اللہ بھاگ گیا مباحثہ نہ کرسکا وغیرہ

آج تک جس قدر مجلسیں مناظرہ کی مرزائیوں کے متعلق ہوئی ہیں ان میں مرزائی اگرچہ سخت ناکامی اور زک اٹھاتے تھے مگر جس طرح مرزا صاحب کی پیشگوئیاں غلط ثابت ہونے پر بھی کامیابی کے راگ گائے جاتے تھے۔اسی طرح مرزائی ہمیشہ ہر ذلت ورسوائی کو اپنی کامیابی کے رنگ میں دکھانے کے عادی تھے مگر لدھیانہ کا مباحثہ دووجھوں سے ان کی کامیابی کے راگ کی سر بگاڑ رہا ہے۔ایک تو یہ کہ ثالث سرپنچ نے ان کے خلاف فیصلہ دیا،دوسرا یہ کہ تین سو رقم مال غنیمت کی طرح فریق مخالف لے کر شاداں وفرحاں امرتسر پہنچا ۔

گیا ہے سانپ نکل اب لکیر پیٹا کر

بالآخر ہم محض انسانی ہمدردی کے اقتضاء سے اڈیٹر صاحب الحق کو تسلی دیتے ہیں کہ اگرچہ واقعی آپ کے مشن کو سخت ذلت حاصل ہوئی ہے مگر آپ ہمت نہ ہاریں اور مرزا صاحب کی روش کو نہ چھوڑیں اور اسی طرح کہتے جائیں کہ ہم لدھیانہ میں جیت گئے منکوحہ آسمانی کا خاوند ابھی تک زندہ ہے منکوحہ آسمانی مطابق الہام لا تخف سنعيدها سيرتها الاولى بھی مرزا صاحب کی زندگی میں مرزا صاحب کو انا رادوها اليك یاد دلاتی رہی جب اس سے مرزا صاحب نے ہمت نہ ہاری تو بلا سے تین سو روپیہ گیا اور ذلت ہوئی آپ

کو پرواہ نہ کرنی چاہیے۔

خیر یہ تو ایک واقعہ پر ریمارک تھا لیکن ایک امر ضروری قابل بیان ہے کہ اس مباحثہ نے جو فائدہ آئندہ مسلمان مناظرہ کرنے والوں کو پہنچایا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کی ڈائری کے متعلق مرزائی منصف صاحب نے بڑا لطیف ریمارک کیا جس سے اس کو پایہ اعتبار سے ساقط ہونے کی کوئی بات باقی نہیں رہ گئی۔ جب اس کا اعتبار ہی نہیں تو آئندہ وہ کسی کام کی نہ رہی۔

ایڈیٹر صاحب الحق قبل مناظرہ اس بات پر بڑا زور دیتے تھے کہ منصف صاحبان فیصلہ حلفی لکھیں۔ مولوی ابراہیم صاحب نے اپنا فیصلہ حلفی لکھا، مگر منشی فرزند علی صاحب نے لفظ حلفی کو استعمال نہیں کیا۔ چنانچہ سرپنچ صاحب نے اس کی طرف اپنے فیصلہ میں اشارہ کیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ منشی صاحب کے نزدیک بھی وہی فیصلہ صحیح ہے جو فریق مخالف کے منصف نے لکھا ہے مگر محض اپنی جماعت کی لاج رکھنے کے لئے انہوں نے اپنے فریق کے حق میں فیصلہ لکھا۔ اگر ان کا ضمیر بھی یہی شہادت دیتا جو ان کا فیصلہ کہہ رہا ہے تو وہ ضرور حلفی فیصلہ لکھتے۔ دفتر اہل حدیث سے کیفیت مناظرہ بطور رسالہ شائع ہونے والی ہے جو چار پائی کے ٹکٹ وصول ہونے پر دفتر مذکور سے منگوائی جاسکتی ہے۔

۲۰ مئی ۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ ص ۳۱۵۔ ۳۱۸)

عرفان بھیل پوری کا مضمون

ایک اشاعت میں مولانا عرفان علی بیلپوری کا مضمون بعنوان:

ملائد در بھنگی بجواب انصاف البری،

شائع ہوا۔ اس مضمون میں فاضل مصنف نے تحذیر الناس سے عبارات نقل کیں جن پر مولانا غلام احمد اخگر مدیر اخبار اہل فقہ نے حاشیہ تحریر کیا۔ ہم قارئین کی دل چسپی کے لئے فاضل مضمون نگار مولانا عرفان علی بیلپوری کے مضمون سے اقتباس لے کر مولانا اخگر کا حاشیہ ذیل میں نقل کرتے ہیں ملاحظہ فرمائیں

اقتباس از مضمون مولانا عرفان بیلپوری

اول در بھنگی صاحب ہمارا یہ دعوی ہے کہ آپ کے مولانا مقتدا، نانوتوی صاحب نے تحذیر الناس میں صراحتاً حضور پرنور سید المرسلین خاتم النبیین کے خاتم الانبیاء ہونے سے انکار کیا ہے اور ہمارے اس دعوی کی صداقت پر تحذیر الناس کی عبارات مندرجہ ذیل شاہد ہیں نانوتوی صاحب لکھتے ہیں: اگر بالفرض آپ کے زمانہ میں بھی کوئی نبی ہو جب بھی آپ کا خاتم ہونا بدستور قائم رہتا ہے۔ ،

پھر صفحہ ۳۳ پر لکھتے ہیں: اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہوا ہو، تو بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔،

اسی تحذیر الناس میں ہے کہ: عوام الناس کے خیال میں تو رسول اللہ ﷺ کا خاتم ہونا بایں معنی ہے کہ آپ آخری نبی ہیں مگر اہل فہم پر روشن ہے کہ تقدم و تاخر زمانہ میں بالذات کچھ فضیلت نہیں۔،

مولانا غلام احمد اخگر صاحب مذکورہ بالا اقتباس پر یوں حاشیہ تحریر فرماتے ہیں:

فرقہ مرزائیہ میں زیادہ تر وہابی ہی شامل ہوئے۔ اس کی وجہ زیادہ تر یہ ہے کہ مقتدایان فرقہ مذکورہ نے مرزا صاحب کے دعاوی کے لئے راستہ صاف کر رکھا ہے۔ ختم نبوت کے متعلق جو بحث مرزائی کرتے ہیں اس کا ماخذ یہی عبارتیں ہوں گی جو فاضل مضمون نگار نے تحذیر الناس سے نقل فرمائیں۔ مرزا صاحب کادیانی نے اس سے فائدہ اٹھایا اور مدعی نبوت بن بیٹھے اور اس صورت میں مرزا صاحب کو دعوی نبوت اور اس کے متبعین کو تصدیق دعوی مذکورہ پر خدا تعالی سے ملنے والا ہے، اس سب کے مجموعہ کے حق دار مصنف تحذیر الناس ہے ذلك هو الخسران المبين (المدیر)

۲۰ مئی ۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ ص ۳۱۹)

مباحثہ ثنائی ومرزائی

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

آپ کو اور تمام ناظرین اہل حدیث وخریداران پیسہ اخبار کو معلوم ہوگا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ایڈیٹر اہل حدیث نے منشی قاسم علی دہلوی ایڈیٹر الحق سے مباحثہ بمقام لدھیانہ کیا اور فیصلہ بحق مولوی ثناء اللہ صاحب کے ہوا۔ سردار بچن سنگھ پلیڈر جو منصف فریقین کی طرف سے مقرر ہوا تھا، کیا۔ خیر یہ تو جو کچھ فیصلہ ہونا تھا ہوا اور پہلے ہی سے معلوم ہو رہا تھا کیوں کہ مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں ہی فیصلہ کر دیا تھا لیکن جو شرط اس میں عرصہ سے قرارداد ہو رہی تھی اور آخر کار رنگ لائی یعنی مبلغ تین صد روپیہ شرط باندھ کر جو مباحثہ شروع ہوا تھا اور آخر کار مولوی ثناء اللہ صاحب نے بخوشی اس میں سے وصول کر لیا ہے اس کے متعلق بندہ کے دل میں دو قسم کا وسوسہ ہے:

۱۔ایک: آیا شرط باندھ کر مباحثہ کرنا از روئے شرع شریف جائز ہے یا غیر مشروع۔ دوم۔ اس طرح شرط باندھ کر مباحثہ کر کے روپیہ لینا حلال ہے یا حرام

امید ہے کہ آنجناب اس تحریر کو ایک گوشہ اخبار میں درج فرما کر اور جواب باصواب سے ضرور آگاہ فرما کر اس شک کو دفع فرمائیں گے اور جناب مولوی ثناء اللہ صاحب سے ملتمس ہوں کہ آپ برائے مہربانی اپنے اخبار میں بھی اس سوال کا جواب دے کر مرہون احسان فرماویں۔ والسلام علی من اتبع الہدی۔

راقم: خاکسار حافظ الٰہی بخش ولد حاجی محمد موسی پراچہ۔

سوداگر سنگی وکلاہ شہر کوہاٹ۔ خریدار اہل فقہ وخریدار اہل حدیث

اہل فقہ: جہاں تک میری تحقیق ہے یہ شرط یا قمار بازی نہیں ہے اس کے مفصل دلائل میں ان شاء اللہ تعالی کی آئندہ اشاعت میں درج کرونگا

۲۷مئی ۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر ۳۲۰۔۳۲۱)

فیصلہ آسمانی

یہ رسالہ حضرت مولانا سید ابو احمد رحمانی (مرحوم) کی تصنیف ہے۔اس میں مرزا صاحب کادیانی کے اعتقادات اوران کے دعاوی کی تردید دلائل عقلیہ ونقلیہ سے کی گئی ہے اور مرزا صاحب کی اپنی تحریروں سے ان کا کاذب ہونا ثابت کیا گیا ہے مرزا صاحب یاان کے مریدوں کوقطع وتین کے متعلق بڑا ناز ہے اس کی نسبت ایک بسیط تحقیق کر کے مرزا صاحب کی غلطیاں دکھائی گئی ہیں۔جن لوگوں کومرزائیوں سے مباحثہ کرنے کا اتفاق ہوتا ہے ان کے لئے یہ رسالہ نہایت ہی مفیداور کارآمد ہے قیمت رسالہ درج نہیں ملنے کا پتہ :مولانا مولوی ابوالحسن صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر

۳جون۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص۳۲۱)

دجال اکبر

لدھیانہ کے مباحثہ کے بعد ہمارا خیال تھا کہ الحق دہلی کا اڈیٹر اب کنج عافیت میں بیٹھ کر اپنی حرکت پر عمر بھر پریشان ہوگا اوراسی پشیمانی میں کڑھ کڑھ کر جان دے دے گا،مگر یہ ہماری غلطی تھی،کیونکہ آخر وہ مرزا صاحب آنجہانی کا دام افتادہ ہے جوذلت پر ذلت اور رسوائی پر رسوائی حاصل ہونے پر بھی خم ٹھونک کر میدان میں براجتے تھے۔یہ ان کے چیلے ہوکر بلا اس خفت اور ذلت کو پانی گھونٹ سے جلدی ہضم نہ کریں تو مرزائی کیسے۔ شرم چہ کنی است کہ پیش مرداں بیاید

۲۰ستمبر(۱۹۱۲ء) کے الحق میں بعنوان دجال اکبر ایک نوٹ لکھتے ہیں جس میں بحوالہ اخبار پرکاش ایک امریکن موجد کی خبر بتاتے ہیں کہ وہ سائنس کی معلومات کی بنا پر پانی برسالیتا ہے وغیرہ ۔اس کے بعد اڈیٹر اہل حدیث ایڈیٹر النجم اورایڈیٹر اہل فقہ کومشورہ دیتا ہے کہ وہ مان لیں کہ ان کا دجال آگیا وغیـــرہ ذلك

یاد رکھئے.. مان چکے ہیں کہ دجال ....اب تینوں کی کوئی ضرورت نہیں کہ ...کریں کہ وہ دجال ہے۔ ہندوستانی دجال اگرچہ اپنا دجل...کے لئے یہ کہتا تھا کہ انگریز اور پادری دجال ہیں اور ریل ان کا گدھا ہے مگر حجاز اور مدینہ منورہ میں ریل کے پہنچنے سے اس کی یہ بڑھی دجل ثابت ہوگئی کیونکہ صحیح حدیثوں میں ہے کہ دجال حرمین شریفین میں نہ پہنچ سکے گا۔

بالآخر ہم ایڈیٹر صاحب الحق کو یہ جتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ تم لاکھ کوئٹہ کی غلط خبر کو روغن حجاز مل کر اہل حدیث کی ہم آہنگی کرو، مگر یہ یادرکھو اہل حدیث، اہل فقہ اور انجم میں اگرچہ باہم سر پھٹول ہو، اختلاف ہو، لیکن تمہارے مقابلہ میں سب متفق اور تن واحد ہیں۔ تمہارے مقابلہ پر جس وقت تینوں کھڑے ہوں گے تو ایک ایک کر کے تین کھڑک جائیں گے۔

ایڈیٹر الحق یہ بھی یادرکھے کہ اس کی بدزبانی اگرچہ دائرہ انسانیت اور دائرہ تہذیب سے لاکھوں میل دور ہے تاہم اگر اس کو شوق ہے تو ہم اپنی پرانی تحریریں اگر اس نے نہ دیکھی ہوں ہدیۃً پیش کر دیں اس کے بعد بھی اگر ضرورت باقی ہوگی تو بحکم کلوخ انداز.. پاداش سنگ است کرنے کو تیار ہیں۔ ہاں لیکن اخبار میں نہیں بلکہ بذریعہ اشتہارات تاکہ لودھیانہ کی ذلت ورسوائی میں اگر کوئی کسر باقی رہ گئی ہے تو نکل جائے

۱۷۔اکتوبر۱۹۱۲ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر۔ص۳۵۴)

ترکی امداد اور احمدی احباب

پنجابی ہندوؤں کے بعض نادان دوستوں کی مخالفت اور تنگ ظرفی کے باوجود ہم اس امر سے ضرور مسرور تھے کہ جہاں تک مسلمانوں کا تعلق ہے عالم گیر ہمدردی کی لہر رگ و پا میں سرایت کر گئی ہے اور اس مبارک جذبہ کا پرتو بلا اختلاف عقائد سب پر پڑ رہا ہے۔ لیکن اختلاف سے تو ہمارے ہادیان ملت تک کو دوچار ہونا پڑا ہے۔ مبارک سے مبارک پوائنٹ بھی کبھی بخیر وخوبی سرانجام نہیں پا سکا۔ پھر ہلال احمر کی بیل اگر منڈھے

چڑھتی تو کس طرح چڑھتی؟ جس طرح یونیورسٹی سکیم کی تحریک وتحریص کے دوران میں ایک آدھ مخالفت کی بے سری تار ہمارے کانوں تک پہنچی تھی، اسی طرح اب ہلال احمر کی مقبولیت کو بھی دشمنوں اور حاسدوں کی نظر بدلگ گئی ہے۔ اوراس خصوص میں ہمارے مکرم دوست شیخ یعقوب علی تراب ایڈیٹر الحکم قادیان نمایاں ہوئے ہیں۔ آپ کے نزدیک ہلال احمر کی تجویز محض جوش پیدا کرنے والی تجویز ہے جس سے کم از کم احمدی اصحاب کو دور دور رہنا چاہیے۔ اس دوران میں جس انداز استدلال سے کام لیا گیا ہے اس کی نسبت ہم کیا کہیں، کیوں مذہبی تفرقات ہمارا موضوع نہیں، ہاں اس قدر ضرور قابل گزارش ہے کہ حضرت خلیفۃ المسیح قبلہ نورالدین کا مسلک جتلانے میں معزز اور متین معاصر نے کسی قدر عجلت اور غلط فہمی سے کام لیا ہے۔ جہاں تک ہم کو معلوم ہوسکا ہے ممدوح تو اس قدر گناہ کے مرتکب ہونے کو کچھ زیادہ قابل مواخذہ تصور نہیں فرماتے کہ خدا اور رسول کے خادموں اور اماکن مقدسہ کے محافظوں کو نہیں بلکہ ان کے یتیم اور مظلوم پس ماندگان کو حسب توفیق کچھ نہ کچھ دے دیا جائے۔ الحکم کے مضمون سے ہم کو کس قدر صدمہ پہنچا خدا گواہ ہے کیوں کہ کسی، مسلمان، کہلانے والے کی طرف سے ایسی دل شکن تحریر دیکھنے پر ہرگز آمادہ نہیں تھے ہمارے دوست نے اندازہ لگایا ہوگا کہ اس غیر متوقع آرٹیکل کی بدولت وہ ہمارے مہربانوں کے نزدیک کس قدر قابل وقعت ہوگئے ہیں۔ شہرت کے دو ہی راستے ہیں: صحیح لائن پر قدم پویاں ہو، منزل مقصود ذرا دیر میں نظر آتی ہے اور الٹی ٹیڑھی پک ڈنڈیاں جلد طے ہو جاتی ہیں لیکن بدنام ہوکر، نام آوری، ہمارے نزدیک تو موزوں نہیں۔

۶ جنوری ۱۹۱۳ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص ۳۶۰۔۳۶۱)

مرزائے کادیانی کا حقیقی جانشین

جماعت مرزائیہ نے مرزائے کادیانی کے بعد حکیم نورالدین صاحب کو اس کا جانشین منتخب کیا۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ تیماپوری ایک مرزائی نے دعوی جانشینی کیا اور بعض مرزائیوں نے اس کے ہاتھ پر بیعت بھی کی مگر حکیم صاحب نے ان کو پاگل بنا کر جماعت کو اس کے دعاوی پر تحقیق کرنے سے روک دیا۔ اس کے بعد نور پور ضلع کانگڑہ کے ایک مختار صاحب نے صدا بلند کی کہ مرزا کے جانشین خود بدولت ہیں۔ ہمیں اس سے

بحث نہیں کہ ان تینوں میں سے حقیقی جانشین کون ہے۔علاوہ برآں موخرالذکر دو صاحبوں کے حالات سے ہم واقف نہیں اس لئے یہ بھی نہیں کہہ سکتے کہ وہ حقیقی جانشین ہو سکتے ہیں یا نہیں لیکن اس میں شک نہیں کہ حکیم مو لوی نورالدین صاحب کسی طرح سے مرزا کے حقیقی خلیفہ اور جانشین ہونے کی قابلیت نہیں رکھتے، کیوں؟

اسلئے کہ حکیم صاحب بڑے شریف الطبع خلیق اور باسلیقہ شخص ہیں، نہ کسی کو گالی دیتے ہیں نہ بدزبانی سے مخاطب کرتے ہیں بحال یہ کہ مرزا کادیانی اپنے مخالفین کو سخت ترین بازاری گالیاں دینے کا عادی تھا اور ظاہر ہے کہ نائب اپنے منیب کے رنگ میں رنگا ہوا ہونا چاہیے اور سیرت میں کامل نمونہ ہونا چاہیے اس لئے کسی صورت سے جائز نہیں کہ حکیم صاحب مرزا کادیانی کے جانشین ہو سکیں اس وقت تمام جماعت مرزائیہ میں البتہ ایک شخص ضرور اس قابل ہے کہ مرزا کا جائز جانشین اور خلیفہ ہو۔یہ شخص اخبار الحق کا اڈیٹر منشی قاسم علی ہے۔ بلحاظ سیرت کے یہ شخص ہر پہلو سے مرزا کے رنگ میں رنگا ہوا ہے۔جو سب سے بڑا وصف گالیاں دینے کا مرزا میں تھا وہ بدرجہ اتم (کمال) اس میں موجود ہے۔مرزا ہمیشہ اپنے اقوال سے منحرف ہوکر بہروپ بدلتا رہتا تھا، اسی طرح یہ شخص بھی اسی پر پوری طرح سے عامل ہے۔چنانچہ مباحثہ لدھیانہ جس کا نتیجہ شاہد ہے اس سے بہتر ہو حکیم صاحب اپنے ہاتھ سے اپنے عزل کا فتوی صادر کر کے مرزائیت کو اڈیٹر الحق کی سپردگی میں دے دیں جو ہر طرح سے انسب ہے اس نے اپنے بازاری اخبار الحق میں مسئلہ نبوت پر چند ہفتوں سے ایک بے ہودہ اور دور از کار بحث چھڑی ہوئی ہے جو اہل علم کے نزدیک ویسے ہی قابل نفرت ہے جیسے کہ مرزا کی تصانیف۔البتہ مرزا ئیوں کے نزدیک مایہ ناز کا رتبہ رکھتی ہیں۔اس بے ہودہ اور لچر تحریر کو ختم کر کے اس نے رسالہ ختم نبوت پر جو اہل فقہ کے ساتھ شائع ہو چکا ہے ریویو شروع کیا۔اس میں اپنی عادت مضمرہ اور سنت مرزائیہ کے مطابق رسالہ ختم نبوت کے قابل قدر اور فاضل مصنف عالی جناب مولانا شاہ محمد حسن پھلواری کو ایسے الفاظ سے مخاطب کیا ہے جو بازاری اور رذیل لوگوں کے روزمرہ میں مستعمل ہیں لیکن افسوس کہ فطرت نے اسے ٹھیک مرزائی سیرت عطا کی ہے اس لئے وہ یہ نہ سمجھ سکا کہ جس شخص کے جواب میں یہ مضمون لکھا گیا ہے حق اس کا ہے کہ وہ اس کا جواب الجواب لکھے۔مگر وہ تو خاموش ہے تم کو کیا سوجھی کہ خواہ مخواہ ہم بھی پانچوں سواروں میں پکارنے لگے بھلے آدمی ابھی کل کا ذکر ہے کہ جب مباحثہ لدھیانہ میں تو نے منہ کی کھائی تو جماعت مرزائیہ نے صاف کہہ دیا کہ مباحثہ

کرنے والا جانے، جماعت اس کے کسی عہد کی پابند نہیں۔تو اب تم کو کیا حق حاصل ہے کہ تم دخل در معقولات دو۔اگر تم واقعی کچھ علم و عقل رکھتے ہو تو پہلے اپنی جماعت سے ایک اقرار شائع کرا دو کہ یہ شخص واقعی جماعت کا وکیل اور کارکن ہے۔اس کے بعد مرزائی سنت کو چھوڑ کر شریفانہ اور مہذب رویہ میں بحث کرو۔ان شاء اللہ ایسا زبردست اور دنداں شکن جواب دیا جائے گا کہ مرزائیت کی بنیاد بیخ و بن سے اکھڑ کر...حاوی ہو جائے گی۔

حضرت مولانا حسن میاں صرف اسی صورت میں تم کو مخاطب کر سکتے ہیں کہ بازاری لہجہ چھوڑ کر شریفانہ اور مہذب پیرایہ اختیار کرو ورنہ ان کی طرف سے جواب جاہلاں باشد خموشی پر عمل ہوگا مگر ان شاء اللہ جـــزاء سیـــئة سیـــئة پر عمل کر کے مرزائیت کی خدمت پر آمادہ ہوں گے اخبار کے ذریعہ سے نہیں بلکہ اشتہارات کے ذریعہ سے جیسا کہ مرزا کی موجودگی میں ہم خدمت کر چکے ہیں

۲۴ فروری ۱۹۱۳ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر ص ۳۶۸۔۳۷۰)

تقریظ بر، آسمانی فیصلہ

آج تک مرزائے قادیانی کے رد میں بہت سی کتابیں لکھی گئی ہیں مگر یہ کتاب اپنی نظیر آپ ہے۔اس کے مصنف جناب مولوی سید ابو احمد صاحب فاضل مصنف نے نہایت تہذیب اور شائستگی سے اور بڑی قابلیت کے ساتھ ایسے لب و لہجہ میں مرزا غلام احمد کے دعاوی کا ابطال کیا ہے کہ ہر ایک سلیم الفطرت (بشرطیکہ ختم اللہ علی قلوبھم کے درجہ تک نہ پہنچا ہو) مرزا صاحب کی تکذیب پر مجبور ہوگا کیونکہ اس میں نکاح آسمانی والی پیش گوئی پر مفصل بحث ہے مسلمانوں کے لئے عموماً اور ایسے لوگوں کے لئے جن کو مرزائے قادیانی کے دعاوی کے متعلق بحث مباحثہ کی ضرورت پڑتی ہے خصوصاً اس کتاب کا مطالعہ لازمی ہے حسن معنوی کے ساتھ حسن صوری یعنی کاغذ چھپائی لکھائی بھی بہت عمدہ ہے۔مولوی محمد اسحاق صاحب خانقاہ رحمانیہ مونگیر کے پتہ پر درخواست کرنے سے مل سکتی ہے۔

۱۷ مارچ ۱۹۱۳ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر۔ص ۳۷۴۔۳۷۵)

باپ بیٹا کیا کہتے ہیں؟

اخبار اہل فقہ مورخہ ۱۲۔ اپریل ۱۹۱۳ء میں خاکسار نے وعدہ کیا تھا کہ اگلے پرچہ میں مرزائیوں کے عقائد بیان کردہ تشحیذ الاذہان (جن کا حوالہ اس نمبر میں دیا گیا تھا) پر تنقیدی نظر ڈالیں گے۔ افسوس کہ بہ باعث بعض وجوہات اور مجبوریوں کے چند ہفتے ہو چکے ہیں مگر مضمون نہیں لکھا جاسکا آج کچھ ایفائے عہد کیا جاتا ہے۔

پہلی خصوصیت: خدا کا نبی ماننا ہے۔ تمام اہل سنت و جماعت کا یا دوسرے لفظوں میں کل سچے مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم کے خاتم النبیین ہونے کے بعد کوئی نبی کسی قسم کا (نہ حقیقی نہ مجازی اور نہ تشریعی نہ غیر تشریعی) نہیں آئے گا صرف حضرت عیسیٰ نبی اللہ علیہ السلام آئیں گے جو آپ سے پہلے کے نبی ہیں اور جب آئیں گے آپ کی شریعت حقہ کے تابع اور آپ کی غلامی کے مدعی ہوں گے جو خاتم النبیین ہونے کے تعارض نہیں۔

سب سے پہلے یہ سمجھ لینا ضروری ہے کہ خدا کے پاک بندوں کے مختلف مراتب اور علاحدہ علاحدہ مقامات ہیں جیسا کہ قرآن کریم میں ارشاد باری ہے فضلنا بعضهم على بعض۔ (البقرة :٢٥٣)

علمائے امت محمدیہ کے نزدیک مومنین صالحین اولیاء اللہ تبع تابعین، تابعین، صحابہ نبی رسول کے معزز خطاب استعمال میں آتے ہیں یہاں چونکہ ولی نبی اور رسول ہی کی بحث مطلوب ہے اس لئے صرف انہیں تین لقبوں کی تشریح چند لفظوں میں بیان کی جاتی ہے

ولی۔ تو اسی لئے ہوتا ہے جس کو اپنے نبی اور رسول کی کامل اتباع سے مرتبہ ولایت ملتا ہے۔ وہ کبھی نبی کے لفظ سے نہیں پکارا جاسکتا۔

نبی۔ پہلے رسول کی شریعت اور رسالت کے ماتحت ہوتا ہے وہ صاحب کتاب اور صاحب شریعت نہیں ہوتا بلکہ پہلے رسول کی شریعت اور کتاب کا خادم اور اشاعت کرنے والا ہوتا ہے

اور رسول وہ ہوتا ہے کہ جس کو کوئی نبی کتاب اور شریعت دی جاتی ہے اور بس۔

علمائے اسلام میں سے کسی کو ممکن ہے کہ اس تعریف سے کسی صورت میں یا کسی حال میں اختلاف ہو مگر مرزائیوں کو اس سے کسی قسم کا اختلاف نہیں چنانچہ اس کی تصدیق بھی مرزائیوں کے سب سے بڑے مشہور آرگن الحکم نمبر ۲۵ جلد ۲ مطبوعہ ۱۷ جولائی ۱۸۹۹ء کے صفحہ ۵ کالم دوم سے ہوتی ہے جس کا جی چاہے کھول کر دیکھ لے۔ میں اس میں سے ضروری حصہ کو مزید اطمینان کے لئے درج ذیل کر دیتا ہوں وھو ہذا

نبی اور رسول میں فرق یہی ہے کہ رسول نئی شریعت والا اور صاحب کتاب ہوتا ہے اور نبی پچھلی کتاب کا متبع۔ پس اگر مسیح حضرت پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی اور وہ بے کتاب ہے تو وہ صرف ایک نبی ہوئے پھر عیسائی انہیں رسول کیوں کہتے ہیں رسول نبی سے بڑھا ہوا ہوتا ہے

(دیکھو متی باب ۱۱ آیت ۵)

اس صفحہ پر پھر حضرت عیسی علیہ السلام اور ان کی انجیل کی نسبت لکھتا ہے:

ایسا رسول ہو کے نہ ہو صاحب کتاب
عیسائیو! سمجھ میں یہ آنا ذرا نہیں
کہتے ہو کس لئے کہ مسیحا ہوا رسول
اتری کتاب اس پر اگر مطلقاً نہیں

پس اس میں ہر دو فریقین کی مسلمہ تعریف کے بعد اب مرزا جی کے نبی اور رسول ہونے کے دعوی پر جب نظر کی جائے تو مرزا نے گرگٹ کی طرح کئی رنگ بدلے ہیں ان متضاد اقوال پر نظر ڈالنے سے ایک موٹی عقل کا آدمی بھی بخوبی اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ مرزا کا نبوت کا دعوی کرنا اور رسول کہلانا یا مرزائیوں کا مرزا کو نبی اور رسول کہنا سراسر جہالت اور شریعت حقہ کے بالکل برخلاف ہے مرزا اور مرزائیوں کے مختلف اور متضاد اقوال ہی اس کے بطلان کی کافی شہادت ہیں مرزا کی ساری عمر یہی حالت رہی کہ جب کسی نے نبی اور رسول بننے کی نسبت دلیل شرعی طلب کی تو جھٹ بول اٹھے: من نیستم رسول ونیا وردہ ام کتاب،، اور جس کسی خوش اعتقاد مرید نے کہا کہ حضرت آپ نبی اور رسول بننے سے انکار کرتے ہیں تو جھٹ یہ رٹنا شروع کیا کہ، سچا ہے وہ خدا جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا، وغیرہ (دافع البلاء)

میں مناسب سمجھتا ہوں کہ اس مسئلہ کی تحقیق سے پہلے مرزا کے مختلف اور متضاد بیانات ناظرین کے سامنے پیش کر دیئے جائیں مرزا کی حالت بعینہ اس شعر کے مطابق ہے

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے کشد بارد نہ پر و بر ہوا
گر ببر گوئیش گوئد اشترم
در نہی بار ش بگوئد طائرم

نبوت کا دعوی پہلے تو ایسی دبی زبان سے کیا جاتا تھا کہ شائد ہی بہ مشکل کوئی سمجھنے والا مرزا جی کی چال کو تاڑ سکے آپ اپنی الہامی کتاب توضیح المرام صفحہ ۸ پر لکھتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ یہ عاجز خدا کی طرف سے اس امت کے لئے محدث ہو کر آیا ہے اور محدث بھی ایک معنی سے نبی ہوتا ہے اگر چہ اس کیلئے نبوت تامہ نہیں مگر تاہم جزئی طور سے ایک نبی ہی ہے کیونکہ وہ خدا تعالی سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتا ہے امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جاتے ہیں اور رسولوں اور نبیوں کی طرح اس کی وحی کو بھی دخل شیطانی سے منزہ کیا جاتا ہے اور مغز شریعت اس پر کھولا جاتا ہے اور بعینہ انبیاء کی طرح مامور ہو کر آتا ہے اور انبیاء کی طرح اس پر فرض ہوتا ہے کہ اپنے تئیں بآواز بلند ظاہر کرے اور اس سے انکار کرنے والا ایک حد تک مستوجب سزا ٹھہرتا ہے اور نبوت کے معنی بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ امور متذکرہ بالا اس میں پائے جائیں،

پہلے تو دعوی ایسے ہی دبے الفاظ میں کیا جاتا تھا مگر اس پر بھی چین اور اطمینان نہیں تھا کہ مبادا کسی شرعی گرفت میں نہ پھنس جاؤں اور کوئی سمجھ دار مرید بھاگ نہ جائے اسکے برخلاف عجیب عجیب قسم کے مغالطے اور دھوکے مرزا نے دیئے ہیں اور وہ فی الحقیقت ایسے متضاد اقوال ہیں کہ مرزا کے دعوی نبوت اور رسالت کے بطلان کیلئے کافی ووافی ہیں بغور سنئے مرزا جی کی نبوت پر جب اعتراض ہونے لگے تو آپ لکھتے ہیں:

من نیستم رسول و نیاورہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوی کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے اور آیت و لکن رسول الله و خاتم النبیین (الا حزاب: ۴۰) کو خدا کا کلام یقین رکھتا ہے، وہ کہہ سکتا ہے کہ میں بھی آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں (انجام آتھم ص۲)

اس لکھنے کے بعد دل میں خیال آیا کہ میں تمام کتابوں میں لکھ چکا ہوں کہ میں نبی ہوں، اب کیا ہوگا، آخر سوچ سمجھ کر اس کے آگے پھر مرزا، یوں درافشانی کرتے ہیں ناظرین بغور سنیں اور اس زود طبیعت کی داد دیں اور آئندہ چل کر بیٹا صاحب کے اعتقاد سے موازنہ کریں تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان لوگوں کی کیسی بے سروپا اور بے حقیقت باتیں ہیں آپ لکھتے ہیں:

صاحب انصاف کو یاد رکھنا چاہیے کہ اس عاجز نے کبھی اور کسی وقت حقیقی طور پر نبوت اور رسالت کا دعوی نہیں کیا اور غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کا استعمال کرنا اور لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے اس کو بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا (ناظرین ان الفاظ کو بغور ذہن نشین کرلیں) کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال (جیسا کہ تمام مرزائیوں کو لگا) لیکن وہ کمالات اور مخاطبات جو اللہ جل شانہ کی طرف سے مجھ کو ملے ہیں جن میں یہ لفظ نبوت اور رسالے بکثرت آیا ہے میں ان کو بوجہ مامور ہونے کے مخفی نہیں رکھ سکتا (گویا نعوذ باللہ خدا مسلمانوں کو دھوکہ دینا چاہتا ہے) لیکن بار بار کہتا ہوں کہ ان الہامات میں جو لفظ مرسل یا رسول یا نبی کا میری نسبت آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل نہیں ہے اور اصل حقیقت جس کو میں علی رؤس الاشہاد گواہی دیتا ہوں یہی وجہ جو ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔

حمامۃ البشری صفحہ ۷۹ پر آپ کہتے ہیں:

بھلا یہ مجھ سے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعوی کر کے کافر بنوں۔

ناظرین آپ اس ساری عبارت کا مطلب غالباً سمجھ گئے ہوں گے مرزا کی اس تمام تحریر کا مفہوم صرف دو لفظوں میں ادا ہوسکتا ہے کہ حقیقی معنوں میں نبوت اور رسالت کا دعوی کرنا سراسر کفر اور بے ایمانی ہے غیر حقیقی طور پر مجھ کو نبی کہا گیا ہے جس کو میں خود ہی پسند نہیں کرتا کیوں کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکا لگ

جانے کا احتمال ہے۔میری نیت ان الفاظ سے غیر حقیقی نبوت مراد ہے جیسے یوں ہی کسی ان پڑھ کا نام محمد فاضل یا اندھی کا نام نور بی بی یا کتے کا نام ٹونی غیر حقیقی طور پر رکھ دیا جاتا ہے فی الحقیقت وہ نہیں ہوتا اور اپنا اعتقاد ان الفاظ میں ظاہر کیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آسکتا۔مگر ہمارے ناظرین ذرا صبر سے کام لیں اور دیکھیں

یہاں تک تو ان کے کھلے لفظوں میں حقیقی معنوں میں بالکل انکار اور غیر حقیقی معنوں میں ضمناً قرار ہے مگر آگے چلئے اور اس کی نقیض سنئے۔وہی مرزا جی جو خود نبی نہیں اور نبی کہلانا پسند نہیں کرتے یوں درافشانی کرتے ہیں:

۱۔خدا نے نہ چاہا کہ اپنے رسول کو بے بغیر گواہی چھوڑے ۔(دافع البلاء ص ۸)

۲۔یہ طاعون اس حالت میں فرو ہوگی جب لوگ خدا کے فرستادہ اور رسول کو قبول کرلیں گے یہ قادیان اس لئے محفوظ رکھی گئی ہے کہ وہ خدا کا فرستادہ اور رسول قادیان میں تھا۔(دافع البلاء ص ۹) ۳۔باوجود مخالفت اور دشمنی اور نافرمانی اس رسول کے طاعون دور ہوسکتی ہے؟ (دافع البلاء ص ۱۲)

۴۔سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

۵۔میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اس نے مجھے بھیجا ہے اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے (حقیقۃ الوحی)

اس کے علاوہ اور مرزائیوں کا کوئی رسالہ یا کتاب ایسی نہیں جو اس دعوی رسالت و نبوت سے خالی ہو مگر شروع میں صرف اتنا ضرور فرق تھا کہ اعلانیہ کھلے کھلے صاف لفظوں میں مرزا کی نبوت اور مرزا کے منکروں کو کافر کہنے سے جھنپتے تھے جیسا کہ مرزا جی کے مندرجہ ذیل اقوال سے ظاہر ہوتا ہے:

میرے دعوی کے انکار سے کوئی شخص کافر و دجال نہیں ہوسکتا میں اس کا نام بے ایمان نہیں رکھتا میں کبھی کلمہ گو کا نام کافر نہیں رکھتا اور اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدید لاتے ہیں ماسوائے اس کے ملہم و محدث کیسی ہی اعلی شان رکھتے ہیں اور مکالمہ الہیہ سے سرفراز ہوں ان کے انکار سے کوئی کافر نہیں بن جاتا (ضرورت امام)

اور جب کبھی ان سے پوچھا جاتا تھا تو تشریعی نبوت کا جھگڑا لے بیٹھتے۔کبھی اس لفظ کے لغوی معنی

مراد لئے جاتے اور کبھی بالکل ہی انکار کر دیا جاتا تھا جیسا کہ اقوال مندرجہ بالا سے واضح ہوتا ہے مرزا جب تک زندہ رہا مرزا اور مرزائیوں کا یہی طریقہ رہا مگر مرزا کے مرنے کے بعد تو اب حد کر دی گئی ہے پچھلے دنوں میں مرزا جی کے خلف الرشید محمود صاحب اڈیٹر تشحیذ الاذہان نے جو درافشانی کی تھی اس کا حال ناظرین اخبار اہل فقہ سے مخفی نہیں اس کی تردید میں کئی مضامین لکھے گئے تھے اس میں تو خیریت سے مرزا جی کی نبوت کے صاف اور کھلے لفظوں میں بیان کرنے کے علاوہ مرزا کے منکرین ہی کو نہیں بلکہ مرزا کو ولی اور بزرگ سمجھنے والوں کو بھی کا فر قرار دیا تھا مگر اب تو معاملہ بالکل حد سے گزر گیا ہے ان کی دریدہ دہنی ان کی بداعتقادی کی انتہاء ہوگئی ہے اور اگر پدر نتواند پسر تمام کند کے مطابق انہوں نے مرزا کو اس مقام پر پہنچا دیا ہے جو خود مرزا کے بھی وہم و گمان میں نہ تھا تیرہ سو اکیس برس کے عرصہ میں ایسا گستاخ اور دریدہ دہن سرکار رسالت میں بے ادبانہ کلمات کہنے والا اور، گر حفظ مراتب نہ کنی زندیقی، پر پورا پورا عمل کرنے والا کوئی گروہ یا کوئی فرد نہیں گزرا۔ اور اگر کسی مسلما ن کے سینے میں تھوڑی سی بھی ایمان کی چاشنی موجود ہو وہ تو ان لغویات اور کفریات کو سن کر ایک منٹ کے لئے بھی ان کی نسبت کوئی نیک گمان اپنے دل میں نہیں رکھ سکتا۔ مسلمان کے بدن کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں مومن کے پاؤں کے نیچے سے ریت نکل جاتی ہے اور اس کی زبان سے بے ساختہ یہ صدا بلند ہونے لگتی ہے

گر مسلمانی ہمیں است کہ مرزا دارد
آہ گر از پس امروز بود فردائے

ناظرین مرزا کے اقوال تو آپ نبوت اور رسالت کے دعوی کے متعلق پڑھ چکے ہیں جن میں وہ صاف لفظوں میں لکھتا ہے کہ: من نیستم رسول

اور جو شخص قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے وہ کب کہہ سکتا ہے کہ میں بھی نبی ہوں اور اس عاجز نے کبھی حقیقی طور پر نبوت کا دعوی نہیں کیا اور میری نسبت جو لفظ رسول یا نبی کا آیا ہے وہ اپنے حقیقی معنوں میں مستعمل نہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوسکتا اور۔۴۔ بھلا یہ مجھ سے ہوسکتا ہے کہ میں نبوت کا دعوی کر کے کافر بنوں۔ اور۔۵۔ میرے دعوی کے انکار سے کوئی کافر نہیں ہوسکتا، اپنے دعوی سے انکار کرنے والے کو کافر کہنا صرف ان نبیوں کی شان ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت لاتے ہیں وغیرہ

ناظرین ان تمام اقوال کو مدنظر رکھ کر اب بیٹا صاحب کی سنئے کہ وہ کیا کہتے ہیں اور پھر اندازہ لگائیں کہ جن لوگوں کے اس قدر متضاد اقوال اور احوال ہیں جن کی کتابوں میں اس قدر اختلاف ہو جس کی حالت گرگٹ کی طرح بدلتی رہتی ہو، ان کا کیا اعتبار۔ خدا جانے وہ آئندہ ترقی کرتے کرتے کہاں تک پہنچیں گے (مضمون مکمل دستیاب نہ ہوسکا)

۳۰ جون ۱۹۱۳ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ اہل فقہ امرتسر۔ ص ۴۱۴۔۴۲۲)

باپ بیٹا کیا کہتے ہیں؟

ناظرین آپ نے پڑھ لیا کہ کس دلیری اور جرأت سے تمام سابقہ اقوال قادیانی پر پانی پھیر کر صاف لفظوں میں، صاحب شریعت، ہونے کا دعوی کیا ہے انا لله و انا اليه را جعو ن

خدا تعالی ان عقل کے اندھوں کو چشم بصیرت عطا کرے اور یہ خواب غفلت سے بیدار ہو کر اس پر غور کریں کہ وہ شخص اپنے دعوی میں کیوں کر صادق مانا جاسکتا ہے کہ خود ہی لکھتا ہے کہ میں صاحب شریعت رسول نہیں بلکہ میں حقیقی طور پر نبی نہیں بلکہ نبی کہلانا اپنے لئے پسند نہیں کرتا اور پھر خود نبوت ورسالت کا دعوی کرتا ہے اور اس قدر جرأت سے کام لیتا ہے کہ رسول بھی ہے تو ایسا کہ صاحب شریعت۔

آپ یقین جانئے کہ اب وہ دن دور نہیں کہ جس دن یہ لوگ کھلے بندوں اس بات کا بھی اعلان کر دیں گے کہ ہم مرزا قادیانی ہی کی امت ہیں ہمیں نبی عربی فداہ روحی سے کیا کام ہے اس مندرجہ بالا قول سے بھی اس کی تصدیق ہوتی ہے کیوں کہ جب اس نے صاحب شریعت ہونے کا دعوی کیا ہے اور صاحب شریعت کی یہ تعریف کی ہے کہ، صاحب شریعت وہ ہے جس نے اپنی امت کے لئے ایک قانون مقرر کیا، وہی صاحب الشریعت ہوگیا۔،

درحقیقت وہ صاف لفظوں میں کہہ گیا اور اس کے امتی اس کو مانتے ہیں مگر مصلحت وقت کے لحاظ کے لئے بھی ابھی وہ وقت نہیں دیا کہ وہ صاف اقرار کردیں کہ ہم مرزا کی امت ہیں ہمارا مسلمانوں کے رسول سے کیا واسطہ اور تعلق ہے

گو بعض ناظرین کو ابھی اس بات کے ماننے میں تامل ہوگا مگر میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ ابھی وہ تھوڑے دن صبر کریں پھر وہ خود ہی سن لیں گے کہ یہ لوگ کیا کہتے ہیں مزید اطمینان کے لئے میں مرزائیوں کا آج کل تازہ ایمان بیان کر دیتا ہوں ہم سنا کرتے تھے کہ ایمان گھٹتا بڑھتا ہے مگر سمجھ میں نہیں آتا تھا کہ ایمان کس طرح گھٹتا اور بڑھتا ہے مگر اب یقین ہو گیا کہ ایمان ضرور بڑھتا اور گھٹتا ہے اس کی زندہ مثال مرزائی موجود ہیں پہلے اس کو مجدد مانتے تھے، پھر محدث، پھر مہدی، پھر مسیح موعود، پھر نبی غیر تشریعی ،اور اب رسول صاحب شریعت ،اور ابھی خدا جانے یہ ایمان کہاں تک بڑھے گا۔اور بڑھتے بڑھتے کس کدو کی بیل کے ساتھ جا کر سر ٹکرائیگا۔ استغفر الله ۔ لا حول و لا قوۃ الا باللہ

اخبار بدر مطبوعہ ۲۴۔اپریل میں صاف لکھا ہے:

دنیا میں صرف دو ہی نبی گزرے ہیں جنھوں نے شاہان زمان کو حق کا پیغام پہنچایا۔ایک سیدنا محمد ﷺ، دوم مولانا احمد مجتبی (قادیانی)

ناظرین! دیکھا ان نادانوں نے کس دلیری سے ایک معمولی آدمی کو نبی اور رسول بنا دیا ہے اور نبی اور رسول بھی جناب محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد دوسرے نمبر پر۔باقی تمام انبیاء علیھم الصلوۃ و السلام پیچھے رہ گئے جن کی مرزائیوں کی نظر میں مرزا کے مقابلہ میں کوئی حقیقت نہیں خدا تعالی اس بداعتقادی سے تمام مسلمانوں کو بچائے۔افسوس ہے کہ بہت سے نافہم مسلمان ان کی دھوکہ بازیوں میں آجاتے ہیں ان کی عبارت آرائی پر فریفتہ ہو کر اپنا ایمان کھو بیٹھتے ہیں حالانکہ مرزا اور ان کے مریدوں نے کلام کا جو عیب تھا یعنی طول بیانی اس کو ہنر سمجھ رکھا ہے اور ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا کر دکھانا چاہتے ہیں ان کی عبارت کا بہت سا حصہ فضول و بے مطلب ہوتا ہے اور اصل مضمون صرف چند الفاظ ان کی غرض یا مقصود صرف مطلب گم کرنا اور عوام کو مغالطہ میں ڈالنا ہوتا ہے نہ ان کو تحقیق حق کی غرض ہے نہ انہیں ایمان و اسلام کی پرواہ ہے یہ لوگ راہ تحقیق سے بہت دور چلے گئے ہیں اور صداقت اور راستی سے کوسوں دور جا پڑے ہیں جو جی میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں جو قلم کے سامنے آتا ہے دھر گھسیٹتے ہیں مسلمانوں کو عقل و ہوش سے کام لینا چاہیے اندھا دھند کسی کام کے کرنے سے ہمیشہ نقصان اٹھانا پڑتا ہے مرزا کے نبی ہونے کے جتنے دلائل پیش کئے جاتے ہیں وہ از سرتا پا لغو اور بے ہودہ۔نہ

کوئی قرآن پاک کی آیت اپنے دعوی میں پیش کر سکتے ہیں اور نہ کوئی صحیح حدیث اس کے متعلق بیان میں لا سکتے ہیں اور نہ تیرہ سو اکیس برس میں کسی مسلمان کا ایسا ایمان تھا جیسا کہ یہ رکھتے ہیں مگر پھر بھی افسوس ہے کہ بعض جاہل مسلمان ان کے مدح خوان بن جاتے ہیں ان کے رسالوں اور اخباروں کی اشاعت کرتے ہیں اور خود بھی گم راہ ہوتے ہیں اور لوگوں کو بھی گم راہ کرتے ہیں۔ایک شرم ناک حرکت ہے جس سے بچنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے (باقی آئندہ)

۱۴جولائی ۱۹۱۳ء (ردقادیانیت اورسنی صحافت۔اہل فقہ امرتسر۔ص،۴۲۲۔۴۲۴)

....

حواشی

(ردقادیانیت اورسنی صحافت۔میں آخری انٹری ۱۴جولائی ۱۹۱۳ کی ہے،۴۲۴ صفحہ پر متن ختم ہوجاتا ہے،اور حواشی شروع ہوجاتے ہیں۔ ذیل میں چند حواشی باریک فونٹ میں نقل کئے جاتے ہیں:بہاء)

اہل حدیث امرتسر

(مولانا ثناءاللہ امرتسری نے) نومبر ۱۹۰۳ء میں ہفت روزہ اخبار اہل حدیث جاری کیا جو مسلسل ۴۴ سال تک جاری رہا۔مرزا قادیانی کے رد میں کئی کتب تصنیف کیں اور ایک ماہ وار رسالہ مرقع قادیانی بھی جاری کیا۔.محقق اہل سنت مولانا غلام احمد اخگر نے مولانا کے اخبار اہل حدیث کے مقابلہ میں ۱۹۰۶ء میں ہفت روزہ اخبار اہل فقہ جاری کیا جو تقریباً سات سال تک جاری رہا۔

مولانا عبدالشکور ایڈیٹر النجم

آپ کا تعلق مسلکی اعتبار سے علماء دیوبند کے موافق تھے شیعہ حضرات سے مناظروں وغیرہ میں مشغول رہے۔بعض مناظروں میں مناظر اہل سنت مولانا کرم دین دبیر کے معاون بھی رہے۔اخبار النجم لکھنو محلّہ پاٹانوالہ سے یہ رسالہ غالباً جنوری ۱۹۰۵ء کو ظہور پذیر ہوا جو پندرہ روزہ تھا اور ہجری مہینہ کی ۷،اور ۲۱ کو نکلتا تھا ۳۴ صفحات پر مشتمل ہوتا تھا اس اخبار کے مالک اور اڈیٹر مولوی عبدالشکور فاروقی تھے سالانہ چندہ تین روپیہ تھا۔عمدۃ المطابع لکھنو میں طباعت ہوتی تھی..اس اخبار کو زیادہ تر شہرت شیعہ حضرات کے جوابات دینے کے سبب ملی۔ شیعہ اخبارات ورسائل سے اس کی نوک جھونک چلتی رہتی تھی۔مرزا غلام احمد قادیانی کے خیالات کی بھی تردید کرتا تھا۔

(بحوالہ تاریخ صحافت اردو ج ۴ ص ۵۲۸)

پیر ابوالحسن غلام مصطفیٰ امرتسری

معروف بہ بابا رسل امرتسری۔ آپ امرتسر میں پیدا ہوئے۔ قرآن کریم، فارسی، اور ابتدائی کتب اپنے بڑے بھائی مولانا عبدالعزیز قاسمی سے پڑھیں۔ پھر مفتی عزیز الدین، مفتی عبدالقدوس سے صرف ونحو اور باقی کتب پڑھیں۔ مولانا حبیب اللہ پشاوری سے بھی استفادہ کیا۔ ذہین و فطین تھے، آپ تفسیر، حدیث، فقہ، منطق، فلسفہ، صرف ونحو، بلاغت، تصوف، عمدگی سے پڑھاتے تھے۔ تمام عمر مسجد خان بہادر میاں محمد جان امرتسر میں خطابت فرماتے رہے۔ خواجہ نور محمد چوراہی سے بیعت تھے۔ تحقیق المرام فی منع القرأۃ خلف الامام ۔عربی، الهام الصحیح فی اثباۃ حیاۃ المسیح عربی لکھیں۔ کچھ عرصہ ندوہ سے وابستہ رہے لیکن پھر علیحدگی اختیار کی۔ دیوبندی و بریلوی علماء کے اختلاف کو پسند نہ کرتے تھے۔ ۶۳ سال کی عمر میں مرض طاعون کے سبب ۷ رمضان ۱۳۲۰ھ مطابق ۸ دسمبر ۱۹۰۲ء پیر کے دن وفات ہوئی۔ ہزاروں افراد نے نماز جنازہ پڑھی۔

آپ کے تلامذہ میں مولانا نور بخش توکلی مصنف سیرت رسول عربی، اور دیوبندی مکتب فکر کے مولوی محمد حسن (بانی جامعہ اشرفیہ) نمایاں ہیں۔ آپ کی علمی قابلیت کا شہرہ سن کر مولانا عبدالحی فرنگی محلی نے آپ کو تمام علوم کی سند ارسال فرمائی حالانکہ آپ کی کبھی ملاقات مولانا سے نہیں ہوئی۔ امرتسر کے مشہور اخبار اہل فقہ اور فقیہ میں آپ کے مضامین ملتے ہیں۔

(ردقادیانیت اور سنی صحافت ۔ص ۴۴۵)

مولانا فقیر محمد جہلمی

ممتاز عالم دین، صاحب طرز ادیب، مصنف، مترجم اور مورخ تھے۔ اردو صحافت کے ذریعہ ملک وملت کی بھرپور خدمت کی۔ اپنی خود نوشت سوانح میں بتاتے ہیں کہ ۱۸۴۴ء موضع چتن نزد جہلم پیدا ہوئے۔ کچھ عرصہ ٹاہلیا نوالہ میں پڑھا۔ پھر مولوی نور احمد تلمیذ مولانا رحمت اللہ کیرانوی سے پڑھا، پھر راولپنڈی جا کر مولوی عبدالکریم مفتی سے پڑھا۔ پھر ۱۲۷۶ھ میں دہلی گئے اور پنجابی کٹڑہ میں مولوی نذیر حسین کے درس میں حاضر ہوئے مگر انہوں نے یہ عذر کر کے کہ ہم معقولات نہیں پڑھا سکتے، مولوی محمد شاہ مصنف مدار الحق کے سپرد کر دیا۔ کچھ دنوں بعد مفتی صدرالدین صدر الصدور کی خدمت میں چلے گئے اور ۱۲۷۷ھ میں تقریباً ڈیڑھ سال کتب درسیہ متداولہ پڑھ سن کر واپس وطن آئے۔ کچھ عرصہ لاہور میں مولوی کرم الٰہی (ف ۱۲۸۲ھ) سے استفادہ کیا۔ ۱۲۸۴ھ میں حافظ ولی اللہ لاہوری کی پادری عماد الدین سے امرتسر میں تحریری بحث ہوئی جس سے تردید عقائد نصاری کا شوق پیدا ہوا، اور حافظ صاحب سے بھی کچھ استفادہ کر کے اس فن میں مہارت پیدا کی (حدائق الحنفیہ :۲۲) ردنصاری میں چند مضامین لکھے جو کوہ نور لاہور اور منشور محمدی میں شائع ہوئے۔ مارچ ۱۸۷۵ء میں آفتاب پنجاب کے اڈیٹر مقرر ہوئے نو سال یہ خدمت کی۔

۵ جنوری ۱۸۸۵ء شہر جہلم سے اپنے ذاتی مطبع سراج المطابع سے سراج الاخبار شائع کیا۔ آٹھ صفحات اشاعت ہر دوشنبہ کو ہوتی۔ سالانہ چندہ حکومت سے ۲۰ روپے والیان ریاست سے ۱۲ روپیہ اور عام قارئین سے تین روپیہ تیرہ آنے تھا۔ ابتدا میں خود اڈیٹر تھے پھر یہ ذمہ

داری اپنے دوست مولوی کرم دین کے سپرد کر دی۔ ۱۹۰۶ء سے اخبار دس صفحات پر شائع ہونے لگا۔ ۱۹۰۹ء میں صفحات ۱۲ پر شائع ہوتا جن میں ٦ صفحات پر صرف خبریں ہوتیں۔۔ مولانا فقیر محمد کی وفات ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۱٦ء کو ہوئی۔
مولانا عبدالحکیم شرف قادری لکھتے ہیں کہ اس اخبار نے اپنے دور کے اعتقادی فتنوں خاص طور پر فتنہ مرزائیت کی تردید کے لئے بڑا کام کیا(تذکرہ اکابر اہل سنت۔ص ۳۹۱) الحمدللہ سراج الاخبار کی تقریباً ۱٦ سال کی فائلیں تلاش کر کے قادیانیت کے متعلقہ خبروں رپورٹوں اور مقالات کو ردقادیانیت اورسنی صحافت کے عنوان سے ایک جلد میں جمع کر دیا گیا ہے یہ کتاب ۷۳٦ صفحات پر مکتبہ اعلی حضرت پاکستان سے شائع ہو چکی ہے اور نفس اسلام ڈاٹ کام پر بھی موجود ہے۔

(ردقادیانیت اورسنی صحافت)

<u>اخبار الحق</u>

یہ اخبار ۱۹۱۰ء میں دہلی سے منشی قاسم علی نے جاری کیا۔ منشی صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کے خصوصی مریدوں میں سے تھے۔ یہ اخبار قادیانیوں کا آرگن تھا۔ اپریل ۱۹۱۲ء مں منشی قاسم علی قادیانی نے مولوی ثناءاللہ امرتسری سے مناظرہ کیا جس میں اسے شکست ہوئی اور مولوی ثناءاللہ کو قادیانی جماعت کی جانب سے تین سو روپیہ بطور انعام ملا۔

(تاریخ صحافت اردو۔ ازامداد صابری جلد چہارم ص ۸۱۸،۸۱۹)

<u>قاضی فضل احمد</u>

(آپ کی تصنیفات میں)... تردید فتوی مولوی ابوالکلام آزاد ومولوی محمد علی مرزائی ،کلمہ فضل رحمانی، نیام ذوالفقار علی برگردن خاطیء مرزائی فرزند علی، جمیعت خاطر، مخزن رحمت ردقادیانی دعوت، کیا مرزا قادیانی مسلمان تھا؟ ہرگزنہیں، شامل ہیں۔

(ردقادیانیت اورسنی صحافت۔ص ۴۴۹)

<u>انجمن حمایت اسلام لاہور</u>

یہ انجمن ۱۸۸۴ء میں قائم ہوئی۔ اس کے بانیوں میں خلیفہ حمید الدین لاہوری اور مولانا غلام اللہ قصوری نمایاں ہیں۔ انجمن نے ابتدائی طور پر ایک یتیم خانہ قائم کیا۔ نیز مدرسہ حمیدیہ کے نام سے دینی مدرسہ، عصری علوم کے لئے ہائی سکولز بھی بنائے۔ اس کے سالانہ اجلاس میں ملک بھر کی نامور شخصیات شامل ہوتی تھیں جن میں علامہ اقبال، مولوی نذیر احمد (دہلوی)، مولانا ابوالبرکات قادری۔ ابتدائی جلسوں میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شامل ہوتا رہا۔(ردقادیانیت اورسنی صحافت۔ص ۴۵۲)

مولانا رشید احمد گنگوہی

٦ ذی قعد ١٢٤٤ھ کو گنگوہ میں پیدا ہوئے۔ فارسی کے رسائل اپنے ماموں محمد تقی اور صرف نحو مولوی محمد بخش رام پوری سے پڑھی۔ کچھ اسباق قاضی احمد دین جہلمی سے پڑھے۔ پھر مولانا مملوک علی نانوتوی اور مفتی صدرالدین دہلوی کے شاگرد بنے ۔حاجی امداد اللہ سے بیعت ہوئے۔ دیوبندی مکتب فکر کے بانیوں میں آپ کا شمار ہوتا ہے، (تذکرہ اولیائے دیوبند مکتبہ رحمانیہ لاہور)

آپ نے میلا دو فاتحہ کے اجماعی مسئلہ پر اختلاف کیا اور براہین قاطعہ جیسی بدنام زمانہ کتاب تحریر کروا کرامت کی یک جہتی کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے تارتار کر دیا۔ حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے نزاعی مسائل کے متعلق اپنا فیصلہ بنام فیصلہ ہفت مسئلہ تحریر کر کے بھیجا مگر انہوں نے اس کو قبول کرنے سے انکار کیا اور اتحاد و اتفاق کی راہ سے گریز کیا۔

مرزا قادیانی کے متعلق اظہار خیال کرتے ہوئے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

مولوی غلام احمد قادیانی کی فتح الاسلام بندہ نے بھی دیکھی۔ اجمالاً ان کو جو اول گمان تجدید ہوا ہے یہ اس کا ہی ضمیمہ ہے کہ اب ان کے مخیلہ میں یہ وسوسہ پیدا ہوا کہ مثیل عیسی ہوں۔ اس باب میں بندہ یہ گمان کرتا ہے کہ دنیا طلبی تو ان کو مقصود نہیں بلکہ ایک خود پسندی انکے مخیلہ میں بوجہ صلاحیت قائم ہوئی تھی۔ اب یہ خیالات بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کو وہ دین و تائید دین اور اپنے کمالات جانتے ہیں اس میں مجبور ہیں۔ اس مثیل عیسی ہونے کو اور نزول حضرت عیسی اور دجال کی روایات کے حقیقی معنی کے انکار جو چند جگہ سے جو بندہ سے استفسار کیا گیا تو بندہ نے یہ لکھا ہے کہ یہ عقیدہ فاسد و خطا خلاف جملہ سلف خلف کے ہے۔ ان کو مالیخولیا ہو گیا ہے کہ خلاف عقل کے ایسی بات لکھتے ہیں کہ تمام عالم نے اس کو نہ سمجھا، اب ان کو اس کی فہم ہوئی، اس پر اشتہار مباحثہ دے دیا اور بندہ کو مخاطب بنایا ہے، اور تکفیر نہیں چاہیے کہ وہ ماوّل ہے اور معذور ہے۔ فقط۔ مکاتیب رشید یہ مرتبہ مولوی عاشق الٰہی میرٹھی ص ١١٨۔١١٩۔ مطبوعہ ادارہ اسلامیات لاہور۔

(ردقادیانیت اور سنی صحافت ص ٤٥٨۔٤٥٩)

مولانا عبداللہ ٹونکی

مولانا مفتی عبداللہ بن صابر علی ریاست ٹونک کے محلّہ گورکھپور میں پیدا ہوئے۔ مفتی لطف اللہ علی گڈھی سے درسیات پڑھیں۔ مولانا احمد علی سہارن پوری سے دورہ حدیث کیا۔ مولانا فیض الحسن سہارن پوری سے عربی ادب پڑھا۔ ١٨٨٣ء میں لاہور کے اورئینٹل کالج میں عربی کے صدر مدرس بنے۔ فقہ اسلامی میں مہارت رکھتے تھے۔ مولانا محمود الحسن دیوبندی کے رسالہ جھد المقل کے رد میں رسالہ عجالۃ الراکب فی امتناع کذب الواجب، تحریر کیا۔ مولوی محمود الحسن دیوبندی سے لاہور میں اسی مبحث پر مناظرہ کیا۔ اس مناظرہ میں مولوی محمود حسن کو سخت ذلت آمیز شکست ہوئی۔ دوسری تالیف، تعلیقات المفتی، شرح سلم حمداللہ کا حاشیہ شرح سلم کے ساتھ مطبع اسلامیہ لاہور میں طبع ہوا۔ نزہۃ النظر کا حاشیہ عقد الدرر فی جید نزھۃ النظر مطبع مجتبائی دہلی میں طبع ہوا۔ اس کے علاوہ ایک کتاب بنام الکلام الرشیق، تحریر فرمائی (تذکرہ

علمائے اہل سنت از محمود قادری کانپوری۔ص ۱۶۰ مطبوعہ سنی دارالاشاعت علویہ رضویہ فیصل آباد)

مفتی صاحب کی سب سے بڑی کتاب معجم المصنفین ہے جو ۸۰ جلدوں میں تصنیف فرمائی اس کی ابتدائی جلدیں مصر سے شائع ہوئیں جب کہ باقی جلدوں کا مسودہ ضائع کر دیا گیا۔مفتی صاحب دبلے پتلے انسان تھے۔جب بات کرتے تو منہ پر رومال رکھ لیتے۔ہر وقت پان چباتے رہتے۔علامہ اقبال فرمایا کرتے تھے،اس ناتواں جسم میں علم وفضل کا اتنا ذخیرہ ہے کہ کوزے میں دریا بند ہونے کی مثل ان پر صادق آتی ہے ۔۱۹۰۳ء میں آپ کو شمس العلماء کا خطاب ملا۔(شمس العلماء :۲۴۵)

۳۴ سال تک اورینٹل کالج لاہور میں تدریس کے بعد لاہور سے چلے گئے۔کچھ عرصہ دارالعلوم ندوہ میں کام کیا اور پھر مدرسہ عالیہ کلکتہ کے صدر مدرس بنے۔اخیر عمر میں کچھ مسائل کی ایسی تاویلیں کیں جو کہ احناف کے ہاں درست نہ تھیں۔تاریخ وفات ۱۹۲۴ء یا ۱۹۳۰ء ہے۔

مولانا اصغر علی روحی

مولانا اصغر علی بن قاضی شمس الدین بن میاں پیر بخش بن رکن الدین۔ولادت ۱۸۶۷ء موضع کٹھلہ ضلع گجرات میں ہوئی۔پنجاب یونیورسٹی اورینٹل کالج لاہور سے منشی فاضل اور مولوی فاضل کیا۔اسلامیہ کالج لاہور میں شعبہ عربی وعلوم اسلامیہ میں بطور لیکچرر منسلک رہے۔۱۹۴۱ء میں ریٹائر ہوئے۔عربی اردو اور فارسی کے قادرالکلام شاعر تھے۔۱۹۰۳ء میں ایک ماہوار رسالہ الہدی جاری کیا۔بھاٹی گیٹ کے اندرون مسجد میں خطابت وامامت کرتے رہے۔وفات ۱۹۵۴ء میں ہوئی۔آبائی علاقہ میں مدفون ہوئے

(تذکرہ علماء پنجاب۔ص۱۱۴)۔(ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ص ۴۶۱)

مولانا انوار اللہ فاروقی حیدرآبادی

آپ ۱۲۶۴ھ میں پیدا ہوئے۔۱۱ سال کی عمر میں قرآن حفظ کیا۔فقہ کی کچھ کتابیں مولانا فیاض الدین اورنگ آبادی سے پڑھیں۔مولانا عبدالحلیم فرنگی محلی اور مولانا عبدالحی فرنگی محلی سے فقہ اور معقول کی تکمیل کی۔فن تفسیر شیخ عبداللہ یمنی نزیل حیدرآباد سے حاصل کیا اور حدیث کی سند بھی اسی بزرگ سے لی۔حاجی امداداللہ مہاجر مکی سے بیعت ہوئے۔ریاست حیدرآباد دکن میں مذہبی امور کی نظامت وصدارت کے عہدہ پر متمکن رہے۔جمادی الثانی ۱۳۳۶ھ میں انتقال ہوا اور اپنے قائم کردہ مسجد نظامیہ حیدرآباد میں سپرد خاک ہوئے

(مطلع انوار۔ص۳۰۔۳۷ ملخصاً از مفتی رکن الدین)

مولانا محمد علی مونگیری

آپ کا شمار ہندوستان کے نامور فضلاء میں ہوتا تھا۔والد کا نام عبدالعلی بن غوث علی نقش بندی کان پوری۔آپ ۳ شعبان ۱۲۶۲ھ کو کان پور میں پیدا ہوئے۔مولانا عنایت احمد کاکوری،سید حسین شاہ کاشمیری،مفتی لطف اللہ حنفی سے تعلیم حاصل کی،سند حدیث مولانا احمد علی سہارن پوری سے حاصل کی۔جوانی میں ہی حضرت کرامت علی قادری کالپوری سے بیعت ہوئے اور خلافت حاصل کی۔ایک سال تک مکہ مکرمہ میں رہے۔ پھر ۱۳۲۰ھ میں ہندوستان واپس آئے،اور مونگیر چلے گئے وہیں سکونت اختیار کرلی۔آپ نے قادیانیوں اور عیسائیوں کے رد میں کئی کتب تصنیف کیں۔ندوۃ العلماء کے ناظم مقرر ہوئے (تذکرہ اولیائے دیوبند۔ص ۲۶۴)۔ندوۃ العلماء کا نظریات اہل سنت سے انحراف کے سبب مولوی محمد علی مونگیری سے علماء اہل سنت کے اختلافات پیدا ہوگئے۔

(ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ ص ۴۷۵۔۴۷۶)

نواب محمد علی خان

آپ کے والد کا نام غلام محمد خان ہے۔آپ کی ولادت یکم جنوری ۱۸۷۰ء کو ہوئی۔۱۹ نومبر ۱۸۹۰ء کو مرزا غلام احمد قادیانی کی بیعت کی۔رجسٹر بیعت میں ان کا نمبر ۲۱۰ ہے۔۱۹۰۸ء میں مرزا قادیانی کی بڑی بیٹی سے نکاح کیا۔نواب صاحب نے متعدد شادیاں کیں۔پہلی بیوی سے نواب صاحب کی اکلوتی بیٹی بوزینب کا نکاح مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے شریف احمد سے ۱۹۰۹ء میں ہوا۔اور ۱۹۱۵ء میں مرزا غلام احمد کی بیٹی امۃ الحفیظ کا نکاح نواب محمد علی کے بیٹے محمد عبداللہ خان سے ہوا۔۱۰ فروری ۱۹۴۵ء کو بعمر ۷۵ سال آنجہانی ہوئے۔مرزا قادیانی کے احاطہ خاص میں تدفین ہوئی (ماخوذ از نواب محمد علی خان مصنفہ فخر الحق شمس۔شائع کردہ مجلس خدام الاحمدیہ پاکستان)۔

(ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ص ۴۷۶)

ملا محمد بخش مالک جعفر زٹلی

ملا محمد بخش ۱۸۵۱ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔آپ عجیب وغریب قابلیت کے مالک تھے۔دو ہفتہ وار اخبار جعفر زٹلی اور ہنٹر کے اڈیٹر تھے۔ایک مطبع تاج الہند پریس کے نام سے جاری کیا تھا جس میں یہ دونوں اخبار چھپتے تھے۔جعفر زٹلی،سرسید اور نیچریوں کا مذاق اڑانے اور ان پر پھبتیاں کسنے کے لئے وقف تھا اور آخر وقت تک یہی کار خیر جاری رہا۔۱۹۲۴ء کو لاہور میں انتقال فرمایا۔(تاریخ صحافت اردو جلد سوم ص ۴۷۴)۔(ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ص ۴۵۴)۔

اخبار جعفر زٹلی، لاہور محلّہ شاہ عالمی گیٹ کوچہ گاہندیان سے ۴ مارچ ۱۸۸۷ء کو یہ ہفتہ وار اخبار جاری ہوا آٹھ صفحات مہتمم مولوی محمد حسن تھے سالانہ چندہ دوروپئے تیرہ آنے تھا مالک ملا محمد بخش تھے (تاریخ صحافت اردو۔ج ۳ ص ۴۷۳۔۴۷۴)

ملامحمد بخش نے اپنے اخبار سے قادیانیت کو کس حد تک زک پہنچائی اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ قادیانیوں نے اس اخبار کے ایک اشتہار کے جواب میں ایک غیر معمولی پرچہ الحکم قادیان دارالایمان، جاری کیا جس پر جلی حروف میں عنوان تحریر کیا: خطرناک جھوٹ سے ایک کثیر التعداد جماعت کی دل آزاری۔ قابل توجہ گورنمنٹ۔،، اس اشتہار میں انگریز گورنمنٹ کو اپنی نسل درنسل وفاداری یاد کرواتے ہوئے تحریر کرتے ہیں:

ہم کو حیرت پر حیرت اور تعجب پر تعجب آتا ہے کہ بخت پیٹ اور چندروزہ زندگی کی خاطر نادان انسان لعنت اللہ علی الکاذبین کا سخت وعید پڑھتا پھر بھی دن دیہاڑے سفید جھوٹ بولنے سے شرم نہیں کرتا۔ ہماری جماعت (جس کے ہم ایک فرد اور جس کے پیشوا اور امام گورنمنٹ انگلشیہ کے نسلاً بعد نسلٍ جاں نثار دوست اور فرمان پذیر رئیس جناب مرزا غلام احمد صاحب ہیں) پر سفیہ اور نااہل قسم لوگ مختلف قسم کے دل آزار حملے کرتے اور ستاتے ہیں اسی وجہ سے متعدد مرتبہ گورنمنٹ عالیہ کو خود ہمارے امام ہمام کو توجہ دلانی پڑی ہے۔ یہ لوگ کمینے حملے کرنے سے باز نہیں آتے چنانچہ لاہور کے ایک لکھے نہ پڑھے نام محمد فاضل، ایک عام حیثیت کے آدمی ملامحمد بخش (جو کسی جعفر زٹلی نام کے اخبار کا مالک بھی کہلاتا ہے) نے حال میں ایک اشتہار، افسوس ناک حادثہ، کے عنوان سے کثیر التعداد چھاپ کر شائع کیا ہے جس میں امام ہمام حضرت اقدس مرزا غلام احمد کے دشمنوں کی وفات طاعون جیسی نامراد اور ایک لعنت مجسم مرض سے شائع کر کے ایک بڑی بھاری جماعت کی دل آزاری کی ہے، جو اشتہار اس بے باک ملانے باوجود قانون سڈیشن کے پاس ہوجانے کے شائع کیا ہے ہم اس کا شائع کرنا بھی خلاف تہذیب واخلاق سمجھتے ہیں اس لئے ہم گورنمنٹ عالیہ کو توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ اس خطرناک اشتہار سے ایک بڑی جماعت میں جو گورنمنٹ کے معزز عہدہ داروں اور وفادار ملازموں اور عقیدت کیش رؤساء اور تاجروں کی جماعت ہے سخت بے دلی اور گھبراہٹ پھیلائی گئی ہے جس سے نقص امن عامہ کا اندیشہ ہوسکتا ہے اس لئے ہم پرزور الفاظ میں گورنمنٹ کے حضور اس دکھ اور تکلیف کا استغاثہ کرنا چاہتے ہیں جو ایک صریح جھوٹ اور لعنت سے بھرے ہوئے کذب سے ہماری جماعت کو پہنچایا گیا ہے (الحکم قادیان۔۳ اپریل ۱۸۹۸ء یوم یک شنبہ)

یہاں قادیانیت کی انگریز سرکار سے وفاداری کا ذکر ہوا ہے تو الحکم سے اس بارے ایک اور اقتباس نقل کرنا فائدہ سے خالی نہ ہوگا چنانچہ الحکم میں، گورنمنٹ پنجاب سے ضروری گزارش، کے عنوان سے ایک مضمون شائع ہوا جس سے بقدر ضرورت یہاں نقل کیا جاتا ہے:

یہ امر متعدد مرتبہ گورنمنٹ کی توجہ کے لئے بلکہ اپنی ارادت کیش اور عقیدت مند جماعت کے وفادار سے اور خیر خواہی کے اظہار کے لئے ہمارے سید ومقتدا امام ... نے بذریعہ عرض داشتہائے مطبوعہ پیش کیا کہ ہماری جماعت جو سیدنا مرزا غلام احمد رئیس اعظم قادیان کے ہاتھ پر اپنے گناہوں سے توبہ اور بنی نوع انسان سے سچی بھلائی، بغاوت اور شرارت کے ارادوں اور خیالوں کو دور کرنے اور دین کو دنیا پر مقدم رکھنے کا عہد کرتی ہے اور اپنے دل سے کسی ایسے امام مہدی یا مسیح کے آنے کے خیالات کو دور کرتی ہے جو آ کر فتنہ وفساد یا جنگ وجدال کرے اور جہاد بالسیف کا حکم دے۔ گورنمنٹ کے لئے ایک مبارک جماعت ہے اور یہ گورنمنٹ سے مخفی نہیں کہ اس جماعت کا امام یعنی مرزا غلام احمد صاحب ابن مرزا غلام مرتضی مرحوم ایک ایسے خاندان کا چیف ممبر ہے جو ہمیشہ سے گورنمنٹ کا ہوا خواہ اور جان فروش دوست رہا ہے مگر بعض کوتاہ اندیش لوگوں کی ریشہ دوانیوں اور ... جو در پردہ ایسے خیالات رکھتے ہیں کہ کوئی تاج وتخت کا خواہش مند مہدی مسیح آئے گا اور

جنگ وجدل کرتا پھرے گا اور اسی لئے سیدنا مرزا صاحب کا انکار کرتے ہیں کہ وہ اپنے محسن گورنمنٹ کے ساتھ پوری وفاداری اور خیر خواہی سے سلوک کرنے کی تعلیم دیتا ہے بلکہ اس نے اپنی شرائط بیعت میں یہ امر داخل کر دیا ہے کہ جو آدمی کسی قسم کی بغاوت کا خیال رکھتا ہو، وہ میری بیعت میں داخل نہیں ہوسکتا۔(الحکم مورخہ ۱۳ مارچ ۱۹۹۸ء (ردقادیانیت اور سنی صحافت۔ص ۴۷۷۔۴۷۸)

....

کشف الاسرار

یعنی ریویو متعلق انگریزی ترجمہ قرآن

مولوی محمد علی ایم اے ایل ایل بی امیر احمدی جماعت لاہور

جناب غلام حیدر شیخ ریٹارڈ ہیڈ ماسٹر

وجہ تصنیف

بسم اللہ الرحمن الرحیم الحمد للہ رب العالمین و الصلوۃ و السلام علی رسولہ الکریم خاتم النبیین و رحمۃ للعالمین ۔ اما بعد

اس کتاب کی تصنیف کی وجہ مختصر صرف یہ ہے کہ جب مولوی محمد علی لاہوری مرزائی کا انگریزی قرآن طبع ہو کر ان کے پاس ولایت سے لاہور پہنچ گیا خاکسار کو بعد مطالعہ بعض مقامات پر یقین ہو گیا تھا کہ کوئی اہل سنت انگریزی خوان بالضرور اس کے متعلق کم وبیش روشنی ڈالے گا کیونکہ اس کی تفسیر کا بہت سا حصہ اہل سنت کی تفاسیر کے بالکل خلاف تھا اور اس میں مرزائی ونیچری مذہب کی جھلک جا بجا موجود تھی جس سے انگریزی زبان کے مذاق رکھنے والے اہل سنت مسلمان جو دینیات میں بالعموم کمزور ہوتے ہیں اپنے عقائد کو خراب کر

لیں گے۔ چند سال اسی انتظار میں گذر گئے مگر کسی صاحب نے اس اہم فرض کو پورا نہ کیا، اور کرتے بھی کیوں کر، جب ان میں اکثر خود اہل سنت کے عقائد و علم تفسیر سے بے خبر تھے۔ اور معدودے چند اہل سنت انگریزی داں جو قرآن کو ٹھیک طور پر سمجھ سکتے تھے انہوں نے خدا معلوم کیوں تساہل سے کام لیا۔ خاکسار کی عمر ستر (۷۰) سال کے لگ بھگ ہو چکی تھی جس میں کوئی دماغی محنت کا کام بالخصوص اپنے کانپتے ہوئے ہاتھ سے لکھنا آسان نہیں ہوتا۔ آخر بسم اللہ پڑھ کر انگریزی زبان میں قرآن مذکورہ کے مجوزہ ریویو کے متعلق ایک مختصر ۳۲ صفحہ کا رسالہ لکھ کر معاونین کی امداد سے مفت شائع کیا جس میں آئندہ مبسوط ریویو لکھنے کا وعدہ کیا تھا اور ایک کھلی چٹھی بھی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو برادرانہ لہجہ میں بدیں مضمون لکھی تھی کہ آپ نے اکثر مقامات کی تفسیر اس تفسیر کے بالکل خلاف لکھی ہے جو بروایات صحیحہ صحابہ سے ہم کو پہنچی ہے لہذا آپ نے بسبب ناکافی علم حدیث و عدم یقین علم حدیث ایک بھاری ذمہ داری کو بڑی جرأت سے قبول کر کے پبلک کی گمراہی کا سامان مہیا کیا ہے چونکہ توبہ کا دروازہ ابھی کھلا ہے اس واسطے آپ توبہ کو اس وقت تک ملتوی نہ فرمائیں کہ جب توبہ قبول نہیں ہو سکتی ۔فقط

اس رسالہ میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے قادیان سے بوریا بستر اٹھا کر لاہور میں آجانے اور خود اپنی امارت کی علیحدہ بنیاد رکھنے کا بھی ذکر تھا قادیانی جماعت اور مولوی محمد علی کی جماعت کے مابین جو عقائد اصول میں فرق ہے اس کا حال بھی مذکور تھا تورات وانجیل کے معجزات کی تطبیق قرآنی معجزات سے دے کر یہ بھی عرض کیا گیا تھا کہ بوجہ تحریف باقی اکثر مضامین تورات وانجیل قرآن شریف کے عین مطابق نہ ہوں تب بھی ہمارا کوئی حرج نہیں کیونکہ خود قرآن مجید ہمارے پاس موجود ہے اور اللہ کی حفاظت میں ہے مگر معجزات انبیاء کے بیان میں ہر سہ الہامی کتب حصہ مشترک اب تک رکھتی ہیں جس سے انکار کرنا یا ان کی کسی تاویل میں ڈھال کر ان کی واقفیت پر پردہ ڈالنا ایک بے سود کوشش ہے کیا کوئی مومن بالقرآن اس مسئلہ کو عقل سلیم رکھتے ہوئے قبول کرنے پر آمادہ ہوگا کہ تورات وانجیل کے زمانے میں اللہ تعالی کو معجزات کا دھیان کرنا لازمی تھا مگر قرآن شریف کے نزول کے وقت اس سے سائنس سے ڈر کر اپنی قبیلی سنت کو کسی مصلحت کی بنا پر بالکل ترک کر دیا کہ جیسا خیال کرنا بھی اہل سنت کے نزدیک گمراہی ہے لیکن مولوی صاحب کا معجزات کے بارہ میں جو نہ

صرف تورات وانجیل کے مطابق ہیں بلکہ صحاح ستہ بالخصوص بخاری ومسلم میں بھی بروایات صحیحہ مروی ہیں ہم سراسر انکار وتاویلات باطلہ ملاحظہ کر کے بے شک اس قدر کہنے میں ذرہ بھی تامل نہیں کرتے کہ یہ اٹکل آپ نے واقعی سرسید احمد خانصاحب سے سیکھی ہے جو ایسے علم کلام کے اس ملک میں بانی تھے مگر سرسید صاحب نے اپنی تقریر میں صاف اس امر کا اقرار کر لیا تھا کہ اس کام میں میری نیت محض خیر کی ہے خواہ خدا تعالی اس پر مجھے عذاب کرے خواہ معاف کرے۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ سرسید درحقیقت معجزات سے انکاری نہ تھے زمانہ کی مصلحت نے ان کو اس خیال پر مجبور کر دیا تھا مگر مولوی محمد علی نے اس قسم کا کوئی اعتراف انگریزی قرآن کے دیباچہ میں یا کسی دیگر تحریر میں ظاہر نہیں کیا اس واسطے ان کی تفسیر پر ریویو لکھنا ایک اہم دینی فرض ہے ۔

اب یہ مسئلہ قابل توجہ ہے کہ خواہ سرسید صاحب ہوں خواہ کوئی اور صاحب ہوں قرآنی صداقتوں کا جو اناجیل اور احادیث صحیحہ میں موجود ہوں کسی عذر یا بہانہ کی بنا پر بے رحمی سے خون کرنا قابل معافی نہیں حضرت امام غزالی نے اپنی مختلف تصانیف میں اور شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ و دیگر کتب میں ایسے علم کلام سے کام لیا ہے کہ ایک مصنف اور محقق کو اسلامی صداقتوں پر پورا یقین حاصل ہو جاتا ہے جہاں سرسید صاحب نے جنت کی نعمتوں حج قربانی روزہ بیت اللہ شریف و دیگر اسلامی صداقتوں اور شعائر اللہ کے ساتھ بے باکی سے نہایت تمسخرانہ لہجہ اختیار کر کے اپنے خانہ زاد علم کلام کو قابل نفرت بنا دیا ہے وہاں امام غزالی صاحب اور شاہ ولی اللہ صاحب نے اپنے علم کلام سے ان پر صداقت کا ایسا غالب رنگ چڑھایا ہے کہ عقائد صحیحہ کو سرمو صدمہ نہیں پہنچتا ہمارے مولوی صاحب نے اس استہزاء میں سرسید کی پیروی بے شک نہیں کی مگر باقی خانہ زاد تاویلات میں اور انکار معجزات میں اور مفسرین کو مطعون کرنے میں سرسید صاحب کو بھی پیچھے چھوڑ دیا ہے مگر تعجب ہے کہ ان ہر دو صاحبان نے انہی رد کردہ مفسرین کی کاسہ لیسی کر کے اپنا مقصد بھی پورا کیا ہے۔

مولوی صاحب نے مسیح موعود کا عقیدہ متعلق معجزات انبیاء کا اس طرح ہے

نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو ثابت کر رہا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس جسم خاکی کے ساتھ کرہ زمہریر تک نہیں پہنچ سکتا۔ پس اس جسم کا کرہ ماہتاب وآفتاب تک پہنچنا اس قدر لغو خیال ہے

(ازالہ اوہام۔ص ۴۷، قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۲۶)

۲۔ یہ معراج اس جسم کثیف کے ساتھ نہ تھا بلکہ وہ اعلیٰ درجہ کا کشف تھا (ازالہ ص ۴۷)

۳۔ قرآن شریف میں جو معجزات ہیں وہ سب مسمریزم ہیں

(ملخص ازالہ ص ۵۰۷۔ خزائن ج ۳ ص ۵۰۴) (مسمریزم کو آسٹریا کے مسمر نے اٹھارویں صدی عیسوی میں ایجاد کیا سائکلو پیڈیا برٹینکا زیر لفظ مسمر۔ مسمر انبیاء کے معجزات عطیہ خداوندی کو مسمریزم بتلانا جس پر ایک غیر نبی اور فاسق بھی قادر ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ اور انبیاء کی صریح توہین ہے)

۴۔ جبریل یا ملائکہ کا اصل وجود دنیا پر ہرگز نہیں آتا۔ (توضیح المرام۔ ص ۲۹)

۵۔ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو حقیقت ابن مریم، دجال، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض کی معلوم نہ تھی،

(ازالہ اوہام ص ۶۹۱۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب سرمہ چشم آریہ میں معجزات کو بڑے زور سے ثابت کرتے ہیں اور اپنی کتاب چشمہ معرفت میں متعلق معجزہ شق القمر اس طرح لکھتے ہیں:

یقینی طور پر معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ ضرور ظہور میں آیا تھا اور اس کے مقابل پر یہ کہنا کہ یہ قواعد ہیئت کے مطابق نہیں یہ عذرات بالکل فضول ہیں۔ معجزات ہمیشہ خارق عادت ہی ہوا کرتے ہیں ورنہ وہ معجزات کیوں کہلائیں اگر وہ صرف ایک معمولی بات ہے۔،

مرزا غلام احمد کے عقائد و خیالات کا سلسلہ ایسا بے ربط و متضاد ہے کہ ایک متلاشی اور محقق کو بخدا ہرگز پتہ نہیں لگ سکتا کہ وہ کن اصول کے پابند تھے۔ معجزہ کا اقرار بھی بڑے خلوص سے ہے، انکار میں نیچری سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اسی طرح اپنی نبوت کے مدعی بھی اور انکاری بھی۔ مسیح موعود کو بروئے احادیث دمشق میں جلالی رنگ میں نازل ہونے والا بھی مانتے ہیں۔ پھر جھٹ انکار کر کے اپنے مسیح موعود منوانے پر کئی ورق سیاہ کر دیئے۔ مسیح موعود پر ایمان لانا ایمانیات سے خارج کرتے ہیں

(ازالہ اوہام۔ ص ۱۴۰۔ خزائن ج ۳ ص ۱۷۱)۔

مگر پھر اپنے آپ کو عین مسیح موعود پیش کر کے اس پر ایمان نہ لانا موجب عذاب شدید بھی قرار دیتے ہیں

(ازالہ اوہام ص ۳۹۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۲۲)

مولوی محمد علی صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات کی بنا پر انکو نبی نہیں مانتے مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود خلیفہ دوم مرزا قادیانی کی تحریرات کی بنا پر ان کو نبی اللہ مانتے ہیں۔ ہر دو جماعت کے عقائد واصول کے اختلاف کے بانی خود مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ یہ رام کہانی اہل سنت کی مختلف جوابی کتب میں مزاح مذکور ہے۔ ناظرین کو صرف اب یہ بتانا ہے کہ ایسے مسیح موعود کے مرید مولوی محمد علی کے انگریزی قرآن پر ریویو کا ہر ایک نمبر صد معارف قرآنی کے علاوہ ایک ایسے دل چسپ شغل کا ذریعہ ہے جس سے طبیعت کو واقعی ایک ایسا لطف حاصل ہوتا ہے جس کو اردو کا لٹریچر آج کل مہیا نہیں کر سکتا مرزا غلام احمد قادیانی کے چند اشعار ذیل متعلق ان کے عقاید کے نقل کئے جاتے ہیں جو محض مسلمانوں کو بنا بر قابو کرنے اور عیش سے اپنا گذارہ جاری رکھنے کے واسطے بنائے گئے ہیں ان پر عمل کرنے سے کوئی مطلب نہیں جس طرح بطور نمونہ ابھی ظاہر کیا گیا ہے اور ریویو کے مطالعہ سے جا بجا خود واضح طور پر ثابت ہو جائے گا

ما مسلمانیم از فضل خدا
مصطفیٰ ما را امام و مقتدا
ہست او خیر الرسل خیر الانام
ہر نبوت را برو شد اختتام
اقتدائے قول او در جان ما است
ہر چہ زو ثابت شود ایمان ما ست
معجزات او ہمہ حق اند و راست
منکر آن مورد لعن خدا است
معجزات انبیائے سا بقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما ست
ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

(سراج منیر۔صفحہ ز تاج۔قادیانی خزائن ج۱۲ص۹۳۔۹۴)

نوٹ: مولوی محمد علی کے انگریزی قرآن کو پبلک نے اس واسطے غنیمت سمجھا کہ اس سے پہلے علاوہ پادریوں کے غلط تراجم کے صرف دو تراجم مسلمانوں کے موجود تھے جن کی عدم خریداری کی وجہ یہ ہے ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے ترجمہ کے ساتھ عربی بالکل نہیں اور تفسیر نیچریت و مرزائیت سے خالی نہیں۔ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب اگرچہ مرزائی مذہب سے تائب ہو چکے تھے جس کی دل چسپ وجوہات کو اپنے ترجمہ میں تفصیل سے بیان کر تے ہیں مگر ان کے ترجمہ و تفسیر سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے خیالات کا دامن مرزائیت سے کامل طور پر صاف نہیں ہوا تھا کیونکہ وہ قریباً بیس سال مرزا غلام احمد کے حلقہ بیعت میں رہ چکے تھے البتہ اس قدر خوبی کے اہل بعد میں ضرور ہو چکے تھے کہ جناب رسول خداﷺ کے معجزات مرویہ احادیث صحیحہ کو اپنے ترجمہ میں بیان کر دیا

دوسرا ترجمہ مرزا ابوالفضل کا تھا جوالہ آباد میں کسی تاجر نے معہ عربی طبع کرایا تھا جس میں تفسیری نوٹ ناکافی تھے۔

مگر حقیقت میں وجہ ان ہر دو تراجم کے عام طور پر فروخت نہ ہونے کی یہ ہے کہ عام اطلاع پبلک میں ان کے طبع ہو چکنے کی ہرگز نہیں ہوئی ۔

تیسرا انگریزی ترجمہ عربی متن کے ساتھ مرزا حیرت دہلوی کے زیر اہتمام مولوی محمد علی کے ترجمہ کے بعد صرف گذشتہ سال طبع ہوا جس میں قریباً اسّی گمراہ کن غلطیاں خاکسار نے ملاحظہ کیں جن کا ظہور اس واسطے ہوا کہ باوجود اہل سنت کے عقاید کے مطابق ترجمہ کرنے کے مترجمان نے بوجہ ناکافی علم عقائد و زبان عربی صریحاً ٹھوکر کھائی ہے

غلام حیدر سابق ہیڈ ماسٹر مقیم سرگودھا پنجاب

تصدیق قاضی ضیاء الدین صاحب ایم اے سند یافتہ دارالعلوم دیو بند

مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی کے انگریزی ترجمہ قرآن پر ریو یو لکھ کر مکرمی مولانا غلام حیدر صاحب نے تمام علماء اسلام کی طرف سے ایک فرض کفایہ ادا کیا ہے

جس جرأت اور بے باکی سے مولوی محمد علی صاحب مذکور نے معجزات قرآنیہ سے (باوجود تسلیم اصل معجزہ) انکار کیا ہے اور احادیث معتبرہ کو (باوجود ادعا تصدیق واتباع حدیث) اپنے مزعومات کی بنا پر ترک کیا ہے وہ ہر ایک سلیم العقل والا یمان مسلمان کے لئے باعث حیرت وافسوس ہے۔ مولانا موصوف نے نہایت مدلل طریق سے مولوی محمد علی صاحب کی اس بے اصولی کے بخیئے ادھیڑے ہیں وہ انہی کا کام ہے

فجزاہ اللہ خیرا عن سائر المسلمین۔

رقیمہ: ضیاءالدین عفی عنہ پروفیسر عربی وفارسی سنٹرل ٹریننگ کالج لاہور ۲۳ شوال ۱۳۴۰ھ

محترمی مولانا غلام حیدر صاحب نے اہل اسلام پر نہایت درجہ کا احسان فرمایا ہے کہ ایک ایسے کلام پر (جس سے انگریزی دان اپنا عقیدہ خراب کر رہے ہیں) ایک ریویو اردو زبان میں تحریر فرمایا ہے اللہ اس سے ہدایت فرمائے اور مصنف کی سعی مشکور فرمائے۔ آمین ثم آمین۔

فقیر عبداللہ خطیب جامع مسجد سرگودھا (سند یافتہ دارالعلوم دیوبند)

ناظرین! اس ریویو کے اخیر میں اصحاب ذیل کے نام مصنف کی طرف سے کھلی چٹھیاں قابل دید ہیں۔ ان سے یہ امر بخوبی ثابت ہو رہا ہے کہ اس زمانہ میں جب کہ جناب رسول اللہ ﷺ اور صحابہ کی تفسیر تشریح کو نہایت بے باکی سے پس پشت ڈال کر قرآن کی آیات سے ہوا پرستی کا مقصد پورا کیا جا رہا ہے تو دنیا کے اسلامی ممالک اور نیز اس ملک کی اسلامی ریاستوں اور انجمنوں کو بغرض حمایت اسلام اہل سنت کے عقاید واصول کی بنا پر قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ وتفسیر کا جلد اور کافی ومعقول انتظام کر دینا ایک اہم فرض ہے جس سے غفلت کرنا موجب مواخذہ اخروی ہے ورنہ بصورت تساہل جس انگریزی ترجمہ وتفسیر کے ریویو کا نمونہ پیش کیا جا رہا ہے وہ بالضرور پبلک کی گمراہی کا موجب ہو چکا ہے اور آئندہ بھی ہو جائے گا جسکا تدارک محال ہوگا

۱۔ بنام ریاست ہائے اسلامی ملک ہند

۲۔ دوسری کھلی چٹھی بنام مولوی محمد علی ایم اے امیر احمدی جماعت لاہور

۳۔ کھلی چٹھی بنام مرزا حیرت دہلوی

۴۔کھلی چٹھی بنام انجمن ہائے اسلامی (حمایت اسلام، انجمن نعمانیہ لاہور) انجمن ہائے پنجاب

۵۔کھلی چٹھی بنام جوانان اہل سنت گریجوایٹ اہل ہند

۶۔کھلی چٹھی بنام مولوی ابوعیسی (حشمت علی صاحب) قائم مقام مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اہل القرآن یعنی منکر الحدیث نبوی لاہور

خاکسار ماسٹر غلام حیدر مقیم سرگودھا

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبرا

ریویو قرآن مترجمہ ومفسرہ محمد علی ایم اے ایل ایل بی امیر احمدی جماعت لاہور۔نمبرا

(مولوی محمد علی لاہوری اور علم حدیث)

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۲۰ کے صفحہ ۱۳ پر ایک کتاب مسمی بہ، مقام حدیث، مؤلفہ مولوی محمد علی صاحب کا ریویو پڑھ کر خاکسار بہت ہی محظوظ ہوا کہ مولوی صاحب نے علم حدیث کی حمایت میں اپنا قلم اس زمانہ میں اٹھایا اللہ تعالی ان کو جزائے خیر عطا فرمائے۔

یہ صاحب بحثیت اڈیٹر رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان میں بھی،احادیث پر آسمانی شہادت، کے عنوان سے ایک نہایت قابل قدر مضمون شائع فرما چکے ہیں۔پس یہ کہنا بالکل بجا اور خالی از مبالغہ ہے کہ آپ حمایت حدیث میں ہر دو احمدی جماعت میں ایک ممتاز اور قابل رشک پوزیشن رکھتے ہیں۔آپ نے قرآن شریف کا ترجمہ انگریزی معہ نوٹ بھی شائع فرمایا ہے جس کی کیفیت انگریزی دان کے سوا دوسرا نہیں جان سکتا۔چنانچہ ناظرین اہل حدیث کی ضیافت طبع کے واسطے خاکسار بطور نمونہ اس میں سے بالفعل اس نمبر میں صرف دو مقامات کے نوٹوں کا ترجمہ پیش کرتا ہے۔

مثال اول: قرآن صفحہ ۱۵۵۔نوٹ نمبر ۴۲۶ زیر آیت و یکلم الناس فی المھد و کھلا (سورہ آل عمران)

مہد اور کہولت میں کلام کرنا معجزہ نہیں ہوسکتا کیونکہ ہر ایک تندرست بچہ اگر وہ گونگا نہیں، مہد میں

بولنے لگ پڑتا ہے۔اسی طرح کہولت میں بھی ہر ایک انسان جو صحت کی حالت میں اس حد کو پہنچ جاتا ہے کلام کر سکتا ہے۔اس خوش خبری کا صرف یہ مفہوم ہے کہ یہ بچہ صحت کی حالت میں رہے گا اور ایام طفولیت میں فوت نہ ہوگا۔

of as, one of It should be remembered that Jesus throughout the holy Quran is spoken those made near, one of the righteous, thus showing that he is regarded only as one of the prophets. As to speaking in the cradle and when of old age, neither of them can be considrered a miracle. Every healthy child which is not dumb begins to talk when in the cradle, and speaking when of old age also shows that this speaking is ordinary experience of every human being who is healthy and lives to an old age. The good news consists in the fact that the child announced will be healthy child and shall not die in childhood. According to Rz the reason for mentioning Jesus speaking in the childhood and old age is to show the change of condition of Jesus from childhood to old age, while change in the Divine Being is impossible.

Kahl is, according to Rgh, he is whose hair hoariness or greyness has become intermixed. LL has on the authority of Msb, TA, and Mgb, that a man is kahl after he has attained the limit of being a shabb, which is variously fixed at 32, 40 and 51 years. The same authority gives meaning of kahl as of middle age, or between that age and the period when his hair has become inter mixed with hoariness. It would thus appear that, according to the holy Quran, Jesus did not die at thirty three years of age, but lived to a sufficiently old age.

مثال دوم : ترجمہ قرآن صفحہ ٦٥٤ نوٹ نمبر ١٦٤١ از آیت قلنا یا نار کونی برداً و سلا ماً علی ابرا ھیم۔(سورہ انبیاء)

This event no doubt kindled the fire of opposition against Abraham, but it did no harm to him and he remained in peace . The next verse shows that this fire was only a

kaid, or a hard struggle against him, or awar of opposition to him. they may have resolved to burn him, but their plan faild.

بت شکنی کے واقعہ نے ابراہیم کے خلاف مقابلہ کی آگ مشتعل کردی مگر اس کو اس سے کوئی ضرر نہ پہنچا اور وہ عافیت میں رہا

ارا دوا به کیداً فجعلنا هم الا خسرين

سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ آگ محض ایک کید یا مقابلہ تھا، ممکن ہے کہ انہوں نے ابراہیم کو آگ میں جلانے کا ارادہ کیا ہو مگر اس تدبیر میں ناکام رہے بموجب آیت

قا لوا حرّ قو ہ و انصروا آ لهتكم قا لوا اقتلو ه او حر قوه فا نجاه الله من النار ۔

(ترجمہ صفحہ ۷۷۹ نمبر نوٹ ۱۹۱۰)۔

کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیم کو درحقیقت آگ میں ڈالا گیا، ایک طرف تو یہ مذکور ہے کہ اللہ نے اس کو آگ سے نجات دے دی دوسری طرف یوں لکھا ہے کہ انہوں نے اس کو قتل کرنے یا جلانے کا ارادہ کیا، لہذا آگ کا مفہوم وہ مقابلہ ہے جو ان کی تدابیر میں مدنظر تھا قال انی مها جر الی الله سے مزید ثبوت ملتا ہے کہ آگ سے نجات کا مفہوم   ابراہیم کی ہجرت ہے۔

So here, it is not stated that Abraham was actually cast into fire. On the one hand, the expression used here, then Allah delivered him from fire, shows that the opponents were unable to cast him into the fire. On the other hand, the plan was either to slay or to burn him, and therefore the fire may only stand for the opposition which these plans involved. The word I am fleeing to my Lord indicate his flight to another country whither he was commanded to flee by his lord (Bd). This is more clearly stated in 19:49 : and I will withdraw from you, : being followed by the statement made in 19:50: so when he withdrew from them: This makes it further clear that his delivrance from the fire was brought about by flight to another country.

ناظرین اہل حدیث! یہ حال ہے اس تفسیر کا جس کو تفسیر بالرائے کہتے ہیں جس رسول اللہ ﷺ پر

قرآن نازل ہوااور جس کی تعلیم کی شہادت خود قرآن شریف یعلمھم الکتاب (سورہ جمعہ:۲) سے دیتا ہے وہ زبان مبارک سے اس طرح فرماتے ہیں جسکو ہمارے مولوی صاحب نے بسبب عدم علم حدیث یا عم یقین بالکل پس پشت ڈال کر اپنی تفسیر بالرائے کی فضیلت کا پبلک پر سکہ جمانے کی نہایت مکروہ اور قابل مواخذہ کوشش کی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر کا نمونہ مذکورہ کے ملاحظہ کے بعد اب براہ کرم ان ہر دو مقامات کے متعلق تفسیر یا ارشاد جناب رسول اللہ ﷺ بھی ذیل میں پڑھیں

مثال اول کے متعلق بخاری کتاب پیدائش انبیاء، حضرت ابو ہریرہؓ، حضور نبی کریم ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا مہد میں صرف تین آدمیوں نے کلام کیا۔ ایک عیسی نے (باقی اصل کتاب میں دیکھو)۔

حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں گویا میں اب بھی نبی ﷺ کی طرف دیکھ رہا ہوں کہ آپ اپنی انگلی چوس کر اس کے دودھ پینے کی کیفیت بتا رہے ہیں۔

نوٹ از خاکسار راقم غلام حیدر: مولوی صاحب نے صرف تکلم کو مد نظر رکھا مگر طرز و قسم کلام کو نظر انداز کر کے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔

قرآن شریف سورہ مریم میں حضرت عیسی کا تکلم فی المہد الفاظ ذیل میں بیان کرتا ہے

قال انی عبداللہ اتانی الکتاب و جعلنی نبیاً و جعلنی مبارکاً این ماکنت و اوصانی بالصلوۃ و الزکوۃ مادمت حیا و برّا بوالدتی (مریم : ۳۰،۳۱)

یعنی حضرت عیسی ابن مریم نے کہا میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب دی اور مجھ کو نبی بنایا اور جہاں میں رہوں برکت والا بنایا اور جب تک میں دنیا میں رہوں مجھ کو نماز پڑھنے اور زکوۃ دینے کا حکم فرمایا اور اپنی ماں کا تابعدار بنایا۔

مولوی محمد علی صاحب تکلم فی المہد ہر ایک بچہ کے واسطے جو کہ تندرست ہو اور گونگا نہ ہو جائز اور بالکل ممکن مان کر حضرت عیسی کا تکلم فی المہد بھی معمول میں داخل فرما کر معجزہ سے نکال دیتے ہیں حالانکہ جناب رسول اللہ ﷺ شیر خوارگی کی حالت میں تکلم صرف تین اشخاص تک محدود رکھتے ہیں کیونکہ جس قسم کا فصیح اور مشتمل بر غیب کلام

حدیث محولہ بخاری میں اور سورہ مریم میں مسیح سے مرقوم ہے وہ اس کلام سے کوئی نسبت نہیں رکھتا جو شیر خوارگی میں معمولی بچے ٹوٹے پھوٹے بے جوڑ الفاظ بولتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب نے صرف تکلم کو مدنظر رکھا مگر طرز اور قسم کلام کو نظر انداز کر کے سخت ٹھوکر کھائی ہے۔ اگر حدیث معلوم نہ تھی تو اہل حدیث کے ایک دو مفسرین کو ہی اپنی رائے سے اتفاق کرنے میں پیش کر دیتے جیسا کہ کئی بار اپنی تفسیر میں کرتے ہیں۔ مولوی صاحب مذکورہ قسم کے تکلم فی المھد کی نظیر چند اپنے مفروضہ بچوں میں بر شہادت صادقہ بیان کرنے سے بالکل عاجز معلوم ہوتے ہیں۔

(کاش پیغام صلح کے اڈیٹر صاحب امیر جماعت (مرزائیہ لاہوری) مولوی محمد علی صاحب کو اپنے عقیدے کے موافق جیسا بارہا انہوں نے ظاہر کیا ہے بخاری اصح الکتب بعد کتاب اللہ کی طرف توجہ کر کے خلاف رسول اللہ ﷺ کے قرآن کی تفسیر سے روکنے کا ثواب عظیم حاصل کریں)

(عن ابی ھر یرۃ عن النبی ﷺ قال : لم یتکلم فی المھد الّا ثلا ثۃ، عیسی ، ...(صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۴۳۶)

دوسری مثال کے متعلق بخاری باب پیدائش انبیاء

ام شریک سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے گرگٹ کے قتل کا حکم فرمایا اور کہا کہ یہ حضرت ابراہیم پر آگ کو پھونکتا تھا۔ متفق علیہ (مشکوۃ باب ما یحل اکلہ و ما یحرم)

ب۔ صحیح بخاری تفسیر سورہ آل عمران: باب ان الناس قد جمعوا لکم

حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ حسبنا اللہ و نعم الوکیل حضرت ابراہیم نے کہا تھا جب ان کو آگ میں ڈالا گیا۔ اور رسول اللہ ﷺ نے اس کلمہ کو اسوقت کہا جب منافقوں نے مسلمانوں سے یہ کہا تھا قد جمعوا لکم فاخشو ھم

ج۔ صحیح بخاری میں مذکورہ حدیث کے حضرت ابن عباسؓ راوی ہیں کہ جب حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تو آخری کلمہ آپ کا یہ تھا۔ حسبنا اللہ و نعم الوکیل

د۔ تفسیر عباسی، دیگر تفاسیر زیر آیت یا نار کونی بر داً و سلا ماً علی ابراھیم حضرت ابن عباسؓ نے کہا کہ اگر اللہ تعالیٰ کلمہ سلا ماً علی ابرا ھیم نہ فرماتے تو آگ اس قدر ٹھنڈی ہوجاتی کہ آپ اس کی

سردی سے ہلاک ہوجاتے۔

نوٹ از راقم غلام حیدر: مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے یہاں بھی کسی اہلسنت کی معتبر تفسیر کو اپنا ہم خیال ظاہر نہیں کیا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک سلف کے اہل زبان راسخون فی العلم بھی قرآن فہمی سے محروم تھے۔اس مثال کے متعلق خاکسار نے بخاری اور مسلم کی صحیح اور مرفوع حدیث کو سب سے پہلے رکھا ہے اور بعدازاں بطور تفسیر شواہد کو بیان کیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے حدیث کی حمایت میں بے شک کئی دفعہ قلم اٹھایا مگر عین امتحان کے وقت خود ایسے فیل ہوئے کہ اپنی انگریزی تفسیر کو مظہر تاویلات باطلہ بنا کر اس آیت کا مصداق ہوگئے

یحرّفو ن الکلم عن موا ضعه

اس میں کوئی کلام نہیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے (ان کی نیت اللہ کو معلوم ہوگی) مسیح موعود آنجہانی کی نبوت سے بالکل انکار کردیا ہے۔اگر آئندہ بھی وہ تحقیق پر صدق دل سے کمربستہ رہے تو ممکن ہے کہ پورے اہل سنت بن جائیں۔بالفعل ان کے انگریزی ترجمہ میں نیچریت کا اقتداء نمایاں ہے۔نہیں معلوم آپ نے علم حدیث کی سند کس درسگاہ سے حاصل کی ہے۔اور یہ بھی پتہ نہیں لگتا کہ آپ حدیث مرفوعہ صحیحہ کو اپنی رائے یالغت پر ترجیح دینے کو آمادہ ہیں یا نہیں؟ اگر آمادہ ہیں تو بسم اللہ پڑھ کر اپنے انگریزی ترجمہ کی اصلاح کریں، تاکہ جناب رسول اللہ ﷺ کے خلاف تفسیر شائع کرنے سے آپ کا ہردوجہان میں حقیقی مرتبہ بلند ہو؟ اور اگر پھر بھی احادیث صحیحہ کے بارہ میں آپ کا اعتقاد متذبذب رہے تو خدائے لایزال کی آپ کو قسم دے کر آپ کا فیصلہ سننے کا ہرآن منتظر ہوں کہ رسول اللہ ﷺ کی عدم موجودگی میں ذیل کی آیات کی تعمیل کی کون سی صورت ممکن ہے؟ کہیں بڑے میاں کی طرح خواب یا کشف کے ذریعہ سے جناب ﷺ سے احادیث کی صحت دریافت کا مسئلہ پیش نہ کردینا جس سے جناب سرورکونین ﷺ کو بعد وفات بھی تبلیغ کا مکلّف ماننا پڑتا ہے

فلا و ربّك لا یؤ منو ن حتّی یحكّمو ك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا فی انفسهم حر جاً مما قضیت و یسلموا تسلیماً (پ ۵)

(یعنی اے نبی تیرے رب کی قسم ان کا ایمان ہی صحیح نہیں جو اختلافی امور میں تجھ سے فیصلہ نہ کرائیں اور یہی نہیں بلکہ جو فیصلہ تو

کرے اس کو بدوں چون و چرا کے بخوشی منظور کر لیں)

فـا ن تنا زعتم فی شیء فردوه الی الله و الرسو ل ان کنتم تومنو ن با لله و الیــو م ا لآ خــر ۔(پ۵)(یعنی پھر اگر تمہارے درمیان کسی امر میں اختلاف ہو جائے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ اور روز قیامت پر ایمان ہے)

مولوی صاحب متوجہ ہو کر سنیں کہ اگر احادیث کا قرآن سے تعلق برحق ہے تو خدا تعالی نے قرآن کی حفاظت کی طرح احادیث کا ضرور انتظام کر دیا ہے ورنہ مذکورہ ہر دو آیات کی اور اسی قسم کی دیگر آیات کی جن کی رسول اللہ ﷺ کے اتباع کا حکم ہے اللہ تعالی ہم سے تعمیل کرانیکا کوئی حق نہیں رکھتا اور ہم ان آیات کو بعد وفات جناب رسول اللہ ﷺ منسوخ العمل یقین کر کے قیامت کے دن مواخذہ سے بری ہو جائیں گے۔

(نوٹ :قرآن شریف کی تفسیر کا یہ ایک مسلمہ و اجماعی اصول ہے کہ کسی لفظ کو اس کی ظاہری و متعارف مراد سے بدوں ضروری وملحقہ قرینہ کے ہرگز پھیرنا جائز نہیں اور اہل سنت کے راسخون فی العلم نے آیات متشابہ مثلاً ید عرش وجہ (چہرہ) وغیرہا کی تاویل کو بھی ناجائز قرار دے کر ان پر صرف ایمان لانا کافی سمجھا ہے کیونکہ انکی تاویل میں فتنہ کا خطرہ ہے لہذا اس دروازہ کا بند کرنا گویا فتنہ سے محفوظ رہنا ہے امام ابو حنیفہ کا قول اس کے متعلق کتاب فقہ اکبر میں اس طرح ہے

اللہ تعالی کی صفات مخلوق کی صفات کی طرح نہیں اللہ تعالی کا ہاتھ وجہ نفس وغیرہ قرآن میں مذکور ہے مگر ان کی کیفیت مجہول ہے اور ہاتھ سے قدرت یا نعمت مراد لینا جائز نہیں کیونکہ ان کی تاویل کرنا فرقہ قدریہ ومعتزلہ کا مشرب ہے۔اگر یہ تاویل صحیح ہے تو یدان (دو ہاتھ) کی تاویل پھر کامل قدرت ہو گی اور یدایک ہاتھ کی تاویل ناقص یا نصف قدرت ہو گی جو بالکل باطل ہے بعض نے بوقت ضرورت ایسے الفاظ کی تاویل کو جائز کہا ہے کیونکہ لا یعلم تا و یله ا لا الله و الرا سخو ن فی العلم آل عمران، میں ان کے نزدیک راسخون فی العلم کے بعد وقف ہے اور جو تاویل کو صرف اللہ تعالی کے حوالہ کرتے ہیں وہ اس آیت میں اللہ پر وقف کے قائل ہیں۔باقی الفاظ جو آیات متشابہ کی مد سے خارج ہیں مثلاً نار وغیرہ سوان کا مفہوم ہمیشہ اپنے متعارف معنی سے متجاوز نہ ہو گا۔الامحض اس صورت میں جب کوئی خاص قرینہ اس لفظ کے متعارف وظاہری مفہوم کو روک دے مثلاً قرآن شریف میں لفظ نار قریباً ایک سو بیس دفعہ واقع ہوا ہے اور سوائے تین مواقع ذیل کے باقی کل دفعہ میں مفرد حالت میں طون؟ قرینہ مذکور ہے

کـلـما او قدوا نـا راً للحر ب اطفأها الله مائدہ:۶۴ یعنی جس وقت یہود مسلمانوں کے واسطے لڑائی کی آگ سلگاتے ہیں اللہ اس کو بجھا دیتا ہے اس جگہ نار کے ساتھ للحر ب ہے لہذا نارا پنے متعارف معنوں سے جدا ہو جائے گا۔۲۔ما یاکلو ن فی بطو نھم ا لا النار البقرۃ: ۱۷۴۔۳۔ انـما یاکلو ن فی بطو نھم نـا را النساء۱۰۔ ان ہر دو مثالوں میں نار کے ساتھ بطون قرینہ موجود ہے جس کا حیات دنیا میں کھانا محال ہے مگر بطور عذاب کے آخرت میں بالکل ممکن ہے

اس تمہید کے بعد اب اس نار کی تحقیق مطلوب ہے جس کا تعلق حضرت ابراہیم کے ساتھ ہے قلنا یا نار کونی برداً انبیاء:۵۹ میں نار کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ متصلہ موجود نہیں جس کی خاطر نار اپنے ظاہری و متعارف مراد سے جدا ہو سکے پس مولوی محمد علی صاحب کا نار متعلقہ حضرت ابراہیم سے مقابلہ کی آگ مراد لینا تفسیر بالرائے محض باطل ہے اگر اس کے متعلق کوئی صحیح حدیث نہ بھی ہوتی جب بھی محض علم اصول کے رو سے مولوی صاحب کی تفسیر باطل ہو جاتی مگر اس آیت کے تفسیر کرنے کو جب چند احادیث بھی موجود ہوں تو پھر مولوی صاحب کی تفسیر کے باطل ہونے میں کیا شک باقی ہے۔افسوس مولوی صاحب نہ علم اصول سے واقف نہ حدیث کے قائل، پبلک کو گمراہ کرنے کا وبال اپنے اوپر اٹھا رہے ہیں

مولوی صاحب خدا معلوم مفسر کے واسطے علم اصول کی واقفیت لازمی خیال کرتے ہیں یا نہیں مگر معلوم ہوتا ہے کہ لازمی نہیں سمجھتے بلکہ وہ علم اصول سے واقف ہی نہیں اسی واسطے بعض الفاظ کو اپنی مرضی کے تابع بنا کر جس طرف لے جانا چاہتے ہیں لے جاتے ہیں چنانچہ موت وحیات سے بھی بدون قرینہ روحانی موت وحیات کا مفہوم قائم کر لیتے ہیں اور علم اصول پر ان کا تحکم اور جبر اس حد تک ہے کہ بعض واقعات کو معجزہ کی مد سے خارج کرنے کے واسطے بدوں قرینہ کے خواب کا قرینہ خود بخود تجویز کر لیتے ہیں جیسا کہ اس ریویو میں ناظرین کو بعض مقامات کے مطالعہ سے بخوبی روشن ہو جائے گا اگر مولوی صاحب کا ترجمہ وتفسیر صحیح ہے تو بالضرور یہ بھی تسلیم کرنا پڑے گا کہ کسی اہل زبان صاحب علم نے چودہ سو برس سے قرآن شریف کو بالکل نہیں سمجھا اور اس قدر اولیائے کاملین وراسخون فی العلم، قرآن کو بدوں سمجھنے کے دنیا سے رخصت ہو گئے خدا تعالی کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ قرآن شریف کے متعلق جو تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ نے صحابہ کرام کو دی وہ بسند صحیحہ ہمارے زمانہ میں موجود ہے ۔اب ناظرین خود انصاف کر سکتے ہیں کہ اس سے استغناء کرنا کہاں تک خطرناک اور گمراہ کن ہے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب لاہوری گو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مسیح موعود مہدی مسعود اور مجدد مانتے ہیں لیکن ایسے امور خرق عادت یہاں تک کہ پیدائش مسیح میں بھی آپ سر سید احمد خان مرحوم کے خیالات سے متفق ہیں۔مرزا صاحب قادیانی، مسیح کی پیدائش کو خلاف عادت بے پدر کہتے ہیں: من عجب تر از مسیح بے پدر

مگر مولوی محمد علی صاحب لاہوری باپدر کہتے ہیں۔

یہ بھی کہتے ہیں کہ مسیح موعود امت کے اختلاف مٹانے آئے گا۔

معلوم نہیں پھر مولوی محمد علی صاحب کو ایسے مسیح مہدی اور مجدد سے اختلاف کرنے کا کیا حق ہے جس کو وہ خود ان تینوں القاب سے ملقب مانتے ہوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۷ نمبر ۴۶ مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء مطابق ۱۷ محرم ۱۳۳۹ھ ص ۸)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ۔ ریویو نمبر۲

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر اس سے پہلے کچھ نمونہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تفسیر القرآن بزبان انگریزی پیش کردہ خاکسار دیکھ چکے ہوں گے ۔اوران کے علم حدیث کا یا عدم ضرورت حدیث فی تفسیر القرآن کے عقیدہ کے متعلق اہل حدیث مورخہ یکم اکتوبر میں مطلع ہو گئے ہوں گے مگر چونکہ سابقہ نمونہ اس قدر کافی نہیں کہ اس سے بعض اصحاب کوئی معقول رائے قائم کرسکیں اس لئے خاکسار سابقہ سلسلہ کے ساتھ اس نمبر کو پیوست کرنے کے واسطے ادب سے خواستگار ہے

ا۔انگریزی ترجمہ فنادی فی الظلمات ان لاالہ الّاانت سبحانک انی کنت من الظالمین ۔ فاستجبناہ و نجیناہ من الغم و کذلک ننجی المومنین ۔ (الانبیاء:۸۷۔۸۸) (یعنی یونس نے اندھیروں میں یہ پکار شروع کردی: تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تیری ذات پاک ہے۔میں بے شک قصورواروں سے ہوں)

فالتقمہ الحوت و ھو ملیم۔ فلو لا انہ کان من المسبحین للبث فی بطنہ الی یوم یبعثون ۔(صافات : ۱۴۲۔۱۴۴) (پس یونس کولقمہ کرلیا مچھلی نے اور وہ اپنے آپ کوملامت کرر ہا تھا پس اگر وہ تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا تو مچھلی کے پیٹ میں پڑا رہتا اس دن تک جب مردے دوبارہ زندہ ہوں)

محمد علی کی تفسیر کا خلاصہ.. ظلمات البحر سے مراد سمندر کے مصائب ہیں (دیکھئے محکم لغات اورلین کی عربی انگریزی لغات)لہذا مصیبت سیاہی یا تاریکی کے مشابہ ہوتی ہے

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نوٹ ۲۱۲۳ میں اس طرح فرماتے ہیں:

قرآن میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ یونس کو مچھلی نے نگل لیا تھا کیونکہ لفظ لقمہ؟ جو یہاں مذکور بالضرور لقمہ کے نگل جانے کا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ صرف منہ میں اخذ کرنے کا۔لین صاحب اپنی لغات میں التقم فاھا فی التقبیل ؟ کی نظیر لکھ کر اسکے معنی کرتا ہے(اس کا بوسہ لینے کے وقت اس نے اس کا منہ اپنے ہونٹوں میں لیا) اس بارہ میں ایک حدیث نبوی بھی موجود ہے کہ مچھلی نے حضرت یونس کی صرف ایڑی کو منہ میں لیا تھا۔ اس میں بھی قرآن بائیبل کی تردید کرتا ہے یعنی بائیبل یونس کا مچھلی کے پیٹ

سے نکالا جانا اوراس کے پیٹ میں داخل ہونا بیان کرتی ہے جو قرآن کے خلاف ہے۔،

The Quran does not anywhere states that Jonah was devoured by the fish, for the word iltaqama, which is used here, does not necessrily signify the act of devouring, but simply that of drawing or taking into his mouth. See LL, which illustrates the sense of the word by sayning"" which it explains as meaning he took her mouth within his lips in kissing. From asaying of the Holy Prophet it appears that only his heel was drawn by the fish into his mouth. This is another circumstance wherein the Quran contradicts the Bible. The word batn means both a tribe (LL) and belly. I prefer the former as explaining the meaning of the words that follow, the significance being, had he not been one of those who glorify Allah he would have remained as an ordinary man in his tribe and would not have been made a prophet. Taking the meaning to belly, the pronoun hi would refer to the fish; but even then it does not lead to the conclusion that he was actually devoured by the fish, the significance being only that he would have been devoured if he had not been one of those who glorify Allah.

اس کے بعد مولوی محمد علی لاہوری اس طرح فرماتے ہیں

بحوالہ لغات لین صاحب بطن کے معنی قبیلہ اور پیٹ ہر دو ہیں۔

مولوی محمد علی لاہوری قبیلہ کے معنی کو ترجیح دیتے ہیں کیونکہ ان کے نزدیک مابعد کے الفاظ سے یہ مفہوم خوب چسپاں ہوتا ہے مولوی محمد علی صاحب اس طرح فرماتے ہیں

اگر یونس اللہ تعالی کی تسبیح کرنے والوں سے نہ ہوتا تو وہ اپنی قوم میں ایک معمولی حیثیت کا انسان رہتا اور نبی کا مرتبہ نہ پاتا۔ اگر بطن کے معنی پیٹ لئے جائیں تو ضمیرہ کا مرجع مچھلی ہوگا مگر پھر بھی یہ نتیجہ برآمد نہیں ہوتا کہ مچھلی نے یونس کو درحقیقت نگل لیا تھا مفہوم صرف یہ ہے کہ اگر یونس تسبیح کرنے والوں میں نہ ہوتا تو مچھلی اس کو نگل جاتی۔

نوٹ از شیخ غلام حیدر: مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی عجیب وغریب توجیہ کی گو قارئین اہل حدیث

قدر نہ کریں مگر یہ خاکسار تاویل سازی کے فن میں ان کے قابل رشک کمال کا قائل ہے۔ مولوی محمد علی صاحب نے لغت سے بوسہ کی مثال سے فائدہ اٹھا کر مچھلی کو بھی اسی قیاس پر اجازت نہ دی کہ اس نے حضرت یونس کو لقمہ کر کے اپنے پیٹ میں نگل لیا ہوا گر چہ بر خلاف بوسہ کے اس قسم کی اشیاء کا لقمہ کرنا پیٹ میں ڈالنے کا ایک پیش خیمہ ہوتا ہے۔ دوسری خوش قسمتی مولوی صاحب کی یہ ہے کہ بطن کے معنی لغت نے قوم کے بھی بتائیے۔ پس ان کے واسطے اب من مانگی مراد بلا زحمت اٹھانے کے آسانی سے حاصل ہوگئی، اور ترجمہ کرنے کا راستہ بالکل صاف ہوگیا کہ یونس اگر تسبیح نہ پڑھتا تو اپنی قوم میں ایک معمولی آدمی رہتا اور نبوت کا رتبہ نہ پاتا۔ گویا یہ مفہوم ہوا کہ یونس اس واقعہ سے پہلے نبی نہ تھے، صرف تسبیح کی بدولت ان کو نبوت عطا ہوئی اور مولوی محمد علی صاحب کے استدلال سے یہ جدید مسئلہ بھی قائم اور ثابت ہوگیا کہ نبوت وہبی عطیہ رحمان نہیں بلکہ سعی سے وابستہ ہے۔ اس کے بعد الی یو م یبعثو ن کے متعلق مولوی صاحب نے نہیں بتایا کہ اگر بطن کے معنی قوم ہیں تو قیامت تک یونس معمولی آدمی کس طرح رہ سکتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اس تاویل میں الی یو م یبعثو ن کو بالکل نظر انداز کر گئے ہیں۔

خیر آگے سنئے! مولوی صاحب بطن کے معنی پیٹ تسلیم کر کے بھی ایک حدیث کی بنا پر جس کا کوئی پتہ ونشان ظاہر نہیں کیا حضرت یونسؑ کی صرف ایڑی مچھلی کے منہ میں دیتے ہیں اور مچھلی کے پیٹ میں ان کے داخل ہونے کا مقدمہ بالکل ڈسمس کر دیتے ہیں۔ مولوی صاحب کو قادیانی لیاقت نے جس کی وہ سند حاصل کر چکے ہیں اس تاویل سازی کے فن میں بہت مدد دی ہے اب مولوی صاحب کو اپنی توجیہ پر یہاں تک حق الیقین حاصل ہوگیا ہے کہ توراۃ یوناہ نبی کی کتاب باب دوم میں جو واقعہ حضرت یوناہ (یونس) کا قرآن شریف اور حدیث کے مطابق پایا جاتا ہے اسکو بھی محرف اور جعلی قرار دے دیا ہے گویا قرآن یا حدیث صحیح کے مطابق بھی انجیلی بیانات محرف ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب نے حدیث پیش کرنے میں ضرور بخل کا ثبوت دیا ہے اگر اس حدیث کو روشنی میں لاتے تو ہم کو بھی اس حدیث کا دیدار نصیب ہو جاتا۔ ایک دفعہ ان کے بڑے میاں (مرزا جی) نے بھی کرشن جی کی نبوت پر یہ حدیث پیش کی تھی:

كان فی الهند نبياً اسود اللو ن اسمه كا هنا

یعنی ملک ہند میں ایک نبی کالے رنگ والا ہوگذرا ہے جس کا نام کاہن (کرشن) تھا۔

ہم نے دس سال تک سعی بلیغ کی کہ ہم کو اس جماعت سے یا حضرت اقدس (بڑے میاں جی) سے اس حدیث کا کوئی سراغ ملے مگر ہم ناکام رہ کر آخر ہار گئے (قادیانی کرشن کا تو قاعدہ تھا کہ جس کلام کو میں حدیث کہہ دوں وہ حدیث ہے اور جس کو میں غلط کہہ دوں وہ غلط ہے چونکہ آپ اس قاعدہ کو نہیں مانتے اس لئے آپ کو تکلیف ہوئی اور کامیاب بھی نہ ہوئے۔ اڈیٹر اہل حدیث) خیر کچھ ہو مولوی محمد علی صاحب نے حدیث کا حوالہ دے کر اس مثل کو صادق کر دکھایا ہے جس میں ایک شخص روزہ تو بالکل نہیں رکھتا مگر سحری اٹھ کر خوب (اہل خانہ کے ساتھ) کھالیا کرتا تھا۔ ایک دن اس کی ماں نے کہا بیٹا تم روزہ تو رکھتے نہیں سحری کس مطلب کے واسطے کھاتے ہو۔ وہ بولا تم مجھ کو اسلام سے بالکل خارج کرنا چاہتے ہو، روزہ رکھنا یا نہ رکھنا امر دیگر ہے، مگر سحری چھوڑنے میں صریح ترک سنت ہے۔ تم مجھ کو کافر بنانا چاہتے ہو۔

اب خاکسار (غلام حیدر) اصل مقصود بیان کر کے اخبار اہل حدیث امرتسر کی خاطر بالفعل اس نمبر میں ایزادی سے پرہیز کرتا ہے اگر ناظرین اہل حدیث میری صحت کے لئے دعا کرنا پسند فرماویں تو انشاء اللہ آئندہ بھی کبھی کبھی مولوی محمد علی صاحب کی انگریزی تفسیر سے کچھ خلاصہ نذر کیا کرونگا۔

آیات محولہ کے متعلق مشکوۃ جلد ثانی میں حدیث مذکور ہے

عن سعد قال قال رسول الله ﷺ دعوة ذی النو ن اذ دعا ر به و هو فی بطن الحوت لا اله الاانت سبحانك انی كنت من الظا لمين لم يد ع بها ر جل مسلم فی شئی ا لااستجا ب له ۔(رواہ احمد والترمذی)۔(یعنی سعد سے روایت ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت یونسؑ کی دعا جب انہوں نے اپنے رب سے کی جب وہ مچھلی کے پیٹ میں تھے یہ تھی لا الـہ ....الخ ہر ایک مسلمان جو کسی حاجت کے واسطے اس دعا کو اختیار کرتا ہے اللہ تعالی اس کو قبول فرماتا ہے)۔

اس حدیث مرفوع نے جن کو دو معتبر محدثوں نے روایت کیا ہے مولوی محمد علی صاحب کی تمام محنت پر پانی پھیر دیا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ مولوی صاحب کو احادیث صحیحہ پر مطلقاً ذرا بھی اعتبار نہیں اگر چہ وہ احادیث کی حمایت کے مدعی ہیں اور یہ بھی اس حدیث سے ظاہر ہو گیا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے قرآن

مجید کی غلط اور باطل تفسیر لکھ کر لوگوں کو گمراہ کرنے کا وبال اپنے اوپر لیا ہے مولوی صاحب کو حضرت یونسؑ کے مچھلی کے پیٹ میں جانے سے معلوم نہیں کیوں ضد اور انکار ہے۔ اگر بقول مولوی محمد علی صاحب مچھلی نے حضرت یونسؑ کی صرف ایڑی ہی اپنے منہ میں رکھ لی تھی اور ان کو نقصان نہ پہنچا تھا تو معجزہ یا خرق عادت فعل تو اس طرح بھی ثابت ہو جاتا ہے۔ مولوی صاحب نے مزید روشنی نہیں ڈالی کہ مچھلی نے جب حضرت یونسؑ کی ایڑی کو اپنے منہ میں لیا تھا تو آپ کا باقی جسم سمندر میں کس پوزیشن میں موجود رہا، کھڑا رہا، یا لیٹا رہا۔ پانی میں غوطے کھاتا رہا۔ اور مولوی صاحب نے اس امر کا بھی اطمینان نہیں دلایا کہ مچھلی جیسا گوشت خور جانور حضرت یونس کا کس بنا اور کس اصول پر جسم خورد برد کرنے سے محفوظ رکھتا ہے اور جب تک ان کی ایڑی منہ میں رہی خود روزہ سے رہتا ہے حتی کہ سمندر کے کنارے پر ڈال دیتا ہے مولوی صاحب کے نزدیک یہ سب کچھ بامر اللہ جائز ہوسکتا ہے مگر حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں جانا جائز نہیں۔ اب بھی اگر قرآن کی ایسی تفسیر کو دیکھ کر کسی اسلامی ریاست کے حاکم یا اسلامی انجمن کے صدر یا سکرٹری کی رگ حمیت میں جوش نہ آئے تو اس کی ہستی اور عدم ہستی ہر دو برابر ہیں۔ اہل سنت کے صحیح مسلک پر انگریزی ترجمہ مع مختصر تفسیر تیار کروا کر انگریزی خوان مسلمانوں کو گمراہی سے بچانا سب کا اولین فرض ہے کاش کوئی اسلامی انجمن یا اسلامی ریاست اس طرف متوجہ ہو کر اجر عظیم حاصل کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر جلد ۱۷ نمبر ۴۷ مورخہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۳۹ھ ص ۷۔۹)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۳

کچھ عرصہ ہوا ہے کہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں خاکسار شیخ غلام حیدر کے دو مضمون یکے بعد دیگرے مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء و ۸۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء کو شائع ہو چکے ہیں جن میں اس امر کو بخوبی ثابت کیا گیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری احادیث صحیحہ کو صرف زبان سے تسلیم کرتے ہیں مگر قرآن شریف کی تفسیر میں ان کو پس پشت ڈال کر تفسیر بالرائے کو پیش کر دیتے ہیں۔ ان کے اور قادیانی جماعت کے نزدیک اگرچہ یہ فعل بالکل جائز ہو مگر محمدی مسلم انگریزی دانوں کے واسطے جو دینی تعلیم سے کافی حصہ نہیں رکھتے یہ تفسیر سراسر گمراہی کا

موجب ہے۔

اس قسم کے انگریزی دان گریجوایٹ بالعموم قرآن شریف کو بھی انگریزی زبان کے ذریعہ ہی سیکھنا پسند کرتے ہیں اور باوجود اردو پڑھ سکنے کے بھی وہ کسی محمدی مسلمان کا اردو ترجمہ یا اردو تفسیر دیکھنا پسند نہیں کرتے۔

چونکہ اہل سنت کے اصول اور عقاید کی بنا پر کوئی انگریزی ترجمہ معہ تفسیر اب تک شائع نہیں ہوا، اور نہ کسی مسلم ریاست کی توجہ اس طرف ہوئی، نہ انجمن حمایت اسلام لاہور، نہ انجمن نعمانیہ لاہور، نہ کسی انجمن اہل حدیث نے اس ضرورت کو اب تک پورا کرنے کا وعدہ یا اعلان شائع کیا ہے، اس واسطے ہمارے انگریزی دان بھائی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے ترجمہ اور تفسیر کو خرید کرنے سے باز نہیں رہ سکتے۔

صرف اسی قدر نہیں بلکہ اس کی تعریف میں چند کلمات مدح کے ان کی زبان سے خاکسار نے خود اپنے کانوں سے سنے ہیں۔ اگر بنظر ہمدردی یا غیرت اسلام کوئی انگریزی دان اہل سنت سے مولوی صاحب کے ترجمہ اور تفسیر کے متعلق کچھ روشنی بزبان انگریزی ڈال دیتے تو خاکسار کو اس ضعیف العمری میں وہ محنت برداشت نہ کرنی پڑتی جو کچھ عرصہ سے کر تا رہا ہوں مگر الحمد للہ کہ اللہ تعالی نے آخر اس خدمت کے واسطے اس حقیر بے بضاعت کو پسند فرمایا

ذلك فضل الله يو تيه من يشاء و الله ذو الفضل العظيم

آج پورے ۳۲ صفحہ کا ایک انگریزی رسالہ مولوی محمد علی صاحب کے قرآن کے متعلق... تقسیم ہو کر شائع ہو گیا ہے جو قابل مطالعہ ہے ممکن ہے کہ کسی وقت اس کے اقتباسات سے ناظرین اہل حدیث کو محظوظ کیا جائے۔ اس قدر اطلاع دینا دلچسپی سے خالی نہیں کہ سرگودھا میں مذکورہ انگریزی قلمی رسالہ جس جس گریجوایٹ نے پڑھا ہے اس کے دل میں مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ اور تفسیر کی نسبت وہ سابقہ عظمت باقی نہیں رہی، اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت ہے کہ میرے رسالہ کی چھپائی کا خرچ کا زیادہ حصہ انہوں نے ہی ادا کر دیا ہے۔

اب آخر میں ناظرین اہل حدیث کی خدمت میں مودبانہ التماس ہے کہ اگر کوئی صاحب ایف اے یا زیادہ تک انگریزی دان ہیں تو ایک آنہ کا ٹکٹ لفافہ میں ارسال کر کے رسالہ مذکورہ ذیل کے پتہ سے مفت منگوا سکتے ہیں۔

ماسٹر غلام حیدر پنشنر مکان شیخ غلام احمد سکرٹری ڈسٹرکٹ بورڈ گوجرانوالہ۔ پنجاب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔۱۷جون ۔۱۹۲۱ء ۔۳۔۱۰شوال ۱۳۳۹ھ)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ۔ ریویو نمبر۴

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر گذشتہ تین نمبروں میں مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے اس ترجمہ اور تفسیر کی مختصر کیفیت سے آگاہ ہو چکے ہوں گے جو آپ نے بزبان انگریزی شائع فرمائی ہے۔مولوی صاحب نے پہلی دفعہ پانچ ہزار جلدیں ولایت ولایت سے تیار کرائی تھیں جو قریباً کل فروخت ہو چکی ہیں۔اب آپ نے دس ہزار جلد کا انڈنٹ ولایت میں بھیجا ہوا ہے جس کی تعمیل امروز وفردا ہوا چاہتی ہے۔ ہمارے اسلامی بھائیوں کی بد مذاقی سے مولوی صاحب نے بہت فائدہ اٹھایا ہے۔ان کو معلوم تھا کہ فیصدی اسّی گریجوایٹ ودیگر انگریزی دان مسلمان بوجہ مسلمان ہونے کے باوجود ریش منڈ وانے کے انگریزی قرآن کو ضرور کم وبیش پڑھیں گے پس ترجمہ وتفسیر کے ذریعے سے اپنے جدید فرقہ کے عقاید سے ان کو متاثر کرنے کا بہتر موقع ہاتھ نہیں آئے گا۔اگر تحقیق کی جائے تو انشاءاللہ پہلی پانچ ہزار جلد سے چار ہزار جلد ضرور محمدی مسلمان خرید چکے ہیں اس نتیجہ پر بعض شہروں میں محمدی مسلمانوں کے پاس مولوی صاحب کا انگریزی ترجمہ بچشم خود دیکھ کر پہنچا ہوں۔ممکن ہے میرا یہ تخمینہ پورا صحیح نہ ہو مگر اس کے قریباً صحیح نہ ہونے میں شک نہیں مولوی صاحب نے اپنے ترجمہ وتفسیر میں ملائک کے متمثل ہونے سے صریح انکار کر دیا ہے درحالیکہ بخاری اور مسلم میں علاوہ دیگر کتب حدیث کے ملائک کا انسانی وجود متمثل ہونا ہونا بلا تاویل روز روشن کی طرح اکثر احادیث سے ثابت ہے۔ایک طرف مولوی صاحب کا احادیث صحیحہ کو برسروچشم قبول کرنا اور دوسری طرف ان سے صاف انکار کر دینا ایک ایسی بداصولی ہے جس کو جس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھا جائے کم ہے۔قادیانی جماعت نے البتہ پہلے پارہ کے اردو ترجمہ میں اپنی تفسیر سے چند اصول شروع میں لکھے ہیں جن میں احادیث صحیحہ مرفوعہ کو تسلیم کر لیا ہے مگر آخر اس پر قائم نہیں رہی چنانچہ ناظرین مبصرین سے یہ راز پوشیدہ نہیں۔اب خدا تعالی کی قدرت کا تماشہ لاہوری اور قادیانی ہر دو جماعتیں قابل دید ہے کہ احادیث صحیحہ کو ہر دو جماعت تسلیم کرتی ہیں مگر کم ازکم

تفسیر میں ان کو پس پشت ڈال کر اپنی رائے سے کام لیتی ہیں۔اہل سنت سے ان ہر دو جماعتوں کے مناظرے ہوئے ہیں جن میں اہل سنت نے ان کا قافیہ ایسا تنگ کیا ہے کہ فرار کے سواان جماعتوں کے پاس بچاؤ کی اورکوئی صورت نظر نہیں آئی اس جماعت کے ہر دوفریق سے آئندہ اگر بحث کا موقع ہاتھ لگے تو احادیث صحیحہ کو قبول کروانے کا اصول ضرور قائم کروالینا چاہیے ورنہ ان کے چیلنج کی مطلقاً پرواہ نہ کرنی چاہیے۔شکست کی صورت میں یہ لوگ اپنے اخبارات میں اپنی فتح کا ڈنکہ بجا کر اپنا سکہ جما لیتے ہیں۔

اس نمبر میں بخاطر ضیافت طبع ناظرین ایک دو مثالیں مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ قرآن انگریزی سے پیش کرنا ان کی قرآن فہمی اور عربی دانی کا سرٹیفکیٹ خیال کرنا مناسب ہوگا۔مولوی صاحب صفحہ ۱۲۳ پر بر ذیل آیت او کـالـذی مرّ علی قر یۃٍ کے واقعہ کو خواب کا واقعہ بتلا کر فرماتے ہیں کہ قرآن ایسے واقعات کے متعلق جو خاص عبارت یا طرز واقعہ یا کسی ماقبلی تاریخ کے رو سے خود بخود خواب کا معلوم ہو، لفظ خواب کا بالعموم استعمال نہیں کرتا۔

اس اصول خانہ زاد کی تصدیق میں مولوی صاحب حضرت یوسف کی مثال پیش کرتے ہیں کہ جب حضرت یوسف نے گیارہ تاروں اور سورج چاند کو اپنے کو سجدہ کرنے کا تذکرہ اپنے والد کو سنایا تو خواب کا لفظ بالکل استعمال نہ کیا۔

اگر حضرت یوسفؑ نے اپنے باپ سے اس تذکرہ کے وقت خواب کا لفظ استعمال نہیں کیا تو کیا ہرج تھا کیونکہ اس وقت وہ بالکل نابالغ تھے اور واقعہ بھی ایسا تھا جس کا ظاہری عالم ناسوت میں امکان نہ تھا۔جب باپ نے یہ واقعہ سنتے ہی کہہ دیا

یا بنیّ لا تقصص رء یاك علی ا خوتك فیکیدوا لك کیداً

(اے بیٹا اس خواب کا ذکر اپنے بھائیوں سے نہ کرنا نہیں تو وہ تیرے واسطے کوئی بری تجویز کریںگے)۔

تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ قرآن نے اس واقعہ میں خواب کا لفظ استعمال کرنے سے کیونکر پہلوتہی کی۔ اگر ایک بچہ نے سہواً خواب کا لفظ ترک کیا تو دوسرے ہوشیار اور زیرک بزرگ نے اس بات کو واضح کر دیا لہذا مولوی صاحب کا اصول خانہ زاد تار عنکبوت سے بھی کمزور ہے۔یہ جماعت قرآنی معارف کے خاص علم کی مدعی

ہے۔مگر مولوی صاحب اگر کچھ آگے چل کر قرآن کو دیکھتے تو اس آیت کو خود حضرت یوسفؑ کی زبان سے سن لیتے

قال یا ابت هذا تأویل رؤیای من قبل قد جعلها ربی حقاً

مولوی محمد علی صاحب نے تعجیل سے کام لے کر اپنا بنا بنایا کام بگاڑ دیا ہے۔یہ ثابت شدہ امر ہے کہ جو جو واقعہ خواب کا قرآن مجید میں مذکور ہے وہاں قرآن نے اس کو پردہ اخفا میں نہیں رکھا بلکہ صاف لفظ (منام)یا (رؤیا) کا استعمال کر کے کسی اہل ہوا کی دال نہیں گلنے دی ۔حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے اس اصول کو تاڑ کر اہل اسلام پر ایک بڑا بھاری احسان کیا ہے کہ قرآن شریف میں لفظ (رؤیا) پورے سات دفعہ دیکھ کر صرف سورہ بنی اسرائیل والے رؤیا کو اس کے عام معنی سے مستثنیٰ کر دیا ہے چنانچہ امام بخاری نے پارہ ۱۹اور ۲۷ میں دو دفعہ اس پر باب باندھا ہے

و ما جعلنا الرؤیا الّتی ارینا ک الّا فتنة للناس

جس رؤیا کا صحیح مفہوم واقعہ چشم دید ہے نہ کہ خواب کا۔حضرت ابن عباسؓ رئیس المفسرین نے اس آیت میں لفظ فتنه کے قرینہ کو دیکھ کر مطلب اور مفہوم کو بخوبی واضح کر دیا۔مگر افسوس اہل ہوا نے اس سے فائدہ اٹھانے کی بجائے اپنے آپ کو اس فتـنـــه کا مصداق ثابت کر دیا اور معراج نبوی کو خواب یا کشف سے منسوب کر کے اہل سنت کی جماعت سے علیحدہ ہو گئے ۔قرآن کو قرآن سے سمجھنا قرآن فہمی کا سب سے پہلا اصول ہے۔دوسرا اصول حدیث مرفوع ذریعہ ہے۔تیسرا اصول حضرت ابن عباس و دیگر جمہور صحابہ کا مفہوم ۔چہارم تاریخ و عربی علم ادب، بشرطیکہ یہ پہلے تین اصولوں کے خلاف نہ ہو۔کچھ اور بھی اصول ہیں جن کا محل بیان یہ مضمون نہیں ۔

۲ . فلما بلغا مجمع بینهما نسیا حو تهما فا تخذ سبیله فی البحر سر با ۔

(الکہف:٦١) یعنی جب ہر دو شخص دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ پر پہنچے تو دونوں اپنی مچھلی کو بھول گئے پس مچھلی نے دریا میں سرنگ بنا کر اپنا راستہ بنا لیا،

مولوی محمد علی کا مع قادیانی جماعت کے جب معجزہ سے صاف انکار کا عقیدہ ہے تو کس طرح ممکن تھا کہ ترجمہ میں تحریف نہ کرتے آپ نے صفحہ ۶۰۰ پر یوں ترجمہ کیا ہے (اور مچھلی سمندر میں راستہ لے کر چلی گئی) مولوی

صاحب نے سـرباً کو جو راستہ لینے کی کیفیت کو ظاہر کرتا ہے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔ اپنے نوٹ نمبر ۱۵۱۳، اور ۱۵۱۴ میں اسی صفحہ پر اس طرح لکھتے ہیں:

بموجب حدیث بخاری مچھلی کا گم ہونا صرف منزل مقصود مل جانے کا نشان تھا۔ قرآن یا حدیث میں ہرگز ثابت نہیں ہوتا کہ یہ بھولی ہوئی مچھلی تھی تعجب کا اظہار مچھلی کے دریا میں چلے جانے پر نہیں بلکہ اس امر پر ہے کہ صاحب موسیٰ اس کا تذکرہ موسیٰ سے کرنا بھول گیا۔

The loss of the fish was, according to a report, to serve as a sign that the goal had been attained (Bkh). There is nothing either in the Holy Quran or in the report to show, however, that this was a roasted fish.

The taking of refuge on the rock shows that they were staying as a place which was flooded by the river, and Moses' companion, when fleeing for refuge, forgot to take the fish along with him. The wonder is not expressed at the fish having gone down into the river, but because he had forgotten to mention the loss to Moses.

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے بخاری کا حوالہ دینے سے اپنی حدیث دانی پر سخت دھبہ لگایا ہے۔ امام بخاری نے ۱۳ویں پارہ میں حضرت موسیٰ اور خضر کے واقعہ کے متعلق ایک باب باندھ کر دو احادیث لکھی ہیں جن سے مچھلی کا عجیب طرح سے راستہ دریا میں بنانا میں ثابت ہوتا ہے۔

ناظرین خود بخاری کھول کر دیکھ لیں کہ مولوی محمد علی صاحب نے کہاں تک دیانت داری سے کام لیا ہے۔ راقم بوجہ طوالت ان کی نقل سے معذور ہے۔

مچھلی کے عجیب طور پر راستہ بنانے پر ایک تو لفظ سـرباً شاہد ہے۔ دوسرا حضرت موسیٰ کے رفیق کا خود چشم دید واقعہ جس پر یہ آیت شاہد ہے

و اتّخذ سبيله فى البحر عجباً (الكهف:٦٤)۔

باقی رہا مولوی محمد علی صاحب کا فرمانا کہ قرآن سے ثابت نہیں کہ یہ مچھلی بھونی ہوئی تھی، سو ناظرین مولوی صاحب کی قرآن فہمی پر ضرور ہنسیں گے کہ جب موسیٰ نے اپنے رفیق سے ناشتا طلب کیا (آتنا غداء نا) تو

وہ گم شدہ مچھلی ناشتہ کا کیونکر ایک جزو نہ تھی؟ کیا کھانے کے ساتھ زندہ مچھلی رکھ لی تھی ؟اور بالفرض محال زندہ رکھ لی تھی تو جب بھی اتنا عرصہ بدون پانی کے وہ کیونکر زندہ رہ سکتی تھی؟ قرآن شریف سے مچھلی کا زندہ ہوجانا بہر صورت ثابت ہے اور مولوی صاحب کی تفسیر بالرائے باطل ہے۔

مولوی محمد علی صاحب کو خاکسار نے اپنے انگریزی جدید رسالہ میں صادق توبہ کا اعلان کرنے کے واسطے ایک مودبانہ چٹھی لکھی ہے دیکھئے مانتے ہیں یا نہیں۔

(اہل حدیث امرتسر جلد ۱۸ نمبر ۳۸۔ ۵۔اگست ۱۹۲۱ء۔ ۳۰ ذی قعد ۱۳۳۹ھ ص ۴۔۶)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ و تفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۵

(احتساب قادیانیت میں اسے ریویو نمبر ۶ لکھا ہے)

مولوی محمد علی اپنے ترجمہ قرآن میں زیر آیت وما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبّہ لھم ، و انّ الّذین ا ختلفوا فیہ لفی شكّ منہ ما لھم بہ من علم ا لا اتّباع الظّن و ما قتلوہ یقیناً (النساء:۱۵۷) یہ بیان تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ صلبو سے مسیح کے صلیبی عذاب کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔نفی صرف صلیبی عذاب سے موت کی ہے۔اس کے متعلق کچھ اور بیان بھی درج ہے جس کا مفہوم یہ ہے مسیح صلیب پر عذاب ضرور دیئے گئے مگر وہاں وہ فوت نہیں ہوئے بلکہ بعد ازیں قدرتی موت سے مر چکے ہیں۔مولوی محمد علی لاہوری صاحب، مسیح کے صلیبی عذاب میں نصاری کے مقلد ہیں اور ان کی قدرتی موت کے وقوعہ میں اپنے خیالات کے پابند ہیں۔مولوی محمد علی صاحب نے قرآن کی چار آیات ذیل کو بالکل نظر انداز کر کے قرآن فہمی کے ایک اعلیٰ اصول کو پس پشت ڈال ہے۔

۱۔و جیھاً فی الد نیا وا لآ خرۃ و من المقر بین (پ۳)

یعنی فرشتوں نے مریم کو بطور خوش خبری کے سنایا کہ مسیح دنیا اور آخرت ہر دو میں باعزت ہوگا اور خاص الخاص بندوں میں سے ہے۔

۲۔ و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الما کرین (پ۳۔ع۱۳)

یعنی یہود نے مسیح کے بارہ میں بری تدبیر سوچی اور اللہ نے بھی تدبیر سوچی اور اللہ سب تدبیر کرنے والوں پر غالب رہتا ہے۔

۳۔ و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك (پ۷ع۵)

اے مسیح تم اللہ کا احسان یاد کرو جب اس نے تم کو بنی اسرائیل کے ہاتھوں سے بچالیا۔

۴۔ و جعلنی مبار کاً این ما کنت (پ ۱۶ع۵)

اور حضرت مسیح نے بالہام الٰہی مہد میں کہا کہ اللہ نے مجھ کو بابرکت کیا ہے جہاں کہیں میں رہوں۔

اگر کوئی باانصاف عربی سمجھنے والا مذکور بالا چار آیات کی صحیح مراد پر غور کرے تو ہرگز ممکن نہیں کہ وہ اس امر کو قبول کرنے کے واسطے تیار ہوگا کہ یہود نے حضرت مسیح پر قابو پالیا اور ان کو پکڑ کر ذلیل بھی کیا اور آخر صلیب پر چڑھا کر کیل کانٹے ان کے ہاتھوں اور پیروں میں ٹھونک دیئے۔ مولوی محمد علی لاہوری نے چار آیات مذکورہ میں سے صرف دوسری آیت کی تاویل اس طرح ہے کہ یہود کا مکر یہ تھا کہ وہ مسیح کو صلیب پر لعنتی کی موت ماریں اور اللہ تعالی کا یہ مکر تھا کہ مسیح کو لعنتی موت سے بچالیا۔

مولوی محمد علی احادیث مرفوعہ کے ردّ کرنے میں تو مولوی عبداللہ چکڑالوی کے قریباً ہم پلہ تھے ہی مگر نصوص قرآنی کو بھی ردّ کر کے ان کی ایسی تاویل کرنے کے عادی ہیں جسکی دیگر آیات مانع ہیں۔ نہیں معلوم اللہ تعالی نے اس ناچیز خاکسار کو مولوی محمد علی لاہوری کی قرآنی تفسیر کی تردید پر بالخصوص کیوں مامور کیا جب کہ ملک میں خاکسار سے بڑھ کر انگریزی اور عربی دان مسلم اصحاب موجود ہیں جن کی شاگردی کو میں اپنا فخر خیال کرتا ہوں۔ مجھ کو اس میں یہی حکمت الٰہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالی قرآن فہمی میں میرا خاص معاون ہونا پسند کرتا ہے۔

ناظرین ایک کرشمہ قدرت کی مثال اس کے متعلق ملاحظہ فرما کر میرے حق میں دعا کریں تا کہ آئندہ بھی اس اسلامی خدمت کو خلوص باطنی سے انجام دیتا رہوں۔ وہ کرشمہ قدرت یا رحمت الٰہی یہ ہے کہ تدبر سے قرآن کی ایک ایسی آیت میرے سامنے لائی گئی ہے جو مذکورہ چاروں آیات کی پوری اور صحیح تفسیر ہی نہیں بلکہ ہر قسم کی مردود تاویل کا پورا قلع قمع کر دیتی ہے۔

قرآن شریف کے پارہ۔۹۔ رکوع ۱۸ میں آیت ذیل نے ہر قسم کی باطل تفسیر بالرائے کو رد کر دیا ہے اور مسیح کے یہود کے قابو میں ہرگز نہیں دیا اور جب یہود کو ان پر قابو ہی نہیں دیا تو ان کی گالوں پر طمانچے مارنا، منہ پر تھوکنا، اور کانٹوں کا تاج پہنانا، اور آخر سولی پر چڑھا کر کیل کانٹے ہاتھوں اور پاؤں میں ٹھونک دینا کیونکر لائق

تسلیم ہے؟

و اذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلوك اویخر جو ك و یمکرو ن و یمکر الله و الله خیر الما کر ین ۔یعنی اے محمد علیک السلام، ہمارے احسان کو یاد کرو جس وقت کافروں نے تمہارے گرفتار کرنے یا قتل کرنے یا شہر سے نکال دینے کی تدبیر کی۔اور وہ تدبیر کرتے تھے اور اللہ بھی تدبیر کرتا تھا اور اللہ سب کی تدبیروں پر غالب آنے والا ہے ۔

اس جگہ تعجیل سے شائد کوئی میرا بھائی اس طرح نہ کہدے کہ یہ آیت تو جناب سرور کونین ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت مسیح کا اس سے کیا تعلق؟ ہاں تعلق تو ایک طرف رہا بلکہ بعینہ یہی آیت حضرت مسیح کی حفاظت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔اگر فرق ہے تو صرف یہ ہے کہ مسیح کا زمانہ چونکہ قرآن کے نزول کے وقت گذر چکا تھا اس واسطے اس آیت میں ہر دو افعال ماضی میں ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو مذکورہ آیت ہے اس کے ہر دو افعال مضارع میں ہیں۔ کیونکہ آپ نزول آیت کے وقت موجود تھے مگر واللہ خیر الماکرین ہر دو آیات کے اخیر میں مساوی مذکور ہے و مکروا و مکر الله والله خیر الما کر ین۔یعنی آیت نمبر۲ اور آیت و یمکرو ن و یمکر الله والله خیر الا کر ین مذکورۃ الصدر ایک ہی قبیل اور مفہوم کے ماتحت ہیں اور تمام قرآن میں دو دفعہ یہ آیت واقع ہوئی ہے اور صرف دو پیغمبروں کے واسطے۔

اب خاکسار کو ظن غالب ہے کہ اہل سنت مسلمان تو ایک طرف رہے لاہوری اور قادیانی ہر دو فریق بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ پر کفار قریش قابو نہ پا سکے۔ جب انہوں نے ایک رات آپ کے مکان کا محاصرہ گرفتاری یا قتل کے ارادہ سے کر لیا تھا مگر آپ حضرت علیؓ کو اپنی چارپائی پر لٹا کر بہمراہ حضرت ابوبکر صدیقؓ چپکے سے الوپ ہو کر غار ثور میں جو مکہ شریف سے قریب ہی واقع تھا جا چھپے تھے اور محاصرین اس غیبی اور اعجازی فرار کو معلوم کر کے باوجود گرما گرم تعاقب کے آپ کو گرفتار کرنے میں سخت ناکام اور مایوس ہوئے تھے۔

یہ ایک متواتر تاریخی واقعہ ہے جس سے انکار کرنا گویا اللہ تعالی کی غالب تدبیر کو جس کا اظہار اور ثبوت خیر الماکرین میں موجود ہے بالکل باطل کر دینے کے مساوی ہے۔اب اہل باطل کی کل تاویلات باطلہ کو اس

آیت نے بالکل ھباءً منثوراً کر دیا ہے۔

نہایت تعجب اور حیرت ہے کہ وہی آیت جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے وارد ہو تو وہاں یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ آپ کفار کے قبضہ میں بموجب وعدہ الٰہی ہرگز نہ آ سکے لیکن جب بعینہ وہی آیت حضرت مسیح کے بارہ میں وارد ہو تو یہ نتیجہ برآمد کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت عیسی بن مریم کو گرفتار کر لیا۔ راستہ میں ہر طرح کی ناگفتنی بے عزتی بھی کی۔ اور آخر سولی پر چڑھا کر ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیل کانٹے بھی ٹھونک دیئے (نعوذ باللہ من ھذہ البھتان العظیم) ایک ہی قسم کی ہر دو آیات سے دو مختلف نتیجے پیدا کرنا اہل حق اور اہل علم کی شان سے نہایت بعید ہے۔

اب خاکسار اللہ تعالی کی حکمت بالغہ کا راز بیان کرتا ہے کہ اس نے صرف دو پیغمبروں کے واسطے ہی کیوں ایک ہی قبیل کی آیت نازل فرمائی؟

عالم الغیب جل جلالہ کو معلوم تھا کہ مسلمانوں سے بھی ایک فرقہ کسی وقت بتقلید اہل کتاب حضرت مسیح جیسے برگزیدہ پیغمبر کو باوجود مذکور پانچ آیات ان کی شان میں پڑھنے کے ان کی تاویل باطلہ کر کے حضرت مسیح کو یہود کے حوالہ کر کے بڑی بے آبروئی سے آخر صلیب پر چڑھائے گا اور ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیل کانٹے ٹھونک دینا تسلیم کر کے کم علم مسلمانوں کو گمراہ کرے گا۔

جب سے مرزائی فرقہ کا ظہور ہوا ہے اور اہلسنت نے اس سے مناظرے بھی کیئے اس کی تاویلات باطلہ کی اپنی اکثر تصنیفات میں خوب قلعی بھی کھولی مگر جناب رسول خدا ﷺ کے متعلق خیر الماکرین والی مذکورہ آیت کو حضرت مسیح کے متعلق خیر الماکرین والی آیت سے تطبیق دے کر اس مرزائی فرقہ پر کسی نے اب تک حجت پوری نہیں۔

جناب سرورکونین ﷺ کے متعلق خیر الماکرین والی آیت ہمیشہ قرآن میں ہر زمانہ میں زیر تلاوت رہی۔ سلف کے علماء اور مفسرین کو حضرت مسیح والی خیر الماکرین کی آیت سے تطبیق دے کر صحیح نتیجہ اخذ کرنے کی اس واسطے ضرورت محسوس نہ ہوئی کہ ان کے عہد میں مرزائی خیالات کی اس قدر چرچا نہ تھی۔ انہوں نے دیگر آیات محولہ بالا صدر کو مسیح کے عدم صلیب اور عدم ذلت پر کافی نصوص خیال کیا۔ چنانچہ اہل

سنت کے ایک بھی باعلم مصنف یا مفسر نے حضرت مسیح کا یہود سے گرفتار ہو کر صلیب پر چڑھایا جانا تسلیم نہیں کیا۔ حتیٰ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے آپ کو مسیح ابن مریم بنانے کی خاطر جدید عقاید کی بنیاد ڈالی اور قرآنی آیات کی تاویلات باطلہ کا دروازہ ایسا فراخ کر دیا کہ بموجب پیش گوئی حضرت مسیح اچھے پڑھے لکھے بعض مسلمان اس چار دیواری میں داخل ہو گئے۔

خاکسار غلام حیدر بالفعل احادیث صحیحہ کو نظر انداز کر کے جن کی رو سے مرزا صاحب قادیانی، مسیح موعود ہرگز نہیں ہو سکتے، ہر دو لاہوری اور قادیانی جماعت کو اس آیت کی طرف متوجہ کرتا ہے و یمکرو ن و یمکر الله و الله خیر الماکر ین ۔(پ۹ ع۱۸)۔ یہ آیت متعلق جناب رسول اللہ ﷺ، حضرت مسیح والی آیت و مکروا و مکر الله و الله خیر الماکرین (پ۳۔ع۱۳) کی مرادف ہے۔ اندریں صورت خاکسار نہایت اشتیاق سے اس امر کا منتظر رہے گا کہ ہر دو مرزائی جماعتوں میں کوئی فرد باانصاف قرآن شریف کو اللہ تعالیٰ کا بے مثل بلیغ کلام یقین کر کے اس قرآنی نص کے سامنے جو کسی تاویل کی متحمل نہیں، اپنے تقلیدی عقیدہ سے توبہ کر کے اہل سنت کے زمرہ میں شامل ہونے کے واسطے آمادہ ہے یا نہیں۔ مگر

ابو جہل از کعبہ مے آید و ابراہیم از بت خانہ
کار بالعنایت است باقی بہانہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۲۱ء۔ ص ۵۔۷)

متفرق تحریریں

(ریویو نمبر ۷۔ از احتساب قادیانیت

ماسٹر غلام حیدر لکھتے ہیں:

خاکسار نے نمبر ۵ مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۲۱ء میں چند آیات قرآنی کی بنا پر ثابت کیا تھا کہ یہود حضرت عیسی ابن مریم پر ہرگز قابو نہ پا سکے چہ جائے کہ ان کو بے عزت کر کے سولی پر چڑھا دیا ہو۔ اور یہ بھی لکھا تھا کہ کسی اہل سنت کے مفسر یا عالم نے اس امر کو تسلیم نہیں کیا کہ حضرت مسیح واقع میں سولی پر چڑھائے گئے تھے۔ اس پر اڈیٹر پیغام صلح نے اپنے اخبار مورخہ ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے صفحہ ۳ پر اس کے متعلق اہل سنت کی ایک معتبر کتاب کے حوالے سے اس مضمون کی تردید لکھی۔ خدا بھلا کرے اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث کا جنہوں نے محض حق کی تائید کی خاطر اپنے اخبار مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء میں اڈیٹر پیغام صلح کی علمیت و دیانت کی ایسی قلعی کھول دی کہ

اب تک وہ ان کے چیلنج کے سامنے آنے کی بالکل جرأت نہیں کر سکا وہ مضمون بعد حذف امور غیر متعلقہ وبعد حذف عربی عبارت عنوان ذیل سے شروع ہوتا ہے قادیانی امت علم وفضل میں کہاں تک درجہ کمال رکھتی ہے ....ہم بتاتے ہیں کہ تحقیق مسائل میں اس امت کو کیا درجہ نصیب ہے...

(باپ پر پوت گرو پر چیلا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس مثل کا مطلب یہ ہے کہ جس طرح بیٹے میں باپ کا جسمانی اثر فی الجملہ ہوتا ہے، تندرست کا تندرستی، بیمار کا بیماری، اسی طرح گرو یا مرشد کا اثر چیلوں اور مریدوں پر فی الجملہ ضرور ہوتا ہے۔اسی اصول سے ہم دیکھتے ہیں کہ قادیانی نبی کی امت میں بھی اس کا اثر خوب اچھی طرح ظہور پذیر ہوتا رہتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے قصور علم کی وجہ سے کبھی یہ کہہ اٹھتے تھے، اس مضمون کی کوئی حدیث نہیں آئی نہ صحیح نہ ضعیف ۔، حالانکہ ہوتی تھی۔

چنانچہ حمامۃ البشری اور چشمہ معرفت میں لکھتے ہیں کہ حضرت عیسی مسیح کے آسمان پر جانے آنے کا ثبوت کسی ضعیف روایت میں بھی نہیں ملتا حالانکہ امام بیہقی کی کتاب الاسماء والصفات میں یہ حدیث موجود ہے۔

اسی طرح ان کے مریدین بھی اپنے تبحر علمی میں ایک واضح امر کا انکار کر جاتے ہیں۔اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳ستمبر میں بعنوان،

قادیانی امت کی حدیث دانی،

لکھا تھا۔اس کے صفحہ ۳ پر ایک حدیث ابوبکر بن ابی الدنیا محدث کی روایت سے، بحوالہ تفسیر حافظ ابن کثیر جلد ۹ لکھی تھی اسکے جواب میں فاضل اڈیٹر پیغام صلح نے اپنے مرشد اور ہادی کی طرح لکھ دیا کہ اس نام کا کوئی محدث ہی نہیں (پیغام صلح ۵۔اکتوبر ۱۹۲۱ء)

یہ سن کر ہمیں حیرت ہوئی کہ حافظ ابن کثیر جیسا محدث ابوبکر جیسے مشہور محدث سے ایک روایت نقل کرتا ہے اور قادیانی پیغمبر کا امتی اردو خوان علامہ اڈیٹر پیغام صلح انکار کرتا ہے اب ہم مانیں تو کس کو؟

اس فیصلے کیلئے ہم نے تذکرۃ الحفاظ میں تلاش کیا تو وہاں فوراً ہم کو مل گیا:

ابن ابی الد نیا المحدث العالم الصدوق ابو بکر عبد الله بن محمد بن عبید بن سفیا ن بن ابی الد نیا القرشی ا لا موی صا حب التصانیف سنة ثمان . (جلد ۲ ص ۲۴۸)

یعنی ابوبکر بن ابی دنیا سنہ...میں پیدا ہوئے بہت سی تصانیف کے مصنف ہیں

ناظرین! یہ ہے ان لوگوں کا سرمایہ علم جس پر ان کو اتنا ناز ہے کہ دنیا میں کسی کو اپنا ہم سر نہیں جانتے۔آہ:

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

یہ تو اس روایت کا بنیادی انکار تھا کہ ابوبکر بن ابی الدنیا کوئی محدث ہوا ہی نہیں، دوسری وجہ اس سے بھی عجیب اور ضحکۃ الصبیان ہے۔ہمیں خطرہ ہے کہ مدرسہ عربی کے نحو میر پڑھنے والے طلبا یہ وجہ سن کر سارا دن ہنستے ہنستے اپنا سبق حرج کر لیں گے۔فاضل اڈیٹر پیغام صلح لاہور لکھتے ہیں کہ اس روایت میں جو یہ لفظ آیا ہے:

يد خل اهل الجنة الجنة على طو ل آ د م على حسن يو سف و على ميلا د عيسى .

یہ غلط ہے کیونکہ فعل کے متعلق حرف جارہ مکرر سہ کرر نہیں آیا کرتا (۱۲۔اکتوبر)

خدا جانے فاضل اڈیٹر صاحب کا کیا مطلب ہے بظاہر جو لفظوں سے مفہوم ہوتا ہے وہ تو بالکل غلط ہے۔

اڈیٹر صاحب آپ نے درود تو پڑھا ہو گا سنیئے، اسی طرح ہے نہ؟ اللهم صل على محمد و على آل محمد ۔ اس میں ایک ہی جارہ دو دفعہ آیا ہے یا نہیں؟ لیجئے تین دفعہ بھی سنئے اور اپنے امیر قوم علامہ فہامہ کو بھی سنایئے۔ہاں ہاں بلکہ اپنی جماعت کے کل علماء عربی دانوں کو ایک جا جمع کر کے سنایئے اور مرد میدان بن کر ہمارے پیش کردہ حوالہ کا مثل سابق انکار کر دیجئے ۔سنئے: و لله العزة و لر سو له و للمو منين۔

ایک ہی حرف جارہ جتنی دفعہ ایک ہی فعل سے متعلق ہوا ہے۔ذرا شمار کر کے بتایئے گا۔پس آسان جواب یہ ہے کہ صاف کہد یجئے گا کہ یہ عبارت ہم نے کسی کتاب میں نہیں پڑھی۔بس یہی ایک جواب کافی ہے۔ذرا سوچ سمجھ کر جواب دینا تمہارے سلطان القلم کا حوالہ بھی موجود ہے۔

لیجئے ہم آپ پر احسان کرتے ہیں کہ آپ کو اس دعوی کے اثبات کیلئے نحو کی کسی کتاب کا حوالہ نہیں پوچھتے کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ آپ علم نحو میں بھی اسی عالم فاضل سے مستفیض ہونگے جسنے اپنی تجدید کے اثر سے ر أت کا مفعول بہ مرفوع لکھا جس کا شعر ہے

أ آخیـــــت ذئبـــــا عـــــایثـــــا او ابـــــا الـــوفـــا

أ وافیـــــت مُـــــدًا او رأیـــــت امـــــر تســـــرٌ

ہاں ہاں اسی عرب بلکہ متعرب سے مستفید ہوں گے جس کے نزدیک علم صرف کے صیغے مونث اور مذکر سب ایک ہیں جس کا ایک شعر ہے:

فـــقـــلـــت لك الـــویـــلات یـــا ارض جـــولـــرا

لـــعِـــنـــتِ بـــمـــلـــعـــون و انـــت تـــدمّـــر

سبحان اللہ!ار ض جو لڑا (گولڑے کی زمین)لعنتِ اور انت تینوں مونث مگران کا فعل تد مر مذکر

دہلی کے ایک بامذاق شاعر کا شعر بڑا لطیف تھا:

از چلچل پائے تو من زار شد کچل

من خود نے چلم تو اگر ے چلی تو چل

مگر مجدد صاحب قادیانی کا اعجازی قصیدہ مندرجہ اعجاز احمدی شعر مذکور سے بھی لطیف تر ہے۔

یہ قصہ ہمارے مضمون کی ایک تمہید ہے۔اس سے ہمارا مقصود یہ تھا کہ ہم بتاویں کہ قادیانی امت بہر دو گروہ علم و فضل میں کہاں تک درجہ کمال رکھتی ہے۔اب ہم بتاتے ہیں کہ تحقیق مسائل میں اس امت کو کیا درجہ نصیب ہے۔ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ہمارے مکرم دوست ماسٹر غلام حیدر صاحب پنشنر سرگودھا،قادیانی امت کے انگریزی ترجمہ قرآن کی تنقید کر رہے ہیں چنانچہ ان کی طرف سے ۷نمبر نکل چکے ہیں ان کے جواب میں اڈیٹر پیغام صلح لاہور ایک جگہ لکھتا ہے(پیغام صلح لاہور۔۵۔اکتوبر ۱۹۲۱ء ص ۳):

ماسٹر(غلام حیدر)صاحب نے تو سنی سنائی ہی باتیں یاد کی ہوئی ہیں اگر ماسٹر صاحب اس روایت ہی کو پڑھ لیتے جو کتاب استیعاب سے مدارج النبوۃ میں نقل ہوئی ہے کہ بعد نزول سورہ نساء جس میں آیت ماصلبوہ وارد ہوئی ہے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (جو بدری صحابی تھے) آنحضرت ﷺ کے قاصد ہو کر مقوقس والی سکندریہ کے پاس جو عیسائی تھا نامہ مبارک آنحضرت ﷺ لیکر گئے تو مقوقس نے ان سے یہ اعتراض کیا کہ اگر تمہارا صاحب نبی ہے تو اس نے کیوں خدا سے دعا نہ کی کہ

اس کو مکہ سے ہجرت نہ کرنی پڑتی۔اس پر حاطب ؓ نے فرمایا حضرت عیسی بھی تو نبی تھے انہوں نے کیوں نہ دعا کی کہ دار پر نہ کھینچے جاتے،تو یہ کبھی نہ کہتے کہ حضرت علامہ سیدنا محمد علی صاحب مسیح کے صلیب پر کھینچے جانے میں نصاری کے مقلد ہیں ۔

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ کتاب استیعاب سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حاطب بن ابی بلتہ نے حضرت عیسی کے صلیب پر چڑھائے جانے کا اعتراف کیا ہے۔آیئے ہم استیعاب میں اس مضمون کو تلاش کریں مگر پیش کرنے سے پہلے ہم قادیانی امت کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اندر صداقت پاتے ہیں تو آئیں استیعاب کو بیچ میں رکھ ہمارے ساتھ فیصلہ کریں:تاسیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

پس سنیئے!الاستیعا ب فی معرفۃ الا صحا ب میں یوں مذکور ہے:

قا ل بعثنی رسو ل الله ﷺ الی المقو قس ملك ا لا سكندريه فجئته بكتا ب رسو ل الله ﷺ فا نز لنی فی منز لة واقمت عنده ليـالی ثم بعث الیّ و قد جمع بطارقه فقا ل الی اسألك بكلا م ا حب ان تفهمه منی قا ل قلت هلم قال ا خبر نی عن صاحبك اليس هـو نبيـاً قـلـت بـلـى هـورسو ل الله قال فما له حيث كان هكذا لم يد ع علی قو مه حيث ا خر جو ه من بلدة الی غير ها فقلت له فـعيسـى ابـن مـر يـم اتشهد انه رسو ل الله فما له ا خذه قو مه فا را دوا صلبه ان لا يكو ن دعا عليهم بان يهلكهم الله حتى رفعه الله اليه فی سماء الد نيا ۔ قا ل ا حسنت انت حكيم جا ء من عند حكيم (ص ١٣٤)

حاطب نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اسکندریہ کے حاکم مقوقس کے پاس بھیجا میں نے آنحضرت ﷺ کا خط اسکو پہنچایا اس نے مجھے اپنے مکان میں ارارا میں اس کے پاس کئی روز ٹھہرا رہا۔ایک روز اس نے اپنے مذہبی علماء کو بلا کر مجھے بھی مجلس میں بلایا اور کہا کہ میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تو وہ بات میری

اچھی طرح سمجھ لو۔ میں نے کہا فرمائیے، کہا تو مجھے اپنے صاحب کی طرف سے بتا کیا وہ نبی ہے۔ میں نے کہا ہاں وہ رسول اللہ ہیں۔ یہ سن کر مقوقس نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کی قوم نے اسکو اس کے شہر سے نکال دیا تھا تو اس نے ان پر بدعا کیوں نہ کی؟ میں (حاطب) نے کہا حضرت عیسیٰ کی بابت آپ شہادت دیتے ہوں گے کہ وہ رسول اللہ تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کو ان کی قوم نے پکڑ کر سولی پر چڑھانا چاہا تو انہوں نے ان پر اس مضمون کی بدعا کیوں نہ کی کہ خدا ان کو تباہ کر دیتا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف پہلے آسمان میں اٹھالیا۔ یہ جواب سن کر مقوقس نے کہا تو نے بہت اچھا جواب دیا تو بڑا حکیم (دانا) ہے اور بڑے دانا کے پاس سے تو آیا ہے۔

یہی روایت خصائص کبری جلد ۲ ص ۱۴ پر بعینھا انہی لفظوں سے موجود ہے۔

احمدی دوستو! کیا ہم امید رکھیں کہ تم لوگ اپنے ہی پیش کردہ حوالہ کو سامنے رکھ کر ہمارے ساتھ فیصلہ کرلو گے؟ واقعات گذشتہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم لوگ مدینہ کی ایک شریف قوم کی طرح خیرنا و ابن خیرنا کہہ کر فوراً اپنے قول کے برخلاف شرنا و ابن شرنا کہنے لگ جایا کرتے ہو۔ پس اگر تم نے اپنے حوالہ استیعاب کے مطابق حضرت عیسیٰ کی زندگی اور آسمان پر جانے کے مسئلے کا فیصلہ استیعاب سے ہمارے ساتھ نہ کیا تو ہمارا دعویٰ ثابت ہوگا، اگر کرلیا تو ہمارا غلط۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ نمبر ۹ ص ۱-۳)

ضمیمہ ریویو نمبر ۷

خاکسار غلام حیدر اس نمبر میں ایک مختصر مضمون میر ابراہیم صاحب سیالکوٹی کا اخبار اہل حدیث مورخہ ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء سے اس واسطے نقل کرنے کی ضرورت محسوس کرتا ہے کہ ناظرین کو مرزائی جماعت کے مبلغ علم اور عقائد سے پورے طور پر واقفیت حاصل ہو جائے اور یہ بھی ممکن ہے کہ شائد کوئی قادیانی بھی اس کے مطالعہ سے حق کی طرف رجوع کرے لہذا سالم نمبر مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اخبار اہل حدیث امیر جماعت اہل حدیث پنجاب اور ان کے نائب اور وزیر کے قلم سے اپنی تائید کے واسطے مفید پا کر ناظرین کے سامنے بطور تحفہ کے پیش کرتا ہے

لاہوری مرزائی اور مرزا صاحب

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں:

ہمارا پختہ خیال ہے اور بالکل حق ہے کہ لاہوری جماعت احمدیہ سنت نبویہ سے تو الگ تھی ہی، مرزائی اصول سے بھی بہت پرے ہٹ گئی ہے یہاں تک کہ وہ ان احادیث کو بھی نظر انداز کر دیتے ہیں جن کو جناب مرزا صاحب آنجہانی نے نہایت مزے کی حالت میں خود اپنے مطلب کے لئے پیش کیا ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کا رسالہ، اشاعت اسلام، بابت ماہ دسمبر ۱۹۲۱ء اس وقت میرے سامنے ہے اس کے اخیر میں ایک عنوان ہے: حد درجہ کی لاعلمی۔ اس کے ضمن میں اڈیٹر (خواجہ کمال الدین) صاحب نے بیان کیا کہ ولائتی اخبار السٹریٹڈ کرانیکل میں اسلام کے متعلق کچھ غلط گوئیاں شائع ہوئیں کسی (محمدی) مسلمان نے خدا اس کو جزائے خیر دے، ان غلط بیانیوں کا جواب لکھا۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ اخبار مذکور کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ حضرت محمد مصطفی ﷺ کو حضرت مسیح کی نسبت کوئی علم نہیں تھا۔

اسکا جواب محمدی مجیب صاحب نے یہ دیا کہ یہاں غلط بیانی سے کام لیا ہے آپ (ﷺ)، حضرت مسیح کو خدا کا رسول اور اپنے سے دوسرے درجہ پر مانتے تھے اور مسلمانوں کے عقیدہ کے مطابق حضرت مسیح دوبارہ آئیں گے تو انہیں دفن کرنے کیلئے روضہ مبارک میں جگہ رکھی ہوئی ہے۔

خواجہ کمال الدین اڈیٹر رسالہ اشاعت اسلام کو یہ جواب مرزائیت کے خلاف نظر آیا تو انہوں نے باوجود علم حدیث سے مطلقاً ناواقف ہونے کے محمدی مجیب صاحب کی تغلیط کرتے ہوئے یوں رقم طرازی شروع کردی:

اس موقع پر ہم مضمون نگار کو دو باتوں سے آگاہ کر دیتے ہیں نبی کریم ﷺ نے یہ کہیں دعویٰ نہیں کیا کہ آپ کا رتبہ حضرت مسیح سے بلند ہے بلکہ اپنے پیروؤں کو حکم دیا کہ وہ اس قسم کی تفریقات سے باز رہیں۔ یہ حضرت نبی کریم ﷺ کے وسعت قلب کی دلیل ہے۔ دوم، نبی کریم کے مقبرہ میں حضرت مسیح کے دفن ہونے کے لئے کوئی جگہ نہیں رکھی گئی (ص ۶۹۲)

شکر ہے کہ خواجہ صاحب نے سرے سے اس امر ہی سے انکار نہیں کر دیا کہ مسلمانوں کا عقیدہ ہے کہ حضرت عیسی دوبارہ دنیا پر آئیں گے اور صرف قبر کی جگہ کے انکار پر اکتفا کی لیکن ہم ان کو بتلاتے ہیں کہ محمدی مجیب صاحب کو آگاہ کرتے کرتے خواجہ صاحب خود کتنے بہکے کہ مرزا صاحب کے مایہ ناز وسرمایہ راحت امر کو بھی بھول گئے۔ بغور سنئے:

ا۔آنحضرت ﷺ نے سید ولد آدم ہونے کا دعوی کیا احادیث میں مذکور ہے (مشکوۃ)

اور انبیاء میں تفریق کرنے کا مطلب یہ ہے کہ بعض کو مانیں اور بعض کو نہ مانیں جیسا کہ چھٹے پارے کے شروع میں ہے۔ ایک کا دوسرے سے افضل ہونا موجب تفریق نہیں کیونکہ اس میں تو خود قرآن شریف کی نص صریح موجود ہے۔ پارہ ۳ کی پہلی آیت میں اور سورہ بنی اسرائیل کے رکوع نمبر ۱۰ کو دیکھو

خیر اگر اس پر بھی آپ کو قناعت نہ ہو تو یوں سمجھ لیجئے کہ اگر فضیلت انبیاء کا مسئلہ موجب تفریق ہے تو جناب مرزا صاحب کے اس شعر کے کیا معنی :

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

اوران کے حق میں جو یہ ترانہ نہایت ذوق وشوق سے گایا جاتا ہے اسکا کیا مطلب ہے

سب اولیاء سے بہتر بعض انبیاء سے افضل

یہ مصطفیٰ ہمارا یہ دلربا ہمارا

اب سنایئے آپ کے خیال میں حضرت مسیح سے برتری کا دعوی ہے اگر آنحضرت ﷺ نے نہیں کیا اور اس کا نام تفریق ہے اور یہ ممنوع ہے تو مرزا صاحب نے جو حضرت مسیح سے برتری کا ادعا کیا ہے، اس کے رو سے مرزا صاحب کا کیا حشر؟ افسوس آپ لوگوں کے دلوں سے ایمان تو گیا ہی تھا، دماغوں سے عقل بھی جاتی رہی۔ کیا آپ ان باتوں کے ہوتے بھی مرزا غلام احمد کو ہادی ومجدد مانتے رہیں گے۔

۲۔ حضرت عیسی کے دفن کی جگہ کے متعلق بھی احادیث میں فیصلہ ہو چکا ہے خود جناب مرزا غلام احمد صاحب منکوحہ آسمانی اور محبوبہ لاثانی محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۳ کے حاشیہ پر جس حدیث کو پیش کرتے ہیں اسی حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں فيدفن معی فی قبری یعنی حضرت عیسی میرے پہلو میں میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے۔

سنایئے ابھی معلوم ہوا یا نہ کہ آنحضرت ﷺ حضرت عیسی کے مدفن کے متعلق خود فرما رہے ہیں اور مرزا غلام احمد اس حدیث کو صحیح جان کر محمدی بیگم کے نکاح کے لئے دستاویز بناتے ہیں۔ اب یہ بھی لیجئے کہ داخل حجرہ نبویہ ایک قبر کی جگہ بھی باقی پڑی ہے چنانچہ مشکوۃ میں ابومودود کی روایت سے عبداللہ بن سلام سے مروی ہے کہ عیسی بن مریم، محمد ﷺ کے پاس دفن ہوں گے اس کے بعد ابومودود راوی حدیث جو مدینہ طیبہ کا باشندہ ہے کہتا ہے و قد بقی فی البیت موضع قبر۔ یعنی حجرہ نبویہ میں ایک قبر کی جگہ باقی پڑی ہے۔، یہ تو پرانے زمانے کی بات ہے خاکسار خود جن ۱۳۳۰ھ میں مشرف زیارت مسجد نبوی ہوا تو داخل حجرہ نبویہ ایک قبر کی جگہ خالی پائی اس امر میں خاکسار کی ایک مستقل تصنیف الخبر الصحیح موجود ہے جس میں پورا نقشہ بتایا گیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء ص ۳-۴)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن

پیغام صلح کی لعنت کا مصداق کون ہے؟

(احتساب قادیانیت میں اسے ریویو نمبر ۵ بتایا گیا ہے)

ہمارے بزرگ دوست ماسٹر غلام حیدر صاحب پنشنر انگریزی ترجمہ مرزائی کی اصلاح کرتے ہیں

۔ پیغام صلح ان کو جواب دیتا ہے مگر عنوان میں اخبار اہل حدیث کو مخاطب کرتا ہے جو فن اڈیٹری سے اس کی ناواقفی پر دال ہے۔ خیر یہ تو اسکی مرضی ہے جو چاہے لکھے۔ مگر ایک کام ضرور کیا کرے کہ جس پرچہ میں جواب لکھے وہ ماسٹر صاحب کو بھی بھیجے۔ وہ چاہے تو اس پرچہ کی قیمت دفتر اہل حدیث سے لیا کرے، دفتر ہذا دینے کو تیار ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر

جناب ماسٹر غلام حیدر پنشنر سرگودھا لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدی لاہور کے انگریزی ترجمہ کا اردو میں یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء سے سلسلہ ریویو شروع ہے جس پر پیغام صلح نے اڈیٹر نے ایسی سکوت اختیار کی ہے کہ گویا ان کی دوات سے سیاہی نے جواب دے دیا ہے۔ آٹھ ماہ کے بعد اب ذرا بیدار ہو کر موت عیسی کے متعلق مندرجہ نمبر ۴ مطبوعہ ۵۔ اگست ۱۹۲۱ء اہل حدیث کا جواب لکھا ہے مگر باقی اعتراضات کے نزدیک آنے سے آپ کا قلم کانپ گیا ہے، ہم شروع سلسلہ سے ہی ہر دو احمدی جماعت پر معجزہ کے انکار کا الزام عائد کر رہے ہیں جس پر پیغام صلح مورخہ ۷ ستمبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۳ پر مرزا غلام احمد قادیانی کا شعر نقل کرکے لعنت اللہ علی الکا ذبین کا فتوی سناتا ہے۔

ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے قرآنی معجزات کو ملعون کہا ہے مگر اب دیکھنا یہ ہے کہ درحقیقت اس لعنت کا مصداق کون ہے۔ اصول عمل کی خاطر وضع کیا جاتا ہے مگر باوجود معجزہ ثابت ہوجانے کا اس کو تسلیم نہ کرنا منکر کو لعنت اللہ علی الکا ذبین کا واقعی مصداق بنادیتا ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ یکم اکتوبر ۱۹۲۰ء و مورخہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۲۰ء نمبر ریویو ۱ و ۲ میں ہم نے متعلق تین معجزات کے بحوالہ احادیث صحیحہ تفسیر کی تھی جس سے مولوی محمد علی صاحب نے اپنے انگریزی ترجمہ میں بالکل انکار کردیا ہوا ہے۔ ایک تو حضرت ابراہیم کا واقعی آگ میں ڈالا جانا، دوسرا حضرت یونس کا مچھلی کے پیٹ میں داخل ہونا، تیسرا حضرت عیسی کا بحالت رضاعت الہام سے غیب کے متعلق کلام کرنا۔ اب پیغام صلح لاہور کے اڈیٹر صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ یا تو حتی الوسع جلد ثابت کردیں کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے مذکورہ واقعات کے متعلق ہماری بیان کردہ تفسیر نہیں کی، بلکہ آپ (ﷺ) پر محض بہتان ہے یا اس لعنت کو واپس لے کر حسب مراتب ہر دو احمدی جماعت میں تقسیم فرمادیں۔

باقی پیغام صلح لاہور کی مہذ بانہ تحریر کی بابت ہم قلم کو روک لیتے ہیں کیونکہ ان کی سنت موکدہ ہے۔ ہاں انکے چیلنج کا جواب انشاء اللہ دیا جائیگا (نوٹ: جواب دیکھو ریویو نمبر ۱۰ میں)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۴۔اکتوبر ۱۹۲۱ء ص ص ۵۔۶)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۶

(یہ ریویو، احتساب قادیانیت میں نمبر ۸ ہے)

ناظرین کرام سے پوشیدہ نہیں کہ حضرت ایوبؑ کا ذکر قرآن مجید میں صرف دو موقعہ پر ہے۔ایک دفعہ تو سورہ انبیاء پارہ ۱۷ رکوع ۶ میں، دوسری دفعہ سورۃ ص پارہ ۲۳ رکوع ۴ میں۔ ہر دو موقعہ پر حضرت ایوبؑ کی ایک سخت مصیبت یا ابتلاء کا ذکر ہے جس سے مخلصی پانے کے واسطے آپ نے بارگاہ ایزدی میں نہایت عجز سے دعا کی اور ہر دو موقعہ پر آپ کی دعا قبول ہونے کا ذکر ہے۔ پہلے موقع پر دعا کے الفاظ یہ ہیں انی مسّنی الضرّ و انت ار حم الرا حمین ۔اور موقعہ ثانی میں دعا اس طرح مذکور ہے انی مسنی الشیطان بنصبٍ و عذاب۔ پہلی دفعہ اجابت دعا کا اظہار بدیں الفاظ ہے فکشفنا ما به الضر ۔اور دوسری دفعہ یوں ہے ارکض بر جلك هذا مغتسل بارد وشرا ب ۔ باقی عنایات ایزدی کا ذکر ہر دو مقامات میں مساوی بایں الفاظ ہے:

و آ تینا ہ اهله و مثلهم معهم ر حمة من عند نا و ذکری للعابدین۔ و و هبنا له ا هله و مثلهم معهم و ذکر ی لا و لی الالباب

مولوی محمد علی اس کے متعلق اپنے ترجمہ قرآن کے صفحہ ۸۸۶۔۸۸۷ پر اس طرح تحریر فرماتے ہیں: جس مصیبت کی حضرت ایوبؑ شکایت کرتے ہیں وہ کسی ریگستانی سفر کا واقعہ معلوم ہوتا ہے جس میں آپ کو تھکان اور پیاس سے تکلیف محسوس ہوئی، اس قیاس کی معاون بہت سے دلائل ہیں۔ایک تو لفظ نصب جس کے معنی تھکان کے ہوتے ہیں ۔دوسرا قرینہ یہ ہے کہ بطور علاج یا تلافی کے آپ کو ایسی جگہ بتلائی جاتی ہے جہاں پینے اور غسل ہر دو کے لئے ٹھنڈا پانی موجود ہے۔ تیسرا قرینہ اس تکلیف کے ساتھ شیطان کا ذکر ہے کیونکہ، شیطان

الفلا، حسب قاموس اور عربی لغات مصنفہ لین صاحب پیاس ہے۔ ایوب کے اس مصیبت ناک سفر میں بلا ریب وہ اس طویل سفر کی طرف اشارہ ہے جو نبی ﷺ کو خاص مصیبت ناک حالات میں مکہ سے مدینہ تک پیش آنے والا ہے ار کض بر جلك یعنی اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا کر دوڑاؤ۔

اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ حضرت ایوبؑ وہاں جا پہنچتے ہیں جہاں پینے اور غسل کے واسطے ان کو پانی مل جاتا ہے۔ ایوب کو خیال ہوا کہ وہ ایک بے آب ریگستان میں وارد ہے اور اس نے تھکان اور پیاس کی شکایت کی تو اس کو جواب ملتا ہے کہ اپنے گھوڑے یا سواری کے جانور کو تیز چلاؤ پھر تم کو آرام مل جائے گا۔ یہ ایک نصیحت ہے کہ مشکلات میں ناامید نہ ہونا چاہیے خذ بيدك ضغثاً و لا تحنث

اس آیت میں تین الگ الگ الفاظ ہیں ان کے مفہوم کے متعلق عموماً غلط فہمی واقع ہوئی ہے اس کے قصہ میں کل مفسرین ایک دوسرے کے مقلد ہیں۔ مفسرین کا بیان ہے کہ ایوب نے اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی حلف اٹھائی تھی اور اس نے اپنی حلف کو آخر اس طرح پورا کر دیا کہ تنکوں کا ایک مٹھا لے کر اس کو مار دیا قرآن شریف یا کسی صحیح حدیث میں اس قصہ کا کوئی نشان نہیں ملتا (ضـغـث) کے معنی اگرچہ ٹہنیوں کا مٹھا بھی ہے مگر اس کے دوسرے معنی بھی ہیں اور مترجم کا فرض ہے کہ اصل عبارت کے موقعہ کو مدنظر رکھ کر مناسب معنی تجویز کرے اور صاف الفاظ کی تشریح کے واسطے قصہ ایجاد کرنے سے پرہیز کرے حدیث اخذ الضغث کے معنی دنیاوی اسباب کے لینے والا ہے۔ قرآن میں بھی ان دو الفاظ کا یہ مفہوم ہے کہ ایوب کو کچھ دنیاوی مال و متاع دیا گیا تھا۔ اب صرف لاتحنث کی تشریح باقی ہے۔ پس اس کا حقیقی مطلب سمجھنے کوئی بڑا اشکال نہیں کیونکہ قاموس اور لین صاحب کی لغت میں حنث کے معنی درج ہیں کہ فلاں شخص حق سے باطل کی طرف مائل ہو گیا۔ اب اس آیت کا مفہوم حاصل یہ ہوا کہ ایوب کو نصیحت کی جاتی ہے کہ حصول دولت پر بدی کی طرف راغب مت ہونا۔

مولوی محمد علی کی تفسیر متعلقہ حضرت ایوبؑ کے جس قدر تھے وہ خاکسار غلام حیدر نے ان کے انگریزی قرآن سے اردو میں ترجمہ کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دی ہے۔

ار کض بر جلك کے متعلق مولوی صاحب دو امثلہ ر کضت الفرس بر جلی یعنی میں نے گھوڑے کو اپنے پاؤں سے مارا کہ وہ تیز چلے ر کض الدا بة بر جلٍ یعنی اس نے گھوڑے کو تیز چلانے

کے لئے پاؤں سے مارا۔ان کی تفسیر میں بحوالہ لغات مذکور ہیں جو سہواً مجھ سے رہ گئی ہیں اوراب بیان کر دی گئی ہیں تا کہ مولوی صاحب کا حق میرے پر باقی نہ رہے۔

مولوی محمد علی لاہوری صاحب حضرت ایوبؑ کے تذکرہ میں تین افسوس ظاہر فرماتے ہیں ایک یہ کہ مترجم حسب منشاء متن قرآن ترجمہ نہیں کرتے۔

دوم، یہ کہ کل مفسرین ایک دوسرے کی تقلید بلاتحقیق کرتے ہیں۔

سوم، یہ کہ سب مفسرین نے بدوں کسی صحیح روایت کے یہ قصہ خود بخود گھڑ لیا ہے کہ ایوبؑ نے اپنی بیوی کو سودرہ لگانے کی قسم کھائی تھی جس کو انہوں نے اس طرح پورا کر دیا کہ سوتنکوں کا ایک مٹھہ لے کر اپنی بیوی کو مار دیا۔

اب کون پوچھے کہ مولوی صاحب! کسی اہل زبان فاضل نے گذشتہ صدیوں میں اگر قرآن کے اس مقام پر آپ کی طرح تفسیر نہیں کی تو آپ کی تفسیر کل کے مقابلہ میں کیونکر قابل اعتبار ہے؟ حالانکہ نہ آپ کو اہل زبان ہونے کا فخر حاصل ہے، نہ عرب اور مصر میں رہ کر علماء سے عربی علم ادب سیکھنے کا۔آپ نے اسی پنجاب میں کچھ ٹوٹی پھوٹی عربی سیکھ کر اہل زبان مفسرین کی عربی دانی پر نکتہ چینی شروع کر دی۔کیا سلف کے اہل زبان فضلاء سے کوئی بھی اس لائق نہیں تھا کہ قرآن کو سمجھ سکتا؟ جو کچھ آپ کے ترجمہ کا معہ اکثر دیگر مقامات کے ترجمہ کے مفہوم ہے وہ حدیث ذیل کا مصداق ہے

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اخیر زمانہ میں فریب دینے والے جھوٹے ایسی باتیں بنائیں گے جن کو نہ تم نے کبھی سنا، نہ تمہارے باپ دادوں نے۔پس ان سے بچو اور ان کو آپ سے بچاؤ۔مبادا وہ تم کو گمراہ کر کے فتنہ میں ڈال دیں۔(مشکوۃ باب اعتصام بالکتاب والسنہ۔رواہ مسلم)

اس زمانہ میں قرآنی معارف کے علم کی ہر دو احمدی جماعتیں (لاہوری اور قادیانی) مدعی ہیں مگر بموجب حدیث مذکورہ آپ کے معنی باطل ہیں کیونکہ سلف کے کسی اہل زبان مفسر نے اس طرح ترجمہ نہیں کیا۔آپ فرماتے ہیں کہ مفسرین نے قصہ خود گھڑ لیا ہے جس کی بنا کسی حدیث صحیح پر نہیں۔

سبحان اللہ! مولوی محمد علی صاحب کی جرأت! علماء سلف سے مطالبہ حدیث! ایسا مطالبہ محض اس شخص کا

حق ہے جو جناب رسول اللہ ﷺ کی بموجب شہادت قرآن شریف یعلمھم الکتاب و الحکمۃ تعلیم قرآنی کا قائل ہو مگر جو شخص احادیث صحیحہ متعلقہ تعلیم کو پس پشت ڈال کر تفسیر بالرائے یا لغت غیر متعلقہ کو ترجیح دیتا ہو وہ، چہ دلاور است کہ بکف چراغ دارد، کا صریح مصداق ہے ۔

مولوی صاحب! اگر بعض مفسرین نے بوجہ عدم ضرورت قصہ زیر بحث کے متعلق حدیث کا حوالہ نہیں دیا، تو اس سے یہ ہرگز ثابت نہیں ہوسکتا کہ واقع میں بھی کوئی صحیح حدیث نہیں۔ ہمارا سارا رونا اسی بات کا ہے کہ آپ تفسیر میں احادیث صحیحہ کو ردّ کر کے اپنی من مانی تفسیر کرتے ہیں جس کی مثالیں گذشتہ نمبروں میں اہل حدیث کے کالموں میں خاکسار پیش کر چکا ہے۔ کیا ان مثالوں کو دیکھ کر اور میری کھلی چٹھی مندرجہ جدید انگریزی رسالہ پڑھ کر آپ نے احادیث کو پس پشت ڈالنے سے اپنی توبہ کا اعلان شائع کر دیا ہے؟ اگر نہیں کیا تو اب اس قصہ کے متعلق حدیث پیش ہونے پر کیا آپ اپنی تفسیر بالرائے سے توبہ کرنے کا اعلان شائع کرنے کو صدق دل سے آمادہ ہیں؟ مگر آپ میں تحقیق حق کی سچی پیاس ہرگز نہیں کیونکہ سائنس اور تقلیدی مذہب آپ کو اپنے محدود دائرہ سے ایک بال بھر بھی باہر قدم رکھنے کی جب ہرگز اجازت نہیں دیتے تو مطالبہ حدیث چہ معنی دارد

آئندہ نمبر کے لئے تیار ہونے تک خاکسار آپ کے عہد کا انتظار کرے گا جب کہ غالباً پندرہ یوم لگیں گے۔ اگر اس عرصہ تک آپ نے حلفاً عہد کا اعلان شائع فرما دیا تو چشم ما روشن دل ما شاد، ورنہ ناظرین کی خاطر آپ کا مطالبہ انشاء اللہ پورا کر کے آپ پر حجت تمام کی جائے گی۔

آپ نے ارکض برجلك کا ترجمہ (اپنے گھوڑے کو ایڑی مار کر دوڑا لے چلو) قرآن مترجمہ مولوی عبداللہ چکڑالوی منکر حدیث سے لیا ہے مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے بھی وہیں سے لیا تھا۔ نیچری تفسیر نے اور مولوی عبداللہ مذکور کی تفسیر نے آپ کو بڑی مدد دی ہے۔ یہ ہر دو تفاسیر اہلسنت کی تفاسیر کے بالکل خلاف ہیں۔ تفسیر بالرائے کا نظارہ اور پورا فوٹو ہیں جن سے بموجب فرمان رسول اللہ ﷺ بچنا لازم ہے جیسا کہ بحوالہ مشکوۃ اوپر مذکور ہو چکا۔ آئندہ نمبر میں انشاء اللہ مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ وتفسیر کا بطلان احادیث وعقلی دلائل سے ثابت کیا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اکتوبر۱۹۲۱ء ۔ ۱۸۔صفر۱۳۴۰ جلد۱۸ نمبر۴۹ ص۳۔۴)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ۔ ریویو نمبر ۷

سلسلہ زیب عنوان نمبر ۶ مطبوعہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۱۔اکتوبر ۱۹۲۱ء میں خاکسار شیخ غلام حیدر نے مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے جو کچھ اپنے ترجمہ وتفسیر میں متعلق ابتلاء حضرت ایوبؑ لکھا تھا اس کو بیان کر کے یہ وعدہ کیا تھا کہ اگر مولوی محمد علی صاحب ۱۵ دن تک تفسیر بالرائے سے اپنی توبہ کا اعلان شائع فرماویں گے (شملہ میں کسی ناظر اہل حدیث نے مولوی محمد علی لاہوری سے آپ کے سلسلہ مضامین کا ذکر کیا تو مولوی صاحب نے کہا ماسٹر غلام حیدر صاحب اگر پرائیویٹ طور پر مجھے اطلاع دیتے تو میں غور کرتا۔ اس کا مطلب کیا ہے؟ سب سمجھ سکتے ہیں۔اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) تو انشاء اللہ خاکسار بذریعہ احادیث صحیحہ اور اقتضاء النص و دلالت النص آئندہ نمبر میں ثابت کردے گا کہ ابتلاء حضرت ایوبؑ کو جو پیش آیا تھا اس کی نوعیت کیا تھی اور ارکض برجلك کا ترجمہ (اپنے گھوڑے کو ایڑ لگا کر تیز چلاؤ) نہیں اور خذ بیدك ضغثا فاضرب به و لا تحنث (ص:۴۴) کا مفہوم (دنیاوی اسباب کسی قدر لے لو پھر اسی پر قناعت کرو اور باطل کی طرف میلان مت کرو) صحیح نہیں۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے رکض کی جو دو مثالیں اپنے نوٹ میں پیش کی ہیں، وہاں ہر دو میں جانور کا لفظ ساتھ شامل ہے۔اور ایسے موقع پر بلا ریب مفہوم، جانور کو تیز کرے، کے سوا دوسرا نہیں ہوسکتا۔مگر نص زیر بحث میں نہ فرس ہے، نہ دابہ ۔لہذا مولوی محمد علی صاحب نے (گھوڑا) اپنی رائے سے اس میں شامل کر کے ثابت کردیا کہ لغت کی مثال کی بھی وہ بخوبی اصلاح کر سکتے ہیں۔

اسی طرح فاضرب به کا ترجمہ (پھر اسی پر قناعت کرو) اس کی خانہ زاد ایجاد ہے ضرب کے معنی اگر قناعت کرنے کے عربی محاورہ میں ہو سکتے تو مولویصاحب کو کسی لغت سے اس کی مثال پیش کرنا مناسب تھا۔مگر اس میں ناکام ہوکر تفسیر بالرائے کا حق پورا ادا کیا۔جب مولوی محمد علی صاحب کی اپنی علمیت کی یہ حالت ہو تو کل مفسرین پر آیات زیر بحث کا غلط ترجمہ کرنے کا الزام لگانا انصاف سے بعید ہے۔

مولوی محمد علی نے اس الزام سے امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی جن کی تفسیر کا اکثر دفعہ حوالہ پیش کرتے ہیں مستثنی نہیں کیا۔ اگر کوئی فرشتہ، امام رازی مرحوم کی قبر میں جا کر ان کے کان میں کہہ دے کہ حضرت کچھ خبر ہے کہ مولوی محمد علی احمدی جماعت کے امیر نے آپ کی تفسیر کو بھی ردی کر دیا ہے تو وہ یقیناً مسکرا کر یہ شعر پڑھ دیں گے

کس نیا موخت علم تیراز من۔ کہ مراعاقبت نشانہ نہ کرد

چونکہ خاکسار کو کامل یقین ہے کہ مولوی محمد علی صاحب عمر بھر بھی اپنی تفسیر بالرائے سے رجوع نہیں کریں گے کیونکہ خاکسار کی کھلی چٹھی مندرجہ انگریزی رسالہ مصنفہ خاکسار کو پڑھ کر بھی آپ نے پانچ ماہ میں اب تک رجوع نہیں کیا اور علاوہ ازیں وہ اپنے انگریزی قرآن کے دیباچہ میں فرماتے ہیں:

> مرزا غلام احمد صاحب قادیانی زمانہ جدید کے افضل مجدد و مہدی نے اس ترجمہ و تفسیر کے متعلق میرے دل میں نہایت عمدہ آگاہی بطور الہام ڈال دی ہے اور اسکے علمی چشمہ سے میں نے بخوبی سیر ہو کر حصہ لیا ہے۔

اس واسطے ان کے رجوع کا زیادہ انتظار فضول جان کر اپنا وعدہ خاکسار پورا کرتا ہے۔ اول خود عبارت النص، دلالت النص، اقتضاء النص، اشارت النص سے بعد ازاں احادیث صحیحہ و دیگر معتبر ذرائع سے

وماتو فیقی الّا با للہ العلی العظیم

حضرت ایوبؑ کو جب ایک خاص ابتلاء سے اللہ تعالی نے نجات بخشی تو بطور تعریف وقدر دانی کے انّا و جد نا ہ صا براً آسمانی یونی ورسٹی سفر کی معمولی یا غیر معمولی تھکان اور پیاس برداشت کرنے کی وجہ سے اس قسم کا کریڈٹ یا اعلی سرٹیفکیٹ ہر گز نہیں دیا کرتی کیونکہ کی سخت سے سخت تکالیف ایک غیر مومن بھی بخوبی برداشت کرنے کی قابلیت رکھتا ہے جس کی تاریخ اور واقعات میں مشاہدہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر میں بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ کو جب تھکان اور سفر میں پیاس نے بہت لاچار کیا تو آپ نے رفع تکلیف کے واسطے دعا مانگی جس پر اللہ تعالی نے الہام کیا کہ اے ایوب اپنے گھوڑے کو ایڑی لگا کر تیز کر لو تم کو غسل اور پینے کے واسطے ایک جگہ مل جائے گی۔

اب کون پوچھے کہ مولوی صاحب! ایک آدھ دن کی تکلیف سے بھی جولا چار ہوکر صبر کا دامن چھوڑ کر واویلا کرنے لگ پڑتا ہے کیا اللہ تعالی اس کو انـا و جد ناہ صا براً کی اعلی سند عطا فرما کر قیامت تک اپنے قرآن میں نمونہ قائم کرسکتا ہے؟

یہ اعلی سند مولوی محمد علی صاحب نے ایسی سہل الحصول کردی کہ بخدا ہم کو لالچ پیدا ہوگیا ہے۔ مگر افسوس کہ سفارش کر کے دلانے والا مسیح موعود اب موجود نہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ جب قادیانی بہشتی مقبرہ میں چندفٹ خالی جگہ بدوں کافی مالی ایثار کے ملنی دشوار ہے، تو ایسی اعلی آسمانی سند ایک معمولی سفر کی تکلیف کی برداشت کے عوض نہیں بلکہ عدم برداشت اور واویلا کرکرنے سے کیونکر مل سکتی ہے، بالخصوص ایک پیغمبر کو جن کے حصہ میں اللہ تعالی نے بموجب حدیث سب خلق سے بڑھ کر مصائب مقدر فرمائے ہیں تا کہ خلقت کے واسطے وہ سبـق الا شیـاء ،اوبجکٹ لیسن کا کام دیں۔قرآن شریف میں انبیاء کے خاص خاص اخلاق کا جہاں مذکور ہے اس سے مراد ایسے کامل اخلاق کی بلا ریب ہے جس سے بڑھ کر بشر میں ہونا غیر ممکن ہے۔جب تک کسی نبی کا اخلاق (شکور،حصور،حلیم، اواب،صابر وغیرہ) مختلف مواقع پر بذریعہ متواتر عملی نتائج کے ثابت نہ ہوجائے آسمانی تعلیم گاہ کمالیت کی سند ہرگز عطا نہیں کرتی۔

ہمارے مولوی محمد علی صاحب نے قرآن فہمی کے اصول سے پوری واقفیت نہ ہونے کی وجہ سے حضرت ایوبؑ کو انّـا و جد ناہ صا براً کی ڈگری اور سند خدا تعالی سے سفر کی معمولی تکلیف کے واسطے جس کو وہ پورے طور پر برداشت نہ کرسکے دلوادیتی ہے مـا قـدروا اللـه حق قدرہ، اورالہام بھی وہ کرادیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ایوبؑ نہایت موٹی عقل کے پیغمبر تھے، بلکہ بدون الہام ربانی کے اس قدر بھی سمجھنا دشوار تھا کہ سفر میں تھکان اور پیاس کے سبب پانی کا چشمہ تو تم کو مل جائے گا مگر اپنی سواری کو ایڑ لگا کر تیز کرلو۔

ایک معمولی ناخواندہ کم عمر انسان بھی اس قدر خداداد عقل رکھتا ہے کہ ایسی حالت میں اگر اس کو معلوم ہوجائے کہ آگے کچھ دوری پر پانی مل جائے گا وہ بشرطیکہ سواری پر ہو بلا تحریک وترغیب اپنی سواری کو ہر ممکن کوشش سے تیز قدم کرلے گا۔سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک پیغمبر کو ار کـض بـرجلك یعنی بموجب ترجمہ مولوی

محمد علی صاحب (اپنی سواری کو ایڑلگا کر تیز کرلو) کے الہام کی کیا ضرورت تھی اورصرف ھذا مغتسل بارد و شراب کا الہام کافی تھا ارکض برجلک کا الہام ایک تحصیل حاصل ہے جس سے معاذ اللہ خدائے ذو الجلال کے ایک برگزیدہ پیغمبر پر یہ الزام عائد ہوتا ہے کہ وہ ایک موٹی عقل کے ایسے انسان تھے جو تکلیف میں پانی کے عنقریب ملنے کی اطلاع پا کر بھی بدون الہام کے اپنی سواری کو تیز کرنے کی اٹکل سے خالی الذہن تھے۔

ناظرین نے اس خاکسار کے مذکورہ بیان سے ضرور بھانپ لیا ہوگا کہ جس قادیانی علمی چشمہ سے سیرابی کا وافر حصہ لیا گیا ہے وہ چشمہ کیا حقیقت رکھتا ہے جس کا ہمارے مولوی محمد علی صاحب کو اس قدر ناز اور فخر ہے کہ کل مفسرین کو بیک نوک و کرشمہ مسترد کر دیا ہے کہ وہ سیاق وسباق کو دیکھے بغیر غلط فہمی کر کے ایک دوسرے کی تقلید میں بناوٹی قصے اپنے دل سے گھڑ لیتے ہیں۔

اب حدیث سے ثبوت کی باری ہے۔ دلالت النص و اقتضاء النص سے جو مفہوم پیدا ہوتا تھا، محض اس کو ہی اگر ہمارے مولوی محمد علی غور اور تدبر سے تقلید مرزا غلام احمد قادیانی کی زنجیر سے آزاد ہو کر سمجھتے تو حدیث کا اس بارہ میں کوئی مطالبہ نہ کرتے۔ مگر ان کے قلم سے جو نکلنا تھا وہ بموجب والقلم و ما یسطرون رکنا محال تھا۔ خیر خدا ان کا بھلا کرے کہ خاکسار کو اللہ تعالی نے خاص یہ خدمت سپرد کر کے اپنی غیبی نصرت فرمائی اور اخبار اہل حدیث امرتسر کے ناظرین کے واسطے ایک غیر معمولی ضیافت طبع پیش کی للہ الحمد مبارکاً طیباً کثیراً

حدیث کی عربی عبارت کا ملاحظہ اگر کسی کو منظور ہو تو کتاب رحمة المهداة الی من یرید زیادة العلم علی احادیث المشکوة صفحہ ۲۸۶ مطبوعہ مطبع فاروقیہ دہلی کو دیکھئے۔ اگر کسی کو اردو ترجمہ معہ سلسلہ روایت متعلقہ اس حدیث کے دیکھنا پسند ہو، تو تفسیر مواہب الرحمٰن المشتہر بہ جامع البیان پارہ ۲۳ صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ نولکشور لکھنؤ کا ملاحظہ کرے۔ خلاصہ حدیث یہ ہے۔ شیخ ابن کثیر نے اس مقام پر لکھا ہے

قال ابن جریر و ابن ابی حاتم جمیعاً حدثنا یونس بن عبد الاعلی اخبرنا ابن وهب و اخبرنی نافع بن یزید عن عقیل عن ابن شهاب عن انس بن مالك کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اللہ تعالی کا پیغمبر ایوب اپنی بلاء میں اٹھارہ سال تک مبتلاء رہا۔ اس کو نزدیک اور دور کے قرابتیوں نے چھوڑ دیا سوائے دو مردوں کے جو ایوب کے خاص ترین بھائیوں میں سے تھے۔

یہ ہر دو ایوب کے پاس صبح وشام آیا جایا کرتے تھے ایک دن ان دونوں میں سے ایک نے دوسرے سے کہا کہ و اللہ ایوب نے کوئی ایسا سخت گناہ کیا ہے کہ شاید اہل عالم میں سے کسی نے ایسا نہیں کیا۔اس کے ساتھی نے کہا تو کس دلیل سے ایسا کہتا ہے۔اس نے جواب دیا اس دلیل سے ایسا کہتا ہوں کہ آج اٹھارہ برس گذرے کہ اللہ تعالی نے ایوب پر رحم نہ فرمایا کہ اس سے یہ بیماری دفع ہو جاتی۔

پھر آنحضرتﷺ نے فرمایا اس بیماری میں ایوب کی حالت یہ ہوگئی تھی کہ اپنی قضائے حاجت کے واسطے جاتے اور جب فارغ ہوتے تو ان کی زوجہ ان کا ہاتھ تھام لیتی یہاں تک کہ اسی سہارے پر اپنی جگہ پہنچ جاتے۔ پھر ایک دن ایسا اتفاق ہوا کہ جب ایوب قضائے حاجت کو گئے اور یہ نیک بخت عورت منتظر تھی مگر کوئی آواز نہ آئی اور اللہ تعالی نے ایوب کو وحی فرمائی ار کض بر جلك هذا مغتسل بارد و شرا ب۔

پھر جب عورت کو انتظار میں بہت دیر لگی تو وہ پاک دامنہ بڑھ کر ادھر اودھر دیکھنے لگی۔ناگاہ اس کی نگاہ پڑی کہ ایوب ایسے حال میں اس کے سامنے آرہا ہے کہ جو بیماری اسکو تھی وہ بالکل جاتی رہی ہے عورت کو یہ گمان بھی نہ ہوا کہ یہی آدمی ایوب ہے وہ مخاطب ہو کر بولی بھلا تو نے اس پیغمبر کو کہیں دیکھا ہے جو بیماری میں مبتلا تھا،اور و اللہ تندرستی کی حالت میں وہ بالکل تیرے مشابہ تھا۔اس پر حضرت ایوب نے جواب دیا کہ میں ہی وہ ایوب ہو ں۔،ماخذ اس حدیث کا حافظ ابونعیم اصفہانی کی کتاب حلیہ ہے۔

اب ناظرین نے دیکھ لیا ہوگا کہ مولوی محمد علی صاحب نے جو ایک معمولی سفر کی تکلیف کے واسطے حضرت ایوبؑ کو درس گاہ آسمانی سے انا و جد نا ہ صا براً کی سند دلوائی تھی اور آپ کی طرف پانی ملنے کی توقع سے گھوڑے کو تیز کر لینے کا الہام جو نازل کرادیا تھا،واقعی وہ مصیبت کس قدر عرصہ آپ پر وارد رہی اور ارکض بر جلك سے مراد ایڑی مارنے سے بطور خارق عادت چشمہ کا پھوٹ نکلنا تھا ایسی لاچاری کی حالت میں جب وہ چلنے پھرنے سے عاجز تھے ۱۸ سالہ ابتلاء کے بعد اجابت دعا کا نتیجہ اس سے کم تر کیا ہوتا۔توریت کے سارے بیان سے ہمارا اتفاق نہیں مگر حضرت ایوب کے پہلے اور دوسرے باب میں حضرت کے جسم پر تمام سخت چھالے پڑنے کا ذکر موجود ہے اور یہ بھی لکھا ہے کہ شیطان نے ایوب کو ضرر پہنچانے کے واسطے اللہ سے اجازت لے لی۔اللہ کو بھی ایوب کا ابتلاء منظور تھا تا کہ وہ قیامت تک صبر کا عملی نمونہ خلق کے واسطے قائم ہوں۔

قرآن کاانی مسّنی الشیطا ن بنصبٍ توریت کے اس بیان پر خود شاہد ہے بہرصورت سخت قسم کی بیماری میں حدیث شریف اور توریت دونوں متفق ہیں اگر چہ تورات والی خاص بیماری کے ہم قائل نہ ہوں کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے اس کو نہیں بتلایا۔ باقی بیماری کے عرصہ کا اور چشمہ کا ایوبؑ کے لات مارنے سے پھوٹ نکلنا صرف حدیث سے ثابت ہے جو خاص آیات متعلقہ کی تفسیر ہے۔ باقی جواب خذ بيدك ضغثا کی تشریح آئندہ کسی نمبر میں ہوگی انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء مطابق ۸ ربیع الثانی ۱۳۴۰ جلد ۱۹ نمبر ۶۔ ص ۳۔۵)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن ۔ ریویو نمبر ۸

(یہ ریویو، احتساب قادیانیت میں نمبر ۱۰ ہے)

سابقہ نمبر ۷ مطبوعہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹ دسمبر ۱۹۲۱ء میں ہر دو باقتضاء النص قرآن وحوالہ صحیح حدیث یہ ثابت کیا گیا تھا کہ حضرت ایوبؑ پورے اٹھارہ سال تک ایک سخت بیماری میں مبتلا رہے، جس میں سوائے ان کی پاک دامن بیوی کے ان کی خدمت سے سب قریبی اور بعیدی رشتہ دار بھاگ گئے تھے۔ حتی کہ حضرت ایوب کی دعا پر اللہ تعالی نے انہیں کے پاؤں کی ٹھوکر سے ایک ایسا چشمہ بطور خرق عادت کے جاری فرمادیا جس کے بابرکت پانی کے استعمال سے آپ بالکل صحیح وتندرست ہوگئے۔

جس غیر معمولی صبر سے حضرت ایوبؑ نے اس ابتلاء کو اٹھارہ سال تک برداشت کیا، اس کے صلہ میں اللہ تعالی نے ان کو قرآن میں انّا و جدناه صابراً کی سند عطا فرمائی، جو ہمارے مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے سفر کی ایک آدھ دن کی معمولی تکلیف کے واسطے ان کو دلوادی تھی۔ باقی بیان کے اعادہ کی ضرورت نہیں، تمہید نمبر موجودہ کے واسطے اسی مقدار کی ضرورت تھی۔

نمبر ۷ میں خذ بيدك ضغثاً فاضرب به و لاتحنث کے معنی آئندہ لکھنے کا وعدہ تھا جسکو اب بفضل اللہ تعالی پورا کیا جاتا ہے۔ ہمارے مولوی محمد علی نے اپنے انگریزی ترجمہ قرآن میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح کیا ہے: اپنے ہاتھ میں کسی قدر دنیاوی مال لے لو پھر اسی پر قناعت کرو۔ اور باطل کی طرف مت جھکو۔

لغت کی بعض کتب سے اپنے معنی ثابت کرنے کی بہت کوشش بھی کی گئی ہے مگر افسوس ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے فا ضر ب به کے معنی کسی عربی لغت کی کتاب یا محاورہ عرب سے (قناعت کرنے کے) ثابت کرنے کی زحمت کو عمداً گوارا نہ کیا۔ جس سے ثابت ہوتا ہے کہ جو اعتراض اس آیت کے بالکل غلط ترجمہ کرنے کا وہ کل مفسرین پر کرتے ہیں، اس کے صحیح ترجمہ کا خود بھی ثبوت نہ دے سکے۔

لغت متعدد معنوں کی بیشک متحمل ہوتی ہے، مگر بموجودگی صحیح حدیث یا معتبر قول صحابی، جس سے دوسرے صحابہ نے انکار نہ کیا ہو، لغت کے متعدد معنوں سے صرف وہی قبول کیا جانے کا حق رکھتے ہیں جو مطابق حدیث یا قول صحابی ہو جس کی تشریح ابھی ہو چکی ہے۔ صحابہ زیر تعلیم جناب رسول اللہ ﷺ رہ چکے ہیں جس پر دلیل یہ آیت ہے یعلّمهم الکتا ب و الحکمة (جمعہ)۔ بعض میں خصوصیت بطور معجزہ بطفیل دعا سرور کائنات ﷺ ثابت ہے مثلاً حضرت عبداللہ بن عباس ؓ۔

جلال الدین سیوطیؒ اپنی تفسیر درمنثور میں زیر آیت مذکورہ بروایت امام احمدؒ، ابن عباس ؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ایوبؑ نے اپنی بیماری میں (کسی قصور کے واسطے) اپنی بیوی کو سو کوڑے مارنے کی حلف اٹھالی تھی۔ اب حال پوشیدہ نہیں کہ بعد صحت یاب ہونے کے اپنی قسم کو پورا کرنے کی فکر پڑی۔ اس کی خدمت یاد آتی تھی تو کوڑے لگانا خلاف انصاف دیکھتے، قسم یاد آجاتی تو اسکا پورا کرنا بھی ضروری معلوم ہوتا۔

اللہ تعالی نے ایک آسان تدبیر بتلادی کہ حضرت ایوبؑ اپنے ہاتھ میں سوسینکوں کا ایک مٹھا باندھ کر یک دفعہ ہی بیوی کو ماردے، اور قسم میں جھوٹا مت بنے۔

سب سے اول جناب رسول اللہ ﷺ نے اسی آیت کی نص سے ایک ضعیف الخلقت شخص پر، جو زنا کے سو کوڑے کی حد برداشت نہ کرسکتا تھا، اس قسم کی حد لگانے کا حکم دیا۔ دیکھو مشکوۃ جلد ۳ کتاب الحدود فصل ثانی حدیث سعید بن سعید بن عبادہ۔

مسند احمد میں بھی ایسا ہی ایک ذکر مذکور ہے۔ طبرانی نے بھی ایسا ہی لکھا ہے۔ مذہب حنفی میں اس قسم کا حکم موجود ہے۔ اب اس قدر قرائن کو نظر انداز کر دینا مولوی محمد علی امیر جماعت لاہوری کا ہی کام ہے۔

حضرت علی ؓ جنھوں نے کوفہ کو اپنی خلافت میں صدر مقام بنایا، وہاں کی مسجد میں اگا ہوا (ضـغـث) دیکھا تھا

جس سے حضرت ایوبؑ کو اللہ تعالی نے ان کی بیوی کو مارنے کا حکم فرمایا تھا(دیکھو مجمع البحار اور وحید اللغات)

ضغث کے ساتھ قرینہ فاضرب بہ کا صاف مانع ہے کہ اس کو مال دنیا کے مفہوم میں خواہ مخواہ تبدیل کیا جائے۔اگر مولوی محمد علی صاحب لاہوری لغت یا محاورہ عرب سے (ضرب) کے معنی قناعت کرنے کے ثابت کر دیتے، جو انہوں نے بالکل نہیں کئے، اور نہ وہ آئندہ کر سکتے ہیں، تو البتہ اس صورت میں ہم اس نرالی تاویل کی ایجاد میں ان کی قابلیت کی داد دیتے۔

مولوی محمد علی کا کل مفسرین کو اس آیت کے غلط مفہوم بیان کرنے کے واسطے الزام دینا درست نہیں۔جس مفہوم کے بیان میں کل مفسرین یا اکثر متفق ہوں، وہ بالضرور تحقیق کی بنا پر ہوتا ہے، اس کو ایک دوسرے کی تقلید سے منسوب کرنا عدم تدبر کا نتیجہ ہے۔بلکہ ہم کہتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے خود مولوی عبداللہ چکڑالوی کی اس آیت میں اور اکثر مواقع میں تقلید کی ہے۔تورات میں تو اس قدر ثابت ہے کہ ایوبؑ کی بیوی نے ان کی بیماری میں ان سے اس طرح کہا تھا

(کیا تو اب تک اپنی دیانت پر قائم رہتا ہے؟ خدا کو ملامت کر اور مر جا)، اس کے جواب میں انہوں نے کہا(تو نادان عورتوں کی بات بولتی ہے کیا ہم خدا سے اچھی چیزیں لے لیویں اور بری چیزیں نہ لیویں)(توریت:ایوب باب۲ آیت ۹۔۱۰)

Then said his wife unto him, Dost thou still retain thine integrity? Curse God, and die. But he said unto her, Thou speakest as one of the foolish women speaketh. What? shall we receive good at the hand of God, and shall we not receive evil? In all this did not Job sin with his lips. (Job 2: 9.10)

مفسرین نے چند دیگر وجوہات بھی بیان کی ہیں جو حضرت ایوبؑ کے اپنی بیوی سے ناراض ہونے کا باعث ہوئیں۔مگر ہم ان کو نظر انداز کر کے اقتضاء النص پر صرف قناعت کرتے ہیں کہ ضرور آپ اپنی بیوی سے ناراض ہو کر سزا دینے کی قسم کھا بیٹھے تھے جس کو پورا کرنے کی اللہ تعالی نے ان کو ایک نہایت آسان تدبیر بتلائی اور حیلہ شرعی کا جواز بھی اسی نص کی بنا پر ہے بشرطیکہ اس میں کسی کی حق تلفی نہ ہو۔جس طرح خود جناب سرور کونین ﷺ سے ایک زانی کی سزا میں ثابت ہے جس کا ابھی ذکر ہو چکا ہے۔

اس نمبر میں ہم ایک قرضہ سے بھی سبک دوش ہونا چاہتے ہیں جو بصورت چیلنج پیش کیا تھا (پیغام صلح لاہور ۲ے ستمبر ۱۹۲۱ء) کہ ماسٹر غلام حیدر قرآن کریم سے مچھلی کا بھنا ہوا ہونا اور پھر زندہ ہو جا ثابت کریں۔

اڈیٹر صاحب پیغام صلح لاہور اپنے مضمون میں یہ بھی لکھتے ہیں کہ بخاری کی احادیث کتاب العلم و کتاب الانبیاء میں مچھلی کے مردہ ہو کر زندہ ہونے کی طرف کنایہ اور اشارہ تک موجود نہیں۔

شکر ہے کہ اڈیٹر صاحب پیغام صلح نے بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ تسلیم کر لیا ہے۔ مگر معلوم نہیں آپ کے امیر (مولوی محمد علی) کا اس کے متعلق کیا عقیدہ ہے۔ ہم نے گذشتہ نمبروں میں بعض آیات کی تفسیر بموجب احادیث بخاری کے ثابت کیا تھا کہ مولوی محمد علی صاحب نے ان سب احادیث کو پس پشت ڈال کر تفسیر بالرائے کو ترجیح دی ہے۔

آئندہ بھی چند احادیث بخاری سے پیش کر کے ہم ہر دو جماعتوں پر ثابت کر دیں گے کہ بخاری شریف کے متعلق اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا دعوی ان حضرات کا محض زبانی ہے، نہ عملی۔ گاہ گاہ بطور تبرک یا رفع بدظنی کوئی کوئی حدیث عملی طور پر بھی مان لیتے ہیں

احادیث صحیحہ خواہ وہ کسی محدث کی ہوں، اہل سنت کے نزدیک قابل قبول ہیں۔ بہت سے مسائل شریعت اسلام کے ایسے بھی ہیں کہ بخاری یا مسلم ان کا کوئی فیصلہ ہرگز نہیں کر سکتے۔ غرض احادیث صحیحہ کے بارہ میں ہر دو جماعت کا عقیدہ عبداللہ چکڑالوی منکر احادیث اور اہل سنت کے بین بین ہے۔ نہ تو بالکل اہل القرآن ہیں نہ بالکل اہل سنت۔ مرزا غلام احمد (ہر دو جماعت کے امام) کا بھی یہی مسلک تھا۔ پس بموجب آیت فلا و ربّك لا یؤ منو ن حتّی یحكّمو ك فیما شجر بینهم ثمّ لایجدوا فی انفسهم حر جاً مّما قضیت و یسلّموا تسلیماً ۔ ان سے توقع رکھنا بالکل فضول ہے۔ یہ آیت مومن اور غیر مومن کے امتیاز کے بارہ میں ایک قطعی نص ہے۔

اب ہم حوت موسی کے متعلق چیلنج اڈیٹر پیغام صلح لاہور کا بخوشی منظور کر کے عرض کرتے ہیں کہ بموجب احادیث بخاری، اڈیٹر صاحب پیغام صلح نے اس قدر تو تسلیم کر لیا ہے کہ مچھلی تڑپ کر برتن سے نکل کر دریا کے کنارے پر گری، مگر اللہ تعالی نے پانی کی رو کو مچھلی سے روک لیا، اور وہ اس کے اوپر طاق کی طرح

بن کر رہ گئی۔یعنی اس مچھلی کو بہا کر نہیں لے گئی۔اڈیٹر پیغام صلح اگر صرف دلالت النص پر غور کرتے تو مچھلی کا موجودہ حالت سے زندہ ہو جانا سمجھ جاتے۔ایک خاص مقام پر پہنچ کر مچھلی کا زنبیل سے تڑپ کر باہر کود پڑنا اور اس سے پہلے غیر متحرک رہنا،صاف دلیل ہے اس امر کی۔

اس مقام کی تاثیر کا اللہ تعالی کو علم تھا جس کو روایات صحیحہ میں چشمہ حیات یا آب حیات بتلایا گیا ہے اور اسی واسطے اللہ تعالی نے حضرت خضرؑ کے پتہ کا نشان بھی یہی خاص مقام حضرت موسیٰؑ کو بتایا تھا۔

اڈیٹر پیغام صلح لاہور فرماتے ہیں کہ مچھلی کے مردہ سے زندہ ہو جانے کا احادیث بخاری و مسلم میں کنایہ و اشارہ تک موجود نہیں۔پانی کی رو کا رک جانا اور مچھلی کے اوپر طاق کی طرح بن جانا،بھی خارق عادت امور ہیں ۔جب ان کو ماننے سے چارہ نہیں تو خاص مچھلی کا اسی مقام خاص پر متحرک ہو کر اور اچھل کر خود بخود پانی میں جا پڑنا مردہ سے زندہ ہونے کی کافی دلیل ہے جس کو اہل علم دلالت النص بولتے ہیں۔

اچھا اگر اڈیٹر صاحب،بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ صرف زبان سے کہتے ہیں،مگر اس کو غور سے مطالعہ کرنے یا اس کی مدد سے اپنے عقاید کی اصلاح اور قرآن کا مطلب سمجھنے کی ذرا پرواہ نہیں کرتے۔اگر بخاری کو آپ نے کسی اہل علم اہل سنت سے باقاعدہ پڑھا ہوتا،یا صرف مطالعہ کے ذریعہ سے اس پر عبور ہوتا،تو اس کے ۱۹ ویں پارہ میں سورہ کہف کے متعلق تین احادیث مجمع البحرین کی بھی آپ کی نظر سے گذرتیں اور آپ کو بے فائدہ چیلنج دینے کی زحمت اور شرمساری برداشت نہ کرنی پڑتی۔

براہ مہربانی ان ہر سہ احادیث کی شرح و ترجمہ بھی ساتھ رکھ لینا کیونکہ یہ معمولی کتاب نہیں کہ بدون ان ذرائع کے اسکے باریک نکات حل ہوسکیں۔آپ ان احادیث میں مچھلی کا مردہ ہونا ضرور پائیں گے(خذ نوناً میتاً حیث ینفخ فیہ الروح) بروایت ابن عباسؓ(وکان الحوت قد اکل من فلما قطر علیھا الماء عاش)(فی اصل الصخرۃ عین یقال لہ الحیوۃ لا یصیب من ماءھا شئی الا حیّ) مسلم باب فضائل الخضر(فقیل لہ تزود حوتاً مالحاً)

باقی احادیث اس حوت کے متعلق ترمذی و دیگر محدثین کی بوجہ طوالت نظر انداز کر کے مجبوراً عرض کرتا ہوں کہ ہر دو احمدی جماعت دنیا میں باذن اللہ مردہ کے زندہ ہونے کو تسلیم نہیں کرتیں(اگر چہ یہ قرآن اور حدیث ہر دو سے

ثابت ہووہاں اپنی رائے سے کوئی نہ کوئی تاویل کر کے ایسے واقعہ کوخرق عادت فعل سے خارج کر دیتے ہیں خواہ کوئی قرینہ ایسی ضرورت کا موجود ہو یا نہ ہو)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳جنوری ۱۹۲۲ء مطابق ۱۴جمادی الاول ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ نمبر ۱۱ ص ۳۔۴)

(صحیح بخاری حدیث نمبر ٤٧٢٦ : خذ حوتا میتاً حیث ینفخ فیه الروح۔ فأخذ حوتاً فجعله فی مکتل فقال لفتاه : لا أکفلك الّا ان تخبرنی بحیث یفارقك الحوت۔۔۔)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۹

(یہ ریویو، احتساب قادیانیت میں نمبر ۱۱ ہے)

۱۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے قرآن شریف کے صفحہ ۴۶۶ نوٹ ۱۱۸۸ میں متعلق آیت و لقد جاءت رسلنا ابراهيم بالبشرى قالوا سلاما فرماتے ہیں کہ قرآن مجید سے صاف طور پر ثابت نہیں کہ وہ رسول واقعی فرشتے تھے۔

توریت پیدائش باب ۱۸ سے مولوی محمد علی صاحب نے اپنے اس بیان کو صحیح تسلیم کر لیا ہے کیونکہ وہاں فرشتوں کی بجائے حضرت ابراہیم کے پاس مردوں کا آنا اور طعام میں شریک ہونا لکھا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری اگر تورات سے پیدائش کے باب ۱۹ کو بھی دیکھتے تو ان مردوں کو فرشتہ لکھا ہوا پاتے۔ پس ہر ایک محرف کتاب کا حوالہ جس میں دو مختلف بیان ایک وجود کی شخصیت کے مذکور ہوں۔ مولوی صاحب بطور حجت اس کو نہیں پیش کر سکتے عقل باور نہیں کر سکتی کہ جب مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے باب ۱۸ دیکھا تھا تو باب ۱۹ نہ دیکھا ہو، کیونکہ وہ باب نہایت قریب اور متصل ہے۔ اپنا مطلب پورا کرنے کو چشم پوشی سے کام لیا مولوی محمد علی صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم کے مرسلین کو قرآن شریف وضاحت سے فرشتے بیان نہیں کرتا،

جناب من! توریت ایسے بیان سے قاصر، نہ قرآن شریف جس نے اس بارہ میں وضاحت کا ایسا حق ادا کر دیا ہے کہ اس سے بڑھ کر ممکن نہیں قرآن مجید میں لفظ رسول، رسل، مرسلین، بعوض ملائک قریباً تیرہ دفعہ مذکور ہے

مثلاًاللہ یصطفی من الملا ئکة رسلاً و من الناس (پ۱۷۔ع۱۷)۔جا عل الملا ئکة رسلاً اولی اجنحة (فاطر:۱)،تو فتہ رسلنا (پ۷ع۱۴)۔بلی و ر سلنا لد یھم یکتبو ن (ز خر ف : ۸۰) وغیرہ۔قرآن شریف نے مقام زیر بحث کے لفظر سلنا کی بعض دیگر مواقعہ پر ایسی تفسیر خود کردی ہے کہ شک کی ہرگز گنجائش نہیں۔سورہ عنکبوت میں ہے قا لوا انا مھلکوا اھل ھذہ القریة، ان اھلھا کانوا ظا لمین (العنکبو ت :۳۱) ۔ انا منزلو ن علی اھل ھذہ القریة ر جزاً من السماء بما کا نوا یفسقون ۔(العنکبوت:۳۴)۔پھر پارہ ۲۶ رکوع ۱۹ میں اس طرح ہے۔قا لوا انا ار سلنا الی قوم مجر مین لنرسل علیھم حجارة من طین ۔

اب ان تین مذکورہ مقامات سے بوضاحت ثابت ہورہا ہے کہ وہ فرشتے انسان کی صورت میں متمثل تھے کیونکہ جو مشن انہوں نے اپنا ظاہر کیا یعنی ما مور بہ ہلاکت قریہء لوط علیہ السلام،وہ انسانی طاقت سے محال ہے۔اور بموجب مد برّا ت امراً ملائک مختلف امور پر مامور ہوتے ہیں اور اس عالم اسباب میں اللہ تعالی کی سنت اسی طرح جاری ہے۔اگر چہ وہ لاشریک لہ کن فیکو ن پر اکیلا قادر ہے،عمل لکھنے والے، جان قبض کرنے والے،مومنین کے واسطے استغفار کرنے والے،غرض بہت سے امور پر ملائک موکل ہیں جس سے مومن بالقر آن ہرگز انکار نہیں کرسکتا،مگر صرف وہی جسکی قسمت میں قرآن شریف کے متعلق شرح صدر کا حصہ نہیں رکھا گیا محرف توریت نے ان کے وجودوں کو مرد بھی لکھ دیا ہے،اور آٹے کے پھلکے اور دودھ اور گوشت بھی کھلا دیا ہے(پیدائش باب ۱۸) جس سے ان مولوی صاحب کو اپنی تفسیر بالرائے کو صحیح ثابت کرنے کا عمدہ موقعہ قسمت سے مل گیا ہے۔مگر مولوی محمد علی صاحب نے اگلے باب کو نہ دیکھا، جہاں ان اشخاص کو فرشتہ لکھا گیا ہے۔

And he (Abraham) lift up his eyes and looked, and, lo, three men stood by him: and when he saw them, he ran to meet them from the tent door, and bowed himself toward the ground.

And Abraham hastened into the tent unto Sarah, and said, Make ready quickly three measures of fine meal, knead it, and make cakes upon the earth.

And Abraham ran unto the herd, and fetcht a calf tender and good, andgave it unto

young men, and he hastened to dress it.

And he took butter, and milk, and the calf which he had dressed, and set it before them, and he stood by them, under the tree, and they did eat.

And they said unto him, Where is Sarah thy wife? And he said, Behold, in the tent. And he said, I will certainly return unto thee according to the time of life, and lo, Sarah thy wife shall have a son. And Sarah heard it in the tent door, which was behind him.

And the men turned their faces from thence, and went toward Sodom: but Abraham stood yet before the Lord. (Genesis 18)

And there came two angels to Sodom at even; and Lot sat in the gate of Sodom: and Lot seeing them rose up to meet them; and he bowed himself with his face towards the ground. (Genesis: 19)

محرف توریت کو کیا خبر ہے کہ فرشتے کھانا نہیں کھایا کرتے۔ یہ فیصلہ قرآن کریم کے ذمہ تھا جو کامل کتاب ناممکن التحریف تا قیامت ایک زندہ معجزہ صداقت نبوت جناب محمد رسول اللہ ﷺ و دین اسلام پر شاہد ہے۔ قرآن شریف نے جہاں ضیف ابرا ھیم المکر مین کو ایک بڑے معرکہ کی مہم پر مقرر کر کے ملائکہ کا ثبوت وضاحت سے بہم پہنچایا ہے وہاں ساتھ ہی گوشت روٹی میں ان کی عدم شراکت بھی ظاہر کر دی ہے تا کہ آئندہ کوئی توریت کے محرف حوالہ سے غلط فہمی سے ٹھوکر نہ کھائے

فما لبث ان جاء بعجل حنيذ . فلمّا رء آ ا يد يهم لا تصل اليه نكر هم و او جس منهم خيفة ، قا لوا لاتخف انّا ار سلنا الى قو م لوط (ھود:۶۹۔۷۰)(یعنی جب حضرت ابراہیم نے فوراً ان کی تواضع کے واسطے تلا تلا بچھڑے کا گوشت ان کے سامنے لا رکھا۔ اور جب دیکھا کہ وہ اسکھانے کی طرف اپنے ہاتھ نہیں بڑھاتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں ڈرے انہوں نے کہا ڈرمت ہم قوم لوط کی جانب بھیجے گئے ہیں)۔

پھر اسی واقعہ کا ذکر پارہ ۲۶ رکوع ۱۸ میں اس طرح ہے

هل اتاك حد يث ضيف ابراهيم المكر مين . اذ دخلوا عليه فقالوا سلا ما. قا ل سلا م قو م منكرو ن . فرا غ الى اهله فجاء بعجل سمين . فقر به اليهم قا ل الا تا كلون.

فـاوجـس منهم خيفة قا لوا لا تخف و بشرو ه بغلا م حليم ۔ فأقبلت امر أ ته فی صرة فـصـكّـت و جهها و قا لت عجوز عقيم ۔ قا لوا كذ لك قال ر بك انه هو الحكيم العليم ۔ قـال فـما خطبكم ايها المرسلون قا لوا انا ار سلنا الی قو مم مجر مين۔ لنر سل عليهم حجا رة من طين (الذا ر يا ت :٢٤۔ ٣٣) ...

اب اس سے زیادہ صراحت اور وضاحت ان کے ملائک متمثّل با انسان ہونے کے بارہ میں اور کیا ہوگی۔ ہاں احادیث صحیحہ سے بھی ثبوت ملائکہ کے متمثّل با انسان ہونے اور صحابہ کو نظر آنے کا خاکسار پیش کرسکتا ہے۔ بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کا مقولہ اس جماعت کا قسم بخدا محض زبانی ہے، درحقیقت یہ جماعت احادیث بخاری سے منکر اور قرآن مجید سے بے خبر ہے۔قرآن مجید کو اپنی ہوا کے تابع کرتی ہے مگر ان کو یہ توفیق نہیں کہ اپنی ہوا کو قرآن شریف کے تابع کریں۔ملائک کے بارے میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے قرآ ن مجید کے صفحہ ۱۶۲ نوٹ ۱۵۳۶ متعلق آیت فتـمـثـل لها بشراً سو یاً (مر یم) فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ خواب کا تھا کیونکہ فانی آنکھ انسان کی ملائک کے وجود کو دیکھنے سے قاصر ہے۔

مولوی صاحب بخوبی جانتے ہیں کہ ایمان بالملائکہ ایمان کی ایک لازمی جزو ہے۔پس ملائک کو قرآن شریف اور حدیث شریف نے جس حیثیت میں پیش کردیا ہو اس پر ایمان نہ لانا واقعی ایمان کا صریح نقص ہے اور جب یہ صورت ہے تو ان کی تفسیر بجائے عقاید صحیحہ کا مظہر ہونے کے خود تراشیدہ تاویلات کا آئینہ ہے۔

حضرت مریم صاحبہؑ کے روبرو فرشتہ جب حسب فرمودہ قرآن انسان کی صورت میں متشکل ہوکر ظاہر ہوا، تو مولوی محمد علی صاحب کا خواب کی تاویل کرنا دخل در معقولات ہے۔قرآن شریف نے کل خواب کے واقعات کو صاف کھول کر بیان کردیا ہے (دیکھو ریویو نمبر ۴) بلا قرینہ یقینی اپنی رائے سے قرینہ گھڑ لینا تفسیر بالرائے ہے جس پر شارع ﷺ نے وعید فرمایا ہے۔جب حضرت ابراہیمؑ کے پاس فرشتے متمثّل با انسان ہوکر آئے تھے تو ان کی بیوی نے بھی ان کو فانی آنکھوں سے دیکھ لیا تھا بلکہ ان سے کلام بھی کیا تھا

دیکھو پارہ ۱۲ ع ۷۔اور پارہ ۲۷ ع ۱۹۔

جب یہ واقعہ خواب کا نہیں تو حضرت مریم صاحبہؑ کا فرشتہ کو دیکھنا بدون قرینہ کیوں کر خواب کا ہو

سکتا ہے۔

خاکسار شیخ غلام حیدر نے بتائید ایز دی اسی واسطے ضیف ابراہیم کو قرآن شریف سے ملائک ثابت کرنے کی پہلے کوشش کی ہے، تا کہ یہ امر ثابت ہونا آسان ہو جاوے کہ جس طرح ان کی بیوی نے فرشتوں کو جاگتی حالت میں دیکھ کر ان سے کلام کیا تھا، اسی طرح حضرت مریم صاحبہ کا یہ واقعہ بھی تھا۔

اب بطور تکمیل حجت من جملہ احادیث کثیرہ جو ملائک کے متمثل بہ بشر ہونے پر وارد ہیں خاکسار صرف تین احادیث پیش کر کے مولوی محمد علی لاہوری صاحب سے دریافت کرتا ہوں کہ کیا یہ واقعات بھی خواب کے ہیں؟

ا۔مشکوۃ کتاب الایمان میں صحیحین کی حدیث جس میں جبریل نے نہایت سفید لباس میں متمثل ہو کر جناب ﷺ سے ایمان اسلام احسان علامات قیامت وغیرہ کے متعلق سوال کئے اور حضرت عمرؓ راوی اس حدیث کے بیان کرتے ہیں کہ مجھ سے جناب ﷺ نے پوچھا کیا تم سائل کو جانتے ہو میں نے عرض کیا، نہیں۔فرمایا جبریل تھے کہ تم کو مسائل دین سکھلائیں۔

ب۔مشکوۃ باب البعث و بدء الوحی عائشہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے کیفیت نزول وحی دریافت کی۔جس پر آپ ﷺ نے منجملہ دیگر جوابات کے اس طرح فرمایا: وا حیانا یتمثل بی الملك رجلاً فیکلمنی فاعی۔یعنی گاہ گاہ فرشتہ بصورت آدمی میرے پاس آ کر مجھ سے کلام کرتا ہے پس اس کلام کو یاد رکھتا ہوں (حدیث یوں ہے۔عن عائشة : انّ الحارث بن هشام سأل رسول الله ﷺ فقال : یا رسول الله ! کیف یأتیك الوحی : فقال رسول الله ﷺ : احیانا یأتینی مثل صلصلة الجرس و هو اشده علیّ فیفصم عنّی ، و قد وعیت عنه ما قال ، و احیانا یتمثّل لی الملك رجلا فیکلّمنی فأعی ما یقول . قالت عائشة ؛ و لقد رأیته ینزل علیه الوحی فی الیوم الشدید البرد فیفصم عنه و انّ جبینه لیتفصد عرقاً ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۲)

ج۔ مشکوۃ باب المعجزات حدیث حضرت سعدؓ بن ابی وقاص میں بیان مذکور ہے کہ جنگ احد کے دن میں نے جناب رسول اللہ ﷺ کے دائیں بائیں سفید لباس والے دو شخص دیکھے جو سخت قتال کر رہے تھے۔جن کو میں نے نہ پہلے دیکھا تھا نہ بعد میں دیکھا، یعنی جبریل و میکائیل۔بخاری و مسلم ہر دو اس کے راوی ہیں۔

اللہ تعالی آپ کو ہدایت دے۔کیا اب بھی آپ یہی کہیں گے کہ حضرت مریم صاحبہ کو فرشتہ خواب میں نظر آیا تھا؟ قسم بخدا خاکسار آپکو آیت ذیل کا مصداق پاتا ہے

و یقو لو ن آمنا باالله و با لرسول و ا طعنا ثم یتولی فر یق منهم من بعدذلك و ما او لئك بمو منين ۔

جب اس آیت کے مطابق آپ لوگوں کا ایمان ہی صحیح نہیں،تو ایسے مردود اسلام وایمان کی اشاعت قابل فخر ہرگز نہیں، بلکہ آخرت میں قابل مواخذہ ہے۔

رسول اللہ ﷺ پر قرآن شریف نازل ہوا۔آپ نے بموجب حکم و انـزلـنا اليك الذّكر لتبيّن للنّاس مـا نـزّل اليهم (پ ١٤۔ ع ١٢) جہاں مناسب جانا صحابہ کو بتلا دیا۔اب اس معلم حقانی کی تفسیر کو ردّ کر کے تم لوگ دین الٰہی کو صریحاً بگاڑ رہے ہو۔

دنیا روزے چنداست عافیت کار باخداونداست

آخر میں قرآن فہمی کا ایک باریک نکتہ بھی سامنے رکھ دیتا ہوں جس سے ممکن ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری یا ان کی جماعت سے کوئی فرد غور کر کے حضرت ابراہیمؑ کے رسل کو فرشتے یقین کر سکے گا۔

قرآن مجید میں جہاں جہاں الفاظ (رسو ل رسل اور حرف س کی نصب سے تین الفاظ ذیل ہیں ، مر سل، مرسلو ن ، مر سلین ،باستثناء آیہ سورہ نمل پ۱۹ع۱۸۔ وہاں نبی اللہ یا فرشتہ سے مراد ہے۔ یعنی سوا ایک موقعہ کے کل مقامات میں غیر نبی اللہ یا غیر ملائک ہرگز مراد نہیں ۔

۲۔مولوی محمد علی اپنے ترجمہ قرآن کے صفحہ ۵۳۰ نوٹ ۱۱۹۸،۱۱۹۶ میں متعلق آیت فجعلنا عا ليها سا فلها و امطر نا عليهم حجارة من سجيل (سورہ حجر) فرماتے ہیں کہ بستیوں کا تہ و بالا ہونا زلزلہ کا نتیجہ تھا اور زلزلہ کے ساتھ کوہ آتش فشاں سے نکل کر پتھر بھی گرے تھے۔جبریل کا بستیوں کو آسمان تک اٹھا کر پھر زمین پر اوندھا کر کے پھنک دینا بالکل بے بنیاد قصے ہیں۔

یہی مطلب سرسید احمد علی گڈھی تفسیر میں مذکور ہے جس کی تقلید ہمارے مولوی محمد علی نے کی ہے۔اب کون پوچھے کہ آپ نے ایم اے پاس کیا۔کس پرانے اور نئے جغرافیہ میں تمام عرب وشام میں کوہ آتش فشاں کا

محل وقوع لکھا ہے۔ یہ خطہ کوہ آتش خیز سے بالکل خالی ہے۔

جزاء سیّئة سیئة مثلها (شوری) اصول الٰہی کے مطابق لوطؑ کی بستیوں کو بسبب خلاف فطری لواطت کے گناہ کے اللہ تعالی نے زمین سے اٹھا کر پھر اوندھا کر دیا ہو، تو اس میں کوئی تعجب کی بات نہیں۔ان بستیوں کو قرآن میں مؤ تفکات یعنی الٹائی گئی بستیاں بھی اسی وجہ سے لکھا گیا ہے۔ان بستیوں کے محل وقوع پر بحر مردار ہے جس میں کوئی جاندار چیز زندہ نہیں رہ سکتی یہاں زلزلہ سے اوندھا کرنا ایجاد بندہ ہے جبریل کو اللہ تعالی کا اس کام پر موکل کرنا خلاف سنت نہیں جیسا کہ اس پہلے خاکسار ثابت کر چکا ہے کہ ابراہیم کو فرشتوں نے کہا تھا کہ ہم لوط کی بستیوں کو تباہ اور ہلاک کرنے کے واسطے جا رہے ہیں۔کیا انہوں نے جھوٹ بولا تھا۔اور کیا ملائک کو انسان کی طرح ایسا کام کرنا دشوار ہے۔کیا آسمان سے ہلاکت کا ذریعہ نازل کرنا ایک غیر ممکن امر ہے؟ چونکہ جعلنا عا لیها سا فلها میں فاعل اللہ تعالی ہے، اور انا مهلکوا ،انا منزلو ن رسل مذکورہ آیات کے افعال میں فاعل فرشتے ہیں، اس واسطے مولوی محمد علی کو بجائے تطبیق دینے کے تفسیر بالرائے سے کام لینا پڑا۔قرآن کریم کے طرز بیان کا علم ہر کسی کو حاصل نہیں۔محض دعوی سے کام نہیں چل سکتا بلکہ بقول

ہزار نکتہ باریک تر ز مو ایں جا ست

نہ ہر کہ سر بتراشد قلندری داند

کچھ عملی طور پر کام کر کے عہدہ برآ ہونا پڑتا ہے۔اللہ تعالی بسبب علۃ العلل ہونے کے بعض دفعہ بعض افعال کو اپنی طرف منسوب کرتا ہے جس سے ملائک کے ذریعہ افعال کا سرانجام دینا باطل خیال کرنا قرآن شریف سے بے علمی کی دلیل ہے۔سورہ یس میں و نکتب ما قدّموا و آثارهم میں اللہ تعالی فاعل ہے۔ اب کیا اس سے یہ آیات منسوخ ہو جائیں گی۔انّ رسلنا یکتبو ن ما تمکرو ن (یونس۔۲۱)۔

بلی و رسلنا لد یهم یکتبو ن (زخرف:۸۰) جن میں ملائک فاعل ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب نے بستیوں کا اٹھایا جا کر اوندھا کیا جانا بیہودہ قصے سمجھ کر گویا ان مفسرین پر چوٹ کی ہے جنھوں نے واقعات صحیحہ کی بنا پر ایسا لکھا ہے۔اگر چہ روایات کو بعض نے بیان نہیں کیا اب چند

معتبر روایات بیان کر کے خاکسار مولوی محمد علی پر حجت پوری کرتا ہے۔

الف : ابن جریر محمد بن کعب قرظی جو اجلہ آئمہ تابعین سے ہیں، بیان کرتا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جبریل کو قوم لوط کے الٹ جانے والے (مؤتفکات) کی طرف بھیجا۔ وہ ان شہروں کو اپنے پروں پر لے کر اونچے ہوئے یہاں تک کہ آسمان دنیا کے ملائک نے ان کے کتوں کے بھونکنے اور مرغیوں کی آواز سنی پھر وہاں سے اوندھا الٹ دیا پھر پڑھی یہ آیت

فجعلنا عا ليها سافلها و امطر نا عليهم حجا رة من سجيل

ب ۔عبدالرزاق اپنی تصنیف اور ابی منذر اور ابی حاتم اپنی تفسیر میں حضرت حذیفہ بن الیمان سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

ج ۔سعید بن منصور اپنی سنن میں اور حاکم اپنی مستدرک میں اور امام ابوبکر بن ابی الدنیا بھی کتاب العقوبات میں حضرت ابن عباسؓ سے اسی طرح روایت کرتے ہیں۔

د۔ابن جریر، مجاہد شاگرد ابن عباسؓ سے اور قتادہ شاگرد انس بن مالک سے بھی ایسا ہی بیان کرتے ہیں ۔

مولوی محمد علی جب بخاری اور مسلم کی احادیث کو بھی اپنی تفسیر بالرائے کے مقابلہ میں رد اور ترک کر دینے کے پختہ عادی ہو چکے ہیں، تو بھلا مذکورہ روایات کس شمار میں ہیں۔

۳۔مولوی محمد علی اپنے قرآن کے صفحہ ۵۲۵ نوٹ ۱۳۳۳ میں متعلق آیت الّا من استرق السّمع فاتبعه شهاب مبين (الحجر : ۱۸) فرماتے ہیں کہ کاہن آسمانی اخبار کے حصول کا دعویٰ کرتے تھے مگر وہ اللہ کے حضور سے دفع کئے جاتے ہیں اور (شهاب مبين) سے ان کا ناکام ہونا مراد ہے۔مگر مولوی محمد علی نے اس سے ماقبل آیت وحفظنا ها من كل شيطا ن ر جيم کو نہیں دیکھا۔یعنی ہم نے ہر شیطان مردود سے آسمان کو محفوظ کیا ہے۔

پس استرق السمع کا تعلق شیطان سے ہے، نہ کاہن سے۔صریح طور پر شیاطین پر آسمان سے انگارے پڑنے کی تاویل ناکامی سے کر کے مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے علم طبعی کی حمایت میں جناب رسول اللہ ﷺ کی تفسیر کو پس پشت ڈال دیا ہے۔

امام بخاریؒ نے بخاری شریف کی کتاب التفسیر میں آیت ا لّا من استرق السمع فاتبعه شهاب مبين کا ایک علیحدہ باب باندھ کر مرفوع حدیث سے تفسیر کر دی ہے جس میں حکم الٰہی کے نزول پر ملا ئک کا مرعوب اور ہیبت زدہ ہو جانا اور کسی ایک آدھ خبر کا وہاں ملائک سے سن کر ساحر یا کاہن کا سو جھوٹ ملا کر کہہ دینا اور کبھی اوپر والے شیطان کو نیچے والے شیطان کو اس کی خبر کے بتلانے کی مہلت نہ ملنا اور اس کا آگ کی چنگاری سے جل جانا، سب کچھ بصراحت مذکور ہے۔

(حدیث یوں ہے: حدثنا علیّ بن عبد الله : حد ثنا سفيا ن بن عمرو، عن عكر مه عن ابی هر يرة يبلغ به النبی ﷺ قا ل : اذا قضى الله ا لا مر فی السماء ضر بت الملا ئكة بأجنحتها خضعاناً لقو له كا لسّلسلة على صفوا ن۔

قا ل علیّ۔ و قا ل غيره ، صفوا ن ينفذ هم ، ذلك ۔ فا ذا فزّع عن قلو بهم قا لوا : ما ذا قال ر بكم ۔ قا لوا للذی قا ل : الحق و هو العلیّ الكبير ۔

فيسمعها مستر قو السمع و مستر قو السمع هكذا ، وا حد فوق آ خر ۔ و وصف سفيا ن بيده وفرّج بين اصا بع يده اليمنى ، نصبها بعضها فوق بعض فر بما ادرك الشها ب المستمِع قبل ان ير مى بها الى صاحبه فيحر قه ، و ربما لم يد ر كه حتى ير مى بها الى الذی يليه ، الى الذی هو اسفل منه حتى يلقو ها الى ا لا ر ض۔ و ربما قا ل سفيا ن : حتى تنتهی الى ا لا ر ض، فتلقى على فم السا حر فيكذ ب معها مأة كذبة، فيصدّق فيقولو ن : الم يخبر نا يو م كذا و كذا يكو ن كذا و كذا ؟ فو جد نا ه حقا ۔ للكلمة التی سمِعت من السماء۔

حد ثنا علی بن عبد الله حد ثنا سفيا ن حد ثنا عمرو عن عكر مة عن ابی هر يرة : اذا قضى الله ا لا مر ، و زا د ۔ و الكا هن ۔

و حد ثنا سفيا ن فقا ل ؛ قا ل عمرو، سمعت عكر مة، حد ثنا ابو هر يرة قا ل : اذا قضى الله ا لا مر ، و قال، : على فم السا حر ، قلت لسفيا ن : أأنت سمعت عمراً قا ل : سمعت عكر مة، قا ل سمعت ابا هر يرة؟ قا ل : نعم ۔ قلت لسفيا ن : انّ انسا ناً رو ى عنك : عن عمرو، عن عكر مة، عن ابی هر يرة و ير فعه : انه قر أ : فرِّ غ۔ ۔ قا ل سفيا ن : هكذا قرأ عمرو فلا ادری سمعه هكذا ام لا ۔

قا ل سفيا ن : و هی قِرا ء تنا ۔ صحيح بخاری۔ حد يث نمبر (٤٧٠١)

دیباچہ میں مولوی محمد علی نے ترتیب قرآن شریف کے متعلق احادیث سے بخوبی فائدہ اٹھایا ہے۔ پس یہ خیال

صحیح نہیں کہ آپ نے بخاری کی احادیث متعلقہ تفسیر کو نہ دیکھا ہو۔ خاکسار کو خدا لگتی کہنے میں شرم مانع نہیں ہو سکتی، لہذا یہ امر تحقیق شدہ ہے کہ مولوی محمد علی کو بخاری کی تفسیر اور اعجاز بیان کرنے والی احادیث پر مطلقاً یقین نہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مارچ ۱۹۲۲ء مطابق ۱۰ رجب ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ نمبر ۱۹ ص ۵۔۷)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۱۰

(یہ ریویو، احتساب قادیانیت میں نمبر ۱۲ ہے)

۱۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے صفحہ ۸۴۱ پر

حتی اذا فزّع عن قلو بھم قا لوا ما ذا قا ل ر بکم قا لوا الحق و ھو العلی الکبیر (سورہ سبا)

کا ترجمہ اس طرح کرتے ہیں:

حتی کہ جب ان کے دلوں سے خوف دور ہو جاوے گا وہ کہیں گے کہ تمہارے رب نے کیا فرمایا۔ وہ جواب دیں گے حق فرمایا اور وہ عالی سب سے بڑا ہے۔

اس آیت کی تفسیر میں مولوی محمد علی لاہوری نے دو صریح غلطیاں کی ہیں۔ ایک تو یہ کہ اس آیت کا تعلق قیامت سے سمجھ کر ترجمہ زمانہ مستقبل میں کیا ہے دوسری غلطی یہ کی ہے کہ اس آیت سے بھی شفاعت کا وہی مسئلہ نکالا ہے جسکا ذکر وہ ایک دو ماقبلی مقامات پر کر چکے ہیں۔ مگر اس آیت کا خاص اشارہ ملاء اعلی (ملائک) کی طرف ہے جن کی شفاعت کی توقع سے مشرک اون کو پوجتے ہیں (دیکھو ماقبل والی دو آیات) اللہ ان کے زعم باطل کی تردید میں فرماتا ہے کہ وہ بے چارے ازخود شفاعت میں کیوں کر دخیل ہو سکتے ہیں جب خود ان کی یہ حالت ہے کہ کسی حکم الہی کے نزول پر ان پر ایسی ہیبت طاری ہو جاتی ہے کہ گویا ان میں جان ہی نہیں۔ جب ان کو اس شدت خوف سے افاقہ ملتا ہے تو ایک دوسرے سے پوچھتا ہے کہ اللہ تعالی نے کیا حکم فرمایا۔ دوسرا (جو غالباً زیادہ قریب ہوتا ہے) جواب دیتا ہے کہ جو کچھ اللہ تعالی نے فرمایا سو حق ہے۔

اس آئت پر حضرت امام بخاریؒ انیسویں پارہ میں تحت سورہ سبا میں ایک خاص باب باندھ کر مرفوع حدیث

سے تفسیر کر دی ہے اور یہ خاص واقعہ ہمیشہ جاری رہتا ہے اس واسطے قیامت والے عام مسئلہ شفاعت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔ یہ آیت حال استمراری کو بیان کرتی ہے جس طرح سورہ فرقان کی آیت و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلا ما ہے۔

مولوی محمد علی نے امام بخاریؒ کی کتاب التفسیر سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا اور عمداً جناب رسول اللہ ﷺ کی تفسیر کو پس پشت ڈال کر ایک بھاری ذمہ داری کو بڑی جرأت کے ساتھ قبول کر لیا ہے و سیعلم الذین ظلموا ایّ منقلب ینقلبو ن (سورہ شعراء)۔

۲۔و لقد فتنّا سلیما ن و القینا علی کر سیه جسداً ثم ا نا ب (سوہ ص) کے متعلق مولوی محمد علی اپنے ترجمہ قرآن کے صفحہ ۸۸۵ نوٹ ۲۱۴۱ میں فرماتے ہیں کہ

سلیمان کو معلوم تھا کہ اوس کا بیٹا رحبعام تخت کا وارث حکومت کے نا قابل ہے۔اس واسطے اپنی سلطنت کو تباہی کے آثار دیکھ کر یا الہام کے ذریعہ سے مطلع ہو کر اللہ تعالی طرف رجوع کیا۔اون کے تخت پر محض جسد کے رکھا جانے کا مفہوم اوسی بیٹے کی نا لائقی اور نا قابلیت ہے۔جیسا تورات اول سلاطین باب ۱۲ آیت ۱۷ میں مذکور ہے رحبعام سے بنی اسرائیل کے کل قبائل سوائے ایک کے منحرف ہو گئے۔یا یربعام مراد ہے جس نے داؤد کے خاندان کے برخلاف علم بغاوت کھڑا کیا،اور بنی اسرائیل کے دس قبائل پر حاکم ہو کر بت پرستی کو قائم کیا(توریت اول سلاطین باب ۱۲:۲۸ تورات اول سلاطین باب ۱۴:۱۵) پس سلیمان کے تخت پر ایک جسم بے جان کے ڈالا جانے سے مراد رحبعام یا یربعام ہے۔

صحیح تفسیر کا یہ ایک مسلّمہ اصول ہے کہ اہل کتاب کی روایت بصورت قرآن شریف وحدیث کے خلاف ہونے کے ہرگز قابل حجت نہیں۔اس واسطے مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی یہ تفسیر آیت مذکور کے متعلق باطل ہے کیونکہ بخاری باب ۱۳ کتاب بدءالخلق میں ایک حدیث حضرت ابو ہریرہؓ سے اس طرح مذکور ہے کہ

جناب رسول کریم ﷺ نے فرمایا کہ سلیمان بن داؤد نے کہا کہ آج شب کو میں ستر (۷۰) عورتوں کے پاس جاؤنگا۔ ہر عورت کے پیٹ میں شہسوار آ جائے گا جو خدا کی راہ میں جہاد کرے گا،،تو اون سے اون کے ہم نشین نے کہا انشاء اللہ کہیے مگر سلیمان نے نہ کہا۔پس کوئی عورت حاملہ نہ ہوئی۔سوائے ایک کے۔اور اوس کے بھی

ایک ایسا بچہ پیدا ہوا جسکا ایک جانب گھرا ہوا تھا۔ پھر نبی ﷺ نے فرمایا اگر وہ انشاء اللہ کہہ لیتے تو سب عورتیں حاملہ ہو جاتیں اور وہ سب بچے راہ خدا میں جہاد کرتے۔،

(عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال : قال سلیمان ابن داؤد : لأطوفنّ علی سبعین امرأة تحمل کل امرأة فارساً یجاهد فی سبیل الله، فقال له صاحبه ، ان شاء الله، فلم یقل، و لم تحمل شیئاً الا واحداً ساقطا شقّیه ۔ فقال النبی ﷺ: لو قالها لجاهدوا فی سبیل الله ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۴۲۴) اس حدیث کو امام مسلم نے بھی لیا ہے۔ عورتوں کی تعداد میں قدرے فرق ہے باقی اوسی طرح ہے۔

نوٹ: تفسیر روح المعانی اور بخاری شریف کی شرح سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ناقص الخلقت بچہ اٹھا نے حضرت سلیمانؑ کے تخت پر اون کے سامنے لا رکھا تھا جس پر آپ انشاء اللہ کہنے کی فروگذاشت پر بہت نادم ہوئے۔

اب اس حدیث سے حقیقت جسد اور کرسی اور وجہ انابت حضرت سلیمان صاف ظاہر ہے۔ اس آیت کے بعد قال رب اغفر لی و هب لی ملکا لا ینبغی لا حدٍ من بعدی انك انت الوهاب کی آیت میں حضرت سلیمانؑ کا مغفرت طلب کرنا محض ترک انشاء اللہ کی وجہ سے تھا کیونکہ طلب مغفرت ذاتی فروگذاشت کے واسطے تھی جس کا تعلق غیر کی ذات سے نہیں تھا۔ مولوی محمد علی لاہوری، حضرت سلیمانؑ کی مذکورہ دعا کے متعلق نوٹ ۲۱۴۲ میں فرماتے ہیں کہ

اس دعا والی آیت کے ماقبل نالائق جانشین کا چونکہ تذکرہ ہے اس واسطے حضرت سلیمان نے روحانی سلطنت مانگی کیونکہ ایسی ہی سلطنت کو نالائق وارث خراب نہیں کر سکتا اور سلیمان کی دنیوی سلطنت اون کی وفات کے بعد نابود ہو گئی تھی۔

جب ماقبلی آیت میں جانشین کا اشارہ ہی حدیث مذکورہ کی بنا پر غلط ہے تو پھر دعا کا مقصود روحانی سلطنت بیان کرنا خود باطل ہے قرآن شریف نے اس دعا کا صحیح مفہوم جب حرف ف سے بعد میں خود اسطرح فرمادیا ہے فسخّرنا له الریح تجری بامره رخاءً حیث اصاب و الشیاطین کل بنّاء و غوّاص و آخرین مقرنین فی الاصفاد

تو اب اس کے سامنے حضرت سلیمانؑ کی دعا کو روحانی سلطنت پر محمول کرنا قرآن شریف پر تحکم ہے

۔اب مولوی محمد علی صاحب سے کون پوچھے کہ کیا ایک پیغمبر بعد نبوت کے روحانی سلطنت سے محروم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمان کو ایک تحصیل حاصل کے واسطے دعا کی ضرورت محسوس ہوئی ۔اور اگر مولوی محمد علی صاحب کا مفہوم صحیح تسلیم کیا جاوے تو مطلب یہ حاصل ہوا کہ حضرت سلیمان ؑنے لا ینبغی لا حد من بعدی سے قیامت تک بعد کے پیغمبروں اور صالحین کے واسطے روحانی سلطنت سے محرومی کا سوال کیا تھا۔ جو شان نبوت سے نہایت بعید ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری نوٹ نمبر ۸۴۳ میں فرماتے ہیں کہ: شیاطین کی تسخیر سے مراد غیر ملک کے قبائل ہیں جن کو آپ نے مطیع کر کے مختلف کاموں پر لگا رکھا تھا۔

اور مزید ثبوت میں یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ زنجیروں میں جنات یا شیاطین کو بسبب اون غیر مادی اجسام کے قید کرنا غیر ممکن ہے۔ پھر تورات ۲ تواریخ باب ۲ آیت ۸۔۱۲ کے حوالہ سے شیاطین کو انسانی وجود ثابت کرنے کی کوشش کی ہے پھر لغت کا حوالہ بھی دیا ہے کہ عرب میں ہوشیار آدمی کو بھی جن بولتے ہیں۔

بار ہا اس سے پہلے خاکسار غلام حیدر عرض کر چکا ہے اور اب پھر خاص توجہ دلاتا ہے کہ اہل کتاب کی روایت اور لغت کے لغوی معانی کا حوالہ صرف اسی صورت میں جائز ہے جب وہ قرآن شریف کے خلاف نہ ہو ۔جب خاکسار گذشتہ نمبر ۹ میں ابھی ثابت کر چکا ہے کہ ضیف ابراہیم کی شخصیت کے متعلق تورات کوئی صحیح فیصلہ نہیں کر سکتی کہ آیا وہ انسان تھے یا فرشتہ (کیونکہ اون کو کھانے میں شریک کر کے انسان بھی لکھ دیا ہے اور پھر مابعدی باب میں اون کو فرشتے بھی لکھا ہے) تو شیاطین کی شخصیت کے فیصلہ کی توقع توریت سے رکھنا فضول ہے۔ لہذا ذیل میں صحیح بخاری کے ۱۳ پارہ کتاب بدء الخلق سے ایک مرفوع حدیث لکھی جاتی ہے جس سے یہ امر بوضاحت ثابت ہو جاتا ہے کہ تسخیر شیاطین کی کیا حقیقت تھی جو حضرت سلیمان ؑ کی دعا کی اجابت کا نتیجہ تھا۔

ابو ہریرہؓ، نبی ﷺ سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ایک سرکش جن یکا یک رات کو میرے پاس آیا تا کہ میری نماز خراب کر دے پس اللہ نے مجھے اوس پر قابو دے دیا۔ میں نے اوس کو پکڑ لیا اور چاہا کہ اوس کو مسجد کے کسی ستون سے باندھ دوں تا کہ تم سب اوس کو دیکھ لو۔ مگر مجھ کو اپنے بھائی سلیمان کی دعا رب ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی یاد آ گئی پس میں نے اوس کو نامراد واپس کر دیا

(عن ابی ہریرۃ عن النبی ﷺ: انّ عفریتاً من الجنّ تفلّت علیّ البارحۃ لیقطع علیّ صلاتی فأمکننی اللہ منہ فأخذتہ فاردت ان أربطہ علی ساریۃ من سواری المسجد حتی تنظروا الیہ کلکم، فذکرت دعوۃ اخی سلیمان: رب اغفر لی وھب لی ملکاً لا ینبغی لاحدٍ من بعدی ،(ص : ۳۵) فرددتہ خاسئاً ۔صحیح بخاری حدیث نمبر۳۴۲۳)

حضرت امام بخاریؒ نے حضرت سلیمانؑ کی اس دعا پر سورہ ص کے متعلق ۱۹ پارہ میں بطور تفسیر ایک خاص باب بھی باندھا اور پھر وہی مذکورہ حدیث بیان کی ہے۔اب مولوی محمد علی صاحب سے کون پوچھے کہ فخر کونین سید المرسلین ﷺ تو ایک پیغمبر کے قول کا اس قدر پاس اور لحاظ کریں کہ تسخیر جنات کی مشابہت سے بھی پرہیز کریں، مگر آپ اون کے امتی ہوکر اون کی تفسیر کی پرواہ نہ کریں، اور محرف توریت و دیگر ذرائع کا سہارا لے کر اپنی تفسیر بالرائے کو ترجیح دیں۔

مولوی محمد علی کو واضح ہو کہ ایک غیر نبی جنات کو زنجیر وغیرہ سے بیشک باندھ نہیں سکتا، مگر ایک پیغمبر کے واسطے اون کو باندھ رکھنا اور لوگوں کو دکھلا دینا آسان ہے۔حضرت سلیمانؑ بھی بعض جنات کو زنجیر میں قید کرتے نہ سب کو جیسا کہ وآخرین مقرنین فی الاصفاد سے ثابت ہے۔

جو شخص و خلق الجانّ من مارج من نار (سورہ رحمٰن) سے واقف ہے وہ تو جنات کو غیر مادی وجود نہیں جانتا۔البتہ آگ کے لطیف مادہ سے ان کی خلقت ہے جو اخفاء و اظہار ہر دو کی متحمل ہے۔مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو واضح ہو کہ جنات کی خوراک لید، ہڈی اور کوئلہ اور آدمی کے دسترخوان پر سے گرے ہوئے ریزے ہیں (دیکھو مشکوۃ ج اول باب آداب الخلاء۔دو احادیث بروایت ابن مسعود اور مشکوۃ جلد ثالث کتاب الاطعمۃ حدیث جابر)

حضرت امام بخاریؒ نے بھی اسی طرح کی روایت کی ہے جس سے ثابت ہوا کہ جنات غیر مادی نہیں کیونکہ جب ان کی خوراک مادی ہے تو اون کا مادی وجود ہونا خود ثابت ہے۔اسرار الٰہی سے جس قدر پردہ شارع ﷺ نے اٹھا کر ہم کو بتلا دیا اس سے زیادہ کرید کرنا موجب گمراہی ہے۔

تسخیر ریح کے متعلق بھی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی تفسیر خود باطل ہوگئی جو انہوں نے نوٹ ۲۰۲۵ میں متعلق غدوھا شھر و رواحھا شھر بیان کی ہے کیونکہ تسخیر ریح اسی صورت میں ہوسکتی ہے

کہ حضرت سلیمانؑ کو جس وقت اور جس طرف کی اور جس وقت کی ریح مطلوب ہو، وہ باذن اللہ ان کی مسخر اور مطیع ہو۔ ورنہ بادبانی جہازوں کو چلانے والی قدرتی ہوا نہ وقت کی پابند ہے، نہ سمت کی، نہ نرمی و درشتی میں کسی کے زیر حکم ہوسکتی ہے۔ اگر مولوی محمد علی صاحب والی بادبانی جہازوں کی قدرتی ریح سے یہاں مراد مراد لی جا ئے ،تو پھر مطلب یہ ہوگا کہ حضرت سلیمانؑ خود اوس ریح کے تابع تھے۔ جب وہ ٹھیر گئی یا حد سے تیز ہوگئی یا سمت مطلوبہ کی طرف متحرک نہ ہوئی تو سلیمانی جہاز بھی مدتوں کنارہ پر لنگر ڈالے پڑے رہے۔ سبحان اللہ! تسخیر ریح کی تفسیر مولوی محمد علی صاحب کے مریدوں کو مبارک ہو۔ لاہوری اور قادیانی ہر دو جماعت پیغمبروں کے واسطے جو معجزات بطور خرق عادت اللہ تعالی نے عطا فرمائے ہیں ان سے درحقیقت منکر ہیں اگرچہ مسلمانوں کو قابو کرنے کے واسطے یہ شعر ان کے ورد زبان ہے

معجزات انبیاء سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمانِ ماست
ہر کہ انکارے کند از اشقیا ست

اب مولوی محمد علی سے کون پوچھے کہ کیا سلیمانؑ کو اپنے ملک میں خشکی کے سفر کی حاجت کبھی درپیش نہ ہوتی تھی کہ تسخیر ریح کو محض بادبانی جہازوں تک محدود سمجھا جاوے۔

فسخر نا ہ الر یح تجری با مرہ ر خاء حیث ا صا ب (سورہ ص)

یعنی ہم نے ہوا کو سلیمان کے تابع کر دیا جو اوس کے حکم کے مطابق جہاں وہ پہنچنا چاہتے نرم نرم چلتی تھی۔

اس آیت میں ہر طرف ملک میں سفر کرنے کا اشارہ ہے جس کو ہمارے مولوی محمد علی محدود بہ بحری سفر کرتے ہیں۔ اس اعجازی عطیہ کو بگاڑنے کے واسطے مولوی صاحب کو قرآن شریف کی تحریف کرنے میں ذرا بھی اون کے ضمیر نے ملامت نہیں کی۔ چنانچہ آیت مذکورہ کا ترجمہ اس طرح لکھتے ہیں: ہم نے ہوا کو سلیمانؑ کے تابع کر دیا وہ اس کے حکم کو جہاں وہ پہنچانا چاہتا آہستگی سے پہنچا دیتی یعنی حضرت سلیمانؑ کے صرف حکم کو جہاں وہ چاہتے پہنچا دیتی۔ مولوی محمد علی لاہوری نے ریح کو ذریعہ انتقال حکم سلیمانی کا قرار دیکر اپنی عربی دانی پر سخت دھبہ

لگایا ہے۔ درحالیکہ صحیح ترجمہ اوس طرح ہے جس طرح اوپر پہلے مذکور ہوا کہ ریح حضرت سلیمان کو جس جگہ وہ پہنچنا چاہتے لے چلتی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۲۲ء۔ یکم شعبان ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ نمبر ۲۲۔ ص ۴۔ ۶)

(اس کے بعد احتساب قادیانیت میں کئی نمبر ریویو ہیں جو اخبار اہل حدیث امرتسر میں نہیں ہیں۔ اور ان سب کے بعد کھلی چٹھی ہے جو ۲۹ ستمبر ۱۹۲۲ء میں ہے)

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۱۳

(یہ ریویو صرف احتساب قادیانیت میں ہے)

سبحا ن الذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی با ر کنا حـو لـه لـنر یه من آ یا تنا انه هو السمیع العلیم (بنی اسرا ئیل : ۱) یعنی ہر عیب ونقص سے پاک ہے وہ ذات جو اپنے بندہ کو راتوں رات لے گیا مسجد حرام سے بیت المقدس تک جس کے آس پاس ہم نے برکت دے رکھی ہے تا کہ ہم اس کو اپنی قدرت کے نشانات دکھلائیں بے شک وہ سننے والا اور جاننے والا ہے

اس آیت میں ذکر معراج نبوی ہے جو ایک سال قبل ہجرت جناب رسول اللہ ﷺ کو کرائی گئی تھے۔ مسجد الحرام سے مسجد بیت المقدس تک رات کے ایک حصہ میں تا کہ آپ کو بہشت اور دوزخ کی کیفیت دکھلائی جائے اور انبیاء سے ملاقات کرائی جائے۔ مولوی محمد علی لاہوری اپنے انگریزی ترجمہ کے صفحہ ۵۶۱ نوٹ نمبر ۱۴۰۱ میں اس کو واقعہ معراج کا تسلیم کر کے نوٹ نمبر ۱۴۴۱ میں متعلق آیت و مـا اریـنـا ك الرؤ یا التی ا رینك الا فتـنـة للناس و الشجرة الملعو نة فی القرآن (بنی اسرا ئیل : ۶۰)۔ یعنی ہم نے اے محمد جو دکھلاوا تم کو دکھلایا اور تھوہر کا ملعون درخت جو قرآن میں مذکور ہے ان ہر دو سے ہم کو لوگوں کی آزمائش منظور ہے،، اسی طرح لکھتے ہیں کہ اکثر مفسرین اس امر میں متفق ہیں کہ اس سے مراد واقع معراج کا ہے۔ علماء میں اختلاف ہے کہ آیا یہ معراج جسمانی تھی یا روحانی۔

جمہور جسمانی کے قائل ہیں مگر حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہؓ اس کو روحانی بتلاتے ہیں مگر بلحاظ صاف الفاظ

و ما ارينك الرؤيا التی ارينا ك کے جمہور کی رائے ردّ کردینے کے لائق ہے۔قرآن شریف کئی مواقع میں بدوں ذکر خواب کے خواب کا حال بتلاتا ہے مگر اس آیت میں جب صاف لفظ رؤیا خواب مذکور ہے، تو کوئی وجہ نہیں کہ اس کو خواب یا کشف تعبیر کیا جائے۔احادیث سے یہ امر ثابت نہیں ہوتا کہ یہ واقعہ خواب کا تھا یا بے داری کا۔

ایک آدھ اور دلائل بھی اپنی رائے کی تائید میں لکھی ہیں جو جواب میں قابل لحاظ نہیں۔

جواب:ا۔قرآنی معجزات میں معراج سب سے اعلی معجزہ ہے اور اس کے قبول کرنے سے رفع ونزول عیسی کی تاویل کو سخت صدمہ پہنچتا ہے۔اس واسطے مولوی محمد علی صاحب کو سخت ضرورت پڑی (جس طرح ان کے مجدد مرزا صاحب قادیانی کو پڑی تھی) کہ جمہور کا عقیدہ جسمانی معراج کا تسلیم کر کے بھی اس کو خواب یا کشف سے زیادہ رتبہ نہ دیا جائے۔اہل سنت کے عقاید جمہور صحابہ اور جمہور اہل علم کے دلائل پر مبنی ہوتے ہیں اور بعض کا اختلاف عقائد اہل سنت میں مضر نہیں ہوتا۔جمہور صحابہ میں اختلاف معراج جسمانی میں نہ تھا، بلکہ صرف رؤیت اللہ تعالی میں تھا نہ کہ معراج کی حقیقت میں، بیت الحرام سے بیت المقدس تک معراج جسمانی کا منکر اہل سنت کے نزدیک کافر ہے اور باقی معراج آسمانی کا مذکورہ سورہ نجم کا منکر بدعتی ہے۔

۲۔حضرت معاویہؓ اور حضرت عائشہ ؓ کا یہ حال ہے کہ حضرت معاویہؓ تو فتح مکہ کے بعد اسلام میں داخل ہوئے اور حضرت عائشہ ؓ کو مکی زندگی میں جنابﷺ کے پاس رہنے کی رخصت نہیں ملی تھی غایت مافی الباب معراج میں ان ہر دو کا بیان اس روحانی معراج کا سمجھنا چاہیے جو رسول اللہﷺ کو علاوہ معراج جسمانی کے کئی بار ہوا تھا

۳۔مولوی محمد علی صاحب جمہور کی رائے جسمانی معراج کے متعلق تسلیم کر کے بھی قرآن کے صرف لفظ رؤیا کی بنا پر فرماتے ہیں کہ لفظ اپنے معنی کے لحاظ سے خواب پر چسپاں ہوتا ہے نہ کہ بیداری پر۔

مولوی محمد علی بخاری شریف کو اصح الکتاب بعد کتاب اللہ مان کر بھی اس کی احادیث کو، جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہیں، ردی میں پھینک دیتے ہیں۔جس آیت کی بنا پر مولوی محمد علی معراج کو کشفی یا نومی واقعہ بتلا کر جمہور کا فیصلہ ڈسمس کرتے ہیں، اسی آیت پر امام بخاری ایک باب باندھ کر حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے روایت

کرتے ہیں ۔(نہیں کیا ہم نے اس روایت کو جو تجھے دکھلائی شب معراج میں مگر آدمیوں کے لئے فتنہ اور اس رؤیت سے خواب مراد نہیں بلکہ عین رؤیت ہے جو شب معراج میں نبی ﷺ کو دکھلائی گئی تھی)(بخاری ج۲ص۶۸۶ کتاب التفسیر)(عن ابن عباس و ما جعلنا الرء یا التی ارینا ک الّا فتنة للناس ۔ قال : هی رؤیا أریها رسو ل الله ﷺ لیلة اسری به ۔صحیح بخاری حدیث نمبر۴۷۱۶)

اس حدیث نے مذہب صحابہ اور باقی علماء کے مذہب سے اطلاع کر دی ہے کہ کوئی اس رؤیت کو خواب پر محمول نہ کرے مگر مولوی محمد علی صاحب صحابہ سے قرآن کو بہتر سمجھنے کے مدعی ہیں اس واسطے ان کو جبراً کو ن منوا سکتا ہے کہ آپ غلطی پر ہیں۔

معراج کے متعلق قرآن شریف نے لفظ فتنہ اسی واسطے آیت محولہ میں استعمال کیا ہے کہ کئی آدمی جسمانی معراج سے انکار کریں گے کہ ایسا سفر جو چالیس دن میں ختم ہوتا ہے رات کے ایک قلیل حصہ میں کیونکر ممکن ہے ۔ مولوی صاحب آیت میں لفظ رؤیا تو دیکھ کر بڑے خوش ہو گئے کہ ڈگری ہم کو مل گئی مگر امام بخاری نے (خدا ان کا بھلا کرے) اسی محولہ آیت پر باب باندھ کر صحیح تفسیر بتلا دی اور مولوی صاحب کو بالکل ناکام کر دیا ہے۔

۴۔ زیادہ تر تعجب تو اس بات پر ہے کہ مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ احادیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ معراج کا واقعہ بیداری کا ہے یا خواب کا۔مولوی صاحب کی نسبت ریویو کے تقریباً ہر نمبر میں یہی ثابت کرنا ہمارا نصب العین ہے کہ مولوی صاحب ان احادیث سے صاف منکر ہیں جو ان کے تقلیدی عقیدہ کے خلاف ہیں۔ اب مولوی محمد علی صاحب سے کون پوچھے کہ اگر احادیث سے معراج جسمانی ثابت نہیں تو اہل سنت کے جمہور اس کے کیوں کر قائل ہو گئے؟

امام بخاری نے کتاب التفسیر میں اسری بعبدہ لیلاً پر بھی باب باندھ کر جابر بن عبداللہ سے یہ حدیث لکھ دی ہے کہ جناب نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب قریش نے مجھ کو (معراج کے قصہ میں) جھٹلایا تو میں کعبہ میں مقام حجر میں آیا تو اللہ تعالی نے مجھ پر بیت المقدس کو ظاہر کر دیا اور میں دیکھنے لگا پھر ان کو اس کی نشانیاں بتلانے لگا

(قال ابو سلمة : سمعت جا بر بن عبد الله قال سمعت النبی ﷺ یقو ل : لمّا کذّبنی قریش قمت فی الحجر فجلّی الله لی بیت المقدس، فطفقت أخبر هم عن آ یا ته و انا انظر الیه۔ صحیح بخاری حدیث نمبر۴۷۱۰)

۵۔ حضرت امام مسلم نے بھی اپنی صحیح کی جلداول کے صفحہ ۹۶ باب الا سراء میں بروایت حضرت ابو ہریرہ ؓ، جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ

قریش نے معراج کے متعلق مجھ کو اپنے سوالات سے اس قدر غمگین کیا کہ اللہ تعالی نے حجاب بیت المقدس کا مجھ سے اٹھا دیا پھر جو جو پتہ وہ بیت المقدس کا مجھ سے پوچھتے میں ان کو بتلا دیتا۔

۶۔ حضرت بریدہؓ نے جناب نبی کریم ﷺ سے روایت کی ہے کہ جب ہم بیت المقدس پہنچے تو جبریل نے اپنی انگلی کے اشارے سے پتھر میں سوراخ کر دیا اور براق کو اس سے باندھ دیا

(رواہ ترمذی۔ مشکوۃ۔ ص ۴۵۰ باب معجزات فصل ثانی)

۷۔ ہرقل شاہ روم کے پاس ابوسفیان بھی واقعہ معراج کے بعد وارد ہوا تو منجملہ دیگر باتوں کے جو اس نے ہرقل سے حضور نبی کریم ﷺ کی بابت ذکر کیں واقعہ معراج بھی تھا۔ اس وقت بیت المقدس کا ایک پادری بھی ہرقل کے دربار میں موجود تھا جس نے کہا میں اس رات کو خوب پہچانتا ہوں۔ ہرقل نے متوجہ ہو کر کہا کہ تم کو اس کا علم کیوں کر ہوا؟ اس نے جواب دیا کہ میں بدون مسجد کے دروازے بند کرنے کی کبھی نہیں سوتا تھا۔ اس رات میں نے کل دروازے بند کر دیئے تھے سوائے ایک دروازہ کے جس کو میں نے بمدد کل ملازمین بند کرنے کی نہایت کوشش کی مگر ناکام رہا۔ حتی کہ بعض نجاروں کو طلب کر کے ان سے وہ دروازہ بند کرانا چاہا۔ نجاروں نے دیکھ بھال کر جواب دیا کہ ایسا نقص واقع ہو گیا ہے کہ جس کو ہم صبح سے پہلے درست نہیں کر سکتے۔ صبح کو جب میں دروازہ پر گیا تو وہ بالکل ٹھیک تھا اور جو پتھر مسجد کے زاویہ میں تھا جہاں پیغمبروں کی سواریاں بندھتی تھیں اس میں سوراخ دیکھا۔ اور چوپایہ بندھنے کے آثار موجود تھے۔ پس اس عجیب واقعہ کے مشاہدہ کے بعد میں نے اپنے لوگوں سے کہا ضرور کوئی نبی اس رات آیا ہے اور اس نے نماز پڑھی ہے۔

اس واقعہ کو شیخ ابن کثیر نے بروایت صحیح بیان کیا ہے دیکھو تفسیر مواہب الرحمٰن المشہور جامع البیان جلد ۱۵ صفحہ ۲۵،۲۴ تفسیر سورہ بنی اسرائیل

۸۔ ہمارے مولوی محمد علی جب عصائے موسی کے تفجیر الحجر اور شق البحر کے ادنی معجزے کو تسلیم نہیں کرتے تو معراج جسمانی کو کیوں کر قبول کر سکتے ہیں۔ چند احادیث ابخاری مسلم اور ترمذی کی خاکسار نے

پیش کر دی ہیں جو اس معراج کی حقیقت کو بخوبی ظاہر کر رہی ہیں۔ بیت المقدس کے پتے پوچھنا، منکرین معراج جسمانی کا اسی صورت میں درست ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے اس واقعہ کو عین بیداری کا بتلایا تھا۔ ورنہ خواب میں خواہ کوئی کیسے عجائبات کا معائنہ کرے اس پر سوالات متعلقہ پتہ ونشان کے کرنا بالکل بے معنی ہے۔

بعض روایات میں جو خاکسار غلام حیدر نے بوجہ اختصار بیان نہیں کیں۔ حضور نبی کریم ﷺ نے قریش کے بعض قافلوں کا حال بھی بتایا تھا جو راستہ میں سفر کر رہے تھے۔ حضرت ابو بکر ؓ کو نبی کریم ﷺ نے صدیق کا لقب اسی واسطے عطا کیا تھا کہ جب ابو جہل و دیگر منکرین حضرت ابو بکرؓ کے گھر جا کر کہنے لگے کہ تیرا یار کہتا ہے کہ میں آج کی رات سات آسمانوں کی سیر کر آیا ہوں، تو انہوں نے جواب دیا کہ اگر میرے یار نے ایسا کہا ہے تو یہ ضرور واقعہ صحیح ہے۔

۹۔ سبحان کا لفظ معمولی واقعہ پر نہیں بولا جاتا۔ عبد جسم اور روح ہر دو کا مرکب ہے۔ اسراء انتقال جسمانی پر بولا جاتا ہے ان اسر بعبادی (طٰہٰ وشعراء)۔ فاسر باھلك (ھود و حجر)

۱۰۔ جو مرتبہ اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب ﷺ کو بخشا ہے جس کا بیان قرآن کریم اور احادیث میں مذکور ہے اس کو مد نظر رکھتے ہوئے معراج جسمانی ہرگز محال نہیں۔ آپ کی روحانی حالت ہی اس قدر ترقی پر پہنچ گئی تھی کہ جسم بھی روح ہی روح ہو گیا تھا۔ آپ وصال کے روزے برابر کئی دن تک بدون سحری وافطار کے رکھا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ میں تمہاری طرح نہیں ہوں، اللہ تعالیٰ ہی مجھے کھلاتا اور پلاتا ہے۔

پچھلی صف کو بدوں لوٹنے کے آپ ﷺ برابر دیکھ سکتے تھے۔ آپ ﷺ کے پسینہ سے عطر کی خوش بو آتی تھی۔ خاکسار کہاں تک بیان کرے مگر جو احادیث صحیحہ کو بھی ظنی کہتا ہو اس کو خاکسار کسی طرح بھی منوا نہیں سکتا۔ معراج کا واقعہ سن کر کئی مسلمان مرتد ہو گئے تھے۔ اب مولوی محمد علی سے کون پوچھے کہ خواب کی کیفیت بیان کرنے سے بھی کبھی کوئی مرتد ہو جایا کرتا ہے۔ قرآن نے اس واقعہ پر فتنہ کا لفظ استعمال کر کے خود تفسیر کر دی ہے کہ یہ معراج جسمانی تھا۔ ورنہ خواب موجب فتنہ نہیں ہوتا۔

خاکسار نے نہایت اختصار سے دس دلائل پیش کئے ہیں۔ اگر ان سے کسی کو اللہ تعالیٰ ہدایت نصیب کر دے تو اس کے فضل سے کچھ بعید نہیں۔ کشفی معراج تو اس امت کے اکثر کاملین کو بھی ہوا ہے اور حدیث الصلوۃ

معراج المومنین ہرایک کے واسطے جوصلوۃ کوصحیح طور پرادا کرتا ہے معراج کا وعدہ پیش کرتی ہے مگر جناب نبی کریم ﷺ کے معراج کوخاص ایسامرتبہ حاصل ہے جس میں امتی شریک نہیں ہوسکتا۔

سورہ نجم میں اس معراج کے متعلق آیات ما زاغ البصر و ما طغی لقد رای من آیاته الکبری (النجم :۱۷،۱۸)۔(یعنی پیغمبر ﷺ کی نگاہ نہیں چوکی نہ حد سے بڑھی بے شک اس نے اپنے مالک کی بڑی بڑی نشانیاں دیکھیں) سے ثابت ہوتا ہے کہ معراج روحانی نہیں تھا بلکہ جسمانی تھا کیونکہ بصر رؤیت کشف اور خواب کے مفہوم کے مانع ہیں۔

ریویوحصہ دوم

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔اب ریویو کے حصہ دوم کے متعلق صرف اس قدر عرض کرنا باقی ہے کہ اس شہر میں بسبب بیماری دو ہر مطابع بند ہو چکے تھے ادھر پبلک کی بے صبری اور اشتیاق مطالعہ امر واقعہ تھا۔لہذا ہر دو مطابع کے جاری ہونے پر ریویو کی طبع کا کام بانٹ کر تقسیم کر دینا قرین مصلحت تھا ،تا کہ کام کی تکمیل جلد ہو۔

خاکسار غلام حیدر سابق ہیڈ ماسٹر مقیم سرگودھا

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر۱۴

وورث سلیمان داؤد و قال یا ایها الناس علّمنا منطق الطیر و اوتینا من کل شیء ان هذا لهو الفضل المبین و حشر لسلیمان جنوده من الجن و الانس و الطیر فهم یوزعون

(نمل :۱۶۔۱۸)(یعنی سلیمان جانشین ہوا داؤد کا اور کہنے لگا اے لوگو! ہم کو پرندوں کی بولی سکھلائی گئی ہے اور ہم کو ہر چیز عطا کی گئی ہے واقعہ میں صریح فضیلت ہے اور سلیمان کے واسطے جمع کئے گئے لشکر جنات اور انسانوں اور پرندوں کے پس وہ الگ الگ صف باندھ کر کوچ کرتے)

ان آیات میں جو عظمت و جبروت لشکر سلیمانی کا بیان مذکور ہے اور جس کی الگ الگ امثلہ قرآن مجید آئندہ بیان کرتا ہے ہمارے مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک وہ ایک معمولی درجہ سے زیادہ نہیں۔ چنانچہ

اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے صفحہ ۷۴۶ پر زیر نوٹ ۱۸۴۴ فرماتے ہیں کہ: منطق الطیر سے یہ مراد ہے کہ حضرت سلیمان پرندوں سے پیغام رسانی کا کام لیتے تھے۔

پھر بہت سے معانی لغت سے اخذ کر کے نوٹ نمبر ۱۸۸۶ میں فرماتے ہیں

کہ طیر سے مراد رسالہ یعنی سواروں کی جماعت ہے

ایک تیسری تاویل یہ بھی کرتے ہیں کہ پرندوں کے غول فاتح لشکر کے ہمراہ مفتوحہ لشکر کی لاشوں کو کھانے کے واسطے بھی جایا کرتے ہیں اور اس خیال کی تائید میں عرب کے کچھ اشعار بھی نقل کئے ہیں۔ لے دے کے آخر ہر صنف مذکور کو نوع انسان میں داخل کرتے ہیں

۲۔ مولوی محمد علی صاحب کی ہر سہ توجیہات قابل داد ہیں۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ سلیمانی لشکر کی صنف طیر کی اصل حقیقت کیا تھی۔ اگر واقعہ میں وہ انسان کی ہی قسم تھی تو باقی دو تاویل کا خود اپنی قلم سے بے کار کر دینا بجز اس کے اور کچھ نہیں کہ اپنی وسعت معلومات کا پبلک کو یقین دلا دیں۔

قرآن شریف میں الفاظ طیر کل انیس دفعہ مع طیر متنازعہ فیہ مذکور ہے اور سمجھ میں نہیں آتا کہ پوری اٹھارہ دفعہ یہ لفظ اپنی اصلی حقیقت اور شخصیت میں سوائے پرند یعنی پرواز جانور کے غیر وجود پر استعمال نہیں ہوا تو زیر بحث مقام پر اس عام اصول سے کیوں علیحدہ ہو کر جزماً سواروں کا رسالہ بن گیا۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اس کی وجہ یہ لکھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کو گھوڑوں کا شوق تھا

اذ عرِض علیه بالعشی الصا فنات الجیاد (ص : ۳۱)

مولوی محمد علی صاحب نے لفظی معنوں کی طرف مائل ہونے والوں کے پاس خاطر کے لئے پرندوں کی بھی دو طرح تاویل کر کے حق تفسیر کا ادا کر دیا ہے تا کہ کوئی ان پر یہ الزام لگانے کے قابل نہ رہے کہ کسی اہل زبان مفسر نے آج تک طیر متنازعہ کا مفہوم سواروں کا رسالہ ہرگز بیان نہیں کیا۔ پیغام رسانی کے واسطے مولوی صاحب نے بالکل نہیں بتایا کہ اس قدر تعداد کی حضرت سلیمانؑ کو کیوں غیر معمولی حاجت تھی جب کہ ایک قلیل تعداد بھی پرندوں کی ایک بڑی جنگ میں کافی ہو سکتی ہے۔

دوسری توجیہ مولوی محمد علی صاحب کی تو بالکل مضحکہ خیز ہے کیونکہ پرند اگر محض مفتوحہ لشکر کی لاشوں کو

چٹ کرنے کی خاطر حضرت سلیمانؑ کے لشکر کے ہمراہ ہوتے تھے تو بالضرور وہ دانہ خور قسم سے نہ تھے بلکہ مردار خور قسم سے تھے۔ اور اس قسم کے پرند کوچ و مقام میں قبل جنگ شروع ہونے کے راستہ میں کس چیز سے پیٹ بھرتے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے قبل حصول مفتوحہ لشکر کی لاشوں کے نہ ان پرندوں کی روزہ داری کا ثبوت دیا، نہ ان کے واسطے حیوانی خوراک کے کسی خاص انتظام کا ذکر کیا اور مردار خور پرندوں کی خوراک کو محض مفتوحہ لشکر کی لاشوں تک محدود کر دیا۔ اب کون پوچھے کہ مولوی محمد علی صاحب کیا فاتح لشکر سے کسی کا بالکل نہ مارا جانا اور ہمیشہ مفتوحہ لشکر سے مقتولوں کا ڈھیر لگ جانا تاکہ مذکورہ پرندوں کو پیٹ بھرنے کا موقعہ ہاتھ آئے ایسی عاقلانہ تاویل ہوسکتی ہے جس کو معمولی عقل بھی قبول کرنے کے واسطے آمادہ ہو؟ اگر واقعہ میں یہ پرند مردار خور تھے تو فاتح لشکر کی لاشوں کو چٹ کرنے سے بالکل باز رہنا اور مفتوحہ لشکر کی محض لاشوں کے انتظار میں بھوکے پڑے رہنا ایک ایسی تاویل ہے کہ بدوں ہمارے مولوی محمد علی صاحب کے کسی دوسرے کی عقل میں آنا نہایت دشوار ہے۔ ہاں اگر مولوی صاحب معجزہ سلیمانی سے منسوب کر دیتے تو ہم کو پھر اس پر جرح کرنے کا کوئی حق نہ تھا ،مگر مولوی صاحب کوئی معجزہ بھی کیوں ماننے لگے بلکہ ان کی ساری ہمت کا مقصود ہی صرف یہی ہے کہ کوئی اعجازی واقعہ مذکورہ قرآن کریم کا ثابت ہی نہ ہوسکے جیسا کہ ہم بارہا گذشتہ نمبروں میں بخوبی ثابت کر چکے ہیں اور آئندہ بھی انشاء اللہ ثابت کریں گے۔ ہمارے مولوی محمد علی صاحب نے اپنی اس تاویل کی بنا کو عرب کے بعض اشعار پر قائم کر دیا مگر شعرا کے مبالغہ آمیز کلام کو بموجب الم تر انّھم فی کلّ وا دٍ یھیمون (شعرا: ۲۲۵) پر ذرا بھی توجہ نہ کی کیونکہ واقعات کا تجربہ اور مشاہدہ اس نرالی تاویل کی ہرگز تائید نہیں کرتا۔

۳۔ چونکہ حضرت سلیمانؑ نے فضیلت میں سب سے پہلے منطق الطیر کی تفہیم کا ذکر کیا تھا، اس واسطے قرآن شریف بھی پہلے اس کی دو مثالیں بیان کرتا ہے۔ پہلے مثال نملہ کی منطق کی کیونکہ تغلیباً وہ طیر میں داخل ہے۔ جس طرح ابلیس تغلیباً ملائک میں داخل کیا گیا ہے حالانکہ وہ جنس ملائک سے نہ تھا۔ اور یہ باریک نکتہ علم معانی کے ماہر سے پوشیدہ نہیں۔ قرآن شریف جب خود طیر کی مثال میں نملہ کا ذکر شروع کرتا ہے تو طیر میں اس کا تغلیباً داخل ہونا بلا ریب صحیح ہے۔ چنانچہ قرآن شریف میں حضرت سلیمانؑ کے لشکر کے کوچ کا ذکر اس طرح شروع کرتا ہے

حتی اذا اتوا علی وادِ النمل قالت نملة یا ایها النّمل ادخلوا مساکنھم لا یحطمنّکم سلیمان و جنوده و ھم لا یشعرون۔ فتبسم ضاحکاً من قولھا و قال ربّ اوزعنی ان اشکر نعمتك (نمل ۱۸:۱۹)(حتی کہ جب حضرت وہ چیونٹیوں کے میدان کے قریب پہنچے تو ایک چیونٹی نے اپنی بولی میں کہا کہ اے چیونٹیو اپنی بلوں میں گھس جاؤ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم کو سلیمان اور اس کا لشکر کچل ڈالے اور ان کو خبر بھی نہ ہو۔ پس سلیمان اس کی اس بات پر مسکرا کر ہنس پڑے اور دعا کرنے لگے کہ اے میرے رب مجھ کو توفیق دے کہ تیری نعمت کا شکر ادا کروں)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری سے کون بندہ خدا کا پوچھے کہ اگر نملہ واقعہ میں کوئی انسان ہی تھا تو سلیمانؑ اور ان کے لشکر سے باقی اس کے ہم جنس انسانوں کے کچلا جانے کے متعلق کلمات سن کر مسکرانا اور ہنس پڑنا حضرت سلیمانؑ جیسے دانا پیغمبر کی شان کے کیوں خلاف نہیں؟ نملہ کے اس کلام میں جو سلیمانؑ کے ضحک کا موجب ہوا آخر کوئی نہ کوئی غیر معمولی راز تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں کیونکہ ایک پیغمبر کسی معمولی بات پر ہرگز نہیں ہنسا کرتا۔ بالخصوص ایک ایسا پیغمبر جس کی عقل مندی ضرب المثل ہے۔ نملہ کی اس گفتگو پر حضرت سلیمانؑ کا اللہ تعالی سے شکر گزار بندہ بننے کے واسطے دعا کرنا بھی اس راز کی غیر معمولیت پر شاہد ہے۔ اگر وہ نملہ انسان تھا تو کیا حضرت سلیمانؑ بالخصوص اور ان کا لشکر اس قدر بے لگام اور غیر محتاط تھا کہ گھروں سے باہر نکلے ہوئے سب آدمیوں کو لتاڑ ڈالتے اور ان کو خبر بھی نہ ہوتی؟ ایک آدھ انسان کا لتاڑا جانا تو ممکن ہے مگر اتنی تعداد کا حضرت سلیمانؑ جیسے پیغمبر اور ان کے لشکر سے اندھا دھند کچلا جانا اور پھر ان کا اس سے بے خبر رہنا ایسی توجیہ ہے کہ اس کو عقل سلیم ہرگز قبول نہیں کر سکتی۔ اگر وہ نملہ اور اس کے باقی ہم جنس واقعہ میں انسان تھے تو کیا وہ سارے ہی اندھے تھے کہ اس قدر لشکر کی آمد کو محسوس نہ کر سکتے تھے؟ اس قصہ سے صاف طور معلوم ہو رہا ہے کہ حضرت سلیمان اپنے لشکر کے آگے آگے کوچ کر رہے تھے کیونکہ سب سے اول نملہ زیر بحث کا کلام آپ نے ہی سنا تھا اور یہ صحیح نتیجہ ہے اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ وہ لشکر کے اعلی افسر بھی تھے تو پھر ان کی بے خبری میں باقی آدمیوں کا پس جانا صحیح نہیں ہو سکتا اگر نملہ کو حضرت سلیمانؑ کا نام معلوم تھا تو ان کا پیغمبر ہونا بھی بالضرور معلوم تھا لہذا اندریں صورت وہ بے خبری میں اس کے ہم جنسوں کے کچلا جانے کا الزام ایک پیغمبر پر سب سے اول کیوں کر لگا سکتا تھا مگر صد آفرین اس نملہ پر کہ اس نے ایک پیغمبر کو مع ان کے لشکر کے اس

بے خبری میں لتاڑ ڈالنے کے الزام سے بری کر دیا۔ اب سلیمانؑ اور ان کے لشکر کے بے خبری میں کچلا جانے کا امکان اور احتمال اسی صورت میں یقین کا مرتبہ حاصل کر سکتا ہے کہ نملہ اور اس کے باقی ہم جنسوں کو چیونٹیاں تسلیم کیا جائے جو سفر میں کوچ کرنے والے لشکر سے بسبب اقل مقدار کے لتاڑی جا سکتی ہیں جیسا کہ ہم روزمرہ کے واقعات سے بچشم خود مشاہدہ کرتے ہیں۔ پس خدا تعالیٰ کی ایک اس قدر حقیر اور ادنی جاندار کے منہ سے ایسی عاقلانہ بات کا سننا جس میں وہ حضرت سلیمانؑ کو معہ ان کے لشکر کے بے خبری سے کچل ڈالنے کے الزام سے بری کر رہی ہے، بالضرور حضرت سلیمانؑ کے ضحک کا باعث ہوا جس کے بعد آپ نے مذکورہ دعا مانگی۔ ورنہ کسی انسان سے ایسی بات سن کر ایک معمولی انسان بھی جب تعجب سے نہیں ہنستا تو ایک عاقل اور سنجیدہ پیغمبر کیوں کر مسکرا کر ہنس دیتا ہے؟

وادی نملہ بیشک طائف میں اب تک ایک میدان موجود ہے مگر یہ ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا کہ اس میدان کا ابتداء میں نام کسی انسان کی قوم نملہ کے سبب سے تھا اور اکثر آدمیوں کے نام اور ان کی کنیت پرندوں اور جانوروں کے نام سے مشہور ہوتی ہے مگر اس سے ہرگز یہ لازم نہیں کہ باقی کل قرائن قویہ اور دلائل عقلیہ کو بالکل نظر انداز کر کے ایسے اسماء کو ہر حالت میں جزماً انسان سمجھ لیا جائے اور اصلی ومتعارف مراد کو بالکل رد کر دیا جائے۔

۴۔ قرآن شریف میں طیر کی دوسری مثال اب بیان کرتا ہوں تا کہ منطق الطیر کے علم کی فضیلت کا اظہار حضرت سلیمانؑ کے حق میں کامل طور پر ثابت ہو ورنہ طیر اگر جنس انسان میں داخل ہے تو اس کی بولی کے وہبی علم پر حضرت سلیمانؑ کا اظہار فضیلت بالکل لغو ہو جاتا ہے۔ ایک معمولی بے علم آدمی بھی جب غیر ملک کی زبان سمجھ کو سمجھ سکتا ہے تو ایک پیغمبر کی شان سے نہایت بعید ہے کہ ایسی زبان دانی پر فضیلت کا اظہار کرے۔ پس یہ حقیقی پرندوں کی بولی کے علم کا واقعی ایک وہبی اور عجازی عطیہ تھا اور اس میں سلیمانؑ کے والد حضرت داؤدؑ بھی شامل تھے جس پر یہ آیت شاہد ہے

و سخر نا مع داؤد الجبال یسبّحن و الطّیر (الانبیاء: ۷۹)

اسی واسطے حضرت سلیمانؑ نے علم منطق الطیر میں بوقت اظہار فضیلت اپنے والد حضرت داؤدؑ کو

بھی شامل کر لیا تھا۔

۵۔اب جنس طیر سے دوسری مثال قرآن ہدہد کی بیان کرتا ہے و تفقّد الطّیر فقال ما لی لا اری الھد ھد ام کان من الغائبین۔ لا عذّ بنّه عذاباً او لاذبحنّه او لیأتینّی بسلطان مبین (النمل ۲۰۔۲۱)(اور سلیمان نے حاضری لی پرندوں کی اور کہا کیا وجہ ہے کہ میں ہدہد کو نہیں دیکھتا کیا وہ غیر حاضر ہے، میں اس کو سخت سزا دوں گا یا اس کو ذبح کر ڈالوں گا ورنہ میرے سامنے کوئی معقول عذر پیش کرے۔

فمکث غیر بعید فقال ا حطت بما لم تحط به و جئتك من سبأ بنبا یقین۔ انی و جد ت امرأة تملکھم و او تیت من کل شیء و لھا عرش عظیم ۔ و جد تھا و قو مھا یسجدو ن للشمس من دون الله و زین لھم الشیطان اعمالھم فصد ھم عن السبیل فھم لا یھتدو ن (النمل:۲۲۔۲۴)

(پس ہدہد تھوڑی ہی دیر میں آ گیا اور کہنے لگا کہ میں نے ایسی بات معلوم کی ہے جو آپ کو معلوم نہیں۔اور میں سبا سے آپ کے واسطے ایک سچی خبر لایا ہوں وہاں ان لوگوں پر ایک عورت حکمرانی کرتی ہے اور اس پر ہر ایک ضروری چیز دی دی گئی اور اس کا تخت بڑا عالی شان ہے وہ ملکہ اور اس کی قوم سوائے اللہ کے سورج کو سجدہ کرتی ہے)قال سننظر أصدقت ام کنت من الکاذبین۔ اذھب بکتابی ھذا فألقه الیھم ثم تولّ عنھم فا نظر ما زا یر جعون۔ قا لت یا ایھا الملأ انی القی الیّ کتا ب کر یم۔ انه من سلیمان و انه بسم الله الر حمن الر حیم ۔ الا تعلوا علیّ و أتو نی مسلمین(النمل:۲۷۔۳۱)

(حضرت سلیمانؑ نے کہا ہم عنقریب ہی معلوم کر لیں گے کہ آیا تم نے سچ کہا ہے یا تم جھوٹ بولنے والوں سے ہو۔ میرا یہ خط لے کر ان کے آگے ڈال دو پھر ان سے یک سو ہو کر دیکھو کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں۔۔وہ ملکہ بولی اے درباریو! میری طرف ایک معزز خط ڈالا گیا ہے یہ حضرت سلیمان کی طرف سے ہے اور اس کا مضمون یوں شروع ہوتا ہے: بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔تم میرے مقابلہ میں تکبر مت کرو اور مسلمان ہو کر میرے پاس چلے آؤ)

(باقی ملکہ اور درباریوں کی باہمی گفتگو خاص قرآن شریف میں دیکھنا چاہیے) اس کے متعلق مجاہد وسعید ابن جبیر حضرت ابن عباسؓ سے بیان کرتے ہیں کہ ہدہد کی یہ شان تھی کہ اللہ تعالی نے اس کو ہندسہ کا علم دیا تھا پس سفر میں حضرت سلیمانؑ اس کو طلب کر کے پانی کا پتہ زیر زمین دریافت کر لیتے جسکو لشکر کے واسطے کھود کر نکالا جاتا۔

لہذا ہدہد کا ایسے موقعہ پر غائب ہو جانا حضرت سلیمانؑ کی خفگی کا باعث ہوا۔ (تفسیر مواہب الرحمٰن ص ۱۶۵ سورہ نمل)

ملکہ سبا کے ہاں بعد صلاح مشورہ یہ قرار پایا کہ حضرت سلیمانؑ کے یہاں کچھ تحائف قاصدوں کے ہمراہ بھیج کر نتیجہ دیکھنا چاہیے۔ ہدہد نے ان سے پہلے ہی پہنچ کر ملکہ کی تجویز سے حضرت سلیمانؑ کو اطلاع کر دی تھی۔ جب قاصد تحائف لیکر حضرت سلیمانؑ کے پاس آئے تو آپ نے تحائف کو نامنظور کر کے کہا کہ ہم زبر دست لشکر لیکر ان پر جہاد کریں گے وہ ہرگز مقابلہ نہیں کر سکیں گے اور ان کو ذلیل کر کے وہاں سے نکال دیں گے

اسکے بعد حضرت سلیمانؑ نے اپنے دربار والوں کو کہا کہ کون تم میں ایسا ہے جو اس ملکہ کا تخت ان کے مطیع ہونے سے پہلے میرے پاس لا کر حاضر کر دے۔

ایک بڑے جن نے کہا کہ میں اس کو لا سکتا ہوں قبل اس کے کہ آپ اپنی جگہ سے اٹھیں اور میں یہ کام کرنے کی طاقت رکھتا ہوں اور امین بھی ہوں۔

جس درباری کو علم الکتاب یعنی اسم اعظم کا علم تھا وہ بولا میں آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے تخت کو لا سکتا ہوں۔ پس جب سلیمانؑ نے اسی دم تخت کو اپنا پاس موجود پایا تو کہا کہ یہ کام میرے رب کے فضل سے ہے تا کہ مجھ کو آزمائے کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

پس حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ تخت کی صورت بدل ڈالو تا کہ معلوم کیا جائے کہ ملکہ اپنے تخت کو شناخت کر سکتی ہے یا نہیں۔

جس وقت ملکہ خود حاضر ہوئی تو حضرت سلیمانؑ نے اس سے پوچھا کہ آیا تیرا تخت ایسا ہی ہے؟ وہ بولی گویا یہ تخت وہی ہے اور ہم کو اس سے پہلے ہی آپ کے متعلق آگاہی ہو چکی ہے اور ہم آپ کے مطیع بن چکے ہیں۔

۶۔ مولوی محمد علی اس جگہ ہدہد کو مشہور پرند تسلیم نہیں کرتے بلکہ کوئی اہل کار بتلا کر اس کو انسان قرار دیتے ہیں۔ مگر قرآن شریف جو افصح اور ابلغ الکلام واقع ہوا ہے سلیمانی لشکر کے تین الگ الگ قسم ہی بیان نہیں کرتا بلکہ ہر ایک قسم کی الگ الگ اعجازی امثلہ بھی پیش کرتا ہے۔ یعنی دو مثالیں منطق الطیر کی، ایک عفریت جن کی، ایک آدمی کی۔

مولوی محمد علی صاحب نوٹ نمبر ۱۸۵۱ میں فرماتے ہیں: يا ايها الملأ ايكم يأتيني بعرشها

قبل ان یأتو نی مسلمین (نمل:۳۸) میں مراد اس کی تخت ہے جو حضرت سلیمان ملکہ بلقیس کو بٹھلانے کے واسطے اپنے اہل کاروں سے علیحدہ تیار کرانا چاہتے تھے۔پس یأتینی بعرشھا کا صحیح ترجمہ اس طرح ہے (اسکے واسطے تخت لے آؤ) یعنی تیار کر کے یا کروا کر،اس سے بلقیس والا تخت مراد نہیں۔

۷۔ اب مولوی محمد علی صاحب سے کون عربی دان منوائے کہ عرش کے پہلے ب تعدیہ ہے اور لازمی فعل کو متعدی بنانے میں اکثر یہ قاعدہ ملحوظ ہوتا ہے۔مگر مولوی صاحب نے اس ب کی بدولت تعدیہ کے علاوہ مفعول لہ کے معنی بھی خود بخود گھڑ لئے ہیں۔آنکھ جھپکنے تک تخت بنا کر تیار کر دینے کو جلدی بنا سکنے پر محمول کیا ہے۔کون پوچھے کہ جب قال نکروا لھا عر شھا (نمل:۴۱) میں آپ نے (اس کا تخت) ترجمہ کیا تو یأتینی بعر شھا میں (اس کے واسطے) کس قاعدہ کی رو سے ترجمہ کیا؟

مولوی محمد علی لاہوری نے نکروا لھاعر شھا کا صرف ترجمہ کیا ہے (اس کے واسطے اس کا تخت بدل ڈالو) مگر کوئی نوٹ اس پر عمداً نہیں لکھا کیونکہ جب مولوی صاحب بلقیس کے واسطے سلیمانی اہل کاروں کی مدد سے ایک جدید تخت کا تیار کرایا جانے کا مطلب بیان کر چکے ہیں تو اب اصل تخت کی حالت کو بخاطر ملکہ بلقیس بدل ڈالنا بالکل بے جوڑ سمجھ کر نوٹ لکھنے سے ڈر گئے تا کہ ساری محنت پر یک دفعہ پانی نہ پھر جائے

مولوی محمد علی نے عفریت من الجن (نمل ۳۹) کو ایک دراز قد انسان لکھا ہے۔

قبل ان تقو م من مقا مك نشست کی حالت سے اٹھنا مراد نہیں بلکہ اس جگہ سے کسی دوسرے مقام پر پہنچنے کا مفہوم لکھا ہے۔

فلما رأہ مستقرا عندہ کا یہ مفہوم نہیں کہ پہلی گفتگو کے اثنا میں وہ آ گیا تھا بلکہ یہ بالکل ایک علیحدہ واقعہ ہے۔قرآن شریف کے صاف صاف الفاظ میں عجیب عجیب حکایات اس خیال کی بنا پر مفسرین داخل کر لیتے ہیں کہ یہ کل واقعات ایک ہی سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئے (نوٹ ۱۸۵۲،۱۸۵۴۔انگریزی ترجمہ)

الجواب: مولوی محمد علی صاحب لاہوری سے کون پوچھے کہ جب اہل زبان مفسرین نے بھی تیرہ سو برس کے اندر قرآن کو صحیح نہ سمجھا اور سب پرانی لکیر کے فقیر تھے تو پھر قرآن کو باقی امت نے کس ذریعہ سے سمجھا ۔مولوی صاحب کو کون سمجھائے کہ جو سلیمانؑ ملکہ بلقیس کے بیش قیمت تحائف کو کمال حقارت سے دور کر کے

اس کو جہاد کا الٹی میٹم دیتا ہے، پھر اسی کی آؤ بھگت کی خاطر اس کے باعزت بٹھلانے کے واسطے ایک شاندار تخت کی تیاری کا حکم دے کر اپنے دبدبہ اور رعب کو ایک سورج پرست ملکہ کے مقابل کیوں کر ایسا خفیف کر سکتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ ایسے تخت کی تیاری میں بڑی تشویش آمیز کلام بھی استعمال کرتا ہے۔ اور یہی نہیں بلکہ جب وہ تیار کردہ تخت اس کے سامنے لاکر رکھا جاتا ہے تو نہایت مودبانہ طور پر اللہ تعالی کے فضل کا شکریہ ادا کرتا ہے کہ اس تخت سے میری آزمائش ہو رہی ہے کہ آیا میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری۔

ایک دولتمند امیر بھی ایسی معمول کی چیز کی تیاری کو موجب ابتلاء نہیں سمجھتا تو اس قدر سروسامان والا پیغمبر اور بادشاہ اس کو کیوں کر موجب اپنے ابتلاء کا سمجھ سکتا ہے؟

کیا حضرت سلیمانؑ کو اپنی توفیق اور اپنے اہل دربار کی قابلیت پر بالکل یقین نہ تھا کہ وہ حسب دلخواہ تخت بنوا سکتے ہیں اور پھر اس تخت کے تیار ہو کر پیش کئے جانے پر اس کو ایک ایسا اچنبھا اور خلاف توقع نعمت سمجھے کہ صرف اللہ تعالی کے خاص فضل کا شکریہ ہی ادا نہ کرے بلکہ اپنے ابتلاء کا موجب بھی قرار دے۔ جب حضرت سلیمانؑ نے بلقیس کے قاصدوں کو مع تحائف کے واپس کر کے جہاد کا الٹی میٹم دیا تو اپنے اہل دربار کی قابلیت جس کو وہ بالضرور جانتے تھے عملی تجربہ کرنا چاہا اور جس عرش عظیم کی شیخی بلقیس کو تھی پہلے اس کے جلد منگوانے کا حکم دیا۔ اس کام کو عفریت جن نے بھی جلد پورا کرنے کا ذمہ اٹھالیا تھا مگر جنی قوت چونکہ آخر فطرتی قوت ہوتی ہے اس واسطے اعجازی قوت کی بنا پر جس پر درباری مومن بطفیل اسم اعظم قادر تھا عرض کرنے لگا کہ طرفۃ العین میں بلقیس کا تخت لا سکتا ہوں۔ پس اس کا اتنا عرض کرنا اور تخت کا آپ کے سامنے لا رکھنا حضرت کی شکرگذاری اور حمل ابتلاء کا باعث ہوا۔ مولوی محمد علی کو کون یقین دلائے کہ قرآن شریف میں قریباً بارہ دفعہ جن وانس مل کر مذکور ہیں اور ہر دفعہ بدوں استثناء دو الگ الگ جنس مراد ہے تو اس جگہ جن وانس کیوں کر ایک ہی واحد جنس (انسان) ہو سکتا ہے؟ اللہ تعالی کو کوئی اور عربی لغت کیا بوقت نزول قرآن شریف یاد نہ تھی جسکے استعمال سے مولوی صاحب کے مزعومہ جن کا اظہار کر سکتا۔

اسی طرح طیر بھی قرآن مجید میں بدوں مفہوم پرند ہرگز مذکور نہیں جس کو مولوی صاحب نے تسلیم کر کے بھی آخر ایسا بگاڑا ہے کہ عقلی دلائل اور مشاہدہ کی بنا پر ایسے نرالے پرند کا وجود ہی پایہ ثبوت کو نہیں پہنچ سکتا۔

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویونمبر ۱۵

۱۔ مولوی محمد علی صاحب اپنے انگریزی ترجمہ قرآن (صفحہ ۲۹ نوٹ ۷۴) میں متعلق و ارکعوا مع الراکعین (البقرہ:۴۳) اس طرح فرماتے ہیں:

جو رکوع کرتے ہیں وہ مسلمان ہیں اور نماز میں ان کو مسلمانوں کی طرح اقتداء کا حکم ہے۔

جواب: آج تک مشاہدہ سے ثابت نہیں ہوا کہ مولوی محمد علی صاحب نے خود یا ان کی جماعت کے کسی رکن رکین نے کسی غیر احمدی مسلمان کے پیچھے نماز پڑھی ہو۔ اگر مولوی صاحب کا واقعی یہ عقیدہ ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود نہ ماننے والے کو کافر نہیں کہتے جیسا کہ خواجہ کمال الدین صاحب کے اعلان مطبوعہ احمدیہ سٹیم پریس لاہور سے ثابت ہے (جس میں بحوالہ تریاق القلوب۔ ص ۱۳۰۔ قادیانی خزائن ج ۱۵ ص ۴۳۲) مرزا غلام احمد قادیانی کا فتوی درج کیا ہے کہ: لفظ کافر صرف انہی پیغامبروں کے منکروں پر صادق ہے جو خدا تعالی کی طرف سے شریعت اور احکام جدیدہ لاتے ہیں) تو پھر اس جماعت کا غیر احمدی مسلمانوں کے ساتھ نماز میں عمداً اقتداء نہ کرنا یا بطور امام کے نماز کے وقت میں آگے کھڑا ہونا جانا صاف اس امر کا اعلان ہے کہ آیت اتأمرون الناس بالبر و تنسو ن انفسکم (البقرہ:۴۴) ۔پر عمل کرنا اس جماعت کے واسطے نہیں بلکہ دوسروں کے واسطے فرمایا گیا ہے۔ اس قسم کے الفاظ کا اظہار محض چندہ وصول کرنے کی خاطر ہے ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کو جو مسلمان مسیح موعود نہیں مانتا یہ لوگ درحقیقت اس کو اچھا نہیں جانتے اور نہ نماز میں اس کی اقتداء کرتے ہیں۔

۲۔ انگریزی ترجمہ قرآن صفحہ ۴۰۴ نوٹ نمبر ۱۰۵۲ میں متعلق آیت اتخذوا احبارھم و رھبانھم ارباباً من دو ن اللہ و المسیح ابن مریم (توبہ:۳۱) ،

مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ: جو مسلمان اپنے پیروں یا بزرگوں کو یہی مرتبہ دیتے ہیں وہ بھی اس الزام کے ماتحت ہیں۔

جواب: اب مولوی محمد علی لاہوری کو کون قائل کرے کہ جو رتبہ آپ نے مرزا غلام احمد کو دے رکھا ہے، اس میں آپ کا پلڑا اس قدر بھاری ہے کہ پیر پرست بعض مسلمان اس کے مقابل کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ نہیں معلوم

آپ نے کیوں کر قبول کرلیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت وہی مسیح موعود ہیں جن کی قرآن شریف میں مجملاً اور احادیث صحیحہ میں مفصلاً اطلاع دی گئی ہے۔کیا آپ نے محض مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامی دعوی کی بنا پر ان کو مسیح موعود تسلیم کرلیا ہے یا جو فرائض جناب رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود کے متعلق بتائے ہیں ان کی تکمیل کا مصداق ان کو دیکھ کر قبول کیا ہے۔

مولوی صاحب کو ابھی مسیح موعود کی شخصیت کا فیصلہ بھی ضروری ہے کیونکہ مسیح موعود کی شخصیت کا فیصلہ جناب رسول اللہ ﷺ ایسی وضاحت اور تفصیل سے فرما چکے ہیں کہ اس پر کسی تاویل کا رنگ نہیں چڑھ سکتا۔اب صرف دو معیار ہیں جن سے مرزا غلام احمد قادیانی یا کوئی اور صاحب پرکھے جاسکتے ہیں کہ آیا وہ واقعی مسیح موعود ہیں یا نہیں۔وہ دو معیار کیا ہیں؟ایک شخصیت کا دوسرا تکمیل مشن یا خاص فرائض کا ۔

ہم اہل سنت مسلمان آپ کے مسیح موعود کو جب ان پر ہر دو معیار مقرر کردہ جناب رسول اللہ ﷺ سے پرکھتے ہیں تو ان کو ہر دو میں پورا فیل پاتے ہیں جس طرح سلف نے مدعی مسیحیت کو بالکل فیل شدہ پاکر مسیح کاذب کا لقب دے دیا۔

اب آپ براہ کرم بتلائیں کہ مذکورہ معیار مقرر کردہ و ما ینطق عن الھوی کے سوا کوئی تیسرا معیار آپ کے پاس موجود ہے۔اگر موجود ہے تو کس مطلب اور غرض کے واسطے اس کو اب تک پبلک سے پوشیدہ رکھا ہوا ہے؟

آپ لاکھ ہاتھ پاؤں ماریں ان کو مسیح موعود ثابت نہیں کرسکتے۔ہم اس کے جواب میں آپ کی طرف سے ہر آن منتظر ہیں جب تک آپ مذکورہ معیاروں کا مصداق مرزا قادیانی کو مسیح موعود ثابت نہ کرسکیں گے (اربابا من دو ن اللہ) والی آیت کا مصداق ہم آپ کو سب سے بڑھ کر یقین کرتے ہیں جناب رسول اللہ ﷺ کے مقرر کردہ معیار پر تو آپ انشاءاللہ مرزا غلام احمد کو ہرگز مسیح موعود ثابت نہیں کرسکتے اور اسی انکار کی وجہ سے آپ پر(ار با با من دو ن اللہ)خوب چسپاں ہورہا ہے بعض مسلمان اگر پیر پرست ہیں تو وہ بخدا آپ کی مرزا پرستی کی حد سے بہت نیچے ہیں۔

معیار شخصیت و فرائض مسیح موعود

۱۔ جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی ابن مریم عین وہی نام زبان مبارک سے فرمایا جو قرآن شریف میں قریباً ۱۹ دفعہ مذکور ہے تا کہ شخصیت کی پوری تمیز ہو کر امت کو غلط فہمی نہ ہو۔ اس مسئلہ میں بھی مرزا غلام احمد قادیانی نے ایلیا نبی کے دوبارہ آنے کو حسب ایماء مسیح یوحنا نبی بتلا کر غلط فہمی سے کام لیا ہے اس انجیلی محرف بیانی میں چونکہ تناسخ ثابت ہوتا ہے اس واسطے اہل سنت کے عقائد بالکل خلاف ہیں۔ اگر بالفرض باقی پہلی امتیں سب کی سب گمراہ بھی ہو گئیں تو محمد رسول اللہ ﷺ کی امت ساری کی ساری ہرگز گمراہ نہیں ہو سکتی کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ نے بطور خوش خبری تین باتیں بتا دی ہیں

اول یہ کہ میری ساری امت گمراہ نہیں ہو سکتی۔

دوم یہ کہ تمہارا نبی بددعا کر کے تم سب کو ہلاک نہیں کروائے گا۔

سوم یہ کہ اہل باطل اہل حق پر غالب نہ ہو سکیں گے

دیکھو مشکوۃ ص ۵۱۲ باب فضائل سید المرسلین مشکوۃ ص ۵۸۳ باب ثواب ھذہ الامہ میں مذکور ہے کہ یہ امت خیر امت ہے اور ایک گروہ اس کا ہمیشہ حق پر قائم رہے گا جس کو کوئی مخالف فریق گمراہ نہ کر سکے گا۔

اس الہامی بیان کے سامنے مرزا غلام احمد قادیانی کا ابن مریم کی شخصیت کے بارہ میں کل امت کو گمراہ بتلانا درست نہیں۔

ایلیا نبی کی آمد ثانی کی بابت یوحنا نبی سے پوچھا گیا کہ تو ایلیا ہے، تو اس نے انکار کر دیا۔ دیکھو انجیل یوحنا باب ۴ آیت ۲۱۔

ایسا مشتبہ حوالہ قابل حجت نہیں ہو سکتا۔

مسیح ابن مریم اسم علم ہے جسکی تاویل ازروئے علم معانی ناجائز ہے الا دو صورتوں میں:

اول جب تشبیہ مطلوب ہو مثلاً لکل فرعو ن موسی اس مثال میں کل کا قرینہ فرعون اور موسی کو اسم علم کی تعریف سے خارج کرتا ہے۔

دوم جب ایک نام کے وجود ہوں مثلاً اخت ھا رو ن حضرت مریم وقرآن شریف نے لکھا ہے اور یہ ہارون حضرت موسی کا بھائی نہ تھا۔

شخصیت کے متعلق سب سے اول علم اصول کے قاعدے کا بیان کر دیا ہے تا کہ معلوم ہو کہ مسیح ابن مریم کا حج کرنا پھر نکاح کر کے صاحب اولاد ہونا پھر مقبرہ نبوی کے اندر مدینہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ و حضرت عمر فاروقؓ کے پہلو میں دفن ہونا پھر جناب حضرت رسول اللہﷺ کا فرمانا کہ مسیح ابن مریم قیامت کے دس نشانات میں سے ایک نشان ہے جیسا کہ سورہ زخرف میں و انه لعلم للسا عة (زخرف:٦١)۔ وارد ہے کیونکہ ان کا نزول من السماء ایک خارق عادت فعل باقی خارق عادت افعال کا ایک پیش خیمہ ہے۔یعنی دجال، دابۃ الارض، طلوع الشمس من المغرب وغیرہ۔اسی معیار پر پہلے کے مدعیان مسیحیت قبل ہوئے اور یہی معیار مرزا غلام احمد قادیانی کے واسطے ہے۔مرزا صاحب قادیانی (حقیقت الوحی۔ص۲۹) میں ابن مریم مسیح موعود کی شخصیت اور فرائض پر پردہ ڈالنے کی خاطر اس طرح فرماتے ہیں:

> یہ بات بالکل غیر معقول ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد کوئی ایسا نبی آنے والا ہے کہ جب لوگ نماز کے لئے مساجد کی طرف دوڑیں گے تو وہ کلیسا کی طرف بھاگے گا اور جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا اور شراب پئے گا اور سور کا گوشت کھائے گا اور اسلام کے حلال وحرام کی کچھ پرواہ نہیں رکھے گا (معاذ اللہ)

مگر جناب رسول اللہﷺ نے اس کے برخلاف اس طرح فرمایا ہے کہ ابن مریم کے وقت اسلام ہی اسلام دین واحد رہ جائے گا اور وہ حاکم عادل ہوں گے اور صلیب کو توڑیں گے اور خنزیر کو قتل کریں گے۔یعنی نصاری بھی اسلام میں داخل ہو جائیں گے اور قتال و جزیہ موقوف ہو جائے گا۔

حضرت ابو ہریرہؓ نے اس حدیث کو بیان کر کے یہ آیت پڑھی

و ان من اهل الكتا ب ا لا ليو منن به قبل مو ته و يو م القيامة يكو ن عليهم شهيدا (نساء:۱۵۹) .

ابن مریم کے ساتھ سیاسی حکومت کا ہونا حدیث سے ثابت ہے اور لیظھرہ علی الدین کلہ کا پورا عمل درآمد آپ کے عہد کے ساتھ وابستہ ہے۔

دجال مخصوص وہ نہیں جس کو مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسائی پادری بنا دیا ہے اس کو الف لام معرفہ اسی واسطے احادیث میں لگا ہوا ہے کہ ثلاثون دجالون کذابون سے اس کی شخصیت ممتاز ہو جائے جو بعد حضرتﷺ کے جھوٹا دعوی نبوت کر کے لوگوں کو گمراہ کریں گے۔ اس دجال خاص کے خرق عادت افعال کا ذکر (مشکوۃ ص۴۷۵ باب العلامات بین یدی الساعۃ و ذکر الدجال) میں مذکور ہے جو قوم یہود سے ہوگا۔ اور تمیم داری کی حدیث میں اس کی شخصیت سے سارا پردہ اٹھ جاتا ہے۔ اور جس طرح فرعون کی ہلاکت حضرت موسیٰ کے ہاتھوں سے واقع ہوئی اسی طرح الدجال کی ہلاکت حضرت ابن مریم کے ہاتھوں سے احادیث میں مذکور ہے۔

امام مہدی کے پیچھے ابن مریم کا نماز ادا کرنا بھی احادیث میں بوضاحت مذکور ہے اور صرف اسی شخص کو اس بارہ میں شبہ ہوگا جو مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام و تاویل کو جنابﷺ کی احادیث صحیحہ پر ترجیح دینا پسند کرے گا۔

اللہ تعالی پر افتراء کرنا موجب فوری ہلاکت نہیں کیونکہ مرزا سے پہلے بھی مدعیان نبوت مسیحیت مہدویت گذر چکے ہیں جنھوں نے قریباً مرزا قادیانی کے برابر دعاوی کئے اور ان کو حکومت سیاسی بھی حاصل تھی جس سے مرزا قادیانی محروم رہے۔ چنانچہ صالح بن طریف ۴۷ سال تک مدعی نبوت رہا۔ یونس ۴۴ سال حسن بن صباح ۳۵ سال تک

(دیکھو تاریخ ابن خلدون ج۶ تاریخ ابن اثیر تذکرہ بہادران اسلام، ابومنصور عیسی سید محمد جون پوری مدعی الہام و مہدویت)

انجیل مرقس باب ۱۳ آیت ۲۱۔۲۲ میں حضرت مسیح کی ایک پیش گوئی مذکور ہے کہ کاذب مسیح اور کاذب نبی بہت ظاہر ہوں گے اور اس قدر عجائب کرشمے دکھلائیں گے کہ بعض برگزیدہ بھی گمراہ ہو کر ان کو قبول کرلیں گے۔

و لو تقول علینا بعض الاقاویل لاخذنا منہ بالیمین ثم لقطعنا منہ الوتین (الحاقہ ۴۴۔۴۶) محض قرآن کی عظمت کی خاطر جناب محمد رسول اللہﷺ کو فرمایا گیا ہے ورنہ اس کے علاوہ افتراء علی اللہ

ہمیشہ ہوتا رہا ہے اور مرزا غلام احمد بھی افتراء علی اللہ اور افتراء علی محمد رسول اللہ کرتے رہے، اور آیات ذیل کے تحت ان کا حال اللہ تعالی کے سپرد ہے جیسا کہ خود اللہ اپنے رسول کی معرفت ہم کو اطلاع دیتا ہے کہ غیر قرآن کا افتراء فوری ہلاکت کو مستلزم نہیں جسکی صداقت پر تاریخ گواہ ہے

۱۔ قل انّ الذین یفترون علی اللّٰہ الکذ ب لا یفلحو ن (یونس:۶۹)۔

۲۔ و من ا ظلم ممن افتری علی اللّٰہ کذ با او کذ ب بآ یا تہ انہ لا یفلح الظا لمو ن (انعام:۲۱)۔

۳۔ ومن ا ظلم ممن افتری علی اللہ کذ با او قا ل او حی الیّ و لم یو ح الیہ شیء (انعام: ۹۳)۔

۴۔ قل من کا ن فی الضلالۃ فلیمدد لہ الرحمن مدا۔ حتی اذا رأوا ما یوعدون امّا العذاب و امّا السا عۃ(مریم:۷۵)

اب ان حالات کی موجودگی میں مولوی محمد علی لاہوری کا بعض پیر پرست مسلمانوں پر اتخذوا احبا رھم و ر ھبا نھم ار با باً من دو ن اللہ (توبہ:۳۱) کے ماتحت الزام لگانا ایسا ہے جیسا کہ کسی دوسرے کی آنکھ میں ایک تنکا دیکھنا اور اپنی آنکھ میں شہتیر نہ دیکھنا ہے۔

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۱۶

۱۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے صفحہ ۳۷۶ پر نوٹ، نمبر ۹۸۳ میں متعلق آیات:

اذ تستغیثو ن ر بّکم فا ستجا ب لکم انّی ممدّ کم بالفٍ مّن الملا ئکۃ مر دفین۔ و ما جعلہ اللہ الا بشری و لتطمئن بہ قلوبکم و ما النّصر ا لا من عند اللہ ان اللہ عزیز حکیم (انفال:۹۔۱۰)

اس طرح فرماتے ہیں کہ قرآن میں کہیں مذکور نہیں کہ فرشتے درحقیقت لڑائی میں شریک ہوئے۔ امداد ملائک

سے مراد مومنوں کے دل کو اطمینان دلانا مطلوب تھا پس جب مومنوں کے دلوں کو اطمینان حاصل ہو گیا تو کفار کے دلوں پر رعب طاری ہو گیا۔ ہزار ملائک کی تعداد کفار کی تعداد کے مطابق تھی جو جنگ بدر میں مسلمانوں کے مقابل برسر پیکار ہوئے ۔

چند دیگر حوالہ جات بھی مولوی محمد علی صاحب نے اس نوٹ میں لکھے ہیں جن کا مفہوم بھی یہی ہے کہ فرشتے جنگ میں بالکل شریک نہ ہوئے تھے۔

جواب: مولوی محمد علی جب ملائک کے وجود کا متمثل ہونا ہی تسلیم نہیں کرتے (دیکھو ریویو نمبر ۱۱) تو جنگ میں ان کا ایسی صورت میں شریک ہونا کیوں کر قبول کر سکتے ہیں۔

اب آیات مذکورہ کو سمجھنے والا تو مومنین کے استغاثہ ودعا سے اس کی قبولیت پر نص کی موجودگی میں ضرور یقین کرتا ہے کہ اللہ تعالی نے ملائک کے ذریعہ سے امداد اور اطمینان کا جھوٹا وعدہ نہیں کیا تھا۔ اگر ملائک سے صرف دلی اطمینان کا حصول مطلوب ہے ،تو مومن کے واسطے یہ تحصیل خود حاصل ہے ۔خاص جنگ کے موقعہ پر جب تعداد مخالف کی بہت زیادہ تھی تو مومنین کی تضرع کا عملی رنگ میں بھی قبول ہو جانا محال نہ تھا اور اسی کا ذکر ان آیات میں ہے جن کو مولوی محمد علی صاحب کا تقلیدی عقیدہ واقعیت سے خارج کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔اور پھر لطف یہ کہ فرماتے ہیں کہ قرآن شریف میں مذکور نہیں کہ ملائک واقعی جنگ میں عملی طور پر شریک ہوئے تھے۔اب اگر کوئی مولوی محمد علی صاحب سے پوچھے کہ آپ ہر نماز میں جو رکعات کی تعداد معینہ ادا کیا کرتے ہیں اور پھر ہر رکعت میں دو سجدے کرتے ہیں ،اس کا ذکر کس آیت میں ہے؟ تو غالباً حدیث نبوی و عمل جمہور کا حوالہ دے کر اپنی خلاصی کرائیں گے۔مگر ان آیات کی تفسیر میں بخاری ومسلم کی روایات مندرجہ مشکوۃ صفحہ ۵۳۰۔۵۳۲ با ب فی المعجزا ت میں حدیث عائشہ وحدیث انس جن میں ملائک کا عملی طور پر جنگ میں شریک ہونا مذکور ہے حتی کی فرشتوں نے جو کفار سے قتال کیا تھا اس میں بعض مقتولوں کے زخموں کے نشان بھی صحابہ نے ملاحظہ کئے جو اس وقت غیبی کوڑے سے لگے تھے جس کی آواز بھی بعض صحابہ نے سنی تھی ،اور بعض ایسے سواروں کی صورت کو بھی دیکھا جو نہ جنگ سے پہلے موجود تھے نہ جنگ کے بعد موجود رہے، اور جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی بعض ان بیانات کو صحابہ سے سن کر فرمایا تھا کہ تم سچ کہتے ہو۔

مولوی محمد علی صاحب! آپ کو فیصلہ محمدی قبول کرنے سے مرزا غلام احمد کی کورانہ تقلید مانع ہے۔ کیا پھر بھی آپ یہ دعوی کریں گے کہ ہم مرزا کو رسول اللہ نے نہیں مانتے؟

ہاں بلکہ مرزا جی نے جو عقیدہ آپ کے کان میں پھونک دیا ہے اس کے خلاف محمد رسول اللہ ﷺ کی صریح تفسیر بھی آپ کے سامنے کوئی وقعت نہیں رکھتی۔ جن احادیث میں قرآن شریف کی صحیح تفسیر کا پتہ ملے یا جن میں معجزات انبیاء کا ذکر ہو آپ ان سے چکڑالوی مولوی عبداللہ صاحب کی طرح عملی طور پر منکر ہیں، دعوی اشاعت اسلام اور عقیدہ انکار فیصلہ محمدی۔

۲ . و اذ استسقی موسی لقومه فقلنا اضرب بعصاك الحجر فانفجرت منه اثنتا عشرة عينا (البقرة: ٦٠) ۔(یعنی جب موسی نے اپنی قوم کے واسطے ہم سے پانی طلب کیا تو ہم نے اس کو کہا کہ اپنے عصا کو پتھر پر مارو اور پھر (جب اس نے عصا مارا) تو اس پتھر سے بارہ چشمے پھوٹ پڑے)

اس کے متعلق مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے صفحہ ۳۵ پر نوٹ نمبر ۹۶ میں فرماتے ہیں کہ:

ضرب کے معنی چلنا بھی لغت میں لکھا ہے اور عصا ماعت کے واسطے بھی لغت میں مذکور ہے۔ اس واسطے اس کے معنی یہ ہیں اپنی سوٹی یا جماعت کے ساتھ پہاڑ میں راستہ کی تلاش کرو..الخ (لغت سے چند امثلہ اپنے ترجمہ کے ثبوت میں پیش کی ہیں)

جواب: تیرہ سو برس سے کسی اہل زبان مفسر نے یہ معنی بیان نہیں کئے حالانکہ وہ لغت کو مولوی محمد علی صاحب سے بہتر جانتے تھے۔ قرآن کا اسلوب بیان ایسے ابلغ اور افصح رنگ اور طرز میں واقعہ ہوا ہے کہ کسی اہل ہوا کی وہاں دال نہیں گل سکتی۔ ہم تسلیم کرتے ہیں کہ جو معنی مولوی محمد علی صاحب نے ضرب اور عصا کے لغت سے بیان کئے ہیں وہ صحیح ہیں، مگر کم از کم قرآن شریف میں وہ معنی ناجائز ہیں کیونکہ قرآن شریف میں جس جس جگہ ضرب اور اس کے مشتقات کے معنی چلنا کے ہیں، وہاں اس کے بعد صلہ حرف جار (فی) مذکور ہے۔ مثلاً

ا۔ لا يستطيعون ضرباً فی الارض (البقرہ: ۲۷۳)

ب ۔اذا ضربتم فی سبيل الله (النساء: ٩٤)

ج۔ و اذا ضر بتم فی ا لا ر ض (النساء : ۱۰۱)

د۔ ان انتم ضر بتم فی ا لا ر ض (الما ئدہ: ۱۰۶)

ہ۔ و آ خرو ن یضر بو ن فی ا لا ر ض (المز مل : ۲۰)

یہ کل پانچ مواقع قرآن شریف میں لفظ ضـرب اوراس کے مشتقات کے ہیں جہاں اس کے بعد صلہ فـی مذکور ہے اور بالضرور معنی اس کے چلنا ہے۔ برخلاف دیگر مواقع کے جہاں ضـرب کے معنی حسب صلہ وقرینہ مختلف ہیں۔ مولوی محمد علی کو قرآنی اسلوب کا چونکہ علم نہیں اس لئے ا ضر ب بعصا ك میں بھی ضر ب کے معنی چلنا بدوں فی کے بیان کررہے ہیں۔

دوسری سخت غلطی متعلق اسلوب قرآنی کے لفظ عـصـا کے مفہوم میں کررہے ہیں۔ یہ لفظ بطور اسم قرآن شریف میں حضرت موسیٰ کے ساتھ ایسا مقید وملزوم ہو چکا ہے کہ پوری گیارہ دفعہ محض سوٹی کے مفہوم میں واقع ہوا ہے اور اس خصوصیت کو قرآن کی بلاغت نے یہاں تک محفوظ رکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کے متعلق اگر جماعت کا ذکر مطلوب ہوا ہے تو وہاں لفظ قو م یا عبادی استعمال کرکے ایک آئندہ واقعہ ہونے والے اہل ہواء کے مغالطہ سے ہم کو پہلے ہی بخوبی متنبہ کردیا ہے۔

عربی زبان میں عـصـا کا مفہوم جماعت پر ہوا کرے، مگر قرآن نے اس مفہوم کو ایک دفعہ بھی اعتبار نہیں کیا کیو نکہ یہ لفظ موسیٰ کی سوٹی کیساتھ مخصوص ہو چکا ہے اور مجھ کو شرح صدر کے نور سے اس کے متعلق ایک اور عجیب نکتہ معلوم ہوا ہے جس کا کسی مفسر نے ذکر نہیں کیا کیونکہ اس سے پہلے ان کے زمانوں میں ایسے باطل معنی پیدا نہیں ہوئے تھے۔

وہ عجیب نکتہ یہ ہے کہ پارہ ۲۲ رکوع ۸ میں حضرت سلیمانؑ کے عصا کو لفظ مـنـسـأۃ سے ظاہر کیا گیا ہے اور اس میں راز یہ ہے کہ لفظ عـصـا کو قرآن شریف نے حضرت موسیٰ کے واسطے مخصوص کردیا ہے تو پھر ضرور تھا کہ سوٹی یا لکڑی کا مترادف بوقت ضرورت دیگر موقعہ پر کسی اور لفظ سے ظاہر کیا جائے پس

فـلما قضینا علیه الموت ما د لهم علی مو ته ا لا دا بة ا لا رض تـأكل منسأته

(سبا : ۱۴)

میں عصا موسی کی خصوصیت کا راز سمجھنے والے تو اس باریک نکتہ کی ضرور داد دیں گے مگر اہل ہوائے زیادہ چڑیں گے۔مولوی محمد علی صاحب نے اپنے ترجمہ میں سر سید احمد صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب منکر حدیث نبوی کے ترجمہ کی تقلید کی ہے کیونکہ زمانہ حال میں گنتی کے صرف یہی دو شخص قدرت نے پیدا کئے ہیں جن کی تفسیر سے ہمارے مولوی محمد علی صاحب کو فائدہ اٹھانے کا موقعہ ہاتھ آیا ہے۔باقی صدہا اہل زبان مفسرین کے مقابلہ میں یہ کل تین صاحب قرآن کے حقیقی مفہوم کو بگاڑنے میں ہرگز کامیاب نہیں ہو سکتے۔مولوی صاحب اگر اس عصائے موسی کو بموجب ہدایت قرآن (آیت الله) تسلیم کر لیتے جس کی بدولت موسیٰؑ نے فرعون اور اس کے جادوگروں کو مغلوب کیا تھا، تو انکو اس قدر باطل توجیہ کی طرف جھکنا نہ پڑتا۔مگر کسی بھی معجزہ کو تسلیم نہ کرنا ان کا اصل عقیدہ ہے۔ اس واسطے وہ حضرت موسیٰؑ کا عصا مار کر بطور خارق عادت کے پتھر سے پانی کب نکالنے دے سکتے ہیں۔

تورات مقدس خروج باب ۵ کا حوالہ اس واقعہ کے متعلق لکھ کر بھی مولوی محمد علی نے پھر اس کو ایسا ردی کرنے کی کوشش کی ہے کہ معجزہ کا اعجاز اس سے مفقود ہو جائے۔

قادیانی جماعت نے بھی مولوی محمد علی صاحب کی ریس کر کے پہلے پارہ کا اردو ترجمہ معہ تفسیر شائع کیا ہے۔ انہوں نے اس واقعہ کے متعلق مولوی صاحب کے بھی کان کتر ڈالے ہیں۔وہ اس طرح لکھتے ہیں کہ

پہاڑوں میں بعض جگہ سطح زمین کے ساتھ ساتھ پانی کا چشمہ بہتا ہے،اور ذرا سی ٹھوکر سے باہر نکل کر بہ پڑتا ہے۔اللہ تعالی نے الہام کے ذریعہ بتلا دیا کہ فلاں جگہ پانی ہے اپنا عصا مار کر فلاں پتھر کو توڑ دو اس کے نیچے پانی نکل آئے گا۔

اس توجیہ کی ضرورت ان کو بھی اسی واسطے پیش آئی کہ ان کے عقائد میں بھی معجزات انبیاء کو بگاڑ کر باطل تاویلات میں تبدیل کرنا ضروری ہے اور تاویل سازی میں ایک جماعت دوسری جماعت سے بڑھ چڑھ کر ہے۔جب کوئی محمدی مسلمان ان ہر دو جماعت کے کسی فرد کو کہتا ہے کہ تمہاری تحریروں میں معجزات انبیاء کا انکار ثابت ہوتا ہے تو جھٹ سے مرزا غلام احمد قادیانی کے اشعار

معجزات انبیاء سابقین
آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان است
ہر کہ انکارے کند از اشقیا است

اس کو سنا کر لعنة الله على الكا ذبين پڑھ دیتے ہیں تا کہ غیر احمدی مسلمانوں کو یقین حاصل ہو جائے کہ واقعہ میں مرزا غلام احمد قادیانی معجزات کے منکر کو ملعون قرار دیتے ہیں مگر ان اشعار کا مصداق اللہ تعالیٰ نے کذب بیانی میں خود انہیں ہر دو جماعت کو بنا دیا ہے۔

قادیانی جماعت کی تاویل عصاء موسوی کے اعجازی قوت زائل کرنے میں بوجوہات ذیل نہایت مضحکہ خیز ہے:

ا۔ اگر پہاڑ کے قریب سطح زمین کے نیچے بعض جگہ پانی ہوتا ہے تو ذرا سی ٹھوکر مارنے سے سطح زمین کیا کوئی انڈے کا چھلکا تھا کہ جھٹ سے ٹوٹ گیا۔

ب۔ کیا موسیٰ کا عصا کوئی لوہے کا تھا جس نے سطح زمین میں جھٹ سوراخ کر دیا۔

ج۔ اگر لکڑی کا تھا تو براہ مہربانی کسی قوی الجسم شخص کی معرفت پہاڑی زمین میں ہم کو لکڑی کی سوٹی سے سوراخ نکلوا دیں اور وہ لکڑی بھی ٹوٹنے سے بچ رہے تو ہم آپ کی تاویل کی داد دیں گے ورنہ آپ کے انکار سے عصائے موسیٰ کی اعجازی قوت ہرگز زائل نہیں ہو سکتی۔

اگر وہ لکڑی سانپ بن سکتی ہے اور جادوگروں کے سانپ نگل سکتی ہے تو پانی کو خشک اور جاری بھی کر سکتی ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو معجزات سے انکار کرنے کی خاص تعلیم اس واسطے دی گئی ہے کہ مبادا کوئی تمہارے مرزا غلام احمد سے حضرت عیسیٰ یا موسیٰ جیسا معجزہ طلب کر بیٹھے اور وہ دکھلا نہ سکیں۔ پس شروع ہی سے معجزہ کی نفی کی تعلیم دی گئی ہے تا کہ کوئی معجزہ طلب ہی نہ کیا جائے۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

افسوس ان ہر دو جماعت کو تقلید کورانہ نے عقل سے ایسا خالی کر دیا ہے کہ تاویل سازی کے وقت ان کو اس قدر بھی سوچنے کی فرصت نہیں ملتی کہ یہ تاویل جو ہم بڑے فخر سے کر رہے ہیں آیا وہ عقل کے ترازو میں

کچھ وزن بھی رکھتی ہے یا نہیں۔ ہر دو جماعت روحانیت کی مدعی ہو کر مادہ پرستوں کے اصول کو اختیار کر رہی ہے جن کا یہ اصول ہے کہ جہاں کوئی چیز نہیں ہوتی وہاں سے کوئی چیز نہیں نکل سکتی اس واسطے عصا موسی سے بطور خارق عادت پانی کا جاری ہونا ان کے نزدیک غیر ممکن ہے۔

۳۔ مولوی محمد علی لاہوری معجزہ کو بگاڑنے کے واسطے اس بات کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے کہ جو معنی ہم بیان کرر ہے ہیں وہ قواعد عربی زبان کے مطابق بھی ہیں یا نہیں۔ چنانچہ سورہ فیل میں ترمیھم بحجارۃ من سجیل کا ترجمہ آپ انگریزی قرآن کے صفحہ ۱۲۲۵ پر اس طرح کرتے ہیں

اصحاب الفیل کو سخت پتھروں پر پٹکا کر مارتے تھے

یعنی پرند اصحاب الفیل کی لاشوں کو سخت پتھروں سے زور سے ٹپکاتے تھے۔ مولوی محمد علی صاحب نے یہاں عربی قواعد کو جس بے باکی سے نظر انداز کر کے اپنا مطلب نکالنا چاہا ہے اس کی نظیر سلف وخلف میں نہیں ملتی۔

یہی مولوی سورہ مرسلات میں انھا ترمی بشرر میں لفظ شرر کو رمی کا مفعول بنا کر بالکل صحیح ترجمہ اس طرح کرتے ہیں: وہ محلوں کی طرح چنگاریاں پھینکتی ہے

مگر سورہ فیل میں وہی محاورہ اب تحریف کا رنگ اختیار کر کے لازمی فعل کو متعدی بنانے والی ب حرف جار بنائی جاتی ہے اور اس سے علی کا کام لیا جا رہا ہے تا کہ کسی طرح یہ مراد حاصل ہو جائے کہ پرندوں نے اصحاب الفیل پر قہری پتھر نہیں پھینکے تھے بلکہ اصحاب الفیل کو چیچک نکل پڑی تھی جس سے وہ مر گئے اور ان کی لاشوں کو توڑ توڑ کر وہ سخت پتھروں پر مارتے تھے۔

جب مولوی محمد علی صاحب نوٹ نمبر ۱۳۸۷ میں بیان کرتے ہیں کہ مفتوحہ لشکر کی لاشوں کو چٹ کرنے کے واسطے پرند آجاتے ہیں، تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ وہ پرند بجائے کھانے کے لاشوں کو پتھروں پر کیوں مارتے تھے؟

اس میں کلام نہیں کہ پرند قہری پتھروں کو اصحاب الفیل پر پھینکتے تھے جس سے ان کے جسموں پر ایسے چھالے پڑ جاتے کہ وہ کھائے ہوئے بھوسہ کی طرح وہیں ڈھیر ہو جاتے کہ مولوی محمد علی صاحب کا اس مقام میں مفسرین پر طعنہ کرنا کہ انہوں نے بیہودہ قصے گھڑ لئے ہیں غیر معقول ہے۔

تفسیر مواہب الرحمٰن میں سورہ فیل کی تفسیر اٹھارہ صفحہ سے کچھ اوپر مذکور ہے جس میں روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ام ہانی، حضرت علیؓ کی ہمشیرہ صاحبہ کے پاس ان پتھروں کا ٹوکرا موجود تھا جن کو پرندوں نے اصحاب الفیل پر پھینک کر ہلاک کیا تھا۔ اور بعض صحابہ نے ان جانوروں کی بیٹ کا چشم دید رنگ بھی وغیرہ بھی بتلا دیا تھا۔ مگر مولوی محمد علی صاحب کو پرندوں کے ذریعہ سے پتھر گرا کر اصحاب الفیل کی اعجازی ہلاکت سے سخت انکار ہے، اس واسطے مفسرین پر بھی سخت ناراض ہیں۔ اور پتھر بھی وہ تجویز کرتے ہیں جو آسمانی نہیں بلکہ مکہ شریف کے گردونواح میں جو قدرتی طور پر پائے جاتے ہیں جن پر پرند اصحاب الفیل کی لاشوں کو مارتے تھے اور ترمیهم بحجارةٍ مّن سجّيل کے اصل معنی بگاڑ کر یحرّ فو ن الكلم عن موا ضعه کے مصداق ہو رہے ہیں۔

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۱۷

حضرت امام بخاریؒ نے بخاری شریف جلد ۲ صفحہ ۷۲۱ میں و انشق القمر و ان يروا كل آ ية يعر ضوا و يقولوا سحر مستمر یعنی سورہ قمر کی پہلی آیت پر باب باندھ کر اس کے بعد چار احادیث نقل کی ہیں جن کا مفہوم یہ ہے کہ مکہ والوں نے حضرت محمد ﷺ سے کہا کہ ہم کو کوئی معجزہ دکھلاؤ آپ نے ان کو شق القمر کا معجزہ دکھلایا کہ چاند پھٹ گیا اور اس کے دو ٹکڑے ہو گئے۔ ایک ٹکڑا پہاڑ پر الگ نظر آتا تھا اور دوسرا ٹکڑا اس کے پار جس پر حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ دیکھ لو۔

(عن ابن مسعود قال : انشق القمر على عهد رسو ل الله ﷺ فر قتين : فرقة فوق الجبل و فر قة دو نه ، فقال رسو ل الله ﷺ : اشهدوا ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۴۸۶۴

عن انس قا ل : ان اهل مكه سألوا رسو ل الله ان ير يهم آ ية ۔ فارا هم القمر شقتين حتى رأوا حراء بينهما۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۳۶۸

عن انس انه حدّثهم ان اهل مكة سألوا رسو ل الله ﷺ ان ير يهم آ ية ، فأرا هم انشقاق القمر۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۶۳۷)

مشکوۃ صفحہ ۵۲۴ باب علامات النبوۃ فصل اول میں بھی معجزہ شق القمر کا بیان ہے جس کے متعلق امام

بخاری واما م مسلم کی متفق علیہ احادیث مذکور ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب اپنے انگریزی ترجمہ قرآن کے صفحہ ۱۰۲۲ نوٹ نمبر ۲۳۸۸ میں اس واقعہ کو حضرت محمد ﷺ کا معجزہ تسلیم کر کے بھی آخر ایسا بگاڑتے ہیں کہ وہ محض خسف کی صورت میں بن جاتا ہے۔اور حوالہ تفسیر کشاف اور فخر الدین رازی کا اس کے متعلق دیتے ہیں۔مولوی محمد علی صاحب اور ان کے مجدد (مرزا قادیانی) کی عادت ہے کہ جس ماخذ سے مقصود پورا ہوسکے اس پر پورا بھروسہ کر لیتے ہیں۔ان کو اس بات سے کوئی غرض نہیں کہ ماخذ کی صداقت یا عدم صداقت کی تحقیق بھی ضروری ہے۔مولوی صاحب جن مفسرین کو زہر کی طرح کئی دفعہ اگل بیٹھے ہیں پھر ان کی پیروی میں ذرا بھی غیرت نہیں کرتے۔مولوی صاحب کو شائد معلوم نہیں کہ تفسیر کشاف کا مصنف زمخشری اہل سنت کے مفسرین سے بوجہ معتزلہ ہونے کے خارج ہے۔البتہ لغت کا امام ہے۔آخرت میں خدا تعالی کے دیدار کا سخت منکر ہے۔اس کے عقائد کو مفصل بیان کرنا ہماری بحث سے خارج ہے،اس کا اس قدر بھی پتہ اس واسطے لکھ دیا ہے کہ کوئی ہمارے مولوی محمد علی صاحب کی طرح شق القمر کے معجزہ کو چاند کا خسوف نہ سمجھ بیٹھے۔تفسیر کبیر کے مصنف امام فخر الدین رازی اگر چہ اہل سنت کے مفسر ہیں مگر چونکہ ان کی طبیعت میں فلسفیانہ میلان زیادہ تھا اس واسطے بعض دفعہ اعتزال کی طرف بڑی رغبت سے جھک پڑتے ہیں۔حتی کہ کبھی کبھی امام بخاریؒ پر بھی عدم تفقہ کا اعتراض کر دیتے ہیں۔اور علم حدیث میں ان کی نظر وسیع نہیں۔ابو مسلم اصفہانی نے معتزلہ کے حوالہ جات سے اپنی تفسیر کو بے اعتبار کر دیا ہے۔

ان ہر دو مفسرین مذکورہ کے حوالہ جات سے مولوی محمد علی صاحب کو یہ دکھلانا مطلوب ہے کہ معجزہ شق القمر کو خسف بتلانا ہمارا ہی عقیدہ نہیں بلکہ سلف کے دو مسلمہ مفسرین بھی اس مسئلہ میں ہم سے متفق ہیں۔اب کون پوچھے کہ اگر آپ کے نزدیک ان صاحبوں کی واقعی ایسی قدر ومنزلت ہے تو پھر اپنی تفسیر کے کئی مقامات پر جہاں کل مفسرین کا کسی امر میں اتفاق ہوتا ہے آپ سب بدوں استثناء کے کیوں رد کر دیتے ہیں ایک آدھ دفعہ کی تقلید میں احادیث صحیحہ اور جمہور کا فیصلہ نظر انداز کر دینا آپ کا مسلک ہے ہم اہل سنت کا اصول اس مسئلہ میں قرآن وحدیث وجمہور ہے درحقیقت معجزہ شق القمر میں چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی دوسرا پہلو اختیار کیا ہے یعنی اس کو معجزہ تسلیم کر کے علم ہیئت کے قواعد کو رد بھی کر دیا ہے اور خسف بھی بتلایا ہے۔

پس مولوی محمد علی صاحب اپنے پیر و مرشد سے علیحدہ نہیں ہو سکتے۔ بخاری اور مسلم کی متفق علیہ احادیث میں چاند کا دو الگ الگ ٹکڑے نظر آنا جب صاف طور پر مذکور ہے تو پھر ان کے مقابل کوئی ایسا قول پیش کرنا جو اس کے خلاف ہو فیصلہ محمدی سے بے علمی یا بے یقینی کا نشان ہے۔ رات کے وقت چاند گرہن کا صرف وہی ایک ٹکڑا نظر آتا ہے جو روشن ہوتا ہے اور جس قدر ٹکڑے پر خسوف کا اثر ہوتا ہے وہ مدھم ہوتا ہے۔ قرآن شریف جیسا ابلغ الکلام شق القمر یعنی چاند کا پھٹنا جب بیان کرتا ہے اور متفق علیہ احادیث سے بھی ہر دو ٹکڑوں کا الگ الگ نظر آنا جب ثابت ہے، تو پھر خسوف کی طرف اس معجزہ کو منتقل کرنا صاف طور پر معجزہ محمدی سے انکار کرنا ہے۔ یہاں اللہ تعالی نے مجھے توفیق دی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا ایک راز ظاہر کروں کہ جب آپ یأتی من بعدی اسمہ احمد کے مصداق بننے کے مدعی ہوئے تو ان کے خیال میں آیا کہ لوگ کہیں گے کہ محمد رسول اللہ ﷺ نے تو شق القمر کا معجزہ منکروں کو دکھلایا تھا تم بھی دکھلا دو۔ اس پر آپ کو یہ معجزہ بگاڑ کر خسف بنانے کی حاجت ہوئی تا کہ ایک طور پر مساویت کیا، بلکہ حضرت محمد ﷺ پر بھی فضیلت ثابت ہو جائے۔ پھر یوں فرماتے ہیں کہ محمد ﷺ کے واسطے ایک خسف واقعہ ہوا اور میرے واسطے دو خسف۔ اب بھی مولوی محمد علی کہیں گے کہ مرزا غلام احمد نے نبوت کا دعوی نہیں کیا بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کی پیروی سے مجددیت کا رتبہ پایا۔ مولوی صاحب نے شائد کہیں پڑھا ہوگا کہ کسی سلف کے مجدد نے حضرت ﷺ سے اپنی فضیلت کا اظہار کیا ہے؟ حضرت ﷺ کے قرآنی معجزہ کو خسف بنا کر اپنے واسطے ڈبل خسف ثابت کر دیا۔

اب باقی رہے حضرت مسیح کے قرآنی معجزات، سو وہ معجزات کی مد سے بالکل خارج کر دیئے گئے ہیں۔ وہ سحر مسمریزم شعبدہ بازی ہیں اور نہایت مکروہ اور قابل نفرت ہیں۔ ورنہ مرزا غلام احمد فرماتے ہیں کہ میں ان میں مسیح ناصری سے بڑھ جاتا۔ انجیل میں حضرت مسیح نے جو فرمایا تھا کہ کاذب مسیح ایسے عجائبات دکھلائیں گے کہ اچھے اچھے فہمیدہ لوگ بھی ان کے جال میں قابو آجائیں گے اس پیش گوئی کی تصدیق ہم اس زمانہ میں بچشم خود دیکھ رہے ہیں مہابھارت میں بھی اسی معجزہ کا ذکر موجود ہے۔ اور تاریخ فرشتہ میں بھی اس معجزہ کی تصدیق ایک ہندو راجہ کی طرف سے لکھی ہوئی پائی جاتی ہے۔ بعض اس عہد کے اہل ہوا نے واقعہ شق القمر کو قیامت کے وقت لکھا ہے مگر اس وقت اس کو سحر مستمر کہنے والا کون ہوتا یہ ثابت نہیں اس

واسطے یہ تاویل بالکل بے ہودہ اور علم حدیث سے بے خبر ہونے کی دلیل ہے۔

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۱۸

و اذ قال اللہ یا عیسی انی متو فیك و رافعك الیّ کے متعلق مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ ابن عباسؓ نے بروایت صحیح بخاری متو فیك کے معنی ممیتك بتلائے ہیں اور مولوی صاحب را فعك کے معنی بروئے لغت عزت دینے کے بیان کرتے ہیں اور فرماتے ہیں کہ رفع کے معنی ہیں مع الجسم حضور خدا تعالی اٹھایا جانا ۔

گویا خدا تعالی کو ایک مکان میں محدود کر دینا ہے۔

اور مزید ثبوت میں فرماتے ہیں کہ مسلمان ہر روز اپنی نمازوں میں و ار فعنی پڑھتے ہیں جس کا مفہوم یہ ہے کہ میرا مرتبہ بلند کر (انگریزی ترجمہ قرآن صفحہ ۱۶۰ نوٹ نمبر ۴۳۶ ـ ۴۳۷)

جواب: جو کچھ مولوی محمد علی نے لکھا ہے ہم کو اس سے ہرگز انکار نہیں ۔مگر اس تفسیر میں حقیقی پہلو لکھنا چونکہ مولوی صاحب کے عقیدہ کے خلاف تھا اس واسطے اس کو بالکل نظر انداز کر کے اہل سنت کے عقیدہ کو سخت نقصان پہنچایا ہے۔حضرت ابن عباسؓ نے متو فیك کا مفہوم ممیتك بیشک بتلایا ہے مگر اس مفہوم میں ان کا مذہب تقدیم و تاخیر کا ہے،یعنی میں تم کو پہلے اپنی طرف اٹھا دوں گا اور بعد نزول کے فوت کروں گا۔

تفسیر در منثور مصنفہ جلال الدین سیوطی کی جلد۲ صفحہ ۳۶ میں بروایت ابن عساکر و اسحاق بن بشر،عبداللہ ابن عباسؓ کا مذہب اس آیت میں تقدیم وتاخیر کا مذکور ہے۔

اتقان فی علوم القرآن جلد۲ صفحہ ۳۲ پر جلال الدین سیوطی نے تقدیم وتاخیر قرآن پر باب ۴۴، الگ باندھا ہوا ہے۔تفسیر ابن کثیر جلد۷ ص ۲۱۷ وتفسیر فتح البیان ج ۱۲ ص ۳۶۸ میں بھی زیر آیت و انّہ لعلم للسّاعة (سورۃ زخرف) حضرت ابن عباس کا یہی مذہب لکھا ہے۔فتح الباری وقسطلانی ہر دو شرح بخاری میں حضرت ابن عباس کا مذہب تقدیم وتاخیر کا مذکور ہے۔

اس وعدے کا ایک حصہ رفع عیسی میں پورا ہو چکا ہے دوسرا حصہ نزول کا پورا ہو کر رہے گا جس پر حدیث صحیحہ اس کثرت سے وارد ہیں کہ ہر زمانے میں اہل سنت نے ان کی بنا پر اپنا عقیدہ قائم کیا ہے۔ مگر افسوس کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو باوجود دعوی نبوت دعوی مسیحیت و دعوی معارف قرآنی اس قدر بھی معلوم نہ تھا کہ ترتیب ذکری ہمیشہ ترتیب وقوعی کو لازم نہیں کرتی ۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۵۹ (قادیانی خزائن ۳ ص ۳۴۵) میں تقدیم تاخیر کے مسئلہ کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی مفسرین کو برا بھلا کہتے ہیں۔ مگر ہم چند امثلہ تقدیم تاخیر الفاظ قرآنی کی ذیل میں پیش کر کے اس نئے مجدد صاحب کے دعوی معارف قرآن کا ناظرین پر حال روشن کرتے ہیں

ا۔ و الله يد عوا الى الجنة و المغفرة با ذنه (البقرہ:۲۲۱)

اس آیت میں دعوت جنت کی مقدم ہے اور دعوت مغفرت کی موخر ہے۔ حالانکہ بدون مغفرت جنت کا حصول محال ہے چنانچہ سا رعوا الى مغفرة من ر بكم و جنة (آل عمران:۱۳۳) میں مغفرت مقدم ہے اور جنت موخر ہے۔

ب۔ كنتم خير امة ا خر جت للنّاس تأمرو ن بالمعرو ف و تنهو ن عن المنكر و تؤمنو ن بالله (آل عمران:۱۱۰) اس آیت میں امر بالمعروف ونھی عن المنکر مقدم ہے اور ایمان باللہ موخر ہے حالانکہ ایمان باللہ کے بدون امر ونہی کی کوئی فضیلت نہیں رکھتا ، نہ موجب ثواب ہے۔

ج۔ و الذين يبيتون لربهم سجداً وقياماً (الفرقان:۶۴) اس آیت میں مومنوں کا وصف پہلے سجدہ ہے اور قیام بعد ہے درحال یہ کہ واقعہ میں سجدہ قیام کے بعد ہے

د۔ و اد خلوا البا ب سجّداً و قو لوا حطّة (البقرة:۵۸)۔

اور قو لوا حطّة و اد خلوا البا ب سجّداً (اعراف:۱۶۱) ہر دو آیات میں ایک ہی واقعہ کا بیان ہے مگر ترتیب الفاظ میں تقدیم و تاخیر موجود ہے۔

ہ۔ انّا او حينا اليك كما او حينا الى نو ح و النّبيين من بعده و او حينا الى ابرا هيم و اسما عيل و اسحاق و يعقو ب و الا سبا ط و عيسى و ايو ب و يو نس و ها رو ن و

سلیمان و آتینا داؤد زبوراً (نساء:) ۔اس آیت میں بعدعیسی جن پیغمبروں کا نام مذکور ہے وہ محض ترتیب ذکری کے طور پر ہے حالانکہ بطور واقعہ وہ سب پیغمبر حضرت عیسی کے پہلے گذر چکے ہیں

نوٹ: قرآن شریف کی بلاغت میں تقدیم و تاخیر الفاظ کا مسئلہ بالضرور داخل ہے جس کی بعض امثلہ ابھی مذکور ہو چکی ہیں اس کی متعدد وجوہات علم بلاغت میں پائی جاتی ہے۔ دیکھو اتقان نوع ۴۴ جلد ۲ صفحہ ۳۲، مگر مرزا غلام احمد قادیانی (ازالہ اوہام ص ۴۵۹ خزائن ج ۳ ص ۳۴۵ میں) اس مسئلہ سے سخت انکاری ہو کر مفسرین کو مطعون کر تے ہیں۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو باوجود دعوی معارف قرآنی اس معمولی مسئلہ کا بھی علم حاصل نہ تھا اور یہ مسئلہ واقع میں بہت سے مسائل و معارف کی کلید ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری فرماتے ہیں کہ رفع کو آسمان کی طرف محمول کرنا خدا تعالی کی جہت کو آسمان میں ظاہر کرنے کے مترادف ہے، مگر مولوی صاحب سورہ ملک آیت ۱۶ أأمتم من فی السماء پڑھتے ہیں جس میں اللہ اپنی ذات کی نسبت آسمان کی طرف اشارہ کرر ہا ہے عظمت کے لحاظ سے اور مقام ملائک اور اجرا ئے احکام کے لحاظ سے قرآن شریف ہمیشہ آسمان ہی کی طرف اشارہ کرتا ہے معراج شریف میں بھی پیغمبروں کی ملاقات کا ذکر آسمانوں میں ہی ظاہر کیا گیا ہے اور اسی بناپر را فعك الیّ آسمان کی طرف پھرنا خلاف نص و دلیل ہرگز نہیں، مگر ہمارے مولوی صاحب اصول علم قرآن سے عدم واقفیت سے بار بار ٹھوکر کھاتے ہیں۔ بیشک مسلمان نماز کے جلسہ استراحت میں ار فعنی ترقی منزلت کے واسطے دعا کرتے ہیں، مگر اس سے دوسرا پہلو زائل کرنا چونکہ مولوی محمد علی صاحب کے عقیدے کے مطابق ہے اس واسطے وہ قرآنی نص کی بھی پرواہ نہیں کرتے الیہ یصعد الکلم الطیب و العمل الصالح یرفعه (فاطر:۱۰) کو پڑھیں تو رفع کی مزید حقیقت ان کو معلوم ہو۔

قرآن شریف میں حضرت ادریسؑ کے واسطے و رفعناه مکانا علیا (مریم:۵۷) مذکور ہے جس کی تورات ۲ سلاطین باب ۲ آیت ۱۱ میں تصدیق موجود ہے کہ وہ آسمان پر معہ جسم کے اٹھائے گئے تھے۔ جو بیان قرآن شریف اور تورات کا مصدقہ اور مشترکہ ہو، اہل سنت کے ہاں وہ مقبول ہے۔مگر مولوی صاحب کے نزدیک ان کے عقیدے کے خلاف ہونے کی وجہ سے وہ زہر قاتل ہے۔

مرزا غلام احمد جب دینیات میں ہوائے نفسانی سے پاک تھے رفع ونزول مسیح کو جمہور اہل سنت کی طرح برابر ما نتے رہے اور متــو فيك کا ترجمہ (براہین احمدیہ ص ۵۲۰ میں) اور خلیفہ نورالدین صاحب تصدیق براہین حاشیہ صفحہ ۸ میں تجھ کو پوری نعمت دینے والا، اور تجھ کو لینے والا ہوں،

کر چکے ہیں۔ مگر جب مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود بننے کا خیال غالب ہوا، جس میں حواری حکیم نور الدین صاحب نے بڑی امداد دی، تو اہل سنت والا عقیدہ متعلق رفع ونزول مسیح اسی دم رخصت ہو گیا اور تاو یلات کا دروازہ ایسا فراخ ہو گیا جسکی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔

محمد علی لاہوری کا انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن۔ ریویو نمبر ۱۹

مولوی محمد علی اپنے ترجمہ قرآن کے صفحہ ۴۷۲ میں متعلق آیات فـأمـا الذين شقوا ففی النار لهم فيها زفير و شهيق خالدين فيها ما دا مت السما وا ت و ا لار ض ا لا ما شاء ر بك ان ربك فعا ل لما ير يد (هود: ۱۰۶۔۱۰۷) (یعنی جو لوگ بدبخت ہیں وہ آگ میں ہوں گے وہاں وہ چلاّئیں گے اور ڈھاریں ماریں گے ہمیشہ اس میں رہیں گے جب تک کہ آسمان وزمین قائم ہیں مگر جو تیرا رب چاہے بے شک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہتا ہے)

اس طرح فرماتے ہیں: اہل شقاوت دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہینگے کیونکہ مـادا مت السما وا ت و الار ض کے بعد ا لا مـا شاء ربك ان ربك فعال لما ير يد ہے جس میں استثنا موجود ہے۔ اور لفظ فعال مبالغہ کا صیغہ ہے یعنی خدا ایسی بات بھی کر ڈالتا ہے جو انسان کو غیر ممکن معلوم ہوتی ہے مگر جنت والی آیت میں بھی اگر چہ استثناء بھی موجود ہے لیکن اس کے بعد عـطـاء غير مجذو ذ ہے جس سے ثابت ہے کہ بہشت کی حالت غیر منقطع ہے برخلاف جہنم کے جو ابدی بہشت کی طرح نہیں۔

۲۔ رسول اللہ ﷺ کی بعض احادیث سے بھی یہی مفہوم ثابت ہے یعنی جہنم ابدی نہیں بلکہ منقطع الزمان ہے مثلاً مسلم کی صحیح حدیث کا آخری حصہ اس طرح مذکور ہے:

پھر اللہ یوں فرمائے گا کہ پیغمبر فرشتے اور مومنین اپنی اپنی باری میں گناہ گاروں کے واسطے شفاعت کر چکے ہیں اور اب ان کو واسطے سفارش کرنے والا سوا رحمٰن کے کوئی نہیں۔ پس اللہ تعالی آگ سے ایک لپ بھر کر ایسے

لوگوں کو آگ سے باہر نکال دیگا جنہوں نے ہرگز کوئی نیکی نہیں کی نوٹ نمبر ۱۲۰۱

۳۔ کنز العمال میں بھی بعض احادیث اسی مضمون کی ہیں:

الف۔ جہنم پر یقیناً ایک دن ایسا آئے گا جب کہ وہ ایسے اناج کے کھیت کی طرح ہوگی جو کچھ عرصہ سرسبز رہ کر بالکل خشک ہو گیا۔

ب۔ بے شک جہنم پر ایک ایسا دن آئے گا کہ اس میں ایک متنفس بھی نہ ہوگا (کنز العمال ج ۷ ص ۲۴۵۔ نوٹ نمبر ۱۲۰۱)

۴۔ حضرت عمر کا ایک مشہور قول اسطرح ہے گو جہنم کے رہنے والے ریگستان کی ریت کے دانوں کی طرح بے شمار ہوں جب بھی ایک دن بیشک ایسا آئیگا کہ وہ اس میں سے باہر نکالے جائینگے (فتح الباری، تفسیر درمنثور، حاوی الارواح مصنفہ ابن قیم نوٹ نمبر ۱۲۰۱)

۵۔ مگر لفظ ابد کا حل کرنا باقی ہے جس کا مفہوم بالعموم ہمیشگی خیال کیا جاتا ہے یہ لفظ ابدا قرآن میں جہنم کے متعلق تین دفعہ مذکور ہے ایک سورہ نساء میں دوسرا احزاب میں تیسرا سورہ جن میں ان ہر سہ موقعہ پر مولوی محمد علی نے طویل عرصہ کا ترجمہ کیا ہے اور یہ مفہوم مذکورہ احادیث کی بنا پر صحیح معلوم ہوتا ہے مختلف لغت کی کتب میں ابد ایسے وقت پر بھی حاوی ہے جو ہرگز ختم نہیں ہوتا اور ایسے وقت پر بھی جو اگرچہ دراز اور طویل ہے مگر ختم ہو جاتا ہے (نوٹ نمبر ۱۲۰۱)

۶۔ سورہ نباء پارہ ۳۰ میں جہنم کا عرصہ احقاب سے ظاہر کیا گیا ہے جو حقب کا جمع ہے اور حقب اسّی سال کا عرصہ ہوتا ہے پس خواہ کس قدر ایسے احقاب ہوں آخر منقطع ہونے والے ہیں اگر احقاباً سے ہمیشہ رہنے والا زمانہ مراد ہوتا تو جہنم کے واسطے احقاباً قرآن میں نہ ہوتا۔ پس ابد کا مفہوم طویل عرصہ ہے لہذا قرآن جہنم کی ہمیشہ کی زندگی کی کس مسئلہ بالکل رد کرتا ہے۔ (نوٹ نمبر ۱۲۰۱)

۷۔ بہشت کے متعلق غير مجذوذ سورہ حجر و ما هم منها بمخرجين بھی وارد ہے جس سے ثابت کہ بہشت سے بہشت والے ہرگز نکالے نہ جائینگے۔ (نوٹ نمبر ۱۲۰۲)

۸ جو لفظ احقاب جہنم کے واسطے قرآن میں مذکور ہے وہ جنت کے واسطے ہرگز نہیں پایا جاتا جس سے ثابت ہے کہ اگر احقاب سے ہمیشہ کا مفہوم صحیح ہوتا تو جنت کے واسطے بھی اس کا استعمال جائز ہوتا جہنم کی محدود

الوقت سزا کے اشکال کو مفسرین نے اس طرح رفع کیا ہے کہ یا تو یہ آیت محدود الوقت سزا والی منسوخ ہے یا جہنم سے وہ طبقہ مراد ہے جس میں فاسق مسلمان رہیں گے نہ کہ کافر مگر بحوالہ دو آیات جزاء و فاقاً انهم کا نـوا لا یـر جـو ن حسـا بـا و کذ بوا بآ یا تنا کذا با مفسرین کی یہ توجیہ غیر معقول ہے عذاب کا محدود اور قابل منقطع ہونا سراسر قرآن کی روح رواں ہے۔ (نوٹ نمبر ۲۶۴۵)

۹۔ و لـو شاء ر بك لجعل الناس امة وا حدة و لا یزا لو ن مختلفین ا لا من ر حم ر بك و لـذ لك خلقهم و تمت کلمة ر بك لأملئن جهنم من الجنة و الناس ا جمعین (ھود:۱۱۸۔۱۱۹)

یعنی اور اگر میرا رب چاہتا تو کل آدمیوں کو ایک ہی دین پر کر دیتا اور لوگ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے مگر جس پر تیرا رب رحم فرمائے اسی بات کے واسطے ان کو پیدا کیا اور تیرے رب کا فرمان پورا ہوا کہ میں دوزخ کو ضرور جنوں اور آدمیوں سب سے بھروں گا۔

۱۰۔ نوٹ نمبر ۱۲۰۹ میں مولوی محمد علی صاحب اس طرح فرماتے ہیں کہ اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کل انسانوں کو رحم کے واسطے پیدا کیا ہے وہ اپنے رحم سے بعض کو راہ راست پر چلاتا ہے مگر بعض کو جنہوں نے بسبب بدعملی کے اپنے آپ کو جہنم کا مستحق بنا دیا ہے اللہ کا رحم بعد سزا کے حاصل ہوگا وہ لوگ اپنے ہاتھوں سے تکلیف و مشکل میں گرفتار ہوتے ہیں مگر اللہ رحم کر کے ان کو اس سے نکالتا ہے

۱۱۔ پھر نوٹ نمبر ۱۲۱۰ میں مولوی صاحب اس طرح لکھتے ہیں کہ چونکہ ان لوگوں نے اس طریق پر عمل نہ کیا جو اللہ نے بسبب رحم کے ان کو بتلایا تھا اس واسطے ضرور ہے کہ وہ ایک دوسری مصیبت یا ابتلاء میں داخل ہوں تاکہ بدی سے پاک ہو کر روحانی ترقی کے لائق ہو سکیں۔

جواب: مولوی محمد علی کا بیان مسئلہ فـنـا ء النار کے متعلق خاکسار نے پورے گیارہ نمبروں میں نہایت تفصیل سے لکھ دیا ہے، تاکہ ناظرین اور محققین کو خاکسار کا جواب نمبروار بغور مطالعہ کر کے اس مسئلہ میں اہل سنت کا جو صحیح عقیدہ ہے اس کی اطلاع ہو و ما تو فیقی ا لا با لله العلی العظیم

تمہید: چونکہ اہل سنت کے عقائد میں یہ مسئلہ معرکۃ الآراء ہے اس واسطے اس کے متعلق کچھ سلف کا حال لکھنا بھی ضروری ہے تاکہ جن کو پورا علم نہیں ان کو واضح ہو جائے کہ یہ مسئلہ فـنـا ء النار کا ایسا مسئلہ نہیں جس کی ایجاد ہم بعض دیگر مسائل کی طرح محض قادیانی فتنہ سے منسوب کر کے اس سے اعراض کرنے کو مصلحت

سمجھیں یہ بالکل ٹھیک ہے کہ محی الدین ابن العربی، حافظ ابن قیم یہ دو مشہور اشخاص اپنی بعض کتب میں اس مسئلہ کو موید ثابت ہوتے ہیں کہ دوزخ کسی وقت آخر بالکل نابود یا فنا ہو جائے گی اور اگرچہ اللہ تعالی کی وسیع رحمت کے خیال نے ان صاحبوں کو ایسے عقیدہ کی طرف مائل کر دیا ہو تو تعجب کی کوئی بات نہیں مگر ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ محی الدین ابن عربی سے پہلے اور ابن قیم کے سوا کسی اور اہل علم مسلم کا رجحان اس طرف تھا یا نہیں۔ تحقیق سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ عقیدہ ان مذکورہ دو اشخاص یا ان کے شاگردوں کے دائرہ تک محدود رہا اور بعض صوفیا بھی جو رطب و یابس روایات کی تنقید نہیں کرتے اس مسئلہ کے قائل ہوئے مگر جمہور اہل سنت کے راسخون فی العلم نے اس مسئلہ میں ہرگز ان سے اتفاق نہیں کیا بلکہ اس کی تردید میں ابن جوزی، امام شوکانی، زمخشری نے اس قسم کی احادیث کو موضوع ثابت کیا ہے۔ شیخ احمد مجدد الف ثانی نے محی الدین ابن عربی کے بعض عقائد کے اوپر ایک رسالہ لکھا ہے جسکو خاکسار نے ۱۹۰۳ء میں دیکھا تھا جس میں اس مسئلہ کا بطلان بخوبی مذکور تھا۔ محمد بن اسماعیل نے اس مسئلہ پر ایک مضبوط رسالہ بنام رفع الاستار لا بطال ادلة القائلین بفناء النار تصنیف کیا مگر یہ سب رسالے اب نایاب ہیں البتہ اہل سنت کی اکثر تفاسیر میں اس مسئلہ کے قائلین کی نہایت معقول تردید موجود ہے۔ ان تفاسیر میں اول قائلین کے دلائل کو نقل کیا گیا ہے۔ پھر بعد میں اس کا ردّ نہایت معقول طور سے لکھا ہے۔ غرض جمہور اہل سنت کا عقیدہ فناء النار کا بالکل نہیں۔ اس واسطے اہل سنت کے عقائد کی جس قدر کتب موجود ہیں ان میں ایسے مشرکین و کفار کا عذاب النار دوامی مذکور ہے جو بدوں توبہ کفر و شرک کی حالت میں دنیا سے رخصت ہوتے ہیں۔ مدت سے فنا النار کا مسئلہ رفت گذشت ہو چکا تھا جسکو مرزا غلام احمد قادیانی نے چودھویں صدی میں پھر از سر نو تازہ کر کے ایک فتنہ عظیم برپا کیا ہے اور دیگر بعض عقائد میں بھی اہل سنت سے اختلاف کر کے ایک الگ فرقہ کی بنیاد قائم کی ہے تا کہ جناب رسول اللہ ﷺ کی وہ پیش گوئی پوری ہو جس میں آپ نے اپنی امت کے بارہ میں فرمایا ہے کہ اس کے ۷۳ فرقے ہو جائیں گے، حق پر صرف ایک طائفہ ہوگا یعنی وہی جو میرے اور میرے اصحاب کے طریق پر عامل ہے (جن کا اہل سنت والجماعت نام بطور شرعی اصطلاح کے جمہور اہل علم نے قائم کیا ہے)

مولوی محمد علی کے دلائل کا جواب

ا۔ہاں بےشک ما دا مت السما وا ت کے بعد ا لا ما شاء ر بك ان ر بك فعال لمایر ید (ھود:۱۰۷)مذکور ہے جس سے ثابت ہے کہ عـذا ب الـنار کا خدا تعالی کی مشیت سے منقطع ہو جانا بالکل ممکن ہے۔ مگر اس استثناء میں آپ نے کفار و مشرکین کو بھی داخل کر کے خاص قرآن کی ان آیات کو بالکل نظر انداز کر دیا ہے جو کفار و مشرکین کی عدم نجات پر قطعی نصوص ہیں۔اس آیت میں بھی فاسق مذکور ہیں،نہ کہ کافر و مشرک۔ اب خاکسار ان آیات کو بیان کرتا ہے جن سے مذکورہ استثناء کا حال بھی روشن ہو جائے گا اور مشرک و کافر کی عدم نجات بھی۔

الف: انّ الـلـه لا یـغفر ان یشرك به و یغفر ما دو ن ذلك لمن یشا ء (نساء:۴۸،۱۱۶۔ دودفعہ)۔ اس آیت میں عدم مغفرت مشرک بطور نص ثابت ہے اور باقی اقسام گناہ کی معافی مشیت الٰہی کے تحت ہے، بالکل معاف کر دے یا کم وبیش عذاب دیکر

ب۔ انّ الـذیـن آمـنوا ثمّ کفروا ثم آ منوا ثم کفروا ثم از دا دوا کفراً لم یکن الله لیغفر لهم و لا لیهد یهم سبیلاً (نساء:۱۳۷)۔اس میں کافر کی عدم مغفرت وعدم ہدایت مذکور ہے۔

ج۔ انّ الّـذیـن کفروا و صدّوا عن سبیل الله ثمّ ما توا و هم کفّار فلن یغفر الله لهم۔(محمد:۳۴) اس آیت میں بحالت کفر فوت ہونے پر عدم مغفرت وعدم نجات ثابت ہے۔

د،انّه من یّشرك بالله فقد حرم الله علیه الجنّة ومأواه النّار (مائدہ:۷۲)

نوٹ: اللہ تعالی مشرک پر جنت کو حرام کرنے کے بعد پھر اگر اپنا قول توڑ ڈالے اور اس کو بہشت میں داخل کر دے تو اللہ تعالی کے قول میں کذب لازم آئے گا اور تبلیغ رسالت و پیدائش دنیا و آخرت کا سلسلہ بھی تمام بے کار ہو جائے گا و من ا صدق من الله حد یثا (نساء: ۸۷)۔ سے ثابت ہے کہ اللہ تعالی سے بڑھ کر کوئی بھی اپنے قول میں سچا نہیں۔اگر مشرک اور کافر بھی آخر ایک دن بہشت کے وارث ہو سکتے ہیں تو مرسلین جو بہ لحاظ تبلیغ کے مبشرین اور منذرین بنے،خوش خبری سنانے والے اور عذاب کا خوف دلانے والے قابل اعتبار

نہیں رہ سکتے ۔ کیونکہ جب اس عقیدہ کو ان کی تبلیغ کا ایک لازمی جزو قرار دیا جائے گا کہ آخر ہر ایک انسان جنت کا وارث بن جائے گا، تو رسالت کا درحقیقت صرف بشارت ہی کا واحد پہلو باقی رہ جائیگا، اور دوسرا پہلو نذرات کا بے کار ہوکر موجب فتنہ عظیم ہوکر ہدایت اور اصلاح کی طرف پورا میلان پیدا کرنے سے مانع ہو جائے گا۔ یہ عقیدہ مسئلہ کفارہ مسیح سے بھی بدتر ہے کیونکہ اس میں کفر وشرک پر دلیر ہونے کی نسبتاً زیادہ ترغیب ہے۔

اللہ تعالی نے تبلیغ کے ہر دو پہلو کو ایسا قائم کر دیا ہے کہ دنیا اور آخرت ہر دو میں وہ قائم ہے ورنہ یو م الــــدیـــن انصاف کا دن کوئی حقیقی چیز نہیں وہاں بھی جب آخر جنت انجام ہے تو جو چاہو کرو جو خدا تعالی تین درہم کی چوری پر قطع ید کا اور زانی کو مارنے اور زانیہ کنوارہ کو پورے سو درّے لگانے کا حکم دیتا ہے اور مومنین کو فرماتا ہے ولا تـأخـذ کـم بهـما رأفة فی دین الله (نور:۲) یعنی اللہ تعالی کے حکم کی تعمیل میں تم کو رحم ہر گز مانع نہ ہو۔ وہ خدا تعالی کیونکر ایسا نرم دل ہوسکتا ہے کہ اپنے قول کو بھی بھول جائے اور یوں عذر کرنے لگے کہ پیغمبروں کی معرفت میں نے تم کو صرف اصلاح کے واسطے ڈرایا تھا، ورنہ درحقیقت بعد عرصہ کے تم کو اے کافر و اور مشرکو بہشت میں داخل کر کے عیش و راحت کا کل سامان تمہارے لئے مہیا کر دینے کا ارادہ تھا۔ بالفعل مجھ کو سچا کرنے کے واسطے کچھ عرصہ تکلیف برداشت کرلو، مبادا پیغمبر اور مومن لوگ مجھ پر یہ الزام نہ دیں کہ اے اللہ تعالی اگر واقعی تو نے دوزخ کو فنا کر کے صرف بہشت ہی بہشت قائم اور آباد رکھنا تھا، تو ہم کو جہاد کا حکم دے کر خواہ مخواہ ہمارا سر کٹوایا، اور روزوں میں بھوکا مارا، اور شب بیداری کرا کے ہمارا لہو خشک کرایا، اور قیامت کے ...ہولناک تذکرے سنا سنا کر ہمارے آرام کو ہم پر تلخ کر دیا۔

۵۔ انّ الّـذیـن کـفـروا و مـا تـوا و هم کفار او لئك علیهم لعنت الله و الملا ئکة و الناس اجمعین۔ خا لد ین فیها لا یخفف عنهم العذا ب و لا هم ینظرو ن۔(البقرہ:۱۶۱۔۱۶۲)

نوٹ: ان آیات میں کافروں کے واسطے چار باتوں کی وعید ہے اول لعنت الله و الملا ئکة و النـاس کا ، جو ایسی سخت لعنت ہے کہ اس میں کسی مخلوق کو بھی سفارش کی گنجائش نہیں رہتی۔ دوسرا دوامی لعنت جس کا انجام دوامی دوزخ ہے۔ تیسرا عدم تخفیف عذاب۔ چوتھا عدم مہلت بنا بر معذرت یا توقع معافی۔

اب ایسی نص مبین کے سامنے ا لّا ما شاء ر بّك سے کفار کو نجات دلانے کا مفہوم ثابت کرنا

تفسیر بالرائے ہے۔البتہ استثناء کی تفسیر اگر بروئے نص کی جائے تو وہ صرف اس آیت میں مل سکتی ہے:

انّ الله لا یغفر ان یشرك به و یغفر ما دو ن ذلك لمن یشاء(نساء: ۴۸، ۱۱۶)

مگر قرآن شریف میں دوزخ سے نجات کی نص کفار کے واسطے پیش کرنا غیر ممکن ہے۔ا لا ما شاء ر بك والی آیت میں بھی فاسق کی طرف اشارہ ہے نہ مطلق کافر کی طرف

د . انّ الّذین کذّ بوا بآ یا تنا و استکبروا عنها لا تفتح لهم ابوا ب السّماء و لا ید خلو ن الجنّة حتّی یلج الجمل فی سمّ الخیاط و کذلك نجزی المجرمین

(اعراف: ۴۰)یعنی جن لوگوں نے ہماری آیات کو جھٹلایا اوران سے تکبر کیا ان کے واسطے آسمان کے دروازے ہرگز کھولے نہ جائیں گے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئے کے ناکے سے نہ گذر جائے

۲۔بعض احادیث سے ثابت ہے کہ دوزخ ابدی نہیں بلکہ منقطع الزمان ہے، یہ آپ کا خاص اجتہاد ہےاس کے متعلق جو حدیث صحیح مسلم کی آپ نے بیان کی ہےاس میں کوئی لفظ ایسا موجود نہیں جس سے بطور نص یہ عقیدہ ثابت ہو سکے۔صرف اسی قدر مذکور ہے کہ فرشتے اور پیغمبر اور مومن سفارش کر چکے اوراب صرف ارحم الرا حمین باقی رہ گیا ہے پھر وہ یعنی اللہ تعالی دوزخ سے ایک مٹھی ایسے لوگوں کی لے کر نکال دے گا جنہوں نے کوئی نیکی ہرگز نہیں کی ہوگی۔

اس لپ یا مٹھی (قبضہ) سے آپ نے کیوں کر سمجھ لیا کہ کل اہل دوزخ کو نکال کر جنت میں داخل کر دے گا۔حتی کہ کفار و مشرکین و ابلیس تک کو بھی نکال کر نجات اور بہشت کا وارث بنادے گا۔ یہ حدیث متفق علیہ ہے یعنی امام مسلم کے علاہ امام بخاری نے بھی اس کو نقل کیا ہے۔ مذکورہ جواب نمبر ایک میں قرآن شریف کی چھ آیات معہ تشریح مذکور ہیں، پس مومن بالقرآن کا کوئی حق نہیں کہ اس حدیث کی تفسیر و تشریح قرآن کی منشاء کے خلاف بیان کر کے لوگوں کو گمراہ کرے۔

لفظ (قبضہ) اللہ تعالی کا آیات متشا بہات میں داخل ہےجس کی تاویل کو جب رسول اللہ ﷺ نے بھی صاف نہیں بتلایا تو آپ کیا حقیقت رکھتے ہیں۔عجب نہیں کہ اس میں نابالغ مجانین اور ایسے لوگ داخل ہوں جن کو تبلیغ نہیں پہنچی۔ یا بالکل کان سے بہرے اور آنکھوں سے اندھے معذور لوگ ہوں۔ اوراس قسم کے

لوگوں کواللہ تعالی کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی بہت سے شروح اہل سنت کے راسخو ن فی العلم نے لکھی ہیں،مگر کسی ایک میں بھی مولوی محمد علی صاحب کا مفہوم ثابت نہیں۔

باقی رہی تاویل قبضہ کی،سومٹھی میں اگر قلیل مقدار لی جائے جب بھی مٹھی کا محاورہ اس پر اطلاق کر سکتا ہے،اور اگر کثیر مقدار ہو جب بھی یہی محاورہ بولا جائے گا۔پس مٹھی کو خواہ اسم آلہ بناؤ خواہ ظرف مکان بناؤ ماخوزات؟ ومعمولات کا تعین انسانی عقل سے برتر ہے۔لہذا جو قرآن کی نصوص کے خلاف کل زمانوں کے مشرکین اور کفار اور شیطان اور اس کی ذریت کو بھی اللہ تعالی مٹھی میں داخل کر کے ان کو بہشت دلواتا ہے وہ بیشک خدا تعالی اور اس کے رسول پر افتراء کرتا ہے۔

۳۔بے شک کنزالعمال میں ایسی بعض احادیث مذکور ہیں۔احادیث کی صحت کا مدار سند روایت پر ہے،نہ اس دلیل پر کہ فلاں کتاب میں موجود ہیں۔ان کی صحت مشکوک ہے جیسا کہ ھدیۃ المھدی مصنفہ نواب وحید الزمان مترجم و شارح صحاح ستہ صفحات ۲۷،۷۱ میں درج ہے۔تفسیر مواہب الرحمٰن پارہ ۱۲ صفحہ ۱۰۸،۱۰۹ میں بھی ان احادیث کو مجروح لکھا ہے۔معہ دلائل کے کتب اسماء الرجال سے راویان کے صدق و کذب و ضعف کی بابت تحقیق کرنا ان علماء کا کام ہے جو اس فن کے ماہر ہیں۔اور جب ان کے نزدیک اس قسم کی احادیث میں ہی کلام ہے تو ماء شما ان کو بطور حجت کے پیش نہیں کر سکتے۔بالخصوص جب وہ خاص قرآن اور احادیث صحیحہ مرفوعہ کے خلاف ہوں۔اس مسئلہ کے متعلق ابن حجر مکی نے ایک رسالہ از وا جر عن اقترا ف الکبائر لکھا ہے۔امام شوکانی نے بھی اس کے متعلق سوال و جواب کے طور پر ایک مستقل رسالہ تصنیف کیا ہے۔غرض سب نے یہی نتیجہ نکالا ہے کہ اخبار متواتر اس امر پر شاہد ہیں کہ فاسق ایمان دار خواہ ذرہ بھی ایمان رکھتا ہو دوزخ میں ہمیشہ نہ رہے گا۔اور دوزخ کے متعلق جو الا ما شاء ربك والا استثناء مذکور ہے اس سے صرف مراد اہل کبار موحد ہیں۔اس کی تفسیر جناب رسول اللہ ﷺ نے خود کر دی ہے چنانچہ احادیث ذیل اس بارہ میں نص قطعی ہیں۔

الف:صحیح بخاری باب صفة الجنة و النار ابن عمرؓ نے رسول اللہ ﷺ سے روایت کیا کہ جب اہل جنت

جنت میں، اوراہل دوزخ دوزخ میں داخل ہوجائیں گےتو ایک آواز دینے والا آواز دے گا کہ اہل جنت تم کو موت نہ آئے گی اوراہل دوزخ تم کوموت نہ آئے گی تم اسی میں ہمیشہ ہمیشہ رہو گے۔

(عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: اذا صار اهل الجنة الی الجنة و اهل النار الی النار جیء بالموت حتی یجعل بین الجنة و النار، ثم یذبح ، ثم ینادی منادٍ: یا اهل الجنة لا موت ، یا اهل النار لا موت ۔ فیزداد اهل الجنة فرحاً الی فرحهم و تزداد اهل النار حزناً الی حزنهم۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۵۴۸

اس سے بھی واضح تر حدیث بخاری باب و انذرهم یوم الحسرة کی تفسیر میں مذکور ہے جس سے خلود جنت ونار مساوی ثابت ہوتا ہے۔

ب۔حضرت ابو ہریرہ ؓ نے بھی اسی طرح حضرت ﷺ سے مذکورہ حدیث کے بعد بیان کیا بخاری باب صفة اهل الجنة و النار

ج۔صحیح بخاری کتاب الانبیاء میں حضرت ابو ہریرہؓ نے جناب رسول اللہ ﷺ سے روایت کی ، قیامت کے دن حضرت ابراہیمؑ اپنے باپ آذر سے ملیں گے اورآذر کے چہرہ پراس وقت سیاہی اورغبار ہوگا۔ان سے ابراہیم کہیں گے کہ کیا میں نے تم سے نہ کہا تھا کہ میری نافرمانی نہ کرنا۔تو ان کا باپ کہے گا کہ اب میں تمہاری نافرمانی نہ کروں گا۔پس ابراہیم عرض کریں گے کہ اے پروردگار تو نے فرمایا تھا کہ تجھ کورسوانہ کرونگا جس دن لوگ محشور ہوں گے پس اب کون سی رسوائی میرے باپ کی ذلت سے زیادہ ہوگی اللہ تعالی فرمائے گا میں نے جنت کو کافروں پرحرام کردیا ہے۔ الخ

(عن ابی هریرة عن النبی ﷺ قال : یلقی ابراهیم اباه آزر یوم القیامة و علی وجه آزر قترہ و غبرة فیقول له ابراهیم؛ألم اقل لك: لا تعصنی؟فیقول ابوه : فالیوم لا اعصیك ۔ فیقول ابراهیم : یارب انّك وعدتنی ان لا تخزنی یوم یبعثون، فأیّ خزيٍ أخزی من ابی الأبعد؟ فیقول الله تعالی : انّی حرمت الجنة علی الکافرین ۔ ثم یقال : یاابراهیم ما تحت رجلیك؟ فینظر فاذا هو بذبحٍ ملتطِخٍ فیوخذ بقائمه فیلقی فی النار ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۳۵۰)

اس قسم کی احادیث صحیح بخاری اورصحیح مسلم میں اوربھی ہیں جن کو بوجہ طوالت خاکسار درج کرنے سے معذور ہے۔اس آخری حدیث نے قطعی فیصلہ کردیا ہے کہ جب ابراہیم خلیل اللہ کی سفارش پر یہ جواب ملتا ہے

کہ کافر پر جنت حرام ہے تو پھر اس کے سامنے ایسی احادیث سے حجت پکڑنا کہ کافر و مشرک اور ابلیس بھی ایک دن بہشت میں چلے جائیں گے علم حدیث سے بے خبری نہیں تو اور کیا ہے؟

مولوی محمد علی صاحب حدیث صحیح قرآن کے خلاف نہیں ہوا کرتی۔ جو چھ آیات قرآن شریف سے خاکسار غلام حیدر نقل کر چکا ہے آپ بغور ملاحظہ فرمالیں کہ آپ کی پیش کردہ احادیث ان کے مطابق ہیں یا بخاری کی یہ تین احادیث۔ کاش علم حدیث کسی عالم اہل سنت سے پڑھتے تو آپ کا ایسا عقیدہ نہ ہوتا۔

۴۔ یہ قول مہمل ہے اس سے معلوم نہیں ہوتا کہ جہنم سے آپ کی مراد کسی خاص طبقہ کی ہے یا بالعموم سارے دوزخ کی۔ اگر پہلی مراد ہے تو بے شک قرآن شریف اور احادیث صحیحہ کے مطابق ہے اور اگر دوسری مراد ہے تو آیات و احادیث صحیحہ محولہ کے بالکل خلاف ہے لہذا ایسے قول سے حجت قائم نہیں ہوسکتی۔

تفسیر فتح البیان اور در منثور کا حوالہ دے کر لوگوں کو دھوکہ دینا بہت برا ہے ان تفاسیر میں قائلین فناء النار کے دلائل ضرور مذکور ہیں جن کی آپ نے کاسہ لیسی کی ہے، مگر افسوس کہ ان دلائل کے بعد جو تردید وہاں درج ہے اس کو آپ بالکل ہضم کر گئے ہیں۔

البتہ ابن قیمؒ نے حاوی الارواح الی بلاد الافراح میں مسئلہ فناء النار کی تردید وتائید میں بہت کچھ لکھا ہے جس کی امام شوکانیؒ و دیگر اہل علم نے دھجیاں اڑادی ہیں۔ اور معتبر اہل سنت کی سب تفاسیر میں اس مسئلہ کا ردّ و ابطال کم و بیش پایا جاتا ہے۔ اور وہ صرف چند لوگ ہیں جو اس مسئلہ وعقیدہ کے قائل تھے جو بالمقابل جمہور کے بالکل قابل اعتبار نہیں۔ اہل سنت کے عقاید کی بنا محض قرآن و احادیث صحیحہ پر ہے اور اہل سنت عقاید میں ضعیف حدیث تک بھی جب قبول نہیں کرتے تو بھلا مشکوک اور موضوع احادیث ان کے یہاں کب لائق حجت ہیں۔

۵۔ آپ نے جن احادیث کی بنا پر ابداً کا ترجمہ طویل مدت کیا ہے، ان احادیث کو قرآن شریف اور احادیث صحیحہ پر پہلے پیش کرنا مناسب تھا۔ مگر فناء النار کے باطل عقیدہ نے آپ کی عقل پر ایسا غلبہ حاصل کرلیا تھا کہ حدیث کی صحت معلوم کرنے کے ایسے آسان و معمولی اصول کی طرف بھی آپ کی توجہ نہ ہوسکی۔

مولوی محمد علی صاحب لفظ ابداً خالدین کو موکد کرنے کے واسطے بہشت کے واسطے قرآن شریف

میں چار دفعہ آیا ہے ،اور دوزخ کے واسطے تین دفعہ۔ پھر کیا وجہ ہے ہے جنت والا خالدین ابداً تو غیر محدود زمانہ مراد ہو اور دوزخ والا خالدین ابداً محدود زمانہ بن جائے۔

موضوع و مشکوک احادیث کی بنا پر ایک مسئلہ اجماعی اہل سنت کے عقیدہ کو بگاڑ کر خاص احمدی فرقہ کے عقیدہ کو قرآن سے ثابت کرنے کی کوشش اور پھر دعوی کرنا کہ ہم اسلام کی تبلیغ کرتے ہیں، بالکل عبث ہے۔

۶۔ سورہ نبا آیت ۲۳ میں لابثین فیھا احقابا بے شک مذکور ہے۔ آپ نے احقاب کو حقب کا جمع بتلایا ہے اور حقب سے آپ صرف اسّی (۸۰) سال کا عرصہ مراد لیتے ہیں۔ لغت میں اسّی سال سے زیادہ پر بھی یہ لفظ بولا جاتا ہے حتی کہ اس عرصہ کا خاص تعین مبہم ہے۔ پس جب واحد کی حالت میں عرصہ مبہم ہے تو جمع کی صورت میں اور بھی مبہم ہوگا۔ پھر یہ دیکھنا ہے کہ یہ سزا کن لوگوں کے واسطے فرمائی گئی ہے۔ یہ سزا ان طاغین کے واسطے ہے جن کی بابت اس طرح وہاں مذکور ہے انّھم کانوا لا یرجون حساباً۔ وکذّبوا بآیاتنا کذابا (نبا:۲۷۔۲۸) (ان کو جواب دہی کا کوئی خوف نہ تھا اور وہ ہماری آیات کی تکذیب کرتے تھے) اس کا ماحصل یہ ہوا کہ وہ لوگ کافر تھے۔

جواب نمبر دو۔ کافر پر جنت کا مطلقاً حرام ہونا قرآن شریف کی چھ آیات سے اور جواب نمبر تین میں احادیث بخاری سے جب بخوبی ثابت ہو چکا ہے تو پھر اس قسم کے لوگوں کا دوزخ میں محدود وقت تک رکھا جانا صرف احمدی مذہب کا عقیدہ ہوگا، نہ جمہور اہل سنت کا۔ اور وہ احقاباً کو خالدین ابداً کا مرادف سمجھتے ہیں تا کہ تفسیر قرآن بالقرآن کا سب سے مقدم اصول قائم رہ سکے۔ اہل سنت قرآن کو قرآن سے پہلے سمجھتے ہیں ،پھر اجمال و ابہام کے واسطے حدیث کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ لغت و قواعد صرف و نحو وغیرہ کو سب سے آخر میں رکھتے ہیں۔

۷۔ آپ فرماتے ہیں کہ بہشت کے متعلق غیر مجذوذ کے علاوہ سورہ حجر :۴۸ میں وما ھم منھا بمخرجین بھی وارد ہے جس سے ثابت ہے کہ بہشت والے ہرگز نکالے نہیں جائیں گے۔

ناظرین یہی ہے مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا مبلغ علم۔ آپ نے اس لفظ کا استعمال محض بہشت کے واسطے مخصوص کر دیا ہے مگر اللہ تعالی کو بے شک منظور تھا کہ کسی وقت آپ کی قرآن دانی کا راز فاش کر کے

آپ نمبروار پڑھتے جائیں اور مولوی صاحب کی قرآن دانی کی بھی داد دیتے جائیں

الف : و ما هم بخا ر جین من النار (البقرہ: ۱۶۷)،ب۔ یر یدو ن ان یخرجوا من النار و ما هم بخا ر جین منها و لهم عذا ب مقیم(مائدۃ:۳۷)

ج۔ و مأ وا کم النّار و ما لکم من نا صرین۔ذا لکم با نّکم اتّخذ تم آیات الله هز واً و غرّ تکم الحیا ۃ الّد نیا فا لیو م لا یخر جو ن منها و لا هم یستعتبو ن (الجاثیة :۳۴۔۳۵)

مولوی محمد علی صاحب فنا ء النار کے عقیدہ میں ایسے بے خود ہو رہے ہیں کہ قرآن شریف کی دیگر آیات بھی حافظہ سے بھاگ گئی ہیں اور مولوی صاحب اضله الله علی علم کا مصداق ہو چکے ہیں۔

۸۔ ایں گل دیگر شگفت یہی ضروری نہیں کہ جنت کے متعلق سب محاورات والفاظ جن سے دوام ظاہر ہوتا ہے وہ جہنم کے دوام کے واسطے بھی استعمال ہوں۔ جواب نمبر دو میں ا حقا ب کی تطبیق خا لدین ابداً سے دی جا چکی ہے، اس واسطے اس کے اعادہ کی اس نمبر کے جواب میں ضرورت نہیں۔ اللہ تعالی عربی کو آپ سے اور آپ کے اہل لغت سے بہتر جانتا ہے اگر ا حقا باً کا محاورہ بعض وقت خالدین ابدا کا مرادف آپ تسلیم نہ کر سکیں تو ہم کو کوئی تعجب نہیں کیونکہ جب آپ جناب رسول اللہ ﷺ کی بتلائی ہوئی تفسیر کو تسلیم نہیں کرتے، تو ہم امتی کس شمار میں ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب! بہشت اور دوزخ کی میعاد و حالت کے متعلق بعض الفاظ مشترک ہیں بعض مختلف۔

الفاظ متعلق جنت:

ما هم منها بمخر جین۔ (الحجر:۴۸)، خا لدین فیها ابداً ۔(نساء: ۱۲۲۔ نساء:۱۶۹۔ تو به : ۱۰۰)، نعیم مقیم (تو به: ۲۱)،ما کثین : (کهف :۳)، کا نت لهم جزا ء و مصیراً (فرقان : ۱۵)،حسنت مستقراً و مقا ماً (فر قا ن :۷۹)

جنت المأوی (ناز عات: ۴۱)، حسن المآب (ص : ۴۹)، والا خر ۃ خیر و ابقی (الاعلی : ۱۷)،اصحاب الجنة ، اصحا ب الجنة هم الفا ئز و ن (حشر:۲۰)

ر ضوان من الله (آل عمران:١٥)،رضوان من الله اکبر (توبہ: ٧٢)

لا جرا لآ خرة اکبر (نحل: ٤١)،دار القرار (غافر: ٣٩)

الفاظ متعلق جہنم

خالداین فیھا ابداً (النساء: ١٢٢۔ الا حزاب: ٦٥، الزمر: ٧٢)

ما ھم بخار جین من النار (البقرہ: ١٦٧)

ما ھم بخار جین منھا (المائدہ: ٣٧)، لا یخرجون منھا۔ (الجاثیہ: ٣٥)

ما کثون (زخرف: ٧٧)، ساء ت مصیراً (نساء: ٩٧)

ساء ت مستقراً و مقاماً (فرقان: ٦٦)، مأوی ھم جھنم (النساء: ٩٧)

شر المآب (ص: ٥٥)، ولعذاب الآخرة اشدّ و ابقی (طه: ١٢٧)

نزل (الاسراء: ١٠٥۔، صافات: ١٧٧)،اصحاب النّار (حشر: ١٩)

بئس القرار عذاب مقیم (ابراھیم: ٢٩)

آیت محولہ میں مولوی صاحب و لذلك خلقھم کا اشارہ صرف رحم تک محدود رکھتے ہیں درحالیکہ اس اشارہ کے ماقبل ولایزالون مختلفین مذکور ہے۔پس لذلك خلقھم کا صحیح مفہوم صرف یہی ہے کہ اللہ تعالی نے ان کو اختلاف اور رحم ہر دو کے واسطے پیدا کیا ہے۔یعنی بعض اس کے رحم کے سبب سے جو تبلیغ رسالت کو قبول کرنے کا مرادف ہے اختلاف کو ترک کر دیتے ہیں،مگر بعض بوجہ عدم قبول تبلیغ اختلاف میں گرفتار رہتے ہیں تا کہ اللہ تعالی کا فرمانا صادق ہو کہ (میں دوزخ کو جنات اور انسانوں سے ضرور بھر دوں گا) اس آیت کے شروع میں ہمارے مفہوم کی تائید میں خود یہی لفظ شاہد ہیں (اگر اللہ چاہتا تو بطور جبر کے) سب لوگوں کو ایک ہی امت یا دین واحد کا معتقد بنا دیتا۔

اب مطلب کے سمجھنے میں سر مو بھی ابہام نہیں کہ یہی اللہ تعالی کی سنت کے خلاف ہے کہ لوگوں کو جبراً ایک دین کا معتقد بنا دے کوئی دین حق قبول کرے تو اس کی مرضی رحم کا مستحق بن جائے اور قبول نہ کرے

جب بھی اس کی مرضی اختلاف کی وجہ سے دوزخ میں جائے فمن شاء فلیومن ومن شاء فلیکفر (کہف:۲۹) اصول قرار پا چکا ہے۔اگر خدا تعالی ہدایت کے واسطے کوئی جبری اصول قائم کرتا تو پھر اختلاف بھی کوئی نہ رہتا اور دوزخ کی ضرورت بھی نہ ہوتی۔اس بات کو اللہ تعالی اپنے سنت کے خلاف جان کر ہدایت اور گمراہی ہر دو کو انسان کا اختیاری فعل قرار دیتا ہے تاکہ آخرت کے عالم کی آبادی بہشت اور دوزخ ہر دو سے قائم رہے۔

و لذلك خلقهم کا اشارہ صرف رحم تک محدود رکھنا کل مفسرین اور اہل علم کے خلاف ہے کیونکہ ذلك کے ماقبل مختلفين اور رحم ہر دو موجود ہیں ،مگر مولوی محمد علی صاحب کا ارادہ ان آیات سے بھی چونکہ فناء النار کے مسئلہ کو موید کرنا ہے اس واسطے تفسیری نوٹوں میں آیات کی تفسیر میں ہی خلاف محاورہ دو مشار الیہ اختلاف اور رحم کے بجائے پہلے لفظ کو نظر انداز کر کے صرف دوسرے لفظ رحم کو قائم کر دیا ہے تاکہ اس بنا پر اپنی آئندہ خیالی عمارت کو پورا کریں لہذا اس طرح فرماتے ہیں:چونکہ اللہ تعالی کے رحم سے بتلائے ہوئے طریق پر انہوں نے عمل نہ کیا اس واسطے ضرور ہے کہ وہ ایک دوسری مصیبت میں گرفتار ہوں تاکہ بدی سے پاک ہو کر روحانی ترقی کے لائق ہو سکیں۔

اس خیالی تفسیر میں مولوی محمد علی صاحب نے احادیث صحیحہ تو ایک طرف رہیں خاص قرآنی آیات کو بھی ایسا نظر انداز کر دیا ہے کہ گویا وہ قرآن میں داخل ہی نہیں۔اب ان آیات کا مختصر بیان کرنا مناسب ہے جو مولوی محمد علی صاحب کی آخرت کی روحانی ترقی یا اصلاح کے عدم امکان پر نص ہیں۔

و من كا ن فی هذه اعمی فهو فی ا لآ خرة اعمی (بنی اسرائیل: ۷۲) یعنی جو اس دنیا میں اندھا رہا وہ آخرت میں بھی اندھا رہے گا۔

قد افلح من زكا ها و قد خا ب من دسّا ها (الشمس:۹۔۱۰) (یعنی اس شخص نے فلاح پائی جس نے نفس کا تزکیہ کر لیا اور نامراد ہوا جس نے نفس کو (ناپاکیوں میں) غرق کر دیا)۔

قد جاء كم بصا ئر من ر بكم فمن أبصر فلنفسه و من عمی فعليها (انعام:۱۰۴)(اے لوگو!تم کو تمہارے رب کی طرف سے ہدایت کے دلائل آ چکے پس جو سمجھا اس کا ہی فائدہ ہے اور جو نہ سمجھ کر اندھا ہی بنا رہا ہے اس کا وبال اسپر

ہے)

فـا ليوم ننسا هم كما نسوا لقا ء يو مهم هذا (اعراف:۵۱) یعنی قیامت کے دن ہم ان کو بھلا دیں گے جس طرح وہ اس دن میں حاضر ہونے کو بھول گئے تھے۔

قـال ر ب لم حشر تنى اعمى وقد كنت بصيرا۔ قا ل كذ لك اتتك آ يا تنا فنسيتها و كذ لك اليـوم تـنسـى۔ و كذ لك نجزى من اسرف ولم يؤمن بآ يات ر به و لعذاب ا لآ خرة اشـدّ و ابـقى (طہ :۱۲۵۔۱۲۷)(یعنی غافل انسان کہے گا اے میرے رب تو نے مجھے اندھا کر کے کیوں اٹھایا ہے حالانکہ میں دنیا میں بینا تھا۔اللہ تعالی فرمائے گا اس طرح دنیا میں ہماری آیات تمہارے پاس آئی تھیں پس تو نے ان کو بھلا دیا تھا اور آج کے دن ہم تم کو بھلائے دیتے ہیں اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں اس کو جو حد سے تجاوز کرتا ہے اور اب رب کی آیات پر ایمان نہیں لاتا اور واقعی آخرت کا عذاب دنیا کے عذاب سے زیادہ سخت ہے اور ہمیشہ رہنے والا ہے)

و الـذيـن كـفـروا لهم نار جهنم لايقضى عليهم فيموتوا و لا يخفف عنهم من عذا بها كـذلك نجزى كل كفور۔ و هم يصطر خو ن فيها ر بنا اخر جنا نعمل صالحاً غير الذى كـنـا نـعـمل، اولـم نـعـمّـر كم ما يتذ كر فيه من تذ كّر و جا ء كم النذ ير فذو قوا فما لـلظالمين من نصير (فاطر:۳۶۔۳۷)(یعنی جو لوگ کافر ہوئے ان کے واسطے دوزخ کی آگ ہے۔نہ تو ان کی قضا آئے گی کہ وہ مر جائیں اور نہ دوزخ کے عذاب میں ان کے واسطے تخفیف ہوگی۔ہم ہر کافر کو اسی طرح سزا دیتے ہیں اور وہ اس میں چلّا چلّا کر یوں کہیں گے اے ہمارے رب ہم کو اس سے نکال دے ہم نیک اعمال کریں گے دنیا والے بد اعمال پھر نہیں کریں گے۔ان کو یہی جواب ملے گا کہ ہم تم کو اس قدر عمر نہیں دی تھی کہ جس کو سوچنا منظور ہوتا وہ اس میں سوچ لیتا اور تمہارے پاس ڈرانے والے کیا نہیں آئے تھے؟ پس اب عذاب چکھو ظالموں کے واسطے کوئی مددگار نہیں)

يـو م يقول المنا فقو ن و المنا فقا ت للذين آ منوا انظرو نا نقتبس من نو ر كم قيل ار جعوا ورا ء كم فا لتمسوا نوراً (الحدید :۱۳)
(یعنی قیامت کے دن منافق مرد اور منافق عورتیں ایمان داروں کو کہیں گے ذرا ٹھہر جاؤ تا کہ ہم بھی تمہارے نور سے کچھ نور لے لیں ان کو جواب ملے گا تم پیچھے جا کر دنیا میں نور کی تلاش کرو)

و نا دى ا صحا ب النّار اصحا ب الجنّة ان افيضوا علينا من الماء او ممّا رز قكم الله

قا لوا انّ اللّٰه حرّ مهما علی الکا فرین (اعراف:۵۰) دوزخ والے بہشت والوں کو پکار کر کہیں گے کہ ہم کو کچھ پانی یا اپنے کھانے پینے سے کچھ بخشو وہ جواب دیں گے کہ ان چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے کافروں پر حرام کر دیا ہے

ر بنا اخر جنا منھا فا ن عد نا فا نا ظا لمو ن۔ قا ل اخسؤا فیھا و لا تکلّمو ن (مومنون: ۱۰۷۔۱۰۸)(یعنی اہل دوزخ فریاد کریں گے کہ اے ہمارے رب ہم کو اس سے نکال دے اگر ہم پھر ایسا کریں گے تو بے شک ہم بے انصاف ہوں گے اللہ فرمائے گا اسی میں پڑے رہو اور مجھ سے مت بولو)

و الـذیـن کـفـروا بـآ یـا ت الله و لقا ئه او لئك یئسوا من ر حمتی و اولئك لھم عذاب الیم(عنکبوت: ۲۳)

(جنہوں نے ہماری آیات سے اور ہمارے ملنے سے انکار کیا، وہ میری رحمت سے ناامید ہو گئے اور انکے لئے تکلیف دہ عذاب ہے)

و الذین کذ بوا بآ یا تنا لقا ء ا لآ خرة حبطت اعما لھم(اعراف:۱۴۷)

(یعنی جنہوں نے ہماری آیات اور آخرت کی ملاقات سے انکار کیا ان کے سب عمل برباد ہو گئے)

و نا دوا یا ما لك لیقض علینا ر بك ، قا ل انکم ما کثو ن(زخرف:۷۷)۔

(یعنی اہل دوزخ افسر دوزخ سے فریاد کریں گے کہ ہمارے واسطے اپنے رب سے موت کا فیصلہ کراوے وہ جواب دے گا تم کو اسی جگہ رہنا ہوگا)

و ما دعاء الکا فرین ا لّا فی ضلا ل (الرعد: ۱۴)(یعنی کافروں کی فریاد ضائع ہو جاتی ہے)۔

انه لا یفلح الکا فرو ن (مومنون:۱۱۷)(یعنی بے شک کافر لوگ نجات نہیں پا سکتے)

و ان لیس للا نسا ن الا ما سعی (نجم :۳۹)۔(یعنی انسان کے واسطے وہی ہے جو اس نے خود سعی کر کے حاصل کیا)

جب سے دنیا بنی ہے اور انبیاء کا سلسلہ شروع ہوا ہے اللہ تعالیٰ نے منکر لوگوں سے کیا سلوک کیا ہے؟ قرآن کریم سے ایسے لوگوں کا بالکل ہلاک ہونا ثابت ہے آیات ذیل قابل توجہ ہیں:

و جـاء فـرعـو ن و من قبله و المؤ تفکا ت بالخا طئة۔ فعصوا رسول ر بھم فأخذ ھم اخذة رّا بیة (الحاقہ:۹۔۱۰)

(یعنی فرعون اور اس کے پہلے لوگوں نے اور لوط کی الٹائی گئی بستیوں نے گناہ کئے اور اپنے رب کے رسولوں کی نافرمانی کی پس ان کو سخت پکڑ نے قابو کیا)

انّا ار سلنا علیهم صیحة وا حدةً فکا نوا کهشیم المحتظِر (القمر:۳۱)

(یعنی ہم نے ان پر ایک سخت چیخ کا عذاب نازل کیا کہ وہ روندی ہوئی باڑ کی طرح چورا چورا ہو گئے)

فاخذ تهم الرّ جفة فا صبحوا فی دا ر هم جاثمین (عنکبوت:۳۷)

(یعنی پس انکو بھونچال نے آ پکڑا اور وہ گر کر اپنے گھروں میں اوندھے رہ گئے)

فکلا اخذ نا بذ نبه فمنهم من ار سلنا علیه حا صباً و منهم من ا خذ ته الصّیحة و منهم من خسفنا به ا لا رض و منهم من ا غر قنا و ما کا ن الله لیظلمهم و لکن کا نوا انفسهم یظلمو ن (عنکبوت :۴۰)

(یعنی ہم نے سب کو بسبب ان کے گناہوں کے پکڑا۔ بعض پر پتھر برسائے اور بعض کو سخت چیخ نے پکڑا۔ اور بعض کو زمین میں دھنسا دیا۔ اور بعض کو پانی میں غرق کر دیا۔ اور اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا تھا)

و أتبِعوا فی هذه الدّ نیا لعنة و یو م القیا مة (ھود:٦٠)

(یعنی فرعون کی قوم کے پیچھے اس دنیا میں بھی لعنت لگائی گئی اور قیامت کے دن بھی)

نوٹ: اس قسم کی آیات قرآن میں کثرت سے مذکور ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ سنت اللہ کی منکرین کے واسطے دنیا میں کیا ہے اور ولن تجد لسنّة اللّه تبد یلا (احزاب:۶۲) ایک قانون الٰہی اٹل ہے۔ آخرت میں یہی لوگ مولوی محمد علی صاحب کے نزدیک اصلاح اور تزکیہ کے واسطے موقع دیئے جائیں گے تا کہ وہ آخر اللہ تعالی کے اس رحم سے حصہ حاصل کریں جسکے واسطے وہ پیدا کئے گئے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب کی یہ منطق اور فلاسفی عقل اور نصوص ہر دو کے خلاف ہے کیونکہ آخرت دار العمل نہیں بلکہ دار الجزاء ہے آخرت میں یہ لوگ ایسی نیت کے ساتھ منتقل ہوئے ہیں جس میں ایمان یا اصلاح کے خیال تک بھی موجود نہ تھا۔ پس ایسی حالت کو محدود زندگی سے منسوب کر کے ان کے واسطے آخرت میں دوسرے موقعہ کی گنجائش کا مسئلہ نکالنا نہایت باطل استدلال ہے کیونکہ اس سے پہلے آیات میں اس مسئلہ کی تردید بخوبی ہو چکی ہے کہ جب منکر عذاب میں فریاد کر کے عرض کریں گے کہ ہم کو دوزخ سے نکالا جائے تو پھر ہم ایسے کام ہرگز نہیں کریں گے اور ان کو جواب ملتا ہے کہ ہم نے تم کو کافی مہلت دی تھی جس میں تم اپنی

اصلاح کر سکتے تھے اب اسی جگہ پڑے رہو اور ہم سے ہرگز کلام نہ کرو۔

یہ عین انصاف ہے کہ جس نے ساری عمر کفر ترک نہ کیا، حتی کہ ایمان یا اصلاح کی نیت لے کر بھی فوت نہ ہوا، وہ اس کے عوض ہمیشہ تک دوزخ میں رہے کیونکہ دنیا میں اگر چہ اس کی زندگی محدود تھی مگر بہ لحاظ عدم نیت اصلاح وہ غیر محدود زمانہ پر حاوی تھی۔ اسی واسطے جو روح ایمان کا کوئی اقل حصہ بھی لے کر فوت ہوتی ہے خدا کے انصاف سے نہایت بعید ہے کہ ہمیشہ وہ دوزخ میں رہے۔

مولوی محمد علی صاحب کے مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے اس مردود اور باطل مسئلہ کو جو اہل سنت کے عقائد کے خلاف ہے اور سلف میں جس کی تردید جمہور کافی طور پر کر چکے ہیں، از سر نو تازہ کر کے اپنے خاص عقائد میں داخل کر کے مسئلہ کفارہ کے قائم مقام گھڑ لیا ہے، تا کہ نصاری کے ساتھ اس فرقہ کی ایک قسم کی مشابہت قائم ہو اور یہ اللہ تعالی کے رسول کا ایک صریح معجزہ ہے کہ جو فرقہ اسلام میں اہل سنت کے اصول و عقائد میں جزواً بھی مختلف ہوگا وہ دلائل میں اہل سنت کے سامنے ہمیشہ مغلوب ہوگا۔ چنانچہ سلف میں بھی اس صداقت کا ثبوت بے شمار کتب میں ملتا ہے اور آج کل بھی نیچری چکڑالوی مرزائی وغیرہ اہل سنت و اہل حق کے سامنے مغلوب اور ذلیل ہوتے ہیں مگر بت پرست کی طرح اپنی ضد اور تعصب کو ترک نہیں کرتے۔

الا ما شاء اللہ

نوٹ: ماقبلی نوٹ میں اللہ تعالی کا سلوک دنیا میں بحق منکرین معہ آیات منصوصہ و دلائل عقلی بخوبی ظاہر ہو چکا ہے، اب ہم عرض کرنا چاہتے ہیں کہ منکرین سے اور منافقین سے کسی قسم کے سلوک کا اللہ اس دنیا میں اپنے رسول اور مومنین کو حکم دیتا ہے

استغفر لھم او لا تستغفر لھم ان تستغفر لھم سبعین مرّۃً فلن یّغفر اللّٰہ لھم ذ لك با نّھم کفروا باللّٰہ و رسو لہ (توبہ: ۸۰)۔

(یعنی اے پیغمبر ان منکروں کے واسطے خواہ تم بخشش طلب کرو خواہ طلب نہ کرو اور گو ہر دفعہ بھی ان کے واسطے معافی طلب کرو جب بھی اللہ تعالی ان کے معافی دینے کا نہیں کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول سے انکار کر دیا ہے)

و لا تصلّ علی ا حدٍ مّنھم ما ت ابداً و لا تقم علی قبرہ انّھم کفروا باللّٰہ و رسو لہ و

ما توا و هم فا سقو ن (التو به : ٨٤)
(اے رسول ان میں سے کسی کا جنازہ کبھی مت پڑھ اورنہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کیونکہ ایسے لوگوں نے اللہ اور اسکے رسول کا انکار کر دیا ہے اور نافرمانی کی حالت میں ہی فوت بھی ہو گئے ہیں)

ج۔ ما کان للنّبیّ و الّذین آمنوا ان یستغفروا للمشر کین و لو کا نوا اولی قربی من بعد ما تبیّن لھم انّھم اصحاب الجحیم۔و ما کان استغفار ابرا ھیم لا بیه الّا عن موعدةٍ و عد ھا فلمّا تبیّن له انّه عدوّ اللّه تبرّ أ منه۔ ان ابرا ھیم لاوّاہ حلیم
(توبہ:۱۱۳۔۱۱۴) یعنی نبی اور مومنوں کو مناسب نہیں کہ مشرکوں کے واسطے بخشش مانگیں خواہ وہ انکے قریبی رشتہ دار ہوں اور تم کو ابراہیم کے بارہ میں کہیں غلط فہمی نہ واقع ہو کہ اس نے اپنے باپ کے واسطے بخشش مانگی تھی سو اسکی یہی وجہ تھی کہ اس نے اپنے باپ سے استغفار کا عہد کیا تھا مگر جب ابراہیم کو معلوم ہو گیا کہ وہ اللہ کا دشمن ہے تو اس سے وہ بیزار ہو گیا

لا تجد قو ماً یّو منو ن باللّه و الیو م الآ خر یوا دّو ن من حادّ اللّه و رسو له و لو کانوا آ با ء ھم او ابنا ء ھم او اخوا نھم او عشیر تھم (مجادلہ:۲۲)
(یعنی اے پیغمبر تم ہر گز نہیں دیکھو گے کہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھنے والے لوگ اللہ اور اسکے رسول کے دشمنوں سے دلی دوستی کو اختیار کر لیں گے خواہ وہ ان کے باپ ہوں خواہ بیٹے خواہ بھائی خواہ رشتہ دار)

محمّد رّسو ل اللّه و الّذین معه اشدّا ء علی الکفّار ر حما ء بینھم
(الفتح:۲۹)(یعنی محمد اللہ کا رسول اور اس کے اصحاب کافروں پر سخت ہیں اور آپس میں رحم دل ہیں)

ناظرین مولوی محمد علی لاہوری قادیانی سے کون جا کر پوچھے کہ اگر ایسے لوگوں کے واسطے اللہ تعالی کا ارادہ آخرت میں کسی طرح بھی رحم کرنے کا ہوتا تو اپنے پیغمبر اور مومنین کو ان کے جنازہ اور استغفار اور دلی محبت سے ایسی سختی سے کیوں منع فرماتا حالانکہ خود بھی رحمٰن اور ارحم الراحمین ہے، اور اسکا رسول بھی رحمت للعالمین ہے۔

مولوی صاحب کو کون قائل کرے کہ اللہ کا ایسے ایسے لوگوں سے خود دنیا میں جب ایسا سلوک قرآن سے ثابت ہے کہ ان کو بالکل ہلاک کر کے ملعون اور مغضوب کر دیتا ہے اور اپنے پیغمبر کو اور مومنین کو بھی ان کی دوستی جنازہ اور استغفار سے روک دیتا ہے تو درحقیقت اللہ تعالی اس سلوک کا پیش خیمہ ظاہر کر رہا ہے جس کے یہ لوگ بسبب کفر و شرک کے از روئے انصاف آخرت میں مستحق ہیں کیونکہ یہ ایسی حالت میں فوت ہوتے

ہیں کہ اصلاح کی نیت سے بھی کورے ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب تقلید کی زنجیر میں ایسے جکڑے ہوئے ہیں کہ قرآن اور احادیث کی روشنی میں اس مسئلہ کو دیکھنا ہرگز پسند نہیں کرتے جس طرح بعض دیگر مسائل میں بھی ان کی یہی افسوس ناک حالت ہے۔اس مسئلہ کے یقین نے قادیان میں بہشتی مقبرہ کی بنیاد ڈال دی ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے اور ان کے معجزات کے حق میں کیسے کیسے ناشائستہ کلمات مرزا غلام احمد قادیانی کے قلم سے لکھوائے ہیں۔ پیغمبروں پر اور امام حسن وحسین پر اور کل صحابہ پر فضیلت کے دعوی ان سے کرائے ہیں حتی کہ بعض مسائل میں جناب رسول اللہ ﷺ پر بھی عدم تفہیم کا الزام ان کے قلم سے نہ رک سکا۔ جو جو بے اعتدالیاں مولوی محمد علی صاحب کے مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی سوانح میں ثابت ہیں، جس بے باکی ودلیری سے مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے قرآن کریم کے ترجمہ اور تفسیر میں جناب رسول اللہ ﷺ کی تفسیر کو پس پشت ڈال دیا ہے وہ محض اسی فناء النار کے باطل عقیدہ کا نتیجہ ہے۔

دوسری کھلی چٹھی بخدمت مولوی محمد علی مندرجہ کشف الاسرار

یعنی اردو ریویو انگریزی ترجمہ قرآن مترجمہ ومفسرہ مکتوب الیہ

مولوی محمد علی صاحب! گذشتہ سال خاکسار (شیخ غلام حیدر) نے اپنے انگریزی ٹریکٹ میں آپ کو بذریعہ کھلی چٹھی کے اطلاع دی تھی کہ آپ نے اپنے انگریزی قرآن کے اکثر مقامات مقامات میں اس تفسیر کو جو بروئے احادیث صحیحہ جناب سرور کونین محمد رسول اللہ ﷺ سے ثابت ہے بالکل نظر انداز کرکے اپنی تفسیر بالرائے کو ترجیح دی ہے اور یہ بھی عرض کیا تھا کہ آپ نے اس ذمہ داری کو بڑی جرأت کے ساتھ قبول کرکے پبلک کی گمراہی کا وبال اپنے سر پر اٹھایا ہے اندریں صورت خاکسار نے محض لوجہ اللہ برادرانہ لہجہ میں مودبانہ طور پر صادق توبہ کی طرف آپ کو دعوت دی تھی جس کو آپ نے حقارت سے اب تک ٹال رکھا ہے۔

ترتیب وجمع قرآن کا حال لکھنے میں آپ محض احادیث کا ہی سہارہ لیں، خلافت کے مضمون میں بھی احادیث

سے مدد لیں۔اسلام کے ارکان خمسہ میں بھی احادیث ہی کو آپ مدنظر رکھیں۔تاریخی بیانات میں بھی احادیث ہی آپ کی معاون ہوں (جزاک اللہ) مگر قرآن شریف کے صحیح معنی یا معجزات (خارق عادت افعال) بیان کرنے کے متعلق وہی احادیث آپ کے عقیدہ میں ایسی زہر آلود ہو جاتی ہیں کہ گویا کسی جعلی یا موضوع ماخذ سے نکلی ہیں۔

برادرم! فلا و ربّك لا يؤمنون حتى يحكموك فى ما شجر بينهم ثم لا يجدوا فى انفسهم حرجاً مما قضيت ويسلّموا تسليماً (پ۵ع۶)

قادیانی جماعت کا اسلام، مرزا جی کو پیغمبر منوانا ہے آپ کا اسلام مرزا جی کو مسیح موعود اور مجدد منوانا ہے۔محمد رسول اللہ ﷺ کا فیصلہ منوانا ہر دو کی مشن سے خارج ہے۔جب تک آپ مرزا جی کے مقلد ہیں آپ میں فیصلہ محمدی کے قبول کرنے کی صلاحیت اور قابلیت کی توقع رکھنا بالکل عبث ہے (اتخذوا احبارهم ورهبانهم اربابا من دون الله۔پ ۱۰ع۱۱) کے ماتحت جو الزام آپ نے بعض پیر پرستوں پر اپنے قرآن میں لگایا ہے وہ بخدائے لایزال آپ پر عائد ہو رہا ہے کسی پیر پرست مسلمان نے یا کسی سلف کے مسلّم مجدد نے حضرت مسیح پیغمبر خدا کے معجزات یعنی بینات و آیت اللہ کو جو وہ باذن اللہ کرتے تھے یہود کی طرح سحر مبین (سورہ صف) مسمریزم اور مکروہ و قابل نفرت عمل نہیں کہا اور نہ اپنے معتقدوں سے (ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اس سے بہتر غلام احمد ہے) کا ورد کرایا ہے۔نہ ان میں سے کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کو حقیقت ابن مریم و دجال و دابة الارض وغیرہ سے بے علم بتلایا ہے، نہ غلامی ترک کر کے خود کو احمد منوانے کی تعلیم دی ہے پھر باوجود ان واقعات صحیحہ کے آپ مرزا صاحب قادیانی کو مسیح اور مجدد اور سری کرشن اوتار مان رہے ہیں لہذا ایک دفعہ پھر خاکسار آپ کی خدمت میں عرض کرتا ہے کہ آپ کے مجدد کا معاملہ تو اللہ تعالی کے حوالہ ہو چکا ہے مگر آپ کے واسطے سوچنے کا موقع ابھی باقی ہے پس مبارک ہے وہ نفس جو چند روزہ امارت کی باطل خوشی اور ضد کو صداقت پر قربان کر کے سابقون اولون میں داخل ہو جانا نیکو ترجیح دیتا ہے امید ہے کہ

و اذا دعوا الى الله و رسوله ليحكم بينهم اذا فريق منهم معرضون (پ۱۷۔ع۱۲) کی آیت کا مصداق بن کر آپ اپنی جماعت کے واسطے برا نمونہ قائم نہ کریں گے۔

خاکسار غلام حیدر سابق ہیڈ ماسٹر مقیم سرگودھا پنجاب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۲۲ء مطابق ۷ صفر ۱۳۴۱ھ جلد ۱۹ نمبر ۴۸ ص ۲ و ۶)

معذرت از مصنف

ناظرین کرام سے چند مجبوریوں کی وجہ سے معافی کی درخواست کی جاتی ہے۔

ا۔ شہر سرگودھا میں بیماری نے کل کارخانوں کو درہم برہم کر دیا ہے۔ اور بعد میں جب لوگوں نے واپس آ کر کام کاج کو سنبھالا اس وقت بھی ہر دو مطابع کا کام دل جمعی سے نہ ہو سکا۔ خاکسار (غلام حیدر) نے اس ریویو کے طبع کرانے میں جس سخت محنت کو برداشت کیا ہے، اس کی شہادت ہر دو مطابع کے ملازم دے سکتے ہیں۔ اگر صبح کو کاتب کے پاس بیٹھا ہے، تو پچھلے پہر پریس مین کے سر پر کھڑا ہے۔ غرض تین ماہ میں بہ مشکل طبع کا کام انجام کو پہنچا مگر پھر بھی غلط نامہ ذیل شائع کئے بغیر چارہ نظر نہ آیا تاکہ مضمون کی ممکن طور پر تلافی ہو سکے۔

۲۔ ریویو کو سلسلہ وار نہیں لکھا بلکہ فراغت کے وقت مولوی محمد علی کے انگریزی قرآن سے مختلف مقامات کا نشان قلم بند کر لیا جن پر ریویو لکھنا مفید و مناسب سمجھا۔ جس جگہ اہل سنت کے عقائد کو سخت نقصان دیکھا اس کو تحریر میں لانا زیادہ قرین مصلحت جانا۔

اگر شائقین نے اس ریویو کی قدردانی کی تو انشاء اللہ ایک اور حصہ بھی طیار ہونے کی ریویو میں گنجائش ہے، ورنہ جو کچھ موجودہ ہر دو حصوں میں درج ہو چکا ہے وہ اہل بصیرت کے واسطے کافی ہے۔ ہاں اس ریویو کا انگریزی زبان میں طبع ہونا بھی غیر ممکن نہیں مگر یہ کام قدرت کی تائید پر منحصر ہے۔

۳۔ جن کھلی چٹھیوں کا ذکر حصہ اول میں ہوا ہے ان میں سے صرف مولوی محمد علی لاہوری کے نام ریویو میں شامل کی گئی ہے اور باقی چٹھیاں فریق متعلقہ کے نام علیحدہ علیحدہ جاری ہوں گی۔ ان شاء اللہ

(منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر احتساب قادیانیت جلد ۲۷ ص ۳۵۳۔۴۵۴، مع اضافات وتخریجات)

مولانا ثناء اللہ حیاۃ مسیح کے قائل ہیں

بابو حبیب اللہ کلرک، لکھتے ہیں: واضح ہو کہ حکیم خدا بخش احمدی نے عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۳۷۶ پر اور ماسٹر عبدالرحمٰن احمدی نے اپنے رسالہ، وفات عیسی، کے صفحہ ۳۷ پر لکھا ہے کہ مولانا ثناء اللہ ، حضرت عیسی بن مریم کی وفات کے قائل ہیں۔

مولانا موصوف نے اپنے اخبار اہل حدیث ۱۸ مئی ۱۹۲۳ء صفحہ ۳، اور ۲۰ جولائی ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۔۲۔۳ پر اس کے متعلق بہت کچھ لکھا ہے۔

اب میں ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر کی دل چسپی کے لئے دلائل کے ساتھ اس بات کو ثابت کرتا ہوں کہ جناب مولانا ثناء اللہ حیات مسیح کے قائل ہیں۔

ماسٹر غلام حیدر مولف، کشف الاسرار، کے الفاظ اخبار اہل حدیث ۲ ستمبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۵ پر اس طرح شائع ہوئے تھے:

مولوی محمد علی اپنے قرآن کے صفحہ ۲۴۱ پر بذیل آیت و ما قتلوہ و ماصلبوہ (الی) وماقتلوہ یقینا، یہ بیان تحریر فرماتے ہیں کہ لفظ صلبوہ سے مسیح کے صلبی عذاب کی نفی ثابت نہیں ہوتی۔ نفی صرف صلیبی عذاب سے موت کی ہے۔ اس کے متعلق کچھ اور بیان بھی درج ہے جس کا مفہوم یہ ہے کہ مسیح (مولوی محمد علی کا یہ مذہب تھا کہ مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر صلیب پر انہوں نے جان نہیں دی بلکہ اس واقعہ کے بعد اپنی طبعی موت سے مر گئے رسالہ مسیح موعود صفحہ ۱۴۱ تا ۱۴۸۔ اور عیسویت کا آخری سہارا ص ۱۷ تا ۴۴۔ یہی مذہب مرزا قادیانی کا تھا دیکھو ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸، مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۹، سرسید احمد کا بھی یہی مذہب تھا۔ تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۰ تا ۴۵) صلیب پر عذاب ضرور دیئے گئے مگر وہاں فوت نہیں ہوئے بلکہ بعد ازیں قدرتی موت سے مر چکے ہیں مولوی صاحب مسیح کے صلیبی عذاب میں نصاری کے مقلد ہیں اور انکی قدرتی موت کے وقوعہ میں اپنے خیالات کے پابند ہیں۔

اخبار پیغام صلح لاہور میں ماسٹر غلام حیدر کی مذکورہ بالا تحریر کا جواب ان الفاظ میں دیا گیا

اگر ماسٹر غلام حیدر اس روایت کو ہی پڑھ لیتے جو کتاب استیعاب سے مدارج النبوۃ میں نقل ہوئی ہے

کہ بعد نزول سورہ نساء جس میں آیت و ما صلبوہ وارد ہوئی ہے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (جو بدری صحابہ میں سے تھے) آنحضرت ﷺ کے قاصد ہو کر مقوقس والی اسکندریہ کے پاس جو عیسائی تھا نامہ مبارک آنحضرت ﷺ کو لے کر گئے تو مقوقس نے ان سے یہ اعتراض کیا کہ اگر تمہارا صاحب نبی ہے، تو اس نے کیوں خدا سے دعا نہ کی کہ اس کو مکہ سے ہجرت نہ کرنی پڑے۔ اس پر حاطب ؓ نے فرمایا کہ حضرت عیسی بھی تو نبی تھے، انہوں نے کیوں دعا نہ کی کہ دار پر کھینچے نہ جاتے۔ تو یہ کبھی نہ کہتے کہ حضرت علامہ سیدنا محمد علی ایدہ بنصر العزیز مسیح کے صلیب پر کھینچے جانے میں نصاری کے مقلد ہیں اگر حضرت عیسی دار پر کھینچے ہی نہ گئے تھے بلکہ آپ نے صلیب کی شکل ہی نہ دیکھی تھی تو حاطب ؓ جو ایک بدری صحابی ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں ایک عیسائی بادشاہ کے سامنے یہ کیوں فرماتے کہ حضرت عیسی نے کیوں دعا نہ کی کہ دار پر کھینچے نہ جاتے۔

معلوم ہوا کہ یہی صحیح معنی اس آیت کے ہیں کہ صلیب پر چڑھانے کی یہاں تردید نہیں ہوئی بلکہ صلیب پر مرنے کی تردید ہے۔ (پیغام صلح ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء)

اخبار اہل حدیث امرتسر میں مولانا ثناء اللہ نے اخبار پیغام صلح لاہور کے اڈیٹر کے مندرجہ بالا الفاظ کی تردید یوں کی:

آیئے ہم استیعاب میں اس مضمون کو تلاش کریں مگر پیش کرنے سے پہلے ہم قادیانی امت کو چیلنج دیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے اندر صداقت پاتے ہیں تو آئیں استیعاب کو بیچ میں رکھ کر ہمارے ساتھ فیصلہ کریں۔ تا سیاہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد، پس سنیئے۔ استیعاب فی معرفۃ الاصحاب کی جلد اول صفحہ ۱۳۴ اور ۱۳۵ میں یوں مذکور ہے:

حضرت حاطب ؓ نے کہا کہ مجھے رسول اللہ ﷺ نے اسکندریہ کے حاکم مقوقس کے پاس بھیجا میں نے آنحضرت ﷺ کا خط اس کو پہنچایا اس نے مجھے اپنے مکان میں اتارا میں اس کے پاس کئی روز ٹھہرا رہا ایک روز مقوقس نے اپنے مذہبی علماء کو بلا کر مجھے بھی مجلس میں بلایا اور کہا میں تم سے ایک بات پوچھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تم وہ میری بات اچھی طرح سمجھ لیجئو۔ میں نے کہا فرمایئے۔ کہا تم نے اپنے صاحب (حضرت ﷺ) کی طرف سے بتایا کہ وہ نبی ہے۔ میں نے کہا ہاں وہ رسول اللہ ہیں۔ یہ سن کر مقوقس نے کہا پھر کیا وجہ کہ جب اس کی قوم نے اس

کواس کے شہر سے نکال دیا تو اس نے ان پر بد دعا کیوں نہ کی؟ میں (حاطبؓ) نے کہا حضرت عیسیٰ کی بابت آپ شہادت دیتے ہوں گے کہ وہ رسول اللہ تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کو ان کی قوم نے پکڑ کر سولی پر چڑھانا چاہا تو انہوں نے ان پر اس مضمون کی بد دعا کیوں نہ کی کہ خدا ان کو تباہ کر دیتا۔..

یہاں تک کہ اللہ نے عیسیٰ کو اپنی طرف پہلے آسمان میں اٹھالیا ۔ یہ جواب سن کر مقوقس نے کہا تو نے بہت اچھا جواب دیا۔تو بڑا دانا ہے ..اور بڑے دانا کے پاس سے آیا ہے

یہی روایت خصائص الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۲ اور کتاب معجزات نبی الوری جلد ۲ صفحہ ۱۳۱ پر بعینہا انہی لفظوں میں موجود ہے۔

احمدی دوستو! کیا ہم امید رکھیں کہ تم لوگ اپنے ہی پیش کردہ حوالہ کو سامنے رکھ کر ہمارے ساتھ فیصلہ کرلو گے؟ واقعات گذشتہ سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ تم لوگ مدینہ کی ایک قوم (یعنی یہود) کی طرح خیر نا و ابن خیر نا کہہ کر فوراً اپنے قول کے برخلاف، شرّ نا و ابن شرّ نا کہنے لگ جایا کرتے ہو۔

پس اگر تم نے اپنے حوالہ، استیعاب، کے مطابق حضرت عیسیٰ کی زندگی اور آسمان پر جانے کے مسئلہ کا فیصلہ استیعاب سے ہمارے ساتھ نہ کیا تو ہمارا دعوی ثابت ہوگا۔ اگر کرلیا تو ہمارا دعوی غلط: بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا (اہلحدیث امرتسر ۳۰ دسمبر ۱۹۲۱ء)

نتیجہ یہ نکلا کہ جناب مولانا ثناء اللہ اڈیٹر اہل حدیث کا مذہب یہی ہے کہ حضرت مسیح عیسیٰ بن مریم آسمان پر اٹھائے گئے اور آج تک زندہ ہیں۔

نوٹ: قرآن کے الفاظ رفعہ اللہ الیہ کی صحیح تفسیر روایت حضرت حاطبؓ ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح ؑ یہود کے ہاتھوں سے نہ مقتول ہوئے، نہ صلیب پر چڑھائے گئے۔ بلکہ خدا نے ان کو آسمان کی طرف اٹھالیا۔ یہی مذہب عبداللہ بن عباس کا تھا۔ دیکھو ابن جریر جلد ۲۸ صفحہ ۵۶، ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۴۲۲ جلد ۹ صفحہ ۴۵۴، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۸، ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۷۸۱، فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۳۴۶ ا کسیر اعظم جلد ۶ صفحہ ۳۸۔۳۹۔ (گل دستہ ثنائی ۲ محرم ۱۳۴۲ھ۔ ۱۷۔اگست ۱۹۲۳ء ص ۱۶۔۱۷)

(مشن جلد۱۰سے؟؟)(معلوم نہیں ان الفاظ سے کیا مطلب ہے میرا؟ بہاء)

تنقید شرح بخاری پارہ اول مسمی فضل الباری

مولفہ مولوی محمد علی ایم اے لاہوری

جناب ماسٹر شیخ غلام حیدرؒ مقیم سرگودھا لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب ایم اے لاہوری خاص اپنے مشرب کے عقائد کے ماتحت اسلام کی جو خدمت کرر ہے، وہ علماء اہل سنت کے واسطے ایک زندہ سبق ہے۔ بالفعل صرف پہلا پارہ طبع ہوا ہے اور ہر دو ماہ کے بعد ایک پارہ شائع ہونے کی توقع دلائی گئی ہے۔

اس سے پہلے وہ قرآن شریف کا انگریزی ترجمہ مع تفسیر نیز اردو ترجمہ مع تفسیر شائع کرا چکے ہیں۔ انگریزی ترجمہ کے متعلق کسی اہل سنت انگریزی خوان نے چونکہ اتنی مدت تک کچھ نہ لکھا، اس واسطے مجبوراً بوڑھی عمر میں خاکسار (غلام حیدر) نے اس فرض کفایہ کو کتابی صورت (کشف الاسرار) میں ادا کیا۔ اور الحمدللہ کہ خاص اس ملک میں اور غیر مما لک میں بھی جہاں اردو خوان اصحاب موجود ہیں، اس کتاب سے اہل سنت کے عقاید کو صحیح روشنی میں دیکھ کر اکثر نے بلا طلب شکریہ ادا کیا۔

عرصہ چھ سال سے مولوی محمد علی صاحب یا ان کی جماعت کے کسی فرد کو کشف الاسرار کے دلائل توڑ نے کی جرأت نہیں ہوئی۔ اب چونکہ مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر القرآن مع اردو ترجمہ بھی شائع ہو چکے، بخاری شریف کے ترجمہ وشرح کی طرف علماء دیو بند واہل حدیث کی توجہ منعطف کرا کر تھوڑا سا نمونہ مولوی محمد علی صاحب کے ترجمہ وشرح بخاری شریف پارہ اول کا ہدیہ ناظرین کرتا ہوں، تا کہ ثابت ہو کہ جس طرح قرآن شریف کے انگریزی ترجمہ وتفسیر میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اکثر مقامات پر اہل سنت کے عقاید کے صریح خلاف لکھا ہے، اسی طرح بخاری شریف سے بھی سلوک کریں گے۔ اور اگر علماء اہل سنت نے مولوی محمد علی صاحب کے اردو ترجمہ قرآن و بخاری کی تنقید سے بھی پہلو تہی کی، تو وہ جانیں اور ان کا خدا ورسول۔

خاکسار(ماسٹرغلام حیدر)اب ۷۴ سال کی عمر میں اس محنت کے قابل نہیں ۔

الف:صفحہ ۱۴ ذیل حدیث

عن نبی ﷺ قال یدخل اهل الجنة الجنة واهل النارالنار ثم یقول الله اخرجوا من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایمان فیخرجون منها قد اسودّوا فیلقون فی نهر الحیا او الحیاة شك مالك فینبتون کما تنبت الحبة فی جانب السیل الم تر انها تخرج صفراء ملتویّة فرمایانبی ﷺ نے بہشت والے بہشت میں داخل ہونگے اوردوزخ والے دوزخ میں پھراللہ کہے گا اسے نکال دوجسکے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابرایمان ہو۔سووہ اس سے نکالے جائینگے ۔یہ مالک کوشک ہےاوروہ اگیں گے جس طرح دانہ ندی کے کنارے اگتا ہے کیاتونہیں دیکھتا کہ زرد لپٹا ہوانکلتا ہے

قال: (یعنی مولوی محمد علی لاہوری کہتے ہیں)مشرک کو نہ بخشنے سے مراد یہی ہے کہ وہ سزا پالے گا مگر سزا کے بعد پھر اسے نہ صرف اس سزا سے نکال دیا جائے گا بلکہ وہ ایک نئی زندگی حاصل کرے گا۔یہی مراد نہر حیات میں ڈالے جانے سے ہے۔یہ امید سوائے اسلام کے کسی دوسرے مذہب نے نہیں دی کہ آخر کار سب ہی ایک نئی زندگی پا لیں گے۔اور یوں سزا کا فلسفہ بھی بتا دیا کہ وہ دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ بیماریوں سے پاک کرنے کے لئے ہےاس کی تائید قرآن شریف اور بہت احادیث سے ہوتی ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے بہت سے صحابہ کے اقوال اس بارے میں نقل کئے ہیں کہ نـــــار پر آخر فنا آئے گی اور حضرت عمرؓ کا قول بھی یہی ہےاور حضرت ابو بکرؓ سے روایت ہے کہ آپ نے فرمایا سیأ تی علی جهنم زمان لا یبقی فیها احد یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا اس میں کوئی شخص باقی نہ رہے گا۔

اقول:(یعنی ماسٹر غلام حیدر لکھتے ہیں)مولوی محمد علی صاحب لاہوری شرح حدیث میں تحریف لفظی کر رہے ہیں۔ حدیث میں مشرک کا کوئی لفظ وارد نہیں، نہ دوزخ سے اس کے نکالے جانے کا ذکر ہے۔ بلکہ جن کے دل میں رائی جتنا بھی ایمان ہوگا ان کا ذکر ہے۔اور یہ عین انصاف ہے کہ وہ ہمیشہ دوزخ میں نہ رہیں۔

سزا کا فلسفہ دوزخ میں پاک کرنے کا بالکل غلط ہے، بلکہ وہ بموجب قرآن مجید جـزاء و فـاقـا

گناہوں کی مستوجب سزا ہے جس کے واسطے

و ما ظلمنا هم و لكن كا نوا هم الظا لمين

(الزخرف:۷۶)(ہم نے ظلم نہیں کیا ان پر، بلکہ وہ خود ظالم ہیں)

و ما ظلمنا هم و لكن ظلموا انفسهم (هود : ۱۰۱)

و ما ظلمنا هم و لكن كا نوا انفسهم يظلمو ن (النحل:۳۳)

و لا يخفف عنهم العذا ب (یعنی ان سے عذاب کم نہیں کیا جائے گا)

و ز دنا هم سعيراً ۔(اور زیادہ کریں گے ہم ان کو عذاب)

و العذا ب ا لآ خرة ا خزى (اور عذاب آخرت کا زیادہ ذلیل کرنے والا ہے)

وغیر ہا نصوص موجود ہیں۔

۲۔مشرک کی عدم مغفرت پر بشرطیکہ وہ شرک سے بے توبہ فوت ہو، علاوہ کثیر الآیات یہ دو آیات نصوص مبین موجود ہیں

ان الله لايغفر ان يشر ك به.(بے شک اللہ نہیں بخشتا کہ اس سے شرک کیا جائے)

انــه من يشرك با لله فقد حر م الله عليه الجنة (جس نے اللہ کے ساتھ شرک کیا پس اللہ ضرور اس پر جنت کو حرام کردے گا)

اسی طرح کافر کے عدم خروج من النار پر بھی نصوص موجود ہیں

و ما هم بخا ر جين من النار (وہ آگ سے نکل نہیں سکیں گے)

فاليو م لا يخر جو ن منها و لا هم يستعتبو ن

(یعنی قیامت میں وہ دوزخ سے نکالے نہیں جائیں گے اور نہ ان کی توبہ قبول کی جائے گی)

ان کے علاوہ بھی نصوص قرآنی موجود ہیں۔مگر مولوی محمد علی صاحب جیسے دماغ والوں کو ذہن نشین کرنے کے واسطے قرآن کریم نے کافر و مشرک کے عدم دخول جنت کے واسطے ابلغ طور پر اس طرح بھی فرمادیا

لا تـفتّـح لهـم ابـواب السـمـاء و لايـد خـلـو ن الـجنة حتى يلج الجمل فى سمّ

الخياط (اعراف:۴۰)ان کیلئے آسمان کے دروازے ہرگز نہ کھولے جائیں گے اور نہ وہ بہشت میں داخل ہوں گے جب تک کہ اونٹ سوئی کے ناکے سے گذر نہ جائے)

۳۔نہر حیات کوئی استعارہ نہیں بلکہ حقیقت ثابتہ ہے۔اوراس میں صرف انہی کا تزکیہ ہوگا جن کا صحیح بخاری کی محولہ حدیث میں ذکر ہے، نہ مشرک کا۔

مولوی محمد علی کا دیباچہ میں تو دعوی ہے کہ احادیث کو قرآن سے حتی الوسع تطبیق دینے کی سعی کی جائے گی ،مگر عقیدہ بھی قید سے سخت تر چیز ہے۔مولوی محمد علی نے غیر ثقہ روایات واقوال الرجال کی پناہ لی اور آیات محکمات واحادیث صحیحہ مرفوعہ کو بالکل نظر انداز کر دیا۔

۴۔مولوی محمد علی ایک اور عجیب نکتہ یہ بیان فرماتے ہیں کہ مشرک وکافر کے آخر میں جنت میں داخل ہونے کی امید کسی مذہب نے پیش نہیں کی۔

بہت خوب!اس عقیدہ سے مولوی محمد علی نے پولوسی کفارہ کی جگہ باحسن طور پر کردی۔مگراس عقیدہ سے مصلحت نزول کتب سماوی وتبلیغ رسالت وتخلیق ہر دو عالم باطل ہو جاتی ہے اور اللہ تعالی پر کذب کا الزام عائد ہوتا ہے۔

۵۔مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو واضح ہو کہ ایسے عقیدہ سے اسلام نے ہرگز جھوٹی امید نجات کی نہیں دلائی، بلکہ سخت سے سخت مشرک وکافر تک کو بھی توبہ سے لا تقنطوا کا مژدہ بوساطت رحمۃ للعالمین ﷺ سنا دیا ہے۔مگر مذکورہ اقسام کے واسطے بصورت عدم توبہ نبی ﷺ اور مومنین کو طلب مغفرت وشمول جنازہ سے تاکیداً منع کر دیا ہے۔اور منکر اقوام کو ہلاک کر کے ایک منصفانہ اصول کا پتہ بتلا دیا ہے کہ آئندہ آخرت میں اللہ تعالی کی کیا سنت ہوگی۔

حدود کے اجراء کے واسطے قرآن شریف ولا تاخذكم بهما رأفة في دين الله (یعنی اللہ کی حدود جاری کرنے کے وقت تمہارے دلوں میں رحم نہ آوے)۔اور کفار کے مقابلہ میں اغلظ عليهم (یعنی اے نبی ان پر سختی کر)،اور صحابہ کی شان اشداء على الكفار (یعنی اصحاب نبی ﷺ کافروں سے سخت برتاؤ کرتے ہیں) فرماتا ہے۔

جس طرح اللہ تعالی کی دنیاوی سنت کے واسطے فقطع دابر القوم الذين ظلموا والحمدلله رب العالمين (یعنی ظالموں کی جڑ کاٹی گئی اور سب حمد اللہ رب العالمین کو سزاوار ہے) قرآن میں موجود ہے۔ اسی طرح

آخرت میں بھی اسی سنت پرنص و قضی بینهم و قیل الحمد لله رب العالمین گواہ ہے۔یعنی قیامت کے دن انصاف سے فیصلہ ہوچکنے کے بعد ملائک کہیں گے سب حمد رب العالمین کوسزاوار ہے جس نے پوراانصاف کیا۔

یہود کے واسطے شرک مادون جرم یعنی کتمان حق باخذ رشوت پرقرآن تولا یکلمهم الله یو م القیا مة و لایز کیهم (یعنی اللہ قیامت کے دن ان سے کلام نہیں کرے گا اور نہ ان کا تزکیہ کرے گا)،فرماتا ہے۔مگر مولوی محمد علی کی قرآن فہمی اورحدیث فہمی دیکھیئے کہ مشرک کوبھی تزکیہ کے واسطے نہر حیات میں غوطہ دلا رہے ہیں۔

٦۔مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اس بارہ میں جواقوال رجال وضعیف روایات پیش کئے ہیں وہ نصوص قرآنی پرحکم نہیں ہوسکتے۔اورصحیح مسلک یہی ہے کہ اس قسم کی احادیث ضعیفہ واقوال الرجال کواصل محکمات کے ماتحت تطبیق دیناچاہیے تاکہ اختلاف کادروازہ نہ کھل جائے اوراسلام میں بےہودہ عقائدداخل نہ ہوجائیں۔

بےشک ابن تیمیہؒ،محی الدین عربیؒ اورایک آدھ اور نے بھی فناء النار کے مسئلہ کی طرف میلان ظاہرکیا ہے،مگرعلماءاہل سنت نے ان سے اتفاق نہیں کیا۔بلکہ شوکانیؒ ،ابن جوزیؒ،مجددالف ثانیؒ وغیرھم نے اسکی تردیدمیں کتب تالیف کی ہیں تفاسیرفتح البیان،مواہب الرحمٰن،درمنثورمیں بھی خالدین فیها ما دا مت السّماوا ت و الار ض ا لّا ما شاء ر بّك کےذیل میں کسی قدرتردیدموجودہے۔غایت سےغایت لا یبقی فیها احد سےمرادخاص اسی طبقہ کاخالی ہوناہےجس کی احادیث مرفوعہ میں تشریح موجودہے۔

ب: قال:صفحہ۳۸زیرحدیث نمبر۷نوٹ نمبرمیں مولوی محمد علی صاحب لاہوری ثم قا ل ما من شیء لما کن ار یته ا لا ر أیته فی مقا می هذا حتی الجنة والنار کےذیل میں اس طرح فرماتے ہیں :یعنی فرمایاکہ کوئی چیزایسی نہیں جودکھلائی گئی تھی مجھ کومگرمیں نے دیکھ لیااس کو بیچ اپنی اس جگہ کے حتی کہ بہشت اوردوزخ بھی۔

پس اگرسب چیزوں کواس مقام پرکھڑے ہوئے دیکھ سکتے تھےتویہ کیوں زور دیاجاتاہے کہ معراج جب تک اس جسم کےساتھ نہ ہواہوآپ آسمان پرکیوں کرجاسکتے اوربہشت ودوزخ دیکھ سکتے تھے۔

اقول: (یعنی ماسٹر غلام حیدر لکھتے ہیں) یہ مدنی واقع اصل معراج جسمانی کے بعد کا ہے جو مکی زندگی میں ہوا جس میں پانچ نمازوں کا حکم ہوا۔ احادیث سے جناب ﷺ کا چند بار نماز میں بلا سواری براق و بے معیت جبریل کشفی معراج بھی ثابت ہے جو آپ کے کمال روحانیت کی دلیل ہے مگر مولوی محمد علی صاحب کو جسمانی معراج سے صاف انکار ہے جس پر سورہ اسراء سورہ نجم کی آیات و احادیث مرفوعہ شاہد ہیں۔ اگر مولوی محمد علی اس مسئلہ کو قبول کر لیں تو رفع و نزول مسیح بھی ساتھ ماننا پڑتا ہے جو ان کے عقیدہ کے خلاف ہے۔ خواجہ کمال الدین باہر جا کر آپ کو حنفی بتاتے ہیں مگر معراج جسمانی و نزول مسیح و بعض دیگر عقاید میں حضرت امام ابوحنیفہؒ سے بالکل الگ ہیں۔

ج۔ **قال:** صفحہ ۳۹ حدیث نمبر ۹۷ میں صحابہ کا نبی ﷺ کے پاس مدینہ شریف میں باری باری آنے کا ذکر ینزل یو ما اور انزل یو ما کے الفاظ سے مذکور ہے یعنی ایک دن فلاں صحابی آتا ایک دن میں آتا۔ اس پر مولوی محمد علی صاحب لاہوری نوٹ نمبر ا میں یوں فرماتے ہیں: فلاں فلاں صحابی کے مدینہ آنے پر لفظ نزول بولا گیا ہے حالانکہ وہ آسمان سے نہیں اترا کرتے تھے۔

اقول: (یعنی ماسٹر غلام حیدر لکھتے ہیں) اگر یہ علمی اصول صحیح ہے کہ مختلف المعنی الفاظ کا صحیح ترجمہ اور مفہوم بموجب قرائن قرار دیا جاتا ہے تو مولوی محمد علی صاحب کا اس لفظ نزول کو حدیث میں سفر یا آنے کے معنی قرار پانے سے اپنے عقیدہ پر استدلال کرنا بالکل غور ہے۔ مسیح کے رفع و نزول کے ساتھ قرائن کثیرہ احادیث صحیحہ میں موجود ہیں ان سے حقیقت کھل جاتی ہے مگر اہل سنت کے ہاں مسیح موعود کے آسمانی رفع و نزول کی احادیث بھی موجود ہیں اور مسیح موعود کی شخصیت کے قرائن و علامات مخصوصہ ایسے زبردست ہیں کہ وہ کسی غیر مدعی پر ہرگز چسپاں نہیں ہو سکتے جس طرح وہ پہلے مدعیان مسیحیت پر چسپاں نہیں ہوئے (کشف الاسرار میں ہر سہ مذکورہ مسائل کو زیادہ مدلل بیان کیا گیا ہے شائقین اس کی طرف رجوع کریں)

جناب رسول اللہ ﷺ نے مسیح موعود کے متعلق مسیح ابن مریم کے الفاظ بطور استعارہ کے نہیں فرمائے بلکہ اسی طرح فرمائے جس طرح قرآن مجید نے متعدد دفعہ فرمائے۔ جب قرآنی مسیح ابن مریم غیر موجود نہیں ہو

سکتا،تو احادیث والا مسیح موعود بھی غیر موجود نہیں ہوسکتا۔زیادہ حیرت وتعجب تو اس پر ہے کہ قادیانی مسیح احادیث والے مسیح ابن مریم کی حقیقت کو تسلیم کرنے کے باوجود تاویلات کرنے سے باز نہیں رہ سکتے اور علم معانی کی رو سے حقیقت کے امکان کے بعد تاویل باطل ہوتی ہے۔علاوہ ازیں اسم علم کی تاویل ناجائز ہے مگر علمی ومنصوص اصول کی بنا پر اس جماعت سے قطعی فیصلہ کرنا بڑا مشکل ہے کیونکہ اس کے اپنے اصول بالکل جداگانہ ہیں مثلاً اگر متنازعہ فیہ امر میں اس جماعت کے سامنے یہ منصوص اصول پیش کیا جاتا ہے

فان تنازعتم فی شیء فردّوہ الی اللّٰہ و الرسول ان کنتم تؤمنون باللہ و الیوم الآخر (پس اگر تمہارا کسی امر پر آپس میں تنازعہ ہو پڑے تو اللہ اور اس کے رسول کی طرف رجوع کرو اگر تم کو اللہ اور آخرت پر ایمان ہے)

تو بوجہ عدم ملکہ تطبیق اپنے مزعومہ عقیدہ کے خلاف پا کر جھٹ یوں کہہ دیتے ہیں کہ یہ حدیث قرآن کے خلاف ہے۔یہ نہیں سمجھتے کہ اگر حدیث صحیح سے فیصلہ غیر ممکن ہوتا تو قرآن ہم کو اس اصول منصوصہ کی ہرگز رہنمائی نہ کرتا۔قرآن کو تو صحیح حدیث پر اعتبار ہے،مگر اس جماعت کو اعتبار نہیں،اور اس کی اطلاع ہم کو قرآن شریف پہلے ہی آیت ذیل میں دے چکا ہے

و اذا دعوا الی اللہ ورسولہ لیحکم بینھم اذا فریق منھم معرضون
(یعنی جب ان کو فیصلہ کے واسطے قرآن ورسول کی طرف دعوت دی جاتی ہے تو ان میں سے ایک ایسی جماعت بھی ہے جو منہ پھیر لیتی ہے(اور نہیں مانتی)

جب اہل علم مومنین علمی ومنصوص اصول کے پابند رہے ہیں اور ہونا بھی چاہیے(کیونکہ سبیل المومنین یہی ہے)تو قادیانی مسیح کی امت کا ان اصول حقہ صریح سے صریح اعتراض دیکھ کر خاکسار کو ان کے اپنے خاص اصول وعقائد کی ان کے امام کی تحریرات سے مزید تحقیق کرنے کی طرف خاص توجہ ہوئی اور اثناء تحقیق میں ان میں حق وباطل ہر دو موجود پائے پس حق کو تو قبول کرلیا اور باطل کو رد کردیا۔

پس بنظر افادہ مسلمین ان کے اباطیل سے قدرے نمونہ پیش کیا جاتا ہے جس میں کافی ثبوت صحیح بخاری پارہ ۱۴ والی حدیث کا ملتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت سے پہلے تیس کذابوں دجالوں کا آنا

ضروری ہے جو نبوت کا جھوٹا دعوی کریں گے اور انجیل متی باب ۲۴ والی حضرت مسیح کی متفقہ پیش گوئی سے حدیث مذکورہ کی مزید تصدیق بھی حاصل ہوگئی کہ بہت سے جھوٹے نبی اور جھوٹے مسیح اٹھ کھڑے ہوں گے اور بعض اہل دانش بھی بوجہ ان کی عجیب چالبازیوں کے ان کے مطیع ہو جائیں گے

اصول اول: کذب وافترا

جب مرزا غلام احمد قادیانی کو قبل نزول مسیح مسئلہ ظہور مہدی کا کسی خاص وجہ سے ناگوار اور خلاف مرضی معلوم ہوا تو بطور تصدیق ازالہ اوہام صفحہ ۵۱۸ پر یوں فرمایا (بطور خلاصہ)

مہدی والی کسی حدیث کو صحیحین (بخاری ومسلم) نے بوجہ عدم صحت بالکل درج نہیں کیا حالانکہ ان ہر دو کتب میں اخیر زمانہ کا پورا نقشہ موجود ہے۔

بہت خوب! مگر جب خود مہدی بننے پر جم گئے تو بطور تصدیق اسی بخاری کی طرف سے اپنی جھوٹی بنائی ہوئی ایک حدیث شہادۃ القرآن صفحہ ۴۰ میں پیش کردی (بطور خلاصہ) مہدی کے ظہور کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی ھذا خلیفة الله المهدی، اور بخاری کو اصح الکتب بعد کتاب اللہ فرما کر اس حدیث موضوعہ خود کی طرف خاص توجہ دلائی۔

اقول: اب اگر بخاری میں یہ حدیث موجود ہے تو خاکسار کاذب ومفتری، ورنہ وہ کاذب ومفتری، بلکہ ڈبل کاذب ومفتری۔

اصول دوم۔ تحریف لفظی وخیانت

جب مرزا غلام احمد کو مجدد بننا مدنظر تھا، تو براہین احمدیہ صفحہ ۵۴۶ وازالہ اوہام صفحہ ۹۱۴ وتحفہ بغداد صفحہ ۲۰۔۲۱ میں یوں لکھ دیا (بطور خلاصہ)

مجدد سرہندی مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو کثرت مکالمہ ومخاطبہ کا شرف حاصل ہو اور بہت سے امور غیبیہ اس پر کھولے جائیں وہ مجدد ہوتا ہے

بہت خوب! مگر جب آپ نے نبی بننے کا دل میں فیصلہ کرلیا تو مجدد سرہندی کے اپنے محولہ رقعات

میں تحریف لفظی وخیانت کر کے بجائے مجدد کے لفظ نبی پیش کر دیا اور مثال حضرت عمر (جو محولہ رقعات میں بعد لفظ مجدد کے تھی) اس حوالہ میں بالکل اڑا دی۔

ایک ہی بوتل سے دو قسم کا عرق حسب موقعہ نکال کر دے دینا ان کا ضروری اصول تھا

اصول سوم: دجل ومکر

اپنے مریدوں کو قابو رکھنے کے لئے اور دوسرے مسلمانوں کو اپنے جال میں پھنسانے کے واسطے مرزا قادیانی کبھی کبھی حسب نمونہ ذیل اشعار بھی فرمایا کرتے تھے

ما مسلمانیم از فضل خدا۔ مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام۔ ہر نبوت را بر او شد اختتام
معجزات انبیائے سابقین۔ آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان ودل ایمان ما ست۔ ہر کہ انکارے کند از اشقیاء ست

اقول: اپنے پیشوا مصطفیٰ خیر الرسل خیر الانام ﷺ کے ادب ومنزلت اور وقعت کا جو عملی ثبوت آپ نے پیش کیا وہ اعجاز احمدی صفحہ ۷۱ میں اسطرح ہے: اس کے واسطے ایک قمر کا خسف واقع ہوا، مگر میرے لئے دو کا یعنی چاند اور سورج کا۔

اس سے زیادہ وقعت ازالہ اوہام حصہ ۲ ص ۶۹۱ میں اس طرح مذکور ہے (بطور خلاصہ)

اگر آنحضرت ﷺ کو بوجہ عدم موجودگی نمونہ پوری حقیقت ابن مریم دجال یاجوج ماجوج، دابۃ الارض کی بذریعہ وحی منکشف نہ ہوئی ہو تو کچھ تعجب نہیں

نبوت کے خاتمہ کا آپ کو ایسا یقین حاصل تھا کہ کوئی قسم کی نبوت ایسی نہ رہی جس کا دعوی کر کے آپ فوت نہ ہوئے ہوں ظلی نبوت کا، بروزی نبوت کا، غیر تشریعی کا، تشریعی کا۔

باقی آپ کا یقین انبیائے سابقین کے معجزات مذکورہ قرآن مجید کی نسبت بطور نمونہ معجزات قرآنی باذن اللہ حضرت مسیح کا حال ازالہ اوہام وغیرہ میں موجود ہے جہاں ان معجزات کے متعلق حقارت کا کوئی لفظ بھی آپ کے حافظہ ولغت سے باہر نہیں رہ گیا۔ یعنی قابل نفرت، مکروہ، عمل الترب، مسمریزم وغیرھا۔

خدانا حق ضد سے محفوظ رکھے جو آگا پیچھا بالکل دیکھنے نہیں دیتی۔آپ کو اتنا بھی معلوم نہ تھا کہ کم ازکم میں لفظ مسمریزم کا استعمال تو نہ کروں کیونکہ وہ اٹھارویں صدی عیسوی کی ایجاد ہے، (دیکھو انسائیکلوپیڈیا برٹانیکا زیر لفظ مسمریزم)

اب اگر مذکورہ اصول جناب مرزا غلام احمد کو حدیث سابقہ محولہ بخاری پارہ ۱۴ و پیش گوئی مذکورہ محولہ انجیل متی باب ۲۴ ہر دو سے تطبیق دی جائے تو بلا ریب ایک باانصاف محقق اس نتیجہ پر پہنچنے میں تامل نہیں کرے گا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حدیث مذکورہ و پیش گوئی انجیلی کے عین وصحیح مصداق ہیں۔مگرافسوس کہ ان کی جماعت اسلام کے نام سے مسلمانوں کے عقائد کس ڈھب سے بگاڑ رہی ہے اللہ تعالی زمانہ کے گمراہ کن فتنوں سے ہم کو عقائد اہل سنت ماانا علیه وا صحابی پر قائم رکھے اور گمراہوں کو توبہ وہدایت بخشے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۲ نومبر ۱۹۲۶ء مطابق ۵ جمادی الاول ۱۳۴۵ھ جلد ۲۴ نمبر ۲ ص ۵۔۸)

محمد علی کے ترجمہ قرآن کی نسبت المنار کی رائے

جناب مولانا محمد عثمان فارقلیط دہلوی دفتر جمعیت علماء ہند دہلی سے لکھتے ہیں:

کل المنار (مصر) کا تازہ پرچہ ولائتی ڈاک سے موصول ہوا جس میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے ترجمۃ القرآن انگریزی پر مدیر المنار نے ایک سائل کے جواب میں اپنے خیالات کا اظہار فرمایا ہے اور مختصر الفاظ میں اس کی حقیقت ایسی واضح کی ہے کہ جسے پڑھ کر لاہوری احمدی اپنے بلند بانگ مگر بے معنی شوروشر پرضرور نادم ہوں گے اور انہیں معلوم ہوجائے گا کہ ایک انگریزی دان ہندی کی تفسیر اہل زبان اور عربی ادب وانشاء کے اساطین کے نزدیک کیا وقعت رکھتی ہے۔

ہمیں تفسیر کی صحت وعدم صحت سے فی الحال بحث نہیں ہے بلکہ اس وقت جماعت احمدیہ کے ذمہ دار اراکین کی اس بانگ بے ہنگام کا انکشاف مقصود ہے جو وہ ہندوستان میں انگریزی تفسیر کے متعلق شائع فرماتے رہتے ہیں اور تحسین وآفرین کے نمائشی پھول برسا کر اپنی علالت ذوق اور علمی بے مائیگی کا ثبوت بہم پہنچاتے

رہتے ہیں

تفسیر مذکور کی نسبت یہ کہنا کہ اس کو دنیا میں جیسی مرجعیت اور مقبولیت حاصل ہوئی ہے وہ کسی دوسری تفسیر کو آج تک نصیب نہیں ہوئی ہے، انتہاء درجہ کی ناواقفیت اور عدم احتیاط کی غیر ذمہ دارانہ حرکت ہے جسے کوئی ہوش منداور بالغ نظر تسلیم کرنے کے لئے تیار نہیں۔ اس سے مطلب ہندوستان کے عام مسلمانوں میں اعتبار اور اعتماد پیدا کرنا اور اپنے تقدم وترقی کی جانب تیز پا اقدام اور اپنی نظر فریب خدمات کی تشہیر ہے۔ بہر حال ہم المنار کے اس حصہ کا ترجمہ درج ذیل کرتے ہیں تاکہ دیار اسلامیہ میں جو وقعت وعزت اس تفسیر کو حاصل ہے وہ معلوم ہو جائے۔

سوال: مولوی محمد علی ہندی نے جو انگریزی تفسیر لکھ کر شائع کی ہے اس پر اعتماد وعمل کرنا جائز ہے یا نہیں؟ اس تفسیر کا ترجمہ انگریزی سے ملاوی زبان میں حاجی عثمان جوکروامینوٹو نے کیا ہے جس کی وجہ سے علماء جاوہ میں سخت نزاع پیدا ہو گیا ہے اور اکثر علماء نے اس تفسیر پر نہایت مدلل اور معقول اعتراض کئے ہیں لیکن جاوی قرآن کے مترجم حاجی عثمان کہتے ہیں کہ مجھے اس تفسیر میں کوئی غلطی معلوم نہیں ہوتی۔ پس آپ کا فرض ہے کہ اس کے متعلق اپنی رائے کا اظہار کریں

جواب: یہ بات مشہور ہے کہ مولوی محمد علی جو اس تفسیر کے مصنف ہیں قادیانی عقائد کے مبلغ ہیں اور اس میں بھی شک نہیں کہ تفسیر مذکور میں بعض آیات میں مضحکہ خیز معنوی تحریف کی گئی ہے۔ وہ آیات جن کا تعلق حضرت مسیح علیہ السلام سے ہے یا وہ آیات جن کو زبردستی مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیح موعود پر چسپاں کیا گیا ہے، ہمارے دعوی کا کھلا ثبوت ہیں۔ انہی وجوہات کی بنا پر جامع ازھر کے شیوخ اور بیروت کے مفتی نے اس انگریزی ترجمہ کی مصر اور شام میں داخلہ کی ممانعت کر دی ہے تاکہ لوگ تحریف وتسویل سے گمراہ نہ ہوں اور ان کے سلفی عقاید پر زد نہ پڑے ۔قادیانی بے شک دائرہ اسلام سے خارج ہیں کیونکہ وہ مسیح الدجال کے حق میں وحی اور رسالت کے مجوز ہیں ان کو قرآن کریم کی معنوی تحریف میں وہ ملکہ حاصل ہے جن کے مقابلہ میں باطنی عقاید کے پیرو اور فارس کے زندیق کوئی حقیقت نہیں رکھتے۔ انکے نزدیک سورہ فاتحہ میں استمرار وحی الی آخر الزمان منجملہ نکات ومعارف قرآن سے ہے۔ قادیانی مدعی کے فاسد عقاید اور جاہلانہ غلط نویسی کی تردید ہم نے اس کی

زندگی میں بھی کی ہے اوراس کیموت کے بعدبھی ہم اس امر سے غافل نہیں ہیں اور انشاء اللہ ہم باطل کا مقابلہ حق وانصاف کےساتھ تامقدور کرتے رہیں گے۔

میری تحقیق میں اس ترجمہ پر ہرگز اعتبار نہ کرنا چاہیے اور نہ فہم کا کا کوئی خاکہ اورعمل وسعی کا کوئی نقشہ اس کج اور ناہموار سطح پر تیار ہوسکتا ہے۔ رہا یہ امر کہ یہ تفسیر غیر اقوام میں اشاعت اسلام کے سلسلہ میں بہت مفید ہے،سو حقیقت میں یہ وہی کہہ سکتا ہے جس کو مطالب قرآن پر عبور نہ ہواور نہ وہ لغت عرب اور اسا لیب قرآن پر کوئی ادنی سی بھی واقفیت رکھتا ہو۔سلف کی تفسیر سے واقف انسان کبھی اس لغو گوئی کا مرتکب نہیں ہوسکتا۔

(المنار۔صفر ۱۳۴۷ھ ص ۲۸ مطبوعہ مصر)

مندرجہ بالاتحریرکسی حاشیہ کی محتاج نہیں اور نہ اپنے اظہار وبیان میں کسی اضافہ کی حاجت مند۔امید ہے کہ مولانا محمد علی لاہوری اسے پڑھ کر اپنی ،لاثانی تفسیر۔ پر نظر ثانی کی تکلیف ضرور گوارا فرمائیں گے ورنہ ان کی یہ حرکتیں مسلمانوں کی روحانی اذیت کا موجب بنی رہیں گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ستمبر ۱۹۲۸ء ۔ج ۲۵ نمبر ۴۴ ص ۱۰۔۱۱)

....

کشف الحقائق

ریویو برترجمہ بخاری شریف از محمد علی لاہوری

(ماسٹر غلام حیدر شیخ)

اس تنقید کا ایک جزوی ماحصل اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۲۶ء میں طبع ہوا تھا مگر اس کا مطالعہ اخبار مذکورہ کے صرف ناظرین تک محدود رہا،اور بعض قابل توجہ نکات بھی جلدی میں نظر انداز ہوگئے۔ اس واسطے بعد ترمیم واضافہ اس تنقید کو از سرنو رسالہ صورت میں علیحدہ شائع کرنا قرین مصلحت معلوم ہوا۔

خاکسار (شیخ غلام حیدر) کواس امر کے اظہار میں کوئی حجاب نہیں کہ مولوی محمد علی (قادیانی لاہوری) اپنے خاص مشر

ب کے عقائد کے ماتحت جس پیرایہ میں اسلام کی خدمت بصورت تقریر وتحریر بجالا رہے ہیں وہ علماء اہل سنت کے زیر نظر رہنا چاہیے۔

چونکہ محمد علی لاہوری کے انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن کی تنقید بصورت.. بزبان اردو کتاب کشف الاسرار بھی اسی خاکسار نے عرصہ چھ سال ہوا، شائع کرائی تھی اس واسطے قدرت الٰہی نے مولوی محمد علی لاہوری کے بخاری شریف کے اردو ترجمہ وشرح کی تنقید کی خدمت بھی اس ناچیز کے سپرد کر دی۔اب آئندہ پاروں کی تنقید کے متعلق خاکسار کا یہ عذر ہے کہ ہر دو ماہ کے بعد ایک ایک پارہ شائع ہونے کی توقع دلائی گئی ہے، اور قوائے ذہنی ودماغی بھی اب سابق کی طرح اس کام کا ثقل برداشت نہیں کر سکتے۔اس واسطے علماء اہل سنت سے الدال علی الخیر کفاعلہ عرض کر کے آئندہ پاروں کی تدریجی تنقید کی خدمت مجبوراً ان کے سپرد کرتا ہے۔

خاکسار ان علماء کرام کا دلی شکریہ پیش کرتا ہے جنہوں نے اس رسالہ کے ملاحظہ کی تکلیف گوارا فرمائی۔خصوصاً حکیم عبدالرسول صاحب ومولوی اصغر علی صاحب روحی کا جنہوں نے بعض مقامات پر مناسب اصلاح ومشورہ سے مدد دی۔

تمہید تنقید پارہ اول فضل الباری شرح بخاری

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔

مولوی محمد علی لاہوری نے اپنے انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن شریف اور نیز ازاں بعد اپنے اردو ترجمہ وتفسیر کے اکثر مقامات میں اہل سنت کے صریح خلاف تفسیر وترجمہ کیا ہے اور وہاں کسی معتبر اہل سنت مفسر کو اپنا ہمخیال ظاہر نہیں کیا، بلکہ بعض دفعہ کل مفسرین کی متفقہ تفسیر کو لکیر کے فقیر بتلایا ہے۔اب بوجہ عدم موجودگی انگریزی ترجمہ قرآن برمسلک عقائد اہل سنت انگریزی دان اصحاب محمد علی لاہوری کے ترجمہ وتفسیر سے کم وبیش متاثر ہوئے سوائے معدودے چند کے جو خوش قسمتی سے اس جدید مرزائی فرقہ کے خیالات سے پہلے ہی واقف

تھے۔لہذا اجائے تعجب نہیں کہ وہی سلوک آپ نے اب اردو ترجمہ وشرح بخاری شریف سے شروع کردیا ہے۔ اگرچہ اپنے دیباچہ میں علم حدیث کی عدم تکمیل کا عذر پیش کردیا ہےاوراس بے بضاعتی کی معقول وجہ بجائے اس کے کہ ان کواس نازک کام سے روک دیتی تاہم ایک خاص (لاہورمرزائی) جماعت کی امارت ومولویت کے فرض کی خدمت کا خیال غالب آگیا اور آپ نے بسم اللہ شروع کردی۔

تنقید متعلق صفحہ ۱۴۔ پارہ اول حدیث نمبر ۲۰ فضل الباری

عن النبی ﷺ قال ید خل اهل الجنّة الجنّة و اهل النّار النّار ثم یقو ل الله ا خر جوا من کان فی قلبه مثقال حبة من خردل من ایما ن فیخرجو ن منها قد اسودّ وا ، فیلقون فی نهر الحیا او الحیاة شك مالك فینبتون کما تنبت الحبة فی جا نب السیل الم تر انها تخر ج صفرا ء ملتویّة . (صحیح بخاری حدیث نمبر۲۲)

(یعنی فرمایا نبی ﷺ نے بہشت والے بہشت میں داخل ہوں گےاور دوزخ والے دوزخ میں پھراللہ تعالی کہے گا اسے نکال دوجسکے دل میں ایک رائی کے دانہ کے برابرایمان ہو۔سووہ اس سے نکالے جائیں گے۔یہ مالک کوشک ہےاوروہ اگیں گےجس طرح دانہ ندی کے کنارے اگتا ہے کیا تونہیں دیکھتا کہ زرد لپٹا ہوانکلتا ہے)۔

اس پرمولوی محمدعلی لاہوری کی شرح ذیل ملاحظہ ہو:مشرک کونہ بخشنے سے مراد یہی ہے کہ وہ سزاپالے گا۔مگرسزا کے بعد پھراسے نہ صرف اس سزا سے نکال دیا جائے گا بلکہ وہ ایک نئی زندگی حاصل کرے گا۔یہی مرادنہر حیات میں ڈالے جانے سے ہے۔

یہ امید سوائے اسلام کے کسی دوسرے مذہب نے نہیں دی کہ آخر کار سب ہی ایک نئی زندگی پالیں گے۔ اور یوں سزا کا فلسفہ بھی بتادیا کہ وہ دکھ دینے کے لئے نہیں بلکہ بیماریوں سے پاک کرنے کے لئے ہے۔اس کی تائید قرآن شریف اور بہت احادیث سے ہوتی ہے چنانچہ ابن تیمیہ نے بہت سے صحابہ کے اقوال اس بارے میں نقل کئے ہیں کہ نار پرآخرفنا آئیگی اورحضرت عمرؓ کا قول بھی یہی ہے۔اورحضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت

ہے کہ آپ نے فرمایا سیأتی علی جھنم زمان لا یبقی فیھا احد
یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا اس میں کوئی شخص باقی نہ رہے گا۔
(فضل الباری ترجمہ صحیح بخاری ج ۱ ص ۱۴۔ از محمد علی لاہوری)

تنقید:

(یعنی ماسٹر غلام حیدر لکھتے ہیں) خدارا انصاف! حدیث زیر تنقید میں لفظ مشرک ہرگز موجود نہیں کہ اس کی شرح کی ضرورت لاحق ہو، بالکل ایک غیر متعلقہ مسئلہ کو بے موقع چھیڑ دینا اہل علم کا شیوہ نہیں۔
یہ صریح تحریف لفظی ہے مگر جب آپ کے قادیانی مسیح مرزا غلام احمد بار ہا تحریف لفظی سے اپنا مقصد پورا کرنا جائز سمجھتے ہیں (جسکا ثبوت انشاءاللہ عنقریب اسی مضمون میں پیش ہوگا) تو آپ بھی اسی چشمہ ہدایت سے فیض یاب ہو کر اس عادت کو کیوں ترک کرنے لگے۔

مشرک کی عدم مغفرت وعم خروج از نار پر نصوص تو بعد میں مذکور ہوں گی بالفعل آپ اس قدر تو بتلائیں کہ نہر حیات کے ذریعہ سے اس کے نئی زندگی پانے کا ثبوت حدیث کے کس لفظ سے حاصل ہو رہا ہے۔ نہر حیات کوئی استعارہ ہرگز نہیں بلکہ ایک حقیقت منصوصہ ہے جس سے صرف انہی کا تزکیہ ہوگا جن کا ذکر اس حدیث اور بعض دیگر احادیث میں موجود ہے جہنم تزکیہ کا مقام نہیں بلکہ جزاء و فاقاً (النبا: ۲۶) مقام مستوجب سزا کا ہے مگر آپ فرماتے ہیں کہ وہ بیماریوں سے پاک کرنے کی جگہ ہے۔ اس خانہ زاد فلسفہ پر کوئی نص پیش کی ہوتی۔ اس عقیدہ کے ثبوت میں مجوزین (جن میں آپ کی ساری جماعت شامل ہے) جس قدر آیات و احادیث واقوال الرجال ولغوی دلائل پیش کئے ہیں ان کو غیر مجوزین عقیدہ ہذا نے محکمات واحادیث صحیحہ مرفوعہ کے تحت میں لاکر خیالات باطلہ ثابت کر دیا ہے۔ مجوزین کی تعداد اس قدر قلیل ہے کہ بمقابلہ کثیر تعداد غیر مجوزین اہل سنت اس کی وقعت صفر کے برابر ہے۔ امام شوکانیؒ حضرت مجدد سرہندیؒ، ملا علی قاری حنفیؒ وبعض مفسرین اہل سنت نے اس پر کم وبیش لکھ کر کافی تردید کی ہے۔ مجوزین معدودے چند سے صرف دو اصحاب قابل ذکر ہیں۔ ایک شیخ محی الدین ابن عربیؒ جو فرعون کے باایمان غرق ہونے کے قائل ہیں۔ اوران کے اس قسم کے اقوال غیر معقول کا ردّ بعض علماء اہل سنت نے (جن میں مجدد سرہندی بھی ہیں) بڑی شدومد سے کیا ہے۔

باقی رہے دوسرے صاحب امام ابن تیمیہ ؒ جو باوجود با کمال ہونے کے بعض مسائل میں اہل سنت سے الگ ہو گئے ہیں۔ مثلاً وہ ذات باری کی جسمیت کے قائل ہیں۔ تجارتی مال پر زکوۃ کو نا جائز بتلاتے ہیں۔ عمداً ترک صلوۃ کی قضا عنداللہ مردود کہتے ہیں۔ چاندی کے زیور طفل اور مرد دونوں کے پہننے میں باک نہیں سمجھتے۔ جنبی کے مسّ قرآن کو درست فرماتے ہیں۔ مسئلہ طلاق ثلاثہ اور شدّ رحال میں ان کا سب سے علیحدہ مسلک ہے (دیکھو کتاب دلیل الطالب) جب اہل سنت کی اجماعی و متفقہ نصوص بعض مسائل میں وہ غلط فہمی میں مبتلا ہو چکے ہیں تو فناء النار کے مسئلہ کا موید ہونا ان کی طرف سے جائے تعجب نہیں۔ اہل سنت کا فلسفہ بتائید منصوص نہایت معقول بنا پر یہ ہے کہ بوقت موت ایک نفس میں اگر رائی کے دانہ جتنا بھی ایمان ہے، تو دوامی دوزخ سے ان کو بچا سکتا ہے۔ برخلاف اس کے جس کے دل میں بوقت موت سوا شرک کفر اور نفاق کے اور کچھ نہیں اور چونکہ نہر حیات میں تزکیہ پانے کا استحقاق یا اقل درجہ بھی بوقت موت اس میں موجود نہیں اس واسطے مدامی دوزخ میں پڑا رہنے سے کوئی چارہ نہیں۔

مولوی محمد علی نے جو ضعیف حدیث حضرت ابو ہریرہ ؓ کی روایت کی ہے سیأتی علی جهنم زمان لایبقی فیها احد پیش کی ہے وہ کتاب کنز العمال میں مذکور ہے جو رطب و یابس روایات کا ایک مجموعہ ہے۔ صحاح ستہ اس سے بالکل خالی ہے اور خود یہ حدیث حضرت ابو ہریرہ ؓ کی احادیث بخاری کے صریح خلاف ہے جس میں مشرک و کافر کے واسطے مدامی دوزخ ثابت ہے۔ لہذا یہ حدیث قابل حجت نہیں کیونکہ عقائد میں ضعیف حدیث کا باتفاق محدثین وفقہاء ہر گز کوئی دخل نہیں۔ اسی طرح حضرت عمر ؓ کے قول کی صحت میں کلام ہے۔ غائیت مطلب انکے قول (کہ آخر اہل جہنم اس سے نکالے جائیں گے خواہ مدت کتنی ہی دراز ہو) کا اہل سنت محققین کے نزدیک آیات و احادیث مرفوعہ کو مدنظر رکھتے ہوئے یہ ہے کہ صرف وہی اہل دوزخ آخر کار نکالے جائیں گے جن پر مجمل قرآنی نص خالدین فیها ما دامت السماوات و الارض الا ما شاء ربك۔ ان ربك فعال لما یرید شاہد ہے۔ اس آیت (ہود:۱۰۷) کی تفسیر بوضاحت جناب سرور کائنات ﷺ نے خود فرمادی ہے جن کو آج ہم صحاح ستہ بالخصوص بخاری میں معہ کامل اسناد صحیحہ مرفوعات کے درجہ میں پاتے ہیں۔ پس اس کے خلاف جو بھی مواد قائلین نے (مسئلہ فناء النار) کے متعلق پیش کیا ہے

اہل سنت جمہور کے محدثین وفقہاء نے اس پر ہرگز اتفاق نہیں کیا۔اس واسطے اہل سنت کی کتب عقائد میں یہ مسئلہ شامل نہیں ۔ایک اسلامی فرقہ (اشاعرہ) اور بعض مذکورہ چند ہستیاں مثلاً ابن تیمیہؒ وخواجہ ابن عربیؒ خلف وعید کے قائل ہیں یعنی خدا تعالی عذاب کے وعدہ کو اگر آخرت میں پورا نہ کرے تو یہ بالکل ممکن ہے کیونکہ وہ ہر بات پر قادر ہے۔مگر اس میں امکان کذب باری تعالی تسلیم کرنا پڑتا ہے جو شان قدوسیت کے منافی ہے اور مصلحت وحکمت تخلیق دنیاوآخرت ومصلحت تبلیغ رسالت باطل ہو جاتی ہے۔اس واسطے اہل سنت کے جمہور علماء نے نصوص صحیحہ کی بنا پر اس سے انکار کر دیا ہے۔اس حدیث کی شرح میں تحریف لفظی کر کے محمد علی لاہوری کبرت کلمة تخرج من افواھھم (کہف:۵) یوں فرماتے ہیں:

کہ کافر مشرک غرض ہر ایک ابلیس تک کو بہشت میں آخر کار چلا جانے کی امید سوا اسلام کے کسی مذہب نہیں دلائی۔

مگر اس اجتہاد سے مولوی محمد علی لاہوری نے آیات محکمات واحادیث مرفوعہ صحیحہ پر ہی ہاتھ صاف نہیں کیا، بلکہ اس عقیدہ کو نصاری کے پولوسی عقیدہ کفارہ کے قریب قریب پہنچا دیا ہے۔اوران ہر دو عقائد میں جو صدمہ تقوی وخشیت اللہ کی تکمیل کو پہنچ سکتا ہے وہ باریک بین نظر سے مخفی نہیں۔

اسلام بے شک اللہ تعالی کی رحمت وسیع کی منادی کرتا ہے،مگر باغیوں اور منکروں وغیرہ کو موت تک بھی توبہ سے اعراض کرنے پر ابدی جہنم کی وعید سناتا ہے حتی کہ ایمان بے شرک کے ساتھ اپنے بندوں کو تمام گناہوں کی معافی کی توقع دلاتا ہے اور ایسی توقع کوئی مذہب بدون اسلام کے پیش نہیں کرسکتا

قل یا عبادی الّذین اسر فوا علی انفسھم لا تقنطوا من رحمة اللّٰہ انّ اللّٰہ یغفر الذّنوب جمیعاً انّہ ھو الغفور الرّحیم (زمر:۵۳)۔

(یعنی اے پیغمبر میرے بندوں کو جنہوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے (خواہ عمداً خواہ سہواً) کہہ دو کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہوں بے شک اللہ سب گناہوں کو معاف کر دے گا بے شک وہ مغفرت اور رحم کرنے والا ہے)

لیکن منکروں اور باغیوں کو اور پیغمبروں سے مقابلہ کرنے والوں کو ہلاک اور برباد کر کے اسی دنیا میں اللہ تعالی نے اپنے اصول کا پتہ وثبوت دے دیا ہے کہ آخرت میں بھی یہ اشد العذاب کے مستحق ہیں۔

خلف وعید پر کوئی نص قرآنی یا حدیث صحیحہ موجود نہیں بلکہ ایفائے عہد کا اللہ تعالی نے جس طرح انّ وعد الله حق سے ثابت فرمایا ہے بالکل اسی طرح وعید کا بھی دیکھو آیات ذیل:

١ ۔ کذّبت قبلھم قوم نوح و اصحاب الرّس و ثمود ۔و عاد و فرعون و اخوان لوط۔ و اصحاب الایکة و قوم تبّع کلّ کذّب الرّسل فحقّ وعید (ق:١٢۔١٤)

٢ ۔ قال لاتختصموا لدیّ و قد قدمت الیکم بالوعید۔ مایبدل القول لدیّ وما انا بظلام للعبید (ق:٢٨۔٢٩)

٣ ۔ و نفخ فی الصّور ذلك یوم الوعید (ق:٢٠)

٤ ۔ فذکّر بالقرآن من یّخاف وعید(ق:٤٥)

اس سورہ ق کی اس امر میں ایک نرالی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں خلف وعید کا ابطال بڑے شد ومد سے ثابت ہے۔یعنی چار طریق سے: اول فحقّ وعید ،،دوم۔ما یبدّل القول لدیّ ،یعنی متعلق وعید،،سوم قیامت کے متعدد منصوص اسماء سے یوم الوعید، اسی واسطے ہے کہ اس کا وقوع بھی صورت مثالی میں بالضرور ظاہر ہو۔

چہارم قرآن کے ذریعہ سے وعید سے خوف دلانا اسی صورت میں مفید ہوسکتا ہے کہ اس کا خلف نہ ہو ورنہ بچوں کو جھوٹ موٹ ہوّا کہہ کر ڈرانے سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔اسواسطے ایسے خیالات کیلئے قرآن مجید نے ما قدروا الله حق قدره (الزمر:٦٧) فرمادیا ہے۔ اگر مستحق وعید ابدی کے واسطے آئندہ آخرت میں اللہ تعالی کو خلف یا کوئی رعایت منظور ہوتی تو اس کے جنازہ سے،اس کے واسطے کسی قسم کی دعا خیر سے، جناب رسول اللہ ﷺ اور مومنوں کو تاکیداً منع نہ فرمایا جاتا۔

جب دنیا ہی میں رحمت کے دروازے بصورت عدم جنازہ ودعائے خیر اس پر بند ہو چکے اور بوقت موت بھی لاتفتّح لھم ابواب السّماء ولا یدخلون الجنّة حتی یلج الجمل فی سمّ الخیاط (اعراف:٤٠) کی نص سے اس کا دخول جنت میں غیر ممکن معلوم ہو چکا تو پھر انتہائی درجہ کی جسارت ہے کہ خلف وعید کا

مسئلہ پیش کر کے فناء النار کو عقیدہ کی جزو قرار دیا جائے اگر چہ احادیث صحیحہ میں مشرک کافر وغیرہ کو موت کے بعد فوری عذاب کے شروع ہو جانے کا ثبوت ملتا ہے مگر قرآنی نص بھی اس پر شاہد ہے و حاق ب آل فرعو ن سوء العذا ب ۔ النار یعرضو ن علیھا غدواً و عشیاً ویوم تقو م السّا عۃ ادخلوا ء ال فر عو ن اشد العذا ب (المومن:۴۵۔۴۶)

اب جائے غور ہے کہ جو رحمٰن ارحم الراحمین اپنے رسول کریم ﷺ کو جو رحمۃ للعالمین ہیں ایسے لوگوں کے جنازہ سے بھی روک دیتا ہے اور ان کے مرتے ہی عذاب ان پر نازل کر دیتا ہے تو یہ سب کچھ کیوں؟ یقیناً اس لئے کہ وعید کا اثر حقیقی اور کامل پیدا ہو پس جو وعید میں خلف باری تعالی کا عقیدہ رکھتا ہے اگر چہ دل خوش کن امید دلاتا ہے لیکن نصوص کو بالکل نظر انداز کر کے محض ہوا کا اتباع کرتا ہے۔

دوسرا بدتر نتیجہ اس عقیدہ کا یہ ہے کہ وہ التوائے توبہ واصلاح کا محرک ہے گویا نجات جیسی اہم مراد کے حصول میں غفلت کو مدد دیتا ہے۔ جب اس عقیدہ سے خلاصی و بریت ہوگی، تو دو باتوں میں سے ایک کا دل میں اثر یقینی ہوگا۔ یا تو نجات کی فکر سے توبہ واصلاح کا فوری میلان پیدا ہوگا، یا منکروں کی جماعت میں داخل ہو کر آئندہ آنے والی مدامی ہلاکت وعذاب کے خدشہ میں مبتلا رہے گا۔

چند نصوص متعلق عدم نجات مشرک وغیرہ ۱ ۔

انّ اللّٰہ لایغفر ان یّشرك بہ و یغفر ما دون ذلك لمن یّشاء (النساء : ۴۸)۔

۲ ۔ انّہ من یّشرك باللہ فقد حرّ م اللّٰہ علیہ الجنّۃ و مأواہ النار (المائدۃ : ۷۲)

نوٹ: اس محکم آیت نے قطعاً فیصلہ کر دیا ہے کہ مشرک پر جنت کو اللہ تعالی نے حرام کر دیا ہے۔ پھر اس فیصلہ کے خلاف جس قدر بھی ضعیف احادیث واقوال الرجال ہیں وہ قابل حجت نہیں رہتے۔ کیونکہ صحیح تفسیر ومفہوم اس آیت کا صرف وہی قابل حجت ہوسکتا ہے جو زبان مبارک رسول اللہ ﷺ سے مرفوعاً بسند صحیح ثابت ہو جیسا کہ آئندہ مذکور ہوگا۔ لہذا مشرک وغیرہ کو آخر کار نہر حیات میں پاک کر کے جنت میں داخل کرنے کی تاویل باطل ہے۔ مجھ کو نہایت افسوس سے یہ ظاہر کرنا پڑتا ہے کہ مولوی محمد علی لاہوری نے دیباچہ شرح پارہ اول میں فرمایا ہے کہ حدیث کو حتی الوسع قرآن شریف سے تطبیق دینے کی سعی کی جائے گی ورنہ اس کی تاویل کی جائے

گی۔اب موصوف نے اس وعدہ کا ایفاء کیا تو کس طریق سے کیا؟ حدیث زیرتنقید میں تحریف لفظی کر کے محر فہ لفظ (مشرک) کی شرح شروع کر دی، حالانکہ وہاں کوئی لفظ مشرک موجود نہیں اور پھر مشرک کو ناجی ثابت کرنے کی خاطر جو ضعیف حدیث غیر از صحاح ستہ بلا سند کامل اور اقوال الرجال پیش کیے وہ آیات محکمات و احادیث مرفوعہ کے صریح خلاف پیش کیے مگر جو جماعت آپ کو امیر مان چکی ہے وہ آپ کی اس عجیب و غریب شرح کی داد دیتے ہوئے آسمان سر پر اٹھا لے گی۔اور بہت کم توقع ہے کہ پبلک میں تو کجا پرائیویٹ طور پر ہی آپ کو ایسی صریح تحریف کی طرف متوجہ کرے کیونکہ تقلید اس کی مانع ہے۔

۳۔ فا لیو م لا یخر جو ن منھا و لا ھم یستعتبو ن

یعنی یہ لوگ آگ سے نکالے نہیں جائیں گے اور نہ ان کا عذر قبول ہوگا

نوٹ: اس آیت سے پہلے اگر چہ خاص مشرکین کا ذکر نہیں بلکہ منکرین قیامت اور انبیاء سے استہزاء کرنے والے کافروں کا ہے اور چونکہ ان کو بھی آگ سے نکالا نہیں جائے گا اور ابد تک دوزخ میں رہنا ہوگا، اس واسطے یہ جماعت بھی بلحاظ عدم دخول جنت مشرکین کے مساوی ہے جن پر بحوالہ آیت مذکورہ بالا جنت حرام ہو چکی ہے۔

اس آیت میں ایک مزید امر یہ ہے کہ ان کا کوئی عذر بھی مسموع نہ ہوگا۔اب دیکھنا یہ ہے کہ آیا واقعہ میں یہ اپنا کوئی عذر پیش بھی کریں گے اور اگر کریں گے تو کس نوع کا ہوگا جس کی شنوائی نہ ہوگی اس کا نشان قرآن کریم خود وضاحت سے بتلاتا ہے

ر بّنا اخر جنا نعمل صالحاً غیر الّذی کنّا نعمل ، أو لم نعمّر کم ما یتذکّر فیه من تذ کّر و جاء کم النّذ یر فذوقوا فما للظّالمین من نصیر (فاطر:۳۷)(یعنی اے ہمارے رب ہم کو دوزخ سے نکال دے تو ہم خلاف ان اعمال کے جو دنیا میں کرتے رہے ہیں پھر نیک عمل کریں گے۔جواب دیا جائے گا کیا دنیا میں ہم نے تم کو کافی عمر اور مہلت نہ دی تھی۔ پس نصیحت قبول کر لیتا جو چاہتا اور تمہارے پاس ڈرانے والے بھی آئے تھے پس اب عذاب کا مزہ چکھو ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ہوسکتا)،

ایک آیت اور بھی منجملہ باقی عذر عذر کی تشریح کرنے والی آیات کے قابل بیان ہے جو مشرکین کے

متعلق ہے

ولـو تـری اذ وقِـفـوا علی النّار فقالوا یالیتنا نردّ و لا نکذّب بآیات ر بّنا و نکون من المـومـنیـن۔ بل بدالهم مّا کانوا یخفون من قبل و لو ردّوا العا دوا لما نهو ا عنه و انّهم لـکا ذبو ن (انعام:۲۷،۲۸) ۔یعنی (بطور خلاصہ) یہ لوگ دوزخ میں پڑنے کے وقت کہیں گے کاش! ہم کو دنیا میں واپس کیا جائے تو ہم اپنے رب کی آیات کی تکذیب نہ کریں گے اور ایمان لائیں گے اللہ تعالیٰ بطور پیش گوئی کے یوں فرماتا ہے کہ یہ لوگ بالکل جھوٹے ہیں اگر انکو دنیا میں واپس بھی کردیا جائے جب بھی یہ وہی کام کریں گے جن سے منع کئے گئے تھے)

۴۔ انّ الّـذیـن کـفـروا و ما توا و هم کفّار او لئك علیهم لعنت اللّٰه و الملا ئكة و النّاس اجمعین۔ خالدین فیها لا یخفف عنهم العذا ب ولا هم ینظرون۔(البقرۃ:۱۶۱)

نوٹ: ان دو آیتوں میں اہل دوزخ ابدی کے واسطے انتہائی مایوسی پائی جاتی ہے کیونکہ لعنت اللہ گو تنہا بھی رحمت سے دوری کا نشان ہے، مگر ملائک اور کل انسانوں کی جانب سے بھی جب اس لعنت میں شمولیت پائی جائے تو رحمت کے کل رستے مسدود ہو کر مایوسی کامل میں کوئی شک باقی نہیں رہتا۔لہذا دوزخ سے نکالے جا کر خواہ بہت عرصہ کے بعد ہی کوئی احتمال بہشت میں جانے کا باقی نہیں رہتا ۔اس میں بوضاحت ثبوت ابدی جہنم کا ملتا ہے۔

۵۔جس طرح بہشت ابدی سے نہ نکالے جانے کی نصوص اہل بہشت کے واسطے قرآن شریف میں موجود ہیں، اسی طرح ابدی اہل دوزخ کے واسطے دوزخ سے نہ نکالے جانے کی نصوص بھی موجود ہیں اور کئی الفاظ قرآنی جنت اور نار کی ابدیت ومداومت میں مساوی طور پر شریک ہیں۔

جنت کے متعلق:۱۔ و ما هم منها بمخر جین (حجر:٤٨)۔

٢ ۔ حسن مآ ب (ص:٤٠)۔

٣۔ نعیم مقیم (توبه:٢١)۔

٤۔حسنت مستقراومقاماً (فرقان:٧٦)۔

٥۔ دار القرار(المومن:٣٩)۔

٦۔وماعند الله خير وابقى (قصص:٦٠)۔

٧۔فلهم جنّت الماوى (الم سجدة :١٩)

٨۔ خالدين فيها ابداً (النساء:٥٧)

نار کے متعلق: ١۔ الف: وما هم بخار جين من النّار (البقره:١٦٧)۔

ب۔ فاليوم لايخر جون منها (جاثية:٣٥)۔

٢۔ لشرّ مآ ب (ص ٥٥)۔

٣۔ عذاب مقيم (زمر:٤٠)۔

٤۔ ساء ت مستقراً ومقاماً (فرقان:٧٦)۔

٥۔ بئس القرار (ابراهيم:٢٩)۔

٦۔ ولعذا ب الآ خرة اشدّ و ابقى (طه:١٢٧)۔

٧۔ فمأوا هم النّار (الم سجدة:٢٠)۔

٨۔ خالدين فيها ابداً (النساء:١٦٩)

نوٹ: مولوی محمد علی نے قرآن کے انگریزی ترجمہ وتفسیر نوٹ نمبر ۱۲۰۱ میں خالدین فیھا ابداً کا ترجمہ متعدد دفعہ جہاں دوزخ کے متعلق وارد ہے، طویل عرصہ، کیا ہے اور جہاں یہ الفاظ بہشت کے متعلق آئے ہیں وہاں، ہمیشہ ، کا ترجمہ کیا ہے۔

اس تحریف معنوی کو اختیار کرنے کی دلیل وہ یہ فرماتے ہیں کہ لغت میں ابد طویل مدت اور ہمیشگی ہردو پر حاوی ہیں۔ مگر بنا بر حدیث دوزخ چونکہ مدامی نہیں اس واسطے ابد کا ترجمہ ایسی جگہ طویل مدت کیا ہے۔

مگر افسوس کہ آپ نے لغت کی کتب سے اور صحاح ستہ سے یا بسند صحیح کسی مرفوع حدیث سے اپنا عقیدہ ثابت نہ کیا۔ ایک ضعیف بلکہ موضوع حدیث کی بنا پر ترجمہ میں صریح تحریف معنوی کو اختیار کیا جو کل سلف وخلف اہل سنت مفسرین وراسخون فی العلم کے خلاف ہے۔ مجمل کا مفہوم خاص کسی دوسری محکم آیت میں تلاش کیا جاتا ہے بعد ازیں مرفوع حدیث میں، بعد ازیں لغت میں۔ مگر عقیدہ بھی قید بے زنجیر ہے۔ مولوی محمد علی صاحب نے

اہل علم کے پہلے دو اصول کو نظر انداز کر کے تیسرے اصول کو اختیار کرنا پسند کیا اور پھر لغت سے ایک آدھ مثال سے بھی چشم پوشی کر کے محض ایک بے سند حدیث و اقوال الرجال کی پناہ لی ۔

خلود کا لفظ گو تنہا بھی ابدیت و مداومت کا مترادف ہے، مگر شبہ کو زائل کرنے کی غرض سے لفظ ابداً اس کے بعد ملحق کیا گیا ہے۔ لہذا اس صورت میں بھی طویل عرصہ کا مفہوم اس سے پیدا کرنا قرآنی بلاغت سے بے خبری کی دلیل ہے۔ جہاں اللہ تعالی کو اس کی مداومت وابدیت سے استثناء منظور تھا وہاں الّا ما شاء الله اس کے بعد متصل فرما دیا۔ اور اس استثناء کی تفسیر صحیح احادیث میں موجود ہے جن میں زیر تنقید حدیث بھی شامل ہے ۔ اور واضح ہو کہ خلاف احادیث مرفوعہ کوئی موضوع یا ضعیف حدیث یا اقوال الرجال قابل حجت نہ ہوں گے۔

اب غور و تحقیق سے معلوم ہوا کہ دوزخ کے واسطے خالدین فیها ابداً تین دفعہ واقع ہوا ہے: اول (سورہ نساء :١٤) میں اور وہاں کفار کے واسطے ہے۔ اور یہ الفاظ بھی ہیں کہ ان کی مغفرت کی کوئی صورت نہ ہوگی۔ دوم: سورہ احزاب :٦٥ میں جہاں کفار کا ذکر مع ورود لعنت اللہ موجود ہے۔ سوم سورہ جن :٢٣ میں، اللہ اور اس کے رسول سے مقابلہ اور نافرمانی کرنے والوں کا حال ہے۔

لہذا ان ہر سہ مقامات میں ،طویل عرصہ، کا مفہوم و ترجمہ صریح تحریف معنوی ہے جس کے مرتکب مولوی محمد علی ہوئے ہیں۔ اور ان ہر سہ مواقعہ میں اللہ تعالی ا لا ما شا ء الله کی نص سے کوئی استثنا نہیں فرماتا اور موصوف نے ان ہر سہ جگہ استثناء باجتہاد خود قائم کر لیا ہے جو احادیث مرفوعہ مفسرہ کے صریح خلاف ہے۔ مگر اللہ تعالی کو جہاں بعض کو اس عذاب سے کسی وقت آخر کار نہر حیات میں پاک کر کے جنت میں خواہ بدرجہ ادنی داخل کرنا منظور تھا، وہاں خود استثناء کو منصوص کر دیا ہے۔ اور غور کرنے کے بعد صرف دو جگہ میں ا لا ما شا ء الله کی نص ثابت ہوتی ہے اور ہر دو جگہ اس استثناء کے متعلق اللہ تعالی نے اپنی حکمت و قدرت کا اظہار ایسے الفاظ میں فرمایا ہے کہ قرآن کی بلاغت کا روح پرور اثر ایک باعلم مومن بالقرآن پر وجد کی حالت طاری کر دیتا ہے اب ان دو مواقعہ کا ذکر موجب انبساط و شرح صدر ہوگا

ا۔ پہلا موقعہ سورہ انعام: آیت ١٢٨ ہے جہاں کفار ومشرکین یا انبیاء سے مقابلہ کرنے والوں کا صریح ذکر نہیں بلکہ بعض ایسے قصور واروں کا ذکر ہے جن کو اللہ تعالی آخر کار اپنی رحمت سے جنت میں لے جائے گا اور اس استثنا

کا فلسفہ اپنے دوصفاتی اسماء (حکیم علیم) سے بتلا دیا ہے

قال النّار مو عدکم خالدین فیھا الا ما شاء الله ان ربك حکیم علیم

۲۔دوسرا موقعہ اس استثناء کا سورہ ہود: آیت ۱۰۷ میں مذکور ہے اور وہاں بھی صریح کفار ومشرکین کا ذکر نہیں بلکہ شقی وفاسق کا۔اور یہاں استثناء کا فلسفہ اپنے صفاتی اسم فعال لما یرید سے بیان فرمایا ہے خالدین فیھا ما دامت السماوات و الارض الاما شاء ربك ان ربك فعال لما یرید

نوٹ: عرب کے محاورہ میں ابد کی جگہ ما دامت السماوات و الارض بھی جائز ہے۔پس مذکورہ آیت مترادف خالدین فیھاابداً کی ہوئی ۔اور نمبرا والی آیت میں خالدین فیھا کے بعد ابداً مذکور نہیں تا کہ ثابت ہو کہ فیھا؟؟،، لفظ خالدین از مصدر خلود مداومت وابدیت پر بھی حاوی ہوسکتا ہے کیونکہ اگر مفہوم ابدیت اس میں جائز نہ ہو تو پھر استثناء غیر ضروری ہو جاتا ہے جو قرآنی بلاغت کے خلاف ہے۔

احادیث مرفوعہ متعلق استثناء

ا۔حدیث زیر تنقید جس میں رائی کے دانہ کے برابر ایمان والا بھی آگ سے نکالا جائے گا باقی متعدد احادیث مرفوعہ صحیحہ میں جو کے دانے برابر ایمان والا، رائی سے بھی ادنی ایمان الا باوجود کبیرہ گناہ کرنے کے مگر توحید پر فوت ہونے والا دینار اور نصف دینار کے برابر ایمان والا آخر کار آگ سے نکالا جائے گا ایک آخری رجل کا حال جو آگ سے نکالا جائے گا جس کا باب بخاری نے پارہ ۳۰ میں باندھا ہے اور کتاب (مشکوۃ ص ۴۹۰ باب الحوض والشفاعۃ) میں اس کا مفصل ذکر عجیب وغریب ہے جو قابل مطالعہ ہے۔اسی کے متعلق بروایت صحیح مسلم جناب نبی ﷺ نے فرمایا کہ:

میں دوزخ سے آخری ایک شخص کو نکال کر بہشت میں سب سے پیچھے داخل ہونیوالے کو بخوبی جانتا ہوں حتی کہ کل اقسام کی شفاعتوں کے بعد (انبیاء ملائک صالحین) اللہ تعالی اپنی باری میں ایسے لوگوں کو اپنی مٹھی میں لے کر آگ سے نکالے گا جنہوں نے کوئی خیر کا کام دنیا میں نہ کیا ہوگا وہ آگ میں جل کر کوئلہ کی طرح ہوں گے جو

نہر حیات میں ڈالے جا کر بہشت میں داخل کئے جائیں گے ان کا نام (عتقاء الرحمٰن) یعنی آزاد کردہ بدون سابقہ عمل خیر (مشکوۃ باب الحوض والشفاعۃ۔متفق علیہ)

نوٹ: اللہ تعالیٰ کے قبضہ یعنی مٹھی کی تحدید و کیفیت جب نبی ﷺ نے بوجہ متشابہات میں داخل ہونے کے نہیں فرمائی تو کسی امتی کا حق نہیں جو اس کی مقدار میں اجتہاد نفسی سے یہ تاویل کرے کہ وہ اس قدر کشادہ وفراخ ہے کہ دوزخ میں کوئی باقی نہیں رہ سکتا۔ایسی تاویل اہل سنت کے نزدیک بالکل حرام ہے بہ نص ذیل: لا تقف ما ليس لك به علم ان السمع و البصر و الفوا د كل او لئك كا ن عنه مسؤلا (بنی اسرائیل:۳۶)

اس نجات یافتہ جماعت بے عمل خیر کا علم صحیح سوائے ذات باری تعالیٰ کے کسی کو نہیں۔مگر اس میں ایسی جماعت کو اپنے اجتہاد سے داخل کرنا صحیح نہیں ہوسکتا جن کے دخول جنت کی نفی پر نصوص وارد ہو چکی ہیں۔

نتیجہ: اس تمام فیصلہ کے بعد جناب نبی ﷺ نے فرمایا: ما يبقى في النّار ا لا من قد حبسه القر آن (اى و جب عليه الخلود) (بخاری ج۲ص۱۱۰۸) (یعنی آگ میں کوئی باقی نہ رہے گا سوائے اس کے جس کو قرآن نے جنت میں داخل ہونے سے روک دیا ہے)۔

بیان احادیث مرفوعہ متعلق مداومت دوزخ وبہشت

۱۔ بخاری پارہ ۱۳۔ترجمہ بطور خلاصہ۔فضل الباری شرح بخاری جلد اص۲۷۷

بروایت حضرت ابو ہریرہؓ، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ قیامت کے دن اپنے باپ آذر کی سخت رسوائی دیکھ کر اللہ تعالیٰ سے عرض کریں گے کہ تیرا ارشاد تھا کہ تجھ کو قیامت کے دن رسوا نہ کروں گا پس اب کون سی رسوائی میرے باپ کی ذلت سے زیادہ ہوگی اس پر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ میں نے جنت کافروں پر حرام کر دیا ہے۔

(عن ابی هريرة عن النبی ﷺ قا ل : يلقى ابرا هيم اباه آ زر يو م القيامة و على و جه آزر قتره و غبرة فيقو ل له ابرا هيم؛ألم اقل لك: لا تعصنى؟فيقو ل ابوه : فاليو م لا اعصيك ـ فيقو ل ابرا هيم : يا ر ب انّك وعد تنى ان لا تخز نى يو م يبعثو ن، فأىّ خزيٍ أخزى من ابى الأبعد؟ فيقو ل الله تعا لى : انّى حر مت

الـجنة على الكا فر ين ۔ ثم يقا ل : ياابرا هيم ما تحت ر جليك؟ فينظر فا ذا هو بذ بحٍ ملتطِخٍ فيو خذ بقا ئمه فيلقى فى النار ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۳۳۵۰)

نوٹ: حضرت خلیل اللہ کی دل جوئی کے واسطے اگر کسی وقت دوزخ کی مطلق فنا مقدر ہوتی تو اللہ تعالی بے شک فرماتا کہ گھبرانے کی کوئی بات نہیں آخر کار میں اس کو جنت میں داخل کروں گا تو ایک زیر حراست شخص کے واسطے انجام کار خلاصی اور رہائی کا وعدہ اعلی حاکم کی طرف سے اسکے قریبیوں کے لئے کس قدر موجب اطمینان اور دل جوئی کا ہوسکتا ہے مگر صاف جواب جو خلیل کو ملتا ہے اس پر مولوی محمد علی لاہوری شائد غور کریں گے مگر تقلیدی عقیدہ جو دماغ میں راسخ ہو چکا ہو خواہ ساری بخاری شریف کی سند اس کے بطلان پر پیش کی جائے ترک کرنا مشکل ہے۔

۲۔ بخاری پارہ ۲۷ فضل الباری شرح بخاری ج ۲ ص ۱۴۴۴ بروایت ابن عمر:

فرمایا نبی ﷺ نے جب جنت والے جنت میں اور دوزخ والے دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو موت کو جنت اور دوزخ کے درمیان لاکر ذبح کر دیا جائے گا اور ایک منادی ندا کرے گا کہ اہل جنت تم کو موت نہیں اور اے اہل نار تم کو موت نہیں اس آواز سے اہل جنت کی خوشی بڑھے گی اور اہل نار کو غم پر غم ہوگا۔

نوٹ: مذکورہ تین احادیث میں دو حضرت ابو ہریرہؓ کی روایت سے اس واسطے پیش کی گئی ہیں کہ مولوی محمد علی لاہوری شائد غور کریں کہ جو حدیث بروایت ابو ہریرہؓ کتاب کنز العمال سے انہوں نے سيـأتـى عـلـى جهنم زما ن لا يبقى فيها ا حد پیش کی ہے یعنی جہنم پر کسی وقت ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں کوئی بھی باقی نہ رہے گا، وہ حضرت ابو ہریرہؓ کی صحیح بخاری والی احادیث کے کس قدر خلاف اور غیر قابل حجت ہے۔

بھلا موضوع یا مخدوش حدیث بھی صحیح و مرفوع حدیث کا مقابلہ کر سکتی ہے؟ اسی واسطے محدثین اور فقہاء اہل سنت نے عقائد میں سواء مرفوع حدیث کے دیگر قسم کو ہرگز قبول نہیں کیا۔ مولوی محمد علی لاہوری والی حدیث بروایت حضرت ابو ہریرہؓ کی اہل سنت نے آیات و احادیث صحیحہ کو مدنظر رکھ کر اس طرح تاویل کی ہے

یعنی جہنم پر ایک ایسا زمانہ آئے گا کہ اس میں مسلمانوں میں سے کوئی باقی نہ رہے گا یعنی لا يبـقى فيها ا حد من المسلمين

اس کے سوا جو کچھ بھی مواد قائلین فناء النار نے خلاف جمہور پیش کیا ہے اس پر عقیدہ کی بنا قائم کرنا خاص قرآن واحادیث صحیحہ مفسرہ سے انکار اور جنگ کرنا ہے۔

(عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ: اذا صار اهل الجنة الى الجنة و اهل النار الى النار جیء بالموت حتی یجعل بین الجنة و النار، ثم یذبح ، ثم ینادی منادٍ: یا اهل الجنة لا موت ، یا اهل النار لا موت۔ فیزداد اهل الجنة فرحاً الى فرحهم و تزداد اهل النار حزناً الى حزنهم۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۵۴۸

عن ابی سعید الخدری؛ أن رسول الله ﷺ قال :اذا دخل اهل الجنة الجنة ، و اهل النار النار ، یقول الله تعالی: من کان فی قلبه حبة من خردل من ایمان فأخرجوه۔ فیخرجون قدِ امتحِشوا و عادواحمماً۔ فیلقون فی نهر الحیاة فینبتون کما تنبت الحبة فی حمیل السّیل، او قال : حمیة۔ و قال النبی ﷺ الم تروا انها تخرج صفراء ملتویة۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۵۶۰

حدثنا ابو عوانه عن قتاده عن انس قال رسول الله ﷺ ... فاحمد ربی بتحمید یعلّمنی ، ثم اشفع فیحدّ لی حدّاً، ثم أخرجهم من النار و أدخلهم الجنّة ، ثم اعود فأقع ساجداً مثله فی الثالثة او الرابعة حتّی ما یبقی فی النار الّا من حبسه القرآن ۔ و کان قتاده یقول عند هذا : ای وجب علیه الخلود ۔ صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۵۶۵

عن ابراهیم عن عبیدة عن عبد الله : قال النبی ﷺ : انی لأاعلم آخر اهل النار خروجاً منها ، و آخر اهل الجنة دخولاً ۔ رجل یخرج من النار حبواء فیقول الله : اذهب فادخل الجنة ، فیأتیها فیخیّل الیه انها ملأی فیرجع فیقول : یا رب و جدتها ملأی. فیقول: اذهب فادخل الجنة، فان لك مثل الدنیا و عشرة امثالها۔ أو انّ لك مثل عشرة امثال الدنیا۔ فیقول : أتسخر منی اوتضحك منّی، و انت الملك ، فلقد رأیت رسول الله ﷺ ضحِك حتی بدت نواجذه و کان یقال: ذلك ادنی اهل الجنة منزلة ۔صحیح بخاری حدیث نمبر ۶۵۷۱)

پارہ اول صفحہ ۳۷ حدیث ۷۷ فضل الباری شرح صحیح بخاری جلد اص ۳۷۔۳۸

اس حدیث مدنی میں نبی ﷺ نے ایک موقعہ پر نماز کسوف پڑھنے کا ذکر کیا جس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا :ما من شیء لم اکن اریته الا رأیته فی مقامی هذا حتی الجنة و النار ۔(یعنی جو چیزیں دکھائی جاسکتی ہیں ان سب کو میں نے یہاں کھڑے ہوئے دیکھ لیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ کو بھی)

مولوی محمد علی اس کے متعلق نوٹ نمبرا کے آخر میں یوں شرح فرماتے ہیں:

شارحین لکھتے ہیں کہ، آپ نے حقیقتاً ان چیزوں کو دیکھا۔ پس اگر سب چیزوں کو اس مقام پر کھڑے ہوئے دیکھ سکتے ہیں، تو یہ کیوں زور دیا جاتا ہے کہ معراج جب تک اس جسم کے ساتھ نہ ہوا ہو آپ آسمان پر کیوں کر جا سکتے اور بہشت اور دوزخ کو دیکھ سکتے تھے اس حدیث نے فیصلہ کر دیا کہ آپ کو صحابہ میں امامت کراتے کراتے عین حالت نماز میں سب کچھ دکھایا گیا یہاں تک کہ بہشت اور دوزخ بھی (فضل الباری ج ا ص ۳۸)

تنقید: مولوی محمد علی لاہوری چونکہ معتزلہ نیچری اور چکڑالوی (اہل قرآن) فرقہ کی طرح اہل سنت کے خلاف محض کشفی معراج نبی ﷺ کے معتقد ہیں اور جسمانی معراج کے منکر ہیں اس واسطے اس حدیث سے ان کو اپنے عقیدہ کے ثبوت کا عمدہ موقع ہاتھ آ گیا ہے مولوی محمد علی صاحب اس حدیث کی سند پر اپنی جماعت سے اور منکرین معجزات قرآنی سے معراج کا کشفی ہونا تو منوا سکتے ہیں مگر اس مسلمان کو اس عقیدہ کا معتقد کیوں کر بنا سکتے ہیں جو علم حدیث کی روشنی میں قرآن شریف کو پڑھتا ہے۔

محمد علی لاہوری! آپ نے جب علم حدیث کی با قاعدہ تعلیم کسی مسلمہ درس گاہ میں پائی ہی نہ ہو تو بخاری جیسی پراسرار دینی کتاب کی شرح لکھنے میں آپ کو تأمل وتوقف مناسب تھا۔

حدیث زیر تنقید والا واقعہ معراج کشفی کا مدینہ شریف میں ہوا

(یہ حدیث یوں ہے: عن اسماء بنت ابی بکر انّها قا لت : اتیت عا ئشة زو ج النبی ﷺ حین خسفت الشمس، فـا ذا الـناس قیا م یصلّو ن و اذا ھی قا ئمة تصلّی۔ فقلت : ما للناس ؟ فأشا رت بید ھا الی السماء ۔ و قا لت سبـحا ن الله ۔ فقلت : آ یة؟ فاشا رت ای نعم، قالت: فقمت حتی تجلّا نی الغشی فجعلت ا صبّ فوق رأسی الـماء، فلمّا انصرف رسو ل الله ﷺ حمد الله و ا ثنی علیه ثم قا ل : ما من شیء کنت لم اره الّا و قد ر أیته فی مقامی ھذا حتی الجنة و النار، و لقد او حی الیّ انکم تفتنو ن فی القبور مثل او قریباً من فتنة الد جا ل، الخ ۔صحیح بخاری حدیث نمبر۱۰۵۳)

اور یہ بدون سواری براق و بدون ہمرکابی جبریل ہے حالانکہ جسمانی معراج قبل ہجرت از روئے قرآن و احادیث مکہ شریف میں ہوا جس کا ذکر مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک سورہ اسراء میں اور پھر وہاں سے آپ کا ذکر سورہ نجم پہلے رکوع میں موجود ہے۔ اگر آپ صحاح ستہ یا کم از کم مشکوۃ شریف کی طرف رجوع کریں تو معراج

کا باب علیحدہ پائیں گے جس میں نبی ﷺ کی معراج کا ذکر وضاحت سے ملتا ہے۔اس معراج میں آپ ﷺ کی سواری میں براق اور ہم رکابی میں جبریل تھے۔اور ایک ایک آسمان سے گذرنا اور آیات اللہ کا مشاہدہ کرنا، اور پانچ نمازوں کا امت کے واسطے لانا، سب کچھ مذکور ہے۔نماز کسوف میں نبی ﷺ کی معراج کشفی مدنی واقع ہے جس سے اہل سنت کو ہرگز انکار نہیں۔حسب ارشاد عالی مومن کی معراج اس کی نماز ہے۔اس واسطے اللہ تعالی نے آپ کو اس کمالیت سے بھی پورا سرفراز فرمایا مگر نہ معراج جسمانی آپ کی طاقت سے واقع ہوئی نہ معراج کشفی خودبخود ہوئی ہردو میں ان فضلہ کان علیك كبير اً(بنی اسرائیل:۸۷) کا ظہور ہے۔مکی معراج میں امتی تو کجا کسی نبی ورسول کو بھی شراکت نہیں مگر کشفی معراج یا محض کشف میں نبی ﷺ کی امت کے اکثر افراد جزوی طور پر بقدر روحانیت شامل ہیں جن کا ذکر احادیث اور اولیاء اللہ کے معتبر سوانح میں ہم پڑھتے ہیں جسکا ثبوت اس جگہ غیر ضروری سمجھ کر نظر انداز کیا جاتا ہے۔قائلین محض کشفی معراج نبی ﷺ جو بوجہ عدم وسعت نظر علم حدیث ایک آدھ ضعیف حدیث کی بنا پر حضرت عائشہ وحضرت معاویہؓ کو اپنا ہم خیال ظاہر کرنے میں سخت غلط فہمی ہوئی ہے مگر مکی جسمانی معراج نبی ﷺ کے وقت حضرت عائشہؓ کو آپ کے پاس جانے اور رہنے کی ابھی رخصت نہیں ہوئی تھی اور حضرت معاویہؓ ابھی تک مع اپنے والد ابوسفیان کے اسلام میں داخل ہی نہیں ہوئے تھے کیونکہ وہ بعد ہجرت و بعد فتح مکہ اسلام سے مشرف ہوئے تھے لہذا جسمانی معراج کے انکار کو ان کی طرف منسوب کرنا صحیح نہیں ہوسکتا۔ہاں مدینہ شریف میں حضرت عائشہؓ جس کسوف والی نماز میں حضور نبی کریم ﷺ نے خود امامت کرائی شامل تھیں۔اوران کی شہادت آپ کے کشفی معراج مذکورہ حدیث زیر تنقید کے متعلق مترادف انکار جسمانی معراج ہرگز نہیں ہوسکتی۔صحابہ میں جسمانی معراج کے بارہ میں ہرگز کوئی اختلاف از روئے صحیح حدیث ثابت نہیں۔جسمانی معراج کے متعلق صحیح اگر کوئی اختلاف ہے تو رؤیت اللہ تعالی میں ہے جس کا حال کسی قدر صحیح بخاری جلد۲ص ۷۲۰ تفسیر سورہ نجم کتاب تفسیر القرآن میں اور کچھ حال دیگر دو احادیث پارہ ۱۳ بخاری جلد۱ص ۴۵۹ میں ہے۔حضرت عائشہؓ جس کی نسبت کشفی معراج کے معتقد عدم تحقیق کی وجہ سے یہ کہتے ہیں کہ جسمانی معراج سے انکاری ہیں مذکورہ احادیث میں ایک صحابی کو فرماتی ہیں کہ جو یہ کہے کہ محمد ﷺ نے اللہ تعالی کو معراج میں اس آنکھ سے دیکھا اس نے جھوٹ کہا اور برا کہا۔پس ان احادیث

سے ثابت ہوا کہ انہوں نے معراج جسمانی سے انکار نہیں کیا بلکہ رؤیت اللہ کی بجائے صرف جبریل کی رویت اصلی کو تسلیم کیا ہے۔ حضرت ابن عباسؓ معراج میں رویت اللہ تعالی کے قائل ہیں جیسا کہ مسند امام احمد وغیرہ میں مذکور ہے۔

جسمانی معراج کی تصدیق پر علاوہ لغوی تحقیق متعلق اسری بعبدہ کے دو احادیث پوری روشی ڈالتی ہیں یعنی ایک تو مشکوۃ صفحہ ۵۲۰، ۵۲۹ باب المعراج کی آخری حدیث متفق علیہ ہے جس کا ماحصل یہ ہے کہ یہ قریش نے کہا کہ ہم کیوں کر یقین کریں کہ تو بیت المقدس سے راتوں رات ہو آیا ہے۔ ہم کو فلاں فلاں نشان اس کا بتلاؤ۔ اس پر حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس سے اس قدر غم پیدا ہوا کہ ایسا کبھی نہ ہوا تھا۔ اس پر اللہ تعالی نے مجھے بیت المقدس کا حجاب جو بعد اس کے معائنہ کے ہو گیا تھا اٹھا دیا، چنانچہ میں پھر جو پتہ ونشان وہ لوگ اس کے متعلق دریافت کرتے صاف صاف بتلاتا جاتا تھا۔

دوسری حدیث مشکوۃ صفحہ ۵۲۸ بروایت سنن ترمذی یہ مذکور ہے کہ جب میں اور جبریل بیت المقدس پہنچے تو جبریل نے ایک پتھر میں انگلی سے اشارہ کر کے سوراخ کر دیا جس سے براق کو باندھ دیا۔

عن ابن بریدہ عن ابیه قال قال رسول الله لمّا انتهینا الی بیت المقدس قال جبریل با صبعه فخرق به الحجر و شدّ به البراق (سنن ترمذی حدیث نمبر ۳۱۳۲)

اب مقام غور ہے کہ قریش کا حضور نبی کریم ﷺ سے بیت المقدس کے متعلق سوالات کا پوچھنا اسی صورت میں صحیح تسلیم ہو سکتا ہے کہ وہاں جسمانی طور پر جانے کا حال آپ نے بیان کیا ہو۔ ورنہ خواب میں یا دل سے دیکھنے کے متعلق کسی چیز کا پتہ دریافت کرنا یا اس معائنہ پر شک کرنا بالکل بے معنی ہے۔ قریش میں سے اکثر بیت المقدس کا ذرہ ذرہ حال جانتے تھے، کیونکہ وہ بار بار وہاں سے ہو آئے تھے۔ بعض دیگر روایات صحیحہ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے بعض واقعات راہ کے بھی بتلائے تھے جن کی تصدیق بعد میں ہو گئی۔ حضرت ابو بکر کو صدیق کا لقب بھی اسی وجہ سے ملا تھا کہ جب ابو جہل نے ان کے گھر جا کر ان کو کہا تھا کہ تیرا یار ہم کو بتلا رہا ہے کہ وہ آج رات کو بیت المقدس اور آسمانوں کی سیر کر آیا ہے، تو حضرت ابو بکرؓ نے جواب میں کہا کہ اگر میرا یار ایسا کہتا ہے تو وہ بالکل سچ کہتا ہے اس کا منہ ایسا نہیں کہ وہ جھوٹ بولے۔

صحیح بخاری جلد۲ پارہ ۲۷ صفحہ ۹۷۸ میں قرآن کی آیت و ماجعلنا الرؤیا التی اریناك الا فتنة للناس (الاسراء) پر ایک باب باندھا ہے اور حضرت ابن عباسؓ سے اس کی تفسیر یہ لکھی ہے کہ لفظ رؤیا معراج میں آنکھ سے دیکھنے کا مفہوم ہے (عن عکرمة عن ابن عباس؛ و ما جعلنا الرء یا التی اریناك الّا فتنة للناس، قال: هی رأیا عین اریها رسول الله ﷺ لیلة اسرِی به۔ صحیح بخاری، حدیث نمبر ۴۷۱۶) شاہ عبدالقادر صاحب دہلویؒ نے اسکے مطابق ترجمہ (دکھلاوا) کیا ہے اور کل اہل سنت مفسرین نے جسمانی معراج کی شرح کی ہے۔

نوٹ: قرآن مجید میں لفظ رؤیا سات دفعہ قریباً واقع ہوا ہے اور سوا مذکورہ آیت کے ہر مقام پر اسکا حقیقی مفہوم خواب ہی ہے مگر چونکہ حضرت ابن عباسؓ کا تفقہ فی القرآن حسب دعا نبی کریم ﷺ دیگر صحابہ سے ممتاز تھا، اسواسطے مذکورہ آیت والے لفظ رؤیا کا مفہوم بجائے معروف خواب کے ظاہری آنکھ سے دیکھنا بیان کرتے ہیں۔ اس پر علماء اہل سنت نے ان کے اس خاص مستثنیٰ مفہوم پر جب غور کیا تو اس آیت میں اس مفہوم کی بنا ان کی سمجھ میں یہ آئی کہ اور مقامات پر رؤیا کے ساتھ کوئی ایسا قرینہ موجود نہیں جو اس کے حقیقی مفہوم لغوی (خواب) سے تجاوز کرنے میں معاون ہو سکے مگر اس آیت میں لفظ رؤیا کے ساتھ فتنة للناس ایک ایسا خاص قرینہ موجود ہے جسکی بنا پر یہ لفظ معروف مفہوم سے جدا ہو کر بصری و حقیقی مفہوم کا پورا مرادف بن جاتا ہے کیونکہ مذکورہ قرینہ فتنة للناس ایسا موجود ہے کہ اس میں علاوہ دیگر مصالح کے لوگوں کو آزمانا بھی مطلوب تھا کہ کون کون جسمانی معراج کو مانتا ہے اور کون کون اس کی تکذیب کرتا ہے۔ چنانچہ ابھی مذکور ہو چکا ہے کہ بعض نے قریش میں سے اس کی تکذیب کی۔ بلکہ بعض نے نشانات بیت المقدس کا پتہ بھی دریافت کیا مگر حضرت ابوبکر صدیق نے ابوجہل سے صرف سن کر ہی نبی کریم ﷺ کی عدم موجودگی میں اس کی تصدیق کر کے صدیق کا لقب حاصل کیا۔

لفظ رؤیا کا مصدر رؤیت ہے جس میں بصری قلبی معائنہ ہر دو کا مفہوم داخل ہے جس کا فیصلہ قرینہ کی شمولیت سے مشتبہ و مشکوک نہیں رہ سکتا۔ مگر اس آیت میں فتنة للناس کا قرینہ موجود ہے اور مقام غور ہے کہ جب ایک انسان بھی دوسرے انسان پر اپنی خواب کو کسی امر کی تصدیق و تکذیب کے واسطے

حجت قائم نہیں کرسکتا تو اللہ تعالیٰ جو فللہ الحجۃ البالغہ (انعام:۱۴۹) کے وصف سے موصوف ہے، اپنے رسول کو بجائے عینی وبصری رؤیت آیات کے محض خواب دکھا کر اسی قبیل سے کشف کے ذریعہ سے آیات دکھلا کر انسانوں کی آزمائش کے واسطے کیوں کر حجت قائم کرسکتا ہے؟

بعدازیں ہم کو لفظ اسری کی لغت کی طرف متوجہ ہونا بھی ضروری ہے تاکہ قرآنی محاورہ سے جدا ہوکر ایسے مفہوم کو اختیار کرنا نہ پڑے جس میں ہوائے نفس کے دخل سے نتیجہ ضلالت اور عقیدہ اہل سنت کے خلاف ثابت ہو۔

لفظ اسری ماضی ہے از مصدر اسراء جس سے معراج کا مفہوم نکلتا ہے وہ قرآن مجید میں بحالت امر قریباً پانچ دفعہ مذکور ہے مثلاً اسر بعبادی ، یا اسر باھلك اور ہر ایک دفعہ جاندار جسم کے واسطے رات کے وقت حرکت جسمانی وانتقال مکانی کے سوا دیگر مفہوم قطعاً غلط ہوگا۔

دوسری وجہ اسری کے پہلے لفظ سبحان کا قرینہ ہے جو معلومی معروف واقعات کے اظہار کے واسطے قرآن مجید میں نہیں آتا بلکہ واقعہ عظیم کے واسطے۔ اور یہ امر ظاہر ہے کہ خواب یا کشف واقعہ عظیمہ نہیں بلکہ معمولیات معروفہ میں داخل ہے

تیسرا قرینہ اسری کے ساتھ لنر یہ من آیاتنا موجود ہے تاکہ مقصود اسراء معراج ثابت ہو۔ یعنی نشانات قدرت غیبیہ کا ہم اپنے رسول کو چشم دید ملاحظہ کرائیں اور کس وقت؟ رات کے ایک حصہ میں۔ لفظ لیلاً رفع ابہام غیر وقت کے واسطے بنابرتاکید وارد ہے، ورنہ تنہا لفظ اسری خود مفہوم رات کا سفر جاندار کے واسطے قرآن مجید میں ثابت ہے مثلاً ان اسر بعبادی فاضرب لھم طریقاً فی البحر یبساً (طہٰ:۷۷)۔ پس آیت سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا (بنی اسرائیل:۱) میں چند امور بالبداہت بلاتاویل ثابت ہیں:

اول: معراج کوئی معروف ومعمولی واقعہ نہیں یعنی خواب یا کشف نہیں

دوم: رات کے وقت سفر جسد مع الروح تھا کیونکہ مذکورہ پانچ قرآنی امثلہ اسر بعبادی یا اسر با

هلك سے جسد مع الروح کے سوا غیر مفہوم باطل ہے۔

سوم، آیات غیبیہ کا ملاحظہ کرانا اللہ تعالی منظور تھا۔

اب بعد ازیں یہ امر قابل توجہ ہے کہ مذکورہ اسری کی پانچ امثلہ میں انبیاء ذریعہ سفر ثابت ہیں مگر محمد رسول اللہ ﷺ کی معراج اسراء میں اللہ تعالی خود کو فاعل وذریعہ بیان کرتا ہے جس طرح یہ خاص اسراء غیر معمولی ہے اسی طرح اس کے ذرائع بھی غیر معمولی ہیں۔ مگر لغت عرب کی قرآنی امثلہ مذکورہ میں جب اسراء جسم مع الروح پر حاوی ہے تو اسراء زیر تنقید میں جناب ﷺ کے جسم مبارک کو علیحدہ کر دینا لغت وقرآنی محاورہ کے صریح خلاف مسلک اختیار کرنا ہے۔

اوراق ماسبق میں جس قدر احادیث صحیحہ ودلائل عقلیہ مذکور ہیں وہ قرآن کے عین مطابق ہیں اور انصاف وبصیرت کی رو سے راقم الحروف بے حجابانہ عرض کرتا ہے کہ اگر احادیث صحیحہ ودلائل عقلیہ بالکل نظر انداز کر کے ان سے جسمانی معراج پر حجت نہ بھی قائم کی جائے جب بھی آیت اسراء کا خاص لفظ بر بناء لغت و محاورہ قرآنی جسمانی معراج کے ثبوت کے واسطے کافی ہے جسکے اعجاز نے اہل عرب کے بڑے بڑے فصحاء کی گردنوں کو جھکا دیا تھا اور اب بھی جو فیض رحمانی سے حصہ رکھتا ہے قرآن مجید کے سمندر میں غواص بن کر حیرت انگیز و معرفت افزاء نکات ومعارف کے بے بہاء موتی نکال سکتا ہے۔

حرم شریف سے بیت المقدس تک تو، رات کے وقت نبی ﷺ کی معراج جسد مع الروح خود اسراء کی آیت سے بلا تامل ثابت ہے جیسا کہ بیان ہو چکا ہے کہ جس سے انکار کرنا اہل سنت کے نزدیک کفر کے برابر ہے مگر بیت المقدس سے آگے آسمانوں کی معراج کے بارہ میں اہل سنت انکار کرنے والے کو صریح کافر کہنے میں متامل ہیں البتہ مبتدع وغیرہ الفاظ اس پر عائد کرتے ہیں کیونکہ اس کا ثبوت سورہ نجم میں مجملاً مذکور ہے اور اس اجمال کی تفصیل احادیث صحیحہ میں مذکور ہے جیسا کہ اس سے پہلے بیان ہو چکا ہے۔ البتہ قرآن سورہ نجم میں متعلق جسمانی معراج الی السماوات ایسے ہیں کہ اہل بصیرت کے واسطے کافی ہیں کیونکہ احادیث صحیحہ متعلق معراج جسمانی مکہ شریف سے بیت المقدس تک عین مفہوم آیت اسراء کے مطابق ہیں تو وہاں سے آگے آسمانوں تک جسمانی معراج کے متعلق وہ غیر مطابق اور غیر صحیحہ نہیں ہو سکتیں معتزلہ ودیگر منکرین خرق عادت

کے واسطے بیت الحرام سے بیت المقدس تک جسمانی معراج میں شک اور تاویل کرنے کی خود آیت اسراء نے از روئے لغت و محاورہ قرآن کوئی گنجائش باقی نہیں چھوڑی ہاں ہٹ دھرمی کی وجہ سے انکار کر کے لغت و محاورہ کے خلاف جوان کی طبیعت چاہے پڑے کہیں اہل حق ان کو قبول کرنے سے معذور ہیں کیونکہ ان کے دلوں میں اللہ تعالی نے قبول حق کا مادہ رکھ دیا ہے اور علاوہ ازیں ان کو احادیث صحیحہ پر بھی بفضل خدا ایمان ہے کیونکہ قرآن کے مجملات کی تشریح بدون شارع کی تفسیر کے غیر ممکن ہے جس پر ہر زمانہ کا متواتر بیان و عمل شاہد ہے اب انشاءاللہ بیت المقدس سے آگے اسراء الی السماوات کا مختصر بیان بدون حوالہ احادیث صحیحہ متعلق جسمانی معراج لکھنا مناسب ہے کیونکہ از روئے احادیث اہل سنت اس پر بھی پورا ایمان رکھتے ہیں جس کا بیان صفحات ماسبق میں ہو چکا ہے۔سورہ نجم کے جن الفاظ و قرائن سے جسمانی معراج الی السماوات پر روشنی پڑسکتی ہے ان کا بیان موجب شرح صدر ہے گو منکرین اس سے انکار کر دیں ان کو روکنا محال ہے۔

معراج جسمانی کے متعلق سورہ نجم سے استدلال

سب سے پہلے یہ اشکال رفع کرنا ضروری ہے کہ جسمانی معراج کا ذکر مسلسل کیوں مذکور نہیں کیونکہ بیت المقدس تک اس کا ذکر سورہ اسراء کے شروع میں ہے اور باقی الی السماوات اسراء کا سورہ نجم میں۔

اس کا جواب یہ ہے کہ دو سورتیں مکی ہیں اور یکے بعد دیگرے مکہ شریف میں نازل ہوئی ہیں اور معراج جسمانی کا واقعہ بھی مکی ہے جو شخص قرآن مجید کی طرز و اسلوب بیان سے واقف ہے اسکو اس میں کوئی اشکال نظر نہیں آتا کیونکہ قرآن مجید تاریخ کی طرح کوئی مسلسل بیان کی کتاب نہیں اللہ تعالی نے اپنی حکمت بالغہ سے انبیاء میں سے بعض کا ذکر صرف ایک بار فرمایا ہے بعض کا متعدد جگہ اور تبلیغ کی مصلحت کی وجہ سے جس قدر اور جتنی دفعہ مناسب جانا اسی قدر اور اتنی دفعہ بیان فرما دیا۔مگر سبحان اللہ کہ باوجود اس تکرار کے سلسلہ آیات ایسا مربوط ہے کہ ایک ایک آیت ماقبل کی مابعد کی آیت سے زنجیر کی طرح کڑیوں میں پیوستہ ہے مگر اصلی مقصود تبلیغ و تذکیر عباد ہے اور اس کی وجوہات پر کہ کیوں بعض بیان قلیل ہے اور بعض کثیر کیوں ہے۔بجز باری تعالی

کی حکمت بالغہ کے انسانی فہم ہرگز احاطہ نہیں کر سکتا۔ سوا اسکے کہ اپنی بے چارگی اور کم علمی کا اعتراف کرے اور بموجب لا تقف ما لیس لك به علم (بنی اسرائیل:۳۶) زیادہ خوض سے پرہیز کرے۔ بیمار کو اگر حکیم حاذق پر یقین ہے تو دوا کے استعمال کو اختیار کرے، دوا کے مرکبات وجزویات وترکیب ساخت سے بے تعلق رہے۔

استدلال: سورہ اسراء کے شروع میں آیت سبحان الذی اسری بعبدہ لیلا من المسجد الحرام الی المسجد الاقصی الذی بارکنا حولہ لنریہ من آیاتنا انہ ھوالسمیع العلیم میں اسراء نبی کریم ﷺ یعنی سفر جسم مع الروح مبارک از مسجد الحرام تا بیت الاقصی کا صرف ذکر ہے اور دوسرا اس امر کا کہ مقصود اس اسراء سے یہ ہے کہ ہم اپنے حبیب کو اپنی قدرت کے نشانات کا چشم دید ملاحظہ کرائیں کیونکہ ہمارا حبیب خاتم النبیین ہے اور اس پر اپنی نعمت کو پورا کرنا چاہتے ہیں اور اس کی دعا کو بھی سن کر قبولیت بخشنا چاہتے ہیں جب وہ یوں کہا کرتا ہے اللھم ارنی الحق حقا و ارنی الباطل باطلاً

باقی استدلال: سورہ اسری میں مقصو اسراء سے صرف آیات کا ملاحظہ کرانا مذکور ہے مگر اس امر کا ذکر یا ثبوت وہاں موجود نہ تھا کہ موعودہ نشانات دکھلائے گئے یا نہ دکھلائے گئے۔ اس واسطے ان کے واقعی دکھلانے کا ذکر سورہ نجم میں بیان کر دیا۔ مسجد الاقصی کے متعلق نشانات تو ارضی تھے سو وہ تو وہاں نبی ﷺ نے دیکھ لئے۔ باقی رہے نشانات میں حد فاصل معلوم ہو سکے، مگر نشانات کے ملاحظہ میں سلسلہ برابر قائم رہے ارضی سے سماوی بعد میں واقع ہو اور ایک ہی وقت میں جو لفظ لیلاً سے ثابت ہے

نشانات سماوی کی تفصیل تو احادیث صحیحہ میں موجود ہے سورہ نجم میں مجملاً ہے

یعنی ملاحظہ جبریل کا اصل صورت میں سدرۃ المنتہی کا، جنت الماوی کا، سدرۃ المنتہی پر چھائی ہوئی اشیاء کا، اس سماوی اسراء وحی خاص کا، سورہ نجم کے ابتداء میں و النجم اذا ھوی کی قسم کا اشارہ نبی ﷺ کے اسراء کا طرف سماوات کے منتقل ہونے کی طرف ہے۔ اور پھر کلام وحی میں نبی ﷺ کے دخل ھوی کی نفی کا ثبوت ابلغ طور پر وحی کے اوصاف بیان کرنے میں پایا جاتا ہے اور ازیں بعد وحی کو اصلی صورت میں دیکھنے کے شبہ کو اس دلیل سے زائل کیا جاتا ہے کہ اس صورت میں ہمارا حبیب اس کو ایک دفعہ پہلے بھی (زمین پر غار حراء میں) دیکھ

چکا ہے حبیب کا مرتبہ ومنزلت (قاب قوسین) سے ظاہر کر کے آپکی عصمت کا اظہار کامل طور پر ظاہر کر دیا ہے ما کذب الفواد ما رأی (نجم:۱۱) میں حقیقت جبریل کو اس کی اصل صورت میں دیکھنا بتلایا گیا ہے اور دل کی شہادت اس کے معائنہ کو رفع شک کے واسطے بطور تاکید کے ہے بسا اوقات انسان کو بظاہر جو چیز آنکھ سے نظر آتی ہے وہ درحقیقت اور طرح ہوتی ہے یا مطلقاً اسکا وجود ہی نہیں ہوتا۔مثلاً یرقان کی بیماری والا ہر ایک چیز کا رنگ پیلا اور زرد دیکھتا ہے درحالیکہ ایسا نہیں۔اسی طرح ریگستانی علاقوں میں انسان کو دور سے باغ اور چشمے نظر آتے ہیں مگر ہوتا وہاں کچھ بھی نہیں۔اوران ہر دو حالتوں میں دیکھنے والے کا دل ان کی تصدیق نہیں کرتا مگر عینی مشاہدہ کی تصدیق دل سے اسی صورت میں کامل ہوسکتی ہے کہ جب کسی نے ایک چیز کی حقیقت کو پہلے بھی دیکھا ہو اس واسطے اس کی تصدیق بھی یہاں موجود ہے مگر لفظ (فواد) سے مولوی محمد علی لاہوری نے اپنی انگریزی تفسیر القرآن میں کشفی معراج کے استدلال پر بوجہ عدم فہمی حکمت استعمال (فواد) سخت ٹھوکر کھائی ہے اور ما رأی کا قرینہ بھی ذہن سے اتر گیا۔ قریش نبی ﷺ کی وحی کو افتراء جنون وغیرہ کہتے تھے اس پر اللہ تعالی نے کامل وضاحت سے وحی کی ساری حقیقت کو بتلا دیا لفظ (فواد) دل اور قلب کا مرادف ہے اور قلب میں وحی کا القاء متعلق نزول کتب سماوی ﷺ سے خصوصیت رکھتا ہے جسکا ثبوت آیت

و انّہ لتنزیل رب العالمین۔ نزل بہ الروح الامین علی قلبك لتکون من المنذرین (شعراء: ۱۹۲۔۱۹۳)

غرض بہت سی آپ کی خصوصیات میں سے چار چوٹی کی یہ ہیں:

اول: کل جہان کی تبلیغ۔ دوم: معراج جسمانی بنا پر مشاہدہ آیات اللہ۔سوم: معائنہ جبریل بصورت اصلی۔ چہارم: القاء کلام اللہ علی القلب

جن نشانات چشم دید معائنہ کا اللہ تعالی نے معراج میں اپنے حبیب سے وعدہ فرمایا تھا اس کو آیت لقد رأی من آیات ربہ الکبری (نجم:۱۸) میں پورا کر دیا۔ان نشانات میں اکثر دل اور آنکھ کو اپنی طرف جبراً مائل کرنے کی بوجہ غیر ارضی وغیر معمولی ہونے کی پوری کوشش موجود تھی اس واسطے اس آیت کے پہلے اپنے حبیب کی روحانی قوت ومنزلت کو اس آیت سے بتلا دیا ما زاغ البصر وما طغی (نجم:۱۷) یعنی

میرے حبیب نے آیات کا ملاحظہ چشم دید کر کے اپنی توجہ کو ہرگز کسی طرف مائل نہ کیا کیونکہ دربار خدا تعالی میں جو حبیب مدعو کیا گیا تھا اس نے حد ادب سے ہرگز تجاوز نہ کیا اور حبیب اللہ نبی ﷺ معراج کے پورے مصداق واہل ثابت ہوئے۔

اس آیت میں لفظ بصر کا استعمال عینی مشاہدہ آیات پر نص ہے اور لفظ اسری (مصدر اسراء) جسمانی معراج کو ثابت کر رہا ہے کیونکہ جیسا راقم الحروف (شیخ غلام حیدر) اس سے پہلے قرآن مجید سے ثابت کر چکا ہے کہ وہ جاندار بدن مع الروح کے سفر وانتقال مکان کے سوا کسی غیر مفہوم میں نہیں آ سکتا یعنی کم از کم قرآن مجید میں پس خاص قرآن مجید کی لغت ودیگر قرائن متعلقہ سے جناب نبی کریم ﷺ کی معراج جسمانی بدون مدد احادیث صحیحہ وبدون دلائل عقلیہ کامل طور سے ثابت ہے۔

فرقہ ہائے غیر اہل سنت اگر مذکورہ بیان تعصب سے الگ ہو کر غور سے مطالعہ کریں تو محض کشفی معراج کا عقیدہ انشاء اللہ چھوڑ دیں گے کیونکہ کشفی معراج بدون سواری براق و بدون معیت جبریل مدینہ شریف میں نبی ﷺ کے چند بار بہ تغیر ہیئت وکیفیت احادیث سے ثابت ہے جو مکی معراج سے بالکل مختلف ہے جیسا کہ اس سے پہلے راقم الحروف مدلل بیان کر چکا ہے جسکے اعادہ کی ضرورت نہیں۔

تنقید متعلق صفحہ ۴۰-۴۱ حدیث نمبر ۸۴ فضل الباری شرح بخاری

قال رسول الله ثلا ثة لهم اجران ر جل من اهل الكتاب امن بنبيّه و امن بمحمد و العبد المملوك اذا حق الله و ا حق مواليه و ر جل كا نت عنده امة فاد بها فاحسن تاد يبها و علمها فاحسن تعليمها ثم اعتقها فتز و جها فله اجرا ن (ترجمہ بحذف روات):(

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تین شخص ہیں جن کے لئے دوہرا اجر ہے اہل کتاب میں سے ایک وہ شخص جو اپنے نبی پر ایمان لایا اور محمد ﷺ پر ایمان لایا...اور جو غلام جو دوسرے کے ملک میں ہو جب وہ اللہ کا حق ادا کرے اور اپنے مالکوں کا حق ادا کرے اور ایک وہ شخص جس کے پاس ایک لونڈی ہو پھر وہ اسکو ادب سکھائے اور اچھا ادب سکھائے اور اسکو تعلیم دے اور اچھی تعلیم دے پھر اسے آزاد کرے اور اسے اپنی زوجیت میں لے)

اس پر مولوی محمد علی لاہوری صفحہ ۱۴۱ کے نوٹ نمبر ایک میں یوں فرماتے ہیں: بخاری کے بعض نسخوں میں امۃ کے بعد لفظ یطاھا وارد ہے مگر یہ زیادتی معلوم ہوتی ہے اسلئے کہ بخاری کے صحیح ترین نسخے جن کو صاحب فتح الباری اور صاحب ارشاد الساری وغیرہ نے لیا ہے ان میں یہ لفظ نہیں اور جن نسخوں میں یہاں لفظ یطا ھا آئے ہیں اور ان میں اس حدیث کو جہاں دوسرے موقعوں پر لایا گیا ہے باب العتق اور کتاب الجہاد میں وہاں یہ لفظ نہیں جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ لفظ زائد ہیں جو بعض نسخوں میں غلطی سے درج ہو گئے ہیں اور اگر روایت میں اس لفظ کا موجود ہونا بھی مان لیا جائے تو اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ لونڈی سے ہم صحبتی بلا نکاح تھی تزوج میں ذکر زوجہ بنانے کا ہے۔ یعنی برابری کا مرتبہ دینا۔

اقول: جہاں مولوی محمد علی نے اہل سنت کے اکثر اجماع مسائل میں اپنے غلط اجتہاد سے صریح اختلاف کیا ہے مثلاً معراج جسمانی، نزول مسیح، نجات مشرک، پیدائش مسیح ابن مریم، معجزات انبیاء وغیرہ میں وہاں مملوکہ حربی لونڈی سے وطی (ہم بستری) کے متعلق بھی یہ اجتہاد کیا ہے کہ بدون نکاح کے مالک کو بھی اس سے وطی جائز نہیں ان کے مطالعہ خانہ میں صحیح بخاری کے متعدد شروح موجود ہیں جن سے جا بجا اقتباس نقل کرتے ہیں مگر اس مسئلہ میں کسی شارح کو اپنا ہم خیال ظاہر نہیں کیا بلکہ امۃ کے بعد و طا ھا کا تفسیری کلمہ جو بخاری کے بعض نسخوں میں موجود ہے اس کو زیادتی اور غلط اندراج کا نتیجہ بتلاتے ہیں اور اسکا اندراج صحیح تسلیم کر کے بھی فرماتے ہیں کہ لونڈی سے وطی مالک بدون نکاح کے نہیں کرتا تھا اگر امۃ کے بعد و طاھا مذکور نہ بھی ہو جب بھی حدیث زیر تنقید میں الفاظ ثم اعتقھا فتز و جھا یعنی پھر مملوکہ لونڈی کو آزاد کر کے اس سے نکاح کر لے صاف بتلا رہی ہیں کہ تزوج کا وقوع بعد اعتاق ہے محمد علی لاہوری نے ترجمہ میں تحریف معنوی سے کام لے کر اپنا مقصد پورا کیا ہے کیونکہ فتز و جھا کے صحیح معنی از روئے لغت عرب نکاح کے ذریعہ سے زوجیت میں لینے کے ہیں مگر مولوی محمد علی لاہوری اس لفظ سے مفہوم نکاح کو خارج کر کے زوجیت میں لینے کی یہ شرح فرماتے ہیں کہ مالک لونڈی کو بیوی کے برابر رتبہ دے دے اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ مالک بدون اعتاق وطی حلال کرنے کی خاطر اس سے نکاح کر لے اب کون بندہ خدا اس کو سمجھائے کہ جب مالک نے لونڈی سے نکاح بھی کر لیا اور وطی بھی کر لی تو زوجہ بنانے میں کیا کسر رہ گئی کہ بعد اعتاق پھر اس کو

زوجہ کا رتبہ عطا کرے اگر ان کے استدلال کا کچھ مفہوم زوجہ کے برابر جاننے کا ہوسکتا ہے تو صرف یہ ہے کہ لونڈی کو مالک نکاح اور وطی کے بعد اگر اچھا کھانا اور اچھے کپڑے آزاد بیوی کے برابر نہیں دیتا تھا تو اب بعد اعتاق منکوحہ بیوی کے برابر دیا کرے اگر پہلی حالت میں اسے برا بھلا کہتا یا مارتا پیٹتا تھا تو اب دوسری حالت میں ایسے سلوک کو ترک کردے۔ اگر زوجہ کے برابر رتبہ دینے کا مفہوم اس کے علاوہ کوئی اور بھی ممکن ہے تو وہ مولوی محمد علی لاہوری کے بطن میں ہوگا، ورنہ نکاح سے کل حقوق زوجیت خاوند بالغ پر لازم ہوجاتے ہیں۔
مولوی محمد علی لاہوری نے خدا جانے عمداً یا سہواً اس امر سے سکوت فرمایا ہے کہ آیا مالک نے قبل از اعتاق جب لونڈی سے نکاح کیا تھا تو کیا مہر بھی مقرر کیا تھا اور دو گواہ کو بھی طلب کیا تھا اگر نہیں کیا تھا تو نکاح فاسد اور اگر کیا تھا تو کسی واقعہ سے یا حدیث سے ثابت کریں کہ قبل اعتاق مالک کے امۃ (مملوکہ لونڈی) سے نکاح مع مہر موجودگی دو گواہ منعقد ہوا کرتا تھا اب نصوص اور واقعات کا ذکر کرنا بھی ضروری ہے تاکہ محمد علی لاہوری یا ان کا کوئی مرید غور کرکے اس مسئلہ کی حقیقت کو پہچان سکے سب سے اول اس مسئلہ کا فلسفہ بتانا ضروری ہے کہ مالک اپنی مملوکہ سے قبل اس کے آزاد کرنے کے کیوں بدون نکاح وطی (ہم بستری) کرسکتا ہے۔
فلسفہ: تبلیغ دین کے وقت جو انکار و مقابلہ کرتا ہے وہ اپنی آزادی و جان کی حفاظت کا مستحق نہیں رہتا۔ اس واسطے وہ اور اس کے متعلقین جو اس مقابلہ میں شامل ہیں یا اس مقابلہ کنندہ کے ماتحت ہیں مفتوح ہونے کے بعد فاتح کے قبضہ میں منتقل ہوجاتے ہیں۔ عورتیں اور مرد اسیر سلطانی ہیں۔ بعد تقسیم ان کو لونڈیوں اور غلاموں کی حیثیت میں اپنے اپنے قابضوں کی ماتحتی میں زندگی بسر کرنی پڑتی ہے۔ اور جب تک مالک خود ان کو آزاد نہ کرے وہ اپنی آزادی کے حق دار نہیں۔ تورات میں بھی یہی حکم ہے مگر اسلام جو رحمت کمال کا مذہب ہے ان کو آزاد کرنیکی ترغیب کئی طریقوں سے دلاتا ہے اور قبل آزاد کرنے کے ان سے حسن سلوک کی تاکید کرتا ہے جسکی تشریح کا یہ رسالہ متحمل نہیں
باقی بیان: مولوی محمد علی لاہوری جو مملوکہ لونڈی سے بدون نکاح مالک کو بھی بعد استبراء وطی کی اجازت نہیں دیتے ان کے پاس سوا اپنے اجتہاد کے کوئی شرع نص نہیں۔ قرآن مجید میں محصنہ سے نکاح کی عدم استطاعت کی صورت میں ایک مسلم کو مومنہ لونڈی سے باذن مالک نکاح کی اجازت ہے مگر غیر مالک کے نکاح میں جاکر

بھی وہ بدستور غلامی کی حیثیت رکھتی ہے۔ اگر بقول مولوی محمد علی لاہوری مالک نے وطی کے جواز کے واسطے اس سے نکاح کرلیا ہوتا تو کسی آیت یا حدیث یا کسی واقعہ میں یہ امر مخفی نہ رہ سکتا کہ غیر مالک کو نکاح کی اجازت دینے کے وقت مالک نے اس کو طلاق بھی دی تھی اور وہ لونڈی عدت شرعی کے بعد غیر مالک کے نکاح میں داخل ہوئی تھی مالک کے نکاح کا تعلق اس وقت پیدا ہوسکتا ہے جب مالک اس کو آزاد کرے اور حدیث زیر تنقید میں بھی بنا بر ڈبل ثواب واجرا سی کی ترغیب ثابت ہے اگر مولوی محمد علی قبل اعتاق مالک سے اس کا نکاح مانتے ہیں تو ان کو نکاح کے ساتھ مہر کا تقرر اور شہادت دو گواہ کا بھی ماننا ضروری ہے جو نکاح کے واسطے لازمی شرائط ہیں اور اس پر ایجاب صحت وقبول بھی جو رکن نکاح ہیں ثابت کریں مگر وہ قیامت تک بھی ثابت نہیں کر سکتے اس بارہ میں قرآن شریف کی بعض آیات کا پیش کرنا مناسب ہے تا کہ اس مسئلہ پر پوری روشنی پڑ سکے:

۱ ۔ و الّذین ھم لفرو جھم حا فظو ن ۔ الّا علی از وا جھم او ما ملکت ایما نھم فا نّھم غیر ملو مین (المومنون:۵۔۶)

حفاظت فروج میں زوجہ اور لونڈی مملوکہ کو وطی کے واسطے قرآن مجید نے مستثنی فرمادیا ہے یعنی زوجہ کو بقید نکاح (کیونکہ زوج بنانے کے واسطے نکاح لازمی ہے) اور لونڈی کو بوجہ ملکیت کے جس کی آزادی سلب ہوچکی ہے

۲ و من لم یستطع منکم طولًا ان یّنکح المحصنا ت المؤ منات فمن ما ملکت ایما نکم من فتیا تکم المؤمنات و اللّٰہ اعلم با یما نکم بعضکم من بعض فا نکحو ھنّ با ذن اھلھنّ و ءاتو ھنّ اجو ر ھنّ بالمعرو ف محصنات غیر مسا فحات و لا متخذا ت اخدان فا ذا احصنّ فان اتین بفا حشۃ فعلیھنّ نصف ما علی المحصنات من العذا ب (النساء:۲۵)

نوٹ: ان آیات کریمہ میں مسلم غیر مستطیع نکاح حرہ کو کسی شخص کی مملوکہ مسلم لونڈی سے باذن مالک نکاح باداۓ مہر کی اجازت ہے مگر اس حالت میں بھی اس کی حالت بدستور لونڈی غیر حرہ کی قائم رہتی ہے کیونکہ اس حالت میں اگر وہ زنا کی مرتکب ہوگی تو حرہ سے نصف حصہ حد شرعی کا اس پر جاری ہوگا

مشکوۃ صفحہ ۳۱۱ کتاب الحدود میں بروایت حضرت علیؓ مذکور ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اے لوگو!

اپنی لونڈیوں اور غلاموں پر خواہ شادی شدہ خواہ غیر شادی شدہ ہوں حد جاری کرو، تحقیق رسول اللہ ﷺ کی ایک لونڈی نے زنا کیا تھا۔ پس آپ ﷺ نے مجھ کو اس پر حد جاری کرنے کا حکم فرمایا۔ مگر میں نے اس کو بحالت نفاس پایا تو ڈرا کہ حد جاری کرنے وہ مر جائے گی۔ لہذا اس امر کا استصواب رسول اللہ ﷺ سے کیا جس پر آپ نے فرمایا کہ تو نے اچھا کیا۔

اسی حدیث ابوداؤد کی ایک روایت کا حوالہ اس طرح مذکور ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ اس کو چھوڑ دو حتی کہ اس کا خون بند ہو پھر اس پر حد جاری ہو۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ جناب نبی ﷺ نے اس لونڈی سے وطی کی خاطر نکاح نہیں کیا ہوا تھا کیونکہ اگر نکاح ہوتا تو وہ لونڈی آیت تطہیر کے خلاف زنا کی مرتکب نہ ہوتی۔ مگر مولوی محمد علی لاہوری کا اجتہاد اگر صحیح تسلیم کیا جائے تو پھر جناب رسول اللہ ﷺ مصداق اس قرآنی نص کے ہرگز نہیں رہ سکتے

الطیبات للطیبین (نور:۲۶)

لہذا تسلیم کے سوا چارہ نہیں کہ نبی ﷺ نے بنا بر وطی اپنی مملوکہ لونڈی سے ہرگز نکاح نہ کیا ہوا تھا کیونکہ الطیبات للطیبین کا اشارہ محض ازواج مطہرات کے واسطے ہے جن سے مملوکہ لونڈی مستثنی ہے اور اس سے صدور زنا کا امکان قرآن سے اور واقعہ کا حدیث مذکورہ سے ثابت ہے مگر ازواج نبی ﷺ زیر آیت تطہیر بسبب نکاح کے پاک ہیں ۔

بعض واقعات متعلقہ حربی لونڈی

ا۔ ابوسعید خدری ؓ سے روایت ہے کہ اوطاس میں ہم نے عورتیں قید میں لیں حالانکہ ان کے شوہر موجود تھے پس ہم نے ان سے وطی کرنا مکروہ جانا۔ لہذا نبی ﷺ سے دریافت کیا تو یہ آیت نازل ہوئی و المحصنات من النساء الا ما ملکت ایمانکم پس ہم نے ان کے فروج کو حلال جانا (رواہ احمد والترمذی والنسائی وابن ماجہ و مسلم وابوداؤد)

نوٹ: طبرانی نے ابن عباسؓ سے روایت کی ہے کہ یہ آیت خیبر کی قیدی عورتوں کے حق میں نازل ہوئی ہے۔ پس یہ یہود کی عورتیں کتابی تھیں جن سے بنکاح وبملک بہر دوصورت بعد استبراء وطی حلال ہے۔مگر جنگ اوطاس والی روایت اصح ہے۔اس واسطے معلوم ہوتا ہے کہ وہ عورتیں مسلمان ہوگئی تھیں کیونکہ مشرک عورت سے بحالت (ملک یمین) وطی شرعاً حلال نہیں (ماخوذ از تفسیر مواہب الرحمٰن)

۲۔ازروئے لغت ما ملکت ایما نکم لونڈی اور غلام ہر دو کی جانب نسبت صحیح ہے مگر یہاں چونکہ صرف مردوں کا بیان ہے کیونکہ ایمانہم، فرو جھم ، یحافظو ن وغیرہ سب صیغے مردوں پر اطلاق کرتے ہیں جس پر امت کا اجماع ہے۔ ابن کثیر نے باسناد جید قتادہ تابعی سے روایت کی ہے کہ ایک عورت نے ایک غلام بنابر وطی رکھا ہوا تھا۔اور جب وہ مواخذہ میں پکڑی گئی تو کہنے لگی کہ میں یہ فعل ماتحت الا ماملکت کتاب اللہ کے کیا ہے۔اس پر بہت سے صحابہ نے حضرت عمرؓ خلیفہ وقت سے عرض کیا کہ اس عورت نے آیت اللہ کا بے جا مفہوم سمجھا ہے۔اس پر حضرت عمرؓ نے غلام کا سر منڈوا کر اس کو شہر بدر کر دیا اور حکم دیا کہ کوئی مسلمان اس عورت سے نکاح نہ کرے۔

حضرت قتادہ نے حضرت عمر فاروقؓ کا زمانہ نہیں پایا، اس واسطے یہ روایت مرسل ہے۔مگر مرسل روایت بھی قبولیت کا درجہ رکھتی ہے جب اس میں مفید مسئلہ کا حل ثابت ہو۔ حضرت عمر فاروقؓ نے شرعاً اس عورت کا نکاح حرام نہ کیا تھا، صرف شبہ کے لحاظ سے اس پر حد جاری نہ کی بلکہ بنابر سد باب فتنہ جو آیت کی غلط فہمی سے پیدا ہونا ممکن تھا صرف تعزیر پر اکتفاء کیا (ماخوز از تفسیر مواہب الرحمٰن)

۳،جب بنی مصطلق کو شکست ہوئی تو اسیران جنگ میں جویریہ ایک رئیس زادی ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی۔اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر پہلے اپنا اسلام ظاہر کیا اور پھر کہا میں ثابت بن قیس کے حصہ میں آئی ہوں۔وہ روپیہ لے کر مجھے چھوڑنا چاہتا ہے آپ میری دست گیری فرمائیں۔

آپ نے فرمایا میں اس سے بہتر سلوک تیرے ساتھ کرتا ہوں اگر تو منظور کرے۔اس نے پوچھا کس طرح؟ آپ ﷺ نے فرمایا میں تجھے آزاد کر کے اپنے نکاح میں لے لوں گا ۔، یہ سن کر اس نے منظور کر لیا ۔آپ ﷺ نے حضرت ثابتؓ بن قیس کو اسی وقت روپیہ دے کر اس سے نکاح کر لیا ۔،جب مسلمانوں نے سنا تو انہوں

نے بھی اپنے سب قیدیوں کو آزاد کر دیا اور کہا کہ اب یہ ساری قوم نبی ﷺ کی رشتہ دار ہو گئی ہے۔

حضرت عائشہ ؓ فرماتی ہیں یہ جویریہ ؓ بڑی برکت کا موجب ہوئی جس کے طفیل اس کی قوم کے سو سے زیادہ آدمی آزاد ہو گئے (ماخوز از کتاب جواب امہات المومنین، سیرت النبی مولفہ شبلی نعمانی جلد اول زیر عنوان جنگ بنی مصطلق۔ اور ابوداؤد میں زیر عنوان جہاد و عتق و کتاب رحمۃ للعالمین میں بھی قریباً اسی طرح مذکور ہے)

نوٹ: مذکورہ تین امثلہ سے ثابت ہے کہ حربی لونڈی سے مالک کو بعد استبراء بدون نکاح وطی جائز ہے اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ ما ملکت ایما نھم کا تعلق خاص مردوں کے واسطے ہے۔ عورت کو اس آیت کی بنا پر اپنے غلام سے وطی جائز نہیں۔ اور یہ بھی ظاہر ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ نے حربی لونڈی کو خریدا اور آزاد کر کے نکاح کے ذریعہ ازواج مطہرات میں شامل کر کے ایک عمدہ مثال کی بنیاد ڈال دی اور حدیث زیر تنقید پر خود عمل فرمایا۔

لفظ تزوج اور تزویج میں نکاح کا مفہوم لازمی ہے۔ قرآن میں بھی زوجنا کھا زید کی مطلقہ بیوی کے واسطے مذکور ہے جب رسول اللہ ﷺ نے اس سے نکاح کیا تھا (احزاب: ۲۷) مگر مولوی محمد علی لاہوری کے نزدیک حدیث زیر تنقید میں فتزوجھا سے نکاح کا مفہوم یہ ہے کہ لونڈی مملوکہ کو صرف زوجہ کا رتبہ دے دے۔ جس کی تردید شروع تنقید میں اہل بصارت کے واسطے کافی ہو چکی ہے۔

تنقید متعلق صفحہ ۳۹ حدیث نمبر ۷۸ فضل الباری شرح بخاری

حدیث محولہ عنوان میں بعض صحابہ کا حضور نبی کریم ﷺ کے پاس مدینہ شریف میں بنا بر تعلیم دین باری باری کر کے باہر نواح سے آنے کا ذکر ینزل یوماً و انزل یوماً کے الفاظ سے مذکور ہے۔ یعنی ایک دن فلاں صحابی آتا اور ایک دن میں، یعنی راوی آتا۔ اس پر مولوی محمد علی لاہوری فرماتے ہیں: فلاں فلاں صحابی کے مدینہ آنے پر لفظ نزول بولا گیا ہے حالانکہ وہ آسمان سے نہیں اترا کرتے تھے۔

اقول: مولوی محمد علی کو جس طرح خوش قسمتی سے اپنے خاص مشرب کے عقائد کے اظہار کے واسطے قرآن

شریف میں بعض مقامات پر بعض الفاظ مل گئے تھے اسی طرح بخاری شریف کے متن میں بھی بعض الفاظ ایسے ہاتھ آ گئے ہیں جن سے وہ اپنے خاص عقائد کے استدلال پر بڑے نازاں اور خوش ہیں۔ مولوی محمد علی لاہوری اگر اہل علم کے اس مسلمہ اصول کو صحیح تسلیم کرتے ہیں کہ مختلف المعنی الفاظ کا مختلف مقامات میں صحیح مفہوم قرائن متعلقہ کی مدد سے حاصل ہوتا ہے، تو ایسے الفاظ کے واحد مفہوم پر اڑ بیٹھنا لغت کی بے حرمتی کے مرادف ہے۔ لغت میں جب لفظ نزول بعد ورود سفر کے واسطے آتا ہے تو اسی لحاظ سے مسافر کو محاورہ عرب میں نزیل بولا کرتے ہیں۔ مگر نزول کے دیگر مفہوم کے واسطے قرائن کی شہادت مطلوب ہوتی ہے چونکہ مولوی محمد علی لاہوری عیسی کے نزول من السماء کو تسلیم نہیں کرتے کیونکہ بزعم وبعلم ان کے کسی ضعیف حدیث سے بھی نزول مسیح کا آسمان سے ثابت نہیں، اس واسطے حدیث زیر تنقید کے الفاظ انزل وینزل نے آپ کو اپنے عقیدہ کے ثبوت کا موقع دے دیا۔ اہل سنت کا عقیدہ متعلق نزول مسیح اجماعی و متواتر ہے اور قریباً بیس احادیث صحیحہ اس کی شہادت پر موجود ہیں جن میں بعض ایسی بھی ہیں کہ صریح لفظ سماء کا ان میں موجود ہے۔ قادیانی مسیح (مرزا غلام احمد) کا بھی بوقت تصنیف براہین احمدیہ یہی عقیدہ تھا کیونکہ اس وقت وہ اسلامی خدمت کے لئے آمادہ ہو گئے تھے۔ اگرچہ کتاب براہین احمدیہ میں بعض ایسی آیات وپیش گوئیاں درج کر دی تھیں کہ آئندہ مواقع پر حسب ضرورت وہ اپنے اوپر چسپاں کر سکیں۔ بعد ازیں جب سلسلہ پیری مریدی شروع ہوا تو پہلی بسم اللہ آپ نے مثیل مسیح ہونے کی کر دی۔ اور رفتہ رفتہ خود مسیح موعود، ومجدد، وظلی وغیر شریعی نبی وغیرہ تک دائرہ وسیع ہو گیا۔ جو امور اس قدر ظاہر و مشہور ہیں کہ ان کے ثبوت کا یہ رسالہ متحمل نہیں ہو سکتا۔ سیالکوٹ میں دفتر ضلع میں پندرہ روپیہ کے محرر تھے۔ طبیعت امیرانہ تھی۔ گذارہ معقول نہ دیکھ کر مختاری کے امتحان میں شامل ہوئے مگر بدقسمتی سے ناکام ہو کر لاہور مسجد اہل حدیث چینیانوالی میں فروکش ہو گئے۔ وہاں بمشورہ مولوی محمد حسین بٹالوی کتاب براہین کی بنیاد رکھ دی۔ پھر وطن مالوف قادیان جا کر کام شروع کیا اور کتاب کے پیشگی چندوں نے آپ کو مرفہ الحال کر دیا۔ مگر کتاب کی حسب وعدہ ساری جلدیں تیار کرنا غیر ممکن ہو گیا کیونکہ آپ ایسے مشاغل میں ہمہ تن و ہمہ وقت مصروف ہو گئے جس سے جدید دعاوی کا ثبوت پبلک میں مشتہر ہو مگر مطلوب چونکہ مرفہ الحالی اور بڑائی تھی، مریدوں کا ایک باضابطہ رجسٹر تیار کر کے اعلان کر دیا کہ جو مرید ہر ماہ میں خواہ

کتنی رقم ہی ہو، قادیان میں بطور چندہ ارسال نہ کرے گا اس کا نام مریدوں کی فہرست سے فوراً کاٹ دیا جائے گا۔ دعاء خاص کے واسطے نذرانوں کی ترغیب وترہیب کا پہلو بھی نظر انداز نہ کیا گیا۔ المختصر آمدنی کا معقول انتظام کر کے پھر علماء اہل سنت سے دست وگریباں ہونا شروع کر دیا کیونکہ انہوں نے مسیح قادیانی کے عقائد مخترعہ سے بےزاری ظاہر کر کے قوم کو اس کے جال میں پھنسنے سے جوابی تصانیف وتقریری ذرائع سے روکا تھا۔ اگر چہ عربی فارسی واردو میں خاصی تحریر لکھ سکتے تھے مگر علم قرآن وحدیث جس قدر استادوں سے حاصل کیا تھا اس میں اپنی تاویلات کا دروازہ اس قدر فراخ کر دیا کہ بیبا کانہ جو چاہا مریدوں سے منوا لیا جو بیچارے بعض تو کم علمی کے سبب سے بعض عمدہ کھانوں کے لالچ سے بعض منظور نظری کے خیال سے بعض شامت اعمال کی وجہ سے قادیانی جال میں پھنسے رہے۔ اور چونکہ تقلید ان کا مشرب ہو گیا تھا کسی خلاف شرع قول وفعل امام پر حرف گیری نہ کر سکتے تھے زیادہ وضاحت سے کچھ باتیں از یں بعد بیان ہوں گی مگر اول ایک مختصر حدیث مسیح قادیانی کے علم کی ناظرین سن لیں جس پر حکیم نورالدین صاحب بھیروی مشیر اعظم نے بھی صاد کر دیا تھا۔ یہ مولوی نورالدین بھیروی مرزائی پہلے حنفی المذہب، بعد ازاں اہل حدیث، بعد ازاں نیچری عقائد کے پلٹے کھاتے ہوئے در دولت قادیانی مسیح پر حاضر ہو کر ان کے وزیر اعظم ومنظور نظر بن گئے تھے۔ بلکہ ان صادق مہاجرین سے تھے جنہوں نے اپنے شہر مالوف کو خیر باد کہہ کر خاص قادیان کو جائے اقامت اختیار کر لیا تھا۔

حدیث مخترع

كـا ن فـی الهند نبی اسود ا للو ن اسمه كا هن ، یعنی ملک ہندوستان میں ایک کالے رنگ والے نبی ہو چکے ہیں جن کا نام کاہن تھا (چشمہ معرفت ص۱۰۔ قادیانی خزائن ج۲۳ ص۳۸۲)

اس حدیث کی سند روایت کا کوئی پتہ ونشان وحوالہ کتاب نہ مرزا غلام احمد کی تحریروں میں مل سکتا ہے، نہ کسی صاحب ایم اے یا بی اے مرید نے اس کا سراغ بتلایا ہے، نہ اس کے مأخذ کی تحقیق کی کیونکہ مرشد اقدس کا

فرمان صادر ہو چکا تھا کہ جس کو میں حدیث کہہ دوں وہ حدیث ہے اور جس پر میری تصدیق نہ ہو وہ ردی میں پھینک دو ۔

یہ حدیث اس وقت آپ نے فرمائی تھی جب ہندوؤں کے کرشن اوتار بننے کا سودا آپ کے دماغ میں سما چکا تھا۔ اب کاہن یا کرشن صاحب کا عقیدہ ان کی کتاب گیتا سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تناسخ کا قائل تھا۔مگر قادیانی حضرت صاحب اس کو پیغمبروں کی صف میں کھڑا کرتے ہیں۔حالانکہ ہر نبی اللہ کی تعلیم میں ایمان بالتوحید و ایمان بالآخرت لازمی جزو ہے جیسا کہ کامل کتاب قرآن کریم سے ثابت ہے۔اندریں صورت کسی علمی یا منصوص اصول کی بنا پر قادیانی جماعت سے کی دینی مسئلہ کے متعلق قطعی فیصلہ کرنا تضیع وقت ودماغ ہے۔

حضرت عیسیٰ کا رفع الی السماء وقرآن واحادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔اسی طرح نزول من السماء پر بھی احادیث شاہد ہیں اور بعض میں لفظ سماء بھی موجود ہے اور مسیح موعود کے نزول کے قرائن اس قدر ہیں کہ وہ نہ تو کسی سابقہ مدعی مسیحیت پر صادق ہو سکے نہ قادیانی حضرت پر۔

اور شخصیت مسیح موعود کی کوئی استعارہ کی حیثیت نہیں رکھتی جس کی تاویل جائز ہو، بلکہ وہ اسم علم ہے جس کی تاویل ازروئے علمی اصول باطل ہے۔

جس طرح قرآن مجید میں متعدد دفعہ عیسی بن مریم مذکور ہے اسی نام سے حدیثوں میں بھی مذکور ہے۔اور جب قرآن شریف والا عیسی بن مریم غیر معین نہیں ہوسکتا،تو احادیث والا عیسی بن مریم غیر معین کیوں کر ہوسکتا ہے؟

علاوہ ازیں قرائن مسیح موعود کے نزول کے متعلق ایسے ہیں کہ جو مدعی ان کے معیار پر ثابت نہ ہو وہ بالضرور کاذب مسیح ہوگا۔اور معیار منصوصہ پر سلف میں جس کو یقین مع علم تھا اس نے کسی مدعی مسیحیت کو قبول نہ کیا ۔اسی طرح فی زمانہ اسی معیار کو مدنظر رکھنا ضلالت سے بچا سکتا ہے۔ورنہ بے علمی یا معیار منصوصہ نبی ﷺ پر یقین نہ کرنے کی صورت میں اگر کوئی ضلالت کے گڑھے میں گرنا پسند کرے تو بے شک پڑا گرے۔

احادیث میں معیار مسیح موعود تو زیادہ ہے مگر مختصراً یہاں بھی لکھ دینا مناسب ہے،شائد کسی سعید روح کو فائدہ ہو۔بعدازیں اختیار ہے خواہ کوئی نبی کریم ﷺ کی بات کو مانے خواہ مسیح کاذب کی بیعت میں داخل ہو کر بہشتی

مقبرہ کا معینہ چندہ دے کر جنت دجال میں چلا جائے۔

معیار وقرائن مسیح موعود

۱۔نزول دمشقی منارہ پر۔

۲۔بعد ظہور مہدی۔

۳۔مہدی کی امامت میں بطور مقتدی بلکہ مہدی کی امامت کا محرک۔

۴۔قاتل دجال خاص جو نبوت اور خدائی ہر دو کا مدعی ہوگا اور عجیب عجیب خارق عادت افعال دکھلائے گا اور اسکا فتنہ دنیا کے کل فتنوں سے بڑھ کر ہوگا اور نبی ﷺ نے اور بھی علامات اس کے فرمائے ہیں مگر مسیح موعود اس کا قرار واقعی قاتل قرار پا چکا ہے، اس کا مداح وماتحت نہ ہوگا۔

۵۔یاجوج ماجوج مسیح موعود کی دعا سے ہلاک ہوں گے۔

۶۔اسکے عہد میں ایک ہی واحد ملت اسلام کے سوا سب دین مٹ جائیں گے نہ دلائل سے بلکہ عملاً کیونکہ از روئے دلائل تو مدت کے مٹ چکے ہیں۔

۷۔مسیح موعود مقام روحاء سے احرام باندھ کر بیت اللہ شریف کا حج کرے گا۔

۸۔نکاح کر کے صاحب اولاد ہوگا کیونکہ پہلی زندگی قبل رفع الی السماء میں وہ بدون بیوی کے رہا ہوگا۔

۹۔مدینہ شریف میں فوت ہو کر حجرہ نبی ﷺ میں دفن ہوگا اور اس حجرہ شریف میں ان کے واسطے چوتھا کونہ اب تک حضرت صدیقؓ وحضرت فاروقؓ کے پاس خالی پڑا ہے جس کا نقشہ بھی دوصدی سے زیادہ ہوئے اہل سنت نے اپنی بعض کتب میں لکھ دیا ہے۔

۱۰۔قرآن مجید سورہ زخرف میں ذکر ابن مریم کے بعد و انه لعلم للساعة کے ماتحت مسیح موعود قیامت کی دس قریبی نشانات فرمودہ نبی ﷺ میں سے ایک نشان قرار پا چکا ہے اس کے متعلق قرآن کریم بعد ازیں فرماتا ہے کہ اس نشان میں شک کر کے شیطان کی پیروی نہ کرو وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔قرآن مجید نے ابن مریم کا

ذکر کر کے اس کو قیامت کا ایک نشان بتلایا پھر بعد ازیں بھی ذکر ابن مریم کو جاری رکھا تا کہ ماقبلی و مابعدی تذکرہ کی دلیل سے ضمیر انہ کی کسی غیر کی طرف راجع ومنسوب نہ ہو سکے اور پھر مزید برآں اس پیش گوئی پر شک کرنے والے کو شیطان کا مرید کہا ہے۔

نوٹ: قیامت کے قریب خاص دس نشانات سب خارق عادت امور ہوں گے جن میں نزول ابن مریم بھی داخل ہے جیسا کہ نبی ﷺ نے فرما دیا ہے۔

نتیجہ: اب لاہوری اور قادیانی ہر دو جماعت مذکورہ دس علامات اپنے مزعومہ مسیح میں ثابت کر دیں ورنہ اہل سنت ان کو صریح منکر احادیث صحیحہ نبی ﷺ اور گمراہ جان کر خارج از ملت ما انا علیہ و اصحابی کا فتوی صادر کرنے میں حق بجانب ہیں۔

دجل مریدان مسیح قادیانی

یہ حقیقت ثابت ہے کہ ان ہر دو جماعت کے اشخاص خاص اس ملک میں اور غیر ممالک میں اپنے آپ کو اہل سنت حنفی ظاہر کرتے ہیں تا کہ دیگر مسلمان ان سے بدظن نہ ہو جائیں۔ پھر اس پردہ میں اسلام کی اشاعت کا بہانہ کر کے اپنے خاص مشرب کے عقائد کی تبلیغ شروع کر دیتے ہیں۔ بے شک قرآن بھی پڑھتے ہیں نمازیں بھی قبلہ رو ہو کر ادا کرتے ہیں، مگر عقائد میں تفسیر و تاویل و معانی حسب ہوائے نفس اہل سنت سے بالکل الگ کرتے ہیں۔ اور قادیانی بیعت کے بعد ہر ایک مدعی معارف قرآن کا بن جاتا ہے۔ یہ اہل سنت ہرگز نہیں کیونکہ امام اعظم ابوحنیفہؒ معراج جسمانی نبی ﷺ ونزول مسیح من السماء کے قائل ہیں، اور جو محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد نبوت کا مدعی ہو اس کو کافر جانتے ہیں۔ اور بھی بعض عقائد امام اعظم سے یہ ہر دو جماعت الگ ہیں جن کا بیان موجب طوالت ہے۔ پس غور و تحقیق سے ثابت ہو چکا ہے کہ یہ ہر دو جماعت اس امام قادیانی کے متبع ہیں جو ان متفقہ پیش گوئیوں کا پورا مصداق ہے جو حضرت عیسیٰ اور حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے مدت مدید سے صادر ہو چکی ہیں۔

انجیلی پیشین گوئی : انجیل متی باب ۲۴ بطور خلاصہ : بہت سے جھوٹے نبی اور مسیح ظاہر ہوں گے اور ایسے عجائبات دکھلائیں گے کہ بعض برگزیدہ بھی ان کے متبع ہو جائیں گے

۲۔ بخاری پارہ ۱۴ جلد اص ۵۰۹۔ فرمایا نبی ﷺ کہ قیامت سے پہلے تیس دجال کذاب کا دنیا میں آنا ضروری ہے اوران میں کا ہر ایک نبی اللہ ہونے کا دعوی کرے گا

اب ہر دو مذکورہ الہامات دو اولوالعزم پیغمبروں کی زبان مبارک سے فرمائے ہوئے معیار پر مسیح قادیانی (مرزا غلام احمد) کو پرکھنے کے واسطے راقم الحروف اس کے صریح کذب وافتراء وخیانت وتحریف لفظی اور دجل کے امثلہ پیش کرتا ہے جس کو اس کے متبع حبك الشيء يعمي و يصم کی وجہ سے بالکل نہ پہچان کر اس کے جال میں پھنس گئے جن میں ایم اے یا بی اے اور اہل علم عربی دان بھی شامل ہیں۔

کذب وافتراء کی مثال

جب مرزا غلام احمد قادیانی کو قبل نزول مسیح موعود ظہور مہدی کا مسئلہ جیسا کہ احادیث صحیحہ میں ثابت ہے خود مہدی بننے کے خیال سے ناگوار معلوم ہوا تو یوں فرمادیا:

(بطور خلاصہ): مہدی والی کسی حدیث کو صحیحین (بخاری مسلم) کے محقق محدثین نے بوجہ عدم صحت اپنی صحیح کتب میں درج نہیں کیا حالانکہ اپنی ان ہر دو کتب میں آخری زمانہ کے متعلق انہوں نے بذریعہ احادیث پورا نقشہ کھینچ کر سامنے رکھ دیا ہے۔ (ازالہ اوہام ص ۵۱۸۔ قادیانی خزائن ۳ ص ۳۷۸)

بہت خوب! مگر جب خود مہدی بننے پر جم گئے تو پھر اسی بخاری کے حوالہ سے اس طرح فرماتے ہیں: (بطور خلاصہ): مہدی کے وقت آسمان سے یہ آواز آئے گی هذا خليفة الله المهدى اور سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ کی ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ (بخاری) میں درج ہے (شہادۃ القرآن ص ۴۱۔ قادیانی خزائن ج ۶ ص ۳۳۷)

نوٹ۔ نشان کسوف وخسوف ماہ رمضان والے کو غالباً مہدی کے ظہور کی علامت قرار دے کر اس کو آسمانی آواز

بیان کرنا بطور استعارہ کے تھا مگر حیرت پر حیرت ہے کہ اس آسمانی شہادت کی اہمیت وصداقت کو بخاری کا حوالہ دے کر کیسے تاکیدی الفاظ سے ظاہر کرتے ہیں۔ بخاری پر الگ افتراء اور جناب نبی ﷺ پر الگ افتراء ہے اور جھوٹ بات کو نبی ﷺ سے منسوب کرنے کی وعید جہنم سے قادیانی صاحب انتہائی بے باکی اختیار کر رہے ہیں۔ مطلب براری کے وقت خود حدیث گھڑ لینا یا کسی حدیث کو کسی محدث کی کتاب کے سر تھوپ دینا ان کے اصول میں داخل ہے۔ اس تقوی وعلمیت وسلطان القلمی پر ان کے مرید لٹو ہو رہے ہیں اور کیا مجال کہ کوئی چون وچرا یا اصلیت کی تحقیق کر کے ایسے کاذب ومفتری کی تقلید سے آزاد ہو۔ اس عجیب پریشانی دماغ کی امثلہ کثیر ہیں مگر بخوف طوالت قلیل نمونہ پر اکتفا مناسب ہے۔

تحریف لفظی وخیانت کی مثال

جب مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد بننا منظور ہوا تو حضرت مجدد سرہندی کے مکتوبات جلد۲ سے بطور تصدیق یوں لکھ دیا:

(بطور خلاصہ): مجدد سرہندی اپنے مکتوبات میں لکھتے ہیں کہ جس شخص کو کثرت مکالمہ ومخاطبہ کا شرف حاصل ہو اور بہت سے امور غیبیہ اس پر کھولے جائیں وہ مجدد ہوتا ہے

(ازالہ اوہام ص۹۱۴۔۹۱۵۔ خزائن۳ص۶۰۰۔۶۰۱)

بہت خوب! مگر جب مرزا قادیانی صاحب کو نبی بننا منظور ہوا تو حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ میں مذکورہ مکتوب میں تحریف لفظی کر کے بجائے لفظ مجدد لفظ نبی پیش کر دیا اور مجدد کے بعد جو مثال وہاں حضرت عمر کی مذکور تھی اسکو عمداً خورد برد کر دیا۔ ایمان فروش عطار کی طرح ایک ہی بوتل سے دو الگ الگ قسم کا عرق نکال دینا ان کے اصول میں داخل تھا۔

دجل ومکر کی امثلہ

مرزاغلام احمد قادیانی صاحب نثر میں تالیف وتصنیف کتب وغیرہ کے علاوہ شعر گوئی سے بھی بے بہرہ نہ تھے اور جس طرح ان کی نثر میں سوائے اپنے دعاوی باطلہ کے کوئی حق کی بات بھی ہوا کرتی تھی اسی طرح ان کے اشعار میں بھی دعاوی اور اظہار اتباع نبی ﷺ اور ایمان بالمعجزات قرآنی مترشح ہوتا تھا جس سے مقصود پھنسے ہوئے مریدوں کو قابو رکھنے اور دوسرے مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کے سوا اور کچھ نہ ہوتا تھا۔ جب کوئی مخالف قادیانی کا ان کی تحریر کی بناپر اعتراض کرتا کہ دیکھو جی تمہارے حضرت اقدس فلاں جگہ ایک نبی کی توہین کررہے ہیں اور معجزہ قرآنی سے انکار کررہے ہیں جو ایک معمولی مسلمان بھی نہیں کرسکتا تو جھٹ مرید اشعار ذیل قادیانی اس کو سنا کر لعنت الله علی الکا ذبین کے جواب سے لاجواب کردیتے ہیں

ما مسلمانیم از فضل خدا۔مصطفیٰ ما را امام و پیشوا
ہست او خیر الرسل خیر الانام۔ہر نبوت را برو شد اختتام
معجزات انبیائے سابقین۔آنچہ در قرآن بیانش بالیقین
بر ہمہ از جان و دل ایمان ما ست۔ہر کہ انکارے کند از اشقیاء است

(سراج منیر ص۹۳۔۹۴۔قادیانی خزائن ۱۲ص۹۵۔۹۶)

اب ان اشعار پر مسیح قادیانی کا جو ایمانی اور عمل ثابت ہے اس کو ملاحظہ کیجئے: اس نبی ﷺ کے واسطے ایک خسف واقع ہوا میرے واسطے دو کا(قمر اور سورج کا) (اعجاز احمدی ص ۷۱ خزائن ج ۱۹ ص ۱۸۳)

نوٹ: نہایت لطف کی بات اس اظہار ڈبل فضیلت میں جو مرزا غلام احمد نے اپنے امام اور خیر الرسل پر کی ہے یہ ہے کہ اپنے ہر دو کسوف وخسوف (چاندگرہن وسورج) کی خاطر جناب نبی ﷺ کے شق القمر کو بگاڑ کر خسف بیان کیا ہے تاکہ تقابل قائم ہو۔مگر نہ قرآن پر یقین کیا جہاں شق القمر سورہ قمر میں موجود ہے، نہ اس کی تفسیر کا لحاظ رکھا جو احادیث صحیحہ میں ہے۔خسف کی حالت میں چاند کلاً یا جزواً تاریک ہونے کی وجہ سے صرف نظر نہیں آتا مگر وجود اس کا بلا تقسیم اجزاء سالم کا سالم رہتا ہے۔لغت کی بنا پر بھی لفظ شق القمر پھٹ جانا یا ٹکڑے ہو جانے

کا مفہوم ہے جو خسف کے بالکل خلاف ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مقصود کی خاطر لغت و احادیث مفسرہ کو ردی میں پھینک دیتے ہیں کیونکہ وہ مدعی ہیں کہ میں مسیح موعود حکم ہو کر آیا ہوں حالانکہ بموجب احادیث صحیحہ مسیح موعود صرف اسلامی شرع کا پابند ہوگا نہ اس قسم کا حکم کہ جو احادیث ولغت ہر دو کو رد کر دے گا جس سے اسلام کی مخالفت ظاہر ہو۔ قادیانی مسیح خود غیر مسلم حکومت کا محکوم و مداح رہا اپنے مقدمات کی پیروی میں غیر مسلم حکام سے چارہ جوئی کا ہزار ہا روپیہ مریدوں سے لے کر بڑی پریشانی سے تدارک کراتا رہا بلکہ ایک مقدمہ میں بعد فرد جرم قائم ہونیکے مبلغ پانچ سو روپے کا بطور جرمانہ عدالت نے مسیح قادیانی کو حکم سنایا جو اپیل پر بمشکل معاف ہوا۔ یہ ہے کیفیت قادیانی مسیح کے حکم ہو کر آنیکی۔

۲۔ بطور خلاصہ (ازالہ اوہام۔ ص ۶۹۱۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۷۳)

اگر آنحضرت ﷺ کو بوجہ عدم موجودگی نمونہ پوری حقیقت ابن مریم، دجال، یاجوج ماجوج، دابۃ الارض بذریعہ وحی منکشف نہ ہوئی تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔

نوٹ: دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ برآمد ہوتا ہے کہ قادیانی حضرت کی وحی کامل تھی اور جناب محمد ﷺ کی وحی ناقص تھی اور اللہ تعالی نے الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً (مائدہ:۳) اور یتم نعمتہ علیك (فتح:۲) جو آیات قرآن شریف میں متعلق تکمیل نعمت اسلام و تکمیل نعمت خاص بحق محمد رسول اللہ ﷺ نازل کی ہیں وہ بالکل (معاذ اللہ) جھوٹ ہیں۔

ناظرین نے اب معلوم کر لیا ہوگا کہ قرآن شریف اور جناب محمد رسول اللہ پر قادیانی مدعی کا ایمان مطابق اشعار مذکورہ حقیقتاً ہے یا دجالانہ؟

جو دس نشانات متعلق قیامت جناب نبی ﷺ نے فرمائے ہیں ان میں مغرب سے آفتاب کا طلوع بھی ہے اور دیگر نشانات معہ نزول عیسی بن مریم سب خوارق (مشکوۃ باب العلامات بین یدی الساعۃ) میں بروایت مسلم مذکور ہیں اور قادیانی مدعی نے ہر ایک کی تاویل خلاف عقائد اہل سنت کر کے اسلام میں فتنہ برپا کر دیا ہے اور عقائد ما انا علیہ و اصحابی سے مسلمانوں کو ہٹا کر اپنے جدید مذہب کی تعلیم اسلام کے پردہ میں دی ہے۔

اشعار میں ہر طرح وہر قسم کی نبوت کے خاتمہ کا اقرار ثابت ہے مگر عملاً کسی قسم کی نبوت باقی نہ رہنے دی جس کا دعوی مرزا قادیانی صاحب نہ نے کیا ہو۔ بروزی ظلی ، غیر تشریعی ، حتی کہ تشریعی کا بھی ،خدائی کا بھی ۔

احادیث میں مذکور ہے کہ دجال نبوت اور خدائی ہر دو کا مدعی ہوگا۔اس کے متعلق راقم الحروف کی سمجھ میں ایک عمدہ نکتہ یہ آیا ہے کہ دجال کے ساتھ خدائی دعوی کے علاوہ نبوت کا دعوی اس واسطے مذکور ہے کہ بعض صوفیائے کرام جو حالات استغراق ومحویت میں انا الحق اور انا الله بےخود ہوکر کہہ دیں گے وہ اگر چہ شرعاً قابل مواخذہ ہیں مگر دجالی طور پر ہرگز محمول نہ ہوگا کیونکہ جس جس اہل اللہ کے متعلق ہم مختلف کتب سے ایسے مذکورہ کلمات پڑھتے ہیں وہ نبوت کے ہرگز مدعی نہیں ہوگے توحید کے غلبہ میں بحالت سکر واستغراق یہ کلمات ان سے بےاختیارنہ سرزد ہوئے ہیں مگر ہم ان کے متعلق یہ بھی ساتھ ہی پڑھتے ہیں کہ بحالت صحو یا افاقہ ان کو جب ایسے کفریہ کلمات کی اطلاع ملی تو انہوں نے تاکیدی قسم کھا کر ان کلمات کے اظہار سے اپنی مطلق بےخبری کا عذر پیش کیا اور توبہ واستغفار سے اس کی تلافی کر دی یا بہ تقاضائے مصلح شرعی سزا کو قبول کرلیا ۔اب قادیانی مدعی کے کلمات متعلق دعوی خدائی اس طرح ہیں

میں نے خواب میں دیکھا کہ میں خدا ہوں اور نئی زمین وآسمان بنانا چاہا پس میں نے ان کو پیدا کر دیا، (کتاب البریہ ص ۵۸۔قادیانی خزائن ج ۱۳ص ۱۰۳)

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب بجائے توبہ واستغفار کے ایسی کفریہ خواب کی تلافی کرنے اور معذرت کرنے کے بڑے وثوق سے اس کا اعلان مشتہر کرتے ہیں گویا اس شیطانی القاء کو وحی خیال کرتے ہیں پس دجال معہود کے دعوی خدائی ونبوت میں مسیح قادیانی کو کامل مشابہت ثابت ہے۔

اس دعوی کی حمایت اور تصدیق میں پشاور کے ایک مرید نے ایک رسالہ بنام ملفوظ الاولیاء شائع کر کے بعض مسلم صوفیائے کرام کے اسی قبل کے کلمات اور دعاوی کفریہ کا حوالہ مختلف کتب سے دیکھ کر قادیانی کو بھی انہی اولیاء میں داخل کر دیا ہے۔مگر جیسا کہ راقم الحروف ابھی بیان کر چکا ہے مولف رسالہ مذکور نے خود دجل اختیار کیا ہے کیونکہ جس طرح ایسے کفریہ کلمات سے صوفیائے کرام واولیائے سلف نے استغفار یا قبولیت شرعی تعزیر سے اس غیر عمد گناہ کی تلافی کر دی ہے جیسا ان کے سوانح سے ثابت ہے اس کا عشر عشیر بھی مولف

نے قادیانی مدعی کی طرف سے ثابت کرنے کی کوشش نہیں کی بلکہ اس کو حق بجانب قرار دے کر دجال کے دجل میں پورا حصہ لیا ہے

۳۔معجزات انبیاء مذکورہ قرآن مجید کا یقین (شق القمر) کے تحت میں جو مرزا غلام احمد کو حاصل تھا اس سے پہلے ابھی بیان ہو چکا ہے مگر صراحت سے تحقیر جس قدر عیسی کے معجزات قرآنی کے متعلق جو الفاظ قادیانی مدعی نے ازالہ اوہام و دیگر تحریرات میں استعمال کئے ہیں مثلاً مکروہ قابل نفرت عمل الترب مسمریزم وغیرہ، ان سے معلوم ہوتا ہے کہ دجل کا کمال اس سے بڑھ کر ممکن نہیں۔اشعار میں لوگوں کو کچھ سنایا اور عمل اس پر یہ کیا کہ حقارت کا کوئی لفظ حافظہ اور لغت میں باقی نہ رہنے دیا جو معجزات حضرت ابن مریم کے بارہ میں استعمال نہ کیا ہو۔

یہ معجزات عطیہ وموہوبہ الٰہی تھے جن کا ذکر قرآن مجید میں دو دفعہ مذکور ہے یعنی سورہ آل عمران اور سورہ مائدہ میں۔اور ہر ایک معجزہ کے اظہار پر بـا ذن الـلـه یابـاذ نی کے صریح الفاظ مذکور ہیں جن کو خدا تعالی یاد کرا کر حضرت مسیح سے اس نعمت کا شکر یہ طلب فرماتا ہے نعمت دینے والا اللہ تعالی ہو اور لینے والا پیغمبر خدا ہو مگر قادیانی کو یہ عطیہ ایک آنکھ نہیں بھاتا اور حسد وبغض کی آگ سے اس قدر جل بل گئے کہ ان کو مار کر اور کشمیر میں دفن کر کے خود اسکے رتبہ پر قابض ہو گئے اور مریدوں کو یہ شعر ازبر کرایا:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اس سے بہتر غلام احمد ہے

مولوی محمد علی لاہوری نے جب خلافت حاصل نہ ہونے کی وجہ سے بعد وفات خلیفہ اول قادیان سے بستر بوریا اٹھا کر لاہور میں خلافت کی ہوس میں اپنے عقاید کی الگ جماعت بنا کر خلافت کی بجائے امارت کی صدارت حاصل کی تو بعض عقائد مین مسیح قادیانی کے بیٹے خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) سے بالکل الگ ہو گئے حالانکہ خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کے وقت تک سب مرید مساوی العقائد تھے۔مولوی محمد علی لاہوری مرزا غلام احمد کی نبوت کے قائل نہیں مگر خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) اپنے باپ کی نبوت کو بڑے زور شور سے بر بنا تحریرات پدر خود ثابت کرتا ہے اور محمد علی لاہوری، قادیانی حضرت کی تحریرات سے نبوت کی نفی کرتے ہیں۔اور عجیب حیرت کا مقام ہے کہ اس اصولی اختلاف کے بانی خود مرزا غلام احمد ہیں۔ہاں دعوی مسیحیت قادیانی کو ہر دو جماعت لاہوری وقادیانی تسلیم کرتے ہیں۔مولوی محمد علی لاہوری نے قرآن کا انگریزی ترجمہ معہ تفسیر جو قادیان

میں شروع کیا تھا اس کی تکمیل بحالت امارت لاہور میں کی اس کے دیباچہ میں فرماتے ہیں: میں نے چشمہ مسیح موعود یعنی حضرت قادیانی کی صحبت وعلم سے کافی حصہ حاصل کیا ہے۔

اور ہونا بھی یہی چاہیے تھا کیونکہ یہ بھی اولین مہاجرین سے تھے۔ایم اے ایل ایل بی کی سندات سے الگ ممتاز تھے۔اس واسطے تاویلات میں اپنے مرشد سے بھی چند قدم بڑھ گئے۔ چنانچہ مرشد (مرزا غلام احمد) صاحب تو ابن مریم کی ولادت بے پدر کو تسلیم کرتے ہیں،مگر مولوی محمد علی لاہوری نیچری ومعتزلہ عقاید کی اتباع میں حضرت مسیح کی پیدائش باپ سے منسوب کرتے ہیں۔اہل القرآن جدید فرقہ منکر احادیث رسول اللہ کے اردو ترجمہ قرآن سے بھی بعض مقامات پر مولوی محمد علی کے عقائد میں قادیانیت کا کثیر حصہ اور نیچری واہل قرآن واہل سنت کے عقائد کا حصہ بھی کم وبیش شامل ہے۔مولوی محمد علی لاہوری مسیح قادیانی کی مسیحیت ومجددیت کے منکر کو بظاہر کافر تو نہیں کہتے مگر عملاً اہل سنت کی نمازوں اور جنازوں میں برملا عام طور پر شامل نہیں ہوتے کیونکہ جب اہل سنت کے عقائد سے کلاً متفق نہیں تو اپنی مساجد وغیرہ کا علیحدہ انتظام کرنا ان کے نزدیک لازمی ہے مگر قادیانی یا محمودی جماعت مسیح قادیانی کی نبوت کے منکر کو صریحاً کافر کہتے ہیں اور دوسرے غیر قادیانی مسلمانوں کے ہمراہ نماز وجنازہ میں بالکل شامل نہیں ہوتے نہ اپنی لڑکیاں ان کو دیتے ہیں۔مسیح موعود کے بارہ میں قادیانی کے عقائد پر کوئی مبصر اور محقق غور کرے تو بالیقین انشاءاللہ اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ ان کو خبط دماغ کا مرض لاحق تھا جس کو اصطلاح طب میں (مراقی مالیخولیا) بولتے ہیں۔ یہ نامراد مرض مریض کے دماغ کو ایسا پریشان کر دیتی ہے کہ آگا پیچھا قول بالکل فراموش ہو جاتا ہے اور اکثر بالکل متضاد اقوال مریض سے سرزد ہوتے ہیں۔بالخصوص جب اس مرض کا دورہ ہو۔اس مرض کا اظہار مرزا غلام احمد قادیانی صاحب کی تحریرات سے ثابت ہے مگر آپ کے پسر خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) نے بھی جب اس مرض کی خود تصدیق کر دی ہے تو اس بارہ میں مزید تحقیق کی ضرورت باقی نہیں رہتی ۔چنانچہ ریویو آف ریلی جنز بابت اگست ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱ پر اس طرح فرماتے ہیں (بطور خلاصہ)

حضرت مسیح موعود کو یہ مرض (مراق) ورثہ میں نہیں ملا تھا مگر جب خاندان میں اس کی ابتداء ہو چکی تو پھر آئندہ نسل میں یہ مرض منتقل ہے چنانچہ مجھ کو بھی کبھی کبھی اس مرض کا دورہ ہو جاتا ہے۔

باپ اور بیٹے خلیفہ ثانی ہر دو کے مرض مراق کی امثلہ کے واسطے اگر کوئی محقق ایک علیحدہ رسالہ مخصوص کر سکے تو فراغت کے وقت اس کا مطالعہ نہایت دلچسپ شغل ہو سکتا ہے۔ افسوس اس لطف سے ناظرین کو راقم الحروف بوجہ قلت گنجائش پورا پورا بہرہ اندوز نہیں کر سکتا البتہ چند دلچسپ و معنی خیز امثلہ باپ اور پسر خلیفہ ثانی ہر دو کی بطور متبرک ہدیہ کے اس موذی مرض مراق کے متعلق اس جگہ پیش کر کے ناظرین سے انصاف کا طالب ہے کہ اسی متبرک چشمہ کے فیض یاب مولوی محمد علی لاہور ہیں اور اسی چشمہ روحانی سے خلیفہ اول و خلیفہ ثانی حتی کہ کل مریدان انجیلی پیشین گوئی کا پورا ہونا بھی لازمی تھا کاذب مسیحیوں کے جال میں بعض اہل علم و بصیرت بھی پھنس جائیں گے جس کا ذکر اوراق ماسبق میں گذر چکا ہے۔

نمونہ امثلہ مراق مسیح قادیانی

مثال اول: الف۔ مسیح ابن مریم کے نزول کا عقیدہ کوئی ایمانیات کی جزو نہیں (ازالہ اوہام ص۱۴۰۔ قادیانی خزائن ج۳ص۱۷۱)

ب۔ مسیح جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ ص۴۹۸۔۴۹۹۔ خزائن ج۱ص۵۹۳)

ج۔ ایک کیا دس ہزار سے بھی زیادہ مسیح آ سکتا ہے (ازالہ اوہام ص۲۵۔خزائن ج۳ص۱۵۱)

د۔ ممکن ہے کہ مسیح موعود جیسا احادیث میں لکھا ہے جلالی رنگ میں نازل ہو کیونکہ یہ عاجز غربت اور درویشی کے رنگ میں آیا ہے (ازالہ اوہام ص۲۰۰۔ خزائن ج۳ص۱۹۷)

ہ۔ مسیح موعود پر مجملاً ایمان لانا کافی ہے۔

و۔ میں مثیل مسیح ہوں (ازالہ اوہام ص۱۹۰۔قادیانی خزائن ج۳ص۱۹۲)

ز۔ میں خود مسیح موعود ہوں (کئی قادیانی کتاب کے ٹائٹل پر موجود ہے) مجھ پر ایمان نہ لانا موجب عذاب ہے (تذکرہ۔ص۶۰۷)

ح۔ مسیح گلیل میں جا کر فوت ہو گیا (ازالہ اوہام ص۴۷۳۔ خزائن ۳ص۳۵۳)

ط۔مسیح کی قبر سری نگر میں ہے (کشتی نوح۔ص۵۴۔قادیانی خزائن ج۱۹ص۵۸)

ی۔خواہ میں لاکھ معجزات دکھلاؤں لیکن جو کام مسیح موعود کے متعلق مذکور ہیں ان کو اگر میں نہ کردوں تو میں جھوٹا ہوں۔

مسیح موعود کے متعلق ازالہ اوہام و دیگر تحریرات میں اسی قسم کے اور بھی متضاد عقائد مذکور ہیں مگر خوف طوالت نظر انداز کئے گئے ہیں۔

مثال دوم:

عیسی علیہ السلام کو صلیب پر چڑھایا جانے کے بعد خدا نے ان کو مرنے سے بچالیا اور ان کی وہ دعا جو باغ میں جا کر بڑی تضرع سے آپ نے کی تھی منظور کر لی۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص۲۶۔قادیانی خزائن ج۲۰ص۲۸۔)

حضرت مسیح نے ابتلاء کی رات میں جس قدر تضرعات کئے وہ انجیل سے ظاہر ہیں تمام رات جاگتے ...اور رو رو کر دعا کرتے رہے کہ وہ بلا کا پیالہ جو ان کے لئے مقدر تھا ٹل جائے پر باوجود اس قدر گریہ وزاری کے بھی دعا منظور نہ ہوئی (تبلیغ رسالت ج۱ص۱۳۲۔۱۳۳۔مجموعہ اشتہارات ج۱ص۱۵۷حاشیہ)

نوٹ: مسیح ابن مریم کو سولی پر چڑھانے کی نوبت ہی نہیں آئی تھی جیسا کہ اہل سنت کا عقیدہ ہے اس باطل عقیدہ کو قادیانی صاحب نے انجیل سے اخذ کیا ہے۔

مثال سوم:

(بطور خلاصہ) خاتم النبیین کا مطلب یہ ہے کہ آپ کو ایسی مہر عطا ہوئی کہ آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے جسکا ثبوت علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل میں ملتا ہے اور یہ مہر کسی اور نبی کو عطا نہیں ہوئی بنی اسرائیل میں اگر چہ بہت نبی آئے مگر ان کی نبوت موسی کی پیروی کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وہ براہ راست خدا تعالی کا عطیہ تھا۔(حقیقت الوحی ص۹۷ حاشیہ خزائن ج۲۲ص۱۰۰)

موسی کے اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے (الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵)

مثال چہارم:

لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر میرا عقیدہ ہے و لکن رسول اللہ وخاتم النبیین کی نسبت میرا ایمان ہے میں اپنے اس بیان کی صحت پر اس قدر قسمیں کھاتا ہوں جس قدر خدا تعالی کے پاک نام ہیں اور جس قدر قرآن کریم کے حروف ہیں اور جس قدر حضرت ﷺ کے خدا تعالی کے نزدیک کمالات ہیں

(کرامات الصادقین ص ۲۵)

اے برادر جان لے کہ میں نے ہرگز نبوت کا دعوی نہیں کیا نہ میں نے ان کو کہا ہے کہ میں نبی ہوں میرے لئے یہ شایاں نہیں کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور قوم کافروں میں شامل ہو جاؤں (حمامۃ البشری ص ۷۹۔ خزائن ج ۷ ص ۲۹۶)

الف: اے مرزا تو عام طور پر سب لوگوں میں اعلان کر دے کہ تو ان تمام کے واسطے رسول اللہ ہے

(اخبار الاخیار۔ص ۳)

ب۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیج دیا (دافع البلاء ص ۱۱)

ج۔ قریہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا صدر مقام ہے (دافع البلاء۔ص ۱۰)

د۔ میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جسکے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھ کو نبی کا نام دیا ہے

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۶۸۔ قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۵۰۳)

سابقہ اولیاء ابدال اقطاب کو نبوت کے واسطے اس قدر روحانی مرتبہ عطا نہیں ہوا جس قدر مجھ کو عطا ہوا ہے۔

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۳۹۱۔قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۴۰۶)

نوٹ : یہی اصول عقائد کا معرکۃ الآرا مسئلہ خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کی وفات سے آج تک لاہوری اور قادیانی جماعت میں متنازعہ فیہ چلا آتا ہے۔مولوی محمد علی لاہوری اپنے دلائل میں قادیانی حضرت کے نبوت سے صریح انکار کے اقوال پیش کرتے ہیں جن کے بالمقابل خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد)، مرزا غلام احمد قادیانی کے فرزند ارجمند اپنے باپ کے دعوی نبوت پر انہی کی مختلف تحریرات سے اقوال پیش کر کے یہ وجہ تاویل پیش کرتے ہیں کہ پہلے میرے والد صاحب نے نبوت سے جو انکار صریح کیا ہے تو اس بنا پر کیا تھا کہ ان کو اس بارہ میں وحی آسمانی نے کوئی اطلاع نہیں دی تھی۔مگر بعد ازاں وحی الٰہی نے والد صاحب کو صاف الفاظ میں عطاء نبوت کا مژدہ سنادیا اس واسطے دعوی نبوت واعلان نبوت میں میرے پدر بزرگوار حق پر ہیں اور یہی عقیدہ کثیر جماعت محمودی یا قادیانی جماعت کا ہے اور اپنے مختلف کتب واخبارات میں ایک دوسرے پر تہذیب سے گرے ہوئے کلمات سے لے دے کرتے ہیں جس سے اکثر ولایت ودیگر ممالک کے نومسلم انگشت بدنداں ہیں اور جن میں لارڈ ہیڈلی معہ اپنے ہم خیالوں کے بھی شامل ہیں۔مگر درحقیقت لاہوری جماعت کے امیر محمد علی صاحب خلیفہ اول کی وفات پر قادیان میں خود قادیانی حضرت کی نبوت کو تسلیم کرتے رہے جیسا کہ رسالہ ریویو آف ریلی جنز کے مختلف مضامین سے ثابت ہے۔ یہ رسالہ ان کی ادارت میں شائع ہوتا تھا۔پس بعد ازاں جب خلافت کی مایوسی ان کو لاہور لے گئی تو اس عقیدہ سے بریت ظاہر کر کے ایک جماعت کو اپنے ہم خیال بنانے میں کامیابی حاصل کر لی اور امارت کی مسند پر متمکن ہو گئے۔اول اول زیادہ تر انگریزی خواں شامل ہوئے۔پھر رفتہ رفتہ اردو خوان بھی شامل ہوتے گئے حتی کہ امروہہ کے محمد احسن صاحب بھی جن کی علمیت کی قادیان میں دھوم مچی ہوئی تھی لاہوری جماعت میں آملے۔قادیانی جماعت انکار نہیں کر سکتی تھی کہ قادیانی حضرت مامور من اللہ صاحب وحی مہدی و مسیح موعود ضرور تھے، مگر اللہ تعالی کی شان بے نیازی

کا عجیب کرشمہ کرشمہ دیکھو کہ قادیانی جماعت کی عقل اور نور فراست ان کے اندر سے ایسے زائل ہو گئے ہیں کہ اتنا بھی تدبر کرنا ان کے لئے دشوار ہو چکا ہے کہ ایک وجود قوم کی اصلاح کے واسطے جب مامور من اللہ ہو کر صاحب وحی کے رتبہ تک پہنچ جاتا ہے تو متواتر کئی سال تک اس کو وحی سے اطلاع نہیں ملتی کہ تم رسول و نبی ہو۔ حتی کہ وفات سے چند سال پہلے وحی نازل ہو کر چپکے سے کان میں کہہ دیتی ہے کہ اللہ تعالی نے تم کو نبوت عطا فرمائی ہے اور اس امت میں اس عہدہ کے لائق سوا تمہارے آج تک کوئی پیدا نہیں ہوا۔ نبوت کا عطیہ تو مامور ہونے پر ہی عطا ہو جاتا ہے اور ہرگز تدریجی وارتقائی عہدہ نہیں ہوتا جس کی مثالوں سے قرآن شریف بھرا پڑا ہے اب ایسی وحی اگر بقول خلیفہ ثانی حضرت قادیانی کو ہوئی بھی ہو تو ان کی باقی وحیوں کی طرح ہوائے باطل تھی اور قادیانی حضرت جس طرح تدریجاً مسیح موعود بنے اسی طرح ارتقائی و تدریجی نبی بھی بن گئے ایک رتبہ اپنا شروع میں ظاہر کرتے پھر اس کی قبولیت کم از کم مریدوں میں دیکھ کر اس سے بڑھ کر ایک اور رتبہ کا اعلان کرنا ان کا شیوہ تھا جس کو دجل و مکر سے تعبیر کرنا بالکل صحیح ہے کیونکہ گذشتہ اوراق میں زیر عنوان (کذب و افتراء وخیانت تحریف لفظی و دجل و مکر) قادیانی صاحب چند امثلہ بطور نمونہ مذکور ہو چکی ہیں اور بموجب پیشین گوئی مندرجہ انجیل و صحیح بخاری ان کو کاذب مسیح و کاذب نبی ثابت کیا جا چکا ہے مگر ہر دو صاحبان یعنی خلیفہ ثانی اور محمد علی امیر لاہوری جماعت اب جس مسلک پر اپنے متبعین کو چلا رہے ہیں وہ اہل سنت سے بالکل الگ ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ خلیفہ تو مسیلمہ پنجاب کا کھلا تابع ہے مگر امیر لاہوری بسبب انکار نبوت قادیانی اسلام منصوص کے قریب تر آ گئے ہیں مگر بیعت قادیانی مسیح سے رجوع کرتے نظر نہیں آتے اور اب امارت کی مسند سے علیحدہ ہونا ان کے لئے محال ہے کیونکہ قادیان میں خلافت کی مایوسی جو ان کو لاہور لے آئی تھی اس کا نعم البدل بصورت امارت ان کو حاصل ہو چکا ہے۔

خلیفہ ثانی پسر مرزا قادیانی کے مرض مراق کی مثال

یہ سچ ہے ہم سیاست سے کوئی تعلق نہیں رکھتے اور نہ ہم ایسی کتابیں پڑھتے ہیں جن میں سیاسی امور پر بحث کی گئی ہے (اخبار الفضل ۶ جولائی ۱۹۲۶ء ص ۹)

پھر بعض نادان دوست ایسے موجود ہیں جو کہتے ہیں کہ ہمارے اندر سیاست تو ہے نہیں تو پھر کیوں ہم کسی کی بات مانیں ۔مگر یہ بات غلط ہے ہمارے اندر سیاست ہے جو شخص یہ نہیں مانتا کہ خلیفہ کی سیاست ہے وہ خلیفہ کی بیعت ہی کیا کرتا ہے اس کی کوئی بیعت نہیں اور اصل بات تو یہ ہے کہ ہماری سیاست گورنمنٹ کی سیاست سے بھی زیادہ ہے خلیفہ کے لئے سیاست وہی عقیدہ ہے جس کے لئے میں گیارہ سال سے غیر مبائعین سے جھگڑ رہا ہوں وہ کہتے ہیں کہ ہم میں سے ہے ہی نہیں جب سیاست نہیں تو خلیفہ بھی نہیں کیونکہ خلیفہ بغیر سیاست کے نہیں ہو سکتا مگر میں کہتا ہوں کہ ہم میں سیاست ہے

مسیح موعود کے متعلق عجیب وغریب اسرار

اگر چہ مسیح موعود کی شخصیت وفرائض خاص کے متعلق صفحات گذشتہ میں بر بناء آیات کریمہ واحادیث صحیحہ مرفوعہ بیان کر چکا ہے کہ کاذب مسیح وصادق مسیح میں ایک مومن بالقرآن ومومن بالا حادیث کو صحیح تمیز حاصل ہو سکتی ہے مگر اس کے متعلق چند عجیب وغریب اسرار ابھی باقی ہیں جن کا بیان خاتمہ کتاب ہذا میں کرنا انشاء اللہ موجب انبساط قلب وشرح صدر ہوگا۔

۱۔ قرآن شریف میں دین اسلام کے غالب ہونے کی پیش گوئی اس آیت میں موجود ہے

ھو الّذی ارسل رسو له بالھدی و دین الحقّ لیظھره علی الدّین کلّه (فتح:۲۸)

یہ پیش گوئی تین دفعہ مذکور ہے۔ایک دفعہ سورہ فتح میں، اور دوسری دفعہ سورہ صف میں اور تیسری دفعہ سورہ توبہ میں۔

جب اس پیش گوئی کو قرآن میں اس قدر وقعت و اہمیت حاصل ہے تو اسکا پورا ہونا تقدیر مبرم میں داخل ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتا۔لیکن دیکھنا یہ ہے کہ آیا یہ پیش گوئی بعہد جناب سرور کائنات محمد رسول اللہ ﷺ یا بعہد خلفاء راشدین یا بعدازیں کامل طور پر پوری ہو چکی ہے۔یا محض جزوی طور پر پوری ہوئی ہے اور اگر ماقبلی ہر سہ ازمنہ میں اس کا کامل ظہور وقوع پذیر نہیں ہوا تو اس التواء میں کیا حکمت الٰہی مضمر ہے اور اس کی تکمیل کس عہد خاص سے وابستہ ہے۔

جواب: ہاں یہ حقیقت ثابت ہے کہ اگر چہ غلبہ اسلام از روئے دلائل و براہین ہر سہ مذکورہ ازمنہ میں بخوبی اظہر من الشّمس ہے تاہم عملی طور پر اسلام کا غلبہ ثابت نہیں کیونکہ عہد نبوت میں اسلام صرف ملک عرب میں غالب ہوا باقی مما لک میں کچھ تو خلفائے راشدین کے وقت بعدازاں دیگر خلفاء کے عہد میں یعنی ہسپانیہ، کابل، تاتار، ہندوستان وغیرہ جس میں سے یہ نتیجہ اخذ کرنا بالکل صحیح ہے کہ ابھی وہ زمانہ مصداق لیظھرہ علی الدین کله والا آنے والا ہے جس میں اس پیش گوئی کا کامل ظہور مقدر ہے اور وہ زمانہ مسیح موعود علیہ السلام کا ہو گا جس کی بابت مفسر حقانی علیہ الصلوۃ والسلام نے اطلاع کر دی ہے کہ مسیح کے وقت میں سوا اسلام کے دیگر کل ادیان معدوم ہو جائیں گے اور وہ میرے دین کا اتباع کریں گے اور حج بھی کریں گے اور صاحب اولاد بھی ہوں گے اور میرے مقبرہ میں دفن ہوں گے۔

۲۔حضرت رسول کریم ﷺ کے مقبرہ میں اس وقت خلفائے راشدین میں سے صرف دو خلیفہ صدیق و فاروق مدفون ہیں۔باقی دو حضرت عثمان و حضرت علی کے واسطے اللہ کی حکمت بالغہ نے اس میں مدفون ہونا مقدر نہ فرمایا کیونکہ بلحاظ ابتدائی غلبہ اسلام کے پہلے ہر دو خلیفہ اس کے مستحق تھے اور آخری کلی غلبہ کے لحاظ سے مسیح موعود علیہ السلام اس کے مستحق تھے تیسرے اور چوتھے خلفاء راشدین کے عہد میں اسلامی فتوحات کی بجائے فتنے و فساد پھیلنے شروع ہو گئے تھے اگر چہ خلافت نبوت کے اصول پر بدستور قائم رہی۔

۳۔حضرت مسیح کا غیر متاہل رہنا انجیل احادیث اور تاریخ سے ثابت ہے مگر قرآنی آیت و لقد ارسلنا

رسلاً من قبلك و جعلنا لهم از واجاً و ذرية (رعد:۳۸) کے ماتحت مسیح جناب رسول اللہ ﷺ کے ماقبلی رسولوں میں داخل ہونے کی وجہ سے اپنے عہد میں بذریعہ نکاح آیت مذکور کے مصداق ہوں گے تا کہ جس طرح لیظهره على الدين كله کے مصداق ہوں اسی طرح صاحب زوج وذریۃ بھی ثابت ہوں اور سورہ رعد والی مذکورہ آیت میں کذب کا (معاذ اللہ) احتمال باقی نہ رہے۔

۴۔لہذا حضرت مسیح کے نکاح و مدفن و ادائے حج وکامل غلبہ اسلام وعدم صلب ورفع الی السماء ونزول من السماء کے متعلق جس قدر احادیث صحیحہ وارد ہیں جن پر اہل سنت کا ایمان ہے وہ قرآن کے خلاف نہیں کیونکہ وہ عبارت النص، دلالت النص، اشارت النص، اقتضاء النص کے چاروں اصول کے ماتحت ہیں جن کو نبی ﷺ نے وحی خفی کی تائید سے فرمایا اگر چہ مذکورہ اصطلاحات بعد میں وضع ہوئیں۔

۵۔قرآن مجید میں حضرت مسیح کے متعلق دواور اشارات بھی مذکور ہیں جن کا ثبوت احادیث میں بھی موجود ہے

اول: و ان من اهل الكتاب الا ليومنن به قبل موته و يوم القيامة يكون عليهم شهيداً (النساء:۱۵۹) اس آیت کے پہلے ذکر مسیح کا ہے اور خاص آیت میں ذکر موت سے پہلے اہل کتاب کے ایمان لانے کا ہے اور بعدازیں اس ایمان کی شہادت منسوب بمسیح ہے جو اسی صورت میں صحیح قرار دی جاسکتی ہے کہ آپ کے وقت کل اہل کتاب آپ پر ایمان لائیں اور آپ کی موت سے پہلے اس پیش گوئی کا پورا ہونا حتمی اور لازمی ہے کیونکہ قبل رفع کے وقت یہود اہل کتاب آپ پر ایمان نہ لائے تھے (بخاری باب نزول المسیح) میں مذکورہ آیت کی تفسیر اسی طرح موجود ہے جس کے خلاف یا جس پر کسی صحابی کا انکار ثابت نہیں۔لہذا اہل سنت کا یہ اجماعی مسئلہ ہے کہ حضرت مسیح بعد نزول فوت ہوں گے۔بعد رفع وہ ماتحت قدرت الہی ہیں جس طرح اصحاب کہف تین سو نو سال تک بدون خوراک زندہ رہے۔علی ہذا القیاس اللہ تعالی کی قدرت کا احاطہ کرنا غیر ممکن ہے۔

دوم:

حضرت مسیح کو قرآن سورہ زخرف:۶۱ میں و انه لعلم للسّاعة فرمایا گیا ہے یعنی وہ قیامت کا ایک نشان

ہے اورضمیر انّــــہ کی راجع بطرف مسیح علیہ السلام ہے جس کا ذیل ثبوت موجود ہے ایک تو خود قرآن میں موجود ہے یعنی اس آیت کے پہلے بھی آپ کا ذکر ہے اور اس آیت کے بعد بھی آپ ہی کا ذکر ہے بلکہ تاکیداً یہ بھی فرمایا گیا ہے کہ اس پیش گوئی میں شک مت کرو اور اس مسئلہ میں شیطان کی بات نہ سنو۔ کیونکہ وہ رفع و نزول مسیح کے خلاف قانون قدرت ہونے کی غلط حجت پیش کر کے دل میں شک اور وسوسہ ڈال دیتا ہے اس مفہوم کی تصدیق مسلم کی حدیث مرفوعہ سے بھی ہوتی ہے کہ مسیح علیہ السلام قیامت کے دس نشانات سے ایک نشان ہے اور دس نشانات جملہ ازقسم خرق عادت ہیں۔ لہذا مسیح ابن مریم کو استعارہ قرار دے کر اس کا مشابہ کسی غیر کو قائم کرنا خرق عادت نشان ہرگز نہیں ہوسکتا

سوم:

و اللہ خیر الماکرین (انفال:۳۰) یعنی اہل اللہ کے دشمنوں کی تدبیر کے مقابلہ میں اللہ کی تدبیر وحکمت غالب رہتی ہے جس سے دشمن بالکل ناکام ہوجاتے ہیں۔ قرآن مجید میں صرف دودفعہ واقع ہوا ہے۔ ایک جگہ سورہ آل عمران میں مسیح کو بچانے کے وقت اور دوسری جگہ رسول اللہ ﷺ کو بچانے کے وقت سورہ انفال میں۔

احادیث مرفوعہ سے ثابت ہے کہ مذکورہ ہردو رسولوں کا دشمنوں نے محاصرہ کرلیا تھا اور ہردو رسول دشمنوں کے فریب و بے آبروئی سے بال بال بچ رہے چنانچہ جناب رسول اللہ ﷺ کے محاصرین کی آنکھوں پر اللہ تعالی نے پردہ ڈال دیا اور آپ رات کے وقت ان کی موجودگی اور پہرہ اور بیداری کے باوجود گھر سے نکل کر اور صدیق کو گھر سے بلا کر تین میل کے فاصلہ پر غار ثور میں پناہ گزین ہوگئے۔ غار کے منہ پر عنکبوت نے بحکم الہی جالا تن دیا۔ اور آپ کے قدم مبارک کے نشانات پر تعاقب کرنے والوں کی تلاش کو بالکل ناکام کردیا۔

اسی طرح مسیح کی شبیہ اللہ نے ایک حواری پر ڈال کر و لکن شبہ لھم (النساء:۱۵۷) ان کو اپنی قدرت کاملہ سے آسمان پر اٹھالیا اور سولی پر چڑھنے کی نوبت نہ پہنچنے دی

انجیلی بیان اور مرزا قادیانی صاحب کا بیان کہ مسیح ذلیل بھی ہوا اور اس کے جسم میں کیل اور میخیں

بھی ٹھونگی گئی سراسر خلاف قرآن واحادیث ہیں کیونکہ خیر الما کر ین کی آیت مذکورہ جب ہر دو رسولوں کے واسطے خاص محدود ہے تو اس کا نتیجہ بھی مساوی الاثر ہونا لازمی ہے۔مگر نہایت حیرت بلکہ افسوس کا مقام ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ کے بارہ میں تو یہ یقین کیا جائے کہ آپ محاصرین سے بدوں ذلیل ومضروب ہونے کے بال بال بچ کر غار میں جا چھپے اور وہاں بھی کا فرنامراد لوٹے مگر اسی آیت کے ماتحت حضرت مسیح کے بارہ میں یہ یقین جائز رکھا جائے کہ محاصرین نے آپ پر اس قدر قابو پالیا تھا کہ آپ کوئی طریقوں سے ذلیل بھی کیا اور آخر سولی پر چڑھا کر آہنی کیل ومیخیں بھی جسم مبارک میں ٹھونک دیں حالانکہ مسیح کے بارہ میں آیت ذیل اس امر کی مزید شہادت علاوہ مذکورہ آیت کے صاف طور پر دے رہی ہیں کہ آپ پر یہود ہرگز قابو نہ پاسکے نہ آپ کی بے حرمتی کر سکے

آیت اول: و جعلنی مبار کا این ما کنت (مریم:۳۱)

آیت دوم: و اذ کففت بنی اسرا ئیل عنك (مائدہ: ۱۱۰)

آیت سوم: و جیهاً فی الدّ نیا و الآ خرة (آل عمران:۴۵)

و لکن شبه لهم میں حرف ل بنابر ضرار یعنی ضرر ونقصان ہے جس طرح لهم کا لام و املی لهم انّ کیدی متین (ن:۴۵) میں ہے تشابہ وتشبیہ میں جب شبہ کا مفہوم ہوتو اس کا صلہ (علی) ہوتا ہے مثلاً ان البقر تشا به علینا (البقرہ: ۷۰) مگر نحو کا یہ باریک نکتہ سمجھنا ذرا مشکل ہے (دیکھو نوٹ زیر آیت الله خیر الما کر ین ۔ترجمہ انگریزی سیل صاحب،جس میں آیت و لکن شبه لهم پر کافی بحث ہے اور وہاں یہ بھی مذکور ہے کہ ابتداء میں بعض نصاری کے فرقے مسیح کے عوض دیگر مشتبہ وجود کے مصلوب ہونے کے قائل تھے انجیل برنباس وتفاسیر اہل سنت بھی اسی کی موید ہیں)۔

اب رہا اس شبہ کا ازالہ کہ دشمنوں سے بال بال بچ جانا اور رسوائی کی قید سے بھی محفوظ رہنا تو ہر دو رسولوں کا از روئے قرآن واحادیث مسلم ہے مگر آخری پناہ میں فرق عظیم کیوں ہے؟ ایک کو غار میں پناہ ملتی ہے دوسرے کو آسمان میں۔اور اس میں تنقیص فضیلت مآب ﷺ پائی جاتی ہے۔

سو اسکا جواب یہ ہے کہ تنقیص ہرگز نہیں کیونکہ رفع سبع سماوات تک بنا بر مشاہدہ آیات اللہ معراج میں حضور

ﷺ کا صفحات ماسبق میں ثابت ہو چکا ہے جو مسیح کیا کسی نبی کے واسطے بھی ثابت نہیں۔ بلکہ غار ثور کا زمینی معجزہ سماوی معجزہ سے بڑھ کر ہے کیونکہ یہاں سے دشمن باوجود آپ کا سراغ لگانے کے بالکل ناکام ونامراد واپس آئے اور آسمان پر دشمن کا جانا قدرتاً محال تھا۔

باقی رہا خیر الماکرین کی حکمت وقدرت کا راز معلوم کرنا کہ کیوں اس طرح کیا اور کیوں اس طرح کیا، گستاخی میں داخل ہے۔ لا یسئل عمایفعل و ھم یسئلو ن (انبیاء:۲۳) اس کی شان ہے۔البتہ بال بال ہر دو رسولوں کا بچ رہنا اور پناہ کا حاصل ہونا ہر دو نتائج خرق عادت امور ہیں جن میں مشابہت کامل ہے۔

پس بعد ازیں مسیح موعود کے بارہ میں باطل خیالات کی پیروی کرنا فبای حدیث بعدہ یومنو ن (مرسلات:۵۰) کے وعید میں داخل ہے۔

خاکسار اللہ تعالی سے اپنے واسطے اور مومنین کے واسطے بہ طفیل اس کے حبیب کے ہدایت کی دعا کرتا ہے۔

(منقول از اخبار اہلحدیث امرتسر، احتساب قادیانیت جلد ۲۷، مع اضافات وتخریجات)

اور انجیل متی ۲۲۔ ۷ میں صرف مری کا لفظ ہے۔(انجیل متی کی انگریزی عبارت یوں ہے

And as he sat upon the mount of Olives, the disciples came unto him privately, saying "Tell us, when shall these things be? and what shall be the sign of thy coming, and of the end of the world?

And Jesus answered and said unto them, "Take heed that no man deceive you.

For many shall come in my name, saying, I am Christ; and shall deceive many.

And ye shall hear of wars and rumours of wars; see that ye be not troubled; for all these things must come to pass, but the end is not yet.

For nations shall rise against nation, and kingdom against kingdom; and there shall be famines, and pestilences, and earthquakes in diverse places.

All these are the beginning of the sorrows.

Then shall they deliver you up to be afflicted and shall kill you; and ye shall be hated of all nations for my name's sake.

And then shall many be offended and shall betray one another, and shall hate one another.

And many false prophets shall rise, and shall deceive many. (Matthew, 24:7-11)

Then if any man shall say unto you, Lo, here is Christ, or there; believe it not.

For there shall arise false Christs and false prophets, and shall shew great signs and wonders, insomuch that, 'if it were possible, they shall deceive the very select.

Behold, I have told you before.

Wherefore if they shall say unto you, Behold, he is in the desert; go not forth; behold he is in the secret chambers; believe it not.

For as the lightening cometh out of the east, and shineth from unto the west, so shall also the coming of the son of man be. (Matthew, 24:23- 27)

اس عبارت کو پڑھنے سے محسوس ہوتا ہے کہ یہ مرزا غلام احمد قادیانی جیسے جھوٹے نبیوں اور کاذب مسیحوں کے آنے کی پیشگوئی ہے جن کے آنے کے بعد حضرت مسیح ابن مریمؑ تشریف لائیں گے۔ بہاء)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی بہاء الدین ۔ ۱۵مارچ ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت و یکم (٦١)

قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۴ء (۲۰)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریکِ ختمِ نبوت حصہ شصت ویکم (۶۱)
	قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۴ء (۲۰)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاءالدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۰۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیراہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۸
جماعت احمدیہ سے استفسار	۹
آخری فیصلہ اور تثلیث	۱۰
حدیث ابراہیمی پر اعتراض	۱۲
لاہور میں مناظرہ مرزائیہ	۱۶
آخری فیصلہ کا جواب	۲۳
مرزا صاحب کی عمر	۲۵
خلیفہ قادیان کی ایک نئی چال	۲۶
جلسہ قادیان میں حاضرین کی تعداد	۳۳
امیر المومنین سید احمد رائے بریلوی	۳۶
قادیانی غوثیت اور قطبیت پر خلیفہ قادیان سے سوال	۳۸
مومنین پر مرزا صاحب کا حملہ	۳۹
زلزلہ بہار سے قادیانی قلعہ گر پڑا	۴۵
کلام ربانی اور مرزا قادیانی	۵۰
قادیانی اور رادھا سوامی	۵۲
ضروری باتیں	۵۴
حدیث ابراہیمی پر مکرر جرح	۵۵
آہ! نادر شاہ کہاں گیا؟	۵۷
زلزلہ بہار کا اثر قادیان میں	۶۱
زلزلہ در قادیان	۶۴

احمدیوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن مناظرہ ۷۴
مرزا آنجہانی اور شاہ نادر خان خلد آشیانی ۷۶
کھلی چٹھی بنام مرزا محمود احمد قادیانی ۸۲
مرزائی الہام ۔ قادیانی خراد پر ۸۴
کھلا خط بنام مرزا محمود احمد قادیانی ۹۰
دجال کون ہے؟ ۹۱
خلیفہ قادیانی پر الزام اور انکی طرف سے جواب ۹۵
مولوی دوست محمد احمدی لاہوری ۹۸
فرقہ احمدیہ وائسرائے کے حضور میں ۱۰۰
قادیانی کی تحریر فیصلہ کن ہے یا میری حلف ۱۰۲
قادیانی کذب بیانی ۱۰۸
اڈیٹر الفضل کے استفسار کا جواب ۱۰۹
کیا مرزا صاحب نبی تھے؟ ۱۱۱
سرسید احمد خان اور مرزا قادیان ۱۱۵
انی مہین من ارادا ہانتک ۱۱۶
مرزا قادیانی فیل ۱۱۸
حلف موکد بعذاب کا تقاضا ۱۲۰
مرزا صاحب کی قسمیں ۱۲۲
مراقی نبی: نبوت قادیان کی حقیقت ۱۲۴
مرزا نمبر کیوں شائع ہوا ۱۲۶
زلزلہ بہار موعود قادیانی نہیں ۱۲۸
محمدی بیگم کا آسمانی نکاح صحیح ہے اور اعتراض غلط ۱۳۱
حدیث رسول ربانی: مرزا قادیانی ۱۳۳
کذبات مرزا ۱۳۷
تفسیر نویسی کا چیلنج منظور اور خلیفہ قادیانی مفرور ۱۴۰

ہفوات مرزا	۱۴۲
نئے نبی کی تفسیر	۱۴۵
مرزا صاحب کا یادگاری جلسہ	۱۴۷
گرو جہاندے ٹپنے چیلے جان شڑپ	۱۴۸
مرزائی چال	۱۴۸
مرزا غلام احمد قادیانی کا جوڑ توڑ	۱۵۱
سردار کھڑک سنگھ اور میاں محمود	۱۵۵
مالیخولیائی نبوت	۱۵۶
مرزا کے اضغاث احلام از ازالہ اوہام	۱۵۹
درباره آتھم، مرزا کے اقوال فی الالہام پر تبصرہ۔ا	۱۶۴
فیصلہ کن بات	۱۶۷
مرزا صاحب پر بدگمانی کی ضرورت	۱۶۹
مولوی اللہ دتا جالندھری کی غلط بیانی	۱۷۲
بے حیا کون؟	۱۷۶
مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں	۱۸۱
اعلان ابراہیمی یعنی مولانا سیالکوٹی کی چٹھی	۱۸۲
قادیان میں تفسیر نویسی کا بحران	۱۸۵
حدیث ابراہیمی پر اعتراض کرنے والا	۱۸۸
دھاریوال میں پرانے اور نئے مسیحیوں میں مناظرہ	۱۹۰
جواب حق بجواب پیغام حق	۱۹۲
آخری فیصلہ جملہ خبر یہ ہے	۱۹۶
درباره آتھم، مرزا کے اقوال فی الالہام پر تبصرہ۔۲	۱۹۷
شیطان اور مرزا قادیان۔قابل توجہ اہل ایمان	۲۰۰
مرزا قادیانی اور پیش گوئیوں کی کیفیت	۲۰۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام	۲۰۶

مرزا صاحب پر بدگمانی کی ضرورت	۲۰۹
آخری فیصلہ اور جملات خبریہ	۲۱۴
دھاریوال میں مرزائی، عیسائی مباحثہ	۲۱٦
دانیال اور مرزا قادیان	۲۱۸
شیطان ملعون اور مرزا قادیانی مدفون	۲۲۱
مناظرہ سے فرار	۲۲٦
منکوحہ آسمانی، اور اس کے والد کی موت	۲۲٦
کشمیر میں اسمبلی اور مخالفین مرزائیت کو نوٹس	۲۳۰
میں کذب مرزا پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں	۲۳۲
حرا م علی قر یة، پر ایک سوال	۲۳۵
شیطان اور قادیان	۲۳٦
بہاء اللہ ایرانی کا دعویٰ ان کے الفاظ میں	۲۴۰
گاندھی اور قادیانی	۲۴۴
مرزا قادیانی کی یہود سے مشابہت	۲۴۵
گورنمنٹ نے خلیفہ قادیان کی سخت ہتک کی ہے	۲۴۹
ختم نبوت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟	۲۵۳
خاتم النبیین	۲۵۵
نبوت مرزا پر مالیخولیا کا اثر	۲۵۸
خلیفہ محمود قادیانی تخت خلافت سے معزول کیا گیا	۲٦۳
قادیانی دو ورقہ	۲٦۴
میدان مناظرہ میں حق کی فتح	۲٦۵
مرزائیوں کی تعداد باوجود کوشش کے کم ہو رہی ہے	۲٦۷
شیطان اور قادیان	۲٦۸
محمدی بیگم کے نکاح کی جدید تشریح	۲۷۱
آریہ سماج نے تمام ہند میں روشنی پھیلا دی ہے؟	۲۷۴

چودھویں صدی کا مجدد کون ہے	۲۷۶
پنجابی نبی کے باہمی اختلافات	۲۸۱
چندوسی میں سیرتی جلسہ نہ ہوسکا	۲۸۳
تحریک بہائیت اور احمدیت	۲۸۴
لاہور بھی قادیان سے کم نہیں رہا	۲۸۷
خدا بخش مرزائی چیلنج مباحثہ پر خاموش کیوں ہے ؟	۲۹۲
محسن ملت	۲۹۴
تلقی بالقبول	۲۹۵
ایک یادگار تقریب کی روداد	۲۹۷
ہر جلد ایک خزانہ، ہر لفظ لولوئے لالہ	۳۰۰
تحفظ ختم نبوت : امت مسلمہ کا قیمتی اثاثہ	۳۰۲
تحفظ ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا : ایک ملی اثاثہ	۳۰۳
تحفظ ختم نبوت انسائکلو پیڈیا : ایک عظیم خدمت	۳۰۴

فاتحة الکتاب

الحمد للہ و الصلوۃ و السلام علی سید الا نبیاء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد اکسٹھ (اور قادیانی مشن کی بیسویں جلد) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۹۳۴ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دستیاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی مہر الدین میاں ونڈ، مولوی محمد علی تارکش جے پوری، مولوی داؤد ارشد گوجرانوالہ، منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، منشی عبدالکریم ڈگشائی، حافظ عنایت اللہ وزیرآبادی، حکیم عبدالرحمٰن خلیق تیجہ کلاں، جناب غلام احمد میانوالی مہاراں، مولانا نورحسین گرجاکھی، مولوی غلام رسول مجاہد گلہ مہاراں، مولوی ابوسعید عبدالرحمٰن فریدکوٹی، مولوی عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ، مولوی احمد علی آف ریاست رامپور، مولوی مطیع الرحمٰن حسینا ضلع مونگیر، مولانا مہرالدین آفمیاں ونڈ، ماسٹر اللہ دیا بھیڑہ صندل سنگھ مظفرآباد، کی نگارشات نقل کی گئی ہیں۔ علاوہ ازیں پنڈت آتمانند، شیخ غلام محمد احمدی لاہوری، اور مولوی فضل خان احمدی کی چند تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ۱۹۳۲ء تا ۱۹۳۵ء کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام۔ فقیر بارگاہ صمدی۔ **محمد بہاء الدین۔ ۲۱ مارچ ۲۰۱۹ء**

لاہور میں مباحثہ

لاہور میں بتاریخ یکم جنوری بانتظام انجمن اہل حدیث قادیانیوں سے دومضامین پر مباحثہ ہوا۔ ا۔توہین انبیاء ۲۔آخری فیصلہ مرزا صاحب۔ پہلے مضمون میں مناظر اہل حدیث منشی عبداللہ معمار تھے دوسرے میں فاتح قادیان خود پیش ہوئے حاضری اندازاً ۱۵۔۱۶ ہزار تھی حق کا اثر بہت نمایاں ہوا۔ مفصل آئندہ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۹ ص ۲)

جماعت احمدیہ سے استفسار

جناب مولوی محمد علی صاحبؒ تارکش جے پور سے لکھتے ہیں:

حضرات احمدی صاحبان! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے رسالہ ضرورۃ الامام میں یوں ارقام فرماتے ہیں:

> مسیح موعود کے زمانہ کو اس سے بڑھ کر ایک خصوصیت ہے اور وہ یہ کہ پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے اور یہ سب کچھ مسیح موعود کی روحانیت کا پرتو ہوگا۔
>
> (ضرورۃ الامام۔ص۴۔۵)

احمدی بھائیو! یہ جو مرزا صاحب قادیانی نے بیان کیا ہے، یہ احادیث نبویہ میں کہاں لکھا ہے؟ براہ کرم صحیح پتہ ان کتب احادیث کا دیجئے جن میں یہ لکھا ہے۔

کیا نابالغ بچوں سے مراد احمد نور کابلی، فضل احمد ساکن چنگا بنگیال و ظہیر الدین اروپی وعبداللہ تیماپوری صاحبان ہیں؟ کیونکہ ان حضرات کو نبوت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پرتو نورانیت سے ملی ہے، اور عوام الناس کا روح القدس سے بولنا شاید ٹیلی فون مراد ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۹ ص ۸)

آخری فیصلہ اور تثلیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عام رائے میں مسئلہ تثلیث عیسائیوں بہت بڑا بوجھ ہے۔ حتی المقدور مسیحی اس پر بحث کرنے کے لئے آمادہ نہیں ہوتے۔

ہم دیکھتے ہیں کہ عیسائی تو تثلیث اور الوہیت مسیح پر بحث کرنے کو میدان میں اتر آتے ہیں، مگر مرزائی ، آخری فیصلہ، پر بحث کرنے کو تیار نہیں ہوتے جس کا ثبوت سال ہا سال سے ہم کو ملتا ہے کہ ہر سال قادیان اور لاہور کے جلسوں کے موقع پر ہم درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے ساتھ مضمون ، آخری فیصلہ، پر بحث کر کے معاملہ یک سو کریں۔ قادیان سے تو جواب نہیں آتا، ہاں لاہور سے آتا ہے، جو نہ آنے کے برابر ہے۔

کہتے ہیں پہلے وفات مسیح ، دجال کی حقیقت، مجدد کی تعیین وغیرہ پر بحث ہوکر فیصلہ ہو جائے ، پھر اس مسئلے پر بحث ہونی چاہیے۔ یہ جواب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف سے ملتا ہے۔ حیرانی ہوتی ہے کہ یہ لوگ کس لیاقت اور دیانت سے دنیا کو مناظرات کی دعوت دیتے ہیں۔ کیا کوئی مخالف اسلام ان سے کہے کہ اسلام کی تعلیم متعلقہ حج کی فلاسفی ہم کو سمجھا دو۔ اس سے یہ کہیں گے کہ پہلے استنجا، وضو، نماز کے مسائل طے کر لو پھر حج پر چلو۔

بھلے لوگو! تمہارا ہیرو، تمہارا مجدد، تمہارا مہدی، تمہارا مسیح موعود، وغیرہ موت کاذب کے تقدم کو فیصلہ کن قرار دیتا ہے مگر آپ مرید ہوکر اس کے ساتھ دوسری باتوں کو بھی ملاتے ہو۔ ایں چه بو العجبی است ۔ اسی کو کہتے ہیں:

نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔

اس دفعہ لاہور کی مرزائی جماعت نے دریا دلی سے کام لے کر دو مضمونوں پر آدھ آدھ گھنٹہ مناظرہ کا وقت رکھا۔

اول، کیا مرزا صاحب نے دعویٰ نبوت کیا ہے؟

دوم، کیا توہین انبیاء کی۔

ہم نے یہ دریا دلی دیکھ کر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو اشتہار اور خط رجسٹری بھیجا کہ ہم آپ کے پرانے تعلق دار اور درخواست کنندہ ہیں اس لئے ہمیں بھی وقت ملنا چاہیے۔

جواب آیا پہلے ان مسائل مذکورہ پر گفتگو ہو کر فیصلہ ہونا چاہیے۔ ان کے بعد آخری فیصلہ کی باری ہوگی۔

سبحان اللہ! یہ ہیں آج کل کے جدید علم کلام کے موجد:

بت کریں آرزو خدائی کی
شان ہے تیری کبریائی کی

آخر انجمن اہل حدیث لاہور کو غیرت آئی تو اس نے دو مضمونوں پر مناظرہ کا انتظام کیا جسکا اشتہار درج ذیل ہے:

اعلان مناظرہ:

آج کل لاہور و قادیان میں مرزائی جماعتوں کے جلسے ہو رہے ہیں جس میں مرزا صاحب کو سچا ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جا رہا ہے۔ اس بنا پر ضروری سمجھا گیا کہ ان ہر دو جماعتوں کو مناظرہ کی کھلی دعوت دی جائے اور انہیں موقع دیا جائے کہ وہ مرزا صاحب کے دعاوی کی صداقت ثابت کریں۔

چنانچہ یکم جنوری ۱۹۳۴ء بروز پیر ایک بجے دوپہر بیرون باغ موچی دروازہ کے ایک زبردست جلسہ عام ہوگا پروگرام یہ ہے۔

پہلا اجلاس ایک بجے سے تین بجے تک صدارت مولانا عبد الحنان۔

مقرر جناب منشی محمد عبد اللہ صاحب معمار امرتسری (فاضل مرزائیات)

موضوع۔ مرزا صاحب اور توہین انبیاء۔ ایک گھنٹہ تقریر، ایک گھنٹہ مناظرہ

دوسرا اجلاس۔ ساڑھے تین سے ساڑھے پانچ بجے تک۔

بصدارت مولانا سید محمد داؤد غزنوی۔

مقرر۔ حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان۔

موضوع ،مرزا صاحب کا آخری فیصلہ۔ایک گھنٹہ تقریر۔ایک گھنٹہ بحث
نوٹ : ہر دو جماعتیں اپنے اپنے نمائندوں کے متعلق ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء تک دفتر انجمن اہل حدیث میں اطلاع دیں۔
المشتہر:سکرٹری انجمن اہل حدیث لاہور

(اس جلسہ کی روداد آئندہ پرچہ میں درج ہوگی۔انشاءاللہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۲ ص ۸۔۹)

حدیث ابراہیمی پر اعتراض

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں حضرت ابراہیمؑ کی بابت ایک حقیقت کا اظہار آیا ہے۔ اس پر بہت سے منکرین حدیث بلکہ بعض قائلین حدیث بھی اعتراض کرتے ہیں۔ جماعت مرزائیہ نے تو آج کل اس حدیث کو اپنا سہارا بنا رکھا ہے۔اس لئے آج ہم اس مشکل کو اپنے ناقص علم کے مطابق حل کرتے ہیں۔انشاءاللہ

حدیث شریف مذکورہ کے الفاظ یہ ہیں:

عن ابی ھریرہؓ قال قال رسول اللہ ﷺ لم یکذب ابراھیم الّا ثلاث کذبات (حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت ابراہیمؑ نے کبھی جھوٹ نہیں بولا مگر تین جھوٹ)۔ (بخاری۔ص ۴۷۴)

معترضین اس حدیث پر دوطرح اعتراض کرتے ہیں۔ایک اس طرح کہ نبی کی شان نہیں کہ جھوٹ بولے۔ دوسرا اس طرح کہ قرآن مجید میں حضرت ابراہیمؑ کو صدیق کہا گیا ہے اور حدیث شریف میں ان کے تین جھوٹ بیان ہوئے ہیں اس لئے یہ حدیث قرآن کے مخالف اور نا قابل قبول ہے۔

مرزائی اس حدیث سے یہ فائدہ بھی لینا چاہتے ہیں کہ ایک دو تین جھوٹوں کے باوجود حضرت ابراہیمؑ نبی صدیق رہے،تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اگر

چند جھوٹ ثابت ہو جائیں تو ان کی نبوۃ میں کیا خرابی لازم آتی ہے؟

پس ان اعتراضوں کے جوابات غور سے سنیئے ۔اصل اصول ایسے امور سمجھنے کا وہ حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

انّما الاعمال باالنّیّات ۔(یعنی اعمال شرعی کا وجود نیتوں سے ہے)

جیسی نیت ویسا پھل ۔مناسب ہے کہ اصل مقصد سے پہلے ایک حدیث بطور مثال پیش کر دیں ۔اس مثالی حدیث میں غلط گوئی کی اجازت لے کر صحابہ کی ایک جماعت ایک کار خاص کو جاتی ہے اور کامیاب ہو کر دربار رسالت میں رپورٹ کرتی ہے ۔ وہ حدیث یہ ہے:

قال رسول الله ﷺ من لكعب بن الا شرف ، فانه قد آذى الله ورسوله۔ فقام محمد بن مسلمة فقال ؛یا رسول الله أتحبّ ان اقتله۔ قال: نعم۔ قال فأزن لی ان اقول شيئاً ۔ قال: قل ۔ فاتاه محمد بن مسلمه فقال :انّ هذا الرجل (محمداً) قد سألنا صدقة، و انّه قد عنّانا و انی قد اتيتك استسلفك۔ قال و ايضاً و الله لتملنّه۔ قال انّا قد اتبعناه فلا تحبّ ان ندعه حتّى ننظر الى شئی يصير شأنه۔ و قد اردنا ان تسلفنا وسقاً او وسقين۔ فقال: ارى فيه ؛ وسقاً او وسقين ۔ فقال نعم ، ارهنونی .. (الى).... فقال اتأذن لی ان اشمّ رأسك .قال نعم۔ فشمّه ثم أشمّ اصحابه۔ ثم قال اتأذن لی ۔ قال نعم ۔ فلما استمكن منه قال دونكم، فقتلوه، ثم اتوا النبی ﷺ فاخبروه۔ (بخاری ۔حدیث نمبر ۴۰۳۷) (ترجمہ: ایک دفعہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کوئی ہے جو کعب بن اشرف سے بدلہ لے اس نے اللہ اور رسول کو ایذا دی ہے یعنی بغاوت پھیلا رکھی ہے ۔ یہ سن کر محمد بن مسلمہ نے کھڑے ہو کر عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ چاہتے ہیں کہ میں اس کو قتل کر دوں ۔ فرمایا ہاں ، اس نے عرض کیا تو پھر مجھے اجازت دیجئے کہ میں آپ کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ اس کے سامنے کہہ دوں ۔ فرمایا کہہ دینا ۔پس محمد بن مسلمہ نے کعب کے پاس آکر کہا کہ اس شخص (محمد ﷺ) نے ہم سے

بار بار صدقہ مانگ کر ہم کو تنگ کر رکھا ہے میں آپ کے پاس اس لئے آیا ہوں کہ آپ مجھ کو کچھ قرض دیں۔ اس نے کہا آئندہ اتنا مانگے گا کہ تم اس سے زیادہ تنگ ہو جاؤ گے۔ محمد بن مسلمہ نے کہا اب تو ہم اس کے پیچھے ہو لئے کہ دیکھیں اس کا کیا انجام ہوتا ہے؟ اس گفتگو کے بعد محمد بن مسلمہ نے کعب کو کہا کیا آپ مجھے اجازت دیں گے کہ آپ کے سر کے بالوں سے خوش بو سونگھوں۔ اس نے کہا ہاں پس اس نے اس کے سر کو سونگھا اور اپنے ساتھ والوں کو سونگھایا۔ پھر کہا ایک دفعہ اور اجازت دیجئے جب اس نے اجازت دے دی تو اچھی طرح سے اس کے سر کو پکڑ لیا اور ساتھیوں کو آواز دی کہ پکڑ لو۔ پس انہوں نے اس کو قتل کر کے دربار رسالت میں اطلاع دی)۔

ناظرین! اس حدیث میں صحابہ نے کعب کے سامنے بحق رسالت جو کچھ کہا وہ قطعاً نادرست ہے بلکہ ایمان کے سراسر خلاف ہے مگر کیا کوئی کہے گا کہ واقعی انہوں نے ایمان کے خلاف کام کیا۔ نہیں تو کیوں نہیں؟ اس لئے کہ دینی مقصد کیلئے اجازت لے کر یہ کام کیا۔ اس واقعہ کو یاد رکھ کر سنئیے:

ا۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے جب بت توڑ دیئے تو ان کو ماخوذ کر کے پنچوں کے سامنے لایا گیا اور سوال ہوا کہ تو نے یہ کام کیا ہے؟

یہ سوال جواب قرآن میں یوں مذکور ہے

قالوا ءأنت فعلت هذا بآلهتنا يا ابراهيم ۔ قال بل فعله كبيرهم هذا فاسئلوهم ان كانوا ينطقون (الانبیاء: ۶۲۔ ۶۳) (میں نے نہیں بلکہ ان کے اس بڑے بت نے ایسا کیا ہے۔ اگر یہ بول سکتے ہیں تو ان سے پوچھ لو)

اس کلام میں فعل کا فاعل بڑے بت کو بنایا ہے جو مگر حقیقت یہ نہیں نہ بڑے بت نے دوسرے بتوں کو توڑا، نہ مشورہ یا حکم دیا۔

۲۔ چونکہ حضرت ابراہیمؑ کو بت خانہ کی طرف لے جانا چاہتے تھے اس لئے انہوں نے بطور معذرت کہا انّی سقیم (میں بیمار ہوں)۔

بقرینہ مقام بیماری سے مراد وہ بیماری ہونی چاہیے جو چلنے پھرنے سے مانع ہو، چونکہ آپ کی حالت ایسی نہ تھی لہذا کلام غلط ہے

۳۔ تیسری بات حدیث میں یہ آئی ہے کہ ایک ظالم حاکم کے سامنے بغرض حفاظت

اپنی منکوحہ (بیوی) کو اخت (بہن) کہہ کر بچا لیا۔

یہ ہیں وہ تین جملے جن میں سے دو تو قرآن مجید میں مذکور ہیں، ایک حدیث میں ہے۔

ان سارے واقعات کے متعلق حضرت ابراہیمؑ کا کلام حدیث میں یوں منقول ہے:

انّی کذبت ثلاث کذبات۔ (میں نے تین دفعہ جھوٹ کیا)

مگر رسول اللہ ﷺ نے اسی حدیث میں بطور بریت فرمایا:

ما منها كذبة الا ما حل بها عن دين الله (متفق عليه)

یعنی یہ تینوں جھوٹ ایسے تھے کہ ان کی وجہ سے حضرت ابراہیم دینی مواخذہ سے نکل گئے۔

مطلب اس کا یہ ہے کہ دینی کام میں جوان پر تکلیف آئی تھی ایسا کرنے سے اس تکلیف سے آپ بچ گئے۔ اس لفظ میں پیغمبر اسلام نے حضرت ابراہیمؑ کو اسی طرح جھوٹ کے مواخذہ سے بری ظاہر فرمایا جس طرح کہ محمدؓ بن مسلمہ، قاتل کعب بن اشرف کو باوجود آلودہ بالکذب ہونے کے بچا لیا۔ پس جس طرح محمدؓ بن مسلمہ کا کذب باوجود وقوع پذیر کے ہونے اہل معرفت کے مقولہ، سب صحابی ثقہ، کے خلاف نہیں اسی طرح حضرت ابراہیمؑ باوجود ان تین واقعات کے صدیقاً نبیاً ہیں۔

ہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کذبات ایسے نہیں وہ تو اپنے دعوی کے اثبات کے لئے بطور دلیل کے لاتے ہیں جو وقوع پذیر نہیں ہوتے تو منکرین کو دعوت اسلام پر اعتراض کرنے کا موقع ملتا ہے پھر اس سے اس کو کیا نسبت سوائے اس کے کہ کہا جائے:

شیر قالیں دگر است و شیر نیستاں دگر است

نتیجہ: اسی لئے مرزا صاحب قادیانی نے اس حدیث پر اعتراض کرنے والوں کو بہت مکروہ الفاظ سے یاد کیا ہے (آئینہ کمالات اسلام) (باقی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۰ ص ۳۔۴)

لاہور میں مناظرہ مرزائیہ

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

جیسا کہ ناظرین گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں ملاحظہ فرما چکے ہیں لاہور میں قادیانیوں سے ایک تاریخی مناظرہ ہوا جس کے دو حصے تھے۔

ایک حصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انبیاء کرام خصوصاً حضرت مسیح ابن مریم کی توہین کی ہے۔ یہ حصہ خاکسار معمار کے سپرد تھا۔

دوسرا حصہ، مرزا صاحب کا مولوی ثناء اللہ صاحب سے آخری فیصلہ تھا، یہ حصہ شیر پنجاب مولانا فاتح قادیان کے سپرد تھا۔

حاضری اندازاً ۱۵۔۱۶ ہزار نفوس کی ہوگی۔ بیرون موچی دروازہ کھلے میدان میں جلسہ منعقد ہوا۔ میرے وقت میں صدر مولانا عبدالحنان مقیم لاہور تھے۔ دوسرے وقت کے صدر مولانا داؤد صاحب غزنوی تھے جو جلسہ کا افتتاح کر کے بوجہ علالت واپس چلے گئے، اس لئے دوسرے وقت بھی مولانا عبدالحنان نے صدارت فرمائی۔

میرے دلائل کا خلاصہ یہ تھا:

میں (عبداللہ معمار) نے اپنی تقریر میں دس بارہ کے قریب مرزا صاحب کی تحریرات پیش کیں جن میں صاف اور واضح الفاظ میں حضرت مسیح کی توہین کی گئی تھی بطور مثال ایک دو تحریرات درج ذیل ہیں۔ مرزا صاحب چشمہ مسیحی میں لکھتے ہیں:

> حضرت عیسی نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا بدزبانی میں اس قدر بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولدالحرام تک کہہ دیا (ص ۵)

اسی طرح نسیم دعوت و کشتی نوح میں لکھا:

> حضرت عیسی شراب پیا کرتے تھے۔ (ص ۶۵، ۶۷)

اس کے جواب میں مولوی سلیم نے یہ عذر کیا کہ حضرت مرزا صاحب نے حضرت مسیح کی توہین نہیں کی بلکہ، یسوع کی ہے جو عیسائیوں کا فرضی خدا ہے اور شراب کے متعلق بھی مرزا صاحب نے محض عیسائیوں کا مسلمہ عقیدہ لکھا ہے نہ کہ خود اپنا۔

جواب الجواب میں خاکسار نے کتب مرزا صاحب سے دکھا دیا کہ یہاں کسی فرضی یسوع کا ذکر نہیں بلکہ، حضرت عیسی علیہ السلام، کا نام مسطور ہے اور شراب کے متعلق بھی مرزا صاحب کی تحریر سے دکھا دیا کہ مرزا صاحب صاف لکھتے ہیں کہ:

میرے نزدیک مسیح شراب سے پرہیز کرنے والا نہ تھا۔ (ریویو۔ ج ا ص ۱۲۴)۔

اس کے بعد مرزائی مولوی صاحب سے کچھ جواب نہ بن سکا۔ فللہ الحمد

ساڑھے تین بجے سے ساڑھے پانچ بجے تک فاتح قادیان کا وقت تھا۔ حاضرین ہزاروں کی تعداد میں پرے باندھ کر ہمہ تن گوش ٹکٹکی لگائے متوجہ تھے۔ مولانا داؤد غزنوی نے افتتاحی تقریر نہایت مختصر لفظوں میں ادا کرتے ہوئے ٹھیک فرمایا کہ مرزائی مضمون مولانا ثناء اللہ کی زبان سے خاص لطف دیتا ہے کیونکہ ممدوح کو اس فن میں خاص کمال ہے اور مرزا صاحب قادیانی سے خاص تعلق ہے۔

لاہور میں انجمن حمایت اسلام کے جلسہ پر بڑا بھاری اجتماع ہوتا ہے مگر مولانا فاتح قادیان کے دوران تقریر میں اس سے بھی زیادہ اجتماع تھا۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے شروع تقریر میں بیان کیا کہ میں نے مرزا صاحب کے متعلق بڑی محنت کی، دعائیں کیں، استخارے کئے، کتب بینی کی، آخر میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مرزائی مباحث لفظی نہیں بلکہ عرفانی ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب کا دعوی عالمانہ نہیں بلکہ عارفانہ ہے۔ وہ کھلے الفاظ میں اپنے مدارج علیا کا اظہار کرتے ہیں:

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

بلکہ یہ بھی کہتے ہیں:

آدم نیز احمد مختار در برم جامہء ہمہ ابرار

اس لئے میں نے ابتداء ہی سے مرزا صاحب کے کمالات عالیہ پر توجہ کی چنانچہ سب سے پہلی کتاب میں نے الہامات مرزا لکھی۔ پھر کئی ایک رسائل اسی موضوع پر لکھے۔ آخر مجھے خیال آیا کہ اس بات کا سراغ چلاؤں کہ مرزا صاحب نے یہ دعاوی کہاں سے اخذ کئے ہیں تو بحکم جوئندہ یابندہ آخر میں نے سراغ لگا لیا کہ یہ سب کچھ بہاء اللہ ایرانی (مدعی رسالت) سے اخذ کیا ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب کے متعلق میری

آخری کتاب، بہاء اللہ اور میرزا، شائع شدہ ہے جس میں میں نے حوالہ جات صحیحہ سے اپنا دعویٰ ثابت کر دیا ہے۔

چونکہ میری طرف سے مرزا صاحب پر سختی سے تعاقبات ہوتے تھے اس لئے انہوں نے تنگ آ کر مجھے مباحثہ مناظرہ کے لئے دعوت نہیں دی بلکہ اپنے روحانی بلند پایہ کے لحاظ سے میرے اور خود بدولت کے مابین بذریعہ موت، خدا سے فیصلہ چاہا چنانچہ آپ کا اشتہار مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء یوں ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده و نصلى على رسوله الكريم ۔

يستنبئونك احق هو ۔ قل اى و ربى انه لحق ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام على من اتبع الهدى

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے

ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کردے۔ آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر ۔مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے ۔ آمین یا رب العالمین ۔میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا ۔اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا ۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے ۔اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری

نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید

بعد ازاں فرمایا۔ قرآن شریف میں حضرت یوسفؑ کے مقدمہ کی مثل مرقوم ہے جس میں فریق مخالف (زلیخا) کے اہل میں سے ایک گواہ کی گواہی پر حضرت یوسف بری ہو گئے تھے۔ میں قرآنی تعلیم کے ماتحت مرزا صاحب کے اہل میں سے ایک نہیں چار گواہ پیش کرتا ہوں جن کے بیانات میری تائید کرتے ہیں کہ اس دعا کا نتیجہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف نکلا۔

آپ نے فرمایا: میں مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی راست گوئی کا اعتراف کرتا ہوں کہ وہ کمال راست بازی سے میرے حق میں شہادت دے چکے ہیں۔ مرزا صاحب نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کیا مولوی محمد علی صاحب ان دنوں قادیانی رسالہ ریویو کے اڈیٹر تھے مرزا صاحب کے انتقال کے بعد جو سب سے پہلا رسالہ نکلا جس میں مرزا صاحب قادیانی کے انتقال ہی کے مضامین ہیں، اس رسالہ میں آپ کی شہادت صادقہ یوں درج ہے:

ثناء اللہ اور عبدالحکیم: ان دونوں کا کچھ الگ ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے کیونکہ یہ خیال کیا جاتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی زندگی ہی میں ان دونوں کا ہلاک ہونا ضروری تھا یاد رکھنا چاہیے کہ ایک مثال سے صدق اور کذب نہیں پرکھا جاتا بلکہ ہمیشہ کثرت کو دیکھنا چاہیے جنہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے خلاف مباہلے کئے یا بد دعائیں کیں یا جن کے خلاف حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بد دعا کی ان میں سے کتنے اب نظر آتے ہیں جہاں بیسیوں ایسی مثالیں موجود ہیں کہ معاندین خدا کے برگزیدہ کا مقابلہ کر کے ہلاک ہوئے وہاں ایک دو مثالیں بچ رہنے والوں کی النادر کالمعدوم سمجھنی چاہییں۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء)

آپ (مولانا ثناء اللہ امرتسری) نے بطور نتیجہ فرمایا کہ اس بیان سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ بموجب اعلان مرزا صاحب، ان سے پہلے مجھے مرنا چاہیے تھا مولوی محمد علی صاحب مانتے ہیں کہ میں حسب اعلان نہیں مرا۔

اس کے جواب میں کہتے ہیں کہ یہ شاذونادر ہے جو کالعدم ہے اس لئے بزعم ان کے مرزا صاحب قادیانی کی صداقت میں حارج نہیں ہوسکتا۔

آپ نے فرمایا کہ میرے حق میں اتنا بیان کافی ہے کہ مولوی محمد علی صاحب نے تسلیم کر لیا کہ حسب اعلان مرزا صاحب، ثناء اللہ کو ان سے پہلے مرنا چاہیے تھا۔ باقی رہا یہ کہ یہ واقعہ شاذونادر ہے اور دشمنان مرزا کثرت سے پہلے مر رہے ہیں۔ اس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص اپنے دعوی کے ثبوت میں ایک تمسک پیش کرے جس میں اصل رقم کا لفظ مشکوک ہو تو کیا وہ مدعی حاکم کو کہہ سکتا ہے کہ حضور میرے تمسک میں بیس سطریں ہیں ہر سطر میں بیس بیس لفظ ہیں جو سب کے سب صحیح ہیں اگر رقم کا ایک ہندسہ صحیح نہیں تو کیا ہوا باقی اکثر تو صحیح ہیں۔ کیا ایسا مدعی بریلی کے پاگل خانے میں نہ بھیجا جائے گا۔

اس کے ساتھ ہی آپ نے دوسرا گواہ مولوی محمد احسن امروہی کو پیش کیا وہ بھی مرزا صاحب قادیانی کے اس اعلان کو دعا قرار دیتے ہیں آپ کے الفاظ یہ ہیں:

ایسی دعائیں تو حضرت سید المرسلین کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان، مذکور۔ص ۲۳۸)

یہ حوالہ پیش کر کے فرمایا چونکہ یہ دونوں بیان حکیم نور الدین خلیفہ اول کے سامنے شائع ہوئے تھے اس لئے بحکم نبی الامر المدینہ حکیم صاحب بھی ان بیانوں کے مصدق ہیں۔ چونکہ مناظرہ میں مخاطب قادیانی مبلغ تھے اس لئے فرمایا یہ مت کہنا کہ محمد علی ہماری جماعت کا آدمی نہیں، غیر مبائع ہے اس لئے اس کا قول ہم پر حجت نہیں، کیونکہ یہ شہادت اس وقت کی ہے جب محمد علی کی مدح میں قادیان میں قصیدے لکھے جاتے تھے تمام جماعت ان کی فضیلت پر متفق تھی ساری جماعت میں وہ مایہ ناز تھے۔

چوتھا گواہ آپ نے موجودہ خلیفہ قادیان (محمود احمد) کو پیش کیا جنہوں نے رسالہ تشحیذ الاذہان میں اقرار کیا ہوا ہے کہ یہ اعلان ایک انذاری پیش گوئی ہے۔

فرمایا پیش گوئی جملہ خبریہ ہوتی ہے جس کا صدق ضرور ہوتا ہے۔ ان چار

گواہوں کے بیانات حاضرین کو خوب ذہن نشین کرائے گئے۔

فریق ثانی کی طرف سے ملک عبدالرحمٰن بی اے گجراتی پیش ہوئے۔ان چاروں شہادتوں کی نسبت تو یہ ایک حرف بھی نہ کہا۔کہا تو یہ کہا کہ:

مرزا غلام احمد کا اعلان آخری فیصلہ، دعائے مباہلہ تھی۔آپ (ثناءاللہ امرتسری) نے چونکہ مباہلہ سے انکار کر دیا تھا اس لئے مباہلہ منعقد نہیں ہوا لہذا یہ اعلان حجت نہ ہوا۔

مولانا ثناءاللہ نے فرمایا کہ مرزا صاحب نے اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۹۰۲ء اور حقیقۃ الوحی میں ۱۹۰۶ء میں اعلان کیا تھا کہ میں آئندہ کسی کو مباہلہ کا چیلنج نہ دونگا۔ پھر یہ ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء والہ اشتہار آخری فیصلہ چیلنج مباہلہ کیوں کر ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں فریق ثانی کو بڑی دقت پیش آئی اور اس نے پہلو بدل کر کہا کہ یہ اعلان مرزا صاحب کا نہیں بلکہ آپ (ثناءاللہ) نے جو ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث میں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا یہ اعلان اس کی منظوری ہے۔

مولانا ثناءاللہ نے فرمایا میں نے جو ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو چیلنج دیا تھا اس کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے اخبار الحکم ۳۱ مارچ اور بدر ۴۔ اپریل میں چھپا تھا کہ ہم اس چیلنج کے مطابق مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہو جائے گی۔ وہ کتاب ہم آپ کو بھیج کر معلوم کریں گے کہ آپ نے اس کو پڑھ لیا ہے۔ پھر مباہلہ کریں گے۔کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی مگر مجھے نہ ملی تو جون ۱۹۰۷ء میں میں نے تقاضا کیا تھا۔حسب تحریر مرزا صاحب کتاب مجھے مل جاتی۔ میں اسے پڑھ لیتا۔اور مرزا صاحب میرا امتحان لے لیتے تو اس کے بعد مباہلہ ہونا چاہیے تھا۔اب انصاف سے بتاؤ کہ ۱۵ اپریل ۱۸۰۷ء کا اشتہار آخری فیصلہ اعلان مباہلہ کیسے ہوا؟ کیا کوئی حاکم کسی مقدمہ کی تاریخ ۱۵ فروری مقرر کر کے یکم جنوری کو فیصلہ سنا دے تو یہ حاکم منصف ہے یا ظالم۔

تقریر بڑی بسیط اور لطیف تھی جس کو حاضرین نے بڑی توجہ سے سنا اور فائدہ اٹھایا لاہور میں یہ مناظرہ بے مثل رہا اور رہے گا۔انشاءاللہ

خدا کا شکر ہے کہ دلائل کی رو سے حاضرین پر واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب ایک طرف تو توہین مسیح کے مرتکب ہوئے ہیں اور دوسری طرف اپنے اعلان کی رو سے

پہلے مرکر خدا کے ہاں کاذب ٹھہرے ہیں۔ الحمد لله على ذلك

ناظرین کرام ! مولوی محمد علی صاحب لاہوری جو مولانا ثناء اللہ کی دعوت مناظرہ پر، ہاں، نہیں کرتے اس کی وجہ یہی ہے کہ مولوی صاحب موصوف جانتے ہیں کہ میرا لکھا ہوا پیش کیا جائیگا اقرأ کتابك كفى بنفسك اليوم عليك حسيباً ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۰ ص ۴۔۶)

آخری فیصلہ کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین ! حق تو یہ ہے کہ آخری فیصلہ مرزا قادیانی نے امت مرزائیہ کو جس قدر پریشان کر رکھا ہے کسی اور امر نے ان کو اتنا پریشان نہیں۔ لاہوری جماعت نے تو وہی جواب دیا جو گذشتہ سال دیا کہ پہلے وفات مسیح پر، پھر دجال، پھر مجددین وغیرہ پر بحث ہو، ان مباحث کے فیصلے کے بعد مرزا صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ پر بحث ہوگی۔ ان امور کے تصفیہ کے لئے بھی عجیب طریق اختیار کیا ہے جس کے جواب کے لئے خدا نے یہ سبب بنا دیا کہ لاہور ہی میں جلسہ عام میں مباحثہ ہوا جس میں قریباً ۱۵۔۱۶ ہزار آدمی ہوں گے۔ سب نے حقیقت حال بھانپ لی۔ لیکن قادیان سے جو جواب آیا وہ قادیان ہی کے لائق تھا کیونکہ جس طرح قادیان ایک بے نظیر بستی ہے اس کے رہنے والے خصوصاً خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) بھی بے نظیر ہیں۔ ہمارے اشتہار کا جواب خلیفہ قادیان نے حسب ذیل دیا ہے:

> ہمیں اس اشتہار کی کیا پرواہ جب کہ ہم دیکھتے ہیں کہ ہماری جماعت روز بروز زیادہ ہو رہی ہے مولوی ثناء اللہ اگر ہماری ترقی میں روک ہوتے تو یہ ترقی نہ ہوتی دیکھئے اس سال بیس ہزار آدمی شریک جلسہ ہوئے ہیں سات سو نئے اشخاص داخل بیعت ہوئے ہیں۔

بہت خوب ! نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ جس قوم کی ترقی ہو، مخالف کی بات نہ سنے،

نہ اس سے گفتگو کرے، پھر امت مرزائیہ عیسائیوں اور آریوں سے کیوں آئے دن سر جوڑا کرتی ہے۔ کیا اسے معلوم نہیں کہ عیسائی کس قدر ترقی کر رہے ہیں۔ علاوہ اس کے مرزائیوں کی ترقی کا یہ حال ہے کہ مرزا صاحب متوفی اپنی امت کا شمار چار لاکھ بتاتے رہے مگر جدید مردم شماری میں پنجاب کی ساری جماعت (قادیانی، لاہوری) ۵۶ ہزار ہی نکلی۔ ان کے علاوہ پانچ دس ہزار دیگر بلاد کے احمدی ہوں گے جو بقول خلیفہ محمود احمد بہت ہی کم ہیں، سارے مل ملا کر ۶۶ ہزار ہوں گے۔ کیا یہ ترقی اصلی ہے یا ترقی معکوس؟ برخلاف اس کے آریوں کا شمار نئی مردم شماری میں دس لاکھ تک پہنچا ہے اور عیسائیوں کا قریباً پچاس لاکھ تک۔

خلیفہ قادیان کہتے ہیں کہ آخری فیصلے کو ہم اپنی راہ میں رکاوٹ نہیں جانتے۔ ہاں صاحب! روک کا آپ کو پتہ لگ جاتا اگر آپ یکم جنوری ۱۹۳۴ء کو بمقام لاہور ملک عبدالرحمٰن قادیانی سے ہمارا مناظرہ سنتے۔ یقین ہے کہ آپ یا تو ہم سے متفق ہو جاتے یا اپنے مبلغوں کو بحلف تاکید کرتے کہ خبردار اس مبحث پر کبھی مناظرہ نہ کرنا۔

خلیفہ قادیان نے یہ بھی کہا ہے۔ مولوی ثناء اللہ اپنے ہی قول سے مسیلمہ کی زندگی میں ہے۔ تو اس کے جواب میں ہم کہتے ہیں کہ جب آپ کے پاس (میرے خلاف) ایسی زبردست دلیل ہے تو پھر آپ اس امر (آخری فیصلہ) پر فیصلہ کن مناظرہ کرنے سے کیوں جان چراتے ہیں۔ ذرہ سامنے تو آئیں پھر دیکھیں کہ خدا کی مدد کس کے شامل حال ہوتی ہے۔

خلیفہ صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ اپنی جماعت میں اتنا ذلیل ہو گیا ہے کہ اس کی سرداری کی بجائے انہوں نے ایک ریٹائرڈ پٹواری کو امیر بنا لیا ہے۔ جناب کو معلوم نہیں کہ آپ کے مقابلے میں لاہور میں حضرت، ایدہ اللہ، امیر بنائے گئے تو آپ کو کتنی ذلت پہنچی ہوگی۔ ناظرین! یہ سب باتیں دراصل مناظرہ سے جان بچانے کے حیلے بہانے ہیں۔ پس وہ یاد رکھیں

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۲ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۱ ص ۵)

مرزا صاحب کی عمر

جناب مولوی محمد علی صاحبؒ تارکش، جے پور سے لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حضرت نعمت اللہ شاہ ولی مرحوم کے ایک شعر کی شرح میں اپنے رسالہ نشان آسمانی میں یوں تحریر فرماتے ہیں:

تا چہل سال اے برادر من
دور آں شہسوار مے بینم

یعنی اس روز سے جو وہ امام ملہم ہوکر اپنے تیئں ظاہر کرے گا چالیس برس تک زندگی بسر کرے گا اب واضح رہے کہ یہ عاجز (مرزا قادیانی) اپنی عمر کے چالیس برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ اسّی (۸۰) تک یا اس کے قریب تیری عمر ہے۔سو اس الہام سے چالیس برس تک دعوت ثابت ہوئی ہے جن میں سے دس برس کامل گذر بھی گئے، دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۲۳۸ واللہ علی کل شیءقدیر۔

(نشان آسمانی۔ص ۱۵)

اس سے قبل اسی رسالہ نشان آسمانی کے صفحہ ۷۔۸ پر لکھتے ہیں:

انہیں اشعار میں ایک یہ بھی اشارہ ہے کہ وہ مبعوث ہونے وقت سے چالیس برس تک عمر پائے گا.... براہین احمدیہ کے دیکھنے سے ظاہر ہوگا کہ یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں سال میں مبعوث ہوا جس کو گیارہ برس کے قریب گذر گئے۔

ان ہر دو مقاموں پر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہونا اور بعد مبعوث ہونے کے چالیس برس تک زندہ رہنا بیان کیا ہے۔نعمت اللہ صاحب ولی کے شعر سے ہی نہیں بلکہ اپنے الہام سے بھی۔

رسالہ نشان آسمانی، مرزا صاحب قادیانی نے مئی ۱۸۹۲ء میں لکھا۔اس وقت اپنی عمر پچاس سال کی لکھ رہے ہیں۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرمایا۔اس حساب سے ٹھیک سولہ برس بعد رسالہ نشان آسمانی لکھنے کے آپ دنیا سے تشریف لے گئے۔

مبعوث ہونے یا ملہم ہونے کے بعد آپ ۲۶ سال زندہ رہے۔ جینا چاہیے تھا آپ کو چالیس سال تک۔ گویا ۱۴ سال قبل ہی بعمر ۶۶ سال انتقال فرمایا۔

دیکھو نشان شدہ مقام۔ افسوس ہے جو نشان مرزا غلام احمد صاحب اپنی صداقت میں پیش کیا کرتے ہیں اسی سے ان کی تکذیب ثابت ہو جاتی ہے:

ما در چہ خیالیم و فلک در چہ خیال

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۲ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۱ ص ۵، ۶)

خلیفہ قادیان کی ایک نئی چال

آخر باپ کے بیٹے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا مرزائی مباحث میں سب مسائل گویا ماتحت عدالتوں کے احکام ہیں۔ ہائی کورٹ کا فیصلہ ان میں ہے تو آخری فیصلہ ہے جس کو مرزا صاحب متوفی نے خود آخری فیصلہ کے عنوان سے شائع کیا تھا جس کا مضمون صرف اتنا تھا کہ:

اے خدا ہم دونوں (مرزا قادیانی و ثناء اللہ) میں سے جھوٹے کو پہلے موت دے

آخری فیصلہ پر بہت دفعہ گفتگو ہوئی۔ مسلمہ منصف نے فیصلہ دیا۔ ہم نے تین سو روپئے انعام بھی لیا۔ ان سب واقعات نے قادیان اور لاہور کا قافیہ ایسا تنگ کیا ہے کہ بات بنائے نہیں بنتی۔ سوجھائے نہیں سوجھتی۔ آخر سوچ بچار کے بعد خلیفہ قادیان نے اس دفعہ ایام جلسہ (قادیان) میں خطبے میں ایک لمبی تقریر فرمائی جس میں آخری فیصلہ کا مفصل ذکر کیا۔ پرانی باتوں کے علاوہ نئی بات اس میں یہ اضافہ کی ہے کہ مجھ سے حلف کا مطالبہ کیا ہے۔ آپ کے الفاظ حسب ذیل ہیں۔

اگر وہ (ثناء اللہ) اپنی باتوں پر مصر ہیں تو اب بھی ان کے لئے موقع ہے اور اگر ان میں ذرہ بھی تخم دیانت کا باقی ہے تو میں اعلان کرتا ہوں کہ وہ اپنے اخبار میں شائع کر دیں کہ میں مرزا صاحب کو مفتری، کذاب اور دجال خیال کرتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب کا

شائع کیا ہوا طریق مقابلہ تسلیم کر لیا تھا۔اور اس کو صداقت کے پرکھنے کا معیار اس وقت بھی سمجھتا تھا اور اب بھی سمجھتا ہوں ۔اور یقین رکھتا ہوں کہ مرزا صاحب میرے مقابلے کی وجہ سے ہلاک ہوئے ۔اے خدا! اگر میں اس دعوی میں جھوٹا اور کاذب ہوں تو مجھے اپنے عذاب سے ہلاک کر دے ۔اس دعا کے شائع کرنے کے بعد اگر قریب ترین عرصہ میں وہ اللہ تعالی کی لعنت میں گرفتار نہ ہو جائیں اور خدا تعالی کی قہری تجلیات کا نشانہ نہ بن جائیں تو بے شک وہ اپنے آپ کو سچا سمجھیں (الفضل ۴ جنوری ۱۹۳۴ء)۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ ہم حیران ہیں اور ہماری حیرانی فرقہ ہذا کے شروع ہی سے یہ ہے کہ یہ لوگ دعوی تو کرتے ہیں کہ ہم شریعت اسلام (قرآن و حدیث) کے پابند ہیں مگر ان کی جوابی گفتگو نہ قرآن سے مبرہن ہوتی ہے نہ حدیث سے مدلل ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی نبوت کا ہے ۔میں اس کا منکر (کافر) ہوں ۔کوئی آئت یا حدیث اس دعوی پر شاہد نہیں ہے کہ کافر اپنے کفر پر قسم کھائے ۔کیونکہ کافر کو خدا کے نزدیک مورد الزام اور مستوجب عذاب کرنے کے لئے اس کا کفر کافی ہے ۔اس میں حلف کی ضرورت نہیں ۔قرآن مجید ناطق ہے کہ کافروں کا انکار محض سادہ لفظوں میں ہوتا تھا ۔ہاں اس کے جواب میں نبی رسول قسم کھاتے تھے ۔غور سے پڑھیئے

و یقول الذین کفروا لست مر سلاً ۔ قل کفی با للہ شھیداً بینی و بینکم و من عندہ علم الکتا ب۔(الرعد :۴۳) یعنی کافر لوگ کہتے ہیں تو رسول نہیں ہے ۔تو کہہ دے کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ گواہ کافی ہے)۔

اس آیت مبارکہ سے ہمارے دونوں دعوے ثابت ہوتے ہیں کہ

۱: منکر نبوت کو قسم کھانے کی ضرورت نہیں ہے اور

۲: یہ کہ مدعیان نبوت (انبیاء کرام) قسم کھاتے تھے۔

کافروں کو کسی نبی نے نہیں کہا کہ تمہارا محض انکار (کفر) کافی نہیں حلف اٹھا کر انکار کرو یہ تو ہے مسئلہ کی شرعی صورت ۔کہ امت مرزائیہ کا کوئی حق نہیں کہ مجھ سے یا کسی اور منکر سے مطالبہ حلف کریں ۔اگر ایسا کرنا چاہیں تو پہلے شرعی دلیل پیش کریں ۔

علاوہ اس کے حلف کا نتیجہ بتانے میں آپ (محموداحمد) نے اپنے والد کو بھی مات کر دیا۔ کیا خوب لکھتے ہیں:

قریب ترین عرصہ میں اللہ کی لعنت میں گرفتار ہوں گے۔

سنو۔ جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے جب میں نے حسب چیلنج مرزا صاحب قادیان میں پہنچ کر مرزا صاحب کو میدان میں نکلنے کی تکلیف دی تھی۔

پہلے جواب ملا کہ ہم (مرزا صاحب) تین گھنٹے تقریر کر کے تمہیں سمجھائیں گے ۔مگر تم زبان سے ایک حرف تک نہ بولنا بلکہ صم بکم ہوکر خاموشی سے سنتے جانا۔

میں نے جواب میں لکھا تھا کہ تین گھنٹوں کے جواب کے لئے مجھے ۵ منٹ ہی عنائت ہوں۔ جواب آیا کہ جو کچھ ہم نے کہا وہی ٹھیک ہے تم لعنت لے کر قادیان سے جاؤ گے۔ بس چلے جاؤ۔، اس فرمان شاہی کے ماتحت ایک لعنت (قادیان سے کامیاب واپسی) تو ایک عرصہ دراز سے مجھ پر وارد ہے (جو دراصل رحمت الہیہ ہے)۔ معلوم نہیں یہ دوسری لعنت بھی اسی قسم کی ہوگی یا کسی اور نوع کی۔

بھلے آدمی عقل وفہم تو مراقی خاندان میں مفقود ہوتا ہے شرم وحیا تو ایسی چیز نہیں کہ کوئی شریف آدمی اس کا خیال نہ رکھے۔ بغور سنئے

مرزا صاحب قادیانی کے متعلق ہمارا بلکہ کل دنیائے اسلام کا انکار ان کے دعوی کے متعلق ہے کہ وہ اپنے دعوی الہام میں جھوٹے تھے۔ اس امر پر باوجود غیر ضروری ہونے کے میں خود قادیان کے بھرے جلسے میں قسم کھا چکا ہوں۔ جس کے الفاظ قادیانی اخبار الفضل نے خود نقل کئے تھے:

میں (ثناء اللہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں۔ (الفضل قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء)

کیا سچے اور صادق نبی کے حق میں حلفیہ یہ کہنا کہ وہ جھوٹا ہے خدا کے ہاں موجب عذاب اور باعث مئواخذہ نہیں ہے؟ پھر اسکا نتیجہ کیا ہوا؟ دنیا نے دیکھ لیا اور دیکھ رہی ہے کہ جھوٹے کو عدم آباد رخصت ہوئے عرصہ ہوگیا اور سچا آج (۱۹۳۴ء میں) بھی یہ سطور لکھ رہا ہے

پھر اس کے بعد تم لوگوں نے قسم کی رٹ لگائی تو ۲ اپریل ۱۹۲۶ء کے اخبار اہل

حدیث امرتسر میں حلفیہ مضمون لکھا جسے حسب ضرورت اشتہار کی صورت میں بھی دور دراز ممالک میں پہنچایا گیا۔ سارا مضمون آج پھر درج کیا جاتا ہے ۔توجہ سے پڑھئے

خدا کی قسم میں مرزا صاحب قادیانی کو الہامی دعوے میں سچا نہیں جانتا

قادیانی مذہب کے بانی نے جو رنگ نکالے اور اختیار کئے وہ باخبر ناظرین سے مخفی نہ ہوں گے۔ پہلے مجدد بنے، پھر مثیل مسیح ہوئے، پھر مسیح موعود ہوئے۔ مہدی بنے۔کرشن جی ہوئے۔ان دعاوی پر پہلے نقلی دلائل سے بحث کرتے رہے پھر روحانیت سے کام لینے لگے۔ یہاں تک کہ آخری حربہ ان کا دعا ہے۔جس کو بصورت اشتہار شائع کیا جس کا نام ہے:
آخری فیصلہ ۔اس آخری فیصلہ میں انہوں نے دعا کی کہ ہم (مرزا قادیانی اور ثناءاللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔
اس کے بعد جو واقعہ ہوا وہ ہر ایک مسلم اور غیر مسلم کو معلوم ہے۔مرزا صاحب آنجہانی ہوگئے۔اور ثناءاللہ آج تک بحکم الٰہی ایں جہانی ہے۔
اس کا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ مرزا صاحب کی امت اس آخری فیصلہ کی وہی قدر کرتی جو اس کا حق تھا مگر امت مرزائیہ نے اس میں نئی نئی پخیں نکالیں۔
سب سے پہلے اس مضمون پر مباحثہ کا ارادہ کیا۔نہ صرف ارادہ کیا بلکہ اپنی طرف سے تین سو روپیہ انعام بھی رکھا۔ چنانچہ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ مباحثہ ہوا۔جس میں حسب فیصلہ سرپنچ صاحب مبلغ تین سو روپیہ بھی میں نے وصول کیا۔اس کے بعد قادیانی امت نے یہ پخ نکالی کہ مولوی ثناءاللہ مئوکد بعذاب میعادی ایک سال قسم کھائے۔جس میں ذکر ہو کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایک سال تک مجھ پر اور میری عیال پر عذاب نازل ہو۔اور اس قسم پر انعام کا وعدہ بھی کیا گیا۔ میں نے اس کے جواب میں کہا کہ انعام پر قسم کھاؤں تو تم لوگ کہو گے کہ طمع زر میں قسم کھائی ہے۔ اس لئے میں بغیر زر وصول کئے قسم کھاتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں جھوٹے تھے۔ یہ قسم کسی خاص مخفی جگہ میں نہیں کھائی بلکہ قادیان

کے اسلامی جلسہ عام میں کھائی جس میں قادیانی جماعت کے بھی چند آدمی شریک تھے۔ اور اپنے کانوں سے سن اور آنکھوں سے کیفیت جلسہ دیکھ رہے تھے (چوہدری ظفر اللہ صاحب قادیانی نے اس جلسے کا حال لکھا ہے۔ فرماتے ہیں کہ:

۱۹۲۱ء میں حنفی اور اہل حدیث مسلک کے علمائے کرام نے مشترکہ اعلان کیا کہ وہ قادیانیت کو مغلوب کرنے اور قادیان کو فتح کرنے کے لئے قادیان میں ایک زبردست مشترکہ جلسہ کریں گے۔ چنانچہ اس غرض کے لئے علمائے کرام کا ایک عظیم اجتماع قادیان میں ہوا۔ دیگر اعلانات کے ساتھ یہ بھی کہا گیا کہ ہم مرزا صاحب کی قبر کھود کر دیکھیں گے۔ اگر ان کے جسم کو قبر میں کوئی گزند نہ پہنچا ہوتو ہم ان کے دعوی کی صداقت کو تسلیم کرلیں گے۔ ورنہ ثابت ہو جائے گا کہ ان کا دعوی..جھوٹا ہے۔ ایسے اعلانات کی وجہ سے حفظ امن اور شعائر اللہ کی حفاظت کے متعلق جماعت پر بڑی بھاری ذمہ داری عائد ہوگئی۔ ..جلسہ سے ایک روز پہلے خاکسار کو حضرت خلیفۃ المسیح (مرزا محمود) کا ارشاد موصول ہوا کہ احمدیہ ہوسٹل (لاہور) کے طلباء کو ساتھ لے کر فوراً قادیان پہنچ جاؤ...فجر کی اذان ہو رہی تھی کہ ہم مسجد مبارک کے چوک میں (قادیان) پہنچ گئے ۔۔نماز کے فوراً بعد سب کی ڈیوٹی لگا دی گئی۔ مجھے ارشاد ہوا کہ (مسلمان) علمائے کرام کے جلسے میں حاضر رہوں اور اگر کوئی اشتعال انگیز بات کی جائے تو مجسٹریٹ صاحب کو توجہ دلاؤں ... ہر چوکی پر ڈیوٹی دینے والے مستعد تھے۔ سب سے زیادہ خطرے اور اعزاز کی ڈیوٹی حضرت مسیح موعود کے مزار پر پہرہ کی ڈیوٹی تھی۔ حفاظت کی سہولت کی خاطر حضور (مرزا غلام احمد) کے مزار اور حضرت خلیفۃ المسیح اول (حکیم نور دین) کے مزار کے گرد جلدی میں ایک کچی دیوار چاروں طرف کھڑی کر کے اس پر چھت ڈال دی گئی تھی۔ دیوار کے گرد اور چھت پر پہرہ تھا۔ احمدیہ ہوسٹل (لاہور) کے طلبا میں سے بعض کی ڈیوٹی اس مقام پر تھی۔...

علمائے کرام کے جلسے میں بفضل اللہ کوئی ناگوار واقعہ رونما نہیں ہوا۔ فالحمد للہ تقریریں تو بے شک سلسلے کی مخالفت میں تھیں جلسے کی غرض ہی یہی تھی لیکن کوئی بات عملا فساد اشتعال انگیزی یا شرانگیزی کی نیت سے کہی گئی معلوم نہیں ہوتی تھی۔ (تحدیث نعمت۔ص۲۱۲۔۲۱۵)

چنانچہ میری اس قسم کا ذکر قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۴ اپریل ۱۹۲۱ء کے صفحہ ۹ پر مرقوم ہے۔ اس کے بعد ۱۹۲۳ء میں میں حیدر آباد دکن گیا تو وہاں کے مرزائیوں نے حلف طلبی کا اشتہار دیا اور دس ہزار روپے دینے کا

وعدہ کیا۔ مضمون یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ حلف اٹھائیں کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایک سال تک مجھ پر عذاب الٰہی نازل ہو۔ جس کے جواب میں میں نے جلسہ عام میں اعلان کیا کہ میں اس قسم کی حلف یہاں بھی اٹھانے کو تیار ہوں مگر ایسے طریق سے جو فیصلہ ہو وہ اس طرح کہ خلیفہ قادیان میاں محمود احمد اقرار نامہ لکھ دیں کہ مولوی ثناء اللہ میعاد مقررہ میں مبتلائے عذاب نہ ہوا تو میں اپنے باپ کا مذہب چھوڑ دونگا ، دس ہزار روپیہ وہ اپنے پاس ہی رکھیں ۔ اس اقرار کی وجہ یہ ہے کہ حسب تجویز فریق ثانی سال کے اندر اندر مبتلائے عذاب ہونے کی صورت میں جب میں جھوٹا ہوا تو سال کامل بخیریت رہنے سے یقیناً سچا ہونگا ۔ چونکہ یہ انہی کی تجویز ہے لہذا ان کو اسے تسلیم کرنا چاہیے ۔ یہ جواب میں نے ہزاروں حاضرین کے بھرے جلسہ میں دیا۔ اور اشتہار بھی اس مضمون کا شائع کیا گیا ۔ مگر مرزائی اور خاموشی؟ ناممکن ہے ۔ حقیقت یہ ہے کہ حقانیت کے مقام میں خاموش ہو جانا ایک بڑا وصف روحانی ہے جس کا نام ایمان اور حیا ہے خدا جسے نصیب کرے وہی بہرہ ور ہوسکتا ہے ۔ ورنہ خالی خولی دعووں سے کچھ نہیں بنتا ۔

اس کے بعد فروری ۱۹۲۶ء میں میں پشاور گیا تو وہاں کی جماعت مرزائیہ نے حلف طلبی کا اشتہار دیا ۔ ان کو بھی وہی جواب دیا گیا کہ آئے دن کی حلف خوری بے کار ہے ۔ اس طرح تو ہر مقامی جماعت مرزائیہ مجھ سے حلف طلب کرتی رہے گی ۔ خلیفہ قادیان میرے سامنے آئیں ۔ تو میں نئے سرے سے حلف اٹھا سکتا ہوں ۔ اس کے بعد ۲۷ ۔ ۲۸ فروری ۱۹۲۶ء کو گوجرانوالہ کے جلسہ میں پہنچا تو دیکھا کہ وہی پشاوری اشتہار گوجرانوالہ کی قادیانی جماعت نے اپنے نام سے شائع کر کے حلف کا مطالبہ کیا ۔ اس کے جواب میں میں نے علاوہ سابقہ جواب کے بھرے جلسہ میں کذب مرزا پر حلف اٹھالی ۔ مگر اس پر بھی بس نہیں ہوئی ۔ قصبہ سرہند ریاست پٹیالہ سے چند مرزائیوں کا لکھا ہوا خط مورخہ ۹ مارچ ۱۹۲۶ء پہنچا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی پر حلف مئوکد بموت میعادی ایک سال اٹھاؤ ۔

لیکن ان عقل مندوں نے اتنا بھی نہیں لکھا کہ سال کے بعد وہ کیا کریں گے ۔ یعنی بعد حلف اگر میں سال کے اندر مر گیا تو بقول تمہارے جھوٹا ہونگا۔ لیکن سال تک زندہ رہا تو پھر تم مرزا صاحب کو جھوٹا اور مجھے سچا مان لو گے؟ اس کا کوئی ذکر نہیں ۔حیرت ہے ان لوگوں کے دل و دماغ پر غضب الٰہی نے کیسا قبضہ کر رکھا ہے کہ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ جس شخص کے ساتھ ہمارے نبی رسول مہدی اور کرشن (مرزا غلام احمد) نے خدا سے آخری فیصلہ کی دعا کی اور اس دعا کی قبولیت کا الہامی اعلان بھی کر دیا (ملاحظہ ہو اخبار بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء) ہم امتی ہو کر اسی شخص کو قسموں پر قسمیں دینے کی درخواست کرتے ہیں اور اس قسم کا نتیجہ بھی نہیں بتاتے ۔تو کیا دیکھنے والے ہمارے حق میں یہ نہ کہیں گے۔ فما لهئو لا ء القوم لا یکادون یفقهون حدیثا (یہ کیسی قوم ہے کہ سچی بات سمجھنے کی طرف نہیں آتی)

خادم دین ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری۔

دیکھئے یہ کیسا صاف اور حلفیہ مضمون ہے۔ باوجود اس کے حلف کا تقاضا ہے ۔کیا خدا کو یاد نہیں رہا؟ کیا اس کے علم میں میرے حلف کا واقعہ درج نہیں ہوا؟ کیا وہ ساری مسل گم ہوگئی ہے؟ اللہ اکبر ۔کیسی لغو اور کمزور حرکت ہے۔اس نبی کے خلیفہ کی طرف سے جس کا دعوی تھا

الا اننی اسد و انك ثعلب
الا اننی فی كل حرب غالب

(سن اے مخالف میں شیر ہوں تو لومڑی ہے۔میں ہر جنگ میں غالب رہتا ہوں)

رہا یہ حصہ کہ میں مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کو اس وقت حق اور فیصلہ کن جانتا تھا اور ایسا ہی اب بھی جانتا ہوں ۔ یہ بھی مغالطہ اور فریب دہی ہے ۔سنو میں تمہارے نبی کا منکر بلکہ بقول ان کے ابوجہل ہوں (حقیقۃ الوحی) کبھی ایسا نہیں ہوا اور نہ ایسا ہونا شرعا وعقلا جائز ہے کہ سچے رسول کی دعا یا پیش گوئی کی تصدیق ابوجہل سے کرائی جائے ۔تم سوچو تو سہی کہ کیا کہتے ہو۔ایسا کہنے میں تم اپنے نبی کی ہتک تو نہیں کرتے ؟ سنو۔ہم لوگ اس دعا کو پیش کرتے ہیں تو اسی طرح پیش کرتے ہیں ۔جس

طرح تمام منکرین الوہیت مسیح، مسیح کا قول مندرجہ انجیل : اے میرے خدا تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا. نیز یہ فقرہ کہ: اس نے چلا کر جان دی ۔، مسیح کی الوہیت باطل ثابت کرنے کے لئے پیش کیا کرتے ہیں ۔ ورنہ نہ ہم نہ آپ نہ کوئی اور مسلمان اس مقولہ کو صحیح جان سکتا ہے کیونکہ کسی مسلمان کا یہ عقیدہ نہیں کہ حضرت مسیح سولی پر مرے تھے ۔لیکن مناظرہ میں بطور الزام عیسائیوں کے سامنے پیش کر کے بزور جواب کا مطالبہ کیا جاتا ہے اور اس مطالبے میں تم لوگ بھی سب مناظرین کے ساتھ ہم نوا رہتے ہو ۔پس آئندہ کو ایسا لکھتے اور کہتے ہوئے اپنی اور ہماری حیثیت ملاحظہ کرلیا کریں ۔ایسا نہ ہو کہ آواز آئے ۔

بک رہا ہے مراق میں کیا کیا ۔کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ءمطابق ۱۰ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۲ ص ۳ ۔ ۵)

جلسہ قادیان میں حاضرین کی تعداد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

امت مرزائیہ کی تعداد کا شمار تو جتنا ہے وہ معلوم ہے مگر ان لوگوں کے اقوال اتنے مختلف ہیں کہ اس پر ارشاد خداوندی انکم لفی قول مختلف (تم آپس میں سخت مختلف القول ہو) بالکل صحیح ہے ۔آج عام شمار کا ذکر نہیں خاص شرکاء جلسہ کا ذکر ہے ۔خلیفہ قادیان حاضری بیس ہزار بتاتے ہیں، مگر ان کے سگے برادر خورد جو کہتے ہیں وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

جلسہ قادیان کے مہمانوں کی تعداد بھی ایک عجیب وغریب معمہ ہے جو سمجھ میں آنے کا نام ہی نہیں لیتا ۔۱۹۳۲ء کے جلسہ کے مہمانوں کی تعداد الفضل نے ۲۰ ہزار سات سو باون بیان کی تھی اور جلسہ گاہ کا رقبہ ۱۲۰ ضرب ۱۳۰ فٹ بتلایا تھا، اور اس کے ساتھ ہی یہ تحریر کیا تھا کہ:

جلسہ گاہ کی گنجائش کو دیکھتے ہوئے مہمانوں کی تعداد کا اندازہ بیس ہزار سے

زیادہ کا ہے (الفضل قادیان یکم جنوری ۱۹۳۳ء)

ہمارے معاصر کو یاد ہوگا کہ اس محولہ بالا اعداد و شمار کے متعلق ہم نے انہی ایام میں مندرجہ ذیل گذارش کی تھی۔

اگر ریاضی کے ان قواعد کے ذریعہ جو دنیا میں رائج ہیں اور جن سے ہر سلیم العقل انسان کام لیتا ہے حساب کیا جائے تو مذکورہ جلسہ گاہ میں سات ہزار سے زائد آدمی نہیں بیٹھ سکتے اس لئے جلسہ گاہ کی وسعت کے ذریعہ قائم شدہ حسن ظن بالکل غلط اور بے حقیقت ہے (پیغام صلح ۷ جنوری ۱۹۳۳ء)

لیکن الفضل نے ۱۹۳۳ء کے جلسہ کے جو اعداد و شمار شائع کئے ہیں ان سے اس معمہ کی پیچیدگیاں اور بھی بڑھ جاتی ہیں اب ہمارے معاصر کے بیان کے مطابق جلسہ گاہ کا رقبہ ۱۳۰ ضرب ۱۳۰ فٹ تھا اور مہمانوں کی تعداد ۱۹ ہزار ایک سو ۴۳ تھی۔ گویا اس کے بیانات کے مطابق ۱۲۰ ضرب ۱۳۰ فٹ میں تو بیس ہزار سے بھی زیادہ آدمی سما سکتے ہیں اور ۱۳۰ ضرب ۱۳۰ کی رقبہ کی جلسہ گاہ میں صرف ۱۹۱۴۳، آدمیوں کے لئے جگہ نکل سکتی ہے وہ بھی اس مشکل سے، باوجودیکہ جلسہ گاہ میں وسعت پیدا کی گئی تھی پھر بھی ہجوم کا یہ عالم تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالی کی تقریروں کے وقت تنگی محسوس کی گئی اور احباب کے سمٹ کر بیٹھنے کے باوجود بہت لوگ کھڑے رہنے پر مجبور ہوئے۔ (الفضل قادیان ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء)

مدیر الفضل تو ہمیں حسب عادت گالیاں ہی دیں گے لیکن کوئی قادیانی ریاضی دان ہیں جو اس عجیب وغریب معمہ کو شریفانہ طریق پر حل کرسکیں۔ ہمارے حساب تو جلسہ گاہ کے رقبہ میں مذکورہ اضافہ سے صرف چند سو سامعین کیلئے مزید گنجائش نکل سکتی ہے۔ ۱۹۳۲ء کی جلسہ گاہ میں زیادہ سے زیادہ سات ہزار آدمی سما سکتے تھے، اب کے ساڑھے سات ہزار، حد پونے آٹھ ہزار سمجھ لیجئے۔ انیس یا بیس ہزار کی تعداد کے بیان کو شاعرانہ مبالغہ یا حیرت انگیز دیدہ دلیری کے سوا اور کچھ نہیں کہا جا سکتا۔

اصل بات یہ ہے کہ قادیان کے جلسہ کے منتظمین مہمانوں کی تعداد کا

اندازہ کھانے کی پرچیوں سے لگاتے ہیں۔ وہاں کھانا اول تو بے احتیاطی سے تقسیم کیا جاتا ہے۔ دوسرے قرب وجوار سے غیر قادیانی دیہاتی اس دعوت عام سے فائدہ اٹھانے کے لئے کثیر تعداد میں قادیان پہنچ جاتے ہیں اور صرف کھانا کھا کر واپس تشریف لے جاتے ہیں۔ مہمانوں کی اصل تعداد وہی چھ سات ہزار ہوتی ہے۔ اس بات کی تصدیق الفضل کے مندرجہ ذیل بیان سے بھی ہوسکتی ہے:

جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد کا اندازہ لگانے کا اس وقت تک یہی طریق ہے کہ کھانے کی پرچیوں سے شمار کیا جاتا ہے اس کے مطابق ۲۷ دسمبر کی شام کو مہمانوں کی تعداد ۱۸۷۱۱ تھی اور ۲۸ دسمبر کی شام کو ۱۹۱۴۳ تھی۔ یہ تعداد گذشتہ سال کی نسبت کسی قدر کم ہے۔ لیکن اس کی وجہ مہمانوں کی کمی نہیں بلکہ یہ ہے کہ اب پرچیوں کے چیک کرنے کا انتظام خاص طور پر کیا گیا اور کوشش کی گئی کی ضرورت سے زائد کھانا نہ دیا جائے۔ ورنہ خدا تعالی کے فضل سے مہمانوں کی تعداد گذشتہ سال کی نسبت زیادہ تھی۔

(الفضل قادیان ۳۱ دسمبر ۱۹۳۳ء)

ان سطور میں الفضل نے تسلیم کیا ہے:

۱۔ گذشتہ سال کی نسبت اب کے مہمانوں کی تعداد زیادہ تھی

۲۔ مہمانوں کی تعداد میں اضافہ کے باوجود کھانے کی پرچیوں کا شمار کم تھا

۳۔ یہ پرچیوں کو چیک کرنے کا نتیجہ ہے۔ ۴۔ گذشتہ سال مہمانوں کی جو تعداد پرچیوں کے شمار سے بتائی تھی وہ بالکل غلط تھی۔

اس اعتراف کے بعد ہم صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ممکن ہے پرچیوں کا چیک گذشتہ سال کی نسبت بہتر ہو لیکن ابھی تک اس میں مزید گنجائش کی ضرورت ہے کیونکہ اس سال بھی بہت سا کھانا ضائع گیا ہے ورنہ مہمانوں کے لئے جن کی تعداد چھ سات ہزار سے زیادہ نہیں ہوتی موجودہ مقدار سے تہائی کھانا کافی ہوسکتا تھا قادیانی انجمن کی ناگفتہ بہ مالی حالت جلسہ سالانہ پر خود جناب میاں صاحب بیان فرما چکے ہیں اس کی موجودگی میں اس قدر

اسراف ہرگز نہیں ہونا چاہیے امید ہے کہ جناب میاں صاحب اور منتظمین جلسہ اس طرف پوری توجہ فرمائیں گے۔ (پیغام صلح لاہور ۱۱ جنوری ۱۹۳۴ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ابھی ہمارا حق باقی ہے کہ ہم یہ بتائیں کہ جلسہ قادیان میں قریب نصف کے مسلمان (منکرین مرزا) تماش بین بھی شریک تھے جو وہیں مخول ٹھٹھا کرتے پھرتے تھے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ کن باتوں کو معیار صداقت بناتے ہیں اور جو اصل معیار صدق ہے اس سے کس طرح چشم پوشی کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ایسے ہی لوگوں کے حق میں ارشاد ہے: وان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلاً

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۲ ص ۵، ۶)

امیر المومنین سید احمد رائے بریلویؒ

مولانا اسماعیل شہید دہلویؒ اور مرزا صاحب قادیانی

آج جو ہندوستان میں توحید وسنت کا نام سنا جاتا ہے، چاہے وہ تحریک اہل حدیث کی صورت میں ہو، یا دیوبندی تحریک کی صورت میں، ان سب حرکتوں کا مرکز مولانا شہید دہلویؒ ہیں جن کی شان میں مولانا حالی مرحوم کا ایک بند تھوڑے سے تصرف سے بالکل صادق آتا ہے:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
زمین ہند کی جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوئی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

مولانا اسماعیل شہید کو خدا تعالیٰ نے جس کام کے لئے پیدا کیا تھا اس کو آپ نے اچھی طرح سرانجام دیا۔ پہلے اصلاحی تعلیم بصورت وعظ وتذکیر شروع کی۔ پھر

تصنیف پر متوجہ ہوئے۔ آخر اس کام میں لگے جس کی بابت ارشاد ہے :

ذروۃ سنا مہ الجھاد (اسلام کی سربلندی جہاد سے ہے)

مرحوم نے حضرت سید احمد صاحب قدس سرہ کو بحکم الآ ئمۃ من القریش اپنا امیر بنایا۔ امیر صاحب بھی بڑے صاحب ارشاد اور تیغ زن تھے کیونکہ عرصہ تک فوج میں سپاہی اور افسر رہ چکے تھے۔ دونوں بزرگوں نے اس زمانہ کی ظالم حکومت (سکھ قوم) کا مقابلہ کر کے پشاور وغیرہ بلاد ان سے چھین لئے۔ مگر آخر کار اس ملک کی مسلمان رعایا کی غداری اور کچھ اپنے افسروں کی ناتجربہ کاری سے فتح مبدل بہ شکست اور کامیابی مبدل بہ ناکامی ہوگئی۔ جس کا مسلمانان دنیا کو سخت رنج ہے۔ انا للہ۔

عرصہ دراز کے بعد معلوم ہوا کہ اس مذہبی اور قومی نقصان میں مرزا صاحب قادیانی کا اثر نحوست تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں :

حضرت سید احمد شہید اور مولوی محمد اسماعیل شہید کا ذکر درمیان میں آیا (تو مرزا صاحب قادیانی نے) فرمایا،

ان لوگوں کی نیتیں نیک تھیں۔ وہ چاہتے تھے کہ ملک میں نماز اور اذان اور قربانی کی رکاوٹ جو سکھوں نے کر رکھی تھی دور ہو جائے۔ خدا نے ان کی دعا کو قبول کیا اور اس کی قبولیت کو سکھوں کے دفعیہ اور انگریزوں کو اس ملک میں لانے سے کیا۔ یہ ان کی دانائی تھی کہ انہوں نے انگریزوں کے ساتھ لڑائی نہیں کی بلکہ سکھوں کو اس قابل سمجھا کہ ان کے ساتھ جہاد کیا جائے۔ مگر چونکہ وہ زمانہ قریب تھا کہ مہدی موعود (مرزا) کے آنے سے جہاد بالکل بند ہو جائے گا اس واسطے جہاد میں ان کو کامیابی نہ ہوئی ہاں بسبب نیک ہونے کے ان کی خواہش اذانوں اور نمازوں کے متعلق اس طرح پوری ہو گئی کہ اس ملک میں انگریز آ گئے (واہ رے جھوٹی خوش آمد۔ ثناء اللہ امرتسری)

(ملفوظات احمدیہ۔ جلد اول صفحہ ۱۷۷)

معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی کی برکت (نحوست) اتنی طویل الذیل تھی کہ تشریف آوری سے قریباً سو سال پہلے ہی ایسا اثر کرتی تھی کہ مسلمان فاتح سے مفتوح ہو جاتے اور تشریف آوری کے بعد اسلامی حکومتوں پر جو زوال آیا وہ ایسا ہے

کہ عیاں راچہ بیان

مرزا غلام احمد قادیانی کا وجود مسلمانوں کے حق میں کہاں تک موجب برکت تھا یا کہاں تک باعث نحوست تھا، اس کا فیصلہ ہم ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ ہمارے خیال میں تو مرزا صاحب قادیانی کا اول و آخر دونوں یکساں مضر اسلام ہیں۔ بالکل سچ ہے:

مرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں۔ کمر پتلی صراحی دار گردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۳ ص ۳)

قادیانی غوثیت اور قطبیت پر خلیفہ قادیان سے سوال

جناب منشی محمد عبدالکریمؒ، ڈگشائی سے لکھتے ہیں:

الفضل مجریہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۳ کے سرورق پر بحوالہ الحکم۔ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء آپ کے پدر بزرگوار مرزا غلام احمد قادیانی کے مندرجہ ذیل الفاظ منقول ہیں:

یہی وہ راستہ ہے جس پر چل کر غوثیت اور قطبیت ملتی۔

براہ کرم اپنے سلسلہ قادیان کے ان حضرات کی فہرست شائع فرمائیں جن کو غوثیت اور قطبیت کے مدارج عطا ہوئے۔ نیز یہ کہ غوث اور قطب کس کو کہتے ہیں۔ یعنی انکے مدارج کی تفصیل اور تعریف بحوالہ قرآن کریم اور احادیث صحیحہ مطلوب ہے

اگر آپ کو حوالے میسر نہ آئیں تو خامہ فرسائی کی تکلیف نہ کریں۔ پبلک خود اس نتیجہ پر پہنچ جائے گی کہ کھانے کے دانت اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور۔

(آپ کے سلسلہ کا دیرینہ خیر خواہ۔ محمد عبدالکریم از ڈگشائی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قابل نامہ نگار تکلیف کر کے خود ہی اصطلاحات قادیانیہ کی کتاب دیکھ لیں جس میں لکھا ہے کہ دمشق کے معنی قادیان، مرزا غلام احمد کا نام قرآن میں مسیح ابن مریم ہے۔ وغیرہ:

سر مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۳ ص ۳،۴)

مومنین پر مرزا صاحب کا حملہ

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ ساکن میاں ونڈ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو باوجودیکہ نبوت کا دعوی تھا مگر معجزات کے متعلق ان کی عجیب تقریریں ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۶ میں حضرت عیسیٰؑ کے معجزات بیان کر کے لکھتے ہیں:

ان تمام اوہام باطلہ کا جواب یہ ہے کہ وہ آیات جن میں ایسے ہی متشابہات ہیں اور یہ معنی کرنا کہ گویا خدا نے اپنے ارادے اور اذن سے عیسی کو صفات خالقیت میں شریک کر رکھا تھا صریح الحاد اور سخت بے ایمانی ہے اگر خدا اپنے اذن وارادے سے اپنی خدائی کی صفتیں بندوں کو دے سکتا ہے تو وہ بلا شبہ اپنی ساری صفتیں خدائی کی ایک بندے کو دے کر پورا خدا بنا سکتا ہے پس اس صورت میں مخلوق پرستوں کے کل مذاہب سچے ٹھہر جائیں گے.

یہ حملہ ان لوگوں پر ہے جن کا ایمان اس آیہ شریفہ پر ہے

و ر سو لًا الی بنی اسرا ئیل انّی قد جئتکم بآ یةٍ من ر بکم انّی ا خلق لکم من الطّین کھیئة الطّیر فا نفخ فیه فیکو ن طیراً باذن اللّٰه و ابرىء الا کمه و الا بر ص و احی الموتی باذن الله و انبّئکم بما تأ کلو ن و ما تدّ خرو ن فی بیو تکم انّ فی ذلك لآیة لکم ان کنتم مو منین (آل عمران: ۴۹)

(ترجمہ)(وہ یعنی عیسی بن مریم ہمارے پیغمبر ہونگے جن کو ہم بنی اسرائیل کی طرف بھیجیں گے اور وہ ان سے کہیں گے کہ میں تمہارے پروردگار کی طرف سے نشانیاں یعنی معجزے لے کر آیا ہوں کہ میں پرندے کی شکل کا سا بناؤں پھر اس میں پھونک ماروں اور وہ خدا کے حکم سے اڑنے لگے اور خدا کے حکم سے مادر زاد اندھوں اور کوڑھیوں کو بھلا چنگا اور مردوں کو زندہ کردوں اور جو کچھ تم کھایا کرو اور جو کچھ تم نے گھروں میں ذخیرہ کر رکھا ہے تم کو بتا دوں۔ بیشک اس بیان میں نشان ہے تمہارے لئے اگر تم ایمان والے ہو)۔

یہ خبر حق تعالی نے مریم کو عیسی کے پیدا ہونے سے پہلے دی تھی جس کا حال بیان کر کے حق تعالی فرماتا ہے کہ یہ نشانی انہیں لوگوں کے واسطے ہے جو ایمان والے ہیں۔اور یہ ظاہر بھی ہے کہ جن کو خدا کی خبروں پر ایمان نہ ہوان کو یہ بیان کیا مفید ہوگا مرزا صاحب جیسے شخص نے اس کو نہ مانا اور کفار کیونکر تصدیق کریں گے مگر الحمد للہ اہل اسلام کو اس کا پورا پورا یقین ہے اور مرزا صاحب کے تشکیک سے وہ زائل نہیں ہوسکتا۔

مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ صفحہ ۱۸۶ میں لکھا ہے: لیکن قرآن شریف کا کسی امر کے بارے میں خبر دینا دلیل قطعی ہے وجہ یہ ہے کہ وہ دلائل کاملہ سے اپنا من جانب اللہ اور مخبر صادق ہونا ثابت کر چکا ہے۔

شائد مرزا صاحب قادیانی نے یہ بات آریہ وغیرہ کے مقابلے میں مصلحتاً کہی تھی ورنہ وہ تو قرآن کی خبروں کو دلیل قطعی تو کہاں دلیل ظنی بھی نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس پر ایمان لانے کو شرک والحاد سمجھتے تھے۔انہوں نے یہ خیال نہیں کیا کہ خدا تعالی کے ارشاد سے صاف ظاہر ہے کہ بے ایمان اسکی تصدیق نہ کریں گے حیرت ہے کہ جس طرح جبریل نے دھوکہ کھایا تھا کہ آدم کو سجدہ کرنا شرک ہے کیونکہ مسجودیت خاص صفت باری تعالی کی ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اسی دھوکے میں پڑ گئے کہ ایسی قدرت،عیسی میں خیال کرنا شرک ہے۔مرزا صاحب مسلمانوں پر جو شرک کا الزام لگا رہے ہیں در پردہ وہ خدا تعالی پر لاعلمی کا الزام لگا رہے ہیں دیکھئے براہین احمدیہ صفحہ ۱۱۰ میں وہ لکھتے ہیں:

> مسلمانوں کو پھر شرک اختیار کرنا اس جہت سے ممتنعات سے ہے کہ خدا تعالی نے اس بارے میں پیش گوئی کر کے فرما دیا ہے:
>
> ما یبدیء البا طل و ما یعید

ادنی تامل سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اگر یہ عقیدہ جو مسلمانوں نے اختیار کیا ہے شرک ہے تو خدا تعالی کی یہ پیش گوئی جس کی تصدیق مرزا صاحب کر چکے ہیں نعوذ باللہ بقول مرزا صاھب جھوٹی ہوئی جاتی ہے۔مگر انہوں نے اپنی ذاتی غرض کے لحاظ سے اس کی کچھ پرواہ نہ کی اور صحابہ تک کے کل مسلمانوں پر شرک کا الزام لگا دیا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۱۵ میں وہ لکھتے ہیں:

کہ نبی لوگ دعا اور تضرع سے معجزہ مانگتے تھے معجزہ نمائی کی ایسی قدرت نہیں رکھتے جیسا کہ انسان کو ہاتھ ہلانے کی قدرت ہے۔

اور نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۲۰ میں یہ بھی لکھا ہے: اناجیل اربعہ کے دیکھنے سے صاف ظاہر ہے کہ مسیح جو کام اپنی قوم کو دکھاتا تھا وہ دعا کے ذریعے سے ہرگز نہیں ۔اور قرآن شریف میں بھی کسی جگہ یہ ذکر نہیں کہ مسیح بیماروں کو چنگا کرنے یا پرندوں کے بتانے کے وقت دعا کرتا تھا بلکہ وہ اپنی روح کے ذریعے سے جس کو روح القدس کے فیضان سے برکت بخشی گئی تھی ایسے ایسے کام اقتداری طور پر دکھاتا تھا چنانچہ جس نے کبھی غور سے انجیل پڑھی ہوگی وہ ہمارے اس بیان کی بے یقین تمام تصدیق کرے گا اور قرآن شریف کی آیات بھی باآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی اور خدا تعالی نے صاف فرما دیا ہے کہ وہ ایک فطرتی طاقت تھی جو ہر ایک فرد بشر کی فطرت میں مودّع ہے مسیح سے اس کی کچھ خصوصیت نہیں چنانچہ اس بات کا تجربہ اس زمانے میں ہو رہا ہے مسیح کے معجزات تو اس تالاب کی وجہ سے بے رونق اور بے قدر تھے جو مسیح کی ولادت سے بھی پہلے مظہر عجائبات تھا جس میں ہر قسم کے بیمار اور تمام مجذوم اور مفلوج ومبروص وغیرہ ایک ہی غوطہ مار کر اچھے ہو جاتے تھے لیکن بعد کے زمانوں میں جو لوگوں نے اس قسم کے خوارق دکھلائے اس وقت تو کوئی تالاب بھی موجود نہ تھا۔،،

دعا کا ذکر نہ ہونے سے مرزا جو یہ ثابت کرتے ہیں کہ وہ عجائبات جس کا ذکر حق تعالی بطور اعجاز بیان فرماتا ہے وہ معجزات نہ تھے تو اس لحاظ سے فطرتی قوت بھی ثابت نہ کرنا چاہیے اسلئے کہ اس کا ذکر بھی اس آیت شریفہ میں نہیں پھر اپنی رائے سے ایک غیر مذکور چیز کو ثابت کرنا اور خدا تعالی کی خبر کو نہ ماننا کس قسم کی بات ہے اگر معجزے کیلئے یہ شرط ہے کہ وضو کر کے دو رکعت نماز پڑھ کر وقت خاص میں دعا کی جائے اور اسکی قبولیت کے لئے حضار مجلس آمین آمین اس وقت تک کہتے رہیں کہ آثار اجابت ظاہر ہو جائیں تو اس آیت شریفہ میں دعا کرنا بھی باقتضاء النص مقدر سمجھا جا سکتا ہے۔

پھر اگر وہ کام فطرتی طور پر ہوتے تھے تو ان پر ایمان لانے کی کیا ضرورت ۔مثلاً اگر کہا جائے کہ نجار صندوق میں قفل نصب کرتا ہے یا کسی کے ذریعہ سے فلاں

کام کرتا ہے تو کیا اس قسم کی خبر کی نسبت یہ کہا جائے گا کہ تم اس پر ایمان لاؤ۔ ہرگز نہیں۔ حالانکہ یہاں حق تعالی صاف فرماتا ہے کہ جو لوگ ہماری باتوں پر ایمان لاتے ہیں وہ اس کو آیت یعنی نشانی قدرت کی سمجھتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب کو خدا تعالی کی کلام پر ایمان لانا منظور نہیں تھا جب ہی تو حیلے اور بہانے ہوا کرتے تھے ورنہ وہ خود براہین احمدیہ صفحہ ۴۹۵ میں لکھتے ہیں:

> واصل کو مجمع الاضداد ہونا پڑا کہ وہ کامل طور پر رو بخدا بھی ہوا اور پھر کامل طور پر رو بخلق بھی پس وہ ان دونوں قوسوں (الوہیت اور انسانیت) میں ایک وتر کی طرح واقع ہے جو دونوں سے تعلق کامل رکھتا ہے۔ جب کامل تزکیہ کے ذریعہ سے سیر الی اللہ اور سیر فی اللہ کے ساتھ تحقیق ہو جائے اور اپنی ہستی ناچیز سے بالکل ناپدید ہو کر اور غرق دریائے بیچوں و بیچگون ہو کر ایک جدید ہستی پیدا کرے جس میں بے گانگی اور دوئی اور جہل اور نادانی نہیں اور صبغۃ کے پاک رنگ سے کامل رنگی ہوئی میسر آئے۔

اب دیکھئے کہ مرزا صاحب خود اپنے ذاتی تجربے کی خبر دیتے ہیں کہ اولیاء اللہ وقت واحد میں رو بخلق اور رو بخدا ہوتے ہیں اور یہ باتفاق جمیع اہل اسلام مسلّم ہے کہ انبیاء کا رتبہ بہ نسبت اولیاء اللہ کے بدر جہاء بڑھا ہوا ہے تو اسی نسبت سے ان کی حضوری بھی اولیاء کی حضوری سے بڑھی ہوئی ہوگی اور ظاہر ہے کہ اس حضوری میں درخواست و اجابت فوراً ہوسکتی ہے پھر جب حق تعالی ان معجزات کی خبر دیتا ہے تو اتنا تو حسن ظن کر لیتے ہیں کہ جس طرح ہم نے کسی مقام میں لکھا ہے کہ وہ وقت واحد میں ہم رو بحق اور رو بخلق رہتے ہیں اسی طرح عیسی بھی ہوں گے مگر اس تحریر کے وقت وہ بات مرزا کے حافظے سے نکل گئی ہوگی اگر واقع میں ان کی ایسی حالت ہوتی تو بھول نہ جاتے۔

اب غور کیا جائے کہ آپ تو انبیاء کے ساتھ بھی حسن ظن نہیں رکھتے تھے اور شکائت یہ تھی کہ اپنی نبوت کا حسن ظن نہیں کیا جاتا۔ اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی، حضرت عیسی کو تقرب الٰہی میں اپنے برابر بھی نہیں سمجھتے تھے۔

مرزا صاحب کی تقریر کا ماحصل یہ ہے کہ عیسی کا دعا کرنا ثابت نہیں باوجود اس کے یہ عجائبات صادر ہوتے تھے تو یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ بغیر دعا کے خلاف

عقل معجزات ان سے کیونکر صادر ہو گئے اسلئے بہتر یہ ہے کہ وہ معجزات انہیں کے اقتداری افعال ٹھہرائے جائیں اور مرزا صاحب اس پر اس قدر اڑے کہ کتنی ہی حدیثیں جو اس باب میں وارد ہیں سنائی گئیں ایک نہ سنی۔ دیکھ لیجئے کہ تمام تفاسیر و کتب احادیث پر ان کی پوری نظر تھی اور وہ بآواز بلند سنا رہی ہیں کہ وہ معجزات خدا کے اذن اور حکم اور اجازت سے تھے اور ان کی ذاتی قدرت کو اس میں دخل نہ تھا مگر ان کی سمجھ میں نہ آیا نہ انہوں نے کسی کی سنی نہ سمجھے کہ جب حق تعالی نے ان کے معجزوں کی خبر دی ہے تو ضرور اس کا وقوع ایسے طور پر ہوا ہے کہ اس پر ایمان لانے میں کوئی شریک نہیں مثلاً یوں سمجھا جائے کہ حق تعالی کو ان کی نبوت دلوں میں متمکن کرنا اور جو نہ مانیں ان پر حجت قائم کرنا منظور تھا اس لئے ان کے دعوے کے وقت خود حق تعالی ان چیزوں کو وجود بخش دیتا تھا تو کسی قسم کا شرک لازم نہیں آتا۔ اب دیکھئے کہ باوجودیکہ آیت قرآنیہ کے معنی پورے طور پر بن جاتے ہیں مگر صرف اس غرض سے کہ عیسی کے معجزے ثابت ہوں تو اپنی مساوات فوت ہو جاتی ہے آنجہانی نے قرآن کے معنی بگاڑ دیئے جس سے حق تعالی پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ ایسی بات قرآن میں بیان کی جس سے لوگ مشرک ہو گئے۔ نعوذ باللہ من ذلك

مسلمانوں کو لازم ہے کہ ایسی ہٹ دھرمیوں سے بہت احتراز کیا کریں کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے قالوا لو کنا نسمع او نعقل ما کنا فی اصحاب السعیر۔ یعنی فرشتوں کے سوال کے جواب میں دوزخی کہیں گے کہ اگر ہم سنتے یا سمجھتے تو اہل دوزخ سے نہ ہوتے۔ فقنا عذاب النار

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی عبارت مذکورہ بالا میں لکھتے ہیں کہ

قرآن شریف کی آیات بھی بآواز بلند پکار رہی ہیں کہ مسیح کے ایسے عجائب کاموں میں اس کو طاقت بخشی گئی تھی

ہم بھی تو اسی آواز کو سن کر ایمان لائے ہیں کہ احیائے موتی اور ابراء اکمہ وابرص وغیرہ عجائب اس قوت سے کرتے تھے جو ان کو حق تعالی نے بخشی تھی۔ یہ کس نے کہا کہ وہ اپنی ذاتی اور فطرتی قوت سے جو ہر فرد بشر میں رکھی ہے یہ کام کرتے تھے صرف مرزا صاحب ہی نے کہا ہے کہ وہ عام فطرتی طاقت سے کام لیتے تھے جیسا کہ ابھی معلوم ہوا

۔اگر یہی بات تھی تو مرزا صاحب میں بھی وہ فطرتی طاقت جو ہر فرد بشر میں مودّع ہے موجود تھی میدان میں نکل کر دعوی و ابرئ الاکمه و الابرص و احی الموتی باذن الله کرتے اور جس طرح حق تعالی کے اخبار سے ہمیں اس کی تصدیق ہوگئی ہے اسی طرح اپنے دعوی کی تصدیق بھی کراتے مگر یہ انکے حدامکان سے خارج تھا یہ کاغذ کے سفید چہرے کو سیاہی سے زینت دینا نہیں تھا کہ قلم اٹھایا اور چند صفحے لکھ ڈالے یہاں نہ قلم کی ضرورت ہے نہ زبان آوری کی حاجت ادھر کن باذن اللہ منہ سے نکلا ادھر جو چاہا فوراً ہوگیا۔

براہین احمدیہ صفحہ ۴۳۵ میں مرزا صاحب نے انجیل یوحنا سے نقل کیا ہے کہ:

یروشلم میں ایک حوض ہے اس کے پانچ اسباب ہیں۔ان میں ناتوانوں اور اندھوں اور لنگڑوں اور پژمردوں کی ایک بڑی بھیڑ پڑی تھی جو پانی کے ہلنے کی منتظر تھی کیونکہ ایک فرشتہ بعض وقت اس حوض میں اتر کر پانی کو ہلاتا تھا پانی کے ہلنے کے بعد جو کوئی کہ پہلے اس میں اترتا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہواس سے چنگا ہو جاتا تھا۔

نیز براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۵۴ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

بلا ریب اس حوض عجیب الصفات کے وجود پر خیال کرنے سے مسیح کی حالت پر بہت سے اعتراضات عائد ہوتے ہیں جو کسی طرح اٹھ نہیں سکتے۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۳۲ میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں:

یہ اعتقاد بالکل غلط اور فاسد اور مشرکانہ خیال ہے کہ مسیح مٹی کے پرندے بنا کر اور ان میں پھونک مار کر انہیں سچ مچ کے جانور بنا دیتا تھا نہیں بلکہ صرف عمل الترب یعنی مسمریزم تھا جو روح کی قوت سے ترقی پذیر ہوگیا تھا یہ بھی ممکن ہے کہ مسیح ایسے کام کے لئے اس تالاب کی مٹی لاتا تھا جس میں روح کی تاثیر رکھی گئی تھی بہرحال یہ معجزہ صرف کھیل کی قسم سے تھا اور مٹی درحقیقت ایک مٹی ہی رہتی تھی جیسے سامری کا گوسالہ۔

فتدبر فانه نکتة جلیلة ما یلقها الا ذو حظ عظیم

مرزا صاحب خود ہی براہین احمدیہ کے صفحہ ۳۳۰ میں لکھتے ہیں:

انجیل بوجہ محرف اور مبدل ہو جانے کے ان نشانیوں سے بالکل بے بہرہ اور بے نصیب ہے بلکہ الٰہی شان تو ایک طرف رہی معمولی راستی اور صداقت کہ جو ایک مصنف اور دانشمند متکلم کے کلام میں ہونی چاہیے انجیل کو نصیب نہیں۔ کم بخت مخلوق پرستوں نے خدا کے کلام ہدایت کو خدا کے نور کو اپنے ظلماتی خیالات سے ایسا ملا دیا کہ اب وہ کتاب بجائے رہبری کے رہزنی کا ایک پکا ذریعہ ہے۔ ایک عالم کو کس نے توحید سے برگشتہ کیا اسی مصنوعی انجیل نے، ایک دنیا کا کس نے خون کیا، انہیں تالیفات اربعہ نے۔ عیسائیوں کے محققین کو خود اقرار ہے کہ ساری انجیل الہامی طور پر نہیں لکھی گئی۔،

اب دیکھئے کہ جن کتابوں کو محرف مبدل ظلماتی خیال اور باعث گمراہی خود ہی بتاتے ہیں انہی کتابوں سے ایک قصہ نقل کر کے قرآن میں شبہات پیدا کر رہے ہیں کہ قرآن میں جو عیسیٰ کے معجزات مذکور ہیں ان کا مدار اس حوض پر تھا جس کا ذکر اناجیل محرفہ میں ہے اور ان کی نبوت کا ذکر جو قرآن میں ہے اور جو منشائے معجزات ہے وہ ایک فطرتی قوت تھی جو ہر فرد بشر میں ہوا کرتی ہے اس سے ظاہر ہے کہ مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنے مساوی کر دینے میں خوب ہی زور لگایا مگر یاد رکھیں کہ

چو حق معائنہ دانی کہ مے بباید داد
بلطف بہ کہ بجنگ آوری و دلتنگی
خراج گر نگذارد کسے بطیب نفس
بقہر از و بستانند و مزد سرہنگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۳ ص ۴-۶)

زلزلہ بہار سے قادیانی قلعہ گر پڑا

(خدا شرے برانگیزد کہ در آں خیر باشد)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء میں لکھا تھا کہ زلزلہ بہار پر قادیان سے آواز نہیں اٹھی۔ ہماری غرض یہ تھی کہ قادیانی پریس بولے، تو ہم بھی کچھ

اظہار کریں۔ چنانچہ ہماری غرض پوری ہوگئی کیونکہ قادیانی اخبار الفضل نے تفصیل سے زلزلہ بہار پر مضمون لکھا۔

آج ہم اس کے اصل الفاظ نقل کر کے نتیجہ بتا دیں گے کہ قادیانی پریس نے اس زلزلہ کو قادیانی قلعہ پر وارد کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا سارا کارخانہ درہم برہم کر دیا۔ ناظرین ہمارے مخالفانہ بیان کو مبالغہ سے پر نہ جانیں، بلکہ ذرا صبر سے ہمارے دعوی کی دلیل سنیں۔ بے انصافی ہوگی اگر ہم الفضل کا مضمون اپنے لفظوں میں بتائیں اسلیئے اسی کے الفاظ میں سناتے ہیں پس بغور سنیں۔ الفضل لکھتا ہے۔

مسیح موعود کی سچائی ظاہر کرنے کیلئے خدا کے بڑے زور دار حملے

تباہ کن سیلابوں اور ہلاکت آفرین عذابوں کا عالمگیر عذاب

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ذریعہ خدا تعالی نے غفلت اور عصیان میں مبتلا، اور معبود حقیقی کو فراموش کر دینے والی دنیا کو اپنے آستانہ پر جھکانے اور صراط مستقیم کا پتہ بتانے کے لئے جو انذاری خبریں دیں، ان میں زلازل کا خاص طور پر ذکر پایا جاتا ہے۔ اور یہ ایک حقیقت ہے۔ ایسی حقیقت جس کا کوئی انکار نہیں کرسکتا کہ زلازل کے متعلق حضرت مسیح (مرزا) کی پیش گوئیوں کے بعد دنیا میں اس کثرت اور ایسے ہیبت ناک رنگ میں زلازل آئے، اور ان سے اس قدر جانی و مالی نقصانات ہوئے کہ جس کی نظیر ازمنہ ماضیہ میں نہیں مل سکتی۔

ان ہولناک مصائب اور ہیبت ناک زلازل سے اہل ہند کو آگاہ کرتے ہوئے اور ان سے بچنے کی طرف توجہ دلاتے ہوئے (مرزا غلام احمد قادیانی) تحریر فرماتے ہیں:

توبہ کرنے والے امان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں، ان پر رحم کیا جائے گا۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو۔ یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔

بالآخر (مرزا غلام احمد قادیانی) فرماتے ہیں: میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی

قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔

دوسری پیش گوئی جس کا ہم اس موقع پر ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۶۴ میں بایں الفاظ درج ہے: میرے پر خدا تعالی نے ظاہر کیا تھا کہ سخت بارشیں ہوں گی اور گھروں میں ندیاں چلیں گی اور بعد اس کے سخت زلزلے آئیں گے۔

اگر چہ اس پیش گوئی کے پہلے حصہ کے متعلق سخت بارشیں ہونے اور تباہ کن سیلاب آنے پر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے تحریر فرمایا کہ: کثرت بارشوں سے کئی گاؤں ویران ہو گئے اور وہ پیش گوئی پوری ہوگئی، لیکن اس کے ساتھ ہی لکھا ہے:

مگر دوسرا حصہ اس کا یعنی سخت زلزلے۔ ابھی ان کی انتظار ہے۔ سو منتظر رہنا چاہیے۔

اس سے ظاہر ہے کہ ویران کن بارشوں اور سیلابوں کے بعد ہولناک زلزلوں کا آنا مقدر تھا اور جب ایسا ہوگا اس وقت پیش گوئی مکمل طور پر پوری ہوگی۔

۱۵ جنوری کا زلزلہ

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی مذکورہ بالا دونوں پیش گوئیوں کے پیش کردہ الفاظ سامنے رکھ کر جب ہندوستان میں آنے والے ۱۵ ماہ حال کے ہیبت ناک اور تباہ کن زلزلہ کی تباہی و بربادی کی ان خبروں کو پڑھا جائے جو اس وقت تک اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں، تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جن آفات و مصائب سے اہل ہند کو آگاہ کیا تھا ان میں سے ایک بہت بڑی آفت اور مصیبت یہ زلزلہ بھی ہے۔

ان تباہ کن سیلابوں اور ہلاکت آفریں زلزلوں کی تفصیلات تو رہیں ایک طرف، ان کا نہایت مختصر ذکر جو اخبارات میں شائع ہوا، اور پھر اس کا بھی خلاصہ جو ہم نے پیش کیا ہے، اسی سے نہایت صفائی کے ساتھ ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے خدا تعالی سے اطلاع پا کر سیلابوں اور زلزلوں کے ذریعہ دنیا پر عالمگیر عذاب آنے کی جو خبریں کئی سال قبل دی تھیں وہ حرف بحرف پوری ہو کر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے متعلق خدا تعالی کے اس کلام کی تصدیق کر رہی ہیں کہ،

دنیا میں ایک نذیر آیا پر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا۔ لیکن خدا اسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

کیا ان زور آور حملوں کے متعلق اب بھی کسی سعید الفطرت انسان کو کسی قسم کا شک وشبہ ہوسکتا ہے جب کہ یورپ اور ایشیاء میں زلزلے آئے اور، قیامت کا نمونہ، پیش کرنے والے زلزلے آئے۔ ان کی وجہ سے اس قدر موتیں ہوئیں کہ، خون کی نہریں، چلیں، اکثر، مقامات زیروزبر، ہوگئے۔ اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین اور آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوئیں۔ شہر گر گئے اور، آبادیاں ویران، ہوگئیں۔ اور یہ حقیقت ظاہر ہوگئی کہ، اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی۔

حتی کہ ہندوستان میں بھی وہ وقت آ پہنچا جس کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بایں الفاظ خبر دی تھی کہ: میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی وقریب آتی جاتی ہے نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آجائے گا۔ اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔،

چنانچہ چند ہی ماہ ہوئے جب کہ اہل ہند نے اور خاص کر اہل پنجاب نے نوح کا زمانہ اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا اور اس کا اعتراف کرلیا۔ اگر اس سے عبرت حاصل کرتے اور خدا تعالی کے اس اٹل قانون کو پیش نظر رکھتے ہوئے کہ وما کنّا معذّ بین حتّی نبعث رسو لا ۔ اس کے رسول مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مان کر خدا کی امان کے نیچے آجاتے تو یقیناً انہیں لوط کی زمین کا واقعہ بچشم خود نہ دیکھنا پڑتا۔ (الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۳۴ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین کرام! فریق ثانی کی مطلب خیز عبارت ہم نے ساری نقل کردی تاکہ ان کا مطلب اور ہمارا جواب سمجھنے میں آپ کو تکلیف نہ ہو۔ پس سنئیے!

ہم کمال دیانتداری سے مانتے ہیں کہ واقعی مرزا صاحب قادیانی نے قیامت خیز زلزلہ کے آنے کی خبر دی تھی مگر کس زمانے میں؟

اس سوال کا جواب دینا اہل حدیث کا کام ہے جو مرزا صاحب قادیانی کی تحریرات سے اتباع مرزا کی نسبت زیادہ واقف ہے۔

وہ زمانہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ میں ۱۹۰۸ء سے قبل کا ہے کیونکہ وہ لکھتے ہیں: وہ زلزلہ میری زندگی میں آئے گا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص ۱۹۲)

بلکہ اس کا موسم اور وقت بھی بتایا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

پھر بہار آئی خدا کی بات پوری ہوئی ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعود کے وقت بہار (ماہ چیت یا مارچ) کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے غالباً وہ صبح کا وقت ہوگا یا اسکے قریب۔ (ایضاً ص ۹۷)

احمدی ممبرو! اس سوال کا جواب دینا تو بہت آسان ہے۔ امید ہے کہ تم جواب دینے میں تامل نہ کرو گے۔ وہ سوال یہ ہے کہ

کیا یہ زلزلہ بہار مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں آیا؟

یقیناً نہیں کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہو چکے ہیں جسے آج ۲۵ سال ہو گئے ۔

اچھا! تو کیا یہ بہار کے موسم میں آیا؟ ہرگز نہیں ۔

لطیفہ: جو لوگ نزول مسیح کے متعلق حدیثی لفظ دمشق سے قادیان مراد لے لیتے ہیں ان سے تعجب نہیں کہ وہ موسم بہار سے مراد صوبہ بہار (بکسر الباء) کہہ دیں اس لئے ان سے تیسرا سوال یہ ہے کہ کیا یہ زلزلہ صبح کے وقت آیا؟ ہرگز نہیں بلکہ دن کے دو تین بجے کے درمیان آیا۔

باانصاف احمد یو! اگر ان سب سوالوں کے صحیح جواب یہی ہیں کہ نہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں آیا، نہ موسم بہار میں آیا، نہ صبح کے وقت آیا، تو بتاؤ اب تمہاری کیا رائے ہے؟

ہم نے یہ سوال اس لئے نہیں کیا کہ تم گھبرا کر مرزا صاحب کا دامن چھوڑ دو ۔نہیں ہم تو بتاکید عرض کرتے ہیں کہ جلدی نہ کرنا بلکہ اس بارے میں مرزا صاحب جو ہدایت فرمائیں اسی پر عمل کرنا، تاکہ تم کسی طریق سے بھی مرزا صاحب قادیانی کے حلقہ اطاعت سے باہر نہ ہو جاؤ۔ اس سے تو تمہیں بھی اتفاق ہوگا کہ جس طرح بھی ہوسکے ہم مرزا صاحب کے زیر ہدایت رہیں پس سنو! مرزا صاحب فرماتے ہیں:

آئندہ زلزلہ کوئی معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا، تو میں خدا تعالی کی طرف سے نہیں ۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۹۲-۹۳)

ناظرین کرام! کیا کوئی احمدی مرزا صاحب کی اس تعلیم پر (کہ زلزلہ موعودہ

میری زندگی میں نہ آیا، تو مجھے خدا کی طرف سے نہ سمجھنا) اعتقاد نہ رکھ کر سچا احمدی ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں ۔ پس سچا احمدی یا بالفاظ دیگر سچا مومن وہی ہے جو مرزا صاحب کے اس اعلان پر ایمان لائے اور کھلے لفظوں میں اعلان کرے؛

رسول قادیانی کی رسالت ۔ جہالت ہے بطالت ہے شرارت

نوٹ: یہ مضمون اس قدر مفید اور باطل شکن ہے کہ ہر ایک مسلمان کے ہاتھ میں ہونا چاہیے بصورت اشتہار اشاعت فنڈ سے بھی چھپے گا اس لئے جہاں اس کی ضرورت ہو جلدی طلب کرائیں اور بکثرت تقسیم کرائیں ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۴ ص ۳۔۴)

کلام ربانی اور مرزا قادیانی

جناب منشی محمد عبدالکریمؒ ، ڈگشائی سے لکھتے ہیں :

ہر مسلمان جس کے دل میں ذرہ ایمان باقی ہے بلکہ ہر انسان جسے کچھ بھی عقل وشعور ہے اس امر کے تسلیم کرنے میں ایک لمحہ تامل نہ کرے گا کہ سوائے ذات باری عزاسمہ کوئی بھی عالم الغیب نہیں ۔ جیسا کہ ارشاد باری انما الغیب للّٰه ۔ (پ۱۱۔ع۷) (پس کہہ کہ سوائے اس کے نہیں کہ غیب اللہ تعالی کے لئے ہے)، سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔

علی ہذا ارباب بصیرت پر یہ بھی اظہر من الشّمس ہے کہ اس (علم غیب) پر سوائے اس علیم بذات الصدور خداوند عالم کے کسی کا قبضہ نہیں ۔ یہ امر دیگر ہے کہ وہ مالک الملک اپنے برگزیدہ رسولوں میں سے جس کو جن اور جس قدر چاہے اپنے غیب سے کچھ بتا دے ۔ چنانچہ ارشاد باری تعالی ہے

و عندہ مفاتح الغیب لا یعلمها الا هو ۔ (الانعام : ۵۹)

(اور نزدیک اس کے ہیں کنجیاں غیب کی ۔ نہیں جانتا اس کو مگر وہ) ۔

و ما کان اللّٰه لیطلعکم علی الغیب و لکنّ اللّٰه یجتبی من رسله من یّشاء (آل عمران : ۱۷۹) (اور نہیں ہے اللہ کہ خبردار کرے تم کو اوپر غیب کے ولیکن اللہ پسند کرتا ہے پیغمبروں اپنے میں سے جس کو چاہے)

عا لم الغيب فلا يظهر على غيبه ا حداً ۔ الّا من ار تضى من رسو ل ۔ (الجن: ۲۶۔۲۷) (وہ ہے جاننے والا غیب کا پس نہیں خبردار کرتا اوپر غیب اپنے کے مگر جس کو کہ پسند کرتا ہے پیغمبر سے)

اس مضمون پر ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۲ ستمبر ۱۹۳۳ء میں چند آیات کلام ربانی احادیث صحیحہ اور دیگر واقعات مسلمہ درج کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال مندرجہ ضرورۃ الامام صفحہ ۱۳ و ۲۴ نقل کئے تھے جن میں وہ جلی قلم سے نہایت تعلّی کے ساتھ لکھتے ہیں کہ امام الزمان میں ہوں۔ نیز یہ کہ امام الزمان ...غیب کو ہر پہلو سے اپنے قبضہ میں کر لیتے ہیں جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے۔

فی الحال ہمیں اس سے غرض نہیں کہ مرزا جی کو علم غیب تھا بھی یا نہیں اور اس شیخی و دعوی ہمہ دانی کی بدلت انہیں کیا کچھ دیکھنا پڑا۔ اس وقت ہمیں محض یہ ثابت کرنا ہے کہ مرزا جی کا مقولہ مندرجہ ضرورۃ الامام کلام ربانی قرآن کریم کے سراسر خلاف ہے جس سے ان کی جہالت یا خودغرضی کی بوآتی ہے و هو المقصو د

مضمون ہذا شائع ہونے کے دو مہینے بعد تک کسی مرزائی کی جرأت نہ ہوئی کہ اس طرف رخ کر کے اپنے گرو جی کی پوزیشن صاف کرتا۔ بالآخر کسی نامعلوم قادیانی کے زور دینے یا دھمکانے پر الفضل قادیان کے فاضل اڈیٹر اپنی دستار فضیلت سنبھال کر حق نمک ادا کرنے کے لئے اپنے اخبار مجریہ ۲۱ نومبر ۱۹۳۳ء میں اس طرح گوہرافشانی فرماتے ہیں کہ:

مرزا صاحب کو دوسرے انبیاء کی طرح علم غیب پر قبضہ دیا گیا تھا، (ملخصاً)

ثبوت میں یعقوبؑ کے الفاظ: انّی لا جد ر يح يو سف لو لا ان تفنّدو ن ۔ (تحقیق میں پاتا ہوں بو یوسف کی اگر نہ بہکا ہوا کہو مجھ کو) ۔ اور: الم اقل لكم انّى اعلم من اللّٰه مالا تعلمو ن ۔ (تحقیق میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے) پیش کرتے ہیں۔

نیز یہ کہ حضرت نوحؑ نے اپنے دشمنوں کے طوفان میں غرق ہونے کی خبر قبل از وقت دے دی تھی۔

ناظرین! خود ہی انصاف کریں۔ کیا ان ہر دو بزرگوں کو علم غیب پر ایسا ہی قبضہ تھا جیسا کہ چابک سوار گھوڑے کو قبضہ میں کرتا ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

اگر انہیں علم غیب پر ایسا ہی قبضہ ہوتا تو یعقوبؑ اپنے بیٹوں کو پہلے ہی فرما دیتے کہ شریرو! تم نے یوسف کو فلاں کنویں میں ڈال دیا ہے

اورنوح بھی لاعلمی میں اپنے نافرمان بیٹے کے لئے سفارش نہ کرتے۔

ان واقعات سے گر کچھ ثابت ہوتا ہے تو یہ اور محض یہ کہ انہیں علم غیب پر قطعی قبضہ نہ تھا۔ حضرت نوح نے تو صاف صاف کہہ دیا تھا

و لا اقول لکم عندی خزائن الله و لا اعلم الغیب۔ (پ۱۲ع۳)

(اور نہیں کہتا ہوں میں تم سے کہ نزدیک میرے خزانے خدا کے ہیں اور نہیں جانتا میں غیب کو)

ہاں یہ صحیح اور قطعاً درست ہے کہ عالم الغیب خداوند عزوجل نے جب چاہا علم غیب سے انہیں مطلع فرمادیا۔ دگر ہیچ

روئے زمین کے مرزائیوں کو چاہیے کہ اپنے پیر مرشد کی پیشانی سے یہ بدنما داغ مٹانے کی کوشش کریں۔ ہم اپنے تجربہ کی بنا پر علی الاعلان کہتے ہیں کہ لاہوری اور قادیانی وغیرہ سب مل کر بھی اس میں کامیاب نہیں ہوسکتے:

یہ داغ بدنمائی مٹایا نہ جائے گا

نوٹ: اسی عنوان کے تحت مرزا جی کے دیگر اقوال جو کلام ربانی قرآن کریم کے خلاف ہیں ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے وقتاً فوقتاً پیش کیا کریں گے۔ انشاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۴ ص ۵)

قادیانی اور رادھا سوامی

رادھا سوامی پینتھ کے گرو جب امرتسر میں آئے چونکہ بڑے تپاک سے معانقہ کر کے مجھ سے ملے تھے۔ اس لئے رواداری کے طور پر میں نے ان کو چائے نوشی کی دعوت دی جو انہوں نے قبول بھی کر لی، اور کتب خانہ ثنائیہ میں آ کر ایک مشترکہ ہندو مسلم مجلس میں مع اپنے ساتھیوں کے نوش کی۔

اس پر قادیانی اخبار نے بہت کچھ اظہار رنج کرتے ہوئے لکھا کہ:

کس قدر ماتم کا مقام ہے کہ وہ (ثناءاللہ) ان لوگوں کے پاؤں تلے آنکھیں

بچھاتے پھرتے ہیں جو اسلام کی بیخ کنی میں مصروف ہیں انہوں نے رادھا سوامیوں کے گرو کو ہزار منتوں اور سماجتوں سے اپنے ہاں مدعو کیا اور پر تکلف دعوی دی۔ (الفضل قادیان ۲۴ دسمبر ۱۹۳۳ء)

(بصد منت والی بات محض جھوٹ ہے صرف ایک دفعہ کہا اور سوامی نے مان لیا اور مسلمانوں کے ساتھ چائے نوشی کی۔ پر تکلف والی بات بھی درست نہیں کیونکہ صرف چائے بسکٹ انگور اور کیلے وغیرہ پیش کئے گئے تھے)

مسلمان خصوصاً اہلحدیث اپنے ہر کام میں نمونہ نبویہ کو سامنے رکھتے ہیں ہم کو اس کا ثبوت ملتا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے غیر مسلموں کو دعوت کھلائی اور ان کے ہاں بھی کھائی۔ مگر آپ جو ہمارے اتنے سے کام پر معترض اور سیخ پا ہو رہے ہیں یاد ہے جب پادری عبدالحق خلیفہ قادیان کو قادیان میں ملا تو خلیفہ صاحب نے اس کی دعوت کی۔ اس نے کہا میں اکیلا نہیں ہوں میرے ایک ساتھ بھنگی مسیحی بھی ہے تو خلیفہ صاحب نے دونوں کو دعوت دی جس پر اخبار نور افشاں نے ایک نوٹ لکھا تھا۔ یاد ہے اس کی سرخی کیا تھی؟ بھول گئے ہو تو سنو: خلیفہ قادیان کے دستر خوان پر دو خنزیر (کیونکہ پادریوں کو تمہارے مسیح موعود خنزیر کہا کرتے تھے۔ ثناء اللہ امرتسری)

پھر دوسری مرتبہ پادری مذکور اس زمانہ میں قادیان گیا جب امرتسر میں مرزائیوں اور عیسائیوں کا مباحثہ مقرر ہوا تھا اور پادری مذکور قادیان پہنچا۔ خلیفہ صاحب لاہور گئے ہوئے تھے تو قادیان کے دفتر میں ان کو چائے پلائی گئی حالانکہ پادری لوگ اسلام کے صریح دشمن ہے جن کے قتل کرنے مسیح موعود تشریف لائے تھے۔ اور رادھا سوامی بے چاروں میں اگر کچھ نقص ہے تو ذاتی عقاید کا ہے اسلام کی مخالفت نہیں کرتے بلکہ تصدیق کرتے ہیں چنانچہ ان کو صاف اقرار ہے کہ:

رادھا سوامی کی مذہب کی تعلیم کا رد نہیں کرتا بلکہ موید ہے۔

(پریم پرچارک ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء ص ۷)

پس قادیانی ممبرو: ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء مطابق یکم ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۵ ص ۶)

ضروری باتیں

مولانا محمد ابوالقاسم بنارسیؒ سعید منزل دارانگر بنارس سے لکھتے ہیں:

اس میں کوئی شک نہیں کہ مولانا محمد حسینؒ صاحب بٹالوی، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پڑوسی اور ملاقاتی تھے۔ جتنا وہ مرزا صاحب کو جانتے تھے دوسرے نہیں اور جس قدر انہوں نے مرزا قادیانی کی تردید کی اس کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ پس کیا کوئی صاحب مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی یادگار کے طور سے ہی ان کے ان تمام مضامین کو جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق اشاعۃ السنہ وغیرہ میں شائع ہوئے ایک کتابی صورت میں جمع کر کے شائع کر دیں گے؟

یہ احسان تمام مسلمانوں پر ہوگا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پورے حالات مع تردید کے ایک جگہ مل سکیں گے۔

نیز اس کتاب کے بکثرت فروخت ہونے کی امید ہے۔ امید ہے کہ مرحوم کے صاحبزادوں میں سے کوئی صاحب اس کی طرف توجہ کریں گے۔

۲۔ مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ نزول عیسی سے متعلق رسالہ لکھا ہوا تیار رکھا ہے۔ یہ وعدہ غالباً ۱۹۰۴ء سے ہے جس کو اب تیس سال ہونے کو آئے لیکن رسالہ مذکور اب تک طبع نہیں ہوا۔

کوئی صاحب مولانا موصوف سے رسالہ مذکور لے کر چھاپ دیں تو ان کا بھی احسان تمام مسلمانوں پر ہوگا اور اشاعت بھی اس کی خوب ہوگی۔

۳۔ مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم کی فتح رحمانی، نیز عصائے موسی وکلمہ فضل رحمانی و بجلی آسمانی کی سخت ضرورت ہے۔ ان کا پتہ مطلوب ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ فروری ۱۹۳۴ء مطابق یکم ذی قعد ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۵ ص ۶)

حدیث ابراہیمی پر مکرر جرح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء میں حدیث ابراہیمی پر بحث کی گئی ہے جس میں ذکر ہے کہ حضرت ابراہیمؑ نے ساری عمر میں تین جھوٹ بولے۔ اس حدیث کی تشریح کر کے معترضین کو جواب دیا گیا تھا۔ خیال تھا کہ اب معترضین اس کو بنظر غائر دیکھیں گے تو تسلی پائیں گے مگر: خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

معترضین نے برنگ دیگر یہ سوال دہرایا لیکن ہم اس مکرر سوال کو پڑھ کر بہت خوش ہوئے کیونکہ جواب کی تکمیل معترض ہی کے کلام میں ملتی ہے۔ پہلے نمبر (۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء اہل حدیث امرتسر) میں ہمارا روئے سخن دراصل جماعت مرزائیہ کی طرف تھا جو احادیث مرویہ کو مانتی ہے۔ آج کا روئے سخن اہل قرآن (منکرین حدیث) کی طرف ہے۔ جو احادیث نبویہ کو حجت نہیں مانتے۔ اور یہ مکرر جرح بھی امرتسری جماعت اہل قرآن کی طرف سے ہوئی ہے۔

تمہید جواب: اصطلاحات فصحاء بلغاء میں بعض کلام مجازی شکل میں صحیح ہوتے ہیں مگر حقیقت شرعیہ میں صداقت نہیں رکھتے کیونکہ حقیقت شرعیہ بہت بلند مرتبہ ہے۔ بطور مثال اس موقع پر مشہور استاد داغ دہلوی کا ایک شعر پیش کرتا ہوں جو اپنے مرادی مجازی معنی میں بالکل صحیح ہے مگر دربار رسالت میں غالباً جھوٹ ہے۔ وہ شعر یہ ہے

مجھے کھٹکا تھا جب بناء کعبہ پڑتی تھی
کہ یہ جھگڑے میں ڈالے گا بہت گبر و مسلمان کو

بناء کعبہ کے وقت قائل موجود نہ تھا۔ جب نہ تھا تو کھٹکا کیسا۔ گبر و مسلمان میں کعبہ نے کیا جھگڑا ڈالا۔ جھگڑا ڈالنا تو ذی شعور لوگوں کا کام ہے۔ تین جھوٹ شاعر نے بولے ہیں۔ مگر اہل مذاق، بنظر فن کلام جانتے ہیں کہ یہ سب تخیلات شاعری اور مجازات ہیں۔ لیکن ایک سادہ دل پرہیزگاران کو جھوٹ سے تعبیر کر سکتا ہے۔

دوسری مثال۔ شاعر معشوق کے قد کو سرو سے تشبیہ دیا کرتے ہیں اور اس کی تھوڑی کو سیب سے۔ قد کو سرو اور تھوڑی کو سیب ملحوظ رکھ کر سعدی مرحوم فرماتے ہیں

عجب در زنخدان آں دل فریب
کہ ہر گز نبودہ ست بر سرو سیب

شیخ موصوف نے استعارہ کو کمال کی حد تک پہنچا کر ثابت کر دیا کہ واقعی سرو پر سیب کا پھل لگا ہوا ہے۔ یہ شعر اپنے مجازی اور شاعرانہ تخیل میں اعلیٰ درجہ کا ہے مگر دربار شریعت میں حقیقت سے دور۔

تیسری مثال۔ کسی اردو شاعر نے معشوق کو ایک شعر میں پورا پورا سورج بنا دیا۔ کہتا ہے

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

یعنی میرا معشوق تو سورج ہے۔ سورج بھلا رات کو کیسے نظر آئے۔ فن شاعری میں شعر خوب ہے، مگر حقیقت سے خالی۔

ان تین مثالوں سے ہماری غرض یہ ہے کہ مجاز وہی ہوتا ہے جس میں حقیقت نہ ہو بلحاظ عدم حقیقت اس کو غلط یا مبالغہ کہہ سکتے ہیں۔ ابراہیمؑ کے تین جھوٹ یہ ہیں: بتوں کو ان کے بڑے نے توڑا ہے۔، میں بیمار ہوں۔، بیوی کے حق میں کہا، میری بہن ہے۔

خدا جزائے خیر دے معترضین کو کہ اس نے پہلے خود کذب کی تاویل کر کے مطلع صاف کر دیا ہے لکھتا ہے: بڑا بت چھوٹے بتوں کو تڑوانے کا باعث ہوا۔(رسالہ بلاغ امرتسر فروری ۱۹۳۴ء ص ۱۳)۔ یقیناً یہی معنی ہیں۔ اسی طرح دوسرا فقرہ، میں بیمار ہوں، یعنی تمہارے شرکیہ افعال سے کبیدہ خاطر ہوں۔ اسی طرح تیسرا فقرہ کہ یہ میری بیوی نہیں ہے یعنی بحکم انما المؤمنون اخوۃ دینی بہن ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ جو معنی معترض نے کئے ہیں کیا حقیقت لفظیہ یہی ہے۔ آیت موصوفہ کے الفاظ سامنے رکھے دیتا ہوں۔ بل فعلہ کبیرھم کیا ان الفاظ کا ترجمہ یہ نہیں ہے، بلکہ یہ کام ان کے بڑے نے کیا۔

جیسے اس لفظی ترجمہ کو معترض بھی غلط جانتا ہے دربار رسالت بھی اس کو جھوٹ یا بالفاظ دیگر غلط قرار دیتا ہے۔ پھر حدیث کا انکار کیوں؟ سچ ہے

منکرے بودن وہمرنگ مستاں زیستن

پس معنی حدیث کے یہ ہیں کہ حضرت ابراہیمؑ ایسے صدیق تھے کہ مجازی اور استعارہ آمیز کلام بھی ہرگز نہیں بولا کرتے تھے۔ بولے تو صرف تین دفعہ جو مجازی رنگ میں صحیح ہوسکتی ہے وہ بھی محض رضاء الٰہی کے لئے، نہ کہ ذاتی غرض کے لئے۔ باوجود اس کے منکرین حدیث اعتراض کریں تو ہم ان کو ایک شعر پر توجہ دلائیں گے

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نہء دلبرا خطا ایں جا است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۶ ص ۳۔۴)

آہ! نادرشاہ کہاں گیا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان سے ایک مہمل الہام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا شائع ہوا تھا جس کو امیر نادر خان مرحوم کی شہادت کے موقع پر نکال کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا ثبوت دیا گیا۔

امت مرزائیہ کے دونوں اخباروں نے اس پر خوب خوب حاشئے چڑھائے۔ اخبار اہل حدیث امرتسر آج تک خاموش رہا، اسلئے کہ دوسرے ضروری مضامین پر توجہ رہی۔ دوم، اس پیش گوئی کو ہم نے ایسا مہمل سمجھا کہ کوئی عقل منداس پر توجہ ہی نہ کرے گا کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے حضرت مسیح کی ایسی بلکہ اس سے بھی واضح تر پیش گوئیوں کی ہنسی اڑائی ہوئی ہے۔

حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ زلزلے آئیں گے۔ اس پر لکھتے ہیں یہ بھی کوئی پیش گوئی ہے کہ زلزلے آئیں گے کیا دنیا میں زلزلے آیا نہیں کرتے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۴) حالانکہ حضرت مسیح کے کلام میں فقرہ تامہ مفید ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہام میں کوئی فقرہ مفیدہ بھی نہیں۔

باوجود اس کے قادیانی پریس نے اپنی عادت کے مطابق اس کو بہت پھیلایا

۔ یہاں تک کہ خلیفہ قادیان نے نادر شاہ والے الہام پر بڑا بسیط مضمون لکھا جس کو ٹریکٹ کی صورت میں بھی شائع کیا گیا اور قادیانی الفضل (۱۵ فروری ۱۹۳۴ء) میں ہماری خاموشی کو صداقت پر مہر سمجھا اس لئے ہمیں اس پر توجہ کرنی پڑی۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس الہام کو پہلے بچہ سقہ کے واقعہ پر لگایا پھر نادر خان مرحوم کے انتقال پر چسپاں کیا۔ یہ تو کیا جو کچھ کیا مگر غضب تو یہ کیا کہ بچہ سقہ ڈاکو اور اس کے تین سو ساتھیوں کو محض امان اللہ خان امیر کابل کی عداوت میں اصحاب بدر کی مانند قرار دیا۔ چنانچہ لکھا ہے:

> کابل میں بدر کی جنگ کا نظارہ۔خدا نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اطلاع دے رکھی تھی اس کے مطابق بچہ سقہ کو ایک جماعت کے ساتھ جو تعداد میں اصحاب بدر کے مطابق تھی یعنی کل تین سو سپاہی تھے امان اللہ خان کے مقابلے کے لئے کھڑا کر دیا اور پھر دوبارہ بدر کی جنگ میں نظارہ دنیا نے دیکھا یعنی تین سو نا تجربہ کار اور بے سامان سپاہیوں نے ایک حکومت کا جو قلعوں میں محفوظ تھی تختہ الٹ دیا۔ (رسالہ: ایک تازہ نشان کا ظہور ص ۸۔۹)

مسلمانوں کے لئے کس قدر دل شکن تحریر ہے۔ آہ! کس قدر خود غرضی پر مبنی اور جاہلانہ تقریر ہے کہ ڈاکوؤں اور سفاکوں کی ٹولی کو اصحاب بدر سے تشبیہ دی جائے اور ان کے ظالمانہ غلبہ کو فتح نبویہ کے ساتھ مشابہت دی جائے۔ لطف یہ ہے کہ یہ نہ سوچا کہ ان اصحاب بدر کو جس (نادر خان) نے قتل کر کے فنا کیا وہ کون ہوا، مومن یا کافر؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی امت کو مسلمانوں کے خیر و شر سے کوئی واسطہ ہی نہیں بلکہ محض اپنے قدح کی خیر منانے سے مطلب ہے۔ اسی لئے بغداد کے سقوط پر جس وقت دنیا کے کل مسلمان رو رہے تھے ان کے دل میں سخت رنج ہو رہا تھا قادیان سے بڑی مسرت کا مضمون نکلا تھا جس میں انگریزی فتح پر اظہار مسرت کرنے کے علاوہ ترکوں کو بندر اور سور قرار دیا تھا۔ (الفضل قادیان ۱۰۔اکتوبر ۱۹۱۷ء)

اس سے آگے مطلب کو دیکھئے کہ اسی الہام (نادر شاہ) کو پہلے اس موقع پر لگایا گیا تھا جب بچہ سقہ کو فنا کر کے نادر خان مرحوم نے کابل پر تصرف کیا تھا چنانچہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب لکھتے ہیں:

آہ! نادر شاہ۔ اس میں یہ بتایا ہے کہ اس سے پہلے واقعہ (بچہ سقہ) کے بعد نادر شاہ بادشاہ افغانستان کا ہوگا۔ (ایضاً ص ۱۰)

بہت اچھا۔ معلوم ہوا کہ بچہ سقہ کے زمانے میں افغانستان کی حکومت کے لئے اہل کابل پکار رہے تھے۔ آہ! نادر شاہ کہاں گیا؟ یعنی وہ آئے اور بادشاہ بن کر حکومت کرے۔ چنانچہ نادر خان بادشاہ ہو گئے پیش گوئی پوری ہوگئی۔ مگر اتنے پر کفایت کرتے تو، مرزائی، کیسے کہلاتے اور نادر خان مرحوم کی شہادت کے موقع پر کیونکر بولتے؟ اس لئے انہوں نے بچہ سقہ پر چسپاں کرنے کے علاوہ مذکورہ الہام وسیع کرکے آگے بڑھایا یہاں تک کہ شہادت نادر خان تک پہنچ کر لکھا:

بادشاہ بننے کے بعد ایک آفت ناگہانی کے ذریعہ سے اس کی موت واقع ہو گئی حتی کہ سب ملک (کابل کا ملک مراد ہے۔ یہ لفظ یاد رہے۔ ثناء اللہ) چلا اٹھا کہ آہ! نادر شاہ کہاں گیا؟ (ایضاً۔ ص ۱۱)

ایک اردو شاعر نے محبوب کو مشورہ دیا ہے کہ تم وصل سے انکار نہ کیا کرو بلکہ یوں کیا کرو:

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

یہی مشورہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام کنندہ نے ان کو دیا ہوا ہے کہ جو بات کرو ایسی کیا کرو کہ حسب موقع اس کے کئی معنی نکالے جاسکیں چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کا الہام (آہ! نادر شاہ) اسی مشورے کے ماتحت ہر ایک پہلو پر چسپاں کیا جاتا ہے۔

ناظرین کرام! آپ مرزا صاحب قادیانی کے اس گول مول الہام سے متعجب نہ ہوں ان کی مشین میں اسی قسم کے الہام ڈھلا کرتے تھے اس کی مثال میں اس سے بھی عجیب تر الہام: ،غزنوی، ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

کیسا فصیح اور کیسا بلیغ اور کیسا بامعنی الہام ہے۔ غزنوی، مبتدا۔ خبر، مرگیا، صحیح ہے۔ غزنوی، مبتدا، خبر، پیدا ہوا، صحیح۔ غزنوی، مبتدا، خبر بنگال میں وزیر ہوا، بالکل صحیح۔ غزنوی مبتداء، خبر، ہندوستان میں حملہ کرنے آیا، ۔ کتب تاریخ گواہ ہیں ۔ غزنوی، مبتدا، امرتسر میں ایک خاندان ہے، بالکل ٹھیک ہے۔ یہاں تک کہ غزنوی کی خبر پر مقدمہ ہوگا، بھی درست ہے۔ چنانچہ مولوی اسماعیل غزنوی پر بمبئی میں مقدمہ

چل رہا ہے جس کی پیشی ۳۰ مارچ کو ہے۔غرض دنیا میں جتنے واقعات ایسے ہوں جن کو کسی غزنوی سے تعلق ہوان سب پر یہ الہام چسپاں کر دیا جائے گا۔

ایک لطیف تردید: ہمارے لڑکپن کا ایک واقعہ ہے پنجاب میں ایک مکار واعظ پھرا کرتا تھا اس کو بغدادی مولوی کہتے تھے وعظ میں کہا کرتا تھا،لفظ وہابی، اصل میں، واہ بی، ہے اس کا قصہ یوں بیان کرتا کہ عبدالوہاب نجدی کی لڑکی کو ناجائز حمل ہو گیا تھا محلے کی عورتوں نے اس کو دیکھ کر کہا۔ واہ بی، واہ بی ۔ یہ لوگ اس کی اولاد ہیں۔ جہلا تو خوب ہنستے مگر ہم ان سے پوچھا کرتے کہ مولوی صاحب نجد میں اردو زبان ہے یا عربی۔ یقیناً عربی ہے تو پھر نجد کی عورتوں نے واہ بی کیوں کہا۔معلوم ہوا کہ یہ آپ کا من گھڑت افتراء ہے۔ٹھیک اسی طرح نادرشاہ کی بے وقت شہادت پر سب سے پہلے دردناک آواز اہل کابل کی زبان سے نکلی ہوگی اور وہ یقیناً فارسی ہے اور مرزا غلام احمد کا الہام (آہ! نادرشاہ کہاں گیا؟) اردو فقرہ ہے جو اہل کابل کا نہیں ہوسکتا۔مرزا صاحب کو فارسی میں بھی الہام ہوئے اور ہو سکتے تھے۔ پس اگر نادرخان (شاہ کابل) اس الہام سے مراد ہوتے تو الہام کے اصل الفاظ فارسی ہوتے تاکہ اہل کابل آواز کی پوری ترجمانی کر سکتے (کیونکہ خلیفہ نے خود لکھا ہے کہ سب ملک چلا اٹھا)۔ہم حیران ہیں کہ سب سے پہلے تکلیف تو پہنچے اہل کابل کو مرزا صاحب کا الہام کنندہ اس کی حکایت کرے اور زبان فارسی بھی جانتا ہولیکن الہام کرے اردو میں؟ چہ خوش! یا یہ بات ہے

شوخ من ترکی و من ترکی نمے دانم

اس سے صاف ثابت ہے کہ اس الہام کو شاہ کابل کی وفات سے کوئی تعلق نہیں

اصول مرزا: احمدی ممبروتم خلیفہ کا منہ دیکھتے ہو یہ تمہاری غلطی ہے۔ہم بڑے میاں مرزا متوفی کو ماننے والے ہیں پس سنو! مرزا غلام احمد فرماتے ہیں: پیش گوئی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے بطور دلیل کے کام آ سکے لیکن جب ایک پیش گوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی۔ پیش گوئی میں تو وہ امور صریحاً پیش کرنے چاہییں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے اور پہچان سکے۔(تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۲۱۔۱۲۳)

سچ بتاؤ، آہ نادرشاہ، والی پیش گوئی اس معیار پر پوری اتر سکتی ہے۔یاد رکھو جب تک اہل حدیث کے ہاتھ میں قلم ہے انشاء اللہ تم دنیا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

مختصر یہ کہ مرزا صاحب نے جو الفاظ یسوع مسیح کی مجمل پیش گوئیوں کے حق میں لکھے ہیں وہ قابل غور ہیں۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑیں گے لڑائیاں ہوں گی پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنھوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں اور ایک مردہ کو اپنا خدا بنا لیا کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے۔ کیا کہیں نہ کہیں لڑائی کا سلسلہ شروع نہیں رہتا۔ پس اس نادان اسرائیلی نے ان معمولی باتوں کا نام پیش گوئی کیوں رکھا محض یہودیوں کے تنگ کرنے سے۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص۴ حاشیہ)

ہمارا حق ہے کہ ہم اسی عبارت کو ہو بہو مرزا غلام احمد پر چسپاں کرنے کو یوں کہیں:

> اس درماندہ انسان (ذیابیطس، ہسٹیریا اور مراق کے دماغی بیمار مرزا) کی پیش گوئیاں کیا تھیں یہی کہ، غزنوی، اور، آہ نادر شاہ کہاں گیا، ۔پس ان دلوں پر ...ہو جنھوں نے ایسی پیش گوئیاں اس کی صداقت کی دلیل بنائیں اور بقول خود سچے کے سامنے جھوٹا ہو کر مرنے والے کو نبی بنا لیا۔

کیا کوئی قادیانی یا لاہوری ہے جو ہماری اس تحریر کا جواب دے سکے یاد رکھو:

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۶ ص ۴۔۵)

زلزلہ بہار کا اثر قادیان میں

و فی کل شیء له آیة ۔ تدلّ علی انّه کاذب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا کی شان ہے دنیا میں خواہ کوئی واقعہ ظہور پذیر ہو، خوشی کا ہو، یا رنج کا، اس سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی کو صدمہ ضرور پہنچتا ہے۔صوبہ بہار کا زلزلہ کیسا تکلیف دہ ہے، مگر اس میں بھی خدائی مصلحت یہ ہے کہ قادیانی طلسم ٹوٹ کر

دنیا کے سامنے اس کا ذرہ ذرہ ہوا میں اڑ جائے ۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ۹ فروری ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون چھپا تھا جس کا عنوان تھا، زلزلہ بہار سے قادیانی قلعہ گر پڑا ۔

اس میں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات کا حوالہ دیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہوا ہے کہ زلزلہ عظیمہ میری زندگی میں آئے گا، نیز موسم بہار میں آئے گا نیز صبح کے وقت آئے گا۔

یہ تین شرطیں ہم نے مرزائی کتب کے حوالہ سے ثابت کر دی تھیں اور نتیجہ نکالا تھا کہ زلزلہ عظیمہ بہار چونکہ نہ موسم بہار میں آیا، نہ صبح کے وقت آیا، نہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں آیا، لہذا مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی غلط اور نبوت باطل ۔ قادیان سے اس کا جو جواب نکلا اس کا خلاصہ یہ ہے: ۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے زلزلہ کی بابت دعا کی تھی خداوندا اس کو پیچھے ہٹا دے خدا نے پیچھے ہٹا دیا ۲۔ ۱۵ جنوری کو موسم بہار کا شروع تھا ۔۳۔ صبح کے وقت کا جواب نہیں دیا۔،

مجیب کے اپنے الفاظ یہ ہیں

زندگی میں زلزلہ نہ آنے کا تو اللہ تعالی حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۱۰۰ پر بذریعہ الہام فیصلہ فرما چکا ہے جیسا کہ فرماتا ہے : ربّ اخّر وقت هذا۔ اخّره الله الى وقت مسمى یعنی اے خدائے بزرگ زلزلہ کے ظہور میں کسی قدر تاخیر ڈال دے۔ ،خدا نمونہ قیامت کے زلزلہ کے ظہور میں تاخیر ڈال دیگا۔

اس کے نیچے حاشیہ میں حضرت (مرزا قادیانی) نے لکھ دیا ہے :

میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے ۔ اس دعا کا اللہ تعالی نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے ۔ ربّ اخر وقت هذا اخره الله الى وقت مسمى

یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔ (ص۱۰۰)

باقی رہا یہ امر کہ موسم بہار میں زلزلہ آنے کی پیش گوئی ہے اور یہ موسم بہار کا نہیں ۔ کاش اگر ثناء اللہ اس اعتراض کو لکھنے سے قبل کسی باغ میں چلا جاتا اور دیکھتا کہ ابتدائے بہار ہے یا نہیں ،تب شائد اس کو اس کی مسخ شدہ ضمیر بھی اس اعتراض کو اٹھانے سے روک کر مزید ذلت وخواری سے بچا لیتی۔ ورنہ

اگر اسی براہین احمدیہ حصہ پنجم کے صفحہ ۹۲۔۹۳ پر جہاں سے اس نے یہ حوالہ نقل کیا ہے کہ، وہ زلزلہ میری زندگی میں ہوگا، انہی کو بتمام وکمال پڑھ لیتا تو اس کو ابتدائے بہار اور وقت زلزلہ بھی معلوم ہو جاتا۔ بہر حال جائے استاد خالی است کے مطابق خدا کو یہ بھی منظور تھا کہ ایک طرف ثناء اللہ کا دعوی انا خیر ٹوٹے اور دوسری طرف اس کو تکذیب کی ذلت وخواری نصیب ہو۔ لو میں وقت اور ابتدائے بہار صفحہ ۹۳ براہین پنجم سے پڑھ کر سناتا ہوں:

خدا فرماتا ہے کہ میں اس وقت آؤنگا جب کہ دل سخت ہو جائیں گے اور زلزلہ کے آنے کے خیال سے لوگ اطمینان حاصل کر لیں گے اور خدا فرماتا ہے کہ میں مخفی طور پر آؤنگا کہ کسی کو بھی اطلاع نہیں ہوگی یعنی لوگ اپنے دنیا کے کاروبار میں سرگرمی اور اطمینان سے مشغول ہوں گے اور اس سے پہلے لوگ تسلی کر بیٹھے ہوں گے کہ زلزلہ نہیں آئے گا اور اپنے تیئں بے خطر اور امن میں سمجھ لیا ہوگا۔ تب یک دفعہ یہ آفت ان کے سروں پر آئے گی مگر خدا فرماتا ہے کہ وہ بہار کے دن ہوں گے آفتاب بہار کی صبح میں نمودار ہوگا اور خزان کی شام میں غروب کرے گا تب کئی گھروں میں ماتم پڑے گا۔

(اخبار فاروق قادیان ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء ص ۱۱)

۱۔ ۱۵ جنوری کو موسم بہار کہنا ان لوگوں کا کام ہے جو ہندوستان میں نہ رہتے ہوں، ورنہ ہندوستان میں رہنے والے جانتے ہیں کہ ماہ جنوری سخت سردی کا زمانہ ہے اس لئے شملہ وغیرہ پہاڑی مقامات پر موسم سرما کی تعطیلات ہوتی ہیں۔ ہندی حساب سے ماگھ کا مہینہ سردیوں کا ہے اور ماہ پھاگن سے موسم بدلتا ہے اس لئے ۱۵ جنوری کو موسم بہار کہنا انہی لوگوں کا کام ہے جو دمشق سے مراد قادیان لینے میں بھی نہیں جھجکتے اور کوئی عقل مند تو اس کو قبول نہیں کرے گا۔

۲۔ ہم نے مجیب کا حوالہ خوب پڑھا۔ ہمارا یقین ہے کہ مجیب نے محض حمایت مرزا میں ہم کو الزام دیا ہے ورنہ حوالہ مذکور کو مجیب بغور پڑھتا تو شرمندہ ہو کر خود ہی خاموش ہو رہتا مگر شرم وحیا جس جوہر کی فرع ہے وہ کم یاب ہے۔ مقام مذکور کی عبارت ہمارے سامنے ہے ہم وہ ساری نقل کر کے قادیان کے ارکان اور دیگر اعیان اسلام سے

انصاف چاہتے ہیں۔ پس وہ غور سے سنیں مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:
اب میری عمر ستر برس کے قریب ہے اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں اس سے زیادہ نہیں کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ج ۵ ص ۹۷)

ناظرین کرام! اس عبارت میں مرزا غلام احمد نے آج کل کے محبوں کو جواب دیا ہے کہ: باوجود تاخیر کے بھی زلزلہ میری زندگی ہی میں آئے گا۔

اب بتائیے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو ہر حال میں زلزلہ کا وقوع اپنی زندگی میں قرار دیں ان کے مریدان کی وفات سے ۲۵ سال بعد (جنوری ۱۹۳۴ء) تک اس کو کریں تو یہ مثال صادق نہ آئے گی: من چہ سرائم وتنبورہ ءمن چہ سرائد

احمدی ممبرو! یاد رکھو مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئیوں خصوصاً اس پیش گوئی پر جتنا زیادہ بولو گے بحکم: چوبشوئی پلید تر گردد، اتنے ہی زیادہ ٹانکے کھلواؤ گے اس سے ہم تم کو دوستانہ مشورہ دیتے ہیں کہ خاموشی اختیار کرو تو بہتر ہے، ورنہ:

در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۷ ص ۴۔۵)

زلزلہ در قادیان

غلغلہ غضب خدا شد بلند زلزلہ در گور غلام احمد فگند

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کا دن کیسا منحوس تھا کہ ادھر صوبہ بہار کو اس نے جسمانی صورت میں تباہ کیا، ادھر معنوی طور پر قادیان کو برباد کیا، جس کی شان میں یہ شعر پڑھا جاتا تھا

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

عرصہ ہوا، اس شعر کا جواب دیا گیا تھا

چہ گوئم باتو گر آئی چہادر قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دارالزیاں بینی

مگر اب تو اس شعر کی بجائے یوں ہونا چاہیے

چہ گوئم با تو گر آئی چہادر قادیان بینی
بلا بینی خزاں بینی زلازل رانشاں بینی

اس دعویٰ کے متعلق ہم نے سابق میں دو مضمون لکھے ہیں۔ ایک ۹ فروری ۱۹۳۴ء کو اور دوسرا، ۲ مارچ ۱۹۳۴ء کو۔ اس اثناء میں قادیانی اخباروں میں دھوم تھی کہ میاں بشیر احمد (پسر مرزا غلام احمد) زلزلہ پر بسیط مضمون لکھ رہے ہیں۔ ہم نے سمجھا کہ خوب لکھیں گے اور ہماری طرف سے جو مضامین اس بارے میں نکل چکے ہیں ان کا جواب بھی کافی دیں گے۔ اس خیال سے ہم اس کے دیکھنے کو چشم براہ تھے۔ آخر وہ مضمون اخبار الفضل مورخہ ۴ مارچ ۱۹۳۴ء میں آیا اور ٹریکٹ کی صورت میں بھی پہنچ گیا۔ مضمون دیکھنے سے اتنا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لکھنے والا نہ صرف اصلی معنی میں باپ کا بیٹا ہے بلکہ اتباع میں پورا متبع ہے۔ یعنی جس طرح مرزا صاحب متوفی کی تصنیفات میں الفاظ کی بھرمار اور عبارت کی طوالت، استاد غالب کے اس شعر کی تصدیق کرتی تھی ؂

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لیے

یہی حال مرزا بشیر احمد قادیانی کا ہے

ہمارے دونوں گزشتہ مضامین کا خلاصہ یہ ہے کہ زلزلہ آنے کی پیشگوئی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کی تھی، مگر اس کا وقوع اپنی زندگی سے مخصوص کیا تھا۔ یہاں تک کہا تھا کہ میری زندگی میں نہ آئے، تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

ہم منتظر تھے کہ صاحبزادہ (مرزا بشیر احمد قادیانی) صاحب اس اعتراض کو اٹھائیں گے، لیکن دیکھنے سے یقین ہو گیا کہ شیر کے پنجے سے چھوٹنا ممکن ہے، مگر 'اہل حدیث' کی گرفت سے نکلنا کارے دارد۔

صاحبزادہ (مرزا بشیر احمد قادیانی) نے کمال کیا کہ طوالت دینے کے لیے اپریل

۱۹۰۵ء کے زلزلہ کی بحث چلائی، اس لیے یہ بھی ان کا فرض تھا کہ اس زمانہ کا اہل حدیث سامنے رکھ کر آگے چلتے۔ (مولانا امرتسری یہاں اپنی ۱۹۰۵ء والی پرانی تحریر نقل کر کے لکھتے ہیں کہ) خیر یہ بات تو رفت گذشت ہوئی۔ اب جو صوبہ بہار میں زلزلہ عظیمہ آیا تو قادیانی پریس کے وارے نیارے ہو گئے۔ لاہوری اور قادیانی بالاتفاق اس کو اپنے حق میں نعمت غیر مترقبہ جان کر بہت خوش ہوئے۔ لیکن اہل حدیث کی 'ہوں' کے بعد لاہوری تو کھسک گئے مگر قادیانی جو اصل گدی کے مالک ہیں، کیسے کھسک سکتے ہیں۔ اس لیے وہ مقابلہ پر آئے۔ سب سے پہلے میاں محمود کی ڈیوڑھی کا...... آگے آیا۔ جس کو اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۲ مارچ (۱۹۳۴ء) میں دھتکار دی گئی۔ اس کے بعد صاحبزادہ بشیر احمد آگے بڑھے۔ پس اب ہمارا خطاب انہی صاحبزادہ سے ہے۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ میاں بشیر احمد قادیانی نے بہت تطویل سے کام لیا ہے۔ مگر ہم ان کی عبارت طویلہ سے اصل روح نکال کر ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

> 'الغرض حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پیش گوئی کے بعد آپ کی زندگی میں دنیا کے مختلف حصوں میں بڑے سخت زلزلے آئے اور بعض آپ کی وفات کے بعد آئے (جیسا کہ اٹلی جاپان چین وغیرہ کے تباہ کن زلزلے) اور بعض آئندہ آئیں گے اور یہ خدا ہی کو علم ہے کہ وہ کب کب اور کہاں کہاں آئیں گے اور ان کے نتیجہ میں کیا کیا تباہی مقدر ہے؟ مگر وہ تباہ کن زلزلہ جو حال ہی میں ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو ہندوستان کے شمال مشرق میں آیا ہے جس نے صوبہ بہار اور ریاست نیپال اور بنگال کے بعض حصوں میں ایک قیامت برپا کر رکھی ہے وہ ایک ایسا زلزلہ ہے کہ اس میں ۱۹۰۵ء کے شمال مغربی ہندوستان والے زلزلہ کی طرح بلکہ اس سے بھی بڑھ کر حضرت مسیح موعود بانی سلسلہ احمدیہ کے الہامات وکشوف میں تصریح اور تعیین پائی جاتی ہے اور یوں نظر آتا ہے کہ گویا خدائی ہاتھ معین طور پر اشارہ کر رہا ہے کہ یہ زلزلہ ان خاص زلزلوں میں سے ایک ایسا زلزلہ ہے جس کے متعلق تعین اور صراحت کے ساتھ خبر دی گئی تھی۔
>
> حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات اور کشوف سے پتہ لگتا ہے کہ ۱۵

جنوری ۱۹۳۴ء والے زلزلے کے متعلق اللہ تعالیٰ کی طرف سے مندرجہ ذیل علامات مقرر تھیں۔ یعنی منجملہ بعض اور علامات کے ذیل کی پانچ علامات اس کے لیے بطور خاص مقرر کی گئی تھیں۔

اول : اس زلزلہ میں خطرناک تباہی آئے گی، اور اس کے ساتھ پانی کا سیلاب بھی ہوگا۔، دوم : یہ زلزلہ نادر شاہ بادشاہ افغانستان کے قتل کے بعد اس کے قریب کے زمانہ میں ہوگا۔ سوم : یہ زلزلہ موسم بہار میں آئے گا۔

چہارم: یہ زلزلہ ہندوستان کے شمال مشرقی علاقہ میں آئے گا۔

پنجم : یہ زلزلہ مرزا بشیر احمد کی زندگی میں آئے گا اور وہی ابتداً اس پیشگوئی کی طرف توجہ دلانے والا ہوگا۔

یہ وہ پانچ علامات ہیں جو اللہ تعالیٰ نے آج سے قریباً ۲۸ سال پہلے اس زلزلہ کے متعلق حضرت مسیح موعود پر ظاہر فرمائیں۔ اور آج ہم دیکھ رہے ہیں کہ یہ باتیں کس طرح من وعن پوری ہوئیں۔ (الفضل ۴ مارچ ۱۹۳۴ء۔ ٹریکٹ ص ۱۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا بشیر احمد کی تقریر کا خلاصہ اور روح صرف اتنی ہی ہے کہ اپریل ۱۹۰۵ء کے بعد جس شدید زلزلہ کے آنے کی خبر مرزا غلام احمد متوفی نے دی تھی وہ وہی ہے جو ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو صوبہ بہار میں آیا۔

ہم اس پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ تاکہ مسافت جلدی طے ہو۔ آپ کے بڑے بھائی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی یہی کہتے ہیں ان کے الفاظ یہ ہیں:

''۴ اپریل ۱۹۰۵ کے زلزلہ عظیمہ کے بعد جو ضلع کانگڑہ میں شروع ہوا تھا حضرت مسیح موعود کو اور زلزلہ کے متعلق الہام ہوا جو اپنی شدت میں پہلے زلزلہ سے بڑھ کر ہونا تھا۔ تو اس وقت کے احمدیوں کی تحریرات سے پتہ چلتا ہے کہ عام خیال یہ پیدا ہوگیا تھا کہ وہ دوسرا آنے والہ زلزلہ بھی اسی علاقہ میں آئے گا۔ مگر اس کے بعد حضرت مسیح موعود نے ایک رؤیا دیکھی جس میں انہوں نے میاں بشیر احمد صاحب کو دیکھا کہ وہ فرماتے ہیں کہ زلزلہ اب شمال مشرق کی طرف چلا گیا ہے۔ سابقہ زلزلہ ہندوستان کے شمال مغرب یعنی پنجاب کے علاقہ میں تھا۔ اور اس رؤیا کے مطابق اب یہ موجودہ زلزلہ جو ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو واقعہ ہوا علاقہ منگھیر دربھنگہ اور نیپال وغیرہ میں واقعہ ہوا ہے جو ہندوستان کا

شمال مشرقی حصہ ہے۔' (الفضل ۔۴۔فروری ۱۹۳۴ء۔ص۲)

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ) اہل حدیث اب دونوں بھائیوں (مرزا محمود اور مرزا بشیر) کے بیان کی تصدیق کرتا ہے کہ واقعی ۱۹۰۵ء کے بعد نمونہ قیامت زلزلہ ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو آیا۔ بس اب مطلع صاف ہے کہ ۱۹۰۵ء کے بعد جو نمونہ قیامت زلزلہ آنے والا تھا اس کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ کیا ہیں، وہ غور سے سنئے اور دل کی لوح پر نوٹ کر لیجئے۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

'ایسا ہی آئندہ زلزلہ کی نسبت جو پیش گوئی کی گئی ہے وہ کوئی معمولی پیش گوئی نہیں۔ اگر وہ آخر کو معمولی بات نکلی یا میری زندگی میں اس کا ظہور نہ ہوا تو میں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں۔ مجھے خدا تعالیٰ خبر دیتا ہے کہ وہ آفت جس کا نام اس نے زلزلہ رکھا ہے نمونہ قیامت ہوگا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا' (ضمیمہ براہین حصہ پنجم۔ص۹۲۔۹۳)

(مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں کہ) ناظرین! للہ غور فرمائیں کہ منطقی صورت میں ہمارے قیاس کے دو جزء ہیں۔ ۱۔۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء والہ زلزلہ بالاتفاق نمونہ قیامت ہے۔

۲۔نمونہ قیامت زلزلہ کو مرزا صاحب نے اپنی زندگی سے وابستہ کیا تھا۔

اور نتیجہ صاف ہے کہ چونکہ نمونہ قیامت، موعودہ زلزلہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں نہیں آیا اس لئے ہم مرزا صاحب قادیانی کے ارشاد کے ماتحت مجبور ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہ اعتقاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد صاحب، خدا کی طرف سے نہ تھے۔ خدا کی طرف سے نہ تھے، تو پھر کیا تھے؟

چند باتیں میاں بشیر احمد قادیانی کی باقی رہ گئیں۔

۱۔زلزلہ سے خطرناک تباہی آئے گی اور پانی کا سیلاب بھی ہوگا۔ (اس کا جواب یہ ہے کہ) تباہی آئے گی اور سیلاب بھی ضرور ہوگا، مگر مرزا صاحب کی زندگی میں۔ ۲۔ یہ زلزلہ نادرشاہ، بادشاہ افغانستان کے قتل کے بعد، اس کے قریب کے زمانہ میں آئے گا۔

(اس کا جواب یہ ہے کہ) کنگ نادرشاہ کے قتل کے بعد اس کا ثبوت مرزا صاحب قادیانی کے کلام میں نہیں، محض آپ کا شاعرانہ تخیل اور نکتہ بعد الوقوع ہے۔

۳۔زلزلہ موسم بہار میں آئے گا۔ (جواب یہ ہے کہ) ہم مانتے ہیں۔ لیکن ۱۵ جنوری کو

موسم بہار نہیں ہوتا، بلکہ بعد ختم جنوری ہوتا ہے۔
۴۔شمالی علاقہ میں آئے گا۔، (مرزا بشیر احمد کا یہ جواب) ہمارے مخالف نہیں بلکہ مرزا غلام احمد کے مخالف ہے جو کہتے ہیں بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی (زلزلہ والی) میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷) کون نہیں جانتا کہ مرزا صاحب کا ملک پنجاب ہے،صوبہ بہار نہیں۔،۵۔میاں بشیر کی زندگی میں آئے گا۔، (کا جواب یہ ہے) ان کی زندگی میں آئے۔ہمیں کیا؟ مگر ان کے ساتھ ان کے والد ماجد کا ہونا بھی ضروری ہے جو ان کی عبارت میں منصوص ہے۔
(مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) ناظرین کرام یہ تو ہے خاندان نبوت قادیان کے بیانات کی تفصیل اور اس پر بحث۔اب ذرا نمک خوروں کی بھی سن لیجئے کہ وہ اپنے مالک کی بات بنانے کی کیا کوشش کر رہے ہیں۔الفضل کا ایڈیٹر لکھتا ہے:
' مولوی ثناء اللہ کو اس سے تو انکار نہیں کہ حضرت مسیح موعود نے ایک قیامت خیز زلزلہ آنے کی خبر دی تھی اور وہ زلزلہ آ بھی گیا اور اس کے متعلق جو خبر دی گئی وہ پوری ہوگئی۔ لیکن ان (ثناء اللہ) کے نزدیک اس زمانہ میں نہیں آیا جو اس کے لئے مقرر کیا گیا تھا۔ اگر مولوی صاحب کے دل میں کچھ بھی خوف خدا ہوتا تو وہ اتنی عظیم الشان خبر کے پورا ہونے پر اس سے انکار کی بنا اپنے قیاس پر نہ رکھتے۔ جو زمانہ کی تعیین کے متعلق انہوں نے کیا۔اور علیم وخبیر خدا کے مقابلہ میں اپنے فہم و قیاس کو ناقص قرار دے کر سمجھ لیتے کہ اس کے پورا ہونے کا وہی زمانہ تھا جبکہ خدا نے اسے پورا کیا' (الفضل ۲۲ فروری ۱۹۳۴ء ص ۳)
(مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ) ناظرین حیران ہوں گے کہ یہ کیا جواب ہے۔
ہم تو مدعی (مرزا قادیانی) کا اپنا بیان پیش کرتے ہیں کہ میری (یعنی مرزا کی) زندگی میں آئے گا۔مگر وکیل مدعی، ہمارے سر تھوپتے ہیں کہ تم اپنے قیاس سے کہتے ہو۔ خدا نے جس وقت چاہا وعدہ پورا کر دیا۔اے جناب! یہ کسی ایسے شخص کو سناؤ جو خدا کو ایک وعدہ خلاف معشوق کی طرح جان کر اس کی وعدہ خلافی کا یوں عذر کرے ؎

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

ہمارا خدا تو وہ ہے جس کی شان ہے کہ لَا تُخْلِفُ الْمِيْعَادَ (آل عمران: ۱۹۴) وہ وعدہ خلافی نہیں کیا کرتا۔ خاص کر انبیا کرام سے جو وعدہ کرے اس بات کی بابت تو مؤکد ارشاد ہے فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ (ابراہیم: ۴۷)۔اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُوانْتِقَامٍ (البقرہ: ۴۷)۔یعنی ہرگز خیال بھی مت کرو کہ خدا اپنے رسولوں سے وعدہ کر کے خلاف کرے گا۔ بے شک اللہ تعالیٰ بڑا غالب بدلہ لینے والا ہے

ہم کسی وعدہ خلاف انسان کو دوست بھی نہیں بناتے کیونکہ شیخ سعدی منع فرما چکے ہیں

دوستی را نشائد ایں غدار

تو ایسے وعدہ شکن کو ہم خدا کیسے مان لیں۔ ہرگز نہیں۔ خدا سچا ہے اس کے نام سے جھوٹی خبر بتانے والا جھوٹا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس کے بعد اڈیٹر الفضل حق نمک ادا کرتا ہوا لکھتا ہے

'مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا اعتراض یہ ہے کہ وہ قیامت خیز زلزلہ جس کی خبر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے دی تھی، وہ آپ کی زندگی میں آنا چاہیے تھا اور بہار کے موسم میں آنا چاہئے تھا۔ مگر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ایک ہی زلزلہ کے آنے کی خبر دی ہوتی اور اس کو اپنی زندگی میں آنا ضروری قرار دیا ہوتا مگر وہ آپ کی زندگی میں نہ آتا تو مولوی صاحب کہہ سکتے تھے کہ آپ کی زندگی کے بعد جو قیامت خیز زلزلہ آیا ہے اسے آپ کی پیشگوئی کے مطابق قرار نہیں دیا جاسکتا۔ لیکن حقیقت یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کو متعدد زلزلوں کے آنے کی خبریں دی گئیں۔ اور آپ نے متعدد زلزلوں کے آنے کا کھول کر ذکر فرمایا۔ جیسا کہ آپ کے حسب ذیل الفاظ سے ظاہر ہے

'کئی مرتبہ زلزلوں سے پہلے اخباروں میں میری طرف سے شائع ہو چکا ہے کہ دنیا میں بڑے بڑے زلزلے آئیں گے'

'یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیشگوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے۔ ایسا ہی یورپ میں بھی آئے۔ اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات پر آئیں گے۔ اور ان میں قیامت کا

نمونہ ہونگے‘ اور اسی سلسلہ میں اہل ہند کو خاص طور پر مخاطب کر کے (مرزا صاحب قادیانی) تحریر فرماتے ہیں

’ کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں رہو گے ، یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہرگز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا۔ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے‘

اور ’ میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوحؑ کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا۔ اور لوطؑ کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے‘

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کئی ایک زلزلوں کے آنے کی خبر دی۔ اور ان میں سے بعض کو قیامت کا نمونہ قرار دیا۔ پھر ہندوستان میں کئی زلزلے آنے سے مطلع کیا۔ اور دوسرے ممالک کی نسبت زیادہ ہولناک اور تباہ کن زلزلے آنے کا اعلان کیا۔ جب یہ صورت ہے تو پھر ان الفاظ کو لے کر جن میں کسی زلزلہ کا آپ کی زندگی میں مذکور ہو، آپ کی وفات کے بعد آنے والے زلزلوں سے انکار کرنا اور آپکی پیش گوئی کے خلاف قرار دینا ، حد درجہ کی بد دیانتی نہیں تو اور کیا ہے؟ مولوی ثناء اللہ صاحب نے جو الفاظ پیش کئے ہیں وہ ایسے ہی زلزلہ کے متعلق ہیں جو حضرت مسیح موعود کی زندگی میں آنے والا تھا اور وہ آپ کی زندگی میں ہی آیا۔ چنانچہ آپ تحریر فرماتے ہیں

’ میں نے پھر ایک پیشگوئی کی تھی کہ اس زلزلہ کے بعد بہار کے دنوں میں پھر ایک اور زلزلہ آئے گا۔ اس الہام کی پیش گوئی کی ایک عبارت یہ تھی ’ پھر بہار آئی خدا کی بات پوری ہوئی‘ چنانچہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو وہ زلزلہ آیا۔ اور کوہستانی جگہوں میں بہت سا نقصان جانوں اور مالوں کے تلف ہونے سے ہوا‘ (حقیقت الوحی ، ص ۲۲۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کی زندگی میں بھی ہندوستان میں زلزلہ آیا اور بہار کے موسم میں ہی آیا۔ پس جب ایسا زلزلہ مقررہ وقت اور مقررہ موسم میں آچکا ہے تو اب اسے نظر انداز کر کے وقت اور موسم کا اعتراض بالکل فضول ہے۔ خاص کر اس صورت میں جبکہ اس زلزلہ کا ذکر کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود تحریر فرما چکے ہیں

'یقیناً یاد رکھنا چاہیے کہ بعد اس کے سخت زلزلے آنیوالے ہیں۔ خاص کر پانچواں زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہوگا' (حقیقت الوحی، ص ۲۲۱)

ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ یہ پہلے زلزلوں کے بعد آنے والے زلزلے ہیں۔ اور ان کے متعلق قطعاً یہ شرط نہیں ہے کہ وہ آپ (مرزا) کی زندگی میں آئیں گے۔ اب مولوی ثناء اللہ صاحب بتائیں۔ خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر سمجھ کر بتائیں۔ اپنی موت کو اور اس امر کو ذہن میں مستحضر کر کے کہ آخر ایک روز اس خدا کے سامنے جانا ہے جو دلوں کے بھیدوں کو جانتا ہے اور جس کے سامنے کوئی چالا کی کوئی ہوشیاری اور کوئی تلبیس نہیں چل سکتی۔ بتائیں کہ کیا ان حوالوں سے یہ امر ظاہر نہیں ہوتا کہ اپنی زندگی اور بہار کے دنوں میں جس زلزلہ کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود نے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں کی تھی وہ آپ کی زندگی میں ہی پوری ہو چکی۔ اور وہ زلزلہ جو' قیامت کا نمونہ' ہوگا۔ اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے بعد آنے والا تھا اور بعد میں آیا۔ جس کے قیامت کا نمونہ ہونے کا سب لوگ اقرار کر رہے ہیں'۔

(الفضل قادیان ۲۴ فروری ۱۹۳۴ء ص ۴)

(مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں) ہم نے الفضل کی ساری عبارت نقل کرنے میں بخل نہیں کیا تاکہ ناظرین کو حق و باطل میں تمیز کرنے کا کافی موقع مل سکے۔ سنئے۔ ہم اللہ کو ناظر اور اپنے آپ کو میدان محشر میں حاضر جان کر جواب دیتے ہیں۔ آپ کی اس لمبی تحریر کا مدعا صرف اتنا ہے کہ جس زلزلہ کو مرزا صاحب نے اپنی زندگی سے وابستہ کیا تھا وہ ان کی زندگی میں ہو چکا۔ بہت اچھا۔ مگر تصرف قدرت دیکھئے کہ آپ یہ بھی مانتے ہیں کہ نمونہ قیامت زلزلہ یہی ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء والا ہے جو بعد مرزا

صاحب کے آیا۔ اس کے لئے حیات مرزا شرط نہ تھی۔ گو ہم پہلے خلیفہ قادیان (محمود احمد) اور میاں بشیر احمد کے بیان سے بتا آئے ہیں کہ ۱۵ جنوری والا زلزلہ وہی ہے جو ۱۹۰۵ء کے موعودہ تھا۔ اور وہی ہے جو بقول مرزا صاحب پنجاب سے پورب کی طرف چلا گیا۔ اب سنئے کہ جو زلزلے آپ نے مرزا صاحب کی زندگی میں بتا کر ان پر قناعت کی ہے اور اہل حدیث کو احمدیہ لٹریچر سے غیر ماہر بتایا ہے ذرا ان کی حقیقت بھی خود مرزا صاحب کے الفاظ میں سنئے۔ مرزا صاحب قادیانی، ہاں ہاں آپ کے مسیح موعود فرماتے ہیں:

'وحی الٰہی سے معلوم ہوتا ہے کہ پانچ زلزلے آئیں گے اور پہلے چار زلزلے کسی قدر ہلکے اور خفیف ہوں گے اور دنیا ان کو معمولی دیکھے گی۔ پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کردے گا یہاں تک کہ وہ تمنا کریں گے کہ وہ اس دن سے پہلے مرجاتے۔ اب یاد رہے کہ اس وحی الٰہی کے بعد اس وقت تک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء ہے اس ملک میں تین زلزلے آ چکے ہیں۔ یعنی ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء' ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء۔ مگر غالباً خدا کے نزدیک یہ زلزلوں میں داخل نہیں ہیں کیونکہ بہت ہی خفیف ہیں۔ شائد چار زلزلے پہلے ایسے ہوں گے جیسا کہ ۴ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ تھا اور پانچواں قیامت کا نمونہ ہوگا' (حقیقۃ الوحی، ص ۹۲ کا حاشیہ)

ناظرین مرزا صاحب اور ایڈیٹر صاحب (قادیانی اخبار) دونوں کا کلام سامنے رکھ کر اس مثال کی صحت پر پہنچئے کہ اسی کو کہتے ہیں مدعی سست گواہی چست۔ مرزا صاحب قادیانی خود ان سارے زلزلوں کو اتنا خفیف کہتے ہیں کہ خدا کے نزدیک وہ زلزلے ہی نہیں مگر تنخواہ دار ان کو نمونہ قیامت کا مصداق بناتے ہیں۔

ہم مرزا صاحب قادیانی کی عبارت آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔ اور فیصلہ آپ کے ضمیر پر چھوڑتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں۔

'مجھے خدا خبر دیتا ہے کہ وہ زلزلہ نمونہ قیامت ہوگا اور پہلے سے بڑھ کر اس کا ظہور ہوگا'۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ، ج ۵، ص ۹۳)۔

بتایئے یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں آ چکا تھا یا صوبہ بہار میں ۱۵ جنوری (۱۹۳۴ء) کو آیا ہے۔ اگر بحوالہ حقیقت الوحی جواب دیں کہ زندگی میں ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آ چکا تو

مرزا صاحب کی عبارت منقولہ حقیقت الوحی صفحہ۹۳ اس کی تردید کرتی ہے کیونکہ اس میں اس زلزلہ کہ بہت خفیف کہا ہے۔ اور اگر کہیں کہ یہ نمونہ قیامت (مرزا کی) زندگی کے بعد ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو آیا ہے اور اس کے لئے حیات مرزا 'شرط نہ تھی' تو خود مرزا صاحب قادیانی کے خلاف ہے کیونکہ وہ اسی نمونہ قیامت زلزلہ کو اپنی زندگی سے وابستہ کرتے ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد۵ ص۹۳) پس ثابت ہوا کہ اڈیٹر الفضل کی تقریر باپ، بیٹا اور خلیفہ کے برخلاف ہے۔

رہا یہ عذر کہ اس زلزلہ کی تاخیر کے لئے مرزا صاحب نے دعا کی تھی اور خدا نے اس کے مؤخر ہو جانے کی خبر دی تھی۔ اس کا جواب یہ ہے کہ گو مؤخر ہو گیا ہو تاہم حیات مرزا میں اس کا آنا موعود ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب خود لکھتے ہیں:

'میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔ اور تیس برس کی مدت گذر گئی کہ خدا تعالیٰ نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر اسی (۸۰) برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم۔ پس اس صورت میں اگر خدا تعالیٰ نے اس آفت شدیدہ کے ظہور میں بہت ہی تاخیر ڈال دی تو زیادہ سے زیادہ سولہ سال ہیں۔ اس سے زیادہ نہیں۔ کیونکہ ضرور ہے کہ یہ حادثہ میری زندگی میں ظہور میں آجائے' (ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ ص۹۷)۔

احمدیو! اب بھی مانو گے یا نہیں کہ اہل حدیث تمہارے لٹریچر کا تم سے زیادہ ماہر ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ ذی قعدہ ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۱۹ ص ۳-۸)

احمدیوں کے ساتھ ایک فیصلہ کن مناظرہ

پنڈت آتمانند ھلدوانی ضلع نینی تال لکھتے ہیں:

۴ و ۵ مارچ ۱۹۳۴ء احمدیوں نے ہندوؤں اور مسلمانوں کو تبلیغ احمدیت کے ایام مقرر کئے تھے۔ بندہ بھی مولوی عمر الدین صاحب شملوی کے پاس جا حاضر ہوا۔ بات چیت کے دوران میں نے عرض کیا کہ مرزا صاحب جب کہ ویدوں کو الہامی اور منزہ عن الخطا خدا کا کلام مان کر ویدک دھرمی ہندو بن چکے تھے پھر وہ خود یا ان کے پیرو

احمدی لوگ کیونکر ویدوں کی تردید کر سکتے ہیں؟ میں نے یہ بھی عرض کیا کہ کیا وجہ ہے کہ احمدی خلیفہ صاحب یا امیر محمد علی صاحب مجھ عاجز اور مولانا ثناء اللہ صاحب سے فیصلہ نہ کر کے سید ھے ساد ھے مسلمانوں کو بہکا کر ویدک دھرمی ہندو بنانا چاہتے ہیں؟ اس پر مولوی عمرالدین صاحب شملوی نے مجھ سے فیصلہ کن مناظرہ کی طرح ڈال دی اور ایک تحریر ہم دونوں کے دستخطوں سے لکھی گئی جس کا لب لباب یہ ہے کہ اس مناظرہ کے تین مبحث ہوں۔

ا۔ مرزا غلام احمد قادیانی مسلمان تھے یا ہندو۔ مسلمان ثابت ہونے پر آتمانند پچاس روپئے انعام دیوے۔

۲۔ سچے مسیح موعود مرزا غلام احمد تھے یا آتمانند ہے۔

۳۔ مرزا صاحب پر الہام منجانب اللہ ہوتے تھے یا نہیں۔ اگر مرزا صاحب سچے مسیح موعود یا الہامی ثابت ہو جائیں تو آتمانند اپنے دعوی مسیحیت سے تائب ہو کر مرزا صاحب قادیانی کو الہامی مسیح موعود مان لے گا ورنہ مولوی عمرالدین صاحب آتمانند کو سچا مسیح قبول کر کے ست دہرم میں شامل ہو جائیں گے۔

فیصلہ مندرجہ ذیل پانچ پنچوں کی کثرت رائے سے ہوگا۔

ا۔ پنڈت رام چندر جی دہلوی آریہ۔ حافظ احمد مسیح عیسائی دہلوی، مسٹر چمپت رائے صاحب جین۔ مولانا مبارک حسین صاحب میرٹھی۔ دیورتن صاحب دیوسماجی لاہور میں نے مہاتما آنندسروپ، مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلوی، مولانا حاجی سعید احمد خان ناظم جمیعت العلماء ہند، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کے اسمائے گرامی پیش کئے تھے لیکن مولوی عمرالدین صاحب نے ان میں سے کسی بزرگ کو ثالث ماننا پسند نہ فرمایا۔ یہ مناظرہ اخبار اہل حدیث امرتسر میں بذریعہ تحریر بدیں شرط ہونا مولوی عمرالدین صاحب نے منظور فرمایا ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب اپنی طرف سے کسی قسم کی حاشیہ آرائی مولوی عمرالدین صاحب کے مضمون پر نہ فرمائیں نیز یہ کہ ہر دو مضامین کو بغیر کانٹ چھانٹ کے درج اخبار فرماویں اور کسی طرح کی رو رعایت نہ کریں جس کا ذمہ میں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کی طرف سے لیا۔ نیز یہ کہ اخبار اہل حدیث ہمارے مضامین کے پرچوں کو پانچوں پنچوں کے پاس بھیجنے کی

نوازش فرماویں۔ پنچوں کا پتہ مندرجہ ذیل ہے:

۱۔ پنڈت رام چندر صاحب دہیلوی معرفت آریہ سماج ہاپڑ ضلع میرٹھ

۲۔ مولوی حافظ پادری احمد مسیح صاحب متصل پٹودی ہاؤس کوچہ مچھلی والاں دہلی

۳۔ مسٹر چمپت رائے جین بیرسٹر ایٹ لا، ودیا وار دھی جین وگمبر ہوسٹل الہ آباد

۴۔ مولانا مبارک حسین صاحب ناظم میرٹھ

۵۔ پنڈت دیورتن صاحب معرفت دیوسماج لاہور

امید ہے کہ ناظرین اہل حدیث خصوصاً اور مذہبی امور سے دلچسپی رکھنے والے حضرات عموماً اس فیصلہ کن مناظرہ کو نہایت دلچسپی سے پڑھیں گیا ور پانچوں پنچ صاحبان اپنے اپنے عقاید کو دخل نہ فرما کر محض ہر دو جانب کے دلائل اور حوالہ جات سے ہی اپنا اپنا فیصلہ ایمان داری اور انصاف پر مبنی صادر فرمائیں گے۔ ہر ایک مضمون پر تین تین پرچے طرفین کی طرف سے لکھے جائیں گے۔

اہل حدیث: ضمیمہ اہل حدیث میں آپ کے مضامین بلا کمی بیشی درج کر دیئے جائیں گے۔ خرچ مشترکہ آپ دونوں کے ذمہ ہوگا۔ ...اجرت تقسیم ضمیمہ نہیں لی جائے گی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۷ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۰ ص ۴)

مرزا آنجہانی اور شاہ نادر خان خلد آشیانی

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے۔ (الہام مرزا در البشری۔ ج ۲ ص ۹۰)

مرزا غلام احمد قادیانی بجہت اپنے عجیب وغریب الہامی ڈھکوسلوں کے اور اس کے اتباع بحیثیت اپنی مقلدانہ ذہنیت کے عجائبات زمانہ میں سے ہیں۔ کوئی مرے یا جئے کسی کی شادی ہو یا خانہ بربادی کوئی تخت نشین ہو، یا مدفون زیر زمین ہو، انہیں ہر موقع پر اپنی خود ساختہ مسیحیت منوانا سوجھتا ہے۔

یوں تو سر سید احمد خان کے متعلق مرزا صاحب نے بڑے ہی صاف گو شخص

کی حیثیت سے طعنہ کیا تھا کہ: آپ کا کلام دونوں صورتوں کی گنجائش رکھتا ہے شتر کی بھی مرغ کی بھی۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۰۷) مگر خود مرزا غلام احمد قادیانی کا کلام اس سے بھی زیادہ بے نظام ہوتا تھا۔ آپ کی عادت شریفہ تھی کہ، ہر روز صبح، وہ چار بے سروپا چند فقرات بنام، الہام، سنا دیا کرتے تھے کوئی مطلب پوچھے تو جواب تھا، نہ معلوم۔ بطور مثال چند ملاحظہ ہوں:

۱۔ احداً من العالمین . مراد زمانہ حال کے لوگ ہیں یا آئندہ کے۔ واللہ اعلم۔ (البشری۔ج ۲ ص ۱۵)

۲۔ پریشن۔ عمر براطوس، یا پلاطوس، آخری لفظ پڑطوس ہے یا پلاطوس معلوم نہیں ہوا۔ (ص ۵۱)

۳۔ کمترین کا بیڑہ غرق ہو گیا۔ شائد کمترین سے مراد کوئی شریر مخالف ہے (ص ۱۲۱)۔ (خود بدولت کیوں مراد نہیں۔معمار)

۴۔ میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ ایک ناپاک روح کی آواز آئی (ص ۹۵)۔ (کون ہے؟ کوئی پتہ نہیں)

۵۔ لاہور میں ایک بے شرم ہے۔ (ص ۱۲۶)

(وہ کون ہے کچھ پتہ نہیں۔ شائد اپنی موت لاہور کا نقشہ ہے)

ان اور ان جیسے دیگر صدہا الہامات کے متعلق عموماً یہی کہا کرتے تھے کہ، معلوم نہیں کسی کے متعلق ہیں، بعد میں جیسا کوئی واقعہ دنیا میں ہوتا اسی کے مناسب حال اپنے الہامی تھیلہ سے الہامات نکال کر اپنی، محفل مسیحیت، کی رونق بڑھاتے رہتے۔ انہی الہامات کی قسم سے یہ الہام بھی تھا، آہ نادرشاہ کہاں گیا،۔ اس کے سناتے وقت بلکہ اس کے بعد تمام عمر ایک لفظ بھی اس کی مزید تشریح میں نہیں کہا۔ وجہ یہ کہ انہیں خود معلوم نہ تھا کہ آئندہ چل کر اس سے کیا کام لیا جاوے گا۔ آخر دم تک وہ اسی تاک میں رہے کہ کوئی موٹا اور ٹھوس واقعہ اس الہام کے حسب حال ظاہر ہو تو اس اس پر چسپاں کر دوں۔ مثلاً

۱۔ کوئی شخص نادر حسین، یا نادر علی، وغیرہ نام کا مشہور و معروف سید غمی و تنزل کے چکر میں آئے تو آہ نادرشاہ، کہہ کر اس پر چسپاں کر دو۔

۲۔ یا کوئی نامی گرامی سید جو اپنی خوبیوں کے باعث نادرالوجود کہا جا سکے کسی مصیبت میں مبتلا ہو اس پر ہی پھینک دوں۔

۳۔ یا کوئی قادیان وغیرہ کا ہندو ساہوکار (ساہوکاروں کو پنجابی میں شاہ کہتے ہیں) جس سے لوگ وقتاً فوقتاً قرض حاصل کرتے ہو کسی زد میں آئے تو اسے ہی اس الہام کی لپیٹ میں لے آؤں۔

۴۔ یا کوئی نیک دل، رعایا پرور بادشاہ مر جائے تو اس کی چند خوبیاں بیان کر کے کہا جائے آہ! نادرشاہ کہاں گیا۔

۵۔ یا شاید قسمت کی دیوی مہربان ہو جائے اور سچ مچ کوئی ایسا آدمی گردش فلک میں آجائے جس کا نام ہی نادرشاہ ہو۔

۶۔ مذکورہ بالا صورتوں سے کوئی بھی نہ ہو تو ایک جابر و قاہر بادشاہ، نادرشاہ درانی سیاہ چہرہ بلدار پیشانی، آپ سے پہلے گزر چکا ہے، اسی پر لگا دیں گے۔ چلو چھٹی ہوئی۔

مگر افسوس! کہ انہیں (حافظہ کی خرابی کہو یا انتظار حوادث) اس الہام کو کسی جگہ لگانے کا موقع ہی نہ ملا اور یہ گول مول فقرہ یونہی ہی منہ بند تھیلہء الہامات میں پڑا رہا یہاں تک کہ ۲۳۔۲۴ سال گزر گئے۔

اب یہ تو ہو نہیں سکتا تھا کہ دنیا کے کروڑھا انسانوں میں سے ہمیشہ کیلئے کوئی نادر خان یا نادرشاہ یا نادر علی وغیرہ وفات نہ پاتا۔ ایک کیا سینکڑوں ایسے واقعات دنیا میں ہوں گے چنانچہ گردش لیل و نہار سے والی افغانستان امان اللہ خان کی قسمت نے پلٹا کھایا اور افغانستان میں شورش و فساد بدنظمی و عناد کا دور دورہ ہوا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ شاہ موصوف کو تخت حکومت سے دستبردار ہو کے یورپ میں پناہ گزین ہونا پڑا جن کے بعد سلطنت کی باگ ڈور نادرخان نے سنبھالی۔ ادھر مرزائی بھی تاک میں تھے انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ جھٹ سے اس الہام کو نادرخاں کی تخت نشینی پر چسپاں کر دیا۔

یہ جوڑ توڑ اگرچہ ایک قابل مضحکہ بات تھی تاہم مرزائی ڈھٹائی کا ایک بین ثبوت تھا مگر چونکہ قدرت کو انہیں اور بھی ذلیل کرانا مقصود تھا اس لئے واقعات نے ایک اور پلٹا کھایا کہ نادرخان ایک ظالم سفاک کے ہاتھوں شہید ہو گئے اور مرزائیوں نے اسی الہام کو پھر سے اس تازہ واقعہ پر لگا دیا۔ آہ! مرزا صاحب کا الہام کیا ہوا اچھی

خاصی فلور مل ہے جو ایک طرف تو ایک قسم کی گندم سے آٹا نکال رہی ہے اور دوسری طرف اسی سے میدا اور وا بنا رہی ہے: جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

اس دو رنگی بلکہ سہ رنگی کو ملاحظہ کر کے حضرت مولانا ثناء اللہ فاتح قادیان نے اہل حدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء میں ایک معقول و مدلل مضمون رقم فرمایا۔ جس سے قادیانی بھیڑیں بلبلا اٹھیں اور بجائے معقول جواب کے اپنے نبی کی سنت، گندہ دہانی، پر اتر آئیں۔ چنانچہ ڈیوڑھی کا کتا یوں بھونکتا ہے:

ثناء اللہ ہرجائی، ہر دیگی چمچا، عیار، بڑبولا، امرت سری باطل پرست اپنی ڈیوٹی لا غو ینھم و لا ضلنھم سے غافل منہ چڑانا، بڑبڑانا، کرم آبادی خفاش کی قے خوری کرتے ہوتے ہوئے رونا، چڑ چڑ، بک بک، ارزل، کمینہ ترین، مجسمہ یہودیت، بزاخفش، بے لگام وغیرہ ذلك من الخرافات و الھزلیات الکثیرۃ

اس عوعو کے بعد اصل مضمون کا جو جواب سیاس؟؟ وہ بھی قادیانی یہودی کے خود ساختہ، علم کلام بدنظام، کی مانند محض ظاہری نظر فریب بور کے لڈو جن میں ایک رتی بھر حلاوت عقل و ایمان نہیں سراسر یہودیانی خصلت اور شرارانہ رنگ میں شرابور بکواس کی ہے۔ میاں محمود احمد کے ایک لفظ، ہوگی، اہل حدیث میں ہوگئ، لکھا گیا اس پر قادیانی رسول کا جیل زادہ صحابی یوں بدزبانی کرتا ہے

> جو شخص معمولی حوالوں کے نقل کرنے میں اس قدر عیارانہ بد دیانتی اور مجرمانہ بے احتیاطی سے کام لینے کا عادی ہے اس کا کسی ادنی سے ادنی سوسائٹی میں اعتماد کیا جا سکتا ہے؟

اس انتہائی بدلگامی پر خود اس کی یہ حالت ہے کہ اہل حدیث کے مضمون کو جو ان الفاظ پر مبنی ہے، مرزا صاحب کا الہام ہر پہلو پر چسپاں کیا جاتا ہے، کو یوں نقل کرتا ہے: مرزا صاحب کا الہام ہر پہلو پر چسپاں کیا جا سکتا ہے،

کیا قادیانی ڈیوڑھی کا..... اپنے الفاظ کو اس عیارانہ بد دیانتی اور مجرمانہ خیانت پر بھی چسپاں کرے گا؟ رہاں یہ تو ایک معمولی سبقت قلم ہے اس سے بڑھ کر سنو! تمہارے مقتدا نے جو نزول المسیح صفحہ ۱۳۱ پر یہ بے ثبوت جھوٹ بولا ہے کہ: مولوی اسماعیل علی گڑھی نے میرے مقابل پر کہا کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مر جائے گا۔

کیا تم اس کی کسی تحریر سے اس کا ثبوت لفظاً نہ سہی معناً اور مفہوماً دے سکتے ہو ؟ اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو ایمان سے بتلاؤ (ان کنتم مو منین) کہ یہ، عیارانہ مجرمانہ بددیانتی، تمہارے پیش رو کو کس لقب کا حق دار بناتی ہے؟

مولانا فاتح قادیان نے الہام، آہ! نادرشاہ، پر ایک میٹھی چٹکی یہ لی تھی کہ: مرزا قادیانیکا الہام اردو فقرہ ہے جو اہل کابل کا نہیں ہوسکتا۔ مرزا کو فارسی الہام بھی ہوئے تھے اگر نادرخان اس سے مراد ہیں تو اصل الفاظ فارسی ہوتے تاکہ اہل کابل کی دردناک آواز کی پوری ترجمانی کر سکتے۔ ہم حیران ہیں کہ سب سے پہلے تو تکلیف تو پہنچے اہل کابل کو، مرزا کا الہام کنندہ اس کی حکایت کرے حالانکہ فارسی بھی جانتا ہو چہ:

شوخ من ترکی و من ترکی نمے دانم۔

اس کا جواب قادیانی بدلگام نے یہ دیا ہے:

> اس طرح تم اگر محاوروں پر اعتراض کرنے لگو گے تو پھر عیسائیوں کے اعتراضات کا کیا جواب دو گے مثال کے طور پر ظهر الفساد فی البر و البحر۔ اعلموا ان الله یحی الارض بعد موتها کی تشریح (تفسیر ثنائی میں) پڑھو پھر آیت یو مئذ تحدث اخبارها کی رو سے زمین کی زبان ثابت کرو۔ پھر قال الانسان ما لها کے متعلق عجمی لوگوں کو جواب دو کیونکہ ما لها سوائے عربی لوگوں کے اور کوئی بھی نہ کہے گا۔

کوئی اس بھلے مانس سے پوچھے کہ اردو فقرہ۔ آہ نادرشاہ کہاں گیا، کس کا محاورہ ہے اہل کابل کا یا ملہم مرزا کا۔ یہ تو تم خود مان گئے کہ یہ محاورہ کابلیوں کا نہیں اور مرزا قادیانی کا ملہم بقول شما ہر ایک بولی بول سکتا تھا پھر یہاں، اس کی زبان پر کون سا مرض لاحق ہو گیا، کہ اہل کابل کی طرف سے اردو فقرہ استعمال کر گیا؟

او ڈیوڑھی کے انسان! تیری پیش کردہ آیات کا اس راولا نہ تک بندیوں سے کیا جوڑ؟ وہی بات تو نہیں کہ کسی پنڈت نے مرزائی سے کہا نماز پڑھا کر، اس کج رو نے جواب دیا تمہارے باپ نے دوستوں کی دعوت کی تھی اور کھانے میں نمک زیادہ ڈال دیا تھا۔ آہ! مرزا غلام احمد قادیانی نے سچ کہا ہے: جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے، کون اسے روک سکتا ہے۔ (اعجاز احمدی۔ص۳)

او نادان مرزائی سن! زمین کی آبادی و بربادی اور اس کی شہادت اسی رنگ کی ہوسکتی ہے جو اس کی پیدائش اور مجرد مادی حالت کے مطابق ہو (الا ماشاءاللہ) بخلاف اس کے ناطق مخلوق اور مخصوص انسانوں کے فقرات انہی کی حالت کے مطابق ہوے چاہییں خاص کر پیش گوئیوں میں تو خود تمہارے مسلمہ نبی کا قول اہل حدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء میں لکھا گیا تھا کہ: پیش گوئی سے یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے بطور دلیل کام آسکے لیکن جب ایک پیش گوئی خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام کی۔ پیش گوئی میں تو وہ امور پیش کرنے چاہییں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ اور پہچان سکے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۲۱،۱۲۳)

قال الانسان مالها میں کسی مخصوص قوم کے افراد کا حال مذکور نہیں بلکہ جملہ اقوام عالم کا تذکرہ ہے لہذا بجائے اس کے کہ ہر ایک قوم کی زبان کے اندر علیحدہ علیحدہ اس کو دہرایا جاتا اور یوں قرآن جیسی اصولی کتاب کو بے فائدہ طویل وتجیم کیا جاتا بطور مفہوم ایک ہی لفظ میں ساری دنیا کے انسانوں کا مافی الضمیر ظاہر کر دیا جو کمال درجہ کی دانائی ہے مگر تیرے جیسے کور باطن شپرہ چشم بد باطن کیا جانیں۔

گندے آدمی! غور تو کر جب خود تیرے بڑے مطاع نے اس قسم کی پیش گوئیوں پر پھبتیاں اڑائی ہوئی ہیں تو تو کس منہ سے انہیں پیش کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔ اخبار اہل حدیث ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء کے فقرات ذیل کو بار بار پڑھ کر اپنے گندے ضمیر سے فتوی پوچھ کہ ایسی پیش گوئیاں کرنے والا کون ہے آنکھیں کھول کر سن۔ لکھا ہے:

> مرزا صاحب نے جو الفاظ یسوع مسیح کی مجمل پیش گوئیوں کے حق میں لکھے ہیں وہ قابل غور ہیں۔ آپ فرماتے ہیں؛
>
> اس درماندہ انسان کی پیش گوئیاں کیا تھیں صرف یہی کہ زلزلے آئیں گے قحط پڑیں گے لڑائیاں ہونگی پس ان دلوں پر خدا کی لعنت جنہوں نے ایسی ایسی پیش گوئیاں اس کی خدائی پر دلیل ٹھہرائیں۔ کیا ہمیشہ زلزلے نہیں آتے کیا ہمیشہ قحط نہیں پڑتے (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۴) ہمارا حق ہے کہ اس عبارت کو ہو بہو مرزا صاحب پر چسپاں کرنے کو یوں کہیں
>
> اس درماندہ انسان ذیابیطس اور ہسٹیریا اور مراق کے دماغی بیمار مرزا کی

پیش گوئیاں کیا تھیں، یہی کہ ،غزنوی، آہ نادرشاہ کہاں گیا (پریشن عمر براطوس یا پلاطوس، بیڑا غرق، سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا، لاہور میں ایک بے شرم ہے) پس ان دلوں پر (خدا کی سو بزار لعنت۔ ناقل) جنہوں نے ایسی پیش گوئیاں اس کی صداقت پر دلیل بنائیں اور بقول خود سچے (ثناء اللہ) کے سامنے جھوٹا ہو کر مرنے والے کو نبی بنا لیا۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء)

کیوں او نادان! اب بھی تو اس قسم کے ڈھکوسلوں کو ہمارے سامنے پیش کرے گا۔ یاد رکھ اگر تو نے اس بدزبانی کو نہ چھوڑا تو ہمارے ہاتھ میں قلم اور منہ میں زبان اور زبان میں طاقت گویائی موجود ہے وہ وہ سنے گا کہ چھٹی کا دودھ یاد آ جائے گا:

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۷ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۰ ص ۵۔۷)

کھلی چٹھی بنام مرزا محمود احمد قادیانی

حافظ عنایت اللہ صاحبؒ وزیر آبادی گجراتی، مرزا محمود احمد کو لکھتے ہیں:

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ آپ کے ابا جان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ:

باب تفعل سے توفی کا معنی جب کہ خدا تعالی فاعل ہو اور مفعول بہ انسان یا کوئی اور ذی روح ہو بجز موت کے اور کچھ نہیں ہوتا اگر کوئی اس کے دوسرے معنی ثابت کر دے تو میں اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دونگا۔

مرزا صاحب نے اس چیلنج میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً مخاطب فرمایا ہے اگر مرزا صاحب آنجہانی یہ چیلنج منسوخ نہیں ہوا تو میں مولوی (محمد حسین) صاحب مرحوم کا ہم خیال اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے منظور کرتا ہوں اگر آپ نیابت کی پاس خاطر قابل وثوق امین کے پاس انعامی رقم جمع

کرانے پر آمادہ ہوں، اور مسلمہ منصف کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے پر تیار ہوں تو مہربانی فرما کر امین اور منصف کا مجھ سے تصفیہ فرما لیں۔ امین اور منصف پر اتفاق کے بعد میں اپنا مضمون منصف کے پاس بھیج دونگا جس پر وہ آپ سے جرح کرائے گا پھر وہ مجھ سے اس کا جواب لے کر فیصلہ تحریر کر دے گا جسے تسلیم کرنا ہم دونوں پر لازم ہوگا۔

عنایت اللہ وزیر آبادی۔ گجرات۔ پنجاب

عریضہ ہذا بعنوان بالا اخبار درنجف سیالکوٹ مورخہ ۸ فروری ۱۹۳۴ء اور اخبار سنیاسی گجرات پنجاب مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ موخر الذکر کا ایک پرچہ ۱۴ فروری ۱۹۳۴ء کو بذریعہ جواب طلب رجسٹری آنجناب کی خدمت میں روانہ کیا گیا آپ نے تو ۱۵ فروری کو وصول فرما لیا مگر آج مورخہ ۹ مارچ ۱۹۳۴ء تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی حیران ہوں کہ اتنی تاخیر کیوں؟

پرسوں ۷ مارچ ۱۹۳۴ء کو گجرات میں ایک اشتہار مطبوعہ قادیان تقسیم ہوا مگر وہ آپ کی طرف سے نہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہالی قادیان نے مباحثہ لدھیانہ کے بعد انعامی مقابلہ کرنے سے توبہ کی ہوئی ہے تاہم آپ کوشش کریں۔ اہل حدیث آپ کی کوشش میں معاون ہوگا بشرطیکہ رقم موعودہ اگر ملے تو اس میں سے پچیس فی صد اہل حدیث کے اشاعت فنڈ میں داخل کرنے کا وعدہ کریں۔ گجراتی اشتہار کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں۔ مرزا صاحب کی اصل عبارت مع جواب منصف کی خدمت میں بھیج دینا کافی ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۷ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۰ ص ۷۔۸)

بٹالہ میں ثنائی مناظرہ

انجمن اہل حدیث بٹالہ کے سالانہ جلسہ میں ثناء اللہ صاحب نے قرآن اور مسیح موعود قادیان کے موضوع پر تقریر فرمائی۔ اور بتایا کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب تحفہ گولڑ ویہ ص۱۱۳ پر مسیح کی ایک خاص علامت لکھی ہے کہ مسیح محمدی دن میں عصر کے وقت آسمان سے نازل ہوگا اور یوم محمدی سے مراد ہزار سال ہے جو روز وفات آنحضرت ﷺ سے شمار کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اس کے مطابق مسیح کو آٹھویں صدی میں آنا چاہیے تھا۔ ممکن ہے کوئی مسیح آ گیا ہو مگر مرزا صاحب اس کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

تقریر کے بعد اسی کے متعلق مولوی سلیم مرزائی سے ایک گھنٹہ تک سوال و جواب کا سلسلہ جاری رہا۔ مرزائی مبلغ آخری وقت تک اس عبارت کی تردید نہ کر سکا۔

راقم: قاضی منظور حسین شریک جلسہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۷ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۰ ص ۱۴)

مرزائی الہام۔ قادیانی خراد پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین حیران ہوں گے کہ یہ سرخی کیا ہے؟ الہام کیا اور خراد کیا؟ خراد پر تو وہ چیز چڑھائی جاتی ہے جسے سیدھا کرنا منظور ہوتا ہے الہام کو خراد پر چڑھانا کوئی تشبیہ ہے یا استعارہ۔ ہم بھی جانتے ہیں کہ واقعی یہ عنوان حیرت انگیز استعارہ ہے مندرجہ ذیل مضمون پڑھ کر ناظرین کی حیرت کم نہ ہوگی بلکہ اس میں مزید اضافہ ہوگا امید ہے کہ ناظرین اسے توجہ سے پڑھیں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک پاکیزہ الہام یہ بھی ہے:

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

اس الہام کو زلزلہ بہار پر چسپاں کیا گیا ہے۔ آج ہم دکھاتے ہیں کہ اس الہام کو قادیان میں کتنی دفعہ خراد کیا گیا۔ ۱۹۰۵ء میں یہ الہام شائع ہوا تھا اس کے بعد ہر موسم میں اس سے کام لیا گیا جس کا مجموعہ ایک مضمون منقولہ از اخبار الفضل قادیان

میں ہم دکھاتے ہیں۔ ناظرین پڑھیں اور لطف حاصل کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ خاص کمال تھا کہ آپ کے الہامات جامع ہوتے تھے مثلاً :تخرج الصّدور الی القبور۔(حقیقۃ الوحی)۔ بڑے بڑے لوگ سب قبروں میں پہنچائے جائیں گے۔

کیسا جامع پر معنی الہام ہے کہ مخالف سے مخالف بھی انکار نہ کر سکے۔ کیونکہ الہام کی جامعیت خود مرزا صاحب اور ان کے دو فرشتوں (حکیم نور الدین اور مولوی احسن امروہی) کو بھی شامل ہے پھر جامع کیوں نہ ہو۔ اسی طرح الہام، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی، ایسا جامع ہے کہ اس کا اثر سب سے پہلے قادیان سے شروع ہوا۔ چنانچہ مضمون مندرجہ ذیل سے یہ بات خوب ثابت ہوگی

نوٹ: مندرجہ ذیل مضمون میں ۸ زلزلوں کا ذکر ہے جن پر ہم نے ہندسے لگا دیئے ہیں سب سے پہلا زلزلہ قادیان میں آیا۔ ناظرین بغور پڑھیں اور داد دیں

پھر بہار آئی۔ خدا کی بات پھر پوری ہوئی

جب بحرہ ابیض تو سط کے ساحل پر جنوبی طرابلس کے خشک ریگستان کی ریت اطالوی ہاتھوں سے عربوں کے خون کے ساتھ سیراب ہو رہی تھی اور سعید کوچک کی وزارت باوجود تنگ دستی و مجبوری کے بہادر اور شجاع اہالیان طرابلس کا مال و جان سے ہاتھ بٹا رہی تھی تو اس وقت یورپ کے دفاتر خارجہ کو برابر اطلاعیں پہنچ رہی تھیں کہ آئندہ موسم بہار میں والکن دیوتا کوہستان بلقان کے طول وعرض میں آگ لگا دے گا۔

اور اگر چہ یہ آگ موسم بہار سے قبل ہی شعلہ زن ہوگئی لیکن خدا کی بات کہ رومی مغلوب ہو کر غالب ہونگے موسم بہار ہی میں پوری ہوئی۔ سرزمین مقدونیہ وتراقیہ میں زلزلہ آیا اور سخت آیا۔ ترکوں کا گھر گرا، اور بری طرح گرا۔ لیکن آخر مغرور بلغراد کو ادرنہ کے قبضہ سے محروم اور جامع سلیم کی بے حرمتی پر نادم ہونا پڑا۔ غرض ایک موسم بہار تھا، جس میں خدا کی ایک عظیم الشان پیش گوئی پوری ہوئی تھی اب بھی موسم بہار ہے اور ۱۹۱۴ء کا بہار ہے اس میں

بھی چودھویں صدی کے مقدس مسیح کی پیشگوئیاں پوری ہو رہی ہیں۔ زلازل آرہے ہیں زمین زیر و زبر ہو رہی ہے خدا اپنی قدرت کے ہاتھ دکھا رہا ہے۔ ایک زلزلہ تو ہمارے اپنے گھر میں ہی آیا (۱) اور ۱۳ مارچ کو حضرۃ خلیفہ اول (حکیم نور دین بھیروی قادیانی) کی وفات کی (ثابت ہوا کہ ماہ مارچ ہی موسم بہار ہے نہ کہ جنوری جیسا کہ قادیانی پریس زلزلہ بہار واقعہ ۱۵ جنوری کو موسم بہار میں بتارہا ہے۔ ثناء اللہ) کی صورت میں آیا ہے۔ اس کے بعد خلافت کے تقرر پر، شر الذین انعمت علیھم ، کی حالت میں آیا اور خدا کے مسیح کی مرادیں خلافت ثانی کے رنگ میں پوری ہوئیں۔ خداتعالی اچانک فوجوں کے ساتھ آیا اور فتح کا نمایاں ظہور ہوا اور یہ سب کچھ موسم بہار ہی میں ہوا۔

اب ہم گھر سے باہر بیرونی دنیا کی سیر کرتے اور کرہ ارض کے مختلف زلازل پر ایک نظر ڈالتے ہیں جو اس موسم بہار میں آئے یا آرہے ہیں۔ نیفسن کے بیٹوں کی سلطنت ایشیاء کا انگلستان یعنی ژایون جو طبعی زلزلوں کا مرکز ہے آج کل سیاسی زلزلہ میں مبتلا ہے۔ بحری افسروں کے غبن کے معاملہ نے اسقدر طول پکڑا کہ آخ وزارت کو مستعفی ہونا پڑا۔ اور کاؤنٹ آکوما کی نئی وزارت گو ملک میں نسبتاً ہر دلعزیز ہے لیکن دارالعوام کا حصہ کثیر اس کا مخالف ہے اس لئے ابھی اس کی بنیاد میں تزلزل ہے (۲)

مشرق بعید کا چوٹی والا سام اگرچہ فغفور کے سر سے تاج اتارنے کے وقت سے ہی بے چین اور بے آرام تھا لیکن ان دنوں سفید بھیڑیئے کی شکاری جماعت زمین کے اندرونی آتشیں مادہ کی طرح جوش پر ہے اور اس نے تاخت و تاراج کا وہ بازار گرم کر رکھا ہے کہ ملک بھر میں ایک زلزلہ سا محسوس ہو رہا ہے اور سلطنت جمہوریہ کی بنیادیں ہل رہی ہیں۔ (۳)

مغربی دنیا میں میکسیکو کا بدقسمت ملک ایک طرف خانہ جنگی سے تہ و بالا ہو رہا ہے اور باغی جنرل ولا اور کرنزا عملاً شمالی علاقہ جات کے خود مختار حاکم ہو رہے ہیں اور دوسری طرف جنرل ہوئرڑ رئیس الجمہوریہ کی خود سرانہ کاروائیوں اور کوتاہ اندیشی سیاست نے اس کے طاقت ور پڑوسی کو دشمن بنا

رکھا ہے اور ڈاکٹر ولسن پریذیڈنٹ ریاست ہائے متحدہ (امریکہ) نے پیکسیکو پر فوج کشی کرا دی ہے۔ ویرا کروز کے مشرقی بندرگاہ پر امریکہ کا قبضہ ہے تمام میکسیکو میں غیض وغضب کی آگ بھڑک رہی ہے۔ ہورٹہ اپنی ضد پر قائم ہے رعایا کے قلوب اور ملک کا امن بے چینی اور بدامنی کے زلزلہ سے دھکے کھا رہا ہے۔(۴)

حریت وشروطیت کی سرزمین کاروباری دنیا کے مرکز اور جان بل کے گھر کی چار دیواری میں آئر لینڈ کی حکومت خود اختیاری کے مسودہ نے ایک بھونچال کا سا عالم برپا کر رکھا ہے۔(۵)۔

مسٹر ایسکوئتھ کی حکومت ان کے فریق مخالف کی آنکھ میں چند دن کی مہمان ہے اور السٹر کے مطوعین کی فوج جرار ایوان وزارت کی ہر ایک جبری کاروائی کا مقابلہ کرنے کے لئے تیار ہے سیاسی زبان میں حکومت میں حکومت کی اصطلاح سنا کرتے تھے لیکن اس کا عملی نمونہ ایک رنگ میں انگلستان اور لسٹر کی موجودہ حالت میں موجود ہے۔ السٹر نے ایک لاکھ دس ہزار جوانوں کی ۶۵ پلٹنیں مرتب کر لی ہیں اور ان میں سے ۱۸ صدر بلفاسٹ ہیں ۱۳ ڈاؤن اور باقی دوسرے مختلف مقامات پر متعین ہیں۔ موٹر سائکلسٹ اور سواروں کے ذریعہ سلسلہ خبر رسانی کا معقول انتظام کر لیا گیا ہے اور چند گھنٹوں کے اندر تمام صوبہ میں کسی بیرونی حملہ کی خبر کی جا سکتی ہیے۔ اجتماع افواج اور وساء رسد رسانی کی سہولت کے لئے ۲۰۰ موٹر گاڑیاں موجود ہیں زخمیوں کی مرہم پٹی اور فوجی ہسپتال کا انتظام السٹر کی بی بیوں نے اپنے ذمہ لیا ہے اور مستعدی سے اس کی انجام پذیری کے لئے تیار ہیں غرض برطانیہ کے محکمہ جنگ سے آزاد بلکہ اس کی مخالفت کے لئے جنرل رچرڈسن کے السٹری مطوعین کی فوج موجود اور وزرائے سلطنت کی پریشانی کا موجب ہو رہی ہے۔(۶)

انگلستان کی تاریخ سے واقف اور موجودہ حالات پر نظر رکھنے والے مبصرین سیاست کا قول ہے کہ جو واقعات لندن کے ایوان وزارت کو اس

موسم بہار میں پیش آئے ہیں، ان کی نظیر صرف کرام ویل کے زمانہ میں موجود ہے، اس کے بعد نہیں ۔ چنانچہ اس زمانہ کی طرح اب بھی ۱۲ مارچ سے ۲۴ مارچ تک اراکین دفتر وزارت جنگ کو شب و روز حاضر رہنا پڑا ۔ جنرل پیگٹ کمانڈر آئر لینڈ کا حکم جنرل ہیو برٹ کو اور ان کے ماتحت افسروں کا السٹر کے بھائیوں پر حملہ کرنے سے انکار فیلڈ مارشل سر جان فرنچ اور کرنل سیلی وزیر جنگ کا استعفاء اور مسٹر ایسکوئتھ کا مجبوراً خود وزارت جنگ کا قلمدان سنبھالنا کچھ ایسے واقعات ہیں جو ایک بہت بڑی ہلچل اور سخت زلزلہ سے مشابہت رکھتے ہیں ۔(۷)

پھر خدا معلوم وہ کون سی خفیہ طاقتیں یا اندرونی آتشیں مواد ہیں جو یورپ کے موازنہ طاقت کی سنگلاخ چٹان کو جنبش دے رہے ہیں ۔ قیصر جرمنی اس بات کی ضرورت محسوس کرتے ہیں کہ آسٹریا اور اٹلی کے وزیر خارجہ سے ملاقی ہوں اور اگر اتحاد ثلاثہ کے قائم مقام ریازیہ میں جمع ہو کر کوئی گفتگو کرتے ہیں تو اس کے دوسرے دن بعد ٹائمز کی لہروں میں حرکت پیدا ہوتی ہے اور شاہ انگلستان مسٹر اڈورڈ گرے وزیر خارجہ کی معیت میں لندن سے پیرس کا سفر اختیار کرتے اور رئیس الجمہوریہ فرانس ایم فیلر ز سے ملاقی ہوئے پیرسمیں شاندار استقبال ہوتا ہے ۔ ایم ڈومرگو وزیراعظم فرانس اور سر گرے کی پر جوش مخلصانہ تقریریں ہوتی ہیں اور ان سے صاف واضح ہوتا ہے کہ مرکز سیاست وطاقت میں کوئی خفیہ حرکت ہے ۔ اور زلزلہ معلوم کرنے والے آلہ نے کسی مقام پر زمین کے جنبش کھانے کا پتہ دیا ہے اور وہ غالباً ریازیہ اور کارفو کی ملاقاتیں ہیں اور کوہستان البانیہ کی آتشیں چوٹی یا جزائیر اتجین کی آتش انگیز چٹانی زمین ہے ۔(۸)۔

ترکی اور ایران میں گو بظاہر کسی بڑے زلزلہ کا وجود معلوم نہیں ہوتا لیکن چھوٹے چھوٹے جھٹکے برابر اپنا کام کر رہے ہیں نوجوان ترکی حکومت کے ترقی کرنے والے نوجوانوں میں رقابت ہے انور وزیر جنگ ہوا تو جمال کو وزیر بحریہ بنانا پڑا ۔ اب فتحی بے اپنا حصہ مانگتے ہیں ۔ بطل طرابلس غریب

عزیز ہے اگر چہ انگلستان اور مصر کی وساطت کے سبب قتل سے بچ گئے ہیں لیکن اس کے وجود کو جو وزارت انور کے راہ میں رکاوٹ تھا، شاخ زریں کے کنارہ سے اہرام مصری کے سایہ میں پہنچا دیا گیا ہے۔ایران میں بدامنی کا تازہ جھٹکہ قزاقوں کے حملہ اور ایک بلجئین کا ؤنٹ کے قتل کی صورت میں نمودار چکا ہے اگر چہ پاؤنئیر کا بیان صحیح ہے تو ریاست کابل میں (۹)۔

ایک زلزلہ کی آمد کا مواد جمع ہورہا ہے کابل کی رعایا امیر عبدالرحمٰن کے جابر ہاتھ کو امیر حبیب اللہ کے تساہل پر ترجیح دیتی اور قزاقوں کی غارت گری سے تنگ آ کر حکومت سے اظہار ناراضگی کر رہی ہے جمنا کے کنارے اندر پر سے قدیم بھوم میں راش بہاری اور اسکے ہمراہیوں کی خلاف انسانیت کاروائیوں اور بمباری کے انکشافات ہونا انارکسٹا نہ سازشوں اور سوسائٹیوں کے حالات پر قدرے روشنی پڑنا امن پسند ہندوستانی رعایا کے دلوں میں کانگڑے کے بھونچال کی طرح ایک خوف و ہراس پیدا کر رہا ہے ۔ یہ ہے ۱۹۱۴ء کا موسم بہار اور اس کے زلازل ۔کون ہے جو ان سے فائدہ اٹھائے اور ان مضسر نقصانات سے اپنی اور مخلوق خدا کی حفاظت کے لئے عتبہ عالیہ رب المنان پر جبین نیاز رکھ کر دعا کرے اور کہے، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ (الفضل قادیان ۲۹۔اپریل ۱۹۱۴ء ص ۱۹)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امید ہے ناظرین ہمارے عنوان، مرزائی الہام قادیانی خراد پر، کے مصدق ہو گئے ہوں ۔ ہم درخواست کرتے ہیں کہ پھر ایک دفعہ پڑھیں اور فرمائیں کہ ان لوگوں نے الہامات مرزا کو کیا مضحکہ صبیان بنا رکھا ہے۔الہام کیا ہیں بچوں کے ہاتھ میں موم کے کھلونے ہیں جس طرح چاہا بنا لیا۔حق تو یہ ہے کہ:

ایں چنیں قوال؟ را باید وصول این چنیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۴ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۱ ص ۱۴ اص ۳۔۵)

کھلا خط بنام مرزا محمود احمد قادیانی

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

میاں صاحب ہم جانتے ہیں کہ آپ اس باپ کے بیٹے ہیں جو تمام منکرین مسلمانوں کو زانیات کی اولاد کہا کرتا تھا۔مگر اب وہ زمانہ نہیں رہا لیکن آپ اپنے والد کی روش نہیں چھوڑتے ۔آپ نے اپنے ایک جیل زادہ کو ڈیوڑھی ...(پر متعین کر رکھا ہے)۔اس جیل زادہ کے نزدیک شرافت بلکہ انسانیت کوئی چیز نہیں۔(اخبار) اہل حدیث امرتسر، پیغام صلح لاہور برابر اس گندہ ذہنی کے شاکی ہیں۔

ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ سب آپ کے ایماء سے ہو رہا ہے جس کا پیغام صلح لاہور نے اظہار بھی کر دیا ہے بلکہ شیخ سعدی بھی فرما گئے ہیں:

نہ سگ دامنِ کاروانے درید
کہ دہقانِ ناداں کہ سگ پر ورید

لہذا ہم اس خط کے ذریعہ آپ کو مطلع کرتے ہیں کہ اس جیل زادہ..کو سمجھائیں کہ اپنی اصلیت اور آپ کی مراقیت کو عالم آشکارا نہ کرائے ۔ سیدھی اور صاف گفتگو کیا کرے ورنہ ہم اسے مخاطب نہیں کریں گے بلکہ جس نے اسے پالا ہے اس کو مراقی زادہ وغیرہ الفاظ سے ملقب کر کے خطاب کیا کرینگے۔

میں امید کرتا ہوں کہ اگر آپ میں شرافت ہوگی تو آپ ترکی بترکی جواب سننے سے پیشتر اس انسان نما درندہ کے منہ میں لگام چڑھا دیں گے۔ خدا توفیق دے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۴ ذی الحجہ ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۱)

دجال کون ہے؟

حکیم محمد عبدالرحمٰن خلیق تیجہ کلاں ضلع گورداسپور سے لکھتے ہیں:

احادیث میں مرقوم ہے کہ حضرت امام مہدی کے وقت میں دجال ظاہر ہوگا اور اس کا فتنہ زمانہ بھر سے زیادہ ہوگا اور وہ اس قدر مال دار ہوگا کہ جس کی نظیر لانے سے دنیا قاصر ہوگی نیز وہ اس قدر کثیر مقدار میں مال تقسیم کرے گا کہ تمام لوگ مالا مال ہو جائیں گے یہاں تک کہ حضرت عیسیٰؑ تشریف لے آویں گے اور دجالی فتنہ کو پاش پاش کر دیں گے اور اسے قتل کریں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب دعوی مسیحیت کیا تو ضروری تھا کہ آپ اس فتنہ کی نسبت بھی خبر دیتے جس کی نسبت مخبر صادق نے ارشاد فرمایا ہوا تھا۔ چنانچہ آپ (مرزا قادیانی) نے اس فتنہ کی حقیقت کو ان الفاظ میں ظاہر کیا:

> اب اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جیسے مثیل مسیح کو مثیل ابن مریم کہا گیا اس امر کو نظر میں رکھ کر اس نے مسیح ابن مریم کی روحانیت کو لیا اور مسیح کے وجود کو باطنی طور پر قائم کیا ایسا ہی وہ دجال جو آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں فوت ہو چکا ہے اس کی ظل اور مثال نے اس آخری زمانہ میں اس کی جگہ لی اور گرجا سے نکل کر مشارق و مغارب میں پھیل گیا۔
>
> پادریوں کی دجالیت کی نظیر ہرگز ہم کو نہیں ملے گی انہوں نے ایک موہومی اور فرضی مسیح کو اپنی نظر کے سامنے رکھا ہے جو بقول ان کے زندہ ہے اور خدائی کا دعوی کر رہا ہے سو حضرت مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا۔ یہ لوگ خود اس کی طرف سے وکیل بن کر خدائی کا دعوی کر رہے ہیں اور اس دعوی کے سرسبز کرنے کے لئے کیا کچھ انہوں نے تحریفیں نہیں کیں اور کیا کچھ تلبیس کے کام استعمال میں نہیں لائے۔ مکہ اور مدینہ کو چھوڑ کر اور کون سی جگہ ہے جہاں یہ لوگ نہیں پہنچے۔ کیا کوئی دھوکہ دینے کا کام یا گمراہ کرنے کا منصوبہ یا بہکانے کا کوئی ایسا طریقہ بھی ہے جو ان سے ظہور

میں نہیں آیا۔ کیا یہ سچ نہیں کہ یہ لوگ اپنے دجالانہ منصوبوں کی وجہ سے ایک عالم پر دائرہ کی طرح محیط ہو گئے ہیں۔

دیکھو اکیس سال میں ان لوگوں نے اپنے پر تلبیس خیالات کے پھیلانے کے لئے سات کروڑ سے کچھ زیادہ کتابیں مفت تقسیم کی ہیں تاکہ کسی طرح اسلام سے لوگ دستبردار ہو جائیں اور حضرت مسیح کو خدا مان لیا جائے۔

اللہ اکبر! اگر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اول درجہ کے دجال نہیں اور ان کے الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو پھر اس قوم کا کیا حال ہو گا لہذا اس بات پر قطع اور یقینکرنا چاہیے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے یہی لوگ ہیں جن کے سحر کے مقابل پر معجزہ کی ضرورت تھی اور اگر انکار ہے تو پھر زمانہ گذشتہ کے دجالین میں سے ان کی نظیر پیش کرو۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۸۵، ۴۸۹، ۴۹۳، ۴۹۵)

حضرات مذکورہ عبارت کو غائرنظر سے بلکہ سطحی نظر سے مطالعہ کرنے سے بھی یہ امر مترشح ہوتا ہے کہ مرزا کی مراد دجال سے پادری لوگ ہیں دگر ہیچ۔ یہاں اس بات سے بحث نہیں کہ مرزا صاحب غصہ کی حالت میں ہر مخالف کو دجال کہہ دیں جیسا کہ مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم لدھیانوی کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

ارے احمق دل کے اندھے دجال تو، تو ہی ہے دجال تیرا ہی نام ثابت ہے

(قادیانی اشتہار انعامی تین ہزار۔ص ۱۲)

البتہ یہ بات تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اختلاط پر محمول سمجھی جا سکتی ہے کہ آپ کہاں تک اپنے موضوع سے خبردار رہا کرتے تھے اور یہ کہ آپ کو کہاں تک اپنے جذبات پر قابو تھا۔ مگر بہرصورت بات یہی ہے کہ دجال سے مراد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نزدیک پادری لوگ ہیں مگر ہمارے مضمون کا مقصد یہ ہے کہ درحقیقت پادری لوگ بھی دجال نہیں ہیں اور نہ کوئی دوسرا شخص ہی اس سے مراد ہے بلکہ اگر قرائن کی رو سے اور دلائل کی روشنی میں اس امر کو جانچا جائے تو حدیث دجالون ثلاثون کی رو سے نبوت کا ذبہ کا مدعی ہی دجال ہے دگر ہیچ۔

دجال دراصل جھوٹ کا شیوہ اختیار کرنے والے کو کہتے ہیں۔ چنانچہ کتب

لغت میں دجال کی نسبت مسطور ہے ۔ بسیار دروغ گو۔ یعنی بہت زیادہ جھوٹ کہنے والے کو دجال کہتے ہیں۔ چنانچہ اسی منقولا بالا عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود بھی اس امر کی نسبت اشارہ کرتے ہیں لکھا ہے:

حضرت مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا یہ لوگ خود اس کی طرف سے وکیل بن کر خدائی کا دعوی کر رہے ہیں اور اس دعوی کے سر بلند کرنے کے لئے کیا کچھ انہوں نے تحریفیں نہیں کیں اور کیا کچھ تلبیس کے کام استعمال میں نہیں لائے۔ (ازالہ اوہام)

مطلب یہ کہ عیسائی لوگ محض جھوٹی اور بناوٹی بات پر زور دے کر دنیا کو مسیح کی الوہیت کے قائل کرنے پر تلے ہوئے ہیں۔ حاصل یہ کہ بسیار دروغ گو شخص کو دجال کہا جاتا ہے اور بقول مرزا صاحب بھی دجال کوئی خاص شخص نہ ہوگا۔

ناظرین! اب ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ مرزا صاحب خود اپنے مسلمہ معیار کی رو سے دجال ہیں۔ صاف بات ہے کہ اگر یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ جائے کہ مرزا صاحب بھی بسیار دروغ گو تھے اور دن رات افتراء کرنا ان کا کام تھا تو پھر اس امر کے باور نہ کرنے کے لئے کوئی عذر نہیں ہوسکتا کہ مرزا صاحب قادیانی دجال تھے۔ صرف چند مثالیں ملاحظہ ہوں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ا۔ نسائی نے حضرت ابو ہریرہؓ سے دجال کی صفت آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن.. السنتهم احلی عن العسل و قلوبهم قلوب الذیاب یقول الله عز و جل أ بی یغترّون ام علیّ یجترءون۔ الخ

(مختصر مطلب یہ ہے کہ آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے) (تحفہ گولڑویہ۔ص ۷۳)

اس حدیث شریف کی نسبت کئی مرتبہ کہا گیا کہ حدیث کی کسی کتاب سے بصحت کتابت دکھائی جائے کہ دجال حرف دال سے ہے

مرزائیو! فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فا تقوا النار التی و قودها الناس و الحجارة

ناظرین کرام! آج تک مرزائی امت مرزا صاحب کے اس صریح جھوٹ پر پردہ نہیں ڈال سکی اور نہ آئندہ امید ہے کہ کسی صورت یہ افتراء مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ذات سے دور کیا جا سکے۔ انشاء اللہ

۲۔ ایک اور حدیث بھی (بقول مرزا) مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آ جائے گی۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۵۲)

اس عبارت میں بھی مرزا غلام احمد صاحب نے آنحضرت ﷺ پر ایک بڑا افتراء باندھا ہے اور صریح جھوٹ اور کذب سے کام لیا ہے یہ حدیث جس میں مرقوم ہو کر سو سال تک تمام بنی نوع انسان پر قیامت آ جائے گی، حدیث شریف کی کسی کتاب میں نہیں۔ دکھانے والا انعام لے سکتا ہے۔

۳۔ (مرزا صاحب لکھتے ہیں) مجدد صاحب سرہندی نے اپنے مکتوبات میں لکھا ہے کہ اگرچہ اس امت کے بعض افراد مکالمہ و مخاطبہ الہیہ سے مخصوص ہیں اور قیامت تک مخصوص رہیں گے لیکن جس شخص کو بکثرت اس مکالمہ و مخاطبہ سے مشرف کیا جائے اور بکثرت امور غیبیہ اس پر ظاہر کئے جائیں وہ نبی کہلاتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۹۰)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد نے مجدد سرہندی پر افتراء کیا ہے حالانکہ مجدد سرہندی کے مکتوبات میں یہ عبارت اس طرح اور اس قدر غلط یقیناً نہیں مل سکتی۔ اس امر سے بھی قیاس کیا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کسی عبارت کو اپنے حسب حال کرنے کے لئے ہر ممکن جھوٹ افتراء اور دھوکہ دہی سے کام لینا عار نہیں سمجھتے تھے بلکہ اس معاملہ میں ایمان داری اور دیانت داری ہی ان کے نزدیک ایک بڑا عیب ہے۔

پس ہمارا بیان قیاس منطقی میں یوں ہے۔ زید بعد ختم رسالت مدعی نبوت ہے۔ جو کوئی مدعی نبوت ہے وہ دجال ہے۔ نتیجہ دفتر پیغام صلح لاہور سے پوچھئے۔

اگر گویم زبان سوزد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۳۴ء مطابق ۱۴ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۱ ص ۱۴ اص ۶۔۷)

خلیفہ قادیانی پر الزام اور انکی طرف سے جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان سے ہم کو بلکہ سب مسلمانوں کو بلکہ دنیا کے کل اہل مذاہب کو گوکتنا ہی اختلاف ہو، کتنا ہی ہم ان کو غلطی پر جانیں جس کی وجہ سے ہم ان کی کسی غلطی کو قابل بحث بھی نہ قرار دیں کیونکہ مذہب اسلام کی تعلیم کی رو سے خدا و رسول پر افتراء کر کے دعوی الہام کرنا یا غلط دعوے کی تائید کرنا سب سے بڑا گناہ ہے۔ باقی سب گناہ اس کے ماتحت ہیں۔ مگر چونکہ وہ ایک مذہبی پیشوا بن کر دنیا کی سٹیج پر نمودار ہوئے ہیں جس کی وجہ سے سرکاری اور غیر سرکاری کاغذات میں ان کے نام کے ساتھ ، ہز ہولی نیس، (مقدس ہستی) لکھا جاتا ہے، اس لئے پبلک کا حق ہے کہ ان کے افعال پر نظر تنقید ڈالے چنانچہ مندرجہ ذیل واقعہ اسی کلیہ کے ماتحت آتا ہے واقعہ بیان کرنے سے پہلے ایک مروجہ دستور کا بتانا ضرور ہی مفید ہوگا۔

انگریزی ہوٹلوں میں عموماً جوان لڑکیاں خدمت گار ہوتی ہیں جو معزز لوگ وہاں کھانے پینے کو جاتے ہیں وہ جوان لڑکیاں ان کے سامنے خورد ونوش کی مطلوبہ اشیاء لاکر پیش کرتی ہیں۔ آج کل کی تہذیب کی رو سے ان مہذبوں کا یہ بھی دستور ہے کہ کھانا لانے والی کی بھی تواضع کرتے ہیں اور وہ عموماً کھانے میں شریک ہو جاتی ہے۔ اس اثنا میں خوب تفریحی گفتگو ہوتی رہتی ہے حتی کہ دوران گفتگو سب مراتب طے ہو جایا کرتے ہیں۔ خلیفہ قادیان لاہور کے سیسل ہوٹل میں گئے وہاں پر آپ نے جو کچھ کیا اخبار آزاد لاہور کے الفاظ میں درج ہے:

مرزا بشیر الدین محمود کی آمد اور سیسل ہوٹل کی منتظمہ کی گم شدگی
تلاش کے باوجود اس کا کوئی پتہ نہیں چل سکا

یکم مارچ۔ سسل ہوٹل کی طرف سے مشتہر ہوا تھا کہ جمعرات یکم مارچ سے ساڑھے نو بجے رات تک ناچ اور وسٹ ڈراؤ، ہوگا۔ بڑے بڑے انعامات بدستور سابق تقسیم کئے جائیں گے۔ تماشائی چار بجے سے جمع ہونے شروع ہوگئے اور پانچ بجے اچھا خاصہ مجمع ہوگیا ہر ایک شخص کھیل کے شروع ہونے کا منتظر تھا مگر خلاف توقع بجائے کھیل (وسٹ ڈراؤ) شروع ہونے کے ناچ کا بینڈ بجنا شروع ہوا۔ آخر استفسار پر سیسل ہوٹل کے ایک بہرہ سے معلوم ہوا کہ، وسٹ ڈراؤ، کا تمام سامان منتظمہ کے کمرہ میں ہے اور منتظمہ کو مرزا بشیر الدین محمود اپنے ساتھ موٹر کار میں بٹھا کر لے گئے ہیں۔ نامہ نگار۔ (اخبار آزاد۔۳ مارچ ۱۹۳۴ء)

اسی واقعہ کو اخبار زمین دار نے بصورت نظم ان الفاظ میں شائع کیا ہے

اطالوی حسینہ (از نقاش)

اے کشور اطالیہ کے باغ کی بہار
لاہور کا دمن ہے ترے فیض سے چمن
پیغمبر جمال تری چلبلی ادا
پروردگار عشق ترا دل ربا چلن
الجھے ہوئے ہیں دل تری زلف سیاہ میں
ہیں جس کے ایک تار سے وابستہ سو ختن
پروردۂ فسوں ہے تری آنکھ کا خمار
آوردۂ جنوں ہے تری بوئے پیرھن
پیمانہ نشاط تری ساق صندلیں
بیعانہ سرور ترا مرمریں بدن
رونق ہے ہوٹلوں کی ترا حسن بے حجاب
جس پر فدا ہے شیخ تو لٹو ہے برہمن
جب قادیان پہ تیری نشیلی نظر پڑی
سب نشہ نبوت ظلی ہوا ہرن

میں بھی ہوں تیری چشم پرفسوں کا معترف
جادو وہی ہے آج جو ہو قادیان شکن

(اخبار زمین دار ۹ مارچ ۱۹۳۴ء)

با وجود اس شورش کے اہل حدیث خاموش رہا کیونکہ اس قسم کے معاملات میں بے ثبوت لب کشائی کرنے سے قرآن مجید نے منع کیا ہے اس لئے ہم منتظر رہے کہ قادیانی پریس اس واقعہ کی بابت کیا کہتا ہے۔ گو قادیانی پریس کا حقیقی برادر، پیغام صلح، بھی اس پر بول چکا تھا اور اس نے بھی دبی زبان سے اس واقعہ پر اظہار ناراضگی کیا مگر ہم اپنے اصول کے ماتحت قادیان کے بیان کے منتظر رہے یہاں تک کہ قادیانی گزٹ میں خلیفہ قادیان کی خطبہ جمعہ کی تقریر شائع ہوئی جس میں انہوں نے اس یورپین لیڈی کو لے جانے کا اعتراف کیا مگر اس کی وجہ یہ بتائی کہ میں اس لیڈی کو اپنی بیویوں اور لڑکیوں کی انگریزی تعلیم کے لئے لایا تھا۔ (الفضل ۱۸ مارچ ۱۹۳۴ء ص ۷)

پس مطلع صاف ہوگیا۔ مگر سوال یہ ہے کہ اطالوی عورت خاص کر ہوٹل کی خادمہ انگریزی کیا پڑھائے گی۔ اطالوی لوگ خود تو انگریزی صحیح بول نہیں سکتے۔ انگریزی زبان کے دو حروف۔ ڈی اور ٹی بالخصوص ممتاز ہیں یہ دونوں حروف اطالوی لوگ عربوں کی طرح ادا نہیں کرسکتے۔ علاوہ اس کے ایسی معلّمہ کا اثر معصومات (لڑکیوں اور پردہ نشین بیویوں) پر کیا ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ لیڈی مذکورہ کو بحیثیت معلّمہ کوئی دانا پسند نہ کرے گا ہاں جن فن (موسیقی وغیرہ) میں وہ ماہر ہوگی اس میں اس سے کوئی استفادہ کرے تو ممکن ہے بلکہ تعلیمی لحاظ سے مستحسن ہے۔ پس ہمارے خیال میں یہ سب کچھ ماننے والوں کی ذہنیت پر بھروسہ کرکے، نکتہ بعد الوقوع، بنایا گیا ورنہ در اصل یہ بات نہیں اگر یہی ہے تو نبوت قادیانیہ کی اندرونی سطح معلوم۔ باوجود اس کے ہم معترض اخباروں کو مشہور مصرعہ پر توجہ دلاتے ہیں؛ محتسب را درون خانہ چہ کار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۱ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۲ ص ۱۴ ص ۴-۵)

مولوی دوست محمد احمدی لاہوری

اور سید حبیب صاحب آف سیاست لاہور

منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

پچھلے دنوں جناب سید حبیب صاحب اڈیٹر اخبار سیاست لاہور نے ایک کتاب تحریک قادیانیت شائع کی تھی جو اپنی خوبی و متانت تحریر کے ساتھ ساتھ قادیانی مباحث پر مشتمل مضامین کا ایک عمدہ ذخیرہ ہے۔ اس کے جواب میں مولوی دوست محمد صاحب لاہوری احمدی نے آئینہ احمدیت نام کتاب لکھی ہے جو اپنے نام کی وجہ سے تو یقیناً جاذب توجہ ہے مگر حقیقت یہ ہے کہ اس آئینہ میں مرزا غلام احمد صاحب کا چہرہ اصلی شکل میں ہرگز نہیں دکھایا گیا۔ بلکہ اس پر بہت سے پردے ڈال کر بجائے دکھانے کے چھپایا گیا ہے۔

ہم اس وقت اس کتاب پر کوئی تفصیلی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے انشاء اللہ بشرط فرصت اپنے ناظرین کو اس کی جملہ تحریفات سے مطلع کریں گے۔

ہم اس وقت مولوی دوست محمد صاحب سے صرف یہ عرض کرنا چاہتے ہیں آپ نے آئینہ احمدیت کے صفحہ ۱۶۲ پر مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلقہ ڈپٹی آتھم عیسائی امرتسری پر بحث کرتے ہوئے بالآخران الفاظ میں ختم کیا ہے:

آخر میں ہم انہیں (سید حبیب کو) ایک اور امر کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مرنے کے بعد آپ کی طرح انکار کرنے والے عیسائی کو مخاطب کر کے لکھا تھا:

> اگر اب تک کسی عیسائی کو آتھم کے اس افتراء پر (کہ اس پر چار حملے ہوئے تھے) شک ہو تو آسمانی شہادت سے رفع شک کرالیوے۔ آتھم تو پیش گوئی کے مطابق فوت ہو گیا۔ اب وہ اپنے تئیں اس کا قائم مقام ٹھہرا کر آتھم کے

مقدمہ میں قسم کھا لیوے کہ آتھم پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا بلکہ اس پر چار حملے ہوئے تھے۔ اگر یہ قسم کھانے والا بھی ایک سال تک بچ گیا تو دیکھو میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ میں اپنے ہاتھ سے شائع کر دوں گا کہ میری پیش گوئی غلط نکلی اس قسم کے ساتھ کوئی شرط نہیں ہوگی یہ نہایت صاف فیصلہ ہو جائے گا اور جو شخص خدا کے نزدیک باطل پر ہے اس کا بطلان کھل جائے گا۔ (انجام آتھم۔ص ۱۵)

ہم بھی سید صاحب سے یہ عرض کرنا چاہتے ہیں کہ اگر باوجود ان تصریحات کے جو اوپر بیان کی جا چکی ہیں انہیں اب تک پیش گوئی کے سچا نہ ہونے پر اصرار ہو تو وہ آسمانی شہادت سے رفع شک کرا لیں اور اپنے آپ کو آتھم کا قائم مقام قرار دے کر قسم کھا لیں کہ ان کے نزدیک یہ پیش گوئی جھوٹی ثابت ہوئی اور آتھم پیش گوئی کی عظمت سے نہیں ڈرا۔ پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ انہیں کیا دکھاتا ہے اور ان کا کیا حشر ہوتا ہے۔ کیا وہ اس کی جرأت کریں گے؟

(منشی عبداللہ معمار لکھتے ہیں) مولوی صاحب! یہ طریق فیصلہ چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پیش کردہ ہے اس لئے ہر مخالف اور مکفر مرزا اس کی قبولیت کا مجاز ہے۔ آپ بھی سید صاحب کی تخصیص نہ کریں اور مرد میدان بن کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قائم مقام کی حیثیت میں اعلان کر دیں کہ اگر قسم اٹھانے والا ایک سال تک آسمانی موت سے بچ گیا تو مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کو غلط اور مرزا صاحب قادیانی کو آپ کاذب سمجھیں گے۔

کیا آپ اس کی جرأت کریں گے؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو میں اس بات کا حلف اٹھانے کو ہر وقت تیار ہوں کہ آتھم پیش گوئی کی عظمت سے ہرگز نہیں ڈرا اور مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی جھوٹ تھی افتراء علی اللہ تھی اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ مرزا صاحب اپنے جملہ دعاوی مسیحیت و مہدویت وغیرہ میں کاذب بلکہ دہریہ تھے۔

اگر آپ میں ایک ذرہ بھر بھی ایمان و دیانت کا مادہ موجود ہے تو آؤ اپنے پیش کردہ طریق پر مجھ سے فیصلہ کر لو۔ کیا آپ اس پر آمادہ ہوں گے؟ دیدہ باید

ناظرین کرام! میں اپنے وسیع تجربہ اور قادیانی مغالطات کا گہرا مطالعہ کرنے

کی وجہ سے علی الاعلان پیش گوئی کرتا ہوں کہ مولوی دوست محمد اپنے اس چیلنج پر قائم نہیں رہیں گے کیوں؟ ان کا ضمیر مانع ہے۔

نوٹ: جملہ اسلامی اور مسیحی بلکہ آریہ اخبارات کے اڈیٹران سے صداقت کے نام پر درخواست ہے کہ اس مضمون کو اپنے اخباروں میں شائع فرما کر عنداللہ ماجور وعندالناس مشکور ہوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۱ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۲ ص ۱۴ ص ۵۔۶)

فرقہ احمدیہ وائسرائے کے حضور میں

اتنی بات تو دوست دشمن سب مانتے ہیں کہ فرقہ احمدیہ (مرزائیہ) وقت شناس ہے کیسا ہی وقت ہو اپنا کام نکال لینا اس کو خوب آتا ہے۔ ۲۶ مارچ ۱۹۳۴ء کو فرقہ احمدیہ کے ایک وفد نے وائسرائے کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنی عقیدت کا اظہار کیا جس کے الفاظ قادیانی اخباروں میں تو آج ۳۰ مارچ ۱۹۳۴ء تک نہیں دیکھے گئے البتہ دوسرے اخبارات میں شائع ہوئے ہیں ہم اخبار ملاپ لاہور سے نقل کرتے ہیں جو درج ذیل ہیں؛

نئی دہلی۔ ۲۶ مارچ۔

آج احمدیوں کی طرف سے وائسرائے کو اڈریس پیش کیا گیا۔ اس اڈریس میں انہوں نے کہا کہ خدا نے برٹش ایمپائر کو اس لئے بنایا ہے تاکہ وہ دنیا میں امن قائم رکھ سکے۔ اس لئے کوئی ایسی بات کرنا جس سے بین الاقوامی امن کی یہ جڑ کمزور ہو جائے خدا کے خلاف گناہ عظیم کا ارتکاب کرنا ہے۔ اس لئے ہم برٹش گورنمنٹ کے ساتھ وفاداری اپنا پہلا فرض سمجھتے ہیں۔ پولیٹکل طور پر احمدیہ ہمیشہ ایک ہی راستہ پر گامزن رہے ہیں جس سے وہ کبھی ادھر ادھر نہیں ہے یہ راستہ گورنمنٹ وقت کے احکام کو بجا لانے اور اس کے ساتھ تعاون نیز صلح کا راستہ ہے۔ اس سے یہ شک پیدا ہو گیا ہے کہ احمدیوں اور گورنمنٹ میں کوئی خفیہ تعلقات ہیں لیکن حقیقت یہ ہے کہ احمدیہ

تحریک نہ صرف برٹش گورنمنٹ کے ساتھ بلکہ ہر ایک گورنمنٹ کے ساتھ جس کے ہم ماتحت رہتے ہیں وفاداری کا سبق دیتی ہے۔ برٹش گورنمنٹ کے خلاف لوگوں کی بدگمانیوں کو دور کرنے کی تحریک عدم تعاون اور سول نافرمانی اور دہشت انگیزی کا مقابلہ کرنے میں احمدیہ تحریک نے بانی نے ہمیشہ اعلیٰ خدمات سرانجام دی ہیں اس لئے ہم چاہتے ہیں کہ ہندوستان کا آئندہ آئین مرتب کرتے وقت مسلمانوں کے مفاد کو پیش نظر رکھیں امن قائم رکھنے نیز ملک کی آئینی ترقی کی کوششوں میں آپ کو جو کامیابی ہوئی ہے اس کے لئے ہم آپ کو مبارک باد دیتے ہیں۔

یہ اڈریس چودھری ظفر اللہ خان نے پڑھ کر سنایا۔ (ملاپ ۲۸ مارچ ۱۹۳۴ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہم مانتے ہیں کہ احمدیہ جماعت انگریزی حکومت کی خدمت کا بارہا اظہار کر چکی ہے جس کا صلہ بھی وقتاً فوقتاً لیتی رہتی ہے مگر اس خدمت کے ساتھ ہی بڑے مرزا صاحب نے انگریزی حکومت کے حق میں بعض ایسے الفاظ لکھے ہوئے ہیں جو اسلامی اصطلاح میں سخت ترین مکروہ ہیں۔ کیا اچھا ہو کہ احمدیہ جماعت انگریزی وفاداری کو مکمل کرنے کیلئے ان الفاظ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصانیف سے نکال دے۔ ان الفاظ کے نقل کرنے سے پہلے ہم قرآن شریف کی ایک آیت پیش کرتے ہیں جس کی وجہ سے اسلامی اصطلاح مقرر ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ارشاد ہے: انّ یاجوج و ماجوج مفسدون فی الارض

یاجوج اور ماجوج دو قومیں زمین پر فساد پھیلانے والی ہیں۔

چونکہ یاجوج ماجوج کو قرآن کریم میں مفسد قرار دیا گیا ہے اس لئے اسلامی اصطلاح میں جس طرح کسی شخص کو شیطان کہنا اس کی شرارت کا اظہار کرتا ہے اسی طرح کسی قوم کو یاجوج ماجوج کہنے سے مقصد اس کو پرلے درجے کا مفسد ذہن نشین کرانا ہوتا ہے خاص کر جب کسی الہامی یا نبی کے کلام میں کسی قوم کو نام لے کر یاجوج یا ماجوج کہا جائے۔ تو اس الہامی کے ماننے والوں کے اعتقاد اور عمل کے اندر داخل ہو جاتا ہے کہ اس قوم کو مفسد ہی سمجھے۔ اب ہم بڑے مرزا صاحب قادیانی، بانی احمدیہ کا کلام ان کے اصل الفاظ میں نقل کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں؛

یا جوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہین جن میں سے ایک انگریز دوسرے روس ہیں (ازالہ اوہام۔طبع اول ص ۵۰۲)

احمدی دوست مجبور ہیں کہ اپنے نبی (مرزا غلام احمد قادیانی) کی تعلیم کے مطابق انگریزوں کو قوم یاجوج اعتقاد کریں جو بحکم قرآن مفسدین ہیں پھر اسی قوم کے حق میں یہ کہنا کیونکر دل کی ترجمانی کرسکتا ہے:

خدا نے برٹش حکومت کو اس لئے بنایا ہے تاکہ دنیا میں امن قائم رکھ سکے۔

کیا کسی شخص کو دل میں مفسد جاننا اور منہ سے مُصلِح کہنا اس شعر کا مصداق نہیں:

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

ہمارا مقصود یہ نہیں کہ ہم احمد یہ جماعت کے اڈریس کی تکذیب کریں بلکہ یہ ہے کہ احمد یہ جماعت اپنا ظاہر باطن یکساں رہنے کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کی تصنیفات سے ایسے مکروہ الفاظ نکال دے جو حکومت انگریزی کے حق میں برے ہوں۔ گورنمنٹ کو بھی چاہیے کہ وائسرائے کے جواب میں ان مکروہ الفاظ کے نکال دینے پر احمدیوں کو توجہ دلائے۔

نوٹ؛ ہماری یہ تجویز دونوں فریقوں (حکومت اور جماعت مرزائیہ) کے درمیان سوءِ مزاجی دور کرنے کیلئے ہے ورنہ:

ماراچہ ازیں قصہ کہ گاؤ آمد وخر رفت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۱ ذی الحج ۱۳۵۲ ج ۳۱ نمبر ۲۲ ص ۱۴،۱۵۔۱۶)

قادیانی کی تحریر فیصلہ کن ہے یا میری حلف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین کی آ گاہی کے لئے میں قادیانیوں کی ہوشیاری یا بالفاظ دیگر دفع الوقتی کی مثال سناتا ہوں۔

قارئین کرام اسلام انسان کو انسانیت کے اعلی معراج پر پہنچانے کا راستہ دکھاتا ہے اسلئے اس کی تعلیم ہے کہ سچ کو ماننے اور جھوٹ کو چھوڑنے میں ذرا دیر نہ کرو ارشاد ہے

و لا یجر منّکم شنآ ن قوم علی ان لا تعد لوا ، اعدلوا هو اقرب للتقوی۔ (المائدۃ : ۸)

و اذا قلتم فا عد لوا و لوکا ن ذا قر بی (الانعام: ۱۵۲)

یہ تعلیم ایسی صاف اورسیدھی ہے کہ انسان کو باکمال انسان بنا دیتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی جب یہ ڈانٹ ڈپٹ سامنے رکھی جائے کہ ایک وقت وہ آئے گا کہ تمہارے مخفی راز بھی کھل کر سامنے آجائیں گے، اس دنیا میں جس کسی کی حمایت یا ضد میں تم بے جا تعصب کرتے ہو اس وقت کوئی تمہارا دوست نہ ہوگا

یو م تبلی السّرا ئر۔ فما له من قوۃ و لا نا صر۔ (الطارق :۹۔۱۰)

باوجود اس کے ہم دیکھتے ہیں کہ اہل مذاہب کی روش اپنے مذہب کی تعلیم کے خلاف ہے۔ مثال کیلئے جماعت احمدیہ (قادیانیہ) کو پیش کرتے ہیں۔ ناظرین ذرہ غور سے ہماری معروضات کو دیکھیں اور سنیں۔

جناب مرزا صاحب قادیانی متوفی نے میرے مواخذات سے تنگ آکر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا۔ اس کے بعد آج کل حیدرآباد دکن سے ایک اعلان آخری فیصلہ کا نکلا ہے۔ ناظرین کی اطلاع کے لئے ہم دونوں نقل کرتے ہیں

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ (یہ اشتہار اوپر نقل ہو چکا ہے۔ بہاء)

حیدرآبادی اشتہار درج ذیل ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو دس ہزار روپئہ انعام

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مورخہ ۱۰ فروری ۱۹۲۳ء کو ایک خاص مجلس میں جس میں کہ ہمارے شہر کے ایک معزز اور باوقار انسان یعنی عالی جناب مہاراجہ سرکشن پرشاد بہادر بالقابہ بھی رونق افروز تھے اس بات کا اظہار کیا ہے کہ میرے حیدرآباد آنے کا اصل مقصد مقصود سیٹھ عبداللہ الہ دین ہیں تا کہ ان کو ہدایت ہو جائے۔ اس لئے میں اپنے ذاتی اطمینان اور تسلی کے لئے بذات خود یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس سفر کی مقدم غرض یہی ہے کہ مجھے ہدایت ہو جائے تو مولوی ثناء اللہ صاحب اس حلف کے مطابق جو میں اس اشتہار میں درج کرتا ہوں

قسم کھا جائیں۔ مگر قبل اس کے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب حلف اٹھائیں ضروری ہوگا کہ ایک اشتہار کے ذریعہ صاف طور پر حیدرآباد و سکندرآباد میں شائع کر دیں کہ میں اس حلف کو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اپنے عقائد کے درمیان حق و باطل کے تصفیہ کے لئے فیصلہ کن معیار قرار دیتا ہوں اور یہ کہ اس حلف کے بعد سال کی میعاد کے اخیر دن تک میں اپنے اس اقرار معیار فیصلہ کن کے مخالف کوئی تحریر یا تقریر نہ شائع کروں گا اور نہ بیان کروں گا۔

ہاں ویسے مولوی صاحب کو اختیار ہے کہ مرزا صاحب کی تردید بڑے زور سے کرتے رہیں۔ مگر اس حلف کے فیصلہ کن معیار ہونے سے حلف کے بعد سال بھر تک انکار نہ کریں۔

میری طرف سے یہ اقرار ہے کہ اگر اس حلف کے بعد مولوی ثناء اللہ صاحب ایک سال تک صحیح سلامت زندہ رہے یا ان پر کوئی عبرت ناک و غضب ناک عذاب نہ آیا تو میں اہل حدیث ہو جاؤنگا۔ یا مولوی ثناء اللہ صاحب کے حسب خواہش مبلغ دس ہزار روپئہ مولوی صاحب موصوف کو بطور انعام کے ادا کروں گا۔

حلف کے الفاظ یہ ہیں جو مولوی ثناء اللہ صاحب جلسہ عام میں تین مرتبہ دہرائیں گے اور ہر دفعہ خود بھی اور حاضرین بھی آمین کہیں گے:

میں ثناء اللہ اڈیٹر اہل حدیث خداتعالی کو حاضر و ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں اور عبد اللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار کا بھی بغور پڑھا، مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ

مرزا صاحب کے تمام دعاوی والہامات جو چودھویں صدی کے مجدد و امام وقت و مسیح موعود و مہدی موعود و امتی نبی ہونے کے متعلق ہیں، وہ سراسر جھوٹ و افتراء اور دھوکہ و فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔

برخلاف اس کے عیسی علیہ السلام وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسدہ عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا ۔ جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار سے قتل کر کے اسلام کو دنیا میں پھیلا دیں گے۔

مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں ۔ نہ امتی نبی ہیں بلکہ ان تمام دعاوی کے سبب میں ان کو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔

اگر میرے یہ عقاید خدا تعالی کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف وصحیح احادیث کے خلاف ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعاوی میں خدا تعالی کے نزدیک سچے ہیں، تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خدا جو تمام زمین وآسمان کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے پس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو ہی قہار اور غالب و منتقم حقیقی ہے اور تو ہی علیم وخبیر وسمیع وبصیر ہے ۔ اگر تیرے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعاوی والہامات میں صادق ہیں اور جھوٹے نہیں اور میں ان کے جھٹلانے اور تکذیب کرنے میں ناحق پر ہوں، تو مجھ پر ان کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر موت وارد کر ۔ یا کسی ایسی غضب ناک وعبرت ناک عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو، تا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق وراستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالی کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے آمین آمین آمین ۔

خاکسار عبداللہ الہ دین بلڈنگس سکندرآباد ۱۲ فروری ۱۹۲۳ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کرام ان دونوں عبارتوں کو بالمقابل دیکھ کر غور فرمائیں کہ فیصلہ کی جو صورت خود بانی مذہب مدعی وحی والہام نے قرار دی ہے وہ زیادہ مفید اور انسب ہے

یا جو صورت ایک امتی نے قرار دی ہے، وہ فیصلہ کن ہوسکتی ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ بانی مذہب صاحب وحی کا فیصلہ سب پر ناطق ہوگا برخلاف امتی کے جس کا فیصلہ دوسرے شخص بلکہ اپنی اولاد پر بھی نافذ نہ ہوتا۔ پھر کیوں نہ بانی مذہب کی پیش کردہ صورت فیصلہ پر غور کیا جائے اور کیوں نہ اس کی تحقیق کی جائے یا سابقہ تحقیق جو شہر لدھیانہ میں ہوچکی ہے کافی سمجھی جائے بہر حال جدید صورت کی ضرورت نہیں۔

باوجود اس کے ہم بتاتے ہیں کہ یہ صورت فیصلہ بھی ہم نے منظور کر کے بار ہا کامیابی حاصل کی ہوئی ہے۔ ابھی حال ہی میں ہم نے اہل حدیث ۲۶ جنوری ۱۹۳۴ء میں ایک بسیط مضمون اس کے متعلق لکھا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے

۱۔ منکر نبوت (کافر) پر از روئے قرآن وحدیث حلف نہیں رکھی گئی ثبوت دیجئے تو حلف لیجئے۔ ۲۔ باوجود اس کے ہم بار ہا حلف بھی اٹھا چکے ہیں۔

یہاں تک کہ قادیان کے اسلامی جلسہ میں بھی ایک دفعہ حلف اٹھائی جو خود قادیان کے اخبار الفضل میں بایں الفاظ درج ہے:

میں (ثناء اللہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب جھوٹے ہیں (الفضل ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء)

حضرات غور کیجئے کسی سچے نبی کا انکار خدا کی نافرمانی ہے جس کا ارتکاب کرنے والا یقیناً خدا کا مجرم ہے وہ قسم کھائے یا نہ کھائے اس کا محض انکار ہی اس کو سزا دینے کے لئے کافی ہے خاص کر جب وہ اپنے انکار پر حلف بھی اٹھائے تو کیوں سزایاب نہ ہو۔ قابل غور ہے۔ اس کے علاوہ پھر میں نے بذریعہ اشتہار مجریہ ۲۔ اپریل ۱۹۲۶ء اعلان کیا جس کی سرخی یہ تھی

خدا کی قسم میں مرزا صاحب قادیانی کو الہامی دعوے میں سچا نہیں جانتا۔

اس مضمون کو بڑی تفصیل سے پہلے اخبار اہل حدیث میں لکھا پھر اشتہاری صورت میں بھی شائع کیا ۱۹۲۴ء میں جب میں حیدر آباد دکن گیا تو ان دنوں انہی مشتہر صاحب (حاجی عبداللہ الہ دین) نے دس ہزار روپیہ انعام کا اشتہار دیا جس کے جواب میں میں نے وہیں اشتہار شائع کر دیا کہ میں روپیہ آپ کا نہیں لیتا ہاں یہ چاہتا ہوں کہ چونکہ آپ نے بحکم خلیفہ صاحب قادیان ایسا لکھا ہے اس لئے خلیفہ محمود احمد سے یہ اعلان کرادیں

کہ بعد حلف مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو میں (محمود احمد) مرزا صاحب متوفی کو جھوٹا جانوں گا۔

اس مطالبہ کا جواب نفی میں ملا اب بھی میرا یہی مطالبہ ہے کیونکہ میرا خطاب دراصل بانی مذہب بڑے مرزا صاحب سے تھا وہ اس وقت موجود نہیں تو ان کے قائم مقام میاں محمود احمد صاحب کو بحیثیت خلیفہ مخاطب کرتا ہوں پس وہ اعلان کر دیں کہ

> مولوی ثناء اللہ تکذیب مرزا پر حلف اٹھائیں تو سال کی مدت معتبر ہو گی اگر سال کے اندر اندر مر جائیں تو وہ جھوٹے سمجھے جائیں گے اور اگر سال تک زندہ رہیں تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں (محمود احمد) اپنے والد کو دعوی مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔،

ناظرین کرام! کیسی سادہ شرط ہے بھلا یہ کوئی انصاف ہے کہ میں ایک مدت پوری کر کے ایک احمدی کا تقاضا پورا کروں۔ پھر دوسرے کا۔ پھر تیسرے کا۔علی ہذا القیاس اس کا مطلب یہ ہوا کہ ان لوگوں کی خواہشات پوری کرتے کرتے کسی نہ کسی مدت میں تو مروں گا اور ضرور مروں گا۔اس لئے آئے دن کے نزاعات ختم کرنے کو ضروری ہے کہ مثل سابق کسی تابع (امتی) سے فیصلہ نہ ہو بلکہ باپ کے قائم مقام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سے معاہدہ ہو کر فیصلہ ہو جائے کیونکہ آپ مدعی کے بیٹے اور قائم مقام خلیفہ ہیں۔

پس میں منتظر ہوں کہ حاجی عبداللہ سکندر آبادی انعامی رقم تو قادیان کے قرضہ ۶۰ ہزار میں جمع کرا دیں اور میرے ساتھ فیصلہ کرنے کو خلیفہ صاحب کو تکلیف دیں پھر دیکھیں خدا کی تائید کس کو حاصل ہوتی ہے۔

نوٹ: گو ہم مسلمانوں کا اعتقاد ہے کہ موت وحیات کا کسی کو علم نہیں تاہم خدا کی تائید پر بھروسہ ہے کہ اگر میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے مذکورہ اعلان کیا تو خدا ہماری اسی طرح مدد کریگا جس طرح اس نے انکے باپ کیخلاف ہمیں مدد دی تھی انشاء اللہ۔احمدیہ جماعت کے ممبرو! ہمت ہے تو آؤ اور اپنے خلیفہ کو قبول حق پر آمادہ کرو ورنہ یاد رکھو

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

عنقریب لیلی جان لے گی کہ اس نے کون سا دین اختیار کیا ہے اور کون سا قرض خواہ اس کے قرض کا تقاضا کرتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۲۸ ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۳ ص ۷۔۱۰)

قادیانی کذب بیانی

(بقلم نامہ نگار)

آیت: و من اظلم ممن افتری علی الله الكذب .. الآیه (سورہ صف)

حدیث: من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعده من النار (بخاری)

۱۔ مقولہ مرزا

یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ انجیلوں کی پیش گوئی ٹل جائے۔

(ماخوذ از کشتی نوح۔ ص ۵)

(ہائے کس کے آگے یہ ماتم کئے جائیں کہ حضرت عیسی کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں۔ (از اعجاز احمدی)

۲۔ مقولہ مرزا۔ ضرور تھا کہ قرآن شریف اور احادیث کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوتیں جن میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب ظاہر ہوگا تو اسلامی علماء کے ہاتھ سے دکھ اٹھائے گا وہ اس کو کافر قرار دیں گے اور اس کے قتل کے فتوے دیئے جائیں گے اور اس کی سخت توہین کی جائے گی اور اس کو دائرہ اسلام سے خارج اور دین کا تباہ کرنے والا خیال کیا جائے گا۔ سو ان دنوں میں وہ پیش گوئی ان ہی مولویوں نے اپنے ہاتھوں پوری کی۔ (منقول از قادیانی اربعین نمبر ۳ ص ۲۱۔۲۲)

۳۔ مقولہ مرزا۔ اسی طرح وہ حدیث اشارہ کرتی ہے جو آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا تعالی مجھے قبر میں میت نہیں رہنے دے گا اور زندہ کر کے اپنی طرف اٹھالے گا۔

(از ازالہ اوہام۔ ص ۲۴۹)

اصل حدیث کا ترجمہ یہ ہے کہ میری عزت خدا تعالی کی جناب میں اس سے زیادہ ہے کہ مجھے چالیس دن قبر میں رکھے یعنی میں اس مدت کے اندر زندہ ہوکر آسمان کی طرف اٹھایا جاؤنگا۔

الحمد الله على ذلك اور حدیث نبوی کا یہ فقرہ کہ میں چالیس دن تک قبر میں نہیں رہ سکتا یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اول روز گو کیسا ہی مقدس آدمی ہو قبر سے اور اس عالم خاکی سے ایک بڑھا ہوا تعلق رکھتا ہے کوئی دینی خدمات کے پاس کی وجہ سے اور پھر وہ تعلق ایسا کم ہو جاتا ہے کہ گویا وہ صاحب قبر، قبر میں سے پہلے نکل جاتا ہے۔ (حاشیہ نمبر مذکور)

۴۔ مقولہ مرزا

چونکہ حدیث صحیح میں آچکا ہے کہ مہدی موعود کے پاس ایک چھپی ہوئی کتاب ہوگی میں اس کے تین سو تیرہ اصحاب کے نام درج ہوں گے۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۴۰) (دوسری طرف مرزا نے لکھا ہے: مہدی اور مسیح موعود کے بارے میں جو میرا عقیدہ اور میری جماعت کا عقیدہ ہے وہ یہ ہے کہ اس قسم کی تمام حدیثیں جو مہدی کے آنے کے بارے میں ہیں ہرگز قابل وثوق اور قابل اعتبار نہیں ہیں۔ حقیقت المہدی۔ص ا۔ثناءاللہ)

برادران! مذکورہ بالا اقوال مرزا صاحب کے سراسر غلط ہیں کذب محض اور افتراء علی اللہ وعلی الرسول ہیں۔ مرزائی دوست ثبوت دیں تو ہم مشکور ہوں گے ورنہ ان سے ہم پوچھیں گے کہ قادیانی اصطلاح میں جھوٹ بولنا بھی نبوت میں داخل ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۵ محرم ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۴ ص ۴۔۵)

اڈیٹر الفضل کے استفسار کا جواب

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ میں حافظ عنایت اللہ صاحب گجراتی کا ایک مراسلہ درج ہوا ہے جس میں موصوف نے مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے ایک دعوی بلکہ چیلنج کا ذکر کر کے اس کی قبولیت کا اظہار کیا ہے۔

وہ چیلنج یہ ہے کہ اگر توفی (باب تفعل) کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی

روح ہو وہاں سوائے موت کے کوئی اور معنی ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

حافظ صاحب موصوف نے خلیفہ قادیان کو بحیثیت ولد اور بحیثیت خلیفہ مخاطب کر کے اس چیلنج کی یاد دہانی کرا کر فیصلہ کرانے پر متوجہ کیا تھا۔ مگر اڈیٹر الفضل نے ازخود اس میں دخل دے کر لکھا ہے کہ آپ کسی جماعت کے نمائندہ نہیں، لہذا آپ کو خلیفہ صاحب جواب نہ دیں گے بلکہ کوئی ایک احمدی مشتہر (گجراتی) جواب دینے کو کافی ہیں۔ الفضل کے اس جواب کی تردید میں حافظ عنایت اللہ کا مراسلہ درج ذیل ہے (مدیر اہل حدیث امرتسر)

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ آپ نے ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں ایک مسترد اور ناقابل ذکر اشتہار بلا وجہ دوبارہ شائع کرتے ہوئے جو فرمایا ہے کہ میں (عنایت اللہ) نے کوئی چیلنج مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام شائع کیا ہے جس میں میں نے اپنی کوئی حیثیت ظاہر نہیں کی،

اس کی بابت جواباً عرض ہے کہ میری طرف سے آج تک کوئی چیلنج موصوف کے نام شائع نہیں ہوا۔ بلکہ موصوف کے ابا جان کے چیلنج کو منظور کیا ہے، اور اپنی حیثیت بھی ظاہر کر دی ہے جسے آپ نے بھی اسی پرچہ میں درج فرمایا ہے اگر آپ اسے پہلے غور سے پڑھ لیتے تو آپ کو دریافت کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

مکرر عرض کر دوں کہ چیلنج کرتے وقت میری حیثیت جو مرزا صاحب آنجہانی نے مقرر فرمائی ہوئی ہے اس کا ناقابل تردید ثبوت چھٹی نمبر ا میں عرض کر چکا ہوں (یعنی میں مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی کا ہم خیال ہوں) اس سے زائد کا مطالبہ ہرگز درست نہیں بلکہ چیلنج کی تنقیص اور تحقیر کے مرادف ہے۔

اگر کوئی بزرگ آپ کی اعزازی دعوت کرے اور آپ کو وقت اور جگہ بھی بتا دے جب آپ تشریف لاویں تو مکان مقفل ہو اور وہ حضرت غائب اور ان کا کوئی خادم آپ سے عرض کرے کہ آپ کو روٹی سے مطلب ہے چلو میں آپ کو اپنے یہاں سے کھلا دیتا ہوں تو کیا آپ روٹی کے لینے کے لئے اس کے ساتھ چل پڑیں گے؟ اگر نہیں تو پھر دوسرے کو آپ کیا مشورہ دے رہے ہیں۔ آپ خاموش ہو کر سنتے رہیں میں بمطابق

ضر باً بالیمین مرزا صاحب کے اولوالعزم فرزند کو چٹھی پر چٹھی لکھ رہا ہوں جوان کی جگہ پر نیابت فرما رہے ہیں اور انہیں بابانگ دہل مالکم لاتنطقون کہہ کر پکار رہا ہوں آپ ابھی سے مجھے موصوف کی طرف سے مایوس کن خبر (لقد علمت ما ھئو لاء ینطقون) پڑھ کر نہ سنائیں اگر آپ کچھ کر سکتے ہیں تو موصوف کو ان کے اباجان کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ کریں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ رقم موعودہ میں سے مبلغ یک صد روپیہ میں آپ کو اس خیال سے دونگا کہ آپ نے اس علمی غزوہ میں میرا ہاتھ بٹایا۔ (حافظ) عنایت اللہ از گجرات پنجاب

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ۲۴ مارچ کے پرچہ میں صاف لکھ دیا تھا کہ انعامی رقم میں سے ۲۵ فی صد اشاعت میں آنا چاہیے۔ حافظ صاحب نے اغیار کو تو یک صد دینے کا وعدہ کر لیا لیکن اہل حدیث کے اعلان کی منظوری ظاہر نہ کی شائد السکوت فی معرض البیان بیان

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء ۵ محرم ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۴ ص ۵۔۶)

لالہ موسی میں مناظرہ مرزائیہ

انجمن اہل حدیث لالہ موسی کا سالانہ جلسہ ۲۱۔۲۲ مارچ کو نہایت کامیابی سے ختم ہوا۔

مرزائیوں سے صداقت مرزا، اور حیات مسیح پر مناظرہ ہوا جس میں خدا کے فضل سے اہل اسلام کو کامیابی ہوئی۔ اور سامعین پر اچھا اثر رہا۔ راقم: غلام علی ٹیلر ماسٹر۔ سکرٹری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء جلد ۳۱ نمبر ۲۴ ص ۱۴)

کیا مرزا صاحب نبی تھے؟

جناب پنڈت آتما نند ہلدوانی ضلع نینی تال لکھتے ہیں:

مرزا صاحب غلام احمد کی تحریروں کو پڑھنے سے دو باتیں دکھلائی پڑتی ہیں۔

اول یہ کہ مرزا صاحب نے نہ صرف نبوت سے انکار ہی کیا بلکہ آنحضرت محمد (ﷺ) کے بعد نبوت کے مدعی کو کافر اور دشمن اسلام کہا۔ دوسری بات یہ کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت و رسالت کیا جیسا کہ دافع البلاء صفحہ ۱۱ پر لکھا ہے کہ:

سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔

مرزا صاحب کے ان متضاد خیالات میں کسی قسم کی تطبیق ناممکن ہے اور اسی وجہ سے احمدی جماعت دو فرقوں میں تقسیم ہوگئی چنانچہ قادیانی احمدی مرزا صاحب کو نبی اور لاہوری احمدی مجدد مانتے تھے مگر لطف یہ کہ باوجود مرزا صاحب کے متضاد اقوال میں تطبیق نہ ہوسکنے کے بھی مرزا صاحب کو جھوٹا نبی نہیں سمجھتے بلکہ دونوں فرقے ایک دوسرے کو متعصب اور بے وقوف قرار دے رہے ہیں۔ دراصل بات یہ ہے کہ مرزا صاحب نہ تو نبی تھے اور نہ ہی مجدد۔ جب مسلمانوں کا مقابلہ ہو جاتا تھا تو ڈر کر فوراً ہر طرح کی نبوت سے کانوں پر ہاتھ دھر لیتے تھے اور جب اپنے چیلوں کے ہاتھ سے نکلنے کا ڈر ہوتا تھا تو آپ ان کی تشفی وتسلی کے لئے ایک درمیانی راہ تجویز کر لیا کرتے تھے اور درمیانی راہ نام کا نام ہی بدعت ہے اور کہتے کہ میں نے جو نبوت سے انکار کیا ہے وہ شرعی نبوت سے انکار ہے لیکن ظلی یا بروزی نبوت سے انکار نہیں کیا۔ لیکن چونکہ احمدی لوگ قدرتاً نرم دل پیدا ہوئے ہیں اس لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے چکموں میں آجاتے تھے۔ مرزا صاحب نے خود کئی موقعوں پر ہر طرح کی نبوت اور دعوی نبوت سے انکار کیا ہے مثلاً اشتہار ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں لکھتے ہیں کہ:

> میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔

یہاں وحی رسالت سے مراد صرف وحی شریعت ہی نہیں ہے بلکہ وحی نبوت بھی ہے کیونکہ حضرت آدم پر کسی شریعت کا آنا متصور نہیں کیا جاسکتا۔ پس جب وحی نبوت کا ختم ہو جانا مرزا صاحب مانتے ہیں پھر الہام اور نبوت کا دعوی صریح جھوٹا ہے ۔اسی بات کو مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴ پر یوں بیان فرماتے ہیں:

> پس اس سے بھی بہ کمال وضاحت ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اللہ دنیا میں آنہیں سکتا کیونکہ مسیح ابن مریم رسول ہے اور رسول کی حقیقت اور ماہیت میں یہ امر داخل ہے کہ دینوی علوم کو بذریعہ جبریل حاصل کرے اور ابھی ثابت ہو چکا ہے کہ اب وحی رسالت تابہ قیامت منقطع ہے،۔

۲۔ نیز ازالہ اوہام صفحہ ۲۹۳ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

لیکن خدا تعالی ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہ رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبریل کا آنا لازمی امر ہے اسلام کا تخت ہی الٹ دے۔

گویا جبریل کا اب آنا اور اسلام کا تخت الٹنا برابر امور ہیں۔

۳۔اس کی مزید توضیح مرزا صاحب ازالہ اوہام صفحہ ۷۶۱ پر یوں کرتے ہیں کہ:

اور باب نزول جبریل بہ پیرایہ وحی رسالت مسدود ہے اور یہ بات خود ممتنع ہے کہ دنیا میں رسول تو آوے مگر سلسلہ وحی رسالت نہ ہو۔

احمدی لوگ زیادہ سے زیادہ یہ درمیانی راہ (بدعت) اور نکال سکتے ہیں کہ حضرت جبریل کے صرف شرعی وحی لانے کی انقطاع مراد ہے نہ کہ دیگر الہامات نبوت ۔ لیکن جس حدیث مبارک میں حضرت جبریل کی مزید آمد کا انقطاع لکھا ہے وہ اس وقت کی ہے جب کہ حضور (ﷺ) رحلت فرما رہے تھے۔کہا جاتا ہے کہ اس وقت جبریل نے کہا کہ آپ کی موت کے ساتھ میرا دنیا میں آنا بھی بند ہوا اور اب میں تا قیامت دنیا میں کبھی نہیں آؤنگا۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضرت جبریل نہ صرف بعقیدہ اسلام شریعت ہی لاتے تھے بلکہ غیر تشریعی الہام بھی لے کر آیا کرتے تھے کیونکہ نہ تو یہ حدیث شرع قرآن میں شامل ہے اور قرآن شریف کی تکمیل حضرت محمد (ﷺ) کی وفات حسرت آیات سے قریباً تین ماہ پہلے ہو چکی تھی۔جیسا کہ آیہ الیوم اکملت لکم دینکم سے ظاہر ہے۔پس یہ ثابت ہے کہ حضرت جبریل کا وحی شریعت یا ہر کسی دیگر قسم کا الہام لے کر آنا تا بہ قیامت ناممکن یا مسدود ہے۔اس بات کی تصدیق کہ حضرت محمد (ﷺ) کی وفات تک شرع قرآن شریف کی تکمیل کے بعد بھی حضرت جبریل غیر تشریعی الہام لے کر تشریف لاتے رہے اور کہ بعد از وفات آنحضرت (ﷺ) جبریل کا آنا منقطع ہو چکا ہے خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی ازالہ اوہام صفحہ ۵۷۷ میں بدیں الفاظ تشریح کی ہے:

۴۔حدیثوں میں بتصریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ یہ تمام باتیں سچ اور صحیح ہیں تو پھر کوئی

شخص بحیثیت رسالت ہمارے نبی ﷺ کے بعد ہرگز نہیں آ سکتا۔

۵۔ نیز حمامۃ البشری صفحہ ۲۰ پر لکھتے ہیں:

کیف یجیء نبی بعد نبینا فقد انقطع الو حی بعد و فا ته و ختم به النبیین ۔(ترجمہ: ہمارے رسول کے بعد کوئی نبی کیونکر آ سکتا ہے حالانکہ ان کی وفات کے بعد وحی منقطع ہوگئی ہے اور خدا نے ان پر انبیاء کو ختم کر دیا)۔

اب جب کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی تصدیق فرماتے ہیں کہ جبریل کا تا بہ قیامت ہمیشہ کے لئے الہام لے کر آنا منقطع ہو چکا ہے، تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب پر الہام لانے والا کون تھا؟ احمدی بلکہ خود مرزا قادیانی بھی مانتے تھے کہ مرزا صاحب پر الہام لانے والا جبریل نہ تھا چنانچہ تحریک احمدیت حصہ اول صفحہ ۹۷ پر بقول مرزا صاحب مولوی محمد علی صاحب ایم اے لکھتے ہیں کہ:

ان کے علاوہ کچھ اور بھی امتیازات نبی اور محدث میں (خود) حضرت مرزا صاحب نے قائم کئے ہیں مثلاً یہ کہ نبی پر وحی نبوت کا نزول بذریعہ جبریل ہوتا ہے۔ غیر نبی پر وحی کا نزول بذریعہ جبریل نہیں ہوتا۔

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ یا تو الہام ہونے کا ڈھکوسلا ہی جھوٹا تھا ورنہ شیطان الہام دیتا تھا کیونکہ شیطان بعض مرتبہ بقول مرزا صاحب قادیانی خدا کا روپ بنا کر بھی اپنے دوستوں کو دھوکہ دے دیتا ہے جیسا کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آسمانی فیصلہ صفحہ ۳۸۔۳۹ پر لکھا ہے کہ:

حدیث صحیح سے ظاہر ہے کہ تمثل شیطان سے وہی خواب رسول بینی کی مبرا ہوسکتی ہے جس میں آنحضرت ﷺ کو ان کے حلیہ پر دیکھا گیا ہو۔ ورنہ شیطان کا تمثل انبیاء کے پیرایہ میں نہ صرف جائز بلکہ واقعات سے ہے اور شیطان لعین تو خدا تعالی کا تمثل اور اس کے عرش کی تجلی دکھلا دیتا ہے تو پھر انبیاء کا تمثل اس پر کیا مشکل ہے؟ اب جب کہ یہ بات ہے تو فرض کے طور پر اگر یہ مان لیں کہ کسی کو آنحضرت ﷺ کی زیارت ہوئی تو اس بات پر کیونکر مطمئن ہوں کہ وہ زیارت درحقیقت آنحضرت ﷺ کی ہے۔

پس جب کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی شیطان خدا کا رو بنا کر بھی

اپنے پیروؤں پر ظاہر ہوسکتا ہے تو اس کے لئے فرشتہ بن کر آنا کیا مشکل ہے؟ اس لئے عین ممکن ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ملہم وہی حضرت ہوں۔ تبھی تو کبھی مرزا صاحب کے الہام پورے نہیں ہوئے۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷۔اپریل ۱۹۳۴ء مطابق ۱۲ محرم ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۵ ص ۵۔۷)

سرسید احمد خان اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اخبار الحکم میں پرانے واقعات دہرائے جاتے ہیں۔اس ضمن میں سرسید احمد خان مرحوم کا ایک خط بھی اپنے حق میں فی الجملہ مفید جان کر نقل کیا ہے جس کا قصہ یہ ہے کہ

ایک زمانہ گذرا کہ حکیم نورالدین (خلیفہ اول قادیان) سرسید احمد خان کے مخلص دوست تھے۔انہوں نے سرسید احمد خان سے پوچھا کہ صوفی ترقی کرتا ہے تو کیا بنتا ہے۔سرسید احمد خان نے اپنے مذاق میں جواب دیا:

صوفی ترقی کرتا ہے تو مولانا نورالدین ہوجاتا ہے (الحکم ۱۴۔اپریل ۱۹۳۴ء)

اس سے نتیجہ نکالا جاتا ہے کہ سرسید احمد احمد خان، حکیم نورالدین صاحب کو بڑا باکمال بزرگ جانتے تھے۔اور حکیم صاحب ایسے باکمال جب مرزا غلام احمد قادیانی کے جانثار مرید ہوئے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کتنے باکمال ہوں گے۔

اس سوال کا جواب دینے کو ہم بھی سرسید احمد صاحب کا ایک خط نقل کرتے ہیں جو ہم تک بروایت خاصہ (بقلم خود مرزا صاحب) پہنچا ہے۔ناظرین اس کے سنجیدہ الفاظ بغور پڑھیں اور دو چار بار پڑھیں کہ سرسید احمد خان اپنی لطافت بیانی میں کیا کچھ فرما گئے ہیں۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے کہ سید صاحب نے اپنے ایک دوست کے نام جو

سیالکوٹ میں رہتے ہیں اس عاجز کی تالیفات کی نسبت لکھا تھا کہ وہ ایک ذرہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں یعنی بکلی صداقت سے خالی ہیں اور نہ صرف اس قدر بلکہ مجھے یاد پڑتا ہے کہ ایک دفعہ سید صاحب نے ایک اخبار میں چھپوا بھی دیا تھا کہ کسی سے الہامی پیش گوئیوں کا ظہور میں آنا یا مکاشفات و مخاطبات الہیہ سے مشرف ہونا ایک غیر ممکن امر ہے اور اگر کوئی ایسا دعوی کرے تو وہ مجانین میں سے ہے اور ایسے خیالات جنون کے مقدمات میں سے ہیں۔ اگر یہ خیالات دل میں راسخ ہو جائیں تو پھر وہ پورا پورا جنون ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۳۰ کا حاشیہ)

ناظرین! آج مرزا غلام احمد صاحب کے مخالف تصانیف میں مراق مرزا اور سوداء مرزا وغیرہ شائع ہوئی ہیں معلوم ہوتا ہے کہ سرسید احمد خان نے جو بغیر علم طب کے محض اپنی دور اندیشی سے رائے قائم کی تھی اس زمانہ کے مخالف طبیبوں کو بھی نہ سوجھی تھی اس لئے کہنا پڑتا ہے کہ سرسید احمد خان اپنی دور اندیشی میں صائب الرائے تھے، کیوں؟ اس کا جواب شیخ سعدی کے کلام میں سنئیے:

برائے جہاں دیدگان کارکن
کہ صید آز مودہ ست گرگ کہن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۹ محرم ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۶ ص ۴)

انی مہین من اراد اہانتک

ومعین من اراد اعانتک

یعنی خدا نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے وعدہ کیا تھا کہ جو کوئی تیری (اے مرزا) اہانت کا ارادہ کرے گا اس کو ذلیل کروں گا اور جو تیری مدد کا ارادہ کرے گا میں اس کی مدد کرونگا۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (میاں محمود احمد) نے جلسہ لائل پور میں یہ الہام حضرت مولانا محمد

حسین مرحوم بٹالوی پر لگا کر بتایا ہے کہ ایک دفعہ ان کو عدالت میں کرسی نہ ملی تھی بلکہ حاکم نے ان کو ڈانٹا تھا پس وہ الہام کے پہلے حصے میں آ گئے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ کن بھول بھلیوں میں پڑے ہوئے ہیں۔ ان کے والد (بڑے مرزا صاحب) نے بھی یہ بات لکھ کر شیخی بھگاری تھی جس کا جواب مولانا مرحوم نے فوراً دیا تھا کہ تمہارا یہ دعوی سرا سر جھوٹ ہے (مولانا مرحوم نے بڑی سختی سے اس افتراء کی تردید کی تھی ایسا افترا کرنے والے کو دجال بے حیا کذاب مفتری وغیرہ لکھا تھا۔ ہم مناسب نہیں جانتے کہ وہ عبارت پوری نقل کریں۔ جو صاحب دیکھنا چاہیں اشاعۃ السنہ ج ۱۸ نمبر ۹ ص ۲۸۰-۲۸۱ ملاحظہ کریں۔ ثناء اللہ امرتسری) اب جب کہ ایک شخص دنیا سے رخصت ہو گیا اس پر بہتان تراشنے کو سوائے اس کے اور کیا جائے کہ یہ اپنے باپ کی سنت پر عمل کرنا ہے اس لئے اس قصے کو تو ہم خدا کے سپرد کرتے ہیں اور خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب سے اس الہام کے ماتحت سوال کرتے ہیں کہ اس شخص نے مرزا غلام احمد صاحب کی اہانت کا ارادہ کیا تھا یا اعانت کا؟ جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے خود لکھا ہے:

> مدت سے آپ کے پرچہ.. میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں اور دنیا میں میری نسبت شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے آپ نے مجھے مفسد ٹھگ اور دکاندار اور کذاب مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی سمجھ رکھا ہے۔ (اعلان مرزا قادیانی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

ایمان سے بتایئے! یہ شخص جس کو بڑے میاں مخاطب کر کے ایسا لکھتے ہیں مرزا صاحب کے حق میں اہانت ارادہ بلکہ اہانت کرنے والا تھا یا اعانت کا؟ اعانت کا لفظ کہتے ہوئے تو آپ کی زبان اور قلم رک جائے گی کیونکہ اس شخص کے حق میں مرزا جی نے موت مانگی ہوئی ہے پھر اس میں کیا شک ہے کہ اس دشمن کا ارادہ بلکہ فعل اہانت ہی ہو گا۔ پھر ایمان سے بتائیگا کہ ان ہر دو مقابلین میں سے اہانت کی کس کی ہوئی اور اعانت کس کی مزید ثبوت کے لیت مندرجہ ذیل دو واقعات پر نظر غائر ڈالئے

۱۔ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو بوقت انتقال مرزا صاحب

۲۔ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ بوقت اداء تاوان تین سو، کس کی اہانت ہوئی اور

کس کی اعانت ؟ چونکہ یہ شخص آج تک زندہ ہے (بلکہ یہ حروف لکھ رہا ہے) اس لئے اس کے حق میں جو چاہو کہو مردوں پر افتراء کر کے زندوں کو کیوں تکلیف پہنچاتے ہو؟ سنو

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

ناظرین کرام! ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ خدا کو مانتے ہیں تو دینی کام میں اس قسم کی چالاکی سے حق کو کیوں چھپاتے ہیں۔

احمدی ممبرو! بڑے میاں نے مجھ کو ابوجہل کا خطاب دے کر اپنے حق میں بدترین دشمن لکھا ہوا ہے جو میرے لئے باعث فخر ہے۔ اس لئے زبان سے نہیں بلکہ ایمان سے کہنا میرے مقابل کبھی تم کو فتح نصیب ہوئی ؟

زیادہ نہیں تو رام پور کا مباحثہ ہی یاد کرلو، جہاں سے تمہارے زبدۃ الاخوان نواب صاحب رام پور کو بزبان حال بدیں الفاظ مخاطب کرتے ہوئے نکلے تھے:

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچے سے ہم نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۷ ص ۳۔۴)

مرزا قادیانی فیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب ہم سنتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی باوجود کثرت مخالفت کے بڑے کامیاب ہو کر دنیا سے گئے ہم اس جملہ کو اس سے زیادہ حیرت سے سنا کرتے ہیں جو عیسائیوں کی تقریر یا تحریر سے سنا کرتے ہیں کہ مسیح کی الوہیت ایک معقول امر ہے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ مسیح کی الوہیت سے مسیحیت مرزا زیادہ معقول اور دلپذیر ہے۔ کیوں؟ اس لئے کہ: شنیدہ کے بود مانند دیدہ

احمدی لوگ مرزا غلام احمد صاحب کی کامیابی کا اظہار کرنے پر بہت سے ہوائی قلعے بنایا کرتے ہیں مگر کبھی کبھی سچ ان کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے۔ چنانچہ میاں

محمود احمد خلیفہ قادیانی نے اپنی لائلپوری تقریر میں ایک بات بالکل سچ کہی ہے، جو ہمارے مضمون کی بنیاد ہے پس ناظرین اسے بغور پڑھیں۔لیکن بہتر یہ ہے کہ اس کے پڑھنے سے پہلے مرزا صاحب کے آنے کا مقصد خود ان کی زبانی سنیں اور غور سے سنیں۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں

۱۔مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہو جائیں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے۔

۲۔اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا (مسیح) نظر نہ آئے دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔

(اخبار الحکم قادیان۔ ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

نمبر دوم کا جواب تو عیسائی اخبارات نورافشان، المائدہ، النجاۃ وغیرہ دیں گے کہ مسیح کی الوہیت دنیا سے اٹھ گئی یا ہنوز باقی ہے؟ ہماری غرض پہلے نمبر سے ہے۔ پس ناظرین نمبر اول کو پھر ایک دفعہ غور سے پڑھ کر ذہن نشین کرلیں اور مندرجہ ذیل بیان میاں محمود احمد کا پڑھیں جو انہوں نے لائلپور کے جلسہ میں فرمایا:

اپنے نفس کو ٹٹولو۔کیا آج کے مسلمان وہی ہیں جو رسول اللہ ﷺ پیدا کرنا چاہتے تھے۔بحث اور ہار جیت کے خیال کو دل سے نکال کر ہر شخص اپنے گھر میں دروازے بند کر کے بیٹھے اور مخلی بالطبع ہو کر غور کرے کیا میں وہی مسلمان ہوں جو محمد مصطفیٰ ﷺ پیدا کرنا چاہتے تھے۔اور پھر دیانتداری کے ساتھ اس کا نفس جو جواب دے وہ آکر مجھے بتائے۔پھر اپنے محلے والوں اپنے گاؤں یا شہر والوں، اپنے ضلع اور صوبہ والوں کے متعلق یہی سوال کرے کہ کیا یہ وہی مسلمان ہیں جو رسول کریم ﷺ بنانا چاہتے تھے۔میں اچھی طرح جانتا ہوں کہ سو میں سے سو کو یہی جواب ملے گا کہ ہرگز نہیں۔ اور جب یہ حالت ہے تو مسلمان غیر مسلموں میں کیسے تبلیغ کر سکتے ہیں۔ آج ہی اس کا تجزیہ کرلو۔غیر مسلموں کے پاس جا کر تبلیغ کرو۔ان میں سے ہر ایک یہی جواب دے گا کہ اگر یہی مسلمان ہیں جو اسلام پیدا کرنا چاہتا تھا

تو ہم ان سے دور ہی اچھے ہیں۔ (الفضل قادیان۔۲۲۔اپریل۱۹۳۴ءص ۷)

ناظرین کرام! میاں محمود احمد صاحب کے اس بیان میں ذرہ بھی غلطی نہیں بے شک آج کل کے مسلمان ایسے ہی ہیں کہ ان کے اسلام پر کفر فخر کرسکتا ہے۔ نہ ان کے عقاید ٹھیک نہ ان کے اعمام درست نہ ان کے معاملات صحیح نہ ان کے اخلاق معقول۔ مساجد ان سے خالی، قمارخانے اور جیل خانے ان سے بھرپور۔ کہاں تک مسلمانوں کی حالت کا نقشہ بتایا جائے۔ بہت بری حالت ہے۔ اسلئے ہم کہتے ہیں کہ میاں محمود احمد صاحب نے یہ فقرات بالکل سچ کہے ہیں۔ پس

احمدی ممبرو! ذرہ سوچو۔ میدان محشر پر ایمان ہے تو اسے یاد کر کے غور کرو کہ مسلمان ہاں وہ مسلمان جن کا ذکر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بہت مختصر لفظوں میں بیان کیا ہے وہی ہیں جو خدا کے نزدیک مسلمان ہو سکتے ہیں۔ اس کے بعد ہمارے سوال کا جواب دینا: کیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے مقاصد میں پاس ہوئے یا فیل؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۷ ص ۴۔۵)

حلف موکد بعذاب کا تقاضا

بے حیائی تیرا آسرا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

ہمارے مخاطب قادیانی دوست ایسے کچھ قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ ٹلتے ہی نہیں۔ بڑے میاں (مرزا غلام احمد قادیانی) اپنے اعلان کے موافق (کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا) انتقال کر گئے جسے آج ربع صدی گذر چکی ہے۔

اس کے بعد یہ لوگ مباحثہ میں مغلوب ہوئے، سہ صد جرمانہ دیا۔ تاہم آج بھی اکڑ کر بڑے زور سے اعلان کر رہے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ موکد بعذاب حلف اٹھائے تو دس ہزار بلکہ اکیس ہزار انعام لے۔

اس کے جواب میں کہا گیا بندہ خدا جدید شریعت نہ بناؤ بلکہ شریعت محمدیہ میں دکھاؤ کہ منکر (کافر) پر حلف آتی ہے؟ اور حلف بھی مؤکد بعذاب۔ بھلا ان باتوں

کا جواب کیا دیں گے۔ پھر بھی ہم وعدہ کرتے ہیں کہ اگر ہمارا مطالبہ ثابت کر دیں تو ہم ان کو مبلغ ایک سو روپیہ نقد انعام دیں گے جو مسلمہ منصف کے فیصلہ کے بعد ان کے حوالے کیا جائے گا۔

آج جس مضمون پر ہم یہ نوٹ لکھ رہے ہیں وہ یہ ہے کہ ہم تقاضا کرتے ہیں کہ ہم تمہاری مطلوبہ حلف اٹھانے کو طیار ہیں بشرطیکہ تم خلیفہ قادیان (محمود احمد) سے اعلان کرا دو کہ بعد حلف مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال تک زندہ رہا تو دوسرے سال کے پہلے ہی روز میں (محمود احمد) اپنے والد کو دعوی مسیحیت میں جھوٹا جانوں گا۔ اس کے جواب میں ایک نئی پیچ نکالی گئی ہے جس سے یقیناً معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ میرے مقابلے سے واقعی اتنا دوڑتے ہیں جتنا شیر کے مقابلے میں نہتا انسان بلکہ گیدڑ دوڑتا ہے۔ ناظرین بغور پڑھیں کہ جواب کیا دیتے ہیں اور کس عقل وفہم سے دیتے ہیں کہ:

> تم مولوی ثناء اللہ کم سے کم ۶۶ ہزار اہل حدیثوں کے دستخط کرا کر ہم کو بھیج دیں کہ مولوی ثناء اللہ اگر ایک سال کے اندر مر گئے تو ہم سارے ۶۶ ہزار اہل حدیث، احمدی ہو جائیں گے۔ (الفضل قادیان یکم مئی ۱۹۳۴ء ص ۸)

(۶۶ ہزار اس لئے کہ بقول خود مرزائی ۶۶ ہزار ہیں)

مگر ان عقل مندوں نے یہ نہ سمجھا کہ ہم کن دو میں دخل دیتے ہیں اور کس سے ۶۶ ہزار کا مطالبہ کرتے ہیں۔

او عقلمندو! سنو! میں وہ شخص ہوں جس (اکیلے) کو تمہارا نبی (مرزا غلام احمد) مخاطب کرتا رہا ہے یہاں تک کہ آخری فیصلہ کی پیش گوئی میں خاص اپنی اور میری شخصیت کی موت کو مدار فیصلہ قرار دیا تھا۔ کسی ایک بھی متنفس (اہل حدیث یا اہل اسلام) کا میرے ساتھ ضمیمہ نہیں لگایا۔ بس میں تو وہی ہوں اور میری حیثیت اب بھی وہی ہے جو پہلے تھی کہ بحکم ان ابراھیم کان امۃً، میں، اکیلا، سب ہوں۔ دوسری طرف اس وقت وہ شخصیت نہیں رہی جو پہلے تھی اس لئے بطور نیابت ان کے گدی نشین کو میں مخاطب کر کے وہی نسبت تسلیم کرتا ہوں جو پہلے ہم دونوں (مرزا و ثناء اللہ) میں تھی۔ اس کی یہ مثال بالکل واضح ہے کہ ایڈورڈ بادشاہ انگلستان و ہندوستان دوسرے بادشاہوں کے مخاطب ہوتے تھے اب ان کے انتقال کے بعد بعینہ بلا کسی مزید شرط کے موجودہ

بادشاہ جارج پنجم ان کے قائم مقام ہیں نہ کسی بادشاہ کی طرف سے کوئی مزید شرط ہوئی نہ ان کی طرف سے ہوئی بلکہ محض قائم مقامی کافی سمجھی گئی۔ٹھیک اسی طرح بفضلہٖ تعالی میری طرف سے کوئی تبدیلی نہیں ہوئی اس لئے میں تو اب بھی وہی ہوں جو پہلے تھا۔ چونکہ قادیانی پارٹی میں میرا اصل مخاطب نہیں رہا اس لئے ان کا قائم مقام بغیر کسی شرط کی کمی بیشی کے میرا مخاطب سمجھا جائے گا جو کوئی مزید شرط لگاتا ہے وہ ان دو باتوں میں سے ایک کا اعلان کرے تو جواب لے

۱۔مرزا غلام احمد بانی سلسلہ احمدیہ نے غلطی کی جو مجھ سے ۶۶ ہزار دستخط نہیں مانگے۔

۲۔ میاں محمود احمد کا درجہ اپنے باپ سے بڑا ہے اس لئے تمہاری (ثناءاللہ کی) شخصیت ان کے لئے کافی نہیں ہوسکتی بلکہ اس کی تلافی کے لئے ۶۶ ہزار اشخاص کے دستخطوں کا اقرار نامہ ہونا چاہیے۔اگر ان دوصورتوں میں سے کوئی بھی منظور نہیں تو پھر ایسی پچ لگانے کا سبب سوائے بزدلی اور خوف قلبی کے کیا ہوسکتا ہے۔سچ ہے:

خودسوئے ما ندید وحیا را بہانہ ساخت

پس قادیانی ممبرو! اپنے خلیفہ سے ہمارے مطالبہ کا اعلان کھلے کھلے الفاظ میں کراؤ اور میدان عیدگاہ امرتسر میں آکر کافر(منکر) پرحلف کا ثبوت پیش کرو اور ساتھ ہی ہم سے حلف لے لو۔دیکھو جلدی کرو ایسا نہ ہو کہ لوگ کہنے لگ جائیں

مرزا نہ داشت تاب جدال ابو الوفاء
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۳ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۸ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب کی قسمیں

جناب مولوی محمد مہرالدینؒ،میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

مرزائی دوستو! مرزا غلام احمد صاحب نے کھلے الفاظ میں فرمایا

ہمیں خدا کی قسم ہے کہ میں اس بات میں سچا ہوں کہ خدا نے مجھ سے فرمایا کہ مرزا احمد بیگ کی دختر سے میرا نکاح ہوگا اور اگر دوسرے کے ساتھ ہوا تو

اڑھائی تک شوہر اور تین سال تک اس کا والد فوت ہو جائے گا۔

(افادۃ الافہام۔ ص ۱۹۴۔۲۰۵)

پھر نہ مرزا قادیانی سے اس لڑکی کا نکاح ہوا، نہ اس مدت معینہ میں دونوں (احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد) کا انتقال ہوا۔ اب اس سے کیا سمجھا جائے۔ کیا فی الحقیقت خدا نے ان کو یہ خبریں دی ہوں گی؟ یا وہ مرزا غلام احمد صاحب کی تراشی ہوئی تھیں۔ جب ہم خدا تعالی کی شان پر اور مرزا صاحب کی کاروائیوں پر نظر ڈالتے ہیں تو بمقابلہ اس کے کہ خدائے تعالی پر جھوٹ اور بے علمی اور عجز کا الزام لگایا جائے، مرزا صاحب کی جانب صرف جھوٹ کا الزام لگانے میں کوئی ہرج نہیں دیکھتے۔ خصوصاً اس وجہ سے کہ انہوں نے عقلی معجزات کی ایک نئی مد قائم کی ہوئی تھی۔ اس سے یہ امر بھی مبرھن ہو گیا کہ مرزا غلام احمد نے عقلی معجزات میں جھوٹ سے بھی مدد لی ہے اور صرف جھوٹ ہی ہوتا تو چنداں مضائقہ نہ تھا غضب یہ ہے کہ جھوٹ کو قسم سے موکد بھی کرتے ہیں جس سے سیدھے سادھے مسلمان دھوکہ کھا کر یقین کر لیں کہ وہ خبر بالکل صحیح ہے۔

جب تک مدت مذکورہ منقضی نہیں ہوئی تھی ہر شخص کا خیال تھا کہ جب ایسے معزز شخص جو ظاہراً مقدس بھی ہیں قسم کھا کر کہتے ہیں کہ خدا نے وہ مدت ٹھہرائی ہے تو ممکن بلکہ ضرور ہے کہ ایسا ہی ہوگا۔ اور کسی کو مجال نہ تھی کہ چون و چرا کرے۔ کیونکہ خدا کے معاملے میں کون دخل دے سکتا ہے۔

یہاں تک کہ ہندو، پادری، وغیرہ ساکت بلکہ اس فکر میں تھے کہ اگر پیشگوئی پوری ہو جائے تو اسکا کیا جواب ہوگا۔

غرض کہ ہزاروں آدمی اڑھائی تین سال تک سخت فکر میں حیران و پریشان رہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس مدت میں خوش تھے کہ اڑھائی تین سال تو عیسویت بغیر کھٹکے کے چل جائے گی۔ اس کے بعد اگر زندگی باقی رہی تو کوئی بات بنالی جائے گی بیوقوں کو دھوکہ دینا کون سی بڑی بات ہے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا کہ مدت گذرتے ہی فرما دیا کہ بھائیو! ان لوگوں نے توبہ کر لی ہے اس لئے بچ گئے (مرزائی سجنو! ہمیں بھی سمجھا دو کہ وہ کون سی حد توڑی گئی تھی جس سے انہوں نے توبہ کی) خوش اعتقادوں نے یہ سن کر پھر دھوکہ کھایا اور کسی نے اس کو نہ سوچا ور نہ دریافت کر لیتے کہ حضرت، خدا نے آپ

کے ذریعہ سے حکم بھیجا تھا کہ اگر وہ آپ کے ساتھ نکاح نہ کردیں تو تین سال کے اندر ان کو سزائے موت ہوگی اورانہوں نے تین سال بلکہ کئی تین سال تک خدا کے حکم کو نہ مانا۔ مدت گزرنے کے بعد بھی اسی نافرمانی میں اڑے چلے گئے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے خدا کی بات تو ہرگز نہیں مانیں گے۔ پھر انہوں نے توبہ ہی کیا کی؟ اگر توبہ کرتے تو نکاح سابق کو فسق کرکے اپنے کئے پر نادم و پشیمان ہوتے اور آنجہانی کے ساتھ نکاح کردیتے۔ جب یہ نہ کیا تو توبہ کیا اور رجوع کیا؟ یہ سب فضول اور بے کار اور بے مطلب باتیں ہیں۔ صدق اللہ تعالیٰ: لا تطع کل حلا ف مهين

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۳ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۸ ص ۵۔۶)

مراقی نبی: نبوت قادیان کی حقیقت

حکیم عبدالرحمٰن صاحبؒ خلیق تیجہ کلاں ضلع گرداسپور لکھتے ہیں:

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

حضرات قبل ازیں ہماری جانب سے ایک مضمون موسومہ، مراق کے خواص، اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۳۳ء میں چھپ چکا ہے جس میں ہم نے ہر طرح اتمام حجت کرکے ہوئے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مجنون، مخبوط الحواس، اور مراقی ثابت کیا تھا۔ سنا گیا ہے کہ قادیانی حضرات اس مضمون کا جواب لکھنے کی تیاری کررہے ہیں جن میں مولوی نور احمد صاحب لودی ننگلی کا اسم گرامی خاص طور سے پیش کیا جاتا تھا، مگر افسوس:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

آج تک مرزائی حضرات اس کا جواب لکھنے کی جرأت نہ کرسکے اور ہمارے دلائل اور حقائق کے سامنے سرتسلیم خم کرکے مرزا غلام احمد کو ایک معنی سے مجنون مراقی تسلیم کرلیا۔ آج ہم پھر اپنے ناظرین کو اسی ویران شدہ قادیانی باغ کی سیر کراتے ہیں۔

قرآن کریم میں بڑی تحدی سے صادق نبی کی شناخت کو یہ چیز پیش کی گئی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

قل انّما اعظکم بوا حدۃ ان تقو موا للّٰہ مثنی و فرا دی ثمّ تتفکّروا ما بصا حبکم من جِنّۃ (سبا:۴۶) (یعنی اے محمد ان کفار کو کہہ دو کہ تم سب مجتمع ہو کر یا فرداً فرداً اس امر پر غور تو کرو کہ مجھ میں کسی طرح کا جنون تو نہیں)

مختصر مطلب یہ کہ خدا تعالیٰ کے فرستادہ نبی اور رسول پاگل اور مجنون نہیں ہوتے۔ اور اگر یہ امر ثابت ہو جائے کہ مدعی نبوت پاگل اور مجنون ہے تو یقیناً اس کی نبوت و رسالت بھی باطل ہے۔ اب ہمیں یہ دیکھنا منظور ہے

کہ آیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے افعال و اقوال اور حرکات میں اس چیز کی جھلک نظر آتی ہے یا نہیں؟

آیا وہ صحیح معنوں میں نبی، رسول، مسیح، مجدد، محدث، کرشن وغیرہ تھے یا دلائل اور حقائق کی روشنی میں پاگل اور ماؤف الدماغ۔

اور آیا ان کی الہامی آسمانی اور زمینی زندگی کے واقعات نبیوں رسولوں اور صحیح الدماغ اشخاص سے نسبت رکھتے ہیں، یا ان کا تعلق ماؤف الدماغ، مخبوط الحواس، مراقی، مجنون اور پاگلوں سے ہے۔

زیادہ تفصیل سے ہم صرف چند واقعات ناظرین کے سامنے رکھ کر انصاف کے خواہاں ہیں: قیاس کن زگلستان من بہار مرا

ناظرین کرام! یہ امر تو بدیہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مرض مراق تھا۔ (ملاحظہ ہو اخبار بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۵۔ الحکم ج ۵ نمبر ۴۹۔ رسالہ منظور الٰہی صفحہ ۳۴۸، ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء صفحہ ۶، ۹، ۱۰۔ ریویو آف ریلی جنز۔ اپریل ۱۹۳۵ء صفحہ ۴۵)

اور یہ امر بھی ایک حقیقت ثابتہ اور امر واقعی کا درجہ رکھتا ہے کہ مراق مالیخولیا کی ایک قسم ہے۔ بلکہ ہمارا دعویٰ ہے کہ لفظ مراق مفرد طور پر جب بھی استعمال ہو، تو اس کے معنی یقیناً! یہی ہوتے ہیں۔ اور یقیناً اس سے مراد یہی مالیخولیائے مراقی ہوا کرتا ہے۔ دگر ہیچ۔ بشرطیکہ لفظ مراق کے استعمال سے مقصود کسی مرض کا اظہار کرنا ہو جیسا کہ مرزا صاحب اور دیگر مرزائیوں نے کیا ہے۔ طبیبوں کے ہاں بھی یہی معمول

ہے اس چیز کا ہمارے پاس ثبوت موجود ہے اگر کوئی شخص اس دعوی کو باطل کرنے کی استعداد رکھتا ہے تو میدان میں آیت چشم ما روشن دل ما شاد ۔ میں ہر وقت بحث کے لئے تیار ہوں کہ لفظ مراق مفرد طور پر صرف اور صرف مالیخولیا مراقی کے معنی میں مستعمل ہے میں کتب طب ۔ کتب لغت، اقوال مرزا، اقوال امت مرزا، غرض کہ ہر طرح اور ہر طریق سے اس امر کو پایہ ثبوت کو پہنچا سکتا ہوں ۔ انشاء اللہ

کیا میں امید رکھوں کہ کوئی مرزائی طبیب یا ڈاکٹر یا مولوی وغیرہ اس خاردار میدان میں قدم رکھنے کی جرأت کرے گا ؟ دیدہ باید ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء ص ۲)

☆ موضع لودہی ننگل ضلع گورداسپور میں ۲۴ ۔ اشخاص مرزائی ہو گئے تھے مگر خدا کے فضل سے پھر تائب ہو کر داخل اسلام ہوئے ۔ الحمد للہ (حافظ گوہر دین مبلغ اہل حدیث کانفرنس)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۳ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۸ ص ۱۴)

مرزا نمبر کیوں شائع ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

متمدن قوموں کا دستور ہے کہ وہ محض اپنی فتح ہی کو نمایاں نہیں دکھایا کرتیں بلکہ کمزوری اور مغلوبی کے نشان بھی بحال رکھا کرتی ہیں تا کہ پچھلی نسلیں ان سے عبرت پائیں ۔ جنگ عظیم کے دنوں میں جرمن جہاز اڈن نے مدراس کی بندگاہ اور ہائی کورٹ پر جو گولہ باری تھی انگریزی حکومت نے تاریخی واقعہ دکھانے کو اس کے نشانات اب تک بحال رکھے ہوئے ہیں ۔

قادیان سے آواز اٹھی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے انتقال کے دن (۲۶ مئی) کو مرزا صاحب کی یادگار میں خاص نمبر نکالا جائے ۔ قادیانیوں سے تو یہ توقع ناممکن ہے کہ وہ اڈن کا نشان بھی دکھائیں یعنی اپنی مغلوبی اور کمزوری اپنے ناظرین تک پہنچائیں کیونکہ یہ لوگ کمزوری کو بھی زور کی صورت میں دکھانے کے عادی ہیں ۔ اس لئے ضرورت ہوئی کہ تصویر کا دوسرا رخ اہل حدیث میں دکھایا جائے

کیونکہ مرزا صاحب نے اہل حدیث کے سامنے جان فدائی تک دریغ نہیں کیا بلکہ جو اعلان کیا تھا وہ پورا کیا اور دنیا کو دکھا دیا کہ میرا وہ اعلان ان دنیا دار بادشاہوں جیسا نہیں ہے جو کہا کرتے ہیں کہ، وعدہ توڑنے کے لئے ہوتا ہے۔ بلکہ میں نے جو اعلان کیا پورا کر دکھایا۔ چنانچہ وہ اعلان درج ذیل ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

(یہ اشتہار اوپر نقل ہو چکا ہے۔ بہاء)۔ ناظرین! اس اعلان کی جتنی بھی قدر اور عزت کی جائے تھوڑی ہے کیونکہ مرزا صاحب نے اس کے شروع میں بالفاظ خداوندی حلف اٹھا کر اس مضمون کو صحیح اور قطعی قرار دیا یعنی لکھا ہے کہ یستنبئونك احق هو قل ای و ربی انه لحق مطلب اس آیت کا مرزا صاحب کے منشا میں یہ ہے کہ جو کچھ اس اعلان میں لکھا ہے خدا کی قسم بالکل سچ ہے۔ پس یہ اعلان جملہ خبریہ کی صورت میں ہو گیا۔ جملہ خبریہ بھی معمولی نہیں بلکہ موکد بقسم۔ پس سارے اعلان مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> اگر میں (مرزا قادیانی) مفتری اور کذاب ہوں تو خدا کی قسم میں مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مر جاؤنگا۔

یہ تو ہے مضمون اعلان مع قسم۔ اسی کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ اقرار صادق بھی شامل کر لیں:

> و القسم یدل علی ان الخبر محمول علی الظاهر لا تاویل فیه و الا فای فائدة کانت فی ذکر القسم (حمامة البشری ص ۱٤)
>
> کہ قسم اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ خبر کے ظاہری معنی مراد ہیں کوئی تاویل نہیں۔ ورنہ قسم ذکر کرنے میں کیا فائدہ؟

پس مرزا صاحب قادیانی کا جملہ خبریہ (اگر میں مفتری ہوں تو ہلاک ہو جاؤنگا) اور ان کی قسم اور قسم کے نتیجے کی تصدیق یہ سب امور اس قابل لحاظ ہیں۔ انّ فی ذلك لذکری لمن کا ن له قلب او القی السمع و هو شهید

احمدی ممبرو! دنیا میں تو انسان کی زبان چلتی رہتی ہے لیکن ایک وقت آئے گا کہ غلط گوئی سے زبان بند ہو جائے گی اس سے پہلے پہلے مرزا صاحب کے اس جملہ خبر

یہ پر ایمان لے آؤ ایسا نہ کہ

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۹ ص ۵)

زلزلہ بہار موعود قادیانی نہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں کوئی بھی آفت آئے یا کوئی بھی مصیبت انسانوں پر نازل ہو، قادیانی پریس اس کو فوراً اپنی صداقت کی دلیل بنالیتا ہے۔ اس کے مقابلے میں ہماری تحقیق یہ ہے کہ ہم ہر ایک واقعہ میں ان کی تکذیب پاتے ہیں۔ جیسا کہ کسی عارف خدا کا قول ہے وکل شیء له آیة تدل علی انه کاذب یعنی ہمیں ہر چیز میں دلیل ملتی ہے کہ مدعی مسیحیت جھوٹا ہے۔ زلزلہ بہار نے بوجہ ہیبت اور خوفناک تباہی کے دنیا کی نظریں اپنی طرف پھیرلیں۔ امت مرزائیہ کی نظر بھی پھیرلی۔ مگر دونوں نظروں میں فرق ہے۔ جیسے بحکم الٰہی کہیں کوئی مکان گر پڑے تو ہمدردان انسانیت بطور ہمدردی بھاگے جاتے ہیں، مگر لٹیرے سامان جمع کرنے کی خاطر دوڑے جاتے ہیں۔ زلزلہ بہار کے متعلق اخبار اہل حدیث ۲ اور ۱۶ مارچ (۱۹۳۴ء) میں مفصل مضمون لکھا گیا تھا جس میں ثابت کیا گیا تھا کہ زلزلہ بہار مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے کافی ہے۔ مگر مرزائی اور خاموشی؟ اجتماع ضدین کی طرح ناممکن ہے۔ چنانچہ ۲۹ اپریل ۱۹۳۴ء کے الفضل قادیان میں ہمارے مضمون کا جواب نکلا ہے۔ جواب کیا ہے، گویا جواب سے جواب ہے۔

ہم نے زلزلہ بہار کے متعلق تین امور لکھے تھے۔

۱۔ حسب تصریح مرزا، زلزلہ ان کی زندگی میں آنا چاہیے تھا، جو نہیں آیا۔

۲۔ حسب تصریح مرزا صاحب، موسم بہار میں آنا چاہیے تھا جو نہیں آیا، اس کے برعکس ۱۵ جنوری کو آیا، جبکہ سخت سردی کا زمانہ ہوتا ہے۔

۳۔ حسب تصریح مرزا قادیانی، زلزلہ موعودہ صبح کے وقت آنا چاہیے تھا جو نہیں آیا۔

بلکہ بعد دو پہر اڑھائی بجے آیا۔

یہ تینوں امور ایسے صاف اور صریح ہیں کہ نہ قیاس سے تعلق رکھتے ہیں نہ استنباط سے۔ بلکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارات سے صاف صاف مفہوم ہوتے ہیں۔ چنانچہ وہ عبارات ہم محولہ بالا پرچوں میں نقل کر چکے ہیں۔ آج ہم مجیب کے مضمون کی روح اخذ کر کے جواب دیتے ہیں۔ ناظرین عموماً اور افراد امت مرزائیہ خصوصاً غور سے پڑھیں اور سنیں۔ مگر جواب پیش کرنے سے پہلے اتنا کہنا بے جا نہ ہوگا کہ ہمارے اعتقاد میں ایک دن ایسا آنے والا ہے جس کی شان میں وارد ہے یوم تبلی السرائر فماله من قوة ولا ناصر 'اس روز سب بھید کھل جائیں گے پھر نہ کسی میں مدافعت کی قوت ہوگی نہ کوئی کسی کا مددگار ہوگا' پس ہر ایک ناظر اس آیت کو سامنے رکھ کر ہمارا مضمون پڑھے۔

قادیانی مجیب کے مضمون کی روح اتنی ہے کہ

> مرزا صاحب نے اپنی زندگی میں زلزلہ کے آنے کی خبر دی تھی مگر بعد ازاں دعا کی تھی کہ رب اخروقت هذا اے خدا! یہ زلزلہ کچھ پیچھے ڈال دے۔
> پس بروز ۲۸ مارچ ۱۹۰۶ء آپ کو الہام ہوا اخره الله الى وقت مسمى یعنی اللہ نے اس میں تاخیر ڈال دی ہے وقت مقررہ تک۔
>
> (الفضل ۲۹۔ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۵۔۶)

قادیانی مجیب اس دعا اور جواب سے نتیجہ نکالتا ہے کہ زلزلہ بہار ہے تو وہی موعودہ زلزلہ جو مرزا صاحب کی زندگی میں آنا چاہیے تھا لیکن حسب دعا اور حسب قبولیت دعا حیات مرزا سے پیچھے ڈالا گیا۔

اب ہمارا فرض بنتا ہے کہ حسب عادت خود مرزا صاحب ہی کی تحریرات سے دکھائیں کہ زلزلہ مؤخرہ موعودہ زلزلہ نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ ہمارا جواب پڑھ کر ناظرین دو باتوں کا فیصلہ بآسانی کر لیں گے۔

۱۔ اہل حدیث کلام مرزا کو امت مرزا صاحب سے زیادہ جاننے والا ہے۔

۲۔ امت مرزائیہ اگر ہمارا پیش کردہ حوالہ جانتی ہے تو اس کو چھپانے سے بددیانتی کا مظاہرہ کرتی ہے۔

پس سنیے! مرزا صاحب نے جس زلزلہ کے مؤخر ہونے کا اعلان کیا تھا' اس کے متعلق کچھ اور بھی کہا تھا۔ یعنی اس زلزلہ کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھیانوی کی بیوی ، محمدی بیگم کے بطن سے ایک لڑکا بشیر الدولہ پیدا ہوگا۔ یہ ضروری شرط ہے۔ جب تک یہ لڑکا پیدا نہ ہو، زلزلہ مؤخرہ نہ آئے گا۔ واقعہ یہ ہے کہ (مرزا کی اس تحریر کے بعد) محمدی بیگم مذکورہ کے بطن سے ایک لڑکی کے سوا کوئی لڑکا پیدا نہ ہوا۔ ہمارے اس بیان کا ثبوت مرزا صاحب کے الفاظ میں سنیئے ۔فرماتے ہیں :

' پہلے یہ وحی الٰہی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے۔ اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد کی بیوی، محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا۔ اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں دنیا میں آئیں گی۔ ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔ اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔ مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔ اس دعا کا اللہ تعالیٰ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ خود فرماتا ہے ربّ اخّروقت ھذا۔ اخره الله الى وقت مسمى یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔ اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکی ہے۔ اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوتی لہٰذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے۔ اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔ یاد رہے کہ یہ خدا تعالیٰ کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دیدی کہ اس میں بموجب وعدہ اخرہ اللہ الی وقت مسمی ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شائد وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا

کچھ اعتبار نہ ہوتا۔ اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہوگئی۔

(حقیقت الوحی۔ص ۱۰۰ و ۱۰۱ کا حاشیہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین غور فرمائیں، تحقیق اس کا نام ہے یا اس کا جو مرزائی مجیب کرتے ہیں کہ کلام مرزا بقول شخصے آدھا تیتر آدھا بٹیر کتر بیونت کر کے خراب کرتے ہیں۔ پھر یہ بھی نہیں سوچتے کہ سامنے کون ہے۔ ہمارا خیال ہے کہ مرزا صاحب عالم ارواح میں کسی کو ملیں تو یہی شکائت کرتے سنے جائیں گے کہ 'ہائے میری امت نے مجھ کو بدنام کیا' پس زلزلہ مؤخرہ بوجہ نہ پائے جانے شرط کے بالکل غتربود ہوگیا کیونکہ محمدی بیگم زوجہ پیر منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا نہ ہوا یہاں تک کہ وہ خود دنیا سے کوچ کرگئی۔ (محمدی بیگم کی موت ۹ اکتوبر ۱۹۰۸ء کو ہوئی۔ دیکھئے تذکرہ ص ۷۵۳ حاشیہ) احمدی دوستو۔ کوئی ہے جو ہمارے پیش کردہ واقعات کی واقعات سے تردید کر سکے'۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۹ ص ۴۔۶)

محمدی بیگم کا آسمانی نکاح صحیح ہے اور اعتراض غلط

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سچ تو یہ ہے کہ آسمانی نکاح والی پیش گوئی نے جماعت احمدیہ کی کمر توڑ رکھی ہے جہاں مقابلہ ہوا مخالفوں نے آسمانی نکاح پیش کر دیا آج ہم امت مرزائیہ کی مشکل حل کئے دیتے ہیں گو ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ شکر گذار نہیں ہوں گے لیکن ہمیں ان سے شکرگزاری کی تمنا نہیں بلکہ محض فرض کی ادائیگی مقصود ہے مسئلہ شرعی تو یہ ہے کہ جس واقعہ کی دو معتبر گواہ شہادت دیں وہ صحیح سمجھا جائے آج ہم اس قانون کی رو سے دو معتبر گواہ پیش کرتے ہیں جو جماعت احمدیہ میں چوٹی کے بزرگ ہیں۔

پہلے بزرگ سے مراد ہماری لاہوری جماعت کے اعلیٰ رکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہیں۔ جو اس جماعت میں مصنف ہیں، قرآن مجید کے مدرس ہیں، پنشن

یافتہ اسسٹنٹ سرجن ہیں۔ علاوہ بریں آپ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کے خسر ہونے کی وجہ سے بقول فاروق نانائے پیغامیہ ہیں۔ غرض آپ بہت سی عزتوں کے مالک ہیں۔ آپ کی شہادت کا مضمون یہ ہے کہ محمدی بیگم سے مراد کوئی خاص عورت نہیں بلکہ مراد اقوام یورپ ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ان سے نکاح ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کو مسلمان کر کے ان کی اولاد کو خادمان اسلام بنایا جائے گا چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

سو ظاہر کہ وہ آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور مامور من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ نکاح روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا ایک معمولی عورت سے نہیں ہوسکتا صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا تو نہ ہو، آج واقعات حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں ہم ہر روز اسی دلہا کی بارات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں۔ ایسی اعلیٰ شان کی محمدی بیگم کا تزوج جس خوش قسمت کے ساتھ ہو اس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا۔ ثناء اللہ) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا کہ ہمیں ایک گھوڑا ملے گا وہ تو نہ ملا۔ حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جس کا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جس کے متعلق خود مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند مصلحت را ابن مریم نام من نہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے یتزوج و یولد له کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود (مرزا) سے کسی عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا۔ (پیغام صلح ۲ جون ۱۹۲۴ء)

گو یہ ایک ہی شہادت ایسی ہے کہ نہ صرف کافی بلکہ اکفی ہے تاہم دوسری

شہادت بھی پیش کئے دیتے ہیں کیونکہ درجے اور فضیلت میں یہ پہلی گواہی سے بڑی ہے اس لئے کہ یہ شاہد صاحب وحی اور رسول ہیں ان صاحب سے ہماری مراد مولوی فضل خان ساکن چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی ہیں ۔آپ مدعی ہیں کہ میں صاحب وحی نبی ہوں آپ کا بیان ہے کہ: محمدی بیگم کا نکاح حضرت مسیح موعود (مرزا) سے مورخہ یکم جون ۱۹۳۳ء کو بہشت میں میرے روبرو ہو چکا (اس وقت تو محمدی بیگم دنیا میں زندہ موجود تھی ۔ بہاء) (مقولہ مولوی فضل خان مدعی نبوت چنگا بنگیال ۔ ماخوذ از رسالہ، میرے جنون کی داستان مولفہ شیخ غلام محمد احمدی لاہوری، مدعی الہام)

ناظرین کرام! ہم جانتے ہیں کہ علماء اور فقہاء کو اس بیان پر بہت اعتراض سوجھیں گے ان سب کا جواب ایک ہی ہے وہ یہ کہ یہ سب تمہاری اصطلاحات ہیں۔ امت مرزا ان بدعی اصطلاحات کی قائل نہیں کیونکہ وہاں کی زندگی اور موت اور ہی ہے

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

ہم ان دونوں شہادتوں پر پورا وثوق رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر بھی یقین لاتے ہیں کہ: ملا دو پیازے کی نسل ابھی دنیا میں باقی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۹ ص ۶۔۷)

حدیث رسول ربانی: مرزا قادیانی

(مرزا صاحب منکرین حدیث کے نقش قدم پر۔ تشابهت قلوبهم)

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں: احادیث صحیحہ میں آیا ہے کہ قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ تیس دجال وکذاب پیدا نہ ہولیں۔

كلّهم يزعم انّه نبى الله و انا خاتم النبيين ۔ ہر ایک ان میں سے دعوی نبوت کرے گا حالانکہ میں نبیوں کا ختم کرنے والا ہوں ۔ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

حدیث مذکور کو ملحوظ رکھ کر مرزا صاحب قادیانی مدعی نبوت کے حالات پر نظر

ڈالے تو روز روشن کی طرح ظاہر ہا گا کہ آپ یقیناً من الثلاثین تھے۔ ہمارے ناظرین مضمون ذیل کو بغور پڑھیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب تک دعوی مثیل مسیح و دعوت نبوت، رسالت نہ کیا تھا تب تک وہ مومنوں کی طرح معجزات انبیاء کے قائل تھے مگر جون ہی انہوں نے دعوی کیا حدیث نے اپنی صداقت کا جلوہ دکھایا کہ مرزا صاحب قادیانی انصاف و دیانت کو چھوڑتے چھوڑتے ثلاثون کی صف میں جا کھڑے ہوئے بلکہ ان سے بھی دس قدم آگے بڑھ گئے۔

کفار منکرین نبوت انکار معجزات میں گو کیسے ہی ناانصاف کیوں نہ ہوں پھر بھی کہا جا سکتا ہے کہ وہ ابتداء سے ہی کافر تھے بخلاف ان کے مرزا صاحب باوجود مدعی اسلام بلکہ مدعی نبوت ہونے کے معجزات اور معجزات بھی وہ جنہیں خود ہی من عند اللہ مان کر ان پر اعتراض کرنے والے کو، بد اندیش مخالف، یہودی، منکرین قرآن، کا لقب دیا ہے انہی معجزات سے انکار کریں تو سوائے اس کے کیا کہا جائے گا کہ آپ پہلوں سے بڑھ کر ہیں انبیاء کرام کے معجزات کو جادو، شعبدہ، مکر و فریب، وغیرہ کہنا کفار کی سنت متمرہ ہے۔ حضرت موسیٰؑ جب اللہ کی طرف سے آیات بینات لے کر آئے تو کفار نے کہا ھذا سحر مبین (قرآن مجید)، یہ تو روشن جادو ہے۔

ایسا ہی جب ہمارے سید و مولی محمد عربی فداہ ابی و امی ﷺ نے معجزہ شق القمر دکھایا تو کفار نے اسے بھی جادو قرار دیا سحر مبین (القمر) یہ اصل اصول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی مسلّم ہے ان کے الفاظ یہ ہیں:

(یہود نے) حضرت عیسی سے کئی معجزات دیکھے مگر ان سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا۔

(نصرۃ الحق ص ۳۱)

بلکہ یہاں تک کہا: اس سے کوئی معجزہ نہیں محض فریب اور مکر تھا (چشمہ مسیحی ص ۸)

الغرض معجزات انبیاء کو جادو مکر و فریب کہنا یہ سنت کفار ہے مگر ایک مومن باللہ مصدق اسلام انسان اس قسم کی ضلالت میں نہیں پڑ سکتا چنانچہ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

جن لوگوں نے منقولی معجزات کو جو تصرف عقل سے بالاتر ہیں مشاہدہ کیا ہے ان کے لئے بھی وہ تسلی تام کا موجب نہیں ٹھہر سکتے کیونکہ بہت سے

ایسے عجائبات بھی ہیں کہ ارباب شعبہ بازی دکھلاتے ہیں گو وہ مکر وفریب ہی ہیں مگراب مخالف بداندیش پر کیونکر ثابت کر کے دکھلا ویں کہ انبیاء سے جو عجائبات اس قسم کے ظاہر ہوئے ہیں کہ کسی نے سانپ سانپ بنا کر دکھلا دیا (۱) اورکسی نے مردے کو زندہ کر کے دکھلا دیا (۲) یہ اس قسم کی دست بازیوں سے منزہ ہیں جو شعبدہ باز لوگ کیا کرتے ہیں ۔ یہ مشکلات کچھ ہمارے ہی زمانہ میں پیدا نہیں ہوئیں بلکہ ممکن ہے کہ انہیں زمانوں میں یہ مشکلات پیدا ہوگئی ہوں ۔ مثلاً جب ہم یوحنا کی انجیل کے پانچویں باب کی دوسری آیت سے پانچویں آیت تک دیکھتے ہیں تو اس میں یہ لکھا ہوا پاتے ہیں کہ اور اور شلیم میں باب الضان کے پاس ایک حوض ہے ...اس کے پانچ اسارے ہیں ...ان میں ..اندھوں لنگڑوں ..کی ایک بھیڑ.. پانی ہلنے کی منتظر تھی ... پانی ہلنے کے بعد جو کوئی پہلے اس میں اتر تا کیسی ہی بیماری کیوں نہ ہو اس سے چنگا ہو جاتا ..وہاں ایک شخص تھا جو کہ ۳۸ برس سے بیمار تھا یسوع نے جب اسے پڑے ہوئے دیکھا...تو کہا کیا تو چاہتا ہے کہ چنگا ہو جائے ۔ بیمار نے جواب دیا کہ اے خداوند مجھ پاس آدمی نہیں کہ پانی ہلے تو مجھے اس میں ڈال دے ..اب ظاہر ہے کہ وہ شخص جو حضرت عیسی کی نبوت کا منکر ہے اوران کے معجزات کا انکاری ہے جب (انجیل) یوحنا کی یہ عبارت پڑھے گا ...تو خواہ مخواہ اس کے دل میں ایک قوی خیال پیدا ہوگا کہ اگر حضرت مسیح نے کچھ خوارق عجیبہ دکھلائے ہیں تو بلا شبہ ان کا یہی موجب ہوگا کہ حضرت ممدوح اسی حوض کے پانی میں کچھ تصرف کر کے ایسے خوارق دکھلاتے ہوں گے.. یہ بات قرین قیاس ہے کہ اگر حضرت عیسی کے ہاتھ سے اندھوں لنگڑوں وغیرہ کو شفا حاصل ہوئی تو بالیقین یہ نسخہ حضرت مسیح نے اسی حوض سے اڑایا ہوگا ... بالخصوص جب کہ یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح اس حوض پر اکثر جایا بھی کرتے تھے ۔ غرض ...اس بات کے ثبوت میں بہت سی مشکلات پڑتی ہیں کہ یہودیوں کی رائے کے موافق مسیح مکار اور شعبدہ باز نہیں تھا ...اور سچ مچ معجزات ہی دکھائے ۔ اوراگرچہ

قرآن شریف پر ایمان لانے کے بعد ان وساوس سے نجات حاصل ہو جاتی ہے مگر جو شخص قرآن شریف پر ایمان نہیں لایا اور یہودی یا ہندو یا عیسائی ہو وہ کیوں کر ایسے وساوس سے نجات پا سکتا ہے۔ (براہین احمدیہ ص۴۳۲۔۴۴۹)

تحریر ہذا کسی تشریح کی محتاج نہیں صاف مظہر ہے کہ انجیل کا یسوع جسے یہود اسکے معجزات کے باعث مکار شعبدہ باز وغیرہ کہتے دراصل حضرت عیسی ہیں اور ان کے معجزات پر اعتراض کرنے والا قرآن شریف کا منکر کافر بے ایمان ہے۔

مگر آہ صد آہ! کہ یہی مرزا صاحب مدعی مسیحیت و نبوت ہوئے اور لوگوں نے ان سے معجزات مسیح کی مثال طلب کی تو کہیں منکروں کی طرح مسیحی معجزات کو ناچیز محض، تالاب کی وجہ سے مشکوک قرار دیا (ازالہ اوہام۔ص ۹۷) اور کہیں مسمریزم، عمل ترب، فطری طاقتِ خدادا بتایا مگر بایں طریق کہ میں اس عمل کو مکروہ قابل نفرت سمجھتا ہوں اور کہیں کھلونے ساز نجاروں کی مثال دے کر معجزات مسیحی کو مصنوعی قرار دیا (ازالہ اوہام۔ص ۳۰۹ تا ۳۲۲) بآخر بڑھتے بڑھتے یہاں تک پہنچ گئے کہ

عیسائیوں نے بہت سے آپ (یسوع مسیح) کے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ سے کوئی معجزہ نہیں ہوا... ممکن ہے آپ نے معمولی تدبیر کے ساتھ کسی شب کور وغیرہ کا علاج کیا ہو مگر بدقسمتی سے اسی زمانہ میں ایک تالاب بھی موجود تھا.. اسی تالاب سے آپ کے معجزات کی پوری پوری حقیقت کھلتی ہے اور اسی تالاب نے فیصلہ کر دیا کہ اگر آپ سے کوئی معجزہ ظاہر ہوا تو وہ معجزہ آپ کا نہیں بلکہ اسی تالاب کا معجزہ ہے آپ کے ہاتھ میں سوائے مکر وفریب کے کچھ نہیں تھا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۶۔۷)

قارئین کرام ملاحظہ فرمالیجئے۔ وہی یسوع مسیح انجیلی ہے، وہی اس کے معجزات، وہی تالاب کا قصہ اور وہی مرزا صاحب قادیانی۔ مگر پہلے بیانوں میں ان معجزات کو سچ مچ من عند اللہ مان کر ان کے منکر کو منکر معجزات، بداندیش مخالف یہودی منکر قرآن خارج اسلام قرار دیتا ہے۔ مگر اس جگہ خود ہی یسوع کے معجزات کو:

حق بات یہی ہے کہ اس سے کوئی معجزہ ظاہر نہیں ہوا،

کہہ کر انہیں مکار وفریبی لکھا ہے۔ آہ!

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو
اگر چہ ہو چکے ہیں تم سے پہلے منکریں لاکھوں

ناظرین! مذکورہ بالا بیانات کو پڑھ کر ایک دفعہ پھر کفار منکرین نبوت کے اقوال کو ملاحظہ کر کے از روئے انصاف دیکھیں کہ مرزا صاحب انہیں کے نقش قدم پر بلکہ پیش لشکر چل رہے ہیں یا ان کے پیچھے اور ساتھ ہی رسول کریم ﷺ کی حدیث کو ملحوظ رکھ کر بتادیں کہ مرزا صاحب کے پورے مصداق ہیں یا نہیں؟ صدق رسول اللہ ﷺ

سیکو ن فی امتی کذا بو ن ثلا ثو ن (الحدیث۔مشکوۃ کتاب الفتن)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۹ ص ۷۔۸)

کذبات مرزا

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد نے بالکل سچ لکھا ہے کہ: ۱۔جھوٹ ام الخبائث ہے۔(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۲۸)

۲۔جھوٹ بولنا گوہ کھانا برابر ہے۔(حقیقۃ الوحی ص ۲۰۶)

اندریں حالات نہائت ہی ضروری ہے کہ: جولوگ دنیا کی اصلاح کے لئے آتے ہیں..ان کا فرض ہے کہ سچائی کو زمین میں پھیلا دیں اور جھوٹ کی بیخ کنی کریں۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان۔ج ۲ ص ۴۹۔قول مرزا)

بخلاف مرزا صاحب کی کتابوں سے اظہر من الشمس ہے کہ مرزا غلام احمد سچائی کے دشمن اور جھوٹ کے کچھ اس طرح دلدادہ تھے کہ اسے شیر شیریں کی طرح بے ڈکار ہضم کر جاتے تھے بطور نمونہ چند ایک امثلہ پیش ناظرین ہیں:

جھوٹ نمبر ۱

یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔(قول مرزا قادیانی در الحکم ۱۰۔اکتوبر ۱۹۰۷ء)

مرزا جی کا قول بالا سراسر جھوٹ فریب اور مغالطہ پر مبنی ہے اس سے پہلے وہ بعبارت النص لکھ چکے ہیں کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب .. کے پرچہ میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے .. اگر میں ایسا ہی کذاب ہوں تا میں (مولوی صاحب) کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ (قادیانی اشتہار آخری فیصلہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

مرزائیو! کہہ کر مکر جانا، نبیوں کی شان ہے یا دجالوں کی؟

جھوٹ نمبر ۲

اس (ساتویں) ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے (لیکچر سیالکوٹ)

احمدی دوستو! ان انبیاء کرام کی شہادت دیکھنے کے ہم بھی متمنی ہیں۔ اگر مرزا صاحب کا یہ سفید جھوٹ نہیں ہے تو ضرور اس متفقہ شہادت کا ثبوت تم دے سکو گے۔

جھوٹ نمبر ۳

تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزار ہفتم کے سر پر آئے گا۔

(حوالہ بالا۔ص ۷)

یہ قول بھی اسی طرح بے ثبوت افتراء ہے جس طرح مرزا جی کا دعوی نبوت وغیرہ۔

جھوٹ نمبر ۴

تمام نبیوں نے آخری زمانہ کے مسیح کو اس کے کارناموں کی وجہ سے (مسیح سے) افضل قرار دیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۵۵)

اس جگہ تو مرزا جی نے جھوٹوں کے بھی کان کترے ہیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی شیطانی خواب ہے جس میں ابلیس مردود نے مرزا جی کو ان کی دروغ گوئیوں کی وجہ سے سبز باغ دکھایا ہے۔ آہ: بدنام اگر ہوں گے تو کیا نام نہ ہوگا۔

جھوٹ نمبر ۵

قرآن شریف کی نصوص بینہ اس بات پر بصراحت دلالت کر رہی ہیں کہ مسیح

اپنے اسی زمانہ میں فوت ہو گیا جس میں وہ بنی اسرائیل کے مفسد فرقوں کی اصلاح کیلئے آیا تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۸۱)

اس قول کے کذب محض اور افتراء علی القرآن پر خود مرزا غلام احمد صاحب کا مذہب دربارہ، قبر مسیح در کشمیر، ہی زندہ شاہد ہے۔

جھوٹ نمبر ۶

انبیاءِ گزشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی ہے کہ وہ (مرزا) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔ (اربعین نمبر ۲ص ۲۳)

جس طرح مرزا غلام احمد صاحب موجودہ زمانہ کے ڈبل .. ہیں اسی طرح ان کا یہ جھوٹ بھی ڈبل جھوٹ ہے۔

جھوٹ نمبر ۷

احادیث میں ہے کہ مسیح موعود چھٹے ہزار میں پیدا ہوگا۔ (مفہوم رسالہ، مسیح ہندوستان میں۔ص ۵۲)۔ یہ بھی بے ثبوت افتراء علی الرسول ہے۔

جھوٹ نمبر ۸

حضرت عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح۔ص ۶۵ حاشیہ)

معاذ اللہ! خدا کے پاک رسول اور شراب ..

جھوٹ نمبر ۹

مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیؤ شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار۔ متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۱۔۲۴)

اف رے ظلم۔ آہ! رے ستم۔ مرزائیو! یاد رکھو جھوٹ بولنا۔ مرتد ہونے سے کم نہیں (قادیانی اربعین نمبر ۳ ص ۲۴)

جھوٹ نمبر ۱۰

کوئی نبی دنیا میں ایسا نہیں گذرا جس نے اپنی کسی پیش گوئی کے معنی کرنے

میں کبھی غلطی نہ کھائی ہو۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق۔ص ۸۷)

مرزائیو! حضرت صالح نے بطور پیش گوئی خبر دی کہ اگر تم نے اے معاندین دین میری اونٹنی پر دست درازی کی تو تم پر عذاب آئے گا۔ بتلاؤ انہوں نے اس پیش گوئی میں کون سی غلطی کھائی؟ اگر نہ بتا سکو اور ہرگز نہ بتا سکو گے تو آیت انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ کو ملحوظ رکھ کر کہو کہ مرزا صاحب میں کوئی رتی ایمان کی موجود تھی؟ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۹ ص ۹)

حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی کی یاد دہانی

حافظ عنائت اللہ صاحب نے نے مرزا غلام احمد قادیانی کے انعامی چیلنج متعلق لفظ توفی کو منظور کرتے ہوئے خلیفہ قادیان کو بذریعہ اخبار اہل حدیث توجہ دلائی تھی کہ ہزار روپیہ کسی امین کے پاس جمع کرائیں اور منصف وغیرہ مقرر کریں۔ مگر آج تک حافظ صاحب کو اس کا جواب نہیں ملا۔

حافظ صاحب جواب کے لئے مصر ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء ص ۱۶)

تفسیر نویسی کا چیلنج منظور اور خلیفہ قادیانی مفرور

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے حسب عادت پدری و ذاتی جلسہ قادیان میں اپنے مریدوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے تقریر میں اپنی تفسیر نویسی کے متعلق فرمایا:

مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف بتائے گئے ہیں جو کسی کو معلوم نہیں'

چونکہ جلسہ عام میں یہ اعلان کیا گیا ہے اسلئے اس کی حقیقت ہم کھولتے ہیں بتاریخ یکم اگست ۱۹۰۰ء بڑے میاں مرزا غلام احمد صاحب نے پیر صاحب گولڑہ اور دیگر علماء کو جن میں خاکسار بھی داخل تھا تفسیر نویسی کے لئے لاہور بلایا۔ اس شرط پر کہ تفسیر عربی زبان میں لکھی جائیگی اور فریقین جامہ تلاشی دے کر خالی ہاتھ

کمرہ میں داخل ہونگے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب اور ہم سب لاہور پہنچ گئے۔مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نہ آئے،اس عذر سے کہ مخالف مجھے مار دیں گے۔

اس کے بعد خلیفہ (محمود احمد) نے الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء میں علماء دیو بند کو قرآنی معارف نمائی کا چیلنج دیا۔جس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ ہم اس خدمت کو حاضر ہیں۔سادہ قرآن لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر آمنے سامنے بیٹھ کر باپ کی مجوزہ شروط کے ماتحت تفسیر لکھو (اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳۔نومبر ۱۹۲۵ء)۔

اس کے جواب میں خلیفہ صاحب نے یہ صورت منظور نہ کی بلکہ کہا کہ انہیں کتابوں کی خاص کر کلید قرآن کی بھی ضرورت ہوگی۔ (الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)۔

ہم نے یہ صورت بھی منظور کر لی۔مگر فریق ثانی خاموش رہا۔اس کے بعد قادیان سے پھر آواز اٹھی کہ

> حضرت امام جماعت (احمدیہ) کو اللہ تعالی نے قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور بارہا اس بارے میں چیلنج دے چکے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء)۔

اس کی منظوری اہل حدیث ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں ہم نے دیدی تھی۔ بعد ازاں ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو یاددہانی بھی کرائی گئی۔آخر میں یہ کہہ کر خلیفہ قادیانی نے جان چھڑائی کہ

> ’میرا یہ دعوی نہیں کہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میرا یہ دعوی ہے کہ احمدیہ جماعت معارف قرآنیہ جاننے میں حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے فیض سے سب دوسرے لوگوں سے بڑی ہوئی ہے۔ (الفضل قادیان۔۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء)

غور فرمائیے کہ اس جماعت کی ابتداء شیر کی طرح اور انتہا گیدڑ کی مثل۔نتیجہ سارے آن بان کا یہ ہوا کہ میاں محمود ہمارے مقابلے میں وہ معارف پدری نقل کر دینگے جو ان کے والد بزرگوار نے لکھے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں۔ باوجود اس کے تین سال بعد لائل پور (حال فیصل آباد پاکستان) میں (مرزا محمود نے) ناواقفوں کے سامنے پھر ڈینگ ماری ہے کہ

> ’میں نے بارہا چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآنی میرے مقابلہ میں لکھو۔حالانکہ

میں کوئی ماموز نہیں ۔مگر کوئی بھی اس کے ماننے کو تیار نہیں ہوا ۔

(الفضل قادیان ۲۴ اپریل ۱۹۳۴ء ص ۸)

قادیانی ممبرو ! خدالگتی کہو کہ ہم نے جواب میں فوراً ہی نہیں کہا تھا کہ سادہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آجاؤ ۔ پھر تم کیوں نہ آئے؟ تم نے اس کے جواب میں کیا کہا تھا؟ اچھا چلو اب کیا حرج ہے ؟ مرزا مرا یا سارنگی ٹوٹی ۔اب بھی آجایئے ۔ ہم سادہ قرآن لیکر پہنچ جائیں گے۔آپ کو اجازت ہے جو کتاب چاہیں حتی کہ کلید قرآن بھی ساتھ لے آئیں ۔ بٹالہ میں آئیں ۔ یا امرتسر میں ۔ جہاں آپ کو آسانی ہو تشریف لے آئیں ۔

انصاف یہ ہے جسے آپ کے سوا تمام سمجھ دار سمجھ سکتے ہیں کہ تفسیر نویسی سے ہمارا آپ کا اصلی اختلاف نہیں مٹ سکتا ۔اس سے تو اتنا معلوم ہوسکتا ہے (وہ بھی کسی مسلمہ منصف کے فیصلے کے بعد) کہ ایک فریق تفسیر اچھی لکھ سکتا ہے۔ اس سے مرزا صاحب متوفی کے دعوی مسیحیت موعودہ پر کوئی اثر نہیں ہوسکتا ۔اس پر اگر اثر ہے تو اس فیصلے کا ہے جس کو خود مدعی (مرزا غلام احمد) نے فیصلہ بلکہ' آخری فیصلہ ' قرار دیا ہوا ہے۔ اس لئے ضروری اور اشد ضروری ہے کہ بعد مقابلہ تفسیر نویسی کے' آخری فیصلہ' پر ہمارے ساتھ آپ کی سیر کن بحث ہونے کے بعد مسلمہ منصف سے فیصلہ کرایا جائے ۔ تا کہ روز کے اختلافات سے امت کو چین نصیب ہو ۔کیا آپ منظور کریں گے ؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۰ ص ۳ ۔ ۴)

ہفوات مرزا

منشی محمد عبداللہؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں: ہم بار ہا ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا ئے قادیانی جملہ اوصاف کمال سے یکسر کورے، محض سخن ساز تھے،، آپ کے ہاتھ میں سوائے سخن سازی کے اور کچھ نہ تھا۔ (قول مرزا متعلقہ مسیح ۔ضمیمہ انجام آتھم)

مرزا غلام احمد صاحب کی بات بات میں ول چھل ، جملے جملے میں پیر پھیر، لفظ لفظ میں دجل و خداع نمایاں ہے ۔آپ کی کوئی تحریر اٹھا کر دیکھو مجموعہ ہفوات نظر

آئے گی۔ چنانچہ ذیل میں چند ہفوات مرزا قادیانی درج کئے جاتے ہیں۔

کسی مذہب کے پیشوا کی توہین کرنا خبث عظیم ہے

یہ کتاب (براہین) کمال تہذیب سے تصنیف کی گئی ہے اس میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس میں کسی بزرگ یا پیشوا کسی فرقے کی کسر شان لازم آوے اور ہم ایسے الفاظ سے صراحتاً یا کنایتاً اختیار کرنا خبث عظیم سمجھتے ہیں.. مختلف فرقوں کے بزرگ ہادیوں کو بدی اور بے ادبی سے یاد کرنا پرلے درجہ کی خباثت اور شرارت سمجھتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ص ۱۰۱۔۱۰۲)

اس کے خلاف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پنڈت دیانند پر بڑا افسوس ہے کہ وید کو کھرا اور باقی کتابوں کو کھوٹا (انہوں نے) قرار دیا ہے ان واہیات باتوں اور بے ہودہ چالاکیوں کا (باعث) یہ ہے کہ علاوہ کم فہمی اور بے علمی اور تعصب کے ان کی فطرتی سمجھ سودائیوں اور وہمیوں کی طرح وضع استقامت پر قائم ہونے سے لاچار ہے۔ اگر شرم اور حیا اٹھ گیا تھا تو کاش لوگوں کے لعن طعن کا اندیشہ باقی رہتا۔ پنڈت صاحب کا کچھ مادہ ہی ایسا ہے۔ (ملخص ص ۱۱۲۔۱۱۳ حاشیہ براہین احمدیہ)

۲۔ یسوع جو عیسائیوں کا مردہ خدا ہے اس درماندہ انسان، اس نادان اسرائیلی نے معمولی باتوں کا نام پیش گوئی رکھا۔ شریر مکار یسوع کی بندشوں پر قربان جائیں۔ آپ کی عقل بہت موٹی تھی۔ آپ کو گالیاں دینے اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی۔ اپنے نفس کو جذبات سے روک نہیں سکتے تھے۔ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی بھی عادت تھی آپ نے پہاڑی تعلیم کو چورا کر لکھا۔ آپ علمی اور عملی قوی میں کچے تھے آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر تھا تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ (ملخص ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۔۷)

مرزائیو! ان توہین آمیز تحریرات کو ملاحظہ کر کے بروئے قول براہین احمدیہ فیصلہ دیں کہ مرزا صاحب، خبث عظیم، کے کس قدر مرتکب ہوئے ہیں۔

۲۔ جوابی طور پر گالی نکالنا کت پن ہے:

ایک بزرگ کو کتے نے کاٹا (اس کی) چھوٹی لڑکی بولی آپ نے کیوں نہ کاٹ کھایا؟ اسنے جواب دیا بیٹی انسان سے کت پن نہیں ہوسکتا۔ اسی طرح جب کوئی شریر گالی دے تو مومن کو لازم ہے کہ اعراض کرے۔ نہیں تو وہی کت پن کی مثال لازم آئے گی (تقریر مرزا جلسہ قادیان ۱۸۹۷ء رپورٹ ص ۹۹)

ظاہر ہے کہ عند المرزا گالی کا جواب گالی دینا کت پن ہے۔ اب سنو! مرزا غلام احمد خود رقم طراز ہیں: میرے سخت الفاظ جوابی طور پر ہیں۔ (تبلیغ رسالت۔ ج ۶ ص ۱۶۵۔ اشتہار واجب الاظہار۔ ص ۱۰)۔ احمدی مہاشہ سجنو! تحریر موخر الذکر کو پڑھ کر بتاؤ کہ مرزا غلام احمد صاحب پر کت پن کی مثال صادق آتی ہے؟

۳۔ دابۃ الارض کی تفسیر و تعیین

خود قرآن شریف نے اپنے دوسرے مقام میں دابۃ الارض کے معنی (طاعون کا) کیڑا کیا ہے۔ سو قرآن کے برخلاف معنی کرنا یہی تحریف اور الحاد اور دجل ہے۔ (نزول المسیح ص ۴۰)

اس کے خلاف: اپنی الہامی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۵۰۳ پر یاجوج ماجوج و دابۃ الارض و دجال وغیرہ علامات وقیامت کا ذکر کر کے راقم ہیں: سنو! اس کے سچے معنی جو اللہ جل شانہ نے مجھ پر ظاہر کئے ہیں وہ یہ ہیں کہ... دابۃ الارض یعنی وہ علماء و واعظین جو آسمانی قوت اپنے اندر نہیں رکھتے ابتداء سے چلے آتے ہیں..آخری زمانہ میں ان کی حد سے زیادہ کثرت ہوگی۔،

حضرات! اگر ہم از روئے تحریر نزول المسیح مذکورہ معنوں کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو محرف ملحد اور دجال قرار دیں تو فرمایئے ہمارا اس میں کیا قصور ہے؟

لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

۴۔ یسوع کی روح والا انسان شریر مکار

ایک شریر مکار جس میں سراسر یسوع کی روح تھی۔ (ضمیمہ انجام آتھم)

اس کے خلاف یہ بھی لکھا ہے: میں وہ شخص ہوں جس میں بروز کے طور پر یسوع کی روح سکونت رکھتی ہے (تحفہ قیصریہ۔ص ۱۸)

مرزائیو! بقول مرزا صاحب جس میں یسوع کی روح ہو وہ شریر مکار اور خود مرزا صاحب میں یسوع کی روح موجود تھی، تو بتلایئے، مرزا صاحب کون ہوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۰ ص ۵)

نئے نبی کی تفسیر

جناب مولوی نور حسینؒ صاحب گرجاکھی لکھتے ہیں:

ہمارے شہر گوجرانوالہ میں ایک نبی محبوب عالم شاہ صاحب نے ۱۹۰۷ء میں دعوی نبوت کیا تھا جس کو قریباً ۲۶ سال گذر گئے ہیں ۔ چند روز ہوئے ہمارے پاس بروز جمعہ تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھ کو حکم ملا ہے کہ نور حسین و دیگر علماء کو قرآن سمجھا دے اس لئے میں آیا ہوں آؤ میرے پاس بیٹھو اور قرآن کو سمجھ لو۔ چنانچہ قرآن شریف خود اٹھا کر میرے پاس بیٹھ گئے اور چند مقامات کی تفسیر فرمائی جو حسب ذیل ہے:

۱۔ با لآ خر ۃ ھم یو قنو ن ۔ جو آخر زمانہ میں نبی ہوں گے ان پر ایمان لانے کا حکم ہے اور اس زمانے کا نبی میں ہوں مجھ پر ایمان لاؤ

۲۔ ختم اللہ ۔ چھوڑ دیا لوگوں نے اللہ کو۔

علی قلو بھم ، اور چلتے ہیں اپنے دل کی باتوں پر و علی سمعھم اور سنی سنائی باتوں پر و علی ابصا ر ھم اور اپنی عقل کی آنکھوں پر کھوپے چڑھا لئے ہیں۔ اس لئے ان کو عذاب الیم ہوگا۔

۳۔ فزا د ھم اللہ دور ہو جاتے ہیں اللہ سے مرضاً بوجہ بے ایمانی کی

۴۔ و اذا قیل لھم ۔ اے محمد جب تو ان کو کہتا ہے لا تفسدوا فی ا لا ر ض کہ اپنی برادری میں فساد نہ کرو۔ ا لا ر ض بمعنی برادری ہے

۵۔ و لکن لا یشعرو ن اے غریبو تم ان کی پالیسی نہیں جانتے

۶۔ اللہ یستھزی بھم ۔میرا اللہ کہتا ہے کہ میں بھی تم سے ٹھٹھا کروں گا و یمد ھم فی طغیا نھم یعمھو ن غرق رہو تم اپنی گمراہی میں اے اندھو۔

۷۔ مثلھم مثال اس کی ۔ استو جوجلا تا ہے،قد،کسی جگہ نارا آگ و ترکھم اور بیٹھا رہتا ہے وہ اندھیرے میں لا یبصرو ن کچھ نہیں دیکھتا

۸۔ صم کچھ نہیں دیکھتا بکم کچھ نہیں سنتا۔ عمی کسی جگہ نہیں جا سکتا فھم لا یر جعو ن اور نہ وہ اپنی جگہ سے ہل سکتا ہے

۹۔ یکاد البر ق قادر ہے برق ہماری یخطف ابصا ر ھم بند کر دیتی آنکھیں تمہاری۔

۱۰۔و قو د ھا الناس و الحجا رۃ جس کی خوراک پتھر دل انسان ہیں

۱۱۔ و اتوا بہ متشا بھاً اور پھر دیئے جائیں گے ان کو پیوند شدہ میوے

۱۲۔ ان یضر ب مثلاً ۔اللہ جو چاہے بیان کرے مسئلے .....

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بے علم مفسر گوجرانوالہ ہی سے مخصوص نہیں ۔ گجرات (پنجاب) میں بھی ہے جو وہاں کی جماعت اہل قرآن کا لیڈر ہے۔ بلکہ امرتسر بھی ایسے نمونوں سے خالی نہیں۔ امرتسر کے قریب ہی قادیان ہے وہاں بھی با لآ خر ۃ سے مراد مرزا جی کی وحی کہنے والے ہیں ۔غرض یہ جنس نادر نہیں بلکہ ہر جگہ ملتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۰ ص ۹۔۱۰)

☆ ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء کو مسجد مبارک امرتسر میں جمیعت اہل حدیث کی طرف سے جلسہ ہوا جس میں امرتسر کے اہل حدیث علماء کرام نے توحید وسنت کی تائید ورد بدعات میں تقاریر کیں ۔ ۲۶ مئی کو مرزا غلام احمد قادیانی کی یادگار منانے کو جلسہ ہوا۔ ۲۷ مئی کو بھی امرتسری اہل قرآن کی تردید میں جلسہ ہوا ان کو مناظرہ کی دعوت دی گئی تھی مگر وہ مقابل نہ آئے (اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۳۴ء ص ۲)

مرزا صاحب کا یادگاری جلسہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یادگار منانے کے لئے حسب اعلان ۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو ساڑھے نو بجے شب ڈھاب کھٹیکاں امرتسر میں ایک عظیم الشان جلسہ ہوا ۔حاضرین کی تعداد ہزاروں میں تھی۔

منشی محمد عبداللہ معمار نے سامعین سے مرزا غلام احمد کا تعارف کرایا۔

بعد ازاں حضرت مولانا ثناء اللہ نے آخری فیصلہ والا اشتہار حاضرین کو پڑھ کر سنایا۔علم نحو کی رو سے اس کی عبارت سے ثابت کیا کہ میں جملے خبریے ہیں جن سے واضح طور پر ثابت ہوتا ہے کہ یہ واقعہ کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا ضرور ہو کر رہے گا ۔ یہ آخری فیصلہ مرزا صاحب نے بطور دعا خود ہی فرمایا اس میں کسی ایچ پیچ و حیل و حجت کی ضرورت نہیں مضمون صاف وسادہ ہے۔ مڈل یا پرائمری والا بھی اسکے سمجھنے میں غلطی نہیں کھا سکتا نیز اس کی تائید میں خود مرزا صاحب کی ڈائری پیش کی ۔

مولوی محمد علی لاہوری ، خلیفہ محمود احمد کی شہادت بھی تائید میں پیش کی گئی ۔

تقریر کے بعد تبادلہ خیالات کے لئے مرزائی جماعت کو وقت دیا گیا۔چنانچہ قادیانی مشہور مبلغ مولوی جلال الدین شمس مقابل کھڑے ہوئے ۔ پانچ پانچ منٹ گفتگو کے لئے دیئے گئے ۔مگر افسوس صد افسوس کہ مرزائی مبلغ ان دلائل کی اخیر وقت تک بھی تردید نہ کرسکا۔خاص کر جملے خبریوں کا تو ذکر بھی نہ کیا۔

پبلک پر روز روشن کی واضح ہوگیا کہ مرزا صاحب اپنی دعا کے مطابق ہی سچے کی زندگی میں فوت ہوکر اپنے کذب پر مہر ثبت کر گئے ۔جلسہ کا تمام انتظام انجمن اہل حدیث امرتسر کے سپرد تھا تمام وقت نہایت آرام وسکون سے گزرا

راقم : قاضی منظور حسین شریک جلسہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۰ ص ۱۴)

گرو جنہاندے ٹپنے چیلے جان شڑپ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ ایک پنجابی مثل ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ جو وصف گرو میں ہوتا ہے وہی چیلے میں نمودار ہوتا ہے اس مثال کے موافق ہم جب کسی مرزائی کو جھوٹ بولتے سنتے یا دیکھتے ہیں تو ہمیں تعجب نہیں ہوتا بلکہ ہم یقین کرتے ہیں کہ یہ شخص واقعی پکا احمدی (مرزائی) ہے۔

اخبار فاروق قادیان کو اس کی شائستگی کی وجہ سے ہم نے عرصہ سے بائیکاٹ کر رکھا ہے مگر ۲۸ مئی ۱۹۳۴ء کے پرچے میں ایک شخص کا دفتر اہل حدیث میں آنا، خط لانا، اور جواب پانا وغیرہ لکھا ہے۔ یہ ایسا جھوٹ اور افتراء اور بہتان ہے کہ اس کے جواب میں ہم مجبور ہیں کہ اتنا کہیں کہ:

شخص مذکور ہماری مسجد میں آ کر فاروق میں مندرجہ فقرات پڑھے اور موکد بعذاب حلف اٹھائے کہ اگر یہ بیان خاص کر ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا ہے صحیح نہیں تو خدا دین و دنیا میں مجھ پر لعنت کرے۔

تا سیہ روئے شود ہر کہ در وغش باشد

اس کے بعد اصل مطلب پر بھی غور کیا جائے گا۔ انشاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ ص ۴)

مرزائی چال

لوگ کہتے ہیں دول یورپ سیاسی کاموں میں بڑی گہری چالیں چلتے ہیں۔ چلتے ہوں گے مگر ہم نے تو مذہبی میدان میں مرزائیوں جیسا سیاست دان کوئی نہیں دیکھا، لیکن ان کی چال کو سمجھنا کارے دارد۔

ایک بڑی چال ان کی یہ ہے کہ دنیا کو یہ دکھاتے ہیں کہ اسلام کی طرف سے مجیب اور

مدافع ہم ہی ہیں ۔اسلام کے اشاعت کنندہ ہم ہی ہیں۔ دوسرے علماء محض کھانے پینے کے لئے ہیں۔آج ہم ان کی ایک چال بتاتے ہیں جسے ناظرین بآسانی سمجھ سکتے ہیں

اخبار انقلاب مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے، ایک کھلی چٹھی بنام علماء ہند،

اس چٹھی کی تمہید میں جرمن میں مرزائیوں کے مسجد بنانے اور ان کی تبلیغ اسلام کا ذکر اجنبیانہ صورت میں کر کے مندرجہ ذیل مقصد اظہار کیا ہے:

کچھ عرصہ ہوا لندن کے ایک بد بخت ہفتہ وار اخبار، پیرسن ویکلی ، نے اپنی دس فروری کی اشاعت میں رسول مقبول ﷺ کی سخت توہین تصاویر اور مضامین کے ذریعہ کی ۔ میری نظر سے وہ پرچہ بھی گذر چکا ہے اس کے پڑھنے سے مجھے اس قدر غصہ آیا کہ الامان اور بعض اوقات تو عبد الرشید شہید کی روح میرے جسم میں سرایت کر جاتی ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ کچھ کرتے نہیں بنتی ۔اس ذلیل اخبار نے نہایت کمینہ اور سفاکانہ حملے حضرت خاتم الانبیا ﷺ پر کئے ہیں ہندوستانی اخبارات کے ذریعہ سے مجھے معلوم ہوا کہ ہندوستان میں اس کے خلاف سخت اظہار نفرت کیا گیا اور یہ سن کر مجھے از حد خوشی ہوئی کہ اس پرچہ کی ضبطی کا حکم بھی مل چکا ہے ۔لیکن سوال یہ ہے کہ جو کمینہ حملے رسول مقبول ﷺ کی ذات بابرکات پر کئے گئے ہیں ان کا جواب بھی لکھا گیا ہے یا نہیں۔ مجھے علماء ہند سے کامل توقع ہے کہ انہوں نے ان تمام ذلیل قصوں کو جو اس جریدہ میں درج کئے گئے ہیں حرف باطل کی طرح مٹا دیا ہوگا۔مسجد برلن میں ہفتہ وار لائٹ (مرزائیہ جماعت لاہور کا اخبار) کا پرچہ میری نظروں سے گذرا اور مجھے یہ دیکھ کر بے حد خوشی ہوئی کہ اس میں تمام ذلیل اعتراضات کے دنداں شکن جواب موجود ہیں ۔صرف یہی نہیں بلکہ اڈیٹر جریدہ موصوف نے لائٹ کا یہ نمبر پیرسن ویکلی کو تحفۃً ..عطا کیا ہے ۔اور ایک کھلی چٹھی اس ذلیل ہفتہ وار اخبار کے نام لکھی ہے جس میں یہاں تک لکھا ہے کہ وہ لائٹ کا .. یہ پرچہ ویکلی کے ہر خریدار کو تحفتاً مفت دینا چاہتے ہیں ۔ گو ان کی تعداد لاکھوں میں ہو۔اڈیٹر لائٹ ڈاک وغیرہ کے اخراجات کا بھی ذمہ لیتے ہیں ۔اللہ اکبر! کتنی ہمت ہے ۔لیکن افسوس ہے کہ یہ ہمت ایک ایسی جماعت کی جانب سے ہو رہی ہے جس کو مسلمان کافر کہتے ہیں ۔امید ہے بلکہ یقین کامل ہے کہ علماء کرام

دیو بندو بریلی نے خاص طور پر اور دوسرے اسلامی علماء نے عام طور پر اس سے بھی مضبوط ترین قدم اٹھایا ہوگا اور دنیا پر ثابت کر دیا ہوگا کہ اسلام ابھی زندہ ہے اور خدا کے فضل و کرم سے ہمیشہ زندہ رہے گا اور ترقی کرتا رہیگا اور ایسے ذلیل اور کمینہ پروپاگنڈہ سے اسلام کا بال بھی بیکا نہ ہوگا۔

راقم مضمون کی غرض صرف یہ ہے کہ وہ انقلاب کے ناظرین تک مرزائی خدمت اسلام کا پروپیگنڈہ کرے ورنہ اگر وہ اسلام سے مدافعت علماء اسلام سے کرانا چاہتا تو اس کا فرض تھا کہ اخبار مذکور کا ترجمہ اردو میں چھاپ کر ہندوستان کے مشہور علماء کے پاس بھیج کر جواب طلب کرتا کیونکہ یہ کھلی بات ہے کہ علماء اسلام عام طور پر یورپ کی کوئی زبان نہیں جانتے پھر یہ کیا انصاف ہے کہ جس مضمون کی ان کو خبر ہی نہیں اس کا جواب علماء سے طلب کیا جائے اگر نہ دیں تو ان کو بدنام کریں۔ممکن ہے مرزائی اخبار لائٹ کے پاس بتبادلہ آتا ہو اس لئے اس نے جواب لکھ دیا لیکن عام طور پر تو علماء اس سے بے خبر ہیں۔ پھر جواب دیں تو کیا دیں اور کس زبان میں دیں؟

میں پوچھتا ہوں خدمت اسلام کا مقابلہ کرنا ہے تو ہندوستان میں آسان ہے حال ہی میں آریوں کی طرف سے دو کتابیں سخت ترین دل آزار نکلی ہیں۔

۱۔رنگیلا رسول ۔ ۲۔ کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن۔

ان دونوں کتابوں کے جواب کی کس قدر ضرورت تھی ۔ پھر کیا کسی قادیانی یا لاہوری احمدی نے ان کا جواب دیا؟ دیا تو اہل حدیث نے دیا۔کیا یہ خدمت اسلام نہ تھی؟ کیا یہ دو کتابیں مضر نہ تھیں؟ ہاں مرزائیوں نے شورش میں مسلمانوں کو اپنے ساتھ ملا کر دوسری کتاب ضبط کرادی، کیا اس سے اصل کتاب کا جواب ہوگیا؟

پس ہمارے احباب ان کی لاف گزاف متعلقہ اشاعت وتبلیغ سن کر صاف کہہ دیا کریں کہ اپنی اشاعت اسلام میں وہی قادیانی عقاید والا اسلام ہی پہنچاتے ہو گے پھر ہم پر کیا احسان ہوا؟ اسی کی تو ہمیں شکایت ہے

ناظرین کرام! نہ تو یورپ کو کسی مذہب پر توجہ ہے، نہ وہاں اشاعت اسلام کا میدان ہے۔ہم بشہادت قادیانیہ اس پر کبھی مفصل لکھیں گے۔ انشاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ ص ۴۔۵)

مرزا غلام احمد قادیانی کا جوڑ توڑ

(از نامہ نگار نا معلوم الاسم)

مرزا غلام احمد قادیانی کا سب سے بڑا دعوی، جسے ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا ہے، وہ مسیح موعود ہونے کا دعوی ہے۔ یعنی بزعم مرزا صاحب، مرزا صاحب ہی وہی مسیح ہیں جن کی آمد کے متعلق ہمارے نبی اکرم ﷺ نے وعدہ دیا ہے کہ وہ قیامت کے قریب نازل ہوں گے۔ چنانچہ روایات مسلّمہ مرزا صاحب ہمیں بھی مسلّم ہیں۔ اب ہم نے یہ دیکھنا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے روایات در بارہ مسیح موعود کو کس رنگ میں مانا ہے؟ اور اپنے اوپر چسپاں کرنے کی کوشش کی ہے؟

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصانیف دیکھنے سے یہی پتہ چلتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے تمام روایات کو ان کے اصل الفاظ میں نہیں مانا بلکہ ہر روایت کو توڑ مروڑ کر مانا ہے اور اپنے اوپر چسپاں کرنے کی ناکام کوشش کی ہے۔...

حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ خدا کی قسم تم میں ابن مریم حکم، عادل ہو کر نازل ہوگا خنزیروں کو قتل کرے گا، سولی کو توڑے گا اور مال تقسیم کرے گا اور زمین کو عدل وانصاف سے بھر دے گا۔

ایک اور روایت میں ہے کہ ابن مریم پھر شادی کرے گا اسکے اولاد ہوگی، زمین میں ۴۵ سال ٹھہرے گا اور میرے مقبرے میں میرے ساتھ دفن کیا جائے گا۔

یہ ایسی روایات ہیں جو کہ مرزا صاحب قادیانی خود صحیح تسلیم کرتے ہیں بلکہ ان ہی سے اپنے دعوے کو ثابت کرتے ہیں اور مخالفوں کے اعتراضوں کو محمدی بیگم کے نکاح کے بارہ میں رد کرتے ہیں۔ وغیرہ

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب کے ابتدائی اور آخری دعاوی کو دیکھتے ہیں تو سب کے سب موڑ توڑ سے ہی ثابت کئے گئے ہیں چنانچہ ہم مرزا صاحب کے ایک ایک دعوی کو لیتے ہیں اور ثابت کرتے ہیں کہ واقعی مرزا صاحب قادیانی نے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

کو بالکل سچ کر دکھایا ہے اور اس محاورے کی تصدیق پر مہر تصدیق ثبت کر دی ہے۔

مرزا صاحب کے دعاوی پیش کرنے اور پرکھنے سے پہلے اتنی عرض کئے دیتا ہوں کہ مختصر اشارات سے کام لیا جائے گا العا قل تکفیه ا لا شارة

مرزا صاحب کے حالات جاننے والوں کو یہ تو معلوم ہے کہ آپ کی ماں کا نام مریم نہ تھا۔اس سے نہ تو مرزا صاحب کو خود اور نہ ہی ان کے مریدوں کو انکار ہے۔ مگر آپ مرزا صاحب کی تصانیف دیکھیں تو آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ کس توڑ موڑ سے مرزا صاحب قادیانی نے پہلے اپنے آپ کو مریم اور پھر ابن مریم ثابت کیا ہے۔ یہ ہے خشت اول جو کہ ٹیڑھی رکھی گئی ۔ اب دوسری اینٹوں کو دیکھتے جائیں جن سے عمارت کو مکمل کیا ہے۔ وہ سب کی سب ٹیڑھی ہی ٹیڑھی ہیں ایک بھی سیدھی نہیں ہے۔

اب دوسری اینٹ ملاحظہ کیجئے کہ ابن مریم، جن کے نزول کا وعدہ دیا گیا ہے وہ حکم اور عادل ہوں گے خنزیروں کو قتل کریں گے سولی کو توڑیں گے ۔زمین کو انصاف سے بھر دیں گے۔ لوگوں میں مال تقسیم کریں گے۔ جزیہ معاف کر دیں گے۔لڑائی موقوف ہو جائے گی۔

لیکن سب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب کو کہیں کی بادشاہت تو نصیب نہ تھی کہ وہ انصاف اور فیصلے کر کے حکم و عادل کہلاتے، خنزیروں کو قتل کر دیتے صلیب کو توڑ دیتے اور نہ ہی خزانے پاس تھے کہ لوگوں میں روپیہ تقسیم کرتے بلکہ الٹا مریدوں سے روپیہ سمیٹتے رہے۔ نہ ہی جزیہ معاف کیا اور نہ ہی لڑائیاں بند ہوئیں۔ بلکہ مرزا صاحب کی زندگی میں لڑائیاں ہوئیں اور بعد میں جنگ عظیم نے ۱۹۱۴ء میں دنیا میں ایسی کھلبلی مچا دی کہ الامان والحفیظ۔ بلکہ اس کی چنگاریاں چند سالوں تک آ کر سلگ پڑیں اور دنیا کے خرمن عیش و آرام کو بھسم کر ڈالیں تو کچھ عجب نہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کو بادشاہت ملنا تو ایک طرف دنیا بھر کے مسلمان آج دوسری قوموں سے کمزور ہو گئے ہیں، خود جزیہ معاف کرنے کی بجائے خود مسلمان ہو کر غیر مسلموں کو جزیہ (ٹیکس) دیتے ہیں۔ مرزا صاحب مال تقسیم کرنے کی بجائے

مال اکٹھا کرتے رہے اور انصاف وعدل کی بجائے اپنے دو بیٹوں اور ایک بیوی کو اس وجہ سے عاق اور محروم الارث کر دیا کہ انہوں نے محمدی بیگم کے نکاح میں ان کی کوئی مدد نہ کی لیکن مرزا صاحب اور ان کے مرید اسے عین انصاف سمجھتے ہیں یا للعجب

دوسری روایت میں ہے کہ وہ شادی کریں گے، اولاد ہوگی، ۴۵ سال زمین میں ٹھہریں گے اور میرے مقبرے میں مدفون ہوں گے ۔

مرزا غلام احمد صاحب نے محمدی بیگم کے نکاح کے اعتراضوں کے جواب میں اس حدیث کو پیش کیا تھا۔ سو وہ ہر ایک کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب ساری عمر اسی انتظار میں رہے کہ یہ نکاح ہو۔ مگر نہ ہوا۔ ہاں مریدوں نے موڑ توڑ کر یہ کہہ دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا لڑکا درلڑکا اور محمدی بیگم کی لڑکی درلڑکی کی شادی ہوگی، اگر ایسے ہو بھی جائے تو گویا موڑ توڑ کر کے ہوگا۔

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا

لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کو اس نکاح سے کیا فائدہ؟ کیونکہ روایت کے مطابق تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اپنا نکاح ہونا چاہیے تھا نہ کسی اور کا۔ چنانچہ استاد ذوق کیا اچھا کہتے ہیں:

جاتے ہوائے شوق میں ہیں اس چمن سے ذوق
ہماری بلا سے باد صبا اب کبھی چلے

غرض نہ تو مرزا صاحب کا روایت کے مطابق جیسا کہ مرزا خود مانتے ہیں نکاح ہی ہوا اور نہ ہی روایت والی موعودہ بیوی سے کوئی اولاد ہوئی، ہاں دوسری بیویوں سے اولاد موجود ہے اس لئے وہ توڑ موڑ کر پیش کی جاسکتی ہے اور پیش کی جارہی ہے:

ببیں تفاوت راہ از کجا است تا کجا

ابن مریم کا زمین میں ۴۵ برس رہنا، سو ہمارے عقیدہ کے مطابق مسیح ابن مریم دوبارہ نازل ہونے کے بعد ۴۵ برس کی عمر پاکر وفات پائیں گے لیکن مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے توڑ موڑ کے مطابق مدعی مسیحیت کی عمر صرف پینتالیس سال ہونی چاہیے یا اسکے دعوی مسیحیت کو کم از کم ۴۵ برس کا عرصہ ہونا چاہیے اور پھر اس کی

وفات ہونی چاہیے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اپنی عمر کہیں ۶۷ کہیں ۶۶ غرض کہیں کچھ اور کہیں کچھ اور دعوی کی مدت بقول مریداں ۳۴ سال، سواس اختلاف سے ظاہر ہے کہ ۴۵ سال کسی صورت میں نہیں ہوتے۔

مسیح موعود کا رسول اللہ ﷺ کے مقبرے میں دفن ہونا، سوآپ پر واضح ہے کہ مرزا صاحب لاہور مر کر خر دجال پر سوا ہو کر بٹالے اور پھر قادیان پہنچائے گئے اور وہیں سپرد خاک کئے گئے۔لیکن مریدان باصفا نے رسول اکرم محمد مصطفیٰ ﷺ کے مقبرے میں دفن ہونے کے متعلق جن موڑوں اور توڑوں سے کام لیا ہے وہ سب کو معلوم ہے۔کیوں نہ ہو:

بڑے میاں تو بڑے میاں چھوٹے میاں سبحان اللہ
گرو جنہاں دے ٹپنے چیلے جان شڑپ

الغرض اس مختصر تبصرے سے آپ کو معلوم ہو گیا ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عمارت بمصداق:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

ساری کی ساری ٹیڑھی اور مختلف موڑوں اور توڑوں سے بنائی گئی ہے۔اگر کسی کو اس میں شک ہو تو مرزا صاحب کی تصانیف سے ہر بات کے موڑ اور توڑ دیکھ سکتا ہے کہ کس طرح مرزا قادیانی نے ہر ایک بات کو الٹ دیا ہے جس کا نام تحریف ہی ہوسکتا ہے کیونکہ تحریف کے معنی ہیں بالکل بدل دینا، یا الٹ دینا۔چنانچہ ابن مریم کی بجائے ایک اور شخص جسے اس کے ساتھ دور کی بھی نسبت نہیں، قرار دیا گیا

مال جسے روپیہ اور دولت کہتے ہیں اس کا مطلب معارف لیا گیا۔خنزیر اور سؤر سے انسان مراد لئے گئے۔قس علیھا البواقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ ص ۶-۸)

سردار کھڑک سنگھ اور میاں محمود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے اردگرد سکھوں کی آبادی بکثرت ہے عرصہ سے ان کی باہمی چپقلش رہتی ہے چند روز ہوئے قادیان کے قریب کہیں سکھوں کا دیوان (جلسہ) ہوا جس میں سردار کھڑک سنگھ نے (بقول میاں محمود احمد) کہا کہ: احمدی اگر ظلم سے باز نہ آئے تو ہم قادیان کی اینٹ سے اینٹ بجا دیں گے۔ وغیرہ

اس کے جواب میں میاں محمود احمد نے ایک ٹریکٹ چو ورقہ شائع کیا ہے اور ہمارے پاس بغرض اشاعت بھی بھیجا ہے جو صاحب اسے دیکھنا چاہیں وہ قادیان کے دفتر امور عامہ سے منگا لیں۔

ہم تو اس نزاع سے اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی اپنے دعوی میں سچے نہ تھے کیونکہ انہوں نے کہا تھا میرے زمانہ میں سارے کفریہ مذاہب مٹ کر ایک مذہب (اسلام) ہو جائے گا (چشمہ معرفت)۔

بجائے اس کے ہم دیکھتے ہیں خود قادیان میں اور قریب قادیان میں غیر اسلام مذاہب بکثرت ہیں بلکہ احمدیوں کو دھمکیاں دیتے ہیں۔

این چہ بو العجبی ست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ ص ۸)

ڈیرہ غازی خان میں مباحثہ مرزائیہ

بتاریخ ۲۳ مئی ۱۹۳۴ء ڈیرہ غازی خان میں جماعت اہل حدیث اور امت مرزائیہ کے مابین مسئلہ صداقت مرزا پر ایک زبردست مناظرہ ہوا الحمدللہ کی حق کو نمایاں فتح ہوئی اور باطل مغلوب ہوا۔ عوام پر اس مناظرے کا اثر بہت اچھا ہوا اور لوگ مرزائیت سے متنفر ہو گئے۔ راقم: ابوخالد مبلغ از ڈیرہ غازی خان

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ ص ۱۴)

دفع افتراء

الفضل ۲۲ مئی ۱۹۳۴ء میں انجمن تبلیغ الاسلام کلکتہ کا فرار تحریر کیا گیا ہے ، یہ بات بالکل سفید جھوٹ ہے۔ نہ انجمن نے مناظرہ سے گریز کیا نہ مولوی محمد یوسف صاحب امرتسری نے انکار کیا بلکہ خود مولوی سلیم (مرزائی) کلکتہ میں آ کر ہماری گرفت میں پھنس گیا۔ راقم: سکرٹری تبلیغ الاسلام کلکتہ جیت پور سراج بلڈنگ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۱ ص ۱۴)

مالیخولیائی نبوت

انّك لعلى خلق عظيم کی بدترین مثال

حکیم عبدالرحمٰن صاحبؒ خلیق تیجہ کلاں ضلع گورداسپور لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر کے ناظرین جانتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی نسبت ہماری تحقیق یہ ہے کہ آپ مراقی انسان تھے جس کا ثبوت ہم نے کئی طرح پیش کیا ہے یہاں تک کہ مرزائی حضرات کو بھی سوائے خاموشی کے اور کوئی چارہ نظر نہ آیا۔ چنانچہ ان کی خاموشی نے ہمارے عندیہ کو اور بھی واضح کر دیا آج ہم ایک جدید طرز سے مرزا صاحب قادیانی کی مراقیت اور ماؤف الدماغی کو طشت از بام کرتے ہیں۔ پس ناظرین بغور پڑھیں۔ مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

زنا کاروں اور بدکاروں کی اولاد حرام زادوں کے علاوہ تمام مسلمان مجھے قبول کرتے ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷)

پھر ارشاد ہوتا ہے کہ:

جو شخص ہماری فتح کا قائل نہ ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اسے ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور وہ حلال زادہ نہیں حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہیں کرتا۔ (انوار الاسلام۔ص ۳۰)

دوسری کروٹ یوں لیتے ہیں؛

میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اوران کی عورتیں کتیوں سے بدتر ہیں

(نجم الہدیٰ۔ص۱۰)

حضرات علماء کرام کی خاطر مدارات ان الفاظ سے کرتے ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویاں ، یہودی خصلتو، ظالم مولویو! ،تم نے بے ایمانی کا پیالہ پی لیا۔(انجام آتھم۔ص ۲۱)

تم کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھارہے ہو۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۵)

ذلت کے سیاہ داغ تمہار منحوس چہروں کو بندروں اورسوروں کی طرح کردیں گے۔(ضمیمہ انجام آتھم ص۵۳)

بے ایمانو نیم عیسائے دجال کے ہمراہیوں اسلام کے دشمنو۔

(اشتہارانعامی تین ہزار حاشیہ۵)

ناظرین کرام! دنیا بھر کے انبیاء کرام کے مظہر۔صحیح عکس اور مثیل کی مندرجہ بالا عبارت نظر کے سامنے رکھیں اور مندرجہ ذیل حقائق کی روشنی میں آپ کا موازنہ کر کے نتیجہ نکالیں کہ آیا آپ (مرزا) مسیح مہدی نبی رسول محدث ابن اللہ مظہر خدا ثابت ہوتے ہیں یا پاگل مجنون مخبوط الحواس اورمراقی۔پس

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور! منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

قرآن کریم میں وارد ہے

لا تسبّوا الذ ین ید عو ن من دو ن اللہ فیسبّو ا اللہ عدواً بغیر علم ۔(یعنی تم مشرکوں کے بتوں کو بھی گالی نہ دو کیونکہ پھراس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ محض لاعلمی کے باعث تمہارے خدا کو ہدف دشنام بنالیں گے)۔

پھر فرمایا:

قل لّعبا دی یقو لوا الّتی ھی احسن انّ الشّیطا ن ینز ع بینھم انّ ا لشّیطا ن کا ن للا نسا ن عدوا مبینا (الاسراء:۵۴) یعنی اے محمد ﷺ میرے بندوں کو کہہ دے کہ بات بہت اچھی کیا کریں سخت کلامی نہ کریں اسطرح شیطان ان میں عداوت ڈلوادے گا بے شک شیطان انسان کا ظاہر دشمن ہے۔

حدیث شریف میں ہے:

لیس المو من با ا لطعا ن و لا با العان و لا الفا حش و لا لبذی. یعنی طعن کرنے والا اور لعنت کرنے والا گالی دینے والا اور زبان درازی کرنے والا مومن نہیں۔

پھر فرمایا: اکمل المو منین ایما ناً ا حسنھم خلقاً (یعنی مسلمانوں میں کامل الایمان وہی ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں:

اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے اخلاق کریمہ خود دکھلائے (چشمہ مسیحی ص ۹)

پھر بڑے زور سے مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

گالیاں دینا اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں۔ (اربعین نمبر ۳)

پھر مرزا صاحب قادیانی نے یوں لکھا ہے کہ:

تجربہ شہادت دیتا ہے کہ بدزبان انسان کا انجام اچھا نہیں ہوتا پس اپنی زبان کی چھری سے بدتر کوئی چھری نہیں (چشمہ معرفت۔ص ۱۵)

محترم ناظرین مندرجہ بالا آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ واقوال مرزا سے معلوم ہوا کہ بدخلق انسان ایمان دار بلکہ شریف بھی نہیں ہوتا بلکہ وہ غیر شریف۔ گم کردہ راہ، گمراہی اور ضلالت کے تاریک گڑھے میں پھنسا ہوا ہوتا ہے۔ نیز یہ کہ کوئی شخص جو صحیح الدماغ ایمان دار شریف اور مومن ہو وہ بدزبان اور بدخلق نہیں ہوتا۔

حاصل یہ کہ راہ راست کی حمایت کرنا صراط مستقیم پر گامزن صحیح الدماغ اور شریف انسان اس واسطے بدخلق نہیں ہوتا کہ وہ اپنی صحیح الدماغی کے باعث احکام قرآنیہ واحادیثیہ کو سمجھنے کی استعداد رکھتا ہے برخلاف ازیں جو شخص بدزبان اور بدخلق ہو وہ قطع نظر اس کے کہ نبی اور رسول ہو سکے صحیح معنوں میں مسلمان بلکہ صحیح الدماغ کہلانے کا مستحق بھی نہیں۔ طب کی کتابوں میں یہ امر بڑی وضاحت سے بیان کر دیا گیا ہے کہ مخبوط الحواس انسان بدخلق زشت خو اور بدزبان ہوتا ہے۔ صرف چند شہادات ملاحظہ ہوں

۱۔ مریض بغایت ترش رو و بدخلق باشد (اکسیر اعظم)

۲۔مریض کے مزاج میں غصہ اور اخلاق میں درندگی ہوتی ہے (شرح اسباب)
۳۔مریض ترش رو ہوتا ہے اور اخلاق بگڑ جاتے ہیں (طب اکبر)
۴۔مریض ترش روئی اختیار کر لیتا ہے (میزان الطب)

مرزائی دوستو! تم کب تک اپنی ہٹ پر قائم رہو گے یا درکھو ایک روز تم اس احکم الحاکمین کے روبرو پیش ہونے والے ہو جو بذات الصدور ہے جو انسان کے ظاہر و باطن کو جانتا ہے اور جس سے کوئی راز پوشیدہ نہیں۔اگر پھر تم

اقرأ كتا بك كفی بنفسك

کا نعرہ سن کر پشیمانی ظاہر کرو گے تو یہی عرض کیا جائے گا

کی مرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ
ہائے اس زود پشیمان کا پشیمان ہونا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵جون ۱۹۳۴ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۲ ص ۷۔۸)

مرزا کے اضغاث احلام ازالہ اوہام

جناب مولوی محمد علیؒ تارکش جے پور سے لکھتے ہیں کہ ازالہ اوہام دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خیالات پریشان کا مجموعہ ہے اور اس میں انہوں نے لکھا ہے کہ آنحضرت ﷺ پر ابن مریم و دجال اور اس کے گدھے اور یاجوج ماجوج اور دابۃ الارض کی اصل کیفیت و ماہیت کماحقہ ظاہر نہیں ہوئی۔(معاذ اللہ) بلکہ قوائے انسانی کے ذریعہ سے جہاں تک ممکن تھا، اجمالی طور پر آپ کو سمجھایا گیا مگر آپ (مرزا) پر تمام کیفیت من وعن منجلی ہوگئی۔گویا مرزا صاحب نبیؐ کی ذات گرامی سے بھی بالاتر ہیں کہ جن نکات کے سمجھنے سے آپؐ عاجز رہے وہ مرزا کو بلا کسی اشکال کے کماحقہ سمجھ آجائیں'۔چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحریر فرماتے ہیں:

''آنحضرت ﷺ پر ابن مریمؑ اور دجال کی حقیقت کاملہ بوجہ نہ موجود ہونے کسی نمونہ کے ہو بہو منکشف نہ ہوئی۔اور نہ دجال کے ستر باع گدھے کی

اصل کیفیت کھلی۔ اور یاجوج ماجوج کی عمیق تہہ تک وحی الٰہی نے اطلاع دی ہے اور نہ ''دابۃ الارض'' کی ماہیت ''کما ھی'' ہی ظاہر فرمائی گئی اور صرف امثلہ قریبہ اور صور متشابہ اور امور متشاکہ کے طرز بیان میں جہاں تک غیب محض کی تفہیم، بذریعہ انسانی قویٰ کے ممکن ہے، اجمالی طور پر سمجھایا گیا ہو تو کچھ تعجب کی بات نہیں۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ۶۱۱)۔

مرزا صاحب قادیانی نے یہ احتمالاً لکھا ہے تاکہ تاویل کی گنجائش باقی رہے ورنہ رسول اللہ ﷺ کی ذات اقدس پر پورا حملہ کیا ہے کہ حضور ﷺ کے قوائے انسانی اتنے ضعیف رکھے جائیں کہ صرف فقدان مثال کی وجہ سے مذکورہ امور سمجھ میں نہ آویں اور نہ وحی الٰہی اس کو حل کر سکے۔ مگر مرزا جی کی ہستی اکمل عقدہ لاینحل کو ایک ادنی التفات کے ساتھ سمجھ کر اپنے اقوال متضادہ کے ساتھ اس کی تشریح فرمادیں۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے مسیح موعود کے متعلق لکھا ہے:

''اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح علیہ السلام کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو۔ بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں ہوا تھا اور جب بیان کی گئی تو اسلام پر کچھ کامل نہیں ہوا''۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ۱۴۰)

اور پھر اسی کتاب میں مرزا صاحب قادیانی اس کے الٹ لکھتے ہیں:

''ایسی متواتر پیش گوئیوں کو جو خیر القرون میں ہی تمام عالم اسلام میں پھیل گئی تھیں اور مسلمات میں سے سمجھی گئی تھیں یہ بات پوشیدہ نہیں کہ مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے بالاتفاق قبول کر لیا ہے اور جس قدر صحاح میں پیش گوئیاں لکھی گئی ہیں کوئی پیش گوئی اس کے ہم پلہ اور ہم وزن ثابت نہیں ہوئی۔ تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ۵۷۷)

اور اپنے دعویٰ مسیحیت کے متعلق مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

’’واضح ہو کہ یہ بات نہایت صاف اور روشن ہے کہ جنہوں نے اس عاجز کا مسیح موعود ہونا مان لیا ہے وہ لوگ ہر ایک خطرہ کی حالت سے محفوظ اور معصوم ہیں۔ اور کئی طرح کے ثواب اور اجر اور قوت ایمانی کے مستحق ٹھہر گئے‘‘ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۱۷۹)

اور یہ کہ ہاں تیرہویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔ سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلائیں‘‘۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۱۸۵)۔اور ’’الہام جعلناك المسيح ابن مريمٗ ہم نے تجھے ابن مریم بنایا‘‘۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۴ و ۶۷۴)اور ’’اس امت میں سے ایک کو مسیح ابن مریم بنا کر بھیجا‘‘ (ازالہ اوہام صفحہ ۷۰۰)

مذکورہ بالا عبارات سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی مسیحیت اور اس کے دلائل بیان کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا کر نہیں رکھا بلکہ اپنی امکانی کوشش صرف کر دی ہے۔مگر سچ ہے: دروغ گورا حافظہ نہ باشد ،

بجائے اس کے کہ کوئی دوسرا شخص مد مقابل بن کر آپ کے اس خیال خام و تصور ناتمام کی تردید کرے، بے چارے خود ہی اپنی بیخ کنی اس طرح کرتے ہیں:

’’اے برادران دین! علمائے شرع متین! آپ صاحبان میری معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں۔ اس عاجز نے مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ کیا ہے جو کہ کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں‘‘۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۱)

یعنی مرزا صاحب نے مسیح ابن مریم بننے سے انکار ہی نہیں کیا بلکہ کھلے الفاظ میں ان کے مسیح جاننے اور ماننے والے کو مفتری، کذاب، کم فہم سے تعبیر کیا ہے۔ واقعی ہم بھی مرزا صاحب کے اس قول کی داد دیتے ہیں لیکن دریافت طلب یہ امر ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا ملہم مذکورہ بالا صفات میں سے کونسی صفت کے ساتھ متصف ہے جس نے مرزا موصوف پر اتنا ظلم ڈھایا کہ ’’جعلناک المسیح ابن مریم‘‘ کا الہام مرزا صاحب قادیانی کے قلب میں پھونک دیا کہ جس کی وجہ سے مرزا غلام احمد صاحب کو اور اس کے معتقدین کو مفتری و کذاب وغیرہ بننا پڑا‘‘۔

دجال کے بارے میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

دجالیت حقیقت میں یہودیوں ہی کا ورثہ ہے اور ان سے نصاریٰ کو پہنچا اور

دجال اس گروہ کو کہتے ہیں جو کذاب ہو اور زمین کو نجس کرے اور حق کے ساتھ باطل کو ملا دے۔سو یہ صفت حضرت مسیح کے وقت میں یہودیوں میں کمال درجہ پر تھی۔ پھر نصاری نے ان سے لے لی۔(ازالہ اوہام۔ص ٦٤٧)۔

آگے چل کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں۔

ہمارے نزدیک ممکن ہے کہ دجال سے مراد بااقبال قومیں ہوں اور گدھا ان کا یہی ریل ہو جو مشرق اور مغرب کے ملکوں میں ہزار ہا کوسوں تک چلتی دیکھتے ہو۔ (ازالہ اوہام ص ۱۴۷)۔

مگر افسوس ہے کہ مرزا غلام احمد خود اس خر دجال پر بطیّب خاطر سوار ہوتے رہے۔

قرآن وحدیث کا مقابلہ کرتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں

اب رہیں حدیثیں، سوسب سے اول یہ بات سوچنے کے لائق ہے کہ قرآن کریم کے مقابلہ پر حدیثوں کی کیا قدر و منزلت ہے۔(ازالہ اوہام صفحہ ۵۲۸)

اور ذرا آگے چل کر مرزا صاحب لکھتے ہیں

اور ظاہر ہے کہ ہم مسلمانوں کے پاس وہ نص جو اول درجہ پر قطعی اور یقینی ہے قرآن ہے۔ احادیث اگر صحیح بھی ہوں تو مفید ظن ہیں ''والظن لا یغنی من الحق شیئا۔ (ازالہ اوہام صفحہ ٦۵۴)

اور اس کے خلاف اسی کتاب میں مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اب سمجھنا چاہیے کہ گو اجمالی طور پر قرآن شریف اکمل واتم کتاب ہے مگر ایک حصہ کثیرہ دین کا اور طریقہ عبادت وغیرہ کا مفصل مبسوط طور پر احادیث سے ہی ہم نے لیا ہے۔اور اگر احادیث کو ہم بکلی ''ساقط الاعتبار'' سمجھ لیں تو پھر اس قدر بھی ثبوت دینا مشکل ہو جائے گا کہ درحقیقت حضرت ابو بکرؓ وعمرؓ اور عثمان ذوالنورینؓ اور جناب علی کرم اللہ وجہہ آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام اور امیر المومنین تھے اور وجود رکھتے تھے۔صرف فرضی نام نہ تھے کیونکہ قرآن کریم میں ان میں سے کسی کا نام نہیں۔ (ازالہ اوہام۔صفحہ ۵۵۷)

لفظ ''توفی'' پر بحث کرتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

''بعض چالاکی سے قرآن شریف کے کھلے کھلے ثبوت پر پردہ ڈالنا چاہتے

ہیں کہ "توفی" کا لفظ لغت کی کتابوں میں کئی معنوں میں آیا ہے حالانکہ اپنے دلوں میں خوب جانتے ہیں کہ جن لفظوں کو قرآن شریف اصطلاحی طور پر بعض معنی کے لیے خاص کر لیتا ہے اور اپنے متواتر بیان سے بخوبی سمجھا دیتا ہے کہ فلاں معنی کے لیے اس نے فلاں لفظ خاص کر رکھا ہے۔ اس معنی سے اس لفظ کو صرف اس خیال سے پھیرنا کہ کسی لغت کی کتاب میں اس کے اور بھی معنی آئے ہیں صریح الحاد ہے۔ مثلاً کتب لغت میں اندھیری رات کا نام کافر ہے مگر قرآن شریف میں کافر کا لفظ صرف کافر دین یا کافر نعمت پر بولا گیا ہے۔ اب اگر کوئی شخص کفر کا لفظ الفاظ مروجہ فرقان سے پھیر کر اندھیری رات اس سے مراد لے اور یہ ثبوت دے کہ لغت کی کتابوں میں یہ معنی بھی لکھتے ہیں تو سچ کہو کہ اس کا یہ ملحدانہ طریق ہے یا نہیں"۔ (ازالہ اوہام' صفحہ ۴۶۶)

اور پھر خود اپنے ہی بیان کردہ اصول کی مخالفت کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

"اگر یہ کہو کہ معجزہ کے طور پر مردے زندہ ہوتے ہیں تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ حقیقی موت نہیں ہو گی۔ بلکہ غشی یا نیند وغیرہ کی قسم سے ہو گی۔ کیونکہ "مات" کے معنی لغت میں نام کے بھی ہیں۔ دیکھو قاموس۔ (ازالہ اوہام صفحہ ۶۴۰)۔

اور قصہ غدیر وغیرہ جو قرآن کریم میں ہے اس بات کے مخالف نہیں کیونکہ لغت میں موت بمعنی نوم اور غشی میں بھی آیا ہے۔ (ازالہ اوہام' صفحہ ۶۶۶)

(محمد علی صاحب کہتے ہیں) اب انصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے شیدایان مرزا خود ہی انصاف کریں کہ مذکورہ بالا عبارات سے کون ملحد و بے دین ثابت ہو رہا ہے کہ ایک اصطلاح قرآنی ہی نہیں بلکہ اصطلاح عوام کے خلاف بار بار فرمایا جا رہا ہے قاموس دیکھو۔ ہاں ہم قاموس دیکھتے ہیں آپ بھی اپنی کتاب "ازالہ اوہام" کا صفحہ ۴۶۶ دیکھیں تاکہ آپ کی یاد از سر نو تازہ ہو جائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جون' ۱۹۳۴ء مطابق یکم ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۸-۱۰)

دربارہ آتھم، مرزا کے اقوال فی الالہام پر تبصرہ۔۱

جناب مولوی محمد مہر الدینؒ صاحب میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں سے گذارش ہے کہ خاکسار راقم کے اشکال مندرجہ ذیل کی نسبت اپنی بیش قیمت آراء کا اظہار کر کے مشکور فرماویں کہ ان اقوال میں کس قدر راستی کی جھلک ہے خصوصاً مولوی غلام مصطفیٰ بدوملہی سے جنھوں نے ایک دفعہ فدوی کی طرف نظر عنایت کی تھی مگر بعد ازاں ایسے سوئے کہ گویا.... اور جس پرچہ میں اس کا اندراج ہو، اگر مفت نہیں تو قیمتاً ہی خاکسار کو بھیجا جاوے۔

قولہ فی الالہام نمبر۱

جو فریق جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے پندرہ مہینہ میں ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔

مرزا صاحب ہاویہ کے معنی دوزخ کے نہیں لیتے، بلکہ فرماتے ہیں کہ اس سے پریشانی مراد ہے جس میں آتھم مبتلا ہوا۔ اگرچہ آتھم صاحب کی پریشانی اس کے سفر کرنے سے ظاہر ہوتی ہے مگر مرزا صاحب کی پریشانی بھی کم نہ تھی اس لئے کہ ان کو یہ خوف لگا ہوا تھا کہ اگر یہ پیش گوئی صحیح نہ نکلی تو عمر بھر کا بنا بنایا کام بگڑ جائے گا اور ذلت کی تو انتہا نہیں کیونکہ خود ان کا اقرار ہے (منہ کالا کیا جائے وغیرہ) اور ظاہر ہے کہ غیور طبیعتوں کو جان سے زیادہ عزت ریزی کا خوف ہوتا ہے خصوصاً ایسے موقع میں کہ ایک طرف تمام پادری نظر لگائے ہوئے ہیں اور دوسری طرف تمام مسلمان ہمہ تن چشم و گوش ہیں کہ دیکھئے اس پیش گوئی کا کیا حشر ہوتا ہے پھر خوف صرف ذلت ہی کا نہیں بلکہ جان کا خوف اسی الہام کے ایک گوشے میں دکھائی دے رہا ہے کیونکہ پھانسی کا دستاویزی اقرار خصم کے ہاتھ میں موجود ہے۔ ہر چند مرزا صاحب اس موقع پر اپنا اطمینان بیان کریں مگر جب ہم دیکھتے ہیں کہ پیش گوئی کا وجود نہیں ہوا تو سرے سے اس کے الہام

ہونے میں شک پڑ گیا اور بغیر الہام کے ایسے موقعوں میں اطمینانی حالت نصیب نہیں ہوسکتی۔ رہا جھگڑا شرط کا سو اگر اس سے توقع کامیابی کی رکھی بھی جاوے تو ایک ضعیف احتمال ہے جس پر وثوق نہیں ہوسکتا اور یہ بات ظاہر ہے کہ جہاں احتمال ضرر جانی اور بے عزتی ہو تو فکر غالب ہوجایا کرتی ہے۔ چہ جائے کہ احتمال ضرر ہی غالب ہو۔ غرض ان تمام قرائن سے عقل گواہی دیتی ہے کہ جس مدت میں آتھم صاحب پریشان رہے مرزا صاحب بھی بمقتضائے الحرب سجال، کے پریشانی باطن میں کم نہ تھے اور لفظ ہاویہ دونوں پر منطبق ہے۔

قولہ فی الالہام نمبر۲:

اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی۔

اس کا ظہور مرزا صاحب ہی کی تحریر سے ہو گیا اور یہ فقرہ تو خاص مرزا صاحب سے تعلق رکھتا ہے کیونکہ فریق مخالف اپنے کو کامیاب سمجھ رہا ہے اور خوش ہے اور مرزا صاحب کو ضرورت محسوس ہوئی کہ فریق ثانی کو گالیاں دیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ عقلی معجزات اکثر الٹ بھی جاتے ہیں چنانچہ مسیلمہ کذاب کے معجزوں میں یہ بات ثابت ہے کہ اس نے کسی کی آنکھ میں آشوب دفع ہونے کی غرض سے آب دہن لگایا اس کا اثر یہ ہوا کہ وہ شخص اندھا ہی ہو گیا۔ علاوہ ازیں بہت نظائر ہیں کہ عقلی معجزات کا اثر منعکس ہو جاتا ہے۔

قولہ فی الالہام نمبر۳

جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ہوگی۔

اگرچہ مرزا صاحب قادیانی اس وقت توحید کی جانب ہیں مگر چونکہ اس سے صرف اپنی عیسویت کا اثبات ہے اس جہت سے باطل ان پر محیط اور شامل ہو گیا جیسا کہ حضرت علیؓ نے خوارج کے استدلال کے جواب میں فرمایا تھا کہ کلمة حق ارید بها الباطل پھر جب مشاہدے سے ثابت ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کی کمال درجے کی ذلت ہوئی جس کا اظہار خود فرماتے ہیں تو بحسب قیاس ان کا سچ پر ہونا بھی باطل ہو گیا کیونکہ اگر سچ پر ہوتے تو اس الہام کے مطابق عزت ہوتی۔ ادنی

تامل سے ناظرین پر منکشف ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حق پر نہ ہونا انہیں کے الہام سے ثابت ہے۔

قولہ فی الالہام نمبر ۴

اور اس وقت جب پیش گوئی ظہور میں آئے گی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

پیش گوئی کا صدق ۱۵ مہینہ کے گذرنے پر منحصر تھا۔پس مشاہدے سے اور ہزاروں بلکہ لاکھوں گواہوں سے اس کا کذب ظاہر ہوگیا۔پس ظہور پیش گوئی کے وقت بے شک بعض اندھے جن پر پورا حال مرزا صاحب کا منکشف نہیں ہوا تھا اور ان کی طرف کھسکتے جارہے تھے ضرور سوجاکھے ہوگئے اور حق کی راہ چلنے اور حق باتیں سننے لگے کیونکہ حق پسند طبیعتوں کا خاصہ ہے کہ جب ایسی کھلی نشانی دیکھ لیتے ہیں تو حق کی جانب حرکت کرتے ہیں چنانچہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۲ میں خود تحریر فرماتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی وجہ سے بعض مرید برگشتہ ہوگئے ،یعنی اندھے سوجاکھے ہوگئے۔

قولہ فی الالہام نمبر ۵

اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلے تو میں ہر سزا کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔

ظاہر ہے کہ اللہ جل شانہ نے ایسا ہی کیا کہ پیش گوئی جھوٹی نکلی ۔ عجیب خدا کی قدرت ہے کہ یہ الہام کس غرض سے بنایا گیا تھا اور انجام کس حسن وخوبی سے ہوا۔

اس کی عبارت سے ظاہر ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب اس الہام کو آسمانی بھی فرض کرلیں تو بھی اس سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی فضیلت اور حقانیت ثابت نہیں ہوسکتی۔

مرزائی دوستو! گر قبول افتد زہے عز وشرف ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۳ ص ۵،۶)

فیصلہ کن بات

چوہدری خدا بخش مرزائی سکنہ میانوالی مہاراں، نارووال کو چیلنج مباہلہ

جناب غلام احمد اہل حدیث سکنہ میاں والی مہاراں لکھتے ہیں:

ناظرین! خاکسار کا مکمل ایمان ہے کہ ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ پر تمام قسم کی نبوتوں کا خاتمہ ہو چکا ہے اگر آپ کے بعد کوئی شخص پیدا ہو کر دعوے نبوت کرے تو وہ بقول حضرت محمد ﷺ کے کذابون ثلاثون میں شمار کیا جائے گا کیونکہ جناب رسول اللہ ﷺ کی ذات بابرکات کو اللہ عزوجل نے مکمل شریعت کے ساتھ مبعوث فرمایا ہے اب کسی نئے نبی کے آنے کی چنداں ضرورت نہیں۔

آج زمانہ حال میں جن صاحبان نے دعوی نبوت کیا ہے یہ محض پیٹ پرستی کے لئے ایک بہانہ بنائے ہوئے ہیں۔ نبی ﷺ کا ارشاد ہے لا نبی بعدی اگر اس حدیث کے برخلاف مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی صحیح ہے تو پھر قرآن مجید نے ایک کسوٹی مقرر کی ہوئی ہے فتمنوا الموت ان کنتم صادقین ۔ اس کسوٹی پر پرکھنا اللہ تعالی کا قانون ہے کہ کیا مرزا غلام احمد اپنے دعوی نبوت میں صادق ہیں یا کاذب۔

اب میں چوہدری خدا بخش مرزائی کو اعلانیہ چیلنج دیتا ہوں کہ آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو سچا نبی و رسول مانتے ہو تو میرے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب کے صدق و کذب پر بذات خود مباہلہ کر لیں تا کہ خلق خدا آئے دن کے جھگڑوں سے سبک دوش ہو کر سیدھا راستہ اختیار کرے لیکن میدان مباہلہ میں آنے سے پہلے یہ تحریر کر لیا جائے گا کہ اگر فریقین میں

سے کوئی شخص زہر دے کر ہلاک کر دیا جائے یا قتل کر دیا جائے تو یہ کوئی سچائی کی دلیل نہ مانی جائے گی۔

اگر آپ خلیفہ صاحب قادیانی کی طرح یہ شرط لگائیں کہ ہر فریق کے ساتھ ہزار ہزار یا پانچ پانچ سو اشخاص کی تعداد ہونی چاہیے تو میں اس بات کو ماننے کے لئے ہرگز تیار نہیں ہوں۔

ہاں ایک اور بات ہے جو میں ابھی بیان کئے دیتا ہوں وہ یہ ہے کہ اگر آپ کا ارادہ ہو کہ اشتہار بازی کرتے ہی ایک سال یا دو سال گذار دیئے جائیں تو میں اس بات کو بھی منظور نہیں کرونگا کیونکہ میں زیادہ اشتہار بازی کا شائق نہیں ہوں۔ میرا تو صرف یہی اعلان ہے کہ:

فتمنوا المو ت ان کنتم صا د قین

پس خواہش کرو موت کی اگر تم سچے ہو۔ چوہدری خدا بخش یہ بات یاد رکھیں کہ کسی کی اجازت کی یہاں ضرورت نہیں اگر آپ چاہیں کہ ہم میاں صاحب محمود کی اجازت سے مباہلہ کریں گے تو یہ بزدلی سمجھی جائے گی۔ سچائی ہمارے پاس ہے کیونکہ ہمارے دل میں یہ یقین کامل ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی نبوت میں کسی قسم کی غلطی نہیں آپ کی نبوت ہر پہلو میں مکمل ہے یہی وجہ ہے کہ ہمیں مباہلہ کرنے کے لئے کسی کی اجازت لینے کی ہرگز ضرورت نہیں ہے اگر ہمت ہے سچائی ہے تو مباہلہ کرنے کو تیار ہو جاؤ پس فیصلہ کے بعد خلق خدا خود معلوم کرلے کہ فریقین میں سے کون سا فریق راستی پر ہے اور یہ بھی تحریر کر لیا جائے گا کہ فریقین میں سے جو فریق بھی غلطی پر ہو خدا اسے بعارضہ ہیضہ یا پلیگ ہلاک کرے۔

المشتہر: غلام احمد اہل حدیث

سکنہ میاں والی مہاراں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ ڈاکخانہ بدوملہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۸ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۳ ص ۶۔۷)

مرزا صاحب پر بدگمانی کی ضرورت

جناب مولوی محمد مہرالدین صاحبؒ میاں وٹڈ سے لکھتے ہیں:

قرآن و حدیث و اجماع وغیرہ سے ثابت ہے کہ مدعی کچھ بھی دعوی کرے اس سے گواہ طلب کئے جائیں یہ امر ہمارے دعوی پر گواہ صادق ہے کہ کسی مدعی پر حسن ظن نہ کیا جائے۔ پھر جب خود دعوی اس قسم کا ہو کہ سرے سے دین ہی اس کو قبول نہیں کرتا تو حسن ظن وہاں کیونکر درست ہوگا اس قسم کے دعووں پر نہ گواہ طلب کرنے کی حاجت ہے نہ ان کی گواہی قبول کی ہوسکتی ہے۔ ان دعووں کیسی ہی ملمع سازیاں کی جائیں۔ بدگمانی واجب ہے حضرت علیؓ فرماتے ہیں الحزم سوء الظن جس کا مضمون شیخ سعدیؒ نے یوں لکھا ہے

نگہدارد آں شوخ در کیسہ در
کہ داند ہمہ خلق را کیسہ بر

اہل ایمان جانتے ہیں کہ ایمان کیسا در بے بہا ہے۔ جب ایک پتھر کی حفاظت کے واسطے عقل عام بدظنی پر آمادہ کر دیتی ہے تو اس گوہر بے بہا کی حفاظت کے لئے کس قدر بدگمانی کی ضرورت ہے ورنہ یہ سمجھا جائے گا کہ ایمان ایک پتھر کے برابر بھی نہیں سمجھا گیا۔

دین میں بہتر فرقے جو ہو گئے جن کا ناری ہونا احادیث صحیحہ سے ثابت ہے سب کا وجود بقا اسی حسن ظن ہی کی بدولت ہوا۔ اگر کسی بانیء مذہب پر حسن ظن نہ کیا جاتا تو نہ اوروں کے حوصلے بڑھتے نہ کسی کا خیال اس طرف متوجہ ہوتا۔ دیکھئے یہ حدیث صحیح مسلم شریف میں موجود ہے (ترجمہ)

فرمایا نبی ﷺ کہ قریب ہے کہ شر وفساد ہوں گے سو یاد رکھو کہ جو کوئی اس امت کی اجتماعی حالت میں تفرقہ ڈالنا چاہے اس کو تلوار سے کاٹ ڈالو۔

کیا اچھا ہوتا کہ اس اگلے زمانے کے لوگ تفرقہ اندازوں پر حسن ظن نہ کر

کے جس طرح اس حدیث شریف نے قطعی فیصلہ کر دیا ہے عمل پیرا ہوتے تو ان مذاہب باطلہ کا کوئی نام لینے والا ہی نہ رہتا۔

مرزائی دوستو! بے موقع حسن ظن نے اسلام میں بڑی بڑی رخنہ اندازیاں کیں مگر افسوس کہ آپ لوگ کیوں عقل سلیم سے کام نہیں لیتے

فتوحات اسلامیہ میں لکھا ہے کہ ۱۰۷۲ھ میں ایک یہودی نے مسیح ہونے کا دعوی کیا تھا اور ایک مسلمان نے مہدویت کا دعوی کیا تھا۔ چونکہ یہود کی کتابوں میں ہے کہ موسی نے خبر دی ہے کہ ایک نبی پیدا ہوں گے جو خاتم الانبیاء ہیں۔ اور ان کے اسلاف نے عیسی اور ہمارے نبی ﷺ کو نہ مانا اس لئے وہ اس نبی کے منتظر ہیں۔ اس یہودی کو دعوی عیسویت میں یہ پیش نظر تھا کہ یہودی نبی معہود سمجھ جائیں اور مسلمان مسیح موعود۔ چنانچہ مسلمانوں کو یہ سمجھایا کہ آنے والے عیسی آخر بنی اسرائیلی ہیں اور میں بھی بنیاسرائیلی ہوں اور اب تک کسی کا دعوی عیسویت ثابت نہ ہوا اور میں دعوی سے کہتا ہوں کہ میں عیسی موعود ہوں۔ اس لئے میرا دعوی قابل تسلیم ہے۔ اور یہود سے کہا کہ آخر ایک نبی کا آنا مسلّم اور ضروری ہے جس کی خبر موسی نے دی تھی اور مجھ پر وحی نازل ہوئی ہے اور معجزات بھی مجھے دیئے گئے ہیں۔ چنانچہ بعض امور مافوق العادت از قسم طلسمات وغیرہ خوارق عادات ظاہر کرتا تھا اور نہایت وجیہہ اور فصیح ہونے کی وجہ سے دور دور سے لوگ اس کے پاس آتے اور اسکی پر زور تقریریں ان پر جادو کا کام کرتیں چنانچہ ایک مجمع کثیر معتقدوں کا اس کے ساتھ ہو گیا۔ جب اس نے قسطنطنیہ جانا چاہا تو فتنہ کے خوف سے صدر اعظم نے اس کے گرفتار کرنے کا حکم دیا چنانچہ جہاز ہی میں اس کو گرفتار کر لیا گیا۔ مگر معتقدین کی یہ حالت تھی کہ جوق در جوق آتے اور نذرانے دے دے کر قید خانے میں اسکی پابوسی کے لئے اجازت حاصل کرتے۔ خلیفۃ المسلمین سلطان محمد نے اپنے روبرو اس کو بلوا کر کچھ پوچھا جس کا جواب ٹوٹی پھوٹی ترکی زبان میں دیا بادشاہ نے کہا مسیح وقت کو اتنا تو چاہیے کہ ہر زبان میں فصیح گفتگو کرے۔ پھر پوچھا بھلا کچھ عجائب وخوارق بھی تجھ سے صادر ہوتے ہیں کہا کبھی کبھی۔ کہا تیری مسیحائی میں آزمانا چاہتا ہوں۔ یہ کہہ کر حکم دیا کہ اس کے کپڑے اتارلو۔ دیکھیں بندوق اس پر اثر کرتی ہے یا نہیں۔ اگر سچا مسیح ہے تو اس کو کچھ نہ ہوگا۔ یہ سنتے ہی جھجک گیا اور

کمال عجز سے عرض کی کہ میرے خوارق عادات میں یہ قوت نہیں کہ گولی کے وار سے مجھے بچا سکیں۔ بادشاہ نے اس کے قتل کا حکم دیا۔ جب دیکھا کہ نجات کی کوئی صورت نہیں اور مسیحائی نے جواب دے دیا تو بادشاہوں کے قدموں پر گر کر توبہ کی اور اسلام کی حقانیت کا اقرار کر کے صدق دل سے مسلمان ہو گیا۔ چنانچہ اس بزرگوار کے اسلام کا یہ اثر ہوا کہ صدہا یہود اس کی مدلل تقریروں سے مشرف باسلام ہوئے۔

اب مہدی کا حال سنیئے۔ وہ بھی قسمت کے مارے گرفتار ہو کر اسی بادشاہ کے پاس آئے۔ بادشاہ نے اسی قسم کے سوالات کئے جواب سے عاجز تو ہوا مگر توبہ کی توفیق نہ ہوئی۔ سعادت وشقاوت خدا کے ہاتھ ہے۔ یہودی کے حق میں تو دعوی عیسویت باعث نجات ہو اور مسلمان کے لئے دعوی مہدویت باعث ہلاکت۔ خدا کی قدرت ہے۔ اس واقعہ میں غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی بڑا ہوشیار شخص تھا اس نے یہ سوچا کہ بتواتر ثابت ہے کہ امام مہدی صاحب حکومت وفوج ہوں گے اور عیسی علیہ السلام دجال کے قتل کے واسطے آئیں گے اور چونکہ وہ بنی اسرائیل سے ہیں اس مناسبت سے یہودی کا مسیح ہونا موزوں ہے۔ اگر داؤ چل گیا تو سلطنت اپنی ہے۔ یہودی کو اس وقت نکال دینا کون سی بڑی بات ہے۔ غرضیکہ احادیث کے لحاظ سے اس مہدی کو مسیح جعلی کی تلاش کی ضرورت ہوئی تاکہ یہ کوئی نہ کہے کہ اگر آپ مہدی ہیں تو مسیح کہاں؟

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ جھگڑا ہی مٹا دیا۔ فرماتے ہیں کہ مسیح موعود بھی میں ہوں اور مہدی معہود بھی میں ہی ہوں اور جو احادیث سے اور اجماع سے ثابت ہے کہ مسیح اور ہیں اور مہدی اور سو وہ قابل اعتبار نہیں۔

اب اہل انصاف غور کر سکتے ہیں کہ خلیفۃ المسلمین کی بدگمانی مسلمانوں کے حق میں مفید ثابت ہوئی یا معتقدین کا حسن ظن۔ اسی ترازو پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حالات کا موازنہ بھی کیا جا سکتا ہے۔

مرزائی مترو! طمع نفسانی کو چھوڑ کر تنہائی کے گوشہ میں بیٹھ کر تھوڑا سا ہی غور کرو، تو معلوم ہو جائے گا: طمع را سہ حرف اندو ہر سہ تہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۴ ص ۴۔۵)

مولوی اللہ دتا جالندھری کی غلط بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا اعتقاد ہے کہ ہم امت مرزائیہ میں سچا اور پکا احمدی مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو کو جانتے ہیں کیونکہ موصوف اخفاء حق اور اظہار باطل بلکہ دجل و فریب وغیرہ میں حضرت امام مرزائیہ (مرزا غلام احمد صاحب) کے پورے پیرو ہیں۔ جہاں تک ہمارا ان لوگوں سے واسطہ پڑا ہے ہم نے اپنے تجربہ میں اللہ دتا صاحب جالندھری صاحب جیسا پکا احمدی (بایں معنی) نہیں پایا اسی لئے آج ہم مجبور ہیں کہ ان کو لقب، پکا احمدی، سے یاد کریں۔

جماعت مرزائیہ خاص کر قادیانیہ کی نسبت خدا ہی جانتا ہے کہ ان لوگوں کا مقصد کیا ہے۔ کیوں یہ لوگ ایک بت کی پوجا کرانے میں دن رات مشغول رہتے ہیں۔ آج ہندوستان کے بت پرست تو بت پرستی سے نفرت کرتے جاتے ہیں، مگر قادیان کے بت پرست اپنے بت کو ہر روز، بلکہ ہر آن، مرمت بلکہ مزین کرکے دنیا کو اس کی پوجا کی دعوت دیتے ہیں۔

بھائی میاں! جس بت کو بت شکن نے توڑ دیا ہو، اسے تم کیا کھڑا کرو گے

و لن یصلح العطار ما افسد الدھر

مولوی اللہ دتا جالندھری صاحب کا طویل مضمون الفضل ۲۴ جون ۱۹۳۴ء میں نکلا ہے جس میں آپ نے قادیانی بت (مرزا متوفی) کے آخری فیصلہ کو خوب بگاڑا ہے۔ کچھ حرج نہیں ان سے پہلے بھی ایسے لوگ گزرے ہیں جن کی بابت ارشاد ہوا:

و ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوہ سبیلاً

سیدھا راستہ دیکھ کر اسے قبول نہ کرتے تھے

مضمون کی تمہید میں بڑی دون کی لی ہے کہ مولوی ثناء اللہ احمدیت کا سخت دشمن ہے، اس کو مٹانا چاہتا ہے مگر یہ اور ترقی کرتی ہے۔ یہ بات بالکل غلط ہے ایسا

کہنا واقعات سے چشم پوشی کرنا ہے اگر اپنی ترقی کا حال تم کو معلوم نہیں تو سنیئے ۔
مرزا غلام احمد متوفی تو کہتے رہے کہ میرے مرید چار لاکھ ہیں۔ مگر گذشتہ مردم شماری (۱۹۳۱ء) میں پنجاب کے اندر ۵۶ ہزار نکلے ۔تخمیناً ۴ ہزار باہر کے بھی ملا لیں، تو کل ساٹھ ہزار ہوئے۔ کہو چار لاکھ میں کمی آئی کہ زیادتی ہوئی ۔اور یہ ترقی ہے یا تنزل؟

اس کے برخلاف رسول قادیانی کی کامیابی کا حال بھی سن لیں۔ عیسائی قوم جن کو دنیا سے مٹانے کے لئے قادیانی مسیح موعود تشریف لائے تھے، روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ گذشتہ مردم شماری میں ساری قوموں سے زیادہ عیسائیوں کی ترقی ہے یعنی ۲۵ فی صدی بڑھ گئے ہیں ۔

تمہارے دوسرے رقیب جن کو زندہ درگور کرنے کا دعوی مرزا غلام احمد صاحب اخیر تک کرتے رہے، یعنی آریہ سماجی چند ہی سالوں میں ترقی کر کے اس دفعہ کی مردم شماری کے مطابق دس لاکھ نظر آتے ہیں ۔

کہو تمہارا نبی کامیاب ہوا یا ہم کامیاب ہوئے ؟

رہے تمہارے مراکز جیسا کہ تمہارے وفد نے وائسرائے سے کہہ کر ساری دنیا میں ہیں، ان کی حقیقت بھی ہم خوب جانتے ہیں اور تمہاری تبلیغ بھی ہم سے کبھی پوشیدہ نہیں جس کا ذکر پھر کبھی کرینگے۔ اس تمہید کو چھوڑ کر ہم اصل مطلب پر آتے ہیں۔

مولوی اللہ دتا جالندھری (پکے احمدی) نے ایک طول پر فضول تقریر کے بعد ...حرف مطلب یہ لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو مولوی ثناء اللہ نے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کو مباہلہ کے لئے بلایا تو اس کے جواب میں ۱۵۔ اپریل کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آخری فیصلہ والا اشتہار دعا مباہلہ دیا اس لئے یہ دعا مباہلہ ہے ۔ اللہ دتا جالندھری صاحب کے اصل الفاظ درج ذیل ہیں :

> مولوی ثناء اللہ صاحب نے مجبوراً اس میدان میں قدم رکھنا چاہا اور اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں جماعت احمدیہ کو بدیں الفاظ مخاطب کیا:
> انہیں ہمارے سامنے لاؤ جس نے ہمیں رسالہ انجام آتھم میں مباہلہ کے لئے دعوت دی ہوئی ہے کیونکہ جب تک پیغمبر جی سے فیصلہ نہ ہو سب امت کے لئے کافی نہیں ہوسکتا (ص ۱۰)۔

اس لئے مولوی صاحب صاحب امرتسری کے اعلان ۲۹ مارچ کے جواب میں سیدنا حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اشتہار ۱۵۔ اپریل دعائے مباہلہ کی صورت میں شائع فرمایا۔ (الفضل قادیان ۲۴ جون ۱۹۳۴ء ص ۳)

بس یہ ہے اصل مرکز بحث۔ یہی مضمون اللہ دتا جالندھری صاحب نے نومبر ۱۹۳۱ء میں بھی شائع کرایا تھا۔ حسب قواعد علم بلاغت اس مصلحت سے ہم نے اس مغالطہ کا جواب نہ دیا تھا کہ کسی روز بالمشافہ یہ بات کہیں گے تو ان کو اصلیت بتائی جائے گی۔ ابھی نہیں بتاتے تا کہ یہ لوگ قبل از وقت مطلع نہ ہو جائیں۔

چونکہ ۲۶، ۲۷ مئی ۱۹۳۴ء کی درمیانی شب امرتسر میں ہزارہا کے مجمع میں مولوی جلال الدین صاحب قادیانی نے بھی یہی کہا تھا، اور اس سے پہلے یکم جنوری ۱۹۳۴ء کو لاہور کے جلسہ مناظرہ میں خادم گجراتی (قادیانی) نے بھی یہی عذر پیش کیا تھا، اس لئے آج ہم وہی جواب تحریر میں لاتے ہیں جو ان جلسوں میں اظہار کر چکے ہیں بحولہ و قوتہ

پس سنیئے! یہ کہنا کہ میرے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء والے مضمون کے جواب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلہ والا مضمون شائع کیا تھا، غلط جھوٹ افتراء دجل اور بہتان ہے۔ میں اس دعوی پر کوئی بیرونی شہادت پیش کرنا نہیں چاہتا، خود قادیانی پریس سے مرزائی تحریر دکھاتا ہوں۔ میرے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کے جواب میں ایک مضمون اخبارات قادیان (الحکم اور بدر) میں چھپا تھا جو اصل الفاظ میں حسب ذیل ہے:

> اس مضمون کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے چیلنج کو منظور کر لیا ہے وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شک اپنے دعوی میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین اور اس کے علاوہ ان کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور

مصیبت میں نہ پڑے اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ وہ کتاب شائع ہو جائے گی۔

(الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔ ، بدر قادیان ۔۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

قادیانی اور لاہوری ممبرو! اگر خدا پر ایمان ہے تو اسی کو حاضر ناضر جان کر کہو کہ اس مضمون کو اللہ دتا جالندھری صاحب کیوں کھا گئے؟

میں خود ہی بتائے دیتا ہوں کہ اس لئے وہ اس کو کھا گئے کہ یہ مضمون ان کے بلکہ جملہ امت مرزائیہ کے لئے زہر قاتل ہے کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت ہوگا، جب کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی اور مولوی ثناء اللہ اس کو پڑھ لے گا۔ یہاں تک کہ ہم اس سے اس کتاب کے مضمون کا امتحان بھی لے لیں گے۔

بہت خوب! کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی۔ مجھے جون ۱۹۰۷ء تک نہ پہنچی، تو میں نے تقاضا کیا میرے تقاضے کا انکاری جواب ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کے بدر میں چھپا تھا۔ میں نے بعد انکاری جواب کے کتاب مذکور بذریعہ ویلیو منگا لی۔

احمدی ممبرو! اللہ سے ڈر کر مخلوق سے شرم کر کے جواب دو کہ جس صورت میں میرے ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء والے مضمون کے مطابق مرزا صاحب قادیانی نے اس مباہلہ کو حقیقۃ الوحی کی اشاعت بلکہ اس کے امتحان کے بعد تک ملتوی کیا تھا تو اس کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے اور میرے پاس پہنچنے سے اڑھائی مہینے پہلے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو کیوں دعائے مباہلہ شائع کر دی۔

کیا نبیوں، ریفارمروں اور مصلحون کے وعدے ایسے ہی ہوا کرتے ہیں؟

علاوہ اس کے قاعدہ ہے کہ ہر مضمون کے شروع میں تحریر مضمون کی وجہ بتائی جاتی ہے جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں یہ مضمون اس وجہ سے لکھتا ہوں۔ اشتہار آخری فیصلہ مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ملاحظہ فرمائیے کہ وجہ تحریر اشتہار یوں لکھی ہے:

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب کا سلسلہ جاری ہے ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود کذاب مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں ...اس لئے میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ مجھ میں اور آپ میں سچا فیصلہ فرمائے یعنی جو ہم میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔ (غلام احمد قادیانی)

بتایئے اس بیان میں وجہ تحریر میری تکذیب وغیرہ لکھی ہے یا میری دعوت مباہلہ (۲۹مارچ ۱۹۰۷ء)لکھی ہے۔اس کے علاوہ سچے ہوتو آؤ سارے اشتہار میں مباہلہ کا لفظ ہی دکھا دو۔ورنہ یادرکھو کہ ایک دن آنے والا ہے جس کی شان یہ ہے

یوم تبلی السرائر فما له من قوة و لا ناصر

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ہفت روزہ اہلحدیث ۶ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۵ ص ۷۔۸)

قادیانیوں کا مناظرہ سے فرار:

قادیانیوں سے مباحثہ کے لئے شرائط طے کرنے کے لئے کہا گیا مناظرہ کی تیاری بھی کی گئی۔ قادیان سے مولوی محمد سلیم کو بھی بلوایا گیا مگر قادیانی جماعت اپنی کمزوری محسوس کرتے ہوئے مناظرہ کی تاب نہ لاسکی اور دیدہ دانستہ گریز کرگئی۔راقم:سکرٹری جمعیت اہل حدیث کلکتہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

بے حیا کون؟

وہی جو دانستہ جھوٹا دعوی کرے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے قادیانی دوستوں کی عادت ہے کہ ایک غلط بات کو اتنی بار کہتے ہیں کہ سننے والا یا تو اس کو سچ سمجھ لے، یا کم سے کم اس کے کذب میں متامل ہو جائے۔

لیکن یہ جادوان کا ناواقفوں پر چل جاتا ہے، واقف کار تو ان کی اس چال کو اس مصرعہ کا مصداق جانتے ہیں: من انداز قدت را مے شناسم

چنانچہ آج ہم ایک تازہ مثال پیش کرتے ہیں۔ عرصہ مدیدہ سے ان کی عادت ہے کہ جب ایک پہلو سے صاف چت گرتے ہیں تو نئی طرح ڈال کر کہتے ہیں، پھر آؤ تو مزہ دیکھو!

ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی جب مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی پندرہ ماہی پیش گوئی کے مطابق نہ مرا، تو اس کو نئے دام میں پھنسانے کے لئے مرزا صاحب نے قسم کا بہانہ پیش کیا کہ آتھم قسم کھائے کہ میں مرزا قادیانی کی پیش گوئی سے ڈرا نہیں۔ پھر اس کی موت کے لئے ایک سال کی مدت ہوگی۔

وہ خرانٹ جو سالہا سال تک مجسٹریٹ رہ چکا تھا ان کے دام میں کیسے آتا۔ اس نے کہا منہ سنوار کر چلتے بنو۔ ایک دفعہ جس کو پچھاڑ دیا پھر اس کو منہ لگانا اچھا نہیں۔

اس کے بعد جس کسی سے بھی از راہ معجزہ یا کرامت نمائی آپ مغلوب ہوئے جھٹ پیش کر دیا کہ موکد بعذاب حلف اٹھاؤ۔ چنانچہ ہم سے آخری فیصلہ کا جو اعلان پندرہ اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے کیا تھا کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناءاللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے سے پہلے مرے گا۔ اس کے اعلان کے مطابق آپ خود ہی اس دنیا سے تشریف لے گئے تو اب گوسالہ پرستوں کو وہی راگنی سوجھی کہ:

موکد بعذاب حلف اٹھاؤ پھر ایک سال تک دیکھنا کیا ہوتا ہے۔

بہت عرصے تک ہم ان کی یہ لغو کہانی سنتے رہے۔ آخر بدیں خیال کہ کب تک ہم ان کو پروپیگنڈہ کا موقع دیں گے اسلئے ہم نے جواب دیا:

ہماری حیثیت منکر دعوی مرزا کی ہے۔ کسی نبی کے منکر کو انکار پر قسم دینی شرع میں ثابت نہیں اگر ہے تو کوئی آیت یا حدیث پیش کرو ہم حلف اٹھالیں گے

کیسا صاف راستہ اور کیسا صریح انصاف ہے مگر قادیانی اور حق پسندی؟

اس لئے نہ انہوں نے اپنے مطالبہ کا ثبوت پیش کیا، نہ اپنے دعوی کو ترک کیا۔ بعد انتظار بسیار قادیانی اخبار الفضل (۲۴ جون ۱۹۳۴ء) دیکھنے میں آیا جس میں اس خصوص پر ایک پکے احمدی مولوی اللہ دتا جالندھری کا مضمون دیکھا جس میں لکھا ہے:

میں (اللہ دتا) نے مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا یہ چیلنج منظور کر لیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس مطالبہ کا ایسا زبردست اور ناقابل انکار ثبوت دیا جائے گا کہ مولوی صاحب کے لئے موکد بعذاب حلف کے سوا کوئی چارہ نہ رہے گا۔ (الفضل قادیان ۲۴ جون ۱۹۳۴ء ص ۶)

اس نوٹ کے پڑھنے سے ہمیں مسرت بھی ہوئی اور حیرت بھی۔ مسرت یوں ہوئی کہ اچھا ہے روز کا ناواجب تقاضا ختم ہو جائے گا۔ حیرت اسلئے کہ قرآن و حدیث ہمارے سامنے ہیں، ہمیں تو ان میں یہ حکم نہیں ملتا کہ منکر نبوت کو حلف خاص کر موکد بعذاب حلف دیا کرو بلکہ کافر تو محض سادے سادے لفظوں میں کہا کرتے تھے:

لست مر سلاً (تو رسول نہیں ہے)

یہ نہ کہتے تھے کہ واللہ باللہ تو رسول نہیں ہے۔ نہ ان سے حلف کا مطالبہ ہوتا تھا۔ پھر ہم سے یہ مطالبہ کیوں ہوتا ہے۔

کیا قادیان میں کوئی نیا قرآن اترا ہے، یا نئی شریعت بن گئی ہے؟ اس لئے ہمیں اس پکے احمدی کے اس دعوی سے حیرت ہوئی۔

لیکن ہم بڑی بے قراری سے آیت یا حدیث دیکھنے کے شائق رہے یہاں تک کہ جب سارا اخبار پڑھ لیا اور ایک حرف بھی اس دعوی کے ثبوت پر نہ پایا تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلا

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

جس طرح قادیانی نبی نے براہین احمدیہ میں وعدہ ہی وعدہ رکھا دلیل ایک بھی بیان نہ کی (مرزا صاحب نے وعدہ کیا تھا کہ حقانیت اسلام پر تین سو دلائل براہین احمدیہ میں بیان کئے جائیں گے) اسی طرح پکے احمدی نے محض لفاظی میں وقت ضائع کر کے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول اور کنکریاں ڈال دیں اس کے سوا کچھ بھی نہ کیا۔

نوٹ۔ ہم الفضل کے ناظرین سے خواہ وہ احمدی ہوں یا محمدی، اللہ جل شانہ کے نام کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ وہ بتائیں کہ مولوی اللہ دتا جالندھری نے اس مضمون میں کس صفحہ اور کس کالم میں ثبوت دیا ہے۔ وہ عبارت نقل کر کے قلمی یا

بذریعہ کسی مطبوعہ اخبار کے بھیج دیں۔

چونکہ حق تو یہ ہے کہ جب تک مدعی اپنے دعوی کا ثبوت پیش نہ کرے نہ اس پر نقیض ہوتا ہے نہ معارضہ، اس لئے ہم ابھی خاموش ہیں مگر اس پکے احمدی کی علمی اور دیانتی کیفیت بتانے کو اس کی چند مثالیں پیش کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

آپ (مولوی ثناء اللہ) منکر نبوت کے لئے حلف موکد بعذاب کے عدم جواز کے مدعی ہیں اس کی دلیل پیش کرنا آپ پر واجب ہے۔

(الفضل ۲۴ جون ۱۹۳۴ء ص ۷ کالم ۱)

محض تعصب اور گوسالہ پرستی کی حمایت میں علم و دیانت کے خلاف کہہ رہے ہو۔ ہمارا دعوی منکر کے حق میں قسم کے عدم جواز کا نہیں بلکہ از جانب شریعت عدم مطالبہ قسم کا ہے نہ سمجھے ہو تو ایک مثال میں سمجھ لو۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ انبیا کے جسم کو مٹی نہیں کھاتی۔ اس حدیث کے ماتحت ہم قادیانی گوسالہ پرستوں سے تقاضا کرتے ہیں کہ:

مرزا غلام احمد صاحب کی قبر کھود کر دکھاؤ جس کو مٹی نے نقصان پہنچایا ہے یا نہیں، پہنچایا تو وہ حدیث مذکور کے تحت میں آجائیں گے۔

قادیانی اس کے جواب میں کہیں گے ایسا مطالبہ کرنے کا ثبوت شرع میں نہیں۔ اگر ثبوت ہے تو دکھاؤ، ہم قبر کھود کر زیارت کرا دیں گے۔

ہم اس جواب کی تائید کریں گے حالانکہ یہ مطالبہ ایک معنی سے حدیث پر متفرع ہے۔

اسی طرح ہم تمہارے مطالبہ کو از روئے شریعت اسلام غیر واجب العمل جانتے ہیں کیونکہ منکر نبوت سے مطالبہ حلف قرآن و حدیث میں نہیں ہے۔

جب اس صورت میں ان کو کامیابی نظر نہیں آئی تو دوسری صورت سے آئے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ: ہم مولوی ثناء اللہ سے ان کے عقاید پر موکد بعذاب حلف مانگتے ہیں۔

(الفضل قادیان ۲۴ جون ۱۹۳۴ء۔ ص ۱۲ کالم ۲)

اس مطالبہ کا ثبوت بھی شرع میں دکھایئے کہ ایک منکر اسلام (عیسائی وغیرہ) اپنا اعتقاد ظاہر کرے تو مسلمان اسے حلف دے۔ یہ دعوی بھی ثبوت طلب اور محض بے بنیاد اور لغو ہے۔ اس امر کے متعلق قرآن و حدیث میں کوئی حکم نہیں۔ پھر جدید شرع

بنانے والے تم کون؟

ناظرین کی آگاہی کے لئے گذشتہ واقعات یاد دلائے جاتے ہیں

۱۔ ایک دفعہ قادیان کے اسلامیہ جلسہ میں قسم کھا چکا ہوں جس کا اعتراف قادیانی اخبار الفضل ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء صفحہ ۹ پر موجود ہے۔

۲۔ پھر اخبار اہل حدیث ۲۔ اپریل ۱۹۲۶ء میں حلف اٹھا چکا ہوں۔

۳۔ پھر بذریعہ اشتہار کلاں جس کی سرخی ہے، خدا کی قسم، حلف اٹھا چکا ہوں۔

گوسالہ پرستوں نے جب دیکھا کہ یہ تو حلف اٹھا گیا اور مرا بھی نہیں تو ایک پخ نکالی کہ موکد بعذاب قسم کھاؤ۔ سچ تو یہ ہے کہ میں موکد بعذاب قسم کھانے سے بھی نہیں ڈرتا لیکن سنیئے! قادیانی نبی کی عادت تھی کہ جس کسی مخالف کے حق میں عذاب کی پیش گوئی کرتی اگر اسکو ذرہ سی بھی تکلیف پہنچتی جو عموماً ہر انسان کو پہنچ جاتی ہے تو آپ اس کو پیش گوئی کی زد میں لے آتے۔ چنانچہ ڈپٹی آتھم جب پندرہ ماہی موت کی پیش گوئی کی مدت گذار رہا تھا اس کی نرینہ اولاد نہ تھی عمر رسیدہ بوڑھا عرصہ سے پنشن خوار تھا اس کی خدمت کے لئے گھر میں کوئی نہ تھا اس کی لڑکی اس کو فیروز پور لے گئی (جہاں وہ اپنے خاوند کے ساتھ رہتی تھی۔ بہاء)۔ پس مرزا صاحب نے اس کی اتنی سی حرکت کو، ہاویہ کا عذاب، قرار دے کر اپنی پیش گوئی کا مصداق بنا دیا۔

اس سے بھی بڑھ کر سنیئے! مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی اور مولوی ابوالحسن تبّتی کے حق میں جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر ۱۹۰۲ء تک عذاب کی سہ سالہ پیش گوئی شائع کی تھی اس عرصہ میں گورنمنٹ کی طرف سے پنجاب کی نوآبادیوں میں مولانا موصوف کو چار مربع زمین بر عائتی قیمت مل گئی تھی میعاد گزرنے پر جب سوال ہوا کہ مولانا پر کیا عذاب آیا تو مرزا صاحب نے... سے شائع کر دیا کہ زمین داری کا شغل ایک عالم کے کمال ذلت ہے مولوی محمد حسین کو جو زراعتی زمین ملی ہے یہی عذاب ہے (جل جلالہ) اس پر بھی سوال باقی رہا کہ مولانا ابوالحسن تبّتی کو تو زمین بھی نہ ملی۔ جواب دیا کہ مولوی محمد حسین کے توابع میں سے ہیں۔

یہ ہے ان لوگوں کا عذاب، اس لئے ہم ان کے اس مکر سے بچتے ہیں ایسا نہ ہو کہ کسی روز زکام شدید یا بخار شدید یا کوئی اور تکلیف ہو جائے یا عیال کثیر میں سے

کوئی فرد خدائی حکم کو لبیک کہدے تو جھٹ سے یہ لوگ شور مچا دیں گے کہ: وہ دیکھو! عذاب میں مبتلا ہو گیا۔

اس لئے ہم کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جو از روئے شرع ہم پر واجب نہیں اور گوسالہ پرستوں کو اس میں جھوٹی بات بنانے کا موقع ملے کیونکہ ہم ان لوگوں کو خوب جانتے اور پہچانتے ہیں

ہم نظر بازوں سے تو چھپ نہ سکا جان جہاں
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

مختصر یہ کہ جس چیز کا ہم سے مطالبہ کرو محض حلف کا یا موکد بعذاب حلف کا اس کا ثبوت قرآن و حدیث سے پہلے پیش کرو پھر ہم سے اس پر عمل کراؤ بغیر قرآن و حدیث بولو گے تو ہم وہی کہیں گے جو شیخ سعدیؒ فرما گئے ہیں:

آں کس کہ بقرآن و خبر زو نرہی
ایں ست جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۶ ص ۴-۶)

مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں

مولوی غلام رسول مجاہد گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ لکھتے ہیں:

جناب مولوی صاحب! السلام علیکم من اتبع الھدی

آپ کو یاد ہوگا کہ آپ کے مجدد، خاتم الاولیاء، مسیح موعود، رودر گوپال، جے سنگھ بہادر، آریوں کا بادشاہ، مالک کن فیکون، قادر احیاء و اموات، محمد ثانی وغیرہ، حضرت مرزا صاحب قادیانی نے مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے مابین کوشش متعلقہ، اجرائے ریل، سن کر حسب الحکم، سلطان القلم، فوراً لکھ دیا تھا کہ:

میری صداقت کے ظاہر کرنے کیلئے مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو رہی ہے بلکہ ہوگئی ہے۔ (اربعین نمبر ۲ ص ۲۸، وحاشیہ اعجاز احمدی ص ۲)

اس تحریر کا حشر اس وقت جو کچھ ہوا تھا دنیا نے دیکھا اور قادیان، اور لاہور نے سنا کہ مشیت ایزدی نے اس مفید اور ضروری کام میں رکاوٹ پیدا کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کوئی بات سچی نہیں۔

خیر مرزا جی سے تو جو کچھ ہو سکا انہوں نے لکھا اور اس کا نتیجہ دیکھا مگر میں دیکھتا ہوں کہ آپ بھی مرزا جی کے نقش قدم پر چلتے ہوئے لکھ گئے ہیں کہ:

> اونٹنیوں کی بے کاری کا نشان کس قدر صفائی کے ساتھ پورا ہوا کہ خود ملک عرب میں بھی جہاں سوائے اونٹنی کے چارہ نہیں اور جہاں لمبے سفر کے لئے اور کوئی ذریعہ ہی نہیں اس مسیح (مرزا) کے زمانہ میں ریل جاری ہوگئی اور اونٹنیاں اس راہ پر بے کار ہوگئیں۔

(کتاب، مسیح موعود ص ۱۴۰ مطبوعہ کریمی پریس لاہور ص ۱۹۲۷ء)

اب میرا سوال آپ سے صرف یہ ہے کہ آپ فی الواقع اس تحریر کو سچا ثابت کر سکتے ہیں کہ بقول مرزا صاحب اونٹنیاں بند ہو کر ریل جاری ہوگئی ہے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۶ ص ۶)

اعلان ابراہیمی یعنی مولانا سیالکوٹی کی چٹھی

برادران! السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ میں بہت عرصے سے اخباری کالموں سے غائب ہوں کیوں؟ کچھ طبع کی علالت، کچھ گرمی اور کچھ مشاغل کی کثرت۔

بعض دوست میری طبیعت کا حال پوچھتے ہیں۔ سو معروض ہے کہ الحمد للہ پہلے سے بہت اچھا ہوں۔ حال میں صرف چار روز ہلکا ہلکا بخار رہا، اب الحمد للہ تندرست ہوں۔

بعض تفسیر سورت فاتحہ کی طبع دریافت کرتے ہیں۔ سو معلوم ہو کہ تفسیر چھپ رہی ہے صراط الذین انعمت علیہم کی تفسیر جاری ہے اھدنا الصراط المستقیم تک ۲۵۶ صفحے ختم ہوئے ہیں۔ والحمد للہ

اخبار اہل حدیث میں حضرت مولانا صاحب (ثناء اللہ) مدظلہ کے جو مضامین چھپتے

ہیں ان میں کسی دیگر کے کلام کرنے کی گنجائش کم ہوتی ہے۔ پھر بھی بعض باتیں ضروری عرض کرنے کی ہوتی ہیں جب اخبار کا مطالعہ کرتا ہوں تو دل میں آتا ہے، اس پر یہ لکھوں، اس پر یہ لکھوں، لیکن بوجوہات مذکورہ بالا رہ جاتا ہے۔ آج سب کام چھوڑ کر بعض باتیں لکھتا ہوں اس سے اپنے بھائیوں سے ملاقات بھی ہو جائے گی اور ان امور میں ان کی معلومات میں بھی اضافہ ہو جائے گا ھذا و اللہ المو فق

حضرت مولانا (ثناءاللہ) مدظلہ نے ۸ جون ۱۹۳۴ء کے پرچے میں بعنوان مرزائی چال لکھا ہے کہ مرزائی لوگ اپنے کارناموں کی تشہیر میں بہت ہوشیار ہیں چنانچہ اخبار انقلاب ۲۸ مئی ۱۹۳۴ء میں ایک مضمون بعنوان ایک کھلی چٹھی بنام علمائے ہند نکلا ہے جس میں اجتبیانہ صورت میں جرمن میں مرزائی جماعت کا اظہار کیا ہے۔

مولانا مدظلہ نے اس کے دو جواب دیئے ہیں۔

اول یہ کہ راقم مضمون علمائے اسلام سے مدافعت کرانا چاہتا تو اس کا فرض تھا کہ قابل جواب اخبار کا ترجمہ اردو میں چھاپ کر ہندوستان کے مشہور علماء کے پاس بھیج کر جواب طلب کرتا۔ (ص ۵)۔

یہ بالکل درست ہے جس کی تشریح مثال کی صورت میں آگے آئے گی۔

دوم یہ کہ علماء اسلام کی خدمات کا مقابلہ مرزائیوں کی خدمات سے کرنا ہے تو ہندوستان میں آسان ہے۔ زمانہ حال میں آریوں کی طرف سے دو کتابیں نہایت دل آزار نکلی ہیں۔ ا۔ رنگیلا رسول۔ ۲۔ کلام الرحمٰن وید ہے یا قرآن۔

ان دونوں کتابوں کا جواب کس نے دیا؟ قادیانیوں نے یا لاہوریوں نے؟ دونوں میں سے کسی نے نہیں دیا دیا تو اہل حدیث نے یعنی خود جناب مولانا (ثناءاللہ) نے۔

اس کے متعلق خاکسار (محمد ابراہیم سیالکوٹی) چند باتیں عرض کرنا چاہتا ہے

اول: یہ کہ بغیر صحت ایمان کے محض مدافعت اسلام کوئی چیز نہیں ان اللہ یؤید ھذا الدین بالرجل الفاسق الفاجر (او کما قال) حدیث صحیح مسلم میں وارد ہے۔ یورپ کے بہت سے مستشرق ہیں جن کے کلام سے فی الجملہ اسلام کی تائید ہوتی ہے لیکن ان کو مسلمان نہیں کہا جاتا۔

دوم یہ کہ واقعات سے ثابت ہو چکا ہے کہ تحریک احمدیت کی بنا مسلمانوں کی بدخواہی

پر ہے کیا اندرون ہندوستان میں اور کیا بیرون ہندوستان میں ۔ اور یہ حقیقت اس طرح نمایاں ہو چکی ہے کہ نہ تو اس کے انکار کی گنجائش رہی ہے اور نہ اس کے ثبوت میں کسی تحریر کی حاجت باقی ہے ۔ جرمن میں احمدی مشن نے جو جو کارستانیاں کیں وہ مولوی عبدالجبار صاحب خیری کی اطلاعات سے مہر نیم روز کی طرح عیاں ہو چکی ہیں ظاہر میں تبلیغ کا نام ہے باطن میں کوئی اور کام ہے۔

سوم یہ کہ مولانا مدظلہ نے جو یہ فرمایا کہ راقم مضمون کو چاہیے تھا کہ وہ دل آزار مضمون اردو میں ترجمہ کر کے علماء سے جواب طلب کرتا ، بالکل درست ہے اس کی مثال یہ ہے کہ کچھ عرصہ ہوا کہ جزیرہ جاوا میں ایک مضمون آنحضرت ﷺ کی سوانح عمری کے متعلق نہایت سخت دل آزار شائع ہوا جس میں مضمون نویس نے بارہ اعتراضات کر کے ثابت کرنا چاہا کہ آنحضرت و کا منشاء اسلام کے جاری کرنے سے صرف مال دنیا حاصل کرنا تھا اور بس ۔ جاوا کے شہر صورابیہ سے ہمارے ایک دوست سیٹھ داؤد میارہ صاحب نے وہ مضمون انگریزی میں ترجمہ اور ٹائپ کرا کر دفتر اہل حدیث کانفرنس دہلی میں بھیجا اور یہ بھی لکھا کہ اس کا جواب مولانا ثناء اللہ صاحب یا میر سیالکوٹی سے لکھوا کر اور انگریزی میں ترجمہ کرا کر بھیجا جائے ہم یہاں کی زبان میں ترجمہ کر کے شائع کریں گے ۔ دفتر کانفرنس وہ مضمون اس خیال سے کہ خاکسار انگریزی دان بھی ہے میرے پاس بھیج دیا۔ خاکسار نے اس کا جواب بنام سیرت محمد یہ اردو میں لکھا اور اخی المکرّم مولوی احمد دین صاحب سیالکوٹی نے اس کا ترجمہ انگریزی میں کیا اور دونوں کانفرنس کے دفتر میں بھیج دیئے ۔

کانفرنس نے انگریزی ترجمہ تو جاوا بھیج دیا اور اردو مضمون بتعداد ۲ ہزار چھاپ کر مفت تقسیم کیا۔ اس کے بعد وہ کتاب سیرت محمد یہ دو دفعہ خاکسار نے اپنے خرچ کر طبع کرائی اور خدا کی مہربانی سے ناظرین کے لئے باعث حظ و سرور ہو رہی ہے ۔حضرت الاستاذ علامہ محمد فواد البغدادی المصری گذشتہ رمضان میں سیالکوٹ تشریف لائے اس کتاب کو دیکھ کر آپ نے از راہ قدر دانی پر زور تقریظ لکھی ۔اہل جاوا نے اس کی قدر دانی کی کہ اس انگریزی ترجمہ کا ترجمہ ملک کی ملایا زبان میں کرا کر بتعداد کثیر چھپوایا اور مفت تقسیم کیا پھر دوسری دفعہ کتاب حکومت کی ڈچ زبان میں ترجمہ کرا کر

بتعداد پانچ ہزار چھپوا کر مفت تقسیم کی اور خاکسار کو نہایت خوشی سے مبارک بادی کا خط لکھا جس کا اثر یہ ہوا کہ وہاں پر ایک مستقل انجمن حمایت اسلام کے لئے قائم ہوگئی جنہوں نے گذشتہ سال دو دفعہ قادیانی علماء کو مباحثہ میں شکستیں دیں.....

راقم: عبدہ۔محمد ابراہیم میر سیالکوٹی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۶ ص ۸۔۱۰)

قادیان میں تفسیر نویسی کا بحران

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے کبھی یہ آواز نکلی تھی کہ ہم قرآن مجید کے معارف وحقائق ایسے جانتے ہیں جن کو اور کوئی جانتا، کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کرسکے۔ادھر سے جواب دیا گیا کہ: ہم ہے۔(یعنی مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تیار ہیں۔آؤ۔)

اس لئے کہ دوسرے علماء تو قادیان کے بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کو قابل خطاب ہی نہ جانتے تھے، چھوٹے بھیئے کو کون پوچھتا۔مگر ہمیں تو قادیان سے خاص تعلق ہے کیونکہ ہم نے تو ان سے سہ صد روپئہ انعام بھی لیا ہوا ہے جو کسی اور نے نہیں لیا۔ہمارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے:

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

ہماری پہلی تیاری کے خاتمہ پر سالانہ جلسہ قادیان میں ایک پرانے احمدی بابو عمر الدین شملوی نے خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کو دو مرتبہ رقعہ لکھا کہ مولوی ثناء اللہ کی آمادگی بابت تفسیر نویسی کا جواب دیجئے۔مگر خلیفہ صاحب نے ایک ہی بات کہی کہ، ہم نے پی ہی نہیں ہے۔

اس کے بعد قادیان میں پھر جوش اٹھا تو ہم نے اہل حدیث امرتسر مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء میں پھر للکارا کہ خبردار! ہم جاگتے ہیں۔

بس اتنا کہنا تھا کہ چور بھاگ گیا۔

اب پھر ایک پکا احمدی تنخواہ حلال کرنے کو سامنے آیا چنانچہ لکھتا ہے اور خوب لکھتا ہے اور وہی لکھتا ہے جو ایک پکے احمدی کے شایان شان ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو تلبیس اور باطل آرائی میں اس درجہ کمال حاصل ہے کہ یہودیوں میں بھی شاید ہی اس کی کوئی نظیر مل سکے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) یا آپ کے خدام میں سے کسی کے مقابلہ پر آنے کی آج تک آپ کو کبھی جرأت نہیں ہوئی۔لیکن شہرت پسندی اور جاہ طلبی آپ کو نچلا بھی نہیں بیٹھنے دیتی۔اس لئے ہر معاملہ میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑا لیتے ہیں۔مگر جب اظہار حقیقت کا وقت آتا ہے،تو نہایت ہوشیاری اور اور کمال عیاری کے ساتھ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ابتدائی شورا شوری کو دیکھنے والا جب انتہائی بے نمکی کا مشاہدہ کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ (الفضل ۵ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۵)

ہمارے خیال میں ایک فقرہ راقم مضمون سے رہ گیا ہے،اگر وہ لکھ دیتا تو ساری عبارت مزین ہو جاتی اور وہ تھا بھی بالکل صحیح،یعنی:

مولوی ثناء اللہ مقابلہ سے بھاگتا ہے تو سیدھا قادیان جا پہنچتا ہے

(جو جنوری ۱۹۰۳ء کا واقعہ ہے۔بہاء)

ناظرین! تکلیف کر کے یکم جون ۱۹۳۴ء کا اہل حدیث ملاحظہ کریں۔اس میں ہم نے کیا کمی رکھی ہے۔صاف لکھا ہے کہ بلا شرط چلے آؤ۔جو کتاب چاہو ساتھ لے آؤ۔ہاں،آخری فیصلہ،پر گفتگو کرنے کی منظوری طلب کی تھی۔پس اگر خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) خود کہیں گے کہ میں آپ سے بحث نہیں کر سکتا تو ہم اس ضمیمہ کو چھوڑ دیں گے اور محض تفسیر نویسی میں مقابلہ کریں گے۔

لیکن خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی تازہ تفسیر دیکھ کر ہمارے دل میں ایک ضروری شرط آئی ہے،وہ بھی اس لئے کہ فیصلہ ہو سکے۔ایسا نہ ہو کہ مقابلہ ادھورا رہ جائے۔وہ تفسیر آپ کی اس قابل ہے کہ عربی اور فارسی اور ترکی وغیرہ اسلامی زبانوں

میں ترجمہ کر کے اسلامی مما لک میں بھیج دی جائے کہ دیکھئے ہمارے ہندوستان میں ایسے ایسے بلند پایہ مفسر ہیں جو قرآن کریم کی تفسیر میں ایسے نکات بتاتے ہیں کہ جو بقول نواب محسن الملک مرحوم، خدا کو بھی معلوم نہیں (نواب محسن الملک مرحوم نے سرسید احمد خان کو ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ ایسی تفسیر کرتے ہیں جو خدا کو بھی معلوم نہیں، (یعنی غلط)۔ یہاں اس کی طرف اشارہ ہے۔ثناء اللہ امرتسری)

حضرات! خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) سے سوال ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو مردے زندہ ہونے کا سوال کیا تھا اس کا کیا مطلب تھا۔خلیفہ صاحب نے جواب دیا اور کیا اچھا دیا:

فرمایا، حضرت ابراہیمؑ کا ایمان تھا کہ خدا تعالی احیاء موتی کر سکتا ہے مگر وہ اپنی اولاد کے متعلق یہ اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اس پر بھی فضل ہوگا اور وہ بھی زندہ قوم بن سکے گی اس کے متعلق خدا تعالی نے انہیں بتایا کہ تمہاری اولاد کو چار دفعہ زندہ کیا جائے گا۔اور چار بار اس پر خاص فضل نازل ہوگا چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ایک دفعہ حضرت موسی کے وقت۔دوسری دفعہ حضرت عیسی کے وقت۔تیسری دفعہ رسول کریم ﷺ کے وقت۔اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت۔حضرت ابراہیم کی اولاد پر خدا تعالی نے خاص فضل کیا چار پرندوں کی تمثیل سے یہی بات بتائی گئی تھی۔

(الفضل قادیان ۶ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۶)

ماشاء اللہ چشم بد دور۔اس تفسیر پر مفصل ریمارک تو لاہوری پیغامی کریں گے، ہمیں تو صرف یہ پوچھنا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی برلاسی، حضرت ابراہیم کی اولاد کب سے بنے ہیں۔ یہ تو برلاس مغل کی اولاد سے ہیں۔چنانچہ حال ہی میں جو ایڈریس وائسرائے کو احمدیوں نے دیا ہے اس میں مرزا صاحب بانی سلسلہ کو برلاس مغل کی اولاد سے بتایا ہے۔لیکن آج وہ حضرت ابراہیم کی اولاد سے بنے جاتے ہیں، حالانکہ مرزا صاحب خود آپ ابراہیم بنتے رہے ہیں چنانچہ آپ کا ایک شعر ہے:

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اگر اولاد ابراہیم سے مراد امت محمد یہ پنجابیہ ہے جن کی طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مبعوث ہوئے ہیں تو کیا پنجابی قوم حضرت ابراہیم کی اولاد ہے؟ کہتے ہوئے ذرا عقل وحیا سے کام لیا کرو۔ مگر چونکہ حاشیہ نشینان وظیفہ خوار ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ چوں کرے ورنہ تنخواہ بند اور مکان ضبط، ففروا ۔ اس لئے وہ اس خودغرضانہ نصیحت پر عمل پیرا ہوتے ہیں:

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

ناظرین کرام! اس قسم کی اعجب العجائب تفسیر کے مصنف کی قدر کرنے والا اگر کوئی نہ ہوا، تو بے قدری میں کیا لطف آئے گا اس لئے تفسیر نویسی کی صحت اور عمدگی کے فیصلے کے لئے کوئی غیر جانبدار عربی دان منصف ہونا چاہیے:

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

کیا اب بھی قادیان کے وظیفہ خوار ہم کو فراری قرار دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۷ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۷ ص ۷۔۸)

حدیث ابراہیمی پر اعتراض کرنے والا

خبیث، متکبر اور شیطان ہے

(فتوی مرزا صاحب متوفی)

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۲ جنوری ۲۳ فروری ۱۹۳۴ء میں حدیث ابراہیمی (لم یکذب الّا ثلا ثاً) کے جواب میں روئے سخن غیر مرزائی معترضین کی طرف تھا۔ ان کی دیکھا دیکھی قادیان سے بھی مخالف آواز اٹھی ہے، اس لئے قادیان کے اعتراض کو (بحکم: آہن آہن بائد کوفت) مرزا صاحب متوفی کے فتوی سے رد کرنا مناسب ہے کیونکہ امت مرزائیہ کے نزدیک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حکم عدل سلطان القلم وغیرہ سب کچھ ہیں۔ حدیث مذکور کی نسبت الفضل قادیان میں ایک

مضمون نکلا ہے جس کا اقتباس یہ ہے:

حدیث کی تحقیق میں کہہ چکا ہوں کہ احادیث کے بارہ میں جماعت احمدیہ کا مسلک بہترین ہے نہ تو ہم اہل قرآن کی طرح حدیث کو حدیث ہونے کی وجہ سے رد کرتے ہیں اور نہ ہی اہل حدیث کی طرح محض اس وجہ سے قبول کرتے ہیں کہ امام بخاری نے اپنی صحیح میں درج کیا ہے۔ بلکہ معقول طریق پر حدیث کی پڑتال کر کے اس کو قبول کرتے ہیں ۔ میں اسی مسلک کے ماتحت اس حدیث کی تحقیقات پیش کرونگا۔ یاد رہے کہ حدیث کی تحقیق دو طور پر ہوسکتی ہے۔

ا۔ بیرونی شہادت کی رو سے ۔۲۔اندرونی شہادت کی رو سے۔

بیرونی شہادت سے اس جگہ میری مراد قرآن مجید اور واقعات کی شہادت ہے۔اور اندرونی شہادت کا مطلب یہ ہے کہ رواۃ حدیث اور الفاظ حدیث کی تدقیق کی جائے۔ میں نے حدیث زیر بحث کو ہر طرح جانچا ہے اور اس تحقیق کی بنا پر بلاخوف تردید کہہ سکتا ہوں کہ یہ حدیث اپنے الفاظ میں بالکل غلط ہے اور ہرگز آنحضرت ﷺ کا فرمودہ نہیں ہے۔

(الفضل قادیان ۱۲ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۶)

قادیانی معترض کے جواب میں مرزا غلام احمد کا فتوی کافی ہے، جو فرماتے ہیں؛

حضرت موسی کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے صرف میں لانا اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر میں چلے جانا اور اس کا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طور پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔ پھر اگر کوئی تکبر اور خودستائی کی راہ سے اس بنا پر حضرت موسی کی نسبت یہ کہے کہ نعوذباللہ وہ مال حرام کھانے والا تھا یا حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لاوے کہ وہ طوائف کے گندے مال کو اپنے کام میں لایا حضرت ابراہیم کی نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے تو ایسے خبیث کی نسبت اور

کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہوئی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔

(دافع الوساوس۔ص ۵۹۷۔۵۹۸)

قادیانی مدعی کے ماننے والو! قادیانی اور لاہوریو! حدیث مذکور پر اعتراض کرتے ہوئے اپنے مسیح موعود کا فتوی دیکھ لیا کرو ایسا نہ ہو کہ تم ادھر سے بھی جاؤ یعنی مسیح موعود کے دربار سے راندے جاؤ تو تم پر یہ مثل صادق آئے۔

دونوں سے گئے پانڈے نہ حلوہ ملا نہ مانڈے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۸ ص ۷۔۸)

دھاریوال میں پرانے اور نئے مسیحیوں میں مناظرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج ایک اشتہار ہم کو ملا ہے جو درج ذیل ہے:

مناظرہ برائے تحقیق حق

مسیحیوں اور قادیانیوں کے درمیان

۲۸، ۲۹ جولائی ۱۹۳۴ء بمقام دھاریوال (کارخانہ) بروز سنیچر و اتوار

مضامین:

تحریف انجیل،

مسیحی مذہب عالم گیر ہے،

صداقت مرزا صاحب،

حیات ممات مسیح وغیرہ

مسیحی مبلغین:

پادری ایس ایم پال صاحب پروفیسر عربی فورمن کرسچن کالج لاہور۔
مسٹر ایم این ہوز صاحب وکیل ومیونسپل کمشنر کپورتھلہ۔
سادھو میلا رام سکول ماسٹر
ہر خاص عام کو مسیحیوں وغیر مسیحیوں کو دعوت ہے کہ تحقیق حق کے متعلق زیادہ واقفیت حاصل کرنے کی خاطر موقع پر تشریف لاکر مشکور فرماویں۔
المشتہر۔ مسیحی جماعت دھاریوال (کارخانہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اشتہار کو پڑھ کر ہماری حیرت کی حد نہ رہی کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آنے کی اصل غرض وغایت عیسی پرستی کا ستون توڑ کر توحید پھیلانا لکھا تھا۔ یہ بھی فرمایا تھا یہ کام مجھ سے نہ ہو اور اس کے سوا کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں تو بھی میں جھوٹا ہونگا (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

ہم دیکھتے ہیں عیسی پرست لوگ مرزا صاحب کی زندگی میں تو کیا آج (بعد انتقال ۲۶ سال) تک بھی زندہ موجود ہیں بلکہ مسیح موعود کے حواریوں سے سینہ ٹھونک کر مباحثہ کرنے کو نکل رہے ہیں۔ اچھا ہماری دعا ہے اللہ اہل حق کی مدد کرے۔

نوٹ: صدق وکذب مرزا کی بحث میں مولوی ثناء اللہ سے آخری فیصلہ پیش ہو تو ہمارے قادیانی دوست فوراً کہہ دیں کہ مرزا صاحب زندہ ہیں اور زندگی کے ثبوت میں مولوی فضل جدید نبی کو پیش کریں جو مرزا صاحب سے ہر روز باتیں کیا کرتے ہیں
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۸ ص ۱۰)

ترک مرزائیت

ہمارے گاؤں میں عبدالرحمٰن خان (بی اے) اور سلطان محمود خادم مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو میاں محمود احمد قادیانی کی بیعت کر چکے تھے۔ نیز ۱۰ کس اور بیعت کرنے پر آمادہ معلوم ہوتے تھے۔
اس لئے گاؤں کے بعض لوگوں نے مشورہ کر کے مولوی محمد یعقوب کو جو کہ علاقہ قادیان میں دورہ کر رہے تھے بلایا، جنھوں نے ان کی تسلی کی۔ بالآخروہ دونوں آپ کی سعی سے مرزائیت سے تائب ہو گئے اور باقی اپنے اصلی مذہب اہل سنت پر پکے ہو گئے۔ فالحمدللہ۔

راقم: فضل الدین مدرس مقام کڑی افغاناں ضلع گورداسپور)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۴ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۸ ص ۱۴)

جواب حق بجواب پیغام حق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج ایک دوورقہ اشتہار قادیان سے موسومہ، پیغام حق ، پہنچا ہے جس میں صداقت مرزا کی تین وجوہ لکھی ہیں جو مرزا صاحب کے کلام سے ماخوذ ہیں۔ ہم خوش ہیں کہ راقم اشتہار نے اچھی روش اختیار کی ہے اور بحکم وا توا البیوت من ابوابھا سید ھے راستے سے آئے ہیں۔

نوٹ: ہم اپنے احباب مناظرین کو مطلع کرتے ہیں کہ اس روش کو مضبوطی سے اختیار کریں اشتہار مذکور کا لب لباب یہ ہے:

پیغام حق

ذیل میں حضرت اقدس میرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود و مہدی معہود کی صداقت کے ثبوت میں خود حضور کی اپنی تصنیفات سے چند دلائل پیش کئے جاتے ہیں۔ امید ہے ناظرین ان پر پوری توجہ سے غور فرمائیں گے۔

ضرورت زمانہ:

میں اپنے دعوی کی نسبت اس قدر بیان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ میں عین ضرورت کے وقت خدا کی طرف سے بھیجا گیا ہوں جب کہ اس زمانے میں بہتوں نے یہود کا رنگ پکڑا اور نہ صرف تقوی طہارت کو چھوڑا بلکہ ان یہود کی طرح جو حضرت عیسی کے وقت میں تھے سچائی کے دشمن ہو گئے۔ تب بالمقابل خدا نے میرا نام مسیح رکھ دیا۔ نہ صرف یہ کہ میں اس زمانہ کے لوگوں کو اپنی طرف بلاتا ہوں بلکہ خود زمانہ نے مجھے بلایا ہے۔ (پیغام صلح ص ۶۴)

صادق مامور کی تین علامتیں:

تیرے دعوی کی نسبت اگر شبہ ہو اور حق جوئی بھی ہو تو اس شبہ کا دور ہونا بہت سہل ہے کیونکہ ہر ایک نبی کی سچائی تین طریقوں سے پہچانی جاتی ہے

اول، عقل سے۔ یعنی دیکھنا چاہیے کہ جس وقت وہ نبی یا رسول آیا ہے عقل سلیم گواہی دیتی ہے یا نہیں کہ اس وقت اس کے آنے کی ضرورت بھی تھی یا نہیں۔ اور انسانوں کی حالت موجودہ چاہتی تھی یا نہیں کہ ایسے وقت میں کوئی مصلح پیدا ہو۔

دوسرے، پہلے نبیوں کی پیش گوئی۔ یعنی دیکھنا چاہیے کہ پہلے کسی نبی نے اس کے حق میں یا اس کے زمانہ میں کسی کے ظاہر ہونے کی پیش گوئی کی ہے یا نہیں۔ تیسرے، نصرت الٰہی اور تائید آسمانی۔ یعنی دیکھنا چاہیے کہ اس کے شامل حال کوئی تائید آسمانی بھی ہے یا نہیں۔

یہ تین علامتیں سچے مامور من اللہ کی شناخت کے لئے قدیم سے مقرر ہیں۔ اب اے دوستو! خدا نے تم پر رحم کر کے یہ تینوں علامتیں میری تصدیق کے لئے ایک ہی جگہ جمع کر دی ہیں اب چاہو تو قبول کرو یا نہ کرو۔ اگر عقل کی رو سے نظر کرو، تو عقل سلیم فریاد کر رہی ہے اور رو رہی ہے کہ مسلمانوں کو اس وقت ایک آسمانی مصلح کی ضرورت ہے اندرونی اور بیرونی حالتیں دونوں خطرناک ہیں اور مسلمان گویا ایک گڑھے کے قریب ہیں یا ایک تند سیل کی زد میں آپڑے ہیں۔ اگر پہلی پیش گوئیوں کو تلاش کرو تو دانیال نبی نے بھی میری نسبت اور میرے زمانہ کی نسبت پیش گوئی کی ہے اور آنحضرت ﷺ نے بھی فرمایا ہے کہ اسی امت میں سے مسیح موعود پیدا ہوگا اگر کسی کو معلوم نہ ہو تو صحیح بخاری اور صحیح مسلم کو دیکھ لے۔ اور صدی کے سر پر مجدد آنے کی پیش گوئی بھی پڑھ لے۔ اور اگر میری نسبت نصرت الٰہی تلاش کرنا چاہے تو یاد رہے کہ اب تک ہزارہا نشان ظاہر ہو چکے ہیں (لیکچر سیالکوٹ ص ۲۹۔۳۰)

کیسی معقول بات ہے مگر ضرورت بقول مرزا صاحب سب سے اہم عیسائی مذہب کا غلبہ ہے اسی واسطے مرزا صاحب نے اپنے مقابلے میں پادریوں کا نام خنازیر رکھا ہے۔ اور حدیث شریف میں جو آیا ہے کہ مسیح خنزیروں کو قتل کر دیں گے مرزا غلام

احمد صاحب قادیانی نے فرمایا ہے کہ اس سے مراد پادری لوگ ہیں جن کو وہ (مرزا) براہین علمیہ اور عقلیہ سے مار چکے ہیں۔ وغیرہ۔

یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا زمانہ بعثت کی ضرورت کو پورا کرنے کا ادعاء جس کے لئے آپ مسیح موعود ہو کر آئے۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس ضرورت کو واقعی کہاں تک پورا کیا۔ آپ کا دعوی ہے کہ میں (مرزا) براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ سے مسیح موعود اور مامور اور نبی وغیرہ سب کچھ ہوں (اشتہار ایک غلطی کا ازالہ) اور اس براہین میں آپ لکھتے ہیں:

سارے ہندوستان میں پانچ لاکھ عیسائی ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ج ۲ ص ۵)

ناظرین کرام! اس عدد کو یاد رکھیں اس پانچ لاکھ کی تعداد کفار کو قتل کرنے کے لئے آپ مسیح موعود بن کر آئے جو گذشتہ مردم شماری ۱۹۳۱ء میں بجائے پانچ لاکھ کے ۶۲ لاکھ ۹۷ ہزار، قریباً ۶۳ لاکھ ہو گئے۔ (مسیحی جنتری۔ص ۱۹۳۴ء)

احمدی ممبرو! دماغ میں عقل اور دل میں راست پسندی ہے تو بتاؤ تمہارے مسیح موعود نے اس ضرورت کو پورا کیا یا اس کو ترقی دی۔ یہ تو وہی مثال ہوئی جو مشہور ہے کہ مسیلمہ کذاب کسی کانے کو دم کرتا تو وہ اندھا ہو جاتا۔ کیا تم بتا سکتے ہو کہ ہمارے ملک پنجاب میں عیسائیوں کی جو تعداد آج ہے زمان بعثت مرزا کے شروع میں اتنی ہی تھی۔ پھر کیوں ایسی خام باتیں کرتے ہو جن کو سن کر ایک بچہ بھی ہنس پڑے۔ کسی کو اگر خدا پر ایمان نہ ہو تو مخلوق سے تو شرم ہونی چاہیے۔ بھلا تم اپنی عقلوں کے مالک ہو تو کیا پبلک کی عقلوں پر بھی تمہیں قبضہ ہے کہ وہ اتنا نہ پوچھیں گے کہ کسی حکیم صاحب کی بڑی شہرت سن کر معمولی بخار کے علاج کے لئے ان کو مقرر کیا گیا تھا آج وہی بیمار ترقی کرتا کرتا مدقوق نظر آتا ہے اس پر بھی حکیم صاحب کے معتقد ان کا نام شفاء الملک رکھیں اور مسیح الملک مشہور کریں تو ہم یہی کہیں گے:

پیر تو خس است ۔۔۔ اعتقاد تو بس است

دوسری بات: پہلے نبیوں کی پیش گوئی۔

یہ دلیل بھی معقول ہے اس کی بابت تو اتنا ہی کافی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

اگر قرآن میں میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں (تحفہ ندوہ۔ص ۵)

پس قرآن مجید میں مرزا صاحب کا نام مسیح ابن مریم دکھا دو مگر وہ قرآن نہ ہو جس میں قادیان کا نام مرقوم ہے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۷۷)

تیسری بات۔نصرت الٰہی۔

بڑی معقول بات ہے واقعی یہی علامت حقانیت ہے مگر نصرت وہ ہوتی ہے جو دشمن کے مقابلے میں ہو بتاؤ ڈپٹی آتھم عیسائی کے مقابلے میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نصرت ہوئی۔ڈپٹی آتھم کی موت کی پیش گوئی ۱۵ ماہی جس روز (۶ ستمبر ۱۸۹۴ء) کو ختم ہوئی تھی جانتے ہو اس روز کیا ہوا تھا۔عیسائی امرتسر کے بازاروں میں بانسوں اونچے اچھلتے تھے اور مرزائی افراد اڈیٹر الحکم کی سرکردگی میں مطبع ریاض ہند میں چھپے بیٹھے تھے۔عیسائیوں کے اشتہارات دیواروں پر چسپاں تھے اور مقررین بازاروں میں یہ رجز پڑھتے جاتے تھے

پنجۂ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
آتھم اب زندہ ہیں آ کر دیکھ آنکھوں سے خود
بات یہ کب چھپ سکے ہے اب چھپائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

یہ واقعہ ۱۸۹۴ء کا ہے اس کے بعد ہر سال بلکہ ہر ماہ بلکہ ہر ہفتہ جو نصرت مرزا صاحب کو ملتی رہی اس کا مفصل ذکر رسالہ الہامات مرزا میں ملتا ہے۔آخری فتح و نصرت جو ملی وہ سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیان نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو اشتہار دیا جس کا نام تھا، مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، اس میں کھلے لفظوں میں لکھا تھا کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی و ثناء اللہ) میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اس اعلان سے ۱۳ ماہ بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فوت ہو گئے اور مولوی ثناء اللہ کی بابت یقین ہے کہ آج (۳۱ جولائی ۱۹۳۴ء) تک زندہ ہیں بلکہ یہ سطور لکھ رہے ہیں۔

ناظرین! یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی فتح ونصرت کا نمونہ جو آج تک کسی کو نصیب نہیں ہوا۔ اس پر بھی ان کے مرید ان کی تعریفوں کے پل باندھیں تو ہم سے یہی سنیں گے:

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۲۱ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۹ ص ۵۔۶)

ترک مرزائیت

شیخ عبدالکریم خلف حاجی قطب الدین صاحب ساکن کلاسوالہ ضلع سیالکوٹ ۳۵ سال مرزائی رہ کر دوبارہ داخل اسلام ہوئے ہیں۔ الحمدللہ۔

راقم: رحیم بخش سکرٹری انجمن محمدیہ کلاس والہ (اہل حدیث امرتسر ۳۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

آخری فیصلہ جملہ خبریہ ہے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلے میں دعا کرتے ہوئے سات جملے خبریہ لکھے ہیں۔ منجملہ ایک یوں ہے:

اگر میں (مرزا قادیانی) ایسا ہی کذاب ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچہ (اہل حدیث) میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

کئی دفعہ تحریروں اور تقریروں میں مرزائیوں کو توجہ دلائی گئی کہ جملہ خبریہ کا وقوع نہ ہو تو قائل کاذب ہوتا ہے۔ آخر اہل قادیان نے تنگ آ کر اس کا جواب دیا اور لکھا کہ مرزا صاحب قادیانی کی عبارت کا مطلب جملہ خبریہ میں یہ ہے:

اگر میں مفتری اور کذاب ہوں اور میرا سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں تو خدا کی قسم مولوی ثناء اللہ ضرور اس سلسلہ کو نابود اور منہدم کر دے گا۔

(الفضل قادیان۔ یکم جولائی ۱۹۳۴ء ص ۷)

مطلب (قادیانی) مجیب کا یہ ہے کہ اس جملہ خبریہ میں جو جزا ہے وہ واقعہ نہیں یعنی مولوی ثناء اللہ نے سلسلہ احمدیہ کو منہدم نہیں کیا۔

ہم اس جواب سے بہت خوش ہیں کیونکہ اہل علم جانتے ہیں کہ جملہ شرطیہ کی جزا وہ ہوتی ہے جو قائل مرتب کرے۔ نہ وہ جو کوئی دوسرا لگائے۔ مثلاً زید کہے اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا مجھ پر لعنت کریگا۔ اس جملہ خبریہ کی تفسیر اور تعبیر کوئی دوسرا یوں کرے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو خدا میرے دشمن پر لعنت کریگا۔ دانا جانتے ہیں کہ یہ اس قول کی تفسیر نہیں بلکہ تحریف ہے۔ اصل جملہ خبریہ ہمارے سامنے ہے جو بغرض مزید تفہیم ہم مکرر نقل کرتے ہیں۔

اگر میں (مرزا) مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

مسیح موعود (مرزا) کے ان حواریوں سے پوچھنا چاہیے کہ مرزا صاحب کے جملہ شرطیہ میں ان کی مرقومہ جزا کو تبدیل کر کے دوسری جزا اس کی جگہ رکھنے والے تم کون ہو؟ کیوں نہ ان کے جملہ خبریہ کو اصل صورت میں رکھا جائے۔ بس اسی ایک سوال پر سارا مدار ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۰ ص ۵)

دربارہ آتھم، مرزا کے اقوال فی الالہام پر تبصرہ۔۲

جناب مولوی محمد مہر الدین صاحبؒ میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

متذکرہ بالا الہام کی نسبت اخبار اہل حدیث ۲۲ جون ۱۹۳۴ء میں پانچ اقوال مرزا صاحب کے خاکسار کی طرف سے برائے دفع اشکال مرزائی پارٹیز کی خدمت میں پیش کئے جا چکے ہیں۔ حسب الوعدہ خلیفہ ثانی قادیانی (مندرجہ ندائے ایمان نمبر ۱) سے جواب کا منتظر ہوں۔ قال اللہ تعالی واوفوا بالعھد۔ انّ العھد کان مسؤلاً۔ اور رسول اللہ ﷺ نے واذا وعدا خلف کو نشانات نفاق میں درج فرمایا ہے۔

اما بعد۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی توجیہات بھی اس الہام سے متعلق ہیں

ملاحظہ فرمائیے۔ رسالہ الہامات مرزا مؤلفہ فاتح قادیان مولانا ثناء اللہ میں، ضیاء الحق اورانوار الاسلام وغیرہ تحریرات مرزا صاحب سے ان کے یہ اقوال منقول ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کہا تھا کہ ڈپٹی آتھم روز پیش گوئی سے ۱۵ ماہ میں مرکر ہاویہ میں ڈالا جائے گا جب وہ نہ مرا تو مرزا جی نے کہا کہ دنیا میں ادھرادھر اسکا پھرنا ہی ہاویہ ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> آتھم نے اپنے خوف زدہ ہونے کی حالت سے بڑی صفائی سے یہ ثبوت دے دیا ہے کہ وہ ضرور ان ایام میں پیش گوئی کی عظمت سے ڈرتا رہا ایک سخت غم نے اس کو گھیر لیا وہ بھاگا پھرا۔ اس لئے درحقیقت وہ ہاویہ میں رہا۔ مسلسل گبھراہٹوں کا سلسلہ اس کے دامن گیر ہو گیا تھا اور اس کے دل پر وہ رنج وغم و بدحواسی وارد ہوئی جس کو آگ کے عذاب سے کم نہیں کہہ سکتے یہی اصل ہاویہ تھا اور وہ درد اور دکھ کے ہاویہ میں ضرور گرا اور ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آگیا اس کی یہ مثال ہوئی قیامت دیدہ ام پیش از قیامت اس پر وہ غم کے پہاڑ پڑے جو اس نے تمام زندگی میں ان کی نظیر نہیں دیکھی تھی پس کیا یہ سچ نہیں کہ وہ ان تمام دنوں میں درحقیقت ہاویہ میں رہا۔

مرزا غلام احمد صاحب کا وہ الہام تھا، تو یہ کشف ہے کہ اس کے دل کی حالت اور عمر بھر کے واقعات بیان فرما رہے ہیں جن سے اس کو سراسر انکار ہے۔ اصل بات اتنی تھی کہ آتھم صاحب نے دیکھا کہ اپنی موت پر مرزا صاحب قادیانی کی کامیابی منحصر ہے ممکن ہے بلکہ اغلب ہے کہ مرزا صاحب کے جاں نثار مریدوں کی فوج اپنے پیرو مرشد کی کامیابی کی غرض سے اس مہم کے سر کرنے میں سعی کرے گی اس لئے بمشورہ حزم واحتیاط انہوں نے ایک جگہ کی اقامت کو اس مدت معینہ میں مناسب نہ سمجھا اور بطور تفریح جیسے مرفہ الحال لوگوں کی عادت ہوتی ہے سیاحت اختیار کی جس کی بدولت نئے نئے شہر دیکھے، دعوتیں کھائیں، سیر وشکار کئے جس سے السّفر و سیلة الظفر کے معنی بھی صادق آ گئے ۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سفر کا نام دیکھ لیا اور شاعرانہ خیال سے صورت سقر قرار دے کر اس کو سچ مچ کا ہاویہ ہی ٹھہرا دیا۔ اور یہ خیال نہ کیا کہ امراء وسلاطین لکھوکھہا روپیہ خرچ کر کے یہ دولت حاصل کرتے ہیں خصوصاً

گورنمنٹ کے افسروں اور پادریوں کے حق میں تو ہندوستان کا سفر گل گشت جناں سے کم نہیں۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۴۹۰ میں خود تحریر فرماتے ہیں:

یہ لوگ ایک قسم کی جنت اپنے ساتھ لیا پھرتے ہیں۔

پھران کو دنیا میں ہاویہ سے کیا تعلق؟ غرض مرزا صاحب نے جس کو ہاویہ قرار دیا تھا درحقیقت وہ جنت ثابت ہوتی ہے۔

مرزا صاحب نے اس الہام میں ہاویہ کا لفظ اس واسطے تجویز کیا تھا کہ قرآن شریف میں یہ لفظ وارد ہے اور اس کے معنی دوزخ کے ہیں کما قال تعالی:

فا مه ها و ية ۔و ما ادر ك ما هيه۔ نار حا ميه۔

اس سے غرض یہ ہے کہ دعوی کی شان وشوکت اور الہام کا کروفر اس سے نمایاں ہو کہ جو لفظ قرآن میں ایک سخت وعید میں استعمال کیا گیا وہی لفظ اس ہندی الہام میں ذکر فرمایا ۔مگر افسوس کہ وہ صرف لفظ ہی لفظ تھا اگر چہ ۱۵ مہینے تک بجائے خود رکھا رہا۔ مگر اس کے بعد کمال مایوسی سے وہ لفظ یوں بدلا گیا کہ اس سے مراد فکر وتشویش لی گئی ۔ اول تو فکر وتشویش ہی میں کلام ہے اس لئے کہ کسی کے دل کی کیفیت یقینی طور پر معلوم نہیں ہو سکتی ۔ اور اگر وہ تسلیم بھی کرلی جائے تو اس کا کیا ثبوت کہ الہام کے صدق کا اس کے دل پر اثر تھا۔ قرائن سے تو ثابت ہے کہ مرزا صاحب کے مریدوں کے خوف سے اس کو سفر کی ضرورت ہوئی۔

بہرحال مرزا غلام احمد صاحب نے ایک ہی شق اختیار کی کہ اس کے دل پر میری پیش گوئی کا اثر ہوا تھا۔ چنانچہ ضیاء الحق میں لکھتے ہیں:

جس شخص کا خوف ایک مذہبی پیش گوئی سے اس حد تک پہنچ جائے کہ شہر بشہر بھاگتا پھرے تو ایسا شخص بلا شبہ یقینی طور پر اس مذہب کا مصدق ہو گیا جس کی تائید میں پیش گوئی کی گئی تھی اور یہی معنی رجوع الی الحق کے ہیں۔

یہاں یہ امر غور کے قابل ہے کہ مرزا صاحب خود تصدیق کرتے ہیں کہ یقینی طور پر اس کا رجوع الی الحق کرنا ثابت ہو گیا اور الہام مرقوم الصدر کا مضمون یہ تھا کہ اگر وہ حق کی طرف رجوع کرے تو ہاویہ میں گرایا نہیں جاوے گا۔ پھر جب الہام کے سنتے ہی اس پر خوف عظمت طاری ہو گئی تو الہام کے مطابق وہ ہاویہ کا مستحق نہ رہا۔ مگر

مرزا صاحب کی تحریر سے ابھی معلوم ہوا کہ وہ ہاویہ میں ضرور گرایا گیا اور اس پر ہاویہ میں گرنے کا لفظ صادق آ گیا جس کا ماحصل یہ ہوا کہ بحسب الہام اس کا حق کی طرف رجوع کرنا ثابت ہے۔ باوجود اس کے وہ ہاویہ میں گرایا گیا جو خلاف عادت الٰہی اور خلاف شرط الہام ہے یہاں دو باتوں سے ایک بات ضرور ماننی پڑے گی کہ اگر الہام سچا ہے تو ہاویہ میں گرنا جھوٹ ہے۔ اور اگر ہاویہ میں گرنا سچ ہے تو الہام جھوٹا ہے۔ اور چونکہ ہاویہ میں گرائے جانے کی وہ تصدیق کرتے ہیں تو ثابت ہوا کہ الہام جھوٹا ہے۔ پھر اگر غیر معمولی کیفیت ان کو وجدانی طور پر معلوم ہوئی تھی جس کو انہوں نے الہام سمجھا تھا تو اسکو الہام شیطانی ضرور کہا جاوے گا جس سے کل الہاموں کے دعوے ان کے جھوٹے ہو گئے۔ اور اگر یہ الہام انہوں نے بنا لیا تھا تو یہ ثابت ہو جائے گا کہ انہوں نے خدا تعالیٰ پر افتراء کیا ہے اور کوئی مسلمان ہو کر خدا پر افتراء نہیں کر سکتا۔ بالفاظ دیگر مفتری مسلمان ہی نہیں۔ (باقی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۲۸ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۰ ص ۵۔۶)

مباحثہ مرزائیہ

انجمن نصرۃ الاسلام چینے والی تحصیل بٹالہ کا سالانہ جلسہ ۶ تا ۸ جولائی ۱۹۳۴ء کو ہوا۔

اس دوران مرزائیوں سے حیات مسیح اور صداقت مرزا پر مباحثہ ہوا۔ مسلمانوں کو کامیابی ہوئی۔

راقم: برکت اللہ سکرٹری انجمن (اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

شیطان اور مرزا قادیان

قابل توجہ اہل ایمان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بار ہا لکھ چکے ہیں کہ ہم کو خدا کے فضل سے مرزائی لٹریچر میں اتنا تبحر حاصل ہے کہ امت قادیانیہ میں کوئی ہمارا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ یہاں تک بھی ہم مستعد

ہو گئے تھے کہ قادیانی افراد اگر اپنے ادق مضامین میں ہم سے مشورہ لیا کریں یا حوالہ جات پوچھا کریں ،تو ہم ان کی مدد کیا کریں گے ۔مگران ناقدر شناسوں نے ہماری یہ آمادگی مخالفت پر مبنی سمجھی ۔ خیر ان کا اختیار۔آج ہم ایک اور واقعہ پیش کرتے ہیں جس سے ان لوگوں کی (کلام مرزا سے) بے خبری ثابت ہوگی ۔الفضل قادیان لکھتا ہے :

شیطان کا آخری حملہ:

وہ زمانہ جس کے متعلق آیا ہے کہ ہر قسم کی برائیاں انتہائی عروج کو پہنچ جائیں گی بدکاریاں بڑھ جائیں گی اور شیطان اپنے سارے سازوسامان کے ساتھ اس طرح حملہ آور ہوگا کہ گویا اس کا آخری حملہ ہے وہ موجودہ زمانہ ہی ہے ہر صاحب بصیرت انسان کو خواہ وہ کسی مذہب وملت کا ہو اس کا اعتراف ہے ۔اگر کسی کو انکار ہو تو اسے مشہور تحریک اخوت کے صدر ڈاکٹر شپرڈ کے الفاظ پڑھ لینے چاہییں جن کا ترجمہ اخبار ،سرفراز، سے پیش کیا جاتا ہے ۔ وہ لکھتے ہیں:

دنیا کی تاریخ میں اس دور سے زیادہ نمائشی دور کوئی نہیں گذرا۔اور شیطان نے بھی غرور وتکبر کے ذریعہ سے اپنے مفتوحات اس سے زیادہ آسانی سے کبھی حاصل نہیں کئے ،

کیا ایسی حالت میں ضروری نہیں تھا کہ خدا تعالی اپنی مخلوق کو شیطان کے حملہ سے بچانے کا انتظام کرتا۔ضروری تھا۔ اور اس نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کو اسی غرض سے مبعوث کیا۔مگر فائدہ وہی اٹھا سکتے ہیں جو آپ کو قبول کریں۔ (الفضل قادیان ۲۲ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۴)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیطان ابھی زندہ ہے لیکن اس کے شر سے وہی لوگ بچ سکتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لائے ہیں ۔ حالانکہ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ ہم اس کو قتل کر چکے ہیں یعنی وہ دنیا سے فنا ہو چکا ہے ۔ پھر تو کسی قسم کی شیطنت دنیا میں نہ رہنی چاہیے ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

شیطان نے آدم کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہا تھا پھر شیطان نے خدا تعالی سے مہلت چاہی اور اس کو دی گئی الی وقت المعلوم ۔

بہ سبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا اس کے قتل کا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ہاتھ سے قتل ہو۔

(ملفوظات احمدیہ۔ ج ۲ ص ۳۱۷)

اس اقتباس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ شیطان مرزا غلام احمد صاحب کے ہاتھ سے عرصہ ہوا قتل ہو چکا ہے۔

احمدی ممبرو! بتاؤ جب شیطان مرزا صاحب قادیانی کے ہاتھ سے قتل ہو چکا ہے، تو اب یہ تمہارے مخالفین غیر مبایعین خلافت حقہ ثانیہ کو خلافت یزیدیہ کس کی تعلیم سے کہہ رہے ہیں، اور یورپ سارے کا سارا گمراہی میں کیوں مبتلا ہے۔ ذرہ سوچ کر جواب دینا جلدی میں کہیں شیطان دخل نہ دے جائے۔

ناظرین کرام! اللہ ان سے کوئی پوچھے کہ اس قسم کی حرکتیں دنیا کو دکھا کر ملا دو پیازہ کی یاد کیوں تازہ کرتے ہو:

ترا دیدہ و یوسف راشنیدہ۔ شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۵ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۱ ص ۵۔۶)

مرزا قادیانی اور پیش گوئیوں کی کیفیت

مولوی ابوسعید عبدالرحمٰن صاحبؒ فریدکوٹی لکھتے ہیں:

قارئین کرام اس امر کو بخوبی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جہاں کوئی بات بنتی دیکھی، جھٹ اپنی صداقت کے لئے پیش کر دی۔

کہیں طاعون یا وبا زور کی چلی تو فوراً کہہ دیا کہ میری آمد اور میرے انکار کی وجہ سے دنیا پر یہ قہر نازل ہو رہا ہے۔

کہیں زلزلہ سے اگر مخلوق خدا تباہ و ہلاک ہوگئی تو بھی مرزا صاحب کے دام کھرے۔ کوئی قتل ہو یا کہیں جنگ ہو غرضکہ کچھ نہ کچھ ہل جل ہو، جھٹ مرزا صاحب اپنے لئے اسے ایک نشان ٹھہرا لیتے تھے اور اس قسم کے واقعات مرزا صاحب کی

صداقت کا ایک مقدمہ بن جاتے تھے۔اور بن جاتے ہیں اور بنتے رہیں گے۔

اس سے زیادہ کسی کو کیا جرأت و دلیری ہوسکتی ہے کہ و مبشراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد جیسی صریح آیت کو جو بالخصوص آنحضرت ﷺ کی بعثت کے لئے کتب سابقہ میں پیش گوئی کی گئی تھی اور جسے آنحضرت ﷺ نے خود اپنی صداقت کے لئے ایک پیش گوئی قرار دیا ہو، اسے بھی مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اوپر چسپاں کرتے وقت خدا کا خوف نہیں کیا۔تو ایسے بزرگ کو ہم ایسی حرکات سے کیسے روک سکتے ہیں۔ جو چاہے کہے اور لکھے۔

عیسائیوں کی معتبر کتاب بائیبل باب دانیال، میں دانیال نبی نے ایک پیش گوئی کی ہے،جس میں آنے والے خاتم النبیین محمد مصطفیٰ ﷺ مکی مدنی کی آمد کی بشارت دی گئی ہے اور جس کی بشارت کے لئے بائیبل کے صفحات لبریز ہیں۔

میں نے جب اس پیشگوئی کو پڑھا تو عین آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کے لئے حرف بحرف صادق پایا۔مگر بعدہ جب قادیان کی طرف نظر دوڑی تو معاً یہ خیال آیا کہ اگر مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو دیکھ لیا ہے تو بالضرور اپنے اوپر چسپاں کیا ہوگا ۔ابھی دو ہفتے بھی نہ گذرنے پائے تھے کہ اتفاقاً مرزا صاحب قادیانی کی تصنیف تحفہ گولڑویہ کا صفحہ ۱۹۱ میری نظر سے گذرا۔ بعینہ اس پیش گوئی کو (جس طرح میں نے خیال کیا تھا)مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اوپر چپاں کرنے کی کوشش کی ہے۔ایسے امتی (یا امتی نبی) پرسخت افسوس ہے کہ جو پیش گوئیاں سید المرسلین ﷺ کے لئے مخصوص ہیں اپنے اوپر کس جرأت اور دلیری سے چسپاں کرسکتا ہے۔میں اس عبارت کو بعینہ نقل کرتا ہوں جو بائیبل کے حوالہ سے مرزا صاحب قادیانی نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۱ پر نقل کی ہے:

> اور اس وقت سے جب کہ دائمی قربانی موقوف ہوگی اور بتوں کو تباہ کیا جائے گا اس وقت تک بارہ سو نوے دن ہوں گے۔مبارک ہے جو انتظار کیا جائے گا اور اپنا کام محنت سے کرے گا۔ تیرہ سو پینتیس روز تک اور تو چلا جا آخر تک اے دانیال۔

میں نے یہ عبارت بائیبل مطبوعہ فارن سوسائٹی لاہور سے ملا کر دیکھی تو لفظی طور پر کافی اختلاف نظر آیا۔شاید مرزا غلام احمد صاحب کی قلم کے زور سے یہ

اختلاف ہوگیا ہے یا بائیبل کے مترجمین سے یہ سہو نظری ہوگئی ہے خیر کچھ بھی ہو ہمیں اصل مطلب دیکھنا ہے۔ آگے چل کر نیچے حاشیہ میں اس پیش گوئی کی تفسیر مرزا صاحب قادیانی یوں کرتے ہیں:

اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد ﷺ ہے) جب بارہ سو نوے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا۔ اور تیرہ سو پینتیس ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں پینتیس برس برابر کام کرتا رہے گا۔ اب دیکھو اس پیش گوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دی گئی ہے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۹۱)

مرزا صاحب قادیانی کے ارشاد کا خلاصہ یہ ہے کہ اس پیش گوئی کا حقیقی مصداق میں ہوں اور میرے سوا یہ پیش گوئی نہ کسی کے لئے ہے، نہ ہوسکتی ہے۔

سنیئے صاحبان! جو شخص سادہ لوح ظاہر بین اور تاریخ سے ناواقف ہو اس کو بیشک اس قسم کا چکمہ دیا جا سکتا ہے لیکن جو شخص جڑوں کا واقف ہو، وہ ایسے مسئلہ کو کھود کھود کر نکال لے گا۔

ہم بتلاتے ہیں کہ یہ پیش گوئی آنخضرت ﷺ کی شان بابرکات کیلئے مختص ہے اور ہم یہ کہتے ہیں کہ جب ہر ایک نبی نے آنخضرت ﷺ کی آمد و بعثت کی بشارت دی اور ہر ایک الہامی کتاب اس پر ناطق ہو اور بائیبل میں سینکڑوں پیش گوئیاں بالتفصیل آنخضرت ﷺ کی شان میں موجود ہوں اور دانیال نے بھی یہ پیش گوئی کی ہو اور عین پیش گوئی کے مطابق آنخضرت ﷺ دانیال کے بعد ۱۲۹۰، اور تیرہ سو پینتیس کے اندر اندر مبعوث ہوئے ہوں تو مرزا صاحب کے حق میں یہ پیش گوئی کس طرح ہو سکتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا نہ کسی نبی نے نام لیا، نہ ان کے آنے کی بشارت، نہ ان کے آنے کی ضرورت، نہ وہ رسول، نہ وہ نبی (بقول مرزا میں امتی نبی ہوں) تو ایسے شخص کی آمد کی بشارت کا بائیبل میں ہونا کیا فائدہ دیتا ہے۔

ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ دانیال نبی کی یہ پیش گوئی بھی اسی نبی کے حق میں ہے جس کی مدح و شان و آمد آمد کیلئے بائیبل کا ایک ایک باب گواہی دیتا ہے چونکہ آنخضرت ﷺ دانیال نبی کے بعد ۱۲۹۰، اور ۱۲۳۵ کے درمیان ہوئے ہیں اس لئے یہ

پیش گوئی آنحضرت ﷺ کے سوا نہ کسی کے لئے ہے نہ ہوگی۔

ہم کو تعجب ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو یہ پیش گوئی آنحضرت ﷺ پر صادق آتی ہوئی دیکھ کر کیوں حسد پیدا ہوا (کیا اسی حسد کا نام امتی نبی یا غلام احمد ہے؟)

مرزا صاحب نے اس جگہ دو فقرے زیادہ کر دیئے ہیں:

۱۔ نبی محمد ﷺ کے ظہور کے بعد ۱۲۹۰ برس مراد ہیں۔

۲۔ یہ پیش گوئی مسیح موعود کے لئے ہے۔

ہمارا اعتراض اس پر یہ ہے کہ اگر یہ الفاظ عبارۃً یا اشارۃً یا معناً مجھے قادیانی جماعت بائیبل میں دکھلا دے تو میں مرزا صاحب کی تحریر کے مطابق اس پیش گوئی کو صحیح مان لوں گا۔ اور اگر یہ پایہ ثبوت کو نہ پہنچ سکے تو اس قسم کی زمین و آسمان کے قلابے ملا دینے والی تحریرات سے قوم کو کیوں گمراہ کیا جاتا ہے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۵ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۱ ص ۶۔۷)

ترک مرزائیت

منظور احمد خان بہاولپوری سابق اسٹور ماسٹر کوچی چکودر بھوپال اسٹیٹ ۱۹۲۶ء سے چند غلط فہمیوں سے قادیانی ہو چکا تھا دوران مرزائیت میں تحقیق صداقت میں کوشاں رہا۔

اتفاق سے کلکتہ میں آکر مولوی محمد یوسف صاحب انجمن تبلیغ اسلام کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنے شکوک پیش کئے جن کا جواب نہایت ہی خوش اسلوبی سے ملنے پر مولوی صاحب موصوف کے ہاتھ پر مشرف باسلام ہو کر مرزائیت کو خیر باد کہہ کر تائب ہوا۔

راقم: سکرٹری تبلیغ اسلام کلکتہ چیت پور روڈ۔ سراج بلڈنگ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

جماعت مرزائیہ کلکتہ میں مذبوحی حالت

اخبار الفضل ۲۲ جولائی ۱۹۳۴ء میں، کلکتہ میں تبلیغ احمدیت، کے ضمن میں جو کچھ لکھا ہے وہ بالکل غلط اور جھوٹ ہے۔ نہ تبلیغ الاسلام نے کبھی مناظرہ سے فرار کیا، اور نہ انکار، اور نہ ہی مولوی محمد یوسف صاحب نے شرائط مناظرہ سے پہلو تہی کی۔ بلکہ مولوی صاحب تو ہر وقت دعا کرتے ہیں کہ خدا موقع دے اور مناظرہ ہو۔ افسوس کہ مولوی سلیم (مرزائی) آج تک اپنے مناظرہ سے فرار کر کے اپنے آپ کو سلامت

رکھنا چاہتا ہے۔ راقم: سکرٹری تبلیغ الاسلام کلکتہ۔ چیت پور سراج بلڈنگ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

حضرت ابراہیم علیہ السلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری اور ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ء میں حدیث ابراہیمی پر مفصل بحث ہوئی ہے چونکہ ۲۷ جولائی کے پرچہ میں مرزائی معترض کی طرف توجہ تھی اس لئے اس میں مرزا غلام احمد صاحب کا قول بھی نقل ہونا لازمی تھا۔ اس پر مرزائی اخبارات (الفضل و پیغام صلح) نے جواب الجواب دینے کی کوشش کی ہے۔

ان ہر دو اخبارات کی کوشش دراصل مرزا صاحب متوفی کو اہل حدیث کے پنجہ سے چھڑانے کے لئے ہے جس میں کامیابی محال ہے۔ ہم خوب جانتے ہیں کہ اہل حدیث کی گرفت سے ان کا نکلنا بالکل اس مکھی کی طرح ہے جو شہد سے نکلنے کی کوشش کرتی ہے، مگر وہ کوشش کر کے اور زیادہ گرفتار بلا ہو جاتی ہے۔

ہم نے بتایا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حدیث ابراہیم کو جس میں تین کذبات کا ذکر ہے، مرزا صاحب نے تسلیم کر کے اس پر اعتراض کرنے والے کو خبیث وغیرہ کہا ہے اس کے جواب میں الفضل اور پیغام صلح دونوں برادر متفق ہو کر اہل حدیث کو کوستے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ دونوں مرزا صاحب کی عبارت پوری نقل کرتے ہیں اور گونگے کی طرح آئیں بائیں شائیں کر کے آگے گذر جاتے ہیں مگر مرزا صاحب قادیانی کی عبارت کی تشریح نہیں کرتے۔ ہم ایک دفعہ پھر ان کو راہ راست دکھانے پر توجہ کرتے ہیں مرزا صاحب قادیانی کی عبارت اس خصوص کے متعلق دونوں نے یوں نقل کی ہے:

> یاد رہے کہ اکثر ایسے اسرار دقیقہ بصورت اقوال یا افعال انبیاء سے ظہور میں آتے رہے ہیں کہ جو نادانوں کی نظر میں سخت بے ہودہ اور شرک کے

کام تھے جیسا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے تصرف میں لانا، اور حضرت مسیح کا کسی فاحشہ کے گھر چلے جانا اور اسکا عطر پیش کردہ جو حلال وجہ سے نہیں تھا استعمال کرنا اور اس کے لگانے سے روک نہ دینا اور حضرت ابراہیم کا تین مرتبہ ایسے طریق پر کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔

(الفضل قادیان ۲۔اگست ۱۹۳۴ء ص ۶ کالم ۲)

ناظرین! اس عبارت کو بغور ملاحظہ کریں اس میں مرزا غلام احمد صاحب ان تینوں واقعات کو تسلیم کرتے ہیں یا ان کی تکذیب کرتے ہیں؟ امت مرزائیہ کی ہدایت کے لئے ہم اس کی دو تین مثالیں پیش کرتے ہیں۔

۱۔مثلاً کوئی کہے بعض دفعہ ملہم کسی کے حق میں موت کی پیش گوئی کر دیتا ہے کہ وہ ۱۵ ماہ میں مرجائے گا اور وہ اس مدت میں نہیں مرتا۔ تو بدگولوگ اس پر اعتراض کرتے ہیں

۲۔بعض دفعہ کوئی ملہم اعلان کرتا ہے کہ فلاں عورت میرے نکاح میں آئے گی اس کا ناکح روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر مرجائے گا۔ وہ اس مدت میں نہیں مرتا تو بدگولوگ بدگوئی کرتے ہیں۔

۳۔بعض دفعہ کوئی ملہم اپنے مخالف کو مخاطب کر کے پیش گوئی کرتا ہے کہ ہم میں سے جھوٹا پہلے مرے گا مگر وہ مخالف زندہ رہتا ہے۔اس پر بدگولوگ بدگوئی کرتے ہیں۔

بتاؤ ان تینوں مثالوں میں یہ متکلم جو ان مثالوں کو پیش کرتا ہے ان تینوں واقعات کو تسلیم کر کے جواب دیتا ہے یا سرے سے ان واقعات سے انکاری ہے؟ بس اتنے جواب پر سارا مدار ہے۔ ہمارا یقین ہے کہ ہر ایک شخص بلکہ ہر ایک لڑکا جس نے پرائمری ہی پاس کی ہو وہ بھی اس عبارت سے یہی سمجھے گا کہ متکلم ان مثالوں میں اور مرزا صاحب قادیانی اپنی اس تحریر میں تینوں واقعات کو تسلیم کرتے ہیں۔اس تسلیم کے بعد ان واقعات پر اعتراض کرنے والے کا ذکر یوں کرتے ہیں:

اگر کوئی تکبر اور خودرائی کی راہ سے اس بنا پر حضرت موسیٰ کی نسبت یہ کہے کہ نعوذ باللہ وہ مال حرام کھانے والا تھا، یا حضرت مسیح کی نسبت یہ زبان پر لائے کہ وہ طوائف کے گندہ مال کو اپنے کام میں لایا، حضرت ابراہیم کی

نسبت یہ تحریر شائع کرے کہ مجھے جس قدر ان پر بدگمانی ہے اس کی وجہ ان کی دروغ گوئی ہے، تو ایسے خبیث کی نسبت اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ اس کی فطرت ان پاک لوگوں کی فطرت سے مغائر پڑی ہے اور شیطان کی فطرت کے موافق اس پلید کا مادہ اور خمیر ہے۔ (الفضل ۲۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۹ کالم ۱)

احمدی ممبرو! ایمان سے بتاؤ واقعات ثلاثہ مان کر یہ جواب ہے یا سرے سے واقعات ہی کا انکار ہے۔

اللہ اکبر! باوجود اخفائے حق کے جواب دونوں اخباروں کے حصے میں ہے اہل حدیث کو کوستے ہوئے اظہار غیظ وغضب کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہم نے بارہا لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری احمدیت کی مخالفت میں حد درجہ تلبیس باطل آرائی اور یہودیانہ تحریف سے کام لیتے ہیں اور سادہ لوح لوگوں کو دھوکہ دینے اور فریب میں مبتلا کرنے کے لئے ایک صاف اور سیدھی بات کو عمداً غلط رنگ میں پیش کرتے ہیں اور دیانت وامانت خوف خدا اور خشیت الٰہی کو دل سے نکال کر اس سے وہ نتائج اخذ کرتے ہیں جو وہ اچھی طرح جانتے ہیں کہ حقیقت میں اس سے نہیں نکل سکتے۔

(الفضل قادیان ۲۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۶)

اسی طرح الفضل قادیان کا چھوٹا بھائی پیغام صلح لاہور لکھتا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنی خوش فہمی سے حضرت مسیح موعود کا حوالہ ذیل دے کر چھٹکارا کرانا چاہا ہے حالانکہ یہ حوالہ بجائے اس کی تائید کرکرتا ہے۔ اس حوالہ میں حضرت مسیح موعود نے تین پیغمبروں کا ذکر کیا ہے جن کے چال چلن پر بائیبل اور اناجیل کے پیروؤں نے اپنی ناسمجھی سے اپنی الہامی کتابوں میں الزام لگایا ہے یعنی حضرت موسی حضرت عیسی اور حضرت ابراہیم اول الذکر کے بارہ میں مصریوں کے برتن اور پارچات مانگ کر لے جانا اور پھر اپنے تصرف میں لانا۔ دوم کے بارہ میں کسی فاحشہ کے گھر جانا اور اس کا پیش کردہ عطر جو حلال سے نہ کمایا گیا تھا استعمال کرنا، اور سوم کا تین مرتبہ ایسا کلام کرنا جو بظاہر دروغ گوئی میں داخل تھا۔

(پیغام صلح لاہور ۳۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۹)

ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ اپنے حلقہ اثر میں تو (بحکم: سحروا اعین الناس) جادو کر سکتے ہیں لیکن عام ناظرین پر ان کا جادو کیسے چل سکتا ہے۔ ناظرین! مہربانی کر کے مرزا صاحب قادیانی کی پہلی عبارت ایک دفعہ پھر پڑھ لیں حقیقت حال آپ کو معلوم ہو جائے گی کہ مرزا صاحب ان تینوں واقعات کو بطور الزام نقل نہیں کرتے بلکہ بطور تسلیم نقل کرتے ہیں۔ مگر امت مرزا اہل حدیث کی گرفت سے نکلنے کے لئے ہاتھ پاؤں مارتی ہے مگر نجات معلوم۔ کیوں: اس لئے کہ:

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۲ ص ۵۔۶)

مرزا صاحب پر بدگمانی کی ضرورت

مولوی محمد مہرالدین صاحبؒ میاں ونڈ سے لکھتے ہیں:

مرزائی دوستو! تشابہ قلبی یا حسن ظن وغیرہ سے جو لوگ مرزا غلام احمد صاحب کے دباؤ میں آ گئے ان پر یہ بات صادق آتی ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے:

فاستخفّ قومه فاطاعوه انّهم كانوا قوماً فاسقين (الزخرف:۵۴)

(فرعون نے بے وقوف بنالیا اپنی قوم کو پھر اسی کا کہا مانا ان لوگوں نے بے شک وہ فاسق لوگ تھے)

سجنو! سچی بات یہ ہے کہ جب شیطان کا غلبہ پورے طور سے ہو جاتا ہے تو آدمی خدا کو بھی بھول جاتا ہے جیسا کہ ارشاد ہے

استحوذ عليهم الشّيطان فانساهم ذكر الله

یعنی شیطان ان پر غالب آ گیا ہے اور اس نے ان کو خدا کی یاد بھلا دی۔

خصوصاً ایسی حالت جب کامیابی ہو جاتی ہے اور لوگ بکثرت ان کے پیرو ہو جاتے ہیں تو گمراہی اور زیادہ ہو جاتی ہے حق تعالیٰ فرماتا ہے

و اخوا نهم یمدّ و نهم فی الغیّ ثمّ لا یقصرو ن (الاعراف :۲۰۲)
یعنی ان کے بھائی ان کو گمراہی میں کھینچے جاتے ہیں اور کمی نہیں کرتے ۔

اگر مرزا صاحب قادیانی کو ان کے ہم خیال لوگ تائید نہ دیتے ،تو یہاں تک نوبت ہی نہ آتی ۔مگر یاد رہے کہ یہ تائید باعث زیادتی جرم ہے جس سے سزا میں بھی سختی ہوگی کما قال تعالیٰ:

انما نملی لهم لیز دا دوا اثماً و لهم عذا ب مهین (ہم ان لوگوں کو صرف اسلئے ڈھیل دے رہے ہیں کہ وہ اور زیادہ گناہ کریں اور آخر کار ان کو ذلت کا عذاب ہے)

ان لوگوں کے روبرو ان کے مخالف مدعا کوئی آیت قرآنی پڑھی جائے تو اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا بلکہ اپنے الہامات اور وحی پر نازاں اور خوش رہتے ہیں ان کی وہی حالت ہے جو حق تعالیٰ فرماتا ہے:

فلمّا جاء تهم رسلهم با لبیّنا ت فر حوا بما عند هم من العلم
(غافر:۸۳)۔(یعنی جب رسول کھلی نشانیاں ان کے پاس لے آئے تو وہ اپنے علم ہی پر خوش رہے)

کتنی ہی آیات واحادیث پیش کی جائیں وہ ایک نہیں مانتے اور اپنے ہی علم پر نازاں ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا الہام ٹھیک ہے اور بس ۔

اب یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ ایسے فتنوں کے وقت مسلمانوں کو کیا کرنا چاہیے۔ پہلے یہ بات معلوم کرنے کی ضرورت ہے کہ حق تعالیٰ نے ایک مخفی راز پر مسلمانوں کو مطلع کر دیا کہ جو لوگ فتنہ انگیزیاں کرتے ہیں ان کو خدا تعالیٰ نے اسی واسطے پیدا کیا کہ اس قسم کے کام کیا کریں اور انجام کار رسوا ہوں چنانچہ اللہ فرماتا ہے:

و کذا لك جعلنا فی کل قر یة اکا بر مجر میها لیمکروا فیها و ما یمکرو ن الّا بانفسهم و مایشعرو ن (الا نعام :۱۲۳)
(یعنی ہم نے ہر بستی میں بڑے بڑے فساق پیدا کئے تاکہ ان میں فتنہ انگیزیاں اور مکر کریں اور جتنی مکاریاں وہ کرتے ہیں اپنے حق میں کرتے ہیں اور نہیں سمجھتے)

اگر یہ آیت شریفہ نازل نہ ہوتی تو اس قسم کے لوگوں کی ترقی سے یہ خدشہ ضرور ہوتا کہ شاید یہ بھی مقبول بارگاہ ہوں جن کو اس قسم کی تائیدیں ہو رہی ہیں۔

اس قسم کے لوگوں کی ترقیوں سے مسلمانوں کو یہ خیال چاہیے کہ ہماری ابتلاء

اورآزمائش کے لئے حق تعالی نے ان کو پیدا کیا ہے اور یہ تائیدان کی حقانیت پر دلیل نہیں ہوسکتی کیونکہ حق تعالی فرماتا ہے

کلا نّمدّ هئو لا ء و هئو لا ء من عطاء ر بّك و ما کا ن عطا ء ربّك محظوراً (الاسراء: ۲۰)(یعنی طالب دنیا اور طالب آخرت ہر ایک کو ہم مدد دیتے ہیں پروردگار کی بخشش بند نہیں)

آنخضرت ﷺ کی ولادت با برکت سے آثار نبوت اور ارہاصات شروع تھے۔ اہل عرب عمر بھر حضرت کی صداقت وصدق دیکھا کئے یہود اور نصاری اور کاہنوں کے اخبار سے حضرت کی نبوت کا حال سنا کئے۔ اور وقتاً فوقتاً معجزات کا مشاہدہ کیا کئے۔ باوجود اس کے آنخضرت ﷺ کی وفات کے وقت کل ایک لاکھ اشخاص مسلمان ہوئے اور مسیلمہ کذاب پر دو چار سال ہی میں لاکھ آدمی تک ایمان لائے۔ پھر کیا اس قدر ترقی سے مسیلمہ کی نبوت یا حقانیت ثابت ہوسکتی ہے؟

بات یہ ہے کہ باطل کا شیوع بہت جلد ہوتا ہے خصوصاً اس آخری زمانہ میں جو گویا فتنوں ہی کے واسطے موضوع ہے۔

حق تعالی فرماتا ہے: من کا ن یر ید حر ث الد نیا نؤ ته منها و ما له فی الآ خرة من نصیب ۔ (اشوری:۲۰)یعنی جو کوئی دنیا کی کھیتی کا طالب ہو تو ہم بقدر مناسبت اس کو دنیا دیں گے مگر پھر آخرت میں اس کا کوئی حصہ نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ الد نیا زور لا یحصل الّا با لزور کو اپنا مقتداء بنا کر اقسام کے حیلے اور مکاریاں عمل میں لائے جن سے دنیا کا پورا پورا حصہ حاصل کر لیا۔ مگر افسوس ہے ان پر جنھوں نے دوسروں کی دنیا کے واسطے اپنا دین برباد کیا۔ کیونکہ ہر ایک کے ہم خیال ہونے کے لئے کئی کئی آیتوں اور احادیث کا ان کو انکار کرنا ضرور پڑا حالانکہ حق تعالی فرماتا ہے:

انّما المو منو ن الذین آ منوا با لله و رسو له ثم لم یر تا بوا۔
یعنی اہل ایمان وہی لوگ ہیں جو خدا اور رسول پر ایمان لاتے ہیں پھر شک نہیں کرتے۔

مسلمانوں کے دلوں میں منجانب اللہ ایک قسم کی ایسی تسکین ہوتی ہے کہ مخالفین کی باتیں ان کو مشوش نہیں کرتیں

هو الذی انزل السکینة فی قلوب المومنین لیزدادوا ایمانا مع ایمانهم ۔یعنی خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کے دل میں اطمینان اور تسکین اتاری تاکہ پہلے ایمان کے ساتھ اور ایمان زیادہ ہو۔

اہل ایمان اس بات کے مامور ہیں کہ اگر جعلی انبیاء وغیرھم مسلمانوں کو بہکا دیں تو بمقتضائے الدین نصیحة ان کی خرابیوں پر متنبہ کر دیں اور جو نہ مانیں تو ان پر غم کھانے کی ضرورت نہیں ۔ رحمۃ للعالمین ﷺ کفار کفار کے ایمان نہ لانے پر باقتضائے رحمت طبعی بہت غم کھاتے تھے جس پر حق تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے:

لعلك باخع نفسك ان لا یکونوا مومنین .

یعنی شائد تم (اے پیغمبر) اپنے کو ہلاک کر لو گیاس پر کہ وہ ایمان نہیں لاتے

نیز ارشاد فرمایا: و لا یحزنك الذین یسارعون فی الکفر من الذین قالوا آمنا بافواههم و لم تؤمن قلوبهم ۔یعنی اے رسول غم نہ کھاؤ ان پر جو کفر میں سعی کرتے ہیں اور جو کہتے ہیں اپنے منہ سے کہ ہم مسلمان ہیں اور ان کے دل مسلمان نہیں

اور مسلمانوں کو ارشاد فرمایا: یا ایها الذین آمنوا علیکم انفسکم لا یضرّکم من ضلّ اذا اهتدیتم ۔یعنی مسلمانوں تم اپنی خبر رکھو جب تم راہ راست پر ہو تو کوئی بھی گمراہ ہوا کرے اس کا گمراہ ہونا تم کو کچھ بھی نقصان نہیں پہنچا سکتا۔

مرزا صاحب براہین احمدیہ میں مسلمانوں کی بہت شکایت فرماتے ہیں: خدا تعالیٰ نے ایک لخت ان سے عجز و فروتنی اور حسن ظن اور محبت برادرانہ اٹھالیا۔،

اور اسی کے صفحہ (۱۰۶) میں لکھتے ہیں: نیک ظنی انسان میں ایک فطرتی قوت ہے۔ مثلاً یہ نیک ظنی ہی کی برکت ہے کہ چھوٹے بچے بآسانی بولنا اور باتیں کرنا سیکھ لیتے ہیں اور ماں باپ کو ماں باپ کر کے جانتے ہیں۔ اگر بدظنی کرتے تو کچھ بھی نہ سیکھتے اور دل میں کہتے کہ شاید ان سکھانے والوں کی کچھ اپنی غرض ہوگی اور آخر میں اس بدظنی سے گنگے رہ جاتے اور والدین کے والدین ہونے میں بھی شک کرتے۔،

فی الحقیقت حسن ظنی اصلاح تمدن کے لئے ایک بڑی دولت تھی مگر افسوس ہے کہ اس کو زمانے کی رفتار اور مکاروں کی خود غرضیوں نے خاک میں ملا دیا۔ اور اس کی تو خود مرزا صاحب قادیانی بھی اجازت دیتے ہیں۔

جس طرح اور لوگوں نے نبوت مہدویت قائمیت شاہدیت کشفیت اور ولایت وغیرہ کے جھوٹے دعوے کر کے دنیوی وجاہت حاصل کی اور اپنے اغراض پورے کیئے، مرزا صاحب بھی کر گئے۔ انہوں نے تو ایک ہی دعویٰ کیا تھا مگر مرزا صاحب نے ایک پر قناعت نہ کی بلکہ فرماتے ہیں کہ میں مجدد ہوں، محدث ہوں، امام الزمان ہوں، مہدی موعود ہوں، عیسیٰ موعود ہوں، خلیفۃ اللہ ہوں، حارث حراث ہوں، نبی ہوں، رسول اللہ ہوں، خدا کی اولاد کے برابر ہوں، تمام انبیاء کا مثیل وہم سر ہوں، بلکہ افضل ہوں، کن فیکون کا اقتدار رکھتا ہوں، مجھ پر سچی وحی آتی ہے، خدا اپنے چہرے سے پردہ اٹھا کر میرے ساتھ باتیں کرتا ہے، میرے معجزات انبیاء کے معجزات سے بڑھ کر ہیں، میری رسالت اور نبوت کا منکر اور میرے قول وفعل پر اعتراض کرنے والا کافر ہے۔ وغیرہ۔ پھر ان دعوؤں سے اس قدر دنیوی وجاہت حاصل کی کہ قسام کے چندے کر کے لاکھوں روپیہ حاصل کیئے، اور ان کے بعد بھی کیئے جا رہے ہیں۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۱۲ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۲ ص ۷۔۸)

مسرت انگیز خواب

میرے ایک دوست (نظام آباد کے رہنے والے ہیں) کے دوست (جو گجرات کے رہنے والے ہیں) مرزائی ہو گئے۔ مگر ایک رات خواب دیکھتے ہیں کہ گجرات میں ایک وسیع میدان پر عظیم الشان جلسہ کا انتظام ہو رہا ہے اور ڈھنڈورا دیا جا رہا ہے کہ اس جلسہ میں حضرت رسول کریم ﷺ تشریف لائیں گے۔ چنانچہ میں بھی وہاں گیا تو دیکھتا ہوں کہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزائیت کی تردید فرما رہے ہیں۔ آپ کا چہرہ مثل ماہ چہار دل شب چمک رہا ہے۔ ہزارہا لوگ اس تقریر دلپذیر کو سن رہے ہیں۔ اتنے میں میری آنکھ کھل گئی۔ تو میں نے فوراً مرزائیت سے توبہ کر لی۔

راقم: حکیم عبدالرحیم سند یافتہ پنجاب یونیورسٹی، نظام آباد، گوجرانوالہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

آخری فیصلہ اور جملات خبریہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آخری فیصلہ شائع کر کے اپنے اتباع کی کامل رہنمائی کر دی تھی کہ میرے بعد حق کی طرف رجوع کر لینا۔ مگر امت مرزائیہ ایسی سخت دل واقعہ ہوئی ہے کہ ما تغنی الآیات و النذر من قوم لا یومنون کا نظارہ معلوم ہوتا ہے۔

مئی ۱۹۰۸ء سے عرصہ تک تو ہماری توجہ آخری فیصلہ کے مضمون پر ہی رہی مگر بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۳۴ء جبکہ مرزا صاحب کی یادگار میں بمقام امرتسر جلسہ ہوا تو اس موقع پر ہم نے اشتہار آخری فیصلہ کے مضمون کو دو حصوں میں تقسیم کیا۔

اس کا ایک حصہ دعائیہ ہونے کی وجہ سے جملات انشائیہ بتایا اور دوسرے حصہ کو جملات خبریہ ثابت کیا۔

یہ تقسیم ایسی مفید ثابت ہوئی کہ قادیانی کیمپ میں اس نے ہل چل ڈال دی ہے کیونکہ جملہ خبریہ کا وقوع اگر نہ ہو تو کذب لازم آتا ہے۔ حالانکہ نبی اور نبی کا ملہم کذب سے پاک ہوتے ہیں۔

ہمارے پیش کردہ جملات خبریہ کا جواب جلسہ مناظرہ میں تو نہیں ملا تھا۔ البتہ اخبار الفضل میں کسی صاحب نے دیا تھا جس کا جواب اہل حدیث مورخہ ۱۰۔ اگست ۱۹۳۴ء میں دیا گیا۔ آج مولوی جلال الدین صاحب کو جواب دیا جاتا ہے۔

مولوی صاحب نے یہ تو غلط کہا کہ میں نے جلسہ مناظرہ میں جواب دیا تھا۔ ہرگز نہیں دیا۔ اس کے بعد جو سوچ سمجھ کر جواب دیا وہ بھی ایسا ہے کہ بے سوچے سمجھے کے برابر بلکہ بدتر۔ آپ نے لکھا ہے:

> میں نے کہا تھا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا فقرہ کہ اگر میں کذاب اور مفتری ہوں تو آپ کی زندگی میں ہلاک ہو جاؤں گا۔ جملہ خبریہ مطلق

نہیں ہے۔ بلکہ شرط سے مقید ہے۔ کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس جملہ کے ساتھ ہی ہلاک ہونے کی وجہ بھی لکھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں
'کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہوتا ہے۔'
اب دیکھنا یہ ہے کہ جو وجہ ہلاکت بیان کی گئی ہے وہ مطلق ہے یا مقید؟ سو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی ایک واضح تحریر اس کے متعلق موجود ہے جو اس اشتہار آخری فیصلہ کے بعد کی ہے۔ جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو علت ہلاکت کی اس جگہ حضور (مرزا قادیانی) نے بیان کی ہے وہ مباہلہ کی شرط سے مقید ہے۔ چنانچہ حضور (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں
'یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔ ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا۔ لاؤ پیش کرو۔ وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہو وہ سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے۔
پس ہلاک ہوجانے کی جو وجہ حضور (مرزا قادیانی) نے آخری فیصلہ میں لکھی ہے وہ مباہلہ کی صورت سے متعلق ہے۔ مطلق نہیں ہے۔ لہٰذا اس جملہ خبریہ کی صحت وقوع کے لئے ضروری تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب بھی بالمقابل ایسی دعا کرتے' (الفضل قادیان ۱۹۔ اگست ۱۹۳۴ء ص ۷۔۸)

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ہم اس بحث پر پہلے بارہا مفصل لکھ چکے ہیں یہاں صرف مرزا صاحب کے دو جملے خبریے اعلان آخری فیصلہ سے نقل کئے دیتے ہیں۔

اگر میں (مرزا قادیانی) کذاب اور مفتری ہوں تو آپ (مولوی ثناء اللہ) کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔

اس قضیہ شرطیہ کی شرط اگر سے شروع ہوکر ہوں پر ختم ہوتی ہے۔ جزا اس کی ہلاک ہو جائونگا ہے۔ شرط با جزا جملہ شرطیہ خبریہ۔ اس جملہ کی مکمل تصدیق کے لئے وہ آیت ہے جو شروع اعلان میں لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

يستنبئونك احقّ هو۔ قل اى و ربّى انّه لحقّ پوچھتے ہیں آپکو (اے مرزا) کہ آپ کا یہ مضمون آخری فیصلہ سچ ہے؟ آپ کہیے خدا کی قسم یہ بالکل سچ ہے

بتایئے اس قرآنی شہادت کو اپنے اعلان پر چسپاں کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے جملات خبریہ کو مضبوط کیا یا نہیں۔ لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے تو اپنے جملات خبریہ مندرجہ آخری فیصلہ کی حلف اٹھا کر تصدیق کردی اور مریدین کہے جاتے ہیں: نہیں نہیں۔

احمدی ممبرو! میں تم کو ایک مشورہ دیتا ہوں۔ چونکہ ایک روز آنے والہ ہے کہ اعلان آخری فیصلہ دکھا کر تم لوگوں کو کہا جائے گا

اقرء كتابك كفى بنفسك اليوم عليك حسيباً

تم اپنی نوشت پڑھ لو تم خود ہی فیصلہ کرنے کو کافی ہو۔

کیا ہی اچھا ہو کہ اس اعلان کو بغور دیکھ کر مباہلہ کے لفظ پر نشان لگا رکھو۔ کیونکہ وہاں پوچھا جائے گا کہ اس اشتہار میں لفظ مباہلہ کہاں ہے؟ جب سوال ہو گا تو تم فوراً اس لفظ پر انگلی رکھ دینا۔ اگر باوجود تلاش کے مباہلہ کا لفظ نہ ملے تو منہ سے نہ نکالا کرو‘

(ہفت روزہ اہلحدیث ۳۱۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۳ ص ۵۔۶)

دھاریوال میں مرزائی، عیسائی مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پادری عبدالحق صاحب وغیرہ کہا کرتے ہیں کہ مرزائی ہمارے بھائی ہیں کیونکہ ہم مسیح ناصری کے پیرو ہیں اور یہ لوگ مسیح قادیانی کے۔ لہذا ہم ایک نوع کے دو صنف ہیں، اس لئے ہم ان کے جھگڑے میں دخل دیں تو کیوں دیں:

محتسب را درون خانہ چہ کار

لیکن چونکہ یہ واقعہ پبلک میں رونما ہوا ہے اس لئے اس کا ذکر کیا جاتا ہے۔

بتواریخ ۲۸۔۲۹ جولائی ۱۹۳۴ء دونوں بھائیوں میں بمقام دھاریوال ضلع گورداسپور (قریب قادیان) مباحثہ ہوا۔ افسوس بوجہ مباحثہ الہ آباد ہم شریک نہ ہو سکے۔ مگر اخبار الفضل قادیان نے اپنی فتح کا جوراگ گایا ہے وہ سننے کے قابل ہے۔

ناظرین کو یہ تو خوب معلوم ہوگا کہ مرزائی اخباروں کی یہ عادت مستمرہ ہے کہ مناظرین کی تقریریں نہیں لکھا کرتے، محض نتیجہ اپنے حق میں بتایا کرتے ہیں۔ چنانچہ اس مناظرہ کی روئداد بیان کرنے میں بھی ایسا ہی کیا گیا۔ چنانچہ الفضل لکھتا ہے:

پہلا مناظرہ مسئلہ کفارہ پر تھا جس کے مدعی عیسائی تھے اور احمدی مناظر ملک عبدالرحمٰن خادم بی اے گجراتی اور عیسائی مناظر سادھو میلا رام صاحب تھے۔ صدر علی الترتیب مولوی جلال الدین شمس اور مسٹر این ایم ہوز وکیل کپورتھلہ قرار پائے۔ عیسائی مناظر نے اپنے دعوی کے اثبات میں آدھ گھنٹہ تقریر کی جو بلحاظ دلائل بالکل پھسپھسی اور عامیانہ تھی۔ ملک صاحب نے ایسی زبردست تقریر کی کہ عیسائیوں کے منہ پر ہوائیاں اڑنے لگیں۔ آپ نے چند ہی منٹ میں اس کی پیش کردہ باتوں کی تردید کرنے کے بعد کفارہ پر بیس نہایت وزنی اعتراضات کئے جن میں سے ایک کا بھی جواب عیسائی مناظر نہ دے سکا اور دے بھی کیسے سکتا تھا وہ بے چارہ معمولی علم و عقل کا آدمی تھا جسے عیسائیون نے قربانی کی بھیڑ بنا کر کھڑا کر دیا اس غریب کو اناجیل کے صحیح نام بھی معلوم نہ تھے چنانچہ ملک صاحب نے جب کورِنتھیون کا ایک حوالہ دیا تو اس نے بڑے زور سے کہا کہ یہ تلفظ غلط ہے مگر ملک صاحب نے جب ثابت کر دیا کہ صحیح تلفظ یہی ہے تو اسے خاموش ہونا پڑا۔ سادھو صاحب متبعین کو متبعین کہہ رہے تھے اور جب ملک صاحب نے کہا کہ یہ غلط ہے تو کہنے لگے تبعین ہی سہی۔ آخر جب پڑھے لکھے لوگ ہنسی کو ضبط نہ کر سکے تو آپ بہت کھسیانے اور نادم ہو کر بیٹھ گئے۔ غرضیکہ سادھو صاحب کی حالت بہت قابل رحم تھی۔ آخر عیسائی صدر سے اپنے مناظر کی یہ حالت دیکھی نہ جا سکی اور انہوں نے منتیں کر کے وقت میں سے بیس منٹ اور کم کرا لئے اور اس طرح اپنی شکست پر مہر تصدیق ثبت کر دی

(الفضل قادیان ۲۔اگست ۱۹۳۴ء ص ۲)

ہمیں کمال خوشی ہوتی اگر مسئلہ کفارہ میں عیسائیوں کو شکست اور مرزائیوں کو فتح ہوتی۔مگر جناب یہ تو بتائیے کہ فتح کس پر ہوئی؟ اسی مناظر پر جس کی بے علمی اور کم لیاقتی کا نقشہ آپ نے خود دکھایا ہے۔واللہ ایسے بے علم اور ناواقف مناظر پر مرزائیو ں کے چوٹی کے مناظر کا فتح یاب ہونا اس رباعی کا مصداق ہے:

نو سو پوستی چڑھے شکار مکھی گھیری وچ بزار
ماری نہیں پر لنگھی کیتی ایہ بھی رب نے فتح دیتی

(پنجابی رباعی ہے۔مطلب یہ کہ نو سو پوستیوں نے ایک مکھی کو بازار میں گھیر لیا اور اس پر حملہ کر کے اسے لنگڑی کر دیا اس پر خدا کا شکر کیا کہ ہمیں بہت بڑی فتح حاصل ہوئی)

اس لئے قادیانیوں کو اس فتح پر ہم مبارک باد دیتے ہوئے شرماتے ہیں

(ہفت روزہ اہلحدیث ۳۱۔ اگست ۱۹۳۴ء مطابق ۱۹ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۳ ص ۶۔۷)

دانیال اور مرزا قادیان

پیغام سچ بجواب پیغام حق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک اشتہار قادیان سے قادیان موسومہ بہ پیغام حق نکلا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ دانیال (نبی) نے جو ایک پیش گوئی کی تھی وہ مرزا صاحب کے حق میں ہے۔اصل یہ کہ یہ سب کچھ مرزا صاحب نے خود لکھا ہوا ہے جسے اختصار کر کے آج بطور اشتہار قادیان سے شائع کیا گیا ہے۔اس لئے ہمارے حق میں کوئی نئی بات نہیں۔ہم اس اشتہار میں سے اصل مطلب مشتہر (ناظم دعوت وتبلیغ قادیان) ہی کے لفظوں میں دکھا کر جواب دیتے ہیں۔ناظم مذکور لکھتا ہے:

انیسویں صدی کے اخیر میں کیا عیسائی اور کیا مسلمان اور کیا ہندو سب اپنے اپنے مذہب کی پیش گوئیوں کے مطابق ایک موعود کے منتظر تھے۔یورپ

اور ایشیاء پرانی اور نئی دنیا دونوں میں ایک کنارے سے دوسرے کنارے تک بنی آدم جو مدت سے ایک نجات دہندہ کی انتظار میں تھے یک زبان ہو کر بول اٹھے کہ وہ دیکھو آنے والا قریب آرہا ہے، مگر کیا یہ حیرت کا مقام نہیں کہ انیسویں صدی گذر کر بیسوی صدی شروع ہوگئی بلکہ ۳۴ سال اور بھی گذر گئے، مگر دنیا کے نزدیک آنے والا ابھی تک نہیں آیا۔

کیا نبیوں کی باتیں جھوٹی نکلیں۔ اور جو میعاد انہوں نے خدا کی وحی کے مطابق نجات دہندہ کی آمد کے لئے مقرر کی تھی صحیح نہ تھی۔ نہیں وہ یقیناً صحیح تھی۔ اور اے بھائیو! تمہیں یہ خوش خبری مبارک ہو کہ تمہاری انتظار اور پاک نوشتوں کے مطابق وہ موعود قادیان کی بستی سے حضرت مرزا غلام احمد کی شکل میں عین وقت پر ظاہر ہوا۔ چنانچہ آپ دانی ایل نبی کی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹۔۲۰۰ میں تحریر فرماتے ہیں:

اور یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالی کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سونوے ہجری میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پاچکا تھا۔ پھر سات سال بعد کتاب براہین احمدیہ جس میں میرا دعوی مسطور ہے تالیف ہوکر شائع کی گئی... سو دانیال نبی کی کتاب میں جو ظہور مسیح موعود کے لئے بارہ سونوے برس لکھے ہیں۔ اس کتاب براہین احمدیہ میں جس میں میری طرف سے مامور اور منجانب اللہ ہونے کا اعلان ہے صرف سات برس اس تاریخ سے زیادہ ہیں جن کی نسبت میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ مکالمات الہیہ کا سلسلہ ان سات برس سے پہلے کا ہے یعنی بارہ سونوے کا۔

(از اشتہار پیغام حق۔ ص۳۔۴)

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ یہودیوں کی جو عادت قبیحہ قرآن مجید میں آئی ہے (تبدو نھا و تخفو ن کثیراً) کچھ ظاہر کرتے ہو اور بہت کچھ چھپاتے ہو یہ عادت ان مرزائیوں میں نمایاں پائی جاتی ہے۔ اثبات نبوت مرزا کے لئے قرآن وحدیث میں خیانت کریں کہ کوئی بات بھی ہو، لطف تو یہ ہے کہ خود مرزا صاحب کے اقوال بھی چھپا جاتے ہیں جن کو شائع کرنے کے لئے ساری جد وجہد کرتے ہیں۔ جس کا نمونہ آج اس

عبارت میں ہم دکھاتے ہیں۔ ناظم دعوت مذکور نے مرزا صاحب قادیانی کی جو عبارت نقل کی ہے اس کے ساتھ ہی یہ عبارت بھی ملتی ہے:

دانیال نبی کی کتاب میں جو ظہور مسیح موعود کے لئے بارہ سونوے (۱۲۹۰) برس لکھے ہیں اس کتاب براہین احمدیہ میں جس میں میری طرف سے مامور اور منجانب اللہ ہونے کا اعلان ہے صرف سات برس اس تاریخ سے زیادہ ہیں جن کی نسبت میں ابھی بیان کر چکا ہوں کہ مکالمات الہیہ کا سلسلہ ان سات برس سے پہلے کا ہے یعنی بارہ سونوے کا پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس رکھتا ہے۔ جو خدا تعالی کے اس الہام کے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۲۰۰)

ناظرین کرام! دیکھئے اس موعود کی وفات کا سال ۱۳۳۵ھ کیسے صاف الفاظ میں لکھا ہے اور اسی کو اپنے الہام سے مؤید کیا ہے، حالانکہ مرزا صاحب ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوئے اور پیدائش آپ کی حسب بیان خود (تریاق القلوب طبع اول ص ۶۸) ۱۲۶۱ھ میں ہوئی تھی۔ اس حساب سے آپ کی عمر چھیاسٹھ سال قمری ہوئی حالانکہ آپ کا الہام تھا کہ ۷۴ سے ۸۶ تک عمر ہوگی۔ پس اگر سچے موعود ہوتے تو بجائے ۱۳۲۶ھ کے ۱۳۳۵ھ میں وفات پاتے یعنی نو سال بعد تو دانیال نبی کی پیش گوئی بھی آپ پر صادق آتی اور آپ کا الہام بھی صحیح ہوتا۔ مگر دونوں میں سے ایک بھی نہ ہوا۔ ہوا تو وہی ہوا جو خدا کو منظور تھا کیونکہ آپ نے بڑی تحدی سے پیش گوئی کی تھی کہ مولوی ثناء اللہ اور مجھ (مرزا قادیانی) میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ سچے کی زندگی میں مرے گا۔ اس لئے خدا نے نہ دانیال والی عمر دی، نہ ان کے الہام والی بلکہ دنیا کو دکھا دیا:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۴ ص ۷۔۸)

شیطان ملعون اور مرزا قادیانی مدفون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے اہل حدیث ۱۷۔ اگست میں بحوالہ مرزا صاحب قادیانی ثابت کیا تھا کہ شیطان کو مرزا صاحب نے بحثیت مسیح موعود ہونے کے ایک عرصہ ہوا قتل کر دیا ہوا ہے۔ ہم نے اس پر سوال کیا تھا کہ شیطان کے مقتول ہو جانے پر بھی دنیا میں فسق و فجور کیوں ہے؟ سوال بالکل صاف اور فریق ثانی کے مسلّمہ پر تھا۔ اس کا جواب دینے کو دونوں بھائی (لاہوری اور قادیانی) مسلح ہو کر سامنے آئے مگر ہوا وہی جو کہا کرتے ہیں کہ اہل حدیث کی گرفت شیر کا پنجہ ہے جس سے نکلنا کارے دارد۔ دونوں بھائی ایسے تڑپے ہین جیسے مکھی شہد سے نکلنے کے لئے تڑپتی ہے پھر اسی میں الٹی پھنستی ہے لاہوری پیغام نے تو اتنا کہہ کر جان چھڑا دی کہ وہابیوں کی چھیڑ چھاڑ حرکت مذبوحی کی طرح چندروزہ ہے عیسائیوں کے گرجے خالی ہو رہے ہیں وغیرہ۔ پیغام صلح لاہور کے الفاظ یہ ہیں:

> مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود نے اپنی زندگی میں شیطان کی شاہ رگ کاٹ ڈالی تھی اب جو کچھ عیسائی مشنریوں آریوں وہابیوں اور دوسرے مخالفین کی طرف سے ہو رہا ہے وہ شیطان کی مذبوحی حرکت ہے یا اس کے چند چیلوں کی حرکتیں ہیں اور ان میں سے بھی ہر جماعت اپنی موت پر نوحہ کناں ہے عیسائی مشنری پکار رہے ہیں کہ گرجے خالی ہو رہے ہیں۔ اسلام اپنے لاؤ لشکر کے ساتھ نہ صرف بیرونی ممالک میں بلکہ خود ان کے صدر مقام پر حملہ آور اور فاتح ہوتا جا رہا ہے۔ آریوں کے گھر میں خود ان کے ریسرچ سکالر اور پروفیسران کے ویدوں اور بنیادی اصولوں پر کلہاڑا چلا رہے ہیں۔ وہابی جماعت کی حالت آپ سے چھپی ہوئی نہیں۔ اگر کچھ دریافت کرنے کی ضرورت ہو تو روپڑی اور سوہدروی

وہابیوں کے اخبارات کا مطالعہ کافی ہوگا باقی بریلوی دیو بندی جھگڑوں کو علیحدہ رکھئے ۔ (۲۴۔اگست ۱۹۳۴ء ص ۴)

اس جواب کی حقیقت جواب کے الفاظ سے ہی معلوم ہوتی ہے گرجے خالی کر کے لوگ جاتے کہاں ہیں۔ دہریت کی طرف یعنی بد سے بدتر بنتے ہیں مفصل ہم آگے چل کر بتا دیں گے ۔ بڑے بھائی الفضل کا جواب بھی ساتھ ہی سن لیں الفضل کے جواب کا اختصار یہ ہے کہ مرزا صاحب کے ہاتھ سے شیطان کے قتل ہونے کا مطلب یہ ہے کہ لوگوں کو اس کے اثر سے محفوظ کیا جائے یہ نہیں کہ شیطان واقعی مار دیا جائے چنانچہ اخبار الفضل قادیان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

شیطان کے قتل سے مراد:

مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ شیطان کی (کسی؟) طرح کا مادی وجود نہیں رکھتا کہ اس کے قتل سے مراد تلوار لے کر اس کا گلہ کاٹ دینا ہے اور اسکے بعد تمام جہان سے گمراہی اور ضلالت کا نام ونشان مٹ جائے بلکہ قتل شیطان کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کو اس کے اثرات نہ قبول کرنے کے قابل بنا دیا جائے شیطنت اور ناپاکی سے علیحدہ کر کے قرب الٰہی کے حصول اور افضال خداوندی کا مورد بننے کی اہلیت پیدا کر دی جائے ۔

(۲ستمبر ۱۹۳۴ء ص ۵)

اس اقتباس میں شیطان کی حقیقت یا اس کے قتل کی تاویل جو کی گئی ہے اس سے ہمیں بحث نہیں ہے کیونکہ ہمارا مقصد اس سے بھی حاصل ہے کیونکہ اخبار الفضل قادیان یہ مانتا ہے کہ

قتل شیطان کے یہ معنی ہیں کہ لوگوں کو اس کے اثرات نہ قبول کرنے کے قابل بنا دیا جائے۔

ناظرین یہ فقرہ ذہن مین محفوظ رکھیں اس کے بعد خلیفہ قادیانی کی تقریر دل پذیر سنیں خلیفہ قادیانی نے ایک خطبے میں تقریر کی تھی جو اخبار الفضل میں شائع ہوئی ہے جسکے الفاظ یہ ہیں:

دجالی فتنہ جس رنگ میں دنیا پر غالب آیا اس کی تصویر کھینچنے کی مجھے ضرورت

نہیں کوئی چیز آج اسلام کی باقی نہیں ۔ نہ تمدنی احکام قائم ہیں نہ سیاسی احکام قائم ہیں، نہ اقتصادی احکام قائم ہیں، اور نہ شخصی احکام قائم ہیں۔ ہر چیز میں آج تبدیلی کر دی گئی ہے۔ پس جب تک اسے مٹانے کے لئے ہمارے اندر دیوانگی نہ ہوگی، جب تک ہمیں اس تہذیب مغربی سے بغض نہ ہوگا، اتناب بغض کہ اس سے بڑھ کر ہمیں کسی اور چیز سے بغض نہ ہو، اس وقت تک ہم کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ۔

ہم میں سے جو بھی شخص مغربی تہذیب کا دلدادہ ہے جو بھی اس تہذیب سے متاثر ہے وہ روحانی میدان کا اہل نہیں۔ جس تہذیب نے ہمارے مقدس آقا کی تصویر کو دنیا کے سامنے برے رنگ میں پیش کیا ہے، جس تہذیب نے اسلامی تمدن کی شکل کو بدل دیا، جب تک اس کی ایک ایک اینٹ کو ہم ریزہ ریزہ نہ کر دیں، کبھی چین اور اطمینان کی نیند سو نہیں سکتے ۔ وہ لوگ جو یورپ کی نقالی کرتے ہیں جو مغربیت کی رو میں بہتے چلے جاتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے ۔ ہمارے تن بدن میں تو ان کی ہر چیز دیکھ کر آگ لگ جانی چاہیے کیونکہ ہم اور مغربیت ایک جگہ نہیں جمع ہو سکتے یا ہم زندہ رہیں گے یا مغربیت زندہ رہے گی ...

اس وقت اسلام کے مقابل پر بیسیوں جھنڈے بلند ہیں۔ جب تک وہ تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے۔ جب تک تثلیث کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا۔ جب تک بت پرستی کا جھنڈا سرنگوں نہیں ہو جاتا۔ جب تک اسلام کے سوا باقی تمام جھنڈے سرنگوں نہیں ہو جاتے۔ جب تک سب دنیا میں تکبیر کے نعرے بلند نہیں ہو جاتے ۔ ہم کبھی اپنے فرائض کو پورا کرنے والے سمجھے نہیں جا سکتے۔ (الفضل قادیان ۲۶۔اگست ۱۹۳۴ء ص ۷)

ناظرین! اس سارے مضمون میں ایک ہی فقرہ کتنا بڑا دل شکن ہے کہ،

کوئی چیز اسلام کی باقی نہیں رہی ۔

یہ سب خرابیاں جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود) نے بتائی ہیں دراصل نمونہ ہیں ان خرابیوں کا جو دنیا میں ہو رہی ہیں آج دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے اس کی بنا

صرف ایک بات پر ہے جو عرصہ ہوا جاپان کے ایک وزیر نے کہی تھی،

ہم نے اپنے ملک سے خدا کو ہمیشہ کے لئے نکال دیا ہے،

اب تو روس سے بھی یہی آواز آتی ہے ۔ یہ بات بنالینا کہ وہابی بڑے پاپی ہیں، بالکل آسان ہے کہ وہابیوں کا نام لے دیا جائے پنجابی مسیح اور قادیانی کرشن انہی کا ستایا ہوا بجائے ۱۳۳۵ھ میں جانے کے ۱۳۲۶ھ میں چلا گیا۔ مگر صحیح جواب وہ ہے جو واقعات پر مبنی ہے ۔ واقعات وہی ہیں جو خلیفہ قادیان نے بتائے ہیں یاد دہانی اور استحضار کے لئے ان دونوں (بڑے اور چھوٹے) بھائیوں کے سامنے ہم مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ ایک دفعہ پھر پیش کرتے ہیں:

کسی نبی نے شیطان کو قتل نہ کیا اس کے قتل کا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود (مرزا) کے ہاتھ سے قتل ہو (چنانچہ ہو گیا) (ملفوظات احمدیہ ج ۲ ص ۳۱۷)

اس عبارت کو پڑھ کر اور واقعات دنیا کو سامنے رکھ کر مندرجہ ذیل تین امور کی تسلیم سے چارہ نہیں

۱۔ دنیا میں شیطان زندہ ہے دلیل اس کی انّی ہے۔

۲۔ مسیح موعود ہنوز دنیا میں نہیں آئے۔

۳۔ جس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا وہ غلط ہے

الفضل نے اپنے ناظرین کو دھوکہ میں رکھنے کیلئے ایک نئی بات نکالی ہے کہتا ہے کہ اہل حدیث امرتسر، مرزا صاحب قادیانی پر اعتراض کرتے ہوئے خود آنحضرت ﷺ کی توہین کر جاتا ہے۔ الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

رسول کریم ﷺ کے متعلق خدا تعالی نے قرآن کریم میں فرمایا ہے و ماارسلناك الا رحمة للعالمين کہ ہم نے تجھے تمام عالمین کے لئے رحمت بنا کر بھیجا ہے اب اگر کوئی غیر مسلم مولوی ثناء اللہ صاحب کے اعتراض کو پیش نظر رکھ کر سوال کرے کہ اگر بانی اسلام تمام جہانوں کے لئے رحمت تھے تو پھر کیا وجہ ہے کہ ابوجہل ، ابولہب ،عتبہ، شیبہ اور دیگر کفار مکہ یا دوسرے ممالک کے معاندین لعنت میں مبتلا ہوئے۔ کیا یہ لوگ اس رحمت

سے بہرہ یاب ہوئے اگر نہیں تو کیوں بانی اسلام کا وجود ان کے لئے رحمت کا موجب نہ ہوا۔ (الفضل قادیان ۲ستمبر ۱۹۳۴ء ص ۶)

خدا جانے یہ لوگ قرآن کی آیت پیش کرتے ہوئے کیوں نہیں سمجھتے کہ افراد اہل حدیث کو قرآن سے خاص انس اور توغل ہے ایسا نہ ہو کہ ہمارا پیش کردہ ترجمہ ہی غلط ہو پس سنئے

آیت موصوفہ میں رحمۃ مفعول لہ ہے۔ نہ سمجھے ہو تو اپنے بڑوں سے پوچھو کہ ہم نے کیا کہا۔ اور مفعول لہ دراصل فاعل کی نیت کا اظہار ہوتا ہے اور اسی کا فعل ہوتا ہے۔ پس آیت کے معنی یہ ہیں:

خدا فرماتا ہے کہ اے رسول ہم نے تجھے لوگوں پر رحمت کرنے کیلئے رسول بنا کر بھیجا ہے۔ یعنی ہمارا ارادہ ہی ہے کہ تیری تعلیم سے جہان کے لوگوں پر رحمت کریں مگر یہ بھی فرمادیا و ننزل من القرآ ن ما ھو شفاء ورحمة للمومنين ولا یزید الظالمین الا خسارا قرآن مومنوں کیلئے رحمت ہے اور ظالموں کے لئے باعث نقصان ہے۔

یہ تو ہے آیت کا مطلب ہمیں اس سے بحث نہیں ہمارا مقصد تو مرزا صاحب کا قول ہے کہ شیطان کسی نبی کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوا میرے ہاتھ سے قتل ہوا۔ نہ آنحضرت ﷺ نے یہ دعوی کیا نہ کسی اور نبی نے کیا۔ پس آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی کو سچا ثابت کیجئے جسکا ثابت ہونا اس پر موقوف ہے کہ دنیا سے ہر قسم کی شر، شرارت اور ضلالت دور ہو جائے

احمدی ممبرو!

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۵ ص ۹۔۱۰،۱۳)

مناظرہ سے فرار

حکیم محمد عبد الرحمٰن خلیقؒ تیجہ کلاں ضلع گورداسپور سے لکھتے ہیں:

خاکسار نے اپنا رسالہ، نشان حج اور میرزا، بذریعہ رجسٹری پیکٹ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں ارسال کیا تھا۔ چنانچہ ناظر صاحب دعوت تبلیغ نے علاقہ ہذا کے جنرل سکرٹری تبلیغ کو بذریعہ تقریر رسالہ مذکور کا جواب دینے کو بھیجا۔ موصوف نے ۲۷۔ اگست کی شام کو تشریف لا کر اعلان کر دیا کہ آج ہی رسالہ کا جواب دیا جائے گا۔ خاکسار نے منادی سن کر فوراً بذریعہ رقعہ دعوت مناظرہ دی مگر جواب ندارد۔ آخر میں نے مقام تقریر پر جا کر وقت کا مطالبہ کیا تو جواب میں مرزائی مبلغ نے کہا کہ نہ تو میرے پاس اس وقت کسی بات کا ثبوت ہے اور نہ ہی میرا آج کوئی پروگرام ہے۔ اس مضحکہ خیز جواب پر حاضرین ہنس پڑے۔ خاکسار نے قریباً ایک گھنٹہ بطالت مرزا پر تقریر کی جس کا بہت اچھا اثر رہا۔ چنانچہ اس طرح مرزائیوں نے مناظرہ سے صریح فرار کیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۴ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۵ ص ۱۴)

منکوحہ آسمانی، اور اس کے والد کی موت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے اعلان ہوا ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری چونکہ ۳۰ ستمبر کو حسب پیش گوئی فوت ہوا تھا، اس لئے اس کی یادگار میں ۳۰ ستمبر کو اس پیش گوئی کی تبلیغ کی جائے۔ دفتر اہل حدیث چونکہ قادیان کے ہر خیر وشر میں شریک ہوتا ہے اس لئے یہ مضمون دس روز پیشتر شائع کیا جاتا ہے تاکہ ناظرین اہل حدیث بھی ۳۰ ستمبر کو

جلسے کر کے اس مضمون کو پڑھ کر سنائیں اور اس کو بطور اشتہار خود چھاپ کر شائع کریں یا دفتر ہذا سے منگا لیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مشہور پیش گوئیاں تین تھیں جو انہوں نے تین قوموں عیسائیوں، ہندوؤں، اور مسلمانوں پر ایک ایک کر کے تقسیم کی تھیں۔

عیسائیوں کے لئے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت والی پیش گوئی، ہندوؤں کے لئے پنڈت لیکھ رام کی موت والی پیش گوئی، مسلمانوں کے لئے آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کی اپنی عبارت اس مضمون کے متعلق یہ ہے:

بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جسکی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جسکی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک اور پھر احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے مواقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔

(شہادۃ القرآن۔ ص ۸۰)

ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ تینوں پیش گوئیاں بلکہ جو پیش گوئی بھی بطور تحدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کی تھی، سب غلط ثابت ہوئیں۔ ان سب کی بحث ہماری کتاب الہامات مرزا میں مفصل درج ہے۔ آج ہم صرف تیسری پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اسی کے متعلق قادیانیوں نے ۲۰ ستمبر کو پروپیگنڈہ کرنا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ اس پیش گوئی میں اصل مقصود نکاح تھا۔ چنانچہ لڑکی کا والد

مرزا احمد بیگ اور اسکا ناکح مرزا سلطان محمد چونکہ نکاح مرزا میں سنگ راہ تھے، اس لئے ان کی موت بھی ضروری تھی۔ چنانچہ ۳۱ ستمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ فوت ہو گیا (۳۱ ستمبر کی تاریخ مرزا صاحب نے لکھی ہے، کتاب دافع الوساوس صفحہ ۲۸۰۔ ورنہ ہندوستان کیا دنیا کے کسی حصے میں ستمبر کی ۳۱ تاریخ نہ کبھی ہوئی ہے نہ آئندہ ہوگی۔ یہ بھی مرزا صاحب کی الہامی لطافت ہے۔ سچ ہے:
لطف پر لطف املا میں میرے یار کے یار حاء حطی سے گدح لکھتا ہے ھوز سے ھمار) اور مرزا صاحب نے شہادۃ القرآن بتاریخ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء یعنی احمد بیگ کی موت سے ایک سال بعد شائع کی۔ تاہم اس کی موت کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ صاف لکھا کہ کہ اس پیش گوئی کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔
۲۔ پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔
۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔
۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔
۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔
۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔
اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں ہیں۔
(شہادۃ القرآن۔ص ۸۱)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی موت اصل مقصود نہ تھی بلکہ اصل مقصود نکاح آسمانی تھا۔ اور احمد بیگ کی زندگی چونکہ اس میں مانع تھی اس لئے اس کی موت بطور تمہید کے تھی نہ کہ اصل مقصود۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کی تشریح خود فرمائی ہوئی ہے۔ کتاب انجام آتھم میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

میں نہیں کہتا کہ یہ کام ختم ہو گیا اور اصل پیش گوئی پوری ہو گئی بلکہ اصل کام (

نکاح) ابھی باقی ہے اس کو کوئی شخص بھی حیلہ حوالہ سے ٹال نہیں سکتا۔ وہ خدا کی طرف سے تقدیر مبرم ہے۔(انجام آتھم۔ص۳۲۳)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اصل پیش گوئی نکاح کی تھی اور مرزا احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد کی موت بطور رفع موانع کے لئے تھی اصل نہ تھی جن میں سے ایک فوت ہوگیا مگر جو اصل مانع تھا یعنی آسمانی منکوحہ کا خاوند وہ آج تک زندہ ہے حالانکہ اس کی موت کی حد اڑھائی سال تھی جو اگست ۱۸۹۴ء میں ختم ہوگئی جسے آج پورے ۴۰ سال ہو چکے ہیں چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود لکھا ہے کہ:

مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد آج اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔(کتاب شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی ص۸۰)

ہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس بڑے سنگ راہ (مرزا سلطان محمد کی موت) کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے کیا لکھا ہوا ہے۔ آپ کا اعلان ہے کہ:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ (انجام آتھم۔ص۳۱)

اور سنو! مرزا صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی کو رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں خود ہی دو جزؤں سے مرکب مانا ہوا ہے (ص ۵۲)۔ اسی کتاب میں پہلے جزء (احمد بیگ کی موت) کا ذکر کر کے دوسرے جزء کی بابت اعلان کیا ہے:

یاد رکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ (انجام آتھم. ص ۵۴)

احمدی ممبرو! خدا کے فضل سے مرزا سلطان محمد آج تک بھی پٹی ضلع لاہور میں زندہ ہیں۔ کیا اس کی زندگی میں تم مرزا صاحب قادیانی کے وصف، ہر بد سے بدتر، پر ایمان رکھتے ہو یا نہیں۔ ایمان سے کہنا ورنہ یاد رکھو ایک دن آنے والا ہے جس کی شان ہے یوم تبلی السرائر۔ فما له من قوة و لا ناصر (قیامت کے روز سب بھید کھل جائیں گے اس وقت نہ کسی کو قوت ہوگی نہ مددگار ہوگا) ایسا نہ ہو کہ اس روز تمہاری حالت اس شعر کے ماتحت ہو جو کسی مظلوم نے کہا ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۶ ص ۳۔۵)

کشمیر میں اسمبلی اور مخالفین مرزائیت کو نوٹس

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کشمیر میں اسمبلی کے انتخاب کا کام ختم ہو گیا۔ خدا انجام بخیر کرے۔ اخبار، اسلام، سری نگر راوی ہے کہ ہم کو انگریز وزیر اعظم مسٹر کالون کا نوٹس معرفت ڈپٹی مجسٹریٹ سرینگر پہنچا ہے۔ (اخبار اسلام، مخالفین مرزائیت مسلمانوں کا ہے)۔ نوٹس کا مضمون یہ ہے:

یہ دیکھا گیا ہے کہ آپ اپنے اخبار کے کالموں میں مرزائیوں کیخلاف توہین آمیز تنقیدات بالواسطہ اور بلاواسطہ عموماً کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا یہ فعل امن عامہ اور سکون میں اضطراب پیدا کر دینے کے برابر ہے۔

آپ کو اس یادداشت کے ذریعہ متنبّی کیا جاتا ہے کہ آپ آئندہ اس ریاست میں بسنے والی کسی قوم کے اور بالخصوص قادیانیوں کے خلاف اپنے اخبار کے کالموں میں کوئی حملہ نہ کیا کریں ورنہ آپ کے خلاف قانونی کاروائی کی جائے گی۔

آپ کے نام یہ انتباہ آنرایبل وزیر اعظم کے حسب الحکم جاری کیا گیا ہے۔

مولوی عبداللہ وکیل کو اسی طرح متنبہ کر دیا گیا ہے کہ وہ مولویوں اور ملاؤں کے خلاف دریدہ دہنی نہ کیا کرے۔ نمبر ۲۹۱۴۔ مورخہ ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء

(اخبار اسلام، ۱۲ ستمبر ۱۹۳۴ء)

(شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) اس نوٹس میں صرف ایک لفظ (حملہ) قابل غور ہے۔ یہ لفظ قانونی ہے اس سے مراد وہ لفظ ہوتے ہیں جو (بغیر صداقت) دل آزار ہوں۔ اس مضمون کا ماخذ تعزیرات ہند کی دفعہ ۴۹۹ ہے چنانچہ اس

دفعہ میں چند مستثنیات بھی ہیں۔ان سب میں فائدہ عام مخلوق داخل ہے۔
۱۔ کوئی شخص جو اپنی طرف بلائے (یا) مداری جو تماشہ کرے یا مصنف جو کتاب لکھے وہ اپنا فعل رائے عامہ پر چھوڑتا ہے لہذا اس کی بابت ہر ایک شخص کو اظہار رائے کرنے کا حق حاصل ہوتا ہے۔اس استثنا کے ماتحت ہر مصنف کی تصنیف کے متعلق ہم اس کے حق اظہار رائے کر سکتے ہیں۔مثلاً دھوکہ باز، فریب کار،جعل ساز وغیرہ ہے،حوالے غلط دیتا ہے نتائج غلط پیدا کرتا ہے خلقت کو گمراہ کرتا ہے۔وغیرہ

اس قسم کی تردیدات کو قانونی اصطلاح میں حملہ نہیں کہتے۔اس ہم جریدہ اسلام اور دیگر مسلمانان کشمیر کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ لوگ قانون کے ماتحت مرزا صاحب کی تحریرات پر ہر قسم کی رائے دے سکتے ہیں مثلاً مرزا صاحب نے ایک اشتہار (مجریہ ۵ نومبر ۱۸۹۹ء) میں خدا سے دعا مانگی تھی کہ میرے لئے کوئی نشان دکھا جس سے میرے اور میرے مخالفوں میں فیصلہ ہو جائے۔وغیرہ۔اس کے بعد اعتراف کیا ہے: میں نے اپنے لئے یہ قطعی فیصلہ کرلیا ہے کہ اگر میری یہ دعا قبول نہ ہو تو میں ایسا ہی مردود ملعون اور کافر اور بے دین اور خائن ہوں جیسا کہ مجھے سمجھا گیا،۔

اس پیش گوئی کی میعاد جنوری ۱۹۰۰ء سے اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک رکھی ہے چونکہ اس عرصہ میں کوئی اس قسم کا مطلوبہ نشان ظاہر نہ ہوا جو انسانی ہاتھوں سے بالاتر ہونے کی وجہ سے مرزائی نزاع کے لئے فیصلہ کن ہو۔لہذا ہر ایک اہل الرائے کا حق ہے کہ مستثنیٰ مذکورہ کے ماتحت مرزا صاحب کے حق میں اس اعلان کے دائرے میں رہ کر اظہار رائے کرے۔ایسا کرنے سے نہ وزیر کشمیر روک سکتے ہیں نہ وزیراعظم انگلستان منع کر سکتے ہیں نہ ان کا منشا ہے۔حکومت کا قانون سب جگہ قریباً ایک ہی ہے ہم ہندوستانی جس کام میں آزاد ہیں اہل کشمیر بھی آزاد ہیں۔ اللھم انصر نا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۶ ص ۱۵)

میں کذب مرزا پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں

(بجواب انعامی اشتہار سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آباد۔ دکن)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سیٹھ عبداللہ! آپ جانتے ہونگے کہ میں مرزا صاحب قادیانی کا منکر محض سنے سنائے یا کسی کی تقلید سے نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت ہوں۔خدا کو معلوم ہے مجھے ان سے کوئی ذاتی پرخاش ہے، نہ کوئی عداوت، نہ خاندانی شراکت، نہ نزاع وراثت۔ ہاں میں ان کے دعاوی کو غلط جانتا ہوں کہ نہ آپ مسیح موعود ہیں، نہ مہدی، نہ مامور من اللہ، نہ ملہم الہی۔ میں نے مرزا صاحب قادیانی کے متعلق اپنے عقیدے کا ثبوت متعدد کتابوں میں دیا ہے جو پبلک میں شائع ہوچکی ہیں۔کتب مصنفہ کے علاوہ اہل انصاف کے لئے قابل توجہ خاص یہ امر ہے کہ مدعی نبوت اور صاحب وحی ورسالت مرزا صاحب قادیانی نے میرے ساتھ آخری فیصلہ کا اعلان کیا جس میں مجھے اپنے ساتھ رکھ کر خدا سے دعا کی تھی کہ:

> اے خدائے قدوس! میری تیری رحمت کا دامن پکڑ کر ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھالے۔

اس دعا کا نتیجہ بھی کسی فرد انسانی سے عموماً اور آپ جیسے واقف کاروں سے خصوصاً مخفی نہیں کہ مرزا صاحب موصوف کو فوت ہوئے آج ربع صدی سے زیادہ یعنی ۲۶ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور یہ خادم آج بھی یہ چند سطور لکھ رہا ہے۔ الحمدللہ

اس کے بعد جماعت احمدیہ کی درخواست سے اس خاص امر پر انعامی مباحثہ مقرر ہوا جو منصفوں کے سپرد کیا گیا جس کا فیصلہ اپریل ۱۹۱۲ء میں میرے حق میں ہوا اور میں نے مبلغ سہ صد روپیہ انعام وصول کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ خدا کا خوف کر کے خدائی فیصلہ پر یقین کیا جاتا مگر قادیانی جماعت نے اس قدرتی اور پنچائتی فیصلے سے

اعراض کر کے ایک مصنوعی طریق فیصلہ میرے سامنے پیش کیا وہ یہ کہ میں مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب وغیرہ پر حلف اٹھاؤں۔

یہ درخواست سب سے پہلے خود قادیان میں بموقع جلسہ اسلامیہ جس میں میں بھی شریک تھا، قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئی جس پر مبلغ دوسو روپیہ انعام بھی تجویز ہوا۔ مگر میں نے دوسو روپیہ لئے بغیر اسی جلسہ میں حلف اٹھائی جس کا ذکر قادیان کے اخبار الفضل مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں مرقوم ہے۔

اس کے بعد یہی تقاضا جاری رہا یہاں تک کہ جب میں جنوری ۱۹۲۳ء میں سکندر آباد حیدر آباد دکن پہنچا تو آپ (سیٹھ عبداللہ الہ دین) نے بھی مجھ سے تقاضا حلف کیا، میں نے وہاں بھی ایک معمولی شرط کے ساتھ حلف اٹھانے پر آمادگی کا اظہار کیا مگر آپ سامنے نہ آئے (ملاحظہ ہو ٹریکٹ، قادیانی حلف کی حقیقت، شائع کردہ انجمن اہل حدیث سکندر آباد) اس کے بعد میں نے اپنے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۹۲۶ء میں حلفیہ مضمون لکھا جو بعد اس کے بصورت اشتہار شائع کیا۔ باوجود ان واقعات کے مجھ سے مطالبہ حلف جاری رہا۔ اس طریق پر مطالبہ رہا کہ جو الفاظ قسم کے ہم (قادیانی) پیش کریں ان پر حلف اٹھاؤ۔ میں حیران تھا کہ حلف کے لئے شرع شریف نے خود الفاظ مقرر کر رکھے ہیں پھر کسی ایرے غیرے کا اس میں کیا دخل ہے یہاں تک کہ آپ (سیٹھ عبداللہ) کی طرف سے پھر ایک بلکہ کئی ایک اشتہار نکلے جن میں اکیس ہزار تک انعام دینے کا آپ نے اعلان کیا۔ میں اپنے خیال میں تصنیف کے علاوہ حلف کا فرض بھی پورا کر چکا تھا اس لئے خاموش رہا۔ اتنے میں خدائے مسبب الاسباب نے میرے اور آپ کے نزاع میں فیصلہ ہو جانے کی صورت پیدا کر دی۔

سیٹھ صاحب! مجھے آپ سے محبت ہے خدا کرے آپ کسی طرح غلطی سے باہر آ جائیں۔ اب جو صورت پیدا ہوئی ہے امید آپ بھی میری طرح اس کو نمونہ بنا کر سامنے آئیں گے۔ آپ نے اخبار الفضل قادیان میں خلیفہ قادیانی کا حلفیہ بیان پڑھا ہوگا جس کی ضرورت اور حلفیہ بیان کے الفاظ خود الفضل ہی سے نقل کرتا ہوں:

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت ساکن قادیان ولد مرزا غلام احمد صاحب مدعی ماموریت اللہ تعالیٰ قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان

ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھانا انسان کو روحانی اور جسمانی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور نا قابل برداشت عذابوں میں مبتلا کرتا ہے کہتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میرے یقین اور ایمان کے مطابق بلا شک وشبہ مسیح موعود اور مہدی مسعود تھے اور آنحضرت ﷺ سے مستفیض ہو کر مقام نبوت پر فائز ہوئے تھے اگر میں اس دعوی میں جھوٹا ہوں تا اللہ تعالی کا وہ وعید جو جھوٹوں کے لئے مقرر ہے مجھ پر نازل ہو۔ (الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

سیٹھ صاحب! قرآن مجید میں مطففین کا ذکر برائی کے ساتھ ہوا ہے جو لیتے کسی ہاتھ سے ہیں، دیتے کسی دوسرے سے ہیں۔

یہ بد عادت اگر آپ کو اور آپ کی جماعت کو ناپسند ہ تو بس میرا اور آپ کا اختلاف مٹنے والا ہے۔ میں انہیں الفاظ سے حلف اٹھانے کو تیار ہوں جن سے آپ کے خلیفہ میاں محمود صاحب قادیانی نے اپنے والد کی صداقت پر حلف اٹھایا ہے۔ فرق اتنا ہوگا کہ جہاں انہوں نے اثبات کیا ہے میں نفی کرونگا۔ یعنی انہوں نے کہا میرے یقین میں وہ مسیح موعود تھے میں اسکی جگہ کہوں گا میرے یقین میں وہ مسیح موعود نہ تھے۔ علی ہذا القیاس۔ ساری عبارت ہو بہو نقل کر کے مثبت کو منفی کرونگا۔

پس آپ اگر مطففین کی عادت کو واقعی قبیح جانتے ہیں تو میری اس تجویز کو منظور کریں جس کا ثبوت یہ ہے کہ:

انعامی رقم بنک میں جمع کراؤ۔ انعامی رقم امپیریل بنک حیدرآباد میں جمع کرا کر اس مضمون کی رسید مجھے بھیج دیں کہ جس روز میں عبارت مذکورہ میں قسم کا مطبوعہ اشتہار حیدرآباد بھیج دوں مینیجر بنک انعامی رقم میرے نام منتقل کر دے۔

بس اب کوئی بات باقی نہیں رہی۔ آخر میں میں اعلان کرتا ہوں کہ:

میں مرزا صاحب کو ان کے الہامی دعووں میں جھوٹا جانتا ہوں

و اللہ علی ما اقول شہید۔

جواب باصواب کا منتظر: خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ از امرتسر پنجاب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۷ ص ۶۔۷)

حرام علی قریۃ، پر ایک سوال

(مولوی میر اسحاق صاحب قادیانی سے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میں جانتا ہوں کہ قادیان میں صحیح تفسیر وہی ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کے قول سے موافق ہو، میں یہ بھی جانتا ہوں کہ ایک مدرس نے درس قرآن میں مرزا صاحب کے قول سے چشم پوشی کی تھی تو خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) نے برسرمنبر اسے ایسا ڈانٹا تھا کہ وہ پھر اس طرح نہ بول سکا۔ میں اس مدرس کا نام بھی سن چکا ہوں۔ تاہم آج ایک علمی سوال کے لئے قادیان کے اہل علم کو مخاطب کرتا ہوں امید ہے کہ جواب دے کر مشکور فرمائیں گے۔

میر صاحب! آپ نے عدم رجوع اموات پر یہ دلیل ہے کہ:

اللہ تعالیٰ سورۃ انبیاء (ع ۷) میں فرماتا ہے وحرام علی قریۃ اھلکناھا انھم لا یرجعون یعنی ہم نے حرام کر دیا ہے اور پوری طرح روک دیا ہے کہ جو لوگ ایک دفعہ فوت ہو جائیں وہ دوبارہ اس دنیا میں نہیں آ سکتے۔ پس خدا قادر تو ہے کہ وہ جس مردہ کو چاہے دوبارہ زندہ کر دے اور ہمیں اس کی قدرتوں سے قطعاً انکار نہیں کیا لیکن باوجود اس کے ہم مردوں کے دوبارہ زندہ ہونے کے اس لئے منکر ہیں کہ مذکورہ بالا آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنا ایک قانون ہمیں بتایا ہے کہ جو شخص فوت ہو جائے تو اس کا دوبارہ زندہ ہونا مشکل یا شاذ نہیں بلکہ حرام یعنی بالکل ممنوع اور ناممکن ہے۔ پس جس فعل کو خدا تعالیٰ ناممکن الوقوع قرار دیتا ہے اسے وقوع میں آنے والا ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں (ریویو آف ریلی جنز۔ ستمبر ۱۹۳۴ء ص ۲۱)

سوال: آپ نے آیت کو مبتداء با خبر جملہ اسمیہ بناتے ہوئے حرام کو محرم کے معنی میں لیا مگر لا یرجعون کو بمعنی مثبت رکھا حالانکہ وہ منفی ہے یا معدولہ جس کی

تقدیر کلام یوں ہے محرّم علی الھا لکین عدم الر جو ع۔ بتایئے اس کا عکس القضیہ کیا ہو گا۔ اس عکس کے اعتبار سے اور ترجمہ منفیہ کے لحاظ سے یہ آیت آپ کی دلیل ہے یا آپ کے مخالف کی۔ میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب نے اس آیت کے معنی یہی کئے ہوئے ہیں جو آپ نے نقل کئے ہیں۔ مگر مرزا صاحب قادیانی متوفی تو بوجہ نہ جاننے علوم عقلیہ کے معذور تھے آپ تو معذور نہیں۔ اس لئے امید ہے کہ جواب علمی قاعدے سے دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۸ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۷ ص ۷)

شیطان اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اگر کسی شخص نے اس بات کی مثال دیکھنی ہو کہ دوضرب دو، پانچ کہہ کر بھی آدمی بحث کر سکتا ہے تو وہ امت قادیانیہ کو دیکھ لے۔ دیکھ کر یقین کر لے گا کہ جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔ پنجابی فلسفہ بالکل صحیح ہے:

گوروجنہاں دے ٹپنے چیلے جاہن شڑپ

جس کی شرح فارسی شعر میں یوں کی گئی ہے:

ما مریداں رو بسوئے صلح چوں آریم چوں
رو بسوئے فتنہ و پیکار دارد پیر ما

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سوانح عمری (تاریخ مرزا) ملاحظہ کریں تو معلوم ہوسکتا ہے کہ اس بزرگ کی طرز گفتگو کیا تھی۔ اچھا خاصہ قضیہ حملیہ بینہ بولتے جب پکڑے جاتے اسی کو قضیہ شرطیہ یہاں تک کہ اعداد مخصوصہ مثلاً ۱۵ کو ۲۴ بلکہ ۴۰ کر دیتے (حقیقۃ الوحی ص ۱۸۵) مقام لاہور سے امرتسر اور امرتسر سے مراد دہلی کہہ دینا تو ان کے استعاروں میں عام تھا (ازالہ اوہام ص ۶۸ تقطیع خورد) آج کی سرخی کا مضمون ۱۷۔ اگست سے شروع ہوا ہے جس کی وجہ یہ پیش آئی تھی کہ الفضل قادیان نے کہیں بھولے

سے لکھ دیا تھا یا نقل کیا تھا کہ آج کل شیطان کا دنیا پر جتنا غلبہ ہے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ اس پر اہل حدیث (۱۷۔اگست) میں بتایا گیا تھا کہ بقول مرزا صاحب شیطان مرزا صاحب کے ہاتھ سے قتل ہوکر فنا بھی ہو چکا ہے پھر یہ کیا کہہ رہے ہو کہ شیطان کا غلبہ ہے، کیا شیطان زندہ ہے۔اس دعوی پر مرزا صاحب کا کلام منقول از ملفوظات احمدیہ جلد۲ صفحہ ۳۱۷ شہادت میں پیش کیا تھا جس کا ضروری فقرہ یہ ہے:

شیطان کو بہ سبب مہلت کے کسی نبی نے قتل نہ کیا اس کے قتل کا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ہاتھ سے قتل ہو۔

ناظرین! کیسی صاف اور صریح عبارت ہے۔ باوجود اس صراحت کے امت مرزائیہ (بہر دو صنف) خاموش نہیں رہی۔ کیوں رہتی جب کہ قادیان کا اخلاقی اصول ہے کہ مرزائی آں باشد کہ چپ نشود اس کے جواب میں جو انکی طرف سے کہا گیا اس کا ذکر اہل حدیث ۱۴ستمبر (۵۔اکتوبر کے اہل حدیث میں ص ۵ کالم اپر ۲۴ستمبر لکھا ہے۔ اسے ۱۴ستمبر کر لیا جائے۔ثناء اللہ) اور ۱۵۔اکتوبر میں ہو چکا ہے۔آج ایک دفعہ پھر اسی مضمون پر لکھنے کی ضرورت پیش آئی کیونکہ قادیان کے الفضل نے بمشورہ قادیانی کونسل ہمارے جواب میں ایک حدیث لکھی ہے۔اس لئے ضروری ہوا کہ جواب الجواب دیا جائے۔قادیانی جواب تو اسی قسم کا ہے جو قادیانی نبی کسی کافر (ڈپٹی عبداللہ آتھم) کے رجوع الی الحق کرنے کی بابت کہتے تھے،تو ثبوت میں فرماتے تھے کہ دل میں ڈر گیا۔ جس پر یہ کہنا بجا ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

جواب کا لطف مجیب ہی کے الفاظ میں خوب آتا ہے اسلئے الفضل کے اصل الفاظ پڑھیئے:

خلاصہ کلام: جیسا کہ ہم بتا چکے ہیں قتل شیطان سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ دنیا سے شر،شرارت اور ضلالت کا نام ونشان مٹ جائے۔اسکا مطلب صرف یہی ہے کہ جولوگ آپ کے دامن کے ساتھ وابستگی پیدا کریں ان کے اندر شیطنت کے اثر سے محفوظ رہنے کی اہلیت پیدا کر دی جائے۔استفادہ کے

لئے تعلق از بس ضروری ہے اور جو لوگ آپ (مرزا قادیانی) کے ساتھ مخلصانہ اور عقیدت مندانہ تعلق پیدا نہیں کرتے ان کیلئے شیطان پر موت کبھی بھی وارد نہیں ہوسکتی۔ (الفضل ۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء ص ۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! غور فرمائیں یہ لوگ ایک بت کی پوجا کرانے کی کتنی کوشش کرتے ہیں۔ اور اس کوشش میں کتنی صداقتوں کا خون کرتے ہیں۔ اچھا ان بھلے لوگوں سے کوئی پوچھے ان معنی سے شیطانی قتل انبیاء سابقین کے زمانہ میں نہ ہوا تھا۔ کیا حضرت موسیٰؑ سے تعلق رکھنے والے شیطانی اثر سے محفوظ نہ رہے تھے۔ آخر میں حضرت سید الانبیاء ﷺ کی صحبت مقدسہ پانے والے شیطانی اثر سے محفوظ نہ رہے تھے جن کے حق میں حضور نے فرمایا تھا کہ جہاں سے تم گزرتے ہو شیطان وہ راستہ چھوڑ جاتا ہے۔ واقعات اتباع انبیاء کے علاوہ خود قرآن کی آیت ملاحظہ ہو جہاں شیطانی ادعا (تضلیل) کا ذکر ہے وہاں ساتھ ہی ارشاد خداوندی ہے

ان عبادی لیس لك علیهم سلطان . پ ۱۵ ، ع ۷ .

اے ملعون یاد رکھ کہ میرے نیک بندوں پر تیرا کوئی اثر نہ ہوگا۔

احمدی ممبرو! کیا قادیانی قرآن میں یہ آیت نہیں ہے؟ نہیں ہے تو امرتسری قرآن دیکھو۔ اگر ہے تو بتاؤ تمہارے معنی سے تو شیطان ہر نبی بلکہ ہر مجدد بلکہ ہر مصلح کے زمانہ میں مر چکا اور مر کر داخل جہنم بھی ہو چکا مگر تمہارا نبی کہتا ہے کہ پہلے انبیاء کے زمانہ میں اس کو مہلت تھی۔ اس کے قتل کا وقت مقرر تھا کہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہو

ناظرین کرام! یہ عبارت چینی زبان میں ہے یا جاپانی میں؟ آخر ہے کیا کہ ان دونوں اصناف احمدیہ کی سمجھ سے بالاتر ہے

یہ ملک کی عام زبان اردو ہے اس کے معنی صاف ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ہاتھ سے شیطان پر وہ قتل وارد ہوا جو انبیاء سابقین کے ہاتھوں سے نہیں ہوا کیونکہ ان کے زمانہ میں اس کو مہلت تھی اور مرزا صاحب (مسیح موعود) کے وقت میں اس کی موت مقدر تھی۔

مرزائی ممبرو! یاد رکھو اہل حدیث کی گرفت شیر کا پنجہ ہے جس سے شکار کا نکل جانا ناممکن

ہے ہاں تڑپ لو مگر یاد رکھو تڑپ تڑپ کر جان دینے سے تکلیف زیادہ ہوتی ہے۔

ہمارے مقابلے پر ایک حدیث نقل کی ہے جس کا مضمون یہ ہے کہ رمضان شریف میں شیاطین جکڑے جاتے ہیں۔ پوچھتے ہیں جب شیاطین جکڑے گئے تو پھر رمضان شریف میں برے کام کیوں ہوتے ہیں؟

جواب سنیئے! اس حدیث میں شیطان کے قتل ہونے کا ذکر نہیں بلکہ ایک مہینہ الگ رہنے کا ذکر ہے کیا آپ نے کبھی ڈبل روٹی (پاؤروٹی) کے تنور نہیں دیکھے جس میں سے سب آگ کھینچ لیتے ہیں مگر چونکہ تنور گرم ہو چکا ہوتا ہے وہی گرمی پاؤ روٹی کے پکانے کو کافی ہوتی ہے۔ اسی طرح گیارہ مہینوں کی صحبت سے شریر انسانوں کی طبائع چونکہ متاثر ہو چکی ہوتی ہیں اس لئے ایک مہینے میں وہ اثر بالکلیہ ضائع نہیں ہو سکتا لیکن شیطان کو بقول مرزا صاحب آج ۴۵ سال ہو گئے (مرزا نے ۱۳۰۸ھ میں مسیح موعود کا دعوی کیا تھا آج ۱۳۵۳ھ ہے پس مرزا کو مسیح موعود بنے ۴۵ سال ہو گئے) اس عرصہ دراز میں جو لوگ پیدا ہوئے ان پر کس شیطان کا اثر ہے؟ کھلے لفظوں میں بتائیے کہ لاہوری احمدی پارٹی کے ممبر جو ۴۵ سال سے کم عمر کے ہیں یہ کس شیطان کے اثر میں گمراہ ہو کر خلافت حقہ قادیانیہ اور نبوت مرزا سے منکر ہیں۔

ناظرین کرام! ہم بار ہا اظہار کر چکے ہیں کہ خدا کے فضل سے ہم کلمات مرزائیہ میں اتنی واقفیت رکھتے ہیں کہ کوئی مرزائی ہمارے مقابلے میں امتحان نہیں دے سکتا۔ اس لئے مرزا صاحب کے مباحث میں ہمیں باہر سے کوئی دلیل لانے کی حاجت نہیں ہوتی بلکہ خود مرزا صاحب ہی ہمیں جواب بتا دیا کرتے ہیں گویا وہ ہمارے کان میں کہہ دیتے ہیں کہ میرے گمراہ مریدوں کو یوں کہیے کہ شیطان کے قتل ہونے کا نتیجہ میں نے خود بتایا ہوا ہے اسے دیکھ لو خواہ مخواہ ادھر ادھر کیوں بھٹکتے ہو۔ سنو میں نے عبارت متنازعہ کے ساتھ ہی صاف لکھا ہوا ہے:

> اب تک اخیار (نیک لوگوں) کی قلت اور اشرار (بدکاروں) کی کثرت تھی لیکن شیطان ہلاک ہوگا اور اخیار (نیکوں) کی کثرت ہوگی اور اشرار (برے لوگ) چوہڑے چماروں کی طرح ذلیل اور بطور نمونہ باقی رہ جائیں گے۔
>
> (ملفوظات احمدیہ۔ج ۲ص ۳۱۷)

احمدی ممبرو !اگر خدا کو مانتے ہو تو ہمارے مندرجہ ذیل سوالوں کا جواب دل میں خوف خدا لا کر دینا چاہیے

۱۔ یاجوج ماجوج تمہارے نزدیک اشرار ہیں یا نہیں۔

۲۔ انگریز تمہارے نزدیک یاجوج ماجوج ہیں یا نہیں؟ اگر انکار کرو تو مرزا غلام احمد کی کتاب حمامة البشری دیکھو جہاں انہوں نے صفحہ ۲۸ پر لکھا ہے کہ برطانیہ اور روس یاجوج ماجوج ہیں۔

۳۔ اسی طرح ہندو اور آریہ تمہارے نزدیک اشرار ہیں یا نہیں؟

۴۔ یہودی تمہارے نزدیک اشرار ہیں یا نہیں؟

۵۔ چینی جاپانی تمہارے نزدیک اشرار ہیں یا نہیں؟

سوال یہ سوال ہے کہ یہ سب لوگ آجکل چوہڑے چماروں کی طرح بہت کم اور ذلیل ہیں؟ یا اخیار ان کے سامنے ذلیل ہیں۔

جواب دیتے ہوئے خدا کے خوف سے اگر فارغ ہو تو مخلوق سے شرم و حیا کا خیال ضرور کر لینا۔ یہ بھی یاد رکھنا کہ اہل حدیث نہیں چھوڑے گا جب تک بقول مرزا صاحب قادیانی، شیطان کو کچل نہ دے:

میری جان! چاہنے والا بڑی مشکل سے ملتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۵۔۶)

بہاء اللہ ایرانی کا دعویٰ ان کے الفاظ میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین بھولے نہ ہوں گے کہ حدیث نبوی کی پیش گوئی کے ماتحت ایک شخص ایران میں پیدا ہوا جس کی تاریخ تولد یکم محرم ۱۲۳۵ھ مطابق ۲۰۔ اکتوبر ۱۸۱۹ء ہے۔ آپ نے اپنا لقب بہاء اللہ تجویز کیا تھا ہماری تحقیق کے متعلق جو ہے وہ ہم نے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا میں درج کردی ہوئی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آپ نے

نبوت کا ملہ کا دعوی کیا تھا آج ہم جو بتانے کو ہیں وہ اس سے عجیب ترین ہے۔ بہائی میگزین (بہائی رسالہ) میں شیخ بہاء اللہ کے کلمات نقل کیئے گئے ہیں ہم ناظرین کی آگاہی کیلیئے ان کو ہو بہو درج کرتے ہیں۔

نوٹ: ناظرین ان دعاوی کو دیکھ کر حیران نہ ہوں کیونکہ اس قسم کے دعاوی ہر مدعی کی تردید کے لئے کافی ہوتے ہیں ہم تو اس کی مثال بعینہ یہ سمجھتے ہیں کہ ایک شخص کسی پر سو روپیہ کا دعوی کرتا ہے اور ایک تمسک محررہ یکم جنوری ۱۹۰۱ء پیش کرتا ہے مگر عرضی دعوی میں اپنی تاریخ پیدائش ۱۹۳۱ء (۳۰ سال بعد) بتاتا ہے جس کے معنی یہ ہیں کہ مدعا علیہ نے یہ قرضہ مدعی کی پیدائش سے پہلے لیا تھا کون سمجھ دار ہے جو اس دعوی کی واقعیت پر ایک لمحہ بھی غور کرے پس اس اصول کو ذہن نشین کر کے مندرجہ ذیل کلام پڑھیں:

حضرت اعلی از زندان ماکو بہ محمد شاہ قاجار بادشاہ ایران بایں مضمون خطاب مے فرماید منم آن نقطہ اولی کہ جملہ آفرینش از آں ہستی یافتہ ...منم آں طلعت اللہ کہ جلالش تا ابد مظلم نمی شود منم آں نیر خدا کہ پرتوش ہرگز افسردہ نمے گردد ...خداوند خواستہ است کہ جملہ کلید ہائے بہشت را در دست یمین من گذارد و جملہ کلید ہائے دوزخ را در دست یسار من ... منم یکے از آں رکن رکین کلمة الله العلياء ہرکس مرا شناخت، کل حقیقت وراستی راشناختہ است و بآنچہ کہ خیرونیک است فائز شدہ است ...آں جوہرے کہ خداوند مرا از آں آفریدہ است ۔نیست عنصرے کہ دیگراں از آں ترکیب یافتہ اند ۔ پروردگار چناں عنائتے برمن مبذول کردہ است کہ دانایان جہان از ادراکش عاجزند ومومنین از کشفش قاصر۔ بہائی میگزین اکتوبر ۱۹۳۴ء

ترجمہ: حضرت اعلی بہاء اللہ نے ماکو بہ کے جیل سے شاہ ایران محمد شاہ (اس بادشاہ نے بہاء اللہ کے برخلاف ایرانیوں کی شورش دیکھ کر اسے قید کر دیا تھا) کو خط لکھا تھا کہ: میں وہی پہلا نقطہ الہی ہوں کہ ساری مخلوق نے اسی نقطہ سے ہستی پائی ہے (شائد فلسفہ یونان کے مطابق آپ عقل اول ہیں) میں الہی نور ہوں میری چمک کبھی بھی بند نہ ہوگی میں چمکیلا ستارہ ہوں کہ اس کی چمک کبھی مدھم نہیں ہوگی خداوند تعالی نے چاہا کہ بہشت کی تمام کنجیاں میرے دائیں ہاتھ میں

رکھے اور دوزخ کی تمام کنجیاں میرے بائیں ہاتھ میں دے۔ میں **کلمة الله العلياء** کا ایک رکن رکین ہوں (تثلیث کا اقنوم؟) جس شخص نے مجھے پہچان لیا اس نے کل حقیقت اور کل راستی کو پہچان لیا اور ہر ایک چیز اور ہر ایک نیکی کو اس نے پا لیا۔ جس جوہر سے خدا نے مجھے پیدا کیا وہ جوہر وہ عنصر نہیں جس سے دوسرے لوگ پیدا ہوئے ہیں خدا نے مجھ پر ایسی عنایات کی ہیں کہ دانایان عالم اس کے ادراک سے عاجز ہیں اور ایمان دار اس کے معلوم کرنے سے قاصر۔

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ آج کل کچھ ایسا دستور ہو گیا ہے کہ جو کوئی دوا فروشی کی دکان نکالتا ہے وہ اپنی ہر ایک دوا کی ایسے لفظوں میں تعریف کرتا ہے کہ دیکھنے والا سمجھے کہ حکومت کو چاہیے کہ ہسپتالوں میں اسکی دوا کو رکھ کر باقی سب ادویہ کو پھینک دے کیونکہ یہ دوا سب بیماریوں کیلئے اکسیر اعظم ہے مگر حکومت بھلا ایسی بے وقوف کہاں کہ وہ ان بھول بھلیوں میں پھنس جائے وہ تو ایک مشتہر کی غرض وغایت سے واقف ہے۔

ناظرین غور کریں کہ ان دعاوی میں سے کوئی دعوی بھی ایسا نہیں جو سلسلہ انبیاء میں کسی نبی نے کیا ہو وہ تو اپنے آپ کو عبداللہ اور عباداللہ ہی کہتے رہے۔

ہاں عیسائیوں نے بعض دعاوی حضرت مسیح کی طرف ایسے منسوب کئے ہیں جو بہائیوں کے ان دعاوی سے ملتے جلتے ہیں جن کی بابت ارشاد خداوندی نے صاف صاف تردید اور تکذیب کر دی ہے اور حقیقة الامر کا ان الفاظ میں اظہار فرما دیا

ان هو الا عبد انعمنا عليه و جعلناه مثلا لبنی اسرائيل

وہ مسیح ہمارا بندہ تھا ہم نے اس پر انعام کئے اور اس کو بنی اسرائیل کا ہادی بنایا

ہاں آج کل کے دوکانداروں میں سے ایک دوکاندار قادیانی نبی ہے جس نے ایرانی مدعی کی یہ تعلیم دیکھ کر بعینہ یا ان کے قرین قریب جو دعاویہ کئے وہ بھی سنیئے

۱۔ انماامرك اذا اردت شيئا ان تقول له كن فيكون (حقیقة الوحی) (خدا نے فرمایا اے مرزا تجھے اختیار ہے جب تو کسی کام کو کہے کہ ہو جا وہ ہو جائے گا)

۲۔ انا شمس لا يحجبها دخان (خطبه الهاميه)

(میں ایسا سورج ہوں جس کو دھواں نہیں چھپا سکتا)

۳. من دخل فی جماعتی د خل فی صحابة محمد

(جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ اصحاب رسول ﷺ میں داخل ہو گیا)(حوالہ مذکور)

۴.انت من ما ئی و ھم من فشل (حقيقة الوحی) .

(خدا نے فرمایا اے مرزا تو میرے پانی سے ہے وہ سب لوگ کیچڑ سے ہیں)

۵ . ان قد می ھذہ علی منا رۃ ختم علیھا کل رفعة (خطبه الھامیہ)۔(تحقیق میرا قدم اس منارہ پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں)

۶ میرا تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا (حوالہ مذکور)

ناظرین! یہ ہے دوا فروشی کا اشتہار اگر کام پوچھو تو کچھ نہیں چند کتابیں چند اشتہار دیئے جن میں فی صدی پچانوے اپنی تعریف سے مخصوص باقی دیگر اغراض کیلئے ۔آئے اور چلے گئے دنیا میں گمراہی پہلے سے زیادہ ہوئی نہ کوئی دینی اصلاح ہوئی نہ تمدنی، نہ اخلاقی ، نہ معاشرتی۔

وہی فرقت کی بیماری جو پہلے تھی وہ بڑھ کر ہے

ہاں اس کے مقابل ایک ایسی ہستی ہم کو نظر آتی ہے جس کی پکار تھی انما انا عبد الله و رسو له جس کا مضمون یہ ہے

بنانا نہ تربت کو میری صنم تم
نہ کرنا میری قبر پر سر کو خم تم
نہیں بندہ ہونے میں کچھ مجھ سے کم تم
کہ بے چارگی میں برابر ہیں ہم تم
مجھے دی ہے حق نے بس اتنی بزرگی
کہ بندہ بھی ہوں اس کا اور ایلچی بھی

اس بے ادعا مدعی نے دنیا میں کیا کچھ انقلاب کیا، کسی سے مخفی نہیں ۔اپنے اردگرد کی سب قوموں کو غیر خدا سے ہٹا کر خدا سے ملا دیا اور بداخلاقی سے چھڑا کر نیک اخلاق بنایا۔جس کا نقشہ خواجہ حالی مرحوم نے اس بند میں دکھایا ہے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے ساری بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

میں عموماً جلسہ ہائے تبلیغ میں کہا کرتا ہوں کہ میں قادیانی تعلیم کا مبلغ ہوں اس کی یہی تشریح ہے کہ جو باتیں قادیانی مدعی کی قادیانی تنخواہ دار مبلغ چھپاتے ہیں میں ان کو لوگوں تک پہنچاتا ہوں اس لئے میری دعوی ہے کہ

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۳۴ء ص ۳،۴)

گاندھی اور قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم سے کوئی پوچھے تو ہم ان دونوں پیش گوؤں کو ان کی بلند نظری کی وجہ سے ہندوستان کی سربرآوردہ ہستیوں میں شمار کرتے ہیں۔ اس لئے آج ہم ان دونوں کو عنوان میں یکجا دکھاتے ہیں۔ اگر حدیث شریف میں تصویر بنانا اور شائع کرنا منع نہ ہوتا تو آج ہم ان ہر دو ریفارمر ہستیوں کی تصویر بھی دکھاتے۔

بہرحال ہم ان دو ہستیوں کو ایک معنی سے بڑی ہستیاں جانتے ہیں اسی لئے آج ہم ان کی ناکامی کا مرثیہ لکھتے ہیں۔

ہمیں اس بات کا افسوس ہے کہ ہمارے ملک میں یہ دو ہستیاں دو مختلف دعوے لے کر آئی تھیں گو اپنے اپنے دعوی میں مختلف تھے۔ ہمارے ناظرین میں اگر کوئی صاحب ان دو ہستیوں میں سے کسی ایک کے ماننے والے ہوں تو وہ ناراض نہ ہوں بلکہ ہمارے پیش کردہ واقعات پر ٹھنڈے دل سے غور کریں۔

۱۔مرزا صاحب قادیانی مذہبی اصلاح کے مدعی تھے اس لئے انہوں نے اعلان کیا تھا کہ میں اس لئے آیا ہوں کی میسحیت کا نام ونشان مٹا دوں اور مسلمانوں کو اعلی درجہ کا متقی بنا دوں۔ (الحکم قادیان ۱۷جولائی ۱۹۰۵ء)

۲۔گاندھی سیاسی ریفارمر تھے۔انکی کوشش تھی کہ ہندوستان پوری آزادی حاصل کرے

مرزا صاحب قادیانی کو انتقال کئے آج ۲۶ سال کا عرصہ ہوا، مگر نہ میسحیت کا نام مٹا، نہ مسلمان متقی بنے۔ بلکہ پہلے سے بھی زیادہ خراب اور تباہ ہو گئے۔

گاندھی جی بھی ان تھک کوششوں میں تھک کر کانگریس سے علیحدہ ہو گئے۔

ہندوستان آج بھی اسی طرح انگریزوں کے ماتحت ہے جیسا کہ پہلے تھا۔

لہذا ہم ان دونوں بزرگ ہستیوں کی ناکامی کے غم اور افسوس میں شریک ہیں اور خواجہ حالی کے الفاظ میں دونوں کو (ایک کو براہ راست اور دوسرے کو بالواسطہ) تسلی دیتے ہیں:

تیمور نے اک مورچہ زیر دیوار
دیکھا تو چڑھا دانے کو لے کر سو بار
آخر سر بام لے پہنچا تو کہا
مشکل نہیں کوئی پیش ہمت دشوار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۳۴ء ص ۴۔۵)

مرزا قادیانی کی یہود سے مشابہت

مرزائی اخبار پیغام صلح لاہور (۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۴ء) میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے، جماعت قادیان کے متعلق پیش گوئی۔

اس میں راقم مضمون نے لکھا ہے کہ جس طرح حضرت عیسیٰؑ کے حق میں ایک گروہ منکر ہوا جن کو یہود کہتے ہیں ایک گروہ غالی ہوا جو عیسائی کہلاتے ہیں ایک گروہ معتدل رہا جو کہ اصلی مومن ہیں اسی طرح مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے جو منکر ہیں وہ یہودی ہیں جو ان کو نبی کہہ کر غلو کرتے ہیں وہ غالی ہیں اور لاہوری پارٹی مسلمانوں کی

طرح معتدل ہے۔ ناظرین مندرجہ ذیل مضمون جو اس کے جواب میں ہے، غور سے پڑھیں۔ مدیر اہل حدیث امرتسر

جناب مولوی عبدالعزیز صاحب قلعہ میہاں سنگھ سے لکھتے ہیں:

میں الزام اوروں کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

الم تر الی الذین یز کو ن انفسهم بل الله یز کی من یشاء میں اللہ تعالی نے برائی ان لوگوں کی بیان فرمائی جو اپنے آپ کو پاک خیال کرتے ہیں بلکہ اللہ تعالی جس کو چاہیں پاک بنا دیں اور ایک اور آیت شریفہ لکھی جاتی ہے جس میں اس شخص کی برائی کا ذکر ہے جو آپ گناہ کر کے دوسرے کے ذمہ لگا دے۔ وہ بھی مرزا صاحب کا خوب حال بیان کرتی ہے اور مرزا صاحب سچ مچ اس کے مصداق ہیں

و من یکسب خطیئة او اثماً ثم یر م به بر یئاً فقد احتمل بهتانا و ا ثماً مبیناً

اب اس کے بعد واضح ہو کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے رسالہ شہادۃ القرآن کے صفحہ ۹ کی آخری سطر میں فرماتے ہیں:

پھر جب ہم دیکھتے ہیں کہ دوسری طرف ایسی حدیثیں بکثرت پائی جاتی ہیں جن میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ آخری زمانہ میں علماء اس امت کے یہودی صفت ہو جائیں اور دیانت اور خدا ترسی اور اندرونی پاکیزگی ان سے دور ہو جائے گی اور اس زمانہ میں صلیبی مذہب کا بہت غلبہ ہوگا اور صلیبی مذہب کی حکومت وسلطنت تمام دنیا میں پھیل جائے گی ہمارے اس زمانہ کے علماء درحقیقت یہودیوں سے مشابہ ہو گئے۔

اقول: کسی حدیث میں نہیں آیا کہ آخر زمانہ میں علماء اس امت کے یہودی صفت ہو جائیں گے۔ اگر ہے تو مریدان مرزا دکھائیں۔

اور پھر مرزا صاحب قادیانی صفحہ ۱۱ میں فرماتے ہیں:

پھر فرمایا کہ اس امت پر ایک آخری زمانہ آئے گا کہ علماء اس امت کے یہود کی مشابہ ہو جائیں گے اور دیانت اور تقوی ان میں سے جاتے رہیں گے جھوٹے فتوے اور مکاریاں اور منصوبے ان کا دین ہوگا اور دنیوی لالچوں

میں گرفتار ہو جائیں گے اور یہود کے ساتھ شدت سے مشابہت پیدا کر لیں گے۔ یہاں تک کہ اگر کسی یہود نے ماں سے زنا کیا ہے تو وہ بھی کرینگے۔

اقول: یہ مضمون جو مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے محض افتراء علی الرسول ہے۔کوئی اس مضمون کی حدیث علماء محمد یہ میں نہیں ہے اگر ہے تو مرزا صاحب قادیانی کے خلف الرشید پیش کریں: اگر پدر نہ کرد پسر کند

مرزا غلام احمد صاحب علمائے محمد یہ پر اس لئے خفا ہیں کہ انہوں نے آپ کو اندھا دھند مسیح موعود نہیں مانا اگر آپ کو مسیح موعود مانتے تو پھر ان کی مدح میں زمین و آسمان کے قلابے ملا دیتے۔ دیکھو حکیم مولوی نورالدین نے آپ کو مان لیا اور اپنا مال بھی مرزا قادیانی کی محبت میں تباہ کر دیا۔ اسی لئے مرزا صاحب قادیانی نے ان کی مدح میں فرمایا ہے

چہ خوش بودے اگر ہر یک مثال نورالدین بودے

مگر یہ آرزو آپ کی پوری نہ ہوئی کیونکہ علماء امت محمد یہ، نورالدین کی طرح نورِ دین سے بے بہرہ نہ تھے۔ اب ہم اصل سوال کی طرف آتے ہیں۔

سو واضح ہو کہ مرزا صاحب یہود کی طرح محرف قرآن تھے اگر کسی مرزائی کو شک ہو تو ہم ان کی تصانیف سے تحریف آیات قرآنیہ دکھا دیں گے لیکن اب نمونہ کے طور پر دو عدد تحریف اعجاز المسیح سے نقل کرتے ہیں

قال المیرزا فی اعجاز المسیح:

و الیه اشارفی قو له تعا لی و له الحمد فی الا ولی و ا لآ خر ة فا وی فیه الی ا حمدین صلهما من نعما ئه الکا ثرة فالاو ل منهما ا حمده المصطفی و رسو لنا المجتبی و الثا نی ا حمد آخر الز ما ن الذی سمی مسیحاً و مهد یاً من الله المنا ن و قد استنبت هذه النکتة من قو له الحمد لله رب العا لمین فیتبدبر من کا ن من المتد بر ین۔ (اعجاز المسیح ص ۱۳۴۔۱۳۵)

اس عبارت کا مطلب یہ کہ الحمد للہ کے علاوہ له الحمد فیالا ولی و الآ خره بھی قرآن مجید میں آیا ہے۔ اس میں پہلے حمد سے مراد احمد ﷺ ہیں اور

دوسرے حمد سے مراد غلام احمد قادیانی کی طرف اشارہ ہے اور یہ نکتہ مرزا صاحب نے الحمدللہ سے استنباط کیا ہے۔سبحان اللہ! کیا ہی معارف اور حقائق قرآنیہ بیان ہو رہے ہیں جن پر مرزائیوں کو ناز ہے۔

دوسرا نمونہ بھی پڑھنے کے لائق ہے۔مرزا صاحب اسی کتاب اعجاز المسیح کے صفحہ۴۳ میں فرماتے ہیں: و سمی زما ن المسیح المو عود یو م الدین لا نه زمان یحیی فیه الدین

مطلب اس کا یہ ہے کہ مرزا صاحب کے زمانہ کا نام یو م الدین ہے۔

سبحان اللہ۔کیا ہی عجیب تفسیر ہے جو قرآن لانے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں ۔اللہ تعالی فرماتے ہیں

و ما ادرا ك ما یو م الدین ثم ما ادرا ك ما یو م الدین یو م لا تملك نفس لنفس شیئاً و الا مر یو مئذ لله

اور سورہ واقعه میں فرمایا : هذا نز لهم یو م الدین

کیا دوزخیوں کی مہمانی ، زقوم حمیم ، مرزا صاحب کے زمانہ میں ہوئی

ان دو عدتحریفوں کے سوا اور بہت سی تحریفات مرزا کی تصانیف میں ہیں اگر ایک جگہ جمع کی جاویں تو یہود سے تحریف آپ کی بڑھی ہوئی ہے۔اور مولوی محمد علی لاہوری نے تو سارا قرآن ہی محرف کر دیا ہے اور خلیفہ ثانی بھی سخت محرِف ہیں۔

انوار خلافت آپ کی کتاب ملاحظہ ہو۔الغرض جس کا پیر و مرشد و پیغمبر و مجدد محرف قرآن ہو بھلا ان کے خلیفے اور نائب کیوں نہ ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جو آیات اپنی تصانیف میں لائے ہیں ان کو محرف کر دیا ہے کیا یہود سے یہ کم فعل ہے۔

اور دوسرا فعل آپ کا جس سے آپ یہود کے مشابہ ہیں یہ ہے کہ آپ نے کشتی نوح میں لکھا کہ مریم کی منگنی یوسف نجار سے ہوئی بعد ازاں قبل نکاح یوسف نجار سے مریم نعوذ باللہ ناجائز طور پر حاملہ ہوگئی۔

کیا یہود نے یہ نہ کہا تھا، اگر شک ہے تو یہ آیت پڑھو

وقو لهم علی مر یم بهتا ناً عظیماً

اور اسی بہتان سے وہ مطعون ہو گئے تھے

اور تیسرا فعل جو یہود کی مشابہ ان سے سرزد ہوا وہ یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسی بن مریم کو ساحر کہا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ عیسی بن مریم عامل مسمریزم تھے اور احیائے موتی وغیرہ جو ان کے معجزات ظہور میں آئے وہ سب مسمریزم کے ذریعہ سے تھے۔

پس جب مسمریزم سحر کے اقسام سے ہے تو عیسی بن مریم جادوگر ہوئے اور جو نبی کو جادوگر کہے وہ کون ہوتا ہے تصریح کی حاجت نہیں۔

پس ہم نے ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب قادیانی یہود کے مشابہ تھے۔

اور اب رہا کہ آیا علماء امت یہود کے مشابہ ہیں، اس کا اثبات بذمہ مرزائیاں ہے کیونکہ اس کلمہ کا قائل تو جہان سے بموجب اپنی دعائے آخری فیصلہ کے جھوٹا ہو کر چلا گیا اور خدا تعالی نے مہر کر دی کہ مرزا قادیانی چونکہ مولانا ثناء اللہ کی زندگی میں جہان سے رخصت ہو گیا لہذا وہ بقول خود جھوٹا تھا۔

خلیفہ اول بھی اس کے جواب سے بہت سٹ پٹائے تھے اور قاسم علی نے تو تین سو روپے بھی بھر دیئے۔ مگر پھر بھی جواب سے لاچار ہو گیا آج تک مرزائیوں کو اس آخری فیصلہ کا جواب نہیں آیا اور نہ آئندہ آئے گا۔ فان لم تفعلوا و لن تفعلوا فاتقوا النار التی وقودھا الناس و الحجارة اعدت للکافرین۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق یکم شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۲ ص ۵-۶)

گورنمنٹ نے خلیفہ قادیان کی سخت ہتک کی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے جلسہ احرار سے پہلے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ارادہ ظاہر کیا اور ان کے کارندوں نے اس پر عمل بھی کیا کہ بیرون جات کے مریدوں کو حکم بھیج دیا کہ ایام جلسہ میں قادیان پہنچنے کے لئے تیار رہیں۔ حکومت پنجاب نے اس سے

خطرہ محسوس کیا کہ دونوں جماعتیں غیر معمولی تعداد میں بصورت مقابلہ جمع ہوں گی تو فساد کا گمان غالب ہے،اس لئے احرار کو تو حکم دیا کہ قادیان کی سرحد کے قریب جلسہ کریں۔ اس سے مرزا صاحب کا الہام: انا انزلناہ قریبا من القادیان صحیح ہو گیا۔ ادھر خلیفہ قادیان کو بھی حکم بھیج دیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

> چونکہ پنجاب گورنمنٹ کو تسلی ہے اور چونکہ یہ باور کرنے کیلئے معقول قرائن موجود ہیں کہ تم مرزا بشیر الدین محمود احمد ساکن قادیان ضلع گورداسپور لوگوں کو قادیان بلا رہے ہو اس غرض سے کہ وہ مجلس احرار کے شعبہ تبلیغ کی اس کانفرنس پر جو کہ وہ ۲۱ لغایت ۲۳۔ اکتوبر یا اس کے قریب قادیان یا اس کے قرب وجوار میں کرنا چاہتے ہیں موجود ہوں اور چونکہ تمہارا یہ فعل امن عامہ میں خلل ڈالنے والا ہے اس لئے گورنمنٹ پنجاب تمہیں زیر دفعہ ۳ (۱) پنجاب کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۳۲ء ہدایت کرتی ہے کہ
>
> ۱۔تم ایسے تمام دعوت ناموں کو جو ان تاریخوں پر لوگوں کو قادیان بلانے کے لئے تم نے بھیجے ہیں یا تمہارے زیر حکم بھیجے گئے ہیں منسوخ کر دو
>
> (۲)۔ ۲۴ اکتوبر ۱۹۳۴ء تک کسی شخص یا اشخاص کو قادیان بلانے کی غرض سے کوئی دعوت نامہ مت بھیجو
>
> (۳)۔۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء تک نہ کوئی جلسہ قادیان میں کرو نہ، جلسہ کرنے میں مدد بنو۔
>
> (۴)۔ ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء تک کسی ایسے شخص کا جس کو تم نے بلایا ہو، قادیان میں استقبال کرنے یا اسکئے لئے کھانے اور رہائش کا انتظام کرنے سے محترز رہو۔ (الفضل یکم نومبر ۱۹۳۴ء ص ۹ کالم ۱)

اس حکم کے پہنچنے پر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان بہت خفا ہوئے۔ خفگی کا اظہار خطبہ جمعہ میں ۱۶۔ اکتوبر کو پورے غیظ وغضب سے کیا جو یکم نومبر کے اخبار الفضل میں چھپ کر آیا ہے۔

خلیفہ صاحب قادیان نے اس خطبے میں مقدور بھر اظہار رنج کیا، اس وجہ سے کہ یہ حکم جس قانون کے ماتحت دیا گیا ہے وہ ملک میں انقلاب پیدا کرنے والوں

اورحکومت برطانیہ کوہندوستان سے اکھاڑنے کی سازش کرنے والوں کے حق میں ہے ۔خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) صاحب کہتے ہیں

ہم کواس قانون کے تحت حکم دینا ہماری ہتک ہے۔

ہم قدیم سے مادرزاد وفادار ہیں۔ وفاداری ہمارامذہبی شعار ہے۔ہم نے لاکھوں روپئہ گورنمنٹ کی خدمت میں خرچ کیا۔ ہزاروں آدمی خدمت کیلئے دیئے۔ حالانکہ ہم ایسے شریف ہیں کہ ہمارے دس لاکھ آدمی ہوں تو کوئی نہیں کہہ سکتا کہ یہ لوگ شورش کریں گے (مستری محمدحسین بٹالوی کے قتل اور مولوی عبدالکریم آف مباہلہ کے سخت مجروح ہونے سے پہلے کی بات ہوگی) گورنمنٹ کے شرابی اورعیاش افسر ہماری نسبت بدگمان ہوں اور بات ہماری جماعت نے اپنا لاکھوں روپئہ خرچ کرکے بدامنی کی تحریکات کا مقابلہ کیا۔ہم نے کانگریس کا مقابلہ کیا۔ہم نے سول نافرمانی کی تحریک کا مقابلہ کیا۔گورنمنٹ کے ہزاروں روپئہ تنخواہ پانے والے اتنی خدمت نہیں کرتے جتنی خدمت ہم نے حکومت کی کی ہے۔ اس پربھی ہمیں ایسا نوٹس ملا جوسول نافرمانی کرنے والوں یا حکومت کے خلاف سازش کرنے والوں کوملا کرتا ہے اس لئے گورنمنٹ کا یہ کام سخت بے انصافی اورظلم ہے۔

اس وقت میں خلیفہ ہوں۔ ہندوستانیوں پربھی میری حکومت اور اطاعت ویسی ہی فرض ہے جیسی اہل ایران پر یا اہل امریکہ یا دنیا کے کسی دوسرے ملک کے رہنے والوں پر،لیکن اس کے لئے انگریزوں کی اطاعت فرض نہیں ۔اہل افغانستان پرمیری اطاعت فرض ہے،مگرانگریزوں کی نہیں ۔اسی طرح امریکہ پرمیری اطاعت فرض ہے مگرانگریزوں کی نہیں ۔ میں صرف ہندوستان کے لوگوں کا خلیفہ نہیں، میں خلیفہ ہوں حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا، اس لئے خلیفہ ہوں افغانستان کے لوگوں کے لئے عرب ایران چین جاپان یورپ امریکہ افریقہ سماٹرا جاوا بلکہ خودانگلستان کے لئے ۔غرض کہ کل جہان کے لوگوں کے لئے میں خلیفہ ہوں اس بارے میں اہل انگلستان بھی میرے تابع ہیں ۔ ایسا نوٹس دیناحکومت کی سخت بے انصافی

ہے دیکھئے کابل میں ہمارے آدمی اس لئے مارے گئے کہ جہاد کرنے کے ہم مخالف تھے ہم نے اپنی جانیں اس لئے قربان کیں کہ انگریزوں کی جانیں بچیں دنیا ہمیں انگریزوں کا ایجنٹ سمجھتی ہے اور انگریزی گورنمنٹ ہمیں قانون سازش کنندگان کے ماتحت نوٹس دیتی ہے اس لئے گورنمنٹ کی بڑی بے انصافی ہے۔

(اس ساری گلہ گذاری کے بعد اپنی جماعت احمدیہ کو ہدایت فرمائی ہے)

ہر احمدی جس کے دل میں ایمان ہے اس کا فرض ہے کہ جماعت کے وقار اور عزت کے لئے ہر قربانی کے لئے تیار رہے جو شخص احمدیت کے اعزاز اور وقار کے لئے اپنی جان اور مال قربان کرنے کو تیار نہیں وہ احمدی نہیں کہلا سکتا حکومت نے ہماری پچاس سالہ روایات (خدمت گذاری) کو بیدردی سے کچل دیا ہے پس تمہارا (احمدیوں کا) کا فرض ہے کہ اپنے لئے خدا کے فضل سے اپنا گھر بناؤ الہام میں یہی اشارہ ہے کہ یہ امین اور آسمان تمہیں کانٹوں کی طرح کاٹیں گے ہم بھی دل رکھتے ہیں اگر اس طرح بلا وجہ انہیں مجروح کیا جاتا رہا تو ان دلوں سے ایک آہ نکلے گی جو زمین و آسمان کو ہلا دیگی۔

نوٹ: ہم نے اس شکوے کو بہت مختصر لکھا ہے ورنہ اتنا لمبا ہے کہ الفضل یکم نومبر کا پرچہ (بمقدار ۱۲ صفحات) اسی سے بھرا ہوا ہے۔

خلیفہ صاحب نے اپنی ساری تقریر میں حکومت کا شکوہ شکایت تو بڑی تفصیل سے کیا مگر یہ نہ بتایا کہ احمدیوں کے گھر کی زمین کہاں ہے کیونکہ یہ ہندوستان کی زمین اور یہ آسمان تو ان کے لئے کانٹے ہیں۔ پھر وہ کون سی زمین ہے جہاں گھر بنانے کا ان مظلوموں مجروحوں کو حکم ہو رہا ہے خلیفہ صاحب کی شکایت اور مریدوں کے نئی زمین اور نیا گھر بنانے کا نقشہ ایک شاعر نے کیا خوب کھینچا ہے جو اپنے محبوب کی سرد مہری اور اپنی دل شکستگی کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

ہاں یاد آیا کہ احمدیوں کو جس نئی زمین اور نیا گھر بنانے کا ارشاد ہوا ہے اس

کی تفصیل خلیفہ صاحب کی ایک پرانی تقریر میں ملتی ہے۔ جن دنوں قادیان کا بوچڑ خانہ سکھوں نے گرایا تھا اور افسران حکومت نے کچھ سرد مہری کا اظہار کیا تھا تو خلیفہ قادیان نے تقریر کی تھی۔ بس وہی اس نئے گھر بنانے کی تشریح ہے فرمایا تھا:

اللہ تعالی کے پیارے ابتدائی حالت میں ہمیشہ کانٹوں پر ہی گزرتے ہیں اور اگر تم (احمدی لوگ) بھی اللہ تعالی کے پیارے ہوتو اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت قائم نہ ہو جائے، تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ (الفضل ۲۵۔اپریل ۱۹۳۰ء ص ۷ کالم ۱)

ناظرین کرام! آپ تو کہتے ہوں گے کہ آج ہم ایک چودہری ظفر اللہ خان ممبر اگز یکٹو کونسل بننے پر سٹ پٹا رہے ہیں جب حسب تعلیم خلیفہ قادیان حکومت ہی جماعت احمدیہ (مرزائیہ) کی ہو جائے گی تو کیا ہوگا۔ سچ تو یہ ہے کہ ہم اس سے نہیں گھبراتے بلکہ دعا کرتے ہیں

خدا ترا بت کافر دراز سن تو کرے
جفا کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۳۴ء ص ۱۵۔۱۶)

ختم نبوت کا صحیح مفہوم کیا ہے؟

(اختتام نبوت کیلئے شرع واحکام الٰہی کی تکمیل وتحفظ لازمی امر ہے)

جناب اللہ دیا ہیڈ ماسٹر ورنیکولر ٹون سکول بھیڑہ صندل سنگھ ڈاک خانہ مظفر آباد ضلع سہارن پور لکھتے ہیں: مذاہب عالم سوائے مذہب حقہ اسلام کے برخلاف عقیدہ رکھتے ہیں اور کوئی دلیل عقلی پیش نہیں کر سکتے۔

مختصراً عرض ہے، آریہ سماجی مہاشوں کے صرف ایک عقیدہ کو روشنی میں لانا چاہتا ہوں اس سے جملہ عقاید سمجھنے میں آسانی ہوگی۔

آریہ سماجی از روئے وید عقیدہ رکھتے ہیں کہ دنیا کا سلسلہ قدیم ہے مگر ہر فرد

دنیا بوجہ ترکیب حادث ہے کوئی بھی فرد قدیم نہیں۔ پس بقول مولانا ثناء اللہ صاحب جس مجموعہ کا ہر فرد حادث ہو وہ مجموعہ قدیم نہیں ہوسکتا۔ اور یہ بھی عرض ہے کہ جب تسلسل محال نہیں تو دنیا کے ہر جسم کو کسی وقت ماننا کیوں ضروری ہے مثلاً اس وقت ایک شخص اپنے ماں باپ پیدا ہوئے تھے اسی طرح ہر زمانہ میں انسان اپنے ماں باپ سے پیدا ہوتے ہیں تو سرشٹی کا آد (شروع) کیوں مانا جاتا ہے بلکہ ماننا چاہیے کہ ہمیشہ سے بچہ ماں باپ سے پیدا ہوتا ہے اوراس کا کبھی شروع نہیں تاکہ پورے طور سے دہریت ثابت ہو۔ پس اگر یہ تسلیم بھی کرلیا جائے کہ وید کی تعلیم کسی زمانہ میں الہامی تھی تو وہ اب محفوظ نہیں اس لئے ان کا دعوی ختم نبوت باطل ہے۔

یہود ونصاری از روئے توریت وانجیل خدا کے حقیقی بیٹوں نیز انسانوں کی الوہیت کے مثل ہنود قائل ہیں جو صریح شرک ہے ایسی تعلیم کو تعلیم انبیاء سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے ان کا دعوی ختم نبوت لغو ہے۔

اب اسلامی فرقوں پر غور کیجئے شیعہ صاحبان معصوم اماموں کی تعلیم کے بغیر قرآن پاک اور حدیث شریف کو نامکمل سمجھتے ہیں اور حضرات مقلدین تعلیم فقہ کے بغیر قرآن وحدیث کو معمہ قرار دیتے ہیں۔ نیز مرزائی حضرات بغیر ظلی نبی کے محض قرآن و حدیث کو ذریعہ نجات نہیں سمجھتے۔ پھر یہ کیسے تسلیم کرلیا جائے کہ یہ تینوں اسلامی فرقے حضور سرور کائنات کو حقیقی طور سے خام الانبیاء مانتے ہیں۔

اگر قرآن اور حدیث کے مطالب کو کوئی غیر معصوم عالم ہمیں صحیح طور سے نہیں سمجھا سکتا تو معصوم اماموں کے اقوال کو غیر معصوم عالم آج ہمیں کیسے سمجھا سکتا ہے۔ نہ آج حضور سرور کائنات سے براہ راست ہم کچھ معلوم کرسکتے ہیں نہ امام غائب سے۔ پس کوئی شیعہ صاحب مجھے اس کا فرق سمجھا دیں ورنہ ترجیح بلا مرجح لازم آوے گی۔

بعینہ اسی طرح جب کہ فقہ کو غیر الہامی علماء نے مدون کیا ہے تو اس کے مکمل ہونے پر کیا دلیل ہے اور جب کہ موجودہ زمانہ کا کوئی عالم قرآن اور حدیث کے مطالب ہمیں نہیں سمجھا سکتا تو فقہاء کے اقوال کو موجودہ زمانہ کا عالم ہمیں کس طرح سمجھا سکتا ہے دونوں کا فرق سمجھایا جاوے متعلقہ حضرات اس پر روشنی ڈالیں۔

اب روئے سخن مرزائی حضرات کی طرف ہے کہ غیر تشریعی نبی کس ضرورت

دینی کو پورا کرتا ہے اور غیر تشریعی نبی پر ایمان نہ لانے سے انسان جہنم کا سزا وار کیسے قرار دیا جا سکتا ہے محض یہ کہنا کہ امت میں نبی نہ ہونے سے حضور سردار دو جہاں رحمت للعالمین نہیں رہ سکتے، سرا سر بہتان ہے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص بادشاہ کی غایت درجہ وفاداری کی وجہ سے وافر انعامات حاصل کر کے بہت بڑا متمول انسان اور لارڈ ہو جائے اور ممکن ہے کہ وائسرائے ہند سے بھی زیادہ بادشاہ کا معتمد ہو جاوے مگر بغیر ضرورت کے اس کو وائسرائے ہند کس طرح بنا دیا جائے گا یعنی نبوت عہدہ ہے جو شرعی اور دینی ضرورت کے وقت مستحق شخص (مصطفیٰ) کو تفویض ہو سکتا ہے، انعامات سے عہدہ کو کوئی تعلق نہیں۔ پس مذکورہ بالا عقاید میں شرک فی الرسالت بدیہی امر ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق یکم شعبان ۱۳۵۳ھ ص ۷)

خاتم النبیین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار اہل حدیث مورخہ ۲ نومبر ۱۹۳۴ میں اطلاع دی گئی تھی کہ قادیان سے اعلان ہوا ہے کہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۴ء کو ہر جگہ جلسے کیے جائیں اور خاتم النبیین کے مضمون پر تقریریں کی جائیں۔

خاتم النبیین کی تشریح جو ابتداء سے اہل اسلام کرتے اور مانتے چلے آئے ہیں قادیانی جماعت اس کے خلاف کہتی ہے باوجود اس کے اعلان کرتی ہے کہ ہم آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کے قائل ہیں اس لئے آج یہ مضمون خاتم النبیین کے متعلق شائع کیا جاتا ہے احباب کرام کو اختیار ہے کہ اس مضمون کو حسب ضرورت خود چھاپ لیں یا دفتر ہذا سے طلب کریں۔

خاتم النبیین کے معنی قرآن و حدیث کی رو سے یہی ہیں کہ بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی پیدا نہ ہوگا کیونکہ خاتم فاعل کے وزن پر اسم آلہ کا صیغہ ہے جسے عالم قاتل اسی لئے اس کی تفسیر حدیث شریف میں آئی ہے: لا نبی بعدی یعنی ارشاد نبوی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں (آئے گا)

یہ حدیث ایک بڑی جماعت کی روایت سے آئی ہے۔ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ بھی یہی ہے۔ بر خلاف اسکے قادیانی لوگ کہتے ہیں کہ خاتم کے معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ جامع کمالات نبوت تھے آپ کے بعد کوئی شخص براہ راست نبی نہ ہوگا، جو ہوگا وہ آنحضرت ﷺ کی تابعداری سے ہوگا، پھر جو ہوگا وہ مرزا صاحب کے مریدوں میں سے ہوگا چنانچہ الفضل کے خاتم النبیین نمبر مورخہ ۱۲ جون ۱۹۲۸ء میں لکھا ہے:

آنحضرت ﷺ تمام انبیاء صاحب شریعت کے خاتم ہیں اور خاتم النبیین کے اصلی اور حقیقی معنی یہی ہیں...اور تمام انبیاء کا وارث اور قائم مقام محمد رسول اللہ ﷺ اور اسی لئے دوسرے معنوں میں وہ خاتم النبیین ہیں یعنی مہر تمام نبیوں کی۔ مہر تحریر احکام میں راقم یا حاکم کی قائم مقام ہوتی ہے پس تمام نبیوں نے جو احکام خداوندی مستقل تعلیم روحانی کے متعلق دنیا کو اپنے اپنے وقت اور اپنے اپنے ملک میں پہنچائے وہ سب بشکل کامل قرآن میں موجود ہیں...پس یہ تفسیر خاتم النبیین کی کہ آپ تمام نبیوں کے قائم مقام ہیں پہلے ہی سے قرآن شریف کا صحیح علم رکھنے والے کرتے چلے آئے ہیں یہی نہیں ہے کہ صرف احمدیوں نے یا تابعان حضرت محمود (خلیفہ قادیان) نے اپنی طرف سے یہ عقیدہ گھڑا ہے کہ خاتم النبیین آنے والے نبیوں کے لئے روک نہیں ہے۔ انبیائے عظام حضرت مسیح موعود (مرزا) کے خادموں میں پیدا ہوں گے اور وہ ہمیشہ اسلام کے محافظ اور شائع کرنے والے ہوں گے۔ ان کا کام صرف یہی ہوگا کہ جب اسلام کے چہرہ منور اور جسم اصفا پر نفسانیت اور تیرگی علم کے باعث علمائے کج رو گرد و غبار ڈال دیں گے تو وہ اس کو صاف کر دیا کریں گے۔ (الفضل ۱۲ جون ۱۹۲۸ء ص ۱۵)

ناظرین! اس عبارت کا مضمون صاف ہے کسی شرح کا محتاج نہیں یعنی یہ مطلب ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد انبیاء کرام آئیں گے اور وہ مرزا صاحب قادیانی کے اتباع میں سے ہوں گے دوسرے فرقوں سے نہیں ہوں گے چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بعد آج تک آپ کے مریدین میں سے مندرجہ ذیل اشخاص (بزعم خویش) منصب نبوت پر فائز ہو چکے ہیں:

قادیان میں احمد نور افغان
چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی میں مولوی فضل خان
گنا چور ضلع جالندھر میں عبداللطیف
تیماپور ریاست حیدرآباد دکن میں مولوی عبداللہ
ان کے علاوہ کئی اور اصحاب مدعیان الہام ہیں

پس ناظرین مطلع رہیں کہ قادیانیوں کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی اور ہیں اور ابتدائے اسلام سے آج تک اہل اسلام کے نزدیک کچھ اور۔ اس لئے ان کے منہ سے لفظ خاتم النبیین سن کر دھوکہ نہ کھایا کریں

خلیفہ قادیان اس سے بھی زیادہ وضاحت کرتے ہیں وہ سب سے لطیف اور لطف دہ ہے آپ لکھتے ہیں:

> جس طرح پہلے انبیاء کے ابتدائی نقطہ حضرت آدم تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود (مرزا) جو اس زمانہ کے آدم ہیں آئندہ آنے والے انبیاء کے ابتدائی نقطہ ہیں۔ (مقولہ محمود احمد مندرجہ ضمیمہ اخبار الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء)

مطلب یہ ہے کہ جس طرح انبیاء سابقین حضرت آدم کی نسل سے پیدا ہوئے تھے اسی طرح حضرت ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ، محمد ﷺ آئندہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسل سے پیدا ہوتے رہیں گے۔

ناظرین کرام! کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ملا دوپیازہ کی نسل منقطع ہو چکی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۵۳ھ ص ۶۔۷)

کاہنووان میں مرزائیوں کا فرار

قصبہ کاہنووان ضلع گورداسپور میں مرزائیوں کا جلسہ تھا۔ بانی جلسہ میاں عبدالعزیز مرزائی نے مسلمانوں کو مناظرہ کی دعوت دی۔ قصبہ مذکور نے مولوی محمد یعقوب بامبڑوی کو بلا لیا۔ اور مرزائی مشن کیخلاف تقاریر کروائی گئیں۔ مولوی محمد یعقوب نے دعوت مناظرہ منظور کر لی۔ مگر مرزائی مناظر نے مناظرہ سے صاف انکار کر دیا۔ راقم: مرزا احمد حسین از کاہنووان۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۵۳ھ ص ۱۴)

تیجہ کلاں میں مباحثہ

الفضل قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۳۴ء میں محمد اسد اللہ نامی کسی مرزائی نے شائع کرایا کہ تیجہ کلاں ضلع گورداسپور میں غیر احمدی چیلنج دے کر فرار ہوگئے ۔ اور سترہ افراد سلسلہ احمدیہ (مرزائیہ) میں داخل ہوئے ۔ مبلغ دوصد روپیہ مسجد کے چندہ کے لئے جمع ہوئے ۔ وغیرہ ۔

حکیم محمد عبدالرحمٰن خلیق سکرٹری انجمن اسلامیہ تیجہ کلاں پوچھتے ہیں کہ

. یہ سب کچھ یا تو خواب کا معاملہ ہے یا تیجہ کلاں کوئی اور ہوگا .

اگر تیجہ کلاں یہی ہے (جہاں میں رہتا ہوں) تو کیا اڈیٹر الفضل نامہ نگار (اسد اللہ) سے حلفیہ بیان شائع کرواسکتے ہیں کہ اس نے کب یہ واقعات سنے یا دیکھے؟

اور کون کون آدمی مرزائی ہوا؟

اور دوسو روپیہ کس سے اور کب وصول ہوا؟

لعنۃ اللہ علی الکاذبین ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۵۳ھ ص ۱۴)

نبوت مرزا پر مالیخولیا کا اثر

اور مرزائی اعتراضات کے جوابات

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق کئی ایک کتابیں طبی اصول سے لکھی گئی ہیں جن میں طبیبوں نے از روئے طب تحقیق کیا ہے کہ مرزا صاحب پر مرض مراق غالب تھا اس تحقیق کی بنا خود مرزا صاحب کے اقوال اور ان کے مشیران طبی کی تشخیصات تھیں ۔ یہ مضمون بھی ایک طبیب کا ہے ۔ مدیر اہل حدیث امرتسر

حکیم محمد عبدالرحمٰن خلیق تیجہ کلاں گورداسپور لکھتے ہیں :

ڈاکٹر شاہ نواز صاحب اسسٹنٹ سرجن مرزائی نے مرزا غلام احمد صاحب

قادیانی جیسے مدعیان نبوت کے لئے ایک نہایت موزوں اصول ایجاد کیا ہوا ہے چنانچہ موصوف لکھتے ہیں۔

ایک مدعی الہام کی نسبت اگر یہ امر ثابت ہو جائے کہ اسے ہسٹیر یا یا مالیخولیا یا مرگی کا مرض ہے تو پھر اس کے دعوی کی تردید کے لئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے (ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۶۔۷)

اور مرزا صاحب قادیانی کی نسبت ہم یہاں تک مسلمہ قادیانیت اور چند قابل تسلیم شہادات سے یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچا چکے ہیں کہ آپ فی الحقیقت مالیخولیا کے مریض تھے مرزا صاحب کی اپنی شہادات اس امر کے ثبوت کے لئے پتھر پر لکیر ہیں مگر ہم نے بطور تائید ان کے مریدین کی شہادتوں کو بھی نقل کر کے اپنے بیان کو زیادہ قوی بنا لیا ہے۔ یہ امر تو ثابت شدہ ہے کہ مرزا صاحب... مالیخولیائی تھے لہذا ان کے تمام دعاوی... کا نتیجہ ہیں مگر چونکہ ہمارے مخاطب... مرزا صاحب کی نبوت رسالت یا مجددیت اور محدثیت کے قائل ہیں اسلئے ان کی ذات سے مالیخولیا کا دفعیہ کرنے کی غرض سے اور انہیں مذکورہ بالا دعاوی کا حامل ثابت کرنے کی غرض سے مختلف عذر تراشا کرتے ہیں۔

حضرات! مرزا صاحب قادیانی کو بیمار قرار دینے کے لئے جب ہم لفظ مراق پر صادر کرتے ہیں تو سب سے پہلے اسی مقام پر مرزائی حضرات کی توجہ خاص ہوتی ہے۔ پس ہماری اور قادیانی تعلیمات اصول میں یہ فرق ہے کہ قادیانی حضرات کہتے ہیں کہ مراق سے مراد مالیخولیا مراقی نہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب کو مراق کی حقیقت پر آگاہی نہ تھی اور اگر آگاہی تھی تو انہوں نے مراق کو بمعنی مالیخولیا مراقی استعمال نہیں کیا بلکہ مراق سے مراد ہے مراق کی کوئی دوسری مرض مثلاً دردسر یا دوران سر ہے (رقعات حکیم نور احمد لودی ننگلی بطرف خاکسار در ریویو ماہ اپریل ۱۹۲۵ء و ریویو مئی ۱۹۲۷ء) مگر ہمارے نزدیک یہ چیز قطعاً غلط ہے بلکہ ہمارا دعوی ہے کہ جب مفرد طور پر لفظ مراق کا استعمال ہو بشرطیکہ مراق کے استعمال سے مقصود کسی مرض کا اظہار ہو جیسا کہ مرزا صاحب یا مرزائیوں نے استعمال کیا ہے تو اس کے معنی یقیناً مالیخولیا مراقی کے ہوتے

ہیں اس چیز کا ثبوت ہمارے پاس موجود ہے بلکہ اس بات پر بحث کرنے کو میری طرف سے اخبار اہلحدیث امرتسر مورخہ ۱۸مئی ۱۹۳۴ء میں ایک چیلنج بھی بایں الفاظ چھپ چکا ہے

اگر کوئی شخص اس دعوی کو باطل ثابت کرنے کی استعداد رکھتا ہے تو میدان میں آئے چشم ما روشن دل ما شاد ۔ میں ہر وقت اس امر پر بحث کرنے کو تیار ہوں کہ لفظ مراق مفرد طور پر صرف اور صرف مالیخو لیا مراقی کے معنی میں ہی استعمال ہوا کرتا ہے ۔ کیا میں امید رکھوں کہ کوئی مرزائی طبیب یا ڈاکٹر یا مولوی وغیرہ اس خارزار میدان میں قدم رکھنے کی جرأت کرے گا ۔

مگر آج تک اس کے جواب میں صدائے برنخواست ۔ وہ جانتے ہیں

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

میں اب بھی اپنے اس چیلنج پر قائم ہوں ۔مگر چونکہ مرزائیوں نے اس چیلنج کو بغیر ڈکار لئے ہضم کر لیا اور بولنے کی جرأت نہ کی اس واسطے آج ہم دروغ گورا بخانہ اش باید رسانید کے ماتحت کچھ تھوڑا سا ثبوت بذریعہ اخبار ہی عرض کئے دیتے ہیں ۔غور سے سنئیے

اطباء کرام کا یہ طریق ہے کہ مالیخو لیا مراقی کو وہ صرف مفرد طور پر لفظ مراق سے بھی تعبیر کیا کرتے ہیں ۔ ثبوت کے لئے ملاحظہ ہو (طبی فارما کو پیا جلد اول ص ۳۴۰ ، ولفہ حکیم محمد حسن قریشی پرنسپل طبیہ کالج لاہور) اور تطبیق کے لئے دیکھو کتاب مذکور جلد اول صفحہ ۳۳۲ بیان علاج مالیخو لیا مراقی ۔ اور سنئے :

طبری گوید کہ علاج مراقی علاج مالیخو لیا دماغی است (اکسیر اعظم) گاہے در مراق لعاب دہن بافراط آید (اکسیر اعظم) برائے معدہ مراقی بادیاں وغیرہ تناول نمائند (اکسیر اعظم) مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے (طب مرزائیہ بیاض نور الدین ص ۲۱۱)

کتب لغات کی شہادت ملاحظہ ہو

لغت کی مشہور کتاب غیاث اللغات میں مسطور ہے

گا ہے ایں مرض را مالیخو لیا مراقی ہمین است مراق نا مند (ص ۶۲۶)

یہ جس قدر اقتباسات کتب طب، کتب لغات سے ناظرین کے سامنے پیش کئے گئے ہیں تمام اس امر پر شاہد ناطق ہیں کہ جب لفظ مرکب طور پر استعمال ہو، تو اس سے مراد صرف مالیخو لیا مراقی ہوا کرتا ہے دگر ہیچ۔

تو ان حالات میں مرزا غلام احمد صاحب کو اس قید سے مستثنٰی قرار دینا بجائے خود یقیناً ماؤف الدماغی کا اعتراف ہے۔

اگر چہ کسی منصف مزاج عقل مند انسان کے لئے صرف یہی شہادات کافی ہیں مگر ہم جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کیلئے قادیانی تحریرات سے بھی چند اقتباس پیش کرتے ہیں جن میں لفظ مراق مفرد طور پر استعمال کیا گیا ہے مگر قائلین کی مراد اس سے مالیخو لیا مراقی ہے۔ اس امر پر سب سے پہلے مرزا صاحب قادیانی سے ہی دستخط کراتے ہیں ناظرین بغور سنیں

یہ بات تو بالکل جھوٹا منصوبہ یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔

(کتاب البریہ حاشیہ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

ڈاکٹر شاہ نواز صاحب مرزائی لکھتے ہیں؛

مرض مراق میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی وہسٹیریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات پر قابو نہیں رہتا (ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ملخصاً ص ۶)

منشی احمد حسین فرید آبادی مرزائی لکھتے ہیں:

میں نے قاضی عبد العزیز کا دعوی خلیفہ وقت پڑھا اور ہنس کر ٹال دیا کہ مراقی ہے (ملخصاً اخبار بدر ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۴)

پھر لکھا ہے:

بگوش ہوش بشنو اے مراقی ۔ بہ میخانہ نخواہی جام ساقی

(الفضل قادیان ۲۰۔ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۷)

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب لاہوری قلمی ہیں کہ قادیانی حضرات مونو لونیا میں گرفتار رہیں یہ غالباً مراق کا دوسرا نام ہے (ملخصاً پیغام صلح لاہور ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۴)

ناظرین کرام یہ وہ شہادات ہیں جن کی صحت سے کسی طرح بھی انکار کی

گنجائش نہیں۔ یہ ثبوت محض تھوڑا سا ہم نے پیش کیا ہے، ورنہ مختلف مضامین صرف اسی مقصد کے لئے درکار ہیں۔ تو کیا اس صورت میں کہا جا سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو مالیخولیا نہ تھا اور آپ صحیح الدماغ انسان تھے۔

ناظرین! اب ہم نے مرزائیوں کے اس اعتراض کا جواب دے کر اس بات کو پایہ ثبوت تک پہنچا دیا کہ مرزا صاحب قادیانی مالیخولیا کے مریض تھے اور کسی طرح بھی اپنے مالیخولیائی دعاوی کے مصداق نہیں ہو سکتے۔

مالیخولیائے مرزا کے متعلق تفصیلی مباحث تو میری کتاب مالیخولیائے مرزا میں درج ہیں، مگر میں مرزائیوں کے جملہ اعتراضات کو مختصراً عرض کر کے مختصر جوابات دیتا جاؤں گا۔ امید ہے ناظرین دلچسپی سے پڑھیں گے۔

مرزائی دوستو! اگر ڈاکٹر شاہنواز کے مجوزہ کلیہ کے ماتحت کسی جھوٹے نبی کی صداقت کی عمارت منہدم ہو سکتی ہے اور بیخ و بن سے اکھڑ سکتی ہے تو یقیناً ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی عمارت کو گرا دیا۔ آہ

منصور کو ہوا لب گویا پیام موت
اب کیا کسی کے عشق میں دعویٰ کرے کوئی

ڈاکٹر صاحب کا مجوزہ کلیہ قرآن کریم کا بھی مصدقہ ہے۔ آئندہ اقساط میں اسی کی تائید میں قرآنی اصول پیش کر کے بحث کروں گا۔ مگر چونکہ آپ کے نزدیک مرزائیوں کا مجوزہ اصول قرآنی اصول کی نسبت زیادہ معتمد اور قوی اور قابل اعتبار ہوتا ہے اور چونکہ آپ لوگ ہر قرآنی آیت یا حدیث مصطفیٰ کی ناجائز تاویلات سے اپنا پیچھا چھڑایا کرتے ہیں، اس واسطے میری زیادہ تر گفتگو مرزائی مسلمات کے ماتحت ہو گی انشاءاللہ تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

نوٹ: اگر میرے مسلمان دوستوں کو مرزائیوں کی جانب سے مالیخولیائے مرزا کے متعلق کوئی سوال ہو یا ہو چکا ہو تو براہ راست بذریعہ چٹھی ملفوف خاکسار کو بھیج دیں میں اسی سلسلہ میں جواب عرض کر دوں گا۔ انشاءاللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۸ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۳ ص ۹۔۱۰، ص ۱۴)

خلیفہ محمود قادیانی تخت خلافت سے معزول کیا گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا کی شان ابھی کل کی بات ہے کہ خلیفہ قادیان نے بزور اعلان کیا تھا کہ میری حکومت انگریزی حکومت سے بھی بڑی ہے، کیونکہ میں ہندوستان میں خلیفہ ہوں ۔ میں انگلستان میں، میں امریکہ میں، میں عراق میں، میں انگلستان میں، میں کابل اور ایران میں خدا کا خلیفہ ہوں۔

ہم ابھی اس اعلان پر غور ہی کررہے تھے کہ قادیانی امت کے جدید نبی مولوی فضل خان راولپنڈی کا اعلان اردو اور انگریزی زبان میں مطبوعہ ہمارے پاس پہنچا جس میں علاوہ چند باتوں کے مندرجہ ذیل فقرے بھی درج ہیں:

> جن لوگوں نے خاکسار کے ہاتھ پر بیعت کی ہے وہ اسکو منسوخ سمجھیں اور تااعلان ثانی میرے پاس کوئی نہ آئے حضرت مرزا محمود احمد صاحب کسی کو نوبت بنوبت پریذیڈنٹ مقرر کرکے تخت سے اتر پڑیں۔ جب تک نبی کریم کوئی جدید حکم نہ دیں، اپنے استعفا کا اعلان کردیں ۔ بپاس ہمدردی و ہم مشربی اور خدا تعالی کے تاکیدی حکم سے یہ باتیں آپ کو سنائی گئی ہیں تعمیل کریں۔ راقم: خاکسار المسمی فی الناس مولوی محمد فضل خان احمدی قادیایانی

(اشتہار موسومہ بہ خطرہ کا الارم ۹ نومبر ۱۹۳۴ء)

ہمارے خیال میں یہ اعلان بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ بڑے مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہوا ہے کہ جو شخص الہام سے بات کرے اس کو رد نہ کرنا چاہیے بلکہ بہت غور وفکر کرنا چاہیے۔ اس لئے ہم نے اس امر میں فکر کیا تو ہماری سمجھ میں یہی آیا کہ خلیفہ قادیان نے گورنمنٹ کے سامنے تکبر کیا اور علوشان دکھایا اس لئے وہ امان اللہ کی طرح تخت خلافت سے معزول کئے گئے۔

ترکی حکومت میں دستور تھا کہ سلطان کو تخت سلطنت پر بٹھانے والا شیخ

الاسلام ہوتا تھا، اور شیخ الاسلام کے فتوے ہی سے اتارا جاتا تھا۔مگر شیخ الاسلام کی ایک نبی کے سامنے کیا حیثیت ۔سلطان عبدالحمید شیخ الاسلام کے فتوے سے اتارے گئے ۔ قادیانی خلیفہ اپنی جماعت کے ایک نبی کے فتوے سے اتارا گیا۔ان دونوں میں بڑا فرق ہے شائد اس لئے کہ سلطان مذکور ایک دینی حاکم تھا اور خلیفہ قادیان روحانی مملکت کا سلطان ہے ۔اسی لئے مقدم الذکر کو معزول کرنے کے لئے معمولی شیخ الاسلام کا فتوی کافی ہوا، اور موخرالذکر کی معزولی ایک نبی کے حکم سے ہوئی ..

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۴ص ۵)

قادیانی دوورقہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

ایک اشتہار قادیان سے نکلا ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ کے حوالے سے مرزا صاحب متوفی کی سات پیش گوئیاں سچی بتائی گئی ہیں جن کی تفصیل یہ ہے :

۱۔میری طرف لوگوں کا رجوع ہوگا۔۲۔مجھے مالی مدد پہنچے گی ۔۳۔اتنے لوگ آئیں گے کہ سڑکیں ٹوٹ جائیں گی۔۴۔خدا میری حفاظت کرے گا۔۵۔ میری شہرت ہوگی ۶۔بسبب اژدہام تو (مرزا) ان سے بدخلقی کرے گا۔۷۔ میرے پاس آنے والوں میں سے کچھ لوگ اصحاب صفہ کہلائیں گے۔

یہ تو ایسی معمولی باتیں ہیں کہ ہر ایک دکاندار، ہر ایک مولوی واعظ مصنف کہا کرتا ہے کہ دنیا عنقریب میری قدر کرے گی، میری زندگی میں نہیں کرے گی تو بعد وفات ضرور کرے گی۔ ہاں بڑی قابل قدر اور اہمیت رکھنے والی پیش گوئی وہ ہے جو اپنی نظیر نہیں رکھتی ۔ہم مسلمانان دنیا بلکہ جملہ آدم اس کے وقوع کے منتظر ہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ وہی ایک پیش گوئی ہے جس کو پیش گوئی کہہ سکتے ہیں باقی تو اس شعر کی طرح ہیں :

دندان تو جملہ در دہان است
چشمان تو زیر ابروان است

ہاں وہ پیش گوئی ایسی ہے کہ ہم اس کو خود مرزا صاحب ہی کے الفاظ میں بیان کریں پس ناظرین بغور پڑھیں۔ مرزا صاحب متوفی لکھتے ہیں؛

هوالذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق واقطار میں پھیل جائے گا۔

(حاشیہ براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸)

ناظرین کرام! بات دوٹوک ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اگر مسیح موعود تھے تو یہ قرآنی اور مرزا صاحب کی تبیانی پیش گوئی کیوں سچی نہیں؟ کیا اسلام جمیع اطراف دنیا میں پھیل گیا؟ جہاں تک راستی اور صداقت کا تعلق ہے یہی جواب ہے کہ نہیں پھیلا بلکہ پہلے سے بھی کم ہوگیا۔ اس بدیہی بات سے کوئی انکار نہیں کرسکتا چونکہ یہ کام نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو پھر مرزا صاحب کو مسیح موعود کہنا بجز اس مصرعہ کے کیا معنی رکھتا ہے:

پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۴ ص ۶)

میدان مناظرہ میں حق کی فتح

جناب مطیع الرحمان سکرٹری ینگ مسلم کلب حسینا لکھتے ہیں:

کسی کو گمان تھا کہ حکیم خلیل حسین مرزائی مبلغ جماعت اس طرح مسلمانوں کے ہاتھ نیچا دیکھے گا۔ ۲۱ اکتوبر ۱۹۳۴ء کی بات ہے کہ موضع حسینا صالح چک تھانہ بلیا ضلع مونگیر میں آئے دن کی مرزائیوں کی شرارت دیکھ کر مسلمانوں نے للکارا کہ آؤ میدان مباحثہ میں آؤ تمہارے مقرر کردہ نبی مرزا قادیانی کی حقیقت کھولیں تم صفائی پیش کرو۔ بہت حیلہ وٹال مٹول کے بعد مرزائی جماعت نے حکیم خلیل مونگیری کو پیش کیا مسلمانوں کی

طرف سے مولوی انور صاحب پروفیسر آگے بڑھے مولوی اظہر حسین صاحب مختار رئیس حسینا کو مرزائیوں نے صدر منتخب کیا صدر صاحب نے مرزائی جماعت کو مخاطب کرتے ہوئے کہا کہ: اگر آپ ان اعتراضوں کا جواب مطابق قرآن و حدیث وحقیقت حال دے دیں گے تو میں آپ کے اعتقاد کا ہو جاؤں گا۔

گفتگو چار پانچ گھنٹے تک رہی دوران گفتگو مبلغ جماعت احمدیہ نے بارہا شان رسول اللہ ﷺ پر حملہ کیا بلکہ گالیاں دے کر مجمع کو مشتعل کر کے جان بچانی چاہی لیکن آفرین ہے مسلمانوں کے صبر پر۔ اس صبر آزما موقع پر بھی پرسکون رہے حاضرین جلسہ نے دیکھ لیا کہ تائید حق کس کی طرف تھی صدر صاحب نے اخیر میں اپنا فیصلہ سنایا:

حکیم خلیل مونگیری سے باوجود ان کی لسانی و چرب زبانی وایکٹنگ کے مولوی انور صاحب کے سوالوں کا جو نہایت سیدھے سادے اور صاف تھے ایک کا بھی جواب نہیں چل سکا۔ خود مرزائی جماعت کے مبلغ نے اپنی فرودگاہ پر اعتراضوں کے لاجواب ہونے کا اعتراف کیا۔ منجملہ اور اعتراضات کے ذیل کے دو اعتراض نمونتاً پیش نظر ہیں جس کے جواب دینے میں مرزائی مبلغ نے اپنی مجبوری ولاچاری ظاہر کی۔

۱۔ مولوی انور صاحب نے کتاب دکھاتے ہوئے اعتراض کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتاب اربعین وتحفہ گولڑویہ میں یہ لکھا ہے کہ

قرآن کریم واحادیث میں درج ہے کہ جب مسیح موعود آئیں گے تو علماء اسلام ان پر کفر اور قتل کا فتوی دیں گے۔ وغیرہ۔

مولوی انور صاحب نے مرزائی مبلغ کو چیلنج دیا کہ قرآن یا حدیث میں یہ پیش گوئی دکھاؤ حکیم صاحب نے کہا اگرچہ قرآن کریم واحادیث میں یہ پیش گوئی نہیں ہے، تاہم اشارہ موجود ہے۔ اگر مان بھی لیا جائے کہ مرزا صاحب نے جھوٹ وافتراء کیا تو بھی ان کی شان نبوت میں کوئی فرق نہیں آسکتا کیونکہ نبی تین جھوٹ تک بول سکتا ہے۔

۲۔ مولوی انور صاحب نے خود یہ دیکھ کر اور کتاب دکھا کر بتایا کہ مرزا صاحب کی تحریر ہے کہ احادیث میں پیش گوئی ہے کہ جس وقت مسیح آئیں گے اس وقت طاعون ہو گا اور حج روکا جائے گا۔ مولوی صاحب نے حکیم صاحب کو للکارا کہ کسی حدیث میں یہ پیش گوئی دکھاؤ۔ حکیم صاحب نے اپنی مجبوری سے بیان کیا کہ ہم نہیں دکھا سکتے۔ فقط

راقم: مطیع الرحمان سکرٹری ینگ مسلم کلب حسینا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

تعجب ہے کہ آپ کے سامنے مرزائی مناظر خاموش رہے۔ان کی تو عادت ہے کہ دو ضرب دو، پانچ منہ سے نکل جائے،تب بھی خاموش نہیں رہا کرتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۵ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۴ ص ۶۔۷)

مرزائیوں کی تعداد باوجود کوشش کے کم ہو رہی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری معاصر جماعت احمدیہ بڑے فخر سے کہا کرتی ہے کہ ہم دن بدن بڑھ رہے ہیں، یہ بڑھنا ہی ہماری سچائی کی دلیل ہے۔مگر واقعہ یہ ہے کہ چندروز میں نصف تک آ گئے ہیں۔ یہ بھی ان کے اپنے بیان کے بموجب، ورنہ اصل حساب لگایا جائے تو نصف کیا ربع سے بھی کم ہو گئے ہیں۔

۱۹۲۲ء میں جب شاہزادہ ویلز (ولی عہد شاہ انگلستان) ہندوستان میں آئے تو جماعت احمدیہ کے چالیس چیدہ افراد نے ان کے سامنے ایک معروضہ پیش کیا۔ان چالیس افراد میں خاندان رسالت قادیان کے اعیان کے علاوہ سکندرآباد کے حاجی عبد اللہ الہ دین، میاں محمد علی خان رئیس مالیرکوٹلہ چوہدری ظفراللہ خان وغیرہ بھی شریک تھے اس معروضہ میں سلسلہ احمدیہ کے حالات بیان کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

> ہمارا اندازہ ہے کہ دنیا میں نصف ملین (پانچ لاکھ) کے قریب نفوس جماعت میں شامل ہیں۔ (ص ۹۷)

یہ ایک مطبوعہ کتاب (تحفہ شاہزادہ ویلز) کی عبارت ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ افراد مرزائیہ کی تعداد ۱۹۲۲ء میں پانچ لاکھ تھے۔ بہت خوب!

اس کی نقیض:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ۲ نومبر ۱۹۳۴ء کو خطبہ جمعہ میں کہا:

ا۔ ہماری جماعت گورنمنٹ کی مردم شماری کی رو سے پنجاب میں ۵۶ ہزار ہے۔
۲۔ اگر سارے ہندوستان کو مدنظر رکھتے ہوئے اسے دو گنا بھی کر لیا جائے تو (ایک لاکھ بارہ ہزار ہوں گے)۔۳۔ اگر ہمارے اندازے کے مطابق ہندوستان میں جماعت (احمدیہ) کو اڑھائی تین لاکھ سمجھ لیا جائے تب بھی (اتنے قلیل تعداد) کیا کر سکتے ہیں۔

(الفضل قادیان ۱۱ نومبر ۱۹۳۴ء ص ۵)

ہم نے بغرض وضاحت نمبر لگا دیئے ہیں چونکہ پنجاب ان کا مخرج ہے لازمی ہے کہ یہاں زیادہ ہوں۔ سارے پنجاب میں ۵۶ ہزار ہوئے۔ خلیفہ قادیان اخفاء واقعات کر کے سارے ہندوستان کی سرکاری رپورٹ کا حوالہ نہیں دیتے۔ بجائے اسکے اندازاً پنجاب کے شمار کو بزعم خود ڈبل کرتے ہیں، تو کل ایک لاکھ بارہ ہزار ہوتے ہیں۔ اس کے بعد دور کی سوجھتی ہے تو زبانی ترقی کر کے تین لاکھ تک چھلانگ مار جاتے ہیں۔ مگر تحفہ شاہزادہ ویلز کی عبارت پھر بھول جاتے ہیں جس میں فخریہ پانچ لاکھ بتا چکے ہیں۔
فیصلہ۔ ہم دونوں بیانوں کو صحیح سمجھ کر مجمل نتیجہ نکالتے ہیں کہ امت مرزائیہ دن بدن کم ہو رہی ہے۔ کوئی ہے؟ کہ ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کو یا نتیجہ کو غلط ثابت کرے۔
نوٹ: اس کمی تعداد کا معقول جواب سیکھنا ہو تو پانچ سیر لڈو بدست سہ صدی دوست دفتر اہل حدیث امرتسر بھیج دیں مگر جس دکان سے ہم کہیں، کیوں: اس لئے کہ:

ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۲ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۵ ص ۵)

شیطان اور قادیان

جناب احمد علی صاحب ریاست رامپور کوچہ قاضی سے لکھتے ہیں:
قارئین اہل حدیث کو یاد ہوگا کہ جو کچھ اہل حدیث اور احمدی حضرات میں بعنوان شیطان ملعون اور مرزا صاحب قادیانی مدفون، تقاریر کا سلسلہ جاری رہا ہے جس کو میں حضوری ذہن کے واسطے پھر ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تا کہ آئندہ میرا سلسلہ کلام صحیح طور پر سمجھ میں آ سکے۔ ۲۲ جولائی ۱۹۳۴ء کے الفضل میں ایک یورپین کا قول

نقل کر کے بتلایا گیا تھا کہ جس زمانے میں شیطان اپنے تمام ساز وسامان سے حملہ کرے گا وہ یہی زمانہ ہے۔

اس پر اخبار اہل حدیث امرتسر نے یہ اعتراض کیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو شیطان کو قتل کر چکے ہیں جس طرح کہ ان کی تحریر سے ثابت ہے ۔پھر یہ تمام عالم کیوں گمراہی میں مبتلا ہے۔

اس کے جواب میں الفضل نے جواباً یہ مضمون شائع کیا تھا کہ قتل شیطان سے یہ مراد نہیں کہ تلوار لے کر اس کا گلہ کاٹ دیا جائے کیونکہ شیطان کوئی مادی چیز نہیں ..الخ بلکہ قتل شیطان سے یہ مطلب ہے کہ لوگوں کو اس کے اثرات نہ قبول کرنے کے قابل بنا دیا جائے شیطنت اور ناپاکی سے علیحدہ کر کے قرب الٰہی کے حصول اور افضال خداوندی کے مورد بننے کی اہلیت پیدا کر دی جائے۔

پھر اہل حدیث نے ۱۴ستمبر کے پرچہ میں اس تاویل کی تردید کر دی تھی لیکن ۳۰ستمبر ۱۹۳۴ء کے الفضل میں اڈیٹر الفضل نے پھر اہل حدیث پر کھسیانہ حملہ کیا جس کا خلاصہ ہدیہ ناظرین ہے کہ مولوی صاحب کو ہم نے قتل شیطان کے معنی بتا دیئے تھے لیکن ان کی سمجھ میں نہیں آئے ۔لکھتا ہے:

> اب ہم مزید توضیح سے پھر لکھتے ہیں تا کہ مولوی صاحب خوب سمجھ لیں جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ قتل شیطان سے مراد یہ قطعاً نہیں کہ دنیا سے شرارت اور ضلالت کا نام نشان مٹ جائے اس کا مطلب صرف یہی ہے کہ جو لوگ آپ (مرزا) کے دامن کے ساتھ وابستگی پیدا کریں ان کے اندر شیطنت کے اثر سے محفوظ رہنے کی اہلیت پیدا کر دی جائے استفادہ کے لئے تعلق از بس ضروری ہے جو لوگ آپ کے ساتھ مخلصانہ اور عقید تمندانہ تعلق پیدا نہیں کرتے ان کے لئے اس کی موت کبھی وارد نہیں ہوسکتی۔

جناب احمد علی صاحب کہتے ہیں:

الف: اچھا الفضل صاحب اہل حدیث کی طرح ہم بھی اس تاویل کو تسلیم کرتے ہیں لیکن آپ یہ فرمائیے کہ آپ کی تاویلی عبارت مرزا صاحب کے قول کے مطابق ہے یا نہیں۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی کی بنا پر عبارت اس طرح

ہونی چاہیے۔
قتل انسان سے مرا دلوگوں میں فلاں فلاں امور کی اہلیت پیدا کرنی تھی لہذا مرزا صاحب کے دست مبارک سے پیدا ہوگئی۔

اب اس صورت میں الفضل ہی ٹھنڈے دل سے دیکھ لے کہ مرزا صاحب کے ہاتھوں پیدا ہوئی یا نہیں۔آیا مخلصین احمدی حضرات دغا بازی فریبی دھوکے باز ظالم لوگوں کا مال ظلم سے مار لینے والے مزدوروں کی مزدوری ملازمین کی تنخواہوں کو غبن کر لینے والے ہیں یا نہیں۔ میں تو مرزا صاحب کے صحبت یافتہ لوگوں میں آپ کے تاویل کردہ امر کے خلاف اپنے تمام بیان کردہ امور دیکھ رہا ہوں آپ اپنے آپ میں خود ہی دیکھئے اور اپنی اس عبارت کو بھی پیش نظر رکھئے۔

ب۔ اور الفضل نے تاویل کر کے مرزا صاحب کی ہمدردی نہیں کی بلکہ ان کے مقصود پر پانی پھیر دیا ہے ان کی آرزو کو ملیا میٹ کر دیا۔مرزا صاحب کا مقصود تو یہ ہے کہ اپنی افضلیت دیگر تمام انبیاء پر ثابت کریں کہ جو کام اور نبیوں سے نہ ہو سکا ہے وہ مرزا صاحب کے ہاتھ سے ہوا۔لیکن جب قتل شیطان کے معنی یہ ہے کہ انسانوں میں شیطنت سے بچنے اور افضال خداوندی کے مورد بننے کی ان میں اہلیت پیدا کر دی جائے تو آفرینش عالم سے لے کر تمام انبیاء کی بعثت سے غرض وغایت یہی ہے کہ ابن آدم میں اس امر کی صلاحیت پیدا کریں جس سے مواعید الٰہی کے حصول کے اہل ہوں تمام نبیوں نے اس کی تعلیم دی ہے پھر اس سے مرزا صاحب کی کون سی افضلیت باقی رہی اور مرزا صاحب کا فرمان کہ شیطان کسی نبی سے قتل نہ ہوا اسکا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ میرے ہاتھ سے قتل ہو، کیا معنی رکھتا ہے بلکہ مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ شیطان کسی نبی سے قتل نہیں ہوا اس امر کا مقتضی ہے کہ کسی نبی نے تبلیغ کا حق ادا نہیں کیا اور حکم خدا وندی کی تکمیل نہیں کی (نعوذ باللہ)

مختصر یہ کہ مرزا صاحب تشریف لائے شیطان کو قتل بھی کیا مگر وہ زندہ رہا جس پر یہ کہنا بے جا نہیں:

آئے بھی اور چلے گئے دن بہار کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۲ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۵ ص ۲)

محمدی بیگم کے نکاح کی جدید تشریح

(ایک جدید نبی کے قلم سے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہوشیار پور (پنجاب) میں ایک شخص مرزا احمد بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کی برادری میں سے تھا۔ اس کی لڑکی کا نام محمدی بیگم تھا۔ مرزا صاحب نے لڑکی کے والد سے نکاح کی درخواست کی تھی آپ پچاس سال سے متجاوز تھے اور وہ چھوکری تھی (آئینہ کمالات اسلام)۔ لڑکی کے والد نے نہ مانا۔ آپ نے بذریعہ الہام ان پر دباؤ ڈالا کہ اگر اور جگہ اس کا نکاح ہوا، تو لڑکی کا والد اور خاوند (ہردو)، تین سال کے عرصہ میں مر جائیں گے آخر کار وہ لڑکی بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے گی۔

اولیاء دلہن اس دھمکی میں بھی نہ آئے یہاں تک کہ قادیانی مرزا جی دنیا سے رخصت ہو گئے اور آسمانی نکاح ظہور پذیر نہ ہوا۔ اس پیش گوئی نے قادیانی امت کو سخت پریشان کر رکھا تھا آخر بحکم جوئندہ یابندہ ان کو کامیابی ہوگئی۔

امت مرزا میں اس وقت دو گروہ مشہور ہیں۔ ایک قادیانی دوسرا لاہوری۔ چونکہ اس پیش گوئی کی زد میں مرزا جی کی ذات پر پڑتی تھی اس لئے یہ تکلیف دونوں میں برابر تقسیم ہوتی تھی۔ اس کے جواب کی تلاش میں لاہوری پارٹی پہلے کامیاب ہو چکی ہے چنانچہ اس پارٹی کے ایک اعلی رکن ڈاکٹر بشارت احمد نے بڑی محنت سے جواب پا لیا تھا جس سے پبلک کو خاموش کر دیا تھا۔

یہ تو ایک ڈاکٹر کا ذکر ہے جو نہ نبی ہے نہ الہامی۔ دوسرا جواب ایک نبی کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

قادیان میں آج کل ایک شخص احمد نور کابلی ہے جو بظاہر ذکر الٰہی میں مشغول رہتا ہے اس نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان ایک رسالہ صورت میں کیا ہے جس کا نام حقیقۃ الرسالت، ہے۔ اس پر تاریخ اشاعت ۹ نومبر ۱۹۳۴ء لکھی ہے۔ اس کے

شروع میں اپنی رسالت کا اظہار یوں کیا ہے:

اے پیغمبر احمد نور رسول اللہ تم قرآنی آدمی ہو تم کو قرآن دیا جاتا ہے۔

تم قرآن کے اتم مظہر ہو (ص ۲)

اس جدید نبی نے بھی محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے۔ ہم ان دونوں ڈاکٹر بشارت احمد اور نبی جدید (احمد نور) کے بیانات نقل کرتے ہیں۔ بغرض تفہیم پہلے دونوں کا خلاصہ بتاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ محمدی بیگم سے مراد عیسائی قوم ہے اور نکاح مرزا سے مراد مرزا صاحب کا ان پر غلبہ ہے جو بذریعہ دلائل قاہرہ مرزا صاحب قادیانی کو عیسائی قوم پر حاصل ہوا تھا، یہی نکاح ہے۔

جدید نبی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

محمدی بیگم سے مراد امت محمدیہ ہے۔ جتنا حصہ امت محمدیہ کا مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہے وہ مرزا صاحب کے نکاح میں آ گیا۔ اس نکاح سے دولڑ کے پیدا ہوئے ہیں، نطفہ سے خلیفہ محمود، روحانی اثر سے احمد نور جدید نبی۔

اب ہم ان دونوں بیانوں کو خود ان کے متکلموں کے الفاظ میں ہو بہو نقل کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے پڑھیں اور حظ اٹھائیں:

ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری کا کہنا ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بڑا زور اس آسمانی نکاح پر دیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہمارے ان پیش نظر الہامات کی بنا پر تو تھا نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور دکھایا گیا ہوگا۔ سو ظاہر ہے کہ وہ آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور مامور من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا، ایک معمولی عورت سے نہیں ہوسکتا۔ صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا تو نہ ہو۔ آج واقعات حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم ہر روز اسی دولہا کی برات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں ایسی اعلیٰ شان کی محمدی بیگم کی تزویج جس

خوش قسمت کے ساتھ ہواس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا۔ثناء اللہ امرتسری) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا ہمیں ایک گھوڑا ملے گا وہ تو نہ ملا حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جس کا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود (مرزا) فرماتے ہیں:

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من نہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے یتزوج و یولد لہ کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے، ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود سے اللہ تعالی کسی عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا..الخ

(پیغام صلح لاہور۔۲ جولائی ۱۹۲۴ء ص ۳۔۴)

احمد نور جدید نبی قادیان کا کہنا ہے

خدا کی گواہی بذریعہ مسیح موعود۔محمدی بیگم کا نکاح آسمان میں پڑھا گیا قوم پر خدا نے کس رنگ میں پورا کیا مگر آج احمدی قوم کو بتلا رہا ہے مشاہدہ کراتا ہے۔ غور کرو مسیح موعود کے وقت محمدی بیگم آنخضرت کی امت مراد تھی جو آنخضرت کی روحانی بیوی تھی جو حصہ محمدی بیگم کا ابن مریم کے نکاح میں آیا اس حصہ سے محمد نام لڑکا پیدا ہوا (یہ جدید نبی اپنے آپ کو محمد، روحانی ولد، لکھتا ہے اسی طرف اشارہ ہے۔ثناء اللہ) آسمان میں نکاح ہوا اسلیئے روحانی نطفہ قرآن سے پیدا کیا گیا آسمان سے ہی نازل ہوا ابن مریم کو دولڑکوں کی بشارت تھی نام آپ کو محمود بتایا گیا۔سو خدا نے دونوں پورے کئے ایک ظاہری نطفہ سے اور ایک روحانی نطفہ سے۔مگر قوم کے لئے مبارک وہ جو آسمان سے آیا ہے جو تین

کو چار کرنے والا ہے۔ تین موجود ہیں کہ چوتھا آ گیا۔ یہ اس لئے کہ تا محمدی قوم کیلئے بھی امام ہو کہ وہ امام مہدی ہے۔ عاجز آنحضرت کی قوم اور امت سے بھی ہے اور ان لوگوں سے ہے جو مومن منکوحہ ابن مریم کے ہو چکے تھے (رسالہ حقیقت الرسالت ص ۱۷)

کیسی عمدہ تاویل ہے اور کیسی اچھی تفسیر ہے غالباً اب کوئی مخالف سے مخالف بھی چوں چرا نہیں کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہے گا کہ شیخ چلی اور ملا پیازہ ابھی زندہ ہیں۔ سو یہ کوئی عیب نہیں، باکمال لوگ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں: ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۶ ص ۴۔۶)

خلیفہ قادیان سے دردمندانہ اپیل

مفتی محمد صادق صاحب نے احمدیہ ایشیا ٹک کمپنی کے نام سے ایک کمپنی کھولی تھی۔ میں نے ہندوستانی اور مسلمان بھائی سمجھ کر مبلغ نو ساٹھ روپئہ کا مال بھیج دیا تھا جس میں سے مجھ کو ایک پائی بھی وصول نہیں ہوئی۔ اس مطلب کے لئے آپ سے گفتگو کے لئے قادیان گیا مگر یار لوگوں نے رسائی نہ ہونے دی۔ پھر دار القضا میں فیصلہ کرانا چاہا مگر جواب ملا کہ تم غیر ہو ہم فیصلہ نہیں کر سکتے۔ اب مجبوراً میں آپ کو بذریعہ اخبار اہل حدیث توجہ دلاتا ہوں کہ آپ میرے اس معاملہ کو سمجھ کر صحیح فیصلہ کر کے مشکور فرماویں۔

راقم: انتظام علی برائے علی حسین اینڈ سنز جنرل مرچینٹس سہارن پور۔ یو پی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۶ ص ۱۴)

آریہ سماج نے تمام ہند میں روشنی پھیلا دی ہے؟

(سوامی دیانند اور مرزا صاحب قادیانی)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک سرخی ہے جو آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسہ میں لالہ ہنسراج کی تقریر پر اخبار پرتاپ میں رکھی گئی ہے۔

لالہ صاحب موصوف اس وقت پنجاب کے آریوں میں ایک بڑی شخصیت رکھتے ہیں اسی لئے آپ کو مہاتما ہنسراج کہا جاتا ہے۔ آپ نے لاہور کے جلسہ آریہ

سماج میں جو گذشتہ ماہ نومبر میں ہوا ہے ایک تقریر کی تھی جس میں آریہ سماج کی تعلیمی کامیابی اور کامیابی کے بعد دھرم میں کمزوری کا ذکر کیا ہے۔

یہ سرخی دیکھ کر ہمارا خیال ہوا کہ ہم واقعات کی روشنی میں اس سرخی کو جانیں کچھ شک نہیں کہ ہمارے ملک میں یہ دو بزرگ (سوامی جی و مرزا جی) بہت بلند پایہ گذرے ہیں ان دونوں صاحبوں کا دعویٰ تھا کہ ہندوستان میں مذہبی حیثیت سے جو ظلمت آرہی ہے ہم اس کو دور کر دیں گے۔

سوامی جی ۱۸۸۳ء میں فوت ہوئے جسے آج اکاون سال ہوتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے جسے آج ۲۶ سال ہوئے ہیں۔ باوجود اس کے ہندوستان میں مذہبی حیثیت سے کیا تبدیلی ہوئی۔ ہم اس کا جواب اپنے لفظوں میں دینے کی بجائے ناظرین کو صرف یہ کہتے ہیں کہ وہ بنارس اور اجدھیا میں جا کر مندروں کے باہر بیٹھ کر دیکھیں کیا ہو رہا ہے۔ ایسا معلوم ہوگا کہ یہاں کسی قسم کی روشنی آئی ہی نہیں، بلکہ یہاں خدائے بزرگ و برتر کی حکومت ہی نہیں۔

میں نے بنارس کے شہر میں پھر کر غور کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان دونوں صاحبوں نے ہندوستان میں کوئی اصلاح نہیں کی۔ آج ان کے پیرو امرتسر اور لاہور میں چند آریہ اور قادیانی ادھر ادھر پھرتے اور بولتے دیکھے اور سنے جاتے ہیں تو بس یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے ہندوستان میں علمی روشنی پھیلا دی چنانچہ لالہ ہنسراج کی تقریر کے چند فقرات یہ ہیں:

> میں نہیں مانتا کہ آریہ سماج کے کالج اور سکولوں نے کام نہیں کیا۔ لڑکوں نے آریہ سماج کے خیالات لئے، نمستے کا شبد عام ہو گیا۔
>
> یہ ایک ایسا ڈیموکریٹک (جمہوری) لفظ ہے جو اونچ نیچ کو مٹاتا ہے اور جن لوگوں کے لڑکے یہاں پڑھتے ہیں ان پر بھی آریہ سماج کا اثر ہوا۔
>
> آریہ سماج نے ہندو جاتی کی بھی سیوا کی۔ آریہ سماج نے پرچار کے لئے ان سکولوں کی وجہ سے ایک وسیع میدان پیدا ہو گیا۔ اور آج دہلی کراچی اور دیگر سب جگہوں پر کام ہو رہا ہے اور انہی کالجوں کی بدولت ایسا کام ہو رہا ہے کہ گورنمنٹ کالجوں کو بھی مات کر دیا۔ تعلیم پھیلنے کی وجہ سے ہندوؤں کی

اقتصادی حالت بہت بلند ہوگئی اور ان کالجوں نے ہندو جاتی کی بہت سیوا کی۔ (پرتاپ لاہور ۲۸ نومبر ۱۹۳۴ء ص ۱۳)

کس قدر اصل مطلب سے غفلت ہے مندروں کی تعمیر، بتوں کی پرستش بدستور، بداخلاقی بدستور، دغا فریب جھوٹ داخل کمال۔ اس پر بھی لالہ صاحب آریہ سماج کی کامیابی کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ نمستے جاری ہوگیا۔ اللہ اکبر!

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

کامیابی کی مثال سننا چاہو تو سنو:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلادی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغا م حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نا م حق سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۷ ص ۴۔۵)

چودھویں صدی کا مجدد کون ہے

(ایک نامہ نگار کے قلم سے)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تین عہدے لئے تھے۔ مجدد، مہدی اور مسیح موعود۔ خدا کی شان ان تینوں میں سے ایک میں بھی کامیاب نہیں ہوئے۔

مجدد کا کام اصلاح ہے۔ امت مسلمہ جیسی پہلے خراب تھی اب بھی ویسی بلکہ زیادہ خراب ہے۔

مہدی کا عہدہ ہدایت دینا تھا، اس سے بھی امت مسلمہ خالی رہی۔

مسیح موعود کا کام تو ساری دنیا میں اسلام پھیلانا تھا (براہین احمدیہ ص ۴۹۹)۔ وہ

تو جیسا ہوا نمایاں ہے۔ مجدد کے فرض اور اس کی ادائیگی کے متعلق مندرجہ ذیل مضمون پڑھیئے (مدیر اہل حدیث امرتسر)

عن عمر و بن عو ف قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ان الدین لیارز الی الحجاز کما تازر الحیة الی جحر ھا و لیعقلن الدین من الحجاز ا لا رویّة من ر أس الجبل ان الدین بد أ غریباً و سیعود کما بد أ فطو بی للغر باء و ھم الذین یصلحو ن ما افسد الناس من بعدی من سنتی۔ رواہ التر مذی

(مشکوۃ۔ با ب ا لاعتصا م بالکتا ب و السنة)

ترجمہ: حضرت عمرو بن عوف سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تحقیق دین (اسلام) البتہ حجاز کی طرف لوٹ آئے گا جیسے کہ سانپ اپنی بل کی طرف لوٹ آتا ہے اور دین (اسلام) حجاز کی طرف ایسا لپٹ جائے گا جیسا کہ پہاڑی بکری پہاڑی کی چوٹی سے لپٹی رہتی ہے تحقیق دین (اسلام) مسافرانہ حالت میں شروع ہوا اور عنقریب پھر اسی حالت پر آ جائے گا جیسا کہ شروع ہوا۔ پس مسافروں سے جیسے اکے دکے مسلمانوں کے لئے خوش خبری ہو اور وہ، وہ لوگ ہیں جو ان خرابیوں کی اصلاح کر دیں گے جو کہ لوگوں نے میری سنت میں ڈال دی ہوں گی۔ اسے ترمذی نے روایت کیا۔

اس روایت کے الفاظ بالکل واضح اور صاف ہیں مزید تشریح کے محتاج نہیں اب یہاں صرف یہ دیکھنا ہے کہ کیا رسول اللہ ﷺ نے جو پیش گوئی کی ہے پوری ہو گئی ہے یا نہیں؟ اور دوسرے جو غرباء کی تشریح کی ہے وہ بھی پوری ہو چکی ہے یا نہیں؟ آؤ دنیا کی تاریخ سے میں سے موجودہ صدی کے واقعات اور حالات پر نظر ڈالیں اور پھر دیکھیں کہ یہ پیش گوئی اور غرباء کی تعریف کس طرح روز روشن کی طرح سچ نکلیں۔

سب سے پہلے ہم دین اسلام کے حجاز میں واپس چلے جانے کے متعلق دیکھتے ہیں تو ہمیں صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہاں واقعی جیسا کہ آج اس چودھویں صدی کے اندر حجاز میں حقیقی اسلام پایا جاتا ہے ویسا دنیا کے کسی ملک، کسی شہر کسی گاؤں اور کسی گوشے میں دیکھنے میں نہیں آتا ہم دیکھتے ہیں کہ حجاز میں اسلامی حدیں جاری ہیں چور راہزن اور قاتل غرض ہر مجرم کے لئے وہاں شرعی سزائیں مقرر ہیں۔

نماز روزہ زکوۃ اور حج غرض تمام اسلامی احکام کی پابندی راعی اور رعایا سب کے لئے ضروری ہے حتی کہ جب اذان ہو جاتی ہے تو ہر ایک کو مسجد میں جا کر نماز باجماعت ادا کرنی پڑتی ہے اسلامی احکام اور حدود کی پابندی کا نتیجہ یہ ہے کہ وہاں اب ہر طرح کا امن وامان ہے اور کسی کی مجال نہیں کہ کوئی کسی کی طرف نظر بد اٹھا نہ دیکھ سکے یا کوئی چیز چرا سکے یا کسی کو کسی قسم کا گزند پہنچا سکے۔

اب ہم غرباء کی تعریف کو لیتے ہیں تو وہاں بھی ہم اپنے رسول اکرم محمد ﷺ کے ہر لفظ کو حرف بحرف صحیح اور سچا پاتے ہیں خانہ کعبہ میں صرف ایک ہی جگہ مقام ابراہیم و اتخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلی (بقرہ) (اور مقام ابراہیم کو نماز پڑھنے کی جگہ بناؤ) ہمارے لئے مصلی مقرر کی گئی لیکن بعد میں لوگوں نے چار مصلے مقرر کر دیئے اب پھر خدا کے فضل سے اس چودھویں صدی میں وہی و اتخذوا من مقا م ابرا ھیم مصلی کے ماتحت پھر ایک ہی مصلی مقام ابراہیم کو بنا دیا گیا ہے

قبروں کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے حضرت علیؓ سے فرمایا:

ان لا تد عی تمثالًا الّا طمسته و لا قبراً مشر فاً الّا سو یته

(رواہ مسلم) (جو تصویر دیکھے اسے مٹا دے اور جو اونچی قبر دیکھے اسے برابر کر دے یعنی ایک بالشت سے زیادہ اونچا نہ رہے)

چنانچہ آج چودھویں صدی میں ہم دیکھتے ہیں کہ حجاز میں ایسا ہی کیا گیا ہے کہ قبروں کو ایک بالشت اونچا رکھا گیا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ غیر مسلموں کے لئے قرآنی نص فلا یقر بوا المسجد الحرا م بعد عا مھم ھذا (توبہ) (اس سال کے بعد غیر مسلم خانہ کعبہ کے نزدیک پھٹکنے بھی نہ پائیں)

اور وصیت پیغمبر یا خر جوا الیھود و النصاری من جزیرۃ العرب (حدیث) (یہودیوں اور عیسائیوں کو عرب سے نکال دو)

کے مطابق حرم میں ہر قسم کا آنا جانا بالکل ممنوع تھا۔ لیکن صدیوں سے یہ احکام پس پشت ڈال کر غیر مسلموں کو حرم میں آنے جانے کی اجازت رہی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جنگ یورپ میں شریف مکہ نے غیر مسلموں سے ساز باز کر لی۔ اور غیر مسلموں کو کھلے بندوں حرم میں آنے کی صرف اجازت ہی نہیں دی بلکہ ان کے زیر

اثر حکومت کرنے لگ پڑے۔ انا للہ و انا الیہ راجعون

آخر خدائی غیرت نے جوش مارا اور اس نے اپنے خاص بندے بھیج کر حرم کو غیر مسلموں سے بالکل پاک و صاف کرا دیا اور اسلام جو کس مپرسی کی حالت میں دیار غیر میں دھکے کھا رہا تھا اسے پھر مرکز اسلام میں واپس لا کر قرن اول کی طرح عظمت بخشی۔ اور آج اس چودھویں صدی میں وہ پھر صدر اول کی طرح بڑی آب و تاب سے چمک رہا ہے اور دنیا کی نظروں کو خیرہ کر رہا ہے

اب شاید بعض سطحی نگاہ سے دیکھنے والے یہ کہہ اٹھیں کہ مسلمان دوسرے ممالک میں بھی پائے جاتے ہیں اور حسب استطاعت اسلامی احکام کی پابندی کرتے ہیں اس لئے حجاز میں جو اسلام پایا جاتا ہے اس میں کون سی فضیلت پائی جاتی ہے؟ سو عرض ہے کہ اس سے انکار نہیں کہ دوسرے ممالک میں بھی مسلمان پائے جاتے ہیں اور حسب استطاعت اسلامی احکام کی پابندی کرتے ہیں لیکن ہم یہاں یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ حجازی اسلام اور دوسرے ممالک کے اسلام میں کیا فرق ہے؟

حجاز کے سلطان اور اس کی رعیت کو اللہ نے یہ توفیق بخشی ہے کہ وہ ہر برائی کو ہاتھوں سے دور کرتے ہیں جو کہ سب سے اعلیٰ درجہ ہے اور ہم دوسرے ممالک کے لوگ یا تو زبانی برائی کرنے سے منع کرتے ہیں یا دل سے برا جانتے ہیں اور یہ نچلے درجے ہیں کما قال رسول اللہ ﷺ

من رأى منكم منكراً فليغيره بيده فا ن لم يستطع فبلسا نه فان لم يستطع فبقلبه و ذ لك ا ضعف ا لا يما ن ۔رواہ مسلم

(جو شخص تم میں سے کوئی برا کام دیکھے چاہیے کہ اسے اپنے ہاتھ سے روک دے۔ اگر ہاتھ سے روکنے کی طاقت نہیں رکھتا تو اپنی زبان سے روک دے اگر زبان سے روکنے کی بھی طاقت نہیں رکھتا تو اپنے دل سے ہی برا جانے۔ اور یہ آخری درجہ سب سے کمزور ایمان کی نشانی ہے)

اس پر شواہد لینے کے لئے دور جانے کی ضرورت نہیں ہے۔ ۱۹۱۴ء میں جنگ یورپ چھڑی ہے اور ترکوں نے جرمنوں کا ساتھ دیا ہے تو سب کو معلوم ہے کہ شریف مکہ نے ترکوں سے بغاوت کی اور عیسائیوں کی مدد لی۔ اس وقت ہندوستان اور دیگر ممالک کے مسلمان بہتیرا ہی زبانی چیختے اور چلاتے رہے کہ شریف مکہ نے ظلم کیا ہے کہ

کیوں اس نے عیسائیوں سے ساز باز کی ہے اور انہیں کھلم کھلا حرم میں آنے کی اجازت دے رکھی ہے۔ لیکن نتیجہ سب کو معلوم ہے کہ کچھ پرواہ نہ کی گئی اور شریف نے اپنا مسلک نہ چھوڑا اور غیر مسلموں کا حرم میں داخلہ ہوتا رہا۔

آج چودھویں صدی میں خدا کا خاص بندہ اٹھتا ہے اور اپنے ہاتھوں سے کام لیتے ہوئے تغییر منکر کے لئے شریف مکہ کو بیک بنی و دوگوش حرم س باہر نکال کر مالٹا بھیج دیتا ہے اور خدائی حکم فلا یقر بوا المسجد الحرا م بعد عا مھم ھذا کا پھر نئے سرے سے اعلان کر دیتا ہے کہ کسی غیر مسلم کو حرم کے نزدیک پھٹکنے کی بھی اجازت نہیں ہے و الحمد للہ علی ذلک

ہم دوسرے مما لک کے مسلمان چیختے چلاتے ہیں کہ قبریں اونچی نہیں بنانی چاہییں میلے نہیں لگانے چاہییں غیر اللہ سے مرادیں نہیں مانگنی چاہییں لیکن طوطی کی نقار خانہ میں کون سنتا ہے؟ پرواہ نہیں کی جاتی۔ ہاں حجاز میں اس چودھویں صدی کے اندر خدا کا خاص بندہ حکم دیتا ہے کہ قبریں ایک بالشت سے زیادہ اونچی نہیں ہونی چاہییں میلے نہیں لگانے چاہییں غیر اللہ سے مرادیں نہیں مانگنی چاہییں، لیکن تعمیل کی جارہی ہے کیونکہ انہیں پتہ ہے کہ اگر نہیں کریں گے تو سلطان ہاتھوں کے ذریعہ تعمیل کروا سکتا ہے۔

ہم دوسرے مما لک کے مسلمان بے نمازوں، بے روزوں، زکوۃ نہ دینے والوں، حج نہ کرنے والوں، کو بہتیرا کہتے ہیں کہ نماز پڑھو، روزے رکھو، زکوۃ دو، حج کرو، لیکن کسی کے کان پر جوں تک نہیں رینگتی۔ ہاں حجاز میں اس چودھویں صدی کے اندر خدا کا خاص بندہ حکم دیتا ہے کہ نماز پڑھو، روزے رکھو، زکوۃ دو، اور حج کرو، تو سب کے سب تعمیل کر رہے ہیں۔ کیونکہ وہاں انہیں نظر آتا ہے کہ اگر نہیں مانیں گے، تو سلطان ہاتھوں کو حرکت دے گا اور ہم سے خدا کا حکم منوا کر رہے گا۔

ایسے ہی دوسرے کاموں چوری ڈاکے اور قتل وغیرہ کے متعلق آپ قیاس کر سکتے ہیں کہ زبانی کہنے سے کوئی بھی ان کاموں سے رکنے کو تیار نہیں ہے، لیکن جوں ہی کسی کا زبردست ہاتھ نظر آتا ہے، تو ایسے خلاف کام کرنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی اور وہیں دانت پیس کر رہ جاتا ہے۔

آمدم برسر مطلب۔ اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کسی شخص کو یہ

منصب عطا کرے کہ وہ دین کی بڑھ چڑھ کر خدمت کرے اور سب سے اعلیٰ درجہ میں کرے اور دین میں جو جو خرابیاں پیدا ہوگئی ہیں ان کو من یجدد لھا د ینھا (حدیث) کے ماتحت آ کر دور کرے اور اسلام کو اپنے اصلی رنگ اور روپ میں عملی اور علمی طور پر پیش کرے بلکہ صدر اول رسول اللہ ﷺ اور خلفاء راشدین وصحابہ کرام کے زمانہ کی یاد تازہ کرے اور ہر طرف حضرت عمر بن العزیز کے عہد جیسا امن وامان کر دکھائے کیا وہ شخص مأۃ حاضرہ یعنی چودھویں صدی کا مجدد نہیں ہوسکتا؟

اس کا جواب ناظرین پر چھوڑ کر رخصت ہوتا ہوں

و آخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العا لمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۷ ص ۷۔۹)

پنجابی نبی کے باہمی اختلافات

جناب مولوی محمد داؤد ارشد متعلم مدرسہ اہل حدیث گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

قل لو کا ن من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ ا ختلا فاً کثیراً

حضرات! یہ ایک قانون خداوندی ہے کہ ہر وہ شخص جو نبوت کا دعوی کرے اور اس کی کلام میں تناقض آئے یعنی میں آپس میں مخالف ہوں وہ شخص ما مور من اللہ نہیں ہوسکتا۔ اس قانون کے تحت جب ہم اپنے پنجابی نبی کو لاتے ہیں تو اس کی زبان میں اختلاف کثیر پاتے ہیں مثلاً مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، اخبار بدر قادیان ۵ جون ۱۹۰۸ء صفحہ۲ کالم ا پر لکھتے ہیں: ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہورہی ہے اور اللہ تعالیٰ کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اس لئے ہم نبی ہیں۔

اس کے برخلاف اسی نمبر پر ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۷ میں لکھتے ہیں: قرآن پاک میں رسول اسی کو کہتے ہیں جس نے احکام عقاید جبریل کے ذریعہ سے حاصل کئے ہوں لیکن وحی نبوت پر تیرہ سوسال سے مہر لگ چکی ہے۔

اس کا تخالف ہمیں بتاتا ہے کہ قادیانی وحی، وحی رحمانی نہیں بلکہ وحی شیطانی ہے۔

اسی طرح حضرت مسیح کے متعلق ازالہ اوہام صفحہ ۴۸۰ پر لکھتے ہیں:

حضرت مسیح علیہ السلام کی دوبارہ تشریف آوری کا ذکر قرآن مجید تو بالکل نہیں۔

لیکن دوسری جگہ شناخت مسیح موعود صفحہ ۴ میں لکھتے ہیں: مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی پیشین گوئی قرآن شریف میں موجود ہے۔

اس تخالف پر کیا وہ قانون جو مرزا نے ایام الصلح میں لکھا ہے صادق آتا ہے یا نہیں؟ لکھتے ہیں: ایک شخص کی کلام کبھی کچھ اور کبھی کچھ ہو تو اس سے ایمان چھین لیا جاتا ہے۔

اس لحاظ سے مرزا صاحب کون ہوئے؟ فیصلہ خود کرلیں۔

اسی طرح دافع البلاء صفحہ ۱۰ میں رقم طراز ہیں:

جب تک طاعون میں ہے گو ستر برس تک رہے خدا قادیان کو اس سے محفوظ رکھے گا۔

لیکن حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴ میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں: پھر طاعون کے دنوں میں جب قادیان میں طاعون زور پر تھا، تو میرا لڑکا شریف احمد بیمار ہوا۔

اس پر قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا اس وقت حضرت ٹیچی صاحب بھی طاعون سے ڈر کر کہیں دم دبا کر بھاگ گئے تھے؟ جو اولاد نبوی کو بھی محفوظ نہ رکھ سکے

پھر ضمیمہ تحفہ گولڑ ویہ صفحہ ۳۹ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

لیکن تحفہ گولڑ ویہ صفحہ ۶۷ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

علمائے مخالفین حدیثوں کے ساتھ مجھے ناپنا چاہتے ہیں حالانکہ حدیثوں کو میرے ساتھ ناپنا چاہیے تھا۔

آخر میں ہم مرزائی حضرات کی خدمت میں بقول مرزا غلام احمد گذارش کرتے ہیں

کیوں مانتے ہو مرزائیو تم اس خبیث کو
جو اپنے تحت لاتا ہے نبی کی حدیث کو

نیز قارئین کرام کی خدمت میں نہایت مودبانہ التماس کرتے ہیں کہ وہ شخص جس کی کلام میں اس قدر اختلاف ہو کہ وہ ہمارے آقائے نامدار ﷺ کی ذات گرامی پر حملہ کرنے سے بھی نہ ڈرے وہ مامور من اللہ تو در کنار اس کو ایمان دار کہنا بھی اپنے ایمان کو

ضائع کرنا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے رہا کریں کہ خدا ایسے شیطانی حملوں سے بچائے اور صحیح معنوں میں متبع رسول ﷺ بننے کی توفیق عطا فرماوے۔ آمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۸ ص ۶)

چندوسی میں سیرتی جلسہ نہ ہو سکا

(نامہ نگار)

جیسا کہ گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے کہ یہاں چندوسی میں محض دو یا ڈھائی شخص قادیانی اور مرزائی ہیں، گو چند ہیں مگر اپنی تبلیغ میں تیز۔ چنانچہ ۲۵ نومبر والے سیرتی جلسہ کا ارادہ یہاں کے دو ڈھائی حضرات نے بھی کیا تاکہ خلیفہ قادیان کے حکم کی تعمیل ہو جاوے۔ اور عجیب طریقہ اس کے لئے اختیار کیا گیا۔ لیکن افسوس کہ ناکامی ہوئی۔ عام مسلمانوں سے یہ جلسہ چھپایا گیا جس کسی مسلمان کو معلوم ہو گیا اس سے یہ نہیں کہا گیا کہ یہ جلسہ قادیانی حضرات کی طرف سے ہے بلکہ یہاں کے رئیس جناب محمد رضا خان صاحب آنریری مجسٹریٹ کا نام لیا گیا کہ یہ جلسہ خان صاحب مذکور کی طرف سے ہے۔ یہ چال اس لئے چلی گئی تاکہ خان صاحب کے سنی مسلمان ہونے کی وجہ سے کسی قسم کی مخالفت نہ ہو اور کام ہو جاوے۔ اور کوشش کی گئی کہ جناب رائے بہادر چودھری بھگوان داس صاحب اسپیشل مجسٹریٹ و آنریری سکرٹری چندوسی کالج یا رائے صاحب بابو موہن لال صاحب چیرمین یونسپل بورڈ چندوسی یا جناب پرنسپل صاحب چندوسی کالج اس جلسہ کی صدارت فرمائیں۔ مگر کسی صاحب نے اسے منظور نہیں کیا دوسرے یہ بھی چالاکی برتی گئی تھی کہ مذکورہ حضرات میں سے جس کسی صاحب کے پاس صدارت کی منظوری کیلئے گئے اس نے دوسرے صاحب کی سفارش پیش کر دی۔ مثلاً رائے بہادر صاحب کے پاس گئے تو یہ کہا کہ جناب محمد رضا خان صاحب نے بھیجا ہے اور کہا کہ کہ عام مسلمانوں کا جلسہ حضرت صاحب کی سیرت پر ہے آپ اس کی صدارت فرمائیں۔ بھلا خیال کیجئے کہ ایک سنی مسلمان کو مرزائی جلسہ اور ان کی تبلیغ سے کیا غرض۔ پھر پرنسپل صاحب سے کہا گیا کہ رائے بہادر صاحب

نے فرمایا ہے کہ اس جلسہ کی صدارت آپ کر دیں حالانکہ یہ صریح جھوٹ تھا۔ رفتہ رفتہ یہ خبر مولوی ابومسعود خان صاحب قمر بنارسی کو پہنچی تو آپ نے اس کی اصل حقیقت واضح کی کہ بحکم قادیان آج کا جلسہ قادیانی حضرات کا ہے جس میں مسئلہ خاتم النبیین کو غلط طریقہ پر پیش کیا جائے گا۔ قمر صاحب نے اسی وقت ایک قادیانی سے جو اتفاق سے اس طرف سے گذر رہے تھے، بلا کر کہہ دیا کہ آپ لوگ ہشیار رہیں۔ میں آپ کے جلسہ پر اعتراض کرنے آؤنگا۔ اس پیغام نے قادیانی صاحبان کو کچھ ایسا پریشان کیا کہ جلسہ ہی نہ کر سکے اور تمام ان کے ارادے خاک میں مل گئے چالاکی یہ برتی گئی تھی کہ ٹاؤن ہال کی لائبریری کے چھوٹے سے کمرے میں جلسہ ہوا جہاں دو چار آدمی اخبار پڑھنے ہی آجاتے ہیں۔ کسی بڑے ہندو رئیس نے اگر صدارت منظور کر لی تو چند اور ہندو رؤساء کو کسی طرح بلالیں گے۔ اس جلسہ کا مضمون قادیان سے شائع ہو ہی گیا تھا کوئی اسے پڑھ کر سنا دے گا۔ بس جلسہ ہو گیا تمام اخباروں میں دے دیا جائے گا کہ بڑا عظیم الشان جلسہ ہوا، ہندو مسلمان سب شریک ہوئے کمرہ بھر گیا اور کوشش یہ ہو رہی تھی کہ وہ تحریر کسی سنی مسلمان سے پڑھوائی جائے۔ مگر کوئی پڑھنے والا تک نہ ملا۔ افسوس کہ یہاں کے قادیانی صاحبان کی اس سلسلہ میں کوئی آرزو بر نہیں آئی۔ اور تمام ارادے خاک میں مل گئے۔ یہ ہے ان کے کاموں اور تبلیغ کی حقیقت۔ خدا ان کے فتنوں سے سب کو محفوظ رکھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۴۲ نمبر ۸ ص ۶۔۷)

تحریک بہائیت اور احمدیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ دونوں تحریکیں ایک صدی کی پیداوار ہیں۔ یعنی ایران میں بہاہیت کو نمودار ہوئے آج تک نوے سال ہو گئے ہیں۔ شیخ بہاء اللہ ایرانی نے (ہماری تحقیق کے مطابق) رسالت کا دعویٰ کیا تھا۔ حکومت ایران نے حسب فتویٰ علمائے ایران ان کو ملک سے

خارج کر دیا۔ اس کے بعد آپ بغداد میں قیام پذیر رہے۔ وہاں بحکم حکومت ترکی بمقام عکہ (ملک شام) ان کو قید میں رکھا گیا۔ آخر کار وہیں آپ کا انتقال ہو گیا۔

اسی مدت میں قادیان (پنجاب) میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریک ظہور پذیر ہوئی۔

ان دونوں تحریکوں میں گو اختلاف ہے مگر اپنے دعوے کے اثبات میں ہر دو فریق متفق ہیں۔ دونوں اپنی اشاعت و تبلیغ کو دلیل صداقت بتاتے ہیں چنانچہ بہائی تحریک کا آرگن، بہائی میگزین، (دسمبر ۱۹۳۴ء ص ۱۹) بڑے فخر سے اظہار کرتا ہے:

> یہ زندگی بخش تحریک انیسویں صدی میں ایران سے نمودار ہوئی ابھی نوے سال ہوئے ہیں اور یہ تحریک تمام دنیا میں پھیل گئی ہے عالم کے ہر حصے میں مضبوطی سے قائم ہوگئی ہے۔

یہی ادعا قادیانی تحریک کیا کرتی ہے گذشتہ ایام میں جب کہ جماعت قادیانیہ نے وائسرائے کو اڈریس دیا تو اپنے مراکز اتنے شمار کئے کہ ساری دنیا کو گھیر لیا مگر جب دوسرے موقع پر اپنی تعداد بتائی تو باوجود صد مبالغہ کے بمشکل تین لاکھ تک بتا سکے۔ بہائی تحریک کا سارے عالم میں پھیلنا خود اسی سے ثابت ہے کہ پنجاب جیسے وسیع ملک میں غالباً رسالہ بہائی کے اڈیٹر صاحب بھی پتہ نہیں بتا سکتے۔ ہاں ہم اس معنی سے ضرور اشاعت کا اعتراف کرتے کہ زمانہ اخباری ہے ایک ملک کی اچھی بری (ہر قسم کی) آواز دوسرے ملک میں بآسانی پہنچ جاتی ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ امریکہ میں کوئی جھوٹا مدعی پیدا ہوتا ہے تو اس کے خیالات مثلاً پنجاب کے ہر ایک شہر میں سنے جاتے ہیں۔ اس کی مثال میں ہم مصر اور بغداد کے عربی اخبارات پیش کر سکتے ہیں جن میں بڑی سختی اور توہین کے ساتھ قادیانی تحریک کا ردّ ہوتا ہے۔ اس قسم کی اشاعت اگر مراد ہے تو ہم مانتے ہیں کہ دونوں فرقوں (قادیانیہ، بہائیہ) کی تبلیغ شاید سارے عالم میں ہوگئی ہو۔ تاہم ان ممالک کے سوا جہاں عربی فارسی اور انگریزی کا رواج ہو چکا ہے دنیا کے دوسرے ممالک میں جن کی زبانیں مثلاً چینی جاپانی اطالوی اور فرانسیسی وغیرہ ہیں ان تحریکوں کی ہوا بھی نہیں پہنچی نہ بالمعنی الاول، نہ بالمعنی الثانی

یہ تو دونوں تحریکوں کا متحدہ بیان ہے جو محتاج ثبوت ہے۔ خاص بات جو

بہائی میگزین نے بتائی ہے، وہ یہ ہے کہ:

بہائی تحریک دوسری ہم عصر تحریکات میں یہ امتیاز رکھتی ہے کہ روحانی زندگی کو نیا اور تازہ کرتی ہے یہ زمانہ کی عظیم بیداری کا اظہار ہے اور موجودہ زمانہ کے حالات کے مطابق ہے اور اسی پر آئندہ زمانے کی مذہبی زندگی کے سنوارنے کا دار و مدار ہے۔ (رسالہ مذکور۔ص ۱۹)

بس یہ فقرہ ساری بحث میں تنقیح طلب ہے۔ ہم نے جہاں تک بہائی تحریک کو دیکھا ہے اس فقرے کا ثبوت اس میں نہیں ملا۔ روحانی زندگی کا سارا مدار خدا سے اعلیٰ تعلق پر ہے جس کا بیان قرآن مجید نے مطول ومختصر ومفصل ومجمل ہر طرح بیان کیا حتیٰ کہ ایک آیت کریمہ میں ایک ہی جملے میں سمندر کو کوزے میں بند کر دیا۔ ارشاد فرمایا

وتبتل الیہ تبتیلاً (بس اسی خدا کے ساتھ جڑ جاؤ)

بہائی میگزین کو اس امر کا اعتراف ہے کہ:

بہائی تحریک اپنی حقیقت اور بنیاد میں مذہب اسلام سے میل جول رکھتی ہے جیسا یہودیت اور عیسائیت میں میل جول ہے۔ (رسالہ مذکور)

اس کا مطلب یہ ہے کہ بہائی مذہب میں اسلامی کتاب (قرآن مجید) بحیثیت کتاب اللہ مسلّم ہے جس طرح عیسائیوں میں تورات مسلّم ہے مگر انجیل میں اختلاف ہے اسی طرح بہائی مذہب قرآنی احکام کو شریعت الٰہی مانتا ہے۔ مگر زمانہ موجودہ میں بہائی شریعت سے قرآن کو منسوخ قرار دیتا ہے۔ اس کی بجائے جو کچھ دیتا ہے اس پر فخر کرتا ہے اور اس کو اقتضائے زمانہ کے موافق بتاتا ہے۔ اس لئے اس ناسخ منسوخ کے چند نمونے ہم پیش کر کے پوچھتے ہیں کہ للہ فی اللہ ہم کو بتایا جائے کہ ناسخ میں خوبی ہے یا منسوخ میں۔

اسلامی شریعت نے نماز باجماعت پڑھنے کا ارشاد فرمایا مگر بہائی تعلیم میں نماز باجماعت کا حکم نہیں چنانچہ بہائی، کتاب اقدس، کے الفاظ یہ ہیں؛

کتب علیکم الصلوۃ فرادی قد رفع حکم الجماعۃ (ص ۵)

یعنی تم پر نماز اکیلے اکیلے پڑھنا فرض کیا گیا ہے جماعت کا حکم منسوخ ہو گیا ہے۔

ناظرین! آج کل کا تمدن افراد کے اجتماع کا مقتضی ہے جو لوگ کسی قسم کے

مذہبی اجتماعات سے الگ ہیں وہ بھی اجتماعات کیلئے کوئی نہ کوئی کلب بناتے ہیں لیکن بہائی مذہب اسلامی اجتماع کو جو زمانہ رواں کے عین موافق ہے منسوخ قرار دے کر انفرادی حکم جاری کرتا ہے تو اس پر کیوں نہ کہا جائے:

رحم کی جا نہیں آ جاتا ہے غصہ الٹا

دوسری مثال: قرآن مجید میں سال کے بارہ مہینے بتائے گئے وہ بھی ہلال کی وجہ سے کیونکہ ہلال سے دنیا میں ایک جدید نشان ظہور پذیر ہوتا ہے اسی لئے ارشاد ہے:

قل هی موا قیت للناس و الحج ۔

اس حکم کو منسوخ کر کے بہائی تحریک نے سال کے ۱۹ مہینے مقرر کئے ہیں چنانچہ بہاء اللہ کی، کتاب اقدس، کے الفاظ یہ ہیں:

ان عدة الشهور تسعة عشر شهر فی کتا ب الله (ص ۳۴)

یعنی مہینوں کا شمار اللہ کی کتاب میں ۱۹ ہے۔

معلوم نہیں یہ ناسخ حکم کس زمانہ کا اقتضا ہے آج ساری دنیا میں سال کے مہینے بارہ ہی مقرر ہیں مگر بہائی تحریک باوجود ادعائے موافقت زمانہ سب کے خلاف سال کے انیس ماہ بتاتی ہے۔ کیا ہی سچ ہے:

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

باقی (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۹ ص ۳۔۴)

لاہور بھی قادیان سے کم نہیں رہا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ کی دو جماعتیں مشہور ہیں ایک قادیانی اور دوسری لاہوری۔ قادیانی جماعت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی خیر و برکت سے آپ کے بہت سے مرید فیض یاب ہو کر منصب نبوت (جدیدہ) پر فائز ہو چکے ہیں، مگر لاہوری جماعت آج تک محروم تھی۔ سو اس کی کسر بھی پوری ہوگئی کیونکہ اس میں بھی ایک صاحب (شیخ

غلام محمد) پیدا ہوئے ہیں جن کا نام مع القاب یہ ہے:

بشیر الدولہ، روحانی فرزندار جمند مسیح موعود مہدی مسعود سلطان القلم

چونکہ لاہوری جماعت نبوت کی قائل نہیں، اس لئے اس میں سے کامیاب ترین ممبر بھی نبوت کا نہیں بلکہ با صطلاح خاص، مصلح موعود، کا مدعی بن کر ظاہر ہوا ہے چنانچہ شیخ غلام محمد نے حال ہی میں جو اعلان نمبر ہشتم کیا ہے اس میں اپنے نام کے ساتھ مصلح موعود لکھا ہے۔ لطف یہ ہے کہ جماعت احمدیہ لاہور نے ان کو پاگل قرار دیا ہے۔ شیخ صاحب موصوف ان کے جواب میں لکھتے ہیں:

> مجال ہے کہ وہ (احمدی لوگ) غلام محمد آسمانی مصلح موعود پر کسی ایسے اعتراض اور رجس سے حملہ آور ہوسکیں جو ماموریت کے خلاف سند ہو.. احمدیوں کی مسجدوں میں نفرین وحقارت کے جذبات بلند ہوتے ہیں لیکن اپنی خبر ہی نہیں کہ ہم کس قدر ننگے اور بے شرم ہیں۔ (ص ۶)

بحیثیت مصلح آپ کو حق پہنچتا ہے کہ جس قوم کے آپ مصلح ہیں ان کے عیوب ان کے سامنے رکھ کر ان کی اصلاح کریں اس لئے آپ دونوں جماعتوں کے اماموں کی طرف متوجہ ہو کر لکھتے ہیں کہ:

> اب میں بحیثیت مجموعی دونوں قوموں کے سامنے علمی وعملی خطرناک غلطی کا منظر رکھتا ہوں جس کی وجہ سے وہ ننگی اور بے شرم ہوکر اپنے مقام سے گر چکی ہوئی ہے۔ جن دونوں کے بانی مبانی خلیفہ قادیان اور امیر جماعت لاہور ہیں۔ قادیانی گروہ نے اپنی تمام علمی وعملی عمارت کی بنیادیں شخصی وجود کی خلافت زمینی اور مکمل آزادی حکومت سے اٹھائیں اور تمام آسمانی کاروبار خلافت کو اپنے ہاتھ میں لے کر اپنی من مانی تاویلات سے اپنے موجودہ خلیفہ کو مصلح موعود کی کرسی پر آسمانی اختیارات سے بٹھلا دیا۔ اور اس کے ماتحت ماموربانی کی الوصیت کو توڑ دیا۔ اس کی نبوت حقیقی کو قائم کرلیا۔ اور اہل اسلام کو حقیقی کافر بنا دیا۔ موعودہ جلال اور روح القدس کے خدائی عطروں سے اپنے زمینی خلیفہ کو ممسوح کر دیا۔ آج اسے ۲۰ برس کے بعد ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ اس کا کیا حشر ہوا۔ اس زمینی مظہر جلال وروح

القدس نے جو کچھ کیا وہ دنیا کے سامنے کھلا ہے ۔اس کی تمام پلید یاں اور رجس اپنے کمال پر الم نشرح ہو چکے ہیں جن سب کی سزا اور گرفت کا وقت اب آ گیا ہے..

میں انہیں انشاء اللہ العزیز عنقریب عبرت ناک سزاؤں کے ساتھ آسمانی و زمینی ڈاکہ کا وہ مزہ چکھاؤں گا جس سے ان کے ہوش خطا ہو جائیں گے اس لئے کہ میں ہر رنگ میں طاقت میں جسم میں ان سب سے بڑھ کر نور الدین کی گود کا بچہ ہوں ۔جن کو انھوں نے ان آخری زندگی میں سخت تنگ اور مجروح کیا تھا۔خلیفہ صاحب اپنی خوش آمد حکومت اور فضول اخراجات سیاسی کا رونا بھی رو چکے ہیں جس میں لاکھوں روپئے انھوں نے غریب قوم کے اپنی رجس میں لگا دیئے اور بے زبان قوم قوم کو حیوانوں کی طرح ہانکا۔وہ احمدیت کی ترقی کو ۲۵۰ برس پیچھے کسی مرید مصلح آسمانی کے وقت دکھلا چکے ہیں لیکن مقابلہ احرار میں حدیث کے حوالہ سے ۵۰۰ برس ترقی کو پیچھے ڈالنے والے کو سخت دشمن اسلام قرار دے چکے ہیں گویا وہ خود نصف دشمن اسلام اپنے قول سے ہی بن چکے ہیں انھوں نے اپنی تمام زندگی خلافت میں اس قدر علمی جھوٹ بولے اور عملی پلید یاں دکھلائی ہیں کہ انسانی غیرت جوش میں آپے کے بغیر نہیں رہ سکتی اور آسمان اب سزا دیئے بغیر نہیں رک سکتا ...ان کے مقابل جماعت لاہور نے اپنی بنیادیں جس سامری امیر جماعت (محمد علی لاہوری مراد ہیں۔ثناء اللہ) سے اٹھوائیں انھوں نے اپنے قومی وجود کو جھوٹے طور پر الوصیت پر کھڑا ہونے کا دنیا میں دھوکہ دیا۔احمدیوں اور غیر احمدیوں سے اس دھوکہ کے ساتھ مال اور جائدادیں لیں لیکن حکومت میں تمام الوصیت اور قوم امارت کے نام سے ہی ایک شخص کے حوالے کر دی ،اور وہ شخص ایسا چالاک نکلا کہ اس نے سانپ اور اژدھا بن کر مبارک کے قریب گڑھے میں جگہ بنائی تا کہ حضرت مسیح موعود کے تمام سلسلہ کو درہم برہم کر دے تمام قادیان اور اس کی وقتی حرمتوں کو بھی پامال کر دے ۔جسمانی اولاد کا بھی انکار کر دے اور روحانی حقیقی مصلح موعود کو بھی

بڑی ہشیاری سے انجمن بناتے ہی تین سو برس کے لئے جواب دے دے اور اس کی جگہ اپنے تین سو برس کے دنیاوی گندے ارادوں کا انجمن میں سامان کر کے انگریزی تفسیر القرآن کی قادیان سے ذاتی چوری کر کے تمام انجمن کی قومی خیانت کا ثبوت دے دے اور سیاہ منہ ہو کر پھر بھی محمدیت کے جھوٹے وعظ سنانے سے باز نہ آئے۔ اور دنیا کو صریح دھوکہ دے کر ان کے مالوں پر ڈاکہ ڈالے اس کو شرم نہیں آتی۔ (رسالہ مذکور۔ص ۸۔۹)

ہم تو شیخ صاحب کی اس روش کی داد دیتے ہیں کہ آپ نے اپنی صداقت پر وہی دو دلیلیں پیش کی ہیں جو مرزا صاحب قادیانی اور ان کے مریدین پیش کیا کرتے ہیں یعنی اپنی پاک دامنی اور قسم موکد بعذاب۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

سب سے پہلے میں بحیثیت مجموعی دونوں قوموں کے سامنے اپنی ذات کو نمایاں طور پر و لقد لبثت فيكم عمراً من قبله افلا تعقلو ن کے مطابق پیش کرتا ہوں اور تمام قوم اور ان کے اعلیٰ لیڈروں سے چیلنج کرتا ہوں کہ وہ میری کسی زندگی میں بھی مقابلہ روحانی کر کے دکھائیں خدا تعالیٰ کے فضل سے اللہ اعلم حیث یجعل رسالتہ کے ماتحت خدا تعالیٰ کا میرے وجود کا انتخاب کرنا بہترین انتخاب اور اس کے بلند علم و طاقت اور شان کبریائی کے مطابق ہے۔ (ص ۵)

دوسری دلیل کے الفاظ یہ ہیں:

(میرا منکر) میرے چیلنج کے جواب میں میدان عمل میں آئے اور اپنے اس دعوی اور خیال باطن اور ظن فاسد پر چھ ماہ کی قسم موکد عذاب کھا کر دکھلائے۔ اگر وہ اپنی قسم کے بعد عبرت ناک سزا میں گرفتار نہ ہو گیا تو میرا تمام دعوی باطل ہو گا اور خدائے واحد اس کی شہادت و تصدیق عملی کے لئے ہمارے واسطے بہترین حاکم اور منصف رہے گا اور اگر اس چیلنج سے کوئی شخص عہدہ برا ہونے کی تاب نہیں رکھتا تو پھر شرم کرے اور اپنے خدائے واحد سے نہیں تو مجھ سے اور باقی دنیا سے حیا اور پرہیز کرے کہ وہ انجام کار اسے پکڑ لینے

والے ہیں۔ (ص ۷)

ہاں مصلح صاحب نے اپنی صفائی اور تکمیل کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے:

میری تمام توجہ اپنے ذاتی فرائض منصبی کی تکمیل اپنی ذاتی مکمل اصلاح اور تلاش محبوب میں منہمک رہی اور جوں ہی کہ میں مراد کو پہنچ گیا تو ایک ہی لیلۃ القدر کی مشہور رات کے بعد میں بڑے شور وغل کے ساتھ غار حرا یا غار ثور سے باہر نکل آیا جس کی کوئی مثال موجودہ دنیا پیش نہیں کرسکتی۔ ایک ہی رات میں وہ عظیم الشان تبدیلی مجھ میں ظہور میں آگئی کہ میں عالم بھی ہوگیا مصنف بھی ہوگیا مقرر بھی ہوگیا امام بھی ہوگیا مصلح بھی ہوگیا اور یہ سب کچھ علم وعمل کے اتحاد کے ساتھ ظہور میں آیا مجھے جس انجمن نے اپنی تجارت میں بطور کارندہ ملازم رکھا ہوا تھا وہ انجمن (احمدیہ لاہور) حضرت خدیجۃ الکبری کی طرح عنقریب میری زوجیت میں بخوشی آنے والی ہے اوراس سے بڑھ کر جس حکومت برطانیہ کا میں تاجر ہوں وہ بھی عنقریب میری زوجیت میں بخوشی آنے والی ہے۔ (ص۷)

ہم مصلح صاحب کے ممنون ہیں کہ انہوں نے اپنی صداقت کے دونوں نشان بھی بتا دیئے ہیں انجمن احمدیہ لاہور کا اور گورنمنٹ برطانیہ کا ان کی زوجیت میں آنا، حکومت برطانیہ کا نکاح میں آنا تو حکومت کا کام ہے جو اسکے ولی کی اجازت پر موقوف ہے اور وہ دیر طلب کام ہے مگر انجمن احمدیہ لاہور کا زوجیت میں آنا تو آسان بات ہے۔ ہم وعدہ کرتے ہیں کہ حکومت برطانیہ شیخ غلام محمد کی زوجیت میں آجائے تو برادرانہ خوشی میں دعوت ولیمہ کا خرچ ہمارے ذمہ ہوگا جس کیلئے ہم ابھی سے اعلان کردیتے ہیں

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

نوٹ: ہم نے بہت اختصار سے کام لیا ہے ورنہ مصلح صاحب کا ٹریکٹ نمبر ۸، ۳۶ صفحات پر ختم ہوا ہے جو صاحب مکمل دیکھنا چاہیں وہ شیخ غلام محمد مصلح موعود احمدیہ بلڈنگس لاہور سے طلب کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۹ ص ۴۔۵)

خدا بخش مرزائی چیلنج مباحثہ پر خاموش کیوں ہے ؟

قارئین کرام ! آپ کو معلوم ہوگا کہ ۲۲ جون ۱۹۳۴ء کے پرچہ اہل حدیث امرتسر کے صفحہ ٦ میں چوہدری خدا بخش مرزائی کو چیلنج مباہلہ شائع ہو چکا ہے جس کا جواب تا حال نہیں ملا اور نہ ہی آئندہ مباہلہ کی منظوری کا جواب آنے کی امید ہے۔ اور خدا کرے کہ میرا یہ خیال غلط ثابت ہو کہ چوہدری صاحب مباہلہ پر تیار ہو جائیں ۔ ورنہ یاد رہے کہ میدان محشر میں مرزا غلام احمد قادیانی آپ (خدا بخش) کو بوجہ ترک کرنے سنت مرزا کے دربار الٰہی میں پیش کر کے اس بات کا مطالبہ کریں گے کہ اے اللہ ! خدا بخش نے میری سنت کو چھوڑ دیا تھا اس لئے یہ میری امت سے نہیں اور نہ ہی اس (خدا بخش) نے مجھے مکمل نبی سمجھا ، کیونکہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ساتھ مباہلہ کیا ہے (جو نتیجہ مرزا صاحب قادیانی نے اس مباہلہ سے پایا کہ مقابل سے پہلے مرگئے ۔ غالبًا آپ کے مقابل بھی اسی نتیجہ سے ڈر گئے ہوں گے ۔ ثناء اللہ امرتسری) خاکسار پھر دوبارہ چیلنج دیتا ہے کہ اگر چوہدری خدا بخش ۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا نبی اللہ و رسول اللہ مانتے ہیں تو پھر مباہلہ کیوں نہیں کرتے ۔

احمدی مرزائیو! اگر سچائی ہے ، دیانتداری ہے تو چوہدری خدا بخش سکنہ موضع میانوالی مہاراں تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ کے باشندے کو میدان مباہلہ میں لاؤ ۔ پھر دیکھنا کہ خدا کی رحمت کس کے شامل ہوتی ہے ۔ اور لطف یہ ہے کہ تم لوگ جو خاص متبع مرزا ہو ہم منکرین مرزا کو کافر سمجھتے ہو اور مباہلہ سے ڈرتے ہو ۔

المشتہر : غلام احمد اہل حدیث سکنہ موضع میانوالی مہاراں ڈاکخانہ بدوملہی ضلع سیالکوٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۹ ص ۔ ٦)

مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں اس بات کا اقرار مرزائیوں کو بھی تھا جیسا کہ ' ۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کے بدر قادیان میں غلام محمد ہیڈ ماسٹر میانوالی کا یہ مضمون شائع ہوا:

' مولوی ثناء اللہ صاحب حضرت اقدس (مرزا) کے سامنے مباہلہ کے لئے کبھی نہیں آئے اور نہ انہیں جرأت ہوسکتی ہے۔ کیونکہ کاذب صادق کا ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ان کو بار بار مباہلہ کے لئے بلایا گیا لیکن وہ چالاکیوں سے جیسا کہ اس وطیرہ ہے اپنے لئے فرار کی راہ نکالتا رہا۔ آخر مشیت ایزدی نے ایک اور راستہ سے اس کو پکڑا اور حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا) نے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان سے ایک اشتہار دے دیا جس میں محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہا گیا ہے نہ کہ مباہلہ کیا گیا ہے۔ مولوی ثناء اللہ بچارے کو کیا جرأت کہ رب جلیل کے پہلوان کے ساتھ دعا میں مقابلہ کرے۔ مسیح زمان کے ہاتھ میں کاری حربہ تو دعا ہی کا ہے ' ۔ (بدر۔ ج ۶ شمارہ ۳۴۔ ۲۲ اگست ۱۹۰۷ء کالم ۱)۔

اگر غلام محمد صاحب نے حیات مرزا میں اتنے اہم معاملے پر ایک غلط مضمون قادیانیوں کے سرکاری اخبار میں شائع کرادیا تھا تو اس پر نوٹس کیوں نہیں لیا گیا۔ مفتی محمد صادق ایڈیٹر بدر نے (جو مرزا صاحب کے بعض اوقات مکتوب نگار بھی ہوتے تھے) اور مرزا صاحب کے ان مریدوں نے جو بدر کے خریدار تھے کیوں اس کی تردید نہ کی؟ اسی طرح ۹۔ مئی ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے توبہ کی شرط لگائی۔ چنانچہ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ ثناء اللہ کے واسطے بھی میں نے توبہ کی شرط لگادی ہے کیونکہ رحم کا مقتضا ہوتا ہے کہ توبہ سے انسان بچ جاوے۔ (بدر ج ۶ شمارہ ۱۹۔ ۹ مئی ۱۹۰۷ء ص ۵)۔ یہ توبہ کی شرط کیوں درج کی جبکہ وہ فیصلہ ہی منسوخ و مردود ہو چکا تھا جس میں شرط توبہ مرقوم تھی کہ بجز اس صورت کے کہ وہ (ثناء اللہ) کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے)۔

☆☆☆☆☆

محسن ملت

جناب رانا بلال ربانی حفظہ اللہ خطیب مرکز ختم نبوت، رقم طراز ہیں:

پروفیسر ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ کی داستان حیات کے اکثر یتی اوراق دیار مغرب میں رقم ہوئے۔ سرکاری ملازمت سے سبک دوشی اور ٹھاٹھ کی زندگی اور وہ بھی دیار مغرب میں، لوگ اس کی تڑپ میں زندگیاں گزار دیتے ہیں۔ مگر میرے ممدوح ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ کچھ مختلف کرنے کی ٹھان لی۔ دیار مغرب میں رہتے ہوئے اسلامیان برصغیر کے ذمہ اسلاف کی خدمات جلیلہ کے احیا کا جو قرض تھا اسے اتارنا شروع کر دیا۔

آپ نے قابل رشک ہی نہیں، قابل تقلید فکر پائی۔
ایک طرف جا بجا بکھرے تحریک اہل حدیث کے اوراق کو جمع کیا،
تو دوسری طرف مرزائے قادیان کی خرافات اور اس کی بیخ کنی کے لئے اسلاف کی خدمات سے مسلمانان عالم کو آشنا کرنے کا بیڑہ اٹھایا، تو برصغیر پاک و ہند کے کتب خانوں سے فدایان ختم نبوت کی خدمات جلیلہ کو جمع کیا اور ہزاروں صفحات کو تحریک ختم نبوت کے درجنوں اجزاء کی صورت میں اسلامیان عالم کی لائبریریوں تک پہنچایا۔

اہل علم داد تحسین پر مجبور ہیں کیونکہ ایسا ناممکن کام، جو بڑی بڑی تحاریک نہ سرانجام دے سکیں، اس کام کو حضرت ڈاکٹر صاحب نے ممکن کر دکھایا... حضرت ڈاکٹر صاحب نے، اس قوم کے ذمہ جو قرض

تھا، اسے جس انداز سے چکایا، واقعی لائق تحسین ہے۔

ڈاکٹر صاحب کی انہی خدمات کے عوض میں مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان کے اکابر علماء نے آپ کو محسن ملت قرار دیا۔

تحریک ختم نبوت اور تاریخ اہل حدیث جیسا شاہکار منصۂ شہود پر آیا، تو اس میں کسی ادارے اور تنظیم کا تعاون تو شائد شامل ہو، مگر ناممکن کو ممکن حضرت ڈاکٹر نے کر دکھایا ہے ۔اللہ آپ کی محنت قبول فرمائے ۔آمین

دعا گو:
رانا بلال ربانی خطیب مرکز ختم نبوت۔
۱۰۹ ر۔ب۔ ورکشاپ جڑانوالہ روڈ فیصل آباد

....

تلقی بالقبول

حضرت مولانا عبدالقیوم ظہیر حفظہ اللہ، (جن کے متعدد پروگرام ٹیلی ویژن پر آن آئر On Air ہو چکے ہیں)، لکھتے ہیں:

السلام علیکم و رحمت اللہ و برکاتہ۔
گرامی قدر صاحب الفضیلۃ، محسن ملت، مجدد تحریک ختم نبوت،
ماھی مرزائیت، العلامۃ الاستاذ ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر
المعروف ڈاکٹر بہاء الدین بن الشیخ محمد عبداللہ حفظہ اللہ تعالی

بندہ پر تقصیر عبد القیوم ظہیر بن محمد عبد اللہ کی آپ کے ساتھ محبت وعقیدت کوہ ہمالیہ سے بھی بلند و بالا ہے جن کو الفاظ میں بیان کرنا ممکن نہ ہے۔
آنجناب کے والد گرامی کا مقام دعوتی میدان میں عظیم ترین تھا اور بندہ ناچیز کو بھی ان کے ساتھ ایک ہی سٹیج پر گفتگو کا شرف متعدد بار حاصل ہوا جو میرے لئے باعث صد افتخار رہے، لیکن تا حال آپ کی زیارت سے محروم ہوں اور مشتاق لقاء ہوں۔

آپ کے علمی کارنامے کو اعزاز ملت وشرف اہل حدیث سمجھتا ہوں۔
اسلام کی پوری تاریخ میں آپ وحید الزمان ہیں۔ بہاء الدین ہیں۔
آپ کی کتاب: تحریک ختم نبوت، رہتی دنیا تک آپ کا صدقہ جاریہ ہے۔
اور روز قیامت، صاحب ختم نبوت، سرور کائنات، فخر موجودات، ناسخ الانجیل و التورات، سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ سے حوض کوثر پر ملاقات خاص کا سبب، و جام کوثر کا ذریعہ خاص ہوگی۔ اور شفاعت خاص کا سبب بنے گی ان شاء اللہ عز و جل.

محترم ڈاکٹر صاحب! آپ کی محنت خاص رنگ لائی ہے۔ اور آج نہ صرف برصغیر پاک و ہند میں اہلحدیث سر بلند ہوئے ہیں، بلکہ ایک خاص فرقہ جو کہ ختم نبوت کی تحریک پر زبردستی قابض ہو چکا تھا، آج سرنگوں اور انگشت بدنداں ہے۔
اللہ تعالی آپ کو صحت وایمان والی عمر دراز عنایت فرمائے۔ بلکہ میری عمر بھی آپ کو لگ جائے تا کہ آپ اپنے تمام علمی منصوبے مکمل کر پائیں۔ آپ کا کام یہ ظاہر کرتا ہے کہ بارگاہ لم یزل سے آپ کو شرف

قبولیت مل چکی ہے، اسی لئے آپ کو تلقی بالقبول حاصل ہو چکا ہے۔ تمام فِرق آپ کے اس کارنامہ پر حیران ہیں اور اہل حدیث قیامت تک آپ کے احسان منداور دعا گو رہیں گے۔

....

ایک یادگار تقریب کی روداد

تحریر: مولانا محمد ابرار ظہیر گوجرانوالہ

چوہدری محمد سہیل اظہر صاحبزادے ہیں محسن ملت، مورخ تحریک ختم نبوت حضرت قبلہ ڈاکٹر محمد بہاء الدین اظہر حفظہ اللہ کے۔

اور تقریب تھی جامعہ منانیہ وزیرآباد کی (وہ تاریخی مسجد جہاں استاد پنجاب، حافظ القرآن والحدیث حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی کا چشمہ فیض جاری تھا۔ تحریک عمل بالحدیث کا مرکز یہ مسجد اپنے اندر ایک تاریخ بھی رکھتی ہے اور خود بھی تابناک تاریخ ہے)۔

میزبان تھے اسی مسجد کے خطیب، اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان کے نقیب، نوجوان خطباء کے حبیب، محترم جناب علامہ محمد ابراہیم محمدی حفظہ اللہ۔

اور پروگرام تھا عقیدہ ختم نبوت: تربیتی ورکشاپ۔

تاریخ تھی ۱۸ نومبر ۲۰۱۸ء بروز اتوار۔

اور ناچیز (محمد ابرار ظہیر) کو ایک شیلڈ اس پروگرام میں شرکت اور کچھ مشاورت پیش کرنے پر پیش کی جارہی تھی۔

اعزاز یہ تھا کہ یہ شیلڈ ابن محسن ملت چوہدری محمد سہیل اظہر کے دست مبارک سے دلوائی جارہی تھی۔ گویا نیابت تھی محسن ملت کی اور اعزاز تھا ہم فقیروں کا۔ الحمدللہ۔

جی ہاں! چوہدری محمد سہیل اظہر۔

۵۷ جلدوں پر مشتمل تحریک ختم نبوت کو اگر ایک عمارت قرار دیا جائے تو

چوہدری محمد سہیل اظہر ان ۷۵ منزلوں کی بنیاد میں پڑی ہوئی وہ پہلی اینٹ ہے جس پر عمارت کا پورا ڈھانچہ ایستادہ ہے۔ (دوسری اینٹ فضیلۃ الشیخ شیر خان جمیل احمد عمری حفظہ اللہ کے نام کی ہے) اگر اس عمارت کے مستری (محسن ملت ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان اظہر) نے اپنی دن رات کی محنتوں سے یہ عظیم الشان بلڈنگ تعمیر کی ہے، اس میں رنگ و روغن لگایا ہے، اس کو منقش کیا ہے، تو اس کے لئے بنیادی میٹیریل اسی چوہدری محمد سہیل اظہر نے مہیا کیا ہے۔

پاکستان کا کونہ کونہ چھان مارا جہاں ان کے والد گرامی نے اشارہ کیا کہ یہاں سے کچھ مواد مل سکتا ہے، کوئی نایاب کتاب، کوئی پرانا رسالہ، کسی کتاب کا کوئی ورق، کسی شخصیت کے بارے میں کچھ الفاظ، کسی پبلک لائبریری یا کسی شخصیت کی ذاتی لائبریری میں موجود ہیں، یہ فوراً وہاں پہنچے۔ وہ کتاب یا رسالہ، یا ورق، یا زبانی خبر وہاں سے جمع کی اور جتنی جلدی ممکن ہو سکا، اس عمارت کے انجینئر کو پہنچایا اور اس نے وہ ٹکڑا جہاں سجتا تھا وہاں سجا دیا۔ یہی کام ہندوستان میں شیخ شیر خان جمیل احمد عمری نے کیا۔ تاریخ مرتب کرتے کرتے یہ شخصیات بھی تاریخ بن گئیں۔ فللہ الحمد

شکر الحمد للہ! نئی نسل میں عقیدہ ختم نبوت کے حوالے سے شعوری معلومات بڑھ رہی ہیں۔ اسلام دشمن قوتوں کی سازشوں کے ادراک کی فکر فروغ پا رہی ہے۔ بالخصوص نوجوان نسل زندگی و بیداری کا ثبوت دے رہی ہے۔ اور ان شاء اللہ یہ تحریک ختم نبوت کی نشاۃ ثانیہ کا باعث ہوگی بقول شاعر:

ذرا نم ہو تو یہ مٹی بڑی زرخیز ہے ساقی

قارئین کرام! مولانا محمد ابراہیم محمدی کی سچائی اس بزم میں نوجوانوں کی کثرت علماء و خطباء کی شرکت اور بزرگوں کی محبت چھلکی جا رہی تھی۔ دلوں میں موجود ایمان کی تڑپ ہر لحظہ میں اپنا وجود منوا رہی تھی۔

مورخ اسلام علامہ رانا شفیق پسروری، مناظر اسلام شیخ خاور رشید بٹ، سفیر ختم نبوت مولانا عبدالحفیظ مظہر، استاد المناظرین مولانا داود ارشد، محقق العصر مولانا محمد امین، مصنف شہیر مولانا ملک عبدالرشید عراقی، رئیس التحریر والتقریر مولانا فاروق الرحمٰن یزدانی، قائد یوتھ فورس حافظ سلمان اعظم حفظھم اللہ جیسے اساطین علم کے ایمان افروز خطبات اس طوفانِ ایمان کو بکھیر رہے تھے۔ سامعین کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اتنے جید علماء کی موجودگی میں ہم ایسے ناکارہ نالائق ہیچ مدان کو بھی اپنے دلی جذبات کے اظہار کا موقع دیا اور کچھ دیر ہم سے بھی سمع خراشی کروالی۔

سامعین میں سکولز و کالجز کے اساتذہ وطلبہ کی بھی ایک خاصی تعداد موجود تھی جن تک پیغام خوبصورت انداز میں پہنچ رہا تھا۔ عقیدہ ختم نبوت کی شرعی اہمیت، معاشرتی حیثیت، دینی ضرورت، قرآن وحدیث کے بحر بیکراں سے ثابت کی جارہی تھی تو اس عقیدے کے تحفظ کے لئے سیدنا ابوبکر صدیق سے لے کر آخری صحابی تک کے جذبات ایمانی دلوں میں شمع ایمان کی لو کو بڑھا رہے تھے۔ حضرات صحابہ کرام کے بعد سے لے کر ہمارے ماضی قریب کے اکابرین اور دور حاضر کے قائدین دین وملت کی جہود طیبہ اور کاوش جلیلہ کے تذکرے سے سامعین کے دلوں میں کچھ کر گزرنے کے جذبات کا احیاء ہورہا تھا۔ مرکزی جمعیت اہل حدیث اور اہل حدیث یوتھ فورس پاکستان کے پلیٹ فارم سے تحفظ ختم نبوت کی موجودہ شاندار تحریک کے ذکر خیر سے بھی ایمان میں اضافہ ہورہا تھا الحمد للہ کثیرا۔ (ضرورت اس امر کی ہے کہ تمام خطابات کو کمپوز کروا کے کتابی شکل میں شائع کیا جائے اور مولانا ابراہیم محمدی کے جنون اور جذبے سے یہ بعید بھی نہیں۔ ان شاء اللہ)

عقیدہ ختم نبوت کا کوئی بھی پروگرام ہو، اور اس میں مورخ ختم نبوت کا تذکرہ نہ ہو، یہ ممکن ہی نہیں۔ انکے نام کے ایوارڈ بہت سی لائبریریوں

کی شیلفوں پر سج چکے ہیں۔ان کی مرتب کردہ کتب ہر صاحب علم کے مطالعہ کی میز پر موجود ہیں۔اب وہ لائبریری، لائبریری گنی ہی نہیں جا سکتی جس میں تحریک ختم نبوت ، یا تاریخ اہلحدیث کی جلدیں موجود نہ ہوں ۔کام اخلاص کی بنیاد پر ہو،تو مالک الملک کیوں نہ قبولیت عامہ سے نوازے ؟

محسن ملت ڈاکٹر بہاءالدین محمد سلیمان اظہر ان خوش قسمت شخصیات میں سے ہیں جنہوں نے اپنی محنت کا پھل اپنی زندگی میں بھی پایا اور ان شاءاللہ آخرت میں بھی بہت بہترین پائیں گے۔الحمدللہ یہ بات بھی قابل ذکر ہے کہ اب جماعت میں زندوں کی قدر کرنے کی روایت بھی جڑ پکڑ رہی ہے۔ ورنہ تو فوت شدگان کے بارے میں بھی بات کرتے ہوئے شخصیت پرستی کے فتوے کا ڈر رہتا تھا۔

بہر حال یہ ایک خوبصورت اور یادگار تقریب تھی جو صبح تقریباً ۱۱ بجے سے لے کر نماز مغرب تک جاری رہی۔حسن انتظام مولانا ابراہیم محمدی اور ان کے رفقاء کی صلاحیتوں کے مظہر تھے،تو علماء کے ایمان افروز اور معلومات سے بھرپور خطابات ان کے اخلاص کے نشان تھے اللہ پاک سب شرکاء کو جزائے خیر عطا فرمائے۔آمین۔

....

ہر جلد ایک خزانہ، ہر لفظ لولوئے لالہ

تحریر: (مولانا)حکیم عمران ثاقب گوجرانوالہ

محسن ملت ڈاکٹر بہاء الدین حفظہ اللہ تعالی، جن کا نام گرامی محتاج تعارف نہیں،تحریک ختم نبوت آپ کا عظیم شاہکار ہے۔قادیانیت کے

رد پر ایسی مفصل مدلل کتاب لکھی گئی، نہ آئندہ لکھی جائے گی۔تحریک ختم نبوت کی ۴۱ جلدیں تو راقم کے پاس موجود ہیں۔ ہر ایک جلد ایک خزانہ، ہر لفظ لولوئے لالہ، میں حق الیقین سے کہتا ہوں کہ ختم نبوت کے سلسلہ میں ڈاکٹر صاحب کی یہ ایسی خدمت ہے کہ حضور ﷺ ساقی کوثر کے ہاتھوں جام کوثر پینے کے لئے کافی ہے۔کتاب تحریک ختم نبوت ایک طرف قادیانیوں کے لئے چشمہ صافی اور مینارۂ نور ہے، تو ساتھ ہی ساتھ بانیان تحریک ختم نبوت کا ایمان افروز تذکرہ ہے جنہیں اس تحریک میں سابقون اولون ہونے کی سعادت ملی۔

تحریک ختم نبوت کے علاوہ اہل حدیث کیلئے ایک اور تحفہ تاریخ اہل حدیث اپنی مثال آپ ہے۔لیکن آج ڈاکٹر صاحب سے بات ہوئی تو یہ جان کر میری خوشی کی انتہاء نہ رہی کہ ڈاکٹر صاحب ایک اور عزم کئے ہوئے ہیں۔ وہ یہ کہ علمائے اہل حدیث کی ردعیسائیت پر قلمی کاوشوں کو جمع کر کے کتابی سلسلہ میں از سرنو زندہ کرنے والے ہیں۔ چونکہ راقم عرصہ بیس سال سے عیسائیت پر کام کررہا ہے، لہذا میرے لئے یہ خبر کتنی خوش گوار ہے، میں اس کا لفظوں میں اظہار کرنے سے بھی قاصر ہوں۔ دعا گو ہوں کہ یہ کام جلد از جلد پایہ تکمیل کو پہنچے۔

دعوت و اصلاح مسلم مسیحی مکالمہ، گروپ پرزور مطالبہ کرتا ہے کہ اس سلسلے کو بلا تاخیر شروع کیا جائے۔ مکالمہ ٹیم دامے درمے قدمے سخنے آپ کے ساتھ کھڑی ہے (اللھم زدفزد)

ڈاکٹر صاحب کی طبیعت ناساز ہے۔ دعا ہے اللہ تعالیٰ صحت کامل عطا فرمائے اور وہ قلمی جہاد کو جاری رکھ سکیں۔

....

تحفظ ختم نبوت: امت مسلمہ کا قیمتی اثاثہ

احناف بریلویہ پاکستان کے مرکزی رہنما ممتاز عالم دین مولانا سعید احمد اسعد کا ڈاکٹر بہاء الدین اوران کے مرتبہ انسائیکلو پیڈیا کو خراج تحسین

فیصل آباد ۲۹ دسمبر ۲۰۱۸ء۔ تحفظ ختم نبوت ہمیں اپنی جانوں سے بھی زیادہ عزیز ہے اور یہ امت مسلمہ کا قیمتی ترین اثاثہ ہے، اوراس مقدس مشن پر پوری امت اکٹھی ہے۔ ڈاکٹر بہاء الدین نے تحفظ ختم نبوت کی عظیم خدمت سرانجام دی ہے ہم انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہیں۔ دارالعلوم امینیہ رضویہ فیصل آباد کی لائبریری کے لئے انسائیکلو پیڈیا کے تحفہ پر سہیل چوہدری اور علامہ عبدالصمد معاذ کا شکریہ ادا کرتے ہوئے ان خیالات کا اظہار اہل سنت (احناف بریلویہ) پاکستان کے رہنما ممتاز عالم دین دارالعلوم امینیہ رضویہ فیصل آباد کے رئیس مولانا محمد سعید احمد اسعد نے آج یہاں علامہ عبدالصمد معاذ اور ڈاکٹر بہاء الدین کے صاحبزادے برادر سہیل اظہر گورداسپوری سے ملاقات میں کیا۔ مولانا نے اس موقع پر انتہائی درد دل سے اظہار کیا کہ امت مسلمہ کو اپنے حقیقی دشمن کو پہچاننا چاہیے اورسب کو بلاتفریق مسلک و مذہب اس کی سرکوبی کے لئے منصوبہ بندی کرنی چاہیے اوراس وقت امت کا حقیقی دشمن یہ قادیانی ٹولہ ہی ہے جو کہ ہماری متاع عزیز پر حملہ آور ہے۔

تحفظ ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا: ایک ملی اثاثہ

پروفیسر ڈاکٹر زاہد اشرف نائب رئیس جامعہ تعلیمات اسلامیہ فیصل آباد
و ڈائریکٹر اشرف لیبارٹریز کا
ڈاکٹر بہاء الدین اور تحریک ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا کو خراج تحسین

۲۹ دسمبر؛ ۲۰۱۸ء ۔ ڈاکٹر بہاء الدین نے تحفظ ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا کو ایک ملی اثاثہ بنا دیا ہے۔ بلا تفریق مسلک انہوں نے مجاہدین ختم نبوت کے کارناموں کو اس عظیم تصنیفی کارنامہ کا حصہ بنا دیا ہے بلکہ غیر مسلموں کی بھی ردقادیانیت میں خدمات کو اس میں شامل کر کے انہوں نے اس کی افادیت کو دو چند کیا ہے جب کہ علماء مشائخ کے درمیان اس شاہکار کی تحفتاً تقسیم بھی اپنی جگہ ایک بڑی نیکی اور خدمت ہے۔ ان خیالات کا اظہار ممتاز دانشور ماہر تعلیم عالم دین صحافی مصنف پروفیسر ڈاکٹر زاہد اشرف نے آج ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا اور ڈاکٹر بہاء الدین کو خراج تحسین پیش کرتے ہوئے کیا۔

ڈاکٹر بہاء الدین کے صاحبزادے برادر سہیل اور مرکزیہ فیصل آباد کے سینئر نائب امیر عبدالصمد معاذ نے آج یہاں اشرف لیبار یٹریز میں ان سے ملاقات کی اور انہیں اس شاہکار انسائیکلو پیڈیا کا تحفہ پیش کیا اس موقع پر ممتاز عالم دین پروفیسر نجیب اللہ طارق اور معروف صحافی مجاہد منصوری بھی موجود تھے۔

....

تحفظ ختم نبوت انسائکلو پیڈیا: ایک عظیم خدمت

جامعہ عبیدیہ فیصل آباد کیلیے تحفظ ختم نبوت انسائیکلو پیڈیا کا تحفہ

۳۱ دسمبر ۲۰۱۸ء۔ تحفظ ختم نبوت امت مسلمہ کا مشترکہ مشن اور سرمایہ ہے۔ تحفظ ختم نبوت کے سلسلہ میں ذرہ برابر بھی کام کرنے والوں کو امت نے سرآنکھوں پر لیا ہے۔ ڈاکٹر بہاء الدین نے یہ انسائیکلو پیڈیا مرتب کر کے تاریخی خدمت سر انجام دی ہے۔ مولانا عبداللہ گورداسپوری مرحوم کی ختم نبوت کے لئے خدمات سے ایک زمانہ آگاہ ہے۔ مجلس تحفظ ختم نبوت کے پلیٹ فارم سے مولانا کی تبلیغی مساعی تاریخ کا حصہ ہے۔ ان خیالات کا اظہار جامعہ عبیدیہ فیصل آباد کے ناظم اور جمعیت علمائے اسلام فیصل آباد کے ضلعی امیر مولانا سید ذکریا شاہ نے محمد سہیل اظہر گورداسپوری سے گفتگو کرتے ہوئے کیا۔ جامعہ عبیدیہ کے سربراہ شیخ الحدیث مولانا سید جاوید حسین شاہ ہیں۔ سید محمد زکریا شاہ سے ملاقات کے موقع پر علامہ عبدالصمد معاذ، ڈاکٹر حسن رشید پروفیسر سید سہیل شاہ، جامعہ کے صدر مدرس مولانا محمد قاسم بھی موجود تھے۔ سید ذکریا شاہ نے مہمانوں کو جامعہ کی لائبریری اور دیگر شعبہ جات کا دورہ کروایا اور مہمانوں کے اعزاز میں ظہرانے کا اہتمام بھی کیا۔ ازاں بعد سہیل گورداسپوری نے ڈاکٹر بہاء الدین کی طرف سے جامعہ عبیدیہ کی لائبریری کے لئے تحریک ختم نبوت کا ہدیہ پیش کیا۔ اس موقع پر سید ذکریا شاہ نے مہمانوں کو سید جاوید حسین شاہ کی تصانیف بھی پیش کیں۔

....

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین۔ ۲۱ مارچ ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت و دوم (٦٢)

قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۵ء (۲۱)

بهاء الدین محمد سلیما ن

احیاء الترا ث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت و دوم (۶۲)
	قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۵ء (۲۱)
مولف	بہاء الدین محمد سلیمان حفظہ اللہ
صفحات	۲۸۹
انٹرنیٹ اڈیشن	جولائی ۲۰۲۰ء
زیراہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۹
مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ	۱۰
بہائی دعوی نمبر ۱	۱۳
ہندوستان کیلئے ایک جدید ریفارم سکیم	۱۶
بہائی دعوی نمبر ۲	۲۰
مستری ثناء اللہ کی مرزائیت سے توبہ	۲۴
لاہوری مرزائیوں کی شرمناک شکست	۲۶
بہائی دعوی نمبر ۳	۳۳
آخری فیصلہ پیش گوئی تھا	۳۶
بہائی دعوی نمبر ۴	۳۸
جدید نبی کا اعلان: قادیانی اور لاہوری خبردار!	۴۲
ایک غلطی کا ازالہ	۴۸
لاہوریوں کا چیلنج قادیانیوں کو	۴۹
جماعت احمدیہ کے اصول	۵۱
بہائی دعوی نمبر ۵	۵۲

مسلمان اور مسیح قادیان	۵۴
قادیانی اور لاہوری مرزائیوں میں اشتہار بازی	۵۸
لاہوری احمدی مصلح موعود کا نیک ارادہ	۶۰
لاہوری اور قادیانی جنگ میں ہمارا منصفانہ حصہ	۶۱
طلوع بہاء اللہ	۶۳
مسیح قادیانی کا مبلغ علم اور جاہلانہ فتوی	۶۷
کھلی چٹھی بنام حاجی سیٹھ عبداللہ الہ دین	۶۹
اصولی بحث سے کون منہ پھیرتا ہے؟	۷۲
ظفراللہ کی تقریر متعلق احمدیت محض ملمع ہے	۷۴
شیخ چلی کی یادگار قادیان میں	۷۶
آخری فیصلے پر میرٹھ میں مباحثہ	۷۹
پادری غلط پنڈت صحیح	۸۴
الفضل کا اڈیٹر ثقہ راوی نہیں	۸۴
عورت کی علامت	۸۶
مرہم عیسی سے ثبوت مسیحیت	۸۶
مولوی محمد علی کی شہادت میں قادیانیوں کی رعایت	۸۸
قادیانی خلیفہ باپ کی جگہ	۸۹
جلسہ انجمن حمایت اسلام میں قادیانی برکت	۹۱
کیا مرزائی عیسائی ہیں؟	۹۲
مرزا جی کا کھیت پک رہا ہے	۹۴
مولوی عطاء اللہ شاہ کے مقدمہ کا فیصلہ	۹۶

حرامزادے کی رسی دراز	۹۹
مولانا ثناءاللہ صاحب گھبرا گئے	۱۰۰
مسیح پھر زمین پر	۱۰۲
قادیان سے کفر کا فتوی نکلا	۱۰۸
میرزائیت	۱۰۹
مرزا نمبر: ابتداء اور انتہا مرزا	۱۱۲
جھوٹا اور پیر پرست کون؟	۱۱۷
جسٹس سر ظفر علی، خلیفہ قادیان کی تائید میں	۱۲۴
خاتم النبیین	۱۲۵
بیانات مرزا صاحب	۱۳۵
فاروق کی تجویز منظور	۱۳۹
مسیح پھر زمین پر	۱۴۱
کوئٹہ کا زلزلہ قادیان پر گرا	۱۴۵
آنے والا زلزلہ شدید ہوگا	۱۴۹
جدید نبی کا اعلان	۱۵۲
پنجابی مثلث	۱۵۳
شیطان مر چکا تھا مگر	۱۵۴
کیا مسیح موعود و حضرت مہدی آچکے؟	۱۵۶
پنجاب کے دو تاریخی مقدمات	۱۵۸
قادیانی، کفایت اللہ دہلوی، جماعت احمدیہ لاہور	۱۵۹
مرزائی سوال جماعت اہل حدیث پر	۱۶۲

مسیح موعود جہاد بالسیف کرے گا	۱۶۴
قادیان کے زلزلے	۱۶۶
نئے نبی کا نیا الہام	۱۷۲
ختم نبوت اور قادیانی امت	۱۷۳
امیر جماعت لاہور و خلیفہ قادیان سے ایک سوال	۱۷۴
ایک سوال کا جواب	۱۷۵
احراری اور قادیانی	۱۸۰
مرزا قادیانی کا انتہائی درجہ اور قرآن سے تعلق	۱۸۲
مولانا ثناء اللہ صاحب کا کھیت پھل لا رہا ہے	۱۸۹
مسیح موعود کے آنے کا وقت ہے؟	۱۹۳
قادیانی مسیح مسیحیوں پر غالب آیا یا مغلوب ہوا؟	۲۱۹۵
عبدالحق لاہوری پختہ احمدی ہے	۱۹۸
کذب قادیانی : اڈیٹر فاروق کی زبانی	۱۹۹
قادیان سے اہل حدیث کو سیاسی اتحاد کی دعوت	۲۰۱
قادیانی علم کلام کا ایک نیا شاہکار	۲۰۲
خاتم النبیین : بجواب قادیانی ٹریکٹ	۲۰۴
بارقۃ السیف ۔ ا	۲۱۸
براہین احمدیہ کیوں ناقص رہی؟	۲۱۹
عبدالحق ہے یا عبدالباطل	۲۲۶
قادیانی مدعی کو مسیح موعود کہنا کم عقلی ہے	۲۲۷
انعامی رقم جمع کراؤ	۲۳۰

بارقۃ السیف ۔۲	۲۳۳
عبدالباطل باطل چھوڑ نا نہیں چاہتا	۲۳۵
چیلنج بنام خلیفہ قادیانی	۲۳۷
مباہلہ مابین جماعت حنفیہ ومرزائیہ	۲۳۷
قادیانی مسیح کی تکذیب کی آواز	۲۴۱
بارقۃ السیف ۔۳	۲۴۵
خاتم الخلفاء کے بعد مجدد کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا	۲۴۷
بارقۃ السیف ۔۴	۲۴۹
قادیانیوں اور احرار کا مباہلہ	۲۵۲
تحریف کس نے کی؟	۲۵۴
سنگاپور میں تبلیغ احمدیت کی حقیقت	۲۵۸
تم نے قادیانی مسیح کو کیوں قبول کیا؟	۲۶۱
اخبار الفضل سے ایک سوال	۲۶۶
قادیان میں مباہلہ کیوں نہ ہوا؟	۲۶۶
احرار اور قادیان	۲۶۹
قادیان کی مسجد احرار میں نماز جمعہ نہیں پڑھی گئی	۲۷۰
قادیان میں دھوم دھام کی برات	۲۷۱
مباہلہ نہ ہوا، برا نہ ہوا	۲۷۳
مولوی محمد علی لاہوری سے ایک سوال	۲۷۶
احرار کا امیر شریعت گرفتار	۲۷۷
قادیان ہمارا حرم ہے	۲۷۷

احرار کی گرفتاری اور سزایابی	۲۸۰
مرزائیت میں توحید؟	۲۸۱
حدوثِ مادہ و ارواح	۲۸۵
کھلی چٹھی بخدمت مولوی محمد علی لاہوری	۲۸۸

فاتحة الکتاب

الحمد لله و الصلوۃ و السلام علی سید الا نبیاء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد باسٹھ(اور قادیانی مشن کی جلد اکیس) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۹۳۵ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دستیاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی ،مولوی داؤدارشد گوجرانوالہ،منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری ،مولوی عبداللہ ثانی امرتسری ،مولوی محمد شفیع آف قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ،مولوی ابوسعید عبدالعزیز لدھانہ،مفتی محمد جمیل ریاست مانگرول ،مولوی عبدالخالق ڈیروی ، ماسٹر علم الدین مونگ گجرات ،مولوی محمد اسماعیل سہوتر اسنگاپور، جناب قاسم علی اورسیئر بہاولپور، کی نگارشات نقل کی گئی ہیں۔علاوہ ازیں پنڈت آتمانند، ایم طفیل مسیحی ،اورقادیانی اخبارات مثل الفضل ،بدر، الحکم وغیرہ کی چند تحریریں منقول ہیں۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح ،تخریج ،تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **بہاء الدین محمد سلیمان ۲۹ جولائی ۲۰۲۰ء**

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق بہت کچھ اختلافات پیدا ہو رہے ہیں۔غور کیا جائے تو یہ نزاعات سب بیکار معلوم ہوتی ہیں کیونکہ مرزا صاحب نے ان نزاعات کے تصفیہ کرنے کے لئے ایک ایسی چیز بتائی تھی جو بالکل صاف اور سیدھی ہے۔مگر افسوس ہے کہ مخالف تو الگ رہے موافق بلکہ فدائی بھی ایسے بے پرواہ ہیں کہ موصوف (مرزا قادیانی) کی تجویز پر کان نہیں لگاتے۔حالانکہ شروع میں اس کو معقول سمجھ چکے ہیں۔آج ہم درد بھرے دل سے نہ صرف مسلمانوں بلکہ پبلک کے فائدے کے لئے وہ تجویز یاد دلاتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے رفع نزاع کے لئے پیش کی ہوئی ہے۔وہ ساری کی ساری انہیں کے الفاظ میں درج ذیل ہے

<u>مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ</u>

بسم الله الرحمن الرحیم نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

یستنبئونك احق هو ۔ قل ای و ربی انه لحق ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الهدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور

ہوں اور آپ بہت سے افترا میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اوران الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناءاللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین

میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔

انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ۔ آمين ۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پبلک کی ہدائت کے لئے یہ ایک معیار دنیا کے سامنے رکھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ اور مرزا صاحب قادیانی میں جو عرصہ دراز سے اختلافی جنگ جاری ہے اس میں پہلے مرنے والے کی موت بہترین معیار ہے۔ اس اعلان کی عبارت میں آٹھ جملے خبریہ ہیں جن کا وقوع ضروری ہے۔

اب ایک طرف تو یہ بڑا زوردار اشتہار ہے دوسری طرف مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا فرمان ملاحظہ ہو کہ وہ وفات مرزا صاحب قادیانی کو کافی نہیں جانتے بلکہ فرماتے ہیں: ’ ہم تو اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بددعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا ‘ (محمد علی در رسالہ ریویو آف ریلیجنز۔ جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

کوئی ان امیر جماعت سے پوچھے کہ نتیجہ تو موت وحیات تھا جو دنیا نے دیکھ لیا۔ اس کے علاوہ کون سا نتیجہ ہے جس کے آپ ۱۹۰۸ء میں منتظر تھے اور آج عرصہ طویلہ گذرنے پر بھی وہ ظہور پذیر نہیں ہوا؟

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا خدا بھلا کرے کہ انہوں نے اس معاملہ کو صاف کر دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں: جب حضرت اقدس (مرزا صاحب قادیانی) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالیٰ نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی ' (تشحیذ الاذہان۔ بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

جس دعا کی قبولیت کی طرف یہاں خلیفہ قادیان نے اشارہ کیا ہے وہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء میں درج ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کہا کہ ہم نے جب ثناء اللہ کے لئے دعا کی تو یہ الہام ہوا ۔ اجیب دعوۃ الداع (خدا نے تمہاری دعا قبول کر لی)۔ بس اس دعا اور اس کی قبولیت کا اثر یہ ہوا کہ: کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

المشتہر: سکرٹری شعبہ اشاعت دفتر اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۴ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ ۔ ۱۱ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۲۰ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۰۔ ۱۱ ص ۶۔ ۷)

بہائی دعویٰ نمبر ۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اہل حدیث امرتسر، شیخ بہاء اللہ ایرانی سے واقف ہوں گے آپ ملک ایران کے باشندے تھے ایران میں آپ کا پیدائشی نام (مرزا حسین علی) تھا۔ بعد میں آپ نے کسی مصلحت سے اپنا نام (بہاء اللہ) تجویز کر لیا۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ ہمارے پنجابی نبی مرزا صاحب قادیانی اسی ایرانی مدعی سے مستفیض تھے جیسا کہ ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا میں ثابت کر دکھایا ہے۔ ان دونوں ریفارمروں میں یہ بات بالاتفاق پائی جاتی ہے جیسا کہ یہ دونوں صاحب کہتے ہیں (بلکہ ان کے اتباع بھی ان کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں) کہ ہماری بابت سب انبیاء سابقین نے پیش گوئی کی ہوئی ہے یعنی ہم موعود کل انبیاء ہیں چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں کہ

میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔ پس اگر یہ

کاروبار انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ ہو سکتے تھے۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص ٦٢)

آج ہم بہائی میگزین کے اس نمبر پر توجہ کرتے ہیں جس میں اڈیٹر صاحب میگزین مذکور نے ایک بہت طویل مضمون اس امر کی توجیح کرنے کیلئے سپرد قلم کیا ہے مضمون کیا ہے بہائی عقائد کی فہرست ہے۔ اس لئے ہم اسے سارے کا سارا نقل کریں گے تا کہ ہمارے ناظرین کے پاس یہ ذخیرہ موجود رہے اور وہ ان جدید مدعیان کی اوران کے اتباع کی کوشش کا اندازہ کرسکیں کہ کہاں تک ڈوبتے ہوئے تنکے کا سہارا تلاش کرتے ہیں مضمون بہائی کے ساتھ حواشی میں اس کا جواب ملاحظہ فرمائیں۔ چنانچہ اڈیٹر صاحب میگزین لکھتے ہیں کہ:

طلوع بہاء اللہ: بہاء کے معنی ہیں نور، حسن، و جمال، جلال، رونق، تازگی، یہ لفظ سنسکرت میں بھی بہت آتا ہے ویدوں میں بکثرت استعمال ہوا ہے پالی زبان میں بودہ دہرم کی کتابیں اس کا بہت ذکر کرتی ہیں بلکہ آنے والے موعود کا ذکر کرتے ہوئے بودہ کتب مقدسہ میں فرمایا کہ، اس کا نام، امت بہا، ہے اور بہا کے معنی پالی میں بھی وہی ہیں جو سنسکرت اور عربی میں ہیں۔ یعنی نور جمال جلال۔

وید میں ایک جگہ فرمایا ہے کہ سب سے پہلے پرماتما کی طرف سے بہا کا ظہور ہوتا ہے پھر اور چیزیں نمودار ہوتی ہیں۔ عبرانی میں بھی عربی کی طرح لفظ بہا بکثرت مستعمل ہے۔ عربی بائیبل میں بھی جہاں آنے والے موعود اعظم کا ذکر ہے وہاں یہ الفاظ موجود ہیں هم یرو ن مجد الر ب بهآء الهنا۔ (کتاب یسعیاہ باب ٢٥)

لوگ پروردگار کی عظمت اور ہمارے خدا کے بہاء کو دیکھیں گے،

صادق اہل کتاب سچے دل سے اس ظہور پر ایمان ا رہے ہیں جو بہاء اللہ کے نام سے جلوہ گر ہوا ہے جسکے معنی ہیں، نور خدا۔ اسی حقیقت اور نام کو قرآن مجید میں یوم موعود کی بشارتوں کے ساتھ یوں بتایا گیا ہے

و اشرقت ا لارض بنورر بها (سو رہ زمر) ۔اور زمین نور پروردگار سے روشن ہوگی۔

یہی بہاء اللہ کے معنی ہیں یعنی نور خدا وہی نور رب ہے اور بہاء کے بجائے نور کا لفظ تفسیر وتشریح کے

لئے اور یہ بتا نے کی غرض سے رکھا گیا ہے کہ اصل چیز حقیقت ومعنویت ہے یعنی تجلی الہی جو جلوہ نما ہوگی اسی کی روشنی عالم میں پھیلے گی۔ اگر حقیقت نہ ہو تو صرف لفظ سے کیا ہوسکتا ہے اسی جلوہء حقیقت کو کتاب مقدس بائیبل میں بہاءاللہ اورقرآن مجید میں نور رب کہا گیا ہے اور فی الحقیقت تجلی ربانی ہی ہے جو روشنی دکھاتی ہے ورنہ بغیر اس کے انسان اور دنیا دونوں تارک محض ہیں (عربی بائیبل میں بہآ الہنا بیشک ہے لیکن بحیثیت مرکب اضافی نہ بحیثیت علم۔ ایرانی بہاءاللہ نے اپنا نام بطور علم تجویز کرلیا تھا جیسے عبداللہ عبدالرحمٰن وغیرہ۔ اس کو ترکیب اضافی سے کوئی تعلق نہیں اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ قرآن شریف میں آیا ہے لما قام عبد الله يدعوه كادوا يكونون عليه لبدا .اس آیت میں عبداللہ بحیثیت مرکب اضافی مستعمل ہوا ہے۔ اب اگر کوئی شخص شیخ بہاءاللہ کی طرح اپنا اصلی نام چھوڑ کر نیا نام عبداللہ رکھ لے (جیسے مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اپنا پیدائشی نام غلام نبی ترک کرکے عبداللہ رکھ لیا تھا) اور کہنے لگے کہ اس آیت میں میری طرف اشارہ ہے تو کیا کوئی عقل مند ایسا دعوی مان لے گا؟ کیا یہ بات ماننے کے لائق ہے؟ اس لئے اردو بائیبل میں یسعیاہ کے مذکورہ مقولہ کا ترجمہ یوں کیا گیا ہے: وہ خداوند کا جلال اور ہمارے خدا کی حشمت دیکھیں گے۔،، دیکھئے انہوں نے مرکب اضافی کوملحوظ رکھ کر کیسا صحیح ترجمہ کیا ہے ۔اس طرح کوشش کرکے پیش گوئی بنائی جائے تو ہر ایک عبداللہ آیت مذکورہ (لما قام عبد الله) کو اپنے حق میں چسپاں کرلے گا۔

اسی طرح قرآن شریف میں نور رب سے مراد مرکب اضافی ہے علم نہیں۔ پس معنی یہ ہیں کہ بروز قیامت خدا کی صفت نور سے زمین روشن ہوجائے گی، یہ نہیں کہ نور سے مراد ضیاء اور ضیا سے مراد بہاء اور بہاء سے مراد بہاء اللہ۔ کیا خوب!

لطیفہ: یہاں پہنچ کر ہمیں حضرت سعدی کی ہزلیات یاد آگئیں۔ آپ نے ایک شخص سے پوچھا تمہارا نام کیا ہے؟ اس کم بختی کے مارے نے اپنے نام کے ساتھ حاجی کا لقب لگا دیا شیخ سعدی نے فرمایا ،حاجی وچاچی تجنیس خطی دارد۔ چاچی کمان را گویند۔ کمان وگمان تجنیس خطی دارد۔ گمان شک را گویند۔ شک وسگ تجنیس خطی دارد۔ معلوم شد کہ تو سگ ہستی۔ بے چارے حاجی صاحب منہ تکتے رہ گئے)

اور موعود نام بہآ کی مناسبت سے یہودی عیسائی مسلمان وغیرہ اہل مذاہب جو اس ظہور حق کو شناخت کرکے فائز ہوئے۔ نئے نام سے اہل بہا یا بہائی کہلاتے ہیں۔ چنانچہ نئے نام کی اطلاع کتاب مقدس نے پہلے دے دی تھی: تب تو میں تیری راست بازی اور سارے بادشاہ تیری شوکت دیکھیں گے اور تو ایک نئے نام سے کہلائیگا جسے خداوند کا منہ رکھ دیگا (یسعیاہ باب ۶۲)

الحمدللہ خداوند کی طرف سے جو مقرر تھا ظاہر ہوگیا پروردگار نے اپنا وعدہ پورا کردیا نبیوں کی صداقت آشکارا ہوئی۔مقدس کتابوں کے نوشتے پورے ہوگئے ۔(بہائی میگزین بابت نومبر ۱۹۳۴ء ص ۱۸۔۱۹)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۳ ص ۳،۴)

ہندوستان کیلئے ایک جدید ریفارم سکیم

سائمن اور نہرو رپورٹ سے بہتر

(امت مرزائیہ کے ایک جدید ملہم کی تجویز کردہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل ہندوستانی اخباروں میں آئندہ ریفارم سکیم پر ساری توجہ مبذول ہورہی ہے۔اصل میں یہ بحث ۱۹۲۷ء سے چلی ہے۔آج کل جو مسودہ رپورٹ ہندوستانیوں میں زیر بحث ہے وہ ایسا ہے کہ کانگریسی لوگ اس کو بالکل غلط کہتے ہیں۔وزیر ہند اس کو بے نظیر سکیم بتاتے ہیں۔وزیر ہند کا قول ہے کہ اس سے بہتر سکیم کوئی بنا ہی نہیں سکتا۔

آج ہم جو سکیم احمدی ملہم کی پیش کرتے ہیں اسے دیکھ کر وزیر ہند بھی غالباً تسلیم کریں گے کہ واقعی اس سے اچھی کیا اس جیسی سکیم بھی نہیں بن سکتی۔بالکل صاف بالکل سیدھی نہ اینچ نہ پیچ۔

آج ہم جس احمدی ملہم کی پولیٹکل سکیم پیش کرنے کو ہیں، یہ وہی صاحب ،شیخ غلام محمد سلطان القلم، امام مہدی آخرالزمان، ومصلح موعود، وقدرت ثانیہ، کلمۃ اللہ، افسر انچارج خزانہ اعلیٰ سرکار آسمانی بادشاہت خلیفہ سلطان موعود ہیں جن کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء میں ہو چکا ہے۔جنہوں نے لکھا تھا کہ گورنمنٹ میری زوجیت میں آجائے گی، جس کے ولیمے کا خرچ دفتر اہل حدیث امرتسر نے اپنے ذمہ لیا تھا۔

آج کی سکیم شاید اسی تزویج کی تشریح ہے۔بہر حال جو کچھ بھی ہے مزیدار ہے۔اور مرزا قادیانی متوفی کی ایک خواب کی تعبیر ہے جس کا ذکر پھر کبھی ہوگا۔ناظرین اس سکیم کو بغور پڑھیں، چنانچہ امام مہدی فرماتے ہیں کہ:

اس وقت حکومت گورنروں وزراؤں وغیرہ کے ذریعہ تمام خزانہ اور طاقت حکومت کے استعمال سے اپنی حکومتوں کا انتظام چلا رہی ہے جس میں دوسری قوم و مذاہب کے انسان اس کے عملہ سرکاری میں داخل ہیں جن کے متعلق وہ یقین سے نہیں کہہ سکتی کہ وہ سب اس کے پورے وفادار اور امین حکومت و رعایا ہیں ۔ اسی طرح وہ آسمانی خدائے واحد کی جائز اور ضرورت حقہ کی آرزو کو قبول کرے ۔ اور صوبہ پنجاب سے اس کا کام شروع کر دے ۔ جہاں میرا تعلق ہندوستان میں صرف موجودہ گورنر پنجاب اور گورنر جنرل ہند سے ہوگا ۔ اور تمام درمیانی وسائل سے میں بالاتر اور الگ چلوں گا میرے اور ان پر دو حکام اعلی کے مابین تعلق خط و کتابت و میل ملاپ اور انتظامات محکمہ کی سرانجام دہی کیلئے حسب ضرورت ایک عملہ اعلی ایسا ہوگا جو اردو و انگریزی خواں مسلمان یا انگریز ہو لیکن اس کا تقرر میری سفارش کے ساتھ مجوزہ حلف وفاداری کے ساتھ گورنر صوبہ اور گورنر جنرل ہند فرماویں گے جس تمام انتظام کی منظوری حکومت ہند کو بادشاہ سلامت سلطنت برطانیہ سے حاصل کرنی ہے جس میں میرا تقرر محکمہ اصلاحات خصوصی کے افسر اعلی کی حیثیت میں بھی حکومت کے منفرد مخصوص ہاتھ میں رہے گا جس کے چارج میں ایک مقررہ سالانہ بجٹ ہوگا اور جس کے تمام قواعد و حسابات اور عملہ ماتحت میرے اختیار کلی میں کام کرے گا اور کسی دوسرے محکمہ حکومت اور اس کے عملہ وغیرہ کا اس میں کسی قسم کا عمل دخل نہ ہوگا لیکن میرے محکمہ خصوصی اصلاحات کو تمام حکومت کے محکموں اور ملک کی ماتحت رعایا کے اندر دخل دینے کا پورا حق اور اختیار خصوصی حاصل ہوگا جس کے لئے تمام مشترکہ واحد انتظام عملہ وغیرہ میں مجوزہ حلف وفاداری ساتھ اپنے آخری فیصلہ سے تمام قوموں کے اندر سرانجام دونگا اور ہر سال اس کا نتیجہ حساب خزانہ اور دیگر کارگذاری بوساطت گورنر صوبہ پنجاب ہندوستان کے گورنر جنرل کی خدمت میں بھیجی جایا کرے گی جس کی تمام کاروائی میرے اختتامی نوٹ و دستخط کے ماتحت حکومت کی منظور شدہ کاروائی سمجھی جائے گی ۔ جس کے کسی حصہ پر حکومت اعتراض کرنے کی مجاز نہ ہوں ۔ ہاں تشریح کرانے اور آئندہ کے لئے مشورہ دینے کی مجاز ہو گی ۔ اور اگر وہ دو سال ابتدائی کے بعد اس سے متفق نہ ہو یا اپنا کسی قسم کا نقصان سمجھے تو اس بات کی پوری مجاز ہو گی کہ اپنے تمام انتظام مجھ سے واپس لے لے ۔

اور اگر میری کوئی ذاتی جائداد منقولہ یا غیر منقولہ انتظام حکومت کے دوران موجود پائے تو اسے بحق حکومت ضبط

کر لے میرے پاس نہ اس وقت اس قسم کی کوئی جائداد ہے اور نہ موت تک کوئی ایسی جائداد کھڑی ہوگی کیونکہ میں اپنے آقائے نامدار حضرت نبی کریم صلعم کا کامل بروز اور حضور محمد ﷺ کا غلام ہوں مجھے یہی سبق اسلام نے پڑھایا ہوا ہے

حکومت برطانیہ کو مجھے ہر سال کے لئے کم از کم پانچ لاکھ اور زیادہ سے زیادہ دس لاکھ روپئہ کی آمدنی وخرچ کا بجٹ اپنے مشترکہ خزانہ ہند سے دینا ہوگا جس پر ہر قسم کے خرچ کا مجھے کلی اختیار حاصل ہوگا۔ لیکن تمام اخراجات کی تفاصیل بمعہ رسیدات کے مکمل حساب رکھنے اپنے محکمانہ انتظام کے اندر میں پابند ہوں گا جس حساب کا مقابلہ گورنر صوبہ پنجاب یا گورنر جنرل ہنداپنے محکمہ کے اڈیٹر سے بھی حسب ضرورت ہر سال کے بعد کرانے کے مجاز ہوں گے اور میرے تمام محکمہ کے عملہ کی تنخواہیں اور ہر قسم کے اخراجات اسی رقم کے بجٹ سے خرچ ہوں گے جس میں میری تنخواہ اور افسران اعلی سرکاری کی تنخواہ بھی شامل ہوگی جن سب کی تنخواہوں و گریڈوں کے کل فیصلہ جات اور قواعد متعلقہ کا انتظام میرے سپرد ہوگا۔ اگر دوسال کے کاروبار کے نتائج کے بعد گورنمنٹ ہند کو اس سے اتفاق نہ ہوا تو وہ محکمانہ طور پر اس محکمہ کو توڑ دینے اور آئندہ اپنے ہر قسم کے امدادی ہاتھ کو بند کر لینے کی مجاز ہوگی۔ لیکن میرے آسمانی اور خلافتی کام کو اپنی حکومت کے اندر نہیں توڑ سکے گی اور میں اس صورت میں پابند ہوں گا کہ دوسال میں حکومت برطانیہ نے جس قدر بجٹ نقد میرے محکمہ میں خرچ کیا ہوا سے گورنمنٹ کا قرضی حسنہ شمار کروں اور اپنے اسلامی خلافتی کاروبار کی آمدنی سے حسب گنجائش گورنمنٹ کو رقم باقساط واپس کرتا رہوں جس کے حکومت مجھے یک دم تنگ نہ کر سکے گی۔ بلکہ اپنی رقم کی واپسی میری سہولت پر چھوڑ رکھے گی لیکن جو مدد اپنے مشترکہ محکمہ پولیس فوج وغیرہ مجھے دے گی انکے اخراجات نہ میرے بجٹ میں ڈالے جائیں گے اور نہ ہی بعد میں ان کوئی رقم میں ادا کرنے کا ذمہ دار ہونگا۔ جس میں سے ایک سپیشل تھانہ اور عدالت میرے کام کیلئے حکومت کو وقف کرنی پڑے گی یہ تمام حد بندیاں اور تشریحات صرف فہم معاملہ اور صفائی حساب کے لئے ہیں ورنہ میں یقین رکھتا ہوں کہ میں نے بہت تھوڑا ہاتھ ہی ابھی خزانہ حکومت کو لگایا ہوگا کہ میرے اپنے آسمانی وزمینی خزانوں کے انبار میرے پاس لگے ہوں گے کیونکہ میں اسلام کے اس خدائے واحد کا مظہر اور اس کے انسان کامل (مرزا) کا بروز ہوں جو علم وروح کی کامل طاقت

اور حرف کن سے آپ زمین وآسمان بناسکتے ہیں۔

اور جو دوسروں کو حکومتوں اور خزانوں سے مالا مال کر کے دکھا سکتے ہیں مجھے بھی ایسا ہی کرنا ہے صرف ایک تھوڑا سا حکومت برطانیہ کا امتحان اور عملی قدم ہے جس کے اٹھنے کے بعد وہ دیکھ لے گی کہ میں اور میرا مذہب کیا چیز ہیں اور کس علم وعمل کے کامل اتحاد اور وحدت کا نام ہیں اور ان سے کس قدر انسانی قومی اور ملکی مذہبی اور حکومتی اصلاح سلطنت برطانیہ کے اندر ظہور میں آتی ہے جس کو ان کے کروڑوں پونڈ اور صدیوں کے علوم اور ہمتیں ہرگز ہرگز پورا کر کے نہیں دکھا سکتیں جس کیلئے مجھے تمام کام قرآن شریف کی کامل تابعداری کے اندر سرانجام دینا ہوگا کیونکہ اسی کی برتریوں، برکتوں، خوبیوں اور اعلی عملی نتائج کا مجھے اظہار دکھلانا ہے جس میں حکومت وقت کے ان تمام حصوں سے مجھے اتحاد رہیگا جو اسلامی اصولوں کے مطابق کھڑے ہیں اور مخالف حصہ قوانین حکومت کی تبدیلی کی تکمیل تک میرے کام کا دائرہ خالص قرآن کی آسمانی کتاب قوانین کے اندر ہی رہے گا اور میرے تمام اصلاحی معاملات انہی کی حدود کے اندر نہایت عدل وانصاف سے طے پائیں گے۔ مجھے حکومت کو یہ خوش خبری دینی ہے

کہ میرے جد امجد حضرت محمد الرسول اللہ ﷺ کا روحانی وجسمانی اس قدر خزانہ آسمان وزمین پر موجود ہے جن کو کوئی حکومت گن نہیں سکتی۔ جن سب کا قانونی چارج بطور ورثہ مجھے لے کر اپنے محکمہ اصلاح میں خزانہ حکومت میں شامل کرنا اور ایک بالکل تازہ اور کثیر خزانہ میرے روحانی باپ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود کی چھوڑی ہوئی ہے جس کو بہت جلد میں نے اپنے قانونی ورثہ میں شامل کر کے خزانہ حکومت میں داخل کرنا ہے۔ اور یہ تمام خزانے اور جائدادیں میری ہر قسم کی قرآنی احکامات وحکومت وقت کے قوانین کی محکم گرفت میں موجود ہیں، جن کا صرف فیصلہ حکومت کے بعد مجھے عدل کے ساتھ چارج لے کر دکھلا دینا ہے کیونکہ ان تمام کثیر اموال اور جائدادوں کے منتظم خائن اور مکار وچور اور سخت نا اہل واقع ہو چکے ہیں جو اس قابل نہیں رہے کہ کوئی آسمانی یا زمینی کام ان کے ہاتھ میں باقی رکھا جائے، جن سب کی اصلاح کے لئے مجھے خدائے واحد نے بھیجا ہے تا کہ ان سب کو معطل کر کے مناسب سزائیں دے کر کام کو بہترین امین ہاتھوں کے سپرد کر دیا جائے، کن کے ماتحت قومیں سخت کمزور اور بے وقوف ہو چکی ہیں جن کے جتھوں کی قوت پر وہ سب

دنیا میں اصلاح اور نیکی پھیلانے کی بجائے جرم اور خیانت وجھوٹ پھیلا رہے ہیں..الخ۔

(نمبر ہفتم۔ص ۵۲ تا ۵۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم تو اس سکیم کے بالکل موید ہیں مگر دیکھئے انگریزی حکومت اس پر کیا توجہ کرتی ہے۔ بہر حال سکیم اچھی ہے۔ غالباً شیخ صاحب موصوف اپنی اس رفعت شان میں اخبار اہل حدیث کے سٹاف کو نہ بھولیں گے۔ غور فرمائیں کہ آپ کے سگے اور سوتیلے بھائیوں (پیغامیوں اور قادیانیوں) کے کسی اخبار نے آپ کی سکیم پر ایک حرف بھی نہیں لکھا لیکن اہل حدیث نے اسکو اصل الفاظ میں شائع کیا۔ اس لئے بوقت خاص اسخدمت کا معاوضہ ملنے کی امید ہے ورنہ کہا جائے گا

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم بہر وفا کچھ تو ادھر بھی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۲ ص ۴۔۶)

بہائی دعوی۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں اس سلسلہ کے متعلق بتایا گیا ہے کہ بہاءاللہ کون ہیں اور بہائی کون ہیں اور وہ کیا کہتے ہیں۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ایران میں ایک شخص مرزا حسین علی انیسویں صدی عیسوی کے شروع میں پیدا ہوا تھا جو کہ اپنے دعوی کے بعد شیخ بہاءاللہ کے نام سے موسوم ہوا ان کے اتباع ان کو موعود کل انبیاء بتاتے ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیات ان کے حق میں پیش کرتے ہیں جس مضمون پر گذشتہ نمبر میں توجہ ہوئی تھی اس میں یہی ذکر ہے کہ کتب سابقہ اور قرآن مجید کا موعود شیخ بہاءاللہ ہے۔ آج دوسرا نمبر درج ہے:

بہائی میگزین کے الفاظ یہ ہیں:

نور موعود کے ظاہر ہونے کا مقام: معلوم ہے کہ سب سے اول اعلان امر حضرت بہاء اللہ نے بغداد میں کیا تھا بغداد کا دوسرا نام اسلامی تاریخ اور عرف میں دارالسلام ہے اسی کا ذکر قرآن مجید میں یوں آتا ہے واللہ یدعوکم الی دار السلام و یهدی من یشاء الی صرا ط مستقیم خدا تعالیٰ تمہیں دارالسلام کی طرف بلاتا ہے اور جسے چاہے سیدھا راستہ دکھاتا ہے۔ حضرت بہاء اللہ کے قیام دارالسلام بغداد کے زمانہ میں خداوند عالم نے اس پیش گوئی کے ظہور کا اعلان فرمایا اور آج بھی بغداد میں اہل بہاء کا ایک نقدس مذہبی مقام بیت مبارک حضرت بہاء اللہ موجود ہے۔ جو اہل بہاء کے لئے زیارت گاہ ہے جسکا معاملہ لیگ آف نیشنز میں عرصہ سے پیش ہو رہا ہے۔ (بہائی میگزین بابت نومبر ۱۹۳۴ء ص ۱۹)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: کیا اچھا ترجمہ ہے اور کیا اچھی تفسیر ہے اسی طرح باقی آیات میں بھی ناظرین ملاحظہ کریں گے۔

اس کی مثال: ہمارا اٹل دعوی ہے کہ قادیانی رسالت، بہائی رسالت کی متبع ہے۔ اسلئے اسکی مثالیں قادیانی تفسیرات میں بکثرت ملتی ہیں منجملہ ایک درج ذیل ہے

الی ربك یو مئذ ن المستقر۔ اس دن تیرے رب کے پاس ہی ٹھکانا ہوگا یعنی سوائے خدا کی پناہ کے اور کوئی پناہ نہ ہوگی ایک یہ بھی مطلب ہے کہ نجات مسلمان ہو کر مل سکے گی یہ سب باتیں قیامت پر آنحضرت ﷺ کے زمانہ پر اور حضرت مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ پر لگتی ہیں

الی ربك یو مئذ ن المستقر۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں اس طرح کہ ۱۹۰۵ء میں جب بڑی کثرت سے طاعون پھیلی تو پے در پے لوگوں کی بیعت کے خطوط شروع ہو گئے۔ اس کا مطلب یہ ہوا کہ اگر مامور (مرزا قادیانی) کو مان لو تب بچ سکتے ہو ورنہ ہلاک ہو جاؤ گے۔ (الفضل ۱۹ اگست ۱۹۱۴ء)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: کیا اچھا ترجمہ اور کیا اچھی تفسیر ہے۔ نواب محسن الملک مرحوم ثانی سکرٹری علی گڈھ کالج نے سرسید احمد خان کی تفسیر بالرائے دیکھ کر سرسید مرحوم کو ایک خط لکھا تھا جو چھپ چکا ہے جس میں ایک فقرہ یہ بھی ہے کہ: آپ کو قرآن کے معنی وہ سوجھتے ہیں جو خدا کو بھی معلوم نہیں

میں کہتا ہوں نواب مرحوم آج زندہ ہوتے تو اسی قسم کا خط اہل بہا اور اہل قادیان کو بھی لکھتے کہ آپ قرآن میں

وہ معنی ٹھونستے ہیں کہ خود خدا نے داخل نہیں کیئے۔

خیر یہ تو ان دونوں خاندانوں کا اتحاد عمل ہے جو ہونا چاہیئے ہمیں اس سے یہ فائدہ ہوتا ہے کہ ہم نے جو اپنے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا میں ان دونوں بزرگوں میں اصل و فرع کو نسبت بتائی ہے وہ صحیح ہے ہم صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ جسوقت یہ آیت نازل ہوئی تھی کیا اس وقت اس کے یہی معنی تھے کہ اللہ تمہیں بغداد کی طرف بلاتا ہے

کیا خوب حالانکہ اس وقت بغداد کا نام دارالسلام بھی نہ تھا بلکہ بغداد ہی تھا جو بغ (بت) اور داد (بادشاہ کے نام) سے مرکب ہے جیسے بعلبک۔ اسی بنا کر مرزا صاحب قادیانی لکھا ہے کہ میں نے کشف میں دیکھا کہ قرآن میں قادیان کا نام لکھا ہے تو میں نے کہا قرآن میں تین شہروں کے نام ہیں مکہ مدینہ قادیان۔ (ازالہ) جس پر قادیان کے ایک شاعر نے لکھا تھا

مظہر حق دیدہ ام گویا فرود آمد خدا
در شمار مکہ چوں نآید شمار قادیان

اصل معنی آیت کے سمجھنے کیلئے قرآن کی اصطلاح کا سمجھنا ضروری ہے کہ دارالسلام جنت کا نام ہے جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ارشاد ہے: لهم دار السلام عند ربهم و هووليهم بما كانوا يعملون (الانعام:۱۲۷) ان نیک لوگوں کے لئے دارالسلام (جنت) ہے وہ خدا ان کا والی ہے بسبب ان کے اعمال صالحہ کے

حقیقت یہ ہے کہ یہ ہر دو خاندان بہائی اور قادیانی قرآن مجید کو مطلب براری کا ایک ذریعہ جان کر اس قسم کی باتیں کرتے ہیں ورنہ یہ کوئی کہنے یا سننے کی بات ہے کہ دارالسلام کی طرف خدا بلاتا ہے، اس سے مراد یہ ہے کہ نزول قرآن کے بارہ سو سال بعد جب بہاء اللہ بغداد میں قید ہوگا، تو اس وقت خدا لوگوں کو بغداد کی طرف بلائے گا بھلا جناب پیر بغدادیؒ کا کوی راسخ مرید اگر اس آیت کو حضرت شیخ عبدالقادر بغدادی کے حق میں لگائے تو آپ اس کو کیا جواب دیں گے، حالانکہ بہائیوں کی نسبت بہت زیادہ لوگ پیر صاحب کے مرقد کی زیارت کو جاتے ہیں میرا خیال ہے اس وقت قرآن مجید آپ دونوں کے ہاتھوں شکایت کرتا ہوا کہے گا

شد پریشان خواب من از کثرت تعبیرہا

اور سنئے: لکھا ہے

مکان قریب: قرآن مجید میں آتا ہے: واستمع یوم یناد المناد من مکان من مکان قریب۔ یوم یسمعون الصیحۃ الحق ذلک یوم الخروج (ق:۴۱۔۴۲) متوجہ ہوکر سننا جب کہ مکان قریب سے پکارنے والا پکارے گا جس دن لوگ آواز حق سنیں گے وہی زمانہ ظہور ہوگا۔ مکان قریب، ایک جامع لفظ ہے عرب جہاں کلام مجید نازل ہورہا ہے وہاں سے عراق عرب (بغداد) بھی مکان قریب ہے اور ملک شام بھی قریب ہے چنانچہ مفسرین نے مکان قریب سے ملک شام ہی سمجھا ہے اور شام میں حضرت بہاء اللہ کی ندائے حق سال ہا سال بلند رہی اور بالآخر وہیں مرکز بہائی بن گیا ہے۔ حضرت عبدالبہاء بھی عکہ اور حیفا (ملک شام) میں رہے آج کل بھی وہیں حضرت ولی امر اللہ تشریف رکھتے ہیں انہیں مقامات پر کوہ کرمل واقع ہے جس کا ذکر ظہور موعود کے سلسلہ میں بائیبل نے بے شمار بار کیا ہے خود عکہ کے متعلق صاف صاف لکھا ہے کہ عکہ دنیا کیلئے امید کا دروازہ ہوگا اور خدا کے طالب یہاں آئیں گے (یسیعاہ باب ۶۵) (رسالہ مذکور ص ۱۹، ۲۰)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں؛ صحیح معنی میں یہی قرآن دشمنی ہے اور یہی انکار قرآن ہے کہ اس کے ایسے معنی میں لیا جائے جو معنی نہ متکلم کے مراد ہوں نہ مخاطب کے بلکہ اس شعر کے مصداق ہوں

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

اسکی مثال: قادیان بھلا اپنے اسلاف سے کم کیونکر رہنے لگا قادیانی ترجمہ قرآن میں لکھا ہے کہ: وبالآخرۃ ھم یوقنون متقی وہ لوگ ہیں جو آخری وحی پر جو مرزا قادیانی پر نازل ہوئی ہے ایمان رکھتے ہیں۔

نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب متوفی پر ایمان لانا... بلکہ داخل ایمان ہے اس کے بغیر انسان متقی نہیں بلکہ مومن ہی نہیں ہوسکتا۔..

زبان نہیں رکتی

مرزا غلام احمد پر اعتراض ہوا کہ حدیث نزول مسیح موعود میں مقام نزول دمشق ہے آپ قادیان میں کیسے مسیح موعود بن گئے آپ نے کس انداز اور کس شان سے جواب دیا کہ

دمشق سے مراد قادیان ہے کیونکہ دمشق یزیدیوں کا تخت گاہ ہے اور قادیان میں بھی یزیدی الطبع لوگ رہتے ہیں۔ نیز قادیان سے خط کھینچیں تو سیدھا دمشق پر جاتا ہے ۔(ازالہ اوہام)

معترض بھی بلا کے پرکالے ہوتے ہیں جواب میں کہا گیا کہ ہاں صاحب قادیان سے خط کھینچیں تو سیدھا جہنم تک بھی جا سکتا ہے کیونکہ حکیم اقلیدس نے لکھا ہے کہ ہم ہر دو نقطوں میں خط ملا سکتے ہیں۔

بہائی صاحب! آپ نے جو آیت زیر بحث لکھی ہے وہ مکی ہے اور مدینۃ الرسول مکہ شریف سے بغداد کی نسبت اقرب ہے پھر اگر کوئی شخص یہ معنی کرے کہ عنقریب مدینۃ النبی سے اسلام کی اذان جاری ہوگی اسے تم کان لگا کر سننا اور اس کی خلاف ورزی نہ کرنا اسی دن اسلام کا کمال ظہور ہوگا چنانچہ ہوا تو آپ (بہائی) کیا جواب دیں گے ہم حیران ہیں کہ اس قسم کے استدلال کرنے والوں کے حق میں ہم کیا رائے قائم کریں بجز اسکے کہ : پیر من خس است واعتقاد من بس ست

نوٹ: کتاب یسعیاہ باب ۶۵ سے جو عکہ کے متعلق آپ نے عبارت نقل کی ہے ہم کو نہیں ملی نہ اردو بائیبل میں نہ عربی میں فاضل اڈیٹر بہائی میگزین مہربانی کر کے اس حوالے کی تصحیح کریں ورنہ کہا جائے گا:

ایں ہم اندر عاشقی بالائے غم ہاء دگر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۳ ص ۳-۴)

مستری ثناءاللہ کی مرزائیت سے توبہ

(مرزائی، ثناءاللہ کے نام سے تھراتے ہیں)

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

ہمارے ملاقاتیوں میں ایک صاحب علی محمد اہل قرآن ہیں جو گوجرانوالی اہل قرآن کے ہم مشرب ہیں۔ ان کے خسر مستری نصیر الدین گوجرانوالی پکے احمدی ہیں جن کے صاحبزادے مستری ثناءاللہ صاحب آج کل امرت سر میں تشریف فرما ہیں۔ اب کی دفعہ قادیانی جلسہ پر بھی گئے تھے۔

میری ان سے ملاقات ہوئی تو میں نے حسب عادت انہیں تبلیغ حق کی اور مرزا صاحب کی چند تحریرات مشتمل بر تعصب وخودغرضی ومغالطات وکذبات دکھائیں انہوں نے بچشم خود کتب مرزا سے پیش کردہ حوالہ جات کو بغور ملاحظہ کرکے صاف اقرار کیا کہ واقعی ان تحریرات کی رو سے مرزا صاحب مسیح موعود وغیرہ نہیں کہے جاسکتے۔ اسی دوران، آخری فیصلہ پر گفتگو چل پڑی، تو کہنے لگے کہ اب کی دفعہ قادیان میں مولوی سلیم نے اسی مسئلہ پر ایک لمبی تقریر کی تھی جس سے صاف عیاں ہے کہ اس امر میں مولوی ثناء اللہ صاحب حق بجانب نہیں۔ خاکسار نے آخری فیصلہ کے متعلق جملہ عذرات مرزائیہ کو گن کر سنایا پھر ہر ایک عذر کا معقول ومدلل جواب دیا اور مرزا صاحب کی متعدد تحریرات سے ثابت کردیا کہ یہ مباہلہ نہیں محض دعا ہے جس کی منظوری بھی بقول مرزا صاحب، خداتعالی کی طرف سے ہوچکی تھی۔

الحمدللہ اس کا وہی اثر ہوا جس کی توقع تھی یعنی وہ اصل حقیقت کو پاگئے۔ اس کے بعد خاکسار نے چند تالیفات ثنائیہ متعلقہ قادیانی مشن مثلاً الہامات مرزا وغیرہ انہیں دیں اب بفضل خدا وہ احمدیت سے پورے طور پر بےزار ہوچکے ہیں۔ آج انہوں نے ایک عجیب داستان سنائی کہ:

> میرا نام چونکہ ثناء اللہ ہے اس لئے احمدی دوستوں کو سخت شاق گذرتا رہا ہے۔ بارہا انہوں نے میرا نام تبدیل کرنے کوشش کی کبھی نعمت اللہ رکھتے کبھی کچھ کبھی کچھ۔ اب کی دفعہ قادیان جلسہ پر بھی اکثر احمدی اس نام کی وجہ سے میرا مضحکہ اڑاتے رہے کہ یہ، ثناء اللہ امرتسری، ہے مطلب یہ کہ نام بدل دو۔ مولوی غلام رسول آف راجیکی نے ازراہ تمسخر کہا کہ کیا ہوا ان کا نام ثناء اللہ ہے، لوہا ہی لوہے کو کاٹتا ہے۔

مذکورہ بالا بیان سے صاف عیاں ہے کہ احمدی حضرات گو بظاہر کتنی بھی سرکشی دکھائیں مگر یہ بات اب مہر نیم روز کی طرح عیاں ہوچکی ہے کہ ثناء اللہ کا نام جملہ مرزائیوں کے قلب وروح پر چھا چکا ہے جس طرح گیارھویں صدی عیسوی میں یورپ کے قلب پر صلاح الدین چھا گیا تھا جس کی یاد بھی انہیں تڑپائے دیتی ہے اور ان مرزائیوں پر کیا منحصر ہے خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی مولانا ثناء اللہ کے ہاتھوں تنگ آکر بایں الفاظ چیختے چلاتے چل بسے کہ اے ثناء اللہ:

میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا۔ اگر میں کذاب ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا پھر اسی پر بس نہیں میں یقین محکم کی بنا پر کہہ سکتا ہوں کہ گو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ہاتھوں شکست کھائے ۲۶ سال کے قریب گذر چکے ہیں تاہم کشفی آنکھ سے دیکھنے والے کو آج بھی یہی نظر آئے گا کہ عالم بالا میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری آتشی کوڑا ہاتھوں میں لئے ہوئے اہل زیغ کے پیچھے پیچھے پھر رہے ہیں۔ ذلك فضل الله ۔ له الحمد

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ اپنے ادارتی نوٹ میں فرماتے ہیں:

اہل منطق نے دلالت کی ایک قسم التزامی بتائی ہے جیسے حاتم کو سخاوت، شیر کو بہادری، ثناء اللہ نام میں دلالت التزامی کذب مرزا داخل ہے جو بغیر کسی بحث وتمحیص کے ذہن میں آتی ہے کیونکہ منطق کا قاعدہ ہے لا هجر فی التصور خیال کو روک نہیں۔ اس کی واضح مثال یہ ہے کہ کسی کے عزیز کو کوئی قتل کر دے تو باوجود مدت دراز گذر جانے بلکہ معافی ہو جانے کے بعد بھی وہ جب اسے دیکھے گا تو اسے اپنے عزیز کا قتل یاد آنے پر صدمہ ہوگا۔ یہ ایک فطرتی بات۔ چونکہ مرزا صاحب نے اعلان کیا تھا کہ ہم (مرزا قادیانی وثناء اللہ) میں سے جو پہلے مرے گا وہ عند اللہ جھوٹا اور زندہ رہنے والا سچا ہوگا، اس فیصلہ مرزا قادیانی کا کا تصور امت مرزا کو سخت ستاتا ہے۔ اس لئے: وہ بگڑتے ہیں کہ کوئی انہیں کیوں یاد آیا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۳ ص ۵)

لاہوری مرزائیوں کی شرمناک شکست

منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں: لاہوری مرزائیوں نے اپنے سالانہ جلسہ منعقدہ ۲۴ دسمبر ۱۹۳۴ء میں مدثر شاہ احمدی کی تقریر،

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا افتراء ہے،

پر سوال وجواب کے لئے وقت رکھا، مگر صرف آدھ گھنٹہ۔ حالانکہ یہ مسئلہ قریباً بیس برس سے قادیانی اور لاہوری احمدیوں میں بے طرح الجھ رہا ہے جس پر صدہا صفحات کی کتابیں لکھی گئیں۔ اتنے بڑے معرکۃ الآراء مسئلے پر

سوال وجواب کے لئے اتنا قلیل وقت رکھنا ظاہر کررہا ہے کہ: کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

بہرحال انجمن اہل حدیث لاہور نے بد را بدر باید رسانید، پر عمل کرنے کے لئے اسی قلیل وقت کو منظور کرلیا مگر مرزائی اور عہد کی پابندی؟ اجتماع ضدین کا معاملہ ہے۔ جب ہم وقت پر ان کے جلسہ میں گئے تو انہوں نے اپنے پیش رو کی سنت موکدہ: کیا وعدہ ہمیں کر کے مکرنا نہیں آتا؟ کی تقلید میں صاف جواب دے دیا کہ ہم آپ کو صرف پانچ منٹ دے سکتے ہیں۔

آہ! اس وقت کا سماں بھی قابل دید تھا، جب کہ ایک مدعی تہذیب مدعی دیانت وامانت جماعت کو ان کے شائع کردہ پروگرام اور ان کی دستخطی مرسلہ چھٹی کے مندرجہ عہد، ڈھائی بجے سے تین تک تقریر پر سوال وجواب، کی رو سے انکی اس انوکھی دیانت کا خاکہ اڑا رہے تھے۔ آخر دام میں آئے ہوئے صاحب علم مریدوں کا رنگ دگرگوں دیکھ کر انہیں وقت دینے پر مجبور ہونا پڑا۔ چنانچہ موعودہ وقت کو بحساب ۵، ۵ منٹ تقسیم کر کے تین تین تقریروں کی اجازت دی گئی۔

مگر بعد میں جب کہ ابھی ہماری دو ہی تقریریں ۵۔۵ منٹ کی ہوئی تھیں اور وقت موعود سے دس منٹ باقی تھے کہ صدر جلسہ مرزائی نے اپنے مناظر کی انتہائی کمزوری اور اہل حدیث مناظر کی واضح فتح اور بین و نمایاں غلبہ اور پبلک کی بدلتی ہوئی حالت کا نقشہ ملاحظہ کر کے قبل از وقت ہی مناظرہ بند کر دیا۔

ہم نے بارہا انہیں توجہ دلائی کہ آپ وعدہ شکنی نہ کریں۔ آپ کا یہ فعل نہ صرف خلاف قرآن وحدیث ہی ہے، بلکہ تہذیب ودیانت علم وعقل واخلاق سے بھی بعید ہے۔ مگر انہوں نے عملاً یہی کہا کہ، ہماری تہذیب و دیانت ہمارا مرزائی مشن ہمیں مجبور کررہا ہے کہ ہم آپ سے وعدہ وفائی نہ کریں، کیوں؟ اس لئے کہ ہمارے مجدد ومسیح موعود کی یہی سنت ہے چنانچہ ۱۹۰۲ء میں ہمارے مجدد (مرزا قادیانی) نے مولانا ثناء اللہ امرتسری صاحب کو قادیان میں آنے اور آکر پیش گوئیوں پر گفتگو کرنے کی دعوت دی مگر جب مولانا صاحب بلائے ناگہانی کی طرح سر پر جادھمکے تو یہ کہہ کر ٹال دیا کہ :

ہمیں آپ لوگوں سے گفتگو کرنے سے خدا نے روک رکھا ہے۔ بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

ناظرین کرام! آپ حیران ہوں گے کہ آخر یہ لاہوری مرزائی باوجود صد ہا ڈینگیں مارنے کہ ہم نے

یہ کیا وہ کیا، یورپ میں اسلام پھیلایا، برلن میں اڈا جمایا، قرآن میں تحریف کر کے اسے انگریزی کا جامہ پہنایا، وغیرہ ذالک، مگر نبوت مرزا پر گفتگو کرنے سے کیوں جی چراتے، پیٹھ دکھاتے، سر پر پاؤں رکھ کر بھاگ جاتے ہیں؟ اس کا جواب یہی ہے کہ ان کے اکابر سب کے سب مرزا جی پر دل سے معتقد نہیں۔

اب ہم مختصر طور پر اپنے دلائل اور مرزائی نقل کرتے ہیں۔

تقریر معماری نمبرا

ہم نے آیت خا تم النبیین اور فرمان نبوی

سیکون فی امتی ثلا ثو ن.. الحد یث (آنحضرتﷺ نے فرمایا میری امت میں تیس جھوٹے اشخاص ہوں گے جو نبوت کا دعوی کریں گے حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں، میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا)

تلاوت کر کے کہا کہ چونکہ حسب فرمان قرآن وحدیث، بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا، اور مدعی نبوب دجال وکذاب ہوگا، بدیں وجہ لاہوری مرزائی کوشاں ہیں کہ مرزا جی کے دعوی نبوت کو ملیا میٹ کر کے انہیں اسلام کا سچا خادم ظاہر کر کے ان کی مریدی کی آڑ میں کام کریں ۔حالانکہ اگر ایک طرف مرزا جی نے مدعی نبوت کو ملعون، خسر الدنیا والآخرۃ ،مسیلمہ کذاب کا بھائی وغیرہ کہا (انجام آتھم) تو دوسری طرف انہوں نے کھلم کھلا نبوت کا دعوی کیا ہے۔ثبوت ملاحظہ ہو

پہلی دلیل: مرزا جی کا تمسک آیت لوتقوّل علینا بعض الاقاویل ..الآیہ (محمدﷺ ہم پر جھوٹ باندھتے تو ہم ان کی قطع وتین کر دیتے) ہر ایک جھوٹا مدعی، بہت جلد، موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے (شہادۃ الملہمین وانجام آتھم وغیرہ)۔

دوسری جگہ انہوں نے یہ شرط بڑھائی ہے کہ ایسا شخص مدعی نبوت ہونا چاہیے۔ بلکہ مدعی نبوت کے علاوہ کسی دیگر مدعی الہام کی صداقت پر اس آیت سے تمسک کرنے والے کو مرزا قادیانی نے بے ایمان وغیرہ کہا ہے۔

پھر خود مرزا جی نے اپنے دعوی پر اسی آیت سے تمسک کر کے کہا ہے کہ میں صادق ہوں کیونکہ میں مارا نہیں گیا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

میں نے اپنے رسالہ اربعین میں شائع کیا ہے کہ مجھ کو کاذب کہنے والے سوچیں کہ یہ ہر ایک پہلو سے

فضل خدا کا جو مجھ پر ہے ممکن نہیں کہ بجز نہایت درجہ کے مقرب اللہ کے کسی معمولی ملہم پر ہو سکے..
خدا کی ساری پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اس کو وہ عمر ہر گز نہیں ملتی جو صادق کو مل سکتی ہے تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی محمد ﷺ ہے اس کو... تیئیس برس کی عمر ملی۔ یہ عمر قیامت تک صادقوں تک پیمانہ ہے۔ (ضمیمہ اربعین نمبر۴)

۲۔ خدا تعالی کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے اب اس کے مقابل پر یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعوی کیا، یا روشن دین جالندھری نے دعوی کیا... اور وہ ہلاک نہ ہوئے۔ یہ دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے۔ یہ دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے بھلا اگر یہ سچ ہے..تو پہلے ان لوگوں کی تحریر سے ان کا دعوی ثابت کرنا چاہیے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی کہ میں خدا کا رسول ہوں ۔اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہییں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے...غرض پہلے تو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ کون سا کلام الہی اس نے پیش کیا ہے جس نے نبوت کا دعوی کیا ہے..

جب تک ایسا ثبوت نہ ہو تب تک بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا اور آیت لوتقول کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑانا ان شریر لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالی پر بھی ایمان نہیں صرف زبان سے کلمہ پڑھتے ہیں اور باطن میں اسلام سے بھی منکر ہیں۔ (ضمیمہ قادیانی اربعین نمبر۳۔۴ص۱۱)

یہ تحریر صاف شاہد ہے کہ آیت لوتقول سے استدلال صرف مدعی نبوت کے حق میں ہو سکتا ہے کسی دوسرے ملہم کے متعلق اس سے استدلال کرنا بے ایمان بلکہ دہریہ کا کام ہے۔اور خود مرزا جی نے اس آیت سے اپنی نبوت اور نبوت بھی کوئی گھٹیا نہیں، بلکہ اسلامی اصطلاحی مذکورہ قرآن نبوت پر دلیل پکڑی ہے لہذا یا تو آج آپ لوگ تسلیم کریں کہ مرزا صاحب دعوی نبوت تھا یا یہ کہ مرزا صاحب بے ایمان دہریے تھے کہ انہوں نے غیر نبی ہو کر اس آیت سے تمسک کیا جو مدعیان نبوت کے متعلق ہے۔

دوسری دلیل:

مرزا غلام احمد صاحب کے ایک مرید سے پوچھا گیا کہ کیا مرزا جی مدعی رسالت ہیں اس نے جواب دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ شعر ہے:

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

یہ واقعہ اس شخص نے مرزا غلام احمد صاحب کے گوش گذار کیا تو مرزا صاحب نے کہا:

اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں۔ صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کرو۔ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے۔ جبھی تو

لا یخا فو ن لو مۃ لا ئم کے مصداق ہوئے۔

ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں دراصل یہ نزاع لفظی ہے۔ خدا تعالی جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت وکیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو، اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں، اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے۔ پس ہم نبی ہیں (مگر یہ)نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوی کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔

بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی صرف خدا کی طرف سے پیش گوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو۔ وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے۔

بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے... آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں۔ ہمارا مزہب تو یہ ہے کہ

جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے۔ یہودیوں عیسائیوں ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لئے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرتے ... آخر کوئی امتیاز بھی تو ہونا چاہیے ... معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے ہم پر کئی سال سے وحی نازل ہو رہی ہے ... اس لئے ہم نبی ہیں۔

(اخبار بدر قادیان ۵ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۲)

منشی معمار فرماتے ہیں کہ ہماری اس تقریر کا مرزائی مناظر نے کوئی معقول جواب نہ دیا۔ صرف نامعقول یہ عذر کیا کہ اخبار بدر والی تحریر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ڈائری ہے جو مستند نہیں ہوسکتی۔ مرزا جی کا دعوی ظلی بروزی مجازی وغیرہ نبوت کا تھا، چنانچہ اس قسم کی چند تحریرات مرزا قادیانی پڑھ کر سنائیں۔

تقریر معماری نمبر ۲

جواباً ہم نے اپنی دوسری تقریر میں عرض کیا کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب نے دوسری تحریرات میں اپنی نبوت کو مجازی وغیرہ کہا ہے تو ہم اس کے جواب دہ نہیں۔ یہ مرزا صاحب قادیانی سے پوچھئے گا کہ آپ کی تحریرات میں اختلاف کیوں ہے؟ کہیں حضور دماغی مرض میں مبتلا تو نہ تھے؟

صاحب من! اگر مرزا جی نے اپنی نبوت کو محض مجازی بطور استعارہ وغیرہ قرار دیا ہے تو ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ: بغیر کسی جدید شریعت اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ (قادیانی، اشتہار ایک غلطی کا ازالہ۔ ص ۴)

الغرض اس قسم کے بیسیوں اختلافات ان کے کلام میں موجود ہیں جن کے جواب دہ بھی آپ ہیں ہمارا فرض یہ تھا کہ حسب دعوی خود مرزا جی کے اقوال سے ان کا دعوی نبوت دکھا دیں جو ہم نے دکھا دیا ہے۔

باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ ڈائری مستند نہیں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ ڈائری آپ کے اس کو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی مجلس احباب میں جو وقتاً فوقتاً گفتگو کیا کرتے تھے جسے ان کے راسخ مرید جو بقول مرزا صاحب، صحابہ رسول میں داخل ہیں (معاذ اللہ۔ چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک) ملاحظہ ہو صفحہ ۱۷۱ خطبہ الہامیہ، اسی وقت قلم بند کر لیتے پھر اخباروں میں شائع کر دیتے۔

پس میں بلکہ جملہ اہل علم مومن آپ کے اس عذر کی علت سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ ڈائری کیوں غیر مستند قرار دی گئی۔کیا مرزا جی کے مرید کوئی منافق تھے کہ وہ عمداً غلط باتیں مرزا جی کے نام سے منسوب کر کے انہیں شائع کر دیتے تھے۔پھر کیا کبھی مرزا جی نے اس ڈائری کے متعلق کوئی اعتراض اٹھایا ہے؟اگر ان باتوں سے کوئی نہیں تو پھر انکار کیوں؟ کیا آنحضرت ﷺ کی احادیث جن کو آپ بلکہ جملہ اہل اسلام مستند نبویہ مانتے ہیں،حضور نے خود تحریر کی ہیں۔نہیں وہ صحابہ کی روایات سے ہی مسلّم ومقبول ومعمول بہاء ہیں۔

(مرزا قادیانی کا شعر ہے:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو　　جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو، تم اس خبیث کو)

پس کوئی وجہ نہیں کہ آپ احادیث مرزا کو(جو وماینطق عن الھوی.. الآیہ کا مدعی تھا(اربعین نمبر۳ص۴۳) غیر مستند کہیں۔یہ سب عذر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، کے مصداق ہیں۔پھر ہم نے تو مرزا جی کی خودنوشت تحریر اربعین سے بھی ان کا دعوی نبوت ثابت کر دیا جس کا کوئی جواب آپ نے نہیں دیا۔اور ہم اس قسم کی بیسیوں تحریریں پیش کر سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ آپ نے وقت ہی نہیں رکھا۔

ہاں یہ جو آپ نے کہا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت محض ظلی تھی سو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا جی نبوت دو طرح کی مانتے تھے۔ایک کتاب وشریعت والی جس کا نام ان کی اصطلاح میں، حقیقی نبوت، اور، مستقل نبوت، وغیرہ تھا۔دوسری بغیر شریعت کے نبوت جو رسول صاحب شریعت کی اتباع سے حاصل ہو۔قادیانی مرزا جی کا دعوی سوائے چند تحریرات کے اسی نبوت کا تھا جسے وہ ظلی کہتے تھے حاصل یہ کہ ظلی نبوت باصطلاح مرزا قادیانی یہ ہے کہ جو صاحب شریعت رسول کے فیض سے حاصل ہو۔

(ملاحظہ ہو حقیقۃ الوحی۔ص۲۸)

اور یہ نبوت کوئی گھٹیا یا ناقص نہیں بلکہ بقول مرزا صاحب قادیانی یہ نبوت بعینہ ایسی ہے جیسی انبیاء بنی اسرائیل کی جن کے متعلق قرآن کریم میں لکھا ہے

انا انز لنا التوراة فیھا ھدی و نور یحکم بھا النبیو ن ..ا لآ یہ

ہم نے تورات اتاری جس میں نور اور ہدایت تھی جس پر نبی حکم کرتے رہے

چنانچہ اخبار الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء میں مرزا صاحب کا فرمان مسطور ہے:

حضرت موسی کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔

پس یہ جواب تمہارا محض ضد پر مبنی ہے۔

حاصل یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسی قسم کی نبوت کے مدعی تھے جو بنی اسرائیل کے ہزار ہا انبیاء کو ملی تھی۔ حالانکہ آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت بموجب حدیث شریف دجال وکذاب ہے۔

حضرات! یہ ہیں ہمارے وہ مختصر دلائل جو ہم نے جلسہ مرزائیہ لاہور میں پیش کئے جس کا کوئی تسلی بخش جواب مرزائی مناظر نہ دے سکا اور نہ ہی دے سکتے ہیں ولوکان بعضهم بعض ظهيرا ۔ چنانچہ اس کمزوری کو محسوس کر کے صدر جلسہ نے قبل از وقت مناظرہ بند کر دیا۔ فلله الحمد

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں؛ ہم تو اس مناظرہ کی کامیابی، پیغام صلح کے ایک فقرے سے سمجھ گئے تھے کہ: ایک جاہل اہل حدیث مناظرہ کو آیا۔،

بالکل سچ ہے جو مرزا جی کو نہ مانے وہ عالم کیسے ہوسکتا ہے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۳ ص ۶۔۸)

بہائی دعوی نمبر ۳

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ دو پرچوں میں یہ سلسلہ چلا آ رہا ہے۔ اس سلسلہ سے ہماری غرض یہ ہے کہ ناظرین معلوم کر سکیں کہ غلط راہ چلنے والے اپنی غلطی کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کتنی کوششیں کرتے ہیں۔ حکماء نے یہ بات بالکل سچ کہی ہے کہ ایک جھوٹ کو صحیح ثابت کرنے کے لئے کئی جھوٹ بولنے پڑتے ہیں۔ آج کے مضمون کی قسط پہلی دو قسطوں سے بھی زیادہ پر لطف ہے۔ اس میں شیخ بہاء کے ظہور کا وقت بتایا ہے پس ناظرین بغور پڑھیں۔

وقت ظہور کی کیفیت:

وقت ظہور موعود کی کیفیت کتب مقدسہ اور قرآن مجید میں جابجا بیان کی گئی ہے مثلاً ایک جگہ فرماتا ہے: یو م یدع الدّاع الی شیء نکر۔ خشّعاً ابصا ر ھم یخرجو ن من ا لا جدا ث کا نّھم جراد منتشر ۔ مھطعین الی الدّاع یقو ل الکافرو ن ھذا یو م عسِر۔ (القمر : ۵۔۸) ۔ترجمہ: جب داعی الٰہی ایک انوکھی چیز کی طرف بلائے گا لوگوں کی نظریں حیرت زدہ ہوں گی لوگ اپنی پستی کے گڑھوں سے نکل کر ٹڈی کی طرح پھیل جائیں گے وہ داعی الٰہی کی طرف ہمکتے ہوں گے اہل حجاب منکر کہیں گے یہ سخت دن ہیں ۔(بہائی میگزین ص ۲۰ نومبر ۱۹۳۴ء)

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں: ناظرین اسلامی طریق پر آیت مرقومہ کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے:

(قیامت اس روز ہوگی) جس روز لوگ ایک غیر معروف چیز کی طرف بلائے جائیں گے ان کی آنکھیں نیچے کی طرف جھکی ہوں گی قبروں سے نکلیں گے گو یا وہ ٹڈی دل (کی طرح) پھیلے ہوں گے وہ بلانے والے کی طرف دوڑے چلے آئیں گے کافر اس روز کہیں گے کہ یہ دن بہت سخت ہے۔،

اس آیت کا سیاق سباق کہہ رہا ہے کہ اس میں قیامت کا ذکر ہے مگر بہائی لوگ اس کو بہاء اللہ پر جس طرح چسپاں کرتے ہیں وہ سننے کے لائق ہے ناظرین غور سے سنیں:

آج داعی الٰہی حضرت بہاء اللہ جس چیز کی طرف بلا رہے ہیں وہ نئی اور عجیب چیز ہے جسے قبول کرنے میں لوگوں کو اچنبا سا معلوم ہوتا ہے۔ پرانی شریعت کا دورہ ختم ہو جانا اور نئی شریعت کا آجانا لوگوں کی سمجھ میں مشکل سے آتا ہے۔اس تبدیلی سے آسمان زمین بدل جاتے ہیں اور حقیقۃً انسان ایک نئے عالم میں پہنچ جاتا ہے۔جبھی تو عقلیں حیران اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جاتی ہیں ۔ایک طرف تو یہ حال ہے دوسری طرف تمام اقوام عالم میں ہلچل ہے۔ ہزاروں سال کی مردہ قوموں کے قالب میں بھی حرکت پیدا ہو رہی ہے پست سے پست جماعت بھی اپنے ذلت وپستی کے قعر ہلاکت سے اٹھ رہی ہے تمدن کی رفتار زوروں پر ہے تمام ممالک میں پرے باندھ باندھ کر مزدور اور زندگی کی جدو جہد میں شامل ہونے والے نکل رہے ہیں یہ

سب کچھ ظہور جلوہ قدرت کے آثار واثرات ہیں۔ (رسالہ مذکور ص ۲۰۔۲۱)

اس ساری تقریر کا جواب خود قرآن شریف کی دوسری آیت دے رہی ہے جس میں ارشاد ہے: یومئذ یتبعون الداعی لا عوج له (طہ:۱۰۸) اس روز سب لوگ اس داعی کی آواز کو قبول کریں گے اس میں ذرہ کجی نہ ہوگی۔

اگر داعی سے مراد شیخ بہاء اللہ ہیں تو بتایئے اس کی آواز کو سب لوگوں نے قبول کر لیا۔ کیا اس آواز کے قبول کرنے میں کسی کو غلطی نہیں لگی؟ آج دنیا کے سب لوگ بہائی آواز کے پیچھے جا رہے ہیں؟ اگر جا رہے ہیں تو پھر اس مضمون نگاری کی ضرورت ہی کیا ہے؟ (آہ! کیسی جی خوش کرنے کی بات ہے)

اس کی مثال: مرزا صاغلام احمد صاحب قادیانی نے دعوی کیا تھا کہ شیطان سب نبیوں کے زمانہ میں ادھر اودھر پھدکتا پھرتا رہا، مگر میرے زمانے میں قتل ہو گیا کیونکہ میرے زمانے میں اس کا قتل ہونا مقدر تھا (مقولہ مرزا در الحکم ۱۴ جنوری ۱۹۳۵ء ص ۴)

کیا ہی اچھا شاعرانہ تخیل ہے۔ اس پر پوچھا گیا کہ پھر دنیا میں گمراہی کیوں ہے؟ جواب ٹاں ٹاں فش ہم نہیں سمجھتے کہ فاضل بہائی اڈیٹر نے یہ کیا لکھ دیا ہے کہ تمدن کی رفتار زوروں پر ہے۔،، آج کل کے تمدن کو بغور دیکھنے والا سمجھدار طبقہ مسلمان ہو، یا ہندو، انگریز ہو، یا فرنچ، رو رہا ہے اور اس تمدن کو تباہی اور بربادی جانتا ہے۔ یہ کیا تمدن ہے کہ عورتیں اور مرد کیا منکوحہ کیا غیر منکوحہ سب کے سب یکجا پھریں۔ مہذب طبقہ کے مرد غیر منکوحہ عورتوں کے گلے میں ہاتھ ڈال کر منہ سے منہ ملا کر ناچ کریں۔ بیبا کانہ ایک دوسرے سے ملیں۔ ہوٹلوں میں ہر قسم کے سامان عیش مہیا ہوں۔ حتی کہ مسافروں کے سامنے جوان لڑکیاں برہنہ کھڑی ہو جائیں جن کو وہ پسند کریں (آئینہ سکندری مصنفہ بابو اما شنکر)۔ ربڑ کی مکشوفات عام طور پر فروخت ہوں مجردات کے لئے ربڑ کے آلات مہیا ہوں۔ غرض مولانا حالی مرحوم کی اس رباعی کا پورا مظاہرہ ہو

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر۔ یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہیگا کوئی انساں میں عیب۔ ہو جائیں گے چھل چھلا کے سب عیب ہنر

کیا یہ تمدن باعث شرم ہے یا موجب مسرت؟ ہاں ایک مذہبی مبلغ ہونے کی حیثیت سے آپ کا فرض یہ تھا کہ آپ دنیا کی مذہبی اور اخلاقی ترقی دکھاتے نہ کہ یورپ کے مخرب اخلاق تمدن اور خلاف مذہب

چال چلن کو بطور مثال پیش کرتے۔ سچ تو یہ ہے کہ موجودہ تمدن اگر شیخ بہاء اللہ کی صداقت کی دلیل ہے تو ان کی تکذیب کے لئے کسی اور دلیل کی حاجت نہیں۔

فاضل بہائی اڈیٹر نے حسب عادت اپنے دعوی پر ایک حوالہ بائیبل سے بھی دیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں کہ:

تم اگلی چیزوں کو یاد نہ کرو اور قدیم باتوں کو سوچتے نہ رہو، دیکھ میں ایک نئی چیز پیدا کروں گا اور اب وہ نمود ہوگی (یسعیاہ باب ۴۳)

اس حوالے کا جواب خود اس مقام کی ساری عبارت ہے جو اس طرح مرقوم ہے:

تم اگلی چیزوں کو یاد نہ کرو اور قدیم باتوں کو سوچتے نہ رہو۔ دیکھ میں ایک نئی چیز پیدا کروں گا اب وہ نمود ہوگی۔ کیا تم اس پر ملاحظہ نہ کرو گے۔ ہاں میں بیابان میں ایک راہ اور صحرا میں ندیاں بناؤں گا۔ دشت کے بہیمے، گیدڑ اور شترمرغ مری تعظیم کریں گے کہ میں بیابان میں پانی اور صحرا میں ندیاں موجود کروں گا کہ وے میرے لوگوں کو میرے برگزیدوں کو پینے کے لئے ہوویں میں نے ان لوگوں کو اپنے لئے بنایا وے میری ستائش کریں گے (یسیعاہ۔ باب ۴۳)

ناظرین بغور دیکھئے کہ اس عبارت کو شیخ بہاء اللہ کی آمد سے کچھ دور کا تعلق بھی نہیں۔ بتایئے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کی آمد سے کس بیابان اور صحرا میں ندیاں جاری ہوئیں۔ وہ بے چارہ تو جہاں گیا، قید و بند ہی میں گزارتا رہا۔ یہاں تک کہ قید ہی میں انتقال کر گیا۔ ہاں ہم بتاتے ہیں کہ یہ پیش گوئی صحرائے عرب میں بزمانہ خلیفہ ہارون رشید نہر زبیدہ وغیرہ بننے سے پوری ہوگئی جس نہر سے سارا صحرائے عرب تر و تازہ ہو گیا ہے اور آئندہ بھی ہوتا رہے گا ۔له الحمد (ہفت روزہ اہل حدیث یکم فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۵۳ھ ص ۳۔۴)

آخری فیصلہ پیش گوئی تھا

(ہے کوئی جو سامنے آئے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ہمارا بہت پرانا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ پیش گوئی تھا۔ پیش گوئی کیا ہوتی ہے؟ یہی نا کہ آئندہ زمانے میں فلاں کام ہوگا۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۳۴ء میں اس کا ذکر آیا تھا۔ جس پر قادیانی اخبار فاروق کے ایک نامہ نگار نے اعتراض کیا ہے۔ جسکے الفاظ یہ ہیں:

'اخبار اہل حدیث ۲ نومبر ۱۹۳۴ء میرے سامنے ہے اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا ہے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی وفات سے پہلے میرے مرنے کی پیشگوئی کی تھی۔ مگر بحکم خدا آج ۲۶ سال ان کو انتقال کئے ہوئے ہوگئے اور خادم آج تک باذنہ تعالی زندہ ہے۔(ص ۳ کالم ۳)۔ ، کیا یہ صریح غلط بیانی اور جھوٹ نہیں۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب میں دم خم ہے اور واقعی انہوں نے سچ بولا ہے اور لوگوں کو دھوکہ نہیں دیا تو وہ بتلائیں اور اپنی اخبار میں جلی حروف میں شائع کریں کہ وہ پیش گوئی کہاں ہے۔ اور کس کتاب یا کس اشتہار وغیرہ میں درج ہے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ قرآن مجید میں ایک انعام ان کے لئے مقرر ہے جو لعنة الله علی الکاذبین کے الفاظ میں درج ہے۔ اور وہ یہ بھی یاد رکھیں کہ اگر وہ اس (مزعومہ) پیش گوئی کو تلاش کرتے کرتے مر بھی جائیں تب بھی یہ پیش گوئی ان کو کسی جگہ سے نہیں مل سکتی ولو کان بعضهم لبعض ظهيراً ' (فاروق قادیان ۱۴۔ جنوری ۱۹۳۵ء ص ۵)۔

(حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں) سب سے پہلے اعلان مرزا صاحب قادیانی کو دیکھنا چاہیے۔ اس میں یہ فقرہ ہے

'اگر میں کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات آپ (مولوی ثناء اللہ) اپنے ہر ایک پرچے میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا' (اشتہار آخری فیصلہ)۔

بتایئے یہ جملہ شرطیہ ہے یا نہیں؟ اور جملہ شرطیہ، جملہ خبریہ کی قسم ہے یا نہیں؟ یقیناً ہے۔ اور یہ ہے میری ایک دلیل۔، پھر میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان خود لکھتے ہیں:

'جب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو یہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی '۔(مقولہ محمود در رسالہ تشحیذ الاذہان۔ جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

یہ ہے میرے اس دعوے کی دوسری دلیل کہ اشتہار آخری فیصلہ ایک پیش گوئی تھی جو بالکل سچی نکلی۔ ہمارے

خیال میں یہی ایک پیش گوئی ہے جو حرف بحرف پوری ہوئی ورنہ دوسری پیش گوئیاں تو ایسی ہیں کہ ان پر مخالفوں کے اعتراضات کی ایسی بھرمار ہے کہ احمدیوں کو سر کھجانے کی فرصت نہیں ۔

کیا ہے کوئی جو دلیل کے ساتھ ہمارے دلائل کا جواب دے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۳۵ءمطابق ۲۶ شوال ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۴ ص ۴۔۵)

بہائی دعوی نمبر ۴

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچوں میں ظاہر کیا گیا ہے کہ بہائی لوگوں کا غلو دربارہ شیخ بہاء اللہ بتانے کے لئے یہ جوابی سلسلہ شروع ہوا ہے۔ہم بہائیوں یا مرزائیوں کو اس سے منع نہیں کر سکتے کہ وہ اپنے اپنے مطبوع کے کمالات اورعجائبات لوگوں کو سنا کر اپنی طرف ترغیب نہ دیں،مگر جب یہ لوگ قرآن مجید کی آیات اور معانی پر ناجائز قبضہ کرتے ہیں تو مجبور ہوکر ہم بھی اس کو ناجائز تصرف جان کر مزاحمت کرتے ہیں۔

گذشتہ پرچوں سے ہم بہائیوں اور مرزائیوں کے غلو کی مثالیں بتاتے آئے ہیں،آج ہم سلسلہ ہذا کا چوتھا نمبر ہدیہ ناظرین کرکے اسے بغور پڑھنے کی سفارش کرتے ہیں۔

روح کا ظہور:

خداوند نے فرمایا: میں اپنی روح تم میں ڈالوں گا۔ اور فرمایا: میں اپنی روح سارے بشر پر ڈالوں گا۔،انجیل میں فرمایا: جب وہ روح حق آئے گا تو وہ تمہیں سب باتیں بتائے گا۔،ان آیات میں اسی موعود محبوب کو روح ،یا روح حق ،کہا گیا ہے جسے بہاء اللہ کہا گیا ہے۔،روح ،کے لفظ سے قرآن مجید میں بھی ظہور موعود کی خبر دی گئی ہے سورۃ النباء میں فرمایا یوم یقوم الروح و الملا ئکة صفّا لا یتکلّمون الّا من اذن له الرّحمن قال صوابا۔ (النبا:۳۸) جب روح کا قیام وظہور ہوگا اور ملائکہ برپا ہوں گے ملائکہ میں سے کوئی اذن رحمٰن کے بغیر کلام نہیں کرے گا اور کلام کرے گا تو درست کرے گا۔انجیل میں ہے: میری اور بھی باتیں ہیں مگر تم ابھی ان کی

برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ روح الحق آئے گا تو تمہیں تمام باتیں بتائے گا وہ اپنی طرف سے کچھ نہ کہے گا بلکہ جو کچھ سنے گا وہ کہے گا اور تمہیں خبر دے گا۔ (یوحنا باب ۱۶)۔پس تورات انجیل قرآن میں جو روح الحق کے ظہور کی بشارت دی گئی تھی آج حضرت بہاء اللہ کے ظہور سے پوری ہوئی اور اعلان ہو چکا ہے قد جاء روح الحق لیر شدکم الی جمیع الحق (کتاب مبین)

روح الحق آ گیا ہے تا کہ وہ تمام حق کی طرف تمہیں راہ دکھائے۔اب تمام طالبان حقیقت کا فرض ہے کہ اپنے محبوب موعود کو شناخت کریں اور روح حق سے نئی زندگی حاصل کریں (بہائی میگزین۔نومبر ۱۹۳۴ء ص ۲۲۔۲۳)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: قرآن مجید کے سیاق سباق کو سامنے رکھ کر اس آیت کے معنی کئے جائیں تو بقول نواب محسن الملک مرحوم یہ کہنا پڑے گا کہ جو تشریح بہائی صاحب نے کی ہے وہ خدا کے علم میں بھی نہیں۔سیاق وسباق سمجھنے کے لئے ہم آیات ذیل نقل کرتے ہیں

یو م یقو م الرّوح و الملا ئکة صفّا لا یتکلّمو ن ا لّا من اذن له الرّ حمن و قال صوا با ۔ ذلك اليو م الحقّ فمن شاء اتّخذ الى ربّه مآبا۔ انّا انذ ر نا کم عذا با قریباً یو م ینظر المرء ما قدّ مت یداه و یقو ل الکافر یا لیتنی کنت ترابا ۔(النبا:۳۸۔۴۰) جب کہ جبریل اور(اور) فرشتے اس کے حضور میں صف بستہ کھڑے ہوں گے کسی کے منہ سے بات تو نکلنے ہی کی نہیں مگر جسکو (خدائے) رحمٰن اجازت دے اور وہ بات بھی معقول کہے یہ (وہ) دن (ہے جس کا ہونا) برحق ہے تو جو چاہے اپنے پروردگار کے پاس اپنا ٹھکانہ بنا رکھے (لوگو) ہم نے تم کو (قیامت کے) عذاب سے ڈرایا ہے جو عنقریب آنے والا) ہے کہ اس دن آدمی ان اعمال کو دیکھے گا جو اس نے اپنے ہاتھوں (گویا زاد آخرت بنا کر) بھیجے ہیں، اور (اس دن) کافر چلا اٹھے گا کہ اے کاش میں مٹی ہوتا۔

اس سارے اقتباس میں (یـو م) دو دفعہ مذکور ہے۔کچھ شک نہیں کہ نحوی قاعدے کی رو سے دوسرا یو م پہلے سے بدل ہے۔پہلا یو م اگر (انّ للمتقین مفازا) کے ربط سے متعلق ہے تو دوسرا بھی اسی سے ہے۔ اس صورت میں معنی یہ ہوں گے کہ جس روز نیک لوگوں کو اعمال صالحہ کا بدلہ ملے گا اس روز روح اور فرشتے سب کھڑے ہوں گے اس روز کوئی کسی کے کام نہ آئے گا۔

یہ مضمون ایسا صاف ہے کہ قرآن شریف کی دوسری کئی ایک آیات اس پر شہادت دیتی ہیں اور

اگر یوم اول (لا یتکلمون) کے متعلق ہے تو دوسرا بھی چونکہ بدل ہے وہ مع اپنے مضاف الیہ کے سب اسی کے ساتھ لگ جائیں گے۔ پس معنی یہ ہوں گے کہ جس روز روح اور فرشتے کھڑے ہوں گے یعنی جس روز ہر آدمی اپنے آگے بھیجے ہوئے اعمال کا بدلہ دیکھے گا اور کافر کہے گا ہائے میں مر کر مٹی ہو گیا ہوتا اس روز فرشتے مع روح بغیر اذن خدا کے کلام نہ کر سکیں گے۔

دونوں صورتوں میں مضمون صاف ہے کہ یہاں یوم سے مراد یوم الحشر و النشر ہے جسکا دوسرا نام یوم القیامت ہے

پس بعد توضیح کے ہم پوچھتے ہیں کیا آج بلکہ آج سے بیاسی (۸۲) سال قبل بروز: یوم ظہور اللہ، دنیا کے نیک و بدلوگوں نے اپنے اپنے اعمال نیک و بد کا بدلہ پالیا تھا؟ غالبًا کوئی نہ کہے گا پھر آیات قرآنیہ متعلقہ قیامت کو بہاء اللہ کے ظہور سے ملانا بالکل اس تاویل کے مشابہ ہے جو مرزا قادیانی نے کی ہے جس کے الفاظ درج ذیل ہیں

له الحمد فی الا ولی و الآ خرة اس (اللہ) کی حمد ہے اول اور آخر اس میں اشارہ ہے دو احمدوں کی طرف اول ان میں کا احمد مصطفٰی ہے دوسرا احمد آخر الزمان ہے جو مسیح اور مہدی خدا کی طرف سے آیا ہے (یعنی مرزا) یہ نکتہ ،رب العالمین، سے مستنبط ہوتا ہے۔(اعجاز المسیح ۱۳۴۔۱۳۵)

کیا کوئی ہے کہ قرآن میں ایسی نکتہ آفرینی کر سکے جیسی یہ دونوں گروہ کر رہے ہیں۔ ایسی نکتہ آفرینی پر ہم ان دونوں گروہوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ آپ لوگ کوئی نیا قرآن بنائیں جس میں ایسے باریک نکتے درج ہوں۔ مہربانی کر کے پرانے قرآن پر ہاتھ صاف نہ کریں تو ہم آپ کے مشکور ہونگے۔ اور اگر اس پرانے قرآن کو مان کر اس میں ایسی نکتہ آفرینی کریں گے تو ہم مجبوراً مندرجہ ذیل شعر آپکی نذر کریں گے

کیئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا ناخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کر تے

مدیر بہائی میگزین نے انجیل کی جس عبارت کو پیش کیا ہے ہم وہ عبارت آگے پیچھے سے ملا کر ساری پیش کرتے ہیں (بقول یوحنا) حضرت مسیح فرماتے ہیں:

میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ تمہارے لئے میرا جانا ہی فائدہ ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں تو تسلی دینے والا تم پاس نہ آوے گا پر اگر میں جاؤں تو میں اسے تم پاس بھیج دوں گا اور وہ آن کر دنیا کو گناہ سے اور راستی سے اور عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گا گناہ سے اس لئے کہ وے مجھ پر ایمان نہیں لائے راستی سے اس لئے کہ میں اپنے باپ کے پاس جاتا ہوں اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے، عدالت سے اس لئے کہ اس جہان کے سردار پر حکم کیا گیا ہے میری اور بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں پر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے لیکن جب وہ یعنی روح حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتا دے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی لیکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی وہ میری بزرگی کرے گی۔ (یوحنا۔ باب ۱۶)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس ساری عبارت کی جان ایک ہی لفظ عدالت ہے جسکا مضمون صاف ہے کہ وہ موعود روح منصب عدالت پر فائز ہوگی یعنی وہ دنیا میں حکومت کرے گی۔

اس تشریح کے بعد ہمیں دیکھنا ہے کہ دو روحوں (عربی اور ایرانی) میں سے کون سی روح دنیا میں تخت حکومت پر پہنچی ہے۔ہم اس کا جواب وہی دیں گے جس پر نہ صرف دنیا کے کل مورخین اور عقلاء بلکہ صبیان بھی متفق ہیں کہ وہی روح تخت حکومت پر پہنچی جسکے نام کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھا جاتا ہے فداہ ابی و امی

اس کے مقابلے میں دوسری روح (بہاءاللہ ایرانی) نہ صرف ماتحت رہی بلکہ مقہور بلکہ ہمیشہ کیلئے محبوس رہی یہاں تک کہ اس دنیا سے رخصت ہوگئی۔

نوٹ: عیسائی اس روح سے مراد وہ روح لیتے ہیں جو مسیح کے حواریوں پر اتری جس نے ان کو الہام کیا اور انہوں نے الہامی ہو کر اناجیل لکھیں۔ بے شک وہ ایسا اعتقاد رکھیں، ہمیں اس سے کیا؟ مگر جناب مسیح کے الفاظ کو نہ بگاڑیں کہ: وہ روح عدالت سے تقصیروار ٹھہرائے گی۔،

ناظرین کرام! شیر خوار بچے کے سامنے بھی تین عورتیں کھڑی کی جائیں ایک اس کی ماں اور دو دوسری، وہ بچہ اپنی ماں کو پہچان کر اسی کی طرف جائے گا۔کس دلیل سے؟ وہ جانتا ہے اور صحیح جانتا ہے ٹھیک

اسی طرح ہمارے سامنے تین روحیں کھڑی ہوں ۔ا۔روح حواریان ۔۲۔روح محمدی ۔۳۔روح بہاء اللہ ایرانی ہم حضرت مسیح کی تعلیمی روشنی میں صاف سمجھ لیں گے کہ اس سے مراد روح محمدی ہے کیونکہ ان تینوں میں سے علاوہ نبوت کے عدالت کرنیوالی وہی روح ہے ۔کیا سچ ہے

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں ۔کمر پتلی صراحی دار گردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۵ ص ۵۔۷)

جدید نبی کا اعلان: قادیانی اور لاہوری خبردار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

بڑوں کی باتوں میں چھوٹوں کو دخل دینا مناسب نہیں ایک طرف حضرت مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جن کا ارشاد ہے: آدمم نیز احمدِ مختار در برم جامہ ہمہ ابرار

دوسری طرف مولوی فضل خان ساکن چنگا بنگیاں ضلع راولپنڈی (پنجاب) ہیں، جو مرزا غلام احمد صاحب کے مرید خاص ہونے کے علاوہ منصب نبوت پر بھی فائز ہیں۔آپ نے فرمایا ہے کہ میں (فضل خاں) اور مرزا صاحب دونوں یتیم ہیں۔

یہ راز ہم ادنی درجے کے لوگوں کی فہم سے بہت بلند ہے۔ناظرن حیران نہ ہوں کہ مرزا قادیانی تو پوتوں پڑوتوں والے تھے،اور مولوی فضل خان بھی اسّی (۸۰) سالہ بزرگ ہیں، یہ دونوں یتیم کیسے ہوگئے ۔اس حیرانی کا جواب ہم آگے چل کر دیں گے جب مولوی فضل خان صاحب کی اصل عبارت پڑھ لیں گے۔

مولوی فضل خان (جدید نبی) نے کئی ایک انکشافات کئے ہیں جو خاص انہی کا کام ہے۔ان کے سوا کسی دوسرے کا نہیں۔مثلاً قادیان میں جو بہشتی مقبرہ بنا ہے،اس کے نیچے ہم دونوں یتیموں (مرزا اور فضل خان) کا خزانہ مدفون ہے جس کا ذکر سورہ کہف میں ہے جس کا ترجمہ تیرہ سو سال سے آج تک برابر غلط ہوتا ہوتا چلا آیا ہے۔بہر حال یہ چند انکشافات ہیں جو سب سے پہلے سننے کے لائق ہیں پھر آپ کے اعلان کا صحیح مطلب ذہن نشین ہو سکے گا۔

ا۔مرزا صاحب متوفی یتیم تھے۔۲۔میں (فضل خان) ان کا بھائی انہیں کی طرح یتیم ہوں۔۳۔بہشتی مقبرہ قایان کے نیچے ہمارا خزانہ موجود ہے۔۴۔خلیفہ محمود غاصب کشتی بادشاہ ہے جو ہمارا خزانہ کھا رہا ہے۔۵۔سورہ کہف میں جس موسیٰ اور اس کے ساتھی کا کسی بستی میں پہنچنے کا ذکر ہے ان سے مراد مثیل موسیٰ (مرزا) اور نبی ﷺ ہیں ۶۔بستی سے مراد قادیان ہے۔۷۔ ان بستی والوں کا دعوت وغیرہ سے انکار کرنا گویا قادیان والوں کا دعوت اسلام قبول نہ کرنا ہے۔۸۔قادیانی علماء کو چیلنج کہ میرے (فضل خان) کے مقابلہ پر آئیں۔وغیرہ

اب سنیئے مولوی فضل خان جدید نبی کی اصل عبارت:

تفاسیر تراجم القرآن میں تیرہ سوسال کی اغلاط کی اصلاح

میں خدا تعالی کو حاضر ناظر جان کر حلفاً باللہ یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں عرصہ ۴۷ سال سے قرآن کریم کا ترجمہ وتفسیر سیکھنے میں خدا تعالی کا شاگرد رشید ہوں۔اس نے مجھے تراجم القرآن کی اصلاح کے لئے نبی کریم کے توسط میں مامور فرمایا ہے ۔مندرجہ ذیل باتیں سب خدا تعالی کی طرف سے ہیں؛ وہ فرماتا ہے

ا۔حقیقت محمدیہ وکعبہ بول رہی ہے۔۲۔تیرہ سوسال میں قرآن کے جو تراجم لکھے گئے ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں ہے۔۳۔ وہ جاہلوں کے مجموعہ کے خیالات ہیں۔۴۔غلط فہمیوں کا سمندر موج زن ہے اصلاح کرو۔۵۔جماعت جو کچھ کرتی وہ سب غلطیوں کے ارتکاب ہیں۔۶۔یہ چشمہ محمد کے اندر سے جاری ہوا ہے۔۷۔اس کمال کو جو پہنچتا ہے وہ اصلاح کرسکتا ہے اصول ہدایت بھول گئے ہیں اصول ہدایت قائم کرو۔۸۔ محمد پر قرآن کریم کے علوم نازل ہورہے ہیں۔۹۔قرآن ہدایت نامہ ہے تاریخ نامہ نہیں۔۱۰۔ کلام مسیح قادیانی: وہ لغودین ہے جس میں فقط قصہ جات ہیں ان سے رہیں الگ جو سعید الصفات ہیں۔

سورہ کہف کی چند آیات کا ترجمہ

اہل قادیان کا مظہر موسیٰ (مرزا) ونبی کریم محمد ﷺ کی مہمان نوازی سے انکار،اور مومن ومنافق

کے درمیان تمیز کرنے والی دیوار یعنی بہشتی مقبرہ کے شرائط کو اہل قادیان کے توڑنے اور نبی کریم کا آ کر اس کو قائم کرنے کی پیش گوئی کا ذکر فا نطلقا حتی اذا اتیا اهل قرية استطعما فا بوا ان يضيفو هما (الکھف :۷۷) پس موسیٰ کا مظہر مسیح مقادیانی اور نبی کریم جب قادیان کے گاؤں والوں کے پاس آ کر ضیافت یعنی ادائے شہادت حقہ وادائے دین (قرض) واجب طلب کریں گے تو وہ ان کی ضیافت سے انکار کردیں گے۔

نوٹ: انبیاء کی صداقت کی شہادت کو ادا کرنا ان کی مہمان نوازی کی منزلت پر ہے۔ مدینہ کے جنت الفرقد وجنت البقیع کو نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ کا دوبارہ قائم کرنے کی پیش گوئی کا ذکر خیر فا قا مه قا ل لو شئت لاتّخذت عليه اجراً ۔ پس مدینہ میں نبی کریم دوبارہ اس دیوار کو قائم فرمائیں گے موسیٰ ثانی کہے گا اگر حضور چاہیں تو اس دیوار یعنی مقبرہ بہشتی کے کام پر مثل سابق کارکنوں کو تنخواہ واجرت پر لگا دینے کا حکم فرماویں

قا ل هذا فراق بيني و بينك . نبی کریم ﷺ فرمائیں گے میں آپ کی اس بات سے متفق نہیں ہوں۔ مقبرہ بہشتی میں یتیموں کا خزانہ ہے جب تک یتیم جوان نہ ہولیں ان کی اجازت کے بغیر اس مال میں تصرف جائز نہیں۔ اس اجرت گیری کے کام نے پہلی دیوار کی شرائط کو توڑ دیا ہے جنھوں نے ایسا کام کیا ہے وہ مجرم ہیں لہذا ایام مکہ کے جمع شدہ سارے لشکر کو مجھ سے آپ جدا کردیں ۔ان میں غلطیوں کے طومار ہیں جو عذاب الٰہی سے بچنا چاہیں وہ محمود احمد و محمد علی سے الگ ہو کر مدینہ میں میرے ساتھ تعارف پیدا کریں۔

۲۔محمد سے تعارف اچھا ہے

۳ جو بچنا چاہیں وہ محمد کے اندر آجائیں۔ امّا السّفينة فكا نت لمساكين يعملو ن في البحر فا ردتّ ان اعيبها .

مسیح کی بیعت کی کشتی مساکین کے لئے بنائی گئی تھی کہ وہ اسلام کے توحید کے دریا میں کام کریں گے لہذا میں چاہتا ہوں کہ اس کشتی کو ڈوب دوں

و كان وراء هم ملك يأخذ كل سفينة غصباً کیونکہ مساکین کی کشتی پر ایک سیاسی بادشاہ طالب جاہ وجلال مرزا محمود احمد صاحب کی نظر طمع ہے۔ وہ ایام مدینہ کی میری اور ابوبکر وعمرو عثمان وعلی کی کل کشتیوں کو ہم سے چھین کر مکی و مدنی ایام کی قرآنی شریعت کو خلط ملط کرنا چاہتا ہے

مدینہ کے دو یتیموں کی دیوار (مقبرہ بہشتی) وخزانہ کی پیش گوئی کا ذکر خیر

و امّاالجدار فكان لغلامين يتيمين فى المد ينة و كا ن تحته كنز لهما

ترجمہ: اور وہ دیوار (مقبرہ بہشتی) مدینہ کے رہنے والے دو یتیموں کی ہے۔ اور اسکے ماتحت ان دونوں کا خزانہ ہے وہ دیوار قریب الانہدام ہے اور خزانہ غیر محفوظ ہو کر کام بگڑ رہا ہے

و كا ن ابو هما صا لحاً . اور ان دونوں کا باپ نبی کریم محمد رسول اللہ ﷺ بگڑے ہوئے کاموں کو سنوارنے والا ہے

فا راد ر بّك ان يّبلغا اشدّ هما و يستخر جا كنز هما ر حمة من ر بّك.

لہذا پروردگار کی رحمت کا تقاضا ہوا کہ وہ دونوں یتیم جب اپنے روحانی کمال کو پہنچ جائیں تو اپنا خزانہ نکال لیں

و ما فعلته من امرى ذلك تا ويل ما لم تستطع عليه صبراً (كهف:٨٢) اور یہ کام میں نے اپنے اختیاری امر سے نہیں کیا۔ یہ ان کاموں کا انجام ونتیجہ ہے جن پر آپ صبر نہیں کر سکتے۔

دیوار اور خزانے والے دو یتیم وارثوں کا پتہ:

یتیموں کے خزانہ پر شاہ مکہ حضرت مرزا محمود صاحب قابض ہو کر مع ارکان سلطنت اس کو یتیموں اور خدا کی مرضی کے برخلاف صرف کر رہے ہیں اور یتیم چیخ رہے ہیں۔ خدا تعالی فرماتا ہے

ا۔ تمہاری بہن رنجیدہ ہے اٹھ بھانجا کے کان میں یہ سخن ڈال

نوٹ: بہن سے مراد ہمارے بڑے بھائی مسیح موعود (مرزا) کی بیوی ہے اور بھانجا سے مراد حضرت مرزا محمود احمد شاہ مکہ ہیں اور ان دو یتیموں سے مراد مسیح قادیانی اور خاکسار راقم فضل چنگوی ہے۔

اب ہم ہردو بھائی روحانی جوانی کے کمال کو پہنچ کر اپنا خزانہ مقبرہ بہشتی کے اموال شاہ محمد سے مدت دراز سے تفسیر القرآن کی اشاعت کے لئے خدا تعالی کے امر سے مطالبہ کر رہے ہیں۔ابھی ہم کو اس بات کا کوئی جواب ہاں یا نہ کا نہیں آیا۔خدا کرے بادشاہ سلامت کا دل نرم ہو جاوے اور ہماری حالت یتیمانہ پرغور فرمایئے

بادشاہ محمود کشور کشا۔اے والیء مکہ سنو سخن ما
جہاں آفریں تا جہاں آفرید۔بمثلم یتیمے نہ کردہ پدید
آگاہ شو ز نالہ و درد یتیم۔کو ہا بتر قند چو نالہ یتیم
احوالِ برادر من تو شنو۔خدا گفت شنایش تو از من شنو

تفصیل احوال دیوار وخزانہ اور یتیموں کا پتہ:

دیوار و خزانہ کے مالک ہم ہیں۔مدینہ کے رہنے والے ہم ہیں
جنت البقیع ہے دیوار ہماری۔اٹھاؤ قبضہ دیوار ہے ہماری
اس دیوار سے باہر منافق۔غاصب جو ہوں وہ بھی منافق
کنز ہمارا وصایا ہماری۔مقبرہ بہشت دیوار ہماری
مسیح اور فضلا دو یتیم ہیں۔جوانی پہ آئے پرانے یتیم ہیں
نبی محمد باپ ہے ہمارا۔کہتا ہے وید و خزانہ ہمارا

یادرکھو کہ ہماری متفقہ اجازت کے بغیر مقبرہ بہشتی کے اموال کو صرف کرنا جائز نہیں

گر نہ دو گے خزانہ ہمارا۔ناراض ہو تم سے باپ ہمارا
محمد جس سے ناراض ہو جائے۔دین اور دنیا اس کی جائے

جملہ علمائے کرام قادیان وممبران صدر انجمن میری عرض داشت توجہ سے سنیں:
آپ صاحبان اگر میرے مزکورہ بالا ترجمہ القرآن والہامات کو افتراء علی اللہ جانتے ہیں تو مفتری علی اللہ انسان ازروئے قرآن وحدیث مقبرہ بہشتی میں داخل نہیں ہوسکتا لہذا میری وصیت کے اموال مجھے بھیج دیں۔ مسیح موعود کے مطالبات بڑے طویل ہیں عنقریب انشاء اللہ تعالی آتے ہیں۔
اس ترجمۃ القرآن میں میرے ساتھ کوئی مناظرہ کرنا چاہے تو مطابق شرائط مندرجہ رسالہ نمبر ۵ ونمبر ۱۱ مجریہ ۳۰۔اپریل ۱۹۳۴ء مجھ سے طلب فرما کر مقابلہ کرے۔ راقم، خاکسار المسمی فی الناس۔
مولوی محمد فضل خان احمدی محمدی چنگا بنگیال براستہ گوجر خان پنجاب۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کرام! آپ میں سے کوئی صاحب ان باتوں پر حیران ہوں گے تو سب سے زیادہ مرزا غلام احمد اور مولوی فضل خان کے یتیم ہونے پر ہوں گے سو یہ کوئی حیرانی کی بات نہیں بلکہ عارفانہ اصطلاحات ہیں

سرّ مستاں منطق الطیر ست جامی لب ببند
جز سلیمانے نہ باید فہم ایں گفتار را

ہمارا خیال بلکہ یقین ہے کہ قادیانی احمدی مولوی فضل خان کو مخبوط الحواس کہہ دیں گے جیسا کہ گذشتہ ہفتے اخبار فاروق نے جدید نبی ساکن قادیان احمد نور کابلی کو ماؤف الدماغ کہہ کر اس کی بات کو ردّ کردیا ہے۔ ہم ایسا کہنے سے ان کو منع نہیں کرسکتے لیکن اتنا ضرور کہیں گے کہ آپ کی پیروی میں مخالفین مرزا صاحب کو بھی ماؤف الدماغ کہنا شروع کردیں گے پھر آپ کو ناگوار تو نہ گذرے گا: ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے
ہم منتظر ہیں کہ اہل قادیان اور اہل لاہور (میاں محمود اور مولوی محمد علی) جدید نبی کے اس اعلان کا کیا جواب دیتے ہیں کیونکہ آج قادیان لاہور اور راولپنڈی سے جتنے مدعی ظہور پذیر ہورہے ہیں ان سب کا یہی دعوی ہے کہ ہم فیوض مرزا صاحب سے فیض یاب ہیں۔ ادھر ہم بھی یہی کہیں گے: اے باد صبا ایں ہمہ آوردہ تست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۵ ص ۵۔۷)

ایک غلطی کا ازالہ

جناب مولوی محمد داؤد ارشد مدرسہ مرکزیہ اہل حدیث گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

قارئین اہل حدیث ۔السلام علیکم۔ مدت سے میں مرزائیوں کے اخلاق پسندیدہ دیکھنے کا منتظر تھا اتفاقاً میں رمضان المبارک کے مہینے میں منٹگمری کی طرف آ رہا تھا جب گاڑی رائے ونڈ اور پتوکی کے درمیان میں آئی تو جس ڈبہ میں میں سوار تھا وہاں سات آٹھ مرزائی حقہ پی رہے تھے جب بات چیت ہوئی میں نے عرض کیا کہ رمضان کا مہینہ ہے کم ازکم اس میں تو حقہ نہ پیا کریں جواب ملا کہ (ماں کی مرائے ایسی تیسی رمضان کا مہینہ) واللہ خدا کو حاظر جان کر سچ کہتا ہوں کہ ایک شخص نے ان میں سے جو قادیان جا رہے تھے صاف لفظوں میں ایسی بکواس کی کہ جس طرح جاٹ لوگ ایک دوسرے کو ماں کی گالیاں دیا کرتے ہیں میری حیرانی کی کوئی انتہا نہ رہی کہ یاالٰہی یہ تجدید اسلام ہے جس کے لئے مرزا قادیانی پیدا ہوئے۔

ناظرین کرام! یہاں تک ہی نہیں بلکہ یہ لفظ سن کر میں نے کہا کہ خدا سے ڈرو ایک دن آنے والا ہے جس دن تمام اعضائے انسانی گواہی دیں گے جس کی شاہد یہ آیت ہے انّ السّمع و البصر و الفواد کلّ اولئك کا ن عنه مسئو لا جواب ملا کہ کون سی قیامت، کوئی دن آنے والا نہیں ہے۔

حضرات! آپ اندازہ لگا سکتے ہیں کہ ایسے لوگوں اور مشرکین مکہ میں کیا فرق ہے وہ بھی کہتے تھے کہ أأذا متنـا و کـنا ترا باً و عظا ماً أأنالمبعو ثو ن کہ کون سی قیامت کا دن، کوئی دن آنے والا نہیں ہے۔ میں محو حیرت تھا کہ اگر مرزا صاحب مسیح موعود ہوتے تو ان کے معتقد ایسے ہی ہوتے؟

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ادارتی نوٹ لکھتے ہیں: راقم مضمون کی حیرت رفع کرنے کو اتنا کافی ہے کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اپنے مریدوں کے اخلاق سے نالاں ہیں۔ فرماتے ہیں:

بعض ایسے کمینہ ہیں کہ کھانے پینے کی چیزوں پر لڑتے ہیں ان میں بعض بڑے متکبر ہیں۔ وغیرہ۔

(اشتہار ملحقہ بشہادۃ القرآن مصنفہ مرزا قادیانی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد۳۲ نمبر ۱۵ ص ۷)

لاہوریوں کا چیلنج قادیانیوں کو

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں؛ پنجابی زبان میں ایک مثل ہے جس کا اردو ترجمہ یہ ہے: اگر کنویں میں بیل گر پڑے تو وہیں اس کو خصی کر دیا جائے۔ کیونکہ باہر آنے کے بعد وہ قابو نہ آئے گا۔

اس مثل کے ماتحت لاہوری جماعت نے قادیانیوں کو مبتلائے مصیبت دیکھ کر چیلنج مباحثہ کا ایک پوسٹر شائع کیا ہے جو درج ذیل ہے:

قادیان کے سرکردہ لوگوں سے اپیل

خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبوت اور چالیس کروڑ مسلمانو ں کی تکفیر کے عقاید نے آج اسلام میں ایک عظیم الشان فتنہ پیدا کر رکھا ہے غور کر کے دیکھ لیں کہ جو آگ آج احرار نے حضرت مسیح موعود کے خلاف بھڑکائی ہے اسکا ایندھن قادیان کے غلو نے مہیا کیا ہے ابتداء میں مخالف علماء نے آپ کے خلاف لوگوں کو اکسایا تو دعوی نبوت کو ہی آڑ بنایا اب اس ایک ہتھیار کے بجائے آپ نے خود وہ ہتھیار ایک نبوت کا دعوی اور دوسرا مسلمانوں کی تکفیران کے ہاتھوں میں دے رکھے ہیں۔

فیصلہ کی سہل صورت: پیش کرتے ہیں۔ دونوں جماعتوں کے لیڈر میدان میں نکلیں اوران دونوں مسائل پر کہ

۱۔ کیا حضرت مسیح موعود نے دعوی نبوت کیا؟

۲۔ کیا حضرت مسیح نے سوائے اپنی بیعت کرنے والوں کے کل دنیا کے مسلمانوں کا کافر کہا ہے۔

تحریری بحث: لاہور کے مرکزی مقام میں کریں اوراس بحث میں علاوہ سامعین کی مقررہ تعداد کے بارہ ثالث حسب ذیل طریق پر منتخب کئے جائیں

۱۔ چار ثالث ممبران احمدی انجمن اشاعت اسلام لاہور سے جن کا انتخاب جناب میاں (محمود احمد)

صاحب کریں۔ ۲۔ چار ثالث مریدین میاں محمود احمد صاحب جن کا انتخاب امیر جماعت احمدیہ لاہور کریں۔۳۔ چار ثالث دوسرے مسلمانوں میں سے جن میں سے دو کا انتخاب جناب میاں صاحب کریں اور دو کا انتخاب امیر جماعت احمدیہ لاہور کریں۔ اگر یہ بارہ (۱۲) ثالث کثرت رائے سے کوئی فیصلہ کر دیں تو اس فیصلہ کے ساتھ مناظرہ کی کاروائی کو ہر دو فریق شائع کر دیں اور اگر ثالث کثرت رائے سے کوئی فیصلہ نہ کر سکیں تو صرف مناظرہ کی کاروائی کو شائع کر دیا جائے۔

الملتمسین : صدرالدین بی اے بی ٹی ۔۲۔ خان صاحب ڈاکٹر سید محمد حسین ریٹارڈ اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر ۔۳۔ خاں صاحب محمد منظور الٰہی ۔۴۔ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ ایل ایم ایس ۔۵۔ یعقوب خاں بی اے بی ٹی اڈیٹر لائٹ ۶۔ سید غلام مصطفیٰ ہیڈ ماسٹر مسلم ہائی سکول لاہور۔
۷۔ محمد دین جان بی اے ایل بی۔ ۸۔ ڈاکٹر سید طفیل حسین اسسٹنٹ کیمیکل اگزامینر ۔۹۔ عزیز بخش بی اے گورنمنٹ پنشنر۔۱۰۔ ڈاکٹر غلام محمد ایم بی بی ایس۔ممبران احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بھی اس امر کی تائید کرتے ہیں کہ ایک نوع کی دو صنفوں کا فیصلہ ہو جانا چاہیے۔مگر لاہوری جماعت نے جو صورت فیصلہ پیش کی ہے دنیا میں کوئی مہذب جماعت پیش نہ کرے گی، نہ مانی جائے گی۔ لاہور جیسے علمی مرکز سے ایسی آواز اٹھے تو سخت حیرت کا مقام ہے کیونکہ دنیا میں کہیں بھی یہ نہیں سنا گیا کہ منصفوں کا پنچ جفت ہو، کیونکہ درصورت مساوات فیصلہ نہیں ہو سکتا۔ اس لئے ہماری رائے یہ ہے کہ بفرض تخفیف فریقین میں سے دو دو اشخاص منتخب کئے جایں۔ انکے علاوہ ہائی کورٹ کا کوئی جج یا لاہوری سروں میں سے کوئی سر لے لیا جائے۔ یہ پانچ اصحاب بالاتفاق یا بالاکثریت جو فیصلہ دیں وہ دونوں جماعتوں کو مسلّم ہو

نوٹ نمبر ا۔ اس میدان مقابلہ میں اہل حدیث سٹاف اور اہل حدیث جماعت فریقین کی خدمت کے لئے حاضر ہو جائیں گے۔

نوٹ نمبر۲۔ ہماری طرف سے بھی دعوت ہے کہ اس فیصلے کے بعد مرزا صاحب کے اعلان (مولوی

ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ) پر ہمارے ساتھ اسی طرح فیصلہ کرایا جائے جس میں دوممبر ہمارے اور دوفریق ثانی کے۔ان کے علاوہ ایک کوئی جج یا سر مسلمہ فریقین بھی ہونا چاہیے تا کہ آئے دن کی چھیڑ خانی ختم ہوجائے:

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۵فروری ۱۹۳۵ءمطابق ۱۰ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲نمبر۱۶ص۴۔۵)

جماعت احمدیہ کے اصول

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: لاہوری اخبار پیغام صلح نے جماعت احمدیہ(لاہوریہ) کے چند اصول لکھے ہیں جو درج ذیل ہیں:

احمدیت کے اصول جن پر دونوں فریق متفق ہیں، یہ ہیں:

۱۔اللہ تعالی اس امت میں اپنے اولیاء سے ہم کلام ہوتا ہے۔۲۔ہرصدی کے سر پر مجدد کا آنا ضروری ہے ۔۳۔حضرت عیسیٰؑ دوسرے انبیاء کی طرح وفات پا گئے ۔۴۔وہ مسیح جس کے اس امت میں آنے کی پیش گوئی ہے وہ اس امت کا ایک مجدد ہے۔۵۔کوئی ایسا مہدی نہیں آسکتا جوتلوار سے دین اسلام کو پھیلائے لا اکراہ فی الدین ۔۶۔آنے والا مسیح ہی مہدی معہود ہے۔۷۔قرآن شریف کی کوئی آیت منسوخ نہیں نہ تا قیامت ہوسکتی ہے۔۸۔ قرآن شریف کا حکم جہاد منسوخ نہیں لیکن موجودہ وقت میں اس ملک میں شرائط جہاد نہیں پائے جاتے ۔۹۔اس زمانہ کا جہاد تبلیغ اسلام ہے ۔۱۰۔دجال اور یاجوج ماجوج کی پیش گوئیوں کی مصداق مغربی اقوام ہیں

ان اصول کے ماتحت ہم حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد اور مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں (پیغام صلح ۲۶ جنوری ۱۹۳۵ء ص۴)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ارے بھئی !ایک اصول ہمارا بھی ان میں داخل کر لیجئے تا کہ ہم بھی تم دونوں میں تیسرے اقنوم کی حیثیت سے مل کر صحیح معنی میں تثلیث بنا دیں۔دیکھئے وہ ایسا

اصول ہے کہ اس سے انکار کرنیوالے کی ساری دنیا میں جگ ہنسائی ہوئی۔پس سنیئے وہ سنہرا اصول یہ ہے کہ:

۱۱۔ مسیح موعود کو راست گو خصوصاً خدائی الہام میں صادق ہونا ضروری ہے۔

آؤ ہم سب اس مذکورہ اصول کے ماتحت مرزا صاحب کو جانچیں: تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۶ ص ۵)

ویرووال میں مرزائیوں سے مناظرہ:

قصبہ ویرووال ضلع امرتسر میں مرزائیوں کی تردید کے لئے انجمن اہل حدیث کے طلب کرنے پر خاکسار وہاں گیا۔ایک جلسہ کر کے مرزائیت کی حقیقت کو الم نشرح کیا گیا۔اور دوسرے دن مرزائیوں کی خواہش پر ان کے مکان میں ہی قریباً دو گھنٹے صدق و کذب مرزا پر مناظرہ ہوا جس میں وہ بہت ذلیل و خوار ہوئے اور تمام لوگوں پر ان کی قلعی کھل گئی۔ راقم: محمد عبداللہ معمار۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۰ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۶ ص ۲)

ایک پمفلٹ کی ضبطی

حکومت پنجاب نے ایک پمفلٹ،مرزا قادیانی کا نکاح آسمانی،بحق ملک معظم ضبط کرلیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۷ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۷ ص ۲)

بہائی دعوی نمبر ۵

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۸فروری ۱۹۳۵ء میں اس سلسلہ کا نمبر ۴ درج ہوا ہے جس میں بحث روح حق مندرجہ انجیل تک پہنچی تھی۔ہم نے بشہادت الفاظ انجیلیہ ثابت کر دیا تھا کہ روح حق سے مراد سید الانبیاء علیہم السلام ہیں۔اس محقق بات کو فاضل اڈیٹر بہائی میگزین محض زبانی بات سے ٹلاتے ہوئے لکھتے ہیں لفظی جھگڑے اور وہمی مباحثے بے کار ہیں دنیا کی کوئی طاقت اس روح اقدس (بہاءاللہ) کو اپنا اثر پھیلانے سے نہیں روک سکی بلکہ بڑی بڑی سلطنتیں پسپا ہوگئیں اور یہ روح اقدس اپنے دائرہ اثر کو وسیع کرنے میں مصروف ہے۔مبارک ہیں وہ نفوس جو روح حق سے نئی زندگی پاتے ہیں۔ (بہائی میگزین نومبر ۱۹۳۴ء ص ۲۳۔۲۴)

بیشک ہم تسلیم کرتے ہیں کہ مثل دیگر تحریکات جون پوری قادیانی وغیرہ کے تحریک بہائی بھی نہیں رکی ۔لیکن تحریک کا نہ رکنا اگر اس کی صحت کی علامت ہوتا تو ہمیں اس کی تسلیم سے چارہ نہ ہوتا وہاں (انجیل میں) جو علامات مذکور ہیں ان میں بڑی علامت عدالت ہے وہ نہ شیخ بہاء اللہ ایرانی میں ملتی ہے نہ قادیان میں ۔ وہ ملتی ہے تو اسی میں جسے کل دنیا جانتی ہے کہ جس نے مجرموں کو عدالت سے تقصیروار ٹھہرایا صلی اللہ علیہ وسلم

اس کے بعد بہائی اڈیٹر صاحب لکھتے ہیں: روح حق کے مقابل روح باطل: یوم ظہور میں ایک طرف روح حق اپنے تاثرات سے عالم کو نئی زندگی اور نئے ہوش عطا کرنے میں مصروف ہے تو دوسری طرف روح باطل اپنے کام میں مشغول ہے روح باطل کو وہی پرانا سانپ یا ابلیس کہتے ہیں ۔اسی کا نام دجال اور اسی کے حصوں کا نام یاجوج وماجوج ہے اور یہ وہ لوگ ہیں جو روح باطل کے مظہر ہیں ۔(رسالہ مذکور ص ۲۴)

یہ فقرات دلیل نہیں ہیں، بلکہ قائل کا محض خیال ہے ۔ہاں ہم مانتے ہیں کہ قادیانی نبی بھی یہی کہا کرتے تھے بلکہ انہوں نے اس سے بھی ترقی کر کے دجال اور یاجوج ماجوج کے نام بھی بتا دیئے کہ اول الذکر پادری لوگ ہیں اور موخر الذکر برطانیہ اور روس ہیں ۔(کتاب ازالہ اوہام ۔اور حمامۃ البشری)

آگے چلیئے ۔ اسی بات کو قرآن مجید میں یوں فرمایا ہے کہ وہ ساعت موعود لوگوں پر اچانک آجائے گی و ھم لا یشعرو ن ۔اور اس وقت ان کا شعور نا کارہ ہوگا سورہ الحج میں زلـزلة السا عة یعنی وقت موعود کے انقلاب واضطراب کا نقشہ یوں کھینچتا ہے

و تری الناس سکاری وما ھم بسکاری و لکن عذا ب الله شدید ۔ (سورہ حج) (اے دیکھنے والے تو دیکھے گا کہ لوگ مدہوش ہوں گے اور حالانکہ وہ نشہ میں نہ ہوں گے لیکن بات یہ ہے کہ وہ خدا کے سخت عذاب میں مبتلا ہوں گے)۔ یہ عذاب کیا ہے حق سے محرومیت ۔حقیقی زندگی سے محرومی، جہالت تعصب عداوت جنگ وخون ریزی میں سرمست ہونا، مادی مزوں میں مگن ہونا ۔ (رسالہ مذکور ص ۲۴ ۔۲۵)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: ہم خوب جانتے ہیں کہ بہائی گروہ قرآن کو اسلیئے مانتا ہے کہ اس کی بعض آیات کی تفسیر بالرائے سے دعوی بہاء کو تقویت پہنچائی جائے ورنہ حقیقت میں قرآن انکے نزدیک بےکار کتاب ہے

الله اعلم ما فی صدور العالمین

تعجب ہے۔اس تقریر سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جناب فاضل اڈیٹر میگزین نے سبب اور مسبب علت اور معلوم میں فرق نہیں کیا۔کیا ہم گمان کریں کہ ان کو ان دو میں فرق اور امتیاز کی تمیز نہیں؟ ضرور ہے، لیکن اپنی بات کو قوت پہنچانے کیلئے ان کو ایسا کرنا پڑا۔ کیا وہ نہیں جانتے کہ: جہالت تعصب عداوت وغیرہ موجب عذاب اسباب ہیں نہ کہ خود عذاب۔،اگر کسی الہامی نوشتے میں ان افعال قبیحہ پر عذاب کا لفظ آیا ہوتو وہ مجاز ہوگا حقیقت نہیں ہوگی۔

پس آج جو لوگ (بقول آپ کے) حق پسندی سے محروم ہیں وہ عذاب میں مبتلاء نہیں بلکہ عذاب کے سبب میں ہیں جس کا نتیجہ بعد الموت ہے۔آپ نے اپنے دعوی پر یسیعاہ کا قول پیش کیا ہے کہ: ٹھہر جاؤ اور تعجب کرو عیش وعشرت کرو اور اندھے ہو جاؤ۔وہ مست ہیں پر مئے سے نہیں۔وہ لڑکھڑاتے ہیں پر نشے سے نہیں کہ خداوند نے تم پر اونگھنے والی روح کو ڈھالا ہے۔ (یسیعاہ۔باب۲۹۔ص۲۵)

یہ سارا اقتباس مثل مشہور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے ماتحت تو بے شک کام آسکتا ہے،مگر اصل دعوی میں کہاں تک مفید ہے ناظرین اندازہ کرسکتے ہیں۔

ہاں اس اقتباس میں یسیعاہ باب ۳۲ میں جو بیابان میں عدل بسے گا،آیا ہے بس یہی اس بحث کا خاتمہ ہے مہربانی کر کے عدل، کے وسیع معنی کو ملحوظ رکھ کر بہاء اللہ کے زمانے میں اسکا کھوج لگائیں۔نہ ملے تو زمانہ محمدی میں جا پہنچیں۔وہاں سے نیچے اتر کر آج ان پرانے حجازی کھنڈرات کو حکومت نجدیہ سعودیہ میں تلاش کریں تو آپکو ماننا پڑیگا ۔ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا۔دعائے خلیل اور نوید مسیحا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۷ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۷ ص ۳۔۴)

مسلمان اور مسیح قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جس سج دھج سے آئے تھے اور جو کچھ انہوں نے اپنی سکیم اور مقصود

بتایا تھا، سچ تو یہ ہے کہ وہ ایسا خوش شکل اور حسن المنظر تھا کہ دیکھ اور سن کر دل کوشش ہوتی تھی ۔ ناظرین ان کی سکیم ملاحظہ کریں کیا ہی دلکش ہے کہ: میں مسلمانوں کو اصلی معنی میں متقی بنانے آیا ہوں ۔

یہ ہے وہ دل کش سکیم جو نہایت ہی خوش منظر ہے ۔ اب ذرہ واقعات پر نظر ڈالیئے ۔ ممکن ہے امت مرزائیہ یا احمدی پریس ہماری نظر کو دوربین نہ تسلیم کریں، اس لئے انہیں کی نظر پر انہیں کا چشمہ لگا کر پڑھیئے جو یہ کہ:

قادیان کا سرکاری اخبار ریویو آف ریلی جنز نے مسلمانوں کی خستہ حالی کا ذکر لکھا ہے کیا خوب اور کیا سچ لکھتا ہے کہ:

ذرا اس قوم کی حالت پر نظر ڈالئے جو اپنے آپ کو مسلمان کہتی ہے نفاق اور بدعقیدگی کی کون سی قسم ایسی ہے جس کا انسان تصور کر سکتا ہو اور وہ مسلمانوں میں موجود نہ ہو ۔

اسلامی جماعت کے نظام میں وہ لوگ بھی شامل ہیں جو اسلام کی بنیادی تعلیمات تک سے ناواقف ہیں اور اب تک جاہلیت کے عقاید پر جمے ہوئے ہیں وہ بھی ہیں جو اسلام کے اساسی اصولوں میں شک رکھتے ہیں اور شکوک کی علانیہ تبلیغ کرتے ہیں ۔ وہ بھی ہیں جو علی الاعلان انکار کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو اسلامی عقاید اور شعار کا کھلم کھلا مذاق اڑاتے ہیں وہ بھی ہیں جو علانیہ مذہب اور مذہبیت سے بیزاری کا اظہار کرتے ہیں وہ بھی ہیں جو خدا اور رسول کی تعلیمات کے مقابلہ میں کفار سے حاصل کئے ہوئے تخیلات وافکار کو ترجیح دیتے ہیں وہ بھی ہیں جو خدا اور رسول کے قانون پر جاہلیت کے رسوم یا کفار کے قوانین کو مقدم رکھتے ہیں ۔ وہ بھی ہیں جو خدا اور رسول کے دشمنوں کو خوش کرنے کے لئے شعائر اسلام کی توہین کرتے ہیں ۔ وہ بھی ہیں جو اپنے چھوٹے سے فائدے کی خاطر اسلام کے مصالح کو بڑے سے بڑا نقصان پہنچانے کے لئے آمادہ ہو جاتے ہیں جو اسلام کے مقابلہ میں کفر کا ساتھ دیتے ہیں اسلامی اغراض کے خلاف کفار کی مدد کرتے ہیں اور اپنے عمل سے ثابت کرتے ہیں کہ اسلام ان کو اتنا بھی عزیز نہیں کہ اس کی خاطر وہ ایک بال برابر بھی نقصان گوارا کر سکیں راسخ الایمان اور صحیح العقیدہ مسلمانوں کی ایک نہایت ہی قلیل جماعت کو چھوڑ کر اس قوم کی بہت بڑی اکثریت اسی قسم کے منافق اور فاسق العقیدہ لوگوں پر مشتمل ہے

یہ تو ایمان کا حال ۔ اب سمع وطاعت کا حال دیکھئے ۔ آپ مسلمانوں کی بستی میں چلے جایئے آپ کو عجیب نقشہ نظر

آئے گا۔اذان ہوتی ہے مگر بہت سے مسلمان یہ بھی محسوس نہیں کرتے کہ موذن کس کو بلا رہا ہے اور کس چیز کے لئے بلا رہا ہے۔نماز کا وقت آتا ہے اور گزر جاتا ہے مگر ایک قلیل جماعت کے سوا کوئی مسلمان اپنے کاروبار لہوولعب کو یادخدا کے لئے نہیں چھوڑتا۔

رمضان کا زمانہ آتا ہے،تو بعض مسلمانوں کے گھروں میں یہ محسوس تک نہیں ہوتا کہ یہ رمضان کا مہینہ ہے۔ بہت سے مسلمان علانیہ کھاتے پیتے ہیں اور اپنے روزہ نہ رکھنے پر ذرہ برابر نہیں شرماتے۔ بلکہ بس چلتا ہے تو الٹا روزہ رکھنے والوں کو شرم دلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ پھر جو لوگ روزہ رکھتے بھی ہیں ان میں سے بھی بہت کم ہیں جو احساس فرض کے ساتھ ایسا کرتے ہیں۔ ورنہ کوئی محض رسم ادا کرتا ہے کوئی صحت کے لئے مفید سمجھ کر رکھ لیتا ہے اور کوئی روزہ رکھ کر وہ سب کچھ کرتا ہے جس سے خدااور رسول نے منع کیا ہے۔زکوۃ اور حج کی پابندی اس سے بھی کم تر ہے۔حلال اور حرام پاک اور ناپاک کا امتیاز تو مسلمانوں میں سے اٹھتا ہی چلا جاتا ہے۔وہ کون سی چیز ہے جس کو خدااور رسول نے منع کیا ہو اور مسلمان اس کو اپنے لئے مباح نہ کر لیتے ہوں وہ کو ن سی حد تک جو خدااور رسول نے مقرر کی ہو اور مسلمان اس سے تجاوز نہ کرتے ہوں ۔وہ کون سا ضابطہ ہے جو خدااور رسول نے قائم کیا ہو اور مسلمان اس کو نہ توڑتے ہوں اگر مردم شماری کے لحاظ سے دیکھا جائے تو مسلمان کروڑوں ہیں مگر ان کروڑوں میں دیکھئے کہ کتنے فی صدی نہیں، کتنے فی ہزار بلکہ کتنے فی لاکھ خدااور رسول کے احکام کو ماننے والے اور اسلامی ضوابط کی پابندی کرنے والے ہیں۔

جس قوم میں منافقت اور ضعف اعتقاد کا مرض عام ہو جائے جس قوم میں فرض کا احساس باقی نہ رہے جس قوم سے سمع وطاعت اور ضابطہ کی پابندی اٹھ جائے اسکا انجام جو کچھ ہونا چاہیے ٹھیک وہی انجام مسلمانوں کا ہوا ہے۔آج مسلمان قوم دنیا میں محکوم ومغلوب ہیں جہاں ان کی اپنی حکومت موجود وہاں بھی وہ غیروں کے اخلاقی ذہنی اور مادی تسلط سے آزاد نہیں ہیں۔ جہالت مفلسی اور خستہ حالی میں وہ ضرب المثل ہیں اخلاقی پستی نے ان کو حد درجہ ذلیل کر دیا ہے۔امانت صداقت اور وفائے عہد کی صفات جن کیلئے وہ کبھی دنیا میں ممتاز تھے، اب ان سے دوسروں کی طرف منتقل ہو چکی ہیں اور انکی جگہ خیانت جھوٹ دغا اور بدمعاملگی نے لے لی ہے ۔تقوی پرہیزگاری اور پاکیزگی اخلاق سے وہ عاری ہوتے جاتے ہیں۔قومی غیرت وحمیت روز بروز ان سے

مفقود ہوتی جاتی ہے کسی قسم کا نظم ان میں باقی نہیں رہا آپس میں ان کے دل پھٹتے چلے جاتے ہیں۔ اور کسی مشترک غرض کے لئے مل کر کام کرنے کی صلاحیت ان میں باقی نہیں رہی ہے وہ غیروں کی نگاہوں میں ذلیل ہوگئے ہیں قوموں پر سے ان کا اعتماد اٹھ گیا ہے اور اٹھتا جا رہا ہے ان کی قومی طاقت اور اجتماعی قوت کمزور ہوتی جا رہی ہے ان کی قومی تہذیب وشائستگی فنا ہوتی چلی جا رہی ہے اور اپنے حقوق کی مدافعت اور اپنے شرف قومی کی حفاظت سے وہ عاجز ہوتے جا رہے ہیں۔ باوجودیکہ تعلیم ان میں بڑھ رہی ہے گریجویٹ اور پوسٹ گریجوایٹ اور یورپ کے تعلیم یافتہ حضرات کا اضافہ ہو رہا ہے بنگلوں میں رہنے والے موٹروں پر چڑھنے والے سوٹ پہننے والے بڑے بڑے ناموں سے یاد کئے جانے والے، بڑی سرکاروں میں سرفرازیاں پانے والے، ان میں روز بروز بڑھتے جا رہے ہیں، اپنی ہمسایہ قوموں پر ان جو ساکھ اور دھاک پہلے تھی وہ اب نہیں ہے۔ جو عزت وہ پہلے رکھتے تھے وہ اب نہیں رکھتے جو اجتماعی قوت وطاقت ان میں پہلے تھی وہ اب نہیں ہے اور آئندہ اس سے بھی زیادہ خراب آثار نظر آ رہے ہیں۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ فروری ۱۹۳۵ء ص ۳۵۔۳۷)

ناظرین کرام! اس عام حالت اسلامیہ کو ملحوظ رکھیں جو بالکل صحیح ہے بلکہ ہم کہیں گے کہ مسلمانوں کی حالت کا یہ نقشہ بھی اجمالی ہے تفصیلی نہیں۔ تاہم اجمالی صورت میں صحیح ہے اب اس کے مقابل میں مرزا غلام احمد قادیانی کی سکیم انہی کے الفاظ میں سنیئے۔ مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں اور ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے۔ (الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)،

احمدی ممبرو! خدا کو حاظر ناظر جان کر بتاؤ کہ مرزا صاحب قادیانی جس غرض سے آئے تھے وہ پوری ہوگئی؟ اگر پوری ہوگئی تو تمہارے رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں مسلمانوں کی بداخلاقی یا بداطواری کا ذکر کیوں ہے۔ کیا یہ غلط ہے؟ کیا مسلمان واقعی ایسے بداطوار نہیں بلکہ پکے ایمان دار متقی پرہیزگار ہیں؟ اللہ سے ڈر کر مرزا کے کلام کو واقعات سے جانچو: ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء مطابق ۱۷ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۷ ص ۴۔۵)

قادیانی اورلاہوری مرزائیوں میں اشتہار بازی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

۵فروری ۱۹۳۵ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ہم نے جس لاہوری اشتہار متضمن چیلنج کا خلاصہ بتایا ہے اور مباحثہ فریقین میں اپنی خدمات بھی پیش کی ہیں ،اس اشتہار کا جواب قادیانی پارٹی کی طرف سے نکلا ہے جسے لاہوریوں نے بہت ناپسند کیا ۔ناظرین جانتے ہیں کہ بڑا مسئلہ متنازعہ فیہ ان دونوں صنفوں میں نبوت مرزا ہے۔قادیانی گروہ مرزاغلام احمد صاحب قادیانی کو حقیقی نبی مانتا ہے لیکن لاہوری گروہ حقیقی کی نفی کر کے مرزاصاحب کو مجازی نبی کہتا ہے۔ہم اپنے ناظرین کو ان کے جھگڑے کی ایک مثال بتاتے ہیں چاہیے کہ ہمیشہ یادرکھیں تاکہ مرزائیوں کی ان دونوں جماعتوں کے متعلق آگاہی رہے۔

مثال: ایک شخص نے کہا کہ میں نے شیر دیکھا ہے۔اس کے مرنے کے بعد اس کے اتباع میں اس فقرے کی بابت اختلاف رونما ہوا۔ایک جماعت اس امر کی قائل ہوئی کہ ہمارے بزرگ نے واقعی اصل شیر دیکھا تھا دوسرا گروہ کہتا ہے کہ اصل شیر نہیں دیکھا بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ ایک بہادر آدمی یعنی مجازی شیر دیکھا تھا۔

اس میں شک نہیں کہ مرزاغلام احمد صاحب نے اپنے حق میں نبی اور رسول کا لفظ استعمال کیا ہے۔ بلکہ یہ بھی کہا ہے کہ امت محمدیہ میں یہ لقب میرے سوا کسی کو نہیں ملا۔فریقین (قادیانی اور لاہوری) مانتے ہیں کہ مرزاصاحب قادیانی نے اپنے حق میں نبی اور رسول وغیرہ کے الفاظ بولے ہیں۔مگر ان الفاظ کو مرزاصاحب قادیانی کی طرف منسوب کرتے ہوئے قادیانی گروہ اصلی معنی میں مانتا ہے اور لاہوری گروہ ان سے مجازی رسول (یعنی شیر سے بہادر) مراد لیتا ہے۔پس یہ ہے ان میں اصل نزاع۔

قادیانیوں نے لاہوری چیلنج مناظرہ کے جواب میں بڑی ہوشیاری سے کام لیا۔یعنی لاہوری پارٹی کے ارکان کے سابقہ اقوال جوانہوں نے اختلاف ہذا پذیر ہونے سے پہلے کبھی کہے ہوئے ہیں ایک طویل اشتہار میں نقل کر کے لاہوری ارکان ہی کے نام نیچے لکھ دیئے۔مثلاً مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ فریق لاہور

فرماتے ہیں:

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہندوستان کے مقدس نبی ہیں

حضرت مرزا صاحب نبی آخر الزمان، پیغمبر آخر الزمان ہیں، وغیرہ

اسی طرح دوسرے لاہری جماعت کے ممبران کے اقوال بھی مع حوالہ نقل کئے ہیں بلکہ اشتہار کا نام ہی یہ رکھا ہے کہ: احمدی فریق لاہوری کے صحیح عقاید۔

اس اشتہار کے جواب میں لاہوری پارٹی بہت سیخ پا ہوئی ہے جس کا ثبوت اس کے جوابی اشتہار کی سرخی ہی سے معلوم ہوتا ہے جو یہ ہے: قادیانی دجل۔،

اس سرخی کے نیچے لکھا ہے کہ: تحریری بحث سے بچنے کے لئے عیارانہ چالیں۔

اس اشتہار میں لاہوری گروہ نے قادیانیوں کو برا بھلا تو بہت کہا مگر ان کے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب نہیں دیا۔

انصاف: گوسلب نبوت مرزا میں لاہوری گروہ ہم سے قریب ہے مگر انصاف ان سے بھی قریب تر ہے پس ہم بحکم واذا قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربی (الانعام:۱۵۲) اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں کہ لاہوری جماعت کے جواب میں ان حوالہ جات کا جواب ہونا چاہیے تھا یعنی ان کی بابت مرزا کی طرح صرف اتنا کہنا کافی تھا کہ:

ہم نے یہ باتیں سادہ لوحی سے رسمی طور پر کہی تھیں اب ہم ان کو صحیح نہیں سمجھتے

جیسے مرزا غلام احمد صاحب نے دور اول میں حضرت مسیح کی حیات کو تسلیم کیا تھا (براہین احمدیہ ص۔ ۴۹۸۔۴۹۹) دور ثانی میں یعنی جب آپ وفات مسیح کے قائل ہوئے اور مخالفین کی طرف سے وہ حوالہ پیش ہوا تو آپ نے صاف لفظوں میں اپنی کم عقلی اور بے سمجھی کا اعتراف کیا۔ یعنی صاف لکھا کہ میں نے حیات مسیح کا اعتراف سادہ لوحی (بے وقوفی یا بے علمی؟) سے کیا تھا۔ (اعجاز احمدی)

پس لاہوری جماعت کا فرض ہے کہ محل نزاع (مبحث) کو صاف کرنے کے لئے اپنے سابقہ عقائد سے رجوع کریں اور صاف لکھیں کہ ہم نے ان سے رجوع کر لیا ہے اب ہم ان باتوں کے قائل نہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کریں تو گو کتنے ہی لمبے چوڑے اشتہار دیں پبلک سمجھے گی کہ لاہوری جماعت عقیدہ مرزائیت سے پھسل گئی ہے۔ یعنی

یہ جماعت دل میں رو نبوت مرزا کی قائل ہے مگر ظاہری طور پر انکاری ہے جس کی تصویر اس مصرعہ میں ہے:

منکر مے بودن وہم رنگ مستاں زیستن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲۴ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۸ ص ۸)

لاہوری احمدی مصلح موعود کا نیک ارادہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

۲۸ دسمبر ۱۹۳۴ء کے اہل حدیث میں شیخ غلام محمد صاحب مصلح موعود، بشیر الدولہ، روحانی فرزندار جمند مسیح موعود، مہدی مسعود سلطان القلم وغیرہ کا ایک مضمون بابت سکیم حکومت ہند شائع کیا گیا ہے۔ شیخ صاحب موصوف نے ایک خط میں اشاعت مضمون کا شکریہ ادا کر کے لکھا ہے کہ:

مجھے میری قوم (احمدی) کے دوست کہتے رہتے ہیں کہ مجھے مولوی ثناء اللہ صاحب یا ظفر علی خان کے مقابلہ کی طرف توجہ کر کے زور لگانا چاہیے تاکہ میری مصلح موعودی کا حق ادا ہو۔ میں انہیں یہی جواب دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب دجال اور پادری ازم کو ہلاک اور تباہ کرنے آئے تھے لیکن مسلمانوں کی توقعات کے خلاف سلطنت برطانیہ کی حکومت کے حصہ کو خدا کی رحمت قرار دے کر تعریفیں کیں اسی طرح آج میں اپنے کام کیلئے ان مولوی صاحبان کی حکومت کی موجودگی کو اپنے لئے رحمت سمجھتا ہوں انہیں اپنا کام کرنے دیں وہ تمہارے علاج کے لئے ہیں میں نے احمدی پادریوں اور دجالوں کو ہلاک کر کے مغلوب بنانا ہے مدینہ میں بیٹھ کر اسکے منافقوں اور مکہ کے احمدی بت پرستوں کو مجھے پورے اور سچے مسلمان بنانا ہے اس کام میں ہمارے اسلامی غلطی خوردہ بھائی خود صحیح ہو جائیں گے سخت سے سخت دشمن جب تجربات پر پڑتا ہے تو وہ دوستوں سے زیادہ ہوشیار خبردار اور واقف راز ہو جاتا ہے۔ غلام محمد از احمدیہ بلڈنگس لاہور

آپ نے جو لکھا ہے قرآن مجید میں اس کی تائید ملتی ہے ارشاد ہے

عسی اللّٰہ ان یّجعل بینکم و بین الّذین عا دیتم منھم مو دّۃ ۔ و اللّٰہ قدیر، و اللہ غفور ر حیم (الممتحنۃ : ۷) بہت جلد خدا تم میں اور تمہارے دشمنوں میں محبت پیدا کر دے گا اللہ قادر

ہے اوراللہ غفور رحیم ہے)

پس آپ اسی نیت سے بقول خود احمدی پادریوں اور دجالوں کو ہلاک کرنے میں لگے رہیں خدا آپ کی مدد کرے گا انشاءاللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲۴ ذی قعد ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۸ ص ۹)

مرزائیوں کا مناظرہ سے فرار

شہر لاہور اندرون یکی دروازہ کٹرہ لالہ نریندر ناتھ میں مرزائیوں سے ختم نبوت پر مناظرہ کیلئے گفتگو ہوتی رہی چنانچہ ۲۲ فروری ۱۹۳۵ء کو منشی عبداللہ معمار کو بلایا گیا فریق ثانی کی طرف سے ملک عبدالرحمٰن خادم مناظر تھے مگر وہ نقص امن کا خطرہ ظاہر کرتے ہوئے مناظرہ سے گریز کر گئے ۔منشی عبداللہ صاحب ختم نبوت اور کذب مرزا پر نہائت مدلل تقریر کی جس سے حاضرین پر حق واضح ہو گیا۔راقم: مستری غلا احمد ہوشیار پوری از لاہور۔(اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲ ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۹ ص ۱۴)

چوہدری خدا بخش مرزائی کو یاد دہانی

چوہدری خدا بخش مرزائی کو صداقت مرزا کے لئے پہلے بھی دو مرتبہ مباہلہ کے لئے چیلنج کر چکا ہوں۔مگر وہ آج تک لیت و لعل کرتے رہے اور سامنے نہیں آئے۔

اب آخری بار اتمام حجت کے لئے پھر تیسری بار چیلنج دیتا ہوں کہ اگر وہ مرزا صاحب کو صادق سمجھتے ہیں تو مرد میدان بنیں اور میرے ساتھ مباہلہ کرلیں۔راقم :غلام احمد اہل حدیث سکنہ میانوالی مہاراں ڈاک خانہ بدملہی تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲۔ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۱۹ ص ۱۴)

لاہوری اور قادیانی جنگ میں ہمارا منصفانہ حصہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

آج کل ایام بیکاری میں لاہوریوں کی تحریک پر قادیانی لاہوری جنگ چھڑ رہی ہے۔لاہوریوں نے اشتہار مباحثہ دیا جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۵ فروری ۱۹۳۵ء میں ہوا ہے۔اس کا ایک جواب شخصی طور پر قادیان سے ایک شخص نے دیا، جو دراصل معارضہ بالمثل تھا۔جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۳۵ء میں ہوا ہے۔اس کے بعد قادیان کے خاص چیدہ علماء نے اس کا جواب دیا جو الفضل

۲۸ فروری ۱۹۳۵ء میں شائع ہوا ہے۔اس کی بنا بھی دراصل اسی مبنی پر ہے جس پر پہلے اشتہار کی ہے۔مگر ایک دو باتیں اس دوسرے اشتہار میں خوب مزیدار ہیں جن کا سمجھنا ہمارا ہی حصہ ہے لکھا ہے کہ:ا۔ پہلے ایک دفعہ اسی مسئلہ (رسالت مرزا اور کفر منکرین) پر ہم دونوں پارٹیوں میں بمقام شملہ بحث ہوئی تھی جس کے منصف مسٹر محمد عمر وکیل مسلمہ فریقین مقرر ہوئے۔وکیل موصوف نے باوجود غیر احمدی ہونے کے فیصلہ قادیانیوں کے حق میں دیا تھا۔اس فیصلے کی آپ (لاہوریوں) نے کیا قدر کی تھی۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں: ہم اس سے دو نتیجے استخراج کرتے ہیں:

الف: مسائل دینے میں منصف ماننا تم دونوں پارٹیوں کے نزدیک جائز ہے۔قارئین اسے نوٹ کر لیں۔

ب۔بعینہ انہیں الفاظ کے ساتھ اہل حدیث بھی قادیانیوں کو کہہ سکتا ہے کہ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لوھیانہ آپ نے دو منصفوں اور ایک غیر مسلم سرپنچ کے ماتحت آخری فیصلہ پر مباحثہ کیا تھا جس کا فیصلہ بحق اہل حدیث ہوا تھا۔آپ لوگوں نے اس کی کیا قدر کی تھی جس کی آپ سے امید رکھی جائے:

برون درچہ کردی کہ درون خانہ آئی

۲۔دوسری بات جو قادیانی محبیوں نے کہی ہے اور کیا خوب کہی ہے کہ لاہوری بھائیو!اب تو تم ہم سے بچھڑے ہوئے ہو اس لئے کل کی باتیں چھوڑ دو۔اس جدائی سے پہلے جب ہم اور تم ایک مرکز میں بیٹھ کر ایک خیال رکھتے تھے آؤ اس زمانے کی باتوں پر ہم متفق ہو جائیں۔۔اس کے بعد لاہوری سرکردہ اصحاب کے اقوال بحق مرزا صاحب اشتہار زیر تبصرہ میں نقل کئے گئے ہیں۔

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:اس جواب کی بھی ہم قدر کرتے ہیں۔اور ساتھ ہی کچھ نتیجہ بھی اس جواب سے اخذ کرتے ہیں، جو درج ذیل ہے:

ہر دو صنف احمدی دوستو!موجودہ اختلاف سے پہلے جب آپ اور ہم بلکہ تمہارا مجدد (بالفاظ دیگر نبی) بھی ہم سے متفق تھا،آؤ اس زمانہ کی آواز پر ہم سب متفق ہو جائیں جس کی صورت یہ ہے کہ بقول مرزا قادیانی: مسیح موعود جب دنیا میں دوبارہ تشریف لائیں گے تو پھر انکی برکت سے اسلام ساری دنیا میں پھیل جائیگا۔(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۹۔۵۰۰)

پس اس جدید نزاع کو چھوڑیئے اور مرزا صاحب قادیانی کے مسلمہ عقیدہ کو اختیار کیجئے۔اگر دیر کرو گے تو بجبوری ہم یہ شعر آپ کو پہنچائیں گے

جنگ کردی آشتی کن ز آنکہ نزد عاقلاں
ایں مثل مشہور اول جنگ آخر آشتی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲ ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد۳۲ نمبر۱۹ ص ۸)

طلوع بہاء اللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ہم بارہا ثابت کر چکے ہیں کہ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا قادیانی ایک ہی اصول کے پابند ہیں، بلکہ پچھلا حصہ پہلے سے مستفیض ہے۔،بہائی میگزین سے دعوی بہاء اللہ کے متعلق سلسلہ ختم کیا تھا کہ ایک نیا سلسلہ مضمون معنون ،طلوع بہاء اللہ، رسالہ بہائی میگزین میں ملا۔ جسکو ناظرین تک پہنچانا ہم ضروری جانتے ہیں۔

مثال: اصل رسالت اور مدعیان رسالت کی مثال ہمیں یہ ملتی ہے کہ حکیم اجمل خان صاحب مرحوم جیسے ماہر طبیب کی شہرت ان کے علمی کمال اور نتیجہ افعال سے مخفی نہیں اس کے مقابل اشتہاری حکیم خاص کر ٹرینوں میں ساتھ چل کر دوائیں بیچنے والے پڑیہ فروش کتنی فصیح و بلیغ تقریریں کرتے ہیں کہ انکی سحر بیانی سے سننے والوں میں سے اگر سارے کے سارے مسحور نہ ہوں کچھ تو ہو جاتے ہیں۔

رسالت حقہ محمدیہ نے دنیا کو اپنے کمال اور نتیجہ افعال سے مفتوح کیا دنیا نے دیکھا کہ جس قوم میں آفتاب محمدی طلوع ہوا اس قوم نے اس سے کیا کیا روشنی پائی ،مولانا حالی مرحوم کا قول بالکل صحیح ہے

وحوش اور بہائم کو انساں بنایا۔گڈریوں کو عالم کا سلطان بنایا

مثال فرض کیجئے کہ ایک کوٹھڑی میں سخت اندھیرا ہے جہاں اپنا ہاتھ بھی نظر نہیں آتا چپکے سے بجلی کا بٹن دبا دینے سے ایسی روشنی ہوئی کہ چوہوں کے بل کیا چیونٹوں چلتی بھی نظر آنے لگی وہ قوم جسے کوئی بادشاہ رعیت بنانا بھی

پسند نہ کرتا تھا وہ دنیا کی بادشاہ ہوئی لطف یہ کہ دین داری راست بازی امانت داری اور تہذیب اخلاق کے ساتھ یہ ایک ایسا واقعہ ہے کہ یگانے بیگانے سب جانتے ہیں اس لئے اس کی تفصیل کی حاجت نہیں

شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی ہوئے کہ ہم نبوت محمدیہ کو تسلیم کرتے ہیں مگر ہماری رائے سے وہ منسوخ ہو گئی۔ کبرت کلمۃ تخرج من افواھھم کیونکہ ہم سب نبیوں کے موعود ہیں چنانچہ بہائی میگزین کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت بہاء اللہ جلوہ گر ہوئے ہزار ہا ارواح پاک نے قبول کیا ہر نئے طلوع آفتاب کے ساتھ اہل بہاء کی تعداد بڑھتی جاتی ہے خورشید بہائی روز افزوں قوت کے ساتھ بلند ہوتا جارہا ہے عنقریب دنیا اسے نصف النہار پر دیکھے گی حضرت بہاء اللہ کا ظہور وہ جامع و کامل ظہور ہے جو ہر نقطہ نظر سے قابل تسلیم ہے (حاشیہ: بقول سب کا پاؤں ہاتھی کے پاؤں میں، مجموعہ کمالات محمدیہ میں دیکھئے جہاں آپ کو دین داری کے ساتھ دنیاوی رفعت بھی اعلیٰ درجہ کی ملے گی نہ کہ ساری عمر مغلوب مقہور رہ کر باوجود ہزار کمالات کے نہ خود آزاد ہوئے نہ قوم کو آزاد کرایا باوجود اس کے بہائی بھائی کمالات بہائیہ کا دعویٰ کریں تو ہم اس کے سوا کیا کہیں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو)

یہ ظہور تمام مقدس کتابوں کا موعود ہے از آدم تا خاتم سب پیغمبروں نے اس ظہور اعظم کی بشارت دی تھی (مرزا صاحب قادیانی کا بھی یہی دعویٰ ہے کہ میرے لئے ہر نبی نے خوش خبری دی ہوئی ہے (تذکرۃ الشہادتین ص ۶۲) اسلئے ہم دونوں جماعتوں کے ذمہ دار اصحاب کو مشورہ دیتے ہیں کہ اپنے اپنے متبوع کے متعلق انبیا سابقین کی پیشگوئیاں مستقل رسالہ کی صورت میں شائع کردیں تاکہ حق و باطل میں امتیاز ہوسکے) سب قوموں کو اس کا انتظار تھا اور اگر پیش گوئی سے قطع نظر کرکے خود نفس ظہور کو دیکھیں تو بھی ماننا پڑتا ہے کہ کوئی پیش گوئی نہ بھی ہو تو بھی اس ظہور اعظم کی حقانیت روز روشن کی مانند آشکار ہے۔ آفتاب نکل آیا ہے اس کی تابش و اثرات کی خبر کسی جنتری میں نہ بھی ہو تو آفتاب کا انکار نہیں کیا جاسکتا

آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اگر دلیلت باید ازوے رومتاب

دنیا نے آج تک اگر کسی ظہور حق کو مانا اور پہچانا ہے تو حضرت بہاء اللہ کے ظہور کو شناخت کرنا بھی اس کے لئے آسان ہے جو علامات ظہور حق میں ہوتی ہیں وہ سب نہایت روشن تر پہلو سے اس ظہور میں نمودار ہوئیں (اہل بہاء نے آج تک بہاء اللہ کے حق میں دعویٰ معین نہیں کیا کہ وہ کیا تھے؟ نبی تھے یا رسول؟ ولی تھے؟ یا ملہم؟ لیکن اس اقتباس میں ان کو سابقہ ظہورات میں داخل کیا جاتا ہے حالانکہ سابقہ ظہورات قطعاً انبیاء کرام تھے۔ مسلمانوں کا جواب یہ ہے کہ سابقہ انبیاء کرام کو ہم نے

بشہادت رسالت محمدیہ مانا ہے اور رسالت محمدیہ کو اعلیٰ کامیابی سے پہچانا ہے بس اس علامت سے بہاءاللہ کی شناخت کرا دو۔ مرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں۔ کمر پتلی صراحی دار گردن)

امر مرسل من اللہ اور مبعوث من عند اللہ کی حیثیت میں اس ظہور مقدس کو دیکھا جائے تو ہر پیغمبر پر ایمان لانے والے کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ آج ظہور بہاءاللہ پر صدق دل سے ایمان لائے (کیوں؟ بس یہی ایک تنقیح ہے جس کا ثبوت بذمہ قائل ہے)

اگر معلم اخلاق کی حیثیت میں اس ظہور کو دیکھیں تو بھی اس کی تمام تعلیمات کو ہم بہترین اخلاقی جواہرات پاتے ہیں (اس موقع پر فاضل راقم کو چاہیے تھا کہ چند مثالیں تعلیم بہاء اللہ کی دیتے جو اسلامی تعلیم سے اچھی ہوتیں ہم ان کی کتاب اقدس کو دیکھتے ہیں تو وہ اکثر مقامات میں اسلامی تعلیم ہی پیش کرتے ہیں جہاں اسلامی تعلیم چھوڑتے ہیں وہ سراسر معقولیت سے خالی ہوتی ہے مثلاً قد رفع حکم الجماعة الا فی صلوة المیت ۔ ص۵ ۔نماز باجماعت پڑھنے کا حکم اٹھایا گیا صرف جنازہ کی نماز میں رہ گیا۔ کیا یہ معقول ہے یا اسلامی حکم باجماعت معقول ہے؟

۲۔ قد کتب علی السارق النفی والحبس و فی الثالث فاجعلوا فی جبینه علامة یعرف بها لئلا تقبله مدن الله ۔چور کے حق میں لکھا گیا ہے کہ جلاوطن کیا جائے اور قید کیا جائے تیسری مرتبہ اس کے ماتھے میں کوئی پختہ نشانہ لگاؤ تاکہ اسے دوسرے شہروں میں رہنے نہ دیں۔ ہم اس حکم کو سمجھے نہیں تو اس حکم کی معقولیت کیا سمجھیں ۔نفی (جلاوطنی) کے بعد قید؟ چہ خوش یا قید کے بعد نشان پھر جلاوطنی اس پر طرہ یہ کہ غرض یہ کہ اس کو کہیں جگہ نہ ملے اس سے تو بہتر ہے کہ اسے قتل کی سزا دی جائے

من احرق بیتا متعمدا فاحرقوه۔ص۱۸۔ جو کوئی کسی کا گھر دانستہ جلا دے تو اسے جلا دو

گھر جلانا بے شک برا بلکہ بہت برا ہے لیکن اس کی سزا میں اسے جلا دو، یہ معقولیت نہ ہماری سمجھ میں آئی نہ کونسل یا قانون ساز اسمبلی کے کسی ممبر کی سمجھ میں آئی گے

۴۔ والذی تملك مأة مثقال من الذهب فلتسعه عشر مثقال للهص۲۷۔

جو کوئی سو مثقال سونا کا مالک ہے اس سے انیس مثقال اللہ کے کے لئے ہیں

قریباً پانچواں حصہ زکوۃ میں دینا بمقابلہ چالیسویں حصے کے جو اسلام نے مقرر کیا ہے جو معقولیت رکھتا ہے وہ ظاہر ہے یہ چند مثالیں ہم نے سبقت کر کے بتائی ہیں ورنہ حق یہ ہے کہ ہم اس وقت بولتے جب بہائی مضمون نگار اپنے دعوی معقولیت کا ثبوت دے لیتے تو ہم کچھ کہتے ۔مگر چونکہ نامہ نگار اپنے فرض سے غفلت کرتے ہوئے گذر گئے اس لئے ہم نے ان کو توجہ دلانے کو چند مثالیں پیش کی ہیں فاعتبروا یا اولی الابصار)

اگر عقلیت کے پہلو سے نظر ڈالیں تب بھی اس روشن ظہور کو قبول کرنا ضروری ٹھہرتا ہے کہ تمام تعلیمات سراسر

عقلی روشنی سے بھری ہوئی ہیں یہاں تک کہ حضرت بہاء اللہ نے صاف فرما دیا کہ دین عقل وعلم کے مطابق ہونا چاہیے آج دین وعقل کا اتحاد کلی ہوگیا ہے مذہب اور سائنس دونوں بغل گیر ہیں۔علوم ومعارف کی تحصیل آج فرائض دینی میں سے ایک اہم فریضہ ہے فرض کفایہ نہیں بلکہ فرض عین جو کسی صورت میں معاف نہیں ہوسکتا۔ ارباب علم وصنعت کی قدر ومنزلت فرض ہے تقلید اور شخصیت پرستی کے لئے نہیں بلکہ ترقی وروشنی حاصل کرنے اور پھیلانے کے لئے اہل علم واہل ہنر کی عزت کرنا لازم ہے صنعت ودست کاری عبادت ہے ہر ایک اس شخص کے لئے جو کاروبار کے لئے صداقت سے کھڑا ہوتا ہے تائید غیبی کا وعدہ ہے حضرت بہاء اللہ کے ظہور کو اگر ہم عشق ومحبت کی نظر سے دیکھیں تو ہمیں یہ ظہور اس پہلو سے بھی بے نظیر نظر آتا ہے خود حضرت بہاء اللہ نے عشق الٰہی اور محبت خلق میں جان ومال عزت وشوکت فدا کر دی دنیا کی اصلاح اور بہبودی کے لئے تمام عمر مصائب برداشت کئے اور خوش رہے خدا کی راہ میں قید وبند کو آزادی پر ترجیح دی وہ وہ تکالیف اٹھائیں کہ انسان سن کر حیران رہ جاتا ہے نہ ایک دفعہ یا ایک سال بلکہ سال ہا سال مسلسل تکالیف کا سلسلہ بندھا رہا اور حضرت بہاء اللہ میدان عشق الٰہی میں شہسوار ہوکر آگے بڑھتے چلے گئے تمام مصائب کے کڑوے کھونٹ کو شہد شیریں سمجھتے تھے آرزو کرتے تھے کہ کاش محبت الٰہی کی راہ میں جتنی مصیبتیں عاشقان جمال الٰہی پر وارد ہوسکتی ہیں وہ سب اکٹھی مجھ پر وارد ہوجائیں عشق ومحبت حق کے دعاوی کو آپ کے عزم اور صبر واستقلال کے واقعات نے ثابت و آشکار کر دکھایا نہ صرف یہ کہ آپ کی روح مبارک ہی عشق سے سرشار تھی بلکہ جو جو آپ کے پاس گے وہ سرمست محبت ہوگیا حضرت بہاء اللہ نے فرمایا کہ ہم محبت کی راہ میں فدا ہونے کے لئے پیدا ہوئے ہیں اور حکم دیا کہ تم اس محبوب لایزال کی محبت ورضا میں قتل کر دیئے جاؤ تو بھی کسی کو قتل نہ کرنا پروانگان محبت نے اس حکم کی ایسی تعمیل کی کہ دنیا میں لاثانی نظیر قائم کر دی بیس ہزار مقدس نفوس نے جانیں فدا کر دیں گردنیں دے دیں مگر اف بھی نہ کیا اموال واولاد عزت وآبرو راہ محبت میں برباد ہوگئی مگر عاشقان الٰہی میدان وفا اور مشہد فدا میں خندہ پیشانی کے ساتھ قدم آگے ہی بڑھاتے رہے اور یوں نعرے لگاتے رہے

ما بہاء درخون بہاء را یافتیم۔جانب جان باختن بشتافتیم (مثنوی معنوی)۔اے پاک روحو! جو وفا کا جوہر اپنے اندر رکھتی ہو دیکھو تمہارے لئے اس مقدس ہستی نے اپنی تمام جاہ وحشمت کو قربان کر دیا ساری عمر تمہاری

بھلائی کے لئے مصیبتیں اٹھائیں کیا تمہاری وفا شعاری تمہیں مجبور نہیں کرتی کہ تم بھی راہ محبت میں جاں نچاری وفدا کاری کرو اور اس محبت کرنے والی ہستی کی آواز پر لبیک کہہ کر استقامت کی شان دکھاؤ۔

اے پروانگان بے پروا بشتابید و بر آتش زنید۔ دوڑو اور محبت کی آگ میں کود پڑو۔ اٹھو محبوب کی راہ میں فدا ہو جاؤ زندگی چند روزہ ہے جان تو بہر حال جائے گی بہتر ہے کہ راہ جاناں میں جائے۔ حضرت بہاء اللہ جس تجلی نورانی کی طرف تمہیں بلا رہے ہیں وہی سب کی مطلوب و محبوب ہے بعض لوگ اسے شناخت کر چکے ہیں اور بعض ابھی تک پہچان نہیں سکے ہیں سب اسی کی تلاش میں

جانہا بلب است دلہا بہ تب است۔ کل در طلب روئے تو بود

(بہائی میگزین فروری ۱۹۳۵ء ص ۱۷۔۱۹)

مولانا امرتسری لکھتے ہیں: سارا زور مضمون نگار نے اس پر لگایا ہے کہ بہائی تحریک کے ماننے والے پروانوں کی طرح جان دیتے ہیں۔ ہم کہتے ہیں مضمون نگار کو دنیا کے حالات کی شائد خبر نہیں۔ اسلامی دائرے کے اندر دیکھنا ہو، تو قادیانی اور آغا خانی سب سے بڑھ کر قربانی کے مدعی ہیں بیرون اسلام آریہ اور راداہا سوامی مت والوں کو دیکھئے کس قدر جان و مال فدا کر رہے ہیں۔ تو کیا اس قربانی سے ان کا مذہب سچا ہو گیا؟ نہیں۔ ہاں ہم یہ ماننے کو تیار ہیں کہ ایسا کرنے والے پکے راسخ العقیدہ ہیں بہائی دین قادیانی مذہب اس صورت میں سچے ہو سکتے ہیں جب ان کے بانی اپنے دعوے میں سچے ہوں و دو نہ خرط القتاد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۹۔ ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۰ ص ۳۔۵)

مسیح قادیانی کا مبلغ علم اور جاہلانہ فتوی

قابل توجہ میاں محمود اور مولوی محمد علی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

آپ دونوں صاحب مرزا صاحب قادیانی کو مجدد مہدی مسیح موعود وغیرہ مانتے ہیں۔ ان سب

عہدوں کے لئے موصوف کو علم شریعت میں جتنا کچھ حصہ وافر ہونے کی ضرورت ہے اظہر من الشّمس ہے مرزا صاحب کے علم وفضل کے مخالف تو کبھی قائل نہیں ہوئے مگر آپ لوگ ان کی نسبت بہت کچھ بلند خیالات رکھتے ہیں اس لئے ان کا ایک فتویٰ جدید الطبع پیش کر کے آپ دونوں سے ہم سوال کریں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ کوئی حافظ صاحب، مرید مرزا قادیانی تھے جن کو یہ خبط تھا کہ جو کوئی اپنے آپ کو گنہگار سمجھے اور گناہ گار کہے، اس کے پیچھے نماز جائز نہیں۔ یہ مسئلہ مرزا صاحب کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے فرمایا:

حافظ صاحب سچ کہتے ہیں جب کوئی اقراری مجرم ہو جائے تو اس کے پیچھے نماز کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

(الفضل ۳ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۵)

سوال: کیا آپ دونوں صاحبان اور قادیان ولاہور کے علماء کرام نے آنحضرت ﷺ کی دعا میں یہ الفاظ نہیں پڑھے: و اعترفت بذنبی (الحدیث)۔

قرآن مجید میں حضرت آدم کی دعا نہیں پڑھی ہوگی ربناظلمنا انفسنا (اے خدا ہم نے اپنے نفسوں پر ظلم کئے)۔

ایوبؑ کی دعا بھی نہیں سنی؟ لا اله الا انت سبحا نك انی كنت من الظالمين

حدیث میں یہ دعا بھی نہیں پڑھی ہوگی: اللهم انت الله لا اله انت خلقتنی انا عبد ك انا علی عهد ك ووعدك ما استطعت ابوء لك بنعمتك علیّ و ابو ء بذ نبی فاغفرلی فا نه لا یغفر الذنو ب الا انت (الحد یث)

ان دعاؤں میں اعتراف بالذنوب ہے تو کیا ان دعاؤں کے قائلوں (حضرات انبیاء) کے پیچھے بھی اقتداء جائز نہیں؟ آج جو مسلمان ان دعاؤں کا ورد کرے اس کے پیچھے بھی جائز نہیں؟ اس کے بعد اس سوال کا جواب بھی آپ کے ذمہ ہے کہ مجدد مہدی اور مسیح موعود کے لئے اتنا ہی علم کافی ہے کہ معمولی احادیث پر بھی اس کی نظر نہ ہو یا اس سے کچھ زیادہ کی ضرورت ہے؟ اس کے بعد شیخ سعدی کے اس شعر کے معنی بھی مہربانی کر کے بتا دیجئے گا:

ز جاہل گریزندہ چوں تیر باش۔ نہ آمیختہ چوں شکر شیر باش

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۹۔ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۰ ص ۷)

کھلی چٹھی بنام حاجی سیٹھ عبداللہ الہ دین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

حاجی صاحب! آپ نے یا آپ کی طرف سے احباب نے بڑی بلند آواز سے انعامی اشتہار دیا تھا کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری اگر مرزا صاحب کی تکذیب اور اپنے عقاید پر حلف اٹھائیں تو آپ دس ہزار روپیہ ان کو انعام دیں گے۔ یہ انعامی سلسلہ آپ کا ۱۹۲۳ء سے چلا ہے جن دنوں میں حیدرآباد دکن میں احمدی تحریک کی خدمت کر رہا تھا۔ حیدرآبادی اشتہارات اور جوابات کا مجموعہ تو سکندرآباد کی انجمن اہل حدیث نے بصورت رسالہ شائع کر دیا تھا جس کا نام ہے، قادیانی حلف کی حقیقت،

اس کے بعد آپ نے پنجاب میں ایک اعلان شائع کرایا جس میں انعامی رقم دس ہزار سے اکیس ہزار تک بڑھا دی۔ اس کا جواب میری طرف سے پہلے ۲۳ ستمبر ۱۹۳۴ء کو دیا گیا کہ انعامی رقم سکندرآباد کے امپیریئل بنک میں جمع کرا کر مجھے رسید بھیج دیں، میں حلف کا اشتہار دوں گا، مگر آپ نے کروٹ نہ لی۔ اس کے بعد بطور یاددہانی ۲۴ دسمبر ۱۹۳۴ء کو میں نے مکرر اشتہار دیا جو آپ کو بصیغہ رجسٹری بھیجا گیا اور حیدرآباد میں بکثرت شائع ہوا تاہم آپ ایسے خاموش رہے کہ واقفان حال کے منہ سے بے ساختہ نکل گیا: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند۔

لیکن میرا یہ گمان نہیں۔ میں آپ کو ابھی تک زندہ جانتا ہوں اس لئے اشتہار مذکور سہ کرر درج کر کے اخبار بھیجتا ہوں اور بفحوائے کلام اللہ انّ العہد کان مسؤلاً آپ سے ایفاء عہد کا سوال کرتا ہوں۔ اشتہار مذکور یہ ہے:

میں کذب مرزا پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں:

بجواب انعامی اشتہار سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندرآباد دکن

سیٹھ عبداللہ! آپ جانتے ہونگے کہ میں مرزا صاحب قادیانی کا منکر محض سنے سنائے یا کسی کی تقلید سے نہیں

بلکہ علی وجہ البصیرت ہوں ۔خدا کو معلوم ہے مجھے ان سے کوئی ذاتی پرخاش ہے، نہ کوئی عداوت ، نہ خاندانی شراکت ، نہ نزاع وراثت ۔ ہاں میں ان کے دعاوی کو غلط جانتا ہوں کہ نہ آپ مسیح موعود ہیں، نہ مہدی ، نہ ماموں من اللہ، نہ ملہم الٰہی ۔ میں نے مرزا صاحب قادیانی کے متعلق اپنے عقیدے کا ثبوت متعدد کتابوں میں دیا ہے جو پبلک میں شائع ہو چکی ہیں ۔کتب مصنفہ کے علاوہ اہل انصاف کے لئے قابل توجہ خاص یہ امر ہے کہ مدعی نبوت اور صاحب وحی ورسالت مرزا صاحب قادیانی نے میرے ساتھ آخری فیصلہ کا اعلان کیا جس میں مجھے اپنے ساتھ رکھ کر خدا سے دعا کی تھی کہ:

اے خدائے قدوس! میری تیری رحمت کا دامن پکڑ کر ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں دنیا سے اٹھالے۔

اس دعا کا نتیجہ بھی کسی فرد انسانی سے عموماً اور آپ جیسے واقف کاروں سے خصوصاً مخفی نہیں کہ مرزا صاحب موصوف کو فوت ہوئے آج ربع صدی سے زیادہ یعنی ۲۶ سال کا عرصہ گزر گیا ہے اور یہ خادم آج بھی یہ چند سطور لکھ رہا ہے۔الحمدللہ

اس کے بعد جماعت احمدیہ کی درخواست سے اس خاص امر پر انعامی مباحثہ مقرر ہوا جو منصفوں کے سپرد کیا گیا جس کا فیصلہ اپریل ۱۹۱۲ء میں میرے حق میں ہوا اور میں نے مبلغ سہ صد روپیہ انعام وصول کیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ خدا کا خوف کر کے خدائی فیصلہ پر یقین کیا جاتا مگر قادیانی جماعت نے اس قدرتی اور پنچائتی فیصلے سے اعراض کر کے ایک مصنوعی طریق فیصلہ میرے سامنے پیش کیا وہ یہ کہ میں مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب وغیرہ پر حلف اٹھاؤں ۔

یہ درخواست سب سے پہلے خود قادیان میں بموقع جلسہ اسلامیہ جس میں میں بھی شریک تھا، قادیانی جماعت کی طرف سے پیش ہوئی جس پر مبلغ دوسو روپیہ انعام بھی تجویز ہوا۔ مگر میں نے دوسو روپیہ لئے بغیر اسی جلسہ میں حلف اٹھائی جس کا ذکر قادیان کے اخبار الفضل مورخہ ۴۔اپریل ۱۹۲۱ء میں مرقوم ہے۔

اس کے بعد یہی تقاضا جاری رہا یہاں تک کہ جب میں جنوری ۱۹۲۳ء میں سکندر آباد حیدر آباد دکن پہنچا تو آپ (سیٹھ عبداللہ الہ دین) نے بھی مجھ سے تقاضا حلف کیا، میں نے وہاں بھی ایک معمولی شرط کے

ساتھ حلف اٹھانے پر آمادگی کا اظہار کیا مگر آپ سامنے نہ آئے (ملاحظہ ہو ٹریکٹ، قادیانی حلف کی حقیقت، شائع کردہ انجمن اہلحدیث سکندر آباد) اس کے بعد میں نے اپنے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۹۲۶ء میں حلفیہ مضمون لکھا جو بعد اس کے بصورت اشتہار شائع کیا۔ باوجود ان واقعات کے مجھ سے مطالبہ حلف جاری رہا۔ اس طریق پر مطالبہ رہا کہ جو الفاظ قسم کے ہم (قادیانی) پیش کریں ان پر حلف اٹھاؤ۔ میں حیران تھا کہ حلف کے لئے شرع شریف نے خود الفاظ مقرر کر رکھے ہیں پھر کسی ایرے غیرے کا اس میں کیا دخل ہے یہاں تک کہ آپ (سیٹھ عبداللہ) کی طرف سے پھر ایک بلکہ کئی ایک اشتہار نکلے جن میں اکیس ہزار تک انعام دینے کا آپ نے اعلان کیا۔ میں اپنے خیال میں تصنیف کے علاوہ حلف کا فرض بھی پورا کر چکا تھا اس لئے خاموش رہا۔ اتنے میں خدائے مسبب الاسباب نے میرے اور آپ کے نزاع میں فیصلہ ہو جانے کی صورت پیدا کر دی۔

سیٹھ صاحب! مجھے آپ سے محبت ہے خدا کرے آپ کسی طرح غلطی سے باہر آ جائیں۔ اب جو صورت پیدا ہوئی ہے امید آپ بھی میری طرح اس کو نمونہ بنا کر سامنے آئیں گے۔ آپ نے اخبار الفضل قادیان میں خلیفہ قادیانی کا حلفیہ بیان پڑھا ہوگا جس کی ضرورت اور حلفیہ بیان کے الفاظ خود الفضل ہی سے نقل کرتا ہوں:

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد امام جماعت ساکن قادیان ولد مرزا غلام احمد صاحب مدعی ماموریت اللہ تعالیٰ قسم کھا کر جس کے ہاتھ میں میری جان ہے اور جس کی جھوٹی قسم کھانا انسان کو روحانی اور جسمانی ہلاکت میں ڈال دیتا ہے اور ناقابل برداشت عذابوں میں مبتلا کرتا ہے کہتا ہوں کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب میرے یقین اور ایمان کے مطابق بلا شک وشبہ مسیح موعود اور مہدی مسعود تھے اور آنحضرت ﷺ سے مستفیض ہو کر مقام نبوت پر فائز ہوئے تھے اگر میں اس دعوی میں جھوٹا ہوں تا اللہ تعالیٰ کا وہ وعید جو جھوٹوں کے لئے مقرر ہے مجھ پر نازل ہو۔ (الفضل ۴ ستمبر ۱۹۳۴ء)

سیٹھ صاحب! قرآن مجید میں مطففین کا ذکر برائی کے ساتھ ہوا ہے جو لیتے کسی ہاتھ سے ہیں دیتے کسی دوسرے سے ہیں۔ یہ بدعادت اگر آپ کو اور آپ کی جماعت کو ناپسند ہو تو بس میرا اور آپ کا اختلاف مٹنے والا ہے۔ میں انہیں الفاظ سے حلف اٹھانے کو تیار ہوں جن سے آپ کے خلیفہ میاں محمود صاحب قادیانی

نے اپنے والد کی صداقت پر حلف اٹھایا ہے۔فرق اتنا ہوگا کہ جہاں انہوں نے اثبات کیا ہے میں نفی کرونگا۔ یعنی انہوں نے کہا میرے یقین میں وہ مسیح موعود تھے میں اسکی جگہ کہوں گا میرے یقین میں وہ مسیح موعود نہ تھے ۔علی ہذاالقیاس۔ساری عبارت ہو بہو نقل کر کے مثبت کو منفی کرونگا۔پس آپ اگر مطففین کی عادت کو واقعی قبیح جانتے ہیں تو میری اس تجویز کو منظور کریں جس کا ثبوت یہ ہے کہ: انعامی رقم بنک میں جمع کراؤ۔انعامی رقم امپیرئل بنک حیدآباد میں جمع کرا کر اس مضمون کی رسید مجھے بھیج دیں کہ جس روز میں عبارت مذکورہ میں قسم کا مطبوعہ اشتہار حیدرآباد بھیج دوں مینیجر بنک انعامی رقم میرے نام منتقل کردے۔بس اب کوئی بات باقی نہیں رہی ۔آخر میں میں اعلان کرتا ہوں کہ :میں مرزا صاحب کو ان کے الہامی دعووں میں جھوٹا جانتا ہوں و الله علی ما اقول شهید ۔ جواب باصواب کا منتظر: خاکسار ابوالوفا ثناءاللہ از امرتسر پنجاب

اب بھی اگر آپ نے رقم (اکیس ہزار) داخل بنک کرا کر مجھے اطلاع نہ دی تو مجبوراً میں بھی واقفان حال کے مذکورہ مقولہ کا مصدق ہو جاؤں گا۔پھر آپ کو یا آپ کے کسی ہم خیال کو یہ ڈینگ مارنے کا حق نہ ہوگا کہ ہم انعام دیتے ہیں اور وہ لیتا نہیں۔گو میں خوب جانتا ہوں کہ آپ کو دینے کا حوصلہ نہیں۔یہ حوصلہ خدا نے منشی قاسم علی سہ صدی کو بخشا تھا جو تین سو روپیہ ہتھیلی پر رکھ کر ۱۵۔اپریل ۱۹۱۲ء جو بمقام لدھیانہ پہنچ گئے۔گو ہار گئے تاہم یہ کہنے کا ان کو حق حاصل ہو گیا:

شکست وفتح مقدر سے ہے ولےاے میر مقابلہ تو دل ناتواں نے خوب کیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۹ ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۰ ص ۷۔۹)

اصولی بحث سے کون منہ پھیرتا ہے؟

مولوی محمد علی یا اڈیٹر اہلحدیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہے کہ اصولی بحث وہ ہوتی ہے فروعات جس کے ماتحت آجائیں۔بلکہ یوں کہیے کہ اصولی بحث وہ ہوتی ہے جس کے بعد فروعات کی ضرورت باقی نہ رہے۔مثلاً اسلام کی اصولی بحث ہے

رسالت محمدیہ یا صداقت قرآن ۔ان میں جو بات بھی ثابت ہو جائے باقی فروعات پر بحث کرنے کی ضرورت نہ رہے گی ۔اسی طرح قادیانی مباحث میں اصولی بحث وہ امر ہے جس کے بعد کسی اور امر پر بحث کرنے کی ضرورت نہ ہو ۔اس قسم کی اصولی بحث کی تعیین میں فریقین (قائل اور منکر) مختلف ہو سکتے ہیں ۔مثلاً منکر کہے کہ فلاں پیش گوئی اگر سچی ہو جائے تو میں آپ کو سچا مان لوں گا۔مگر دوسرا فریق اس کو معمولی سمجھ کر اس کو قابل توجہ نہ جانے ۔اسی طرح ہر امر میں دونوں فریقوں کے درمیان اختلاف ممکن ہے۔لیکن اگر صاحب مذہب خود کسی امر کو اصولی بحث قرار دے اور وہ فی الواقع ایسا ہی ہو تو فریقین کو اسے اصولی ماننے میں چون وچرا نہ کرنا چاہیے۔

پس ہم ہر دو فریق (قائل اور منکر مرزا) میں اصولی بحث آخری فیصلہ ہے جسکو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود اصل الاصول قرار دیا ہوا ہے۔چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں (اشتہار قبل ازیں نقل ہو چکا ہے۔بہاء)

باانصاف ناظرین! آپ لوگ للہ غور کریں کہ یہ امر (آخری فیصلہ) اصل الاصول پر پوری توجہ کریں ۔مگر آپ کس قدر حیرت سے سنیں گے کہ جب کبھی امت مرزائیہ کے ان دونوں (قادیانی اور لاہوری) بلکہ کل اصناف کو اس اصل الاصول پر بحث کرنے کی دعوت دی گئی تو حیل وحجت کر کے اس کو ٹال دیا گیا۔ان ٹلانے والوں میں مولوی محمد علی لاہوری احمدی نے جس طرح اس کو ٹالا وہ بہت ہی حیرت انگیز ہے۔وہ کہتے ہیں کہ پندرہ سولہ مسائل (وفات مسیح ۔ حقیقت دجال وغیرہ) پر پہلے بحث ہو جائے پھر ضرورت ہو تو آخری فیصلہ پر بھی سہی ۔ یا للعجب

باوجود اس کے بے محل اور بے موقع خطبہ جمعہ میں ممبر رسول پر چڑھ کر کہتے ہیں کہ

' مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی ہم نے کہا تھا کہ احمدیت کی اصولی باتوں کے متعلق اسی طریق پر بحث کرلیں لیکن وہ اس پرآمادہ نہ ہوئے۔کیونکہ ان کے دل میں چور ہے ۔

(پیغام صلح لاہور ۱۹فروری ۱۹۳۵ء ص۴)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں کہ) قرآن شریف میں دل کے چوروں کی علامت ان الفاظ میں بتائی گئی ہے ان یروا سبیل الرشد لا یتّخذوہ سبیلا (یعنی ایسے لوگ سیدھا راستہ دیکھ کر اسے قبول نہیں کرتے) ۔

آخری فیصلہ کو بڑے میاں (مرزاغلام احمد) نے اپنا معیار بنا کر شائع کیا۔اپنا صدق وکذب اس پر موقوف رکھا۔جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے طے ہونے سے تمام مباحث کا طے ہونا بانی جماعت احمدیہ نے تسلیم کیا ہے۔تاہم دل کے چور زبان اور ایمان کے کمزور اس سے جی چراتے ہیں۔ پھر ان کو کیوں نہ کہا جائے کہ آیت موصوفہ میں جملہ لا یتخذوہ سبیلاً ان کے حق میں وارد ہے۔

مرزائی دوستو! دنیا میں کوئی ایسا مسلمان تم کو ملا یا مل سکتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے کسی آخری فیصلے کو فیصلہ نہ جانے۔یا کوئی ایسا عیسائی آپ کو ملا ،یا مل سکتا ہے جو حضرت مسیح کے فیصلے کو موجب فیصلہ نہ مانے۔ کم سے کم کوئی آریہ ہی بتاؤ جو اپنے گورو سوامی دیانند کے طریق فیصلہ سے منہ پھیرتا ہو۔اگر ایسا شخص کوئی نہیں تو تم لوگوں نے یہ نیا طریق کیوں اختیار کیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۱۶ ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۱ ص ۳۔۴)

ظفر اللہ کی تقریر متعلق احمدیت محض ملمع ہے

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: یوں تو احمدیہ (مرزائیہ) جماعت کا عام دستور ہے کہ تبلیغ کرتے ہیں مرزائیت کی اور نام رکھتے ہیں تبلیغ اسلام کیونکہ ان کے نزدیک اسلام وہی معتبر ہے جو احمدیت کی صورت میں ہو مگر چودھری ظفراللہ خان جیسے قانونی آدمی سے یہ امید نہ تھی کہ وہ خاص کر لاہور جیسے مرکز علم اور واقف حال شہر میں ایسی تقریر کریں گے آپ نے اپنے لیکچر کی تمہید میں کہا کہ:

احمدیت کیا ہے؟ بعض لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ احمدیت کوئی نیا پیغام لے کے دنیا میں نہیں آئی،اس کے مقابل ایک طبقہ یہ سمجھتا ہے کہ یہ تحریک اسلام میں ایک تغیر پیدا کرنے والی تحریک ہے اس لئے مسلمانوں کا فرض ہے کہ اسے مٹا دیں۔اس عقدہ کو سمجھانے کے لئے میں یہ عرض کرتا ہوں کہ دراصل دونوں خیالات درست نہیں۔میں ایک مثال دے کر احمدیت کی پوزیشن واضح کرتا ہوں۔اسلام کی مثال ایک سمندر کی سی ہے جس میں بالکل سکون تھا اس میں ایک زبردست لہر اٹھی جس نے سمندر میں تموج پیدا کر دیا۔یہ لہر احمدیت کی

لہر ہے۔اس لہر کو سمندر سے الگ نہیں کہا جا سکتا اور نہ ہی اس لحاظ سے کہ وہ سمندر کے پانی کا ایک جزو ہے اس کی اہمیت کو کم کیا جا سکتا ہے کیونکہ اس لہر نے سکون میں حرکت پیدا کر دی ہے اسلام اور احمدیت دو مترادف لفظ ہیں احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے۔ (الفضل قادیان ۱۴مارچ ۱۹۳۵ء ص ۵)

اس عبارت کو ہم منطقیانہ نظر سے دیکھتے ہیں تو یقین نہیں ہوتا کہ یہ کلام کسی ایسے شخص کا ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے صیغہ تعلیم کے ایک بڑے عہدہ پر فائز رہا ہو کیونکہ سمندر اور لہر کی مثال سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت اور اسلام میں عموم اور خصوص کی نسبت ہے۔تھوڑا آگے چل کر کہتے ہیں، اسلام اور احمدیت دو مترادف لفظ ہیں، مترادف لفظوں میں مساوات ہوتی ہے مساوات عموم خصوص سے مغائر ہوتی ہے ممکن ہے منطقی اصطلاحات سے چودھری ظفراللہ صاحب وقف نہ ہوں کیونکہ ان کے نبی مرزا غلام احمد صاحب متوفی بھی ان اصطلاحات سے بے خبر تھے ایک خط میں حکیم نورالدین (خلیفہ اول قادیان) کو لکھتے ہیں؛ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ میں کیا نسبت ہے مجھے ان اصطلاحات میں توغل نہیں۔ (خطوط بنام حکیم نورالدین)

مگر اصل مضمون لیکچر سے تو چودھری صاحب کو ناواقف نہ ہونا چاہیے پس آپ غور سے سنیں۔اسلام تو یہ ہے: بنی الاسلام علی خمس (حدیث) اسلام کے پانچ ارکان ہیں لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ۔نماز، روزہ، حج، زکوۃ۔

بتایئے احمدیت بھی اسی قدر ہے یا اس کے علاوہ بھی اس میں کوئی چیز ہے۔اگر یہی ہے تو آپ اور آپ کے خلیفہ صاحب (مرزا محموداحمد) منکرین مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کافر کیوں کہتے ہیں (انوار خلافت)

پس اگر نبوت مرزا کی تسلیم بھی احمدیت میں داخل ہے تو پھر آپ احمدیت اور اسلام کو مترادف کیوں کہتے ہیں۔اور اگر داخل احمدیت نہیں تو داخل اسلام بھی نہ ہوئی

بہر حال چودھری صاحب نے باوجود قانون دان ہونے کے تنقیح طلب امر کو نظر انداز کر دیا جو کسی اہل علم کے شایان شان نہیں۔

صدر جلسہ کا ریمارک:

بروایت الفضل قادیان، صدر جلسہ پروفیسر عبدالقادر صاحب نے چودھری صاحب کی تقریر پر فرمایا

:حضرات میں نے عرض کیا تھا کہ چودھری صاحب ایک بہت بڑے عالم دین ہیں ان کی تقریر سے میرے اس قول کی تائید ہوگئی۔۔آپ نے اسلامی تعلیمات کو جس خوبی سے پیش کیا ہے وہ آپ ہی کا حصہ ہے۔جماعت احمدیہ آج کل سخت مشکلات میں سے گذر رہی ہے میں افسوس سے اس امر کا اقرار کرتا ہوں کہ جماعت احمدیہ کے خلاف ناانصافی کی جارہی ہے۔ (الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۶)

ہمیں بھی افسوس ہے کہ ہم اس امر کے اظہار کرنے میں مجبور ہیں کہ پروفیسر صاحب کو عالم شناسی کا علم نہیں دیا یا انہوں نے صدارت کا شکریہ ادا کرنے کو ایسی باتیں کہہ دیں ہم پروفیسر صاحب کو کہتے ہیں کہ عالم دین کی شان تو بہت بلند ہوتی ہے کسی ادنی طالبعلم سے پوچھیں کہ اسد اور لیث دو مترادف لفظ ہیں۔یہ حقیقت میں متحد ہیں یا مختلف؟ وہ فوراً کہے گا کہ متحد اگر مختلف ہوں تو مترادف کیسے؟

مگر آپ کے عالم دین چودھری صاحب اسلام اور احمدیت کو مترادف بھی کہتے ہیں اور مختلف بھی مانتے ہیں۔ اس حال میں آپ ان کو عالم دین بھی کہتے ہیں اور مخالفوں کو بے انصاف کا لقب بھی دیتے ہیں حالانکہ آپ عہدہ صدارت (محل انصاف) پر متمکن ہیں۔کیا سچ ہے؟

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
حیف ہے وہ بھی تیرا چاہنے والا نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء مطابق ۲۳ ذی الحج ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۲ ص ۴۔۵)

شیخ چلی کی یادگار قادیان میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

کہتے ہیں شیخ چلی نے تھوڑے سے سرمائے سے ایک دکان جاری کی جس میں شیشیوں کا سامان رکھا ۔جب سارا سامان لگایا گیا تو شیخ صاحب سوچ میں پڑ گئے ذہن مبارک اس نکتے کی طرف متوجہ ہوگیا کہ اس دکان سے دگنا نفع حاصل ہوگا۔اس نفع سے ہم شادی کریں گے اس سے اولاد پیدا ہوگی بچے آئیں گے پیسہ مانگیں گے ہم ایک دفعہ ان کو دیں گے۔وہ پھر مانگیں گے، پھر دیں گے۔ جب وہ تیسری مرتبہ مانگیں گے تو ہم

اس طرح زور سے ان کو ٹانگ ماریں گے۔ اتفاق یہ ہوا کہ شیخ صاحب کی ٹانگ سامنے شیشیوں کے سامان پر جا لگی ۔ وہ سارا سامان چکنا چور ہو گیا انا للہ و انا الیہ را جعو ن پڑھ کر خاموش رہ گئے۔

آج ہم دیکھتے ہیں کہ یہی مثال قادیان میں ہم کو ملتی ہے۔ مرزا غلام احمد کو جب کبھی مشکلات پیش آئیں تو وہ اپنے اتباع کو تسلی دیتے کہ عنقریب تمہاری فتح ہو گی بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے ۔ (البشریٰ۔ ج۲ص۲۳)

آج قریباً ستائیس سال آپ کو انتقال کئے ہو گئے مگر ابھی تک وہ مشکلات بحال بلکہ اپنے عروج پر ہیں، لیکن وعدہ ترقی اس سے بھی زیادہ پر جوش ہے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بتقریب مقدمہ مولوی عطاء اللہ شاہ بمقام گورداسپور اپنے مجمع میں بتاریخ ۲۵ مارچ ایک تقریر کی ہے جس میں مریدین کو بڑی خوبی سے تسلی دی ہے کہ ان مشکلات کی وجہ سے تم کو آخرت میں اتنے بڑے درجے ملیں گے کہ تم اپنی تکلیفوں اور قربانیوں کو ہیچ سمجھو گے۔ بلکہ عنقریب اس دنیا میں تم دیکھو گے کہ حکومتیں تمہاری ہوں گی۔ بادشاہ تمہارے ہوں گے۔ چنانچہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے الفاظ یہ ہیں:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی جماعت ترقی کرے گی اور اکناف عالم تک اپنی شاخوں کو پھیلا دے گی۔ تو اس وقت خدا تعالی خوش ہو کر کہے گا بتاؤ تو کوئی شخص ہے جو اسے ہلا سکتا ہو۔ تب وہی آندھیاں جو پہلے اسے جھکا دیتیں، ہلا دیتیں، اور خطرات میں مبتلا کر دیتیں تھیں، آئیں گی اور یوں گزر جائیں گی کہ پتہ بھی نہیں ملے گا ۔ گویا اس کی مثال اس بیل کی سی ہو گی جس کے متعلق لوگوں نے یہ بات بنائی ہوئی ہے کہ اس کے سینگ پر ایک دفعہ کوئی مچھر بیٹھا، تو تھوڑی دیر بیٹھنے کے بعد کہنے لگا، اگر تم تھک گئے ہو تو میں اڑ جاؤں۔ بیل نے کہا مجھے تو یہ بھی پتہ نہیں کہ تم بیٹھے کب تھے، اڑنے کے متعلق میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ تو اللہ تعالی احمدیت کو ایک دن ایسا مضبوط کرے گا کہ حوادثات زمانہ کا اسے پتہ ہی نہیں لگے گا۔ بے شک وہ ترقی کا زمانہ ہو گا۔ بے شک وہ دنیوی کامیابی کا زمانہ ہو گا۔ بیشک وہ آراموں اور سکھوں کا زمانہ ہو گا۔

مگر اے عزیزو! میں تمہیں بتانا چاہتا ہوں کہ آج کے دکھوں سے بڑھ کر وہ برکت والا زمانہ نہیں ہو گا۔ اگر آج ایک مومن کو کھڑا کر کے دکھایا جائے کہ ان مصائب کے بدلہ میں جنت میں اس کے لئے کتنے بلند مدارج مقرر

کئے گئے ہیں، کتنی عظیم الشان اخروی ترقیات کا ابدی انعام اسے دیا جانے والا ہے، کتنی عزت اور رفعت کا اسے مالک بنایا جانے والا ہے، اور پھر اسے دکھایا جائے کہ دنیا میں احمدیت کس طرح ترقی کرے گی، اسے نظر آئے کہ کس طرح حکومتیں احمدی ہیں، بادشاہ احمدی ہیں، اور لوگ ہاتھ جوڑ جوڑ کر انہیں سلام کر رہے ہیں، کس طرح احمدیت لوگوں کے قلوب کو فتح کر چکی ہے۔ غرض اس زمانہ کے لوگوں کی دنیوی شان دکھا کر اگر وہ اخروی جزا دکھائی جائے جو موجودہ زمانہ کے مصائب کا نتیجہ ہے، اور پھر پوچھا جائے تم دنیا میں حکومت کے تخت پر بیٹھو گے یا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے لئے ماریں اور گالیاں کھاؤ گے، تو یقیناً وہ حقارت کے ساتھ دنیا کی حکومتوں کو ٹھکرا دے گا۔ اور کہے گا: اے میرے خدا مجھے ماریں کھانا اور تیری عزت اور جلال کے لئے تکالیف برداشت کرنا دنیوی انعاموں سے بہت محبوب ہے ۔۔ (الفضل قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ ایک ہوشیار جرنیل جب فوج کو کمزور پاتا ہے، تو بڑی بڑی امنگیں دلا کر ان کو ثابت قدم رکھتا ہے۔ نپولین بونا پارٹ کہا کرتا تھا کہ: اے میرے سپاہیو! دنیا تمہیں دیکھ رہی ہے عنقریب تم فتح پاؤ گے آگے بڑھتے چلو۔ اسی طرح خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنے اتباع کو قابو رکھتا ہے ۔ جو بحیثیت ایک قائد کے ایک اچھا کام کرتا ہے۔ مگر اس میں مذہبی اور روحانی طور پر جتنا حصہ ہے وہ محض خواب وخیال ہے۔ جس طرح بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کے وعدے بحکم: ما مواعید ھا الا الا باطیل محض خواب وخیال ثابت ہوئے

خواب مرزا: منجملہ خوابہائے مرزا قادیانی ایک خواب جو حقیقتاً بیداری میں تھا، مگر واقعہ میں خواب و خیال ہی تھا، یہ ہے :

ایک روز مرزا صاحب اور حکیم نور الدین نماز جمعہ کے وقت شریک جماعت تھے خطبہ جمعہ مولوی محمد احسن امروہی نے پڑھا۔ خطبہ میں (بموجودگی مرزا) کہا: اگر اس نبی (مرزا قادیانی) کی طاعت لوگ نہ کریں گے تو انکے ساتھ وہی ہوگا جو عادیوں اور فرعونیوں کے ساتھ ہوا (اخبار بدر ۳ جنوری ۱۹۰۸ء ص ۵)

آپ! اس خواب پریشاں کی تعبیر کیسی الٹی ظاہر ہوئی۔ بقول مولوی محمد احسن وبتصدیق مرزا صاحب قادیانی، فرعونی اور عادی تو آج تک دندنا رہے ہیں مگر مصنوعی موسی اور ہود خود ہی چل دیا۔ شعر ہذا کے یہی معنی ہیں:

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔اپریل ۱۹۳۵ء مطابق یکم محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۳ ص ۴۔۵)

چندوسی میں مباحثہ

چندوسی میں مرزائیوں نے حیات مسیح ثابت کرنے کے لئے مسلمانوں کو چیلنج دیا۔ چنانچہ ایک معزز مسلمان کے مکان پر مولوی ابومسعود قمر بنارسی نے حیات مسیح کو زبردست دلائل سے ثابت کر دیا۔ مرزائیوں کو سخت ندامت ہوئی۔ بعدہ چارروز مسلسل تردید مرزائیت پر تقریریں ہوتی رہیں۔ ممتاز احمد از چندوسی (ہفت روزہ اہل حدیث ۵۔اپریل ۱۹۳۵ء مطابق یکم محرم ۱۳۵۴ھ ص ۲)

قصبہ ویرووال میں مناظرہ

ویرووال ضلع امرتسر میں مرزائیوں کی تردید کے لئے انجمن اہل حدیث کے طلب کرنے پر خاکسار وہاں گیا۔ ایک جلسہ کر کے مرزائیت کی حقیقت کو الم نشرح کیا گیا۔ اور دوسرے دن مرزائیوں کی خواہش پر ان کے مکان میں ہی قریباً دو گھنٹے صدق و کذب مرزا پر مناظرہ ہوا جس میں وہ بہت ذلیل و خوار ہوئے اور تمام لوگوں پر ان کی قلعی کھل گئی۔ راقم: محمد عبداللہ معمار۔ (اہل حدیث ۵۔اپریل ۱۹۳۵ء ۱۳۵۴ھ ص ۲)

آخری فیصلے پر میرٹھ میں مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں:

۱۲ مارچ (۱۹۳۵ء) کو بتقریب جلسہ دار العلوم عربیہ جامع مسجد شہر میرٹھ میں آخری فیصلہ مرزا پر مباحثہ ہوا۔ مقابلے میں اس روز مرزائیوں کی لاہوری جماعت کے مولوی اختر حسین مبلغ پیش ہوئے۔ لیکن ان کے مشیر مولوی عمرالدین جالندھری معروف شملوی رہے۔

ہم نے سمجھا تھا کہ شملوی صاحب مرزائی لٹریچر کے بڑے ماہر ہیں۔ اور کئی دفعہ اس مضمون پر بحث کرنے کی آرزو کر چکے ہیں۔ شائد انعامی مباحثہ لودہانہ کے بعد کوئی مزید معلومات آپ نے حاصل کئے ہوں کیونکہ لودہانہ کی انعامی رقم تین سو میں مبلغ پچاس روپئے آپ کے بھی شامل تھے۔ مگر دوران مباحثہ ہمارا خیال

غلط ثابت ہوا۔ کیونکہ مباحثہ میں اس طرف کوئی جدت ہم نے نہیں پائی۔ بلکہ وہی باتیں سنیں جو ۱۹۰۸ء سے آج تک جماعت مرزائیہ پیش کرتی آئی ہے۔ اگر واقعہ کو ملحوظ رکھ کر رائے قائم کریں تو انصاف یہی ہے کہ امت مرزائیہ کو معذور قرار دیا جائے۔ آخر وہ کریں تو کیا کریں۔ ایک بت کو کھڑا کر کے اس کی پوجا کر رہے ہیں۔ اب ان کو کہا جاتا ہے فاسئلوهم ان كانوا ينطقون اس کے جواب میں وہ اس سے زیادہ کیا کہیں گے لقد علمت ما هاء لاء ينطقون

مرزا صاحب کے اعلان کا ملخص مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ: مولوی ثناء اللہ مدت سے آپکے پرچہ میں میری تکذیب کا سلسلہ جاری ہے اگر میں خدا کی طرف سے نہیں ہوں تو آپکی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤنگا۔ اگر آپ میری تکذیب میں حق پر نہیں تو مکذبین کی سزا سے آپ نہیں بچیں گے۔ اے خدا میں تیرے تقدس کا دامن پکڑ کر عرض کرتا ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔ جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہلاک کر۔ آمین۔ غلام احمد مسیح موعود۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

اس فیصلے کی قطعیت پر مرزا صاحب نے اعلان کے شروع ہی میں قسم کھائی ہوئی ہے۔ پھر یہ فیصلہ بصورت واقعہ کیوں ظہور پذیر نہ ہوتا۔ بہر حال مباحثہ میرٹھ میں جو کچھ فریق ثانی سے بن آیا وہ انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ جس کو مولوی عمر دین مذکور نے اپنے اخبار (پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء ص ۶) میں شائع کرایا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

' ہم نے بتایا کہ دراصل مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ مدتوں سے یہ جھگڑا چلا آرہا تھا کہ وہ مباہلہ کر کے فیصلہ کرلیں۔ مگر مولوی صاحب حیلہ و بہانہ سے اس تلخ پیالہ کو ٹالتے رہے.... یہاں تک کہ جب انہوں نے ۱۹۰۷ء کے شروع میں مباہلہ پر ذرا سی آمادگی ظاہر کی تو فوراً ان کو مباہلہ کے شکنجہ میں جکڑنے کے لئے ان کا چیلنج منظور کرلیا گیا۔ مگر ان کو کہا گیا کہ چونکہ کتاب حقیقت الوحی قریباً چھپ چکی ہے اس لئے ہم اس کتاب کے ہمراہ اپنی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع کردیں گے مولوی ثناء اللہ صاحب کو کتاب بھیج دی جائے گی۔ پھر مولوی صاحب کتاب کو اچھی طرح پڑھ لیں اور اگر پھر بھی ان کی تسلی نہ ہو اور وہ مباہلہ کے لئے تیار ہوں تو ہمارے اشتہار مباہلہ کے بالمقابل مباہلہ کا اشتہار دیکر آخری فیصلہ کرلیں۔ مگر اس اعلان کو مولوی صاحب نے

حضرت مرزا صاحب کے فرار کے مترادف قرار دے کر شور مچایا کہ لوکرشن قادیانی وہ بھاگا وغیرہ وغیرہ ۔ تب اس ظلم کو دیکھ کر حضرت مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی کے ہمراہ اشتہار شائع کرنے کی بجائے ایک علیحدہ اشتہار مباہلہ آخری فیصلہ کی غرض سے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کر دیا۔ '

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ شملوی صاحب کی اس عبارت کے سات فقرے حسب ذیل ہیں:۱۔ ۱۹۰۷ء میں میں (ثناءاللہ) نے مباہلہ پر زور دیا۔۲۔ مرزا صاحب نے میرا چیلنج منظور کر لیا۔۳۔ میرے چیلنج کی منظوری دے کر مباہلہ کرنا (مرزا صاحب نے اپنی کتاب) کتاب حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے تک ملتوی رکھا۔۴۔ حقیقۃ الوحی کے ساتھ اپنی (مرزا صاحب کی) طرف سے ایک اشتہار مباہلہ دینے کا وعدہ کیا۔۵۔کتاب حقیقۃ الوحی پڑھ لینے کے بعد میرے (ثناءاللہ کے) جوابی اشتہار کا انتظار کرنا بھی ضروری قرار دیا۔۶۔میں (ثناءاللہ) نے مرزا صاحب کی اس تحریر کو فرار قرار دیا۔۷۔مرزا صاحب نے جو اشتہار حقیقۃ الوحی کے ساتھ بغرض مباہلہ دینا تھا میرے ایسا کرنے پر وہی اشتہار بعنوان ' مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ' ۱۵ اپریل (۱۹۰۷ء) کو شائع کر دیا۔

ان سب فقرات سے (شملوی صاحب کو) یہ نتیجہ نکالنا منظور ہے کہ چونکہ مولوی ثناء اللہ نے اعلان آخری فیصلہ کے مقابلے پر منظوری کا اشتہار نہیں دیا تھا لہذا یہ مباہلہ منعقد نہیں تو دلیل بھی نہ ہوا۔

مجھے ان لوگوں پر رحم آتا ہے کہ یہ لوگ مرزا صاحب کے فیصلہ حقہ کو بماتحت آئت کریمہ لیدحضوا به الحق مکدر کرنے کے لئے بڑی جدوجہد کرتے رہے ہیں لیکن غور نہیں کرتے کہ جس خدا نے مجھے مئی ۱۹۰۸ء میں بروز انتقال مرزا صاحب اور اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لودہانہ بین فتح دی آج بھی وہی میرا حافظ و ناصر ہے ۔ و هو يتولى الصالحين ۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ مولوی عمر الدین مذکور کا یہ بیان سراسر غلط ہے۔نہ مرزا صاحب نے ایسا لکھا جو ان کی طرف منسوب کیا گیا۔نہ میں نے ایسا لکھا جو میری طرف منسوب کیا گیا۔مزید لطف یہ ہے کہ میرٹھ میں بوقت مباحثہ (شملوی صاحب یا مولوی اختر حسین نے) ایسا کہا بھی نہیں ۔تقاضائے صداقت تو یہ تھا کہ شملوی صاحب اس واقعہ کے متعلق مرزا صاحب کی اصل عبارت ان کے الفاظ میں نقل کرتے ۔پھر بطور نتیجہ جو کچھ چاہتے اس سے اخذ کرتے ۔مگر آپ نے ایسا نہ کیا۔اس لئے

ہم اصل الفاظ نقل کرتے ہیں تا کہ بانصاف ناظرین کو صحیح رائے قائم کرنے کا موقع مل سکے ۔

اخبار الحکم میں یہ سرخی دی گئی تھی کہ ' مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا '

اس سرخی کے نیچے اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء کی عبارت نقل کر کے لکھا تھا:

'حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے فرمایا کہ یہ مباہلہ (مولوی ثناء اللہ کے ساتھ) چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے ۔ اور امید ہے کہ بیس پچیس روز تک انشاء اللہ کتاب شائع ہو جائے گی (۱۵ ۔مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی) اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں ۔ اور دو سو سے سوا اس میں نشانات بھی لکھے گئے ہیں ۔ یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی اور وہ اس کو اول سے آخر تک پڑھ لے ۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب (حقیقۃ الوحی) میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افترا ہے تو لعنة الله على الكاذبين ' (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء ۔ص ۱۹) ۔

اس عبارت میں مرزا صاحب قادیانی نے حقیقۃ الوحی کے ساتھ جو اشتہار دینا تجویز کیا ہے اس کا مضمون بھی بتا دیا ہے جو یہ ہے کہ

' ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب (حقیقۃ الوحی) میں ہم نے درج کئے ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افتراء ہے تو لعنة الله على الكاذبين'

اب سنو ۔ اشتہار آخری فیصلہ اگر اس مضمون کی عکسی تصویر ہے تو اس میں مرزا غلام احمد صاحب کی قسم اور کتاب حقیقۃ الوحی کا نام اور الہامات کا ذکر دکھا دیں ۔

منشی عمر الدین شملوی نے اس غلط بیانی سے بڑھ کر ایک اور غلط بیانی کی ہے ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

' مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا ایک یہ عذر تھا کہ میں لدھیانہ میں ۳۰۰ روپئے انعام اس آخری مباحثہ میں جیت چکا ہوں ۔ اس کے جواب میں کہا گیا کہ سنت صدیق اکبر کے موافق ہم مال کو بڑھا کر پھر

انعامی مباحثہ کرتے ہیں۔ کیا آپ تیار ہیں؟ دس آدمی مسلمانوں میں سے ہم چن کر ثالث بنائیں گے اور دس احمدیوں میں سے آپ چن لیں۔ اور ۵ آدمی غیر جانبدار مسلمہ فریقین ہوں گے۔ ان کا فیصلہ جو کثرت رائے سے ہو قبول کر لیا جائے۔ مال جس قدر چاہو بڑھا لو۔ نصف ہماری جماعت کا اور نصف آپ کی جماعت کی طرف سے ہوگا (ہماری جماعت سے کیوں؟ کیا صدیق اکبر نے کفار کو ایسا کرنے کو کہا تھا؟) مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے اس کو ہوا قرار دے کر ردّ کر دیا اور کہا کہ میں تو مولانا محمد علی صاحب سے ہی یہ مباحثہ کرونگا۔ دوسرے لفظوں میں مولوی صاحب نے بہانہ سے ہمارے ساتھ انعامی مباحثہ کرنے سے انکار کر دیا۔ لیکن ہم بذریعہ اخبار پھر مولوی صاحب کو مباحثہ کی دعوت دیتے ہیں۔ مگر ہم جانتے ہیں کہ مولوی صاحب حسب عادت اس تلخ پیالہ کو خاموشی سے یا بہانہ سے ٹال دیں گے ' (پیغام صلح لاہور ۲۳ مارچ ۱۹۳۵ء)

(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں) واقعہ یوں ہے کہ میں نے جواب میں کہا تھا کہ اعیان جماعت احمدیہ سے پہلے بمقام لودہانہ مباحثہ ہو کر فیصلہ ہو چکا ہے۔ اب اگر ہو تو دونوں گروہوں کے سرداروں میں سے کسی کے ساتھ ہو۔ کیونکہ یہ معاملہ دراصل میرا اور مرزا صاحب متوفی کا ہے۔ میں تو بفضلہٖ تعالیٰ بنفس نفیس موجود ہوں مرزا صاحب انتقال کر گئے ہیں۔ اب ان کی جگہ جو گدی نشین ہے مرزا صاحب کی نیابت میں وہی میرے سامنے آنا چاہیے۔ میری اس دلیل کو حاضرین جلسہ نے بہت معقول سمجھا۔

ہاں اگر مولوی محمد علی لاہوری یا میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سامنے نہیں آسکتے یا نہیں آتے، اور مولوی عمر الدین یا مولوی اختر حسین وغیرہ کو شوق مباحثہ ہے تو ہم آسان تجویز پیش کرتے ہیں کہ انعامی رقم صرف پانچ سو روپیہ آپ کی طرف سے منظور ہوں گے۔ منصف بھی پانچ پانچ اور تین غیر جانبدار کل تیرہ اشخاص ہوں گے ۔آپ مسلمانوں میں سے جو ہمارے منصف چنیں گے وہ اعیان اہل حدیث سے ہوں گے اور ہم جو چنیں گے وہ جماعت احمدیہ سے ہوں گے۔ تین غیر جانبدار لاہور کے سروں اور مسلم پروفیسروں میں سے ہوں گے۔ مناظر ہماری طرف سے منشی محمد عبداللہ ثالث معمار امرتسری ہوں گے۔ بس اب تو کوئی حجت باقی نہیں رہی۔ مقام مباحثہ امرتسر یا لاہور ہوگا۔ پس ہمت ہے تو آؤ ورنہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح منہ چھپا کر یہ کہتے ہوئے سو جاؤ :

سودا کی جو بالیں پہ ہوا شور قیامت
خدام ادب بولے ابھی آنکھ لگی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۸۔محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۴ ص ۴۔۷)

پادری غلط پنڈت صحیح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

سید عطاءاللہ صاحب بخاری کے مقدمہ میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری امیر جماعت احمدیہ لاہور کی شہادت بھی ہوئی جس کی سرخی اخبار زمین دار اور احسان میں، پادری محمد علی، لکھی گئی۔ ہم نے اس بارے میں بہت غور کیا کہ کوئی وجہ مل جائے جس سے ایک مولوی کو پادری کہا جائے۔ باوجود بہت غور وفکر کے کوئی وجہ سمجھ میں نہ آئی ہاں یہ بات ذہن میں آئی کہ پادری کی بجائے پنڈت محمد علی لکھتے تو ایک مسلمہ نقلی دلیل ہوسکتی تھی وہ یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی زندگی میں ایک رسالہ منظومہ ہندی قادیان میں چھپا تھا جس کا نام تھا، کرشن اوتار۔ اس میں مرزا صاحب کے وفادار اصحاب کا ذکر تھا جس میں سب سے اول یار غار کے حق میں یہ شعر تھا:

پہلے پریم پنتھ جو رانچے نوردین پنڈت وا ہو سانچے (پہلے جس نے بیعت کی وہ پنڈت نوردین ہیں)

اس شعر میں حکیم نورالدین کو پنڈت کہا گیا ہے مولوی محمد علی چونکہ نورالدین کے شاگرد ہیں اس اصول اور تعلق سے ان کو پنڈت لکھا جاتا تو قادیانی اصطلاح میں جائز ہوتا۔

پنڈت کی وجہ تو مل گئی لیکن پادری کی وجہ نہیں ملی معاصر زمین دار اور احسان کوئی وجہ رکھتے ہوں تو بیان کریں پبلک مشکور ہوگی (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۵ ص ۴)

الفضل کا اڈیٹر ثقہ راوی نہیں

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۳۵ء میں چودھری ظفراللہ کی تقریر کی تغلیط کرتے ہوئے صدر جلسہ (پروفیسر عبدالقادر) کے الفاظ منقولہ از الفضل قادیان کی تردید بھی کی گئی تھی۔

صدر جلسہ کے الفاظ بروایت الفضل یہ تھے: چودہری صاحب ایک بہت بڑے عالم دین ہیں، وغیرہ

اس کے متعلق پروفیسر صاحب موصوف کا ایک عنایت نامہ آیا ہے جو آپ کے حسب منشاء درج کیا جاتا ہے:

مخدومی ومکرمی اسلام علیکم۔ الفضل میں میری صدارتی تقریر کا جو ملخص شائع ہوا ہے وہ کئی لحاظ سے ناقص بلکہ غلط ہے میں نے چودھری ظفر اللہ خان کو عالم دین نہیں کہا۔ میں نے حاضرین کو مخاطب کرتے ہوئے جن میں ہر مذہب وملت کے لوگ شامل تھے، یہ کہا تھا کہ اس وقت چودھری صاحب ایک اچھے قانون دان، ایک اچھے قانون ساز اور ایک اچھے آئین ساز کی حیثیت سے ہمارے سامنے تھے لیکن آج وہ ایک اچھے عالم کی حیثیت سے ہمارے سامنے جلوہ گر ہو رہے ہیں۔ مجھے امید ہے کہ آپ یہ چند سطور اہل حدیث میں شائع فرمادیں گے۔ (سید عبدالقادر اسلامیہ کالج لاہور)

نتیجہ صاف ہے کہ اڈیٹر الفضل اور اس کا مخبر راوی نہیں ہیں بلکہ باصطلاح محدثین جابر جعفی ہیں۔ باوجود اسکے ہم مانتے ہیں کہ آپ مرزا صاحب کے پکے مرید اور پورے متبع ہیں کیونکہ ممدوح بھی ادائے روایت میں ایسے ہی تھے کہ ان کی روایت شاذ و نادر صحیح ہوتی تھی۔ مثال کے طور پر ایک واقعہ سنئیے:

مولوی غلام دستگیر قصوری اور مولوی اسماعیل علی گڈھی کے حق میں مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے لکھا ہے کہ: ان دونوں علماء نے دعا کی تھی ہم (علمائے دین اور مرزا) میں سے جھوٹا پہلے مرے۔ آخر اپنی دعا فیصلہ کے مطابق مجھ سے پہلے مر کر جھوٹے ثابت ہوئے۔ (قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ ص ۷)

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ ان دونوں اہل علم حضرات نے ایسا ہرگز نہیں کہا۔ اگر کوئی احمدی (قادیانی یا لاہوری) یہ دونوں حوالے مرزا صاحب کے الفاظ میں دکھا دے تو بعد فیصلہ پروفیسر عبدالقادر صاحب مبلغ پانچ پانچ روپیہ انعام کے مستحق ہوگا۔

نتیجہ: ہم نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کی ہر طرح جانچ پڑتال کی الہامات میں تو محض خالی پایا، فن تصنیف میں حسب رائے سر سید احمد خان مرحوم خام پایا (آئینہ کمالات اسلام۔ از مرزا قادیانی۔ ص ۱۱۹)۔ فن روایت میں غیر ثقہ پایا جس کی تفصیل ہماری کتاب علم کلام مرزا میں ملتی ہے۔ اس لئے جس احمدی کی بابت ہم کذب بیانی کی شکایت سنتے ہیں تو سمجھ لیتے ہیں کہ یہ متبع سنت مرزا ہے بقول:

من تو شدم تو من شدی من تن شدم تو جاں شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۱۵محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۵ص ۴۔۵)

عورت کی علامت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اخبارالفضل قادیان راوی ہے کہ مولوی عنایت اللہ آف قادیان نے ایک تقریر کے دوران میں کہا کہ آج تک مرزائیوں کا عورتوں سے معاملہ رہا، مردوں سے اب ہوا ہے (مراد مردوں سے احراری ہیں)۔

فاضل اڈیٹر الفضل اس سے نتیجہ نکالتا ہے کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کو احراری عورت جانتے ہیں کیونکہ احرار سے پہلے مولوی صاحب ہی سے ہمارا مقابلہ رہا ہے۔ (الفضل قادیان ۱۵۔اپریل ۱۹۳۵ء ص ۳)

ہمارے خیال میں اڈیٹر الفضل نے مولوی عنایت اللہ کے کلام کا صحیح مطلب نہیں سمجھا مولوی صاحب نے عورتوں سے، مقابلہ، نہیں کہا بلکہ، معاملہ، کہا ہے مطلب آپ کا یہ ہوگا کہ آج تک مرزائی لوگ اقتداء اور اتباع کا معاملہ ایسے شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) سے کرتے رہے جو، حیض (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۴۳)، آنے کی وجہ سے دراصل عورت تھا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۱۵محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۵ص ۵)

مرہم عیسی سے ثبوت مسیحیت

شیخ قاسم علی اورسیئر پنشنر لدھانوی، بہاولپور سے لکھتے ہیں:

ناظرین اخبار اہل حدیث سے تضیع اوقات کی معافی کا طالب ہو کر عرض پرداز ہوں کہ میرے ایک مرزائی دوست نے استدعا کی کہ میں مرزا صاحب کی تصانیف کا مطالعہ کیا کروں۔ کتابیں وہ دیں گے۔ چنانچہ ایک کتاب موسومہ: مسیح ہندوستان میں، مجھ کو دی۔ مطالعہ کیا جس میں بحوالہ کتب سیر وطب و کتب بدھ مذہب ثابت کیا گیا ہے کہ مسیح بنی اسرائیل کی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش میں جن سے مراد کشمیری و افغانی اقوام ہیں وطن

مالوف سے صعوبت سفر برداشت کر کے سری نگر کشمیر پہنچے۔ چنانچہ ایک حدیث کے موافق ۱۲۵ برس عمر پا کر اسی جگہ مدفون ہوئے۔ نیز پنجاب میں بھی تشریف لائے گوتم بدھ سے ملے۔ کہیں یہ لکھا کہ بدھ مسیح سے ۵۰۰ برس پیشتر ہوئے اور مسیح نے تصانیف بدھ سے فائدہ اٹھایا۔ انجیل کی تعلیم مشابہ بدھ ازم ہے۔ اور کہیں یہ لکھا کہ بدھ نے صحبت مسیح سے فائدہ اٹھایا حالانکہ دونوں کا بعد زمانہ ۵۰۰ برس ہے۔ اور یہ بھی لکھا کہ بے پدر پیدائش میں بدھ مشابہ مسیح ہے۔ بدھ کا باپ بھی مثل یوسف نجار موجود تھا وغیرہ۔ المختصر

اس پر چند سوالات میں مرزائیوں سے کرتا ہوں۔ شافی جواب ملنے پر بحیثیت خود قدرے قلیل انعام بھی پیش کر سکتا ہوں ۔سوالات یہ ہیں: ممکن ہے کشمیری اور افاغنہ بموجب تحقیق مورخین بنی اسرائیل سے ہوں لیکن مسیح نے اپنی وطنی قومی تبلیغ کو ادھورا چھوڑ کر کیوں سفر کشمیر اختیار کیا اور اپنی غیر حاضری میں کس حواری کو تبلیغ جاری رکھنے کا کام سپرد کیا جیسا کہ موسیٰ نے اپنے برادر ہارون کو سفر کوہ طور میں پیچھے چھوڑا تھا۔

اول قومی تبلیغ مسیح نے مکمل نہ کی اور نہ اس کے اجرا کا کام کسی کے سپرد کیا۔ کشمیری اور افغانی گم شدہ بھیڑوں کی تلاش کی فکر پڑ گئی۔ اس سے مسیح پر عدم تعمیل فرض وطنی تبلیغ کا الزام عاید ہوتا ہے۔ کیا بوقت سفر مسیح نے قوم کو اپنے سفر کا کوئی نوٹس بھی دیا تھا، یا اندھیری رات میں بھاگ نکلے۔ نعوذ باللہ۔

مسیح کی ۱۲۵ سال عمر والی حدیث کو علماء نے موضوع بتایا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے کہ مسیح کی بے پدر پیدائش میں گوتم بدھ اور مسیح میں مشابہت تامہ ہے۔ اس لئے جناب مسیح پنجاب میں بھی تشریف لائے۔

اس کی نسبت اسی قدر لکھنا کفایت کرتا ہے کہ حضرت مریم کو فرشتہ نے بشارت فرزند دی تھی۔ کیا والدہ بدھ کے پاس بھی کوئی فرشتہ بشارت لایا تھا؟

ثبوت بذمہ مرزائیاں

۳۔ بعد صلیب حیات مسیح کے ثبوت میں لکھا ہے کہ طب کی متعدد کتابوں میں نسخہ مرہم عیسیٰ ملتا ہے۔ یہ نسخہ مسیح کو الہام ہوا اس سے صلیبی زخم مندمل ہوئے تھے

اس نسخہ کے الہامی الفاظ بزبان مسیح کیا ہیں؟ کوئی مرزائی اطلاع دے۔

اے حضرات! مرہم عیسی کی وجہ تسمیہ تو یہ معلوم ہوتی ہے کہ چونکہ مسیح کی بابت مشہور ہے کہ آپ مردوں کو زندہ کرتے تھے، لہذا اعجاز مسیحائی کے خیال سے کسی حکیم نے نسخہ تجویز کر کے مرہم عیسی نام رکھ دیا۔ لیجئے اخبار اہل حدیث ۴ جنوری ۱۹۳۵ء میں اشتہار ہے، مسیحائی معجون چھوہارا عنبری، ۔کوئی عقل مند بتلا دے کہ یہ نسخہ بھی مسیح نے الہام پا کر تجویز کیا تھا؟

واللہ! مرزائی دلائل پر ہنسی آتی ہے۔ مرہم عیسی مجوزہ حکیم واقعی تریاق کا اثر اپنے اندر رکھتا ہو گا اس لئے مرہم عیسی نام رکھا گیا، معمولی بات ہے (عیسی ایک حکیم مجوز مرہم کا نام ہے۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

بالآخر مدعا کتاب کی تصنیف کا یہ ہے کہ مسیح فوت ہو چکے۔ قبر کشمیر میں موجود ہے لہذا آپ حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) کو خدا نے مسیح موعود بنا کر بھیجا ہے تا کہ کسر صلیب کریں۔ افسوس نتیجہ خلاف واقعہ ہے۔ تثلیث پرستی، زنا، شراب بدستور بلکہ ترقی پر ہے محمدی بیگم نکاح میں نہ آئی اور نہ ہی مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور ڈپٹی عبداللہ آتھم مدت مقررہ میں فوت ہوئے۔ لہذا کہنا پڑتا ہے کہ اونٹ رے اونٹ تیری کونسی کل سیدھی۔ اس لئے کسی حوصلہ مند نے یہ بھی لکھ دیا

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۱۴ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۵ ص ۵۔۶)

مولوی محمد علی کی شہادت میں قادیانیوں کی رعایت

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور نے بمقدمہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری گواہی میں جو کچھ کہا اس میں چند فقرات قابل غور ہیں۔ ہم ان فقرات کو پیغام صلح سے پیش کرتے ہیں۔ ۱۔ بعد نبوت محمد یہ مدعی نبوت کو (خواہ وہ کسی نوع کی ہو) کذاب یا کافر کہنا جائز ہے۔ ۲۔ مرزا صاحب کو مسیح موعود نہ ماننے والے غلطی پر ہیں۔ ۳۔ قادیانی جو مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں غلطی پر ہیں۔

ان تینوں فقروں پر ہماری نظر ہے۔ مدعی نبوت کیوں کافر اور کذاب ہے بقول مولوی صاحب موصوف آیت صریحہ خاتم النبیین کی تکذیب کرتا ہے، بالکل صحیح ہے۔لیکن جو شخص (بخیال خود) کسی مدعی نبوت کو نبی مانتا ہے وہ مدعی کی نسبت ڈبل مجرم ہے۔ایک تو اس نے اجراء نبوت کا اعتقاد رکھا۔
دوم اس نے ایک کاذب وکافر کو صادق مصدّق نبی مانا۔تو کیا اس نے آیت خاتم النبیین کی ڈبل تکذیب نہ کی؟ ضرور تکذیب کی۔ پھر قادیانی کیوں کافر نہ ہوئے؟ حالانکہ آپ ان کو محض غلطی کہہ کر منکر مرزا اور قائل نبوت مرزا کو محض غلطی پر یکساں قرار دیتے ہیں حالانکہ منکر مرزا کے پاس اگر کوئی دلیل انکار نہ ہو اتنی بات تو ضرور ہے کہ مسیح موعود کے نزول کے لئے جو مقامات بزبان رسالت محمدیہ (دمشق وغیرہ) مقرر ہوئے ہیں ان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نہیں آئے لہذا اتنا ہی عذر منکر مرزا کے لئے کافی ہے مگر قائل نبوت مرزا کے لئے رکیک عذر بھی نہیں کیونکہ وہ آیت صریحہ ختم نبوت کے خلاف ہے نیز بقول آپ کے بعد نبوت محمدیہ دعوی یا اعتقاد نبوت توہین رسالت محمدیہ ہے۔

قادیانیوں سے سوال: تمہارے خلیفہ نے انوار خلافت میں لکھا ہے کہ منکر مرزا کافر ہے کیونکہ وہ ایک رسول کی رسالت کا منکر ہے۔لاہوری افراد نبوت مرزا کے قطعاً منکر ہیں بلکہ مدعی نبوت کو کافر کہتے ہیں۔ پھر یہ کافر ہیں یا نہیں؟ بینوا تو جروا

لاہوریوں سے خطاب: قادیانی ایک غیر نبی کو نبی مانتے ہیں اور اجراء نبوت کے دعوی دار ہیں۔ بتایئے یہ لوگ کافر ہیں یا نہیں؟ بغیر لحاظ کے ایمان سے بتانا: ایمان کی بتاؤ ایمان ہے تو سب کچھ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۳۵ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۶ ص ۷)

قادیانی خلیفہ باپ کی جگہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بڑے مرزا صاحب متوفی نے درثمین کے ایک شعر میں اپنا مقام بتایا ہے:

کربلا ئیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

(یعنی میں ہر وقت کربلا کی سیر کررہا ہوں یعنی سخت مصائب میں ہوں۔امام حسین جیسے سو میرے جیب میں ہیں)

اس شعر میں مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے آپ کو کربلا میں دکھایا ہے۔ہم حیران تھے کہ والد ماجد تو کربلا میں زندگی بسر کرتا ہے،مگر ولد (خلیفہ) قصر خلافت میں رہتے ہیں۔ایں چہ بوالعجبی است۔حسن اتفاق سے احرار کی تحریک شروع ہوئی جس کا نتیجہ فوجداری مقدمہ ہوا۔اس کے علاوہ اور بھی کئی ایک امور اہل قادیان کے حق میں تکلیف دہ ظہور پذیر ہوئے تو ایک روز خلیفہ قادیان نے کھلے لفظوں میں کہہ دیا کہ

احرار نے قادیان کو ہمارے لئے کربلا بنا رکھا ہے۔(الفضل ۹۔اپریل ۱۹۳۵ء)

ہم اس مشابہت ولد اور والد پر اہل قادیان کو مبارک باد کہتے ہیں پھر ان کو مشورہ دیتے ہیں کہ احرار کا شکریہ ادا کریں جنکی وجہ سے ولد کو والد اور امت کو نبی جیسا رتبہ ملا ہے

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد
خمیر مایہ دکان شیشہ گر سنگ است

ہمارا گلہ بجا ہے کہ بقول خلیفہ صاحب قادیان کربلا ہو جانے کی وجہ سے اب دارالامن والامان نہ رہا جس کی بابر اخبار الحکم قادیان میں لکھا جاتا ہے

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی و شفا بینی غرض دار الاماں بینی

اب تو بقول خلیفہ قادیان (محمود) کی حالت مبدل ہو کر اس شعر کی مصداق ہوگئی ہے:

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۳۵ء ۲۱ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۶ ص ۷)

جلسہ انجمن حمایت اسلام میں قادیانی برکت

مولانا ثناء اللہؒ فرماتے ہیں: انجمن حمایت اسلام لاہور کا جلسہ ہمیشہ امن وامان سے ہوتا تھا کیونکہ اس میں اسلام کے امور عامہ پر تقریریں ہوتی تھیں۔ مگر اس دفعہ پروگرام میں خلاف معمول مضامین مخصوصہ پر تقریریں بھی درج تھیں، مثلاً ختم نبوت وغیرہ۔

ہم جانتے ہیں کہ مسئلہ ختم نبوت بھی اسلام کے امور عامہ میں سے ہے مگر چونکہ پنجاب میں فرقہ قادیانیہ ختم نبوت کا قائل نہیں اس لئے لازم تھا کہ تقریر میں اس فریق کا ذکر یا اشارہ ہوتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ خیر یہ تو ایک معمولی بات تھی جو آئی گئی ہوگئی۔ خاص قابل ذکر بات جو ہوئی وہ یہ ہوئی ہے کہ امت قادیانیہ کے جلانے سے جلے ہوئے مسلمانوں نے آوازے کسنے شروع کر دیئے کہ وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل میں چودھری ظفر اللہ احمدی کے ممبر ہونے کے خلاف جلسہ انجمن میں ریزولیوشن پاس کیا جائے لیکن کارکنان انجمن مذکور اپنے اصول کے ماتحت اس سے انکاری رہے حاضرین جلسہ (مسلمانوں) کا جم غفیر اس پر مصر تھا۔ ۲۲۔ اپریل کو بعد دوپہر مغرب تک جلسے میں شور محشر رہا آخر کار وہی ہوا کہ ظفر علی خاں صاحب سٹیج پر آئے ان سے تقریر.. ریزولیوشن پاس کرالیا۔ کیا۔ یہ ریزولیوشن انجمن کا ہوگا یا پبلک کا؟ اس کی فیصلہ انجمن کی رویداد کرے گی۔ یہ تو ہے ایک واقعہ جس پر ہم کو تین طرح سے افسوس ہے: ۱۔ ایک یہ کہ انجمن حمایت اسلام نے اس دفعہ بیرون پنجاب سے بڑے بڑے معززین کو بلایا تھا ان کے سامنے ایسی بدمزگی موجب دل شکنی اور بے رعبی بلکہ بدنامی کا موجب ہے۔ ۲۔ اس ہڑبونگ میں لازم ہے کہ چندہ میں بھی کمی ہوئی ہو۔ ۳۔ تیسری بڑی بھاری وجہ افسوس کی یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی غلط ہوگئی جس کے الفاظ مع تشریح یہ ہیں:

لا نبقی لك من المخز یا ت شیئاً (الوصیت) (خدا فرماتا ہے (اے مرزا) تیری برائی اور مذمت کرنے والی چیزیں ہم اس طرح محو کردیں گے کہ ان میں سے کوئی چیز باقی نہ رہے گی)

ہم حیران ہیں کہ چودھری ظفر اللہ خاں اس اعلی عہدے پر پہنچے ہیں جس کی بابت ان کے حامی کہتے

ہیں کہ وہ اپنی لیاقت سے اس عہدہ کے مستحق ہیں مگر مسلمان ان کو اس عہدے پر دیکھنا نہیں چاہتے۔ کیوں؟ محض اس لئے کہ وہ مرزا صاحب کے راسخ مرید ہیں بالفاظ دیگر مرزا صاحب کی مخزیات یہاں تک متعدی ہیں کہ ان سے گذر کر چودھری ظفر اللہ خان تک بھی پہنچ رہی ہیں۔ ایک شئے یہاں تو بہت سی اشیاء ہیں جن کا اثر موجود ہے حالانکہ مرزا صاحب کو دنیا چھوڑے ہوئے ۲۷ سال ہونے کو ہیں مگر یہ پیش گوئی ہنوز معلق ہے جس طرح آسمانی منکوحہ کے نکاح والی پیش گوئی ہنوز انتظاری کمرے میں جس کی یاد میں مرزا صاحب یہ شعر پڑھتے چلے گئے:

وصال یار میسر ہو کس طرح ضامن
ہمیشہ گھات میں رہتا ہے آسمان صیاد

بہر حال قومی حیثیت سے یہ واقعہ موجب افسوس ہے۔ لیکن:

اب پچھتاوے کیا ہووت۔ جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۷ ص ۷۔۸)

کیا مرزائی عیسائی ہیں؟

(ایک مخفی راز کا انکشاف)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

رسالہ المائدہ (مسیحی) نے ایک راز کا انکشاف کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اس کی کیا وجہ ہے کہ اہل اسلام مرزائیت کو مسیحیت، اس کے اماموں کو پادری اور پیروؤں کو عیسائی اور تمام جماعت احمدیہ (لاہوری وقادیانی دونوں فریقوں) کو مسیحی امت کہتے ہیں؟ جواب یہ ہے کہ آج تک مسلمان یہ مانتے رہے کہ حضرت عیسی کو یہودیوں نے صلیب نہیں دی، مگر مرزا جی کہتے ہیں کہ ان کو یہودیوں نے مصلوب کیا اور یہ سمجھ کر دفن بھی کر دیا کہ وہ مر گئے مگر دراصل صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ مردہ سا ہو گئے تھے۔ یعنی مسیحیوں کا سارا عقیدہ مان گئے۔ صرف، سا، کی کسر رہ گئی۔ اب ہمیں مسلمانوں کو یہ منوانا سہل ہو گیا کہ حضرت مسیح مصلوب ہو

گئے ۔اور اسی پر تمام دین مسیحی کا دارو مدار ہے کیونکہ پولوس رسول فرماتے ہیں کہ: اگر مسیح مصلوب نہیں ہوا تو تمہارا ایمان بے فائدہ ہے،، ۴۰ کروڑ مسلمانان عالم کو مسیح کی مصلوبیت منوانے والے، پنجابی نبی، خدا جانے کس منہ سے کہتے پھرے کہ میرے دم سے عیسائیت کا نام ونشان مٹ جائیگا۔ (المائدہ لاہور مارچ ۱۹۳۵ء ص ۴)

۱۹۔اپریل کے اہل حدیث میں مولوی محمد علی لاہوری کیلئے بجائے پادری کے پنڈت کا ثبوت دیا تو المائدہ کے اڈیٹر نے ایک خط کے ذریعہ ہم پر اظہار خفگی فرمایا اور لکھا ہے:

> ہم ہیں اصلی مسیح کے ماننے والے اصلی مسیحی ۔اور الفضلی ،اور پیغامی ہیں نقلی وجعلی مسیح موعود کے پیرو یعنی نقلی وفرضی مسیحی ۔ہم اپنے اماموں کو پادری کہتے ہیں اس لئے ماری مناسبت سے انہیں بھی پادری کہنا اور پادری کہلانا ضروری ہے۔خدا جانے آپ کو مسیحیوں سے کیا ضد ہے کہ ان کے اماموں کو پنڈت بنا کر آریہ دھرم پر احسان کرنا چاہتے ہیں (ایم کے خان مدیر المائدہ۔لاہور)

جناب من! ہم کون ہیں کہ دو قریبیوں میں جدائی ڈالیں ۔مگر آپ کو معلوم بھی ہے کہ مرزائی مسیحیوں سے کیا رشتہ گانٹھتے ہیں۔وہ رشتہ بہت قابل لحاظ ہے۔وہ کہتے ہیں کہ محمدی بیگم، جس سے مرزا صاحب قادیانی کا آسمان پر نکاح ہوا تھا اس سے مراد عیسائی قوم ہے جو مرزا صاحب کے دلائل قاہرہ کے سامنے مغلوب ہو کر محمدی مذہب (اسلام) میں داخل ہو کر محمدی بیگم بن چکی ہے۔ڈاکٹر بشارت احمد کے لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بڑا زور اس آسمانی نکاح پر دیا ہے۔تو ظاہر ہے کہ ہمارے ان پیش نظر الہامات کی بنا پر تو تھا نہیں ۔اس کے علاوہ کچھ اور دکھایا گیا ہوگا۔سو ظاہر ہے کہ وہ آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور مامور من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا،ایک معمولی عورت سے نہیں ہوسکتا۔صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا تو نہ ہو۔آج واقعات حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم ہر روز اسی دولہا کی برات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں ایسی اعلی شان کی محمدی بیگم کی تزویج جس خوش قسمت کے ساتھ ہو اس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا ۔ثناءاللہ امرتسری) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا

ہمیں ایک گھوڑا ملے گا وہ تو نہ ملا حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آجاتے ہیں۔

پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جس کا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جسکے متعلق خود مسیح موعود (مرزا) فرماتے ہیں:

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من نہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے یتزوج و یولد له کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے، ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود سے اللہ تعالی کسی عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا..الخ (پیغام صلح لاہور۔۲ جولائی ۱۹۲۴ء ص ۳۔۴)

ہم تو اس رشتے سے خوش ہیں اور اس خوشی میں فریقین کو خصوصاً دلہن والوں کی خدمت میں ہدیہ تبریک پیش کرتے ہوئے کہتے ہیں۔ عیسائیو! مرزا کی دامادی کی نسبت کیا کہتے ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۷ ص ۸)

مرزا جی کا کھیت پک رہا ہے

جناب مولوی عبداللہ صاحب ثانی لکھتے ہیں: دنیا میں ہر شخص جو بیج بوئے برا ہو یا بھلا، اس کا ثمرہ اسے ضرور ملتا ہے۔ مرزا جی قادیانی نے دنیا میں آکر سب سے بڑی اسلامی خدمت یہ کی کہ اسلامی گلزار میں دھتورے کا بیج کثرت سے بولا۔ یعنی جھوٹی نبوت کے زینے کا دروازہ کھول گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں: یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ (ضرورۃ الامام۔ ص ۵)

آج اس بیج کے پودے جابجا ظاہر ہو رہے ہیں۔ اگر قادیان میں کابلی صاحب مدعی ہیں، تو ابراہیم نامی ضلع بلگام میں دعوے دار ہے۔ گنا چور میں مرزا جی کی نبوت کا ظہور ہے، تو ایک طرف چنگا بنگیال ضلع

راولپنڈی میں مولوی فضل صاحب نبوت کے مدارج طے کر رہا ہے۔سر دست ہمارے سامنے فضل صاحب کے نوشتہ رسائل پیغام حق نمبر ۴، ۵، ۸، ۱۱ ہیں اس کا دعوی ہے کہ خدا نے اس غریب بندہ (فضل) کو مکالمہ کا شرف بخشا ہے۔(پیغام حق۔ص ۳ نمبر ۸)

اس میں ہمارے قول کی تائید بھی ہے کہ اس خراب بیج کو بونے والے مرزا صاحب آنجہانی تھے ۔چنانچہ فضل صاحب نے مرزا جی کی الہامی عبارت نقل کی ہے:

تم خدا کے ہاتھ کا بیج ہو جو زمین میں بویا گیا۔خدا فرماتا ہے کہ یہ بیج بڑھے گا اور ہر ایک طرف سے اسکی شاخیں نکلیں گی اور ایک بڑا درخت ہو جائیگا۔(پیغام حق نمبر ۵ ص ۸)

مدعی مذکور مرزا صاحب کی طرح قرآنی آیات میں بھی تصرف کرتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

و لقد آتینا داؤد منا فضلاً ہم نے اپنے ازلی علم میں اپنی طرف سے داؤد ثانی مہدی قادیانی کو اس کی باقی عمروں کے خزانے جمع رکھنے کے لئے ایک بڑھی ہوئی اونچی شاخ مسمی فضل عطا کرنا مقدر کر رکھا ہے۔

(پیغام حق نمبر ۸ ص ۵)

آج سے قبل قرآن کے ترجمے سب غلط ہیں:

مدعی مذکور کا دعوی ہے کہ خدا تعالی میری طرف الہام کرتا ہے:

ہم تجھ کو لوگوں کا معلم بنا کر لائے ہیں تیرہ سو سال میں جو ترجمے لکھے گئے ہیں ان میں ایک بھی صحیح نہیں ان میں سے کوئی بھی قابل اعتبار نہیں یہی حال تفسیر بیان القرآن مولفہ مولوی محمد علی لاہوری کیے اور ہماری قادیانی جماعت احمدیہ کے ترجمان القرآن انگریزی زیر طبع کے بارہ میں خدا کا حکم یہ ہے: خدا نے فرمایا وہ خدا کی کتاب کو بگاڑ کر لوگوں کے آگے پیش کرنا چاہتے تھے ۔ان کو حکم نہیں تھا کہ تفسیر لکھیں۔ (پیغام حق نمبر ۱۱ ص ۴)

آخر میں مدعی نے خدا سے الہام پا کر لکھا ہے: انجمن احمدیہ کے ممبر ہوشیار ہو جائیں۔(ص ۵ نمبر مذکور)

بھاگے بھاگے آئے ہیں خدا خیر کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۷۔ص ۸۔۹)

مولوی عطاء اللہ شاہ کے مقدمہ کا فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آخر وہ دن آگیا کہ ہم یہ لکھنے لگے ہیں کہ اس تاریخی مقدمہ کا فیصلہ ہوگیا جو سرکار کی طرف سے مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری پر اس تقریر کی وجہ سے چلایا گیا تھا جو انہوں نے احرار کانفرنس قادیان کی صدارت کے موقع پر کی تھی۔

حکومت نے اس تقریر پر دفعہ ۱۵۳۔الف کے ماتحت مقدمہ چلایا جس کا خاتمہ ملزم کی چھ ماہ سزایابی پر ہوا۔

ناظرین حیران ہوں گے کہ اتنی دیر اس مقدمہ میں کیوں لگی۔مگر ہم سمجھتے ہیں کہ بہت جلد ختم ہوا، کیونکہ ایسے مقدمات اپنے اندر بہت الجھنیں رکھا کرتے ہیں ۱۹۰۴ء میں مولوی کرم الدین جہلمی اور مرزا صاحب قادیانی کے مابین ایک مقدمہ اسی ضلع گورداسپور میں چلا تھا جس میں عربی زبان کے چار لفظوں کے معنی بتانے کے لئے میری شہادت ہوئی تھی۔صرف اتنے کام کے لئے قریباً ایک سال تک مجھ پر جرح ہوتی رہی تھی۔جرح کرنے والے دو زبردست وکیل خواجہ کمال الدین صاحب اور مولوی محمد علی حال امیر جماعت احمدیہ لاہور تھے۔

شاہ صاحب پر جس دفعہ کے ماتحت مقدمہ چلایا گیا ہے اسکے الفاظ یہ ہیں:

جو شخص بذریعہ الفاظ جو بولے گئے یا لکھے گئے ہوں یا بذریعہ اشارت یا نقل محسوسات العین کے یا اور طرح پر خیالات نفاق یا نفرت کے رعایا کی مختلف جماعتوں میں بڑھائے یا بڑھانے کا اقدام کرے اس کو سزا قید کی ہو جس کی میعاد دو سال تک ہوسکتی ہے (دفعہ ۱۵۳۔الف۔تعزیرات ہند)

اس دفعہ کو مع دوسری دفعات کے گہری نظر اور اصول معدلت کے ماتحت دیکھا جائے تو اس کے معنی یہ سمجھ میں آتے ہیں کہ جو کوئی اپنی طرف سے کوئی بات افتراء کر کے کسی فریق کے ذمہ لگائے جس سے دو گروہوں میں نفرت پھیلے، اس سے یہ مطلب نہیں کہ کوئی شخص کسی مصنف یا اخبار کے اڈیٹر کے شائع کردہ غلط خیالات کو رفاہ عام کے لئے ظاہر کرے جن کے سننے سے لوگ اس سے اور اس کے حامیوں سے نفرت کریں

تو وہ بھی اس دفعہ کے نیچے آ جائیں مثال کے طور پر ہم دو تین واقعات پیش کرتے ہیں ۔ ..نے کتاب رنگیلا رسول لکھی تھی جس سے مسلمانوں کی دل آزاری ہوئی عیسائیوں نے کتاب امہات المومنین لکھی جس سے مسلمان رنجیدہ ہوئے ۔مرزا صاحب قادیانی نے ناول نیوگ لکھی جس پر آریوں نے اظہار رنج کیا۔ان مصنفوں اوراوران کے حامیوں سے دوسری قوم کے دل دکھے ان میں نفرت پیدا ہوئی اور بڑھی ۔اوراس نفرت کا اظہار تقریروں اور تحریروں میں کیا گیا۔اب قانونی نقطہ نگاہ سے یہ دیکھنا ہے کہ دفعہ ۱۵۳۔الف کے تحت کون آ سکتا ہے اصل مصنف رنج پیدا کرنے والا یا اس رنج پر چیخ وپکار کرنے والا۔

دوسری طرح سے :ایک شخص کے ہاں چور آ جائے کہ مال لے جائے یا اس کو اٹھائے مالک مکان شور مچائے اس پر چور اپنی ہتک عزت کا دعوی کرے تو چل سکتا ہے؟ قانون کی نگاہ اول فعل پر ہوتی ہے۔چور نے خود کام کیا۔اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ مالک مکان اپنی حفاظت کے لئے چیخ پکار کرے۔نہ صرف ہماری بلکہ ہر ایک اعلی وادنی معدلت سے واقف کار کی یہی رائے ہوگی کہ چور کا دعوی ہتک عزت بالکل اس کے مشابہ ہے جو شارع عام میں الف ننگا جا رہا ہے لوگ اس پر ہنستے ہیں اور اس کو پاگل کہتے ہیں وہ دفعہ ۴۹۹ کے ماتحت اس کو لائیبل کیس بناتا ہے۔

اس موقع پر دفعہ (۴۹۹) کا مستثنی نمبر ۶ کا ذکر کرنا بھی ہمارے نزدیک تشریح کرنے میں مفید ہوگا دفعہ ۴۹۹ ہتک عزت کی تعریف میں ہے مگر اس میں چند مستثنیات ہیں جن پر ہتک عزت کا مقدمہ نہیں چل سکتا۔

مستثنی نمبر ۶ ۔نیک نیتی سے کسی رائے کا اظہار کرنا کسی عمل کے حسن وقبح کی نسبت جسکو کسی عمل کرنے والے نے عامہ خلائق کی رائے پر چھوڑا ہو یا عمل کرنے والی کی عادات وصفات کی نسبت جہاں تک کہ وہ عادات و صفات اس عمل سے ظاہر ہوتی ہوں نہ اس سے زیادہ ۔ازالہ حیثیت عرفی نہیں۔

اس کی مثال :کوئی مصنف کتاب لکھے اس کی نسبت محض تصنیف کے دائرے میں کہا جا سکتا ہے کہ اس نے دھوکہ دیا فریب کیا جھوٹ بولا وغیرہ۔یا کوئی پیر یا رہبر اپنی طرف بلائے تو پبلک کے فائدے کیلئے اس کی ہر حرکت وسکون پر جو اس کی پارسائی سے تعلق رکھتی ہوں ہم جرح قدح کر سکتے ہیں واقعات سے اس کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں آریوں کے گوروسوامی دیانند کی سوانح عمریاں دیوسماجیوں اور جین دھرم والوں نے جو

لکھی ہیں ان کو دیکھنے سے حیرت ہوتی ہے کہ کوئی برائی دنیا کی نہیں جو سوامی جی میں ثابت نہ کی ہو یہاں تک کہ ان کے حسب نسب کی بھی بری طرح چھا بین کی ہے۔ کیا حکومت نے ان مصنفوں پر مقدمات چلائے؟ نہیں۔ کیوں؟ اس لئے کہ وہ ایک ریفارمر پر نکتہ چینی تھی جو لوگوں کو اپنی طرف بلاتا تھا اس لئے پبلک کا حق تھا کہ اس کی ہر حرکت وسکون کو جانچے۔

مزید تشریح۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس استثنا کو اتنا وسیع کیا تھا کہ ایک ایسے بزرگ پر لعن طعن کرتے رہے جو نہ ان کے سامنے تھا نہ اس نے ان کو اپنی طرف بلایا تھا یعنی حضرت مسیح کے حق میں لکھا تھا:

مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیؤ شرابی۔ نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار۔ خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا (مکتوبات احمدیہ ج ۳ص ۲۲۔۳۴)

ان وجوہات سے دفعہ ۱۵۳۔ الف کی تشریح یہ ہوتی ہے کہ بادشاہ کی رعایا میں سے دو گروہوں میں بے وجہ اور بے ثبوت منافرت پھیلانے والے کے لئے یہ سزا ہے

اس کی مثال: ایک شخص وعظ کہے کہ وہابیوں کا خدا جھوٹ بولتا ہے وہابی انبیاء واولیاء کی توہین کرتے ہیں، پھوپھی سے نکاح جائز مانتے ہیں، وغیرہ جس سے سننے والوں میں وہابیوں کے حق میں نفرت پیدا ہو۔ لیکن جو شخص ایسی بات کہے جو اس فرقے کے علماء نے لکھی ہو تو پھر وہ واعظ اس دفعہ کے ماتحت نہیں آنا چاہیے۔

مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب کی تقریر کو ہم نے جہاں تک اخباروں میں دیکھا ہے ہمارے خیال میں قسم دوم میں شامل ہے۔ چنانچہ مسل میں اور وکیل کی بحث میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔

حکومت کی پوزیشن بھی اس مقدمہ میں عجیب قابل رحم ہے۔ ہر فریق حکومت کا شاکی ہے۔ بظاہر یہ سمجھا جاتا تھا کہ مقدمہ میں تکلیف مخالفین مرزائیہ کو ہوئی اس لئے احمدیہ جماعت حکومت کی شکرگزار ہوگی کہ شاہ صاحب کو سزا دے کر ان کا بدلہ لیا گیا ہے مگر، واقعہ، اس کی تردید کرتا ہے کیونکہ اخبار الفضل قادیان نے صاف صاف لکھ دیا کہ:

ہم مقدمہ کی ابتداء سے ہی یہ محسوس کر رہے ہیں کہ یہ مقدمہ عطاء اللہ شاہ کے خلاف نہیں بلکہ جماعت احمدیہ کیخلاف چلایا گیا۔ (الفضل قادیان ۲۶۔ اپریل ۱۹۳۵ء ص۱)

دوسرا احرار کا آرگن، زمین دار، (۲۸۔اپریل ۱۹۳۵ء) لکھتا ہے:

عطاء اللہ شاہ صاحب کی سزایابی نے حکومت ہند کی مرزائیت نوازی کا ایک تازہ ثبوت دیا ہے۔

حکومت دونوں سنتی ہے اور واقعات کی رفتار کو بھی بڑے غور سے دیکھ رہی ہے وہ یہ بھی اندازہ کر رہی ہوگی کہ مولوی عطاء اللہ شاہ کی تقریر سے جو نفرت بین الفریقین پیدا ہوئی ہے وہ اس نفرت سے بہت کم ہے جو مقدمہ کے اجراء سے ہوئی ہے جس کی مرتکب خود حکومت ہے اس لئے اس کا علاج بھی وہ سوچ رہی ہوگی جس کے ظہور کا زمانہ شاید جلد ہی آجائے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۷ ص ۱۵۔۱۶)

حرامزادے کی رسی دراز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

دو باتوں کو ہم برابر متوازی دیکھتے ہیں۔ مرزائیوں کا پروپیگنڈہ اور ہمارے مسلمان بھائیوں کا نسیان ۔یہ بھول جاتے ہیں اور وہ اپنا کام کئے جاتے ہیں۔

عرصہ ہوا بڑے مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو جب اعلان کیا تھا ، مولی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔ یہ فیصلہ بذریعہ دعا خدا سے چاہا تھا کہ ہم (مرزا قادیانی و ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔

جب وہ اس دعا کے مطابق انتقال کر گئے ،تو مرزائیوں نے بجائے توبہ کرنے کے یہ مشہور کیا کہ مولوی ثناء اللہ نے خود لکھا تھا کہ حرامزادے کی رسی دراز ہوتی ہے، چنانچہ اس قول کے مطابق وہ زندہ رہا۔

مرزائیوں کے پھندے میں پھنس کر ایک شیعہ نے بھی اس فقرہ کو شائع کر کے نتیجہ مکذوبہ نکالا۔ حسب مصلحت وقت میں نے اس پر فوجداری استغاثہ دائر کیا ۔سنا کہ وہ قادیان گیا مگر اس فقرے کی تلاش میں کامیاب نہ ہوا آخر اس نے معافی مانگی جو حسب مصلحت دی گئی۔ مگر اس پر بھی مرزائیوں کا پروپیگنڈہ جاری

رہا۔آخر کارادھر سے بھی اس فقرہ کا سختی سے مطالبہ ہوا،تو قادیان کے جلسہ سالانہ میں ان کو کہنا پڑا،

حرامزادے کی رسی دراز والا اشتہار مولوی ثناء اللہ کا نہ تھا۔

یہ اعلان قادیان کے سرکاری گزٹ اخبار الفضل مورخہ ۶ جنوری ۱۹۲۱ء میں درج ہے۔چاہیے یہ تھا کہ اب کوئی مرزائی اس کا نام نہ لیتا لیکن مرزائی اور خاموشی:ضدا ن مفتر قا ن ای تفر ق ۔

مرزائی اپنے پروپیگنڈہ میں لگے رہے۔ہم اس امر میں اوراس جیسے دوسرے امور میں مرزائیوں کو پختہ کار پاتے ہیں مگر اپنے دوستوں کو کمزور۔اوراسکا ثبوت بھی ایک حدیث میں ملتا ہے المو من غر کر یم و المنافق خب لئیم ۔

ہمارے دوست بجائے اس کے کہ ان مرزائیوں کو جو ہماری نسبت یہ کلمہ منسوب کرتے ہیں اس کا ثبوت پوچھیں ہم سے اس کی بابت دریافت کرتے ہیں کہ کیا آپ نے ایسا (نامہذب) فقرہ کہا تھا؟

آج کا نوٹ ایسے دوستوں کے لئے لکھا گیا ہے۔وہ یقین کریں کہ ایسا بازاری فقرہ میرے قلم سے نہ نکلا،نہ نکل سکتا ہے۔الفضل کی تاریخ یادرکھیں وقت پر دشمن کو قائل کیا کریں:تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۶ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۸ ص ۴۔۵)

مولانا ثناء اللہ صاحب گھبرا گئے

(مرزائی میدان میں کودے)

جناب مولوی محمد عبداللہ صاحبؒ ثانی امرتسری لکھتے ہیں:

مرزائی امت کے افراد اپنی مدح سرائی میں سرگرم رہتے ہیں ان کو اسلامی خدمت کے پردہ میں اپنی سرگرمی ملحوظ رکھتے ہیں اور بس۔

۳۰۔۳۱ مارچ یکم اپریل ۱۹۳۵ء کو بدوملہی میں آریہ اور عیسائیوں کے جلسے ہوئے جس میں دوتین مناظرے بھی ہوئے۔

پیغام صلح لاہوری جماعت کا آرگن وہاں کی کیفیت شائع کرتا ہے جس سے ہمارے دعوی بالا کی تصدیق ہوتی ہے چنانچہ لکھتا ہے:

دوسرا مباحثہ نجات پر ہوا۔اصل میں یہ مباحثہ مولوی ثناء اللہ امرتسری سے ہونا تھا جو یہاں آریوں سے مباحثہ کرنے آئے ہوئے تھے اور پادری سلطان محمد کا بیان ہے کہ ان سے مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباحثہ کا وعدہ بھی کیا تھا لیکن آخر کار مباحثہ کے لئے نہ نکل سکے۔لوگ عموماً یہ خیال کرتے ہیں کہ پادری سلطان محمد سے مسئلہ نجات پر مباحثہ کرتے ہوئے مولوی ثناء اللہ صاحب گھبراتے ہیں واللہ اعلم بالصواب بہر حال ہم میدان میں پہنچ گئے۔(پیغام صلح ۱۱۔اپریل ۱۹۳۵ء ص ۱)

اس عبارت میں راقم کا مقصود یہ دکھانا ہے کہ ہم (امت مرزا) میدان میں پہنچے اور مولوی ثناء اللہ گھبرا کر نہ آئے۔یہی بات اگر کوئی اور لکھتا تو ہم کسی اور نوعیت سے جواب دیتے اور واقعات پر بحث کرتے مگر امت مرزائیہ کے نزدیک مولانا کی گھبراہٹ چونکہ مسلّمہ ہے اور وہ ایسا گھبرایا کرتے ہیں کہ گھبراہٹ میں قادیان پہنچ کر دم لیا کرتے ہیں۔

چنانچہ قادیان میں خود مجدد زمان مسیح موعود کے وقت ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو ایسا ہی ہوا (بقول مرزا ابوجہل بصورت ثناء اللہ) قصر عالی کے باہر محاصرہ کئے ہوئے تھا اور آنجناب (مسیح موعود) صاحب اندر سے ہی ثناء اللہ کی گھبراہٹ کا ثبوت دے رہے تھے اور میدان میں نہ آکر بہادری کے کرشمے دکھا رہے تھے

ناظرین گھبرائیں نہیں کہ مولانا ثناء اللہ صاحب (بقول مرزائی) گھبرا گئے اس گھبراہٹ سے وہ مراد نہیں جو ہر کمزور دل کیا کرتا ہے جب کہ امت مرزائیہ کے نزدیک قادیان سے مراد دمشق ہوسکتا ہے تو گھبراہٹ سے جرأت مراد ہونا کچھ بعید نہیں۔

اب سنئیے! مرزائی بہادر کی بہادری جو امت محمدیہ میں سے کوئی نہ دکھا سکے اس لئے وہ خاصہ مرزائیہ سمجھنا چاہیے وہ یہ کہ ایک حدیث کا (بزعم خود) صحیح مطلب مرزائی مناظر نے بمقابلہ پادری صاحب کے یوں بیان کیا جس کو پڑھ کر ان کی خدمت دین کا سب ناظرین اعتراف کریں گے۔

پادری صاحب نے حدیث یضع الرب قدمہ پر اعتراض کیا جس کا جواب مرزائی مناظر کی طرف

سے جو دیا گیا وہ بالفاظہ درج ذیل ہے

اس حدیث کا مطلب تو یہ ہے کہ انسانی خواہشات ایک جہنم کی طرح بھڑک رہی ہیں اور ھل من مزید کا نعرہ لگا رہی ہیں جب تک خدا کے ساتھ تعلق پیدا نہ ہو انسان کے دل میں خدا کا قدم داخل ہو تو اسے اطمینان حاصل نہیں ہوتا۔ (پیغام صلح لاہور ۱۱۔ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۱)

سبحان اللہ! اگر کوئی شخص یوں کہے کہ قدم سے مراد فاتح قادیان ہے اور جہنم سے مراد قادیانی تحریک تو مطلب صاف ہے کہ قادیانی تحریک ھل من مزید کا نعرہ لگا رہی ہے۔ دنیا کو گمراہی کے گڑھے میں لے جا کر رہے گی جب تک خدا کے ساتھ تعلق پیدا نہ ہو اور انسان کے دل میں خدا کا قدم یعنی ثنائی تبلیغ اور ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ انسان کے دل میں داخل نہ ہو تو اطمینان حاصل نہیں ہوتا یعنی سچا مسلمان اور منکر مرزا نہیں ہوسکتا جب تک خدائی قدم (ثناء اللہ کی محبت) کو اپنے قلب پر غالب نہ کرے

کہیے اس مطلب اور مرزائی مناظر کے تراشیدہ مطلب میں کیا فرق ہے؟

یہ کیوں غلط ہے اور وہ کیوں صحیح ہے۔ کوئی ہے جو فرق بتائے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۶ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۸ ص ۴۔۵)

مسیح پھر زمین پر

مولوی محمد شفیع صاحب ؒ قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں:

جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت عیسی بن مریم کے زمین پر نازل ہونے کے متعلق جو کچھ فرمایا ہے وہ نقلاً سب اہل اسلام بلکہ نصاری (اہل صلیب) کے نزدیک بھی مسلم ہے۔ باقی رہا عقلاً تو اس بارے میں بہت سے لوگوں نے ٹھوکریں کھائی ہیں بلکہ ایک طرح سے تو روایات دربارہ نزول مسیح کو کیسا موڑا توڑا ہے کہ انہیں تحریف کے درجہ تک پہنچا دیا ہے۔ یا اسفی

یہ فقیر اس مختصر مضمون میں روایات کو نقل کر کے ان کی شرح ایسی طرز پر کرنا چاہتا ہے جو کہ ان کے

اصل معانی کو واضح کر دے گی کہ انشاء اللہ سلیم طبائع کو کسی قسم کا خلجان باقی نہ رہے گا۔ و باللہ التو فیق

سب سے پہلے وہ حدیثیں لیتا ہوں جن میں حضرت عیسی کے زمین پر نازل ہو کر اہم کام سرانجام دینے کا ذکر ہے اور وہ یہ ہیں:

۱ . عن ابی ھریرہ قال قال رسو ل اللہ و الذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینز ل فیکم ابن مر یم حکماً عادا لاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجز یۃ و یفیض الما ل حتی لا یقبلہ ا حد حتی تکو ن السجدۃ الوا حدۃ خیراً من الد نیا و ما فیھا ثم یقو ل ابو ھریرہ فا قرؤا ان شئتم: و ان من اھل الکتاب الّا لیو منن بہ قبل مو تہ ..ا لآ یہ : (مشکوۃ ص ۴۷۱) .

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ خوش حالی کا وہ مبارک زمانہ قریب ہے کہ تم میں ابن مریم حکم اور عادل ہو کر نازل ہوں گے سولی تو توڑ دیں گے خنزیروں کو قتل کریں گے اور جزیہ یعنی ٹیکسوں کو اڑا دیں گے اور لوگوں میں مال بانٹیں گے حتی کہ اسے کوئی نہیں لے گا کیونکہ لوگوں کی ایسی اچھی حالت ہو گی کہ انہیں ایک سجدہ دنیا اور دنیا کے تمام مال و دولت سے زیادہ بہتر معلوم ہو گا پھر حضرت ابو ہریرہؓ نے کہا اگر تم قرآن سے سند چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو۔ ترجمہ: اور نہیں کوئی اہل کتاب میں سے مگر ایمان لائے گا ساتھ اس (عیسی) کے پہلے موت اس (عیسی) کی کے۔ اسے بخاری و مسلم نے روایت کیا۔

حدیث ۲ . و عنہ قال قال رسو ل اللہ ﷺ و اللہ لینز لن ابن مر یم حکماً عادلاً فلیکسر الصلیب و لیقتلن الخنز یر و لیضعن الجز یۃ و لیتر کن القلاص فلا یسعی علیھا و لتذ ھبن الشحناء و التبا غض و التحا سد و لیدعونّ الی الما ل فلا یقبلہ ا حد روا ہ مسلم وفی روایۃ لھما قا ل کیف انتم اذا نز ل ابن مر یم فیکم و اما مکم منکم . (مشکوۃ ص ۴۷۱. ۴۷۲)

ترجمہ: حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا خدا کی قسم ضرور ابن مریم حکم اور عادل ہو کر نازل ہوں گے پس وہ سولی کو توڑیں گے اور خنزیروں کو قتل کریں گے اور ٹیکس ختم کر دیں گے اونٹنیاں چھوڑ دی جائیں گی ان پر سوار نہیں ہوا جائے گا دشمنی کینہ حسد لوگوں میں سے جاتا رہے گا اور عیسی لوگوں کو مال کی طرف بلائیں گے لیکن اسے کوئی نہیں ملے گا۔ اسے مسلم

نے روایت کیا۔

اور بخاری و مسلم کی روایت میں یہ الفاظ بھی ہیں، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اے مسلمانوں تمہاری اس وقت کیا ہی اچھی حالت ہوگی جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور اس وقت ایک امام مہدی بھی تم میں سے ہوں گے یعنی وہ بزرگ اعلی پائے کے تم میں تمہاری ہدایت کے لئے موجود ہوں گے۔

اب سب سے پہلے کسر صلیب کی شرح کی جاتی ہے۔اس کے بعد ہر ایک بات کی شرح کی جائے گی ۔کسر صلیب کی شرح کو ذرا غور سے مطالعہ کریں کیونکہ سب سے اہم یہی ہے جس کی شرح میں لوگوں نے اکثر ٹھوکریں کھائی ہیں اور صحیح شرح سمجھ میں نہ آنے کی وجہ سے کہیں کے کہیں چلے گئے ہیں اور روایات در بارہ نزول مسیح کو صحیح مانتے ہوئے تحریف کے درجے تک پہنچا دیا ہے اللہ ہمیں تحریف سے بچائے

کسر صلیب

حضرت عیسیٰؑ کے متعلق جو احادیث میں آیا ہے کہ فیکسر الصلیب یا فلیکسر ن الصلیب اس کے متعلق شارحین حدیث اس طرف گئے ہیں کہ فیبطل النصرا نیۃ بعض نے صرف اشارہ سے کام لیا ہے اور بعض نے ذرا تفصیل سے کام لیا ہے غرض کسی نے کم تشریح کی اور کسی نے زیادہ کی بہر حال ان حضرات نے تاویل سے کام لیا ہے۔

اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ اس جگہ تاویل کی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟

پہلے زمانہ اور موجودہ زمانہ (جب سے دنیا کے اکثر حصہ پر نصاری کا تسلط ہوا ہے) کے شارحین میں ایک نمایاں فرق ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس حدیث کے اصل الفاظ کو اصلی معنوں میں بیان کرنے سے پہلے اسے واضح کر دیا جائے۔

انسانی طبیعت کا یہ خاصہ ہے کہ جب تک کسی چیز کو آنکھوں سے نہ دیکھ لے بہت کم اعتبار کرتی ہے اور تاویل کرنے کی کوشش کرتی ہے۔

اس اصول کے ماتحت پہلے زمانے کے شارحین کو تاویل کرنے کی اس لئے ضرورت پڑی کیونکہ اس زمانہ میں قریباً تمام دنیا پر اسلامی تسلط تھا اور نصاری کمزور تھے لیکن آج کل کے شارحین پر تعجب ہے کہ انہوں نے

اس کی تاویل کی زحمت اٹھائی جیسا کہ آگے چل کر یہ بات بالکل واضح ہو جائے گی۔

اگر پہلے زمانے والوں نے تاویل کی تو اس کی وجہ ضرور تھی اور وہ معذور اور آج کل والوں نے جو تاویل سے کام لیا تو اس کی کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ہاں یا تو تقلید اعمی کا کرشمہ ہے یا موجودہ فلسفہ کے رنگ نے مجبور کیا کہ اس کی تاویل کی جائے الی اللہ المشتکی

فیکسر الصلیب کے معنی بالکل صاف ہیں کہ عیسی سولی کو توڑ دیں گے بلکہ مسند احمد میں یمح الصیب یعنی صلیب کا نام ونشان مٹا دیں گے اور ابوداؤد میں فید ق الصلیب یعنی صلیب کو چکنا چور کر دیں گے۔ یہ سب معانی بالکل صاف ہیں اور حقیقت پر دلالت کرتے ہیں کسی تاویل وغیرہ کی ضرورت نہیں ہے۔

ہاں مزید توضیح کے لئے اس کی شرح عرض کی جاتی ہے۔

یہ سب کو معلوم ہے کہ عیسائیوں کا اعتقاد یہ ہے کہ عیسی سولی پر چڑھائے گئے اور مارے گئے مگر تین دن کے بعد زندہ ہو کر آسمان پر چڑھ گئے۔ چنانچہ اسی بنا پر تمام عیسائی لوگ خاص کر ان کے مذہبی پیشواؤں نے سولی کو عیسائی ہونے کی علامت قرار دے رکھا ہے۔ جس عیسائی کو خاص کر پادریوں کو دیکھو تو سولی لٹکائے پھرتے ہیں۔ عیسائیوں کے گرجوں پر دیکھو، تو سولی کا نشان موجود ہے۔ غرض اس کے زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے۔ عیسائی لوگ سولی کو عزت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں کیونکہ ان کا یہ عقیدہ ہے کہ عیسی نے صلیب پر چڑھ کر جان دی، اور وہ ہمارے لئے کفارہ بنے۔ دوسرے صلاح الدین ایوبی سے جو صلیبی لڑائیاں ہوئیں اس بات پر شاہد ہیں۔

اب جو حضرت محمد ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیؑ صلیب کو توڑ دیں گے، بالکل واضح ہو جاتا ہے آج کل دنیا کے اکثر حصے پر عیسائیوں کی حکومت ہے اور وہ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیؑ سولی پر چڑھ کر ان کے لئے کفارہ ہوئے تو عیسی جن کی نسبت سولی پر چڑھائے جانے کا غلط خیال عیسائیوں کے دلوں میں بیٹھا ہوا ہے، اور صلیب کو ایک مذہبی نشان بنائے بیٹھے ہیں، وہ خود آکر اس سولی کو توڑ دیں گے کیوں کہ اس وقت تمام اہل کتاب بحسب آیت :و ان من اهل الكتاب الاليومنن به قبل مو ته اور بحسب حدیث :يهلك الله فى زما نه الملل كلها ا لا ا لاسلا م تملأ الارض من المسلم

(اللہ عیسی کے دورثانی میں تمام مذاہب کونابود کردے گامگرصرف اسلام ہی کو باقی رکھے گا) مسلمان ہو جائیں گے۔

اب بعض سطحی نگاہ والے شاید یہ اعتراض کر بیٹھیں کہ عیسی کو خود توڑنے کی کیا ضرورت ہوگی؟ کیونکہ وہ عیسائی جو اس وقت مسلمان ہو جائیں گے خود توڑ دیں گے۔سواس کا جواب یہ ہے کہ جس شخص نے صد ہانسلوں سے اسے ایک مذہبی نجات دلانے والی چیز خیال کیا ہوا ہے مشکل ہے کہ اب وہ اپنے ہاتھوں سے توڑے۔ چنانچہ طائف کے بنی ثقیف کے لوگ جب مسلمان ہوئے تو انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کی کہ ہم اپنے بتوں کوخود توڑ نہیں سکتے کیونکہ ہمیں صدمہ ہوتا ہے کہ اتنی مدت ان کی پوجا کی اور پھر خود اپنے ہاتھوں سے توڑیں۔سو ایسا ہی اس وقت عیسائیوں سے تبدیل شدہ مسلمانوں کو دشوار ہوگا۔پھر دیکھو کہ فتح مکہ کے دن رسول اللہ ﷺ نے خانہ کعبہ کے بتوں کو خود اپنے دست مبارک سے توڑا۔پس عیسی کا اپنے ہاتھوں سے صلیب کو توڑنا کوئی عجیب اور نرالا کام نہیں ہے کہ جس سے حیرانی اور پریشانی ہو بلکہ خدا کے پیغمبر ایسا ہی کیا کرتے ہیں

اس کے بعد ایک اور نکتہ ہے۔رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

مثل ا لاسلا م مثل المطر لا یدری او لها خیر ام آ خر ها

(مشکوۃ ۵۷۵) با ب ثوا ب ھذاالامۃ

یہ نہیں کہا جا سکتا اسلام کا زاول زیادہ شاندار ہے یا آخر۔سواس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کے اول جس طرح لوگ فوج درفوج داخل اسلام ہوتے جاتے تھے۔کما قال اللہ: ید خلو ن فی دین الله افـوا جاً ایسے ہی آخرزمانہ میں جب عیسی کا نزول ہوگا تو لوگ پہلے کی طرح داخل اسلام ہوں گے اسلام کی ابتداء میں رسول اللہ ﷺ کی زندگی ہی میں تمام عرب مسلمان ہو گیا تھا اور خلفائے عظام کے عہد میں دوسرے ملکوں میں اسلام پھیل گیا تھا ویسے ہی دوبارہ عیسی کے نزول کے وقت تمام دنیا مسلمان ہو جائے گی اور اسلام کے سوا کوئی مذہب نہیں رہے گا جیسا کہ اس سے پہلے قرآن شریف اور حدیث شریف سے تصریح کی جاچکی ہے اور دوسرے رسول اللہ ﷺ نے جو یہ فرمایا، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام کا اول زیادہ شاندار ہے یا آخر، سو تمام دنیا کے مسلمان ہو جانے سے اس کا مطلب صاف ظاہر ہے کہ اسلام کا آخر زیادہ شاندار ہوگا۔

تاویل کرنے والوں سے اتنی عرض ہے کہ اگر انہیں ضرور اس جگہ تاویل ہی کرنی ہے،تو آیئے سمجھا

ئے دیتا ہوں کہ اس طرح تاویل کرنی چاہیے تھی کہ کم از کم دوسری آیتوں اور حدیثوں پر توزد نہ پڑتی۔ اور وہ اسطرح ہوسکتی ہے کہ عیسائیوں کا جو یہ عقیدہ ہے کہ عیسی صلیب پر چڑھا کر مار دیئے گئے، عیسی بنفس نفیس خود تشریف لاکر اس عقیدہ باطل کو توڑیں گے جیسا کہ قرآن نے صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی کی ہے۔ اگر بنظر غور دیکھا جائے تو اصلی معنی لیتے ہوئے اس تاویل کی مطلق ضرورت نہیں رہتی بلکہ یہ اصلی معنوں میں شامل ہے کیونکہ جب عیسی اپنے نزول کے وقت عیسائیوں کے مسلمان ہونے پر صلیب توڑیں گے تو ساتھ ہی یہ عقیدہ بھی عیسائیوں کو چھوڑنا پڑے گا کیونکہ اگر عقیدہ قائم رہے تو پھر صلیب توڑنا بے معنی ہوجاتا ہے۔ عیسی نے تو انہیں وہی بتانا ہے جو قرآن اور حدیث بتاتی ہے اور قرآن اور حدیث میں صلیب پر چڑھائے جانے کی بالکل نفی ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کے کاموں سے فیکسر الصلیب اس لئے ہے کیونکہ ان ہی کے متعلق یہ الزام ہے اسلئے اس الزام کو وہ خود ہی آکر توڑیں گے بلکہ صلیب صلیب کو بھی توڑ ڈالیں گے تاکہ اس کے بعد پھر کسی کو خلجان نہ رہے جب اس الزام اور صلیب کی نفی اپنی زبان سے کریں گے تو عیسائی سب کے سب نشھد ان لا الـه الا اللـه و نشھد ان محمداً عبده ورسو له پکار اٹھیں گے اور پکے مسلمان ہوکر داخل اسلام ہوجائیں گے اور حضرت عیسیٰؑ عیسائیوں کی مقدس صلیب کو توڑ کر چکنا چور کردیں گے۔ رہی یہ بات کہ عیسی اس کام کے لئے خود کیوں تشریف لائیں گے، سو یہ اس لئے ہے کہ جس شخص کے متعلق لوگوں میں اختلاف پڑ جائے بہتر یہی ہے کہ وہ خود آکر اس اختلاف کو دور کرے اور آئندہ ہمیشہ کے لئے اختلاف مٹ جائے تاکہ پھر کسی کو غلط بیانی کی جرأت نہ ہو۔ عیسائیوں نے کفارہ کی بنیاد اسی صلیب کے واقعہ پر رکھی ہے کہ عیسی صلیب پر چڑھ کر ہمارے لئے کفارہ ہوگئے اور اسی کفارہ کی وجہ سے وہ نماز اور دیگر احکام الہی چھوڑ بیٹھے ہیں شائد کوئی ایک آدھ عیسائی ہوگا جو انجیل کے احکام کے مطابق نماز روزہ وغیرہ بجالاتا ہو۔ حضرت عیسیٰؑ کا صلیب کو توڑنا اس لئے ضروری قرار دیا گیا ہے کہ عیسائیوں نے جو اس کی وجہ سے احکام الہی کو پس پشت ڈال رکھا ہے اس کے احکام کی پابندی پر زور دیا جائے نہ بانس ہو نہ بانسری بجے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ قیامت کے نزدیک یعنی آخر زمانے میں سوائے تھوڑے سے علاقہ کے

تمام دنیا پر عیسائیوں کی حکومت ہوگی اس وقت امام مہدی کا ظہور اور عیسی کا نزول ہوگا اور وہ دونوں حضرات تمام دنیا کو اسلام سے بھر دیں گے تمام دنیا ان کے عہد میں مسلمان ہو جائے گی۔ قرآن مجید کی آیت یـــا عیسی انـی متـوفيك و رافعك اليّ و جا عل الذين اتبعو ك فوق الذين كفروا الى يو م القيا مة سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے نزدیک عیسائی اقوام کی بادشاہت قریباً تمام دنیا پر چھائی ہوگی اور عیسی کو جوان کے متبعین کے عروج کا وعدہ اور بشارت دی گئی ہے خود آ کر اپنی آنکھوں سے دیکھ لیں گے اور جس ضلالت میں عیسائی پڑے ہوئے ہیں اس سے نکال کر انہیں صراط مستقیم پر چلائیں گے۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۳۵ء ص ۶۔۸)

قادیان سے کفر کا فتوی نکلا

اور ارکان انجمن احمدیہ لاہور پر لگا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین اس سرخی سے متعجب ہوں گے کہ یہ کیسا فتوی ہے جو خاص احمدیہ لاہور پر لگا رہے ہیں۔ ہم اس حیرت میں مزید اضافہ کرتے ہیں کہ یہ فتوی آج کل کے خلیفہ قادیان کا نہیں بلکہ خود بانی فرقہ مجدد، ومہدی ، ومسیح موعود وغیرہ کا ہے۔ اس لئے انجمن احمدیہ لاہور کو کسی سرتابی کی گنجائش نہیں۔ اگر چون چرا کریں گے تو پھر یہ بتانا ان کا فرض ہوگا کہ قائل مرزا قادیانی اور منکر مرزا قادیانی میں کیا فرق ہے۔

ناظرین جانتے ہوں گے کہ لاہوری احمدیہ جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب اور ان کے بزرگ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب وغیرہ کی تصریحات اس مسئلے میں بکثرت ہیں کہ حضرت مسیح بے باپ مولود نہ تھے بلکہ ان کا باپ تھا، مولوی محمد علی صاحب کی تفسیر وغیرہ میں یہ ذکر مفصل ملتا ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد نے تو اس مضمون پر ایک رسالہ بھی شائع کیا ہے غرض یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ اس میں کسی طرح کا خفا یا فریق ثانی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ اس تمہید کے بعد بڑے مرزا مرزا صاحب کا فتوی سنیئے:

ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ تھے اللہ تعالیٰ کو سب طاقتیں ہیں۔ نیچری جو یہ دعویٰ کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ غلطی پر ہیں ایسے لوگوں کا خدا مردہ ہے۔ ایسے لوگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کسی کو بے باپ پیدا نہیں کرسکتا، ہم ایسے آدمی کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھتے ہیں (مقولہ مرزا قادیانی، در اخبار الحکم قادیان ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۵ء) لاہوری دوستو! تمہارے حال پر ہمیں کیا ہر سننے والے کو رحم آتا ہے ایسے ہی واقعات سے یہ مثل صادق آتی ہے: نہ گھر کا نہ گھاٹ کا۔ اب تم قادیان کے بہشتی مقبرے میں جا کر یہ شعر پڑھو:

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۱۳ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۹ ص ۶)

میرزائیت

مولوی ابوسعید عبدالعزیز لدھیانوی رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

آج ہر ایک مذہب صداقت کا حامی ہے۔ خاص کر مسلمان تو فرقہ بازی کو راہ نجات تصور کرتے ہیں حالانکہ حضور ﷺ اس کا خاتمہ کرنے کے واسطے مبعوث ہوئے تھے کیونکہ حضور ﷺ کے زمانہ اقدس میں ایک طرف یہودی صداقت کے حامی تھے دوسری طرف نصاریٰ تیسری طرف کفار مکہ۔ بہرحال ہر ایک اپنے مذہب کی صداقت پر ابراہیم کے طریقہ کو پیش کرتا تھا اور نسبت ابراہیمی کو بنظر فخر دیکھتا تھا جب جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ نبی مبعوث ہوئے تو باری تعالیٰ نے اس عقدہ کو حل فرمایا کہ

ما کان ابرا ھیم یھو دیاً و لا نصرا نیاً و لکن کا ن حنیفاً مسلماً و ما کا ن من المشر کین۔

نہ ابراہیم یہودی تھے نہ نصاریٰ کیونکہ یہودیت ونصرانیت تو اس وقت سے شروع ہوئی جب توراۃ و

انجیل نازل ہوئی اوران کا نزول حضرت ابراہیم کے بعد ہوالیکن وہ ایک طرف تھا۔سب بتوں کے پجاریوں سے خاص خدا کی پوجا کرنے والا، نہ تھا وہ مشرکوں سے۔

معلوم ہوا کہ نہ یہودیوں کا قول درست، نہ نصاری کا کہنا صحیح، نہ مشرکین مکہ کی نسبت درست، بلکہ ابراہیمی تو ایک گروہ ہیں جس کی تشریح یہ آیت کرتی ہے

انّ اولی الناس با براهیم للذین اتبعوه و هذا النبی و الذین آمنوا معه

ابراہیم کے قریب جواس کے تابعدار اور یہ نبی ﷺ اوراس کے تابعدار ،دگر ہیچ

تنبیہ:اس آیت میں جہاں فرقہ بازی کی تردید کی اور محمدی گروہ میں شمولیت کا حکم دیا ساتھ ساتھ نئی نبوتوں کا خاتمہ بھی کر دیا اس کی تائید یہ آیت بھی ہے

الیوم اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلام دیناً

میں نے آج دین کو کامل کر دیا اور نبوت کو ختم کر دیا اور اسلام کو پسند کیا

مگر افسوس کا مقام ہے کہ آج مدعی نبوت پنجاب (مرزا غلام احمد قادیانی) میں پیدا ہو کر یہ اعلان کرتا ہے

آنچہ داد ہر نبی را جام۔داد آن جام را مرا بتمام

یعنی ہر نبی کو نبوت کی پیالی ملی ان تمام کو جمع کر کے یعنی بڑا جام مجھے دیا گیا۔اور سنیئے ! درثمین کے صفحہ ۱۰۰ پر فرماتے ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

پھر جناب سیدنا محمد رسول اللہ ﷺ کی نسبت کس قدر زبان درازی کرتا ہے۔ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۴۰۰

اگر ہمارے بھائی جلدی سے جوش میں نہ آجاویں تو میرا یہی مذہب ہے جس کو میں دلیل کے ساتھ پیش کرسکتا ہوں کہ تمام نبیوں کی فراست وفہم آپ کے یعنی نبی کریم ﷺ کی فہم وفراست کے برابر نہیں مگر پھر بھی بعض پیش گوئیوں کی نسبت خود حضور نے اقرار کیا کہ میں نے ان کی اصل حقیقت سمجھنے میں غلطی کھائی،(نعوذ باللہ من ذلک)

اس سے زیادہ زبان درازی کا ثبوت ملاحظہ ہو۔کتاب مذکورہ صفحہ ۶۲۹:

ایک بادشاہ کو چار سونبیوں نے بموجب الہام فتح کی پیش گوئی کی اور وہ جھوٹے نکلے بادشاہ کو شکست آئی بلکہ وہ اس میدان میں مر گیا اس کا سبب یہ تھا کہ وہ الہام دراصل شیطان کی طرف سے تھا نوری فرشتہ کی طرف سے نہ تھا اوران چار سونبیوں نے دھوکہ کھا کر ربانی سمجھ لیا

لاحول ولا قوة الا با لله العلى العظيم سبحانك هذا بهتان عظيم ۔

یہ ہیں آج کل کے نئے نبیوں کے خیالات ۔کیا اب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کا اعلان کرنے والو صداقت کا اعلان کرو گے ۔اگر تم اب بھی نہ سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

اور سنیئے :معجزات کی نسبت کیا فرماتے ہیں مثلاً حضرت عیسیٰؑ کے معجزہ کی نسبت ملاحظہ ہو ازالہ اوہام صفحہ ۳۰۹۔

مجھ کو الہام ہوا هذا هو الر ب الذى لا يعلمون .

عیسی کا مردوں کو زندہ کرنا وغیرہ یہ جادو گری ہے لوگ بسبب جہالت کے معجزہ تصور کرتے ہیں ۔یا د رکھنا چاہیے کہ یہ عمل (یعنی مردوں کو زندہ کرنا) ایسا قدر کے لائق نہیں جیسا کہ عوام الناس اس کو خیال کرتے ہیں اگر یہ عاجز اس کو مکروہ وقابل نفرت نہ سمجھتا تو خدا کے فضل وکرم سے ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

میں امت مرزائیہ سے پوچھتا ہوں کہ ہر مرزائی ،قادیانی ہو یا لاہوری، کیا تمہارا یہی عقیدہ ہے۔ اگر نہیں تو تم کیوں ایسے شخص کو نبی یا مجدد کہتے ہو جس کا کام ہی یہی ہو کہ انبیاء کرام کی توہین کرنا، بزرگوں کی بنظر حقارت دیکھنا، پھر جماعت مرزائیہ اس کے کارناموں کو پوشیدہ کرتی ہے۔

چند دن ہوئے جب کانفرنس لدھیانہ میں منعقد ہوئی تو اس وقت سکرٹری جماعت احمدیہ کی طرف سے ایک اشتہار بعنوان احمدیت ہی حقیقی اسلام ہے اس میں مرزا صاحب قادیانی کی تعریف کے طومار جمع کئے گئے ہیں ۔نا معلوم ان لوگوں کو موصوف کی تعلیم کا پتہ نہیں یا جان بوجھ کر اس کے قولوں پر پردہ کرنے کی عادت ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۱۳ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۲۹ ص ۷)

مرزانمبر۔ابتداءاورانتہامرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزاغلام احمد قادیانی کا انتقال ۲۶مئی ۱۹۰۸ءکو ہوا تھا۔قادیانی گروہ نے اس روز کو یادگار مرزا کا تہوار بنالیا ہے۔لہذا ہم بھی حسب اعلان مرزانمبر شائع کرتے ہیں کیونکہ واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی سے ایک گونہ ہمارا بھی تاریخی تعلق شدید لاینفک ہے۔

مرزاغلام احمد اپنی تحریر اور حکیم نورالدین کی تصدیق کے مطابق ۱۸۳۹ءمیں پیدا ہوئے اور ۱۹۰۸ء میں ساری حسرتیں لے کر بعمر ۶۹ سال فوت ہوگئے (رسالہ نورالدین از حکیم نورالدین بجواب ترک اسلام از دھرم پال۔ص ۱۷۰)

ان حسرتوں میں سے دوحسرتیں خاص قابل ذکر ہیں:

ایک آسمانی منکوحہ کے نکاح کی۔

دوم اپنے اعلان آخری فیصلہ کے مطابق مولوی ثناءاللہ کی موت کی خبر سننے کی۔

مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے حق میں پندرہ ماہ میں موت اور پنڈت لیکھ رام کے حق میں چھ سال میں خرق عادت عذاب کی اور آسمانی منکوحہ کے حق میں نکاح میں آنے کی پیش گوئی کا ذکر ذکر کرکے لکھا ہے:

یہ تینوں پیش گوئیاں ہندوستان اور پنجاب کے تینوں بڑی قوموں پر حاوی ہیں یعنی ایک مسلمانوں سے تعلق رکھتی ہے اور ایک ہندوؤں سے اور ایک عیسائیوں سے اوران میں سے وہ پیشگوئی جو مسلمان قوم سے تعلق رکھتی ہے بہت ہی عظیم الشان ہے کیونکہ اس کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔مرزااحمد بیگ ہوشیارپوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اور پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔

٦۔ اور پھر یہ کہ اس..کا عاجز سے نکاح ہو جاوے۔...

واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔(شہادۃ القرآن ازمرزا قادیانی۔ص۸۱)

کس لطف سے اجزاء کلام بنا رہے ہیں اور مزے سے اندر ہی اندر خوش ہو رہے ہیں اور زبان حال سے کہہ رہے ہیں:

کشش ہے جذب الفت میں تو کھینچ کر آ ہی جاؤ گے
ہمیں پرواہ نہیں گر ہم سے کچھ تم تن کے بیٹھے ہو

اس کا انجام جو ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد یہ شعر پڑھتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے

وصال یار میسر ہو کس طرح ضامن
ہمیشہ گھات میں رہتا ہے آسمان صیاد

دوسری حسرت نے تو درحقیقت مرزا صاحب ہی کو حسرت زدہ نہیں کیا بلکہ ساری جماعت احمدیہ بھرے لہجہ میں کہہ رہی ہے:

بلبل کو دیا نالہ تو پروانے کو جلنا
غم ہم کو دیا سب سے جو مشکل نظر آیا

اس اجمال کی تفصیل بتانے کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے

آج عرصہ چالیس سال ہونے کو ہیں کہ میں میدان مناظرہ مرزائیہ میں داخل ہوا۔ میں نے غور کیا کہ یہ گروہ قرآن سے نہیں ڈرتا، حدیث سے نہیں دبتا۔ حضرت عمرؓ نے اپنے زمانے کے ایک جدید گروہ کے حق میں فرمایا تھا تھا یہ لوگ قرآن کی تاویلات کر جاتے ہیں ان کے سامنے قرآن نہ پیش کیا کرو بلکہ فـارموھم بـالسنة احادیث سے ان کا مقابلہ کیا کرو کیونکہ وہ اپنا مضمون بتانے میں زیادہ واضح ہے۔ مگر قادیانی گروہ نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ نہ قرآن سے خاموش ہوتے ہیں نہ حدیث سے کتنی بڑی واضح بات ہے کہ مرزا

صاحب قادیانی موضع قادیان (پنجاب) میں پیدا ہوئے اسی جگہ ان پر وحی آئے مسیح موعود ہوئے آخر اسی زمین میں دفن ہوئے حالانکہ حدیث شریف میں صاف الفاظ میں ہے کہ، مسیح موعود دمشق میں اترے گا۔ اگر حدیث ان کے لئے مسلک ہوتی تو اس حدیث کے ہوتے ہوئے کوئی مرحلہ باقی نہ رہتا۔ مگر مرزا صاحب نے اس حدیث کو یوں پھیرا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے کیونکہ جس طرح دمشق میں یزیدیوں کا غلبہ تھا میری بعثت سے پہلے بھی یہاں یزیدیوں یعنی بے دینوں کا غلبہ تھا دوسری حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود حج کرے گا۔ مرزا صاحب کہتے گئے کہ میں دجالوں (پادریوں) کو مسلمان بنا کر ساتھ لے کر حج کرونگا جب بغیر حج کئے مر گئے تو اب کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب نے اپنا حج بدل کرا دیا تھا، جس کا ثبوت بھی نہیں (سیرۃ المہدی میں لکھا ہے کہ مرزا کی بیوی نے ان کی وفات کے بعد حج بدل کرا دیا۔ بہاء)

اس قسم کی مثالیں بکثرت ملتی ہیں جن میں اس گروہ کے بانی اور اس گروہ نے قرآن کے بعد احادیث پر بھی ہاتھ صاف کیا ہے۔

میں جب اس میدان میں آیا تو مجھے خیال ہوا کہ اس گروہ سے مقابلہ کس ہتھیار سے کیا جائے اس وقت دو مقدس بزرگ روحانی طور پر میرے سامنے آئے ایک طرف تو شیخ سعدی نے سمجھانا شروع کیا:

آنکس کہ بقرآن و خبر زو نرہی
اینست جوابش کہ جوابش نہ دہی

(قرآن وحدیث جس کو اثر نہیں کرتے اس کو جواب نہ دے)

دوسری طرف شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ جیسے جلیل القدر بزرگ نصیحت کرنے لگے کہ:

جو عالم اہل کفر او راہل بدعت کا رد نہ کرے وہ عالم نہیں (کتاب العقل)

اس لئے میں نے بعد غور و فکر قادیانی مدعی کے لئے تیسرا راستہ اختیار کیا۔ یعنی قرآن وحدیث پیش کرنے کی بجائے اس کے ذاتی کمالات الہامات وغیرہ کی تنقید کر کے دکھایا کہ اس شکل کا صغری بالکل غلط ہے۔ چنانچہ پہلا رسالہ الہامات مرزا میں نے بڑی محنت سے لکھا۔ جو اتنا مقبول ہوا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس کی عبارات اپنی تصنیفات میں کیں۔ پنجاب کے پیر صاحب گولڑہ (سیف چشتیائی میں) اور حیدر آباد دکن

کے مولانا انوار اللہ مرحوم نے (افادۃ الافہام) تصنیفات میں الہامات مرزا سے فائدہ حاصل کیا۔اس کے بعد میں اسی راستے کو وسیع کرنے میں لگ گیا اور پبلک کو اس راستے پر چلنے کی ترغیب دی۔جس کا نتیجہ بحمداللہ یہ ہوا کہ آج جہاں کہیں اس گروہ سے اہل حق کا مباحثہ ہوتا ہے ایک مضمون صداقت مرزا کا ضرور زیر بحث ہوتا ہے۔ورنہ اس سے پہلے تو یہ لوگ ہر جگہ وفات مسیح کو لے بیٹھتے تھے جس پر مطلب براری کے لئے آیات اور احادیث پیش کر کے اپنا اثر ڈالتے تھے۔میرا یہ طریق مرزا صاحب قادیانی کو ایسا ہوا کہ انہوں نے بحکم تنگ آمد بجنگ آمد مندرجہ ذیل اشتہار دیا

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ (قبل ازیں نقل ہو چکا ہے۔بہاء)

ناظرین کرام اس اشتہار کو بنظر غور دیکھیں تو اس میں درج ذیل پانچ امور صاف ملیں گے

۱۔ وجہ اشاعت اشتہار ھذا میری طرف سے سخت تحریرات کا نکلنا ۔

۲ ۔سارے اشتہار میں مرزا نے مباہلہ کا لفظ نہیں بولا بلکہ محض اپنی دعا سے فیصلہ چاہا

۳۔سارے اشتہار میں میرے ذمہ کوئی کام نہیں رکھا۔بلکہ صرف اپنی دعا کو کافی سمجھا

۴ ۔اس مضمون کو سچا اور ضروری الوقوع بتانے کو شروع میں بالفاظ قرآن مجید قل ای و ربّی انّہ الحق مئوکد بہ حلف بتایا ہے۔

۵ ۔سب سے اخیر میں لکھا ہے کہ مولوی (ثناءاللہ) صاحب جو چاہیں لکھیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ یعنی میرے اقرار یا انکار کا کوئی اثر نہیں ۔

(پس اس اشتہار کی اندرونی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کے متعلق میرا (یعنی ثناءاللہ کا) کچھ کام نہیں۔ نہ میرا اقرار قبولیت کے لئے شرط ہے۔ نہ انکار باعث رد۔ بلکہ جو کچھ ہے وہ مرزا صاحب کی دعا ہے اور بس)۔

ان امور خمسہ کے بعد مرزا صاحب کی اس دعا کے متعلق دوسرا اعلان بھی قابل غور ہے جس میں ذکر ہے کہ میں نے ثناءاللہ کی بابت دعا کی تو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع (اخبار بدر قادیان ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء) ۔

یہ تو ہے مرزا صاحب کا اپنا قول جو سب جماعت احمدیہ پر حجت ہے۔اب مزید تائید بھی سنیئے ۔

مرزا صاحب کے بعد امت مرزا دو گروہوں میں منقسم ہوگئی۔پہلا گروہ قادیانی ہے جس کا سرگروہ میاں محمود

احمد خلیفہ قادیان ہے۔دوسرا گروہ لاہوری ہے اس کا سرگروہ مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت ہے ۔ان دونوں نے اس دعاء مرزا کی بابت جو رائے لکھی ہے وہ بہت صاف اور فیصلہ کن ہے ۔

یہ دونوں بیان قریب وفات مرزا صاحب کے ہیں جب دونوں فریقوں میں ضد اور تعصب ابھی غالب نہیں ہوا تھا۔ خلیفہ (محمود) صاحب کا قول ہے کہ:

جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی '

(تشحیذ الاذہان ۔مولفہ میاں محمود احمد۔ بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اس عبارت سے مطلع بالکل صاف ہو گیا ہے کیونکہ دعا جملہ انشائیہ ہے اور پیشگوئی جملہ خبریہ ہے۔ جملہ خبریہ صادقہ کا تحقق ضروری ہے۔مرزا صاحب نے آئت قرآنیہ کے الفاظ میں قسم کھا کر اس مضمون کو جملہ خبریہ کی صورت میں دکھایا ہے۔اس لئے باپ بیٹا دونوں اس پر متفق ہیں کہ اشتہار جملہ خبریہ ہے جس کا وقوع ضروری ہے۔ایک اور بات بڑی ضروری یہ ثابت ہوئی کہ مرزا صاحب کا الہام مندرجہ اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء اجیب دعوۃ الداع اسی دعا کے متعلق ہے نہ کسی اور کے۔پس خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے دعا کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔خدا نے اس دعا کی منظوری کا الہام کیا۔اسکے بعد یہ دعا پیش گوئی کے رنگ میں آگئی ۔پھر کیا ہوا :

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر۔کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

لاہوری گروہ کے سربراہ چونکہ انگریزی میں ایم اے ہیں لہذا انگریزیت ان پر غالب ہے اسلئے وہ اشتہار کے دعا ہونے کا اور اس کی قبولیت کا اعتراف بھی کرتے ہیں مگر انگریزی طریق پر جس میں بجائے صفائی کے تکدر غالب ہو۔ چنانچہ مولوی صاحب موصوف کے الفاظ یہ ہیں

' ہم تو اس بات کے معترف ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی بددعا اس (ثناءاللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاءاللہ دیکھ لے گا '

(مقولہ محمد علی لاہوری در رسالہ ریویو قادیان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

ناظرین یہ ہے پیر پرستی کا اثر کہ ایک طرف حق صریح ہے دوسری طرف ایک بناوٹی بت ہے جس کی حفاظت کرنے کا ٹھیکہ لے رکھا ہے اس لئے حق غلبہ کرکے زبان قلم سے نکلنا چاہتا ہے بلکہ بزور نکل گیا ہے مگر بے سمجھوں کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کو یہ پخ لگادی گئی ہے کہ 'نتیجہ دیکھ لیگا' ۔

احمدی دوستو! نتیجہ سوائے موت کاذب اور حیات صادق کے اور کیا ہے جس کو بزمانہ مستقبل دیکھنے سے ڈرایا جاتا ہے۔ کیا اللہ سے ڈرنے والے راست گوؤں راستی پسندوں کی باتیں ایسی ہی ہوتی ہیں: مـا هكذا يا سعد نور د الا بل

مولوی محمد علی صاحب:

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

نوٹ: یہ مضمون مباحث قادیان کا فیصلہ کن ہے اس لئے میں نے اس کے متعلق مستقل رسالہ فیصلہ مرزا اردو عربی اور انگریزی میں شائع کیا ہوا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۰ ص ۳۔۶)

جھوٹا اور پیر پرست کون؟

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین مندرجہ ذیل مضمون سے اس سوال کا جواب حاصل کریں۔

اخبار پیغام صلح لاہور میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کا خطبہ جمعہ شائع ہوا ہے جس میں مولوی صاحب نے کذب گوئی و پیر پرستی کی بہت مذمت کی ہے جو نہایت عمدہ بات ہے واقعی جو بولنے والے اشخاص حق کی تبلیغ میں کبھی کوشاں نہیں ہو سکتے ان کی تمام لفاظی لسانی محض دنیا طلبی اور زر پرستی کے لئے ہوتی ہے۔

مگر اس کا کیا جواب کہ خود مولوی صاحب کا طرز عمل آج تک یہی رہا ہے کہ انہوں نے نہ صرف خود اپنی تمام عمر پیر پرستی میں بسر کی ہے بلکہ دیگر لوگوں کو ایک جھوٹے بت کی پرستش کے لئے بشد و مد دعوت دیتے

اور دے رہے ہیں مولوی صاحب کو یہ مضمون لکھنے کی اس لئے ضرورت ہوئی کہ بقول ان کے اخبار زمین دار و احسان نے ان کے ایک بیان کو جو بمقدمہ مولوی عطاء اللہ صاحب بخاری عدالت میں دیا غلط چھاپا ہے اور باوجود مولوی صاحب کے انکار کے بھی اس کی تردید نہیں کی۔

حالانکہ اگر یہ واقعہ صحیح ہو تو بھی ملکی اخبارات اس بات پر، خدائی مامور نہیں کہ وہ ہر بات کی چھان بین بطریق محدثین کریں اور نہ ہی وہ قادیانی جماعت کے تنخواہ خور ہیں کہ ان کی خاطر اپنے قیمتی اخبارات کے صفحات سیاہ کریں ایک نامہ نگار کی اطلاع پا کر انہوں نے بیان کر دیا آپ کے نزدیک اس میں غلطی تھی آپ نے اس کی تردید کر دی قصہ ختم۔

مولوی صاحب! آپ کو زمین دار اور احسان پر تو بہت غصہ آیا مگر آپ کے پیر، نہیں نہیں مسیح موعود حضرت مجدد زمان نے جو صدہا خلاف واقعہ امور اپنی تصنیفات میں لکھے ہیں ان پر آپ نے آج تک نوٹس کیوں نہیں لیا؟ حالانکہ بارہا آپ کے روبرو ان واقعات کو پیش کر کے جواب طلب کیا بلکہ پانچ پانچ سو روپئہ انعام کا لالچ بھی دیا گیا مگر آپ نے محض پیر کے لحاظ سے آج تک نہ ان کی تصحیح کی اور نہ ہی پیر پرستی سے منہ موڑا اگر آپ کو یاد نہ رہا ہو تو ہم آپ کی یاد تازہ کرانے کو ایک مثال پیش کرتے ہیں ملاحظہ ہو آپ کے حضرت مسیح موعود راقم ہیں:

> مولوی غلام دستگیر (قصوری) نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ وہ (مرزا) اگر کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔ (اربعین نمبر ۳ ص ۱۱)

اس مضمون کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اربعین نمبر ۳ صفحہ ۱۲، ۱۴ و نمبر ۴ صفحہ ۱۳ و ضمیمہ اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ و کتاب نزول المسیح صفحہ ۳۱ و اعجاز احمدی وغیرہ کتب میں بھی لکھا ہے حالانکہ یہ صریح خلاف واقعہ ہے۔ ان ہر دو علماء نے اپنی تالیفات میں ہرگز یہ بات نہیں لکھی۔

مولوی صاحب: کیا اس قسم کی صریح غلط بیانیاں کرنے والے شخص کو مسیح موعود وغیرہ ماننے والے اشخاص کا یہ منہ بھی ہے کہ وہ لوگوں پر پیر پرستی و کذب بیانی سے اجتناب کا وعظ کریں لم تقولون مالا تفعلون

مولوی صاحب! اگر آپ فی الواقع پیر پرست نہیں ہیں تو آؤ تین ججوں کے سامنے اس مسئلہ کو پیش کر کے ان سے فیصلہ کرالیں کیا آپ اس پر آمادہ ہوں گے؟ نہیں کیونکہ پیر پرستی ایک خوفناک اور نہ ہٹنے والی بیماری ہے۔ آگے چلئے آپ نے اسی ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ

حضرت مسیح موعود کی زندگی کی طرف دیکھو آپ ہمیشہ صداقت پر قائم رہے مقدمات کے دوران آپ کو ایسے مواقع بھی پیش آئے کہ سچ بولنے میں قید کا خطرہ تھا لیکن آپ نے خطرہ کی مطلق پرواہ نہ کی۔ (پیغام صلح لاہور ۱۹۔ اپریل ۱۹۳۵ء ص ۵)

حالانکہ حقیقت اس کے سراسر خلاف ہے۔ مرزا صاحب نے مقدمات کے دوران اپنے بچاؤ کی خاطر اسی قدر جائز وناجائز کوشش کی جتنی کہ ایک دنیادار شخص سے ممکن ہے۔ ثبوت سنیئے،

جن لوگوں نے حکیم محمد حسین قریشی مرزائی کا رسالہ خطوط امام بنام غلام، اور مرزا صاحب کی کتب جن میں مرزا جی نے بڑے فخر سے لاکھوں روپیہ کی اپنی آمد بتائی ہے، دیکھی ہیں ان پر واضح ہے کہ مرزا جی نے مریدوں کے مال سے خوب گل چھرے اڑائے ہیں۔ آمد وخرچ کا حساب کتاب اسی لئے مرزا جی نے کوئی نہ رکھا تھا کہ جو چاہوں کروں جس طرح چاہوں عیش اڑاؤں۔

اس بات کو مرزا جی کے بعض دنیا طلب معزز مرید بھی بھانپ رہے تھے مگر یارائے دم زدن نہ رکھتے تھے۔ ایک دفعہ بعض من چلے مریدوں نے باہم مشورہ کر کے ایک مرید سے کہلوا ہی دیا (مولوی صاحب! یہ مرید آپ ہی تو نہ تھے؟ معمار) کہ حضور! غریب ونادار مریدوں کے گاڑھے پسینے کی کمائی یوں بے دردی سے مت اڑائیے۔ باقاعدہ حساب کتاب ایک کمیٹی کے سپرد کریں۔ پھر کیا تھا مرزا صاحب بہت لال پیلے ہوئے اور قائل کو خوب سنائیں ساتھ ہی کمال شان مسیحائی سے کہا کہ:

میں تاجر نہیں کہ حساب کتاب رکھوں میں کسی کمیٹی کا خزانچی نہیں کہ کسی کو حساب دوں میں بلند آواز سے کہتا ہوں کہ ہر ایک شخص جو ایک ذرہ بھی میری نسبت اور میرے مصارف کی نسبت اعتراض اپنے دل میں رکھتا ہے اس پر حرام ہے کہ ایک کوڑی میری طرف بھیجے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۵ء)

حاصل یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مریدوں کے مال سے خوب من مانی موجیں اڑائی

ہیں ۔اس کا مزید ثبوت سننا چاہو تو حضرت خلیفۃ المسیح یعنی مولوی نور الدین صاحب کی شہادت ملاحظہ فرمائیں جوانہوں نے بمقدمہ ٹیکس متعلقہ مرزا صاحب روبروئے تحصیل دار صاحب دی ہے کہ:

لوگ مرزا صاحب کو ان کے خرچ کے لئے بطور ہدیہ کے پیری مریدی کے طور پر دیا کرتے ہیں۔

(روداد مقدمات قادیانی۔ص۴۷)

مگر جناب مرزا صاحب، ہاں قادیانی مسیح موعود، ہاں ہاں حضرت مجدد زمان کی راست گوئی ملاحظہ ہو کہ آپ نے اسی مقدمہ انکم ٹیکس میں جو بیان دیا ہے وہ بالفاظ تحصیل دار صاحب یہ ہے:

مریدوں سے سالانہ آمدنی قریباً چار ہزار روپئہ کے ہوتی ہے اور (مرزا) کے ذاتی خرچ میں نہیں آتی مرزا غلام احمد نے یہ بھی بیان دیا کہ اس کی ذاتی آمدنی باغ زمین اور تعلقہ داری کی اس کے خرچ کے لئے کافی ہے اس کو کچھ ضرورت نہیں کہ وہ مریدوں کا روپئہ ذاتی خرچ میں لاوے۔

(ضرورت الامام۔ص۴۵)

مولوی محمد علی صاحب! انکم ٹیکس سے ڈر کر حکومت کی حق تلفی کرنے کو اس طرح غلط بیانی کرنا آپ کے نزدیک کذب نہیں؟ انصاف

مثال نمبر۲۔ قادیانی مرزا جی نے اپنی اغراض کو پورا کرنے کے لئے آمدنی چندہ کو بظاہر پانچ مدات پر تقسیم کر رکھا تھا (جن کا حساب کتاب کوئی نہ تھا جیسا کہ گذر چکا) وہ پانچ مدات مندرجہ ذیل ہیں:

اول مہمان خانہ، دوم مطبع، سوم مدرسہ چہارم سالانہ اور دیگر جلسہ جات، پنجم خط و کتابت۔

(رپورٹ تحصیل دار مندرجہ ضرورۃ الامام ص۴۳۔۴۴)

ان سب مدات کے لئے جس قدر آمد خرچ ہوتا وہ سب بدست مرزا صاحب ہوتا تھا کسی غیر شخص کا اس میں دخل نہ تھا مولوی نور الدین شاہد ہیں کہ:

بعض صورتوں میں مرزا صاحب کو لوگوں سے ہدایت ہوتی ہے کہ ان کا روپئہ مہمان نوازی میں خرچ ہو اور بعض میں ایسی ہدایت نہیں ہوتی..مرزا صاحب کو اختیار ہے کہ وہ پانچ مدوں میں سے جس مد میں چاہیں خرچ کریں..میں (نور الدین) بھی مرزا صاحب کو اپنی گرہ سے روپئہ دیا کرتا ہوں

لیکن تخصیص نہیں ہوتی کہ وہ ان پانچ مدوں میں سے فلاں مد میں خرچ کریں۔

(روداد مقدمات قادیانی ص ۴۷)

اسی بیان کی تائید منشی تاج الدین تحصیل دار پرگنہ بٹالہ کی رپورٹ مندرجہ صفحہ ۴۴ ضرورۃ الامام سے بھی ہوتی ہے جس سے صاف عیاں ہے کہ جملہ مدات پر جس قدر خرچ وغیرہ ہوتا یا آمد ہوتی بلا دخل غیرے بدست مرزا جی ہوتی۔ مگر مرزا جی نے مقدمہ انکم ٹیکس میں روبروئے تحصیل دار صاحب یہ بیان دیا کہ:

جو آمدنی مدرسہ کی مد پر آتی ہے وہ اس آمدنی کے علاوہ ہے اور اسکا خرچ بھی علاوہ ہے میں نے انتظاماً وہ کام مولوی نورالدین صاحب کے سپرد کر رکھا ہے وہی حساب کتاب رکھتے ہیں اور بذریعہ اشتہار چندہ دہندگان کو اطلاع دی گئی ہے کہ اس کا روپیہ براہ راست مولوی نورالدین صاحب کے نام ارسال کریں۔ (ص ۷۲ روئداد مقدمہ۔ تائید ص ۴۳ ضرورۃ الامام)

اس بیان میں مرزا صاحب نے یہ صاف غلط بیانی کی ہے کہ مدرسہ کی آمد و خرچ کا حساب کتاب مولوی نورالدین کے سپرد ہے حالانکہ ہم اوپر خود مولوی نورالدین کے بیان سے ثابت کر آئے ہیں کہ انہیں ان امور میں دخل نہ تھا وہ خود بھی اپنا چندہ مرزا صاحب کو دیا کرتے تھے۔ اس کی مزید تائید مولوی صاحب مذکور کے اس بیان سے ہوتی ہے جو انہوں نے مقدمہ حکیم فضل الدین بنام مولوی کرم الدین جہلمی عدالت رائے گنگا رام مجسٹریٹ درجہ اول گورداسپور میں دیا کہ :

مدرسہ کا کام مرزا صاحب نے میری ذمہ نہیں ڈالا ہوا مدرسہ کے چندہ کا کام جب سے مدرسہ ہوا ہے کبھی میرے سپرد نہیں ہوا چندہ میرے نام کبھی نہیں آتا۔ (بیان مورخہ ۲۵ جون ۱۹۰۳ء روداد مقدمہ ص ۱۲۰)

مولوی محمد علی صاحب! قادیانی مرزا جی کی مذکورہ بالا غلط گوئی کے متعلق آپ کا کیا فتوی ہے؟

مثال نمبر ۳۔ ایسا ہی مقدمہ مذکورہ بالا میں حکیم مولوی نورالدین کا یہ بیان ہے کہ:

قادیان میں میرے خیال میں شاید تین چار مطبع ہیں حضرت صاحب کا اپنا مطبع کوئی نہیں

(رویداد مقدمات۔ ص ۱۲۲۔۱۲۳)

خود مرزا صاحب نے بھی مقدمہ حکیم فضل دین بنام مولوی کرم الدین ۱۹ اگست ۱۹۰۳ء کو بطور شاہد لکھایا کہ:

مطبع ضیاء الاسلام میرے خیال میں ۱۸۹۸ء سے جاری ہوا میں نے جاری نہیں کیا حکیم فضل دین اس کا مالک تھا آج تک وہی مالک ہے نفع نقصان کا وہی ذمہ دار ہے (روداد مقدمات ص ۱۴۸)

تحریرات مذکورہ سے ظاہر ہے کہ مرزا جی کا اپنا مطبع کوئی نہ تھا، لہذا مرزا جی کا مقدمہ انکم ٹیکس میں سرکاری ٹیکس سے بچاؤ کی خاطر قریباً ۵۰۰ روپیہ مطبع کا خرچ لکھانا مرزا جی کے صادق ہونے پر دلیل ہے یا غیر صادق پر۔ ملاحظہ ہو بیان مرزا صاحب:

خرچ مطبع اس سال تخمیناً ایک ہزار روپیہ ہوا ہے جس کا حساب کوئی نہیں اس میں مدات ذیل ہیں...کل کش، پریس مین ۔۔؟ اسفنجیا...، رولیا... سنگ ساز۔۔ وغیرہ۔۔کاغذ ماہوار. کل خرچ..؟..آمدنی مطبع کی حسب ذیل اس سال ہوئی: آمدنی فروخت کتب چار سو اٹھاسی روپیہ دس آنہ اس حساب سے خرچ مطبع آمدنی سے تخمیناً پانچ سو روپیہ کے قریب زیادہ آتا ہے ۔ یہ خرچ دوسری مدات سے دیا جاتا ہے۔ (روداد مقدمہ ص ۷۳)

اس بیان کی مجمل تائید ضرورت الامام کی منقولہ سابق تحریرات سے بھی ملتی ہے کہ مرزا جی نے آمدنی چندہ از مریدین کے خرچ کے لئے مدات بیان کیں جن میں مطبع کی مد بھی ہے۔ الحاصل ان بیانات میں صدق مقال کو ملحوظ نہیں رکھا۔

مثال نمبر ۴۔ مذکورہ بالا غلط بیانی پر انتہائی غلط آمیز کاروائی اور سنیئے کہ جب مرزا صاحب نے مقدمہ فضل دین میں اپنا مطبع ہونے سے انکار کیا (جیسا کہ اوپر مذکور ہو چکا) تو مخالف جو ایک دور اندیش ہے (یعنی مولوی الدین صاحب جہلمی) نے فوراً مقدمہ انکم ٹیکس والا بیان عدالت کے روبرو پیش کر دیا کہ یہ حضرت اس زمانے میں مطبع کو اپنا ذاتی قرار دے کر خرچ رولیا، اسفجیا، پریس مین وغیرہ بھی لکھا چکے ہیں پھر کیا تھا مرزا جی کے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے بقول مرزا صاحب ایک جھوٹ نبا ہنے کو سو جھوٹ بولنا پڑتا ہے۔ مرزا جی نے اسی پر عمل کر کے یوں جواب دیا:

جو بیان میرا روبروئے تحصیل دار صاحب بٹالہ بمقدمہ عذرداری انکم ٹیکس (آر ۱۶) میں

نے پڑھا ہے اس میں جو مطبع کا ذکر ہے اس سے مراد یہ ہے کہ مطبع میں جو کتابیں چھپوائی جاتی ہیں
(روداد مقدمہ ص ۱۴۸) (یعنی مطبع مراد نہیں بلکہ طباعت مراد ہے)

احمدی بھائیو! اپنے مسیح موعود کی اس مقدس راست گوئی پر شرمندہ نہ ہو جانا کہہ دو :

سچ مچ حضرت مسیح موعود کا یہی مطلب تھا اور اگر کوئی مخالف انکم ٹیکس والے بیان سے رولیا، اسفنجیا، سنگ ساز، پریس مین وغیرہ دکھاوے تو کہہ دینا کہ رولیا سے مراد براہین احمدیہ کی سلائی کٹائی تہہ بندی اور اسفنجیا سے حقیقۃ الوحی کی کٹائی اور سنگ ساز و پریس مین سے مراد میر عباس علی لدھیانوی ہیں جنہوں نے براہین احمدیہ کی اشاعت میں انتہائی سعی کی تھی۔ مرزا صاحب نے کیا سچ کہا ہے:

جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے، کون اس کو روکتا ہے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۳)

مثال نمبر ۵۔ مرزا صاحب نے بمقدمہ یعقوب علی تراب حسب ضرورت خود مصلحت وقت ایک طرف تو بیان دیا کہ پیر مہر علی شاہ گولڑوی نے خود مجھے ایک خط لکھا تھا مگر دوسری طرف عندالحاجت یوں کہا کہ وہ خط مولوی کرم الدین کے لفافہ میں مجھ کو ملا تھا چنانچہ مرزا صاحب کے الفاظ درج ذیل ہیں:

کارڈ پی نمبر ۵ وہ کارڈ ہے جو مولوی کرم الدین کے خط میں مجھ کو ملا جو ۲۱ جولائی ۱۹۰۲ء کو لکھا ہے۔

(روداد۔ص ۱۳۷)

احمدیو! تمہارے حضرت مسیح موعود نے مقدمہ حکیم فضل الدین بنام کرم الدین میں مورخہ ۱۹۔ اگست ۱۹۰۳ء کو کہا تھا کہ : عین الیقین اور حق الیقین عدالت کے ذریعہ میسر آتے ہیں۔ (روداد مقدمہ ص ۱۴۶۔ ۱۴۷)

اس جگہ ملاحظہ کرو کہ خود عدالت نے مرزا جی کی کذب بیانی پر دستخط کیے ہیں: بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

مولوی محمد علی صاحب! آپ کا دعوی تھا کہ مرزا جی نے مقامات کے دوران کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ خاکسار نے منجملہ کئی ایک امثلہ کے پانچ مثالیں آپ کی خدمت میں پیش کی ہیں دیکھئے آپ کیا کہتے ہیں۔

مولوی صاحب! آپ کا یہ فرمان بالکل حق ہے کہ:

آج اسلام اور قرآن پر ایمان لانے والے ایسے لوگ بھی ہیں کہ ان کے ہاتھ میں ہر وقت تسبیح اور زبان پر ذکر الہی لیکن جب جھوٹ بولنے پر اتر آتے ہیں تو اس قدر جھوٹ بولتے ہیں کہ کوئی

بڑے سے بڑا کذاب اور دہریہ بھی شاید نہ بول سکے بڑی بڑی مقدس شکلوں اور حیثیتوں والے لوگ عدالت میں حلف اٹھا کر کذب بیانیاں کرتے ہیں اور خدا سے نہیں ڈرتے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۹۔اپریل ۱۹۳۵ء)

کیا میں امید رکھوں کہ آپ میرے پیش کردہ کذبات کا کوئی صحیح جواب دیں گے یا مرزا صاحب کو چھوڑ کر صادق رسول اللہ ﷺ کی غلامی کا حلقہ اپنے لئے کافی سمجھیں گے اگر آپ ایسا نہ کریں گے تو میں آپ کو پیر پرست کہنے میں حق گو ہوں گا یا غلط گو۔ خیر میں آپ کے اس قول کی دل سے تائید کرتا ہوں کہ:

پیر پرستی ایک بری بیماری ہے کوئی بیماری شاید اس سے زیادہ بری نہیں اس بیماری سے غور وفکر کا مادہ تو بالکل فنا ہو جاتا ہے

مکرم مولوی صاحب!

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں گے تو ہم ان کو بتادیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۰ ص ۶۔۸)

جسٹس سر ظفر علی، خلیفہ قادیان کی تائید میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل اخبارات میں سر ظفر علی سابق جسٹس ہائی کورٹ پنجاب کی تحریروں کا بہت ذکر اذکار ہے کیونکہ انہوں نے آواز اٹھائی ہے کہ حکومت جماعت مرزائیہ کو مسلمانوں سے الگ اقلیت بنا دے۔ اس سے فریقین کو امن رہے گا۔ قادیانی اخبار اور قادیانی خلیفہ اس سے سیخ پا ہو رہے ہیں۔ غیظ وغضب میں کچھ بے معنی باتیں بھی کہہ جاتے ہیں۔ ہم نے اس موضوع پر کئی دنوں تک غور کیا تو ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ قادیانی جماعت اور خلیفہ قادیان کو سر ظفر علی صاحب کا مشکور ہونا چاہیے آج ہم اس معمے کو حل کرتے ہیں جس سے دونوں فریقوں میں مفا

ہمت ہو کر غلط فہمی دور ہو جائے گی۔ اس کے بعد دونوں فریق مل کر ہمارے شکر گزار ہوں گے۔ ان شاء اللہ

۱۹۲۴ء؟ میں خلیفہ قادیان نے سفر انگلستان کا تہیہ کیا تو انجمن احمدیہ قادیان سے دس ہزار روپیہ منظور کرایا۔ پٹیالہ سے درزی بلائے گئے جنھوں نے تمام پارٹی کی وردی ایک ہی شان کی تیار کی۔ بڑی شان کے ساتھ یہ کہہ کر سفر یورپ کو روانہ ہوئے کہ وہاں اسلام کی اشاعت کے ذرائع پر غور کریں گے وہاں پہنچ کر ایسی بے دردی سے روپیہ اڑایا کہ بجائے دس ہزار کے اسّی (۸۰) ہزار خرچ ہوا۔ اس سفر میں کام کیا کیا؟ وزیر ہند سے ملے اپنی وفاداری جتا کر درخواست کی کہ: کونسلوں اور اسمبلی میں ہماری نمائندگی الگ کر دی جائے۔،،

وزیر ہند نے خدمات کا اعتراف کیا مگر نمائندگی علیحدہ کرنے میں اپنی مشکلات پیش کر کے انکار کر دیا۔

ہم نے اس واقعہ کو معتبر ذریعہ سے اطلاع پا کر اسی زمانہ میں اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیا تھا اور یہ بھی لکھ دیا تھا اور اب بھی لکھتے ہیں کہ خلیفہ صاحب قادیان اگر انکار کریں تو حلف موکد بعذاب اٹھائیں جو وہ دوسرے منکروں سے حلف طلب کیا کرتے ہیں۔ اس واقعہ سے ثابت ہے کہ علیحدہ نمائندگی اہل قادیان کا عین مدعا ہے۔ یہ تو واضح بات ہے کہ نمائندگی میں امتیاز جماعتی امتیاز پر موقوف ہے۔ پس آج جو سر ظفر علی نے مرزائی جماعت کو علیحدہ کرنے کی تحریک کی ہے۔ یہ دراصل قادیانی تحریک کی تائید ہے۔ اس لئے قادیانی جماعت کو سر موصوف کا شکر گذار ہونا چاہیے اور دونوں کو ہمارا شکریہ بھی ادا کرنا چاہئے کیونکہ ہم نے پرانا ریکارڈ پیش کر کے ان دونوں میں مصالحت یا کم سے کم مفاہمت کرا دی۔ قادیانی ممبرو!

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۰ ص ۱۵)

خاتم النبیین

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

بیسیوں آیات وصدہا احادیث سے بعبارۃ النص ثابت ہے کہ حضور سرور کائنات ﷺ کے بعد کوئی

شخص بھی نبی بنا کر نہ بھیجا جائے گا۔ مگر خدا بھلا نہ کرے غیر صادق زر پرست مدعیوں کا کہ انہوں نے اس بدیہی عقیدہ میں رخنہ ڈالنے کی پوری جدوجہد کی۔

منجملہ غیر صادق مدعیان کے مرزا غلام احمد قادیانی ہیں جنہوں نے اپنے ہم مشرب مدعیان سابق کی نقالی کرتے ہوئے دعویٰ نبوت کر کے اسلامی وحدت کے شیرازہ کو بکھیرنے اور پراگندہ کرنے کی طرح ڈالی وہ تو بیج بو کر چلے گئے اور خدا جانے روحانی ہسپتال کے کس درجہ میں پڑے ہوں گے مگر ان کا ڈالا ہوا بیج پھل لایا جس سے وہ کانٹے دار جھاڑیاں پیدا ہوئیں کہ دامان اسلام آج ان کی منحوس و نا مبارک نوکوں سے چھلنی ہوا جاتا ہے اللھم اید الاسلام و المسلمین

اس فرقہ ضالہ کی طرف سے حضرت ختم المرسلین محمد ﷺ کی ختم المرسلینی کو توڑنے کیلئے جس قدر نا مبارک کوشش اور پر از فریب و مغالطہ کاروائی عمل میں آئی ہے اسکی تردید ہم محمدیہ پاکٹ بک بجواب پاکٹ بک مرزائیہ میں بخوبی کر چکے ہیں۔

مگر یہ لوگ آئے دن اپنی تحریفات کو اخبارات میں شائع کر کے اپنے نامہ اعمال کی گٹھڑی کو بوجھل بنانے کے شائق ہیں اسلئے ان کی تحریفات کے جواب میں یہ سطور اخبار میں شائع کرنے کی حاجت ہوئی۔

الفضل قادیان .. اپریل ۱۹۳۵ء میں یہ مضمون شائع ہوا ہے کہ:

ازروئے احادیث آنحضور ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت جاری ہے

مضمون نگار نے سب سے پہلے آیت خاتم النبیین میں تحریف معنوی کی ہے کہ:

خاتم کے معنی مہر کے ہیں، مہر کی اصلی غرض تصدیق کرنا ہے لہذا خاتم النبیین کے معنی مصدق النبیین کے ہوئے۔

اس کے جواب میں ہم آیت کا صحیح ترجمہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں سے نقل کر دیتے ہیں۔ ملاحظہ ہو

ما کا ن محمد ابا ا حدٍ من ر جا لکم ولکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین

(یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔) یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول (ہو کر) دنیا میں نہیں آئے گا۔

(مرزا جی کی الہامی کتاب موسومہ ازالہ اوہام۔ص ۶۱۴ و ۲۵۲طبع اول)

صاف واضح ہے کہ خاتم النبیین کے معنی نبیوں کو بند کرنے والا کے ہیں۔

تفسیر نبوی ﷺ۔

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین الا تعلم ان الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا ﷺ خاتم الا نبیاء بغیر استثنا و فسره نبینا فی قوله لا نبی بعدی . (حمامة ابشری. ص ۲۰) .

ترجمہ از مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور در کتاب النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۱۴۰:

محمد ﷺ تم میں سے کسی ایک شخص کے باپ تو نہیں مگر اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں۔ کیا نہیں جانتے کہ خدائے کریم ورحیم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا اور ہماری نبی ﷺ بطور تفسیر آیت مذکور فرمایا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہ عبارت بھی صاف ہے کہ خاتم النبیین کے معنی خود رسول اللہ ﷺ نے نبیوں کو ختم کرنے کے ہیں۔، صاف حدیث ہے

انّه سیکون فی امّتی کذابون ثلاثون کلّھم یزعم انه نبی الله و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی (مشکوۃ کتاب الفتن فصل ثانی)

(یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ دنیا کے اخیر تک قریب تیس کے دجال پیدا ہوں گے)

(جو نبوت کا دعوی کریں گے۔معمار)

لفظ خاتم ازروئے کتب لغات:

خاتم کسی چیز کو اس طرح بند کرنے کو کہتے ہیں کہ بند شدہ شئے سے نہ خارج ہو سکے، نہ مزید داخل ہو سکے۔ یہاں تک کہ مہر توڑی جاوے۔ جیسے لفافہ بند کرنا، یا پارسل یا بوتل چونکہ بند عموماً لاکھ کی مہر سے کیا جاتا ہے یا صرف کندہ نگینہ کے نقش کرنے سے اس لئے مجازاً اس مہر یا نگینہ کو بھی خاتم کہا جاتا ہے۔ ایسا ہی بباعث اس کے کہ نگینہ اکثر اوقات ہاتھ کی انگوٹھی میں جڑا ہوا ہوتا ہے، بدیں مناسبت انگوٹھی کو بھی خاتم کہا جاتا ہے۔ یہ

سب مجازی معنی ہیں۔لفظ خاتم بحسب الوضع حقیقی معنوں میں صرف بند کرنے کے معانی رکھتا ہے۔یہی مفہوم اس کے مجازی معنوں میں بھی موجود ہے۔

قرآن پاک سے ایک مثال:

کفار کہتے تھے کہ محمد ﷺ نے خدا پر افتراء کیا ہے خدا تعالی فرماتا ہے

فا ن یشأ اللـہ یـختـم علی قلبك و یمح الله البا طل و یحق الحق بکلما تہ .

(الشوری:۲۴)(اگر خدا چاہے تو اس کا اثر نا بند کر دے پر وہ بند نہیں کرتا کیونکہ ..وہ احقاق حق اور ابطال باطل اپنے کلمات سے کرتا ہے)۔(براہین احمدیہ مصنفہ مرزا۔ص ۵۵۳)

لفظ مہر و خاتم از کتب مرزا قادیانی:

وید کی رو سے تو خوابوں اور الہاموں پر مہر لگ گئی ہے۔(حقیقۃ الوحی ص ۳)

اسی مطلب کو دوسری جگہ مرزا جی نے بدیں الفاظ ادا کیا ہے:

۱۔وید کا پرمیشر ابتدائے زمانہ کے بعد ہمیشہ کے لئے اپنا الہام نازل کرنے سے عاجز ہو جاتا ہے۔

(چشمہ معرفت۔ص ۱۳۴)

۲۔میرے بعد میرے والدین کے گھر اور کوئی لڑکا لڑکی پیدا نہیں ہوا۔میں ان کیلئے خاتم الاولاد ہوں (تریاق القلوب۔ص ۱۵۷ طبع اول ۔ص ۳۷۹ طبع دوم)

۳۔ خدا کی کتابوں میں مسیح موعود کے کئی نام ہیں۔ایک نام اس کا خاتم الخلفاء ہے یعنی ایسا خلیفہ جو سب کے آخر آنے والا ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۸)

۴۔محمد ﷺ کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۲۲۴)

خاتم النبیین از کتب لغت

۱ . و من اسماء ہ ﷺ الخا تِم و الخا تم و ھو الذی ختم النبوۃ بمجیئہ

(تاج العروس)(یعنی آپ کے اسمائے شریفہ سے خاتِم اور خاتَم ہیں جس کے معنی ہیں کہ آپ نے نبوت کو ختم کر دیا)

۲ . الخاتِم و الخاتم من اسماء النبی ﷺ و فی التنزیل العزیز ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین ای آخرھم۔

(تھذیب الازھری بحوالہ البیان)

اسی کے قریب قریب جملہ کتب لغت میں مرقوم وموجود ہے۔

آیت خاتم النبیین کی مختصر سی تشریح کے بعد ہم مرزائی مضمون نگار کی چند قابل جواب تحریفات کا جواب لکھتے ہیں۔

تحریف مرزائی

ا۔ہم درود شریف میں آنحضرت ﷺ پر خدا کی ویسی ہی رحمت طلب کرتے ہیں جیسی ابراہیمؑ اوراس کی آل پر ہوئی، یعنی دیگر رحمتوں کے ساتھ ساتھ نبوت تھی۔(مفہوم)

جواب: اگر درود شریف پڑھنے سے تم لوگوں کا یہی مفہوم ہوتا ہے تو تم سے بڑھ کر رسول اللہ ﷺ کی توہین کرنے والا،اور تمہاری اس دعا سے بڑھ کر لغو ولچر دعا شاید ہی کوئی ہو۔

رسول اللہ ﷺ کو وہ افضل واتم شریعت عطا ہوئی کہ جملہ انبیاء کی شریعتیں مل کر بھی اس پایہ کی نہ ہوں۔پھر تمہاری یہ کس قدر گستاخی ہے کہ باوجود کہ آج سے تیرہ سو برس پیشتر جو اعلی واحسن کامل ومکمل شریعت آنحضرت ﷺ کو عطا ہوئی تم اس کی عوض آنحضرت ﷺ کے لئے ایسی شریعت چاہتے ہو جو ابراہیم کو ملی تھی

اتستبدلون الذی ھو ادنی بالذی ھو خیر

آپ ہی اپنے ذرا جور و جفا کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

ماسوا اس کے یہ کیا لغویت ہے کہ خدایا! محمد ﷺ کو ابراہیمؑ جیسی نبوت دے حالانکہ آپ سیدالمرسلین ہیں۔

باقی رہا یہ کہ جس طرح آل ابراہیم کو نبوت دی گئی،اسی طرح آل محمد کو دی جائے گی۔،

یہ خیال بھی ازسرتاپا مجنونانہ ہے۔درود شریف سے یہ مفہوم نکالنا بچند وجوہ باطل لغو ولچر بے ہودہ ہے:

۱۔ نامہ نگار نے خود لکھا ہے کہ، انبیاء سابقین کی طفیل سے کوئی شخص نبی بنا، ایسا ہی مرزا جی نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے:

حالانکہ امت محمدیہ میں باعتقادشما وہی نبوت ہے جو آنحضرتﷺ کی پیروی سے ملے۔ (ملاحظہ ہو اشتہار ایک غلطی کا ازالہ۔ص ۶۴۔۶۵، استفتاء حقیقۃ الوحی)

اندریں صورت درود شریف میں تمہارے جیسے داناؤں کا یہ مانگنا کہ الٰہی ہمیں وہ نبوت عطا کر جو انبیائے سابقہ کو ملی تھی ایک ایسا لغو مطالبہ ہے کہ لا نظیر له و لا مثال له۔

۲۔ حضرت ابراہیمؑ کی آل پر تو یہ بھی رحمت ہوئی تھی کہ ان میں صاحب کتاب وشریعت نبی ہوئے۔ کیا امت محمدیہ میں بھی تم لوگ قرآن کے بعد کسی دوسری شریعت کی آمد کے طالب ہو؟

پھر تو قادیان سے ڈیرا اٹھا کر ایرانی نبی کے ہاں اڈہ جماؤ کہ وہ صاحب کتاب نبی ہونے کا بھی مدعی ہے۔

اگر درود شریف میں شریعت والی نبوت کو تم مستثنیٰ کرتے ہو، کیونکہ ایسا دعوی مرزا کے نزدیک کفر ہے (ملاحظہ ہو بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء) تو فرمائیے یہ استثناء کس بنا پر ہے۔

اگر خاتم النبیین والی آیت اور لا نبي بعدي والی حدیث صحیح ہے جیسا کہ خود تم نے لکھا ہے:

ہم کہتے ہیں کہ لا نبی بعدی شرعی نبی کیلئے روک ہے غیر شرعی آسکتا ہے،

تو یہی جواب ہمارا ہے کہ اس آیت وحدیث میں ہر قسم کی نبوت جدیدہ کی بندش ہے جیسا کہ ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں خود مرزا صاحب کی زبان سے مزید سننا چاہو تو سنو:

۱۔ لا نبی بعدی میں نفی عام ہے۔ (ایام الصلح اردو۔ص ۱۴۶)

۲. الا تعلم انّ الرب الرحيم المتفضل سمّى نبينا خاتم الانبياء بغير استثناء۔ (حمامة البشرى. ص ۲۰)

۳۔ خدا نے اپنی تمام نبوتوں اور رسالتوں کو قرآن شریف اور آنحضرتﷺ پر ختم کر دیا۔

(قول مرزا در اخبار الحکم ۱۷۔اگست ۱۸۹۹ء)

آمدم برسر مطلب: درود شریف سے اجرائے نبوت پر استدلال کرنا محض یہودیانہ کھینچ تان ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی محرف کی نظر الفاظ کما صلّیت علی ابرا ھیم و علی آل ابراھیم پر ہے ۔ وہ لفظ کما سے مشابہت تامہ سمجھ رہا ہے حالانکہ (مرزا نے لکھا ہے):

یہ ظاہر ہے کہ (ہر ایک جگہ) تشبیہات سے پوری پوری تطبیق (یا مشابہت مفہوم) نہیں ہوتی بسا اوقات ایک ادنی مماثلت بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری پر اطلاق کر دیتے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول حاشیہ ص ۲۷، طبع دوم حاشیہ ص ۳۰)

خلاصہ جواب یہ کہ درود شریف میں جن رحمتوں کو طلب کیا جاتا ہے وہ نبوت کے علاوہ ہیں۔ وجہ یہ کہ:

قرآن شریف آیت الیوم اکملت لکم دینکم

اور آیت و لکن رسول الله و خاتم النبیین

میں صریح نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم کر چکا ہے (تحفہ گولڑویہ۔ طبع اول۔ ص ۵۲)

ازانجملہ آیت خاتم النبیین کے مفہوم کو الٹنے کے لئے ایک دلیل مرزائی نے یہ پیش کی ہے کہ:

آنحضرت ﷺ نے حضرت عباس ؓ کو مخاطب کر کے فرمایا فیکم النبوۃ و المملکۃ الخلافۃ فیکم والنبوۃ (حجج الکرامۃ ص ۱۹۷ و کنز العمال. ج ۶ ص ۱۷۹)

جواب۔ پہلی روایت حجج الرامۃ وکنز العمال دونوں میں موجود ہے مگر دوسری صرف کنز العمال میں ہے۔ لہذا مضمون نگار کا اسے حجج الکرامۃ کی طرف نسبت کرنا جھوٹ ہے۔

دوسرا فریب یہ ہے کہ پہلی روایت کے بعد ساتھ ہی حجج الکرامۃ میں لکھا ہے واخرجہ البزاز و در سندش محمد عامری ضعیف است، جسے مرزائی محرف نے چھوا تک نہیں حالانکہ اس کا فرض تھا کہ ختم نبوت کی متعلقہ صریح و بین آیات کے مقابلہ پر اپنی روایت کو مدلل تو بڑی بات ہے کم ازکم اس کے چہرہ سے اس بدنما داغ کو مٹاتا مگر افسوس کہ اس نے اپنا فرض ادا نہ کر کے اپنی سیاہ اعتقادی کو اور بھی تاریک کر دیا ہے۔ ہم علی الاعلان کہتے ہیں کہ یہ سیاہ داغ جو اس جعلی روایت کے ماتھے پر قدرت نے نقش کر دیا ہے اسکے دور کرنے میں مرزائی صاحبان کبھی کامیاب نہ ہوں گے۔

الغرض یہ روایت از روئے سند صحیح نہیں پھر اس پر لطف یہ کہ درایۃً بھی اس کا کذب عیاں ہے وجہ یہ کہ یہ الفاظ حضرت عباسؓ کو مخاطب کر کے کہے گئے ہیں حالانکہ بنو عباس میں اس کے بعد آج تک کوئی شخص بھی نبی نہیں ہوا۔ باقی رہے مرزا قادیانی، وہ تو ہیں ہی مغل۔ (ملاحظہ ہو تذکرۃ الشہادتین ص ۳۴)

البتہ ایک طرح سے یہ روایت درایۃً صحیح ہو سکتی یعنی بعد صحت سند کے آنحضرت ﷺ کا یہ مطلب لیا جائے کہ چونکہ حضرت عباس خاندان بنی ہاشم سے آنحضرت ﷺ کے چچا ہیں لہذا فیکم النبوۃ سے مراد نبوت محمدی لی جائے اور یقیناً اگر یہ روایت صحیح ہو تو آنحضرت ﷺ کا یہی مطلب ہے۔ دلیل یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے بار بار فرمادیا کہ:

میرے بعد کوئی نبی (ہوکر) نہیں آئے گا۔ (کتاب البریۃ حاشیہ ص ۱۳۴)

ایک دلیل مرزائی محرف نے یہ پیش کی ہے:

حضور ﷺ نے فرمایا: تکون النبوۃ فیکم ما شاء اللہ ان تکون ثم یرفعھا اللہ تعالی ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ ما شاء اللہ ... ثم تکون ملکا عاضاً فیکون ما شاء اللہ .. ثم تکون ملکا جبریۃ فیکون ما شاء اللہ .. ثم تکون خلافۃ علی منھاج النبوۃ. چنانچہ اس کے مطابق خلافت راشدہ قائم ہوئی پھر اس کے بعد دولت بنو امیہ و عباسیہ کی سخت گیری کا زمانہ آیا..اس کے بعد ضروری تھا کہ کوئی آسمانی شخص پیدا ہو وہ مرزا صاحب ہیں۔ (مفہوم)

جواب: حدیث میں کوئی لفظ ایسا نہیں جس میں کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کا ذکر بلکہ اشارہ بھی ہو۔ صاف الفاظ ہیں کہ میرے بعد منہاج نبوت پر خلافت قائم ہوگی اور اس کے شاہی اس کے بعد جبری حکومت اس کے بعد پھر خلافت منہاج نبوت پر ۔

پہلی خلافت منہاج نبوت والی خود تمہیں مسلّم ہے کہ خلافت راشدہ ہے۔ دوسری خلافت یا تو وہی ہے جس کا خود اس روایت کے راوی کو خیال ہے یعنی حضرت امام عمر بن عبدالعزیز کی خلافت، یا ہمارے زمانہ

میں سلطان عبدالعزیز بن سعود کی، یا آخری زمانہ میں حضرت امام مہدی کی۔

بتلایئے اس میں نبوت کا کہاں ذکر ہے، اس لفظ پر انگلی رکھئے۔

اے جناب! نبوت تو بعد آنحضرت ﷺ کے بند ہی ہو چکی۔ تمہارے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو تو اس حدیث کی رو سے خلافت بھی نہیں پہنچ سکتی کیونکہ یہاں اس خلافت کا ذکر ہے جو عدل وانصاف کی رو سے خلافت راشدہ کے مطابق ہو تمہارے حضرت مرزا غلام احمد صاحب تو ساری عمر بقول خود یاجوج ماجوج کی چوکھٹ پر جبیں رگڑتے رہے۔ شرم شرم

آگے چلو! ایک دلیل یہ دی گئی ہے کہ حدیث میں ہے

ابو بکر خیر النّاس بعدی الّا ان یّکو ن نبی (کنز العمال۔ ج۹ ص۱۲۸)

جواب: کنز العمال جلد ۹ صفحہ ۱۲۸ میں اس روایت کو تلاش کرنا کیسے۔ اس کی تو جلدیں ہی ۹ نہیں ہیں بہر حال یہ حوالہ غلط ہے۔

البتہ یہ روایت کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۸ پر موجود ہے اس کے ساتھ ہی یہ لکھا ہوا ہے

ھذا الحدیث احد ما انکِر یہ حدیث ان میں سے ایک ہے جس کا انکار کیا گیا ہے۔ یعنی روایت ہی موضوع نہیں بلکہ جھوٹی سے بھی ایک درجہ اتر کر جھوٹی لہذا مرزائی محرف کا اس جیسی روایت کا ذبہ پر استدلال کرنا ہمارے لئے تو مسرت کا مقام ہے۔ آہ

رسول قادیانی کی رسالت۔ جہالت ہے بطالت ہے ضلالت

(مولانا ثناءاللہ نے حاشیہ پر تشریح کرتے ہوئے بتایا ہے کہ یہ حدیث اصول روایت ہی سے غلط نہیں، قواعد نحویہ کی رو سے بھی غلط ہے)

ذرا ٹھہریئے۔ لو ہم اس روایت کو چند منٹ کے لئے بطور فرض محال صحیح تسلیم کر لیتے ہیں تاہم مرزائی استدلال غلط کا غلط رہتا ہے جو استدلال مرزائی نامہ نگار اس روایت سے کر رہا ہے۔ یعنی امت محمدیہ میں آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت جاری ہے۔ روایت کے الفاظ اس مفہوم کے متحمل ہی نہیں ہیں معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح مرزائی مستدل ایمان و دیانت سے کورا ہے اسی طرح علوم خادمہ صرف ونحو سے بھی نابلد ہے

تحقیق بالا سے صاف عیاں ہے کہ یہ رویت بصورت صحیح ہونے کے بھی ختم نبوت کے منافی نہیں اور نہ ہی

اجراء نبوت پر دلیل

خلاصہ کلام یہ کہ:

ختم الله بر سو لنا النبيين .(تحفہ بغداد ۔ص۷، ازمرزا قادیانی)

(یعنی اللہ تعالی انبیاء کے سلسلہ کو ہمارے نبی ﷺ پر ختم کر چکا ہے)۔

پس آپ کے بعد دعوی نبوت کرنے والا انہی القابات کا مستحق ہے جو خود مرزا غلام احمد صاحب نے تحریر کیئے ہیں یعنی

ا۔ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں۔(اشتہار مرزا جنوری ۱۸۹۷ء۔درتبلیغ رسالت ج۶ص۲)

۲۔ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت کو کاذب کافر جانتا ہوں

(اشتہار مرزا ۲۱۔اکتوبر ۱۸۹۱ء درتبلیغ رسالت ج۲ص۲)

۳۔ نبی ﷺ کے بعد نبی ماننا استخفاف شان محمد ﷺ تکذیب کلام الہی دلیری وگستاخی ہے۔

(ایام الصلح ۔ص۴۶)

۴۔ جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو بے دین دائرہ اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔

(تبلیغ رسالت ۔ج۲ص۲۲)

۵۔(مدعی نبوت) ملعون خسر الدنیا والآخرۃ۔(انجام آتھم ص۴۵)

۶۔مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا بھائی بد بخت مفتری (انجام آتھم ص۲۷۔۲۸ حاشیہ)

مرزائیو! تحریرات بالا کے بعد الفاظ ذیل پڑھو۔ مرزا جی راقم ہیں:

قانون قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں۔ (حاشیہ استفتا۔ص۷۔۸)

اس کے بعد انصاف سے جواب دو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ساتھ قانون قدرت کا معاملہ کن اشخاص جیسا رہا؟

انبیاء کی طرح یا سخت دل...مجرموں جیسا: بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۷ صفر ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۱ ص ۳۔۶)

بیانات مرزا صاحب

مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت تھے۔نبوت وہ منصب ہے جس کے آگے بڑے بڑے شاہان عالم بھی سر اطاعت خم کر دیتے ہیں اور نبی کی اطاعت کو باعث نجات اخروی جانتے ہیں۔نبوت سے بڑا مرتبہ بنی نوع انسان میں کوئی نہیں ہے۔کوئی شخص کتنا ہی لمبا چوڑا دعوی کرے اپنا منہ ہے لیکن جب دوسروں کو اپنا دعوی تسلیم کرائے، یا اپنے اقوال منوائے تو اس میں کلام ہوتا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حسب موقعہ ومحل اپنے بیانات خود ہی قلم بند کرتے رہے ہیں اور ان کا اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔گو مرزائی لٹریچر پر اہل قلم نے کافی روشنی ڈالی ہے جن کے سامنے ہیچ مدان کیا چیز ہے۔مگر بتقریب ماہ مئی یہ ہدیہ پیش کیا جاتا ہے کیونکہ اس ماہ میں مرزا غلام احمد صاحب کے انتقال کو ۲۷ سال کا عرصہ ہوا۔اس لئے ۲۷ نمبر مرزا صاحب موصوف کے حوالہ قلم کئے جاتے ہیں۔امید ہے کہ اہل دانش:

تامرد سخن نگفتہ باشد عیب و ہنرش نہفتہ باشد

کے معیار پر جانچیں

ا . ما کا ن لی ان اد عی النبوۃ و ا خر ج من ا لا سلا م و الحق بقو م کافرین۔

(حمامۃ البشری۔ص۹۶)۔

میرا یہ حق نہیں ہے کہ میں نبوت کا دعوی کر کے اسلام سے خارج ہو جاؤں اور کافروں سے مل جاؤں

۔(آسمانی فیصلہ۔ص۳)

۲۔میرا دعوی خدائی کا نہ اقتدار کا،اور میں ایک مسلمان آدمی ہوں جو قرآن شریف کی پیروی کرتا ہوں اور قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے اس موجودہ نجات کا مدعی ہوں۔میرا نبوت کا کوئی دعوی

نہیں۔ یہ آپ کی غلطی ہے یا آپ کسی خیال سے کہہ رہے ہیں۔کیا یہ ضروری ہے کہ جو الہام کا دعوی کرتا ہے وہ نبی بھی ہو جائے۔ (جنگ مقدس۔ص ٦٧)

٣۔میں اس خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے کہ اسی نے مجھے بھیجا ہے اور اور اسی نے میرا نام نبی رکھا ہے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ٦٨)

٤۔نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس کے مستحق نہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ٣٩١)

٥۔صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ١٥٠ منقول از حقیقۃ النبوۃ ص ٢١١)

٦ حدیثوں میں بتشریح بیان کیا گیا ہے کہ اب جبریل بعد وفات رسول اللہ ﷺ ہمیشہ کے لئے وحی نبوت لانے سے منع کیا گیا ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ٥٧٧)

٧۔یہ بات مستلزم محال کہ خاتم النبیین کے بعد جبریل کی وحی رسالت کے ساتھ زمین پر آمد ورفت شروع ہو جائے۔(ازالہ اوہام۔ص ٥٨٣)

٨ جاء آیل و اختار ۔اس جگہ آئل خدا نے جبریل کا نام رکھا ہے اس لئے بار بار رجوع کرتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ١٠٣)

٩۔ہاں تیرھویں صدی کے اختتام پر مسیح موعود کا آنا ایک اجماعی عقیدہ معلوم ہوتا ہے۔سو اگر یہ عاجز مسیح موعود نہیں تو پھر آپ لوگ موعود کو آسمان سے اتار کر دکھلائیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ١٨٥)

١٠ جعلناك المسيح ابن مريم ہم نے تجھے مسیح ابن مریم بنایا۔(ازالہ اوہام۔ص ٦٣٤، ٦٧٤)

١١۔اے برادران دین علمائے شرع متین آپ صاحبان میری معروضات کو متوجہ ہو کر سنیں اس عاجز نے مثیل مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال بیٹھے ہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ١٩١)

١٢،مثلاً صحیح مسلم کی حدیثوں میں یہ لفظ موجود ہے کہ حضرت مسیح جب آسمان سے اتریں گے تو ان کا لباس زرد رنگ کا ہوگا۔ (ازالہ اوہام ص ١٨)

۱۳۔ہائے کس کے آگے یہ ماتم کیے جائیں کہ حضرت عیسی کی تین پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں۔اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔ (اعجاز احمدی۔ص۱۴)

۱۴۔ یہ بھی یاد رہے کہ قرآن شریف میں بلکہ توریت کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔ (کشتی نوح۔ص۵)

۱۵۔اگر زمانہ حال کے منکر میرے ساتھ با استہزاء پیش آئیں تو افسوس کا مقام نہیں کیونکہ ان سے پہلے جو گذرے ہیں انہوں نے اس سے بدتر اپنے وقت کے نبیوں کے ساتھ سلوک کیا۔مسیح سے بھی بہت مرتبہ ہنسی ٹھٹھا ہوا ایک دفعہ بھائیوں نے جو ایک ہی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوئے تھے چاہا کہ اس کو دیوانہ قرار دے کر قید خانہ میں مقید کرادیں۔(فتح اسلام ص۲۶)

۱۶۔مسیح تو مسیح میں تو اس کے چاروں بھائیوں کی بھی عزت کرتا ہوں کیوں کہ یہ پانچوں ایک ہی ماں کے پیٹ سے ہیں۔ (کشتی نوح۔ص ۱۶)

۱۷۔حضرت مسیح نے کسی جگہ تثلیث کی تعلیم نہیں دی اور جبتک وہ زندہ رہے خدائے واحد لاشریک کی تعلیم دیتے رہے اور بعد ان کی وفات کے ان کا بھائی یعقوب بھی جو ان کا جانشین تھا ایک بزرگوار انسان تھا توحید کی تعلیم دیتا رہا۔ (چشمہ مسیحی۔ص۳۴)

۱۸،حضرت یسوع مسیح کی طرف سے ایک سچے سفیر کی حیثیت سے کھڑا ہوں (تحفہ قیصریہ۔ص۱۸)

۱۹۔چونکہ اس نے مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا تھا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی تھی۔(تحفہ قیصریہ ۔ص۱۷)

۲۰۔میں وہ شخص ہوں جس کی روح میں بروز کے طور پر یسوع مسیح کی روح سکونت رکھتی ہے یہ ایک ایسا تحفہ ہے جو حضرت ملکہ معظّمہ قیصرہ انگلستان و ہند کی خدمت میں پیش کرنے کے لائق ہے(۱۸)

۲۱۔آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور تین نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۷)

۲۲۔اور میں اس وقت اپنی محسن گورنمنٹ کو اطلاع دیتا ہوں کہ وہ مسیح موعود خدا سے ہدایت یافتہ اور مسیح علیہ السلام کے اخلاق پر چلنے والا میں ہی ہوں۔ (حقیقت مہدی صفحہ ج)

۲۳۔ متی کی انجیل سے معلوم ہوا کہ آپ کی عقل بہت موٹی تھی ہاں آپ کو گالیاں دینا اور بدزبانی کی اکثر عادت تھی آپ تو گالیاں دیتے تھے اور یہودی ہاتھ سے غصہ نکال لیتے تھے۔ یہ بھی یاد رہے کہ آپ کو کسی قدر جھوٹ بولنے کی عادت تھی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۷)

۲۴۔اگر چہ عباس علی صاحب کی لغزش سے رنج بہت ہوا لیکن پھر میں دیکھتا ہوں کہ جب کہ میں حضرت مسیح کے نمونہ پر آیا ہوں تو یہ بھی ضرور تھا کہ بعض مدعیان اخلاص کے واقعات میں بھی وہ نمونہ ظاہر ہوتے تاہم یہ بات ظاہر ہوئی کہ حضرت مسیح کے بعض خاص دوست جوان کے ہم پیالہ و ہم نوالہ تھے جن کی تعریف میں وحی الٰہی بھی نازل ہوگئی تھی آخر حضرت مسیح سے منحرف ہو گئے تھے۔ میاں پطرس کیسے بزرگ حواری تھے جن کی نسبت حضرت مسیح نے فرمایا تھا کہ آسمان کی کنجیاں ان کے ہاتھ میں ہیں، جن کو چاہیں بہشت میں داخل کریں اور جن کو چاہیں نہ کریں۔لیکن آخر میاں صاحب موصوف نے جو کرتوت دکھلائی وہ انجیل پڑھنے والوں پر ظاہر ہے کہ حضرت مسیح کے سامنے کھڑے ہو کر اور ان کی طرف اشارہ کر کے کہا نعوذ باللہ بلند آواز سے کہا کہ میں اس شخص پر لعنت بھیجتا ہوں (آسمانی فیصلہ ص ۳۶)

۲۵۔ یہ تو ایک ایسی خبر ہے کہ گویا آج اس نے مسلمانوں کے لئے عید کا دن چڑھا دیا ہے اور وہ یہ ہے کہ حال میں بمقام یروشلم پطرس حواری کا دستخطی ایک کاغذ پر عبرانی زبان میں لکھا ہوا دستیاب ہوا ہے جن کو کتاب کشتی نوح کے ساتھ شامل کیا گیا ہے اس سے ثابت ہوتا ہے حضرت مسیح صلیب کے واقعہ سے تخمیناً پچاس برس بعد زمین میں فوت ہو گئے تھے مسلمانوں تمہیں مبارک ہو آج تمہارے لئے عید کا ن ہے ان سے پہلے اپنے جھوٹے عقاید کو دفع کرو اور اب قرآن کے مطابق اپنا عقیدہ بنالو کہ آخر شہادت حضرت عیسی کے سب سے بزرگوار صحابی کی شہادت ہے یہ وہ حواری ہے کہ اپنی تحریر میں جو برآمد ہوئی ہے خود اس شہادت کے لئے یہ الفاظ استعمال کرتا ہے کہ

میں ابن مریم کا خادم ہوں اور اب نوے سال کی عمر میں ایک خط لکھتا ہوں جب کہ مریم کے بیٹے کو مرے ہوئے تین سال گذر چکے ہیں۔لیکن تاریخ سے یہ ثابت ہوا ہے کہ بڑے مسیحی علماء اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ پطرس اور حضرت عیسی کی پیدائش قریب قریب وقت میں تھی اور واقعہ صلیب کے وقت عیسی کی عمر قریباً ۳۳ سال اور پطرس کی عمر تیس چالیس سال کے درمیان تھی (تحفہ ندوہ۔ص ۱۰)

۲۶۔اول تو یہ جاننا چاہیے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہمارے ایمان کی جزیا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۴۰)

۲۷۔واضح ہو کہ مسیح موعود کے بارے میں جو احادیث میں پیش گوئی ہے وہ ایسی نہیں ہے کہ صرف آئمہ حدیث نے چند روایتوں کی بنا پر لکھا ہو بس بلکہ ثابت ہو گیا ہے کہ یہ پیش گوئی عقیدہ کے طور پر ابتداء سے مسلمانوں کے رگ و ریشہ میں داخل چلی آتی ہے گویا جس قدر اس وقت روئے زمین پر مسلمان تھے اسی قدر اس پیش گوئی پر شہادتیں موجود تھیں کیونکہ وہ عقیدہ کے طور پر اس کو ابتداء سے یاد کرتے چلے آتے تھے۔(شہادت القرآن)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۲ ص ۴۔۵)

(مصنف کا نام درج نہیں اور پتہ نہیں چلتا کہ یہ ثنائی مضمون ہے یا کسی اور کا ۔بہاء)

فاروق کی تجویز منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی معاصر فاروق میں ہمارے ایک مضمون کا جواب چھپا ہے جو قابل دید وشنید ہے۔لکھا ہے:

چیلنج منظور: مولوی (ثناء اللہ) صاحب رقم طراز ہیں:

بہائی دین اور قادیانی مذہب اس صورت میں سچے ہو سکتے ہیں جب ان کے بانی اپنے دعوی میں

سچے ہوں و دو نہ خر ط القتاد (اہل حدیث امرتسر ۱۵۔مارچ ۱۹۳۵ص ۵)

مولوی صاحب آپ کا اصول بالکل درست ہے اور آپ نے ان سطور میں بڑی فراخ حوصلگی سے کام لیا ہے اس لئے اب آپ پر لازم ہے کہ آپ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی صداقت پر لکھیں اور ہمارا فرض ہے کہ آپ کی رہنمائی کریں۔ پس آیئے آپ کے گوش گذار ایک سہل طریق کرنا چاہتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کوئی نئے ماموروں مرسل نہیں بلکہ آپ سے پہلے ہزار ہا اللہ تعالے ماموراور مرسل گذر چکے ہیں اور آپ سب مامورین پر ایمان لاتے ہیں اور یقیناً آپ کے پاس وہ معیار ہوں گے جن کی وجہ سے آپ ان انبیاء پر ایمان لائے ہیں۔ پس سہل طریق فیصلہ یہ ہے کہ آپ وہ معیار قرآن کریم اور احادیث صحیحہ سے اخذ کر کے جو تمام انبیاء پر صادق آئے ہوں اور تمام انبیاء کی صداقت بلا استثنائے احدان سے ثابت ہوتی ہو آپ آئندہ اشاعت سے انہیں درج کرنا شروع کر دیں۔ میں بفضلہ تعالی انہی معیاروں کی رو سے حضرت مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود کا من جانب اللہ ہونا ثابت کردونگا وما توفیقی الا باللہ

(اخبار فاروق قادیان ۷ مئی ۱۹۳۵ء ص ۹۔۱۰)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس منظوری کے مشکور ہیں۔ ہماری دلی خواہش ہے کہ معیار نبوت پر قادیانی نبوت جانچی جائے۔اس لئے ہم آج وہ معیار پیش کرتے ہیں جو قرآن مجید نے پیش کیا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تسلیم کیا ہوا ہے۔اس معیار کو ترک کرنا کسی مومن بالقرآن بلکہ کسی ذی ہوش انسان کا کام نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے

و انّہ لکتاب عزیز۔ لا یأ تیہ البا طل من بین ید یہ و لا من خلفہ۔ تنز یل من حکیم حمید (فصلت : ۴۱۔۴۲) (اس کتاب عزیز کی کوئی بات پچھلی یا آئندہ بتائی ہوئی غلط نہ ہوگی)

مطلب یہ کہ نبی کے منہ سے نکلی ہوئی بات نہ گذشتہ زمانہ کے متعلق غلط ہوگی نہ آئندہ کے متعلق۔

یہ معیار نبوت جو قرآن کریم کا بتا ہوا ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا تسلیم کیا ہوا ہے، اخبار فاروق قادیان کو بھی اگر مسلّم ہو تو اس پر دستخط کر کے ہمیں اجازت دے کہ ہم نبوت قادیانی کو اس پر پرکھیں:

تاسیہ روئے شود ہرکہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴جون ۱۹۳۵ء مطابق ۱۴جون ۱۹۳۵ء جلد ۳۳ نمبر ۳۳ ص ۴)

مسیح پھر زمین پر

جناب مولوی محمد شفیع صاحب قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں:

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۰مئی ۱۹۳۵ء کے بعد)

قتل خنزیر:

یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ عیسیٰ خنزیروں کو قتل کریں گے اسکا مطلب یہ ہے کہ واقعی عیسی خنزیروں کو قتل کرا دیں گے کیونکہ یہ ایسا جانور ہے جس کا گوشت کھانا تمام شریعتوں میں قطعی حرام ہے اور حضرت نوح ؑ سے لے کر محمد ﷺ تک تمام انبیاء اسکا گوشت کھانے سے منع کرتے آئے ہیں لیکن عیسائیوں نے باوجود صریح حرمت کے اسے کھلے بندوں حلال سمجھ کر کھایا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰ آ کر اپنے ہاتھوں سے قتل خنزیر کریں اور ظاہر کر دیں کہ یہ چیز حلال نہیں ہے بلکہ اس درجہ تک بری ہے کہ اس کا تخم تک دنیا سے مٹا دینا چاہیے جیسے کہ محمد ﷺ نے کتوں کو مارنے کا حکم دیا کیونکہ جس گھر میں کتا ہو وہاں رحمت کا فرشتہ داخل نہیں ہوتا۔ ایسے ہی جو شخص خنزیر کا گوشت کھاتا ہے تو اس میں خنزیر جیسی بے حیائی آجاتی ہے اور الحیاء شعبة من الایمان یعنی حیا ایمان کی ایک شاخ ہے اسلئے ایمان کو مکمل کرنے کے لئے حیا کی بھی ضرورت ہے۔ اور دوسرے حرام چیز کھانے سے خدا کی ناراضی ہوتی ہے۔ بلکہ اللہ تعالی نے بعض یہودی اقوام کو سبت کے معاملہ میں ناراض ہو کر انہیں بندر اور خنزیر بنا دیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ایسی چیز جسے حرام اور برا سمجھا جائے اور تمام شریعتیں ببانگ دہل اسے حرام کر دیں اس کا تخم دنیا سے مٹا دیا جائے، تاکہ پھر کوئی جو شریعت کا تابع ہوا سے حرام کھانے کی جرأت نہ ہو۔ اور ایسا نہ ہو کہ حرام کھا کھا کر کہیں مورد لعنت ہو کر مسخ نہ ہو جائے۔

کسر صلیب کی طرح اس کام کے لئے بھی حضرت عیسیٰ کا انتخاب اس لئے کیا گیا تاکہ وہ اپنی

امت کو جو کہ ضالین سے ہیں انہیں اس گمراہی سے بھی آگاہ کریں اور سیدھے راستے پر چلائیں یعنی حلت و حرمت میں تمیز کروادیں۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کام کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا آنا کیوں ضروری ہے؟ وہ اس لئے کیونکہ عیسائی لوگ خنزیر کو حلال سمجھ کر کھاتے ہیں۔ اس لئے ضروری ہوا کی اس کی حرمت واضح کرنے کیلیئے اسی امت کا نبی آئے اور اپنی امت کو سمجھائے اور اس کے کھانے سے منع کرے بلکہ ایسی حرام چیز کا تخم تک مٹادے۔

یہ قاعدہ ہے کہ جس ہستی کو لوگ واجب الاطاعت سمجھتے ہوں، اس کی بات بلا چون چرا مان لی جاتی ہے۔ بخلاف اس کے کہ دوسرے لوگوں کی بات خواہ کتنی ہی اچھی کیوں نہ ہو، اسے سننا گوارا نہیں کیا جاتا۔ لہذا ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ بنفس نفیس تشریف لا کر اپنی امت کی تمام خرابیاں دور کردیں۔

حکومت وعدالت :

یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ حکماً عدلاً ہوکر آئیں گے، سو یہ الفاظ بتارہے ہیں کہ وہ سیاست کے ساتھ آئیں گے، جیسا کہ فتح الباری کی عبارت

یکو ن عیسی حا کماً من حکام هذه الا مة (عیسی اس امت کے حاکم یعنی بادشاہ ہوکر آئیں گے)

سے ظاہر ہوتا ہے۔

دوسرے حکم کے معنی منصف (انصاف کرنے والا) بھی ہیں۔ بعض فیصلہ کرنے والے عادل ہوتے ہیں اور بعض ظالم۔ سو عیسیٰؑ کے متعلق اس بات کو صاف کردیا کہ وہ عادل ہوں گے۔ چنانچہ جب آئیں گے تو مسلمانوں میں جو ان کا آپس میں اختلاف ہے اسے فیصلہ کرکے دور کردیں گے۔ کیونکہ فیصلہ میں عدل سے کام لیں گے اس لئے دونوں فریق راضی ہوجائیں گے۔ اور جو وجہ اختلاف ہے اسکو چھوڑ کر خالص مسلمان ہوجائیں گے۔ اور آپس میں پھر دوراول یعنی نزول قرآن کے زمانہ کی طرح آپس میں بھائی بھائی بن جائیں گے۔

کما قال اللہ تعالی:

کنتم اعداء فا لّف بین قلو بکم فا صبحتم بنعمته ا خوا نا .

(یعنی فرمایا اللہ نے اے مسلمانو! تم پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں الفت پیدا کردی پھر تم

اللہ کی نعمت یعنی اسلام سے آپس میں بھائی بن گئے)

شاید کسی کو یہاں سوال پیدا ہو کہ عیسیٰؑ کے باسیاست ہونے کا کیا فائدہ؟

سو عرض ہے کہ دنیا میں جہاں تک مشاہدہ اور تجربہ گواہی دیتا ہے وہ یہی ہے کہ جب تک لاٹھی ہاتھ میں نہ ہو، تو کوئی فیصلہ ماننے کو تیار نہیں ہوتا۔ دنیا میں ایسے صدہا واقعات روزانہ ہوتے رہتے ہیں کہ دو فریقوں میں جھگڑا ہو گیا۔ کسی مذہبی پیشوا یا بڑے آدمی نے صلح کی کوشش کی۔ بلکہ بعض دفعہ دونوں فریقوں نے ان کے سامنے تو صلح کر لی، مگر بعد میں سرکاری عدالت میں جا کر مقدمہ دائر کر دیا۔ وہاں سے جو فیصلہ ہوا پھر اسے لاٹھی کے زور سے مان لیا۔ جہاں لاٹھی کا ڈر نہیں تھا وہاں انکار کر دیا، خواہ زبانی خواہ عملی طور پر۔ اس لئے جھگڑوں کو چکانے کے لئے حضرت عیسیٰؑ کا سیاست کے ساتھ آنا ضروری ہے۔

دوسرے یہ بھی بات ہے کہ مسلمانوں کا عیسائیوں وغیرہ سے بھی اختلاف ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ ایسا شخص سیاست کے ساتھ آئے تا کہ جو فیصلہ کرے سب لوگ اسے مانیں اور لاٹھی سے ڈریں۔

عادل اسلئے بھی کہا کہ وہ کسی کی بے جا رعایت نہیں کریں گے، بلکہ قرآن مجید، حدیث شریف، توریت اور بائبل کو سامنے رکھ کر جن کو وہ اللہ تعالی سے اچھی طرح سیکھے ہوئے ہیں جیسا کہ اللہ فرماتا ہے:

و یعلّمه الکتا ب و الحکمة و التوارة و الا نجیل (آل عمران۔۴۸)

(اور اللہ اس کو (عیسی) کتاب، قرآن، حکمت، حدیث، تورات اور انجیل سکھائے گا)

ان کے مطابق فیصلہ کریں گے اس لئے کسی کو اعتراض کرنے کی گنجائش نہ ہوگی۔

ٹیکس کی موقوفی اور لڑائی کی بندش:

یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ جزیہ کو موقوف کریں گے، اور ایک روایت میں ہے، لڑائی کو موقوف کریں گے۔

سو اس کا مطلب یہ ہے کہ آپ کے نزول کے وقت لوگ طرح طرح کے ٹیکسوں اور طرح طرح کی لڑائیوں سے تنگ آ گئے ہوں گے اور رعیت ٹیکسوں کی بھرمار سے تنگ ہوگی (جزیہ کا معنی انگریزی میں ٹیکس ہے اور یہ سب لوگوں کو معلوم ہے کہ ہمارا کوئی کام اور پیشہ آمدنی اور زمین وغیرہ ٹیکس سے بچی ہوئی نہیں ہے سو نتیجہ ظاہر ہے کہ ٹیکس سے ہمارا ناک میں

دم ہے)۔عین اس وقت اللہ تعالی اپنی رحمت سے حضرت مسیح ابن مریم کو زمین میں دوبارہ بھیج دیں گے تا کہ وہ آ کر ہر قسم کا ٹیکس بند کر دیں اور بادشاہوں کو اپنا حلقہ بگوش بلکہ اسلام کا حلقہ بگوش بنا کر وحدت اسلامی قائم کر دیں اور لڑائی کا خاتمہ کر دیں اور نئے سرے سے کنتم اعداء فالّف بین قلو بکم فا صبحتم بنعمته ا خوا نا کا منظر دکھا کر سب کو آپس میں بھائی بھائی بنا دیں۔

دنیا کی سیاسیات کے ماہرین سے یہ مخفی نہیں کہ آج کل دنیا کسی ایسی ہستی کے لئے سراپا انتظار اور بے قرار ہے کہ وہ جلد آئے جو لڑائیاں موقوف کرے اور ٹیکسوں کی بھرمار سے نجات دلائے۔سو جب وہ ہستی نمودار ہو گی تو ان تمام تکالیف کا علاج کر دے گی اور دنیا کی بے چینی دور ہو کر امن وامان کا دور دورہ ہو جائے گا اور دنیا دیکھ لے گی کہ واقعی یہی وہ ہستی ہے جس کا اللہ کے سچے نبی محمد رسول اللہ ﷺ نے وعدہ دیا تھا اور وہ پورا ہو کر رہا کیونکہ سورج نکلتا ہے تو تمام دنیا میں اجالا ہو جاتا ہے اور سب بے اختیار پکار اٹھتے ہیں کہ سورج نکل آیا سو ایسا ہی مسیح ابن مریم کے نزول کی برکات جب ظاہر ہوں گی تو ہر ایک بے اختیار پکار اٹھے گا کہ آنے والا آ گیا۔

اب رہا یہ سوال کہ اس کام کے لئے کیوں حضرت عیسیٰؑ کا انتخاب کیا گیا؟

وہ اس لئے کیونکہ اس وقت تمام دنیا پر عیسائی اقوام کی بادشاہت ہو گی اور وہ قومیں اس ہستی کے سامنے سر تسلیم خم کر سکتی ہیں جو کہ ان کے نزدیک واجب الاطاعت ہو پس اس کام کیلئے حضرت عیسیٰؑ کا ہی آنا ضروری ہوا۔

تقسیم مال اور حبّ سجدہ

یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسیٰؑ نازل ہو کر مال تقسیم کریں گے لیکن کوئی قبول نہیں کرے گا بلکہ اس وقت مسلمانوں کو ایک سجدہ دنیا اور دنیا کے تمام مال و دولت سے زیادہ بہتر اور پیارا ہو گا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت لوگوں میں اسلام کی محبت پھر ویسی ہی پیدا ہو جائے گی جیسی کہ قرن اول یعنی صدر اول کے صحابہ کرام میں موجود تھی۔یعنی یہ کہ اسلام اور خدا کی عبادت کے مقابلہ میں دنیا اور دنیا کے مال و دولت کو حقیر خیال کریں گے۔

رسول اللہ ﷺ نے یہ جو فرمایا ہے کہ یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام کا اول زیادہ شاندار ہو گا یا آخر،سو یہ اس وقت

پورا ہو کر رہے گا کیونکہ رسول اللہ ﷺ کہنا یوں ہی نہیں جا سکتا۔

بعض لوگ شائد یہ کہیں کہ نعوذ باللہ اس پیش گوئی میں شک پایا جاتا ہے۔سو یہ عرض ہے کہ ادنی تامل سے یہ شبہ دور ہو جاتا ہے اور وہ اس طرح ہے کہ رسول اللہ ﷺ کو کشف میں اسلام کے اول اور اسلام کے آخر کی ترقیاں دکھائی گئی تھیں کیونکہ دونوں وقت کی ترقیاں ایک نمایاں حیثیت میں دکھائی گئیں اس لئے آپ نے وفور خوشی سے فرمایا، یہ نہیں کہا جا سکتا کہ اسلام کا اول زیادہ شاندار ہے یا آخر۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۳۳ ص ۵۔۶)

کوئٹہ کا زلزلہ قادیان پر گرا

(خدا شرے برانگیزد کہ دراں خیر ما باشد)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا دعوی ہے کہ دنیا کا کوئی اہم واقعہ ہو اس میں قادیانی نبی کی تکذیب کا سامان کافی ہوگا مگر امت مرزائیہ (ہر دو صنف) اس بنئے سے بھی زیادہ ہوشیار ہے جس کا قصہ امرتسر میں یوں مشہور ہے۔

امرتسر میں بزمانہ حکومت سکھاں شہر کا کوئی سکھ رئیس محلے کے کسی بنیئے پر خفا ہوتا تو اس کو حویلی میں بلوا کر دس بیس جوتے رسید کرا دیتا۔ہوشیار بنیا پہلے ہی سوچ سمجھ کر ململ کا کم سے کم نصف تھان دھوتی کے اندر رکھ لیتا۔جب واپس آتا تو شماتت اعداء سے ڈرتے ہوئے ڈیوڑھی میں سر جھاڑ کر ململ سر پر رکھ کر نکلتا۔جب کوئی پوچھتا کہو مہاراج، سردار صاحب نے کیوں بلایا تھا۔مہاراج ململ کے تھان کی طرف اشارہ کر کے فرماتے: یہ بخسیس دینے کو۔

یہی کیفیت امت مرزا کی ہے۔کوئٹہ میں قیامت خیز زلزلہ آیا جو حقیقت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کرتا ہے مگر دونوں پارٹیوں نے اس کو مرزا صاحب کی صداقت پر پیش کیا ہے۔

لطیفہ: مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کو جب کوئی کہے مرزا صاحب قادیانی کی فلاں پیش گوئی غلط

ہوئی، تو کہا کرتے ہیں کہ پیش گوئی پر بحث معمولی بات ہے کسی اصول پر ہونی چاہیے۔

لیکن کوئٹہ کے زلزلہ پر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے خطبہ دیا تو ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری نے بھی اس سے مسرور ہو کر ایک مضمون لکھ مارا۔ کیوں؟ اس لئے کہ ان تصبکم سیّئة یفرحوا بها

تفصیل سے سنیئے! کوئٹہ میں قیامت کا نمونہ زلزلہ آیا (اعاذنا الله منها)۔ اس پر تمام ہندوستان نے اظہار غم کیا۔ خصوصاً سندھ اور پنجاب میں ماتم بپا ہوا۔ مگر قادیان کے خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے ۷ جون کو اس پر ایک خطبہ دیا جس میں جی کھول کر خوشی اور غلط بیانی بلکہ دھوکہ دہی سے کام لیا اور خلافت پدری کا حق خوب ادا کیا۔ حیرت ہے کہ ان لوگوں کو یہ خبر ہے کہ اہل حدیث زندہ ہے۔ یہ بھی خبر ہے کہ اہل حدیث، مرزا صاحب قادیانی کا صحیح معنی میں مبلغ ہے۔ کسی ایرے غیرے کی تحریف لفظی یا معنوی چلنے نہیں دیتا، پھر بھی اخفاء حق میں جرأت کرتے ہیں تو ان کی بابت یہ کہنا بے جا نہیں کہ بکف چراغ داشتہ چل رہے ہیں۔ ہم ڈنکے کی چوٹ سے علی وجہ الیقین کہتے ہیں کہ زلزلہ کوئٹہ کے متعلق خلیفہ قادیان نے اور ڈاکٹر بشارت نے سراسر اخفاء حق سے کام لیا ہے

نوٹ: کوئی انذاری واقعہ کسی مدعی کے حق میں نشان صداقت دو طرح سے ہوسکتا ہے

ا۔ وہ عذاب خاص اسکے منکروں پر آئے جیسے ارشاد ہے:

و عذّب الّذین کفروا و ذلك جزاء الكافرین

(التوبہ:۲۶) (خدا نے کافروں کو عذاب کیا۔ یہی بدلہ کافروں کا ہے)

یعنی عذاب خاص کافروں پر آئے تو نشان صداقت ہوتا ہے۔ بالکل صحیح ہے۔

کوئٹہ کا زلزلہ اس قسم کا نہیں خود مرزائی بھی اپنے شمار کے اعتبار سے کافی مرے اور مخالف بھی کافی بچے۔

۲۔ یا وہ مدعی اس واقعہ کی خبر دے تو اس کے خبر دینے کی حیثیت سے اس کے حق میں نشان صداقت ہوسکتا ہے۔ یہ اصول بھی صحیح ہے جیسے:

غلبت الرّوم۔ فی ادنی الارض و هم من بعد غلبهم سیغلبون فی بضع سنین ۔(الروم:۲-۳) (رومی مغلوب ہو کر غالب ہوں گے)

سوال یہ ہے کہ زلزلہ کوئٹہ نشان صداقت کس حیثیت سے ہوا؟

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تقریر سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ دونوں حیثیتوں سے اس کو نشان مرزا جانتے ہیں ان کا اختیار ہے ہم ان کے مضمون کی روح رواں چند فقرات جانتے ہیں جن کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ زلزلہ کا نشان خدا تعالی ۵ دفعہ دکھائے گا اور چونکہ یہ الہام زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوا اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ ابھی تین اور ہیبت ناک زلزلے آنے والے ہیں۔ پھر آپ نے یہ بھی فرمایا کہ یہ پانچ زلزلے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد آئیں گے۔ اگر کانگڑہ کے زلزلہ کو شامل کرلیا جائے تب بھی دو زلزلے باقی رہتے ہیں ہر دفعہ کا زلزلہ پہلے کی نسبت زیادہ نقصان اور دہشت ناک ہوتا ہے۔(الفضل ۱۰ جون ۱۹۳۵ء ص ۴)

پس قادیانی دعوی قائم ہوگیا۔ اب ہمارا جواب سنیئے۔

ہمارا بیان ہمارے لفظوں میں نہیں بلکہ بڑے مرزا صاحب کے الفاظ میں ہوگا۔ ہمارا بیان سن کر ناظرین حیران ہوں گے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود) کو اتنی غلط بیانی کرنے پر جرأت کیسے ہوئی جب کہ بڑے مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات ملک میں پھیل چکی ہیں، خاص دفتر اہل حدیث میں پہنچ چکی ہیں۔ بہر حال اس کا جواب دینا خلیفہ قادیان کا سوال ہے۔ ہمارا کام تو بڑے میاں کے الفاظ پیش کردینا ہے۔

نمونہ قیامت زلزلہ تو خود بڑے میاں (مرزا قادیانی) کے زمانے ہی میں ٹل ٹلا کر معدوم ہوگیا تھا، اب اس سے ڈرانا یا زلزلہ کوئٹہ کو اس کا مصداق بنانا ۔ مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید بر کلہ خود باید زد کا مصداق ہے۔ پس مرزا صاحب قادیانی متوفی کا کلام سنیئے جو بڑے زلزلے کو منظور محمد لدھیانوی کے گھر میں لڑکا پیدا ہونے سے وابستہ کرتے ہیں۔ جب وہ پیدا نہیں ہوتا تو نہایت لطیف حیلہ سے زلزلہ کو بھی دور کر دیتے ہیں۔ سارے الفاظ آپ کے یہ ہیں:

پہلے یہ وحی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جو نمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے اور اس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھانوی کی بیوی محمدی بیگم کو لڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔ اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہماری ترقی سلسلہ کیلئے بشارت دے۔ اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا کیونکہ اگر لوگ توبہ نہیں کریں گے تو بڑی بڑی آفتیں

دنیا میں آئیں گے۔ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔اور اس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔

مگر بعد اس کے میں نے دعا کی اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے اس دعا کا اللہ تعالی نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے

ربّ اخّر وقت هذا ۔ اخّره الله الى وقت مسمى .

یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے۔

اور یہ وحی الہی قریباً چار ماہ سے بدر اور الحکم میں چھپ کر شائع ہو چکی ہے اور چونکہ زلزلہ نمونہ قیامت آنے میں تاخیر ہوگئی اسلئے ضرور تھا کہ لڑکا پیدا ہونے میں بھی تاخیر ہوتی لہذا پیر منظور محمد کے گھر میں ۲۷ جولائی ۱۹۰۶ء بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الہی کی سچائی کا ایک نشان ہے جو لڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہو چکی تھی مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلے آتے رہیں گے اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے گی جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو،

یاد رہے کہ یہ خدا تعالی کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دے دی کہ اس میں بموجب وعدہ اخرہ اللہ الی وقت مسمی ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہو جاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شاید وہ وقت آ گیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہو کر معین ہوگئی۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۰۰ حاشیہ)

کیسی صاف بیانی ہے کہ زلزلہ مثل قیامت کا آنا اس شرط سے مشروط ہے کہ پیر منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا ہو۔چونکہ اس کے ہاں آج تک بھی لڑکا پیدا نہ ہوا بلکہ دونوں میاں بیوی (منظور محمد، اور محمدی بیگم) اس دار فانی سے عرصہ ہوا رخصت بھی ہو گئے، پس وہ زلزلہ نمونہ قیامت بھی رخصت ہوا:

اچھا ہوا مری مالا ٹوٹی میں رام جپن سے چھوٹی

احمدی دوستو! کتاب حقیقت الوحی میں عبارت مرقومہ دیکھ کر حوصلہ کر کے خلیفہ سے پوچھو کہ جناب زلزلہ نمونہ قیامت تو منظور محمد لودہانوی کے گھر لڑکا پیدا نہ ہونے کی وجہ سے رفع دفع ہو گیا پھر کبھی زلزلہ بہار کو، اور کبھی زلزلہ کوئٹہ کو آپ موعودہ زلزلہ قرار دے کر آپ نہ صرف اپنے آپ کو بلکہ ہمیں بھی شرمندہ کراتے ہیں ۔ گو ہمارا ایمان تو یہی ہے کہ بقول:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

ہم خلیفہ کی ارادت مندی سے کبھی ہٹنے کے نہیں مگر جناب (خلیفہ) آپ ہمارے زخموں پر نمک پاشی کر کے ہماری تکلیفات میں اضافہ کیوں کرتے ہیں:

نہ چھیڑ اے نگہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھے ہیں ہم بے زار بیٹھے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۴ ص ۷۔۹)

آنے والا زلزلہ شدید ہو گا

قادیانی آواز کا اثر وہمی طبائع پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی گروہ پروپیگنڈہ کرنے میں یورپ سے بھی بڑھ گیا ہے اپنی بات کو ایسے عمدہ طریق اور محنت سے پھیلاتے ہیں کہ بڑے بھاری دور اندیش کے سوا کوئی نہیں جان سکتا کہ اصلیت کیا ہے جوں ہی قادیان سے یہ آواز نکلی کہ زلزلہ کوئٹہ کے بعد ایک اور شدید زلزلہ نمونہ قیامت آنے والا ہے پس یہ آواز دھیمے دھیمے ملک میں ایسی پھیلی کہ دہلی جیسے ہشیار شہر میں بھی اس کا اثر جا پہنچا۔ ۱۱ جون کو اہل دہلی جاگتے اور دوڑتے رہے امرتسر کے وہم پسند لوگ بھی گھروں سے باہر نکلے رہے باقی مقامات کی کیفیت اخبار سیاست لاہور نے لکھی ہے

جو درج ذیل ہے:

زلزلہ کے خوف سے اہالیان لاہور

گھروں سے نکل کر میدانوں میں جا سوئے

لاہور ۱۳ جون۔ بروز پیر دس جون کو لوگ کوئٹہ کے زلزلہ سے بھی زبردست زلزلہ کے خوف سے میدانوں میں جا سوئے اسی قسم کی اطلاعات شیخوپوری گجرات ڈنگہ اور دیگر مقامات سے موصول ہوئی ہیں اور یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ کئی لوگ شب بھر عبادت گذاری میں مصروف رہے اس شبہ کی وجہ حسب ذیل بیان کی جاتی ہے۔ جب کوئٹہ میں زلزلہ کی اولین اطلاعات اشاعت پذیر ہوئیں ہیں تو اسی وقت ان لوگوں نے جو عادتاً مجبور تھے قصے کہانیاں مشہور کرنا شروع کر دیئے ایک کہانی یہ بھی بیان کی جاتی ہے جو ایک اخبار نویس کو ایک دس سالہ لڑکے نے جو کوئٹہ سے گاڑی میں آ رہا تھا سنائی ۔اس نے بیان کیا کہ زلزلہ سے کچھ عرصہ پیشتر دن کو ایک فقیر بازاروں میں آیا اور لوگوں سے کہنے لگا کہ تمہارے مکانات گرد میں مل جانے والے ہیں اگر تمہیں اپنی زندگیاں بچانے کا خیال ہے تو کوئٹہ سے فوراً نکل بھاگو۔ یہ بات سن کر لوگوں میں چہ میگوئیاں شروع ہوگئیں لیکن فقیر ان کو انتباہ کر کے جا چکا تھا بعد میں لوگوں کو خیال آیا کہ فقیر سے کچھ اور دریافت کریں چنانچہ انہوں نے فقیر کو تلاش کرنا شروع کیا مگر اسے نہ ملنا تھا نہ ملا۔ ظاہر ہے کہ مندرجہ بالا قصہ ایک افسانہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ جب اس کہانی کا اثر عوام پر سے جاتا رہا تو افواہ گھڑنے والوں اور ان کے دوستوں نے یہ افواہ اڑائی کہ لاہور میں زلزلہ آنے والا ہے مگر بعد میں یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نہ صرف لاہور میں بلکہ بہت سی جگہوں پر زلزلہ آئیگا ،بعض اخبارات میں یہ اطلاع بھی شائع ہوئی کہ لاہور ایک آتش فشاں پہاڑ پر واقع ہے جو زلزلے کے ساتھ ہی پھٹ جائے گا اس افواہ نے آگ کی تیزی کے ساتھ شہرت حاصل کی اور پنجاب بھر میں مشہور ہو گیا کہ دس تاریخ کی شب کو زلزلہ آنے والا ہے کئی لوگ ایسے ہیں جو قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم نے ۸،اور ۹ کی درمیانی شب کو زلزلہ محسوس کیا ہے۔ دس تاریخ کی

شب کو آدھی رات کے قریب یکدم جھکڑ چلنا شروع ہو گیا کہ اب تک رات کو اس قسم کا طوفان نہیں آیا تھا اس جھکڑ سے دروازے اور کھڑکیوں کے پٹ زور زور سے کھلنے اور بند ہونے لگے جس سے کرخت آوازیں پیدا ہونا شروع ہو گئیں۔

کتوں نے جو مستقبل کو جانتے ہیں (جہلاء کا خیال ہے) زور زور سے بھونکنا شروع کر دیا ان حالات میں تو ہم پرست لوگ بہت ہی خوف زدہ ہو گئے بلکہ نوبت یہاں تک پہنچی کہ وہ لوگ جو میدانوں میں سوئے اس وقت جلد جلد اپنے بستر اور چارپائیاں چھوڑ کر بھاگ اٹھے اور عبادت میں مشغول ہو گئے اخبارات کا شبینہ عملہ اپنے کاروبار میں مشغول رہا بلکہ انہیں جھکڑ وغیرہ کی اطلاع بھی نہ ہوئی۔ کئی لوگ صبح تک سوئے ہی نہیں۔

یہ بے چینی صرف غیر تعلیم یافتہ لوگوں تک محدود نہ تھی بلکہ تعلیم یافتہ اور باخبر حلقہ بھی اس میں مبتلا تھا خصوصاً عورتیں تو اسی غم میں گھلی جا رہی تھیں ٹھنڈی سڑک پر چند آدمی تار گھر کے قریب رات کے ایک بجے چارپائیوں کے گرد جمع ہو گئے تھے اور سوتے نہیں تھے کہ کہیں سوتے ہی میں زلزلہ نہ آ جائے، کہ اتنے میں ایک دم جھکڑ چلنا شروع ہو گیا جس سے دو چار پائیوں کی مچھر دانیاں مع ڈنڈوں کے اڑ گئیں۔ اس واقعہ نے اس جماعت میں سخت کھلبلی ڈال دی کہ وہ سمجھے کہ زلزلہ آن پہنچا۔ اور دیگر مقامات کے افراد کو بھی اس قسم کے واقعات سے واسطہ پڑا ہوگا، تو واقعی ان بے چاروں کے لئے وہ شب کاٹنا سخت مشکل ہو گیا۔ (ا۔پ) (سیاست لاہور ۱۴ جون ۱۹۳۵ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: زلزلہ واقعی ڈرنے کے لائق ہے مگر جس زلزلہ کی خبر صحیح ہو وہ ڈرنے کے لائق ہے نہ کہ وہ جس کا منبع ہی معلوم نہ ہو۔ زلزلہ کے متعلق صحیح خبر سنیئے جسے ہم ایسے ایسے حوالے سے بتاتے ہیں جس کی تردید یا تکذیب ناممکن ہے۔ غور سے سنیئے:

یـا ایها الناس اتقوا ر بکم ، انّ زلز لة السّا عة شی عظیم ۔یو م ترو نها تذ هل کلّ مر ضعة عمّا ار ضعت و تضع کل ذا ت حمل حملها و تر ی النّاس سکاری و مـا هم بسکاری ولکن عذا ب الله شد ید۔ (الحج:۱۔۲)(بے شک زلزلہ قیامت بڑا ہولناک واقعہ

ہے جس دن تم اس کو دیکھو گے اس روز ہر ماں اپنی اولاد کو بھول جائے گی اور ہر حمل والی اپنا حمل گرا دے گی اور تم لوگوں کو متوالا دیکھو گے حالانکہ لوگ متوالے نہیں ہوں گے بلکہ اللہ کا عذاب سخت ہوگا)

برادران اسلام! قادیانی افواہوں پر توجہ نہ کرو خدائی الارم پر ایمان رکھ کر اعمال صالحہ پر توجہ کرو اور یقین رکھو کہ:

یاں رہنے کی مہلت کوئی کب پاتا ہے
آتا ہے اگر آج تو کل جاتا ہے
جو کرنے ہیں کام ان کو جلدی کر لو
طلبی کا پیام وہ چلا آتا ہے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۴ ص ۱۵-۱۶)

جدید نبی کا اعلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین مولوی فضل احمد ساکن چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی پنجاب کو جانتے ہوں گے جنہوں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ارادت مندی میں (بزعم خود) درجہ نبوت پایا ہے۔

آپ بھی باتباع مرزا قادیانی متوفی دنیا کی تباہی کے الہامات بکثرت کیا کرتے ہیں حال میں جو کوئٹہ بلوچستان میں زلزلہ آیا ہے موصوف کا دعوی ہے کہ ہم نے اس کی بابت پہلے ہی اعلان کر دیا تھا۔ اسی اعلان میں مزید فرماتے ہیں جو صرف ہندوستانیوں کی دل چسپی کا نہیں بلکہ ساری دنیا کیلئے اس میں دلچسپی ہے وہ یہ ہے کہ:

مورخہ ۳ جون ۱۹۳۱ء کو خدا تعالی نے غربی ممالک کے متعلق ایک قافیہ دار فقرہ میں یہ خبر فرمائی۔

یہ آئندہ کے لئے خبر ہے: غربی دنیا مٹ جائے گی دیکھ لینا دوستو

مورخہ ۶ جون کو میں نے خدا تعالی کے حضور میں یہ عرض کی کہ آیا یہ قومیں اسلام کی طرف آئیں گی یا نہیں؟ اور پھر عرض کی گئی کہ ان کو اسلام میں لانے کی کتنی مہلت عطا فرمائی گئی۔ اس کا جواب خدا تعالی نے عربی زبان کے لہجہ میں بالفاظ ذیل مرحمت فرمایا۔ عشرين سنة ۔یعنی بیس سال کے

عرصہ کے اندر اسلام میں آ گئے، تو یہ ممالک بچ جائیں گے ورنہ فنا کئے جائیں گے پہاڑ اڑیں گے اور سمندر اچھل پڑے گا۔ (ص۳)۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: دنیا سے مراد سارا یورپ ہے جو ہندوستان سے بلکہ ایشیاء سے مغرب کی جانب ہے۔ اس لئے یہ الہام ایسا ہے کہ دنیا ساری کو اس سے دل چسپی ہے کیونکہ یورپ کی صنعت و حرفت سے ایشیا ایسا دبا ہوا ہے کہ مجال دم زدن نہیں رکھتا۔ اس لئے اس کے منہ سے ہر وقت نکلتا ہے:

اک زمانہ ہے ستم دیدہ فلک کے ہاتھ سے
یہ ہنڈولا بھی کبھی زیر و زبر ہو جائے گا

اس الہام کو ہوئے چار سال تو ہو گئے باقی رہے ۱۶ سال، سو اللہ کو علم ہے کہ یورپ جدید نبی کو مان کر بچ رہتا ہے یا انکار کر کے تباہ ہو جاتا ہے۔ خدا ہمارے ملک کو محفوظ رکھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۵ ص ۴)

پنجابی مثلث

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج کل پنجاب میں قادیان ہی کا تذکرہ ہر ایک انسان کے زبان زد ہے مسلمان قوم اس وقت قادیان کے بارے میں تین قسموں یا مثلث کے تین ضلعوں میں منقسم ہے

ایک مرزائی جو کھلم کھلا مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود اور مجدد وغیرہ مانتے ہیں۔

دوسرے مخالفین مرزا، احرار وغیرہ جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مع اتباع مرزا کے کافر قرار دیتے ہیں۔

تیسرا گروہ یا اشخاص وہ ہیں جو کفر میں تو اختلاف نہیں کرتے مگر احرار کی سخت مخالفت کرتے ہیں اور اس سخت تو ہین کرتے ہیں۔ اس گروہ کے سرکردہ سید حبیب شاہ صاحب مالک اخبار روزنامہ سیاست ہیں۔ لاہور میں جو احرار کے حق میں مرزائیوں سے زیادہ بدگو ہیں۔ دیکھیں مسلمانوں کا یہ مثلث کب تک قائم رہتا ہے

اللھم اھدنا لما تحبّ و ترضی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۳۵ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۵ ص ۶۔۷)

شیطان مرچکا تھا

مگر ابھی تک رحمانی فوجوں کے ساتھ لڑ رہا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج کل قادیان میں احمدیہ جماعت پر وہ مصیبت نازل ہے کہ دشمن کو بھی رحم آتا ہے۔ کہاں دارالامان تھا جس کی بابت کہا جاتا تھا:

چہ گوئی با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الامان بینی

خدا جانے مولوی سعد اللہ لودھانوی مرحوم کو کشف ہوا یا الہام سے انہیں قادیان کا آئندہ حال معلوم ہوا تھا کہ وہ اس کے جواب میں کہہ گئے:

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

جو لوگ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے خطبے اور اڈیٹر الفضل کے لیڈر مضامین پڑھتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ آج قادیان میں اور اس کے بعد ساری احمدیہ زمین میں جو کچھ (بقول خلیفہ قادیان) ہو رہا ہے وہ مولوی سعد اللہ مرحوم کے شعر کی عملی تفصیل ہے۔ آہ! آج (بقول قادیانی پریس) احمدیہ جماعت کی حالت ذرا اس شعر کی مصداق ہے:

سودا نہ نکل گھر سے کہ ہیں ڈھونڈتے تجھے
لڑکے پھرے ہیں پتھروں سے دامن بھرے ہوئے

اس لئے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نہایت قابلیت سے اپنی جماعت کو تسلی دیتا ہوا اپنے باپ کی طرح زمین آسمان کے قلابے ملاتا ہے۔ ۲۴ جون ۱۹۳۵ء کے الفضل میں جو خطبہ خلیفہ کا درج ہوا ہے اس میں احمدیوں اور احراریوں کے مقابلے کو رحمانی اور شیطانی جنگ کہہ کر آخر رحمانی (اپنی) فتح کا یقین دلایا ہے۔ خلیفہ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

یادرکھو یہ آخری جنگ ہے جو شیطان اور رحمان کی فوجوں میں ہو رہی ہے اس وقت شیطان مارا جائے گا یا خدا کے فرشتے (احمدی؟) مارے جائیں گے سچائی غالب آئے گی یا جھوٹ غالب آئے گا۔ پس میں کہتا ہوں کہ اگر تم سچائی کے دلدادہ ہو، اور اسے دنیا میں قائم کرنے کے لئے کھڑے ہو جاؤ تو تم اپنے دلوں میں حلف اٹھاؤ کہ چاہے تم پھانسی پر لٹکا دیئے جاؤ تم سچائی کو نہیں چھوڑو گے۔

(الفضل قادیان ۲۴ جون ۱۹۳۵ء ص ۵)

ہم خلیفہ قادیان کی تقریر کی تحسین کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ محصور فوج کو لڑانا قابل جرنیل ہی کا کام ہے۔ اسی طرح جماعت احمدیہ کی اس مصیبت کے زمانہ میں ڈھارس بندھانا خلیفہ صاحب ہی کا کام ہے۔ مگر ہم تو بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کے قدردانوں میں سے ہیں، ان چھٹ بھیوں کی باتیں ان کے مقابلے میں ہمیں نہیں جچتیں خاص کر جہاں چھوٹے میاں اور بڑے میاں کے بیان میں اختلاف ہو ہم چھوٹے میاں کی طرف دیکھیں؟ ناممکن ہے۔

اختلاف یہ ہے کہ عرصہ ہوا بڑے میاں مرزا غلام احمد صاحب متوفی کہہ گئے ہیں کہ میرے آنے سے شیطان مارا گیا۔ مجھ سے پہلے وہ بھاگا پھرتا رہا لیکن میرے وقت میں میں وہ قتل ہو گیا۔ مرزا صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

شیطان نے آدم کو مارنے کا منصوبہ کیا تھا اور اس کا استیصال چاہا تھا پھر شیطان نے خدا تعالی سے مہلت چاہی اور اس کو دی گئی الی وقت المعلوم بہ سبب اس مہلت کے کسی نبی نے اس کو قتل نہ کیا اس کے قتل کا ایک ہی وقت مقرر تھا کہ وہ مسیح موعود (مرزا) کے ہاتھ سے قتل ہو۔ (ملفوظات احمدیہ۔ ج ۲ ص ۳۱۷)

ناظرین! اگر بڑے مرزا کے زمانہ میں قتل ہو چکا تو اب وہ کہاں سے زندہ ہو کر فوج تیار کر کے رحمانی فوج کے سامنے دندناتا ہوا آ گیا ہے۔ کیا کوئی متنفس مرنے کے بعد زندہ ہو کر دنیا میں آ سکتا ہے؟ نہیں بڑے میاں (مرزا غلام احمد قادیانی) کہہ گئے ہیں انھم لا یرجعون

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب (محمود احمد) کا احراریوں کو شیطانی فوج اور شیطان کو ان کا قائد (سپہ سالار) کہنا محض ادعا ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال کے بعد ریل کے جاری رہنے پر کسی شاعر نے کہا تھا:

مرا دجال لیکن ہے ابھی اس کا گدھا باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۳۵ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۶ ص ۶)

کیا مسیح موعود و حضرت مہدی آچکے؟

مولوی ابوسعید عبدالعزیز جالندھری دارالحدیث لودیانہ سے لکھتے ہیں:

یہ مسئلہ ایک معرکۃ الآراء زمانہ موجودہ میں سمجھا جاتا ہے کیونکہ گروہ مرزائی تو مرزا غلام احمد کو مسیح خیال بلکہ یقین کرتے ہیں، دوسری جماعت حقہ محمدیہ مرزا صاحب موصوف کو مسیح نہیں کہتے کیونکہ قرآن مجید اور احادیث نبویہ بھی آنے والے مسیح کو بار بار بالتصریح پیش کررہے ہیں جو اوصاف مسیح کے مذکور ہیں وہ ممدوح کے اندر قطعاً نہیں اور سب اوصاف سے قطع نظر کرکے ایک وصف کو ملاحظہ کیجئے۔ مسلم شریف میں ہے:

لید عو ن الی الما ل فلا یقبلہ ا حد

حضرت مسیح لوگوں کو مال دیں گے کوئی اس کو قبول نہ کرے گا۔ اس قدر برکتیں ہوجاویں گی کہ ہر ایک غنی بن جاوے گا۔ صاحب نصاب، زکوۃ لے کر منادی کریں گے کوئی زکوۃ نہیں لے گا۔ یہ نہ سمجھ لینا کہ خود رئیس و جاگیردار ہوگا۔ نہیں سب کا حال ایک جیسا ہوگا۔ کیا آج یہ وصف ہے۔ بقول مرزائیہ مسیح موعود ہوئے اور شیر پنجاب کی دھمکی میں کوچ کر گئے۔ افسوس سے کہنا پڑتا ہے۔ اس کا برعکس ثابت ہے وہ یہ کہ لوگ بھوکے پیاسے خاص کر مسلمانوں کی حالت تو جب سے مرزا غلام احمد قادیانی ہوئے ابتر سے ابتر ہوگئی۔ مزدوری ملتی نہیں۔ کئی لوگ فاقہ میں موصوف کو گالیاں دیتے ہیں بہت سے لوگ عیسائی ہوجاتے ہیں۔ کوئی آریہ، کوئی سناتنی ہوجاتا ہے۔ کیا ایسے مسیح کی پیش گوئی حدیث میں آئی ہے۔

میں یقین اور وثوق سے کہتا ہوں کہ کوئی مرزائی بھی قادیانی ہو، یا لاہوری، ان باتوں سے انکار نہیں کرسکتا۔ بلکہ کوئی بھی ادنی سے ادنی عقل رکھنے والے کو گنجائش نہیں ہوسکتی کہ موصوف کو مسیح کہے۔ کیونکہ خود مرزا غلام احمد صاحب مسیحیت سے انکار کررہے ہیں۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۹ پر فرماتے ہیں: میں مسیح نہیں، مثیل مسیح ہوں۔

لفظ مثیل مضاف ہے لفظ مسیح کی طرف۔ جیسا کہ غلام زید میں غلام مضاف ہے زید کی طرف

۔جس کا معنی ہے زید کا غلام ۔لہذا نتیجہ بین ہے، کہ مضاف ومضاف الیہ دونوں ایک نہیں ہو سکتے ۔ زید اور غلام مثال مذکورہ میں ایک نہیں، اسی طرح مثیل اور مسیح ایک نہیں ۔ اگر اس سے زیادہ وثوق چاہتے ہو، تو پڑھیئے کتاب مذکور صفحہ ۲۰۰ پر موصوف مرزا صاحب قادیانی بڑے کھلے الفاظ میں فرماتے ہیں کہ

ممکن ہے بلکہ بالکل ممکن ہے کہ وہ مسیح جو شان وشوکت وجاہ وجلال کے ساتھ مطابق حدیث نبویہ کے آجاوے کیونکہ یہ عاجز غربت ونا توانی وفقیری لباس میں آیا ہے۔

اب تو امید ہے کہ دونوں فریقین کی تسلی و تشفی ہوگئی ہوگی ۔اب تو سمجھ گئے ہو کہ مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ میرے منکر کو کافر نہ کہا جاوے کیونکہ کافر تو اس کو کہہ سکتے ہیں جو حضرت مسیح کا منکر ہو اور میں مسیح نہیں۔

اگر کچھ کسر باقی ہے تو میں خدا کے فضل وکرم سے پوری کر کے چھوڑوں گا ۔ملاحظہ ہو براہین احمدیہ جلد۴ ۔موصوف مرزا صاحب فرماتے ہیں؛

حضرت عیسی جب دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے تو اسلام کو چاروں کونوں تک پہنچا دیں گے بلکہ واللہ متم نورہ کا اشارہ ہی حضرت عیسی کی طرف ہے۔

آپ کو معلوم ہے یہ کس کتاب میں لکھا ہے ۔یہی وہ کتاب ہے جس پر مہر ثبت شدہ ہے، جس کے اندر کوئی غلطی نہیں جو کچھ اس کے اندر مذکور ہے خدا کے فرمان سے ہے۔

اب میں بطور خیر خواہی نصیحت کرتا ہوں کہ دنیا کے مال کی پرواہ نہ کرو ۔اللہ والے بن جاؤ ۔ لنا علم و للجھّا ل ما ل کے مطابق اللہ کو راضی کرلو

کچھ کرو خوف خدا کیا حشر کو دو گے جواب
کام کس آئے گی یہ دولت کمائی آپ کی

اب رہا مہدی ہونا موصوف کا، اس پر بھی ایک حدیث مختصر الفاظ میں پیش کرتا ہوں مہدی کی وصف ابوداؤد جلد۲ کی حدیث موجود ہے۔ حدیث

ملئت الا ر ض عد لاً کما ملئت جوراً .

(امام کے وقت تمام زمین عدل سے بھر جائے گی جیسا کہ پہلے ظلم واستبداد سے بھری ہوگی)۔

اب غور فرمایئے کہ اس کے مطابق مہدی آچکے ہیں جب کہ ظلم ترقی پر ہے۔ ہر طرف مظلوم رو رہے ہیں۔ خاص کر احرار اسلام کی جماعت و جماعت مرزائیہ دونوں آواز بلند کر رہے ہیں۔ ہر ایک کہتا ہے کہ ہم پر دوسرا گروہ ظلم کر رہا ہے۔ امید ہے کہ موجودہ زمانہ میں جو ظلم بین طور پر کھلم کھلا ہوتا ہے اس سے مرزائی فریقین انکار نہیں کریں گے۔ نتیجہ بین ہے کہ جس کی پیش گوئی حضور ﷺ نے فرمائی ہے وہ ابھی نہیں آیا کیونکہ اس کے والد کا نام عبداللہ والدہ کا نام آمنہ بی بی۔ پیدائش بستی قرعہ ملک یمن میں ہوگی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اندر کوئی بھی وصف موجود نہیں۔ البتہ وہ وصف جو انجیل متی کے باب ۷ کی آیت ۱۵ میں پیش گوئی کی ہے کہ

جھوٹے نبیوں سے خبردار رہو جو تمہارے پاس بھیڑوں کے بھیس میں آئیں گے مگر باطن میں پھاڑ نے والے بھیڑیئے ہیں ان کے پھلوں سے تم ان کو پہچان لو گے۔

یہ پیش گوئی بالکل صاف الفاظ میں ظاہر کر رہی ہے کہ یسوع کے لباس میں ملبوس ہونے والے اپنے آپ کو مسیح کہلا کر دنیا جمع کرنے والے بیشک موجود ہیں خدا کے لئے زندگی کو غنیمت سمجھو آج ہی مرزائیت سے تائب ہو کر سچے رہبر ہادی کامل کی شفاعت چاہنے والوں میں اپنا نام کرلو ورنہ قیامت کو کوئی حامی نہیں ہوگا :

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔ خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۳۵ء مطابق ۲ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۶ ص ۶۔۷)

پنجاب کے دو تاریخی مقدمات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ بیس سال سے زیادہ ہوا ہوگا کہ آریوں کے اخبار ست دھرم پر چارک جالندھر میں لالہ منشی رام (شردھانند) کے قلم سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جس میں اخبار عام لاہور کے اڈیٹر (پنڈت گوپی ناتھ) کو گنگا جمنی پنڈت لکھا تھا پنڈت صاحب موصوف نے تعزیرات ہند کی دفعہ ۵۰۰ کے ماتحت توہین عزت کا استغاثہ کیا آریوں کی طرف سے پنڈت جی کے برخلاف ایسے ثبوت پیش ہوئے کہ مجسٹریٹ نے مستغیث کے حق میں ان

الفاظ سے زیادہ وزن دار الفاظ لکھے جو ملزم کے قلم سے نکلے تھے۔ کیونکہ آریوں نے یہاں تک ثبوت دیا تھا کہ پنڈت جی نے گائے کا گوشت بھی نوش فرمایا ہے۔ آریوں نے اس فیصلے کو اپنی تاریخی فتح جان کر بصورت ٹریکٹ ہزارہا کی تعداد میں شائع کیا تھا۔

دوسرا مقدمہ قادیانی کیس ہے جو سرکار نے مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب پر دائر کیا تھا۔ جس کا فیصلہ اخباروں میں بڑی دھوم دھام سے شائع ہوتا رہا ہے۔

اس مقدمہ میں بھی بہت سے مخفی راز آشکارا ہوئے ہیں۔ اگر پنڈت جی کے گائے کا گوشت کھانے کا راز منکشف ہوا، تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے شراب منگانے کا ثبوت ہوا۔

اسی طرح دوسرے امور مخفیہ منصّہ ظہور پر آ گئے۔ قادیانی خلیفہ (جناب مرزا محمود احمد) کہتا ہے کہ یہ مقدمہ حکومت نے ہمارے مفید مطلب جان کر نہیں چلایا بلکہ ہمارے مفاد کے خلاف چلایا۔ مگر قادیانی خلیفہ کے مریدوں میں سے ایسے گواہ بھی گذرے تھے جنہوں نے بڑے جوش سے کہا تھا کہ اگر میں جلسے میں ہوتا تو عطاء اللہ شاہ کی تقریر سن کر مر جاتا یا مار دیتا۔ اس قسم کی شہادتوں سے مقدمہ کو قوت دینا مقصود تھا پھر یہ کیونکر مانا جائے کہ قادیانیوں نے مقدمہ کی پیروی نہیں کی۔

پس یہ مقدمہ امت مرزا کے حق میں اسی طرح مفید مطلب ثابت ہوا جس طرح لالہ منشی رام والا مقدمہ پنڈت گوپی ناتھ کے لئے مفید ہوا تھا: خدا شرے برانگیزد کہ درآں خیر ما باشد

اس لئے پنجاب کے یہ دونوں تاریخی مقدمے یاد رکھنے کے قابل ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۱۶)

قادیانی، کفایت اللہ دہلوی، جماعت احمدیہ لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہور کے مرزائی اخبار پیغام صلح میں ایک چیلنج بنام مولانا کفائت اللہ دہلوی دیکھا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نسبت علماء اسلام عموماً دعوی کرتے ہیں کہ انہوں نے نبوت کا دعوی کیا اور منکرین

مسلمانوں کو کافر کہا، ہم (لاہوری مرزائی) آپ (مولانا کفائت اللہ) کوصدر جمعیت علماء کی حیثیت سے منتخب کر کے چیلنج دیتے ہیں کہ ہمارے امیر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے ساتھ اس خصوص میں مباحثہ کر لیں۔

اس کے جواب میں جماعت المسلمین لاہور کی طرف سے جواب نکلا کہ وہ اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں۔اس کے جواب میں لاہوری مرزائیوں نے لکھا کہ ہم تو ۸ کروڑ مسلمانوں کی قائم مقامی کی مدعی جماعت کے صدر کو مخاطب کرتے ہیں،تا کہ اس مناظرہ سے سب مسلمانوں کے ساتھ فیصلہ ہو سکے۔

اس کے بعد اخبار پیغام صلح لاہور میں ایک مضمون نکلا جس میں ذکر ہے کہ بابو عبد الحق صاحب احمدی مولانا کفائت اللہ کے پاس گئے اور ان سے سوالات کئے جن کے جوابات مولانا نے جو دیئے وہ (بقول ان کے) سب کے سب عدم واقفیت از کتب مرزا قادیانی پر مبنی ہیں۔اور مولانا کفائت اللہ صاحب نے جماعت احمدیہ کی خدمات کی تعریف کی اور مبحث کے متعلق اپنی عدم واقفیت وغیرہ کا ذکر کیا ہے ۔

ہم (ثناءاللہ) تو مرزائیوں کی بلکہ خود ان کے بڑے میاں مرزا صاحب متوفی کی روایات کی بابت بہت پرانی رائے رکھتے ہیں کہ یہ جماعت مع اپنے پیشوا کے سب کے سب جابر جعفی کی پارٹی ہیں.....

ہم ان مدعیان تحقیق وتدقیق سے سوال کرتے ہیں کہ کیا یہ آپ کا انصاف اور طریقہ تحقیق ہے کہ کسی عالم کو یہ جان کر کہ وہ آپ کے لٹریچر سے پورا واقف نہیں، مخاطب کر کے اسے چیلنج دینا اور واقفوں کی طرف رخ نہ کرنا۔پھر اس کا نام تحقیق حق اور تبلیغ دین رکھنا ابلہ فریبی نہیں تو اور کیا ہے؟ بحالیکہ آپ جانتے ہیں کہ امرتسر وغیرہ بلاد پنجاب میں آپ کے سوالوں کے جواب دینے کے لئے بفضلہٖ تعالیٰ کئی افراد موجود ہیں جن میں سے ایک کا دعوی ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں۔
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

بس اگر آپ کو ان دونوں مسئلوں کی تحقیق کا شوق ہے جس کیلئے مولانا کفائت اللہ کو آپ نے چیلنج دیا ہے تو آپ ادھر کا رخ کیجئے۔ہم آپ کا چیلنج قبول کر کے دونوں مسئلوں پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔

اگر یہ خیال ہو کہ مولانا کفائت اللہ کو ہم نے جمعیت العلماء کی صدارت کی وجہ سے چیلنج دیا تھا،اور

آپ اس کے صدر نہیں ہیں، لہذا ہم آپ (ثناءاللہ) سے بحث نہیں کریں گے۔ تو جواب سنو!

میں جمیعت العلماء کا صدر نہیں مگر تمہارے بانی سلسلہ کا مدمقابل ہوں ۔جس کو وہ ہمیشہ مخاطب کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آخر کار آپ نے آخری فیصلے کا جو اعلان کیا وہ خاص میری ذات سے متعلق تھا۔ کیونکہ آپ نے میری موت کو تمام مباحث میں فیصلہ کن قرار دیا تھا۔ غور کریں میری یہ حیثیت ضائع نہیں ہوئی ۔اب بھی بحال ہے بلکہ بڑی قوت سے بحال ہے۔ اس لئے میں کہہ سکتا ہوں اور کہتا ہوں کہ اس بحث کے بعد دوسری بحث آخری فیصلے پر ہوگی۔

یعنی دو مسئلے آپ کی طرف سے زیر بحث ہوں گے اور ایک میری طرف سے۔ رہا منصفوں کا تقرر ۔سو یہ امر بالکل آسان ہے۔ مجھے وہی صورت منظور ہوگی جو آپ کے بانی سلسلہ (مرزا صاحب قادیانی) نے آریوں کے سامنے پیش کی تھی۔ امید ہے آپ کو اس سے اعراض نہ ہوگا۔ آپ کے پوچھنے پر وہ حوالہ بتایا جائیگا۔ سر دست اتنا نوٹ کر لیجئے کہ منصفوں کی صورت وہی ہوگی جو بڑے مرزا صاحب نے آریوں کے سامنے پیش کی تھی۔ (شائد مولانا کا اشارہ مرزا غلام احمد کی اس تحریر کی طرف تھا ۔

مناسب ہے کہ سوامی (دیانند) صاحب کوئی مقام اور ثالث بالخیر اور انعقاد جلسہ کی تجویز کر کے بذریعہ کسی مشہور اخبار کے مشتہر کردیں ۔لیکن اس جلسہ میں شرط یہ ہے کہ جلسہ بحاضری چند منصفان صاحب لیاقت اعلیٰ کہ تین ان میں سے ممبران برہم سماج اور تین صاحب مسیحی مذہب ہوں گے قرار پاویگا۔ اول تقریر کرنے کا حق ہمارا ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔ پھر پنڈت صاحب برعائت شرائط جو چاہیں جواب دیں گے۔ پھر ان کا جواب الجواب ہماری طرف سے گذارش ہوگا اور بحث ختم ہو جائیگی ۔(نقل از کھلا خط بصورت اعلان سوامی دیانند صاحب کے نام ۔ص ۷۰ مکتوبات احمدیہ جلد دوم ۔طبع قادیان یعقوب علی تراب)۔جس کو بحیثیت اتباع مرزا تسلیم کرنا آپ کا فرض ہے ۔کیونکہ آپ کا سارا تانہ بانہ مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق کیلئے ہے ۔اگر اب آپ نے میرے ساتھ مباحثہ کرنا منظور نہ کیا بلکہ اور کسی کو مخاطب کیا تو میں ایک آہ سرد بھر کر کہوں گا:

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
اے کشتۂ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۳۵ء مطابق ۹ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۷ ۔ص ۵۔۶)

مرزائی سوال جماعت اہل حدیث پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ کلکتہ سے ایک دوورقہ اشتہار آیا ہے جس میں علماء اہل حدیث سے (بزعم خود) ایک بڑا بھاری وزنی سوال کر کے اس کا جواب طلب کیا ہے۔سوال کا خلاصہ یہ ہے :

قرآن شریف میں مذکور ہے کہ مومن آل فرعون نے فرعونیوں کو مخاطب کر کے کہا تھا کہ حضرت یوسف تمہارے پاس آئے جب وہ فوت ہو گئے تو تم نے کہا بس اب خدا کوئی رسول نہ بھیجے گا تاہم انکے بعد رسول آتے رہے۔تم اہل حدیث بھی کہتے ہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا ایسا عقیدہ رکھنے والے مسرف اور شکی ہوتے ہیں اور اللہ تعالی کے نزدیک گمراہ ہیں اس سے معلوم ہوا کہ کسی نبی کے بعد یہ عقیدہ گھڑ لینا کہ آئندہ کوئی نبی نہ ہو گا گمراہی ہے۔(ص ا، اشتہار مذکور)

سارے اشتہار کی جان بس اتنا ہی مضمون ہے۔احمدی ممبرو! پہلے ہمارا عقیدہ سن لو جو قرآن وحدیث کی روشنی میں یوں ہے۔قرآن میں ارشاد ہے

ما كان محمد ابا احدٍ من رجالكم ولكن رسول الله وخاتم النبيين

(محمد تم میں سے کسی مرد کے باپ نہیں لیکن رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں)۔

اللہ تعالی نے اپنے نبی کو بغیر استثناء کے خاتم الانبیاء کا لقب دیا ہے اس کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے اپنے اس ارشاد کے ساتھ فرمائی ہے: لا نبي بعدي میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

بتاؤ! ایسا کہنا والے گمراہ یا مہتدی۔اگر گمراہ ہے تو اپنے گھر کی خبر لو کیونکہ یہ قول تمہارے پیشوا کا ہے جس کی نبوت پر تم بحث کرتے ہو اعتبار نہ ہو تو اس کی کتاب حمامۃ البشری عربی کا صفحہ ۲۰ دیکھو۔اور اگر ایسا کہنے والا ان لوگوں کی طرح گمراہ نہیں ہے جنہوں نے حضرت یوسف کے بعد کہا تھا کہ اب کوئی نبی نہیں آئے گا پھر اہل حدیث ایسا کہنے سے کیوں ان لوگوں جیسے ہو گئے ۔ایک ہی بات کے قائل کو مومن کہنا اور اسی کے قائل کو

گمراہ کہنا: کہو جی کون دھرم ہے۔

سنو! اصل بات یہ ہے کہ حضرت یوسفؑ کے بعد ایسا کہنے والوں کا قول فرمان خداوندی کی سند کے بغیر تھا اور ہمارا عقیدہ خدا کے ارشاد کے ماتحت ہے علاوہ اس کے ان لوگوں کا قول ان یبعث الله من بعده رسو لاً بری نیت سے تھا ہمارا عقیدہ بھلی نیت سے ہے وہ حضرت یوسفؑ کی نبوت کے منکر تھے اس لئے انہوں نے ان کے انتقال کے بعد جو آئندہ کے لئے رسول آنے کا انکار کیا تو اس نیت سے کیا تھا کہ: یوسف کے مرنے سے بلا ٹلی اب یہ بلا پھر پیدا نہ ہوگی۔

مگر ہم اور مرزا غلام احمد صاحب مذکورہ قول میں اس نیت سے انکاری نہیں بلکہ ہمارا انکار تعلیم خداو رسول پر مبنی ہے۔ پس دونوں میں فرق ہے۔

لطیفہ: ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے جن دنوں مرزا غلام احمد صاحب اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کا مباحثہ تھا، ایک شخص محمد سعید طرابلسی مرزا صاحب کو ملنے آیا۔ مرزائیوں نے اس پر بڑا فخر کیا کہ دور دراز سے علماء عرب ہمارے حضرت مرزا صاحب سے ملاقات کو آتے ہیں۔ کسی طرح اس کو میری بھی خبر مل گئی، تو وہ مجھے بھی ملنے آیا۔ باتوں باتوں میں کہنے لگا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں، میں نے ایک عربی قصیدہ لکھا ہے اس پر انہوں نے مجھے دوسو روپیہ انعام دیا۔ میں (ثناءاللہ) نے کہا ذرا سناؤ تو سہی۔ اس نے سنایا تو اس میں ایک شعر مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے یوں کہا تھا:

(ترجمہ): تو (مرزا) وہ شخص ہے جس کی بابت رسول اللہ ﷺ نے خبر دی تھی۔ کیا اچھا وعدہ تھا جو سچا ثابت ہوا۔

یہ سن کر میں نے کہا: کیا تم نے اس کو مسیح موعود کہا؟ اس (محمد سعید طرابلسی) نے کہا: نہیں۔

میں (ثناءاللہ) نے کہا : پھر تو کیوں کہتا ہے کہ تو وہی ہے جس کا رسول نے وعدہ دیا ہے۔

اس نے جواب دیا: کیا حضور ﷺ نے دجال کا وعدہ نہیں دیا.. میں نے تعریف موعود بہ کی نہیں کی موعود بہ (دجال) برا ہے۔ وعدہ رسول پورا ہوا۔

تب میں (ثناءاللہ) نے کہا۔ انت مثل المتنبی یمدح مرۃ یھجو اخری

یہ قصہ بیان کر کے مشتہرین کلکتہ سے پوچھتا ہوں کہ تم مرزائی جب یہ شعر سنتے ہو گے اور اس شعر سے ..سمجھتے ہو گے وہ تمہارے نزدیک ایمان ہو گا، جب کہ اس سے قائل کی جو مراد ہے وہ تمہارے نزدیک ....حالانکہ کلام ایک ہی ہے

ٹھیک اسی طرح حضرت یوسف ...کی بات کہنے والے بدنیت ہیں اور رسول اللہ ﷺ کے حق میں کہنے والے سچے ہیں کیونکہ خدا کے حکم سے کہتے ہیں.. (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۶)

مسیح موعود جہاد بالسیف کرے گا

اخبار الفضل قادیان ۴ جولائی ۱۹۳۵ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں راقم مضمون (اڈیٹر الفضل) نے کمال یہ کیا ہے کہ حدیث کی رو سے لکھا ہے کہ ، مسیح موعود کی جماعت جہاد بالسیف نہیں کرے گی۔اس دعوی پر ایک روایت کو دلیل پیش کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ایک اور حدیث میں آتا ہے عصا بتا ن من امتی ا حزر هما الله من النار عصا بة تغزوا الهند و عصا بة تکون مع عیسی بن مر یم

یعنی میری امت کے دو گروہ ایسے ہیں جنہیں اللہ تعالی آگ سے بچائے گا۔ایک گروہ وہ ہو گا جو ہندوستان میں جہاد کرے گا اور ایک گروہ وہ ہو گا جو عیسی بن مریم کے ساتھ ہو گا۔اس حدیث کے ماتحت امت محمدیہ کا پہلا گروہ تو وہ ہے جس نے حضرت سید احمد صاحب بریلوی کے ساتھ ہو کر جہاد کیا۔آپ اپنی صدی کے مجدد اور نہایت راست باز انسان تھے۔جب آپ نے دیکھا کہ پنجاب کے مسلمانوں پر سکھ ظلم کر رہے ہیں جس کی وجہ احکام دینی کی بجا آوری کے سوا اور کوئی نہ تھی،تو اس وقت آپ نے مظلوم مسلمانوں کو سکھوں کے مظالم سے نجات دلانے کے لئے اپنا وطن چھوڑ دیا ایک چھوٹے سے گروہ کے ساتھ سکھوں پر حملے کا ارادہ کر لیا..یہ وہی بہادر جاں نثاروں کا گروہ ہے جس کی طرف آنحضرت ﷺ اپنی حدیث کے پہلے حصہ میں اشارہ فرمایا ہے مگر اس کے ساتھ ہی

رسول کریم نے یہ بھی فرمایا کہ ایک دوسرے گروہ کو بھی اللہ تعالی نارجہنم سے بچائے گا اور وہ مسیح موعود کے ساتھی ہیں۔

یہ مقابلہ صاف بتلاتا ہے کہ مسیح موعود کی جماعت جہاد بالسیف نہیں کرے گی کیونکہ یہی ایک بات ہے جوان دونوں گروہوں میں مابہ الامتیاز ہے۔یعنی ایک تو جہاد بالسیف کرنے والے ہیں،اور ایک مسیح کے ساتھی۔اگر دونوں غازی ہوتے تو رسول اللہ ﷺ اس طرح فرق بیان نہ فرماتے کہ ایک ...الخ (الفضل مذکور)

قادیانی مضمون نگار کا سید احمد شہید اور ان کے ساتھیوں کی مجاہدانہ زندگی کا اعتراف ہمارے لئے باعث مسرت ہے الفضل ما شهدت به الا عداء ۔اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے ساتھیوں کو جہاد بالسیف کی اعلی خدمت سے سبک دوش کرنے کی کوشش کرنا آیت قرآنیہ کی تصدیق ہے

فلمّا کتب علیهم القتا ل تو لّوا (جب جہاد کا وقت آیا تو منہ پھیر گئے)

جو تن آسانیاں چاہیں اور آبرو بھی
وہ قوم آج ڈوبے گی گر کل نہ ڈوبی

سنئیے !اول تو اس حدیث کا پتہ نشان نہیں بتایا کہ کس کتاب کی ہے،کیسی ہے؟لیکن ہم اس تکلیف میں آپ کو ڈالنا نہیں چاہتے بلکہ سیدھی راہ پر آپ کو لے جاتے ہیں۔پس سنئیے !

اس میں شک نہیں کہ مسیح موعود،دجال کے لئے آئیں گے اس زمانہ کے مسلمانوں کا جو کام صحیح حدیث (سنن ابوداؤد) میں آیا ہے،یہ ہے

الجهاد فی سبیل الله ما ض منذ بعثنی الله الی ان یقا تل آخر امتی الدجال

(منـدر جه منتقی با ب الجهاد فر ض الكفا یه) (یعنی فرمایا جہاد اللہ کے راستہ میں جاری ہے جب سے خدا نے مجھے نبی کرکے بھیجا ہے یہاں تک کہ میری امت کا آخری حصہ دجال کے ساتھ لڑائی کرے گا)

اگر تم پوچھنا چاہتے ہو کہ یہ کون لوگ ہوں گے،تو سنو:

ثم تغزو ن الرو م فیفتحها الله ثم تغزو ن الد جا ل (مسلم)

(یعنی حضرت ﷺ نے فرمایا تم رومیوں سے غزا(جہاد) کرو گے خدا اس کو فتح کرے گا پھر تم دجال کے ساتھ جہاد کرو گے)

یہ حدیث صحیح مسلم کی ہے۔ اس میں جو ..الخ (اخبار اہل حدیث کے زیر نظر شمارے کا یہ ورق پھٹا ہوا ہے۔ اس لئے مضمون نامکمل ہے۔ بہاء)(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۳۵ء مطابق ۲۳ ربیع الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۹ ص ۴)

قادیان کے زلزلے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بڑے ہوشیار اور زمانہ شناس تھے۔ آپ کی امت بھی اسی قدر ہوشیار ہے۔ کوئی موقع نہیں چوکتے۔ جوں ہی دنیا میں کوئی حادثہ ہوا، انہوں نے سر اٹھایا اور فوراً اعلان کر دیا کہ ہمارا دعوی ثابت۔ چاول سفید ہوں یا سرخ زمین بہرحال گول۔

۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء سے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء تک ہندوستان میں تین سخت زلزلے آئے۔ ان تینوں زلزلوں کو مرزا غلام احمد قادیانی اور امت مرزا نے اپنے صدق پر دلیل بتایا۔

پہلے زلزلہ (اپریل ۱۹۰۵ء) کے وقت مرزا غلام احمد صاحب خود زندہ تھے۔ انہوں نے اسی روز (۴۔ اپریل) ہی کو ایک طویل اشتہار دیا جس میں بھجوائے، تو جان نہ جان میں تیرا مہمان، کھینچ تان کر اپنے الہاموں سے زلزلہ کی پیش گوئی ثابت کی جس کا جواب اسی زمانہ میں اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۴۔ اپریل میں دیا گیا تھا، جو ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں مکرر نقل ہو چکا ہے۔

اس کے بعد ۱۵ جنوری ۱۹۳۴ء کو صوبہ بہار میں زلزلہ آیا، تو قادیان سے صداقت مرزا کی آواز اٹھی کہ ہمارے بڑے حضرت کے کہنے کے مطابق یہ زلزلہ آیا ہے۔ اس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹ فروری ۱۹۳۴ء اور ۲ مارچ ۱۹۳۴ء میں دیا گیا اور بذریعہ اشتہار بھی شائع کیا گیا۔

اس کا خلاصہ یہ تھا کہ جس زلزلہ کی پیش گوئی کو زلزلہ بہار پر لگایا جاتا ہے، اس کی بابت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے صاف لکھا ہوا ہے کہ میری زندگی میں پوری ہوگی۔ (ملاحظہ ہو ضمیمہ جلد ۵ براہین احمدیہ ص ۹۷)۔

اب جب کہ کوئٹہ میں زلزلہ شدیدہ آیا تو قادیان میں گھی کے چراغ جلے۔ قادیانی پریس اور قادیانی

خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے جی کھول کر اس سے اپنی سچائی کا ثبوت دیا۔اس لئے ہم نے اہل حدیث مورخہ ۲۱ جون ۱۹۳۵ء میں سوال کیا تھا:

اس قسم کے حادثات کو مدعی سے دو وجہ سے تعلق ہوسکتا ہے:

۱۔ایک یہ کہ اس کے انکار کی وجہ سے ہوئے ہوں

۲۔دوم اس وجہ سے کہ اس کی پیش گوئی کے مطابق ہوئے ہوں۔

یہ زلزلے کس قسم سے ہیں۔قسم اول سے یا قسم دوم سے؟

ہمارے اس سوال جواب صاف لفظوں میں تو قادیان سے آیا نہیں،اس لئے ہم خود ہی بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس قسم کے حادثات کو کس وجہ سے اپنی صداقت کی دلیل بتایا کرتے ہیں۔ موصوف کی نظم متعلق زلزلہ میں سے ابتدائی اشعار یہ ہیں:

پھر چلے آتے ہیں یارو زلزلہ آنے کے دن
زلز لہ کیا اس جہا ن سے کوچ کر جا نے کے دن
تم تو ہو آرام میں ہم اپنا قصہ کیا کہیں
پھر تے ہیں آ نکھو ں کے آ گے سخت گھبرا نے کے دن
کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا مو جب میرے جھٹلا نے کے دن

(حقیقۃ الوحی صفحہ اخیر)

اشعار مرقومہ کے چھٹے مصرعہ میں صاف مذکور ہے کہ زلزلے اور دیگر عذابات مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب کرنے کی وجہ سے لوگوں پر آتے ہیں اور آتے رہیں گے چنانچہ قادیان کے نامی شاعر (گویا استاد داغ) مولوی غلام رسول آف راجیکی اپنی ایک نظم مشابہ نثر میں کہتے ہیں

یہ دیکھ کر نشا ن نصر ت یہ د یکھ کر بھی نشا ن عظمت
نہ سو چیں پھر بھی یہ عقل وا لے تو صدق کیا بے نشا ن ر ہیگا

جو پہلے نبیوں کے وقت آئے ہوئے ہیں ظاہر عذاب
رہینگے جاری یہ حملے جب تک یہ کج جہاں بدعناں رہے گا
یہ قادیان ہے نبی کی بستی یہ تخت گاہ رسول حق ہے
خدائے قادر ہے یہ وعدہ یہ بلدہ دارالاماں رہے گا
خدا کی قہری تجلیوں کے ظہور کا یہ وقتِ عبرت
کہیں زلازل کہیں حوادث کا دور دورہ عیاں رہے گا

(الفضل قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۳۵ء ص ۵)

ان اشعار میں بھی وہی اظہار ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کی مذکورہ عبارت سے عیاں ہے کہ زلزلے اور عذاب مرزا صاحب کی تکذیب اور انکار کی سزا ہے۔ پس اب یہ عذابات اور زلزلے وغیرہ اس آیت کے ماتحت ہوئے جس کے الفاظ یہ ہیں:

انزل جنودا لّم تروها و عذّب الذين كفروا و ذلك جزاء الكافرين (التوبہ: ۲۶) (یعنی خدا نے آسمانی فوج بھیجی جس کو تم لوگوں نے نہ دیکھا اور کافروں کو عذاب کیا۔ یہی سزا کافروں کی ہے)۔

نتیجہ۔ اگر یہ ارشاد مرزا غلام احمد حق ہے اور اس کے متعلق تائیدی نظم بھی صحیح ہے تو نتیجہ بھی لاریب صحیح ہے کہ اڈیٹر اہل حدیث (فاتح قادیان) معہ اپنے سٹاف اور مع ممبران و کارکنان احرار خدا کے نزدیک مستوجب سزا نہیں ورنہ زلزلہ سے نہ بچتے (اعاذنا اللہ)

احمدی ممبرو! کیا کہتے ہو؟ چونکہ یہ نتیجہ بالکل صحیح اور قابل قبول ہے اس لئے اخبار الفضل کے ہشیار اڈیٹر نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف پہلو بدل کر یوں لکھا کہ:

ہم یہ نہیں کہتے کہ محض حوادث کا آنا مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت ہے بلکہ ہم جو کچھ کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی پیش گوئی کے ماتحت ان کا غیر معمولی طور آنا اور مسلسل آنا آپ کی صداقت اور خدا تعالی کے زور آور حملوں کا ثبوت ہے۔ (الفضل قادیان ۶ جولائی ۱۹۳۵ء)

پس یہ مضمون ہماری پیش کردہ دوصورتوں میں سے ... صورت میں داخل ہوا یعنی زلزلہ.... حضرت مرزا صاحب قادیان..... وقوع ہوا۔ پس اب مطلع صاف ہے.. پیش گوئی دیکھنا چاہتے ہیں جو تینوں زلزلوں (کانگڑہ بہار اور

کوئٹہ) کی بابت مرزا صاحب نے کی تھی۔ کانگڑہ (پنجاب) میں ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ عظیم آیا۔اس سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۷ فروری ۱۹۰۵ء کو ایک اشتہار دیا جس کی روح رواں یہ عبارت ہے

عفت الدّیار محلھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی اور نہ عارضی امن کی جگہ یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی ۔

(اشتہار الوصیت)

جب کانگڑہ میں زلزلہ آیا تو مرزا غلام احمد صاحب نے حسب عادت جھٹ پہلو بدل کر اس اشتہار کو زلزلہ کانگڑہ پر لگا دیا۔..حالانکہ زلزلہ کانگڑہ اس اشتہار کی تاریخ سے صرف ایک ماہ بعد آیا تھا اگر عالم الغیب کی طرف سے مخلوق خدا کو تنبیہ کرنی ہوتی تو بہت آسان تھا کہ طاعون کی بجائے زلزلہ کہہ دیتا مگر ایسا نہیں ہوا کیونکہ یہ لفظ الہام میں نہیں ہاں بعد حدوث زلزلہ نکتہ بعد الوقوع کے ماتحت بات بنائی گئی ہے مفصل اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۶ مارچ ۱۹۳۴ء میں ملاحظہ ہو۔

زلزلہ بہار

ملک میں طاعون کی روانی دیکھ کر پہلے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا رخ طاعون کی طرف رہتا تھا زلزلہ کانگڑہ کے بعد آپ کا رخ زلزلوں کی طرف ہوگیا آپ نے ایک قیامت خیز زلزلہ کی خبر دی جس کو بعد انتقال مرزا صاحب ان کے مریدین زلزلہ بہار پر لگاتے ہیں۔مگر قربان جائیں خدائے قدوس کے جس نے فرما دیا ہے کہ انکار کرنے والوں کے ہاتھ پاؤں گواہ گزریں گے۔ٹھیک اسی طرح ہم مرزا غلام احمد صاحب کے دست ہائے مبارکہ کو پیش کر کے ان کے دعاوی کو غلط ثابت کرتے ہیں۔با انصاف ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کی ہدایت غور سے سنیں:

آپ ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷)

کون نہیں جانتا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا اور زلزلہ بہار جنوری ۱۹۳۴ء میں آیا۔

ناظرین غور کریں ۲۶ سال کا فاصلہ کوئی معمولی بات نہیں۔ اتنے فاصلے کو قطع کر کے زلزلہ بہار کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں لے جانا مشکل بلکہ محال تو بے شک ہے، مگر ان لوگوں کے لئے سب کچھ آسان ہے جو دمشق سے مراد قادیان مان جاتے ہیں۔ جس کی بابت یہ شعر موزوں ہے

لطف پر لطف ہے املاء میں میرے یار کے یار
ہائے حطی سے گدح لکتا ہے ھوز سے ھمار

زلزلہ کوئٹہ:

۳۱ مئی ۱۹۳۵ء کو یہ زلزلہ آیا۔ امت مرزا نے اس کو بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت کا نشان بنایا ہے چنانچہ الفضل میں مرزا صاحب قادیانی متوفی کے الفاظ نقل کئے گئے ہیں:

زلزلہ کا نشان خدا تعالی ۵ دفعہ لگائے گا اور چونکہ یہ الہام زلزلہ کانگڑہ کے بعد ہوا، اس لئے یہ یقینی بات ہے کہ ابھی تین اور ہیبت ناک زلزلے آنے والے ہیں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ یہ پانچ زلزلے تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد آئیں گے۔ اگر کانگڑہ کے زلزلہ کو شامل کر لیا جائے، تب بھی دو زلزلے باقی رہتے ہیں۔ ہر دفعہ کا زلزلہ پہلے کی نسبت زیادہ نقصان دہ اور دہشت ناک ہوتا ہے۔

(الفضل قادیان ۱۰ جون ۱۹۳۵ء ص ۴)

اس حوالے میں جن پانچ زلزلوں کا ذکر ہے ... پہلے چار زلزلے ہلکے اور خفیف ہوں گے اور دنیا ان کو معمولی دیکھے گی اور پھر پانچواں زلزلہ قیامت کا نمونہ ہوگا کہ لوگوں کو سودائی اور دیوانہ کر دے گا، یہاں تک کہ وہ تمنا کریں گے کہ وہ اس دن سے پہلے مر جاتے۔

اب یاد رہے کہ اس وحی الٰہی کے بعد اس وقت تک جو ۲۲ جولائی ۱۹۰۶ء ہے اس ملک میں تین زلزلے آچکے ہیں۔ یعنی ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء اور ۲۰ مئی ۱۹۰۶ء اور ۲۱ جولائی ۱۹۰۶ء۔ مگر غالباً خدا کے نزدیک یہ زلزلوں میں داخل نہیں ہیں کیونکہ بہت خفیف ہیں۔ شاید چار زلزلے پہلے ایسے ہوں گے جیسا کہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ تھا اور پانچواں قیامت کا نمونہ ہوگا۔ واللہ اعلم۔

(حقیقۃ الوحی ص ۹۳ حاشیہ)

اس عبارت کی تشریح خودمرزا نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۰۰ پر یوں کی ہے:

پہلے یہ وحی ہوئی تھی کہ وہ زلزلہ جونمونہ قیامت ہوگا بہت جلد آنے والا ہے اوراس کے لئے یہ نشان دیا گیا تھا کہ پیر منظور محمد لدھانوی کی بیوی محمدی بیگم کولڑکا پیدا ہوگا اور وہ لڑکا اس زلزلہ کے ظہور کے لئے ایک نشان ہوگا۔اس لئے اس کا نام بشیر الدولہ ہوگا کیونکہ وہ ہمارے ترقی سلسلہ کے لئے بشارت دے گا اسی طرح اس کا نام عالم کباب ہوگا، کیونکہ اگرلوگ توبہ نہیں کریں گےتو بڑی بڑی آفتیں دنیامیں آئیں گی۔ایسا ہی اس کا نام کلمۃ اللہ اور کلمۃ العزیز ہوگا، کیونکہ وہ خدا کا کلمہ ہوگا جو وقت پر ظاہر ہوگا۔اوراس کے لئے اور نام بھی ہوں گے۔مگر بعد اس کے میں نے دعا کی کہ اس زلزلہ نمونہ قیامت میں کچھ تاخیر ڈال دی جائے۔اس دعا کا اللہ نے اس وحی میں خود ذکر فرمایا اور جواب بھی دیا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے ربّ اخّر وقت ھذا ۔ اخّرہ اللہ الی وقتٍ مسمی ۔ یعنی خدا نے دعا قبول کر کے اس زلزلہ کو کسی اور وقت پر ڈال دیا ہے اور یہ وحی الٰہی قریباً چار ماہ سے اخبار بدر اور الحکم میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے اور چونکہ......پیر منظور محمد کے گھر میں ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو بروز سہ شنبہ لڑکی پیدا ہوئی اور یہ دعا کی قبولیت کا ایک نشان ہے اور نیز وحی الٰہی کی سچائی کا ایک نشان ہے جولڑکی پیدا ہونے سے قریباً چار ماہ پہلے شائع ہوچکی تھی مگر یہ ضرور ہوگا کہ کم درجہ کے زلزلہ آتے رہیں گے اور ضرور ہے کہ زمین نمونہ قیامت زلزلہ سے رکی رہے جب تک وہ موعود لڑکا پیدا ہو۔یاد رہے کہ یہ خدا تعالی کی بڑی رحمت کی نشانی ہے کہ لڑکی پیدا کر کے آئندہ بلا یعنی زلزلہ نمونہ قیامت کی نسبت تسلی دے دی کہ اس میں بموجب وعدہ اخرہ اللہ الی وقت مسمی ابھی تاخیر ہے اور اگر ابھی لڑکا پیدا ہوجاتا تو ہر ایک زلزلہ اور ہر ایک آفت کے وقت سخت غم اور اندیشہ دامن گیر ہوتا کہ شاید وہ وقت آگیا اور تاخیر کا کچھ اعتبار نہ ہوتا اور اب تو تاخیر ایک شرط کے ساتھ مشروط ہوکر معین ہوگئی۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۰۰۔۱۰۱ حاشیہ)

پس اب تو خودمرزا غلام احمد صاحب ہی کے کلام سے ثابت ہوگیا کہ زلزلہ نمونہ قیامت ایسی شرط سے مشروط ہے جس کا تحقق اب ناممکن الوقوع ہے کیونکہ پیر منظور محمد اور اس کی بیوی (محمدی بیگم) دونوں اس

جہان سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح چل دیئے ہیں پس بحکم اذا فات الشرط فات المشروط سب کارخانہ ہی درہم برہم ہوگیا: آں قدح بشکست وآں ساقی نماند

نہ منظور محمد کے گھر میں عالم کباب لڑکا پیدا ہوا، نہ زلزلہ نمونہ قیامت نشان صداقت مرزا قادیانی واقع ہوا۔اسی کو کہتے ہیں: نہ نومن تیل ہو نہ رادھا ناچے

احمدی دوستو! شرط کے بغیر مشروط کو ثابت رکھ کر کیوں بے وضو نماز پڑھتے ہو:

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔یہ تیرے زمانہ میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اگست ۱۹۳۵ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۰ ص ۳۔۵)

نئے نبی کا نیا الہام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی امت میں آج کل کئی ایک نبی ہیں۔ایک دو تو قادیان ہی میں ہیں۔بعض ادھر ادھر بھی نور پھیلا رہے ہیں۔ان سب سے سرکردہ نبی مولوی فضل خان ساکن چنگا بنگیال (پنجاب) ہیں۔جو اپنے الہامات شائع کر کے پبلک کو فائدہ پہنچاتے رہتے ہیں چنانچہ جدید الہام ان کا جو قلمی آیا ہے اس میں حسب سنت مرزا چند اشخاص کی موت (چھ سال کے اندر) کی خبر دی ہے:

۱۔مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان ۔۲ مرزا مبارک احمد ولد خلیفہ قادیان موصوف ۔۳۔چودھری فتح محمد سیال قادیان ۴۔عبداللہ خان ولد میاں محمد علی خان آف مالیر کوٹلہ ۔۵۔مولوی صدرالدین آف لاہور۔۶۔ڈاکٹر مرزا یعقوب لاہور۔۷۔چودھری منظور الٰہی لاہور۔۸۔مستری غلام محمد (ملہم) لاہور۔۹۔ڈاکٹر سر اقبال لاہور۔

ان کے علاوہ بھی چند لوگ نا قابل ذکر ہیں

یہ خط یکم جولائی ۱۹۳۵ء کا ہے اس میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

تاریخ معین بتانا منع ہے۔ تاکہ غلطی نہ ہو جائے؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ نمبر ۳۲ جلد ۴۱ ص ۵)

ختم نبوت اور قادیانی امت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک ٹریکٹ مرتبہ محمد علی اجمیروی (پنجابی) ہماری نظر سے گذرا جسکی سرخی ہے،

عقیدہ ختم نبوت، احمدیہ جماعت کا جزو ایمان ہے۔

اس ٹریکٹ میں اس طرح دھوکہ دیا جس طرح عیسائی لوگ بائیبل سے توحید کی آیات نکال کر کے کہا کرتے ہیں کہ ہم بھی موحد ہیں۔ یہاں تک کہ پادری فنڈر لکھتا ہے کہ: مشرک حیوان ہے۔

مگر توحید کی تشریح ان کے نزدیک اور ہے اور مسلمانوں کے نزدیک اور۔ اسی طرح خاتم النبیین کی تشریح مسلمانوں کے نزدیک یہ ہے

لا نبیّ بعدی آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

مگر قادیانی اصطلاح اس کے خلاف ہے۔ وہ ختم نبوت کے معنی یہ کرتے ہیں:

اللہ جل شانہ نے آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا ہے یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں بخشی اور آپ کی توجہ روحانی نبی تراش ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی۔

(حاشیہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۹۷) (ٹریکٹ مذکور۔ ص ۳)

یہ عبارت ملک کی عام زبان اردو میں ہے۔ اس کا مضمون صاف ہے کہ امت مرزائیہ بلکہ خود مرزا غلام احمد بھی آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین ان معنی میں نہیں مانتے جن معنی میں سب مسلمان مانتے ہیں، بلکہ ان کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نبی گر خاتم ہیں۔ چنانچہ ان کے عقیدہ کا ایک شعر ان کا مافی الضمیر جاننے کو کافی ہے:

جو آئے ابتدا میں رونق غار حرا ہو کر
گئے واپس نبی گر اور ختم الانبیاء ہو کر

(الفضل قادیان ۲۶ مارچ ۱۹۳۵ء)

پس خاتم النبیین ان دو معنی کے لحاظ سے بالکل مسئلہ توحید کی مانند ہے جس کے قائل عیسائی

اور مسلمان دونوں ہیں، مگر تشریح دونوں کی اس قدر الگ ہے کہ ایک دوسرے کو توحید کا منکر قرار دیتا ہے۔ قرآن شریف خود عیسائیوں کے دعوی توحید کو بے اعتبار جان کر ان کے عقیدہ کے لحاظ سے فرماتا ہے

فقد کفر الذ ین قالوا ان اللہ ثا لث ثلا ثۃ (پ ۶۔ ع ۱۴)

اسی طرح مسلمان بھی قادیانی تشریح کو بے اعتبار جان کر کہتے ہیں اور ٹھیک کہتے ہیں

لقد کفر الذین قالوا ان محمداً خا تم النبیین بمعنی جا عل النبیین۔

تشابھت قلو بھم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ نمبر ۳۲ جلد ۱۴ ص ۵۔ ۶)

امیر جماعت لاہور وخلیفہ قادیان سے ایک سوال

(ایک احمدی کے قلم سے)

حضرت مرزا صاحب (قادیانی) نے اپنے آپ کو خاتم الخلفاء اور محمدی سلسلہ کا چودھواں خلیفہ پیش کیا ہے، اور بقول مرزا صاحب قادیانی، حضرت عیسی موسوی سلسلہ کے چودھویں خلیفہ اور خاتم الخلفاء سلسلہ موسویہ ہیں، جیسا کہ حضور نبی کریم ﷺ بھی اس کی تائید فرماتے ہیں کہ میرے اور عیسیٰؑ کے درمیان کوئی نبی نہیں۔

پس عرض ہے کہ جن مسلمانوں نے حضرت مرزا صاحب قادیانی کو مانا ہے امام آخر الزمان سمجھ کر مانا ہے، جس کا اسلام میں آخری عہدہ سمجھا ہے، تو اب سوال یہ ہے کہ جیسے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی حدیث کے ماتحت صدی کے سر پر ہو کر اپنی صداقت فرماتے ہیں اب جو صدی ختم ہو کر پندرھویں صدی شروع ہو گی تو کوئی امام آئے گا یا نہیں۔

اگر کوئی آ گیا، تو حضرت مرزا صاحب قادیانی آخری نہ رہے، اور مسلمان آخری کو ہی ماننے کے قائل ہیں۔ اگر کوئی نہیں آئے گا تو حدیث ہر صدی کے سر پر مجدد آنے کی غلط ہو کر الزام قائم ہو گا۔

اگر کہو کہ مرزا غلام احمد صاحب کے تابع ہو کر صدی کے سر پر آئے گا، تو نبی کریم بند کرتے ہیں اور مرزا صاحب قادیانی اس کی تائید کرتے ہیں جیسا کہ اوپر عرض کر چکا ہوں۔ اگر آپ اسلام سے یا مرزا غلام احمد صاحب

سے کچھ بھی تعلق رکھتے ہیں، تو میں انہی کا واسطہ دے کر آپ سے ملتمس ہوں کہ مجھے ضرور جواب دے کر مشکور فرماویں اگر خود جواب نہ دیں تو آپ کی سند سے کوئی آپ کا نمائندہ ہی جواب دے دے۔

راقم: خاکسار علی محمد منجن والا احمدی ومحمدی مسلمان وممبر انجمن اہل اسلام متصل مسلم ہائی سکول لاہور)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ نمبر ۳۲ جلد ۴۱ ص ۶)

ایک سوال کا جواب

(الہامات مرزا قادیانی اور مولوی محمد علی لاہوری)

مفتی صاحب ریاست مانگرول۔ کاٹھیاواڑ لکھتے ہیں:

یوں تو مرزا صاحب کی کوئی کتاب خالی نہیں جس میں بڑے شدومد کے ساتھ رسالت ونبوت بلکہ تشریعی نبوت کا دعوی نہ کیا ہو لیکن حسب ذیل جب الہامات قابل غور ہیں۔ کوئی شخص مرزا صاحب کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

۱ ۔ قل یاایّھا النّاس انّی رسو ل الله الیکم جمیعاً (اے مرزا کہہ دے کہ لوگو میں تم سب کی طرف خدا کا رسول ہو کر آیا ہوں) (البشری۔ ج ۲ ص ۵۶۔ اشتہار معیار الاخیار)

۲ ۔ یس انك لمن المر سلین علی صراط مستقیم ۔ (اے سردار، مرزا، تو مرسل ہے، رسولوں میں سے ہے، سیدھی راہ پر) (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۰۷ مصنفہ مرزا صاحب)

۳. انا ار سلنا الیکم رسو لاً شا ھداً علیکم کما ار سلنا الی فرعو ن رسو لاً

(ہم، خدا، نے تمہاری طرف رسول بھیجا ہے جیسا فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا)۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۱)

۴ . و ماارسلناك الّا ر حمة للعا لمین

(ہم، خدا، نے تجھے، مرزا، کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا ہے) (حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۲)

۵ . سبحا ن الذی اسری بعبدہ لیلاً (پاک ہے خدا جس نے اپنے بندے، مرزا، کو رات کی سیر، معراج، کرائی)۔ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۱)

۶ . ھو الذی ار سل رسو له بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کله

ومبشراً بر سول یا تی من بعدی اسمه ا حمد

یہ سب قرآن شریف کی آیات ہیں جو سردار دو جہاں محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں نازل ہوئیں۔ مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ یہ آیات میری شان میں مجھ پر وحی کی گئی ہیں۔اس کے علاوہ جو آیات رسول اللہ ﷺ کی شان میں اور جو دوسرے انبیاء کرام کی شان میں ہیں وہ سب اللہ تعالی نے دوبارہ مرزا صاحب کی شان میں نازل کی ہیں صراحۃً رسول اللہ اور دیگر انبیاء کی برابری کا دعوی ہے خدا نے جن خطابات جلیلہ مخصوصہ سے اپنے حبیب پاک محمد ﷺ کو مخاطب فرمایا انہی خطابات سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مخاطب فرمایا ہے گویا اللہ تعالی کے نزدیک محمد رسول اللہ ﷺ اور مرزا صاحب قادیانی برابر ہیں۔آخر صاف ہی کہہ دیا

منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد (درثمین)

پھر اللہ تعالی مرزا غلام احمد صاحب کو کہتا ہے

لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك (اے مرزا اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)۔(حقیقۃ الوحی۔ص۹۹)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلمات پر غور فرمایئے۔مطلب صاف ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی نہ ہوتے تو آسمان بھی نہ ہوتے،اور محمد رسول اللہ ﷺ بھی نہ ہوتے معاذ اللہ۔رسول اللہ ﷺ کی اتنی توہین اور اپنی اتنی بڑائی۔انجام کار صاف ہی کہہ دیا کہ میں محمد ﷺ سے افضل ہوں ۔

لـــــه خسف الـــقـــمـــر الـــمـــنيـــر و انّ لـــى
غســـفـــا الـــقـــمـــران الـــمشـــرقـــان اتـــنـــكـــروا

(اعجاز احمدی۔ص۷۱)۔(یعنی محمد رسول اللہ ﷺ کے لئے ایک چاند گرہن ہوا تو کیا ہوا میرے لئے چاند اور سورج دونوں کا گرہن ہوا)،

رسول اللہ ﷺ کی توہین،اپنی بڑائی،معجزہ شق القمر کا انکار۔ حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ کے معجزات تین ہزار ہیں اور میرے بڑے بڑے نشانات تین لاکھ ہیں۔استغفر اللہ

۷۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا۔(دافع البلاء ص۱۱)

۸۔ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی و رسول ہیں۔

۹۔خدا تعالی نے میری تعلیم میری بیعت اور میری وحی کو مدار نجات ٹھہرایا ہے(اربعین نمبر۴ص۶)

۱۰۔ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقۃ الوحی)

۱۱۔ ایک ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا ہے وہ مسلمان نہیں ہے ۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۳)

۱۲، جو مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا وہ کافر ہے (ملخصاً حقیقۃ الوحی۔ص ۱۷۹)

۱۳۔ تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۸ پر اپنی امت کو حکم ہوتا کہ تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (نیز فتاوی احمدیہ ص ۸۳)

ایضاً۔ یہی نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود ہی رسول تھے بلکہ آپ کے والد صاحب بھی رسول اللہ تھے چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وحی میں خدا تعالی، مرزا صاحب قادیانی کو کہتا ہے

انی معک یا ابن رسول اللہ میں تیرے ساتھ ہوں اے رسول کے بیٹے۔ (ریویو آف ریلیجنز قادیان۔ دسمبر ۱۹۰۵ء)

معاذ اللہ۔ سردار دو جہان محمد رسول اللہ ﷺ کے والد تو رسول نہ تھے، مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے والد بھی رسول تھے۔

درثمین و حقیقۃ الوحی میں آدم سے لے کر خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء کے نام اور صفات اپنے لئے مخصوص کئے ہیں۔

اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنی وحی پر ایسا ہی یقین ہے جیسا کہ تمام پیغمبروں کی وحی کا۔

نیز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وحی خطا سے ایسی ہی پاک ہے جیسا کہ قرآن۔ درثمین میں فرماتے ہیں:

زندہ شد ہر نبی بآمدنم۔ ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

انبیاء اگرچہ بودہ اند بسے۔ من بعرفان نہ کمترم ز کسے

حضرت مسیح سے مرزا صاحب تمام شان میں بڑھ کر ہیں (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۴۸)

خدا تعالی نے اپنے اختیارات مرزا غلام احمد صاحب کے حوالے کر دیئے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کی وحی میں خدا فرماتا ہے

انما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون ۔(اے مرزا تیری شان یہ ہے کہ جب کسی

چیز کو تو کہے کہ ہوجا، تو وہ ہوجاتی ہے)۔(حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)۔

نیز نصرۃ الحق میں اس کی تصریح ہے مرزا غلام احمد سے خدا نے بیعت بھی کی۔خدا کے پیر بھی بنے۔(دافع البلاء) خدا نے مرزا غلام احمد صاحب کو توحیدی، تفریدی، القاب سے بھی ملقب کیا ہے۔علاوہ ازیں مرزا صاحب، اولوالعزم رسولوں اصحابوں اماموں حتی کہ حضرت علیؓ امام حسینؓ سے بھی افضل تھے۔فرماتے ہیں

کربلائیست سیر ہر آنم ۔صد حسین است در گریبانم

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم۔عیسی کجا است تا بہ نہد پا بہ منبرم

ماشاءاللہ آپ باوجود ان دعاوی کے شیرین زبان بھی بہت تھے۔شیخ سعداللہ لدھانوی کی نسبت لکھتے ہیں:

ذلیل، فاسق، شیطان، ملعون، سفیہوں کا نطفہ، بدگو، خبیث، مفسد، منحوس اے ابن بغا۔وغیرہ

مشتے نمونہ از خروارے۔یہ گوہر فشانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے پیرؤوں کو مبارک ہو۔

قرآن شریف کا کثیر حصہ جس میں جہاد کا ذکر ہے وہ مرزا صاحب کی وحی سے منسوخ ہوگیا۔دیکھو اربعین وغیرہ

اول تو دعاوی بالا ہی جھوٹ ہیں، اس کے علاوہ بھی مرزا صاحب قادیانی نے بہت جھوٹ بولا ہے۔

کہیں لکھ دیا کہ اگر قرآن مجید نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔

کہیں کہا کہ قرآن میں انا انز لناہ قر یباً من القا دیا ن لکھا ہوا ہے۔

ازالہ اوہام صفحہ ۷۶ میں مکہ مدینہ قادیان تین شہروں کا نام قرآن میں اعزاز کے ساتھ لکھا ہوا ہے۔(براہین احمدیہ۔ص ۵۵۸)

میرے وقت میں خدا نے حج کو جانا بند کردیا۔(حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۹۸)۔

ایسے شخص اور اس کے پیرؤوں کے مرتد اور گمراہ ہونے میں کوئی شک نہیں ہے۔جو مسئلہ ختم نبوت کو باطل ٹھہرا کر کر اپنی نبوت کا مدعی ہو، اور دوسروں کے واسطے نبوت رسالت کا دروازہ کھولتا ہو، اپنے نہ ماننے والے دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کو کافر کہتا ہو، باوجود اسکے مولوی محمد علی صاحب لاہوری مرزا غلام احمد کو مسیح موعود مانتے ہوئے کس معصومانہ انداز میں لکھتے ہیں کہ:

ہم مرزا صاحب کو مجدد اور ظلی بروزی نبی مانتے ہیں مستقل نبی نہیں مانتے۔آپ کے ماننے یا نہ ما

ننے کا سوال نہیں مدعی کے دعاوی اور مدعی کو مع دعاوی ماننے کا سوال ہے اس کا آپ اعلان کر چکے ہیں۔ (اخبار پیغام صلح لاہور ج ۱ نمبر ۲۵)

نیز پیغام صلح جلد اول نمبر ۴۳، ۱۶ ماہ اکتوبر ۱۹۱۳ء میں پیغامیوں کا اعلان ہے، خدا کو شاہد کر کے لکھا ہے کہ:

ہمارا ایمان ہے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اللہ تعالیٰ کے سچے رسول تھے۔

پھر کیسے کہا جاتا ہے کہ ہم کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے۔ اگر واقعی نہیں کہتے تو پھر کلمہ گو کو کافر کہنے والے کو کافر اور اقوال بالا کے قائل کو مفتری اور کذاب کیوں نہیں کہتے۔ یا کم از کم یہی اعلان کر دیا جائے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں کے ان صفحوں کو نہیں مانتے جن میں اقوال بالا اور سبّ وشتم درج ہے اور ان کی اشاعت بند کر دیں۔ مگر وہ یہ نہیں کر سکتے جب کہ مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود مانتے ہیں تو ان کے ایک ایک حرف کو سچا جانتے اور مانتے ہیں۔ مذہب سے ناواقف مسلمانوں اور مغرب زدہ مسلمانوں کو تقیہ (منافقت کر کے) دھوکہ دیتے ہیں۔ اور ان ہی کے روپیہ سے مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف کی اشاعت کرتے ہیں جن میں مندرجہ بالا اقوال درج ہیں حتیٰ کہ مترجم قرآن شریف کی شرح اور حاشیہ میں بھی حضرت مرزا غلام احمد کی اشاعت ہو رہی ہے۔ محمدیت کی بجائے احمدیت (مرزائیت) پھیلائی جا رہی ہے۔ لہٰذا مسلمان خصوصاً علماء وزعماء محمدیان ہوشیار ہو جائیں کہ مرزائی تمام فرقے قادیانی ہوں یا لاہوری کمالی ہوں یا ظہیری، سب اسلام اور محمد رسول اللہ ﷺ کے نام مبارک کو مٹا کر احمدیت اور غلام احمد کو پھیلانا چاہتے ہیں۔

یہ فرقے اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت خطرناک ہیں۔ یہ لوگ مرزا غلام احمد کو سرور کائنات محمد مصطفیٰ ﷺ سے کسی طرح کم نہیں سمجھتے (مولانا! معاف فرمایئے، کم کیا اونچا سمجھنے کے مکلّف ہیں اس الہام کے کیا معنی ہیں۔ تیرا، مرزا کا، تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا۔ حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۹۔ ثناء اللہ امرتسری) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر جب کوئی اعتراض کیا جاتا ہے، تو یہ لوگ فوراً وہی اعتراض رسول اللہ ﷺ پر کر دیتے ہیں۔

ہر ایک مسلمان کا فرض ہے کہ وہ احمدی (مرزائی) مذہب سے خود بچے اور مسلمانوں کو بچانے کی کوشش کرے۔ و اللہ اعلم و علمہ اتم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ نمبر ۳۲ جلد ۴۱ ص ۶۔۸)

احراری اور قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پنجاب میں ایک جماعت اسلامیہ ہے جس کا نام احرار اسلام ہے۔ یہ جماعت عموماً ملکی اور مذہبی کاموں میں دخل دیا کرتی ہے اور بڑے حوصلے سے دخیل ہوتی ہے۔تحریک کشمیر میں انہوں نے بڑا کام کیا تھا۔

چند دنوں سے ان کا رخ قادیانی قلعہ کی طرف ہے۔جس کا اثر یہ ہے کہ قادیانی قلعہ کا افسر (میاں محمود احمد) اور قادیانی اخبارات احرار ہی کا نام ورد زبان رکھتے ہیں۔ ہائے احرار نے ستایا، ہائے احرار نے مارا۔

یہی احرار مسجد شہید گنج لاہور کی وجہ سے آج کل خواص و عام میں مورد عتاب ہیں۔ پبلک ان پر آوازے کستی ہے۔ان کی تقریروں میں رخنہ انداز ہوتی ہے۔منہ سے ناملائم الفاظ نکالتی ہے، بلکہ ہاتھوں سے بھی ناشائستہ افعال کرتی ہے جو بحکم تلك الایّام نداولها بین النّاس ہمارے خیال میں بالکل معمولی بات ہے اور جس وجہ سے پبلک احرار پر خفا ہے وہ وجہ ہمارے نزدیک بھی معقول ہے۔مگر قادیانی اخبارات اور مبلغین اس کو زیادہ اہمیت دے کر اپنی کرامت کا اظہار کر رہے ہیں۔

یہ بات ذرہ قابل غور ہے۔ان کو تاریخ احمدیہ پر نظر کرنی چاہیے۔سب سے پہلے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کی تاریخ یاد کریں کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی میعاد موت گذرنے پر جب وہ زندہ رہا، تو پبلک نے مرزا غلام احمد کے حق میں کیا کیا کہا۔یاد نہ ہو تو اس زمانہ کے چند اشعار جو عام طور پر اشتہارات میں شائع ہوئے تھے۔سن لیں

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے۔سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا۔پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے
غضب تھی تجھ پر ستم گر چھٹی ستمبر کی۔نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ذلیل و خوار ندامت چھپا رہے تھے کہ تھا۔تیرے مریدوں پہ محشر چھٹی ستمبر کی

ہم اس مخالفت اور بدگوئی کا نقشہ نہیں دکھا سکتے جن کا مظاہرہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو کیا گیا۔ یہ ہنگامہ ایک

مقام پر نہ تھا، سارے ملک میں تھا۔ اغیار تو بازاروں میں اچھلتے کودتے پھرتے تھے اور مخلص احمدی حضرات (فدائیان مرزا قادیانی) سر چھپائے گوشہ نشین تھے۔ ایسے دم بخود کہ کاٹو تو لہو نہیں۔ بلاؤ تو جواب نہیں دیتے

نہ چھیڑ اے نکہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھے ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

ہم انصاف سے کہتے ہیں کہ احرار کے خلاف اس وقت جو مظاہرہ ہے، اس مظاہرہ کا عشر عشیر (سواں حصہ) بھی نہیں جو مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف ستمبر ۱۸۹۴ء مین اپریل ۱۹۱۲ء میں ہو چکا ہے جب لدھیانہ مباحثہ میں فریق مرزائی کو شکست ہوئی اور انہوں نے سہ صد روپیہ بطور تاوان دیا۔ حالانکہ ان دونوں شکست خوردوں میں بڑا فرق ہے۔ احرار کوئی رسول نہیں، ملہم نہیں، مسیح نہیں، مہدی نہیں کہ ان کا دعوی موید من اللہ ہونے کا ہو۔ برخلاف اس کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ تیری فتح ہوگی۔ فریق مخالف جو انسان کو خدا بنا رہا ہے ۱۵ مہینوں کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ اس روز حق کی فتح ہوگی۔ لنگڑے چلیں گے اندھے دیکھیں گے۔ وغیرہ۔

اہل حق سے مراد مرزا غلام احمد کی ذات خاص تھی اور اہل باطل سے مراد ڈپٹی عبداللہ آتھم (عیسائی مناظر) اور اس کی پارٹی تھی۔ جو اس پیش گوئی کے خاتمہ پر بڑے مزے سے اچھلتی پھرتی تھی اور اشعار گاتی تھی جن میں سے ایک دو یہ ہیں:

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

ہم امید رکھتے ہیں جس طرح پہلا پہلوان اپنی شکست سے دل برداشتہ نہیں ہوا تھا، اسی طرح احرار بہادر بھی دل گردہ مضبوط کر کے یہ شعر

گرتے ہیں شہسوار ہی میدان جنگ میں
وہ طفل کیا کرے گا جو گھٹنوں کے بل چلے

پڑھتے ہوئے میدان قادیان میں جا براجیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۸ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ نمبر ۴۲ جلد ۴۱ ص ۱۵)

مرزا قادیانی کا انتہائی درجہ اور قرآن سے تعلق

(از نامہ نگار)

مرزا غلام احمد قادیانی نے پیر مہر علی شاہ کے اس سوال کے جواب میں کہ

کیوں تمہاری وحی از قبیل اضغاث احلام اور حدیث النفس نہیں ہے،

نزول المسیح میں جو کچھ تحریر فرمایا ہے، اس سے اختصاراً اقتباس ہدیہ ناظرین کرتا ہوں تاکہ واضح ہو جاوے کہ مرزا غلام احمد کو قرآن کریم کے ساتھ کس قدر محبت عقیدت اور استفادہ کا تعلق تھا، اور کیا مرزا صاحب قادیانی نے جو درجہ پایا اور خدا کو پہچانا اور ہر برائی اور گناہ سے محفوظ رہے، یہ قرآنی رہبری اور اتباع نبوی ﷺ کی وجہ سے تھا، یا اس کلام کی برکت کا نتیجہ تھا جو مرزا صاحب قادیانی پر نازل ہوا؟

سنئے مرزا صاحب قادیانی نزول المسیح صفحہ ۸۷ پر یوں رقم طراز ہیں:

سو اسی طرح میرا حال ہے خدا کا کلام جو میرے پر نازل ہوا اور ہوتا ہے وہ میری والدہ ہے (نہ قرآن مجید) جس سے میں پیدا ہوا اس نے مجھے ایک وجود بخشا جو پہلے نہ تھا اور ایک روح عطا کی جو پہلے نہ تھی میں نے ایک بچے کی طرح اس کی گود میں پرورش پائی اور اس نے مجھے ہر ایک ٹھوکر سے سنبھالا اور ہر ایک گرنے کی جگہ سے بچالیا (نہ قرآن مجید نے) وہ کلام ایک شمع کی طرح میرے آگے آگے چلا یہاں تک کہ میں منزل مقصود تک پہنچ گیا۔انتہی

تھوڑی سی کلام کے بعد (ص ۸۸ پر) لکھتے ہیں:

میں کیونکر اس سے انکار کروں اس نے (میرے الہام نے) تو مجھے خدا دکھلایا اور چشمہ شیریں کی طرح

معارف کا پانی مجھے پلاتا رہا

پھر صفحہ ۹۹ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

دل من برد و الفت خود داد۔خود مرشد بوحی خود استاد

(میرا دل لے لیا اور اپنی محبت مجھے دی اور اپنی وحی سے خود میرا استاد ہو گیا)

اس شعر میں مرزا صاحب قادیانی صاف بتادیا کہ بلا واسطہ غیرے خدا میرا استاد ہو گیا (غالباً ظلی نبوت کا دعوی ابتداء میں تھا) اور :

وحی او را عجب اثر دیدم۔روئے آں مہر زاں قمر دیدم

(یعنی میں نے اس کی وحی کا عجب اثر دیکھا۔اس سورج (خدا) کو میں نے اسی چاند (الہام) سے دیکھا

ان عبارتوں سے بکمال وضاحت عیاں ہے کہ خدا کی معرفت قادیانی مرزا صاحب کو اپنے الہام سے ہوئی، نہ قرآن سے ۔

اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب کا ہر بدی سے محفوظ رہنا اور مدراج علیا حاصل کرنے کا باعث صرف ان کا الہام ہے نہ قرآن مجید۔قرآن اور سنت رسول اللہ ﷺ کی اتباع اور ان کے طفیل حصول نبوت کا ادعا صرف مسلمانوں کی تالیف کی وجہ سے تھا جو بعد از رفع ضرورت اصلیت آشکارا کر دی۔

۲۔کیا مرزا غلام احمد صاحب کے مامور ہونے کے وقت قرآن شریف اپنے برہان اور فرقان ہونے کے درجہ سے گر چکا تھا، یا اپنی اسی سابقہ حالت نزول پر بحالہ ھدی للناس درجہ پر قائم تھا۔اور مرزا صاحب قادیانی کی بعثت کے وقت نئے و تازہ کلام الہی کی ضرورت تھی، یا اس یقین کے حصول کے لئے جو انسانی ترقی اور گناہ سے بچنے اور قرب الہی حاصل کرنے کے لئے ضروری ہے قرآن حکیم ہی کافی تھا۔

سنئیے !اس کی تفصیل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، نزول المسیح کے صفحہ ۹۲ پر یوں تحریر فرماتے ہیں:

یقین کا ذریعہ خدا کا کلام ہے جو یخرجھم من الظلمات الی النور کا مصداق ہے۔سو چونکہ عہد نبوت پر تیرہ سو برس گزر گئے ہیں اور تم نے وہ زمانہ نہیں پایا جب کہ قرآن صدہا نشانوں اور چمکتے ہوئے انوار کے ساتھ اترتا تھا، اور وہ زمانہ پایا جس میں خدا کی کتاب، اس کے رسول اور اس کے دین پر ہزارہا

اعتراض عیسائی اور دہریہ اور آریہ وغیرہ کر رہے ہیں، اور تمہارے پاس بغیر لکھے ہوئے چند ورقوں کے جن کی اعجازی قوت سے تمہیں خبر نہیں، اور کوئی ثبوت نہیں۔ اور جو معجزات پیش کرتے ہو وہ محض قصوں کے رنگ میں ہیں، تو اب بتلاؤ کہ تم کس راہ سے اپنے تئیں یقین کے بلند معیار تک پہنچا سکتے ہو، اور کس طریق سے دشمن کو بتلا سکتے ہو کہ تمہارے پاس خدا پر یقین لانے کے لئے اور گناہ سے بچنے کے لئے ایک ایسی چیز ہے جو دشمن کے پاس نہیں، تا وہ انصاف کر کے تمہارے مذہب کا طالب ہو جاوے۔ اس... سے ایک عقل مند کو کیا فائدہ کہ ایک گوبر چھوڑ کر دوسری گوبر کو کھاوے۔ سچائی کو ہر ایک سعید دل لینے کو تیار ہے بشرطیکہ سچائی اپنے نور کو دکھلاوے۔ جس اسلام کو آج یہ مخالف مولوی اور ان کا گروہ غیر مذہب کے لوگوں کے سامنے پیش کر رہے ہیں وہ صرف پوست ہے، نہ مغز اور محض افسانہ ہے، نہ حقیقت۔ (نزول المسیح۔ ص ۹۲)

عبارت بالا میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ ظاہر فرمایا ہے کہ گناہ سے بچنے اور خدا پر یقین کرنے اور مینار بلندی تک پہنچنے کا ذریعہ خدا کا کلام ہوتا ہے اور جب تک صدہا نشان اور چمکتے ہوئے انوار مشہودات کے درجہ پر قرآن حکیم کے ساتھ رہے، اس وقت تک قرآن کی رہبری مکمل رہی۔ مگر جب سے وہ نشانات اور انوار درجہ شہود سے اوجھل ہوتے ہوئے منقولی رنگ اختیار کرتے گئے، تو قرآن مجید کی رہبری کمزور ہوتی گئی۔

اب ایسا وقت ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کے نزدیک بجز چند لکھے ہوئے ورقوں کے اور کسی درجہ کا نہیں رہا، اس کی اعجازی قوت مسلمانوں سے مخفی ہو گئی، اور معجزات قصوں کے رنگ میں آ گئے۔

تو اب مسلمان بتلائیں کہ کتاب اللہ پر ایسی حالت وارد ہو جانے کے بعد ان کے پاس کون سی چیز ایسی ہے جو دشمن کے پاس نہ ہو، تا کہ دشمن اسلام کا طالب ہو سکے اور عقلمند انسان ایسا نہیں کر سکتا کہ ایک گوبر کو چھوڑ کر دوسری گوبر کھائے۔

یعنی الہامی کتابیں مخالفین کے پاس بھی ہیں وہ کیونکر اپنی کتابیں چھوڑ کر قرآن شریف کی طرف متوجہ ہو سکتے ہیں

مرزا صاحب قادیانی نے وجوہ بالا بیان کرتے ہوئے ثابت کر دیا کہ مسلمانوں کے پاس کچھ نہیں رہا ۔صرف قرآن شریف تھا، مگر حالات نے اس کو اپنے اصلی درجہ پر نہیں رہنے دیا۔ اور اب وہ صرف چند لکھے

ہوئے ورقے ہیں اور بس ۔اس سے ایسا یقین پیدا نہیں کیا جا سکتا جس سے خدا کی طرف وصول ممکن ہو یا جس سے گناہ چھوڑے جا سکیں ۔

نیز غور کیجئے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دماغ میں دیگر مذاہب کی کتب اور قرآن شریف کی تشبیہ کے لئے گوبر کے سوا کوئی اور چیز نہیں آسکی ؟

(میاں محمود خلیفہ قادیان نے لاہوری مرزائیوں کو روٹی کے اس ٹکڑے سے تشبیہ دی تھی جو گندی روڑی پر گرا ہو۔ اس تشبیہ کو لاہوری جماعت نے بہت برا سمجھا۔ کیا وہ اس گوبر والی تشبیہ کو بھی برا جانیں گے؟۔ ثناء اللہ)

قرآن مجید کے اصلی درجہ سے گر جانے کا ذکر مرزا غلام احمد صاحب دوسری جگہ یوں فرماتے ہیں:

قرآن شریف خدا کا کلام تو ہے بلکہ سب سے بڑا ، مگر وہ تم سے بہت دور ہے تمہاری آنکھیں اس کو دیکھ نہیں سکتیں ۔ اور اب وہ تمہارے ہاتھ میں ایسا ہے جیسا کہ تورات یہودیوں کے ہاتھ میں ۔ اسی وجہ سے اگر تم انصاف کرو تو گواہی دے سکتے ہو کہ بباعث اس کے کہ اس پاک کلام کے یقینی انوار تمہاری آنکھوں سے پوشیدہ ہیں تم اس سے باطنی تقدس کا کچھ بھی فائدہ حاصل نہیں کر سکتے ۔ (نزول المسیح ۔ص ۔۹۳)

صاف کہہ دیا کہ قرآن مجید کا اب وہی درجہ ہے جو قرآن کے نزول کے وقت تورات کا تھا۔ تورات ان حالات کی بنا پر جو اس پر وارد ہوئے ہدایت کرنے کے قابل نہیں رہی تھی ۔ مرزا صاحب قادیانی کے عندیہ میں قرآن بھی اپنے انوار کے پوشیدہ ہو جانے سے اس قابل نہیں رہا کہ اس سے باطنی تقدس حاصل کیا جا سکے ۔

۳ ۔ اب خدا کا پہنچنے کا ذریعہ اور تمام بیماریوں کا علاج مرزا غلام احمد صاحب اس کلام کو بتاتے ہیں جو تازہ بتازہ مرزا صاحب پر نازل ہوا ۔ سنیئے :

اس لئے قبل اس کے جو تم مرو خدا کی لعنت تمہاری پردہ دری کرے گی یقین اپنے نوروں کے سمیت آیا کوئی آسمان تک نہیں پہنچا سکتا مگر وہی جو آسمان سے آتا ہے ۔ اگر تم جانتے کہ خدا کا تازہ بتازہ اور یقینی اور قطعی کلام تمہاری بیماریوں کا علاج ہے تو تم اس سے انکار نہ کرتے جو عین صدی کے سر پر تمہارے لئے آیا ۔ (نزول المسیح ۔ص ۹۴)

دوسری جگہ صفحہ ۹۵ پر مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

غرض تمام برکات اور یقین کی کنجی وہ کلام قطعی اور یقینی ہے جو خدائے تعالی کی طرف سے بندہ پر نازل ہوتا ہے۔

نیز آپ لکھتے ہیں:

اور یہ کہ کیونکر یقین کی آنکھ سے خدا کو دیکھا جاوے، اس کا جواب کوئی مجھ سے سنے یا نہ سنے، مگر میں یہی کہوں گا کہ اس یقین حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے جب وہ آسمان سے اترتا ہے، تو نئے سرے سے مردوں کو قبروں سے نکالتا ہے۔

(نزول المسیح. ص ۹۷)

کیا خوب ہی وضاحت فرمادی کہ تم نہیں جانتے کہ میرا الہام، جو اپنے نوروں کے سمیت آیا، خدا تک پہنچا سکتا ہے۔ اور برکات و یقین کا قفل میری الہام و کلام کی کنجی کے بغیر نہیں کھل سکتا۔ اور میں یہی کہوں گا کہ یقین کے حاصل کرنے کا ذریعہ خدا کا زندہ کلام ہے جو زندہ نشان اپنے اندر اور ساتھ رکھتا ہے۔ اور وہ وہی ہے جس کے گواہوں اور نشانوں کی فہرست نزول المسیح کے آخر میں نمبر شمار کے ساتھ آپ نے دی ہے۔ قرآن مجید کے معجزات صرف قصہ ہو گئے جو بقول مرزا صاحب ایسے قصے ہندوؤں کے پاس زیادہ ہیں اور قرآن حکیم کی اعجازی قوت مسلمانوں سے مخفی ہو گئی۔ اب قرآن مجید حسب تصریحات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نعوذ باللہ مردہ کتاب ہے۔ ہدایت کے قابل وہ زندہ کلام الہی ہے جس کے نشانات بھی زندہ ہیں اور مشہود ہیں اور مرزا صاحب قادیانی پر نازل ہوتا ہے۔

۴۔ مرزا غلام احمد صاحب کا الہام تورات انجیل سے کم نہیں، اور نہ قرآن مجید سے اس کا درجہ کم ہے۔ جو شخص اس کلام کو جو مرزا صاحب قادیانی پر نازل ہوا، اگر تورات انجیل اور قرآن حکیم سے درجہ میں کم سمجھے، تو وہ جھوٹا اور لعنتی ہے۔ چنانچہ نزول المسیح میں مرزا غلام احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں؛

لیکن اگر کوئی کلام یقین کے مرتبہ سے کم تر ہو تو وہ شیطانی کلام ہے نہ ربانی۔ کیونکہ تم جانتے ہو کہ جب آفتاب طلوع کرتا ہے اور اپنی کرنیں زمین پر چھوڑتا ہے تو اس کی روشنی ایسی صاف دنیا پر پڑتی

ہے کہ کسی دیکھنے والے کو اس کے نکلنے میں شک باقی نہیں رہتا اور نہ وہ کہہ سکتا ہے کہ کل کا سورج تو یقینی تھا مگر آج کا شکی ہے۔ (نزول المسیح۔ص ۱۰۸)۔

اس سے واضح ہے ہے کہ جس طرح دونوں کی روشنی میں تفاضل نہیں ہوتا اور ہر دن کی روشنی دینے والا ایک ہی سورج ہوتا ہے اسی طرح خدا بھی ایک ہے، اس کے الہام اور کلام بھی ایک درجہ پر ہوتے ہیں اور یہ بھی ثابت ہو گیا کہ ہر ایک دن میں اسی دن کی روشنی کام آتی ہے نہ اس سے پہلے دن کی روشنی۔ اسی طرح وہی الہام اور کلام مفید ہوتا ہے جو اسی وقت کا ہو اور اس کے نشانات بھی زندہ ہوں اور وہ صرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کلام ہے نہ قرآن مجید

آنچہ من بشنوم ز حکم خدا۔ بخدا پاک دامنش از خطا
ہمچوں قرآں منزہ اش دانم۔ از خطاہا ہمیں ست ایمانم

(نزول المسیح . ص ۹۹). (جو خدا کی وحی میں سنتا ہوں اللہ کی قسم میں اس کو خطا سے پاک سمجھتا ہوں۔ اور قرآن کی طرح اس کو منزہ جانتا ہوں اور یہی میرا ایمان ہے)

اپنے الہام کو قرآن کی طرح منزہ عن الخطا سمجھنا مرزا صاحب قادیانی کے ایمان میں داخل ہے۔ لہذا کوئی آدمی صرف مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لا کر مسلمان نہیں ہو سکتا جب تک کہ مرزا غلام احمد صاحب کے جمیع الہام پر ایمان نہ لائے اور اس کو باقی کتب آسمانی کے برابر نہ سمجھے۔ اور یہ وہی مرزا غلام احمد صاحب ہیں جو مصلحتاً کسی وقت یہ کہتے تھے

من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب۔ (ازالہ اوہام)

اور: قمر ہے چاند اوروں کا ہمارا چاند قرآن ہے۔ (براہین احمدیہ)

من خدا را بدو شناختہ ام۔ دل بدیں آتشش گداختہ ام
بخدا ہست ایں کلام مجید۔ از دہان خدائے پاک وحید

(میں نے اسی الہام سے خدا کو پہچانا اور اسی الہام سے میرا دل جلا۔ خدا کی قسم یہ، میرا الہام، کلام مجید ہے جو خدائے پاک واحد کے منہ سے نکلا ہے)

آں یقینے کہ بود عیسی را۔ بر کلام، کہ شد برد القا

آں یقینے کلیم بر تورات۔ آں یقین ہائے سید السادات

کہ نیم زاں ہمہ بروئے یقین۔ ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

(وہ یقین جو عیسی کو اس کلام پر تھا جو اس پر نازل ہوا، اور وہ یقین کو موسی کو تورات پر تھا، اور وہ یقین جو سرور کائنات ﷺ کو (اپنی کتاب قرآ ن پر) میں اپنے الہام پر یقین کرنے میں ان سب سے کم نہیں ہوں اور جو کم کہے وہ جھوٹا اور ملعون ہے)

جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام جمیع انبیاء کے الہام اور خصوصاً قرآن کریم سے کم نہیں اور اپنے اندر اور ساتھ زندہ نشانات اور انوار اور برکات رکھتا ہے اور دوسری سابقہ کتابوں کے نشانات جب مردہ ہو گئے اور ان کے معجزات قصوں کے رنگ میں آ کر محض فسانہ کی صورت اختیار کر گئے اور ان کا درجہ صرف چند لکھے ہوئے ورقوں سے زیادہ نہ رہا ہو، ان کی اعجازی قوت دنیا سے مستور ہو گئی ہو، تو پھر انصاف سے بتایئے کہ ہدایت پانے کے لئے کیا صرف وہی الہام اور کلام معین نہیں ہو گا جس میں فضائل مذکورہ تازہ بتازہ موجود ہوں ۔ اور وہ حسب تصریح مرزا صاحب قادیانی وہی زندہ کلام ہے جو ان پر ہی نازل ہوا۔ جب وہ نازل ہوتا ہے تو نئے سرے سے مردوں کو قبروں سے نکالتا ہے۔

دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، الہامات کی مستقل کتاب رکھتے ہیں اور مستقل نبوت کے دعویدار ہیں باقی ظل بروز اور امتی نبی ہونے کی پیچیدگیاں وقتی اور دورانی کیفیتیں ہیں جو حصول مقصد کے لئے عوام الناس کے سامنے رکھ کر ان کی وحشت اور اضطرار کو رفع کرنے کے واسطے پیش کی گئیں

چنانچہ نزول المسیح کے صفحہ ۹۹ پر آپ تحریر فرماتے ہیں:

آنچہ داد است ہر نبی را جام ۔داد آن جام را مرا بتمام

زندہ شد ہر نبی بآمدنم۔ ہر رسولے نہاں بہ پیراہنم

ہر نبی کو جو جام دیا گیا مجھے وہ سب جام پوری طرح دیئے گئے ہر نبی میرے ہی آنے سے زندہ ہوا ہر رسول میرے پیراہن میں چھپا ہوا ہے

کیا یہ وہی درجہ تو نہیں جو تمام مسلمان نبی کریم ﷺ کے ساتھ مخصوص سمجھتے ہیں: آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۶۔ اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۱۵ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۲ ص ۵۔۷)

مولانا ثناءاللہ صاحب کا کھیت پھل لا رہا ہے

مولوی عبدالخالق ڈیروی سابق واعظ اہل حدیث کانفرنس دہلی لکھتے ہیں:

ناظرین! آج آپ کے سامنے ایک خاص نمبر ہے مختلف مضامین زیرنظر ہوں گے ولیکن اصل یہ ہے کہ یہ تمام کاروائی بحیثیت مضمون ومناظرہ خواہ وہ کتاب قادیانی مذہب مصنفہ الیاس برنی کی صورت میں ہو، یا تصنیفات معماریہ کے رنگ میں، چھوٹی انجمن ہو، یا جمعیت احرار کی صورت میں، یہ نا قابل تردید حقیقت ہے کہ بنیاد دراصل جو آخری فیصلہ کی صورت میں من جانب اللہ قائم اور ظاہر ہوئی وہ مولانا فاتح قادیان (ثناءاللہ امرتسری) کا وجود ہے باقی سب اسی کی فرع اور شاخیں ہیں (اس اعلان کے بعد مرزا صاحب قادیانی دوسال کے اندر فوت ہو گئے۔ اگر موت نہ آتی تو ضرور تکمیل تک کام پہنچتا۔ تعجیل موت نے سب کام خراب کیا مرزا صاحب کا کیا قصور؟ ثناءاللہ) جس طرح کہ پنجاب کے طول وعرض میں کوئی بھی مدعی نبوت ہو وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کھیت کا پھل ہے کیونکہ آپ ہی سے باب نبوت مفتوح ہوا۔ سنئیے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ارشاد فرماتے ہیں:

یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے بھی نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ (ضرورۃ الامام۔ص۵)

پس ہماری نگاہ میں بلکہ تمام باانصاف اور بصیرت افروز نگاہوں میں جس طرح احمد نور کابلی، بوٹا جہلمی، عبداللہ پٹواری، وغیرھم مدعیان نبوت مرزا غلام احمد صاحب کے کھیت کا پھل ہیں، بعینہ اسی طرح جماعتی رنگ میں ہو، خواہ انفرادی حالت، چھوٹی ہو یا بڑی جمعیت، پنجاب میں ہو یا دکن میں، جو بھی قادیانی جھوٹی نبی کے متعلق کام ہے یا آئندہ ہوگا، وہ حضرت فاتح قادیان (ثناءاللہ امرتسری) کا ثمر ہے:

اے بادِ صبا ایں ہمہ آوردہ تست

اس مختصر مگر ضروری تمہید کے بعد میری خادمانہ التجا صرف یہ ہے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی

پر منصفانہ نگاہ ڈالتے ہیں تو آپ کا مقصد تشریف آوری صرف خدمت اسلام پر مبنی نہیں بلکہ آپ نے اس کی تکمیل کو اپنا معیار صداقت ٹھہرایا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں: اولاً مسلمان اصل اسلام پر قائم ہو جائیں۔ ثانیاً عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آوے دنیا اس کو بھول جائے۔خدا واحد کی عبادت ہو

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مختلف مقامات پر خود اس کی تشریح کر دی ہے تاکہ فرمان جناب شرمندہ احسان اغیار نہ ہو بلحاظ اختصار دو حوالے درج ذیل ہیں۔مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

مسیح موعود جس کے نام سے میں آیا ہوں اس کے زمانہ میں تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جاویں گی اور ایک ہی مذہب اسلام ہو جائے گا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۸۳)

ضروری ہے کہ اختلاف اور فرقہ بندی کی موجودہ عداوت مسلمانوں سے نہیں بلکہ تمام اقوام عالم کا اختلاف مٹ کر فقط اسلام کی اصل تصویر دنیا کے سامنے قائم ہو یعنی فقط ایک ہی مذہب اسلام ہو۔

۲۔میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوں یہ ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر قائم کروں پس اگر مجھ سے کروڑ ہا نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں ۔غلام احمد۔(اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

ناظرین! آپ کے اعلان سے صاف ظاہر ہے کہ اس دن ۱۹۰۶ء تک یہ دونوں حقیقی مقصد ظہور میں نہیں آئے اور مئی ۱۹۰۸ء کو آپ واصل آنجہانی ہوئے یعنی کیا مسلمانوں کی اصلاح ہوئی۔عام مسلمان تو درکنار خود مریدوں کی بھی اصلاح نہ کر سکے۔سنئیے! مرزا صاحب قادیانی کی شہادت ہم پیش کرتے ہیں:

ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاکدلی اور پرہیز

گاری اورللہی محبت باہم پیدانہیں کی میں انہیں سفلہ اورخودغرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی خود غرضی کی بنا پرلڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے دست بداماں ہوتے ہیں بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہےاوردلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں وغیرہ۔ (شہادۃ القرآن۔ص۲)

(لاہوراور قادیان کے دومرکزصرف مرزاصاحب کیلئے مصدق بنے ہیں تاکہ کسی منکرکوانکار کی گنجائش باقی نہ رہے۔)

آیئے اصول اسلام کے ماتحت آپ کو بتلاؤں کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ کا نقشہ آنجناب ﷺ نے کیا بتلایا ہے

و لتذھبن الشحناء و التباغض و التحاسد و لیعود الی المال فلا یقبله احد۔(مشکوۃ باب نزول المسیح) مسیح موعود کے زمانہ میں لوگوں کے بغض وحسد دور ہوجائیں گےاور مال کی طرف بلائے جائیں گےکوئی قبول نہ کرے گا

(کیا قادیان میں کوئی روپیہ قبول نہیں کرتا۔؟ الاّ خلیفہ اوراس کے اتباع۔)

اب ذراعیسی پرستی کےستون کودیکھئے کہ کہاں تک کمزور ہوا۔

اس کے لئے مردم شماری ۱۹۱۱ء، ۱۹۲۱ء، ۱۹۳۱ء بالترتیب شاہد ہے کہ عیسائی آبادی بڑھ رہی ہے۔ کیوں نہ ہو، مرزاصاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ میں نے پچاس الماریاں کتب حکومت کی تائید میں لکھیں اوراسلامی ملک میں بکثرت شائع کیں یہی وجہ ہے کہ عیسائی آرگن بابانگ دہل کہہ رہاہے کہ قادیانی نبی عیسائیت کا مبلغ ہے۔

قادیانی اورلاہوری دوستوغور سے سنو! آج تک مسلمان یہ مانتے رہے کہ حضرت عیسی کو یہودیوں نے صلیب نہیں دی، مگر مرزاجی کہتے ہیں کہ انہوں نے مصلوب کیا اور یہ سمجھ کردفن بھی کردیا کہ وہ مرگئے۔مگر دراصل وہ صلیب پرمرے نہ تھے بلکہ مردہ سا ہوگئے تھے۔

یعنی مسیحیوں کا ساراعقیدہ مان گئے۔صرف ،سا، کی کسر رہ گئی ہے۔اب ہمیں مسلمانوں کو یہ منوانا آسان ہوگیا کہ حضرت مسیح مصلوب ہوگئے اوراسی پرتمام مسیحی دین کا مدار ہے(یعنی وفات مسیح پرجس پرتمام قادیان کا بیت المال خرچ ہوتا ہےاورمسلمانوں کومسیحی پادریوں کے لئے مستعد کیا جاتا ہے) کیونکہ پولوس رسول کہتے ہیں اگر مسیح مصلوب نہیں ہواتو تمہاراایمان بے فائدہ ہے۔

۴۰ کروڑمسلمانان عالم کومسیح کی مصلوبیت منوانیوالے قادیانی نبی خدا جانے کس منہ سے کہتے پھرے کہ میرے

دم سے نام ونشان مٹ جائے گا (اسواسطے پچپاس المارياں پرکیں)

قادیانی دوستو! کیا اب بھی میدان مناظرہ میں آ کر بولو گے کہ مسلمان عیسائیوں کا خدا زندہ بتلا کر عیسائیت کی امداد کر رہے ہیں۔ یہ وہ بات کہ حضرت فاتح قادیان ایدہ اللہ نے مدتوں پہلے فرمائی تھی کہ عیسائیت کی بنیاد کفارہ پر ہے چونکہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اسلئے کفارہ باطل ہے نہ بانس ہو نہ بانسری بجے۔ کیا اب شهد شا هد من اهلها کے باوجود بھی انکار پر مصر رہو گے۔ انصاف سے کہنا عیسائیت کے مروج آپ ہیں یا مناظر اسلام۔

اب نتیجہ ناظرین پر چھوڑتا ہوں کہ مرزا صاحب آنجہانی نے اسلام کی کتنی خدمت کی اور اپنے اصول مقرر کردہ کے مطابق کہاں تک کامیاب ہو کر تشریف لے گئے جلدی میں یہ نہ کہہ دینا

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا۔ ہم الٹے، بات الٹی یار الٹا

اب ذرا چیز اسلامی توقیر و تعظیم ہے وہ دیکھتے میں مغائرت کثیرہ کے ساتھ نہیں بلکہ سرزمین قادیان میں بالکل کالعدم ہے یا دوسرے لفظوں میں اسلام اور ہادی اسلام سے کھلی عداوت ہے یہی وجہ ہے کہ قادیانی پریس کا ضروری اور بہترین شغل صرف مخالفت اسلام ہے۔ ایک دو حوالے درج ذیل ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہوئی ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو حضرت مسیح موعود کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے (ان الفاظ کو نہایت غور سے پڑھیں۔ ثناء) نبی کریم کی ذہنی استعدادوں کا پورا ظہور بوجہ تمدن کے نقص کے نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی (قادیانی ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۲۹ء)

(اہل حدیث بتلائے کہ تمدن سے کیا مراد ہے جو حضور ﷺ اور عہد فاروقی میں نہیں تھا اور آج محکومیت کے باوجود قادیانی احباب پر محیط ہے)

۲۔ یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتی کہ محمد ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔ (ڈائری خلیفہ قادیان ۱۹۲۲ء)

۳۔ میرا ایمان ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) اس قدر رسول کریم ﷺ کے نقش قدم پر چلے کہ وہی ہو گئے ولیکن کیا شاگرد استاد کا مرتبہ ایک ہو سکتا ہے گو شاگرد علم کے لحاظ سے استاد کے برابر ہو جائے

کہ جو کچھ رسول کریم کے ذریعہ سے ظاہر ہوا وہی مسیح موعود نے کر دکھایا اس لحاظ سے برابر بھی ہو سکتا ہے۔ (ذکر الٰہی ص ۹)

ناظرین! یہ ہے نفع مند خار دار قوم قادیانی نبی کا درخت جس کے ترشح سے دنیائے اسلام ہر وقت بیزار اور متنفر ہے خدا جانے یہ لوگ کس منہ سے عوام کو کہتے ہیں کہ ہم خدمت اسلام کر رہے ہیں صاف کیوں نہیں کہتے کہ شاہ یمن کی طرح جلسہ قادیان کو ظلی حج قرار دے کر لوگوں کو مکہ اور مدینہ منورہ سے ہٹا کر قادیان کو کعبہ بنانا قصود اصلی ہے حقیقت تو یہ ہے کہ مرزا نمبر کے لئے فقط یہی کافی ہے کہ حضرت فاتح قادیان زندہ ہیں اور آپ کا آخری فیصلہ شان ایزدی کے ساتھ خوب پھل لا رہا ہے

ا صلها ثا بت و فرعها فی السماء۔

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۳۔اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۲۲ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۳ ص ۵۔۶)

مسیح موعود کے آنے کا وقت ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہیضہ، طاعون وغیرہ امراض کا ہونا بے شک حکیموں اور ڈاکٹروں کو چاہتا ہے، مگر یہ امر ہر ایک دانا جانتا ہے کہ ڈاکٹروں کے آنے کا مقتضی اور نتیجہ دو چیزیں ہوتی ہیں ایک نہیں۔ مقتضی، وبا، ہے۔ اس کا نتیجہ، صحت، ہے۔ مگر قادیانی دماغ میں یہ بات نہیں سما سکتی وہ مقتضی اور نتیجہ کو ایک ہی جانتے ہیں ان کے نزدیک طاعون کے زمانہ میں ڈاکٹر کے آنے کی ضرورت ہے مگر وہ ڈاکٹر کے آنے اور ڈیوٹی پوری کر کے پنشن پا جانے کے بعد بھی طاعون کو بدستور دیکھ کر ڈاکٹر کے آنے کا زمانہ کہتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کے یہ غضب بھی کرتے ہیں کہ پہلے ڈاکٹر کو ماہر فن اور کامیاب بھی مانتے ہیں چاہیے تو یہ تھا کہ ڈاکٹر کے آنے کے بعد اگر وبا دفع نہیں ہوئی تو ڈاکٹر کو ناکام بلکہ اناڑی کہتے لیکن ان کی الٹی سمجھ میں یہ سیدھی بات نہیں آتی کہ نتیجہ اور مقتضی دو چیزیں الگ الگ ہوتی ہیں۔ انہی کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی ہے

فما لهئولاء القوم لا یکا دو ن یفقهو ن حد یثاً (پ ۵ ع ۸)۔

سچ ہے

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پہ یہ بد ادا نہ دے

اس تمہید کے بعد قادیانی اخبار کا مضمون پڑھئے جس میں (بزعم خود) اہل حدیث امرتسر کا جواب دیا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے

مسلمان کی تعریف: اہل حدیث ۳۱ مئی میں مسلمانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے جو ناظرین کی خاطر درج کیا جاتا ہے:

مسلمانوں میں ۹۹ فی صدی لوگ ایسے مسلمان ہیں جو اپنے کو مسلمان کہتے ہیں مگر نہیں جانتے کہ مسلمان ہونے کے کیا معنی ہیں مسلمان کا لفظ ہر خاص و عام کی زبان سے سنا۔ لغت کی کتابوں میں بھی اس لفظ کو سینکڑوں مرتبہ پڑھا، اخباروں میں بھی مسلمانوں نے چھپا ہوا دیکھا لیکن یہ خاک نہ سمجھ سکا کہ مسلمان کون قوم ہے۔ سنی سنائی کچھ باتیں کانوں میں پڑی ہوئی تھیں ان کی بنا پر خیال کرتا تھا کہ مسلمان اس کو کہتے ہیں جس نے پتنگ بازی کبوتر بازی، مرغ بازی، بٹیر بازی، قمار بازی، اور ہم چوں قسم کی تمام بازیوں کو اپنے حق میں رجسٹر کرالیا ہو۔

ہاں اور مسلمان اس کو کہتے ہیں جس کا مایہ ناز پیشہ گدائی ہو، قلاش ہو، دھوکہ باز ہو، ہیجڑا ہو، چور ہو، چغلی ہور ہو۔

پس اس سے زیادہ مسلمان کے متعلق دماغ میں تخیل نہ تھا۔

صورت کے اعتبار سے مسلمان کا تخیل بھی عجیب تھا مسلمان اس کو سمجھتا تھا جو خوب موٹا تازہ ہو، رخسارے پر داڑھی کے بال ہوں، جبین نیاز پر سجدہ کا سیاہ داغ ہو، سر پر عمامہ بندھا ہو، خوب لمبا چوڑا چغہ زیب بدن ہو، پیروں میں پائجامہ حد شرعی سے آگے بڑھا ہوا نہ ہو..

لیکن قرآن وحدیث والا مسلمان امیروں میں تلاش کیا، مسجدوں میں کھوجا، خانقاہوں میں ڈھونڈھا ، حکومت کے دفاتر میں جستجو کی، کونسل کے ممبروں میں تلاش کیا، مگر آخر کار پریشانی بسیار کے بعد معلوم

ہوا کہ اس قسم کے انسان کی پیدائش اب بالکل بند ہوگئی۔(ص ۹۔۱۰)

ناظرین! کیا یہ لا یبقی من الاسلام الا اسمہ و لا یبقی من القرآن الا رسمہ مساجدھم عامرۃ و ھی خراب من الھدی علماء ھم شر من تحت ادیم السماء کی حرف بحرف تصدیق نہیں۔کیا اب بھی مسیح موعود کے آنے کا وقت نہیں کیا کوئی اور کسر امت مرحومہ کے خراب ہونے میں باقی ہے۔کیا ابھی خدا بندوں کے علاج سے بے خبر ہے کیا ابھی تک اس کے کانوں میں آہ وبکا کی آواز نہیں پہنچی۔یقیناً پہنچی۔اور اس نے اپنے مامور و مرسل ہادی و رہنما حضرت میرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھیج دیا۔اس سے زیادہ اور کیا دلیل آپ کی صداقت کے لئے ہوسکتی ہے کہ آپ ضرورت کے وقت تشریف لائے۔پس مبارک ہے وہ جو آسمانی آواز کو پہچانتا ہے اور اس پر ایمان لاتا ہے اور بدقسمت ہے وہ جوان تمام باتوں کو دیکھتے ہوئے کہتا ہے کہ ابھی ضرورت نہیں۔ (فاروق قادیان ۷۔اگست ۱۹۳۵ء ص ۹)

مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: ہم مانتے ہیں کہ لوگوں کی گمراہی مقتضی اس امر کی ہے کہ مسیح موعود آئے۔خدا کرے کہ آئے۔ قادیانی ممبرو! تم لوگ بھی ہماری اس تمنا کی تائید کرتے ہو، اگر کرتے ہو تو راست پسندی سے مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے کہو:

کوئی بھی کام مسیحا (مرزا) تیرا پورا نہ ہوا۔نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۰۔اگست ۱۹۳۵ء مطابق ۲۹ جمادی الاول ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۴ ص ۴۔۵)

قادیانی مسیح مسیحیوں پر غالب آیا یا مغلوب ہوا؟

ھاتوا برھانکم ان کنتم صادقین

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ۲۲۔اگست میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب

نے اتنا بڑا کام کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی الوہیت توڑی جو عیسائی مذہب کا بنیادی پتھر ہے۔ کس طرح توڑی؟ اس طرح توڑی کہ حیات مسیح کے عقیدہ کی تغلیط کر کے ان کی موت ثابت کر دی۔ حالانکہ واقعہ اس کے برخلاف ہے جس کی تفصیل مع ثبوت آج ہم پیش کرتے ہیں اور قادیانی پریس کو چیلنج کرتے ہیں کہ ہمارے پیش کردہ ثبوت کا جواب دے۔

جون ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب قادیانی کا عیسائیوں کے وکیل ڈپٹی آتھم سے مباحثہ ہوا۔ مضمون مباحثہ الوہیت مسیح تھا۔ جس میں مرزا صاحب قادیانی مبطل تھے اور عیسائی مثبت۔ اس مباحثہ کی روداد مطبوعہ ملتی ہے اس مباحثہ کے خاتمہ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو اظہار رائے کیا تھا اس کے الفاظ یہ ہیں:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں ۔اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں مجھ کو ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسا ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جاوے ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا زمین و آسمان ٹل جائیں اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸)

ناظرین با نصاف! ان الفاظ پر غور کریں تو دو نتیجوں پر پہنچیں گے ۔

۱۔ یہ کہ مرزا کا یہ تاریخی مناظرہ کچھ زیادہ قابل فخر نہ تھا بلکہ ایسا ہی تھا جیسے عام طور پر مناظرین کیا کرتے ہیں۔

۲۔ دوسرا نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا طرہ امتیاز وہ پیش گوئی ہے جو آتھم کے متعلق کی گئی ہے یعنی وہ بسزائے موت ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا۔

یہاں پر پہنچ کر مطلع صاف ہے۔ کیا یہ طرہ امتیاز مرزا صاحب قادیانی کو حاصل ہوا؟ جہاں تک واقعات کا تعلق ہے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حسب پیش گوئی مرزا غلام احمد، ڈپٹی آتھم کی عمر کا آخری دن ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھا مگر موت انکی ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو واقع ہوئی (انجام آتھم ص ۱) یعنی میعاد پیش گوئی (۱۵ ماہ) سے قریباً دو سال بعد

مرزا صاحب قادیانی ایسے خام نہ تھے کہ اس کو بے عذر اور لاجواب چھوڑ جاتے آپ نے اس پر خوب عذر تراشے اور (بقول مریدین) بڑے بڑے دنداں شکن جواب دیئے مگر سب سے اچھا جواب یہ ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ڈپٹی آتھم بہر حال فوت ہو چکا ہے میعاد کے اندر مرا یا میعاد کے باہر، آخر مر تو گیا۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۲۹۔۱۳۰)

یعنی میعاد ۱۵ ماہ کی کوئی پابندی نہیں اگر یہ بدظنی کسی کو پیدا ہو کہ اصل میعاد ۱۵ ماہ تھی اور کل میعاد ۳۰ ماہ سے بھی اوپر ہوئی کیونکہ ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء سے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء تک پورے ۲۲ ماہ ۲۲ یوم ہوتے ہیں یہ اچھی میعاد ہے کہ کل مدت موعود کے ڈیوڑھے سے بھی زیادہ ہوگئی۔ تو اسکا جواب بالکل آسان ہے جو ہم مرزا صاحب کی طرف سے دیتے ہیں کہ دنیاوی عدالتوں میں بسا اوقات اصل رقم سے سود کی رقم المضاعف (دگنی چوگنی) پر ڈگری ہوتی ہے اگر آتھم کو اصل میعاد سے ڈیوڑھی مدت مل گئی تو اعتراض کیا؟ ایسے معترض کو کہہ دینا چاہیے:

تو آشنائے حقیقت نہ ءخطا این جاست

ناظرین! للہ غور کیجئے کہ ابطال الوہیت مسیح کا مباحثہ تو معمولی بات تھی اصل مدار مباحثہ (۱۵ ماہی پیش گوئی) کا یہ حال ہوا کہ پادری آتھم سوا سال سے تجاوز کر کے قریباً دو سال بعد فوت ہوا جس پر مسیحی لوگ اس قدر خوش تھے گویا انہوں نے فلسطین فتح کر لیا بازاروں میں اتنا شور مچاتے پھرتے تھے کہ الامان و الحفیظ۔

ان کے رجزیہ اشعار میں سے ایک دو شعر یہ ہیں

پنجہ آتھم سے مشکل ہے رہائی آپ کی
توڑ ہی ڈالیں گے وہ نازک کلائی آپ کی
کچھ کرو شرم و حیا تا ویل کا اب کام کیا
بات اب بنتی نہیں کوئی بنائی آپ کی
ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

ناظرین کرام! ان واقعات کو مطالعہ کرنے کے بعد فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ قادیانی مسیح، مسیحیوں پر غالب ہوا یا وہ ان پر غالب ہوئے:

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۷ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۵ ص ۴)

عبدالحق لاہوری پختہ احمدی ہے

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

ہر مذہب میں پختہ وہ ہوتا ہے جو اس مذہب کے بانی اور ہادی کی سنت پر پورا چلنے والا ہو، مرزا قادیانی جیسے کچھ تھے پبلک کو معلوم ہے نہ ان کی زبان کذب سے محفوظ تھی نہ ان کی قلم۔ خاص کر اپنے مخالف کے حق میں تو ہر طرح کے افتراء کرنے کا ان کو حق حاصل تھا۔ چنانچہ حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری فاتح قادیان کے حق میں بدترین افتراء کرتے ہیں کہ، آپ کا گذارہ کفن فروشی پر ہے۔ (اعجاز احمدی)

عبدالحق لاہوری جماعت کا مبلغ ان معنی میں مرزا صاحب قادیانی کا پورا متبع ہے۔ آپ نے آج سے پہلے جب کبھی مولانا کے حق میں کوئی مضمون لکھا تو باتباع مرزا افتراء سے کام لیا۔ گذشتہ واقعات سے تو ہم چشم پوشی کرتے ہیں۔ حال کا واقعہ ناظرین کے پیش خدمت کر کے چیلنج دیتے ہیں کہ عبدالحق اگر واقع میں عبد الباطل نہیں تو اپنے دعوی کا ثبوت دے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناءاللہ صاحب نے ایک مقدمہ میں متقی کے معنی فاسق فاجر بتائے ایک عرصہ کے بعد انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ جب بیان کی مصدقہ نقل شائع کی تو کہنے لگے ایسے لوگ ایک معنی سے متقی ہوتے ہیں۔ (اخبار پیغام صلح ۲۷۔ اگست ۱۹۳۵ء)

چیلنج: اس عبارت کا مضمون دو فقروں میں ہے۔

۱۔ایک یہ کہ مولانا ثناءاللہ نے متقی کے معنی فاسق فاجر بتائے تھے

۲۔ دوم یہ کہ اعتراض ہونے پر بتایا کہ فاسق ایک معنی میں متقی ہوتا ہے۔

میرا چیلنج ہے کہ دونوں فقرے جھوٹ بہتان اورافتراء ہیں۔میں اس افتراءکوثابت کرنے کے لئے لاہور آنے کو تیار رہوں بے شک کسی اہل علم یہاں تک کہ لاہوری لیڈر ڈاکٹر بشارت احمد احمدی اور مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کو بھی منصف ماننے کوطیار ہوں بشرطیکہ وہ آپ کا ثبوت اور میرا جواب سن کرفریقین کا تحریری بیان کرکے بغیر مشورہ کسی دوسرے کے تحریری فیصلہ اسی مجلس میں دے دیں۔

اب عبدالحق کواختیار ہے کہ عبدالحق بنے یا عبدالباطل۔اب اگرتم فیصلہ کرنے پر آمادہ نہ ہوئے تو ہم تمہارے بڑے بھائی الفضل کا مقولہ پیش کریں گے:

یہ بھی کوئی انسانیت ہے کہ الزام لگانے کے وقت تو ذرا شرم وحیا محسوس نہ کی جائے لیکن جب فیصلہ کے لئے بلایا جائے تو سامنے آنے کی جرأت نہ کی جائے۔(الفضل قادیان ۳ستمبر ۱۹۳۵ء ص۱)

او لاہوری پارٹی کے مرزائیو! ہم نے مانا کہ آپ لوگ ارادہ کرچکے ہیں کہ حق گوئی کوایک مکروہ فعل سمجھ کر ہمیشہ کے لئے چھوڑ دیا جائے لیکن میں آپ کومشورہ دیتا ہوں کہ یہ اصول کسی اورصورت میں استعمال کریں اعیان اہل حدیث تمہارے اس اصول کو ہر طرح توڑ دیں گے کیونکہ ان کونبوت قادیانی توڑنے میں پرانی مشق ہے اعتبار نہ ہوتو مرزا صاحب کا آخری فیصلہ (۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء) پڑھو جس کے متعلق میرا ایک مضمون درج ذیل ہے (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ستمبر ۱۹۳۵ءمطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۶ ص ۶۔۷)

کذب قادیانی: اڈیٹر فاروق کی زبانی

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری رحمہ اللہ لکھتے ہیں:

مرزائے قادیان نے مولانا ثناءاللہ کے ہاتھوں تنگ آکر اپنی آخری عمر میں جو دعائیہ اعلام شائع کیا تھا اس کا مضمون زبان زدعام وخاص ہے خلاصہ اس کا یہ تھا کہ

گفت مرزا مر ثناء اللہ را۔میرد اول ہر کہ ملعون خدا ست

اس اعلان کا جو نتیجہ ظاہر ہوا، وہ بھی ظاہر ہے۔یعنی:

خود روانہ شد بسوئے نیستی ۔بود خود کذاب لیکن گفت راست

آخری فیصلہ کے منکروں میں منشی قاسم علی صاحب اڈیٹر فاروق پیش پیش ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمیں ان کے حال پر بہت ہی رحم آتا ہے کہ ان بے چاروں نے خدا جانے کس محنت سے تین سو روپیہ اکٹھا کیا تھا وہ بھی مولانا ثناءاللہ نے لدھیانہ کے مباحثہ میں بیک جنبش جیب میں ڈال لیا۔اخبار زمین دار میں کیا سچ لکھا تھا:

خدا شرمائے اس ظالم ثناء اللہ کو جس نے
نہ چھوڑا قبر میں بھی قادیانیت کے بانی کو

منشی صاحب موصوف سے ہم کو کتنا ہی اختلاف ہو بحیثیت انسان ان سے ہمیں ہمدردی ہے۔اس لئے محض ان کی اور دیگر قادیانیوں کی خیرخواہی کے لئے ایک فیصلہ کن حوالہ دکھاتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی نے آخری فیصلہ والی دعا کے ساتھ ہی یہ بھی اعلان کر دیا تھا کہ میری دعا قبول ہو گئی منشی قاسم علی صاحب نے لدھیانہ کے مباحثہ میں صاف انکار کر دیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کا الہام (اجیب دعوۃ الداع ..) آخری فیصلہ کے متعلق نہ تھا بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ:

> اگر یہ بات ثابت ہو جائے کہ ڈائری مندرجہ اخبار بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء (جس میں مذکورہ الہام درج ہے) مرزا صاحب کے اشتہار ۱۵۔اپریل والے کے متعلق ہے تو بے شک مولوی صاحب سچے ہوں گے کیونکہ جب خدا نے ہی اشتہار اپنے حکم سے دلوایا اور پھر اس کے متعلق منظوری کا الہام بھی کر دیا تو ایسی صورت میں مرزا صاحب کا ہی معاذ اللہ جھوٹا ہونا لازم آتا ہے۔
>
> (رسالہ فاتح قادیان مباحثہ لدھیانہ ص ۱۷)

منشی قاسم علی صاحب کا یہ عذر چونکہ سراسر باطل اور ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کی تصویر تھا۔منشی صاحب نے اگرچہ ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے اپنے مسلّمہ ثالث کے فیصلہ سے انکار کیا تاہم مجھے یقین ہے کہ منشی صاحب موصوف اپنے مسلّمہ واجب الاطاعت امام کی بات کو ردّ نہ کریں گے۔پس منشی صاحب موصوف پہلے اپنا مقولہ ذہن نشین کر لیں جو یہ ہے: اگر الہام اجیب دعوۃ الداع آخری فیصلہ کے متعلق ثابت ہو

جائے تو مرزا صاحب قادیانی جھوٹے ہیں۔

اس کے بعد خلیفہ قادیان (مرزا محمود) کا مقولہ پڑھیں جو یہ ہے: حضرت اقدس (مرزا) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے ان کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی۔ (تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

منشی قاسم علی صاحب ملاحظہ کریں کہ آپ کا مقتدا وامام ومطاع کیا صاف تصریح کرتا ہے کہ قبولیت دعا کی اطلاع آخری فیصلہ کے متعلق ہی تھی کیا آپ حسب اقرار خود اب مرزا جی کے حق میں وہی اعتقاد رکھیں گے جو آپ نے ظاہر کیا تھا۔ بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ستمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۳ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۶ ص ۷)

قادیان سے اہل حدیث کو سیاسی اتحاد کی دعوت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار الفضل نے اپنی معمولی حکمت عملی سے شیعہ اور جماعت اہل حدیث کو سیاسی اتحاد عمل کی دعوت دی ہے۔ ایسا کیوں کیا ہے؟ چونکہ جمہور احناف کسی طرح سے بھی قادیانیوں سے تعاون نہیں کر سکتے اس لئے بقول: جب دیا رنج بتوں نے تو خدا یاد آیا

اہل حدیث اور شیعہ ان کو یاد آئے۔ قادیانی حضرات تو احناف سے ڈر کر ادھر آئے ہیں، مگر اہل حدیث عرصہ سے قادیانیوں سے سہمے بیٹھے ہیں کیونکہ خلیفہ قادیان کا کھلا اعلان ہے کہ:

ہم درندوں سے صلح کر سکتے ہیں مگر ہمارے عقاید پر طعن کرنے والوں سے صلح نہیں کر سکتے (میاں محمود)۔ (الفضل ۸ فروری ۱۹۲۹ء ص ۵)

اہل حدیث تو مرزا صاحب اور ان کے عقاید کے جیسے کچھ مخالف ہیں وہ حقیقۃ الوحی مصنفہ مرزا صاحب سے معلوم ہو سکتا ہے اس لئے قادیانی اتحاد سے ہمیں خطرہ ہے جس کا اظہار کسی شاعر نے یوں کیا ہے:

حسینوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستم گر ناگ کالے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ستمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۳جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۶ ص ۱۵)

قادیانی علم کلام کا ایک نیا شاہکار

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار لکھتے ہیں:

ہم بار ہا تحریراً وتقریراً اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ قادیانی مسیح کی کوئی ادا، کوئی قول، کوئی اصول ایسا نہیں جس میں (نبوت ورسالت تو بڑا بلند مقام) معمولی خردمند انسانوں کی سی جھلک بھی موجود ہو۔

قادیانی علم کلام کا سنگین نما سرابی قصر محض نفسانیت وخودغرضی کی ریتلی اساس پر کھڑا ہے۔ ماہتاب علم کی ایک معمولی سی جھلک، نیّر عقل کی ایک مدھی سی کرن بھی اس بودے محل کے تہس نہس کرنے میں بم کے گولے کا کام دے سکتی ہے۔ مگر سمجھنے کو دل، سوچنے کو دماغ پڑھنے کو ایما کی مصفا عینک درکار ہے۔ قادیانی سلطان القلم نے جس جدید علم کلام کی بنیاد ڈالی ہے، جن پر مرزائیوں کی جملہ اصناف پھر رہی ہیں، اس کے تباہ کن مجموعہ سے ایک ہلکا سا اخلاق سوز ایمان پاش اصول درج ذیل ہے۔ چونکہ مرزا جی قادیانی اپنے خودساختہ مشن کے پھیلانے کے لئے دن رات کا بیشتر حصہ تصنیف وتالیف میں اس طرح صرف کرتے تھے کہ نماز کے اوقات مفروضہ کی بھی پرواہ نہ کر کے عموماً جمع کر کے نمازیں پڑھا کرتے تھے اس لئے آپ نے اعتراضات سے بچنے کے لئے یہ اصول وضع کیا کہ:

> کوئی یہ نہ دل میں گمان کرے کہ یہ روز گھر میں جمع کر کے نمازیں پڑھا دیتے ہیں نبی کریم ﷺ نے پیش گوئی کی تھی کہ آنے والا شخص نماز جمع کیا کرے گا سو چھ مہینہ تک باہر جمع کرواتا رہا ہوں اب میں نے کہا کہ عورتوں میں بھی اس پیش گوئی کو پورا کر دینا چاہیے ہر ایک مسلمان کا فرض کہ آنحضرت ﷺ کے قول کو پورا کرے کیونکہ وہ پورا نہ ہوا تو آنحضرت ﷺ نعوذ باللہ جھوٹے ٹھہرتے ہیں۔ ایک دفعہ نبی کریم نے ایک صحابی سے فرمایا کہ تیرا اس وقت کیا حال ہوگا جب کہ تیرے ہاتھ

میں کسریٰ کے سونے کے کنگن پہنائے جائیں گے۔ آنحضرت ﷺ کی وفات کے بعد جب کسریٰ کا ملک فتح ہوا تو حضرت عمر نے اس کو سونے کے کڑے جو لوٹ میں آئے تھے پہنائے حالانکہ سونے کی چیز (پہننی) مردوں کے لئے ایسی حرام ہے جیسا کہ اور حرام چیزیں (مثل خمر وخنزیر سرقہ زنا وغیرہ۔معمار) لیکن چونکہ نبی کریم ﷺ کے منہ سے یہ بات نکلی تھی اس لئے پوری کی گئی۔ اسی طرح ہر ایک دوسرے مسلمان کو بھی آنحضرت ﷺ کے قول کو پورا کرنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

(رسالہ تشحیذ الاذہان۔ج انمبر۲۔۱۹۰۶ء)

اول تو اس تقریر پر تزویر میں رسول اللہ ﷺ پر یہ صریح افترا ہے کہ آپ کے کسی فرمان کا یہ منشا ہے کہ قادیان کا مشک وعنبر وکستوری کھانے والا نیز (حسب فیصلہ سیشن جج ضلع گورداسپور) شراب استعمال کرنے والا بلکہ (بقول مرزا محمود مندرجہ الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء) افیون کھانے والا اور بقول خود فرشتگان کی گود میں پرورش پانے والا (اشتہار الانصار اکتوبر ۱۸۹۹ء) اور فرشتوں کے ہاتھوں سے دواؤں کا پڑا (بڑی پڑیا) منہ میں ڈلوا کر طاقت ور اور تندرست انسان ہو جانے والا (تریاق القلوب طبع دوم ص ۸۷) مسیح موعود، جس نے بڑھاپے میں، بستر عیش، کے الہام گھڑ کر (البشریٰ۔ج ۲ص ۸۸)، پہلی بیوی کو طلاق دی اور دوسری سے نصف درجن اولاد پیدا کی اور تیسری کمسن کے ساتھ آسمان پر نکاح پڑھے جانے کا اعلان کر دیا اور ساری عمر اس کے ملنے کی امید میں گنوائی، ہاں ہاں وہ مسیح موعود جس کی معمولی سی تکلیف صحت بخشنے والی ادویہ خود بخود خاطر خدمت ہو کر خاکسار پیپرمنٹ (البشریٰ۔ج ۲ص۹۴) کی مضحکہ خیز صدائیں بلند کرتی ہوں، وہ مسیح موعود ہماری کے عذر سے آرام و راحت کے دولت کدہ میں نمازیں جمع کیا کرے گا۔

خدا کی قسم یہ رسول اللہ ﷺ پر افترا دروغ بے فروغ، سیاہ نہیں سفید جھوٹ ہے۔ دوم مرزا جی کے اس اصول کی بنا پر دنیا جہان کی بدکاریاں، بدکرداریاں، فرض و واجب قرار دی جاسکتی ہیں دیکھئے بروائت مرزا قادیانی۔ رسول اللہ ﷺ کی ایک یہ بھی پیش گوئی ہے:

آخری زمانہ (جو بقول مرزا یہی زمانہ ہے۔معمار) کے اکثر مولوی یہودیوں کے مولویوں سے مشابہت پیدا کر لیں گے ...اس قدر مشابہت پیدا کریں گے کہ اگر کسی یہودی نے ماں سے بھی زنا کیا ہوگا

تو وہ بھی کر لیں گے۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق۔ص ۱۴۴)

ایمان سے بتلاؤ کہ اگر تمہاری جماعت کے اکابر، آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی کو خود پورا کرنے پر اتر آئیں کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حکم ہے کہ پیش گوئی خواہ حرام امور پر مشتمل ہو پوری کرنی ہر ایک کا فرض ہے، تو تم اپنے علماء کو اس فعل سے منع کرو گے؟

یہی ہے تمہارے مجدد زماں مسیح دوراں سلطان المتکلمین کا علم کلام، جس پر تم لوگ نازاں ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲۰ جمادی الثانی ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۷ ص ۴۔۵)

خاتم النبیین: بجواب قادیانی ٹریکٹ

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

منکر ختم نبوت ہو کے اہل قادیان اپنے وقتوں کے ثمود و عاد ہو جانے لگے

ما کان محمد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین

یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔ (ازالہ اوہام طبع اول ۶۱۴۔ طبع دوم ص ۲۵۲)

اس آیت میں خدا تعالیٰ غیر مشتبہ الفاظ کے ساتھ:

وعدہ کر چکا ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی رسول (بنا کر) نہیں بھیجا جائے گا۔ (ازالہ اوہام۔ طبع اول۔ ص ۵۸۶۔ طبع دوم ص ۲۴۲)

پس جس صورت میں کہ:

خدائے رحیم و کریم نے ہمارے نبی ﷺ کو بغیر استثناء کے خاتم الانبیاء قرار دیا اور نبی ﷺ نے بطور تفسیر مذکورہ فرما دیا کہ (لا نبی بعدی) میرے بعد کوئی نبی نہیں آئے۔ (قول مرزا مندرجہ حمامۃ البشریٰ)

پھر اس پر مزید تشریح یہ کہ

حدیث لا نبی بعدی میں (بھی) نفی عام ہے۔ (ایام الصلح اردو از مرزا ص ۱۴۶)

اور نبی ﷺ نے بار بار فرما دیا کہ:

دنیا کے اخیر تک قریب تیس کے دجال ہوں گے۔ (ازالہ طبع اول۔ص ۱۹۹ طبع دوم ص ۸۱)

جو نبوت کا دعوی کریں گے تو اب کس کا دل گردہ ہے کہ کلمہ گو ہوتے ہوئے حضرت سید المرسلین خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی بھی نبی کے پیدا ہونے کا یقین وایمان تو بڑا درجہ ہے وہم وگمان بھی کرے۔ پس کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ آج مدعیان اسلام بلکہ اسلام کے بلا شرکت غیرے واحد ٹھیکہ داروں کا ایک گروہ طرح طرح کے حیلوں بہانوں سے اس منصوص ومبرہن متفقہ اجماعی مسئلہ میں رخنہ اندازی پر کمر بستہ ہے۔ آہ

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

اس وقت ہمارے سامنے مرزائیوں کا ایک چو ورقہ اشتہار ہے جو مولوی محمد علی اجمیری پنجابی نے لکھا اور ناظر دعوت وتبلیغ قادیان نے شائع کیا۔ یہ ٹریکٹ ہمیں بعض احباب کی طرف سے برائے جواب ارسال کیا گیا ہے اگرچہ ہم مسئلہ ختم نبوت کو اپنی تصنیف محمدیہ پاکٹ بک میں بشرح وبسط ختم کر چکے ہیں اس کے بعد کسی اور مضمون لکھنے کی ہمارے نزدیل قطعاً کوئی ضرورت نہ تھی مگر بپاس خاطر احباب مرسلہ اشتہار کا جواب بھی لکھا جاتا ہے۔ وباللہ التوفیق

مرزائی اشتہار کا خلاصہ یہ ہے کہ نبی دو قسم کے ہیں ایک شریعت والے دوم بلا شریعت۔ آنحضرت ﷺ پہلی قسم کے خاتم ہیں دوسری کے نہیں۔

اس دعوی پر مشتہر نے چند بزرگان دین کے اقوال سے استشہاد کیا ہے

مجمل جواب:

مرزائی مولوی صاحب لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے ایک طرف یہ فرمایا کہ میرے بعد نبی نہ ہوگا دوسری طرف مسیح موعود کی آمد کی بشارت دیتے ہوئے اسے چار دفعہ نبی اللہ کہہ کر پکارا ہے ان دونوں قسم کی احادیث کی تطبیق کرتے ہوئے علمائے سلف اس نتیجہ پر پہنچے کہ آنحضرت کے بعد نبوت کے بند ہونے سے مراد یہ ہے کہ

حضور کے بعد تشریعی نبوت بند ہے اور مسیح موعود چونکہ آپ کی شریعت کا خادم ہوگا اسلئے اس کی نبوت نہ آیت خاتم النبیین کے منافی ہے اور نہ حدیث لا نبی بعدی کے مخالف (مرزائی تبلیغی ٹریکٹ نمبر۳ص۴)

اس تحریر سے مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ جن علماء نے آنحضرت ﷺ کو صرف صاحب شریعت انبیاء کا خاتم قرار دیا ہے محض حضرت عیسی کی آمد کو ملحوظ رکھ کر قرار دیا ہے نہ کہ کسی مراق وہسٹیر یا وذیابیطس کے مارے ہوئے دیہاتی مولود کے دعوی نبوت کو آنحضرت ﷺ کے بعد منافی ختم نبوت نہیں سمجھا۔ ہمارا علی الاعلان چیلنج ہے کہ:

۱۔ایک بھی حدیث ایسی نہیں جس میں حضور کے بعد سوائے حضرت مسیح کے کسی اور نبی کی آمد کو صحیح قرار دیا گیا ہو

۲۔ ایک بھی صحابی ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

۳۔ایک بھی تابعی ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

۴۔ایک بھی امام ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

۵۔ایک بھی مجدد ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

۶۔ایک بھی عالم ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

۷۔ایک بھی صوفی ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

۸۔ایک بھی مسلم ایسا نہیں جو مذکورہ بیان کے خلاف ہو

پس مرزائیوں کا مسیح ابن مریم کی بجائے مرزا غلام احمد قادیانی کو احادیث نبویہ کا مصداق ٹھہرانا غلط بلکہ افتراء ہے حاصل یہ کہ مذکورہ بالا بیان کی بنا پر ہر مرزائی پر لازم ہے کہ وہ یا تو احادیث واقوال بزرگان سے سوائے مسیح ابن مریم کے کسی اور نبی کا بعد از خاتم النبیین آنا صحیح ثابت کریں یا مسئلہ ختم نبوت کی بجائے مرزا کے مسیح موعود ہونے پر بحث کریں۔

مفصل جواب:

مرزائی مولوی صاحب نے اس سے پہلے اپنے دعوی پر قرآن مجید سے استدلال کیا ہے کہ:

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کی دو قسمیں ہیں اول تشریعی دوم غیر تشریعی ۔نبوت غیر تشریعی

کا حامل نبی پہلی شریعت کا تابع ہوتا ہے اور اسی کے مطابق فیصلہ کرتا جیسا کہ قرآ ن مجید میں ہے
انا انز لناالتوراة فیھاھدی و نور یحکم بھا النبیون الذین اسلموا یعنی ہم نے موسی پر توراۃ اتاری اس میں ہدایت اور نور تھا اسی کے مطابق وہ انبیا فیصلہ کرتے تھے جو فرمان بردار ہوئے۔

جواب: مرزا صاحب قادیانی راقم ہیں:

حضرت عیسی بلکہ تمام انبیاء ان ہدایتوں کے پیرو تھے جو ان پر نازل ہوئی تھین اور براہ راست خدا نے ان پر تجلی فرمائی تھی ان کو خدا تعالی نے الگ کتابیں دی تھیں اور ان کو ہدایت تھی کہ کہ ان کتابوں پر عمل کریں اور کراویں جیسا کہ قرآن شریف اس پر گواہ ہے۔

(ضمیمہ نصرۃ الحق طبع اول ص ۱۹۳۔ طبع دوم ص ۱۸۹)

مولوی علی محمد صاحب! آپ پچھلے انبیاء میں سے بعض کو صاحب شریعت اور بعض کو بغیر تشریعی نبی قرار دیتے ہیں بخلاف اس کے آپ کے نبی جن کی صداقت ثابت کرنے کو آپ نے خدا پر افتراء کیا ہے خود آپ کے خلاف بیان دیتے ہیں ۔ بتلایئے! آپ دونوں میں کون کاذب ہے: بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر ہمارے نزدیک آپ دونوں یکساں ہیں۔ وہ یوں کہ قرآن پاک کی جو آیت تم نے پیش کی ہے اس سے صرف یہ ثابت ہوتا ہے کہ انبیاء بنی اسرائیل میں بعض صاحب کتاب نبی تھے بعض بلا کتاب۔ پس مرزا صاحب کا سب کو صاحب کتاب لکھنا جھوٹ اور تمہارا بغیر کتاب والے انبیاء کو غیر تشریعی قرار دینا کذب۔ کیونکہ جو نبی بھی ہوا ہے خواہ بغیر کتاب کے ہو وہ صاحب شریعت ہوا۔ بغیر تشریعی نبی ایک بھی نہیں ہوا۔ معلوم ہوتا ہے کہ تمہیں خبر ہی نہیں ہے کہ شریعت کس چیز کا نام ہے۔ سنیئے صاحب! جہاں احکام منزل من اللہ شریعت کہلاتے ہیں وہاں خود انبیاء کرام کے اقوال وافعال بھی شریعت ہوتے ہیں پڑھیئے

و ما آ تا کم الرسو ل فخذوہ و ما نھا کم عنہ فا نتھوا

(الحشر) یعنی ہمارا نبی جو کچھ تمہیں دے اسے لے لو جس بات سے منع کرے ہٹ جاؤ۔

قل ان کنتم تحبّو ن اللہ فا تّبعو نی (آ ل عمرا ن)

اے رسول کہہ دو اگر تم لوگ خدا سے رشتہ الفت جوڑنا چاہتے ہو تو میری پیروی کرو۔اے لوگو!

لقد کا ن لکم فی رسو ل اللّٰہ اسوۃ حسنۃ (احزاب)

ہمارا نبی تمہارے لئے بہترین و پسندیدہ نمونہ ہے۔

مرزائی مولوی صاحب! اگر تمہیں قرآن پاک پر ایمان نہ ہو تو سنو خود تمہارا مقتدا و امام بھی یہی کہتا ہے

وما ینطق عن الھوی ان ھوالا وحی یوحی۔

یعنی ہر نبی کی ہر بات خدا تعالی کے حکم سے ہوتی ہے نبی کا زمانہ نزول شریعت کا زمانہ ہوتا ہے اور شریعت وہی ٹھہر جاتی ہے جو نبی عمل کرتا ہے۔ (نورالقرآن نمبر۲ص۱۰)

بیان مذکورہ سے ثابت ہو گیا کہ کوئی نبی بغیر شریعت کے ہوتا ہی نہیں اور جو بلا شریعت ہو وہ نبی کی حیثیت ہی نہیں رکھتا پس تمہارا سابقہ انبیاء میں سے بعض کو غیر تشریعی لکھنا غلط ہے۔آگے چلو۔

اسکے بعد مرزائی مشتہر نے لکھا ہے کہ نبوت تشریعی کا بند ہونا مسلمہ فریقین ہے مگر نبوت غیر تشریعی ہمارے نزدیک آنحضرت ﷺ کے بعد جاری ہے۔

جواب: ہم اوپر ثابت کر آئے ہیں کہ بغیر شریعت کے کوئی نبی نہیں ہوا۔لہذا ہمارے علماء کرام کا یہ کہنا کہ آنحضرت ﷺ پر تشریعی نبوت بند ہو گئی انہی معنوں میں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی ایسا شخص نہیں پیدا ہو گا جس پر مثل انبیاء ایمان لانا فرض وواجب اور اسکے اقوال وافعال حجت شرعیہ ہوں۔کھلے لفظوں میں ہمارا یہ ایمان ہے:

کہ بعد آنحضرت ﷺ کوئی (نیا) نبی نہیں آ سکتا اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث (اولیاء۔علماء) رکھے گئے ہیں۔(شہادۃ القرآن از مرزا ص ۲۸)

احمدی مولوی صاحب نے قرآن کے بعد حدیث سے بھی استدلال کیا ہے کہ:

ابن ماجہ میں ہے کہ حضور ﷺ نے اپنے بیٹے ابراہیم کی وفات پر فرمایا کہ اگر زندہ رہتا تو ضرور نبی ہوتا اس حدیث کو صحیح ثابت کرنے کے بعد ملا علی قاری فرماتے ہیں ۔یہ (حدیث) آیت خـــا تـم الـــنبیین کے مخالف نہیں کیونکہ خاتم النبیین کے معنی ہیں ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو

منسوخ کرے اور آپ کی امت سے نہ ہو

جواب: اول تو یہ حدیث ہی جھوٹی ہے جہاں سے مرزائیوں نے اسے نقل کیا ہے یعنی ابن ماجہ سے وہیں حاشیہ پر لکھا ہے کہ یہ حدیث ضعیف ہے۔ اس کا راوی ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان عبسی متروک الحدیث ہے۔ ایسا ہی تہذیب التہذیب میں بہت سے آئمہ محدثین کے اقوال اس کے متعلق منقول ہیں کہ یہ ضعیف ہے ثقہ نہیں۔ منکرالحدیث ہے، ضعیف الحدیث۔ سکتوا عنه و ترکوا حدیثه، ساقط، لا یکتب حدیثه، روی مناکیر۔ لیس بالقوی، کذبه شعبة وغیره۔ اس کی تائید کی ہے۔ پس اس روایت کا ناقابل استناد ہونا اس طرح بھی ثابت ہے کہ صحیح الفاظ جو آنحضرت ﷺ سے بوقت وفات ابراہیم منقول ہیں، یہ ہیں۔

لو قضِی ان یکون بعد محمد ﷺ نبی عاش ابنه و لکن لانبی بعده

یعنی اگر قضائے الٰہی میں آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی ہونا ہوتا تو ابراہیم زندہ رہتا لیکن آپ کے بعد کوئی نبی نہیں۔

یہ روایت صحیح بخاری میں بھی ہے اور ابن ماجہ میں بھی۔

باقی رہا ملا علی قاری کا اس روایت کی بنا پر آیت خاتم النبیین کے یہ معنی کرنا آپ کے بعد کوئی ایسا نبی نہیں آ سکتا جو آپ کی شریعت کو منسوخ کرے اور آپ کی امت سے باہر ہو۔ سو ظاہر ہے کہ امتی نبی حسب اصطلاح علماء وصوفیا سلف مجازی نبی ہوتا ہے چنانچہ ہم اس مضمون میں بحوالہ تحریرات صوفیاء کرام اس پر مفصل عرض کریں گے۔ وجہ یہ کہ بغیر شریعت کے کوئی نبی ہوتا ہی نہیں

رسول اور امتی کا مفہوم تبائن ہے۔ (ازالہ اوہام۔ طبع دوم ص ۲۳۸)

پس اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو بقول ملا علی قاری اس میں صرف مجازی نبوت کا ذکر ہے وہ بھی مخصوص بہ ابراہیم وعمر۔ حضرت ملا علی قاری کا ہرگز یہ مذہب نہیں ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی حقیقی نبی بن سکے گا۔ وہ شرح فقہ اکبر صفحہ ۱۵۰ پر صاف فرماتے ہیں:

دعوی النبوة بعد نبینا ﷺ کفر بالاجماع.

(آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دعویٰ کرنا بالا جماع کفر ہے)

آ گے چل کر مرزائی مولوی صاحب نے حضرت شیخ ابن العربی وامام عبدالوہاب شعرانی کی تحریرات پیش کی ہیں کہ وہ بھی صرف شریعت والی نبوت کے بند ہونے کے قائل ہیں۔

جواباً معروض ہے کہ اول تو مرزائیوں کو خاص طور پر شرم کرنی چاہیے کہ جس شخص (ابن العربی) کو خود مرزا قادیانی نے وحدت الوجود کا حامی کہہ کر ملحد اور زندیق ٹھہرایا ہے (رسالہ اور خط) آج اسی شخص کی تحریروں سے مرزا قادیانی کی نبوت ثابت کی جاتی ہے وہ بھی نصوص قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے مقابلہ پر۔

آہ! پھر اس پر مزید لطف یہ کہ ان کی تحریرات میں بھی خیانت معنوی کی جاتی ہے۔ ہم سابقاً لکھ آئے ہیں کہ کوئی نبی بغیر شریعت کے ہوتا ہی نہیں ہے۔ یہی مذہب ابن العربی وغیرہ صوفیا کرام کا ہے ہاں ان کے یہاں ایک جدید اصطلاح ہے کہ جملہ انبیاء کو تو وہ رسول کہتے ہیں اور اولیاء امت کا نام نبی رکھتے ہیں چنانچہ وہ فرماتے ہیں

الفرق بینهما هو ان النبی اذا القی الیه الروح شیئاً اقتصر به ذالك النبی علی نفسه خاصة و یحرّم علیه ان یبلغ غیره ثم ان قیل له بلغ ما انزل الیك امّا لطائفة مخصوصةٍ کسائر الانبیاء او عامة لم یکن ذالك الا لمحمدٍ سمی بهذا الوجه رسولاً و ان لم یخصّ فی نفسه بحکم لا یکون لمن الیهم فهو رسول لا نبی و اعن بها نبوة التشریع التی لا یکون للاولیاء

(الیواقیت والجواہر۔ص ۲۵) یعنی نبی اور رسول کے درمیان فرق یہ ہے کہ نبی وہ ہے جس پر وحی خاص اس کی ذات کے لئے نازل ہو اور وہ اس کی تبلیغ پر مامور نہ ہو۔ پھر اگر کسی شخص کو کہا جائے کہ تو اپنی وحی کی تبلیغ کر خواہ کسی مخصوص قوم تک اس کی تبلیغ محدود ہے جیسا کہ تمام انبیاء کرام کا ہے یا اس کی تبلیغ عام ہے جیسا کہ سوائے آنحضرت ﷺ کے ایسا کوئی نبی نہیں ہے اور یہی معنی ہیں نبوت تشریعی کے یہ نبوت اولیاء کے لئے نہیں ہے۔

نوٹ: مزید وضاحت کے لئے الیواقیت والجواہر جلد ۲ صفحہ ۳۷ ملاحظہ ہو

حضرات! خدارا اس تحریر پر مکرر سہ کرر غور فرمائیے کہ صوفیاء کرام تو پچھلے تمام انبیاء کرام کو صاحب شریعت قرار دے کر صاف فرماتے ہیں کہ اس قسم کی نبوت اولیاء اللہ کے لئے نہیں ہے۔ مگر مرزائی مولوی کس قدر دھوکہ

دیتے ہیں کہ گویا صوفیاء کرام ان سے متفق ہیں کہ نبی دو قسم ہیں ایک تشریعی ایک غیر تشریعی۔اف! کتنا فریب اس کے بعد سید عبد القادر جیلانی کے اقوال پیش کئے ہیں ان میں بھی اسی طرح دھوکہ بازی کی گئی ہے کہ ان کے اصل مفہوم کو بگاڑ کر الٹ نتیجہ نکالا ہے ہم ان کی تحریر کو بتمام وکمال نقل کر دیتے ہیں: تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

امام موصوف فرماتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کو نو عدد الواح خدا کی طرف سے ملی تھیں جن میں سے وہ صرف سات کی تبلیغ پر مامور تھے اور بقایا ۲ کے ترک پر۔

بخلاف محمد ﷺ فانه ما ترك شيئاً الا ابلغه الينا ـ قال الله تعالى ما فرطنا فی الكتاب من شیء و قال الله تعالى و كل شیء فصلناه تفصيلاً و لهذا كانت ملته خير الملل نسخ بدينه جميع الاديان لانه اتى بجميع ما اتوا به و زاد عليه مالم ياتو به فنسخت اديانهم لنقصها و شهر دينه بكماله قال الله تعالى اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتی و لم تنزل هذه الآية على نبی غير محمد ﷺ و لو نزلت على احد لكان هو خاتم النبيين و ما صح ذلك الا لمحمد ﷺ فنزلت عليه فكان خاتم النبيين لانه لم يدع حكمة و لا هدى ولا علماً ولا سرّاً ال(ا قد نبه عليه و اشار اليه على قدر يليق بالنبيين لذلك السّر امّا تصريحاً و اما تلويحاً و اما اشارة و اما كناية و اما استعارة و اما محكماً و اما مفسراً و ماؤ و لا و اما متشابهاً الى غير ذالك من انواع البيان فلم يبق لغيره مدخلاً فاستقل بالامر و ختم النبوة لانه ما ترك شيئاً يحتاج اليه و قد جاء به فلا يجد الذی ياتی بعده من الكمل شيئاً مما ينبغی انه ينبه عليه الآ وقد فعل ﷺ ذالك فيتبعه هذاالكامل كما نبه عليه و يصير تابعاً فانقطع حكم النبوة التشريع بعده وكان محمد ﷺ خاتم النبيين لانه جاء بالكمال و لم يجی احد بذلك

فلو مر موسی علیه السلام بابلاغ الوحین المختص به لما کان یبعث عیسی من بعده (الانسان الکامل ۔باب ۳۶ جلد اول ص ۶۸، ۶۹)

یعنی حضرت موسی تو دین الٰہی کی تکمیل نہ کرسکا مگر رسول کریم ﷺ نے کوئی حصہ دین الٰہی کا نہیں چھوڑا جسے ہم تک نہ پہنچادیا ۔ چنانچہ قرآن کریم اس پر شاہد ہے یہی باعث ہے کہ امت محمدیہ خیر الملل ٹھہری خدانے اس امت کے دین کے ساتھ جمیع ادیان کومنسوخ کردیا وجہ یہ کہ اس دین میں نہ صرف وہ تمام ہدایت موجود ہے جو پہلے دینوں میں تھی بلکہ علم وحکمت کے وہ بے بہا گوہر بھی چمک رہے ہیں جن کی روح پرور جھلک بھی پہلے لوگوں پر نہ پڑی تھی پس منسوخ ہوئے پہلے دین اس نقص کے باعث اور شہرہ آفاق ہوا ہمارا دین اپنے کمال کے باعث ۔فرمایا اللہ تعالی نے آج کے دن کامل کردیا میں نے دین تمہارا اوراتمام تک پہنچادیں تم پر اپنی تمام نعمتیں ۔نہیں اتاری گئی یہ آیت کسی اور نبی پر۔ اگر اتاری جاتی تو بس وہیں سلسلہ نبوت ختم ہوجاتا۔ چونکہ اور کوئی نبی اس کا اہل نہیں تھا لہذا اللہ تعالی نے حضرت نبی الاعظم ﷺ کو اس نعمت عظمی سے سرفراز فرمایا پس آنخضرت ﷺ پر سلسلہ انبیاء کو اس نعمت عظمی سے سرفراز کیا۔ پس آنخضرت ﷺ سلسلہ انبیاء کو اس واسطے ختم کیا گیا ہے کہ آپ نے نبوت کی کوئی حکمت کوئی ہدایت کوئی علم کوئی بھید شرمندہ حجاب نہ رکھا ہر بات تصریحاً وتلویحاً اشارۃً و کنایۃً واستعارۃً محکماً ومفسراً مؤولاً ومتشابہاً اراس کے علاوہ جملہ انواع کمال بیان کو کما حقہ بیان فرمایا۔ ایسا کہ اب کسی اور شخص کے لئے اس گلستان نبوت میں قدم رکھنے کو ایک انچ جگہ باقی نہیں ۔ پھر سنو! کہ آنخضرت ﷺ پر نبوت اس باعث ختم کی گئی کہ آپ نے کوئی بات ایسی نہیں چھوڑی کہ ہمیں اس کی حاجت ہو اور کوئی دوسرا اسے آکر پورا کرے اب ہر ایک انسان پر فرض ہے کہ وہ اس کامل واکمل رسول کے بتائے ہوئے طریق کی اتباع کرے۔ شریعت ختم ہوگئی رسول کریم پر اور آپ تمام انبیاء کے ختم کرنے والے ہیں اگر حضرت موسی اپنی امت پر دین پورا کر جاتے اور وہ خاص ہر دووحی پہنچا جاتے تو انہی پر نبوت ختم ہوجاتی اور حضرت عیسی کو مبعوث نہ کیا جاتا

حضرات! ملاحظہ فرمایئے کہ امام موصوف نے کس عمدہ احسن اور مدلل اور معقول پیرائے میں ختم نبوت کا اظہار کیا اور اس کی حکمت بیان کی ہے کہ انبیاء آتے ہی ھادی بن کر ہیں ۔اب ہدایت مکمل ہوگئی ۔ لہذا نبوت ختم ۔اگر حضرت موسی دین پورا کر جاتے تو مسیح کی بعثت کی ضرورت ہی نہ تھے ۔پس ختم المرسلین مکمل و مختتم حکمت وہدایت ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں ۔مرزا صاحب قادیانی نے سچ لکھا ہے کہ:

فلاحاجة لنا الی نبی بعد محمد ﷺ (حمامۃ البشری ۔ص۴۹)

(ہمیں نبی ﷺ کے بعد کسی نبی کی ضرورت نہیں)۔

مرزائی مولوی صاحب کو ٹھوکر لگنے کا صرف یہ سبب ہے کہ وہ انبیاء کی دو قسمیں سمجھ بیٹھا ہے: ایک

تشریعی اور دوسرے غیر تشریعی ۔پس جہاں اسے کسی کی عبارت میں نظر پڑی کہ آنحضرت ﷺ پر شریعت ختم ہوگئی وہیں اس نے منہ کی کھائی اور جھٹ شور مچانا شروع کر دیا کہ دیکھو پچھلے علماء بھی ہمارے ہم خیال تھے حالانکہ نبی بلا شریعت ہوتا ہی نہیں ہے ۔اس کے بعد مرزائی راقم اشتہار نے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کی کتاب تفہیمات الٰہیہ سے ایک عبارت نقل کی ہے کہ اس میں بھی صاحب شریعت انبیاء کا ختم ہونا مرقوم ہے۔ اس کا بھی وہی جواب ہے کہ حضرت شاہ صاحب کے نزدیک تمہاری طرح نبی دو قسم کے نہیں ہیں ۔پس اگر تمہیں شاہ صاحب کے قول سے فائدہ لینا ہے تو پہلے ان کی کسی تحریر سے یہ ثابت کرو کہ وہ ایک گروہ انبیاء کے متعلق یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ ان کے اقوال واعمال اور ان کے افعال حجت شرعیہ نہیں ہیں ۔ورنہ خاموش کہ:ایں شور وفغاں چیزے نیست

سنو! حضرت شاہ صاحب دہلویؒ صاف فرماتے ہیں

بعد از وے ہیچ پیغمبر نباشد (ترجمہ قرآن فارسی زیر آیت خاتم النبیین)۔

یعنی آپ ﷺ کے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا

آگے چل کر مولانا عبدالحی لکھنوی کا قول لکھا ہے کہ:

آنحضرت کے زمانہ میں یا آپ کے بعد بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے

جواب: مولانا مرحوم کا عقیدہ یہ تھا کہ موجودہ ربع مسکون کے علاوہ زمین کے اور طبقات بھی ہیں ان میں بھی ہماری زمین کی طرح انبیاء کا سلسلہ جاری ہے ۔ہر ایک طبقہ میں ایک آدم ایک شیث نوح موسیٰ عیسیٰ محمد علیہم الصلوۃ والسلام ہوا ہے جس طرح اس زمین پر حضرت محمد ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اسی طرح دوسرے طبقات میں بھی محمد خاتم الانبیاء ﷺ ہوا۔ان پر بھی یہی قرآن نازل ہوا۔

مولانا موصوف نے اس عقیدہ پر بحث کرتے ہوئے وہ الفاظ لکھے ہیں جن سے مولوی مرزائی صاحب نے استدلال کیا ہے میری نظر سے مولانا مرحوم کا اردو رسالہ دافع الوساوس جس کا حوالہ مرزائی مولوی نے دیا ہے نہیں گذرا۔البتہ عربی رسالہ زجر الناس میں نے دیکھا ہے اس میں بھی یہی بحث ہے اور اس کے پہلے ہی صفحہ پر مولانا نے لکھا ہے کہ ہم نے اس مضمون پر اردو رسالہ بھی لکھا ہے جس کا نام دافع الوساوس ہے۔

حاصل یہ کہ مولانا مرحوم کا ہرگز یہ عقیدہ نہیں کہ ہمارے اس طبقہ زمین پر کوئی رسول آنحضرت ﷺ کے بعد آئے گا یا آسکتا ہے۔ بفرض محال مولانا کا یہی مطلب بھی ہو تو بھی ان کا یہ فرمانا کہ:

بعد آنحضرت ﷺ کے صاحب الشرع جدید ہونا البتہ ممتنع ہے۔

صاف دلیل ہے کہ نبوت حقیقی جس میں انبیاء کے اقوال و افعال شریعت میں داخل ہیں ختم ہوگئی باقی کیا رہا؟ صرف مجازی نبوت یعنی ولایت

مرزا جی خود راقم ہیں:

کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا ہے مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی ہمیشہ تک راہیں کھلی ہیں وحی رسالت ختم ہوگئی مگر ولایت و امامت و خلافت کبھی ختم نہ ہوگی

(تشحیذ الاذہان۔ ج انمبر ا مکتوب مرزا)

آگے چلئے۔ مرزائی مشتہر لکھتا ہے کہ

حضرت مولوی محمد قاسم صاحب نانوتوی بانی مدرسہ دیوبند بھی یہی عقیدہ رکھتے تھے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بمعنی آخری نبی نہیں تھے وہ لکھتے ہیں (تحذیر الناس ص ۲۸ میں)

اگر بالفرض بعد زمانہ نبوی بھی کوئی نبی پیدا ہو تو پھر بھی خاتمیت محمدی میں کچھ فرق نہ آئے گا۔

جواب: یہ عبارت ہی دال ہے کہ مولانا مرحوم آنحضرت ﷺ پر سلسلہ انبیاء کو ختم جانتے اور مانتے تھے اسی لئے تو آپ، بالفرض بعد زمانہ نبوی کوئی نبی پیدا ہو جائے، کے الفاظ لکھ رہے ہیں۔ پس مولانا صاحب کو اجراء نبوت کا قائل گردانا ایک شرمناک غلط بیانی ہے۔

حضرات! کسی امر کو فرضی طور پر تسلیم کر لینے سے اس کا امکان ثابت نہیں ہو جاتا دیکھئے قرآن میں ہے کہ

قل ان کان للرحمن ولد فانا اول العابدین (یارسول اللہ فرما دیجئے کہ اگر کوئی خدا کا بیٹا ہوتا تو میں اس کا پجاری بننے کو سب سے پہلے تیار ہوں (زخرف)

تو کیا اس سے کوئی احمق خدا کے ہاں بیٹا ہونے کے امکان کو ثابت کر دے تو وہ اس لائق نہ ہوگا کہ اسے دماغی اصلاح کے لئے کسی شفاخانہ میں داخل کرایا جاوے

کہا جاتا ہے کہ مولانا محمد قاسم صاحب تحذیر الناس صفحہ۳ پر خاتم النبیین کے معنی آخری نبی نہیں مانتے اور دیگر علماء سے اس بارے میں مختلف ہیں ۔ جواباً عرض ہے کہ یہ ان پر افتراء ہے وہ آنحضرت ﷺ کو اسی طرح خاتم النبیین سمجھتے ہیں جس طرح دیگر علماء۔ چنانچہ ان کی عبارت مذکورہ بالا اس پر شاہد ہے البتہ مولانا مرحوم آیت خاتم النبیین کے مشہور معانی کو برقرار رکھتے ہوئے بالطبع لفظ خاتم النبیین سے ایک اور مفہوم استنباط فرماتے ہیں اور ایسا کرنا کوئی عیب نہیں دیکھئے خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت ﷺ پر بولا گیا ہے بالطبع اس لفظ میں یہ مفہوم رکھتا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی وہ بھی خاتم الکتب ہے۔ (ملفوظات احمدیہ۔ص ۱۵)

مرزا صاحب کے اس بیان سے یہ بھی عیاں ہے کہ قرآن خاتم الکتب اس صورت میں مانا جا سکتا ہے جب کہ آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء سمجھا جاوے کیونکہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین بعبارۃ النص ہیں اور قرآن بالطبع خاتم الکتب۔ جب اصل ہی سے انکار کیا جائے گا تو ظل کہاں رہا۔

الحاصل مولانا محمد قاسم خاتم النبیین کے مشہور معانی سے منکر نہیں بلکہ ان کو بحال رکھتے ہوئے ان سے ایک مزید مفہوم استنباط فرماتے ہوئے اس کو باعث فضیلت علی الانبیاء قرار دیتے ہیں چنانچہ اس امر کو انہوں نے تحذیر الناس کے علاوہ مناظرہ عجیبہ میں بالتفصیل رقم فرمایا۔ و من شاء فلیر جع الیه

اس کے بعد کہا گیا ہے کہ حضرت عائشہ ؓ نے حضرت مسیح ابن مریم کی آمد کو ملحوظ رکھ کر فرمایا ہے:

قولوا انه خا تم ا لا نبیاء و لا تقو لوا لا نبی بعدی

(یعنی آنحضرت ﷺ کو خاتم الانبیاء تو کہو مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا)۔

جواب: اگر مرزائی صاحبان اس روایت کی صحیح سند دکھائیں تو ۵۰ روپیہ نقد انعام ان کو دیا جائے گا۔ یہ روایت محض بے سند اور بے ثبوت افتراء ہے پھر یہ ہمارے مخالف بھی نہیں ہے۔ جن معنی میں یہ کہا گیا ہے ان معنی سے ہم لا نبی بعدی بلکہ خاتم النبیین بھی نہیں کہتے ۔ خا تم النبیین کے یہ معنی ہی نہیں ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے سے پہلے انبیاء کی نبوت ملیامیٹ کر دی بلکہ آیت کے یہ معنی ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نیا نبی نہ بنایا جائے گا اور حضرت مسیح تو گذشتہ نبی ہیں جن کی آمد قرآن و احادیث صحیحہ سے ثابت

ہے جیسا کہ اقوال مرزا بھی اس پر گواہ ہیں۔اپنے نبی (مرزا) کے اقوال سنو:

۱۔ حضرت مسیح تو انجیل کو ناقص چھوڑ کر آسمانوں پر جا بیٹھے (براہین احمدیہ حاشیہ۔ص ۳۶۱)

۲۔حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے (براہین احمدیہ ص ۴۹۹)

۳۔مسیح ابن مریم کے آنے کی پیش گوئی ایک اول درجہ کی پیش گوئی ہے جس کو سب نے باتفاق قبول کرلیا ہے تواتر کا اول درجہ اس کو حاصل ہے (ازالہ اوہام طبع اول ۵۵۷۔طبع دوم ۲۳۱)

مزید وضاحت کے لئے امام زمخشری (جن کے متعلق خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی معترف ہیں کہ وہ علامہ لسان عرب ہے ،(ضمیمہ نصرۃ الحق طبع ۲ ص ۲۰۱) کی تحقیق ملاحظہ ہو۔آپ فرماتے ہیں

خاتم بفتح تا بمعنی الطابع و بکسر ها بمعنی الطابَع فاعل الختم و رقویة قرأة عبد الله بن مسعود و لکن نبیاً ختم االنبیین (فان قلت) کیف کان آخر الا نبیاء و عیسی ینزل فی آخر الزمان (قلت) معنی کونه آخر الا نبیاء لا ینباء احد بعده و عیسی ممن نبیء قبله

(کشاف ج۲ص ۲۱۵۔وایضاً رازی۔ج ۶ص ۶۱۷۔ روح المعانی۔ج ۷ ص ۶۰)

یعنی خاتم اور خاتم ہر دو کے معنی ختم کرنے والا ہیں انہی معنوں کو حضرت عبداللہ بن مسعود کی قرأت ،لیکن محمد نبی ہے جو نبیوں کو ختم کرنے والا ہے تقویت دیتی ہے۔اگر تو یہ سوال کرے کہ جس صورت میں عیسی آنے والے ہیں آنحضرت ﷺ کس طرح خاتم النبیین ہو سکتے ہیں۔میں کہتا ہوں کہ آنحضرت ﷺ کے آخری نبی ہونے کے یہ معنی ہیں کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہ بنایا جائے گا اور عیسی تو سابقہ نبی ہیں۔

امام زمخشری کی تحریر سے آیت خاتم النبیین کا صحیح مفہوم صاف عیاں ہو گیا خود مرزا جی بھی لفظ خاتم کے یہی معنی لیتے ہیں چنانچہ ان کا بیان ذیل گواہ ہے

میرے بعد میرے والدین کے گھر اور کوئی لڑکا لڑکی پیدا نہیں ہوا میں ان کے لئے خاتم اولاد تھا ۔(تریاق القلوب طبع اول ۱۵۷ طبع دوم ۳۷۹)

جس طرح مرزا غلام احمد کا خاتم الاولاد ہونا اپنے دیگر بھائیوں کو فنا کرنے کے معنوں میں نہیں ہے اسی طرح آنحضرت ﷺ کا خاتم النبیین ہونا پچھلے انبیاء کی نبوت کو چھیل لینے پر مبنی نہیں ہے،مرزائیو!

اگراب بھی نہ تم سمجھوتو پھرتم سے خدا سمجھے

اس کے بعد مرزا مظہر جانجاناں کا قول پیش کیا گیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ

نبوت بالا صالت ختم ہوگئی مگر دیگر کمالات جاری ہیں۔

جواب: ہمارا بھی یہی مذہب ہے مگر مرزائیوں کی کھوپڑی میں جو کیڑا سرک رہا ہے وہ اور ہے۔ وہ نبوت حقیقی دو قسم کی سمجھتے ہیں ایک بالا صالت دوم بلا اصالت حالانکہ :

جس قدر نبی گزرے ہیں ان سب کو خدا نے براہ راست چن لیا تھا۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۲۸)

حضرت مرزا مظہر جان جاناں نے جن کمالات کی طرف اشارہ کیا ہے وہ نبوت کے علاوہ ہیں۔

ا۔ختم نبوت کے بعد اسلام میں اور کوئی نبی نہیں آ سکتا۔(راز حقیقت ص ۱۶)

۲۔ بعد آنحضرت ﷺ کوئی نبی نہیں آ سکتا۔اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث ہوں گے۔

(شہادۃ القرآن۔ص ۲۸)

سب سے آخر مرزائی مولوی صاحب نے مثنوی کے دوحوالے لکھے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت میں نبی آ سکتا ہے۔اس کا جواب وہی ہے جو ہم سابقاً بحوالہ تحریرات صوفیاء کرام دے آئے ہیں کہ ان کے ہاں ولایت کا نام نبوت ہے خود مثنوی کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ قول ہے:

خدا کا وجود خدا کے انسانوں کے ساتھ پہچانا جاتا ہے اسی لئے اولیاء اللہ بھیجے جاتے ہیں۔مثنوی میں لکھا ہے: آن نبی وقت باشد اے مرید

محی الدین ابن عربی حضرت مجدد (سرہندی) نے بھی یہی عقیدہ لکھا ہے۔

(قول مرزا مورخہ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ء مندرجہ اخبار بدر و حقیقۃ النبوت۔ص ۲۷۳)

صاف واضح ہے کہ مثنوی و دیگر صوفیا کی تحریرات میں جس نبوت کا تذکرہ ہے وہ ولایت ہے خلاصہ کلام یہ کہ تمام بزرگان دین نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم مانتے آئے ہیں لہذا ان کے متعلق یہ کہنے والا کہ وہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نئے نبی کے پیدا ہونے کے قائل تھے مفتری اور کذاب ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۵ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۸۔۴۹ ص ۵۔۱۰)

بارقۃ السیف۔ا

حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

العاقب:

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرے متعدد ناموں میں سے ایک نام میرا عاقب ہے۔ پھر اس معنی بھی ساتھ ہی حدیث میں مرقوم ہیں:

الّذی لیس بعدی نبی (صحیح مسلم) (یعنی عاقب وہ ہے جس کے بعد کوئی نبی نہ آئے)۔

اس پر قادیانی مناظر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ معنی مذکورز ہری نے کئے ہیں جیسا کہ خود صحیح مسلم میں ہے

قال معمر قلت للزھری و اما العاقب؟ قال الذی لیس بعدہ نبی۔ ج ۲ ص ۲۶۱

اگر آنحضرت ﷺ نے معنی بتائے ہوتے تو عبارت یوں ہوتی

الّذی لیس بعدی نبی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہیں۔

اس کے جواب میں عرض ہے کہ خود آنحضرت ﷺ نے عاقب کے معنی انہیں الفاظ میں ارشاد فرما دیئے ہیں جن الفاظ میں احمدیوں کا مطالبہ ہے چنانچہ چوتھی صدی کے مشہور محدث حافظ ابن عبدالبرؒ نے روایت مذکور یوں نقل فرمائی ہے

قال ... و انا الخاتم ختم اللہ بی النبوۃ و انا العاقب فلیس بعدی نبی

(کتاب الاستیعاب بر حاشیہ اصابہ مطبوعہ مصر . ج ا ص ۳۷) (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میں خاتم ہوں اللہ نے نبوت میرے ساتھ ختم فرمادی ہے اور میں عاقب ہوں۔ پس میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے)۔

اسی طرح چھٹی صدی کے مشہور محدث قاضی عیاضؒ نے بھی نقل کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

و فی الصحیح انا العاقب الذی لیس بعدی نبی (کتاب الشفا مطبوعہ استنبول ج ا ص ۱۹۱)

(یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے)۔

ایسا ہی تفسیر خازن (سورہ صف) میں ہے

و انا العا قب الذی لیس بعدی نبی (ج ۷ص ۷۱طبع مصر ۱۳۴۹ھ)

ان تینوں کتابوں میں لفظ بعدی موجود ہے جس سے ثابت ہے کہ یہ تفسیر نبوی ہے۔

اس پر مرزائی بول اٹھتے ہیں کہ صحاح ستہ جو حدیث کی معتبر کتابیں ہیں ان میں تو یوں نہیں آیا ہے، لہذا حجت نہیں۔ اس کے جواب میں واضح ہو کہ صحاح ستہ میں سے جامع ترمذی میں بھی یوں ہی موجود ہے چنانچہ ترمذی ابواب الاستیذان والادب، باب ما جاء فی اسماء النبی میں حدیث صحیح مرقوم ہے

و انا العاقب الذی لیس بعدی نبی .(ترمذی طبع مصر ج ۲ ص ۱۳۷ طبع ۱۲۹۲ھ۔
ومطبع مجتبائی دہلی ص ۱۰۷ ج ۲ طبع ۱۳۲۸ھ ۱۳۴۲ھ و مطبوع مجیدی پریس کان پور۔ص ۱۱۲ ج ۲)

یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں عاقب ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے۔ فالحمد لله علی ذلك

اعلام: ترمذی مطبوعہ ہند کے بعض نسخوں (مطبوع احمدی وغیرہ) میں اس مقام پر بعدہ، غلط طبع ہو گیا۔ ناظرین سے التماس ہے کہ ترمذی کے اس مقام کو درست کر لیں اور بجائے بعدہ کے بعدی بنالیں، اس لئے کہ ترمذی کا قدیم نسخہ جو مصر میں ۱۲۹۱ھ میں طبع ہوا تھا اس میں بعدی ہے۔ اسی طرح مجتبائی اور مجیدی پریسوں کے چھاپوں میں بھی بعدی ہے اور محدثین شارحین حدیث نے بھی ترمذی کے حوالہ سے بعدی ہی نقل کیا ہے حافظ ابن حجر فتح الباری شرح بخاری میں لکھتے ہیں:

لکن وقع فی روایة سفیان بن عینیة عند الترمذی وغیره بلفظ الذی لیس بعدی نبی (مطبوع انصاری . پ ۱۴ ص ۳۱۴)

اسی طرح زرقانی نے شرح موطا میں بھی بحوالہ ترمذی بعدی نقل کیا ہے (ص ۲۷۲ ج ۴ مطبوع مصر)

(اہل حدیث امرتسر ۴۔اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۵ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۸۔۴۹ ص ۱۰)

براہین احمدیہ کیوں ناقص رہی؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین جانتے ہوں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مایہ ناز تصنیف براہین احمدیہ ہے جس

کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے اعلان کیا تھا کہ تین سو زبردست دلائل اس کتاب میں ایسے لکھے جائیں گے جن سے صداقت قرآن اور صداقت نبوت محمدیہ ﷺ واضح طور پر ثابت ہوگی۔

اس کے سوا بھی (چورن فروشوں کی طرح) بہت کچھ اس کتاب کی تعریف میں لفاظی کی تھی۔ مگر خدا کی شان تین سو دلائل میں سے صرف پہلی دلیل کے متعلق چند آیات لکھ کر چوتھی جلد ختم کر دی۔ تو پھر اپنی مسیحیت میں ایسے مشغول ہوئے جیسے بقول ہنود کرشن جی گوپیوں میں مشغول رہتے تھے۔ اس پر ان مخالفوں نے عموماً اور جن لوگوں نے براہین کی مطلوبہ قیمت پیشگی دی ہوئی تھی خصوصاً اعتراضات کی بھرمار کی کہ براہین احمدیہ کیوں پوری نہیں کی جاتی؟

اس پر بھی مرزا صاحب قادیانی کو اس طرف توجہ نہ ہوئی یا باعتقاد ہمارے بحکم قرآن مجید (ولکن کرہ اللہ انبعاثھم فثبطھم۔ (التوبہ:٤٦) (خدا کو ان لوگوں کی تیاری ناپسند ہے اس لئے ان کو چپکا دیا) مرزا صاحب کو توفیق تکمیل نہ ملی۔ اس مضمون کو ہم نے بالتفصیل رسالہ علم کلام مرزا میں لکھا ہے۔ اس اعتراض کے جواب میں ایک مضمون جدید الفضل قادیان میں نکلا ہے جو بہت لطیف اور خوش کن ہے۔

حق تو یہ ہے کہ ہمیں اس کے پڑھنے سے بہت لطف حاصل ہوا کیونکہ ہمیں یقین ہوا کہ ہمارا قلم واقعی لوہے کا قلم ہے اور ہمارا پنجہ واقعی پنجہ شیر ہے جس سے شکار کا نکل جانا محال ہے۔ ہم اس لطف میں اپنے ناظرین کو شریک کرنا چاہتے ہیں۔ اس لئے الفضل کا مضمون سارا نقل کرتے ہیں۔ پس حضرات ناظرین تھوڑی دیر توجہ سے پڑھیں اور لطف پائیں۔ وہ یہ ہے:

> حضرت مسیح موعود (مرزا) کا شروع میں یہی ارادہ تھا کہ حقانیت اسلام کے متعلق ایک ایسی کتاب لکھی جائے جس میں تین سو دلائل فضیلت اسلام کے بیان ہوں اور اسی غرض کے لئے آپ نے تصنیف شروع فرمائی۔ مگر دوران تحریر میں جب خدا تعالیٰ نے آپ کو اصلاحِ خلق کے لئے مقرر کیا اور آپ کی توجہ کا دائرہ بہت وسیع ہوگیا تو اس ارادہ کی تکمیل ظاہری صورت میں نہ ہوسکی جیسا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے لکھا ہے کہ:
>
> اب ہماری طرف سے کوئی ایسی شرط نہیں کہ کتاب تین سو جزو تک ضرور پہنچے بلکہ جس طور سے خدا

تعالی مناسب سمجھے گا کم یا زیادہ بغیر لحاظ پہلی شرائط کے اس کو انجام دے گا۔(تبلیغ رسالت ج ا ص ۹۲)

ہمارا دعوی ہے کہ فضیلت اسلام ثابت کرنے کے لئے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جن پاکیزہ ارادوں کے ماتحت براہین احمدیہ لکھنی شروع فرمائی تھی ،انہیں خدا تعالی نے پورا کر دیا۔اور وہ اس طرح کہ آپ کے قلم سے اسّی (۸۰) کے قریب ایسی بے نظیر کتب لکھوائیں جن میں وہ تمام دلائل بالتفصیل مرقوم ہیں جن سے اسلام دیگر ادیان پر غالب ثابت ہوتا ہے اگر کوئی شخص اس مقصد کے پیش نظر حضرت مسیح موعود (مرزا) کی کتب کا مطالعہ کرے تو اسے اسلام کی سچائی کا ثبوت ان میں سورج سے بھی زیادہ درخشاں نظر آئے گا۔

علاوہ ازیں حضرت مسیح موعود (مرزا) براہین احمدیہ کے بعد جس شان میں دنیا کے سامے جلوہ گر ہوئے یعنی نبوت ورسالت اور مسیحیت ومہدویت کا خلعت پہن کر وہ بذات خود حقانیت اسلام کا ایک اتنا بڑا ثبوت ہے کہ اگر تین سو سے زیادہ دلایل حقانیت اسلام کے براہین احمدیہ میں رقم کئے جاتے تو ان سے اسلام کو اتنا فائدہ ہرگز نہ پہنچ سکتا۔اس کی وجہ یہ ہے کہ آپ خواہ کس قدر اسلام کی حقانیت کے علمی دلائل پیش فرماتے قرآن مجید سے بڑھ کر نہ ہوسکتے مگر مسلمان جب قرآن مجید کے ہوتے ہوئے اسلام کو ادیان باطلہ پر غالب ثابت نہ کر سکتے تھے تو ان تین سو دلائل سے کیوں کر فائدہ اٹھاتے ۔اگر اسلام غالب ثابت تو بھی علمی رنگ میں ۔مگر خدا تعالی نے آپ کو ماموریت کی شان عطا فرما کر اسلام کی حقانیت کا ایک زندہ ثبوت دنیا کے سامنے پیش کر دیا۔پس قطع نظر ان عظیم الشان تحریرات کے جو بعد میں خدا تعالی نے آپ کے ہاتھ سے شائع کرائیں اور قطع نظر ان سینکڑوں اشتہارات اور تقریروں کے جو آپ نے صداقت اسلام پر کیں براہین احمدیہ کی تکمیل سے جس قدر حقانیت اسلام ظاہر ہوسکتی تھی اس سے بہت زیادہ آپ کے وجود کے ذریعہ اسلام کی حقانیت ظاہر ہوئی اور یہی خدا تعالی چاہتا تھا کہ دنیا پر اپنے زندہ اور تازہ آسمانی نشانات سے حقانیت اسلام ظاہر کرے

غرض حقانیت اسلام کے متعلق اللہ تعالی کا جو منشاء تھا وہ پورا ہوا۔اور اسلام کے متعلق حضرت مسیح

موعود (مرزا قادیانی) کے ہاتھوں لیظھرہ علی الدین کلہ کا نشان ظاہر ہو گیا یہ حقانیت اسلام کو اس قدر نمایاں کر دینے والا نشان ہے کہ اسکے ماتحت ہر وہ معجزہ جو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے ذریعہ ظاہر ہوا اسلام کی صداقت کا ثبوت ہے اور اگر اس رنگ میں غور کیا جائے تو صداقت اسلام کے ہزاروں دلائل حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دنیا کے سامنے پیش فرمائے۔

براہین احمدیہ کی عدم تکمیل کے متعلق یہ بتانا بھی ضروری معلوم ہوتا ہے کہ گو مخالفین سلسلہ کی طرف سے یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ براہین نامکمل رہی اور آپ نے اپنے وعدوں کا پاس نہ کیا لیکن در اصل اس میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کی صداقت کا عظیم الشان نشان مخفی ہے اور وہ اس طرح کہ ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ایک رؤیا دیکھا جس کا براہین احمدیہ میں آپ نے بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

اس احقر نے ۱۸۶۴ء یا ۱۸۶۵ء میں یعنی اسی زمانہ کے قریب جب یہ ضعیف اپنی عمر کے پہلے حصہ میں ہنوز تحصیل علم میں مشغول تھا جناب خاتم الانبیاء ﷺ کو خواب میں دیکھا اور اس وقت اس عاجز کے ہاتھ میں ایک دینی کتاب تھی کو کہ خود اس عاجز کی تالیف معلوم ہوتی تھی آنحضرت ﷺ نے اس کتاب کو دیکھ کر عربی زبان میں پوچھا کہ تو نے اس کتاب کا کیا نام رکھا ہے خاکسار نے عرض کیا کہ اس کا نام میں نے قطبی رکھا ہے جس کی تعبیر اس اشتہاری کتاب کے تالیف ہونے پر یہ کھلی کہ وہ ایسی کتاب ہے کہ جو قطب ستارہ کی طرح غیر متزلزل اور مستحکم ہے جس کے کامل استحکام کو پیش کر کے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دے گیا ہے۔ غرض آنحضرت ﷺ نے وہ کتاب مجھ سے لے لی اور جب وہ کتاب حضرت مقدس نبوی کے ہاتھ میں آئی تو آنجناب کا ہاتھ مبارک لگتے ہی ایک نہایت ہی خوش رنگ اور خوبصورت میوہ بن گئی کہ جو امرود سے مشابہ تھا مگر بقدر تربوز تھا۔ آنحضرت ﷺ نے جب اس میوہ کو تقسیم کرنے کے لئے قاش قاش کرنا چاہا تو اس قدر اس میں سے شہد نکلا کہ آنجناب کا ہاتھ مرفقِ مبارک تک بھر گیا۔ تب ایک مردہ کہ جو دروازے سے باہر پڑا تھا آنحضرت ﷺ کے معجزے سے زندہ ہو کر اس عاجز کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور یہ عاجز آنحضرت ﷺ

کے سامنے کھڑا تھا جیسے ایک مستغیث حاکم کے سامنے کھڑا ہوتا ہے اور آنحضرت ﷺ بڑے جاہ و جلال اور حاکمانہ شان سے ایک زبردست پہلوان کی طرح کرسی پر جلوس فرما رہے تھے پھر خلاصہ کلام یہ کہ ایک قاش آنحضرت ﷺ نے مجھ کو اس غرض سے دی کہ تا میں اس شخص کو دوں کہ جو نئے سرے زندہ ہوا اور باقی تمام قاشیں میرے دامن میں ڈال دیں اور وہ ایک قاش میں نے اس نئے زندہ کو دیدی اور اس نے وہیں کھالی۔ پھر جب وہ نیا زندہ اپنی قاش کھا چکا تو میں نے دیکھا کہ آنحضرت ﷺ کی کرسی مبارک اپنے پہلے مکان سے بہت ہی اونچی ہوگئی اور جیسے آفتاب کی کرنیں چھوٹتی ہیں ایسا ہی آنحضرت ﷺ کی پیشانی مبارک متواتر چمکنے لگی کہ جو دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی تب اسی نور کے مشاہدہ کرتے کرتے آنکھ کھل گئی و الحمد للہ

یہ خواب درج کرنے کے بعد حضرت مسیح موعود (مرزا) تحریر فرماتے ہیں:

یہ وہ خواب ہے کہ تقریباً دو سو آدمی کو انہی دنوں میں سنائی گئی تھی جن میں پچاس یا کم و بیش ہندو بھی ہیں کہ جو اکثر ان میں سے ابھی تک صحیح وسلامت ہیں اور وہ تمام لوگ خوب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں براہین احمدیہ کی تالیف کا ابھی نام ونشان نہ تھا اور نہ یہ مرکوز خاطر تھا کہ کوئی دینی کتاب بنا کر اس کے استحکام اور سچائی ظاہر کرنے کے لئے دس ہزار روپئہ کا اشتہار دیا جائے گا لیکن ظاہر ہے کہ اب وہ باتیں جن پر خواب دلالت کرتی ہے کسی قدر پوری ہوگئی ہیں اور جس قطبیت کے اسم سے اس وقت کی خواب میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا اسی قطبیت میں کتاب کو موسوم کیا گیا تھا اسی قطبیت کو اب مخالفوں کے مقابلے میں بوعدہ انعام کثیر پیش کر کے حجتِ اسلام ان پر پوری کی گئی ہے اور جس قدر اجزاء اس خواب کے ابھی تک ظہور میں نہیں آئے ان کے ظہور کا منتظر رہنا چاہیے کہ آسمانی باتیں کبھی ٹلا نہیں کرتیں۔ (براہین احمدیہ حصہ سوم ص ۲۴۸ تا ۲۵۰ حاشیہ)

اس خواب سے جو کچھ ظاہر ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ حقانیت اسلام پر زبردست دلائل کا مجموعہ وہ میوہ ہے جو رسول کریم ﷺ کی متابعت کے طفیل حضرت مسیح موعود (مرزا) کو ملا۔ اس میوہ سے شہد تو بہت نکلا مگر مسلمان کہلانے والوں کے حصہ میں صرف ایک قاش آئی کیونکہ وہ شخص جو مردہ تھا اور پھر زندہ ہوا

اسلام کا تمثل تھا اسی لئے آخر میں حضور نے فرمایا۔ یہ دین اسلام کی تازگی اور ترقی کی طرف اشارت تھی۔ اس رؤیا کے مطابق حضرت مسیح موعود (مرزا) کو حقائق و معارف کا بہت سا شہد خدا تعالی نے دیا مگر مسلمانوں کو صرف ایک قاش براہین احمدیہ کی شکل میں ملی چنانچہ براہین احمدیہ میں ایک ہی دلیل صفحہ ۵۱۲ سے شروع ہوتی ہے۔ اس کے بعد حکمت الہی سے یہ کتاب بند ہوگئی اور سلسلہ صداقت اسلام ایک دوسرے نہج پر منتقل ہوگیا اور یہ جو کچھ ہوا خدا تعالی کی اس بتائی ہوئی خبر کے مطابق ہوا کہ اسلام والوں کو صرف ایک قاش ملے گی اور باقی تمام قاشیں حضرت مسیح موعود (مرزا) کے پاس رہیں گی اور آپ جس طرح چاہیں گے اسے تقسیم کریں گے۔ یعنی حقانیت اسلام کے باقی دلائل اور رنگوں میں ظاہر ہوں گے پس براہین کی عدم تکمیل بھی حضرت مسیح موعود (مرزا) کی ایک رؤیا صداقت کا زبردست ثبوت ہے نہ آپ پر بزعم مخالفین اعتراض کرنے والا (الفضل ۷ استمبر ۱۹۳۵ء ص ۵)

اس ساری طول طویل تحریر کا خلاصہ یہ ہے کہ براہین کی چار جلدوں کے بعد جو خدمات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی مسیحیت کی معرفت صداقت اسلام کے متعلق کیں وہی براہین احمدیہ ہیں اس لئے براہین احمدیہ ناقص نہیں بلکہ مکمل ہوگئی۔

ناظرین کو یاد ہوگا ہم بہت دفعہ کہہ چکے ہیں کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب کے اس بارے میں مشکور ہیں کہ انہوں نے ہم کو اپنی امت کی کج روی کا جواب دینے سے سبک دوش کیا ہوا ہے۔ یعنی جون ہی یہ لوگ غلط بات کہیں ہم فوراً مرزا صاحب قادیانی کے قول سے اس کی تردید کر سکتے ہیں چنانچہ آج بھی اسی اصول سے کام لیتے ہیں۔

براہین احمدیہ کی چوتھی جلد کے اخیر میں ان تین سو دلائل حقہ میں سے ایک دلیل کو بیان کرنا شروع کیا ہے جس کے متعلق چند آیات لکھی ہیں پھر ۲۳ برس کی بندش کے بعد آپ نے پانچویں جلد شروع کی تو اسکے دیباچہ میں حسب ذیل نوٹ لکھا ہے:

امابعد واضح ہو کہ یہ براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ ہے کہ جو اس دیباچہ کے بعد لکھا جائے گا خدا تعالی کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ چار حصے اس کتاب کے چھپ کر پھر تخمیناً ۲۳

برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا اور عجیب تر یہ کہ اسّی (۸۰) کے قریب اس مدت میں میں نے کتابیں تالیف کیں جن سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں لیکن اس کتاب کی تکمیل کے لئے توجہ پیدا نہ ہوئی اور کئی مرتبہ دل میں یہ درد بھی ہوا کہ براہین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ دراز گذر گیا مگر باوجود کوشش بلیغ اور باوجود اس کے کہ خریداروں کی طرف سے بھی کتاب کے مطالبہ کیلئے سخت الحاح ہوا اور مدت مدید اور اس قدر زمانہ التواء میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کے گند سے حد سے زیادہ آلود تھے اور بوجہ امتداد مدت درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے مگر پھر بھی قضا وقدر کے مصالح نے مجھے یہ توفیق نہ دی کہ میں اس کتاب کو پورا کر سکتا (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱)

اس کلام بانظام سے صاف واضح ہوتا ہے کہ ۲۳ سالہ مدت کی اسّی (۸۰) کتابوں کو مرزا صاحب براہین کی تکمیل نہیں جانتے تھے تبھی تو اس کی تکمیل کے لئے کتاب کا پانچواں حصہ لکھنا شروع کیا اس (قول مرزا) سے الفضل کی صاف تردید ہوتی ہے جو اسی (۸۰) کتابوں کے ذریعہ خدمات مرزا کو تکمیل براہین کہتا ہے۔

احمدی دوستو! ہم نے تمہیں بارہا مشورہ دیا ہے اور اب بھی حق ہمسائیگی ادا کرتے ہیں کہ اس قسم کے دقیق مضامین کی بابت ہم سے مشورہ لے لیا کرو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ تمہارے مضامین کی اصلاح کر دیا کریں گے اور کسی کو کانوں کان خبر بھی نہ کریں گے کیونکہ تم لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے رازہائے دروں سے اتنے واقف نہیں جتنے ہم ہیں کیونکہ:

رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں
میری نگاہ میں ہیں رند و پارسا ایک ایک

ہاں ایک شکایت باقی ہے غالباً امت مرزا بھی اس شکایت میں دل سے ہمارے ساتھ ہم آواز ہو گی کہ پانچویں جلد شروع تو کر دی لیکن یہ خیال بھی نہ کیا کہ اس میں مجھے کیا لکھنا چاہیے اور شروع کیسے کرنا چاہیے ۔حق تو یہ تھا کہ براہین احمدیہ کی چوتھی جلد میں جو ذکر شروع ہو کر ادھورا رہا، اسے مکمل کرتے۔مگر افسوس ایسا نہیں کیا بلکہ پانچویں جلد میں ایک جدید مضمون شروع کر دیا گویا کہ اس پانچویں کو چوتھی جلد

سے کچھ بھی تعلق نہیں۔

ہاں ایک باریک لطیفہ جس کو قادیانی معارف میں سے ایک نکتہ یا نقطہ کہنا چاہیے یہ بتایا کہ براہین احمدیہ کے پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچوں حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا

(دیباچہ براہین احمدیہ جلد ۵)

کیا اچھا نکتہ معرفت ہے جو آج تک کسی سابق مصنف کو نہ سوجھا ہو۔ سٹاف اہل حدیث تو اس کی دل سے قدر کرے گا البتہ احرار پارٹی سے خطرہ ہے کہ وہ اپنے حلقہ اثر میں یہ تعلیم نہ پھیلا دیں کہ مرزائیوں سے پچاس روپے قرض لے کر پانچ دے دیا کرو۔ باقی ۴۵ کھا جایا کرو اور ایسا کرنے کے جواز میں یہ قول مرزا بطور دلیل پیش کر دیا کرو۔ اور اگر ہم سے اس فتوی پر دستخط کرانا چاہیں گے تو ہم نہیں کریں گے۔ اور اس کی وجہ یہ بتائیں گے کہ:

سر مستاں منطق الطیر ست جامی لب بہ بند

جز سلیمانے نباید فہم ایں گفتار را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۵ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۴۸۔۴۹۔ ص ۱۱۔۱۳)

عبدالحق ہے یا عبدالباطل

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب رحمہ اللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین اہل حدیث کو یاد ہوگا کہ خاکسار راقم الحروف نے اہل حدیث ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء میں ایک نوٹ لکھا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ عبدالحق لاہوری مرزائی نے پیغام صلح ۲۷۔ اگست میں حضرت مولانا فاتح قادیان (ثناءاللہ امرتسری) کے متعلق یہ صریح افتراء باندھا ہے کہ:

مولوی ثناءاللہ صاحب نے ایک مقدمہ میں متقی کے معنی فاسق فاجر بتائے ایک عرصہ کے بعد انہوں نے اس سے انکار کر دیا۔ جب بیان کی مصدقہ نقل شائع کی تو کہنے لگے ایسے لوگ ایک معنی سے متقی

ہوتے ہیں۔

اس مرزائی غلط بیانی کونقل کر کے میں نے لکھا تھا کہ یہ دونوں فقرے جھوٹ ہیں اس کوافتراء ثابت کرنے کے لئے لاہور آنے کو تیار ہوں بلکہ اس امر کے تصفیہ کے ڈاکٹر بشارت احمد اور مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کوبھی منصف ماننے کو تیار ہوں ۔اس کے جواب میں آج تک ادھر سے ہاں یا نہ نہیں ہوئی۔

اس لئے بطور یاددہانی مولوی عبدالحق مرزائی کوتوجہ دلاتا ہوں کہ وہ باطل کو چھوڑ کر عبدالباطل سے عبد الحق بن جائے ورنہ یہ تو ہم مدت سے جان چکے ہیں کہ مرزائی مذہب سراپا دروغ ہے

رسول قادیانیکی رسالت۔ جہالت ہے بطالت ہے ضلالت

نوٹ: یہ مضمون کتابت ہو چکا تھا کہ پیغام صلح مورخہ ۳ ،اکتوبر ۱۹۳۵ء دیکھنے میں آیا جسے دیکھ کر یقین ہوگیا عبدالباطل اپنے نبی کی طرح باطل کو چھوڑنا نہیں چاہتا۔اگر وہ واقعی عبدالحق ہے تو میرے مطالبے کے موافق اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرے۔مسلّمہ منصف سے فیصلہ کرائے۔ورنہ وہ یادرکھے کہ میں معمار ہوں،ٹیڑھی اینٹ کوتراش خراش کرسیدھا کرنا میرا ذاتی ہنر ہے۔

پیغام صلح لاہور۔۳۔اکتوبر ۱۹۳۵ء کا جواب پھر دونگا۔(معمار)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۰ ص ۵)

قادیانی مدعی کو مسیح موعود کہنا کم عقلی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

علم اصول کا مسئلہ ہے کہ اگر حقیقت ممکن ہو سکے تو مجاز مراد نہیں ہوسکتا۔مجاز کا موقع ہے استحالۃ الحقیقت اور قرینہ۔یہ ایک اصولی مسئلہ ہے جس کی تائید حکیم نورالدین خلیفہ اول قادیان بھی کر چکے ہیں جہاں لکھتے ہیں:

ظاہر معانی کے علاوہ معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضروری ہے۔

(خط ملحقہ بازالہ اوہام)

اس بنا پر کسی معترض نے اعتراض کیا کہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں کہ مسیح موعود کی بعض علامات مجھ

میں نہیں پائی جاتیں پھر وہ مسیح موعود کیوں کر ہوئے؟

اس کا جواب الفضل قادیان میں دیا ہے، جو قابل دید وشنید ہے۔

نوٹ: ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ ہمارے قادیانی دوست ہر مضمون متعلقہ مشن قادیان لکھتے وقت یہ یقین ضرور کر لیا کریں کہ اہل حدیث کی نظر سے بھی گذرے گا، مبادا اس پر مواخذہ ہو جائے۔ مگر قادیانی اہل قلم ہمارے اس اعلان کو مخالفانہ رائے جان کر ٹال دیتے ہیں جس کا خمیازہ انہیں بھگتنا پڑتا ہے۔ چنانچہ آج بھی بھگتیں۔

تشریح: مسیح موعود کے معنی ہیں وہ مسیح جس کے آنے کی خبر جناب محمد رسول اللہ ﷺ نے دی ہوئی ہے مثیل مسیح موعود کے معنی ہیں عادات واخلاق میں مسیح موعود جیسا۔ ان دو مفہوموں میں بڑا فرق ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے ابوبکر تو حضرت ابراہیم جیسا ہے، عمر تو حضرت نوح جیسا ہے۔ مرزا صاحب نے ایک جگہ لکھا ہے کہ انبیاء کرام کے مثیل ہمیشہ ہوتے رہے ہیں اس سے ہمارا مقصد یہ ہے کہ مثیل ابراہیم خود ابراہیم نہیں مثیل نوح خود نوح نہیں۔ علی ہذا القیاس۔ مثیل مسیح موعود خود مسیح موعود نہیں۔ یہ تمہید بالکل صاف ہے اسے یاد رکھئے اور آگے چلئے۔ الفضل لکھتا ہے:

> کوئٹہ سے ایک غیر احمدی دوست نے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی کتاب ازالہ اوہام کی بعض عبارات پیش کر کے لکھا ہے کہ جب رسول کریم ﷺ کی فرمودہ بعض علامات کا آپ اپنے اوپر پورا نہ ہونے کا اقبال کرتے اور ان علامات کے مصداق مسیح موعود کا کسی آئندہ زمانہ میں آنا تسلیم کرتے ہیں تو کوئی شخص آپ کی صداقت کا کس طرح قائل ہو سکتا ہے مثلاً آپ تحریر فرماتے ہیں
>
> ۱۔ میرا یہ دعوی نہیں کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہ ہوگا۔ ممکن ہے کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے؛
>
> ۲۔ بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔
>
> ان حوالجات سے جو استنباط کیا گیا ہے وہ سراسر غلط ہے کیونکہ ان سے اگر کوئی ثابت ہو سکتی ہے تو یہ

کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے نزدیک آپ کے بعد بھی مثیل مسیح آ سکتے ہیں۔مگراس سے یہ کس طرح لازم آ گیا کہ آپ خود مسیح موعود نہیں یا نعوذ باللہ آپ کو اپنے دعوی میں شبہ ہے۔

(الفضل قادیان ۲۔اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۳)

ہم تو قادیانی پریس پر اعتماد نہیں رکھتے ہمارا یقین تو بڑے حضرت (مرزا متوفی) پر ہے وہ اس بارے میں جو کچھ فرما گئے دیکھنے سننے کے قابل ہے۔موصوف صاف فرما گئے ہیں کہ میں مسیح موعود نہیں ہاں مثیل مسیح ہوں۔ بلکہ جو شخص ان کو مسیح موعود جانے اور کہے وہ ان کے نزدیک کم عقل ہے۔پس ارشاد مرزا صاحب قادیانی سنیئے:

اس عاجز (مرزا قادیانی) نے جو مثیل موعود ہونے کا دعوی کیا جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۹۰)

احمدی دوستو! ڈسٹرکٹ جج گورداسپور نے بمقدمہ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری مرزا صاحب اور تمہارے خلیفہ کے حق میں جو برے الفاظ لکھے ہیں وہ چونکہ جماعتی صورت میں ہتک ہیں اسلیئے تمہارے خلیفہ نے ہائی کورٹ پنجاب میں درخواست دی ہے کہ ان الفاظ کو فیصلہ سے نکال دیا جائیے۔ہم بھی اس غیرت کو معقول جانتے ہیں مگر اس کا کیا علاج کہ بزبان مرزا صاحب ان کو مسیح موعود ماننے والے کم عقل (بے وقوف) ہیں اس فیصلے سے تم کیوں نہیں گھبراتے اور مرزا صاحب کو مسیح موعود کہے جاتے ہو۔دیکھو اسی مضمون میں اڈیٹر الفضل نے کتنی دفعہ مسیح موعود لکھا ہے۔پس میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ بحیثیت احمدی ہونے کے مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیم کی پابندی میں ان کو مسیح موعود نہ کہو اور نہ لکھو ورنہ ہمیں اجازت دو کہ ہم مسیح موعود کہنے والوں کو کم عقل کہا کریں خواہ اس کا قائل تمہارا خلیفہ ہو یا امیر۔

اخبار الفضل قادیان آگے لکھتا ہے:

پھر (مرزا قادیانی) ازالہ اوہام میں ہی اس قسم کے مثیلوں کا دنیا میں آنا خدا تعالی کا ایک عام قانون بتاتے ہیں چنانچہ فرماتے ہیں:

ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہمارے بعد کوئی اور بھی مسیح کا مثیل بن کر آئے کیونکہ نبیوں کے مثیل ہمیشہ دنیا میں ہوتے رہتے ہیں بلکہ خدا تعالی نے ایک قطعی اور یقینی پیش گوئی میں میرے پر ظاہر کر

رکھا ہے کہ میری ہی ذریت سے ایک شخص پیدا ہوگا جس کو کئی باتوں میں مسیح سے مشابہت ہوگی

(ص ۱۵۵ طبع اول)

پس پیش کردہ حوالہ جات میں خدا تعالی کے اسی عام قانون کا حضرت مسیح موعود نے ذکر فرمایا ہے،
مثیل مسیح ہزاروں ہوں گے، موعود مسیح صرف ایک ہی ہے یعنی حضرت مرزا غلام احمد قادیانی۔

(الفضل ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۳)

ہمارا حوصلہ دیکھئے کہ جو مضمون آپ نے نقل کیا ہے ہم اس پر آج بحث نہیں کرتے بلکہ بے بحث ہی اسے چھوڑ دیتے ہیں ہاں اس سے یہ نتیجہ نکالتے ہیں کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے نہ ان کا دعوی تھا بلکہ ان کو مسیح موعود ماننا غلطی اور فتنہ پردازی ہے وہ تو فرماتے ہیں کہ میں ایسا مثیل مسیح ہوں کہ میرے جیسے دس ہزار بھی آئندہ آسکتے ہیں آج ہم اس امر پر بھی بحث نہیں کرتے کہ مرزا صاحب مثیل موعود تھے یا نہ بلکہ ہم اس شاعر کی طرح خاموش رہتے ہیں جو کسی حضرت واعظ کے حق میں خاموش تھا اس خاموشی کا اس نے اس طرح اظہار کیا تھا

واعظِ شہر کہ مردم ملکش مے خوانند
قول ما نیز ہمیں است کہ او مردم نیست

پس سنو! مرزا صاحب کو جو کم فہم لوگ مسیح موعود کہتے ہیں ہم تو ہر طرح اس عقیدہ کو غیر صحیح جانتے ہیں۔ (باقی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۰ ص ۶۔۷)

انعامی رقم جمع کراؤ

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور اس کی امت کچھ اس طرح کی غلط رو واقع ہوئی کہ پناہ بخدا۔ اس جماعت کی کوئی تحریر، کوئی تقریر، کوئی حرکت وسکون بھی راستی پر مبنی نہیں۔

ان لوگوں کی عادت ہے کہ جس قدر ان کا کوئی مضمون دلائل سے خالی، عقل وانصاف سے دور، ہو اسی قدر زور وشور، لفاظی ولسّانی کے ساتھ انعامی تحدیوں سے پرزور بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر ایسے انداز

میں کہ موعود انعام کسی بھی حالت میں ادا نہ کرنا پڑے ۔مثلاً ان کے پیشوا مرزا صاحب قادیانی نے مسٹر عبد اللہ آتھم مسیحی کے متعلق پیش گوئی کی تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہے گا تو ۱۵ ماہ کے اندر موت کے ذریعہ ہاویہ میں ڈالا جاوے گا۔ (جنگ مقدس وغیرہ)

جب مسٹر آتھم موعودہ میعاد میں فوت تو نہ ہوا تو کہہ دیا کہ دل میں ڈر گیا ہے اس لئے بچ رہا۔اگر یہ بات غلط ہو تو ہم دو، تین، چار ہزار تک انعام دینے کو تیار ہیں ۔اس انعامی وعدہ کے ساتھ ہی یہ پر از فریب شرط لگادی کہ انعام تب ملے گا جب کہ آتھم ہمارے دعوی کے خلاف قسم اٹھالے گا۔مطلب مرزا جی کا اس شرط سے یہ تھا کہ انجیل میں قسم کھانے سے منع ہے لہذا آتھم قسم نہیں کھائیگا نہ انعام دینے پڑیگا۔ نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی یہ تو ہوئی بڑے حضرت کے انعاموں کی حقیقت ۔اب سنو چھوٹے بھیّوں کی کارستانیاں ۔ہم نے اپنی تصنیف محمدیہ پاکٹ بک کے حاشیہ صفحہ ۵۸ پر مرزا جی کی ایک غلط پیش گوئی کا ذکر کیا تھا جو بالکل حق اور واقعات صیحہ پر مبنی تھا۔مرزائیوں نے گرفت کو مضبوط، جواب کا یارانہ پا کر یہ غلط آمیز چال اختیار کی کہ ہمیں یہ چیلنج دیا کہ:

> آپ (معمار) نے پاکٹ بک کے صفحہ ۵۸ (حاشیہ) پر لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے پیش گوئی کی تھی کہ (ڈاکٹر) عبدالحکیم میرے روبرو تباہ ہوگا۔اگر آپ مذکورہ الفاظ حضرت (مرزا) کی کسی تحریر سے دکھادیں تو بیس روپئہ انعام (اخبار فاروق قادیان ۷ جولائی ۱۹۳۵ء)

جواب: ہم نے اپنی پاکٹ بک میں ان الفاظ کا دعوی نہیں کیا اگر آپ ہمارا یہ دعوی دکھادیں تو ۲۵ روپئہ انعام ۔ہم نے مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلقہ ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کے غلط ہونے کا اظہار کیا ہے ۔پس آپ ان دھوکہ بازیوں کو چھوڑ کر شریف آدمیوں کی طرح ہم سے ثبوت طلب کریں ۔

سنو! ہم نہ ایک بار بلکہ ہزار بار علی الاعلان کہتے ہیں کہ قادیانی مرزا جی نے ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب پٹیالوی کے متعلق مذکورہ پیش گوئی کی تھی جو سراسر غلط نکلی ۔اگر تم میں صداقت کی خواہش ہے تو کسی ثالث کے پاس انعامی رقم جمع کراؤ اور اس کے روبرو ہم سے اس کا ثبوت لے لو۔

ناظرین کرام! غور فرمایئے کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے صدق و کذب کا معیار اپنی پیش گوئیاں

ٹھہراتے ہیں (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۸) مگر جب ہم مرزا جی کی پیش گوئیوں کے غلط ہونے کا اظہار کرتے ہیں تو مرزائی اصحاب حق پسند اور مومن انسانوں کے مانند ثبوت طلب کرنے کی بجائے رکیک عذرات کے ساتھ بحث کا رخ پھیرنے کی کوشش کرتے ہیں کیا انصاف اسی کا نام ہے۔

مرزائیو! اگر تمہارے نزدیک کوئی مضمون صرف متکلم کے اصل الفاظ میں ہی لائق قبول ہے بصورت روایت بالمعنی افتراء ہوتا ہے تو اپنے نبی جی کی تحریر ذیل پڑھ کر بتاؤ کہ وہ کس درجہ کے مفتری تھے۔ سنو! مرزا صاحب حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے بارے میں لکھتے ہیں کہ انہوں نے لوگوں کو برانگیختہ کیا کہ:

گورنمنٹ کے سامنے جا کر سیاپا کریں۔

احمدی دوستو! مذکورہ بالا الفاظ جو قادیانی مرزا جی نے مولانا محمد حسین بٹالویؒ کی طرف منسوب کئے ہیں وہ بعینہا مولانا موصوف کی کسی تحریر یا تقریر سے دکھادو اور مبلغ ۵۰ روپئے انعام وصول کرو، ورنہ خاموش کہ :

ایں شور وفغان چیزے نیست

دوسرا انعامی چیلنج:

دوسرا انعامی چیلنج اخبار فاروق قادیان ۲۱۔۲۸ جون ۱۹۳۵ء میں ہمیں یہ دیا گیا ہے کہ آپ نے محمد یہ پاکٹ بک صفحہ ۴۲۹ میں لکھا ہے کہ:

بیسیوں آیات واحادیث میں بالتصریح حضرت عیسی علیہ السلام کا نام لے کر ان کا رفع سماوی و حیات ونزول من السماء مذکور وموجود ہے اگر آپ قرآن مجید سے حضرت عیسی کے متعلق الی السماء اوردوبارہ آمد کے متعلق من السماء دکھادیں تو دس روپئہ انعام۔

جواب: اس سوال کا جواب تو خود محمد یہ پاکٹ بک صفحہ ۳۷۲ سے ۴۶۰ تک باب حیاۃ مسیح میں بدلائل قرآن وحدیث مرقوم وموجود ہے مگر اس کا کیا علاج کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی:

آنکھ کے اندھوں کو حائل ہو گئے سو سو حجاب (درثمین)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۰ ص ۷۔۸)

بارقۃ السیف۔۲

حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

موت جاہلیت

قادیانی حضرات اپنے متنبّی امام (مرزا قادیانی) کی طرف دعوت دیتے ہوئے ایک غیر معروف حدیث پیش کر دیا کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

من مات و لم یعرف امام زمانہ مات میتۃ الجاھلیۃ

یعنی جو شخص اس حال میں مر جائے کہ اس نے اپنے زمانہ کے امام کو نہیں پہچانا تو اس کی موت مثل اہل جاہلیت کے ہے۔

قطع نظر ازیں کہ مرزا صاحب امام زمان تھے بھی یا نہیں، چند امور قابل غور ہیں۔

اول یہ حدیث مذکور الفاظ کے ساتھ حدیث کی کسی معتبر و مشہور کتاب میں موجود نہیں۔

شیخ الاسلام ابن تیمیہؒ منہاج السنۃ میں لکھتے ہیں:

ھذا الحدیث بھذا اللفظ لا یعرف. (ج ۱ ص ۲۷)

یعنی یہ حدیث ان لفظوں سے نہیں پہچانی جاتی.

دوم۔ یہ دیکھنا ہے کہ اصطلاح شارع میں ایسی روایتوں میں، امام، سے مراد کون سی ہستی ہوتی ہے؟ پس واضح ہو کہ حدیث متفق علیہ میں وارد ہے:

لیس احد من الناس یخرج من السلطان شبراً فمات علیہ الا مات میتۃ الجاھلیۃ ۔(بخاری شروع پارہ ۲۹۔ صحیح مسلم ج ۲ ص ۱۲۸) (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جو شخص سلطان اسلام کی طاعت سے بالشت بھر الگ ہو کر مر جائے گا اس کی موت جاہلیت کی سی ہوگی)۔

معلوم ہوا کہ امام سے مراد بادشاہ اور سلطان ہے۔

سوم: یہ بھی معلوم کرنا ضروری ہے کہ اس امام اور سلطان کی صفتیں اور اس کی شرطیں کیا ہیں؟ تو سنئیے!

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے الآئمة من قریش (مسند ابی داؤد طیالسی ص۲۸۴۔ منتخب کنز العمال۔ ج۲ص۱۴۲۔ کنوز الحقائق ج۲ص۱۰۔ فتح الباری طبع انصاری پ۲۸ص۳۶۷، پ۲۹ص ۵۸۹) یعنی امام قریش سے ہونگے۔ اور قادیانی مرزا صاحب مغل تھے۔

اور فرمایا

انما الامام جنة یقاتل من ورائه ویتقی به (مسلم ج۲ص ۱۲۶. نسائی ص ۱۴۶) وفی ابن ابی شیبه الامام جنة یقاتل به (کنوز الحقائق فی احادیث خیر الخلائق للمنادی۔ ج۲ص۹) یعنی امام وہ ہے جو رعیت کے لئے سپر بنے۔ اس کے ساتھ ہو کر کافروں سے قتال کیا جائے اور مسلمان اپنی مصیبتوں میں اس کی آڑ پکڑیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تو حرب و قتال کو اڑا ہی دیا ہے۔

اور فرمایا:

السلطان ظل الله فی الارض یأوی الیه کل مظلوم من عباده رواه البزاز والبهیقی فی شعب الایمان وفی روایة یاوی الیه الضعیف وبه ینتصر المظلوم (جامع صغیر ج۲ص۳۱ ۔ و منتخب کنز العمال ج۲ص۱۳۱۔۱۳۲) (یعنی سلطان زمین پر خدا کا ظل اور نائب ہے ۔ مظلوم اور کمزور اس کی طرف پناہ لیتے ہیں اور وہ ہر مظلوم کا بدلہ ظالم سے لیتا ہے)

کیا مرزائی یا اور کوئی ہندی امام صاحب اس کے مصداق ہو سکتے ہیں؟ ظاہر ہے کہ نہیں اور جب یہ قدرت ایسے اماموں کو حاصل نہیں تو ان کی بابت دوسری حدیث ملاحظہ ہو:

عن ابن عمر قال قال رسول الله ﷺ الامام الضعیف ملعون ۔رواه الطبرانی (جامع الصغیر ج۱ص۱۰۳، کنوز الحقائق ج۲ص۸)

یعنی ملعون ہے وہ امام جو کمزور ہو۔ یعنی احکام حدود وحرب نافذ نہ کر سکے جیسا کہ امام شعرانی کشف الغمہ میں اس حدیث کو نقل کر کے لکھتے ہیں:

وهو الذی یضعف عن تنفیذ الامور الشرعیة و اقامتها

(ج ۲ص ۲۰۸) (یعنی جوشرعی امور کے نافذ کرنے اور قائم رکھنے سے عاجز ہو)۔

شیخ عزیزی سراج المنیر میں اور شیخ خفی اس کی شرح میں لکھتے ہیں

الا مام الضعیف من اقامة ا لا حکا م الشر عیة ملعو ن ای مطرود فعلیه عز ل نفسه ان اراد الخلا ص فی الد نیا و الآخرة ۔(ج ۲ ص ۱۳۳)

یعنی وہ امام جو احکام شرعیہ قائم کرنے سے عاجز ہے راندہ بارگاہ ہے ایسے کو اس منصب سے خود علیحدہ ہو جانا چاہیے اگر وہ اپنی جان کی مخلصی دنیا اور آخرت میں چاہتا ہے۔

فاعتبروا یا او لی ا لا بصار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱، اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۲ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۰ ص ۸)

عبدالباطل باطل چھوڑنا نہیں چاہتا

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب ؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

میں نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۳ ستمبر ۱۹۳۵ء میں ایک نوٹ دیا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ عبد الحق لاہوری مرزائی نے جو مولانا ثناء اللہ کے حق میں بہتان لگایا ہے (اس بہتان کی عبارت یہ ہے: مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک مقدمہ میں متقی کے معنی فاسق فاجر بتائے۔ایک عرصہ کے بعد انہوں نے اس سے انکار کر دیا کہ میں نے ہرگز نہیں کہا جب بیان کی مصدقہ نقل شائع کی گئی تو کہنے لگے کہ ایسے لوگ ایک معنی سے متقی ہوتے ہیں پیغام صلح لاہور ۲۷۔ اگست ۱۹۳۵ء) اس کا ثبوت اگر وہ دے سکے تو فیصلہ کرانے کے لئے میں لاہور پہنچ جاؤنگا۔اس کی یاددہانی اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر میں کرائی گئی مگر آج تک وہ اس فیصلے کی طرف نہیں آیا۔ہاں ۳۔اکتوبر کے پیغام صلح لاہور میں ایک لمبا چوڑا مضمون اس نے لکھا یا ہے جس میں اس نے اپنے پیرومرشد قادیانی مسیح کی سنت کا مظاہرہ کیا ہے جس کا خلاصہ وہی ہے جو کہا گیا ہے۔جواب یرلاّ باشد دھڑلاّ

سوال صاف ہے کہ جو کچھ تم نے کہا ہے اس کا ثبوت دو اور مسلّم منصف سے فیصلہ کراؤ۔ اس نے جواب دیا کہ مولانا نے فلاں آیت کی تفسیر غلط کی ہے۔فلاں مسئلہ غلط لکھا ہے۔ یہ کیا، وہ کیا۔آخر خدا خدا کر

کے اصل مضمون پر آیا مگر نہ آنے سے بدتر۔ چنانچہ اس کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

باقی رہا ان کا مطالبہ کہ انہوں نے کسی عدالت میں کاذب کو متقی نہیں ٹھہرایا، یا حسب تاویل ایک معنی میں متقی نہیں ٹھہرایا تو اس کے متعلق وہ اپنے اخبار میں پہلے ایک حلفیہ بیان شائع کریں کہ نہ کوئی ایسا مقدمہ ہوا نہ متقی کے معنوں کے متعلق ان کا کوئی بیان تھا، اور نہ انہوں نے کاذب کو متقی ٹھہرایا، تو ہم اہل حدیث کے فائلوں کی ورق گردانی انشاء اللہ کریں گے۔ (پیغام صلح لاہور۔۳۔اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۱۱)

ناظرین! ان حواریان مسیح کی دیانت اور علم ملاحظہ ہو کہ ایک بات کا دعوی کرتے ہیں جس میں کسی ذات پر افتراء ہو۔ جب اس کا ثبوت طلب کیا جاتا ہے تو مظلوم سے حلف طلب کرتے ہیں۔ یہ ہے ان کا مبلغ علم۔ یہ ہے ان کی دیانت اور یہ ہے ان کا علم کلام۔

او عبدالباطل! کس دلیل سے تو حلف طلب کرتا ہے شرعی حکم سے یا انگریزی قانون سے، جس وجہ سے بھی کہے اس کا ثبوت پیش کر۔ کس قدر شرم کی بات ہے ان حواریان قادیانی مسیح کے لئے کہ دعوی کرتے ہیں بہتان لگاتے ہیں افتراء کرتے ہیں ثبوت پوچھنے پر مظلوم سے حلف مانگتے ہیں۔

او مفتری سن! ہم تمہارے سارے اعتراضات کے جواب دے سکتے ہیں اور بوقت ضرورت دیں گے مگر پہلے تم اس لائق ہو جاؤ کہ کسی شریف آدمی کو مخاطب ہو سکو جس کی صورت یہی ہے کہ تم نے جو کچھ مولانا کے حق میں لکھا ہے اس کا ثبوت دو ورنہ سردست تم اس آیت کے ماتحت ہو جس میں ارشاد خداوندی ہے

انّما یفتری الکذ ب الذین لا یو منو ن بآ یا ت اللہ

نوٹ: یاد رکھو جب تک تم اصل افتراء کا جواب نہ دے کر فیصلہ نہ کراؤ گے تمہاری ہر بات کو گریز اور قادیانی مکر سمجھ کر یہی کہوں گا: اینست جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۱۔ص ۵۔۶)

چیلنج بنام خلیفہ قادیانی

بخدمت جناب میاں بشیر الدین صاحب خلیفہ قادیانی۔ تسلیم

آپ کا اخبار مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء الفضل میری نظر سے گذرا جس کے صفحہ ۲ کالم ا سطر ۱۳ تا ۱۸ میں آپ کے مرید مفتی محمد صادق نے یوں ارقام فرمایا ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ارشاد کے ماتحت میں نے عبرانی زبان سیکھی تھی اس کی مقدس کتابوں میں یہ لکھا ہوا میں نے پڑھا تھا کہ پہلے مسیح نے تو شادی نہ کی تھی مگر دوسرا مسیح شادی کرے گا۔ اس کے اولاد ہوگی اور اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوگا۔

میں اس عبارت کو مدنظر رکھتا ہوا آپ سے توقع کرتا ہوں کہ آپ میری تسلی فرمائیں گے کہ وہ کون سی مقدس عبرانی کتابیں ہیں؟ ان کا کیا نام ہے اور کس سن میں وہ مقدس کتابیں تصنیف ہوئیں اور کون ان کے مصنف تھے؟ کہاں اور کون صحیفہ پر ہے؟ اگر آپ اور آپ کا مرید حوالہ نہ دکھا سکیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کے والد مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوی مسیح موعود میں کاذب تھے اور حضور مسیح ناصری کی آمد دوبارہ ضروری ہے۔

راقم: مسیح ناصری کا ادنی خادم: ایم طفیل مسیحی۔ امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۱ ص ۶)

مباہلہ مابین جماعت حنفیہ و مرزائیہ

جناب علم الدین نائٹ مدرس مونگ ضلع گجرات پنجاب لکھتے ہیں:

جماعت حنفیہ اور مرزائیہ کا مباہلہ ۲۸ مئی ۱۹۳۳ء کو موضع کوٹلی افغاناں متصل مونگ میں ہوا جس کی شرائط کی تفصیل انہی دنوں اخبار زمین دار میں شائع ہو چکی ہے۔ میعاد عذاب ایک سال مقرر ہوئی تھے، ازان پیشتر مونگ میں چند مناظرے ہوئے جن میں وہ قابل ذکر اور شاندار مناظرہ بھی شامل ہے جس میں فاتح

قادیان مولانا ثناء اللہ اور مولانا حافظ محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے مرزائیوں کے مناظروں کو شکست فاش دی تھی ۔اللہ تعالی نے جماعت مسلمین کو بین کامیابی عطا فرمائی ۔دلائل و براہین سے تنگ آ کر بالآخر جماعت مرزائیہ مباہلہ پر اتر آئی جسے ہماری طرف سے فراخدلی سے قبول کرلیا گیا ۔

اگر چہ جماعت مرزائیہ کو اپنے نبی کے مباہلہ جات کے نتائج ہی عبرت کیلئے کافی تھے مگر شومئ قسمت سے وہ آزمودہ را آزمودن کی غلطی کے یہاں بھی مرتکب ہوئے ۔قادر مطلق نے مباہلہ کے نتائج میں جو واقعات یہاں رونما کئے ان کے ہوتے ہوئے توقع تھی کہ یہ جماعت اگر بدبختی کی بدولت تائب نہ بھی ہوئی تو کم ازکم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے یہاں کے باشندگان کے سامنے کبھی مرزائیت کا نام بھی ظاہر نہیں کریں گے ۔مگر مرزائی اور خاموشی؟

حیرت ہوئی جب کہ یہ سننے میں آیا کہ الفضل اخبار میں جماعت مرزائیہ نے مباہلہ کی کامیابی کا تذکرہ کر کے عوام کو گمراہ کرنے کی کوشش کی ہے ۔اس پر عامۃ المسلمین کی آگاہی کیلئے واقعات ذیل شائع کرانے کی ضرورت لاحق ہوئی تا کہ اللہ تعالی گمراہوں کو ہدایت دے اور مسلمین کو دین حق پر ثابت قدم رکھے۔ آمین

دعائے مباہلہ کے دوران سال میں فریق مرزائیہ یہ کہتا رہا کہ قادیان کے دربار خلافت سے اس مباہلہ کی منظوری نہیں ہوئی لہذا یہ مباہلہ کوئی اہمیت نہیں رکھتا گویا یہ بھی ایک فریب کارانہ چال تھی کہ اگر کوئی خاص واقعہ رونما نہ ہو تو کہہ دیں گے چونکہ خلیفہ نے منظوری نہیں دی اس لئے اس کا اثر نہ ہوا ۔سال بھر دعاؤں پر زور رہا اور قصر خلافت میں بھی دعاؤں کی دھڑا دھڑ درخواستیں کی گئیں، خود جماعت مرزائیہ کے لیڈر مولوی صدرالدین صاحب مرزائے قادیان کے مقبرہ پر زاروقطار رو رو کر التجائیں کرتا رہا مگر اس کا نتیجہ جو حق نے ظاہر کیا حسب ذیل ہے:

دعائے مباہلہ میں ہر فریق کے لیڈر کے ہمراہ بیس بیس آدمی شامل دعا ہوئے ۔دعا میں نتیجہ خیز عبارت یہ تھی کہ جھوٹا ہونے کی صورت میں لعنت اللہ علی الکاذبین کے ماتحت ہم پر اور ہماری اولاد پر عبرت ناک عذاب نازل ہو تا کہ دنیا میں حق اور باطل میں امتیاز ہو جائے ۔

فریق اہل سنت کے لیڈر مولوی اللہ دتہ صاحب خطیب جامع مسجد مونگ تھے ۔ان کے بیس ہمراہیوں میں سے

صرف شرف الدین ارائیں ساکن کوٹلی افغاناں فوت ہوا سبحان اللہ مرحوم کا ایک ایسا نیک خاتمہ تھا کہ کلمہ پڑھتے ہوئے فوت ہوا۔ دیکھنے والے کہتے ہیں کہ خدا ایسی موت ہر مسلمان کو نصیب کرے۔ اس کے علاوہ باقی افراد سال موعودہ میں بالکل سلامت رہے۔ اگر کسی اور نام کا مرزائیوں نے لکھا ہو تو محض افتراء ہے۔ ہر شخص موقع پر آکر ہر وقت درست حالات دریافت کرسکتا ہے۔

بالمقابل فریق مرزائیہ کے لیڈر مولوی صدرالدین کی لڑکی جس عبرت ناک عذاب سے فوت ہوئی واللہ! خدا دشمن کو بھی نصیب نہ کرے ابھی چند سال کی ہی لڑکی تھی مگر تین دن تک اس پر موت کا ایسا دردناک عذاب رہا کہ ساری کی ساری زبان باہر نکالتی رہی حکیم اور دیگر حال پرسندگان نے یہ دردناک حالت دیکھ دیکھ کر صاف کہہ دیا بلکہ خود مولوی صاحب کی بیوی نے تسلیم کیا کہ اب ہم پر عذاب نازل ہوگیا ہے۔ لڑکی مرنے پر ہی موقوف نہیں بلکہ بیوی صاحبہ بھی عبرت ناک عذاب میں مبتلا رہیں اور وہ آواز جو حالت عذاب میں نکالتی رہیں لکھتے ہوئے شرم آتی ہے۔ بس خدا ہر مسلمان کو بچائے۔ دیگر مشمولہ اشخاص میں سے امام الدین کشمیری مونگ کی لڑکی فوت ہوئی۔ خوشی محمد کی والدہ، فضل الٰہی درزی ساکن کوٹھیڑہ کی لڑکی، علم دین کشمیری ساکن کوٹلی کا دوہتا، اور جمعہ کشمیری ساکن مونگ کا لڑکا بھی فوت ہوئے۔ سالم ماچھی ساکن کوٹھیڑہ جو عام دعا میں شامل تھا فوت ہوا۔ مگر اسی پر بس نہیں ہوئی۔ سب سے اہم واقعہ جس نے جملہ مسلمین کو ان پر عذاب نازل ہونے کی طرف توجہ دلائی یہ ہوا کہ دو تین بہن بھائی فضلاں اور خوشی محمد موچی مونگ کے مرزائی جماعت کے احمد دین وروشن دین قوم موچی کی پرورش میں اس طرح آئے کہ احمد دین نے خوشی محمد کی پرورش بھی کی اور اسے اپنا داماد بھی بنالیا۔ احمد دین کے بھتیجے روشن نے لڑکی کی پرورش کی۔ دوران سال مباہلہ کے آخری ایام کا وقوع ہے کہ اب چونکہ لڑکی نوجوان ہوچکی ہے اس لئے چچے اور بھتیجے دونوں کی نظریں کھبنے لگیں۔ ادھر چچا نے لڑکی کے بھائی خوشی محمد کو جو اس کا داماد بھی تھا نیز بیٹے کی جگہ بھی کام دیتا تھا کیونکہ اس کے ہاں اور کوئی بیٹا نہ تھا، اسے اس بات پر آمادہ کرلیا کہ اس کی ہمشیرہ اسے نکاح کردی جائے اور بھتیجے نے جس کی پرورش میں لڑکی تھی الگ اس پر ڈورے ڈالنے شروع کئے کیونکہ اس کے ہاں پہلی بیوی سے اولاد نرینہ نہ تھی۔ بالآخر ایک رات روشن جماعت مرزائیہ ساتھ لئے اپنے چچا احمد الدین کے پاس اپنے نکاح کی غرض سے پہنچا۔ مگر جن وہاں گفتگو سے راز کھلا

توسب نے لڑکی کے بھائی خوشی محمد کی رضامندی کے مطابق بجائے روشن دین کے لڑکی کا نکاح احمد دین سے سکرٹری جماعت احمدیہ حیدر شاہ نے پڑھا۔اس میں لڑکی اس کا بھائی اور روشن بھی رضامند ہو گئے تھے جب مبارک بادی کی نوبت آئی توسکرٹری صاحب کی نکاح خوانی کی شیرینی کا احمدالدین کی طرف سے وعدہ بھی ہوا ۔ادھراس نے ایک یہ بھی غلطی کی کہ اپنے داماد کے احسان کاشکریہ توادا کیا مگراپنے بھتیجے روشن کا شکریہ ادانہ کیا ۔بس پھر کیا تھا چونکہ لڑکی اس کے قبضہ میں تھی جھٹ اسے بہکایا اوراحمدالدین کے متعلق بوڑھا کہہ کرلڑکی کو بدظن کر کے اپنی طرف راغب کرلیا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ جھگڑا ہو گیا۔سکرٹری جماعت نے لڑکی کواپنے ہاں ٹھہرالیا کہ تا فیصلہ از قادیان لڑکی اس کے ہاں امانت رہے گی مگر سکرٹری نے لڑکی اسکے بھائی خوشی محمد کوتو نہ دی اور روشن کو جو اس سے نکاح کا متمنی تھا اسے دیدی۔وہ اسے خفیہ گجرات لے گیا وہاں اس کے بیان دلا لایا۔ بعدہ بلاحصول طلاق از احمدالدین لڑکی کا نکاح سکرٹری حیدر شاہ کی اجازت سے سکرٹری تبلیغ امام الدین مرزائی نے روشن کے ساتھ پڑھا دیا۔اس پر انکی اس ایمانی قوت کو دیکھ کر سب مسلمان بلکہ دیگر مذاہب بھی انگشت بدنداں رہ گئے۔

احمد دین مرزائی یہاں کی جماعت کا قدیمی سرگرم رکن ہے تبلیغی جلسے وغیرہ اسی کی کوشش کا نتیجہ ہوا کرتے ہیں اسی طرح روشن بھی مرزائیت میں پیش پیش تھا اور ساتھ ہی سکرٹری جماعت اور سکرٹری تبلیغ کی احسن کارگردگی ملاحظہ فرمائیے کہ ادھرایک کا نکاح سکرٹری جماعت قریباً ساری جماعت کے سامنے پڑھتا ہے پھرانہی کی رضامندی اورفتوی سے دوسرا سکرٹری امام الدین جماعت کے افراد کی موجودگی میں بلاحصول طلاق نکاح پڑھ دیتا ہے۔امیر جماعت میں افتراق پڑ گیا۔اس کے متعلق جماعت مرزائیہ اس بدنما دھبہ سے کسی طرح بچ نہیں سکتی۔خود احمدالدین مرزائی اس کی تصدیق کرنے کو ہروقت تیار ہے علاوہ بریں جس قدر وہ اس کے متعلق وضاحت کریں گے ان کے زیادہ پول کھول کر واضح کئے جائیں گے۔

اب ناظرین پر واضح ہوگیا ہوگا کہ اس سے زیادہ اور کیا عبرت ناک عذاب مرزائیوں پر نازل ہو جس سے یہ بھی راہ راست پر آجائیں۔خدا جملہ مسلمانوں کو ان کے دجل وفریب سے بچائے۔آمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔اکتوبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۹ رجب ۱۳۵۴ھ جلد ۳۲ نمبر ۵۱ ص ۶۔۷)

قادیانی مسیح کی تکذیب کی آواز

مسیح قادیان کے گھر سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مخالفین مرزا، ان کی تکذیب یا تردید کریں تو کچھ تعجب نہیں مثال مشہور ہے، دشمن بات کرے ان ہونی،، لیکن اگر اپنے ہی پروردہ بلکہ لخت جگر تکذیب پر کمربستہ ہو جائیں تو کیوں نہ کہا جائے

دوست ہی دشمن جاں ہو گیا اپنا حافظ
نوش دارو نے کیا کیا اثرِ سم پیدا کیا

آج ہم ہی بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہی مثال صادق آ رہی ہے جس کی تفصیل ناظرین کی تفریح کا موجب ہوگی ۔ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اپنی پیدائش اور بعثت کی بابت لکھا ہے:

دنیا کی تاریخ کا چھٹا ہزار گمراہی کا تھا جس کے اخیر میں میں پیدا ہوا اور ساتوں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم (مرزا) موجود ہیں (لیکچر سیالکوٹ)

مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی سے پہلے ضلالت پر ضلالت تھی ان کے آنے کے بعد سراسر ہدائت کا زمانہ شروع ہو گیا خاص کر مسلمانوں کے لئے عروج پر فتوح کا وقت آ گیا ہے۔

اخبار الفضل ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کی بعثت کا زمانہ گمراہی کا زمانہ ہو گا جس وقت مرزا صاحب مسیح موعود بن کر آئے تھے وہ وقت سخت گمراہی کا تھا یعنی چودھویں صدی کا شروع۔ بالکل صحیح ہے۔ مگر مسیح موعود کے آنے کے بعد ساتواں ہزار جو سراسر نور اور ہدایت کا زمانہ ہے اس کی کیا کیفیت ہے۔ الفضل ہی کے الفاظ میں ہم بتائیں گے۔ الفضل نے ایک حدیث نبوی نقل کی ہے جس میں قرب قیامت کی گمراہی کا ذکر ہے کہ قرآن خوانی کی رسم اور اسلام کا صرف نام رہ جائے گا اس کے بعد لکھا ہے

آنحضرت ﷺ کی یہ پیش گوئی اس زمانہ میں ایسی وضاحت سے پوری ہو چکی ہے کہ اس کی تفصیل

بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔ ہر ایک انسان اس بات سے واقف ہے کہ اس زمانہ میں لوگ اسلام کی تعلیم سے کتنے دور ہو چکے ہیں اور قرآن مجید پر عمل کرنا انہوں نے کس طرح ترک کر دیا ہے ...مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی باوجود اشد مخالفت و معاندت کے لکھتے ہیں: سچی بات تو یہ ہے کہ ہم میں سے قرآن مجید بالکل اٹھ چکا ہے۔ فرضی طور پر ہم قرآن مجید پر ایمان رکھتے ہیں مگر واللہ دل سے اسے بہت معمولی اور بیکار کتاب جانتے ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۱۲ء)۔ پس قرآن مجید کی آیات اور آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق یہ زمانہ ایسا ہے جس میں کسی برگزیدہ انسان کا مبعوث ہونا ضروری ہے (الفضل ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۳)

کیسا صاف اور کھلا اعتراف ہے کہ مسیح موعود (مرزا) کے آنے کے بعد بھی گمراہی اور زیادہ ہوگئی ہے امر حق بھی یہی ہے پنجاب کے مختلف مقامات کی سیر کرو ہندوستان کے مختلف بلاد میں پھر جاؤ بعد ازاں دوسرے ممالک میں بھی چلے جاؤ تو بغیر کسی بحث و تمحیص کے روز روشن کی طرح معلوم ہو جائے گا کہ مخلوق نے خالق کو چھوڑ دیا ہے اور نسل انسانی پر وہ وقت آ گیا جس کی بابت حضرت آدم کو ارشاد ہوا ہوگا کہ فی ہزار نوسو نوے بنی آدم دوزخ کے لائق ہیں۔ صدق رسول اللہ ﷺ

چونکہ واقعہ ایسا صاف اور نا قابل انکار ہے اس لئے مرزا صاحب کے لخت جگر میاں محمود احمد نے جن لفظوں میں اعتراف کیا ہے وہ اپنے معانی میں اور ہمارے دعوی کی دلیل بننے میں روشن ترین ہیں۔ ناظرین شہادت محمودیہ کو بغور پڑھیں۔ میاں صاحب اپنے والد کو مخاطب کر کے کہتے ہیں کہ آپ تو ہمیں ترقی اسلام کے وعدے دیتے تھے حال یہ ہے کہ اسلام دن بدن تنزل میں ہے اور مسلمان قعر مزلت میں گر رہے ہیں خطرہ ہے کہ لوگ آپ کے وعدوں کو محبوبہ سعاد کے وعدوں کی مانند جانیں گے اور کہیں گے : ما مواعیدها الا الا باطیل

شہادت محمودیہ جو نظم ہے قابل شنید ہے:

اے چشمہ علم و ہدی اے صاحب فہم و ذکا
اے نیک دل اے با صفا اے پاک طینت با حیا

اے مقتداء اے پیشوا اے میرزا اے رہنما
اے مجتبیٰ اے مصطفیٰ اے نائب ر ب الوراء
کچھ یاد تو کیجئے ذرا ہم سے کو ئی اقرار ہے

دیتے تھے تم ہر دم خبر بند ھتی تھی جس سے یاں کمر
مٹ مٹ جا ئے گا سب شورو شر مو ت آ ئے گی شیطا ن پر
پا ؤ گے تم فتح و ظفر ہوں گے تمہارے بحر و بر
آرام سے ہو گی بسر ہوگا خدا مد نظر
وا ں تھے یہ وعدے خو ب تر یاں حا لتِ اد با ر ہے

ہر دل میں پر ہے بغض و کیں ہر نفس شیطا ں کا ر ہیں
جو ہو فدائے نور دیں کوئی نہیں کوئی نہیں
ہر ایک کے سر میں مکیں ہے کبر کا دیو لعین
اک دم کو یاد آتی نہیں درگاہ رب العالمین
بے چین ہے جا ن حز یں حالت ہماری زار ہے

کہنے کو سب تیار ہیں چالاک ہیں ہشیار ہیں
منہ سے تو سو اقرار ہیں پر کام سے بیزار ہیں
ظاہر میں‌سب ابرار ہیں با طن میں سب اشرار ہیں
مصلح ہیں پر بد کا ر ہیں، ہیں ڈاکٹر پر زار ہیں
حالات پر اسرار ہیں دل مسکن افکار ہے

چھینے گئے ہیں ملک سب باقی ہیں اب شا م و عرب
پیچھے پڑا ہے ان کے اب دشمن لگا ئے تا نقب
ہم ہو رہے ہیں جاں بلب بنتا نہیں کوئی سبب
ہیں منتظر اس کے کہ کب آئے ہمیں امداد رب
پیالہ بھرا ہے لب بلب ٹھو کر ہی اک درکار

کیا آ پ پر الزام ہے یہ خود ہمارا کام ہے
غفلت کا یہ انجام ہے سستی کا یہ انعام ہے
قسمت یو نہی بدنام ہے دل خود اسیر دام ہے
اب کس جگہ اسلام ہے باقی فقط اک نام ہے
ملتی نہیں ہے جام مئے بس اک یہی آزار ہے

(منقول از کلام محمود احمد۔ص ۶۷۔۶۸)

ناظرین کرام! الفضل کا مضمون ضرورت موعود صحیح ہے اور میاں محمود کا بیان بھی صحیح ہے پس نتیجہ یہی نکلا کہ مسیح موعود ابھی نہیں آیا۔ اگر آ چکا ہوتا تو ایسی بری حالت نہ ہوتی۔ میاں محمود صاحب بھی جس کا گلہ کر رہے ہیں وہ واقعی قابل گلہ ہے۔

مرزائی دوستو! باپ (مرزا قادیانی) بیٹے (مرزا محمود احمد) کے بیانات بغور پڑھئے اور مسیح موعود کے آنے سے پہلے اور پچھلے زمانہ کی بابت دل سے فتوی پوچھ لیجئے۔ اس سے پہلے کہ پوچھے جاؤ۔ آہ:

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱ ص ۵۔۶)

بارقۃ السیف ۔۳

جناب مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

لیومنن بہ قبل موتہ:

حیات عیسی کے دلائل کثیرہ میں سے ایک دلیل آیت مذکورہ بھی ہے تمام متقدمین ومتاخرین نے موتہ کی ضمیر مجرور کا مرجع مسیح کو قرار دیا ہے حتی کہ محدث ابن جریر نے بھی (ج۶ص۱۴) جو مرزا صاحب کے نزدیک نہایت معتبر آئمہ حدیث، سے ہیں (حاشیہ چشمہ معرفت۔ص۲۵۰)

باوجود اس فیصلہ کن امر کے مرزائی یہی کہتے رہے ہیں کہ ضمیر کا مرجع اہل کتاب ہیں اور دلیل یہ دیتے ہیں کہ حضرت ابیؓ بن کعب صحابی جن سے قرآن سیکھنے کے لئے لوگ مامور تھے ان کی قرأۃ میں قبل موتھم ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ موت اہل کتاب مراد ہے، نہ حضرت عیسیٰؑ۔

اس کے تین جواب ہیں۔

اول۔حضرت ابیؓ کی یہ قرأۃ بوجہ شاذہ ہونے کے متروک، اوراس سے استدلال صحیح نہیں ہے۔حضرت عمرؓ ودیگر صحابہ حضرت ابیؓ کی اس قسم کی قرأتوں کو نہیں مانتے تھے جیسا کہ صحیح بخاری پارہ ۲۰ کے آخر میں ہے

قال عمر ابی اقرء نا و انّا لندع من لحن ابی ...الخ۔

عمرؓ نے فرمایا کہ ابیؓ بڑے قاری ہیں تو بھی ہم صحابہ لوگ ان کی غلط قرأتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔

فتح الباری میں ہے

انہ ربما قرأ ما نسخت تلاوتہ لکو نہ لم یبلغہ النسخ (فتح الباری پ ۱۸ص۱۶۷)

یعنی حضرت ابیؓ ایسی قرأۃ پڑھتے تھے جس کی تلاوت منسوخ ہوچکی ہے اوران کواس کا منسوخ ہونا معلوم نہیں ہوا۔

حضرت عمرؓ کا ایک دوسرا قول حضرت ابیؓ کے بارے میں یہ ہے:

امانہ اقرأنا للمنسوخ۔ (فتح الباری پ۲۰ ص ۳٦٤)

یعنی حضرت ابیؓ الفاظ منسوخ التلاوت کو بہت پڑھا کرتے تھے۔

پس جب حضرت ابیؓ کی قرأۃ کا یہ حال ہے تو ان کی قرأت قبل موتھم معرض استدلال میں کیسے پیش ہوسکتی ہے؟

دوم: اگر حضرت ابیؓ کی قرأت تسلیم کرلی تو جواب یہ ہے کہ ان کی قرأت محمول ہوگی ان کتابوں پر جو نزول عیسیٰؑ سے پہلے مرجاتے ہیں اور قرأت متواترہ کا تعلق ان کتابیوں سے ہوگا جو نزول عیسیٰؑ کے زمانہ میں زندہ اور باقی رہیں گے جیسا کہ ام المومنین حضرت ام سلمہؓ فرمایا

اذا کان عند نزول عیسی آمنت به احیاء کم کما آمنت به موتاهم۔

(در منثور. ج ۲ ص ۲٤۱)

یعنی حضرت عیسیٰؑ کے نزول کے وقت جو کتابی زندہ ہوں گے اسی طرح ایمان لائیں گے جس طرح نزول عیسیٰؑ سے پیشتر وہ کتابی جو اپنے مرنے کے وقت ایمان لاکر مرچکے۔ فنعم الوفاق و حبذا الاتفاق

سوم: مذہب اصولیین کے مطابق اگر قرأۃ شاذہ کو قرأۃ متواترہ کے تابع کریں تو دونوں ایک ہی محل پر محمول ہوں گی اور مطلب یہ ہوگا کہ کل امت اہل کتاب من حیث القوم (نہ من حیث الاشخاص) اپنے فنا ہوجانے سے پیشتر حضرت عیسی پر ایمان لائیں گی ای یومنن به باجمعهم معا قبل موتهم پس موتهم مصدر کے وہی معنی ہوں گے جو آیت قرآنی، ثم بعثناكم من بعد موتكم کے معنی ہیں۔ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل سے فرمایا کہ ہم نے تم کو زندہ کیا تم سب کے ایک دم سے مرجانے کے بعد (بنی اسرائیل نے اللہ کے دیکھنے کی التجا کی تھی اس پر ان پر بجلی گری اور سب کے سب ایک دم سے مرگئے تھے پھر حضرت موسی کی دعا سے اللہ نے ان کو زندہ کیا تھا)

پس جیسے بعد موتکم کے معنی ہیں سب بنی اسرائیل کے ایک دم سے مرجانے کے بعد، اسی طرح قرأۃ حضرت ابی میں قبل موتھم کے معنی ہوں ،، سب اہل کتاب کے ایک دم سے مرجانے کے پہلے،، اور سب اہل کتاب کا ایک دم سے فنا ہوجانا اور ان کے کسی فرد کا باقی نہ رہنا قیامت کے قریب ہی ہوگا نزول عیسی

کے بعد۔پس قرأۃ ابی اورقرأۃ متواترہ کا حاصل ایک ہی ہوا۔اورنزول عیسی دونوں سے ثابت ہوا جو ہمارے موافق اورموید ہےاورمرزائیوں کے مخالف اوران کومضر۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ا ص ۶۔۷)

خاتم الخلفاء کے بعد مجدد کا سلسلہ جاری نہیں رہ سکتا

مرزائی جماعت میں ایک شخص (شیخ غلام محمد) لاہور میں پیدا ہوا ہےجس کا دعوی ہے کہ میں بزبان مرزا صاحب مصلح موعود ہوں چونکہ اس مصلح کا روئے سخن سب سے اول جماعت مرزائیہ (بہردوصنف) کی طرف ہے اسلئے سب سے پہلے جماعت مرزائیہ کا اس غلط خیال کی اصلاح کرنا چاہتا ہے کہ مرزا صاحب متوفی کے بعد کوئی مجدد آسکتا ہے۔مصلح مذکور بتعلیم مرزا صاحب مصر ہے کہ چودھویں صدی پر دنیا کا خاتمہ ہوگا اورسلسلہ مجددیت بھی ختم مرزائی جماعت میں جہاں اوراختلافی مباحث پیدا ہوئے ہیں یہ بحث بھی لطیف ہے۔ہم اپنی رائے سردست نہیں دیتے۔

۹۔اگست کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک سوال اس مضمون کا چھپا تھا جس میں سائل نے لاہوری جماعت کے امیر سے پوچھا تھا کہ،

چودھویں صدی ہجری کے بعد دنیا رہ سکتی ہے؟اورمجدد آسکتا ہے؟

اس سوال کا جواب لاہوری پارٹی کی طرف سے جو دیا گیا اس کو منطقی اصطلاح میں یوں کہنا چاہیے کہ مجدد اور خلیفہ میں عموم خصوص من وجہ ہے۔اس مختصر نوٹ کے بعد مندرجہ ذیل مضمون پڑھیئے (مدیر اہل حدیث امرتسر):

اس تناقض کو رفع کرنے کے لئے جناب پیر مدثر شاہ اجمیری (لاہوری) نے اخبار پیغام صلح ۱۹ستمبر ۱۹۳۵ء میں جو جواب دیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ خلیفہ اورمجدد کا مفہوم الگ الگ ہے خلفائے راشدہ میں سے کوئی بھی حدیث مجدد کے ماتحت خلیفہ نہ تھا لیکن ہرایک کو خلافت حاصل تھی اسی طرح مجدد کے لئے ضروری نہیں کہ وہ خلیفہ بھی ہو چنانچہ آپ کی تحریر کا خلاصہ حسب ذیل ہے

ا۔ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ ایک شخص خلیفہ ہومگر مجدد نہ ہو، یا مجدد ہومگر خلیفہ نہ ہو، یا یہ کہ خلیفہ ہواورمجدد بھی

ہو بلکہ اس کے علاوہ مسیح موعود بھی ہو اور ہوسکتا ہے کہ وہ بلحاظ خلافت اور مسیح موعود کے آخری ہو مگر بلحاظ مجددیت آخری نہ ہو۔ بہرحال جو خلیفہ مسیح موعود ہوگا وہی خلیفہ اس امت کا خاتم الخلفاء ہوگا۔

۲۔ حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر سے ظاہر نہیں ہوتا کہ مسیح موعود آخری مجدد ہے مسیح موعود خاتم الخلفاء ہیں لیکن خاتم المجددین نہیں ۔،

مجھے اس جواب پر اس لئے خوشی ہوئی ہے کہ مکرمی میر صاحب نے کسی غرض کو سامنے رکھ کر حضرت مسیح موعود کے دعوی خاتم الخلفاء اور اس کے مفہوم آخری خلیفہ سے انکار نہیں کیا بلکہ اسے حوالوں کے ساتھ خود واضح کیا ہے ہاں مجددین کا سلسلہ آئندہ جاری رکھنے اور چودھویں صدی کے بعد دنیا کا سلسلہ باقی رہنے کے لئے جو دلیل انہوں نے پیدا کی ہے وہ غلط ہے کیونکہ باوجود خلیفہ اور مجدد کے مفہوم میں کسی قدر فرق ہونے کے ہر مجدد کا خلیفۃ اللہ ہونا لازمی ہے۔ خلافت چار چیزوں کا نام ہے۔ اول نبوت، دوم مجددیت، سوم حکومت، چہارم جانشینی۔

ان میں سے خلفاء راشدہ کو بادشاہ اور جانشین کی وجہ سے خلیفہ کہا جاتا ہے جس کے مقابل حضرت مسیح موعود کو صرف بوجہ مجددیت ہی خلیفہ مانا گیا۔ پس خاتم الخلفاء ہونا سوائے اس کے اور کوئی معنی نہیں رکھتا کہ آپ پر مجددین کا سلسلہ ختم ہوگیا۔ جس کے ماتحت ہر احمدی کے لئے لازم ہے کہ وہ چودھویں صدی پر دنیا کے بکلی خاتمہ کا قائل ہوکر اپنے مصلح موعود (غلام محمد) کو چودھویں صدی کے اندر ہی اس وقت قبول کر کے دکھلائے۔ میر مدثر صاحب کے جواب میں حضرت مسیح موعود کی تحریر بھی پیش کی جاتی ہے:

اور یہ بھی اہل سنت میں متفق علیہ امر ہے کہ آخری مجدد اس امت کا مسیح موعود ہے جو آخری زمانہ میں ظاہر ہوگا۔ اب تنقیح طلب یہ امر ہے کہ یہ آخری زمانہ ہے یا نہیں یہود و نصاری دونوں قومیں اس پر اتفاق رکھتی ہیں کہ یہ آخری زمانہ ہے اگر چاہو تو پوچھ لو۔ مری پڑ رہی ہے زلزلے آرہے ہیں اور ہر قسم کی خارق عادت تباہیاں شروع ہیں پھر کیا یہ آخری زمانہ نہیں؟ اور صلحاء اسلام نے بھی اس کو آخری زمانہ قرار دیا ہے۔ اور چودھویں صدی میں سے ۲۳ سال گئے ہیں.. میرا یہ دعوی ثابت ہے کہ وہ مسیح موعود جو آخری زمانہ کا مجدد ہے وہ میں ہی ہوں۔ (حقیقۃ الوحی طبع ۱۹۰۷ء ص ۱۹۳-۱۹۴)

اس جگہ اسی قدر جواب پر اکتفا کیا جاتا ہے مفصل جواب کے لئے علیحدہ ٹریکٹ بھی لکھا گیا ہے جو انشاءاللہ مالی انتظام ہونے پر اشاعت میں آجائے گا۔

عاجز غلام محمد مصلح موعود احمدیہ بلڈنگز لاہور ۲۷ستمبر ۱۹۳۵ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ا ص ۷)

بارقۃ السیف۔۴

مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

انقطاع نبوت:

انقطاع نبوت کے بے شمار دلائل میں سے مرزائیوں کے سامنے جب جامع ترمذی اور مسند احمد وغیرہ کی صحیح حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر (اگر میرے بعد کوئی ہوتا تو عمرؓ ہوتا) پیش کی جاتی ہے، تو اس کے خلاف وہ دو مندرجہ ذیل احادیث پیش کرتے ہیں

لو لم ابعث لبعثت یا عمر (مرقاۃ شرح مشکوۃ ج ۵ ص ۵۳۹)

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (کنوز الحقائق۔ج۲ص ۱۵۱)

(یعنی اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو عمر تم مبعوث ہوجاتے)۔

چونکہ آپ ﷺ مبعوث ہوگئے اس لئے حضرت عمرؓ نبی نہ بنے۔ (احمدیہ ڈائری۔ص ۵۳۷)

مرزائیوں کی دونوں حدیثوں کی حقیقت ملاحظہ ہو

ملا علی قاریؒ نے مرقاۃ شرح مشکوۃ میں تحت حدیث لو کان بعدی نبی لکان عمر لکھا ہے

و فی بعض طرق ھذا الحدیث لو لم ابعث لبعثت یا عمر (ج۵ص۵۳۹)۔(یعنی اس حدیث کے بعض طرق میں یہ الفاظ آئے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ اگر میں مبعوث نہ ہوتا تو اے عمر تو نبی ہوتا)۔

لیکن ملا صاحبؒ نے نہ راوی حدیث کا نام لیا ہے نہ مخرج کا پتہ دیا ہے، نہ الفاظ مذکورہ حدیث کی کسی معتبر یا غیر معتبر کتاب میں ملتے ہیں۔ البتہ حافظ مناوی نے کنوز الحقائق میں اس کے ہم معنی روایت دو

طریق سے نقل کی ایک تو ابن عدی کے حوالہ سے جس کے الفاظ یوں ہیں:

لو لم ابعث فیکم لبعث عمر فیکم (ج۲ص۱۵۱)

دوسری فردوس دیلمی کے حوالہ سے جس کے الفاظ یوں ہیں

لو لم ابعث لبعث بعدی عمری ،

ملاعلی قاریؒ نے غالباً اسی روایت کو مرقاۃ میں بالمعنی نقل کر دیا ہے

ہر دو روایات محدثین کے نزدیک باطل جھوٹی اور موضوع ہیں ابن جوزی نے اپنی موضوعات میں ابن عدی والی روایت دو سندوں سے نقل کی ہے اور چونکہ دونوں سندوں میں راوی واضع اور کاذب ہیں اس لئے دونوں کو موضوع کہا ہے چنانچہ سلسلہ اسناد ملاحظہ ہو۔ ابن عدی اپنی کتاب کامل میں کہتے ہیں

حد ثنا علی بن الحسین بن قدید حد ثنا ذکر یا بن یحی الوکار حد ثنا بشر بن بکر عن ابی بکر بن عبد اللہ بن ابی مر یم الغسا نی عن ضمرۃ عن غضیف بن الحا ر ث عن بلا ل بن ر باح قا ل قال النبی ﷺ لو لم ابعث فیکم لبعث عمر بن الخطا ب

۲ ۔ حد ثنا عمر بن الحسن بن نصر؟ الحلبی حد ثنا مصعب بن سعد ابو خیثمہ حد ثنا عبد اللہ بن واقد الحرّا نی حد ثنا حیوۃ بن شر یح عن بکر بن عمر و عن مشر ح بن ھا ما ن عن عقبۃ بن عا مر قا ل قا ل النبی ﷺ لو لم ابعث فیکم لبعثت عمر فیکم

ابن جوزی نے دونوں سندوں کو نقل کر کے فرمایا ہے

زکر یا کذا ب یضع و ابن وا قد متر و ك یعنی زکریا بن بھی جھوٹا ہے حدیثیں بنا تا تھا اور ابن واقد حرانی کی روایت چھوڑ دی گئی ہے (نہیں لی جاتی)

ذہبی نے میزان میں خود ابن عدی سے (جس نے روایت مذکورہ اپنی کتاب کامل میں درج کی ہے) نقل کیا ہے

قا ل ابن عدی یضع الحد یث و قا ل صا لح کا ن من الکذا بین الکبار

یعنی پہلی سند کا راوی زکریا حدیثیں گڑھتا تھا صالح نے کہا زکریا بہت بڑے جھوٹوں میں سے ہے۔
دوسری سند کا راوی ابن واقد حرانی متروک ہے جیسا کہ ابن جوزی اور جوز جانی نے کہا ہے بلکہ یعقوب بن اسماعیل نے کہا ہے کان یکذب (میزان) یعنی ابن واقد جھوٹ بولتا تھا۔اس کا جھوٹ ملاحظہ ہو اس نے حدیث مذکور پر سلسلہ رجال کا وہی بنا کر لگا لیا جو ترمذی وغیرہ میں حیوۃ بن شریح سے شروع ہو کر عقبہ بن عامر پر ختم ہوا ہے۔
کنوز الحقائق کی دوسری حدیث جو بحوالہ فردوس ویلمی منقول ہے اس کی سند یوں ہے:

قال الویلمی انبأنا ابی انبأنا عبد الملکبن عبد الغفار انبأنا عبد الله بن عیسی بن هارون انبأنا عیسی بن مروان حدثنا احسین بن عبد الرحمان بن حمران حدثنا اسحاق بن نجیح الملطی عن عطاء بن میسره الخراسانی عن ابی هریره قال قال النبی ﷺ لو لم ابعث .. الخ

یہ حدیث بھی موضوع اور باطل ہے اسکی سند میں اسحاق ملطی وضاع وکذاب ہے۔ذہبی میزان میں لکھتے ہیں:

قال احمد هو من اکذب الناس و قال یحی معروف بالکذب و وضع الحدیث (یعنی امام احمد نے فرمایا کہ اسحاق بڑا جھوٹا ہے۔یحی بن معین نے کہا کہ اسحاق جھوٹی اور وضعی حدیثوں کے بنانے میں مشہور ہے)۔

دوسرا راوی عطاء خراسانی بھی کچھ کم نہیں تہذیب میں سعید بن مسیّب کا قول منقول کذب عطاء۔امام بخاری نے بھی تاریخ صغیر میں سعید کا قول کذب نقل کیا ہے ص ۱۵۷۔یعنی عطا جھوٹا ہے۔خود امام بخاری فرماتے ہیں

عامة احادیثه مقلوبة (میزان) عطا خراسانی کی حدیثیں الٹی پلٹی یعنی غلط ہوتی ہیں۔

امام بیہقی اسے کثیر الغلط کہتے ہیں (زیلعی)

حاصل کلام یہ ہے کہ کنوز الحقائق کی دونوں روایتیں باطل اور جھوٹی ہیں اور یہ کچھ ان دونوں روایتوں پر ہی موقوف نہیں ہے بلکہ کامل ابن عدی اور فردوس ویلمی کی تمام روایات کا یہی حال ہے۔شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی عجالہ نافعہ میں طبقہ رابعہ میں بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں؛

احادیثے کہ نام ونشان آنہا درقرون سابقہ معلوم نبود (تا) ایں احادیث قابل اعتماد نیستند،
پھر ایسی حدیثوں کو نقل کرنے والوں میں ابن عدی صاحب الکامل اور ویلمی صاحب الفردوس کا نام بھی تحریر فرمایا ہے (ص ۷و۸)

اور بستان المحدثین میں ارقام فرماتے ہیں:

درسقیم وصحیح احادیث تمیز نے کند ولہذا دریں کتاب اوموضوعات وواہیات تودہ تودہ مندرج (ص ۶۲)

جب واقعہ یہ ہے تو یہی حال فردوس ویلمی کی اس روایت کا بھی جاننا چاہیے جسے مرزائیوں نے اپنی ڈائری کے صفحہ ۵۱۸ میں کنوز الحقائق کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے ابو بکر افضل هذه الامة الّا ان یکون نبیّ ۔اوراس سے امکان نبوت پر دلیل پکڑی ہے حالانکہ یہ روایت بھی باطل موضوع اور جھوٹی ہے اوراس کے ثبوت کے لئے اس کے حوالہ میں فردوس ویلمی کا نام کافی ہے کیونکہ حافظ منادی نے اسے کنوز الحقائق میں فردوس ویلمی کے حوالہ سے ہی نقل کیا ہے۔ و لعل فيه كفاية لمن له دراية

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۲ ص ۴۔۵)

قادیانیوں اوراحرار کا مباہلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

نوٹ نمبر ۱۔کوئی سے دوفریق مخالف جوایک دوسرے کو جھوٹا جانتے ہوں دلیل بازی یا حکومت سے فیصلہ نہ کراسکیں تو خدا کے حضور دعا کرتے ہیں کہ ہم میں سے جوفریق امر متنازعہ فیہ میں جھوٹا ہے یااللہ! اس پر لعنت کر۔اسکو اسلامی اصطلاح میں مباہلہ کہتے ہیں۔

نوٹ نمبر ۲۔ پنجاب میں ایک اسلامی جماعت ہے جس کا نام مجلس احرار ہے۔اس کے ممبروں کو احرار کہا جاتا ہے۔

احرار نے بہت دفعہ اعلان پر اعلان کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی تحریرات میں آنحضرت ﷺ

کی کسر شان کی ہے۔اس پر خلیفہ قادیان نے جوش میں آ کر احرار کو مباہلہ کی دعوت دی (ایک مضمون تو یہ ہے دوسرا مضمون مرزا صاحب کا صدق وکذب ہے۔ثناء) کہ تم جھوٹ کہتے ہو بلکہ مرزا صاحب نے آنحضرت ﷺ کی بڑی عزت کی ہے اگر نہیں مانتے تو ہم سے مباہلہ کرلو۔اس کے لئے چند شروط بھی لکھیں۔مثلاً

میرے ساتھ میرے بھائی بند ہوں گے

اور احرار کے ساتھ خاص ارکان خمسہ ہوں گے۔

اس کے علاوہ فریقین کے ہزار ہزار کم سے کم پانچ سو، پانچ سو افراد ہوں گے۔

مباہلہ گورداسپور یا لاہور میں ہوگا۔

اگر تم چاہو تو قادیان ہی میں آ کر کرلو۔

اسی طرح اور بھی چند شروط تھیں اس کے جواب میں احرار کے جنرل سکرٹری نے لکھا کہ ہم آپ سے مباہلہ ضرور کریں اور آپ کی جملہ شروط ہم کو منظور ہیں اور مباہلہ بتاریخ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء قادیان میں ہوگا۔

اس پر قادیانی اخبار لکھتے ہیں کہ تمہاری نیت خراب ہے تم عین میدان میں جھگڑا کرو گے اسلئے اپنے اخبار مجاہد میں ہماری پیش کردہ شرائط نقل کر کے منظوری دو۔

اس مباہلہ کی بابت ہماری ذاتی رائے جو کچھ ہے، اسے محفوظ رکھ کر فریقین کی مسل پر ہم ان کو نیک مشورہ دیتے ہیں تا کہ مباہلہ ٹل جانے سے فریقین کی اتنے دنوں کی محنت ضائع نہ ہو بلکہ نتیجہ خیز ثابت ہو۔

مشورہ: کچھ شک نہیں کہ مباہلہ میں چونکہ عاجزی کے ساتھ خدا سے فیصلہ طلب کیا جاتا ہے (اس لئے کسی فریق کو مبادی میں الجھنا مناسب نہیں ہوتا) اور نہایت صبر وسکون کے ساتھ محض دعا کی جاتی ہے جیسا کہ ۱۸۹۳ء کو امرتسر کی عیدگاہ میں ہوا تھا پس فریقین قادیانی اور احرار ایک مشترکہ تحریر لکھیں جس کی عبارت حسب ذیل ہو:

ہم فریقین قادیانی جماعت (جس کے سرگروہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ہیں) اور مجلس احرار (جس کے سرگروہ مولوی مظہر علی ہیں) اعلان کرتے ہیں کہ ہم بتاریخ ... بمقام ... مباہلہ کریں گے مباہلہ کی شروط جو مسلمہ فریقین ہیں درج ذیل ہیں

۱۔قادیانی گروہ سے خاص ارکان ...شریک ہوں گے۔۲۔احرار کی طرف سے خاص ارکان ...ہوں گے۔۳،اس کے علاوہ ہر فریق سے ...آدمی شریک مباہلہ ہوں گے۔۴۔مباہلہ کی کاروائی بتاریخ مذکور...بجے ہوگی

۵۔مباہلہ کی کاروائی شروع کرانے کے لئے فلاں صاحب...مسلّمہ ثالث بالخیر ہوں۔ ۶۔احرار پہلے وہ عبارتیں پڑھیں گے جن سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی نے رسالت محمدیہ ﷺ کی کسر شان کی ہے ۔اس کے لئے وقت.. منٹ ہوگا۔۷۔ان عبارتوں کی صحیح تشریح کرنے کے لئے فریق قادیانی کو...منٹ وقت دیا جائے گا۔۸۔اس کے بعد ان الفاظ میں دعا کی جائے گی

دعا کے الفاظ قلم بند کئے جائیں ایک حرف ان میں کم وبیش نہ ہو یہاں تک کہ تمہید دعا حمد وصلوۃ وغیرہ بھی ساتھ ہی مرقوم ہو

نیچے بطور معلن کے دونوں سرگروہوں کے دستخط ہوکر بصورت اشتہار یہ مضمون شائع کیا جائے۔

ان شرائط کا فریقین میں قریب قریب ایجاب قبول ہو چکا ہے ہم نے صرف شرط نمبر۴ و۵ زیادہ کی ہیں جو ہمارے خیال میں قابل قبول ہیں تاہم فریقین کی مرضی پر موقوف ہے ہاں مذکورہ شرائط کا مسودہ تیار کرنے کیلئے فریقین کا صرف ایک ایک نمائندہ اور تیسرا وہی ثالث بالخیر مسلمہ فریقین شریک ہوکر مسودہ اشتہار تیار کریں۔

ہم مکرر اظہار کرتے ہیں کہ ہماری ذاتی رائے اس مباہلے کے متعلق جو کچھ ہے وہ ابھی پوشیدہ ہے مگر ہم چونکہ فریقین کی محنت کو ٹھکانے لگا ہوا دیکھنا چاہتے ہیں اس لئے بغیر طلب محض بغرض خیر خواہی فریقین کو مشورہ عرض کر دیا ہے

گر نہ آید بگوش رغبت کس۔ بر رسولاں بلاغ باشد و بس

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸نومبر۱۹۳۵ءمطابق ۱۰شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر۲ ص۶)

تحریف کس نے کی؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار الفضل ۱۸،اکتوبر ۱۹۳۵ء میں ہم پر الزام لگایا گیا ہے کہ ہم نے تفسیر ثنائی جلد اول میں

یہودیانہ تحریف کی ہے۔کیا تحریف کی؟ یہ کہ مقدمہ تفسیر ثنائی طبع اول کی کسی عبارت کو طبع دوم وسوم میں تبدیل کر دیا۔یہی یہودیانہ تحریف ہے۔

ہم حیران ہیں کہ ہمارے مقابلے میں یہ لوگ دین ودیانت کے خلاف کہنے کے تو عادی ہیں ہی، علم وعقل کو بھی جواب دے بیٹھے ہیں۔سنئیے صاحب!

ہر مصنف اپنی تصنیف میں حسب موقع ردوبدل یا بالفاظ دیگر اصلاح کرسکتا ہے اور کرتا رہتا ہے اس کو تحریف نہیں کہتے اس دعوی کی دلیل چاہو تو سنو۔

کلام الله ینسخ بعضه بعضاً (الحدیث)

اس حدیث سے دعوی پر استدلال ہوسکتا ہے۔ہاں تحریف کے معنی ہیں کسی دوسرے کے کلام کو بگاڑنا سب سے بڑی تحریف یہ ہے کہ خدا کے کلام کو تبدیل کیا جائے۔اس کے بعد سب سے بڑی تحریف یہ ہے کہ رسول کے کلام کو تبدیل کر کے بتایا جائے،اس کے بعد یہ ہے کہ کسی مصنف کے کلام کو کسی غرض سے تبدیل کیا جائے۔ہم بتاتے ہیں کہ یہ تینوں وصف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور آپ کے اتباع میں پائے جاتے ہیں۔

پہلی مثال

خدا کے کلام کو مرزا صاحب قادیانی نے تحریف کیا ہے ملاحظہ ہو آیت

یاایها الذین آمنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقاناً و جعل لکم نوراً تمشون به

یہ آیت مرزا غلام احمد صاحب نے آئینہ کمالات اسلام میں تین دفعہ لکھی ہے صفحہ ۷۹،صفحہ ۱۷۷،صفحہ ۲۹۶۔ترجمہ بھی برابر اسی طرح کیا ہے بلکہ اس سے استدلال بھی کیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں یہ آیت اس طرح نہیں۔ملاحظہ ہو سورہ انفال کے چوتھے رکوع کا شروع (آیت یوں ہے: یاایها الذین آمنوا ان تتقوا الله یجعل لکم فرقانا و یکفّر عنکم سیآتکم و یغفر لکم و الله ذو الفضل العظیم: الانفال: ۲۹)۔

یہ تو ہے تحریف قرآنی۔اسکی مثالیں تصانیف مرزائیہ میں بکثرت ملتی ہیں۔

دوسری مثال: مرزا غلام احمد صاحب کی تحریف حدیثی کی مثال بہت ہی حیرت انگیز ہے جس کی

تفصیل یہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے کتاب حمامۃ البشری کے صفحہ ۱۸ پر دعوی کیا ہے کہ ہمارے مخالف مسیح موعود کے نزول کے متعلق آسمان سے اترنے کا لفظ از خود بڑھاتے ہیں حالانکہ کسی حدیث میں یہ لفظ نہیں آیا۔

لکھتے لکھتے اسی کتاب کے صفحہ ۸۸ پر پہنچے تو ضرورت ہوئی کہ اپنے دعوی پر حدیث نقل کریں۔ چنانچہ یہ حدیث نقل کرتے ہیں:

سمعت رسول اللہ ﷺ یقول ینزل اخی عیسی ابن مریم علی جبل افیق اماما ھادیاً ۔ (ص ۸۸۔۸۹)

اس حدیث میں لفظ من السماء آیا ہے (ملاحظہ ہو کنز العمال بر حاشیہ مسند احمد ج ۷ ص ۲۶۸) مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مطلب کے لئے حدیث شریف میں تحریف کرکے اس لفظ (من السماء) کو نقل نہیں کیا۔ یہ ہے وہ جرأت جو خدا سے ڈرنے والوں سے ناممکن ہے۔

دوسری حدیثی مثال

مرزا صاحب کا دعوی ہے کہ دجال، ایک شخص نہیں بلکہ ایک گروہ مراد ہے۔ اس دعوی پر دلیل وہ حدیث لائے ہیں جس میں ذکر ہے کہ قریب قیامت کے ایسے رجال (بالراء) لوگ ہوں گے جو دنیا کو دین پر ترجیح دیں گے مرزا صاحب نے اس لفظ رجال (بالراء) کو دجال (بالدال) بنایا اور ترجمہ بھی کمال جرأت سے کام لے کر گروہ ہی لکھا۔ چنانچہ لکھا ہے:

نسائی نے ابو ہریرہؓ سے دجال کی صفت میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن.. السنتھم احلی عن العسل و قلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ عز و جل أبی یغترّون ام علیّ یجترءون۔ الخ یعنی آخری زمانہ میں گروہ دجال نکلے گا وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے۔ وغیرہ (حاشیہ ص ۳ ے تحفہ گولڑویہ طبع اول ۱۹۰۲ء)

ناظرین کرام! کتنی جرأت ہے اس شخص کی جو قرآن مجید میں اور حدیث نبوی میں محض اپنی غرض سے ردو بدل کرتا ہے۔لطف یہ ہے کہ اسے اس کی بھی پرواہ نہیں کہ عربی دان میری تحریف پر ہنسیں گے کیونکہ لفظ دجال مفرد کا صیغہ ہے اور یختلسون صیغہ جمع مفرد کی طرف مسند نہیں ہوسکتا۔اس کے علاوہ بھی کئی ایک تحریفات مرزا صاحب کی تصانیف میں ملتی ہیں ۔ناممکن تھا کہ مرزا صاحب ایک فعل کریں اور مرزائی نہ کریں کیونکہ:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اس لئے ضروری تھا کہ مریدین بھی ایسا ہی کرتے ۔مرزا صاحب قادیانی نے (بقول خود) اپنے نبی (ﷺ) کے کلام میں تحریف کی ۔مرزائیوں نے اسی سنت کے مطابق اپنے رسول (قادیانی) کے کلا میں تحریف کی

محتسب خم شکست و من سر او ۔سن بالسن و الجروح قصاص

لطیفہ: شیخ عبدالعزیز صاحب جن دنوں پریس برانچ پنجاب کے افسر تھے انہوں نے مجھ سے بیان کیا تھا کہ آریوں نے درخواست دی ہے کہ مرزا قادیانی کی کتابوں میں ہمارے بزرگوں اور مذہب کی توہین ہے ان کو ضبط کیا جائے اس کے مقابلے میں مرزائیوں کی درخواست آئی ہے کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابیں ہمارے نزدیک وہی حیثیت رکھتی ہیں جو عامہ مسلمین کے نزدیک قرآن مجید کی۔ان کتب کی ضبطی تو درکنار کمی بیشی ہونا بھی ہم مداخلت فی الدین جانتے ہیں۔

اس قصے کو ذہن میں رکھ کر سنیئے کہ یہ لوگ اپنے مطلب کے لئے اپنے قرآن کو بھی کیسا بگاڑتے ہیں مرزا غلام احمد صاحب نے ایک دفعہ پادری فتح مسیح نامی کو ایک لمبا چوڑا جوابی خط لکھا تھا جو کتابی صورت میں چھپ کر شائع ہوگیا اس میں سے چند الفاظ ہم نقل کرتے ہیں:

مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیؤ شرابی نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا۔(مکتوبات احمدیہ۔ج ۳ص ۲۳۔۲۴)

ان الفاظ پر جب چاروں طرف سے لے دے ہوئی ،مسیحی تو مسیحی مسلمان بھی جوش میں آ کر مرزا صاحب کی

دلیلوں میں سر دفتر یہی دلیل بیان کرنے لگے تو مرزائیوں نے اس عبارت کو ایسے طریق سے شائع کیا کہ مرزا صاحب کے سر سے بوجھ اتار کر بے چارے پادری کے سر پر جا پڑا۔ عبارت کو اس طرح بدلا یا مرزا صاحب پادری کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں کہ مسیح کے حق میں تمہارا یہ عقیدہ ہے کہ وہ متکبر خود بین وغیرہ تھا چنانچہ وہ الفاظ یوں ہیں:

مسیح کا چال چلن آپ کے نزدیک کیا تھا ایک کھاؤ پیؤ وغیرہ..الخ

(نور القرآن طبع دسمبر ۱۹۲۵ء نمبر ۲ ص ۸)

ناظرین کرام: اس جماعت مرزائیہ اور اس کے بانی کے طریق عمل پر غور کر کے فتوی دیں کہ ان لوگوں کا حق ہے کہ کسی مصنف پر اپنی تصنیف کی اصلاح کرنے سے یہودیانہ تحریف کا الزام لگائیں اور آپ کلام خدا اور رسول میں اپنی اغراض کے ماتحت من مانی تبدیلی کر لیں۔

قادیانی دوستو!

نہ تم صدمے ہمیں دیتے نہ ہم فریاد یوں کرتے
نہ کھلتے راز سر بستہ نہ یہ رسوائیاں ہوتیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۷ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳ ص ۳-۴)

سنگاپور میں تبلیغ احمدیت کی حقیقت

جناب محمد اسماعیل سہوترا، پراہوی، لکھتے ہیں:

اس عنوان سے روزنامہ الفضل قادیان مورخہ ۴ جولائی ۱۹۳۵ء کے صفحہ ۷ پر ایک مرزائی مضمون نگار مسمی عبداللہ اختر جتوئی مقیم نارتھ برج روڈ نمبر ۲۷ سنگاپور مرزا جی کے الہام: میں تیری تبلیغ کو دنیا کے کناروں تک پہنچاؤں گا، کو عنوان کی سرخی کے نیچے دے کر اس الہام کے متعلق اپنی تعلّی کو یوں بیان کر رہے ہیں کہ آج تک کسی جغادری مرزائی سے بھی سنگاپور کا اسلامی قلعہ فتح نہ ہوا تھا۔ بلکہ ایک زمانہ میں خواجہ کمال الدین صاحب بھی یہاں آئے لیکن اس سعادت سے محروم ہی رہے جو میں نے یہاں آ کر حاصل کی۔ لکھتے ہیں کہ

میں یہاں آیا حالانکہ زبان ملائی سے نا آشنا ہوں تا ہم لوگ بڑے شوق سے میرے مکان پر آتے ہیں اور گھنٹوں احمدیت کے بارے میں گفتگو کر کے واقفیت حاصل کر رہے ہیں۔اگر ملائی زبان سے آشنا ہوتے تو خدا معلوم کیا کچھ کر گذرتے۔

ہم سے اگر کوئی پوچھے تو ہم تو اس شخص کو پکا مرزائی اور مرزا جی کا سچا پیرو شمار کرتے ہیں جو کسی بات میں بھی سچ نہ بولے۔اگر سچ بولے تو کچا مرزائی ہے۔اختر صاحب بمعہ تین چار دوسرے مرزائیوں کے عرصہ چار ماہ سے سنگاپور میں آئے ہوئے ہیں دوسرے ہمراہیوں سے تو خاکسار کی ملاقات نہیں ہوئی۔اختر صاحب سے البتہ کئی دفعہ مقابلہ ہوا۔یہ اپنے تئیں قادیان کے مبلغ بیان کرتے ہیں۔نوجوان عمر ہے ۲۵ سال کے قریب نہ عالم ہیں نہ فاضل۔ادھر دوائیاں اور کانچ پتھر کی پھیری کا کام کرتے ہیں ۔اسلامی تعلیم سے اس قدر کورے ہیں کہ ایک دفعہ سلسلہ کلام میں کہنے لگے کہ،مرزا جی کی طرح تمام انبیاء نے جھوٹ بولا ہے۔ خاص کر یونس نے قوم پر عذاب ہونے کی پیش گوئی کی تھی وہ بھی چالیس دن کی۔ثبوت مانگا تو خاموش۔قرآن مجید سے قوم یونس کے ایمان لے آنے کا حوالہ دکھایا تو حواس گم۔ اسلامی تعلیم تو رہی ان کے لئے بیگانی،خاص مرزا صاحب کے لٹریچر سے بھی اس قدر بے علمی کہ اپنے ایک سات آٹھ صفحہ کے غزلیہ ٹریکٹ میں لکھتے ہیں کہ:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے پنڈت لیکھ رام کے یوم عید کے قریب قتل ہونے کی پیش گوئی کی تھی اور وہ پوری ہوئی۔،

اختر صاحب کو باوجود مرزا جی کا مرید ہونے کے یہ بھی معلوم نہیں کہ مرزا جی نے لیکھ رام کے متعلق اپنا الہام اور پیش گوئی جو درج کی تھی اس میں نہ یوم عید کا ذکر ہے اور نہ لیکھ رام کے قتل کا بلکہ الہام کے یہ الفاظ ہیں:

عجل جسد له خوار له نصب و عذا ب ۔

جس کی تشریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عذاب شدید میں مبتلا ہونے کی کی ہے اور وہ عذاب بھی چھ سال کے اندر جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خارق عادت ہو۔(دیکھو سراج منیر۔ص ۱۲)

لیکھ رام جو چھری سے قتل ہوا جس کی مثالیں سینکڑوں واقع ہو رہی ہیں اسے خارق عادت عذاب کہنا کسی ذی عقل کا کام نہیں مرزا جی کے مریدوں کا ہی کام ہے

ناظرین! سراج منیر صفحہ۱۲ پر مرزا جی کی پیش گوئی کے اشتہار کو اچھی طرح پڑھیں اور اول سے آخر تک بغور دیکھیں کہ دن وقت تاریخ کا نام ونشان تک درج نہیں۔ مرزا جی اور اسکے مریدوں کو مرزا جی کے ایک اصول کے مطابق سچا پاتے ہیں:

جب انسان حیا کو چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے، کون اس کو روکتا ہے۔ (اعجاز احمدی۔ص۳)

مرزا جی کا ایک اور فرمان بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

ظاہر ہے جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں پر بھی اس کا اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ص۲۲)

ہم مرزا جی کے اس اصول کو سچ تسلیم کرتے ہوئے مرزائیوں سے سوال کرتے ہیں کہ لیکھرام والی پیش گوئی میں ہمیں دن وقت اور تاریخ دکھائیں۔ اگر نہ دکھا سکیں تو مرزا جی کو جھوٹا سمجھ کر دوسرے مسیحیت اور نبوت کے الہاموں اور دعووں پر بھی اعتبار نہ کریں۔ لگے ہاتھوں مرزا جی کا ایک اور اصول بھی سن لیجئے۔ فرماتے ہیں:

جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص۲۰۶)

اختر صاحب شیریں کلامی میں ایسا درجہ رکھتے ہیں کہ مرزائے ثانی کہلانے کی مستحق ہیں جہاں بیٹھتے ہیں وہیں مرزا جی کی ڈیفنس میں کہیں قرآن مجید پر اعتراض اور کہیں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شان میں گستاخی اور کہیں حضرت علی کی توہین اور کہیں صحابہ کرام کی ہتک، جس سے لوگ مشتعل ہو کر انہیں انسان بنانے پر مستعد ہو جاتے ہیں اگر ان کی یہی چال رہی تو یہ کہتے ہوئے سنگاپور سے نکلیں گے:

بہت بے آبرو ہو کر تیرے کوچہ سے ہم نکلے

قادیانی خلیفہ کو ہم ایک مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ اگر یہ لوگ واقعی آپ کے تنخواہ دار مبلغ ہیں تو ان کے ذریعہ ادھر قادیان اور مرزائیت کی مٹی خراب مت کرو۔ ادھر سے ان کو بلا کر مغربی سرحد کی طرف بھیج دیجئے ادھر ان کی سخت ضرورت ہے

مرزائیوں کی یہ دلیری قابل نفرین ہے کہ واقعات کو بھی اصل صورت میں پیش نہیں کرتے بلکہ بگاڑ کر بیان کرتے ہیں چنانچہ یہی اختر صاحب لکھتے ہیں

تمام علمائے نے مل کر آپ (مرزاجی) پر کفر کے فتوے لگائے اور آپ کے سلسلہ کو نیست و نابود کرنے کی کوششیں کیں مگر اس قادر خدا نے جس نے حضرت مسیح موعود کو مبعوث فرمایا بڑے زور آور حملوں سے معاندین کے نام صفحہ ہستی سے مٹا دیئے۔(اخبار مذکور۔ ص۳ کالم ۷)

اللہ اللہ! یہ منہ اور مسور کی دال ۔اختر صاحب کا یہ دعوی بلا دلیل سفید جھوٹ اور سراسر افتراء ہے ۔لیجئے مرزاجی کے اشد ترین مخالفوں کے نام سن لیجئے۔

۱۔ابوالوفاء مولانا ثناءاللہ امرتسری ۔۲۔ ڈاکٹر عبدالحکیم خاں پٹیالوی ۔۳۔ مولوی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا۔
۴۔ مولانا محمد حسین بٹالوی ۔۵۔حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی ۔۶۔مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی۔
۷۔ شمس العلماء مولوی عبداللہ صاحب ٹونکی ۔۸۔مولوی اصغر علی صاحب روحی

بتایئے ان حضرات سے بڑھ کر مرزاجی کا کون مخالف تھا۔پھر کیا یہ لوگ مرزاجی کی حیات میں ہلاک ہوئے یا ان سب کی موت کی تمنا دل میں لے کر مرزاجی خود ہی ان سب کی حیات میں اس دنیا سے کوچ کر گئے ۔ واقعی مرزاجی سب مخالفین کی حیات میں ہلاک ہوگئے ۔گویا یہ شعر مرزاجی کا ہی تھا:

حسرت و یاس و تمنا ہیں جنازے کے ساتھ
دیکھو کس دھوم سے ہم آج سفر کرتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۷ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳ ص ۴۔۵)

تم نے قادیانی مسیح کو کیوں قبول کیا؟

(بجواب خان بہادر میاں غلام رسول صدر بلدیہ جھنگ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خان بہادر موصوف کی طرف سے ایک مضمون لاہور کے اخبار پیغام صلح میں چھپا ہے جس کی سرخی ہے :

میں سلسلہ احمدیہ میں کیوں شامل ہوا؟

اس بیان میں آپ نے کئی ایک باتیں لکھی ہیں جن میں سے بعض وجدانی ہیں اور بعض واقعات ۔ وجدانی کا تو کوئی جواب نہیں وہ تو اس مصرعہ کی مصداق ہوتی ہیں: پیر من خس است اعتقاد من بس است

پنڈت لیکھ رام آریہ لکھتا ہے میں اس جگہ ہدایت تلاش کرتا پھرا کہیں دل جمعی نہ ہوئی ۔ سوامی دیانند کے درشنوں ہی سے میری تسلی ہو گئی، دل مطمئن ہو گیا

پیر جماعت علی شاہ کے مرید اپنی عقیدت مندی کا اظہار یوں کرتے ہیں:

دل کے بھیدوں سے تو واقف راز سینہ تجھ پہ وا
عرض مطلب یاں میرا محتاج گویائی نہیں

اس لئے اتنا حصہ تو ہم قابل جواب نہیں جانتے نہ اس پر توجہ دیتے ہیں ۔ البتہ خان بہادر نے جو واقعات اپنی تائید میں لکھے ہیں وہ قابل غور ہیں ۔ سب سے پہلے شرک و توحید میں دوسرے مذاہب اسلامیہ سے تعلیم مرزا کا مقابلہ کر کے احمدیت کو سب پر ترجیح دیتے ہوئے لکھا ہے کہ: احمدیت شرک سے پاک ہے ۔،

ناظرین جانتے ہیں کہ مذاہب اسلامیہ میں اہل حدیث کو خالص توحید کا دعوی ہے لہذا کوئی دوسرا اس دعوی میں مقابل ہو تو اہل حدیث مارے غیرت کے جوش میں آ کر کہنے لگتا ہے:

شرکتِ غم بھی نہیں چاہتی غیرت میری
غیر کی ہو کے رہے یا شب فرقت میری

اس لئے سب سے پہلے ہم مرزا صاحب کی تعلیم توحید کو پیش کرتے ہیں اور خان بہادر کی طرح دعوی بلا دلیل نہیں چھوڑتے بلکہ دلیل بھی ساتھ دیتے ہیں ۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب نے توحید کی بجائے اپنی جماعت کو بدترین شرک میں مبتلا کیا ہے خان بہادر غصہ میں منہ نہ پھیر لیں بلکہ صبر وسکون سے ہمارے دعوی کا ثبوت سنیں ۔ اس کے بعد ان کی راست روی جوان کو ہدایت کرے، عمل کریں ۔ آج کل کے اہل بدعت عموماً آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ شعر پڑھا کرتے ہیں

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

اس شعراوراس کے عقیدے کو خان بہادر صاحب بھی بدترین کفروشرک کہتے اور جانتے ہوں گے۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اس شعر کے مضمون کی تائید کی ہے بلکہ اسی مضمون کو فارسی میں ادا کیا ہے چنانچہ آپ کا ایک شعر (توضیح مرام۔ص١١ پر) ہے

شانِ احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد در میاں افتاد میم

ناظرین! کیا اس شعر کا ترجمہ اور مطلب وہی نہیں جو اہل بدعت کے اردو شعر کا ہے جو ہم نے نقل کیا ہے۔اے آسمان تو گرتا کیوں نہیں۔اے زمین تو شق کیوں نہیں ہوتی۔ اے پہاڑو تم پھٹتے کیوں نہیں؟ اے اللہ تیرا غضب بھڑکتا کیوں نہیں ! کہ تیری مخلوق کو تیرے ساتھ ملا کر ایک کیا جاتا ہے باوجود اس کے دعوی مسیحیت اور مجددیت۔آہ!

دوست ہی دشمن جان ہو گیا اپنا حافظ
نوش دارو نے کیا کیا اثر سم پیدا

خان بہادر صاحب معقول بات وہ ہوتی ہے جو واقعات پر مبنی ہو۔آپ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب مذکور میں ہمارا پیش کردہ حوالہ دیکھئے اگر آپ اس عقیدے کو صحیح جانیں جو مرزا صاحب قادیانی نے اس شعر میں تعلیم کیا ہے تو قرآن مجید کی اس آیت کا مطلب بتادیں: قل انّما انا بشر مثلکم (کھف)

اس کے سوا کوئی بات نہیں کہ میں تمھاری طرح کا آدمی ہوں.

یہ بھی بتائیں کہ ایسی توحید تو ہمارے ملک کے شہد خانوں، بھنگڑ خانوں میں مرزا صاحب کی تشریف آوری سے پہلے بھی مروج تھی۔ پھر مرزا صاحب قادیانی نے کیا جدت کی؟ بھنگڑ بھنگ پی کر گایا کرتے ہیں:

احمد احمد وچ فرق نہ کوئی ذرا اک بھید مروڑی دا اک رانجھہ میں دل لوڑی دا

اور اگر موصوف اس مرزائی عقیدے کو غلط جانتے ہیں تو کھلے الفاظ میں اعلان کریں کہ اس شعر کا مضمون بدترین کفر اور شرک ہے ہم اس شعر سے بلکہ اس کے قائل سے بیزار ہیں۔

خان صاحب!

قد كا نت لكم اسوة حسنة في ابرا هيم و الذين معه اذ قا لوا لقو مهم انّا برآؤ منكم و مما تعبدو ن من دو ن الله(الممتحنة :٤)

ختم نبوت

خان بہادر نے توحید کے بعد مسئلہ ختم نبوت کا ذکر کیا ہے۔آپ کے خیال میں لاہوری جماعت کی احمدیت میں یہ فضیلت ہے کہ ان لوگوں میں نہ کسی جدید نبی کی بعثت مانی جاتی ہے نہ کسی سابق نبی کا نزول ثانی۔کیونکہ یہ دونوں صورتیں ختم نبوت کی مخالف ہیں۔،

ہم آپ کو زیادہ سمع خراشی کی تکلیف نہیں دیتے صرف اتنا کہتے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی آپ کے نزدیک مجدد ہیں اور یہ درجہ مجددیت ان کو زمانہ تصنیف براہین احمدیہ سے پہلے ہی حاصل ہو چکا تھا۔براہین احمدیہ انہوں نے (بقول خود) مجددی کا منصب پا کر بحیثیت مجدد لکھی ہے۔حالانکہ براہین احمدیہ ہی میں مسیح موعود کی دوبارہ تشریف آوری مذکور ہے۔پھر اگر کسی پرانے نبی کا آنا بھی ختم نبوت کے منافی ہوتا تو مرزا صاحب بحیثیت مجدد اس کو تسلیم نہ کرتے۔یہ میں جانتا ہوں کہ مرزا صاحب نے ۱۹۰۲ء میں اعجاز احمدی لکھی جس میں اس عقیدے کو اپنی سادگی پر محمول کیا (خیر ان کی مرضی) میں اس وقت مسئلہ کی صحت پر بحث نہیں کرتا نہ کرونگا بلکہ صرف یہ بتانا چاہتا ہوں کہ مسیح موعود کے دوبارہ آنے کے متعلق ہمارا عقیدہ ختم نبوت کے منافی نہیں ورنہ مرزا صاحب بحیثیت مجدد اس عقیدہ کی صحت کے قائل نہ ہوتے۔علم منطق کا قانون ہے کہ جو دو مفہوم کسی مادہ میں جمع ہو جائیں ان میں نسبت تبائن نہیں ہوتی۔

لیکھرام کا قتل:

خان بہادر موصوف نے اپنے احمدی ہونے کی وجوہات میں پنڈت لیکھرام کا واقعہ بھی لکھا ہے۔ہم افسوس کرتے ہیں کہ موصوف نے باوجود ادعائے تحقیق کے احمدیت کے متعلق کچھ بھی تحقیق نہیں کی بلکہ ایک طرفہ بیانات پر فریفتہ ہو گئے جس کا ثبوت خود ان کی مندرجہ ذیل عبارت ہے۔لکھتے ہیں:

لیکھرام نے نہایت دیدہ دلیری سے مباہلہ اور مبارزہ کے رنگ میں حضرت مرزا صاحب کے خلاف

عذاب کی پیش گوئی شائع کی۔ (پیغام صلح لاہور ۳ نومبر ۱۹۳۵ء ص ۳ کالم ۳)

ہم لیکھ رام کی اس عبارت کا خان بہادر سے ثبوت طلب کرتے ہیں کہ وہ اپنا دعوی ثابت کرنے کو پنڈت مذکور کی مرقومہ عبارت دکھائیں کہ کہاں لکھی ہے؟ ہم دعوی سے کہہ سکتے ہیں کہ نہیں دکھائیں گے نہ دکھاسکیں گے۔انہوں نے مرزا صاحب کے یک طرفہ بیان مندرجہ حقیقۃ الوحی سے دھوکہ کھایا اوراعتقاد کے رنگ میں اس کو صحیح سمجھ کر انہی کی طرح ملک میں پیش کردیا باوجود اپنے یقین کے ہم خان صاحب کا ثبوت دعوی سننے کے منتظر ہیں۔

اس کے علاوہ پنڈت لیکھ رام کے قتل کو مرزا صاحب کی پیش گوئی کے ماتحت سمجھ کر خان صاحب جرأت سے لکھتے ہیں کہ:

وقوعہ جرم (قتل لیکھ رام) دن کے وقت اور گھر کے آدمیوں کے روبرو ہوا اوراسی وقت بے حد شور ہوا بلکہ قاتل کا تعاقب ہوا مکان کے نیچے بارات کے اتفاق سے لوگ بڑی کثرت سے جمع تھے اور مکان کی چھت دوسرے مکانات سے ملحق تھا بایں ہمہ قاتل کا آج تک بھی پتہ نہ چلا (حوالہ مذکور)

یہ سب شاعرانہ تخیل ہے واقعہ نہیں۔خان صاحب بہادر کا فرض ہے کہ اس زمانے (۱۸۹۶ء) کی تحریرات سے اس کا ثبوت دیں۔ایسی باتیں وہی سنے گا جو ڈپٹی آتھم کی بابت مرزا صاحب کا قول صحیح جانے گا کہ اس کو موت کے فرشتے نظر آنے لگے وہ موت کو سامنے دیکھتا اور موت بشکل سانپ اس کو دکھائی دی اسلئے وہ دل میں ڈر گیا لہذا اس کو مہلت ملی۔

مختصر یہ ہے کہ خان بہادر صاحب نے کوئی بہادری کا کام نہیں کیا بلکہ وہی کام کیا جو بہت عرصہ سے ہم سنتے آئے ہیں کہ خان بہادر بالکل طوطی صفت ہیں جس کی بابت کسی عارف نے کہا ہے:

آنچہ استاد ازل گفتہ ہماں مے گوئم

مشورہ: مرزا صاحب قادیانی کے علمی کمالات دیکھنے ہوں تو ہمارا رسالہ علم کلام مرزا، اورروحانی صداقت دیکھنی ہو تو الہامات مرزا، ملاحظہ کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

اخبار الفضل سے ایک سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی اخبار الفضل نے لکھا ہے کہ:

مولوی ثناءاللہ امرتسری کے لٹریچر میں جا بجا لکھا ہے: (مرزا قادیانی) دجال اکبر، خناس، حضرت اکدس مرزا جی، فن اہلہ فریبی میں چست و چالاک ہیں۔ قادیانی کاہن، قادیانی کاہن کی روسیاہی، حضرت (گدھا علیہ السلام) مرزا کے الہامات ایک گوزشتر کی طرح ہوا میں پھیل کر بدبو پھیلا چکے ہیں، کافر، بے ایمان، دوزخی، ملحدم دشمنِ ایمان ودین، غمار فی النار، اکذب ا؛ ناس، فرعون ثانی، مسیلمہ ثانی۔ (الفضل قادیان ۵ نومبر ۱۹۲۵ء ص ۷)

ان سب الفاظ کی بابت سوال کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ یہ معمولی الفاظ ہیں۔ ہاں صرف ایک لفظ غیر معمولی اور بہت ظرافت آمیز ہے۔ گو اصولاً اس کا اشارہ قرآن مجید میں ملتا ہے تاہم اس کی تلاش ہے کہ ہم نے مرزا صاحب کو گدھا علیہ السلام کب اور کہاں کہا ہے۔ حوالہ کی ضرورت ہے۔ ایسا نہ ہو کہ ہم بے ثبوت بات کو گدھا پن کہنے پر مجبور ہوں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۴ ص ۵)

قادیان میں مباہلہ کیوں نہ ہوا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر تیار ہو چکا تھا کہ ناگاہ خبر آئی کہ احرار کا داخلہ قادیان میں حکومت نے بند کر دیا۔ سن کر افسوس ہوا اس میں کس فریق کا قصور ہے؟ ہم اپنی رائے محفوظ رکھتے ہیں۔ سردست وہ اشتہار ناظرین اہل حدیث تک پہنچاتے ہیں جو ہم نے بتاریخ مباہلہ شائع کیا تھا۔ اس کے بعد جیسے واقعات ہوں گے پہنچائے جائیں گے۔

قادیان میں مباہلہ کیوں نہ ہوا

(فریقین اپنی کسی نزاع کا فیصلہ بذریعہ دعا خدا سے چاہیں تو اسلامی اصطلاح میں اسکا نام مباہلہ ہے)

بہت دنوں سے شور وغل تھا کہ احرار اور اہل قادیان کے درمیان قادیان میں مباہلہ ہو گا۔ یہاں تک کہ اس کی تاریخ بھی ۲۳ نومبر (۱۹۳۵ء) شائع ہوگئی تھی۔ مگر حکومت نے اس اجتماع کو موجب فساد خیال کر کے دونوں فریقوں کو قادیان میں جمع ہونے سے روک دیا۔ بظاہر یہ بندش بدامنی کے خطرے سے ہوئی۔ لیکن حقیقت میں خدا کے نزدیک اس کی وجہ اور ہے۔ اس کو معلوم کرنے کیلئے چند سال پہلے کے واقعات سامنے رکھنے ضروری ہیں جو یوں ہیں اصل نزاع جس کے باعث مسلمانوں میں سخت اختلاف ہو رہا ہے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ میں صدق و کذب ہے۔ سو اس کا فیصلہ قدرتی و انسانی دونوں طریق سے ہو چکا ہے۔ لہذا اب بغرض فیصلہ کسی دوسرے مباہلہ کی ضرورت نہیں تھی۔ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کا مباہلہ کی دعوت دینا دراصل اس فیصلہ خداوندی کو کالعدم کرنا تھا۔ اس لئے قدرت نے اندر اندر ایسے اسباب پیدا کر دیئے جن سے مباہلہ ہونے نہ پائے تا کہ (۱۹۰۸ء میں ہونے والے) فیصلہ الٰہی کی ہتک نہ ہو۔ جس کی تفصیل یہ ہے۔

جب مرزا صاحب قادیانی نے مسیح اور مہدی ہونے کا دعوی کیا تو علماء اسلام ان کی تردید پر متوجہ ہوئے۔ راقم نے اپنی تصنیفات خاص کر اخبار اہل حدیث کے ذریعہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا پے در پے سخت تعاقب کیا تو مرزا صاحب نے میرے حق میں موت کی دعا کی۔ یہ تو بالکل صاف بات ہے کہ مرزا صاحب متوفی ہر حیثیت میں میاں محمود احمد سے اعلی و ارفع تھے۔ یعنی۔ ا۔ وہ باپ تھے۔ یہ بیٹا ہے۔

۲۔ بقول خود وہ مسیح موعود نبی تھے۔ یہ ان کے ماتحت امتی ہیں۔

۳۔ وہ مامور اور ملہم تھے۔ یہ کچھ بھی نہیں۔

۴۔ ان سے خدا کا وعدہ تھا کہ میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا (اجیب کل دعائك .. (تریاق القلوب۔ ص ۳۸) میاں محمود احمد سے ایسا وعدہ نہیں ۔۵۔ وہ اصل تھے یہ نائب ۔ وغیر ذالك ۔

پس جس امر میں انہوں نے دعا کر کے اللہ سے فیصلہ چاہا اورخدا نے اس دعا کے قبول کر لینے کا بذریعہ الہام موصوف سے وعدہ بھی کیا ہو اور میاں محمود احمد بھی اس وعدے کے معترف ہوں اوراس دعا کا اثر بھی نمایاں ہو چکا ہو پھر بھی کسی مرزائی مبحث پر بذریعہ مباہلہ خدا سے فیصلہ چاہا جائے تو سابقہ خدائی فیصلے کی سخت ہتک ہے۔اس لئے خدائی غیرت نے اپنے سابقہ فیصلے کو ہتک سے بچانے کے لئے کسی دوسرے مباہلہ کو وقوع میں آنے سے روک دیا۔

سنئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعا کی تھی کہ مولوی ثناءاللہ میری زندگی میں مرے ۔ اس دعا کے قبول ہونے کا الہام آپ کو ہوا تھا۔چنانچہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو اس امر کا اعتراف ہے۔آپ لکھتے ہیں ۔

جب حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے ثناءاللہ کی نسبت دعا کی اورخدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دیدی تو یہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی۔

(رسالہ تشحیذ الاذہان زیرادارت محمود احمد جون جولائی ۱۹۰۸ء۔ ص ۷۹)

یعنی باپ بیٹے یا رسول اور خلیفہ کے بیانات سے کیسا صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو میری زندگی میں مر جانا تمام مرزائی مباحثات کا خاتمہ ہے۔اب مباہلہ کی حاجت کیا ہے؟

ہمارے بیان پر مزید یقین حاصل کرنے کو ناظرین مرزا صاحب کا اصل اشتہار ملاحظہ کریں جو حرف بحرف درج ذیل ہے ۔اشتہار مذکور کی عبارت میں کسی قسم کا شک ہو تو مرزا صاحب کے اشتہارات کا مجموعہ موسومہ تبلیغ رسالت جلد دہم صفحہ ۱۱۸ پر یہ اشتہار ملاحظہ کریں (اشتہار اوپر نقل ہو چکا ہے بہاء

بنی نوع بھائیو!

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

راقم آثم: ابوالوفا ثناءاللہ کفاہ اللہ امرتسری مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۳۵ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۵ ص ۶۔۷)

احرار اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

احرار اب کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ قادیانی گروہ کے ساتھ مسائل کا تصفیہ علماء کی طرف سے ہو چکا ہمارا ان کے ساتھ مقابلہ سیاسی رنگ میں ہے۔ چنانچہ مولوی محمد داؤد غزنوی سکرٹری مجلس احرار نے جلسہ اہل حدیث کانفرنس میں صاف کہہ دیا تھا کہ مرزائیوں کے ساتھ ہمارا مقابلہ مذہبی نہیں، بلکہ سیاسی ہے کیونکہ مرزا محمود سیاسی شطرنج پر بیٹھ کر سیاسی مہروں کو جس طرح چاہتا ہے حرکت دیتا ہے حکومت کے وزراء اور عہدہ دار بھی اس حرکت پر چلتے ہیں حکومت اسلام کے نام پر مرزائیوں کو بڑے بڑے عہدے دیتی ہے اسلئے ہم اس فریب کے جال کو توڑ دینا چاہتے ہیں۔ واقعی بات یہی ہے اور مرزائیوں کی ترقی کی وجہ بھی یہی ہے کہ ابتداء میں بانی مذہب نے حکومت کے ساتھ تعاون کر کے اس کے ساتھ اپنے اتحاد کا یقین دلایا ادھر مسلمانوں کو غلطی میں رکھنے کے لئے انگریزوں کو یاجوج ماجوج لکھ مارا غرض مرزا صاحب کلاں نے ساری عمر اس شعر پر عمل کیا

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

موجودہ خلیفہ قادیان اپنے مشیروں کے اس فن میں اپنے باپ سے زیادہ چست واقع ہوئے ہیں اسلئے احرار کا دعوی صحیح ہے کہ ہم قادیانی سیاست پر گولہ اندازی کرتے ہیں پس احرار اور قادیان کا اختلاف بالکل ایسا ہی

ہے جیسا کہ مسلم لیگ اور ہندو مہا سبھا کا ہے اس لئے حسب اصول، تقسیم کار، احرار کو دوسری تبلیغی انجمنوں سے اپنا کام ممتاز کر لینا چاہیے یعنی منقولی مباحثے اور مباہلے دوسری انجمنوں اور اشخاص کے سپرد کر دیں۔ احرار ان باتوں میں دخل نہ دیں، جیسے مسلم لیگ کے ممبر ہندوؤں سے تناسخ وغیرہ مضامین پر بحث نہیں کرتے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ احرار اہل قادیان کے دھوکے میں آجاتے ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو مباہلے کی دعوت قبول نہ کرتے۔ خیر گذشتہ راصلوۃ آئندہ رااحتیاط۔

(اہلحدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۵ ص ۱۳)

قادیان کی مسجد احرار میں نماز جمعہ نہیں پڑھی گئی

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: شہر امرتسر میں عام طور پر شہرت ہے کہ قادیان کے مسلمانوں کو نماز جمعہ (۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء) ادا کرنے سے حکومت نے روک دیا ہے۔،

ہم نے اشتہار مندرجہ پرچہ ہذا بصفحہ ٦ قادیان میں تقسیم کرنے کو دو آدمی بھیجے تھے۔ انہوں نے اسی روز واپس آکر بتاتا کہ اسلامی مسجد میں نماز جمعہ پڑھنے کو اس قدر لوگ آئے ہوئے تھے کہ ان کی تعداد مرزائیوں کی نسبت بہت زیادہ تھی۔ پولیس کا انتظام کافی تھا۔ کسی نے نماز جمعہ پڑھنے سے منع نہیں کیا۔ صرف مولوی عنایت اللہ صاحب امام مسجد نے چند کلمات شکایت متعلقہ حکومت کہہ کر اعلان کر دیا کہ چونکہ ہمارے بزرگ خصوصاً امیر شریعت کو قادیان میں آنے سے روکا گیا ہے اس لئے ہم بطور احتجاج نماز جمعہ نہیں پڑھتے۔ تم لوگ (حاضرین) اکیلے اکیلے نماز ظہر پڑھ لو۔ چنانچہ سب نے اپنی اپنی نماز ظہر پڑھ لی۔

مذہبی تعلیم کے لحاظ سے یہ واقعہ ہم نے تعجب سے سنا۔ ہمیں شبہ ہوا کہ ہمارے مخبروں کو شاید حقیقت حال کا علم نہ ہوا ہو۔ ہم اشش وپنج میں تھے کہ احرار کا اخبار مجاہد مورخہ ۲۴ نومبر دیکھنے میں آیا تو اس میں بھی مندرجہ ذیل اقتباس ملا: حسب دستور مسلمان اپنی مسجد میں جمع ہوئے مگر آج پیش آمدہ حالات کی بنا پر بالاتفاق یہ قرار پایا کہ حکومت کی متشددانہ پالیسی نے چونکہ نماز جمعہ کے لئے امن کی شرط کو مفقود کر دیا، اس لئے فریضہ جمعہ ادا نہیں کیا جاسکتا چنانچہ ہر مسلمان نے علیحدہ علیحدہ نماز ظہر ادا کی۔

یہ فقرات پڑھ کر ہمیں اصل حقیقت منکشف ہوگئی کہ نماز جمعہ کا ترک حکومت کے منع سے نہیں ہوا بلکہ حکومت نے جو چندا کا بر احرار کو قادیان میں جانے سے روک دیا اس خفگی میں نماز جمعہ کو ترک کیا گیا۔اس لئے ہم اپنے قصور علم کا اعتراف کرتے ہوئے اس فعل (ترک جمعہ) سے برأت کا اعلان کرتے ہیں کہ یہ فعل شرعی ہدایت کے ماتحت نہیں ہوا۔ چونکہ احرار سیاسی جماعت ہے،ان کے خیال میں سیاست کی رو سے شاید جائز ہو۔ اللھم غفرا نا (اہلحدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲ رمضان ۱۳۵۴ھ ص ۱۳،۱۴)

قادیان میں دھوم دھام کی برات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین قادیانی مسیح کے خلیفہ اعظم مولوی فضل خان چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی سے واقف ہوں گے۔آپ بالکل فنافی المرزا کے درجے میں ہیں۔آپ کو باتباع مرزا الہام بھی ہوتے ہیں۔خدا آپ کو مخاطب کرتا ہے۔ غرض بہت کچھ (بقول خود) آپ کو خدا سے تعلق ہے۔آپ اپنے مشن کی اشاعت کے لئے ٹریکٹ بھی شائع کیا کرتے ہیں جن میں بڑے اعلیٰ درجے کے انکشافات ہوتے ہیں۔حال ہی میں آپ نے ایک عجیب انکشاف کیا ہے جس کی ہمیں مطلق خبر نہ تھی۔ہمیں کیا ہوتی خاندان نبوت قادیان کو بھی خبر نہ ہوگی۔ ناظرین اس انکشاف پر بہت مسرو ہوں گے، بلکہ ہمارا خیال ہے کہ قادیان میں جو اہل ایمان کی آج کل سخت مخالفت ہورہی ہے،اس انکشاف کے شیوع سے سب دور ہوجائیں گی۔ہم ناظرین کو اس مسرت کے انتظار میں زیادہ دیر رکھنا نہیں چاہتے۔پس جلدی سنیں:

زمانہ رسالت میں ایک صاحب، زید بن حارثہ صحابی تھے جن کو آنحضرت ﷺ نے پرورش اور تربیت فرمایا تھا۔پھر زینبؓ سے ان کا نکاح کردیا تھا۔آخر کار میاں بیوی میں سوءمزاجی واقع ہونے پر طلاق تک نوبت پہنچ گئی۔ بعد طلاق رسالت مآب ﷺ نے زینب کو شرف زوجیت بخشا۔اس واقعہ کی نسبت مولوی فضل خان موصوف احمدی لکھتے ہیں:۱۔زید بن حارثہ،مرزا صاحب قادیانی ہیں

۲۔زینب مطلقہ مرزا صاحب کی بیوی (نصرت جہان بیگم) والدہ میاں محمود خلیفہ ثانی ہیں

اس تطبیق میں کیسی جانفشانی کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنی بیوی کو طلاق دے کر (غالباً بذریعہ موت طلاق دی ہوگی۔ثناء اللہ) آنحضرت ﷺ کا پیغام نکاح دیا۔اس کے بعد نکاح موصوف کے اصل الفاظ یہ ہیں:

نکاح ہوا تیرا۔دولہا دولہن کو السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

(۹) رع حتی یصل محمد۔ترجمہ۔محمد ﷺ کے پہنچنے تک اپنی بیوی زینب سے بحقوق زوجیت ملاقات کر۔یہ ایک شرعی مسئلہ ہے اور ایک عظیم الشان پیش گوئی متعلقہ قرآن کریم ہے جس کا تنازعہ عرصہ نصف صدی سے چلا آتا ہے۔اس میں ہر مسلم مسلمہ کا ادائے شہادت حقہ واجب ہے۔اس میں سب سے پہلی شہادت حضرت زینب ثانی کے ذمہ واجب الادا ہے۔یعنی مسیح موعود (مرزا) کی موجودہ بیوی سلمہا اللہ تعالیٰ جو کہ خدا کے نزدیک زینب ثانی ہے۔ ان کے ذمہ اس شہادت کا ادا کرنا بذریعہ الفضل قادیان اس طرح واجب ہے کہ آیا انہوں نے ماہ فروری ۱۹۳۱ء سے لے کر ماہ فروری ۱۹۳۴ء تک مہدی مسعود و مسیح موعود قادیانی کو کشف میں بحقوق زوجیت بمثال زمانہ اول دیکھا ہے یا نہیں۔ان کی شہادت صرف ہاں یا نہ کافی ہے۔جب وہ شہادت ادا کردیں تو ساری دنیا سمجھ لے کہ مسیح قادیانی کی یہی آسمانی منکوحہ ہے جس کا ذکر قرآن کریم میں بکثرت موجود ہے۔اب زید بن حارثہ ثانی مسیح قادیانی موسیٰ ثانی، زینب (زوجہ خود) کو طلاق دے چکے ہیں اور نبی کریم ﷺ کی طرف سے زینب اور اپنی قوم جماعت احمدیہ کے پاس نکاح کا پیغام لا کر ارشاد فرماتے ہیں ان کو کہو بہن کو جلدی لے آئیں (نوٹ)۔اس جگہ مسیح نے زینب کو بہن اس لئے فرمایا کہ طلاق کے بعد وہ مسیح کے لئے بمنزلہ بہن کے ہوگئی۔ پہلا نظام تبدیل ہونے کی یہ پہلی مثال ہے (تمہید تفسیر القرآن۔ص ۶۔۷)

ناظرین کرام! مولوی فضل خان پکے احمدی متبع مرزا اپنے اس بیان میں اگر سچے ملہم ہیں تو عنقریب محمدی برات قادیان آنے والی ہے۔کون مسلمان ہے جو اس برات میں یا اس کے ولیمے میں شریک نہ ہو۔اس لئے ہم سب اس ولیمہ میں شریک ہونا اپنی سعادت جانتے ہیں۔

خدا کرے کہ مذکورہ برات اور ولیمہ کی تقریب تک ارکان احرار خصوصاً مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کو بھی قادیان جانے کی اجازت مل جائے کہیں اس نعمت لازوال سے محروم نہ رہ جائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۹ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۶ ص ۴)

مباہلہ نہ ہوا، برا نہ ہوا

دردشرمندہ دوانہ ہوا۔ میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مباہلہ احرار قادیان کے متعلق ہم نے اپنی رائے محفوظ رکھی تھی۔ آج ہم اسے ظاہر کرتے ہیں ۔ ہم دیکھتے تھے کہ جو شرطیں قادیان نے پیش کی تھیں وہ تو معمولی تھیں ان کے علاوہ بعض اور شرطیں ضروری تھیں جو احرار کی طرف سے ہونی چاہیے تھیں۔

چونکہ ہم سے کسی فریق نے مشورہ طلب نہ کیا تھا اسلئے بحکم حدیث(نعم الرجل الفقيه ان احتج اليه نفع وان استغنى عنه ا غنى نفسه) خاموش رہے۔

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ساری عمر میں صرف ایک مباہلہ کیا تھا جو ماہ جون ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کے ساتھ ہوا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی مولوی صاحب غزنوی سے بہت پہلے وفات پا گئے تھے، مگر چالاکی اور ہوشیاری یہ کہ مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کی زندگی ہی میں لکھتے رہے کہ جتنے لوگوں نے مجھ سے مباہلہ کیا سب مر گئے۔

خیر بڑے میاں کی بڑی باتیں تھیں۔ آج چھوٹے میاں صاحب کی سنیئے! مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کی بابت خلیفہ صاحب قادیان پر سوال ہوا جو مع جواب درج ذیل ہے: سوال: حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے مولوی عبدالحق کے ساتھ مباہلہ کیا یا نہیں۔ اگر کیا تو کیا موت کی صورت تھی یا صرف ذلت کی؟ جواب: ان کو خدا تعالی نے ذلت کا عذاب دیا تھا اور جسمانی عذاب بھی۔ (الفضل قادیان۔ ۳۰ نومبر ۱۹۳۵ء ص ۴)

مباہلہ غزنوی اور مباحثہ آتھم ایک ہی وقت میں ہوا تھا۔ چونکہ مباحثہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵ ماہ تک ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت کی پیش گوئی کی تھی اس لئے بعد انقضائے مدت جب وہ نہ مرا، تو اس کے نتیجے میں مرزا صاحب کی جو عزت ہوئی تھی وہ اس زمانہ کے زندہ لوگوں کو یاد ہوگی جس کا مختصر نقشہ مولوی سعد

اللہ لدھیانوی مرحوم کے اشعار ذیل میں ہے۔۵ستمبر۱۸۹۴ء کو پیش گوئی کے ایام پورے ہوئے تھے اس لئے چھٹی ستمبر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر سخت دوبھر تھی۔ چنانچہ مولوی سعداللہ مرحوم لدھیانوی نے اس کا ذکر یوں کیا ہے

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی

اس واقعہ کا نقشہ ہم نہیں دکھا سکتے جو امرتسر اور دیگر بلاد پنجاب میں مسیح قادیانی کے حق میں ہو رہا تھا۔

اس پر مولوی عبدالحق غزنوی مباہل نے ایک اشتہار دیا تھا جس کی پیشانی پر ایک شعر ایسا لکھا تھا جو درحقیقت آج بھی کام آسکتا ہے وہ یہ ہے

مدد ہے مباہل کو یہ آسانی۔ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

اس ذلت ورسوائی کے بعد خود بدولت کا انتقال بھی غزنوی مباہل سے سات سال پہلے ہو گیا تھا باوجود اسکے خلیفہ صاحب قادیانی لکھتے ہیں: کہ غزنوی کو ذلت اور عذاب پہنچا تھا۔

اللہ رے دلیری۔ اگر احرار سے بھی مباہلہ ہو جاتا اور خلیفہ قادیان کسی بڑی مصیبت میں مبتلا بھی ہو جاتے تو قادیانی پریس یہی کہتا کہ احرار کو بڑی ذلت ہوئی ان کا فلاں لیڈر قید ہو گیا (جو آج کل معمولی بات ہے) یہی ہمارے مباہلے کا اثر ہے، اسلئے ہماری رائے یہ ہے کہ مباہلہ نہ ہوا برا نہ ہوا

درد شرمندہ دوا نہ ہوا ۔میں نہ اچھا ہوا برا نہ ہوا

مباہلہ ضرور ہو:

مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ یہاں تک ہم پہنچے تھے کہ ڈاک سے ایک خط ملا جو کسی دردرسیدہ نے درددل سے لکھا ہے جو بعینہ درج ذیل ہے:

قادیانیوں کے بے شمار پوسٹر اور اشتہارات یو پی کے مختلف مقامات میں شائع ہو رہے ہیں اور وہ احرار کے لیڈروں کے گریز، سرخیاں جما کر لوگوں میں مشہور کر رہے ہیں کہ ہمارے مدمقابل کوئی نہیں ٹھہر سکتا۔

آپ مہربانی فرما کر بذریعہ اہل حدیث اخبار احرار کو توجہ دلائیں کہ جس طرح مظہر علی اظہر نے کمال جرأت سے قادیانیوں سے کل شرائط کی منظوری کا اعلان کر کے کامل حجت ملزمہ قائم کر دی تھی اب آخری حدان کی یہ ہے کہ شرائط شائع کر کے دستخطی کاپی بھیج کر اخبارات میں شائع کر دیں تا کہ گریز کا کوئی باقی نہ رہے۔ وگرنہ۔

آپ ہماری طرف سے اعلان کر سکتے ہیں کہ ہم کل شرائط تسلیم کر سکتے۔ الفاظ مباہلہ حرف بحرف پکار دیں گے۔ ہم کو یقین ہے کہ ہم حق پر ہیں۔ پس کوئی وجہ نہیں کہ ہم ان کی گیدڑ بھبکیوں سے حراساں ہوں۔

لیکن یہ ضرور ہے کہ پہلے احرار پارٹی کے اخبار مجاہد کو توجہ دلائی جائے میرے کل مقتدی تیار بیٹھے ہیں بشرطیکہ جماعت احرار کی طرف سے کوئی اعلان اس عرصہ میں نہ ہوا تو ہم ضرور اس مباہلہ کو کر کے چھوڑیں گے۔ (کمال الدین امام اونچی مسجد قیصر باغ لکھنو)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری ؒ فرماتے ہیں؛

ہماری ذاتی رائے تو وہی ہے جو ہم ابھی لکھ آئے ہیں لیکن آپ اور آپ جیسے دردمندوں کے نقطہ نگاہ سے ہم آپ کی طرف سے ایک احسن تجویز لکھتے ہیں۔

احرار کی طرف سے خلیفہ قادیان کے نمائندوں کو بلا کر انکی ساری شرطیں ایک ایک کر کے لکھی جائیں اور دو پرت ان کے سامنے رکھے جائیں جن میں مقام مباہلہ امرتسر (مکان عیدگاہ مشرقی) مقرر ہو (جہاں ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب کلاں کا مباہلہ ہوا تھا) ایک پرت پر ان کے دستخط کرا کر رکھ لیں۔ دوسری پرت پر کر کے ان کو دے دیں۔

تصفیہ شروط سے ۱۵ روز بعد کی تاریخ مقرر کی جائے۔

مباہلہ کے الفاظ مع حمد صلوۃ سب قلم بند کئے جائیں۔

اس کے بعد دونوں فریقوں کا دستخطی اعلان شائع ہو جائے۔

یہ ایک ایسی تجویز ہے کہ دونوں فریق اگر مباہلہ کرنا چاہیں تو انکار نہیں کر سکتے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۶ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۷ ص ۵-۶)

مولوی محمد علی لاہوری سے ایک سوال

کیا فرماتے ہیں علمائے جماعت پیغامیہ (خصوصاً) مولوی محمد علی صاحب اندریں مسئلہ کہ جو شخص یہ کہتا ہے کہ میں دعوی سے کہتا ہوں میں نبی ہوں، خدا کی اصطلاح میں تمام نبیوں کی اتفاق سے حقیقت کے اعتبار، خدا کے حکم کے مطابق نبی ہوں، مسیح ابن مریم سے تمام شان میں بڑھ کر ہوں، یوسف نبی سے افضل ہوں، میرا منکر کافر ہے، وہ مسلمان نہیں جب تک وہ مجھے نہ مانے، میرے ماننے والے غیروں کے پیچھے نماز مت پڑھیں، مکہ شریف میں بھی علیحدہ اپنا نماز کا انتظام کریں، اور غیروں کا جنازہ نہ پڑھیں اور نہ پڑھائیں، روضہ آدم میرے آنے سے مکمل ہوا ہے، میری آمد پر انبیاء نے ناز کیا ہے، اور وہ زندہ ہوئے ہیں، میں عرفان میں کسی نبی سے کم نہیں، میری صداقت پر اتنے دلائل ہیں کہ ان سے ہزار نبی کی نبوت ثابت ہو سکتی ہے۔ میں نیا نبی نہیں ہوں، مجھ سے پہلے سینکڑوں نبی آچکے ہیں، اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبی آسکتے ہیں مگر غیر تشریعی، میں نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا ہوں اس سے انکار کروں تو میرا گناہ ہوگا، میری وحی قرآن مجید اور تورات زبور کی طرح یقینی ہے، میرا ایمان انبیاء کے ایمان سے ذرہ کم نہیں ہے، جو مجھے نہیں مانتا وہ ایمان سے خالی ہے اس کا سورت فاتحہ پر ایمان نہیں، میرے اندر تمام انبیاء کے اوصاف جمع ہیں، خدا نے مجھ کو صدہا بار نبی کے لفظ سے پکارا ہے، وغیرہ

کیا ایسا شخص مدعی نبوت قرار دیا جا سکتا ہے یا نہیں۔ بصورت اول اپنے دعوی میں کاذب ہوگا یا صادق۔ جو خیال ہو شریعت اسلامیہ کی روشنی میں مدلل لکھ کر ظاہر کیا جاوے۔ یہ ایک عام استفسار ہے جناب مرزا صاحب کو درمیان میں لانے کی ضرورت نہیں۔ خاکسار مفتی محبوب سبحانی متوطن راجڑ نزیل لاہور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۶ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۷ ص ۶)

احرار کا امیر شریعت گرفتار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت احرار کو اس وقت ہر طرف سے مقابلہ درپیش ہے سب سے بڑا مقابلہ قادیان کے ساتھ ہے۔اس حال میں ان کے امیر کا گرفتار ہوجانا بظاہر بہت ہی دل شکن ہے جس کی تفصیل یہ ہے:

مولوی عطاء اللہ شاہ (امیر شریعت جماعت احرار) کو بتاریخ ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء جب قادیان میں جانے بلکہ آئندہ سارے ضلع گورداسپور میں داخل ہونے سے حکومت نے منع کردیا تھا تو انہوں نے اپنی تقریر میں اعلان کیا تھا کہ ہم ۶ دسمبر کا جمعہ قادیان میں پڑھیں گے چنانچہ اس اعلان کے مطابق ۶ دسمبر کی صبح کو ٹرین میں بٹالہ پھر بٹالہ سے قادیان پہنچنے کے ارادہ سے نکل پڑے چونکہ یہ حکم امتناعی منسوخ نہ ہوا تھا اسلئے بٹالہ سے ورلے اسٹیشن یعنی جنتی پورہ پر آپ کو گرفتار کرلیا گیا۔آپ کی گرفتاری پر پبلک کے ہجوم سے شاید حکومت کو کسی قسم کا خطرہ ہوگا اس لئے انتظام بڑا سخت تھا ضلع کے بڑے بڑے افسر اسٹیشن بٹالہ پر موجود تھے یہاں تک کہ ڈپٹی کمشنر ،سپرنٹنڈنٹ پولیس وغیرہ بھی موجود تھے۔

ہمارا خیال ہے کہ یہ کام خلاف حکم دانستہ کیا گیا ہے کیوں کیا گیا، غالباً سوچ سمجھ کر قانون دانوں کے مشورہ سے کیا گیا ہوگا۔امید ہے اس کا نتیجہ بھی جلد ہی نکل آئے گا۔ہماری دعا ہے کہ خدا شاہ صاحب کو محفوظ رکھے۔

فیصلہ: یہ سطور لکھ چکے تھے کہ خبر آئی کہ شاہ صاحب کو چار ماہ قید کی سزا ہوگئی۔دو سال کا خطرہ تھا۔ تخفیف سزا پر الحمد للہ۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۱۶ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۷ ص ۱۵)

قادیان ہمارا حرم ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا قادیان سے ایک نظم شائع ہوئی تھی جس کا ایک شعر یہ تھا:

مظہر حق دیدہ ام گویا فرود آمد خدا۔ در شمار مکہ چوں نآید شمارِ قادیان

آج اس شعر کی مزید تشریح آئی ہے

اکابر احرار کو حکومت نے قادیان میں داخل ہونے سے منع کر دیا جو ایک معمولی بات ہے۔ اس کے متعلق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے جمعہ کے روز ایک خطبہ پڑھا جو مذکورہ بالا شعر کی گویا تشریح ہے۔

خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب نے قادیان کو مکہ مدینہ کے بعد اپنا مقدس مقام قرار دے کر کہا ہے کہ کوئی غیر مسلم (غیر مرزائی) یہاں نہیں آنا چاہیے۔ چنانچہ ان کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

جب کہ مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کے بعد ان سے اتر کر قادیان ہمارا مقدس مقام ہے اور جب کہ رسول کریم ﷺ کے بروز اور آپ کے نائب اور آپ کے خلیفہ اور آپ کے وجود کو اپنے اندر ظاہر کرنے والے مظہر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے سلسلہ کی ترقی اور اس کی عظمت کے لئے قادیان کو مرکز مقرر کیا تو یقیناً ہمارا حق ہے کہ ہم مطالبہ کریں کہ وہ (احرار) ہمارے اس مقدس مقام کو اپنے وحشی مظاہروں سے پاک رکھیں یہ وہ مسئلہ ہے جسے قرآن مجید نے پیش کیا یہ وہ اصول ہے جسے اسلام نے دنیا سے منوالیا اور یہ وہ دلیل ہے جس کی وجہ سے رسول کریم ﷺ نے مکہ مکرمہ اور مدینہ منورہ کو غیر مسلموں سے آزاد کر دیا... قرآن کریم سے ثابت ہے کہ حرم وہ مقام ہے جس میں کوئی غیر مسلم نہیں آسکتا سوائے اس کے وہ آنے کی اجازت لے لے ... ہم یہ مطالبہ کرتے ہیں کہ قادیان میں دوسرے لوگ داخل ہو کر ایسے مظاہرات نہ کریں جس سے سلسلہ احمدیہ اور بانی سلسلہ احمدیہ کی ہتک ہوتی ہو (وغیرہ)۔ (الفضل قادیان ۲۹ نومبر ۱۹۳۵ء ص ۵۔۷)

یہ ہے اس شعر کی تشریح کہ قادیان بھی قادیانی جماعت کے لئے حرم ثالث ہے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ مجھے کشف میں ایک قرآن دکھایا گیا اس کے ایک صفحہ پر ان تین شہروں کے نام لکھے تھے۔ مکہ، مدینہ، اور قادیان۔ اسی لئے ایک قادیانی شاعر کا کلام ہے:

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی

دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

گو مخالفین نے اس شعر کو تصرف کر کے دوسری شکل میں دکھایا ہے جسکے الفاظ یہ ہیں:

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وبا بینی خزان بینی غرض دار الزیاں بینی

مگر خلیفہ قادیانی کا نقطہ نظر وہی ہے جو ان کے خطبے سے ہم نے دکھا دیا ہے۔ چونکہ ہم بھی قادیان سے خاص تعلق رکھتے ہیں آج سے نہیں بلکہ بہت عرصے سے ہے، اس لئے ہم خلیفہ صاحب اور ان کے مشیروں سے ایک سوال کرتے ہیں:

سوال: جو کام کسی امت کے رسول کی زندگی میں ہو چکا ہو اس رسول کا خلیفہ اس کو ناجائز قرار دے سکتا ہے:

جواب غالباً نفی میں ہوگا یعنی ایسا نہیں ہوسکتا۔ پس اگر یہ اصول مسلّم ہے تو پھر بتاؤ کہ آپ کے بڑے میاں جن کی شان کے آپ لوگ گیت گاتے ہیں، یعنی جناب مرزا غلام احمد صاحب مدعی مسیحیت ومہدویت کی زندگی میں مسلمانوں کے جلسے زیر اہتمام قاضی عنایت اللہ اور منشی مہر الدین وغیرہ ارکان انجمن اسلامیہ قادیان میں ہوتے رہے اور علماء لاہور امرتسر دیوبند اور لکھنو وغیرہ قادیانی مشن کی تردید میں کافی تقریریں کرتے رہے۔ اس کے بعد خلیفہ اول کی خلافت بلکہ موجودہ خلیفہ کی خلافت میں مخالفانہ جلسے ہوتے رہے۔

اگر یاد نہ ہو تو ایک واقعہ بطور نظیر پیش کرتا ہوں جب کہ ہم قادیان میں جلسہ کر رہے تھے، میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے میرے پاس اپنے ماموں مولوی میر اسحاق صاحب کو بھیجا۔ وہ پیغام لائے کہ خلیفہ صاحب آپ لوگوں کی دعوت طعام کرنا چاہتے ہیں۔ میں نے انجمن اسلامیہ قادیان میں دعوت نامہ پیش کر دیا۔ انہوں نے اپنی مقامی مصلحت کے ماتحت انکار کر دیا۔

پھر کیا وجہ ہے کہ اصل بانی مذہب بلکہ خلیفہ اول ودوم کے زمانہ کے مخالفانہ جلسے مقام مقدس کی شان کے مخالف نہ ٹھہرے، تو اب اس میں کون سی مزیت آگئی ہے کہ مخالفانہ جلسے یا مظاہرے نہ کئے جائیں۔

گورنمنٹ سے روئے سخن:

حکومت سے یہ امید نہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی ان بھول بھلیوں میں آگئی ہو۔ لیکن اگر انسانی طاقت

نے کمزوری دکھائی ہو، تو ہمارا معروضہ جواب دیکھ کر اپنی غلطی کی اصلاح فرمائے اور قادیان میں قانون کے ماتحت مخالفانہ جلسوں کو اسی طرح ہونے دے جس طرح بڑے مرزا صاحب کے زمانہ میں ہوتے تھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲۳ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۸ ص ۶-۷)

احرار کی گرفتاری اور سزایابی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آخر وہی ہوا جس کا اندیشہ تھا کہ احرار نماز جمعہ کے لئے قادیان جائیں گے اور گرفتار ہو کر سزا پائیں گے۔ چنانچہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری جو گذشتہ جمعہ کو مولوی محمد قاسم شاہجہان پوری اور غلام نبی جانباز امرتسری شاعر بمع اپنے ہمراہیوں کے قادیان جمعہ پڑھنے گئے۔ قادیان پہنچتے ہی گرفتار ہو گئے اسی جگہ پیش ہو کر تین ماہ قید سے سزایاب ہوئے۔

قادیان کی بابت دو احکام جاری ہیں:

۱۔ بعض لیڈران احرار کے لئے قادیان کے سارے ضلع میں داخل ہونا منع ہے چاہے وہ قادیان سے دور دراز مقام مثلاً شکر گڈھ وغیرہ کو بھی جائیں۔

۲۔ قادیان کے اردگرد چار میل تک احراری جماعت کوئی جلسہ جلوس نہیں کر سکتی۔

مولوی محمد قاسم شاہجہان پوری چونکہ ان ممنوع اشخاص سے نہ تھے، جن کو قادیان کے سارے ضلع گورداسپور میں جانا منع ہے، نہ وہ چار میل کے اندر جلسہ کرنے گئے، پھر ان کو کیوں گرفتار کیا؟

اس سوال کے جواب کے لئے پولیس نے مولوی صاحب کو بٹالہ کے سٹیشن پر وارنٹ دکھایا کہ قادیان کے نواح میں چار چار میل آپ نہیں جا سکتے۔

تاہم سوال باقی رہا کہ کیا یہ بندش پہلے حکم پر متفرع ہے یا جدید سرکلر ہے۔ پہلا حکم تو چار چار میل تک جلسہ جلوس کی بندش کا تھا، نماز جمعہ کا اجتماع جلسہ کی تعریف میں نہیں آ سکتا۔

علاوہ اس کے اگر بزور لایا بھی جائے، تو نماز جمعہ کے وقت جلسہ ہونے سے مجرم ہوتے نہ کہ محض داخلہ سے۔

یہ قانونی سقم ہماری ناقص سمجھ میں صاف نہیں ہوسکتا۔ ہاں گورنمنٹ اگر اعلان کردے کہ ہم نے حسب منشاء خلیفہ قادیان، قادیان کو حرم ثالث منظور کر کے احرار سے قادیان کو پاک کرنے کا تہیہ کرلیا ہے، تو ہم اپنا اعتراض واپس لیں گے۔ مگر اتنا عرض کرضرور کریں گے کہ آج سے پہلے سلطنت برطانیہ یا کسی سلطنت میں ایسی نظیر نہیں ملتی کہ ایک آباد بستی کو جہاں ہر قسم کے لوگوں کی آبادی ہو دور دراز سے آ نا جا ہو، اس کو ممنوع الداخلہ قرار دیا جائے حالانکہ احمدیت کے بانی کی زندگی میں مخالفانہ جلسے برابر ہوتے تھے۔ قادیانی اخباروں میں برابر شکائیت چھپتی تھی لیکن حکومت اپنے ادعائے مساوات پر قائم تھی۔

نوٹ: احرار کی پالیسی سے گو ہمیں بہت کچھ اختلاف ہے مگر چونکہ احرار ایک سیاسی جماعت ہے ان کے افعال کو سیاسی نظر سے دیکھ کر ہم حکومت کو مشورہ دیتے ہیں اور دیتے رہیں گے کہ اس قسم کے امتیازات اصول مساوات کے خلاف ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۲۳ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۸ ص ۱۵)

مرزائیت میں توحید؟

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۳۵ء میں ہم نے قادیانیت کے متعلق ایک جدید انکشاف کیا تھا۔ اس سے امت مرزائیہ کی دونوں پارٹیوں میں تہلکہ پڑ گیا۔ قادیان اور لاہور دونوں مرکزوں میں اضطراب محسوس ہوا اور سخت بے چینی میں جو کچھ زبان پر آیا کہہ گذرے۔

سچی بات یہی ہے کہ اہل حدیث کی گرفت پنجہ فولادی سے کم نہیں ہوتی۔ قادیانی اخبار نے جو طریقہ اختیار کیا وہ تو کوئی نیا نہیں، اسے تو خلیفہ قادیان نے رکھا ہی اسی لئے ہے کہ آئے گئے کے گلے پڑے۔ اس لئے اس کا تو افسوس ہی نہیں۔ ہاں افسوس لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح اور اس کے مضمون نگار پر ہے جس نے باوجود مدعی تہذیب ہونے کے اتباع سنت مرزا کا کافی ثبوت دیا۔ خیر جو کچھ انہوں نے کیا اپنے ہیرو کے اتباع میں کیا ہے ہمارا اعتراض جس شعر پر تھا وہ یہ ہے:

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

(توضیح مرام تقطیع کلاں۔ص۱۱)

اس شعر کا جو مطلب مجیب نے بتایا ہے وہ اسی کے الفاظ میں درج ہے:

آپ (آنحضرت) خدا کی صفت توحید کے مظہر اتم ہیں کیونکہ آپ نے اپنے آپ کو بالکل فنا کر دیا کہ توحید خداوندی سے احمدیت کے رنگ میں یعنی عاشقانہ حمد الٰہی سے آپ اس قدر رنگین ہوئے کہ تمام مخلوقات سے واحد و یگانہ ہو گئے۔ دوسرے لفظوں میں احمد سے احد ہو گئے۔

احمد کے معنی ہیں بہت تعریف کرنے والا اور اس بہت حمد کا نتیجہ یہ ہوا کہ جس کی تعریف کرتا تھا اس کی صفت احدیت کا وہ مظہر اتم ہو گیا۔ اس جیسا کوئی دوسرا نہیں ہے۔ اس لئے کہتے ہیں کہ وہ احمد سے احد ہو گیا۔ (پیغام صلح لاہور ۳ دسمبر ۱۹۳۵ء ص ۹)

اس ساری تقریر کا ملخص یہ ہوا، جو اردو میں کسی متصوف نے کہا ہوا ہے: خودی جب گئی خود خدا ہو گیا

اسی تشریح کے مطابق آنحضرت ﷺ جب احمد سے احد (اللہ) ہو گئے تو لازمی ہے کہ حضور کی بشریت نہ رہی ہوگی کیونکہ اجتماع ضدین محال ہے ایسا خیال کرنا نص قرآنی انما انا بشر مثلکم کے صریح خلاف ہے۔

سنو! ہم کسی ایرے غیرے کی بات کو عقاید میں حجت نہیں جانتے۔ ہمیں کوئی آیت یا حدیث دکھاؤ جس سے یہ (مشرکانہ) عقیدہ ثابت ہو سکے کہ آنحضرت ﷺ احمد سے احد ہو گئے تھے۔

اگر نہیں دکھا سکتے تو ہم مجبور ہیں کہ زیر تبصرہ شعر و مشرکانہ رنگ سے رنگین پر از غلاظت سمجھیں کیونکہ یہی وہ اصول ہے جس نے عیسائیوں کو مسیح کی تعلیم سے ہٹایا یہی وہ اصول ہے جس نے ہندوؤں کو اوتار کا عقیدہ ذہن نشین کرایا۔ ہم تو ایسے عقیدہ کو کفر و شرک اور حضرات انبیاء کی تعلیم کے سراسر خلاف جانتے ہیں۔

ناظرین! ان صنم پرستوں کی معکوس ترقی ملاحظہ کریں کہ اہل بدعت کا حسب ذیل عیسائیانہ شعر بھی اپنی غرض سے صحیح بتاتے ہیں:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

مجیب صاحب اپنی بات بنانے کے لئے اس ناپاک پر از شرک و کفر کلام کی بھی تصحیح فرماتے ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

مولوی صاحب بحال (اسی طرح مرقوم ہے۔ثنا) خویش بدعتیوں کا ایک شعر بھی نقل کیا ہے تا کہ ان کا شرک وبدعت ظاہر ہو۔حضرت مرزا کے کلام کو بھی اسی مفہوم پر محمول کیا جائے۔اور وہ شعر یہ ہے:

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہوکر
اتر پڑا ہے مدینہ میں مصطفٰی ہو کر

مجھے تو اس کلام میں بھی وہ چیز نظر نہیں آئی جو مولوی ثناء اللہ صاحب کو نظر آ رہی ہے کیونکہ جس مسلمان نے یہ شعر کہا ہے وہ زیادہ سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی آمد کو مجازاً خدا کی آمد قرار دیتا ہے اور یہ وہ بات کہ جو توریت وانجیل کی پیش گوئیوں میں بھی موجود ہے ورنہ جو مسلمان خدا تعالی کو ازلی ابدی اور دخول وحلول،عروج ونزول اور تجسم سے حقیقتاً پاک اور مبرا جانتا ہے وہ کیونکر کہہ سکتا ہے کہ خود ذات الٰہی مجسم ہوکر آ گئی۔پس اس کلام کا منشا صرف یہی ہوسکتا ہے کہ وہ آنخضرت ﷺ کو مظہر ذات حق قرار دیتا ہے اور یہ امر واقعہ ہے مگر مولوی صاحب نیک پہلو کبھی اختیار کرنا چاہتے ہی نہیں (پیغام صلح مذکور)

کیا ہی سچ ہے:

اس نقش پا کے سجدے نے یاں تک کیا ذلیل
میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

اب ہم بتاتے ہیں کہ ان لوگوں کو اس غلط عقیدے کی تائید کرنے سے کیا فائدہ ہے۔ ہم تو ان کے اندرونی مقاصد سے بھی واقف ہیں پس ہم ناظرین کو آگاہ کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کا یہ دعوی مشہور ہے کہ میں بروز اور ظل محمدی ہوں (تریاق القلوب) چونکہ خود مرزا صاحب قادیانی کا منشاء تھا کہ میں اپنی ذات میں اسی درجہ احدیت کا ثبوت دوں اس لئے بطور تمہید آنخضرت ﷺ کی شان میں یہ صفت بتا کر اپنے لئے اعلان کردیا کہ خدا نے مجھے یہ الہام کیا ہے:

انّما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون (حقیقۃ الوحی ص۱۰۵) یعنی خدا کہتا ہے اے مرزا تجھے اختیار ہے کہ جب تو کوئی چیز چاہے، کن (ہوجا) کہدے، وہ فوراً ہوجائے گی۔

(مرزائیو! ایمان سے کہنا مرزا صاحب حسب فیصلہ آخری میری موت چاہتے تھے یا اپنی؟ نہیں یقیناً میری۔ پھر ہوا کیا؟ وہی جو خدا نے فرمایا ہے لا یحیق المکر السیء الا با ھله ۔ثناءاللہ امرتسری)

چونکہ اصل شخصیت محمدیہ علیہ التحیۃ والسلام ذات احدیت میں مستغرق ہو کر احد ہو گئی تھی میں بروز اور ظل بھی اس درجے تک پہنچ گیا ہوں کہ یہ دعوی کروں کہ:

مجھے فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔(خطبہ الہامیہ ص ۲۳)

پس اصل راز یہ ہے جو خود غرضی پر مبنی ہے کہ میرے دعوے پر کوئی شخص اعتراض کرے تو میں بے خبروں کو پھانسنے کے لئے آنحضرت ﷺ کی صفت وثنا کرتا ہوا کہہ دونگا:

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

او احمدی ممبرو! تمہارا دعوی ہے کہ ہم سلسلہ انبیاء پر چلنے والے ہیں۔ ہمارے مرزا کی نبوت منہاج نبوت محمدیہ پر مبنی ہے۔ آؤ اب فیصلہ آسان ہے۔ نبوت محمدیہ میں کوئی لفظ ان معنی کا دکھا دو، ورنہ ہمیں اجازت دو کہ ہم اس بارے میں آپ کو قرآنی فیصلہ سنائیں جو بالکل صاف ہے۔ غور سے سنو:

لقد کفر الذین قا لوا ان الله هو المسیح ابن مر یم

(اے ایمان کافر ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ دراصل اللہ ہی مسیح بن مریم ہے)

اس آیت کے ماتحت ہم کہہ سکتے ہیں

لقد کفر الذین قا لوا انّ الا حد هو ا حمد ۔

دونوں کلاموں میں کچھ فرق نہیں۔

احمدی دوستو! کیوں ایک بے جان بت کی پوجا کراتے ہو۔ کیوں اپنی ذمہ داری کا احساس نہیں کرتے۔ اس سے بہتر ہو کہ بہائیوں کی طرح اپنی الگ شریعت بنالو، پھر جو جی میں آئے گاتے پھرو اور یہ کہتے جاؤ۔

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے۔ ہم طرز جنون اور ہی ایجاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۳۰ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۹۔۱۰ ص ۶۔۷)

حدوثِ مادہ وارواح

پنڈت آتمانند مصنف ویدک تہذیب، بٹالہ سے لکھتے ہیں:

میں نے اخبار اہل حدیث امرتسر میں تین قسطوں میں اسی عنوان سے ایک مضمون شائع کرایا تھا جس میں وید منتروں، اپنشدوں درشن شاستروں پر سوامی دیانند اور دیگر آریہ سماجیوں کے ترجموں، ستیارتھ پرکاش، رگوید، آدی بھاشیہ بھومکا کے قریباً بیس حوالہ جات سے ثابت کیا تھا کہ ویدوں کے اپنشدوں، شاستروں حتیٰ کہ مہرشی سوامی دیانند جی کی تحریروں میں کہیں پر بھی روح و مادہ کو ازلی وابدی نہیں لکھا بلکہ حادث اور فانی مانا ہے۔ حتیٰ کہ لفظ پرکرتی مادہ بھی چاروں ویدوں میں ندارد ہے اور نہ مادہ۔ پرکرتی کا کوئی مترادف ایسا لفظ ہے جسے قدیم لکھا ہو۔ نیز یہ کہ اگر پرکرتی اور جیو کو ویدوں میں نِتیہ یعنی قدیم لکھا ہوا دکھلا دیں تو میں آریہ سماجیوں کو فی منتر پانچ روپئے کے حساب سے انعام دینے کیلئے تیار ہوں۔ لیکن آج تک کسی آریہ سماجی نے کوئی وید منتر اپنے اس مشرکانہ عقیدہ کی تائید میں پیش نہیں کیا۔ اور نہ تا پرلے پیش کرسکیں گے۔ یہ ہماری پیش گوئی ہے۔ اور کریں گے بھی کہاں سے جب کہ ویدوں میں اس مشرکانہ اور کافرانہ عقیدہ کی بوتک نہیں پائی جاتی۔

آج میں کتابی حوالہ جات سے قطع نظر کر کے آریہ سماج اوران کے چیلوں چانٹوں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور خلیفہ محمود احمد وغیرہ مرزائیوں کے دلائل کی تردید شائع کرنا چاہتے ہیں کیونکہ ان دونوں فرقوں کو اپنی غیر معقول اور بودی دلیلوں پر بڑا ناز وفخر ہے۔ آریہ سماجی یہ دو دلیلیں پیش کیا کرتے ہیں:

اول: اگر روح و مادہ ازلی نہیں ہے تو خدا نے دنیا کو کس شئے سے خلق کیا؟

دوم۔ چونکہ صفات اور موصوف کا دائمی تعلق ہوتا ہے یعنی صفت اپنے موصوف سے کبھی علیحدہ نہیں ہوسکتی، اور موصوف اپنی صفت کے بغیر قائم نہیں رہ سکتا۔ لہٰذا اگر مخلوق کو ازلی وابدی نہ مانا جاوے تو خدا کی صفت خالقیت بھی حادث ماننی پڑے گی اور خالقیت وغیرہ حادث صفات کا موصوف خدا بھی حادث اور فانی ماننا پڑے گا جو محال ہے۔ اس لئے جب تک روح و مادہ کو قدیم اور ازلی نہ تسلیم کیا جاوے تب تک خدا بھی ازلی وابدی نہیں

مانا جا سکتا۔اسی دلیل کے ماتحت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی الو صیۃ میں لکھتے ہیں:

اس (خدا) کی تمام صفات ازلی وابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔(ص۱۰)

میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیانی بھی دعوۃ الامیر میں مرزائی عقیدہ نمبر۳ میں لکھتے ہیں:

اس (خدا) کی صفات کسی بھی وقت معطل نہیں ہوتیں وہ ہر وقت اپنی قدرت نمائی کر رہا ہے۔(ص۴)

اللہ تعالی کی کوئی صفت معطل نہیں ہوتی۔(ص۱۴۵)

گویا مصنوعی اور خلیفہ صاحب کے نزدیک خدا کی صفت خالویت ازلی وابدی بلاتعطل ہے۔ بڑے مرزا غلام احمد قادیانی اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر، میں لکھتے ہیں:

ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آچکے ہیں چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے۔افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین وآسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ کے لئے معطل اور بیکار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا۔یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا ۔مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن نے ہمیں سکھلایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے (بلفظہ ص ۳۰)

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) بھی کتاب، حضرت مسیح موعود کے کارنامے، میں لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا، یہ دونوں باتیں غلط ہیں یہ ماننا بھی کہ کسی وقت خدا کی صفات میں تعطل تھا، خدا تعالی کی صفت قیوم کے خلاف ہے ۔اسی طرح یہ کہنا بھی کہ جب سے خدا تعالی ہے تبھی سے دنیا چلی آتی ہے۔خدا کی صفات کے خلاف ہے۔شاید بعض لوگ کہیں کہ دونوں باتیں کس طرح غلط ہو سکتی ہیں، دونوں میں سے ایک نہ ایک صحیح ہونی چاہیے لیکن یہ ان کا خیال مادیات پر قیاس کرنے کے سبب سے ہوگا۔اصل میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عقل انسانی سے بالا ہوتی ہیں اور عقل ان کی کنہ کو نہیں پہنچ سکتی ۔دنیا کا پیدا ہونا چونکہ انسانوں، جمادات بلکہ ذرات

سے بھی پہلے کا واقع ہے۔ اس لئے انسانی عقل اس کو نہیں سمجھ سکتی۔ پس صحیح یہی ہے کہ اس امر کی پوری حقیقت کو انسان پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتا۔ اور سچائی ان دونوں دعووں کے درمیان ہے یہ مسئلہ بھی اسی طرح محیر العقول ہے جس طرح کہ زمانہ اور جگہ اور مسئلہ ہے (ایضاً۔ص ۲۹)

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس بحث کا یوں فیصلہ فرمایا ہے کہ نہ خدا تعالی کی صفت خالقیت کبھی معطل ہوئی اور نہ دنیا خدا کے ساتھ چلی آرہی ہے اور صداقت ان دونوں امور کے درمیان ہے اور اس کی تشریح آپ (مرزا قادیانی) نے یہ فرمائی ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے، گو قدامتِ ذاتی کسی شیئے کو حاصل نہیں۔ کوئی ذرہ کوئی روح، کوئی چیز ماسوائے اللہ ایسی نہیں کہ جسے قدامت ذاتی حاصل ہو لیکن یہ سچ ہے کہ خدا تعالی ہمیشہ سے اپنی صفتِ خلق کو ظاہر کرتا چلا آیا ہے۔

(بلفظہ ایضاً ۴۰)۔

بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے۔،

مرزا غلام احمد صاحب کا یہ عقیدہ نکوہیدہ بعینہ آریہ سماج کی تقلید ہے جو مخلوق کو نوع یعنی پرواہ ہے ازلی وابدی وقدیم مانتے ہیں۔ اگرچہ بعض جگہ مرزا صاحب اور خلیفہ صاحب دونوں نے روح و مادہ کو ازلی وابدی بھی تسلیم کیا ہے لیکن بخوف طوالت مزید حوالے نہ دے کر اسی عقیدہ پر بحث کی جاتی ہے۔

آریہ سماج کے اس اعتراض نے صرف مرزا صاحب کو ہی حیران و پریشان نہیں کیا بلکہ کئی دیگر علماء کو بھی چکر میں ڈال رکھا ہے کہ اگر روح و مادہ کو حادث جان کر مخلوق کا آغاز اولین قبول کیا جاوے تو مخلوق کی پیدائش سے قبل ہمیشہ کے لئے خدا ازلی طور پر معطل اور بے کار ماننا پڑتا اور اسی اعتراض سے ڈر کر مرزا صاحب نے خدا کی صفت خالقیت کو بھی ازلی وقدیم بلا تعطل مان لیا ہے اور ازل سے ہمیشہ معطل اور بے کار رہنے کا الزام عیسائیوں کے خدا پر لگایا ہے اور خود نہ سمجھ سکنے سے اسے بعید از عقل اور محیر العقول قرار دیا ہے اور ساتھ ہی زمانہ اور جگہ (کال اور دشا) کو بھی قدیم اور محیر العقول تسلیم کیا ہے۔

جب کہ مرزا صاحب اور خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کا ن اللہ نز ل من السماء اور تمام مرزائی یہ اقرار کرتے ہیں کہ، کوئی ذرہ، کوئی روح، کوئی چیز ماسوائے اللہ ایسی نہیں جسے قدامت ذاتی حاصل ہو، (

مسیح موعود کے کارنامے۔ص ۳۹)۔تو لازمی طور پر ماننا پڑے گا کہ ارواح و مادہ اور تمام مخلوق حادث ہے نیز یہ بھی کہ جب مادہ وارواح حادث یعنی غیر ازلی ہوئے تو ان کے ملاپ سے پیدا شدہ مخلوق بھی حادث اور غیر ازلی ہوئی۔ اب دنیا کے خواہ کروڑ ضرب کروڑ بلکہ کروڑ کے عدد کو کروڑ دفعہ بھی ضرب دے کر جو عدد حاصل ہوا تنے بھی دور کیوں نہ فرض کر لئے جائیں ان سب دوروں بلکہ ان کی علت مادی ارواح و مادہ کی پیدائش سے بھی پہلے خدا تھا اسے ازل یعنی زمانہ ماضی غیر متناہی سے مادہ وارواح کی پیدائش سے قبل معطل اور بے کار مرزائیوں کو بھی ماننا ہی پڑے گا اور جو الزام حضرت مرزا نے عیسائیوں پر لگایا ہے بعینہ وہی الزام کہ، خدا ازل سے معطل اور بے کار تھا، لفظ بلفظ مرزا صاحب پر بھی عاید ہو جاتا ہے بقول شخصے: ایں گناہیست کہ در شہر شما نیز کنند خواہ دنیا کا صرف یہی ایک دور مانیں خواہ دس کھرب ایسے دور مانیں وہ سب حادث ہوں گے اور روح و مادہ کی پیدائش سے پہلے ازل سے خدا پر معطل اور بے کار رہنے کا الزام، (بشرطیکہ اسے الزام کہا جا سکے) آئے گا اور ضرور آئے گا۔اس الزام سے نہ مرزائی بری ہو سکتے ہیں نہ آریہ سماجی۔

امید ہے کہ خلیفہ صاحب اس معمولی سی فلاسفی کی ابجد کو بخوبی سمجھ چکے ہوں گے ورنہ قدم رنجہ فرما کر بٹالہ تشریف لے آویں میں اس مسئلہ کی دیگر باریکیاں بھی سمجھا دوں گا۔اور اگر حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب وفاتح قادیان کی سفارش حاصل نہ کر سکیں تو خاکسار قادیان میں جا کر بھی سکھا سکتا ہے تا کہ ایسا نہ ہو کہ پھر کبھی: بروئے عاقلاں شرمندہ باشی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۳۰ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۹۔۱۰ ص ۵۔۶)

کھلی چٹھی بخدمت مولوی محمد علی لاہوری

'معروض ہے کہ آپ کے جلسے میں مسئلہ نبوت مرزا صاحب پر مباحثہ کا ذکر دیکھ کر مجھے خیال آیا کہ میں اپنا پرانا مطالبہ ایک دفعہ پھر آپ کی خدمت میں پیش کروں جس کو آپ کئی سالوں سے ٹالتے آ رہے ہیں حالانکہ وہ سب اختلافات کے لئے اصلاً فیصلہ کن ہے کیونکہ اس کو آپ کے پیرو

مرشد حضرت مرزا صاحب نے آخری فیصلہ کے نام سے موسوم کیا ہوا ہے۔ جس کا پورا نام یہ ہے
مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

جس کا مضمون یہ ہے کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناءاللہ) میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ پہلے مرے گا۔ پس جبکہ آپ کے جلسے میں کسی مسئلے پر مباحثہ کا ہونا جائز ہے جس کا ثبوت آپ کا گذشتہ ریکارڈ اور موجودہ پروگرام ہے تو پھر کیوں نہ آپ موقع دیں کہ آپ سے آخری فیصلہ پر مباحثہ ہو۔

(نوٹ۔ اوقات جلسہ اگر رک چکے ہوں تو جلسہ کے بعد دوسرے روز سہی۔ بہرحال توجہ سامی کی ضرورت ہے)۔

امیدوار جواب باصواب ابوالوفا ثناءاللہ امرتسر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۵ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۳۰ رمضان ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۹۔۱۰ ص ۱۱)

یہ خط اشتہار کی صورت میں شائع کیا گیا اور پھر ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے صفحہ ۱۱ پر شائع کیا گیا۔

اس چیلنج کے جواب میں لاہوری مرزائی خاموش بیٹھے رہے ۔

قادیان سے دفعہ ۱۴۴ کی پابندی ہٹالی گئی ہے اب احرار کے نمائندوں کو وہاں جمعہ پڑھنے کی کوئی ممانعت نہیں۔ چنانچہ ۳ جنوری ۱۹۳۶ء کا جمعہ احراریوں نے قادیان میں پڑھا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء۔ ۱۴ شوال ۱۳۵۴ھ ص ۲)۔

مولوی محمد علی لاہوری مرزائی کو بذریعہ اشتہار (مندرجہ سابقہ پرچہ) مرزا صاحب کے آخری فیصلہ پر مباحثہ کی دعوت دی گئی تھی ابھی تک اس کا جواب نہیں آیا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء۔ ۱۴ شوال ۱۳۵۴ھ۔ ص ۲)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ بہاء الدین محمد سلیمان ۔ ۲۹ جولائی ۲۰۲۰ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت وسوم (۶۳)

ماہنامہ مبلغ امرتسر جلد اول ۱۹۳۵ء۔۱۹۳۶ء

قادیانی مشن۔اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۶ء۔۱۹۳۷ء (۲۲)

بهاء الدين محمد سليمان

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت وسوم (۶۳)
	ماہنامہ مبلغ امرتسر جلد اول ۱۹۳۵ء۔۱۹۳۶ء
	قادیانی مشن۔اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۶ء۔۱۹۳۷ء (۲۲)
مولف	بہاءالدین محمد سلیمان حفظہ اللہ
صفحات	۲۸۸
انٹرنیٹ اڈیشن	جولائی ۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۷
حاجی اسحاق حنیفؒ کا ماہنامہ مبلغ امرتسر جلد اول	۸
امرتسر کے منکرین حدیث، مرزائیت کے لباس میں ۔ اسحاق حنیف	۱۴
معیار مرزا ۔ اسحاق حنیف	۲۰
معیار نبوت ۔ مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی	۲۷
وفات مسیح کے دلائل پر ایک نظر ۔ ابوالقاسم سیف بنارسی	۴۱
مالیخولیائے مرزا ۔ حکیم عبدالرحمٰن خلیق	۵۸
بشارت احمد	۸۹
اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۶ء سے	**۹۹**
بہائی اور مرزائی	۹۹
مسیح پھر زمین پر	۱۰۲
چیلنج بنام خلیفہ قادیانی	۱۰۶
احرار اور قادیان	۱۰۷
مسیح پرست دنیا میں ابھی ہیں؟	۱۰۸
کشف الظنون	۱۱۰
بارقۃ السیف ۔ ۵	۱۱۲
اخبار مجاہد کا پریشان خواب	۱۱۴

مسیح پھر زمین پر	۱۱۹
بارقۃ السیف۔۶	۱۲۳
سر اقبال اور محمد علی	۱۲۸
مسیح پھر زمین پر	۱۳۰
بارقۃ السیف۔۷	۱۳۴
انجمن حمایت اسلام اور مرزائیت	۱۴۰
احرار کے مجاہد کا خواب پریشاں	۱۴۲
کھلی چٹھی بنام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان	۱۴۳
کیا سارا ہندوستان مرزائی ہو گیا؟	۱۴۴
سوالات مرزائیہ متعلقہ حیات مسیح	۱۴۶
بارقۃ السیف۔۸	۱۴۷
مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں	۱۵۳
دجال کون ہے	۱۵۷
مرزا صاحب کی متحدیانہ پیش گوئی غلط ہوئی	۱۶۰
آخری فیصلہ منظوم	۱۶۳
انعام ثالث کے پاس جمع کراؤ	۱۶۷
وجدانیات فی مدح المسیح القادیان	۱۷۰
خلیفہ قادیان اور جریدہ احسان	۱۷۲
قادیانیوں کا فرار	۱۷۳
کیا گورنمنٹ واقعی مفلوج ہے؟	۱۷۴
مرزا صاحب (مسیح موعود) کا کار عظیم	۱۷۶

براہین معماریہ بجواب دلائل مرزائیہ	۱۸۱
جہاد منسوخ؟	۱۸۴
بڑے مرزا جی کا عرس	۱۸۷
چیستان مرزا	۱۹۱
مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۱	۱۹۶
مرزائیوں کو شکست فاش	۲۰۰
مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۲	۲۰۳
کیا قادیان اب بھی دار الامان ہے؟	۲۰۶
مولانا ابوالکلام آزاد اہل قرآن کے لباس میں	۲۰۸
مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۴	۲۰۹
مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۵	۲۱۳
مولانا آزاد، مرزا قادیانی اور احادیث نبویہ	۲۲۰
مولانا ابوالکلام اور قادیان	۲۲۵
مردے سے اعلان جنگ	۲۲۹
جماعت احمدیہ لاہور کی دعوت منظور	۲۳۰
ایک سچا خواب	۲۳۱
مرزائیوں پر مرزا متوفی کا فتوی	۲۳۲
مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۷	۲۳۳
آخری فیصلہ موت ہے؟	۲۳۸
مضامین مرزائیہ	۲۴۱
آخری فیصلہ آخرت میں کراؤ گے؟	۲۴۶

دو احمدی (مرزائیوں) میں مباہلہ	۲۴۹
مرزا قادیانی کا بے وفا مرید کون؟	۲۵۰
لمبے ہاتھ والی پیش گوئی کی حقیقت	۲۵۲
مرزا قادیانی کا بے وفا مرید کون	۲۵۴
قادیان میں جعل سازی	۲۵۷
مرزا صاحب کا بے وفا مرید کون؟	۲۵۹
آخری فیصلہ کا صدق	۲۶۱
قادیانی تحریف	۲۶۳
<u>اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۷ء سے</u>	<u>۲۶۵</u>
مرزا قادیانی منصب نبوت سے معزول کیئے گیئے	۲۶۵
قادیانی اور لاہوری سلسلہ تباہ کیا جائے گا	۲۶۶
خدا خیر کرے	۲۶۷
قادیانی مقدمے کا فیصلہ پریوی کونسل میں	۲۶۸
قابل توجہ بابو عمرالدین جالندھری	۲۷۰
بیٹا باپ کے روپ میں	۲۷۱
مرزا قادیان اور حدیث سلمان	۲۷۷
مرزا قادیانی کا انتقال ہیضے سے	۲۷۹
میاں محمود اور محمد علی لاہوری کو مناظرے کا چیلنج	۲۸۰
مرزائی ہر دو صنف میں مباحثے کی تحریک	۲۸۲
مرزا غلام احمد قادیانی کا نسب نامہ	۲۸۶

فاتحة الکتاب

الحمد لله و الصلوۃ و السلام علی سید الانبیاء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد تریسٹھ (اور قادیانی مشن کی جلد ۲۲) جلد قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ماہنامہ مبلغ امرتسر کی جلد اول (۱۹۳۵ء، ۱۹۳۶ء) سے حاجی اسحاق حنیف مدیر رسالہ، مولانا ابو القاسم سیف بنارسی، بابو حبیب اللہ کلرک، اور حکیم عبدالرحمٰن خلیق آف تیجہ کلاں، کے مضامین نقل ہوئے ہیں۔ بعدازاں ۱۹۳۶ء۔ ۱۹۳۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، مولوی محمد شفیع قلعہ میہاں سنگھ، مولوی قادر بخش خطیب جماعت اہل حدیث پٹیالہ، صوفی حق نواز فاضلکا، مفتی محمد جمیل ریاست مانگرول، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، حکیم عبدالرحمٰن خلیق آف تیجہ کلاں، مفتی محمد یوسف کپورتھلہ، بابو حبیب اللہ کلرک، جناب عبدالحق آف لائل پور وغیرھم کی نگارشات بھی نقل ہوئی ہیں۔ نیز ایم طفیل مسیحی امرتسری، اور پنڈت آتمانند کی بعض تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **بہاء الدین محمد سلیمان ۔ ۳۰ جولائی ۲۰۲۰ء**

حاجی اسحاق حنیفؒ کا ماہنامہ مبلغ امرتسر

حاجی محمد اسحاق حنیف امرتسری، جو تقسیم ہند کے بعد مرکزی جمیعت اہل حدیث مغربی پاکستان کے سرکردہ رہنماؤں میں شمار ہوئے، بیسویں صدی کی چوتھے عشرے میں کچھ عرصہ تک امرتسر سے ایک ماہنامہ رسالہ بھی نکالتے رہے جس کی جلد اول کی کاپی مجھے مل گئی ہے جو کم وبیش ساڑھے تین سو صفحات پر مشتمل ہے ۔اس میں دیگر تحریروں کے علاوہ بعض انتہائی قابل قدر مضامین ردقادیانیت کے موضوع پر بھی موجود ہیں،اور پتہ بھی چلتا ہے کہ حاجی محمد اسحاق حنیف نے ردقادیانیت میں کئی ایک رسائل بھی تالیف فرمائے تھے جن کے تعارفی اشتہار رسالے میں شائع ہوتے رہے۔ نیز اس رسالے میں حکیم عبدالرحمٰن خلیق کے ایک رسالے،اور ایک ہندو پنڈت کی تالیف پر بھی ریویو کیا گیا ہے جو ردقادیانیت میں اردو زبان میں شائع ہوئی تھی۔ ماہنامہ مبلغ کے شمارہ اول کا ٹائٹل کچھ یوں تھا:

ماہوار جریدہ مبلغ امرتسر

شد اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول ارشاد او
محو کردی از کتابِ قلب ِ مسلم یادِ او

مدیر مسئول محمد اسحاق حنیف امرتسری

جلد ۱ نمبر ۱ بابت ماہ رمضان ۱۳۵۴ھ مطابق دسمبر ۱۹۳۵ء

ثنائی برقی پریس ہال بازار امرتسر میں محمد اسحاق پرنٹر و پبلشر نے چھپوا کر

دفتر رسالہ مبلغ چوک لوہگڈھ امرتسر سے شائع کیا۔

....

مبلغ امرتسر دسمبر ۱۹۳۵ء جلد ایک شمارہ نمبر ا میں صفحہ ۳۴ پر ایک اشتہار

مرزائیت کی تردید میں لاجواب کتابیں مولفہ جناب محمد اسحاق صاحب امرتسری

اباطیل مرزا

اس رسالہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ۳۳ سفید جھوٹ درج کر کے ان کی انہی کے قول سے تردید کی گئی ہے۔

قیمت صرف ایک آنہ

القول فصیح تحقیق المھدی و مسیح

قیمت صرف ۲۔آنہ

بطلان مرزا

تحریرات مرزا اور اتباع مرزا سے مرزا کی احسن پیرایہ میں تردید کی گئی ہے۔ قیمت صرف ایک آنہ

حالات مرزا

مرزائیت کی تردید میں ایک جامع اور نہایت سیر کن کتاب ہے۔لکھائی چھپائی نفیس، ٹائٹل رنگین۔ قیمت صرف ۵ آنے

ملنے کا پتہ: دفتر رسالہ مبلغ کتب خانہ حقانی امرتسر پنجاب

....

مبلغ حج نمبر جلد ا نمبر ۲ بابت ماہ شوال ۱۳۵۴ھ مطابق جنوری ۱۹۳۶ء میں ایک اشتہار:

القول فصیح تحقیق المھدی و المسیح

سب سے پہلے قرآن کریم، پھر حدیث شریف سے حیات مسیح کا ثبوت نہایت عجیب وغریب پیرایہ میں ادا کر کے، بعد اقوال بزگان دین مفسرین آئمہ کرام رضوان اللہ علیھم اجمعین درج کر کے، امام مہدی کے مکمل حالات درج کئے گئے ہیں۔ چونکہ مرزا قادیانی کا دعوی تھا کہ میں ہی مہدی و مسیح ہوں، رسالہ ہذا میں ثابت کیا

گیا ہے کہ امام مہدی اور حضرت عیسی علیہ السلام دو ہستیاں ہیں، اور مرزا جی کا دعوی سراسر غلط ہے قیمت ۲ آنے
۔ مینجر رسالہ مبلغ حقانی بک ڈپو امرتسر

....

اسی شمارہ نمبر ۲ میں: **نشان حج اور مرزا**۔ پر ریویو کرتے ہوئے محمد اسحاق حنیف صاحب لکھتے ہیں:
ناظرین اس بات سے واقف ہوں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی باوجود مدعی مسیحیت ہونے کے اسلام کے عظیم الشان رکن حج سے محروم رہے ۔اس رسالہ میں احادیث صحیحہ کی رو سے خود عیسی کا نزول اور آمد ثانی کے بعد حج کرنا ثابت کیا گیا ہے۔ مولف کتاب جناب حکیم عبدالرحمٰن صاحب خلیق سکرٹری انجمن اہل حدیث تیجہ کلاں نے بڑی جاں فشانی سے اس کو مرتب کیا ہے۔ گو رسالہ اپنے موضوع میں مختصر ہے مگر جامع اور زہر مرزائیت کے لئے تریاق ہے۔
حضرت مسیح علیہ السلام کے حج کی بحث کے بعد مرزائیوں کے دس اعتراضات کا مدلل اور دنداں شکن جواب بھی لکھا گیا ہے۔ رسالہ کے اخیر میں ضمیمہ لگا کر عالمانہ رنگ میں ختم نبوت پر روشنی ڈالی گئی ہے جس کے پڑھنے کے بعد سلیم الطبع انسان کے دل میں اجزاء نبوت کی تحریک ہرگز پیدا نہیں ہوسکتی۔ عوام کے لئے از حد مفید ہے۔
لکھائی چھپائی عمدہ۔ ۴۸ صفحات۔
ملنے کا پتہ مینجر خلیق میڈیکل ہال مقیم تیجہ کلاں ضلع گورداسپور پنجاب۔

....

اسی شمارے میں خود محمد اسحاق حنیف کے مرتبہ ایک رسالے کا اشتہار بایں الفاظ ہے:
حال ہی میں ایک بیس صفحہ کا پمفلٹ (**انکشاف مرزا**) جناب اڈیٹر صاحب جریدہ مبلغ نے لکھا ہے۔ گو رسالہ مختصر ہے مگر مرزائیت میں تبلیغ کے لئے از حد مفید ہے۔ دین کی حفاظت ہر حلقہ بگوش اسلام پر فرض ہے، اسلئے میں مخیرّ ہمدردان اور اشاعتی انجمنوں کی خدمت میں پرزور اپیل کرتا ہوں کہ وہ ہزاروں کی تعداد میں اسے خرید

کرمفت تقسیم کریں تاکہ عوام مرزائیت کے دجل سے محفوظ رہیں۔
قیمت فی سینکڑہ ایک روپیہ چار آنے۔مینجر

....

مبلغ امرتسر مارچ ۱۹۳۶ء شمارہ نمبر۴ جلدا صفحہ ۲۶ میں ایک ہندواہل علم کی تصنیف در ردقادیانیت پر ریویو کرتے ہوئے محمد اسحاق حنیف صاحب لکھتے ہیں:

دافع الاوھام

مرزاغلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ء کو بعنوان
لیکھرام پشاوری کی نسبت ایک پیش گوئی،
شائع کیا تھا۔اس اشتہار میں انہوں نے لکھا تھا :

اگراس شخص (پنڈت لیکھرام) پر چھ برس کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خوارق عادات اوراپنے اندرالٰہی ہیبت رکھتا ہو،توسمجھ لو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں۔ (سراج منیر مصنفہ مرزاص ۱۲)

مرزائی اس کو فخر یہ مرزاجی کی صداقت کے لئے پیش کیا کرتے ہیں۔اس کتاب (دافع الاوہام)میں اس پیش گوئی پر مفصل بحث کرکے،مرزاجی کابطلان ثابت کیا گیا ہے۔جتنی کتابیں مرزائیت کی تردید میں شائع ہوچکی ہیں قریباً قریباً ہر مصنف نے اس پیش گوئی کو زیر بحث لاکر حقیقت مرزا کا انکشاف کیا ہے،مگر یہ کتاب خاص اس پیش گوئی کی بحث پر مشتمل ہے۔عوام کیلئے عموماًاورمناظرین کے لئےخصوصاً مفید ہے۔ طباعت وغیرہ عمدہ پاکٹ سائز۔ صفحات ۲۹۶

ملنے کا پتہ: پنڈت دیو پرکاش صاحب آریہ دھرم پرچارتی سبھا

....

ماہنامہ مبلغ امرتسر جون ۱۹۳۶ء میں لکھا ہے:

قادیان میں زلزلہ برپا کردینے والی لاجواب کتاب

حالات مرزا

یعنی قادیانی مذہب کی اصلیت (از جناب محمد اسحاق صاحب امرتسری)

گو اس سے پیشتر سینکڑوں رسائل مرزائیت کی تردید میں شائع ہو چکے ہیں مگر آج کے دن تک ایسی مدلل اور دنداں شکن کتاب کسی مصنف نے تالیف نہیں کی۔ اس میں اختلافات مرزا، کذبات مرزا، اخلاق مرزا، الہامات مرزا کی حقیقت الم نشرح کرنے کے بعد معراج جسم عنصری، ختم نبوت اور مسئلہ حیات وممات، و ولادت مسیح کو زیر بحث لاکر انتہائی دلائل سے سے فرقہ ہائے ضالہ جدیدہ کے اعتراضات کو عقلاً ونقلاً غلط ثابت کرکے ہر پہلو سے ان پر اتمام حجت کیا گیا ہے۔

کتاب ہذا تمام الزامی وعلمی واصولی جوابات پر مشتمل ہے۔ ہر شخص جو اس کو پڑھے بفضل خدا بڑے سے بڑے مرزائی کا ناطقہ بند کردیتا ہے۔ یہ کتاب اپنے مذہب میں انوکھی اور قادیانی تحریک کے لئے شمشیر براں ہے۔

لکھائی چھپائی نہایت عمدہ، کاغذ سفید، ٹائٹل رنگین ۔ باوجود ان تمام خوبیوں کے قیمت صرف پانچ آنے

مینجر رسالہ مبلغ حقانی بک ڈپو امرتسر

....

مبلغ جلد ا نمبر ۹ ۔ بابت جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق اگست ۱۹۳۶ء میں

اڈیٹر صاحب مبلغ کی تازہ تصنیف

رسالہ آئینہ امراض مرزا

کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے:

اس رسالہ میں صرف تصانیف مرزا اور قادیانی لٹریچر سے مرزا جی کے جملہ امراض جمع کئے گئے ہیں اپنی طرف

سے کوئی ریمارک وغیرہ نہیں کیا گیا۔ جہاں کہیں کسی مرض کی تشریح محسوس ہوئی ہے، وہاں صرف کتب طب مرزائیہ ہی سے تبصرہ کیا گیا ہے۔اختتام پر شھد شاھد من اھلھا کے عنوان سے لٹریچر مرزائیہ سے بغرض سہولت قارئین کرام لکھا گیا ہے۔غرضیکہ بالکل بے نظیر تحفہ ہے لکھائی چھپائی نہایت عمدہ، قیمت صرف ایک آنہ۔ مینجر مبلغ حقانی بک ڈپو امرتسر

....

اور ذیل کا اعلان بھی ایک شمارے میں درج ہے جو مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کے عقیدے کی وضاحت کرتا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کاذب کافر اور مفتری تھا

مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری کے عقائد

بعض حلقوں میں یہ افواہ پھیلائی جارہی ہے کہ حضرت مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری، مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کو کافر نہیں سمجھتے۔ہم بذریعہ اعلان ہذا قارئین پر واضح کر دینا چاہتے ہیں کہ مولانا موصوف، مرزا صاحب آنجہانی کو کاذب کافر اور مفتری سمجھتے ہیں...

سکرٹری ینگ مین محمدیہ ایسوسی ایشن مسجد مبارک لاہور۔

منقول از زمین دار مورخہ ۲۸ جون ۱۹۳۶ء

(ماہنامہ مبلغ امرتسر۔جولائی ۱۹۳۶ء۔ص ۲۹)

....

امرتسر کے منکرین حدیث، مرزائیت کے لباس میں

جناب محمد اسحاق حنیف مدیر ماہنامہ مبلغ امرتسر لکھتے ہیں:

حال ہی میں ایک ٹریکٹ بعنوان آئمہ اربعہ اور وفات مسیح، جماعت منکرین حدیث امرتسر نے کسی غیر معروف مسمی صدیق اکبر کے نام پر شائع کیا ہے جس میں یہودیانہ تحریف سے کام لیتے ہوئے یہ ثابت کرنے کی ناکام کوشش کی گئی ہے کہ امام مالک، امام ابوحنیفہ، امام ابو یوسف، امام محمد، امام شافعی، امام احمد بن حنبل، امام ابن حزم، حافظ ابن قیم، آئمہ اسلام رضوا ن اللہ علیھم اجمعین وفات مسیح کے قائل تھے۔

درحقیقت لٹریچر مرزائیہ کے اقتباس نقل کئے گئے ہیں چنانچہ مکمل احمدیہ پاکٹ بک طبع پنجم صفحہ ۳۷۰ پر ان تمام آئمہ کرام کا نام لکھ کر یہ بہتان تراشا گیا ہے کہ یہ بزرگ وفات مسیح کے قائل تھے۔ اس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی قائلین وفات مسیح کی فہرست میں ان کا حضرات کا نام بھی درج کیا ہے ملاحظہ ہو کتاب البریہ صفحہ ۱۸۸ مطبوعہ دسمبر ۱۹۳۲ء

ٹریکٹ کے صفحہ ۳ پر مجمع البحار، جواہر الحسان، المعلم، عتبہ، وغیرہ کتب سے حوالجات نقل کر کے لکھا گیا ہے کہ حضرت امام مالک وفات مسیح علیہ السلام کے قائل تھے

الجواب الاول ۔یہ قول ضعیف ہے، بے سند ہے۔ پہلے اس کی سند بیان کرو۔ بغیر سند کے کیا سمجھا جائے گا کہ اس جگہ مالک سے مراد امام مالک بن انس ہیں؟

الجواب الثانی ۔کتاب عتبہ حضرت امام مالک کی تصنیف نہیں بلکہ ملک اندلس کے فقیہ محمد بن احمد بن عبدالعزیز بن عتبہ بن ابوسفیان قرطبی کی تصنیف شدہ ہے۔ ان کی وفات ۲۵۵ھ میں ہوئی۔ ملاحظہ ہو نسیم الریاض فی شرح شفاء القاضی عیاض جلد سوم صفحہ ۵۲۴ مطبوعہ ۱۳۴۶ھ مطبع ازہریہ مصر ۔اور کتاب کشف الظنون جلد اول۔ صفحہ ۱۰۷۔۱۰۸

الجواب الثالث :کذاب اکبر مشتہر نے افتومنون ببعض الکتاب و تکفرون ببعض (

البقرۃ:۸۵)پرعمل کرتے ہوئے کتاب اکمال الاکمال العلم شرح صحیح مسلم کی جلداول صفحہ۲۶۵ کا حوالہ توپیش کردیامگرصفحہ۲۶۶ کا ذکرتک بھی نہیں کیا حالانکہ وہاں حضرت عیسیٰؑ کے نزول کا ذکر خیر ہے۔

الجواب الرابع ۔حضرت امام مالک بن انس کی ولادت ۹۰ھ میں ہوئی اور۱۷۹ھ ربیع الاول میں وفات پائی۔ملاحظہ ہوتاریخ المشاہیر صفحہ۱۰

نیز تاریخ المشاہیر صفحہ۱۳ پر بھی سن وفات اس طرح لکھا ہوا ہے

مالک زیدہ عیادامام(۹۵)از جہان رفت ویافت مطلق نام(۱۷۹)

منجملہ حوالجات کے مجمع البحار کاایک یہ بھی حوالہ پیش کیا ہے کہ و اکثر ان عیسی علیہ السلام لم یمت و قال مالك مات یعنی اکثرتو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی نہیں مرے لیکن مالک کہتے ہیں کہ وہ مرگئے۔(ٹریکٹ مذکور۔ص۳)

کتاب مجمع البحار کے مصنف امام محمد طاہر گجراتی کی وفات ۹۸۶ھ میں ہوئی تھی (عسل مسفی جلداول ۔ص۱۰۲) گویا حضرت امام مالک کی وفات سے صدیوں بعد کی اس کتاب (کی جلداول ص۲۸۶) کا حوالہ دیا گیا ہے کوئی سندوغیرہ نہیں لکھی۔

علاوہ اس کے کتاب موطا حضرت امام مالک کی تصنیف ہے۔موطا شریف میں حضرت امام صاحب موصوف نے کہیں نہیں لکھا کہ حضرت عیسی وفات پاچکے ہیں۔اگرکسی صاحب کا دعوی ہے تو حوالہ پیش کرے

ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صادقین

حیات مسیح کے بارے میں امام مالک کا صحیح مذہب

و فی العتیبة قال مالك بین الناس قیام یستمعو ن لا قامة الصلوة فتغشاھم غما مة فا ذا نز ل عیسی (شر ح اکما ل الکمال جلداول .ص ۲۶۶). فرمایا مالک نے کہ لوگ نماز کے لئے تکبیر کہہ رہے ہوں گے کہ ایک بدلی چھا جائے گی اور حضرت عیسی نازل ہوں گے۔

الغرض امام مالک حیات مسیح اور نزول علی الارض من السماء کے قائل تھے۔علامہ زرقانی مالکی آپ کے معتقد راقم ہیں کہ

رفع عیسی و هو حی علی الصحیح (شرا ح موا هب لد نیه)

امام ابوحنیفہ کا مذہب

دشنام طرازی کو مدنظر رکھتے ہوئے امام صاحب موصوف پر الزام عائد کیا گیا کہ چونکہ موصوف اس مسئلہ میں خاموش تھے لہذا وہ بھی وفات مسیح کے قائل تھے لعنة الله علی الکا ذبین

قارئین کرام حیات مسیح کے بارے میں امام نعمان بن ثابت ابوحنیفہ کا مذہب ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں

نزو ل عیسی علیه السلا م من السماء حق کا ئن (فقہ اکبر)

امام احمد بن حنبل کا مذہب

آپ کے متعلق بھی لکھا گیا ہے کہ وفات مسیح کے قائل تھے حالانکہ آپ نے اپنی مسند شریف کے اندر بیسیوں حدیثیں حیات مسیح کے بارے میں نقل فرمائی ہیں۔ اختصار کو مدنظر رکھتے ہوئے صرف دو روایتیں درج کی جاتی ہیں:

عن حنظلة الا سلمی انه سمع ابا هر یرة یقول قا ل رسو ل الله ﷺ و الذی نفسی بیده لیهلن ابن مر یم من فج الرو حا ء بالحج و العمرة او لیثنینهما (ترجمہ: حضرت حنظلہ تابعی سے روایت ہے کہ اس نے سنا ابو ہریرۃ سے کہ وہ فرماتے تھے کہ حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کہ مجھے اس اللہ کی قسم ہے جس کے ہاتھ میں میری جان ہے البتہ ضرور حضرت ابن مریم روحاء کے راستے احرام حج یا عمرہ یا قران باندھیں گے۔(مسند امام احمد)

حد ثنا عبد الله حد ثنی الی ثنا سلمان بن داؤد قا ل ثنا حرب بن شدا د عن یحی بن ابی کثیر قال حد ثنی الحضرمی بن لا حق ان ذکر ان ابا صا لح ا خبره ان عا ئشة رض اخبرته قا لت د خل علیّ رسو ل الله ﷺ و انا ابکی۔ فقا ل لی ما یبکیك۔ قلت یا رسو ل الله ذکر ت الد جال فبکیت فقا ل رسول

اللـه ﷺ ان يخر ج الدجال و انا حيّ كفيتكم و ان يخرج الد جال بعدى فان ربكم عز و جل ليس با عور انه يخر ج فى يهو د ية ا صبهان حتى يأتى المدينة ينز ل ناحيتها و لهايو مئذ سبعة ابواب على كل نقب منها ملكان فيخرج اليه شرار اهلها حتى الشا م مدينة بفلسطين ببا ب لد قال ابو داؤد حتى يأتى بفلسطين با ب لد فينزل عيسى فيقتله ثم يمكث عيسى عليه السلا م فى ا لا ر ض ار بعين سنة اما ما عد لا و حكما مقسطا ۔(ترجمہ:حضرت عائشہ سے مروی ہے کہ رسول خدا نےﷺ میرے پاس تشریف لائے اس حال میں کہ میں رورہی تھی۔رسول خداﷺ نے فرمایا کس چیز نے تجھے رلایا۔میں نے عرض کی یارسول اللہ میں نے دجال کا ذکر سنا،پس میں روپڑی۔نبی کریمﷺ نے فرمایا اگر دجال نے میری زندگی میں خروج کیا تو میں تمہاری طرف سے اس کو کافی ہوں گا۔اور اگر اس نے خروج کیا میرے بعد تو جان لو کہ تمہارا رب کا نا نہیں ہے۔دجال اصفہان شہر کے یہود سے خروج کرے گا یہاں تک کہ مدینہ کی طرف آئے گا اور اس کے قریب کسی جگہ ٹھہریگا۔اس روز مدینہ کے سات دروازے ہوں گے اور ہر راستے پر دو فرشتے ہوں گے۔پس دجال کی طرف شریر لوگ نکلیں گے یہاں تک کہ دجال ملک شام میں آجائے گا لد مقام پر۔پس حضرت عیسی نازل ہوں گے اور دجال کو قتل کریں گے پھر حضرت عیسی زمین میں چالیس برس رہیں گے عادل اور حاکم ہوں گے انصاف کرنے والے (مسند احمد)

ان روایات کی موجودگی میں بھی کوئی آپ پر الزام لگائے تو ہم سوائے اسکے اور کیا کہہ سکتے ہیں کہ

لعنة الله على لكا ذبين

امام ابن حزم کا مذہب

ٹریکٹ کے صفحہ۶ پر موصوف کے متعلق بھی گوہر افشانی کی گئی ہے کہ نعوذ باللہ آپ بھی وفات مسیح کے قائل تھے۔ ناظرین آپ کا اصل مذہب حیات مسیح کی تائید میں ملاحظہ فرمائیے آپ فرماتے ہیں

فى ا لآ ثا ر مسندة الثا بتة فى نزو ل عيسى بن مر يم فى آ خر الز ما ن ترجمہ آثار صحیحہ سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی آخری زمانہ میں نزول فرمائیں گے (کتاب الفصل فی الملل مصری۔ج۴ص۱۸۰)

علامہ ابن قیم کا مذہب

ٹریکٹ کے صفحہ ۷ پر امام ابن قیم کو بھی وفات مسیح کا قائل لکھا ہے،حالانکہ آپ فرماتے ہیں:

الف : و ھذا المسیح ابن مریم حی لم یمت و غذاءہ من جنس غذاء الملائکۃ (کتاب التبیان مصنفہ امام ابن قیم ص ۱۳۹) یعنی حضرت عیسی زندہ ہے، اس کی خوراک وہی ہے جو فرشتوں کی۔

ب . و ھو نازل من السماء فیکم بکتاب اللہ (ہدایت الحیاری ص ۴۳ مصری) ترجمہ: اور وہ آسمان سے نزول فرمائیں گے اور کتاب اللہ پر عمل کریں گے

ج ، عن المسیح انی رفع الی السماء

(زادالمعاد مصنفہ امام صاحب موصوف مطبوعہ ۱۳۴۷ مطبع مصر ص ۱۹)

صحابہ کرام پر بہتان

پبلشر نے سنت مرزا غلام احمد قادیانی پر عمل کرتے ہوئے جہاں آئمہ اسلام پر بہتان تراشے اور دروغ گوئی سے کام لیا ہے، وہاں صحابہ کبار کو بھی اس زمرہ میں شامل کیا ہے۔ دلیل یہ پیش کی ہے کہ آپ کی وفات کے بعد صحابہ کرام جو کہ نبی کریم ﷺ کی وفات کا نام تک لینا گوارا نہیں کرتے تھے انہوں نے بھی حضرت ابوبکر صدیق کے استدلال وما محمد الا رسول قد خلت من قبلہ الرسل پر آنحضرت ﷺ کی وفات تسلیم کر لی۔

آیت شریفہ کا ترجمہ اس طرح لکھا ہے:

اور بس ہے محمد رسول اللہ آپ سے پہلے سب رسول مر گئے۔

الجواب: (الف) مذکورہ بالا تحریر مرزائیہ پاکٹ بک صفحہ ۳۵۴ سے نقل کی گئی ہے وہاں بھی اس طرح استدلال اور ترجمہ درج ہے۔

(ب)۔ خدا معلوم پبلشر نے، مر گئے، مرزائیوں کی طرح کس لفظ کا ترجمہ کیا ہے۔ غالباً خلت کا ترجمہ کیا ہے ۔ سو میں نہایت ادب سے التماس کرتا ہوں کہ کیا خلت یا خلا بمعنی موت زبان عرب میں آیا بھی ہے۔ برائے کرم کسی لغت سے دکھائیں۔ واضح ہو کہ خلت کا مصدر خلو ہے اور چند معنی میں مستعمل ہے۔ جدا ہونا، یا تنہا ہونا۔ چنانچہ اس آیت میں ہے اذا خلا بعضھم الی بعض، اور جب ایک دوسرے سے ملتے

ہیں اور و اذا خلوا الی شیا طینھم اور جب اپنے بڑے کافروں...

دیکھئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے

قد خلت من قبلکم سنن تم سے پہلے کئی دستور ہوتے رہے ہیں...

اگر خلت کے معنی فوت ہو جانا ہی کریں تو آپ براہ نوازش سنة اللہ التی قدخلت من قبل کا کیا ترجمہ کرو گے۔ کیا یہی کہ وہ سنت اللہ ہے جو تم سے فوت ہو چکے ہیں۔ اگر یہی ترجمہ کرو گے تو آیت شریف کے ساتھ ملے ہوئے الفاظ و لن تجد لسنة الله تبد یلا آپ کے اس ترجمہ کی سخت تکذیب کریں گے سنة اللہ التی قد خلت من قبل یہ سنت اللہ ہے جو پہلے سے چلی آتی ہے۔ پس قدخلت من قبله الرسل کا صحیح ترجمہ یہ ہوا: ان سے پہلے بھی رسول ہوتے رہے

واضح ہو کہ خلا اور خلت لغت میں زمانہ صفت کے لئے آیا ہے دیکھو قرون خا لیہ مثلاً اہل عرب بولتے ہیں خلت یا خلو ن من شھر محر م محرم کی فلانی تاریخ گذرے۔ پس اس آیت قد خلت من قبله الرسل کا یہ مطلب ہے کہ حضور ﷺ سے پہلے بھی بہت سے مرسل رسالت کر چکے ہیں۔

مثلاً ایک قافلہ کلکتہ سے پشاور جا رہا ہے جس وقت وہ قافلہ امرتسر سے گذر کر لاہور پہنچ جائے گا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ فلاں قافلہ یہاں سے گذر گیا۔ تو کیا یہ معنی ہوئے کہ وہ قافلہ والے مر گئے۔

چیلنج: ہمارا یہ دعوی ہے کہ نبی کریم ﷺ صحابہ کرام، آئمہ اربعہ اور دیگر بزرگان اسلام حیات مسیح اور نزول الثانی کے قائل تھے کوئی بھی وفات مسیح کا قائل نہیں تھا۔ ہو بھی کیسے سکتا ہے جو کہ قرآن مجید میں ارشاد موجود ہے بل رفعه الله اليه

ہم قرآن احادیث نبوی اقوال بزرگان کی رو سے ہر وقت (تقریری تحریری) مناظرہ کیلئے تیار ہیں امید ہے کہ صدیق اکبر صاحب ہمارے اس چیلنج کو منظور فرما کر ممنون فرماویں گے

قوت بازو کا دعوی ہے تو آ میدان میں
ورنہ اپنے آشیاں میں ہر کوئی شہباز ہے

خادم اسلام حنیف مدیر مبلغ امرتسر ۲۵ جولائی ۱۹۳۶ء

معیار مرزا

جناب محمد اسحاق حنیف مدیر ماہنامہ مبلغ امرتسر لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت مہدویت نبوت وغیرہ نے اپنی پیش گوئیوں کو صدق اور کذب جاننے کے لئے معیار مقرر کیا ہے چنانچہ آپ راقم ہیں:

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر کوئی امتحان نہیں ہوسکتا۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۸۰)

قرآن کریم کے اندر خدا تعالی ارشاد فرماتے ہیں:

فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ انّ اللہ عزیز ذو انتقا م . (ابراہیم:۴۸)

(اے لوگو! ہرگز گمان نہ کرو کہ خدا تعالی اپنے رسولوں سے کئے ہوئے وعدہ کا خلاف کرے گا اللہ تعالی غالب اور منتقم ہے)

چنانچہ اس آیت مبارکہ کی تصدیق مرزا غلام احمد ان الفاظ میں فرماتے ہیں:

ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو (چشمہ معرفت ۔ص ۸۳)

اس اصول کے مطابق ہر انسان حق بجانب ہے کہ جس مدعی الہام کی پیشگوئی جھوٹی نکلے اس کو مفتری علی اللہ قرار دے۔ ہم کو اب حق حاصل ہے کہ ہم مرزا جی کے مقرر کردہ معیاروں کو ملحوظ رکھ کر جس پیش گوئی یا الہام کو چاہیں، پرکھیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جملہ پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی متعلق عمر خود، ملاحظہ فرمائیں:

ا۔ چھتیسویں پیش گوئی یہ ہے جیسا کہ میں (مرزا) ازالہ اوہام میں لکھ چکا ہوں خدا تعالی نے مجھے خبر دی ہے کہ تیری عمر اسّی (۸۰) برس یا اس سے کچھ کم یا زیادہ ہوگی ۔ (سراج منیر۔صفحہ ۷۹)

(ناظرین اس فقرے میں فقط، کم یا زیادہ، فقط قابل غور ہے۔
مختصر نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا جی کے خدا کو بھی صحیح عمر کا پتہ نہیں ۔استغفر اللہ)

۲۔ میں (خدا) اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا (تریاق القلوب۔ص ۳)

۳۔خدا تعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمر ۸۰ برس کی ہوگی اور یا یہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم اور جو بظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چھہتر اور چھیاسی کے اندر عمر کی تعین کرتے ہیں (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ج ۵ ص ۹۷)

۴۔بیس سال سے زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ مجھے اللہ تعالی نے صاف لفظوں میں فرمایا کہ تیری عمر اسّی برس یا دو چار اوپر نیچے ہوگی۔

۵۔چونکہ خدا تعالی جانتا تھا کہ دشمن موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلد مر گیا، اس لئے پہلے ہی خدا نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا

ثما نین حو لًا او قر یباً من ذلك ... و ترى نسلاً بعيداً

یعنی تیری عمر اسّی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ ۔ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل دیکھے گا (اربعین نمبر ۳ ص ۳۶ ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۹)

۶۔سو اس طرح ان لوگوں کے منصوبوں کے برخلاف خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں ۸۰ برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر کروں گا تا کہ لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں (اربعین نمبر ۳)

ناظرین ملہم الہی کی متضاد کلام کا ادنی نمونہ ہے مرزا جی کا خدا بھی ایسا ہے جو کہ مرزا جی کی عمر کا صحیح اندازہ نہیں لگا سکتا (مطابق تحریرات بالا)۔

مرزا صاحب آنجہانی لوگوں کو مغالطہ میں ڈالنے کے لئے یا ،یوں، کی بحث میں پھنس گئے اور ایسے پھنسے کہ اب نکلنے کی تاب نہیں۔پیش گوئی کو ایسا پردہ میں رکھا جس سے لوگ صدق و کذب میں امتیاز ہی نہ کر سکیں۔صریح الفاظ میں نہ لکھا کہ میری عمر اتنی ہوگی ،یا، یوں کے جھگڑوں میں وقت ٹالنے کی ناکام کوشش کی۔ بہر حال مذکورہ بالا تحریروں سے ثابت ہوا کہ مرزا قادیانی کی عمر مبارک ۷۴ سال سے کم اور ۸۶ سال سے تجاوز نہیں کرے گی جیسا کہ مرزا صاحب کی شہادت موجود ہے:

جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعین کرتے ہیں۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۹۷)

اس تحریر کے مطابق کم از کم ۷۴ سال مرزا غلام احمد کا عمر پانا لازمی اور اٹل ہے۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی کل عمر کتنی ہوئی۔ قبل اس کے کہ ہم عمر کا حساب کریں مرزا صاحب کا ایک فقرہ لکھنا ضروری سمجھتے ہیں تا کہ ناظرین بمطابق ارشاد موصوف جلد از جلد کسی نتیجہ پر پہنچ سکیں۔ فرمودہ فقرہ یہ ہے:

جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔
(چشمہ معرفت۔ ص ۲۲۲)

پیدائش مرزا

۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی۔ (کتاب البریۃ)

۲۔ مرزا جی کے خلیفہ اول حکیم نور الدین لکھتے ہیں: سن پیدائش حضرت صاحب المسیح موعود مہدی مسعود ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء ہے (کتاب نور الدین ص ۱۷۰)

۳۔ مرزا صاحب کا جنم ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوا تھا (از اخبار بدر ۱۳ دسمبر ۱۹۰۴ء اخبار الحکم ۱۵ دسمبر ۱۹۰۴ء)

مندرجہ بالا تحریروں سے معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد متنبّی قادیانی ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء یعنی ۱۲۵۵ھ میں پیدا ہوئے۔

وفات مرزا

۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو فوت ہوئے تھے۔ تمام تحریروں سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب کی کل عمر ۶۸ سال ہوئی۔ اگر سن ولادت ۱۸۳۹ء لیا جائے تو کل عمر ۶۹ سال بنتی ہے۔ چھہتر سال تو کسی صورت میں بھی پوری نہ ہوئی۔

اب اور دلائل سے سنئے کہ قادیانی مرزا جی کی عمر ۷۴ سال سے کم ہوئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

جو شخص صدی کے سر پر پیدا ہوا اور رمضان کے کسوف خسوف نے اس کی گواہی دی اور اسلام کے موجودہ ضعف اور دشمنوں کے متواتر حملوں نے اس کی ضرورت ثابت کی اور انبیاء گذشتہ کے کشوف

نے اس بات پر قطعی مہر لگادی کہ وہ (مرزا) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا

(قادیانی اربعین نمبر۲ص ۲۳)

مرزا جی کی یہ تحریر ثابت کر رہی ہے کہ آپ صدی کے سر پر پیدا ہوئے۔ بہت اچھا۔ ہم نے صرف یہ دیکھنا ہے کہ عمر چھہتر سال پوری ہوئی یا نہیں۔ وفات آپ کی ۱۳۲۶ھ میں ہوئی تو گویا کل عمر صرف ۲۵ سال ہوئی۔

مرزا غلام احمد صاحب کا اور دیکھئے دعوی صدی پر پیدا ہونے کا۔

ناظرین پنجابی نبی کے گوہر بار سنئے

یہ عجیب بات ہے کہ چودھویں صدی کے سر پر جس قدر بجز میرے لوگوں نے مجدد ہونے کے دعوی کئے تھے جیسا نواب صدیق حسن خان بھوپالی اور مولوی عبدالحی لکھنوی وہ سب صدی کے اوائل دنوں میں ہلاک ہوگئے اور خدا تعالی کے فضل سے اب تک میں نے صدی کا چہارم حصہ اپنی زندگی میں دیکھ لیا ہے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۰؟)

پھر جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالی نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد ہے (تریاق القلوب۔ص۹۸، ۱۵۸)

پہلی تحریر نے ثابت کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب، صدی کے سر پر پیدا ہوئے تھے۔ دوسری تحریر بتا رہی ہے کہ صدی کے سر پر مرزا جی چالیس برس عمر پا چکے تھے۔

مرزائیو! اتنا متضاد کلام۔.. آپ اپنی نظر کو اصل حقیقت کی طرف متوجہ کیجئے صدی کے سر پر مرزا جی عمر چالیس سال اور فوت ہوئے ۱۳۲۶ھ میں، جیسا کہ اوپر گذر چکا ہے۔ تو گویا ۴۰ اور ۲۶ جمع کرنے سے کل عمر ۶۶ سال کی ہوئی۔

مرزائی دوستو! چوہتر تو پورے نہ ہوئے۔ ہائے افسوس

بت کریں آرزو خدائی کی ۔ شان ہے تیری کبریائی کی

ایک اور طرز سے عمر میں کمی

اعجاز احمدی مصنفہ مرزا غلام احمد کے صفحہ ۳ پر لکھا ہے:

آتھم کی عمر میری عمر کے برابر تھی یعنی ۶۴ کے قریب۔

مطابق تحریر مذکورہ زمانہ تالیف اعجاز احمدی میں مرزا جی کی عمر ۶۴ سال کی تھی گو یہ غلط ہے کیونکہ ۱۹۰۲ء میں مرزا جی کی عمر ۶۲ سال کی تھی جیسا کہ مرزا جی لکھتے ہیں:

میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ یا سترھویں برس میں تھا (کتاب البریہ)

اس حساب سے سن ۱۹۰۲ء میں ۶۲ سال ہے نہ کہ ۶۴ سال۔ جب ۱۹۰۲ء میں ۶۲ سال ہوئی، تو مرزا جی کی کل عمر ۶۸ سال ہوئی۔

اچھا اگر مرزا جی کی یہ بات مان بھی لی جائے کہ ۱۹۰۲ء میں آپ کی عمر ۶۴ سال تھی تو تب بھی کل عمر ۷۰ سال ہوئی کیونکہ مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔

باپ اور بیٹوں میں تضاد

جیسا کہ میں اوپر بھی دو دفعہ لکھ چکا ہوں کہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس یا سترھویں برس میں تھا، اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔ (کتاب البریہ ص ۱۴۶) ۔

مرزا غلام احمد صاحب صاف لکھتے ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی مگر مرزا صاحب کے صاحبزادے اس سن کو تسلیم نہیں کرتے۔ میاں بشیر الدین محمود خلیفہ قادیان لکھتے ہیں:

احمد جو سلسلہ احمدیہ کے بانی تھے آپ کا پورا نام غلام احمد تھا اور آپ قادیان کے باشندے تھے جو بٹالہ ریلوے سٹیشن سے گیارہ میل امرتسر سے چوبیس میل اور لاہور سے ستاون میل جانب مشرق

ایک قصبہ ہے آپ (مرزا) ۱۸۳۶ء یا ۱۸۳۷ء میں اسی گاؤں میں مرزا غلام مرتضی صاحب کے ہاں جمعہ کے دن پیدا ہوئے۔ (رسالہ سیرت مسیح موعود۔ ص۲ مصنفہ مرزا محمود احمد)

یہی سن ولادت مرزا محمود احمد کے چھوٹے بھائی مرزا بشیر احمد نے سیرت المہدی میں لکھا ہے۔

ناظرین کرام! یہ ہے قادیانی لٹریچر کی حقیقت۔ بڑے میاں آنجہانی لکھتے ہیں ۱۸۴۰ء اور چھوٹے میاں ۱۸۳۶ء۔ میں اس مقام پر مرزائی دوستوں سے سوال کرتا ہوں کہ ان دونوں تحریروں میں کون سی ٹھیک اور کون سی غلط ہے۔

اگر آپ کہیں کہ صاحبزادہ صاحب نے جو سن تحریر کیا ہے غلطی یا کاتب کے سہو پر مبنی ہے، تو یہ بات ہرگز قابل تسلیم نہ ہوگی کیونکہ یہ رسالہ سیرت مسیح جس میں یہ سن درج ہے، چار دفعہ شائع ہو چکا ہے۔ چنانچہ جو نسخہ خاکسار کے پاس موجود ہے اس کے ٹائٹل پیج پر نیچے کی جانب ایک کونہ میں بار چہارم لکھا ہے۔ اگر یقین نہ ہو تو کتاب گھر قادیان میں تشریف لے جا کر ملاحظہ فرمالیں۔ جو صاحب اتنی تکلیف برداشت نہیں کر سکتے ان کی خدمت کے لئے میں حاضر ہوں

در فیض محمد وا ہے آئے جس کا جی چاہے
صداقت دین و مذہب آزمائے جس کا جی چاہے

جناب والا! اگر غلطی سے سن لکھا ہوتا تو یقیناً ایک دفعہ نہ سہی، دوسری دفعہ سہی، تیسری دفعہ سہی اور چوتھی دفعہ تو ضرور اس کا ازالہ ہوتا۔ مگر نہیں صاحبزادہ نے انکشاف ہوتے ہوئے والد صاحب کی مخالفت کی ہے۔ بعض مرزائیوں کا اعتراض ہے کہ ولادت مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ میں پیدائشی تاریخ لکھنے کا معقول انتظام نہ تھا ممکن ہے کہ سن ولادت غلط لکھا گیا ہو بعد ازاں حقیقت بے نقاب ہوگئی تو پسران مرزا صاحب قادیانی نے صحیح لکھ دیا۔

دوستو! یہ تاویل کسی حد تک معقول نہیں اگر فرض محال صحیح تصور بھی کی جائے کہ زمانہ ولادت مرزا جی میں پیدائشی تاریخ لکھنے کا نمایاں انتظام نہ تھا اس واسطے ممکن ہے سن غلط لکھا گیا ہو، میں کہتا ہوں کہ معقول انتظام نہ تھا تو نہ سہی، مگر مرزا صاحب کا لکھا ہوا آپ کے لئے واجب احترام ہے اور قابل حجت ہے کیونکہ مرزا

جی کی شان ہے و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا و حی یو حی (اربعین نمبر۲ص۴)

مرزا جی کی ولادت کا سنہ جو مرزا محمود احمد نے لکھا ہے یعنی ۱۸۳۷ء وہ بھی اگر فرضی طور پر صحیح تصور کیا بھی جائے تو پھر بھی کرشن قادیانی کی کل عمر ۷۱ سال ہوئی۔

قادیانی فاضلو! ۷۱ کو ۷۴ کس طریق سے بناؤ گے۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

قارئین کرام! اب ذرا قمری حساب سے عمر ملاحظہ فرمائیے

مرزا غلام احمد ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے دیکھو تریاق القلوب۔ص ٦٨ ۔اور ۱۳۲٦ میں فوت ہوئے پس قمری عمر کل ٦۵ سال ہوئی۔

مرزائیو! کیا کذب مرزا پر کوئی اور دلیل بھی چاہیے۔میں کہتا ہوں صرف یہی پیش گوئی قادیانی قلعہ کو مسمار کرنے کے لئے کافی ہے۔اگر عزت اور انصاف کا پاس ہے تو خدائے قدوس کو حاضر و ناظر سمجھ کر بتائیے کذب مرزا پر اور بھی دلائل کی مزید ضرورت محسوس ہوتی ہے حالانکہ مرزا کے دستخط موجود ہیں ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیشگوئیاں ٹل جائیں۔ ادھر ہم دیکھتے ہیں ایک معمولی پیش گوئی بھی پوری نہ ہوئی جس کے متعلق لکھا ہوا موجود ہے:

جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر تعین کرتے ہیں ۔(ضمیمہ براہین احمدیہ ج۵ص۹۷)

مگر ادھر بین دلائل سے ثابت ہے کہ مرزا غلام احمد کی عمر ۷۴ سال سے کم ہوئی۔اس جگہ ہم مرزا صاحب کا فتوی بھی درج کرنا ضروری سمجھتے ہیں لکھا ہے:

ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس کا اعتبار نہیں رہتا۔(چشمہ معرفت۔ص۲۲۴)

(منقول از ماہنامہ مبلغ امرتسر جلد انمبر۱۰ بابت جمادی الاول ۱۳۵۵ھ مطابق ستمبر ۱۹۳٦ء)

....

معیار نبوت

(ماہنامہ مبلغ امرتسر جلد ا نمبر ۳ بابت ماہ ذی قعد ۱۳۵۴ھ مطابق فروری ۱۹۳۶ء کے صفحہ ۴ تا ۱۲ پر مجاہد ملت مولانا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی کے قلم سے لکھا ہوا یہ مضمون شائع ہوا)

الحمد لله على نعمائه و الصلوة و السلام على خاتم انبياءه و على آله و اوليائه۔ اما بعد فاعوذ بالله من الشيطان الرجيم ۔كان الناس امة واحدة فبعث الله النبيين مبشرين و منذرين و انزل معهم الكتاب بالحق ليحكم بين الناس فيما اختلفوا فيه و ما اختلف فيه الّا الذين اوتوه من بعد ما جائتهم البينات بغيا بينهم فهدى الله الذين ءامنوا لما اختلفوا فيه من الحق باذنه و الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم (البقرة: ٢١٣)۔

و ما كان الناس الا امة واحدة فاختلفوا ولو لا كلمة سبقت من ربك لقضى بينهم فيما فيه يختلفون (يونس:١٩)۔

و ما انزلنا عليك الكتاب الا لتبين لهم الذى اختلفوا فيه و هدى و رحمة لقوم يؤمنون۔ (نحل:٦٤)

صاحبان! سورہ بقرہ کی آیت سے یہ امر ثابت ہوا کہ انبیاء کرام اس لئے تشریف لاتے ہیں کہ حق و باطل میں اختلاط ہو جانے کی صورت میں لوگوں میں جو اختلاف پیدا ہو جاتا ہے کہ کون حق کا ساتھی بن جاتا ہے اور کون باطل کا حمایتی، اس اختلاف کو بایں طور دور کریں کہ حق کو باطل سے الگ کر دیں اور حق پر چلنے والوں کو وعدہ نجات کی خوش خبری سنائیں اور باطل پرستوں کو وعید عذاب سے ڈرائیں۔

اس وقت باطل پرست لوگ انبیاء کرام کو اپنا مخالف تصور کر کے ان کی مخالفت کے لئے اپنی جانب سے چند معیار مقرر کیا کرتے ہیں اور اس پر انبیائے کرام کو پورا نہ ہوتے دیکھ کر ان کو کاذب و مجنون کہنے لگتے ہیں۔ لہذا پہلے ان خود ساختہ معیاروں کی تفصیل سنئے جو منکرین تجویز کیا کرتے ہیں:

۱۔ پہلا اور سب سے بڑا معیار تو منکرین کے نزدیک یہ ہوتا ہے کہ رسول کو بشر نہیں ہونا چاہیے، بلکہ اسے کل

بشری لوازمات سے پاک ہونا چاہیے چنانچہ وہ کہتے ہیں

ما ھذا الا بشر مثلکم یاکل مما تاکلون و یشر ب مما تشربون۔ و لئن اطعتم بشرا مثلکم انکم اذا الخا سرو ن (مو منو ن:۳۳۔۳٤)

توان کوجواب دیا گیا۔ و ما ار سلنا قبلك ا لا رجالا نو حی الیهم فاسئلوا اهل الذ کر ان کنتم لا تعلمو ن۔ و ماجعلنا هم جسداً لایا کلون الطعا م و ما کا نوا خا لدین (الانبیاء:۷۔۸) ۔ یہ معیار ان کا غلط ہوا۔

۲۔لوازمات بشریہ کی خاطر چوک بازاروں میں رسولوں کے جانے پر کہتے: و قا لوا ما لِ هذا الرسول یأکل الطعا م و یمشی فی ا لاسواق (الفر قا ن۔۷) ۔

ان کوجواب دیا گیا: و ما ارسلنا قبلك من المر سلین ا لا انهم لیأکلو ن الطعا م و یمشون فی الاسواق (الفر قا ن ۲۰) رسول جب بشر ہیں تو ان کیلئے حوائج ضروری ہیں۔

۳۔منکرین نے کہا :او یلقی الیه کنز ا و تکو ن له جنة یأکل منها (الفرقا ن۔ ۸)۔ اسکے آگے ان کو جواب دیا گیا: تبار ك الذی ان شاء و جعل لك خیرا من ذلك جنات تجر ی من تحتها الانها ر و یجعل لك قصورا (الفر قا ن۔۱۰)

یعنی اللہ ایسا کرسکتا ہے لیکن یہ نبوت کے لئے معیار نہیں بن سکتا۔

٤۔منکرین کہتے ہیں کہ رسول کو عورتوں سے تعلق نہیں رکھنا چاہیے توان کو جواب دیا گیا و لقد ارسلنا رسلا من قبلك و جعلنا لهم ازوا جاً و ذرّیّة (الرعد۔۳۸)

۵۔منکرین کہتے کہ رسول کو کل امور غیبیہ پر اطلاع ضروری ہے اسلئے وہ آکر پوچھتے

متی هذا الوعد ان کنتم صادقین ۔ قل انّما العلم عند اللّه وانّما انا نذ یر مبین۔ (الملك۔۲۵۔۲٦)۔

متی هذا الوعد ان کنتم صادقین۔ قل لا املك لنفسی ضرا و لا نفعا ا لا ما شا ء الله لکل امة اجل۔ اذا جا ء اجلهم فلا یستا خرو ن سا عة و لا یستقدمو ن (یو نس۔ ٤۸۔٤۹)۔

يسئلو نك عن الساعة ايان مرسا ها ۔(الاعراف۔ ۱۸۷)۔

ان کو جواب دیا گیا : قل انّما علمها عند الله و لكن اكثر النّاس لا يعلمو ن ۔ قل لا املك لنفسى نفعا و لا ضرا ا لّا ما شاء الله و لو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير وما مسّنى السوء ان انا الا نذ ير و بشير لقو م يو منو ن (الاعرا ف۔۱۸۷۔۱۸۸)

۶۔ منکرین نے کہا کہ ایسے رسول کی ہم کو ضرورت نہیں خدا خود ہم سے کلام کرے

و قال الذين لا يعلمو ن لو لا يكلّمنا الله او تأتينا آ ية (البقرة)

تو ان کو جواب دیا گیا۔ ما كان لبشر ان يكلّمه الله ا لا و حيا (الشورى)

۷۔ منکرین نے کہا کہ خدا اگر نہیں بولیگا تو اسے فرشتہ کو رسول بنانا چاہیے:

فقا ل الملؤ الذين كفروا من قو مه ما هذا الا بشر مثلكم ير يد ان يتفضل عليكم ،و لو شا ء الله لانز ل ملا ئكتة۔ ما سمعنا بهذا فى آ با ئنا الاولين (مو منو ن: ۲۴)

تو ان کو جواب مرحمت ہوا: و لو جعلناه ملكا لجعلنا ه ر جلا و للبسنا عليهم ما يلبسو ن (الانعام: ۹)

۸۔ منکرین نے کہا کہ محمد ﷺ کے ساتھ فرشتہ بھی تبلیغ کرے: لو لا انزل اليه ملك فيكو ن معه نذيرا (الفرقا ن)۔ تو ان کو جواب سنایا گیا: و لو انز لنا ملكا لقضى الا مر ثم لا ينظرو ن (الانعام۔ ۷)

۹۔ منکرین نے کہا کہ اچھا پھر جو معجزے ہم طلب کریں وہ پیغمبر پر نازل ہوں:

و قالوا لو لا انز ل عليه آ يات من ر به۔ (العنكبو ت : ۵۰)

آ گے ہی ان کو جواب دیا گیا: قل انما ا لآ يات عند الله و انما انا نذير مبين ۔ اولم يكفهم انا انز لنا عليك الكتاب يتلى عليهم ان فى ذلك لرحمة و ذكرى لقوم يومنون

(العنكبو ت۔۵۰۔۵۱)

۱۰۔ منکرین نے کہا پیغمبر پر معجزے نازل نہ ہوں تو خود ہی ڈھال لیا کریں :

و اذ ا لم تأتهم بآ ية قا لوا لو لا اجتبيتها ۔ (الاعرا ف : ۲۰۲)

آ گے ہی ان کو جواب دیا گیا: قل انما اتبع ما یو حی الیّ من ر بی هذا بصائر من ربکم و هدی و ر حمة لقو م یومنو ن۔ و اذا قری القر آ ن فا ستمعوا له و انصتوا لعلکم تر حمون (الاعرا ف۔۲۰۳۔۲۰۴)

۱۱۔ منکرین نے کہا کہ ہم قرآن کو اس صورت میں مان لینے کو تیار ہیں کہ اس کو بدل کر دوسری کتاب لے آؤ یا اسی میں کچھ ردو بدل کر دو:

واذا تتلی علیهم آ یا تنا بینا ت قا ل الذین لا یر جو ن لقاء نا ائت بقرآن غیر هذا او بدّ له (یو نس۔۱۵)۔

ان کو جواب ملا: قل ما یکو ن لی ان ابد له من تلقاء نفسی، ان اتبع ا لا ما یو حی الیّ انی اخا ف ان عصیت ر بی عذا ب یو م عظیم ۔ قل لو شاء الله ما تلو ته علیکم و الا ارسا کم به ، فقد لبثت فیکم عمرا من قبله افلا تعقلو ن (یو نس۱۵۔۱۶۔)۔ معلوم ہوا کہ یہ بھی معیار نبوت نہیں ہو سکتا۔

۱۲۔ آخر میں منکرین نے کہا کہ اگر ہماری چھ سات فرمائشوں میں سے ایک پوری کر دو تو ہم تم کو رسول مان لیں جو یہ ہیں: ۱۔ و قا لوا لن نؤ من لك حتّی تفجرلنا من ا لا ر ض ینبوعاً ۔۲۔ او تکو ن لك جنّة من نخیل و عنب فتفجّر ا لانهار خلا لها تفجیراً۔ ۳ او تسقط السّماء کما ز عمت علینا کسفاً ٤ او تأتی با للّه و الملا ئکة قبیلاً ۔ ٥ ۔او یکو ن لك بیت من ز خر ف ٦ او تر قی فی السّماء و لن نّؤ من لر قیّك حتّی تنزّل علینا کتا باً نقرؤه ۔ قل سبحان ربّی هل کنت ا لا بشراً رّسو لاً (بنی اسرا ئیل:۹۰۔۹۳)

امور سبعہ مسئولا کا محال نہ ہونا

۱۔ فا نفجر ت منه ا ثنتا عشرة عیناً (البقرة) معجزہ موسیٰ ۔

ار کض بر جلك هذا مغتسل بارد و شرا ب (ص)۔ معجزہ ایوب

۲۔ تبارك الذی ان شاء جعل لك خیرا من ذلك جنا ت تجر ی من تحتها ا لا نهار و

يجعل لك قصو را ۔ (الفرقا ن۔ ١٠)

٣۔ ان نشأ نخسف بهم ا لا ر ض او نسقط عليهم كسفا من السماء۔ ان فی ذلك لآ ية لكل عبد منيب (سبا۔٩)

٤ ۔ لكن الله يشهد بما انزل اليك انز له بعلمه و الملا ئكة يشهدو ن و كفى بالله شهيدا (النساء)

٥ ۔و لو لا ان يكو ن الناس امة وا حدة لجعلنا لمن يكفر بالر حمن لبيو تهم سقفا من فضة و معار ج عليها يظهرو ن۔ و لبيو تهم ابوا با و سررا عليها يتكئو ن۔ و زخرفا و ان كلّ ذلك لمّا متا ع الحيوة الدنيا ۔(الزخر ف۔ ٣٣۔٣٥)

٦ ۔ و لو فتحنا عليهم با با من السماء فظلوا فيه يعر جو ن لقا لوا انما سكر ت ابصار نا بل نحن قو م مسحورو ن (الحجر:١٥)

٧۔ و لو نز لنا عليك كتا با فی قر طاس فلمسو ه بايد يهم لقا ل الذين كفروا ان هذا الا سحر مبين (الانعام:۔٧)

معلوم ہوا کہ معجزے دکھانا بھی اللہ کی مرضی پر موقوف ہے جیسا کہ اللہ نے خود فرمایا ہے: ما كان لرسول ان يأتى بآ ية الا با ذن الله رعد ، (مو من)

اس لئے تمام پیغمبروں نے صاف صاف فرما دیا تھا

و ماكا ن لنا ان نا تيكم بسلطا ن ا لا با ذن الله (ابرا هيم

اب آپ منتظر ہوں گے کہ آپ کو بتلایا جائے کہ اصل معیارِ نبوت کیا ہے لیکن اس سے پیشتر کہ میں آپ کے سامنے معیارِ نبوت دلائل واضحہ سے پیش کروں پہلے ایک جدید خود ساختہ بھی معیارِ نبوت سے آپ کو خبر دار کرنا مناسب جانتا ہوں کفار مکہ کی طرح پنجابی متنبّی کی امت نے بھی ایک نیا معیارِ نبوت بنایا ہے جو یہ ہے

فقد لبثت فيكم عمراً من قبله افلا تعقلو ن (يو نس) ۔

یہ ان کا مغالطہ ہے۔ معیارِ نبوت وہ ہے جس پر تمام انبیاء ورسل برابر اتریں آیت مذکورہ نبی ﷺ کے

ساتھ مختص ہے اور کفار کے تبدیل قرآن کے جواب میں وارد ہوئی ہے۔ اگر یہ معیار نبوت ہوتو حضرت موسیٰ اس معیار کا خود اپنی زبان سے انکار کرتے ہیں جب کہ فرعون مصر نے ان کی سابق زندگی کو احسان فراموشی و قتل قبطی وغیرہ سے متہم کیا تھا۔ قرآن مجید میں ہے :قال الم نربّك فينا وليداً و لبثت فينا من عمرك سنين۔ و فعلت فعلتك التى فعلت و انت من الكا فرين۔ قال فعلتها اذا و انا من الضالين۔ ففررت منكم لما خفتكم فوهب لى ربى حكماً و جعلنى من المرسلين (الشعراء:۱۸۔۲۱)

اس کے علاوہ لوط، اہل سدوم کی طرف بھیجے گئے حالانکہ وہ سدوم کے باشندہ نہ تھے، تو سدوم والے ان کی سابق زندگی کے حالات سے کیسے واقف ہو سکتے ہیں؟ لہذا پیغمبر کی سابق زندگی معیار نبوت نہیں ہو سکتی ۔ پھر معیار نبوت کیا ہے؟

معیار نبوت وہ ہے جس پر تمام پیغمبر برابر اتریں اور وہ یہ ہے جسے اللہ پاک نے بیان فرمادیا ہے :و ما ارسلنا قبلك الا رجالًا نوحى اليهم فسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون ۔ وما جعلناهم جسداً لا يأكلون الطعام وما كانوا خالدين ۔ ثم صدقناهم الوعد فانجيناهم و من نشاء و اهلكنا المسرفين (الانبياء۔ ۷۔۹)

یہاں بتایا کہ معیار نبوت یہ ہے کہ پیغمبر وحی ربانی سے جو خبر دیتا ہے جو پیش گوئی کرتا وہ بالکل حرف بحرف سچی ہوتی ہے۔

پس سنو کہ کسی بھی پیغمبر کی کوئی خبر اور پیش گوئی جھوٹی نہیں نکلی اور یہ کیوں کر ہو سکتا ہے کہ پیغمبر کی وحی جھوٹی نکلے کیونکہ وحی تو خدا کرتا ہے پس اگر خبر جھوٹی ثابت ہو تو اسکے معنی یہ ہوں گے کہ خدا نے ہی جھوٹ بولا، خدا نے ہی جھوٹا وعدہ کیا و تعالى الله عن ذلك ۔ اللہ تعالیٰ تو فرماتا ہے:وعد الله حقا و من اصدق من الله قيلا (النساء:۱۲۲)، و من اصدق من الله حديثا (النساء:۸۷)۔قل صدق الله فاتبعوا ملة ابراهيم (آل عمران:۹۵)۔و لقد صدقكم الله وعده اذ تحسونهم با ذن الله (آل عمران:۱۵۲)، لقد صدق الله رسوله الرؤيا بالحق (فتح:۲۷)۔ لن يخلف الله عهده

(البقرة:۸۰)۔ ان اللہ لایخلف المیعاد (آل عمران:۹)۔و یستعجلو نک بالعذا ب و لن یخلف اللہ وعدہ (الحج:٤٨)۔وعد اللہ لایخلف اللہ وعدہ (الروم:٦)۔ وعد اللہ لایخلف اللہ المیعا د (الزمر:٢٠)

متنبیّ کی امت کہتی ہے کہ خدا نے قوم یونس کو ہلاک کر دینے کا وعدہ یونس سے کیا، لیکن ہلاک نہ کیا ۔ یہ ان کا کذب اور خدا پر صریح بہتان ہے۔ قرآن مجید میں حضرت یونس کا قصہ چار جگہ آیا ہے۔ سورہ یونس، سورہ انبیاء، سورہ قلم میں اختصار کے ساتھ اور سورہ صافات میں قدرے تفصیل کے ساتھ، لیکن کہیں بھی خدا کا وعدہ حضرت یونسؑ سے ان کی قوم پر عذاب بھیجنے کا مذکور نہیں ہے۔ اگر خدا کا وعدہ ہوتا تو ضرور پورا ہوتا دیکھو پیغمبر کی پیش گوئی یوں پوری ہوا کرتی ہے

١۔ عن انس قال ند ب النبی ﷺ فانطلقوا حتی نز لوا بد را فقال ﷺ هذا مصرع فلان و یضیع یدہ علی الارض ھھنا و ھھنا ...الخ

(رواہ مسلم مشکوۃ۔ ص ٥٢٣)

٢. عن سھل بن سعد ان النبی ﷺ قا ل یو م خیبر لاعطینّ ھذہ الرایۃ غدا ر جلاً یفتح اللہ علی ید یہ ، یحب اللہ و رسو لہ ، ویحنہ اللہ و رسو لہ ۔ قال :: فبا ت الناس یدوکون لیلتھم ایھم یعطا ھا ۔ فلمّا ا صبح الناس غدوا علی رسو ل اللہ ﷺ کلھم یر جو أنّ یعطا ھا ۔ فقا ل : این علی بن ابی طا لب ؟ فقا ل ھو یا رسو ل اللہ یشتکی عینیہ ۔ قا ل : فارسلوا الیہ فأتی بہ فبصق رسو ل اللہ ﷺ فی عینیہ و دعا لہ فبرأ حتی کأن لم یکن بہ و جع فاعطا ہ الرا یۃ .. الحد یث (بخاری۔ حد یث نمبر ٤٢١٠) آخر یہی ہوا

٣۔ عن سھل بن حنظلیۃ قال جاء ھوازن بظعنھم و نعمھم الی حنین فتبسم النبی ﷺ و قا ل تلك غنیمۃ المسلمین غداً ان شاء اللہ (ابو داؤد۔ مشکوۃ ٣٤٤)

٤۔ عن ابی سعید ان النبی ﷺ قا ل ر أیتنی اسجد فی ما ء و طین من

صیحتها فمطر ت السماء تلك الليلة فر أيت النبی ﷺ يسجدفی الماء و الطين حتی ر أيت ا ثر الطين فی جبهته (صحيح بخاری ۔ مشكوة ص ۱۷٤)

۵۔ ا خبر ﷺ عمه انه ارسل علی صحيفتهم ا لا ر ضه فاكلت جميع ما فيها الا ذكر الله فا خبر ابو طا لب قر يشاً فانز لوا الصحيفة فرأوا لا مر كما اخبر به ﷺ ملتقطاً (زا د المعاد ص ۳۹۹)

٦۔ و عن عدی قا ل قا ل ﷺ ياعدی هل ر أيت الحيرة فان طا لت بل حياة فلتر ين الظعينة تر تحل من الحيرة حتی تطوف بالكعبة ....الحد يث (رواه البخاری مشكوة ص ۵۱٦)

۷. عن شداد بن اوس ان النی ﷺ اخبر قر يشا صبيحة المعراج ان عير هم تقدم فی يو م كذا فقد مت الظهريقدم الجمل الذی و صفه (رواه البزا ز و الطبرا نی ، فتح الباری پاره ۱۵ ص ۴۵۳)

۸. عن عائشة ان جبر يل جاء بصور تها فی خرقة حر ير خضراء الی رسو ل الله ﷺ فقا ل هذه زو جتك فی الد نيا و الآ خرة (رواه التر مذی مشكوة ص ۵۶۵، ۴۶۶)

۹ .عن ابی هر يرة قال و كلنی النبی بحفظ زكوة ر مضان فاتا نی آ ت فجعل يحثو من الطعام فا خذ ته .. الی ؛؛؛يا رسول الله شكا حا جته فخليت سبيله قا ل اما انه سعيود فرصدته فجاء يحثوا من الطعام فاخذ ته الخ (رواه البخاری مشكوة ص ۱۷۷)

۱۰ . عن ابن عمر قال امر النبی ﷺ فی غزوة مو تة زيد بن حا ر ثة، فقال رسو ل الله ﷺ ان قتل زيد فجعفر، و ان قتل جعفر فعبد الله بن روا حه ۔ قا ل عبد الله : كنت فيهم فی تلك الغزوة فالتمسنا جعفر بن ابی طا لب فوجد نا ه فی القتلی الحد يث (صحيح بخاری : حد يث نمبر ٤۲٦۱)

عـن انـس رضی اللہ عنہ انّ الـنبی صلی اللہ علیہ وسلم نعی زیداً و جعفراً و ابن روا حة للناس قبل ان یـأتی خبر هم ۔ فقا ل ۔ أخذ الرا ية زيد فأصيب ثم ا خذ جعفر فأصيب ثم اخـذ ابن روا حة فاصيب و عيناه تذ ر فا ن ۔ حتی ا خذ الرا ية سيف من سيو ف الله حتی فتح الله عليهم (بخاری :حديث نمبر ٤٢٦٢)

صاحبان یہ تو چند از بسیار و مشتے از خروار اللہ کے سچے اور حقیقی پیغمبر کے واقعات تھے اب چند نمونے نقلی نبی صاحب کے ملاحظہ ہوں جن سے ان کی نبوت کا کذب ظاہر ہوگا

۱۔۵ جون ۱۸۹۳ء کو امرتسر میں مباحثہ نصاری کے خاتمہ پر مرزا غلام احمد صاحب نے پیش گوئی کی کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا۔

اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو مجھ کو ذلیل و روسیاہ کیا جائے، پھانسی دی جائے وغیرہ (جنگ مقدس ۔ص ۱۸۸)۔

اس کی میعاد ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پوری ہوتی ہے۔

نتیجہ: ڈپٹی آتھم ۱۵ ماہ میں نہیں مرا۔ بلکہ اس میعاد کے گذر جانے کے بعد بھی قریب دوسال کے زندہ رہا اور اس نے رجوع الی الحق نہیں کیا یعنی مسلمان نہیں ہوا۔

۲۔اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۹۳ میں پنڈت لیکھ رام آریہ کی بابت پیش گوئی شائع کی کہ

اگر اس شخص پر چھ برس کے عرصہ میں کوئی ایسا عذاب نازل نہ ہوا جو معمولی تکلیفوں سے نرالا اور خوارق عادات اور اپنے اندر الٰہی ہیبت رکھتا ہو تو سمجھو کہ میں خدا کی طرف سے نہیں مجھے گلے میں رسہ ڈال کر سولی پر کھینچا جائے (سراج ۔منیر ص ۱۲)

نتیجہ: لیکھ رام کو بتاریخ ۶ مارچ ۱۸۹۷ء کو کسی ہندو نے قتل کر دیا۔ظاہر ہے کہ قتل امر خوارق عادات سے نہیں ہے یہ ہر شہر میں روزہ مرہ کی بات ہے۔

۳۔ ۲۰ فروری ۱۸۸۸ء کو مرزا غلام احمد نے محمدی بیگم کے نکاح کا اشتہار شائع کیا۔پھر پونے پانچ ماہ گذرنے پر ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کو دوسرا اشتہار دیا کہ محمدی بیگم جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز

نکاح سے اڑھائی سال تک مرجائے گا۔

آخرلڑکی کا نکاح ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء کو مرزا سلطان محمد آف پٹی ضلع لاہور سے ہو گیا (دافع الوساوس۔ص ۲۸۰)۔پھر موت کی میعاد مرزا صاحب نے شہادۃ القرآن صفحہ ۸۰ میں یہ بتائی کہ ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء تک قریب گیارہ مہینہ باقی رہ گئی ہے۔

اس حساب سے مرزا سلطان محمد کو ۲۱۔اگست ۱۸۹۴ء کو مرجانا تھا لیکن وہ آج (۱۹۳۶ء) تک زندہ موجود ہے حالانکہ کتاب انجام آتھم صفحہ ۳۱ کے حاشیہ میں اس پیش گوئی کو تقدیر مبرم بتایا تھا اور ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۵۴ پر اس پیش گوئی کے پورے نہ ہونے پر اپنے آپ کو ہر ایک بد سے بدتر قرار دیا ہے۔

۴۔محمدی بیگم سے نکاح کے متعلق ۱۰ جولائی کے اشتہار میں ہر ایک مانع کو دور کر کے مرزا صاحب کے نکاح میں آنے کا بزور ذکر کیا گیا ہے۔،پھر اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے حدیث نبوی یتزوج و یولد لہ بھی پیش کی گئی ہے (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳) ۔

یہ بھی کہا کہ اس عورت (محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ) کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھا گیا (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۲)۔لیکن مرزا غلام احمد صاحب مر بھی گئے اور محمدی بیگم اپنے شوہر کے پاس (۱۹۳۶ء میں) ہے

نکاح آسمانی ہو مگر بیوی نہ ہاتھ آئے
رہے گی حسرت دیدار تا روز جزا باقی

۵۔۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کو اشتہار مولانا محمد حسین بٹالوی کی نسبت شائع کیا کہ:۱۳ مہینوں میں جو ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر

پھر اسکو رسالہ راز حقیقت کے صفحہ ا پر دوبارہ لکھا

(مرزا قادیانی نے ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء والا مشہور اشتہار شائع کیا جسکا عنوان رکھا:

ہم فیصلہ خدا پر چھوڑتے ہیں

اس اشتہار میں مرزا قادیانی نے پیش گوئی فرمائی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مولوی ابوالحسن تبتی اور محمد بخش جعفر زٹلی کو ۱۳ ماہ کے دوران ذلت اٹھانی پڑے گی۔اور اس کے وقوع کو انہوں نے اپنے اور مولانا بٹالوی مرحوم کے درمیان حق و باطل کے تعین کے لیے

آخری فیصلہ قرار دیا۔ یہ اشتہار درج ذیل ہے:

جن لوگوں نے شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی کے چند سال کے پرچہ اشاعۃ السنۃ دیکھے ہوں گے اور وہ اگر چاہیں تو محض للہ گواہی دے سکتے ہیں کہ شیخ صاحب موصوف نے اس راقم کی تحقیر اور توہین اور دشنام دہی میں کوئی کسر نہیں اٹھا رکھی ...(اور میری صداقت کے) نشانوں سے شیخ محمد حسین اور اس کے ہم مشرب لوگوں نے فائدہ نہیں اٹھایا، بلکہ سختی اور بدزبانی روز بروز بڑھتی گئی۔ چنانچہ ان دنوں میں میرے بعض دوستوں نے کمال نرمی اور تہذیب سے شیخ صاحب موصوف سے یہ درخواست کی تھی ....کہ آپ مباہلہ کر کے تصفیہ کر لیں ...اور یہ بھی کہا گیا تھا کہ اثر مباہلہ کے لیے اس طرف سے ایک سال کی شرط ہے۔ اور یہ شرط الہام کی بنا پر ہے....نہایت افسوس کی بات ہے کہ اس درخواست مباہلہ کو جو نہایت نیک نیتی سے کی گئی تھی شیخ محمد حسین نے قبول نہیں کیا اور یہ عذر کیا کہ تین دن تک مہلت اثر مباہلہ ہم قبول کر سکتے ہیں زیادہ نہیں۔....

سو شیخ محمد حسین نے باوجود بانی تکفیر ہونے کے اس راہ راست پر قدم مارنا نہیں چاہا، اور بجائے اس کے کہ نیک نیتی سے مباہلہ کے میدان میں آتا، یہ طریق اختیار کیا کہ ایک گندہ اور گالیوں سے پر اشتہار لکھ کر محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے نام سے چھپوا دیا۔

اس وقت وہ اشتہار میرے سامنے رکھا ہے اور میں نے خدا تعالیٰ سے دعا کی ہے کہ وہ مجھ میں اور محمد حسین میں آپ فیصلہ کرے، اور وہ دعا جو میں نے کی، یہ ہے کہ: اے میرے ذوالجلال پروردگار! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل جھوٹا اور مفتری ہوں جیسا کہ محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں بار بار مجھ کو کذاب اور دجال اور مفتری کے لفظ سے یاد کیا ہے اور جیسا کہ اس نے اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی نے اس اشتہار میں جو ۱۰ نومبر ۱۸۹۸ء کو چھپا ہے، میرے ذلیل کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا۔ تو اے میرے مولا! اگر میں تیری نظر میں ایسا ہی ذلیل ہوں تو مجھ پر ۱۳ ماہ کے اندر یعنی ۱۵ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک ذلت کی مار وارد کر۔ اور ان لوگوں کی عزت اور وجاہت ظاہر کر۔ اور اس روز روز کے جھگڑے کو فیصلہ فرما۔ لیکن اگر اے میرے آقا! میرے مولا! میرے منعم! میری ان نعمتوں کے دینے والے جو تو جانتا ہے اور میں جانتا ہوں، تیری جناب میں میری کچھ عزت ہے تو میں عاجزی سے دعا کرتا ہوں کہ ان تیرہ مہینوں میں جو پندرہ دسمبر ۱۸۹۸ء سے ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک شمار کیے جائیں گے، شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور تبّتی مذکور کو جنہوں نے میرے ذلیل کرنے کے لیے یہ اشتہار لکھا ہے، ذلت کی مار سے دنیا میں رسوا کر......

میرے لیے یہ نشان ظاہر فرما کر ان تینوں کو ذلیل اور رسوا اور ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ کا مصداق کر، آمین ثم آمین۔

یہ دعا تھی جو میں نے کی۔ اس کے جواب میں یہ الہام ہوا کہ:

میں ظالم کو ذلیل اور رسوا کروں گا اور وہ اپنے ہاتھ کاٹے گا۔...

یہ خدا تعالیٰ کا فیصلہ ہے جس کا ماحصل یہی ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جن کا ذکر اس اشتہار میں ہے یعنی یہ خاکسار ایک

طرف اور شیخ محمد حسین اور جعفر زٹلی اور مولوی ابوالحسن تبّتی دوسری طرف سے، خدا کے حکم کے نیچے ہیں۔ ان میں سے جو کاذب ہوگا، وہ ذلیل ہوگا۔ یہ فیصلہ چونکہ الہام کی بنا پر ہے اس لیے حق کے طالبوں کے لیے ایک کھلا کھلا نشان ہوکر ہدایت کی راہ ان پر کھولے گا۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد۳ صفحہ ۵۷۔۶۱)

اس اشتہار کے حاشیہ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

اس فیصلہ کو خدا تعالی نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔ اب اگر میں جھوٹا اور دجال اور ظالم ہوں تو فیصلہ شیخ محمد حسین کے حق میں ہوگا اور اگر محمد حسین ظالم ہے، تو فیصلہ میرے حق میں ہوگا۔ وہ خدا ہر ایک کا خدا ہے۔ جھوٹے کی کبھی تائید نہیں کریگا۔ اب آسانی سے یہ مقدمہ مباہلہ کے رنگ میں آ گیا ہے۔ خدا تعالی سچوں کو فتح بخشے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ جلد۳ ص۶۱)

چندروز بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے خاص اپنی جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا

میں اپنی جماعت کے لئے خصوصاً یہ اشتہار شائع کرتا ہوں کہ وہ اس اشتہار کے نتیجہ کے منتظر رہیں کہ جو ۲۱ نومبر کو بطور مباہلہ شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب اشاعۃ السنہ اور اسکے دو رفیقوں کی نسبت شائع کیا گیا ہے جسکی میعاد ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء میں ختم ہوگی۔ اور میں اپنی جماعت کو چند لفظ بطور نصیحت کہتا ہوں کہ وہ طریق تقوی پر پنجہ مار کر یاوہ گوئی کے مقابلہ پر یاوہ گوئی نہ کریں اور گالیوں کے مقابلہ میں گالیاں نہ دیں۔ وہ بہت کچھ ٹھٹھا اور ہنسی سنیں گے جیسا کہ وہ سن رہے ہیں، مگر چاہیے کہ خاموش رہیں اور تقوی اور نیک نیتی کے ساتھ خدا تعالی کے فیصلہ کی طرف نظر رکھیں۔ اگر وہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالی کی نظر میں قابل تائید ہوں، تو صلاح اور تقوی اور صبر کو ہاتھ سے نہ دیں۔ اب اس عدالت کے سامنے مسل مقدمہ ہے جو کسی کی رعایت نہیں کرتی اور گستاخی کے طریقوں کو پسند نہیں کرتی۔ جب تک انسان عدالت کے کمرہ سے باہر ہے اگر چہ اس کا بدی کا بھی مواخذہ ہے مگر اس شخص کے جرم کا مواخذہ بہت سخت ہے جو عدالت کے سامنے کھڑے ہوکر بطور گستاخی ارتکاب جرم کرتا ہے۔ اسلئے میں تمہیں کہتا ہوں کہ خدا تعالی کی عدالت کی توہین سے ڈرو اور نرمی اور تواضع اور تقوی اختیار کرو۔ اور خدا تعالی سے چاہو کہ وہ تم میں اور تمہاری قوم میں فیصلہ فرماوے۔ بہتر ہے کہ شیخ محمد حسین اور اس کے رفیقوں سے ہرگز ملاقات نہ کرو کہ بسا اوقات ملاقات موجب جنگ وجدل ہوجاتی ہے۔ اور بہتر ہے کہ اس عرصہ میں کچھ بحث مباحثہ بھی نہ کرو کہ بسا اوقات بحث مباحثہ سے تیز زبانیاں پیدا ہوتی ہیں۔ ضرور ہے کہ نیک عملی اور راست بازی اور تقوی میں آگے قدم رکھو کہ خدا ان کو جو تقوی اختیار کرتے ہیں ضائع نہیں کرتا۔ دیکھو حضرت موسی جو سب سے زیادہ اپنے زمانہ میں حلیم اور متقی تھے، تقوی کی برکت سے فرعون پر کیسے فتح یاب ہوئے۔ فرعون چاہتا تھا کہ ان کو ہلاک کرے لیکن حضرت موسی کی آنکھوں کے آگے خدا تعالی نیفرعون کو مع اس کے تمام لشکر کے ہلاک کیا۔... مجھے افسوس سے اس جگہ یہ بھی لکھنا پڑا ہے کہ ہمارے مخالف ناانصافی اور دروغ گوئی اور کجروی سے باز نہیں آتے۔ وہ خدا کی باتوں کی بڑی جرأت سے تکذیب کرتے اور خدائے جلیل کے نشانوں کو جھٹلاتے ہیں

۔ مجھے امید تھی کہ میرے اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کے بعد جو بمقابلہ شیخ محمد حسین بٹالوی اور محمد بخش جعفر زٹلی اور ابوالحسن تبّتی کے لکھا گیا تھا، یہ لوگ خاموش رہتے کیونکہ اشتہار میں صاف طور پر یہ لفظ تھے کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک اس بات کی میعاد مقرر ہو

گئی ہے کہ جو شخص کاذب ہوگا خدا اس کو ذلیل اور رسوا کرے گا۔اور یہ ایک کھلا کھلا معیار صادق و کاذب تھا جو خدا تعالی نے اپنے الہام کے ذریعہ سے قائم کیا تھا اور چاہیے تھا کہ یہ لوگ اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد چپ ہو جاتے اور ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک خدا تعالی کے فیصلہ کا انتظار کرتے ،لیکن افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ زٹلی مذکور نے اپنے اشتہار ۲۰ نومبر ۱۸۹۸ء میں وہی گند پھر بھر دیا جو ہمیشہ اسکا خاصہ ہے اور سراسر جھوٹ سے کام لیا۔ وہ اشتہار میں لکھتا ہے کہ کوئی پیشگوئی اس شخص یعنی اس عاجز کی پوری نہیں ہوئی۔ ہم اسکے جواب میں بجز اس کے کیا کہیں کہ لعنۃ اللہ علی الکاذین ۔۔۔۔۔اب یہ اشتہار ۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء آخری فیصلہ ہے۔ چاہیے کہ ہر طالب صادق صبر سے انتظار کرے۔ خدا جھوٹوں کذابوں د جالوں کی مدد نہیں کرتا۔ قرآن شریف میں صاف لکھا ہے کہ خدا تعالی کا یہ عہد ہے کہ وہ مومنوں اور رسولوں کو غالب کرتا ہے۔ اب یہ معاملہ آسمان پر ہے، زمین پر چلاّ نے سے کچھ نہیں ہوتا۔ دونوں فریق اس کے سامنے ہیں اور عنقریب ظاہر ہوگا کہ اس کی مدد اور نصرت کس طرف آتی ہے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین و السلام علی من اتبع الھدی۔

المشتہر خاکسار میرزا غلام احمد از قادیان ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء (مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد ۳ ص ۶۷۔۷۳)

اور مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

۲۱ نومبر ۱۸۹۸ء کا ہمارا اشتہار جو مباہلہ کے رنگ میں شیخ محمد حسین اور اس کے دو ہمراز رفیقوں کے مقابل پر نکلا ہے وہ صرف ایک دعا ہے۔ جس کا مطلب صرف یہ ہے کہ جھوٹے کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ذلت پہنچے۔ اس کا یہ مطلب نہیں کو جھوٹا مارا جائے۔ یا کسی کوٹھے سے گرے۔ چونکہ محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی نے افتراؤں اور لعنتوں اور گالیوں سے صرف میری ذلت چاہی ہے، اس لیے میں نے خدا تعالیٰ سے یہی چاہا ہے کہ اگر درحقیقت میں ذلت کے لائق اور کاذب اور دجال اور لعنتی ہوں جیسا کہ محمد حسین نے اس قسم کی گالیوں سے اپنے رسالے بھر دیئے ہیں اور بار بار میرا دل دکھایا ہے تو اور بھی ذلیل کیا جاؤں اور شیخ محمد حسین کو خدا تعالیٰ کی طرف سے عزت ملے۔ لیکن اگر میں کاذب اور دجال اور لعنتی نہیں ہوں تو جناب احدیت میں میری فریاد ہے کہ میرے ذلیل کرنے والے محمد حسین اور زٹلی اور تبّتی کو خدا کی طرف سے ذلت پہنچے...... مجھے یہ الہام ہوا ہے کہ ان دونوں فریق میں سے جو فریق درحقیقت خدا تعالیٰ کی نظر میں ظالم اور کاذب ہے' اس کو خدا ذلیل کرے گا اور یہ واقعہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۰ء تک پورا ہو جائے گا۔ (روحانی خزائن جلد ۱۴۔ راز حقیقت۔ ص ۱۷۳۔ ۱۷۶ بعنوان حاشیہ متعلقہ ص اول مورخہ اشتہار ۳۰ نومبر ۱۸۹۸ء)

نتیجہ:

مرزا صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مر بھی گئے اور مولانا محمد حسین صاحب ان کے بعد ۱۲ سال تک زندہ رہے اور ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء کو وفات پائی۔

۶ ۔۵نومبر ۱۸۹۹ءکومرزاغلام احمد نے اشتہارشائع کیا جس میں جنوری ۱۹۰۰ سے آخر دسمبر ۱۹۰۲ءتک تین سال میں کسی بین آسمانی نشان کے ظاہر کرنے کی دعا کی اوراس پراپنی صداقت کوموقوف رکھا پھراعجاز احمدی کے صفحہ ۸۸ پراس کوپیش گوئی بتایالیکن افسوس کوئی نشان بھی ظاہر نہ ہوا۔

۷۔ ۶فروری ۱۸۹۸ءکواشتہار پنجاب میں طاعون آنے کی پیش گوئی کی کہ آئندہ جاڑا یااس کے بعد کے جاڑا میں ہوگا۔پس دوسرے جاڑے کولےلوتو فروری ۱۹۰۰ میں طاعون آناتھالیکن آیا۱۹۰۴ءمیں اس کے بھی دو سال بعد۔

۸۔ ۶فروری ۱۸۹۸ءکےاشتہارمیں الہام آوی القریۃ کے معنی ظاہر نہ ہونے کا اعلان کیا پھر دافع البلاء میں اس الہام سے مرادقادیان کا طاعون سے محفوظ رہنا بیان کیا آخر جب قادیان میں طاعون کا زورہوا تو الہام انی احافظ کل من فی الدار کی پناہ لی آخر خاص گھرکےلڑکےشریف احمدکوبھی طاعون نے پکڑا(حقیقۃ الوحی ص ۸۴)

۹۔مرزاصاحب کوالہام ہواکہ تیری عمر۸۰ برس ہوگی یاپانچ چھ سال زیادہ یاپانچ چھ سال کم (براہین ج۵ص ۹۷) توکم سے کم عمر۷۶ برس لےلولیکن عمرصرف ۶۸ برس ہوئی حکیم نورالدین خلیفہ اول نے اپنے رسالہ نورالدین کے صفحہ ۱۷۰ میں لکھا ہے کہ مرزاصاحب ۱۸۴۰ءمیں پیدا ہوئے۔اور ۱۹۰۸ءمیں مرےتو عمر۶۸ سال ہوئی۔

۱۰۔مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری کوپیش گوئی جھوٹی ثابت کرنے کے لئے قادیان بلایا۔اعجاز احمدی صفحہ ۱۱۔ پھر پیش گوئی کی کہ وہ قادیان نہیں آئیں گے(صفحہ ۳۷)،

مولانا ثناءاللہ صاحب ۱۰جنوری ۱۹۰۳ءکوقادیان جادھمکے جیساکہ مرزاصاحب کوبھی مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۰۹ پرتسلیم ہے۔وہاں ان کواپنا عہدربانی سنادیا عزمنا ان لا نخاطب العلماء جیساکہ(ہمارے)ٹریکٹ نمبر۴ میں مفصل لکھا گیا ہے۔

آخر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ءکوآخری فیصلہ والا اشتہارشائع کرکے ۲۶مئی ۱۹۰۸ءکواپنی موت سے سچا آخری فیصلہ کردیا جیساکہ ٹریکٹ نمبر۴ میں آپ پڑھ چکے ہیں

اعلام۔اگرآپ اوپرکےدس امورکے ما لہ وما علیہ کومفصل دیکھنا چاہتے ہیں تو رسالہ الہامات مرزامولانا ثناءاللہ

صاحب امرتسری کا ملاحظہ کریں۔

فیصلہ چونکہ مرزا صاحب نے بھی آئینہ کمالات اسلام میں اسی معیار نبوت کو تسلیم کیا ہے اور لکھا ہے کہ ہمارا صدق یا کذب جانچنے کیلئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی امتحان نہیں ہوسکتا۔ (دافع الوساوس۔ص ۲۸۸) ۔

اور وہ اس معیار پر جو قرآن سے ثابت ہونے کے علاوہ خود مرزا غلام احمد صاحب کا بھی مسلمہ ہے پورے نہیں اترے لہذا وہ سچے نبی نہیں ہو سکتے اور بھلا کیوں کر کون نبی ہوسکتا ہے جب کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔ پس

رسول قادیانی کی رسالت۔ جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

و الحمد لله اولا و آخرا ۔ سیف بنارسی

....

وفات مسیح کے دلائل پر ایک نظر

(خاص مبلغ کے لئے)

تحریر: مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسیؒ

الحمد لله رب العالمين و العاقبة للمتقين و لا عدوان الا على الظالمين و الصلوة مع السلام على آخر نبيه محمد خاتم المرسلين الذى اخبرنا بنزول عيسى من السماء الى الارض ثم دفنه معه فى قبره قبل يوم الدين انبأنا بخروج الكذابين و الدجالين قريباً من ثلاثين صلى الله على محمد و آله و اصحابه اجمعين اما بعد

ابناء یعقوب نے اپنے نفوس کی تسویل سے روتے ہوئے اپنے والد کے سامنے جس طرح یہ کہتے ہوئے کہ یوسف مر گئے ان کو بھیڑیا کھا گیا، یوسف کا کرتہ بناوٹی خون سے آلودہ کر کے پیش کیا تھا، ٹھیک اسی

طرح مرزائی لوگ بھی منہ بسور کے ہمارے سامنے..کا فرض انجام دیتے ہوئے یہ کہا کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ مرگئے اور یہ آیتیں ان کے مرجانے کی دلیلیں ہیں۔

پس جس طرح حضرت یعقوبؑ نے فرمایا: بل سولت لکم انفسکم امرا ۔(یوسف:۱۸) یہ سب تمہاری بناوٹی فرضی کارستانیاں ہیں ، ہمارا بھی فرض ہے کہ مرزائیوں سے کہہ دیں کہ تمہارا لا یا ہوا خون آلود کرتا (مجروح دلائل) تمہارے دعوی کی تکذیب کیلئے بجائے خود ایک دلیل اور کافی دلیل ہے۔مضمون ہذا میں انہیں دلائل پر نقد و تبصرہ کیا گیا ہے اوران آیات کا صحیح مطلب بیان کیا گیا ہے جن سے حیات مسیح پر استشہاد کیا جاتا ہے، تا کہ مسلمانوں کے شکوک واوہام دور ہو جائیں اور سب کو معلوم ہو جائے کہ ان آیتوں کے معنی بیان کرنے میں مرزائیوں نے کیا کیا تحریف اور تاویل لا طائل کی ہے۔

گو مسلمانوں محمدیوں کی طرف سے بار ہا ان آیات کی وضاحت اوران کے صحیح معانی بیان کئے جا چکے ہیں اور مرزائی تاویلات کا پردہ چاک کیا جا چکا ہے لیکن مرزائی اپنی عادت جبلیہ سے باز نہیں آتے اور ہمیشہ پیسے ہوئے کو ہی پیستے ہیں،اس لئے ہم کو ضرورت محسوس ہوئی کہ ہم بھی ان کے مقابلہ کے لئے پھر میدان میں نکلیں اوران کے پھیلائے ہوئے جال کو پارہ پارہ کردیں۔

پس واضح ہو کہ مرزائی لوگ اکثر موجودہ بلیات ارضیہ وسماویہ کو مرزا غلام احمد کی امامت ورسالت نہ ماننے کا نتیجہ قرار دیتے ہیں اس آیت کو پیش کرتے ہیں:و ما کنّا معذبین حتّی نبعث رسو لًا (بنی اسرا ئیل:۱۵) حالانکہ اس آیت میں اللہ تعالی نے محمد رسول اللہ ﷺ سے امم سابقہ از نوح تا مسیح کی بابت اپنی عادت گذشتہ بیان فرمائی ہے کہ:نہیں تھے ہم عذاب کرنے والے (کسی منکر توحید وقیامت کو) یہاں تک کہ ہم بھیج دیتے ایک رسول۔،جیسا کہ اسی کے بعد قریب ہی میں فرمایا : وکم اھلکنا من القرون من بعد نوح (الاسراء:۱۶) کتنی قرنیں ہلاک کردیں ہم نے نوح کے بعد۔

معلوم ہوا کہ اللہ کا قول و ما کنا معذبین پہلی امتوں سے متعلق ہے جن کی ابتداء زمانہ نوح سے ہوئی ۔امت محمدیہ سے اس کا تعلق نہیں ہے۔اوراس کی وجہ یہ ہے کہ پہلی امتوں میں رسول خاص قوم کیلئے آتے تھے جب محمد رسول اللہ ﷺ تمام دنیا کے لئے رسول بن کر تشریف لائے تو اللہ نے اپنا نیا قانون یوں

بیان فرمایا: و ما کان اللہ لیعذ بھم و انت فیھم و ما کا ن الله معذ بھم و ھم یستغفرون (الانفال:۳۳)(نہیں ہے اللہ کہ عذاب کرے ان کو اس حال میں کہ آپ اے (محمد) میں (موجود) ہیں اور نہیں ہے عذاب کرنے والا ان کو اس حال میں کہ وہ استغفار کرتے ہیں)۔

پس اب جب کہ لوگ استغفار چھوڑ دیں گے، اللہ سے منہ موڑ لیں گے، آسمانی اور زمینی بلائیں ان پر محیط ہو جائیں گی۔ نہ کہ مرزا صاحب کا انکار سبب بلا ہے، کیونکہ خاتم النبیینﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے۔ اگر مرزائیوں کی بات صحیح ہے تو ان کو بتانا چاہیے کہ تیرہ صدیوں میں کون سی صدی آسمانی یا زمینی بلاؤں سے خالی گذری ہے؟ اگر کوئی بھی خالی نہیں گذری، جیسا کہ تاریخی شہادات بکثرت موجود ہیں، تو پھر ان کو بتانا ہوگا کہ آنحضرتﷺ اور مرزا غلام احمد صاحب کے درمیان والے زمانہ میں کتنے انبیاء اور رسل گذرے ہیں، کن کن مقامات میں اور ان کے نام کیا ہیں جن کے انکار کی وجہ سے مصائب اور بلائیں آتی رہیں۔ اگر تفصیلاً نہ بتا سکیں تو اجمالاً سہی، لیکن مرزا غلام احمد صاحب کا یہ قول پیش نظر رکھیں : جس قدر مجھ سے پہلے گذر چکے ان کو یہ حصہ کثیر اسی نعمت (نبوت کا) نہیں دیا گیا۔ نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۹۰، ۳۹۱)۔

پس جب مرزا غلام احمد صاحب اور آنحضرتﷺ کے مابین زمانہ میں کوئی رسول آیا ہی نہیں، تو خدا نے اپنے قول و ما کنا معذبین کے خلاف ہر صدی اور ہر زمانہ میں کیوں آسمانی بلائیں بھیجیں ۔، ما ھو جوا بکم ھو جوا بنا

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

پہلی آیت:

فا زلّھما الشیطا ن عنھا فا خر جھما ممّا کا نا فیه ۔ و قلنا اھبطوا بعضکم لبعض عدو ، و لکم فی ا لا ر ض مستقر و متاع الی حین (البقرۃ:۳۶)۔(تمہارے لئے زمین میں ٹھہرنا اور ایک میعاد تک فائدہ اٹھانا ہے) حضرت عیسی بحیثیت انسان ہونیکے اس قانون

خداوندی سے نہیں بچے۔

جواب۔ قانون الہی یہ بھی ہے کہ خاص موقعہ میں کسی حکمت اور مصلحت کی خاطر ان قوانین جاریہ کے خلاف بھی تصرف کیا جائے کیونکہ قانون بنانے والا اپنے قانون میں تغیر وتبدل بھی کرسکتا ہے ورنہ معجزات اور کرامات سے بھی انکار کرنا پڑے گا علاوہ ازیں آیت مذکورہ میں زمین کو انسانوں کی جائے رہائش اصلی اور طبعی طور پر فرمایا گیا ہے چنانچہ حضرت عیسی اسی زمین پر پیدا ہوئے اور رہے پھر بعد نزول اسی پر قیام کریں گے اور اسی پر مریں گے۔ البتہ عارضی طور پر کچھ مدت کے لئے کسی دوسری جگہ کا کسی کے لئے جائے قرار بن جانا، آیت مذکورہ کے خلاف نہیں ہے۔ دیکھو فرشتوں کی اصلی اور طبعی جائے قرار آسمان ہیں، مگر وہ زمین پر بھی آمد و رفت رکھتے ہیں۔ بلکہ بہت سے اسی زمین پر متعین ہیں جو عارضی طور سے کچھ مدت کے لئے اسی زمین پر رہتے ہیں۔ اسی طرح حضرت عیسی بھی کرہ زمین سے باہر کچھ عرصہ تک عارضی طور سے دوسرے کرہ پر (آسمان پر) باذن اللہ قرار پکڑیں، تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔ نئی سائنس تو علاوہ کرہ زمین کے، دوسرے کروں (مریخ غیرہ) میں بھی انسانی وحیوانی آبادی ثابت کررہی ہے۔

قرآن مجید بھی کہتا ہے

و من آیاتہ خلق السما وات و الا رض و ما بث فیھما من دابۃ ۔ و ھو علی جمعھم اذا یشاء قدیر۔(الشوری:۲۹)

اس آیت میں آسمان وزمین دونوں کا دابہ کا وجود اللہ کی قدرت کی دلیل ٹھہرایا گیا ہے۔ یہ نہ کہہ دینا آسمان کا دابہ ملائکہ ہیں۔ سورہ نحل میں فرشتوں کو سمائی دابہ سے الگ ذکر کیا ہے۔ ارشاد ہے

و للّٰہ یسجد ما فی السّما وات و ما فی الا رض من دا بۃ و الملا ئکۃ و ھم لا یستکبرو ن۔ (النحل ؛۴۹)

یعنی اللہ کے حکم کے ماتحت ہیں جو دابہ آسمانوں (اوپر کے کروں میں) ہیں اور جو دابہ زمین میں ہیں اور فرشتے بھی اس کو سجدہ کرتے ہیں۔ پس اوپر کے کروں میں علاوہ فرشتوں کے انسانوں اور حیوانوں کا وجود ثابت ہوا جیسا کہ جدید سائنس کی تحقیقات سے بھی ثابت ہے فحبذا الا تفاق

علاوہ بریں ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی کی پیدائش عام انسانوں کے برخلاف نفخ روح القدس سے ہوئی ہے۔پس پیدائش کے لحاظ سے ان کی مشابہت فرشتوں سے ہے۔اس لئے ان کا آسمان پر اٹھایا جانا اور آیت مذکورہ کے حکم سے خارج ہونا ان کے مادہ فطری اور طبعی کی وجہ سے ہے جو دوسرے انسانوں کو حاصل نہیں لہذا آیت مذکورہ وفات مسیح کی دلیل نہیں ہوسکتی کما لا یخفی

دوسری آیت

فيها تحيو ن و فيها تمو تو ن و منها تخر جو ن (الاعراف:۲۵)

اسی زمین میں تمہاری زندگی ہوگی اور اسی میں تم مروگے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے۔

عیسی ،اس اٹل قانون کے خلاف کسی اور جگہ کیونکر زندہ رہ سکتے ہیں۔

جواب۔اسی طرح زندہ رہ سکتے ہیں جس طرح دیگر کروں کے انسان ان کروں میں زندگی گزارتے ہیں کما مر۔ اور اسی طرح جس طرح فرشتے آسمانوں پر زندہ ہیں کیونکہ حضرت عیسی کی مشابہت پیدائش کے لحاظ سے فرشتوں سے ہے کما مر ، پھر زندگی کے آخری ایام اسی زمین پر گذاریں گے۔ بعدہ مدینہ طیبہ میں مریں گے اور روضہ نبویہ میں مدفون ہوں گے۔پھر اسی روضہ سے قیامت کے دن آنحضرت ﷺ کی معیت میں اٹھیں گے۔عارضی طور سے کچھ مدت کیلئے حضرت عیسیؑ کا آسمان پر چلا جانا آیت مذکورہ کے منافی نہیں ہے کما مر فی الجواب الاول

خدا کا قانون اس کے نزدیک اٹل نہیں ہے هو على كل شيء قدير يفعل مايشاء و يحكم ما يريد ، فعال لما يريد اسی نکتہ کے لئے حضرت عیسی کے رفع الی السماء کے مضمون کو اس جملہ پر ختم فرمایا ہے و كان الله عزيزاً حكيما (مائدہ) یعنی اللہ غلبہ والا ہے۔وہ اپنے قانون کو اپنی مصلحت اور حکمت کی بنا پر بدل سکتا ہے وہ حکمت والا بھی ہے پس اس آیت میں بھی وفات مسیح ثابت نہیں ہوتی۔

(مبلغ جلد ا نمبر ۱۱ بابت رجب ۱۳۵۵ھ مطابق اکتوبر ۱۹۳۶ء۔ص ۱۳۔۱۷

تیسری آیت

و ما محمد ا لا رسو ل قد خلت من قبله الرسل افا ن مات او قتل انقلبتم علی اعـقـا بـکـم و مـن یـنـقـلـب علی عقبیه فلن یضر الله شیئا و سیجزی الله الشاکر ین ۔ (آل عمرا ن:۱٤٤)

یعنی محمد ایک رسول ہیں اوران سے پہلے جس قدر رسول ہو چکے ہیں یقیناً فوت ہو گئے

(الی)... خلت کے معنی عربی زبان میں ایسے گذرنے کے ہیں کہ پھر کبھی نہ آئے ، تا...لسان العرب میں ہے اعرابی لوگ بولتے ہیں :خلا فلا ن اذا مات ۔

الجواب ۔مرزائیوں نے اس آیت کے معنی غلط کئے ہیں ،جس قدر، کا لفظ ازخود بڑھا دیا ہے۔خلت کے معنی ،مرگئے ، بالکل غلط بتائے ہیں اسی طرح اعرابی لوگ (یہ خرابی بچارے ابن الاعرابی کی ہے) کے قول سے استناد بھی صحیح نہیں ۔ابن اعرابی کا قول جماہیر اہل لغت کے خلاف ہونے کے سبب سے مرجوع بلکہ مردود ہے۔ اہل عرب موت کیلئے جتنے الفاظ بولتے ہیں ان میں خلو کا مشتق کوئی بھی نہیں ۔دیکھو فقہ اللغت وتہذیب الالفاظ وغیرہ کیونکہ خلو کے حقیقی معنی ،جس سے خلت بنا ہے،دو ہی ہیں ،گذرنا اور خالی ہونا۔

مفردات لغت قرآن میں ہے

و الخلو یستعمل فی الز مان و المکا ن (الی) خلا الز ما ن مضی الز ما ن

یعنی خلو کا استعمال زمانہ اور جگہ کے لئے ہوتا ہے ۔ خلا الز ما ن کے معنی زمانہ گذرا (مرنہیں گیا) شاعر کہتا ہے

لقد کان فما خلا عبرۃ و بالعلم یعتبر المبصر

(دیوان حماسہ) یعنی جو زمانہ گذر گیا اس میں عبرت ہے

قرآن مجید میں ہے: بما اسلفتم فی ا لا یام الخالیة (حاقہ)۔(یعنی بدلہ میں اس کے جو تم نے گذشتہ زمانہ میں کیا

)۔مرزائیوں کےنزدیک اس کا ترجمہ یوں گا: بدلہ میں اس کے جوتم نے مرے ہوئے زمانہ میں کیا۔،، کیا یہ ترجمہ صحیح ہے۔

آؤسنوقرآن خود خلت کے معنی بیان کرتا ہےسورہ حجر میں ارشاد ہے: و قد خلت سنة الاولين ۔اور سورہ انفال میں فرمایا:فقد مضت سنة ا لا ولين

معلوم ہوا کہ خلت کے معنی مضت کے ہیں نہ ما تت کےاورجب خلو جگہ سےمتعلق ہو تو اس کے معنی خالی اور الگ ہونا ہوگا۔

لسان العرب میں ہے:خلا المكا ن ... اذا لم يكن فيه احد یعنی جگہ خالی ہوگئی جب اس میں کوئی نہ ہو۔، یہ کیفیت صرف موت ہی میں منحصر نہیں ہے زندہ بھی جگہ خالی کیا کرتے ہیں۔قرآن مجید میں ہے :و اذا خلوا عضوا عليكم الا نا مل من الغيظ (آل عمران:۱۱۹)۔(منافقین جب الگ ہوتے ہیں تو تم پر غصہ سے انگشت بدنداں ہوتے ہیں)

مرزائی اس کا ترجمہ یوں کریں گے: جب منافقین مرکر پھر کبھی نہیں آسکتے تو مرجانے کے بعد غصہ سے اپنی انگلیاں کاٹتے ہیں۔،، کیا یہ ممکن ہے، ہرگز نہیں۔

اور سنئے سورہ اعراف میں ہے :

قا ل ا د خلوا فی امم قد خلت من قبلكم من الجن و الا نس فی النار ۔كلما د خلت امة لعنت ا ختها (الاعراف:۳۸)(یعنی اللہ فرمائے گا کہ جنوں اور انسانوں کی اس جماعت میں جوتم سے پہلے جہنم میں گزر چکی ہے تم بھی داخل ہوجاؤ)۔

اب مرزائی لغت کی رو سے ترجمہ یوں ہونا چاہیے تھا: اللہ نے کہا تھا کہ اس جماعت میں داخل ہو جاؤ جوتم سے پہلے جنہوں اور آدمیوں کی جہنم میں مرچکی ہے۔

ظاہر ہے کہ یہ ترجمہ کس قدر غلط ہے جہنم میں موت کسی کو بھی نہیں آئے گی جیسا کہ ارشاد ہے: و ما هو بميت (ابرا هيم)، ثم لا يمو ت فيها و لا يحی (الاعلی:۱۳)۔ حماسہ میں ہے

رســـم الـــقــــاتـلـــــه الـغــــرانـق مـــــا بــــــه

الا الـــوحـــوش خـــلـــت لـــــه و خـــلالهـــا

یعنی یہ نشان اس محبوبہ کی جگہ کا ہے جو نازک اندام جوانوں کی قاتلی ہے اب یہاں وحشی جانور ہیں جو اس جگہ سے گذرتے ہیں اور یہ جگہ ان جانوروں کے لئے خالی ہے۔

یہ معنی تو نہیں ہیں کہ وحشی جانور سب مر گئے اور جگہ بھی مر گئی ۔خالی کا لفظ جو (خلو سے بنا ہے) اردو میں بھی بکثرت مستعمل ہے

برتن خالی ہو گیا، صراحی خالی ہو گئی، گھر خالی ہو گیا

ان کے معنی مرنے کے اردو میں بھی نہیں آتے۔ شاعر کہتا ہے

ادھر بیت الصنم خالی ادھر بیت الحرم خالی
پتہ لگتا نہیں اس کا عرب خالی عجم خالی

ان شواہد و نظائر کے بعد آیت کا صحیح ترجمہ سنئے؛ قد خلت من قبله الرسل ۔یعنی جگہ خالی کر گئے اور گذر چکے ہیں اس سے پہلی کئی رسول)۔اس آیت کے تھوڑا ہی پہلے یہ آیت ہے :قد خلت من قبلکم سنن (آل عمران) (یعنی تم سے پہلے واقعات گذر چکے ہیں)

واقعات مرا نہیں کرتے۔ اسی طرح حضرت عیسی کے ذکر میں وارد ہے

ما المسیح ابن مریم الا رسول قد خلت من قبله الرسل (مائدہ) یعنی مسیح ابن مریم رسول ہیں ان سے پہلے کئی رسول گذرے ہیں۔

اگر خلت کے معنی مر گئے اور الرسل کے معنی ،جس قدر رسول تھے،تو لازم آئے گا کہ محمد ﷺ بھی اس آیت کے نزول کے وقت مر چکے تھے کیونکہ الرسل میں آپ بھی داخل ہیں حالانکہ نزول آیت کے وقت آپ زندہ تھے ۔یا کہدو کہ آپ جماعت رسل سے خارج ہیں تو یہ الا رسول کے خلاف ہوگا اس لئے الرسل کا ترجمہ ،جس قدر رسول، صحیح نہیں پس آیت خلت من قبله الرسل میں حضرت عیسی کو داخل مان لینا بدلالت آیت بل رفعه الله الیه معنی جگہ کو خالی کرنا اور تبدیل کرنا متعین ہوگا

مرزائی لوگ جو یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی کو اللہ نے مستثنی نہیں فرمایا، سراسر مغالطہ ہے مستثنی کے لئے ضروری

نہیں کہ اسی عبارت میں موجود ہو دیکھو اللہ فرماتا ہے

و المطلّقا ت یتر بّصن بانفسهنّ ثلا ثة قروء (البقرة:٢٢٩)

اس آیت میں سب طلاق پانے والی عورتوں کی عدت تین حیض بیان ہوئی ہے حالانکہ اس سے حاملہ عورت اور جس کو حیض نہیں آیا اور جس کو حیض آنا بند ہو چکا ہے اور جس کو شوہر نے چھوا بھی نہیں سب مستثنیٰ ہیں اور ان کا ذکر اس آیت میں نہیں ہے بلکہ دوسری جگہ آیا ہے۔

اسی طرح حضرت عیسیٰ کے لئے دوسرے مقامات میں فرمادیا گیا ہے را فعك الیّ۔ رفعه الله اليه ، قبل مو ته ، انه لعلم للساعۃ ، و کهلا ،

یہ آیتیں آپ کے آسمان پر (زمین کو خالی کر کے) جانے اور اب تک زندہ موجود ہونے اور قیامت کے قریب آنے اور اس وقت تک بوڑھے نہ ہونے پر استثنائی دلائل ہیں

حضرت ابوبکر صدیق کا استدلال

رہا یہ امر کہ حضرت ابوبکر صدیق ؓ نے قد خلت سے آنحضرت ﷺ کی وفات ثابت کی تھی ، صریح دجل اور دھوکہ دہی ہے قصہ یوں ہے کہ جنگ احد میں آنحضرت ﷺ کی شہادت کی غلط خبر مشتہر ہونے سے بعض صحابہ کو وہم ہوا کہ رسالت اور موت میں منافات ہے رسول کو مرنا نہیں چاہیے تھا اس پر آیت مذکورہ نازل ہوئی تھی ایسا ہی وہم ان کو دوبارہ آپ ﷺ کی وفات کے وقت ہوا تو حضرت ابوبکر ؓ صدیق نے اس وہم کو آیت انّك میّت (زمر)۔ ا فأ ن مت (الانبياء :٣٤) پڑھ کر دور کر دیا۔

نیز چونکہ اس وقت کا وہم جنگ احد والے وہم سے مشابہ تھا اس لئے پھر وہی آیت پڑھی جو احد کے دن نازل ہوئی تھی یعنی و ما محمد ا لا رسو ل قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقا بکم (آل عمرا ن)

اس میں حضرت ابوبکر صدیق ؓ کا استدلال ان مات سے ہے نہ خلت سے کیونکہ اس سے پہلے وہ انك ميت اور افان مت والی آیتیں پڑھ چکے تھے۔ آپ کی نظر نبی کے موت کے ممکن ہونے پر تھی تا

کہ نبوت اور موت کی منافاہ کا وہم دور ہو چنانچہ وہ دور ہو گیا اس لئے حیات عیسی کے مسئلہ پر نہ حضرت عمر کو کچھ بولنے کی ضرورت تھی نہ دوسرے سامعین کو جب کہ یہ سب لوگ حیات ونزول عیسی کے ہمیشہ قائل رہے پس سب صحابہ کا اجماع دراصل حیات عیسی پر ہے نہ ان کی وفات پر۔

ضمنی آیات:

مرزائی لوگ اس تیسری آیت کے ذیل میں اور بھی کئی آیتیں پیش کرتے ہیں انکی حقیقت بھی ملاحظہ ہو: انّھم میتو ن (زمر) یہ لوگ بھی مر جائیں گے

جواب۔ہم بھی کہتے ہیں حضرت عیسی بھی ایک دن مر جائیں گے جیسا کہ حدیث میں ہے ان عیسـی یأتی علیه الفنا (ابن جریر۔ج۳ص۱۰۰۔۱۰۱) ۔ حضرت عیسی پر آئندہ زمانہ میں فنا (موت) آجائے گی۔

۲۔وما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افأن مت فهم الخالدو ن (انبیاء:۳۴) ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو (جن میں عیسی بھی شامل ہیں) زندہ نہیں رکھا۔

جواب۔زندہ نہیں رکھا، ترجمہ غلط ہے۔صحیح ترجمہ یہ ہے، ہم نے کسی بشر کیلئے تجھ سے پہلے ہیشگی یا ہمیشہ کی زندگی نہیں بخشی۔، اس آیت میں بشر کیلئے ہمیشہ رہنے کی نفی کی گئی ہے اور ہم حضرت عیسی کے ہمیشہ زندہ رہنے کے قائل نہیں ہیں بلکہ ان کے نزول کے بعد میں دنیا میں آباد رہ کر نکاح وحج کرنے کے بعد ان کا مرنا اور مدینہ طیبہ میں آنحضرت ﷺ کے پہلو میں دفن ہونا مانتے ہیں بموجب حدیث صحیح ثم یمو ت فیدفن معی فی قبری (مشکوۃ ص۴۷۲)۔، پس آیت مذکورہ نہ ان کو مفید ہے نہ ہم کو مضر۔

۳۔ و ما ارسلنا قبلك من المر سلین ا لا انهم لیأکلو ن الطعام و یمشون فی الاسواق (الفر قا ن:۲۰) جو ہم نے رسول بھیجے وہ سب کے سب کھانا کھاتے اور بازاروں میں چلتے پھرتے تھے۔، اگر ایک بھی رسول ایسا نہ ہوا تو استدلال صحیح نہ ہوگا۔

الجواب: تو اس آیت میں جناب کیا فرمائیں گے جو بالکل اسی طرح کفار کے اعتراض (نبی کے تعدد ازواج) کے جواب میں نازل ہوئی تھی: و لقد ار سلنا رسلا من قبلك و جعلنا لهم ازوا جا و ذریة ۔(

الرعد:۳۸) یعنی آپ سے پہلے جتنے رسول ہم نے بھیجے سب کے بیوی بچے تھے۔اب بقول آپ ک اگر ایک رسول بھی ایسا نہ ہوتو استدلال صحیح نہ ہوگا حالانکہ حضرت عیسی کے نہ بیوی تھی (ریویو آف ریلی جنز بابت اپریل ۱۹۰۲ءص ۱۲۴) نہ اولاد (حاشیہ تریاق القلوب۔ص۹۹)

پس جب ایک رسول بے بیوی بچہ کا نکل آیا تو اللہ تعالی کا فرمان مذکور اور اس سے سب رسولوں کے ازواج وذریت والے ہونے کا استدلال غلط ہوگیا کہیے جناب مرزائی صاحب کیا جواب ہے ماهو جوابکم هو جوابنا ۔فا فهم

۴۔ مالمسیح ابن مریم الارسول قدخلت من قبله الرسل (مائدہ)۔ مریم کا بیٹا مسیح ایک رسول ہے جس قدر رسول اس سے پہلے تھے وہ سب مر چکے

الجواب۔اوپر ہم ثابت کر آئے ہیں کہ یہاں خلت کا ترجمہ مر چکے،غلط ہے۔اور الرسل کا ترجمہ،جس قدر رسول،بھی صحیح نہیں۔

چوتھی آیت:

والذین یدعون من دون الله لا یخلقون شیئا و هم یخلقون ۔اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایّان یبعثون (نحل:۲۰۔۲۱) یعنی جن جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ کسی چیز کو پیدا نہیں کر سکتے، بلکہ وہ خود پیدا کیئے ہوئے ہیں۔ مردے ہیں، زندہ نہیں اور یہ بھی نہیں جانتے کہ کب اٹھائے جائیں گے۔،،مسیح کی روئے زمین پر پرستش ہوتی ہے اور اللہ فرماتا ہے کہ ایسے تمام معبود مر چکے ہیں۔

الجواب۔آیت کا ترجمہ غلط ہے، پہلی غلطی الذین کا ترجمہ،جن لوگوں کی،صحیح نہیں شاہ عبدالقادر صاحب ترجمہ کرتے ہیں:اور جن کو پکارتے ہیں۔، اور یہی صحیح ہے کیونکہ یہ آیت بتوں کے حق میں ہے(جلالین وخازن ومعالم وغیرہ) اور کفار مکہ بت پرست تھے نہ انسان پرست۔چنانچہ کعبہ میں تین سو ساٹھ کے قریب بت رکھ چھوڑے تھے جن کو فتح مکہ کے دن توڑا گیا۔یہ نہ کہہ دینا کہ الذین کا لفظ ذوی العقول کے لئے آتا ہے لہذا اس میں عیسی اور عزیر بھی داخل ہیں اس لئے کہ علم نحو یا لغت کی کسی کتاب میں الذی کا ذوی العقول کے لئے خاص ہونا نہیں لکھا ہے بلکہ اس کا استعمال غیر ذوی العقول اور بے جان چیزوں پر بھی بکثرت ہوتا ہے۔

قرآن میں ہے: یا ایھا الذین ءامنوا ءامِنوا باللہ و رسولہ و الکتاب الذی نزّل علی رسولہ و الکتاب الذی انزل من قبل (نساء:۱۲۶)۔

اس آیت میں دوبار الذی کتاب کے لئے آیا ہے جو غیر ذوی العقول ہے

اسی طرح شعراء کے کلام سے بھی ثابت ہے۔ پس آیت مذکورہ کو حضرت عیسیٰ سے کچھ تعلق نہیں ہے۔

۲، دوسری غلطی۔ اموات کے معنی مر چکے ہیں، غلط ہے کیونکہ مرزائی ترجمہ اور تفسیر کی رو سے (کہ آیت سے وہ سب جاندار اور ذوی العقول معبود مراد ہیں جن کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں) لازم آئے گا کہ سب شیاطین کو موت آچکی ہے کیونکہ خدا کے شریک وہ بھی مانے جاتے ہیں جیسا کہ ارشاد ہے و جعلوا للہ شرکاء الجن (انعام)(یعنی کافروں نے اللہ کا شریک جنوں کو ٹھہرایا۔ نیز لازم آئے گا کہ تمام فرشتے بھی مر چکے ہیں کیونکہ اس آیت کے نزول کے وقت کفار مکہ فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں قرار دیتے تھے اور ان کی بھی پرستش کرتے تھے جیسا کہ اللہ فرماتا ہے :و جعلوا الملائکۃ الذین ھم عباد الرحمن اناثا أشھدوا خلقھم ستکتب شھادتھم و یسئلون۔ و قالوا لو شاء الرحمن ما عبدناھم۔ ما لھم بذلک من علم ان ھم الّا یخرصون (زخرف:۱۹۔۲۰)، یعنی اور ٹھہرایا (کافروں نے) فرشتوں کو جو بندے ہیں رحمٰن کے (عورتیں بیٹیاں) اور کہتے ہیں کہ اگر چاہتا رحمٰن نہ پوجتے انکو ہم یعنی فرشتوں کو ہم اللہ کے چاہنے ہی سے تو پوجتے ہیں

پس جب فرشتے بھی ان معبودان باطل میں داخل ہوئے تو لازم آیا کہ وہ بھی سب مر گئے۔ کیا خوب۔ مرزا، نبی بن کر فرشتہ موت بھی بن گئے کہ علمائے موجودین کی موت کی دعائیں کیں مسیح کو مارا شیاطین کو مارا فرشتوں کو بھی موت کے گھاٹ اتار دیا۔ ،زندوں کے مارنے کو مسیح الزمان ہوئے

۳۔ تیسری غلطی ،زندہ بھی نہیں ہیں، یہ غلطی بتقلید مرزا کی ہے، ان کو کیا خبر کہ اس ،بھی، نے مرزا کے ساتھ مرزائیوں کی بھی لیاقت ظاہر کر دی۔

۴۔ و مایشعرون ایان یبعثون ، کا صحیح ترجمہ یہ ہے: ان (اصنام، اجساد و جمادات مردہ) کو یہ بھی شعور (علم) نہیں کہ یہ کفار جو ان کے عابد ہیں کب مبعوث ہوں گے (فتح البیان وغیرہ)، ان سے تو بہتر تو ان کے عابد ہیں کہ زندگی تو رکھتے ہیں۔

کافراں از بت بے جاں چہ تمتع دارید
باری آن بت پرستید کہ جانے دارد

(ماہنامہ مبلغ امرتسر ج ١ نمبر ١٢ بابت شعبان ١٣٥٥ھ مطابق نومبر ١٩٣٦ء۔ص ١٣ تا ١٦..

(وفات مسیح کے دلائل پر ایک نظر قسط سوم۔مولانا ابوالقاسم سیف محمدی)

پانچویں آیت:

وقال شرکائهم ما کنتم ایانا تعبدو ن ۔ فکفی بالله شهیداً بیننا و بینکم ان کنا عن عبا د تکم لغا فلین (یونس:٢٨ .٢٩).

معبود کہیں گے کہ تم تو ہماری پرستش نہیں کرتے تھے ہم تو تمہاری عبادت سے بالکل بے خبر تھے

اس آیت سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکے ہیں اگر وہ زندہ ہوں تو ان کو اس شرک کا بخوبی علم ہوگا۔اگر علم نہ بھی ہو تو دنیا میں دوبارہ آنے کے بعد تو ان کو علم یقینی ہو جائے گا پھر وفات پر کر کیا خدا کے حضور خلاف واقعہ بیان کریں گے کہ مجھے پرستش کی خبر نہیں۔ایسا جھوٹ نبیوں کی شان کے خلاف ہے۔ملخصا

الجواب: تو کیا ایسے جھوٹ کو آپ نبیوں کی شان کے موافق مانتے ہیں کہ وہ اپنی پرستش سے بے خبری کا بھی اظہار کریں اور یہ بھی کہیں ماکنتم ایاناتعبدو ن تم ہماری پرستش نہیں کرتے تھے حالانکہ یقیناً انکی پرستش ہو رہی ہے جس کا اقرار آپ کو بھی ہے کیا خلاف واقعہ ان کا یہ بیان (تم ہم کو نہیں پوجتے تھے) صحیح ہے؟ اور دیکھئے تو سہی فرشتے بھی تو پوجے جاتے تھے، جیسا کہ اوپر ثابت ہو چکا ہے۔پس شرکاء میں وہ بھی داخل ہوئے تو کیا وہ بھی خلاف واقعہ بیان کریں گے کہ ہمیں تو کسی کی پرستش کی خبر نہیں حالانکہ جبریل وغیرہ فرشتے مکہ میں آکر سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھتے تھے اور کفار مکہ کا قول لو شاء الر حمن ما عبدنا هم اللہ سے لے کر آنحضرت ﷺ کو پہنچایا تھا ایسا جھوٹ تو فرشتوں کی شان کے بالکل خلاف ہے، یا کہہ دیجئے کہ وہ سب بھی مر گئے۔اصل بات یہ ہے کہ آیت مزکورہ کو نہ فرشتوں سے تعلق ہے، نہ حضرت عیسیٰؑ سے اس لئے کہ آیت میں عابدین کے ساتھ ان کے معبودوں کو تہدید اور ڈانٹ ہے اور مقربین (ملائکہ وانبیاء) کی شان اس سے بلند و

بالا ہے ۔نیز آیت میں عابدین اوران کے معبودوں کی باہمی گفتگو کا ذکر ہے اور ملائکہ ومسیح سے اللہ پوچھے گا اور یہ اللہ کو جواب دیں گے نہ عابدین کو۔ چنانچہ فرشتوں کا جواب سورہ سبا میں الگ بیان ہوا ہے جس میں مذکور ہے کہ وہ اپنی معبودیت کے علم سے انکار نہیں کریں گے بلکہ

قالوا سبحا نك انت ولينا من دونهم بل كا نوا يعبدو ن الجن (سبا : ٤١)

کہیں گے تیری ذات شریک سے پاک ہے ہمارا تعلق تجھ سے ہے نہ ان سے وہ شیطان کو پوجتے تھے یعنی شیطان کے بہکانے سے انہوں نے شرک (ہماری پوجا) کیا تھا۔پس یہ پرستش دراصل شیطان کی ہوتی نہ ہماری۔ اسی طرح حضرت عیسی کا جواب سورہ مائدہ میں الگ بیان ہوا ہے جس میں منقول ہے کہ وہ بھی اپنی معبودیت کے علم سے انکار نہیں کریں گے بلکہ یوں فرمائیں گے

سبحا نك ما يكو ن لى ان اقو ل ما ليس لى بحق ان كنت قلته فقد علمته تعلم ما فى نفسى و لا اعلم ما فى نفسك انك انت علا م الغيو ب ۔ما قلت لهم الّا ما امر تنى به ان اعبدوا الله ر بى و ر بكم و كنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما توفيتنى كنت انت الر قيب عليهم و انك على كل شىء شهيد

(المائدة ۱۱۷) تیری ذات شریک سے پاک ہے مجھ کو زیبا نہ تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کے کہنے کا مجھے کوئی حق نہ تھا۔ اور اگر میں نے کہا ہوگا تو تجھے اس کا علم ہوگا۔تو میرے دل کے اندر کی بات بھی جانتا ہے اور میں تیرے نفس میں جو کچھ ہے اس کو نہیں جانتا۔ تمام غیبوں کا جاننے والا تو ہی ہے۔ میں نے تو ان سے اور کچھ نہیں کہا مگر صرف وہی جو تو نے مجھ سے کہنے کو فرمایا تھا کہ تم اللہ کی بندگی اختیار کرو جو میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی رب ہے میں ان پر گواہ رہا جب تک ان میں رہا۔ میرے رفع کے بعد تو ہی انکا نگران تھا اور تو ہر چیز سے خبردار ہے

دیکھو دونوں کا جواب ایک ہی طرح سبحا نك کے لفظ سے شروع ہوتا ہے اور جواب بالکل سچا دیتے ہیں نہ خلاف واقعہ کچھ کہتے ہیں نہ بے خبری کا اظہار کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالی نے خود فرمایا ہے

:هذا يو م ينفع الصادقين صدقهم (مائدہ)۔(یعنی یہ وہ دن ہے کہ سچوں کو ان کا سچ کہنا فائدہ دے گا)

چھٹی آیت:

او ترقی فی السّماء و لن نؤمن لرقیّك حتّی تنزّل علینا کتاباً نقرؤہ۔ قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرارسولا ۔(بنی اسرائیل:۹۳)

یعنی تو آسمان پر چڑھ جا ۔ اور ہم تو آپ کے چڑھ جانے کا بھی اس وقت تک ہرگز یقین نہیں کریں جب تک کہ آپ ہم پر کوئی کتاب نہ اتار لائیں جسے ہم خود پڑھ لیں۔ان کو کہدے کہ میرا پروردگار پاک ہے میں تو بشر ہوں جو رسول کرکے بھیجا گیا ۔

یہ صفات تو اس کی ہیں جو بشری لوازمات سے پاک ہے...عادت اللہ میں داخل نہیں کہ وہ کسی خاکی جسم کو آسمان پر لے جائے۔

الجواب۔کلمہ جامعہ ھل کنت الا بشرارسولا کفار کی ان سات فرمائشوں کے جواب میں فرمایا گیا جو انہوں نے سرکشی سے کی تھیں جو یہ ہیں:۱۔زمین میں چشمہ جاری کرنا۔۲ کھجور اور انگور کا باغ نبی کے لئے ہونا۔۳۔آسمان کا ٹکڑہ (عذاب کے لئے) گر پڑنا۔۴۔اللہ اور ملائکہ کی ضمانت تصدیق۔۵۔نبی کے لئے زریں محل کا ہونا۔۶۔نبی کا آسمان پر چڑھ جانا۔۷۔وہاں سے کتاب کا اتار لانا جسے کفار پڑھ سکیں۔

پس جواب مذکور اگر آسمان پر جانے کو محال ثابت کرتا ہے تو باقی امروں کو بھی محال ماننا پڑے گا کیونکہ سب سوالوں کا ایک ہی جواب ہے حالانکہ قرآن مجید کی دوسری آیتوں سے ان سب امروں کا نکلنا ممکن ہونا بلکہ واقعہ ہونا ثابت ہے اور عادت جاریہ کے خلاف کسی امر کا پیغمبروں سے صادر ہونے ہی کا نام معجزہ ہے کافروں کا سوال ہی بتاتا ہے کہ وہ ان امور کا ظہور پیغمبر سے ممکن جانتے تھے ان کا سوال صرف یہ تھا کہ آپ ہماری خاطر اپنی اعجازی قوت سے ان ممکنات کو بصورت واقعہ کر دکھائیں آسمان سے لکھی ہوئی کتاب لانیکی پخ اس لئے لگا دی تھی کہ وہ جانتے تھے کہ آنحضرتﷺ معراج جسمانی کے مدعی ہیں مبادا آپ ایک بار آسمان پر ہو آنے کا حوالہ نہ دے دیں ان کے ساتوں سوالوں کے جواب میں فرمایا گیا:قل سبحان ربی ھل کنت الا بشرا رسولا ۔ یعنی کہہ دو میرا رب اس بات سے پاک ہے کہ اسپر کوئی زور اور زبردستی کرے میں تو فرمان بردار انسان ، پیغام پہنچانے والا ہوں ، میں اپنے اختیار سے یہ امر نہیں کرسکتا نہ خدا سے بزور کرا

سکتا ہوں وہ چاہے گا تو تمہارا سوال پورا کرے گا نہیں تو نہیں ۔ یہ مطلب نہیں ہے کہ یہ صفات اس کی ہیں جو بشری لوازمات سے پاک ہو اور عادت اللہ میں داخل نہیں کہ وہ کسی خاکی جسم کو آسمان پر لے جائے جیسا کہ مرزائیوں نے بکواس کی ہے۔ اللہ کے ارادہ سے خاکی جسم کا زندہ آسمان پر جانا عامہ بشر بلکہ کافروں کے لئے بھی ممکن ہے۔ پڑھو سورہ حجر کی آیت: ولو فتحنا عليهم با با من السماء فظلوا فيه يعرجو ن (الحجر:١٤) یعنی اگر ہم کافروں پر آسمان کا دروازہ کھول دیں تو پھر سارے دن اس میں چڑھتے رہیں۔

پس انبیاء ورسل خاص کر حضرت عیسی اور محمد رسول اللہ ﷺ کیلئے آسمان پر جانا کس طرح محال ہوسکتا ہے؟ چنانچہ حضرت عیسی آسمان پر لے جائے آنحضرت ﷺ کو معراج جسمانی کرائی گئی ۔ مرزا صاحب نے حضرت موسی کو زندہ آسمان پر موجود مانا ہے (دیکھو نور الحق عربی۔ ص ۵۰)

صحیح بخاری کی ایک حدیث

فا قو ل كما قا ل العبد الصا لح عيسى بن مر يم و كنت عليهم شهيدا ما دمت فيهم فلما تو فيتني كنت انت الرقيب عليهم

تو میں بھی اس طرح کہوں گا جس طرح اس نیک مرد عیسی نے کہا تھا وكنت عليهم . الخ اس حدیث میں لفظ وہی تو فيتني ہے جو قرآن میں حضرت عیسی کے لئے استعمال ہوا ہے...اب جو معنی حضور ﷺ کے واسطے ہوسکتے ہیں وہی حضرت عیسی کے لئے ہو چاہییں (یعنی دونوں مرگئے)

الجواب: اسی قاعدہ سے آیت مذکورہ کے جملہ تعلم ما فى نفسى و لا اعلم ما فى نفسك میں نفس عیسی اور نفس خدا کے ایک ہی معنی ہونے چاہییں کہ نفس الہی (جو پاک اور بے مثل ہے) اور نفس عیسی (جو مخلوق ہے) دونوں ایک ہی طرح کے ہوں کیونکہ اللہ پاک کیلئے لفظ نفس وہی ہے جو حضرت عیسی کیلئے استعمال ہو و تعالى الله عن ذلك علواكبيرا

پس جس طرح دونوں لفظ نفس کی حقیقت جداگانہ ہے اسی طرح دونوں پیغمبروں کیلئے لفظ توفيتني جو مستعمل ہوا ہے اس کی حقیقت بھی جداگانہ ہے۔ دونوں پیغمبروں کے حالات مخصوصہ جو خارجی

دلائل سے ثابت ہیں ان کی بنا پر حضرت عیسی کی تـوفی رفع آسمانی سے ہوئی اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تـوفی موت سے ہوئی حضرت عیسی کی تـو فی بالرفع الی السماء کے دلائل مختلف آیات واحادیث میں مذکور ہیں اور محمد ﷺ کی تـو فی بالموت کے دلائل آپ کا کفن دفن اور جنازہ کی نماز وغیرہ ہیں جو تواتر سے منقول اور ثابت ہیں اور روضہ اطہر آپ کا اب تک زیارت گاہ خلائق ہے

مرزائی مترجم نے قال العبد کا ترجمہ عیسی نے کہا تھا، غلط کیا ہے صحیح ترجمہ یہ ہے عیسی فرمائیں گے، کیونکہ یہ واقعہ قیامت کا ہے جو ابھی آنے والی ہے جیسا کہ حدیث مذکور کے شروع میں ہی یہ الفاظ موجود ہیں انکم محشو رو ن الی اللہ۔ جس کا ترجمہ یہ ہے: اے لوگو تم اللہ کی طرف اکٹھے کئے جاؤ گے۔

یہ ترجمہ کیوں صحیح ہو سکتا ہے، عیسی نے کہا تھا۔ حالانکہ قرآن میں اس قصہ کی ابتداء یـو م یـجـمـع الـلـه الـرسل سے ہوئی ہے اور انتہا ھـذا یـو م ینفع الخ پر جو پکار پکار کر کہہ رہا ہے کہ یہ واقعہ قیامت کے دن وقوع پذیر ہو گا نیز سورہ نساء میں ارشاد ہے و یـوم الـقیا مة یکون علیهم شهید یعنی حضرت عیسی قیامت کے دن اہل کتاب پر شاہد ہوں گے۔ ہمارے رسول ﷺ بھی نہایت صراحت سے فرماتے ہیں کہ حضرت عیسی یہ بات قیامت کے دن فرمائیں گے چنانچہ محدث ابن عساکر اور حافظ عماد الدین ابن کثیر نے حدیث مر فوع نقل کی ہے

عن ابی موسی الا شعری قال قا ل ﷺ اذا کا ن یو م القیا مة دعی با لانبیا ء امـمهـم ثم یدعی بعیسی بن مر یم ... ثم یقو ل أأنت قلت للناس اتخذو نی و امی الهین من دو ن الله فینکر ان یکو ن قا ل ذلك ... الخ

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جب ہو گا دن قیامت کا بلائے جائیں گے سب انبیاء اور ان کی امتیں پھر بلائے جائیں گے عیسی پھر پوچھے گا کیا تو نے لوگوں سے کہا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود بناؤ اللہ کے سوا۔ پس انکار کریں گے عیسی اس سے کہ کہی ہو یہ بات۔

قرآن بھی یـو م الـقیامة بصراحت کہتا ہے، ہمارے رسول علیہ السلام بھی یـو م الـقیـا مت بتصراحت بتا رہے ہیں، اب مرزائی لوگ اپنے رسول کا نص صریح.... مرزا صاحب م براہین احمدیہ حصہ ۵ کے

ص ٦ پر اذ قال اللہ یا عیسی الخ کو ماضی بمعنی مضارع مستعمل ہونے کے مثال پیش کرتے ہیں اور نصرۃ الحق میں لکھتے ہیں:

خدا قیامت کے دن حضرت عیسی کو کہے گا کہ تو نے ہی لوگوں کو کہا تھا ..الخ،

تو مرزائیوں کو ماننا پڑے گا کہ ان کا ترجمہ ،کہا تھا، بالکل غلط ہے۔باقی آئندہ

....

مالیخولیائے مرزا

تحریر: جناب حکیم عبدالرحمٰن خلیق تیجہ کلاں ضلع گورداسپور

(یہ عبارت مبلغ امرت سر جلد ا نمبر ۴ بابت ماہ ذی الحجہ ۱۳۵۴ھ۔مارچ ۱۹۳۶ء۔ص ۲۱ تا ۲۴ سے منقول ہے)

باب اول:

کیا مرزا غلام احمد قادیانی مجنون نہیں ہے؟

ان کی اپنی شہادات خانگی تصدیقات اور مریدوں کی تائیدات

فصل اول:

مجھے مراق کا خلل ہے ۔قول مرزا

چو خود کردند سر خویشتن را فاش ۔ مراقے را چرا بدنام کر دند

حضرات ہمارا دعوی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجنون تھے،یعنی آپ کو مالیخولیائے مراقی کا عارضہ لاحق تھا۔

ہم اس دعوی کے ثبوت میں بیشتر حقائق اپنے پاس رکھتے ہیں جن کی تردید نہ آج تک مرزائی کر سکے اور نہ آئندہ ہی یہ قوت ان کے قلم و دماغ میں پیدا ہو سکے گی انشاءاللہ۔

اس پہلے باب میں ہم انہی تین نوع کے دلائل سے تمسک کریں گے۔یعنی مرزا جی کی ماؤف الدماغی ان کی

اپنی تحریرات، خانگی تصدیقات، اوران کے مریدوں کی تائیدات سے واضح کریں گے۔

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ہم اپنے دعوی پر شرح وبسط سے بحث شروع کرنے سے پیشتر جناب مرزا جی کے تمام دعاوی اور خطابات آپ کے سامنے رکھ دیں تا کہ ناظرین کو مرزا جی کی شخصیت کا اندازہ بھی ہو جائے۔ اور پھر اتنی بڑی شخصیت کے فرعونی دعاوی پر تردیدی قلم اٹھاتے ہوئے ہمیں بھی خاص لطف حاصل ہوگا ۔

پیش کردہ خطابات ودعاوی میں ہماری جانب سے کچھ بھی تصرف نہیں کیا جائیگا بلکہ یہ مرزا جی اور انکے مریدان باصفا کے ہی بیان کردہ اور ترتیب دادہ ہیں بغور ملاحظہ ہو۔

ا۔نبی اللہ۔۲رسول اللہ ۔۳۔خلیفۃ اللہ۔ ۴۔جری اللہ فی حلل الانبیاء ۔۵مامور من اللہ۔۶۔ خاتم الاولیاء۔۷۔منجانب اللہ۔۸۔مسیح دوراں۔۹۔امام الزمان۔۱۰۔ مامور یزدانی۔۱۱۔محبوب سبحانی ۱۲ مرسل یزدانی ۱۳۔مسیح ثانی۔۱۴۔ احمد قادیانی۔۱۵۔سلطان القلم۔۱۶۔سید الثقلین۔۱۷۔امام الوقت۔۱۸۔ مجدد اعظم۔۱۹۔آدم ثانی۔۲۰۔نور خدا۔۲۱۔ بروز محمد۔۲۲۔اوتار زمانہ۔۲۳۔پشتہ دین۔۲۴۔مامن اسلام۔ ۲۵۔ابن مریم۔۲۶۔کرشن گوپال۔۲۷۔مسیح موعود۔۲۸۔مجدد دوران۔۲۹۔مہدی معہود۔۳۰۔سلطان العرب و العجم۔۳۱۔صاحب الجود و الکرم۔۳۲۔سیدنا حضرت مرزا غلام احمد صاحب علیہ الصلوۃ والسلام رئیس قادیان

لا حول و لا قوۃ الا باللہ.. شد پریشان باب من از کثرت القاب تو۔

ناظرین یہ القاب مرزا جی کے مریدوں نے ہی نمبروار ترتیب دے رکھے ہیں، اور اکثر ایک ایک جگہ دیکھنے میں آئے ہیں۔پس آج اگر کوئی دنیا میں مدعی ولایت یا کوئی قطب، غوث، مجدد، ظل یا بروزی غرضیکہ کسی قسم کا موجود ہے، تو میدان میں نکل کر ذرا مرزا جی کے خطابات کی رو سے ہی مقابلہ کر کے تو دکھائے، روحانیت تو رہی علیحدہ، اعجاز نمائی کو بھی بعد میں دیکھا جائے گا۔اس واسطے تو مرزا جی کو بانگ بلند منارۃ المسیح کے گھڑیال پر کھڑے ہو کر کہنا پڑا تھا (دیکھو درثمین) کہ

آزمائش کے لئے کوئی نہ آیا ہر چند
ہر مخالف کو مقابل پہ بلایا ہم نے

اگر خلاف موضوع ہو تو میں عرض کروں گا کہ یہ خطابات الہامی وغیر الہامی قلیل ترین ہیں کیا اچھا ہو کہ مرزا جی کی شان کو دوبالا اعلی وارفع اور دنیائے جہان سے ممتاز و ممیّز کرنے کیلئے مندرجہ ذیل خطابات بھی اسی طویل فہرست میں داخل کر لئے جائیں

۱۔اس طرح ایک تو مرزا جی کی بھی امتیازی شان کا مظاہرہ ہو سکے گا۔

۲۔ مخالفین مرزا کے خیالات صرف آپ کے القابات اور خطابات پر غور کرتے کرتے ہی پریشان و منتشر ہو جائیں گے اور مناظرین حضرات بھی اصل مقصد کی جانب کبھی غور نہ کرسکیں گے آپ کو رستگاری نصیب ہو جائے گی پھر پیٹ بھر کر مریدوں کو لوٹئے گا۔ ناظرین تھوڑی سے تکلیف کر کے مرزائیوں کے بیان کردہ خطابات کو ایک بار پھر پڑھیں اور ساتھ ہی یہ فہرست شامل کر کے لطف اٹھائیں

۱۔خلاصہ اولیائے عظام ۔۲۔زبدہ اصفیائے کرام ۔۳۔قبلہ ارباب تحقیق ۔۴ کعبہ اصحاب تدقیق ۔۵۔مقتدائے طریق طریقت ۔۶۔ہادی سبیل حقیقت ۔۷۔مجمع فیوض سبحانی ۔۸۔منبع علوم روحانی۔ ۹۔ فرازندہ لوائے تصوف ۔۱۰۔ فرد آندہ چراغ تعرف ۔۱۱۔مخزن لطائف قدسیہ ۔۱۲۔معدن معارف انسیہ ۔۱۳۔سالک مسالک دین ۔۱۴۔ناسک مناسک صراط مستقیم ۔۱۵۔قدوہ سالک حقیقت وارشاد ۔۱۶۔پیشوائے مناسک طریقت ومدار ۔۱۷۔بحر ذخار ۔۱۸۔افادات گہربار ۔۱۹۔ افادات مہر ۔۲۰۔سپہر طریقت ۔۲۱۔قطب فلک حقیقت ۔۲۲۔نخل بند گلشن طریقت ۔۲۳۔بہار پیرائے چمن حقیقت ۔۲۴۔مقتدائے کاروان منازل تحقیق، ۲۵۔پیشوائے رہروان مراحل تدقیق ۔۲۶۔مقتدائے اہل تجرید ۔۲۷۔پیشوائے ارباب تفرید ۔۲۸۔قدوۃ السالکین ۔۲۹۔زبدۃ العارفین ۔۳۰۔صاعد مصاعد عرفانی ۔۳۱۔عارج معارج ربانی ۔۳۲۔یگانہ حضرت صمدیت ۔۳۳۔مقرب بساط احدیت ۔۳۴۔گنجور معرفت الٰہی ۔۳۵۔منبع فیوض لا انتناہی ۔۳۶۔عالم معملات طریقت ۔۳۷۔کاشف مکاشفات حقیقت ۔۳۸۔مطلع انوار لاہوتی ۔۳۹۔مظہر کمالات ماؤتی ۔۴۰۔مرشد کامل ۔۴۱۔مخدوم ومکرم ۔۴۲۔شخص مقدس ۔۴۳۔روح مجسم ۔۴۴۔بانی قواعد معقول ومنقول ۔۴۵۔مصباح انوار دانش ۔۴۶۔مفتاح ارباب بینش ۔۴۷۔جامع انوار معارف سبحانیہ ۔۴۸۔فاتح ابواب عوارف روحانیہ ۔۴۹۔دپیازہ دہور ۔۵۰۔پیر برزمان ۔۵۱۔ابن اللہ ۔۵۲۔ناقۃ اللہ ۔۵۳۔عین اللہ ۔۵۴۔معبود خدا ۔۵۵۔

قبلہ وکعبہ۔۵۶۔مکہ معظّمہ۔۵۷۔مدینہ منورہ۔۵۸۔بیت المقدس۔۵۹۔کربلائے معلیٰ۔۶۰۔نجف اشرف ۔۶۱۔قبلہ عالم۔۶۲۔سجدہ گاہ قدسیان۔۶۳۔خیر من الدنیا و مافیھا۔۶۴۔سیدنا وغیرہ وغیرہ۔آہ

جو بے نماز کبھی پڑھتے ہیں نماز اقبال
بلا کے دیر سے مجھ کو امام کرتے ہیں

کیوں حضرات! آپ ہی انصاف کریں ہم نے موزوں مشورہ دیا ہے یا نہیں

لطیفہ: آج کل قادیان سے ہر سال یوم التبلیغ منانے کی تحریک بڑے زور سے اٹھی ہے جس کی ہدایات میں سے ایک ہدایت یہ بھی ہے کہ مرزائی افراد مسلم وغیر مسلم افراد کو پکڑ پکڑ کر ان کے گھروں میں گھس گھس کر تبلیغ کریں اور نتائج سے بے پرواہ ہو کر اپنا بے سرا راگ الاپنے کی کوشش کیا کریں اور یہ مطلق غور نہ کریں کہ آخر اس ہاتھا پائی کا نتیجہ کیا ہوگا؟

مگر سوال یہ ہے کہ اگر مخالف نے یہ کہد یا کہ پہلے مجھے مرزا جی سے متعارف تو کرائیے پھر تبلیغ بھی کر لیجئے گا۔ اور جب تعارف کی غرض سے مشہور آنت سے بھی طویل خطابات اس کے سامنے پیش کئے جائیں گے، تو وہ گھبرا کر لاحول نہ پڑھنا شروع کر دے گا۔ شائد اس مولوی صاحب کے شاگرد کی کہانی بھی سنا دے جس نے اپنے شاگرد کو یہ ہدایت کر رکھی تھی کہ خبردار ہمیشہ بات کرتے وقت فصاحت و بلاغت کو ہاتھ سے نہ دو۔ اتفاقاً ایک دفعہ جب حقہ نوشی کرتے وقت مولوی صاحب کی پگڑی پر چلم سے اڑ کر ایک چنگارہ جا پڑا، تو شاگرد نے نہایت فصیحانہ انداز میں یہ کہانی استاد جی کی خدمت یوں پیش کی

(پہلے مرزا جی کے خطاب گن لیجئے جو مولوی صاحب کو بھی شاگرد نے دے کر عرض کیا) آپ کی دستار پر انوار، رحمت کردگار، قابل احترام، عزیز از جان کے جسم اطہر پاک اور منزہ پر آتشکدہ چلم سے ایک شریر نا ہنجار نابکار بد کردار بد تمیز شر رافگن انگارہ بسرعت پرواز کر کے اپنا مسکن بنائے بیٹھا ہے۔

حکایت اس قدر طویل تھی کہ درمیانی زمانہ میں پگڑی ساری کی ساری جل کر خاک ہو گئی۔مولوی صاحب نے فرمایا، خود کردہ را علاجے نیست ،

خطرہ ہے کہ اس تعارف سے کہیں مخاطب بھی حواس باختہ نہ ہو جائے اور مہینوں دردسر سے شیرہ جات پیتا رہے۔

مرزائیو کیا طویل خطابات سے تم مرزا جی کی زات سے دفعیہ جنون کر کے انہیں نبی ثابت کر دو گے

یاد رکھو کہ شیر قالین دگراست شیر نیستان دگراست

حافظ شیرازی نے اس موقعہ پر کہا تھا

صورتِ مرداں چہ خواہی سیرتِ مرداں گزیں

مرد عاشق پیشہ را با صورت ایواں چہ کار

ناظرین اس قدر طویل القابات کی فہرست سے مرزائیوں کی غرض محض یہ ہے کہ آپ مرزا جی سے تعارف حاصل کر سکیں اور بس۔ تمنا مختصر سی ہے مگر تمہید طولانی

ہم اپنے مقصد سے ذرا دور چلے گئے ہمارا مطلب مرزا جی کے دعاوی اور خطابات کو پیش کرنے سے صرف یہ تھا کہ ہم موصوف کو ان میں سے کسی کا بھی مصداق نہیں سمجھتے۔ بلکہ بخلاف اس کے مرزا جی کی نسبت ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ آپ دائمی مریض تھے، بے شمار امراض کا مجسمہ تھے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ آپ مراقی تھے۔ ماؤف الدماغ تھے۔ یہی سب سے بڑی وجہ ہمارے انکار کی ہے کیونکہ مراقی انسان نبی تو کیا انسان کہلانے کا بھی حقیقی مستحق نہیں ہے۔

بس یہی لفظ جنون ہی ایک ایسا پردہ ہے جو ہمارے اور مرزائیت کے تسلیمات اور معتقدات میں ایک بہت بڑی دیوار کا قائم مقام ہے ویسے مرزا جی کے محققہ مصدقہ اور مسلمہ امراض یہ ہیں:

۱۔ مالیخولیائے مراقی ۔۲۔ ذیابیطس ۔۳۔ دوران سر۔۴۔ دردسر۔۵۔ کمی خواب۔۶ ۔تشنج قلب۔۷۔ بدہضمی ۔۸۔ اسہال۔۹۔ ضعف اعصاب۔۔۱۰ جمود وشخوص۔

(ضعف اعصاب تک ۹۔ امراض کا ثبوت ملاحظہ ہو، رسالہ ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۲۷ء ص ۲۶۔

جمود وشخوص کے لئے ملاحظہ ہو رسالہ ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء؟

جناب ڈاکٹر شاہ نواز صاحب نے مراق کو جمود وشخوص سے تطبیق دے کر دونوں کو ایک ہی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ یہ ان کی غلطی ہے۔ البتہ ہمیں ان کی غلطی سے یہ فائدہ پہنچا کہ مرزا جی کے امراض کی فہرست میں ایک کا اضافہ ہو گیا جس کا ہم شکریہ ادا کرتے ہیں۔ مولوی نور احمد لودی ننگلی نے بھی ریویو آف ریلی جنز بابت اپریل ۱۹۲۵ء میں اسی غلطی کا ارتکاب کیا ہے کہ مراق کو ہی جمود وشخوص آخذہ اور مدرکہ کہتے ہیں مگر یہ غلط ہے۔ واضح لفظوں میں یوں سمجھئے جمود وشخوص کو انگریزی میں کیٹالا پسی کہا گیا ہے، مگر مرض مراق یا مالیخولیا مراقی کا

یہ نام نہیں ہے۔

پس مولوی مور احمد اور ڈاکٹر شاہ نوز کی غلطی واضح ہے۔ مراق یا مالیخولیا مراقی وہ ہے جسے انگریزی میں ہائپوکانڈرائیسیس کہا جاتا ہے ۔ ان حقائق سے ثابت ہوا کہ مرض مراق کو جمود یا کیتا لاپسی سے کچھ بھی لگاؤ اور تعلق نہیں ہے اگر ایسا ہے تو ہم صلائے عام دیتے ہیں کہ دنیا بھر کے مرزائی ڈاکٹر اور طبیب یہ امر ثابت کرنے کو میدان میں آئیں ان شاءاللہ ناکام رہیں گے ہمارے نزدیک مرزا قادیانی کو مراق بمعنی ہائپوکانڈرائسیس تھا اور یہی مراق کا مطلب ہے ۔خلیق)

ہماری تحقیق میں مرزا جی کو اور بھی کئی امراض ثابت ہوئی ہیں جنہیں ہم اپنے تشخیصی باب میں درج کریں گے۔ یہ اور ہماری دوسری مشخصہ امراض سب کی سب مرزائی قصر نبوت کے لئے پیام اجل ہیں جس کا ثبوت بھی آئندہ مضمون سے ملے گا مرزا جی کو مجنون اور مراقی قرار دینے کے لئے ہمارے اور قادیانی تسلیمات میں یہ فرق ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک مرزا جی کے استعمال کردہ لفظ مراق سے مراد مالیخولیائے مراقی نہیں ہے بلکہ وہ کہتے ہیں کہ اس سے مراد درپردہ مراق کی کوئی دوسری مرض ہے ہمارے نزدیک یہ توجیہ نہ صرف غلط اور حقائق کے بھی خلاف ہے۔ بلکہ دیانت اور صداقت کا بھی دیوالہ نکالنے والی ہے۔ ہمارا عندیہ یہ ہے کہ جب مفردطور پر لفظ مراق کا استعمال کیا جائے تو اس سے مراد محض اور محض مالیخولیائے مراقی ہی ہوا کرتا ہے بشرطیکہ لفظ مراق سے مقصود کی مرض کا اظہار ہو جیسا کہ مرزا جی اور مرزائیوں نے کیا ہے اس چیز کا ثبوت ہم آئندہ چل کر کتب طب اقوال وافعال مرزا واقوال مریدان مرزا سے دے کر بتائیں گے کہ مرزا جی یقیناً مراق بمعنی مالیخولیائے مراقی کے ہی مصداق تھے وباللہ التوفیق۔ باقی آئندہ

مبلغ جلد ا نمبر ۵ بابت ماہ اپریل ۱۹۳۶ء مطابق محرم ۱۳۵۵ھ ص ۱۹ تا ۲۴ پر..مالیخولیائے مرزا

ناظرین کرام! مرزا جی کے متعلق یہ عقیدہ رکھنا کہ آپ مالیخولیا کا شکار نہ تھے درحقیقت واقعات کی تکذیب کرنا ہے اور یہ امر صداقت اور دیانت کا خون کر دینے کے مترادف ہے جب مرزا جی خود بڑے فخر سے اس امر پر مصر ہیں کہ، میں دماغی مریض ہوں مجھے مراق کا خلل ہے، ،دورے پڑتے رہتے ہیں، نماز پڑھا نہیں سکتا، قوی مضمحل ہوتے نظر آتے ہیں،

سچ تو یہ ہے کہ مسلوب القوی ہوں ہمیشہ یہی حالت رہتی ہے دورہ آ گیا اور گیا وغیرہ، اخبار بدر ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵۔ بدر ۲۴ مئی ۱۹۰۶ء، وخط بنام مولانا محمد حسین بٹالی بجواب خط ۹ مارچ ۱۸۹۱ء۔ نسیم دعوت۔ ص ۷۱ وغیرہ)

آہ! شائد یہ درست ہے

نہیں منت کش تاب شنیدن داستاں میری
سراپا درد ہوں حسرت بھری ہے داستاں میری

انصاف شرط ہے کہ مرزا جی کی اس ذاتی شہادت کو مردود قرار دینا حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ مثلاً ایک مریض خود مظہر ہے کہ مجھے سخت درد سر رہتی ہے، قبض کا دائمی عارضہ ہے، تو لامحالہ ہمیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ مریض سچ کہتا ہے۔

ایک تندرست کو اپنے آپکو مریض جتلانے کی کیا ضرورت ہے اگر ایسا ہی ہے تو یہ بذات خود پاگل نہیں ہے۔

تو پھر ایسا شخص جسے علم طب کی دانست کا بھی دعویٰ ہو، نبوت اور رسالت سے بھی حصہ وافر پانے کا مدعی ہو، بزعم خود طبیب اعظم ہو، اگر وہ کہے کہ مجھے مندرجہ بالا امراض لاحق ہیں، اس کے تیماردار شاہد ہوں کہ واقعی مریض اپنی کیفیت درست اور صحیح بتاتا ہے، تو پھر اور کون سا قرینہ انکار کا باقی رہ جاتا ہے۔

بتاؤ جب مرزا جی قائل ہیں کہ مجھے مراق کا خلل ہے، آپ کے بیٹے اور بیوی اس پر شاہد ناطق ہیں۔ مریدان باصفا مؤیدین کے زمرہ میں ہیں۔ طب اس امر سے اتفاق کرتی ہے کہ واقعی آپ کو مرض مراق تھا اور ہو بھی سکتا تھا تو یہ کہنا کیسے جائز ہو سکتا ہے کہ آپ مراق کا شکار نہ تھے ملاحظہ ہو مرزا جی لکھتے ہیں

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرتﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان پر سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی، تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی، اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔ (اخبار بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵۔ رسالہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

قطع نظر اس سے کہ مرزا جی نے اپنی اس عبارت میں آنحضرتﷺ کی زبان سے مسیح کا آسمان سے بجسم عنصری نزول تسلیم کر کے اپنی نبوت کی عمارت کو اپنے ہاتھوں بری طرح گرا دیا ہے، یہ سب کچھ دست قدرت کا نتیجہ ہے اور مسیحیت مرزا کے ابطال کا نشان ہے، مگر ہم اس مقام پر اس موضوع سے تعرض نہیں کریں گے، بلکہ اپنے مضمون سے متعلقہ مباحث سے غرض رکھیں گے۔ ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرزا جی نے اپنے آپ کو یہاں مراقی

تسلیم ہے اور یہ ان کی مراقیت پر ایک قوی شہادت ہے کیونکہ کہا گیا ہے یوخذ المرء باقرارہ (آدمی اپنے قول سے پکڑا جاتا ہے) اس کے علاوہ مرزا جی سے ایک اور قول کتاب منظور الٰہی میں یوں درج کیا گیا ہے

میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں، تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ دن رات مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر زیادہ ہو جاتا ہے، تاہم میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا، اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔ (منظور الٰہی ص ۳۴۸ بحوالہ اخبار الحکم ج ۵ نمبر ۴۹)۔

یہ تو وہ شہادات ہیں جن کو مردود قرار دینا گویا قصر قادیانیت کو متزلزل کر دینے کے مترادف ہے کیونکہ یہ شہادات اس شخص کی ہیں جو آج بذات خود ان امراض کا شکار تھا اور جسکے اقوال قادیانیت کا بنیادی پتھر ہیں اور یقیناً ان شہادات کی نسبت غلطی کا امکان نہیں کیونکہ: ایک تو قائل مدعی نبوت ہے، دوم وہ شخص ان امراض کے شدید عوارض اور علامات سے بوجہ ذاتی تجربہ کے اس چیز کا زیادہ مستحق ہے کہ مرزائی حضرات انہیں تسلیم کریں، وگرنہ درصورت دیگر مرزا جی کی قبر سے بھی یہ حسرت ناک آواز آتی سنی جائے گی

کجا دانند حال ما سبکساران ساحل ہا

علاوہ ازیں جناب مرزا کے اس بیان میں اس طرح بھی غلطی کا امکان نہیں کہ آپ علم طب کی دانست کے بھی مدعی تھے جیسا کہ فرماتے ہیں

میں نے خود طب کی کتابیں پڑھیں اور ان کتابوں کو ہمیشہ دیکھتا رہا۔ (راز حقیقت حاشیہ ص ۸)

پھر ارشاد ھے: میں نے یونانی طب کی کتابیں سبقاً سبقاً پڑھی تھیں (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۳۴)

ثابت ہوا کہ مرزا جی علم طب کی مہارت کا سارٹی فیکیٹ رکھنے کے بھی مدعی تھے تو اس حالت میں وہ اپنی ہی تشخیصی حالت کیسے غلط بیان کر سکتے ہیں۔ کیا وہ مراق کی حقیقت اور اصلیت کے باوجود علم طب پڑھنے کے بھی قطعاً کورے اور بے خبر تھے۔ چہ خوب : پڑھ پڑھ کے گلستان بوستاں، مطلب نہ پایا دوستاں

ہمارا یقین ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی جی مراق کی حقیقت سے کماحقہ واقف تھے حکیم نورلدین انکے یار غار تھے

ہر وقت انہیں سے مصاحبت تھی انہوں نے اپنی صحیح کیفیت بیان کی ہے اور وہ اپنے مرض مراق کو مالیخو لیا مراق کے معنی میں سمجھتے تھے جسے انگریزی میں ہائپوکانڈ ائسیس کہا جاتا ہے۔ اگر کچھ شک ہو اور مراق کی شدید علامات کا معائنہ کرنا ہو تو مرزا جی کے صاحبزادہ مرزا بشیر احمد اور آپ کی زوجہ محترمہ کی شہادت سنئے:

بیان کیا مجھ (بشیر احمد) سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیر یا () کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند روز بعد ہوا تھا۔ رات کو سونے کے وقت آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ مگر وہ دورہ خفیف تھا۔

پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نماز کے لئے ایک دفعہ باہر گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آج طبیعت کچھ خراب ہے۔ والدہ صاحب نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے آکر دروازہ کھٹکھٹایا کہ پانی کی ایک گاگر جلدی گرم کردو۔ والدہ صاحب نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی، چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت سے کہا کہ اسے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے۔ شیخ حامد علی نے کہا کہ کچھ خراب ہوگئی ہے۔

میں پردہ کرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت آج بہت خراب ہوگئی تھی، لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے، اور آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔ والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اس کے بعد آپ (مرزا غلام احمد) کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔ خاکسار نے پوچھا کہ دورہ میں کیا ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور گردن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے اور سر میں چکر ہوتا تھا۔ اس وقت آپ (مرزا غلام احمد) اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ تو دوروں کی ایسی سختی نہ رہی اور کچھ طبیعت بھی عادی ہوگئی۔

خاکسار بشیر احمد نے پوچھا کہ اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہ تھی۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ پہلے معمولی سر کے دورے ہوا کرتے تھے۔ خاکسار نے پوچھا کہ کیا پہلے حضرت صاحب خود نماز

پڑھایا کرتے تھے۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا: ہاں مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔
(سیرۃ المہدی از مرزا بشیر احمد خلف مرزا غلام احمد جلد اول ص ۱۳)

حضرات ہم نے ان شہادات اور حوالہ جات سے قبل یہ دعوی کیا تھا کہ مرزا جی خود قائل ہیں (۱) کہ مجھے مراق ہے۔(۲)۔آپ کے بیٹے اور بیوی اس پر شاہد ناطق ہیں۔(۳) ۔مریدان باصفا مؤیدین کے زمرہ میں ہیں ۔(۴)۔اطباء کا اس پر اتفاق ہے کہ فی الحقیقت آپ مراق کا شکار ہو چکے تھے

اس دعوی کی تقسیم ہم نے چار شقوں میں کی ہے۔ چنانچہ پہلی دو شقیں مع ثبوت بیان ہو چکی ہیں۔یعنی مرزا جی کی شہادت اور آپ کے صاحبزادہ اور بیوی کا شاہدانہ اقرار ۔

اب رہی شق سوم، یعنی آپ کے مریدوں کی تائیدات جسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔مرزا جی کے ایک راسخ الاعتقاد اور آپ کی مراقیت کے خاص جواب دہ ڈاکٹر شاہنواز صاحب لکھتے ہیں:

حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کو مراق ورثہ میں نہیں ملا تھا، بلکہ حضرت کی زندگی کے حالات سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں مراقی علامات کے دو بڑے سبب تھے۔

اول کثرت دماغی محنت ۔تفکرات ۔قوم کا غم اور اس کی اصلاح ۔ دوسرے غذا کی بے قاعدگی کی وجہ سے سوء ہضم اور اسہال کی شکایت۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت اگست ۱۹۲۶ء ص ۹)

پھر ارشاد ہے

حضرت صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، دردسر، کمی خواب، تشنج دل، بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا صرف ایک ہی سبب تھا اور وہ عصبی کمزوری تھی۔
(ریویو آف ریلی جنز۔مئی ۱۹۲۷ء ص ۲۶)

پھر لکھتے ہیں:

کہ مراق کا مرض حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب میں موروثی نہ تھا، بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا تھا۔اور اس کا باعث سخت دماغی محنت تفکرات اور سوء ہضم تھا جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جس کا اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعے ہوتا تھا۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ ماہ اگست ۱۹۲۶ء ص۱۰)

ناظرین یہ سن کے حیران ہوں گے کہ اس تقریر نے ڈاکٹر صاحب کو ایسا بدحواس کیا کہ انہیں یہ بھی نہ یاد رہ سکا کہ اس زور خطابت میں ان کا سارا بیان متضاد اور متخالف ہو گیا مجھے یہ تحریر پڑھ کر خود ڈاکٹر صاحب کے دماغ کی نسبت شک پڑ گیا کہ آپ کو کس چیز نے افتاد بیانی پر مجبور کیا۔(ڈاکٹر صاحب آپ نے سچ فرمایا۔دیکھئے یہ مرض مرزا جی سے آپ کی بیوی اور بیوی کے توسط سے بیٹے تک منتقل ہو چکا ہے۔مرزا جی نے لکھا ہے:

میری بیوی کو مراق کی بیماری ہے کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصول کے مطابق اسکے لئے چہل قدمی مفید ہے اخبار الحکم ۱۰، اگست ۱۹۰۱ء ص۱۴ منظور الہی ص ۲۴۴ ۔ ،

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے لئے بھی ڈاکٹر صاحب لکھتے ہیں:

جب خاندان سے اس کی ابتداء ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا مجھے بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ پڑتا ہے۔ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص۱۱

لیجئے جناب آپ کی یہ خواہش بھی خدا نے پوری کر دی اب صبح کو روزانہ بستر سے اٹھ کر گایا کیجئے ٹیچی ٹیچی موت گیا۔سارا ٹبر اوت کیا۔خلیق) اس تقریر کے دو صفحے پیچھے آپ کہہ چکے ہیں:

مراق کا اول اور حقیقی سبب یقین ملا ہوا طبعی میلان اور عصبی کمزوری ہے۔عصبی امراض کے متعلق یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ یہ ہمیشہ ورثہ میں ملتی ہیں اور لمبے عرصہ تک خاندان میں چلتی ہیں۔

(ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۸ ...واجب بمطابق تصریح ریویو ماہ مئی)

مگر خیر ہمیں اس مقام پر ڈاکٹر صاحب کے تضاد سے تعرض کرنے کی چنداں ضرورت نہیں اور نہ ہی ہمیں مرزا جی کے موروثی یا غیر موروثی مرض سے بحث ہے ہمارا مقصد ہر صورت میں واضح ہے کہ مرزا جی کو مرض مراق تھا باقی رہا ڈاکٹر صاحب کا تخالف بیان سو اس کے وہ ذمہ دار ہیں انہوں نے خود بھی تو آخر مرزا جی کی زبان سے متضاد بیان لوگوں کے متعلق یہ اعزاز سن ہی رکھا ہوگا کہ متضاد بیانی پاگلوں کا شیوہ ہے۔(ست بچن۔ص ۳۱)

اللہ اکبر! کیا دیانت ہے کہ مرض مراق اور دوسرے عصبی اور عصبی کمزوری سے پیدا ہونے والے تمام امراض موروثی تو ہوتے ہیں مگر مرزا جی اس کلیہ سے مستثنیٰ ہیں۔آہ

بت کریں آرزو خدائی کی۔شان ہے تیری کبریائی کی

اس کے بعد ہم پھر اصل بات کی طرف رجوع کرتے ہیں اور مرزا جی کی مراقیت پر مریدوں کی شہادات سے روشنی ڈالتے ہیں ملا حظہ ہو یہی ڈاکٹر شاہنواز صاحب اقرار کرتے ہیں کہ

حضرت صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مجھے مراق تھا (ریویو آف ریلیجنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۶)

حکیم مولوی نور احمد لودی ننگلی مرزائی مرزا جی کے ایک خاص مرید ہیں آپ بہت جلد جلالی رنگ اختیار کر جایا کرتے ہیں جو اکثر ان کی تحریرات سے بھی مترشح ہوتا ہے آپ نے بھی مرزا جی کو مالیخولیا کی سخت پنجہ آزمائی سے چھڑانے کی انتہائی کوشش کی ہے مگر پھر بھی مرزا جی کی صحت پر اظہار رائے کرتے وقت آپ کو کہنا پڑا ہے کہ

حضرت اقدس نے فرمایا ہے کہ مجھے مراق کی بیماری ہے (ریویو آف ریلی جنز بابت اپریل ۱۹۲۵ء ص ۴۵)

حضرات ! یہ وہ شہادات ہیں جو مرزا جی کے صحابہ کرام کی زبانی ہم تک پہنچی ہیں اور جس سے مجال انکار نہیں، کیونکہ جب یہ حال ہو کہ اگر کوئی پلید سے پلید اور خبیث سے خبیث انسان انقلاب زمانہ سے مرزائیت کا جوا اپنے گلے میں پہن لے تو وہ حضور محمد عربی ﷺ کے صحابہ جیسا درجہ رکھتا ہے (قادیانی خطبہ الہامیہ ص ۱۷۱)، تو یہ لوگ جنہیں مرزا جی سے بالمشافہ گفتگو کا فخر بھی حاصل ہے کہاں تک ثقہ راوی نہ ہوں گے۔

اب سنئے شق چہارم جو اطباء کی تحقیق سے متعلق ہے۔ طب کی نہایت مستند اور معتبر کتاب اکسیر اعظم میں ہے

اصحاب طبائع فاضلہ مستعد برائے مالیخولیا ہستند زیرا کہ طبائع سریع الحرکت اور کثیر الفکر مے باشند ۔ اکسیر اعظم،

یعنی اہل علم حضرات مالیخولیا کے لئے زیادہ مستعد ہوتے ہیں کیونکہ وہ طبعاً سریع الحرکت اور کثیر الفکر واقع ہوئے ہیں۔

اب صاف بات ہے کہ چونکہ اہل علم حضرات مالیخولیا کے لئے زیادہ مستعد ہوتے ہیں پس اگر چند دیگر اسباب بھی اس کے ساتھ ہی جمع ہو جائیں اور معین ثابت ہوں تو ایسے لوگوں کو بہت جلد مالیخولیا ہو جایا کرتا ہے یہی حالت مرزا جی کی تھی چنانچہ آپ کو مالیخولیا مراقی لاحق ہوا اور اطبا اس امر پر متفق ہیں کہ چونکہ آپ بھی اہل علم کے زمرہ میں قدم رکھتے تھے اس واسطے حالات کے پیش آنے سے آپ اس مرض کا شکار ہو سکتے تھے۔ اور یہی ہمارا عین مقصد ہے۔

ناظرین کرام! ہم نے حسب وعدہ چاروں شقوں کا ثبوت مہیا کر دیا اور مرزا، ابن مرزا، آپ کی اہلیہ، مریدان باصفا کی شہادات اور تائیدات سے نیز اطباء کرام کی تحقیق سے اس امر پر استدلال کر کے اسے آفتاب کی طرح روشن کر دکھایا کہ واقعی مرزا جی مراق کی آغوش شفقت میں تھے اب اس کے بعد ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اس قدم پر امر زیر بحث کی توضیح کر کے آئندہ بحث کو شروع کر دیا جائے تا کہ آئندہ تفہیم مطلب میں ناظرین کو آسانی ہو سکے اور یہ راز یہاں ہی افشا کر دیا جائے کہ ہم جو مرزا جی کو مراقی اور ماؤف الدماغ ثابت کر رہے ہیں اس سے ہماری غرض کیا ہے۔

(مبلغ جلد ۱ نمبر ۷۔ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ۔ جون ۱۹۳۶ء ص ۲۶ تا پر ۲۸ مالیخولیائے مرزا قسط سوم) قرآن کریم نے اس امر کی پوری تصریح کر دی ہے کہ مجنون شخص کسی طرح بھی نبی نہیں ہو سکتا اور کسی ماؤف الدماغ انسان کا منصب نبوت کے لائق ہونا سنت اللہ کے ہی خلاف ہے۔ ارشاد ہے

فما انت بنعمة ر بك بكا هن و لا بمجنون (الطور: ۲۹).

(یعنی اے محمد عربی! تو خدا کے فضل سے ہرگز مجنون نہیں)

پھر قرآن کریم میں ہی حضور ﷺ کی زبان سے یوں کہلوایا گیا

تتفكروا ما بصا حبكم من جنة (سبا: ۴۶)

یعنی اے مشرکو کافرو منکرو اور مخالفو! غور تو کرو کیا تم مجھ میں کسی طرح کا جنون پاتے ہو

(و ما صا حبكم بمجنو ن (التكوير: ۲۲)

مطلب یہ کہ اگر تم مجھ میں جنون کی علامات پاتے ہو تو البتہ کس قدر تم میرے جھٹلانے میں بھی حق بجانب قرار دیئے جا سکتے ہو لیکن جب صورت حال یہ ہے کہ میں اللہ کے فضل سے صحیح الدماغ صحیح القویٰ ہوں میرے جنون کے متعلق تمہارے پاس کچھ بھی دلیل نہیں، تو یوں خباثت طبع کا اظہار نہ کرو، بلکہ مجھے تسلیم کر لو۔ ہاں اگر تم یہ ثابت کر دو کہ میں (محمد) فی الحقیقت ماؤف الدماغ ہوں تو ایک دفعہ تو کیا سو دفعہ ٹھکرا سکتے ہو، لیکن یاد رکھو تم انشاء اللہ میرے جنون پر ایک بھی دلیل نہ لا سکو گے ۔

قرآن کریم کا یہ بیان قادیانی حضرات کو بھی مسلّم ہے چنانچہ ڈاکٹر شاہنواز لکھتے ہیں

اگر کسی مدعی نبوت کی نسبت یہ ثابت ہو جائے کہ اسے ہسٹیر یا (اجی ڈاکٹر صاحب آیئے اور ذرا آئینہ اٹھا کر دیکھئے ارشاد ہے: حضرت مسیح موعود کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیر یا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند روز بعد ہوا تھا سیرۃ المہدی ج اول، ص۱۳)

بتایئے آپ کا مرزا جی کی نسبت اب کیا خیال ہے۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے۔ آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے۔ خلیق)

یا مرگی یا مالیخولیا کا مرض ہے تو پھر اس کے دعوی کی تردید کے لئے کسی دوسری ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ جنون (پاگل پن کا ثبوت) ایک ایسی چوٹ ہے جو اس مدعی نبوت کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔(ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص۶)

پس جب ہم نبوت مرزا کو اس قرآنی معیار سے پرکھتے ہیں تو مرزا جی کو اس امتحان میں فیل پاتے ہیں اور ہمیں آپ کی ذات میں یہ بیماریاں نظر آتی ہیں جو نبوت اور رسالت کے تو کیا انسانیت حقیقی کے بھی صریح منافی ہیں۔ ناظرین اس چیز سے تو بخوبی واقف ہو چکے ہیں کہ مرزا جی کو مرض مراق تھا اور چونکہ مراق مالیخولیا ہے مالیخولیا کی ایک قسم ہے بلکہ بقول حکیم نور الدین خلیفہ اول مالیخولیا کی شاخ ہے (بیاض نور الدین ص۲۱۱) اس واسطے ہمارا دعوی ہے کہ بوجہ مریض مالیخولیا مجنون اور پاگل ہونے کے مرزا جی کی نبوت اور رسالت بلکہ مجددیت محدثیت اور مسیحیت بھی قرآنی معیار کی رو سے قبعاً باطل اور ناقابل قبول ہے۔

مزید تفہیم کی غرض سے میں ناظرین کے سامنے مراق کے متعلق طبی نقطہ نگاہ رکھ دیتا ہوں تا کہ مراق کی حقیقت کما حقہ آشکارا ہو سکے طب کی مشہور مستند اور معتمد ترین کتاب اکسیر اعظم میں مراق کی حقیقت یوں درج ہے

اگر سبب مالیخولیا در آلات غذا بود ایں قسم را مالیخولیا مراقی ونفحہ مرای و مالیخولیائے نافخ و علت نافخہ مراقیہ گوئند ۔ بواسطہ حرارت باطن در مراق غذا و اخلاط مراق سوختہ مستحیل بجنس سوداوی شود پس از وے بخارات بسوئے سر مرتفع شود و موجب مالیخولیا گردید (اکسیر اعظم)

یعنی اگر مالیخولیا کا سبب آلات غذا ہیں تو اس کا نام مالیخولیا مراقی ہے بواسطہ حرارت باطن پردہ مراق میں غذا اور اخلاط جل کر سودا کی طرف مستحیل ہوتے ہیں اور اس جلے ہوئے سودا سے سر کی جانب بخارات صعود کر کے مالیخولیا کا موجب ہوتے ہیں

شرح اسباب والعلامات میں مالیخولیا مراقی کی حقیقت یوں مسطور ہے

مالیخولیا کی ایک اور خاص قسم ہے جس کا نام مراقی ہے اس میں مریض کا گمان اور اس کی فکر بگڑ کر فاسد ہو جاتی ہے کیونکہ مراق وغیرہ مختلف اعضاء سے دماغ تک بخارات سوداوی اور ردیہ صعود کرتے ہیں (شرح اسباب)

اسی طرح مخزن حکمت میں لکھا ہے:

جب منشاء مراق کے باعث مالیخولیا پیدا ہو تو اسے مالیخولیائے مراقی کہتے ہیں

حکیم نورالدین نے تو صاف لفظوں میں تسلیم کیا ہے کہ

اگر مراق سے بخارات اٹھ کر دماغ کی طرف جائیں تو اس کو مالیخولیا مراقی کہتے ہیں اور مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے نیز مالیخولیائے مراقی میں دماغ کو اذیت پہنچتی ہے

(بیاض نورالدین جلد اول ص ۲۱۱)

ان حوالہ جات سے نصف النہار کی طرح عیاں ہو گیا ہے کہ مراق مراقی اور مالیخولیا مراقی ، ایک ہی چیز کے تین مختلف نام ہیں پس چونکہ مرزا جی مراقی تھے اور مراق مالیخولیا ہے جس سے ثابت ہوا کہ آپ ایک مراقی انسان تھے لہذا چونکہ قرآن مجنون کی نبوت کو پاش پاش کر رہا ہے ہم پر واجب ہے کہ ہم بھی مرزا جی کی نسبت یہ عقیدہ رکھیں کہ آپ نبی رسول مسیح محدث مجدد وغیرہ تو کیا حقیقی انسان بھی نہ تھے کیونکہ آپ کا دماغی توازن درست نہ تھا۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ تھا اصل مقصد یہاں مراق کی حقیقت بیان کرنا ،سوالحمدللہ بیان ہو چکی یقین ہے کہ ناظرین کرام بخوبی سمجھ چکے ہوں گے۔

مرزائی حضرات! اگر ابھی تک نہ سمجھے ہوں تو ڈاکٹر شاہ نواز سے پوچھ لیں ان کا بھی قول ہے کہ

اس مرض میں تخیل (بدحواسی) بڑھ جاتی ہے اور مرگی اور ہسٹیریا جیسی حالت پیدا ہو جاتی ہے

(ریویو آف ریلیجنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۵)

بہر صورت مرزا جی ہر طرح مالیخولیائے مراقی کے مریخ تھے اور صحیح الدماغی آپ کے قریب بھی نہ پھٹکی تھی بھلا مرزائی دوست بتائیں ایک مرزا جی کی خاطر اس قدر بین شہادات سے کس طرح غض بصر کر

سکتے ہیں اور بطالت کے چہرہ سے حقانیت اور صداقت کو کیسے خائف کر سکتے ہیں ہمیں تو صرف حق و باطل میں فرق کرنا مقصود ہے اور بفضل تعالی وہ ہمارا قلم کر چکا..

(مبلغ جلد انمبر ۸ ۔ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ مطابق جولائی ۱۹۳۶ء ص ۱۴ تا ۱۶ پر۔ مالیخولیائے مرزا قسط ۴)

فصل دوم ۔مرضِ مراق یا مالیخولیائے مراقی :

لفظ مراق مفرد طور پر مالیخولیائے مراقی کے معنی میں مستعمل ہے (کتب طب اقوال مرزا وامت مرزا)

بگوش ہوش بشنوائے مراقی ۔ بہ میخانہ نخواہم جام ساقی ۔ (الفضل قادیان)

اب رہا یہ اعتراض کہ،

مراق سے مراد مالیخولیائی مراق نہیں بلکہ پردہ مراق کی کوئی دوسری مرض مثلاً دردسر دوران سے وغیرہ ہے،

چنانچہ حکیم نور احمد صاحب لودی ننگلی نے اپنے ایک رقعہ میں بھی یہی خیال ظاہر کیا ہے نیز ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۲۵ء میں بھی اکثر یہی وعظ آیا ہے۔

ناظرین کرام! ہم اسی مضمون میں قبل ازیں دعوی کر چکے ہیں کہ جب لفظ مراق بغیر لفظ مالیخولیا کے مفرد طور پر بھی استعمال کیا جائے بشرطیکہ اس سے مقصود کسی مرض کا اظہار ہو (ہمارا مخاطب اگر کوئی معقولیت پسند طبقہ ہوتا تو ہم اس شرط کے بیان کرنے کی حاجت نہ سمجھتے کیونکہ ہمارا بیان پڑھ کر ہر شخص ہمارا عندیہ سمجھ سکتا ہے مگر چونکہ مرزائی لوگ مخاطب ہیں ہمیں خطرہ محسوس ہوا کہ یہ لوگ کہیں پیچھا چھڑانے کو کتب اناٹومی (تشریح الابدان) سے پردہ مراق کے تشریحی مباحث سے لفظ مراق نہ دکھادیں ۔خلیق) یا کسی قرینہ سے بھی یہ ثابت ہوتا ہو کہ عبارت ہذا میں مستعملہ لفظ مراق سے اظہار مرض مقصود ہے تو یقیناً اس کے معنی مالیخولیائے مراقی کے ہوتے ہیں اس کے علاوہ دوسرے معنی ممکن ہی نہیں چنانچہ میں نے اس کلیہ قاعدہ کے ابطال کی خاطر دنیا بھر مرزائی ڈاکٹروں اور طبیبوں کو مدت سے چیلنج دے رکھا ہے اخبار اہل حدیث امرتسر ۸ مئی ۱۹۳۴ء نیز اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵ جون ۱۹۳۴ء وغیرہ میں بالفاظ صریح یہ چیلنج درج ہے مگر آج تک مرزائیوں کو میدان میں آنے کی جرأت نہیں ہوئی اب پھر ہم اپنے چیلنج کا اعادہ کر

تے ہوئے مرزائی طبیبوں اورڈاکٹروں کومیدان میں للکارتے ہیں اگران میں ہمت ہےتو میدان میں نکلیں اور ہمارے کلیہ کی تردید کر کے دکھائیں مگر یادرکھیں فان لم تفعلوا ولن تفعلوا (خدا کے فضل سے تم کبھی جواب نہ دے سکو گے)

مگرآج ہم اپنی جانب سے ثبوت دعوی ذیل میں پیش کئے دیتے ہیں مرزائیوں کے میدان میں نکلنے پران سے بھی نپٹ لیں گے ناظرین کی سہولت تفہیم کے لئے عرض کردوں کہ اطباء کے نزدیک چونکہ مراق اور مالیخولیائے مراقی ایک ہی چیز ہیں اس واسطے اطبا اکثرطور پر بار بار مالیخولیائے مراقی کی بجائے مراق لکھ کر بھی یہی کام لے لیا کرتے ہیں نمبروار ملاحظہ ہو

ا۔علاج مالیخولیائے مراقی میں اکسیراعظم کے ہرصفحہ پر یہ عبارت ہے: علاج مراق۔

۲۔طبری گوید کہ علاج مراقی علاج مالیخولیائے دماغی ست۔اکسیراعظم

۳۔مرض مراق معز الدوسلہ رادرر ہوارعارض شد(اکسیراعظم)(ناظرین معزالدولہ مالیخولیا کا ہی شکار ہوا تھا)

۴۔طبی مار ما کو پیااز حکیم محمد حسن صاحب قریشی پرنسپل طبیہ کالج لاہور کے صفحہ ۳۴۰ پر مراق سے مراد مالیخولیا لیا گیا ہے(طبی مار ما کو پیا جلداول)

مزید تصدیق وتطبیق کے لئے ملاحظہ ہو کتاب مذکور ص ۳۳۲ بیان علاج مالیخولیا مراقی۔

۵۔ نوع من الما لیخو لیا یقا ل له المراقی (حدود الامراض از شیخ ابوعلی ابن سینا)(یعنی مالیخولیا کی ایک قسم ہے جسے مراقی کہا جاتا ہے)

۶نوع من المالیخو لیا یسمی المراقی (شرح اسباب عربی ص ۷۷ ۔اردو ص ۱۴۹)یعنی مالیخولیا کی ایک خاص قسم ہے جس کا نام مراقی ہے

۷۔ پس اگرسبب مالیخولیادر آلات غذابود مانند معدہ ومراق ایں قسم مراق گویند(اکسیراعظم)

۸۔صداع ونسیان وفواق احیاناً ودفع ریح متواتر خفقان معدہ وقلبی وگاہے عظم طحال ظاہر شدن ازعوارض مرض مبارک مراق است (اکسیراعظم)

۹ گاہے درمراق لعاب دہن بافراط آید (اکسیراعظم)

۱۰ برائے ثقل کمزاز احتباس انجزہ مراقی ودفع ریاح از اسفل وقبض وبواسیر وتفتیح آردغ مراقی (اکسیر اعظم)

۱۱۔ برائے سوزش معدہ مراقی بادیان اینوں گل قند وغیرہ تناول نمائند (اکسیر اعظم)

۱۲۔ گاہے برائے تقویت معدہ ودفع سوء ہضم مراقین مصطگی وغیرہ میدہند (اکسیر اعظم)

۱۳۔ نوشیدن شیر شتر برائے تحلیل ریاح باردہ وتقویت مراقین معمولی است (اکسیر اعظم)

۱۴۔ مراق ابتداء میں معمولی تغیر کا نام ہے مگر بالآخر یہ ترقی کرتے کرتے مالیخولیا مراقی بن جاتا ہے (طب اکبر)

۱۵۔ اطریفل زمانی مالیخولیا کے اقسام خصوصاً مراق کے واسطے بے حد مفید ہے (قرابادین قادری بیان اطریفل زمانی)

۱۵۔ افتمون ولایتی کا شیرہ عرق ماء الجبن میں نکال کر پلانا مرض مراق میں بے حد مفید ہے (کتاب حاذق از حکیم اجمل خان صاحب طبع دہم ص ۱۸۸)

ناظرین کرام انصاف کیجئے کہاں تک لکھتا چلا جاؤں تمام حوالہ جات اس امر پر متفق ہیں کہ مرض مالیخولیا مراقی کو محض لفظ مراق سے موسوم کیا جا سکتا ہے چنانچہ تحریرات بالا شاہد ہیں کہ اطباء نے ایسا کیا۔ حکیم نور الدین قادیانی نے بذات خود مراق کو مالیخولیا کے معنی میں استعمال کیا ہے ملاحظہ ہو:

۱۷۔ مراق مالیخولیا کی ایک شاخ ہے (بیاض نورالدین جلد اول۔ ص ۲۱۱)

نہ صرف اطبا میں یہ دستور ہے بلکہ ہر طبقہ علماء وفضلاء میں یہ لفظ اسی طرح مستعمل ہے کتب لغات میں سے ایک شہادت سنئے

۱۸۔ مراق بکسر میم وتشید قاف نام پردہ غشائی است کہ زیر جلد محسوس شکم است پس انجرہ ازاں مادہ سوداوی تصاعد کردہ بدماغ رسیدہ باعث اختلال دماغ مے شود گاہے ایں مرض را مالیخولیا مراقی ہمیں است فقط مراق نامند (غیاث اللغات)

اگرچہ کسی معقولیت پسند منصف مزاج اور دانش مند انسان کے لئے تو یہی حوالہ جات مکتفی ہو سکتے ہیں اور حق پسند لوگ سمجھ سکتے ہیں کہ ہم اپنے دعوی میں کہاں تک حق بجانب ہیں، مگر مرزائیوں کی تسلی کیسے ہو ان کے لئے تو قرآن وحدیث نیز دوسرے اقوال الرجال یقیناً اس وقت تک حجت نہیں ہو سکتے جب تک یہ تمام چیزیں مرزا جی کے اقوال وافعال کے ماتحت نہ ہوں کیونکہ مرزا جی کا تو اپنا قول ہے کہ

ہم اپنے دعویٰ سے ٹکرانے والی حدیث کو بھی ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا کرتے ہیں۔ (اعجاز احمدی)

اس واسطے میں، دروغ گورا بخانہ اش باید رسانید، کے ماتحت قادیانی تحریرات سے بھی وہ اقتباسات پیش کرتا ہوں جن میں تصریح کی گئی ہے کہ لفظ مراق سے مراد محض اور محض مالیخولیا مراقی ہی ہے۔

(مالیخولیائے مرزا قسط ۵)

سب سے پہلے ہم اس امر پر مرزا جی سے ہی دستخط کرواتے ہیں۔ مرزا جی راقم ہیں:

۱۹۔ یہ بات تو بالکل جھوٹا منصوبہ اور یا کسی مراقی عورت کا وہم ہے (کتاب البریہ حاشیہ ص ۲۴۰، ۲۴۱)

۱۰۔ ڈاکٹر شاہ نواز صاحب احمدی راقم ہیں:

یونانی میں مراق اس پردہ کا نام ہے جو احشاء الصدر کو احشاء البطن سے جدا کرتا ہے اور معدے کے نیچے واقع ہے اور فعل تنفس میں کام آتا ہے۔ پرانے سوء ہضم کے باعث اس پرہ میں تشنج پیدا ہو جاتا ہے بدہضمی اور اسہال بھی اس مرض (ناظرین اس امر کو بخوبی یاد رکھیں کہ یہ علامات مرزا جی میں موجود تھیں ملاحظہ ہو: یہ امر واقعہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب کو بدہضمی اسہال اور دوران سر کی شکایت عموماً رہتی تھی ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء) میں پائے جاتے ہیں۔ اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مرض میں تخیل (بدحواسی) بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیریا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات پر قابو (مرزا جی کو لاحق شدہ ہسٹیریا کی علامات سیرۃ المہدی ص ۱۳ سے دیکھ کر بتایئے گا کہ دورہ کے وقت مرزا جی کو کہاں تک جذبات پر قابو رہتا تھا۔ خلیق) نہیں رہتا (ریویو آف ریلی جنز۔ اگست ۱۹۲۶ء ص ۹)

منشی احمد حسین مرزائی فرید آبادی مرزا جی کے خواص میں سے تھے آپ کا قول بھی مرزائیوں کے نزدیک یقیناً حجت ہوگا وہ لکھتے ہیں

۲۱۔ پیسہ اخبار (لاہور) کے کسی پچھلے پرچہ میں قاضی عبدالعزیز تھانیسری نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ میں خلیفہ وقت ہوں جب میں نے اس شخص کا یہ مضمون دیکھا تو ہنس کر ٹال دیا کہ ایسے مراقی اور کمزور طبع آدمی کی بے ربط اور بے سروپا باتوں کا کیا نوٹس لیا جائے۔ (اخبار بدر قادیان۔ ۶ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۴)

ناظرین یہ الفاظ بڑی اہمیت رکھتے ہیں اور ایک عظیم الشان شہادت ہیں کیونکہ ایک تو مرزا جی کے ایک حریف

کے مقابلہ میں لکھے گئے تھے دوسرے مرزا جی کے مویدہ اور انہی کے اخبار کی زینت نیز انہی کے زمانہ میں شائع ہوئے تھے

۲۲۔ اخبار الفضل قادیان میں قاضی محمد یوسف کی طرف سے لاہوری قائد کو یوں مخاطب کیا گیا ہے

بگوش ہوش بشنوائے مراقی۔ بہ میخانہ نخواہم جام ساقی

(الفضل ۲۰۔اپریل ۱۹۲۸ء ص ۷)

۲۳۔ڈاکٹر مرزا یعقوب مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے ایک معزز اور سرکردہ رکن ہیں ان کی شخصیت قادیانی اور لاہوری ہر دو صنف میں مسلم ہے، سلسلہ کے اندرونی اختلافات کے ذیل میں اپنے ذاتی تجارب کا اظہار ڈاکٹری رنگ میں یوں کرتے ہیں:

بدقسمتی سے ہمارے قادیانی بھائی اس حد تک بحث مباحثہ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ میں کہوں گا کہ ان کی حالت مرض مونو مونیا تک پہنچ چکی ہے یہ وہ عارضہ ہے جسے غالباً مراق کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب ایک بات نے دل اور دماغ پر قبضہ جما لیا تو باقی تمام دنیا جہان کی چیزیں اسی رنگ میں رنگین نظر آتی ہیں۔(پیغام صلح ۱۴۔اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۴)

۲۴۔ریویو آف ریلیجنز اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۳۹ سطر ۷ میں مراق کو مالیخولیا ئے مراقی کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے

ناظرین کرام نیچے مرزائیوں کی تسلی کی غرض سے کافی شہادات ایسی بھی نقل کر دی ہیں جس سے انکار ان کے بس کی بات نہیں۔اس ساری بحث سے یہی امر ثابت کیا گیا ہے کہ مرض مراق محض اور محض مالیخولیا مراقی کا ہی دوسرا نام ہے

قطع نظر اسکے کہ ڈاکٹر مرزا یعقوب بیگ کو غلطی سے یہ معلوم نہیں کہ مونو مونیا اور مراق میں کیا فرق ہے کیونکہ یہ دونوں بالکل علیحدہ علیحدہ چیزیں ہیں،اسی واسطے انہوں نے لفظ غالباً استعمال کیا ہے ہمارا مقصد ان کی تحریر سے بھی ظاہر و باہر ہے یعنی انہوں نے بھی لفظ مراق کو استعمال کر کے محض مالیخولیا کی نمائندگی کرانیکی کوشش کی ہے اگر چہ حقیقت یہ ہے کہ مرض مراق اور مرض مونو مونیا میں بین فرق ہے،مراق ہائپو کانڈرائیسس

کو کہتے ہیں اوراس سے ایسی ہی علامات وعوارض پیدا ہوتے ہیں جن کا تعلق براہ راست پردہ مراق سے ہوا کرتا ہے، کیونکہ پردہ مراق سے ہی یہ ابخرات صعود کر کے دماغ کو پہنچتے ہیں جو دماغ کے اختلاط کا باعث ہوتے ہیں، اورمریض بہکی بہکی باتیں کرتا ہے۔مگرکسی وقت جب یہ بخارات ردیہ دماغ کی طرف نہیں جارہے ہوتے تو مریض بالکل عقل مندوں کی سی گفتگو کرتا ہے۔اگرچہ مونومونیا میں بھی قریباً یہی صورت ہوتی ہے مگر نوعیت مرض کا تھوڑا فرق ضرور ہے۔

اسی طرح اسباب کے محل وقوع میں بھی فرق پایا جاتا ہے، پس یہ ضروری ہوتا ہے کہ اسباب کے محل وقوع کے لحاظ سے علامات اورعوارضات میں بھی اختلاف پایا جائے لیکن کوئی شدید فرق نہیں ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزاجی ان دونوں کے حامل تھے کیونکہ آپ کی بعض دل چسپ حرکات اس امر پردال ہیں جن کا تذکرہ آئندہ ہوگا۔ناظرین کی مزید دل چسپی کیلئے یہ عرض کرنا ضروری خیال کرتا ہوں کہ موض مونومونیا کا مریض بھی مراقی انسان کی طرح نہایت دل چسپ اورخوش کن حرکات کا اظہار کیا کرتا ہے۔ مونومونیا اطبائے قدیم کے نزدیک مانیائے وحدت کو کہتے ہیں جس میں کسی خاص امر کی نسبت جنون ہوتا ہے اور مریض بعض اوقات نہایت سمجھ دار معلوم ہوتا ہے اس کی عقل عام طور پر معاملات تک محدود ہوتی ہے، دوسرے وقت مراقیوں کی طرح پرلے درجے کی فضول اور مضحکہ انگیز حرکتیں کرتا ہے جسے دیکھ کر بڑے سے بڑا محتاط شخص بھی بغیر ہنسے نہیں رہ سکتا۔

عین ممکن ہے کہ وہ کبھی اپنے آپ کو بادشاہ سمجھ لے
اور کبھی اعلان کردے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے،
کبھی اپنے آپ کو شیشے کا بنا ہوا خیال کرے۔
یہ مریض کبھی تو خیال کرلیتا ہے کہ میں فرشتہ ہوں۔
کبھی الوہیت پر ہاتھ صاف کرتا ہے۔

چنانچہ ایسے مریضوں کی چند حکایات طبی کتب میں بیان کی گئی ہیں جو بہت دل چسپ ہیں۔یہی باعث ہے کہ ہمارے دیسی نبی اور پنجابی رسول بھی اس سے مستثنیٰ نہیں ہوسکے کیونکہ آپ سے بھی بعض دل

چسپ روایات آئی ہیں جو حسب موقع درج کی جائیں گی اس مقام پر ہمیں ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب کا شکر یہ ادا کرنا چاہیے جنہوں نے مرزا جی کے امراض کو شمار کرنے میں ہماری خصوصیت سے رہنمائی فرمائی ہے (ہمارے ناظرین کو اس موقعہ پر بے خبر نہ رہنا چاہیے اور اپنی فہرست نکال کر ہسٹیر یا کے بالکل آگے مرض مونو مونیا لکھ لینا چاہیے اب تک پوری ایک درجن مرزا جی کے نامہ اعمال میں درج ہو چکی ہیں آئندہ بھی ممکن ہے ۔ عادت موصوف کہہ اٹھے کہاں کچھ اور بھی ۔ چنانچہ ہم بھی بخل سے ہرگز کام نہ لیں گے اور حسب توفیق تشنہ لبی دور کرنے کی کوشش کریں گے ہماری تشخیص ابھی باقی ہے ۔)

کس قدر عجیب معاملہ ہے کہ اب مرزا جی کے مریدوں نے اس کے خطابات میں اضافہ کرنے کے تحقیق امراض کے میدان میں شروع کر رکھی ہے ۔ آہ

کس نیاموخت علم تیر از من ۔ کہ مرا عاقبت نشانہ نہ کرد

ایسے مریضوں میں سے ایک حکایت کسی کمہار کی بیان کی گئی ہے وہ سمجھتا تھا کہ میں اب مٹی کا ہو گیا ہوں ۔ چنانچہ وہ لوگوں سے یہاں تک کہ اپنے خویش و اقارب سے بھی ملاقات سے پرہیز کرنے لگ گیا ۔ اسے خطرہ تھا کہ مبادا میں ٹوٹ نہ جاؤں ۔

بعض مریض خیال کرتے ہیں کہ خدا تعالی آسمان کو اٹھانے سے عاجز ہو گیا ہے لہذا وہ آسمان سے نیچے پھرنے سے ہی احتراز کرتے ہیں تا کہ آسمان کے گر جانے سے دب کر مر نہ جائیں ۔..........

(مبلغ جلد انمبر ۱۰ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ ۔ ستمبر ۱۹۳۶ء ص ۳ تا ۷ مالیخولیائے مرزا قسط ششم ۔ باب اول ختم)

ایک شخص جو مرغے رکھا کرتا تھا اسے یقین ہو گیا کہ میں اب مرغا بن گیا ہوں ۔ چنانچہ وہ بلندیوں پر کھڑا ہو کر مرغوں کی سی آواز میں اذانیں دیا کرتا تھا ۔

ان حقائق کی بنا پر مجھے ڈاکٹر صاحب سے بالکل اتفاق ہے کہ مرزائی اس مرض کے مریض ہیں ۔ جب میں نے ڈاکٹر صاحب کے اس عندیہ کو تسلیم کر لیا ہے تو میں بھی امید رکھتا ہوں کہ ڈاکٹر صاحب میری صرف ایک سفارش قبول کر لیں اور اپنی اس عبارت میں تھوڑا سا اضافہ کر کے میرزا جی کو بھی انہی لوگوں میں شمار کر لیں کیونکہ مرزائی لوگ جو کچھ کہتے ہیں اسی چشمہ سے فیض یاب ہو کر کہتے ہیں آپ نے مشہور مقولہ سنا ہوگا

آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گویم

قادیانی مرزا جی کو اس فہرست میں داخل کرنے کی سفارش ہم بلاوجہ نہیں کرتے بلکہ بعض تصریحات ہمیں ایسا کرنے پر مجبور کرتی ہیں۔ ملاحظہ ہو مرزا جی کے الہامات کو مونو مونیائی حالت ارشاد ہے:

غثم غثم غثم۔ (البشریٰ۔ ج۲ص۵۰)۔

خاکسار پیپرمنٹ۔ (پودینہ کاست) (البشریٰ۔ ج۲)

سرنگ وحی ۹ مئی ۱۹۰۸، کمترین کا بیڑہ غرق ہو گیا۔ (البشریٰ جلد۲ص۱۲۱)

میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ (البشریٰ ج۲ص۸۵)۔

فیئر مین۔ (البشریٰ۔ ج۲ص۸۴)۔

ایسوسی ایشن۔ (البشریٰ۔ ج۲ص۱۲۲)

آسمان مٹھی بھر رہ گیا۔ (البشریٰ۔ ج۲ص۱۳۹) وغیرہ

مرزا جی کے غسل خانوں میں چھپنے، ڈبل اینٹوں کے جیب میں چھپانے، استنجا کے ڈھیلوں سے کھیلنے کی دل چسپ حکایات ہمارے پاس محفوظ ہیں۔ جی تو چاہتا ہے کہ یہاں ہی درج کر دی جائیں مگر ہم انہیں ابھی اپنی تحقیق اور اپنے تشخیصی باب تک محفوظ رکھتے ہیں، ناظرین انتظار فرمائیں۔

چنانچہ ایسے تمام دماغی مریض اسی قسم کی باتیں کیا کرتے ہیں اور یہ وہ وقت ہوتا ہے جب ابخرات ردّیہ دماغ کی طرف صعود کر رہے ہوں یہ سب مضحکہ انگیزی انہی بخارات کے نتیجہ میں ہوتی ہے۔ سکون کی حالت میں انسان خود اپنی ان حرکات کو دیکھ کر اور سن کر پشیمان ہوا کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ یہ باتیں میری بے وقوفی اور مخبوط الحواسی کی صحیح تعبیر ہیں مگر قادیانی نبی نے چونکہ اس تماشہ کے ذریعہ ایک اہم کام کو اپنے ذمہ لے رکھا تھا اس واسطے آپ اپنے اس قسم کے عیوب و نقائص پر پردہ ڈالنے کیلئے مریدوں اور جی حضوریوں کے سامنے مختلف طریق سے اپنے طلسم ہوش ربا کا اظہار فرمایا کرتے تھے چنانچہ جب مرض کے عالم میں آپ ایسی حرکات کر بیٹھتے جو سامان شرمندگی ہوں تو دوسری حالت عود کرنے پر آپ اس قسم کی باتوں کو پوشیدہ کرنے کی کوشش کرتے اس ذیل میں آپ نے بطور حفظ ماتقدم اعلان بھی کر رکھا تھا تاکہ عوام الناس کے اذہان کی رسائی ان دقیق نکات تک نہ ہو سکے اور آپ کے بت عنصری کی پرستش میں سرمو فرق نہ پڑے۔ فرمایا

ممکن ہے کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں گے اور مجھے پاگل قرار دیں گے کیونکہ یہ باتیں دنیا کی سمجھ سے بڑھ کر ہیں اور دنیا ان کو شناخت نہیں کرسکتی (کشف الغطا۔ ص ۱۱)۔

فا عتبروا یا اولی الابصار

حیرانگی ہے کہ اس قدر بین دلائل اور واقعات کی موجودگی میں بھی مرزائی لوگ مرزا جی کی نبوت اور رسالت کا ڈھنڈورہ پیٹتے پھرتے ہیں۔آہ

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
گل نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

پس اب مطلع بالکل صاف ہوگیا: یعنی مرزا جی مقر ہیں کہ مجھے مراق بمعنی مالیخو لیا ہے۔

آپ کے صاحبزادہ صاحب سماعی اور آپ کی بیوی عینی طور پر شاہد ہیں کہ نہ صرف آپ کو مالیخو لیا مراق بلکہ ساتھ میں ہسٹیریا بھی تھا۔

اطبا اس پر متفق ہیں کہ واقعی مرزا جی ماؤف الدماغ تھے۔

مرید اس پر گواہ ہیں کہ فی الحقیقت آپ کا دماغی توازن درست نہ تھا۔

واقعات صاف طور پر مصرح ہیں کہ یقیناً آپ صحیح الدماغ اور سلیم العقل نہ تھے

تو پھر یہ باور کر لینے میں کون سی رکاوٹ رہ گئی کہ مرزا جی مراقی مالیخو لیائی ماؤف الدماغ مجنون مونومونیائی وغیرہ تھے درآں حالیکہ یہ امر بھی پایہ ثبوت تک پہنچ چکا ہے کہ مرزا جی کا مراق فی الحقیقت مالیخو لیا مراق ہے۔ مرزائی دوستو! بتاؤ تمہیں اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے کس طرح انکار ہے افلا یتبد برون۔سن رکھو!

خدا زاں فرقہ بیزاریست صد بار
کہ صد بت باشدش در آستینے

ناظرین! میں منتظر تھا کہ مرزا جی کے مراق کا معاملہ اور آپ کے خلف الصدق مرزا محمود احمد کیوں خاموش ہیں؟ آپ کی رائے مخصوص آپ کا انداز مخصوص واہ واہ ہاہ ہاہ کرنے والے مرید مہیا پھر آپ کی خاموشی چہ معنی ۔ بارے ہماری یہ خواہش بھی عین موقع پر پوری ہوگئی اور خلیفہ جی دہن ناطق سے یوں گویا ہوئے

میں اس بات پر قسم اٹھا سکتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کو ان معنوں میں مراق کا مرض نہ تھا کہ آپ کے ہوش وحواس پر کوئی اثر پڑا ہوا اور عقل میں کمی آ گئی ہو میرا تجربہ میرا مشاہدہ میرا ایمان اور میرا یقین اس بات پر شاہد ہے کہ وہ (مرزا جی) بہترین دل و دماغ رکھنے والے آدمی تھے جنون کی کوئی قسم اور کوئی رگ ان میں نہ پائی جاتی تھی بلکہ وہ جنون کا علاج کرنے والے تھے لیکن یہ بات صحیح ہے کہ معدے کی کمزوری کا مرض تھا جس کو طبعی طور پر مراق کی ابتدائی حالت کہا جا سکتا ہے

(فاروق قادیان ۷ ستمبر ۱۹۳۴ء ص ۵ کالم ۳ منقول از اخبار الفضل حلفیہ بیان خلیفہ صاحب)

اللہ اکبر یہ جلال یہ انداز سبحان اللہ واہ واہ : دامن نچوڑ دوں تو فرشتے وضو کریں

ناظرین آپ کو معلوم ہے کہ یہ طبیب اعظم جن کی آمد اور جن کے انتظار میں ہم بے قرار تھے اور جنکے شوق دید میں ہماری یہ حالت تھی کہ

تکتے تکتے انکھڑیاں پتھرا گئیں ۔وہ نہ آئے اور آنکھیں آ گئیں

آخر کون ہیں؟ سنئے یہ مرزا آنجہانی کے خلف الرشید خلف الصدق انکے دوسرے جانشین گدی قادیان کے موجودہ خلیفہ ہیں جن کی شان ...مرزا جی نے یوں بیان کی تھی کہ

اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد ہی میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے ماں کے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں (تریاق القلوب ص ۴۱)

ہاں ہاں یہ وہی صاحب ہیں جن کی شان میں بڑے بڑے مدحیہ قصیدے پڑھے جاتے ہیں اور جنہیں حضرہ خلیفۃ المسیح ایدہ اللہ تعالی بنصرہ العزیز کے مہتم بالشان لقب سے پکارا جاتا ہے مرزا جی نے انہیں کی شان میں اللہ سے خبر پا کر کہا تھا

کروں گا دور اس مہ سے اندھیرا ۔ دکھاؤں گا میں اک عالم کو پھیرا

ناظرین حضور (مرزا محمود) کی شان ملاحظہ ہو

چونکہ آج ہر دوار پسنجر (مسافر گاڑی) پر مملکت روحانیت کا سلطان (مرزا محمود احمد) سوار ہونے والا تھا اس واسطے گاڑی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ گنگا میں اشنان کر کے آئے اس لئے وہ چند منٹ دیر

کا عذر کرتی ہوئی پہنچی۔ (الفضل ۱۳۔اکتوبر ۱۹۱۷ء ص ۷)

چنانچہ ایسے ہمہ صفت موصوف بزرگ جنکی روحانی مملکت اور شہنشاہیت کے سرپیر نظر نہیں آتے آج اپنی طبی معلومات کا اظہار یوں کرتے ہیں: مرزا صاحب کو ان معنوں میں مراق ہرگز نہ تھا کہ آپ کے ہوش وحواس پر کوئی اثر پڑا ہو اور عقل میں کمی آگئی ہو

اکبر الہ آبادی نے سچ کہا تھا

بن گیا ہے طبیب اک عطار ۔ بیچ کر کچھ دوائیں ناقص و خام

حضرت سلامت ! چلو آپ ہی میدان میں نکلئے۔آپ ہی جواب دیں اور میرے اس مطالبہ کو جو مدت سے شروع ہے..سے قطع نظر دلائل سے پورا کر دکھائیں۔آیئے اور مرزا جی کو مالیخولیا کے خوف ناک پنجہ سے چھڑایئے۔کاش آپ نے کوئی دلیل دی ہوتی تو میں اس پر غور کرتا۔

سنئے میرا دعوی ہے کہ لفظ مالیخولیا جب بھی استعمال میں آئے اگر اسکے استعمال سے مقصود کسی مرض کا اظہار ہو تو اس کے معنی سوائے مالیخولیا کے اور کچھ ممکن ہی نہیں کیا آپ یا آپ کا کوئی چیلہ قطع نظر اس سے کہ وہ کوئی ڈاکٹر ہو یا طبیب مولوی ہو یا فلسفی اس خاردار میدان میں نکل کر میرے مطالبہ کو پورا کرنے کی جرأت کرسکتا ہے۔سن رکھئے۔

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے ۔ وہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

علاوہ ازیں اس فصل میں تو آپ نے بھی ملاحظہ کرلیا ہوگا کہ میں نے ہر طرح سے اس امر کا ثبوت مہیا کردیا کیا آپ سچے دل سے اس پر غور کریں گے۔

ناظرین خلیفہ جی نے اس سلسلہ میں ایک دل چسپ طبی انکشاف بھی کیا جسے اطبا کرام کی آگاہی کے لئے درج کرتا ہوں فرماتے ہیں۔

مرزا صاحب کو معدے کمزوری کا مرض تھا جسے طبعی طور پر مراق کی ابتدائی حالت کہا جاسکتا ہے

(حوالہ مذکور)

سچ ہے :

دیکھئے اب کدھر گرے نزلہ ۔ مینڈکی کو بھی ہو گیا ہے زکام

آج سنا ہے کہ معدے کی کمزوری کا دوسرا نام مراق کی ابتدائی حالت ہے خلیفہ صاحب ثم حکم صاحب یہ مراق کی ابتدائی حالت کیا مرض ہے اور کس کتاب میں درج ہے ۔

چہ خوب! مراق کی ابتدائی حالت بمعنی کمزوری معدہ۔

لطف یہ کہ مراق کو جسے کمزوری معدہ سے موسوم کرتے ہیں آگے جا کر نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کے ماتحت قرار دیا ہے (حوالہ مذکور)

خلیفہ صاحب آپ کو غالباً جوش خطابت اور ذوق کتابت میں یاد نہیں رہا کہ آپ کے والد مکرم اپنے سر کے مرض کو نبی کریم ﷺ کی پیش گوئی کا مصداق تھے ملاحظہ ہو اخبار بدرے جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۵

مگر آپ اسی پیش گوئی کو معدہ کی کمزوری بمعنی مراق منطق کر کے یہ ثابت کر رہے ہیں کہ مرزا جی کا معدہ بھی سر کے اندر تھا اگر مرزا جی کا وہ قول یاد نہ ہو تو دوبارہ سن لیجئے۔ ارشاد ہے

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی، یعنی مراق اور کثرت بول۔ (بدرے جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

بتایئے حضور اگر بقول آپ کے مراق عصبی کمزوری معدہ تسلیم کر لیں تو اس پیش گوئی سے تطابق کیسے اور ان دونوں میں کیا نسبت۔ سچ فرمایا ہے آپ نے ،

مجھے بھی مراق ہے۔ ریویو اگست ۱۹۲۶ء ص ۱۱ ۔ گواہ شد ڈاکٹر شاہ نواز۔ پس

ہٹ چھوڑیئے اور بر سر انصاف آیئے
انکار ہی رہے گا میری جان کب تلک

اب میں ڈاکٹر شاہ نواز اور دوسرے مرزائیوں نیز ریویو آف ریلی جنز کے بھی مضمون نویسوں خصوصاً مولوی نور احمد لودی ننگلی جیسے طبیبوں سے جو مرزا جی کو مالیخولیا کے منہ سے بچانا چاہتے ہیں دریافت کرنے کا حق رکھتا ہو

ں کہ کیا مرزا جی کی وہ عمارت بیخ و بن سے اکھڑ کر گر نہیں چکی جس کی نسبت بالفاظ صریح یہ اعلان کیا جاتا ہے کہ ایک مدعی الہام کی نسبت اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسے ہسٹیریا، یا مالیخولیا، یا مرگی کا مرض ہے، تو پھر اس کے دعوی کی تردید کیلئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے (ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۶۔۷)

کیا آپ اپنے قول پر ابھی تک قائم ہیں اور کیا آپ اسے منسوخ قرار تو نہیں دے چکے اور پھر کیا آپ کو مرزا جی کی الہامی عمارت کی موجودگی کا ابھی شبہ ہے اگر نہیں اور یقیناً نہیں تو آیئے اپنے قول کا پاس کیجئے اور صدق دل سے حضرت محمد ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر ایمان لے آیئے خدا کا پاک دین جسے آج سے قریباً چودہ سو برس پہلے ارض مکہ میں ایک یتیم لایا تھا اب بھی یقیناً اپنی صورت میں قائم ہے ختم نبوت وحدت اسلامی کے لئے ضروری ہے آپ کیوں ایسے افراد کا تتبع اختیار کر رہے ہیں جو عدم توازن دماغی کے باعث پریشان حرکات کا باعث ہو رہے ہیں

نصیحتے کنمت بشنود بہانہ مگیر

ہر آنچہ ناصح مشفق بگویدت بپذیر

(صفحہ ۲۷ تا ۲۹۔ مالیخولیائے مرزا باب دوم قسط ہفتم۔)

مثلث دلائل

اثبات جنون بروئے اخلاق۔ اختلافات۔ الہامات

فصل اول: اخلاق مرزا

انك لعلى خلق عظيم کا بدترین مظاہرہ۔

بدزبان انسان شریف نہیں ہوتا (مرزا صاحب)

کسی بھی مدعی نبوت و رسالت کے لئے یہ امر نہایت ضروری ہے کہ وہ ہر بہتر چیز کا اعلیٰ ترین نمونہ بن کر دکھلاوے اور حقیقت یہ ہے کہ انبیاء و مرسلین ہر نیک صفت میں یگانہ روزگار اور نمونہ ہوتے ہیں اور یہ ہی وہ چیز

ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ ہر چیز کو متحدیانہ پیش کر نے میں سرمو باک محسوس نہیں کرتے اورانہیں اس امر کا مطلقاً اندیشہ نہیں ہوتا کہ کوئی ان پر کسی طرح بھی اور کسی رنگ میں بھی انگشت نمائی کر سکے گا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا کو عام چیلنج دیتے ہیں اور ہر طرح میدان میں للکارتے ہیں ڈنکے کی چوٹ سے پکارتے ہیں ان کی آوازوں سے ہاں ہاں برق آمیز باراں سے ایک کہرام مچ جاتا ہے مگر کوئی بھی طاقت اس حوصلہ پر ان کے مقابل نکلنے کی جرأت نہیں دکھاتی کہ ان سے نبرد آزما ہو سکے ان سے قسمت آزمائی کر سکے بالآخر انہی خوبیوں کی وجہ سے میدان انہی سلامتی اور روحانیت کے شہزادوں کے ہاتھ رہتا ہے ان بہترین خوبیوں اور اعلی ترین عادات میں سب سے بڑی اور سب سے پہلی چیز خلق ہے ایک نبی کے لئے خلق کی موجودگی امر ناگزیر ہے بد خلقی اور نبوت گویا دوضدیں ہیں دو متضاد چیزیں ہیں ان میں رات اور دن کا سا تفاوت ہے ان میں آگ اور پانی کی سی دشمنی

فبما رحمة من الله لنت لهم و لو كنت فظا غليظ القلب لا انفضّوا من حولك

.(آل عمران : ۱۵۹) یعنی اے محمد یہ تمہارے رب کا خاص فضل ہے کہ تم ان لوگوں کے لئے نہایت نرم دل خلیق ہو اور رحیم واقع ہوئے ہو ورنہ اگر تم میں خدانخواستہ مزاج کے سخت اور ترش واقع ہوتے، تو یہ لوگ تمہارے پاس سے کبھی کے تتر بتر ہو گئے ہوتے۔

پھر حضور ﷺ کو تسلی اور تشفی آمیز طریق سے ان کی بلندیء اخلاق کا یوں یقین دلایا گیا کہ

انك لعلى خلق عظيم یعنی اے محمد آپ یقیناً خلق عظیم پر مبعوث کئے گئے ہیں

پھر خدا نے ہی اس پیکر خلق اور مکارم اخلاق کی نوید دینے والے کے متعلق عام اعلان فرمایا کہ: لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة

اے لوگو محمد عربی کے اخلاق میں تمہارے لئے سبق پوشیدہ ہے

اسی معیار خلق کے ذیل میں مزید ہدایات کا نفاذ کرتے ہوئے ارشاد ہے

لا تسبّوا الذين يدعون من دون الله فيسبوا الله عدوا بغير علم (انعام :۱۰۸)۔یعنی اے مسلمانو! تمہیں بھی اخلاق کے اہتمام کی یہاں تک ضرورت شدید لاحق ہے کہ مشرکوں وغیرہ کے معبودوں

پتھروں وغیرہ کو بھی گالی مت دو ورنہ وہ بھی تمہارے حقیقی خدا کو بوجہ لاعلمی کے نشانہ سب وشتم بنا دیں گے۔

دوسری جگہ ایسا اعلان کرنے کے متعلق خصوصیت سے حضورﷺ کو تاکید فرمائی۔فرمایا

قل لعبادی یقو لوا التی ھی احسن ان الشیطان ینزغ بینھم ان الشیطان کان للانسان عدو مبینا (بنی اسرائیل:۵۳)(یعنی اے محمدﷺ میرے بندوں میں اعلان کرو کہ ہمیشہ بات کرتے وقت حسن اخلاق کی نعمت کو اپنی طبیعت ثانیہ بنا رکھیں کیونکہ سخت کلامی سے شیطان ان میں عداوت کی ایک وسیع خلیج پیدا کر دے گا کیونکہ شیطان انسان کا صریحا دشمن ہے)

غرضیکہ یہ اوراسی قسم کی بیسیوں آیات مبارکہ قرآن حکیم میں بھری پڑی ہیں اللہ اکبر اس قدر شدید اہتمام کہ مشرکوں کے بالکل مصنوعی مٹی اور لکڑی کے بنے ہوئے اپنے ہاتھوں بنائے گئے معبودوں تک کیلئے بدکلامی سے روکا گیا ہے اور اس کی خلاف ورزی خدا کی نافرمانی اور محمد عربیﷺ سے بغاوت کے مترادف ٹھہرائی گئی ہے حق تو یہ ہے کہ بدزبان اور گندہ دہن آدمی سے تہذیب وشرافت شرم وحیا معقولیت وانسانیت کانوں پر ہاتھ رکھتی ہیں اور ایسا غیرشریف اور بداندیش آدمی کسی طرح بھی عقل مند یا صحیح الدماغ کہلانے کا مستحق نہیں ہے جو ایک جنبش قلم سے ہی انسانیت کی اس متاع عزیز کو کھونے کا سامان پیدا کر دے،محمد عربی سے بغاوت کرے اور خدائے قادر کے احکام کو ٹھکرا دے۔کلام ربانی کے تاثرات خود حضور محمد عربیﷺ کے احکام کی صورت میں بھی موجود ہیں حدیث میں ہے حضور نبی کرمﷺ نے حضرت معاذ بن جبل کو کہا:

اے معاذ دین کا اصل اسلام ہے اور دین کا ستون نماز ہے دین کے کوہان کی بلندی جہاد ہے اور ان سب چیزوں کی جڑ یہ ہے کہ اپنی زبان کو نگاہ رکھ۔

اور حضور نبی کریم ﷺ بدزبان کیلئے فرماتے ہیں:(ترجمہ) لوگ اپنی زبان کے باعث منہ اور ناکوں کے بل دوزخ میں گرائے جائیں گے (رواہ احمد ترمذی ابن ماجہ)

حضور نبی کریمﷺ نے مزید فرمایا

لیس المو من بالطعا ن و لا با للعا ن و لا الفحشی و الا لبدی

یعنی طعن کرنے والا لعنت کرنے والا اور گالی دینے والا بدزبان زبان دراز ہرگز مومن نہیں ہے

...اہل ایمان مومنوں کی نشانی حضور نبی کریمﷺ نے یوں بیان فرمائی

اکمل المو منین ایما نا ا حسنهم خلقا

یعنی مسلمانوں میں کامل ترین ایمان دار وہ شخص ہے جس کے اخلاق اچھے ہوں

ایک حدیث میں فرمایا کہ مجھے تکمیل اخلاق کے لئے بھیجا گیا ہے۔فرمایا

بعثت لا تمم مکار م الا خلا ق

ایک جگہ حضور نبی کریم ﷺ فرماتے ہیں:انّی لم ابعث لعانا

میں لوگوں پر لعنت بھیجنے کے لئے پیدا نہیں کیا گیا

حضرات!غور فرمایئے آیات قرآنیہ واحادیث نبویہ آپ کے سامنے ہیں۔یہ ساری کی ساری اس امر پر مصرح ہیں کہ بدخلق اور بدزبان انسان یقیناً ایمان دار نہیں ہوتا۔ بلکہ خلاف ازیں وہ گمراہ ایمان سے خالی شرافت سے معرا،اللہ کا نافرمان اور محمد عربی ﷺ کا باغی ہے۔تاریکی کے گڑھے میں اس کی عقل زائل ہو چکی ہے،وہ فاتر العقل ہے،مخبوط الحواس ہے،ماؤف الدماغ ہے،اوراپنی حواس باختگی اور پاگل پن کی وجہ سے کلام ربانی حدیث نبوی شرافت تہذیب انسانیت کو سمجھنے سے عاری ہے۔

ص۳۲ ...مالیخو لیائے مرزا قسط ہشتم۔باب دوم

حضور محمد عربی ﷺ کی با اخلاق زندگی پر خود حدیث سے شہادت ملتی ہے ذیل میں دو حدیثیں نقل کرتا ہوں۔ ملاحظہ ہو

عن انس قا ل لم یکن رسو ل اللہ ﷺ فحاشا و لا لعا نا و لا سبّا با. (بخاری)۔(یعنی حضور ﷺ کسی پر لعنت نہ کہتے تھے کسی کو برا بھلا نہ کہتے تھے اور نہ ہی کسی کو گالی دیا کرتے تھے)

عن عا ئشة قا لت لم یکن رسو ل اللہ ﷺ فا حشا و لا متفحشا و لاسخا با فی ا لاسواق و لا یجز یا السیئة السیئة و لکن یعفو و یصفح ۔(سنن تر مذی)

اس حدیث سے حضور نبی کریم ﷺ کی صفات میں حدیث بالا سے اور دو تین خصوصیات زائد بیان کر دیں کہ حضرت مذکورۃ الصدر باتوں کے ساتھ ہی فضول گوئی وغیرہ سے بچتے اور بدی کے عوض بدی نہ کرتے بلکہ معاف کر دیا کرتے۔

اب حضور ﷺ کے قول وفعل سے یہ امر ثابت ہے کہ بدزبانی تحریق شرافت نہیں بلکہ اللہ اور رسول سے بغاوت اور نافرمانی ہے۔

شرافت کے اس اصول اور قرآن کے اس معیار کو مرزا جی نے خود بھی تسلیم کیا ہے آخر منہاج نبوت پر آپ نے آپ بھی مدعی تھے پھر بھلا اس اولین معیار سے کس طرح انکار ممکن تھا۔فرماتے ہیں اور کیا خوب فرماتے ہیں:

خداوہ خدا ہے جس نے اپنے رسول یعنی اس عاجز کو تہذیب واخلاق کے ساتھ بھی بھیجا۔

(اربعین نمبر ۳ ص ۴)

اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے اخلاق کریمہ دکھا وے۔(چشمہ مسیحی ص ۹)

گالیاں اور بدزبانی کرنا طریق شرافت نہیں۔(اربعین ضمیمہ نمبر ۴ ص ۵)

بدخلق ہونا لعنتی زندگی ہے(کشتی نوح۔ص ۱۱، ۶۵۔ ضرورۃ الامام ص ۸)...

(اس کے بعد کا صفحہ موجود نہیں اور نہ ہی اسکے بعد کا مبلغ امرتسر کا کوئی شمارہ ملا ہے۔بہاء)

....

بشارت احمد

جناب مولوی حبیب اللہ کلرک محکمہ نہر امرتسری لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ماہ اکتوبر ۱۹۳۶ء ہے۔نہ گرمی کی شدت ہے، نہ سردی کا زور ہے۔ شہر امرتسر کے مشرق کی طرف دروازہ مہان سنگھ ہے۔دروازہ مہان سنگھ کے قریب ایک کوچہ ہے جس میں ایک مسجد ہے، اس جگہ کو چوڑا کھوہ (چاہ) کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔اس جگہ بازار میں ایک کشادہ کنواں تھا جو اگست ۱۹۰۸ء میں بند کیا گیا تھا اس بازار میں زنانہ مشن ہسپتال ہے۔اس کے متصل...اور محترم حاجی مولوی حکیم محمد علی خان صاحب حنفی نقش بندی وچشتی کا مکان اور مطب ہے۔موسم سرما کا آغاز ہے۔ نماز مغرب ادا ہو چکی ہے۔حکیم صاحب موصوف نماز پڑھ کر گھر کو واپس آرہے ہیں ایک مرزائی مبلغ (جو پنجاب کا باشندہ معلوم نہیں ہوتا بلکہ یوپی اس کا وطن ہے) جس کے

داہنے ہاتھ میں ایک بیگ ہے اوراس میں کچھ مرزائی لٹریچر ہے۔حکیم صاحب سے پوچھتا ہے بابوحبیب اللہ کلرک دفتر نہر کا مکان کہاں ہے، میں ان سے ملنا چاہتا ہوں

حکیم صاحب: بابوحبیب اللہ نماز مغرب ادا کرنے کے بعد گھر گیا ہے ابھی یہاں آ جائے گا آپ کہاں سے تشریف لائے ہیں۔

مرزائی: میں قادیان سے آیا ہوں۔

حکیم صاحب: کیا آپ مرزائی ہیں

مرزائی: ہاں میں احمدی ہوں اور حضرت خلیفۃ المسیح ثانی کے مریدوں میں سے ہوں

حکیم صاحب اپنے ایک عزیز میاں عبدالغنی (جوان سے طب پڑھتا ہے اوران کے پاس ہی رہتا ہے) سے مخاطب ہوکر۔ غنی جاؤ بابوحبیب اللہ کو کہو کہ قادیان سے ایک مرزائی مولوی آپ کی ملاقات کے لئے آیا ہوا ہے اتنے میں خادم دین رسول اللہ مولوی حبیب اللہ حکیم صاحب کے پاس آ جاتا ہے

مرزائی: بابوصاحب السلام علیم۔

حبیب اللہ: وعلیکم السلام

مرزائی: میرے پاس درثمین فارسی نظموں کا ایک نسخہ ہے کیا آپ اسے خریدلیں گے۔اس کے ۱۸۰ صفحے ہیں

حبیب اللہ: بہت بہتر (چندآنے دیکر درثمین فارسی کا ایک نسخہ خریدلیا گیا)

مرزائی: میں جب کبھی امرتسر میں آیا کرتا ہوں آپ کی ملاقات کے لئے ضرورحاضر ہوجاتا ہوں

حبیب اللہ: مولوی صاحب یہ تو بتلائیے کہ آپ نے نماز مغرب کہاں ادا کی ہے

مرزائی: کٹڑہ جیمل سنگھ کے کوچہ وکیلاں میں مسجد احمدیہ ہے وہاں نماز ادا کی ہے ہم غیراحمدی امام کے پیچھے نماز ادانہیں کرتے۔

حبیب اللہ: کیا آپ اہل سنت والجماعت (میت) کا نماز جنازہ ادا کرتے ہیں

مرزائی: ہمیں حکم ہے کہ اگر غیراحمدی مرجائے (خواہ وہ اپناباپ یاماں ہو) اس کا جنازہ بھی نہ پڑھو۔غیراحمدی کا بچہ بھی مرجائے تو اس کا جنازہ نہ پڑھیں گے۔

حبیب اللہ:۔کیا مرزائی لوگ اہل سنت والجماعت کے ساتھ اپنی لڑکی کا رشتہ کر دیتے ہیں

مرزائی: ہرگز نہیں۔ ہمیں حکم ہے کہ غیر احمدی کو لڑکی مت دو

حبیب اللہ: کیا آپ اہل سنت والجماعت کو مسلمان نہیں جانتے

مرزائی: حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزا محمود) نے فرمایا ہے کہ ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں (انوار خلافت۔ص۹)

حبیب اللہ: کیوں۔

مرزائی: کیونکہ وہ لوگ خدا کے ایک رسول و نبی کے منکر ہیں

حبیب اللہ: کیا آپ مرزائی غلام احمد کو خدا کا نبی ورسول مانتے ہیں

مرزائی: بے شک ہم احمدی لوگ حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود، مہدی، کرشن اوتار، جری اللہ فی حلل الا نبیاء، خدا کا رسول، اللہ کا نبی، حضرت مسیح ناصری سے ہر شان میں بڑھ کر مانتے ہیں کیونکہ آپ نے لکھا (دافع البلاء میں)

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

حبیب اللہ: مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی ہونے کی دلیل کیا ہے۔

مرزائی: حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر دلیل یہ ہے کہ جس طرح خدتعالی نے حضرت موسی اور حضرت عیسی اور حضرت نوح اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب اور حضرت یوسف کو نبی کہہ کر پکارا ہے حضرت مسیح موعود کو بھی قرآن کریم میں رسول کے نام سے یاد فرمایا ہے چنانچہ ایک تو آیت ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه ا حمد سے ثابت ہے کہ آنے والے مسیح کا نام اللہ تعالی رسول رکھتا ہے

حبیب اللہ: اہل سنت اہ حدیث اور اہل تشیع مفسرین نے لکھا ہے کہ حضرت عیسی کی بشارت اسمه ا حمد کے مصداق حضرت احمد مجتبی نبی کریم ﷺ ہی ہیں اور حنفی شافعی مالکی حنبلی اہل حدیث اور اہل تشیع لوگوں کا یہی مذہب ہے

مرزائی: (ا) اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت ﷺ نہیں ہو سکتے کیونکہ آپ کا

نام احمد نہیں تھا اور آپ کے والدین نے آپ کا نام احمد نہ رکھا تھا بلکہ محمد رکھا تھا۔

(۲)۔میرا یہ عقیدہ ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں اور میرا ایمان ہے کہ اس آیت کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہیں ان آیات میں احمد کا اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے اصل مصداق ہیں آپ کا نام احمد تھا آپ کا نام آپ کے والدین نے احمد رکھا ہے۔

حبیب اللہ: (۱) میں آپ کو چیلنج دیتا ہوں کہ آپ کسی صحیح حدیث نبوی کسی صحابی کسی تابعی یا کسی مفسر کے قول سے یہ ثابت کر دیں کہ اس بشارت اسمہ احمد کے مصداق حضرت نبی کریم ﷺ نہیں ہیں بلکہ ایک مثیل عیسی اس کا مصداق ہے۔

(۲)۔اگر آپ میں یا کسی قادیانی مولوی فاضل مبلغ میں ہمت ہے تو مرزا غلام احمد کی کسی کتاب سے یا اخبار بدر ،الحکم ،تشحیذ الاذہان ، ریویو آف ریلی جنز سے مرزا صاحب کا اپنا قول دکھلا دو کہ والدین نے میرا نام احمد رکھا تھا ۔نہ کہ غلام احمد۔آپ کو ۶۴ پیسے انعام دوں گا۔

مرزائی: ہمارے حضرت خلیفۃ المسیح الثانی نے انوار خلافت ،القول الفصل ،حقیقۃ النبوۃ میں مولانا سید زین العابدین ولی اللہ شاہ نے کتاب حجۃ اللہ البالغہ میں اور مولانا غلام رسول صاحب راجے کی نے اخبار الفضل میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے۔

حبیب اللہ: آپ نے میرے مطالبات کا جواب نہیں دیا ہے (حکیم صاحب سے مخاطب ہوکر) حکیم صاحب آپ ہی فرما دیجئے کہ اس قادیانی نے جو کچھ کہا ہے یہ میرے مطالبات کا جواب ہے۔

حکیم صاحب: آپ کے مطالبات کا یہ جواب نہیں ہے

مرزائی: آنحضرت ﷺ کا نام احمد نہ تھا آپ کے والدین نے آپ کا نام احمد نہ رکھا تھا حبیب اللہ: مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کسی کتاب میں یہ نہیں لکھا ہے اور نہ کسی اخبار بدر الحکم یا رسالہ تشحیذ الاذہان، ریویو آف ریلی جنز میں آپ کا یہ قول ہے کہ، میرا نام میرے والدین نے احمد رکھا تھا، نہ غلام احمد

مرزائی: حضرت مرزا صاحب کا نام آپ کے والدین نے احمد رکھا تھا جسکا ثبوت یہ ہے کہ آپ کے والد صاحب نے آپ کے نام پر ایک گاں بسایا تھا اس کا نام احمد آباد رکھا ہے اگر آپ کا نام غلام احمد رکھا گیا تھا تو

چاہیے تھا کہ اسگاؤں کا نام غلام احمد آباد ہوتا

حبیب اللہ: مرزا بشیر احمد ایم اے نے اپنی کتاب سیرۃ المہدی کے حصہ اول میں لکھا ہے کہ دو گاؤں بسائے گئے تھے ایک احمد آباد اور دوسرا قادر آباد تھا۔ مرزا غلام احمد نے اپنے بھائی کا نام غلام قادر لکھا ہے دیکھو ازالہ اوہام حصہ اول کا صفحہ ٧٦۔٧٧ کا حاشیہ

اب میں احادیث نبویہ سے اس مسئلہ کو بیان کرتا ہوں

حدیث نمبر ا

صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۵۰۱۔ صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۲۶۱ سنن ترمذی ج ۲ صفحہ ۱۰۷، مسند احمد ج ۴ صفحہ ۸۰ و ۸۴، کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۱۵۔۱۱۶۔ دلائل النبوۃ جلد ا صفحہ ۱۲۔ مشکوۃ مترجم مطبع انوار الاسلام امرتسر صفحہ ٤٣٩ باب اسماء النبی ﷺ و صفاته ۔ مرقاۃ المفاتیح جلد ۵ صفحہ ۳۷۶۔ اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۵۰۶۔ مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۵۰۰۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۸ صفحہ ۹۱۔ تفسیر ترجمان القرآن جلد ۱۱ صفحہ ۳۴۵، ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۴ کشف الغطاء صفحہ ۶۲۰۔ مسفی شرح موطا جلد ۲ صفحہ ۲۴۷ تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ۲۲ صفحہ ۴۴، ۴۵ و جلد ۲۸ صفحہ ۲۷ ۳ پر ہے

عن جبير بن مطعم قال سمعت النبی ﷺ يقول ان لی اسماء انا محمد و انا احمد و انا الماحی الذی يمحو الله بی الكفر و انا الحاشر الذی يحشر الناس علی قدمیّ و انا العاقب (والعاقب الذی لیس بعدہ نبی) حضرت جبیر بن مطعم سے روایت ہے کہ سنا میں نے حضرت نبی کریم سے کہ آپ فرماتے تھے کہ تحقیق میرے لئے کئی نام ہیں میں محمد ہوں میں احمد ہوں اور میں ماحی ہوں مٹاوے گا اللہ میرے ذریعہ کفر اور میں حاشر ہوں کہ اٹھائے جاویں گے لوگ میرے قدم پر اور میں عاقب ہوں (اور عاقب وہ ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا)

نوٹ: واضح ہو کہ الفاظ و العاقب الذی لیس بعدہ نبی حضرت امام زہری تابعی کی طرف سے بطور تفسیر کے ہیں۔ عاقب سے مراد یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا کوئی شخص نبی نہ بنایا جاوئے گا۔ سورہ احزاب میں آنحضرت ﷺ خاتم النبیین کہا گیا ہے خاتم پڑھو یا خاتم پڑھو اس کے معنی آخر کے ہیں اور کتاب مجمع البحار جلد اول کے صفحہ ۳۳۰ پر لکھا ہے کہ خاتم النبیین جمع ہے نبی کی پس خاتم النبیین کے صحیح معنی یہ ہوئے

کہ آپ آخری نبی ہیں

نیز دیکھو کتاب لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۵۵ تاج العروس شرح قاموس جلد ۸ صفحہ ۲۶۷ حضرت امام حسن بصری اور امام قتادہ تابعی نے خاتم النبیین کے معنی یہ کئے ہیں، کہ آپ آخری نبی ہیں، دیکھو تفسیر ابن جریر (جامع البیان) جلد ۲۲ ص ۱۱ اور درمنثور ج ۵ ص ۲۰۴۔

حدیث نمبر ۲

مسند احمد جلد ۴ صفحہ ۱۲۷، ۱۲۸ م مسند احمد جلد ۵ صفحہ ۲۶۲، مشکوۃ مترجم جلد ۴ صفحہ ۲۳۲، ۲۳۳، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۶۷، اشعۃ اللمعات جلد ۴ صفحہ ۴۹۹، مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۴۹۳ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۰۱، ۱۰۴، ۱۱۲، تفسیر ابن جریر جلد ا صفحہ ۴۱۴، ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۴۴۹ ابن کثیر جلد ا صفحہ ۳۲۰ درمنثور جلد ا صفحہ ۱۳۹ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۱۳ خصائص الکبری جلد ا صفحہ ۴۔۵، ۹، ۴۵، کتاب الشفا جلد ا صفحہ ۱۰۲۔۱۰۳۔ شرح الشفا جلد ا صفحہ ۳۷۴، ۴۷۴، نسیم الریاض جلد ۲ صفحہ ۲۱۶، فتح الباری جلد ۱۴ صفحہ ۳۴۵، فیض الباری جلد ۱۴ صفحہ ۸۰ مواہب اللدنیہ جلد ا صفحہ ۲۰، ۲۲، زرقانی شرح مواہب اللدنیہ جلد ۶ صفحہ ۱۹۳ ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۱۶۱، ۱۶۸، ۱۶۹، ترجمان القرآن جلد ۱۵ صفحہ ۳۹۷، تفسیر مواہب الرحمٰن جلد ا صفحہ ۳۲۲ و جلد ۲۲ صفحہ ۴۴ و جلد ۲۸ صفحہ ۳۷۳ پر ہے

عن العرباض بن سارية عن رسول الله ﷺ انه قال انی عند الله مکتوب خاتم النبيين و ان ادم لمنجدل فی طينة و سا خبر باول امری دعوة ابراهيم و بشارة عيسى و رؤيا امی التی رأت حين وضعتنی و قد خرج لها نورا اضاء لها منه قصور الشام (ترجمہ)(حضرت عرباض بن ساریہ سے روایت ہے کہ اس نے نقل کی کہ حضرت رسول اللہ ﷺ سے کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ تحقیق میں خدا کے نزدیک لکھا ہوا ہوں خاتم النبیین اور تحقیق حضرت آدم البتہ پڑے ہوئے تھے اپنی گوندھی مٹی میں اور اب میں خبردوں تمکو ساتھ اول امر اپنے کے کہ وہ حضرت ابراہیم کی دعا ہے اور خوش خبری دینا حضرت عیسیٰ کا ہے اور خواب دیکھنا میری ماں کا ہے کہ دیکھا انہوں نے جب مجھ کو جنا اور تحقیق میری ماں کے لئے ایک نور ظاہر ہوا اور اس کے لئے اس نور سے شام کے محل روشن ہوئے)

نوٹ نمبر ا۔ ایک روایت حضرت جابرؓ سے یوں آئی ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ سب سے پہلے خدا نے

میرا نور بنایا اس کو محدث عبدالرزاق نے روایت کیا ہے (دیکھو مواہب اللدنیہ ج اص ۱۹۔ زرقانی شرح مواہب ج اص ۵۵
۔مدارج النبوۃ ج اص ۲۰۱۔ مکتوبات مجدد الف ثانی ج ۳ دفتر سوم مکتوب ۱۲۲ اص ۳۲۶،۳۳۳)

نوٹ نمبر ۲۔ حضور پرنور ﷺ کا فرمانا دعوۃ ابراھیم صحیح ہے کیونکہ سورہ بقرہ میں ہے کہ حضرت ابراہیم ؑ نے دعا مانگی تھی

ربنا وابعث فیھم رسولا منھم یتلوا علیھم آیاتك ویعلمھم الکتاب والحکمة ویزکیھم انك انت العزیز الحکیم (البقرۃ:۱۲۹)

(اے ہمارے رب ان عربوں میں ان میں سے ایک رسول بھیج جو ان پر تیری آیتیں پڑھے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھائے اور ان کو پاک کرے اور تحقیق تو غالب اور حکمت والا ہے)

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا

نوٹ ۳۔ حضور پرنور ﷺ کا فرمانا وبشارۃ عیسی بالکل عیسی ہے کیونکہ سورہ صف میں ہے کہ عیسیٰ ؑ نے فرمایا

ومبشرا برسول یأتی من بعدی اسمه احمد (اور میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد تشریف لائے گا اور اس کا اسم گرامی احمد ہوگا)

ایک روایت میں یوں بھی آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ عیسی کی بشارت اسمه احمد۔ دیکھو تفسیر ابن جریر چھاپہ مصری جلد اول صفحہ ۳۳۱ اور تفسیر درمنثور جلد اص ۹۱۔ اور محدث ابن جریر کو مرزا غلام احمد نے رئیس المفسرین لکھا ہے۔ دیکھو مرزا کی آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۸۔ اور محدث ابن جریر کی بڑی تعریف کی ہے (دیکھو چشمہ معرفت ص ۲۵۰ کا حاشیہ)

اقوال حضرات صحابہ:

اللہ تعالی کے فضل وکرم سے میں نے قرآن مجید کی آیات مقدسہ اور احادیث صحیحہ نبویہ سے یہ بات ثابت کی ہے کہ بشارت اسمه احمد کے اصل اور حقیقی مصداق حضرت احمد مجتبی ﷺ ہی ہیں۔ اب بعض صحابہ کرام کے اقوال مبارکہ ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔

ا۔ کتاب خصائص الکبری جلد اصفحہ ۱۶ پر ہے:

محدث امام ابن عساکر نے حضرت عبداللہ سے روایت کی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ پانچ نبی ایسے ہوئے کہ جن کی پیدائش سے پہلے ان کے آنے کی بشارت دی گئی۔

۱۔ اسحاق ۔۲ یعقوب (جیسا کہ لکھا ہے کہ ہم نے اس کو بشارت دی ساتھ اسحاق کے اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کے)۔۳۔ حضرت یحی ۔ چہارم حضرت عیسی (تحقیق اے مریم تجھے اللہ بشارت دیتا ہے اپنے ایک کلمہ کے ساتھ)۔۵۔ اور حضرت محمد ﷺ (جیسا کہ مسیح نے فرمایا تھا میں خوش خبری دینے والا ہوں ایک رسول کے ساتھ جو میرے بعد آئے گا اور اس کا اسم مبارک احمد ہوگا) پس یہ وہ نبی ہیں جن کی نسبت ان کی پیدائش سے پہلے خبر دی گئی۔

عقیدہ قادیانی:

فرقہ مرزائیہ کے بانی مرزا غلام احمد کے بیٹے میاں بشیرالدین محمود نے فرمایا ہے

۱۔ پہلا مسئلہ یہ ہے کہ آیا حضرت مسیح موعود کا م احمد تھا یا آنحضرت ﷺ کا اور کیا سورہ صف کی آیت جس میں ایک رسول کا جس کا نام احمد ہوگا بشارت دی گئی ہے آنحضرت ﷺ کے متعلق ہے یا حضرت مسیح موعود کے (مرزا قادیانی)

اسمہ احمد کے مصداق حضرت مسیح موعود ہیں۔ میرا یہ عقیدہ ہے کہ آیت مسیح کے متعلق ہے اور احمد آپ ہی ہیں لیکن اس کے خلاف کہا جاتا ہے کہ احمد نام رسول کریم ﷺ کا ہے اور آپ کے سوا کسی اور شخص کو احمد کہنا آپ کی ہتک ہے لیکن میں جہاں تک غور کرتا ہوں میرا یقین بڑھتا جاتا ہے اور میں ایمان رکھتا ہوں کہ احمد کا جو لفظ قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت مسیح موعود کے متعلق ہی ہے۔

(کتاب انوار خلافت ص ۱۸)

۲۔ اب یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ کون سا رسول ہے جو حضرت عیسی کے بعد آیا اور اس کا نام احمد ہے میرا اپنا دعوی ہے اور میں نے یہ دعوی یوں ہی نہیں کر دیا بلکہ حضرت مسیح موعود کی کتابوں میں بھی اسی طرح لکھا ہوا ہے اور حضرت خلیفۃ المسیح اول (یعنی حکیم نورالدین) نے بھی یہی فرمایا ہے کہ مرزا صاحب احمد ہیں چنانچہ ان کے درس کے نوٹوں میں یہی چھپا ہوا ہے۔ (انوار خلافت ص ۲۱)

۳۔پس اس آیت میں جس رسول احمد نام والے کی خبر دی گئی ہے وہ آنحضرت ﷺ نہیں ہوسکتے ہاں اگر وہ تمام نشانات جو اس احمد نام رسول کے ہیں آپکے وقت میں پورے ہوں تب بے شک ہم کہہ سکتے ہیں کہ اس آیت میں احمد نام سے مراد احمدیت کی صف؟ کا رسول ہے کیونکہ سب نشانات جب آپ میں پورے ہوگئے تو پھر کسی اور پر اس کے چسپاں کرنے کی کیا وجہ ہے لیکن یہ بات بھی نہیں جیسا کہ میں آگے چل کر ثابت کروں گا (انوار خلافت ص ۲۳)

۴۔اس پیش گوئی میں کوئی ایسا لفظ نہیں جس سے یہ ثابت ہو کہ یہ پیش گوئی خاتم النبیین کے متعلق ہے نہ کوئی اور ایسا لفظ ہے جس کی وجہ سے تمہیں یہ پیش گوئی ضرور آنحضرت ﷺ پر چسپاں کرنی پڑے (سوم) باوجود آپ کا نام احمد نہ ہونے کے آپ پر یہ پیش گوئی چسپاں کرنے کی یہ وجہ ہوسکتی ہے کہ آپ نے خود فرما دیا ہوتا کہ اس آیت میں جس احمد کا ذکر ہے وہ میں ہی ہوں لیکن احادیث سے ایسا معلوم نہیں ہوتا نہ سچی نہ جھوٹی نہ وضعی نہ قوی نہ ضعیف نہ مرفوع نہ مرسل کسی حدیث میں بھی یہ ذکر کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کو اپنے اوپر چسپاں فرمایا ہو اور اس کا مصداق اپنی ذات کو قرار دیا ہو۔ (انوار خلافت)

۵۔ اور ہمارا دعوی ہے کہ حضرت مسیح موعود ہی وہ رسول ہیں جن کی خبر اس آیت میں دی گئی ہے۔

(انوار خلافت ص ۳۱)

۶۔اس پیش گوئی کے مصداق حضرت مسیح موعود ہی ہوسکتے ہیں نہ اور کوئی (انوار خلافت۔ص ۳۳)

۷۔اسکے اصل مصداق حضرت مسیح موعود ہیں (انوار خلافت۔ص ۳۷)

۸۔غرض یہ دس ثبوت ہیں جن سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود ہی احمد تھے اور آپ ہی کی نسبت اس آیت میں خبر دی گئی تھیں (انوار خلافت ص ۳۹)

۹۔خود آپ نے اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو قرار دیا ہے چنانچہ آپ ازالہ اوہام جلد ۲ صفحہ ۶۷۳۔اڈیشن اول میں تحریر فرماتے ہیں:

اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد

جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور احمد اور عیسی اپنے جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں اس کی طرف یہ اشارہ ہے (مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد) مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں یعنی جامع جلال و جمال ہیں لیکن آخری زمانہ میں برطبق پیشگوئی مجرد احمد جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔

اس عبارت سے ظاہر ہے کہ آپ اس آیت کا مصداق اپنے آپ کو ہی قرار دیتے ہیں کیونکہ آپ نے اس میں دلیل کے ساتھ ثابت کیا ہے کہ اگر رسول کریم ﷺ اس جگہ مراد ہوتے تو محمد و احمد کی پیش گوئی ہوتی لیکن یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ کوئی اور شخص ہے جو مجرد احمد تھے پس یہ حوالہ صاف طور پر ثابت کررہا ہے کہ آپ احمد تھے بلکہ یہ کہ اس پیش گوئی کے آپ ہی مصداق ہیں (انوار خلافت ۔ص ۳۷)

۱۰۔ حضرت مسیح موعود نے اپنے آپ کو احمد لکھا ہے اور لکھا ہے کہ اصل مصداق اس پیش گوئی کا میں ہی ہوں کیونکہ یہاں صرف احمد کی پیش گوئی ہے اور آنحضرت ﷺ احمد اور محمد دونوں تھے چنانچہ آپ ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں: (کتاب القول الفصل ص ۳۷)

۱۱۔ ہم تو ظلی طور پر آپ کو اسمہ احمد والی پیش گوئی کا مصداق نہیں مانتے ہمارے نزدیک آپ اس کے حقیقی مصداق ہیں (الفضل ۲، ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۴)

۱۲۔ میرا دعوی ہے کہ حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے اصل مصداق تھے اور آپ کا نام احمد تھا (الفضل ۲، ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۷)

۱۳۔ جب اس آیت میں ایک رسول کا جس کا اسم ذات احمد ہو ذکر ہے دو کا نہیں اور اس شخص کی تعیین ہم حضرت مسیح پر کرتے ہیں تو اس سے خود نتیجہ نکل آیا کہ دوسرا اسکا مصداق نہیں اور جب ہم یہ ثابت کر دیں کہ حضرت مسیح موعود اس پیش گوئی کے مصداق ہیں تو یہ بھی ثابت ہو گیا کہ دوسرا کوئی شخص اسکا مصداق نہیں (اخبار الفضل ۲، ۵ دسمبر ۱۹۱۶ء ص ۵)

....

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۶ء سے

بہائی اور مرزائی

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے فرزانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مصرعہ زیب عنوان میں ہم نے تصرف کر کے بجائے دیوانے دو، کے، فرزانے دو، کہا ہے، تا کہ ان دونوں حضرات کے اتباع ناراض نہ ہوں۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی، شیخ بہاء اللہ ایرانی کے متبع تھے جس کا ثبوت ہم رسالہ بہاء اللہ اور مرزا میں دے چکے ہیں۔ آج ہم اس کی ایک جدید مثال پیش کرتے ہیں۔ بہائی میگزین میں ایک مضمون نکلا ہے جو بظاہر بڑا خوشنما اور دلفریب ہے مگر حقیقت میں محض سراب۔ پروفیسر پریتم سنگھ جی (بہائی) نے بہائی اعتقاد اور اس کے ظہور کا زمانہ بتایا ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> اہل بہاء کا یہ اعتقاد ہے کہ وہ وقت دور نہیں جب کہ جنگ بالکل مسدود ہو جائے گی اور روئے زمین پر صلح عمومی قائم ہوگی۔ اور خدا کی بادشاہت آ جائے گی۔ قومیں ایک دوسرے پر حملے کرنا چھوڑ دیں گی۔ رنگ نسل اور زبان کے تعصّبات اور تفرقات مٹ جائیں گے۔ اور سب قومیں اور نسلیں متحد ہو کر ایک جھنڈے کے نیچے جمع ہو جائیں گی۔ نفرت اور دشمنی کا خاتمہ ہو جائے گا۔ اور انسان آپس میں بھائیوں کی طرح محبت کریں گے۔ اس قسم کا پیغام عکہ سے قید خانہ سے اب سے اسّی (۸۰) سال پہلے دیا گیا تھا جہاں حضرت بہاء اللہ اور ان کے بیٹے عبدالبہاء قید کئے گئے تھے۔ مقدم الذکر ۲۴ سال اور موخر الذکر ۴۰ سال تک قید رہے لیکن یہ قید ان کو احکام الٰہی کی بجا آوری سے باز نہ رکھ سکی۔ چنانچہ امر مبارک کا بیشتر کام اسی قید خانہ سے کیا گیا۔ بہت سی کتب مقدسہ جن میں بہائی

احکام ہیں یہیں نازل ہوئیں ...ان میں سے ایک کتاب وہ ہے جو کتاب الاقدس کے نام سے موسوم ہے یہ عربی میں ہے اس کتاب میں شریعت اور مکمل قانون ثبت کیا گیا ہے جو اس وقت نافذ ہوگا جب کہ بیت العدل قائم ہو جائے۔ (بہائی میگزین دہلی دسمبر ۱۹۳۵ء ص ۳)

کیا اچھا دل فریب اور دل خوش کن تخیل ہے مگر جناب اتنا تو فرمایئے کہ ایک خریدار سے ہم کو قیمت نقد ملے اور دوسرا خریدار غیر محدود زمانہ تک ادھار کرے ہم کس سے سودا کریں۔ غالبًا آپ بھی پہلے خریدار سے کرنے اجازت دیں گے۔ شیخ بہاء اللہ کو پیدا ہوئے آج ایک ۱۱۸ سال ہوئے اور آپ کو وفات پائے ۴۳ سال گذر گئے مگر ان مواعید کے ظہور کے لئے ہنوز روز اول ہے۔ وحدت قومی ہوئی، نہ امن وامان ہوا۔ ابھی معلوم نہیں کہ آئندہ کس زمانے میں یہ وعدہ پورا ہو برخلاف اس کے نبوت عربیہ نے دنیا میں جو منادی کرائی تھی اذا جاء نصر الله و الفتح و رأيت الناس يدخلو ن افوا جاً ج ب اس کے نتیجہ کو خورد و کلاں نے اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا تو سب کے منہ سے بیساختہ یہ شعر نکلا:

وحوش و بہائم کو انسان بنایا۔ گڈریوں کو عالم کا سلطاں بنایا

استاد سے شاگرد اچھا رہا

شیخ بہاء اللہ اور ان کے اتباع نے وحدت اقوام اور دنیا میں امن وامان کا زمانہ غیر محدود وقت تک ممتد کر کے دنیا کو انتظار میں رکھا مگر ان کے متبع مرزا صاحب قادیانی نے ہم کو انتظار میں نہیں رکھا بلکہ صاف صاف وقت بتا دیا نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ ہم قادیانی بزرگ کی بابت صحیح رائے قائم کرنے کے لائق ہو گئے ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دنیا کی کل اقوام میں وحدت پیدا ہو جانے کا زمانہ اپنا زمانہ بتایا ہے چنانچہ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم

ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کیلئے اسی امت سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے (چشمہ معرفت۔ص۸۲۔۸۳)

ناظرین کرام! کیسا اچھا دل فریب نظارہ ہے اور کیسا اچھا معشوقانہ وعدہ ہے جو اسی طرح پورا ہوا جس طرح عرب کا منہ زور شاعر کہتا ہے:

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها

و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

(محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو وہ دراصل وعدہ پورا کرتی ہے کیونکہ اس کے وعدہ میں یہ بھی داخل ہوتا ہے کہ وعدہ پورا نہ کرے گی)

احمدی دوستو! ساری دنیا کی اقوام خصوصاً بقول مرزا صاحب یاجوج ماجوج (انگریز و روس۔حمامۃ البشری) تو ضرور ہی اسلامی جھنڈے تلے آ گئے ہوں گے۔

اوہو! ہم تو دور چلے گئے یہ تو بتاؤ خود تمہارے مقام مقدس، قادیان، کے ہندو سکھ عیسائی اور چوہڑے چمار وغیرہ تمہارے اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گئے؟ ضرور آ گئے ہوں گے۔مگر ہمارے سننے میں آیا ہے کہ انہی لوگوں (غیر مسلموں) نے بوچڑ خانہ گرا دیا تھا۔

ناظرین کرام! ہم نے جو کچھ لکھا ہے دراصل دونوں فرقوں (بہائیوں اور قادیانیوں) کی تصویر کا ایک ہی رخ ہے مناسب ہے کہ ہم دوسرا رخ بھی دکھا دیں۔پس آپ غور سے سنیں

فن شاعری میں اعلیٰ کمال یہ ہے کہ تخیل اور تصور کو وقوعہ بنا کر دکھایا جائے عرب کا شاعر اپنی محبوبہ کی خیالی ملاقات کو کس خوبی سے بیان کرتا ہوا کہتا ہے:

عجبت لمسراها و انّی تخلّصت

لدیّ و باب السجن دونی مغلق

(میں حیران ہوں کہ میں جیل میں قید ہوں اور دروازہ جیل بند ہے مگر وہ محبوبہ میرے پاس کیسے آ جاتی ہے)

بے شک اسی شاعرانہ تخیل میں مرزا صاحب قادیانی نے ایک بات کہہ دی تھی اب اس کو واقعات میں تلاش کرنا بے کار ہے۔ مضمون شعری کو شعری حیثیت سے جانچنا چاہیے دیکھئے خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں ایک شعر یوں لکھتے ہیں:

ہم مر گئے تو آئے ہمارے مزار پر ۔ پتھر پڑیں صنم تیرے ایسے پیار پر

فن شاعری کی حیثیت میں یہ شعر موزوں اور صحیح ہے لیکن واقعہ کی حیثیت سے غلط ہے کیونکہ مرزا غلام احمد مرنے کے بعد نہ بولے تھے نہ بول سکتے تھے۔ پس اسی طرح ان بزرگوں کے کلام کو جانچنا چاہیے۔

دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۴ھ۔ جلد ۳۳ نمبر ۱۱ ص ۳، ۴)

مسیح پھر زمین پر

جناب مولانا محمد شفیع صاحب قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں:

اس سے قبل مضمون کا ایک حصہ تین قسطوں میں اخبار اہل حدیث ۱۱ مئی، ۱۴ جون اور ۱۹ جولائی ۱۹۳۵ء میں طبع ہو چکا ہے۔ اب دوسرا حصہ شائع کیا جاتا ہے۔ سب سے پہلے احادیث کا ترجمہ درج کیا جاتا ہے پھر جس حصے کی تشریح ضروری ہے حسب استطاعت عرض کی جائے گی۔ و اللہ الموفق والمعین

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قیامت اس وقت تک نہیں ہوگی جب تک کہ رومی اعماق اور بدابق میں نہ اتریں۔ اس وقت ان کے مقابلہ میں زمین کے سب سے نیک لوگ مدینہ منورہ سے لشکر بن کر نکلیں گے پس وہ جب آمنے سامنے ہوں گے تو رومی کہیں گے کہ ہمارے اور ان لوگوں (جنہوں نے کہ ہمارے آدمیوں کو قید کر لیا ہے) کے درمیان سے ہٹ جاؤ تا کہ ہم ان سے جنگ کریں۔ اس پر کہیں گے نہیں خدا کی قسم ہم آپ کے اور اپنے بھائیوں کے درمیان میں سے نہیں ہٹیں گے پس وہ آپس میں لڑ پڑینگے۔ ایک تہائی لشکر تو بھاگ جائے گا جن کی اللہ تعالی کبھی بھی توبہ قبول نہیں کرے گا اور ایک تہائی قتل ہو کر شہید ہو جائیں گے جو کہ اللہ کے نزدیک افضل

شہید شمار ہوں گے اور ایک تہائی فتح پالیں گے اور انہیں کوئی تکلیف نہیں ہوگی پھر وہ قسطنطنیہ فتح کر لیں گے اس دوران میں کہ وہ غنیمت کا مال بانٹ رہے ہوں گے اور اپنی تلواریں زیتون کے درخت سے لٹکا رکھی ہوں گی کہ شیطان چلا کر پکارے گا کہ (مسیح الدجال) دجال تمہارے گھروں میں گھس پڑا ہے پس وہ نکل کھڑے ہوں گے لیکن یہ بات جھوٹ نکلے گی ہاں جب ملک شام میں پہنچیں گے تو دجال نکل پڑے گا اس دوران میں جب کہ وہ لڑائی کے لئے تیاری کر رہے ہوں گے صفیں درست کر رہے ہوں گے اور نماز کے لئے تکبیر ہو رہی ہوگی تو عیسیٰ بن مریم اتریں گے اور انہیں امام بن کر نماز پڑھائیں گے۔ جب خدا کا دشمن (دجال) حضرت عیسیٰ کو دیکھے گا تو ایسا پگھلنے لگے گا جیسے پانی میں نمک گھل جاتا ہے اگر وہ اسی حالت پر چھوڑ دیا جائے تو ضرور سارے کا سارا ہی گھل جائے لیکن اللہ تعالیٰ اسے حضرت عیسیٰ کے ہاتھوں ہی قتل کروائے گا اور عیسیٰ لوگوں کو اس (دجال) کا خون اپنے نیزے میں دکھائیں گے (صحیح مسلم۔ باب الملاحم)

حضرت نواسؓ بن سمعان سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کا ذکر کیا اور فرمایا اگر وہ نکل پڑا اور میں موجود ہوا تو آپ کی طرف سے میں اس سے جھگڑوں گا اور اس کے خروج کے وقت اگر میں موجود نہ ہوا تو ہر آدمی خود ہی جھگڑا نپٹا لے گا میرا اللہ ہر مسلمان کا رکھوالا ہے۔ وہ دجال ایسا جوان ہے کہ اس کے بال گھنگریالے ہیں اور اس کی آنکھ اصل جگہ سے بہت بلند ہے گویا کہ عبدالزی بن قطن سے ملتا جلتا ہے پس جس مسلمان شخص کو ملے اسے اس کے خلاف سورہ کہف کی شروع کی آیتیں پڑھنی چاہییں کیونکہ ان آیتوں سے تم اس (دجال) کے فتنہ سے بچے رہو گے۔

دجال ملک شام اور ملک عراق کے درمیانی علاقہ سے خروج کریگا اور دائیں اور بائیں فساد پھیلاتا جائے گا۔ اے اللہ کے بندو! ثابت قدم رہنا (صحابہ کہتے ہیں) ہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ وہ زمین میں کتنا عرصہ رہے گا؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ چالیس دن۔ پہلا دن سال کے برابر دوسرا دن مہینہ کے برابر تیسرا دن ہفتہ کے برابر اور باقی (۳۷) دن تمہارے دنوں کے برابر ہوں گے۔ ہم (صحابہ) نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ کیا وہ دن جو سال کے برابر ہوگا اس میں ایک دن

کی نمازیں ہمارے لئے کافی ہوں گی ۔فرمایا نہیں ۔وقت کا اندازہ کر کے نماز پڑھ لینا۔ہم نے عرض کی کہ یارسول اللہ ﷺ اس کا زمین میں چلنا پھرنا کیسا ہوگا؟ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ اس بادل کی طرح ہوگا جس کو ہوا اڑائے پھرتی ہے ۔ایک قوم کے پاس آئے گا انہیں دعوت دے گا وہ اسپر ایمان لے آئیں گے پھر آسمان کو حکم دے گا بارش ہوگی زمین پر سبزیاں اگیں گی ان کے مویشیوں کے بڑے بڑے کوہان ہوں گے بہت دودھ ہوگا اور ہر پہلو سے موٹے تازے ہوں گے پھر ایک دوسری قوم کے پاس آئے گا انہیں دعوت دے گا لیکن وہ قبول نہیں کریں گے اس پر ان سے ناراض ہو کر چلا جائے گا وہ لوگ کنگال ہو جائیں گے اور ان کے پاس کچھ نہیں رہے گا پھر ایک ویرانے پر سے گذرے گا اور اسے خزانہ پھینک نکالنے کا حکم دے گا خزانے اس کے پیچھے ایسا ہی ہو لیں گے جیسا کہ شہد کی مکھیاں اپنی رانی کے پیچھے روانہ ہو پڑتی ہیں ۔پھر ایک جوان آدمی کو بلائے گا اور اسے تلوار سے دو ٹکڑے کر کے دور پھینک دے گا پھر اسے آواز دے گا تو وہ جواب دے گا اور خوشی کے مارے مسکرا رہا ہوں اس دوران میں اللہ تعالی عیسی بن مریم کو بھیج دے گا پس وہ دو رنگدار چادروں میں لپٹے ہوئے دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے دمشق کے سفید مشرقی مینارہ پر اس حالت میں نازل ہوں گے کہ آپ کے سر مبارک سے موتیوں کی طرح قطرے ٹپک رہے ہوں گے ۔جس کافر کو آپ کی سانس کی ذرا بھر بھی ہوا پہنچے گی وہ مر جائے گا اور آپ کے سانس کی ہوا وہاں تک پہنچے گی جہاں تک آپ کی نگاہ کام کرے گی ۔اب حضرت عیسی دجال کی تلاش میں نکل پڑیں گے حتی کہ اسے باب لد میں جالیں گے اور اسے قتل کر ڈالیں گے ۔اس کے بعد عیسی اس قوم کے پاس آئیں گے جنہیں اللہ نے دجال سے محفوظ رکھا ہوگا اس قوم کی گرد جھاڑیں گے اور انہیں جنت میں اعلی درجہ پانے کی بشارت دیں گے ۔اس دوران میں اللہ حضرت عیسی کی طرف وحی کرے گا کہ میرے بندوں کو کوہ طور پر لے جا کیونکہ اب ایسی قوم نکلنے والی ہے کہ جس کا مقابلہ کوئی شخص نہیں کر سکتا ۔اللہ یاجوج ماجوج کو نکالے گا اور وہ ٹڈیوں کی طرح بلند جگہوں سے میدان میں اتر پڑیں گے ان کی پہلی پارٹی بحیرہ طبریہ پر سے گذرے گی اور اسکا سارا پانی چٹ کر

جائے گی اور جب دوسری پارٹی آئے گی تو کہیں گے کہ اس میں تو شاید کبھی ہی پانی ہوا ہوگا۔ جب وہ بیت المقدس کے پہاڑ خمر کے پاس پہنچیں گے تو کہیں گے کہ ہم نے زمین والوں کو تو مار ڈالا ہے اب ہمیں آسمان والوں کو قتل کرنا چاہیے سو وہ اپنے تیر آسمان کی طرف پھینکیں گے اور اللہ ان تیروں کو خون آلودہ کر کے واپس زمین پر گرا دے گا اب اللہ کا نبی یعنی حضرت عیسی اور اس کے ساتھی گھرے رہیں گے حتی کہ ایک بیل کا سر سو ڈالر سے بھی زیادہ گراں ملے گا اس سے تنگ آ کر (عیسی) اللہ کا نبی اور اسکے ساتھی یاجوج ماجوج کی ہلاکت کیلئے دعا مانگیں گے تو اللہ یاجوج ماجوج کی گردنوں پر ایک کیڑا بھیج کر انہیں ایک ہی دفعہ ہلاک کر دے گا۔ پھر اللہ کا نبی اور اس کے ساتھی کوہ طور سے نیچے اتر آئینگے مگر زمین پر ایک بالشت بھر ایسی جگہ نہ ہوگی کہ جو یاجوج ماجوج کے مردوں کی بدبو سے خالی ہوگی۔ پس اللہ کا نبی عیسی بن مریم اور اسکے ساتھی دعا مانگیں گے تو اللہ تعالی لمبی لمبی گردنوں والے غالبًا سیمرغ بھیجے گا جو کہ یاجوج ماجوج کی لاشوں کو کہیں کا کہیں پھینک دیں گے۔

اور ایک روایت میں اس طرح آیا ہے کہ یاجوج ماجوج کی لاشوں کو وہ ہبل میں پھینک دیں گے مسلمان لوگ یاجوج ماجوج کے تیروں ترکشوں اور کمانوں سے سات سال تک آگ جلاتے رہیں گے

اس کے بعد اللہ تعالی ایسے زور کا مینہ برسائے گا کہ جس سے اینٹوں کے بنے ہوئے مکانات اور خیمے وغیرہ بہ جائیں گے اور زمین ندی نالوں کی طرح پانی سے بھر جائے گی پھر کچھ عرصہ گذرنے کے بعد زمین کو حکم ہوگا کہ وہ اپنے پھل اگائے اور ویسے ہی پہلے کی طرح خیر و برکت سے بھر جائے بلکہ اس وقت یہ حالت ہوگی کہ ایک انار جو بہت سے لوگ (جماعت) کھا سکیں گے اور اس کے چھلکے کے سایہ میں آرام کر سکیں گے اور دودھ میں اس قدر برکت ہوگی کہ ایک دودھ دینے والی اونٹنی کے دودھ سے ایک بڑا گروہ سیر ہو سکے گا اور ایک دودھ دینے والی گائے سے ایک بڑا کنبہ سیر ہو سکے گا اور ایک دودھ دینے والی بکری کے دودھ سے ایک گھر کے سارے افراد سیر ہو سکیں گے پھر اس دوران میں ہی ہوں گے کہ اللہ تعالی ایک عمدہ اور خوش گوار ہوا چلائیں گے جس سے کہ مومنوں کی

بغلوں میں کچھ نکل آئے گا اور ہر مومن کی جان قبض کر لی جائے گی اور صرف برے لوگ باقی رہ جائیں گے جو کہ گدھوں کی طرح دولتیاں جھاڑتے پھریں گے پس یہی لوگ ہیں کہ جن پر قیامت قائم ہوگی۔

اس کو امام مسلم نے روایت کیا ہے مگر دوسری روایت تطرحهم بالنهبل سے سبع سنین تک ترمذی نے روایت کیا۔

ترجمہ: حضرت جابر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے، میری امت میں سے ایک گروہ ہمیشہ قیامت تک اللہ کی راہ میں حق کی خاطر جہاد کرتا رہے گا اور غالب رہے گا حتی کہ عیسی نازل ہوں گے اور مسلمانوں کا امیر حضرت عیسی سے کہے گا کہ آپ (عیسی) ہمیں نماز پڑھادیں۔ تو عیسی جواب میں کہیں گے، نہیں، بعض تمہارا اوپر بعض کے امیر ہے اللہ نے اسی امت کو شرف بخشا ہے۔ اسے مسلم نے روایت کیا

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمر سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے پھر شادی کریں گے اولاد ہوگی اور ۴۵ سال تک ٹھہریں گے پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے پس قیامت کے دن میں اور حضرت عیسی ایک ہی مقبرہ سے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے درمیان سے اٹھ کھڑے ہوں گے اسے ابن جوزی نے کتاب الوفا میں نقل کیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۱ ص ۴۔۶)

چیلنج بنام خلیفہ قادیانی

میں اپنے ایمان کو قائم رکھ کر کہتا ہوں کہ میں مرزا غلام احمد کو دعوی مسیح موعود میں غیر صادق جانتا ہوں

بخدمت جناب میاں بشیر الدین محمود صاحب خلیفہ قادیانی ۔

میں نے آپ کو بذریعہ اخبار اہل حدیث ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء چیلنج دیا تھا۔

سو میں آج تک آپ کے جواب کا انتظار کرتا رہا ہوں جس کے باعث اب میں دوبارہ آپ کو بذریعہ چیلنج دعوت دیتا ہوں کہ آپ میرے تحریر کردہ چیلنج کا جواب دیویں، جو یہ ہے:

تسلیم ! آپ کا اخبار مورخہ ۲، اکتوبر ۱۹۳۵ء الفضل میری نظر سے گذرا جس کے ص ۲ کالم ا سطر ۱۳ تا ۱۸ میں آپ کے مرید مفتی محمد صادق نے یوں ارقام فرمایا ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ارشاد کے ماتحت میں نے عبرانی زبان سیکھی تھی اس کی مقدس کتابوں میں یہ لکھا ہوا میں نے پڑھا تھا کہ پہلے مسیح نے تو شادی نہ کی تھی مگر دوسرا مسیح شادی کرے گا اس کے اولاد ہوگی اور اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوگا۔

میں اس عبارت کو مدنظر رکھتا ہوا آپ سے توقع کرتا ہوں کہ آپ میری تسلی فرمائیں گے

ا۔ کہ وہ کون سی مقدس عبرانی کتابیں ہیں۔۲۔ ان کا کیا نام ہے۔۳۔ اور کس سن میں وہ مقدس کتابیں تصنیف ہوئیں۔۴۔ ان کے مصنف کون تھے۔۵۔ کہاں اور کون سے صفحہ پر ہے۔

اگر آپ اور آپ کا مرید حوالہ نہ دکھا سکیں تو آپ سمجھ لیں کہ آپ کے والد مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعویٰ مسیح موعود میں کاذب تھے اور حضور مسیح ناصری کی آمد دوبارہ ضروری ہے۔

راقم۔ مسیح ناصری کا ادنی خادم: ایم طفیل مسیح۔ مسیحی امرتسری۔ تحریر ۱۳ دسمبر ۱۹۳۵ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۱ ص ۶)

احرار اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان میں جلسہ مرزائیاں دسمبر کے آخری ہفتے ایام تعطیلات میں ہوا کرتا ہے اس دفعہ چونکہ احرار بھی وہاں آتے جاتے تھے (ہمارے خیال میں) گورنمنٹ نے احرار کا وہاں جانا اس لئے بند کیا تھا کہ جلسہ مرزائیاں میں دونوں جماعتوں کا تصادم نہ ہو جائے (ہمارے خیال میں) ایسا کرنا حکومت کا فرض تھا اس لئے جونہی جلسہ مرزائیہ ختم ہو گیا حکومت نے احرار پر سے پابندی اٹھالی۔ لیکن اگر ہمارا خیال صحیح ہے یعنی دونوں جماعتوں کے

تصادم کے خوف سے احرار کو روکا گیا تھا تو اب کوئی وجہ نہیں کہ احرار کو قادیان میں جلسہ عام کرنے کی اجازت نہ دی جائے اصول مساوات اسی کا متقاضی ہے۔ یہ بھی ہمارا خیال ہے کہ حکومت اپنا فرض ہم سے زیادہ محسوس کرتی ہے حکومت کے حق میں یہ بات بہت ہی ناموزوں ہے کہ اسے مرزائی نواز کہا جائے اور وہ واقعہ میں بھی کسی فریق کے حق میں خاص نوازش کرتی ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۱ ص ۱۵)

مسیح پرست دنیا میں ابھی ہیں؟

(قابل توجہ جماعت قادیانیہ ولاہوریہ)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا صاحب غلام احمد صاحب قادیانی بڑے دانا بزرگ تھے۔ آپ دل خوش کن دعاوی سے مسلمانوں کو خوش کر دیا کرتے تھے ہمیشہ یہی فرمایا کرتے تھے کہ گھبراؤ نہیں میں عنقریب دنیا کو کفر وشرک سے پاک کروں گا خاص کر عیسائیوں کا بحیثیت عیسائی بیج ناس کر دوں گا۔ کوئی شخص دنیا میں مسیح کو خدا ماننے والا نہ رہے گا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا (مسیح) نظر نہ آئے دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

ایک موحد مسلمان کے لئے کیسا دل خوش کن وعدہ ہے کہ ساری دنیا سے شرک وکفر اٹھ جائے اور مسلمان متقی پرہیزگار بن جائیں۔ اللہ اللہ!

ہمارے بزرگ تو دعا کرتے کرتے گذر گئے

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ
کہ نہ آئے کوئی آواز جز اللہ اللہ

یہ دعا مرزا صاحب کی طفیل قبولیت کا جلوہ دکھاتی تو ہمارے لئے عید سے زیادہ خوشی ہوتی۔مگر افسوس ہے کہ ابھی مسیح کے پجاری بلند آواز سے مسیح کی عبادت کا اعلان کر رہے ہیں چنانچہ عیسائی رسالہ المائدہ (لاہور دسمبر ۱۹۳۵ء ص ۲۱۔۲۲) میں کرسمس ڈیز کے متعلق ایک نظم چھپی ہے اس میں مسیح کی پیدائش کا مضمون یوں لکھا ہے:

سلامی اس کا ہوں جو خود سلام دیتا ہے
سلامتی کا مبارک پیغام دیتا ہے
خدا کا کلمہ سر طور عرش سے اب تک
ہر اک کلیم کو اپنا کلام دیتا ہے
جو اپنے دل میں جگہ دے مسیح عیسی کو
وہ اپنے پہلو میں اس کو مقام دیتا ہے
ہیں عابد اس کے ہم وہ ہمارا ہے معبود
ہم اس کو سجدہ کریں وہ سلام دیتا ہے

(پادری فنڈر نے لکھا ہے کہ حضرت موسیٰ کو پہاڑ پر انا ربك کہنے والا مسیح تھا شعر بالا میں کلیم سے اسی کی طرف اشارہ ہے۔ثناءاللہ)

احمدی دوستو! یہ نظم اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی سامنے رکھ کر واقعات پر نظر ڈالو اور مرزا صاحب کا دوسری دعوی سنو۔خدا تعالی کو حاضر ناظر جان کر سنو دل کے کان کھول کر سنو۔ بلکہ ہم صاف لفظوں میں کہے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اس کے کلام پر یقین رکھ کر سنو! آپ فرماتے ہیں:

میرا کام جس کیلئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں۔اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

مرزائی مبلغو! کیا آپ ہمیں اجازت دینگے کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے وعدوں اور ان کی

وفا کو سامنے رکھ کر یہ عربی شعر پڑھیں جو محبوبہ سعاد کے حق میں ہے

کانت مواعید عرقوبٍ لها مثلاً

و ما مواعیدها الا الاباطیل

مسیحی دوستو! مرزا صاحب کے وعدے جھوٹے اور دعوے باطل مگر آپ لوگ بھی اپنا روئے مبارک ذرہ شریعت کے آئینہ میں دیکھئے کیا یہی وہ تعلیم ہے جس کے پھیلانے کے لئے خدا کی انبیاء آئے تھے۔ کیا یہی وہ تعلیم ہے جس کی بابت حضرت مسیح نے خود فرمایا تھا:

ہمیشہ کی زندگی یہ ہے کہ دے تجھ کو (اکیلا سچا خدا) اور یسوع کو جسے تو نے بھیجا ہے جانیں (یوحنا ۱۷:۳)

یعنی لا اله الا الله مسیح رسول الله کا اعتراف کریں

اے دوستو! آؤ اس واحد خدا کی صرف اسی کی عبادت کریں جس کی عبادت کے لئے سب انبیاء کرام بلاتے رہے جس کی عبادت کا آخری پیغام لے کر وہ آیا جس کی بابت حضرت موسیٰ اور عیسیٰ فرما گئے تھے جس کی تشریف آوری کا انتظار حواریان مسیح کو بھی تھا۔ ملاحظہ ہو اعمال کا تیرا باب جس کے متعلق مولانا حالی مرحوم نے لکھا ہے:

ہوئے پہلوئے آمنہ سے ہویدا۔ دعائے خلیل اور نوید مسیحا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۲ ص ۳)

کشف الظنون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس نام کا ایک رسالہ ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری جماعت مرزائیہ کے رکن اعظم نے لکھا ہے جس میں مرزا صاحب سے جنون اور مراق کو دو طرح سے دفع کیا ہے سب سے اہم اور مفید ترین صورت یہ ہے کہ ان کے کام کے پیش کر کے لکھا ہے کہ ایسے کلام کسی مجنون اور مراقی سے نہیں ہو سکتے۔ ہمارے خیال میں یہ کتاب ایک متن کی طرح جیسے علم فقہ میں قدوری، اس لئے اس کی شرح کی ضرورت ہے کیونکہ مصنف کشف نے اپنے دعاوی پر دلائل نہیں دیئے بطور مثال ہم ان کا ایک دعوی پیش کر کے اس کی شرح کرتے ہیں۔ مصنف

موصوف لکھتے ہیں کہ:

آپ (مرزا) ہر ایک منکر دعا کو بڑے زور سے للکارتے ہوئے فرماتے ہیں

آنکہ گوئی گر دعا ہارا اثر بودے کجا ست
سوئے من بشتاب بنمائم ترا چوں آفتاب
ہاں مکن انکار زمن اسرار قدرت ہا ئے حق
قصہ کوتہ کن ببیں از ما دعاء مستجاب

(کشف الظنون ۔ص ۳۶)

یعنی اے منکر دعا، میرے پاس آکر دعائے مستجاب کا نمونہ دیکھ لے۔

ہمارے خیال میں یہ طریقہ کلام بہت اچھا ہے کیونکہ یہ استدلالی طریق نہیں بلکہ معائنہ ہے لیس الخبر کالمعائنة ۔

مصنف نے مرزا صاحب کے اس زبردست دعوی کے ثبوت میں کوئی واقعہ پیش نہیں کیا اس لئے یہ دعوی باوجود زبردست ہونے کے معلق رہا لہذا ہم بطور مثال اس کی تشریح کرتے ہیں مثلاً حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے دعا کی تھی کہ:

اے میرے آقا میرے بھیجنے والے میں تیرے تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے اے میرے پیارے مالک تو ایسا ہی کر آمین ثم آمین۔

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين .

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء

ناظرین کرام! یہ ایک ایسی دعا ہے کہ اس کی قبولیت کا الہام بھی حضرت ممدوح کو ہوا تھا اجیب دعوة الداع ۔اخبار بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو اسی پرچہ بدر میں مرزا صاحب نے اس دعا کو مستجاب (قبول شدہ) فرمایا تھا اب دیکھئے دعا کے الفاظ ایک مرتبہ پھر پڑھ جایئے اور واقعہ بھی سامنے رکھئے کہ کون مر گیا اور کون

زندہ رہا۔ پھر انصاف کیجئے کہ اس دعا کی قبولیت میں کسی کو شک ہوسکتا ہے؟ ہمارے خیال میں مصنف ممدوح اس طرح اپنی کتاب کے دعاوی کو مدلل کریں تو کتاب بہت مقبول ہوگی اگر وہ ایسا نہ کرسکیں تو ہمیں اطلاع دیں کہ دفتر اہل حدیث کی طرف سے بابو حبیب اللہ کلرک یا منشی محمد عبداللہ معمار مصنف محمدیہ پاکٹ بک کو یہ خدمت سپرد کی جائے۔ و ما ذلك على الله بعزيز

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۲ ص ۴)

بارقۃ السیف۔۵

حضرت مولانا ابوالقاسم سیفؒ بنارسی لکھتے ہیں: مسئلہ حیات عیسیٰ کی مخالفت میں مرزائی لوگ شرح فقہ اکبر مصری کے حوالہ سے ایک محرف حدیث یوں نقل کرتے ہیں ۔

لو کا ن عیسی حیّا لما و سعه الا اتباعی (احمدیہ ڈائری۔ص ۳۲۹) ۔

یعنی حضرت عیسیٰ اگر زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے حالانکہ شرح فقہ اکبر کے تمام قدیمی نسخوں میں روایت مذکورہ یوں مرقوم ہے لو کان موسی حیاً .. الخ ۔دیکھو طبع لاہور جو مرزا صاحب کے دعوی نبوت سے بہت پیشتر طبع ہوکر شائع ہوئی تھے۔ پھر مطبع مجتبائی دہلی میں ۱۳۰۷ھ میں طبع ہوئی پھر اسی مطبع میں ۱۳۱۴ھ میں چھپی ۔ان تمام نسخوں میں لو کا ن موسی حیاً ہے۔ البتہ ۱۳۲۳ھ میں جو نسخہ مصر میں طبع ہوا پھر اسی کی نقل ۱۳۲۷ھ میں دوبارہ مصر میں شائع ہوئی ان دونوں میں تمام قدیم مطبوع اور قلمی نسخوں کے خلاف لو کا ن عیسی حیاً شائع ہوا ہے۔ یہ تحریف یا تو کسی کی کارستانی ہے (کوئی معشوق ہے اس پردہ زنگاری میں) یا مطبع والوں کی غلطی اور مصحح کی کوتاہ نظری سے ہوئی ہے۔

اگر یہ عبارت صحیح ہو اور ملا علی قاری نے درحقیقت لو کا ن عیسی حیاً ہی تحریر کیا ہو، تو ان کی اوپر کی عبارت کے خلاف ہوتا کیونکہ وہ حدیث مذکور کے پیشتر متصل لکھتے ہیں: عند نزو ل عیسی من السماء یعنی حضرت عیسیٰ کا نزول آسمان سے وہ ثابت کرتے ہیں اور اسی کی دلیل میں حدیث مذکور پیش کرتے ہیں۔ پس اگر دلیل یہ ہو کہ عیسیٰ مر گئے اگر زندہ ہوتے تو دین محمدی کی پیروی کرتے اور دعوی یہ کہ وہ آسمان سے

نازل ہوں گے تو ماشاءاللہ دعوی ودلیل میں کیسی تقریب تام ہوگی؟ پوچھی زمین کی تو کہی آسمان کی۔

پس مصری نسخہ میں یقیناً تحریف ہوئی ہے کیونکہ دلیل دعوی کے مخالف ہے علاوہ ازیں ملا علی قاری نے حدیث مذکور لکھ کر اپنی شرح شفاء کا حوالہ بھی دیا ہے لکھتے ہیں؛ و قد بینت و جه ذ لك... فی شر ح الشفاء

پس دیکھنا چاہیے کہ ملا صاحب نے اپنی شرح شفا میں کیا لکھا ہے؟

ملا صاحب کی شرح شفا استنبول میں ۱۳۰۹ھ میں شرح فقہ اکبر مطبوع مصر سے بہت پہلے طبع ہوئی ہے اس کی جلد اول فصل سابع میں لکھتے ہیں:

و الیه اشار ﷺ بقو له حین ر أ ی عمر انه ینظر فی صحیفة من التوراة لو کا ن موسی حیاً لما وسعه الا اتبا عی

(ج ا ص ۱۰۶) ۔ یعنی حضرت عمرؓ جب توراۃ پڑھتے ہوئے دربار نبوی میں حاضر ہوئے تو آنحضرت ﷺ نے ان کو اس حالت میں دیکھ کر فرمایا کہ اگر موسی زندہ ہوتے تو ان کے لئے بجز میری پیروی کے اور کچھ بن نہ آتا۔

دیکھو یہاں صاف صاف لفظ موسی بجائے عیسی موجود ہے اسی کو ملا صاحب نے شرح فقہ اکبر میں نقل فرمایا ہے تو شرح فقہ اکبر کی عبارت میں بھی بجائے لفظ عیسی ، کے لفظ موسی چاہیے جیسا کہ ہندی اور قلمی نسخوں میں موجود ہے۔ پس مصری نسخہ یقیناً غلط اور محرف ہے۔

یہی ملا علی قاری اپنی موضوعات کبیر، جو ۱۲۸۹ھ میں طبع ہوئی تھی، میں لکھتے ہیں:

و یقو یه حد یث لو کا ن موسی حیاً لما وسعه ا لا اتبا عی (ص ٦٧)

یہاں بھی عیسی کی بجائے لفظ موسی تحریر کیا ہے۔

ملا صاحب اپنی ممدوح اپنی چوتھی کتاب مرقات شرح مشکوۃ مطبوعہ مصر میں ارقام فرماتے ہیں:

و لو کان ای موسی کما فی نسخة حیاً ای فی الد نیا

(ج ا ص ۲۵۱) ۔ یعنی موسی اگر دنیا میں زندہ موجود ہوتے۔

یہاں بھی لفظ موسی بصراحت مرقوم ہے

اسی طرح مسند احمد بیہقی دارمی اور مشکوۃ وغیرہ کتب حدیث میں لو کا ن موسی حیاً وارد ہے

اور ملا علی قاری نے انہیں حوالوں سے اپنی تمام تصانیف میں لو کان موسی حیاً نقل کیا ہے پھر یہ کیونکر باور کیا جاسکتا ہے کہ شرح فقہ اکبر میں وہ لو کان عیسی نقل کریں گے

لہذا مثل آفتاب نیم روز واضح ہو گیا کہ مصری نسخہ میں عیسی غلط طبع ہو گیا ہے جس سے مرزائیوں کا بظاہر فائدہ ہو گیا اور بلی کے بھاگوں چھینکا ٹوٹا۔

محمدیوں کو احمدیوں کے اس مغالطہ سے ہوشیار رہنا چاہیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۲ ص ۵)

اخبار مجاہد کا پریشان خواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار مجاہد لاہور مجلس احرار کا آرگن ہے مجلس احرار وہ جماعت ہے جس کا اعلان ہے کہ میں شیعہ، سنی، اہل حدیث وغیرہ سب سے مرکب ہوں (مجاہد ۱۸ دسمبر ۱۹۳۵ء)۔ اسی حیثیت سے ہم آج اس کا ذکر کرتے ہیں ورنہ جس بات کا ذکر کرنا ہے وہ اگر کسی اور اخبار میں شائع ہوتی تو ہم ذکر نہ کرتے۔

مجاہد (۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء) میں ایک خواب لکھا ہے جس میں ہمارے نقطہ نظر سے دو باتیں قابل غور ہیں ایک تو نفس خواب جو کہ بناوٹی ہے دوم اس میں ہمارے ذکر میں غلط بیانی سے کام لیا گیا ہے۔

خواب کا مضمون یہ بتایا گیا ہے کہ جھوٹے مدعیان نبوت کی ایک کانفرنس ہے اس میں وہ یا ان کے نمائندے اپنا اپنا مقصد اور کارگذاری کی روداد سنا رہے ہیں۔ اس بیان میں مضمون نگار خواب بین نے رنگا آمیزی سے نمک مرچ لگا کر اپنے ہم مذاق ناظرین کو چند منٹوں تک ہنسایا ہے۔ پہلے ہم نفس خواب کے متعلق عرض کرتے ہیں کیونکہ یہ شرعی مسئلہ ہے حدیث میں ارشاد ہے:

انّ من افری الفری القر آ ن ان یرِ ی الر جل عینیه ما لم تریا (بخاری) یعنی کسی پر افترا کرنا کرنا سخت گناہ ہے۔ ان سب افتراءات سے بڑا افتراء جھوٹا خواب بنانا ہے کیونکہ اس کا تعلق خدا کے ساتھ ہے

یعنی جھوٹا خواب بنانا بھی دراصل خدا پر افتراء کرنا ہے جو بڑا افتراء ہے۔ مجلس احرار کے اہل علم حضرات اس

حدیث کوملحوظ رکھ اس خواب ساز کے حق میں غور کریں کہ جن جھوٹے مدعیان کا اس نے نقشہ دکھایا ہے بحکم حد یث خود بھی ان میں داخل ہے یا نہیں۔ہم اس میں کچھ نہیں کہتے لها ما كسبت و عليها ما اكتسبت

اس کے بعد ہم خواب مذکور کے اس حصے پر نظر کرتے ہیں جس میں ہم پر سخت ترین حملہ بلکہ افتراء کیا ہے۔حملہ تو یہ ہے کہ ہم دونوں (ثناءاللہ امرتسری وابراہیم سیالکوٹی) کی طرف اشارہ کیا ہے کہ ہم مرزائیوں سے بحث مباحثہ روٹی کمانے کے لئے کرتے تھے۔پھر احرار کی بابت لکھا ہے کہ انہوں نے بحث مباحثہ کی بجائے ڈنڈا استعمال کیا۔

ہم اس بات کے تو قائل ہیں کہ احرار ڈنڈہ استعمال کرتے ہیں اور دعا کرتے ہیں کہ خدا ان کے ڈنڈے میں عصاء موسوی کی برکت دے لیکن یہ بات کہ احرار نے مناظرات بند کر دیئے ، ہم اس دعوی کو واقعات کی روشنی میں غلط دیکھتے ہیں

پہلا گواہ: انجمن سیف الاسلام دہلی کے جلسہ میں مرزائیوں کے دونوں اصناف کے ساتھ مناظرہ ہوا۔جلسہ میں مولوی حبیب الرحمٰن صدر مجلس احرار، مولوی عطاءاللہ شاہ امیر احرار موجود تھے (اخبار احسان لاہور ۲ مارچ ۱۹۳۵ء)

دوسرا گواہ: مولوی نور محمد صدر احرار کا مناظرہ عمر دین مرزائی کے ساتھ ہوا۔ (مجاہد ۴، اکتوبر ۱۹۳۵ء)

تیسرا گواہ: مجلس احرار (ہوتی) کی طرف سے مرزائی مبلغ کو دعوت مناظرہ دی گئی ۔(مجاہد ۴۔اکتوبر ۱۹۳۵ء)

چوتھا گواہ : مولوی لال حسین اختر جن کو احرار اپنا مبلغ کہتے ہیں مرزائیوں سے جگہ جگہ مباحثات کرتے پھرتے ہیں یہاں تک کہ افریقہ میں بھی ان کو بھیجا گیا اور ان کی کاروائی کو (چاہے وہ شخصی ہو) احرار اپنا ہی کام بیان کرتے رہے۔

ان شہادات سے ثابت ہوتا ہے کہ احرار بھی مناظرات مرزائیہ کو حرام قطعی نہیں جانتے بلکہ اگر ضرورت بود روا باشد پر عمل کرتے ہیں ۔یہی ہمارا طریق ہے۔

ہاں فرق اتنا ہے کہ ہمارا مناظرہ کتابی ہوتا ہے احرار کے مناظرہ میں بقول ان کے ڈنڈہ:

ہر کسے را بہر کارے ساختند

جملہ معترضہ: ہم اہل حدیث گروہ کے مناظرہ میں کبھی تلخی یا سخت کلامی نہیں ہوئی۔جماعت مرزائیہ

نے ہمارے حسن سلوک کے شکریہ کی بجائے کفران نعمت کیا تو خدا کی غیرت نے احرار کو بصورت تازیانہ ان پر مسلط کیا۔ سچ ہے: شامت اعمال ما صورت حرّ اں گرفت

بہرحال بوقت ضرورت ہم اب بھی مباحثہ کو تیار ہیں گو بفحوائے قتل داؤد جالوت جماعت اہل حدیث کے داؤد نے قادیانی جالوت مار دیا حمداللہ وشکراللہ تاہم بحکم: سپاہیو! لڑو گے؟ ہمارا کام کیا؟ ہم پروقت تیار ہیں چنانچہ دسمبر ۱۹۳۵ء کے ایام جلسہ مرزائیہ میں بھی اشتہار مناظرہ دیا تھا جو اہل حدیث ۲۷ دسمبر ۱۹۳۵ء کے صفحہ ۱۱ پر درج ہو چکا ہے لیکن ادھر سے بحکم: چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند کوئی جواب نہیں آیا۔ کیوں؟ انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت

افتراء علینا:

اختلاف رائے ہو یا مخالفت اس میں تو انسان معذور ہو سکتا ہے لیکن افتراء کرنے یا بہتان لگانے میں معذور نہیں ہو سکتا صاف ارشاد ہے:

و الذین یؤذون المومنین و المؤمنات بغیر ما اکتسبوا فقد احتملوا بھتاناً و اثماً مبیناً . جو لوگ کسی مومن ناکردہ گناہ پر بہتان لگا کر تکلیف دیتے ہیں وہ بڑا بہتان اور صریح گناہ اٹھاتے ہیں

احرار کے اہل علم واقعات پر غور کر کے فیصلہ کریں کہ حقیقت کیا ہے۔ مجاہد کے خواب ساز نے بناوٹی کانفرنس میں قادیانی نمائندہ کی تقریر میں اشارۃً ہمیں مطعون بنانے کو یوں لکھا ہے (گویا قادیانی نمائندہ کہتا ہے):

> حضرات ہم ان مولویوں کو جو ہم سے مناظرہ کیا کرتے تھے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے احرار کے مقابلہ پر ہماری امداد فراخ دلی کے ساتھ کی مولوی ثناءاللہ نے اعلان کر دیا کہ میں اور مولوی ابراہیم سیالکوٹی احرار کانفرنس میں ہرگز ہرگز شامل نہ ہوں گے کیونکہ احرار نے ہمارا مشورہ ضروری نہیں سمجھا اس کا مطلب یہ تھا کہ اہلحدیث ٹائپ کے مسلمان اس یلغار میں شامل نہ ہوں۔ مقدمہ کے دوران میں بھی ہم ان سے مدد لیتے رہے۔ (اخبار مجاہد ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء ص ۸)

خواب ساز مفتری (یہ لفظ حدیث مرقومہ سے مستنبط ہے ہمارا نہیں۔ ثناءاللہ) نے مقدمہ میں قادیانیوں کو ہماری

مدد دینے کا اشارہ کیا ہے محض جھوٹ بہتان اورافتراء ہے۔ہاں واقعہ یہ ہے کہ ہم نے مقدمہ احرار میں احرار کو وہ مدد دی جو کسی نے نہیں دی نہ کوئی دے سکتا تھا جس کا اظہار آج ہم اس جھوٹے افتراء کے دفعیہ کے لئے کرتے ہیں جواحراری اخبار مجاہداوراس کے مفتری خواب ساز نے ہم پرلگایا ہے۔

مولوی عطاءاللہ شاہ صاحب سے ہمارے ذاتی اور خاندانی مراسم ہیں ان کا کوئی بھی کام ہو ہم اس میں مدد کرتے ہیں اور کریں گے۔انشاءاللہ

اسلئے مقدمہ کے دوران وہ خودمع مولوی محمد قاسم شاہجہان پوری صاحبان آئے اور مرزائی لٹریچر کی اعانت چاہی،تو ہم نے بحکم قرآن ان استنصرو کم فی الدین فعلیکم النصر ذخیرہ لٹریچر مرزائیہ کھول دیا۔آپ جو کچھ لے جا سکتے تھے لے گئے۔اس کے بعد پھر ان کا طلبی کا خط آیا چونکہ وہ خط مفتری مذکور کے افتراء کی بیخ کنی کو کافی ترین ہے اس لئے ہم اسے بھی درج کرتے ہیں جو یہ ہے:

امرتسر سٹیشن :۹ جنوری ۱۹۳۵ء۔ مکرمی محترمی السلام علیکم:

حکیم محمد غوث کو یہ رقعہ دے کر خدمت میں بھیجتا ہوں ۱۹۲۹ء کا ریویو آف ریلی جنز ان کو آج ہی عنایت فرمادیں۔ اس کی سخت ضرورت ہے۔بار بار آپ کو تکلیف اس لئے دیتا ہوں کہ اور کوئی صاحب نظر نہیں آتے الفضل کا سارا فائل اس وقت تک محفوظ ہے اوراس وقت کام دے رہا ہے میں انتخاب نہیں کرسکتا کہ کون سا رکھوں اور کون سا واپس کروں سب ہی کام دے رہا ہے۔رہنے دیں یہ کام بھی آخر اہمیت رکھتا ہے۔ والسلام۔دعا گو عطا اللہ بخاری

ناظرین!غور کریں کہ ہم نے کانفرنس احرار کو چھوڑا،یا احرار نے ہم کو چھوڑا۔بے شک احرار نے ہم کو چھوڑا۔جس کی وجہ ہم جانتے ہیں: مصلحت نیست کہ از پردہ بروں افتد راز

ناظرین!یہ ہے ہماری مدد جو ہم نے اپنی حیثیت کے مطابق مقدمہ احرار میں کی۔جس کی بابت امیر احرار خود معترف ہیں کہ کسی دوسرے سے یہ مدد طلب نہیں ہوسکتی نہ کوئی دے سکتا ہے سچ ہے اور بالکل سچ ہے:

وفا کے واسطے میری تلاش ہوتی ہے
کوئی زمانے میں جب دوسرا نہیں ملتا

یہ بات ہم کہہ چکے ہیں کہ مولوی عطاء اللہ شاہ صاحب سے ہمارے مراسم خاندانی ہیں وہ ہمارے عزیز ہیں ان کی وجہ سے یہ اعانت کچھ قابل ذکر نہیں مگر مجاہد نے ہم پر افتراء کر کے ہمیں صفائی پیش کرنے پر مجبور کر دیا الی اللہ المشتکی

مولانا ابراہیم صاحب نے بھی قادیانیوں کو کوئی مدد نہیں دی۔ ہاں خزانہ احرار میں قریباً ڈیڑھ سو روپیہ جمع کر کے بھیجا جس کی رسید مجاہد میں چھپ چکی ہے۔ یہی ان کا گناہ ہے۔

ہاں یہ صحیح ہے کہ ہم دونوں احرار کے جلسہ قادیان میں نہیں گئے تھے جس کی بابت ہمارا اعلان ہو چکا تھا جس میں مفتری خواب ساز نے تحریف کر کے اپنے ناظرین کو دھوکہ دیا ہے ہم وہ الفاظ سارے نقل کر دیتے ہیں:

جلسہ قادیان جو عنقریب ہونے والا ہے، لوگ میری شرکت کی بابت سوال کرتے ہیں۔ ان کو واضح ہو کہ بانیان جلسہ نے اپنی کسی مصلحت کے ماتحت نہ مجھ سے مشورہ لیا نہ دعوت دی۔ مولانا ابراہیم صاحب کے خط سے بھی ایسا ہی معلوم ہوا۔ ان حالات میں ہماری شرکت نہ ہوگی

(اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء ص ۱۴)

اس اعلان کی وجہ یہ ہوئی کہ ایک لڑکا امرتسری ثناء اللہ نامی کراچی میں کلرک ہے۔ احرار نے اپنے اشتہار جلسہ کے مدعووین میں اس کو مولوی ثناء اللہ لکھا تھا۔ اس پر بعض احباب نے دریافت کیا تو ہم نے یہ نوٹ شائع کیا تھا جس کا ہمیں افسوس ہے کیونکہ مولوی میر محمد صاحب بھانبڑی نے بعد جلسہ قادیان ہم کو بتایا کہ آپ کی عدم شرکت کی وجہ سے لوگ مع امدادی چندہ کے واپس چلے گئے۔ و اللہ اعلم

اس کے علاوہ ہم اکابر احرار سے پوچھتے ہیں کہ سیالکوٹ میں آپ نے جو کانفرنس کی اس میں ہم کو خاص کر مولانا ابراہیم صاحب کو جو خود سیالکوٹ میں تھے اور چند روز قبل ایک امدادی رقم بھیج چکے تھے آپ نے کانفرنس میں دعوت دی؟

سچ بولنا گناہ نہیں۔ آپ کے بڑے سکرٹری صاحب جو کئی ہفتے پہلے جا کر استقبالیہ کمیٹی کا کام کرتے تھے اتنا بیان شائع کریں کہ حقیقت کیا ہے کیا ہم دونوں کو یا ہم میں سے کسی ایک کو شرکت کی دعوت دی؟ ناظرین احرار اور غیر احرار اللہ غور کریں کہ کوئی جماعت یا کوئی شخص بھی ایسا ہے جو اپنے معاونین سے ایسی سرد

مہری کرے اور الٹا اس پر الزام دھرے۔

مجاہد!

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

اطلاع: جب تک مجاہد کے منتظم اعلیٰ اس مصنوعی خواب اور اس کے افترائی مضمون سے بیزاری کا اعلان نہ کریں ہم مجبور ہیں کہ اس مضمون میں ان سب کو شریک جانیں حضرت شیخ سعدی بھی فرماتے:

نہ سگ دامنِ کاروانے درید

کہ دہقاں ناداں کہ سگ پر درید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۳ ص ۳۔۵)

مسیح پھر زمین پر

جناب مولوی محمد شفیع صاحب قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں:

قتل دجال:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰ، دجال کو اپنے نیزے سے قتل کریں گے بلکہ نیزے کو اس کے خون سے آلودہ کر دکھائیں گے۔

اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں عیسیٰ کو اس کام کے لئے منتخب کیا گیا؟

جواباً عرض ہے کہ دنیا میں سنت اللہ اسی طرح سے جاری ہے کہ باطل جس رنگ اور روپ میں دنیا پر چھایا ہوتا ہے اس سے ملتا جلتا رنگ و روپ ایک خدا کا بندہ لے کر آتا ہے جو کہ باطل کو آ کر مٹا دیتا ہے صرف فرق یہ ہوتا ہے کہ باطل ایک ملمع کی طرح عارضی ہوتا ہے جو کہ ذرا سے تاؤ سے اتر جاتا ہے اور حق جو کہ ایک ٹھوس اور حقیقت اس کے رگ و ریشہ میں بسی ہوئی ہوتی ہے وہ قائم رہتا ہے

قل جاء الحق و زهق الباطل انّ الباطل كان زهوقاً

(اے محمد کہد یں کہ حق آ گیا اور باطل مٹ گیا۔ تحقیق باطل مٹ جانے والا ہے)

جیسا کہ حضرت موسیؑ کو جادوگروں کے مقابلہ میں لاٹھی سے اژدھا بننے کا معجزہ دیا گیا کیونکہ جادوگر رسیوں اور لاٹھیوں ہی سے جادو کے ذریعہ سانپ بنا کر لوگوں کو مسحور کر لیتے تھے اور ہمارے پیغمبر محمد ﷺ کو قرآن مجید جو نہائت ہی فصیح و بلیغ کلام ہے بطور معجزہ دیا گیا کیونکہ عرب میں اس قت فصاحت و بلاغت کا بڑا زور تھا۔

دجال کو یہ استدراج حاصل ہوگا کہ وہ ایک شخص کو قتل کر کے زندہ کر سکے گا جیسا کہ حدیث میں آیا

فیوشر بالمیشارین مفرقة حتی یفرّق بین رجلیه قال ثم یمشی الدجال بین القطعتین ثم یقول له قم فیستوی قائماً (مشکوة باب العلامات بین یدی الساعة و ذکر الدجال ص ٤٦٦)

اب اس قسم کے استدراج (باطل) کے لئے ایسے شخص کی ضرورت ہے جو کہ ویسے ہی خدا کے معجزہ لے کر آئے اور اس حق کے ذریعے باطل کو دور کر سکے ۔سو خدا کے حکم سے مردہ زندہ کرنے کا معجزہ

و اذ تحی المو تی باذنی (قرآن)

(اور اے عیسیٰ وہ وقت یاد کر جب کہ تو میرے حکم سے مردے زندہ کرتا تھا)

سوائے عیسیٰؑ کے اور کسی کو نہیں دیا گیا۔ اس لئے ضروری ہوا کہ دجال (جس سے نوحؑ سے لے کر محمد رسول اللہ ﷺ تک تمام انبیاء ڈراتے آئے ہیں) کے مقابلہ میں عیسیٰؑ کو بھیجا جائے کیونکہ اس کے مقابلہ کے لئے ایسا ہی شخص زیادہ موزوں ہوسکتا ہے۔

اب پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیوں ایک سابق پیغمبر کو اس کام کے لئے مامور کیا جاتا ہے ؟

سو اس کا جواب یہ ہے کہ نبوت ہمارے پیغمبر محمد ﷺ پر ختم ہو چکی ہے کیونکہ دین اسلام جو ابتداء سے چلا آتا ہے ہمارے پیغمبر ﷺ کے دور میں مکمل ہو گیا

كما قال الله تعالى: اليوم اكملت لكم دينكم و اتممت عليكم نعمتى و رضيت لكم الاسلام ديناً (آج میں، خدا، نے تمہارے لئے تمہارا دین مکمل کر دیا اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو دین چن لیا)

و قال رسو ل الله ﷺ : لا نبی بعدی ختم بی النبیو ن

(حدیث)(میرے بعد کوئی نبی نہیں۔مجھ پر نبیوں کا خاتمہ کر دیا گیا)

اب کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے عیسی کو دوبارہ دجال کے مقابلے میں بھیجا جائے گا اور وہ خدا کے حکم سے غالب ہوں گے۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ کیا یہ ضروری تھا کہ ایک سابق پیغمبر کو بھیج کر دجال قتل کروایا جائے کیوں نہ امت محمدیہ میں سے کسی کو اس کے قتل کے لئے چن لیا جاتا؟

سو عرض ہے کہ نبوت تو محمد ﷺ پر ختم ہو چکی اور کوئی نیا نبی تو ہو نہیں سکتا (کما مرّ) اور فتنہ دجال ایک بڑا بھاری ہی فتنہ ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

ما بین خلق آ دم الی قیا م السا عۃ امر اکبر من الد جا ل

(مسلم) (آدم کی پیدائش سے لے کر قیامت کے قائم ہونے تک دجال کے فتنہ سے بڑھ کر کوئی اور فتنہ نہیں)

جس کو کوئی نبی ہی دور کر سکتا ہے کسی امتی کو یہ طاقت نہیں مل سکتی کہ وہ اسے فرو کر سکے کیونکہ ایک امتی کو اس کے پیغمبر سے بڑھ کر بطور کرامت کے کچھ نہیں مل سکتا ہاں ایک نبی کو دورے نبی سے بڑھ کر بہت کچھ مل سکتا ہے

کما قا ل اللہ تعا لی : تلك الرّ سل فضلنا بعضهم علی بعض منهم من كلّم الله و رفع بعضهم در جا ت و آ تینا عیسی بن مریم البینا ت و ایّد نا ہ برو ح القدس (البقرۃ:۲۵۳)

(یہ اللہ کے رسول ہیں فضلیت دہ ہم نے بعض کو اوپر بعض کے۔بعض ان میں سے وہ ہیں کہ اللہ نے ان سے کلام کی اور بعض کے درجے بلند کئے اور وی ہم نے عیسی بن مریم کو روشن دلیلیں اور مدد کی ہم نے اس کی حضرت جبریل سے)

پس اس سے معلوم ہوا کہ مردہ زندہ کرنے کی کرامت ایک امتی یعنی امت محمد ﷺ کو نہیں مل سکتی کیونکہ ہمارے رسول ﷺ کو مردہ زندہ کرنے کا معجزہ نہیں ملا ۔ اور و انّه لعلم للسا عۃ (وہ قیامت کے لئے نشان ہے) کے ماتحت وہ قیامت کے نشانات میں سے بھی ہے اور زندہ آسمان پر اٹھایا جا چکا ہے اسے دوبارہ زمین پر نازل کر دیا جائے اور مسیح دجال جس کو مردہ زندہ کرنے کا استدراج حاصل ہے اسے مردہ کو زندہ کرنے

والے معجزے سے عاجز کر دے اور اسے قتل کر دے۔

دجال سے تمام انبیاء حضرت نوحؑ سے لے کر ہمارے پیغمبر ﷺ تک سبھی ہی ڈراتے آئے ہیں

ان عبد الله بن عمر قال قام رسول الله ﷺ فی الناس فأثنی علی الله بما هو اهله ، ثم ذکر الد جال ۔ فقال :

انی لأنذرکموه و ما من نبی الّا و قد انذ ره قو مه ، و لکنی سأقو ل لکم فیه قو لاً لم یقله نبی لقو مه : انه اعور ۔ و ان الله لیس بأعور (صحیح بخاری حد یث نمبر ۷۱۲۷)

بلکہ رسول اللہ ﷺ نے ہمارے لئے ہر نماز میں یہ دعا مقرر کر دی کہ ہم دجال کے فتنہ سے خدا کی پناہ مانگا کریں

و اعو ذ بك من فتنة المسیح الد جا ل (اے اللہ میں مسیح دجال کے فتنہ سے تیری پناہ ڈھونڈ تا ہوں)

عن عروة: انّ عا ئشة قا لت : سمعت رسو ل الله ﷺ یستعیذ فی صلا ته من فتنة الد جا ل

(صحیح بخا ری ۔ حد یث نمبر ۷۱۲۹)

سو ایسی خطرناک شخصیت کے لئے خدا کی مخلوق میں سے سب سے زبردست اور اعلیٰ گروہ یعنی انبیاء میں سے کوئی شخص ہونا چاہیے تھا۔ سو اللہ تعالیٰ نے یہی چاہا کہ حضرت عیسیٰؑ کو جو کہ اللہ کی طرف سے سچے مسیح ہیں ایک جھوٹے مسیح یعنی مسیح الدجال کے مقابلہ میں بھیجا جائے اور وہی اس کے فتنہ کو روک کر اسے قتل کر دے اور قل جاء الحق و زهق البا طل ان البا طل کا ن ز هو قاًکا اعلان کر دے۔

اب ہم نے یہ بھی دیکھنا ہے کہ انبیاء سے کیوں صرف حضرت عیسیٰؑ کا انتخاب کیا گیا؟ سو عرض ہے کہ دجال کے قتل کیلئے انبیاء میں صرف حضرت عیسیٰؑ کا اس واسطے انتخاب ضروری ہوا تا کہ اشتراک اسمی (یعنی دونوں مسیح کے نام سے موسوم ہوں گے) سے جو غلطی پیدا ہوا سے اسی ہی نام والے سے دور کیا جائے یعنی ایک شخص ایک نام سے جھوٹا دعوی کرتا ہے تو ضروری ہے اس جھوٹے کو سچے نام والا آ کر سچے دعوے سے مٹا دے۔

کیونکہ دجال مسیح کے نام سے اپنے آپ کو دنیا کے سامنے پیش کرے گا بلکہ حضرت عیسیٰؑ کی طرح استدراج سے مردہ زندہ کر دکھانے کے شعبدے بھی دکھائے گا۔ پس ضروری ہوا کہ حضرت عیسیٰؑ جو خدا کے

سچے مسیح ہیں وہ آ کر جھوٹے مسیح کو آ کر قتل کر دیں اور قل جاء الحق وزھق البا طل ان البا طل کان زھو قاً کے مصداق سچ اور حق کو قائم کر دیں۔

حضرت عیسی کی پہچان:

یہ جو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ سے مسلمانوں کے امام نزول کے وقت یہ کہیں گے کہ آیئے ہمیں نماز پڑھایئے اور وہ جواب میں کہیں گے کہ یہ شرف اللہ نے اسی امت کو بخشا ہے، تو اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ ابن مریم (عیسیؑ) امت محمدیہ کا فرد نہیں ہوں گے بلکہ غیر امت محمدیہ میں سے ہوں گے اور وہ کون ہیں؟ اور وہی ہیں جن کا ذکر قرآن میں آتا ہے۔اور ایسا سن کر کسی صحابی کو تعجب نہیں ہوتا تو وہ پوچھ لیتے کہ یہ ابن مریم کون ہونگے؟ کیونکہ صحابہ کا قاعدہ تھا کہ جس بات کو وہ نہ سمجھتے، فوراً رسول اللہ ﷺ دریافت کر لیتے۔جیسا کہ ابھی حضرت نواسؓ بن سمعان والی حدیث میں گذر چکا ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ دجال کا پہلا دن سال کے برابر ہوگا، تو کیا ایک ہی دن کی نمازیں کافی ہونگی۔جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا کہ نہیں بلکہ اندازے سے نمازیں پڑھ لیا کریں الغرض ماہرین علم حدیث سے یہ امر مخفی نہیں

دوسرے یہ بات بھی ہے کہ صحابہ کو معلوم تھا کہ قرآن مجید میں حضرت عیسی کے متعلق و انّہ لعلم للسّاعۃ موجود ہے اس لئے وہی ہستی ہوسکتی ہے لا غیرہ

اس سے ایک اور بات بھی واضح ہو جاتی ہے کہ امام مہدیؑ اور حضرت عیسیؑ دو الگ الگ ہستیاں ہوں گی اور دونوں حضرات کی برکت سے پھر اسلام کا بول بالا ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۳ ص ۵۔۶)

بارقۃ السیف۔٦

حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

ریش و برودت:

یہ مسئلہ میرے خیال میں اتنا اہم نہیں کہ اس پر قلم اٹھایا جائے۔زمانہ ماضی وحال میں اس مسئلہ پر

عربی واردو میں متعدد کتب ورسائل لکھے جا چکے ہیں۔اور ہر قسم کے شبہات کے کافی جوابات دیئے جا چکے ہیں۔لیکن کلکتہ کے ایک اخبار میں تین اعتراضات ایسے کئے گئے ہیں جن کے جوابات اب تک شائع نہیں ہوئے۔اس لئے میں نے اپنے مضمون میں انہیں تین امروں کی طرف توجہ کی ہے۔ بعو ن الله

ا۔ **پہلا اعتراض** یہ ہے کہ ڈاڑھی بڑھانی کوئی شرعی مسئلہ نہیں ہے، بلکہ سامی نسل کے تمام مذہب والے (عرب بت پرست یعنی مشرکین ، اور یہود ونصاری سب ہی) ڈاڑھیاں رکھتے تھے صرف غیر سامی النسل جو تھے وہ ڈاڑھیاں کتراتے یا منڈاتے تھے اسی لئے حدیث میں مجوس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے جو سامی النسل نہ تھے۔

یہ خیال اور تحقیق محض غلط اور قصور نظر کا نتیجہ ہے۔حدیث صحیحین میں خالفوا المشر کین کا لفظ بھی وارد ہے جس سے معلوم ہوا کہ عرب بت پرست بھی باوجود سامی النسل ہونے کے داڑھیاں نہیں رکھتے تھے، جب تو ان کی مخالفت کا حکم دیا گیا۔مسند بزاز میں صاف وارد ہے

عن ابی هر یرة قال قال النبی ﷺ انّ اهل الشر ك يعفو ن شوا ر بهم و يهفو ن لحا هم فخالفو هم (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مشرکین موچھیں بڑھاتے اور ڈاڑھیاں صاف کرتے ہیں تم اے مسلمانو! ان کا خلاف کرو)

اسی طرح یہود ونصاری بھی جو سامی النسل تھے ڈاڑھیاں نہیں رکھتے تھے مسند احمد میں آیا ہے:

عن ابی امامة مر فوعاً ان اهل الكتا ب يقصّو ن عثا نيتهم و يو فرو ن سبا لهم فقصوا سبا لكم و فروا عثا نيتكم و خالفوا اهل الكتا ب و عن ابی هر يره مر فوعاً اعفوا اللحی و جزوا الشوا ر ب و لا تشبهوا با ليهود و النصاری (آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ یہود ونصاری اپنی موچھیں بڑھاتے اور داڑھیاں کاٹتے تھے پس تم اے مسلمانوں !موچھیں کاٹو اور ڈاڑھیاں بڑھاؤ۔اور اس کا الٹا کر کے یہود ونصاری کے مشابہ نہ بنو)۔

مسند احمد کی دونوں حدیثوں سے معلوم ہوا کہ سامی النسل یہود ونصاری ڈاڑھیوں کے دشمن تھے ۔اور بزاز وصحیحین کی حدیثوں سے مشرکین عرب (سامی النسل) کی ڈاڑھیوں سے دشمنی ثابت ہوئی ۔پس واضح ہو گیا کہ یہ شرف صرف اسلام ہی کو حاصل ہے کہ اس نے اپنے ماننے والوں کو حکم دیا کہ اپنی موچھیں پست

کرائیں اور اپنی ڈاڑھیاں بڑھائیں۔لہذا اس حکم کے عامل صرف مسلمان تھے اور کوئی نہیں۔

۲۔دوسرا اعتراض یہ ہے کہ جن روایات میں خمس من الفطرة یاعشر من الفطرة آیا ہے۔اس میں فطرت سے مراد عرب کا مزاج وطبیعت ہے۔

فطرت کے یہ معنی بالکل بناوٹی اور خلاف تصریحات محدثین واہل لغت ہیں۔معترض چونکہ اقوال الرجال کو نہیں مانتا،اس لئے اس کی تسکین کے لئے کتاب وسنت سے معنی نقل کئے جاتے ہیں۔قرآن مجید میں فطرت کے معنی الدین القیم ساتھ ہی مذکور ہیں۔حدیث میں صراحۃً وارد ہے

عن ابی ھریرة قال قال النبی ﷺ من فطرة الاسلام اخذ الشارب و اعفاء اللحی رواہ ابن حبان فی صحیحه عن ابن عمر مرفوعاً انا آل محمد نعفی لحانا و نحفی شوار بنا رواہ الدیلمی۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ مونچھیں کاٹنی اور ڈاڑھیاں بڑھانی اسلامی فطرت ہے ہم محمد والے ڈاڑھیاں بڑھاتے ہیں اور مونچھیں پست کرتے ہیں۔

ایک اور روایت میں عشر من فطرتی و فطرة ابراھیم آیا ہے

اور ایک روایت میں من السنة وارد ہوا ہے۔(نووی)

معلوم ہوا کہ حدیث میں فطرت کے معنی دین اسلام،سنت انبیاء، اور طریقہ محمدیہ ہے کما ثبت من الاحادیث

۳۔تیسرا اعتراض یہ ہے کہ ڈاڑھی منڈانے یا کترانے پر کوئی سزا یا وعید حدیث میں نہیں آئی ہے۔

یہ بھی معترض کے قصور نظر کا نتیجہ ہے۔سنئیے!طحاوی میں ہے

قال النبی ﷺ من قطع شعرة من لحیه اومن تحت لحیة لا یستجاب دعاء ہ و لا تنزل علیه الرحمة و الا ینظر الله الیه نظر رحمة و تسمیه الملائکة ملعوناً و ھو عندالله بمنزلة الیھود والنصاری (طحاوی)

(آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنی داڑھی سے خواہ نیچے سے ہی ایک بال کاٹے گا اس کی دعا قبول نہ ہوگی اس پر رحمت نازل نہ ہوگی نہ خدا اس پر رحم کرے گا۔فرشتے اس کا نام ملعون رکھتے ہیں اور وہ خدا کے نزدیک یہود ونصاری کے برابر ہے)

اورسنئیے

قال ﷺ من قصر او حلق لحیة فھو ملعون و مردود فی الدنیا و الآخرة (شرح قنیہ) (آنحضرت ﷺ نے فرمایا جو مسلمان اپنی ڈاڑھی کترائے (یعنی ایک مشت کی مقدار سے کم کرے) وہ دنیا مے ملعون اور آخرت میں مردود ہے)۔

اور لیجئے ایک روایت میں یوں ہے:

لیس له عند الله خلاق (طبرانی کبیر) ۔(خدا کے ہاں اس کا کچھ نہیں)

ایک اور روایت میں ہے:

لم ینل شفاعتی و لم یشرب من حوضی (ابن عساکر)

(اسے میری شفاعت نصیب نہ ہوگی، نہ وہ میرے حوض کوثر سے پانی پئے گا

اس سے زیادہ وعید اور سزا کیا چاہیے؟

خاتمہ: عشرت پسند، مغرب زدہ مسلمانوں میں چونکہ قرآن وحدیث کی کوئی عزت نہیں ہے، لہذا ان کے لئے مغرب کے ہی ایک ڈاکٹر کی تحقیق پیش کی جاتی ہے۔ امید ہے کہ یہ لوگ اس کو سن کر ضرور ایمان لائیں گے۔

واشنگٹن کے ڈاکٹر آرتھر میکڈانلڈ کا مضمون نیویارک کے طبی رسالہ میڈیکل ریکارڈ بابت ۱۹۲۰ء میں شائع ہوا ہے کہ:

ڈاڑھی منڈانے سے چہرہ کے عصبی اور دیگر امراض پیدا ہوتے ہیں اور دانتوں اور جبڑے اور پھیپھڑے کی شکایتیں پیدا ہوتی ہیں بالآخر اس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو طویل عمر نصیب نہیں ہوتی

آج کل کے ایک امریکن محقق کا نظریہ ہے کہ:

ڈاڑھی مونڈنے میں کم ازکم فی ہفتہ ایک گھنٹہ وقت ضائع ہوتا ہے اس طرح سال میں ۵۲ گھنٹوں کا نقصان ہوتا اس نظریہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ امریکہ میں بہت لوگوں نے ڈاڑھی منڈانے سے توبہ کی ہے

(ہند، کلکتہ ۱۸ فروری ۱۹۳۵ء)

یہ تو نقصان وقت کا بیان تھا۔ پیسوں کا نقصان جس قدر ہوتا ہے ملاحظہ ہو۔ تمام ڈاڑھیاں منڈانے والوں کی

تعداجو معمورہ عالم میں ہیں اگر ۳۶ کروڑ فرض کر لی جائے اور فی ہفتہ ہر ڈاڑھی منڈانے والے کا خرچ ۲۔آنے مان لیا جائے ،تو سارے ڈاڑھی منڈوں کا خرچ ہر سال کا دوارب ۳۱ کروڑ ۴۲ لاکھ ۸۵ ہزار ۱۴۱۷روپے چار آنے ہوتا ہے۔ یہ ہے مسلمانوں کا اسراف۔خدا ہم مسلمانوں کے حال پر رحم فرمائے اور اپنے رسول کی سنت کی محبت ہمارے قلوب میں بھر دے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۵۴ھ ص ۶۔۷)

مسلمانان عالم کے نام مسلمانان برلن کی اپیل

مسلمانان برلن کا ایک عام اور عظیم الشان جلسہ بتاریخ ۸ نومبر ۱۹۳۵ء بسر کردگی جماعت اسلامیہ برلن میں ہوا۔جلسہ کی کاروائی چھ بجے شام سے گیارہ بجے تک جاری رہی۔ درمیان میں مسلمانان عالم مقیم برلن نے نہایت دلچسپی سے تمام کاروائی کو سنا۔اور ان کو اصل اور پوری کیفیت سے آگاہی ہوئی جو حقیقت میں احمد یہ انجمن اشاعت اسلام لاہور نے یہاں برلن میں اپنا جال پھیلا رکھا ہے اور صرف احمدی فرقہ کی اسلام کی آڑ میں تبلیغ کی جاتی ہے مسلمانان عالم نے اس اس کو بھی ثابت کر دیا۔اور احمدیوں کا تبلیغ کرنا بلا کسی نتیجہ کے ہے اور نہ ہی ان کی تبلیغ سے اسلام کی عزت بڑھی بلکہ اسلام کو بہت زیادہ نقصان پہنچا۔لغو اور جھوٹ کا پروپیگنڈہ کر کے اسلام کی آڑ میں یہ کوشش کرتے ہیں کہ دنیا اس کو فراموش کر دے کہ یہ فرقہ ضالہ احمدی ایسے شخص کو مجدد خیال کرتا ہے جس کے متعلق تمام عالم نے کفر اور مرتد کا فتوی دے دیا ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۳ ص ۱۶)

برلن میں فتنہ احمدیہ

جرمنی میں جب سے احمد یہ فرقہ اشاعت اسلام کے لئے وارد ہوا ہے،اس وقت سے ان کا بہترین اشاعت اسلام اس میں ہے کہ وہ مسلمانان برلن میں نا اتفاقی پیدا کریں اور ہندوستان میں باطل اور لغو پروپیگنڈہ کر کے اشاعت اسلام کے نام سے اپنا پیٹ پالیں، یہی نہیں بلکہ عیش کی زندگی بسر کریں۔ یہ رویہ ایک عرصہ سے ان احمدیوں کا برلن میں جاری ہے۔

جماعت اسلامیہ برلن جو ۱۹۲۲ء سے برلن میں نہایت کامیاب خدمت انجام دے رہی ہے،ان سے ہمیشہ اپنا اسلامی فرض خیال کرتے ہوئے ان احمدیوں سے استدعا کی کہ وہ باطل اور جھوٹ پروپیگنڈہ کر کے مسلماناں عالم کی محنت کی کمائی کو برباد نہ کریں مگر ان احمدیوں نے کبھی پرواہ نہیں۔ راقم: حبیب الرحمان قریشی جنرل سکرٹری جماعت اسلامیہ برلن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۳ ص ۱۶)

سر اقبال اور محمد علی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

امرتسر کی انجمن ترقی تعلیم نے جس کام کا آغاز کیا ڈاکٹر سر اقبال اس کی پیروی انجمن حمایت اسلام لاہور میں کرنی چاہتے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ انجمن ترقی تعلیم امرتسر نے اپنے ممبروں کی فہرست سے مرزائی ممبروں کو نکال دیا۔ ڈاکٹر اقبال صدر انجمن حمایت اسلام نے تحریک پیش کی ہے کہ انجمن کو مرزائیت کے ہر قسم کے اثر سے پاک کیا جائے، ورنہ میرا استعفا منظور کیا جائے۔

اس پر مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے ایک اشتہار شائع کیا ہے جس میں لکھا ہے کہ انجمن کی ممبری اور خدمات میں جماعت احمدیہ کا قادیانی صنف داخل نہیں لاہوری صنف کے لوگ ہیں اس لئے ہم بتاتے ہیں کہ ہمارے عقاید ایسے نہیں کہ ہم کسی اسلامی انجمن سے خارج کئے جائیں۔ بڑا مسئلہ جس کی وجہ سے مسلمان احمدیت سے سخت نفرت کرتے ہیں نبوت مرزا کا مسئلہ ہے۔ سو ہم واضح طور پر بتاتے ہیں کہ نہ ہم مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں نہ مرزا صاحب نے خود نبوت کا دعوی کیا ہے۔ اس کے بعد آپ نے چند عقائد امور عامہ کی شکل میں بیان کئے ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کے انکار کی وجہ سے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے خود مرزا صاحب اپنے دعوی کے انکار کی وجہ سے کسی کلمہ گو کو کافر نہیں کہتے تھے کیونکہ وہ مدعی نبوت نہ تھے۔

ہماری رائے میں قادیانی اور لاہوری اصناف کے فیصلے کے لئے سب سے بہتر منصف خود مرزا صاحب ہی ہو سکتے ہیں ان کے حق میں ان سے بہتر بلکہ ان جیسا بھی کوئی نہ ہوگا۔ اس لئے ہم مرزا غلام احمد صاحب ہی کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔ دونوں پارٹیاں غور سے سنیں:

احادیث نبویہ میں یہ پیش گوئی کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی امت میں سے ایک شخص پیدا ہوگا جو عیسی اور ابن مریم کہلائے گا اور نبی کے نام سے موسوم کیا جائے گا یعنی اس کثرت سے مکالمہ ومخاطبہ

کا شرف اس کو حاصل ہوگا اور اس کثرت سے امور غیبیہ اس پر ظاہر ہوں گے کہ بجز نبی کے کسی پر ظاہر نہیں ہو سکتے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا فلا یظھر علی غیبہ ا حد الّا من ار تضی من رسول یعنی خدا اپنے غیب پر کسی کو پوری قوت اور غلبہ نہیں بخشتا جو کثرت اور صفائی سے حاصل ہو سکتا ہے بجز اس شخص کے جو اسکا برگزیدہ رسول ہو اور یہ بات ایک ثابت شدہ امر ہے کہ جس قدر خدا تعالی نے مجھ سے مکالمہ و مخاطبہ کیا ہے اور جس قدر امور غیبیہ مجھ پر ظاہر فرمائے ہیں تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو آج تک بجز میرے یہ نعمت عطا نہیں کی گئی۔ اگر کوئی منکر ہے تو بار ثبوت اس کی گردن پر ہے

غرض اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے ایک ہی فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں ہی مخصوص کیا گیا اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں کیونکہ کثرت وحی اور کثرت امور غیبیہ اس میں شرط ہے اور وہ شرط ان میں نہیں پائی جاتی اور ضرور تھا کہ ایسا ہوتا تا کہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی صفائی سے پوری ہو جاتی

(حقیقۃ الوحی۔ص ۳۹۰۔۳۹۱)

ناظرین غور کریں کہ مرزا صاحب آیت قرآنیہ سے اس امر کا ثبوت دیتے ہیں کہ نبی کے واسطے امور غیبیہ پر بکثرت اطلاع پانا ضروری ہے یعنی جس کو بکثرت اطلاع ملے وہ نبی ہے اور یہ وصف ساری امت محمدیہ میں (بجز مرزا صاحب) کسی بزرگ کو حاصل نہیں۔ اسلئے مرزا غلام احمد صاحب سے پہلے کوئی نبی نہ ہو سکا، نہ ہوا۔ اگر ہوئے تو مرزا غلام احمد قادیانی ہی ہوئے۔ اسی لئے نبوت مرزا ایک ایسا وصف ہے جو مخصوص بمرزا ہے۔

لاہوری جماعت مرزا غلام احمد صاحب کو محض مجدد کہتی ہے۔ وہ انصاف کرے کہ محض مجدد تو امت میں بہت سے ہوئے ہیں جن کو محمدی و احمدی سب تسلیم کرتے ہیں۔ پھر ان میں کیا کمی تھی کہ وہ نبی کے لقب سے محروم رہے اور مرزا صاحب قادیانی میں کیا مزیت تھی کہ وہ نبی ہو گئے۔

بہرحال یہ ایک سوال ہے۔ نبی ہوئے، یا نہ ہوئے۔ اس سے ہماری بحث نہیں۔ سب سے مقدم یہ

دیکھنا ہے کہ جس آیت سے مرزا صاحب قادیانی دلیل لائے ہیں وہ مجددین کے حق میں ہے یا انبیاء ورسل (سلا م الله علیهم) کے حق میں۔

کچھ شک نہیں کہ انبیاء کرام کے حق میں ہے پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش کردہ دلیل سے یہی ثابت ہے کہ وہ اپنے ادعاء نبوت کا ثبوت پیش کرتے ہیں جس پر کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

یار ما امسال دعوائے رسالت کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

نوٹ

مولوی محمد علی صاحب نے جو عقاید لکھے ہیں ان کی طرف سے ہمیشہ پیش ہوتے ہیں، اور ہماری طرف سے جوابات دیئے جاتے ہیں۔ انہی شائع کردہ عقاید کے جوابات اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۳۳ء میں مفصل درج ہو چکے ہیں مگر ہمیں اس بحث کی طوالت میں جانے کی ضرورت نہیں جبکہ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ ہمارے سامنے ہیں کیونکہ: مدعی لاکھ پہ بھاری ہے شہادت تیری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۶ ذی قعد ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۴ ص ۶۔۷)

مسیح پھر زمین پر

جناب مولوی محمد شفیع قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ سے لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰؑ کا نزول دمشق میں:

حضرت عیسیٰؑ کا دمشق یعنی علاقہ شام وفلسطین میں اتارا جانا کیوں ضروری ہوا؟

سو جواباً عرض ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اسی علاقے سے آسمان پر چڑھائے گئے اسی لئے پھر اسی علاقے میں اتارا جانا ضروری ہے۔

حضرت عیسیٰؑ کا دو فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھ کر منارہ پر اترنا اور سر کے بالوں سے قطروں کا ٹپکنا:

یہ جورسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب عیسیٰؑ دمشق کی جامع مسجد کے منارہ پر دوفرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھے ہوئے اتریں گے،تو آپؑ کے سر سے قطرے ٹپکتے ہوں گے اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان کی طرف سے نازل ہوں گے، نہ کہ کسی ملک یا شہر سے آ کر دمشق میں داخل ہوں گے۔ کیونکہ اگر کوئی شخص زمین کے کسی حصہ سے سفر کر کے آتا ہے،تو اس پر گردوغیرہ کے نشانات پائے جاتے ہیں،مگر جو شخص آسمان سے نازل ہوگا اس پر آسمانی نشانی یعنی پانی کا اثر پایا جائے۔ اس سے کسی کو انکار نہیں ہے کہ پانی ہمیشہ آسمان ہی سے برستا ہے کما قال اللہ تعالیٰ:

و انـزل مـن السـمـاء مـاء فأخرج به من الثمرات رزقاً لكم فلا تجعلوا لله انداداً و انتم تعلمون ۔ (البقرة: ٢٢)۔

و ما انزل الله من السماء من ماء فا حيا به الارض بعد موتها و بث فيها مل كل دابة .(البقره:١٦٤)

غرض بے شمار آیات قرآنی اور مشاہدہ صاف صاف بتا رہا ہے کہ پانی ہمیشہ آسمان ہی سے برسا کرتا ہے۔

فرشتوں کے پروں پر ہاتھ رکھ کر اترنا صاف بتا رہا ہے کہ عیسیٰ اس بستی (یعنی آسمان) سے آرہے ہیں کہ جہاں فرشتے سکونت رکھتے ہیں۔

حضرت عیسیٰ کی شادی، اولاد، وفات اور تدفین:

یہ جورسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر اتریں گے،شادی کریں گے،اولاد ہوگی، پھر فوت ہوں گے اور میرے ساتھ میرے مقبرے میں دفن کئے جائیں گے،تو اس کا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی زندگی کے دو دور ہیں۔

زندگی کے پہلے دور میں حضرت عیسیٰؑ نے نہ تو شادی کی، نہ ہی اولاد ہوئی، نہ ہی وفات پائی،اور نہ ہی دفن ہوئے۔ ہاں زندگی کے دوسرے دور میں تلافی مافات کریں گے۔

اگر یہ مطلب نہ لیں تو پھر ایسی عام باتوں کا ذکر کرنا جو کہ روزانہ دنیا میں ہوتی رہتی ہیں (یعنی لوگ

شادی کرتے ہیں، اولادیں ہوتی ہیں، وفات پاتے ہیں، اور دفن کئے جاتے ہیں) ایک بے معنی سا ہو جاتا ہے جو کہ رسول اللہ ﷺ و ما ینطق عن الھوی ان ھو الّا و حی یو حی کی شان سے بعید ہے۔

اس حدیث سے یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین پر نہیں ہیں بلکہ زمین سے دوسری طرف یعنی آسمان پر تشریف فرما ہیں، اور قیامت کے نزدیک زمین پر اتریں گے۔ اور دوسرے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے ابھی وفات نہیں پائی کیونکہ اگر وفات پائی ہوتی تو ان کی قبر کا پتہ ہوتا، اور محمد ﷺ ان کا آئندہ زمانے میں وفات پانے اور اپنے ساتھ مدفون ہونے کا ذکر نہ فرماتے۔ اور صحابہ اس حدیث کو روایت ہی نہ کرتے بلکہ صحابہ جو یہود سے مسلمان ہوئے تھے انہوں نے حضرت عیسیٰؑ کا محمد ﷺ کے ساتھ دفن ہونا تورات سے بھی نقل کیا ہے جیسا کہ امام ترمذیؒ نے روایت کیا ہے:

و عن عبد الله بن سلا م قا ل مکتو ب فی التو راة صفة محمد و عیسی بن مر یم ید فن معه قا ل ابو مو دود و قد بقی فی البیت مو ضع قبر (مشکوۃ ص ۵۰۷

باب فضائل سید المرسلین ﷺ (ترجمہ) (حضرت عبداللہ بن سلام نے کہا کہ تورات میں محمد ﷺ کی صفت لکھی ہوئی ہے اور یہ بھی لکھا ہوا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم بھی آپ ﷺ کے ساتھ ہی دفن کئے جائیں گے۔

ابو مودود جو کہ اس حدیث کا ایک راوی ہے اور مدینہ کا باشندہ ہے کہتا ہے کہ جس گھر یعنی حجرہ میں محمد ﷺ کی قبر مبارک ہے وہاں ایک قبر کی جگہ باقی پڑی ہے)۔

اب گویا حضرت عیسیٰؑ کا محمد ﷺ کے ساتھ دفن ہونا اللہ کے کلام (تورات) سے بھی ثابت ہو گیا و الحمد لله علی ذا لك

دوسرے یہ بات بھی سب لوگوں کو معلوم ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنی زندگی کے پہلے دور میں شادی نہیں کی جس کا نتیجہ اولاد ہوتی ہے جو نہ ہوئی۔

رسول اللہ ﷺ نے آپؑ کے دوبارہ نازل ہو کر زندگی کے دوسرے دور میں شادی کرنے کا ذکر فرمایا ہے، تاکہ لوگوں پر یہ بات بالکل واضح اور روشن ہو جائے کہ یہ وہی مسیح ابن مریم آئے گا جو کہ پہلے ہو چکا ہے اور آسمان پر اٹھایا جا چکا ہے اور کوئی نیا مسیح نہیں آئے گا بلکہ وہی پہلا مسیح ابن مریم ہوگا جس نے اس وقت

شادی نہیں کی تھی اور وہ آسمان پر اٹھایا گیا۔اب دوبارہ نازل ہوکر شادی کرے گا اور اولاد ہوگی۔

پھر اپنی عمر طبعی کو پہنچ کر حضرت عیسیٰؑ وفات پائیں گے اور رسول اللہ ﷺ کے ساتھ دفن کئے جائیں گے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے اور تورات شریف میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

خاتمہ: مجھے یہ مضمون لکھنے کی ضرورت کیوں پڑی۔سوعرض ہے کہ آج کل عام طور پر دیکھا جا رہا ہے کہ لوگ اپنی ناقص عقل کے بل پر خدا اور خدا کے رسول محمد ﷺ کے احکام کو اور پیش گوئیوں کو طرح طرح کی تاویلوں بلکہ تحریفوں سے ٹال رہے ہیں اور جھوٹے مدعیوں کو مختلف موڑوں اور توڑوں سے سچا کرنے میں شب و روز لگے ہوئے ہیں، حالانکہ اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ نے جو کچھ بطور پیش گوئی کے یا بطور حکم کے فرمایا ہے، وہ بالکل درست اور بجا ہے۔اور ہر پیش گوئی اپنے لفظوں میں پوری ہوتی رہتی ہے اس میں کسی تاویل اور تحریف کی ضرورت نہیں ہوتی جیسا کہ میں قبل ازیں ایک پیش گوئی کو اس کے اپنے الفاظ میں پورا ہونا ثابت کر چکا ہوں اور وہ مضمون جس میں مذکورہ پیش گوئی کا پورا ہونا ثابت کیا گیا ہے آپ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۵ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۴ھ کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں بعنوان چودھویں صدی کا مجدد کون ہے؟ ملاحظہ فرما سکتے ہیں۔

میرا یقین ہے کہ جیسا وہ پیش گوئی اپنے لفظوں میں پوری ہوئی انشاءاللہ حضرت عیسیٰؑ والی پیش گوئی بھی اپنے لفظوں میں اپنے وقت پر پوری ہوکر رہے گی۔

عرض: سب سے آخر میری یہ عرض ہے کہ ہر مسلمان کو لازم ہے کہ وہ جب اللہ اور اللہ کے رسول محمد ﷺ کا کوئی فرمان یا پیش گوئی سنے، تو دل سے اس کے سچا ہونے کا یقین کرلے۔ہاں اگر اس کی لم یا کنہ کا کھوج لگانا چاہتا ہے تاکہ اسے مزید اطمینان حاصل ہو تو وہ ایسے طریقہ پر کھوج لگائے کہ جس سے انکار یا تحریف نہ نکلے بلکہ وہ ایسی توجیہ ہو جو کہ دوسری آیات اور احادیث کے مخالف نہ ہو، اور نہ ہی کسی آیت یا حدیث پر زد پڑتی ہو۔اگر یہ بھی نہ ہو سکے تو والعلم عند اللہ کہہ کر خاموش ہو رہے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء مطابق ۶ ذی قعد ۱۳۵۴ھ نمبر ۳۳ جلد ۱۴ ص ۷-۸)

بارقۃ السیف۔ ۷

حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

مشہور حدیث لا نبی بعدی نے خاتم النبیین کے بعد کسی جدید نبی کا امکان بھی باقی نہیں چھوڑا تھا۔ باوجود اسکے ہر صدی میں بعض مخبوط الحواس حضرات نے جھوٹی نبوت کا دعوی کر ہی ڈالے۔ اور اپنے خلاف آیات واحادیث کی الٹی سیدھی تاویلیں کر ہی ڈالیں۔

اس صدی کے متنبّی امت (مرزا غلام احمد قادیانی) نے کہا کہ حدیث لا نبی بعدی میں لفظ بعد، مخالفت کے معنی میں ہے۔ یعنی نبی ہمیشہ آتے رہیں گے لیکن میرا مخالف کوئی نہ ہوگا۔ سب میری موافقت کریں گے۔ اس دعوی پر دو دلیلیں پیش کیں:

دلیل اول: سورۃ جاثیہ میں آیا ہے بای حدیثٍ بعد اللہ و آیاتہ یؤمنون (پ۲۵) اللہ کے بعد کا کیا مطلب؟ کیا اللہ کے فوت ہو جانے کے بعد؟ یا اس کی غیر حاضری میں؟ نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اللہ کے خلاف اور کون سی باتیں ماننے کے قابل ہیں؟۔ (احمدی پاکٹ بک۔ ص۵۳۵)

جواب: لغت عربی میں بعد کے معنی مخالفت کے نہیں لکھے ہیں، نہ اہل زبان سے اس کی کوئی نظر موجود ہے۔ زبان عربی بحمد اللہ زندہ زبان ہے اور اس کے جاننے والے ابھی صفحہ ہستی پر موجود ہیں۔ لیکن جو لوگ دمشق کے معنی قادیان، دجال کے معنی ریل گاڑی کریں، کسر صلیب سے فروغ صلیب، احمد سے غلام مراد لیں۔ وہ بعد کے معنی مخالفت چھوڑ کر کچھ اور کر لیں، تو کون ان کا منہ بند کر سکتا ہے؟

اب حدیث لا نبی بعدی کے معنی دوسری حدیثوں سے ملاحظہ ہوں۔

صحیح بخاری میں ہے: لم یبق من النبوۃ۔ (مشکوۃ ص۳۸۶)

یہاں بعد کا لفظ موجود نہیں ہے لیکن ہر قسم کی نبوت کی نفی ہے۔ کوئی نیا نبی نہ موافق آئے گا نہ مخالف۔

مسلم شریف میں ہے: انّی آخر الانبیاء (ص۴۴۶۔ ج۱)۔

پس اگر کوئی نبی نیا (گو موافق ہی سہی) آ جائے تو آپ کی آخریت باقی نہیں رہتی

سنن ابوداؤد اور سنن ترمذی میں ہے :

انا خا تم النبیین لا نبی بعدی (مشکوۃ۔ص۴۵۷)

یہاں لا نبی بعدی کے ساتھ ہی وصف خاتم النبیین بھی مذکور ہے جو بعد کے معنی مخالفت کے لینے کی تردید کرتا ہے کیونکہ نئے موافق نبی کا آنا ختم نبوت کے منافی ہے۔

مسند احمد اور سنن ترمذی میں ہے:

انّ الرّ سا لۃ و النبوّۃ قد انقطعت فلا رسو ل بعدی و لا نبی (ابن کثیر۔ج۸ص۸۹)

یہاں بعد کے معنی مخالفت کے لینے کی تردید انقطعت سے ہو رہی ہے۔آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ (موافق ومخالف ہر قسم کی) رسالت ونبوت بند ہوگئی۔ پس میری رسالت ونبوت کے بعد نہ تو کوئی رسول ہی ہوگا اور نہ نبی۔

اب سورۃ جاثیہ کی آیت مذکورہ کی تحقیق سنئیے :

قرآن مجید عربی زبان ہے اس زبان کو جاننے کے کے لئے بہت سے فنون (جو قرآن مجید کے خادم ہیں) حاصل کرنے کی ضرورت ہے۔ منجملہ ان کے ایک فن علم معانی کا ہے۔اس علم میں ایک باب ایجاز کا ہے جس میں لفظ اصل مراد سے کم لیکن کافی ہوتا۔اس کی دوسری قسم ایجازِ حذف ہے، جس میں کچھ محذوف ہوتا ہے۔ آیت مذکورہ اسی قبیل سے ہے اور بعد اللہ میں بعد کا مضاف الیہ محذوف ہے۔چنانچہ تفسیر معالم وتفسیر خازن میں ہے:ای بعد کتاب اللہ ۔

اور تفسیر جلالین وتفسیر بیضاوی وتفسیر کشاف وتفسیر سراج منیر وابوالسعو د وتفسیر فتح البیان وتفسیر ابن جریر میں ہے: ای بعد حد یث اللہ و ھو القر آن

یعنی کس بات پر اللہ کی بات کے بعد اور اس کی آیتوں کے بعد ایمان لائیں گے؟

اس کی تائید دوسری آیت سے بھی ہوتی ہے۔سورہ اعراف ومرسلات میں ہے

فبایّ حد یث بعدہ یو منو ن .(پ۹ ، پ ۲۹)

ای فبای کلا مٍ یو منو ن بعدہ۔ (ابن کثیر)(یعنی کس کلام پر اس کلام کے بعد ایمان لائیں گے؟)

قرآن پاک میں بعد کی اضافت اللہ کی طرف بہت سے مقامات میں موجود ہے اور ہر جگہ اس کا مضاف الیہ محذوف ہے اسی سورۃ جاثیہ میں ہے:

فمن یھدیه من بعد الله (پ۲۵) ای بعد اضلال الله ایاہ (جلالین بیضاوی مدارک کشاف ابوالسعود وغیرہ) یعنی کون ہدایت دے گا اسے بعد گمراہ دینے خدا کے اسے)۔

سورہ شوریٰ میں ارشاد ہے و من یضلل الله فما له من ولیّ من بعده (پ۲۵) ای بعد اضلال الله ایاہ (خازن معالم مدارک جلالین) یعنی جس کو اللہ گمراہ کردے اس کا کوئی ولی نہیں ہے بعد گمراہ کردینے اللہ کے اسے۔

سورہ فاطر میں ہے و ما یمسك فلا مرسل له من بعده (پ۲۲) ای بعد امساکه (جلالین بیضاوی مدارک کشاف) یعنی خدا اپنی جو رحمت روک لے تو کوئی اس کا جاری کرنے والا نہیں ہے بعد روک لینے اللہ کے۔

نیز اسی سورۃ میں ہے: ان امسکھما من احد من بعده (پ۷) ای من بعد امساکه (فتح البیان ابو السعود کشاف مدارک) (یعنی آسمان وزمین کو کوئی تھام نہیں سکتا بعد تھام لینے اللہ کے)۔

سورہ آل عمران میں ہے و ان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعده (پ۴) ای بعد خذلانه (جلالین بیضاوی مدارک کشاف ابوالسعود) یعنی اگر خدا تمکو ذلیل کردے تو کون تمہاری مدد کریگا بعد ذلیل کردینے اللہ کے تم کو

اسی طرح نبی کریم ﷺ کی بعض دعائیں جو حدیثوں میں آئی ہیں ان میں ایجازِ حذف ہے دعا نوم میں وارد ہے

انت الآخر فلیس بعدك شیء (مسلم ج ۲ ص ۳۴۸)

ای بعد آخریتك (مرقاۃ ج ۳ ص ۱۰۸) یعنی تو ہی آخر ہے تیری آخریت کے بعد کوئی شئے نہیں ہے۔

دوسری دعا میں آیا ہے:

فلا شیء بعده (مسلم ج ۲ ص ۳۵۰) ای بعد امرہ بالفناء.

اسی طرح حدیث لا نبوۃ بعدی (مسلم ج ۲ ص ۲۷۸) کے معنی ہیں۔ لا نبوۃ بعد نبوتی یعنی میری نبوت کے بعد کوئی نبوت نہیں ہے۔

مرزائیوں کی دوسری دلیل:

صحیح بخاری میں آیا ہے آپ نے فرمایا کذابین یخرجان بعدی

(پ۱۴، پ۱۷) یعنی دو جھوٹے نکلیں گے میرے بعد۔

حالانکہ مسیلمہ اور اسود عنسی دونوں آپ کی زندگی میں ہی مدعی نبوت بن کر آپ کے مقابلہ میں ظاہر ہو گئے تھے پس لامحالہ اس حدیث میں بعد کے معنی مخالفت کے ماننے پڑیں گے یعنی دو جھوٹے میری مخالفت میں خروج کریں گے۔ (احمدیہ ڈائری)

جواب: ا۔ یہاں بھی وہی ایجازِ حذف ہے اور بعد کا مضاف الیہ محذوف ہے ای یخرجان بعد نبوتی (فتح الباری پ۲۸ ص۵۰۷) یعنی میری نبوت کے بعد دونوں کا ظہور ہو گا چنانچہ مسیلمہ اسود عنسی کا ظہور آپ کے نبی ہو چکنے کے بعد ہی ہوا نہ قبل۔

اس محذوف پر قرینہ صحیح بخاری کی دوسری حدیث ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: الکذابین اللذین انا بینھما (پ۱۷، پ۲۸) یعنی وہ دونوں جھوٹے مدعی نبوت کہ ان دونوں کے درمیان میں موجود ہوں اسی معنی کو واضح کرنے کے لئے امام بخاری نے حدیث یخرجان بعدی کے متصل ہی انا بینھما کی روایت ذکر کی ہے دیکھو کتاب المغازی پ ۱۷۔

۲۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ جملہ یخرجان بعدی میں بعدی کا لفظ کسی راوی نے بڑھایا ہے فلا عبرۃ بہ۔ اور اس پر قرینہ یہ ہے کہ امام بخاری نے دو مقامات پر لفظ بعدی کو ذکر ہی نہیں کیا بلکہ حذف کر دیا ہے اور حدیث کو یخرجان پر ختم کر دیا ہے دیکھو باب قصہ اسود عنسی پ۱۷۔ اور باب اذا طار الشیء فی المنام، پ ۲۸۔ پس اصل الفاظ انا بینھما کا متعین رہا۔

حاصل کلام یہ کہ کتاب وسنت ولغت عرب میں لفظ بعد مخالفت کے معنی میں نہیں آتا وھو المراد فالحمد للہ

اجرائے نبوت پر مرزائیوں کی ایک اور دلیل

سورہ حج کے آخری رکوع میں ہے: اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس اس میں یصطفی فعل مستقبل ہے جس سے انسانوں میں آئندہ پیغمبروں کا آنا صاف ثابت ہے

(احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۹۷)

جواب: آیت مذکورہ میں فعل یصطفی مستقبل کے لئے نہیں ہے بلکہ اس میں حکایت ہے حال ماضی کی جیسے آیت فریقاً تقتلون (پ ا۔ بقرہ) میں۔ اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اے یہودیو! تم آنحضرت ﷺ کے بعد آنے والے پیغمبروں کو قتل کرو گے بلکہ زمانہ گذشتہ کے حال کی حکایت فرمائی ہے۔ اسی طرح آیت مذکورہ میں اللہ نے اپنی سنت ماضیہ بیان فرمائی ہے اور اس پر قرینہ اور دلیل قرآن مجید کی وہ دوسری آیات ہیں جن میں اللہ تعالیٰ نے ان مصطفیٰ اور برگزیدوں کا نام لے کر بیان فرما دیا ہے چنانچہ حضرت ابراہیمؑ کا ذکر کر کے فرمایا

و من یرغب عن ملة ابراهیم الّا من سفه نفسه، ولقد اصطفینا ه فی الد نیا ۔ و انه فی ا لآ خرة لمن الصا لحین (البقرہ: ۱۳۰)

موسیٰ کو خطاب فرمایا :یا موسی انی اصطفیتك علی الناس (الاعراف :۱٤٤)

حضرت ابراہیمؑ واسحاقؑ ویعقوبؑ کا ذکر کر کے فرمایا

و انهم عند نا لمن المصطفین ا لا خیار (ص : ٤٧)

آل عمران میں فرمایا: ان اللـه اصطفی آ د م و نو حاً و آ ل ابرا هیم و آ ل عمرا ن علی العالمین (آ ل عمرا ن : ٣٣) .

انہیں پیغمبروں کا اجمالی تذکرہ آیت الله یصطفی.. الخ میں ہے

اور آیت سورۃ انعام الله اعلم حیث یجعل رسا لته (پ ۸) میں بھی ۔

اس میں بھی فعل یجعل استقبال کے لئے نہیں ہے بلکہ حال ماضی کی حکایت ہے۔ جس پر قرینہ او تی رسل الله فعل ماضی ہے جو اس سے قبل متصل ہی مذکور ہے۔ کافروں نے گذشتہ رسولوں جیسی باتیں چاہی تھیں انہیں رسولوں کی بابت حیث یجعل رسا لته فرمایا گیا ہے نہ یہ کہ محمد ﷺ کے بعد کوئی جدید نبی آئے گا اور نہ کسی پیغمبر کے آنے کی کوئی ضرورت ہی ہے۔ باقی جواب محمدیہ پاکٹ بک میں از صفحہ ۳۲۶ تا ۳۳۰ ملاحظہ ہو۔

مرزائیوں کی ایک اور دلیل:

سورہ آل عمران میں ہے ما کان اللہ لیذر المومنین علی ما انتم علیہ حتی یمیز الخبیث من الطیّب و ما کان اللہ لیطلعکم علی الغیب و لکن اللہ یجتبی من رسلہ من یشاء (آل عمران:۱۷۹) اس میں بھی یجتبی فعل مستقبل ہے جس سے آئندہ زمانہ میں رسولوں کا آنا ثابت ہوتا ہے (احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۹۹)

جواب: اس آیت میں بھی یجتبی زمانہ مستقبل کے لئے نہیں بلکہ اس میں بھی حکایت ہے حال ماضی کی۔ دلیل اس پر وہ دوسری آیتیں ہیں جن میں ان مجتبی رسولوں کا نام لے لے کر بیان کر دیا گیا ہے فرداً فرداً بھی اور یکجائی طور پر بھی ۔فرداً فرداً ملاحظہ ہو۔حضرت آدم کے لئے اجتباہ سورۃ طہ میں آیا ہے۔حضرت ابراہیم کے لئے اجتباہ سورہ نحل میں مذکور ہے۔حضرت یونسؑ کے لئے اجتباہ سورہ قلم میں موجود ہے۔یکجائی طور سے دیکھئے سورہ مریم میں دس پیغمبروں (زکریا یحیٰ عیسیٰ ابراہیم اسحاق یعقوب موسیٰ ہارون اسماعیل ادریس) کے ذکر کے بعد آیا ہے ممن ھدینا و اجتبیناہ (پ۱۶) اور سورہ انعام میں اٹھارہ پیغمبروں (ابراہیم،اسحاق،یعقوب، نوح،داؤد،سلیمان،ایوب،یوسف،موسیٰ،ہارون،زکریا،یحیٰ،عیسیٰ،الیاس،اسماعیل،الیسع،یونس،لوط) کا تذکرہ کر کے فرمایا

اجتبیناھم و ھدیناھم الی صراط مستقیم (پ۷)

انہیں رسولوں کا تذکرہ اجمالاً آیت

لکن اللہ یجتبی من رسلہ۔(پ۴) میں آیا ہے۔اور یہ وہ لوگ ہیں جو دنیا خالی کر گئے

تلک امۃ قد خلت . (بقرہ)

کوئی آسمان پر زندہ اٹھالیا گیا اور کوئی زیر زمین دفن کر دیئے گئے۔آنحضرت ﷺ کے بعد اب کوئی جدید نبی نہیں آئے گا،باقی جواب محمدیہ پاکٹ بک میں از صفحہ ۲۳۰ تا ۲۳۲ ملاحظہ فرمائیے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۱۳۔ذی قعد ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۵ ص ۶۔۸)

انتخاب الاخبار:

انجمن حمایت اسلام لاہور نے کثرت رائے سے پاس کر دیا ہے کہ مرزائی (ہر دو صنف) انجمن مذکور کے ممبر نہیں رہ سکتے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۱۳۔ ذی قعد ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۵ ص ۲)

انجمن حمایت اسلام اور مرزائیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کچھ دنوں سے باغیرت ممبران انجمن مذکور نے تحریک اٹھائی ہے کہ اس انجمن کو مرزائیت کے عنصر سے صاف کیا جائے یعنی کوئی مرزائی انجمن کا ممبر نہ رہ سکے گا

لاہوری جماعت مرزائیہ نے سارے عیوب قادیانی پارٹی کے سر تھوپ کر اپنے آپ کو پاک صاف بتایا اس پر انجمن کی طرف سے لاہوری جماعت کے امیر پر چند سوالات پیش ہوئے مولوی محمد علی نے بحیثیت امیر جماعت احمدیہ لاہور مذکورہ سوالوں کے جواب دیئے۔ جوابات کیا ہیں، اخفائے حق کی مکمل سعی ہے۔ مسئلہ نبوت مرزا کے متعلق تو اخبار اہل حدث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۳۶ء میں ہم لکھ چکے ہیں۔ آج مسئلہ اقتداء پر کچھ لکھتے ہیں۔ مولوی محمد علی پر سوال ہوا جو مع جواب درج ذیل ہے:

سوال: کیا مرزا صاحب نے اپنی کتابوں میں یہ حکم دیا ہے کہ سوائے اپنے اماموں کے کسی دوسرے کے پیچھے نماز نہ پڑھیں؟

جواب: یہ حکم نہیں کہ کسی دوسرے مسلمان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ البتہ یہ حکم ہے کہ جو لوگ آپ کو کافر کہتے ہیں یا دجال اور مفتری قرار دیتے ہیں ان کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

اصل بات ہم بتاتے ہیں۔ اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ مرزا صاحب متوفی کے لفظوں میں۔ اس مضمون کا ایک سوال خود مرزا صاحب قادیانی کے سامنے پیش ہوا تھا۔ سوال کرنے والا کوئی غیر شخص نہ تھا، بلکہ ایسا شخص تھا جو مرتے دم تک لاہوری جماعت کا رکن اعظم رہا ہے۔ سوال کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں:

مورخہ ۱۰ جنور ۱۹۰۳ء کو خان محمد عجب خاں صاحب آف زیدہ کے استفسار پر کہ بعض اوقات ایسے

لوگوں سے ملنے کا اتفاق ہوتا ہے جو اس سلسلہ سے اجنبی اور ناواقف ہوتے ہیں ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں یا نہیں۔ (فتاوی احمدیہ۔ص ۱۹)

ناظرین غور کریں کہ سوال میں لفظ (اجنبی) موجود ہے جس کے معنی آپ لوگ جانتے ہیں کہ ایسا شخص جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں تصدیق یا تکذیب نہیں کرتا محض ناواقف ہے۔ ایسے شخص کے پیچھے بھی نماز پڑھنے سے مرزا صاحب نے منع کر دیا ہوا ہے جس کے متعلق مندرجہ ذیل عبارت ملاحظہ ہو:

جواب میں مرزا صاحب نے فرمایا :اول تو کوئی ایسی جگہ میں جہاں لوگ واقف نہ ہوں اور جہاں ایسی صورت ہو کہ لوگ ہم سے اجنبی اور ناواقف ہوں تو ان کے سامنے اپنے سلسلہ کو پیش کر کے دیکھ لیا اگر تصدیق کریں تو ان کے پیچھے نماز پڑھ لیا کریں ورنہ ہرگز نہیں اکیلے پڑھ لو خدا تعالی اس وقت چاہتا ہے کہ ایک جماعت تیار کرے پھر جان بوجھ کر ان لوگوں میں گھسنا جن سے وہ الگ کرنا چاہتا ہے منشاء الٰہی کی مخالفت ہے۔ (فتاوی احمدیہ۔ص ۱۹)

حضرات! مرزا صاحب کا یہ حوالہ دیکھ کر بتایئے کہ مولوی محمد علی کا یہ کہنا کہ:

احمدی یقیناً غیر احمدی کے پیچھے نماز ادا کر سکتا ہے (جواب نمبر ۵ بجواب سوال نمبر ۵ ،از میاں عبدالمجید صاحب بیرسٹرایٹ لاء)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تعلیم کے سراسر مخالف اور محض دفع الوقتی ہے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کا اپنا فتوی ہے کہ مصدقین کے سوا کسی کے پیچھے نماز نہ پڑھو (حوالہ مذکور۔فتاوی احمدیہ)

<u>نوٹ:</u>

ہمیں (اس بزرگ) مولوی محمد علی صاحب لاہوری سے شکایت نہیں بلکہ انجمن سے ہے، جس نے ان جوابات کو تنقید کے لئے کسی ماہر لٹریچر کے سامنے پیش نہیں کیا۔ اگر کر دیتی تو ایسا غیر معقول فیصلہ نہ کرتی جو مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی طرح دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ (انجمن حمایت اسلام کا ریزولیوشن بروایت مولوی محمد علی یہ ہے کہ انجمن ہذا کو احمدیت سے کوئی تعلق نہیں نہ ہی انجمن کی پالیسی احمدیت نوازی کی ہو سکتی ہے)

کس قدر مقام حیرت ہے کہ فرقہ کا بانی تو نماز میں اقتداء غیر سے نہ صرف منع کرے بلکہ اس کو منشاء الٰہی کیخلاف

قرار دے مگر پیرو کار مولوی محمد علی جیسے امیر قوم اس سے انکار کر دیں تو سوائے اس کے کیا کہا جائے:

زمانہ باتو نسازد تو با زمانہ بساز

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ذی قعد ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۶ ص ۴-۵)

احرار کے مجاہد کا خواب پریشاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

لاہور کی مجلس احرار کے آرگن مجاہد ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء میں ایک مصنوعی خواب شائع ہوا تھا جس میں خواب بین نے جھوٹے نبیوں کی کانفرنس بلا کر مرزا صاحب قادیانی کے ذکر میں ہم دونوں (ثناء اللہ امرتسری، ابراہیم سیالکوٹی) کو مقدمہ مولوی عطاء اللہ شاہ میں قادیانیوں کا مددگار بتایا تھا۔ ہم نے اس خواب پر دو طرح سے تنقید کی۔ ایک تو مذہبی حیثیت سے بتایا کہ حدیث شریف میں جھوٹا خواب بنانے والے کو مفتری اکبر فرمایا گیا ہے۔ دوسرے ہم نے اپنا ذاتی طرز عمل بتایا تھا جس میں مفصل بیان کیا گیا تھا کہ ہم نے قادیانیوں کو مدد نہیں دی، بلکہ احرار کو مدد دی تھی۔ (اس کے بعد ہم نے صاف لفظوں میں لکھا تھا کہ جبتک مجلس احرار اس خواب سے بیزاری کا اعلان نہ کرے ہم اس مصنوعی خواب کی اشاعت کو بقول سعدی

نہ سگ دامنِ کاروانے درید ۔ کہ دہقاں ناداں کہ سگ پرورید

سمجھیں گے)۔

ہمارے خیال میں اس جواب کو مجاہد کے ذمہ دار افسروں نے صحیح سمجھا۔ اسی لئے مولوی داؤد صاحب غزنوی کو دفتر اہل حدیث میں بھیجا۔ آپ نے آ کر اپنا ایک نوٹ بغرض اشاعت ہم کو دیا۔ ہم نے کہا یہ تو ہماری ذات خاص کے متعلق ہے۔ حدیث شریف کے بموجب جو افتراء علی اللہ کیا گیا ہے کی تردید مجاہد میں ہونی چاہیے۔ موصوف نے کہا تردید بھی ضرور ہو جائے گی۔

مولوی داؤد صاحب موصوف تو سفر حجاز کو چلے گئے۔ امید ہے ان کے بعد انچارج دفتر اس فرض کو ادا کر دیں گے۔ خط معذرت درج ذیل ہے:

باسمہ عزوجل ۔ مکرم ومحترم مولانا ثناءاللہ صاحب

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔

اخبار مجاہد کی ۱۱ جنوری ۱۹۳۶ء کی اشاعت میں ایک مضمون انبیاء کانفرنس کے عنوان سے جوشائع ہوا، اوراس میں بعض کلمات آپ کے متعلق استعمال کئے گئے ۔ نائٹ اڈیٹر کی غلطی سے وہ مضمون شائع ہوگیا۔

مجلس کواس کی اشاعت کا دلی افسوس اور رنج ہے آئندہ انشاءاللہ ایسا نہیں ہوگا۔ مجلس احرار تو ہراس شخص کو عزت کی نظر سے دیکھتی ہے جس نے فتنہ مرزائیت کے استیصال کے لئے کچھ بھی خدمت سرانجام دی ہو آپ نے اس فتنہ کے استیصال کے لئے جوشاندار خدمات سرانجام دی ہیں وہ عدیم النظیر ہیں اس لئے یہ کیسے ہوسکتا ہے کہ مجلس کی طرف سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہو جس میں آپ کی تخفیف کا شائبہ بھی ہو میں امید کرتا ہوں کہ اس فتنہ کے استیصال کے لئے ہم مشترکہ طور پر کام کر کے اسلام کی ایک اہم خدمت سرانجام دے سکیں گے۔ والسلام،

محمد داؤد غزنوی جنرل سکرٹری مجلس احرار اسلام ہند۔ یکم فروری ۱۹۳۶ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ذی قعد ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۶ ص ۵)

کھلی چٹھی بنام میاں محمود احمد خلیفہ قادیان

مولوی قادر بخش خطیب جماعت اہل حدیث پٹیالہ لکھتے ہیں:

کیا مرزا محمود صاحب اس آیت پر عمل کریں گے اعدلوا هو اقرب للتقوى ۔ الآ یہ

۲۰ شوال ۱۳۵۳ھ کو محمد حسین صاحب مرزائی امام وخطیب جماعت مرزائیہ نے شہر پٹیالہ میں بندہ (قادر بخش) کے ساتھ ختم نبوت پر مناظرہ کیا تھا اور مناظرہ اس بات پر ختم ہوا تھا کہ اگر خاتم کا معنی کسی لغت کی کتاب میں آخر ھم ثابت ہوجائے تو محمد حسین مرزائی مرزائیت کو چھوڑ کر مسلمان ہوجائے گا ورنہ یک

صدروپیہ بطورانعام ادا کرے گا۔چنانچہ مناظرہ گاہ میں حاضرین کے روبرو مجمع البحار سے خاتم کا معنی بعینہ آخرھم دکھلایا گیا۔اس پر مرزائی مناظر محمد حسین صاحب نے بھی تسلیم کرلیا کہ حوالہ بالکل درست ہےاور جو اس کے حواری تھے انہوں نے بھی تسلیم کرلیا۔

اس پر بندہ (قادر بخش) نے کہا کہ آپ شکست نامہ تحریری دیں تاکہ اس کا مرافعہ آپ کے خلیفہ تک ہوسکے۔

چنانچہ حاضرین میں سے مرزائی صاحبان نے اور دیگر حاضرین بڑی فراخ دلی وحوصلہ سے شکست نامہ تحریر کردیا جس کو تقریباً عرصہ ایک سال کا ہوتا ہے۔لیکن محمد حسین صاحب مرزائی ابھی تک مرزائیت کو چھوڑ کر مسلمان نہیں ہوا، اور نہ حسب تحریر یک صدروپیہ بطورانعام ادا کیا ہے۔

لہذا آپ سے درخواست کی جاتی ہے کہ آپ چونکہ انکے خلیفہ ہیں اسلئے ان سے حسب تحریر مبلغ یک صدروپیہ دلادیں اگر وہ اس رقم کو از خود ادا نہ کرسکتا ہو تو آپ کچھ انتظام کرے رقم دلادیں۔لیکن اس رقم میں کسی مسکینہ کا مال نہ ہو جیسے لودہانہ کے انعامی مباحثہ کی سہ صدرقم میں مسماۃ فاطمہ کے پچاس روپئے تھے جو منشی قاسم علی نے ان سے لےکر تین سو پورا کیا تھا۔اثبات دعوی کے لئے مرزائی مناظر کے حواریوں کی تحریر درج کی جاتی ہے۔

منشی محمد حسین احمدی نے اقبال کرلیا ہے کہ خاتم النبیین کے معنی مولوی صاحب نے لغت کے حوالہ سے آخرھم دکھلا دیئے ہیں جو حسب شرائط نامہ ٹھیک ہیں ۔ ۱۳۔اکتوبر ۱۹۳۵ء ؟ ۔

گواہان: بقلم خود حسین خان۔العبد میاں امام الدین گلٹ ساز۔

العبد محمد صدیق۔العبد بابو شیر محمد خان احمدی۔ العبد مستری فتح محمد۔العبد شبیر حسین احمدی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ذی قعد ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۶ ص ۵۔۶)

کیا سارا ہندوستان مرزائی ہوگیا؟

(قادیانی اور لاہوری مرزائیوں سے سوال)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

احمدی دوستو! ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ کسی سوال کا جواب دینے سے جھجکا نہیں کرتے۔ہم یہ بھی

جانتے ہیں کہ ہماری بات قبول کرنے پر تم لوگوں نے کبھی توجہ نہیں کی۔ باوجود اس کے ہم آج ایک ضروری بات پیش کرتے ہیں لیکن تمہارے مزاج کا انداز ہ کر کے اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ خاص مرزا کے الفاظ سامنے رکھ کرتا کہ ہم دیکھیں کہ ہمارے سوال کا جواب تمہارے پاس کیا ہے۔ یہ نکتہ یادرکھو کہ غلط جواب دیتے ہوئے گو تم بہت سی باتیں کہہ جاؤ اور بہت کچھ لکھ جاؤ لیکن خدا کے نزدیک وہ قبول نہیں ہوگا وہاں تمہیں کہا جائے گا اقرأ كتابك كفى بنفسك اليوم عليك حسيباً

پس سنو! آج کل ہمارے ملک پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً طاعون بفضلہ تعالی معدوم ہے۔ نہ کسی اخبار میں طاعون کا ذکر ہوتا ہے، نہ سرکاری رپورٹوں میں ۔لہ الحمد۔اب سنیئے ! اپنے مجدد اپنے نبی ورسول مرزا غلام احمد قادیانی کا قول:

خدانے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب وہ تک خدا کے مامور اور رسول (یعنی خود بدولت ۔ثناء) کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہیں ہوگا۔ (رسالہ دافع البلاء ۔ص ۵)

پس ہمارا سوال یہ ہے کہ ہندوستان کے سب باشندوں نے رسول قادیانی کو مان لیا اگر نہیں مانا تو کیا قادیان کے لوگوں نے مان لیا ؟ ہاں یہ بھی بتادیجئے کہ پنجاب کے احرار بھی مرزا صاحب کی رسالت پر ایمان لے آئے؟ اگر لے آئے تو پھر کیوں ہر جمعہ کو خطبہ ان کے نام کا پڑھا جاتا ہے؟ صاد صاف جواب دو اور یمان سے بتاؤ کہ جو عذاب بقول تمہارے نبی اور رسول (مرزا) کے انکار کی وجہ سے آیا تھا وہ اسی انکار پر اصرار کرنے سے کیسے ہٹ گیا اور اس قول مرزا کے کیا معنی ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام غلط ہے..مگر ہم اس پر رائے زنی کرنے سے پرہیز کرتے ہیں آپ لوگوں کے جواب کا انتظار ہے دیکھیں کہ آپ لوگ حق گوئی اختیار کرتے ہیں یا اس شعر کے مصداق بنتے ہیں:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۲۷ ذی قعدہ ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۷ص ۷)

سوالات مرزائیہ متعلقہ حیات مسیح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم بارہا تحریراً وتقریراً اس امر کا اظہار کر چکے ہیں کہ مرزائیوں کے ساتھ ہمیشہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غلط پیش گوئیوں ان کے کذبات واختلافات ان کی باطل مسیحیت پر گفتگو ہونی چاہیے ۔ یہ وہ اصل الاصول ہے جس کے ٹوٹنے کی صورت میں مرزائیت کا تمام تانا بانا ادھر کر رہ جاتا ہے۔ نہ اس کے بعد مسئلہ حیات مسیح پر بحث کی حاجت، نہ ختم نبوت پر مناظرہ کی ضرورت ۔

اور بات بھی حق ہے کہ بفرض محال مسیح فوت ہو گئے ہوں اور نبوت جاری ہو تو کیا اس سے وہ صاحب، مسیح موعود بننے کے حق دار ہو جائیں گے جن کی جملہ متحدیانہ پیش گوئیاں غلط بلکہ اغلط ثابت ہوئیں ۔ جن کے تمام اصول دفعی الوقتی اور خود غرضی پر مبنی، تحریرات میں صدہا کذبات ہزارہا اختلافات خدا وانبیاء کی توہین انتہائی درجہ کی غیر شریفانہ گالیاں بھری پڑی ہوں ۔ اس طرہ پر طرفہ یہ کہ ان کی جسمانی صحت بھی مراق وہسٹیریا، دردگردہ، ذیابیطس، سل ودق ونامردی جیسی نامراد امراض کے باعث قابل رحم ہو:

بت کریں آرزو خدائی کی ۔ شان ہے تیری کبریائی کی

حیات مسیح کا مسئلہ کوئی ایسا بودا یا کمزور نہیں کہ ہم اس کے اثبات سے قاصر ہوں قرآن پاک کی بکثرت آیات، احادیث نبویہ کی بیسیوں بینات اس پر شاہد عادل ہیں ایسی کہ خود مرزا غلام احمد صاحب نے اس بحث میں اپنی کمزوری کا احساس کرتے ہوئے بدیں الفاظ میدان چھوڑا تھا:

۱۔ مجھ کو اس پہلو (حیات ووفات مسیح) سے بالکل نومیدی ہوئی پس خدا نے میرے دل میں ڈالا کہ میں دوسرا پہلو اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے دعوی کی ہے یعنی سچے ملہم ہونے کا ثبوت ۔

۲۔ اب پھر اسی بحث کو چھیڑنا محض شرارت اور بے ایمانی ہے ۔

(یہ دونوں حوالے اس شخص کو بتائے جائیں گے جو دفتر اہل حدیث اشاعت فنڈ کے لئے ۲۔ آنے بھیجے گا) ۔

پس ان اعلانات کے بعد خود مرزا صاحب یا ان کی جماعت کا اس مسئلہ کو چھیڑنا جیسا کہ حال ہی میں کسی مرزائی نے ہمارے بعض امرتسری احباب کے روبرو ۳۵ سوال، اس مسئلہ کے متعلق تحریراً پیش کئے ہیں بقول مرزا صاحب قادیانی سوائے شرارت اور بے ایمانی کے اور کوئی معنی نہیں رکھتے۔

مگر ہم بفضلہٖ ہر وقت اور ہر رنگ میں مرزائیت کی خانہ بر انداز تحریک کی دھجیاں فضا حق میں بکھیرنے کو آمادہ ہیں۔ ولہذا ان سوالات کے جوابات آئندہ اخبار میں درج ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۳۶ء مطابق ۴ ذی الحج ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۸ ص ۵۔۶)

بارقۃ السیف۔۸

حضرت مولانا ابوالقاسم سیف بنارسیؒ لکھتے ہیں:

امکان نبوت کی تردید:

گذشتہ شعبان میں پنجاب سے دو سوال بغرض جواب میرے پاس آئے تھے جو قادیانیوں کی پاکٹ بک صفحہ ۵۰۱ میں بھی موجود ہیں ان کے جوابات حسب ذیل بھیجے گئے ۔ پہلا سوال جس کی دو شقیں ہیں، یہ ہے:

آنحضرت ﷺ کے بعد نبی کا آنا سورہ نساء کی اس آیت سے ممکن معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اولئك الذين انعم الله عليهم من النبيين و ا لصد يقين و الشهداء و الصالحين (پ۵) .

اطاعت خدا ورسول سے مطیع اگر صدیق وشہید وصالح بن سکتا ہے تو نبی بھی بن سکتا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے باب نبوت کو آیت خاتم النبيين (احزاب) میں مسدود فرما دیا ہے اس لئے مطیع نبی نہیں بن سکتا اور باب صدیقیت وشہادت وصالحیت کو کھلا رکھا ہے۔ ارشاد ہے

و الذين آ منوا با لله و رسله اولئك هم الصد يقون و الشهداء (پ۲۷ ، حديد)

والذين آ منوا و عملو ا الصا لحات لند خلنهم فى الصا لحين (پ ۲۰ عنكبوت)

یعنی خدا تعالی اور اس کے رسولوں پر ایمان لانے اور عمل صالح کرنے والوں کو صدیق شہید اور صالحوں کا رتبہ ملیگا۔ اسلئے مطیع صدیق وشہید اور صالح بن سکتا ہے

مرزائیوں کی دلیل مذکور سے اگر مطیع نبی بن سکتا ہے تو جامع ترمذی کی حدیث

عن ابی سعید قال قال النبی ﷺ التاجر الصدوق الامین مع النبیین والصدیقین والشھداء (مشکوۃ ص ۲۳۵)

کی بنا پر ہر سچے امانت دار تاجر کو بھی نبی ہونا چاہیے۔ حالانکہ حدیث وآیت مذکورہ کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی قیامت کے روز ہر پکے فرمان بردار اور سچے تاجر کو نبیوں صدیقوں اور شہداء کی معیت ورفاقت مرحمت فرمائے گا جیسا کہ آیت مذکورہ کے آخر میں خود صراحت فرمادی ہے و حسن اولئك رفیقاً ۔ یہ معیت محض رفاقت لاغیر اور یہ قیامت کے روز ہوگی جیسا کہ دیگر حدیثوں میں یہ صراحت مذکور ہے۔ مسند احمد میں ہے:

عن معاذ بن انس قال قال النبی ﷺ من قرأ الف آیة فی سبیل اللہ کتب یوم القیامة مع النبیین و الصدیقین و الشھداء والصالحین ۔

یعنی جوشخص فی سبیل اللہ ایک ہزار آیتیں پڑھا کرے قیامت کے دن اسے نبیوں اور صدیقوں اور شہیدوں اور صالحوں کی معیت ورفاقت نصیب ہوگی۔

و عن عمرو بن مرّة الجھنی قال جاء رجل الی النبی ﷺ فقال یا رسول اللہ شھدت ان لا الہ الا اللہ و انك رسول اللہ و صلیت الخمس و ادیت زکوۃ مالی و صمت رمضان فقال من مات علی ھذا کان مع النبیین و الصدیقین و الشھداء یوم القیامة ھکذا و نصب اصبعیه (مسند احمد)

یعنی ایک صحابی نے آپ ﷺ سے عرض کی کہ میں کلمہ پڑھ چکا ہوں۔ نمازیں پڑھتا ہوں۔ زکوۃ دیتا ہوں، روزے رکھتا ہوں، آپ نے فرمایا کہ ان اعمال پر جس کو موت آجائے وہ قیامت کے دن نبیوں صدیقوں اور شہیدوں کی معیت اور صحبت میں اس طرح ہوگا جیسے یہ دونوں انگلیاں۔

اسی لئے مفسروں نے آیت مذکورہ کی تفسیر میں لکھا ہے

يجعله مرا فقاً لهم (ابن كثير) .مرا فقه اكر م الخلا ئق (بيضاوى)

مرافقة اقرب عباد الله (كشاف) . الحضور معهم (جلالين)

ان سب علماء نے مع کے معنی رفاقت اور حضور کے کئے ہیں۔ حضرت امام رازیؒ فرماتے ہیں:

اذا اراد وا الز يارة و التلا فى قد روا عليه فهذا هو المراد من هذه المعية .

(تفسير كبير ، كذا فى ابى السعود)

یعنی مطیعین جب نبیوں سے ملنا چاہیں گے تو مل سکیں گے، مع سے مراد یہی ہے۔

اس تفصیل سے سوال کی دوسری شق کی بھی حل ہو جاتی ہے جو یہ ہے:

جنت میں انبیاء کے درجے بہت بلند ہوں گے خاص کر آنحضرت ﷺ کا درجہ تو سب سے اعلیٰ و بالا ہوگا صدیق اپنے درجوں میں ہوں گے شہداء اپنے درجوں میں اور غریب مومن جنت کے کسی نچلے درجہ میں ہوں گے، تو معیت اور رفاقت کہاں ہوئی؟

یہی سوال سب سے پہلے حضرت ثوبانؓ صحابی نے کیا تھا۔ انہیں کے جواب میں آیت مذکورہ اتری تھی۔ حدیث میں ہے:

انـه قـال لـلـنبى ﷺ لا نرا ك يو م القيا مة لا نك فى الجنة فى الدر جا ت العلى . فقال ﷺ انت معى فى الجنة (در منثور)

انہوں نے کہا یا رسول اللہ ہم آپ کو قیامت کے دن نہیں دیکھ سکیں گے کیونکہ آپ جنت کے بلند درجوں میں ہوں گے آپ نے فرمایا تمہیں جنت میں میری معیت ملے گی۔

قـا ل حبشـیّ للنبى ﷺ ارأيت ان آمنت و عملت الى الكا ئن معك فى الجنة قال نعم (طبرانی کبیر) ایک حبشی نے پوچھا اے رسول خدا! اگر میرا ایمان صحیح اور عمل صالح ہو، کیا جنت میں مجھے آپ کی معیت نصیب ہوگی؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں ہوگی۔

قال رجل انى ا حب الله و رسو له فقا ل انت مع من ا حببت

(بخاری و مسلم) (یعنی ایک صحابی نے کہا کہ میں اللہ اور اس کے رسول کو دوست رکھتا ہوں آپ نے فرمایا جس سے تو محبت کرتا ہے اس کی معیت میں تو ہوگا)۔

و فی الترمذی عن انس قال من احبنی کان معی فی الجنة (مشکوۃ۔ص۲۲، ص ۴۱۸)(اورانس کی روایت میں ہے کہ جو مجھ سے محبت رکھے گا جنت میں میری معیت میں ہوگا)

و عن سھل قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم انا و کافل الیتیم فی الجنة ھکذا و اشار بالسبابة والوسطی ۔رواہ البخاری (مشکوۃ ۲۱۴)(آپ ﷺ نے فرمایا میں اوریتیم کا فیل جنت میں اسطرح ہوں گے جیسے یہ دونگلیاں (اشارہ سے دونوں کو اکٹھی کر کے بتایا)

وعن ربیعة قال قلت یا رسول اللہ اسألك مرافقتك فی الجنة قال فاعنی علی نفسك بکثرة السجود ۔ رواہ مسلم (مشکوۃ ص۷۶) (یعنی ربیعہ صحابی نے کہا کہ میں جنت میں آپ ﷺ کی رفاقت کا خواہاں ہوں آپ نے فرمانا نفلیں بہت پڑھا کرتم کو میری رفاقت ملے گی)

اب حدیثوں اوران جیسی بہت سی حدیثوں سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ غریب مومن جنت کے اندر خواہ کیسے ہی نچلے درجہ میں ہوگا اسے آنحضرت ﷺ کی رفاقت نصیب ہوگی۔آیت مذکورہ بالا کا مطلب بھی یہی ہے

دوسرا سوال:

آیت مذکورہ میں اگر مع کو من کے معنی میں مان لیا جائے جیسا کہ آیات مندرجہ ذیل میں ہے تو ہر مطیع، نبی بن سکے گا۔

جواب: کلام عرب میں مع بمعنی من نہیں آتا۔نہ ان آیتوں میں مع بمعنی من آیا ہے جو ذیل میں ذکر کی جاتی ہیں اسلئے کہ اگر مع بمعنی من آیا کرتا تو خود مع پر من داخل نہ ہوتا حالانکہ کلام عرب میں اسکا ثبوت ملتا ہے۔

لغت کی مشہور کتاب مصباح المنیر میں مع کے بیان میں ودخول من علیه نحو جئت من معه یعنی عرب جئت من مع القوم بولتے تھے۔پس مع پر من کا داخل ہونا اس امر کا ثبوت ہے کہ خود مع کبھی من کے معنی میں نہیں ہوتا۔

اب مرزائیوں کی دلیل والی آیتیں ملاحظہ ہوں

شیطان کے متعلق سورہ حجر میں وارد ہے : ابی ان یکون مع الساجدین(پ۱۴)

سورہ اعراف میں ہے: لم یکن مع الساجدین ۔(پ۸)۔دیکھو دونوں جگہ لفظ ساجدین آیا ہے لیکن

دوسری آیت میں بجائے مع کے من آیا ہے۔

جواب: اس کا یہ ہے کہ قرآن مجید میں ایک ہی واقعہ متعدد مقامات میں باسلوب مختلفہ اس لئے بیان کیا جاتا ہے کہ اس میں ایک خاص غرض اور حکمت ہوتی ہے

سنئیے !ابلیس لعین نے ایک ہی قصور نہیں کیا تھا، بلکہ تین جرم اس سے سرزد ہوئے تھے:

ا۔اس نے تکبر کیا تھا اسکا ذکر سورہ ص میں ہے استکبر ت ام کنت من العا لین۔

۲۔اس نے اللہ تعالی کے حکم کی خلاف ورزی کی تھی اس کا بیان سورہ اعراف کی آیت ذیل میں ہے لم یکن من السا جد ین

۳۔ اس نے جماعت سے مفارقت کی تھی اسکا حال سورہ حجر کی آیت ذیل میں ہے

ابی ان یکو ن من السا جد ین

کما فی فتح البیا ن ابلیس اللعین قد ادر ج فی معصیة وا حدة ثلا ث معا صی مخا لفة ا لامر ، و مفارقة الجماعة و ا لاستکبار .. الخ ۔

پس مع ہرگز من کے معنی میں نہیں ہے بلکہ دونوں کے فائدے الگ الگ ہیں۔

سوال نمبر دو کی دوسری شق:

منافقین کی توبہ کی بابت سورہ نساء میں مذکور ہے:

الا الذین تابوا..فاولئک مع المومنین (پ۵)

کیا یہ توبہ کرنے والے خود مومن نہیں ہیں بلکہ مومنوں کے ساتھ ہیں؟ نہیں بلکہ وہ مومنوں میں سے ہیں۔پس ثابت ہوا کہ مع بمعنی من آتا ہے

جواب: اس کا یہ ہے کہ المومنین میں الف لام عہد کا ہے اس سے مراد وہ لوگ ہیں جو شروع سے ہی خالص مومن تھے کبھی ان سے نفاق سرزد نہیں۔ان کی معیت میں وہ لوگ جنت میں ہوں گے جو پہلے منافق تھے پھر توبہ کر کے مومن بنے۔تفسیر ابوالسعو د وتفسیر جمل میں ہے:

مـع المو منين المعهو دين الذين لم يصدر عنهم نفاق ا صلاً منذآ منوا ۔ معهم فی الد ر جا ت العا لية من الجنة .

ترجمہ اس بیان ہو چکا

تفسیر ابن جریر میں ہے

یـد خـلهـم مع المو منين محل الكرا مة يسكنهم معهم مسا كنهم فی الجنة یعنی اللہ داخل کرے گا ان تائبین کو خالص مومنوں کے ساتھ کرامت کے محل میں اور بسائے گا ان تائبین کو ان مومنون کے ساتھ جنت میں ان کے مسکنوں میں۔

فتح البیان میں ہے؛ او لئك مصا حبو ن للمو منين

اور تفسیر مدارک و تفسیر کشاف میں ہے :فهم اصحا ب المو منين و رفاقهم -یعنی یہ توبہ کرنے مومنوں کی صحبت اور رفاقت میں ہوں گے

معلوم ہوا کہ مع اپنے اصل معنی مصاحبت کیلئے آیا ہے نہ بمعنی من۔

شق سوم سوال نمبر دو:

آیت آل عمران وتوفنا مع الابرار (پ۴) میں مع کو اگر من کے معنی میں نہ لو گے تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جب نیکوں کی جان نکلے تو ان کے ساتھ یا اللہ ہماری بھی جان نکال لینا وھو کما تری حالانکہ آیت کا مطلب یہ ہے کہ ہم کو نیک بنا کے مار۔ہم کو نیکوں سے کر۔پس ثابت ہوا کہ مع بمعنی من ہے۔وھو المطلوب

جواب اس کا امام رازیؒ نے یوں دیا ہے

وفـا تهـم مـعهـم هی ان يمو توا علی مثل اعمالهم حتی يكو نوا فی در جا تهم يـوم الـقيـا مة، قـد يـقول الر جل انا مع الشا فعی فی هذه المسئلة و یر يد به كونه مساوياً فی ذلك الاعتقا د

(تفسیر کبیر) یعنی ابرار کے ساتھ توفی کے معنی یہ ہیں کہ ان کے عملوں جیسے عمل پہ موت آئے تا کہ روز

قیامت ان کے سے درجوں میں ہوں۔عالم شخص بولتا ہے کہ اس مسئلہ میں امام شافعی کے ساتھ ہوں اوراس سے مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرااوران کا عقیدہ ایک ہے(نہ یہ کہ میں انکے ساتھ پیدا ہوایاپڑھتارہا)

اس لئے جملہ محققین مفسرین نے مـــع کو یہاں بھی مصاحبت کے لئے ہی تحریر کیا ہے تفسیر بیضاوی، تفسیر مدارک، تفسیر کشاف، سراج منیراورابوالسعو دمیں ہے

مخصوصين بصحبتهم .

ابن جریر لکھتے ہیں: ای ا حشر نا محشر هم و معهم

ابن کثیرفرماتے ہیں: ای الحقنا با لصا لحين

تفسیر جمل میں ہے: محشورين مع ا لا برار .

خلاصہ مطلب یہ کہ اے اللہ! ہمارا حشران نیک لوگوں کی صحبت اورمعیت میں کر۔ اللهم آ مين

پس ثابت ہوا کہ یہاں بھی مع بمعنی من نہیں ہےاورنہ کہیں بھی آیا ہے۔ و الله اعلم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸فروری ۱۹۳۶ءمطابق۴ذی الحج ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر۱۸ص ۶۔۸)

مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں

سائل مولانا محمد جمیل مفتی اعلی ریاست مانگرول کاٹھیاواڑ

۱۔ دہریت واحمدیت میں کیا فرق ہے۔

۲۔نیچریت واحمدیت میں کیا امتیاز ہے ۔

۳۔مادیت واحمدیت میں کیا تبائن ہے۔

آپ کی تفسیر وتایل اورکتب احمدیہ کے مطالعہ سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ ان میں کوئی فرق کوئی امتیاز کوئی تباین نہیں ہے،سب ایک ہیں اوران میں سے کسی ایک کوبھی اسلام اورقرآن سے دورکا واسطہ بھی نہیں۔بعض باتیں آپ کی تفسیر میں قدرت خدائے تعالی اورعقل انسانی کے تو خلاف ہیں ہی مشاہدہ کے بھی

خلاف ہیں۔ مثلاً انسان کا مچھلی کے پیٹ میں زندہ نہ رہنا، اور اتنی بڑی مچھلی کا جس میں سالم انسان گھس سکے نہ رہنا، اور اتنی بڑی مچھلی کا جس میں سالم انسان گھس سکے نہ ہونا، حالانکہ بہت سے مشاہدے ہیں کہ کئی روز بعد آدمی مچھلی کے پیٹ سے زندہ نکلے اور تا حال زندہ ہیں۔ کلکتہ ہی کا واقعہ ہے۔

نیز کرہ کا نہ ٹوٹنا، حالانکہ امریکہ میں ستارہ کے دو ٹکڑے علیحدہ علیحدہ ہوگئے اور لوگوں نے فوٹو بھی لئے ہیں۔

آپ نے خواہ مخواہ معجزہ شق القمر اور یونس کے مچھلی کے پیٹ میں نہ رہنے سے انکار کر کے آیات قرآن سے انکار کیا ہے۔ یہی احمدیت ہے۔ یہی دہریت ہے۔ یہ ہی نیچریت ہے۔ اسلام اور قرآن کہتا ہے: واللہ علی کل شیء قدیر۔ فافہم

۲۔ آپ اپنے ہر ایک اخبار اور تحریر و پمفلٹ میں ہمیشہ علماء پر سبّ وشتم کرتے رہتے ہیں۔ آپ کا ایک ٹریکٹ مجریہ ۱۹ نومبر ۱۹۳۵ء مجھ کو ملا جس میں آپ نے یہ فقرہ لکھا ہے: ایک دیوانگی کا شغف۔

آگے آپ لکھتے ہیں:

الا ماشاءاللہ ساری امت خوارج کے رنگ میں رنگین ہوگئی ہے۔

آپ نے اپنی خارجی جماعت احمدیہ کو مستثنیٰ کر کے دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کو اسلام سے خارج کر دیا ہے (مرزا صاحب مسلمانان دنیا کا شمار ۹۰ کروڑ لکھتے ہیں۔ تحفہ گولڑویہ طبع اول۔ ص ۶۷۔ ثناءاللہ) اور اتنا نہ معلوم ہوا کہ خوارج خارج شدہ کو کہتے ہیں۔ دنیا کے ستر کروڑ محمدیوں میں سے مٹھی بھر احمدی خارج ہو کر احمدیت کے بانی ہوئے ہیں نہ کہ محمدی احمدیت سے خارج ہوئے ہیں۔ تو احمدی جماعت خوارج کی جماعت ہے، نہ کہ محمدی۔ شقاق ونفاق تو مسلمانوں میں خود ڈالیں اور الزام علماء پر۔

اچھا یہ تو فرمایئے کہ آپ اور آپ کے پیر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علماء میں داخل ہیں یا خارج۔

آپ نے ایک آیت اور ایک حدیث علماء کے سامنے پیش کی ہے۔ کیا یہ آیت اور حدیث مرزا صاحب کو یاد نہ تھی، یا مرزا صاحب کی وحی نے اسے منسوخ کر دیا تھا۔ کیا آپ کو یہ آیت اور حدیث یاد نہیں جو مرزا صاحب کی تصانیف کی اشاعت کر کے دنیا کے ستر کروڑ مسلمانوں کو کافر و جہنمی بنا رہے ہو۔ آپ نے فی الحقیقت کا فرگر مرزا کی پوری اتباع کی ہے مگر ذرا ادب کر۔ مرزا صاحب صاف وصریح فرماتے ہیں:

ہر اک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں وہ مسلمان نہیں ہے۔

(حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)

ایضاً۔ یہ عجیب بات ہے کہ آپ کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے

ایضاً۔ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقۃ الوحی ص۱۶۳)

ایضاً۔ کافر کا لفظ مومن کے مقابلہ پر ہے اور کفر دو قسم پر ہے

۱۔ ایک یہ کہ کفر ایک شخص اسلام ہی سے انکار کرتا ہے۔ اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا

۲، دوسرے یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود (مرزا) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹا جانتا ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (ص۱۷۹)۔

کیوں احمد یو! تم اپنے مرشد کے فتوے کے مطابق دنیا کے مسلمانوں کو ایسا ہی مانتے ہو۔ یہ حوالہ جات مرزا صاحب قادیانی کی آخری تصنیف حقیقۃ الوحی کے ہیں اس کے بعد کی کوئی تصنیف نہیں ہے۔ جواب تو دو کون کافر بنا رہا ہے۔

حاشیہ اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶۔ ایضاً۔ اب دیکھو کہ خدا نے میری وحی اور میری تعلیم اور میری بیعت کو .. مدار نجات ٹھہرایا ہے۔

کیوں احمد یو! تمہارے نزدیک تمہارے مسیح موعود کے فتوے کے مطابق محمد ﷺ کی وحی اور تعلیم اور بیعت مدار نجات ہے یا نہیں۔ اگر نہیں اور ضرور نہیں تو تم دنیا کے کروڑھا مسلمانوں کو کافر بنا رہے ہو یا نہیں ۔اگر نہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی ایسی گندی کتابوں کی اشاعت کیوں کرتے ہو۔

معیار الاخیار صفحہ ۸۔ مجھے (مرزا) خدا کا الہام ہے جو شخص تیری پیروی نہ کرے گا اور تیری بیعت میں داخل نہ ہو گا اور تیرا مخالف رہے گا وہ خدا رسول کی نافرمانی کرنے والا جہنمی ہے۔

چونکہ مرزا صاحب اپنے نہ ماننے والوں کو کافر اور جہنمی سمجھتے تھے اس لئے اپنی امت ضالہ کو حکم دیتے ہیں کہ مسلمانوں کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔

اربعین نمبر ۳ صفحہ ۲۸۔ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدانے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو بلکہ چاہیے کہ تمہارا وہی امام ہو جو تم میں سے ہو

کیوں احمد یو! تمہارا عقیدہ اور عمل اپنے پیر کے فتوے پر ہے یا نہیں۔ اگر نہیں تو بقول مرزا صاحب تمہارے عمل حبط ہو گئے اور تم احمدی نہیں رہے اور حرام قطعی کے مرتکب ہوتے ہو۔ کیوں مرزا صاحب کو حکم مانتے ہو یا نہیں۔

اب فرمائیے کہ مرزا صاحب نے تو دنیا کے کروڑ ہا مسلمانوں کو کافر وجہنمی وشیطان بنایا اور تم نے گول مول کر کے خوارج بنایا۔ آیا آپ کے نزدیک مرزا صاحب کے نہ ماننے والے کلمہ گو اہل قبلہ کافر جہنمی ہیں یا نہیں۔ اگر ہیں تو علماء کو کیا کہتے ہو اپنے کافر گر پیر اور اپنے آپ کو کہو اور اگر تم کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہیں سمجھتے تو تم حسب قول مرزا احمدی رہتے ہو یا نہیں۔ اگر رہتے ہو تو مرزا غلام احمد صاحب جھوٹے یا تم جھوٹے۔ اللہ کے بندو! مسلمانوں کو کیوں دھوکہ دیتے ہو۔ یا تو صاف صاف کہہ دو کہ ہم مرزا قادیانی کے قول کے مطابق سب غیر احمد یوں کو کافر جہنمی جانتے ہیں ورنہ صاف کھلا کھلا اعلان کر دو کہ ہم احمدیت سے توبہ کرتے ہیں اور محمدیوں میں شامل ہوتے ہیں۔

۱۔ یہ بھی بتلائیے کہ آپ کی تحریرات واقوال پہلے کے سچے ہیں یا پچھلے

تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۷، و ۱۲۴۔ آنحضرت ﷺ ذولبروز ہیں یعنی آپ حضرت موسیٰ کے بھی بروز ہیں اور حضرت عیسیٰ کے بھی۔

مسلمانو! غور کرو احمدیوں کے نزدیک رسول اللہ ﷺ بھی بروزی نبی ہیں۔

اشتہار تبلیغ الحق صفحہ ۴۔ حضرت عیسی، حضرت الیاس کے بروز ہیں

تریاق القلوب صفحہ ۱۵۷۔ حضرت عیسی، حضرت آدم کے بروز ہیں۔

ریویو فروری ۱۹۰۷ء ۔ حضرت یوسف کو جزوی نبوت عطا ہوئی

مرزا غلام احمد اور احمدیوں کے زدیک سردار دو جہاں خاتم النبیین محمد ﷺ وحضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ بروزی نبی تھے اور حضرت یوسف جزوی نبی۔ ان میں سے مستقل نبی ایک بھی نہ تھا۔ ازروئے تعلیم قرآن ان پر ایمان لانا ضروری ہے اور ان کا منکر (نہ ماننے والا) کافر ہے مولوی محمد علی اور سب احمدی کہتے ہیں کہ ہم مرزا غلام

احمد صاحب کو مستقل نبی نہیں مانتے بلکہ بروزی اور جزوی نبی مانتے ہیں۔اور رسول تو دو کے یا ایک کے بروز ہوتے تھے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آدم سے لے کر محمد ﷺ تک سب کے بروز ہیں (صاف ظاہر ہے مرزا قادیانی احمدیوں کے نزدیک سب رسولوں سے افضل ہیں۔معاذ اللہ)

فرمایئے مولوی محمد علی صاحب! محمد رسول اللہ ﷺ وحضرت موسیٰ وحضرت عیسیٰ وحضرت یوسف بروزی وجزوی نبی تھے اور آپ کے عقیدہ میں مرزا غلام احمد بھی بروز انبیاء وجزوی نبی ہیں۔نتیجہ صاف ہے مذکورہ انبیاء بروزی وجزوی کے منکر کافر ہیں تو مرزا صاحب کے منکر بدرجہ اولی کافر۔پھر تم کیسے نبی کے منکر کو کافر نہیں کہتے۔ تمہارے پہلے بیانات مندرجہ ریویو اردو ۱۹۱۰ء وپیغام صلح سے صاف ظاہر ہے کہ تم مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں عظیم الشان نبی مانتے ہو۔اب اگر نہیں مانتے تو ایک نبی کے انکار سے کافر ہوتے ہو۔

میرے سوالات کا جواب دو۔ ورنہ میرے رو برو مرزا غلام احمد جو مسلمان تو درکنار ایک سچا راست باز انسان ہی ثابت کردو ۔

مسلمانوں ان احمدیوں کے دھوکہ سے بچو اور ایمان کو مضبوط کرو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۱۲ ذی الحج ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۱۹ ص ۵۔۶)

دجال کون ہے

من انداز قدرت را مے شناسم

حکیم عبدالرحمٰن خلیق صاحبؒ تیجہ کلاں ضلع گورداسپور سے لکھتے ہیں:

عنوان بالا میری جانب سے ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر مارچ ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا تھا جس میں زمانہ حال کے دجال کے متعلق بعض دلچسپ حقائق بیان کئے گئے تھے۔آج پھر ناظرین کی توجہ اس مسئلہ کی طرف منعطف کرانا چاہتا ہوں لیکن دونوں میں کچھ تھوڑا سا فرق ہے۔وہ یہ کہ سابقہ مضمون میں میں نے کتب لغت سے دجال کی معنوی پوزیشن واضح کر کے اس کی تائید میں بعض دجالی واقعات سے استشہاد کیا تھا، لیکن آجکی فرصت میں حضور سید عربی فداہ ابی و امی کے ایک فرمان کو معیار فیصلہ قرار دے کر کچھ عرض کیا ہے

اگر چہ دجال کی ماہیت اور اس کے لغوی معنی کے لحاظ سے دونوں مضامین کی نوعیت ایک ہی ہے اور حضور کے فرمان میں دجال بھی دجل ہی سے ماخوذ ہے، مگر طرز بیان دوسرا ہے۔ حدیث ہے:

عن ابی ھریرة قال قال رسول اللہ ﷺ یکون فی آخر الزمان دجالون کذابون یاتونکم من الاحادیث بما لم تسمعوا انتم و لا آباءکم فایاکم و ایاھم لا یضلونکم و لا یفتنونکم (حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ حضور ﷺ نے فرمایا آخری زمانہ میں ایسے ایسے دجال فریبی اور جھوٹے پیدا ہوں گے کہ تمہیں (مسلمانوں) کچھ اس قسم کی حدیثیں (بنا کر) سنائیں گے کہ اس سے پہلے تم لوگوں نے بلکہ تمہارے باپ دادوں نے بھی کبھی نہ سنیں ہوں گی پس تم ایسے دجال صفت کذابوں سے بچو نہ ان کے قریب پھٹکو نہ انہیں اپنے قریب پھٹکنے دو، تاکہ تمہیں گمراہ نہ کرسکیں)

حضور ﷺ کے اس فرمان سے بالصراحت جو کچھ مفہوم ہے وہ یہ ہے کہ دجالوں کی پرفریب پوزیشن و عام کے سامنے ایسی ایسی محیر العقول جدید اور خودساختہ باتیں رکھنا ہے جنہیں سن کر یا تو قطعی طور پر ناواقفی کا اظہار کیا جائے گا کیونکہ ان کا وجود ہی انہی دجالوں کی ذہنی پیداوار کے قبیل سے ہے یا پھر حیرانی و استعجاب کی بہتات سے انسانی طبائع مختلف قسم کی پیچیدگیوں اور مخمصوں کا شکار ہو جائیں گی۔

اب ہم نے واقعات کی رو سے یہ ثابت کرنا ہے کہ حضور ﷺ کی فرمودہ صفات فی زمانہ کس ہستی کی پیشانی پر ایک چمکتا ہوا درخشاں نشان ہیں۔ مگر ہم صرف واقعات سے بحث کریں گے اور چند چیزیں ناظرین کے سامنے رکھیں گے۔ ہمارا مقصد خصوصیت سے کسی کا نام لینا نہیں۔ البتہ اگر ہماری تصریحات کسی خاص فرد پر منطبق ہو کر اسے خواہ مخواہ نشانہ بحث بنا دیں تو اس میں ہمارا کچھ دخل نہیں اس چیز کا فیصلہ کرنا کہ ان جملہ صفات دجل کے حامل کون ذات شریف ہیں، ناظرین کی فراست پر چھوڑا جاتا ہے۔

چلتے چلتے ایک اور بات کو تصریح سے عرض کردوں کہ حدیث مذکورۃ الصدر میں الفاظ یاتونکم من الاحادیث وارد ہیں احادیث سے مراد جیسا کہ اکثر محدثین بیان کرتے ہیں حضور ﷺ کے فرمودات ہیں مگر بعض محققین کا خیال ہے کہ یہاں لفظ حدیث محض فرمودات حضور ﷺ سے ہی مختص نہیں بلکہ اس میں عمومیت پائی جاتی ہے ہم دونوں باتوں کو درست سمجھ کر اس بحث میں دونوں طریق سے اتمام حجت کریں گے

پس سنئیے !

حدیث نبوی میں دجل و تلبیس کا نمونہ:

۱۔ حدیث میں ہے کہ مسیح موعود کے وقت حج روکا جائے گا(اعجاز احمدی ص۲۔ ایام الصلح ص۸۷۔اربعین نمبر۳ص ۱۵)(محض جھوٹ اور دجل ہے)

۲۔ احادیث صحیحہ میں وارد ہے کہ مسیح موعودصدی کے سر پر آئے گا اور چودھویں صدی کا امام ہوگا۔(ضمیمہ نصرۃ الحق) (یہ بھی جھوٹ ہے)

۳۔آنحضرت ﷺ حدیث میں فرماتے ہیں کہ خدا تعالی مجھے قبر میں میت نہیں رہنے دے گا، بلکہ زندہ کر کے اپنی طرف اٹھالے گا۔(ازالہ اوہام۔ص۲۴۹)

کہیے ناظرین !یہ بات بھی آپ نے کبھی مصنف ازالہ اوہام سے پہلے کسی اور کی زبان سے سنی تھی۔بلکہ سچ تو یہ ہے کہ لم تسمعوا انتم و لا آ باء کم۔

۴۔حدیث میں ہے کہ مسیح موعود کے وقت عورتوں کو بھی الہام ہوں گے اور بچے بھی نبوت کریں گے ۔(ضرورۃ الامام۔ص ۵)

یہ حدیث بھی کم از کم آج تک کتب حدیث سے نہیں مل سکی۔ممکن ہے یہ کمی آئندہ کسی زمانہ میں صاحب موصوف کے حوارین کے ہاتھوں پوری ہو جائے۔

حضرات:یہ ہیں وہ احادیث جو نہ مسلم نے نہ ہمارے آباء نے سنیں۔ پس:بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

دجل و تلبیس کا عام مظاہرہ:

مدعی نبوت (مرزا غلام احمد قادیانی)لکھتا ہے:

ا۔میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہوگا اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی نہیں دکھائے گو یا خدا خود زمین پر اتر آئے گا(حقیقۃ الوحی۔ص۱۵۴)

ناظرین !دیکھئے وہی انداز تقریر ہے جو تماشہ گر لوگ کرتب دکھلانے سے قبل دکھایا کرتے ہیں اس دل فریب بلکہ پرفریب گفتگو سے حدیث بالا کی صداقت کو ملاحظہ کیجئے

۲۔ میں نے سوتے میں اپنے کواللہ دیکھ کریقین کرلیا کہ میں واقعہ میں خدا ہوں پھر میں نے زمین و آسمان پیدا کئے اور آسمان کوستاروں سے زینت بخشی۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص۵۶۴)

۳۔خدا میرے مسکن میں نازل ہوگا۔(البشری۔ص۵۶)

کیوں نہ ہو یا تیك من کل فج عمیق کی پیش گوئی ربنا عا ج کے ہی توراستوں کی خاک چھاننے سے پوری ہوگی

۴۔ میرے لڑکے نے ماں کے پیٹ میں دومرتبہ باتیں کیں۔ (تریاق القلوب۔ ص۴۱)

سوال یہ ہے کہ آپ نے وہ باتیں پیٹ پر کان رکھ کرسنیں ؟

اچھا تو صاحبزادہ نے کیا کہا۔ خیر ہمیں کیا۔کسی جگہ کان رکھ کرسنی ہوں، ہمارا مقصد تو واضح ہے کہ یہ باتیں بالکل نئی ہیں اوران کی ذات شریف کی پرفریب گفتگو دجالانہ چالیں حدیث بالا کی صداقت کو پکار پکار کر واضح کرتی ہیں کیونکہ حدیث میں دجال اور کذاب کی صفت یہ وارد ہے کہ

یا تو نکم من ا لا حا دیث بما لم تسمعوا انتم و لا آ باء کم

(یعنی دجال ایسی ایسی پرفریب گفتگو سے لوگوں کے متاع ایمان پرڈاکہ ڈالیں گے کہ لوگوں نے بلکہ سننے والوں کے باپ دادوں نے بھی اس قسم کی باتیں نہ سنی ہوں گی)

پس یہ باتیں ہم نے انہی ذات شریف سے سنی ہیں۔اب اپنے ناظرین کو یہ تکلیف دوں گا کہ وہ اپنی فراست سے بتادیں کہ یہ ذات شریف کون بزرگ ہیں؟ تاکہ ان کی خدمت میں باقاعدہ یہ تحفہ عرض کیا جائے:

تو جہاں جاکے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۳۶ءمطابق ۱۲ذی الحج ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر۱۹ص ۷۔۸)

مرزا صاحب کی متحدیانہ پیش گوئی غلط ہوئی

(فی کل شیء له آ یة تد ل علی انه کا ذب)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حضرات! واقعات کسی کے ماتحت نہیں ہوتے کوئی آدمی چالاکی سے کتنی طمطراقی کرے واقعات پر اس کا اثر نہیں پڑسکتا۔ دنیا کی رفتار کی مثال ریل اور جہاز کی ہے۔ ریل میں بیٹھے ہوئے آدمی چاہے کتنی کوشش کریں کہ ریل ہمارے حکم کے ماتحت ہو جائے مگر ریل ان کے ماتحت نہیں ہوگی بلکہ وہ ریل کے ماتحت رہیں گے۔ جہاں تک جائے گی ان کو لے جائے گی۔

مرزائی سپیکر، مناظر اور مصنف بڑی چالاکی سے زمانہ کو اپنے ماتحت کرنا چاہتے ہیں لیکن زمانہ کا اثر ایسا ہے کہ ان کی زبان سے بے ساختہ کبھی کبھار سچ نکل جاتا ہے مرزا صاحب نے ایک الہام یوں لکھا تھا:

لانبقی لک من المخزیات ذکراً

اس الہام کا ترجمہ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ میں یہ ہے:

ہم تیرے متعلق ایسی باتوں کا نام ونشان نہیں چھوڑیں گے جن کا ذکر تیری رسوائی کا موجب ہو۔

(الوصیت ص۲)

اس کے علاوہ آپ نے دنیا کی ساری عمر سات ہزار سال بتا کر لکھا تھا:

اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے جس میں روشنی مظفر اور منصور ہو جائے گی اور تاریکی کا خاتمہ ہے۔

(مقدمہ چشمہ مسیحی صفحہ ب)

ان دونوں عبارتوں کو دیکھ کر ہر انصاف پسند فیصلہ کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی ہی میں ان کے لئے راستہ صاف ہو جانا چاہیے تھا۔ تمام ملک میں ان کی مخالفت مٹ جاتی ان کی فتح ونصرت کے نقارے بجتے چاروں طرف سے آواز آتی

نشهد ان الرسو ل القا ديا نی جر ی الله فی حلل الا نبياء

(قادیانی اعتقاد کا مظہر یہ کلمہ ہے)۔

مگر واقعہ کیا ہے؟ مرزا صاحب کی زندگی کا خاتمہ جس رنگ میں ہوا تھا وہ تو لاہور میں دیکھنے والوں کو معلوم ہے کہ کسی قسم کی گندی چیز نہ تھی جو جنازہ پر نہ ڈالی گئی ہو۔ کوئی گندی گالی نہ تھی جو نہ دی گئی ہو (گو ہم اس قسم کی کاروائی کو

ناپسند کرتے ہیں مگر واقعات ہماری مرضی کے تابع نہیں) جسے ان کے انتقال کے بعد آج تک ۲۷ سال ہو چکے ہیں۔

آج بھی کیا حال ہے۔ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قادیان کے جلسہ لیگ میں ایک بڑے لیکچرار کی تقریر کے الفاظ پیش کرتے ہیں جن کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ امت مرزائیہ پر ہنوز روز اول بلکہ اس سے بھی بدتر اس شعر کا مصداق ہے

سودا نہ نکل گھر سے کہ ہیں ڈھونڈتے تجھے
لڑکے پھرے ہیں پتھروں سے دامن بھرے ہوئے

وہ تقریر یہ ہے:

چودھویں صدی کے وسط آخر کے احمدی کی مظلومیت ایک خوں چکاں داستان، اور ایک دردانگیز کہانی ہے۔قرون اولی کی تواریخ کی ورق گردانی اس حقیقت پر شاہد ہے کہ ترقی کرنے والی جماعت دنیا کی تاریخ کو بدل دینے والی قوم اپنے ابتدائی مراحل میں آرام وآسائش سکون اور طمانیت کی زندگی بسر نہیں کرتی بلکہ اس کی انفرادی اور اجتماعی زندگی کا ہر باب صبر آزما حادثات کا مرقع ہوتا ہے۔ظاہری آنکھیں اس مایوس کن نظارہ کو دیکھ کر یہ فیصلہ دے دیتی ہیں کہ اب اس قوم کی تباہی وبربادی لازمی اور اس کا خاتمہ یقینی ہے مگر یہ مصائب اور شدائد اہل بصیرت کی نظر میں عظیم الشان تغیرات کا پیش خیمہ ہوتے ہیں ۔یہ رنج والم کی تاریکیاں ظلم وستم کی آندھیاں دراصل تباہی وہلاکت کی خبر دینے والی نہیں ہوتیں بلکہ اللہ تعالی کے عظیم الشان فضلوں اور اس کی بے انتہا رحمتوں کے بادل ہوتے ہیں۔

اسی نوعیت کا یہ انقلابی دور ہے جس میں سے اس وقت جماعت احمدیہ گذر رہی ہے۔بے شک اس وقت ہم پر ظلم کے بادل اُمڈ آئے ہیں افکار (تفکرات؟) وآلام کی تاریکیاں جمع ہیں۔ مگر ہمارے دلوں کے اندر وہ برقی طاقتیں مخفی اور وہ نورانی جلوے پنہاں ہیں جن کے ذریعے یہ سب بادل پھٹ جائیں گے اور فتح ونصرت کا سورج ہم پر طلوع ہو جائے گا۔بے شک آج اس ظلم کی کیفیت ظالم کے ہاتھ اور دل پر اس کے اکثریت کے پندار کے باعث اثر انداز نہیں ہوتی مگر

مظلوموں کے دلوں سے نکلی ہوئی آہیں عرش خداوندی کو ہلا کر چھوڑیں گی اور دنیا میں وہ تغیرات ضرور رونما ہوں گے جن کے متعلق آج سوائے اس کے اور کچھ نہیں کہا جا سکتا:

آنکھ جو کچھ دیکھتی ہے لب پہ آسکتا نہیں
محو حیرت ہوں کہ دنیا کیا سے کیا ہو جائے گی

(الفضل قادیان ۴ مارچ ۱۹۳۶ء ص ۳)

ناظرین کرام! کس قدر پرازغم داستان ہے جو اس قتباس میں سنائی گئی ہے واقعہ اس سے بھی زیادہ دل فگار ہے۔ باوجود اس کے ہم راستی سے کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اپنے دعاوی میں کمزور ثابت ہوئے لیکن مرزائی لوگ محبت مرزا میں پختہ کار ہیں، کیونکہ ان کا دلی اعتقاد ہے

پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۱۹ ذی الحج ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۲۰ ص ۴۔۵)

آخری فیصلہ منظوم

مولوی عبدالعزیز قلعہ میہاں سنگھ ضلع گوجرانوالہ لکھتے ہیں:

بعد تحمید خالق انسان۔اور نعت رسول انس و جان
عرض کرتا ہے یہ عزیز فقیر۔پیش صاحب دلاں روشن جان
کہ دعا کی تھی میرزا صاحب۔کہ اے خدا بانی زمین و زماں
گر میں کاذب ہوں موت دے مجھ کو۔رکھ ثناء اللہ کو با امن و اماں
گر وہ جھوٹا ہے موت دے اس کو۔میں رہوں زندہ وخرم و شاداں
سال کے بعد مر گیا جھوٹا۔قبر میں جا بسا وہ چھوڑ جہاں
اب ستائیس سال اس کو ہوئے۔ہو گیا زیر خاک اس کا مکاں

میرزائیوں پہ شاق گذری موت۔کھل بلی مچ گئی بہ مرزائیاں
جب گئے قادیاں خطوط الموت۔میرزا کا ہوا جو کذب عیاں
بس اٹھا پھر اڈیٹر فاروق۔نام قاسم علی مگر ناداں
اس کو اتنی سمجھ نہیں آئی۔کیا کروں گا میں بحث و برہاں
بحث کے واسطے ہوا تیار۔ہاتھ میں لے کے اپنا تیر و کماں
اس نے امرتسری کو للکارا۔لودیانہ تھا جنگ کا میداں
بس ثناء اللہ آ گیا فوراً۔کیا جھجکتا کبھی ہے شیر ژیاں
پونڈ تھے بیس رقم انعامی۔جمع کی قاسمِ دلیر و جواں
گر ثناء اللہ غالب آ جائے۔رقم سر پنچ اس کو دے گا وہاں
بس ثناء اللہ آ گیا غالب۔رقم لے کر ہوا وطن کو رواں
میرزائی رہا وہاں مبہوت۔اس ہزیمت سے ہو گیا حیراں
قادیان میں یہ جب خبر پہنچی۔قادیان میں اٹھا تھا شور و فغاں
پھر کیا تھا شکست جب کھائی۔فتح بعد از شکست کب آساں
گر کوئی کسر ہے ہزیمت میں۔پھر وہی گوئے اور وہی میداں
قادیانی ہو یا ہو لاہوری۔آؤ جلدی بہ حجت و برہاں
چاہو لاؤ خلیفہ جی کو تم۔یا امیرِ محرف قرآن
اپنے گھر میں ہی کر کے وہ تحریف۔خوش ہوا کون پوچھے اس کو وہاں
اس نے قرآن کو بگاڑا ہے۔ہے مقلد وہ نیچری کا عیاں
لاؤ ان دونوں سے کسی کو تم ۔بحث کے واسطے بہ صدق بیان
فیصلہ جب خدا نے آپ کیا۔جو نہ مانے گا کب ہے وہ انساں
ڈرتے امرتسری سے مرزائی۔آتے ہر گز نہیں سوئے میداں

ہے ثناء اللہ کی گرفت شدید۔اس سے رہتے ہیں خائف و ترساں

فاتح قادیان لقب اس کو۔ہے بلاشبہ شان کے شایاں

آپ زندہ تھے جب بڑے صاحب۔اس زمانہ میں یہ کیا فرماں

کہ نہ آئے گا یہ ثناء اللہ۔بہر تحقیق قادیان میں یہاں

جب یہ کی پیش گوئی مرزا نے۔پہنچا یہ فاتح شتاب وہاں

پھر نہ نکلا مقابلہ کو وہ۔تھا وہ ڈرپوک اور سست جہاں

پھر بلایا تھا اس کو مہر علی۔بہر تفسیر پر نہ آیا وہاں

نام اس کا تو ہے جری اللہ۔رکھ لیا اپنے گھر میں احمدیاں

پر نہ تھی اس میں جرأت و ہمت۔بحث سے بھاگتا تھا یہ لسّاں

مدعی تھا دعاوی باطلہ کا۔صدق کا ان میں کچھ نہ نام و نشاں

تھا کبھی بنتا وہ مثیل مسیح۔تھا کبھی بنتا نوح صاحب طوفاں

تھا کبھی بنتا مرسل و مامور۔تھا کبھی موسی کلیم آں یزداں

اور کبھی آدم و خلیل اللہ ۔اور موسی کلیم آں یزداں

اور کبھی احمد و محمد بھی۔ایسے کلمات سے خدا کی اماں

ایسا بے ہودہ گو کہاں دیکھا۔پھر یہ بنتا ہے مرسل یزداں

جیب میں میرے سو حسین کہے۔کربلا میری سیر ہے ہر آں

اور حسینؓ سے میں بہتر ہوں۔اس کے اس قول سے ہے کبر عیاں

کیا ہوئی کربلا یہ قادیاں بھی۔جس میں آرام کے تھے سب ساماں

قورمہ اور پلاؤ روٹی بھی۔روغن زرد و گوشت بریاں

اور بادام روغن و عنبر۔اور مشک ختن بھی دیکھی وہاں

ہوتی تیار آپ کی خاطر۔اک مفرح برائے قلب و جناں

اور بستر بھی آپ کا تھا نرم۔جس پہ سوتے وہ خرم و شاداں
کیا یہ چیزیں وہاں (کربلا میں) مہیا تھیں۔از برائے حسینؓ مرد جواں
کربلا میں حسین شہید ہوئے۔آپ کی اپنے گھر میں نکلی جان
جنگ کے نام سے یہ ڈرتا تھا۔پھر شہادت نصیب اس کو کہاں
اس لئے لکھ دیا جہاد حرام۔پڑھ کے دیکھو الزالۃ الاوہام
ایک ہو کام جو ہے فرض عین۔اس کو کہتا حرام ہے بے جاں
کیا خدا کے رسول ایسے تھے۔جیسے یہ شخص ہے وہ ویسے تھے
فرض اللہ کو جو حرام کہے۔وہ جہنم میں بس مدام رہے
عقل کے اندھے گانٹھ کے پورے۔کچھ ہوئے ہیں مرید بجاں
ان میں ہرگز نہیں سمجھ ذرا۔بلکہ ان میں نہیں کچھ ایمان
اس کے پیرو ہوئے ہیں کچھ علماء۔چار پائے بصورت انساں
ان کی عقلوں پہ ہیں پڑے پتھر۔آگ لی مول چھوڑ کر کے جناں (جنت)
عاقبت ہو گئی خراب ان کی۔ہائے افسوس ہے یہ سخت زیاں
ہو خموش اے عزیز تو کب تک۔ان کو سمجھائے یہ نہیں انساں
ہے نہیں مطلقاً مجھے امید۔توبہ کر کے جو ہوں یہ با ایماں
یہ تو سمجھائے بھی سمجھتے نہیں۔ان کی گمراہی کا یہی ہے نشان
ان میں ہرگز نہیں ہے عقل وخرد۔حمق ان میں ہے بے حد و پایاں
سچ کہا ہے خدا نے قرآن میں۔ہو گئے بہرے یہ سنیں گے کہاں
مہر ان کے دلوں پہ لگ چکی ہے جب۔اور آنکھوں پہ پردہء غشیاں
آؤ مرزائیو خدا سے ڈرو۔ایک دن چھوڑ جاؤ گے یہ جہاں
موت کے جب فرشتے آئیں گے۔اور کہیں گے نکالو اپنی جاں

تم اکڑتے زمیں میں تھے ناحق۔اور خدا پر تھے باندھتے بہتاں
ہے بلا شک یہ فرقہ بہتانی۔میں یہ کہتا ہوں سچ علی الاعلان
کیونکہ خود اس کا پیشوا بھی تھا۔کاذب و مفتری علی الرحمٰن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۲۶ ذی الحج ۱۳۵۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۲۱ ص ۴ تا ۶)

انعام ثالث کے پاس جمع کراؤ

(قادیانی اخبار فاروق کو جواب)

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار لکھتے ہیں:

جب سے لدھیانہ میں استاذی المکرّم مولانا ثنا ءاللہ فاتح قادیان نے منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق سے مبلغ تین صدروپیہ بطور مال غنیمت وصول کیا ہے قادیانی امت چوکنی ہوگئی ہے۔اب اول تو انعامی رقم کا اعلان ہی نہیں کرتے ،اگر بھولے بھٹکے کردیں،تو ایسے انداز میں کرتے ہیں کی انعامی رقم کی ادائیگی کی نوبت ہی نہ آئے۔

مگر ہمیں چونکہ مال غنیمت کھانے کا چسکا پڑ چکا ہے لہذا ہم ہر وقت تاک میں رہتے ہیں کہ جب بھی موقع ملے حتی الوسع حاصل کرنے کی سعی کریں السعی منی و الا تما م من الله ۔

چنانچہ آج سے قبل جوں ہی اڈیٹر فاروق نے کوئی انعامی مضمون شائع کیا ہم نے مطلع ہوتے ہی سب سے اول اس پر لبیک کہا۔مگر خدا جانے ہماری آواز ہے یا آسمانی کڑک، جسے سنتے ہی احمدی لوگ آیہ کریمہ

یجعلو ن ا صا بعهم فی آ ذا نهم من الصواعق حذ ر المو ت

کے مصداق ہوجاتے ہیں۔انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ

و الله محیط بالکا فر ین یکاد البر ق یخطف ابصا ر هم

پچھلے دنوں اخبار فاروق قادیان ۷ جولائی ۱۹۳۵ء میں اعلان ہوا کہ اگر تم تحریر مرزا غلام احمد سے ڈاکٹر عبد الحکیم پٹیالوی کی موت قبل از وفات مرزا قادیانی کے الفاظ دکھادو،تو ہم ۲۵ روپیہ انعام دیں گے۔

جب ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں مطالبہ کیا کہ، انعام جمع کراؤ، تو یوں خاموش ہو گئے جیسے سانپ سونگھ گیا۔ آہ:

کیونکر ہمیں باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

اب پھر فاروق ۷ مارچ ۱۹۳۶ء میں انعامی اعلان ہوا ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ نے تعلیمات مرزا طبع دوم کے صفحہ ۳ پر اور عبداللہ معمار نے محمدیہ پاکٹ بک کے صفحہ ۸۱ پر ۔حکیم محمد علی نے ،سودائے مرزا، کے صفحہ ۱۷ پر حضرت مسیح موعود ...کی طرف آئینہ کمالات اسلام کے صفحہ ۵۴۷ کی عبارت کا حسب ذیل ترجمہ منسوب کیا ہے:

میرے منکر مسلمان حرامزادے ہیں اور تمام مسلمانوں نے مجھے قبول کیا اور میری دعوت کو مانا مگر کنجریوں کی اولاد نے نہیں مانا۔

اس کے بعد نامہ نگار لکھتا ہے کہ: میری طرف سے آپ صاحبان کو کھلا چیلنج ہے کہ آپ حضرت...کی کتابوں کے علاوہ احمدیہ لٹریچر سے مذکورہ بالا ترجمہ دکھادیں تو آپ کو مبلغ ۲۵ روپیہ نقد انعام دیا جائے گا اور اگر آپ نہ دکھا سکیں اور انشاء اللہ اگر تمہارے چھوتے بڑے زندہ مردہ سب مل کر بھی زور لگائیں تو ہرگز نہ دکھا سکو گے تو میری طرف سے یہ انعام بھی میرے مضمون کو پڑھتے وقت اپنے اپنے گلے میں لٹکا لینا:

ڈھیٹھ اور بے شرم بھی دنیا میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی

جواب: محمدیہ پاکٹ بک صفحہ ۸۱ پر یہ الفاظ جنہیں...ہماری طرف منسوب کیا گیا ہے مسطور و مرقوم نہیں ہیں۔اگر آپ دکھادیں تو ۲۵ روپئے انعام۔

شاید تم لوگ یہ عذر کرو جیسا کہ تمہاری مستمرہ عادت ہے کہ حوالہ لکھنے میں کاتب سے غلطی ہوگئی ،تو اچھا ساری

محمد یہ پاکٹ بک سے یہ الفاظ بحیثیت مضموعی دکھادو۔انعام برقرار اسی پر بس نہیں اورسنو! کہ سودائے مرزا صفحہ ۷اوتعلیمات مرزا طبع دوم صفحہ۳ سے بھی اگر آپ لوگ یہ تمام الفاظ دکھادیں تو انعام تمہارے باپ دادا کا ہوا

اگر کہا جائے کہ ہم نے ہرسہ کتب کے جملہ الفاظ کو ایک عبارت بنادیا ہے تو بھی یہ غلط ہے کیونکہ تحریر کے الفاظ: قبول کیا،،میری دعوت کو مانا،، ہماری تینوں کتابوں میں موجود نہیں۔

آخری جواب تمہارا یہی ہوگا کہ ہماری پیش کردہ عبارت کا کچھ حصہ روایت بالمعنی کے طور پر ہے، جواباً تحریر ہے کہ پھر کیا باعث ہے کہ خود تو آپ صاحبان روایت بالمعنی کو جائز رکھتے ہیں مگر کوئی اور شخص ایسا کرے تو اس کو برا بھلا کہہ کر کوستے ہو۔ملاحظہ ہو ہم نے محمد یہ پاکٹ بک حاشیہ صفحہ۵۸ پر بطور روایت بالمعنی لکھا کہ:

ڈاکٹر عبدالحکیم (پٹیالوی) نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا میری زندگی میں مرے گا اسکے بالمقابل مرزا نے پیش گوئی کی کہ عبدالحکیم میرے روبرو تباہ ہو..الخ

اس پر اخبار فاروق نے ہمیں چیلنج دے دیا کہ اگر آپ مذکورہ بالا حضرت مرزا صاحب کی کسی تحریر سے دکھادیں تو ۲۵ روپیہ انعام (فاروق ۷جولائی ۱۹۳۵ء)

دیکھئے! ہم سے الفاظ دکھانے کا مطالبہ ہورہا ہے۔، احمدیو! کہو یہ کون دھرم ہے

آمدم برسر مطلب۔مضمون بالا سے عیاں ہے کہ روایت بالمعنی مرزائیوں کے ہاں بھی مستعمل ومروج ہے و لہذا ہم علی الاعلان پکار کر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے مخالفوں کو بدکار رخراب فاحشہ بازاری عورتوں (کنجریوں) کی اولاد لکھا ہے اور یہ بھی انہوں نے پیش گوئی کی تھی کہ ڈاکٹر عبدالحکیم میرے روبرو تباہ ہوگا۔

پس فاروق کے نامہ نگار میں اگر کچھ بھی دیانت وامانت موجود ہے تو وہ اپنے سابقہ وموجودہ چیلنج کی رقوم کسی مسلمہ فریقین امین کے پاس جمع کرا کر اسی کی ثالثی میں ہم سے ہمارے دعاوی کا ثبوت لے لے۔اور اگر اب بھی اس نے سیدھی راہ کو اختیار نہ کیا تو نہ صرف دنیا جان لے گی کہ آپ لوگ کج رو ہیں بلکہ خود تمہارا ضمیر بھی گواہی دے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فتوی واقعی صحیح ہے کہ :حرام زادہ کی نشانی یہ ہے کہ وہ سیدھی راہ کو اختیار نہ کرے۔ (انوار الاسلام ص۳۰)

احمدی دوستو! کیا اب بھی تم کہو گے کہ عیسائیوں کا یہ شعر غلط ہے:

ڈھیٹھ اور بے شرم بھی عالم میں ہوتے ہیں مگر
سب پہ سبقت لے گئی ہے بے حیائی آپ کی
(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۷مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۳محرم ۱۳۵۵ھ جلد۳۳نمبر۲۲ص ۵۔۶)

وجدانیات فی مدح المسیح القادیان

غضب کا اہل فن تھا قادیانیت کا بانی بھی
کہ پچھلی امتوں کو جس کی ذریت نے شرمایا
ید طولی تھا حاصل اس کو تاویل و تناقض میں
فضا ئے افتراء میں اس کا پرچم خوب لہرایا
کئے قول خدا میں جا بجا رد و بدل اس نے
مقالات عرب کو ہم سر الہام ٹھہرایا
تبائن کر دیا قرآن میں پیدا معاذ اللہ
کتاب اللہ میں گویا تصرف اپنا دکھلایا
جسارت دیکھ کر تحریف میں یہ کہنا پڑتا ہے
بلند اس کا فن تلبیس میں تھا بالیقین پایا
بجائے حضرت روح الامین کے ٹیچی ٹیچی کو
کہیں سے وحی احلامات کا پروانہ دلوایا
احادیث نبی صل علی کو کس دلیری سے
ہمیشہ اپنے مزعومات باطل سے پرکھوایا

یہ تھے الہا م اس کے اور یہ تھی کائنات ان کی
مگر اس پر بھی لاکھوں عقل کے پتلوں کو بہکایا
کیا دق عالمان دین پیغمبر کو خوب اس نے
علی الرغم حقائق نقش باطل خوب چمکایا
خدا، ابن خدا، ظل نبی اور گوپیوں والا
پلٹ دی اس نئی منطق نے استدلال کی کایا
وہ الہامات گونا گوں وہ تاویلات بو قلموں
غلام احمد ، بروز احمد مختار ، کہلایا
تھا ڈیلفک طرز انشا میں رو کچھ ایسا کما ل اس کو
عدالت سے بھی سکہ اپنی اس خوبی کامنوایا
بھلا اعجاز سے کم ہے کچھ ایسی سخت جا نی بھی
جی سلطان القلم ، ہر جنگ سے جیتا نکل آیا
کسی دشمن نے مر نے کی جہاں اس نے تحدی کی
مدار اپنی صداقت کا اسی دعوی کو ٹھہرایا
خدا نے بس ہمیشہ ڈھیل دے دی مر نے وا لے کو
جہاں کو ، سنت اللہ ، کا نہفتہ راز سمجھایا
ثنا ء اللہ نے جب حضرت اقدس پہ یورش کی
اور اس کی زد سے بچ جانا بہت مشکل نظر آیا
تو کس انداز سے خم ٹھو نک کے واں ڈٹ گئے حضرت
دلائل کے مقابل بد دعا کا زور دکھلایا

اثر میں ڈوب کر نکلی دعائے مستجاب ان کی
قبولیت کا سکہ مر کے کل دنیا سے منوایا
تقاضائے حمیت تھا یہی ہم تو سمجھتے ہیں
کہ مرنا بھی انہیں اپنی دعا ہی پسند آیا
ہوئے ہیں سرخ رو دونو جہاں میں احمدی کیا کیا
کہ مر جانا بھی اعجاز مسیحائی نکل آیا
ثناء اللہ جیتا بچ گیا اور چل بسے حضرت
خدا نے مدعی کا فیصلہ منظور فرمایا

(وجدانی یکم مارچ ۱۹۳۶ء)

(ڈیلفک ۔ مبہم ذو معنی۔ کتاب البریہ فیصلہ انگریزی بمقدمہ ڈاکٹر مارٹن کلارک)۔

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۷مارچ۱۹۳۶ء مطابق ۳محرم ۱۳۵۵ھ جلد۳۳نمبر۲۲ص ۶)

خلیفہ قادیان اور جریدہ احسان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مریدوں کی تقویت ایمانی کے لئے پیر لوگ ہمیشہ سے اپنی کرامتیں بتاتے آئے ہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔اسی اصول سے خلیفہ قادیان (محمود احمد) نے کہہ دیا کہ ہماری دعائیں ایسی مستجاب ہیں کہ جبشہ اور اطالیہ کی جنگ میں ہماری دعاؤں کا نتیجہ ہے۔مریدوں نے سن کر سبحان اللہ اور آمنا وصدقنا کہا۔ اس سے کسی کا کیا حرج ہوا۔ہم تو ان کو یہاں تک کہنے کا حق دیتے ہیں کہ لوہے کا ڈوبنا اور بھس کا تیرنا بھی ہماری دعا کا نتیجہ ہے۔مگر اخبار احسان لاہور نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو مورد عتاب کرنے کے لئے لکھا ہے کہ

یورپ کے مدبرین تو جنگ حبشہ کے اسباب تلاش کرنے میں دماغ سوزی کر رہے ہیں حالانکہ اس کا باعث خلیفہ قادیانی ہے (احسان ۲۰مارچ ۱۹۳۶ء)

احسان، اگر ہمارے پیش کردہ اصول پر غور کرے گا تو اسے معلوم ہو جائے گا کہ خلیفہ قادیان اپنے سابق بزرگوں کے نقش قدم پر چلتا ہے۔اہل حدیث بھی اگر احسان کی طرح ظاہر بینی کرے تو کہہ سکتا ہے کہ اس جنگ حبشہ کے بانی دراصل مرزا غلام احمد قادیانی ہیں کیونکہ انہوں نے لکھا ہے کہ میں نے ایک دفعہ دنیا کے واقعات لکھ کر دستخط کرانے کی غرض سے مرقومہ مسل کو خدا کے سامنے پیش کیا۔اس نے دستخط کرنے کو سرخ سیاہی کا قلم ہاتھ میں لے کر چھڑکا (تریاق القلوب)

مرزا صاحب متوفی نے چونکہ سارے واقعات دنیا اس مسل میں درج کئے تھے۔ جنگ حبشہ تو بڑا واقعہ ہے یہ تو اس میں بطریق اولی درج ہوا ہوگا۔پس جنگ حبشہ یا اس کے بعد جتنی جنگیں ہونگی ان سب کے باعث دراصل مرزا قادیانی ہیں۔

احسان اگر خلیفہ قادیانی کو محض دعا کی وجہ سے باعث جنگ کہتا ہے جب باریک نظر سے دیکھے گا تو اس جنگ اور اس سے پہلی جنگ عظیم اور بعد کی ساری جنگوں کا باعث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو قرار دے گا

نگاہ نکلی نہ دل کی چور زلف عنبر یں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۷مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۳محرم ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۲۲ ص ۱۵۔۱۶)

قادیانیوں کا فرار

جناب صوفی حق نواز ولد پیر باغ علی چستی تحصیل فاضلکا لکھتے ہیں:

ہمارے قریب ہیڈ سلیمان پر ہیڈ جمعدار مولوی محمد خان اور موضع جمال کوٹ لوئر مڈل سکول کے ہیڈ ماسٹر مولوی علی محمد صاحب وغیرہ نے قادیانی پارٹی کے مبلغ بن کر ہمارے گردونواح اور خاص کر ہیڈ سلیمان پر بے علم لوگوں میں تبلیغ مرزائیت شروع کر رکھی تھی۔آخر تنگ آکر ان کے ساتھ تاریخ مناظرہ مقرر کرنی پڑی۔

مولوی محمد خان اور مولوی علی محمد مبلغین قادیان نے ہمارے ساتھ ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء کی تاریخ مناظرہ مقرر کی۔کہ تین بجے مسئلہ صدق و کذب مرزا پر بحث ہوگی۔فریقین میں سے جو وقت مقررہ پر حاضر نہ ہوا وہ

فریق جھوٹا ثابت ہوگا۔ چنانچہ ہماری طرف سے مولوی محمد صدیق کیلوی مہتمم وصدر مدرس مدرسہ دارالاسلام صدیقیہ مقام مولیوالی ۱۱ مارچ ۱۹۳۶ء کو میدان مناظرہ میں تشریف فرما ہوگئے۔

وقت مقررہ پر مرزائی مبلغین نے میدان مناظرہ میں کھڑے ہوکر اعلان کردیا کہ ہم مرزا صاحب کے صدق وکذب پر بحث کرنے کے لئے ہرگز تیار نہیں۔ ہم تو صرف حیات وممات مسیح پر بحث کریں گے۔ جب ہمارے فاضل موصوف نے ان کے صاف انکار کرنے پر مسئلہ حیات مسیح پر بھی للکارا تو اس وقت تمام مرزائی لومڑی کی طرح دم دبا کر میدان مناظرہ سے بھاگ گئے قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقاً

لوگوں کا کافی ہجوم تھا۔ سب نے تسلیم کرلیا کہ مرزا صاحب اپنے دعوی میں جھوٹے تھے۔ مولانا موصوف کی تقریر کا بہت عمدہ اثر ہوا۔ الحمدللہ۔

ہم ناظرین کی خدمت میں عرض کرتے ہیں کہ اگر آپ کو فرقہ باطلہ مرزائیہ کے مقابلہ کا موقع ملے تو دفتر دارالسلام صدیقیہ مقام مولیوالی ڈاک خانک جنڈ ولہ بیمے شاہ تحصیل فاضلکا ضلع فیروز پور سے مولوی صاحب موصوف کو طلب کریں۔

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۷ مارچ ۱۹۳۶ء مطابق ۳ محرم ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۲۲ ص ۱۴)

کیا گورنمنٹ واقعی مفلوج ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مولوی عطاءاللہ شاہ بخاری کے مقدمہ میں مسٹر کھوسلہ سیشن جج گورداسپور نے گورنمنٹ کو اس وجہ سے مفلوج لکھا کہ باوجودیکہ قادیان میں خلاف قانون واقعات ہوتے ہیں مگر گورنمنٹ ان پر مواخذہ نہیں کرتی۔ لطف یہ ہے کہ دوسری جانب الفضل میں لکھا ہے :

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) جو سلسلہ عالیہ احمدیہ کے مقدس بانی ہیں ان کو تحریر وتقریر میں دن رات گالیاں دی جاتی ہیں مگر گورنمنٹ ایسی مفلوج ہوچکی ہے کہ اس خباثت کا سدباب کرنے سے

بالکل قاصر ہے۔ (الفضل قادیان ۳۔اپریل ۱۹۳۶ء ص ۳)۔

مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں: ہم تو یہ لفظ (مفلوج) گورنمنٹ کے حق میں کسی کے قلم سے بھی سننا صحیح نہیں جانتے۔لیکن افسوس ہے گورنمنٹ اپنی ذات سے اس الزام کو دفع نہیں کرتی۔نہ مسٹر کھوسلہ کے عدالتی فیصلے کا عمل دفعیہ کرتی ہے نہ قادیانیوں کے الزام سے اپنی صفائی کرتی ہے جس سے تیسرے فریق کو شک ہوتا ہے کہ واقعی گورنمنٹ مفلوج ہوگی۔

۔مسٹر کھوسلہ کا فیصلہ تو عدالتی ہے جس کی وجوہات انہوں نے خود لکھی ہیں۔ہاں قادیانیوں کا الزام بے شک وزن دار ہے۔مقدس لوگوں کو برا کہا جائے تو گورنمنٹ کی قوت مواخذہ ضرور بالفعل متحرک ہونی چاہیے۔اس لئے ہم قادیانیوں کے لگائے ہوئے الزام کو اٹھانے کی بڑے زور سے تائید کرتے ہیں۔اس کے متعلق گورنمنٹ پر سب کچھ واضح ہے۔ہم صرف اتنا کہنے پر کفایت کرتے ہیں کہ اس وقت ہمارے سامنے دو مسیح دنیا میں نظر آتے ہیں ایک مسیح ناصری ؑ دوسرے مسیح قادیانی۔

قادیانی گروہ کو دوسرے مسیح کے حق میں جوش ہے تو مسیحیوں کو مسیح ناصری کی وجہ سے رنج ہے جن کے حق میں قادیانی لٹریچر میں یہ الفاظ ملتے ہیں :

یسوع مسیح ،کھاؤ پیؤ، متکبر، خودغرض، نہ زاہد نہ عابد، شرب خور، زنا کار عورتوں کا یار، جس کی تین نانیاں اور دادیاں حرامکار عورتیں تھیں وغیرہ (مکتوبات ج ۳)

اس کی تفصیل کے لئے ہماری دو کتابیں ملاحظہ ہوں ۔۱ ۔ہندوستان کے دو ریفارمر۔۲۔تعلیمات مرزا

ان واقعات کی روشنی میں گورنمنٹ کو چاہیے کہ اپنی مفلوجیت کا الزام دور کرے ورنہ اس کے قائم رہتے ہوئے ہندوستان کی آئندہ تاریخ میں ان برے الفاظ کا لکھا جانا اچھا نہیں کہ: خلیفہ قادیان گورنمنٹ سے شاکی ہیں

خلیفہ قادیان نے آج سے پہلے بھی کئی مرتبہ گورنمنٹ کی ناقدردانی کی شکائت کی ہے۔آخری شکایت وہ ہے جو الفضل ۴۔اپریل کے ذریعہ ہم نے سنی جس میں خلیفہ صاحب قادیان کے ایسے درد بھرے الفاظ درج ہیں کہ سننے والا گورنمنٹ سے بدگمان ہو جائے چنانچہ لکھا ہے:

کوئی جماعت من حیث الجماعت انگریزوں کیساتھ نہ تھی۔ایسے خطرے کے وقت جب اپنے اور

پرائے سب گھبرا رہے تھے، سوائے جماعت احمدیہ کے اور کون سی جماعت تھی جس نے من حیث الجماعت انگریزوں کا ساتھ دیا... مگر نہ حکومت نے ہماری قدر کی، نہ قوم (مسلمانوں) نے ہماری قدر کی۔ (الفضل قادیان ۴۔اپریل ۱۹۳۶ء)

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں: مسلمانوں کی جتنی شکایت بھی آپ کریں بجا ہے۔ واقعی انہوں نے آپ کی بلکہ آپ کے والد بزرگوار کی بھی کوئی قدر نہ کی، حالانکہ آپ کے والد بزرگوار نے اوران کے بعد آپ نے مسلمانوں کو ہمیشہ کے لئے ایک بڑے بوجھ سے سبکدوش کر دیا۔ یعنی جہاد جیسا مشکل حکم منسوخ کر کے مسلمانوں کو آرام کی نیند سونے کا موقع دیا۔ البتہ انگریزی حکومت کی بابت آپ کی شکایت کو پبلک بے جا جانتی ہے۔ کیونکہ آپ کی خدمات کے صلے میں حکومت نے آپ کی جماعت کو بڑے بڑے رتبے دیئے۔ ملازمتوں میں کافی آسامیاں دیں۔ خاص کر پولیٹکل صیغے میں تو گویا آپ ہی آپ ہیں۔ ہاں آپکو ذاتی حیثیت میں کوئی خطاب یا جاگیر نہ بخشی سواس کی تلافی کے لئے ہم بھی سفارش کرتے ہیں کہ طرح رادھا سوامیوں کے گورو ، صاحب جی، کوسر کا خطاب دیا ہے آپ کو بھی سر بنا دے۔ گوایک طرح سے آپ سر بنے ہوئے ہیں۔ ناظرین! خلیفہ صاحب گورنمنٹ پر اپنی خدمات کا احسان جتاتے ہیں اور گورنمنٹ اپنے دل میں کہتی ہوگی کہ ہم نے تم کو زندہ رکھا

دراصل یہ گلہ اورشکایت ان دونوں فریقوں کی راز و نیاز کی باتیں ہیں

میان عاشق و معشوق رمزے است۔ کراماً کاتبین را ہم خبر نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مئی ص۱۹۳۶ءص۶،۷)

مرزا صاحب (مسیح موعود) کا کار عظیم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ نوٹ معمولی نہیں بلکہ احمدیت اور محمدیت میں جہاں اور کئی ایک امور فیصلہ کن ہیں یہ بھی ایک بڑا فیصلہ کن ہے

۔اس کے محرک مولوی محمد علی صاحب لاہوری ہوئے ہیں۔

مولوی صاحب موصوف نے مرزا غلام احمد صاحب کا ایک بڑا بے نظیر کام بتایا ہے جسے بخیال خود اتنا عظیم الشان قرار دیا ہے کہ سلف سے خلف تک کسی (سے ہوا) ہی نہیں۔اس لئے ہم اس کام کی (وضاحت)..کرتے ہیں۔

بغرض اختصار ناظرین خصوصاً طلباء عربیہ کی تفہیم کے لئے بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے وہ کام کیا ہے جس کی بابت اہل منطق کا قول ہے: لا حجر فی التصور ۔اس مثال کو یاد رکھ کر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا وہ مضمون انہی کے الفاظ میں پڑھیئے۔

اس مضمون میں جتنی مرتبہ (خیال) کا لفظ آیا ہے ہم نے اسے قوسین میں ڈال دیا ہے، اس سے ہماری کچھ غرض ہے ناظرین اس بات کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ وہ کسی ضروری چیز پر اعلام ہے۔ بہر حال مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کا ایک عظیم الشان کارنامہ

حضرت مسیح موعود کے عظیم الشان کاموں میں سے ایک کام یہ ہے کہ آپ نے اس پردہ کو اٹھا دیا جو هو الذی ار سل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله پر پڑا ہوا تھا . انبیاء علیہم السلام اگر ایک (خیال) کو لاتے ہیں تو مجددین اس خیال کو از سر نو زندہ کرتے ہیں ۔اللہ تعالی نے آنحضرت ﷺ پر یہ وحی کی تھی کہ دین اسلام کو دنیا میں غالب کرے گا۔ یہ (خیال) مسلمانوں کے دلوں سے آہستہ آہستہ بالکل محو ہوتا جا رہا تھا امام زمان کا ہی یہ کام تھا کہ اس (خیال) کو از سر نو زندہ کیا بلکہ یہ بتا دیا کہ یہی وقت اس غلبہ کا ہے۔یہی وجہ ہے کہ یہ جماعت دیوانہ وار اس مقصد کو پورا کرنے کے لئے اپنی ساری قوت صرف کر رہی ہے۔ یہ آیت جو بطور وحی رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوئی، حضرت مسیح موعود کو بھی الہام ہوئی اور اس کی غرض یہ تھی کہ اس (خیال) کو از سر نو زندہ کیا جائے۔اگر غور کرو تو کوئی اور شخص اس زمانے میں ایسا نظر نہیں آتا جس نے اس (خیال) کو اس مضبوطی کے ساتھ دلوں میں پیدا کر دیا ہو ۔آیت قرآنی موجود تھی مسلمانوں کو اس پر ایمان بھی تھا لیکن آنکھوں پر ایک پردہ پڑا ہوا تھا اس پردے کو امام نے اٹھا دیا اور

دلوں پر ایک زنگ لگ گیا تھا اس کو آپ نے دور کر دیا۔ ایسے ہی اور بھی (خیالات) ہیں جن کو حضرت مسیح موعود نے زندہ کیا۔ یہ سب باتیں قرآن کریم میں موجود تھیں لیکن کسی کا خیال ان کی طرف نہ جاتا تھا ۔افسوس ہے کہ جس شخص نے ان پاکیزہ خیالات کو از سرنو زندہ کیا اس کے مجدد ہونے سے انکار کیا جاتا ہے۔تم اور کسی آدمی کا نام لو جس نے اسلام کے لئے اس زمانہ میں اس قدر عظیم الشان کام کیا ہو جسکو خدا کی طرف سے ایسی روشنی ملی ہو۔(پیغام صلح لاہور ۲۷۔اپریل ۱۹۳۶ء ص ۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کرام !اس عبارت کو بغور دیکھئے اس میں کتنی مرتبہ (خیال) کا لفظ لائے ہیں اس کے بعد اس امر پر غور کریں کہ خیال کیا چیز ہے وہی جس کو اہل منطق ،تصور، سے موسوم کرتے ہیں ۔پس مولوی محمد علی صاحب کی اس ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب نے مسلمانوں کو تصور دلایا ہے کہ دین اسلام غلبہ پانے کے لئے آیا ہے۔ یہ کام ایسا ہے کہ کسی نے آج تک نہیں کیا۔ہمیں اس بحث میں جانے کی ضرورت نہیں کہ کسی نے یہ کام کیا یا نہیں ۔ہم صرف یہ دکھاتے ہیں کہ مرزا صاحب کی بابت جو مولوی محمد علی صاحب نے دعوی کیا ہے ،مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ایسا کہتے تھے یا مولوی صاحب ہی کی ایجاد ہے۔

کچھ شک نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کام کو محض خیال کے درجہ میں نہیں چھوڑا بلکہ تصدیق تک پہنچایا ہے۔ہم حسب عادت اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے الفاظ میں بتاتے ہیں پس ناظرین غور سے سنیں۔مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں؛

هو الذى ارسل رسوله بالهدى ودين الحق ليظهره على الدين كله -یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

(براہین احمدیہ۔ص ۴۹۸،۴۹۹)

یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ یہ عبارت اس زمانہ کی ہے جسوقت مرزا صاحب کا دعوی مسیح موعود

ہونے کا نہ تھا۔ جب آپ نے خود مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اپنے کام کی مزید توضیح اور تشریح فرمادی جو قابل دید وشنید ہے چنانچہ فرمایا:

آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گذرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں، زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے، اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے

پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالم گیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اسلئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

(چشمہ معرفت۔ ص ۸۲۔۸۳)

ناظرین کرام! للہ غور فرمایئے کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود کی علامتِ صدق محض، خیالی غلبہ، قرار دیا ہے یا واقعی غلبہ اسلام کو اس کا نشان بتایا ہے۔ چشمہ معرفت کی عبارت کو مکرر پڑھیئے ..کہ مرزا صاحب نے مسیح موعود کا کام بقول مولوی محمد علی غلبہ کا محض خیال بتایا ہے یا مسیح کو اسلام کے غالب کر دینے کا ذمہ دار بتلایا

ہے۔مگر عبارت مذکورہ اور پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی عملاً غلبہ پالینے کی تصدیق کرتے اور کراتے ہیں۔

ایک مثال: ایک بزرگ شیخ چلی نامی گذرے ہیں۔انہوں نے اپنے نکاح پر اپنے دوستوں کودعوت ولیمہ دینے کا وعدہ کیا رات کونکاح کی بابت سوچتے رہے دماغ میں سامان نکاح اور سامان دعوت خوب تیار کرتے رہے۔صبح مدعودوستوں کودعوت ولیمہ میں بلا کر کھانا چنادیا۔

دوستوں نے دریافت کیا کہ نکاح پر کیا خرچ آیا؟ کہاں ہوا؟ رشتہ کیسا ہے؟

جواب میں کہنے لگے خرچ کچھ بھی نہیں ہوا۔نہ کہیں آنا جانا پڑا۔رات بھر اسی ادھیڑ بن میں رہا، یہاں تک کہ نکاح بھی ہوگیا۔لطف یہ ہے کہ کسی نکاح خوان (قاضی) کی بھی حاجت نہ پڑی۔نکاح ہوکر دلہن بھی آ گئی۔مگر ایسی طرح آئی جس طرح شاعر کی محبوبہ جیل میں اسکے پاس پہنچ جاتی تھی جس کا حال وہ خود بیان کرتا ہے

عجبت لمسراها وانی تخلصت

لدی و باب السجن دونی مغلق

ناظرین کرام! مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ایک بڑا کارنامہ محض خیال بتایا ہے جو شیخ چلی کے نکاح سے زیادہ نہیں۔

حق یہ ہے کہ مولوی صاحب موصوف ایسا کہنے میں معذور بلکہ مجبور ہیں کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے جس غلبہ کا حتمی وعدہ کیا تھا وہ تو ہوا نہیں۔اسلام کے غلبہ کی بجائے دن بدن کفر کا غلبہ ہورہا ہے جس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ مسیح موعود (مرزا) کی امت کا اکثر حصہ بقول مولوی محمد علی صاحب لاہوری، بوجہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو نبی ماننے کے دین اسلام سے پھر گیا۔

خود قادیان اور لاہور بھی کفر کی نجاست سے پاک صاف نہ ہوئے۔

مرزا کی اول مخاطب قوم عیسائی ہے کیونکہ مسیح موعود کا لقب ہی یہ چاہتا ہے اس کا حال یہ ہے کہ زمانہ تصنیف براہین احمدیہ میں مسیحی مردم شماری پانچ لاکھ تھی تازہ مردم شماری میں عیسائی ۶۸ لاکھ سے زیادہ ہیں (مسیحی جنتری)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین! عیسائی قوم وہ ہے جن کو مسیح موعود (مرزا) نے خنزیر کہہ کر مسیح موعود کے ہاتھ سے مقتول بتایا ہوا ہے آج وہ تعداد میں اس قدر بڑھ گئے ہیں کہ اس تعدادی ترقی میں (بقول مرزا) خنزیروں کو بھی مات کر دیا، جب واقعات یہ ہیں کہ مرزا صاحب کے مواعید محبوبہ سعاد کے مواعید سے بھی سبقت لے گئے جن کے حق میں کہا گیا ہے:

ما موا عيد ها الا ا لا با طيل

مولوی محمد علی صاحب لاہوری چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کے بہت پرانے دلدادہ ہیں اس لئے ان سے یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ مجدد اعظم مسیح موعود سے علیحدگی اختیار کر لیں اسلئے انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق کو تصور بنا کر عظیم کارنامے کی شکل میں دکھایا۔ جسکی بابت بہت عرصہ پہلے کیا گیا:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب۔گربہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۲۹ ص ۵۔۷)

براہین معماریہ بجواب دلائل مرزائیہ

جناب منشی محمد عبداللہ معمار ؒ امرتسری لکھتے ہیں:

میں یہ سمجھنے سے قاصر ہوں کہ کوئی خدا کو ماننے والا قرآن شریف پر یقین رکھنے والا انسان کیونکر مذہبی معاملات میں عمداً! غلط روی کو پسند کرسکتا ہے سوائے اس کے کہ ایسا شخص اسی گروہ کا فرد اعلی ہو جس کے متعلق شہادت الٰہی موجود ہے۔ و الله يشهد ان المنافقين لكا ذ بو ن

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت پر جن پر از دجل و تلبیس دلائل باطلہ سے تمسک کیا ہے صدہا نہیں ہزار ہا دفعہ علماء اسلام کی طرف سے ان دلائل کا باطل و بے ہودہ ہونا واضح وعیاں کیا گیا ایمان داری کا تقاضا یہ تھا کہ یا تو مرزائی اصحاب علماء اسلام کے جوابات کا ضعف ثابت کرتے یا مرزا غلام احمد قادیانی کو مفتری علی اللہ تسلیم کر تے مگر کس قدر افسوس کی جگہ ہے مرزائی اصحاب انہی (دلائل)....کو تحریروں، تقریروں مناظروں مباحثوں میں دوہرا کر عوام کو خدائے قدوس، معبود برحق کے مبارک و مقدس آستانہ سے ہٹا کر جھوٹے بت کی پرستش کروا

رہے ہیں انا للہ و انا الیہ را جعو ن ۔

صدق اللہ تعا لی : واشر بوا فی قلو بھم العجل بکفر ھم ..ا لآ یہ

مرزائیو! اللہ سے ڈرو اور مخلوق کو یوں دھوکہ مت دو۔ اٹھو اگر تم میں رائی کا ہزاروں حصہ بھی علم موجود ہے تو ہمارے جوابات کا غلط ہونا بدلائل صحیحہ ثابت کرو یا بت پرستی سے توبہ کرو

<u>دلائل مرزائیہ:</u>

جب کبھی دنیا ضلالت و گمراہی میں مبتلا ہو جاتی ہے تو خدا تعالی اس کی اصلاح کیلئے نبی مبعوث فرماتا ہے۔ چودھویں صدی میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی کے مطابق شیطان نے اپنا پورا زور صرف کر کے مسلمانوں کے کثیر حصہ اپنے تصرف میں لے لیا (چودھویں صدی میں مسلمانوں پر شیطانی تسلط اور آمد مسیح موعود کی بشارت آنحضرت ﷺ کی کس حدیث میں ہے؟ معمار)....عین ضرورت کے وقت خدا تعالی کا فرستادہ مسیح موعود...قادیان میں مبعوث ہوا۔ اس نے للکار کر کہا کہ میں ہی وہ مسیح اور مہدی ہوں جس کے نبی اللہ ہونے اور چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہونے کی بشارت آنحضرت ﷺ نے دی تھی۔ (الفضل قادیان ۱۶۔اپریل ۱۹۳۶ء ص ۵)

الجواب: انبیاء کرام کی بعثت کے دو ہی مقصد ہوتے ہیں خالق کے حقوق کا اظہار مخلوق کے حقوق کی تعیین سابقہ انبیاء محدود خطوں مخصوص اقوام معدود اور وقتی فرائض و احکام کے حامل و پیغام رسان ہو کر تشریف فرما ہوئے لہذا لازمی تھا کہ ہر نئی گمراہی کے انسداد، ہر نئی ضرورت کے متمم احکام کے لئے بعثت انبیاء کا سلسلہ جاری رہتا۔، بخلاف اس کے بقول مرزا صاحب قادیانی:

قرآن شریف کے لئے اب یہ ضرورت درپیش نہیں کہ اس کے بعد کوئی اور کتاب بھی آوے کیونکہ کمال کے بعد کوئی اور درجہ باقی نہیں رہا۔ ہاں اگر فرض کیا جائے کہ کسی وقت اصولِ حقہ قرآن شریف وید اور انجیل کی طرح مشرکانہ اصول بنائے جائیں... یا اس کے ساتھ...کروڑہا مسلمان... شرک...اختیار کر لیں گے تو بے شک ایسی صورتوں میں دوسری شریعت اور دوسرے رسول کا

آنا ضروری ہوگا مگر دونوں قسم کے فرض محال ہیں ۔قرآن شریف ..کا محرف ہونا ...محال ...اور مسلمانوں کا پھر شرک اختیار کرنا...ممتنعات میں سے ہے ...(جب یہ صورت ہے) تو نئی شریعت اور نئے الہام (نبوت) کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقلی لازم آیا کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں خاتم الرسل ہیں۔

(براہین احمدیہ ص ۱۱۰۔۱۱۱ حاشیہ)

یہ تو ہوا مرزا غلام احمد کا جواب جو آدھا سچ اور آدھا سفید جھوٹ ہے۔اب سنو ہمارا جواب۔

ہم کہہ آئے ہیں کہ انبیاء کرام حقوق اللہ وحقوق العباد کی تعلیم کے لئے مرسل ہوتے ہیں چونکہ قرآن مجید اس بارے میں کامل واکمل کتاب ہے جس کا محفوظ رہنا موعود خداوندی ہے ولہذا اب کسی جدید رسول کا آنا فضول وبے فائدہ ہے خواہ ساری دنیا مرزائیوں کی طرح بت پرست ہو جائے۔باقی رہی باوجود اتمام حقوق کے رحمت الٰہی سو اس کیلئے آئے کریمہ: کنتم خیر امة ا خت جت للنا س تا مرو ن بالمعرو ف و تنهون عن المنكر ، شاہد عادل ہے۔فلہ الحمد۔

خود مرزا غلام احمد قادیانی قائل ہے:

اگر کوئی کہے کہ فساد اور بدعقیدگی اور بداعمالیوں میں یہ زمانہ بھی تو کم نہیں پھر اس میں کوئی نبی کیوں نہیں آیا۔تو جواب یہ ہے کہ.. اس زمانہ میں چالیس کروڑ لا اله ا لا الله کہنے والے موجود ہیں

(نور القرآن نمبر ص ۷ حاشیہ)

مختصر یہ کہ فلا حا جة لنا الی نبی بعد محمد ﷺ (حمامة البشری ص ۴۹)

پس ہر مسلمان پر لازم ہے کہ وہ جونہی کسی شخص کا دعوی نبوت سنے بلا پس وپیش مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول ہر نماز کے بعد بطور وظیفہ پڑھا کرے کہ:

ہم مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کے ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت کے نہیں بلکہ وحی ولایت کے ہم قائل ہیں۔ (اشتہار مرزا۔ تبلیغ رسالت ص ۶ ص ۲)

اور اگر کوئی مرزائی یہ کہہ کر دھوکہ دینے کی کوشش کرے کہ مذکورہ بالا اقوال ہمارے حضرت کے

اسوقت کے ہیں جب کہ آپ نے ابھی نبوت کا دعوی نہیں کیا تھالہذا وہ سب اجتہادی اغلاط پر مبنی ہیں تو جواب میں یہ کہا جائے کہ مرزا خودلکھتا ہے کہ میں براہین احمدیہ کی تصنیف کے وقت بھی نبی تھا(اشتہار ایک غلطی کا ازالہ ص ۱)۔اور نبی اپنی نبوت کے سمجھنے میں کسی حالت میں بھی غلطی نہیں کرسکتا۔(اعجاز احمدی ص ۲۵۔۲۶)

اس پر مزید تائید یہ کہ بقول مرزا انبیاء کے اقوال وافعال وحرکات وسکنات، خیال واجتہادات وغیرہ سب کے سب وحی الٰہی ہوتے ہیں۔(ریویو ۱۹۰۲ء ص ۷۰تا۷۲)

پس مرزائیوں کا عذر سراسر جھوٹا اور مرزا غلام احمد ہر حالت میں کاذب ہے:

رسول قادیانی کی رسالت ۔ ضلالت ہے ضلالت ہے ضلالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۳صفر ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۲۹ ص ۷۔۸)

جہاد منسوخ؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل میں ایک نوٹ نکلا تھا جس میں مرزا غلام احمد متوفی کا فتوی درج ہوا تھا کہ دینی جہاد میرے (مسیح موعود) کے آنے سے منسوخ ہوگیا۔چنانچہ آپ کی عبارت میں سے ایک شعر یہ ہے:

اب آ گیا مسیح جو دین کا امام ہے
دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۲۶ تقطیع کلاں)

ہم نے اس نوٹ میں اپنا عقیدہ ان لفظوں میں لکھا تھا کہ: اسلام میں جہاد کا حکم غیر منسوخ اور دائمی ہے جب کبھی اس کی شرط پائی جائیں فرض واجب ہوجاتا ہے۔

اس فقرے کو قادیانی اخبار الفضل نے سخت غلط سمجھ کر اپنے علم کا اظہار کیا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خود مولوی صاحب کے نزدیک بھی جہاد کے لئے بعض شرائط ہیں اگر وہ شرائط پائی جائیں تو جہاد فرض ہوتا ہے۔مگر تعجب ہے شروط کے پائے جانے کا خود ہی ذکر کردینے

کے باوجود وہ ایسے جہاد کو دائمی قرار دیتے ہیں حالانکہ جب کسی زمانہ میں بوجہ شرائط کی عدم موجودگی کے جہاد جائز نہ ہو تو لازماً اس وقت جہاد التواء میں رہے گا پھر جس چیز میں التواء واقعہ ہو جائے اسے دائمی قرار دینا مدیر اہل حدیث کو ہی زیب دے سکتا ہے (الفضل قادیان ۱۵۔اپریل ۱۹۳۶ء ص ۳)

قادیان میں یوں تو بہت سے لوگوں کو مولوی فاضل لکھا جاتا ہے مگر جب ان کی لیاقت جانچی جاتی ہے تو ایک پرانا واقعہ صحیح ثابت ہوتا ہے جو یہ ہے:

جن دنوں ہمارے جلسے قادیان میں ہوا کرتے تھے میں نے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو معرفت حاجی عبدالکریم صاحب لاہوری پیغام بھیجا تھا کہ میں آپ کے علماء کو یک جا ملنا چاہتا ہوں۔انہوں نے حکم دیا تھا کہ ہاں مل سکتے ہیں۔

چنانچہ ایک کمرے میں سب جمع ہوئے۔میرے سہ صدی دوست منشی قاسم علی تعارف کراتے ہوئے کہتے جاتے تھے۔یہ صاحب مولوی فاضل ہیں، یہ بھی مولوی فاضل ہیں، یہ بھی مولوی فاضل ہیں وغیرہ ۔آپ بھی مولوی فاضل ہیں، تو یہ بھی مولوی فاضل ہیں۔جب انکے ساتھ مجھے بھی ملا کر عزت بخشی گئی تو میرے منہ سے بے ساختہ نکل گیا: شیر قالین دگراست شیر نیستاں دگراست

آج ہم اپنے اس مقولہ کا ثبوت دیتے ہیں، ہمارا بیان (اہل علم غور فرمائیں) قضیہ عرفیہ عامہ ہے جس میں علی الدوام بالشرط حکم ہوتا ہے۔عرفیہ عامہ میں عدم شرط کے وقت اگر حکم نہ ہو تو عرفیہ عامہ کے صدق میں کلام نہیں ہوتا۔اس کی مثال سنئیے:

بالدوام کل کاتب متحرك الا صابع مادام کاتباً بالکل صحیح ہے

ایک اور واضح مثال بھی سنئیے:

ہر مرزائی جب تک مرزائی ہے، قبول حق سے منہ پھیر جاتا ہے۔

ان دونوں قضیوں (فقروں) میں عدم شرط کے وقت عدم حکم کا قائل ہونا ہی غلط نہیں بلکہ ضروری ہے۔

یہ تو قادیانی علم کلام کی مثال اور ہمارے مقولہ کی تصدیق ہے اصل جواب اور تفصیل مسئلہ میں اس سے بھی زیادہ کمال دکھایا ہے چنانچہ مجیب لکھتا ہے:

قرآن شریف یونہی لڑائی کے لئے حکم نہیں فرماتا بلکہ صرف ان لوگوں کے ساتھ لڑنے کا حکم فرماتا ہے جو خدا تعالی کے بندوں کو اس پر ایمان لانے اور اسکے دین میں داخل ہونے سے روکتے ہیں اور اس بات سے کہ وہ خدا تعالی کے حکموں پر کاربند ہوں گے اور اسکی عبادت کریں اور ان لوگوں سے لڑنے کے لئے حکم فرماتا ہے جو مسلمانوں سے بے وجہ لڑتے ہیں اور مومنوں کو ان کے گھروں سے اور وطنوں سے نکالتے ہیں اور خلق خدا کو جبراً اپنے دین میں داخل کرتے ہیں اور دین اسلام کو نابود کرنا چاہتے ہیں اور لوگوں کو مسلمان ہونے سے روکتے ہیں۔ (حوالہ مذکور)

آپ کا یہ فقرہ تسلیم کر کے ہم صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ مرقومہ عبارت میں جس جہاد کی مرزا صاحب نے اجازت دی ہے یہ دینی جہاد ہے یا دنیاوی۔ جواب میں یقیناً شق اول ہوگی۔ یعنی دینی۔ کیونکہ جو امر قرآن کے ارشاد سے بتایا جائے اس کے دینی حکم ہونے میں کیا شک ہوسکتا ہے۔ پس قضیہ کا عقد الوضع متحقق ہوگیا۔ اب مطلع صاف ہے کہ مرزا صاحب نے جس جہاد کو منسوخ اور ممنوع ہونے کا حکم دیا وہ دینی جہاد ہے اور دینی جہاد وہی ہے جو بوقت ضرورت قرآن شریف نے جاری کیا ہے پس قادیان کے مولوی فاضلو! اگر تم لوگ صحیح معنی میں مولوی فاضل ہو تو غور سے سنو:

بوقت ضرورت جہاد کرنا دینی جہاد ہے (صغری)

ہر دینی جہاد اب ممنوع اور منسوخ ہے (کبری)

صغری کا ثبوت مرزا صاحب قادیانی کی مرقومہ عبارت ہے کبری کا ثبوت مرزا صاحب کا یہ شعر ہے جو مجیب نے خود ہی لکھا ہے:

اب آگیا مسیح جو دین کا امام ہے۔ دین کے تمام جنگوں کا اب اختتام ہے

نتیجہ صاف اور عیاں ہے کہ بموجودگی شرائط بوقت ضرورت جس جہاد کی اجازت قرآن شریف نے دی تھی وہ اب منسوخ ہے۔

احمدی ممبرو! دینی جہاد کی حقیقت سمجھ لو۔ سمجھنے کے بغیر جلدی نہ کرنا ورنہ غلطی کھاؤ گے۔ ہم پھر بتاتے ہیں کہ بقول مرزا صاحب اور بقول تمہارے: دینی جہاد وہ ہے جو شرائط کی موجودگی میں ہو۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بحثیت مسیح موعود اس کو منسوخ قرار دیا ہے پس نتیجہ صاف ہے کہ قرآنی جہاد مرزا صاحب قادیانی نے منسوخ کر دیا ہے کیونکہ عرفیہ عامہ کی نقیض حینیہ مطلقہ ہوتی ہے۔ فافہم

مجیب نے مرزا صاحب قادیانی کا ایک اور شعر نقل کیا ہے جو ہر طرح سے قابل تحسین ہے۔ وہ یہ ہے

کیوں چھوڑتے ہو لوگو! نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

ہم اس شعر کی تصدیق کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو ! نبی کے قرآن کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس شطان کو

(شطان مخفف از شیطان ۔ ثنا)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۰ ص ۴ ۔ ۵)

بڑے مرزا جی کا عرس

بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہو گا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے اعلان کے مطابق بتاریخ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء فوت ہو گئے جسے آج پورے اٹھائیس سال ہو گئے ہیں اس لئے ہم وہ اشتہار سارے کا سارا ناظرین تک پہنچاتے ہیں تا کہ مرزا صاحب کی یاد تازہ ہو۔ ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔

یستنبئونك احق ھو ۔ قل ای و ربی انہ لحق ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں ۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے ۔میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا ۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مصز نہیں ہوسکتا ۔اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا ۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے ۔اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے ۔پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے ۔ آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناءاللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا ۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناءاللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ۔ آمین ۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: حضرات! اس آخری فیصلہ پر مرات کرات بحث مباحثہ ہوا کتابیں لکھی گئیں اس لئے آج ہم نہایت اختصار کے ساتھ فریق ثانی کے دو مسلّمہ گواہ پیش کرنا کافی سمجھتے ہیں:

۱۔ بڑے معتبر گواہ مرزا صاحب مدعی کے صاحبزادہ میاں محمود احمد ہیں۔اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:

جب حضرت اقدس (مرزا) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی ۔

(مقولہ میاں محمود۔رسالہ تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء ص۷۹)

یہ تو ہوئے جمہوری خلافت مرزائیہ کے گدی نشین۔

۲۔ دوسرے گواہ اقلیت کے امیر مولوی محمد علی صاحب لاہوری ہیں آپ کا بیان بھی قابل قدر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ہم تو اس بات کو اب بھی مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی اس (ثناءاللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا۔(مقولہ محمد علی۔ریویو آف ریلی جنز جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

ناظرین کرام! ان دونوں صاحبوں نے تسلیم کیا ہے کہ مرزا صاحب متوفی کی مشتہرہ عبارت کا مطلب واقعی دعاء موت ہے بلکہ خلیفہ قادیان تو دعا کو مزید قوت دے کر خدائی قبولیت حاصل کرا کر مولوی ثناء اللہ کی موت کی پیش گوئی قرار دے چکے ہیں جو اخبار بدر ۲۵ مئی ۱۹۰۷ء سے بالکل مطابق ہے۔

خود اصل مدعی کا اعلان ہی صاف عبارت میں اپنا مدعا بتانے کے واسطے کافی ہے۔اس پر یہ دو معتبر گواہ سونے پر سہاگہ کا کام دے گئے حضرت یوسف کے معاملہ میں مدعیہ کے خاندان کا ایک ہی گواہ کافی ہوا تھا یہاں تو بقاعدہ نصاب شرعی دو معتبر گواہ موجود ہیں کیا اب بھی آخری فیصلہ کی صداقت میں شک ہے اور یہ کہنا غلط ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(نوٹ۔جہاں مرزائیوں کی شورش ہو وہاں کے احباب اس مضمون کو چھپوا کر شائع کر سکتے ہیں۔)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۰ ص ۶۔۷)

کامیاب مناظرہ

سکرٹری صاحب انجمن اہل حدیث کوٹلی ضلع میر پور اطلاع دیتے ہیں کہ ۲۸۔۲۹ مارچ کو اہل اسلام اور مرزائیوں میں حیات مسیح، ختم نبوت، اور صداقت مرزا پر شاندار مناظرہ ہوا۔ اہل حق کو فتح مبین اور فرقہ باطلہ کو شکست فاش ہوئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۳۰ صفر ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۰ ص ۱۴)

چیستان مرزا

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی مذہب ہر حیثیت میں مجموعہ عجائبات ہے۔ بانی سلسلہ کی جسمانی حالت عجیب، کہیں دردگردہ، ذیابیطس دوران سر کا عارضہ تو کہیں امراض مزمنہ کمزوری نے گھیر رکھا ہے۔ ایک طرف ہسٹیریا جیسی نامراد مرض نے لاچار کر رکھا ہے، تو دوسری طرف مرض مراق نے زندگی سے بیزار کر رکھا ہے۔ دعاوی کی اس قدر بھرمار ہے کہ گنتے گنتے انگلیاں بھی تھرا جائیں۔ دلائل اس سے بھی عجیب بلکہ اعجب العجباء۔ مثلاً ایک دلیل آپ نے یہ پیش کی ہے:

میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار میں ظاہر ہوا ہوں اور اگر اور کوئی بھی دلیل نہ ہوتی تو یہی... کافی تھی... اس کو ردّ کیا جائے تو خدا تعالی کی تمام کتابیں باطل ہیں۔

(رسالہ عجائبات مرزا، از ثناء اللہ۔ ص ۱۳ بحوالہ لیکچر سیالکوٹ ۔ص ۸)

ملاحظہ ہو کس قدر زوردار دلیل ہے۔ مگر جب ان، خدا کی تمام، کتابوں کا حوالہ طلب کیا جائے تو سوائے ایک آیت کے ایک بھی حوالہ نہ ملے کہ

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ

انہی وجوہات کی بنا پر مولانا ثناء اللہ امرتسری نے یہ طریقہ اختیار کر رکھا ہے کہ قادیانی راست گوؤں سے گفتگو کرتے وقت کتب سابقہ، قرآن وحدیث کے حوالہ جات تلاش کرنے کی ضرورت ہی نہ پڑے، بلکہ کلام مرزا سے ہی عجیب سی جدید تحریر پیش کی جائے جس سے نہ صرف مد مقابل مبہوت ہو کر رہ جائے، خود اس

کلام کے متکلم حضرت سلطان القلم کی صحت بھی مشکوک ہو جائے۔

تازہ مثال سنیئے : یکم مارچ ۱۹۳۶ء کو شہر میرٹھ میں مولانا ثناءاللہ صاحب کا جماعت مرزائیہ سے ایک چھوٹا سا مناظرہ ہوا۔مگر اسکا اثر و نتیجہ نہایت عمدہ نکلا۔

مرزائی مناظر نے اگرچہ بہت ہاتھ پاؤں مارے، مگر پنجہ شیر سے رہائی نہ ملتی دیکھ کر یہ کہہ کر جان چھڑائی کہ : میں نے آج سے پہلے کبھی اس مسئلہ پر غور نہیں کیا اب بوعدہ تدبر معافی چاہتا ہوں۔

اگرچہ ہم نے بابو عمرالدین شملوی کو پکا مرزائی سمجھتے ہوئے گمان کیا تھا کہ آپ کا یہ وعدہ ایسا ہی وفا ہو گا جیسا کہ ان کے پیشوا نے براہین احمدیہ کتاب کی قیمت پیشگی دینے والوں سے کیا تھا ما موا عید ھا ا لا الا بـا طیل ۔ مگر مقام مسرت ہے کہ موصوف نے باوجود مولانا ثناءاللہ کو: متفنی، مکار ،کور باطن ، کہہ کر کر نیز تحریری جواب میں بسعی تمام تلبیس سے کام لے کر اپنی مرزائیت کو نمایاں کر دینے کے بھی اس خصوص میں مرزائیت کا پختہ اسوہ حسنہ ملحوظ نہیں رکھا۔ جزاہ اللہ، بہر حال ہم احمدی صاحب کی محنت کو مشکور جانتے ہوئے انہی کے الفاظ میں بالاختصار مناظرہ میرٹھ کی روداد اور اس کا جواب درج ذیل کرتے ہوئے صاحب موصوف کی اصلاح کی کوشش کریں گے۔وباللہ التوفیق

ملاحظہ ہو بابو عمرالدین صاحب راقم ہیں:

میرٹھ میں یکم مارچ ۱۹۳۶ء کو موی ثناءاللہ صاحب اور خاکسار کا مظاہرہ صداقت مسیح موعود پر ہوا ..مولوی ثناءاللہ ...مناظروں میں کسی ایسی متشابہ بات کو لے بیٹھتے ہیں جس سے وہ فتنہ پیدا کر سکیں ...وہ مکاروں کی طرح کوشش کرتے ہیں...

مولوی صاحب نے تمام دلائل کو چھوڑ کر ایک چیستاں ہمارے سامنے رکھ دیا (مولوی ثناءاللہ نے کہا کہ) مرزا صاحب لکھتے ہیں :

میری پیدائش اس وقت ہوئی جب (حضرت آدم سے لیکر) چھ ہزار (برس گزرنے) میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔تحفہ گولڑویہ صفحہ ۹۵ طبع اول صفحہ ۱۵۴ طبع سوم۔

دوسری طرف مرزا صاحب مارچ ۱۹۰۶ء میں لکھتے ہیں :

اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے ۔چشمہ مسیحی مقدمہ صفحہ ب۔

پہلی عبارت کو دوسری عبارت سے ملا کر پڑھنے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مارچ ۱۹۰۶ء میں مرزا صاحب کی عمر ابھی گیارہ سال بھی نہیں ہوئی تھی۔

(مولانا ثناء اللہ کے مذکورہ اعتراض کو نقل کر کے عمر الدین صاحب یہ جواب دیتے ہیں کہ) اس چیستان کا حل یہ ہے کہ تحفہ گولڑویہ میں جہاں چھٹے ہزار سے گیارہ برس رہتے اپنی پیدائش لکھی ہے وہ قمری حساب کی رو سے ہے، اور جہاں چشمہ مسیحی میں لکھا ہے کہ ابھی چھٹا ہزار ختم نہیں ہوا، وہاں شمسی حساب ہے ۔قمری سال ۳۵۵ دنوں کا ہوتا ہے اور شمسی ۳۶۵ دنوں کا قمری سال پہلے ختم ہو جاتا ہے شمسی بعد میں ۔چھ ہزار برس قمری جہاں ختم ہوتے ہیں وہاں شمسی چھ ہزار کے ختم ہونے میں قریباً ایک سو پینسٹھ سال باقی ہوتے ہیں۔

پس مولوی ثناء اللہ صاحب کا قمری اور شمسی فرق کو مدنظر نہ رکھنا ان کے زیغ قلب کا نتیجہ ہے۔

لطف یہ کہ جس حاشیہ سے آپ (ثناء اللہ) استدلال کر رہے ہیں وہیں آگے (مرزا کے) یہ الفاظ موجود ہیں: مدت ہوئی ہزار ششم گذر گیا اب قریباً پچاسواں سال اس پر زیادہ جا رہا ہے اب دنیا ہزار ہفتم کو بسر کر رہی ہے۔

اب اس حساب سے حضرت (مرزا) کی عمر اس وقت جب کہ (تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۲ء میں) اوپر کی عبارت لکھی جا رہی تھی ۶۱ برس تھی۔اس لئے مولوی ثناء اللہ کا ایچا پیچی سے تمسخر اڑانا ان کے اپنے ہی کور باطن کا ثبوت۔

(مرزا کے) یہ الفاظ مدت ہوئی ہزار ششم گزر گیا بحساب قمری ہیں اسلئے چشمہ مسیحی میں جو بعد کی کتاب ہے یہ لکھنا کہ اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش کے آخر پر ہے ضرور یہ بحساب شمسی ہیں اور اس کی دوسری دلیل یہ ہے کہ چشمہ مسیحی عیسائیوں کے مقابل لکھی گئی ہے اور عیسائیوں کا حساب شمسی ہے اور تحفہ گولڑویہ میں سے جو حاشیہ کی عبارت زیر بحث ہے اس کے متن میں یہ مذکور ہے کہ نصاریٰ کا حساب شمسی ہے۔ (اخبار پیغام صلح لاہور۔ ۲۰ مارچ ۱۹۳۶ء)

منشی معمار صاحب لکھتے ہیں: ناظرین کرام! مولوی عمرالدین کے مضمون میں اگرچہ جابجا اغلاط و اسقام موجود ہیں جیسا کہ ان کا بتقلید مرزا شمسی وقمری کا فرق ۱۶۵ سال کا بتانا حالانکہ ۱۶۹ سال کے قریب ہے یا بحوالہ قول مرزا مندرجہ تحفہ گولڑویہ عیسائیوں کا حساب شمسی لکھنا حالانکہ تحفہ گولڑویہ میں شمسی قمری بائیبل کے تین علیحدہ علیحدہ حساب مرقوم ہیں اور عیسائیوں کا حساب تواریخ بائیبل پر مبنی لکھا ہے مگر ہم ان غلطیوں کو نظر انداز کرتے ہوئے مولوی صاحب کو جاہل وغیرہ کہنے سے پرہیز کرتے ہیں ممکن ہے سبقت قلم ہو اور سہو نظر ہو۔

دلیل اول کے متعلق گذارش ہے کہ محض اس بنا پر کہ مرزا صاحب قادیانی نے تحفہ گولڑویہ کے ایک مقام پر ہزار ششم کو ۵۰ سال پہلے ختم ہو چکا ہوا لکھا ہے یہ نتیجہ نکالنا کہ اس کے بعد پھر ہزار ششم کو جاری ماننا ضرور کسی اور حساب (شمسی وغیرہ) کی بنا پر ہے۔ یہ حسن ظنی تو کہلا سکتی ہے دلیل نہیں۔

دلیل تو وہ ہوتی ہے جس کے مقدمات ایسے یقینی الثبوت ہوں جو فریقین کو ماننے پڑیں۔ (قول مرزا قادیانی۔ درشحنہ حق۔ ص ۱۰۱)

مولوی صاحب! اگر آپ کی پیش کردہ تحریر میں ہزار ششم کو ۵۰ سال قبل مختتم لکھا ہے تو اسی تحفہ گولڑویہ کی مندرجہ ذیل عبارت میں اسی قمری ہزار ششم کو ۱۹۰۲ء کے زمانہ میں جاری لکھا ہے:

قرآن شریف کی سورہ عصر سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا یہ زمانہ حضرت آدم سے ہزار ششم پر واقع ہے یعنی آدم کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے۔

(رسالہ عجائبات مرزا بحوالہ تحفہ گولڑویہ۔ ص ۹۱ طبع اول۔ طبع دوم ص ۱۴۹)

مولوی عمرالدین! کیا کہتے ہو:

الغرض احمدی مجیب کا جواب غلط ہے البتہ اگر وہ منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق کی وساطت سے حسب سنت سابقہ زیادہ نہیں تو ایک آدھ پاؤنڈ ہمیں انعام بھجوائیں تو جواب ہم سے سیکھ لیں، وھوہذا:

حضرت مرزا صاحب نے نسیم دعوت میں خود لکھا ہے کہ میرا حافظہ ٹھیک نہیں۔ اسی طرح ان کا فرمان موجود ہے کہ مجھے مراق کا مرض ہے ..پس یہ اختلاف باعث استبعاد نہ ہونا چاہیے۔

مولوی صاحب! اگر آپ یہ جواب دیں اور یقیناً صحیح یہی ہے تو ہم آپ سے وعدہ کرتے ہیں کہ ہم

اس پر سکوت اختیار کر کے شعر مرزا : ندائے فتح نمایاں بنام ما باشد، کی تصدیق کر دیں گے۔

دوسری دلیل میں بھی وہی نقص ہے جو ہم پہلے عرض کر آئے ہیں یعنی قیاس کو دلیل بنانا قادیانی علم کلام تو بے شک ہے مگر داناؤں کے نزدیک کوڑی کے کام نہیں۔

ہاں صاحب ہم مانتے ہیں کہ چشمہ مسیحی عیسائیوں کے رد میں لکھا گیا ہے مگر اس کا کیا علاج کہ آپ کی بد قسمتی سے آپکی مستدلہ عبارت چشمہ مسیحی کے مقدمہ میں درج ہے جسکے مخاطب عیسائی نہیں مسلمان ہیں چنانچہ لکھا ہے

نادان مولویوں نے ہمیں کافر کہنے سے ہم میں اور عام مسلمانوں میں ایک دیوار کھینچ دی ہے ان لوگوں کو معلوم نہیں کہ اب وہ زمانہ جاتا رہا جس میں عیسائیت کے مکر و فریب کچھ کام کرتے تھے اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے جس میں روشنی مظفر و منصور ہو جائے گی اور تاریکی کا خاتمہ ہے۔

(مقدمہ چشمہ مسیحی صفحہ الف، ب)

مولوی صاحب! غور فرمائیے کہ یہاں ایک تو مسلمان مخاطب ہیں، دوم یہ الفاظ پیش گوئی پر مبنی ہیں۔ اور یہ مسلمہ فریقین ہیں کہ پیش گوئی خدائی الہام سے کی جاتی ہے جو یقیناً قمری حساب پر مبنی ہوتی ہے : خدانے حساب قمری رکھا ہے ۔ (قول مرزا قادیانی مندرجہ عجائبات مرزا بحوالہ تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۵)

سوم یہ کہ اس جگہ ہزار ششم کی علامت وہی لکھی ہے جو تحفہ گولڑویہ میں درج ہے۔ یعنی وہ چھٹا ہزار جس میں الٰہی سلسلہ کی تکمیل شیطان کی شکست مقدر ہے۔ ملاحظہ ہو تحفہ گولڑویہ طبع دوم، ص ۱۴۹، ۱۵۴، ۱۶۰، ۱۶۱، ۱۷۴، ۱۷۵، ۱۷۶، ۱۷۷ وغیرہ

پس ہر طرح ظاہر باہر عیاں ہے کہ ہر دو کتب میں قمری ششم ہزار مراد ہے۔ مولوی صاحب: اگر اب بھی نہ تم سمجھو تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مئی ۱۹۳۶ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۱ ص ۴-۶)

(مزید یہ کہ اگر بقول عمر الدین تحفہ گولڑویہ کے وقت یعنی ۱۹۰۲ء میں مرزا کی عمر ۶۲ سال ہے تو پھر چھ سال بعد ان کی عمر بوقت وفات ۶۸ سال ہوگی جس سے ان کی عمر والی الہامی پیش گوئی غلط ہو جاتی ہے۔ بہاء)

مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۱

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

صداقت بن نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کبھی خوشبو نہ آئے گی محض کاغذ کے پھولوں سے

مجھے ایک احمدی دوست نے اخبار پیغام صلح لاہور ۲۶ مئی ۱۹۳۶ء کا مسیح موعود نمبر عنایت کیا۔

اس پرچہ کو پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ احمدی فرقہ کے اہل قلم یا تو بوجہ عقاید وتعلیمات مرزا پر کامل عبور نہ ہونے کے بھاری غلط فہمی میں مبتلا ہو کر مرزائیت کا شکار ہو چکے ہیں یا عمداً خاص اغراض کے ماتحت ان لوگوں نے مخلوق خدا کو بت پرست بنانے پر کمر باندھ رکھی ہے۔

زیر نظر اخبار میں بسعی تمام ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی معصوم عن المعاصی خوش خلق مہمان نواز بے نظیر صاحب علم ، کامیاب وبامراد جرنیل تھے۔آپ نے نہ نبوت کا دعوی کیا، نہ جہاد کو منسوخ ٹھہرایا، اور نہ اپنے مخالفین پر تکفیر کی شمشیر چلائی ہے۔آپ کے وجود سے اسلام کا بول بالا ہوا ہے وغیرہ لہذا آپ ہی مسیح موعود ہیں۔

مجمل جواب:

میں کہتا ہوں کہ اول تو مضامین مذکورہ صداقت سے کوسوں دور ہیں۔ بفرض محال ایسا بھی ہو، تو اس سے یہ کیسے ثابت ہوگا کہ آپ مسیح موعود ہیں۔

صدہا، ہزارہا نہیں، لکھوکھہا ایسے مسلمان دنیا میں ہوئے جنہوں نے جہاد کو منسوخ قرار دیا۔ نہ مسلمانوں کی گردن پر تکفیر کی کند چھری چلائی، نہ نبوت کا جھوٹا دعوی کیا۔تمام عمر پرستش الہ وخدمت اسلام میں بسر کی۔اول درجہ کے خوش خلق مہمان نواز معاملہ فہم مخالفین اسلام کے مقابلہ پر سینہ سپر ہو کر اپنی جانوں تک کو قربان کر دینے والے وہ بھی یہ کہتے ہوئے کہ:

جان دی ، دی ہوئی اسی کی تھی
حق تو یہ ہے کہ حق ادا نہ ہوا

جیسا کہ صحابہ کرام، آئمہ مجتہدین آئمہ حدیث وتفسیر مجددین امت رضوان اللہ علیہم اجمعین ، کیا یہ سب مسیح موعود تھے۔ انصاف والا نصاف خیر الاوصاف

نبی کریم ﷺ نے آنے والے مسیح موعود کا نام، ان کی والدہ کا نام، ان کا حسب ونسب، حلیہ منصب عمر دعوت غرض آمد ، جائے نزول، جائے دفن وغیرہ کھلے اور واضح الفاظ میں بیان فرما دیئے۔ اور تمام مسلمانوں کا ایمان ہے اور حق وصحیح ایمان ہے کہ نبی کریم ﷺ ناطق بالوحی معلم قرآن، مفسر تعلیمات اسلام ،صادق اصدق ،صدیق نبی تھے۔ آپ کی ہر بات کھلی ہوتی تھی۔ آپ لوگوں کو پہیلیاں نہ بجھوایا کرتے تھے بلکہ حسب فرمان قرآن لتبین للناس ما نزّل عام فہم تعلیم دیا کرتے تھے

پھر کس قدر حیرت وافسوس کا مقام ہے کہ آج مسلمانوں کا ایک گروہ حضور ﷺ کے فرمانات متعلقہ علامات مسیح موعود کو پس پشت ڈال کر غلط تاویلوں کی آڑ میں دھوکہ دہی کر رہا ہے انا للہ و انا الیہ را جعو ن۔ آہ:

دل کے پھپھولے جل اٹھے سینے کے داغ سے
اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

چونکہ نبی کریم ﷺ کی بتائی ہوئی علامات مرزا میں پائی نہیں گئیں، اس لئے مرزا کو مسیح موعود تسلیم کرنا اس شخص کی غلطی و جہالت سے بدترین اور خطرناک غلطی ہے جب کہ اس کے بھائی نے خط میں لکھا تھا کہ میرا ایک دوست کام سے رخصت لے کر میرے پاس سے ہندوستان آرہا ہے۔ اس کا نام فضل دین بن عمر دین، وہ ملک گجرات کا رہنے والا، لمبے قد کا، تیس سالہ، گندمی رنگ، سیاہ بال، خوش رو، راجپوت نوجوان ہے۔ اس کے ساتھ میرے اہل وعیال کو بھیج دینا۔

یہ خط پا کر مرسل الیہ چشم براہ ہے۔

ادھر ایک بنارسی بھلے مانس کو بھی اس خط وکتابت کی اطلاع پہنچ گئی وہ مرسل الیہ کی مشہور سادہ لوحی سے فائدہ اٹھانے کو اسکے مکان پر جا پہنچا اور کہا کہ مجھے تمہارے بھائی نے بھیجا ہے۔ اپنی بھاوجہ کو میرے ساتھ روانہ کردو۔

مرسل الیہ پہلے تو اس کا ٹھگنا قد، سفید بال، سیاہ رنگ، قبیح صورت، ستر سالہ عمر، دیکھ کر ہی ہکا بکا رہ گیا۔ مزید رفع شک کیلئے اس نے اس کا نام ونسب پوچھا تو بنارسی صاحب نے بکمال طلاقت لسانی جواب دیا کہ مابدولت کا نام کریم بخش والد کا نام رحیم بخش قوم بافندہ ساکن کان پور۔

اب تو مرسل الیہ اور بھی حیران و پریشان ہوا کہ: یا الہی یہ ماجرا کیا ہے؟

آخر تنگ آ کر کہا کہ تم میں تو ایک نشانی بھی موجود نہیں جو میرے بھائی نے آنے والے کی بتائی ہے۔

بنارسی صاحب نے جواب دیا کہ تم بھی تو نرے گاؤدی ہو۔ ارے اس ہیر پھیر سے مطلب تمہارے بھائی کا یہ تھا کہ وہ تمہاری زیرکی ودانائی کی آزمائش کرنا چاہتا ہے۔ بھلا اگر میں ہی وہ شخص نہیں ہوں تو لازم تھا کہ وہ دوسرا شخص جس کے تم منتظر ہو تمہارے پاس پہنچتا۔ مگر یاد رکھو کہ میرے سوا کوئی دوسرا نہ آئے گا۔ خواہ تم سو سال تک انتظار کرتے رہو۔ بھائی ایسے معاملات میں ہمیشہ راز داری برتی جاتی ہے۔

سنو! فضل دین سے مراد کریم بخش، عمر دین سے مراد رحیم بخش ملک گجرات سے مراد کان پور لمبے قد سے ٹھگنا قد تیس سالہ نوجوان سے ستر سالہ بوڑھا، خوش رو سے قبیح صورت، گندمی رنگ سے سیاہ رنگ، سیاہ بالوں سے سفید مو، راجپوت سے بافندہ مراد ہے۔ اگر اب بھی تم نے اپنے بھائی کے خط کی تعمیل نہ کی تو میں سمجھ لوں گا تمہاری نیت خراب ہے۔ تمہارا بھائی الگ غضب ناک ہوگا۔

یہ سن کر مرسل الیہ کے پاؤں تلے سے زمین نکل گئی۔ سوچا اس قدر دانا اور عمر رسیدہ انسان ممکن نہیں کہ جھوٹ بولے۔ پھر دیکھو تو کیسے کیسے معارف اس نے بیان کئے ہیں۔ سچ ہے میں تو نرا جنگلی ہوں۔ میری کیا مجال کہ ان راز کی باتوں کی تہ تک پہنچ جاتا۔ یہ سمجھ کر اس نے اپنی نوجوان بھاوجہ کو اس کے ساتھ کر دیا اور وہ صاحب بصد مسرت اسے لے کر نو دو گیارہ ہو گئے۔

حضرات! میں اللہ کو حاضر ناظر جان کر اپنے ایمان و دیانت سے مرزائی کتب کے وسیع مطالعہ کی بنا پر شہادت دیتا ہوں کہ احمدی اصحاب نے شخص مذکور سے ہزار ہا گنا بڑھ کر اپنی خردمندی کا ثبوت دیا۔

افصح المتکلمین خاتم النبیین ﷺ نے مسیح موعود کا نام عیسی، انکی والدہ کا نام مریم، ان کا نسب بنی اسرائیل، جائے نزول دمشق، عمر دعوت ۴۵ سال کیفیت نزول دو فرشتوں کے سہارے آسمان سے نازل ہونا، لباس دو

زرد چادریں، کام قتل دجال، وغیرہ ، کعبۃ اللہ کا حج کرنا، یاجوج ماجوج کو صفحہ ارض سے مٹا دینا، تمام ادیان باطلہ کو اسلامی دین میں منسلک کر دینا، مدینہ منورہ میں دفن ہونا وغیرہ، صاف صاف بیان فرما دیا ہے۔

بخلاف اس کے مرزا غلام احمد قادیانی نے ان علامات کو یوں نفسانی سانچے میں ڈھالا کہ: عیسی تو شراب انگوری کو بھی کہتے ہیں۔

نزول عیسی سے مراد مجھ غلام احمد کی ذات ہے۔

ابن مریم سے مراد بھی میں ابن چراغ بی بی ہوں۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ پہلے خدا نے مجھے مریم بنایا۔ پھر میں برنگ استعارہ حاملہ ہوا۔ دس ماہ کے بعد میں اپنے پیٹ سے آپ ہی عیسی بن مریم پیدا ہو گیا۔

آنے والا مسیح موعود اسرائیلی نہیں ہے بلکہ مراد اس سے مغل ہے

دمشق سے مراد قادیان ہے۔

فرشتوں سے مراد دو آدمی ہیں جو مولوی نورالدین بھیروی و مولوی محمد احسن امروہی ہیں

آسمانی نزول سے مراد یہ ہے کہ آسمانی علوم مجھ پر نازل ہوتے ہیں۔

زرد کپڑوں سے مراد دو بیماریاں ہیں جو مجھ کو عرصہ دراز سے لاحق بدن ہیں۔ ایک کثرت پیشاب، دن میں سو سو دفعہ پیشاب آتا ہے، دوسری مراق کی بیماری ہے (جو بقول مرزا کے فرشتہ مولوی نورالدین کے جنوں کا ایک شعبہ ہے)

قتل دجال سے مراد دلائل کی رو سے فتح پانا،

یاجوج ماجوج جو انگریز روس ہیں ان کا تو میں خود کاشتہ پودا ہوں، یہ میرے لئے خدا کی رحمت ہیں۔

مدینہ منورہ میں مقبرہ نبویہ میں دفن ہونے سے مراد یہ ہے کہ میری روحانی قبر نبی ﷺ کے پاس ہے بلکہ میں اور نبی ﷺ ایک ہی ہیں۔ وغیرہ۔ آہ:

رسول قادیانی کی رسالت ۔ بطالت ہے جہالت ہے ضلالت

احمدی دوستو! اللہ کے لئے غور کرو کہ تم کس کیچڑ میں پھنس رہے ہو۔ پھر سوچو۔ اکیلے اکیلے ہو کر خدا کو حاضر و ناظر سمجھ کر اپنے دلوں سے فتوے لو کہ تم اسلام کے حامی ہو یا اسلام کو بازیچہ اطفال بنا رہے ہو۔

اتقو الله۔ اتقو الله۔ اتقو الله (مفصل جواب آئندہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۴ ص ۴۔۵)

مرزائیوں کو شکست فاش

منشی محمد یوسف صاحب ؒ ریاست کپورتھلہ سے لکھتے ہیں:

بدقسمتی سے ہمارے گاؤں میں دو تین گھر مرزائیوں کے ہیں۔ وہ آئے دن بھولے بھالے مسلمانوں کو تنگ کرتے رہتے ہیں۔ ایک دن مجھ کو ان کے ساتھ گفتگو کرنے کا موقع ملا۔

مرزائی مبلغ نے مجھے کہا کہ آپ مرزا صاحب کو سچا کیوں نہیں مانتے۔

میں نے کہا ہم سچا کس طرح مان لیں ہم نے ان کی کوئی بھی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے ہمارے دل کو تسکین ہو تو اس مرزائی نے کہا کہ حضرت صاحب کے تو بہت سے معجزات ہیں۔ اس وقت خلیفہ صاحب سے آپ جو چاہیں معجزہ دیکھ سکتے ہیں اگر آپ کو یقین نہ ہو تو قادیان میں جا کر دیکھ لو۔ اور خلیفہ صاحب اندھے کو بھی بینا کر دیتے ہیں اور جو معجزہ کہ آپ چاہیں دیکھ لینا۔ اگر پورا ہو گیا تو مرزائی ہو جانا۔

میں نے یہ بات منظور کر لی۔ پھر مرزائی مبلغ نے کہا کہ آپ پہلے مجھے ایک اسٹامپ کاغذ پر تحریر لکھ دیں کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں اور مسیح موعود کے آنے کے متعلق جو پیش گوئی آنحضرت ﷺ نے کی تھی وہ پوری ہو گئی ہیں میں نے کہا کہ بہتر اور ساتھ ہی کہا کہ میں یہ بھی لکھونگا کہ ابھی تک جس مسیح موعود کا وعدہ تھا وہ نہیں آئے۔

اس نے کہا کہ لکھ دو۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ ہماری شرط بھی منظور کرو۔

اس نے کہا کہ بہت اچھا۔ میں نے کہا کہ اگر مرزا محمود احمد سے کوئی معجزہ ظاہر نہ ہوا تو اس صورت میں آپ کو مسلمان ہوگا۔ اگر آپ مسلمان نہیں ہو سکتے تو پھر صبح کے وقت تم کو نیچی زمین پر بٹھا کر ۱۰۰ جوتے لگایا کریں گے۔ نہیں تو تمہیں گاؤں چھوڑنا ہوگا۔،، اس نے منظور کر لیا۔

پھر دوسرے مرزائیوں کے کہنے سے کہ معجزہ وغیرہ تو وہاں کوئی ظاہر نہیں ہوگا اب کیا کریں مصیبت میں پھنس

گئے ۔تو اس مرزائی مبلغ نے کہا شہر کپورتھلہ میں جا کر امیر جماعت احمدیہ سے ملنا چاہیے اور اس سے اس بارہ میں کوئی مشورہ کریں ۔ چنانچہ اسی دن وہ کپورتھلہ کو چلا گیا۔حالانکہ دوسرے دن کا غذ اشٹامی لکھنے کیلئے کپورتھلہ کو جانا تھا

امیر جماعت سے جا کر عرض معروض کی کہ ابا جان میں تو مصیبت میں پھنس گیا اب میری جان چھڑاؤ۔اس نے کہا کیا ہوا؟ مرزائی مبلغ نے کہا کہ میں اپنے گاؤں میں یہ بات کر آیا ہوں کہ مرزا محمود احمد صاحب مادر زاد اندھوں کو بھی بینا کر دیتے ہیں اس بارے میں کیا کرنا چاہیے۔اس نے کہا کوئی بات نہیں ۔ مادر زاد اندھوں کے متعلق جو قرآن شریف میں ذکر ہے وہ ظاہری آنکھوں والے اندھے نہیں ہیں بلکہ ان سے مراد یہ ہے کہ کئی قومیں جو مدت سے اسلام قبول نہیں کرتی تھیں عیسی کی تبلیغ سے مسلمان ہوئیں ۔گویا ان کی اندرونی آنکھیں (دل کی) کھل گئیں ۔

یہ تو معمولی بات ہے مرزا صاحب کی تبلیغ سے ہزاروں آدمی راہ راست پر آ گئے ہیں ۔ یہ کیا بڑی بات ہے ۔

ایسی ایسی باتیں سیکھ کر کپورتھلہ سے واپس ہمارے گاؤں آ گیا۔شام کے وقت وہ مجھ سے ملا تو میں نے اس سے کہا کہ ہم تو تمہارا شہر و کچہری میں انتظار دوسرے دن کرتے رہے اور صبح یہاں بھی بہت تلاش کی مگر آپ نہ ملے مرزائی مبلغ نے کچھ جواب نہ دیا بلکہ یہ کہنے لگے کہ آپ جو باتیں کہتے ہیں وہ تو ہونی مشکل ہیں کہ مادر زاد اندھے سجا کھے ہو جائیں یہ ناممکن ہے بلکہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہی کہہ سنایا جوان کے امیر مرزائی نے کہا تھا۔

یہ بات سن کر میری بے چینی کی انتہا نہ رہی کہ خدایا یہ زبان ہے یا کیا بلا؟ ابھی کچھ کہہ رہے تھے ابھی کس طرف بدل گئے ۔خیر میں نے کہا چلو ہم اس بات کو بھی ماننے کے لئے تیار ہیں کہ ان کی روحانی آنکھیں بینا ہوئی تھیں چلو یہی سہی ہم دو ہندو اپنے ساتھ لے چلیں گے اگر وہ مرزا جی کی روحانی طاقت سے مسلمان ہو گئے تو خیر ورنہ پھر تمہاری وہی اوپر والی سزا۔

اس بات کو سن کر مرزائی مبلغ کہنے لگا کہ پہلے دل اور عقیدہ صاف ہونا چاہیے، پھر اثر ہوتا ہے ویسے نہیں ۔

میں نے کہا اچھا پہلے وہ دس سال مرزا جی کی پیروی کرے اور پھر جا کر ان کی روحانی طاقت کا کرشمہ دیکھے ۔واہ روحانی مذہب کیا کہنے روحانیت کے ۔میں نے اس کے جواب میں کہا کہ رسول کریم ﷺ کے پاس جو لوگ آیا

کرتے تھے کیا وہ پہلے محمد ﷺ کی نسبت دل سے صاف اور انکی فرمان برداری کر کے پھر معجزہ طلب کرنے آتے تھے۔نہیں بلکہ کئی تو مارنے کی نیت سے گھر سے نکلتے تھے مگر آنحضرت ﷺ کی روحانی طاقت کا اس قدر غلبہ ہوتا کہ مسلمان ہو جاتے ۔کیا تمہارے مرزا صاحب کی یہی روحانی طاقت ہے کہ پہلے دس سال انکا کلمہ پڑھے پھر جا کر انکی روحانی طاقت کا کرشمہ دیکھے

اس سوال و جواب سے مرزائی مبلغ بہت شرمندہ ہوا اور ایک دوسرا مرزائی جونزدیک بیٹھا باتیں سن رہا تھا کہنے لگا منشی جی جانے دو یہ جھوٹا ہے میں آپ کی بات کو سمجھتا ہوں اور مرزائی جھوٹے ہیں۔

مرزائیوں کو زبردست شکست ہوئی۔اب مرزائی ہمارے سامنے نہیں آتے خدا جانے ہماری روحانیت کا غلبہ ان پر پڑ گیا پہلے تو وہ زمین داروں کو بہت تنگ کیا کرتے تھے مگر اب شکل بھی نہیں دکھاتے۔

یہ ہے اس مذہب کی حقیقت جو آپ کے سامنے اظہر من الشّمس ہے۔میرے خیال میں یہ واقعہ ان کے لئے زہر قاتل کا سا اثر رکھتا ہے اللہ تعالی ان کو سیدھی راہ پر لائے اور ہمیں دین محمدی پر ثابت قدم رکھے۔ آمین ثم آمین:

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

مولانا ثناءاللہ امرتسری اس پر ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

اس خط میں کوئی ایسی بات نہ تھی کہ اس کو درج کیا جاتا۔اس لئے درج کیا ہے کہ ناظرین کو بتایا جائے کہ مرزائی اپنے فن تبلیغ میں پورے مشاق ہیں اور ہمارے دوست ناتجربہ کار۔آج میں صاف صاف لفظوں میں اعلان کرتا ہوں کہ کسی مرزائی سے جب گفتگو کا موقع ملے تو صاف کہہ دیا کرو کہ ہمارا تمہارا کیس خاص ہے یعنی مرزا صاحب کا آخری فیصلہ ہمارا کیس ہے۔جس کا مضمون یہ ہے کہ مرزا اور ثناءاللہ میں سے جو پہلے مرے گا وہ خدا کے نزدیک جھوٹا ہوگا۔مرزا صاحب مر گئے لہذا اپنے اعلان کے مطابق وہ جھوٹے تھے۔پس یہ ہے مرکزی بحث۔سب کے لئے خاص کر ناظرین اہل حدیث کے لئے۔اگر اس بحث کے متعلق معلومات کی ضرورت ہو تو رسالہ فیصلہ مرزا منگا کر معلومات حاصل کر لیں۔

سنو !جس طرح سانپ کو کچلنے کے لئے اسکا سر کچلنا ایک مفید طریق ہے،تھوڑی سی دم اور دم کے

بعد ایک ایک ٹکڑا جسم کا کاٹنا کچھ بھی فائدہ نہیں دیتا اسی طرح مرزائی بحث کا خاتمہ کرنے کے لئے آخری فیصلہ ہی ایک مورچہ ہے جس سے قادیانی جھگڑا ختم ہوسکتا ہے۔کوئی وجہ نہیں کہ ہمارے احباب اس پر توجہ نہ کریں۔ اسی طرح کوئی وجہ نہیں کہ مرزائی لوگ، قادیانی ہوں یا لاہوری، اس کو زیر بحث لانے سے اعراض کریں جب کہ بانی مذہب (اصل مدعی) اس کو آخری فیصلہ قرار دے چکے ہیں اور ہم خدا کے فضل سے آسمانی اور زمینی فتح (بمقام لودھیانہ) سے بہرہ مند ہو چکے ہیں۔

اطلاع: اگر ہمارے کسی دوست نے آئندہ اس سیدھی راہ کو چھوڑ کر دوسری راہ اختیار کی (کسی دوسرے طریق سے گفتگو کی یا کسی اور مسئلے پر مرزاؤں سے بحث کی) تو ہم اس کے ذمہ دار نہ ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جون ۱۹۳۶ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۴ ص ۶۔۷)

مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۲

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

منسوخی جہاد

پیغام صلح لاہور کے زیر تبصرہ مسیح موعود نمبر میں سب سے پہلا مضمون جناب امیر جماعت احمدیہ لاہور کا ہے۔آپ نے اس امر کو ثابت کرنے کے لئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلامی جہاد کو منسوخ نہیں ٹھہرایا کتب مرزا سے ایسے اقوال پیش کئے ہیں جن میں لکھا ہے کہ وہ جہاد حرام ہے جو علماء اسلام نے از خود قائم کر رکھا تھا۔یعنی، غیر مسلم کو اس وجہ پر قتل کر دینا کہ وہ اسلام قبول نہیں کرتا۔

آگے چل کر مضمون نویس راقم ہیں:

اس خیال اور عقیدہ کے خلاف امام وقت (مرزا قادیانی) نے جنگ کی اسلئے کہ اس میں اسلام کی ہتک تھی اور عیسائیوں کے اس اعتراض کو قوت پہنچتی تھی کہ اسلام کے زور سے پھیلا ہے۔

یہ ثابت کرنے سے پیشتر کہ مرزا غلام احمد نے اسلامی جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے، میں مولوی محمد علی صاحب

لاہوری کو بتا دیتا ہوں کہ عیسائیوں کے اعتراض کو تقویت پہنچانے والے ہندوستان میں سب سے پہلے فرد مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔ عیسائیوں کا الزام تو محض افتراء تھا مگر مرزا صاحب قادیانی نے اپنے قلم سے اس پر دستخط کئے ہیں کہ فی الواقع اسلامی فرمان رواؤں نے ایسا ہی کیا۔ چنانچہ آپ راقم ہیں:

افسوس کہ نبوت اور خلافت کے زمانہ کے بعد اس مسئلہ جہاد کے سمجھنے میں لوگوں نے بڑی بڑی غلطیاں کھائیں اور ناحق مخلوق خدا کو تلوار کے ساتھ ذبح کرنا دین داری کا شعار سمجھا گیا۔

(کتاب پیغام صلح از مرزا قادیانی بحوالہ گورنمنٹ انگریزی اور جہاد۔ص ۵)

اس تحریر میں قادیانی مجدد نے صاف تسلیم کر لیا ہے کہ زمانہ نبوت اور خلافت کے بعد مسلمانوں نے واقعی تلوار کے زور سے اسلام پھیلایا ہے۔

احمدیو! یہ ہیں تمہارے مجدد صاحب کی وہ خدمات جن پر تم لوگ نازاں ہو۔ اف! کس قدر جھوٹے افتراؤں بے ثبوت بہتانوں کے ساتھ سلف صالحین کے آئینہ ایمان واخلاق کو ناپاک اتہاموں سے چکنا چور کیا ہے ویل للمفترین

ہاں صاحب! ہم مانتے ہیں کہ مرزا جی نے اس جہاد کو بھی حرام ٹھہرایا جسے انہوں نے محض اپنے اولی الامر (یعنی بقول خود یاجوج ماجوج) یورپین آقاؤں کو خوش کرنے اور اپنے الہام لک خطاب العزت کی تکمیل کیلئے خطابات کی توقع پر علماء اسلام کی طرف غلط طور پر منسوب کیا تھا۔ مگر اس سے یہ کیونکر ثابت ہو گیا کہ مرزا نے اسلامی جہاد کو برقرار رکھا ہے؟ مولوی محمد علی لاہوری قائل ہیں:

یہ بے ایمانی ہے کہ لوگوں کو اس مغالطہ میں ڈالا جائے کہ آپ (مرزا قادیانی) نے قرآن کریم کی تعلیم جہاد کو منسوخ قرار دیا ہے۔

میں احمدیوں کے بڑے بڑے جھگڑالو مناظروں کی غلط گوئیاں سن کر دل میں سوچا کرتا تھا کہ کیا یہ لوگ در پردہ مومن باللہ ہیں جو کہ یوں کھلے بندوں باطل کی پوجا کرتے کراتے ہیں مگر امیر جماعت احمدیہ لاہور کی اس تحریر سے ثابت ہو گیا کہ: ایں خانہ ہمہ آفتاب است

مرزا جی کی متعدد تحریرات میں اس جہاد کو بھی منسوخ بتایا ہے جو بتعلیم الٰہی انبیاء کرام کرتے چلے

آئے ہیں۔ میں مولوی محمد علی صاحب کو علی الاعلان پکارتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ جہاد پر میرے ساتھ تقریراً یا تحریراً کسی غیر جانبدار منصف کے روبرو مناظرہ ومباحثہ کرلیں۔ اگر میں نے ثابت کردیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس جہاد کو بھی منسوخ قرار دیا ہے جو سنت انبیاء ہے تو مولوی محمد علی صاحب پر واجب ہوگا کہ وہ بجائے ہم کو، بے ایمان، لکھنے کے ناسخ جہاد پر یہی فتوی دیں۔ اور اگر میں ثابت نہ کرسکا تو نہ صرف اسی مجلس میں تحریری معافی مانگوں گا بلکہ مبلغ یک صد روپئہ انجمن احمدیہ لاہور کو اشاعت اسلام کے لئے بطور جرمانہ جرم بھر دوں گا۔

مگر میں ببانگ دہل وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں کہ مولوی صاحب مذکور کبھی بھی اس مقابلہ پر آمادہ نہ ہوں گے کیونکہ وہ دل میں خوب جانتے ہیں کہ سچ مچ مرزا صاحب قادیانی نے اسلامی جہاد کو منسوخ لکھا ہوا ہے۔ سردست میں اس جگہ مرزا کی صرف ایک تحریر پیش کرتا ہوں تا کہ مولوی محمد علی لاہوری صاحب کے رہے سہے حوصلے بھی شکست ہو جائیں اور وہ میرے مقابلے سے اسی طرح جی چرائیں جس طرح مرزا غلام احمد میرے محترم استاد مجدد زمان حضرت مولانا ثناء اللہ فاتح قادیان سے قادیان میں روپوش ہوئے تھے حالانکہ مقابلہ کی دعوت خود ہی دی تھی (ملاحظہ ہو اعجاز احمدی ومواہب الرحمٰن)۔

سنیئے! قادیانی مرزا جی رقم طراز ہیں:

> جہاد یعنی دینی لڑائیوں کی شدت کو خدا تعالی آہستہ آہستہ کم کرتا گیا۔ حضرت موسی کے وقت اس قدر شدت تھی کہ ایمان لانا بھی قتل سے نہیں بچا سکتا تھا اور شیر خوار بچے بھی قتل کئے جاتے تھے۔ پھر ہمارے نبی ﷺ کے وقت میں بچوں اور بوڑھوں اور عورتوں کا قتل حرام کیا گیا... پھر (مجھ) مسیح موعود کے وقت قطعاً جہاد کا حکم منسوخ کردیا گیا۔ (اربعین نمبر۴ حاشیہ ص ۱۵)

مولوی محمد علی! خدارا انصاف سے کہیے کہ یہ جہاد جسے مرزا صاحب نے منسوخ قرار دیا ہے، مولویانہ من گھڑت جہاد ہے، یا وہ جہاد ہے جو بحکم خدا انبیاء کرام کے وقتوں میں جاری تھا: بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو مان کر

الحاصل تحریر منقولہ بالا سے صاف عیاں ہے کہ مرزا قادیانی نے اسلامی جہاد کو منسوخ ٹھہرایا ہے حالانکہ خود مرزا اپنی الہامی کتاب میں راقم ہے کہ:

> قرآن خاتم کتب سماوی ہے ایک شعشہ یا نقطہ اس کی شرائع وحدود واحکام واوامر سے زیادہ اور نہ کم

ہوسکتا ہے۔اب کوئی وحی یا الہام من جانب اللہ نہیں ہوسکتا جو احکام فرقانی کی ترمیم یا تنسیخ کر سکتا ہو اگر کوئی ایسا کرے تو وہ مومنین سے خارج ملحد کافر ہے۔

(ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۳۷۔۱۳۸ طبع دوم ص ۵۸۔۵۹)

مولوی محمد علی صاحب! فتوی مذکورہ کو ملاحظہ کر کے ، بے ایمانی، سے نہیں دیانت داری سے فرمایئے کہ مرزا صاحب بوجہ منسوخ جہاد کہنے جہاد اسلامی کے اپنے فتوے کے کامل ونمایاں مصداق ہیں یا نہیں؟ آہ! مرزا صاحب نے سچ کہا ہے کہ:

قانون قدرت صاف گواہ دیتا ہے کہ وہ (خدا) بعض اوقات بے حیا سخت دل مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے (استفتاء حاشیہ ص ۸)

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۶ جون ۱۹۳۶ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۵ ص ۵۔۶)

گوجرانوالہ میں مناظرہ مرزائیہ

ینگ مین محمد یہ ایسوسی ایشن گوجرانوانہ کی دعوت پر ۲۰ جون ۱۹۳۶ء کو منشی محمد عبداللہ معمار اور مولوی اللہ دتہ جالندھری کے درمیان ایک بند مکان میں آخری فیصلہ پر دو گھنٹے مناظرہ ہوا۔

منشی محمد عبداللہ معمار نے پہلی تقریر میں اشتہار آخری فیصلہ سنایا اور کہا کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے اور ہمارے استاد (ثناءاللہ) بفضل خدا زندہ سلامت ہیں۔ مولوی اللہ دتہ نے جواب دیا کہ یہ مباہلہ تھا جسے مولوی ثناءاللہ نے منظور نہ کیا لہذا فیصلہ مسترد ہو گیا۔ اس کے جواب میں مولوی عبداللہ معمار نے متعدد دلائل سے ثابت کر دیا کہ یہ مباہلہ نہیں تھا بلکہ محض دعا پر مبنی چال ہے۔اس کا صحیح جواب مولوی اللہ دتہ سے نہ ہوسکا۔ مناظرہ میں حق کو نمایاں کامیابی ہوئی ۔اس کے بعد کھلے جلسہ عام میں رات کو منشی عبداللہ معمار نے مرزا صاحب کے الہامات کی پرزور تردید کی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۳۶ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۵ ص ۲)

کیا قادیان اب بھی دارالامان ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عرصہ سے یہ شعر قادیان کی تعریف میں ہم سنتے آئے ہیں مگر ہم نے یہ نہ سمجھا کہ اس کا صحیح مطلب منطقی اصطلاح

میں عکس نقیض ہے۔عرصہ ہوا مولوی سعداللہ مرحوم لدھیانوی نے اس کا عکس نقیض نکال کر پبلک کے سامنے رکھا تھا جس کے الفاظ یہ تھے

چہ گوئم با تو گر آئی چھاء در قادیاں بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

مگر ہم اس عکس نقیض کو مخالفانہ بیان پر محمول کرتے رہے افسوس آج ہم اس کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں جس کی وجہ یہ ہے کہ:

چند دنوں سے قصبہ قادیان دارالحرب والضرب بن رہا ہے۔احرار اور ان کے زیر اثر لوگ (بقول اخبار الفضل) بہت سر اٹھا رہے ہیں یہاں تک کہ (بقول اس کے) شجرہ طیبہ مرزائیہ کی مقدس شاخ ابن مرزا پر کسی نالائق نے ڈنڈے سوٹے سے حملہ کر دیا۔یہ بات بھی زیادہ قابل اعتنا نہ تھی مگر اب تو یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ احمدی مردے بھی پولیس کی حفاظت میں دفن ہوتے ہیں الفضل کی روایت قابل شنید ہے جو یہ ہے:

قادیان ۲۲ جون ۔ ایک احمدی سقہ نور محمد قادیان کا قدیم باشندہ تھا۔بعمر ۶۰ سال فوت ہوگیا۔ چونکہ ان لوگوں کے مردے پرانے قبرستان میں دفن ہوتے ہیں، اس لئے پولیس کو اطلاع دے کر قبر کھودنے کے لئے چند آدمی بھیجے گئے۔ان کے پہونچنے پر احراریوں نے مزاحمت کرنی چاہی اور فساد کرنے کیلئے آمادہ ہوئے۔لیکن سب انسپکٹر صاحب جو پولیس کی جمعیت کے ساتھ موجود تھے ان کو روک دیا اور تنبیہہ کی کہ کسی قسم کا فساد نہ کریں۔ اس پر وہ چپکے سے ایک طرف کو چلے گئے۔
قبر تیار ہونے پر جب جنازہ لے جایا گیا تو صرف ۲۰۔۲۵۔آدمی ساتھ گئے جن سے کہہ دیا گیا کہ اگر احرار مزاحمت کریں تو پولیس کو اطلاع دی جائے۔اور اگر پولیس ان کو نہ روکے اور دفن کرنے میں مزاحم ہوں تو لاش کو قبرستان میں چھوڑ کر واپس آجائیں۔
لیکن پولیس کے سنجیدہ انتظام کو دیکھ کر جو غالباً افسران بالا کے ایماء سے تھا دفن کرتے وقت کسی نے مزاحمت نہ کی اور لاش کو بسہولت دفن کر دیا گیا۔ (الفضل قادیان ۲۴ جون ۱۹۳۶ء ص ۲)

ہم بھی پولیس کی تعریف کرتے ہیں کہ اس نے احمدی مردے کے دفن ہونے میں معقول انتظام کیا۔

مگران احمدیوں سے پوچھتے ہیں کہ کیا اب بھی قادیان دارالامن والامان ہے یادار الفتنة و الطغیا ن۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۶ ص ۵)

مولانا ابوالکلام آزاد اہل قرآن کے لباس میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

موصوف سے کسی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت اور مجددیت کی بابت سوال کیا۔آپ کا جواب اسلامی اخبارات لاہور میں چھپا۔آپ نے جواب کافی دیا یا ناکافی دیا، سردست اس سے ہمیں تعرض نہیں۔ جواب میں ایک ایسا فقرہ نظر سے گذرا جس کی روشنی میں ہم نے دور تک جلوہ دیکھا وہ فقرہ یہ ہے:

نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔ قرآن آچکا ہے اور دین کامل ہو چکا۔

اس فقرے کے ضمن میں مسیح موعود کے آنے کی بھی نفی کی گئی ہے۔میں اس عقیدہ کے غلط یا صحیح ہونے پر بحث کرنا سردست ملتوی رکھتا ہوں، اس وقت مجھے صرف ایک بات دریافت کرنا یا ظاہر کرنا ہے۔ چونکہ یہ فقرہ اس حدیث کے انکار پر مبنی ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے حلف سے فرمایا ہے:

و الذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عادلاً (الحدیث) بخاری ومسلم۔ (بخدا مسیح ابن مریم تم ہمسلمانوں، میں اترے گا)

اب سوال یہ ہے کہ مسیح حقیقی کے نزول کے انکار سے صرف اسی حدیث کا انکار آپ کے دل میں ہے یا مثل دیگر اہل قرآن اور اہل نیچر کے مطلق حدیث کی حجیت سے انکار ہے۔میرا جو خیال ہے وہ بھی عرض کردوں۔

مولانا ابوالکلام اگر مطلقاً حدیث کے منکر نہ ہوتے تو اس حدیث کا نام لے کر اس پر جرح کرتے یا تاویل کرتے۔آپ کا سیاق کلام بتا رہا ہے کہ آپ جملہ عقائد کی بنا قرآن شریف پر رکھتے ہیں جیسے دیگر منکرین حدیث رکھتے ہیں۔اس لئے یہ خیال کہ آپ مطلقاً حدیث کو اہل قرآن کی طرح جانتے ہیں راجح معلوم ہوتا ہے۔اگر یہ صحیح ہے تو ہمیں سردست اس پر افسوس ہوگا۔ابھی ہم حافظ اسلم جیراج پوری کی جدائی میں آنسو بہا رہے تھے،آپ کی جدائی اس پر مستزاد ہوگی تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکلے گا:

دل کو روؤں یا جگر کو میں۔میری دونوں سے آشنائی ہے

امید ہے کہ مولانا ابوالکلام میرے استفسار کا جواب ایک ہفتہ کے اندر اندر دے کر مشکور فرمائیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۷ ص ۴۔۵)

مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔۴

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

اخبار پیغام صلح لاہور ،مسیح موعود نمبر میں ایک مضمون ،کسی مامور کی آمد ثانی کی حقیقت، کے عنوان سے ازقلم خان بہادر غلام حسن پشاوری مندرج ہے۔ یہ مضمون اگر چہ چند سطور میں آ سکتا تھا مگر خان موصوف نے سنت مرزا پر عامل ہو کر براہین احمدیہ کی طرح بے فائد طوالت سے کام لیا ہے ۔آپکے سارے مضمون کی روح یہ چند سطور ہیں:

یہودیوں کے اعتقاد کے مطابق جس کی بنیاد ملاکی نبی کی کتاب تھی مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کا واپس آنا ضروری تھا جو ان کے نزدیک آسمان پر زندہ تھا۔حضرت مسیح کے سامنے یہودیوں نے یہ واقعہ اس کے دعوی کی تردید میں پیش کیا۔آپ نے فرمایا، ایلیا کی بجائے یحی آ گیا۔اگر حضرت مسیح کی یہ تاویل اپنی صداقت ثابت کرنے کے لئے صحیح ہے تو آپ کے مقرر آنے کی تاویل بھی یہی ہو سکتی تھی کہ آپ کی جگہ آپ کا کوئی مثیل آئے...

پیش گوئیاں آیات متشابہات کی طرح ذوالوجوہ ہوتی ہیں ان کی حقیقت اس وقت معرض خفا میں رہتی ہے کہ ان کا دنیا میں ظہور ہو جائے۔دنیا کی تاریخ میں ہمیں کوئی نظیر اس بات کی نظر نہیں آتی کہ پیشین گوئی اسی نقشہ کے مطابق ظہور میں آئی ہو جو لوگوں نے اپنے خیال میں مرتسم کیا ہوا تھا۔ پیش گوئی زیر بحث کو بھی ایسا ہی سمجھو۔

الجواب: چونکہ خان صاحب موصوف کا واسطہ اس مدعی مسیحیت سے پڑا ہے جس کی پیش گوئیاں ..گول مول

ذ والوجوہ ہوا کرتی تھیں۔مثلاً:

دو پل ٹوٹ گئے ،دوشہتیر ٹوٹ گئے ،دو بکرے ذبح ہوں گے، کمترین کا بیڑہ غرق ہوگیا۔ ،میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا، خاکسار پیپرمنٹ۔،لاہور میں ایک بے شرم رہتا ہے۔، ہی ہل ٹس ان دی ضلع پشاور۔یعنی وہ ضلع پشاور میں رہتا ہے۔،اس کتے کا آخری دم ہے۔،افسوس صد افسوس،خیر، ۔وغیرہ

اس لئے خان صاحب معذور ہیں کہ وہ انبیاء صادقین کی پیش گوئیوں کو بھی ایسی ہی سمجھیں۔مگر میں انہیں بتا دینا چاہتا ہوں کہ آپ عالم الغیب والشہادۃ کی باتوں کوٹھگ باز راولوں،جعل ساز مفتریوں کی مانند سمجھنے میں سخت غلطی پر ہیں۔

لوگ پیش گوئیوں کے متعلق خواہ کچھ ہی دل میں ٹھان لیں ۔ان کی سند نہیں۔پیش گوئی کرنے والا جن الفاظ و قیود و شرائط سے پیش گوئی کرتا ہے اسی کے مطابق لفظ بہ لفظ پیشگوئی کا ظہور لازمی ہے۔ دلیل یہ کہ انبیاء کرام خود عالم الغیب نہیں ہوا کرتے،ان کے اخبار وحی الٰہی پر مبنی ہوتے ہیں اور خدا علیم کل ہے جس کے کلام میں جہالت ناممکن ہے۔میں ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ انبیاء صادقین میں سے کسی نبی کی ایسی کوئی پیش گوئی نہیں جو حرف بحرف ویسی ہی ظہور پذیر نہ ہوئی ہو جیسا کہ قبل از ظہور بتائی گئی تھی

جناب من! جس صورت میں آپ کا مذہب یہ ہے کہ:

تورات اور قرآن نے بڑا ثبوت نبوت کا صرف پیش گوئیوں کو قرار دیا ہے۔

(قول مرزا قادیانی دررسالہ استفتاء ص۳)

گویا پیش گوئی نبوت کی سب سے بڑی اور واحد دلیل ہے۔نیز یہ بھی آپکا اقرار ہے کہ دلیل وہ ہوتی ہے جس کے مقدمات ایسے بدیہی الثبوت ہوں جو فریقین کو ماننے پڑیں۔

(شحنہ حق ازمرزا قادیانی ص۱۰۱)

تو آپ کس منہ سے کہہ سکتے ہیں کہ پیش گوئیاں الفاظ ملہم کے مطابق ظاہر نہیں ہوا کرتیں۔ہاں ہاں آپ کا مسیح موعود مدعی و ما ینطق عن الھوی ان ھو الا و حی یو حی تو کہتا ہے کہ:

پیش گوئی سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ وہ دوسرے کے لئے بطور دلیل کام آ سکے لیکن جب پیشگوئی

خود دلیل کی محتاج ہے تو کس کام۔ پیش گوئی میں وہ امور پیش کرنے چاہییں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ لے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۲۱۔۱۲۳)

مگر آپ اس کے خلاف کہہ رہے ہیں، فرمایئے آپ دونوں میں کون غلطی پر ہے؟

خان صاحب! تائید مرزا قادیانی کے لئے ان اصولوں سے کام لینا جو خود مرزا صاحب قادیانی نے مردود قرار دیئے ہوں، کہاں کی دیانت ہے؟ مگر سنیئے! میں آپ کو اس گناہ سے بری قرار دیتا ہوں۔ دراصل آپ نے جو معیار پیش گوئیوں کا لکھا ہے وہ بھی مرزا کے قلم کا مرہون منت ہے۔ آپ کہیں گے کہ پھر مرزا جی نے اس کے خلاف کیوں لکھا؟ اس کا جواب بھی خود مرزا جی کی زبان سے سنیئے کہ:

خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا... مجرموں کی سزا ان کے ہاتھ سے دلواتا ہے سو وہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں (استفتاء ص ۸ حاشیہ)

مکرم خان صاحب! اگر یہ جواب آپ کو سخت معلوم ہو، تو مرزا صاحب کا دوسرا جواب ملاحظہ ہو:

صاف ظاہر ہے کہ کسی عقل مند اور صاف دل انسان کی کلام میں تناقض نہیں ہوتا۔ ہاں اگر کوئی پاگل اور مجنون... ہو تو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے۔ (ست بچن۔ ص ۳۰)

خان صاحب کیا فرماتے ہو: لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

رہ گیا یہ امر کہ یہود بتمسک کتاب ملاکی نبی ایلیا کی آسمان سے آمد کے قائل تھے۔ حضرت مسیح نے ایلیا سے مراد یحیٰی بتایا۔

اس کے متعلق گذارش ہے کہ خدا تعالیٰ کی ذات پاک اس سے اعلیٰ و ارفع ہے کہ وہ اس طرح کے دھوکہ فریب جعل و عیاری سے کام لے کہ دنیا کو تو یہ کہے کہ ایلیا آسمان سے آئے گا، یا مسیح ابن مریم تشریف لائے گا مگر بباطن ایلیا سے مراد یحیٰی اور ابن مریم سے مراد ابن چراغ بی بی ہو۔

بات یہ اور صرف یہ ہے کہ ایلیا والہ قصہ سو فیصدی غلط ہے۔ جس تورات وانجیل کی شہادت سے آپ یہ قصہ بیان کر رہے ہیں ان کی بابت مرزا غلام احمد صاحب کا بیان سن لیجئے:

ا۔ بائیبل ردی کی طرح ہو چکی۔ بہت جھوٹ اس میں ملائے گئے۔ قرآن شریف میں فرمایا گیا کہ

وہ کتابیں محرف ومبدل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں۔

۲۔ یہ چاروں انجیلیں ایک ذرہ قابل اعتبار نہیں۔ (چشمہ معرفت۔ص ۲۵۵۔تریاق القلوب۔ ص ۸)

خان صاحب بھلا یہ تو فرمایئے کہ اگر یہ ایلیا والا قصہ سچا ہے تو خدا تعالی اور اسکے رسول ﷺ کو اس کی اطلاع تھی یا نہیں؟

اگر جواب اثبات میں ہے اور ہونا چاہیے تو جس صورت میں اس بے ہودہ تاویل سے انکار کر کے مخلوق خدا کا ایک کثیر گروہ ضلالت وگمراہی میں جا پڑا، اور مسیح ابن مریم کی آمد بھی اسی رنگ میں تھی، تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالی اور خاتم الانبیاء معلم کتاب وحکمت ﷺ نے اس بہترین امت کنتم خیر امة اخرجت للناس .. کو ٹھوکر سے بچانے کے لئے صاف صاف نہ فرمادیا کہ یہود کی طرح ہلاکت میں نہ پڑنا۔ مسیح ابن مریم سے مراد ابن چراغ بی بی ہے۔ کیا خدا تعالی کے متعلق بھی یہی اعتقاد ہے کہ وہ ہمیشہ دھوکہ دہی کیا کرتا ہے۔ معاذ اللہ ثم معاذ اللہ

خاں صاحب! خدا تعالی کا صاف وعدہ ہے کہ

و ما انزلنا عليك الكتاب الّا لتبيّن لهم الّذى اختلفوا فيه و هدى و رحمة لقوم يؤمنون (النحل:٦٤)

اے نبی ﷺ اس کتاب کے نزول سے دو مقصد ہیں ا۔ یہ کہ تجھ سے پہلے امتوں میں جو اختلافات پڑ چکے ہیں ان میں بینات کے ساتھ فیصلہ کرنا۔

۲۔ آئندہ لوگوں کو ہدایت ورحمت کے گلستان راحت کے مالک ووارث بنانا۔

پس اگر یہ قصہ درست ہوتا تو خدا تعالی نہ صرف یہود ونصاری کے جھگڑوں پر قول فیصل صادر فرماتا، مسلمانوں کو بھی حسب وعدہ خود حق وصواب ہدایت ورحمت کا راستہ بتاتا۔ چونکہ ایسا نہیں ہوا، لہذا کالشّمس فی نصف النہار واضح ہے کہ اس قصہ کو ماننے والے یہود ونصاری قادیانی ولاہوری قطعاً غلطی پر ہیں۔ خدا ہدایت بخشے

خان صاحب! آپ خود تسلیم کرتے ہیں کہ عیسائیت کے بعد جب حضرت مسیح کا مبشر رسول (محمد و احمد ﷺ) آیا تو اس نے... حضرت مسیح کا جلال کے ساتھ مکرر آنا بلا تاویل تسلیم کیا۔

جناب من! جب شارع اسلام، شارح قرآن نے آمد مسیح کے معاملہ کو بلا تاویل تسلیم فرمایا ہے، تو آپ کا کیا حق ہے کہ آپ اس کی تاویلیں نہایت ہی غلط، پرلے سرے کی ردی، خلاف علم و عقل لغو ور بیہودہ طور پر کریں؟

آپ کہتے ہیں کہ قرآن مسیح کی وفات بتاتا ہے اسلئے تاویل لازمی ہے، میں کہتا ہوں خدا کے لئے سینہ پر ہاتھ رکھ کر فرمایئے کہ آپ قرآن کے زیادہ ماہر ہیں یا وہ مصلح عالم، رحمۃ للعالمین جن کو خود خدا تعالی نے سید المرسلین خاتم النبیین دنیا کا آخری معلم حکمت و ہدایت بنا کر ارسال کیا تھا؟ انصاف۔ ایمان عقل۔ خان صاحب:

کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستاں میری

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۷ ص ۵۔۶)

کامیاب مناظرہ

موضع شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں مرزائیوں سے حیات مسیح پر خاکسار نے قادیانی مبلغین سے مناظرے کیئے۔ بفضلہٖ تعالی خاکسار کے اعتراضات کا جواب قادیانی مناظر باوجود مولوی فاضل ہونے کے نہ دے سکا۔ اہل اسلام کو فتح مبین حاصل ہوئی۔

راقم: محمد عبداللہ معمار۔ (ہفت روزہ اہل حدیث ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۷ ص ۲)

مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔ ۵

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

پیغامی مسیح موعود نمبر میں ایک مضمون یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کی تکفیر نہیں کی، آپ نے تو صرف یہ لکھا ہے:

یہ خیانت کہ کافر ٹھہرادیں آپ اور ہم پر الزام لگادیں کہ ہم نے مسلمانوں کو کافر ٹھہرایا ہے جب کہ ہمیں اپنے فتووں کے ذریعہ کافر ٹھہرا چکے اور آپ ہی اس بات کے قائل ہوگئے کہ جو مسلمان کو کافر کہے تو کفر لوٹ کر اسی پر پڑتا ہے۔ تو اس صورت میں (کیا) ہم پر حق نہ تھا کہ بموجب انہیں کے اقرار کے ہم انہیں کافر کہتے۔ (حقیقۃ الوحی ص ۱۲۰)

جواب: اول تو مرزا غلام احمد صاحب کا یہ افتراء کہ علمائے اسلام ہر مکفر شخص پر تکفیر کے الٹ

پڑنے کے قائل ہیں، علمائے اسلام کا یقیناً یہ فتوی نہیں ہے کہ جو شخص محض افترا کے طور پر مدعی نبوت یا مسیحیت ہے اس کو حسب ارشاد الہی

انّما یفتری الکذ ب الذین لا یو منو ن با یا ت الله ،

وبحکم حدیث

سیکو ن فی امتی ثلا ثو ن د جا لو ن کلّھم یز عم انّه نبی الله

وبموجب قول مرزا قادیانی، مندرجہ نصرۃ الحق صفحہ ۱۰:

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اس کی جناب میں

کافر کہنا کفر ہے۔ پس مرزا صاحب قادیانی کا یہ جوابی فتوی کفر سراسر دروغ بےفروغ اور محض بہانہ ہاء بسیار کا مصداق ہے۔

احمد یو! جس صورت میں مرزا صاحب علماء اسلام کو بوجہ معتقد حیات مسیح ہونے کے کافر مشرک ملحد محرف قرار دینے کے آپ کے نزدیک حدیث مذکور کے مصداق نہیں بنتے تو پھر علماء اسلام، مرزا قادیانی کو مفتری علی اللہ سمجھ کر کافر کہنے سے کیوں حدیث مذکورہ کے مصداق ہو گئے؟ انصاف۔

بھائیو! یہی ہے نہ تمہارے مسیح موعود کی حدیث دانی؟ آہ:

اذا کـــــان الــــغــــراب دلیـــل قـــوم
سیھــــدیھـــم طــــریـــق الھــــالــــکیـــن

الحاصل پیغام صلح کے نامہ نگار نے جو عبارت مرزا صاحب قادیانی کی پیش کی ہے اس میں پہلی غلط بیانی تو علماء کرام پر افتراء مذکور ہے۔

دوم۔ مرزا قادیانی کا یہ لکھنا کہ ہم نے صرف ان ہی لوگوں کو کافر قرار دیا ہے جنہوں نے میری تکفیر کی ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ محض میرا انکار کفر نہیں۔ یہ بھی غلط ہے

مرزا قادیانی نے بیسیوں تحریرات میں اپنے منکرین کو کافر لکھا ہے چنانچہ بطور نمونہ چند اقوال مرزا قادیانی درج

ذیل ہیں:

ا۔ ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں ہے۔

(مکتوب مرزا بنام ڈاکٹر عبدالحکم)

تحریر ہذا اپنے مدعا میں محتاج تشریح نہیں ہے صاف عیاں ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا منکر مسلمان نہیں۔

اس کھلی ہوئی جرأت و جسارت کو ملاحظہ کر کے بعض لوگ کچھ بھڑک اٹھے۔انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کو الزام دیا کہ پہلے آپ کچھ کہتے رہے، اور اب کچھ اور ہی کہہ رہے ہیں، اس کا باعث کیا ہے۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے بجائے اعتراف غلطی، اپنے اس فتوے کو مدلل ثابت کرنے کی سعی کی۔ چنانچہ وہ سوال و جواب درج ذیل ہے:

سوال: حضور نے ہزاروں جگہ تحریر فرمایا ہے کلمہ گو کو کافر کہنا صحیح نہیں علاوہ ان کے جو آپ کی تکفیر کر کے کافر بن جائیں صرف آپ کے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوسکتا لیکن عبدالحکیم خان کو آپ لکھتے ہیں کہ جسکو میری دعوت پہنچی اور اس نے مجھے قبول نہیں کیا وہ مسلمان نہیں۔اس بیان اور پہلی کتابوں کے بیان میں تناقض ہے پہلے آپ تریاق القلوب وغیرہ میں لکھ چکے ہیں کہ میرے نہ ماننے سے کوئی کافر نہیں ہوتا۔

ناظرین! ملاحظہ فرمائیں کہ سوال کیسا صاف ہے۔سائل مرزا کے پہلے بیان اور موجودہ بیان میں تضاد ثابت کرتا ہے۔ لہٰذا اگر مرزا کا وہی مذہب اس وقت ہوتا جو پہلے تھا تو جواب دو لفظی تھا کہ میرے بیانوں میں تناقض نہیں۔مگر مرزا صاحب قادیانی نے جو جواب دیا وہ اگرچہ حسب عادت بہت سے ہیر پھیر کر کے دیا، لیکن فتوی کفر سے انکار نہیں کیا بلکہ اسے مدلل بنانے کی کوشش کی ہے۔چنانچہ آپ راقم ہیں کہ:

یہ عجیب بات ہے کہ آپ (مجھ کو) کافر کہنے والے اور (مجھے) نہ ماننے والے کو دو قسم کے انسان ٹھہراتے ہیں حالانکہ خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔کیونکہ جو شخص مجھے نہیں مانتا وہ اسی وجہ سے نہیں مانتا کہ وہ مجھے مفتری قرار دیتا ہے، مگر اللہ تعالی فرماتا ہے کہ خدا پر افتراء کرنے والا سب کافروں سے بڑھ کر کافر ہے۔پس جب کہ میں نے ایک مکذب کے نزدیک خدا پر افترا کیا اس

صورت میں میں بڑا کافر ہوا۔ اگر میں مفتری نہیں تو بلا شبہ وہ کفر اس پر پڑے گا علاوہ اس کے جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا کیونکہ میری نسبت خدا اور رسول کی پیشگوئی ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۳۔۱۶۴)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ہر اس شخص کو جو مرزا کا منکر اور مخالف ہے کافر قرار دیا ہے اور صاف لکھا ہے کہ مجھے کافر کہنے والے اور مجھے نہ ماننے والے ہی ایک ہی قسم کے کافر ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ تریاق القلوب والا عقیدہ اب ردّی ہے۔ اس دعوی پر بزعم خود دو دلیلیں بھی پیش کی ہیں۔ اول یہ کہ مجھے نہ ماننا میری تکفیر کے برابر۔ بلکہ کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ دوم یہ کہ میری نسبت نبی ﷺ کی پیش گوئی ہے جسے نہ ماننا کفر ہے۔

دلیل اول کا بے ہودہ لغو و لچر اور محض بہانہ سازی ہونا ہم پہلے ہی ثابت کر آئے ہیں۔

دلیل دوم کے متعلق گذارش ہے کہ دنیا میں کوئی بھی سچا مسلمان نبی ﷺ کی پیش گوئی کو جو آمد مسیح ابن مریم رسول اللہ کے متعلق ہے بنظر انکار نہیں دیکھتا۔ یہ مرزا کا مسلمانوں پر دروغ بے فروغ ہے۔

ہاں یہ بات علیحدہ ہے کہ کوئی ذیابیطس کا مارا ہوا انسان مسیح موعود بن بیٹھے۔ ایسے شخص کو ماننا پیش گوئی نبوی پر ایمان ہے یا ہنسی مخول ٹھٹھا: خدا والو! خدا کو دیکھ کر کہنا خدا لگتی

فتوی تکفیر اہل اسلام پر مرزا صاحب قادیانی کی دوسری تحریر:

ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے۔ کافر منکر کو ہی کہتے ہیں کیونکہ کافر کا لفظ مومن کے مقابل پر ہے۔ کفر دو قسم ہے۔ اول یہ کفر کہ اسلام سے ہی انکار ہے دوسرے یہ کہ مثلاً مسیح موعود (بزعم خود خود بدولت) کو نہیں مانتا اور اس کو باوجود اتمام حجت کے جھوٹ جانتا ہے۔ جس کے ماننے اور سچا جاننے کے بارے میں خدا اور رسول نے تاکید کی ہے پس اسلئے کہ وہ خدا اور رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اگر غور کر کے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۷۹)

عبارت ہذا مزید تشریح کی محتاج نہیں۔ سابقہ سطور میں ہم عذر ہائے مرزا کا بخوبی رد کر آئے ہیں۔

فتوی تکفیر اہل اسلام پر مرزا صاحب قادیانی کی تحریر نمبر ۳۔

خدا کا وعدہ براہین احمدیہ میں آج سے ۲۵ برس پہلے شائع ہو چکا ہے کہ خدا اس جماعت کو کفار پر قیامت تک غلبہ دے گا کفار سے مراد اس سلسلہ حقہ کے انکار کرنے والوں سے ہے خواہ وہ اندرونی (مخالف مسلم) یا بیرونی (مخالف عیسائی آریہ وغیرہ)

فتوی تکفیر اہل اسلام پر مرزا صاحب قادیانی کی تحریر نمبر ۴۔

ہمارے الہامات میں کئی بار طاعون کو جہنم قرار دیا گیا ہے یاتی علی جہنم زمان لیس فیھا احد بھی ایک الہام ہے اللہ تعالی نے دو فرقوں کا ذکر فرمایا ہے ایک تو وہ سعید جنہوں نے مسیح کو قبول کیا دوسرے وہ شقی جو مسیح کو کفر کرنیوالے ہونگے ان کیلئے فرمایا کہ ہم طاعون بطور جہنم بھیجیں گے (بدر ج ۷؟ نمبر ۳)

حضرات! اگر چہ اس قسم کی بکثرت تحریرات ہیں جن میں قادیانی مرزا جی نے تمام مخالفوں کو کافر ٹھہرایا ہے جیسا کہ حضرت المکرّم سید محمد نذیر حسین نور اللہ مرقدہ کے متعلق لکھا کہ:

اس کو دعوت دین اسلام کی گئی۔ (قادیانی اربعین نمبر ۴ ص ۱۳)

ایسا ہی مولوی غلام رسول دستگیر مرحوم کو، کفر کی فوج کا سپاہی، قرار دیا۔ (قادیانی اربعین نمبر ۳ ص ۱۶)۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی جو، بیس برس، مرزائی رہ کر تائب ہو گیا مرتد لکھا (حقیقۃ الوحی) وغیرہ مگر ہم انہی حوالہ جات پر اکتفا کرتے ہیں۔ و من یضلل اللہ فلا ھا دی له

احمدی مضمون نگار نے بڑا زور اس بات پر دیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا فتوی تکفیر محض تعزیری ہے۔ آپ نے اس کو قسم دوم کا کفر قرار دیا ہے۔

جواباً عرض ہے کہ آگے چل کر خود متکلم نے تصریح کر دی ہے کہ، یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔، کافر کہنے والے اور نہ ماننے والے خدا کے نزدیک ایک ہی قسم ہے۔ پس عذر غلط۔

ایک عذر یہ کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ مجھے کافر وغیرہ نہیں کہتے تو میں بھی ان کو یہودی وغیرہ نہ کہوں گا، جس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب کا فتوی محض جوابی ہے۔

جواب: مولوی محمد حسین صاحب بٹالویؒ کو کافر نہ لکھنے یا ان کے ذکر پر ان سطور کے درج کرنے سے مرزا قادیانی کو اس عہد کی پابندی مطلوب تھی جو انہوں نے عدالت کے روبرو کیا تھا کہ میں مولوی محمد حسین کو کافر وغیرہ کبھی نہ لکھوں گا۔

ماسوا اس کے ہم اوپر متعدد اقوال مرزا قادیانی نقل کر آئے ہیں کہ مرزا نے اپنے جملہ مخالفین کو کافر قرار دیا ہے۔ بدیں وجہ اس جگہ اگر عدالت کا خوف نہ بھی تسلیم کیا جائے تو بھی ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کا کلام متضاد ہے جو بقول مرزا غلام احمد صاحب پاگلوں کی نشانی ہے۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی مخالفوں کو کافر جانتے تھے تو پھر آپ نے ان کے جنازے کی نماز پڑھنی اپنے مریدوں کے لئے جائز کیوں رکھی۔ (فتاوی احمدیہ ج۲ص۲)

ایسا ہی مرزا غلام احمد صاحب نے میاں محمود احمد کی سالی کا نکاح ایک غیر احمدی سے پڑھے جانے کی اجازت کیوں دی؟

جواب: معلوم ہوتا ہے کہ مذکورہ واقعات کے وقت مرزا صاحب کا دماغ صحت وسکون کی حالت میں ہوگا مگر جب جوش نبوت وزور مرض مراق جس کے ہونے کا خود مرزا صاحب کو اقرار ہے ہوتا تھا اس وقت تو مرزا صاحب گویا تخت مصر کے مالک ہوتے تھے ، نادر شاہی فرمان ہوا کرتا تھا۔

۱۔ حج میں آدمی یہ التزام بھی کر سکتا ہے کہ اپنے جائے قیام پر نماز پڑھے کسی کے پیچھے نہ پڑھے۔

(فتاوی احمدیہ۔ج ا ص ۲۱)

۲۔ جو احمدی ان (منکرین مرزا) کے پیچھے نماز پڑھتا ہے جب تک توبہ نہ کرلے اس کے پیچھے (بھی) نماز نہ پڑھو۔

(فتاوی احمدیہ۔ج ا ص ۲۲)

۳۔ سوال.. ہمارے گاؤں میں طاعون بہت ہے اکثر مخالف مرتے ہیں انکا جنازہ پڑھا جاوے کہ نہ

جواب: یہ فرض کفایہ ہے مگر یہاں ایک طاعون زدہ ہے جس کے پاس جانے سے خدا روکتا ہے (کہاں؟ معمار) دوسرے وہ مخالف ہے، خواہ مخواہ کیوں تداخل کیا جائے۔ تم ایسے لوگوں کو بالکل

چھوڑ دو اگر وہ (خدا) چاہے گا تو ان کو دوست بنا دے گا یعنی وہ مسلمان ہو جاویں گے۔ خدا تعالی نے منہاج نبوت پر یہ سلسلہ قائم کیا ہے مداہنہ سے ہرگز فائدہ نہ ہوگا بلکہ اپنے ایمان کا حصہ بھی گنواؤ گے۔ (اخبار الحکم قادیان نمبر ۱۹ ج ۷ ص ۲)

ان ہر سہ اقوال مرزا سے مہر نیم روز کی طرح عیاں ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنی جماعت کو مسلمانوں سے میل و جول رکھنے اور ان کے جنازوں میں شامل ہونے سے بتاکید منع کیا ہے۔ خاص کر تحریر نمبر ۳ میں تو مسلمانوں کو اسلام سے ہی خارج قرار دے کر اپنے سلسلہ، منہاج نبوت، کو پیش کر کے بائیکاٹ کا حکم نامہ صادر کیا ہے۔

پس اگر کسی وقت اس کے خلاف بھی مرزا قادیانی نے آرڈر جاری کیا ہے تو اس کی وجہ سوائے اس کے اور کچھ نہیں جو شعر ذیل میں مرقوم ہے:

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ص ۵۔۷)

چیلنج مناظرہ:

راقم الحروف مولوی احمد خان نسیم قادیانی سے تین مناظرے کر چکا ہے جس میں خاکسار کو فتح نصیب ہوئی۔ اب معلوم ہوا ہے کہ موصوف پھر مجھ سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں۔ چنانچہ میں ہر وقت حاضر ہوں۔ جب اور جس وقت چاہیں مناظرہ کر لیں۔ مولوی ابو سعید عبدالعزیز مدرسہ دارالحدیث لدھیانہ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ص ۱۴)

مناظرہ مرزائیہ:

مورخہ ۴۔۵ جولائی ۱۹۳۶ء کو جماعت مرزائیہ شاہ مسکین کے سالانہ جلسہ پر جماعت اہل حدیث موضع قریشیانوالہ نے قریبا چھ گھنٹے مسئلہ حیات مسیح و نبوت مرزا پر مرزائیوں سے مناظرہ کیا۔ اہل حدیث کے مناظر راقم الحروف (عبداللہ معمار) نے قرآن پاک کی ۱۲۳ آیات حیات مسیح کو ثابت کیا جن کا کوئی جواب احمدی مناظر نہ دے سکا۔

خاکسار کا طریق استدلال بالکل سادہ تھا یعنی قرآن مجید کی آئت پیش کر کے اس کا صحیح ترجمہ مطابق عقائد اہل سنت و الجماعت خود مرزا صاحب کی کتب سے دکھایا جاتا۔ اس طرز سے احمدی مناظر بہت ہی پریشان ہوا۔ اگر وہ ہمارے ترجمہ کو غلط کہتا تو چونکہ وہ مرزا صاحب کا مسلمہ ہوتا تھا لہذا اس کی زد براہ راست مرزا پر پڑتی تھی اور اگر وہ صحیح کہتا تو حیات مسیح مرزائیت کے تار پود کو

بکھیر دیتی تھی ۔غرض مرزائی مناظر کے لئے نہ جائے رفتن تھا نہ پائے ماندن کا مضمون تھا۔

دوسرا مناظرہ صدق وکذب مرزا پر تھا۔اس میں تو عجیب ہی سمان تھا گویا جلسہ گاہ کی زمین وہاں کی فضا سٹیج وکرسی باآواز پکار رہے تھے کہ رسول قادیانی کی رسالت ضلالت ہے ضلالت ہے ضلالت۔ الحمد للہ اس مناظرہ میں مرزائیت کو مکمل ذلت کی شکست نصیب ہوئی ۔ منشی محمد عبداللہ معمار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۵ھ ص ۱۴)

مولانا آزاد، مرزا قادیانی اور احادیث نبویہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ کسی سائل کے جواب میں مولانا ابوالکلام آزاد سلمہ نے لکھا تھا کہ: نہ کوئی بروزی مسیح آنے والا ہے نہ حقیقی۔قرآن آچکا ہے اور دین کامل ہو چکا۔

یہ فقرہ شائع ہونے پر منکرین حدیث نے جس مسرت کا اظہار کیا وہ اس مسرت سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہے جو اہل اطالیہ کو حبشہ فتح کرنے سے حاصل ہوئی تھی۔اس پر محبان ممدوح کو بڑی پریشانی ہوئی۔منکرین کی شماتت سے پریشانی میں یہ آواز بھی سننے میں آئی کہ دہلی میں حافظ اسلم، لاہور میں مولوی غلام مرشد، کلکتہ میں مولوی ابوالکلام تثلیث حقہ بن کر ہمارے (اہل قرآن) کے ہم خیال ہوگئے ہیں۔اس پریشانی اور گھبراہٹ میں ایک استفساری نوٹ اہل حدیث مورخہ ۱۰ جولائی میں درج کر کے موصوف سے سوال کیا گیا کہ کیا آپ مطلق حدیث نبوی سے منکر ہوگئے ہیں یا خاص نزول مسیح والی حدیث سے مقصود یہ تھا کہ جلدی میں قدم نہ اٹھایا جائے ۔ایسا نہ ہو کہ مولانا آزاد مجھ پرانے مخلص کو الاہنا دیں کہ؛ کدو کی دوستی یک دم میں توڑی

میرے سوال کا جواب ممدوح نے دیا اور امید سے زیادہ طویل دیا۔فجزاہم اللہ

موصوف کے جواب کا خلاصہ ہے کہ میں نہ احادیث نبویہ سے منکر ہوں نہ نزول مسیح کی حدیث سے ، بلکہ میرا مقصود اور تھا۔

اب ہم آپ کا مقصود آپ ہی کے الفاظ میں درج کرتے ہیں۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

مکرمی السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ نے از راہ عنایت اہل حدیث کا جو پرچہ بھیجا تھا وہ وصول ہوا۔ جو تحریر اس میں شائع فرمائی ہے وہ نظر سے گذری۔ حیران ہوں آخر ان خطوں میں کون سی ایسی بات تھی جس سے ان دوراز کار نتائج کی طرف آپ کا ذہن منتقل ہوا۔ یہ خطوط ایک خاص شخص کے استفسار کے جواب میں لکھے (۱) گئے ہیں اور ضروری ہے کہ اسے پیش نظر رکھا جائے مستفسر نے لکھا تھا کہ ایک عرصہ سے بعض احمدی مبلغ مجھے قادیانی طریقہ کی طرف دعوت دے رہے ہیں میں نے کئی صاحبوں سے استفسار کیا لیکن جوابات سے ردوکد کا ایک لمبا چوڑا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے، دل کا کانٹا نکلتا نہیں (۲) جو بات سب سے زیادہ مضطرب کر رہی ہے وہ یہ ہے کہ معاملہ ایمان ونجات کا ہے۔ اگر واقعی کسی نئے ظہور پر ایمان لانا ضروری ہو اور میں انہی بحثوں میں رہ جاؤں تو کل کو میرا کیا حشر ہوگا؟ میں نے اس کے جواب میں ایک موٹی سی بات لکھ دی جو مخاطب کے اذعان ورفع اضطراب کے لئے قاطع اور مختتم ہو سکتی تھی اور جس کے فہم کے لئے نہ تو اصول ومقدمات کی ضرورت ہے نہ علم وفن کے استعداد کی۔ ایک لمحہ میں ساری ردوکد ختم ہو جاتی ہے ۔میں نے لکھا کہ اتنی بات مانتے ہو یا نہیں کہ قرآن کلام الہی ہے اور جن باتوں پر ایمان لانا شرط اسلام ونجات ہے وہ اس نے بتلا دیے ہیں۔ اچھا کسی بحث میں پڑنے کی ضرورت نہیں۔قرآن کا کوئی ترجمہ اٹھا کر دیکھ لو کہیں یہ حکم پاتے ہو کہ آئندہ ایک زمانہ میں محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانا بے سود ہو جائے گا (۳) اور ایک نئے ظہور پر ایمان لانا پڑے گا۔ یا کسی زمانے میں اسلام کی پچھلی دو شہادتیں بے کار ہو جائیں گی؟ اور ایک تیسری شہادت کا اضافہ ہو جائے گا مثلاً ایمان بالمجدد؟ اگر نہیں پاتے تو پھر کون سی مصیبت آ پڑی ہے کہ اس جھگڑے میں پڑتے ہو اور اپنے ایمان ونجات کی طرف سے مضطرب ہوتے ہو بلا شبہ اس تخاطب میں میں نے صرف قرآن کا ذکر کیا، احادیث کا ذکر نہیں کیا، مگر اس لئے نہیں کیا کہ مخاطب کے لئے اتنا ہی کہنا قاطع وفیصلہ کن تھا۔ ورنہ ظاہر ہے کہ احادیث میں بھی کہیں یہ بات نہیں آئی ہے کہ آئندہ اسلام کے شرائط ایمان میں ایک نئی شرط بڑھ جائے گی اور ایک نئے رسول پر

ایمان لانا ضروری ہوگا(۴)

اب فرمایئے اگرایسا لکھ دیا گیا تو اس میں کون سی برائی کی بات ہوگئی۔ جو اس درجہ ناگواری خاطر کا موجب ہورہی ہے۔کیا قرآن کا حوالہ دینا انکار حدیث کو مستلزم ہے۔کیا احادیث میں مسلمانوں کوحکم دیا گیا ہے کہ نئے نئے ظہوروں پر ایمان باللہ وایمان بالرسول کی طرح ایمان لاتے رہنا۔

اس کے بعد مستفسر نے اپنے مبلغ دوست کا قول نقل کیا کہ مسلمانوں کو ہرصدی کے مجدد پر ایمان لانے کا حکم دیا گیا ہے نیز یہ بھی ثابت ہے کہ حضرت مسیح علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام بہ حیثیت رسول آئیں گے(۵) اور انہی کے ہاتھوں اس دین کی تکمیل ہوگی۔ میں نے اس کے جواب میں لکھا کہ یہ صحیح نہیں ہے اسلامی عقاید میں کسی ایسے مجدد کی جگہ نہیں جس پر ایمان بالرسل کی طرح ایمان لاتے رہنے کا حکم دیا گیا ہو۔باقی رہا نزول مسیح کا معاملہ یو شرائط ایمان کی ترمیم وتنسیخ نہایت اہم اور اساسی معاملہ ہے۔اگرمسلمانوں کی نجات آئندہ کسی نئے ایمان پرموقوف رہنے والی ہوتی تو ضروری تھا کہ اس کا صاف صاف حکم دے دیا جاتا مگرہم دیکھتے ہیں کہ ایسا کوئی حکم نہیں دیا گیا ہے ۔پس ہمارا عقیدہ یہی ہونا چاہیے کہ دین کامل ہوچکا آخری کتاب نازل ہوچکی (اوراب تکمیل دین،(٦)، کے لئے نہ کسی بروزی مسیح کی ضرورت ہے نہ حقیقی مسیح کی)

یہ ظاہر ہے کہ اس عبارت میں جونفی کی گئی ہے وہ کسی ایسے نزول کی کی گئی ہے جو دین کی تکمیل کے لئے ہوگا۔ اور یہ بہ حیثیت رسول کے ہوگا نہ کہ نفس نزول کی۔

چنانچہ سیاق وسباق اس کی صاف شہادت دے رہا ہے۔اس سے اوپر مجدد کی نفی کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ وہاں بھی مقصود ایسی تجدید ہے جس پر ایمان لانا مثل ایمان بالرسل کے ضروری ہو،ور نہ حدیث من یجدد لھا دینھا..الخ موجود ہے اور مجدد لغوی سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔ایسے مجدد یعنی مصلحین حق پیدا ہوچکے ہیں اور پیدا ہوتے رہیں گے حتی یا تی امر اللہ و ھم غا لبو ن

بلاشبہ روایات میں نزول مسیح کی خبر دی گئی ہے اور صحیحین کی روایات اس باب میں معلوم و مشہور ہیں۔اس سے کسے انکار ہوسکتا ہے(۷) لیکن اس کا معاملہ تعلق قیامت کے آثار ومقدمات

سے ہے نہ کہ تکمیل دین کے معاملہ سے ۔نیز انہی روایات میں تصریحات موجود ہیں کہ حضرت مسیح کا نزول بہ حیثیت رسول کے نہیں ہوگا (۸) ۔میں سمجھتا ہوں اس تیرہ سو برس میں مسلمانوں کا متفقہ عقیدہ یہی رہا ہے کہ دین ناقص نہیں اور اپنے تکمیل کے لئے کسی نئے ظہور کا محتاج نہیں ۔کیا آپ سمجھتے ہیں،ایسا نہیں ہے؟

آپ پوچھتے ہیں احادیث کے بارے میں میرا عقیدہ کیا ہے؟ میں اس کا جواب آپ کو کیا دوں کیا آپ کو میرے عقیدہ کی خبر نہیں ۔کیا آپ کی نظر سے میری بے شمار تحریرات نہیں گزر چکی ہیں؟ یہ سوال آپ اس شخص سے کر رہے ہیں جو اپنی تحریرات میں نہ صرف حدیث کو حجت اور واجب العمل ثابت کر چکا ہے بلکہ جس کو اس فہم کی توفیق ملی ہے کہ

و یعلّمھم الکتاب و الحکمة میں حکمت سے مراد سنت ہے اور جس نے جا بجا مقدام کی روایت سے استدلال کیا ہے کہ الا انی او تیت الکتاب و مثله معه

نیز روایت مشہورہ یوشك رجل شعبان علی اریکته یقول علیکم بهذا القرآن فما وجدتم فیه من حلال فاحلّوه و ما وجدتم فیه من حرام فحرموه

اتنا ہی نہیں بلکہ جس کی تمام قلمی جدوجہد یکسر دعوت اتباع کتاب وسنت پر مبنی رہی ہے اور جس کے عقیدہ میں ،کتاب، کا ہر وہ اتباع ،اتباع نہیں جو سنت کے اتباع سے خالی ہو(۹)

ایں دو شمع اند کہ از یک دگر افروختہ اند

یہ ظاہر ہے کہ میں ایک شخص کے استفسار کا جواب لکھ رہا تھا کوئی کتاب تصنیف نہیں کر رہا تھا اس طرح کے سوالات روز لوگ کرتے رہتے ہیں اور کم سے کم جملوں میں جو جواب دے سکتا ہوں دے دیا کرتا ہوں اس استفسار کا جواب سینکڑوں آدمیوں کو دیا ہوگا۔ہر بات کا ایک محل ہوتا ہے اور چاہیے اسی محل میں رہ کر اس پر غور کیا جائے۔پھر خصوصاً اگر تحریر کسی ایسے شخص کی ہو جس کے عقائد و مسلک سے ہم ناواقف نہیں،تو اور زیادہ ضروری ہو جاتا ہے کہ وہی مطلب ٹھہرائیں جو اسکے عقیدہ و مسلک کے لحاظ سے ہونا چاہیے۔

اہل حق ودانش کا طریقہ جو ہمیں بتلایا گیا ہے وہ تو یہ ہے کہ یستمعون القول فیتبعو ن احسنه اولئك الذين هدا هم الله و اولئك هم او لو الالبا ب ۔

یہاں تک تو آپ کے استفسار کا جواب تھا۔اب ایک دو لطیفے بھی سن لیجئے ۔آپ نے اپنے مضمون کے آخر میں لکھا ہے کہ ایک ہفتہ کے اندر مجھے اس کا جواب دیا جائے ۔اس سے معلوم ہوا کہ ابھی آپ نے رائے قائم نہیں کی ہے۔میرے جواب کا انتظار ہے لیکن مضمون کی سرخی میں آپ نے ازراہ عنایت تنابز بالالقاب کے ساتھ میرا نام درج کر دیا گویا جزم ویقین کے ساتھ فیصلہ کر لیا ہے(۱۰) لطیفہ یہ ہے کہ اگر فیصلہ ہو چکا تھا تو پھر استفسار کیوں؟

اور اگر استفسار ہے تو پھر یہ تنابز بالالقاب کیوں؟

دوسرا لطیفہ یہ ہے کہ خطوط میرے تھے استفسار مجھ سے کرنا ہے لیکن مضمون آپ اخبار میں شائع کرتے ہیں ۔اور پھر اس کا پرچ ڈاک کے ذریعہ بھیجتے ہیں ۔سوال یہ ہے کہ جس ڈاک کے ذریعہ آپ کا اخبار مجھے مل سکتا ہے، اسی ڈاک کے ذریعہ آپ کا خط مجھے نہیں مل جاتا؟(۱۲) شاید آپ نے خیال کیا کہ خط بھیجنے کا زیادہ محفوظ ذریعہ یہی ہے کہ اخبار میں چھاپ دیا جائے۔خیر ۔ ہر چہ از دوست میرسد نیکوست،امید ہے مع الخیر ہوں گے ۔

ابوالکلام؛کلکتہ ۱۳جولائی ۱۹۳۶ء

(حواشی ازمولانا ثناءاللہ امرتسری:

۱۔جواب میں عام نفی نے پریشانی پیدا کر دی تھی جسکا ازالہ کرانا ضروری تھا۔

۲ قادیانی خلش کے لے کافی تھا کہ سائل کو لکھ دیتے کہ مرزا صاحب قادیانی کا اشتہار،مولوی ثناءاللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، دفتر اہل حدیث سے منگا کر دیکھ لیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر   کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا۔

۳۔مولانا معاف فرمایئے۔،بےسود، قادیانی بھی نہیں کہتے۔البتہ اپنی ضلالت سے بشرط شتی کہتے ہیں۔

۴۔ایسا ہونے سے بے شک اسلام میں زیادتی لازم آئے گی ۔یہ الزام قادیانیوں پر تو معقول ہے ہم پر نہیں ہم تو مسیح رسول کو مانیں گے جسے آپ بھی مانتے ہیں۔

۵۔بحیثیت رسول سے اگر احکام جدیدہ لے کر آنے والا مراد ہے تو بے شک ایسا نہیں ہوگا۔اور اگر بحیثیت رسول سے مراد بوصف رسالت سابقہ ہے تو بے شک ایسا ہوگا۔حدیث ترمذی میں ایسا ہی آیا ہے۔

۶۔آپ کا مدعا میں صرف اتنے فقرے میں سمجھتا ہوں کہ آپ اس جملہ مرکبہ کی نفی کرتے ہیں مگر پہلے خطوط میں آپ کے الفاظ مفرد کی نفی کرتے تھے۔ (تکمیل دین کے لئے) کا جزء اس میں نہ تھا۔یعنی صاف تھا کہ نہ بروزی مسیح آئے گا نہ حقیقی۔اسلئے آپ کے احباب، قائلین حدیث، میں ہیجان پیدا ہوا۔۔۷۔ جزاکم اللہ خیرالجزاء۔ ۸۔بوسف؟؟ رسالت سابقہ ہوگا۔حاشیہ نمبر ۵ ملاحظہ ہو

۹،اے وقت تو خوش باد کہ وقت ما خوش کردی۔۱۰۔آپ نے اہل حدیث ۱۰ جولائی کی سرخی پر شاید غور نہیں کیا۔فرمایا آج کل کے طرز انشا میں وہ جزم نہیں استفہام ہے جیسے أأنت قلت للناس اتخذو نی الآ یه

۱۱۔جس طرح عالم الغیب خدا کی طرف سے صلحاء امت کو أأنتم اضللتم عبادی ھئو لاء میں مضل کا تنابز کیا گیا۔

۱۲۔معاملہ اخباروں میں آجانے کی وجہ سے پبلک ہوگیا تھا اس لئے ذاتی خط وکتابت کا موقع نہ رہا تھا علاوہ اس کے قلمی لکھتا تو شائد مجھے بھی مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کی طرح عدم رسی جواب کا گلہ (صحیح یا غلط) کرنا پڑتا۔جس پر آپ کو میرے حق میں افسوس کرنے کا موقع ملتا۔ مولانا! آپ نے ہمیں جواب باصواب سے جو خرسند فرمایا ہے میں اور ناظرین اہل حدیث آپ کے شکر گذار ہیں کہ آپ نے ہم کو شماتت ہمسایہ سے بچالیا ورنہ اغیار تو مثلث متساوی الاضلاع (لاہوری دہلوی کلکتوی) بنا چکے تھے اللھم توفنا مسلمین و الحقنا بالصالحین)۔ (ہفت روزہ اہل حدیث ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۸ ص ۳۔۶)

مولانا ابوالکلام اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جب سے مولانا ابوالکلام نے قادیان کے متعلق آواز اٹھائی ہے قادیان کی توجہ بھی مولانا موصوف کی طرف کچھ زیادہ ہوگئی ہے ۔موصوف کے متعلق تردیدی مضامین تو لکھے ہی جاتے تھے۔لطف یہ ہے کہ آپ کا سابقہ کلام (جیسا کہ ہر ایک واعظ اور مصلح برموقع کہہ دیا کرتا ہے) بھی پیش کرنا شروع کر دیا ۔مثلاً مولانا ابوالکلام نے اگر کسی موقع پر علماء سوء کے حق میں کچھ لکھا تھا تو بقول بلی کے بھاگوں چھیکا ٹوٹا۔ قادیانیوں نے اسکو بھی غنیمت سمجھ کر فوراً نقل کر دیا۔اس سے مقصد ان کا یہ ہے کہ سب برائی مخالفین مرزا پر چسپاں کریں۔مگر یہ خیال ان کا بے دلیل ہے۔اسکے برعکس ہمارا خیال یہ ہے کہ مولانا موصوف نے جو کچھ لکھا ہے درحقیقت مرزا صاحب متوفی سے مشورہ کر کے جماعت مرزائیہ کے حق میں لکھا ہے۔اسکا ثبوت ہمارے ذمہ ہے۔بہرحال الفضل

قادیان لکھتا ہے:

مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں:

ا۔سانپ اور بچھو ایک سوراخ میں جمع ہو جائیں گے لیکن علماء دنیا پرست کبھی ایک جا اکٹھے نہیں ہو سکتے۔کتوں کا مجمع ویسے تو خاموش رہتا ہے لیکن ادھر قصائی نے ہڈی پھینکی اور ادھر ان کے پنجے تیز اور دانت زہر آلود ہو گئے۔یہی حال ان سگان دنیا کا ہے۔ساری باتوں میں متفق ہو سکتے ہیں لیکن دنیا کی ہڈی جہاں سڑ رہی ہو وہاں پہونچ کر اپنے پنجوں اور دانتوں پر قابو نہیں رکھ سکتے۔ان کا سرمایہ نازعلمِ حق نہیں ہے جو تفرقہ مٹاتا ہے۔اور اتباع سبل متفرقہ کی جگہ ایک ہی صراط مستقیم پر چلاتا ہے بلکہ یکسر علم جدل وخلاف ہے، نفس پرستی اس کی کثافت کو خمیر دیتی اور دنیا طلبی کی آگ اس کی ناپا کی کے بخارات کو اور زیادہ تیز کرتی رہتی ہے فساق وفجار خرابات میں بھائیوں کی طرح ایک دوسرے کی تندرستی کا جام صحت پیتے ہیں اور چور اور ڈاکو مل جل کر راہزنی کرتے ہیں مگر یہ گروہ خدا کی مسجد اور زہدو عبادت کے صومعہ وخانقاہ میں بیٹھ کر بھی متحد و یک دل نہیں ہوسکتا اور ہمیشہ ایک دوسرے کو درندوں کی طرح چیرتا پھاڑتا رہتا ہے۔الخ۔(الفضل ۱۰ جولائی ۱۹۳۶ء ص ۴)

بقاعدہ علم منطق مولانا آزاد کا یہ بیان شکل اول کا کبری ہے جب تک اس کے ساتھ صغری نہ ملے نتیجہ نہیں دے سکتا۔اس کے صغری کو ہم نے تلاش کیا تو مرزا صاحب متوفی کے کلام میں پایا جو یہ ہے:

اخی مکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالی بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد تو بہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے السلام علیکم نہیں کر سکتے چہ جائیکہ خوش خلقی اور ہم دردی سے پیش آویں، اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے ہیں

اورایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اورنا کارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینے پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔(اشتہار التوائے جلسہ ۲۷۔دسمبر ۱۸۹۳ء)

پس ہم ان دونوں ریفارمروں (مرزا،اور ابوالکلام) کے کلام بانظام کو ملا کر بصورت شکل اول یوں رکھتے ہیں۔

(بقول مرزا) مرزائیوں میں اکثریت بری ہے۔

(بقول مولانا) ایسے برے لوگ ڈاکوؤں سے بدتر ہیں۔

نتیجہ: اگر گویم زبان سوزد

کیا فرماتے ہیں علماء احمدیہ ہماری پیش کردہ شکل کے دو حصوں میں کوئی غلطی ہے۔صغری مسلمہ مسیح موعود ہے۔کبری مرقومہ ابوالکلام مصدقہ الفضل ہے پھر نتیجہ کیوں غلط ہونے لگا۔احمدی دوستو! خفا نہ ہونا

نگاہ نکلی نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۸ ص ۶۔۷)

امرتسر میں مرزائی جنازہ

امرتسر میں ۱۸ جولائی ۱۹۳۶ء کو ایک مرزائی لڑکا فوت ہو گیا۔جسے مسلمانوں نے اپنے کسی قبرستان میں دفن نہ کرنے دیا آخر کار پولیس کی وساطت سے بلاقا سنگھ کے قبرستان میں دفنایا گیا،ہزارہا مسلمان اس موقع پر وہاں موجود تھے۔اے۔ڈی۔ایم ،اور ڈپٹی کمشنر بھی موقع پر پہنچے۔پولیس نے لاٹھی چارج کیا (ہفت روزہ اہل حدیث ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء۔۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۸ ص ۲)

خلیفہ قادیان سے ایک ضروری سوال

میاں فضل حسین مرحوم کے انتقال پر آپ کے اخباروں میں بہت کچھ رنج وملال کا اظہار کیا گیا ہے جو حق بجانب ہے۔ کیونکہ میاں صاحب موصوف کے آپ کے ساتھ گہرے تعلقات تھے آپ نے تعزیت کا تار بھی بھیجا۔بہت اچھا کیا۔مگر سوال یہ ہے کہ کیا آپ نے مرحوم کا جنازہ بھی پڑھا بحالیکہ کہ مرحوم کی نعش قادیان کے قریب بٹالہ میں لائی گئی۔اگر آپ نے جنازہ نہیں پڑھا تو میاں (فضل حسین) صاحب کی قبر سے جو آواز آتی ہوگی اس کا کیا جواب:

بچہ امید تواں مردن بجنازہ ءکسے نے آئی (اہل حدیث ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء ص ۸)

امرتسر میں مرزائی مردہ کا دفن اوراس پر ہنگامہ عظیمہ

اس ہفتے واقعہ عظیمہ یہ ہوا ہے کہ ایک مرزائی کا ایک سالہ بچہ مرگیا اس کو دفن کرنے کے لئے قبرستان میں لے گئے اہل محلّہ اوراحرار کوخبر ہوئی انہوں نے اس جنازہ کا تعاقب کیا جس قبرستان میں اہل میت لاش کو لے جاتے مخالفین ان کو یہ کہہ کرمنع کر دیتے کہ یہ مسلمانوں کا بچہ نہیں مرزائی کا ہے۔اس کے آگے ملاپ کے نامہ نگارکی رپورٹ یہ ہے:

امرتسر ۱۹ جولائی۔مسلمانوں اورمرزائیوں میں نفرت بڑھتی جارہی ہے کل ایک مرزائی شام کوسول لائن تھانہ میں گیا اوراپنا بچہ پولیس انسپکٹر کے سامنے رکھ کراس نے تمام دن کا ماجرا سنایا۔سب انسپکٹر پولیس نے کوتوال شہر اور کپتان پولیس کواس سانحہ کی خبردی جس پر کوتوال اور ڈپٹی سپرنٹنڈنٹ پولیس تھانہ میں پہنچ گئے۔ادھر ایک درجن کے قریب مرزائی بھی تھانہ میں جمع ہو گئے پولیس افسران نے ان کواپنی امداد کا یقین دلایا اور بتایا کہ رات کولاش کودفنایا جائے گا۔

احراریوں نے شہر کے تمام قبرستانوں پرسخت پہرہ لگادیا تاکہ جس طرف بھی پولیس جائے ادھرہی پروٹسٹ کیا جائے مسلمانوں اوراحراریوں کی اس پیش بندی کومقامی حکام نے نہایت برامحسوس کیا اوراس شہر کے تھانوں کی پولیس کوتیار رہنے کاحکم دے دیا گیا۔ادھر پولیس اپنا انتظام کرتی رہی ۔ادھرمسلمان اپنا ہجوم ہرقبرستان کے پاس بڑھاتے چلے گئے نعش کومقامی حکام نے اپنے قبضہ میں کرلیا اور رات کے ۱۲ بجے کے قریب ڈپٹی کمشنراور کپتان پولیس کی رہنمائی میں لاش کو بلاسنگھ کے قبرستان کے باہر قلعہ کی طرف لے جایا گیا کیونکہ اس قبرستان میں صرف بچے ہی دفنائے جاتے ہیں...اور ہندوسکھوں اورعیسائیوں کے بچے بھی یہاں ہی دفنائے جاتے ہیں ادھرشہر میں یہ خبر آناًفاناً پھیل گئی اورتقریباً ۵ ہزار مسلمانوں کا ہجوم اس قبرستان میں جمع ہوگیا۔

سپرنٹنڈنٹ پولیس نے تمام شہر کی پولیس جو چارسو کے قریب تھی قبرستان میں بلالی اور ہرایک سب انسپکٹر کے کے ماتحت پولیس گارد کر کے ان کا پہرہ قبرستان کے چاروں طرف لگادیا۔ڈپٹی کمشنر نے رات کے ڈیڑھ بجے جاکرمسلمان ہجوم کومنتشر کرنے کاحکم دیا لیکن احراری لیڈر جوکافی تعداد میں پہنچے ہوئے تھے انہوں نے مسلمانوں کوکھڑا رہنے کا مشورہ دیا۔پولیس نے دیکھ کرمسلمانوں کے ہجوم پر معمولی لاٹھی چارج کر کے ان کوقبرستان سے بہت دور ہٹادیا اوراعلی افسران کی زیرنگرانی لاش کو دفنایا گیا، پولیس نے امرتسر کے احراری لیڈرعبدالحمید بٹ کوزیردفعہ ۲۹۷ تعزیرات ہندلاش کی بےحرمتی کرنے کے الزام میں رات کوقبرستان کے پاس جمع شدہ ہجوم سے گرفتار کیا ہے (ملاپ۔ لاہور ۲۱ جولائی ۱۹۳۶ء)

مدیراہل حدیث لکھتے ہیں: ۱۹۔۲۰ ماہ حال کی درمیانی شب کواحرار نے جلسہ کیا جس میں لڑکے کے دفن کرانے پر پولیس کی مذمت کی گئی مگر مانعین کی زبان پرعموماً یہ فقرہ جاری ہے کہ یہ مرزائی گروہ ایسا دشمن مسلمین ہے کہ اپنے محسن ومربی سرفضل حسین جیسے کا جنازہ بھی انہوں نے نہیں پڑھا بلکہ اس کیلئے دعائے مغفرت بھی نہیں کی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۴ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۸ ص ۱۶)

مردے سے اعلان جنگ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان کے فلسفہ کے مقابلہ میں فیثا غورس اور ارسطو کا فلسفہ ہیچ ہے۔اسکو اگر متاخرین فلاسفہ کی موشگافیوں سے صاف کر دیا جائے تو بالکل قریب الفہم ہے مگر قادیان کا فلسفہ بالکل پیچ در پیچ ہے ۔آج ہم نے جس مسئلے پر قلم اٹھایا ہے وہ ایک ایسا اصولی مسئلہ ہے کہ قادیان سے لاہور تک ہر فرد مرزائیت اس کا مخاطب اور جواب دہ ہے۔ابتدا اس کی یوں ہوئی کہ اخبار الفضل (۱۶جولائی ۱۹۳۶ء) میں ایک اعلان جنگ نکلا ہے جو بظاہر بڑا دہشت انگیز اور خوفناک ہے مگر واقف کاروں کی نظروں میں بالکل ہیچ ہے اس کی سرخی یہ ہے :

کفر سے ہماری جنگ زیادہ شدت سے آئندہ سالوں میں شروع ہوگی۔

بظاہر یہ سرخی ہر ایک مومن مسلم کی نظر اور کان کیلئے خوش کن ہے۔کونسا مسلمان ایسا ہے جو کفر سے جنگ اور جنگ میں فتح پانے کی تمنا نہ رکھتا ہو جب کہ اس کی آواز ہی یہ ہے

ہند کو اس طرح اسلام سے بھر دے اے شاہ
کہ نہ آئے کوئی آواز جز اللہ اللہ

مگر سوال یہ ہے کہ یہ بار بار کی جنگ کیسی کفر اور اسلام اور روشنی اور ظلمت کی آخری جنگ مرزا صاحب متوفی کی زندگی میں جاری ہو کر روشنی کو فتح ہو چکی ہے۔اب تو دنیا میں سراسر روشنی ہی روشنی ہے کہیں ظلمت اور کفر کا نام ونشان نہیں، پھر جنگ کس سے؟ ناظرین کرام حیران ہوں گے کہ ہم آج کیسی بہکی بہکی باتیں کر رہے ہیں۔ معاف فرمایئے ہم اس وقت فنافی المرزا ہو کر انہی کی بولی بول رہے ہیں۔اس وقت ہماری حالت اس مصرع کی مصداق ہے: آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئم ۔

سنئے آپ کے بزرگ مہدی معہود ہاں ہاں مسیح موعود بلکہ مجدد اعظم مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

اب وہ زمانہ جاتا رہا جس میں عیسائیت کے مکرو فریب کچھ کام کرتے تھے اور اب چھٹا ہزار آدم

کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے جس میں روشنی مظفر ومنصور ہوگی اور تاریکی کا خاتمہ ہے۔(چشمہ مسیحی مقدمہ صفحہ ب)۔

ناظرین جب کسی جنگ میں اعلیٰ افسر مارا جاتا ہے تو جنگ ختم ہو جاتی ہے۔تاریکی اور کفر کا اعلیٰ افسر (شیطان) مرزا صاحب (مسیح موعود) کے ہاتھ سے قتل ہو چکا۔چنانچہ مرزا صاحب قادیانی خود فرماتے ہیں کہ

آدم کے زمانہ سے آج تک شیطان بھاگتا رہا کسی کے ہاتھ سے قتل نہ ہوا کیونکہ مسیح موعود کے ہاتھ سے اس کا قتل ہونا مقدر تھا سو مارا گیا۔ (ملفوظات احمدیہ۔ج۲ص۳۱۷)

اچھا ہوا۔مرزا صاحب نے اس موذی کو جو بڑا گمراہ کن تھا قتل کر دیا ۔الحمدللہ۔اب جبکہ بانی شر مر چکا ہے اور تاریکی پر روشنی غالب آ گئی پھر آئندہ سالوں میں اس شدید جنگ کا الٹی میٹم کس کو دیا جاتا ہے۔

احمدی ممبرو! کیا مردے سے جنگ کرو گے پھر تو یہ مثل صادق آئے گی :موئے کو مارے شاہ مدار

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۹ ص ۴)

جماعت احمدیہ لاہور کی دعوت منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی جماعت لاہور نے احرار کو فیصلہ کن مناظرہ کی دعوت دی تھی ۔ یہ ۲۱ جون ۱۹۳۶ء کا واقعہ ہے۔احرار کی طرف سے اس کی منظوری ہماری نظر سے نہیں گذری غالباً اسلئے کہ احرار کے خیال میں مرزائیوں سے مباحثہ کرنا پسندیدہ یا مفید فعل نہیں،اس لئے ہم یہ فرض کفایہ ادا کرنے کو دعوت قبول کرتے ہیں۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزائیوں کی طرف سے اس قسم کی دعوت کسی اور کو سن کر ہمیں رنج ہوتا کیونکہ :

جاتا ہے یار تیغ بکف غیر کی طرف
او کشتہ ستم تیری غیرت کہاں گئی

مسئلہ کیا ہے؟

اجرائے نبوت اور ختم نبوت موضوع پر تبادلہ خیال ہو۔(الفضل ۲۱ جون ۱۹۳۶ء ص ۳ کالم ۳)۔

چونکہ مسئلہ شرعی ہے اس میں کوئی خصوصیت احرار و غیر احرار کی نہیں اس لئے ہم اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں (بشرط ذیل)

ناظرین! اس میں شک نہیں کہ مسئلہ مذکورہ ایک اہم اعتقادی مسئلہ ہے مگر ہے تو آخر کبری شکل اول ۔یعنی ایک عام قانون کی شکل میں بحث ہوگی۔ اسی لئے اس سے نزاع فریقین کی بیخ کنی نہیں ہوسکتی۔ فرض کر لیجئے آپ اس میں حق بجانب ثابت ہوگئے۔ یعنی مسئلہ اجراء نبوت اور ختم نبوت آپ کے حسب منشاء طے ہوگیا، کسی منصف نے بھی آپ کو ڈگری دے دی تو پھر کیا ہم یہ نہ کہہ سکیں گے کہ صغری شکل اول (صلاحیت مرزا) ہنوز بحث طلب ہے اور اگر ہم کو ڈگری مل گئی یعنی منصف نے ہمارے حق میں فیصلہ کر دیا کہ سلسلہ نبوت ختم ہے پھر کیا آپ لوگ لاہوری جماعت کے عقیدہ پر احمدیت پر جمے نہیں رہ سکتے ؟

اس لئے بہر دونوع احمدیو! اگر واقعی فیصلہ کن مباحثہ چاہتے ہو، تو بعد مسئلہ ختم نبوت مرزا صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ پر بھی مباحثہ کرنا منظور کرو تا کہ شکل اول کا صغری اور کبری دونوں مبرھن اور مصدق ہو جائیں ۔ ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ اس مباحثہ کے لئے قادیانیوں کے خلیفہ قادیان اور لاہوری پارٹی کے ممبروں کو اپنے امیر جماعت کا اجازت نامہ مطبوعہ پیش کرنا ہوگا۔ کوئی ہے جو تحقیق کرنے کا حوصلہ کرے پھر دیکھئے کہ خدا کس کی مدد کرتا ہے۔

انا صخرة الوادی اذ ما زوحمت

و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۱ جولائی ۱۹۳۶ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۹ ص ۵)

ایک سچا خواب

پنڈت آتمانند صاحب، بٹالہ سے لکھتے ہیں:

میں نے گذشتہ رات سونے سے قبل حضرت محمد ﷺ کی جناب میں خیالی درخواست کی کہ آپ نے ایک مرتبہ ۲۰

جنوری ۱۹۳۵ء کی رات کو چاند گرہن کے بعد مجھے خواب میں بتلایا تھا کہ ابوالوفا ثناء اللہ کا طریق مذہب آپ کا صحیح راستہ ہے پھر کیا وجہ ہے کہ عرب کے لوگ اہل حدیثوں کو کافر اور گردن زدنی قرار دے رہے ہیں؟

اتفاق کی بات سمجھو یا میرے خیالات کا عکس کہ ۱۷ و ۱۸۔اپریل ۱۹۳۶ء کی درمیانی گزشتہ رات ہی ایک خواب میں حضرت محمد ﷺ کو فرماتے ہوئے دیکھا کہ:

اے آتمانند! ابوالوفا ثناء اللہ ہی وہ امام اسلام ہے جو تیری مدد کے لئے میری پیش گوئی و اما مکم منکم میں وعدہ دیا گیا تھا۔ تو میری زبانی اس کی بریت کر کہ وہی سچا امام اور اسی کا طریقہ سچا اسلام ہے۔ افسوس کہ میری امت باہمی تکفیر اور تفرقہ بازی سے چاہ ضلالت میں گر چکی۔... وغیرہ

خواب کی مزید گفتگو ظاہر کرنے کا ابھی موقع نہیں آیا۔

اس لئے اے جملہ مسلمانو! اگر آپ کو میری اس خواب میں ماسوائے دماغی خیالات کے کچھ صداقت نظر آوے تو اپنے کفر اور فتاوی تکفیر سے توبہ کرو اور مولوی صاحب امرتسری کو بالفاظ حضور ﷺ، امام اسلام قبول فرماؤ۔ یہی تمہارا ہادی اور امام برحق ہے میں نے جو کچھ دیکھا اور سنا عرض کر دیا اب قبول کرنا نہ کرنا آپ کا کام

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۷۔ اگست ۱۹۳۶ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۰ ص ۹۔۱۰)

مرزائیوں پر مرزا متوفی کا فتوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عام طور پر شور مچایا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی جب فوت ہوئے تو ان کے مرید چار لاکھ تھے۔ اب یہ امر منکشف ہوا ہے کہ مرزا غلام احمد موصوف کو چالیس مومن کامل نہ ملے تھے۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کہتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے کہ اگر چالیس مومن مجھے مل جائیں تو میں دنیا کو فتح کر سکتا ہوں (الفضل ۷ مئی ۱۹۳۶ء ص ۸ کالم ۲)

(اس کا مطلب ہے کہ مرزا کے تین سو تیرہ اصحاب بدر، اور مسیح کے حواری بھی سارے کے سارے مومن کامل تھے۔ بہاء)

احمد یو! تمہارے مسیح اور خلیفہ مسیح کا فتوی کس قدر سخت ہے کہ کوئی عالم اسلام تم پر فتوی کفر لگا تا ہے تو تم خفا ہو جاتے ہو اور آستینیں چڑھا چڑھا کر لڑنے مرنے پر تیار ہو جاتے ہو، مگر تمہارا مسیح اور خلیفہ مسیح تم کو بے ایمان کہتے ہیں مگر تم فکر نہیں کرتے۔ بتاؤ تو سہی آخر اس عبارت کے معنی کیا ہیں؟ چالیس تک تو مومنین قانتین کا عدد نہ پہنچا، زیادہ سے زیادہ انتالیس ہوں گے۔ اب اس کی تعیین کرنا کہ وہ انتالیس مومنین کون کون تھے آپ لوگوں کا کام ہے۔ ہمارا مشورہ ہے کہ قرعہ اندازی سے فیصلہ کرلو۔

ہاں ایک سوال رہ جاتا ہے کہ اعلی حضرت (مرزا غلام احمد) کو تو چالیس مومن کامل نہ ملے، خلیفہ صاحب کو تو مل گئے ہوں گے، اس نے کیوں نہ دنیا فتح کر لی؟

اسکا جواب آسان ہے کہ آپ دنیا کو کیا فتح کرتے، خاص آپکی راجدھانی (مرکز خلافت) میں اعداء گھسے ہوئے ہیں۔ وہ تو مفتوح ہوتے نہیں، دور رہنے والے کیسے مغلوب ہو سکتے ہیں۔

مرزائی ممبرو! مقام عبرت ہے کہ تم لوگ پرچہء ایمان میں بری طرح فیل ہوئے۔ ادھر علماء اسلام نے تم پر فتوی کفر لگایا اور ادھر بڑے میاں بلکہ چھوٹے میاں نے بھی تم کو ایماندار قرار نہ دیا۔ اب تم پر یہ مثل صادق آ گئی:

دونوں سے گئے پانڈے نہ حلوہ ملا نہ مانڈے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اگست ۱۹۳۶ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۲ ص ۵)

مسیح موعود نمبر پر ایک نظر۔ ۷

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

دعوی نبوت مرزا

پیغام صلح میں لاہور مسیح موعود نمبر میں چھٹا مضمون بقلم مولوی اختر حسین بعنوان: مرزا صاحب کا دعوی نبوت سے واضح انکار، مندرج ہے۔ راقم مضمون نے اپنے دعوی کے ثبوت میں کتب مرزا سے متعدد اقوال نقل کئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایمان تھا کہ:

آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں آپ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ختم المرسلین کے بعد مدعی نبوت کو کافر جانتا ہوں ۔وحی رسالت حضرت آدم سے شروع اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی۔میرا نبوت کا دعوی نہیں بلکہ محدثیت کا دعوی ہے جو خدا کے حکم سے کیا گیا۔ میری نسبت جو نبی کا لفظ میرے الہامات میں استعمال کیا گیا ہے یہ مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے۔

منشی معمار صاحب فرماتے ہیں: مسئلہ نبوت مرزا عرصہ سے زیر بحث ہے یہاں تک کہ خود مدعی کافی مدت تک اس مسئلہ میں پریشان رہا۔پس ایسے مسئلہ میں یک طرفہ تحریرات کو پیش کرنا اور فریق ثانی کے دلائل کو یکسر نظر انداز کرنا داب محققین کے خلاف ہے۔مضمون نویس کا فرض اولین تھا کہ وہ اپنے دعوی کو پیش کرنے سے پہلے اس مسئلہ کے مختلف پہلوؤں کا اظہار کرتا۔فریق ثانی کے دلائل کو غلط ثابت کر کے اپنے دلائل کو پیش کرتا مگر اس نے ایسا نہیں کیا کیوں؟

بے خودی بے سبب نہیں غالب۔کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

حضرات !اس مسئلہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے بہت پیچیدگی پیدا کر رکھی ہے۔ایک طرف بکمال صفائی یہ مومنانہ اعلان ہے کہ:

مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا بھائی ، ملعو ن خسر الدنیا و ا لآ خر ۃ

تو دوسری طرف سابق مدعیان نبوت کا ذبہ سے دو قدم بڑھ کر ادعاء علوشان ہے:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

ہاں ایک وہ بھی وقت تھا کہ آپ نے دستخطی اقرار شائع کیا کہ میرے رسائل میں:

جس قدر ایسے الفاظ ہیں کہ محدث ایک معنی سے نبی ہے یا محدثیت جزوی نبوت ہے۔یہ الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں لفظ نبی سے مراد صرف محدث ہے۔سو تمام مسلمان بھائی ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں اور لفظ نبی کو کاٹا ہوا خیال فرمائیں

۲۔ نبی کے لفظ سے صرف اس قدر مراد ہے کہ خدا سے علم پا کر پیش گوئی کرنے والا۔سو چونکہ

ایسے لفظوں سے اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اس لئے اپنی جماعت کے بول چال محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہییں۔

مگر دوسری طرف ان تحریرات کے بعد بار بار اپنے حق میں نبی و رسول کا لفظ نہ صرف استعمال ہوتا ہے بلکہ نبوت سے انکار کرنے والے مریدوں کو ڈانٹا جاتا ہے اور علی الاعلان لکھا جاتا ہے کہ:

اس شعر (من نیستم رسول نیاوردہ ام کتاب) کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو۔ دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیے۔ ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں... ہاں یہ نبوت تشریعی نبی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کر دے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوی کو ہم کفر سمجھتے ہیں۔ بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے ہیں جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی تھی صرف خدا کی طرف سے پیش گوئیاں کرتے تھے..بس وہ نبی کہلائے۔ یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا اگر ہم نبی نہ کہلائیں تو اس کے لئے اور کون سا امتیازی لفظ ہے جو (ہمیں) دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے...ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالی کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اسلئے ہم نبی ہیں۔

(اخبار بدر قادیان ۵ مارچ ۱۹۰۸ء)

۲۔ اگر خدا تعالی سے غیب کی خبریں پانے والا نبی کا نام نہیں رکھتا تو پھر بتاؤ کس نام سے اس کو پکارا جائے۔ اگر کہو کہ اس کا نام محدث رکھنا چاہیے تو میں کہتا ہوں کہ تحدیث کے معنی کسی لغت کی کتاب میں اظہار غیب نہیں مگر نبوت کے معنی اظہار غیب ہیں۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

۳۔ خدا نے میرا نام نبی رکھا مگر بغیر شریعت کے۔ (تجلیات الہیہ)

۴۔ بغیر کسی جدید شریعت کے... نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ)

۵۔ ہمارے نبی ہونے کے وہی نشانات ہیں جو تورات میں مذکور ہیں میں کوئی نیا نبی نہیں پہلے بھی کئی نبی گزرے ہیں (بدر قادیان ۱۹۔اپریل ۱۹۰۸ء)

۶۔ جس قدر خدا تعالی نے مجھ سے مکالمہ ومخاطبہ کیا ہے.. تیرہ سو برس ہجری میں کسی شخص کو یہ نعمت

عطا نہیں کی گئی۔اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء ابدال اقطاب گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا۔(حقیقۃ الوحی ۔ص ۳۹۱)

۷۔ایک وہ نبی جو سلسلہ کے اول پر آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت موسیٰ اور محمدیہ میں ہمارے سید و مولیٰ آنحضرت ﷺ ۔دوسرے وہ نبی اور مامور من اللہ جو سلسلہ کے آخر میں آتے ہیں جیسا کہ سلسلہ موسویہ میں حضرت عیسیٰ اور سلسلہ محمدیہ میں یہ عاجز۔ (تذکرۃ الشہادتین)۔

۸۔جس حالت میں چھوٹے چھوٹے عذابوں کے وقت رسول آئے ہیں تو... پھر کیونکر ممکن ہے کہ اس عظیم الشان عذاب کے وقت جو آخری زمانہ کا عذاب ہے خدا کی طرف سے رسول ظاہر نہ ہو اس سے تو صریح تکذیب کلام اللہ کی لازم آتی ہے پس وہی رسول مسیح موعود ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۶۴)

۹۔آیت و ما کنا معذبین حتی نبعث رسو لا سے صاف ظاہر ہے کہ اس قسم کے قہری عذاب نازل ہونے سے پہلے خدا کی طرف سے کوئی رسول ضرور مبعوث ہوتا ہے...اس وقت خدا کا ایک رسول تمہارے درمیان ہے (اشتہار: النداء من و حی السماء ۱۹۰۶ ء)

لاہوری احمدی دوستو! غور کرو، ابتداء زمانہ میں جب کہ بقول خود مرزا صاحب مسیح موعود بنائے جا چکے تھے اور دن رات مکالمہ الٰہیہ سے مشرف ہو رہے تھے بلکہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت ہر لحظہ بلا فصل ان کے ساتھ تھی (ملاحظہ ہو آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۹۳ حاشیہ) تو مرزا غلام احمد صاحب نے لفظ نبی کو بقلم خود کاٹ کر اس کی بجائے ،صرف محدث، ہونے کا دعویٰ پیش کیا اور صاف صاف اعلان کیا کہ، ہماری جماعت اپنی بول چال محاورات میں لفظ نبی استعمال نہ کرے۔اس سے دھوکہ لگتا ہے اور فتنہ پیدا ہوتا ہے،

پھر مرزا صاحب نے اس کے بعد بار بار کیوں اسی فتنہ اندازی اور دھوکہ بازی کو شعار بنایا۔انصاف! ہاں سوچو، قرآن کو سچا سمجھ کر، خدا کو حاضر ناظر جان کر غور کرو کہ یہ کیا مسیحیت ہے کہ پہلے تو بزور شور لفظ نبی کو کاٹ کر ،صرف محدث، ہونے سرکلر جاری کیا جاتا ہے، مگر بعد میں علی الاعلان صرف محدث ہونے سے قطعی انکار ہے۔

انجام آتھم ۱۸۹۷ء کے زمانہ میں تو اپنی نبوت کو مجازی کہہ کر سابقہ اولیاء امت کو بھی اسی طرح کا نبی بتایا جاتا ہے (انجام آتم۔ص ۲۸) مگر اس کے بعد بیک جنبش قلم سب کو معزول کر کے نبی کا لفظ صرف اور صرف اپنے لئے پیٹنٹ کرایا جاتا ہے۔ کہاں یہ اعلان تھا کہ مجھ کو مسیح سے کیا نسبت، وہ ایک نبی ہے میں غیر نبی۔ اور کہاں یہ جرأت اور گستاخی کہ:

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم۔ عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

علی الاعلان دعوی ہے کہ میں ایسا نبی ہوں جیسا کہ مسیح، بلکہ اس سے ہزار ہا درجہ بڑھ کر۔ (کشتی نوح)

احمدی ممبرو!

آپ ہی اپنے ذرا ظلم و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہو گی

قادیان میں خلافت نبوت کے مدعیو! لاہور کے منکرو! غور کرو کہ مرزا غلام احمد قادیانی جو بقول خود وما ینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی کا مصداق کہلاتا تھا۔ ایک طرف تو غیر مشتبہ انداز میں قائل ہے:

ختم المرسلین کے بعد دوسرے مدعی نبوت کو کاذب اور کافر سمجھتا ہوں۔

مگر دوسری طرف اس قدر بے باک ہے کہ:

ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ میں کوئی نیا نبی نہیں میرے جیسے پہلے بھی کئی نبی بنی اسرائیل میں گزرے ہیں۔

اس پر طرہ یہ کہ اپنی نبوت کو آیات قرآن سے مصدق مویدکیا جاتا ہے جس سے صاف واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو اسلامی اور قرآنی اصطلاحی نبوت کا دعوی ہے جس کا انکار مسلمہ طور پر کفر ہے۔ پھر اس کے ساتھ ہی مرزا صاحب قادیانی کا یہ قول بھی ملحوظ رکھا جائے کہ:

اصطلاحی امر میں لغت کی طرف رجوع کرنا حماقت ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۳۸ طبع اول)

تو معاملہ بالکل آسان ہو جاتا ہے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۱۔اگست ۱۹۳۶ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۲ ص ۵۔۷)

آخری فیصلہ موت ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد متوفی کو خدا بدلہ دے جنہوں نے اپنا دامن صاف کرنے کو آخری فیصلہ کا اعلان کر دیا جس میں صاف لکھ دیا کہ : ہم دونوں (مرزا اور ثناء اللہ) میں سے جو پہلے مرے گا وہ خدا کے نزدیک جھوٹا ہوگا۔

یہ کوئی معمولی اشتہار نہ تھا بلکہ صاف صاف اعلان تھا کہ۔ من نہ کردم شما حذر بکنید

اسکے بعد اتباع مرزا نے (جب ان میں قادیانی اور لاہوری کی تفریق پیدا نہ ہوئی تھی) اس مبحث پر ہمارے ساتھ بحث کی جس میں سہ صد بطور نشان مغلوبیت غالب کو دیا اور دنیا میں اعلان کر دیا کہ مال موذی نصیب غازی

مذہب اور تعصب ضدا ن مفتر قا ن ای تفر ق مگر جماعت مرزائیہ (ہر دو اصناف) نے ثابت کر دیا کہ مذہب اور ہٹ ا خوان متصلا ن ای تعلق تفصیل اس کی یہ ہے کہ لاہور کی قادیانی شاخ نے احرار کو مسئلہ نبوت پر بحث کرنے کا چیلنج دیا احرار اپنے اصول (ترک مباحثہ) کے ماتحت خاموش رہے ۔اہل حدیث نے آمادگی ظاہر کی، مگر مبحث نبوت کے ساتھ ایک مبحث آخری فیصلہ بھی ملا دیا جس کی تفصیل اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی میں مذکور ہے۔ اس پر قادیانی صنف نے تو خاموشی اختیار کر کے اپنی عافیت پسندی کا ثبوت دیا کیونکہ وہ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ قوت آزمائی کر کے قلعہ دشمن کے حوالے کر چکے ہیں، وہ جانتے ہیں کہ جس حالت میں ہم اس زمانے میں اپنے دشمن (اہل حدیث) سے عہدہ برآ نہیں ہو سکے، اب جبکہ پہلے کی نسبت جدید اسلحہ سے بہت زیادہ مسلح ہے اس کا مقابلہ کرنا مزید ذلت اٹھانے کا موجب ہوگا۔ہم ان کی اس دور اندیشی کی داد دیتے ہیں۔

ہاں جماعت مرزائیہ کی لاہوری صنف سامنے آ گئی۔ مگر ان کا آنا، نہ آنے سے بدتر ہوا کیونکہ انہوں نے محض اپنے ناواقف ہم خیالوں کو دکھا دیا کہ ہم زہر کا یہ پیالہ پینے کو تیار ہیں چنانچہ انہوں نے شرط لگائی کہ:

اعلان مرزا (آخری فیصلہ) کے جواب میں جو مضمون اہل حدیث ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء میں چھپا تھا

وہ دوبارہ شائع کیا جائے۔

اس کا مفصل جواب اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اگست میں دیا گیا کہ اگر تمہارے پاس اہل حدیث مورخہ ۲۶ ۔اپریل ۱۹۰۷ء کا پرچہ نہیں تو تم قادیان سے خرید لو کیونکہ انہوں نے متعدد مرتبہ اس پرچے کو چھپوایا ہے۔ کیسا صحیح مشورہ تھا مگر مرزائی اور حق پسندی ضدا ن مختلفا ن ای تخلف۔

پیغام صلح لاہور نے بجائے قادیان کے الٹا اہل حدیث ہی کو ڈانٹا ...اور ایسی باتیں کیں (جو غیر معقول تھیں)۔ ہم نے ان کے تین بزرگوں کو ایسا ہی کرتے ہوئے پایا ہے۔ اول بڑے حضرت مرزا غلام احمد صاحب ہیں جنہوں نے ۱۹۰۲ء میں مجھے چیلنج دیا کہ قادیان میں آکر میرے ساتھ بحث کر کے میری پیش گوئیاں جھوٹی ثابت کرو۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ تم نہ آؤ گے (اعجاز احمدی)۔

جب میں جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان جا پہنچا تو بڑے حضرت مرزا غلام احمد میرے اطلاع دینے کے باوجود حرم سرائے سے باہر نہ نکلے۔ الٹا مجھے برا بھلا کہہ کر ٹال دیا۔

دوسرے خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) ہیں جنہوں نے علماء کو بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ جب اہل حدیث نے وہ چیلنج قبول کر لیا تو ادھر ادھر جھانک کر خاموش ہو گئے یہاں تک کہ بابو عمر الدین احمدی جالندھری نے جلسہ سالانہ میں دو دفعہ بذریعہ رقعہ آپ کو توجہ دلائی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ بجائے توجہ فرمانے کے اس کو جماعت سے خارج کر دیا وہ اپنی مرزائیت کا بوریا اٹھا کر لاہوری جماعت میں آ گیا: دل لگی چاہیے دہلی نہیں لاہور سہی۔

تیسرے صاحب وہ بزرگ ہیں جن کو امیر جماعت احمدیہ لاہور عالم و فاضل اعلم و اجل وغیرہ وغیرہ کہا جاتا ہے۔ جب پہلے پہل آپ کو آخری فیصلہ کی دعوت دی گئی تو جو جواب آپ نے دیا وہ آپ کی سوانح عمری میں جلی حروف سے لکھنے کے قابل ہے۔ جواب کیا تھا مثال مشہور ہے: جواب ہر لا بشد دھڑ لا، کی تصدیق تھا۔ قریباً پندرہ غیر متعلقہ مسائل لکھ مارے کہ پہلے یہ طے ہو جائیں۔ کس طرح طے ہوں؟ بارہ ممبر فیصلہ کرنے والے ہوں۔ چھ احمدی ہوں اور چھ غیر احمدی ہوں وہ ہر مسئلہ کا فیصلہ کریں۔ اس کے بعد آخری فیصلہ پیش ہو۔ واہ کیا کہنے ہیں اس طریق تصفیہ کے نہ نو من تیل ہو گا نہ رادھا ناچے گی۔

احمدیو! سچ کہنا اور ایمان و دیانت سے کہنا کہ تمہیں خود عقل نہیں یا اپنے ناظرین کو اتنا بے عقل جانتے ہو۔ کیا

ایسے لوگ بھی علم کلام کا دعوی کر سکتے ہیں۔

اے بندہ خدا! اگر کوئی مخالف اسلام تم سے حج پر بحث کرنا چاہے تو یہ کہہ کر سرخ رو ہو جاؤ گے کہ: پہلے استنجا پر، پھر استنجا کے ڈلوں پر، پھر وضو پر، پھر وضو کے پانی پر، پھر نماز پر، پھر نماز میں رکوع اور سجود پر، پھر روزے پر، پھر زکوۃ پر، پھر اس پر، پھر اس پر بحث کر لو۔ تب جا کر حج کی باری آئے گی۔

بھیا! سچ جانو! ایسا کہنے اور کرنے والے کو سیدھا بریلی بھیج دیا جائے گا۔ اصل بات یہ ہے کہ ہم نے پیغام صلح کے جواب کو استعجاب سے نہیں سنا کیونکہ لیس ھذا اول قارورۃ کسرت

بہر حال پیغام صلح نے آخری جواب میں لکھا ہے کہ ہم نے جو پرچہ اہل حدیث مورخہ ۲۶ اپریل ۱۹۰۷ء کو دوبارہ چھاپنے کا تقاضا کیا ہے اس لئے کیا ہے کہ ہم دکھانا چاہتے ہیں کہ ۱۹۰۷ء میں فریقین کی پوزیشن کیا تھی۔
(پیغام صلح ۱۹۔ اگست ۱۹۳۶ء ص ۴ کالم ۳)

بہت خوب! اگر اس غرض کا پورا ہونا اس بات پر موقوف ہے کہ اہل حدیث اپنا پرچہ ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء دوبارہ چھاپ کر شائع کر دے تو کیا تم حلفاً بتا سکتے ہو کہ تمہارے پاس وہ پرچہ نہیں ہے (تمہارے پاس یقیناً موجود ہے)۔

اگر ہے تو اس کو خود ہی چھاپ لو۔ جس طرح تمہارے بھائیوں (قادیانیوں) نے کئی مرتبہ چھاپ کر شائع کر کے فروخت کیا ہے۔ اگر بفرض محال تمہارے پاس نہیں ہے تو قادیان سے طلب کر لو۔

احمدی ممبرو! اس مطالبے میں اگر تم سچے ہو اور آئندہ کسی عیسائی سے تمہاری بحث قرار پائے تو اسے کہنا کہ ۱۸۵۷ کی بائیبل چھاپ کر لاؤ پھر ہم بحث کرینگے تب دیکھنا کہ دجاجلہ تمہیں کھاتے ہیں یا تم انہیں کھاتے ہو

اصل بات یہ ہے کہ آخری فیصلہ پر بحث کرنا (بمقام لدھیانہ) اگرچہ ۱۹۱۲ء میں بھی مشکل تھا مگر اب تو ہم نے اتنا مواد جمع کر لیا ہے کہ یاجوج ماجوج کا سد سکندری توڑ دینا تو ممکن ہے، لیکن مرزائیوں کا ہم پر غالب آنا ناممکن ہے۔ گوش ہوش سے سن رکھیں

انا صخرۃ الوادی اذا ما زوحمت

و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۴۔ ستمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۴ ص ۶۔۷)

مضامین مرزائیہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: چونکہ اخبارات مرزائیہ کے کئی ایک مضمون قابل جواب جمع ہو رہے ہیں اسلئے آج انہی سے افتتاح کیا جاتا ہے

مرزا صاحب کے اتباع بلعم باعور (مکار) ہیں

آج کل قادیانی اخبار الفضل میں اتباع مرزا کے اسماء صفاتیہ درج ہو رہے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب کی مختلف تحریرات سے ماخوذ ہے۔ مثلاً ۱۔ درویش ۔۲۔ غلام ۔۳۔ انصار ۔۴۔ درباری ۔۵۔ خدمت گار۔ یہاں تک کہ رجال (آدمی) وغیرہ بھی لکھا گیا۔ اس قسم کے اسماء بیس سے بھی زیادہ نکالے گئے ہیں۔ ہمیں یقین ہے کہ اتباع مرزا، مرزا صاحب قادیانی کی ساری تحریرات کبھی شائع نہیں کریں گے کیونکہ ان جیسے لوگوں کے حق میں قرآن مجید میں آیا ہے

تبدو نها و تخفو ن كثيراً ۔(الا نعام: ۹۱)

اس لئے بحکم جائے استاد خالی است، اہل حدیث اپنا فرض ادا کرتا ہے کیونکہ اہل حدیث کا دعوی ہے کہ میں اقوال مرزا کا پورا مبلغ ہوں۔ پس سنیئے!

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے مریدوں کے اسماء میں ایک نام بلعم بھی رکھا ہوا ہے جس کا ثبوت یہ ہے:

اور میں اس جگہ اس بات کا اظہار بھی مناسب سمجھتا ہوں کہ جس قدر لوگ میرے سلسلہ بیعت میں داخل ہیں وہ سب کے سب ابھی اس بات کے لائق نہیں کہ میں ان کی نسبت کوئی عمدہ رائے قائم کر سکوں بلکہ بعض خشک ٹہنیوں کی طرح نظر آتے ہیں جن کو میرا خداوند جو میرا متولی ہے مجھ سے کاٹ کر جلنے والی لکڑیوں میں پھینک دے گا۔ بعض حضرات ایسے بھی ہیں کہ اول ان میں دل سوزی اور اخلاص تھا مگر اب ان پر سخت قبض وارد ہے اور اخلاص کی سرگرمی اور مریدانہ محبت کی نورانیت باقی نہیں تھی بلکہ صرف بلعم کی طرح مکاریاں رہ گئی ہیں (فتح اسلام۔ تقطیع کلاں۔ ص ۲۳)

الفضل اگران ناموں کا جواس عبارت میں ملتے ہیں اضافہ کر کے ہمیں اطلاع دیگا تو ہم اور بھی بتا دیں گے۔

مرزائی اکثریت:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی میں ایک نوٹ نکلا تھا کہ بشہادت مرزا صاحب، مرزائیوں میں، اکثریت، بری ہے۔ اس پر الفضل میں ایک مضمون پر از غیظ وغضب نکلا ہے۔ مگر کیا مجال ہے کہ اہل حدیث کی گرفت سے نکل سکے یا کسی حوالے کی تردید یا تغلیط کر سکے۔ قدرتی تصرف دیکھئے کہ بعد غیظ وغضب کے خود ہی لکھتا ہے:

مولوی صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ کسی جماعت کی عام اخلاقی حالت کا اندازہ لگانے کے لئے اکثریت کا لحاظ رکھا جاتا ہے نہ کہ بعض افراد کی کمزوری کا۔ (الفضل ۲۰۔ اگست ۱۹۳۶ء ص ۶)

افسوس ہے کہ الفضل کی آنکھوں پر غیظ وغضب نے پردہ ڈال رکھا ہے ورنہ وہ دیکھ لیتا کہ ہم نے جو عبارت مرزا صاحب متوفی سے نقل کی تھی اس میں اکثریت ہی کو برا لکھا تھا جس کو تم نے خود صفحہ ۵ کالم ۲ پر نقل کیا ہے۔ بلوری چشمہ لگا کر پڑھو:

اخی المکرّم حضرت مولوی نورالدین نے بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کیا ہے کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ (الفضل قادیان ص ۵ کالم ۲)

مرزائی دوستو! بتاؤ تم سچے ہو یا تمہارے پیرومرشد نبی رسول مہدی اور کرشن رودر گوپال بالقابہ سچے؟ ایسا نہ ہو کہ آپ ہم کو تنگ کریں تو ہم بحکم حدیث شریف احد کما کاذب کہنے پر مجبور ہوں۔

حضرت مسیح موعود کی تمام علامات پوری ہوگئیں؟

الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۳۶ء میں اس عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے جس میں بتکلف بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود.. آنے کی ساری علامتیں پوری ہوگئیں۔ اگر پوری ہوگئیں تو ہمیں ماننے میں کیا عذر مانع ہوسکتا ہے؟ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ خود مرزا صاحب کی بتائی ہوئی علامات بھی پوری نہیں ہوئیں۔ ان میں سے سب

سے زیادہ واضح اور سب سے روشن حجاز ریلوے ہے جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے خود لکھا تھا:

آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی۔ مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا ۔میں وہی وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بیکار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ و اذا العشا ر عطّلت پوری ہوئی۔اور پیش گوئی حدیث و لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری پوری چمک دکھا دی یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھے جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے۔

(اعجاز احمدی۔ص۲)

احمدی دوستو! ایمان سے کہنا یہ علامت پوری ہو گئی؟ دور کیوں جاؤ، اپنے ملنے والے حاجیوں ہی سے پوچھ لو کہ حجاز میں ریل جاری ہو گئی؟ یا اونٹ کی سواری متروک ہو گئی؟ اسکے بعد اپنے اکبر مولوی سرور شاہ سے پوچھنا کہ: موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ٹھیک ہے یا نہیں۔

طواف کعبہ یا حج

حدیث شریف میں آیا ہے مسیح موعود حج کرے گا، مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی زندگی میں ان پر اعتراض ہوتا رہا کہ آپ نے حج نہیں کیا۔ آپ اس کا نہایت شریفانہ جواب دیتے:

بھیا! ابھی اشاعت اسلام میں مشغول ہوں فارغ ہو کر کرونگا۔

ساری عمر اسی لیت ولعل میں گزار دی یہاں تک کہ آپ جب اس دار فانی سے تشریف لے گئے تو اعتراض مذکور اور مضبوط ہو گیا۔ ایسا مضبوط کہ جس نے اتباع مرزا کی (بہر دو صنف) کمر توڑ دی یا ٹیڑھی کر دی ۔اسکے جواب میں مرزا صاحب قادیانی کو معذور قرار دے کر الفضل میں ایک جواب نکلا ہے جس کی لمبائی چوڑائی براہین احمدیہ کی طرح ہے۔ مگر مختصر مطلب اس کا راقم مضمون ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

احادیث میں مسیح موعود کے متعلق رسول کریم نے جو یہ خبر دی ہے کہ وہ طواف کعبہ کرے گا اس سے مراد ظاہری طواف نہیں کیونکہ اگر ظاہری طواف مراد ہو، تو یہ دجال کیلئے بھی تسلیم کرنا پڑے گا حالانکہ

دجال کا طواف کعبہ کرنا بالکل محال ہے۔ (الفضل قادیان ۲۷،اگست ۱۹۳۶ء ص ۶ کالم ۲)

بھائی جان ! ہم تو مرزا صاحب قادیانی کے قائل ہیں جنہوں نے ہم کو ہر قسم کی الجھنوں سے نکال کر، صاف شارع عام دکھا دیا ہے۔ ایسے ویسے کجرو جو کلام رسول اور کلام مرزا قادیانی کو بگاڑتے ہیں ان کا انتظام پہلے ہی سے فرما گئے ہیں۔ غور سے سنیئے ! آپ فرماتے ہیں:

حدیث میں جو آتا ہے کہ مسیح موعود اور دجال حج کریں گے اس سے مراد یہ ہے کہ مسیح موعود کی تعلیم سے دجال مسلمان ہو کر مسیح موعود اور دجال دونوں حج کو جائیں گے اور دجال پادری لوگ ہیں ان کو سلمان کر کے اور ساتھ لے کر ہم حج کو جائیں گے تم مسلمان تسلی رکھو۔ اب اصل الفاظ بھی ملاحظہ فرمائیں:

خلاصہ چوں دجال را تمنائے ایمان وہواء حج سرائد ہماں ایام اتام حج ما باشد۔

(ایام صلح فارسی۔ ص ۱۳۷)

احمدی ممبرو! یہ فارسی کچھ مشکل نہیں۔ تاہم اسکا ترجمہ بھی سن لو کہ جب دجال کے دل میں ایمان اور حج کی خواہش پیدا ہوگی تو وہ زمانہ ہمارے حج کا ہوگا۔ سردست ہم دجال کے آتش کفر کو ٹھنڈا کرنے میں مصروف ہیں۔

سوال: کیا دجال مومن ہوگیا؟ کیا مرزا صاحب کے ساتھ حج کو گیا؟ کیا مرزا صاحب نے دجال کو مسلمان کر کے حج کیا؟

خواب تھا جو کچھ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

مدعی کے مذکورہ بالا اعتراف کے ہوتے ہوئے مریدوں کا مندرجہ ذیل عذر کیا حیثیت رکھتا ہے۔

مخالفین کی عجیب ذہنیت: پس جب کہ حج کی ادائیگی کے لئے شریعت نے بعض شرائط مقرر کی ہیں تو یہ اعتراض کرنے سے پیشتر کہ حضرت مرزا صاحب نے کیوں حج نہ کیا، مخالفین کو چاہیے کہ وہ غور کریں کہ کہیں وہ اس انسان پر تو نہیں اعتراض کر رہے ہیں جو بعض شرائط ضروریہ کے نہ پائے جانے کی وجہ سے حج کے لئے نہیں گیا۔ (الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۶ء ص ۵)

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ تب تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی نے حج اس لئے نہیں کیا کہ ان میں بعض موانع موجود تھے۔

بہت خوب! ثابت ہوا کہ خدا نے ان کے موانع دور نہ کئے۔ اگر آپ فی الحقیقت مسیح موعود ہوتے تو موانع بھی دور ہو جاتے اور حج بھی کر آتے۔ معتذر صاحب کا اعتذار اس مثال کا مصدق ہے: عذر گناہ بدتر از گناہ

سچ تو یہ ہے کہ عدم ادائیگی حج ہی ایک ایسا امر ہے جس نے مرزا صاحب متوفی کو دعوی مسیحیت میں فیل بلکہ ڈبل فیل کر دیا: درخانہ اگر کس است یک حرف بس است

مرزا صاحب سب پر غالب رہے:

الفضل قادیان ۸ ستمبر ۱۹۳۶ء میں ایک طویل مضمون ایک طویل اللسان شخص کے قلم سے نکلا ہے جس میں آیت کریمہ کتب اللہ لا غلبنّ انا و رسلی لکھ کر مرزا غلام احمد صاحب کو غالب علی المخالفین بتاتے ہوئے رسالت مرزا کا ثبوت دیا ہے۔ ہم طول کلامی کو اچھا نہیں جانتے، اسلئے بالاختصار چند الفاظ پیش کرتے ہیں چنانچہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب ٹھٹھے اور ہنسی اور توہین میں دوسرے علماء سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اس گندے طریق سے باز نہیں آتے.. الخ۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص۳۰)

ناظرین اس عبارت میں مرزا غلام احمد نے مولوی ثناء اللہ کو اپنا سخت ترین مخالف اور توہین کنندہ دشمن قرار دیا ہے۔ بہت خوب! آگے چلئے۔ دوسرا فقرہ یہ ہے:

میں جانتا ہوں مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ (اشتہار آخری فیصلہ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

او قادیانی ممبرو! انصاف سے بتاؤ مرزا غلام احمد صاحب جو (بقول خود) مولوی ثناء اللہ ایسے اشد ترین دشمن کی زندگی میں فوت ہو گئے، مسیح موعود ہوئے یا اپنے دوسرے فتوے کے مطابق مفسد و ناکام ٹھہرے، کیا ہی سچ ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء مطابق ۸ رجب ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۸ ص ۳-۵)

مرزا محمود احمد پر حملہ

اخبار الفضل قادیان راوی ہے کہ مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان ، قادیان ریلوے سٹیشن سے کار میں واپس آ رہے تھے کہ عین اس مقام پر جہاں پہلے ان کے بھائی پر کسی نے لاٹھی سے حملہ کیا تھا ان کی کار پر پتھر مارا۔ جو موٹر کی چھت پر پڑا۔ مگر مارنے والا گرفتار نہیں ہو سکا۔(اہل حدیث امرتسر ۲۵ ستمبر ۱۹۳۶ء ص ۲)

آخری فیصلہ آخرت میں کرا ؤ گے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم جناب مرزا غلام احمد صاحب کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ باوجود بہت سے دعاوی کے پچھلی نسلوں کو فیصلہ کی ایک راہ ایسی بتا گئے کہ کسی سعید روح کو اس کے ماننے میں عذر نہ ہو سکے۔ مگر حق سے روگرداں ہمیشہ ہوتے رہے ہیں لازم تھا کہ مرزا صاحب کی بتائی ہوئی سیدھی راہ سے اعراض کرنے والے بھی آپ کے اتباع میں ہوتے: ليهلك من هلك عن بينة ويحى من حى عن بينة

مرزا صاحب کے اتباع دو قسم کے ہیں۔ ا۔ قادیانی۔ ۲۔ لاہوری ۔،

قادیانیوں کی نسبت لاہوری پارٹی کو لوگ ذرا روشن خیال اور آزاد کہتے ہیں کیونکہ وہ من مانی کہتے ہیں بعض دفعہ مرزا غلام احمد صاحب کی مخالفت کی بھی پرواہ نہیں کیا کرتے (جس کی تفصیل آئندہ کبھی لکھی جائے گی) مگر وہ بھی اس آخری فیصلہ سے اعراض کر کے (شائد) اس کو آخرت پر چھوڑنے کا ارادہ کر چکے ہیں

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۴ ستمبر ۱۹۳۶ء میں آخری فیصلہ کا خلاصہ مرزا صاحب کی طرف سے ان الفاظ میں دیا تھا: ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ امرتسری) میں سے جو پہلے مرے گا وہ خدا کے نزدیک جھوٹا ہوگا۔،

اس خلاصہ پر لاہوری اخبار پیغام صلح میں سخت حرف گیری اور نکتہ چینی کی گئی۔ اس کو صریح جھوٹ اور بہتان وغیرہ کہا گیا۔ پھر اس پر جو تفریعات کی ہیں ان میں ہم ان لوگوں کو معذور جانتے ہیں کیونکہ آخر یہ لوگ اسی بزرگ کے اتباع ہیں جو اپنے مخالف عقیدہ ساری دنیا کے مردوں کو خنزیر اور ان کی عورتوں کو کتیوں سے بدتر کہا کرتے تھے دیکھو نجم الہدی:

ان الـــعـــدا صـــاروا خـــنـــازيـــر الـــفـــلا

ازواجهـــم مـــن دونهـــن الاكـــلـــب

اسلئے ہم ان الفاظ مکروہہ کے کہنے میں ان کو متبع سنت مرزا جان کر در گذر کرتے ہیں:

آں مر یداں رو بسوئے کعبہ چوں آرند چوں

رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر آں

بہر حال ہمیں اپنے اس جملہ کا ثبوت مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر سے دینا ہے پہلے مرزا صاحب قادیانی کے اصل الفاظ سنیئے:

اے میرے آقا میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما جو تیری نگاہ میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے۔

یہ فقرہ دعائیہ نحوی قاعدے سے جملہ انشائیہ ہے جو صدق وکذب یا حق و باطل سے موصوف نہیں ہو سکتا۔ لاہوریوں میں تو اتنا جاننے والا شاید کوئی نہ ہو قادیانیوں میں ہمارے علم میں مولوی سرور شاہ ہیں، ان سے پوچھ لو کہ جملہ انشائیہ حق و باطل یا صدق وکذب سے موصوف ہو سکتا ہے؟ جواب یہی ہوگا کہ نہیں۔

مرزا صاحب نے اس اشتہار آخری فیصلہ کے شروع میں یہ آیت لکھی ہے:

یسئـلـو نك ا حـق هو۔ قل ای و ر بی انه لحق (تجھ سے پوچھتے ہیں کہ یہ تیرا مضمون مندرجہ اشتہار ہذا حق ہے، تو کہدے خدا کی قسم یہ حق ہے)

اس آیت کو بطور تمثیل کے پیش کر کے اپنے بیان مندرجہ اشتہار کو بالحلف حق سے موصوف کیا ہے۔

اب ہمارے سامنے دو راستے ہیں۔

ا۔ یا تو یہ کہا جائے کہ مرزا صاحب متوفی جس طرح علم منطق سے ناواقف تھے چنانچہ مولوی نور الدین سے پوچھتے تھے کہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ میں کیا نسبت ہے؟ (مکتوبات مرزا) اسی طرح علم نحو سے بھی بے خبر تھے۔ مگر ایسا کہنے کی نہ ہم ضرورت جانتے ہیں نہ فریق ثانی اس کو تسلیم کرنے پر آمادہ ہوگا۔

دوسری صورت یہ ہے کہ یہ جملہ اقتباسیہ گو سورۃً انشائیہ ہے مگر حقیقتاً خبریہ ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کو اپنی صداقت کا اور اپنے مخالف (ثناءاللہ) کے کاذب ہونے کا یقین تھا اس لئے اس انشائیہ کی تعبیر جملہ خبریہ کے ساتھ ہوسکتی ہے۔ چنانچہ انہوں نے خود ہی اس طرف اشارہ کرتے ہوئے اسی اشتہار میں یوں فرمایا ہے:

ا۔ اگر میں کذاب ہوں تو آپ (ثناءاللہ) کی زندگی میں ہلاک ہوجاؤنگا۔ ۲۔ اور اگر میں سچا ہوں تو آپ (ثناء اللہ) سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ ۳۔ پس اگر آپ (ثناءاللہ) طاعون ہیضہ وغیرہ سے میری زندگی میں نہ مریں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔

اہل علم احمدیو! بتاؤ یہ تینوں جملے خبریئے ہیں یا کچھ اور؟ یہ بھی بتاؤ کہ کوئی شخص مرزا صاحب قادیانی کے ان تینوں فقرات کا ملخص یہ بتائے کہ: دونوں میں سے پہلے مرنے والا جھوٹا ہے، تو اس نے کیا غلطی کی؟

تم لوگ کہاں تک ناواقف لوگوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے ۔ ارے اتنا تو سوچ لیا کرو کہ جس شخص پر تم ایسے رکیک حملے کرتے ہو، وہ وہی تو ہے جس کے آہنی پنجہ کی گرفت سے تنگ آ کر تمہارے مجدد، نبی، رسول، کرشن وغیرہ بالقابہ نے چلاّ کر روتے ہوئے خدا کے حضور دعا مانگی تھی کہ اس ظالم نے مجھے بہت تنگ کیا ۔ اسے دنیا سے اٹھالے۔

لیکن بددعا کرتے ہوئے تصرف الہی سے ایسے الفاظ قلم سے نکل گئے جن کو خدا نے قبول کر کے دنیا میں حق و باطل کا فیصلہ کر دیا کہ: پہلے مرنے والا جھوٹا ہے

مرزائیو! تم کیسے سادہ لوح ہو کہ مجلس مناظرہ ابھی قائم نہیں ہوئی، اپنے دلائل پہلے ہی مخالف تک پہنچانے لگ پڑے۔

بھیا! سچ تو یہ ہے کہ تم ہی وہ لوگ ہو جو زندگی میں چڑیا گھر کے لائق ہو اور موئے بعد عجائب گھر کے سزاوار ہو۔ ارے بندہ خدا! تم نے جو کچھ پرچہ پیغام صلح ۷ ستمبر ۱۹۳۶ء میں لکھا ہے اس سے زیادہ تم اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لودیانہ بوقت مناظرہ کہہ چکے ہو۔ جو دو منصفوں اور ایک سرپنچ کے فل بینچ میں مردود ہو چکا ہے۔

اور اگر کچھ زیادہ کہنا ہے تو اسے محفوظ رکھو۔ ہماری خواہش کے مطابق جب تمہارے امیر اور خلیفہ صاحب ہمارے سامنے مناظرہ کو آئیں گے ان کو یہ دلائل بتا دینا تا کہ ہم ان کے جواب سے لا جواب ہو کر مغلوب ہو

جائیں اورتمہاری فتح ہوجائے سارا میدان مرزا صاحب قادیانی کی جے کے نعرہ سے گونج جائے۔

اواحمدیو! ہمیں تم پر رحم آتا ہے کہ تم ایک بت کی پوجا کرانے میں کیوں وقت ضائع کرار ہے ہو۔اگر تم سچے ہوتو بالمقابل بیٹھ کر ہمارے ساتھ مناظرہ کرلو ۔ ہر پارٹی اپنے اپنے خلیفہ اورامیر کو میدان میں لائے۔ وہ خود بولیں یاان کے حکم سے کوئی اور صاحب بولیں ،مگر وہ شریک ضرور ہوں کیونکہ ہمارے اصل مخاطب مرزا صاحب متوفی تھے جن کے وہ دونوں قائم ہیں۔اگر وہ زندہ ہوتے تو بنفس نفیس ہمارے سامنے آتے ،مگر چونکہ آپ زندہ نہیں ہیں اس ئے ان کے قائم مقاموں کا فرض ہے کہ دماغ سے غرور وتکبر نکال کر محض احقاق حق کے لئے سامنے آئیں اوراس جھگڑے کا فیصلہ یوم الفصل پر نہ چھوڑیں۔ایسا نہ ہو کہ اس روز یہ نقشہ ہو:

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۹ ص ۵۔۶)

دو احمدی (مرزائیوں) میں مباہلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی گروہ میں سے ایک شخص مہرالدین قلعی گر مدعی نبوت پیدا ہوا۔اور لاہوری مرزائیوں میں سے شیخ غلام محمد مصلح موعود پیدا ہوا ہے۔ یہ دونوں بھی آپس میں مختلف ہیں ان دونوں میں مباہلہ ہوا ہے جو اول الذکر نے بھیجا ہے چنانچہ اصل الفاظ میں درج ذیل کیا جاتا ہے۔

مورخہ ۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء کو مباہلہ قرار پایا مابین مہرالدین قلعی گر صاحب شریعت نبی قادیان کے اور شیخ غلام محمد صاحب مصلح موعود لاہور کے۔شرط یہ ہے کہ جو ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے یعنی خدا نے دنیا کی رہنمائی کے نہیں بھیجا خود افتراء کرتا ہے، یاالٰہی تو اس کو ایک سال کے اندر اندر مال (ایسا ہی مرقوم ہے۔ ثناءاللہ) دے۔ یہ مباہلہ مابین دونوں کے قرار پاچکا ہے آپ اپنی اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیں تاکید ہے ساتھ اس کے تمام

لوگ دعا کریں کہ اگر ہم دونوں جھوٹے ہیں تو پھر اللہ تعالی ہم دونوں کو ایک سال کے اندر اندر مار دے اور حق و باطل ظاہر کر دے اگر ہم دونوں میں سے ایک سچا ہے تو پھر اللہ تعالی جھوٹے کو مار کر سچے کو کامیاب کر دے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۴۹ ص ۱۵)

مرزا قادیانی کا بے وفا مرید کون؟

مولوی محمد علی لاہوری

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسری لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ آج کل اتباع مرزا میں بڑے گروہ دو ہیں: ا۔قادیانی ۲۔لاہوری ۔ قادیانی تو مرزا صاحب کو نبی، رسول برحق مانتے ہیں ان کے نزدیک تو مرزا غلام احمد صاحب کی بات کو رڈ کرنا کفر ہے۔لاہوری حضرات، مرزا صاحب قادیانی کو مجدد اعظم کہتے ہیں۔ پھر ان دونوں میں اس امر پر اتفاق ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسائل شرعیہ پر خصوصاً تفسیر قرآن کے بارے میں حکم عدل ہیں ان کی تصریح کی مخالفت کسی طرح جائز نہیں ہے۔

آج کا یہ مضمون ان کے اس دعوی کی تردید کرنے کو کافی ہے۔لہذا ناظرین اسے بغور پڑھیں اور محفوظ رکھیں:

ا۔قول مرزا قادیانی: کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۵۰ پر ہے:

ابراہیم چونکہ صادق اور خدا تعالی کا وفادار بندہ تھا اس لئے ہر ایک ابتلاء کے وقت خدا نے اس کی مدد کی جب کہ وہ ظلم سے آگ میں ڈالا گیا خدا نے اس آگ کو سرد کر دیا

محمد علی کا مذہب: ا۔ترجمہ قرآن بزبان انگریزی صفحہ ۶۷۹ نوٹ نمبر ۱۶۱۰ پر ہے:

کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ ابراہیم درحقیقت آگ میں ڈالا گیا تھا۔ایک طرف تو یہ مذکور ہے کہ اللہ نے اس کو آگ سے نجات دے دی، دوسری طرف یوں لکھا ہے کہ انہوں نے اس کو قتل کرنے یا جلانے کا ارادہ کیا۔

لہذا آگ کا مفہوم وہ مقابلہ ہے جو ان کی تدابیر میں مدنظر تھا اور قال انی مھاجر الی ربی سے مزید ثبوت ملتا ہے کہ آگ سے نجات کا مفہوم ابراہیم کی ہجرت ہے۔

سرسید احمد کا عقیدہ: رسالہ تحریری فی اصول التفسیر کے صفحہ ۱۷ پر سرسید احمد نے لکھا ہے:

حضرت ابراہیمؑ کے قصے میں کوئی نص صریح اس بات پر نہیں ہے کہ درحقیقت ان کو آگ میں ڈال دیا گیا تھا۔

۲۔ قول مرزا: کتاب، مسیح ہندوستان میں، صفحہ ۱۴ پر لکھا ہے:

اب ظاہر ہے کہ یونس مچھلی کے پیٹ میں مرا نہیں تھا اور اگر زیادہ سے زیادہ کچھ ہوا تھا تو صرف بے ہوشی اور غشی تھی اور خدا کی پاک کتابیں یہ گواہی دیتی ہیں کہ یونس خدا کے فضل سے مچھلی کے پیٹ میں زندہ رہا اور زندہ نکلا اور آخر قوم نے اس کو قبول کیا۔

محمد علی کا مذہب: قرآن مجید کا ترجمہ بزبان انگریزی ص ۸۷۶ نوٹ نمبر ۲۱۲۳ میں ہے:

قرآن شریف میں کسی جگہ بھی مذکور نہیں کہ یونس کو مچھلی نے نگل لیا تھا کیونکہ لفظ التقم سے جو یہاں مذکور ہے بالضرور لقمہ نگل جانے کا مفہوم نہیں ہوتا بلکہ صرف منہ میں اخذ کرنے کا۔ لین صاحب اپنی لغات میں التقم فا ھا فی التقبیل کی نظیر لکھ کر اس کے معنی کرتا ہے اس کا بوسہ لینے کے وقت اس نے اس کا منہ اپنے ہونٹوں میں لے لیا۔ اس بارہ میں ایک حدیث نبوی بھی موجود ہے کہ مچھلی نے حضرت یونسؑ کی صرف ایڑی کو منہ میں لیا تھا۔

سرسید احمد خان کا عقیدہ: رسالہ تحریری فی اصول التفسیر کے صفحہ ۱۷ پر ہے:

اس طرح سے حضرت یونسؑ کے قصے میں اس بات پر قرآن مجید میں کوئی نص صریح نہیں ہے کہ درحقیقت مچھلی ان کو نگل گئی تھی۔ ابتلع کا لفظ قرآن میں موجود نہیں التقم کا لفظ ہے جس سے صرف منہ سے پکڑ لینا مراد ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۲ رجب ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۵۰ ص ۴۔۵)

لمبے ہاتھ والی پیش گوئی کی حقیقت

معزز ناظرین! مرزائی حضرات اکثر اس پیش گوئی کو بہت پیش کیا کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری بیویوں میں سے پہلے وہ فوت ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے اس جگہ لمبے ہاتھ سے مراد سخاوت تھی جو مرزا صاحب کو بھی مسلم ہے:

دراصل لمبے ہاتھوں سے مراد سخاوت ہے (ایام الصلح اردو ص ۴۴)

(ہماری زبان میں اس قسم کے محاورات بولے جاتے ہیں مثلاً فلاں عورت بڑی ناک والی ہے یا بڑے دماغ والی ہے جس سے مراد شیخی اور تکبر ہوتا ہے۔ثنا)

مگر پھر بھی کہتے رہتے ہیں کہ اصل حقیقت آنحضرت ﷺ کو بھی معلوم نہ تھی۔مرزا صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

بخاری و مسلم میں درج ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بیویوں سے پہلے وہ فوت ہوگی جس کے ہاتھ لمبے ہوں گے انہوں (صحابہ کرام) نے (بعد وفات نبی ﷺ کے) زینب کی وفات کے وقت یقین کر لیا کہ پیش گوئی پوری ہوگئی حالانکہ یہ بات اجماعی طور پر تسلیم ہو چکی تھی کہ سودہ کے ہاتھ لمبے ہیں وہی پہلے فوت ہوگی ۔آنحضرت ﷺ نے ہاتھوں کو ناپتے دیکھ کر بھی منع نہیں فرمایا۔ثابت ہوا کہ اصل حقیقت آنحضرت ﷺ کو کو بھی معلوم نہ تھی ۔ (ملخص از ازالہ اوہام۔ص۳۴۷تا۳۶۷)

علمائے اسلام کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے یہ جھوٹ بولا ہے کہ آپ کے سامنے ہاتھ ناپے گئے اور آپ یہ دیکھ کر خاموش رہے اور ام المومنین سودہ کا پہلے وفات پانا اجماعی طور پر تسلیم کیا گیا تھا۔حالانکہ سوائے چند امہات المومنین کے اور کسی کا یہ خیال نہ تھا آنحضرت ﷺ کی ازواج مطہرات کا ایسا خیال بھی استنباطاً سمجھا جاتا ہے ورنہ اس بارے میں کوئی شہادت لفظی موجود نہیں (منقول از پاکٹ بک محمدیہ ص ۸۲۔۸۳)

میں کہتا ہوں یہ بات سچ ہوگی کہ آنحضرت ﷺ کے روبرو ہاتھ نہ ناپے گئے ہوں مگر بعد میں (آپ کی زندگی میں ہی) ضرور ناپے گئے ہوں گے کیونکہ قدرتی طور پر ایسے سوالوں کا حل کرنے کے لئے طبیعت خود بخود متوجہ ہو جایا کرتی ہے۔امہات المومنین نے از خود لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھ لئے تھے سو یہ ان کا خیال

ہے وحی الٰہی نہیں تھا۔اب بحث تنقیح طلب یہ ہے کہ

الف۔کیا رسول اللہ ﷺ کو اس بات کا علم تھا کہ وہ بیوی (جو پہلے فوت ہونے والی ہے) حضرت زینب ؓ ہی ہیں۔

ب۔کیا آپ کا یہ جواب کسی الہام یا وحی کی بنا پر تھا؟

ج۔جب آپ کو اصل حقیقت معلوم ہو چکی تھی پھر اس کو چھپانے میں کیا مصلحت تھی؟

د۔کیا اس راز سے پردہ اٹھانا منشائے الٰہی کے ماتحت تھا؟

قارئین کرام!ان سب باتوں کو جواب میرے مضمون کے اندر آجائیگا انشاءاللہ ہمہ ین گوش ہو کر سنیئے۔رسول کریم ﷺ کو اس کا بخوبی علم تھا کہ وہ بیوی حضرت زینب ؓ ہیں جو اپنی ہم جولیوں میں بیٹھ کر بطور فخر یہ کہا کرتی تھیں کہ تمہارا نکاح تمہارے ماں باپ نے دنیا میں پڑھایا اور میرا نکاح خدا نے (فرشتوں کے سامنے) آسمان پر پڑھا۔صرف یہی ایک بات ان کے لئے قابل فخر و ناز تھی۔ اس پر دوسری بات (یعنی پہلے وفات پا کر آنحضرت ﷺ سے ملنا) بھی باعث فخر بن جاتی جو دوسری بیویوں پر گراں گزرتی کبیدہ خاطر ہونے کا موجب بنتی۔رشک و حسد پیدا ہو جانے کا احتمال تھا۔کیونکہ عورتوں میں یہ عادت عموماً پائی جاتی ہے کہ وہ اپنی ہم جنسوں میں بیٹھ کر تعلیاں مارا کرتی ہیں جن کا سننا بعض کو سخت ناگوار اور شاق گزرتا ہے بلکہ بعض اوقات لڑائی جھگڑے تک نوبت پہنچ جاتی ہے پس ایک ایسے سوال کا جواب دینا جس کا تعلق صنف نازک سے ہو بڑا مشکل کام تھا اس لئے حضور ﷺ نے سوال کی نوعیت و نزاکت کو محسوس کرتے ہوئے اور اپنی پیاری بیویوں کی خاطر داری کو ملحوظ فرماتے ہوئے اور طبقہ اناث کے فطرتی جذبات طبعیہ کو مدنظر رکھتے ہوئے کمال تدبر اندیشی کو کام میں لاتے ہوئے اور منشائے خداوندی کو پاتے ہوئے حکیمانہ رنگ میں ڈوبا ہوا ایسا ذومعنی فقرہ استعمال کیا جس کو سن کر وہ الجھن میں پڑ گئیں اصل حقیقت ان پر کھلنے نہ دی۔

حضرت زینب ؓ کی وفات کے وقت سمجھیں کہ لمبے ہاتھ سے مراد ظاہری ہاتھ نہ تھے سخاوت مراد تھی ۔الغرض یہ جو کچھ بھی ہو منشائے الٰہی کے ماتحت ہوا اور اسی کے حکم سے ہوا۔انبیاء کرام پیش گوئی کا جو مفہوم متعین کرتے ہیں وہ الفاظ ملہم کے عین مطابق ہوتا ہے (مرزا جی کے وحی اور الہام کی طرح نہیں ہوتا کہ تشریح تفہیم نہیں ہوئی۔اا سے کیا مراد ہے۔البشریٰ ج ۲ حصہ اول ص ۶۵) زندگیوں کا خاتمہ۔البشریٰ ج ۲ ص ۱۰۳، کن زندگیوں کا خاتمہ ہوگا کب ہوگا کیسے ہوگا

کوئی پتہ حافظہ کمزور ہے یاد نہیں رہا)

ام المومنین حضرت سودہ ؓ سے وجہ رشک کی کوئی بات نہیں ہوسکتی تھی کیونکہ وہ بوڑھی ہوچکی تھیں حتی کہ انہوں نے اپنی باری بھی حضرت عائشہ کو دے دی تھی۔ فافہم

یہ بھی ممکن ہے کہ آپ کے دل میں یہ تمنا اور خواہش پیدا ہوئی ہو کہ حضرت زینب ؓ (جو بلحاظ حسن و جمال اور سخاوت کے زیادہ محبوب تھیں) برزخی زندگی میں میرے ساتھ رہیں خدا نے اپنے محبوب کی یہ تمنا حضرت زینب کو پہلے فوت کر کے پوری کردی ہو چونکہ آپ کی اپنی محبوب بیویوں کی خاطر ملحوظ تھا۔ خدا کو اپنے محبوب کی خاطر منظور تھی۔

(حضرت عائشہ سے بھی آپ کو غایت درجہ کی محبت تھی پھر ان کی خواہش کیوں نہ کی؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حضرت صدیقہ سے دین کی خدمت لینی تھی خدا تعالی نے آپ کو اسی لئے لمبی عمر عطا کی۔ ثناء)

مرزائی دوستو!

اپنے محبوب کی خاطر تھی خدا کو منظور
ورنہ زینب سے وہ سودہ ہی گزرتیں پہلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۲ رجب ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۵۰ ص ۵۔ ۶)

مرزا قادیانی کا بے وفا مرید کون

مولوی محمد علی لاہوری

جناب بابو مولوی حبیب اللہ کلرک امرتسریؒ لکھتے ہیں:

نمبر تین: قول مرزا: الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۱۔

ہمارا ایمان اور اعتقاد یہی ہے کہ حضرت مسیح بن باپ تھے اور اللہ تعالی کو سب طاقتیں ہیں اور نیچری جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ ان کا باپ تھا وہ بڑی غلطی پر ہیں۔

قول محمد علی لاہوری: رسالہ حقیقۃ المسیح از روئے قرآن و بائبل صفحہ ۷۔ ۸:

اگر معجزانہ پیدائش سے یہ مراد ہے کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تو قرآن کریم میں یہ کہیں نہیں

لکھااور اگر کہا جائے کہ اہل اسلام کا عقیدہ یہ ہے تو دعوی قرآن سے دلیل دینے کا تھا۔

قول سرسید احمد خان : رسالہ تحریر فی اصول التفسیر صفحہ ۱۷ پر ہے:

اسی طرح حضرت مسیح کی ولادت میں کوئی نص صریح قرآن مجید میں موجود نہیں ہے کہ وہ بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے

نمبر ۴: قول مرزا قادیانی: ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۹:

سیقو لون الذین لا یتد برو ن ان عیسی علم للسا عة و ان من اهل الکتا ب الا لیو منن بہ قبل مو تہ ... ان المرا د من العلم تو لده من غیر اب علی طریق المعجزة کما تقدم ذکره فی الصحف السا بقة

قول محمد علی لاہوری: تفسیر بیان الفرقان جلد ا صفحہ ۳۱۵

پس یہ تمام امور اس بات پر دلیل ہیں کہ قرآن کریم حضرت عیسی کی پیدائش بن باپ بیان نہیں کرتا

قول سرسید احمد خان: تفسیر القرآن جلد ۲ صفحہ ۲۵ :

قرآن مجید میں یہ کہیں نہیں بیان ہوا کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے تھے

نمبر ۵۔قول مرزا قادیانی: مسیح ہندوستان میں صفحہ ۸۸۔

اور انجیل میں مسیح کی پیدائش بغیر باپ کے بیان کی گئی ہے۔

قول محمد علی لاہوری: تفسیر بیان القرآن مولفہ محمد علی جلد ۲ صفحہ ۱۴۰۸:

اور یہ یوسف نجار وہی ہیں جو بروئے اناجیل و تاریخ حضرت مریم کے شوہر تھے جن کے ساتھ مریم کا تعلق زوجیت یعنی میاں بی بی کا تعلق ہونا خود عیسائیوں کو مسلم ہے۔

قول سرسید احمد خان: تفسیر القرآن سرسید احمد جلد ۲ صفحہ ۲۰:

پس کوئی وجہ اس بات کے خیال کرنے کی نہیں ہے کہ یوسف فی الواقع حضرت مسیح کے باپ نہ تھے؛۔

ہم انہی انجیلوں میں متعدد جگہ پاتے ہیں کہ یوسف کو حضرت مریم کا شوہر اور حضرت مسیح کو ان

کے باپ یوسف کا بیٹا تسلیم کیا ہے۔(ص۲۲)۔

نمبر۶۔قول مرزا قادیانی: کتاب تریاق القلوب صفحہ۴۱:

اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد ہی میں باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دو مرتبہ باتیں کیں۔

قول محمد علی لاہوری: تفسیر بیان القرآن جلد۲ صفحہ۱۲۱۳:

حضرت عیسی تیس سال کے نوجوان تھے پرانے بزرگوں کے سامنے وہ بچہ ہی تھے اس لئے انہوں نے کہا جو ہمارے سامنے کا بچہ ہے ہم اس سے کیا خطاب کریں اس کے سوائے من کان فی المھد صبیاً کے کچھ معنی نہیں۔۔یہ زمانہ نبوت کا کلام ہے نہ پیدائش کے فوراً بعد۔

قول سر سید احمد خان : تفسیر القرآن جلد۲ صفحہ۳۱:

قرآن مجید سے صاف پایا جاتا ہے کہ یہ واقعہ ایسے وقت میں واقع ہوا تھا جب حضرت عیسی نبی ہو چکے تھے کیونکہ آپ نے فرمایا ہے کہ انی عبد اللہ آتا نی الکتا ب و جعلنی نبیاً

نمبر۷۔قول مرزا قادیانی: ازالہ اوہام صفحہ۱۵۳:

وہ شخص جس نے کشتی کو توڑا اور ایک معصوم بچہ کو قتل کیا جس کا ذکر قرآن شریف میں ہے وہ صرف ایک ملہم ہی تھا نبی نہیں تھا۔

قول محمد علی لاہوری: تفسیر القرآن ۔جلد ۲ صفحہ۱۱۸۵:

پس خضر کے اپنی وحی کو حجت ٹھہرانے سے یہ صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ رسول اور نبی تھے۔

نمبر۸۔ قول مرزا قادیانی: نزول المسیح صفحہ۳۹۔۴۰:

اور ہم دیکھتے ہیں کہ قرآن شریف میں جہاں کہیں یہ مرکب لفظ آیا ہے اس سے مراد کیڑا لیا گیا ہے مثلاً یہ آیت فلما قضینا علیہ المو ت ما د لھم علی مو تہ الا دا بۃ ا لا ر ض تاکل منسأ تہ یعنی ہم نے سلیمان پر جب موت کا حکم جاری کیا تو جنات کو کسی نے ان کے مرنے کا پتہ نہ دیا مگر گھن کے کیڑے نے کہ جو سلیمان کے عصا کو کھاتا تھا۔ (سورۃ سبا)۔

اب دیکھو اس جگہ بھی ایک کیڑے کا نام دابۃ الارض رکھا گیا۔

قول محمد علی لاہوری: تفسیر بیان القرآن جلد۳ صفحہ ۱۵۳۶:

اصل بات یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے جلد ہی بعد اس سلطنت کی حالت خراب ہوگئی حضرت سلیمانؑ کے بیٹے رجعام کے تخت نشین ہونے کے تھوڑی دیر بعد یربعام کی انگیخت پر بنی اسرائیل نے کچھ مطالبات پیش کیئے...پس دابۃ الارض یہی رجعام حضرت سلیمانؑ کا بیٹا تھا جس کی نظر صرف زمین تک محدود تھی اور سلیمانؑ کا عصا کھایا جانا اس کی سلطنت کی بربادی ہے۔

نتیجہ: یہ ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری بجائے مرزا صاحب قادیانی کے سر سید احمد خان کے پیرو ہیں ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۵۱ ص ۶۔۷)

قادیان میں جعل سازی

(قابل توجہ مولوی محمد علی لاہور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری اخباروں میں ایک ضروری بلکہ نہایت ضروری مسئلہ زیر بحث آرہا ہے۔گو وہ سنت انبیاء کرام کے خلاف ہے لیکن دنیا داروں کا طریق عمل بے شک ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی وفات کے بعد حسب دستور دنیا دار پیروں کے آپ کی قبر پر ایک کتبہ لکھا گیا تھا جس پر بقول مولوی محمد علی لاہوری، مرزا صاحب کو مجدد لکھا تھا۔آج کل نیا کتبہ لکھا جانا تجویز ہوا ہے اس کی عبارت یوں ہے:

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی سلطان القلم جری اللہ فی حلل الانبیاء مسیح موعود مہدی معہود، برہمن اوتار پیدائش ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء۔وفات لاہور ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء

مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کہتے ہیں کہ پہلا کتبہ سب کے اتفاق سے لکھا گیا تھا اس میں

سوائے مجدد صدی چہاردہم کے اورزیادہ کچھ نہ تھا۔اب اس کتبہ میں زیادتی کی گئی ہے موصوف نے اس کو جعل سازی قرار دیتے ہیں (پیغام صلح لاہور ۳۔اکتوبر ۱۹۳۶ء ص ۳ کالم ۳)

اس امر میں فیصلہ کرنا ان دونوں فریقوں کا نج کا کام ہے اور یہ جعل سازی کوئی اتنی اہم چیز نہیں۔ ہمارے نزدیک جو جعل سازی قادیان میں ہورہی ہے وہ ایسی ہے کہ اسکو جعل سازی کی بجائے دھوکہ بازی یا بالفاظ دیگر موجودہ پبلک اور آئندہ نسلوں سے فریب کاری کہنا جائز ہے چونکہ اس میں ہمارے مخاطب دونوں فریق ہیں پس وہ دونوں غور سے سنیں

مرزا صاحب قادیانی کا الہامی اعلان ہے کہ میری عمر ۷۵ اور ۸۵ سال کے درمیان ہوگی (جلد پنجم براہین احمدیہ) نیز آپ نے اپنی پیدائش کے متعلق صاف لکھا ہے کہ کہ ۱۸۳۹ء میں ہوئی (کتاب البریہ)۔مرزا صاحب کی زندگی میں حکیم نورالدین نے مہاشہ دھرم پال کے جواب میں ایک رسالہ نورالدین لکھا تھا اس میں مرزا صاحب قادیانی کے اس بیان پر اعتماد کرکے آپ کی ساری عمر سال انتقال (۱۹۰۸ء) میں ۶۹ سال لکھی ہے۔(ملاحظہ ہو رسالہ نورالدین۔ص ۱۷۰)۔

لاہوری اور قادیانی احمدیو! مولوی محمد علی کہتے ہیں کہ کتبہ سابقہ سب کے اتفاق سے لکھا گیا تھا اس کو تبدیل کرنا جعل سازی ہے۔ہم آپ دونوں فریقوں سے پوچھتے ہیں کہ حکیم نورالدین کی کتاب نورالدین مرزا صاحب کی زندگی میں شائع ہوچکی تھی اس میں مرزا صاحب کے بیان کے مطابق آپ کی پیدائش ۱۸۳۹ء لکھ کر ساری عمر ۶۹ سال بتائی گئی اب آپ کے سنہ پیدائش کو بجائے ۱۸۳۹ء کے ۱۸۳۵ء قرار دینا ڈبل جعل سازی نہیں تو اور کیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری سے امید ہے کہ قادیانیوں کی اس جعل سازی پر بھی توجہ فرما کر اسے طشت ازبام کرکے عنداللہ ماجور ہوں گے۔

ہاں بڑی خرابی یہ لازم آئے گی جس کے خوف سے یہ ساری پیش بندی کی گئی ہے کہ: مرزا صاحب کی پیش گوئی اپنی عمر کی بابت غلط ہوجائے گی کیونکہ اس کے مطابق آپ کی عمر ۷۵، اور ۸۵ سالوں کے درمیان نہیں پہنچتی بلکہ ۶۹ سال تک ہی رہ جاتی ہے۔باوجود اس کوشش کے پھر بھی اصل مطلب میں کامیابی نہیں ہوئی

کیونکہ ۱۸۳۵ء میں پیدائش مئی ۱۹۰۸ء میں وفات ہونے سے مرزا غلام احمد کی کل عمر ۷۳ سال ہوتی ہے جو ۷۵ سال کی نسبت دو سال کم ہے۔

قادیانی ممبرو! مسیح موعود خود اور آپکے حواری جو بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کے صحابہ کرام میں شمار ہونے کے لائق تھے ایسے ہی ہوا کرتے تھے جن کا نہ قول صحیح ہو نہ فعل ایسے مسیح موعود کے حق میں تو یہ کہنا بالکل بجا ہے:

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

نوٹ: مضمون ہذا بصورت اشتہار بھی چھپ چکا ہے جو کیم نومبر کو قادیانی یوم تبلیغ کے موقع پر دفتر ہذا سے مفت شائع ہوگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۶ شعبان ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۵۲ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب کا بے وفا مرید کون؟

مولوی محمد علی لاہوری

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسری لکھتے ہیں:

نمبر ۹۔ قول مرزا قادیانی:

یہ آیت آخری زمانہ میں ایک نبی کے ظاہر ہونے کی نسبت ایک پیش گوئی ہے ورنہ کوئی وجہ نہیں کہ ایسے لوگوں کا نام اصحاب رسول اللہ رکھا جائے جو آنحضرت ﷺ کے پیدا پیدا ہونے والے تھے۔ جنہوں نے آنحضرت ﷺ کو نہیں دیکھا (تتمہ حقیقۃ الوحی ۶۷

قول محمد علی لاہوری: بیان القرآن جلد سوم میں وآخرین منھم کے متعلق لکھا ہے:

اور یہ آیت نص صریح اس بات پر ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد دوسرا نبی نہیں آسکتا اور نہ ہی حضرت عیسی آسکتے ہیں۔

نمبر۱۰۔قول مرزا قادیانی:

اب بجز نبوت محمدی کے سب نبوتیں بند ہیں شریعت والا نبی کوئی نہیں آ سکتا اور بغیر شریعت کے نبی ہوسکتا ہے مگر وہی جو پہلے امتی ہو۔پس اس بنا پر میں امتی بھی ہوں اور نبی بھی (تجلیات الھیہ ۔ص ۲۵)

قول محمد علی لاہوری: کتاب النبوۃ فی الاسلام صفحہ ۱۱۵ پر ہے:

نبوت کا دروازہ ہرگز اس امت میں کھلا نہیں یعنی آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا...جو شخص اس امت میں سے دعوی نبوت کرے وہ کذاب ہے۔سوئم نبوت تشریعی اور غیر تشریعی یکساں بند ہیں۔

نمبر۱۱: قول مرزا قادیانی :

اللہ جل شانہ آنحضرت ﷺ کو صاحب خاتم بنایا یعنی آپ کو افاضہ کمال کے لئے مہر دی جو کسی اور نبی کو نہیں دی گئی اس وجہ سے آپ کا نام خاتم النبیین ٹھہرا۔یعنی آپ کی پیروی کمالات نبوت بخشتی ہے اور آپکی توجہ روحانی نبی تراشتی ہے اور یہ قوت قدسیہ کسی اور نبی کو نہیں ملی (حقیقۃ الوحی ص ۹۷ حاشیہ)

قول محمد علی لاہوری: تفسیر بیان القرآن جلد۳ صفحہ ۱۵۱۵۔۱۵۱۷ کا خلاصہ یہ ہے کہ:

خاتم النبیین اور خاتم النبیین کے معنی ہیں آخری نبی (ل) اور آپ کو خاتم النبیین کہا اس لئے کہ نبوت کو آپ کے ساتھ ختم کر دیا..پس نبیوں کے خاتم کے معنی نبیوں کی مہر نہیں بلکہ آخری نبی ہیں... اور امت کا اس پر اجماع ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد نبی نہیں.... اور وہ احادیث جن میں آپ کے آخری نبی ہونے کا ذکر ہے اور وہ بھی درحقیقت خاتم النبیین کی تفسیر ہی ہیں، بہت سی ہیں...آپ خاتم النبیین بھی ہیں یعنی آخری نبی اور آپ کے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا۔

نمبر۱۲۔قول مرزا قادیانی:

میرا دعوی صرف یہ ہے کہ موجودہ مفاسد کے باعث خدا نے مجھے بھیجا ہے اور میں اس امر کا اخفا نہیں کرسکتا کہ مجھے مکالمہ مخاطبہ کا شرف دیا گیا ہے اور خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا اور کثرت سے ہوتا ہے اس کا نام نبوت ہے مگر حقیقی نبوت نہیں۔نبأ ایک عربی لفظ ہے جس کے معنی ہیں خبر کے۔اب

جوشخص کوئی خبر خدا سے پا کر خلق پر ظاہر کرے گا اس کو عربی میں نبی کہیں گے میں آنحضرت ﷺ سے الگ ہو کر کوئی دعوی نہیں کرتا۔ یہ تو نزاع لفظی ہے۔ کثرت مکالمہ مخاطبہ کو دوسرے الفاظ میں نبوت کہا جاتا ہے دیکھو حضرت عائشہ کا یہ قول قولو انہ خاتم النبیین و لا تقولوا لا نبی بعدہ ،اس امر کی طرف اشارہ کرتا ہے (الحکم ۱۴ جولائی ۱۹۰۸ء ص ۱۲ کالم ۲)

قول محمد علی لاہوری: تفسیر بیان القرآن جلد صفحہ ۱۵۱۶ پر ہے:

اور ایک قول حضرت عائشہ کا پیش کیا جاتا ہے جس کی سند کوئی نہیں قولو اخاتم النبیین و لا تقولوا لا نبی بعدہ خاتم النبیین کہو اور یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں اور اسکا مطلب یہ لیا جاتا ہے کہ حضرت عائشہ صدیقہ کے نزدیک خاتم النبیین کے معنی کچھ اور تھے۔ کاش وہ معنی بھی کہیں مذکور ہوتے۔ حضرت عائشہ کے اپنے قول میں ہوتے کسی صحابی کے قول میں ہوتے یا نبی کریم ﷺ کی حدیث میں ہوتے... یہ غرض پرستی ہے خدا پرستی نہیں رسول اللہ ﷺ کی تیس حدیثوں کی شہادت ایک بے سند قول کے سامنے رڈ کی جاتی ہے۔

نتیجہ: یہ ہے کہ مولوی محمد علی اپنی تحقیقات کو مرزا صاحب کی تعلیم سے بالاتر جانتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۳۶ء مطابق ۶ شعبان ۱۳۵۵ھ جلد ۳۳ نمبر ۵۲ ص ۵۔۶)

آخری فیصلہ کا صدق

(کوہ کندن وکاہ برآوردن)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک فارسی مثل اس موقع کے لئے ہے جہاں انتظام تو بڑا ہو مگر اس کا نتیجہ بالکل معمولی برآمد ہو۔ یہی حال ہمارے معاصرین حواریان مسیح قادیانی کا ہے۔ قادیانی مسیح نے آخری فیصلہ کا اعلان کیا جس کی وجہ بتائی۔ نتیجہ بتایا، نتیجہ کا سبب بتایا۔ وجہ یہ بتائی کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت ستایا ہے۔ نتیجہ اس کا فریقین میں

سے کاذب کی موت بتایا۔اس موت کا سبب ہیضہ اور طاعون وغیرہ مقرر کیا۔ خدا کا شکر ہے کہ جو کچھ انہوں نے کہا پورا ہو گیا۔مگر آخر ان کی جماعت میں لاہوری محققین کی پارٹی جب اپنے مجدد اور مسیح موعود کی طرح ہماری گرفت سے تنگ آ گئی تو اس نے پہاڑ کھود کر ایک تنکہ نکال لیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

اخبار تنظیم میں میرے برخلاف ایک مضمون نکلا ہے جس میں میری نسبت بہت ناشائستہ الفاظ لکھ کر چند الزامات لگائے ہیں (جب انکے جوابات دیئے جائیں گے تو پیغامی بھی اور ناظرین بھی حقیقت حال سے واقف ہو جائیں گے) ان ناشائستہ الفاظ اور الزامات کو پڑھ کر لاہوری پارٹی کا پیغام صلح اپنے جامہ میں پھولا نہیں سماتا، چنانچہ لکھتا ہے:

ان صاف الفاظ پر نظر رکھتے ہوئے کیا کوئی شخص اس بات سے انکار کر سکتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے جو فیصلہ قرآنی اپنے عقاید کے مطابق تجویز کیا تھا وہ مولوی مذکور کی ذات پر پورا صادق نہیں آیا اور وہ آخری فیصلہ یہ ہے کہ خدا تعالی جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو بھی لمبی عمر دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں (پیغام صلح ۲۷۔اکتوبر ۱۹۳۶ء ص ۵)

بہت خوب! اب سنیئے ہم ایک آسان اور صاف بات آپ کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ہم دونوں (مرزا و ثناء اللہ) نے فیصلے کی الگ الگ بات کہی۔مرزا نے جھوٹے کی موت کا فیصلہ کن ہونا کہا۔۲۔میں نے (بقول تمہارے) جھوٹے کے لئے لمبی عمر بتائی تاکہ برے کام کر لے۔نتیجہ کیا ہوا، مرزا صاحب اپنے اعلان کے مطابق مر گئے اور میں نے بقول تمہارے لمبی عمر پائی تاکہ برے کام کروں۔اب انصاف تمہیں کرنا چاہیے کہ مرزا صاحب کو تو قطعی جھوٹا کہو کیونکہ وہ بقول خود مر گئے اور مجھے جھوٹا کہنے کے لئے میرے جواب کا انتظار کرو کیونکہ محض کسی کا کسی کے حق میں الزام لگانا یا دشنام طرازی کرنا موجب برائی نہیں ہو سکتا۔تاوقتیکہ وہ الزام صحیح نہ ہوں نہ محض کسی پر الزام سن کر اس کو سچا مان لینا شرعاً اور قانوناً جائز ہے۔مخالف (اپنا ہو یا غیر) کوئی فرشتہ نہیں ہوتا کہ جو کچھ کہے سچ ہی کہے۔کیا آپ اس وقت لاہور میں تھے جس وقت ایک مشہور تاریخی انسان کا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال ہوا تھا۔اس وقت مسلم پبلک نے کیا کچھ کہا تھا۔اگر بھول گئے ہو تو اس وقت کی تقریروں اور تحریروں کا ایک ہی مصرعہ سن رکھو: مر اد جال لیکن ہے ابھی اس کا گدھا باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۳۶ء مطابق ۲۷ شعبان ۱۳۵۵ھ جلد ۳۴ نمبر ۲ ص ۵)

قادیانی تحریف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآن شریف میں تحریف کا وعید بڑا سخت آیا ہے مگر تحریف اس کو کہتے ہیں جو قرآن کے معنی ایسے کئے جائیں جن کو قواعد زبان متحمل نہ ہوں۔ شیر کے معنی بہادر لینا تحریف نہیں، صحیح تفسیر اور جائز ہے۔ لیکن شیر سے گیڈر، اور کیڈر کے معنی اونٹ لے لینا صریح تحریف ہے۔ اس قسم کی تحریف پر وعید آیا ہے

من فسر القر آ ن بر أ یه فلیبو أ مقعده من النار

سر سید احمد خان مرحوم سے بھی ایسی تحریفات ہونے پر ان کے مخلص دوست نواب محسن الملک مرحوم نے ایک خط میں لکھا تھا آپ کو قرآن کے معنی وہ سوجھتے ہیں جو خدا کے علم میں بھی نہیں ہوتے۔......

(مرزا غلام احمد قادیانی کے سالے ڈاکٹر اسماعیل نے اپنے ایک مضمون میں مرزا صاحب کی پیش گوئیوں میں تحریف کر کے عجیب مطلب نکالے ہیں۔ مثال کے طور پر ڈپٹی آتھم عیسائی پادری والی پیش گوئی ہے جس کی طرف مضمون مذکورہ میں ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے اشارہ کیا) ہم پہلے مرزا صاحب کے الفاظ اس کے متعلق نقل کرتے ہیں اس کے بعد ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی سٹوری (حکایت) سنائیں گے۔

مرزا صاحب قادیانی نے مباحثہ آتھم کے آخری دن یہ کہا تھا:

> آج رات جو مجھ پر کھلا ہے وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب اعلی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اس کو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸)

اس میں صاف مذکور ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ مہینوں میں مر کر جہنم میں داخل کیا جائیگا کیونکہ

اس نے ایک انسان کو خدا بنا رکھا ہے یہی اس کا جرم ہے یہی اس کی سزا ہے مگر وہ ۱۵ مہینے گذار کر تقریباً دو سال مزید زندہ رہا۔اس کے متعلق ڈاکٹر اسماعیل لکھتے ہیں؛

مثلاً حضور (مرزا) کے مقابل پر آتھم عیسائیت کا نمائندہ بن کر آیا۔اسے بھی حضور نے فرمایا کہ میرا خدا اسلام کو زندہ کرے گا اور دجالیت کو مار دے گا۔اس نے کہا یہ تو میں بھی کہہ سکتا ہوں کہ عیسا ئیت فتح پائے گی اور اسلام برباد ہو جائے گا۔ بلکہ میرے ساتھ تمام نصرانی ممالک یہی کہتے ہیں اور نظر بھی یہی آتا ہے۔اس پر حضور (مرزا) نے فرمایا کہ تم ۱۵ ماہ کے اندر مردہ ہو جاؤ گے اور اسلام اس طرح ایک زندہ مذہب ثابت ہوگا۔ چنانچہ وہ مبہوت ہو کر مردہ ہو گیا۔اور ایسا مبہوت ہوا کہ کہیں نیزے والوں ،اور کہیں سانپوں سے ڈرتا رہا اور ایک شہر سے دوسرے شہر میں دیوانہ وار بھا گتا پھرا اور مردہ اس طرح کہ اس کی زبان اور تمام زندگی جو اسلام کے مقابلہ میں صرف ہوا کرتی تھی وہ جاتی رہی۔مگر پھر بھی لوگوں نے نہ مانا۔تو پھر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اسے قسم دے کر پوچھا کہ بتا تو مبہوت ہو گیا تھا یا نہیں۔ وہ اس پر بھی اپنی غیرت دینی یا زندگی کا کوئی نشان نہ دکھا سکا۔مگر ان لوگوں کے کہنے کہانے سے کچھ ہاں ہوں کی۔اس پر دوبارہ حضور (مرزا) نے اسے کہا کہ لے اب تو بالکل ہی مردہ ہو جائے گا۔ایسا کہ کسی اندھے کو بھی دھوکا نہ رہے چنانچہ ایسا ہی ہوا اور تمام مخالفین اس پیش گوئی کو اس طرح پورا ہوتے دیکھ کر مبہوت رہ گئے مگر ظالموں نے پھر بھی نہ مانا۔ (الفضل قادیان ۲۰ نومبر ۱۹۳۶ء ص ۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ناظرین مرزا کے الفاظ دیکھیں اور ڈاکٹر صاحب کی تحریر دیکھیں تو آپ کو قادیانی تحریف کی واضح مثال ملے گی۔کہاں سزائے موت کی پیش گوئی اور موت کے بعد جہنم میں داخلہ اور کہاں سانپوں کا دیکھنا اور ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا جو دراصل زندگی کا ثبوت ہے۔اور حقیقت میں یہ ڈاکٹر صاحب کی ہی تحریف نہیں بلکہ مرزا ہی کی ایجاد کی ہوئی اور ڈاکٹر اسماعیل تو مقولہ:

ما مریداں روبسوئے کعبہ چوں آریم چوں۔روبسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

کے مصداق ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ دسمبر ۱۹۳۶ء جلد ۴۳ نمبر ۵ ص ۳ تا ۵)

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۷ء سے

مرزا قادیانی منصب نبوت سے معزول کئے گئے

(ایک مرید مرزا کا بیان)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین مولوی فضل خان ساکن چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی کو جانتے ہیں آپ مرزا صاحب قادیانی کے پرانے فیض یاب ہونے کے علاوہ مدعی الہامات ہیں گاہے ماہے آپ کے الہامات اہل حدیث میں شائع ہوتے رہتے ہیں۔آپ نے اپنے الہامات کا جو نیا ٹریکٹ مطبوعہ ۱۲۔اپریل ۱۹۳۷ء بھیجا ہے اس میں ایک اعلان حسب ذیل بھی ہے:

مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنے دعوی نبوت سے معزولی کا اعلان بحکم نبی کریم

مورخہ ۶ مارچ ۱۹۳۷ء کو مرزا غلام احمد قادیانی نے بحکم نبی کریم خاکسار کے پاس آ کر اپنا یہ بیان لکھوایا:

۱۔اب میں سیدھا سادھا مسلمان ہوں

۲۔ یہ ہمارے استاذ ہیں میں ان کا شاگرد ہوں

میں حلفاً باللہ کہتا ہوں کہ مذکورہ بالا تینوں فقرے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ہیں

قادیانی دوستو! اب بتاؤ کس کو نبی کہو گے اور کس کی مسند خلافت پر بیٹھو گے

اے لاہوری ساکنان احمد یہ بلڈنگز دوستو! اب تم بولو کس کو مجدد اور مسیح موعود مانو گے۔تم ہر دو فریقوں کا یہ حال نہ دیکھا نہ بھالا قربان گئی خالہ۔ (ٹریکٹ خادم المسلمین نمبر ۴ ص ۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: نبی کریم ﷺ مرزا صاحب قادیانی سے معزولی کا اعلان کرائیں

اور مرزا صاحب اعلان کریں اور مرزا صاحب کے خاص مرید، صاحبِ الہام مولوی فضل خان اس اعلان کی تبلیغ کریں ، ہم کون ہیں جو اس اعلان میں دخل دیں ۔ حقیقت یہ ہے کہ ہمارے بس کی بات بھی نہیں۔ ہاں افسوس ضرور ہے کہ ہمارے ملک پنجاب میں ایک ہی نبی ہوا تھا سو وہ بھی معزول کیا گیا۔ ہمارے قادیانی دوستوں کو اس سے ملول خاطر نہ ہونا چاہیے کیونکہ مرزا صاحب کے فیض سے آج بھی قادیان میں ایک نبی موجود ہے جس کا نام ہے، احمد نور رسول اللہ۔ جس کی وجہ سے قادیان میں نورِ نبوت چمکارے مارتا رہے گا:

بعد مجنون داغ سے آباد ہے دشت جنون
اس خرابہ کے لئے بے خانماں ہو کوئی ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اپریل ۱۹۳۷ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۵۶ھ جلد ۳۴ نمبر ۲۴ ص ۶)

قادیانی اور لاہوری سلسلہ تباہ کیا جائے گا

(ایک الہامی احمدی کا اعلان)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی فضل خان صاحب (جن کا تذکرہ مندرجہ بالا سطور میں ہوا) اپنے مجموعہ الہامات شائع شدہ ۱۷۔ اپریل ۱۹۳۷ء میں ذیل کے دو الہامات لکھے ہیں بقول مولوی صاحب خدا ان کو اطلاع دیتا ہے:

۱۔ ہم قادیانی اور لاہوری سلسلہ احمدیہ کا پہلا نظام توڑ دیں گے: قادر ہے وہ بارگاہ ٹوٹا کام بنائے بنا بنایا توڑ دے کوئی اس کا بھید نہ پائے

۲۔ غلام احمد قادیانی سے بڑی غلط فہمیاں پیدا ہوئیں ان کی اصلاح کی جائے گی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: مقابلہ تو بڑا زبردست ہے کیا قصر خلافت قادیان کی ڈیوڑی کا...اس پر کچھ بولے گا ۔ دیدہ باید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اپریل ۱۹۳۷ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۵۶ھ جلد ۳۴ نمبر ۲۴ ص ۶۔۷)

خدا خیر کرے

(اہل دہلی خبر دار)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قصبہ قادیان ضلع گورداسپور سے ایک آواز اٹھی تھی کہ مجھے کشف ہوتا ہے اپنے کشف کا نمونہ اس مدعی نے یہ بتایا تھا کہ میں نے اپنے بھائی کو قرآن پڑھتے ہوئے سنا تو اسکی تلاوت میں قادیان کا نام بھی سننے میں آیا میں نے اس کشفی حالت میں قرآن پر نظر ڈالی تو قادیان کا نام لکھا ہوا پایا (ازالہ اوہام)

آج کل دہلی سے بھی اسی قسم کے ایک کشف کی آواز شائع ہوئی ہے اس کشف کو دیکھنے والے مشہور اہل تصوف خواجہ حسن نظامی ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

مجھے خدا نے مکاشفہ کی نعمت دی ہے اور میں بعض اوقات لوگوں کے دلوں اور گھروں کی خفیہ حالتوں کو اپنے خداداد کشف کے ذریعہ معلوم کر لیتا ہوں اور جب مجھے یہ معلوم ہوتا ہے کہ بعض مرد اپنی عورتوں پر ظلم کرتے ہیں اور ان کی خدمات کی قدر نہیں کرتے اور غیر عورتوں پر بری نگاہیں ڈالتے ہے تو مجھے بہت صدمہ ہوتا ہے۔ اور جو عورتیں اپنے شوہروں کی پردہ داری نہیں کرتیں اور گھر کے کام سے غافل رہتی ہیں اور اپنے شوہر کو اپنا حاکم نہیں مانتیں تو اس کا صدمہ بھی بہت ہوتا ہے مگر میں اپنے کشف کو ظاہر نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا اظہار گناہ اور طریقت میں ناجائز ہے۔ اس لئے میں نے خوش حال برادری کے ذریعہ ایسے اصول تجویز کئے ہیں کہ ہر گھر میں میاں بیوی کے تعلقات خوش گوار ہو جائیں اور مجھے اپنے آئینہ قلب میں کسی مرید کی مکروہ صورت نظر نہ آئے جس سے مجھے اذیت ہوتی ہے۔ (منادی، دہلی۔ ۱۹ مارچ ۱۹۳۷ء ص ۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ تو ہوئی ابتدا، اس کی انتہاء کہاں پہنچے گی۔ اللہ ہی بہتر جانتا ہے بظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ اس خط کو

قادیانی خط کے ساتھ ساتھ متوازی چلانے کی تمہید رکھی گئی ہے اسی لئے ہم نے عنوان میں تنبیہ کی ہے کہ: اہل دہلی خبردار۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اپریل ۱۹۳۷ء مطابق ۱۱صفر ۱۳۵۶ھ جلد ۳۴ نمبر ۳۴ ص ۷)

قادیانی مقدمے کا فیصلہ پریوی کونسل میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

(اخبار زمین دار کے اڈیٹر نے قادیانی نمبر کیلئے مضمون طلب کیا تھا جو وہاں بھیجا گیا اس کی نقل ناظرین کے لئے درج ذیل ہے۔ثناءاللہ)

ہر نزاع اور جھگڑے کے فیصلے کے لئے ایک منتہی ہوتا ہے جہاں کا حکم سارے نزاعات کے لئے فیصلہ کن سمجھا جاتا ہے۔شرع اسلام اور قانون وقت دونوں اس کی نسبت متفق ہیں کہ آخری فیصلہ سے پہلے کے تمام فیصل جات کالعدم ٹھہرتے ہیں۔اس کی مثال یوں سمجھئے کہ سب جج کے فیصلہ کی اپیل ڈسٹرکٹ جج کی عدالت میں ہوسکتی ہے ممکن ہے کہ منظور بھی ہو جائے۔ ڈسٹرکٹ جج کے فیصلہ کی اپیل ہائی کورٹ میں ہوسکتی ہے۔اسی طرح ہائی کورٹ کے فیصلہ کی اپیل پریوی کونسل میں۔مگر پریوی کونسل کو منتہی سمجھا گیا ہے اسی طرح شرعی اصطلاح میں خدائی فیصلے کو منتہی قرار دے کر فرمایا ہے ا فغير الله أبتغي حكماً الانعام:۱۱۴(کیا میں خدا کے سوا کسی اور سے فیصلہ کراؤں)

قادیانی نزاع کی بہت سی شاخیں ہیں جو دراصل تطویل کلام کی غرض سے محض بیکار بڑھائی گئی ہیں۔کہیں مسئلہ حیات مسیح پر بحث ہے،کہیں آسمانی نکاح پر گفتگو ہو رہی ہے۔کہیں ڈپٹی آتھم والی پیش گوئی پر مباحثہ ہو رہا ہے۔کہیں، مصلح موعود، کا مصداق زیر بحث ہے۔اگر بغور دیکھا جائے تو یہ سب مباحث قادیانی دعوی کی تحقیق میں بالکل ایسے ہی ہیں جیسے سب ججوں کے فیصلے پریوی کونسل کے فیصلہ کے مقابلے میں جو بجوئے نارزد(کوڑی کے دام کے نہیں)اصل فیصلہ پریوی کونسل کا ہے جو مرزا صاحب کے خلاف ہوا تھا جس کی تفصیل درج ذیل ہے:

مرزا صاحب قادیانی نے ہمارے مواخذات سے تنگ آ کر ایک اعلان کیا تھا جس پر تاریخ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء مرقوم ہے،جس کی سرخی یہ تھی: مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔

مرزا صاحب قادیانی نے اس آخری فیصلہ میں جو لکھا تھا اس کا خلاصہ ہم دو جملوں میں پیش

کرتے ہیں ۔ ان میں ایک جملہ خبریہ ہے اور دوسرا انشائیہ۔

جملہ خبریہ یہ ہے: اگر میں کذاب اورمفتری ہوں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہوجاؤں گا۔

واقعہ یہ ہے کہ جب اس اعلان پر تیرہ مہینے گذر گئے تو مرزاصاحب (میری زندگی میں) انتقال کر گئے ۔قابل غور بات یہ ہے کہ اگر یہ جملہ خبریہ اپنے معنی میں صادق ہے تو مرزاصاحب اپنی موت کی وجہ سے کاذب اورمفتری ثابت ہوئے ۔اور اگر یہ جملہ کاذب ہے تو مرزاصاحب اس قول کے قائل ہونے کی وجہ سے کاذب ٹھہرے ۔کیونکہ کلام کاذب کا متکلم کاذب ہوتا ہے۔

دوسرا جملہ انشائیہ جو اس اعلان میں درج ہے، یہ ہے:

اے خدا مجھ میں اورثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔جو تیری نگاہ میں کذاب ہے اس وصادق کی زندگی میں اٹھالے .

یہ جملہ دعائیہ ہے۔ جس کی قبولیت کی اطلاع مرزاصاحب کو بقول ان کے ان لفظوں میں دی گئی۔ اجیب دعوۃ الداع ۔جس کو مرزاصاحب نے اپنے مذکورہ اعلان کے متعلق خود چسپاں کیا تھا۔ملاحظہ ہو اخبار بدر ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء۔

پس ثابت ہوا کہ یہ جملہ انشائیہ (دعائیہ) بھی فیصلہ کن ہے۔ جو خدائی قبولیت کی وجہ سے گویا پریوی کونسل کا فیصلہ ہے۔

ناظرین کرام! کیا اس خدائی فیصلے کے بعد کسی اور فیصلے کی بھی ضرورت ہے؟ و من احسن من اللہ حکماً لقو م یوقنو ن (المائدۃ: ۵۰) ۔

نتیجہ صحیحہ۔مرزاصاحب قادیانی اس اعلان کے مطابق اپنے دعوی میں غیرصادق ثابت ہوتے ہیں ۔نہ ان کا دعوی الہام صحیح نہ مسیحیت ومجددیت کا ادعاء صحیح بلکہ بقول خود پکے کاذب اورمفتری ٹھہرے۔

اس مضمون پر جماعت احمدیہ کے ساتھ اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لودھیانہ ہمارا مباحثہ بھی ہوا تھا جس میں مبلغ تین سو روپیہ ان کی طرف سے انعام مقرر تھا جو حسب فیصلہ سرپنچ ہم نے وصول کرلیا۔الحمدللہ۔

ان فیصلہ جات سماوی اور ارضی کے بعد جماعت ہائے محمدیہ اور احمدیہ میں کسی قسم کی نزاع باقی نہ رہنی چاہیے تھی بلکہ ضروری تھا کہ جماعت احمدیہ بہر دو صنف راست بازی سے اس آسمانی اور زمینی فیصلے کو سامنے رکھ کر اپنے خاص مشن کو بند کر دیتی لیکن ان دونوں پارٹیوں نے ایسا نہیں کیا۔ اس لئے ہم نے بار ہا ان کو از سر نو چیلنج پر چیلنج دیئے کہ اگر مباحثہ لدھیانہ آپ کے نزدیک ناکافی ہے تو اس مبحث پر گفتگو کر کے مسلمان ملک کو آئے دن کی نزاعات سے نجات دلائیں مگر ان کو انہی نزاعات میں لذت آتی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء مطابق ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ جلد ۳۴ نمبر ۳۸ ص ۵۔۶)

قابل توجہ بابو عمر الدین جالندھری

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

جناب من! آپ نے پیغام صلح لاہور ۲۶ جون ۱۹۳۷ء میں لکھا ہے کہ امرتسری مباحثات کے متعلق:

۱۔ معمار صاحب نے اب تک ہمارا چیلنج قبول نہیں کیا۔

جواباً معروض ہے کہ اہل حدیث ۱۱ جون ۱۹۳۷ء صفحہ ۶۔۷ کو ملاحظہ کر کے اپنی جہالت کو دور کریں اور اگر آپ ایمان و دیانت کا شائبہ بھی رکھتے ہیں تو ضرور میدان میں نکلیں گے۔

ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دور سے دعوی کیا کریں
اپنا تو یہ ہے قول کہ آئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

۲۔ میں نے اہل حدیث ۴ جون ۱۹۳۷ء میں بابو عمر دین موصوف سے پوچھا تھا کہ آپ نے جو لکھا ہے کہ میں نے ثنائی مباحثہ، آخری فیصلہ، اپنے امیر مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں پیش کیا تھا۔

آپ کے امیر نے اس دعوت مباحثہ کا کیا جواب دیا۔ آج تک بابو صاحب نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا، میں مکرر یاد دلاتا ہوں (معمار)

(مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں) بابو عمر دین ایک روز دفتر اہل حدیث میں آئے تو ہم نے از راہ مروت منشی محمد عبداللہ صاحب کا نوٹ نمبر ایک دکھا کر کہا کہ اس کا جواب لکھ دیجئے ساتھ ہی شائع ہو جائے گا۔ انہوں نے نے لکھا تو ایسا لکھا کہ نبوت مرزا کی بحث چھیڑ دی ۔ ہماری یہ غرض نہ تھی بلکہ معماری رقعہ نمبر اول کا جواب مطلوب تھا۔ لہذا اس جواب کو بے تعلق جان کر درج نہیں کیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۰ جولائی ۱۹۳۷ء مطابق ۲۱ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ جلد ۳۴ نمبر ۳۸ ص ۶)

بیٹا باپ کے روپ میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عربی مقولہ الولد سرّ لابیہ مشہور ہے بیٹا باپ کا قائم مقام ہوتا ہے۔ مرزا غلام احمد نے اپنی نبوت کو ایسے طریق سے بیان کیا تھا جس سے بخیال ان کے خاتم النبیین کا عقیدہ بھی غلط نہ ہو، نبوت مرزا بھی ثابت ہو جائے۔ یعنی یہ کہا تھا کہ میں بروز محمد ﷺ ہوں۔ بروز کا معنی تصویر ہے۔ مراد یہ تھی کہ میری نبوت مستقلہ نہیں بلکہ مثل تصویر محمد (ﷺ) ہے اس کے متعلق تفصیل دیکھنی ہو تو ہمارا رسالہ محمد قادیانی دیکھیں

آج ہم اس نوٹ میں یہ بتانا چاہتے ہیں کہ قادیانی اعیان نے میاں محمود کو خلیفہ قادیان بنایا، امیر المومنین بنایا، حضرت اقدس بنایا، حضور معلّٰی بنایا، ہز ہولی نیس بنایا، یہاں تک کہ فاتح انگلستان بنایا، اس پر بھی ان کو صبر نہ آیا اس لئے اس کی تمہید رکھی گئی میاں محمود احمد، مرزا غلام احمد کی طرح بروزی نبوت پر فائز ہیں چنانچہ ایک خواب الفضل میں درج ہوا ہے۔ خواب بین لکھتا ہے :

سیدنا (خلیفہ قادیان) سب سے پہلے میں اس خدائے ذوالجلال کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم انسان کو اسفل السافلین تک پہنچا دیتی ہے اور مجھے یقین ہے کہ جھوٹی قسم کھانے والا خدائے قہار کی لعنت سے نہیں بچ سکتا۔ میں منکران خلافت یا کسی اور کے ڈر سے نہیں بلکہ اس لئے قسم کھاتا ہوں تا یقین کرنے والوں کو یقین ہو اور شائد سعید روحوں کو میری اس قسم سے ہدایت نصیب ہو۔

میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ حضور سرور کائنات فخر موجودات نبی کریم ﷺ کی زیارت سے مشرف

ہونے کے لئے جارہا ہوں۔ مجھے کسی نے بتایا کہ آنحضرت ﷺ مسجد میں تشریف فرما ہیں۔ جب میں مسجد میں پہنچا تو محسوس کیا کہ ۹ یا ساڑھے نو بجے صبح کا وقت ہے۔ میرے مسجد میں پہنچنے سے صرف چند منٹ ہی پہلے حضرت نبی کریم ﷺ مسجد سے حجرہ میں تشریف لے جا چکے تھے۔ مسجد میں آنحضرت ﷺ کے چند اصحاب بیٹھے اور اکثر جا چکے تھے۔اور باقی اصحاب بھی گھر جانے کو تیار تھے۔

میں جب مسجد میں داخل ہوا اور السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہا تو انہوں نے وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ و برکاتہ کہا مگر اس انداز سے جیسے کسی دیرینہ واقف کار اور ہمیشہ ساتھ رہنے والے کو کہا جاتا ہے۔

معمولی مزاج پرسی کے بعد انہوں نے مجھ سے پوچھا کہ کس طرح آنا ہوا، اور ساتھ ہی میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ پوچھنے والے حضرت عمرؓ ہیں۔

میں نے جواب دیا کہ رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہونے کے لئے آیا ہوں۔آپ نے فرمایا کہ کیا کہنا چاہتے ہو۔میں نے کہا کہ حضور ﷺ کی خدمت ہی عرض کرونگا آپ سے بیان نہیں کرتا حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ ایسی کیا بات ہے جو ہم کو نہیں بتاتے۔تم جو کچھ آنحضرت ﷺ سے دریافت کرنا چاہتے ہو ہم سے دریافت کرلو۔

میں نے پھر کہا میں نبی ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوکر ہی اپنے مطلب کا اظہار کرونگا۔

اس پر حضرت عمرؓ فرمانے لگے کہ رسول کریم ﷺ آج رات بہت سویرے بیدار ہوئے تھے اور صبح کی نماز کے بعد بھی ہمیں پند و نصائح فرماتے رہے ہیں۔اب شائد آرام فرما رہے ہوں گے اس لئے ان کو تکلیف دینا مناسب نہیں۔آپ اپنا مطلب ہم سے ہی بیان فرما دیں۔

میں نے پھر بھی یہی جواب دیا کہ میں تو آنحضرت ﷺ کے بغیر کسی سے بیان نہیں کرونگا۔

ناگاہ میں نے دیکھا کہ حضرت عمرؓ نے اپنے گریبان کے اندر سے حضور کی تصویر نکالی جو چوکھٹے میں جڑی ہوئی تھی اور مجھے کہا کہ یہ لے لو۔

میں نے تصویر کو دیکھا تو بے ساختہ کہا کہ یہ تصویر تو ہمارے حضرت صاحب کی ہے ۔

میرے منہ سے یہ الفاظ نکلے ہی تھے کہ حضرت عمرؓ نے بڑے جوش کے ساتھ تصویر کی طرف اشارہ

کرتے ہوئے فرمایا کیا تم سمجھتے ہو کہ یہ (حضور) تم کو کچھ اور بتائیں گے اور نبی کریم ﷺ کچھ اور بتائیں گے۔ کیا تم خیال کرتے ہو کہ نبی ﷺ اور یہ (حضور کی تصویر کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) دو جدا ہستیاں ہیں۔ ہرگز نہیں۔ آپ جاؤ اور جو کچھ نبی کریم ﷺ سے دریافت کرنا چاہتے ہو انہی سے دریافت کرو۔ وہ ابھی تک آپ میں زندہ موجود ہیں۔ آپ بڑے خوش قسمت ہیں جن کو ان کا عہد نصیب ہوا ہے۔

پھر دوبارہ فرمایا کہ جو نبی کریم ﷺ کو ملنا چاہتا ہے ان کو ملے کیونکہ نبی اور یہ دو جدا جدا ہستیاں نہیں بلکہ یک جان دو قالب کے مصداق ہیں۔

جب آنکھ کھلی تو صبح کا وقت تھا اور میں نے اٹھ کر صبح کی نماز ادا کی۔

طالب دعا۔ محمد یسین احمدی گجراتی حال ہیڈ ماسٹر چک نمبر ۱۶۵ ضلع جھنگ

(الفضل قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۳۷ء ص ۵)۔

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: ہم چھوٹے میاں کے متعلق کسی الہام یا خواب کو بڑے میاں کے خوابوں سے زیادہ وقعت نہیں دے سکتے۔ حیرانی یہ ہے کہ لاہوری جماعت احمدیہ خلیفہ (مرزا محمود) کے حق میں ان خوابوں کو وقعت نہیں دیتی بلکہ ایسے بے ڈھب بولتے ہیں چنانچہ لاہوری آرگن پیغام صلح کی رائے خلیفہ قادیان کے حق میں یہ ہے:

آئینہ تلبیس

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

مسلمان قوم کی تباہی و بربادی کا باعث ہمیشہ وہ گروہ رہا ہے جس نے اپنی ہوس رانیوں خواہشات نفسانی حرص و آزاد نفس پرستی کی خاطر قرآن و سنت کے نام پر دنیا کو دھوکہ دیا۔ تقدس کی آڑ میں لوگوں کے ایمانوں پر ڈاکے ڈالے۔ ان کے خون پسینہ ایک کر کے پیدا کردہ روزی کو دونوں ہاتھوں

لوٹ کر عالی شان محلات تعمیر کئے جائدادیں پیدا کیں۔عیش وعشرت میں بسر اوقات کی اور ہمیشہ مکر وحیل سے غرباء کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالتے رہے۔سچ فرمایا مخبر صادق ﷺ نے کہ ایک وقت میری امت پر آئے گا جب کہ آئمہ دین کی کثرت آئمہ تلبیس کا جامہ پہن لے گی۔ان کے وجود فتنہ و فساد کا موجب ہوں گے وہ اپنے ناسزا اعمال کی رو سے دنیا کی بدترین مخلوق ہوں گے ان کا وجود نسل انسانی میں سوروں اور بندروں کا حکم رکھے گا ان کی زبانوں پر قرآن ہوگا مگر ان کے قلوب شیطنت کا گہوارہ ہوں گے۔وہ یہود کے نقش قدم پر چلیں گے احکام الٰہی کی تفاسیر اپنی ذاتی اغراض کے حصول کے مطابق کریں گے اور معبودان باطل کی جگہ لیں گے

گزشتہ واقعات سے قطع نظر زمانہ حاضرہ کے رہنمایان مذہب کی اکثریت ان تمام رذائل کا مجسمہ ہے جس کی خبر دی گئی تھی مذہب کا نام انکے ہاتھ میں ایک ایسا حربہ ہے جس کے ذریعہ یہ بھولے بھالے عوام کو دھوکے میں ڈالے رکھتے ہیں اور اپنی مطلب براری کے لئے قرآن کریم کی تحریف میں یہودیوں کے کان کترجاتے ہیں۔

اشاعت امروزہ میں دیگر مولویوں سے قطع نظر اس شخص کی اسلام دشمنی پر کچھ لکھنا چاہتے ہیں جو نہ صرف اس شخص کا فرزند بلکہ جانشین ہونے کا مدعی ہے جو اس زمانہ میں ان برائیوں کو دور کرنے آیا تھا اور جو اپنی تحریروں اور تقریروں سے ان بد باطن لوگوں کی تائید کر رہا کیونکہ اگر یہودیت سے مشابہت رکھنے والوں کی اصلاح کے لئے جو مغضوب علیھم کے مصداق ہیں مسیح کا آنا ضروری تھا تو اس مسیح کے بعد مماثلت بتاتی تھی کہ نصاری کی طرح ضالین بھی ہوں جن کی حرکات تکاد السماوات ان یتفطرن کا نقشہ دکھائیں اور یہ ہستی موجودہ خلیفہ قادیان کی ہے خلیفہ صاحب نے جس قدر مسئلہ ختم نبوت کفر واسلام وغیرھم میں قرآن وحدیث کو روندا ہے وہ محتاج تشریح نہیں۔مگر حال ہی میں ۲۶ جون کی ایک تقریر میں جس قدر قرآن کی تعلیم کو مجروح کیا ہے وہ ہر محبّ اسلام کو خون کے آنسو ر لانے کے لئے کافی ہے۔

قرآن حکیم میں آتا ہے کہ اللہ اور رسول اور حاکم وقت کی اطاعت کرو۔اور اگر حاکم وقت کے ساتھ

کسی قسم کا تنازع ہو جائے تو اس کے تصفیہ کے لئے قرآن وسنت کی طرف رجوع کرو اور اس کی روشنی میں فیصلہ کرو اور مجرم خواہ حاکم وقت ہو اس کو سزا دی جائے چونکہ یہ آیت خلیفہ قادیان کی من مانی کاروائیوں کے راستہ میں زبردست پتھر ہے اسلئے اسکی تفسیر کرتے ہوئے آپ نے حسن بن صباح اور علامہ مشرقی کو بھی پیچھے پھینک دیا ہے۔ اللہ، رسول ﷺ اور حاکم وقت کی اطاعت کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں؛

فا ن تنا زعتم فی شئی فردوده الی الله و الرسو ل ان کنتم تؤمنو ن با لله و الیو م ا لآ خر ذلك خير و ا حسن تا ويلا .

اگر تمہیں کسی ایسے حاکم سے شکوہ پیدا ہو جائے تو اسے اللہ تعالی اور اس کے رسول کے سپرد کر دو جنہوں نے اس کی اطاعت کا حکم دیا ہے۔ تمہارا یہ کام نہیں کہ جھگڑے کا تصفیہ کرو کیونکہ اس صورت میں امن قائم نہیں رہ سکتا۔ تمہارا فرض یہ ہے کہ امیر کی مخالفت یا اس کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کی بجائے معاملہ خدا اور اس کے رسول کے سپرد کر دو۔ پس اللہ تعالی کی طرف سے قانون یہی ہے کہ جو امیر ہو خواہ چھوٹا ہو خواہ بڑا یا خلیفہ ہو تمہیں اس کی فرمان برداری کرنی چاہیے۔ اگر اس فیصلہ پر تمہیں اعتراض ہو اور تم سمجھتے ہو کہ تم مظلوم ہو اور بددیانتی سے تمہارے امیر نے ظلم نہیں کیا تو اللہ تعالی تمہاری مدد کرے گا اور وہ بھی معذور سمجھا جائے گا۔ اور اگر امیر نے تم پر ظلم کیا ہے تو بھی معاملہ خدا اور اس کے رسول کے سپرد کر دو۔ اور اطمینان رکھو کہ اگر قیامت کا کوئی دن ہے تو اس ظلم کا خود خدا بدلہ لیگا۔ (اخبار الفضل ۱۸ جولائی ۱۹۳۷ء ص ۴)۔

میاں صاحب کا یہ خطبہ سراسر القائے شیطانی ہے جس کا منشاء یہ ہے کہ دنیا میں بدمعاشی بے حیائی جوروستم، لوٹ گھسوٹ اور دیگر فواحش میں سرگرم رہے (کوئی اسے نہ روکے؟) یہ بات قرآن کریم کی روح کے صریح منافی، خلفائے راشدہ، اسلام نواز شاہان اسلام اور خود مسیح موعود کا عمل اس کی تردید کرتا ہے۔ مگر جناب خلافت مآب کی تفسیر کو درست مانا جائے تو صاف بات ہے کہ خلیفہ یا حاکم وقت شراب پیئے، شرفاء کی لڑکیوں کی عصمت دری کرے، غرباء کا مال غصب کر کے ذاتی وجاہت

پیدا کرے،لوگوں کوقتل کرائے ،بدمعاشوں کے ہاتھوں چوریاں کرائے ،ننگی عورتوں کے ناچ دیکھے ۔تمام قسم کی بے حیائیوں کا مرتکب بھی ہوتو بھی آنکھیں بند کر کےمحکوم دیوثی سے کام لے، بے غیرتی دکھائے اوراول تو حسن ظنی سے کام لے ورنہ خدا کے سپرد کر دے اور دنیا میں اپنی عصمت ، خاندان کی آبرو، مال ودولت اورایمان سے ہاتھ دھوڈالے ۔قیامت کوخداخود پوچھے گا۔گویا کہ خلیفہ شریعت کی قیود سے بالاتر ہے ۔عام انسان زنا کرے تو اسے درے۔اورخلیفہ سرکاری سانڈ کی طرح آزاد پھرے۔اگر عام انسان شراب پیئے تو اسے سزا،اور خلیفہ کے منہ لگتے ہی وہ دودھ بن جائے۔یہ ہے وہ اسلام جسے میاں صاحب پھیلارہے ہیں۔اور یہ ہے وہ تعلیم جس کی تعریف کرتے قادیانی پھولے نہیں سماتے ۔حقیقت یہ ہے کہ کسی چیز کا حسن وقبح انسان اس وقت دیکھتا ہے جب اسے اپنی ذات پر بھی وارد کرے۔پس اس عقیدہ کے موجد اور مؤید دونوں سے ایک سوال کرتا ہوں کہ اگران کے علاوہ کوئی اورشخص خلیفہ یا حاکم وقت ہواوراس کی کسی ایسی حرکت کا نتیجہ ان کی اپنی آبروریزی ہوتو ،اس صورت میں بھی ان کا یہی فتوی ہوگا کہ جناب نے جو کچھ کیا بالکل بجاہے آپ ایسے کام بار بار کریں ہم حسن ظنی سے کام لیتے ہوئے اطاعت کرتے رہیں گے کیونکہ اس کے بغیر نظام قائم نہیں رہ سکتا۔ہاں آپ نے یہ فعل نیک نیتی سے نہیں کیا تو قیامت کے روزاللہ تعالی آپ سے بازپرس کرے گا۔

افسوس کہ اندھی تقلیداور پیر پرستی...ایمان وعقل سے محروم کردیتی ہے۔قادیانیوں کے سامنے قرآن و سنت سے استہزا کیا جارہااوران میں وہ لوگ شامل ہیں جو کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی صحبت میں رہنے کے مدعی ہیں اور مومن کی صحبت انسان کے دل میں نقش توحید ثبت کرتی ہےاور وہ اپنے اندراس قدر غیرت رکھتا ہے کہ دین کے معاملہ میں زبردست سے زبردست طاقت کے ساتھ ٹکرا جاتا ہےاوراس کی گردن رب کعبہ کے سوا کسی کے آگے نہیں جھکتی۔

قادیانی دوستو!ایمانی غیرت سے کام لو۔تمہاری محبت اوربغض محض للہ ہونا چاہیے۔تم میں سے ہر ایک پر دین کی حفاظت عائد ہوتی ہےاس لئے خدا کے دین کی حفاظت کی خاطر کسی کو خاطر میں نہ

لاؤ۔ دنیا کی ذلت آخرت کی ذلت سے ہزار درجہ بہتر ہے (پیغام صلح لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۳۷ء ص ۳۔۴)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

واقعات مندرجہ بالا اگر صحیح ہیں تو محل افسوس ہے۔

پیغامی دوستو! جس طرح آپ خلافت قادیانیہ کے رازہائے سربستہ کی بنا پر شاکی ہیں مسلمان رسالت قادیانیہ کے اسرار کی بنا پر نالاں ہیں۔

(اہل حدیث امرتسر ۶۔ اگست ۱۹۳۷ء مطابق ۲۸ جمادی الاول ۱۳۵۶ھ جلد ۳۴ نمبر ۳۹ ص ۶۔۸)

مرزا قادیان اور حدیث سلمان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل علم ناظرین خوب آگاہ ہوں گے کہ علم منطق میں غلط استدلال بھی بتایا گیا ہے جس کا نام مغالطات عامۃ الورود ہے۔ ان کو ہر دعوی پر جاری کیا جاسکتا ہے حتی کہ دو دونے پانچ ہوں یا دو دونے چھ۔

قادیانی علم کلام کا مجموعہ بس یہی مغالطات ہیں جن کی بنا مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی ابتدائی تصنیف (ازالہ اوہام) سے رکھی ہے جس میں دو دونے پانچ کی مثال (دمشق سے مراد قادیان) بطریق مغالطات عامۃ الورود ثابت کرنے کی طرح ڈالی ہے اس کی ایک اور مثال ہم آج ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۵ نومبر ۱۹۳۷ء میں ہم نے قادیانیوں کے اس دعوی پر روشی ڈالی تھی جو وہ عرصہ دراز سے پیش کر رہے ہیں کہ:

حدیث سلمان میں جو یہ ذکر ہے کہ دین اگر ثریا پر بھی ہوتا تو اہل فارس میں سے ایک شخص اس کو لے آتا، اس سے مراد ہمارے حضرت مرزا صاحب قادیانی ہیں۔

اسکے جواب میں ہم نے خود مرزا صاحب اور ان کے جانشین میاں محمود احمد کے اقوال سے ثابت کیا تھا کہ مرزا صاحب فارسی الاصل نہیں ہیں بلکہ چینی الاصل مغل ہیں۔

ناظرین پرچہ مذکور سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اصل عبارت ملاحظہ فرما سکتے ہیں کہ کیسی

صاف اور صریح ہے مگر بحکم: قادیانی اور چپ ناممکن تھا کہ قادیان سے اس کا جواب نہ نکلتا۔

چنانچہ الفضل مورخہ ۱۰ نومبر میں اس کا جواب بڑے زور شور سے نکلا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب فارسی الاصل تھے کیونکہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے ان کو فارسی الاصل لکھا ہے۔

ناظرین کرام! آپ لوگوں نے کبھی کوئی ایسا مقدمہ سنا ہے کہ مدعی تو اپنی قومیت راجپوت لکھوائے اور راجپوت ہونے پر ہی اس کے دعوی کی بنا ہو۔ مگر اس کا گواہ اس کو برہمن بتائے۔ اب آپ ہی انصاف کریں کہ ایسی شہادت مدعی کو مفید ہوگی؟ ہرگز نہیں۔ ہمیں تو اس بات پر حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ جواب دیتے ہوئے اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ ہم جس بزرگ کی حمایت میں بول رہے ہیں اس کی تعظیم کرتے ہیں یا توہین؟

اب ہم ان دونوں بزرگوں کے بیانات کو سامنے رکھ کر نتیجہ ناظرین سے پوچھتے ہیں:

بیان مرزا : میں چینی الاصل مغل ہوں۔

بیان مولانا بٹالوی۔ مرزا صاحب فارسی الاصل تھے

تصدیق الفضل: مولوی محمد حسین کا بیان سچ ہے

نتیجہ: اگر گویم زبان سوزد

بقول الفضل مرزا صاحب کا بیان جھوٹا ہے اور مرزا صاحب خود...

قادیانی ممبرو! ذرا سوچ کر بتاؤ کہ تم لوگ اپنے مجدد مسیح موعود نبی اور رسول کی تعظیم کرتے ہو یا توہین؟ کوئی شخص اپنے نبی اور رسول کی ایسی توہین نہیں کر سکتا جیسی تم نے کی ہے کہ اپنے رسول کے مقابلے میں مولوی محمد حسین صاحب مرحوم کو سچا سمجھتے ہو۔ حالانکہ ان کو بطالوی کہا کرتے ہو اور مرزا صاحب کو اپنے بیان میں جھوٹا قرار دیتے ہو۔ دراں حالیکہ ان کو صادق مصدوق مسیح موعود مانتے اور منواتے ہو۔ مرزا ئیو!

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

سنو! اس کا جواب ہم تمہیں مرزا غلام احمد ہی کے کلام سے بتا سکتے ہیں مگر پانچ سیر لڈو بطور نذرانہ وصول کرنے کے بعد جو ہماری بتائی ہوئی دکان میں بنے ہوں۔ کیوں؟ ساقی نے کچھ ملا نہ دیا ہو شراب میں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ نومبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۱ رمضان ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۴ ص ۷)

مرزا قادیانی کا انتقال ہیضے سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان میں ایک سوال کے جواب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت کو پرانی بیماری دورانِ سر وغیرہ سے بتایا گیا ہے ۔ یہ محض اخفائے واقعہ ہے۔اصل یہ ہے کہ مرزا صاحب ہیضے سے مرے ہیں۔سب سے پہلی اطلاع جو اخبار الحکم ۲۸ مئی ۱۹۰۸ء کے ضمیمے کی صورت میں شائع ہوئی تھی اس کا ایک ہی فقرہ اس مطلب کو سمجھنے کے لئے کافی ہے۔

مرزا صاحب کو دو اور تین بجے کے درمیان ایک اور بڑا دست آگیا جس سے نبض بالکل بند ہوگئی۔

ایک ہی دست سے نبض کا بند ہونا بتا رہا ہے کہ یہ دست ہیضے کا تھا۔حکیم نورالدین صاحب نے اس زمانے میں بڑے ایچ پیچ کے ساتھ اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ مرزا صاحب کی موت ہیضے سے ہوئی۔حکیم صاحب کے پیچ دار الفاظ یہ ہیں:

دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضے سے مرے ہیں۔اچھا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے۔پھر ہیضے سے مرنا شہادت نہیں ہے؟

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ہمیں اس جگہ شہادت ، غیر شہادت سے بحث نہیں۔شہادت تو طاعونی موت کے لئے بھی حدیثوں میں آئی ہے،مگر مرزا صاحب قادیانی اپنی جماعت کے سوا دوسرے مسلمانوں کی موت کو،موت الکلاب، کہتے رہے۔یہ ایک اصطلاحی بات ہے۔اس سے ہمیں کوئی مطلب نہیں صرف واقعہ دیکھنا ہے کہ کس مرض سے مرے۔

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی (بقول خود) مستجاب الدعوات تھے آپ کے الہام میں یہ خدائی الفاظ موجود ہیں، اجیب کل دعا ئك (میں،خدا،تیری،مرزا کی،ہر دعا قبول کرتا ہوں)۔

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلے کے اشتہار میں یہ دعا کی تھی کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی و

ثناءاللہ امرتسری) میں سے جھوٹا طاعون یا ہیضہ سے مرے، ضروری تھا کہ اس دعا کا اثر ہوتا۔ چنانچہ ہوا۔ لیکن اتباع مرزا جیسا ان کی موت کو ان کی دعا کا اثر نہیں مانتے اسی طرح ان کی موت کا سبب ہیضے کو بھی نہیں مانتے ۔لیکن ان کی ایسی کوششوں سے واقعات نہیں چھپ سکتے:

سچائی چھپ نہیں سکتی بناوٹ کے اصولوں سے
کہ خوشبو آ نہیں سکتی کبھی کاغذ کے پھولوں سے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۳۔۱۰ دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۸ رمضان ۱۳۵۶ھ ص ۵۔۶)

میاں محمود اور محمد علی لاہوری کو مناظرے کا چیلنج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آپ دونوں صاحبوں کی تحریرات متعلقہ فیصلہ کن مباحثہ اس وقت میرے سامنے ہیں جن کی ابتداء ۱۵ ستمبر ۱۹۳۶ء سے ہوتی ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۶ء کے الفضل میں یہ سلسلہ یہاں تک پہنچا ہے کہ میاں محمود احمد، مولوی محمد علی لاہوری سے بالمواجہ گفتگو کرنے پر تیار ہو گئے ہیں آپ کے الفاظ حسب ذیل ہیں:

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں مولوی ابوالعطا صاحب سے کہا تھا کہ میں مسئلہ نبوت میں مولوی محمد علی سے خود مباحثہ کرنے کو تیار ہوں، آپ ان سے شرطیں طے کریں۔

سو معقول شرائط جن میں کوئی لغویت اور کھیل کا پہلو نہ ہو، جب بھی طے ہو جائیں تو مجھے مولوی صاحب سے مباحثہ کرنے میں کوئی عذر نہیں الا ان یشاء اللہ .

مباحثہ کی غرض اگر ایک جماعت تک حق کی آواز پہنچانا ہو، تو اس میں مجھے عذر ہی کیا ہو سکتا ہے ۔عذر تو اسی صورت میں ہوتا ہے جب مباحثہ کو کھیل یا فساد کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔

والسلام۔ خاکسار مرزا محمود احمد۔ (الفضل ۲۰ ستمبر ۱۹۳۶ء ص ۳)

اس کے بعد مولوی محمد علی کی طرف سے منظوری کے اعلانات شائع ہوتے رہے۔ ہاں اختلاف صرف مضمون

بحث کی تقدیم وتاخیر میں رہا۔ خیر اسے آپ جانیں اور وہ جانیں، ہمیں اس سے کچھ مطلب نہیں۔

ہمارا مطلب یہ ہے کہ جس طرح آپ دونوں صاحبوں نے آپس میں مسئلہ نبوت مرزا پر مباحثہ کرنا منظور کریں کیونکہ آپ لوگوں کا اختلاف تو اندرونی ہے مگر ہماری مخالفت ایک بیرونی چیز ہے۔یعنی آپ دونوں مرزا غلام احمد صاحب کو ان کے دعوی میں سچا جانتے ہیں اور مسائل نبوت وتکفیر میں اختلاف رکھتے ہیں۔اس

کے برخلاف ہم مرزا صاحب قادیانی کو ان کے دعوی (ماموریت من اللہ) میں سچا نہیں جانتے، اس لئے ہماری طرف سے مضمون آخری فیصلہ بطور مبحث کے پیش ہوگا۔

بغرض مزید تشریح ہم ایک مثال بھی پیش کرتے ہیں تاکہ آپ دونوں صاحب ہمارے مدعا کو اچھی طرح سمجھ سکیں۔

مثال: شیعہ اور سنی دونوں گروہ نبوت محمدیہ کے مصدق ہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کو چیلنج کرتے ہیں کہ آؤ خلافت ثلاثہ پر مباحثہ کریں۔ اسی دوران میں ایک منکر اسلام آکر کہتا ہے کہ پہلے تم دونوں گروہ مل کر مجھ سے صداقت اسلام پر بحث کرلو کیونکہ میں اسلام کو سچا مذہب نہیں جانتا۔اب ذرا انصاف سے بتاؤ کہ ایسی حالت میں کیا ان فرزندان اسلام کا فرض نہیں کہ اپنی باہمی نزاع کو چھوڑ کر پہلے اس مشترک مخالف کی طرف متوجہ ہوجائیں۔

مولانا حالی اسکے متعلق ایک لطیف رباعی فرما گئے ہیں

کہتا تھا کل اک منکر قرآن و خبر
کیا لیں گے یہ اہل قبلہ باہم لڑ کر
کچھ دم ہے تو میداں میں آئیں ورنہ
کتا بھی ہے شیر اپنی گلی کے اندر

مولانا حالی مرحوم نے اس رباعی میں آپ دونوں صاحبوں کو نصیحت ہے کہ پہلے دونوں باہم مل کر مرزائی قلعے سے حملہ ثنائی کی مدافعت کریں۔یہی آپ کی سعادت مندی ہے اور یہی خدمت احمدیت ورنہ سمجھا

جائے گا کہ آپس میں مباحثہ کی چیلنج بازی محض ایک نمائشی چیز ہے اور مضمون آخری فیصلہ واقعی آخری فیصلہ ہے جواب کا منتظر۔ تحریک احمدیت کا پرانا خادم: ابوالوفا ثناءاللہ کفاہ اللہ امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ۱۳شوال ۱۳۵۶ھ ص ۵)

مرزائی ہر دو صنف میں مباحثے کی تحریک

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۱۵ستمبر ۱۹۳۶ء سے جماعت احمدیہ کے دو فریقوں میں مباحثے کی تحریک شروع ہوئی ہے آج دسمبر ۱۹۳۷ء ختم ہونے کو ہے، اس سوا سال کے عرصہ میں ان دو جماعتوں کا ابتدائی مرحلہ بھی طے نہیں ہوا یعنی مبحث (مضمون بحث) طے نہیں ہوسکا اور مضمون بحث کی تعیین میں اتنی دیر کا لگنا بتا رہا ہے کہ اصل بحث میں پندرہ ماہ کی بجائے پندرہ سال لگیں گے۔ آخری مضمون جو اس کے متعلق اخبار الفضل میں ہمیں پہنچا ہے وہ ۱۴ دسمبر ۱۹۳۷ء میں مرقوم ہے جو ناظرین کی آگاہی کے لئے درج کیا جاتا ہے۔ جناب مولوی محمد علی صاحب امیر غیر مبایعین نے تحریر فرمایا تھا:

(الف): ہمارے درمیان جو اختلاف مسائل ہے اس کی اصل جڑ مسئلہ نبوت ہے اگر ہمارے احباب محض اللہ تعالی سامنے جواب دہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر اسکا فیصلہ کرنا چاہیں تو اسکی راہ نہایت آسان ہے۔

(ب): میں تم کو خدا کی قسم دے کر کہتا ہوں کہ آؤ سب سے پہلے ایک بات کا فیصلہ کرلو اور جب تک وہ فیصلہ نہ ہوجائے دوسرے معاملات کو ملتوی رکھو۔ اصل جڑ سارے اختلاف کی صرف حضرت مسیح موعود کی قسم نبوت کا مسئلہ ہے (ٹریکٹ نبوت کاملہ تامہ اور جزئی نبوت میں فرق۔)

یہ واضح اور کھلی تحریرات لکھنے کے بعد آج اگر مولوی محمد علی صاحب خود ہی فیصلہ کی اس، نہایت آسان راہ، کو چھوڑ دیں دوسرے معاملات کو ملتوی رکھنے کی بجائے انہیں مقدم کرنا چاہیں اور سب سے پہلے اس ایک بات کے فیصلہ کرنے پر رضامند نہ ہوں تو فرمایئے کیا اس کا بدیہی نتیجہ یہ نہیں کہ

جناب مولوی محمد علی صاحب، اللہ تعالیٰ کے سامنے جواب دہی اور سلسلہ کی خیر خواہی کو مدنظر رکھ کر بات نہیں کر رہے۔

میں غیر مبایعین سے کہتا ہوں کہ اگر آپ ہمارا فیصلہ نہ مانیں ہمارے اخذ کردہ نتیجہ سے متفق نہ ہوں تو جائیں دنیا کے کسی عقل مند کے سامنے جناب مولوی محمد علی صاحب کی مندرجہ بالا عبارت پیش کر کے پوچھیں کہ کیا ان تحریرات کا لکھنے والا اگر آج مسئلہ نبوت حضرت مسیح موعود پر بحث کو فیصلہ کن نہ سمجھے اور سب سے پہلے اس کے فیصلہ کے لئے تیار نہ ہو تو اس کا گریز ہے یا نہیں؟ مجھے یقین ہے کہ دنیا کے دانش مند بالاتفاق مولوی محمد علی صاحب کے رویہ کو گریز اور صریح گریز قرار دیں گے مجھے تو اس بارے میں اس قدر وثوق ہے کہ میں خود جناب مولوی محمد علی صاحب کو بھی اس کے متعلق ہم اپنا ہم خیال سمجھتا ہوں ورنہ کیا وجہ ہے کہ قریباً ایک سال سے میں جناب مولوی صاحب کی اس تحریر کو ان کے سامنے رکھ رہا ہوں مگر وہ بالکل خاموش ہیں آج تک مولوی صاحب نے ایک مرتبہ بھی اپنی اس حلفیہ تحریر کے متعلق درافشانی نہیں فرمائی۔ آخر کچھ تو ہے جس کی وجہ سے یہ خاموشی ہے۔

میں آج پھر اتمام حجت کے طور پر اللہ تعالیٰ کے نام پر جناب مولوی صاحب اور ان کے رفقاء سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے مندرجہ بالا مجوزہ طریق فیصلہ پر حضرت امیر المومنین خلیفۃ الثانی سے فیصلہ کن مناظرہ کر لیں۔ مناظرہ تقریری ہو تحریری ہو۔ لاہور میں ہو یا قادیان میں سب منظور ہے۔ اگر اب بھی جناب مولوی محمد علی صاحب نہ اپنے مجوزہ طریق پر فیصلہ کیلئے آمادہ ہوں اور نہ ہی اس مجوزہ طریق کی تغلیط کریں بلکہ اس کے ذکر سے ہی پہلو تہی کریں تو اے آسمان اے زمین اور اے دنیا کے منصف مزاج انسانو! سب گواہ رہو کہ مولوی محمد علی صاحب نے صریح گریز اختیار کیا اب وہ اللہ تعالیٰ کے حضور جواب دہ ہیں۔

گذشتہ سال ہمارے مطالبات سے تنگ آ کر جناب مولوی محمد علی صاحب نے امیر جماعت قادیان کو فیصلہ کن بحث کے لئے دعوت کے عنوان سے ایک مقالہ لکھا جس میں تحریر فرمایا کہ:

ساری بحث نبوت تو دو جملوں میں طے ہو جاتی ہے اگر حضرت مسیح موعود نے دوسرے مسلمانوں کا جنازہ جائز قرار دیا ہے تو آپ کے نزدیک وہ کافر نہیں بلکہ مسلمان ہیں اور اگر آپ کو نہ ماننے والے مسلمان ہیں تو یقیناً آپ کا دعوی نبوت کا نہیں ...اور اگر آپ کے ارشادات قابل تعمیل ہیں تو نبوت کا مسئلہ حل شدہ ہے ۔(پیغام صلح لاہور ۱۹ نومبر ۱۹۳۶ء)

اس چیلنج کا مطلب واضح ہے مولوی محمد علی صاحب نبوت حضرت مسیح کے بارے میں بحث کے لئے بلاتے ہیں اور اس مسئلہ کے حل کے لئے حضور کے ارشادات کو قابل تعمیل ماننا ضروری قرار دیتے ہیں غرض موضوع بحث طے شدہ ہے ہاں مولوی محمد علی صاحب اسی مضمون میں لکھتے ہیں:

صرف یہ چاہتا ہوں کہ وہ (محمود) خود اپنی ذمہ داری کو مدنظر رکھتے ہوئے ایک فیصلہ کن بحث کے لئے قدم اٹھائیں،

گویا آپ کا اب صرف یہ مطالبہ تھا کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے خود حضرت امیر المومنین مناظرہ کرنے والے ہوں۔ اسکے علاوہ آپ کی طرف سے کوئی شرط نہ تھی۔ چنانچہ مولوی محمد علی صاحب کے ایک معتمد بابو منظور الٰہی صاحب نے ۱۹ نومبر کا پیغام صلح بھیجتے ہوئے مجھے لکھا:

آپ اخبار پیغام صلح کا تازہ پرچہ ملاحظہ فرمالیں جس میں حضرت مولانا محمد علی صاحب نے بغیر کسی قدیم یا جدید شرط کے امیر جماعت قادیان کو مباحثہ کا چیلنج دیا ہے اگر آپ لوگوں میں تحقیق حق کا خیال ہے تو اس مباحثہ کو ہاتھ سے نہ جانے دیں کیونکہ آپ ہماری جماعت کو ایسے چیلنج دینے کے عادی ہیں۔ ہر دو جماعتوں کے بانیان میں اختلافات موجود ہیں کیوں نہ وہ خود میدان میں نکل کر باہم مباحثہ کر کے جماعت کو اختلاف سے نکالیں ہماری کس سے رشتہ داری نہیں کہ ہم خواہ مخواہ دین کے معاملہ میں کسی کی پچ کریں آپ کو خاص طور پر اس مباحثہ کی منظوری کا انتظام کرنا چاہیے،

پس مولوی محمد علی صاحب کی طرف سے کسی قسم کی قدیم یا جدید شرط نہ تھی ان کا اور ان کے ساتھیوں کا صرف یہ مطالبہ تھا کہ مولوی محمد علی صاحب مناظرہ حضرت امیر المومنین سے کریں۔

میں نے پیغام صلح کا پرچہ حضرت امیر المومنین کی خدمت میں پیش کیا حضور نے فرمایا میں

مولوی محمد علی صاحب سے نبوت حضرت مسیح موعود کے بارے میں بحث کرنیکے لئے تیار ہوں۔آپ میری طرف سے اعلان کردیں۔ چنانچہ اخبار الفضل ۱۱دسمبر ۱۹۳۶ء میں خاکسار نے یہ اعلان کردیا مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ حضرت امیر المومنین کی اپنی تحریر نہیں ہے اس پر حضور نے مندرجہ ذیل تحریر شائع کی:

میں تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے مولوی ابوالعطا صاحب سے کہا تھا کہ میں مسئلہ نبوت میں مولوی محمد علی صاحب سے خود مباحثہ کرنے کو تیار ہوں آپ ان سے شرطیں طے کرلیں سو معقول شرائط جن میں کوئی لغویت اور کھیل کا پہلو نہ ہو جب طے ہو جائیں تو مجھے مولوی صاحب سے مباحثہ کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ الا ان یشاء اللہ

مباحثہ کی غرض اگر جماعت تک حق کی آواز کا پہچانا ہو تو مجھے اس میں عذر ہی کیا ہوسکتا ہے عذر تو اسی صورت میں ہوتا ہے جب مباحثہ کو کھیل یا فساد کا ذریعہ بنانے کی کوشش کی جاتی ہے۔،

اس اعلان کے بعد مولوی محمد علی صاحب اور انکے ساتھیوں کیلئے کوئی گنجائش باقی نہ رہ گئی لیکن حق کا مقابلہ آسان نہیں اس لئے مولوی محمد علی صاحب نے اس واضح اور آسان طریق فیصلہ سے انحراف کیا اور ہرگز تیار نہ ہوئے کہ اپنے حلفیہ مجوزہ طریق فیصلہ کی رو سے تصفیہ کرلیتے حتی کہ ہمیں کہنا پڑا کہ

میں تم کو خدا کی قسم دیکر کہتا ہوں کہ آؤ سب سے پہلے ایک بات کا فیصلہ کرلو اور جب تک وہ فیصلہ نہ ہو جائے دوسرے معاملات کو ملتوی رکھو۔اصل جڑ سارے اختلاف کی صرف حضرت مسیح موعود کی قسم نبوت کا مسئلہ ہے ۔(ٹریکٹ مولوی محمد علی صاحب)

کیا مولوی صاحب اب بھی اس طریق پر فیصلہ کن مناظر کے لئے تیار ہیں خاکسار ابوالعطا جالندھری ۔(اخبار الفضل قادیان ۱۴دسمبر ۱۹۳۷ص ۵۔۶)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ان دونوں مرزائیہ صنفوں میں تو بات کا ابتدائی مرحلہ بھی طے نہیں ہوتا اس لئے ہم نے ان دونوں کی خدمت میں پچھلے پرچہ اہل حدیث میں اپیل کی ہے کہ وہ رخ ہماری

طرف پھیریں اور دونوں مل کر ہمارا مقابلہ کریں اگر وہ ہمارے مقابلہ میں ہی عاجز آ جاویں تو ایسے عقیدہ کو ترک کر دیں جو دین دنیا میں ان کے لئے مفید نہ ہو۔

احمدی بہادرو! مرد میدان بنو دنیا کیا کہے گی کہ اپنے پیرو مرشد کی ایک بات کو ثابت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوئے تصفیہ شرائط کے لئے اپنا سفیر جلدی بھیجو ہمیں زیادہ انتظار نہ کراؤ اور سن رکھو

انا سلمة ابن الاکوع۔ الیوم یوم الرضع

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۰ شوال ۱۳۵۶ھ ص ۴۔۶)

مرزا غلام احمد قادیانی کا نسب نامہ

جناب عبدالحق صاحب لائل پور (حال فیصل آباد) سے لکھتے ہیں:

کچھ دنوں سے اخبار اہل حدیث امرتسر اور الفضل قادیان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نسب پر بحث چل رہی ہے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب، مرزا صاحب کے اپنے بیان سے ثابت کر رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب چینی الاصل مغل تھے لیکن اخبار الفضل کا فاضل اڈیٹر مرزا صاحب کو فارسی النسل بتلاتا ہے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسری، مرزا صاحب کی خود نوشتہ تحریروں سے مرزا صاحب کا مغل اور چینی الاصل ہونا ثابت کرتے ہیں لیکن اڈیٹر صاحب الفضل بعض مخالف اشخاص کی تحریروں سے مرزا صاحب کا فارسی الاصل جتلاتے ہیں اور پھر شخص بھی وہ جن کو مرزا صاحب جھوٹا قرار دیا کرتے تھے اب سوال تو یہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا صحیح نسب کیا تھا؟

بات اصل یہ ہے کہ اس خود ساختہ مسیح موعود نے جہاں بھی کوئی پیش گوئی خواہ وہ کسی اور کے متعلق ہی کیوں نہ ہو فوراً اپنے پر چسپاں کرنیکی کوشش کی اور اسی ناجائز کوشش میں ان کا حسب نسب خلط ملط ہو گیا۔ اب مرزا صاحب کہنے کے لئے تو مغل ہیں لیکن ان کی تحریروں سے ان کے صحیح حسب نسب کا کچھ بھی پتہ نہیں چلتا۔ کبھی تو وہ اپنے تئیں مغل، کبھی ترک، کبھی بنی اسرائیل، کبھی چینی الاصل، کبھی فارسی النسل، اور کبھی جاٹ بتلاتے تھے۔ مثلاً حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۰۱ حاشیہ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس سے مطلب یہ ہے کہ اس (مسیح موعود) کے خاندان میں ترک خون ملا ہوا ہوگا ہمارا خاندان جو اپنی شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیش گوئی کا مصداق ہے کیونکہ اگر چہ سچ وہی ہے کہ جو خدا نے فرمایا کہ یہ خاندان فارسی الاصل ہے مگر یہ تو یقینی اور مشہود اور محسوس ہے کہ اکثر مائیں اور دادیاں ہماری مغلیہ خاندان سے ہیں اور وہ چینی الاصل ہیں یعنی چین کی رہنے والی ہیں

مرزا صاحب قادیانی کی اس تحریر سے مندرجہ ذیل باتیں ثابت ہوتی ہیں

ا۔ یہ کہ مرزا صاحب مغلیہ خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔۲۔ یہ کہ مرزا صاحب کی نسل میں ترکوں کا بھی حصہ تھا۔۳۔ یہ کہ مرزا صاحب فارسی النسل تھے۔۴۔ یہ مرزا صاحب کی اکثر مائیں اور دادیاں چینی الاصل تھیں

لیکن خلیفہ اول حکیم نور الدین تصدیق براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ:

ترک یاجوج ماجوج کی نسل سے ہیں۔

اس لحاظ سے مرزا صاحب میں بھی یاجوج ماجوج کا حصہ ثابت ہے۔

۲۔مرزا صاحب کے حسب نسب کے متعلق اخبار الفضل مجریہ ۲۸ فروری ۱۹۳۳ء ص ۶ کالم ۲ میں لکھا ہے کہ:

پس اس سے ظاہر ہے کہ مسیح کی بشارت کا صحیح مصداق وہی شخص ہوسکتا ہے جو اگرچہ مذہبی وملی لحاظ سے اسرائیلی نہ ہو لیکن کسی دوسری صورت کے لحاظ سے تو بنی اسرائیل کے لئے باعث بشارت ہو سکتا ہو جیسے کہ مسیح موعود نسلاً بنی اسرائیل سے ہیں...یہ امر بھی اس کو النود؟ احمد کا مصداق ٹھہراتا ہے جو خونی اور نسلی رشتہ کے لحاظ سے پہلے مسیح کی طرح اسرائیلی ہو۔

اس تحریر سے مرزا صاحب بنی اسرائیل کی نسل سے ثابت ہیں۔

۳۔اربعین نمبر۲ صفحہ ۱۷ حاشیہ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ:

یادر ہے کہ اس خاکسار کا خاندان بظاہر مغلیہ خاندان ہے کوئی تذکرہ ہمارے خاندان کی تاریخ میں یہ نہیں دیکھا گیا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا ہاں بعض کاغذات میں یہ دیکھا گیا ہے ہماری بعض دادیاں شریف اور مشہور سادات میں سے تھیں۔اب خدا کے کلام سے معلوم ہوا کہ دراصل ہمارا خاندان فارسی خاندان ہے سو اس پر ہم پورے یقین سے ایمان لاتے ہیں کیونکہ خاندانوں کی

حقیقت جیسا کہ اللہ تعالی کو معلوم ہے کسی دوسرے کو ہر گز معلوم نہیں اسی کا علم صحیح اور یقینی ہے اور دوسروں کا شکی اور ظنی۔

اس تحریر کا مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب کے خاندان کی تاریخ میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ وہ بنی فارس کا خاندان تھا اور اس خیال سے مرزا صاحب اپنے تیئں مغل ہی سمجھتے تھے لیکن بھلا ہو ملہم مرزا کا جس نے مرزا صاحب کو حقیقت حال سے آگاہ کر دیا کہ شجرہ نسب کے بیچ میں کوئی فارسی النسل بھی مداخلت کا مرتکب ہو جانے سے مرزا صاحب کا مغلیہ خاندان فارسی الاصل اور سید الحسب بن چکا ہے۔

۴۔شری گورونانک دیو جی مہاراج کہ نہہ کلنک اوتار کے متعلق پیش گوئی آپ کی جنم ساکھی مولفہ بھائی بالا صفحہ ۲۵۱ وصفحہ۲۷۲ پر یہ تھی کہ وہ نہہ کلنک قوم کا جٹ ہوگا۔

لیکن مرزا غلام احمد صاحب کے پیروؤں نے اس پیش گوئی کو بھی مرزا صاحب پر چسپاں کر دیا اور مرزا صاحب کو جٹ قرار دے دیا۔

اب ناظرین انصاف فرماویں کہ مرزا صاحب کس نسل سے تھے؟ آیا

۱۔ترکوں کی نسل سے۔؛۲مغلوں کی نسل سے۔۳۔بنی اسرائیل سے۔،۴ یا چینی نسل سے۔،۵۔یا فارسی نسل سے،۔یا ،۶ وہ جٹ نسل سے۔یا سید تھے

ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ دسمبر ۱۹۳۷ء مطابق ۲۰ شوال ۱۳۵۶ھ ص ۶۔۷)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ بهاء الدین محمد سلیمان۔ ۳۰ جو لا ئی ۲۰۲۰ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

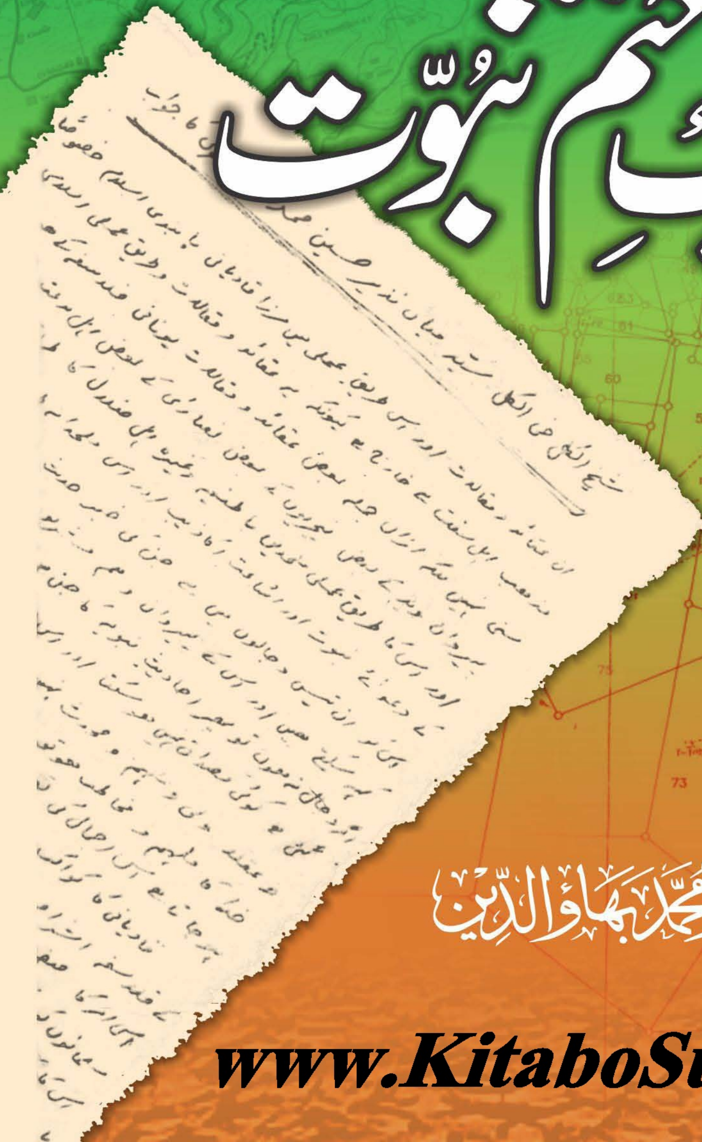

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت و چہارم (٦٤)

برق آسمانی برخرمن قادیانی
قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۸ء (۲۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت و چہارم (٦۴) برق آسمانی برخرمن قادیانی قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۸ء (۲۳)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۰۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیراہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۷
برق آسمانی برخرمن قادیانی	۸
اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۸ء سے	۵۶
مجھ پر قاتلانہ حملہ اور قادیان میں شماتت	۵۶
تبصرہ بر تذکرہ۔۱	۵۷
قادیانی اور مصری نزاع اور اسکے فیصلے کی صورت	۶۱
یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج	۶۲
قصر خلافت میں اضطراب	۷۱
کیا یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج	۷۵
قادیان کے ایک مصنف کو سزائے قید و جرمانہ	۷۹
نبی قادیان اور رب قادیان	۸۰
خلیفہ قادیان اور خلیفہ مصر	۸۱
تبصرہ بر تذکرہ۔۲	۸۳
مرزا قادیانی اپنے مقصد میں فیل	۸۸
قادیانی اقوال مختلفہ کا نمونہ	۹۱
تبصرہ بر تذکرہ۔۳	۹۲
ڈاکٹر صاحب سچے ہیں یا مرزا صاحب	۹۵
مرزا قادیانی اپنے دعوی میں فیل	۹۸
مرزا قادیانی اور مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی	۱۰۰

ڈاکٹر بشارت اپنے مسیح کی تکذیب پر اتر آئے	۱۰۲
بہائی مذہب اور دین اسلام	۱۰۳
تبصرہ بر تذکرہ۔۴	۱۰۷
قرآنی لفظ خاتم النبیین کی صحیح اور معتبر تفسیر	۱۱۲
مرزا قادیانی فیل گئے ہیں	۱۲۰
شراب کی وجہ سے دس اشخاص پر لعنت	۱۲۱
قرآنی لفظ خاتم النبیین کی صحیح اور معتبر تفسیر	۱۲۳
فاروق قادیان کا باطل دعوی	۱۳۱
مرزائیوں کا رشتہ ناطہ	۱۳۲
ڈاکٹر بشارت احمد، مرزا کی تکذیب پر	۱۳۴
محمدی بیگم کا نکاح	۱۳۶
یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج	۱۴۱
کیا شیخ بہاء اللہ پیغمبر تھے	۱۴۶
تبصرہ بر تذکرہ۔۵	۱۴۹
یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج	۱۵۲
سوامی دیانند سرسوتی اور مرزا قادیانی	۱۵۶
لاہوریوں کو خلیفہ قادیان کے سامنے جھک جانا چاہیے	۱۶۰
قادیانی کے کلاس فیلو	۱۶۱
امر جامع پر جمع ہو جاؤ	۱۶۴
مرزا صاحب چینی مغل تھے یا فارسی الاصل ایرانی	۱۶۸
ان دو میں تیسرے ہم ہوں گے	۱۷۰
آسمانی نکاح اور قادیان میں اضطراب	۱۷۱
خلیفہ قادیان کا ایک عجیب فیصلہ	۱۷۳
کیا احمدیہ جماعت سے حکومتیں بھی ڈرتی ہیں	۱۷۴
جرمن ترجمہ قرآن	۱۷۵

شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی الوہیت تھے یا رسالت	۱۷۶
مرزا قادیانی کا احیائے اسلام	۱۷۸
مرزا قادیانی کی کامیابی خواب میں	۱۸۱
احمدیوں کوضروری کام پر توجہ کرنی چاہیے	۱۸۳
مسیح موعود اور تقسیم مال	۱۸۴
کیا مرزا ،توہین رسول کرنیوالا تھا؟	۱۸۶
خلیفہ قادیان کی خدمت میں عریضہ	۱۸۷
چوہدری عبدالغنی مرزائی کے ساتھ مباہلہ	۱۸۹
مرزائیوں کوکھلا چیلنج	۱۹۱
احمدیہ اخباروں کا مسیح موعود نمبر	۱۹۲
مرزا قادیانی بری طرح فیل ہوئے	۱۹۸
آخری فیصلہ پر فیصلہ کن مناظرہ	۲۰۱
مرزا غلام احمد کا قدوم دہلی	۲۰۴
سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات ۔۲	۲۲۳
مسلمانوں کی بدحالی اور مرزا قادیانی کی ناکامی	۲۲۶
قادیانی مغالطہ: نزول مسیح کی تاویل اور اسکا جواب	۲۳۲
پیغام صلح کے الفاظ میں مرزا صاحب کی دعوت	۲۳۴
بہاء اللہ کی بابت سوال اور اس کا جواب	۲۳۷
مسئلہ تقدیم وتاخیر اور اخبار فاروق قادیانی	۲۳۸
سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات	۲۴۱
قادیانی اور لاہوری مرزائیوں میں مباحثہ کب ہوگا؟	۲۴۵
ساون کے اندھوں کو ہرا ہی نظر آتا ہے	۲۴۶
ترجمان اور قادیان	۲۴۹
سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات	۲۵۰
مرزا کرشن صاحب قادیانی	۲۵۳

معیار صداقت مسیح موعود	۲۵۶
تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا	۲۵۸
کذبات مرزا۔۲	۲۶۱
نبیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں فرق	۲۶۵
تبرکات مرزا	۲۶۷
قادیانی کی عظیم الشان پیش گوئی	۲۶۸
کیا شاعری مانع نبوت نہیں؟	۲۷۱
مرزا صاحب کی دورخی بابا نانک کے متعلق	۲۷۳
مسیح اسرائیلی اور مسیح محمدی	۲۷۴
گورنمنٹ برطانیہ پر مرزا صاحب کا حملہ	۲۷۷
مسیح قادیان، خلیفہ قادیان اور مسیح علیہ السلام	۲۸۰
قادیانی چیلنج متعلقہ تفسیر نویسی کی حقیقت	۲۸۱
میری وفات اور قادیان میں شادیانے	۲۸۵
رسول کریم کا مرتبہ قادیان کی نظر میں	۲۸۷
مرزا قادیانی کی زندگی پر انصاف سے غور کرو	۲۸۹
مرزا قادیانی کی خدمات اسلامیہ	۲۹۵
مرزائیانہ تحریف کا جواب	۲۹۶
فرقہ ناجیہ جماعت احمدیہ ہے؟	۲۹۸
مباہلہ اور اس کا ہولناک انجام	۳۰۱
یورپ میں سرمایہ اصحاب الحدیث کا نگہبان	۳۰۲
اعتراف خدمات وخراج عقیدت	۳۰۳

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام على سيد الا نبياء ـ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد چونسٹھ (اور قادیانی مشن کی جلد ۲۳) جلد قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں حافظ گوہر دین کا منظوم رسالہ: برق آسمانی برخرمن قادیانی نقل کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد ۱۹۳۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، مولوی ابوسعید عبدالعزیز لدھیانوی، جناب شفا مبارک پوری اعظمی، ملک ابو یحیی امام خان نوشہروی، ماسٹر محمد حسین میانہ پورہ سیالکوٹ، مولانا عبدالروف جھنڈانگری، ڈاکٹر منصور علی گڈھ یونیورسٹی، مولوی نور محمد ممیانوی، مولوی محمد علی جے پوری، مولوی ابوعبداللہ محمد ادریس ڈیانوی، مولوی احمد بخش تونسوی، وغیرھم کی نگارشات نقل ہوئی ہیں۔ مولانا رفیق دلاوی کی رئیس قادیان سے ایک طویل اقتباس بھی ہے اور پنڈت آتمانند کی بعض تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام
فقیر بارگاہ صمدی محمد بهاء الدين ـ ۳ ـ اپریل ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

برق آسمانی برخرمن آسمانی

حافظ گوہر دین واعظ محمدی
موضع ملک پور متصل آوان ضلع لاہور
مقیم موضع ورک ڈاک خانہ کلانور ضلع گورداسپور
روز بازار الیکٹرک پریس ہال بازار امرتسر
۲۳، یا ۲۴ مئی ...۳ رمضان ۱۳۴۸ھ (۱۳۳۸ھ؟)

مولانا عبدالحی فتح گڈھی (گورداسپوری) کی تقریظ

مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد فاسدہ کی تردید بحوالہ آیات قرآنیہ اور احادیث نبویہ واجماع امت (کی گئی ہے)...
اور عربی عبارتوں کا ترجمہ پنجابی نظم میں سہولت عوام الناس کے لئے کر دیا گیا ہے۔ یہ کتاب عوام کو گرداب ضلالت سے محفوظ رکھنے کے لئے نہایت مفید ثابت ہوگی۔ ان شاء الله تعالی

صاحبزادہ سید ظہورالحسن بٹالوی کی تقریظ

بسم الله الر حمن الر حیم ۔الحمد لله و حد ہ و الصلوۃ و السلا م علی من لا نبی بعدہ ... اما بعد ۔ فقد طلعت ھذا

الکتا ب من بعض ا لا ما کن و مو لا نا عبد الحی کتب التقریظ علیه سا بقاً فھو حری لرد العقا ئد الکا سدۃ المرزائیة و ار جوا من الله ان یعطی جز یل عطاء ہ للمصنف

مولوی محمد حسین مولوی فاضل، اسلامیہ سکول بٹالہ کی تقریظ

کتاب ہذا مسیح قادیانی کے ردّ میں نہایت مفید ثابت ہوگی انشاء اللہ۔ عوام کے لئے آیات و احادیث کا عام فہم ترجمہ پنجابی نظم میں کر دینا نہایت مؤثر ثابت ہوتا ہے۔ لہذا ایسی کتابوں کا افادہ عوام کے لئے شائع کرنا ایک مفید دینی خدمت ہے۔ اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر دے۔ مصنف کی حوصلہ افزائی مسلمانوں کو کرنی چاہیے۔

مولوی محمد ابراہیم امام جامع مسجد بٹالہ کی تقریظ

نحمدہ و نصلی علی رسو ل الکر یم الذی لا نبی بعدہ ۔

اما بعد میں نے اس رسالہ کو بعض جگہ سے دیکھا۔ واقعی زہر عقائد مسیح کاذب کادیانی کے لئے تریاق ہے ۔ دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ مؤلف کو جزائے خیر عنائت فرماوے۔

مولانا محمد جمال امرتسری کی تقریظ

بسم الله الر حما ن الر حیم ۔ رسالہ مولوی محمد گوہر الدین صاحب میری نظر سے گذرا۔ ہر مسلمان کو اس کا مطالعہ اشد ضروری ہے، اس لئے کہ احقاق مذہب حقہ اسلام و تردید مذہب مرزائیہ کے لئے برہنہ شمشیر ہے۔

مولوی حکیم مناظر محمد امین
(واعظ آل انڈیا اہل حدیث کانفرنس دہلی)
ساکن رحمت آباد داوٹھیاں، امرتسر کی تقریظ

مؤلف نے جس عمدہ طریق سے عقائد قادیانی کے بخئیے ادھیڑ کر رکھ دیئے ہیں وہ اسی کا حصہ ہے۔ جو مرزائی بنظر انصاف دیکھے گا، اسے بجز تسلیم کے چارہ نہ ہوگا۔ خدا قبول فرمائے۔

....

بسم الله الرحمن الرحیم
نحمده و نصلی علی رسوله الکریم

و ما توفیقی الّا بالله علیه توکلت و الیه انیب

در بیان حمد رب العالمین ونعت خاتم النبیین
متضمن بر پیشگوئیاں متعلق کاذبان دعوی کنندگان نبوت
وتمہید مضمون بعون اللہ المتین

حمداں لائق ذات مقدس ہر دم شام صباحیں
غالب شاہنشاہ قدیمی خالق مالک سائیں
رحمت نال کمال رسولاں وار و وار گھلایا
چشمہ فیض ہدایت والا کھولیا فضل کمایا
سب تھیں پچھوں پاک محمد سید ذات گرامی
مرشد رہبر بھے جیا فضلوں کارن خلق تمامی

کر قانون مکمل سارا ہتھ اس دے پکڑایا
لہندے چڑھ دے تیک برابر جاری حکم کرایا
دین اسلام قانون قرانوں کامل صورت پائی
حل گئے ہو مسئلے سارے نقص رہیا نہ کائی
تابعداراں کارن واجب ہر ہر وچہ اشارے
پیش عمل نت رکھن نیک نمونہ نبی سوہارے

قا ل الله تعا لی: و ما کان لمؤمن و لا مؤمنة اذا قضى الله و رسو له ان یکو ن لهم الخیرة من امر هم (احزاب:۳٦)(ترجمہ: کسی مرد مومن یا عورت کو جائز نہیں کہ جب اللہ تعالی اور اس کا رسول کوئی کام فیصلہ کریں تو پھر وہ اپنے کاموں میں اپنا اختیار باقی رکھیں)

با ہجہ طریق شرع نبوی دی جے کوئی عمل کماوے
وچہ حضور خداوند عالم نہ منظور لیاوے
محشر دے دن حوض نبی تے بعضیاں قوماں آون
آخر پاک محمد جھڑکن حوضوں دور ہٹاون
سحقاً سحقاً لمن غیّربعدی حکم نبی فرماون
دین میرا بدلایا انہاں دور نکالے جاون
گمرا ہی دیاں فتنیاں کو لوں پاک رسول ڈرایا
کر تاکیداں سنت تائیں محکم پھڑو بتایا

عن ابی هریرة قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ یکو ن فی آ خر الزما ن دجّا لو ن کذّا بو ن یأتو نکم من ا لا حا د یث بما لم تسمعوا انتم و لا آ باء کم فایاکم و ایا هم ۔(ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے آخر زمانے میں فریب دینے والے ہوں گے جھوٹے تمہارے پاس وہ حدیثیں لاویں گے جو تم نے نہیں سنیں اور نہ تمہارے باپوں نے۔ پس بچو ان سے، اور بچاؤ ان کو آپ سے نہ گمراہ کریں وہ تم کو اور نہ فتنہ میں ڈالیں۔ مسلم)

ابو ہریرہؓ کہے جو فرمایا ایہ نبی خدا نے
پیدا ہون دجال تے کاذب آخر وچہ زمانے
ایسیاں گلاں کرن تساں نہ سنیاں ہیں کدائیں
پس بچو انہاں تھیں فتنے وچہ نہ دیون گھت تسائیں
میرے بعد پیغمبر جھوٹے ہوسن نبی بتایا
با اسناد روایت راہوں ابو داوٗد لیایا

سیکو ن فی امّتی کذّا بو ن د جّا لو ں ثلا ثو ن کلّھم یز عم انّہ نبی اللہ و انا خا تم النبیین لا نبی بعدی ۔(عنقریب میری امت میں تیس جھوٹے دجال ظاہر ہوں گے (ان کی علامت یہ ہے) ہر ایک ان میں سے خیال کرے گا کہ وہ اللہ کا نبی ہے (تم یاد رکھو کہ) میں خاتم النبیین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا)۔

میری امت وچہ نبی تیہہ جھوٹے ظاہر ہوسن
اوہ نبی اللہ خود بنن گمانوں فتنیاں دیوچہ پوسن
تے میرے آون تھیں پیغمبر ختم ہوئے بس سارے
میرے بعد نبی نہ کوئی پیدا ہوگ دوبارے
ایہ صحیح قرآنوں ثابت مسئلہ ختم نبوت والا
و لکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین نبی نوں کہندا رب تعالی
یعنی نبی اساڈا کل نبیاندے پچھوں آیا
خاتم النبیین ای آخر ھم وچہ لغت عرب دے پایا
خود فرمایا شاہ رسولاں وچہ حدیث پیارے
ختم بی النبیو ن میتھیں ختم رسول سوہارے
انا آخر الانبیاء میں ہاں آخر نبیاں آیا
ابن ماجہ ایہ کرے روایت خود سرور فرمایا
ہر قسم نبوت ختم ہوئی ہن شاہ سرور مقبولوں
دعوی نواں نبوت جھوٹا کہن امام اصولوں

کل امام ولیاں اس پر ہے اتفاق لیاندا
آکھن کفر نبوت دعوی عاجز لکھ دکھاندا

فمن اد عی النبوة او صدق من ادعا ها کفر لا نه مکذ ب لله تعالی فی قو له تعا لی لکن رسو ل الله و خا تم النبیین و الحدیث لا نبی بعدی (کشاف) (فقہ اکبر و اشباہ و النظائر میں ایسا ہی لکھا ہے۔

شرح شفا میں ہے و اجتمعت ا لا مة علی هذا الکلا م علی ظاهره و ان مفهو مه المراد به (خا تم النبیین) دون تا و یل و لا تخصیص فلا شك فی کفر هؤلا ء الطوا ئف کلها قطعاً اجما عاً و سمعاً.

حضرت محی الدین اکبر ابن عربی فتوحات مکیہ میں فرماتے ہیں اسم النبی زا ل بعد النبی ﷺ (خلاصہ ترجمہ: خا تم النبیین اور لا نبی بعدی کے بعد بلا کسی تاویل کے ظاہر معنی ہی ہے کہ اب نبی نہیں ہوسکتا بلکہ نبی کا نام (جدید) بھی نہیں رہا۔
اجماع امت اسی پر ہے کہ جو دعوی نبوت کرے اور جو اس کو سچا جانے کافر ہیں)

پس نص حدیث اجماعوں ثابت ختم نبوت ہوئی
جو کوئی کرے نبوت دعوی کافر ہوندا سوئی
تے اس نوں سچا جانن والا شامل نال کفر دے
کیوں جو ختم نبوت ولوں چا الحادوں مڑ دے
مسیلمہ نبی کہلاون لگا سی وچہ نبی زمانے
نالے نائب بنے نبی دا حق رسالت جانے
آکھے سرور پاک بلا شک نبی خدا دا آیا
اے پر نال بھیالی مینوں رب رسول بنایا
پنجاں ہفتیاں وچہ سوا لکھ اوس مرید بنائے
اتیاں دی دیکھ ترقی تخت رسالت چاہے
پاک نبی ول رقعہ لکھ کے خدمت وچہ پوچایا
پڑھ کر غور کرو اس اتے جو کچھ اس نے چاہیا

مسیلمہ کا رقعہ: من مسیلمة رسو ل الله، الی محمد رسو ل الله اما بعد۔ فا ن لنا نصف ا لا ر ض و لقر یش نصفها و لکن قریشاً لا ینصفو ن ۔(فتوح البلدان ۔ص ۹۵)۔(ترجمہ: خدا کے رسول مسیلمہ کی طرف سے، خدا کے رسول محمد کی طرف کہ آدھی زمین ہماری ہے اور آدھی قریش کی، لیکن قریش کے لوگ انصاف نہیں کرتے)

پاک نبی نے اوسے ویلے لکھ جواب پوچایا
مسیلمہ ہے کذاب نہ اس نوں رب نے نبی بنایا

بسم الله الر حمن الر حیم۔ من محمد النبی الی مسیلمة الکذا ب ۔اما بعد فا ن ا لار ض لله یو ر ثها من یشا ء من عباده و العا قبة للمتقین و السلام علی من اتبع الهدی . (ترجمہ: خدا کے نام سے جو رحمان اور رحیم ہے۔ خدا کے نبی کی طرف سے مسیلمہ کذاب کی طرف ۔ زمین خدا کی ہے، اپنے بندوں سے جسے چاہتا ہے اس کا وارث بناتا ہے۔ اور نیک انجام متقین کا ہوگا اور ہدایت کے تابعداروں پر سلام ہو)

آخر بعد رسول اللہ دے قتل اصحابیاں کیتا
مر کر دوزخ گیا مسیلمہ کفر پیالہ پیتا
دوجا کاذب اسود عنسی دعوی نبی اٹھایا
اوڑک بہت ترقی کر کے دوز خ دے وچ ڈہا یا
تیجا کاذب نہاوند اندر جو سی نبی کہایا
چوتھا حسن صباح دا بیٹا شاہی تیک سدہایا
پنجواں کاذب علی محمد باب نبی سی بھائی
کرکے بہت ترقی اس نے شہر ت ڈاہڈی پائی
یہود نصارا سکھاں اس نوں دعوی سی منوایا
اوڑک بعد ترقی اس نوں اللہ پاک مٹایا
گوہر دینا بے شک سچا پاک رسول رباناں
کیوں خبراں فرمایاں ظاہر ہویاں نال نشاناں

کئی جھوٹے پیغمبر بن کے دینوں گئے نکارے
چھوٹا ایہ رسالہ کیوں کر گن گن کراں نتارے
وچ تاریخ کتاباں ہر اک حالت لکھی ساری
جو چاہے سو کرے مطالعہ نال تسلی بھاری
ہن مرزا نام غلام احمد وچہ قادیاں نبی کہایا
آکھے میرا منکر کافر مسلمان نہ آیا
مرزے والی اصل عبارت عاجز لکھ دکھاوے
تاں جو ایس مجدد اتّے نہ کوئی دھوکا کھاوے

جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا (حقیقت الوحی)

ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے اور اللہ تعالی کے کئی نشان اس کے صدق کی گواہی دے چکے ہیں اس لئے ہم نبی ہیں ۔(بدر قادیان مارچ ۱۹۰۸ء)۔ مجھے اپنی وحی پر ایسا ہی ایمان ہے جیسے توریت انجیل اور قرآن کریم پر (اربعین ص۴)

باجھ ثبوت قرآن حدیثوں دعوی پیش ٹکایا
جو آوے وحی خدا دی مینو تاں میں نبی سدایا
اہل ایمانو! دیکھو مرزے کیڑی گپ سنائی
اے پر باجھ ثبوت قرآنوں کیتی سکھا شاہی
وحی رسولاں پہلیاں تھیں لے کے پاک محمد تائیں
کرو ایمان صدق تھیں اس پر فرمایا رب سائیں
پاک رسول اللہ دے پچھوں ختم وحی رحمانوں
اس کارن نہ لوڑ بتائی آیت پڑھو قرآنوں

قال اللہ تعالی : انّا اوحینا الیك کما اوحینا الی نوح و النبیین من بعدہ (نساء:۱۶۳)۔(ترجمہ۔اے محمد ہم نے تیری طرف ایسی وحی بھیجی ہے جیسی نوح اور اس کے بعد نبیوں پر)

والذین یومنون بما انزل من قبلك رب فرمایا

مومن اوہ قرآن جو منن بھی جو پہلاں آیا
ایہ ناہیں فرمایا جو کچھ بعد قرآنوں آوے
اوہ بھی سچ ایمانوں جانو! مومن سوچ لیاوے
و ما انزل من بعدك رب نے ہرگز نہ فرمایا
خبر نہیں مرزے نوں کتھوں ہے سرکلر آیا
انتم آخر الامم تسی آخر امت آئے
ہور نہ دوجی امت کوئی پاک رسول بتائے
اے پر مرزے امت اپنی آ کے وکھ بنائی
کافر کہہ کر مسلماناں نوں اپنی چال دکھائی
ما انا علیه و اصحابی فرمان رسول سنایا
میرا تے اصحاباں والا راہ نجات بتایا
و انّ هذا صراطی مستقیماً فاتبعوه پھر پڑھ کے فرمایا
دوجیاں ٹولیاں وچ شیطاناں ہر اک پکڑ بلایا
اس ویلے تھیں اج تک رہیا طریق رسولی جاری
ایہو راہ نجات ایہائی دوجے فرقے ناری
احمدی ٹولہ تے مرزا دا نام نہ نبی سنایا
پس معلم ہویا ایک ٹولہ شیطانی ناری آیا
میسحیت تے مہدیت دا دعوی چک اٹھایا
اے پر مہدی ہور مسیح دا نہ کوئی کم سر آیا
حالت مرزا صاحب والی بھی الہام نیارے
لکھ کر ردّ کراں پھر فضلوں نال توفیق غفارے
سدیاں سادیاں مسلماناں نوں جا گھیرن مرزائی
تے علماں والیاں کارن کافی ہے شیطانی پھاہی
علم اوپر منحصر نہیں اوہ خالص تابعداری
خشیت تقوی جے کر ہووے بخشش ہے غفاری

اہل اسلام بھراواں تاں مینوں فرمائش پائی
بھی خاص ضرورت جاپے اسدی شائد بچ جائے کائی
تقوی خوف خداؤں جے کوئی پڑھ سی نال تسلاّ
نور یقین بھرے دل اندر رب تھیں انشاء اللہ

دربیان مریم وحاملہ ومثیل مسیح شدن مرزا غلام احمد قادیانی ومباحثہ

کشتی نوح دے اندر مرزے لکھیا آپ پیارے
میں حاملہ ہو کے مریم صفتوں عیسی ہویا دوبارے
رب نے روح عیسی دی پھوکی میں وچ حمل زمانے
بس گیا بن عیسی میں پھر توڑو شک پورانے
تے الہام مؤنث صیغیوں جو مریم دا آیا
مرزے نے خود اس دے تائیں اپنے اوپر لایا

هزّی الیكِ بجذ ع النخلة تسا قط عليكِ ر طبا جنياً

ترجمہ: اے مریم! تو اس کھجور کے تنے کو اپنی طرف ہلا تجھ پر تازی کھجوریں گرا ئیگا (مریم:۲۵)

دوسرا الہام: یر یدو ن ان یروا طمثك یعنی بابوالہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے۔استغاثہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا (کشتی نوح۔ص ۴۷)

کسے پیغمبر رنّاں والے جامے نہ الٹائے
صاف مذکر صیغیوں اللہ نبیاں تیئں بلائے
یا ایھا الر سو ل یا ایھا المز مل رب سرورنوں کہندا
امت نوں بھی آکھ مذکر صاف خطاب کریندا
کنتم خیر امة ایہ خیر امت فرمایا
کنتنّ کہہ کے کسے مرد نوں بڈّھی نہیں بنایا
ان کنتن ، قل للمؤمنا ت ہیں صیغے تانیثوں
عورتاں وکھ تے مرداں وکھ تمیز قرآن حدیثوں

کسے صحابی ولی بزرگاں حیض نہ ذکر سنایا
خبر نہیں مرزے نوں کتھوں ہے سرکلر آیا
کیوں رب مریم وانگ کسے نوں حیض تے حمل لیا وے
نال نظیر صدیقہ دی وچ عزت فرق لیاوے
تے اس امت دے کارن کھلے فیض قرآن حدیثوں
پہلیاں امتاں شان محمدی نہ مل سکن ریسوں
پس معلم ہویا مرزے دے الہام نہیں رحمانی
ردّ ہوئے قرآن حدیثوں جو ٹپے شیطانی
اجعل الکتاب و السنۃ اماماً لک پیر صاحب فرماوے
رہبر پکڑ قرآن سنت چھڈ جو کوئی لانبھے جاوے
بغض محبت پرکھ جوانا سنت تے قرآنوں
دشمن دوست ہر ہر تائیں تول ایسے میزانوں
ودھ گھٹ جے کوئی ایس میزانوں تینوں نظری آوے
جلدی چھوڑ بھاویں دریاؤں بن بیڑی لنگھ جاوے
تابعداری نفس ہوا دی جے توں کیتی بھائی
تیرے علم عقل تھیں تینوں حاصل ہو گمراہی
پھر توں اپنی وچہ نظر دے بیشک سدھا جاندا
سنت تے قرآنوں تینوں گمراہ گنیاں جاندا

افرأیت من اتخذ الهه هواه و ا ضلّه الله علی علم و ختم علی سمعه و قلبه و جعل علی بصره غشا وة فمن یهدیه من بعد الله افلا تذ کرو ن۔(الجاثیۃ:۲۳)(ترجمہ: کیا تو نے اس شخص کو دیکھا جس نے اپنی خواہش کو اپنا معبود بنا لیا اور باوجود علم کے اس کو خدا نے گمراہ کیا اور اس کے کان اور دل پر مہر لگا دی اور اس کی آنکھ پر پٹی باندھ دی۔ پس خدا کے بعد اس کو کون ہدایت دے سکے گا۔ کیا تم نصیحت حاصل نہیں کرتے)

دوسری آیت : و لا تتبع الھوی فیضلك عن سبیل الله ۔
(ص:۲۶)(خواہش کی پیروی نہ کرو، وہ خدا کی راہ سے تمہیں ہٹا دے گی)

موسیٰ پیغمبر نوں جد رب حکم احکام سکھایا
روگیاں خواہش دیاں تھیں بچ توں تاکیدوں فرمایا

فلا یصدّنك عنھا من لّا یو من بھا و اتّبع ھواہ فتر دی ۔(ترجمہ: پس نہ روکے تجھ کو اس سے وہ کوئی شخص جو ایمان نہیں لایا ساتھ اس (قیامت) کے اور پیرو ہوا خواہش اپنی کا، پس ہلاک ہو جاوے گا تو)(طہٰ:۱۶)

ایس مرض دیاں روگیاں تھیں رب آکھیا موسیٰ تائیں
موڑ نہ دیون تینوں اس تھیں ایسے لوگ بلائیں
موسیٰ جیہا پیغمبراں نوں اس خطریوں رب ڈرایا
گوہر فقیرا حالت ساڈی کی اندازہ آیا
نور قرآنی اعلیٰ شیشہ گرد غبار اڈاوے
تے سنت زینت پاک نبی دی نور جمال دکھاوے
ہر طرفے جھٹ گمراہی دیاں گھٹاں گھمنڈ دکھاون
چمکارے توحید سنت دے جس دم جلوہ پاون
موڑ قلم نوں گوہر دینا پئے گیوں وہن لمیرے
کھول حقیقت مریم والی قادیاں جس دے ڈیرے
مرزا آکھے رب نے میرا مریمی رنگ وٹایا
عیسیٰ دی روح پھوک حمل وچہ عیسیٰ پھر جمایا
سورہ تحریم اندر جو آیت وچہ اٹھائی پارے
آکھے اس وچہ حمل میرے دیاں خبراں رب پکارے

و مر یم ابنت عمرا ن التی ا حصنت فر جھا فنفخنا فیه من روحنا ۔ (ترجمہ: اور مریم بیٹی عمران کی جس نے بچا رکھا شرم گاہ اپنی کو۔ پس پھونکی ہم نے بیچ اس کے روح اپنی)(التحریم:۱۲)

اہل ایمانوں آیت پڑھ کے سوچو نال دانائی
کہڑے لفظوں پیش گوئی مرزے دی دسّی الٰہی
ایسے گلوں مرزائیوں نوں بھانج بھڈالیں(۱) آئی
عبد الحق تے فتح دین نے سخت شکست اٹھائی
لالہ صاحب نرنجنداس جو فیصلہ بول سنایا
سب محمدیاں نے فضلوں رب دا شکر بجایا
اس ویلے اس عاجز نے شعر ایہ بول سنائے
جو تنقید اصولی اصلی ول چھل کل اڈائے
واہ سبحان اللہ کیا عمدہ فیصلہ ہو گیا بھائی
اینویں مرزے مریم والی چولی گل وچہ پائی
اے پر اس چولی تھیں اس نوں نفع نہ پونچیا کائی
اصل جیہی کدی نقل نہ اترے لکھ کرے چترائی
عورت بھیس وٹاوے مرداں لعنت رب تھیں پاوے
عورتاں والا بھیس نہ مردو پہنوں نبی بتاوے
عاجز گوہر دینا بے شک غالب حق اخیری
باطل چمکے ملمّے وانگوں ہووے آپ امیری (اسیری؟)
وچ بازار صرافاں والے سونا مل پواوے
کھوٹا مال قبول نہ ہووے دور کرایا جاوے
ہے ثابت قرآن حدیثوں زندہ مریم جایا
اینویں مرزے مریم بن کے عیسوی بھیس وٹایا
کیوں رب عیسی دی جا گہ کوئی عیسی ہور بناوے
تے حضرت مریم دی خوش خبری کلمے فرق لیاوے

(۱) ایک گاؤں ورک کے متصل کلانور کے علاقہ میں ہے)

بیان تعلّیات مرزا متضمن بر توہین عیسیٰ بن مریم وتردید آں

و جیهاً فی الد نیا و ا لآ خرة حکم قرآن سنایا
دوہاں جہاں دے وچہ عیسیٰ اللہ نے وڈیایا
تے مرزا آکھے حضرت عیسیٰ کنجریاں ول جاوے
سنگ انہاں دے ہتھوں سر وچہ عطر پھلیل ملاوے
جعلنی مبارکاً این ما کنت حکم قرآنی
ہر جاگہ عیسیٰ نوں برکت بخش ہوئی رحمانی
اہل ایمانو! دیکھو مرزے کیتی کیڈ دلیری
ابن مریم نوں برا کہے خود رکھ دا شان اچیری
دیکھو مرزا عیسیٰ تائیں کیڈ بہتان لگاوے
تے اس دا بنے مثیل دوبارہ عیب شرم نوں لاوے
نالے کہے نبی نو سفنے رب معراج کرایا
میں بھی اس کشف دے تائیں کئی واری آزمایا

مرزا صاحب لکھتے ہیں؛ آنحضرت ﷺ کا معراج ایک اعلیٰ درجہ کا کشف تھا جس میں مجھے تجربہ ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص۲۰)

جے معراج رسول اللہ دا ہیسی کشف پیارے
جو مرزے نوں تجربہ سی خود کشفوں حال پکارے
پھر کیوں پاک محمد دا معراج خدا وڈیاندا
سیر ہیسی جسمانی مرزا اینویں بھلا جاندا
تے کیوں نہ وچ قرآن خدا نے کشف معراج بتایا
آیت ذکر معراج نبی دا کھو لیا صاف ادایا

سبحان الّذی اسری بعبده لیلاً من المسجد الحرا م الی المسجد ا لا قصی الّذی با رکنا حو له لنر یه من آ یا تنا (ترجمہ۔ پاک ہے وہ اللہ جو لے گیا بندے اپنے کوراتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک جس کے

اردگرد ہم نے برکت رکھی ہے تاکہ اسے اپنی نشانیاں دکھائیں) (الاسراء:۱)

اس آیت معراج والی وچہ کشف دا ذکر نہ آیا
اللہ اپنے بندے تائیں جسموں سیر کرایا
روح دا لفظ بھی اس دے اندر پایا جاندا ناہیں
غلط تجربہ مرزے والا ثابت ہویا اتھائیں
نالے امتی نبی برابرے کدی نہ ہر گز آوے
وانگ معراج نبی دے مرزا تجربہ کیویں رکھاوے
رات دنے ہر وقت ولی جے لکھاں زہد کماوے
پھر بھی نبی برابر ہر گز رتبہ مول نہ پاوے

و لم یفضل ولیّ قط دھراً۔ رسو لًا او نبیاً فی انتحا ل

ترجمہ: ولی کبھی بھی کسی رسول یا نبی سے افضل نہیں ہوسکتا

تے مرزا خود پاک نبی دا امتی ہے اقراری
تجربہ کویں برابر ہوئے نال معراج سواری

مرزا قادیانی کہتا ہے: غلام احمدم ہرجا کہ ہستم۔ میں نبی کا غلام ہوں

ہور جواب جو نبی یقینوں نال ایمانے جاوے
تے امتی ہو کر آخر موتوں ڈر ایمانوں آوے
یعنی امتی خاتمہ موتوں خطرہ بہتا کھاوے
شا ئد مرن ویلے ایمانوں خالی ہی مر جاوے
نبی رسول معصوم ربانے ہوندے پاک پیارے
کو چ کر یند ے د نیاں اتوں نال تقدس بھا رے
پس اے مرزا ئیو! مر زے دا ایما ن ثبوت دکھاؤ
سی امتی اقراری موتوں خطرہ بہت بھراؤ
ساری عمر عبادت کریئے دم آخر اعتباری
پتہ نہیں مرزے کس حالت کیتی کوچ تیاری

لانّ النبی معصو م مأ مون العا قبة و الو لیّ یجب ان یکو ن

خائفاً عن الخا تمة (شرح ملاعلی قاری شہادۃ القرآن ص ۸۳)۔(اس واسطے کہ نبی معصوم ہوتا ہے اور خاتمہ سے امن میں ہے اور ولی کے لئے ضروری ہے کہ خاتمہ سے ڈرتا رہے۔ فقہ اکبر ص ۱۲۵)

تجربیوں خود مرزے تاہیوں کشف معراج بتایا
نبی برابر علم یقینوں حصہ مول نہ پایا
جسمانی معراج نبی تھیں جو انکار لیاوے
بدعی ہے گمراہ بلا شک پیر صاحب فرماوے

و نؤمن بان النبی ﷺ رأی ربه عز و جل لیلة ا لا سری بین ر أسه لا بفوا ده و لا فی المنا م فمن ردّه فهو ضا ل مبتد ع

حضرت عبدالقادر فرماتے ہیں ہم ایمان رکھتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے معراج میں خدا کو دل اور نیند میں نہیں دیکھا۔ جو یہ عقیدہ نہیں رکھتا وہ بدعتی اور گمراہ ہے۔ غنیۃ الطالبین

جسمانی معراج نبی دا عقلوں دور بتاوے
تے خود نواں شگوفہ دسّے زوراں نال مناوے
آکھے اک دن حجرے میرے پاک خداوند آیا
عرضی میری اوتے دستخط نشان لگایا
سرخ سیاہی قلم خدا نے جو چھٹکی اک واری
کڑتے داغ پئے سب دیکھے عبد اللہ پٹواری
پھر مرزا آکھے سفنے اندر مینوں نظریں آیا
جیوں میں آپے اللہ بن گیا زمین آسمان بنایا

رأیتنی فی المنا م عین الله و تیقنت اننی هو فخلقت السماوات و ا لا ض و قلت انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح ۔

آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵٦۵ ۔مرزا جی کہتے ہیں میں نے نیند میں اپنے آپ کو ہو بہو اللہ دیکھا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی اللہ ہوں پھر میں زمین آسمان بنائے اور پھر میں نے کہا کہ ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں کے ساتھ سجایا۔

اہل ایمانو! غور کرو ایہ کشف جو مرزے والے
کویں قرآن حدیث موافق کرو ایمان سمبھا لے
کسے صحابی ولی بزرگوں کشف نہ ایسے آئے
کو ن جو کفر اہدے وچہ ہن بھی شک تردد پائے
تولو وچہ میزا ن رسو لی ایہ مرزے دیاں گلاں
ہو مخلوق بنے پھر خالق چھڈ انسانی ملاں

قا ل الله تعا لی هل من خا لق غير الله ير زقكم من السماء و الا ر ض لا اله ا لّا هو فانى تؤفكون ترجمہ: کیا اللہ کے سوا کوئی دوسرا بھی خالق ہے جوتم کو زمین آسمان سے روزی دیتا ہے؟ اس کے سوا کوئی نہیں۔(فاطر:۳)

پھر مرزا کہے الہام کیتا ایہ مینوں اللہ سائیں
توں میتھیں میں تیں تھیں مرزیا غور کرو اس تھائیں
انت منی بمنزلة ولدی پھر الہام سناوے
میریاں پتا ں وانگوں مرزیاں توں اللہ فرماوے
اسمع ولدی سن پترا رب کہندا مرزے تائیں
اہل ایمانو! غور کرو الحاد فساد بنائیں
وچ قرآن خداوند عالم نفی اولادوں کر دا
تحریفاں تاویلاں دی گنجائش مول نہ دھر دا

قا ل الله تعا لی: و ما ينبغى للر حمن ان يتخذ و لداً ان كل من فى السما وا ت و ا لا ر ض ا لا آ تى الر حمن عبداً (سورہ مریم:۹۲) تے نہیں لائق واسطے رحمان اللہ دے جو بناوے اولاد۔نہیں پر کوئی جو وچہ آسمان اتے زمین دے ہے مگر آنے والا ہے اللہ نوں بندہ ہو کے

تے لائق نہیں اللہ نوں جو اوہ پتر دھیاں بناوے
جو ہر شئے وچہ آسمان زمین دے بندہ اس سداوے
نبی ولی کسے آکھیا ناہیں میں ہاں پت خدا دا
اتے مرزا سب تھیں ہویا ودہ ترقی وچہ آمادہ

ابو بکر تھیں افضل ہاں میں پھر مرزا بتلا وے
بلکہ بعض پیغمبراں تھیں وده رتبہ میرا جاوے

مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ میں حضرت ابوبکر صدیق بلکہ بعض انبیاء سے بھی افضل ہوں
اشتہار معیارالاخیار۔ص ۱۱

فخر نبیاں سرور عالم وچہ حدیث بتاوے
یونس نالوں افضل مینوں نہ آکھو فرماوے
تے مرزا خود امتی ہو کے افضل بننا چاہوے
آپے کر انصاف سیانیاں بات کدھر نوں جاوے
فخر تکبر عزت عظمت خاصہ رب نوں بھاوے
نال برابر آون والا اپنی دھون بھناوے

حدیث قدسی: قال الله تعالی: الکبریاء ردائی و العظمة ازاری فمن نازعنی واحد منهم قذفته فی النار رواه ابو داؤد و ابن ماجه۔ ترجمہ۔فرمایا اللہ تعالی نے کہ بڑائی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہ بند ہے پس جو چھینے مجھ سے ان دونوں میں ایک بھی ڈالوں گا اسے آگ میں)

بھی مرزا کہے امام حسینوں میری وده بزرگی
قدر امام نہ جاتا اس نے کھا کے انڈا مرغی

مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں میں امام حسین سے افضل ہوں۔دافع البلاء

نبی کیہا حسنین جواناں جنتیاں سرداری
افضل کویں سکے بن کر مرزا کر کے جرأت بھاری
دین پچھے حسنین جواناں جام شہادت پیتا
تے مرزے نے شوم پنے تھیں کعبے حج نہ کیتا
نبی کیہا جس طاقت ہوندیاں حج نہ مول ادایا
اوہ مرے یہودی یانصرانی دین ایمان گنوایا
دہلی تے لاہور لدھیانہ سی مرزے نے گاہیا
مکے جاندیاں نوں کس ڈینوں مرزے نوں ڈر آیا

شیعہ سنی خارجی ہر اک کعبے حج سدھاوے
کہڑی گلوں مرزا قادیں بن حجوں مر جا وے
جے مرزا چا ہندا موٹر پالکی حاضر سی کر سکدا
چھڈو یارو کوڑ بہانے جے ایمان چمک دا
وچہ گورداسپورے دے ڈر کے ڈپٹی کول لکھایا
شائع نہ الہام کریساں کراں پرہیز سوایا
دشمن کارن موت الہام سناساں ہر گز ناہیں
دیکھو حق مجدد بھائیو تابعداری سائیں
گو ہر دینا بندے رب دے نہ خلقت تھیں ڈر دے
کھوٹے لوگ چھپا حق بن دے اس دنیا دے بردے
و لا یخا فو ن لو مۃ لا ئم رب تعریف انہاندی کردا
اوہ نہیں ملامت والیاں کولوں ڈرن گواہی بھر دا
اے حافظ بس ایس بیانوں موڑیں قلم پیاری
مرزے دی کامیابی والی کھول حقیقت ساری
حق حقیقت دسّن باہجوں مطلب ساڈا ناہیں
بھاویں برا مناوے کوئی بولے فحش ہوائیں

در بیان ناکامی مرزا بروئے شرط آں

وتردید مسیحیت کہ ہرگز مرزا مسیح موعود نہ بود

مرزے نے خود اپنے ہتھیں ایہ اقرار لکھایا
میں جھوٹا جے سب دنیا نے نہ اسلام بجایا

مرزا صاحب لکھتے ہیں: مسیح موعود جس کے نام سے میں آیا ہوں اس کے زمانے میں تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جاویں گی اور ایک ہی مذہب اسلام ہو جاوے گا۔ (چشمہ معرفت۔ ص۸۳)

پس معلم ہویا مرزے نوں ناکامی اس وچہ ہوئی
آج تک غیر مذاہب تھیں کوئی قوم نہ مسلم ہوئی
عیسی بیٹا مریم دا جد دنیا دیوچہ آوے
توڑ صلیب عدل پھیلاوے کینہ دور ہو جاوے

عن ابی ھر یرة قا ل قا ل رسو ل اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مر یم حکما عد لا فیکسر الصلیب و یقتل الخنز یر (الحد یث)

و عنہ و لتذ ھبن الشحنا ء و التبا غض و التحا سد ۔ترجمہ: ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مجھے قسم ہے اللہ تعالی کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے وہ وقت قریب آتا ہے کہ عیسی بن مریم تم میں ضرور ضرور اتریں گے فیصلہ کرنے والے ہو منصف ہو کر۔ پس صلیب کو توڑ دینگے اور خنزیروں کو قتل کرائیں گے (آگے تک) اور مسیح موعود کے زمانے میں لوگوں کے بغض وحسد سب دور ہو جائیں گے

ابو ہریرہ کہے نبی ایہ کرکے قسم بتاوے
جھبدے عیسی بیٹا مریم وچہ تساڈے آوے
منصف ہو سی عادل نالے سولی توڑ سٹاوے
تے خنزیراں قتل کراوے جزیہ کار ہٹاوے
دولت ودھے قبول نہ کرسن سجدہ سب نوں بھاوے
سورہ مائدہ والی آیت پڑھے کوئی جے چاہوے

و ان من اھل الکتا ب ا لا لیو منن بہ قبل مو تہ و یو م القیا مۃ یکو ن علیھم شھیداً اورنہیں ہوگا کوئی یہود ونصاری مگر ضرور ضرور ایمان لے آوے گا حضرت عیسی پر پہلے موت اس کی کے (ایسا ہی ترجمہ حکیم نورالدین قادیانی نے اپنی کتاب فصل الخطاب میں لکھا ہے) (النساء:۱۵۹)

لوکاں دے دل وچّوں سارا حسد بغض اڈ جاوے
دوجی وچہ روایت ابو ہریرہ آکھ سناوے

اصل نقل وچہ فرق بہتیرا جانے کل لوکائی
اوڑک ناکامی تھیں مرزا قبرے ہو گیا راہی
وچہ لاہور گیا مر ہیضیوں قادیں آن دبایا
بہشتی مقبرے مرزے والے مرزائیاں دفنایا
پیغمبر نوں جس جا گہ تے آوے موت پیارے
اوسے تھاں دفنایا جاندا آکھیا نبی پیارے

و عن عا ئشة قا لت لما قبِض رسو ل الله ﷺ ا ختلفوا فی دفنه فقا ل ابو بکر سمعت من رسو ل الله ﷺ قا ل ما قبض الله نبیاً ا لّا فی المو ضع الذی یحبّ ان ید فن فیه ۔ اد فنوه فی مو ضع فراشه ۔ رواه التر مذی ۔

و فی روا یة فأخروافرا شه و ا حفروا له تحت فرا شه (ما ثبت بالسنة. ص ۵۶) مائی عائشہ کہتی ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ فوت ہوئے تو دفن کرنے میں اختلاف ہوا (مکہ اور بقیع وغیرہ میں)۔پس اس وقت ابوبکر نے کہا کہ نبی کریم ﷺ سے میں نے سنا ہے کہ خدا نبی کو اس جگہ فوت کیا کرتا ہے جس جگہ دفن کرانا منظور ہو۔پس دفن کر دیا نبی ﷺ کو فرش کی جگہ میں)

پس معلم ہویا مرزے والا جھوٹ نبوت دعوی
بچ جا وَ اہل ایمانو! اس تھیں پڑھ کلمہ دی مایا
کتھے لکھیا عیسی آ کے حکم جدید لیاوے
ڈہاب کنارے کد آ کے اوہ جنت بوہا کھلاوے
بہشتی مقبرہ کدوں بنا سی عیسی مریم والا
دس دیہو مرزائیو سانوں نص حدیث حوالا
عیسی مریم والا آ کے کدوں منار اسارے
خاک اندر کد مال گواوے کر اسرافوں کارے
کئی ہزار روپئہ مرزے اس پر خرچ کرایا
انّ المبذ رین کا نوا ا خوا ن الشیا طین پورا لقب اس پا یا

ہر نفقہ دا اجر ملے پر جو وچہ خاک لٹایا
اصحاباں نوں پاک نبی نے تاہیوں روک ہٹایا

اذا لم یبا ر ك للعبد فی ما له جعله فی الماء و الطين
جب مال میں انسان کے لئے برکت نہیں ہوتی مٹی اور پانی کے ساتھ جاتا ہے

اپر منارے شرقی مسجد وچہ دمشقے بھائی
عیسی مریم والا اترے خبر رسول سنائی
مسیح قادیانی ہتھیں اپنی نیہہ منار رکھائی
آپے کر انصاف سیانیاں کیڈا فرق ایہائی
کیوں نہ پہن مجازی جامہ ہور مراد بتائی
جویں حدیثاں دوجیاں دیوچہ چال دسن مرزائی
کتھے لکھیا پت مریم دا حضرت عیسی بھائی
ہندواں لئی کرشن بنے گا کرو ثبوت گواہی
جے قرآن حدیثوں سانوں ثابت کر دکھلاؤ
لے انعام روپیہ پنج سو ڈنکا فتح وجاؤ
حضرت عیسی پت مریم دا جد دنیا تے آوے
فوت ہووے جد وچہ مدینے قبر روضے وچہ پاوے

حدیث: بروایت عبد اللہ بن عمر۔ ثم یموت فيد فن معی فی قبری فاقو م انا و عيسى ابن مر يم فی قبر وا حد بين ابی بكر و عمر ۔مشکوۃ ۔فرمایا نبی کریم ﷺ نے پھر عیسی فوت ہوں گے اور مقبرہ میں میرے ساتھ ابوبکر وعمر کے درمیان دفن کئے جائیں گے

پس ثابت ہویا مرزا نہیں مسیح موعود الہی
کیوں جو وچہ مدینے اس نے روضے قبر نہ پائی
نہیں نصیب زیارت ہوئی ہرگز مرزے تائیں
روضے پاک محمد والی بھی بیت اللہ سائیں

حدیث :ابو ہریرہ سے روایت ہے فرمایا و الذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الرو حاء حا جا او معتمراً او لیثنینھما صحیح مسلم ص ۴۰۸ ترجمہ: رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم مسیح ابن مریم حج یا عمرہ یا ہر دو کی غرض سے مقام فج روحاء میں ضرور ضرور احرام باندھے گا۔

وچہ حدیث نبی سرور نے کر کے قسم بتایا
بنھ احرام کرے حج عیسی فج روحاؤں آیا
پس معلم ہویا حضرت عیسی کرسی حج پیارے
تے مرزا وچہ حرمین نہ پونچا کم رہے وچکارے
جے کر پت مریم دا عیسی فوت ہوجاندا بھائی
بن دی قبر مدینے دے وچہ کول رسول الٰہی
معلم ہو گیا حضرت عیسی فوت نہیں اجے ہویا
کیوں جو یک نشان نبی دا پورا اجے نہ ہویا
جد مرسی تد وچہ مدینے روضے مدفن پاسی
مسئلہ یاد رکھو ایہ بھائیو کون جو آن بھلا سی
ابن کثیر تے حجج کرا مہ بھی مشکاتوں بھا ئی
ایہ روایت ظاہر ہو وے عمدہ نال صفائی

انّ وفات عیسی تکو ن بالمد ینة فیصلی علیه هنا لك و یدفن بالحجرة النبویة ترجمہ: بے شک عیسی کی وفات مدینہ میں ہوگی۔ پس اسی جگہ آپ کا جنازہ پڑھا جائے گا اور حجرہ نبویہ میں دفن ہوں گے۔

عیسی فو ت مدینے ہوسی اوتھے ہی ہوگ جنازہ
حجرے دے وچہ دفن ہوسی ایہ سرور دا آوازہ
اینہاں روایتاں عیسی والیاں ظاہر نال بیانے
مرزے والے توڑ سٹے سب جھوٹے پیٹے تانے
ہور روایت کنز عمالوں ابن عساکروں آئی
جو اک دن پاک نبی دے تائیں آکھیا عائشہ مائی

رب دیا مقبول رسولا خواہش میری آ ہی
فوت ہو واں جد پچھے تیرے دفن ہو واں اس جائی
یعنی جے فرماؤ کول توہاڈے قبر بناواں
تد سرور فرمایا کیوں کر تینوں اذن سناواں
کول میرے صدیق عمر تے عیسی قبر بناوے
باہجہ تناں قبراں دے چوتھی قبر نہ ہور سماوے
واہ قربان رسولا تیں تھیں تن من گھول گھماواں
قبر نشان ابن مریم تک دتوئی دس سچاواں
پیش گوئی سرور عالم دی اوڑک ہو سی پوری
اینویں مرزا عیسی والی پہنی بیٹھا بھوری
خبر رسول اللہ دے اندر جے کوئی شک لیاوے
قسم خدا دی نور ایمانوں ہو خالی مر جاوے
مرزا آکھے وچہ کشمیرے پت مریم دفنایا
دے دے کوڑ تسلیاں اپنیاں چیلیاں نوں متیایا

مرزا لکھتے ہیں ان عیسی ھا جر الی ملك كشمير بعد ما نجاه الله من الصليب بعدنجات صلیب عیسی کشمیر ولایت چلا گیا اور مر کر وہیں دفن ہوا خطبہ الہامیہ

سرور کہے مدینے عیسی مر دفنایا جاوے
مرزا کہے مویا کشمیرے کون یقین لیاوے
مرن نصیب مدینے اندر نہ مرزے دا آیا
اس کارن تاویل الحادوں مرزے کم چلایا
ہن مرزا ئی آکھن عالم برزخ دے وچہ بھائی
مرزا دفن مدینے ہویا اے پر سند نکائی
کہن اصل وچہ قبر دے معنی ہے عالم روحانی
محمود مرزے دے پتر مینوں ایہو کیہا زبانی

عمر تے ابو بکر دیاں قبراں ظاہر نظریں آیاں
حضرت عیسی دی واری تساں کیوں من گھڑتیاں لایاں
کیوں عیسی دے نال تساں نے ایڈیاں ضداں پایاں
منڈا منڈا ڈال دتا گھر ول گلّاں آیاں
حال مطابق مرزایاں دے یاد حکایت آئی
بھایاں دی آگاہی کارن چاہاں لکھ وکھائی

حکایت مطابق حال مرزائیوں کہ از قبر مسیح انکار مے کنند

فتوی کسے ملانے کولوں لوکاں پچھیا بھائی
بھل کے حقہ چوہڑے والا پیتیاں کی بریائی
ملاں جی فرمایا گڈو بل منڈیاں وچہ ساری
تاں جھب ہوک معاف تسانوں ایہ سب غلطی بھاری
کسے کیہا فرزند تساڈا بھی وچہ شامل آیا
منڈا منڈا ڈال دیہو تد ملاں جی فرمایا
ایسے طرح عیسی دی قبروں مکر دے مرزائی
توڑ دیوے ایہ مسئلہ سارے مرزے والی پھاہی
پیش گوئی عیسی دی کارن جو سرور فرمائی
حرف بحرف روایت پڑھ کے فیصلہ کر لو بھائی

عن عبد الله بن عمر قال قال رسول الله ﷺ ينزل عيسى بن مريم الى الارض فيتزوج و يولدله ويمكث خمساً وار بعين سنة ثم يموت فيدفن معي فى قبري فاقوم انا و عيسى ابن مريم فى قبر واحد بين ابى بكر و عمر رواه ابن الجوزى فى كتاب الوفاء ۔مشکوۃ۔ترجمہ: عبداللہ بن عمر کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عیسی بن مریم زمین پر اتریں گے پھر نکاح کریں گے اوران کی اولاد ہوگی اور (زمین پر) ۴۵ سال رہیں گے

اور میرے مقبرے میں ابوبکر اور عمر کے درمیان میرے پہلو میں دفن ہوں گے پھر قیامت کو میں اور عیسی ایک ہی قبرستان سے اٹھیں گے(دوشعر ذیل یعنی پنجابی ترجمہ حافظ محمد ازاحوال الآخرت۔ص۳۲ ملاحظہ فرمائیں)

حضرت عیسی دنیا اتے سال رہے پنجتالی
خلقت اندر رونق برکت بہت رہے خوش حالی
عورت کر سی بیٹے ہوسن موت کریسی پھیرا
نبی صاحب دے روضے اندر قبر کریسی ڈیرا
پیش گوئی ایہ نبی صاحب دی عیسی کارن آہی
اے پر مرزے حق اپنے وچہ ہیسی لاون چاہی

در بیان نکاح مرزا وعمر آں بحیثیت مسیح

احمد بیگ دی لڑکی جا سی میرے نال ویاہی
سی مرزے الہام سنایا سنو حقیقت بھائی

مرزا نے لکھا ہے: اس پیش گوئی (نکاح محمدی بیگم) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جسکی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی ہے۔

ایہ نکاح ضروری ہوسی نالے آکھ سنایا
سچا ایہ نشان مسیح دا سرور نے فرمایا

مرزا جی کا فیصلہ: حدیث میں اس نکاح کو مسیح موعود کی صداقت کی علامت خود حضور ﷺ نے فرمایا ہے۔(ضمیمہ انجام آتھم)

جے کر ایہ نکاح نہ ہویا مینوں جھوٹا جانوں
مندیاں نالوں مندا سمجھو دعوی کوڑ پچھانوں

نیز مرزا نے لکھا: اگر یہ نکاح نہ ہوا تو ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا ضمیمہ انجام آتھم

محمدی بیگم احمد بیگ دی لڑکی اج تک بھائی
خاوند کول وسّے وچہ پٹی مرزے ول نہ آئی
رہیا نکاح ایہ مرزے والا جو نشان ٹھہرایا
آپ زبانی جھوٹا ہوگیا رب نے فضل کمایا
حال نکاح مرزا وچہ پورا چھپیا ہور رسالہ
امرتسروں منگاؤ دفتر اہل حدیث حوالہ
مولوی ثناء اللہ نے اس وچہ کیتیاں خوب تحقیقاں
دو آنے کل قیمت اس دی دساں یار رفیقاں
تے دعویوں چھبی ورہیاں مرزے عمر تمامی پائی
برس نہیں پنتالی پورے عمر مسیح جو آئی
مرزا چک لاہوروں دبیا قادیاں وچہ لیا کے
نہیں مدینے قبر بنی تس نکلے جھوٹ چھڑا کے
اے مرزے نے آکھ مسیح موعود سناون والو
شرم کرو کجھ حکم رسولی نوں جھٹلاون والو
رات دنے مرزے دیاں تعریفاں نوں گاون والو
توبہ کرو اگیرے موتوں رب ول جاون والو
وانگ رسولاں مرزے تائیں آکھ بتاون والو
خوف کرو کجھ کلمے دے وچہ فرق لیاون والو
چھڈو کوڑ تاویلاں سبھے مرزا خود اقراری
ظاہر ہوگ مسیح جیونکر خبر رسول پکاری

مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح آ جاوے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں (ازالہ اوہام۔ص۸۲)

یعنی ظاہر نشان حدیثاں والا ہور مسیح جے آوے
ہو سکدا انکار نہ مینوں خود مرزا بتلاوے

سب زمین اسلامی جس دے بھرسی وچہ زمانے
عدل آرام خوشی ہر جائیں بغض نہ رہسن تھانے
پس معلم ہویا مریم جایا مرسی وچہ مدینے
سچی ہوگ حدیث نبی دی ظاہر نال قرینے
ایسے کرکے مرزے کتے مقدس جگہ نہ پائی
اوڑک آپ بہشتی مقبرہ دی بنیاد اٹھائی
کل مریداں حکم دتا اتھ دفن جے ہونا چاہو
میرے حکم مطابق گھر تھیں دسواں حصہ پاؤ
مرزا صاحب نے خود منگیا مونہوں بول کرایا
دنیا کیڈ پیاری اس نوں قبرستان وکایا
اے حافظ ہن ثابت ہوگیا سوہنی نال صفائی
مرزا آپ زبانی جھوٹا صفت مسیح نکائی
ہور دلیل خلافت والی پیش کرن مرزائی
ایس امت وچہ ہون خلیفے جیونکر مرزا سائی
پہلیاں امتاں وانگ محمدی سلسلہ ہویا جاری
سورہ نور اٹھارویں پارے جیوں دسیا رب باری
اے پر ایس خلافت والا نہ مفہوم پچھاتا
چولہ پہن مجازی رنگوں خواب معاملہ جاتا
اے حافظ لکھ آیت غلطی دس مرزائیاں والی
کویں خلیفہ مرزا ہووے پکڑ نبوت ڈالی

در بیان خلافت وازالہ غلط فہمی کہ بتقلید مرزا مرزائیاں می فہمند

قال تعالی: وعد اللہ الذین آمنوا منکم و عملوا الصالحات لیستخلفنھم فی الارض کما استخلف الذین من قبلھم و

لیمکنن لھم دینھم الذی ار تضی لھم و لیبد لنھم من بعد خوفھم امنا یعبدو ننی لا یشر کو ن بی شیئا ترجمہ: وعدہ دتا ہے اللہ نے انہاں نوں جو ایمان لائے تے عمل کیتے نیک جو البتہ خلیفہ کرے گا انہاں نوں وچہ زمین دے جس طرح خلیفہ کیتا انہاں نوں جو اگے انہاں تھیں ہوئے تے البتہ محکم کرے گا واسطے انہاں دے دین انہانداں جو پسند کیتا تے البتہ بدلا دے گا انہاں نوں پچھے خوف انہاں دے امن ۔ بندگی کرن گے میری نا شریک کرن گے نال میرے کسے چیز نوں تے جو کوئی ناشکری کرے پچھے اس تھیں پس ایہ لوگ وہی ہیں بدکار گنہگار (سورہ نور:۵۵)

تفسیر: نظم حافظ محمد مرحوم از تفسیر محمدی۔ صفحہ ۳۴۶ منزل چوتھی

رب وعدہ کیتا موموناں نوں جنہاں نیک اعمال کمائے
جو وچہ زمین خلیفہ کر کے اونہاں شاہ بنائے
جویں خلیفہ کیتا اللہ اگلیاں لوکاں تائیں
تے قوت دے سی دین تنہاں نوں جس پر اس رضائیں
تے بدل کرے تنہاں خوفوں پچھے امن بیخوفی لیاوے
کرن عبادت میری ہور شریک نہ اونہاں بھاوے
ایہ وعدہ رب دتا اصحاباں نیکاں اہل ایماناں
جو کرسی اونہاں خلیفے اوپر ملکاں عالیشاناں
جویں اگلیاں اسرائیلیاں نوں رب شاہی دتی آہی
عمالقہ مار گوائے اونہاں ملی خلافت شاہی
اینویں اصحاباں نوں اللہ شاہ خلیفے کیتا
دشمن انہاں ہلاک کیتے رب ملک انہانوں دتا
ایہ آیت صاف دلیل جو حق خلافت ابو بکر دی
بھی عمر علی عثمان دی سچ خلافت ہر دی
حضرت وچہ مکے دکھ پائے سن اصحاباں یاراں
امر صبر دا کرے تنہاں رب نال ایذا کفاراں

رات دناں ہر وقت کفاراں ہندا خوف مدامی
پھر ہجرت امر مدینے دیول چھوڑے وطن گرامی
بھی با اسناد سفینہ کنوں جو پیغمبر فرمایا
تریہ(۳۰) سال خلافت بعد میرے پھر ہوس شاہ بتایا
دو سال خلافت ابو بکر دہ سال فاروق عمر دے
سال یاراں عثمان خلافت پھر چھ سال حیدر دے
وچہ حدیث نبی فرمایا سنت میری تائیں
ہور سنت خلفاواں پھڑ کے ٹرو خدا دی راہیں

فعليكم بسنتي و سنة الخلفاء الراشدين المهديين تمسكوا بها و عضوا عليها بالنوا جذ (مشکوۃ) (لازم پکڑو اپنے او پر سنت میری اور سنت خلفا راشدین راہ پائے ہووں کی پکڑو اس کو اور سخت تر پکڑو ساتھ دانتوں کے)

پس معلم ہویا خلافت شاہی نال اتباع رسولی
وعدہ اللہ پاک سنایا ہے ایہ بات اصولی
جیوں صدیق فاروق عثما ن علی ہور ہوئے خلیفے
خوفوں بعد امن کل پھیلیا سوچو عجب لطیفے
اے پر انہاں نبوت دعوی ہر گز کیتا ناہیں
کر تبلیغ رسالت پونچے مشرق مغرب تائیں
ہر طرفے اسلا م پوچایا لائے ڈن بے دیناں
کر کے حداں قائم شرعی دسیا دین نگینہ
مرزا کہے طفیل نبی دے ملی نبوت مینوں
ظلی ہور بروزی رنگوں حصہ ملیا دینوں

مرزا صاحب لکھتے ہیں : نبوت کی تمام کھڑکیاں بند کی گئیں مگر ایک کھڑکی سیرت صدیقی کی کھلی رہی، یعنی فنا فی الرسول کی۔ پس جو شخص اس کھڑکی کی راہ سے خدا کے پاس آتا ہے اس پر ظلی طور پر نبوت کی چادر پہنائی جاتی ہے جو نبوت محمدی کی چادر ہے۔ میں ظلی طور پر محمد ہوں (اشتہار ۵ نومبر ۱۹۰۱ء)

غرض اس حصہ کثیر وحی اور امور غیب میں اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں۔ اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ کثیر حصہ اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کے لئے میں مخصوص کیا گیا۔(حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

چواں خلیفیاں تھیں کسے نہیں نبوت دعوی کیتا
کہڑی گلوں حق نبوت مرزا پاوے میتا
ایہ کھڑکی سیرت صدیقی کیوں کسے نظر نہ آئی
ابو بکر تے عمر نبی دے نہیں سن دلوں فدائی
تن من دہن انہاں پاک نبی تھیں صدقے کیتا سارا
پڑھو قرآنوں صفت تنہاندی رب سلاہن ہارا
ابو بکر دیاں باتاں اللہ چیتے پھیر کرایاں
غار اندر جد نال نبی دے سختیاں بہت اٹھائیاں

اذ یقول لصاحبہ لا تحزن انّ اللہ معنا ۔جب پیغمبر اپنے یار (غار یعنی ابو بکر) کو فرماتے تھے کہ غم گین نہ ہو بے شک اللہ تعالی ہمارے ساتھ ہے (سورہ توبہ)

عمر علی عثمان صحابیاں پڑھو تعریف قرآنوں
فنا فی الرسول ہوئے اوہ پورے ودہ کے ایس جہانوں
پھر کیوں نہیں نبوت دعوی ہر گز کسے اٹھایا
دس دیہو مرزائیو جتھے ظل بروز لکایا
اصحاباں تھیں بہت کراماتاں ظاہر رب کرایاں
اے پر کوئی رسول نہ بنیاں دے طفیلی سایاں
موسی نال ہارون خلیفہ جے کر نبی سدھایا
دیہو نظیر قانون محمدیوں کی تساں رولا پایا
پاک نبی نے حیدر تائیں وانگ ہارون بتایا
حیدر علی نبوت دعوی دسو کدوں اٹھایا

عن سعد بن ابی وقاص قال قال رسول الله ﷺ لعلی ألا ترضی ان تکون منی بمنزلة هارون من موسی الّا انه لا نبی بعدی (بخاری:۴۴۱۶) فرمایا رسول اللہ ﷺ نے واسطے علی کے کہ تو مجھ سے بمنزلہ ہارون کے ہے موسیٰ سے مگر فرق یہی ہے کہ میرے بعد کوئی پیغمبر نہیں ہوگا۔

ایہ نظیر محمدی ہے قانون عجیب بتائی
میں تھیں وانگ ہارون علی پر نہیں نبوت پائی
مالک بیٹا انس روایت سرور کنوں لیاوے
ختم رسالت میں تھیں پچھے خود حضرت فرماوے

عن انس بن مالك قال قال رسول الله ﷺ ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی مسند امام احمد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ بے شک رسالت اور نبوت ختم ہو چکی ہے پس میرے بعد کوئی نبی یا رسول نہ ہوگا

ہور روایت مسلم والی وچ مشکاتے آئی
وحی ختم آسمانوں ہو گئی پڑھو حدیثوں بھائی

ان الوحی قد انقطع من السماء (الحدیث) بیشک وحی آسمان سے منقطع ہو گئی

شرعی دین مسائل سبھے خبر سنت قرآنوں
وحی جدید قطع آسمانوں خبر نبی سلطانوں
ظل بروز طفیلی چادروں نہ کوئی نبی کہایا
خبر نہیں مرزے نوں کتھوں ہے سرکلر آیا
امر خلافت ہور امامت جے مرزے نوں آیا
دین نبی دے سب دنیا تے کیوں نہ غلبہ پایا
کتھے مرزے دین نبی دیاں حداں آن جمایاں
کد زانی سنگسار کرائے دے کے حکم سپاہیاں

قال تعالی: الزانية و الزانی فاجلدوا کل واحد منهما مأة جلدةو لا تأخذ کم بهما رأفة فی دین الله (زانی عورت اور زانی مرد ہر ایک کو سو سو درے مارو اور خدائی قانون جاری کرنے میں ان پر ترس نہ کرنا) (سورہ نور:۲)

ابو بکر تے عمر سبھے تعمیلاں کر دکھلائیاں
نہیں نبوت دعوی کیتا سوچو نال دانایاں
جھوٹیاں تے بدکاراں لوکاں نوں کد مرزے بلوایا
درّے مار کنہوں مرزے نے توبہ ول جھکایا
کنجریاں بازاراں دے وچہ کر دیاں نے بدکاری
ظلم فساد عناد خرابی ہے ہر جاگہ جاری
سودی ہور بیاجڑیاں ڈن مرزے کدوں لگائی
ڈاکو چور اچکے راہزن کد توبہ در آئے
کد مرزے نے چوراں دے ہتھ کٹ تعزیراں لایاں
و السارق و السارقة کد ہین تعمیلاں چایاں
بے نماز بے روزیاں نوں تعزیراں کس نے لائیاں
وچ ہنوداں سکھ یہوداں بانگاں کس پڑھوایاں
آریاں تے عیسائیاں نوں کس مسجد وچ لیاندا
دس دیہو مرزائیو! مرزا کویں خلافت پاندا
ظلم فساد کدوں مرزے نے نال عدل بدلایا
دین نبی دے کارن مرزے کہڑا حکم چڑھایا
کدوں خلافت مرزے والی کرسی دین صفائی
اینویں ٹوپی بن مریم دی مرزا منگدا بھائی
غنیاں نوں تلوار دکھا کس دام زکوۃ ادائے
کہڑی گلوں مرزا مہدی عیسی گنیا جاوے
نری خلافت والی کلغی مرزے نوں تساں لائی
کارن دین نبی دے مرزے کی تکلیف اٹھائی
انگریزاں تے پادریاں نوں آکھ دجال سدھایا
بمبا دیکھ گڈی دا اوس نوں خر دجال بنایا

اہل ایماناں دے وچہ مرزے فتنہ وڈا جگایا
صلح سلوک کریندا جے مریم دا ہوندا جایا
اہل اسلام علماواں تھیں اک شیر پنجاب ایہائی
مولانا ثناء اللہ تسنوں برکت کرے الٰہی
مرزے دیاں الہاماں والا تھلہ پھولیا سارا
گپاں کوڑیاں ثابت کر کے قادیان پونچیا یارا
اے پر مرزے گھر اپنے تھیں باہر قدم نہ پایا
اوڑک شیر اسلام ربانا مڑ امرت سر آیا
جس دم مرزا صاحب وچ جواباں عاجزی آئی
شیر اسلام ربانے دے حق اندر ایہ دعا چھپوائی
آخری فیصلہ اس دعا دا رکھیا نام پیارے
اندر نظم لیاواں فضلوں مومن کرن نتارے

در بیان فیصلہ حقانی بزبان مرزا صاحب قادیانی
کہ از درگاہ ربانی خواست وظہور آں
ومضمونش ایں خود تحریر نمود از کلک خود نوشت

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔
یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ.
بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے

ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافقمکذ بین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر

لگا تا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کیذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔

اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین. بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاه الله و اید .

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

اس دعائیہ اشتہار سے دس روز بعد مرزا صاحب نے یہ الفاظ شائع کئے تھے

ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیا د رکھی گئی ہے۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اس کی طرف ہوئی اور رات کو توجہ اس کی طرف تھی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

ترجمہ دعا مرزا در نظم پنجابی از حافظ گوہر دین

مولوی ثناء اللہ صاحب دی خدمت وچہ گرامی
بعد سلام ہدایت والیاں برکت تنہاں مدامی
اہل حدیث اخبار اندر نت مینوں برا الاؤ
کاذب تے دجال تے فاسق مینوں آکھ سناؤ
دنیا نوں تساں میری ولّوں ردّ کیا دور ہٹایا
ہاں مسیح ربانا ودھ کے میں پر ظلم کمایا
انہاں گلاں تھیں میں اج تک کیتا صبر بہتیرا
اوڑک کد تک صبروں اینویں کر دا رہاں جیہڑا
میں مامور خدا دا ہاں نہ اس وچہ شبہ ایہائی
تے تسیں لوک ہٹاؤ میں تھیں دس میری بریائی
سخت لفظ نت مینوں بولو تے اتہام نیارے
دکھی گئی ہو جان مری جو دکھ اٹھائے بھارے
جے میں دجال تے کاذب جیوں مینوں نت بولو
مرساں وچہ حیات تساڈی شکوں منہ نہ کھولو
کاذب تے دجال وڈیری عمر نہ مولے پاون
چھیکڑ اپنے دشمناں سامنے ذلت تھیں مر جاون

جیکر ہاں میں سچا تے ہور خبر وی تھیں پاواں
تے ہاں مسیح موعود فضل تھیں مرسو تسیں تداہاں
جلدی بریایاں دے بدلے مرسو جھوٹ سزاؤں
مرض طاعون یا ہیضہ بد تر آ وے غضب الاہوں
میری وچہ زندگانی جے کر موت نہ رب تھیں پاؤ
سمجھ لیو میں کاذب وڈا اصلوں گل مکاؤ
بن الہام خدا تھیں فیصلہ منگیا کر فریاداں
ہے امید ہووے منظوری توڑ کے کل فساداں
بصیر قدیر علیم خبیرا واقف قلبی آہوں
جے ہاں مفسد نظر تیری و چہ ماریں موت سزا ؤں
رات دنے ہر ویلے جے میں جھوٹیاں پھا ہیاں لا یاں
وچہ حیات ثناء اللہ دے میں پر بھیج تباہیاں
مولوی ثناء اللہ سن یاراں خوش کر بار خدایا
موت مری تھیں جے ہاں جھوٹا عرض سناون آیا
آمین کر منظور دعا ایہ رحمت نال الٰہی
فیصلہ دس د نیا نوں سچا کرکے جھوٹ تباہی
اے پر مولوی ثناء اللہ جے حق اتے نہیں سایاں
ناحق ظلموں میرے اتے تہمتاں کوڑ ہلایاں
تاں پھر کر فریاد پکاراں وچہ جناب دعائیں
میری زندگی دے وچہ اس نوں ذلت نال مٹائیں
مہلک مرضوں موت گھلیں تس ہیضہ ہور طاعونوں
باہر ہووے انسانی ہتھوں بن دارو افسونوں
سامنے میرے دشمنیوں جے توبہ آن پکارے
کر پھر ونگا وال نہ اس دا بچ جاوے اشکارے

آمین یا رب العالمین کر منظور دعائیں
ہو کے دکھی آ یا در تیرے حد جس دی کجھ ناہیں
دہاڑ وی ڈاکواں نالوں مینوں جاتا وده فسادی
جنہاں بھیڑیاں تھیں وچہ دنیا ہووے بہت خرابی
لا تقف ما لیس لك به علم تے نہ انہاں عمل کمایا
آکھن نت مندیرا مینوں ہٹکیاں باز نہ آیا
ساری دنیا نالوں مینوں جاتا بہت مندیرا
دور دور وچ دوجیاں ملکاں کیتا نشر بہتیرا
مفتری ٹھگ دکا نداری تے مفسد جا نیاں مینوں
سب خلقت وچہ برا منایا عرض سناواں تینوں
مندیاں کولوں مندا جاتا مشہر کیتا سارے
طالب حق گئے رک میتھیں سن اسدے ایہ کا رے
جے طالب حق میرے کولوں ہوندے نہیں کنا رے
تد میں صبر کر یندا اں میں ول جھکدے لوکیں سا رے
مولوی ثناء اللہ ایہ چاہے مٹے سلسلہ میرا
دل تھیں پک ارادہ اس دا آن گھتے نت گھیرا
ایک عما رت ڈہاون چاہے جو توں آپ بنائی
تینو ں خبراں سبھے سایاں چیوں اوہدی کاروائی
رحمت اتے تقدس دا لڑ تیرا پکڑ خدایا
اپنا اتے ثناء اللہ دا فیصلہ لیون آیا
وچہ حیا ت سچے دی جھو ٹا مار غضب تھیں سایاں
فیصلہ دیکھ لو ے سب دنیاں سمجھ کذب بریایاں
آفت سخت کسے و چ یا تو دیویں گھت خدایا
آخر فیصلہ سچے مالک تیرے ہتھ پھڑایا

آخر مولوی صاحب جو کجھ چاہن لکھ دیہن تھلے
فیصلہ وس خدا دے ہن کوئی وس نہ مولے چلے
ر بنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین

جویں شعیب نبی نے کارن قوم دے فیصلہ چاہیا
ایہو پڑھی دعا پھر رب نے اپنا غضب ورہایا
کافر قوم گھڑی وچ ساری کڑک اسمانوں موئی
باجھ شعیب تے مومن لوکاں بچیا مول نکوئی
ایسے طرح مرزا صاحب نے اوہو لفظ الائے
جو اللہ صاحب فریق جھوٹے نوں غضبوں مار مکائے
دستخط کر مرزا صاحب ایہ دعا مکائی
سن انّی سو ست تے پندراں ہے اپریل گواہی
دس دن پچھوں مرزا صاحب وچ اخبار چھپایا
ایس دعا نوں اللہ اپنی وچ منظوری لیایا
اجیب دعوۃ الداع الہامی لفظ سنائے
جو ہون قبول دعائیں میریاں شک تمام مٹائے
ہوئی قبول دعا پھر فیصلہ سن لو اہل ایمانو
زندہ شیر اسلام ربانا مرزا گیا جہانوں
پس ثابت ہویا مرزا سی دجال تے کاذب بھارا
جیوں خود سی اقراری ہویا وچ دعا آ شکارا
جھیکڑ دا ایہ فیصلہ قطعی ہو گیا فضل الاہوں
چھوڑ تنازع کلمہ پڑھ کے ہٹ جاؤ ایس راہوں
قاسم علی جو دہلوی تن سو دا دے گیا ڈن پیارے
جد اس ایس دعا دے اندر کیتا شک دوبارے

ہے افسوس نادان اجے تک کیوں کر سمجھن ناہیں
جا کر دے جو بیعت قادیان بجھے جان کوراہیں
اے نادانوں حق جماعت کیوں تسیں چھوڑو پاسہ
کیونکر ہوگ نجات جنہاں دا نال دجالاں کاسہ

یا ایھا الذین آ منوا اتقوا اللہ و کو نوا مع الصا دقین (توبہ:۱۱۹)
(اے ایمان والوں اللہ سے ڈرواور سچوں کے ساتھ ہو جاؤ)

متقی لوگ نہ بریاندے سنگ اپنا ساتھ بناون
توڑ محبت مفسد لوکاں سچا ساتھ بناون
المرء مع من احب حکم رسول سنایا
حشر دیہاڑے ساتھ ہوسی جس نال پیار کمایا
دنیا کارن دیکھو جے کے پھسیوں پھاہی
آخر روز حشر کی کرسیں آکھیا جدوں الٰہی

و امتا زوا الیو م ایھا المجر مو ن۔ الم أعھد الیکم یا بنی آ د م الّا تعبدوا الشیطا ن انہ لکم عدو مبین۔ و ان اعبدونی ھذا صراط مستقیم ۔روزمحشر کو باری تعالی فرمائے گا ۔اے گنہگاروں آج الگ ہو جاؤ۔ اے انسانو! کیاتم کو پیغام نہیں پہنچا تھا کہ شیطان کی عبادت نہ کرنا وہ تمہارا صریح دشمن ہے اور محض میری عبادت کرنا یہی سیدھا راستہ ہے(یس:۵۹۔۶۱)

اے مرزا ئیو! مرزے دی کوئی سچی بات نتارو
اپنے آپ تعریفاں کر کے پھڑاں نہ گھر وچ مارو
اے حافظ ہن ثابت ہو گیا عمدہ نال صفائی
مسیحیت تے مہدیت کجھ مرزے سچ نہ آئی
حیات مسیح دا مسئلہ لکھ کے ختم کتابوں کر توں
سچ تے جھوٹ نتارا ہو گیا شکر اللہ دا پڑھ توں

در بیان حیات عیسی بن مریم برآسمان ونزول آں وامامت مہدی کہ از اولاد فاطمہ پیدا شود

پهلی حدیث ؛ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ و الذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة واحدة خیر من الدنیا و ما فیها ثم یقول ابو هریرة فاقرؤا ان شئتم و ان من اهل الکتاب الّا لیومنن به قبل موته (ترجمہ: ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اس خدا کی جس کے قبضہ میں میری جان ہے البتہ قریب ہے کہ ضرور اترے گا تم میں مسیح ابن مریم حاکم عادل ہو کر پس صلیب کو توڑے گا اور خنزیر کو مروا ڈالے گا اور جزیہ لینا موقوف کر دے گا اور مال اس قدر وافر ہو گا کہ اسے کوئی لینا نہ چاہے گا اس وقت (خلوص نیت کا) ایک سجدہ دنیا اور مافیھا سے بہتر ہو گا پھر فرمایا ابو ہریرہ نے جو چاہے یہ آیت پڑھے کہ اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر ایمان لاوے گا اس پر پہلے موت اس کی کے)

دوسری حدیث ؛ عن ابی هریرة قال قال رسول الله ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم روی البیهقی فی کتاب الاسماء و الصفات بسنده (ترجمہ: فرمایا رسول اللہ ﷺ نے تمہاری حالت کیسی ہو گی جب عیسی ابن مریم آسمان سے تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم میں سے ہو گا)

تیسری حدیث : فعند ذلك ینزل اخی عیسی ابن مریم من السماء ۔(فرمایا پس اس وقت آسمان سے اترے گا میرا بھائی عیسی بن مریم)

پس ثابت ہویا قرآن حدیثوں زندہ مریم جایا
ہور حدیث نزول عیسی دی بن مسعود لیایا

رات معراج عیسی بن مریم ملیا حضرت تائیں
نبی نے خبر قیامت پچھی عیسی کیہا تداہیں
نکلے جدوں دجال تاں اتراں قتل کراں استائیں
نال میرے اک وعدہ کیتا پاک خداوند سائیں
پس معلم ہویا قرب قیامت مریم جایا آوے
سرور پاک شہادت بھر دا کون جو شک لیاوے
ابن ماجہ ایہ کرے روایت مسند احمد نالے
واہ سبحان اللہ کیا دسے مسئلے نبی کمالے
کل امام مفسراں اس پر ہے اتفاق لیاندا
مرزے باجھ وفات عیسی دی نہ کوئی آکھ سناندا
حضرت ابو حنیفہ جو مشہور امام ایہائی
وچہ فقہ اکبر دے لکھیا عیسی زندہ بھائی

و نزول عیسی علیه السلام من السماء کما قال الله تعالی و انه (ای عیسی) لعلم للساعة (ای علامة القیامة) و قال الله تعالی و ان من اهل الکتاب الا لیو منن به قبل موته (ای قبل موت عیسی بعد نزوله عند قیام الساعة فیصیر الملل واحدة و هی ملة الاسلام الحنیفة .(ص۱۳۴)۔(ترجمہ: اور نازل ہونا عیسی کا آسمان سے جیسا کہ فرمایا اللہ تعالی اور تحقیق وہ (یعنی عیسی) البتہ نشان قیامت کا ہے اور فرمایا اللہ تعالی نے اور نہیں ہے کوئی اہل کتاب سے مگر ضرور ضرور ایمان لاویں گے ساتھ اس کے پہلے موت اس کی کے یعنی پہلے عیسی کی موت کے بعد نزول اس کے کے قرب قیامت کے پس سب لوگ ایک ہی ملت اسلام پر عمل پیرا ہو جائیں گے)

قرآن حدیث اجماع امت تھیں ثابت صاف ایہائی
عیسی بن مریم آسمانوں آخر اترے بھائی
سلف خلف سب اہل سنت دا ایہو صاف عقیدہ
جو کوئی کرے خلاف سو اوہ گمراہاں وچہ گنیداں

حدیث لا تجتمع امتی علی الضلالۃ ۔ اتبعوا السواد الاعظم فان من شذ شذ فی النار و ان لا تجتمعوا علی ضلالۃ . رواہ ابو داؤد ۔ (ترجمہ: میری امت نہیں جمع ہوگی اوپر گمراہی کے تابعداری کرو بڑے گروہ کی ۔ پس تحقیق جو جدا ہوگا وہ دوزخ میں الگ ڈالا جائے گا اور یہ کہ نہ اتفاق کرنا تم نے گمراہی پر)

ایہ پیش گوئی فرمائی سرور پاک رسول الہی
جمع نہ کرسی میری امت رب اتے گمراہی

ازالہ شبہ

عیسی دے آون تھیں ختم نبوت نقص نہ آوے
اے پر نواں پیغمبر دعوی کذب نبی فرماوے
سب تفسیراں نال صراحت دیندیاں صاف گواہی
جو عیسی پہلا پیغمبر ہے شبہ گیا اٹھ بھائی

و لا یقدح فیہ نزول عیسی بعدہ لان معنی کونہ خاتم النبیین لا نبی بعدہ و عیسی ممن نبیء قبلہ و حین ینزل انما ینزل عاملا علی شریعۃ محمد ﷺ ۔ (آنحضرت ﷺ کے بعد عیسی کے نزول سے کوئی اعتراض وارد نہیں ہوسکتا کیونکہ عیسی آپ سے پہلے نبی بنے تھے اور جب نازل ہوں گے تو شریعت محمدیہ پر عامل ہو کر قبلہ کی طرف نماز پڑھیں گے ۔ پس اس سے آپ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے اور آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہونے کے اعتقاد میں کوئی نقص نہیں آتا)

پس ثابت ہویا حضرت عیسی اترے گا آسمانوں
تے مہدی فاطمہ دی اولادوں سید ذات پچھانوں

در بیان حضرت امام مہدی کہ از عترت رسول خواہد شد و تردید مرزا

حدیث: لو لم یبق من الدھر الا یوم لبعث اللہ رجلاً من اھل بیتی یملأھا عدلا کما ملئت جوراً (اگرچہ نہ باقی رہے زمانہ سے ایک دن

البتہ بھیجے گا اللہ ایک آدمی کو میرے اہل بیت میں سے جو دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دے گا جیسے وہ ظلم وجور سے پر ہوگی)

دوسری حدیث: عن ام سلمة قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول المهدى من عترتى من ولد فاطمة (ابوداؤد)۔(فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ مہدی میری آل، فاطمہ کی اولاد سے ہوگا)

مہدی کرے امامت عیسی مگر نماز گذارے
مسلم کرے روایت ایہا فرق نماز نہ بھارے
لا مهدى الا عيسى مرزا پیش کریندا بھائی
اس دی ایہ تفسیر حدیثوں اپر دیکھ ایہائی
مہدی تے ہور عیسی مرزا ایویں بن بن بہندا
سخت خلاف حدیثوں کتیاں دین ایمان کی رہندا
مبشرا برسول يأتى من بعدى اسمه احمد والی آیت
آکھے حق میرے دے اندر دتی رب ہدایت
پس استدلال ایہ مرزے والا کون یقین لیاوے
جو منے سو پاک نبی دیاں منکراں دے وچ جاوے
بن مریم دی خوش خبری ایہ نبی دے حق وچہ آئی
کل مفسر ایہو کہندے وچہ حدیث گواہی

حدیث: سأخبركم باوّل امرى انا دعوة ابراهيم و بشارة عيسى (مشکوۃ)۔(پس میں تمہیں اپنے ابتدائے امر کی خبر دیتا ہوں میں حضرت ابراہیم کی دعا ہوں اور حضرت عیسی کی بشارت ہوں)

در بیان اعتراض معترضاں کہ گویند عیسی از کجا خورد ونوش وغیرہ حاصل میکند؟ وجواب آں

مرزائی آکھن جے کر عیسی رب آسمان چڑھایا
دسّو کی کھاندا کی پیندا کتھے فرش وچھایا

بول براز کرے کتھ بہ کے لیڑا کتھوں ہنڈوا وے
نال کمال بے ادبی ہر اک ایہ اعتراض اٹھاوے
آکھ جواب جو نو ماہ بچہ ککھ مائی دی جیوے
کہڑی جگہ براز کرے تے کی کھاوے کی پیوے
حکمت قادر مطلق عالی نہ وچہ سمجھ سماوے
گم جاوے وچہ وہن لمیری جو کوئی غوطہ لاوے
بن باپوں رب عیسی تائیں پیدا کر دکھلایا
دسّو کھاں پھر کیوں تساں استے نہ اعتراض اٹھایا
تن سو سال اصحاب کہف نے نیندر وچہ لنگھایا
کیوں تساں نہ اس مسئلے اتے کوئی نقض لگایا
جے کر اتنی مدت سونا ہے قدرت رحمانی
ایہ بھی ہے اک قدرت چڑھنا عیسی دا آسمانی
تن سو ورہا اصحاب کہف نے کی کھادا کی پیتا
بول براز نماز روزے دا پتہ دیہو سب میتا
تے پہنن نوں کی انہاں نے بدن دوالے پایا
آخر تن سو سال انہاندا کیونکر گذر سدھایا
تن سو سالاں پچھو جس انہاں نیندوں سرت سنبھالی
کہن لگے ہک روز ستے یا گھٹ دنوں فی الحالی
پھر بھک لگی تنہاں ہک جنے نوں شہر دے ول گھلایا
اس دیکھیا ہور زمانہ بدلیا قدرت رنگ وٹایا

قالوا لبثنا یوماً او بعض یوم قالوا ربکم اعلم بما لبثتم

جب نیند سے (تین سوسال کے بعد اٹھے) کہا ٹھہرے ہم اس میں ایک دن یا بعض دن۔ کہا رب تمہارا بہتر جانتا ہے کہ کتنا ٹھہرے۔(سورہ کہف:۱۹)

پیٹ مچھی وچ قیدی رکھیا یونس نوں رب سائیں
کی کھاندا کی پیندا رہیا دسو جلد اسائیں

بن مریم دی نال فرشتیاں خصلت ملدی آئی
جے کھڑیا رب آسماناں تے کیتی کی بریائی
و جعلنی مبارکا این ما کنت رب فرمایا
ہر جاگہ عیسی نوں شامل برکت حکم سنایا
تے برکت معنی لغت قرآنوں خیر کثیر ایہائی
دسّو کھاں آسماناں تے کیوں خیر نہ اس نوں آئی
لفتحنا علیھم برکات من السماء و الارض رب فرمایا
برکت ہے آسمانی وچہ زمین نزول بھی آیا
خیر کثیروں صوم صلوۃ تے کھانا وچے آیا
او مرزائیو! کویں تسانوں صدق یقین نہ آیا
بن مریم دے نال بھیالی کی مرزے دی آئی
دسو پھول قرآنوں سانوں کہڑی آیت آئی
بس حافظ ہن فضل الاہوں ردّ ہوئے مرزائی
تے عیسی ہور امامت مہدی ثابت کر دکھلائی
منگ دعا کجھ کر فریاداں وچ جناب الٰہی
دوں جہانادی رب بخشے عزت تے وڈیائی

دعا بدرگاہ مجیب الدعوات وقاضی الحاجات

رحم اللہ عبدا قال آمینا

اے ارحم کل رحیماں اللہ مالک شاہنشاہا
اے خالق معبود حقیقی لا شریک الاہا
نال توفیق احسان ترے میں عجزوں کراں دعائیں
اپنے بندیاں دی سنگ فضلوں شامل کر لیجائیں
دہ توفیق جو دین ترے دی خدمت نت اداواں
آخر موت شہادت دے وچہ پاس ترے آجاواں

بیت اللہ بھی روضہ اقدس دیکھن نوں دل ترسے
آس مری کر پوری سایاں رحم تیرا نت برسے
اللهم اجعلنی شهيداً فی سبيلك و اجعل مو تی فی بلد رسو لك
دین دنی دیاں آساں سبھے تیرے ہتھ پھڑایاں
غیراں ول جھکا نہ فضلوں رو رو کراں دوہایاں
دین دنی دے دشمناں نوں خود کر مغلوب خدایا
میں بے جان نماناں عاجز علم تینوں سب آیا
گمراہاں دیاں ٹولیاں کولوں دے کے ہتھ بچائیں
دین دنی دیاں دکھ غماں نوں وانگوں دھوڑ اڈائیں
حرمت سید ذات گرامی سرور شاہ ابراراں
آل اصحاب شہید تماماں ولیاں بزرگواراں
گو ہر دین سنے سب خوشیاں بھائیاں فضل کمائیں
کر مقبول رسالہ میتھیں مشہر کر ہر جائیں
برکت آل اصحاب شہیداں ولیاں بزرگواراں
کھیتی خشک مری کر تازہ بارش کر اک واراں
خویش اقارب یار برادر نیکو کار بنائیں
قبر حشر دیاں سختیاں سائیاں کر آسان اسائیں
کلمہ پاک محمد اتے جاندی وار لے جائیں
نشہ توحید حقیقت والا جام شراب پلائیں
محمد امین تے علی محمد عبداللہ فضل الٰہی
بھائی کرم الدین توں سبھناں کریں رہائی
اللهم صل علی سید نا محمد النبی الا می و آله و اصحا به وبارك و سلم عليهم اجمعين

راقم: بندہ خادم الفقراء والعلماء۔ حافظ گوہر الدین (واعظ) عفا اللہ عنہ
از موضع ورک ڈاک خانہ کلانور ضلع گورداسپور

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۸ء سے

مجھ پر قاتلانہ حملہ اور قادیان میں شماتت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قرآن شریف نے اسلام کے اشد دشمنوں کی ایک علامت یہ بیان کی ہے

ان تمسسکم حسنة تسؤهم و ان تصبکم سيئة يّفر حوا بها

(اگر تمہیں بھلائی پہنچے تو ان کو بری لگتی ہے، اگر تکلیف پہنچے تو خوش ہوتے ہیں) (آل عمران: ۱۲۰)

میرے احباب دریافت کرتے تھے کہ قاتلانہ حملے پر قادیان سے کیا آواز اٹھی ہے، کیونکہ ان کو گمان تھا کہ مسرت کی آواز اٹھی ہوگی۔ لیکن میں سمجھتا تھا کہ ایسا نہ ہوگا کیونکہ مذہب و دین کے علاوہ انسانیت بھی ایک جامع امر ہے۔

مگر میرے احباب کا خیال درست نکلا۔ قادیانیوں نے ثابت کر دیا کہ جو پہچان قرآن مجید میں آئی ہے، وہ بالکل صحیح ہے۔ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۴۔ دسمبر ۱۹۳۷ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں مضمون نگار نے اس حملے پر خوشی کا اظہار کیا ہے، اور اس کو میرے ایک پرانے مضمون سے وابستہ کرنے کی کوشش کی ہے۔ میں نے ایک دفعہ قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی کسی بات کے جواب میں یہ لکھا تھا کہ

اگر آپ اپنی عزت اور میری ذلت کی آزمائش چاہتے ہیں، تو پشاور سے کلکتہ تک میرے ساتھ سفر کریں، پھر دیکھیں کہ پھول کس پر برستے ہیں، اور پتھر کس پر۔

قادیانی مضمون نگار نے لکھا ہے کہ تم نے دیکھ لیا کہ تمہارے گھر میں تم پر پتھر پڑے یعنی حملہ ہوا ہے۔

حالانکہ یہ واقعہ پہلے ہو چکا ہے۔ نامہ نگار کو معلوم نہ ہو، تو خلیفہ (مرزا محمود احمد)

اور اڈیٹر الفضل کو تو معلوم ہوگا۔ یہ واقعہ اس روز کا ہے جس روز سیالکوٹ میں خلیفہ پر اتنے پتھر پڑے تھے کہ وہ ٹرنک بھر کر لائے تھے۔

(مجھ پر) قاتلانہ حملہ پتھروں سے نہیں تھا، پتھروں کا حملہ سیالکوٹ میں (مرزا محمود احمد پر) تھا۔ اب تو سمجھے ہو۔ مزید تسلی چاہتے ہو تو میری تجویز کے مطابق اپنے خلیفہ کو کلکتہ اور بمبئی تک سفر کراؤ۔ مگر اس سفر کا پروگرام ایک ہفتہ پہلے شائع کر دینا ہوگا۔ پھر دیکھنا کہ تر میهم بحجارۃ کس پر صادق آتا ہے۔

ہمت ہے تو آؤ اور دیکھ لو کہ و اللّٰہ یعصمك من الناس کیسے جلوے دکھاتا ہے۔ خدا کی شان ہے کہ جن کا خلیفہ (مرزا محمود احمد) مارے خوف کے متعدد مسلح محافظوں کے سایہ میں نماز جمعہ ادا کرے، اور ان محافظین کو جماعت سے محروم رکھے، اس کے پیرو کار ایک ایسے شخص سے مقابلہ کریں جس نے باوجود حملہ قاتلانہ کے برداشت کرنے کے، اپنی حفاظت کے لئے تلوار بھی ہاتھ میں نہیں لی، جو لے سکتا تھا۔ اور وہ مثل سابق اکیلا چلتا پھرتا ہے۔ جب اسے حفاظت کے لئے کہا جاتا ہے تو جواب دیتا ہے جس نے مجھے پہلے بچایا، اب بھی وہی محافظ ہے

دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۴ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۰ ص ۴)

تبصرہ بر تذکرہ۔ ا

(احمدیوں کی اپنے قرآن یعنی الہامات مرزا میں تحریف وخیانت)

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اعلان کر رکھا ہے:

خدا کی قسم میں (اپنے) الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر ... الخ۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۲۱۱)

اندریں صورت الہامات مرزا کو صحیفہ مقدس کی صورت میں جمع کرنا احمدیوں

کے اہم ترین فرائض میں داخل تھا۔ چنانچہ ۱۹۱۳ء میں بنام البشری ایک کتاب شائع کی گئی۔ چونکہ اس کتاب کا مرتب عرصہ سے لاہوری جماعت میں داخل ہو چکا ہے، نیز کتاب مذکور نامکمل و ادھوری بھی تھی، اس لئے قادیانی جماعت نے اپنے قرآن کو علیحدہ کتاب میں مرتب کرنے کا تہیہ کیا اور بکمال محنت ناظر صاحب دعوت وتبلیغ نے باعانت چند علماء اس خدمت کو انجام دیتے ہوئے تذکرہ کے نام پر قریباً ۸۰۰ صفحات کی ایک کتاب شائع کی۔

جب سے کتاب مذکور طبع ہوئی ہم اس کی تلاش میں بے تاب رہے۔ ایک دفعہ قادیان بھی گئے مگر وہاں سے جواب ملا کہ اڈیشن اول ختم ہو چکا ہے۔ اس کے بعد ہم برابر تلاش میں رہے بآخر بحکم من طلب و جد ایک احمدی دوست سے دستیاب ہوگئی۔ اس کتاب میں مرتبین نے نہ صرف مرزا صاحب قادیانی کے الہامات کو ان کی تالیفات، ڈائریوں، مکتوبات، احادیث مرویہ سے یکجا کیا ہے، بلکہ تصنیف را مصنف نیکو کند بیان، کے ماتحت مرزا صاحب قادیانی کی تشریحات کو بھی شامل کیا ہے۔ اس پر مزید کہ مرتبین نے اگر کسی الہام یا عبارت میں کوئی علمی وادبی غلطی بھی دیکھی ہے، تو اسے بعینہ چھاپ دیا ہے، ہاں حواشی میں نوٹ کر دیا ہے کہ، سہو کاتب ہے، وغیرہ۔

بظاہر مدونین کتاب مذکور نے اپنی دیانت داری کا سکہ جمانے کی پوری کوشش کی ہے اور سطحی طور پر وہ کامیاب بھی نظر آتے ہیں۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ جس طرح مرزا غلام احمد صاحب اپنی مسیحیت و نبوت کو فروغ دینے کے لئے کذب، مغالطہ، تاویل، تحریف، غرض اس قسم کے جملہ اوصاف سے کام لیا کرتے تھے، جامعین تذکرہ نے بھی اس خصوص میں اپنے پیش رو کے نقش قدم پر چلنے کی پوری کوشش کی ہے۔ چنانچہ جہاں جہاں انہیں معلوم ہوا ہے کہ فلاں فلاں عبارت و الہام ہماری خود ساختہ نبوت کے طلسم کو باطل کرنے میں اسم اعظم کا حکم رکھتا ہے، اس سے دور رہے جس طرح ان کے، حضرت مسیح موعود نبی اللہ ورسول اللہ، طاعونی میت سے دور رہتے تھے حالانکہ الہام اتار رکھا تھا کہ مجھے ہرگز طاعون نہیں ہوسکتا۔

جامعین تذکرہ کی خیانت کی چند امثلہ

سب سے پہلے ہم محمدی بیگم کی پیش گوئی کو لیتے ہیں۔اس پیش گوئی کے متعلق تذکرہ میں بہت سے الہام نقل کر کے حواشی میں خوب جی بھر کر جھوٹی تاویلیں کی ہیں (جن پر بحث کرنا ہمارے موضوع سے خارج ہے) مگر خاص خاص الہام واقوال مشرح جو اس پیش گوئی کے روح رواں ہیں ان کو یکسر نظرانداز کر دیا ہے۔ مثلاً مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی تھی کہ مسمات محمدی بیگم باکرہ ہونے کی حالت میں، یا بیوہ ہو کر میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اگر دوسر جگہ بیاہی گئی تو خاوند اس کا اڑھائی سال میں اور والد تین سال میں مرجائے گا، وغیرہ (ازالہ اوہام وآئینہ کمالات اسلام)

لیکن جب اس خاتون محترم کا دوسری جگہ بیاہ ہو گیا اور اس کا مکرم شوہر (مرزا سلطان محمد) مرزا غلام احمد صاحب کی بتائی ہوئی میعاد میں موت تو کیا، معمولی امراض زکام وغیرہ سے بھی محفوظ و مصئون رہا، تو مرزا صاحب قادیانی نے بکمال شان نبوت فرمایا کہ قرآن شریف سے ثابت ہے کہ ایسی میعادیں ٹل جایا کرتی ہیں وغیرہ۔ بآخر بصد جوش وخروش یہ اعلان کیا کہ

> نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا، یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح نہیں ٹل سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات الله یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا ہے...
>
> فرمایا میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں۔
>
> (قادیانی اشتہار ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء)
>
> ۲۔ یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔اے احمقو یہ انسان کا افتراء نہیں...
>
> یہ خدا کا وعدہ ہے۔ وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال

جسکے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا...

براہین احمدیہ میں بھی اس وقت سے سترہ برس پہلے اس پیش گوئی کی طرف اشارہ فرمایا گیا ہے جو اس وقت میرے پر کھولا گیا اور وہ یہ الہام ہے جو براہین کے صفحہ ۴۹۶ میں مذکور ہے

یآ دم اسکن انت وزو جك الجنة یامر یم اسکن انت و زو جك الجنة یاا حمد اسکن انت و زو جك الجنة

اس جگہ تین جگہ زو ج کا لفظ آیا اور تین نام اس عاجز کے رکھے گئے ہیں۔ پہلا نام آدم ہے...اس وقت پہلی زوجہ کا ذکر فرمایا۔ پھر دوسری زوجہ کے وقت مریم نام رکھا۔ اور تیسری زوجہ جس کی انتظار ہے اس کے ساتھ احمد لفظ شامل کیا گیا اور یہ....اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اس وقت حمد اور تعریف ہوگی یہ ایک چھپی ہوئی پیش گوئی ہے جس کا سرّ (بھید) اس وقت خدا تعالی نے مجھ پر کھول دیا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص۵۴)

یہ الہامات وعبارات مرزا مظہر ہیں کہ محمدی بیگم کا نکاح ایسی تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح بھی نہیں ٹل سکتی حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب حسرت نا کامیابی دل میں ہی لے کر وفات پا گئے۔ چونکہ ان الہامات اقوال کی رو سے مرزا صاحب وہی ثابت ہوتے ہیں جو خود مرزا صاحب کی عبارت منقولہ بالا نمبر۲ کی ابتدائی سطر میں رقم ہے اور ان تحریرات کا جواب بھی احمدی اصحاب سے بن نہیں پڑتا، اس لئے مرتبین تذکرہ نے بکمال دانائی مذکورہ بالا ہر دو تحریرات کو کتاب میں درج ہی نہیں کیا۔

مولانا عبدالحق صاحب غزنوی مرحوم کے ایک اشتہار میں ایک دفعہ بقول مرزا قادیانی یہ غلطی ہوگئی کہ:

سورج گرہن کی تاریخ بجائے تیرہ رمضان کے چودہ اور چاند گرہن بجائے اٹھائیس کے انتیس رمضان ،لکھی گئی،تو مرزا غلام احمد صاحب، ہاں مجدد زمان، مسیح دوراں، مدعی نبوت ورسالت نے، جن کا دعوی تھا کہ بموجب الہام فا ضت الر حمة علی شفتیك (میرے لبوں پر رحمت کے چشمے جاری ہیں) یوں درافشانی کی:

تمہارا گند ثابت ہوگیا۔ تم نے حق کو چھپانے کے لئے جھوٹ کا گونہہ کھایا۔

اے بدذات خبیث دشمن اللہ رسول کے، تو نے یہ یہودیانہ تحریف کی ۔ تیرا جھوٹ اے نابکار پکڑا گیا۔ بدذات جھوٹا بے ایمان (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۰)

احمدی دوستو! ہم تمہیں تمہارے مقدس نبی کی اس خوش کلامی پر اس وقت شرمندہ کرنے کی کوشش نہیں کرتے، مگر خدارا اتنا تو بتلاؤ کہ کیا ہم بھی مجاز ہیں کہ اس قسم کے الفاظ تمہاری مذکورہ بالا خیانت کے، جو مولوی عبدالحق غزنوی کے سہو سے کئی گنا بڑھ کر ہے، استعمال کریں؟

مگر یاد رکھو تم اجازت بھی دے دو ہم ہرگز ایسا نہیں کریں گے کیونکہ ہم اس مقدس رسول فداہ ابی وامی ﷺ کے متبع ہیں جن کے دشمنوں نے بھی گواہی دی کہ

لیس بفظ و لا غلیظ و لا سخّاب فی الاسواق ۔ (الحدیث)

اللھم صل علی محمد سید الانبیاء و المرسلین و علی آله و اصحابه اجمعین

مختصر یہ کہ ہم تمہاری اس کاروائی پر تمہاری قابل تعریف تنظیم لائق ستائش ایثار وقربانی، سرتوڑ اوران تھک تبلیغ احمدیت کوملحوظ رکھ کر کہتے ہیں کہ

بے وفا کون سی خوبی ہے نہیں جو تجھ میں
وصف اتنے ہیں جہاں ایک وفا اور سہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۴ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۰ ص ۴-۶)

قادیانی اور مصری نزاع اور اسکے فیصلے کی صورت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ قادیان میں ایک شخص شیخ عبدالرحمٰن نومسلم المعروف مصری ہے ۔ جوعربی انگریزی پڑھا ہوا قابل معلم اور احمدیہ جماعت میں ذی وجاہت ہستی ہے۔

اس نے اپنی احمدیت کے باوجود خلافت موجودہ کے برخلاف آواز اٹھائی

جس کا لب لباب بالفاظ اخبار پیغام صلح یہ ظاہر کیا کہ خلیفہ قادیانی اخلاقی کمزوری کی وجہ سے خلافت کے لائق نہیں، اس لئے جماعت کو چاہیے کہ اسے معزول کر دے۔

ادھر خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے جلدی سے مصری اور اس کے اعوان و انصار کو جماعت سے خارج کر دیا جس کو انہوں نے منظور کر کے اپنے خیال کو نہ چھوڑا بلکہ فیصلے کے لئے تقاضا پر تقاضا کرتے رہے۔ چنانچہ اخیر دسمبر کو سالانہ جلسہ مرزائیہ میں مصری صاحب نے کئی ایک اشتہار دیئے جن سب کا لب لباب یہ ہے کہ ہم احمدی ہیں ہم کو احمدیت میں ذرہ شک و شبہ نہیں ہم صرف خلافت محمودیہ کے مخالف ہیں خلیفہ صاحب ہمارے طرق اربعہ میں سے کسی طریق سے فیصلہ کر لیں

۱۔ایک کمیشن مقرر ہو جو فریقین کا بیان اور ثبوت لے کر فیصلہ کرے

۲۔دوسرا ان الزامات کی بریت میں خلیفہ ہمارے ساتھ مباہلہ کرے

۳۔خلیفہ بجائے خود اپنی بریت کی حلف مؤکد اٹھائے

۴۔ہمیں حلف مؤکد دے اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرے

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہم خوب جانتے ہیں کہ یہی طرق اربعہ ہیں جو مرزا صاحب قادیانی متوفی اور ان کے بعد ان کے اتباع مخالفین کے سامنے پیش کرتے چلے آئے ہیں اس کی کوئی وجہ نہیں کہ آج وہ خود ان کو بالکلیہ مسترد کر دیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۴)

یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج

پنڈت آتمانند لائل پوری لکھتے ہیں:

جب ہم مرزائی کہتے ہیں تو ہمارے احمدی دوست ناراض ہو کر اصرار کرتے ہیں کہ انہیں احمدی کہا جائے۔ اور کہا کرتے ہیں کہ وہ حضرت احمد صلعم کے پیرو ہیں نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے۔ اور یہ بھی دعویٰ کرتے ہیں کہ کہ احمدیت ہی حضرت محمد

صلعم کا مذہب اور حقیقی اسلام ہے۔ یہ لوگ آریہ سماج کو اس لئے مشرک بتلاتے ہیں کہ آریہ سماجی لوگ خدا کے ساتھ مادہ وارواح کو بھی قدیم مانتے ہیں۔

آج ہم دکھلانا چاہتے ہیں کہ احمدیت حقیقی اسلام نہیں بلکہ شریمتی آریہ سماج کی سگی ماں جائی بہن ہے، اور ویدک ہندو دھرم کا ایک فرقہ۔

چند روز ہوئے کہ اخبار پیغام صلح میں ہماری نظر ایک مضمون پر پڑی جس میں پہلی شرط بیعت احمدیت کا خلاصہ یہ تھا کہ بیعت کنندہ اقرار کرے کہ قبر میں جانے تک وہ شرک سے باز رہے گا۔ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے کہ خدا ہر ایک قسم کے گناہ کو بخش سکتا ہے لیکن شرک اور مشرک کو نہیں بخشے گا۔ یہاں یہ بھی خیال رہے کہ مسیح موعود کا شرک سے مجتنب اور مومن ہونا نہایت ضروری ہے۔ یعنی مشرک شخص جو خدا کی وحدانیت اور ہستی میں کسی غیر از خدا کو شریک مانتا ہو ہرگز ہرگز مسیح نہیں ہوسکتا۔

یہاں یہ بھی سمجھ لینا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کیا ہے ؟

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایمان عقائد اور اقوال کے مجموعہ کا نام احمدیت ہے۔ ہمارا اعتراض احمدیت پر ہے نہ کہ اس کے بانی پر۔

لیکن چونکہ اس کے بانی کے اقوال وعقاید پیش کئے بغیر احمدیت کو بیان نہیں کیا جاسکتا لہذا ہمیں صرف احمدی عقاید و مسلمات دکھلانے کے لئے ہی مرزا غلام احمد قادیانی کے عقاید پیش کرنا ناگزیر معلوم دیتا ہے۔ لیکن ہماری منشاء یہ ہرگز نہیں کہ ہم احمدیت کے بانی پر حملہ کریں۔ بلکہ غلام احمدیت یا مرزائیت کا مشرک دکھلانا ہی فقط ہمیں مقصود ہے۔ اور ہمارے اس فلسفیانہ مضمون کے مخاطب قادیانی احمدی عموماً اور لاہوری احمدی خصوصاً ہیں کیونکہ قادیانیوں میں سے ہمیں کوئی ایک بھی شخص ایسا نہیں دکھلائی دیتا جو ہمارے مضمون اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریروں کو سمجھنے کی بھی قابلیت رکھتا ہو۔

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کو تو ضعف دماغ کی وجہ سے دورے آنے شروع ہو جاتے ہیں۔ البتہ لاہوری احمدیوں میں پنڈت عبدالحق صاحب ودیارتھی فاضل سنسکرت اور ان کے بعد مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت لاہوری اور ڈاکٹر بشارت احمد، مولوی عمر الدین صاحب شملوی وغیرہ چند ہستیاں ضرور معلوم ہیں جو اگرچہ جواب تو نہیں دے سکیں گی البتہ ہمارے فلسفیانہ مضمون کو سمجھ ضرور سکیں گی۔ اس

لئے لاہوری جماعت احمد یہ سے ہی ہمارا روئے سخن ہے۔ قادیانیوں کوممانعت نہیں کہ وہ بھی سمجھنے اور جواب دینے کی طبع آزمائی شوق سے کریں۔

ہمارا دعوی ہے کہ ہر دوصنف کے احمدی اور حضرت مسیح قادیانی مومن نہیں تھے۔ اگر کوئی احمدی ہمارے سامنے مندرجہ ذیل اعتراضات کو رفع فرما کر مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی اور مجدد چھوڑ صرف ایک سیدھا سادا مومن یعنی مسلمان بھی ثابت کر دکھائیں تو ہم اقرار صالح کرتے ہیں کہ ہم بلا کسی شرط کے ، احمدی، بن جائیں گے اور مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود مان لیں گے۔

ہے کوئی احمدی عالم جو ہماری غیر مشروط بات کا جواب دے کر ہمیں مرزائی بنانے نے کا دم بھرنے کے لئے تیار ہو؟

ہمارے دعوی کے دلائل سنو:

١۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ٨٦ پر مرزا صاحب قادیانی کا الہام یوں درج ہے کہ

انت منی بمنز لة تو حیدی و تفریدی .

(یعنی اے مرزا تو مجھ سے میری توحید اور تفرید کی مثل ہے)

اعتراض ۔ جب خدا کی وحدانیت اور فردیت کی جگہ مرزا صاحب بھی ہو گئے تو وحدانیت اور فردیت کس طرح باقی رہ گئی۔ کیونکہ وحدانیت اور فردیت کا مطلب یہ ہے کہ لیس کمثله شئی یعنی خدا کی مثل کسی بات میں کوئی نہیں۔

٢۔ مکاشفات صفحہ ٩ نیز آئینہ کمالات اسلام صفحہ ٥٦٤ و کتاب البریۃ صفحہ ٧٩ پر مرزا صاحب قادیانی کا ایک مکاشفہ یوں درج ہے:

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں۔

٣۔ اپنے یا حضرت محمد صلعم کے متعلق توضیح مرام صفحہ ٢٣ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

مرزا صاحب کا اپنے تیئں یا آنحضرت ﷺ کو خدا ماننا بدترین شرک ہے

٤۔ مرزائی لوگ آریہ سماجیوں کے ساتھ مادہ وارواح کی قدامت کے خلاف محض اس

لئے مناظرے کیا کرتے ہیں تا کہ مسلمانوں کو اپنے مسلمان ہونے کا دھوکہ دے سکیں ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ مرزائی لوگ خود مادہ و ارواح کی قدامت کے قائل ہیں ۔ پنڈت عبدالحق صاحب ودیارتھی یا مولوی محمد علی صاحب ایم اے سوچیں کہ اگر مادہ و ارواح کی قدامت کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کی مندرجہ ذیل تحریریں آریہ سماجی پیش کردیں تو احمدیوں کے پاس سوائے تسلیم کے اور کیا جواب ہے؟

ہم مرزا صاحب قادیانی کے اس معرکتہ الآراء، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب، پر لیکچر صفحہ ۳۰ کا کچھ نمونہ ناظرین کی نذر کرتے ہیں جس کی مقبولیت کی پیش گوئی مرزا صاحب نے پہلے سے کی ہوئی کہی جاتی ہے ۔ یہ پیش گوئی نہیں تھی بلکہ صدر صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کے اس لیکچر کو مقبول ترین کہنے کا وعدہ پیشتر سے ہی دے رکھا تھا۔ ورنہ لیکچر کی خوبی سنئے ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے دور گزر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت پر آ چکے ہیں چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے ۔ افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین و آسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ سے معطل اور بے کار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا۔ یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا مگر ہمارا عقیدہ جو قرآن شریف نے ہمیں سکھلایا ہے یہ ہے کہ خدا ہمیشہ سے خالق ہے۔ اگر چاہے تو کروڑوں مرتبہ زمین و آسمان کو فنا کر کے پھر ایسے ہی بنا دے اور اس نے ہمیں خبر دی ہے کہ وہ آدم جو پہلی امتوں کے بعد آیا جو ہم سب کا باپ تھا اس کے دنیا میں آنے کے وقت سے یہ سلسلہ انسانی شروع ہوا ہے اور اس سلسلہ کا پورا دور سات ہزار برس تک ہے۔ (بلفظہ)

مرزا صاحب قادیانی کی اس طویل تحریر کا خلاصہ صرف اس قدر ہے کہ

۱۔ خدا قدیم سے خالق ہے۔
۲۔اسلئے کائنات اپنی نوع سے قدیم اور ذات سے حادث ہے۔
۳۔ اگر دنیا کی نوع (پرواہ روپ سے انادی) کے لحاظ سے ازلی نہ مانا جاوے تو خدا پر ازلیت سے معطل اور بے کار رہنے کا الزام عائد ہوگا۔جس الزام کو مرزا صاحب جیسا کوئی عقل مند قبول نہیں کرے گا
۴۔ یہ عقاید مرزائیہ قرآ شریف سکھلاتا ہے کہ خدا ہمیشہ یعنی ازل سے خالق ہے اسلئے کروڑوں مرتبہ بلکہ ازل سے ہی زمین وآسمان کو نیستی سے ہستی میں پیدا اور ہستی سے نیستی میں فنا کرتا چلا آرہا ہے۔

مرزا صاحب اور جماعت احمدیہ کے یہ عقاید اگر چہ ہمارے دعوی کو ثابت کرنے کے لئے کافی ہیں لیکن عام فہم بنانے کے لئے ایک درمیانی کڑی یا عقیدہ کو سمجھ لینا ناظرین کے لئے مفید ہوگا اور وہ یہ کہ مرزا صاحب الوصیت صفحہ ۱۰ پر لکھتے ہیں کہ :

> اس (خدا) کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی

نیز کشتی نوح صفحہ ۱۰ پر رقم طراز ہیں کہ:

> ایک قادر اور قیوم اور خالق الکل خدا سے جو اپنی صفات میں ازلی ابدی اور غیر متغیر ہے،

اگر کسی بھائی کی سمجھ میں یہ معمولی فلسفہ بھی نہ آسکے تو میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیانی کی مندرجہ ذیل تشریح ملاحظہ فرماویں آپ ،مسیح موعود کے کارنامے، نامی کتاب میں لکھتے ہیں کہ :

> حضرت مسیح موعود (مرزا) نے فرمایا یہ دونوں باتیں غلط ہیں یہ ماننا بھی کہ کسی وقت خدا کی صفات میں تعطل تھا جو خدا تعالی کی صفت قیوم کے خلاف ہے ،اسی طرح یہ کہنا بھی کہ جب سے خدا تعالی ہے دنیا چلی آتی ہے خدا کی صفات کے خلاف ہے۔(ص ۲۷)
>
> حضرت مسیح موعود نے اس بحث کا یوں فیصلہ فرمایا ہے کہ نہ خدا تعالی صفت خالقیت کبھی معطل ہوئی اور نہ دنیا خدا کے ساتھ چلی آرہی ہے اور صداقت

ان دونوں امور کے درمیان ہے اور اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے گو قدامت ذاتی کسی شئے کو حاصل نہیں۔ کوئی ذرہ کوئی روح کوئی چیز ما سوائے اللہ ایسی نہیں کہ جسے قدامت ذاتی حاصل ہو لیکن یہ سچ ہے کہ خدا تعالی ہمیشہ سے اپنی صفت خلق کو ظاہر کرتا چلا آیا ہے۔ (مسیح موعود کے کارنامے۔ص ۳۸۔۳۹)

مرزا صاحب قادیانی کے خدا نے اپنے فرشتہ پنڈت مٹھن لال (عرف لیکھ رام) کی معرفت جو قرآن شریف مرزا صاحب کو سکھلایا اسکا خلاصہ یہ ہے کہ:

خدا ازل سے ابد تک بلا تعطل خلقت پیدا کرتا رہے گا اور کرتا چلا آیا ہے کبھی ایک لمحہ کے کروڑویں حصہ تک بھی اس کی صفت خالقیت کبھی معطل نہیں ہوئی اس لئے مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے

جس طرح عیسائی تثلیث کا یہ مسئلہ باطل ہے کہ تین اور ایک، اور ایک اور تین برابر ہے ایک کے اور جسے انگریزی زبان میں

Three into one & One into three is equal to one

اس طرح بلکہ اس سے بھی زیادہ ناممکن اور قطعی باطل مرزائیوں کا یہ عقیدہ ہے کہ خدا ازل سے ایک لمحہ بھر رکنے کے بغیر کائنات کو پیدا کرتا چلا آیا ہے اور ابد تک ایسا ہی کرتا رہے گا۔ یہ بالکل پنڈت لیکھ رام کی دعائے مباہلہ اور شاگردی کا نتیجہ ہے اور بعینہ آریہ سماجی عقیدہ ہے جو اپنی نادانی سے ایسے سوالات کیا کرتے ہیں کہ جب مادہ و ارواح نہ تھے تو خدا مالک و خالق کس کا تھا؟

اور جب کوئی موحد یہ جواب دیتا ہے کہ خدا کی ایسی صفات محض نسبتی ہیں۔ جب مادہ و ارواح نہیں تھے تب وہ مالک و خالق نہیں کہلاتا تھا اور نہ ہی اسے مالک و خالق کہنے والا کوئی ذی روح تھا۔ البتہ اس میں مالک و خالق ہونے کی قدرت موجود تھی تو ہمارے آریہ سماجی بھائی جھٹ اعتراض کر دیا کرتے ہیں کہ اگر اس کو مادہ و ارواح کی پیدائش سے قبل مانا جاوے تو خدا کی صفات ازلی و ابدی نہیں رہتیں اور خدا پر ازلی طور پر معطل چلے آنے کا الزام عائد ہوتا ہے۔

پنڈت لیکھ رام جی سے سیکھ کر بعینہ یہی اعتراض مرزا صاحب عیسائیوں پر کرتے ہیں۔حالانکہ آریہ سماجی بھی خدا کو زمین و آسمان کی چکی چلانے سے چار ارب بتیس کروڑ سال کی مہلت ہر کلپ میں دیتے رہتے ہیں۔مگر شاگرد ایسے ہیں کہ ایک سیکنڈ کی بھی مہلت نہیں دیتے۔اس سے ایک بات معلوم ہوتی ہے اور وہ یہ کہ اگرچہ مرزا صاحب ضد اور تعصب سے پنڈت لیکھ رام جی کے ساتھ برسر پیکار رہے مگر دل سے پنڈت جی کے دلائل اور آریہ سماجی عقائد کے شائد قائل ہو چکے تھے۔

مرزائیوں کا یہ عقیدہ مشرکانہ ہے:

احمدیوں کا یہ عقیدہ کہ خدا ازل سے بلا تعطل خالق چلا آرہا ہے اور ابد تک ایسا ہی چلا جائے گا، یعنی اس کی صفت خالقیت میں کبھی لمحہ بھر بھی تعطل نہیں آئے گا یا یوں کہیے کہ خدا ازل سے ابد تک کبھی ایک لمحہ بھی خلقت پیدا کرنا بند نہیں کرتا۔نہایت مشرکانہ وملحدانہ ہے بوجوہات ذیل:

۱۔اگر کسی وقت کائنات کی موجودگی نہ مانی جاوے یا اس سے پہلی خلقت میں کائنات یا مادہ وارواح کی نیستی سے ہستی میں پیدائش مانی جاوے تو خدا پر معطل اور ازل سے بے کار رہنے کا بقول مرزا صاحب الزام عائد ہوتا ہے جو مرزا صاحب جیسا عقل مند شخص قبول نہیں کرسکتا۔لہذا کائنات ازلی وابدی اور خدا کی شریک اور ساتھی ہوئی جو صریح شرک ہے۔

۲۔ ازلی وابدی کائنات کا خالق کوئی نہیں مانا جاسکتا ورنہ کسی وقت کائنات کی موجودگی یا پیدائش نہ ماننے سے خالق کی صفت خالقیت میں تعطل اور بے کاری کا ماننا لازم آئے گا جو مرزا صاحب کے نزدیک ناممکن ہے۔لہذا ثابت ہوا کہ ازلی وابدی کائنات کا کوئی خالق خدا نہیں ہے۔اور یہ کائنات ازل سے ابد تک ایسی ہی خودرو چلی آرہی ہے اور چلی جائیگی اس کا کوئی خالق خدا نہیں۔

۳۔ اگر مرزائی خالق کو خدا کہتے ہیں تو چونکہ خالق کا مخلوق سے پیشتر ہونا لازمی ہے ورنہ خالق ومخلوق دونوں کا بیک وقت اور ہم عمر یا ہم عصر ہونا خالق اور مخلوق کی نفی ثابت کرتا ہے یعنی اگر خالق اپنی مخلوق سے قبل نہ مانا جاوے اور مخلوق کو کسی وقت مقررہ سے پیدا شدہ نہ مانا جاوے تو وہ ازلی ہو گی اور اسے مخلوق کہا ہی نہیں جا سکے گا اور

اگر کائنات کو پیدا شدہ یعنی مخلوق مانا جاوے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ کسی وقت کائنات پیدا شدہ نہیں بھی تھی اور خدا کی صفت خالقیت میں تعطل ماننا لازمی ہوگا۔ جو مرزا صاحب کے نزدیک ناممکن ہے۔

۴۔ ہمارا پرزور دعوی ہے کہ جب تک مادہ وارواح کو آریہ سماجیوں کی مثل ازلی وابدی نہ مانا جاوے تب تک دنیا نوع کے لحاظ سے ہرگز ہرگز قدیم نہیں مانی جاسکتی، کیونکہ اگر مادہ وارواح ازلی وابدی نہیں بلکہ پیدا شدہ اور مخلوق ہیں، تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ جس وقت تک مادہ وارواح کی پیدائش نہیں ہوئی تھی تب تک کائنات کہاں تھی؟ کہیں بھی نہیں۔ اور جب کائنات نہیں تھی تب خدا کے اظہار خالقیت میں تعطل آ گیا۔ اور مادہ وارواح کی پیدائش اولیں ماننے سے خدا پر ازل سے بے کار رہنے کا الزام بھی عائد ہوگیا۔ لہذا مادہ وارواح احمد یوں کے عقیدہ بالا کی رو سے ازلی وابدی ثابت ہوئے۔

۵۔ ہم مرزا صاحب کے عقیدہ کو ایک ایسے فلسفیانہ رنگ میں پیش کرتے ہیں جس کو ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی تو کیا مرزا صاحب کے فرشتے پنڈت مٹھن لال، لالہ خیراتی، رام اور مہاشہ ٹیچی جی بلکہ مرزا صاحب کو الہام بھیجنے والا رب قادیان بھی نہ جانتا ہوگا اور وہ یوں کہ جس وقت مرزا صاحب کا خدا کائنات کو ایک جگہ ہستی سے نیستی میں مٹا دیتا ہے تو عین اسی وقت اور اسی لمحہ کسی دوسری جگہ کائنات کو نیستی سے ہستی میں پیدا کر دیتا ہے۔ آریہ سماجی خدا کی طرح پرانے کھنڈرات کا ملبہ اٹھا کر نہیں لے جاتا۔ یوں ازل سے ابد تک کرتا رہے گا۔ یوں ماننے سے خدا بھی خالق اور کائنات بھی مخلوق اور کائنات کا ازل سے ابد تک نوعیت کے لحاظ سے قدیم یعنی پرواہ روپ سے ازلی وابدی ہونا اور خدا کا ہر مخلوق کائنات سے قبل بھی ہونا اور مخلوق کا خالق سے بعد ہونا اور کہیں نہ کہیں ہر وقت خدا کے ساتھ مخلوق کائنات کا موجود بھی رہنا۔ اور خدا کی صفت خالقیت کا کبھی بھی معطل نہ ہونا، اور مادہ وارواح کا بھی ازلی وابدی نہ ہونا بلکہ مخلوق اور پیدا شدہ ہونا اور سچائی (دراصل بطالت) کا دونوں امور کے مابین ہونا سبھی باتیں صحیح ثابت کی جاسکتی ہیں۔

ہے کوئی آریہ سماجی یا مسلمان فلاسفر جو ہماری بیان کردہ مذکورہ بالا مرزا صاحب کی قادیانی فلاسفی کی تردید کر سکے؟

۶۔ اگر یوں بھی مانا جائے تو بھی ازل سے ابد تک کوئی نہ کوئی کائنات کہیں نہ کہیں ہمیشہ اور ہر وقت خدا کے ساتھ شریک اور موجود رہے گی اور خدا کبھی بھی وحدہ لاشریک اکیلا نہیں رہے گا، جس سے شرک لازم آئے گا۔

۷۔ اگر مادہ وارواح کو ازلی وابدی نہ مانا جائے تو مادہ وارواح کی پیدائش اولیں ضرور ماننی پڑے گی، اور اس سے پیشتر خدا ازل سے بے کار ثابت ہوگا اور جب مادہ وارواح کی نفی یا نیستی مانی جائے گی تو اس وقت کسی بھی کائنات کی کہیں بھی کوئی ہستی ثابت نہ کی جا سکے گی۔

امام اسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب جواب دیں:

آریہ سماج میں تو کوئی فلاسفر ورشا نند جی سرسوتی اور مہا مہوا پادھیائے شری پنڈت آریہ منی جی مہاراج کے بعد ایسا دکھلائی نہیں پڑتا جو اس فلسفیانہ بطالت کا رد کر سکے پنڈت راجا رام صاحب شاستری ہی ایک باقی تھے جو فلسفیانہ مذاق رکھتے تھے مگر وہ آریہ سماجی نہیں رہے۔ اس لئے امام اسلام حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان ہی شاید اس کا جواب دے سکیں کہ اگر کوئی احمدی (مرزائی) یہ کہہ دے کہ خدا بلا وقفہ یا تعطل ازل سے ہی مادہ وارواح اور کائنات کی ہستی سے نیستی میں فنا اور نیستی سے ہستی میں پیدائش پروہ روپ سے (بہ تسلسل پیوستہ) کرتا چلا آرہا ہے اور ابد تک کرتا چلا جائے گا، یوں گو کوئی نہ کوئی کائنات کہیں نہ کہیں پر خدا کے ساتھ ہمیشہ موجود رہے گی لیکن جس طرح مولانا امام اسلام ارواح و مادہ کو ابدی اور ابداً لآباد ہمیشہ خدا کے ساتھ رہنے والے مان کر بھی صرف قدیم یعنی ازلی نہ ماننے سے مشرک نہیں، اس سے کہیں بڑھ چڑھ کر احمدی اور مرزا صاحب روح و مادہ کو مخلوق اور فانی اور ہر کائنات کو حادث اور فانی مان کر مومن کہلانے کے مستحق ہیں، مشرک نہیں۔ تو مولانا صاحب موصوف بتلا دیں کہ وہ اس کا کیا جواب دیں گے؟

کیونکہ احمدی اگرچہ کسی نہ کسی کائنات کا خدا کے ساتھ ہر وقت موجود رہنا مانتے ہیں لیکن کسی بھی کائنات کو ازلی وابدی نہیں مانتے۔ حضرت امام اسلام یہ بھی

بتلادیں کہ آیا مرزا صاحب کے قول کے مطابق قرآن شریف یہی عقیدہ سکھلاتا ہے ؟ اگر امام اسلام اس مشرکانہ مرزائیہ عقیدہ کی تردید نہ کرسکے (مولانا ثناء اللہ نے لکھا ہے اس کا جواب ہمارے رسالہ اصول آریہ میں ملے گا۔ مطالعہ کی تکلیف فرمائیں) تو ہم تردید کر دکھائیں گے اور یہی ہمارے دعوی مسیحیت کا ثبوت سمجھا جائے گا کیونکہ

والی راولی مے شناسد امام اسلام راامسیح

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۴۔ ۷)

قصر خلافت میں اضطراب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

پچھلے دنوں قادیان میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے جن چند مرزائیوں کو اپنی جماعت سے خارج کیا تھا ان میں سے ایک شخص فخر الدین ملتانی بھی تھا۔ اسے ایک نوجوان مرزائی مسمی عزیز احمد نے سر بازار قتل کر دیا، جس کو عدالت سیشن جج سے پھانسی کی سزا ہوئی۔ اس کی اپیل پنجاب ہائی کورٹ میں کی گئی۔ جس کے فیصلے میں ہائی کورٹ کے ججوں نے عزیز احمد کی سزائے موت بحال رکھی اور اس قتل کا امکانی تعلق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تقریروں سے بتایا۔

اس ریمارک پر بعض غیر مسلم اخباروں میں یہ فقرہ دیکھنے میں آیا کہ

اگر یہ بات ہے تو کیا خلیفہ قادیان پر ترغیب قتل کا مقدمہ چلایا جائیگا۔

(اخبار پرتاپ ۸ جنوری ۱۹۳۸ء)

اس پر قصر قادیان میں بڑا اضطراب محسوس کیا گیا۔ چنانچہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے خطبہ جمعہ کا انتظار بھی نہیں کیا، بلکہ ایک مضمون خود ہی لکھ کر الفضل میں شائع کرایا جس کا اقتباس درج ذیل ہے:

پانچ جنوری کو میاں عزیز احمد کی اپیل کا فیصلہ جو ہائی کورٹ کے دو فاضل ججوں نے سنایا ہے اس میں بعض ایسے فقرات بھی ہیں جن سے بعض مخالف

اخبارات نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ گویا عدالت عالیہ کے نزدیک میاں فخر الدین کے قتل کی تحریک خلیفہ جماعت احمدیہ کی تقریروں سے ہوئی ہے چنانچہ اس مخالف پروپیگنڈہ کی وجہ سے جماعت کے دوستوں کو بہت تکلیف ہوئی ہے اور باوجود اس کے کہ الفضل نے اس فیصلہ کے بارہ میں کوئی مضمون نہیں لکھا اور اس کی وجہ سے اکثر احباب جماعت جو سوائے الفضل کے اور کوئی اخبار نہیں پڑھتے اس فیصلہ سے بے خبر ہیں جن جن دوستوں کی نگاہ سے دوسرے اخبارات گذرے ہیں وہ رنج وغم سے بے تاب ہو رہے ہیں اور ان کے خطوط جو مجھے آ رہے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض تو مارے غم کے دیوانے ہو رہے ہیں جن لوگوں کے خطوط موصول ہوئے ہیں ان میں سے اکثر کے خطوں سے معلوم ہوتا ہے کہ اس خبر کے پڑھنے کے بعد وہ کھانا نہیں کھا سکے اور رات کو نیند بھی ان کو نہیں آئی اور بعض نے تو نہایت درد سے لکھا ہے کہ خدایا یہ کیا غضب ہے کہ جس شخص نے ہمیں نرمی اور محبت اور رأفت کی تعلیم دی اور جس نے ہمیں سختی اور ظلم اور فساد سے روکا اور جس ہماری طبیعتوں کی وحشت کو دور کر کے پیار اور محبت کا سبق دیا اور دشمنوں سے بھی حسن سلوک کی ہمیں ہدایت کی اور ہمارے شدید ترین غصہ کی حالت میں ہمارے جذبات کو سختی سے قابو میں رکھا اسی کی نسبت آج کہا جا رہا ہے کہ اس نے لوگوں کو قتل و غارت کی تعلیم دی اور فساد پر آمادہ کیا بعض کے خطوط تو ایسے دردناک ہیں کہ یوں معلوم ہوتا ہے ان کے دل خون ہو گئے ہیں اور ان کے لئے عرصہ حیات تنگ آ گیا ہے۔

پس باوجود اس کے کہ عدالت عالیہ کے فیصلہ کے متعلق کچھ لکھنا ایک نازک سوال ہے اور قانون کا کوئی ماہر ہی اس مشکل راستہ کو بخیریت طے کر سکتا ہے میں مجبور ہو گیا ہوں کہ اس بارہ میں اپنے خیالات کو ظاہر کروں

و ما تو فیقی الا با للہ

سب سے پہلے تو میں یہ کہتا ہوں کہ اے بھائیو! میں تمہاری ہمدردی کا شکر گزار ہوں کہ تم نے میرے زخمی دل پر پھایا رکھنے کی کوشش کی اور میرے غم

میں شریک ہوئے اور میرے بوجھ کے اٹھانے کے لئے اپنے کندھے پیش کر دیئے۔ خدا کی تم پر رحمتیں ہوں وہ تمہارے دل کے زخموں کو مندمل کرے اور تمہارے دکھوں کا بوجھ ہلکا کرے کہ تم نے اس کے ایک کمزور بندے پر رحم کیا اور اس کے غم نے تمہارے دلوں کو پریشان کر دیا بے شک آج پشاور سے کرراس کماری تک ہزاروں گھر رنج والم کا شکار ہو رہے ہیں ہزار ہزار عوتیں مرد بچے کرب و بلا میں مبتلا ہیں اور خون کے آنسو ان کی آنکھوں سے رواں ہیں۔ لیکن ان کے احساسات ان احساسات کی گہرائی کو کہاں پہنچ سکتے ہیں جو ان ایام میں میرے دل میں پیدا ہوتے رہے ہیں اور پیدا ہو رہے ہیں۔ شائدتم میں سے بعض اپنا غصہ اس طرح نکال لیتے ہوں گے کہ وہ اس فیصلہ کی ذمہ داری ججوں پر ڈال دیتے ہوں گے اور کہتے ہوں گے کہ ججوں نے غلطی کی، انھوں نے ہمارے امام کو نہیں سمجھا۔ اور بعض اس طرح غصہ نکال لیتے ہوں گے کہ ججوں نے تو محض اس امر کا اظہار کیا ہے کہ مذہبی لیڈروں کو اپنے خیالات کو احتیاط سے ادا کرنا چاہیے تاکہ دوسرے لوگ غلط فہمی میں مبتلا ہو کر کوئی خلاف قانون حرکت نہ کر بیٹھیں۔ لیکن اخبار والوں اور دشمن مولویوں نے شرارت کی ہے کہ ان کے فقروں کو اور معنی دے دیئے ہیں اور یہ کہنا شروع کر دیا ہے کہ امام جماعت احمدیہ نے قتل و غارت کی تلقین کا ارتکاب کیا ہے (ججان ہائی کورٹ نے دبی زبان سے قانونی اصطلاح میں جس مفہوم کو قضیہ ممکنہ کی صورت میں ادا کیا مخالفوں نے اسے قضیہ مطلقہ عامہ بتایا۔ کچھ زیادہ فرق نہیں۔ مدیر اہل حدیث امرتسر) پس اے بھائیوں اگر تم فی الواقعہ اس غم میں میرے ساتھ شریک ہونا چاہتے ہو تو بجائے دوسروں پر غصے ہونے کے اپنے نفسوں پر غصے ہو اور اپنے دلوں کو پاک کرو اور چاہیے کہ تم میں سے جو روزوں کی طاقت رکھتے ہیں وہ کچھ روزے رکھ کر دعائیں کریں اور جو نوافل کی طاقت رکھتے ہیں وہ کچھ نوافل پڑھ کر دعائیں کریں کہ خدا تعالیٰ خود ہی اپنے سلسلہ کا حافظ و ناصر ہو اور اس کی عزت قائم کرے اور لوگوں کے دل سے بدظنیاں دور کرے۔

(اخبار الفضل قادیان ۱۱ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۱۔۲)

قادیان اور قادیانی جماعت کے اضطراب میں ہمیں بھی ان سے ہمدردی ہے۔مگر ناظرین حیرت سے سنیں گے کہ یہ اس امیر المومنین خلیفۃ المسیح قادیان کے اضطراب کا مظاہرہ ہے جس کے دلیرانہ الفاظ ابھی تھوڑا عرصہ ہوا قادیانی اخبار الفضل میں یوں شائع ہوئے تھے کہ

انگریز، جرمن، فرانسیسی سب مل جائیں تو بھی اسی طرح مسلے جائیں گے
جس طرح مچھر مسلا جاتا ہے اور ساری قومیں احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی

(الفضل قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۲ء)

جس بزرگ کا یہ دعویٰ ہو کہ انگریز جرمن فرانس وغیرہ یورپ کی سب حکومتیں مل کر بھی احمدیت کے سامنے آئیں تو مچھر کی طرح مسل دی جائیں گی اس بزرگ کا یہ حال ہو کہ ہائی کورٹ کے فیصلے میں امکانی تعلق کے الفاظ سے اتنا گھبرائے کہ اپنی جماعت کو روزے رکھ کر دعائیں کرنے کی تلقین فرمائے تو آپ اس میں تعارض اور تضاد نہ خیال کریں کیونکہ یہ ایک شاعرانہ تخیل ہے جس کا نمونہ استاد غالب نے پہلے ہی سے دکھایا ہوا ہے چنانچہ فرمایا ہے

میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اس کے اشک چشم سے گردوں کف سیلاب تھا

اسی طرح خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے شاعرانہ تخیل میں یورپ کی تمام سلطنتوں کو مسل دینے کی طاقت کا اظہار کیا تو کیا اعتراض! ان سے پہلے بھی ان جیسے حوصلہ منداشخاص ایسا کر چکے ہیں جن کے حق میں کہا گیا ہے

ہزاروں دل مسل کر پاؤں کے تلووں سے یوں بولے
لو پہچانو تمہارا ان دلوں میں کون سا دل ہے

ناظرین کرام! سلسلہ قادیانی سلسلہ رسالت سے مشابہ ہونے کا مدعی ہے مگر ہم سلسلہ رسالت میں ایسی تعلیاں نہیں سنتے جیسی قادیان میں سنی جاتی ہیں جن کا نتیجہ وہی معلوم ہوتا ہے جو بحکم حدیث من تکبر و ضعه الله ایسے تکبروں کا ہوا کرتا ہے جس کو کسی اہل شاعر نے ان الفاظ میں بتایا ہے

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۲ ص ۴۔۵)

کیا یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج

پنڈت آتما نند صاحب، لائل پور شہر سے لکھتے ہیں:

مسئلہ تناسخ:

آریہ سماج اور احمدیت میں دوسرا مشترکہ لیکن متنازعہ مسئلہ تناسخ ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ اس مسئلہ میں احمدی آریہ سماج کے اور قادیانی نبی یا لاہوری مجدد پنڈت لیکھ رام سے متفق تھے۔ چنانچہ گذشتہ قسط میں ہم ثابت کر آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کائنات کو نوع سے قدیم مان کر ارواح و مادہ کی قدامت کے قائل بن چکے تھے جیسا کہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ فاتح قادیان بھی تصدیق فرماتے ہیں اور لاہوری احمدیہ جماعت کے مولوی محمد علی ایم اے، اخبار پیغام صلح ...میں لکھتے ہیں:

میں نے جناب میاں (محمود احمد) صاحب کو اس طرف توجہ دلائی اور عرض کی کہ حضرت ایک تو آریہ اس بات سے (حدوث روح و مادہ میں سلسلہ مخلوق کا ازلی ہونا) اپنی صداقت کی لاف مارنے لگ گئے ہیں دوسرا مولوی ثناء اللہ طعنے دے رہا ہے کہ احمدی آریوں کی چوٹ سے اسلام کو چھوڑ کر آریوں کے عقاید مان گئے ہیں جیسا کہ میر محمد اسحاق کی کتاب گواہ ہے۔

مولوی محمد علی صاحب ایم اے جواب دیں:

مولوی محمد علی، خلیفہ میاں محمود احمد صاحب کو توجہ دلاتے ہیں لیکن ہم مولوی محمد علی صاحب کو توجہ دلاتے اور پوچھتے ہیں کہ آپ کے مجدد مسیح موعود ومہدی معہود اور خدا جانے کیا کیا کچھ تھے وہ جیسا کہ اس مضمون میں دکھلایا جا چکا ہے اپنی تصنیف اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر صفحہ ۳۰ پر لکھتے ہیں کہ:

چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے۔

پس جب مسیح موعود صاحب خود بھی سلسلہ مخلوق کو ازلی مان کر جو مادہ وارواح کو ازلی تسلیم کئے بغیر کبھی ممکن ہی نہیں ہوسکتا آریوں کے عقائد مان چکے تھے پھر اگر آپ کے خیال میں قدامت مادہ وارواح وسلسلہ مخلوق کو ماننے والے آریہ سماجی مشرک ہیں تو آپ ہی جواب دیجئے کہ آپ کے مرشد، ہادی، مسیح موعود، مہدی معہود، مجدد، مرزا غلام احمد صاحب کیوں کر موحد ثابت کئے جا سکتے ہیں؟

اگر مولوی محمد علی صاحب ہٹ دھرمی نہیں ہیں تو اپنی پیغام صلح والی تحریر کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب کو بھی پنڈت لیکھ رام جی کی طرح مشرک تسلیم کریں ورنہ ہمارے اس الزام کو دور کر کے دکھائیں۔

اب معمولی سمجھ کا آدمی بھی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ اگر مادہ وارواح کو ازلی و ابدی مانا جاوے تو مسئلہ تناسخ سے ہرگز ہرگز انکار نہیں کیا جا سکتا چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں۔(دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی۔ص ۸۷)

> سو یہ بات بالکل باطل ہے کہ ہم ایسا خیال کریں کہ کسی وقت ہماری مجرد روح جسکے ساتھ جسم نہیں ہے کسی خوش حالی کو پا سکتی ہے
>
> سو ان تمام دلائل سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ روح کے افعال کا ملہ صادر ہونے کے لئے اسلامی اصول کی رو سے جسم کی رفاقت روح کے ساتھ دائمی ہے گو موت کے بعد یہ فانی جسم روح سے الگ ہو جاتا ہے مگر عالم برزخ میں مستعار طور پر ہر ایک روح کو کسی قدر اپنے اعمال کا مزہ چکھنے کے لئے جسم ملتا ہے۔(دیکھئے اسلامی اصول کی فلاسفی۔ ص ۸۸)

یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کسی حالت میں کسی وقت بھی مجرد روح کو بلا جسم نہیں تسلیم کرتے جس کی تشریح میں میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیانی احمدیت یعنی حقیقی اسلام کے صفحہ ۲۴۹ پر لکھتے ہیں:

> جس کے یہ معنی ہیں کہ زمانہ قدر میں انسان کی نئی زندگی کے مناسب حال جسم اور روح تیار ہو گئے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے ان عقاید سے مسئلہ تناسخ ثابت ہے لیکن ہم مرزا غلام احمد صاحب کی ایک ایسی تحریر ذیل میں درج کرتے ہیں جس میں کسی قسم کا شبہ نہیں ہے چنانچہ نزول المسیح صفحہ ۷۲ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میں ایک ایسی جگہ بیٹھا ہوں جہاں چاروں طرف بن ہیں جن میں بیل، گدھے، گھوڑے، کتے، سور، بھیڑیئے، اونٹ وغیرہ ہر ایک قسم کے موجود ہیں۔ اور میرے دل میں ڈالا گیا (یعنی الہام کیا گیا) کہ یہ سب انسان ہیں جو بدعملیوں سے ان صورتوں میں ہیں۔

اگر مرزائی یہ کہیں کہ یہ ایک رؤیا یعنی خواب کا معاملہ ہے، تو اول تو رؤیا الہام کی ہی ایک قسم ہے۔ دوئم سوال پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دل میں کس نے الہام کیا؟ خدا نے یا کسی اور نے؟

مرزائی یہی کہیں گے کہ خدا نے۔

پس جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ملہم خدا نے تناسخ کی تصدیق کر دی تو مرزائیوں کو اس مسئلہ کی صداقت میں کیا انکار ہوسکتا ہے۔

۳۔ وید کلام الٰہی ہیں

احمدی (مرزائی) اس مسئلہ میں بھی آریہ سماجیوں سے اور مرزا غلام احمد صاحب، پنڈت لیکھ رام سے متفق تھے۔ وہی مرزا صاحب جو ساری عمر ویدوں کے خلاف بحث مباحثے کرتے رہے، مرتے وقت پیغام صلح نامی کتاب میں ویدوں کو کلام الٰہی مان کر تصدیق وید کا عقیدہ ظاہر کر گئے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

میں وید کو اس بات سے منزہ سمجھتا ہوں کہ اس نے کبھی اپنے کسی صفحہ پر ایسی تعلیم شائع کی ہو کہ جو نہ صرف خلاف عقل ہو بلکہ پرمیشور کی پاک ذات پر بخل اور پکشپات کا داغ لگاتی ہو۔ (کتاب پیغام صلح۔ ص ۷)

اسی بنا پر ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں.. ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسان کا افتراء نہیں ہے۔ (کتاب پیغام صلح۔ ص ۱۱)

اور پھر جب کہ ہم باوجود ان تمام مشکلات کے خدا سے ڈر کر (موت کے وقت ہر ایک کو خدا کا ڈر لگتا ہے اور سچ سچ کہنے پر مجبور ہوتا ہے) وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں اور جو کچھ اس کی تعلیم میں غلطیاں ہیں، وہ وید کے بھاشکاروں کی غلطیاں سمجھتے ہیں۔ (یعنی ویدوں کی نہیں)۔ (کتاب پیغام صلح۔ ص۱۲)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے اس عقیدہ میں بھی سوامی دیانند کے ہم خیال تھے اور سوامی جی کے ترجمہ وتفسیر کو صحیح مانتے تھے۔ چنانچہ مسلمانوں کو ہدایت کرتے ہوئے پیغام صلح میں لکھتے ہیں کہ:

اگر یہ مشکل پیش آ جائے کہ ہندوؤں کے ساتھ کس طرح صلح کی جاوے تو منجملہ متعدد تفاسیر کے ایک وہ ترجمہ اور تفسیر وید موجود ہے جو سوامی دیانند نے لکھی ہے (مفہوم)

مولوی محمد علی صاحب بھی ریویو آف ریلی جنز جلد ۸ نمبر۴ پر لکھتے ہیں کہ:

آپ (مرزا غلام احمد) ویدوں کی بڑی تکریم کیا کرتے تھے اور ان کی اس قدر عزت آپ کے دل میں تھی کہ ان کو خدا کا کلام سمجھتے تھے۔

معشوق من بمذہب ہر کس برابر است
با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

آریہ سماجیو!

کون کہتا ہے کہ ہم تم میں جدائی ہو گی
یہ اوائی کسی دشمن نے اڑائی ہوگی

پچاس روپیہ انعام۔ جو کوئی احمدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ملہم یا مومن ثابت کر دے، اسے پچاس روپیہ انعام۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۲ ص ۶۔۷)

قادیان کے ایک مصنف کو سزائے قید و جرمانہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان میں ایک صاحب ماسٹر عبدالرحمٰن نومسلم ہیں جنہوں نے ایک کتاب لکھی ہے جس کا نام ، بابا نانک کا دین و دھرم ، ہے۔ چونکہ مصنف مذکور اس سے پہلے سکھ قوم میں تھا، اس لئے اس نے اپنی تحقیق کے ماتحت بابا نانک کو مسلمان لکھ دیا۔

ہم ان کی تحقیق پر تنقید نہیں کرتے ،صرف اتنا کہتے ہیں کہ انہوں نے جو کچھ لکھا ہے وہ دراصل مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات پر مبنی ہے۔

عرصہ ہوا مرزا صاحب قادیانی نے بصورت رسالہ ست بچن یہی آواز اٹھائی تھی۔ مرزا غلام احمد صاحب سے جو کچھ بن پڑا انہوں نے اپنے اس دعوی پر اس رسالے میں دلائل دیئے جن کو آپ گورونانک جی کے مسلمان ہونے کے ثبوت میں کافی سمجھتے تھے۔اس وقت حکومت کی طرف سے ان کو کوئی باز پرس نہیں ہوئی اور نہ وہ کتاب ضبط ہوئی۔اب جو رسالہ دین و دھرم شائع ہوا، تو مصنف مذکور کو چھ ماہ قید سخت اور سو روپیہ جرمانہ ہوا۔

یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ گورنمنٹ نے مصنف مذکور پر مقدمہ کیوں چلایا ایک تو یہ کہ اس مضمون کے اصل موجد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تھے جن سے کوئی تعرض نہیں کیا گیا۔ دوسری بات یہ ہے کہ مصنف مذکور نے بابا نانک جی ہتک نہیں کی ، بلکہ اپنے عندیہ میں ان کی بڑی عزت کی ہے کیونکہ اس کے نزدیک اسلام ایک معزز مذہب ہے۔

اس کی تائید میں ہم ایک اقتباس آریہ مسافر لاہور سے نقل کر کے گورنمنٹ کے سامنے رکھتے ہیں جو یہ ہے

> حضرت محمد (ﷺ) صاحب نے آریہ برہم چاریوں کی طرح چوبیس سال کی عمر میں شادی کی ...حضرت صاحب کا جیون (سوانح عمری) آریہ برہنوں کی

مانند نہایت سادہ اور فقیرانہ تھا۔ (آریہ مسافر ۱۶ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۸)

کیا گورنمنٹ ایسا لکھنے والے پر بھی مقدمہ چلائے گی؟ جہاں تک ہمارا خیال ہے نہیں۔ تو پھر اس میں اور اس میں کیا فرق ہے۔ اس لئے ہم اس سزا کو کسی صحیح قانون پر مبنی نہیں سمجھتے۔

امید ہے کہ محکمہ اپیل اس پر غور کر کے ہمیں راہ راست دکھائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۲ص ۱۵)

نبی قادیان اور رب قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

پنجابی زبان میں ایک مثل مشہور ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

جے آ مونہہ تے ئی چپیڑ۔، یعنی جیسا منہ ویسا طمانچہ۔

ہمارے ناظرین نبی قادیان کو تو جانتے ہیں، البتہ رب قادیان سے واقف نہ ہوں گے۔ یہ شخص ایک سناتن دھرمی ہندو لیکچرر ہے۔ اپنی تقریروں میں مرزا صاحب قادیانی کا ذکر بہت کیا کرتا ہے۔ ان کے تبلیغی لٹریچر سے بھی واقف ہے۔ اس نے اپنا نام رب قادیان رکھا ہے جس کی وجہ وہ یہ بتلایا کرتا ہے کہ نبی کو بھیجنے والا رب ہوتا ہے جیسا نبی ویسا رب۔ یعنی نبی اگر سچا ہے تو اس کا رب بھی سچا ہے اگر نبی جھوٹا ہے تو اس کا رب بھی جھوٹا ہے۔ اس شخص نے کہیں اپنے لیکچر میں مرزا صاحب قادیانی کے حق میں بعض الفاظ ایسے کہے جن کی بنا پر گورنمنٹ کی طرف سے اس پر مقدمہ چلایا گیا۔ اس نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرزا غلام احمد صاحب ہندو تھے، عورت تھے، اور خدا کی بیوی تھے۔

فرد جرم لگ جانے کے بعد اس نے صفائی کے گواہوں میں مجھ (ثناء اللہ) کو منشی عبداللہ معمار، پنڈت آتمانند، مولوی احمد علی لاہوری اور مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے پسر ثانی مرزا بشیر احمد وغیرہ کو گواہ لکھوا دیا۔ چنانچہ ہم ۳ جنوری کو گورداسپور

میں بعدالت اے ڈی ایم پیش ہوئے۔

معمولی سوالات کے بعد وکیل صفائی نے حوالجات پوچھنے شروع کئے تو سرکاری وکیل نے کہا کہ اتنی طوالت کی حاجت نہیں ہم مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں کو مانتے ہیں اور جو کچھ ان میں لکھا ہے اسے بھی تسلیم کرتے ہیں۔ چونکہ گواہان صفائی میں مرزا صاحب متوفی کے پسر دوم مرزا بشیر احمد بھی موجود ہیں اس لئے ان سے کتب مرزا کی تصدیق کرالی جائے۔ عدالت نے اس بات کو منظور کر لیا چنانچہ مرزا صاحب مذکور نے کتب مرزا کی تصدیق کر دی۔

شہادات گزر جانے کے بعد فیصلے کی خبر ابھی تک نہیں سنی گئی

مقدمہ ہذا اپنی نوعیت میں بے مثل ہے دیکھئے اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے

نوٹ: یہ کہنا بے جا نہیں کہ آریہ مسافر لاہور نے ہمارے بیانات جو شائع کئے ہیں وہ بحیثیت مجموعی صحیح نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۲ ص ۱۵)

خلیفہ قادیان اور خلیفہ مصر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مسلمانوں میں مسئلہ خلافت بہت اہمیت رکھتا ہے۔ خلیفہ کے معنی نائب کےہیں۔ کس کا نائب؟ یہ مطلب اصل لفظ سے ظاہر ہوسکتا ہے جو مرکب اضافی ہے یعنی خلیفۃ الرسول۔ کثرت استعمال سے رسول حذف ہوگیا۔ جیسے مدینۃ الرسول میں رسول کا لفظ حذف کر کے صرف مدینہ بولا جاتا ہے۔ اس سے مراد بھی وہی ہے جو مدینۃ الرسول سے ہے۔ اسی لئے اسلامی عقائد میں رسالت کے بعد خلافت کا درجہ ہے۔ اب سوال قابل غور یہ ہے کہ خلیفہ کن معنی میں نائب رسول ہے جب کہ علمائے اسلام کے حق میں حدیث میں صاف طور پر ورثۃ الانبیاء آیا ہے، تاہم وہ خلیفۃ الرسول نہیں کہلا سکتے۔ پھر خلیفہ میں کیا خصوصیت ہے کہ وہ خلیفۃ الرسول کہلانے کا مستحق ہو

جاتا ہے۔ وہ خصوصیت شرعی احکام کی تنفیذ ہے۔

یعنی جس طرح رسول اللہ ﷺ حدود شرعیہ مجرموں پر جاری کرتے تھے، اسی طرح ان حدود کو جاری کرنے والا خلیفۃ الرسول کہلاتا ہے۔

اس مسئلے کی تحقیق حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی قدس سرہ نے اپنی کتاب ازالۃ الخفاء میں مفصل لکھی ہے۔ یہ ہے خلیفہ کے معنی اور اس کی جامع مانع تعریف۔ اسی بنا پر خلیفہ اول (صدیق) کی نسبت روایت ہے کہ خلیفہ ہوتے ہی انہوں نے اپنے پیروؤں سے پوچھا کہ اگر میں منصب خلافت میں غلطی کروں تو تم کیا کرو گے۔، ایک صحابی نے اٹھ کر کہا کہ ہم آپ کو اس تلوار سے سیدھا کر دیں گے۔ خلیفہ ممدوح نے اس کے جواب کی تحسین فرمائی۔

آج اخباروں میں یہ خبر آئی ہے کہ مصر کے جامعہ از ہر نے شاہ فاروق کو خلیفۃ المسلمین تسلیم کر لیا۔ ہم اس خبر کی بابت ابھی کچھ نہیں کہہ سکتے البتہ مذہبی نقطہ نگاہ سے یہ کہہ سکتے ہیں کہ اگر شاہ فاروق نے فاروق اول (خلیفہ ثانی) کی طرح احکام کی تنفیذ کی تو چشم ماروشن دل ماشاد

اگر ایسا نہ کیا تو ہم سمجھیں گے کہ یہ خلیفہ بھی مثل خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے ہے جن کی شان یہ ہے کہ

نام تو امیر المومنین خلیفۃ المسیح ہے، مگر ہائی کورٹ کے ایک ہی فیصلے سے جو محض امکانی حیثیت رکھتا ہے خلافت کی نبض بند ہوگئی جس کی تفصیل اسی پرچے میں دوسری جگہ مذکور ہے۔

ہاں ہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ خلیفہ قادیان بھی خلیفہ ہیں مگر کس کے؟ وہ اپنا مضاف الیہ خود بتاتے ہیں یعنی خلیفۃ المسیح اور مسیح سے مراد ان کی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔

چونکہ خلیفہ کے معنی ہم بتا آئے ہیں کہ وہ منیب کی نیابت میں کام کیا کرتا ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بحیثیت مسیح کیا کرتے تھے کسی سے مخفی نہیں کہ انگریزی حکومت کی خدمت گذاری کرتے تھے۔

بقول خود مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے انگریزی حکومت کی خدمت

گذاری میں اتنی کتابیں تصنیف کیں جن سے پچاس الماریاں بھر جائیں۔اسی لئے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بھی بقول خود جنگ عظیم کے زمانہ میں ہزاروں روپئہ اور سینکڑوں آدمی حکومت کو دے کر اپنی خلافت المسیح کا ثبوت دیا جس کی داد ہم بھی دیتے ہیں۔انہی معنی میں کہا گیا ہے

وزیرے چنیں شہریارے چنان
جہاں چوں نہ گیرد قرارے چناں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۸ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۲ص ۱۵۔۱۶)

تبصرہ بر تذکرہ۔۲

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائیوں نے مرزا غلام احمد صاحب کے جملہ الہامات کوایک ضخیم کتاب تذکرہ نامی میں جمع کیا ہے چونکہ انہوں نے جگہ جگہ خیانت سے کام لیا ہے اسلئے ان کی اصلاح کیلئے اس سلسلہ مضامین کا اجراء ہوا۔

نوٹ: مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی امام الصلوۃ مرزا قادیانی کے متعلق اکثر الہامات میں جامعین تذکرہ نے خیانت کاارتکاب کیا ہےجس کامفصل ذکر کرنے سے پیشتر میں نے مناسب سمجھا ہے کہ مولوی صاحب مذکور کامختصر سا تعارف کرادوں۔اس ضمن میں حضرت استاذی المکرّم مولانا فاتح قادیان اور جناب مرزا صاحب متوفی کی ایک چھوٹی سے جھڑپ، ثنائی فتح، قادیانی مسیح کی ذلیل کن پسپائی کا نظارہ عجیب دل چسپی پیدا کرے گا ان شاءاللہ۔قارئین کرام بغور ملاحظہ فرمائیں۔

قادیانی قصرنبوت کا نقشہ جن ماہرین فن معماران نبوت کے دماغوں نے ایجاد کیا اوراس میں دن بدن نئی نئی گلکاری اور آرائش وزیبائش کا اضافہ کیا ان میں ایک مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی بھی تھے۔یہ صاحب اگر چہ جسمانی حالت کے لحاظ سے بقول مرزا صاحب قادیانی

ایک ٹانگ میں کچھ کمزوری، اور ایک آنکھ کی بصارت میں خلل،
رکھتے تھے، مگر اچھے ذی علم، خاصے لفاظ ولسان تھے۔ بلکہ جادو بیان کہا جائے تو بہت ہی درست ہے۔ سیالکوٹ ہی نہیں بیسیوں مقامات کے سادہ لوح انسان انہی کی دھواں دھار تقاریر وتحاریر جاذب قلب اور کاوش روح مکتوبات سے مسحور ہوکر احمدیت کے جنت نما مجمر میں جھلس بھلس کر فنا ہو گئے۔ انا للہ

یہ صاحب اپنی شوخ گوئی اور تیز رقمی کی وجہ سے عندالمرزا واصحابہ قابل صد تکریم تھے۔ اخص الخواص حواری ہونے کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب کے امام الصلوۃ بھی تھے۔ ان کے خیالات واعتقادات ابتداء سے ہی جب کہ وہ قادیانی نبوت کی زینت محل نہ تھے غیر قابل تعریف تھے۔ وہ خود راقم ہیں کہ

میں قرآن پڑھتا اخلاقی وعظیں کرتا۔ لوگوں کو عذاب الٰہی سے ڈراتا۔ نواہی سے بچنے کی تاکیدیں کرتا۔ مگر میرا نفس ہمیشہ مجھے ملامتیں کرتا کہ لم تقولون مالاتفعلون کبر مقتا عنداللہ ان تقولوا مالاتفعلون۔ میں دوسروں کو رلاتا خود نہ روتا۔ اوروں کو ناکردنی اور ناگفتنی امور سے ہٹاتا، پر خود نہ ہٹتا۔ (مکتوب مولوی عبدالکریم بنام نصراللہ خان)

اس بیان سے مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی ایمانی حالت عیاں بلکہ عریاں نظر آرہی ہے قادیان آنے سے پیشتر مالی حالت یہ تھی دس پندرہ روپیہ ماہوار پر مدرس تھے (الحکم قادیان اکتوبر ۱۸۹۹ء ص۲)

مولوی نورالدین سے حسن عقیدت تھی۔ ان کے کہنے سننے سے مرزائیت کو اختیار کیا۔ پھر تو بکمال آؤ بھگت بارگاہ رسالت میں مشیران خاص کے زمرہ میں شمار کئے گئے، یک رنگ دوست، کا خطاب ملا۔ آخر خدائی پکڑ وارد ہوئی اور ذیابیطس میں مبتلا ہوئے۔ کامل ایک سال تک تکلیف اٹھا کر کاربنگل پھر ذات الجنب بآخر ۱۰۶ درجہ کے بخار سے اس دارالعمل سے گزر کر دارالجزاء میں داخل کئے گئے۔ آہ

زندگانی مانیز جاودانی نیست

ان مولوی عبدالکریم صاحب کی صحت کے متعلق قادیانی مسیح نے بکثرت پیش گوئیاں کر رکھی تھیں (مفصل دیکھو محمدیہ پاکٹ بک۔ صفحہ ۴۲ تا ۴۸) چونکہ مرزا غلام

احمد صاحب قادیانی حسب عادت شریفہ صحت اورموت دونوں قسم کے الہامات کا ذخیرہ رکھا کرتے تھے تاکہ جائے اعتذار ومقام فرار رہے، اس لئے اس جگہ بھی وہی طریق اختیار کیا۔ ایک طرف مولوی مذکور کے تندرست ہو جانے کے الہام اور دوسری طرف موت فوت کے گول مول احلام ساتھ ساتھ سناتے رہے کہ داشتہ آید بکار۔

چنانچہ بعد وفات مولوی عبدالکریم جب حضرت مولانا محمد ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان نے مرزا جی کی ان پیش گوئیوں کے غلط نکلنے کی طرف توجہ دلائی تو مرزا صاحب قادیانی نے بکمال اخلاق مسیحانہ یہ عذر بیان کیا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ہے کہ ابوجہلی مادہ کے جوش سے انکار کے لئے کچے حیلے پیش کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ اہل حدیث ۸ فروری ۱۹۰۷ء میں لکھ دیا کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام ہوا تھا مگر وہ فوت ہوگیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتاویں کہ اگر مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام ہو چکا ہے تو پھر یہ الہامات جو اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے

۱۔ کفن میں لپیٹا گیا۔

۲۔ ۴۷ سال کی عمر انّا للّٰہ.

۳۔ اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا۔

۴. انّ المنا یا لا تطیش سھا مھا یعنی موتوں کے تیرٹل نہیں سکتے۔

یہ سب الہام مولوی عبدالکریم کی نسبت تھے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۲۶)

ناظرین کرام! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس عذر کا جواب بقول مرزا ملاحظہ کرنے سے پیشتر مرزا صاحب کے الفاظ ذیل پڑھیں۔

قانون قدرت صاف گواہی دیتا ہے کہ خدا کا یہ فعل بھی دنیا میں پایا جاتا ہے کہ وہ بعض اوقات بے حیا اور سخت دل مجرموں کی سزا انکے ہاتھ سے دلوا تا ہے۔ سووہ لوگ اپنی ذلت اور تباہی کے سامان اپنے ہاتھ سے جمع کر لیتے ہیں۔ الخ، (حاشیہ ص ۷،۸۔ استفتاء مصنفہ مرزا صاحب)

اس قانون قدرت کے ماتحت مرزا صاحب کے اقوال ذیل ملاحظہ ہوں:

سینتالیس سال کی عمر انّا للہ ۔ اس سے دوسرے دن ۳ ستمبر ۱۹۰۵ء کو ایک شخص کا خط آیا جس میں اپنی بدکاریوں پر افسوس کر کے لکھا ہے اب میری عمر سینتالیس سال انّا للّٰہ و انّا الیہ راجعون

(حضرت مرزا صاحب نے) فرمایا کئی دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ خط باہر سے آنے والا ہوتا ہے اس کے مضمون کی پہلے ہی خبر دی جاتی ہے...

حضرت مولوی عبدالکریم کی بیماری کا ذکر کرتے ہوئے ۹ ستمبر کو فرمایا

مجھے بہت ہی فکر تھا کہ بعض الہامات متوحش تھے۔ آج میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ بعض وقت ترتیب کے لحاظ سے پہلے یا پیچھے ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ ان الہامات کی ترتیب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں یہ ڈالی کہ ایسے الہامات جیسے کفن میں لپیٹا گیا انّ المنایا لا تطیش سھامھا اس بات کو ظاہر کرتے ہیں کہ قضا و قدر تو ایسی ہی تھی مگر اللہ تعالیٰ نے ردّ بلا کر دیا۔

(ملخصاً بلفظہ) (الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء ص ۲ و ۱۲)

اس تحریر سے ظاہر ہے کہ ۴۷ سال کی عمر والا الہام تو کسی اور شخص کے متعلق تھا جسے مرزا جی نے محض دروغ گوئی کرتے ہوئے تتمہ حقیقۃ الوحی میں مولوی عبدالکریم کے حق میں ظاہر کیا۔ اور دوسرے الہام یعنی، کفن میں لپیٹا گیا، اور موتوں کے تیر خطا نہیں جاتے، یہ بفضل الٰہی ردّ ہو گئے۔

رہ گیا ایک الہام جسے مرزا صاحب قادیانی نے تتمہ حقیقۃ الوحی کی عبارت میں تیسرے نمبر پر پیش کیا ہے:، اس نے اچھا ہونا ہی نہیں تھا، سو ان الفاظ کا کوئی الہام مرزا غلام احمد صاحب کا نہیں۔

البتہ مولوی عبدالکریم کی مرض وفات سے بحساب مصنف البشریٰ ۲ ماہ قبل اور بحساب جامعین تذکرہ چار ماہ پہلے یہ الہام سنایا تھا

خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا بے نیازی کے کام ہیں اعجاز المسیح

(البشریٰ۔ ص ۹۹، تذکرہ۔ ص ۵۰۱)

ساتھ ہی اس کی تشریح وتعیین بھی کی گئی ہے کہ:

ہماری جماعت کے چار آدمیوں میں سے ایک کے متعلق یہ الہام ہوا ...گویا تقدیر مبرم تھی مگر معجزہ مسیح ہے کہ خدا نے اسے اچھا کر دیا۔ (البشری۔ص ۹۹)

برادران! غور فرمایئے مرزا جی نے جو چار الہام پیش کئے تھے ان میں دو تو غیروں کے متعلق ہیں، اور باقی دو خود مرزا صاحب قادیانی نے تفہیم الٰہی سے، ردّ بلا، کر دیئے اور مولوی عبدالکریم کی صحت کی بشارت دی۔

میں ان احمدی اصحاب سے جن کے دل میں کچھ بھی خدا کا خوف، عاقبت کا ڈر، حیات بعد الموت کا ایمان ہے، خدا کے نام پر درخواست کرتا ہوں کہ وہ از راہ انصاف بتائیں کہ جس صورت میں مرزا غلام احمد صاحب خود یا بالقاء الٰہی ....اس قسم کے الہامات کو مردود و منسوخ قرار دے چکے تھے، پھر انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے جواب میں ابوجہل مفتری کے الفاظ میں دوبارہ انہی مردودہ الہامات کو کیوں پیش کیا؟ کیا انصاف دیانت عدل ایمان مسیحیت نبوت اسی کا نام ہے۔ انصاف انصاف انصاف! احمد یو! تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے۔

ناظرین کرام! یہاں تک مرزا غلام احمد صاحب کی غلط بیانی کا تذکرہ ہوا۔ اب سنئے جامعین تذکرہ کی دیانت۔ ہمارا گمان تھا کہ مرزا صاحب کو تو اپنی مسیحیت کو محفوظ رکھنا تھا، اسلئے اگر انہوں نے اپنے منسوخ و مردود شدہ الہامات کو دوبارہ پیش کر کے غلطی پھیلانے کی کوشش کی، تو وہ ایک حدتک معذور ہیں۔ مثل مشہور ہے، مرتا کیا نہ کرتا، مگر جامعین الہامات مرزا کو کیا پڑی ہے کہ وہ اس قسم کی بد دیانتی کریں۔

اگر بعض خاص اغراض کے ماتحت وہ مرزا قادیانی سے علیحدہ نہیں ہو سکتے تو بھی وہ اور کئی قسم کی تاویلات کر سکتے تھے۔ آخر پہلے بھی تو ان لوگوں نے قرآن مجید اور احادیث نبویہ کو پس پشت ڈالتے ہوئے بلکہ بازیچہ اطفال ٹھہراتے ہوئے مسیح ابن مریم سے مراد غلام احمد بن چراغ بی بی اور دمشق سے مراد قادیان اور زرد کپڑوں سے مراد دو بیماریاں اور فرشتوں سے مراد دو آدمی وغیرہ وغیرہ صدہا تحریفات کو تسلیم کر لیا ہے، اسی طرح اس جگہ بھی کچھ اناپ شناپ لکھ دیتے۔ مگر شاباش ہے ان حواریان مسیح کے کہ انہوں نے اپنے پیشوا کے نقش قدم پر مرمٹنے میں ہی برخورداری دیکھی۔ چنانچہ تذکرہ

صفحہ ۵۱۶۔۵۱۷ پر الہامات مرزا ردّ بلا موتوں کے تیر، کفن میں لپیٹا گیا وغیرہ درج ہیں حاشیہ میں لکھ دیا ہے کہ

مولوی عبدالکریم کی وفات کی اطلاع ہے۔

مگر کیا مجال کہ بھول کر بھی ان تحریروں میں سے کسی کا ذکر کیا ہو جن میں ان الہامات کو مردود و منسوخ قرار دیا ہے۔

کہتے ہیں کہ کبوتر، بلی کو دیکھ کر آنکھیں بند کر لیتا ہے۔ گویا اس کے زعم میں ایسا کرنا بلی کی عدم موجودگی پر دال ہے۔ بعینہ احمدی صاحبان کا خیال ہوگا کہ ہم ان تحریرات کو درج ہی نہ کریں کیونکہ ایسا کرنے سے یہ تمام تحریرات معدوم ہو جائیں گی۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ بحکم لکل فرعو ن موسی تمہاری اس قسم کی مخفی کاروائیوں کا پردہ چاک کرنے کو نہ صرف اللہ کے فضل وکرم سے مولانا فاتح قادیان حافظ لٹریچر احمدیہ زندہ سلامت ہیں، بلکہ آپ کے بیسیوں نعلین بردار تمہارے طلسم ورع کو تہس نہس کرنے کیلئے ثنائی اسم اعظم کے حامل و وارث پیدا ہو چکے ہیں۔

(تصحیح: سابقہ پرچہ میں مضمون معماری کے اندر بعض غلطیاں واقع ہوگئی ہیں ان میں سے فاش غلطی جس سے مضمون بے ربط ہوگیا ہے صحیح کرلیں جو یہ ہے:

ص ۵ کالم ۱ سطر ۱۷ اور سطر ۱۸ کے درمیان الفاظ بڑھالیں:

اسے درج کتاب کرنے سے اس طرح پرہیز کیا ہے۔ معمار)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۳۸ء مطابق ۲۵ ذی قعد ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۳ ص ۴۔۶)

مرزا قادیانی اپنے مقصد میں فیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں؟

اس مضمون پر ہم نے کئی دفعہ نوٹ لکھا اور ثبوت بہم پہنچایا مگر ہمارا یہ دعوی ایسا صحیح اور مبرھن ہے کہ آئے دن اس کی نئی نئی دلیلیں پیدا ہوتی رہتی ہیں۔ لطف یہ ہے کہ وہ دلیلیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان کا انکار کرنا کسی الدالخصام سے بھی ممکن نہیں ہوسکتا۔

آج ہم ایک نئی دلیل پیش کرتے ہیں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قائم مقام خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے منہ سے نکلی ہے۔ اور جو ایسی سچی اور صحیح ہے جیسے دو ضرب دو، چار۔ بلکہ اس سے بھی واضح تر۔

قبل اس کے کہ اس دلیل کے الفاظ ہم ناظرین کے سامنے پیش کریں، ناظرین کو تکلیف دیتے ہیں کہ وہ نظر اٹھا کر مسلمانان عالم کو عموماً اور مسلمانان ہندوستان کو خصوصاً غور سے دیکھیں کہ مسلم قوم ہر حیثیت سے نیچے کو جا رہی ہے۔ ان کی دنیاوی اور دینی حیثیت کمزور ہو رہی ہے۔ دینی حیثیت پر نظر کرنے سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مسلمان آج کل اسی حالت میں ہیں جس حالت میں قبل اسلام عرب لوگ تھے۔ شرک کفر، بے دینی، دغا بازی، حرام خوری، بدعہدی غرض سارے عیب شرعی ان میں موجود ہیں۔ چنانچہ خلیفہ قادیان اپنے خطبے میں کہتے ہیں:

> ہمارا فرض ہے کہ شریعت جو مٹ چکی ہے جو ہزاروں پردوں کے نیچے چھپ گئی ہے مسلمانوں کے نہ عوام اس پر عمل پیرا ہیں اور نہ علماء بلکہ ان کا علم بھی کسی کو نہیں۔ حضرت مسیح نے تو کہا تھا کہ فریسی جو کہتے ہیں وہ کرو، جو کرتے ہیں وہ نہ کرو۔ مگر اب تو یہ حالت ہے کہ ہم یہ بھی نہیں کہہ سکتے۔ اس لئے کہ جو کہا جاتا ہے وہ بھی اسلام کے خلاف ہے اور جو کیا جاتا ہے وہ بھی خلاف ہے۔ پس ہمارا فرض ہے کہ ہزاروں توہمات اور رسومات کے نیچے دبے ہوئے اسلامی آثار کو پھر نکالیں۔ انگریز لاکھوں من مٹی کو کھدواتے ہیں اور جب نیچے سے قدیم زمانہ کا ایک مٹی کا پیالہ بھی مل جاتا ہے تو بہت خوش ہوتے ہیں اور پھولے نہیں سماتے۔ مگر ہماری تو ساری جائدادیں ہی مٹی کے نیچے دفن ہیں۔ کیا ہمیں ان کے نکالنے کی کوئی فکر نہ کرنی چاہیے۔ شریعت کے ایسے مخفی خزانے زمین کے نیچے دفن ہیں کہ جن کی قیمت کا کوئی اندازہ ہی نہیں ہوسکتا انسانی زندگی کا کوئی ایسا شعبہ نہیں جس کے لئے مفصل ہدایات موجود نہ ہوں۔ اور جو ایسی روشن نہ ہوں کہ جنہیں دیکھ کر تیز سے تیز نظر والے انسان کی آنکھیں بھی چندھیا نہ جائیں مگر سب خزانے رسوم اور جہالتوں اور نسیان کی مٹی کے نیچے دفن ہیں اور ایک بے قیمت چیز کی طرح

پڑے ہیں اور انہیں نکالنے کی طرف ہماری توجہ بالکل نہیں اور اس کام سے بالکل بے فکر ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: اس اقتباس میں جو کچھ خلیفہ صاحب نے کہا ہے بالکل صحیح ہے۔ ہر قسم کی خرابیاں قوم مسلم میں آ گئی ہیں اور ان کی سب بنیادی جڑ یہی ہے کہ انہوں نے خدا کو چھوڑ دیا ہے۔ خدا کا خوف اگر منہ پر آتا ہے تو صرف دوسروں کے لئے مگر اپنی ذات کے لئے نہیں۔ ہم سمجھتے ہیں کہ آیت مرقومہ ذیل انہی کے حق میں ہے:

لقد خلقنا ا لا نسا ن فی احسن تقویم۔ ثم ر ددنا ہ اسفل سافلین۔ (التین: ۳-۴) خدا فرماتا ہے کہ ہم نے انسان کو اچھی خلقت میں پیدا کیا پھر ہم نے اس کی بداعمالی کی وجہ سے اس کو سب سے نیچے گرا دیا)

یہ حالت تو ہوئی مسلمانوں کی۔ اب مرزا صاحب قادیانی کی بعثت کی اصل غرض سنیئے جسے ہم انہی کے الفاظ میں بارہا درج کر چکے ہیں۔ فرماتے ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں اور وہ ایسے سچے مسلمان ہو جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے۔ دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔

(مقولہ مرزا در الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

یہ ایسا مقولہ صادقہ ہے جس کی تصدیق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس مضمون کے شروع میں کردی ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی بعثت کی اصل غرض جو آپ کو الہام میں بتائی گئی یہی ہے کہ یحیی الدین و یقیم الشر یعت یعنی وہ دین کو زندہ اور شریعت کو قائم کرے گا۔

او لاہوری اور قادیانی ممبرو! ارشاد خداوندی ان تقو موا للہ مثنی و فرادی کو ملحوظ رکھ کر سوچو اور شھداء بالقسط ہو کر شہادت دو کہ مرزا صاحب کی بعثت کی غرض جو خود ان کے اور ان کے خلیفہ کے قلم سے ظاہر ہوئی ہے پوری ہوگئی ہے

۔کیا مسلمانان دنیا متقی ہو گئے ہیں کیا دنیا سے مصنوعی خداؤں (مسیح اور کرشن) کے نام مٹ گئے ہیں؟ واللہ اگر یہ دونوں کام ہو گئے ہیں تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ اور اگر بقول خلیفہ محمود احمد صاحب شریعت اسلام مٹ کر ہزاروں پردوں کے نیچے چھپ گئی ہے تو ہمیں اجازت دیں کہ ہم مرزا صاحب کی خدمت میں یہ شعر نذر کریں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ۲ ذی الحج ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۴ ص ۵۔۶)

قادیانی اقوال مختلفہ کا نمونہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ہمارے قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کا طریق عمل عام طور پر یہ ہے کہ جو بھی واقعہ دنیا میں ہو، اس کو اپنے پیشوا (مرزا غلام احمد قادیانی) کی صداقت میں پیش کر دیتے ہیں حالانکہ اکثر وہ واقعہ ان کی تکذیب کا ہوتا ہے۔ آج بطور نمونہ ہم ایک جدید واقعہ پیش کرتے ہیں۔

لندن سے خبر آئی ہے کہ وہاں کنٹربری اور یارک کے پادریوں کا جلسہ ہوا جس میں بعض پادریوں نے بائیبل کی حفاظت پر اعتراض کئے۔ پھر کیا تھا قادیانی اخبار الفضل نے اپنے مسیح موعود کی بہادری دکھانے کیلئے ایک صفحہ لکھ مارا۔ چنانچہ الفضل کا مختصر اقتباس یہ ہے:

بائیبل کے مجموعہ کی حیثیت واصلیت پر تحقیقات جدیدہ کی روشنی میں بہت کچھ لکھا جا رہا ہے۔ تاریخی طور پر اس مجموعہ کا انسانی دسترس اور کتر بیونت سے منزہ ثابت کرنا ناممکن ہے۔ سچ یہی ہے کہ دنیا کی کوئی الہامی کتاب اس طرح کلیۃً محفوظ نہیں ہے جس طرح قرآن مجید ہر قسم کے تغیر و تبدل سے محفوظ و مصئون ہے۔ بائیبل کے غیر محفوظ اور غلطی سے غیر مبرا ہونے کا اب

تو کلیسا کے بڑے بڑے پادریوں کو بھی اعتراف ہورہا ہے چنانچہ حال ہی میں یہ خبر شائع ہوئی ہے۔ (الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۳۸ء ص ۵)

ہم نے جو کہا کہ جس واقعہ کو مرزائی اپنی تصدیق میں پیش کریں دراصل وہ ان کی تکذیب کا ہوتا ہے ہمارے اس دعوی کا ثبوت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ بیان ہے:

یہ کہنا کہ وہ کتابیں (مجموعہ بائیبل) محرف ومبدل ہیں ان کا بیان قابل اعتبار نہیں ایسی بات وہی کہے گا جو خود قرآن سے بے خبر ہے (چشمہ معرفت ص ۷۵)

قادیانی دوستو! عیسائی لوگ حسب فتوی قادیانی مسیح تم لوگوں کو قرآن سے بے خبر بتائیں تو تم لوگ (ہماری مدد کے بغیر) کیوں کر جواب دے سکو گے۔ ہاں ہم تمہاری مدد کو حاضر ہو کر یہ سکھائیں گے کہ مسیحیوں کو کہہ دو کہ یہ قول مرزا صاحب کا الہامی نہیں جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا آخری فیصلہ بنام مولوی ثناء اللہ الہامی نہ تھا بلکہ محض خیالی اور نفسانی تھا

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۱۔۱۸ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۰۔۱۷ ذی الحج ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۵۔۱۶ ص ۴)

تبصرہ بر تذکرہ۔۳

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۱۹۰۵ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بمعہ اپنے مریدان خاص کے بخوف زلازل موعودہ خود قادیان کے ایک باغ میں رونق افروز تھے۔ اس وقت آپ نے الہام سنایا:

۱۹ جون ۱۹۰۵ء۔ خدا نے اس کو اچھا کرنا ہی نہیں تھا۔ بے نیازی کے کام ہیں۔ اعجاز المسیح

(تشریح) ہماری جماعت کے چار آدمیوں میں سے جو سخت بیمار ہوئے اسی

جگہ باغ میں ...ایک کے متعلق یہ الہام ہوا یعنی اس کی موت تقدیر مبرم کی طرح تھی ...مگر یہ معجزہ مسیح ہے کہ اس کو خدا نے اچھا کر دیا۔ البشری ج۲ ص ۹۹

(تذکرہ۔ص ۵۱۱)

منقولہ بالا سطور سے عیاں ہے کہ یہ الہام باغ کے اندر بیمار ہونے والے چار مردوں میں سے ایک کے بارے میں تھا۔

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کی عادت تھی کہ اس دانا عطار کی طرح جو ایک ہی بوتل سے ہر قسم کے شربت نکال دیا کرتا تھا، اپنے ایک ہی الہام کو حسب ضرورت مختلف مواقع پر چسپاں کر دیا کرتے تھے، یعنی ایک وقت اگر کسی الہام کو مریدوں کے متعلق بتایا تو دوسرے وقت ، میں اسی کو اپنی خاص ازواج اور تیسرے وقت میں اپنی ہمشیرہ اور چوتھے وقت خود اپنی ذات شریف سے مخصوص و متعین کر دیتے (تفصیل ملاحظہ ہو رسالہ: الہامی بوتل)

اس لئے یہاں بھی مرزا غلام احمد صاحب نے اس عادت خصوصی کے ماتحت کاروائی کی ۔یہ الہام جون ۱۹۰۵ء کا ہے۔اس کے قریباً ایک سال بعد حقیقۃ الوحی نامی کتاب میں اپنے نشانات گنواتے ہوئے صفحہ ۱۶۹ پر مذکورہ بالا الہام میں معمولی سا لفظی تغیر کر کے آپ نے یوں معجزہ نمائی کی کہ

جب ہم موسم بہار میں ۱۹۰۵ء میں باغ میں تھے تو مجھے اپنی جماعت کے لوگوں میں سے..ایک کی نسبت یہ الہام ہوا تھا

خدا کا ارادہ ہی نہ تھا کہ اس کو اچھا کرے مگر فضل سے اپنے ارادہ کو بدل دیا۔

اس کے بعد سید مہدی حسین کی بیوی سخت بیمار ہوگئی آخر خدا کے فضل سے اسکو دوبارہ زندگی حاصل ہوئی ۔(ملخص حقیقۃ الوحی ۔ص۳۶۴)

اس بیان میں مذکورہ الہام کو مہدی حسن کی اہلیہ سے متعلق ٹھہرایا۔اس سے قریباً چھ ماہ بعد اخبار اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۰۷ء کے جواب میں بمقابلہ حضرت مولانا فاتح قادیان امرتسری اسی الہام کو چند حروف کے الٹ پھیر سے تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۶ پر مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کی بیماری سے وابستہ کیا۔ چنانچہ اس سے پہلی قسط میں وہ تحریر نقل ہوچکی ہے۔

اس قسم کی کاروائیوں سے مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی مسیحیت و نبوت کی پٹڑی جمانے میں اپنے بہترین حسن تدبر کا واضح ثبوت دیا ہے۔ آہ

کوئی جانے تو کیا جانے وہ یکتا تھا ہزاروں میں

رہ گئی یہ بات کہ مرزا جی کے مذکورہ کاروائیاں اگرچہ ان کے مقلدین کے نزدیک معجزات سماویہ سے بھی بڑھ کر کیوں نہ ہوں تاہم دوربین نگاہوں میں تو یہ سراب صحرا سے کم نہیں۔ سو اس کا انسداد مرزا صاحب کے اخلاف نے یوں کیا کہ کتاب تذکرہ میں اس الہام کو تین الہام شمار کر کے مرزا صاحب کی عیب پوشی کی۔

اس سے مقصود ان کا یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو الہام متعدد دفعہ ہوا ہے، اسی لئے انہوں نے اسے متعدد مواقع پر چسپاں کیا ہے۔

اس کے جواب میں اللہ تعالی نے جو بقول مرزا صاحب قادیانی: مجرموں کی سزا ان کے ہاتھوں سے دلواتا ہے، یہ کاروائی کی کہ خود مرزا صاحب کے قلم سے دستخط کروا دیئے کہ یہ الہام پرانا ہے۔ چنانچہ انہوں نے اس الہام کو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی سے متعلق ٹھہراتے ہوئے لکھا کہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیں بتا دیں کہ اگر مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت الہام ہو چکا تھا تو پھر یہ الہامات مندرجہ ذیل جو پرچہ اخبار بدر اور الحکم میں شائع ہو چکے ہیں کس کی نسبت تھے یعنی

کفن میں لپیٹا گیا، اس نے اچھا ہونا ہی نہ تھا۔ وغیرہ (تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۶)

یہ سطور بآواز بلند معلن ہیں کہ الہام اس نے اچھا ہونا ہی نہ تھا، تازہ الہام نہیں ہے بلکہ پرانا ہے جو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی حیات میں اخبار بدر والحکم میں شائع ہو چکا ہے۔

پس مصنفین تذکرہ کا اسے جدید الہام قرار دینا سراسر اپنی الہامی کتاب میں خیانت مجرمانہ کا ارتکاب کرنا ہے۔

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ مرزائی اصحاب اخبار بدر اور الحکم (جن کا حوالہ مرزا جی نے دیا ہے) کے تمام فائل چھان ڈالیں، سوائے اسی ایک الہام کے جسے ہم اس مضمون کے شروع میں بحوالہ البشری صفحہ ۹۹ درج کر آئے ہیں اور کوئی الہام اس مضمون کا نہیں

ملے گا۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اپنے ایک ہی الہام کو مختلف مواقع پر لگانا اور مصنفین تذکرہ کا اس عیب کو چھپانے کے لئے اس الہام کو متعدد النزول ٹھہرانا سراسر غلط و باطل اور خیانت ہے۔ جس پر مرزا صاحب قادیانی کا فتوی ذیل بالکل درست آتا ہے:

پس ظالم اس کو کہیں گے جو محرفوں کا کام کرے، عبارتوں کو بدلا دے، کم کی جگہ زیادہ، اور زیادہ کی جگہ کم کرے، جھوٹ کی راہ سے کلموں کو ایک معنی کو دوسرے معنوں کی طرف لے جائے، حالانکہ اس کے اس فعل کے لئے کوئی قرینہ نہ ہو، پھر اس بنا پر دھوکہ دینے والوں کی طرح لوگوں کو اپنے مفتریات کی طرف بلانا شروع کرے، اور دجالیت کے معنی بجز اس کے کچھ نہیں۔

(ملخص نور الحق۔ ص ۷۵)

احمدیو! اپنی چالوں پہ نظر ایمان کی خود ہی ڈالو۔
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی۔

(اہل حدیث امرتسر ۱۱۔۱۸ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ۱۰۔۱۷ ذی الحج ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۵۔۱۶ ص ۴۔۵)

ڈاکٹر صاحب سچے ہیں یا مرزا صاحب

جناب مولوی محمد علی صاحب جے پور سے لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ احقر نے مذکورہ بالا عنوان کے ماتحت ایک مضمون پیش کیا تھا جو ۲۷۔ اگست کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔ اسی مضمون سے مرزا صاحب کے اقوال جو پیدائش مسیح کے بارے میں تھے اقتباس کر کے بصورت استفتاء مولوی محمد علی صاحب لاہوری امیر جماعت احمدیہ کی خدمت میں بھیج کر دریافت کیا تھا کہ آیا مرزا صاحب موصوف کے یہ کل اقوال کتاب اللہ سے ماخوذ ہیں یا کیا؟

امیر صاحب موصوف نے جواباً تحریر فرمایا:

حضرت مرزا صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ اپنے عقل وفہم کے مطابق لکھا ہے۔اور یہ کوئی اصولی مسئلہ نہیں۔قرآن شریف کے الفاظ کی تفسیر ہے۔ ایک شخص کے نزدیک ایک مفتی ہیں دوسرے کے نزدیک نہیں۔حضرت مرزا صاحب کے سامنے ہی مولانا نورالدین صاحب حضرت عیسی کے بن باپ پیدا ہونے کے قائل تھے۔اس لئے یہ کوئی ایسا مسئلہ نہیں ہے کہ جس پر ایمان کی بنا ہو اگر اس پر مفصل بحث پڑھ لینا چاہتے ہیں تو کتاب ولادت مسیح مصنفہ ڈاکٹر بشارت احمد منگوالیں۔

لاہوری امیر موصوف کا یہ تحریر فرمانا کہ یہ کوئی اصولی یا کوئی ایسا مسئلہ نہیں جس پر ایمان کی بنا ہو، کس حدتک بجا و درست ہے حالانکہ مرزا صاحب خود اس مسئلہ کو معتقدات میں داخل سمجھتے تھے جیسے کہ چشمہ مسیحی صفحہ ۱۸ کی عبارت سے ظاہر ہے:

ہم قرآن شریف کی تعلیم کی رو سے یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ وہ حمل محض خدا کی قدرت سے تھا، تا خدا تعالی یہودیوں کو قیامت کا نشان دے۔

اب ڈاکٹر بشارت احمد صاحب و مرزا غلام احمد صاحب کے اقوال ملاحظہ ہوں۔ڈاکٹر بشارت صاحب فرماتے ہیں کہ حضرت مریم کی شادی شریعت موسوی کے مطابق یوسف نجار سے ہوئی جس سے حضرت عیسیٰؑ پیدا ہوئے۔ برخلاف اس کے مرزاغلام احمد صاحب تحریر فرماتے ہیں کہ حضرت مریم کا نکاح عین حالت حمل میں ہوا۔چنانچہ اس کی تائید میں کشتی نوح صفحہ ۱۶ پر تحریر فرماتے ہیں:

مریم کی وہ شان ہے جس نے ایک مدت تک اپنے تئیں نکاح سے روکا پھر بزرگان قوم کے نہایت اصرار پر بوجہ حمل کے نکاح کر لیا۔گو لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ برخلاف تعلیم توریت عین حمل میں کیوں کر نکاح کیا گیا۔بتول ہونے کے عہد کو کیوں توڑا گیا۔تعدد ازواج کی کیوں بنیاد ڈالی گئی۔یعنی باوجود یوسف نجار کی پہلی بیوی کے ہونے کے پھر مریم کیوں کر

راضی ہوئی کہ یوسف نجار کے نکاح میں آوے۔مگر میں (مرزا غلام احمد) کہتا ہوں کہ یہ سب مجبوریاں تھیں جو پیش آ گئیں ۔اس صورت میں وہ لوگ قابل رحم تھے نہ قابل اعتراض۔

۲۔توریت کی رو سے بالکل حرام اورنا جائز تھا کہ حمل کی حالت میں کسی عورت کا نکاح کیا جائے۔ پھر کیوں خلاف حکم توریت مریم کا نکاح عین حمل کی حالت میں یوسف سے کیا گیا حالانکہ یوسف اس نکاح سے ناراض تھا اوراس کی پہلی بیوی موجود تھی ۔ (چشمہ مسیحی ۔ص ۱۸)

علاوہ ازیں ڈاکٹر بشارت احمد صاحب عورت کا بدون مرد کے قرب کے حاملہ ہونا خلاف قانون قدرسمجھتے ہیں،لیکن مرزا غلام احمد صاحب اس کے قائل ہیں۔

خدا ہی جانے اب دونوں حضرات میں کون سچا ہے۔لیکن بات بھی عجیب ہے کہ مرزا صاحب اوان کے خلیفہ نورالدین جیسی دو بڑی ہستیاں ہم خیال ہیں تو پھرڈاکٹر صاحب کوان کے خلاف اظہارخیال کرنے کی کیونکر جرأت ہوئی۔

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ

یہ لوگ مرزا صاحب کوحکم وعدل کہتے ہیں۔ جب کہا جائے کہ ان کوحکومت حاصل نہ تھی پھرحکم عدل کیسے ہوئے۔تو کہتے ہیں کہ ظاہری حکومت مرادنہیں بلکہ مسائل دینیہ میں وہ حکم عدل ہیں۔یعنی مسائل دینیہ میں جو کچھ وہ اظہارِرائے کریں وہ واجب القبول ہے۔لطف یہ ہے کہ ایک ہی ذات کے واقعات کی نسبت یہ لوگ دومختلف رائیں رکھتے ہیں۔ وفات مسیح کے عقیدے میں تو یہ لوگ مرزا غلام احمدصاحب قادیانی کے قول کوواجب القبول جانتے ہیں مگر بے باپ ولادت مسیح کے مسئلے میں مرزا صاحب سے مخالف ہیں۔اس لئے ان کے حق میں یہ کہنا بجا ہے

افتؤ منون ببعض الکتا ب و تکفرو ن ببعض (البقرۃ:۸۵)

(ہفت روزہ اہلحدیث ۱۱۔۱۸فروری ۱۹۳۸ءمطابق ۱۰۔۱۷ذی الحج ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۵۔۱۶ص ۵۔۶)

مرزا قادیانی اپنے دعوی میں فیل

بشہادت خلیفہ قادیان

فی کلّ شیء له آیة ۔ تدلّ علی انّه کاذب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

درج بالا عربی شعر کسی عارف خدا کا ہے۔ اصل شعر میں کاذب کی جگہ واحد ہے۔ مطلب شعر کا بزبان شاعر یہ ہے کہ

ہر چیز میں دلیل ہے اس بات پر کہ خدا واحد ہے۔

ہم نے جو اس شعر میں تصرف کر کے بجائے واحد کے کاذب رکھا ہے۔ اس کے مطابق ھو کی ضمیر کا مرجع بھی بدل جائے گا۔ یعنی معنی شعر کے یہ ہوں گے کہ

ہر شیء یعنی ہر واقعہ عظیمہ ثابت کرتا ہے کہ مرزا قادیانی اپنے دعوی میں سچے نہ تھے۔

ہم نے پہلے بھی اس عنوان کے ماتحت واقعات کی روشنی میں نوٹ لکھے ہیں آج بھی ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کا قول بارہا ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ

میرے آنے کی غرض یہ ہے کہ مسلمانوں کو پورا متقی بناؤں۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

ہماری طرف سے یہ مطالبہ ہوتا رہا کہ مسلمان فسق و فجور بلکہ کفر و شرک میں بھی روز افزوں ترقی کرتے چلے جا رہے ہیں۔ پھر مرزا صاحب نے آکر کیا کیا؟

اس کا جواب یہ ملتا رہا کہ مسلمانوں سے مراد احمدی جماعت ہے کیونکہ غیر احمدی تو کافر ہیں ان کا متقی بننا کیا معنی رکھتا ہے۔

یہ جواب جیسا کچھ غلط ہے نمایاں ہے۔ خدا کا شکر ہے کہ اس جواب کی

تر دید بھی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے خود کر دی ۔ ۲۸ جنوری کے خطبہ جمعہ میں اپنی جماعت کی عملی کمزوریاں خوب ظاہر کی ہیں جس سے اس جواب کی کافی تردید ہوتی ہے۔ خلیفہ صاحب فرماتے ہیں:

عمل کے میدان میں ابھی یہ بات ہمیں حاصل نہیں ہوسکی اوراس کی وجہ یہی ہے کہ عقاید میں ہمارا ہر شخص خواہ وہ مضبوط ہو یا کمزور، جاہل ہو یا عالم، چھوٹا ہو یا بڑا، بوڑھا ہو یا جوان یا بچہ، مرد ہو یا عورت، سب ایک (وہ بھی صرف یہ کہ مسیح فوت ہو چکا ہے دگر ہیچ۔ ثناء اللہ) ہی بات کہتے ہیں ۔مگر عملی باتوں میں آ کر دوسرے لوگ دیکھتے ہیں کہ سب ایک جیسے نہیں ہیں ۔لڑکیوں کو ورثہ میں حصہ دینے کا سوال آتا ہے، تو ہم میں سے بعض کہہ دیتے ہیں کہ

ہم لڑکیوں کو حصہ دے کر اپنی زمینیں خراب کر لیں۔

تو دوسرے شخص پر بھی یہی اثر ہوتا ہے کہ معلوم ہوتا ہے قرآن کریم کی تعلیم ایسی ہے جس سے نقصان کا اندیشہ ہے۔ یا جب سچ بولنے کا موقع آتا ہے تو ایک احمدی کہہ دیتا ہے کہ

جی سارے اے ہی کہندے ہندے نے پر کدی سچ نال ہر ویلے گزارا ہندا اے۔،

یعنی منہ سے تو سچ بولنے کی تاکید ہر کوئی کر دیتا ہے مگر کیا ہمیشہ سچ بولنے سے دنیا میں گزارہ چل سکتا ہے۔

اسلئے سننے والا خیال کرتا ہے کہ جو کہتا ہے ضرور سچ بولنا چاہیے ممکن ہے وہی غلطی پر ہو، میں اس کے پیچھے لگ کر کیوں خواہ مخواہ اپنا نقصان کروں ۔

شبہ سے ایمان اور یقین دوسرے کے دل میں پیدا نہیں ہوسکتا۔ یہ اسی وقت ہوتا ہے جب اپنے دل میں بھی ایمان اور یقین ہو اور جو شخص خود عمل نہیں کرتا اس کے معنی یہی ہیں کہ اس کے دل میں قرآن کریم پر ایمان نہیں۔

(الفضل ۵ فروری ۱۹۳۸ء ص ۵)

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی راست گوئی قابل داد ہے۔ واقعی بات یہ ہے کہ اخلاقی حیثیت میں مرزائی دوسرے مسلمانوں سے کسی امر میں فائق نہیں ۔اس لئے

ان پر یہ مثل صادق آتی ہے: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

قادیان میں لکھنے اور بولنے والو! کیا ہمارے اس دعوی کی تردید کر سکتے ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے مقصد میں فیل ہو کر گئے اور ابھی تک فیل ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی اس کے معترف ہیں

زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ فروری ۱۹۳۸ء مطابق ۲۴ ذی الحج ۱۳۵۶ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۷ ص ۴۔۵)

مرزا قادیانی اور مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ کے بعد اول مخالف مولوی محمد حسین بٹالوی مرحوم تھے۔

مرزا صاحب قادیانی نے ان کی مخالفت کو نرم دکھانے کے لئے کہا تھا کہ مولوی محمد حسین آخر کار مجھ پر ایمان لے آئیں گے۔ مگر واقعہ یہ ہوا کہ مولانا مرحوم کے انتقال پر ان کے بڑے صاحبزادے شیخ عبدالسلام نے آدمی بھیج کر مجھے بلوایا۔ میں پہنچا۔ جنازہ ابھی رکھا تھا۔ میں نے کہا مولانا مرحوم کی کوئی آخری تحریر ہو، تو دے دو۔ انہوں نے دو تین کتابت شدہ کاپیاں مجھے دیں جن کا مضمون مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تردید میں تھا۔

اس واقعہ کا ذکر میں نے اسی زمانہ میں اخبار اہل حدیث امرتسر میں کر دیا تھا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ قادیان کے ماہران تعمیر آج کل یا کبھی آئندہ مولانا مرحوم کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کریں گے۔ چنانچہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ہمارے خیال کو صحیح ثابت کر دیا آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> مولوی محمد حسین صاحب کے رجوع کرنے کے متعلق جو لکھا ہے اس کے مطابق مولوی صاحب نے آخر عمر میں اپنے رویہ میں تبدیلی کر لی تھی۔ اپنے

لڑکے بھی یہاں تعلیم کے لئے بھیج دیئے تھے۔ مجھے بھی بٹالے میں ملنے آئے تھے۔ اگرچہ ندامت کی وجہ سے اس کمرے میں سے صرف گذر گئے اور مجھ سے کلام نہیں کیا لیکن آئے اسی غرض کیلئے تھے۔ (الفضل ۱۹ فروری ۱۹۳۸ء ص ۴)

ہم قادیان کے مذہبی علماء اور قانون پیشہ وکلاء سے پوچھتے ہیں کہ از روئے قانون شہادت خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا یہ بیان صحیح ہوسکتا ہے کہ:

۱۔ مجھے ملنے آئے۔
۲۔ محض کمرے سے گذر گئے۔
۳۔ مجھ سے کلام نہیں کیا۔
۴۔ لیکن آئے مجھے ملنے کو تھے۔

کیا اچھے متضاد فقرے ہیں۔ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کسی مدعی کی طرف سے بطور شہادت عدالت میں پیش ہوں جسکا دعوی ہو کہ میں نے ایک سو روپیہ بتاریخ یکم فروری شیخ عبدالرحمٰن مصری کو دیا تھا گواہ خلیفہ صاحب ہوں۔ خلیفہ صاحب کی گواہی کے الفاظ یہ ہوں

۱۔ مدعی نے سو روپیہ کا نوٹ جیب سے نکالا تھا۔
۲۔ شیخ مصری اس کے دائیں ہاتھ کے قریب بیٹھا تھا۔
۳۔ مدعی نے ہاتھ بڑھا کر اپنے بیٹے کی طرف پھینک دیا۔
۴۔ اس پھینکنے سے غرض مصری کو نوٹ دینے کی تھی۔

قادیانی ممبرو! کیا ایسی شہادت سے مدعی کو ڈگری مل جائے گی یا دعوی خارج اور خرچہ بذمہ مدعی۔

سچ تو یہ ہے کہ مدعی اس شہادت پر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو مخاطب کر کے سر اوندھا کئے کہے گا

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق یکم محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۸ ص ۴۔۵)

ڈاکٹر بشارت اپنے مسیح کی تکذیب پر اتر آئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری بڑے پکے مرزائی ہیں۔ اور ایسے ماہر تصنیفات ہیں کہ شائد ہی ان سے کوئی بڑھ کر ہو۔ آپ کا ایک مضمون اخبار پیغام صلح لاہور ١٧ فروری ١٩٣٨ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مختلف الہامی اسماء (مسیح مہدی کرشن وغیرہ) کی شرح کر کے ان کے حقائق و معارف بیان کئے ہیں۔ مسیح موعود لقب پانے کی وجوہات میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

> چوتھی وجہ مسیح کا خطاب پانے کی وہ مماثلت ہے جو آپ کی بعثت کو مسیح کی بعثت سے ہے۔ یعنی آپ کا آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی پر ظہور جیسا کہ حضرت مسیح کا ظہور حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی پر ہوا۔
>
> (پیغام صلح لاہور ١٧ فروری ١٩٣٨ء ص ۵)

ہم نے جو سرخی میں لکھا ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد باوجود سخت مرزائی ہونے تکذیب مرزا پر اتر آئے، اسکا ثبوت دینا ہمارا فرض ہے۔ سنئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول نقل کرنے سے پہلے ہم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب موصوف کے قول پر ناظرین کو توجہ دلاتے ہیں جو یہ ہے کہ

> حضرت مسیح کا ظہور حضرت موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں ہوا (تیرھویں صدی کے بعد پندرھویں صدی سے پہلے)

مرزا صاحب قادیانی جو خود لکھتے ہیں وہ قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں؛

> مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب تورات کا مغز وبطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا اور وہ زمانہ حضرت مسیح سے چوداں سو برس بعد تھا۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ٦٩٢)

ڈاکٹر صاحب کے بیان کے مطابق مرزا صاحب ٹھیک وقت پر آئے ہوں گے کیونکہ چودھویں صدی ہجری کے ۱۳۰۸ھ میں انہوں نے مسیحیت کا دعوی کیا اور ۱۳۲۶ میں فوت ہو گئے مگر مرزا غلام احمد صاحب (مسیح موعود) اپنے بیان کے مطابق قبل از وقت تشریف لے آئے تھے کیونکہ ان کا آنا چودہ سوسال کے بعد پندرھویں صدی میں مقدر تھا۔ غالباً اسی لئے آپ میرے مرنے سے پہلے ہی جلدی تشریف لے گئے۔ شائد چودہ سوسال کے بعد پھر تشریف لائیں گے۔ اس وقت مجھے وفات یافتہ پا کر اپنی پیشین گوئی اور آخری فیصلہ کی صداقت کا اظہار اس طرح کریں گے جس طرح ڈپٹی عبد اللہ آتھم عیسائی مناظر کی موت (بعد از میعاد مقررہ) پر لکھا کہ:

دکھاؤ آتھم کہاں ہے۔

اسی طرح ڈبل سرخی سے اشتہار دیں گے:

مولوی ثناء اللہ کہاں ہے۔

ممکن ہے اپنا یہ شعر بھی اس اشتہار میں درج فرماویں

الا اننی فی کل حرب غالب
الا اننی اسد و انك ثعلب

لیکن آج کل مرزا صاحب بجائے اس عربی شعر کے قادیان کے بہشتی مقبرہ کی زیارت کے لئے مجھے بلاتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے ہیں

کبھی تو شہیدوں کی قبروں پہ آؤ
یہ سب گھر تمہارے بسائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۴ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق یکم محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۸ص ۵)

بہائی مذہب اور دین اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کرام آگاہ ہیں کہ ایران کی شیعہ جماعت میں سے ایک شاخ فرقہ

بہائیہ کی نکلی ہوئی ہے جن لوگوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کے آنے سے قرآن مجید باوجود کتاب اللہ ہونے کے منسوخ ہو چکا ہے۔ اس موضوع پر بار ہا اخبار اہل حدیث امرتسر میں مضامین درج ہوئے ہیں۔ آج بھی اس گروہ کے متعلق مندرجہ ذیل نوٹ لکھا جاتا ہے۔

اس گروہ اور قادیانی جماعت میں ایک امر مشترک یہ ہے کہ اپنی مخصوص فضیلت بیان کرنے کے موقع پر اسلام کی تعلیم کو پیش کر دیتے ہیں۔ قادیانی گروہ ہر مناظرے میں، جو ان کا غیر مسلموں سے ہو، اسلام کے پورے نمائندے بن جاتے ہیں۔ اسی طرح بہائی گروہ کا حال ہے۔ فرق صرف اتنا ہے کہ قادیانی گروہ اسلامی تعلیم کو اسلام کی تعلیم کے نام سے پیش کرتا ہے، اور بہائی گروہ اس کو خالص اپنی کہہ کر پیش کرتا ہے۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ دو شخص مال بیچتے ہیں ان میں سے ایک بحیثیت دلال کے سودا کرتا ہے دوسرا بحیثیت مالک کے، حالانکہ مالک دونوں نہیں۔ آج کا مضمون ہمارے دعوی کی شہادت دیتا ہے۔

بہائی میگزین بابت جنوری سنہ رواں میں ایک مضمون بعنوان: بہائی اصول، درج ہوا ہے جس میں بہائی مذہب کے پسندیدہ اصول بتائے ہیں۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

> تمام بہائی اصول وحدت یعنی ایکتا کی بنیاد پر قائم ہیں یہ اصول دنیا کی بہبودی کا یقینی اور مکمل ذریعہ ہیں سادہ الفاظ میں مختصر طور پر یہاں لکھے جاتے ہیں
>
> ۱۔خدا ایک ہے۔ ۲۔خدا کے سب پیغمبر ایک ہیں ۔۳۔حقیقت میں وہ سب ایک ہی نور کے ظہور ہیں۔ وہ کسی ملک یا کسی زمانے میں آئے ہوں۔ ۴۔ ان کی شریعتیں اپنے اپنے وقت کے لئے نہایت حکیمانہ اور مفید وضروری تھیں اور سب کا مدعا ۵ ایک ہی تھا کہ دنیا فلاح و بہبودی حاصل کرے۔ ۶۔سب دین ایک ہی دین ہیں دنیا کی مختلف قومیں ایک ہی قوم انسان ہیں فطرت میں سب مساوی ہیں کوئی اونچ نیچ نہیں تمام تعصّبات کی آگ بجھا دینی چاہیے سب ملکوں کو اپنا ملک ۸ سب قوموں کو اپنی قوم سمجھنا چاہیے

مذہبی تعصب سیاسی تعصب رنگ ونسل کا تعصب وطن اور زبان کا تعصب غرضیکہ ہر قسم کا تعصب جو آدمیوں میں پھوٹ ڈالتا ہے ایک بیماری ہے جس سے بچنا ہر انسان کا فرض ہے ۹ دین الفت محبت کا ذریعہ ہونا چاہیے دین علم وعقل کے مطابق ہونا چاہیے۔۱۰ ہر انسان کے بچے کولڑ کا ہو یالڑ کی عمدہ تعلیم دینی ضروری ہے یہاں تک کہ ابتدائی جبریہ تعلیم لازم ہے ۔۱۱ ہر شخص کو ثروت و دولت کمانا فرض ہے کوئی کاروبار تجارت وغیرہ عین عبادت ہے۔ گداگری ۱۲ حرام ہے ۔۱۳ عورت مرد کے حقوق برابر ہونے چاہییں ۔۱۴ بچوں کی تعلیم وتربیت فرض ہے ۔۱۵ اقتصادی مسائل کا حل جس کی دنیا کو سخت ضرورت ہے دین بہائی میں نہایت خوبی سے پورا کیا گیا ہے۔مختصر یہ کہ تمام عالم کی مشکلات کا حل بہائی اصول میں موجود ہے۔؛

(بہائی میگزین بمبئی جنوری ۱۹۳۸ء ص ۱۳)

فاضل اڈیٹر بہائی میگزین نے ان اصولوں کو اصول بہائیہ بتایا ہے حالانکہ یہ سارے قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ ان اصولوں پر نمبر ہم نے دیئے ہیں تا کہ ناظرین کو آسانی سے پتہ لگ جائے۔

۱۔خدا ایک ہے قل هو الله احد (خدا ایک ہی ہے)

۲۔سب پیغمبر ایک ہیں انّ هذه امتكم امة واحدة و انا ربكم فاعبدون

آپ (انبیاء) کی جماعت دراصل ایک ہی ہے اور میں تمہارا رب ہوں میری عبادت کرو

۳۔حقیقت میں وہ سب ایک نور کے ظہور ہیں

كلا هدينا (سب نبیوں کو ہم (خدا) نے ہدایت دی)

۴۔ان کی شریعتیں اپنے اپنے وقت کے لئے ضروری تھیں

لكل جعلنا منكم شرعة و منهاجا (ہرامت کے لئے ہم نے شریعت مقرر کی)

۵۔سب کا مدعا ایک تھا

ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه (دین الٰہی کو قائم رکھواور اس میں متفرق نہ ہو جانا)

۶۔سب الہامی کتابیں ایک ہی دین ہیں

و لقد وصينا الذين اوتوا الكتاب من قبلكم و اياكم ان اتقوا الله

(ہم نے تم سے پہلے لوگوں کو اور تم مسلمانوں کو یہی حکم دیا کہ اللہ سے ڈرتے رہو)

۷۔فطرت میں سب مساوی ہیں

فطر ت الله التی فطر الناس علیها لا تبد یل لخلق الله۔

(اس فطرت کا لحاظ رکھو جس پر اللہ نے انسانوں کو پیدا کیا اس میں تبدیلی جائز نہیں)

۸۔سب قوموں کو اپنی قوم سمجھنا چاہیے

یا ایها الناس انا خقنا کم من ذکر و انثی

(اے لوگو! ہم نے تم سب کو ایک ہی ماں باپ سے پیدا کیا پس تم سب دراصل بھائی بھائی ہو)

۹۔دین محبت اور الفت کا ذریعہ ہونا چاہیے

ا حسن کما ا حسن الله الیك ۔ و قو لوا للناس حسنا

(تم پر خدا نے جو احسان کیا ہے تم بھی لوگوں پر کرو اور سب لوگوں سے اچھی بات کہا کرو)

۱۰۔ ابتدائی جبریہ تعلیم لازم ہے

لا یستوی الذین یعلمو ن و الذین لا یعلمو ن (اہل علم اور بے علم برابر نہیں)

اس آیت میں تحصیل علم کی ترغیب دی ہے

۱۱۔ ہر شخص پر دولت کمانا فرض ہے

و ابتغوا من فضل الله (اللہ سے اس کا فضل بصورت رزق فراخ تلاش کیا کرو)

۱۲۔گداگری حرام ہے

و تز وّدوا فانّ خیر الزّا د التّقوی

(سفر وحضر میں خرچ ساتھ رکھا کرو کیونکہ خرچ کا سب سے اچھا فائدہ سوال سے پرہیز ہے)

۱۳۔عورت مرد کے حقوق برابر ہونے چاہییں

و لهنّ مثل الّذی علیهنّ بالمعرو ف

(جس طرح عورتوں پر مردوں کے حقوق ہیں، اسی طرح عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں)

۱۴۔بچوں کی تعلیم وتربیت فرض ہے قوا انفسکم و اهلیکم نا راً

(اپنے آپ کو اور اپنے متعلقین کو آگ سے بچاؤ)

یعنی اپنے بال بچوں کو تعلیم وتربیت کے زیور سے آراستہ کرو ایسا نہ ہو کہ وہ جہالت کی حالت میں برے کام کرگذریں جن کے باعث وہ جہنم میں داخل ہونے کے مستوجب

ٹھہریں

۱۵۔اقتصادی حل فاضل اڈیٹر نے دین بہائی سے تو بتایا نہیں ہم قرآن مجید سے بتائے دیتے ہیں: و فی اموا لھم حقّ للسّا ئل و المحرو م

(مومنوں کے مالوں میں موالی اور غیر موالی کا حق ہے)

ناظرین کرام ہم نے جو مثال دی ہے کہ کوئی شخص کسی چیز کو دلال کی شکل میں بیچتا ہے اور کوئی مالک بن کر حالانکہ وہ مالک نہیں ہوتا، بہائیوں کے حق میں یہ مثال پوری صادق آتی ہے۔اب ہم دیکھنا چاہتے ہیں کہ بہائی میگزین کے فاضل اڈیٹر ہمارے پیش کردہ ثبوتوں پر کیا کہتے ہیں۔

جہاں تک ہم نے ان دونوں گروہوں (قادیانیوں اور بہائیوں) کو گہری نظر سے دیکھا ہے دونوں میں مشابہت پائی جاتی ہے تشا بهت قلو بهم۔

باقی رہا ان میں اصل کون ہے اور فرع کون؟ اس کا ثبوت ہمارے رسالہ بہاءاللہ اور مرزا میں ملاحظہ ہو۔

ناظرین کرام اسی کو کہتے ہیں

منکر مے بودن و ہم رنگ مستاں زیستن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۴ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق یکم محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۸ ص۳۔۴)

تبصرہ بر تذکرہ۔۴

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد قادیانی کی تعلیمات میں خواہ بیسیوں چھوڑ ہزارہا عیوب ثابت کئے جائیں، تاہم اس سے میرے اس دعوی کو ایک ذرہ بھر نقصان پہنچنے کا احتمال نہیں ہے کہ وہ ایک باہنر و باکمال بزرگ تھے۔کیوں؟

عیب کرنے کو بھی ہنر چاہیے

متوفی مذکور کا یہ کتنا بڑا کمال ہے کہ ایک وقت اگر اپنی ماموریت کے ثبوت

میں دھڑلے کی پیش گوئیاں کر کے دفعتاً دنیا کا رخ اپنی طرف پھیر لیتے تھے، تو دوسری طرف طبیعت کے جوش کو سرد پڑتے دیکھ کر، نیز انجام کے نامعلوم ہونے کے خطرہ کا احساس کر کے، یا کسی پیش گوئی کا کذب ظاہر ہوتا دیکھ کر، بکمال سادگی یہ کہہ کر کہ :

ہم نے تو یہ پیش گوئی کی ہی نہیں تھی

تمام منتظر چشموں کو غرق حیرت کر کے ایسے صاف نکل جاتے جیسے مکھن سے بال ۔ اگر کسی منکر کمالات مرزا کو میرے اس دعویٰ کا ثبوت مطلوب ہو تو یہ خادم حاضر ہے ۔ دیکھئے مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے اشتہار: مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، میں صاف لکھا تھا کہ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ آپ مجھے اپنے ہر ایک پرچہ (اخبار اہل حدیث امرتسر) میں یاد کرتے ہیں،

تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی لمبی عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے اور اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے۔

یہ عبارت جیسی کچھ صاف ہے، عیاں راچہ بیان ۔ بلا کسی اینچ پیچ کے واضح ہو رہا ہے کہ کاذب انسان اپنے مخالف (صادقین) کی حیات پر برکات میں ہی خس کم جہان پاک کا مصداق ہو جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کا یہ اعلان کیا تھا، ایمان و دیانت کی پرسکون فضا میں بجلی کا چمکارہ یا بم کا گولہ تھا، جس سے تمام دنیا ایک دم چونک اٹھی ۔ حامیان عدل وانصاف نے اس اعلان کی تنقید کرتے ہوئے اسے ایک نہایت گہری اور خلاف عقل و ایمان چال قرار دیا اور تاریکی کے فرزندوں نے خوشی کے شادیانے بجائے بھولے بھالے مسلمانوں کو ورغلا کر شرطیں باندھ لیں کہ

مولوی ثناء اللہ یقیناً مرجائے گا اگر مرزا صاحب پہلے مرے تو ہم مرزائی مذہب سے انکار کر دیں گے (ایک مرزائی کی شرط ۔ مرقع قادیانی اگست ۱۹۰۷ء ص ۷)

ان شرطوں کے باندھے جانے کا وقت مرزا غلام احمد صاحب کے اعلان سے قریباً چار ماہ بعد تھا ۔ اور اس وقت تک مرزا صاحب کو بھی کافی موقع اپنے اعلان

کے انجام وعواقب پر نظر ڈالنے کامل چکا تھا، اور وہ خوب اچھی طرح جان چکے تھے کہ اس سر دھڑ کی بازی میں ہر طرح ہمیں ہی گھاٹا ہے۔ اس لئے آپ نے اپنے اعلان کے قریباً چھ ماہ بعد ہی بجواب ایک سائل کے بکمال حیرانی فرمایا کہ

یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مرجاتا ہے۔ ہم نے تو ایسا نہیں لکھا ہے۔ (ملخص الحکم ۱۰۔ اکتوبر ۱۹۰۷ء)

چلو چھٹی ہوئی نہ بانس ہوگا، نہ بانسری بجے گی۔

جو کچھ کہ دیکھا خواب تھا اور جو سنا افسانہ تھا

مثل مشہور ہے کہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ اب مرزا غلام احمد صاحب کی ان مقدس تحریرات پر ہر ایک شخص چہ میگوئیاں کرتا نظر آتا ہے۔ کوئی کہتا ہے کہ مرزا صاحب کا یوں دلیرانہ کہہ کر مکر جانا اس بات پر مبنی ہے کہ آپ کا حافظہ خراب تھا، جیسا کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب نسیم دعوت میں لکھا ہے کہ

حافظہ اچھا نہیں، یاد نہیں رہا۔ (نسیم دعوت حاشیہ۔ ص ۷۱)

کوئی کہتا ہے کہ ممکن ہے یہ کسی دماغی مرض کا باعث ہو۔ چنانچہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا فرمان موجود ہے جو ان کے فرزند دلبند میاں محمود احمد نے بدیں الفاظ رسالہ تشحیذ الاذہان جلد ۱ نمبر ۲ میں نقل کیا ہے کہ

مرزا صاحب نے فرمایا مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی یعنی مراق۔ (تشحیذ الاذہان۔ جون ۱۹۰۶ء)

بعض کہتے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی مسیحیت و مہدویت کے گلستان کو سرسبز و شاداب بنانے کے لئے عمداً ایسی کاروائیاں کیا کرتے ہیں و اللہ اعلم بالصواب

میں کہتا ہوں کہ خواہ کچھ ہی ہو، اس سے کم از کم اتنا تو ثابت ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کوئی معمولی انسان نہ تھے بلکہ صاحب کمال انسان تھے۔ اگر اب بھی کسی کو شک ہو تو میں ایک اور طرح سے بھی اس کا ثبوت عرض کرتا ہوں۔ یہ مسلّم ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے،

اب آیئے اس سنہرے اصول کے ماتحت ہم مرزا غلام احمد صاحب کے اتباع پر نظر ڈالیں۔ میرا دعویٰ ہے کہ اس خصوص میں مرزا صاحب قادیانی کے مرید

سچے اور پکے احمدی ہیں۔ چونکہ ان کا دعوی مرزا صاحب کی طرح نبوت اور رسالت کا نہیں ہے، اس لئے ان کے کمال بھی مرزا صاحب کے بالمقابل محض ظلی یا بروزی رنگ کے ہوں گے۔ مثلاً الہامات مرزا پر گفتگو کرتے وقت یا انہیں کتابی شکل میں قلم بند کرتے ہوئے جہاں کہیں گرفت کا موقع دیکھیں حتی الامکان بچاؤ کا سامان پیدا کرنے میں کمالات دکھائیں۔ چنانچہ ہم اس مضمون کی گذشتہ اقساط میں ثابت کرآئے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے الہامات کو جمع کرنے والے احمدی اصحاب نے اپنے با کمال ہونے کا پورا ثبوت دیا ہے۔ مزید ثبوت ذیل میں ملاحظہ ہو۔

مولوی عبدالکریم احمدی سیالکوٹی کے بارے میں مرزا غلام احمد صاحب کے بیسیوں الہامات تھے کہ وہ جس بیماری میں مبتلاء ہیں اس سے صحت یاب ہو جائیں گے۔ بخلاف اس کے جب مولوی صاحب موصوف فوت ہو گئے تو حضرت مرزا صاحب مدعی نبوت نے بحکم العادة طبیعة ثانیة اس بارے میں یہ کہا کہ:

> مولوی ثناء اللہ صاحب نے میری نسبت لکھ دیا ہے کہ مولوی عبدالکریم کے صحت یاب ہونے کی نسبت ان (مرزا قادیانی) کو الہام ہوا تھا..
>
> ہم اس افتراء کا کیا جواب دیں بجز اس کے کہ لعنت اللہ علی الکاذبین (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۲۶)

خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ ہمارا کوئی الہام عبدالکریم کی صحت کے متعلق تھا ہی نہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب تو اپنی دانائی سے غلط بیانی کر کے یا جو کچھ کوئی سمجھے اپنا وقت نبھا گئے، اب باری آئی ان کے ارادتمندوں کے کمال دکھانے کی۔ انہیں یہ مشکل آپڑی کہ مرزا صاحب قادیانی کے الہامات، جوان کے نزدیک قرآن مجید کے ہم پایہ ہیں، مولوی عبدالکریم کی صحت کے اخباروں سے بھرے پڑے تھے۔ اب اگر انہیں بتمام وکمال کتابوں میں جمع کریں تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت بھک سے اڑ جاتی تھی کیونکہ اس کے یہ معنی ہوئے کہ الہامات کے موجود ہوتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کے مقابلہ پر جھوٹ بولا۔ اور اس پر مزید یہ کہ آیت لعنت اللہ علی الکاذبین کو درج کر کے جھوٹ بولا اور جھوٹ پر اس قسم کی دلیری کرنے والا انسان مخاطب الٰہی تو درکنار معمولی شرافت سے بھی کوسوں دور

ہوتا ہے۔ اور اگر اس قسم کے الہامات کو یکسر نظر انداز کر جائیں، تو ثنائی توپ خانہ کی بمباری کا خوف جان کو کھائے جاتا ہے۔

اس لئے انہوں نے یہ کمال دکھایا کہ غیر مشہور رؤیا تو سرے سے نقل نہ کئے مثلاً ذیل کا رؤیا نہ تو جامعین تذکرہ نے درج کتاب کیا ہے اور نہ ہی البشری کے مصنف نے، حالانکہ اس نے خاص اس موضوع پر ایک مستقل رسالہ لکھا جس کا نام مکاشفات ہے۔ وہ رؤیا یہ ہے:

حضرت اقدس حسب معمول تشریف لے آئے۔ ایک رؤیا بیان کی جو بڑی ہی مبارک اور مبشر ہے۔ فرماتے تھے کہ

آج تک جس قدر الہامات اور مبشرات ہوئے ان میں نام نہ تھا، لیکن آج تو اللہ تعالی نے خود مولوی عبدالکریم صاحب کو دکھا کر صاف طور پر بشارت دی ہے۔

اس رؤیا کو سن کر جب ڈاکٹر صاحب پٹی کھولنے لگے تو خدا کی قدرت کا عجیب تماشا مشاہدہ کرتے ہیں وہ یہ کہ سارے زخم پر انگور آ گیا ہے۔

(اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ رؤیا بوجہ اس کے کہ:

نبی کا خواب ایک قسم کی وحی ہے، (قول مرزا در ازالہ اوہام۔ ص ۲۲۱)

الہام الٰہی میں داخل ہے۔ اور اس سے صاف ظاہر ہو رہا ہے مولوی عبدالکریم صاحب سیالکوٹی کے صحت یاب ہونے سے متعلق صرف یہی ایک الہام نہیں ہوا بلکہ اور بھی بکثرت الہامات ہوئے تھے جن میں اگرچہ مولوی صاحب مذکور کا نام نہ تھا مگر تھے وہ انہیں کے بارے میں۔

چونکہ اس قسم کے الہامات سے عیاں ہو رہا تھا کہ مرزا غلام احمد متوفی کا مولانا ثناء اللہ امرتسری کے جواب میں یہ لکھنا کہ عبدالکریم کے تندرست ہو جانے کا کوئی الہام نہ تھا ایک چٹا سفید اور مکدس دروغ ہے۔ لہذا احمدی اصحاب نے اس قسم کے الہامات کو مجموعہ الہامات مرزا (یعنی تذکرہ) میں درج نہ کیا۔ آہ! فویل لھم مما یکتبون

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۸ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۹ ص ۴-۵)

قرآنی لفظ خاتم النبیین کی صحیح اور معتبر تفسیر

وہی ہے جو خود قرآن سے ثابت ہو۔ا

جناب مولانا مولوی ابوعبداللہ محمد ادریس ڈیانواں ضلع پٹنہ سے لکھتے ہیں:
عرصہ ایک ماہ کے انداز سے ہوتا ہے کہ مونگیر کا ایک صحیفہ تبلیغ نمبرا شائع ہوا اور مجھ کو ملا، جس میں

خاتم النبیین کی صحیح تفسیر

کے زیر عنوان ایک مضمون قلم بند کیا گیا ہے۔ اور اس میں چودہ حوالجات درج کئے گئے ہیں۔ لیکن ان حوالجات سے اس کی صحیح تفسیر پر کوئی روشنی نہیں پڑتی ہے، اور نہ کوئی تفسیر اس میں واضح کی گئی ہے جس بنا پر ان حوالجات کو غور کیا جاسکے کہ ان سے اس تفسیر کی تائید وتصدیق پر استدلال کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے۔

اس لئے مفصل طور پر اس کے متعلق اس وقت غور کرنے کا اور ان حوالجات پر نظر کرنے کا موقع ہوگا جب لفظ خاتم النبیین کی تفسیر اور اس کا مفہوم پہلے واضح اور متعین کر دیا ہے۔ اس وقت ہم کو مسلمانوں کی عام جماعت کے سامنے اس کی تفسیر اور صحیح مفہوم ومراد سمجھنے کے متعلق چند امور پیش کر دینا ہے۔

ا۔ کسی لفظ کے مفہوم کی تعیین دو اعتبار سے ہوتی ہے ایک لغوی معنی کی حیثیت سے دوسرے اصطلاحی مراد کے لحاظ سے۔ پھر اگر اصطلاحات چند ہیں تو ہر اصطلاح کے اعتبار سے اس کا مفہوم خاص خاص ہوسکتا ہے و لا مناقشة فی الاصطلاح لیکن جو لفظ جس اصطلاح میں استعمال ہوگا اس کی صحیح تفسیر اور صحیح مراد وہی متعین کرنا ہوگا جو اس اصطلاح کے مطابق ثابت ہو: تصنیف را مصنف نیکو کند بیان

اس بنا پر لفظ خاتم النبیین چونکہ شریعت اسلام کا لفظ ہے اور قرآن مجید میں استعمال ہوا ہے اس لئے اس کا مفہوم ومراد علماء صوفیہ یا حکماء فلاسفہ یا متکلمین

یا معتزلہ وغیرہ کے خاص خاص اصطلاحات کے اعتبار سے جو کچھ لیا جائے وہ ان لفظوں کی صحیح تعبیر نہیں کہی جا سکتی بلکہ شریعت اسلام کی ہدایتوں کے مطابق جو مفہوم متعین ہو، وہی صحیح تفسیر ہے۔ اور قرآن پاک اللہ تعالیٰ کی نازل کی ہوئی شریعت اسلام کی بنیادی کتاب ہے اور رسول مقبول ﷺ اس کے حامل امین اور صادق و مصدوق ہیں۔ اس لئے خود قرآن مجید سے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات عالیہ سے جو مراد و مفہوم واضح ہو، وہی حقیقی اور صحیح و شرعی تفسیر ہے۔

۲۔ یہ امر تو نص صریح ہے اور متفق علیہ ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ خاتم النبیین ہیں

ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین

یعنی محمد ﷺ تم مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں بلکہ رسول اللہ اور خاتم النبیین ہیں۔

لیکن لفظ خاتم النبیین میں دو الفاظ کا مفہوم شرعی اور مراد قرآنی تعین و تنقیح طلب ہے۔ ایک لفظ نبی اور ایک لفظ خاتم۔

پہلے ہم لفظ نبی کے مفہوم شرعی و مراد قرآنی کی وضاحت کر دیتے ہیں جو شریعت اسلام اور قرآن مجید کے استعمال سے ثابت ہوتا ہے۔

اصطلاح شریعت اسلام میں رسول اور نبی کا منصب بہت متقارب ہے۔ لیکن دونوں لفظوں میں نسبت عام خاص مطلق کی ہے۔ لفظ نبی عام ہے اور لفظ رسول اس سے خاص ہے۔ یعنی ہر رسول نبی ہے مگر ہر نبی کا رسول ہونا ضروری نہیں ہے۔ عامہ علمائے اسلام کی یہی تحقیق ہے لیکن بعض علماء کی تحقیق میں دونوں لفظ ایک ہی منصب کے دو خطاب و لقب ہیں، اور دونوں میں عموم و خصوص مطلق نہیں ہے، بلکہ ہر رسول نبی ہے اور ہر نبی رسول ہے۔ لیکن بہرحال نبی و رسول میں یہ باتیں قدر مشترک ہیں، اور ہر رسول اور ہر نبی میں ان باتوں کا ثابت ہونا لازم ہے۔ اور جس میں ان باتوں کا ہونا ثابت نہ ہو، وہ شریعت اسلام کی زبان میں نبی و رسول نہیں ہوگا اور شرعاً اس پر نبی یا رسول ہونے کا استعمال صحیح نہیں ہوگا۔

۱۔ صاحب وحی ہونا یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے جبریل امین کا ہر رسول و نبی کے پاس وحی لایا کرنا ضرور ہے

انّا او حینا الیك کما او حینا الی نوح والنّبیین من بعده و

اوحینا الی ابرا ھیم و اسما عیل واسحاق و یعقو ب و الاسباط و عیسی و ایّو ب و یو نس و ھا رو ن و سلیما ن و آتینا دا ؤد زبو راً و رسلا قد قصصنا ھم علیك من قبل و رسلاً لم نقصصھم علیك و کلّم اللّٰه موسی تکلیماً

(یعنی اے محمد (ﷺ) ہم نے آپ کی طرف وحی بھیجا جیسا کہ نوح کے پاس اور نوح کے بعد نبیوں کے پاس بھیجا تھا۔ اور ہم نے ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اولا دیعقوب اور عیسی اور ایوب اور اسحاق اور یعقوب اور اولا دیعقوب اور عیسی اور ایوب اور یونس اور ہارون اور سلیمان کے پاس وحی بھیجا تھا۔ اور ہم نے داؤدکو زبور دیا۔ اور ان رسولوں کو بھیجا جسکا ذکر ہم نے آپ سے کیا اور ان رسولوں کو بھیجا جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا۔ اور اللہ نے موسیٰ سے یقینی کلام کیا)

۲۔ ہر نبی ورسول پر باذن اللہ ایمان لانا اور اس کی اطاعت کرنا فرض ہے

وما ارسلنا من رسو ل ا لا لیطاع باذن الله

(ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اس واسطے کہ اللہ کے اذن سے اس کی اطاعت کی جائے)

وما ار سلنا من قبلك من رسو ل و لا نبی الا اذ ا تمنّی القی الشیطا ن فی امنیته فینسخ الله ما یلقی الشیطا ن ثم یحکم الله آ یا ته و الله علیم حکیم ۔ لیجعل ما یلقی الشیطا ن فتنة للذین فی قلو بھم مر ض و القا سیة قلو بھم و ان الظا لمین لفی شقا ق بعید۔ و لیعلم الذین او توا العلم انه الحق من ربك فیؤمنوا به فتخبت له قلو بھم . (الحج:۵۲۔۵۴)

(یعنی ہم نے آپ سے پہلے کوئی رسول اور نبی نہیں بھیجا مگر یہ کہ اس نبی ورسول نے جب اللہ کی آیتوں کو پڑھا تو شیطان نے اس میں لگاوٹ کی۔ پھر اللہ شیطان کی لگاوٹ کو مٹا دیتا ہے پھر اپنی آیتوں کو مضبوط کر دیتا ہے۔ اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے تا کہ شیطان کی لگاوٹ کو باعث فتنہ بنا دے ان لوگوں کے واسطے جن کے دل میں بیماری ہے اور جن کے دل سخت ہیں اور بے شک ظالم لوگ دور از اتفاق پھوٹ میں ہیں اور تا کہ علم والے جانیں اور سمجھیں کہ آپ کے پروردگار کی طرف سے یہی حق ہے پس اس پر ایمان رکھیں اور اس کے واسطے ان کے

جھک جائیں)

وکم ارسلنا من نبی فی الاولین و ما یاتیھم من رسول الا کانوا به یستھزؤن فاھلکنا اشد منھم بطشا و مضی مثل الاولین (الزخرف :۸)(یعنی اگلوں میں ہم نے کتنے نبی بھیجے اوران کے پاس کوئی رسول نہیں آتا تھا مگر وہ اس سے استہزاء کرتے تھے پس ہم نے ان لوگوں کو غارت کر دیا جوان سے قوت میں سخت تھے اوران اگلوں کے قصے گذر گئے)

۳۔ ہر نبی اوررسول کی بعثت ضابطہ شرعیہ اوراللہ تعالی کی سنت جاریہ کے مطابق ہونا ضرور ہے

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل

(یعنی محمد (ﷺ) نہیں ہیں مگر رسول۔ان سے پہلے بہت سے رسول گذرے ہیں)

قل ما کنت بدعاً مّن الرسل

(یعنی آپ کہہ دیجئے کہ میں کچھ نیا رسول نہیں آیا ہوں)

ان سب آیتوں سے یہ واضح طور پر معلوم ہوا کہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں اورفرقان حمید کی زبان میں نبی ورسول ہونے اور نبی و رسول کہے جانے کے واسطے ان تین باتوں کا ہونا ضرور ہے:

ایک یہ کہ اس کا صاحب وحی ہونا صاف صاف شرعی ماخذ سے ثابت ہو۔

دوسرے یہ کہ اس کا باذن اللہ واجب الاعت ہونا ثابت ہو

اوراسی بنا پر امم سابقہ کے جن لوگوں کی نسبت نبوت ورسالت کا کوئی شخص دعوی کرے جس کی شہادت صریح شریعت اسلام میں نہ ہوتو نہ اس کے تصدیق کی ہدایت کی گئی ہے اور نہ تکذیب کا حکم ہے بلکہ اجمالی ایمان باللہ و کتبه و رسله پر اکتفا کرنے کی ہدایت کی گئی ہے حتی کہ حضرت خضر،حضرت لقمان،حضرت ذوالقرنین کے اوصاف قرآن مجید میں موجود ہونے کے باوجود ان لوگوں کی نبوت ورسالت پر کوئی واضح شہادت نہ ہونے کے سبب سے ان لوگوں کے نبی یا رسول ہونے پر ایمان نہیں لایا جا سکتا ہے۔

تیسرے یہ کہ رسول اللہﷺ کی صداقت نبوت میں اللہ جل شانہ نے اپنے

سنت جاریہ کے مطابق آپ کی بعثت ہونے کو خصوصیت کے ساتھ ارشاد فرمایا ہے و ما محمد الارسول قد خلت من قبله الرسل اور آپ کو اس اعلان کا حکم فرمایا ہے قل ما کنت بدعا من الر سل اس سے امت محمد یہ کو یہ ہدایت کی گئی ہے کہ آپ کی ذات اقدس کے بعد کسی نبوت کا ظہور ہو یا کوئی بعثت رونما ہو تو یہ معیار صداقت بھی نہایت ضروری طور پر سامنے رکھنا ہوگا۔

پس جو نبی ایسا ہو کہ اس کے صاحب وحی ہونے کی اور کسی نبوت پر ایمان لانے کی اور بحیثیت نبی اس کی اطاعت فرض ہونے کی شہادت فرقان حمید اور حامل وحی ﷺ کے لسان صدق سے ثابت نہ ہو اور وہ علی سنة ا لا و لین نہ ہو بلکہ بدعا من الرسل ہو تو اپنے طور پر اس کو کچھ کہہ لیا جائے لیکن وہ شرعی اور اسلامی نبی کہا نہیں جا سکتا ہے۔

الحاصل جماعت انبیاء و رسل جن میں اوصاف مخصوصہ نبوت و رسالت جن کا ذکر ہوا موجود ہوں اور جن کو شریعت اسلام کی اصطلاح میں اور قرآن کی زبان میں نبی و رسول کہا جا سکتا ہے رسول اللہ ﷺ ان سب کے خاتم ہیں۔ اور اس سے انحراف کی گنجائش نہیں ہے۔ اور نبوت تشریعی و غیر تشریعی اور بروزی تمثیلی و غیرہ خاص خاص مصطلحات مخترعہ ہیں جو اصطلاح قرآن و لسان حامل قرآن ﷺ سے باہر ہیں۔ اور اگر بالفرض ان سب مصطلحات کو بھی شرعی اصطلاح اور ان سب اقسام کو بھی نبوت قرآنی تسلیم کر لیا جائے تو آپ کی ذات اقدس ان سب اقسام نبوت و رسالت کی بھی خاتم ہو گی اور آپ بجميع الو جو ہ خاتم النبیین ہیں۔

نمبر۳۔ رہا لفظ خا تم تو آیت کریمہ صدر میں خاتم کی قرأت بفتح التاء بھی ثابت ہے اور بکسر التاء بھی۔ خاتم بفتح التاء کا معنی ہے مہر اور خاتم بکسر التاء کا معنی ہے مہر کر دینے والا ختم کر دینے والا آگے نہ بڑھنے دینے والا۔

تاویلات وغیرہ سے صافی الذہن ہو کر اس کے معنی سے صاف صاف جو مفہوم و مراد متبادر ہوتا ہے اور اس کے سوا کوئی دوسرا مفہوم متبادر فی الذہن نہیں ہوتا ہے یہ ہے کہ آپ کا وجود اقدس سلسلہ انبیائے پر مہر ہے جس کے بعد یہ سلسلہ منقطع ہے اور اس سلسلہ کی آپ آخری کڑی ہیں اور آپ پر سلسلہ نبوت ختم ہے۔ کوئی شخص آپ کے

بعد نہ ہوگا جس کو نبی کہا جائے۔

اگر قرآن مجید سے اور رسول اللہ ﷺ کے ارشادات سے یہ ظاہر ہو کہ آپ کے بعد بھی بعثت انبیاء کا سلسلہ جاری رہے گا اور نبی ہوا کریں گے، تب تو لفظ خاتم سے یہ مراد و مفہوم نہیں ہوسکتا ہے اور کوئی دوسرا مفہوم تلاش کرنا ہوگا۔ لیکن اگر ایسا نہیں ہے بلکہ شواہد شرعیہ سے حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی نبی کا ہونا نہ ثابت ہو، بلکہ نہ ہونا ثابت ہو، تو پھر اس مفہوم کے سوا کوئی دوسرا مفہوم اختیار کرنا درحقیقت مفہوم قرآن کو بدل دینا ہے۔

۴۔ نبوت و رسالت کسبی و اکتسابی صفت نہیں ہے اور نہ مقام نبوت و رسالت کوئی ایسا مقام ہے جس کو عبادت و ریاضت اور مجاہدات یا دیگر علوم وفنون کے ذریعہ حاصل کیا جا سکے بلکہ یہ ایک جلیل القدر رفیع الشان محض وہی منصب وعہدہ ہے کہ اللہ جل شانہ نے جس کو چاہا اس منصب سے سرفراز فرمایا

اللّٰه اعلم حیث یجعل رسالته

یعنی اللہ ہی جانتا ہے کہ وہ اپنی رسالت کہاں دے گا اور اپنے منصب رسالت کا حامل کس کو بنائے گا

خدا کی دین کا موسیٰ سے پوچھئے احوال
کہ آگ لینے جائیں پیغمبری مل جائے

اس لئے اس عہدہ کے عہدہ داروں (انبیاء ورسل) کے پاس بہت زبردست اور واضح خط وسارٹی فیکیٹ اور ثبوت وشہادت اپنے اس منصب کا ہونا اشد ضروری ہے۔ اور کسی نبی ورسول کی اپنی بیان کردہ وحی اس تقرری کی سند نہیں ہوسکتی جب تک خود مقرر کرنے والے اللہ سبحانہ کی شہادت نہ ہو۔ اور اب اللہ تعالیٰ نے قیامت تک کے واسطے بالکل قطعی و پختہ اور آخری شہادت کے لئے اپنی کتاب مہیمن فرقان حمید کو اپنے آخری پیغام بر خاتم النبیین ﷺ پر نازل فرما دیا ہے اس کو خوب تعمق کے ساتھ نظر غائر کے ساتھ دیکھنے سے یہ شواہد بالکل واضح طور پر عیاں ہو جاتے ہیں جن سے حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی جدید نبی یا رسول کا بحیثیت نبی ورسول پیدا اور مبعوث نہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔

ا۔اللہ تعالی نے قرآن پاک میں سابق انبیاء و رسل کا نہایت کثرت کے ساتھ اور بہت متعدد اور متنوع اسلوب بیان کے ساتھ تذکرہ فرمایا ہے اور ان کی نبوت و رسالت کی واضح شہادت دی ہے لیکن وہ سلسلہ آپ کی ذات اقدس پر ختم کر دیا جاتا ہے۔ آپ کے بعد کسی ایک نبی یا متعدد انبیاء کی آمد کا ذکر تک نہیں فرمایا جاتا ہے بلکہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد آپ پر ایمان لانے اور آپ کی اتباع کرنے ہی کا حکم ہوتا ہے اور ان کی سرفرازی الذین آمنوا کے لقب سے کی جاتی ہے

انّ او لی الناس با برا هیم للذین اتبعو ه و هذا النبی والذین آ منوا (یعنی سب لوگوں میں زیادہ خصوصیت ابراہیم کے ساتھ اون لوگوں کوتھی جوان کے متبع ہوئے اور اس نبی کو ہے اور جو اس پر ایمان لائے) (آل عمران:۶۸)

اور ارشاد ہوا

و او حینا الی ابرا هیم و اسما عیل واسحاق و یعقو ب و الاسبا ط و عیسی و ایو ب و یو نس و هارو ن و سلیما ن و آتینا دا ؤد زبوراً۔ و رسلا قد قصصنا هم علیك من قبل و رسلاً لم نقصصهم علیك ۔(النساء:۱٦٣۔١٦٤)

اس میں اللہ تعالی نے گذشتہ چند انبیاء کا نام ذکر فرما کر یہ بھی فرما دیا کہ ایسے رسول بھی گذر رہے ہیں جن کا ذکر ہم نے آپ سے نہیں کیا ہے اور ان سب کی نبوت و رسالت پر شہادت دے دی۔لیکن آپ کے بعد کسی آنے والے نبی کا کوئی ذکر نہیں کیا جاتا ہے اور اس کی نبوت و رسالت پر کوئی شہادت نہیں دی جاتی ہے۔

اگر خاتم النبیین ﷺ کے بعد یہ سلسلہ نبوت باقی رہنے والا ہوتا تو اسی آیت میں یہ ارشاد بھی ہو جاتا اور یہ شہادت بھی دے دی جاتی کہ

و رسلا یأتو ن من بعد ك

اور اسی طرح نزول وحی کے سلسلہ میں

انّا او حینا الیك کے بعد

و نو حی الی الّذین من بعد ك

بھی واضح فرما دیا جاتا۔مگر اللہ سبحانہ کی مشیت خاتم النبیین کے بعد سلسلہ نبوت باقی

رکھنے اور کسی نبی کو مبعوث کرنے کی نہیں تھی ،اسی لئے اس کا کلام پاک ان بیانات اور ایسی شہادت سے منزہ رہا ہے۔

۲۔سابق انبیاء سے محمد رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ پر ایمان لانے اور آپ کی نصرت کرنے کا میثاق لیا جاتا ہے اور آپ کی تشریف آوری کی بشارت ان لوگوں کی زبان مبارک سے دلوائی جاتی ہے لیکن حضور اقدس ﷺ کے بعد کسی آنے والے نبی کی نہ بشارت دلوائی جاتی ہے اور نہ اس پر ایمان لانے اور اس کی نصرت کا میثاق کسی نبی سے لیا جاتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے

و اذ قال عیسی بن مریم یا بنی اسرائیل انّی رسول الله الیکم مصدقا لما بین یدیّ من التوارة و مبشّراً برسول یّأتی من بعدی اسمه احمد (الصف:٦)

یعنی جب عیسی بن مریم نے کہا کہ اے بنی اسرائیل میں تم لوگوں کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا ہوں تورات کی تصدیق کرنے والا اور ایک رسول کی بشارت دینے والا جو میرے بعد آئیں گے جن کا نام احمد ہوگا۔

اور ارشاد ہوتا ہے

و اذ اخذ الله میثاق النبیین لما آتیتکم من کتاب و حکمة ثم جاءکم رسول مصدقا لما معکم لتو منن به و لتنصرنّه (آل عمران:۸۱) یعنی جب اللہ نے پیغمبروں کا عہد لیا کہ جب میں تم کو کتاب و حکمت دے چکوں پھر تمہارے پاس ایک رسول آوے جو تصدیق کرنے والا ہو اس کی جو تمہارے پاس ہے تو تم ضرور اس پر ایمان لاؤ گے اور ضرور اس کی نصرت و مدد کرو گے

اس آیت کریمہ میں رسل بصیغہ جمع کے عوض رسول بصیغہ واحد ذکر فرما کر کے ایک رسول خاتم النبیین کے سوائے کسی دوسرے نبی کی آمد کا سد باب فرما دیا گیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۸ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۱۹ ص ۵۔۸)

ضلع کٹک میں مناظرہ مرزائیہ

موضع دھواں ساہی ضلع کٹک میں مابین مسلمانان دھواں ساہی و مرزائی جماعت تین دن تک زبر دست مناظرہ ہوا۔ پہلے دن حیات عیسی، دوسرے و تیسرے دن اجراء نبوت غیر تشریع وصداقت مرزا موضوع مباحثہ تھا۔ مسلمانوں کی طرف سے مولوی محمد یوسف صاحب امرتسری اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی عبد الغفور مناظر تھے۔ باوجودیکہ خود قادیانیوں نے یہ شرط پیش کی تھی کہ ہر ایک مدعی اپنے دلائل قرآن سے پیش کرے، لیکن باوجود اصرار فریق ثانی نے ایک بھی آیت نہیں پیش کی جس سے اجراء نبوت غیر تشریع وصداقت مرزا کا ثبوت ہوتا ہو۔ جس سے متاثر ہو کر ایک شخص اسی محلّہ کا محمد عرفان نامی اپنے عقائد باطلہ سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہوا۔ الحمد للہ۔ راقم: فضل الرحمٰن قاسمی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء ص ۱۴)

مرزا قادیانی فیل گئے ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متعلق ہم نے بارہا ظاہر کیا ہے کہ وہ اپنے ادعا میں فیل ہو کر گئے ہیں۔ ہمارے اس بیان کو قادیانی اور لاہوری پارٹی کے مرزائی نہیں مانتے رہے، مگر قدرت قادر اپنا کام اندر اندر کرتی رہتی ہے جس کی خبر انسانوں کو نہیں ہو سکتی۔ اس کو تصرف الٰہی کہتے ہیں۔ ہم نے اپنے دعوی پر کئی دفعہ خلیفہ قادیان کا قول پیش کیا ہے۔ آج ہم ایک مرزائی تبلیغی رسالے سے ایک نیا حوالہ پیش کرتے ہیں جو ہمارے دعوی کا مویدہی نہیں بلکہ مثبت ہے۔ اس کی تفصیل درج ذیل ہے۔

ناظرین کو معلوم ہو گا کہ جماعت مرزائیہ اپنے مصنوعی نبی کی تبلیغ میں کبھی کمی نہیں کرتی۔ بت پرست، بت پرستی میں سست ہو جائیں تو ہو جائیں لیکن یہ نبی پرست سست نہیں ہوتے۔ حاجیوں کا پہلا جہاز کراچی بندر پر لگا، تو وہاں کے مرزائیوں نے حاجیوں کے استقبال میں ایک ٹریکٹ شائع کیا جس میں حاجیوں کو حج کی مبارک باد دینے کے بعد اپنا مطلب یوں بیان کیا:

پیارے بھائیو! ایک نیکی دوسری نیکی کی توفیق دیتی ہے۔آپ میرے اس محبت بھرے پیغام کو بے التفاتی سے ٹھکرا نہ دیں۔ آپ دنیا کی حالت پر نگاہ فرمائیں۔آپ گہری نظر سے مسلمان کہلانے والوں کی زندگی کا مطالعہ کریں، آپ کو ماننا پڑیگا کہ سچ مچ آسمانی مصلح کے آنے کا یہی زمانہ ہے۔ آپ غیر مسلموں کے اسلام پر حملوں کا جائزہ لیں ان کی مخالفانہ سرگرمیوں کو دیکھیں، آپ کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ محافظ اسلام کے مبعوث ہونے کا یہی وقت ہے۔ یقیناً یہ آواز خدا کی آواز ہے آپ یہ کہہ کر انکار نہ کر دیں کہ کیا قادیان کے ایک شخص پر یہ فیض ہوسکتا ہے ۔ (الفضل ۳ مارچ ۱۹۳۸ء)

یہ اقتباس بتا رہا ہے کہ مسلمانوں کی آج کی حالت زار اس حد کو پہنچ گئی ہے کہ ان میں کوئی مصلح اعظم آنا چاہیے۔راقم مضمون کے الفاظ غور سے دیکھئے کہ:

محافظ اسلام کے مبعوث ہونے کا یہی وقت ہے۔

اس فقرے سے ثابت ہوا کہ مرزا صاحب جو کام کرنے آئے تھے وہ ابھی اچھوت کا اچھوت ہے۔اس لئے میاں محمود خلیفہ قادیان نے سچ کہا تھا کہ:

مرزا صاحب جو کام کرنے آئے تھے اس کا اربواں حصہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا۔ (الفضل قادیان ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۷ء)

اس لئے یہ شعر اپنے مضمون میں بالکل صحیح ہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۰ ص ۴)

شراب کی وجہ سے دس اشخاص پر لعنت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے

قال رسول الله ﷺ لعنت الخمر علی عشرة او جه، بعینها، و عا صر ها و معتصرها و با ئعها و مبتا ئها و حا ملها، والمحمو لة الیه ، و آکل ثمنها و شا ر بها و سا قیها

(رواہ ابن ماجہ) (مولانا امرتسریؒ نے روایت مشکوۃ سے نقل کی، میں نے اسے ابن ماجہ کے الفاظ میں نقل کر دیا ہے۔ بہاء)

یعنی آنحضرت ﷺ نے شراب کی وجہ سے دس آدمیوں پر لعنت فرمائی ہے۔ شراب بنانے والے، اور بنوانے والے، پینے والے، اٹھانے والے (مزدور)، اور جس کی طرف اٹھا کر لے جائی جائے، پلانے والے، بیچنے والے، اس کا دام کھانے والے، خریدنے والے اور جس کیلئے خریدی جائے، ان سب پر آنحضرت ﷺ نے لعنت فرمائی ہے۔

مطلب حدیث مذکور کا یہ ہے کہ جس کو شراب کے ساتھ ذرہ بھی تعلق ہو، بنانے میں ہو، یا بیچنے میں، یا بکوانے میں، یا ترغیب دینے میں، یہ سب لعنت کے مورد ہیں۔ یہ حدیث بیان کر کے ہم ایک حوالہ قادیانی اخبار سے نقل کرتے ہیں۔

حضور (مرزا قادیانی) نے مجھے لاہور سے بعض اشیاء لانے کے لئے ایک فہرست لکھ کر دی۔ جب میں چلنے لگا تو پیر منظور محمد صاحب نے مجھے روپیہ دے کر کہا کہ دو بوتل برانڈی کی میری اہلیہ کے لئے پلومر کی دکان سے لیتے آویں۔ میں نے کہا کہ اگر فرصت ہوئی تو لیتا آؤں گا۔

پیر صاحب فوراً حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی خدمت میں گئے اور کہا حضور مہدی حسین میرے لئے برانڈی کی بوتلیں نہیں لائیں گے، حضور ان کو تاکید فرما دیں۔

حقیقۃً میرا ارادہ لانے کا نہ تھا۔

اس پر حضور اقدس (مرزا قادیانی) نے مجھے بلا کر فرمایا کہ :

میاں مہدی حسین! جب تک تم برانڈی کی بوتلیں نہ لے لو، لاہور سے روانہ نہ ہونا۔،

میں نے سمجھ لیا کہ اب میرے لئے لانا لازمی ہے۔ میں نے پلومر کی دکان

سے دو بوتلیں برانڈی کی غالباً چار روپیہ میں خرید کر پیر صاحب کو لا کر دیں
(الحکم قادیان ۷ نومبر ۱۹۳۴ء ص ۳)

علماء قادیان سے سوال:

حدیث مرقوم اور عبارت الحکم سامنے رکھ کر بتائیں کہ برانڈی ولائتی شراب لانے کا حکم دینے سے مرزا غلام احمد صاحب حدیث مذکورہ کے اقسام عشرہ میں سے کس قسم میں داخل ہیں۔ جواب دیتے ہوئے فرمان خداوندی سامنے رہے

و اذا قلتم فاعدلوا ولو كان ذا قربى (الانعام:۱۵۲)

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۰ ص ۴-۵)

قرآنی لفظ خاتم النبیین کی صحیح اور معتبر تفسیر

وہی ہے جو خود قرآن سے ثابت ہو۔۲

جناب مولانا مولوی ابوعبداللہ محمد ادریس ڈیانواں ضلع پٹنہ سے لکھتے ہیں:

۳۔ ہر نبی ورسول جس کی تصدیق شریعت محمدیہ نے کی ہو اور جو کچھ اس پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے وحی نازل ہوئی ان سب پر ایمان لانا شریعت اسلام نے فرض قرار دیا ہے اور اسی وجہ سے قرآن پاک میں جا بجا اللہ پر، محمد رسول اللہ پر، اور اس پر جو آپ پر بذریعہ وحی نازل ہوا، ایمان لانے کے ساتھ انبیاء و رسل سابقین پر اور جو کچھ ان پر بذریعہ وحی نازل ہوا، اس پر بھی ایمان لانے کا حکم صادر ہوا ہے۔ مگر کسی آنے والے نبی پر اور اس کی بیان کردہ وحی پر ایمان لانے کا حکم ایک جگہ بھی نہیں ملتا ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے اور قرآن پاک کا آغاز اسی سے کیا جاتا ہے

الم ۔ ذلك الكتاب لاريب فيه۔ هدى للمتقين الذين يؤمنون بالغيب و يقيمون الصلوة و مما رزقنا هم ينفقون۔ و الذين

یؤمنو ن بما انزل الیك و ما انز ل من قبلك و با لآ خر ۃ ھم یو قنو ن۔(یعنی وہ یہی کتاب ہے جس میں کوئی شک نہیں ہے جو ہدایت ہے پرہیز گا رو ں کے واسطے جوایمان لاتے ہیں غیب پر اور نماز قائم رکھتے ہیں اورمیرے دیئے ہوئے سے خرچ کرتے ہیں اور جو ایمان رکھتے ہیں اس پر جوآپ پراتارا گیا اوراس پر جوآپ سے پہلے اتارا گیا اورآخرت پریقین رکھتے ہیں)(البقرۃ:۱۔۴)

ایک اور جگہ ارشاد ہوتا ہے اورخود حامل قرآن ﷺ کوحکم ہوتا ہے

قولوا آ منّا بالله و ما انز ل علینا و ما انز ل الی ابرا ھیم واسماعیل و اسحاق و یعقو ب و الا سبا ط و ما او تی موسی وعیسی و النبییو ن من رّ بھم ۔ (یعنی آپ کہیے کہ ہم ایمان لائے ہیں اللہ پر اوراس پر جوہم پراتارا گیا ہے اور جوابراہیم اوراسماعیل اور یعقوب اوران کی اولاد پراتارا گیا اور جو کچھ موسیٰ اورعیسیٰ اور دیگرانبیاء اپنے رب کی طرف سے دیئے گئے)(البقرۃ:۱۳۶)۔

ایک اورجگہ ایمان مفصل کااس طرح پرحکم ہوتا ہے

یا ایّھا الذین آ منوا آ مِنوا با للّه ورسو له و الکتا ب الذی نزّل علی رسو له و الکتا ب الذی انزل من قبل ومن یکفر بالله و ملا ئکته و کتبه ورسله و الیو م ا لآ خر فقد ضل ضلا لا بعیداً (یعنی اے ایمان والوایمان رکھواللہ پر اوراس کے رسول (محمدﷺ) پراوراس کتاب (بقرآن) پرجوان پراتاری گئی ہے اوراس سب کتاب پر جو پہلے اتاری گئی ہے اور جومنکر ہو اللہ کا اوراس کےفرشتوں کا اوراس کی کتابوں کا اوراسکے پیغمبروں کا اور روزآخرت کاتو وہ بڑی گمراہی میں پڑا)(النساء:۱۳۶)

اوربھی بہت سی آیتیں ہیں جن میں اللہ اوراس کے رسول خاتم النبیین ﷺ پر اورقرآن مجید پرایمان لانے کے ساتھ انبیاء سابقین اوران کی کتابوں پرایمان لانے کا بھی حکم دیا گیا ہے۔

الحاصل تذکرہ انبیاء اورتصدیق انبیاء اور ایمان بالانبیاء کےمتعلق اسلوب بیان وتصریحات سے شواہد قرآنیہ کوجس قدر تتبع کیا جائے اوران میں جس قدرتعمق کے ساتھ تفکروتدبر کیا جائے اسی قدر پختگی کے ساتھ یہ ثابت ہوتا ہے کہ محمد رسول

اللہ ﷺ خاتم النبیین ﷺ کے بعد کسی آنے والے نبی کا کوئی ذکر اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب فرقان حمید میں نہیں کیا۔ اور ایسے نبی کی کوئی تصدیق نہیں فرمائی اور شہادت نہیں دی ہے۔ اور ایسے کسی نبی پر اور اس کے بیان کردہ وحی پر ایمان لانے اور اس کی تصدیق کرنے کا حکم ایمان والوں کو نہیں دیا ہے۔

پس خاتم کی تفسیر یہی ہونا متعین ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ سلسلہ نبوت کے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی ہونے والا نہیں ہے۔

۵۔ شواہد قرآنیہ کے ساتھ خود حامل قرآن ﷺ کے ارشادات و ہدایات کثیرہ میں سے بھی چند کو ہم پیش کر دیتے ہیں جس سے آپ کے بعد کسی نبی کا نہ ہونا ظاہر ہوتا ہے

۱۔ آپ نے فرمایا ہے کہ میں تم میں دو مجموعہ چھوڑے جاتا ہوں جب تک ان دونوں کو مضبوط پکڑے رہو گے، راہ سے نہ بھٹکو گے: اللہ کی کتاب اور اپنا اسوہ حسنہ۔

۲۔ آپ کا ﷺ ارشاد ہے کہ میری سنت وطریقہ وخلفائے راشدین کی سنت وطریقہ کی پابندی کرنا۔

۳۔ آپ ﷺ کا حکم ہے کہ میرے بعد ابوبکرؓ و عمرؓ کی اقتداء کرنا۔

۴۔ آثار قیامت میں آپ ﷺ نے حضرت عیسیٰ بن مریم روح اللہ کے آسمان سے نزول فرمانے کی خبر دی ہے لیکن اس وقت حضرت عیسیٰ نبی نہیں ہوں گے بلکہ افراد امت محمدیہ میں سے ایک فرد ہوں گے۔

۵۔ صاف اور صریح الفاظ میں بھی ارشاد ہے کہ لا نبی بعدی یعنی میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

یہ سب وہ احادیث ہیں جن کی صحت پر کوئی تنقید نہیں ہے اور نہ معنی میں کوئی اغلاق وابہام ہے۔ پہلی حدیث میں قرآن مجید اور سنت نبوی کو مضبوط پکڑے رہنے کی امت کو تاکید کی گئی ہے اور دوسری حدیث میں سنت نبوی اور سنت خلفاء راشدین کے التزام کی ہدایت فرمائی گئی ہے۔

تیسری حدیث میں مخصوص طور پر حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کی اقتداء کا حکم دیا گیا ہے لیکن کسی آنے والے نبی پر ایمان لانے یا اس کی اطاعت کرنے یا ان کی اقتداء کرنے کا حکم نہیں دیا گیا بلکہ اس کا ذکر تک نہیں کیا گیا۔ پھر بھی اگر امت محمدیہ میں

کسی مدعی نبوت کا خروج ہو جائے تو ایک مشکل سوال یہ بھی ہو گا کہ اس کا درجہ نبوت بڑا ہو گا یا ابوبکر و عمر و دیگر خلفائے راشدین کا درجہ صحابیت و منصب خلافت جیسا۔

چوتھی حدیث میں ایک اہم واقعہ نزول عیسی کی اطلاع دی گئی ہے جو سابق میں ایک جلیل القدر نبی تھے مگر اب وہ صرف ایک فرد افراد امت محمدیہ سے ہوں گے اس سے اور بھی زیادہ وضاحت اس کی ہوتی ہے کہ خاتم النبیین ﷺ کے بعد سلسلہ نبوت بالکل منقطع کر دیا گیا ہے۔

پانچویں حدیث تو خاتم النبیین کی تفسیر میں نص صریح ہے جو بالکل محتاج بیان نہیں ہے۔

ان احادیث صحیحہ قویہ مرفوعہ کے مقابلے میں تین مقولے جو حدیث کے نام سے منقول ہیں ان کو بھی پیش نظر رکھ کر جو شکوک و غلط فہمیاں ان سے ہو سکتی ہیں ان کا رفع ہو جانا بہتر ہے۔

۱۔ حضرت رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرزند ابراہیمؑ کے متعلق فرمایا

لو عاش ابراهيم لكان صدّيقاً نبياً

یہ روایت سنن ابن ماجہ کی ہے۔ لیکن اول تو یہ اس درجہ ضعیف ہے کہ جماعت محدثین نے اس کو موضوعات میں شمار کیا ہے۔ یہاں تک کہ ملا علی قاری موضوع کو موضوع کہنے میں بہت نرم اور متساہل ہیں اس وجہ سے اس حدیث سے بھی موضوع ہونے کی جرح کو دفع کرنے کی انہوں نے کوشش کی ہے لیکن اس کے ضعیف ہونے میں کوئی کلام نہیں ہے۔

دوسرے یہ کہ اس آیت کریمہ کے نزول کے بعد یہی رسول اللہ ﷺ کے یہاں ..کی ولادت ہونے والی تھی اور حضرت ابراہیم کی ولادت ظہور میں بھی آئی لیکن عالم الغیب سبحانہ وتعالی نے اس سے قبل ہی اس کی اطلاع دے دی اور مشیت وعلوم غیبیہ میں سے اس کو ظاہر فرما دیا کہ ما كان محمّد ابا احدٍ من رجالكم۔

چنانچہ اس کی صداقت از قبیل مشاہدات ہونا لازمی تھا اور ہر شخص نے مشاہدہ و معائنہ کر لیا کہ حضرت ابراہیم کی ولادت بھی ہوئی اور قبل اس کے کہ رجل ہونے کا اطلاق حضرت ابراہیم پر کیا جا سکے بہت ہی صغر سنی میں ان کا انتقال بھی ہو گیا۔ لیکن یہ

نظر امور دنیا اور بہ اقتضائے بشریت یہ اطلاع اور یہ خبر مسرت بخش نہ تھی اس لئے اسی کے ساتھ ساتھ بنظر سعادت اخروی و بہ اقتضائے فضل و شرف نبوت یہ مژدہ فضیلت بھی بخشا و لکن رسول الله وخا تم النبیین ۔ اس کے بعد جملہ لو عاش ابراهیم لکا ن صدیقا نبیاً اگر قول پیغمبر ﷺ ہونا تسلیم کر کے آیت کریمہ کو سامنے رکھا جائے، تو اس کا مطلب صرف یہی ہوسکتا ہے کہ اگر ابراہیم زندہ رہتے تو وہ نبی صدیق ہوتے۔ جس سے دنیاوی نقطہ نظر سے تو وہ آنکھوں کی ٹھنڈک ہوتے لیکن شرف وسعادت اخروی کے لحاظ سے میری فضیلت خاتم النبیین ہونے کی نہ ہوتی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ ومشیت کے مطابق ابراہیم کو اٹھالیا اور میرے واسطے حقیقی و اخروی شرف ختم نبوت کو پسند ومقرر فرمایا جس کو ابراہیم کی ولادت سے پہلے بھی ظاہر فرمادیا تھا۔

تیسرے یہ کہ جملہ لو عاش لکان صدیقا نبیا میں لفظ لو کا استعمال ہی ابراہیم ہی کی زندگی کو بھی اوران کے نبی صدیق ہونے کو بھی مطابق قواعد نحو.....مختلف ...ہونا ظاہر کررہا ہے جیسے لو کا ن فیهما آلهة ا لا الله لفسد تا(الا نبیاء:۲۲) میں تعدد الہ اور فساد کونین دونوں کا ممتنع الوقوع ہونا ظاہر ہے۔

۲۔ ایک مجہول روایت یہ منقول ہے

انا خاتم النبیین و انت یا علیؓ خا تم ا لاو لیا ء

اول تو رسول اللہ ﷺ کے خاتم النبیین ہونے پر نص صریح قرآنی وارد ہے جس سے انکار کی گنجائش ہی نہیں اور اس سے انکار کرنا قرآن مجید سے انکار کرنا ہے جو کفر کے مرادف ہے اور رسول اللہ کے بعد سے اب تک کسی مصدق نبی کا نہ ہونا کلام ربانی کی صداقت کا ایک کھلا ہوا معجزہ ہے۔ بخلاف اس مجہول روایت کے کہ اس کے ضعیف اور غیر صحیح ہونے کی روشن دلیل یہی کافی ہے کہ اہل سنت کے یہاں بھی اور اہل تشیع کے یہاں بھی حضرت علیؓ کے بعد سے بہت سے ولی گذرے ہیں جن کو اکابرین علمائے امت نے ولی تسلیم کیا ہے اور ولی ہونے کا جو معیار شریعت اسلام نے بتایا ہے وہ ان میں موجود تھا۔

دوسرے یہ کہ لفظ خاتم کا معنی مہر ہے اور مہر زیادہ تر آخر میں ثبت کی جاتی

ہے لیکن کبھی مہر سرنامہ پر بھی ثبت کر دی جاتی ہے۔ اس لحاظ سے اس جملہ کا اگر یہ معنی کیا جائے تو زیادہ بہتر ہوگا اور غیر صحیح اور غیر مقبول و نا قابل قبول کہے جانے سے محفوظ رہ سکے گا کہ ہم آخری نبی ہیں اور تم علیؓ اولین ولی ہو۔ چونکہ سلسلہ نبوت رسول اللہ ﷺ کے بہت قبل سے جاری تھا اور آپ کے بعد اسکے باقی رہنے کا کوئی ثبوت نہیں ہے اور سلسلہ و لایت حضرت علیؓ کے بعد برابر جاری رہا اور زمانہ مرتضوی سے پہلے کسی ولی کا ثبوت نہیں ہے۔

۳۔ حضرت ام المؤمنین عائشہؓ کی طرف یہ جملہ منسوب کیا جاتا ہے کہ

قولوا انّه خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبی بعده

بلا شک وشبہ جملہ اہل سنت والجماعت کے یہاں حضرت عائشہ ام المومنین کا پایہ دینی مشاغل میں بہت بڑا ہے، اور بہت وافر دینی مسائل کی بنیاد آپ کی روایت بلکہ آپ کے اجتہاد پر بھی ہے، لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ ایک طرف تو بہ روایت صحیح خود رسول اللہ ﷺ کا ارشاد عالی ہے کہ لا نبی بعدی۔ اور دوسری طرف یہ روایت مجہولہ غیر مقطوع الصحۃ حضرت عائشہ کا قول ٹھیک اس کی تردید میں پیش کیا جائے کہ لا تقولوا لا نبی بعده اگر حضرت عائشہ صدیقہؓ کے بدلے حضرت ابوبکرؓ کی طرف بھی اس طرح کی روایت منسوب ہوتی، تو بھی اس مرفوع حدیث کے مقابلہ میں یہ مجہول الروایت غیر مقبول الصحۃ موقوف جملہ لا یعبا به ہوتا۔

اگر بہ سند صحیح حضرت عائشہؓ سے حدیث لا نبی بعدی کی کوئی توضیح مروی ہوتی تو البتہ اس پر غور کیا جاتا۔

پھر یہ کہ ایک طرف قول رسول صادق ومصدوق ہے کہ لا نبی بعدی اور ایک طرف قول عائشہ صدیقہؓ ہے کہ لا تقولوا لانبی بعده ،تو تاویل ..حضرت عائشہؓ کے قول میں کرنا ہوگا، نہ کہ قول پیغمبر میں جو کہ خود خاتم النبیین کی تفسیر ہے۔

ان حقائق وشواہد کی بنا پر خاتم النبیین کی صحیح اور حقیقی تفسیر اس کے سوا اور کچھ نہیں ہوسکتی ہے کہ شریعت اسلام کی اصطلاح میں قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق جن لوگوں پر لفظ نبی کا اطلاق صحیح ہے اور زمرہ انبیاء میں جو داخل ہیں حضور اقدس ﷺ سب کے خاتمے پر ہیں اور آپ کے بعد سلسلہ نبوت منقطع ہے اور یہ وصف آپ کا

منتہائے کمال ہے کہ سلسلہ نبوت آپ پر منتہی کر دیا گیا۔

سرور انبیاء ہونے میں وہ توصیف نہیں جو وصف سلسلہ نبوت کے منتہائے کمال ہونے میں ہے یہاں پر کلام ربانی کے کمال بلاغت کا ایک لطیف و دقیق نکتہ بھی خیال میں رکھنا چاہیے وہ یہ کہ اس آیت کریمہ میں لفظ خاتم النبیین خود آپ اپنی تفسیر ہے اس اجمال کی تفصیل وتوضیح یہ ہے کہ اس میں حضور اقدس ﷺ کے دو وصف موقع مدح میں بیان کئے ہیں۔ ایک رسول اللہ ہونا، دوسرا خاتم النبیین ہونا۔ چونکہ اللہ تعالی کے مقرب و برگزیدہ بندے جو صلحائے بنی آدم ہیں دو حال سے خالی نہیں اور دو تقسیم سے باہر ہیں ایک گروہ انبیاء اور دوسرا گروہ غیر انبیاء یعنی ایک وہ جماعت جن کو منصب نبوت عطا ہوا ہے اور اللہ اور اس کے رسول نے ان کی نبوت کی شہادت دی ہے اور تصدیق کی ہے اور ان کو نبی کے لقب سے ممتاز کیا ہے اور ایک وہ جماعت جن کو یہ منصب نہیں عطا ہوا ہے پھر بعض خصوصی امتیازات کی بنا پر گروہ انبیاء میں سے ایک جماعت کو نبوت کا بھی ایک اخص درجہ رسالت کا عنایت کیا گیا جو باقی زمرہ انبیاء کو نہیں تفویض ہوا۔ اور یہ ایسی واضح اور کھلی حقیقت ہے جس سے کسی کو انکار نہ ہوگا اب بہت توجہ اور غور کے ساتھ بالکل صافی الذہن ہو کر یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر لفظ خاتم سے مقصود سروری اور سیادت و امامت ہوتی تو بجائے خاتم النبیین کے خاتم الرسل کے لفظ میں مدح و وصف کی شان زیادہ اعلی ہوتی اور خاصان خدا کی سرداری سے اخص خاصان خدا کی سرداری کے لفظ میں بدرجہا زیادہ علو و رفعت شان ہے اور اگر اس کے عوض نبیین کا لفظ افادہ عمومیت کے واسطے ذکر کیا گیا ہے تو پھر سید ولد آدم خاتم البشر وغیرہ میں افادہ عمومیت بہ نسبت خاتم النبیین کے بہت زیادہ تھا بہ خلاف اس کے خاتم کا حقیقی اور اصلی وصحیح معنی اپنی جگہ رکھنے سے کمال مدح و وصف ٹھیک ٹھیک باقی رہتا ہے اور خاص لفظ خاتم النبیین ہی سے وہ مفہوم ومقصود ادا ہوتا ہے کیونکہ منصب رسالت بھی منصب نبوت ہی کا ایک اعلی درجہ ہے اگر خاتم الرسل کہا جاتا تو صرف اس اعلی درجہ کا سلسلہ آپ پر منتہی ہونا ظاہر ہوتا اور خاتم النبیین فرما دینے سے منصب رسالت اور اس سے عام منصب نبوت دونوں کا آپ پر ختم ہو جانا واضح ہو جاتا ہے جس سے آپ کا انتہائے مدح و وصف اور علو و رفعت شان بیان کر دینا مقصود باری تعالی ہے اور اسی

توضیح وتشریح سے نبی کا بھی وہی معنی اس آیت میں مراد ہونا متعین ہو جاتا ہے جس معنی میں خود اللہ سبحانہ نے نبی کا لفظ اپنی کتاب عزیز میں استعمال فرمایا ہے کیونکہ شریعت اسلام کی اصطلاح اور قرآن مجید کے محاورہ کے مطابق اگر نبی کا مفہوم مراد نہ لیا جائے بلکہ ہر من گھڑت مدعی نبوت اس میں شامل کر لیا جائے تو وہ سلسلہ رسول اللہ خاتم النبیین ﷺ کے عہد مبارک ہی سے شروع ہو گیا تھا اور اللہ ہی جانتا ہے کہ یہ سلسلہ بدع من الرسل کا کس پر ختم ہو گا ایسے نبیوں کے آپ بے شک اور ہرگز خاتم نہیں ہیں لیکن آپ خاتم النبیین ہیں ضرور اور اس پر ایمان نہ رکھنا خلاف ایمان ہے اس لئے ضرور ہے کہ اس آیت میں نبی کا وہی معنی مراد ہے جو قرآن مجید میں ہر جگہ مراد ہے۔

ان شواہد واضحہ وحقائق ثابتہ کے باوجود بھی سلسلہ نبوت ختم ہو جانے کے بعد کسی نبی کا بروز وظہور نبوت تشریعی و غیر تشریعی اور نبوت بروزی و تمثیلی وغیرہ الفاظ لایعنی وتاویلات سخیفہ کی آڑ میں شریعت اسلام کے مسلک کے مطابق قابل قبول نہیں ہوسکتا ہے و من یبتغ غیر الاسلام دیناً فلن یّقبل منه یعنی جس نے اسلام کے علاوہ دوسرا طریقہ اختیار کیا وہ اس سے ہرگز قبول نہیں کیا جائے گا۔

اور یہی نہیں کہ وہ نبی غیر تشریعی ہو گا بلکہ غیر شرعی و نامشروع ہو گا اور شرعی نقطہ نظر سے وہ منجملہ طواغیت کے ہو گا جس کو کوئی تائید وشہادت اللہ سبحانہ کی طرف سے اوس کے فرقان حمید میں اور اس کے رسول امین خاتم النبیین ﷺ کے لسان صدق سے نہیں حاصل ہے اور نہ اپنی امت کو اس پر ایمان لانے کی ہدایت فرمائی بلکہ اللہ پاک نے اس سے انکار کرنے کا حکم فرمایا ہے چنانچہ ارشاد ہے

الم تر الی الذین یزعمون انهم ءامنوا بما انزل الیك و ما انزل من قبلك یریدون ان یّتحاکموا الی الطّاغوت و قد امروا ان یکفروا به۔ (النساء: ٦٠)

یعنی کیا آپ نے ان لوگوں کو خیال نہیں کیا جن کو دعوی ہے کہ ہم ایمان لائے ہیں اس پر جو آپ پر اترا ہے اور اس پر جو آپ سے پہلے اترا ہے وہ چاہتے ہیں کہ فیصلہ حاصل کریں غیر کتاب اللہ وسنت رسول اللہ سے حالانکہ ان کو حکم دیا گیا ہے کہ اس سے انکار کریں اور ایسا غیر مصدق و غیر موثق نبی سنت اللہ کے مطابق نبی نہیں ہو گا بلکہ بدع من

الرسل اور انوکھا نبی ہوگا

مسیلمہ کذاب اور اس کے نقش قدم پر چلنے والوں کی اکابر امت محمد یہ نے انہیں حقائق وشواہد کے پیش نظر کبھی تصدیق نہیں کی اور نہ پھر ایسے غیر مصدق کسی نبی نے کبھی بروز وظہور کیا جس کی تصدیق اکابر علمائے امت نے کی ہو اور اسی وجہ سے معنی نبوت میں خوب خوب موشگافیوں کے باوجود اور بڑے بڑے اہل اللہ اور اولیاء اور مجددین کے ہوتے رہنے کے باوجود صحیح معنی میں نہ کوئی نبی پیدا ہوا اور نہ کسی نے مدعی نبوت کی تائیدوتصدیق کی سچ فرمایا اور حکم دیا اللہ رب العالمین نے اپنے رسول خاتم النبیین ﷺ کو کہ قل ما کنت بدعا من الرسل

و فیه کفایة لمن له درایة

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۰ ص ۵۔۸)

فاروق قادیان کا باطل دعوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی جماعت کا یہ خاصہ ہے کہ ہر ایک واقعہ کو (خواہ اچھا ہو یا برا) قادیانی نبی کا اثر سمجھتی ہے۔ گویا زلزلہ بہار اور زلزلہ کوئٹہ وغیرہ سب قادیانی نبی کے اثرات سے ہیں۔ اس قسم کے ادعاؤں کے جوابات اپنے اپنے موقع پر ہماری طرف سے دیئے جا چکے ہیں۔ آج کل ایک نیا سوال اخبار فاروق قادیان میں لکھا گیا ہے جو قابل دید وشنید ہے؛

اڈیٹر اخبار فاروق پنڈت آتمانند (نامہ نگار اخبار اہل حدیث امرتسر) سے پوچھتا ہے کہ:

> اپنے امام اسلام مولوی ثناء اللہ صاحب ہی سے دریافت کرلو کیا انہوں نے آریہ سماج سے جس قدر مناظرے وغیرہ کئے ہیں وہ حضرت اقدس مسیح موعود کی کتب اور حضور کے علم کلام کی مدد سے نہیں کئے (فاروق ۱۴ فروری سنہ رواں)

پنڈت جی اس کا جواب دیں یا نہ دیں، ہم اس سوال کے جواب میں سچ

کہتے ہیں کہ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کی کتب اور علم کلام سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ ہم مرزا صاحب کو علم کلام سے ایسا ہی خالی پاتے ہیں جیسا نبوت اور الہام سے۔ بھلا جو بیچارے قضیہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کی نسبت حکیم نورالدین سے پوچھیں وہ علم کلام کیا جانیں۔

ہاں فاروق کے اس مقولے سے ہمیں ایک قسم کی خوشی حاصل ہوئی ہے۔ وہ یہ کہ قادیانی پارٹی نے بھی ہمارے مناظرات کو کامیاب سمجھا، اسی لئے ان کو اپنے نبی کی تصنیفات سے ماخوذ قرار دیا۔ اس لئے امید ہے کہ وہ آئندہ ہمارے مناظرات کو ناکافی یا ناقص قرار نہ دیں گے۔ رہی یہ بات کہ وہ مرزا صاحب کی تصنیفات سے ماخوذ ہیں تو ان کا یہ دعویٰ غلط اور جذبہ محبت مرزا پر مبنی ہے بقول شاعر:

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۱ ص ۵)

مرزائیوں کا رشتہ ناطہ

خلیفہ قادیان کی درگاہ مجازی سے اصولاً آرڈر نافذ ہے کہ کوئی احمدی، غیر احمدی کو رشتہ نہ دے، خلاف ورزی کے مرتکب کو جماعت سے خارج کر دیا جائے گا مگر واقعات شاہد ہیں کہ اگر کوئی غریب آدمی اس حکم کی خلاف ورزی کرے تو اس کے متعلق فوراً جماعت سے خارج کئے جانے کا آرڈر نافذ ہوتا ہے۔ برعکس ان کے کوئی متمول آدمی مرتکب ہو تو خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے قلم اور زبان کا ناطقہ بند ہو جاتا ہے۔ ذیل میں چند واقعات پیش کئے جاتے ہیں۔

الف: تونسہ سے ۹ میل کے فاصلہ پر ایک قصبہ میں خلیفہ صاحب کے ارادت مندوں کی ایک مختصر سی جماعت بستی ہے۔ جس جماعت میں سے بعض افراد تیسری پشت سے متمول ہونے کے باعث چندہ کے مختلف جملہ اقسام میں بڑھ چڑھ کر حصہ لینے کی وجہ سے خلیفہ صاحب کے منظور نظر ہیں۔ اس خاندان کی ایک لڑکی عرصہ دس بارہ سال سے

ایک پختہ مسلمان غیر مرزائی کے گھر بمعاوضہ حق مہر سہ ہزار روپیہ موجود ہے۔ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی رگ حمیت میں تاحال کوئی حرکت پیدا نہیں ہوئی۔

ب۔ پھر چہار سال سے اسی خاندان کی ایک اورلڑکی ایک دیگر معزز مسلمان بھاری زمین دار سکنہ مہیرو شرقی تحصیل تونسہ شریف کے ہاں بیاہی گئی۔

ج۔ پھر عرصہ دو سال سے اسی خاندان کی ایک تیسری لڑکی ان کے اپنے قصبہ میں سکونت رکھنے والے ایک مسلمان آنریری مجسٹریٹ پنشنر کے فرزند کے ساتھ منسوب ہوئی ہے جس کی شادی عنقریب ہونے والی ہے۔

د۔ پھر تازہ واقعہ یہ ہے کہ اسی قصبہ کوٹ کسرانی میں ایک معزز شخص نے اپنی لڑکی ایک پختہ مسلمان کے ساتھ منسوب کر دی۔ والد دختر قصبہ کی مرزائی جماعت کا عالم اور قابل ترین آدمی خیال کیا جاتا ہے۔

اگلے مہینہ میں نکاح کے وقت لڑکی والے نے چاہا کہ مرزائی مذہب کا نکاح خواں نکاح خوانی کرے۔ چونکہ والد ناکح ایک پختہ مسلمان غیر مرزائی ہے لہذا اس نے مرزائی نکاح خوان کا عمل دخل نہ پسند کرتے ہوئے اصرار کیا کہ مسلمان نکاح خواں نکاح کی تکمیل کرے جس پر معاملہ متنازع ہو کر رہ گیا۔ والد ناکح واپس ملازمت پر ضلع پشاور کو چلے گئے۔

کیا ہم بذریعہ پیغام صلح لاہور خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے دریافت کرنے کی جرأت کر سکتے ہیں کہ زیادہ چندہ دینے والوں کے ساتھ باوجود خلاف ورزی حکم مرکز یہ کیے یہ امتیازی سلوک کیوں روا رکھا گیا؟

وجوہات کچھ بھی ہوں، سوائے اس قوی وجہ کے اور کوئی معقول وجہ نہیں ہے کہ چونکہ کوٹ کسرانی کی جماعت میں سے مذکورہ خاندان چندہ میں کافی حصہ لیا کرتا ہے اور تحفے تحائف کا سلسلہ بھی جاری رکھتا ہے، اس لئے منظور نظر ہونے کی وجہ سے خلاف ورزی احکام و اصول مرکز کا ارتکاب جرأت سے کر رہا ہے۔ خلیفہ صاحب کی احساس حمیت پر بے التفاتی چھائی ہوئی ہے انا للہ و انا الیہ راجعون

راقم: احمد بخش طالب علم۔ تونسہ۔ ڈیرہ غازی خان

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۱ ص ۵)

ڈاکٹر بشارت احمد، مرزا کی تکذیب پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ڈاکٹر بشارت احمد، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پرانے مرید ہیں جن کو فنا فی المرزا کہنا بجا ہے۔ آپ قادیانی لٹریچر کے خاص ماہرین سے ہیں۔ مگر تصرف قدرت ان سے بھی بالاتر ہے۔ اس لئے جب کوئی مضمون مرزا صاحب کی تصدیق پر لکھنا چاہتے ہیں تو قدرت خداوندی اس میں اپنا تصرف کر کے تکذیب مرزا کرا دیتی ہے۔ آپ نے ایک بڑی باریک بات پیدا کی ہے جو آپ کے نزدیک شائد ارسطو کے فلسفہ سے بھی زیادہ دقیق ہو۔ اس کو علم معانی کی چھوٹی سی کتاب تلخیص میں بھی طلبائے عربی نے پڑھا ہوگا جو یہ ہے

علامة المجاز استحالة الحقيقت یعنی کسی کلام میں جتنا حصہ اپنے حقیقی معنی میں محال ہو، اتنے حصے میں بشرط قرینہ مجازی معنی لئے جائیں۔

مثلاً يد الله (اللہ کا ہاتھ) مرکب اضافی ہے اس میں ید سے مراد بوجہ استحالہ حقیقت مجازی معنی لے سکتے ہیں مگر اللہ کے معنی حقیقی ہی بحال رہیں گے یہ اصول سمجھ کر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے الفاظ سنئے:

> کسی صداقت کو منوانے کا بہترین طریق یہ ہوا کرتا ہے کہ پہلے کچھ اصول منوا لئے جائیں۔ جب مخاطب اصول کو سمجھ لیتا ہے اور تسلیم کر لیتا ہے تو پھر جو بات بھی اصول کے مطابق اسے نظر آئے گی اسے اس کے ماننے میں کچھ تامل نہ ہوگا۔
>
> مثلاً ابن مریم کے نزول کے متعلق اگر ہم مخاطب کو پہلے یہ منوا لیں کہ جو مر جاتا ہے وہ دنیا میں واپس نہیں آتا، اور اگر کسی گذشتہ متوفی شخص کے متعلق کے کہا جائے کہ وہ آ گیا ہے یا آنے والا ہے، تو اس سے مراد سوائے اس کے کچھ نہیں ہوسکتا کہ کسی اور شخص کو مجازاً اس شخص متوفی کا نام دیا گیا ہے۔

مثلاً میں کہوں کہ لوگ اسٹیشن پر رستم پہلوان کے استقبال کے لئے جمع ہیں تو ظاہر ہے کہ لوگ اس سے یہی سمجھیں گے کہ کسی پہلوان کو رستم کا نام مجازاً دیا گیا ہے۔ وجہ یہ کہ لوگوں کو یہ مسلّم ہے کہ اصل رستم مر چکا۔

اور جب ہم اس اصول کو ابن مریم کی آمد پر لگائیں گے اور قرآن سے ثابت کر دکھائیں گے کہ اصل ابن مریم مر چکا تو پھر ہمیں سوائے اسکے چارہ نہیں کہ تسلیم کر لیں کہ آنے والے موعود کو ابن مریم کا نام مجازی طور پر بوجہ کسی مماثلت اور مشابہت کے دیا گیا ہے کیونکہ جو مر گیا وہ واپس نہیں آتا۔

(پیغام صلح لاہور ۱۲ مارچ ص ۲)

یہ اصول صحیح ہے مگر ترک حقیقت استحالہ حقیقت تک محدود رہے گا جیسا ہم نے مثال (ید الله) میں بتایا ہے کہ مضاف (ید) میں ترک حقیقت ہے مگر مضاف الیہ (اللہ) میں ایسا نہیں۔

جس فراخ دلی سے ہم نے ڈاکٹر بشارت صاحب کا اصول تسلیم کیا ہے اور اس کو علمی قانون سے موید بتایا ہے ڈاکٹر صاحب سے ہمیں امید ہے کہ وہ بھی ہمارا پیش کردہ اصول تسلیم کریں گے کیونکہ وہ علمی اصول اہل زبان کا مسلّم ہے۔

پس اس اصول کے ماتحت ہم ڈاکٹر صاحب سے التماس کرتے ہیں کہ آپ کی پیش کردہ مثال میں رسم سے مراد تو مجازی معنی لئے جائیں گے کیونکہ حقیقی معنی محال ہیں مگر اسٹیشن کے لفظ سے مجازی معنی نہیں لئے جائیں گے (کیونکہ حقیقت محال نہیں) ہمارا یہ فرق بتانا بالکل صحیح اور واجب القبول ہے اس اصولی تمہید کے بعد نزول مسیح کی حدیث کو آپ کی رستم والی مثال کے ساتھ منطبق کرنے کو پیش کرتے ہیں۔ سنئے

ینزل عیسی ابن مر یم عند المنا رة البیضاء شرقی دمشق

یعنی عیسی بن مریم دمشق کے مشرقی سفید منارہ کے پاس اتریں گے

ان لفظوں میں سے (بقول آپ کے) عیسی بن مریم کی حقیقت متروک ہے (کیونکہ وہ بقول آپ فوت ہو چکے ہیں) بہت اچھا۔ مگر دمشق اور منارہ بیضاء کی حقیقت کیوں متروک سمجھی جائے۔ کیا دمشق میں منارہ بیضاء کے پاس مثیل مسیح کا اترنا محال ہے۔ یقیناً محال نہیں۔ پھر ایسا شخص جو مثیل مسیح ہونے کا دعوی کرے اور بجائے دمشق کے

قادیان میں اترے کیونکر سچا ہوسکتا ہے۔اسی وجہ سے ہم مرزا غلام احمد صاحب کو صادق الادعاءنہیں سمجھتے مگر آپ ہم کوایسا کہنے میں صادق القول جانتے ہوں

ڈاکٹر بشارت صاحب کیا ہمارا خیال صحیح ہے

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۱ ص ۴)

انتقال پرملال:

مولوی احمد الدین صاحب سیالکوٹی ایک خاموش کارکن بزرگ سلف کا نمونہ تھے مولانا سیالکوٹی کے ذوالقربی اور بہت بڑے تعلق دار تھے ۷۱ سال کی عمر پا کر گذشتہ ہفتہ انتقال کر گئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ ۱۹۳۸ء مطابق ۲۲ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۱ ص ۱۴)

محمدی بیگم کا نکاح

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بہت عرصے کے بعد قادیانی اخبار میں محمدی بیگم کے نکاح کا ذکر آیا جسکے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی پارٹی نے اس مسئلہ پر بہت غور وفکر کیا ہے۔مگر اس غور وفکر کا نتیجہ اپنے جملہ اسلاف کے خلاف نکالا ہے۔اس لئے ہم اس مضمون پر توجہ کر کے ملک کو دکھاتے ہیں کہ محمدی بیگم کا نکاح عیسائیوں کی تثلیث کی طرح عقدہ لاینحل ہے،مگر کوشش دونوں فریق کئے جاتے ہیں۔جس طرح پادری فنڈر سے لے کر پادری عبدالحق تک نے اثبات تثلیث میں متعدد کتابیں لکھی گئیں جن میں مختلف طریقے اختیار کئے گئے اسی طرح حکیم نورالدین سے لے کر مرزا بشیر احمد (پسر دوم مرزا قادیانی) تک مختلف طریقوں سے اس قضیہ کوحل کیا گیا جس کی تفصیل ہم نے رسالہ نکاح مرزا

میں کی ہوئی ہے۔آج کا مضمون خاص نوعیت کا ہے اس لئے ناظرین اسے توجہ سے پڑھیں۔قادیانی اخبار الفضل لکھتا ہے:

اس پیش گوئی کا مرکزی نقطہ محمدی بیگم صاحبہ کی شادی نہیں تھی بلکہ خاندان کے بے دین اعزہ کو ایک رحمت یا غضب کا نشان دکھانا اصل مقصد تھا۔

یعنی ان کے سامنے خدا تعالی نے یہ بات پیش کی تھی کہ اگر بے دینی کو ترک کر کے میرے بھیجے ہوئے مسیح کے ساتھ حقیقی تعلق جوڑو گے، تو خدا تعالی تمہیں بھی علی قدر مراتب ان رحمتوں سے حصہ دے گا جو اس نے مسیح کی آل و اولاد اور متعلقین کے لئے مقرر کر رکھی ہیں۔لیکن اگر تم بدستور بے دینی پر قائم رہے اور خدا کے مامور و مرسل کے ساتھ حقیقی رشتہ نہ جوڑا تو پھر تم بالآخر خدا کے غضب کا نشانہ بنو گے۔

محمدی بیگم صاحبہ کی شادی اس وقت کے حالات کے ماتحت اس تعلق کی صرف ایک ظاہری نشانی تھی جس طرح کہ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالی نے ایک طرف اپنے فضل و رحمت اور دوسری طرف اپنے غضب ولعنت کے دوہرے نشان کے لئے حضرت صالح کی اونٹنی کو ایک ظاہری نشانی قرار دیا تھا (سورہ ہود۔رکوع ۶)

مگر نادان لوگ ظاہری بات کو لے کر جو محض ایک وقتی رنگ رکھتی ہے اپنی ضد پر اڑ جاتے ہیں اور بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے بہر حال جہاں تک میں نے اس پیش گوئی کے متعلق غور کیا ہے میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس پیش گوئی میں محمدی بیگم کی شادی اصل مقصود نہیں تھی بلکہ پیشگوئی کی حقیقی غرض و غایت یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود کے رشتہ داروں کو ایک ایسا نشان دکھایا جائے جو اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہو۔ایک پہلو رحمت کا جو آپ کو ماننے والوں اور آپ کے ساتھ تعلق جوڑنے والوں کے لئے خاص ہو اور دوسرا پہلو غضب کا جو انکار کرنے والوں اور الگ رہنے والوں کے لئے مخصوص ہو۔

سو خدا تعالی نے اپنا یہ دو دھاری نشان دکھا دیا اور دکھا رہا ہے اور اسوقت

تک دکھا تا جائے گا جب تک یہ میدان اپنے اور غیروں کے درمیان امتیاز پیدا کر دینے کے رنگ میں صاف نہ ہو جائے۔

چنانچہ اس وقت تک اس خاندان میں سے ایک بہت بڑی تعداد خدا تعالی کی مخفی تاروں کے ذریعہ کھینچی جا کر خدا تعالی کی رحمت سے علی قدر مراتب حصہ پا چکی ہے۔ اور کچھ لوگ جو انکار پر فوت ہوئے ہیں وہ پیش گوئی کے دوسرے پہلو کے مظہر ہیں اور ان کے انجام کی تلخی دنیا کے سامنے ہے جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

باقی ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو ابھی تک ہم سے جدا ہے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ ہنوز بقید حیات ہیں اس لئے ہم ان کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں اور ہماری خواہش ہے اور ہم اسی کوشش میں ہیں کہ وہ بھی خدا تعالی کی رحمت کے وارث بن جائیں و لعل اللہ یحدث بعد ذلك امرا۔

(الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء۔ ص ۴)

یہ ساری تحریر اصل مضمون سے پہلو تہی ہے اور اصول باطل تاویل الکلام بما لا یرضی به قائله کے ماتحت ہے قادیان کے اہل قلم لکھتے وقت بھول جاتے ہیں یا دانستہ اس مضمون سے تجاہل کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات اور مقالات کو جاننے والے ملک میں کافی سے زیادہ ہیں اہل حدیث کا تو خصوصاً یہ دعوی ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

اس لئے ہم اس بارے میں مرزا صاحب قادیانی ہی کے اقوال پیش کر کے اس مضمون (نکاح محمدی بیگم) کا مرکزی نقطہ بتاتے ہیں مرزا صاحب متوفی لکھتے ہیں:

محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ کے نکاح کی پیش گوئی کے اجزاء یہ ہیں

۱۔ مرزا احمد بیگ تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ پھر داماد اس (منکوحہ آسمانی کا خاوند مرزا سلطان محمد) کا اڑھائی سال کے اندر فوت ہو (مرزا سلطان محمد کے نکاح کی تاریخ ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء ہے۔ اس نکاح سے اڑھائی

سال تک مرزا سلطان محمد کو اکتوبر ۱۸۹۴ء تک مرجانا چاہیے تھا۔ مگر وہ آج تک، ۱۹۳۸ء، زندہ ہے۔ ثناء اللہ امرتسری)

۳۔ پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ پھر یہ کہ عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

(شہادۃ القرآن، از مرزا قادیانی۔ص ۸۱)

ان چھ نمبروں میں سے چھٹا نمبر اصل مرکزی نقطہ ہے یعنی خاتون محترمہ کا مرزا صاحب کے نکاح میں آجانا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے کتاب انجام آتھم میں اس امر کی تائید مزید فرمائی ہے۔ جہاں مرزا احمد بیگ کی موت کا ذکر کر کے لکھا ہے

ثم ما قلت لکم ان القضیة علی هذ القدر تمت و النتیجة الآ خرة هی التی ظهر ت و حقیقة النبأ علیها ختمت بل ا لا مر قا ئم علی حا له و لا یرد ا حد با حتیا له و القدر قدر مبر م من عند الر ب العظیم، وسیأتی وقته بفضل الله الکر یم

یعنی میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ کام ختم ہو گیا اور آخری نتیجہ یہی تھا جو ظاہر ہوا اور میری الہامی خبر کی حقیقت بھی ختم ہوگئی بلکہ اصل بات اپنے حال پر قائم ہے کوئی بھی اس کو حیلے حوالے سے رد نہیں کر سکتا وہ اللہ رب عظیم کی طرف سے تقدیر مبرم ہے اس کا وقت آنے والا ہے جس خدا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خبر بالکل صحیح ہے جلد ہی تم دیکھو گے اور اس آسمانی نکاح والی خبر کو اپنے صدق کذب کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا ہے خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۲۲۳)

ناظرین کرام! صاحب الہام کی طرف سے اس مضمون کی یہ تشریح ایسی ہے

کہ اس سے زیادہ صراحت نہیں ہوسکتی باوجود اس کے چند لوگوں کے مرزائی ہو جانے پر اس پیش گوئی کو چسپاں کرنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے صریح خلاف ہے اس سے تو اچھی تو جیہہ (عالمانہ فاضلانہ بلکہ ڈاکٹرانہ) وہ ہے جو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے کی ہے جو یہ ہے:

محمدی بیگم سے مراد کوئی خاتون متعینہ نہیں ہے اور نکاح مرزا سے مراد تزوج (شادی) نہیں ہے بلکہ محمدی بیگم سے مراد وہ نومسلموں کی جماعت ہے جو ہماری تبلیغ سے انگلستان میں امت محمدیہ میں داخل ہوگئی ہے۔

سبحان اللہ! کیا ہی اچھی تو جیہہ ہے اور کیا ہی عمدہ تشریح ہے جس کے حق میں یہ کہنا بے جا نہیں

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایّها السّاقی ادر کأساً و ناولها

مرزائی ممبرو! شیخ عبدالرحمٰن مصری کا قول (دہریت) اگر صحیح نہیں تو سچ بتانا اور ایمان سے بتانا کہ اس قسم کی تو جیہات کو تم لوگ قابل قبول جانتے ہو۔

بھئی ہمارا یقین تو ہر بات میں مرزا صاحب کے قول پر ہے اس لئے ہم تو تمہاری بھول بھلیوں میں آنے کے نہیں۔ وہ بے چارے سیدھے سادھے بزرگ تھے اس لئے صاف الفاظ میں کہہ گئے کہ رسول اللہ ﷺ نے بھی اس نکاح کی بابت پیش گوئی کی ہوئی ہے جہاں حضور ﷺ نے فرمایا ہے یتز وج و یو لد له یعنی مسیح موعود شادی کریگا اور اس کیلئے اولاد ہوگی یہ اسی نکاح کی طرف اشارہ ہے (ضمیمہ انجام آتھم)

باقی رہا یہ امر کہ یہ نکاح کیوں نہ ہوا اس کا جواب عرفی کے شعر میں مل سکتا ہے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال مے تواں بتمنا گریستن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۲۹ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۲ ص ۴-۵)

یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج

پنڈت آتما نند صاحب ست دھرمی لکھتے ہیں:

مندرجہ صدر عنوان سے میرا ایک مضمون اخبار اہل حدیث کی کسی گذشتہ اشاعت میں شائع ہو چکا ہے جس میں، میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام سے ثابت کیا تھا کہ ویدھرم کا جتنا پرچار اور اشاعت مسلمانوں میں مرزا صاحب متوفی اور ان کے پیروؤں نے گنتی کے چند برسوں میں کر دکھلا یا ہے، آریہ سماج شائد صدیوں میں بھی نہ کر سکتی۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے خلیفوں نے قریباً ستر ہزار مسلمانوں کو آریہ سماجی بنا ڈالا ہے۔ چنانچہ میں نے آریہ سماج اور احمدیت کے تین متفق علیہ مسائل، قدامت مادہ و ارواح، تناسخ، ویدوں کا کلام الٰہی ہونا، کا ثبوت مرزا صاحب قادیانی کی کتابوں سے دیا تھا۔ علاوہ ان مسائل علمیہ کے میں نے مرزا صاحب کی تحریروں اور تصنیفوں سے یہ بھی ثابت کر دیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی مشرک تھے۔ میری نظروں سے اخبار فاروق قادیان کا پرچہ مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء گذرا ہے جس کے صفحہ ۵ و ۶ پر ثنائی مشن میں: اہل حدیث کا پنڈت، کے عنوان سے کسی مولوی عبدالرحمٰن صاحب مولوی فاضل کے نام سے پس پردہ کسی پردہ نشین نے جواب دینے کی بے سود کوشش فرمائی ہے جواب کیا ہے میری ہی تائید کی گئی ہے۔ بخوف طوالت اور کم فرصتی کی وجہ سے میں مجیب کے جواب کا سارا اقتباس دنیا مناسب نہیں سمجھتا، صرف چند فقرے درج کئے جائیں گے۔ میرے اس اعتراض پر کہ

مرزا صاحب قادیانی نے ایک جعلی الہام بنایا کہ گویا خدا فرماتا ہے

انت منی بمنزلة توحیدی و تفریدی یعنی تو مجھ سے ایسا قرب رکھتا ہے اور ایسا ہی میں تجھے چاہتا ہوں جیسا کہ اپنی توحید و تفرید کو۔

(تحفہ گولڑویہ)

نیز نور الحق صفحہ ۴۲ جلد اول پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ

سو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کے آخر میں میرے مرتبہ کی نسبت خدا تعالی کی طرف سے یہ لکھا ہوا ہے کہ تو ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔

مولوی صاحب جواب دیتے ہیں کہ:

حضور (مرزا) کا یہ انت منی بمنز لة تو حیدی و تفر یدی اپنا کلام ہی نہیں بلکہ اللہ تعالی کی طرف سے الہام ہے

دوئم اس الہام میں بمنز لة کا لفظ بتا تا ہے کہ سیدنا مسیح موعود اللہ تعالی کو پیارے ہیں جیسے اس کی توحید وتفرید اسے پیاری ہے،

جواب الجواب اول: یہ کلام ہی ظاہر کرتا ہے کہ یہ خدا کی طرف سے نہیں ہوسکتا کیونکہ خدا کسی مخلوق کو بھی اپنی توحید وتفرید میں بھی شریک نہیں کرسکتا۔ لہذا یہ مشرکانہ قول خدا سے منسوب کرنا معاذ اللہ مرزا صاحب کا خدا پر بہتان عظیم ہے اور شرک در شرک ہے دوئم، لفظ بمنزلہ کے معنی قرب مانند درجہ وغیرہ ہیں نہ کہ پیارے کے، اگر کسی لغت سے میرے مولوی فاضل دوست لفظ بمنزلہ کے معنی پیارا دکھلا دیں تو دس روپیہ انعام

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بمنزلہ کے معنی قرب اور مرتبہ اور جیسا، کئے ہیں جو کہ مرزا صاحب قادیانی کی مندرجہ بالا تحریروں سے ظاہر ہے نیز حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر اس جعلی الہام کا ترجمہ و معنی یوں لکھے ہیں:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میری توحید اور تفرید۔ پس وہ وقت آتا ہے کہ تو مدد دیا جائے گا اور دنیا میں مشہور کیا جائے گا تو مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس کو دنیا نہیں جان سکتی۔

نیز ازالہ اوہام صفحہ ۶۳۴ پر یوں ہے: تو مجھ سے ایسا ہے جیسے میری توحید اور تفرید

پس بمنزلہ لفظ کے معنی مرزا صاحب بھی انتہائی قرب کے جس کو دنیا نہیں جان سکتی قرب مرتبہ جیسا مانند وغیرہ کرتے ہیں نہ کہ پیارا۔ مرزا غلام احمد صاحب اس الہام کی تشریح حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۶ پر یوں کرتے ہیں کہ:

تو (مرزا قادیانی) مجھ سے بمنزلہ میرے عرش کے ہے۔،

اب مرزا غلام احمد کی عرش کی تعریف یا معنے سنئے چنانچہ آپ خزینۃ المعارف

جلد اول طبع ۲ فروری ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۶۵ پر لکھتے ہیں:

اب اصل حقیقت سنو کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا ... یہ چاروں دیوتا (اندر، سوریہ، چاند اور دھرتی) جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں خدا کی چار صفتوں کو جو اس کے جبروت اور عظمت کا اتم مظہر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے اٹھا رہے ہیں۔

نیز خزینۃ المعارف کے صفحہ ۱۶۶۔۱۶۷ میں لکھا ہے:

غرض یہ وید کے چار دیوتے یعنی آکاش سورج چاند دھرتی خدا کے عرش کو جو ربوبیت اور رحمانیت اور رحیمیت اور مالک یوم الدین ہے اٹھا رہے ہیں

یہی عبارت رسالہ نور الدین۔ صفحہ ۹۶۔۹۷ پر بھی درج ہے جس سے صاف ثابت ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے خلیفہ اول عرش کو خدا کی عین ذات وصفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور بلندی مانتے تھے نہ کہ غیر ذات اور مخلوق گویا بالفاظ مرزا خدا نے مرزا صاحب کو یہ الہام بھیجا کہ اے مرزا جی تو مجھ سے وہی انتہائی قرب اور مرتبہ رکھتا ہے جو میری توحید اور تفرید اور ربوبیت اور رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور میری بلندی کو حاصل ہے کوئی مومن کبھی خواب میں خیال کر سکتا ہے کہ خدا کسی کو اپنی توحید اور تفرید اور ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت جبروت عظمت اور بلندی میں شریک کرے؟ نعوذ باللہ ہرگز نہیں کیونکہ یہ صریح شرک ہے اور مرزا صاحب کا خدائی دعوی ہے۔

میں نے یہ بھی اعتراض کیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے مکاشفات صفحہ ۹ نیز آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۵۶۴ نیز کتاب البریۃ صفحہ ۷۹ وغیرہ پر لکھا ہے کہ:

میں نے اپنے کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں (نعوذ باللہ من ذلک)

قادیانی مولوی صاحب اس کا جواب یہ فرماتے ہیں:

پنڈت صاحب کو معلوم ہونا چاہیے کہ یہ ایک کشف ہے جو تعبیر طلب ہے۔،

اور مرزا غلام احمد صاحب کا اقرار واعتراف شائع کرتے ہیں کہ :

ہماری (مرزا کی) مراد اس واقعہ سے حلولی یا وحدۃ الوجودی لوگوں والی نہیں ۔

جواب الجواب : یوں تو مرزا صاحب کی ہر ایک پیش گوئی اور الہام بلکہ ان کی نبوت اور وہ خود بھی تعبیر طلب تھے سمجھنے والوں کے لئے اشارہ کافی ہے لیکن کیا مولوی صاحب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارت ذیل کی تشریح فرمائیں گے؟

کیونکہ نبی کی خواب تو ایک قسم کی وحی ہوتی ہے ۔ (ازالہ اوہام ۔ ص ۲۲۱ ۔ ۹۷۲)

جس سے یہ ثابت ہوا کہ یہ خواب بھی خدا کا الہام اور وحی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب خود خدا تھے اور یقیناً وہی تھے ۔

بجواب مرزا ۔ یہ لوگوں والی وحدۃ الوجودی تو بے شک نہیں تھی ، لیکن خدا والی وحدۃ الوجودی بلاشبہ تھی کیونکہ ادھر مرزا صاحب کا ملہم خدا فرما چکا ہے کہ ،

تو مجھ سے بمنزلہ اس انتہائی قرب کے ہے جس دنیا نہیں جان سکتی ۔

رہا مرزا صاحب یہ کہنا کہ اس واقعہ سے حلولی وحدۃ الوجودی مراد نہیں سراسر غلط ہے کیونکہ اسی کشف مندرجہ مکاشفات صفحہ ۹ پر آگے چل کر لکھا ہے کہ :

میں نے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا کوئی ارادہ اور کوئی خیال اور کوئی عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہوگیا تھا یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسرے شخص نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالی کی روح مجھ پر محیط ہوگئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضاء اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان ان کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل اس میں محو ہوگیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قدرت اور قوت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے حضرت عزت کے خیمے میرے دل کے چاروں طرف لگائے

گئے اور سلطان جبروت نے میرے نفس کو پیس ڈالا سو نہ تو میں میں ہی رہا اور نہ میری کوئی تمنا باقی رہی میری اپنی عمارت گر گئی اور رب العالمین کی عمارت نظر آنے لگی اور الوہیت بڑے زور کے ساتھ مجھ پر غالب ہوئی اور میں سر کے بالوں سے ناخنِ پا تک اس کی طرف کھینچا گیا پھر میں ہمہ مغز ہو گیا جس پر کوئی پوست نہ تھا اور ایسا تیل بن گیا کہ جس میں کوئی میل نہ تھی (گویا بغیر کسی فرق کے خالص خدا بن گیا) ...الوہیت میری رگوں اور پٹھوں میں سرایت کر گئی اور میں بالکل اپنے آپ سے کھویا گیا۔ ...خدا تعالیٰ میرے وجود میں داخل ہو گیا اور میرا غضب اور حلم اور شیرینی اور حرکت اوسکون سب اسی کا ہو گیا اور اس حالت میں (جب کہ آپ خالص خدا بن گئے تھے) میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نیا آسمان اور نئی زمین چاہتے ہیں سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا ...آخر میں دیکھتا تھا کہ میں اس (زمین) کے خلق پر قادر ہوں اور پھر میں نے آسمان دنیا کو پیدا کیا اور کہا انا زینا السماء الدنیا بمصابیح پھر میں نے کہا اب ہم انسان کو مٹی کے خلاصہ سے پیدا کریں گے پھر میری حالت کشف سے الہام کی طرف منتقل ہوگئی اور میری زبان پر جاری ہوا ارد ت ان استخلف فخلقت آدم خلقنا الانسان فی احسن تقویم۔

کیا خدا تعالیٰ کا مرزا غلام احمد صاحب کے وجود میں داخل ہو جانا اور مرزا صاحب کا بلا پوست ہمہ مغز اور بلا میل خالص تیل یعنی خدا بن جانے اور حلولی اور وحدۃ الوجودی میں کوئی عقل مند فرق کر سکتا ہے؟ ہرگز نہیں

نیز الوصیۃ بار ہفتم صفحہ ۷ پر مرزا صاحب قادیانی کا یہ لکھنا کہ

میں خدا کی مجسم قدرت ہوں

نیز تجلیات الہیہ صفحہ ۱۳ پر یہ الہام شائع کرنا کہ خدا کہتا ہے کہ:

تو مجھ سے ایسا ہے جیسا کہ میں (خدا) ہی ظاہر ہو گیا ہوں تیرا ظہور بعینہ میرا ظہور ہے۔

نیز یہ کہنا کہ

انت منی بمنزلة بروزی تو مجھ سے بمنزلہ میرے بروز یا اوتار کے ہے
یعنی اے مرزا تو اب بروزی نبوت سے ترقی فرما کر بروزی خدا بن چکا ہے
نیز تریاق القلوب صفحہ ۶۱ نشان نمبر ۴۷، نیز حقیقۃ الوحی صفحہ ۸۴، نیز براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ ۵۲۲ نیز البشری جلد اول صفحہ ۴۱ وغیرہ پر مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ
قرآن شریف خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔
نیز خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۳ میں ہے
مجھ کو فنا کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے۔
اور اس پر اخبار الفضل ۳ دسمبر ۱۹۳۳ء ص ۷ کالم ۲ کی یہ تشریح کہ
اس کا بھی یہی مطلب ہے کہ ظلی طور پر خدا تعالی کی یہ (فنا کرنے اور زندہ کرنے کی) صفات حضور (مرزا قادیانی) میں ظاہر ہوئیں۔
صاف ثابت نہیں کرتیں کہ مرزا صاحب نے محدثیت مجددیت ظلی بروزی غیر شریعی اور شرع والی کامل نبوت سے ترقی کرتے کرتے ظلی خدا بروزی خدا بلکہ عین خالص خدا، اور معاذ اللہ گویا خدا کا باپ ہونے کا مشرکانہ وملحدانہ دعاوی کئے
نیز تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۴ نیز اربعین نمبر ۳ میں لکھا ہے کہ
دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند۔
کیا اب بھی مرزا صاحب کے دعوی خدائی میں کوئی کسر باقی رہ جاتی ہے؟ کیا کوئی خدا پرست مومن ایسے کلمات زبان پر لانا تو کجا خیال تک بھی کرسکتا ہے؟ ہرگز ہرگز نہیں۔
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۲۹ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۲ ص ۵۔۷)

کیا شیخ بہاء اللہ پیغمبر تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
شیخ بہاء اللہ ایرانی کی بابت اہل حدیث میں بارہا ذکر آ چکا ہے کہ وہ دعوی رسالت کرتے تھے۔ نہ صرف دعوی رسالت بلکہ ناسخ قرآن ہونے کے مدعی تھے

ہمارے اس بیان کو بہائیوں کی طرف سے غلط کہا جاتا رہا ہے۔ یعنی بہائی کہتے تھے کہ اہل حدیث، بہاء اللہ کو نبی اور رسول کہنے میں قادیانیوں کی طرح غلط گوئی اور ہٹ دھرمی سے کام لیتا ہے۔ چنانچہ بہائی رسالہ کوکب ہند کے الفاظ یہ ہیں:

جناب مدیر اہل حدیث حضرت بہاء اللہ کی طرف دعوی الوہیت تو منسوب نہیں کرتے مگر اپنے قدیم خیالات میں مقید ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں کہ حضرت بہاء اللہ نے نبوت ورسالت کا دعوی کیا ہے حالانکہ یہ صحیح نہیں اور نہایت تفصیل وتوضیح سے اس خیال کی غلطی کوکب ہند میں دکھائی جا چکی ہے لیکن افسوس کہ جیسے اہل قادیان حضرت بہاء اللہ کی طرف دعووی الوہیت منسوب کرنے میں ضد سے کام لے رہے ہیں اسی طرح مولانا ثناء اللہ صاحب، حضرت بہاء اللہ کی طرف دعوی نبوت ورسالت پر اصرار بے جا کر رہے ہیں۔ (کوکب ہند۔ مارچ ۱۹۳۱ء ص ۹)

اس کا مدلل جواب تو ہم پرانے حوالہ جات سے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا میں عرصہ ہوا دے چکے ہیں لیکن آج ہم ایک جدید حوالہ پیش کر کے مدیر کوکب کی خفگی کا ازالہ کرتے ہیں۔ بہائی میگزین (اس کا پرانا نام کوکب ہند تھا) بابت فروری سنہ رواں میں ایک مضمون دین بہائی کے عنوان سے نکلا ہے جس میں شیخ بہاء اللہ کی بعثت کا ذکر ان لفظوں میں کیا گیا ہے

اگر کسی ملک کو درست کرنے کی ضرورت تھی تو وہ اس وقت کا ایران تھا ایسے گرے ہوئے ملک میں پیدا ہونا اور تنہا کھڑے ہوکر کام کرنا پبلک اور حکومت کی سخت مخالفت کے باوجود ملک کو اونچے مقام پر لے جانا ایک پیغمبر ہی کا کام ہوسکتا ہے..

حضرت بہاء اللہ نے فرمایا کہ آپ ہی موعود کل ادیان ہیں بہاء اللہ کا مدعا یہ تھا کہ وہ عالم گیر برادری قائم کریں گے گذشتہ پیغمبروں نے بھی برادری قائم کی تھی لیکن عالم گیر برادری قائم نہیں کی۔ (بہائی میگزین۔ ص ۲۱۔ فروری ۱۹۳۸ء)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ اس کے لکھنے والے اور شائع کرنے والے شیخ بہاء اللہ ایرانی کو پیغمبروں میں سے ایک پیغمبر (رسول اللہ) کہتے ہیں یعنی

منصب رسالت پر فائز ہونے کا اظہار کرتے ہیں یہاں تک تو ہمارا پرانا دعوی ہے جس کی بنا پر بہائی رسائل ہمیں غلطی پر سمجھتے تھے کہ ہم شیخ بہاء اللہ کو مدعی رسالت ونبوت کہتے ہیں۔ بقول ان کے وہ مدعی رسالت وپیغمبری نہ تھے پھر تھے کیا؟ وہی جو خود شیخ بہاء اللہ کہتے ہیں

هذا یو م لو ادرکه محمد رسول الله لقال قد عرفنا ك یا مقصود المر سلین (الواح مبارکہ مصنفہ شیخ بہاء اللہ ص۹۴)(یعنی میرا یہ زمانہ ایسا ہے اگر محمد رسول اللہ اس کو پا لیتے تو کہتے اے مقصود المرسلین ہم نے تجھے پہچان لیا)

کس قدر بلند دعوی ہے اور کس قدر استعلاء ہے۔ اس کا نتیجہ کیا ہوا؟ یہی نا کہ ایران سے بڑی تکلیف کی حالت میں نکالے گئے۔ اس کے بعد آپ بغداد گئے۔ وہاں چند روز چھپے رہے۔ آخر وہاں سے بھی نکالے گئے۔ بعد ازاں عکہ چلے گئے۔ وہاں جیل ہی میں وفات پائی۔ اور کہنے کو تو کہا جاتا ہے کہ

ایران جیسے گرے ہوئے ملک کو اونچا کرنے کو آئے تھے،

جو مذہبی نقطہ نگاہ سے دن بدن پست ہورہا ہے فسق وفجور عیاشی دنیا پرستی یہاں تک کہ دین ومذہب سے بیزاری ایران میں اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ بحکم حکومت کوئی شخص اپنے آپ کو کسی خاص دین ومذہب سے منسوب نہیں کرسکتا بلکہ محض ایرانی کہلاتا ہے

یہ ہے وہ ترقی جس پر اہل بہاء کو ناز ہے۔ جس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ میں دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں، حالت یہ ہے کہ قادیان کی اصلاح بھی نہ ہوسکی۔ آج جو کچھ قادیان میں از قسم مناکیر (مکروہات) ہورہا ہے وہ عدالتوں کے ریکارڈوں میں آچکا ہے جس روز یہ مواد پریس کے ذریعہ شائع ہوا تو لوگوں کی زبان پر یہ مقولہ ہوگا

شیر قالین دگر ست شیر نیستان دگر ست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۷ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۳ ص ۳)

تبصرہ بر تذکرہ۔۵

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون کی گذشتہ قسط میں یہ ذکر ہوا تھا کہ مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی صحت کے متعلق مرزا جی کے بکثرت الہامات تھے جب مولوی صاحب مذکور وفات پا گئے تو جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مواخذات ثنائیہ سے تنگ آ کر اسی میں خیریت دیکھی کہ وہ کسی ایسے الہام کی موجودگی تسلیم نہ کریں جس میں مولوی عبد الکریم کی صحت کی بشارت مرقوم ہو۔

چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے یہی کمال دکھایا اور اپنی گلوخلاصی کرا گئے۔ مگر مشکل پڑی تو آ کر بے چارے ان غریب احمدیوں پر جنہوں نے بحکم خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) الہامات مرزا کو جمع کرنے کی خدمت کی۔ ان کیلئے نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن کا مضمون تھا۔ الہامات مرزا متعلقہ صحت مولوی عبدالکریم کو نقل کرتے یا نہ کرتے، دونوں صورتوں میں ان کے مسلمہ مسیح موعود کا دامن تقدس خار ہائے گوناگوں سے بھرپور نظر آتا تھا اور وہ اس منظر کو عوام کی نگاہوں میں لانے کے لئے تیار نہ تھے۔

اندریں صورت انہوں نے یہ دانائی کی کہ غیر مشہور رؤیا والہامات تو سرے سے نقل ہی نہ کئے چنانچہ سابقہ مضمون میں ہم اس قسم کی امثلہ پیش کر چکے ہیں آج آگے ملاحظہ ہو۔

باقی رہے مشہور مشہور مکاشفات وغیرہ سو ان میں مرتبین تذکرہ نے خوب خوب کانٹ چھانٹ کی ہے چنانچہ بابو منظور الٰہی مصنف رسالہ البشریٰ نے مکاشفات کے صفحہ ۴۲ پر ایک کشف مرزا، بدیں الفاظ نقل کیا ہے:

> ۳۰۔ اگست ۱۹۰۵ء مولوی عبدالکریم کی گردن کے نیچے پشت پر ایک پھوڑا ہے جس کو چیرا دیا گیا ہے۔ فرمایا میں نے اس کے واسطے رات دعا کی تھی۔ رؤیا میں دیکھا کہ مولوی نورالدین صاحب ایک کپڑا اوڑھے بیٹھے ہیں اور

رو رہے ہیں۔ اس رؤیا سے بظاہر غم وحزن کا اظہار ہو رہا ہے۔

چونکہ رسالہ مکاشفات کی تصنیف کے زمانہ سے بہت پیشتر مولوی عبدالکریم صاحب وفات پا چکے تھے، اس لئے مکاشفات کے مصنف نے اس کشف کو درج رسالہ کرنے میں بخل سے کام نہیں لیا۔ ہاں دانائی یا بالفاظ مرزا غلام احمد صاحب، یہودیانہ تحریف، یہ کی کہ اس رؤیا کی اگلی سطور جن میں بحکم،

خوابیں تعبیر طلب ہوتی ہیں (قول مرزا)

خودخواب بین یعنی احمدیوں کے حضرت مسیح موعود نے اس رؤیا کی تعبیر کھول دی ہے کو بے ڈکار ہضم کر گئے ملاحظہ ہو وہ عبارت یہ ہے:

> فرمایا ہمارا تجربہ ہے کہ خواب کے اندر رونا اچھا ہوتا ہے اور میری رائے میں طبیب کا رونا مولوی صاحب کی صحت کی بشارت ہے (الحکم ۳۱۔اگست ۱۹۰۵ء)

یہ تحریر جہاں یہ ثابت کر رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی رؤیا مولوی عبدالکریم کی وفات نہیں صحت پر مشتمل تھی، وہاں بابومنظور الٰہی وامثالہ علماء واعیان احمدیت کی ایمانی حالت کی بھی آئینہ دار ہے کہ یہ لوگ دراصل مرزا غلام احمد صاحب کو مخاطب الٰہی وغیرہ کچھ نہیں سمجھتے ان کا مذہب صرف اور صرف جدل ہے۔

بابومنظور الٰہی صاحب نے اپنی کتب البشریٰ، مکاشفات، منظور الٰہی وغیرہ میں اس قسم کی بیسیوں نہیں صدہا خیانتیں کی ہیں۔ مگر ہمارا مرکز تنقید اس وقت تذکرہ ہے۔ اس لئے ہم لاہوری احمدیوں کی کارستانیوں کو کسی دوسری صحبت پر چھوڑ کر صرف اتنے حصہ پر، وہ بھی بطور نمونہ، کچھ عرض کریں گے جو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کے بارے میں تذکرہ اور البشریٰ میں مشترک ہے۔

اخبار بدر جلد ۱ نمبر ۲۴ میں مرقوم ہے

> نماز صبح کے وقت ایک رؤیا دیکھا۔ ایک جگہ ایک بڑی حویلی ہے۔ اس کے آگے ایک بڑا چبوترہ ہے جس کی کرسی بہت بلند ہے۔ اس پر مولوی عبدالکریم صاحب سفید کپڑا پہنے ہوئے دروازے پر بیٹھے ہیں۔
> اس جگہ میں ہوں اور چار اور دوست ہیں جو ہر وقت اسی فکر میں رہتے ہیں۔

میں نے کہا مولوی صاحب میں آپ کو صحت کی مبارک باد دیتا ہوں اور پھر میں رو پڑا۔ اور میرے ساتھ کے دوست بھی رو پڑے۔ اور مولوی صاحب بھی رو پڑے۔

کسی نے کہا دعا کرو۔ اور ہر دعا میں تین دفعہ سورہ فاتحہ پڑھی۔،

اس رؤیا مرزا سے چونکہ صحت وموت دونوں پہلوؤں میں سے کسی ایک پہلو پر بالجزم اور قطعی استدلال نہیں کیا جا سکتا تھا اس لئے مصنف رسالہ مکاشفات نے صفحہ ۴۴ ، اور مرتبین تذکرہ نے صفحہ ۵۱۹ پر اس کو نقل کرنے میں دریغ نہیں کیا مگر اس کی اگلی عبارت جس کے اندر خود مرزا غلام احمد صاحب نے اس کی تشریح کی ہے جس سے روز روشن کی طرح اس رؤیا سے مولوی عبدالکریم کی صحت کی بشارت پر مشتمل ہونا ثابت ہوتا ہے اسے دونوں صاحب (مصنف مکاشفات وتذکرہ) منہ ہلائے بغیر صاف نگل گئے ملاحظہ ہو وہ عبارت یہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا:

اس خواب کے تمام اجزاء مولوی صاحب کی صحت کی بشارت دیتے ہیں۔ سورہ فاتحہ پڑھنے کی تعبیر یہ ہے کہ انسان کوئی ایسا امر دیکھے جو اس کو خوش کرنے والا ہو۔ فرمایا جو الحمد خواب میں پڑھتا ہے اس کی دعا قبول ہوتی ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۱۰ ستمبر ۱۹۰۵ء)

لاہوری اور قادیانی احمدیو! اپنی مذکورہ بالا تحریفات کو دیکھ کر ایمان سے بتلاؤ ان کنتم مومنین کہ تم لوگوں میں اور اس شریف قوم میں کیا فرق ہے جنہوں نے حضور فداہ روحی ﷺ کے سامنے توریت پڑھتے ہوئے آیت رجم پر انگلی رکھ لی تھی؟ انصاف!

ناظرین کرام! یہ ہیں وہ لوگ جن کے متعلق قادیانی نبی نے اعلان کر رکھا ہے کہ

من دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ خیر المرسلین

(یعنی جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت خیر المرسلین کے صحابہ میں داخل ہوتا ہے)

(خطبہ الہامیہ)

جناب مرزا غلام احمد کی اس تحریر اور مرزائیوں کی مذکورہ کارستانیاں ملاحظہ کر کے بیساختہ ہمارے قلم سے نکلا جا رہا ہے: جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء۔ مطابق ۷ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۳ ص ۴۔۵)

یہ احمدیت ہے یا آریہ سماج

پنڈت آتمانند صاحب لکھتے ہیں:

میں نے درثمین اور توضیح مرام صفحہ ۲۳ کے اشعار درج کر کے لکھا تھا کہ محض مسلمانوں کو دکھلانے کے لئے مرزا صاحب نے حضرت احمد ﷺ کی شان میں اس قدر غلو کیا ہے کہ انہیں خالص خدا ہی بنا دیا ہے۔ جیسا

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
زاں نمط شد محو دلبر کز کمالِ اتحاد
پیکر او شد سراسر صورت رب رحیم
گرچہ منسوبم کند کس سوئے الحاد و ضلال
چوں دلِ احمد نمے بینم دگر عرش عظیم

ترجمہ: احمد کی شان کو سوائے خداوند کریم کے کون جان سکتا ہے؟ وہ اپنے آپ سے کچھ ایسے جدا ہوئے کہ درمیان میم گرا کر احمد سے احد (خدا) بن گئے۔ وہ اس طرح دلبر میں محو ہوئے کہ کمال اتحاد کی وجہ سے ان کا جسم سراسر خدا بن گیا۔ خواہ کوئی مجھ پر الحاد کفر کا فتویٰ لگاوے لیکن مجھے احمد کے دل جیسا دوسرا کوئی عرش عظیم یعنی خدا کی صفات ربوبیت رحمانیت رحیمیت مالکیت وغیرہ نظر نہیں آتیں۔

اس کے جواب میں قادیانی مولوی عبدالرحمٰن صاحب فرماتے ہیں کہ:

اس میں تو آنحضرت ﷺ کی ذات اقدس کو خدا تعالیٰ کی ذات سے ایک الگ وجود بتایا گیا ہے اور اللہ تعالیٰ کو احد اور آپ کو احمد کہا گیا ہے۔

ناظرین! احمدی مولوی صاحب کے اس جواب اور تجاہل عارفانہ پر غور فرماویں۔ کیا

آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم
پیکر او شد سراسر صورتِ رب رحیم

میں حضرت اقدس کو خدا سے الگ بتلایا گیا ہے یا درمیانی میم نکال کر خود احد (خدا) ہی بتایا گیا ہے؟ للہ انصاف فرماویں۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب! یاد رکھئے کہ سامنے نہ کلنک اوتار ہے
ہر چناں کہ بشوئی پلید تر گردد

مرزا غلام احمد صاحب کے مشرکانہ عقائد دکھلانے اور آریہ سماج اور احمدیت کو ہم مشرب ثابت کرنے کے لئے میں نے قدامت مادہ وروح، تناسخ، وید مقدس کا الہام یا ایشوری گیان ہونا ان تینوں مسائل میں اتفاق مرزا دکھایا تھا۔

میری توجہ اب تک اخبار فاروق مجریہ ۲۱ جنوری ۱۹۳۸ء کے صرف ایک مضمون کی طرف کسی دوست نے دلائی ہے جس میں بظاہر جواب دینے کی کوشش اور درحقیقت میرے اعتراض کی تائید کی گئی ہے۔

بخوف طوالت میں مولوی عبدالرحمٰن صاحب مجیب کی عبارت کو درج کرنا نہیں چاہتا کیونکہ میرے اعتراض کی ہی گونج ہے۔ ان کی عبارت نقل کرنے کی بجائے میں دوبارہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامی لیکچر کی ہی لیاقت اور اہمیت دکھلانا چاہتا ہوں جس کے متعلق مرزا صاحب متوفی اور جملہ احمدی بڑی ڈینگیں مارا کرتے تھے کہ خدا نے اس لیکچر کے اعلیٰ ترین ہونے اور مقبول ترین ہونے کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ نیز اس لئے بھی کہ اس سے مرزا صاحب کا شرک بہتر طور پر ظاہر کیا جا سکتا ہے چنانچہ آپ، اسلام اور اس ملک کے دوسرے مذاہب پر لیکچر صفحہ ۳۰ پر فرماتے ہیں:

> ہمیں معلوم نہیں کہ دنیا پر اس طرح سے کتنے دور گذر چکے ہیں اور کتنے آدم اپنے اپنے وقت میں آ چکے ہیں چونکہ خدا قدیم سے خالق ہے اس لئے ہم مانتے اور ایمان لاتے ہیں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے لیکن اپنے شخص کے اعتبار سے قدیم نہیں ہے۔ افسوس کہ حضرات عیسائیاں یہ عقیدہ رکھتے ہیں کہ صرف چھ ہزار برس ہوئے کہ جب خدا نے دنیا کو پیدا کیا اور زمین وآسمان بنائے اور اس سے پہلے خدا ہمیشہ معطل اور بے کار تھا اور ازلی طور پر معطل چلا آتا تھا یہ ایسا عقیدہ ہے کہ کوئی صاحب عقل اس کو قبول نہیں کرے گا۔

نیز الوصیت بار ہفتم صفحہ ۱۱ پر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس (خدا) کی تمام صفات ازلی ابدی ہیں کوئی صفت بھی معطل نہیں اور نہ کبھی ہوگی۔

مرزا غلام احمد صاحب کی اس مختصر سی عبارت پر کئی اعتراض کئے جا سکتے ہیں اور مرزا صاحب قادیانی خدا کے منکر ثابت کئے جا سکتے ہیں، لیکن ہمیں یہاں مرزا صاحب کا شرک دکھلانا مقصود ہے اور بس، کیونکہ قرآن شریف فرماتا ہے کہ باقی سب قسم کے گناہ بخشے جا سکتے ہیں لیکن شرک اور مشرک نہیں بخشے جا سکتے۔

میں اپنے پس پردہ دوست کو فلاسفی کے چکر میں ڈالنا نہیں چاہتا مبادا کہیں دوران سر لاحق ہو جائے۔ اس لئے نہایت سادہ فلسفہ سمجھا دینا چاہتا ہوں اگر کوئی آریہ سماجی مخاطب ہوتا تو بحث کو طول دینے کا لطف بھی آتا، بے چارے احمدیوں کو فلسفہ کی کیا سمجھ؟ لے دے کے مرزا غلام احمد صاحب نے پنڈت لیکھ رام جی سے چند نکات سیکھے تھے، مگر وہ بھی نامکمل طور پر۔

اب سنئے ہمارا اعتراض اور بار بار دعوی ہے کہ مرزا صاحب پنڈت لیکھ رام کی بحث سے عاجز آ کر آریہ سماجی عقائد مان چکے تھے اور مادہ وارواح کی ازلیت و ابدیت یعنی قدامت کے قائل بن چکے تھے کیونکہ جب تک مادہ وارواح کو قدیم نہ مانا جائے تب تک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ ایمان کہ

دنیا اپنے نوع کے اعتبار سے قدیم ہے،

تا قیامت ثابت نہیں کیا جا سکتا۔

ہمارا یہ دعوی اور اعتراض ہرگز ہرگز نہیں اٹھایا جا سکتا اس لئے کہ

۱۔ ازلی یا قدیم شئے محدود بزمانہ ماضی نہیں ہوا کرتی یعنی اس کا کوئی شروع نہیں ہوا کرتا۔

۲۔ حادث اشیاء ہمیشہ محدود بزمان ماضی ہوتی ہیں یعنی کسی نہ کسی وقت ان کی اولین پیدائش ہوتی ہے

اس لئے اگر مادہ وارواح کو قدیم ازلی نہ مانا جاوے اور حادث کہا جاوے تو اصول موضوعہ (۲) کی رو سے ان کی اولین پیدائش ماننی ہی پڑے گی خواہ کتنی بڑی مدت پہلے

ہی کیوں نہ ہو، مگر پیدائش اور پیدائش کا شروع وقت بھی ماننا ہی پڑے گا۔ اور یہ بھی ماننا پڑے گا کہ جب تک مادہ وارواح پیدا نہیں کئے گئے تھے تب تک ازل زمانہ ماضی غیر منتہی سے خدا تعالی کی صفت خالقیت اور قدرت معطل بلکہ ازلی طور پر معطل اور بے کار چلی آتی تھی جو مرزا صاحب قادیانی جیسے صاحب عقل و دانش کے لئے قابل قبول نہیں تھی ہر ایک استک اور موحد تسلیم کرتا ہے کہ خدا ازلی و ابدی ہے اور ماسوا خدا ہر ایک شئے مخلوق اسی لئے حادث اور فانی ہے

کل من علیھا فا ن و یبقی و جه ر بك ذو الجلا ل و الا کرا م(الرحمن:۲۶۔۲۷)

پس جب تک مادہ وارواح کو ازلی قدیم نہ مانا جائے تب تک دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم نہیں ثابت کی جاسکتی۔ میں تو کہتا ہوں کہ اس عقیدہ میں کہ دنیا اپنی نوع کے اعتبار سے قدیم ہے دونوں حضرات غلطی پر تھے۔ آریہ سماجی بھائی بھی دھیان دے کر سنیں۔ یاد رہے کہ آریہ سماج مادہ وارواح کو قدیم مانتی ہے نہ کہ دونوں کے اختلاط کو جسے دنیا کہتے ہیں۔ اس لئے آریہ سماج دنیا کو تو اس کے شخص کے لحاظ سے حادث مانتی ہے اور نوع (پرواہ روپ) سے قدیم۔

فلسفہ بتلاتا ہے کہ جو بھی دو یا زیادہ اشیاء علیحدہ علیحدہ بڑی ہوں ان کے ملاپ اور میلان کا بھی کوئی نہ کوئی وقت آغاز ضرور ہوتا ہے پس مادہ وارواح کو ازلی مان لینے سے بھی یہ تسلیم کرنا ہی پڑے گا کہ ان دونوں کے اولین ملاپ سے قبل ازلی طور پر خدا معطل اور بے کار تھا اور دنیا نوع کے لحاظ سے بھی قدیم نہیں تھی۔

تشریح: اگر تھوڑی دیر کے لئے بفرض محال مان بھی لیا جائے کہ مادہ وارواح بھی ازلی ہیں، یعنی ازل سے بلا آغاز زمانہ ماضی سے تینوں ساتھ ساتھ چلے آرہے ہیں کسی خاص وقت سے مادہ کے اجزا اور ارواح کو ملا کر خدا نے دنیا بنائی تو بھی پہلی مرتبہ خدا تعالی نے مادہ وارواح کو ملایا اس سے قبل گو مادہ وارواح موجود بھی ہوں لیکن کائنات نہ تھی۔ لہذا دنیا نوع کے اعتبار سے بھی قدیم نہ ہوئی اور خدا کی قدرت یعنی صفت خالقیت بھی ازلیہ طور پر معطل اور بے کار تھی کیونکہ خدا ازل سے ہے اور کائنات ازلی نہیں بلکہ حادث اور محدود بالزمان ہے اسلئے آریہ سماج اور احمدیت کا یہ متفق علیہ عقیدہ کہ دنیا اپنے نوع کے اعتبار (پرواہ روپ) سے قدیم ہے اور دنیا کو نوع کے اعتبار

سے قدیم ماننے بغیر خدا پراز لیہ طور پر بے کار اور اس کی صفات کے معطل چلے آنے کا معاذ اللہ الزام عائد ہوتا ہے سراسر بے سمجھی ہے۔

مولوی عبدالرحمٰن صاحب ایسے دقیق فلسفیانہ مسائل کو سمجھنا آپ کے بس کی بات نہیں۔ میں نے اسی واسطے تو لکھا تھا اور پھر لکھتا ہوں کہ قادیانی احمدیوں میں کوئی ایسا شخص نظر نہیں آتا جو میرے اعتراض کو سمجھ بھی سکے، جواب دینا تو دور رہا۔ بہتر ہو کہ آپ اپنے آریہ سماجی استادوں کو جنہوں نے آپ لوگوں کو یہ مشرکانہ عقاید پڑھائے ہوئے ہیں سامنے لاویں۔ مگر آریہ سماج تو کبھی کی پیٹھ دکھا گئی ہوئی ہے یہ آپ کا پہلا ہی سابقہ ہے۔ میں اپنے پس پردہ دوست کی خدمت میں مرزا صاحب قادیانی کے وہ شعر پیش کرتا ہوں کہ جو محمدی بیگم کی فرقت میں آپ نے لکھے تھے

نہ سر کی ہوش ہے تم کو نہ پا کی
سمجھ ایسی کہاں تم کو خدا کی
مرے بت اب سے پردہ میں رہو تم
کہ کافر ہو گئی خلقت خدا کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء۔ مطابق ۷ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۳ ص ۷۔۸)

سوامی دیانند سرسوتی اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم دونوں صاحبوں کو بلحاظ قابلیت کے ہندوستان کے دو ہیرو کہیں تو بے جا نہیں۔ اسی لئے ہم نے جو کتاب ان دونوں کے حالات میں لکھی ہے اس کا نام ہندوستان کے دو ریفارمر رکھا ہے۔ اس کتاب میں ہم نے بحوالجات صحیحہ ان دونوں صاحبوں کو جس وصف میں شریک ثابت کیا ہے اس کا ذکر یہاں نہیں کرتے، یہاں ایک دوسرے وصف کا ذکر کیا جاتا ہے۔ اس میں بھی یہ دونوں صاحب برابر کے شریک ہیں جس کا ہمیں اور ہر ایک بہی خواہ ملک کو افسوس ہے۔ وہ وصف یہ ہے کہ یہ دونوں

ہیرو اپنے اپنے مقصد میں فیل گئے جس کی تفصیل یہ ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اس لئے فیل گئے ہیں کہ ان کا دعوی تھا کہ عنقریب دیکھو گے کہ کوئی پڑھا لکھا آدمی ہندو نظر نہیں آئیگا (ازالہ اوہام)، اس کے برعکس آج ہم دیکھتے ہیں کہ پڑھے لکھے لوگوں میں اکثریت ہندوؤں کی ہے جس کا انکار کرنا بداہت کا انکار ہے۔

ہم بلا خوف تردید صاف کہتے ہیں کہ جب تک ہندوستان میں گاندھی جی اور پنڈت مالویہ جی زندہ ہیں ہندوستان ہندوؤں سے خالی نہیں کہلا سکتا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اسی دعوی کا تتمہ یہ تھا کہ میرے آنے سے دنیا میں کوئی مذہب باقی نہ رہے گا سوائے ایک مذہب کے جس کا نام اسلام ہے، سب قومیں مٹ کر اسلام میں جذب ہو جائیں گی (چشمہ معرفت)

آج ان دونوں صاحبوں کو اس نوٹ میں شریک کرنے کی وجہ ہمیں یہ پیش آئی ہے کہ ان دنوں ہردوار میں میلہ کنبھ ہو رہا ہے۔ میلہ کنبھ کیوں اس امر کا باعث ہوا کہ ہم ان دونوں صاحبوں کو یکجا ذکر کریں اس کی وجہ اصل میں یہ ہے کہ میلہ کنبھ ان ہر دو صاحبوں کے مذہبی نقطہ نگاہ کے خلاف ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف تو اس لئے ہے کہ یہ میلہ تعلیم اسلام کے خلاف ہے اور مرزا غلام احمد صاحب اسلام کے مدعی تھے اور بقول خود اسلام ہی کو دنیا میں غالب دیکھنے اور دکھانے کے لئے آئے تھے مگر میلہ کنبھ سے ثابت ہو گیا کہ ان کا مقصد پورا نہیں ہوا۔

سوامی دیانند ہندو قوم کی اصلاح کے لئے آئے تھے۔ اگر غور کیا جائے تو وہ بھی فیل ہو گئے ہیں۔ اس لئے کہ ہندو قوم نے حسب تعلیم سوامی دیانند جی نہ بت پرستی چھوڑی، نہ گنگا پرستی۔ بلکہ یہاں تک ترقی کی کہ ہزار ہا کی تعداد میں ننگے سادھو ہردوار میں اشنان کرنے آئے جنکی شرکت پر لاہور کے آریہ اخبار پرتاپ نے بڑی چبھتی ہوئی چٹکی لی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

تین ہزار ننگے سادھوؤں کا جلوس

ہندو تہذیب اور تمدن پر بدنما داغ

اس عنوان کے ذیل میں اس واقعہ کا ذکر کیا ہے جو قابل دید وشنید ہے

شرم ناک نظارے

برہم کنڈ کے تین طرف ہزاروں استریاں اور ان پیچھے مرد سادھوؤں کے درشن کرنے کے لئے بیٹھے تھے۔ استریوں کا جھک جھک کر ننگے سادھوؤں کے آگے پرنام کرنا نہایت شرم ناک نظارہ پیش کر رہا تھا۔ رات میں بھی جہاں جہاں سے جلوس گذرا، استریوں نے راکھ کی چٹکی حاصل کرنے کی کوشش کی اور بعض عورتوں کو تو میں نے ان کے پاؤں کی راکھ کو اپنے مستک سے لگاتے ہوئے دیکھا۔ اس نظارہ کو دیکھ کر ہندو جاتی کے ہر بہی خواہ کے دل کو ایک ٹھیس لگتی تھی۔ کئی لوگ پلیٹ فارم پر یہ سوال کرتے ہوئے سنے گئے کہ آخر ان شرم ناک نظاروں کو کب بند کیا جائے گا۔ اس وقت جب کہ یو پی گورنمنٹ نے اس معاملہ میں مداخلت کرنے سے انکار کر دیا ہے ضرورت ہے کہ سناتن دھرمی لیڈر اس اہم معاملہ کی طرف توجہ دیں اور ہندو دھرم اور ہندو سنسکرتی کو دنیا کی نظروں میں ذلیل نہ کریں۔

ہرکی پوڑی پر ننگوں کا فوٹو

ہرکی پوڑی پر اشنان کرتے ہوئے یاتریوں کا فوٹو لینا ممنوع ہے لیکن جب ننگے سادھو برہم کنڈ میں اشنان کر رہے تھے تو ایک گورے سارجنٹ نے جو مسٹر میلکم میلہ افسر کے ساتھ ایک مچان پر بیٹھا تھا نہایت پھرتی سے نہاتے ہوئے ننگوں کا فوٹو لے لیا۔ اس تصویر کو غالباً دوسرے ممالک میں ہندوستانیوں کے خلاف پروپیگنڈہ کے لئے استعمال کیا جائے گا۔

ایک ہزار نئے نانگے

نانگے سادھوؤں کے متعلق ایک اطلاع یہ بھی موصول ہوئی ہے کہ کنبھ کے میلہ پر ۱۰۰۰ سادھوؤں نے دیکشا لے کر نانگا سادھو بننے کا پرن کیا ہے۔ یعنی دوسرے الفاظ میں نانگوں کی امت میں ایک بھاری اضافہ ہوگیا ہے۔

(پرتاپ لاہور ۴۔اپریل سن رواں)

اہل حدیث: ان شرمناک نظاروں کے علاوہ ہر شہر ہر قصبہ ہر گاؤں میں عموماً اور بنارس اور اجودھیا وغیرہ مشہور مقامات میں خصوصاً بت خانوں اور بت پرستیوں کا جو زور ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔

میں (ثناء اللہ) جب کبھی بنارس گیا قدرتی طور پر میری توجہ اس امر کی طرف منعطف ہوئی کہ اس قدر بت پرستی کی موجودگی میں ان دونوں ہیروؤں کو اپنے مقصد میں کامیاب کیسے کہہ سکتے ہیں۔

اس نوٹ میں ہم ان دونوں صاحبوں کے دعاوی کی پڑتال از روئے دلائل صدق و کذب نہیں کرتے بلکہ واقعات کی بنا پر یہ حقیقت ظاہر کرتے ہیں کہ یہ دونوں ہیرو اپنے اپنے مقصد میں ناکام گئے ہیں جو مقام افسوس ہے۔

ہاں دعوی میں کامیابی کی مثال دیکھنی ہو تو آیئے ہم بتاتے ہیں قرآن مجید کی سورہ نصر پڑھیے جس میں ارشاد ہے

اذا جاء نصر الله و الفتح و رأيت النّاس يد خلو ن فى دين الله افواجاً۔
فسبّح بحمدر بك و استغفره انّه كا ن توّا باً۔(النصر:۱۔۳)

یہ چھوٹی سی سورۃ حضورﷺ کے مشن (مقصد) کا پتہ دیتی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایک وقت آنے والا ہے کہ لوگ دین اسلام میں جوق در جوق داخل ہوں گے، پس آپ اس وقت خدا کی طرف ہمہ تن متوجہ ہو جانا کیونکہ اس وقت آپ کا مشن پورا ہو جائے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا جسکا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے اس بند میں دکھایا ہے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی

نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوتی بستی جگا دی
پڑا ہر طرف غل یہ پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اپریل ۱۹۳۸ء۔ مطابق ۱۴صفر۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۴ ص ۳۔۴)

لاہوریوں کو خلیفہ قادیان کے سامنے جھک جانا چاہیے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ دراز سے (مرزائیوں کی) لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے جو بہت بری صورت اختیار کر چکا ہے۔ ایک دوسرے کا منہ دیکھنا اور گفتگو کرنا پسند نہیں کرتے۔ ہمارے خیال میں وقت آ گیا ہے کہ دونوں پارٹیاں آپس میں مل جائیں۔اس کا ثبوت درج ذیل ہے۔

ان دونوں پارٹیوں کے مصلح اعظم مسیح موعود جو بقول ان کے حکم عدل کا منصب پا کر آئے تھے، ایک ہدایت نامہ جاری کر گئے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور کبھی چون و چرا سے باز آ جائے۔ (ازالہ اوہام طبع اول، ص ۱۴۸)

یہ قانون مسلمہ مرزائیہ ہے جو امت مرزائیہ سب پر حاوی ہے۔اس کے بعد اخبار الفضل ۲۰ مارچ ۱۹۳۸ء ملاحظہ ہو جس میں لکھا ہے

جس طرح حضرت عمرؓ کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ہم کلامی کا شرف بخشا تھا اسی طرح حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح ثانی کو بھی اپنے مکالمہ سے نوازا۔ آپ کو الہام ہوا تھا لیمزقنہم یہ بھی الہام ہوا ہے

انّ الّذین اتّبعوک فوق الّذین کفروا الی یو م القیا مۃ ۔

مرزا صاحب متوفی (قادیانی مسیح) کا قول مذکور جو اصول عام کی شکل میں ہے

اپنے اندر وسیع معنی رکھتا ہے۔ اس قانون کلی سے سب سے پہلے فائدہ اٹھانے والا ان کا بیٹا ہے۔ کیا لاہوری جماعت بوصف احمدیت مرزا صاحب کے اس ہدایت نامہ کے ماتحت موجودہ خلیفہ قادیان کے سامنے چون و چرا کرنا چھوڑ دے گی۔ دیدہ باید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۱۴ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۴ ص ۴)

قادیانی کے کلاس فیلو

جناب مولوی نور محمد میانوی جہلمی لکھتے ہیں:

برادران اسلام و ناظرین اہل حدیث کو بخوبی روشن ہے کہ قادیانی امت اکثر فریاد کرتی ہے کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعویٰ میں جھوٹے ہوتے تو ان کو اس قدر مہلت نہ ملتی اور نہ اس قدر جماعت ان کی پیرو ہوتی حالانکہ لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مرید و جاں نثار موجود ہیں۔

سو واضح ہو کہ سچائی کا یہ کوئی معیار نہیں کہ اس کے پیرو تعداد میں بہت ہوں، بلکہ معیار صداقت یہ ہے۔

غور سے سنئے اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں فرماتا ہے

و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته (النساء:۱۵۹)

یعنی مسیح کے نزول کے وقت اس زمانہ میں تمام اہل کتاب ایمان لائیں گے

اور جناب رسالت مآب ﷺ نے اس آیت کی تفسیر میں فرمایا ہے کہ

جس وقت عیسیٰ بن مریم (جس کے اور میرے درمیان کوئی نبی نہیں) نازل ہوگا تو اس کے زمانہ میں اسلام کی چاروں طرف فتح ہوگی اور دجال قتل ہوگا اور تمام مذاہب باطلہ ہلاک ہوں گے۔

اس معیار مقرر کردہ رسول اللہ ﷺ سے پہلے مدعیان مسیحیت جھوٹے سمجھے گئے جنہوں نے مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا اور بہت کثرت سے ان کے مرید بھی ہوئے اور کامیاب بھی ایسے ہوئے کہ اسی دعویٰ کی بدولت بادشاہت تک پہنچ گئے اگر

ہم قادیانی کو ان کے سابقہ کلاس فیلو دوستوں کے ساتھ موازنہ کریں تو بھی اس کے مذہب کے بطلان میں کلام نہیں۔

چند اصحاب قادیانی کی طرح دعوی کرنے والے پیش کرتے ہیں اور قادیانی امت کے اس فریب و دجل کو ناظرین پر ظاہر کر کے فیصلہ ان کے سپرد کرتے ہیں۔

۱۔ یحی بن فارس نے علاقہ مصر میں عیسی بن مریم ہونے کا دعوی کیا اور اس نے طلسم وغیرہ کر کے ایک مردہ کو زندہ کر کے دکھا دیا اور کئی ایک مریضوں کو بھی اچھا کیا۔

۲۔ ابراہیم بذلہ نے بھی عیسی بن مریم ہونے کا دعوی کیا اور اس کے ہزارہا پیرو ہو گئے اور مدت تک اپنی تبلیغ میں شاغل رہا۔

۳۔ شیخ محمد خراسانی نے بھی یہی دعوی کیا اور بہت سی جماعت قائم کر کے دنیا سے رخصت ہوا۔

۴۔ بہبود زنگی نے بھی دعوی کیا اور اس کے پانچ کروڑ پانچ لاکھ مرید تھے۔ ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔

۵۔ عیسی بن مہرویہ نے بھی مہدی ہونے کا دعوی کیا اور بہت سی جمعیت حاصل کر کے دنیا سے کوچ کیا۔

۶۔ ابوجعفر محمد بن علی سلمنائی کے بھی بڑے بڑے امیر و متمول آدمی ہم عقیدہ ہو گئے اور اس نے بھی مسائل شرعیہ کو بدل کر ہزارہا مخلوق خدا کو گمراہ کیا۔

۷۔ نہاوند میں ۲۹۹ھ میں ایک شخص نے مسیح موعود ہونیکا دعوی کیا اور بعض اپنے مریدوں کے نام اصحاب رسول اللہ کی مثل مقرر کئے جیسے خلفاء راشدین۔

۸۔ استادسیس نے خراسان میں دعوی کیا اور اس کے مرید تین لاکھ صرف سپاہی فوجی بن گئے بلکہ حاکم مرو نے اس کا مقابلہ بھی کیا اور شکست کھائی۔

۹۔ عبداللہ بن مہدی نے ۲۹۶ھ میں مہدی ہونے کا دعوی کیا اور اس قدر کامیاب ہوا کہ طرابلس و مصر کو فتح کر کے قابض ہو گیا اور زمانہ مہدویت میں ۲۴ سال ایک ماہ بیس روز گزار کر فوت ہوا۔

۱۰۔ حسن بن صباح نے بھی قادیانی کی مثل دعوی کر کے ہزاروں سے متجاوز معتقد حاصل کئے۔

۱۱۔عبدالمومن نے بھی ایسے ہی دعوی کوعوام الناس پر پیش کر کے کئی خرق عادت دکھائے اورلوگوں کومرید کر کےاپنی جماعت قائم کی۔
۱۲۔حاکم بامراللہ نے مصر میں اس دعوی سے ترقی پا کر آخر خدائی دعوی کیا اور بڑے کروفر سے تبلیغ مذہبی کرتا رہا اور ۲۵ برس زندہ رہ کر داخل فی السقر ہوا۔
۱۳۔ صالح بن طریف نے نبوت کا دعوی کیا اورقرآن ثانی بھی مرتب کر کے مخلوق خدا پر پیش کیا اور ہزار ہا انسانوں کو ہاویہ میں لے گرا۔
۱۴۔شیخ محمد جون پوری ہندی نے مہدی ہونے کا دعوی کیا جو اہل علم طبقہ سے پوشیدہ نہیں،اس کے مرید آج تک ہندوستان میں پائے جاتے ہیں۔
۱۵۔خراسان میں بہک نام نامی نے بھی مہدی ہونے کا دعوی کیا لیکن بالکل کم جماعت اسکے ساتھ ہوئی۔
۱۶۔ ایران میں باب نے بھی یہی دعوی کیا جوکسی اہل علم سے مخفی نہیں جس کی امت فی زمانہ بھی ہند میں موجود ہے۔
۱۷۔جلال الدین اکبر چوغطہ بادشاہ ہند نے بھی نبی ہونے کا اعلان کر دیا اور بہت سے دنیا داروں نے اس کے دعوی کوتسلیم کر کے جلیل القدر مراتب حاصل کئے۔
۱۸۔ ملک سندھ میں ایک شخص نے مہدی ہونے کا دعوی کیا اور بہت سے انسانوں کو اپنا ہم نوا بنالیا (مجمع البحار)
۱۹۔بلوچستان کے سعداللہ خان نامی نے بھی مجدد ہونے کا دعوی کیا۔
۲۰۔میر احمد نام نامی نے موضع سنگر پور ضلع جہلم میں مہدی ہونے کا دعوی کیا لیکن اس کے دعوی کو معدودے چندلوگوں نےتسلیم کیا اور آج تک زندہ موجود ہےجسکی ملاقات راقم الحروف نے بھی کی ہے۔

سو ناظرین کی خدمت میں آج کی صحبت میں قادیانی کے کلاس فیلو شمار کر کے پیش کرتا ہوا اسی پر بس کرتا ہوں

رسول قادیانی کی رسالت
جہالت ہے ضلالت ہے بطالت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اپریل ۱۹۳۸ء۔ مطابق ۱۴ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۴ ص ۵۔۶)

امر جامع پر جمع ہو جاؤ

مولوی محمد علی کا خطبہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور نے یکم اپریل کو جو خطبہ جمعہ پڑھا، وہ ۹۔ اپریل کے اخبار پیغام صلح لاہور میں چھپا ہے۔ اس میں آپ نے جو کچھ فرمایا اصولی نظر سے بالکل صحیح ہے۔ مگر نتیجہ کے لحاظ سے صحیح نہیں۔

آپ نے تمہید میں بتایا ہے کہ مسلمانوں کے لئے امر جامع اشاعت قرآن ہے (لا ریب فیه)۔ ہماری طرف سے مزیت یہ ہے کہ اشاعت قرآن کے ساتھ اتباع سنت بھی امر جامع میں داخل ہے غالبًا اس سے مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو بھی انکار نہ ہوگا۔

اس تمہید کے بعد آپ کا قول ملاحظہ ہو جو یہ ہے:

افسوس آج مسلمانوں کی حالت اس کے برعکس ہے۔ وہ اسلام کے اس امر جامع پر اکٹھے نہیں ہوتے۔ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے ہیں اور انہیں احساس تک نہیں۔ انہیں حکم تھا کہ

واعتصموا بحبل الله جميعاً و لا تفرّقوا (آل عمران:۱۰۳)

سب کے سب اللہ کی رسی یعنی قرآن کو مضبوط پکڑلو اور تفرقہ نہ کرو۔

مسلمانوں نے اللہ کی اس رسی کو چھوڑ رکھا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ دنیا کی باقی قوموں میں بھی جھگڑے اور اختلافات موجود ہیں ان میں بھی مختلف فرقے ہیں۔ بعض لوگ اٹھتے ہیں کہ مسلمانوں میں فرقے نہیں ہونے چاہییں تمام فرقوں کو مٹا دینا چاہیے۔ فرقے اور اختلافات تو ایک قدرتی چیز ہیں..

بات صرف یہ ہے کہ مسلمان اپنے اختلافات کو غیر معمولی اہمیت دیتے ہیں

اور باقی قومیں اپنے اختلافات کو دشمن کے مقابلے میں فراموش کر دیتی ہیں اور یہی چیز ان کی کامیابی کا باعث ہے مگر مسلمان دشمن کے مقابلے پر بھی اپنے اختلافات کو فراموش نہیں کرتے اور یہی چیز ان کی پستی اور ناکامی کی وجہ ہے ۔حفاظت اسلام ہی مسلمانوں کیلئے سب سے اعلی امر جامع ہے ۔

(پیغام صلح لاہور ۹ ۔اپریل ۱۹۳۸ء ص۳)۔

اس اقتباس میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے جو کچھ فرمایا ہے ایک حد تک صحیح ہے ۔لیکن اس واقعہ کی صحت مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی پر برا اثر ڈالتی ہے جو فرماتے تھے کہ میں مسلمانوں کو اصل معنی میں متقی بنانے آیا ہوں۔ کیا اصلی معنی میں متقی جماعت ایسی ہی ہوتی ہے جس کی تصویر آپ نے دکھائی ہے جو قرآن کی اشاعت پر جمع نہیں ہوتی ۔ہمیں افسوس ہے کہ مسلمان بقول آپ کے ایسے متفرق ہوئے ہیں کہ مہدی اور مسیح بھی ان کی اصلاح نہ کر سکے پس اب ہمارے سامنے دو رائیں ہیں یا تو ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنے مقصد میں فیل سمجھیں یا مسلمانوں کے حق میں یہ شعر پڑھیں

تہی دستان قسمت را چہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب لاہوری کہتے ہیں:

امر جامع موجود ہے۔ افسوس ہے کہ یہ احساس کہ مسلمانوں میں امر جامع کیا چیز ہے اور اسلام کا اصلی دشمن کون ہے جس کا مقابلہ سب مسلمانوں کومل کر کرنا چاہیے قادیانی جماعت میں بھی موجود نہیں۔ آج کل اسلام اور کفر کی ایک جنگ لگی ہوئی ہے۔ کفر کے ساتھ عظیم الشان مقابلہ درپیش ہے۔ اس مقابلہ کے لئے سب کو اکٹھے ہو جانا چاہیے اور ایک قادیانی جماعت کیا تمام مسلمانوں کی یہی حالت ہے خدا کا احسان ہے کہ ہماری چھوٹی سی قوم (لاہوری مرزائیوں) میں یہ امر جامع موجود ہے جس سے باق مسلمان خالی ہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۹ ۔اپریل)

مولوی محمد علی صاحب کو یاد نہیں رہا کہ آپ کے اسی اخبار (پیغام صلح) میں چار روز پیشتر آپ کے اس فخر ومباہات کا جواب دیا گیا جسکے الفاظ یہ ہیں

کیا جماعت احمدیہ کے نوجوان واقعی جماعت سے وابستہ ہیں؟ کیا واقعی ان کے ارادے جماعت کے ارادوں سے مغلوب ہیں؟ یہاں تک میں نے محسوس کیا ہے مجھے اس کے اظہار میں مطلق باک نہیں کہ جماعت احمدیہ کے اکثر نوجوانوں میں کافی حدتک تساہل ہے۔ انہیں جماعت سے کوئی قومی ربط نہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۴۔ اپریل ص ۵)

یہ ہے وہ جواب جس کا ذکر کسی شاعر نے یوں کیا ہے

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

کہاں یہ افتخار کہ ہماری جماعت میں یہ صفت موجود ہے کہ امر جامع پر ہم جمع ہیں اور کہاں یہ جواب کہ جماعت کے اکثر نوجوان غافل اور قومی ربط سے خالی ہیں۔

بالآخر ہم مجدد قادیانی یا مرسل یزدانی یا کرشن گوپال کا کارنامہ بھی دیکھنا اور دکھانا چاہتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۳۰۸ھ میں مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا تھا۔ اس کے بعد انتقال تک آپ کی جملہ تصانیف (بقول آپ کے) امر جامع (اشاعت قرآن) سے خالی نظر آتی ہیں۔ کوئی قادیانی یا لاہوری ہم کو مرزا صاحب قادیانی کی کسی ایک کتاب کا حوالہ دے جس میں انہوں نے اپنی شخصیت کا محصول چنگی نہ لیا ہو۔ ہر کتاب، ہر اشتہار میں مسلمانوں کو طعن وتشنیع کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ جس کتاب کا نام آپ نے آئینہ کمالات اسلام رکھا ہے اسکا بھی بہت سا حصہ مسلمانوں سے روئے سخت پر حاوی ہے۔ ہاں ہاں اسی بابرکت کتاب میں آپ نے مسلمان منکروں کو کنچنیوں کی اولاد بھی لکھا ہے۔ براہین احمدیہ میں جس کی ابتداء میں خاص تائید اسلام کی غرض ظاہر کی گئی تھی مسیحیت موعودہ کے زمانہ میں اس کتاب کا پانچواں حصہ شائع ہوا، وہ بھی جنگ و جدل سے لبریز نظر آتا ہے۔

ہم اس امر کے لئے چیلنج دینے کو تیار ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی جملہ تصنیفات میں سے نوّے بلکہ پچانوے فیصدی میں مسلمانوں ہی سے جنگ وجدال ہے پھر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ہم کو امر جامع کا احساس کرایا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

لوگ کہتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود نے آ کر مسلمانوں کے لئے کیا بنایا۔ انہوں نے کیا کام کیا۔ میں یہ کہتا ہوں کہ ان کی خدمت اسلام کے دوسرے کاموں سے اگر تھوڑی دیر کے لئے قطع نظر بھی کر لی جائے تو کیا ان کا یہ کام کچھ کم عظیم الشان ہے کہ انہوں نے اس امر جامع کا ازسرنو احساس پیدا کر دیا جس کو مسلمان بھول چکے تھے۔ مسلمانوں کی توجہ کو دوبارہ دشمن کے مقابلہ لگا دیا۔ ان کی طاقت اپنے اندرونی جھگڑوں پر ضائع ہو رہی تھی حضرت مسیح موعود نے بتایا کہ اپنی طاقت کو اسی طرح ضائع کرنے کی بجائے کفر کے مقابلے پر صرف کرنا چاہیے۔ (پیغام صلح لاہور۔ ۹۔ اپریل ۱۹۳۸ء)

کاش کہ واقعات مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے دعوی کی شہادت دیتے ۔ہم تو دیکھتے ہیں کہ مولوی صاحب کا یہ قول کہ

قادیانی مجدد نے ہم کو بتایا ہے کہ اپنی طاقت کو ضائع کرنے کی بجائے کفر کے مقابل میں خرچ کرو۔

مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی کا اپنا طرز عمل اس کی تردید کرتا ہے اس کے علاوہ آپ کا یہ کہنا بھی متعجبات سے ہے کہ:

مجدد زمان (مرزا) کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر ترقی ناممکن ہے۔

اور سچی بات تو یہ ہے کہ جب تک مسلمان اس نقطہ خیال پر نہیں آئیں گے کہ ہمارا اصلی مقابلہ کفر کے ساتھ ہے ایک دوسرے کے ساتھ نہیں اور ہمارا کام اسلام اور قرآن کو دنیا بھر میں پھیلانا ہے ان کے اندر طاقت نہیں آئے گی اور نہ وہ ترقی کریں گے اور خوب یاد رکھیں یہ بات ان میں مجدد وقت کے دامن سے وابستہ ہوئے بغیر پیدا نہیں ہوسکتی جب تک وہ مجدد وقت کا دامن نہیں پکڑتے ان کی موجودہ خانہ جنگی کی ذہنیت نہیں بدل سکتی

جب وہ اس دامن کو پکڑ لیں گے تو ان کو خود بخود سمجھ آ جائیگی کہ جن چیزوں کیلئے ہم جھگڑ رہے ہیں یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہیں۔

(پیغام صلح ۹۔ اپریل ۱۹۳۸ء ص ۴)،

اگر آپ کا یہ قول صحیح ہے تو پھر آپ نے اس سے پہلے یہ کیوں فرمایا کہ

قادیانی جماعت کیا تمام مسلمانوں کی یہی حالت ہے

اس مقولے میں آپ کے قادیانی مجدد کے وابستگان میں سے نوّے فیصدی (جماعت قادیانیہ کو) کو بدنصیب، غفلت شعار مسلمانوں سے کیوں ملا دیا۔ اس کے علاوہ آپ ہی کے اخبار ۴۔ اپریل میں یہ کیوں لکھا گیا کہ

قادیانیت کے غلو کی بیخ کنی کرنا ضروری ہے۔ ،

کیا قادیانیوں کو مجدد قادیانی کے دامن سے وابستگی نہیں ہے۔ یا ان کے حق میں آپ یہ کہیں گے:

تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

مختصر یہ کہ مولوی محمد علی کا کلام ناصحانہ صورت میں بہت اچھا ہے۔ مگر ان کی اور ان کے مجدد اور مسیح کی عملی زندگی ان کی تردید کرتی ہے۔ سو یہ کوئی انوکھی بات نہیں۔ واعظوں کے قول و فعل میں مخالفت کا ہونا امر ممکن ہی نہیں بلکہ واقعہ بھی ہے اسی لئے کہا گیا ہے

چوں بخلوت مے روند آن کار دیگر مے کنند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اپریل ۱۹۳۸ء۔ مطابق ۲۱ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۵ ص ۵۔۷)

مرزا صاحب چینی مغل تھے یا فارسی الاصل ایرانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ تو ہمارے ناظرین کو خوب یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی کے اثبات میں ہر طرح کے دلائل دیا کرتے تھے۔ ان کو اس بات کی بھی پرواہ نہ ہوتی تھی کہ میری پچھلی دلیل سابق دلیل سے متناقض تو نہیں یا ان کو بوجہ ضعف حافظہ یاد نہ رہتا تھا۔ ان کے اتباع بھی اسی روش پر چلے ہیں۔

حدیث میں حضرت رسول اللہ ﷺ نے سلمان فارسیؓ کے حق میں یہ الفاظ فرمائے ہیں

لو کا ن الدّین معلقا بالثریا لنا له ر جل (او ر جال) من ابناء فا رس

اس حدیث کو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے حق میں لیا ہے۔اور آپ کے اتباع بھی اس حدیث کو مرزا صاحب قادیانی کے لئے پیش کرتے ہیں۔ا خبار الفضل ۱۶۔اپریل میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں یہ الفاظ درج ہیں:

مخبر صادق آنحضرت ﷺ نے آج سے چودہ سو سال پیشتر یہ عظیم الشان پیش گوئی فرمائی تھی کہ

لوکا ن ا لا یمان معلقا با لثر یا لنا له رجل من ابناء فا رس .

(مشکوۃ) کہ اگر اس زمانہ (مسیح موعود) میں ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو وہ فارسی الاصل انسان اسے دوبارہ دنیا میں لاکر رائج کرے گا۔

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے الہامات میں بھی اللہ تعالی نے متعدد بار آپ کے اس عظیم الشان کام کا ذکر فرمایا ہے چنانچہ آتا ہے کہ

یقیم الشر یعة و یحی الدین و لو کا ن ا لا یمان معلقا بالثر یا لنا له (تذکرہ۔ص۳۵۱) ترجمہ: یعنی آپ شریعت کو قائم کریں گے اور دین اسلام کو زندہ کریں گے اور اگر ایمان ثریا پر بھی چلا گیا ہوگا تو اسے واپس لائیں گے۔ (الفضل ۱۶۔اپریل ۱۹۳۸ء ص ۵)

اسی حدیث کو پیش کرتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب اور آپ کے اتباع سابقہ تصریحات کو بھول جاتے ہیں جن کی تفصیل یہ ہے کہ:

حضرت شیخ ابن عربی نے لکھا ہے:

آ خر مو لود من هذ النوع ا لا نسا نی .. یکو ن مو لده بالصین و لغته لغت بلده الی آخرہ۔

یعنی آخری انسان چین میں پیدا ہوگا اور اس کی بولی اس کے شہر کی بولی ہوگی اور اس کے ساتھ اس کی بہن پیدا ہوگی۔

مرزا غلام احمد صاحب نے شیخ موصوف کی اس پیش گوئی کو اپنے حق میں لکھا

ہے۔ہم ناظرین کو ان بھول بھلیوں میں لے جانا نہیں چاہتے جو مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو اپنی ذات پر چسپاں کرکے اپنے اتباع کو اس میں پھنسایا ہے۔اس سے ہمیں یہاں کوئی مطلب نہیں بلکہ یہ بتانا منظور ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے آپ کو چینی الاصل مغل کہتے تھے (ملاحظہ ہو تریاق القلوب طبع اول۔ص ۱۷۸)

اس کے بعد میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے بھی تحفہ شاہزادہ ویلز میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چینی مغل لکھا ہے۔

ان تصریحات کے ہوتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اپنے آپ کو فارسی الاصل کہہ کر حدیث مذکور کا مصداق قرار دینا دو باتوں کو جمع کرنا ہے جو کسی طرح جائز نہیں الا شیخ عطار کے قول میں جو نفس امارہ کے حق میں فرما گئے ہیں

چوں شتر مرغ شناس ایں نفس را
نے کشد بار و پر و بر ہوا
چوں پر گوئیش گوئد اشترم
ور نہی بار ش بگوئد طائرم

جب شیخ ابن عربی کے کلام سے فائدہ اٹھانے کی ضرورت ہوئی تو چینی مغل بن گئے جب حدیث مذکور کو لینے کا شوق ہوا تو فارسی بن گئے۔بالکل سچ ہے:

معشوق ما بمذہب ہر کس برابر است
با ما شراب خورد و با زاہد نماز کرد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۲۸ صفر ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۶ ص ۴۔۵)

ان دو میں تیسرے ہم ہوں گے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے خود، یا ان کی اجازت سے کسی اور شخص نے جن کا نام عبد المجید خان کپورتھلہ لکھا ہے، مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کو مقابلے میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا ہے اور غیرت دلائی ہے کہ:

مولوی محمد علی صاحب کو تو کئی سال سے چیلنج دیا جا رہا ہے ان کو ہرگز ہرگز اس بات کا حوصلہ نہیں پڑتا اور نہ ہی پڑ سکتا ہے کہ وہ اس چیلنج کو قبول کر کے مخلوق خدا پر سچائی کا اظہار ہونے دیں۔(الفضل ۲۰۔اپریل ۱۹۳۸ء ص ۵)۔

ہماری رائے میں مولوی محمد علی صاحب کو یہ چیلنج قبول کر لینا چاہیے۔جس جگہ دونوں صاحب بہ ادعائی تفسیر لکھنے بیٹھیں ان کی منظوری سے ہم بھی وہاں پہنچ جائیں گے۔ہماری طرف سے کوئی شرط مشکل یا ناقابل قبول نہ ہوگی،صرف یہی شرط ہوگی کہ سادہ قرآن،آزاد قلم اور کاغذ ساتھ ہوگا۔دگر ہیچ۔

ہاں ہم یہ عرض کر دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ اگر ہماری شرکت فریقین یا احد الفریقین کو ناگوار ہو،تو ہم بھی اپنی شرکت پر زور نہیں دیتے بلکہ درخواست کرتے ہیں کہ آپ لوگ اپنے علمی جوہر دکھائیں تاکہ پبلک آپ کے باطنی علوم سے مستفید ہو سکے لیکن ہماری رائے جسے ہم بصورت پیش گوئی ظاہر کئے دیتے ہیں یہی ہے کہ مقابلہ نہیں ہوگا کیوں نہیں ہوگا؟ اس کی وجوہات مخفی ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۷ ص ۶)

آسمانی نکاح اور قادیان میں اضطراب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آسمانی نکاح والی پیش گوئی کیا کی کہ اپنے اتباع کو ایک جھنجھٹ میں ڈال دیا۔اس کے متعلق اگر ان کے سارے اقوال نقل کئے جائیں تو ٹھیک آیت انکم لفی قول مختلف کے مصداق بنتے ہیں۔مگر آج جس پہلو پر ہماری گفتگو ہو رہی ہے وہ پیش گوئی کا مرکزی نقطہ ہے۔قادیانی اخبار الفضل بہت دور کی کوڑی لایا ہے کہ اس پیش گوئی میں مرکز نکاح نہیں تھا بلکہ ان لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلانا مقصود تھا۔

اسکا جواب ہم اہل حدیث یکم اپریل میں مفصل دے چکے ہیں جس میں ہم نے کئی ایک حوالے نقل کئے تھے۔مگر الفضل نے خاموشی اختیار نہیں کی کیونکہ ۸ ۔اپریل ۱۹۳۸ء کے پرچے میں پھر ایک مضمون شائع ہوا ہے گو وہ ہمارے مضمون کے جواب میں ہے لیکن تصرف قدرت سے وہی مضمون ہماری تائید کرتا ہے کیونکہ اس میں مرکزی نقطے کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ :

مرکزی نقطہ سے مراد وہ محور ہوتا ہے جس کے گرد کوئی چیز چکر لگا رہی ہو۔

ہمیں یہ تعریف منظور ہے۔اب ہم دکھاتے ہیں کہ مضامین میں ان معنی کے لحاظ سے محور کیا ہوتا ہے ۔کسی مضمون کا محور وہ ہوتا ہے جو اصل مقصود ہو۔یعنی مضمون کے اجزاء اور شروط کے بیان میں اصل محل نظر وہی ہو۔مثلاً نماز میں مرکزی نقطہ رجوع الی اللہ ہے۔رکوع،سجود،قیام،قعدہ وغیرہ بعض دفعہ ساقط ہو جاتے ہیں مگر اس حالت میں اگر رجوع پایا جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔جیسے بیمار یا عاجز وغیرہ کی نماز میں۔پس رجوع الی اللہ کسی صورت میں ساقط نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہی مرکزی نقطہ ہے۔پس مذکورہ تعریف کو ہم (فریقین) صحیح تسلیم کر کے آسمانی نکاح کا مرکزی نقطہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں :

خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی ہے ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔(تبلیغ رسالت ۔ج ا۔ص ۱۱۶)

قادیانی ممبرو!حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے کلمات کہاں تک چھپاؤ گے۔مگر یاد رکھو کہ تمہارے چھپانے سے وہ چھپنے سے رہے۔وہ تو ان کا الہی کلام ہے اسی لئے ہم اس کو ظاہر کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۷ ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان کا ایک عجیب فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ تو قادیانیوں کا فتویٰ ہے جس پر مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے بھی دستخط ہیں کہ مرزائی لڑکی کا نکاح کسی غیر مرزائی (مسلمان) سے نہ کیا جائے۔ یہ فیصلہ تو قطعی ہے مگر اس دفعہ مجلس شوریٰ قادیان میں یہ مسئلہ پیش ہوا کہ غیر مرزائی (مسلمان) لڑکی مرزائی ناکح اپنے نکاح میں لا سکتا ہے یا نہیں۔ چنانچہ اس بارے میں مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں:

> غیر احمدی لڑکیوں سے شادی نہ کرنے کی پابندی کے متعلق امور عامہ کی یہ تجویز کہ اس پابندی کو اڑا دیا جائے یا جاری رکھا جائے جب پیش ہوئی تو دونوں طرف سے پر جوش تقریریں کی گئیں۔ اور رائے لینے پر کثرت رائے پابندی جاری رکھنے کے حق میں نکلی۔ اس پر حضور نے فیصلہ تو کثرت رائے کے حق میں فرمایا مگر ساتھ ہی ہدایت فرمائی کہ جہاں شادی میں فوائد مدنظر ہوں وہاں اجازت دینے میں بخل سے کام نہ لیا جائے۔
>
> (الفضل قادیان ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۸ء ص ۲)

ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ یہ بندش جو کثرت رائے سے قائم رکھی گئی ہے دینی حکم ہے یا پنچائتی؟

اگر دینی ہے تو درصورت فوائد اجازت کیسی؟ اگر پنچائتی ہے تو دینی نہ رہی۔ پھر اس کو دینی حکم بتانا کیا معنی رکھتا ہے؟

افتو نی فی رؤیا ی ان کنتم للرءیا تعبرو ن (یوسف:۴۳)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۷ ص ۷)

کیا احمدیہ جماعت سے حکومتیں بھی ڈرتی ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شاعرانہ طریق کلام یہ ہے کہ تشبیہ کے طور پر اگر محبوب کو کسی چیز سے موصوف کریں تو صفت کے لوازم بھی ضرور بتایا کرتے ہیں۔ یہ ایک عام انداز گفتگو ہے۔ مثلاً محبوب کو اگر سورج سے تشبیہ دی ہے، تو سورج کے لوازم بھی ثابت کئے جائیں گے۔ چنانچہ ایک اردو شاعر نے اپنے محبوب کو سورج سے تشبیہ دے کر کیا خوب کہا ہے

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

قادیانی علم کلام کا بھی بہت سا حصہ تشبیہات پر مبنی ہے۔ چنانچہ یہ عبارت بھی شاعرانہ تخیل سے بیان کی گئی ہے جو خلیفہ قادیانی کے خطبے میں درج ہے کہ

جماعت (احمدیہ) اب ایک ایسے مقام پر پہنچ گئی ہے کہ بعض حکومتیں بھی اسے ڈر یا اہمیت کی نگاہ سے دیکھنے لگی ہیں۔ (الفضل ۲۰۔اپریل ۱۹۳۸ء ص ۲)

ناظرین کرام! اسے غلط نہ سمجھیں کیونکہ یہ ایک تشبیہ ہے جو مبالغے کی وجہ سے استعارے تک پہنچ گئی ہے۔ جیسے شیخ سعدی نے استعارے کے رنگ میں ایک شعر کہا ہے جو حقیقت کے لحاظ سے تو غلط ہے مگر استعارے کے رنگ میں صحیح ہے۔ چنانچہ وہ شعر یوں ہے

عجب و زنخداں آں دل فریب
کہ ہرگز نہ بودہ است بر سرو سیب

اس شعر میں محبوب کو سرو سے تشبیہ دے کر کمال کو پہنچا دیا پھر اس کی ٹھوڑی کو سیب قرار دیکر تعجب کا اظہار کیا ہے کہ سرو پر سیب کیسے لگ گیا۔

قادیان کے رسالہ ریویو میں ایک نوٹ نکلا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

پیش گوئی: زار روس کا عصا آپ (مرزا قادیانی) کے ہاتھ میں دیا جائے گا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روس کے ملک میں احمدیت کثرت سے پھیل جائے گی حتی کہ وہ حکومت ہی احمدی ہوجائے گی (ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۱۷ء)

اس بیان میں احمدی جماعت کو روسیوں کے ساتھ تشبیہ دی گئی بلکہ استعارہ کیا گیا ہے (ورنہ حقیقت تو یہ نہیں ہے) تشبیہ کس امر میں ہے؟ اس کا جواب علم معانی کے قاعدے میں ملتا ہے: کہ مشبہ بہ کے مشہور وصف میں تشبیہ ہوتی ہے

روسیوں کا مشہور وصف سب جانتے ہیں کہ لا مذہبیت ہے۔ پس اگر یہی وجہ شبہ ہے تو ہمیں بھی اس سے انکار نہیں۔ اگر اس کے سوا کچھ اور ہے تو قادیانی اخبارات بتائیں۔ چونکہ یہاں تشبیہ دی گئی ہے اس لئے یہ ضروری ہے کہ جس طرح روسیوں سے بعض حکومتیں ڈرتی ہیں اسی طرح احمدیوں سے بھی ڈرتی ہوں۔ اس لئے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کا مذکورہ بیان شاعرانہ تخیل کے لحاظ سے بالکل صحیح ہے۔

قادیانی ممبرو! دیکھی ہماری ہمدردی کہ تمہارے اس قسم کے دعاوی کا ذبہ کو بھی ہم علمی قواعد سے صحیح ثابت کر دکھاتے ہیں۔ اب بھی ہمارا یہ شعر صحیح سمجھو گے یا نہیں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۸ ص ۴)

جرمن ترجمہ قرآن

بخدمت شریف جناب اڈیٹر صاحب اخبار اہل حدیث

السلام علیکم۔ براہ مہربانی مندرجہ ذیل چند سطور اپنے گراں بہا اخبار میں شائع کر کے مجھے مرہون منت فرمائیے گا۔

میں نے ۱۹۳۲ء سے ۱۹۳۴ء تک احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کی خواہش پر قرآن مجید کا ترجمہ جرمن زبان میں کیا تھا۔ اب وہ ترجمہ انجمن کی طرف سے جرمن میں شائع ہورہا ہے۔ اور اس کے صفحہ اول کا عکس میری نظر سے لائٹ میں

گذرا ہے۔ مجھے یہ دیکھ کر نہایت تعجب ہوا کہ اس میں مترجم کا نام مولوی صدر الدین ہے۔ مولوی صاحب مذکور انجمن کے جنرل سکرٹری ہیں اور اس ترجمے کو چھپوانے کے لئے وہی برلین گئے ہوئے ہیں۔ یہ ترجمہ شروع سے لے کر آخر تک میرا کیا ہوا ہے اور مولوی صاحب موصوف کا اس میں ایک لفظ بھی نہیں۔

جب میں لاہور میں یہ ترجمہ کر رہا تھا تو اسی زمانے میں بیرن عمرا یرنفلر وہاں آئے ہوئے تھے اور انہوں نے تمام اراکین انجمن کے سامنے میرے ترجمہ کی صحت کی تعریف کی تھی۔ جب مولوی صدر الدین جرمنی گئے تو انہوں نے پہلے انجمن کو اس مضمون کے خطوط لکھے کہ وہ ترجمہ کی اصلاح کرا رہے ہیں۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود الحمد کی پہلی آیت کا ترجمہ بلحاظ جرمن کے غلط ہے۔ لائٹ میں محض صفحہ اول کا عکس چھپا ہے معلوم نہیں کہ باقی صفحوں میں اور کتنی غلطیاں ہوں گی۔ جب مجھے اس بات کا علم ہوا تو میں نے احمد یہ انجمن اشاعت اسلام کے صدر مولوی محمد علی صاحب کی خدمت میں احتجاج کیا اور خط رجسٹری شدہ بھیجا۔ اس واقع کو تین ماہ سے زیادہ ہو گئے ہیں لیکن مولوی محمد علی صاحب نے اس خط کا جواب تک دینا گوارا نہیں کیا۔ لہذا میری خواہش ہے کہ آپ کے اخبار کے ذریعہ سے کم از کم اس کے قارئین کو اصل واقعہ سے واقفیت ہو جائے امید ہے کہ آپ میری اس درخواست کو رد نہیں کریں گے۔

والسلام آپ کا خادم۔ ڈاکٹر منصور احمد مسلم یونیورسٹی علی گڈھ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۸ ص ۴)

شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی الوہیت تھے یا رسالت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانیوں، بہائیوں اور اہل حدیث میں یہ مسئلہ عرصے سے زیر بحث چلا آ رہا ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کا دعوی کیا تھا۔ قادیانی چونکہ اس بات کے دعویدار ہیں کہ رسالت کا ذبہ کا مدعی تئیس (۲۳) سال تک زندہ نہیں رہ سکتا اس لئے ان کے اس

دعوی کے معارضے میں شیخ بہاء اللہ کا دعوی نبوت پیش کر کے کہا جاتا ہے کہ وہ دعوی نبوت کے بعد چالیس سال تک زندہ رہے تھے۔اس کے جواب میں قادیانیوں نے یہ بات نکالی کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی رسالت نہ تھے، بلکہ مدعی الوہیت تھے۔

اس کے خلاف ہماری رائے شروع سے یہی ہے کہ شیخ بہاء اللہ موصوف مدعی رسالت تھے۔مگر بہائی رسالہ جو پہلے کوکب ہند کے نام سے موسوم تھا ہماری رائے کی تحقیر کرتے ہوئے اس کو ٹھکراتا رہا۔چنانچہ اس کی اصل عبارت اخبار اہل حدیث ۱۸۔اپریل ۱۹۳۸ء میں نقل ہو چکی ہے۔آج ہم تازہ رسالہ بہائی میگزین سے کچھ عبارت دکھاتے ہیں جو خدائی تائید کا اعلی نمونہ ہے۔چنانچہ بہائی میگزین مئی کے شمارے میں ایک سرخی بدیں الفاظ قائم کی گئی ہے

طلوع بہاء اللہ : پیغمبر وقت

اس کے نیچے لکھا ہے:

جب حضرت بہاء اللہ نے پیغمبری کا دعوی ظاہر کیا ،تو اسوقت لوگوں نے پھولوں کے بدلے پتھروں سے آپ کا استقبال کیا۔

ناظرین کرام! ہمارے دعوی کے ثابت شدہ اور مبرھن ہونے میں اب بھی کسی کو شک وشبہ کی گنجائش ہے؟

کیا معزز ایڈیٹر صاحب بہائی میگزین کھلے لفظوں میں ہمارے دعوی کی تصدیق کریں گے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۹ ص ۳)

مرزا قادیانی کا احیائے اسلام

شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کی نبوت، قادیان کا حج، اور قادیان کا اسلام، یہ سب چیزیں بروزی یعنی عکسی ہیں۔ قادیانی پریس اپنے نبی کی فضیلت جو کچھ ظاہر کرتا ہے اس کی حقیقت شیخ چلی کی برات سے زیادہ نہیں۔ آج ہم جس مضمون کو سامنے رکھ کر یہ نوٹ لکھ رہے ہیں وہ اخبار الفضل ۸ مئی میں شائع ہوا ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب کی بعثت اور ضرورت کو اس طریق سے ثابت کیا ہے کہ اس زمانے کے مخالفین اسلام (آریوں اور عیسائیوں وغیرہ) کے حملوں کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ اسلام پر چاروں طرف سے حملے ہو رہے تھے پھر اس زمانے کی ضلالت و گمراہی کا ذکر ان لفظوں میں کیا ہے

> اسلام کے بڑے بڑے حامیوں اور خیرخواہوں کی اپنی حالت (اسی طرح مرقوم ہے۔ثناءاللہ) ایسے لوگوں نے معاندین اسلام سے بھی بڑھ کر اسلام کو نقصان پہنچایا کیونکہ انہوں نے دوست بن کر دشمنی کی، اور مسلمان کہلا کر اسلام کو غلط رنگ میں پیش کیا۔ ان حالات میں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کسی ایسے شخص کی ضرورت نہیں تھی کو اسلام کو ایسے نادان دوستوں سے بچاتا، جو خدا تعالی کی طرف سے مامور ہو کر اسلام کو پھر زندہ کرتا، اور اس کے منور چہرہ پر اس کے کمزور اور نادان حامیوں کی دوں ہمتی اور مداہنت کے باعث گرد و غبار کی جو تہیں جم چکی تھیں ان کو وحی کے مصفی پانی سے دھو ڈالتا، اور اپنے مسیحی نفس سے مردوں میں از سر نو زندگی کی روح پھونکتا۔(الفضل ۸ مئی ۱۹۳۸ء ص۴)

اس دعوی پر ہم دو طرح سے نظر کرتے ہیں۔ اول اس طرح سے کہ یہ ساری تحریر مع تمہید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف ہے جس کی

تفصیل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے دنیا کی ابتداء سے اپنی پیدائش تک کل چھ ہزار سال کا عرصہ تسلیم کیا ہے اور ساتواں ہزار اپنی بعثت کا قرار دیا ہے۔ اس کے متعلق ہم اپنے لفظوں میں کچھ نہیں کہتے بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے الفاظ پیش کئے دیتے ہیں۔ ناظرین غور کریں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے بیان میں سچے ہیں یا ان کی امت۔ آپ فرماتے ہیں:

میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا ہے کہ وہ ہزار ششم ضلالت (گمراہی) کا ہزار ہے۔ اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرتﷺ نے فیج اعوج (سخت گمراہ) رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۷)

اب ہمیں دیکھنا یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ہزار ششم کے کون سے سال میں پیدا ہوئے۔ خود مرزا صاحب قادیانی تحفہ گولڑویہ میں اپنی پیدائش ہزار ششم سے گیارہ سال باقی رہتے ہوئے بتاتے ہیں۔ ساتویں ہزار سے پچیس تیس سال لے کر مرزا صاحب علمی بلوغ کو پہنچے۔ وہ وقت بقول مرزا صاحب ہدایت کا تھا۔ پھر اخبار الفضل کا اس کو گمراہی کا زمانہ کہنا مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب نہیں تو اور کیا ہے؟

ہم نے بارہا کہا ہے اور اب بھی ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ ہم ساری جماعت مرزائیہ سے اقوال مرزا قادیانی کے زیادہ حافظ ہیں جس کا ثبوت ہم اپنی تحریروں میں کئی دفعہ دے چکے ہیں اور آئندہ بھی دیں گے۔ انشاء اللہ۔ اسی لئے ہم نے ان لوگوں کو بارہا مشورہ دیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق مضمون لکھ کر ہمیں دکھالیا کریں لیکن جن لوگوں کے حق میں و لا کن لا تحبّو ن النّا صحین وارد ہوا ہے وہ کسی ناصح کی نصیحت کیسے مان سکتے ہیں۔

دوسری طرح سے سے نظر اس مضمون پر یوں ہے کہ الفضل نے مرزا غلام احمد صاحب کی آمد سے پیشتر مسلمانوں میں جن خرابیوں اور اسلام پر جن حملوں کا ذکر کیا ہے اور جن کو بعثت مرزا کے اسباب قرار دیا ہے کیا مرزا صاحب قادیانی کے آنے کے بعد وہ خرابیاں زائل ہو گئیں اور وہ حملے ختم ہو گئے؟

کیا عیسائیوں کی طرف سے مخالف اسلام تصنیفات بند ہوگئیں۔
کیا ڈپٹی آتھم نے مرزا صاحب کے ساتھ ۱۵ دن تک مناظرہ نہیں کیا۔
اور کیا مناظرہ کے بعد اس نے اسلامی توحید کو مجنونانہ توحید نہیں کہا۔
کیا عماد الدین اور اکبر مسیح کی تصنیفات (خلاف اسلام) شائع نہیں ہوئیں
کیا پادری عبدالحق (مسلم زادہ) نے علاوہ تردید اسلام کے قادیان میں جا کر مناظرہ کرنے کے لئے نہیں للکارا؟
کیا پادری سلطان محمد خان نے اسلام کے خلاف کتابیں نہیں لکھیں۔
کیا آریوں کی طرف سے اسلام کے خلاف تہذیب الاسلام، ترک اسلام، رنگیلا رسول، کتاب اللہ وید ہے یا قرآن، وغیرہ کتب شائع نہیں ہوئیں؟

اس کے علاوہ کیا یہ امر واقعی نہیں ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانے میں مرزا غلام احمد صاحب نے سارے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد پانچ لاکھ لکھی تھی جو گذشتہ مردم شماری کی رو سے باسٹھ لاکھ ستانوے ہزار تک پہنچ گئی ہے۔

کیا یہ سب کچھ مرزا صاحب کے نفس مسیحائی کا اثر ہے؟ سچ ہے

نوش دارو نے کیا اثر سم پیدا

ناظرین! مورخ ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھتے ہیں کہ جس زمانے کی تاریخ لکھتے ہیں اس سے سابق اور لاحق زمانوں کے بادشاہیوں کی ترقی وتنزل کا مقابلہ کر کے دکھاتے ہیں۔ اور یہ اصول علم تاریخ میں بڑا صحیح اور قابل اقتداء ہے۔ اس سنہرے اصول کے ماتحت ہم مرزا صاحب قادیانی کی بعثت کے پہلے زمانے کا مقابلہ پچھلے زمانے سے کرتے ہیں تو ہمیں ہر طرف سے مسلم قوم کا زوال اور تنزل نظر آتا ہے۔

مسلمانوں کی پولیٹکل حیثیت تو دنیا میں بہت کمزور ہوگئی، مالی حیثیت میں بھی نیچے گر گئے۔ مذہبی حیثیت کا تو ذکر ہی چھوڑ یئے۔ کلمہ توحید کے صحیح معنوں پر اعتقاد تو بجائے خود رہا، صحیح طور کلمہ پڑھنا بھی نہیں آتا۔ شرک و کفر رسوم و بدعات کی کوئی انتہاء نہیں۔ جیل خانے شراب خانے مسلمانوں سے اٹے پڑے ہیں۔ بت پرستی، وہم پرستی حتی کہ تعزیہ پرستی بھی روز بروز ترقی پر ہے۔ بایں ہمہ کہا جاتا ہے کہ مسیح موعود آئے اور اصلاح کر کے چلے گئے۔

ایسی ہیں جیسے خواب کی باتیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۹ ص ۳)

مرزا قادیانی کی کامیابی خواب میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے ہمارا یہ دعوی ہے جس کو ہم ببانگ دہل پکار پکار کہتے چلے آئے ہیں آج بھی ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے مقصد میں بری طرح فیل ہو کر گئے ہیں۔ اس کی وجہ آج ہم یہ نہیں بتاتے کہ وہ ہمارے سامنے مر گئے بلکہ اس کے سوا کچھ اور بتائیں گے جو قابل شنید ہے۔ ہمارے جواب میں قادیانی پریس یہ کہہ کر جی خوش کر لیتا ہے کہ

> مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری احمدیت کے دیرینہ معاند ہیں جنہیں اللہ تعالی نے قدم قدم پر ان کی مخالفانہ سرگرمیوں میں ہمیشہ ناکام و نامراد رکھا
>
> (الفضل ۱۰ مئی ۱۹۳۸ء)

اچھا دلفریب جملہ ہے۔ کامیاب مخالفوں کو ناکام کہنا، دل فریبی کا اچھا سامان ہے۔ خیر ہم اس بحث میں اس وقت نہیں جاتے بلکہ اصل مضمون پر توجہ کرتے ہیں جو اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل سے تعلق رکھتا ہے۔

اہل حدیث ۱۵۔ اپریل میں ہم نے سوامی دیانند اور مرزا صاحب قادیانی کی ناکامی کا ذکر کیا ہے۔ اس کا جواب اخبار الفضل ۱۰ مئی میں یوں دیا گیا ہے کہ،

> مرزا صاحب نے اپنے لئے جس غلبہ کاملہ کا ذکر کیا ہے اس کی مدت تین سو سال ہے۔،

بہت خوب! پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ مبارکہ تو سنئے پھر سوال پر غور کیجئے گا۔ آپ فرماتے ہیں:

> میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ عیسی پرستی

کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت وشان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔

(اخبار بدر۔قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

اے ممبران قادیانیہ ولاہوریہ! انصاف اورفہم سے ہمارا سوال سنئے اور عقل وتدبر سے جواب دیجئے کہ تثلیث پر توحید کو غالب کرنا اور رسالت محمدیہ کی عظمت اور شان ساری دنیا پر ثابت کر دینا یہ نشان صداقت ہے مرزا صاحب قادیانی کا، جو بقول آپ لوگوں کے تین سو سال میں پورا ہوگا۔تو کیا اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ تین سو سال تک مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی صداقت ملتوی۔

مثال: کسی دیوانی مقدمہ میں مدعی اپنے گواہوں کی فہرست عدالت میں داخل کرے۔حاکم اس فہرست کے مطابق تین چار روز تواریخ برائے شہادت مقرر کر دے۔ جب تک شہادت پوری نہ ہو جائے مدعی کے دعوی کو ثابت نہیں کہہ سکتے۔ٹھیک اسی طرح جب تک مرزا غلام احمد صاحب کا یہ مرقومہ نشان ثابت نہ ہو جس کے لئے تین سو سال کی مدت ہے موصوف کی صداقت ثابت نہیں ہوسکتی۔

اب سوال ہمارا یہ ہے کہ آپ لوگوں نے مرزا غلام احمد صاحب کو پہلی صدی ہی میں کیوں مان لیا۔تین سو سال گذرنے دیجئے پھر دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

ناظرین قادیانیوں کی چالبازیوں میں ایک چالبازی یہ بھی ہے کہ تین سو سال کی شرط لگاتے ہیں جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ موجودہ نسل تین سو سال تک خاموش رہے تین سو سال جب گذر جائیں گے اس وقت کا حال خدا کو معلوم کیا ہو۔

ہندوستان بلکہ کل دنیا کی رو جو لامذہبیت اور بے دینیت کی طرف جارہی ہے اور احادیث نبویہ بھی اس کی طرف اشارہ کررہی ہیں کہ ایک وقت آئے گا اللہ اللہ کہنے والا بھی کوئی نہ ہوگا، اس وقت کون پوچھے گا مرزا صاحب کون تھے اوران کا دعوی کیا تھا۔ چونکہ ہم قادیانیوں کے دلی خیر خواہ ہیں اس لئے ان کو سیدھی راہ بتاتے ہیں کہ تین سو سال گزرنے پر مرزا صاحب قادیانی کی حقیقت جو کھلے گی اس وقت کے لوگ مناسب برتاؤ کرلیں گے،آپ لوگ ابھی سے کیوں اس بلا میں پھنستے ہیں۔

اخیر میں ایک حوالہ فیصلہ کن بقول مرزا غلام احمد صاحب ہم پیش کر کے فیصلہ ناظرین پر چھوڑتے ہیں آپ فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائدار گھر سے گذر جائیں ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو (تبلیغ رسالت جلد اول۔ص۱۰)

ناظرین کرام واقعات صحیحہ کو سامنے رکھ کر ان کی تائید میں خلیفہ قادیان میاں محمود احمد کا قول: مرزا صاحب کے مقاصد میں سے اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔ (اخبار الفضل قادیان ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۷ء)

ملحوظ رکھ کر فیصلہ دیجئے کہ بقول مرزا صاحب قادیانی ان کا آخری سفر، سفر حسرت ہوا یا نہیں؟ کیا اس پر یہ شعر موزوں نہیں ہے

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۰ ص ۴)

احمدیوں کو ضروری کام پر توجہ کرنی چاہیے

جناب منشی محمد عبداللہ ثالث معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آپ دونوں صنفیں (قادیانی اور لاہوری) اپنے مسائل اختلافیہ پر جی کھول کر لکھتے رہتے ہیں لیکن مشترک مخالف کی طرف کبھی توجہ نہیں کرتے جس کے حملے روزانہ احمدی قلعہ کو نقصان پہنچا رہے ہیں۔ کیا یہ بات قرین دانش نہیں ہے کہ اپنے اختلافات سے الگ ہو کر آپ اس مخالف کے سامنے آئیں جس سے بہت تکلیف پا کر مرزا صاحب بھی خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہے کہ یا اللہ اس کے حملے سے مجھے بچا۔ اس دعا کو انہوں نے آخری فیصلہ کی صورت میں پبلک کے سامنے یوں پیش کیا کہ ہم (مرزا و ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ یہ ہے ایک ضروری امر جو احمدیت اور محمدیت

کے درمیان حد فاصل ہے ۲۶ مئی کو یادگار مرزا کے لئے تجویزیں کی جارہی ہیں کیا یہ تجویز معقول نہیں ہے کہ قلعہ احمدیہ سے دشمن کی گولہ باری روکنے کی کوئی صورت کی جائے ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارا شیعہ کے ساتھ کتنا ہی اختلاف ہولیکن جہاں مسئلہ نبوت محمدیہ پر بحث ہوگی ہم اور شیعہ اپنے اندرونی جھگڑے کو چھوڑ دیں گے۔کیا وجہ ہے کہ احمدیہ جماعت بہر دوصنف ہمارے اس معقول مطالبہ پر توجہ نہیں کرتی جس کی صورت یہ ہے کہ دونوں فریق مل کر مرزا صاحب کے اصلی مخاطب (مولانا ثناءاللہ صاحب) کے ساتھ آخری فیصلہ کے اعلان پر فیصلہ کن مباحثہ کریں تاکہ آئندہ کو یہ نزاع ختم ہو جائے اور ہر دوصنف بلکہ ہر سہ فریق مل کر توحید وسنت کی تبلیغ کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۰ ص ۴)

مسیح موعود اور تقسیم مال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود جب آئیں گے تو مال تقسیم کریں گے لوگ بوجہ تمول اور مالداری کے اسے قبول نہیں کریں گے حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

یفیض المال حتی لا یقبلہ احدا

مرزا غلام احمد قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اس حدیث کے ماتحت ان پر اعتراض ہوا کہ آپ اپنے مریدوں سے چندہ مانگتے ہیں۔آپ کا اعلان ہے کہ جو تین مہینے چندہ نہ دے گا وہ جماعت سے خارج کر دیا جائے گا۔حالانکہ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود خود مال تقسیم کرے گا۔یہ کیسی گنگا ہے جو الٹی بہہ رہی ہے۔

اس کا جواب اخبار الفضل ۱۵ مئی سنہ رواں میں نکلا ہے وہ قابل دید وشنید ہے۔اس سب کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے مخالفوں کو انعامی دعوتیں دیں لیکن کوئی مقابلے پر نہیں آیا۔نہ کسی نے انعام حاصل کیا۔یہی معنی حدیث کے ہیں جو مسیح موعود کے حق میں آئی ہے کہ وہ مال تقسیم کرے گا اور کوئی قبول

نہیں کرے گا۔

جواب: لاریب چونکہ انعامی مخالفین میں ہمارا نام بھی درج ہے بلکہ سب سے بڑھ کر ہے کیونکہ ہمارے لئے انعامی رقم ایک لاکھ پندرہ ہزار تھی جس کا ذکر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب اعجاز احمدی میں ملتا ہے اس انعام کی تفصیل مرزا صاحب نے یہ کی تھی کہ

میری پیش گوئیاں ڈیڑھ سو ہیں تم (ثناء اللہ) قادیان میں آ کر ان کو جھوٹا ثابت کر دو، تو فی پیش گوئی ایک ایک سو روپیہ میں تم کو دوں گا۔ اور ایک لاکھ میرے مرید ہیں، ان سے بھی ایک ایک روپیہ لے کر تمہیں دے دوں گا۔ یہ جملہ رقم ایک لاکھ پندرہ ہزار تمہاری نذر ہوگی۔

اتنی بڑی انعامی رقم سن کر ہمارے منہ سے بھی رال ٹپکنی ضروری تھی۔ چنانچہ ہم پورا انتظام کر کے بتاریخ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء قادیان مع اپنے خدم وحشم کے جا پہنچے۔ ہمارے پہنچنے کی اطلاع مرزا غلام احمد صاحب کو اپنے مخبروں سے مل گئی۔ چنانچہ ایک مخبر نے کہا: ثناء اللہ آ گیا ہے۔، تو آپ نے کمال بے نیازی سے فرمایا کہ:

ہمیں کیا، ہزاروں راہرو آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

(اخبار البدر ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)

یہ سن کر ہمیں ایک رباعی یاد آ گئی جو کسی مقتول معشوق نے اپنے بے نیاز محبوب کے حق میں کہی ہے

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل
لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے
کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

یہی حال مرزا غلام احمد صاحب کی بے نیازی کا ہے۔ انعامی دعوت دیتے ہیں اور اس دعوت کو ان لفظوں سے پختہ بھی کرتے ہیں:

تم قادیان میں نہیں آ ؤ گے۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۳۷)

لیکن جب میں وہاں والہانہ پہنچ جاتا ہوں، تو فرماتے ہیں کہ ہمیں کیا!

آخر میں حرف مطلب کا خط لکھتا ہوں کہ حسب وعدہ خود مجھے تردید تکذیب کا موقع دیجئے۔تو اس کے جواب میں بڑے غصے سے بھرا ہوا مکتوب پہنچتا ہے کہ ہمیں اپنے مشاغل سے فرصت نہیں ہے، تاہم تین گھنٹے تمہاری خاطر ہم دے سکتے ہیں جسکی صورت یہ ہوگی کہ ہم ایک گھنٹہ تقریر کریں گے۔ اس کے بعد تم سے پوچھیں گے کہ تمہاری تسلی ہوئی یا نہیں۔ تمہیں اس کے جواب میں ایک دوسطریں لکھ کر دینی ہوں گی، مگر زبان سے نہیں بولنا ہوگا۔تمہارے منہ میں لگام دی جائے گی (قادیانی اخلاق فاضلہ کا نمونہ) اورصم بکم (صم ہوکر سننا قادیانی معجزہ ہے۔) ہوکر تمہیں سننا ہوگا۔ اسی طرح ہم تین گھنٹے وقت دیں گے۔تم لعنتی ہو اور لعنت لے کر جاؤ گے۔ وغیرہ

اعیان قادیان سے ایک سوال:

مرزا غلام احمد صاحب نے جو لکھا تھا کہ ڈیڑھ سو پیش گوئی اگر تم جھوٹی ثابت کرو گے تو میں اپنے ایک لاکھ مریدوں سے ایک ایک روپیہ تم کو لے دوں گا، قادیانی اور لاہوری ممبرو! کیا تم لوگ ڈیڑھ سو پیش گوئی جھوٹی ثابت ہونے کے باوجود بھی مرزا صاحب قادیانی کے مرید بنے رہتے اور مریدی کی حیثیت سے ایک ایک روپیہ چندہ دے دیتے تب تو تمہارے حق میں یہ شعر خوب صادق آتا

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۳۸ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۱ ص ۳۔۴)

کیا مرزا ،توہین رسول کرنیوالا تھا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار فاروق قادیان مورخہ ۲۱ مئی میں ایک مضمون نکلا ہے کہ علمائے اسلام جو حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر زندہ مانتے ہیں وہ رسول کریم ﷺ کی توہین کرتے ہیں اس قسم کی باتیں قادیانی اصحاب حسب تعلیم مرزا غلام احمد صاحب ہمیشہ سے

کہتے آئے ہیں۔اس کا مختصر سا جواب ہماری طرف سے وہی ہے جو براہین احمدیہ میں مرزا صاحب قادیانی نے حسب دعوی خود خدا سے الہام پا کر بلکہ مجددیت کے عہدہ پر فائز ہوکر لکھا تھا۔ چنانچہ آپ نے کتاب مذکور کے صفحہ ۴۹۹ پر حضرت مسیح کو آسمان پر زندہ مانا ہے۔ پھر کیا ایسا لکھ کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے رسول کریم ﷺ کی توہین کی ہے؟ کیا کوئی راسخ العقیدہ مرید ہمیں اس کا جواب دے سکتا ہے

مرزائی دوستو!

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جون ۱۹۳۸ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۱ ص ۴)

خلیفہ قادیان کی خدمت میں عریضہ

(ان کے مریدوں کی طرف سے کھلی درخواست)

بحضور حضرت صاحبزادہ مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی قادیان

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ!

ہم احمدیان جن کے نام درج ذیل ہیں حضور کی خدمت عالیہ میں دست بستہ عرض پرداز ہیں کہ جب سے منافقین مخرجین نے حضور کی ذات والا صفات پر طرح طرح کے اتہامات والزامات لگانے شروع کئے ہیں اسی وقت سے مقدس سلسلہ اور اس کے مقدس بانی پر دشمن سلسلہ قسم قسم کے اعتراضات کررہے ہیں۔

اور اب تو یہ حال ہوگیا ہے کہ معاندین سلسلہ احمدیت کا نام تک نہیں لینے دیتے اور اگر کسی جگہ تبلیغ کرنی شروع کریں تو جھٹ مخالفین ومخرجین کے لگائے ہوئے الزامات پیش کرے شروع کردیتے ہیں اور ہم سے پرزور مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر آپ کے خلیفہ صاحب ان عیوب سے بری ہیں تو

کیوں اپنی پوزیشن صاف نہیں کرتے جب کہ گذشتہ تمام بزرگان اپنی اپنی پوزیشن صاف کرتے چلے آئے ہیں۔ جیسا کہ حضرت یوسف قید سے باہر نہیں آئے جب تک اپنی بریت نہیں کرا لیتے۔ اور آنحضرت ﷺ اپنی پیاری بیوی حضرت عائشہ صدیقہ سے سلام کلام تک بند کر دیتے ہیں جب تک کہ اللہ تعالی کی طرف سے ان کی بریت نہیں آجاتی ...

پھر حضرت خطبہ بند کر دیتے ہیں اور آگے خطبہ نہیں دیتے جب تک کہ معترض کے سوال کا جواب نہیں دیتے۔ پھر امام بخاری اپنی ہزار دینار کی تھیلی کو سمندر میں گرا دیتے ہیں تا کہ امام صاحب کی پوزیشن پر کسی کو شبہ نہ گذرے۔ پس اگر آپ کے خلیفہ بھی سچے ہیں تو ان کو بھی اپنی بریت کرنی چاہیے۔

حضور والا! ایک طرف تو منافقین ومخرجین کا حضور کی ذات گرامی کے متعلق گندے سے گندے الزامات لگانا دوسری طرف حضور کی خاموشی۔ یہ دونوں باتیں ایسی ہیں کہ دشمن ناجائز فائدہ اٹھا رہا ہے کہ نعوذ باللہ حضور کی ذات بابرکات میں وہ تمام گندے سے گندے عیوب پائے جاتے ہیں جو منافقین حضور کی طرف منسوب کر رہے ہیں (خاکش بدہن)

اگر حضور کی صرف اپنی ذات کا سوال ہوتا پھر تو بے شک حضور اپنی پوزیشن نہ بھی صاف کرتے لیکن یہاں تو ایک قوم کی زندگی اور موت کا سوال ہے۔ حضور کی اس خاموشی سے سلسلہ عالیہ اور اس کا بانی بدنام ہو رہا ہے۔ پس ہم حضور کو خدا اور اس کے رسول اکرم ﷺ اور حضرت مسیح موعو اور سلسلہ عالیہ احمدیہ کا واسطہ دے کر عرض کرتے ہیں کہ حضور خدا کیلئے اپنی پوزیشن صاف فرما کر ہم غریب و بے کس احمدیوں کو ان مشکلات سے رہائی عطا فرمائیں۔ احمدیت اور اس کے بانی پر جو بدنما دھبہ دشمنوں کی طرف سے لگایا جا رہا ہے اس کو دور فرما کر احمدیت کے روشن چہرہ کو منور کریں تا ایک دفعہ پھر احمدیت اپنی پوری شان سے چمکے اور اصل حقیقت کھل جائے۔ اور حضور پر نور کا نورانی چہرہ بھی روشن ہو اور حضور پر گندے الزامات لگانے والے ہمیشہ کے لئے ذلیل وخوار اور تباہ و برباد ہوں۔ اور حضور پر دوبارہ کسی کو اس

قسم کے گندے الزامات کی جرأت نہ ہو سکے۔

نوٹ ۔ ہم نے یہ کھلی درخواست اس لئے بھجوائی ہے تا دوسری احمدی جماعتیں بھی وقت کی نزاکت اور سلسلہ احمدیہ اور اس کے بانی کی عزت کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت امیر المؤمنین کی خدمت میں پر زور درخواستیں بھجوائیں کہ حضور اپنی پوزیشن کو صاف فرما کر عند اللہ ماجور ہوں اور تبلیغ احمدیت میں جو روکیں پڑ گئی ہیں ان کو دور فرمائیں اور حضرت مسیح موعود کے نام کو دنیا میں روشن کریں۔

نوٹ نمبر۲۔ اس کی ایک نقل جناب خلیفہ صاحب اور اڈیٹر صاحب الفضل اور اڈیٹر صاحب فاروق قادیان و دیگر اخبارات کو بھجوائی گئیں

ہم ہیں حضور کے خدام:

چوہدری برکت علی احمدی سکرٹری جماعت احمدیہ مروڑی۔ ریاست جنید۔

۲۔ چوہدری عبدالحکیم احمدی مروڑی۔ ریاست جنید۔

۳۔ چوہدری سلیمان احمدی۔ مروڑی۔ ریاست جنید، مورخہ ۲۸ مئی ۱۹۳۸ء

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں: ہم کون ہیں جو اس امر میں دخل دیں۔ خلیفہ صاحب کے حمایتیوں نے تو ایک رٹ میں نجات سمجھ رکھی ہے کہ خلیفہ خدا بناتا ہے، پس اس پر اعتراض کی مجال نہیں۔ کوئی پوچھے کون سی چیز ہے جو بحکم خالق کل شئی خدا نے نہیں بنائی۔ پھر تو چور اور زانی کی طرف سے بھی یہی جواب ہے کہ ہم کو خدا نے بنایا ہے۔ یاللعجب (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۳۸ء ص۴،۵)

چوہدری عبدالغنی مرزائی کے ساتھ مباہلہ

ناظرین موضع نتھو پور متصل ٹانڈہ میں چوہدری عبداللہ سٹیشن ماسٹر دیرینہ مرزائی ہیں۔ ان کے بھائی چوہدری عبدالغنی صاحب مرزائی کے ساتھ احقر کی گفتگو ہوئی۔ چوہدری صاحب نے تنگ آ کر مباہلہ کی طرح ڈالی۔ احقر نے انکار کیا مگر آپ

نہ مانے بلکہ مباہلہ پر مجبور کیا۔آخر ۲۷ فروری ۱۹۳۷ء سے ۲۷ فروری ۱۹۳۸ء تک میعاد مباہلہ مقرر ہوئی۔ چنانچہ تاریخ آخری تک خداوندتعالی نے بندہ کو صحیح وسلامت رکھا اور چوہدری عبدالغنی صاحب مندرجہ ذیل تکالیف اور مصائب کا شکار ہوئے۔

۱۔ ۵ جون ۱۰۳۷ء کو چوہدری عبداللہ چوہدری عبداللہ صاحب کے برادر کلاں بعارضہ قلب ایسے بیمار ہوئے کہ دل کی حرکت بند ہوگئی۔ڈاکٹری علاج سے کچھ فائدہ نہ ہوا آخر خاکسار نے علاج کیا اور روبصحت ہوئے۔اس بیماری میں سارا خاندان سخت پریشان رہا۔

۲۔اسی ماہ میں ان کی اونٹنی باہر چرنے کے واسطے چھوڑی گئی اور گم ہوگئی جس کا تا حال پتہ نہیں چلتا کوشش اور تلاش کے باوجود نہ مل سکی۔

۳۔۱۹ستمبر کو چوہدری عبدالغنی صاحب کے اپنے ہی ہاتھ سے دوسرے ہاتھ کے انگوٹھہ پر ایسی سخت ضرب لگی کہ پورے ایک ماہ تک زمین دارہ کام کاج سے بے کار ہو گئے اور ڈاکٹری علاج ہوتا رہا۔

۴۔۱۰ دسمبر کو چوہدری صاحب مباہل کی لڑکی نے اپنے ہی ہاتھ سے ایک لکڑی کے ذریعہ ایک آنکھ میں زخم کرلیا اور کئی دن پریشان رہی۔

۵۔ ۴ جنوری ۱۹۳۸ء کو پھر چوہدری عبدالغنی بخار دردسر اور نزلہ وغیرہ سے سخت لاچار اور کئی دن تکلیف میں رہے۔

۶۔ ۲۹ جنوری کو چوہدری صاحب موصوف چارہ بنانے والی مشین میں چارہ بناتے وقت کپڑوں سمیت پھنس کر مشین کے گرداگرد گھومتے رہے حتی کہ کپڑے سب چاک ہو گئے اور چوہدری صاحب خدا خدا کر کے جانبر ہوئے۔

۷۔اسی سال چوہدری صاحب کی نظر کمزور ہوگئی اب بغیر عینک پڑھ نہیں سکتے۔

۸۔ چوہدری صاحب کے بڑے لڑکے کی زبان میں اسی سال لکنت پیدا ہوگئی ہے۔

۹۔ چوہدری صاحب موصوف کے برادرزادہ کی گردن بازو اور کمر نیز پنڈلیوں پر بیماری چنبل اس شدت سے ہوئی کہ دیکھا نہیں جاتا تھا۔

۱۰۔ ماہ بھادوں میں چوہدری صاحب کے برادرزادہ کی ایک بھینس کھاد کے ڈھیر میں ایسی دھنسی کہ گاؤں کے بہت سے لوگوں نے زور سے نکالی۔

۱۱۔ ماہ جنوری کی آخری تواریخ میں چوہدری صاحب مباہل کی تازہ شیر دار بھینس کی کٹی جو شام کو بالکل تندرست تھی صبح کو مری ہوئی دیکھی گئی۔

الغرض خدا کے فضل و کرم سے خاکسار ۲۷ فروری ۱۹۳۸ء تک بالکل صحیح سلامت اور نور ایمان سے بھرپور احباب کرام کی دعاؤں سے باخیریت ہے اور چوہدری صاحب مباہل کو گیارہ نقصانات اور پریشانیاں وارد ہوئیں۔ خدا ان کو راہ ہدایت اور توبہ نصیب کرے۔ ان واقعات پر ذیل کی شہادتیں ثبت ہیں۔

فاعتبروا یا اولی الابصار

گواہ شد: چوہدری شاہ محمد ساکن نھتو پوری بقلم خود۔ چوہدری عنایت علی نھتو پوری (نشان انگوٹھہ)، چوہدری شان محمد بقلم خود۔ چوہدری پیر بخش نھتو پوری۔ بقلم خود۔ چوہدری محمد علی نھتو پوری (نشان انگوٹھہ) الراقم: محبوب عالم خطیب نھتو پور متصل ٹانڈہ ضلع ہوشیار پور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۳۸ء ص ۵،۶)

مرزائیوں کو کھلا چیلنج

جناب مولوی عبدالعزیز صاحبؒ لدھیانہ سے لکھتے ہیں:

حضرات ناظرین اخبار اہل حدیث سے پوشیدہ نہیں کہ آج کل مرزائی کس طرح لوگوں کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر جب کوئی جواب دینے والا ان کو نظر آتا ہے تو سوائے ٹال مٹول حیلے بہانے کے ان کو کوئی چارہ نظر نہیں ہوتا۔ اسی طریقہ پر جماعت مرزائیہ بھی اس افسوس میں جو حضرت مولانا ثناء اللہ شیر پنجاب کو مبلغ تین سو روپیہ دے چکی ہے، چیختی چلاتی پھرتی ہے اور اس سیاہ داغ کو اتارنے کے لئے ہر طریقہ سے کوشش کر رہی ہے۔ چنانچہ اسی کوشش میں بندہ کے ساتھ چار مناظرے کر چکی ہے جس کا اثر یہ ہوا کہ تین مرزائی تائب ہو کر مسلمان ہو گئے۔

اب پھر وہ لوگوں میں اپنی صداقت کا نقارہ پیٹتی ہے۔ پس میں ایک خادم اسلام ادنی خادم ہوں جو ہر وقت مرزائی فریقین لاہوری و قادیانی صاحبان کی خدمت

کرنے کو تیار ہوں۔ میں علی الاعلان کہتا ہوں کہ جس مضمون پر مرزائی چاہیں مناظرہ کرلیں اور جس جگہ چاہیں میں حاضر ہوں۔

اے مرزائیو! میں تمہاری طرح محض اعلان کرنے والا نہیں ہوں بلکہ اللہ کی مدد سے پہلے کی طرح آپ کو صحیح راستہ دکھانے والا ہوں ۔اگر واقعی تمہارے پاس سچائی ہے تو آؤ میدان میں نکلو۔ ورنہ سچے دل سے تائب ہو کر اعلان کردو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۳۸ء ص ۶)

ترک مرزائیت

میں اپنے بھائی اللہ دتا زرگر کی تحریک سے قادیانی جماعت میں بمعہ اہل وعیال داخل ہو چکا تھا اور فہرست مریدین میں تمام گھر کے نام دے چکا تھا۔ مگر بحمد اللہ اتفاق حسنہ سے موضع بھٹو یہ متصل دینا نگر رشتہ داروں کو ملنے کے واسطے گیا وہاں پر مولوی ابوموسی عبدالحمید صاحب کے وعظ وکلام نے اس قدر میرے دل پر اثر ڈالا کہ قدنی باطل پرستی کو چھوڑ کر مدنی حق پرستی یعنی حقیقی اسلام قبول کرنے پر مجبور ہوا۔ اور بھائی اللہ دتا کی لڑکی جو میرے لڑکے سے منسوب تھی اس کو بھی ترک کر کے اعلان کرتا ہوں کہ آئندہ کوئی شخص مجھے مرزائی خیال نہ فرماوے اور میرے حق میں دعائے استقامت فرماویں۔

نظام الدین زرگر چک ۱۳۶ بتھن گڑھ تحصیل سمندری ضلع لائل پور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جون ۱۹۳۸ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۸۷ھ ص ۱۴)

احمدیہ اخباروں کا مسیح موعود نمبر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے آخری فیصلہ کی دعا کے مطابق جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو انہوں نے کی تھی کہ ہم (مرزا و ثناء اللہ) میں سے جھوٹا پہلے مرے گا، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال کر گئے۔ اس سال قادیانیوں اور لاہوریوں نے غیر معمولی طور پر اپنے اخباروں کے مسیح موعود نمبر نکالے ہیں جن میں مرزا غلام احمد صاحب کی سوانح زندگی پبلک کو بہت اچھی شکل میں دکھائی ہے جو ان کا کام تھا کہ تصویر کا ایک ہی رخ

دکھائیں۔ انہوں نے اچھی طرح کر دیا۔ دوسرا رخ دکھانا اخبار اہل حدیث امرتسر کا کام ہے جو ذیل میں کیا جاتا ہے۔

پبلک کو یاد رکھنا چاہیے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی دو حیثیتیں تھیں۔ ایک اہل علم ہونے کی دوسرے اہل الہام ہونے کی۔ مسلم پبلک کو جو مرزا صاحب قادیانی سے شدید اختلاف تھا، وہ ان کے اہل علم ہونے کی حیثیت سے نہ تھا کیونکہ مرزا صاحب بہت بڑے علم کے مدعی نہ تھے، بلکہ ایک معمولی استعداد کے اہل قلم تھے۔ چنانچہ آپ نے جو اپنا تعلیمی نصاب بتایا ہے وہ یونیورسٹی کی عربی تعلیم کی پہلی جماعت ہے (ملاحظہ ہو کتاب آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۵)۔ اس علمی قلت کی وجہ سے حکیم نورالدین صاحب سے آپ نے پوچھا تھا کہ قضیہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہوتی ہے، جو ادنی طالب بھی جانتے ہیں۔

بحیثیت علم کلام کے آپ کو جانچا جائے تو سرسید احمد خان کا قول بالکل صحیح معلوم ہوتا ہے: تصانیف مرزا ایک ذرہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔ (خط سرسید احمد خان مندرجہ آئینہ کمالات اسلام)

ہم حیران ہیں کہ سرسید احمد خان مرحوم نے کس ایجاز اور اختصار سے تصانیف مرزا قادیانی پر اظہار رائے فرمایا جو بالکل صحیح ہے۔ جماعت احمدیہ لاہور کے امیر نے مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں میں سے براہین احمدیہ پر بڑا فخر کیا ہے۔ کاش وہ ہماری کتاب علم کلام مرزا مطالعہ کر کے اظہار رائے کرتے۔ ہم نے براہین احمدیہ کو بحیثیت علم کلام کے جانچا تو ہمارے منہ بے ساختہ نکلا:

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

مرزا غلام احمد صاحب کے الہامات کو براہین احمدیہ سے الگ کر دیا جائے (جو خود محل بحث ہیں) تو باقی مضمون سوائے لفاظی اور طول کلامی کے کچھ نہیں ملتا۔ ہم نے رسالہ علم کلام مرزا میں مفصل بتا دیا ہے کہ براہین احمدیہ میں جن تین سو دلائل پیش کرنے کا دعوی کیا تھا، ان میں سے ایک بھی نہیں لکھی۔ مرزا غلام احمد صاحب کے کوئی مرید ہمارے اس بیان کو تلخ سمجھیں تو مہربانی کر کے براہین احمدیہ کے صفحات کا حوالہ

دیں کہ فلاں دلیل فلاں صفحہ سے شروع ہو کر فلاں صفحہ پر ختم ہوئی ہے، تا کہ ہم بھی اس گوہر بے بہا کو پاسکیں۔ بغیر اس کے ہم اس راست گوئی پر مجبور ہیں کہ مرزا صاحب کا تین سو دلائل پیش کرنے کا وعدہ اس عربی مصرعہ کا مصداق ہے:

ما موا عيد ها ا لا الا با طيل

براہین احمدیہ کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کی جملہ تصنیفات ان کے دعوی (مسیحیت) سے وابستہ ہوگئیں۔ جو کتاب بھی دیکھو اس کا خلاصہ یہی ہوتا ہے کہ

چونکہ مسیح فوت ہو گیا، اس کی جگہ میں آ گیا۔

یہ استدلال مسلمانوں کے مقابلے میں ہے۔ کفار کے سامنے آپ کا علم کلام یوں گویا ہوتا ہے:

اسلام ایسا کامل مذہب ہے کہ مجھ جیسے کامل انسان پیدا کر دیتا ہے۔

بنظر غور دیکھا جائے تو ان دونوں دلیلوں میں منطقی اصطلاح میں آپ کی ذات ہی شکل اول کا صغری ہے۔ اس لحاظ سے سارا مدار آپ کے علم کلام کا آپ کی ذات شریف پر ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ پہلے شکل اول کے اس صغری کو جانچا جائے (جانچ آگے آتی ہے)

لاہوری جماعت کے امیر (مولوی محمد علی) صاحب، مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہ بڑا کمال سمجھتے ہیں کہ وہ ایک گاؤں کے رہنے والے تھے، پھر اتنے دور اندیش اور اتنی سمجھ کے مالک، بغیر تعلیم اور توفیق الہی کے کیوں کر گئے؟

لاہوری امیر صاحب اگر مرزا غلام احمد صاحب کی سوانح عمری کو نہ چھپاتے تو ان کو یہ حیرت نہ ہوتی۔ ہم اصل واقعات پیش کر کے ان کی حیرت کو رفع کرتے ہیں سنیے! مرزا غلام احمد صاحب طبیعت کے ذکی تھے۔ اسی لئے خاندان کے مقدمات متعلقہ زمیندارہ وغیرہ کی پیروی وہی کیا کرتے تھے۔ ان کو اس کام میں یہاں تک انہماک تھا کہ شرع اور رواج کے تصادم کے وقت حسب ضرورت وہ شرع کو چھوڑ کر رواج کی جانب اختیار کر لیتے تھے۔ چنانچہ ۱۸۸۶ء میں ایک ایسے مقدمہ کی پیروی کی جس میں برادری کی ایک پارٹی شرعی تقسیم کی حامی تھی دوسری رواج کی۔ مرزا صاحب اس پارٹی کی طرف سے پیروکار تھے جو شریعت کے خلاف رواج کی پابند تھی۔

اتفاق حسنہ سے اس مقدمہ کی اپیل ڈویژنل کورٹ امرتسر میں آئی جس کے فیصلہ میں جج صاحب نے لکھا کہ مرزا غلام احمد نے رواج کا ثبوت نہیں دیا۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب طبعی طور پر ذہین تھے کیونکہ ایسے مقدمات کی پیروی کرنے والے سیدھے سادے نہیں ہوتے۔ اسی لئے مرزا صاحب نے سیالکوٹ میں سیاہ نویسی کی ملازمت اختیار کی۔ مگر چونکہ مقدمات میں آپ کو ملکہ خاص حاصل تھا اس لئے آپ نے قانون پڑھ کر مشیر قانون (مختاری) کا امتحان دیا جس میں آپ فیل ہو گئے۔ یہ واقعات بتا رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب فطرۃً سیدھے سادے نہ تھے۔

یہ واقعات ایسے نہیں کہ کسی کو معلوم نہ ہوں، ہماری کتاب تاریخ مرزا کے علاوہ اکثر واقعات سیرۃ المہدی مصنفہ مرزا بشیر احمد (پسر مرزا متوفی) میں بھی ملتے ہیں۔

ہم بتا آئے ہیں کہ مرزا صاحب کے ساتھ علماء کو ان کی علمیت میں اختلاف نہ تھا بلکہ ان کے الہامی دعوی پر اعتراض تھا۔ یعنی علماء ان کو الہام الٰہی کا مخاطب نہیں سمجھتے تھے اور مرزا صاحب بھی اس امر کی حقیقت پا گئے تھے کہ میرے ساتھ علماء کا اختلاف الہامی حیثیت میں حق بجانب ہے، اس لئے انہوں نے کتاب آئینہ کمالات اسلام میں بالتصریح لکھا کہ مجھے میری پیش گوئیوں سے جانچو (کتاب شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا)۔ مدیر پیغام صلح کو بھی یہ تسلیم ہے کہ سچے مدعی کی پیش گوئیاں یکے بعد دیگرے پوری ہوتی ہیں۔ مگر جب غلط پیش گوئیاں پیش کی جاتی ہیں تو امیر جماعت احمدیہ پیغامیہ یہ کہہ کر ٹال دیتے ہیں کہ : ایک دو کا کیا ذکر، اکثر کو دیکھنا چاہیے۔(ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء)

یہاں پر وہ منطقی قانون بھول جاتے ہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ مدعی کی جانب موجبہ کلیہ ہونا ضروری ہے۔(حقیقۃ الوحی)

ہمارا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد کی کوئی متحد یانہ پیش گوئی صحیح ثابت نہیں ہوئی۔ اس لئے ہم چیلنج دیتے ہیں کہ ہمارے مخاطبین (قادیانی اور لاہوری) مرزا صاحب کی متحد یانہ پیش گوئیوں کی فہرست ہمیں دے کر ہمارے ساتھ تبادلہ خیالات کریں۔

ہم یہ بھی کہتے ہیں بلکہ بزور درخواست کرتے ہیں کہ پنڈت لیکھ رام مقتول

والی پیش گوئی بھی اس فہرست میں داخل کریں بلکہ اس کو پہلے لکھیں ۔ پھر دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔

ناظرین! ان مرزائیوں کی جرأت کو دیکھئے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی پیش گوئیوں کے علاوہ یہ دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ کتب سابقہ میں بھی مرزا صاحب کے حق میں پیش گوئیاں آئی ہیں۔ اخبار الفضل اس کے بارے میں لکھتا ہے:

دیگر مذاہب کی کتابوں میں بھی اس آخری زمانے میں ایک مجدد یا نبی یا مصلح کے آنے کی خبر دی گئی ہے اور علامتوں کے ساتھ وقت بھی یہی بتلایا گیا ہے ۔تورات میں اس کا وقت ۱۲۹۰ سے ۱۳۹۰ بتلایا گیا ہے۔

(الفضل ۱۴ مئی ۱۹۳۸ء ص ۴)

ہم اس کے متعلق خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول پیش کر کے فیصلہ بانصاف ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔ پس ہر وہ شخص جس کو خدا عالم الغیب پر ایمان ہے اور جو کسی مذہب کو نجات کا ذریعہ سمجھ کر قبول کرتا ہے وہ ہمارا پیش کردہ بیان سنے اور حق کو قبول کرنے میں پس و پیش نہ کرے۔ مرزا صاحب قادیانی کا ایک قول جو کتب سابقہ سے منقول دکھا کر لکھا ہے ہم نقل کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کو دانیال ۱۳۳۵ھ لکھتا ہے۔

(حقیقۃ الوحی ۔ص ۲۰۰)

اس کی مزید تشریح دوسرے مقام پر ملتی ہے جہاں آپ نے کھول کر لکھا ہے:

مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک کام کرے گا۔ (تحفہ گولڑویہ کلاں ۔ص ۱۱۶ حاشیہ)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ کتب سابقہ کی جو پیش گوئی اپنے حق میں چسپاں کی تھی وہ صحیح ثابت نہیں ہوئی کیونکہ مرزا صاحب کا انتقال ۱۳۲۶ھ میں ہوا ہے۔ یعنی مرزا صاحب کی ٹرین ۹ سال قبل از وقت واپس چلی گئی ۔ غالبًا اس دار نجاست (دنیا) میں رہنے سے آپ اکتا گئے ہوں گے اور شوق وصال الٰہی میں آپ یہ بھی بھول گئے کہ میں دانیال کی پیش گوئی کی تردید کرنے کے علاوہ اپنے الہام کی بھی تکذیب کرتا ہوں ۔ جو حقیقۃ الوحی کی منقولہ عبارت کے ساتھ یوں درج ہے:

مسیح موعود کا زمانہ دانیال ۱۳۳۵ لکھتا ہے جو خدا تعالیٰ کے اس الہام سے

مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت بیان فرمایا ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۲۰۰)

یہ عبارت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو خود بھی الہام یہی ہوا تھا کہ آپ ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہیں گے مگر ۹ سال قبل تشریف لے گئے۔

احمدی ممبرو! تم اپنی لفاظیوں کے ذریعہ کہاں تک اہل دنیا سے ایک بت کی پوجا کرا سکتے ہو۔

پیغام صلح مورخہ ۳۱ مئی (۱۹۳۸ء) میں مسیح موعود نمبر بقیہ ایک مضمون نکلا ہے جسے دیکھ کر ہمیں اتنا صدمہ ہوا جتنا آپ لوگوں کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے انتقال سے ہوا تھا کیونکہ سارا مضمون محض لفاظی سے بھرا ہوا، جھوٹ اور افتراء سے پر، بے معنی طوالت سے پر (نوٹ: میرے مقدمہ قاتلانہ حملہ میں وکیل ملزم کی تقریر طول پر فضول تھی جس کا جواب سرکاری وکیل نے چند منٹوں میں دے دیا)

پیغام کے گجراتی نامہ نگار کے مضمون میں کئی ایک نمبر ہیں۔ ہر ایک نمبر دل آزاری سے پر۔ خاص کر نمبر ۴ دل آزاری کے سوا کذب وافتراء کا مجموعہ۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

> (مرزا صاحب مجدد) مامور نے اندرونی اصلاح کے لئے یہ کہا کہ قرآن سب سے مقدم ہے، حدیث اس کے بعد۔ اقوال آئمہ حدیث کے دوسرے درجہ پر ہیں۔ یہ آواز بھی کانوں کو ناگوار گذری۔ اسلام کے سب سے بڑے مولوی نے مامور سے اس بات پر مناظرہ کیا کہ حدیث قرآن پر مقدم ہے۔ یہ کوئی افسانہ نہیں نہ کوئی کہانی ہے، مباحثہ لکھا ہوا اب تک کتاب کی شکل میں موجود ہے۔ (پیغام صلح مذکور۔ص ۶ کالم اول)

ہم اس بیان کو محض بہتان سمجھتے ہیں۔ جس عالم کی طرف یہ اشارہ ہے انہیں ہم جانتے ہیں۔ وہ تو بہت بڑے عالم تھے، مدارس عربیہ کا ادنی طالب علم بھی جس نے اصول حدیث میں نخبہ اور اصول فقہ میں اصول شاشی پڑھی ہوگی وہ بھی یہ بات نہیں کہہ سکتا۔ بلکہ مسئلہ زیر بحث کچھ اور تھا جس کا ذکر بوقت ضرورت ہم کبھی کریں گے۔ سردست ہم بجائے معارضہ کے منع (طلب دلیل) پر اکتفا کرتے ہوئے نامہ نگار اور اس کی پارٹی سے اس بڑے مولوی کا نام سننا اور اس عبارت کو دیکھنا چاہتے ہیں۔ پس وہ اصلی عبارت نقل کریں جو اس دعوی کے مطابق ہو۔ ایسا نہ ہو کہ اپنے مجدد اعظم مرزا

صاحب کی پیروی کریں جب ان سے پوچھا گیا کہ کیا آپ نے جو لکھا ہے کہ مولوی غلام دستگیر قصوری نے لکھا تھا کہ ہم دونوں (قصوری اور قادیانی) میں سے جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے۔ چنانچہ مولوی مذکور مجھ سے پہلے مر کر میری تصدیق کر گیا، اس کا ثبوت کیا ہے، تو تمہارے مسیح موعود اور تمہارے مسیحی بھائیوں پر جو نزعی حالت وارد ہوئی تھی وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اس سوال کے جواب میں بھی امید ہے تمہاری بھی یہی حالت ہو گی اگر سچے ہو، تو اپنے اس بیان کو ثابت کرو

مختصر یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نہ بحیثیت علم کوئی برگزیدہ عالم تھے، نہ بحیثیت وحی والہام خدا کے مخاطب۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جون ۱۹۳۸ء مطابق ۱۷ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۳ ص ۶۔۸)

مرزا قادیانی بری طرح فیل ہوئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر میں مرزا صاحب قادیانی کے فیل ہونے ہونے پر کئی دفعہ آنسو بہائے گئے ہیں، مگر ان کے اتباع ان کو پاس شدہ بلکہ پاس شدگان میں نمبر اول بتاتے ہیں۔ لیکن ہماری پیش کردہ عبارات کا جواب نہیں دیتے۔ ہمارے جواب میں یہی کہے جاتے ہیں کہ کسی نبی کے زمانے میں ایسا نہیں ہوا کہ ساری دنیا نے ان کی ہدایت کو مان لیا ہو۔ پھر یہ بھی کہتے ہیں کہ اہل حدیث کیسا ضدی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی سے وہ کام دیکھنا چاہتا ہے جو ان کے مخدوم (سید الانبیا ﷺ) سے بھی نہیں ہوا، حالانکہ ان پر یہ آیت بھی نازل ہوئی تھی۔

هو الّذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی الدّین کلّه ۔ (اللہ تعالیٰ نے اپنا رسول ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ اس کو سارے دینوں پر غالب کرے)

جب اسلام سارے دینوں آنحضرت ﷺ کے زمانے میں غالب نہیں ہوا تو

مرزا قادیانی سے کیوں یہ خواہش کی جاتی ہے کہ وہ سب دینوں پر غالب آتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب سے خواہش نہیں کرتے اور نہ ان کو اس خواہش کا مخاطب سمجھتے ہیں۔ بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہم ان کے کسی الہامی دعوی کو سچا نہیں سمجھتے پھر ہم ان کے الہامی کلام کو کیوں پیش کرتے ہیں؟

اس کا جواب یہ ہے کہ محض ان کو اور ان کے اتباع کو الزام دینے کے لئے۔ چونکہ کسی نبی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ میں ساری دنیا کو اپنا ہم خیال بنا لوں گا، اس لئے ان پر سوال نہیں ہوسکتا۔ نہ حضرت ﷺ نے اس بات کا اظہار کیا کہ میری تبلیغ سب پر غالب آئے گی۔ بلکہ قرآن وحدیث میں صاف اظہار ہے کہ کفر شرک دنیا میں برابر جاری رہیں گے۔ لیکن اس کے برخلاف مرزا غلام احمد صاحب کی اصل عبارت جو اس دعوی کی مظہر ہے مع جواب ان کے اتباع کے نقل کر کے با انصاف ناظرین سے انصاف کی توقع رکھتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گزرتا تھا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے اور اس تکمیل کے لئے اسی امت میں ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اس کا نام خاتم الخلفاء ہے۔
>
> پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے اور وہ یہ ہے
>
> هو الّذی ار سل رسو له بالهدی و دین الحقّ لیظهره علی

الدّین کلّه . یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تاکہ اس کو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے۔ یعنی ایک عالم گیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالم گیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ (چشمہ معرفت۔ص۸۲۔۸۳)

یہ عبارت اپنا مضمون بتانے میں بالکل صاف ہے، تاہم تھوڑی سی تشریح ہم بھی کر دیتے ہیں۔ بقول مرزا غلام احمد صاحب، آنحضرت ﷺ کے روز بعثت سے لے کر مرزا صاحب قادیانی کے یوم انتقال تک ایک ہی زمانہ ہے جس کو بقول مرزا صاحب زمانہ محمدی کہنا چاہیے۔

چونکہ یہ سارا زمانہ ایک ہی ہے اس لئے جو کام (غلبہ اسلام بشکل وحدت اقوام) آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہونے کی خبر تھی وہ نہیں ہوا۔ اس لئے کہ مسیح موعود (مرزا) کے ہاتھ سے اس کا ظہور میں آنا مقدر تھا۔ اور مسیح موعود کا یہ فعل نیابت نبوت محمدیہ کی حیثیت سے ہوگا۔ چونکہ نائب کا فعل منیب ہی کا فعل ہوتا ہے اس لئے مسیح موعود کے زمانے میں جب کہ دنیا ایک ہی مذہب (اسلام) پر آ جائے گی وہ کام آنحضرت ﷺ ہی کے زمانہ میں داخل سمجھا جائے گا۔

اب ہمارا سوال صاف ہو گیا کہ کیا مسیح موعود یعنی مرزا غلام احمد صاحب کے زمانے میں ایسا ہو گیا؟ یعنی بقول مرزا صاحب عالم گیر غلبہ اسلام کو حاصل ہو گیا اور کیا مرزا صاحب قادیانی کا یہ مقولہ صحیح ہے کہ:

یہ عالم گیر غلبہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت میں ظہور میں آئے گا

جہاں تک واقعات شہادت دیتے ہیں اسلام کیا بحیثیت تعلیم اور کیا بحیثیت سیاست دن بدن تنزل کی طرف جا رہا ہے حالانکہ مسیح آیا اور آ کر چلا بھی گیا اور جن لوگوں نے ان کو اس نیت سے مسیح موعود مانا تھا کہ ان کے ذریعہ سے ہم دنیا میں سب ادیان کفریہ کو مٹا ہوا اور اسلام کو سب پر غالب اور مختلف اقوام کو ایک ہی مسلم قوم کی

شکل میں دیکھیں گے وہ آج زمانے حالت دیکھ کر آٹھ آٹھ آنسو رو رہے ہیں اور منہ سے کہتے ہیں کہ تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔

ناظرین! ایک طرف حالات حاضرہ کو سامنے رکھئے اور دوسری طرف مرزا صاحب قادیانی کی مرقومہ عبارت کو دیکھئے۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب کا مندرجہ ذیل کلام ملاحظہ کیجئے:

خدا تعالی چاہتا ہے کہ قبل اس کے کہ ہم اس ناپائیدار گھر سے گزر جائیں ہمارے تمام مقاصد پورے کر دے اور ہمارے لئے وہ آخری سفر حسرت کا سفر نہ ہو۔ (تبلیغ رسالت جلد اول۔ ص ۱۰)۔

مگر حالات اور واقعات صحیحہ کے لحاظ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بزبان حال کہہ رہے ہیں

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے ہیں لیکن
بہت بے آبرو ہو کے اس دنیا سے ہم نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جون ۱۹۳۸ء مطابق ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۴ ص ۵۔۶)

آخری فیصلہ پر فیصلہ کن مناظرہ

جناب منشی محمد عبداللہ ثالث معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۷ مئی ۱۹۳۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں خاکسار نے احمدیوں کی دونوں جماعتوں کو اس طرف توجہ دلائی تھی کہ آپ اپنے باہمی مناقشات و مشاجرات کو چھوڑ کر پہلے احمدیت کے اس اشد ترین مخالف سے دو دو ہاتھ کر لیں جو سالہا سال سے آسمانی مشین گن موسومہ آخری فیصلہ کے ساتھ نہ ختم ہونے والی تباہ و برباد کن بمباری کر کے قادیانی قلعہ کو زیروزبر کئے دیتا ہے اور آپ اس کے مقابلہ پر اموات غیر احیاء کا مصداق بنے ہوئے ہیں۔

ہمارا گمان تھا کہ ہمیں اس معقول مشورہ کا ادھر سے وہی جواب ملے گا جو آج

سے قریباً چار ہزار برس پیشتر ایک شریف قوم نے جناب موسیٰؑ کو دیا تھا یعنی

فاذهب انت و ربك فقاتلا انّا ههنا قاعدون (المائدة:٢٤)

مگر الفضل ۱۸ جون ۱۹۳۸ء میں آخری فیصلہ پر مناظرہ کا عنوان پڑھ کر ہمیں اپنے گمان غلط ہونے کا گمان ہو چلا تھا کہ بعد کی سطور نے ہمارے گمان کو ایقان کی صورت میں کر دیا۔ صدق اللہ و ان یّروا سبیل الرّشد لا یتّخذوه سبیلاً

اخبار الفضل قادیان کا نامہ نگار لکھتا ہے کہ:

اگر اہل حدیثوں کو گمان ہے کہ وہ مناظرہ کی تاب رکھتے ہیں تو ایک شخص کو اپنا نمائندہ مقرر کر کے اعلان کر دیں جماعت احمدیہ کی طرف سے بھی اعلان ہو جائے گا پھر فیصلہ کن تحریری وتقریری مناظرہ ہو سکے گا۔

گویا احمدی مجیب اپنے مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کے دائر کردہ مقدمہ کو پائے انکار سے ٹھکراتا ہوا مرزا صاحب مدعی نبوت و رسالت کے تسلیم بلکہ خود تعین کردہ مدمقابل سے ازسرنو جماعت اہل حدیث کی سند نیابت کا مطالبہ کر کے کسی جدید بحث کی طرح ڈال رہا ہے۔ واللہ! ہم ان مدعیان علم وعقل کی اس قسم کی مقدس چالیں ملاحظہ کر کے حیران ہوئے جاتے ہیں کہ کیا یہ وہی راست باز انسان ہیں جن کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا تھا کہ

من دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سیدی خیر المرسلین

بخدا اگر یہ صحیح ہے کہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے تو قادیان کی ان کانٹے دار بے ثمر جھاڑیوں کی موجودگی گلستان احمدیت کی حقیقت کو بالکل عیاں و عریاں کئے دیتی ہے۔ احمدی مولوی صاحب! آپ ان لفظی بھول بھلیوں سے احمدیوں کو دھوکہ بے شک دے سکتے ہیں مگر سمجھ دار لوگ ہرگز آپ کے دام میں نہیں آ سکتے۔ ہاں ہاں میں جانتا ہوں کہ آپ اس قسم کی کاروائیوں سے نمک حلال خادم کا لقب حاصل کرنے کے متمنی ہیں۔ واللہ! مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔ آپ ایک دفعہ نہیں ہزار دفعہ خلیفہ صاحب کے منظور نظر بن جائیں، مگر خدارا محض لفاظی سے نہیں کچھ معقول خدمت کر کے نمک حلال بنیں۔ میں وعدہ کرتا ہوں خود قادیان میں حاضر ہو کر آپ

کومبارک باد عرض کروں گا۔ آپ نے جو میری سیدھی سادی شریفانہ تحریر کے جواب میں تعلیق بالمحال کی صورت پناہ لی ہے کیا یہ دیانتداری پر مبنی ہے
تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

مولوی صاحب! آپ سمجھ دار آدمی ہیں۔ کیا آپ نے کبھی اس مقدمہ کی نوعیت پر غور نہیں جو ہمارے اور آپ کے ملاپ میں سد سکندری بنا ہوا ہے؟ اگر آپ نے آج تک غور نہیں کیا تو سنئے میں بطور ایک واضح مثال کے عرض کرتا ہوں۔

زید اور عمر میں لین دین کا دیوانی مقدمہ ہے۔ اثناء مقدمہ میں عمر مر گیا۔ اس کا بیٹا اس کی جملہ املاک پر قابض ہوا۔ شرع اور قانون عمر کے بیٹے کو باپ کی جگہ بحیثیت مدعا علیہ مقرر کریں گے۔ زید بجائے خود قائم ہے اس کی تبدیلی یا نیابت کا حکم نہیں دیں گے۔

ہمارے اس بیان کی تصدیق کسی ماہر شرع و قانون سے آپ کرا سکتے ہیں پس اس صحیح اور سنہرے اصول کے ماتحت مولانا ثناء اللہ صاحب اپنی جگہ پر قائم ہیں اور فریق مدعا علیہ (مرزا غلام احمد) چونکہ وفات پا گئے ہیں اور ان کے صاحبزادے ان کے گدی نشین ہیں۔ اس لئے انہیں باپ کے قائم مقام ہو کر فریق مقدمہ کی حیثیت سے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ کے سامنے آنا چاہیے۔

میں مولوی اللہ دتا صاحب کی وساطت سے خلیفہ قادیان کی خدمت میں یہ پیغام پہنچاتا ہوں کہ جس جرأت کے ساتھ انہوں نے مولوی محمد علی لاہوری کے ساتھ مباحثہ کرنے کا اعلان کیا تھا، اسی جرأت سے کام لے کر مولانا ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ پر آئیں ورنہ سمجھا جائے گا: نرم چوب را کرم مے خورد

پس مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری قادیانی آئندہ کو ہوشیار رہیں اور یہ بات دل سے نکال دیں کہ ان کے مضامین پڑھنے والے سب بے سمجھ ہیں نہیں بلکہ بہت سے لوگ بفضلہٖ تعالیٰ حقیقت شناس بھی ہیں۔

بالآخر ہم اپنے فاضل مخاطب کو بطور تنبیہ جتائے دیتے ہیں کہ کہ یاد رکھو ہم گوبھی کے وہ چھلکے نہیں ہیں جو آپ کے خلیفہ صاحب کو احمدیہ بلڈنگ لاہور کی گلی میں کوڑے کے ڈھیر پر نظر آئے تھے۔ ہم بفضلہٖ تعالیٰ وہ فولادی کانٹے ہیں کہ دامن سے

چھوتے ہی دست بدامن ہو جائیں وہ بھی اس صورت میں کہ

جب تک دامن نہ پھٹے گرفت نہ چھٹے

پس ہم دھوکہ نہیں کھائیں گے۔ بفضل اللہ الکریم اگر آپ آخری فیصلہ پر گفتگو کرنے کی جرأت رکھتے ہیں تو مرزا صاحب کے قائم مقام کو جلد از جلد کھڑا کیجئے ادھر تمہارے نبی کا مسلمہ فریق ثانی یعنی مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری منتظر کھڑے ہیں۔ پس جلدی کرو

ورنہ خاموش کہ ایں شور وفغاں چیزے نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث یکم جولائی ۱۹۳۸ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۵ ص ۴-۵)

شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں مناظرہ مرزائیہ

جمیعت تبلیغ اہل حدیث پنجاب کی طرف سے منشی عبد اللہ معمار، شاہ مسکین ضلع شیخوپورہ میں مناظرہ پر تشریف لے گئے۔ اور ۲، ۳ جولائی ۱۹۳۸ء کو ہر دو روز چار چار گھنٹے حیات مسیح وصدق کذب مرزا پر مناظرہ ہوا۔ جس میں مرزائی مناظر کو بہت بری ناکامی ہوئی اور گردونواح میں اس مناظرہ کی دھاک بندھ گئی۔ ان مناظروں کا انتظام قریشیانوالہ کی جماعت اہل حدیث نے کیا تھا۔

راقم۔ محمد عبداللہ ثانی۔ ناظم جمیعۃ تبلیغ اہل حدیث پنجاب، امرتسر۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۸ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۶ ۔ص ۲)

مرزا غلام احمد کا قدوم دہلی

اور سید نذیر حسین محدث کو مناظرہ کا چیلنج

(منقول از کتاب رئیس قادیان مرتبہ ابوالقاسم رفیق دلاوری مصنف آئمہ تلبیس، لاہور)

لدھیانہ میں ہزیمت ورسوائی کا جو دھبہ مرزا غلام احمد کے دامن شہرت پر لگا اس نے مریدوں میں بددلی کی لہر دوڑا دی (مباحثہ لدھیانہ ۱۸۹۱ء میں شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ میں مرزا صاحب قادیانی کی شکست فاش کی طرف اشارہ ہے۔ بہاء)، اس

لئے مرزا غلام احمد صاحب شب و روز اس ادھیڑ بن میں مصروف رہتے تھے کہ کسی طرح اس داغ رسوائی کو دھویا جائے۔ اسی کوشش میں انہوں نے مولوی محمد حسینؒ صاحب بٹالوی کو مسئلہ حیات و ممات مسیح پر بحث کرنے کا چیلنج دیا تھا۔ مگر مولوی محمد حسینؒ صاحب ان کی علمی بے مائیگی اور ان کی ترکیب مزاج سے واقف تھے۔ انہوں نے اس چیلنج کو بصد اشتیاق لبیک کہا اور سارا مرزائی منصوبہ اس آندھی کے ایک ہی جھونکے میں خس و خاشاک کی طرح اڑ گیا۔

ادھر سے مایوسی ہوئی تو خیال آیا کہ دہلی چل کر قسمت آزمائی کریں اور یقین ہوا کہ گئی ہوئی وقعت وہیں جا کر واپس مل سکتی ہے کیونکہ وہاں مولوی محمد حسینؒ بٹالوی کے استاد مولانا سید نذیر حسینؒ محدث دہلوی معروف بہ میاں صاحب کو دعوت مناظرہ دی جائے گی تو وہ اپنی بزرگی اور مرزا کی نااہلی کے پیش نظر انہیں منہ نہ لگائیں گے اور مفت کی شہرت و ناموری حاصل ہو جائے گی۔

اس فیصلہ کے بموجب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اواخر ستمبر ۱۸۹۱ء میں دہلی جا براجے۔ آپ نے ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو دہلی میں جو پہلا اشتہار شائع کیا، وہ حسب زعم مرزائیاں توپ کا ایک گولہ تھا جس نے دہلی کی پرسکون فضا میں تلاطم برپا کر دیا۔ اس اشتہار کا اقتباس ملاحظہ ہو:

> اے برادران سکنائے دہلی! اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی، ملائکہ کا منکر، بہشت و دوزخ کا انکاری اور ایسا ہی وجود جبریل اور لیلۃ القدر اور معجزات اور معراج نبوی سے بکلّی منکر ہے۔ یہ الزام سراسر افتراء ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں اور نہ ملائکہ اور معجزات وغیرہ سے منکر بلکہ ان تمام امور کا قائل ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں اور جیسا کہ سنت و جماعت کا عقیدہ ہے ان سب باتوں کو مانتا ہوں جو قرآن اور حدیث کی رو سے مسلم الثبوت ہیں اور سیدنا محمد مصطفیٰ ﷺ ختم المرسلین کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت و رسالت کا کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوگئی اور

مجھے مسیح ابن مریم ہونے کا دعویٰ نہیں ہے اور نہ میں تناسخ کا قائل ہوں بلکہ مجھے تو مثیل مسیح ہونے کا دعویٰ ہے۔ خلاصہ کلام یہ کہ میں محدث ہوں اور مامور من اللہ ہوں۔ چودھویں صدی کے لئے مسیح بن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد دین ہو کر آیا ہوں۔ میں حضرت مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتی یقین کرتا ہوں اور جو آنے والے مسیح کے بارے میں پیش گوئی ہے وہ اپنے حق میں یقینی اور قطعی اعتقاد رکھتا ہوں چونکہ میں اس وقت اس شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت سید مولوی نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبد الحق صاحب حقانی اس عاجز کی تکفیر و تکذیب کے در پے ہیں اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں اس لئے اتماماً للحجۃ حضرات موصوفہ کی خدمت میں گذارش کرتا ہوں کہ حیات مسیح ابن مریم کی نسبت مجھے انکار ہے۔،

اگر یہ دونوں حضرات مجھے مخطی یا ملحد تصور فرماتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ عامہ خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لئے اس مسئلہ میں میرے ساتھ بحث کر لیں۔ تین شرطیں ہوں گی

۱۔ امن قائم رہنے کے لئے وہ خود سرکاری انتظام کراویں۔ یعنی ایک انگریز افسر مجلس بحث میں موجود ہو کیونکہ میں اپنی قوم کا مورد عتاب ہوں۔

۲۔ بحث تحریری ہو۔

۳۔ بحث وفات و حیات مسیح میں ہو۔،

میں اس اشتہار کے شائع ہونے کے بعد ایک ہفتہ تک جواب کا انتظار کرونگا اگر دونوں حضرات شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤنگا۔

خاکسار غلام احمد قادیانی حال وارد دہلی بازار بلی ماراں کوٹھی نواب لوہارو

جب مرزا صاحب کا چیلنج حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب کے پاس پہنچا تو انہوں نے بنفس نفیس (مرزا غلام احمد) قادیانی صاحب کے شبہات کو دور کرنا چاہا۔ چنانچہ یکم ربیع الاول مطابق ۵۔ اکتوبر کو اس مضمون کا ایک خط مرزا جی کے نام لکھا کہ :

آپ بے تکلف میرے مکان پر آ جایئے اور اپنے شکوک پیش کر کے اطمینان کر لیجئے۔

اس خط کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے آنے سے انکار کر دیا اور زبانی کہلا بھیجا کہ جب تک یورپئن افسر موجود نہ ہوگا میں آپ سے گفتگو نہ کرونگا۔

مولانا ممدوح کے علاوہ دہلی کے بعض دوسرے علماء نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی صاحب سے مناظرہ کی خواہش کی۔ ان میں سے ایک مولوی عبدالمجید صاحب واعظ تھے۔ انہوں نے متعدد اشتہار چھپوا کر مرزا جی کو مناظرہ کیلئے مدعو کیا اور اعلان کیا کہ اگر وہ اپنا دعوی ثابت کر دیں تو انہیں ایک ہزار روپئہ انعام دیا جائے گا۔

ازانجملہ مولوی رحیم بخش صاحب مدرس مدرسۃ القرآن تھے۔ انہوں نے بمنظوری جملہ شرائط انہیں مدرسہ میں بلا بھیجا مگر قادیانی صاحب نے ادھر کا رخ نہ کیا۔

اسی طرح مولوی مجد علی خان صاحب نے ۱۰۔ اکتوبر کے اشتہار میں بمنظوری جملہ شرائط مسجد فتح پوری میں مناظرہ کی دعوت دی، لیکن مرزا غلام احمد قادیانی صاحب مسجد فتح پوری میں بھی نہ پہنچے۔

اسی طرح مولوی عبدالمجید صاحب نے مرزا جی کو مقابلہ پر آنے کیلئے مدعو کیا اور اپنے اشتہارے۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء میں مرزا قادیانی صاحب کے تمام عذرات اور حیلوں حوالوں کو یہ کہہ کر توڑ دیا کہ آپ اپنی قیام گاہ کی چھت پر بیٹھ جائیں میں اس کے بالمقابل دوسرے کوٹھے پر بیٹھ کر گفتگو کروں گا۔ بیچ میں بازار بلیماراں حائل رہے گا اس طرح آپ کو کسی طرح کا اندیشہ نہ رہے گا۔

غرض اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کے مقابلہ میں چودہ اشتہارات شائع ہوئے مگر انہیں علماء میں سے کسی سے مقابلہ ومباحثہ کا حوصلہ نہ ہوا۔ اور اپنی قیام گاہ کے دروازے سے، جس پر پولیس کا پہرہ تھا، قدم باہر رکھنا پسند نہ فرمایا۔

اس اثنا میں مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی کو معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے دہلی جا کر فتنہ انگیزی شروع کی ہے، تو یہ بھی بعجلت تمام دہلی پہنچے۔ جب موعود صاحب کو اپنے قدیم دوست کی آمد کا علم ہوا تو بہت گھبرائے اور یہ سوچ کر کہ مولوی عبدالحق حقانی حنفی کو چیلنج دے کر حنفیوں سے ناحق لڑائی مول لی ارادہ کیا کہ

حقانی صاحب سے مصالحت کر کے صرف اہل حدیث جماعت سے چھیڑ خانی کا سلسلہ جاری رکھا جائے۔

مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ خیال غلط تھا کیونکہ مرزائی الحاد و زندقہ سے حنفی اور اہل حدیث یکساں بیزار تھے اس لئے یہاں حنفی اور اہل حدیث کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا تھا۔

بہر حال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بہ نفس نفیس مولوی عبدالحق حقانی صاحب کے مکان پر پہنچے اور کہنے لگے کہ حافظ احمد نابینا نے دھوکہ دے کر آپ کا نام بھی لکھوادیا، میں تو صرف غیر مقلدوں سے بحث کرنا چاہتا ہوں۔ آپ حنفی ہیں اس لئے مجھے آپ سے مقابلہ کرنا منظور نہیں۔

مولوی عبدالمجید حقانی صاحب نے یہ خیال کر کے کہ گرانے سے بھگانا اچھا ہے، کہا کہ آپ بذریعہ اشتہار اس مباحثہ سے انکار کر دیں، تو ہم بھی اپنے مطالبہ سے دست بردار ہو جائیں گے۔ اس ملاقات کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ

> اس عاجز نے ۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں مولوی ابو محمد عبدالحق کا نام بھی درج کیا تھا۔ مگر عند الملاقات اور باہمی گفتگو سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزیں آدمی ہیں، اور ایسے جلسوں سے جن میں عوام کے نفاق اور شقاق کا اندیشہ ہو طبعاً کارہ ہیں، اور اپنے کام تفسیر قرآن مجید میں مصروف ہیں، اور اشتہار کے شرائط کے پورا کرنے سے مجبور ہیں کیونکہ گوشہ گزیں ہیں حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں۔
>
> لیکن مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں، ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں، لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح بن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق پر ہیں، تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار ۲۔ اکتوبر بالاتفاق بحث کر لیں۔

مگر خانہ ساز موعود صاحب کا یہ حیلہ کارگر نہ ہوا کیونکہ مولوی عبدالحق نے ۹۔ اکتوبر کو مطبع یوسفی دہلی میں اس مضمون کا ایک اشتہار چھپوا کر مشتہر کیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے میرے ساتھ مناظرہ نہ کرنے کا جو عذر پیش کیا ہے وہ سراسر دروغ آمیز اور دجل ہے۔ میں واقعی حکام سے میل جول نہیں رکھتا لیکن بالائی انتظام کے لئے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ پس مرزا قادیانی صاحب ۱۱۔ اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آئیں اور مجھ سے مناظرہ کرلیں ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

دوسری طرف مولوی محمد حسینؒ صاحب بٹالوی نے مرزا غلام احمد صاحب کے اقرار مباحثہ کے جواب میں ۷۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کو ایک اعلان شائع کیا جس میں قادیان کے الہامی صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا کہ

> آپ نے خاکسار اور حضرت میاں (نذیر حسینؒ) صاحب کو مقابل و مباحث بنانا چاہا ہے اور یہ حقیقت ظاہر ہے کہ مباحثہ میں ایک ہی شخص بول سکے گا ،دونوں مل کر آپ سے ہم کلام نہ ہوں گے، لہذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے خاکسار آپ سے گفتگو کرے۔
>
> اگر خاکسار آپ کو ساکت اور لا جواب کردے تو پھر حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب کو تکلیف دینے کی ضرورت نہ ہوگی۔ اور اگر خاکسار آپ کے جواب سے ساکت ہو جائے تو پھر آپ حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب سے گفتگو کے مجاز ہوں گے۔ یہی امر بحکم عقل موزوں و مناسب ہے۔ شاگردوں کے ہوتے ہوئے ایک شیخ الکل اور امام وقت کو زیبا نہیں ہے کہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب بنائے۔
>
> اور اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلا کم و کاست منظور کرانا چاہتے ہیں تو ہم اس امر کے لئے بھی حاضر ہیں۔ لیجئے بتاریخ ۱۱۔ اکتوبر بوقت ۹ بجے دن چاندنی محل میں تشریف لے آیئے اور خاکسار سے گفتگو کر لیجئے۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں اور آپ کی تمام شرطیں منظور ہیں۔

یہ اشتہار چھپوا کر متعدد ذرائع سے مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس بھیجے گئے اور زبانی پیغام بھی پہنچائے گئے۔ مرزا صاحب نے اس اشتہار کو پڑھ کر اور پیغامات کو

سن کر کوئی عذر و انکار نہ کیا، جس سے ہر ایک کو یقین ہو گیا کہ قادیانی صاحب وقت مقررہ پر چاندنی محل پہنچ جائیں گے۔ اس لئے فرش فروش کا انتظام کیا گیا۔

اب مولوی محمد حسینؒ بٹالوی صاحب اور مولوی عبدالحق صاحبؒ حقانی کی طرف سے ایک مشترکہ چٹھی مرزا قادیانی صاحب کے نام بھیجی گئی جس کا مضمون یہ تھا کہ مولوی عبدالحق صاحب نے آپ کو ٹاؤن ہال میں مباحثہ کیلئے بلایا تھا، آج یہ قرار پایا ہے کہ بالفعل ایک ہی مناظرہ چاندنی محل میں ہو۔ آپ وقت مقررہ پر ضرور تشریف لائیں کیونکہ فرش وغیرہ پر بہت سا روپیہ صرف ہو چکا ہے۔

وقت مقررہ پر مرزا غلام احمد صاحب کا سخت انتظار شروع ہوا۔ لیکن انہیں نہ آنا تھا، نہ آئے اور جلسہ بے نیل ومرام برخاست ہوا۔

مرزا قادیانی کی عہد شکنیاں اور مقابلہ سے گریز

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء کے اشتہار میں لکھا تھا کہ مولوی نذیر حسین صاحب اور ان کے شاگرد محمد حسین بٹالوی صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں، لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ بپابندی شرائط مندرجہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء بحث کر لیں۔ ، لیکن مرزا جی نے مولوی محمد حسین کے ساتھ مباحثہ کرنے سے صاف انکار کر کے نقض عہد کیا اور کہا کہ میں خاص مولوی نذیر حسین صاحب سے گفتگو کرونگا کیونکہ مجھے ابوسعید محمد حسین کی گفتگو سے بالطبع نفرت ہے۔ ہاں وہ مولوی نذیر حسین صاحب کے مددگار رہیں۔

اس اصرار کی وجہ سے حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب اس بات پر مجبور ہو گئے کہ وہ بذات خود مرزا غلام احمد قادیانی سے گفتگو کریں۔ اس فیصلہ کے بموجب ۱۱۔ اکتوبر کو ایک اور جلسہ چاندنی محل میں تجویز ہوا، اور میاں (نذیر حسین) صاحب نے مرزا قادیانی صاحب کو ایک چٹھی میں اطلاع دی کہ میں بذات خود آپ سے گفتگو پر آمادہ ہوں۔ آپ ۱۱۔ اکتوبر کو فلاں وقت چاندنی محل میں آجایئے۔ ،

لیکن مرزا قادیانی صاحب اس عہد کے بھی پابند نہ رہے اور مجلس مناظرہ میں آنے سے صاف انکار کر دیا اور اس مضمون کا ایک خط لکھ بھیجا کہ چونکہ میں دیکھتا

ہوں کہ جوش عوام کا حد سے بڑھا ہوا ہے، لہذا یہ تجویز قرار پائی ہے کہ غلام قادر صاحب فصیح ڈپٹی کمشنر کے پاس جا کر اطلاع دیں تو پھر ایک تاریخ مقرر کر کے جلسہ ہو۔

اس پر چاندنی محل کا جلسہ برخواست ہوا، اور اہل دہلی کو یقین ہو گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مباحثہ ہی منظور نہیں ہے، وہ محض حیلے حوالے اور دفع الوقتی سے کام لے رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس فرار وگریز کا نہ صرف دہلی میں بلکہ تمام ہندوستان میں شہرہ ہوا، اوران کے دامن شہرت پر سخت بدنما داغ لگا۔

حضرت میاں صاحب کی شان میں دریدہ ذہنی

حضرت مولانا نذیر حسینؒ صاحب ہندوستان بھر کے نامی گرامی علمائے اہل حدیث کے استاد اور شیخ الکل کے لقب سے ممتاز تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں ان کی شان میں سخت دریدہ ذہنی کی اور لکھا کہ:

اگر چہ آپ درس قرآن وحدیث میں ریش و بروت سفید کر بیٹھے ہیں مگر آپ کو کسی استاد نے حقیقت تک نہیں پہنچایا۔ اور قال اللہ وقال الرسول کے مغز سے دور، مہجور اور بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیے کہ شیخ الکل ہونے کا دعوی اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ مسیح کو قرآن اور احادیث صیحہ کی رو سے زندہ سمجھ رہے ہیں۔ اگر آپ کو کچھ شرم ہے تو اب بلا توقف بحث کے لئے میدان میں آجائیں، تا سیہ روئے شود کہ دروغش باشد

میں حیران ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ اگر آپ بحث نہیں کرنا چاہتے تو

ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجئے کہ یہ دلائل صحیح نہیں ہیں اور میرا یہی عقیدہ ہے کہ مسیح بجسدہ العنصری آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔

تب میں آپ کی اس گستاخی اور حق پوشی اور بد دیانتی اور جھوٹی گواہی کے فیصلہ کے لئے جناب الٰہی میں تضرع اور ابتہال کرونگا۔

اور اگر آپ تقوی کا طریق چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے تو ایک سال میں اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کے لئے بطور نشان کے ہو جائے گا۔ (تبلیغ رسالت یعنی مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۳۷۔۳۸)

جامع مسجد دہلی میں مجلس مناظرہ

مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی اور دوسرے علمائے اسلام کو اس بات کا کامل یقین تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہیں گے اور مباحثہ نہ ہوگا اور وہ حضرت میاں (نذیر حسینؒ) صاحب کی قسم پر راضی نہ ہوں گے۔

۱۸۔اکتوبر کو مسلمانان دہلی کی طرف سے اس مضمون کا ایک اشتہار شائع کیا گیا کہ مرزا قادیانی صاحب کی بدگوئی اور دریدہ دہنی کی وجہ سے جو انہوں نے حضرت شیخ الکل (میاں نذیر حسین) کی شان میں کی اس قابل نہیں رہے کہ حضرت میاں صاحب ان کو اپنا مخاطب بنائیں۔ ہاں مولوی محمد حسینؒ صاحب بٹالوی اور میاں صاحب کے دوسرے تلامذہ میں سے جس کسی سے وہ گفتگو کریں ان سے مباحثہ کرلیں اور اگر مباہلہ کرنا پسند ہے تو مولوی عبدالحق امرتسری یا مولوی عبدالمجیدؒ صاحب سے کرلیں۔،

لیکن اس کے بعد فیصلہ ہوا کہ ۲۰۔اکتوبر ۱۸۹۱ء کو جامع مسجد دہلی میں مجلس مناظرہ منعقد ہو، اور عوام الناس اور بعض خواص نے حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب کو اس بات پر راضی کرلیا کہ جامع مسجد کے اجلاس میں تشریف لے چلیں۔ مرزا صاحب قادیانی کو بھی اطلاع کر دی گئی۔ مرزا جی نے اس کے جواب میں لکھا کہ اب میں نے حفظ امن کا انتظام کرلیا ہے، میں جامع مسجد میں مقررہ وقت پر پہنچ جاؤنگا۔

۲۰۔اکتوبر کو نماز عصر سے پیشتر ہزارہا مسلمان جامع مسجد میں پہنچ گئے۔ مولانا سید نذیر حسین صاحب اور دوسرے علماء دہلی بھی تشریف لے آئے۔ مرزا قادیانی صاحب اپنے بارہ پیرؤوں کے ساتھ آ موجود ہوئے۔ چونکہ نماز عصر کا وقت ہو گیا تھا مسلمانوں نے با جماعت نماز ادا کی۔ مرزا قادیانی صاحب اور ان کے بارہ حواری مسلمانوں کے ساتھ شریک نہ ہوئے۔

اتنے میں انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس جو مرزائیوں کی دعوت پر آیا تھا جامع

مسجد میں آ موجود ہوا۔ نماز کے بعد نواب سعید الدین رئیس لوہارو، مولوی عبد المجید اور سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس حضرت میاں (نذیر حسین) صاحب کے ایماء سے مرزا قادیانی کی جگہ پر گئے۔ سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ساتھ ہولیا۔

ان لوگوں نے جا کر کہا کہ آپ لکھ دیجئے کہ اگر میاں (نذیر حسین) صاحب میرے دلائل کو حلف اٹھا کر مسترد کر دیں تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلوں گا۔

مرزا قادیانی صاحب نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ ان کے سکوت سے مضطرب ہو کر ایک مرزائی اٹھ کھڑا ہوا، اور کہنے لگا کہ ہاں ایک سال کے بعد توبہ کرلیں گے بشرطیکہ حضرت مرزا صاحب کی بددعا کا کوئی اثر نہ ہوا۔

سپرنٹنڈنٹ نے (ہنس کر) کہا یہ تو کوئی بات نہیں اس کو کوئی منظور نہیں کرسکتا۔

مولوی عبد المجید نے (سپرنٹنڈنٹ سے خطاب کر کے کہا) صاحب! ہم آپ ہی کو حکم ٹھہراتے ہیں۔ آپ ان سے دریافت کیجئے کہ آپ نے ۱۷۔ اکتوبر کے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی نذیر حسین صاحب ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر قسم کھائیں۔ سو کیا آپ اپنے دلائل وفات مسیح پیش کرسکتے ہیں؟ اور اگر مولانا ممدوح آپ کے دلائل کو تسلیم نہ کریں اور ان کے بطلان پر حلف اٹھالیں تو کیا آپ توبہ کرلیں گے؟

مرزا جی نے اس کا کچھ جواب نہ دیا۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ مرزا صاحب اور ان کے دام افتادوں کو دیر تک سمجھاتا رہا کہ تم کیوں بات بڑھاتے ہو ایک مختصر بات کہو۔

مرزا صاحب بے کہا کہ ہم صرف مسئلہ حیات و ممات مسیح پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

مولوی عبد المجید نے کہا کہ ہم نہ صرف مسئلہ حیات و ممات مسیح کا بلکہ آپ کے تمام عقاید کا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں جس صورت میں کہ آپ کے بہت سے دوسرے عقاید بھی اسلام کے خلاف ہیں ہم کیوں ایک ہی مسئلہ کا تصفیہ کریں۔ بڑا دعوی تو آپ کو مسیحائی کا ہے آپ اس کا کچھ ثبوت پیش کرسکتے ہیں؟

سپرنٹنڈنٹ، نواب صاحب، بخشی اکرام اللہ خان سب رجسٹرار و مجسٹریٹ، نواب سید سلطان مرزا آنریری مجسٹریٹ اور تمام معززین و اراکین جلسہ نے اس کی تائید کی اور کہا مرزا صاحب قادیانی دوسرے قصوں کو چھوڑ کر آپ صرف اپنی مسیحیت کا ثبوت دیجئے۔

مرزا صاحب نے کہا ہم صرف مسئلہ حیات وممات مسیح پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔

یہ سن کر نواب سید سلطان مرزا اور مولوی عبدالمجید نے مولوی محمد حسین بٹالوی کا ہاتھ پکڑ کر انہیں قادیانی کے سامنے کر دیا اور کہا لیجئے ! یہ مولوی صاحب حاضر ہیں ان سے مسئلہ حیات وممات مسیح پر ہی گفتگو کر لیجئے۔

مرزا صاحب، مولانا بٹالوی کو دیکھ کر سہم گئے اور گفتگو سے انکار کر دیا۔

مولوی عبدالمجید نے کہا اچھا مرزا صاحب اگر آپ مناظرہ سے جی چراتے ہیں تو پبلک کی رائے پر فیصلہ کر لیجئے۔

مرزا جی کے پیرو نے کہا کہ پبلک تو آپ کے ساتھ ہے۔ سپرنٹنڈنٹ (نے مرزا سے مخاطب ہو کر کہا) فرض کرو حضرت مسیح انتقال کر گئے تو اس حالت میں سب برابر ہیں۔ آپ کو دوسروں سے زیادہ کیا استحقاق ہے کہ آپ کو مسیح سمجھ لیا جائے ؟ بہر حال آپ کو اپنے دعوی کا ثبوت دینا ضرور ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کا جواب نہیں دیا۔

پھر مولوی عبدالمجید نے بآواز بلند کہا صاحبو! خاموش ہم ہر مسئلہ میں گفتگو کے لئے تیار ہیں (اور مرزا صاحب کو خطاب کر کے کہا) جناب ! آپ کے پاس کوئی شرعی دلیل ہے تو پیش کیجئے۔

خواجہ محمد یوسف وکیل علی گڈھ نے منجانب مرزا صاحب، مولوی عبدالمجید کو مخاطب کر کے کہا کہ حضرت اگر ایک شخص مسلمان ہوتا ہے اسے کیوں مسلمان نہیں کرتے۔ مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اگر توبہ کرے تو ہمارا بھائی ہے۔ خواجہ یوسف نے کہا کہ ابھی ان سے تو بہ لکھوائے دیتا ہوں وہ لکھ دیں گے کہ جو کچھ قرآن وحدیث کے خلاف میں نے لکھا ہے وہ مردود ہے اور میں مسلمان ہوں۔

مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اگر کسی مغالطہ کے بغیر لکھ دیں تو ہم ابھی منظور کرتے ہیں۔ مرزا صاحب تو بہ نامہ لکھنے لگے مگر وہی الفاظ جو ۲۔ اکتوبر کے اشتہار میں شائع کر چکے تھے، یعنی مجھ پر یہ الزام لگایا جاتا ہے کہ یہ شخص نبوت کا مدعی معجزات ملائکہ اور لیلۃ القدر کا منکر ہے حالانکہ میں تمام اسلامی عقاید کو مانتا ہوں۔

عبدالمجید نے کہا کہ مرزا صاحب یہ تو آپ پہلے ہی شائع کر چکے ہیں، لکھنا تو

یہ چاہیے کہ میں نے اپنی کتابوں فتح اسلام، توضیح مرام اور ازالہ اوہام میں جو عقیدے اسلامی عقائد کے خلاف لکھے ہیں ان سے توبہ کرتا ہوں ۔

خواجہ صاحب نے کہا مرزا غلام احمد صاحب نے کوئی امر خلاف اہل اسلام نہیں لکھا مگر سمجھنے کا فرق ہے۔

مولوی عبدالمجید نے کہا کہ اچھا مرزا صاحب اسی موضوع پر گفتگو کرلیں کہ ان کے عقاید قرآن اور حدیث کے خلاف ہیں یا نہیں؟ ہم ابھی ان کی کتابیں پیش کر دیتے ہے۔

مرزا نے کہا ہم گفتگو نہیں کرتے۔ اراکین جلسہ نے کہا کہ یہ اجتماع اس لئے ہوا ہے کہ آپ اپنے عقائد کا ثبوت پیش کریں یا اگر مولانا نذیر حسین صاحب بحلف آپ کے عقاید کا خلاف قرآن و حدیث ہونا بیان کر دیں تو آپ توبہ کریں۔

مرزا غلام احمد نے کہا ہم صرف مسئلہ حیات و ممات مسیح کا تحریری ثبوت چاہتے ہیں اور کوئی گفتگو نہیں کرتے۔

اراکین جلسہ نے کہا کہ مرزا صاحب یہ جلسہ تحریروں کے لئے نہیں ہوا۔ یہ کام تو گھر بیٹھے ہی ہوسکتا ہے اور ہو رہا ہے جب آپ اپنے دعوے کا ثبوت نہیں دے سکتے تو بہتر ہے کہ لوگوں کو رخصت کر دیا جائے۔

نواب سعید الدین (اراکین جلسہ سے خطاب کرتے ہوئے) اور کچھ نہیں تو مرزا صاحب وفات مسیح کے متعلق اپنے دلائل پیش کریں۔

مرزا صاحب۔ ہم تو صرف مولانا صاحب سے حیات مسیح کا تحریری ثبوت چاہتے ہیں

اراکین جلسہ۔ اگر واقعی آپ کی خواہش ہے کہ گفتگو ہو اور گفتگو کسی نتیجہ پر پہنچے تو نہ صرف میاں صاحب بلکہ ان کے شاگرد بھی آپ سے گفتگو کے لئے تیار ہیں لیکن خلاف مقصود تحریروں کے کے لئے یہ جلسہ نہیں ہوا۔

سپرنٹنڈنٹ: (مولوی عبدالمجید کی طرف خطاب کرکے) آپ پکار کر کہہ دیجئے کہ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے لہذا جلسہ برخواست۔ سب لوگ خاموشی کے ساتھ رخصت ہو جائیں

مولوی صاحب: صاحبو! جلسہ برخواست مرزا صاحب اپنے دعوی کا ثبوت پیش نہیں کر سکتے

سپرنٹنڈنٹ۔ مولوی نذیر حسین صاحب سے بھی جا کر کہہ دیجئے کہ جلسہ برخاست

اب مولوی صاحب اور میر بشارت حسین کوتوال شہر، میاں صاحب کے پاس آئے اور کہا کہ مرزا صاحب گفتگو نہیں کرتے اس لئے جلسہ برخاست ہے۔ اس کے بعد کوتوال نے مرزا صاحب کے پاس جا کر کہا کہ اب آپ تشریف لے جایئے بیٹھنا بے کار ہے۔ مرزا صاحب قادیانی اس کو غنیمت سمجھے کہ جان بچی لاکھوں پائے۔

بوقت مراجعت مرزا صاحب اس شعر کا مصداق تھے:

عجائب چال سے ظالم ترا مستانہ آتا ہے
اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے

صاحبزادہ میاں بشیر احمد ابن مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب سیرۃ المہدی (جلد۲صفحہ۹۰) میں جامع مسجد سے مرزائی واپسی کا جو عبرتناک فوٹو اتارا ہے ذرا اس کو بھی ایک نظر دیکھ لیجئے۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں:

جب زیادہ (لوگ) مسجد سے نکل چکے تو حضرت (مرزا) صاحب بھی اٹھ کر باہر تشریف لائے اور بہت سے سپاہی اور پولیس آپ کے اردگرد تھے جب آپ شمالی دروازہ پر آئے تو خدام نے اپنی گاڑیاں تلاش کیں کیونکہ ان کو آنے جانے کا کرایہ دینا کر کے ساتھ لائے تھے اور کرایہ پیش گی دے دیا تھا لیکن معلوم ہوا کہ لوگوں نے مالکوں کو بہکا کر روانہ کر دیا تھا اور دوسری بھی کوئی گاڑی، یکہ، ٹم ٹم تانگہ پاس نہ آنے دیتے تھے۔ اس طرح حضرت (مرزا) کو قریباً ۱۵ منٹ دروازہ پر انتظار کرنا پڑا۔ اس اثنا میں لوگوں کے گروہ در گروہ جو مسجد کے باہر کھڑے تھے بلوہ کر کے حضرت کی طرف آنے لگے۔ پولیس کا افسر ہوشیار تھا اس نے حضرت سے کہا کہ آپ فوراً میری گاڑی میں بیٹھ کر اپنے مکان کی طرف روانہ ہو جائیں کیونکہ لوگوں کا ارادہ فاسد ہے۔ چنانچہ حضرت اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی دونوں اس گاڑی میں بیٹھ کر روانہ ہو گئے اور باقی لوگ بعد میں پیدل مکان پر پہنچے۔ اس موقع پر حضرت کے ساتھ مولوی عبدالکریم، سید امیر علی، غلام قادر فصیح، محمد خان کپورتھلوی حکیم فضل دین بھیروی، پیر سراج الحق اور چھ اور دوست تھے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۸ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۶۔ص ۵ تا ۹)

سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات ۔۱

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل ۶ مئی ۱۹۳۸ء میں ملک محمد حسین صاحب محرر چونگی میونسپل کمیٹی وزیر آباد کی طرف سے حیات و نزول مسیح سے متعلق چند سوالات شائع کئے گئے ہیں جن کا جواب حسب ذیل ہے۔

مکرمی ملک صاحب السلام علیکم ۔ آپ اہل حدیث ہونے کے مدعی ہیں لیکن آپ نے اپنے شبہات کو بجائے علماء اسلام سے بالمشافہ یا بلا واسطہ بذریعہ خط و کتابت حل کرنے کے انہیں مخالفین کے اخبار میں شائع کر کے اپنے اور اہل اسلام کے درمیان معاندانہ مباحثے کی بنیاد ڈالی ہے کیا اہل، حدیثی اسی کا نام ہے۔

تمہیں کہو کہ یہ انداز گفتگو کیا ہے

آپ لکھتے ہیں: اگر جواب نہ آیا تو کمترین کو جماعت احمدیہ میں داخل ہونے سے کوئی روک نہ ہوگی۔

سبحان اللہ! کیا عجیب دلیل اور معقول دھمکی ہے۔

اے جناب! کیا حیات مسیح کے منکر کے لئے احمدی ہونا لازم ہے؟ پھر تو یہود نا مسعود آریہ ہندو سکھ وغیرہ سب کے سب احمدیت کی رونق کہے جا سکتے ہیں کیونکہ یہ سب حیات مسیح کے منکر ہیں۔

مخالفین اسلام کو جانے دیجئے مسلمانوں میں کئی گروہ نیچری چکڑالوی وغیرہ وفات مسیح کے قائل ہیں کیا یہ سب مرزائی ہیں۔

برادرم! غور فرمایئے اس نامعقول دلیل پر کہ مرزا صاحب قادیانی اس لئے مسیح موعود ہیں کہ مسیح وفات پا چکے ہیں۔

یہ تو وہی بات ہوئی کہ چاول سفید ہوتے ہیں لہذا زمین گول ہے۔

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

ملک صاحب مرزا جی نے خود فیصلہ کر دیا کہ:

مسیح کے نزول کا عقیدہ ایسا نہیں جو ہمارے ایمانیات کی کوئی جزو یا ہمارے دین کے ارکان سے ہو بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۴۰)

اندریں صورت ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت خود انہی کے مقرر کئے ہوئے معیاروں مثل متحد یانہ پیش گوئیوں نیز دلائل قرآنیہ علامات مسیح موعود مندرجہ احادیث نبویہ سے جانچو۔ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان پر پورے اتریں تو وہ سچے بصورت دیگر ہم حیات و وفات مسیح جیسی علمی بحثوں میں پڑ کر کسی ایسے ویسے شخص کو مسیح موعود تسلیم کرنے پر تیار نہیں ہیں۔

یہ ہے وہ اصل الاصول، جس پر عمل کرنے سے مرزائیت کا تمام تانا بانا ادھڑ کر رہ جاتا ہے۔ کیا کوئی مرد میدان ہے کہ اس اصول کے مطابق ہمارے ساتھ تحریری یا تقریری بحث مباحثہ کر سکے اور فیصلہ کے لئے کسی ایک غیر جانبدار آدمی کو ثالث مقرر کر لے میں علی الاعلان وجدانی پیش گوئی کرتا ہوں کہ کوئی بھی احمدی اس مقابلہ کے لئے کھڑا نہ ہوگا۔

مکرم من! تدبر سے کام لیجئے فرض کیا کہ حضرت مسیح وفات پا گئے۔ کیا اس سے کوئی ایسا شخص مسیح کہلانے کا حق دار ہو جائے گا جس کی تمام متحد یانہ پیش گوئیاں سراسر کذب و افتراء ثابت ہوں۔ جس کے تمام اصول دفع الوقتی اور خود غرضی پر مبنی ہوں۔ جس کی تحریرات میں صدہا خلاف واقعہ امور ہزار ہا بدیہی اختلافات عوام سے لے کر انبیاء کرام بلکہ خود خالق انس و جاں تک کی ذات ستودہ صفات اس کے زور قلم سے نہ چھوٹی ہو۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود اس کی صحت جسمانی بھی مراق ہسٹیر یا دردگردہ دن میں سوسو دفعہ پیشاب آنا سل و دق جیسی موذی امراض سے قابل رحم ہو۔

ملک صاحب! یہ باتیں جو میں نے تحریر کی ہیں کسی سے سن سنا کر نہیں بلکہ علی وجہ البصیرت لکھی ہیں جن کا کھلا کھلا ثبوت میرے پاس ہے۔ آپ اگر اس پر آمادہ ہوں تو بالمشافہ بھی آپ کو ان کا ثبوت دینے پر تیار ہوں۔

باقی رہے آپ کے سوالات، سو اگر چہ بحالات مذکورہ بالا نیز اس وجہ سے

کہ ہماری طرف سے بیسیوں دفعہ ان کے مسکت و مدلل جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ چنانچہ ملاحظہ ہوتفسیر ثنائی مولفہ استاذنا العلام مولانا فاتح قادیان محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری ورسالہ شہادۃ القرآن ہر دوحصہ مصنفہ حضرت المکرّم مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی ومحمد یہ پاکٹ بک مولفہ خاکسار راقم الحروف، وغیرہ تاہم بپاس خاطر جناب ذیل میں کچھ مختصراً عرض کئے دیتا ہوں۔

سوال نمبرا۔ بخاری میں ہے پیغمبر خدا قیامت کے دن عرض کریں گے میں جب تک زندہ رہا صحابہ کا نگران رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی پھر مجھے علم نہیں۔ رسول کریم ﷺ نے فرمایا قیامت کے دن خدا کو وہی جواب دوں گا جو حضرت عیسیٰ نے دیا کہ فلما توفیتنی کنت انت الرقیب علیھم کیا اس حدیث سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کے معنی موت ہیں حضرت عیسی فوت ہو چکے اگر وہ دوبارہ دنیا میں آئیں اور عیسائیوں کو بگڑا ہوا دیکھیں تو قیامت کے دن وہ یہ جواب نہیں دے سکتے۔

منشی عبداللہ معمار صاحب جواباً لکھتے ہیں: آپ کی اس تحریر سے ظاہر ہے کہ یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا مرزاغلام احمد صاحب قادیانی نے بھی آخر میں یہی مسلک اختیار کیا تھا کہ:

یہ سوال و جواب حضرت عیسی سے قیامت کے دن ہوگا (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۱)

بخلاف اس کے ازالہ اوہام (جس کے متعلق مرزا جی نے اشتہار میں اعلان کیا تھا کہ اس کتاب میں رب جلیل کے القاء سے مسیح کی وفات کے ثبوت میں حکیم وحمید تعالی شانہ کی تعلیم اور تفہیم سے قرآن کی ۳۰ صریح آیتوں سے استدلال کیا ہے اس کتاب میں نور ہدایت حق ملے گا) اس کتاب کے اندر مرزا صاحب قادیانی نے یہ لکھا ہے:

> بخاری اور مسلم کی حدیث میں آنحضرت ﷺ آیت فلما توفیتنی کی یہی تفسیر فرما تے ہیں کہ اس سے وفات ہی مراد ہے اس حدیث سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ یہ سوال و جواب مسیح سے عالم برزخ میں ان کی وفات کے بعد کیا گیا نہ کہ قیامت میں کیا جائے گا۔ پس جس آیت کی تفسیر کو آنحضرت ﷺ نے کھول دیا پھر اگر کوئی تفسیر نبوی کوسن کر شک میں رہے تو اس کے ایمان اور اسلام پر تعجب نہیں۔ (ازالہ اوہام طبع سوم۔ص ۳۰۴)

ملک صاحب ! پہلی تحریر سے ظاہر ہے کہ یہ سوال و جواب قیامت کے دن ہوگا اوراس تحریر سے واضح ہوتا ہے کہ یہ سوال و جواب ہو بھی چکا ہے۔

فرمایئے مرزا صاحب قادیانی مدعی نبوت و رسالت کی ہر دو تحریروں سے کون سی حق اور کون سی افتراء علی اللہ والرسول پر مبنی ہے۔

کیوں جی ! خدا کے راست باز بندے ایسے ہی ہوتے ہیں جو ایک وقت تو نہ صرف قرآن میں بلکہ جناب سید الانبیاءﷺ کی حدیث میں بھی تحریف کر کے مسیح کے مکالمہ کو عالم برزخ سے متعلق ٹھہرائیں اور دوسرے وقت اس کے صریح خلاف لکھیں انصاف سے فرمایئے کہ اب افسوس اور تعجب کس کے ایمان اور اسلام پر کرنا چاہیے۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بالکل سچ فرمایا ہے کہ:

اختلاف اور تضاد یا منافق کے اقوال میں ہوتا ہے یا پاس گلوں کے اقوال میں (مفہوم ست بچن ۔ص ۳۱)

ملک صاحب راقم ہیں کہ: حضرت عیسیٰ قیامت کے دن خدا کی بارگاہ میں عرض کریں گے یا اللہ میں جب تک زندہ رہا ان کا نگران رہا جب تو نے مجھے وفات دے دی تو مجھے ان کے حالات کا علم نہیں۔،

اس تحریر سے عیاں ہے کہ ملک صاحب تو فیتنی کے معنی وفات لے کر نتیجہ نکالتے ہیں عیسائی بعد وفات مسیح بگڑے ہیں ۔ اب اگر میں خود مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات سے یہ دکھا دوں کہ عیسائی جناب مسیح کی زندگی میں بگڑے ہیں تو یقیناً آپ کو توفّیتنی کے معنی موت نہیں زندگی ماننے پڑیں گے۔ پس آپ توجہ سے سنیں ۔مرزا جی راقم ہیں:

۱، جب (مسیح) صلیب سے نجات پا کر کشمیر چلے آئے تو اس (پولوس) نے تثلیث کا مسئلہ کھڑا کیا۔ (کشتی نوح حاشیہ۔ص۶۰)

۲۔انجیل پر ابھی تیس برس نہیں گذرے تھے کہ بجائے خدا کی پرستش کے ایک عاجز انسان کی پرستش نے جگہ لے لی ۔(چشمہ معرفت ۔ص۲۵۴)

ضروری نوٹ ؛پولوس کی تاریخ وفات ٦٧ عیسوی ہے دیکھوانڈیکس ٹودی ہولی بائبل مشتہرہ جارج ای آئل اینڈ ولیم سپائس وڈلنڈ

۳۔ وہ (مسیح) صلیب سے زندہ اتارا گیا اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ کے بعد مسیح نے ایک سوبیس برس عمر پائی۔ (تذکرۃ الشہادتین ص ۲۷) (کسی حدیث سے یہ ثابت نہیں۔لہذا مرزا صاحب قادیانی کا اپنا مقولہ ہے)

تحریرات بالا سے صاف واضح ہے کہ حضرت مسیح بعد واقعہ صلیب ۱۲۰ برس زندہ رہے اور تثلیث ۳۰ برس بعد ہی پھیل گئی۔ نتیجہ ظاہر ہے کہ عیسائی جناب مسیح کی زندگی میں ہی بگڑے ہیں۔

ملک صاحب! آپ مانتے ہیں کہ عیسائی حضرت مسیح کی زندگی ....اور اوپر ثابت ہو چکا کہ تثلیث کا عقیدہ مسیح کی حیات میں پھیلا ہے پس توفی کے معنی موت نہیں ہوسکتے مرزائی توفی بمعنی ھجر ت الی الکشمیر کرلیں ہم بقرینہ را فعك الیّ رفع آسمانی مراد لیتے ہیں۔

مکرم من! اسی شخص کو آپ نبی اور رسول ماننے کی دھمکیاں دے رہے ہیں

میرے پہلو سے اٹھا آگے ستم گر ہے کھڑا
مل رہے گی ملک کو کفران نعمت کی سزا

ملک صاحب! اتقوا اللہ۔ اتقوا اللہ۔ اتقوا اللہ۔ مرزا صاحب قادیانی کی منقولہ تحریرات شاہد ہیں کہ عیسائی حضرت مسیح کی زندگی میں ہی بگڑے ہیں۔ بخلاف اس کے مرزا صاحب نے ۲۰ مئی ۱۹۰۴ء کو گورداسپور میں تقریر کرتے ہوئے کہا:

وہ (حضرت عیسی) کہتے ہیں کہ عیسائی اگر بگڑے تو میری وفات کے بعد بگڑے ہیں۔(ریویو آف ریلی جنز قادیان۔جلد ۶ نمبر ص ۱۹۹)

پیارے ملک صاحب! آپ کے نزدیک مسیح موعود کے لئے راست گوئی بھی شرط ہے یا نہیں انصاف!

آپ لکھتے ہیں:

اگر حضرت مسیح دنیا میں آئیں اور عیسائیوں کو بگڑا ہوا دیکھیں تو قیامت کے دن وہ یہ جواب نہیں دے سکتے کہ مجھے امت کے بگڑنے کا علم نہیں۔

جناب من! مسیح کا یہ قول کہ مجھے امت کے بگڑنے کا علم نہیں، یہ قرآن کے کون سے پارے، حدیث کی کس کتاب میں درج ہے۔ بخدائے لایزال یہ حضرت

مسیح پر چٹا جھوٹ ہے۔ قرآن پاک گواہ ہے کہ جناب مسیح قیامت کے دن اپنی امت کے بگاڑ کو جانتے ہوئے مخفی رنگ میں سفارش کریں گے۔

ان تعذّبھم فانّھم عبادك و ان تغفر لھم فانّك انت العزیز الحکیم (علام الغیوب اگر تو ان (بگڑے ہوئے) بندوں کو عذاب کرنا چاہے تو یہ تیرے غلام ہیں اور اگر تو ان گنہگاروں کو بخش دے تو تو غالب اور حکمت والا ہے) (المائدۃ:۱۱۸)۔

کیا یہ الفاظ کسی بے خبر انسان کے ہوسکتے ہیں۔فتدبر

مرزائیوں کی عادت ہے کہ وہ مرزا صاحب کو زیر مواخذہ پا کر قرآن مجید میں ہر طرح کی تحریف پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ممکن ہے کوئی عدومبین آپ کے اردگرد بھی ہو جو مذکورہ بالا آیت شریف میں تحریف کی کوشش کرے، اس لئے میں آپ کو ایک آسان طریقہ سمجھائے دیتا ہوں۔یعنی خود مرزا غلام احمد صاحب مدعی مسیحیت کی دستخطی تحریر دکھائے دیتا ہوں کہ عیسائیوں کے بگاڑ کا حضرت مسیح کو قیامت بلکہ مرزا جی کی پیدائش سے بھی پیشتر اچھی طرح علم ہے۔ سنئے مرزا صاحب قادیانی رقم طراز ہیں:

خدا تعالی نے اس عیسائی فتنہ کے وقت یہ فتنہ حضرت مسیح کو دکھایا یعنی ان کو آسمان پر اس فتنہ کی اطلاع دے دی تب وہ اپنی قوم کی خرابی کو کمال فساد پر دیکھ کر نزول کے لئے بے قرار ہوا (چنانچہ میں اس کا مظہر ہو کر آیا ہوں)

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۶۸ حاشیہ)

ملک صاحب! جب جناب مسیح کو اپنی امت کے بگاڑ کی اطلاع ہے تو اس صورت میں وہ قیامت کے دن انکار کیسے کر سکتے ہیں؟ غور فرمایئے

ابھی ایک مرحلہ اور باقی ہے کہ جس صورت میں خود مرزا غلام احمد صاحب کو تسلیم ہے کہ حضرت مسیح اپنی امت کے احوال سے باخبر ہیں تو پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ کیوں کر لکھا کہ: وہ عرض کریں گے بار خدایا مجھے کوئی علم نہیں کہ میرے پیچھے انہوں نے کیا کیا (ریویو آف ریلی جنز۔جلد ۶ نمبر۳ ص ۱۹۹)۔خدا نہ کہے گا کہ، جھوٹ کے پتلے، میں نے تو خود تجھے آسمان پر اطلاع دے دی تھی یہاں تک کہ تو نے خود محترمہ چراغ بی بی کے بیٹے کو مسیح ابن مریم بنا کر قادیان میں روانہ کیا۔

مکرم ملک صاحب! یہی وہ مسیح موعود صاحب ہیں جن کے مذہب میں چلے

جانے کی آپ ہمیں دھمکی دیتے ہیں۔ اگر آپ سچ مچ جوہر شناس ہیں تو ہمیں امید ہے کہ آپ جوہر اور کنکریوں میں تمیز کر کے جوہر کو ترجیح دیں گے۔

بر درام میرا دل تو یہ چاہتا ہے کہ مسئلہ حیات مسیح میں مرزا صاحب نے جس قدر پلٹے کھائے آیات کو بگاڑا اور احادیث میں تحریف کی بزرگان دین پر افتراء کئے غلط بیانیاں کیں متضاد تحریریں لکھیں وہ سب ایک ایک کر کے آپ کے سامنے رکھو مگر یہ مضمون اخباری ہے بخوف طوالت سردست اس طرز کو چھوڑ کر آپ کے سوال کے بقیہ حصہ کی طرف آتا ہوں۔ کبھی فرصت میں سن لینا بڑی ہے داستان میری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جولائی ۱۹۳۸ء۔ ۱۶ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۷ ص ۵۔ ۷)

سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات۔۲

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ملک صاحب کا سارا زور لفظ تو فی پر ہے۔ جواباً عرض ہے کہ از روئے لغت وقرآن حدیث لفظ تو فی کے تین معنی ہو سکتے ہیں۔

۱۔ پورا لینا۔ ۲۔ موت۔ ۳۔ نیند۔

اب آیئے اس بات پر غور کریں کہ حضرت مسیح کے متعلق جو تو فی کا وعدہ دیا گیا وہ کن معنوں سے ہے۔

اس وقت کا نقشہ یہ ہے کہ حضرت مسیح محصور ہیں۔ دشمن مکان کا گھیرا ڈالے کھڑے ہیں۔ اللہ تعالی وعدہ دیتا ہے

یاعیسی انّی متو فّیك و را فعك الیّ و مطهّر ك من الّذین كفروا

۔ (اے عیسی میں تیری توفی کروں گا اور تجھے اپنی طرف اٹھاؤنگا اور ان کفار سے تجھے پاک رکھوں گا)۔ (آل عمران:۵۵)

ملک صاحب! یہ مسلمہ فریقین ہے کہ اس آیت میں خدا نے حضرت مسیح کو کفار کے ہاتھوں سے بچانے کا وعدہ دیا ہے چنانچہ الفاظ مطهرك من الذین كفروا اس پر نص صریح ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی تسلیم کیا ہے کہ حضرت مسیح

بچ گئے تھے۔ بعد میں کشمیر چلے آئے اور ۱۲۰ برس عمر پاکر فوت ہوئے۔
اب اگر توفّی کے معنی موت لئے جائیں تو مطلب آیت کا یہ نکلا کہ

اے عیسی! میں پہلے تیری جان نکالوں گا پھر تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا پھر تجھے کفار کے ہاتھوں سے بچاؤں گا۔

مکرمی! کیا آپ کا ضمیر اس غلط اور بے ڈھنگے ترجمہ کو قبول کرنے کے لئے آمادہ ہوسکتا ہے۔ یقیناً نہیں ہوگا۔ ممکن ہے کوئی احمدی آپ کو یہ کہہ کر مغالطہ میں ڈالے کہ تطہیر تو اسی وقت ہوگئی تھی مگر توفی کشمیر میں جا کر ہوئی ہے،

تو اس کا جواب یہ ہے کہ قرآن پاک میں توفی کا لفظ پہلے اور تطہیر از کفار کا فقرہ بعد ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب نے نہ تو ایک دو جگہ بلکہ بیسیوں مقامات پر اپنی کتابوں میں لکھا ہے کہ اس آیت کی ترتیب کو بدلنا ناجائز ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ترتیب بدلنے والے بے ایمان دجال محرف ہیں (معاذ اللہ استغفر اللہ) ملاحظہ ہو تریاق القلوب، ازالہ اوہام، ضمیمہ نصرۃ الحق وغیرہ۔ اور مرزائی حضرات بھی اس کو مانتے ہیں اندریں صورت توفی کے معنی اس جگہ کسی حالت میں بھی موت نہیں ہوسکتے۔

احمدی دوست توفی بمعنی کشمیر کی طرف جانا کرلیں ہم بقرینہ رافعك الیّ، صعود الی السماء کرلیں گے لهم دينهم و لنا دیننا۔ کیا کوئی مرد میدان احمدی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اقوال کو حجت مانتا ہوا اس جگہ توفی کے معنی موت کرکے ہم سے منہ مانگا انعام حاصل کرے۔

ملک صاحب کہیں گے کہ پھر آنحضرتﷺ کے فرمان اقول کما قال عبد الصالح فلما توفيتنی کنت انت الرقيب عليهم کا کیا کیا مطلب ہے۔
جواباً عرض ہے کہ آنحضرتﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ میں وہی کہوں گا جو حضرت مسیح کہیں گے بلکہ اقول کما قال عبد الصالح فرمایا ہے یعنی میں اس کی مانند کہوں گا۔ یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ کما حرف تشبیہ ہے اور مرزا صاحب کو بھی یہ تسلیم ہے کہ

تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں بلکہ بسا اوقات ایک ادنی مماثلت بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز دوسری چیز پر اطلاق کردیتے ہیں (ازالہ اوہام۔ ص ۲۷ طبع اول۔ ص ۳۰ طبع ۳)

بنا بریں آنحضرت ﷺ کے فرمان کا یہ مطلب ہے کہ جس طرح حضرت مسیح کی توفی بمعنی بمعنی رفع الی السماء کے بعد ان کی امت بگڑی ہے، ویسے ہی میری موت کے بعد میری امت میں تغیرات ہوئے ہیں۔

ملک صاحب! اس حدیث سے یہ کہاں سے ثابت ہوا کہ توفی کے معنی موت ہیں اور آنحضرت ﷺ نے اپنے حق میں توفی کا لفظ کہاں استعمال کیا ہے۔ مزید توضیح مطلوب ہو تو بخاری شریف کی اسی حدیث کا پہلا ٹکڑہ ملاحظہ فرمائیں۔

فرمایا نبی کریم ﷺ نے انکم محشو رو ن حفا ۃ عرا تاً غر لاً ثم قر أ کما بد أ نا او ل خلق نعیدہ تم قیامت کے دن ننگے پاؤں ننگے بدن بے ختنہ اٹھائے جاؤ گے پھر حضور نے یہ آیت پڑھی کما بد ناااول خلق نعیدہ یعنی خدا فرماتا ہے کہ جیسے ہم نے تمہیں پہلے پیدا کیا ہے ویسے ہی پھر کریں گے۔

ملاحظہ ہو اس جگہ صرف کما سے صرف ننگے بدن، ننگے پاؤں، غیر مختون اٹھائے جانا مطلوب ہے نہ کہ بعینہ پہلی پیدائش کی طرح ماں کے پیٹ سے پیدا ہونا۔

مکرمی ملک صاحب اگر اب بھی آپ کے شبہات زائل نہ ہوئے ہوں تو آپ اس بارے میں کتاب شہادۃ القرآن ہر دو حصہ مولفہ مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی ملاحظہ فرمائیں۔ نیز مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ جو بقول مرزا صاحب بحکم خدا لکھی گئی اور آنحضرت ﷺ نے اسے پسند فرما کر اس کا نام قطبی رکھا وغیرہ کا صفحہ ۴۹۸، ۴۹۹ و ۵۰۵ و ۵۱۹ ملاحظہ فرمائیں جہاں خود مرزا غلام احمد صاحب نے قرآن کی آیات کو اپنے الہامات ظاہر کر کے ان سے حضرت مسیح کی زندگی دوبارہ آمد متو فیك کے معنی پورا لینے والا کئے ہیں۔

ملک صاحب! اگر حیات مسیح کا مسئلہ قرآن کے خلاف ہوتا اور شرک ہوتا جیسا کہ مرزا غلام احمد نے بعد میں لکھا ہے تو خود مرزا صاحب کیوں ۵۲ برس کی عمر تک (۱۸۹۱ء تک) اس میں مبتلا رہے۔ مشرک تو نبی ہو ہی نہیں سکتا کما قال اللہ تعالی۔ لا ینال عھدی الظا لمین۔ خود مرزا صاحب قادیانی نے بھی ریویو آف ریلی جنز ۱۹۰۳ء صفحہ ۷۰ تا ۷۲ پر لکھا ہے کہ: نبی سے شرک کا صدور قطعاً محال ہے۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۲ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق ۲۳ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۸ ص ۴۔۵)

ضلع تھر پارکر میں مناظرہ مرزائیہ

ڈیپی سر ضلع تھر پارکر سندھ کے گردونواح میں مرزائیوں نے اراضیات خرید کر بودوباش اختیار کر رکھی ہے۔ وہاں کے مسلمانوں میں تبلیغ مرزائیت شروع کی تو جمیعۃ العلماء تھر پارکر نے ۲۱۔۲۲ جولائی کو تبلیغی جلسہ منعقد کیا۔ چنانچہ ان کی دعوت پر جمیعت تبلیغ اہل حدیث پنجاب کی طرف سے منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری کو وہاں بھیجا گیا جنہوں نے وہاں حیات مسیح و کذبات مرزا پر زبردست مناظرے کئے۔ الحمد للہ کہ سامعین پر بہت اچھا اثر پڑا اور مرزائی تبلیغ کی قلعی کھل گئی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۹ جولائی ۱۹۳۸ء۔ ۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۹ ص ۲)

مسلمانوں کی بدحالی اور مرزا قادیانی کی ناکامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہوری اخبار پیغام صلح ۱۳ جولائی ۱۹۳۸ء نے ہمدم لکھنو سے ایک رقت آمیز مضمون نقل کیا ہے جو درج ذیل ہے:

اخبار الاہرام قاہرہ میں یحیی فاروق سنجولی ساکن دیار مغرب نے ہندوستان کے متعلق اپنے تاثرت ظاہر کئے ہیں جو خالی از دلچسپی نہیں۔

دس ہفتہ کے مختصر قیام کے بعد میں اس کا حق دار نہیں کہ اس وسیع ملک کے باشندوں کی نسبت کوئی قطعی رائے ظاہر کروں جو ملک کہ ایک براعظم کی حیثیت رکھتا ہے۔ لیکن ہندوستانی مسلمانوں نے مجھے ایک عزیز بھائی کی طرح کشادہ ہاتھوں سے اپنی سوسائٹی کی آغوش محبت میں لے لیا اور ان کی اخوت اسلامی کے مظاہرہ نے مجھے اس اجنبی ملک میں اجنبیت نہ محسوس ہونے دی۔

ہندوستانی مسلمانوں کے خودغرض اکابر:

لاریب ہندوستانی مسلمانوں میں حمیت مذہبی اور غیرت اسلامی بہت زیادہ ہے۔ لیکن افسوس کہ وہ عیوب جو ہمارے اکابر میں نظر آتے ہیں، مسلمانان

ہند کے لیڈروں میں بھی نمایاں ہیں۔ وہ نہایت خود غرض اور طماع ہیں۔ خلوص وایثار کا ان میں نام نہیں، اور نہ قومی درد رکھتے ہیں۔ لیڈروں کی پست ذہنیت نے عوام میں حوصلہ مندی باقی نہیں رکھی اور وہ غیر ملکی حکومت سے مطمئن اور قانع ہیں۔

ہندوستان کی مسلم آبادی

یہ غلط خیال ہے کہ ہندوستان ایک اسلامی ملک ہے اور وہاں مسلمان ہی مسلمان بستے ہیں۔ اس ملک میں اگرچہ ایک ہزار برس اسلامی حکومت پرتو افگن رہی، مگر ان کی رواداری یا تغافل شعاری کی وجہ سے وہاں مسلمانوں کی آبادی بہت کم ہے۔ اس سے بھی کم جتنی مصر میں قبطیوں کی آبادی ہے۔ ان کی جسمانی اخلاقی اور اقتصادی حالت بہت گری ہوئی ہے۔

ہندوستان میں سب سے پہلا شہر جو میں نے دیکھا وہ بمبئی تھا۔ کہا جاتا ہے کہ یہ شہر ہندوستان کی تجارت کا مرکز تھا، اور ساری کی ساری تجارت مسلمانوں کے ہاتھ تھی۔ مگر جو مجھے نظر آیا وہ یہ تھا کہ اس وقت تقریباً ساری تجارت غیر مسلموں کے ہاتھ میں ہے۔ جن میں بیداری حوصلہ مندی اور شوق حکومت ہے۔ مسلمان نہایت منحنی، پست ہمت اور بداخلاق ہیں۔ ان کو عام طور پر موالی یا بدمعاش کہا جاتا ہے۔ سڑکوں پر لڑنے جھگڑنے اور گالیاں بکنے والے زیادہ تر مسلمان ہی ہوتے ہیں۔ اور میں نے سنا ہے کہ جرائم بھی زیادہ تر وہی کرتے ہیں۔ غیر مسلم اس قدر بیدار ہوشیار ہو چکے ہیں کہ وہ غیر ملکی اشیاء کے استعمال سے پرہیز کرتے ہیں مگر مسلمان زن و مرد اپنی قوم کی مالی خستہ حالی دیکھنے اور جاننے کے باوجود بدیشی مال استعمال کرتے ہیں۔ تماشہ گاہوں یعنی گھوڑ دوڑ سینما اور تھیٹر میں علی العموم مسلمان زرق برق کپڑے پہنے ایک دوسرے سے لڑتے جھگڑتے یا غیر مہذب مذاق کرتے نظر آویں گے۔ وہ متانت اور سنجیدگی جو شعار اسلامی میں داخل ہے رفو چکر ہوگئی ہے۔ فضول خرچی اور بے کاری بڑھ گئی ہے۔

غیر مسلموں میں علم وعمل کا اس قدر شوق ہے کہ وہ تعلیم گاہوں میں بھرے ہوئے ہیں اور چستی و چالا کی رکھتے ہیں۔

جنگی اسپرٹ

ایک بات بے شک تسلی بخش ہے وہ یہ کہ مسلمانوں میں اب تک جنگی سپرٹ موجود ہے۔مگر افسوس کہ اس سے فائدہ اٹھانے والا کوئی نہیں ان کے قائد اور لیڈران اپنی لیڈری کی شان جمانے میں اس قدر منہمک رہتے ہیں کہ وہ عوام کے مذہبی جوش یا جنگی سپرٹ کو صحیح راستہ پر لگانے کی فرصت نہیں پاتے۔ان کی بے حسی یا ناسمجھی کا اس سے بڑھ کر کیا مظاہرہ ہوسکتا ہے کہ اگر چہ خلافت ختم ہوگئی مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں خلافت کی تحریک اب بھی پوری سرگرمی سے جاری ہے۔خلافت ہاؤس بھی ہے۔خلافت کمیٹی بھی ہے۔ اور خلافت والینٹیئر بھی ہیں جو اس خلافت عثمانیہ کے تحفظ کے لئے مقرر ہیں جس کو تقریباً بیس برس ہوئے دست برد زمان نے نسیاً منسیاً کر دیا۔مگر یہ والنٹیئر صرف نمائش کے ہیں جس طرح کہ مصر میں بینڈ بجانے والے زرق برق وردیاں پہن کر نکلتے ہیں۔ حالانکہ جمہور اسلام میں جو جنگی سپرٹ ہے اگر اس سے کوئی کام لینے والا ہوتا اور اسے فوری طریقہ پر منظّم کرتا تو یقیناً وہ اتنی طاقت اور قوت حاصل کر لیتے کہ غیر حکومتوں سے مرعوب ہوتے۔

مذہبی سپرٹ

ہندوستان کے مسلمانوں کی مذہبی اسپرٹ نمائشی حیثیت رکھتی ہے۔ مذہب کو وہ بطور نمائش کے استعمال کرتے ہیں اور یہ بقول جھگڑوں پر اپنا وقت اور اپنی جانیں صرف کرتے ہیں۔بمبئی کے قریب کسی مسجد کے پاس ایک غیر اسلامی معبد بنا اور سارے بمبئی کے مسلمان بے چین تھے کہ غیر مسلم اس معبد میں عبادت نہ کرنے پائیں۔ مذہب سے لاعلمی کا یہ حال ہے کہ وہ بزرگوں کی قبروں پر جا کر نذر نیاز چڑھاتے ہیں۔میلہ لگاتے ہیں اور قدم قدم پر

مسجدیں بناتے ہیں۔ لیکن نو کروڑ مسلمان جو محکومیت کی زندگی بسر کر رہے ہیں ان کے نزدیک اسلام کی اس سے کوئی توہین نہیں ہوتی۔ شادی میں تماش بینی میں غرض نمائش کے ہر موقع پر بے دریغ روپیہ خرچ کرتے ہیں، مگر قومی ضرورتوں کے ایک پیسہ اپنی جیب سے نہیں نکالتے۔ اور ان کے قائداعظم شیخ شوکت علی نے مجھ سے بیان کیا کہ قومی تحریکیں عدم میسر سرمایہ کی وجہ سے معطل پڑی ہیں۔ نماز روزہ کی پابندی کو مدار اسلام کہا جاتا ہے لیکن اسلام کی ترقی اور ناموری کو مذہب سے علیحدہ سمجھا جاتا ہے۔ ہر شخص یہ سمجھتا ہے کہ اگر اس نے نماز روزہ ادا کر لیا تو نجات کا حق دار بن گیا۔ لیکن قومی یا ملکی خدمت کی طرف کوئی راغب نہیں نہ کسی کو اس کا خیال ہے کہ مسلمانوں کی اقتصادی اور اخلاقی حالت کی اصلاح ایک فریضہ مذہبی ہے مافوق الفطرت قوتوں پر ان کو اس قدر اعتماد ہے کہ وہ اپنے دست و بازو سے کچھ کرنا نہیں چاہتے اور ان کو اس سے کچھ غیرت نہیں آتی کہ غیر مسلم جن کو وہ اپنا حریف سمجھتے ہیں ان پر مالی اقتصادی اور سیاسی فوقیت رکھتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ مذہب کو انہوں نے ایک نمائشی چیز بنا رکھا ہوا ہے جو ملاؤں کے ہاتھ میں ایک کھلونا بن گیا ہے۔

مسلمانان ہند کی فرومائیگی

جو حالت طنجہ یا الجیریا کے ہوٹلوں میں مسلمان قلیوں کی نظر آتی ہے کہ وہ فرانسیسی افسروں کی خوشنودی کے لئے ہر قسم کی ذلیل حرکت کرنے کے لئے تیار ہوتے ہیں، قریب قریب وہی حالت میں نے ہندوستان میں مسلمانوں کی دیکھی کہ وہ روپیہ کے لئے ہر قسم کی ذلیل حرکت کرنے کو تیار ہوتے ہیں۔ اور جس طرح شیشوان یا طیطوان کے مسلمان اپنے ماضی کو بھول کر اپنے فرنگی آقاؤں کے فرمان برداری پر خوش ہیں، اسی طرح ہندوستان کے مسلمانوں کو بھی اس کی کوئی غیرت نہیں کہ جس ملک پر انہوں نے ایک ہزار برس حکومت کی وہاں وہ اب محکومیت کی ذلت برداشت کر رہے ہیں یا دولت و تجارت سے محروم ہو گئے ہیں۔ ہمارے ہم وطن بھائیوں کی طرح وہ ہر بات

کو قسمت کے حوالہ کرتے ہیں اور اس سوءظنی میں گرفتار ہیں کہ ان کی ذلت وخواری خداوند عالم کی طرف سے ہے اور ان کے ہاتھوں کی کمائی نہیں۔

نوجوانوں کی حالت

مصر اور مراقش میں بھی قوم کی امیدیں نوجوانوں سے وابستہ ہیں جو علوم جدیدہ حاصل کر کے رفتار زمانہ کو پہچاننے اور اپنی ملت کی اصلاح کی کوشش میں مصروف ہیں۔ ہندوستان کے مسلمان نوجوانوں میں تعلیم بہت کم ہے لیکن جو تعلیم یافتہ کہلاتے ہیں ان میں کوئی مذہبی جوش نہیں کیونکہ فرنگی حکومت مذہب سے کنارہ کشی کرتی ہے اور محبان ملت قومی تعلیم کی اہمیت وضرورت کو نہیں سمجھتے۔ سارے ہندوستان میں جو ایک براعظم کی حیثیت رکھتا ہے صرف دو تین قومی مدرسہ ہیں۔ ایک دہلی میں، دوسرا دیوبند میں، تیسرا علی گڈھ میں۔ بمبئی میں مجھے امید دلائی گئی تھی کہ اندرون ملک مسلمانوں میں فوجی سپرٹ بہت نمایاں ہے لیکن میں سارا ہندوستان گھوما مگر مجھے کہیں بھی مسلمانوں میں بیداری ہشیاری یا صحیح فوجی سپرٹ دکھائی نہ دی۔ اور ہر جگہ میں نے کاہلی سستی یا توہم پرستی کا دور دورہ دیکھا۔ بعض جگہ تو جہالت اور بے حسی کا یہ عالم دیکھا کہ مسلمان یا تو آپس میں ہی لڑتے بھڑتے ہیں یا ہمسایہ اقوام سے مصروف پیکار ہیں۔

لیڈروں کی کیفیت

مسلمان لیڈروں کی حالت میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ کسی کے دل میں قومی درد نہیں۔ ہر شخص اپنا ذاتی مطلب نکالنے کا خواہش مند اور اپنے رقیب یا حریف سے جو مسلمان ہوتا ہے لڑنے پر کمر بستہ۔ مجھے اس کا نہایت افسوس ناک تماشہ دہلی میں نظر آیا جہاں میں دو مسلمان مولویوں سے ملا جو اخبار نویسی بھی کرتے ہیں اور لیڈری بھی کرتے ہیں، لیکن ایک دوسرے کے جانی دشمن ہیں، اور اپنا زیادہ وقت ایک دوسرے کی فضیحت میں صرف کرتے ہیں۔ میں جب تک ان کے پاس بیٹھا رہا ان کی لن ترانیاں سن سن کر افسوس کرتا رہا کیونکہ ہر دو اس بات کو ثابت کرنے کی کوشش کرتے تھے کہ وہ مسلمانوں کے حاکم یا آقا ہیں اور مسلمان ان کے فرمان بردار، وہ چاہیں تو مسلمانوں میں انقلاب برپا کر دیں مگر اس سوال کا جواب نہ دے سکے کہ وہ انقلاب برپا کیوں نہیں کرتے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۳ جولائی ۱۹۳۸ء)

اس دل دہلا دینے والے مضمون کو پڑھنے کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ زریں فقرہ بھی سنئے :

میرے آنے کا ایک مقصد یہ ہے کہ مسلمان اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے ۔(الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)۔

احمدی ممبرو! مضمون (در پیغام صلح) اور مرزا صاحب کا یہ کلام ہدایت التیام دیکھ کر بتاؤ کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے مقصد میں کامیاب گئے ہیں یا ناکام۔

قادیان کے اخبار الفضل نے بھی مسلمانوں کو احمدیت میں داخل ہونے کی دعوت دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں : مسلمانوں کی زبوں حالی کا یہ نقشہ اور ان کے خود ساختہ لیڈروں کے حالات کا یہ مرقع بہت کچھ عبرت ناک ہے۔ مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ راہ نمائی کا معیار یہ نہیں کہ زید یا بکر یا عمرو یا خالد ایک شخص کو بظاہر اچھا سمجھ کر اسے اپنا لیڈر منتخب کر لیں۔ بلکہ راہ نمائی کا معیار یہ ہے کہ خدا اسے لوگوں کا راہ نما بنائے کیونکہ بندوں کے فیصلے غلط ہو سکتے ہیں لیکن خدا تعالی کا انتخاب غلط نہیں ہوسکتا ۔مگر یہ امر بھی اچھی طرح یاد رکھنا چاہیے کہ خدائی انتخاب سے منتخب ہونے والا راہ نما آج جماعت احمدیہ کے سوا اور کسی کو میسر نہیں ۔ یہی وجہ ہے کہ جماعت احمدیہ غیر معمولی سرعت سے ترقی کی طرف قدم بڑھا رہی ہے ۔اگر مسلمان چاہتے ہیں کہ وہ بھی ترقی کریں تو انہیں چاہیے کہ اس اولوالعزم راہ نما کے جھنڈے تلے آجائیں جو بہزار شان و شوکت آج جماعت احمدیہ کی راہ نمائی کا فرض سرانجام دے رہا ہے۔ بے شک ہمارا یہ مشورہ انہیں گراں گزرے گا مگر کیا کیا جائے جب کہ حقیقت یہ ہے کہ مسلمانوں کی زبوں حالی کا علاج بجز اس کے اور کوئی نہیں ۔(اخبار الفضل ۱۵ جولائی ۱۹۳۸ء صفحہ اول)

ہمیں یہ دعوت سنتے ہوئے سال ہا سال گزر گئے۔ پہلے بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کی زندگی میں سنتے رہے۔اس کے بعد خلیفہ اول نورالدین کی زندگی میں سنتے رہے۔اب خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) کی زندگی میں بھی سنتے ہیں۔

رہی یہ بات کہ جماعت احمدیہ بڑی ترقی کر رہی ہے، واقعات کے لحاظ سے

ہم اس کو ایک بے تعبیر خواب سمجھتے ہیں۔ گزشتہ مردم شماری رپورٹ میں سارے پنجاب میں (جو احمدیوں کا مرکز ہے) احمدیوں کی کل تعداد ۵۶ ہزار لکھی گئی ہے جن میں لاہوری غیر مبایعین اور قادیانی مخرجین اور منافقین بھی شامل ہیں، حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی زندگی میں اعجاز احمدی میں اپنے مریدوں کی تعداد پہلے ایک لاکھ بتائی، پھر چھلانگ مار کر دفعۃً چار لاکھ تک پہنچ گئے۔ آپ کے بعد خلیفہ ثانی کی گدی نشینی کے وقت ۱۸ ہزار بتاتے ہیں۔ پھر ترقی کر کے دواڑھائی لاکھ بتانے لگ جاتے ہیں آخر ۱۹۳۱ء کی مردم شماری میں صرف چھپن ہزار نکلتے ہیں۔ ان مختلف اقوال کو ملحوظ رکھ کر ہم کہہ سکتے ہیں انّکم لفی قول مختلف یؤفك عنه من افك۔

جماعت احمدیہ کی ترقی کا راز معلوم کرنا ہو، تو ناظرین ارکان احمدیہ کی تحریرات دیکھیں جو پوشیدہ رازوں کو طشت از بام کر رہی ہیں۔

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب رند خرابات اپنے نکلے ہم نوا نکلے

(اہل حدیث امرتسر ۲۹ جولائی ۱۹۳۸ء مطابق ۳۰ جمادی الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۳۹ ص ۵۔۷)

قادیانی مغالطہ: نزول مسیح کی تاویل اور اسکا جواب

جناب شفا مبارک پوری اعظمی لکھتے ہیں:

احادیث صحیحہ صریحہ سے صاف صاف طور پر ثابت ہے کہ حضرت مسیح آسمان پر زندہ موجود ہیں اور پھر دوبارہ دنیا میں نزول فرمائیں گے۔ مگر جماعت مرزائیہ چونکہ حیات ونزول مسیح کی منکر ہے اسلئے وہ اپنے مسیح موعود مہدی معہود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غلط رہنمائی میں لفظ ،نزول مسیح ، کی نہایت رکیک تاویل کرتی ہے اور وہ بھی ایسی کہ جس سے خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قول کی تکذیب لازم آتی ہے۔ بہرکیف وہ تاویل یہ ہے:

یہ امر کہ احادیث میں مسیح کے لئے نزول کا لفظ آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ مسیح آسمان سے اتریں گے۔ سو یہ بھی صحیح نہیں کیونکہ نزول کے معنی

پیدا ہونے کے بھی ہیں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ہے وانزلنا الحدید یعنی ہم نے لوہا اتار۔ تو کیا لوہا آسمان سے اترتا ہے۔

(ٹریکٹ نمبر۵ من جانب انجمن احمدیہ دہلی ص ۱۰)

ناظرین کرام! سادہ لوح مسلمان تو اس تاویل فاسد کو دیکھ کر مغالطہ وفریب میں مبتلا ہو سکتے ہیں الا ماشاء اللہ۔ مگر جن حضرات کی قرآن وحدیث پر کافی نظر ہے اور ساتھ اس کے وہ کتب مرزا کے بھی ماہر ہیں ان کے نزدیک تو یہ تاویل پادرہوا ہے۔ پس سنئے! تاویل مذکور احادیث صحیحہ صریحہ (ازانجملہ ایک حدیث یہ ہے کیف انتم اذا نزل فیکم ابن مریم من السماء۔ بیہقی اس حدیث میں آسمان سے اترنے کی تصریح موجود ہے) کے خلاف ہونے کے علاوہ خود مرزا صاحب کے بیان کے بھی مخالف ہے کیونکہ مرزا صاحب نے بھی تصریح کے ساتھ حدیث بیان فرمائی ہے کہ مسیح آسمان سے اتریں گے، قادیان میں نہ پیدا ہوں گے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں

> دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی (اس وقت مرزا کی تاویل سے بحث نہیں) آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان پر ہے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔ (بدر قادیان۔ ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

چونکہ مرزا صاحب کی بیان کردہ حدیث میں مسیح کے آسمان سے اترنے کا صاف ذکر ہے اسلئے جماعت مرزائیہ کے لئے اب اس کے انکار کرنے کی بالکل گنجائش نہیں رہی۔ وجہ اس کی یہ ہے کہ بقول جماعت مرزائیہ آیت بل رفعه الله اليه میں آسمان کا لفظ نہیں ہے لہذا ثابت نہیں ہوتا کہ مسیح آسمان پر زندہ موجود ہیں۔ چنانچہ ٹریکٹ عجائبات مسیح صفحہ ۸ میں مرقوم ہے:

> پھر یہ بھی سوچو کہ آیت میں تو کہیں آسمان کا لفظ نہیں بلکہ رفعه الله اليه ہے یعنی خدا نے حضرت عیسیٰؑ کو اپنی طرف اٹھا لیا۔ اس سے کہاں ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر ہیں۔

پس جب کہ حدیث میں (بہ شہادت مرزا) آسمان کا لفظ موجود ہے تو مسیح کے

آسمان سے اترنے کا انکار کرنا خود اپنے ہی قول بالا سے باطل ہوتا ہے۔ اور مسیح موعود مرزا صاحب قادیانی کے قول کی جو تکذیب لازم آتی ہے وہ علاوہ بریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث۔۱۲۔ اگست ۱۹۳۸ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ص ۶۔۷)

پیغام صلح کے الفاظ میں مرزا صاحب کی دعوت

اور ہماری طرف سے اس کی اجابت

لاہوری مرزائیوں کا اخبار پیغام صلح لکھتا ہے:

مغربی تعلیم وتہذیب اور مغربی خیالات کے رواج کے ساتھ ساتھ ملک میں دہریت کی رو بڑھ رہی ہے۔ اب تو یہ کیفیت ہوگئی ہے کہ جو کوئی شاعر اخبار نویس افسانہ نگار یا لیڈر سستی شہرت حاصل کرنے اور اپنی آزاد خیالی کا سکہ جمانے کا خواہاں ہوتا ہے وہ خدا اور مذہب کے خلاف ہرزہ سرائی شروع کر دیتا ہے پہلے ایسے آدمی زیادہ تر ہندؤوں اور دوسری غیر مسلم اقوام میں تھے لیکن افسوس اب مسلمانوں میں بھی بکثرت پیدا ہو گئے ہیں۔

اس سے زیادہ افسوس کی بات یہ ہے کہ وہ اپنے ان غلط ملحدانہ خیالات کو مسلمان نوجوانوں میں پھیلانے کی کوشش کر رہے ہیں اور اب ان کو مسلمان قوم کے اندر ہی سے قدر دان بھی ملنے لگے ہیں ان کے رسائل اور کتابیں کافی تعداد میں فروخت ہونے لگی ہیں۔

اس طرح دہریت والحاد کا زہر ہماری آئندہ نسل میں پھیل رہا ہے۔ حال ہی میں ایک مشہور شاعر (جو ایک رسالہ کے اڈیٹر بھی ہیں) کا ملحدانہ کلام شائع ہوا ہے جس کے چند اشعار درج ذیل ہیں۔ انسانوں کو مخاطب کر کے کہا ہے

آپ اے آدم کے بچے نا مراد و نا تمام
اے خدائی کے اسیر اے شہر یاری کے غلام
شہر یاری سنگ دل ہے اور خدائی بے نیاز
آدمی اے آدمی تو اور اٹھائے انکے ناز

اغنیا بے حس ، خدا غافل ، حکومت بے عمل
بن پڑے تجھ سے تو ان تینوں کے پھندے سے نکل
سنگ پاروں کی حقیقت کیا سوئے گوہر نہ دیکھ
نا خدا کیسا ، خدا کی سمت بھی مڑ کر نہ دیکھ
کر بھی بے دخل ان اربابِ عز و جاہ کو
آسمانوں پر خدا کو اور زمین پر شاہ کو

اسکے بعد شاعر صاحب یوں گویا ہوتے ہیں

ایک شاہ بحر و بر ہے ایک پر دنیا ہے تنگ
کھا چکا ہے کیا تری میزان کے لوہے کو زنگ
فاقہ کش مخلوق مضطر ہے ذرا آنکھیں تو کھول
بھوک کے کانٹے پہ اپنے رزق کے وعدے کو تول
دائرے میں رزق کے جب اتنی وسعت ہی نہ تھی
اتنی آبادی بڑھانے کی ضرورت ہی نہ تھی
اے خدا اے سرپرست نکتہ سنجان ریا
اے خدا اے نادر و چنگیز کے حاجت روا

ان اشعار سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ یہ مسلمان کہلانے والے غلط رو شاعر کس قدر بے باک ہو چکے ہیں اس میں کوئی شک نہیں کہ پہلے بھی بڑے بڑے رند مشرب اور شوخ نگار شاعر گذرے ہیں لیکن خدا سے بغاوت اور سرکشی صرف دور حاضر کی خصوصیت ہے۔

بعض اسلامی اخبارات اس روش کے خلاف آواز بلند کرتے رہتے ہیں چنانچہ ان اشعار کے خلاف بھی انہوں نے لکھا ہے اور سخت بے زاری کا اظہار کیا ہے۔لیکن یہ صرف ان کے درد اسلامی اور قوت ایمانی کی دلیل ہے۔اس سے مرض کا علاج نہیں ہوسکتا ہے۔ بلکہ بعض اوقات اظہار بے زاری میں شدت مخالفت کے اندر ضد اور غلط خیالات پر مزید پختگی پیدا کر دیتی ہے۔دہریت کا حملہ بڑا ہی سخت ہے اس کی مدافعت کے لئے انتہائی

سنجیدگی اور کوشش کی ضرورت ہے۔

ہر ایک صاحب الرائے اس امر سے اتفاق کرے گا کہ اس طوفان دہریت کے ازالہ کے لئے عقلی و منطقی دلائل بہت زیادہ مفید ثابت نہیں ہو سکتے۔ ان سے صرف ایک حد تک ہی کام لیا جا سکتا ہے۔ ضرورت ہے کسی ایسے شخص کی جس کا خدا کے ساتھ زندہ اور حقیقی تعلق ہو جواب بات کا مدعی ہو کہ خدا موجود ہے اور اب بھی وہ انسانوں کے ساتھ کلام کرتا ہے اور جو لوگ ایک صحیح راستہ پر چل کر خدا کو دیکھنے اور اس کے ساتھ کلام کرنے کی کوشش کریں اور وہ کامیاب ہو سکتے ہیں۔ اس زمانہ میں ایسی شخصیت صرف مرزا غلام احمد صاحب کی نظر آتی ہے انہوں نے تمام منکران مذہب و خدا کو دعوت دی کہ خدا مجھ سے کلام کرتا ہے میری التجاؤں اور دعاؤں کو سنتا ہے اس کے لئے ثبوت دیئے اور دنیا نے آپ کے اس دوی کی صداقت کے بے شمار ایمان افروز کرشمے بھی دیکھے

خوب یاد رکھئے دہریت کی رو کا مقابلہ کسی ایسی شخصیت اور ایک خالص خدا پرستانہ تحریک کے بغیر ناممکن ہے۔ تمام خدا پرسوں کو یا تو کوئیا یک ایسی شخصیت تلاش کرنی چاہیے اور اگر وہ ایسا نہین کر سکتے اور یقیناً نہیں کر سکتے تو پھر اس کیسوا اور کوئی چارہ نہیں کہ تحریک احمدیت کے معاون بن کر دہریت کی رو کا مقابلہ کریں۔ (پیغام صلح لاہور ۲۲ جولائی ۱۹۳۸ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: جس بزرگ کی طرف آپ نے ان گمراہ لوگوں کو دعوت دی ہے اس کے متعلق ان کا عذر بھی آپ نے سنا ہوگا، جو یہ ہے کہ اس بزرگ کے اقوال سے ان کو یقین ہو گیا ہے کہ (بقول ان کے) یا تو خدا کا الہام ہی غلط ہے یا یہ بزرگ غلط گو ہیں کیونکہ اس بزرگ کا قول تھا:

میں دنیا میں وحدت اسلامی قائم کرنے آیا ہوں۔ تمام اقوام مٹ جائیں گی صرف ایک اسلامی قوم رہ جائے گی اور وہ ایک اعلی درجہ کے متقی ہوں گے۔

(رسالہ چشمہ معرفت مصنفہ مرزا قادیانی)۔

جب واقعہ یہ ہے جو آپ نے لکھا ہے تو پھر اس میں کیا شک رہا کہ بقول ان

کے یا تو الہام غلط ہے، یا یہ بزرگ اپنے دعوی میں غلط گو ہیں۔

پس آپ ہی بتائیے کہ وہ کون سی شق اختیار کریں۔ یہ تو وہی بات ہوئی جیسے اردو میں مثال ہے: تیلی بھی کیا اور روکھا بھی کھایا۔

وہ بزرگ آئے بھی، اور تعلیم دے کر چلے بھی گئے۔ اور ان کے ماننے والوں کی نسبت ساری دنیا کے مقابلے میں وہی ہے جو شرح چغمینی وعلم ہیئت کی کتاب میں بلند سے بلند پہاڑ کی صبح عرض شعیر کے ساتھ دی گئی ہے بلکہ اس سے بھی اور وہ بھی ایسے کہ حسب اعتقاد پیغام: سب غالی عیسائیوں کی روش پر چلنے والے، خلافت یزید کا نمونہ، سرکاری سانڈ۔ وغیرہ وغیرہ، تو پھر اس بزرگ کے دامن سے وابستہ ہونے کا فائدہ کیا۔ اور لوگ بھی جوان بزرگ سے تعلق پیدا کریں گے وہ بھی نمک میں مل کر نمک ہو جائیں گے۔ فا عتبروا یا اولی الا بصار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اگست ۱۹۳۸ء مطابق ۱۴ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ص ۵،۶)

بہاء اللہ کی بابت سوال اور اس کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

عرصہ سے مسئلہ ہماری طرف سے شائع ہوتا آیا ہے جس کا ثبوت ہم بدلائل کثیرہ دے چکے ہیں کہ شیخ بہاء اللہ مدعی رسالت تھے۔ باوجود اس کے قادیانی اخبار الفضل ۲ جون میں لکھا گیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ کا دعوی متعلقہ رسالت بہاء اللہ غلط ہے اگر وہ سچے ہیں تو اس کا ثبوت دیں۔ بلکہ وہ (بہاء اللہ) الوہیت کا دعویدار تھا۔

اصل بات یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ کا دعوی رسالت کرنے کے بعد چالیس سال تک زندہ رہنا قادیانی رسالت کے لئے سخت مضر ہے اس لئے وہ ان کو مدعی رسالت کی بجائے مدعی الوہیت بناتے ہیں۔ آج تک ہم نے جتنے ثبوت اپنے دعوی پر پیش کئے ہیں وہ سب کتب بہائیہ سے ماخوذ ہیں۔ خود شیخ بہاء اللہ کا الہام جس میں آپ لفظ رسول، سے مخاطب ہیں آپ کی کتاب اقدس میں مرقوم ملتا ہے۔ اس کے علاوہ خدا کی طرف سے قرآنی طرز پر بصیغہ خطاب بلفظ قل، بہاء اللہ کا مخاطب ہونا آپ کے

دعویٰ نبوت و رسالت ثابت کرنے کو واضح دلیل ہے ۔ ملاحظہ ہو کتاب اقدس ۔ از بہاء اللہ ۔ صفحات ۵۶ ، ۵۹ ، ۷۴ ، ۶۷ وغیرہ

اس زبردست دلیل کے بعد ہم ایک دلیل شیخ بہاء اللہ کے دعویٰ رسالت پر ایسی پیش کرتے ہیں جس کے سامنے قادیانی جماعت کی گردنیں بحکم (فظلت لھا خاضعین) جھک جائیں گی ۔ ناممکن ہے کہ بحیثیت مرزائی ہونے کے ہمارے دعویٰ کی تکذیب کرسکیں ۔ پس سنئے :

قادیانی نبی حضرت مرزا غلام احمد جماعت مرزائیہ کے حقیقی پیشوا جو بقول جماعت مرزائیہ حکم ، عدل ، صادق ، مصدوق ، اور مسیح موعود ہو کر تشریف لائے تھے ،۔ ان کا اپنا قول ہے : آج پرچہ پیسہ اخبار ۲۷ ۔ اگست ۱۹۰۴ء کے پڑھنے سے مجھے معلوم ہوا کہ حکیم مرزا محمود نام ایرانی لاہور میں فروکش ہیں وہ بھی ایک مسیحیت کے مدعی کے حامی ہیں ۔ (قادیانی لیکچر لاہور ٹائٹل پیج ص ۲)

اس عبارت کے نیچے صاف لفظوں میں لکھا ہے : الراقم مرزا غلام احمد قادیانی

بتایئے ! مسیحیت کا مدعی رسول ہوتا ہے یا خدا ؟ جو لقب بھی آپ ایسے مدعی کے لئے تجویز کریں گے ہم مرزا صاحب قادیانی کو اسی لقب سے ملقب سمجھ لیں گے کیونکہ وہ وہ بھی شیخ بہاء اللہ کی طرح مدعی مسیحیت تھے ۔ اب یہ فیصلہ قادیانی جماعت کے ہاتھ میں ہے کہ بہاء اللہ ایرانی مدعی مسیحیت کو مدعی رسالت کہیں یا مدعی الوہیت

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ ۔ اگست ۱۹۳۸ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ ص ۴)

مسئلہ تقدیم و تاخیر اور اخبار فاروق قادیانی

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری ؒ لکھتے ہیں :

اخبار فاروق مورخہ ۲۸ جولائی ۱۹۳۸ء میں مسئلہ تقدیم و تاخیر پر ایک مضمون شائع کیا گیا ہے جس میں فاروق کے نامہ نگار نے علماء اسلام کو جی کھول کر برا بھلا کہا

ہے۔ مطلب یہ کہ یہ لوگ قرآن پاک کی بعض آیات میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں اس لئے ۔محرف یہودی لعنتی ، ہیں۔

ہمیں مضمون نگار کی سخت گوئی پر تعجب نہیں ہے۔ یہ تو ان کے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی سنت موکدہ ہے۔ ہاں تعجب ہے تو یہ ہے کہ اڈیٹر صاحب فاروق نے یہ مضمون اپنے اخبار میں کیسے درج کر دیا جو خود مرزا غلام احمد مدعی رسالت کے بھی خلاف ہے۔ اخبار فاروق میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ اسی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

> علماء نے قرآن وحدیث میں یہودیانہ تحریف کی ہے۔مثال کے طور پر مسئلہ تقدیم وتاخیر ہے۔ اس کے معنی یہ ہیں کہ قرآن پاک کے الفاظ کو اپنی جگہ سے تبدیل کر کے آگے پیچھے کر دینا۔تمام علماء کی تحریریں تقریریں پڑھ سن جایئے سوائے آیت یا عیسی انی متو فیك و را فعك الیّ کے کسی اور جگہ یہ مسئلہ پیش نہیں کیا جاتا۔ ہم پوچھتے ہیں تقدیم وتاخیر کا مسئلہ صرف اسی آیت کے لئے ہے، کسی اور آیت کے نہیں۔الخ

منشی محمد عبداللہ معمار رحمہ اللہ امرتسری لکھتے ہیں: سطور بالا میں دو باتوں پر زور دیا گیا ہے۔

۱۔یہ کہ تقدیم وتاخیر کرنا یہودیانہ تحریف ہے۔۲۔ یہ کہ سوائے آیت یا عیسی انی متو فیك کے کسی اور آیت میں علماء اسلام نے اس مسئلہ کو جاری نہیں کیا

حالانکہ یہ دونوں باتیں یکسر بہتان وافتراء ہیں، وقال اللہ تعالی انما یفتری الکذ ب الذین لایؤمنو ن بآ یات اللہ و اولئك هم الکا ذبون (النحل:۱۰۵)

نامہ نگار اگر تفسیر اتقان (جس کا خود اس نے حوالہ دیا ہے) کا صفحہ ۳۰۰ فصل چوالیسویں، جس میں مصنف اتقان نے مسئلہ تقدیم وتاخیر پر مکمل بحث کر کے اس کی متعدد امثلہ پیش کی ہیں، دیکھ لیتا تو اسے کبھی یہ بہتان باندھنے کی جرأت نہ ہوتی۔

تفسیر اتقان کا سمجھنا تو مشکل ہے میں کہتا ہوں اگر اڈیٹر فاروق یا اس کا نامہ نگار مرزا صاحب قادیانی کی کتاب تریاق القلوب کے مطالعہ سے ہی بہرہ ور ہوتا تو اسے اس یہودیانہ فعل کا ایک ممتاز فاعل بہشتی مقبرہ میں ہی یہ فریاد کرتا ہوا مل جاتا کہ

کئے لاکھوں ستم فاروق نے اس پیار میں ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا ہوتا

او فاروق کے بے خبر اڈیٹر! سن تو سہی تیرا مسلمہ نبی کیا کہتا ہے:

یہ تو سچ ہے کہ یہ ضروری نہیں کہ حرف واؤ کے ساتھ ہمیشہ ترتیب کا لحاظ واجب ہو...

اگر بعض آیات میں مفسرین نے ترتیب موجودہ قرآن شریف کے برخلاف بیان کیا ہے تو یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ انہوں نے ازخود ایسا کیا ہے بلکہ بعض نصوص حدیثیہ نے اسی طرح ان کی شرح کی تھی یا قرآن شریف کے دوسرے مواضع کے قرائن واضحہ نے اس بات کے ماننے کے لئے انہیں مجبور کر دیا تھا کہ ظاہری ترتیب نظر انداز کی جائے (لیکن) بجز چند مقامات کے باقی تمام قرآنی مقامات کو ظاہری ترتیب میں پاؤ گے۔

ملخصاً بلفظہ۔(تریاق القلوب۔صفحہ ۳۵۲۔۳۵۵ طبع دوم)

بیان بالا سے صاف عیاں ہے کہ مفسرین رحمة الله عليهم اجمعين آیت انّي متو فيك میں ہی نہیں بلکہ اور بھی آیات میں تقدیم وتاخیر کے قائل ہیں اور ان کا یہ فعل دیگر نصوص قرآنیہ وحدیثیہ پر مبنی ہے۔ اس پر مستزاد یہ کہ خود مرزا صاحب بھی، دو چار مقامات، میں تقدیم وتاخیر کے قائل تھے۔ اندریں صورت فاروق کا، یہودیانہ، فتوی خود اسی پر الٹ پڑتا ہے۔کیا خوب ۔ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

اخبار فاروق کی ایک اور غلطی

حضرت ابن عباسؓ کا مذہب ہے کہ آیت انی متو فيك و را فعك اليّ میں تقدیم وتاخیر ہے یعنی حضرت مسیح کا رفع تو اسی وقت ہو گیا تھا مگر آپ کی وفات آخری زمانہ میں (آسمان سے نازل ہونے کے بعد) ہو گی۔ چنانچہ تفسیر ابن جریر، جس کا مصنف عندلمرزا بھی رئیس المفسرین معتبر آئمہ محدثین میں داخل ہے،(دیکھو آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۱۶۸۔ چشمہ معرفت صفحہ ۲۵۰) ایسا ہی تفسیر درمنثور وغیرہ میں حضرت ابن عباسؓ سے بسند صحیح منقول ہے۔اس پر فاروق کا نامہ نگار لکھتا ہے:

یہ لمبی لمبی تفسیریں جو ابن عباس سے منسوب کی گئی ہیں غیر مقبول ہیں ان کے راوی مجہول ہیں۔ (تفسیر اتقان۔ج ۲ ص ۲۸۸)

منشی عبداللہ معمار لکھتے ہیں: قطع نظر اس کے کہ تفسیر اتقان کا جو حوالہ دیا گیا ہے وہ غلط ہے، میں کہتا ہوں کہ تفسیر اتقان کی یہ عبارت حضرت ابن عباسؓ کی اس تفسیر کے بارے میں ہے جو ان کی تالیف شدہ کہی جاتی ہے یعنی تفسیر عباسی ۔ چنانچہ خود آپ نے علامہ شوکانی کی جو عبارت دوسرے نمبر پر پیش کی ہے اس میں یہ امر مصرح ہے۔ پس ان عبارات کا یہ مطلب نہیں کہ تفسیر عباسی کے علاوہ دیگر کتب احادیث و تفاسیر معتبرہ مثل ابن جریر وغیرہ میں حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی جو روایات متعلقہ تفسیر قرآن منقول ومندرج ہیں وہ بھی غیر مقبول ہیں۔

دیکھئے خود آپ نے بلکہ مرزا نے بھی ابن عباسؓ کی روایت متو فيك (مميتك) کو بطور سند ودلیل پیش کیا ہے کیا یہ بھی غیر معتبر نہیں ہے؟ فتدبر و لاتكن من الغا فلين

نامہ نگار فاروق کی بے جاتعلیٰ

جماعت احمدیہ کا ایک کھلا چیلنج دنیا کے سامنے ہے کہ قرآن مجید کا کوئی ایسا لفظ دکھاؤ جسکو ہم نے اپنے مطلب کے لئے معنوں میں بگاڑ لیا ہو۔

الجواب: مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں آیت متعلقہ مسیح بل رفعه الله اليه کے معنی عزت کی موت، کئے ہیں (ص ۲۴۶ طبع ۳۔ص ۵۹۱ طبع اول)۔ ایسا ہی آیت خاتم النبیین کے معنی نبی گر اور آیت و آوينا هما الى ربوة ذا ت قرار و معين کے معنی هجر ت الى الكشمير کئے ہیں حقیقۃ الوحی ص ۲۸، ۷۹، ۱۰۱۔ وغیرہ مہربانی کر کے سردست ان تین ہی معنوں کا ثبوت کسی گذشتہ تفسیر میں دکھائیں اور منہ مانگا انعام پائیں ورنہ خدا سے شرمائیں اور قادیان کے کسی چھپڑ میں غسل فرمائیں۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۶۔اگست ۱۹۳۸ء مطابق ۲۸ جمادی الثانی ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۳ ص ۴۔۵)

سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات

پر قادیان میں صف ماتم۔۱

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ملک محمد حسین محرر چونگہ وزیر آباد ہماری جماعت کے پرانے رکن ہیں۔ پچھلے دنوں مرزائیوں نے ان پر ڈورے ڈالنے شروع کئے چنانچہ وہ خود ایک خط میں مجھے لکھتے ہیں

> آخر کار مرزائیوں نے مجھ پر داؤ چلانا چاہا اور آمد و رفت شروع کر دی۔ اور کہا حدیث ابن عباس کا جواب تمہارے علماء کے پاس کوئی نہیں اس سے وفات مسیح ثابت ہے۔

آخر کار ملک صاحب نے اخبار الفضل میں چند سوالات شائع کروائے جن کا مختصر سا جواب تو میں نے اخبار اہل حدیث میں دیا مگر بذریعہ خط و کتابت قریباً ۲۰، ۲۰ صفحات کے مضامین ان کی خدمت میں ارسال کئے۔اس کا نتیجہ وہی ہوا جس کی مجھے اللہ تعالی کے فضل و کرم سے امید تھی۔ یعنی ملک صاحب نے چند دنوں کی خط و کتابت کے بعد بکمال سعادت تحریر فرمایا:

> میری تسلی ہوگئی ہے واقعی فرقہ مرزائیہ کذب گوئی سے نہیں ڈرتا۔ پھر اس کذب پر تاویل ایسی کرتا ہے کہ جس کا نہ سر نہ پیر۔آپ کے مضامین جو آتے تھے، وہ وزیر آباد کے اکثر لوگ جو حیات مسیح کے قائل نہیں تھے مجھ سے لے جاتے تھے اور پڑھ کر بہت خوش ہوتے تھے۔ بلکہ بعض کے خیالات آپ کی طرف ہوگئے۔اللہ تعالی آپ کو خوش رکھے جس نے میرے جیسے گنہگار کو جو ایک نہایت گمراہی میں پڑنے والا تھا بچالیا. جزا کم الله

ادھر مرزائیوں کو جب اس کا علم ہوا تو انہوں نے اس ناکامی کا بدلہ یوں لینا شروع کیا کہ اخبار الفضل اور اخبار فاروق قادیان میں مسلسل مضامین شائع کرنے شروع کئے۔مدعا یہ کہ جوابات معماریہ غلط ہیں، ملک صاحب ہمارے دام سے نہ نکلیں۔ الغرض قصر مرزائیت میں ایک کھلبلی مچ گئی اور ان کی پریشانی کا باعث سردست وہ مضمون ہے جو خاکسار کی طرف سے اہل حدیث میں لکھا گیا ہے۔ اگر انہیں ان مضامین کی سن گن لگ مل جائے جو خاکسار نے بذریعہ خطوط ملک محمد حسین صاحب کو بھیجے ہیں تو میرا گمان ہے کہ قادیانی اخبارات کے نامہ نگاروں کی تحریرات پریشانیوں کی حد سے گزر کر کتاب ،مضحکات المجانین ، کا دلچسپ ترین باب بن جائیں۔

خدا گواہ ہے کہ قادیانی اخباروں میں جو سلسلہ مضامین شروع ہے، میں جیسے

جیسے اسے پڑھتا ہوں، اپنے قلب و روح کی گہرائیوں میں خوشی و مسرت کی ایک لہر دوڑتی ہوئی محسوس کرتا ہوں۔

بات یہ ہے کہ اس قرعہ اندازی میں جو طبقہ زمہریر اور خطہ کشمیر جنت نظیر کے متعلق کی گئی تھی ہم بفضلہٖ تعالیٰ جنتی طبقہ کے مالک و وارث ٹھہرائے گئے ہیں۔ اس لئے ہمارے قلوب سرور و راحت سے معمور ولبریز ہیں۔ پھر اگر ہمارے مخالف اپنی بدقسمتی پر چیخیں چلائیں، تو ہمیں ان پر ناراض ہونے کا کوئی موقع نہیں۔ وہ اس وقت قابل رحم ہیں اور ہمیں ان سے پوری ہمدردی ہے۔

ہمارے امرتسری احباب کہتے ہیں کہ آپ جواب کیوں نہیں دیتے۔

میں کہتا ہوں کہ بھائی ایک تو وہ بیچارے پہلے ہی نیم جان ہو رہے ہیں، اب ان پر ایک اور وار کرنا گویا مرے کو مارے شاہ مدار ، کا مصداق ہے۔ مگر ہمارے دوست ان کی اس نیم بسمل حالت میں شائد کچھ روحانی لذت محسوس کرتے ہیں۔ تقاضے پر تقاضا ہو رہا ہے آخر کار مجھے ان کی خواہشات پر قادیانی حالت کرب و بلا کے نظارے کو قربان ہی کرنا پڑا۔

مرزائی دوستوں کو ہم سے بڑی شکایت یہ ہے کہ ملک محمد حسین صاحب کے سوالات تو مسئلہ حیات مسیح پر تھے، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کذبات کیوں طشت از بام کئے گئے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

خواہ نخواہ حضرت (مرزا قادیانی) کو گالیاں دی گئیں۔

حالانکہ ہم نے کوئی گالی نہیں دی۔ البتہ مرزائیوں کی ان تحریرات سے ہم پر یہ مزید انکشاف ہوا ہے کہ قادیانی مجیب مرزا غلام احمد صاحب کی کتابوں سے بھی ناواقف ہیں دیکھئے مرزا صاحب قادیانی تو لکھتے ہیں: دشنام دہی اور چیز ہے اور بیان واقع دوسری شئے ہے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۸ طبع ۳)

مگر قادیانی اصحاب ہمارے بیانات کو، جو از سرتاپا کتب مرزا سے ماخوذ ہیں، گالیاں قرار دے رہے ہیں:

قلم حیرت میں غرق ہے اسے کیا سمجھے

اخبار فاروق رقم طراز ہے:

اگر حضرت (مرزا قادیانی) کی پیش گوئیاں غلط ثابت ہوگئیں تو اس سے یہ کہاں ثابت ہوا کہ حضرت عیسی زندہ ہیں۔

جواباً گذارش ہے سائل نے لکھا تھا کہ سوالات متعلقہ حیات مسیح کا جواب نہ دیا گیا تو میں ایک ماہ کے بعد مرزائی ہو جاؤں گا۔

اس لئے اصل سوال کا جواب دینے کے ساتھ ساتھ اور دور رس مجیب کا فرض تھا کہ جس مذہب کو حق سمجھ کر سائل اس کی طرف جانا چاہتا ہے ذرا اس کی بھونڈی شکل کے درشن بھی اسے کرا دیتا تاکہ بحکم تعرف الاشیاء باضدادھا وہ اس غلطی سے محفوظ رہے۔ بتلایئے میں نے ایسا کرنے میں کون سا گناہ کیا۔ بخدا اگر آپ جوہر شناس ہوتے تو مجھے اس پر مبارک باد دیتے، نہ کہ الٹا ہدف ملامت بناتے

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

اخبار فاروق کو ایک یہ بھی شکایت ہے کہ ہم نے اپنے بیان میں مبالغہ کیا ہے جیسا کہ وہ لکھتا ہے:

پیش گوئیوں کو ایک سرے سے باطل ٹھہرا دیا،

تحریرات مرزا کے متعلق لکھ دیا کہ ان میں ہزار ہا اختلاف ہیں جسمانی صحت پر نکتہ چینی کرنے لگے تو کسی طبی رسالے سے تمام بیماریوں کی فہرست لے کر نقل کر دی کذب بیانی کی انتہاء کر دی۔

میں ناکردہ گناہ اس بارے میں سوائے اس کے کس طرح اپنے مخاطب کو سمجھا جا سکتا ہوں کہ جناب معلوم ہوتا ہے آپ ابھی تک کتب مرزا سے واقف ہی نہیں پھر اتنی جلدی احمدی ہو جانے کی کیا ضرورت تھی کچھ تو تحقیق کی ہوتی۔

سنئے صاحب! میں نے جو لکھا ہے کتب مرزا سے لکھا ہے۔ میرے الفاظ ذیل جو اخبار اہل حدیث میں شائع ہو چکے ہیں ملاحظہ کر کے ہر ایک بات کا ثبوت لے لیں۔ میں نے لکھا تھا: ادپر مستزاد یہ کہ خود اس (مرزا) کی جسمانی صحت بھی مراق ہسٹیر یا دردگردہ دن میں سوسو دفعہ پیشاب آنا سل دق جیسی موذی امراض سے قابل رحم ہو۔

اب مذکورہ امراض کا نمبر وار ثبوت ملاحظہ فرمائیں

۱۔ مجھ کو دو بیماریاں ہیں مراق اور کثرت بول (تشحیذ الاذہان ۔ج۱ص۲)

۲۔ حضرت کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیر یا کا دورہ بشیر اول کی وفات کے بعد ہوا تھا (سیرۃ المہدی۔ ج ا ص ۵۵ طبع دوم)

۳۔ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۳ء دردگردہ شروع ہوگئی ایک دفعہ دس دن برابر دردگردہ رہی (حقیقۃ الوحی۔ ص ۳۴۵)

۴۔ بعض وقت سوسو دفعہ دن میں پیشاب آیا ہے (نسیم دعوت۔ ص ٦٧)

۵۔ دق کی بیماری۔ (تریاق القلوب طبع ۲ ص ٧٦)

٦۔ حضرت کو سل ہوگئی۔ (سیرۃ المہدی حصہ اول۔ طبع ۲ ص ۵۵)

مجھے امید ہے کہ ان حوالجات کو پڑھ کر میرے دوست اپنی خفگی واپس لیں گے اور اگر مرزا غلام احمد صاحب کی امراض کی مزید فہرست دیکھنے کے خواہش مند ہیں تو اڈیٹر فاروق صاحب کی معرفت چار پیسے کے پتاشے ارسال کر کے دریافت کر لیں۔ چند امراض کا نام لکھ دیتا ہوں حوالے پتاشے کھانے کے بعد بتاؤں گا۔ دوران سر، تشنج قلب، حالت مرمی کالعدم، قولنج زہیری، جسم بے بس، خطاب جنون۔ امراض دماغی، ذہول، نسیان، کمی حافظہ وغیرہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق ٦ رجب ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۴ ص ۵۔٧)

قادیانی اور لاہوری مرزائیوں میں مباحثہ کب ہوگا؟

شاید قیامت سے ایک روز پہلے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آج قریباً دو سال کا عرصہ ہونے کو ہے کہ قادیانیوں اور لاہوریوں میں ایک فیصلہ کن مباحثے کی تحریک جاری ہے۔ دونوں طرف سے دعوت مبارزت شائع ہورہی ہے۔ آج اس سلسلہ کی آخری کڑی وہ مضمون ہے جو پیغام صلح ۲۲۔ اگست ۱۹۳۸ء میں بابو عمر الدین کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ ہم نے اس اثنا میں دونوں فریق کو مشورہ دیا ہے کہ تم لوگوں کا آپس میں اتفاق ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے، ہاں اگر ہمارے مشورہ پر عمل کرو تو یہ مشکل حل ہوسکتی ہے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ تم دونوں

فریق کا مبحث تو متعین نہیں ہوتا، آؤ ہم تم دونوں کو ایک متعین (طے شدہ) مضمون بتائیں وہ یہ کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے مضمون پر دونوں فریق مل کر ہم سے فیصلہ کن مباحثہ کرلو۔ اس سے تمہاری باہمی شکررنجی بھی دور ہو جائے گی اور تمہارے لیڈر ایک دوسرے سے صحیح معنوں میں بغل گیر ہو جائیں گے مگر تم لوگوں نے ہماری گزارش پر توجہ نہیں کی کیونکہ یہ مباحثہ تمہارے حق میں بہت کٹھن ہے۔

اب ہم تمہیں اس میں معذور سمجھ کر ایک اور مبحث پیش کرتے ہیں جس پر (امید ہے کہ) تم دونوں فریق دل وجان سے متفق ہو جاؤ گے۔

سنئے! آپ لوگ دو سال سے اس میں نزاع کر رہے ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب نبی تھے یا مجدد؟ ہم دیکھتے ہیں کہ آپ (دونوں گروہ) کس کسی طرح اتفاق نہیں اس لئے آج ہم ایک دوسرا عنوان پیش کر کے امید رکھتے ہیں کہ آپ (دونوں گروہ) ہمارے مقابلہ میں متفق ہو جاؤ گے (یا ہو جانا چاہیے) وہ عنوان یہ ہے

مرزا صاحب مسلم تھے یا غیر مسلم؟

دونوں فریق کا اتفاق کرانے کے لئے کوئی مبحث اس سے زیادہ اچھا نہیں ہوسکتا۔

پس آپ ہر دو صنف اپنے محترم بزرگ مرزا صاحب مدعی مسیحیت و مجددیت کی لاج رکھ لیں جو آپ کی دونوں جماعتوں کا فرض ہے۔ کیا میں آپ لوگوں کی خوش اعتقادی بحق مرزا صاحب سے امید رکھوں کہ اس دعوت کی قبولیت سے باقاعدہ اطلاع دیں گے۔ میرا یہ مضمون بہت مجمل ہے کیونکہ استاد غالب مجھے مشورہ دے رہے ہیں

نہ دے نامے کو غالب طول اتنا مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۵)

ساون کے اندھوں کو ہرا ہی نظر آتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کی بنیاد چونکہ دعویٰ الہام پر ہے اور ان کی بنا کی خامی بارہا اہل

حدیث میں ظاہر کی گئی ہے، یعنی دلائل قاہرہ سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی الہام سراب کی طرح محض بناوٹ ہے جس کا ادنی ثبوت یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی کا دعوی الہام صحیح ہوتا تو آج یہ سطور لکھنے والا زندہ نہ ہوتا بلکہ اس کی بجائے مرزا صاحب ہوتے۔ اس کی تفصیل اہل حدیث اور دیگر کتب میں بارہا ہو چکی ہے۔ چونکہ قادیانی تحریک کی بنا ہی افتراء اور جھوٹ پر ہے اس لئے بحکم گندم از گندم بروید جو از جو

آج بھی قادیان سے جھوٹ ہی کی آوازیں نکلتی ہیں چنانچہ الفضل ۱۸۔ اگست ۱۹۳۸ء میں چلتے چلتے ایک مضمون میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو درمیان میں لاکر ناحق کوسا گیا۔ چنانچہ اخبار الفضل قادیان کے الفاظ یہ ہیں:

پنڈت لیکھ رام کے قتل کی تحقیقات میں اور مارٹن کلارک کے قتل کے مقدمہ میں بن بلائے عدالت میں مولوی محمد حسین صاحب بغرض شہادت آدھمکے تھے جس پر ان کو عدالت سے جھڑک کر باہر نکال دیا تھا اگر ان کے مذہب میں جھوٹ بولنا جائز نہیں تو ذرا اس کے روحانی فرزند مولوی ثناء اللہ صاحب سے دریافت کریں کہ عند الضرورت ان کی مذہبی کتب میں دروغ گوئی جائز ہے یا نہ اور انہوں نے مقدمہ مولوی کریم دین میں بمقام گورداسپور ۱۹۰۴ء میں یہ گواہی دی تھی یا نہ کہ جھوٹ بول کر بھی ایک شخص متقی رہ سکتا ہے (الفضل ۱۸۔ اگست ۱۹۳۸ء ص ۵)

بالکل جھوٹ اور محض افتراء ہے۔ ممکن ہے لکھنے والے کی عمر اس زمانے میں بلوغت کو ہو اس لئے گمان غالب ہے کہ وہ کسی جابر راوی سے سن کر ایسا لکھ رہا ہے

حقیقت یہ ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا ابو الحسن تبتی اور ملا محمد بخش لاہوری تینوں کے حق میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک منذر الہام شائع کیا کہ: ان تینوں پر عذاب نازل ہوگا۔

اس منذر اعلان پر مولانا محمد حسین مرحوم نے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے پاس درخواست دی کہ مجھے اسلحہ رکھنے کی اجازت دی جائے کیونکہ مرزا صاحب نے میرے حق میں عذاب کی پیش گوئی کی ہے مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھ پر حملہ نہ کرا دیں۔

اس پر مرزا صاحب قادیانی کی طلبی ہوئی اور معاملہ پیش ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ ان سے وعدہ لیا گیا۔ مولانا بٹالوی سے یہ وعدہ لیا گیا کہ قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے وعدہ لیا گیا کہ وہ بٹالوی کو بطالوی نہ لکھیں (جیسا کہ وہ لکھا کرتے تھے) اور (مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے) دوستوں کے حق میں کوئی انذاری پیش گوئی شائع نہ کریں۔

پس یہ ہے اصل حقیقت مولانا محمد حسین مرحوم کے عدالت میں جانے کی جس کو کذب و زور بہتان و افتراء سے اس رنگ میں پیش کیا گیا اگر سچے ہیں تو اس زمانہ کی تحریر پیش کریں۔

نوٹس: قادیانی گروہ اگر اس واقعہ میں آپ کو سچا جانتا ہے تو اہل حدیث بٹالہ کے جلسہ میں اس مضمون پر بحث کر لے پھر دیکھیں اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے

ہاں مجھ سے جو سوال کیا گیا اس کا جواب دیتا ہوں

میرے بیان میں بھی جھوٹ سے کام لیا گیا ہے اور ہمیشہ ایسا ہی کیا کرتے ہیں جس کا مجھے کوئی گلہ نہیں کیونکہ

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

اسلئے میں آج اس بہتان کے قلع قمع کے لئے مصدقہ مسل سے عبارت نقل کرتا ہوں:

میرا بیان یوں ہے:

دروغ گو، جعل ساز، بہتان باندھنے والا۔ افتراء باندھنے والا، دغا دینے والا، ایک معنی سے متقی ہے بشرطیکہ خدا کی توحید پر قائم ہو۔

(پیغام صلح لاہور ۱۶ جون ۱۹۱۶ء ص ۴)

اس بیان میں جو الفاظ میں نے کہے ہیں ان کے ثبوت میں تفسیر بیضاوی کا حوالہ بارہا دے چکا ہوں اب بھی دیتا ہوں کہ تفسیر مذکور میں آیت هدی للمتقین کے ذیل میں یہ مضمون پایا جاتا ہے۔

مسئلے کی شکل اور ہے اور بہتان طرازی اور ہے۔ میں ان قادیانی علماء سے پوچھتا ہوں کہ حدیث میں جو آیا ہے من قال لا اله الا الله دخل الجنة و ان

زنا و ان سرق (جو لا الہ الا اللہ کہے وہ جنت میں داخل ہو جائے گا اگر چہ اس نے زنا کیا ہو یا چوری کی ہو) ۔ اگر اس حدیث پر تمہاری طرح کوئی منکر حدیث اعتراض کرے کہ زنا اور چوری اس حدیث کے موافق جائز ہے تو اس کا کیا جواب دو گے ۔ اس کے سوال کو دیانت پر مبنی سمجھو گے یا محض جہالت کا کرشمہ جانو گے ؟

قادیانی ممبرو! کہتے ہوئے ، لکھتے ہوئے ، اعتراض کرتے ہوئے ، بہتان لگاتے ہوئے سمجھ لیا کرو کہ اہل حدیث ابھی زندہ ہے اور اس کی آواز بلند ہے اور وہ تم کو للکار کر کہتا ہے کہ

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۵ ص ۴۔۵)

ترجمان اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

رسالہ ترجمان القرآن جو پہلے حیدرآباد دکن سے نکلتا تھا اب وہ خوش قسمتی سے قادیان کے ضلع گورداسپور مقام جمال پور (قریب پٹھان کوٹ) سے شائع ہونا شروع ہوا ہے ۔ رسالہ ہذا کے کسی معاون رئیس نے کچھ زمین وقف کی ہے جس کی آمدنی اشاعت اسلام پر خرچ کرنے کا اعلان کیا گیا ہے ۔ بقول بانیان اس مقام کے اردگرد اسلامی ماحول پیدا کرنے کا تہیہ کر لیا گیا ہے چنانچہ اس جگہ کا نام ہی دارالسلام رکھا گیا ہے ۔ یہ اعلان دیکھ کر ناممکن تھا کہ قادیان کے ارباب میں بے چینی پیدا نہ ہوتی کہ اشاعت اسلام کرنے والے تو ہم ہیں ہمارے ہی ضلع میں ہمارا مقابلہ کرنے کے لئے ترجمان القرآن والے کہاں سے آ گئے ۔ اسی جوش میں الفضل نے ایک طویل مضمون لکھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ :

اشاعت اسلام ہو یا کوئی اور دینی کام جب تک مامور من اللہ کے ماتحت نہ

ہو بار آور نہیں ہوسکتا۔

ہم پوچھتے ہیں اور پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اور قادیانی جماعت کی ضمیر سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ اس سوال کا جواب بتائے کہ :

تم لوگ جو اپنے مامور من اللہ کے ماتحت ہو کر کام کرتے ہو کہاں تک کامیاب ہو۔

ابھی تو تم سے قصبہ قادیان بھی صاف نہیں ہوا۔ ایک طرف سکھوں کی آبادی، دوسری طرف آریوں کی، تیسری طرف ہندوؤں کی، چوتھی طرف احراریوں کی، پانچویں طرف مصریوں کی۔ ان کے علاوہ بقول تمہارے خلیفہ صاحب کے منافقوں کی بھی (جو تمہارے ہی بغلی گھونسہ بنے ہوئے ہیں) کافی تعداد ہے۔

ہم سچ کہتے ہیں کہ اگر تمہارا حساب صحیح اور باقاعدہ شائع ہو تو پیغامیوں کا یہ بیان بالکل صحیح ثابت ہو کہ تمہاری رقوم چندہ میں سے قریباً چودہ آنہ فی روپیہ خاص کاموں پر خرچ ہوتا ہے اور بمشکل دو آنے، اشاعت اسلام پر خرچ ہوتا ہوگا (اسلام بھی قادیانی جس میں نبوت مرزا داخل ہے)

چونکہ ترجمان کے مقصد اشاعت میں قادیانی نبوت داخل نہیں ہے اس لئے تمہارا بدکنا استاد غالب کے شعر کے ماتحت آتا ہے

الجھتے ہو جو کبھی دیکھتے ہو آئینہ
جو تم سے شہر میں ہوں ایک دو تو کیسے ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۵ ص ۴۔۵)

سوالات متعلقہ حیات مسیح کے جوابات

پر قادیان میں صف ماتم ۔۲

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں

اخبار فاروق اپنی اشاعت مورخہ ۱۴۔ اگست ۱۹۳۸ء میں راقم ہے:

جو شخص وفات مسیح کا قائل ہے اور قرآن و حدیث پر بھی ایمان رکھتا ہے اس

کیلئے سوائے مرزا صاحب کو اس صدی کا مجدد ماننے کے کوئی چارہ ہی نہیں
اے جناب! کسی منکر وفات مسیح سے تو یہ توقع ہی نہ رکھئے کہ وہ مرزا صاحب کو صادق مان لے گا۔ بھلا جو قرآن پاک جیسی مقدس ومطہر ومعقول ومدلل کتاب سے روگردانی کر کے حیات مسیح کا منکر ہوگا وہ مرزا صاحب جیسے انسان کو ملہم کیسے مان سکتا ہے جس کی ایک بات بھی معیار معقولیت پر ٹھیک نہیں اترتی۔
البتہ میں قائل حیات مسیح ہو کر بھی مرزا صاحب کی تجدید کا معترف ہوں۔ چنانچہ وہ باتیں جن کی بنا پر میں مرزا صاحب کو انوکھا مجدد تسلیم کرتا ہوں ان میں سے چند درج ذیل ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں۔
۱۔ مرزا محمد یوسف نے ایک معجون بنا کر بھیجی ہے قوت باہ کے لئے فائدہ مند ہے مدت سے میرے استعمال میں ہے (مکتوبات مرزا جلد۲ ص ۵۵)
۲۔ یہ دوا بہت ہی فائدہ مند ہے۔ ایک مرض مجھے خوفناک تھی۔ صحبت کے وقت لیٹنے کی حالت میں نعوذ بکلی جاتا رہتا تھا وہ (عارضہ) بالکل جاتا رہا۔ میں نے اس میں آثار نمایاں پائے ہیں۔ (ص۱۴ حوالہ مذکور)
۳۔ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) فرمایا کرتے تھے کہ بعض اطباء کے نزدیک افیون نصف طب ہے۔ حضرت نے تریاق الہی دوا خدا تعالی ہدایت کے ماتحت بنائی اس کا بڑا جز و افیون تھا۔ یہ دوا حضور وقتاً فوقتاً مختلف امراض کے دوران میں استعمال کرتے رہے۔ (الفضل ۱۹ جولائی ۱۹۲۹ء)
۴۔ کچھ عرصے تک آپ نے سنکھیا کے مرکبات استعمال کئے (الفضل ۵ فروری ۱۹۳۵ء)
۵۔ حکیم محمد حسین صاحب السلام علیکم ایک بوتل ٹانک وائن پلومر کی دکان سے خرید دیں (مکتوبات مرزا بنام حکیم محمد حسین لاہوری۔ ص ۵)
منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:
سر دست بیسیوں حوالہ جات سے یہ پانچ حوالے پیش کرتا ہوں جن کی وجہ سے مرزا غلام احمد صاحب کی تجدید ماننے پر مجبور ہوا ہوں۔
جس طرح امور مذکورہ کی بنا پر میں مرزا صاحب کو جدید مجدد تسلیم کرتا ہوں اسی طرح بعض تحریرات کی رو سے میں مرزا صاحب کو، فوق البشر ہستی، بھی ماننے کو تیار

ہوں۔ سنئے یہ بات محتاج دلیل نہیں کہ ایک انسان کسی صورت میں بھی غسل خانہ کی ٹونٹی میں گھس نہیں سکتا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے والد مرحوم ومغفور سے جب کوئی شخص یہ آکر پوچھتا کہ آپ کے چھوٹے صاحبزادے یعنی مرزا غلام احمد صاحب کہاں ہیں، تو وہ فرماتے:

مسجد میں جا کر سقاوہ کی ٹونٹی میں تلاش کرو۔ (براہین احمدیہ طبع ۴ص ۶۷)

احمدی دوستو! کیا کہتے ہو۔

اور سنو: مرزا غلام احمد صاحب نصرۃ الحق طبع دوم کے صفحہ ۱۰۰ پر راقم ہیں:

کرم خاکی ہوں میرے پیارے نہ آدم زاد ہوں
ہوں بشر کی جائے نفرت اور انسانوں کی عار

اس شعر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فیصلہ ہی کر دیا۔ احمدی دوست توفی اور رفع کے بکھیڑوں میں الجھے پھرتے ہیں، مرزا صاحب آدم زاد ہونے سے ہی انکاری ہیں۔ کیا خوب: جادو وہ جو سر چڑھ کر بولے

یہی وجوہات ہیں جن کے باعث ہم نے لکھا تھا کہ حیات وممات مسیح کی علمی بحثوں میں پڑنے کی بجائے پہلے یہ تو جانچ لیں کہ جس بزرگ کی شخصیت ہی متنازع ہے وہ اس لائق بھی ہے کہ مسند مسیحیت کی رونق ہو سکے جس سے ہمارے احمدی دوست خواہ مخواہ غصہ میں آجاتے ہیں۔

ہم نے اپنے مدعا کو یوں واضح کرنے کی کوشش کی تھی کہ جس شخص کے لئے مرزائی دوست آستینیں چڑھائے ہوئے آمادہ رزم ہیں۔ وہ خود لکھ گئے ہیں

مسیح کے نزول کا عقیدہ ایسا نہیں جو ہماری ایمانیات کی جزء یا ہمارے دین کے ارکان سے ہو ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ تعلق نہیں

(ازالہ اوہام۔ ص ۶۰ طبع ۳)

حیرت ہے کہ اس بات کا جواب نہ تو اخبار الفضل قادیان نے دیا ہے، نہ اخبار فاروق قادیان نے۔ شائد اس تحریر کو منسوخ سمجھتے ہوں۔

مجھے مرزائی اصحاب کی روش پر رہ رہ کر تعجب ہوتا ہے کہ ان کا نبی اور رسول تو یہ کہتا ہے کہ

حیات وممات مسیح کے مسئلہ سے متعلق مجھے بالکل نومیدی ہوتی پس خدا تعالی
نے میرے دل میں ڈالا کہ میں دوسرا رخ اختیار کروں جو اصل بنیاد میرے
دعوی کی ہے یعنی اپنے سچے ملہم ہونے کا ثبوت دوں (انجام آتھم ص ۴۸ طبع ۲)

یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بحکم خدا مسئلہ حیات وممات مسیح کو ترک کر کے اصل بنیاد اپنی سچائی کی کو قرار دے گئے ہیں مگر مرزائی لوگ آج تک کولہو کے بیل کی طرح وہیں کے وہیں چکر کاٹ رہے ہیں۔

پس حقیقت یہی ہے کہ اصل بحث مرزا غلام احمد صاحب کے سچا جھوٹا ہونے پر منتہی ہے مرزا صاحب قادیانی نے عمدہ بات لکھی ہے کہ:

کچھ شک نہیں اگر وہ لوگ مجھے سچا ملہم سمجھتے ہنسی تکفیر سے پیش (ہی) نہ آتے

(حوالہ مذکور)

کیسا صاف فیصلہ ہے

خلاصہ یہ کہ مسئلہ حیات مسیح پر دفتروں کے دفتر لکھے جا چکے ہیں جو محفوظ ہیں ہر شخص انہیں پڑھ کر حق و باطل میں تمیز کر سکتا ہے پس اب اصلی (بنیاد؟)... پر ہی گفتگو ہونی چاہیے مرزا صاحب قادیانی نے خوب لکھا

پھر اسی بحث کو چھیڑنا یا فیصلہ شدہ باتوں سے انکار کرنا محض شرارت اور بے
ایمانی ہے (ضمیمہ انجام۔ص ۳۵)

امید ہے کہ آئندہ مرزائی اصحاب مرزا صاحب پر ان فیصلوں پر عمل کرنے کو وفات مسیح کا مسئلہ (زیر بحث؟) نہیں لائیں گے اور اگر لائیں تو ہمارے ناظرین ان کو قائل کریں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۵ ص ۵۔۶)

مرزا کرشن صاحب قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مسیح کا یہ دعوی تھا کہ میں مسلمانوں کے لئے مسیح اور ہندوؤں کے

لئے کرشن ہو کر آیا ہوں ۔اس دعوی کا اخبار الفضل قادیان ۶ ستمبر میں اعادہ کیا گیا ہے جو حقیقت میں مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی کی تردید ہے، مگر ان کے مخلصین غلبہ محبت میں تردید اور تائید میں فرق نہیں سمجھتے ۔ آج ہم اس کی تفصیل پیش کرتے ہیں ۔

کرشن جی کا قول الفضل قادیان میں نقل ہوا ہے :

جب دنیا میں دھرم کو زوال آتا ہے پاپ زور پکڑتا ہے تب میں جنم لیتا ہوں اور پاپ کو مٹا کر پھر سے دھرم کی شان دوبالا کرتا ہوں ۔

اس مقولے کے بعد لکھا ہے: کرشن ثانی کی آمد:

مندرجہ بالا الفاظ کو سامنے رکھئے اور موجودہ زمانے کا جائزہ لیجئے ۔ کیا آج یہی نقشہ حرف بحرف نظر نہیں آ رہا۔ ہر منصف مزاج کا دل گواہی دے گا کہ بے شک یہی وقت ہے موعود کرشن کے جنم لینے کا ۔لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ وعدے کے مطابق ہے کہاں؟

ہمارے ہندو بھائیوں کے پاس سوائے خاموشی کے اس کا کیا جواب ہے ۔ کاش کہ انہیں معلوم ہو کہ جس کرشن کا وہ انتظار کر رہے ہیں وہ خدا کے وعدے کے مطابق قادیان میں جنم لے چکا ہے ۔(الفضل ۶ دسمبر ۱۹۳۸ء ص ۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: اس بیان میں راقم مضمون نے سبب اور مسبب دونوں کا ذکر کیا ہے۔ یا بالفاظ دیگر مقتضی اور مقتضا دونوں کا بیان کیا ہے ۔یعنی یہ بتایا ہے کہ مذہب اور دھرم کی خرابی مقتضی تھی کرشن جی کے آنے کی، چنانچہ وہ قادیان میں آ گئے ۔مگر اس کا کیا جواب کہ وہ مقتضا (دھرم مذہب کی خرابی) علی وجہ الکمال آج بھی موجود ہے۔ چنانچہ اخبار مذکور کے اسی صفحے پر میں یہ الفاظ بھی درج ہیں (جو بالکل صحیح ہیں)

آج دنیا کی ہر قوم گوشے گوشے سے چلا چلا کر بآواز بلند اپنی روحانی موت کا اقرار کر رہی ہے۔

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مذہبی اور روحانی موت ہر گوشے میں ترقی پذیر ہے ۔ واقعات بھی اس کی شہادت دیتے ہیں ۔ ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں کہ فی ہزار ۹۹۹ ، لوگ دھرم سے پتت (مذہب سے ہٹے ہوئے) ہیں۔ چین جاپان مع اکثر

حصہ یورپ کے، خدا کے منکر ہو کر مذہب کو جواب دے چکا ہے۔ باقی جو مذہب کا نام لیوا ہے وہ مسیح پرست اور صلیب پرست ہے۔ براعظم افریقہ بھی ایسا ہی ہے۔ ہندوستان کی حالت ہمارے سامنے ہے، جس میں کوئی قوم ہم کو مذہب و دھرم کی پابند نظر نہیں آتی۔ اور یہ رو دن بدن ترقی پکڑ رہی ہے۔ اگر کرشن جی کے کلام کے صحیح معنی یہ لئے جائیں، تو یہ زمانہ مقتضی ہے کسی مصلح اعظم کے آنے کا۔ اور اگر خدا کے علم میں اس بے دینی کی ترقی ابھی باقی ہے تو شاید یہ آمد چند دن اور ملتوی ہو جائے۔

بہرحال اگر مان بھی لیں کہ دین و دھرم کی موت سے کرشن جی کو قادیان میں آنا چاہیے تھا، تو ہم کہیں گے کہ وہ ہماری سر آنکھوں پر تشریف لائیں ہماری طرف سے یہ شعر ان کی نذر ہو گا

گر بر سر چشم من نشینی نازت بکشم کہ نازنینی

لیکن مرزا صاحب جن دنوں مسیح اور کرشن بن کر آئے جس پر آج ساٹھ سال ہونے کو ہیں اس زمانے میں دین و دھرم اتنا مردہ نہیں تھا جتنا کہ آج کل ہے۔

اس لئے ہم کہیں گے کہ وہ قبل از وقت سواری لے آئے۔ شائد اسی لئے وہ میعاد مقررہ سے پہلے ہی تشریف لے گئے کیونکہ انہوں نے اپنی عمر کی مدت ۷۵۔ اور ۸۶ سال کے درمیان بتائی تھی اور ۶۹ سال کی عمر میں تشریف لے گئے جس پر ہمیں بافسوس یہ کہنا پڑا:

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

مختصر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نہ مسیح موعود ہیں، نہ کرشن گوپال کیونکہ دونوں کے آنے کا جو وقت ہے وہ اس سے پہلے ہی آ گئے اور پہلے ہی چلے گئے جس پر یہ شعر ہمارے منہ سے نکلا

آتے ہی کہتے ہو کہ جانا جانا
ایسا جانا تھا تو جانا تمہیں کیا تھا آنا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۴، ۵)

معیار صداقت مسیح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید اپنے خیال میں بڑے پکے اور دھنی ہیں۔ ہمارے خیال میں مسیحی بھی اتنے پختہ اور دھنی نہ ہوں گے جتنے کہ یہ حضرات ہیں۔ مسیحیوں کے ساتھ تثلیث پر بحث ہو، تو مغلوبیت پا کر چند روز ساکت ہو جاتے ہیں لیکن اتباع مرزا غلام احمد قادیانی میں یہ کمال ہے کہ مغلوبیت کے بعد مزید جوش دکھاتے ہیں گویا انہی کے حق میں ہے

تعزیر جرم عشق ہے بے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے اور ذوق گناہ یاں سزا کے بعد

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت اور اس پر بحث، بڑی دلیری ہے۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ الفضل یہ دلیری آئے دن کرتا ہے۔ چنانچہ یکم ستمبر ۱۹۳۸ء کے پرچے میں ایک سرخی یہ نظر آئی

معیار صداقت حضرت مسیح موعود اور مخالف علماء

راقم مضمون نے اس سرخی کے نیچے بڑی کوشش سے مرزا غلام احمد صاحب کا نبی ہونا ثابت کیا ہے۔ آپ کا بیان دو حصوں میں منقسم ہے۔ ایک یہ کہ مرزا صاحب کی زندگی کے حالات قبل از دعوی نبوت بہت پاکیزہ ہیں۔

اس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر میں بارہا دیا گیا ہے کہ یہ دعوی غلط ہے۔ مرزا صاحب قادیانی قبل از دعوی ماموریت و مسیحیت معمولی دنیا داروں کی طرح ایسے مقدمات میں پیروکار ہو جاتے تھے جو شریعت کے خلاف ہوتے تھے۔ مثلاً رواج کو بمقابلہ تعلیم اسلام مقدم کرنا۔

دوسری دلیل جو واقعی دلیل ہے بشرطیکہ اپنے معنی میں صادق ہو اور وہ دلیل

علم غیب پر اطلاع ہے، جسکے متعلق الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

یہ معیار ایسا ہے جو ہماری طرف سے صداقت حضرت مسیح موعود (مرزا) کے متعلق مخالفین کے سامنے پیش کیا جاتا ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ جب حضرت مسیح موعود (مرزا) نے غیب سے خبر پا کر متعدد پیش گوئیاں کیں اور سینکڑوں ان میں سے روز روشن کی طرح پوری ہو چکی ہیں تو پھر حضور کے دعوی کی صداقت میں کیا شک باقی رہ جاتا ہے۔ (الفضل قادیان یکم ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

بے شک یہ دلیل اپنی صورت مرقومہ کی حیثیت سے صحیح ہو سکتی ہے اور اگر اس کا محکی عنہ متحقق ہو جائے۔ یعنی یہ بات ثابت ہو جائے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے جو غیبی خبر بتائی وہ پوری ہوگئی۔ ہم تو اس بات کے شاکی ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی کوئی غیبی خبر صحیح نہیں ہوئی۔ منطقی قاعدے سے موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے مگر ہم قادیانی موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ کلیہ دکھانے کو بھی تیار ہیں۔ سر دست سالبہ جزئیہ پیش کرتے ہیں جو بڑا اہم ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے خدا سے الہام پا کر پیش گوئی کی کہ ایک خاتون محترمہ محمدی میرے نکاح میں آئے گی۔ اس پیش گوئی کا نام نکاح آسمانی ہے اور یہ ایسا مشہور ہے جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں نتیجہ کیا ہوا؟

سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو فوت ہوئے آج تیس سال ہو گئے اور منکوحہ آسمانی (محمدی بیگم) ابھی تک زندہ ہے۔ نکاح کا وقت ختم ہو چکا ہے۔ پھر اس کے کذب ہونے میں کیا شبہ ہے؟

قادیانی ممبرو! اس کا آسان جواب یہ کہ بقول مولوی محمد علی صاف کہہ دو:

ایک دو الہام غلط ہونے سے سب کی نفی نہیں ہو سکتی۔ یہ شاذ ہے۔

اگر تم یہ کہو گے تو ہم تمہیں علاوہ منطقی قاعدے کے جس کا مضمون ہم اوپر بتا آئے ہیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کا ارشاد قول فیصل کی طرح پیش کریں گے کہ:

جس شخص کی ایک بات بھی جھوٹی ثابت ہو اسکی کسی بات کا اعتبار نہیں۔

لیکن جس کی ساری باتیں جھوٹی ہوں، البتہ اس کی بابت عذر وہی کیا جا سکتا ہے جو عرب کے مشہور شاعر متنبّی نے کیا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها الا يدوم لها عهد

(یعنی محبوبہ اگر وعدہ خلافی کرے تو کوئی حرج نہیں کیونکہ اس کے وعدے میں یہ داخل ہے کہ وہ وعدہ پورا نہ کرے گی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۵)

تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج سے پہلے کئی مرتبہ ہم اس امر کو ظاہر کر چکے ہیں کہ قادیانی اہل قلم اپنے دعوی اور دلیل میں تطبیق کی ضرورت نہیں جانتے۔ وہ اسباب مرض بیان کر کے اقتضاء علاج بتاتے ہیں، لیکن ان کے علاج کے بعد بیمار میں اسباب اور علامات مرض برابر پائے جاتے ہیں۔ یہ ایک طبی اصطلاح ہے جس کو عام لوگ نہ سمجھیں تو ہم ان کو دوسرے الفاظ میں سمجھانے کی کوشش کرتے ہیں۔

قادیانی کہتے ہیں کہ دنیا میں فسق و فجور، بددیانتی، گمراہی بہت پھیلی ہوئی ہے، اس لئے کسی مصلح، کسی نبی کے آنے کی ضرورت ہے۔ رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان میں ایک سوال کیا گیا ہے کہ اب نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔ اس کے جواب میں چند ضرورتیں بتائی ہیں جو یہ ہیں:

اول: اس زمانے میں تقوی ہی مفقود ہے تو اس تعلیم (تعلیم قرآن) کو عام علماء کس طرح ترویج دے سکتے ہیں۔

دوم۔ مسلمانوں اور خصوصاً ان کے علماء کی توجہ دین کی طرف سے بالکل ہٹ چکی ہے اور سب دنیا کمانے میں منہمک ہیں آوے کا آوا بگڑ چکا ہے تو کیا

اب بھی الٰہی مصلح کی ضرورت نہیں؟ کیا یہ صحیح نہیں کہ جو علمائے دین ہیں وہ جمیعۃ العلماء کی طرح ہندو پرست یا زر پرست یا لیڈری پرست ہو چکے ہیں۔ جو دیندار اور بزرگ کہلاتے ہیں ان کا ظاہر اور ہے اور باطن اور، چال چلن بگڑ گئے ہیں خدا کے گھر بدکاری کے اڈے بنے ہوئے ہیں جو علم ہے وہ محض قشر اور چھلکا ہے۔ تزکیہ نفوس معدوم، صوفیہ اور واعظین ان سے بھی بڑھ گئے ہیں اور کوئی قسم شرک اور ناجائز طور پر کمانے کی نہیں جس پر وہ عامل نہ ہوں۔ سوائے مقوی اور اعلیٰ کھانے، عمدہ پہننے اور تکبر کرنے کے ان کو آتا ہی کیا ہے؟ ہاں بعض عورتوں کے اغوا میں بھی کمال رکھتے ہیں۔

سوم: عوام کی حالت یہ ہے کہ رسول کی جگہ رسوم نے لے لی۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کی ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔

چہارم: لاکھوں کھلم کھلا مرتد ہو گئے۔

پنجم: اسلامی عقاید اور احکام پر تسلی نہیں رہی۔ نہ یقین رہا۔ بلکہ کرید کر معلوم کرو تو دہریہ ہیں۔

ششم: امراء کا یہ حال ہے کہ ان کا دین اور خدا صرف دولت اور عیش پرستی ہی ہے۔ راست بازی، دین کی تڑپ اور اشاعت اسلام سے ایسے دور ہیں جیسے نور سے ظلمت۔

ہفتم: یہ زمانہ اشاعت اسلام کا تھا۔ اور اسلام کی اشاعت ابھی تک دلائل و براہین سے نہیں ہوئی تھی کیونکہ جنگوں نے مسلمانوں کو دم نہیں لینے دیا تھا۔ اب تیرہ سو سال کے بعد وہ امن اور سامان اشاعت اور قوموں کے آپس میں ملنے جلنے کے حالات پیدا ہوئے تھے کہ دنیا میں اس سے پہلے کبھی موجود نہ تھے۔ پس ضرور تھا کہ اس وقت تکمیل اشاعت اسلام کے لئے ایک عظیم الشان رسول بھیجا جاتا جو دلائل و براہین سے اسلام کو دنیا کے سامنے پیش کرتا۔

ہشتم: پھر یہ کہنا کہ نبی کی ضرورت نہیں، اس لئے بھی غلط ہے کہ اس وقت دنیا میں عیسائیت کا غلبہ ہے۔ ہندوستان میں آریہ لوگوں کا غلبہ ہے۔ بدھ

مذہب کا دنیا کے ایک بڑے حصہ پر غلبہ ہے۔ پھر دنیا پر لیظہرہ علی الدین کا وعدہ کیونکر اور کب پورا ہوگا۔ اس وقت تو آنحضرت ﷺ کے خود آنے کی ضرورت ہے کیونکہ تمام مذاہب نے اسلام پر ہر طرف سے ایک یورش کر دی ہے۔ پس ضرورت ہے کہ کوئی مبعوث ہو جو آنحضرت ﷺ کے اس کام کو پورا کرے۔ (ریویو آف ریلی جنز جولائی ۱۹۳۸ء ص ۱۹۔۲۰)

بقول مضمون نگار یہ اسباب ہیں کسی جدید کے آج کل آنے کے۔ چنانچہ بقول قادیانی جماعت کے وہ قادیان میں آ گیا اور آ کر چلا بھی گیا۔

اب سوال یہ ہے کہ آیا وہ ان اسباب کی وجہ سے آیا جو اس میں ذکر ہیں۔ کیا آ کر اس نے ان اسباب کا ازالہ کیا؟

ہم ان نمبروں میں شروع نمبر سے سوال کرتے ہیں۔

۱۔ کیا اہل زمانہ کو تقوی حاصل ہو گیا؟

۲۔ کیا مسلمانوں اور علماء کی توجہ، دین کی طرف مبذول ہوگئی؟

۳۔ جمیعۃ العلماء اور دیگر صوفیوں کے چال چلن درست ہو گئے؟

۴۔ عوام نے رسوم قبیحہ چھوڑ دیں؟

۵۔ مرتد ہونے سے لوگ رک گئے (خود قادیان کے ضلع گورداسپور میں آئے دن ارتداد کے مقدمات ہوتے رہتے ہیں۔ ذرا ان کو بھی دیکھ لیجئے)۔

۶۔ اسلامی عقاید پر مسلمانوں اور غیر مسلمانوں کی تسلی ہوگئی؟

۷۔ امراء نے عیش پرستی چھوڑ دی؟

۸۔ اشاعت اسلام مکمل ہوگئی؟

۹۔ آریوں بدھوں اور بقول مرزا صاحب یاجوج ماجوج (یورپین اقوام۔ حمامۃ البشری ص ۲۸) سب سیدھے ہو گئے؟

غالباً یہ سب خواب کی باتیں ہیں۔ یہ کہنا کہ اس میں مرزا صاحب نبی اللہ کا کیا قصور جب کہ لوگوں نے انہیں تسلیم نہیں تو قصور لوگوں کا ہے۔ خود مرزا غلام احمد صاحب کے ارشادات کے خلاف ہے کیونکہ براہین احمدیہ میں صاف لکھ چکے ہیں:

مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام اطراف اکناف دنیا میں پھیل جائے گا۔
کیا وہ پھیل گیا ؟ جرمن اور فرانس تو مسلمان ہو چکا ہو گا۔ روس تو بقول الہام مرزا صاحب کے سب احمدی ہو گئے ہوں گے (ریویو بابت ستمبر ۱۹۱۷ء ص ۳۴۴)۔ انگلستان اور دیگر ممالک یورپ میں اسلام ہی کا ڈنکا بجتا ہو گا۔ غالباً وہاں کے سکہ پر کلمہ اسلام ہی کندہ ہو گا۔ چین و جاپان میں بدھ مذہب نیست و نابود ہو گیا ہو گا (کیا ہی بچوں کے دل بہلانے کی باتیں ہیں)

دنیا میں کفر و شرک فسق و فجور مرزا صاحب کی تشریف آوری سے پہلے جتنا تھا اگر یہ کہا جائے کہ اس سے سو چند ہو گیا ہے تو مبالغہ نہیں۔ حتی کہ قادیان ہی کو دیکھو جس کی بابت کہا جاتا تھا کہ وہ دارالامن والاماں ہے، وہ آج دارالجدل والجدال بلکہ دارالکفر والطغیان ہو گیا ہے۔ آئے دن مقدمہ بازی، فریب کاری، لڑکے لڑکیوں کے جھگڑے بلکہ قتل و خون ہو رہے ہیں۔ غرضیکہ مولوی سعد اللہ لدھانوی کا شعر خوب چسپاں ہے:

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ ستمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲۷ رجب ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۷ ص ۵۔۶)

کذبات مرزا۔۲

جناب منشی محمد عبداللہ صاحبؒ معمار امرتسری لکھتے ہیں:
گذشتہ پرچہ میں مرزا صاحب مدعی نبوت و مسیحیت کے دس کذبات درج ہوئے ہیں۔ آج اس کے آگے ملاحظہ ہوں۔

کذب نمبر ۱۱

مرہم عیسی (کے متعلق مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں)
تمام طبیبوں نے جو مختلف قوموں میں گزرے ہیں اس بات کو بالاتفاق تسلیم

کر لیا ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسی کے لئے بنایا گیا تھا۔ چنانچہ ہزار ہا کتاب ایسی پائی گئی ہے جس میں یہ نسخہ مع وجہ تسمیہ درج ہے اور وہ کتابیں اب تک موجود ہیں۔ اکثر کتابیں ہمارے کتب خانہ میں موجود ہیں (ایام الصلح ص ۱۱)

منشی عبداللہ معمار لکھتے ہیں: اخبار الفضل و فاروق کے نامہ نگار اصحاب اگر طب کی ہزار کتاب ،تو بہت بڑی بات ہے ،۵۰۰ بلکہ ۲۰۰ کتاب کی عبارات ہی دکھا دیں جن میں نسخہ مرہم عیسی بمعہ وجہ تسمیہ مقولہ مرزا درج ہو تو ہم مرزا صاحب کو اس معاملے میں راست گو مان لیں گے۔کوئی جوان مرد احمدی ہے کہ اپنے صادق نبی کو جھوٹ کے اس ناپاک داغ سے بچائے۔

بھائیو! جھوٹ بولنا معمولی سی بات نہیں ہے کہ ایک مدعی مسیحیت والہام کا اس سے ملوث ہونا نظر انداز کیا جائے جھوٹ وہ مکروہ فعل ہے کہ بقول حضرت مرزا صاحب وہ کنجر جو ولد الزنا کہلاتے ہیں وہ بھی جھوٹ بولتے ہوئے شرماتے ہیں۔

(شحنہ حق۔ص ۶۰)

اندریں صورت ہمارے احمدی سجنوں خاص کر ہمارے مخاطبوں مولوی وقیع الزمان (نامہ نگار فاروق) اور مولوی محمد عبداللہ صاحب (نامہ نگار الفضل) پر تو اس وقت تک کھانا پینا حرام ہے جب تک کہ وہ اس بارے میں اپنے مسلمہ نبی کی پوزیشن کو صاف نہ کریں۔

کذب نمبر ۱۲

احادیث صحیحہ میں یہ فرمایا گیا کہ اس مہدی (بزعم خود،خود بدولت) کو کافر ٹھہرایا جائے گا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۳۸)

کذب نمبر ۱۳

احادیث صحیحہ میں آیا تھا کہ وہ مسیح موعود صدی کے سر پر آئے گا وہ چودھویں صدی کا مجدد ہوگا۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق طبع ۲ ص ۱۸۴)

جناب منشی عبداللہ معمار فرماتے ہیں کہ ان احادیث صحیحہ کا پتہ دینے والے کو فی حدیث مبلغ ۵ صد روپیہ انعام ملے گا۔

کذب نمبر۱۴

سو یہ عاجز عین وقت پر مامور ہوا۔ اس سے پہلے صد ہا اولیاء نے اپنے الہام سے گواہی دی تھی کہ چودھویں صدی کا مجدد مسیح موعود ہوگا اور احادیث صحیحہ نبویہ پکار پکار کہتی ہیں کہ تیرھویں صدی کے بعد ظہور مسیح ہے (آئینہ ص۳۴)

جناب منشی معمار لکھتے ہیں:

جو صاحب صد ہا اولیاء کے الہام بمع ان کے اسماء کے دکھائیں گے، اور احادیث صحیحہ نبویہ کی نشان دہی فرمائیں گے، فی حوالہ ایک روپیہ انعام ان کی خدمت میں پیش کیا جائے گا۔ بصورت دیگر صرف کذب مرزا کا اقرار احمدیوں پر فرض ہوگا۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

کذب نمبر۱۵

انبیاء گذشتہ کے کشوف نے اس بات پر قطعی مہر لگا دی ہے کہ وہ (مسیح موعود) چودھویں صدی کے سر پر پیدا ہوگا نیز یہ کہ پنجاب میں ہوگا۔ (اربعین ص۲۳)

منشی محمد عبداللہ معمار فرماتے ہیں: گذشتہ انبیاء پر یہ سفید جھوٹ ہے، ثبوت دینے والا لائق صد ہزار ستائش ہوگا۔

نوٹ بعض احمدی کہا کرتے ہیں یہاں انبیاء کا لفظ کاتب کی غلطی ہے، صحیح لفظ اولیاء ہے۔ جواباً عرض ہے کہ اولیاء پر بھی یہ افتراء ہے۔ گذشتہ اولیاء نے کہیں نہیں لکھا کہ مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر نیز پنجاب میں ہوگا۔

کذب نمبر۱۶

نبیوں کا اس پر اتفاق تھا کہ مسیح موعود ساتویں ہزار کے سر پر ظاہر ہوگا۔

(قادیانی لیکچر سیالکوٹ۔ص ۷)

جناب منشی معمار فرماتے ہیں کہ یہ بھی مثل سابق بے ثبوت جھوٹ ہے۔

کذب نمبر ۱۷

ساتواں ہزار... آخری ہزار ہے.... اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے

جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ص ۶)
منشی معمار فرماتے ہیں کہ انبیاء کی کوئی ایسی شہادت بسند معتبر موجود نہیں ہے۔

کذب نمبر ۱۸

میں وہی ہوں جسکے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی و اذا العشار عطلت پوری ہوئی ... یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن و حدیث میں کی گئی تھی کہ جو مسیح موعود کیوقت کا یہ نشان ہے (اعجاز احمدی ص ۷)

منشی محمد عبد اللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں کہ عرب وعجم کے اخبار وجرائد کے مضامین کا حوالہ مطلوب ہے جنہوں نے یہ لکھا تھا کہ ریل جو تیار ہو رہی ہے یہ مسیح موعود کی علامت ہے۔

کذب نمبر ۱۹

یہ تمام دنیا کا مانا ہوا مسئلہ ہے اور اہل اسلام اور نصاری اور یہود کا متفق علیہ عقیدہ ہے کہ وعید کی پیش گوئی بغیر شرط توبہ اور استغفار اور خوف کے بھی ٹل سکتی ہے۔ (تحفہ غزنویہ۔ص ۵)

جناب منشی معمار صاحب فرماتے ہیں کہ تمام دنیا کی شہادات تو خیر بڑی بات ہے، مرزائی اصحاب یہود ونصاری اور اہل اسلام ہندو سکھ بدھ مذہب کے پیروؤں میں سے صرف ایک ایک عالم کی تحریرات سے بھی اگر یہ ثابت کر دیں تو ہم اس قول میں مرزا غلام احمد صاحب کو جھوٹا کہنے سے علی الاعلان توبہ کریں گے۔

کذب نمبر ۲۰

انبیاء علیہم السلام کے اتفاق سے زرد چادر کی تعبیر بیماری ہے (حقیقۃ الوحی ص ۳۰۷)

جناب منشی معمار فرماتے ہیں کہ یہ بھی انبیاء پر جھوٹ ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اکتوبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۴۹ ص ۵۔۶)

نبیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں فرق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:
اخبار الفضل قادیان میں ایک مضمون نکلا ہے جسکی سرخی ہے:

نبیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں ما بہ الامتیاز

ہم اس مضمون کو قادیانی مباحث میں فیصلہ کن جانتے ہیں اس لئے آج اس پر مختصر سا نوٹ لکھتے ہیں۔ الفضل کے نامہ نگار نے نجومیوں اور نبیوں کی پیش گوئیوں میں بڑا فرق یہ بتایا ہے کہ: نجومی اپنی پیش گوئی کو یقین کے ساتھ نہیں بیان کرتے۔ ان کے مقابلے میں نبی یقین کی سیف قاطعہ سے مسلح ہو کر اٹھتے ہیں۔ (الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۳۸ء)، یہ بالکل صحیح ہے۔

دوسرا امتیاز ان قادیانی نامہ نگار نے نہیں بتایا، مگر ہے وہ سب کا مسلمہ اس لئے اس کی جگہ ہم بتاتے ہیں کہ جس طرح نبیوں کی پیش گوئیاں یقین سے مسلح ہوتی ہیں ایسا ہی ان کا وقوعہ بھی یقینی ہوتا ہے۔ اگر صرف ادائے مطلب ہی میں یقین ہو اور وقوعہ بھی یقینی ہوتا ہے اگر صرف ادائے مطلب ہی میں یقین ہو اور وقوعہ پر یقین نہ ہو ایسا یقین: بجوئے نار زد (کوڑی کا نہیں)

ہمارے پیش کردہ امتیاز کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں تسلیم کیا ہوا ہے۔

پس اس اصول مسلمہ کے ماتحت ہم مرزا غلام احمد کی ایک پیش گوئی نقل کرتے ہیں جو بڑے زبردست یقینی اسلحہ سے مسلح ہے جو آپ نے ۱۸۹۳ء میں بمقابلہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی مناظر سے پندرہ روز مباحثہ کے بعد فرمائی تھی جس کے الفاظ یہ ہیں:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور

پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی ۱۵ ماہ تک ھاویہ میں گرایا جائے گا...زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی ۔(جنگ مقدس ۔ص ۱۸۸۔۱۸۹)

ناظرین مرزا قادیانی نے اس عبارت میں اپنے مخاطب مسٹر عبداللہ آتھم کا نام نہیں لیا مگر اوصاف ایسے بتائے ہیں جو ان کی شخصیت کا تعین کرتے ہیں مثلاً

خدا کو چھوڑ کر انسان کو خدا بنا رہا ہے ۔

یہ اوصاف سب عبداللہ آتھم کی تعیین کرتے ہیں ۔اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ زوردار اور یقینی ہتھیاروں سے مسلح پیش گوئی اپنے وقت پر پوری ہوگئی ۔

پہلے اس پیش گوئی کا انتہائی وقت ناظرین کو جاننا ضروری ہے ۔ ۵ جون ۱۸۹۳ء کو یہ پیش گوئی کی گئی ۔۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو اس پر ۱۵ مہینے پورے ہو جاتے ہیں ۔۶ ستمبر ۱۸۹۴ء اس پیش گوئی سے باہر کا دن ہے ۔اس لئے چھٹی ستمبر کے روز لدہانہ کے مولوی سعد اللہ مرحوم کا ایک اشتہار منظوم ملک میں شائع ہوا جس میں چھٹی ستمبر کا خاص ذکر تھا جس کا ایک شعر یہ ہے

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

اب ہم یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ آتھم عیسائی مناظر میعادمقررہ گذار کر کب فوت ہوئے ۔اس کے متعلق ہمیں کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں ،مرزا غلام احمد صاحب کا اپنا بیان کافی ہے ۔آپ لکھتے ہیں :

مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو فوت ہو گئے ۔(انجام آتھم ص ۱)

اس حساب سے مسٹر آتھم پیش گوئی کی میعاد گذار کر ۲۲ مہینے بعد فوت ہوئے ۔گویا اصل رقم (۱۵ ماہ) سے ڈیوڑھا (۲۲ ماہ) بطور سود انہوں نے زندگی پائی ۔کیا اس مسلح پیش گوئی کو ہم نبیوں کی پیش گوئی کی طرح کہیں یا نجومیوں کی ۔

قادیانی ممبرو! محض لفاظی اسلحہ کام نہیں آتے، بلکہ واقعات میں صحیح معنی میں ظہور ہونا بھی کام آتا ہے۔ دیکھئے کیسے سادہ الفاظ میں پیش گوئی ہے سیھزم الجمع و یولّون الدّبر (دشمن بھاگ جائیں گے اور پیٹھ پھیر جائیں گے) معمولی الفاظ ہیں مگر اپنے اندر صداقت کا جو زور رکھتے ہیں وہ الفاظ کا محتاج نہیں ہے۔

جس پیش گوئی میں محض الفاظ کا زور ہو اور اپنے اندر بحثیت وقوعہ صداقت نہ رکھتی ہو وہ اس شعر کی مصداق ہے۔

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١٤۔ اکتوبر ١٩٣٨ء ص ٥۔٦)

تبرکات مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آج کل قادیانی اخباروں میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تبرکات جمع کرنے کی تحریک ہو رہی ہے۔ لطف یہ ہے کہ اس سلسلے میں میرا نام بھی لیا گیا ہے (الفضل ١١۔ اکتوبر ١٩٣٨ء)۔ حق تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے مجھے جو نسبت ہے اس کے لحاظ سے میں خود تبرکات مرزا قادیانی میں اعلیٰ درجے پر ہوں کیونکہ میرا وجود بدلالت التزامیہ دیکھنے والے کو مرزا غلام احمد صاحب کی طرف رہنمائی کرتا ہے۔ ہر ایک مرزائی اپنے دل سے پوچھ لے کی مجھے دیکھ کر اس کو بحکم قانون منطق (لا حجر فی التصور) مرزا صاحب قادیانی کا تصور آتا ہے یا نہیں؟ ضرور آتا ہے۔

اس لحاظ سے کسی تبرک کی ضرورت نہ تھی، مگر قادیانی جماعت نے چونکہ تبرکات فراہم کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے اور اس سلسلے میں مرزا غلام احمد صاحب کے خطوط اور دستخط بھی جمع کئے جا رہے ہیں اس لئے میں بھی اپنے وجود مسعود کے علاوہ ایک تبرک پیش کرتا ہوں۔

۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کتاب اعجاز احمدی لکھی ۔اس میں مجھے قادیان میں پہنچ کر تبادلہ خیالات کرنے کی دعوت دی۔اس کے ساتھ ایک لاکھ پندرہ ہزارروپیہ دینے کا چکمہ بھی دیا۔ چنانچہ میں ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچا ۔وہاں پہنچتے ہی میں نے ایک اطلاعی عریضہ لکھا کہ میں حسب دعوت آ گیا ہوں ۔آپ حسب وعدہ مجھے موقع دیجئے کہ میں آپ کے متعلق اپنا دعوی ثابت کروں ۔

اس عریضہ کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک وفد کے ذریعہ بھیجا جس کے رئیس مولوی سرور شاہ صاحب قادیانی تھے۔آپ کے خط کا مضمون تو وہی تھا جو عرب کے شاعر متنبّی نے کہا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها الا یدوم لها عهد

اس خط پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اپنے دستخط ثبت ہیں ۔دفتر تالیف و تصنیف قادیان (جو تبرکات مرزا جمع کر رہا ہے) اگر چاہے تو منشی قاسم علی کو بھیج کر اس کا فوٹو لے سکتا ہے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۵)

قادیانی کی عظیم الشان پیش گوئی

(جھوٹی نکلنے پر میرا منہ کالا کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھے پھانسی پر لٹکایا جائے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اکتوبر ۱۹۳۸ء میں بعنوان: نبیوں اور نجومیوں کی پیش گوئیوں میں فرق، ایک مضمون لکھا گیا تھا جس میں مرزا غلام احمد صاحب کی آتھم والی پیش گوئی کی طرف اشارہ تھا۔ہم نے سمجھا تھا کہ عاقل را اشارہ بس است، کے ماتحت جماعت مرزائیہ کے لئے اتنا ہی کافی ہوگا مگر ہمارا خیال غلط نکلا اور قرآنی اصول ما تغنی الآیات و النذر من قوم لا یؤمنون صحیح ثابت ہوا۔

قادیانی اخبار الفضل ۲۵۔ اکتوبر میں اس کے جواب پر توجہ کی گئی ہے۔ خلاصہ اس جواب کا یہ ہے کہ ڈپٹی آتھم (عیسائی مناظر) کے متعلق پیش گوئی شرطیہ تھی۔ اس نے اپنی کسی کتاب میں آنحضرت ﷺ، دجال ،لکھا تھا، چونکہ اس نے ایسا کہنے سے توبہ کر لی (توبہ کا ثبوت دربطن قائل۔ثناءاللہ) اس لئے یہ پیش گوئی ٹل گئی۔ پس اہل حدیث کا اس پر اعتراض کرنا بے جا ہے۔

ہمارے واسطے یہ جواب کوئی نیا نہیں۔ ہم نے اہل حدیث کے پرچہ مذکور میں بھی مرزا صاحب کی اصل عبارت نقل کی تھی آج اسے دوبارہ نقل کرتے ہیں تاکہ خوب معلوم ہو جائے کہ شرط کیا تھی اور متحقق کیا چیز ہوئی چنانچہ وہ عبارت یہ ہے:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب کہ میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی تو اس امر کا فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کر سکتے۔تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریق میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر پندرہ ماہ تک ھاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیش گوئی ظہور میں آوے گی تو بعض اندھے سجاکھے کئے جائیں اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے....

میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے اندر آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا ضرور کرے گا ضرور

کرے گا زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

(جنگ مقدس۔ص ۱۸۸۔۱۸۹؛ قادیانی خزائن۔ج ۶ ص ۲۹۱۔۲۹۳)

احمدی دوستو! بتاؤ اس عبارت میں کیا ذکر ہے اور کیا شرط ہے۔قاعدہ تو یہ ہے کہ جس امر میں فریقین کا مباحثہ یا مناظرہ ہوتا ہے، اس میں ہر فریق اپنی جانب کو حق اور دوسری جانب کو غلط کہتا ہے اور ایسا کہنے میں وہ حق بجانب ہوتا ہے۔مرزا صاحب کا پندرہ روزہ مناظرہ الوہیت مسیح پر تھا۔پس مرزا صاحب کے کلام میں حق سے مراد توحید خالص ہے لاریب۔پس مرزائی صاحبان خدا سے ڈر کر انصاف سے بتائیں کہ مرزا صاحب کے حق (توحید) کی طرف آتھم نے رجوع کیا تھا؟ مرتے دم نہیں کیا، پھر شرط کا تحقق کیسے ہوا؟ مباحثے کے بعد اس نے خلاصہ شائع کیا تو اس نے اسلامی توحید کو دیوانے کی بڑ بتایا۔کیا اسی کا نام رجوع الی الحق ہے؟ مباحثہ ہوا تو حید و تثلیث پر۔مرزا صاحب توحید خالص کے مدعی ہوں اور آتھم الوہیت مسیح کے مدعی ، رجوع بتایا جائے دجال کہنے سے، جس کا تذکرہ پندرہ روزے مباحثے کے کسی ایک جملے میں بھی نہیں ملتا۔مرزائیوں کی ایسی باتیں سن کر ہمیں ایک پرانا قصہ یاد آتا ہے جو مرزائیوں کے حال پر بالکل چسپاں ہے۔

ایک مولوی صاحب نے کسی بے نماز سے کہا کہ تو نماز کیوں نہیں پڑھتا۔اس نے جواب میں کہا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کھانے میں نمک زیادہ کیوں ڈالا تھا؟ مولوی صاحب نے کہا کہ اس بات کو میرے سوال سے کیا تعلق؟ ہوشیار بے نمازی بولا کہ یوں ہی بات سے بات نکل آتی ہے۔

یہی حال اس احمدی گروہ کا ہے جو علم کلام میں اول درجے پر ہونے کا دعوی رکھتا ہے۔حال یہ ہے کہ ان کو نہ تطبیق کا علم ہے نہ تقریب کا۔اگر علم ہے تو تعصب کے ماتحت ہو کر مغلوب ہو جاتا ہے۔

ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ آتھم والی پیش گوئی ایسی جھوٹی ثابت ہوئی جیسے دو ضرب دو پانچ۔لیکن ماننے والوں کو شاباش ہے کہ وہ اسے سچی کہتے ہی چلے جاتے ہیں۔میں علی وجہ البصیرت بلا خوف تردید کہتا ہوں کہ مسیحیوں کی تثلیث اور مرزا صاحب کی پیش گوئی متعلقہ آتھم اپنی اپنی صداقت میں مساوی الاقدام ہیں۔کوئی

احمدی مناظر ہمارے اس دعویٰ کو غلط سمجھے تو ہم بالمشافہ مناظرہ کرنے کو بھی طیار ہیں بشرطیکہ وہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب سے نیابت لے کر آئے :

تا سیاہ روئے شود ہر کہ درو غش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۰ رمضان ۱۳۵۶ھ جلد ۳۶ نمبر ا ص ۴۔۵)

کیا شاعری مانع نبوت نہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چونکہ فی الجملہ شاعر بھی تھے چنانچہ آپ کا ایک شعر یہ ہے

کچھ شعر و شاعری سے اپنا نہیں ہے مطلب
اس ڈھب سے کوئی سمجھے بس مدعا یہی ہے

ادھر آیت قرآنی آنحضرت ﷺ کے حق میں وارد ہے

وما علّمنا ہ الشّعر و ما ینبغی له .(یس:۶۹)

(ہم نے اس نبی کو شاعری نہیں سکھائی اور نہ اسے لائق ہے)

اس لئے مرزا غلام احمد صاحب کے مخالف مسلمانوں کی طرف سے مرزا جی کی نبوت پر منجملہ دیگر اعتراضات کے یہ اعتراض بھی ہوتا ہے کہ آپ شاعر ہیں اور شاعری نبوت محمد یہ کے منافی ہے۔

اس کے جواب میں الفضل ۱۳۔اکتوبر ۱۹۳۸ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ شاعری منافی نبوت نہیں۔ اور دلیل یہ دی ہے کہ حضرت داؤدؑ کی زبور اشعار کی شکل میں ہے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ یہ جواب صحیح نہیں کیونکہ مرزا صاحب کی نبوت کی حقیقت نہ سمجھنے پر مبنی ہے۔

سنو اور غور سے سنو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مستقل نبی ہونے کے مدعی نہ تھے، بلکہ بروزی نبی یعنی بروز محمد علیہ السلام ہونے کے مدعی تھے۔ چنانچہ آپ کا ایک شعر یہ بھی ہے

آدمم نیز احمد مختار ۔ در برم جامہ ہمہ ابرار

یعنی آپ کا نام آسمان پر بقول ان کے محمد ہے اور آپ محمد ثانی ہونے کے مدعی ہیں۔

تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

ریل تار (وغیرہ) نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں درخواست کی کہ جب آپ تشریف لائے تھے تو ہم نے آپ کے دین کی خدمت نہیں کی تھی۔ اب آپ تشریف لایئے ہم خدمت کے لئے تیار ہیں۔ آپ نے فرمایا میں پنجاب میں مرزا غلام احمد کی شکل میں آؤں گا (تریاق القلوب۔ص ۱۰۰ طبع دوم)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ آپ بروز محمد ہیں۔ پس جو وصف اس ذات ستودہ صفات میں نہ تھا (بلکہ اسے لائق بھی نہ تھا) جس کے بروز ہو کر آپ (مرزا قادیانی) آئے ہیں، وہ آپ میں بھی ہرگز نہ ہونا چاہیے۔ کسی کلی کے خاص فرد میں اگر ایک وصف معدوم ہو تو اس کے عکس میں بھی نہ ہونا چاہیے۔ کسی حسین آدمی کا فوٹو بدنما نہیں ہوسکتا کسی بدصورت کا خوش نما نہیں ہوگا۔ پس کسی حسین آدمی کی صورت سیاہ دکھائی جائے اور دیکھنے والا اس سے انکار کرے اور انکار کی وجہ یہ بیان کرے کہ یہ شکل حسین کی نہیں کیونکہ یہ سیاہ رنگت والی ہے جواب میں مجیب کہے کہ کیا دنیا میں انسان سیاہ رنگ کے نہیں ہوتے ایسا ہی مجیب کو کہا جائے گا کہ آپ پہلے یہ معلوم کرنے کی لیاقت حاصل کیجئے کہ عقل بڑی یا بھینس۔

پس کلی کے افراد میں سے کسی فرد کا مخصوص بصفتِ خاصہ ہونا اور کسی دوسرے فرد کا اس کی نقیض سے متصف ہونا امر ممکن ہی نہیں بلکہ واقع ہے مرزا صاحب مستقل نبوت کا دعوی کرتے تو ان پر یہ اعتراض وارد نہ ہوتا لیکن وہ مستقل نبوت کی بجائے بروزی نبوت کے مدعی ہیں اس لئے اپنی اصل کے خلاف نہیں ہو سکتے۔

پس آپ کی نبوت کے ابطال کے لئے بڑی دلیل آپ کی شاعری ہے اور شاعری بھی ماشاءاللہ وہ شاعری جس کے حق میں کہا جاتا ہے

ہر کہ را در جہاں فلک زدہء
کار او شاعری و رمّالی است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۷ رمضان ۱۳۵۷ھ جلد ۳۶ نمبر ۲ ص ۶۔۷)

مرزا صاحب کی دورخی بابا نانک کے متعلق

جناب مولانا عبدالرؤف ساکن جھنڈے نگر بستی لکھتے ہیں:

مرزا صاحب کی عادت تھی کہ اگر کوئی بات کسی کے موافق کسی جگہ لکھ گئے ہیں تو اولاً اسی کتاب کے چند صفحات کے بعد اس کے برعکس لکھ جاتے تھے جیسا کہ نور القرآن حصہ دوم میں ایک جگہ عیسی کی قبر کو کشمیر میں بتلایا اور بڑا زور دیا۔ دوسری جگہ بلاد شام میں ہونے پر پورا زور خرچ کر دیا۔ اسی قسم کی ایک مثال چشمہ معرفت میں ملتی ہے کہ ایک جگہ انا جیل کو معتبر کہہ کر عیسائیوں کو موافق بنایا، دوسری جگہ انا جیل کو محرف بتلا کر تضاد فی الکلام کا نمونہ دکھایا۔ تیسری مثال ہم آج سرمہ چشم آریہ سے پیش کرتے ہیں۔ایک جگہ لکھا ہے:

> باوا نانک صاحب تو سب پرانوں کو وید کی طرح، ایشر کرت ،ہی یعنی خدا کا کلام ہی جانتے ہیں جیسا کہ وہ اپنے گرنتھ میں لکھتے ہیں۔(ص۔۱۰۰)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ بابا نانک وید کو کلام الٰہی جانتے تھے اس کے برعکس دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں:

> بابا نانک کے چیلوں کو ہم بطور خاص نصیحت کرتے ہیں کہ تمہارے گرو صاحب نے جا بجا وید کی مخالفت کی ہے اور جہاں تک ان کی علمی حیثیت تھی وہ عقائد اسلام کو پسند کرتے تھے چنانچہ باوا نانک تناسخ کے قائل نہیں اور قدامت روح کے قائل نہیں ۔ (ص۱۳۴)

اس حوالہ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے باوا نانک کے متعلق یہ ظاہر کیا ہے کہ وہ وید کو کلام الٰہی نہیں سمجھتے تھے اور نہ وید کے اصل الاصول مسائل تناسخ اور قدامت روح کے قائل تھے۔

اب ناظرین با انصاف سوچیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف پر پورا عبور نہ رکھنے والا ان کی تحریر پر کس طرح مطمئن ہوسکتا ہے بلکہ پورا عبور رکھنے والا بھی

آخر کیا فیصلہ کرے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے متضاد کلاموں میں سے کون سا قول سچا ہے اور کون سا غلط۔

مرزا غلام احمد صاحب کی متضاد تحریروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کے کسی قول سے کسی شخص کا استدلال درست نہیں ہوسکتا۔ بقول شاعر

معشوق ما بمذہب ہر کس برابر است
با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۱۷ رمضان ۱۳۵۷ھ جلد ۳۶ نمبر ۲ ص ۷)

مسیح اسرائیلی اور مسیح محمدی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی جماعت اپنے تبلیغی ہتھکنڈوں میں ایسی ماہر ہے کہ ہر طرح سے ناواقفوں کو دھوکہ دے جاتی ہے۔ دائیں سے، بائیں سے، آگے سے، پیچھے سے غرض ہر طرف سے اس کے حملے جاری رہتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ ان دھوکہ بازیوں میں ان کو قرآن و حدیث کی مخالفت کی تو کچھ پرواہ نہیں، خود مرزا صاحب قادیانی کے اقوال کی بھی مخالفت کر جاتے ہیں۔

اخبار الفضل قادیان ۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء میں ایک مضمون نکلا تھا جو نظر سے اوجھل ہونے کے باعث آج ۱۰ نومبر ۱۹۳۸ء کو دیکھنے میں آیا جس میں ایک مضمون اس عنوان سے شائع ہوا ہے:

مسیح موسوی اور مسیح محمدی کا انکار کرنے والے

مضمون کا خلاصہ خود مضمون نگار کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

دو ہزار سال گزرنے کو آئے ہیں کہ یہود خدا کے سچے مسیح کو جو اس وقت ان کے پاس آیا تھا جھٹلا کر کسی فرضی مسیح کی آمد کا بے سود انتظار کر رہے ہیں۔ وہ اپنی عبادت گاہوں میں جاتے ہیں، گڑ گڑا کر خدا تعالیٰ سے دعائیں کرتے

ہیں کہ اے ہمارے خداوند جلد مسیح کو بھیج تا ہم نجات پائیں مگر وہ نہیں جانتے کہ جس نے آنا تھا وہ تو آ چکا اب کسی اور کی انتظار بے سود ہے۔
موجودہ زمانہ میں بھی خدا تعالی نے اپنی پیش گوئیوں کے مطابق مسیح ثانی کو امت محمدیہ میں مبعوث فرمایا۔ تا کہ اس کی مخلوق جو اس کے آستانہ سے دور پڑی ہے مسیح موعود کے ذریعہ اس کے آستانہ پر آ کر نجات حاصل کرے۔
مگر افسوس کہ لوگوں نے یہود کی حالت سے عبرت حاصل نہ کی، خدا کے مسیح پاک کو جھٹلایا اور آسمان سے کسی فرضی مسیح کی آمد کا انتظار کر رہے ہیں کاش وہ سمجھیں کہ جس نے آنا تھا وہ تو آ چکا۔ اب کسی اور کا آسمان سے انتظار بالکل بے سود اور باطل ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں

سر کو پیٹو آسمان سے اب کوئی آتا نہیں
عمر دنیا کو بھی اب تو ہو گئے ہفتم ہزار

نیز فرماتے ہیں

وقت تھا وقت مسیحا نہ کسی اور کا وقت
میں نہ آتا تو کوئی اور ہی آیا ہوتا

(الفضل قادیان ۱۸ ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۸)

ہم یہاں پر علم اصول اور علم معانی کا ایک قاعدہ بتاتے ہیں جو سب اہل علم کا متفقہ ہے:۔

امکان حقیقت مجاز اختیار کرنے سے مانع ہے۔

جس کو اصطلاحاً ان لفظوں میں بتایا جاتا ہے:

علامة المجاز استحالة الحقيقت

یہ قاعدہ اہل علم میں ایسا متفقہ ہے کہ ایک فرد بھی اس کا منکر نہیں۔ ہم مثال میں اس کی توضیح کرتے ہیں:
کوئی شخص کہے ر أيت اسداً (میں نے شیر دیکھا)۔ جب تک کوئی قرینہ اس بات کا نہ ہو کہ یہاں شیر درندہ مراد نہیں ہے، بہادر آدمی مراد نہیں لیا جائے گا بلکہ درندہ ہی مراد ہوگا۔

اب ہم اصل مسئلے پر نظر کرتے ہیں۔خود اس قاعدے سے نہ صرف مضمون نگار کی تردید ہوتی ہے بلکہ قادیانی مباحث سب کے سب اس طرح اڑ جاتے ہیں جس طرح بم کے گولے سے زمین کی مٹی۔حدیثوں میں آیا ہے مسیح موعود صاحب شان و شوکت وصاحب سیاست ہوگا۔یعنی نظام حکومت اس کے ہاتھ میں ہوگا۔یہ حدیثوں کے حقیقی معنی ہیں۔اس حقیقت کے بعد مرزا صاحب کا کلام سنئیے۔آپ لکھتے ہیں:

ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانے میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے اور جب کہ یہ حال ہے تو پھر علماء کے لئے اشکال (مشکل) کیا ہے ممکن ہے کہ کسی وقت ان کی یہ مراد بھی پوری ہو جائے (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۰۰)

باانصاف ناظرین اللہ غور فرمائیں کہ جب کہ حدیثوں کی حقیقت کا امکان ہے اور اس کے مطابق کسی وقت مسیح موعود کا ان علامات ظاہریہ کے ساتھ آنا ممکن ہے تو ہم مجازی مسیح موعود کیوں مراد لیں جو علم اصول بلکہ علم زبان کے بھی خلاف ہے

مرزائی ممبرو! علم و فضل کے دعویدارو! علماء اسلام کو جاہل کہنے والو! بتاؤ حقیقت ممکنہ کے ہوتے ہوئے مجازی معنی مراد لینے والے کون ہوتے ہیں؟ ہم اپنے لفظوں میں اس کا جواب نہیں دیتے بلکہ قادیان کے خلیفہ اول حکیم نورالدین کے الفاظ میں بتاتے ہیں کہ :

بلا قرینہ حقیقت کو چھوڑنے والے منافق ملحد اور بدعتی ہوتے ہیں۔

(مضمون نورالدین ملحقہ بہ ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۸)

پس علم اصول اور تصریحات مرزا سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود کو ظاہری صورت میں دیکھنے کا انتظار کرنے والے اہل حق ہیں اور مجازی معنی مراد لینے والے بقول حکیم نورالدین صاحب ایسے اور ویسے ہیں۔

آپ ہی اپنے ذرہ جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو قیامت ہو گی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۵۷ھ جلد ۳۶ نمبر ۳ ص ۵۔۶)

گورنمنٹ برطانیہ پر مرزا صاحب کا حملہ

جناب مولانا عبدالرؤف جھنڈانگر بستی لکھتے ہیں:

مشہور ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی گورنمنٹ برطانیہ کے بہت بڑی حد تک شکر گذار واقع ہوئے ہیں۔ حتیٰ کہ خود مرزا صاحب قادیانی نے گورنمنٹ کی احسان شناسی و شکر گزاری میں پچاس الماریاں بھرنے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور مرزا صاحب اپنے اس مخصوص رویہ پر محل اعتراض بھی ہوئے ہیں جس کا آج تک اتباع مرزا کو احساس ہے چنانچہ مشہور مرزائی ڈاکٹر بشارت احمد صاحب پیغام صلح لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۳۸ء میں ایک مضمون شائع کراتے ہیں جس کو پڑھتے ہی یہ شعر زبان پر آجاتا ہے

اس نقش پا کے سجدہ نے یاں تک کیا ذلیل
میں کوچہ رقیب میں بھی سر کے بل گیا

ناظرین آپ کا مضمون ملاحظہ فرماویں:

گورنمنٹ برطانیہ کی احسان شناسی و مدح جو مرزا صاحب نے کی ہے وہ کچھ جائے اعتراض نہیں بڑے بڑے ذی علم اہل قلم مشاہیر لوگوں نے گورنمنٹ برطانیہ کی تعریف میں رطب اللسانی کی ہے چنانچہ علامہ اقبال مرحوم بھی اپنی گورنمنٹ کی شان میں لکھ گئے ہیں

ہنگامۂ وغا میں مرا سر قبول ہو۔ اہل وفا کی نذر محقر قبول ہو (حوالہ مذکور)

مطلب ڈاکٹر صاحب کا یہ ہے کہ جب علامہ اقبال اپنی اس شکر گذاری کے باوجود مورد اعتراض نہیں تو مرزا صاحب کیوں ہوں۔

ناظرین کوچہ رقیب میں سر کے بل چلنے کا اس سے بھی اچھا کوئی نمونہ مل سکتا ہے؟ لیکن ہم تو اس جگہ اسی بات کے درپے ہیں کہ مرزا صاحب نے اپنے عام دستور کے مطابق اس بارہ خاص میں خود گل کھلایا ہے اور اپنی عیسائی گورنمنٹ پر نہایت بدترین حملہ کیا ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب نور القرآن میں لکھتے ہیں:

غرض عیسائیوں کی دولتیں درحقیقت اسی سجدہ کی وجہ سے ہیں جوانہوں نے شیاطین کو کیا اور ظاہر ہے کہ شیطانی وعدہ کے موافق سجدہ کے بعد عیسائیوں کو دنیا کی دولتیں دی گئیں۔ (نورالقرآن حصہ دوم۔ص ۷۱ حاشیہ)

ناظرین! ہم آپ سے دریافت کرتے ہیں کہ گورنمنٹ برطانیہ جو عیسائی سلطنت ہے اور نہایت دولت مند حکومت ہے۔ کیا مرزا صاحب کی تصریح کے مطابق شیطان کی موعود حکومت قرار نہیں پائی اور جب کہ برطانیہ شیطانی وعدہ والی سلطنت قرار پائی تو کیا اس سے بھی بدترین حملہ کی مثال دنیا میں پیش کی جاسکتی ہے؟ پس کہاں گورنمنٹ کو محسن کہنا اور کہاں گورنمنٹ کو شیطانی سلطنت بتلانا۔

بالآخر ہم اتباع مرزا کو عموماً اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کو خصوصاً یہ تسلی و مژدہ بخش حوالہ دکھا کر عرض کرتے ہیں کہ وہ ایسے موقع پر کوچہ رقیب میں جانے کی بجائے مرزا صاحب کا منقولہ بالا حوالہ دکھا کر بکلی اعتراضات کا استیصال کر دیا کریں کیوں ڈاکٹر صاحب؟ صحیح ہے نا

نہ رہے بانس نہ بجے بانسری

حضرت مولانا ثناء اللہ اس مضمون پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

ڈاکٹر اقبال اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں آسمان زمین کا فرق ہے۔ مرزا صاحب مسیح موعود، مہدی مسعود، بلکہ محمد ثانی بشکل مرزا بلکہ بمنزلہ ابن اللہ، بلکہ کرشن رودر گوپال بھی، جن کے مقابلے میں ڈاکٹر اقبال جیسے شاعر کا قول پیش کرنا اور ڈاکٹر صاحب کے قول سے مرزا جی کی صفائی پیش کرنا ہمارے خیال میں مرزا جی کی توہین ہے لیکن غرض بری بلا ہے

آنکہ شیراں را کند روباہ مزاج
احتیاج است احتیاج و احتیاج

ڈاکٹر بشارت احمد غرض کے ماتحت ایسی باتیں کہہ جاتے ہیں جن کو وہ خود بھی صحیح نہ سمجھتے ہوں۔ مثلاً مرزا صاحب قادیانی کی منکوحہ آسمانی جن کا نام نامی محمدی بیگم ہے، ڈاکٹر صاحب نے اس سے مراد مسمات مذکورہ نہیں لی، بلکہ وہ محمدی جماعت (نومسلم جو انگلستان میں اصلی یا فرضی تیار ہوئی ہے) مراد بتائی ہے یعنی آسمانی نکاح کا مطلب یہ بتایا

کہ مرزا صاحب برطانیہ کی عیسائی قوم سے محمدی جماعت تیار کریں گے۔ ایسے دماغ کے ہم بھی شکر گزار ہیں نامہ نگار کو تعجب نہیں ہونا چاہیے بلکہ یہ سمجھ لینا چاہیے کہ

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۵۷ھ جلد ۳۶ نمبر ۳ ص ۶۔۷)

(تردید قادیانیت میں ڈاکٹر اقبال کے چند اشعار ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں۔ بہاء

لا الہ الّا فرنگی

ہوگئی ہے مادیان قادیان اس پر سوار
اب کہاں ہے وہ سوارِ مادیان قادیان
التوا کیوں اس قدر اس کی اشاعت میں ہوا
ٹیچی ٹیچی نے اڑالی ، ارمغان قادیان
لو فرنگی کی اولو الامری سے باز آیا پسر
کس قدر بدلے زمین و آسمانِ قادیان
خیر اب پنجاب کی مجھ کو نظر آتی نہیں
ہے بٹالے کے گلے میں ریسمان قادیان
اس قدر پنجاب میں بام وزارت ہے بلند
چور چڑھتے ہیں لگا کر نردبانِ قادیاں
لاٹ سے رو ٹھے، گئے پنڈت کے استقبال کو
دیکھ کس روزن سے نکلا ہے دمان قادیاں
نیشنل کور و طواف شملہ و منع جہاد
خود غلام احمد نہ سمجھا چیستان قادیاں
لا الہ ا لاّ فرنگی، کلمہ دین بروز
الفرنگی اکبر، آواز اذانِ قادیاں

(دورسوم کا کلام۔ کلیات باقیات شعر اقبال۔ احسان اخبار
بحوالہ ڈائری میاں عبدالرشید ص ۴۵۰۔۴۵۱)

کہ چوہوں کو غفلت مناسب نہیں ہے
طریقے ہیں بلی کے گو راہبانہ
بٹالے میں بھی رنگ ہے قادیاں کا
کہ ہے ، کم ٹو می ، کی ندا ملہمانہ
مسلمان مانگیں کلیسا کا فتوی
موحد چلیں جادہء مشرکانہ
مری کشت ویراں کو اللہ کافی
کہ بادل برستے ہیں بے آبیانہ
الٹ دے گا کون اس بساط کہن کو
زمانہ ، زمانہ ، زمانہ ، زمانہ

(احسان اخبار بحوالہ ڈائری میاں عبدالرشید کلیات باقیات شعر اقبال)۔
(دور سوم کا کلام ۱۹۲۵ء ۱۹۳۸ء) (ص ۴۵۲۔۴۵۳)

مسیح قادیان، خلیفہ قادیان اور مسیح علیہ السلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو اخبار الفضل قادیان ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء میں شائع ہوا ہے، ادھر اودھر کی چند باتیں کرتے ہوئے مندرجہ ذیل عقیدے کا اظہار کیا ہے:

سابق انبیاء علیھم السلام کی جماعت کا نمونہ ہمارے سامنے ہے۔کیا دنیا میں کوئی بھی نبی ایسا گذرا ہے جو ناکام ہوا ہو۔تاریخ سے کوئی ایک نبی بھی ایسا ثابت نہیں کیا جا سکتا جو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہوا۔دعوی نبوت کرنے کے بعد ناکام وہی رہا ہو گا جس نے جھوٹا دعوی کیا ہو۔سچا دعوی

نبوت کرنے والا کبھی نا کام نہیں ہوا۔ (الفضل قادیان ۱۱ نومبر ۱۹۳۸ء)

اس کے مقابلہ میں مسیح قادیان کا کلام بھی قابل ذکر ہے۔آپ لکھتے ہیں :

حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل (مسمریزم) کے ذریعہ سے اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کاروائیوں کا نمبر ایسا کم درجے کا رہا کہ قریب قریب نا کام کے رہے۔ (ازالہ اوہام طبع اول،ص ۳۱۰۔۳۱۱)

ناظرین! باپ کی عبارت کے ساتھ بیٹے کی عبارت کو سامنے رکھ کر جو نتیجہ نکلتا ہے وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح روح اللہ و جیہا فی الدنیا و الآخرۃ ان دونوں (باپ بیٹا) کے نزدیک (معاذ اللہ) جھوٹے نبی تھے ۔یہ ہے اس طائفہ غالیہ کا عقیدہ

ہم اہل اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے جس کی شہادت قرآن مجید دیتا ہے کہ مومن مسلمان وہی ہے جو کل انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کرے۔مگر ان دونوں باپ بیٹے کا عقیدہ جو حضرت مسیح کے حق میں ثابت ہوتا ہے وہ اکیلا قائل کی تکفیر کے لئے کافی ہے۔خدا جانے حضرت مسیح سے ان کو کیا رقابت ہے کہ جب بولیں گے صراحۃ یا مفہوم کی صورت میں ان کے خلاف ہی بولیں گے۔ چنانچہ بڑے میاں کا یہ شعر دافع البلاء میں مرقوم ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔ اس سے بہتر غلام احمد ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲ شوال ۱۳۵۷ھ جلد ۳۶ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

قادیانی چیلنج متعلقہ تفسیر نویسی کی حقیقت

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں :

قادیانی اصحاب کا قدیمی شیوہ ہے کہ وہ ہزارہا انسانوں کی موجودگی میں چاروں شانے چت گرنے کے باوجود اٹھ کر یہی کہتے ہیں کہ :

ہمارا گرنا کیا معنی، کشتی ہی نہیں ہوئی۔

اور اگر چاروں طرف کی لعنت ملامت سے مرعوب و شرمندہ ہو کر اقرار بھی کریں گے، تو فتح اپنی ہی ظاہر کریں گے۔

ان کے اعلیٰ حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) بھی تمام عمر اسی روش پر گامزن رہے۔ کوئی ایک دو نہیں دس بیس بار چھوڑ ہزار دفعہ مرزا جی کی کسی بات کی مکمل و مدلل و معقول ومسکت تردید کرنے کے مرزا صاحب بار بار اپنی اس دلیل کو دہراتے جاتے تھے وہ بھی اس شان میں کہ:

آج تک ہماری اس بات کو رد کرنے کی کسی کو جرأت ہی نہیں پڑی

اخبار اہل حدیث کے ناظرین پر واضح ہے کہ قادیان سے جب کبھی مقابلہ جوئی کی صدا بلند ہوئی، اہل حدیث نے فوراً لبیک کہا۔ مگر خدا جانے اہل حدیث کی آواز میں کونسا کذب سوز جادو بھرا ہے کہ اس کے بلند ہوتے ہی قادیانی گروہ اموات غیر احیاء کا بہروپ بھر لیتا ہے۔

منجملہ بیسیوں امور متنازعہ کے تفسیر نویسی کے معاملہ کو ہی دیکھ لیجئے۔ قادیان سے ہر سال دو سال بعد علماء اسلام کے تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج شائع ہوتا ہے مگر جب ادھر سے آمادگی کا اعلان سنتے ہیں، وہیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے یجعلو ن اصا بعھم فی آ ذا نھم کا مصداق بن جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر ھل من مبا رز کے نعرے لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں قادیانی اخبار الفضل نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو ہمارے خلیفہ کے بالمقابل تفسیر نویسی کے جوہر دکھا سکے؟

اس کے جواب میں ادھر سے جب آمادگی کا اظہار ہوا تو قادیانی صاحب .....جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں بولے اور ہزاروں کے مجمع میں بہزار فخر و مباہات بڑی آن بان کے ساتھ بولے (الفضل ۸، ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء۔ ص ۵، ۱۵)

مولانا فاتح قادیان نے اس کے جواب میں بلا کسی بے جا تعلّی کے سادہ الفاظ میں یہ شریفانہ نوٹ لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے (کئی دفعہ) چیلنج دیا اور (ہر بار) ہم نے لکھا کہ بسم اللہ تشریف لایئے بالمقابل تفسیر لکھئے،

جواب میں (قادیانیوں کی طرف سے) آج تک ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر گئے۔ گذشتہ را صلوۃ۔ اب سہی۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ سادہ قرآن، کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا۔ تفسیر اور معارف کے لئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں اور بس۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء۔)

میاں محمود احمد نے اس پر یہ جواب لکھا کہ:

میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں (الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء)

میرا یہ دعوی نہیں کہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے زیادہ عربی جانتا ہوں

(الفضل ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء)

ناظرین غور فرمائیں جو شخص علوم عربیہ سے کورا ہوگا، وہ قرآن پاک کی تفسیر کیا خاک کریگا۔ ہاں اپنے والد (مرزا غلام احمد) صاحب کی طرح الحمد لله بمعنی غلام احمد، ما لك يو م الدين بمعنی قادیانی خلافت کا زمانہ بتاوے تو ہوسکتا ہے۔ سائیں بلھے شاہ نے سچ فرمایا:

باہجوں علموں کرے فقیری کا فر مرے دیوانہ ہو

اس کے علاوہ خلیفہ صاحب نے اپنے دیگر مضامین میں گل کھلائے وہ ان کی علمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

اول تو میں تفسیر اردو زبان میں کرونگا، عربی دانی کا میرا دعوی نہیں۔ دوم عربی اور اردو تفاسیر میدان مقابلہ میں اپنے پاس رکھ کر تفسیر لکھونگا۔ کلید قرآن بھی ساتھ رکھوں گا اس پر مزید یہ کہ تفسیر بھی وہ کرونگا جو میرے ابا جان اپنی کتابوں میں درج کر گئے ہیں۔ وغیرہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا کہ میاں عقل کی بات کرو۔ تفسیر دانی کا دعوی کرتے ہو، اور بوقت مقابلہ اپنے باوا صاحب کی تحریفات (دمشق بمعنی قادیان وغیرہ) کے ناقہ کی حیثیت اختیار کرتے ہو۔ گستاخی معاف، والد کی تفسیر کو اپنانا آریوں کے مشہور

مسئلہ (نیوگ) کے مشابہ ہے۔

سنو صاحب! اگر تمہیں علوم قرآنیہ سے ذرہ بھر بھی مس ہے تو باتیں بنا کر وقت ضائع نہ کرو۔ میں تمہیں ہر طرح کی سہولت دینے کو تیار ہوں۔ تم کہتے ہو میں عربی کا بڑا عالم نہیں ہوں، چلو تمہیں اجازت ہے کہ اردو ہی میں لکھ لینا۔ تم تفسیرات ساتھ رکھنا چاہتے ہو، جاؤ رکھ لینا۔ کلید قرآن رکھنے کی بھی اجازت ہے اور:

اگر اب بھی نہ تم سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

(مرقع قادیانی بابت جنوری ۱۹۳۲ء ص ۲۴۔۳۰)

اس تحریر کے بعد قادیانیوں پر کچھ ایسی اوس پڑی کہ گذشتہ کئی سال بالکل امن وامان سے گزر گئے۔ ہم قادیانی بزرگوں کی اس خلاف معمول خاموشی کو ان کی شرافت اور عادت پر محمول کر کے اندازہ لگا بیٹھے تھے کہ اب قادیانی اصحاب راہ راست پر آتے جا رہے ہیں، مگر ناگہاں اخبار الفضل یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء کے ایک مضمون نے ہمیں اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ آہ:

رہا ٹیڑھا مثال موئے گیسو
کبھی مرزائی کو سیدھا نہ پایا

ناظرین سابقہ واقعات کو ملحوظ رکھ کر قادیانی الفاظ پڑھیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:

آپ (خلیفہ قادیان) نے بارہا غیر احمدی علماء اور غیر مبایعین (لاہوری احمدیوں) کو چیلنج دیا کہ ... آؤ میرے مقابلہ میں کسی سورت یا رکوع یا آیت کی تفسیر لکھو... مگر کوئی ان میں سے مقابلہ کیلئے نہ اٹھا۔

ناظرین ان سطور کو پڑھ کر قادیانی ادا کی داد دیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہی سچ فرمایا ہے:

جب انسان حیا چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اس کو روکتا ہے۔

(اعجاز احمدی۔ص۳)

مرزائیو! ان چالوں سے کب تک اپنے ہم نواؤں کو اندھیرے میں رکھ سکو گے۔ سنو وہ دن دور نہیں جب کہ حسب فرمان الٰہی یوم تبلی السرائر جھوٹ

بولنے والوں کے منہ بند ہو جائیں گے۔ فا تقوا الله ثم اتقوا الله

بالآخر مجھے مولانا فاتح قادیان کی ذات بابرکات سے پوری امید ہے کہ آپ اب کی دفعہ بھی مثل سابق قادیانیوں غلط بیانیوں کو طشت از بام کرنے کے لئے قادیانی چیلنج کی کھلے الفاظ میں منظوری دیتے ہوئے خلیفہ قادیان کو میدان میں نکلنے کے لئے مجبور کر دیں گے۔ واللہ الموفق

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری آخر میں یہ نوٹ لکھتے ہیں:

بے شک بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں:

ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲ شوال ۱۳۵۷ھ جلد ۳۶ نمبر ۴ ص ۵۔۶)

میری وفات اور قادیان میں شادیانے

شور بختاں بآرزو خواہند۔ مقبلاں را زوال نعمت و جاہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ نومبر ۱۹۳۸ء میں ایک افتتاحیہ نوٹ نکلا تھا جس میں بعنوان، آخری التماس، میں نے ایک حدیث کے ماتحت یہ امر ظاہر کیا تھا کہ مجھے نہیں معلوم کہ میں یہ سال پورا کرسکوں گا یا نہیں۔

خدا جانے اس مسنونہ فقرے میں کیا بھرا تھا۔ ایک طرف احباب کرام کی طرف سے افسردگی کے خطوط آنے لگے اور دوسری طرف قادیان میں گھی کے چراغ جلنے لگے۔ احباب تو محبت کے ماتحت تصور موت کی وجہ سے صدمہ ہوا وہ پوچھنے لگے کہ آپ نے یہ فقرہ کیوں لکھا۔ آپ کو کوئی خواب آیا ہے یا آپ کو کوئی القاء ہوا ہے۔ کسی نے حافظ شیرازی کی طرح سخاوت میں قدم مار کر اپنی زندگی ہبہ کرنی چاہی، جیسے حافظ شیرازی نے: بخال ہندوش بخشم سمرقند و بخارا را۔، کہہ کر اپنی سخاوت کا ثبوت دیا۔

میں ان احباب کی فیاضی کا شکر گذار ہوں اوران کی محبت کی قدر کرتا ہوں ۔مگر چونکہ ہماری جماعت اہل حدیث ہے اس لئے ان کو حدیث نبوی ہر وقت سامنے رکھنی چاہیے جس کا مضمون یہ ہے :

رسول اللہ ﷺ شہر سے باہر تشریف لے گئے ۔آپ نے پیشاب کے بعد استنجا کر کے وہیں پاک مٹی پر تیمّم فرمالیا۔

خادم نے ایک قریب کے مقام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ حضور وہاں پانی ہے (کیونکہ پانی ہوتے ہوئے تیمّم جائز نہیں) حضور ﷺ نے فرمایا لعلی لا ابلغه (مشکوۃ) شائد میں وہاں تک نہ پہنچ سکوں ۔

یہ حدیث ہر مسلمان کو ملحوظ خاطر رکھنی چاہیے۔اسکی تائید میں وہ حدیث بھی ہے جس کے الفاظ ہیں اذا اصبحت فلا تحدث بالمساء جب صبح کروتو شام کی باتیں مت کرو

ان دو حدیثوں اور انہی معنی اور بہت سی حدیثوں کی بنا پر میں نے یہ فقرہ لکھ دیا ،تو دوستوں کے لئے مقام حیرت اور قادیان کے کے لئے مقام مسرت نہیں تھا۔ خدا کی شان قادیان کے اخبار میرے مقابلے میں اس بزرگ کو پیش کرتے ہیں جن کو وہ مسیح موعود اور مہدی معہود مانتے ہیں اور مقابلے میں کہتے ہیں کہ : مولوی ثناء اللہ کو تو صرف اخبار کی سوجھی مگر ہمارے حضرت بہت بلند خیالات رکھتے تھے۔،

مگر ان کو مقابلہ کرتے ہوئے یہ یاد نہ رہا کہ آپ کے حضرت وہی تو تھے جن کا الہام اپنی عمر کے متعلق بھی سچا نہ ہوا الہام تو یہ تھا کہ : میں تیری عمر اسّی (۸۰) سال سے کچھ کم یا زیادہ کرونگا۔،، جس کی تشریح آپ نے یوں فرمائی کی : میری عمر چھہتر سے پچاسی سال تک ہوگی ۔ (براہین احمد یہ جلد پنجم)۔مگر جو واقعہ ہوا وہ یہ ہے کہ بقول خود بتصریح حکیم نورالدین صاحب آپ ۶۹ سال کی عمر میں انتقال کر گئے ۔ایسے بزرگ سے میرا مقابلہ کرنا کہاں تک زیبا ہوسکتا ہے جن کی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے

ز فرق تا بہ قدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامنِ دل مے کشد کہ جا ایں جا است

آپ کی ہر ایک بات نرالی ہر ایک مقولہ سنہرا

الفضل ۱۹ نومبر ۱۹۳۸ء کے نامہ نگار اللہ دتہ نے اسی مضمون میں لکھا ہے اور اس بات پر فخر کیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ باوجود سخت مخالفت کرنے کے احمدیت کے مقابلے میں ناکام رہا کیونکہ اس کی مخالفت نے کوئی اثر نہ کیا بلکہ احمدیت دن بدن ترقی کرتی گئی۔

میں کہتا ہوں کہ یہ سراسر جھوٹ ہے اس جھوٹ کا ثبوت قادیانی تحریروں سے دکھاتا ہوں۔ ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء کے الفضل میں جماعت احمدیہ کی تعداد تقریباً سات لاکھ سے زیادہ لکھی ہے اور ۱۷ جنوری ۱۹۳۵ء کے الفضل میں سرکاری مردم شماری کی بنا پر احمدیوں کا شمار سارے پنجاب میں ۵۶ ہزار لکھا ہے اور باقی صوبوں میں معدودے چند۔ فرض کرو کہ باقی سارے صوبوں میں تعداد پنجاب کے برابر ہوگی جو سب ملا کر ایک لاکھ ۱۲ ہزار سے زیادہ نہیں

کیا سات لاکھ سے ایک لاکھ تک پہنچنا ترقی ہے؟ مرزائی ممبرو! ہم تمہاری طرح زبانی باتیں نہیں کیا کرتے۔ ترقی کی تحریر دکھاؤ اور تنزلی کی ہم سے لو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ دسمبر ۱۹۳۸ء ص ۵)

رسول کریم کا مرتبہ قادیان کی نظر میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان میں ۱۵ نومبر ۱۹۳۸ء میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا ایک خطبہ شائع ہوا ہے جس کے صفحہ ۴ پر ایک سرخی

رسول کریم کی شناخت

دے کر لکھا ہے:

رسول کریم ﷺ کے مرتبہ اور درجہ کی صحیح شناخت بھی احمدیت سے باہر نظر نہیں آتی۔ منہ سے کہنا کہ ہم آپ کے عاشق ہیں اور بات ہے، لیکن ان لوگوں کی تقریروں کو سنو تو اگر وہ ہمارے دلائل کی خوشہ چینی نہیں کرتے مسیح موعود کی نقل نہیں کرتے تو ان میں سوائے اس کے اور کیا ہے کہ آپ کملی

والے تھے۔آپ کی زلفیں ایسی تھیں، وغیرہ

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: کملی والے اور زلفیں کہنے والے جو لوگ ہیں وہ اس سے کم درجہ معتوب ہیں جتنا کہ یہ کہنے والے کہ رسول اور خدا میں فرق نہیں۔ سمجھتے ہو ایسا کہنے والے کون ہیں؟ اور کس نے ان کو ایسا کہنا سکھایا ہے۔ وہ حضرت قادیان کے مسیح موعود ہیں جنہوں نے توضیح مرام کلاں صفحہ ۱۱ پر رسول کریم ﷺ کی صحیح شناخت اس شعر میں کرائی ہے

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم

آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

اس کا اردو ترجمہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ سادہ فارسی ہے مگر جوگ اتنی فارسی بھی نہیں جانتے ان کے لئے ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

رسول کریم ﷺ کی شان سوائے خدا کے کون جانتا ہے وہ اپنی ہستی سے ایسے مٹ گئے کہ درمیان سے میم اٹھ گیا۔

یعنی آپ کا اسم ثانی جو احمد تھا اس میں سے میم نکل جانے کے بعد آپ احد ہو گئے۔ یعنی اپنی عبودیت سے نکل کر احد (معبود) بن گئے۔

یہ ہے قادیانی نبی کی تعلیم متعلقہ معرفت رسالت۔ اور اس کی تہ میں کیا راز ہے؟ یہی نا کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی خود بھی احمد اور بروز محمد بنتے ہیں، اس لئے جو صفت اصل احمد اور محمد ﷺ میں ہوگی اس کا بروز (عکس) میں آنا لازم ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنا مرتبہ ان لفظوں میں بیان کیا ہے

ر أیتنی فی المنا م عین اللہ و تیقنت اننی ھو۔

(آئینہ کمالات اسلام)۔ (یعنی میں نے اپنے آپ کو خواب میں دیکھا کہ ہو بہو اللہ ہوں اور میں نے یقین کر لیا میں وہی ہوں)۔

یہ ہے قادیان کی توحید اور رسالت کی صحیح شناخت جس پر خلیفہ کو ناز ہے۔

ہم جانتے ہیں کہ ایسے الفاظ کی تاویل کی جاتی ہے مگر ہم پوچھتے ہیں کہ انبیاء کے سلسلہ میں سے کسی نے ایسا کہا ہو۔ مرزا غلام احمد نے رسول کریم ﷺ اور اپنی نسبت کہا ہے۔ مرزا صاحب نے دونوں عقیدے ملک میں شائع کئے ان کی کوئی تاویل یا تشریح

نہیں کی ۔ ہاں جب اعتراضات ہوئے تو مریدین اس کی تاویل وتحریف کرنے لگ گئے ۔مگر اب کون سنتا ہے ۔ انبیاء کے سلسلے میں اس قسم کے مزلۃ الاقدام مقامات (گمراہ کن الفاظ) نہیں ملتے ۔ادھر کہا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی منہاج نبوت پر آئے ہیں۔ اگر ان کے اپنے الفاظ کو دیکھا جائے تو نبوت کے صریح خلاف ہوتے ہیں۔ درثمین میں یہ شعر بھی اسی قسم کا ہے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

لفظ ، میں ، سے مراد کون ہے؟ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ذات گرامی مراد ہے تو غلط ہے ۔ کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب نہ آدم تھے، نہ ابراہیم ،نہ موسیٰ، نہ یعقوب ۔کیونکہ وہ مبارک ہستیاں ان سے بالکل جدا ہیں ۔

اگر ، میں ، سے مراد ذات خدا ہے ،تو یہ بھی غلط ہے۔ کیونکہ خدا ، ابراہیم موسیٰ وغیرہ نہیں ہے۔ بلکہ وہ الہ موسیٰ والہ ابراہیم ہے ۔

اگر ، میں، سے مراد کوئی اور ہے تو اس کو بیان کریں ۔غرض اس قسم کی بھول بھلیاں سلسلہ انبیاء میں نہیں ملتیں ۔ یہ خاصہ قادیان ہے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ دسمبر ۱۹۳۸ءمطابق ۱۷ شوال ۱۳۵۷ھ ص ۷)

مرزا قادیانی کی زندگی پر انصاف سے غور کرو

مرزائی اخبار پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر میں ایک مضمون نکلا ہے جو دراصل مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت کا خطبہ جمعہ ہے ۔اس میں مخالفین سے درخواست کی گئی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی پر انصاف سے غور کرو۔

واقعی یہ درخواست قبولیت کے لائق ہے،مگر صرف مخالفوں ہی کے حق میں نہیں ، بلکہ مریدوں کو بھی اس پر عمل کرنا چاہیے کہ وہ بھی انصاف سے غور کریں ۔

مولوی محمد علی موصوف اس درجہ کے معتقد مرزا قادیانی ہیں کہ ان کے حق

میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں ایک قصیدہ لکھا گیا تھا جس کا ایک شعر یہ تھا

کیا ہے راز طشت از بام جس نے عیسویت کا
یہی وہ ہیں یہی وہ ہیں یہی ہیں پکے مرزائی

آج یہی پکے مرزائی مخالفین الزام دیتے ہوئے راستی اور صداقت سے کام نہیں لیتے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

مخالفین نے حضرت مرزا صاحب کی اتنی بری تصویر پیش کی ہے کہ اس میں کوئی خوبی نظر ہی نہیں آتی۔ لیکن میں کہتا ہوں کہ ذرا انصاف سے آپ کی لائف پڑھو اور دیکھو کہ اسلام کے اس عظیم الشان جرنیل کے دل میں کون سی تڑپ اور کون سا جوش موجزن تھا اگر کوئی انصاف اور غور سے دیکھے تو اسے صرف یہی نظر آئے گا کہ ان کے دل میں اسلام کی حفاظت اور توسیع کی تڑپ تھی۔ ان کے دل میں حضرت محمد ﷺ کی صحیح تصویر پیش کرنے کا جوش تھا اس کے علاوہ نہ اور کوئی تڑپ تھی اور نہ کوئی جوش تھا۔ اور پھر جو کوئی آپ کے پاس جا کر بیٹھا اس کا دل بھی اسی تڑپ اور جوش سے معمور ہو گیا۔

حضرت مسیح موعود کا عشق رسول ﷺ۔ لوگ آپ کو گالیوں سے بھرے ہوئے پلندوں کے پلندے ڈاک میں لکھ بھیجتے تھے ان سے تھیلوں کے تھیلے بھر جاتے۔ جب تھیلا بھر جاتا تو اس کو جلا دیا جاتا۔ ان کی وجہ سے آپ کو کبھی ملال نہ ہوتا تھا آپ کی پیشانی پر شکن تک نہ پڑتی تھی آپ ان گالیوں سے بھرے ہوئے خطوط کی جو دن رات آپ کو بھیجتے تھے پرواہ تک نہ کرتے تھے لیکن جب کسی عیسائی یا آریہ سماجی یا دوسرے کسی مخالف اسلام کی طرف سے رسول خدا ﷺ پر کوئی حملہ ہوتا تھا تو معاً آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور آپ کا آرام وچین رخصت ہو جاتا۔ با ہر مجلس میں ذکر کرتے کہ فلاں ناپاک انسان نے پاکوں کے سردار پر یہ حملہ کیا ہے اور اس طرح جھک ماری ہے اور جب تک اس کا جواب نہ لکھ لیتے آپ کو چین نہ آتا تھا۔

(پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۳۸ء ص ۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: کیا یہ واقعات ٹھیک ہیں کہ مخالفین نے مرزا صاحب قادیانی کی بری تصویر پیش کی ہے؟ نہیں، سنئے!

مرزا صاحب کے چہرے کا بدنما سیاہ داغ ہے وہ ادعائے نبوت جس کا مولوی محمد علی نے اپنی تصنیفات میں دجالیت رکھا ہے۔ اس داغ کو نمایاں کرنے والی جماعت کون ہے؟ وہی جماعت جو قادیان کے تخت خلافت پر قابض ہے جن کے مقابلے میں لاہوری جماعت کا شمار شرح چغمینی کی سبع عرض عشیر (جو کا ساتواں حصہ) کی مانند ہے اس جماعت نے مرزا صاحب کی نبوت کو خوب چمکایا مولوی محمد علی کو مباحثے کے لئے للکارا مگر مولوی صاحب نے اس کو ٹال دیا۔ کیا یہ جماعت مخالفین مرزا سے ہے کھلے لفظوں میں کہہ دیجئے۔ جب ہم پوچھتے ہیں کہ ادعائے نوت بقول آپ کے کفر ہے تو کسی غیر نبی کو نبی ماننے والا کون ہے۔ آپ خاموش ہو کر اس کا جواب نہیں دیتے۔ اور جب قادیانیوں سے پوچھتے ہیں کہ کسی نبی سے وصف نبوت سلب کرنے والا کون ہے تو وہ بھی چپ سادھ جاتے ہیں۔ اس لئے ہم دونوں گروہوں کو ارشاد خداوندی سناتے ہیں

و اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربی (الانعام: ۱۵۲)

جب بولو عدل سے بولو چاہے کوئی تمہارا قریبی ہی ہو

اس کے بعد مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا غلام احمد قادیانی کے عشق رسول کا ذکر کرتے ہوئے بہت مبالغے سے کام لیا ہے کہ مخالفین کی گالیوں کے خطوط سے جب تھیلے بھر جاتے تو جلا دیئے جاتے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب ان گالیوں کی پرواہ نہ کرتے۔ غالبًا یہ تھیلے اسی قسم کے ہوں گے جس قسم کی پچاس الماریاں مرزا صاحب قادیانی نے حکومت انگریزی کی تائید میں بھر دی ہیں۔ ان پچاس الماریوں میں سے ایک بھی نہیں ملتی۔، ہاں مرزا غلام احمد صاحب پرواہ نہ کرتے تھے تو یہ مقولے کس کے ہیں:

او بد ذات فرقہ مولویاں۔ او یہودی خصلت مولویو۔ جو زہر کا پیالہ تم نے خود پیا وہی عوام کو پلایا۔ (انجام آتھم)

ایسی شیریں کلامی کے مقابلے میں کسی (یہودی خصلت) مولوی یا اس کے اتباع نے مرزا صاحب قادیانی کو بقول استاد صائب

دہن خویش بدشنام میا لا صائب
کیں زر قلب بہر کس کے دہی باز دہد

دو چار خطوط بھیج دیئے تو کیا برا کیا۔ ہاں یہ بھی خوب کہا کہ :

آریہ اور عیسائیوں کے اعتراضات سے آپ بے تاب ہو جاتے جب تک جواب نہ دے لیتے آپ کو چین نہ آتا

کس قدر غلط بیانی ہے۔ میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں عیسائیوں کا رسالہ امہات الامۃ جو ازواج مطہرات کے متعلق نکلا تھا مرزا صاحب قادیانی نے اس کا کیا جواب دیا تھا؟ اسی طرح آریوں کی طرف سے رنگیلا رسول نکلا تو ان کی جماعت نے اس کا کیا جواب دیا۔

سب سے پہلے آریوں کے گرو کی ستیارتھ پرکاش کا کیا جواب دیا۔

عیسائیوں کی کتاب، عدم ضرورت قراان، کا کیا جواب دیا۔

بڑے طمطراق سے براہین احمد یہ شروع کیا۔ اس میں اپنے الہامات اور اعلی مراتب بیان کرنے کے سوا کیا لکھا؟

براہین کے پہلے مجموعہ میں دلیل کو شروع کرتے ہی ختم کر دیا۔ بعد تقاضا بسیار پانچویں جلد شروع کی تو اس میں بھی اپنی رام کہانی کے سوا کیا لکھا۔ واقعات کو غلط بیان کرنا اور صحیح باتوں کو چھپانا اسلام اور عقل دونوں کے خلاف ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اگر فی الواقع رسول اللہ ﷺ کے عشق میں رنگے ہوتے تو آپ تریاق القلوب میں یہ دعوی نہ کرتے

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے لاہوری اور قادیانی جماعت میں امتیاز بتانے کو چار معیار بتائے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں۔

پہلا امتیاز۔ نیکی اور بلند اخلاقی قادیان میں نہیں، ہم میں ہے۔

دوسرا امتیاز۔قادیان کی نیک شہرت بوجہ جماعت قادیانیہ کے اب نہیں رہی
تیرا امتیاز۔خلیفہ قادیان کی بداخلاقی کا ذکر ہائی کورٹ میں آ گیا ہے (
انصاف یہ ہے ہائی کورٹ میں ذکر آنے سے بداخلاقی کا ثبوت نہیں ہوا۔ ثناءاللہ)
چوتھا امتیاز: مسیح موعود (مرزا) کا دیا ہوا علم قادیان سے اٹھ گیا اور قادیانی جماعت کی ساری طاقت سیاسیات پر صرف ہو رہی ہے۔

ہم ان باتوں میں اور خاص کر آخری الزام میں مولوی صاحب کی تائید کرتے ہیں اور اس کی تائید میں ایک ایسا واقعہ پیش کرتے ہیں جو مولوی محمد علی کے ذہن میں نہیں آیا، نہ ہی قادیانی اس کی تردید کر سکتے ہیں۔ وہ واقعہ یہ ہے کہ:

مرزا ناصر احمد (پسر خلیفہ قادیان) بغرض تعلیم انگلستان گئے جس پر ہزار ہا روپیہ خرچ ہوا ہوگا۔وہاں سے آپ کیا ڈگری لائے۔اس کا جواب الفضل میں ملتا ہے کہ صاحبزادے نے انگلستان کے پالیٹیشنز سے مل کر وہاں کی پالیٹکس کا علم حاصل کیا۔ وہ کہیں یا نہ کہیں، سمجھنے والے سمجھ سکتے ہیں کہ اس رقم کثیر کے خرچ کا نتیجہ مسیح موعود کے گدی نشین خلیفہ قادیان کے ذہن میں کیا ہے؟ ہم جیسے ناواقف سیاست یہی سمجھیں گے کہ مسیح موعود کے پوتے کو وائسرائے کی ایگزیکٹو کونسل کا ممبر بنانے کی تمہید ہے۔

...اس کے علاوہ میں پوچھنا چاہتا ہوں کہ تمہارا مسیح موعود (مرزا قادیانی) جس قوم کو خنزیروں کی طرح قتل کرنے آیا تھا اس قوم کی تعداد خاص ہندوستان میں اس کے ابتدائی دعوے کے وقت کتنی تھی اور آج کتنی ہے۔ یا وہ مسیحی تلوار سے قتل ہو کر فنا ہو گئی ہے یا زندگی کے اعلیٰ مرتبے پر پہنچ چکی ہے۔

میں اس پہیلی کو ذرا صاف لفظوں میں بتا دیتا ہوں۔عیسائی قوم کا شمار براہین احمدیہ کے زمانے میں ۵ لاکھ تھا۔آج اس کا شمار ۶۲ لاکھ ۹۷ ہزار ہے۔ دیکھو مسیحی جنتری بابت ۱۹۳۷ء۔، کیا ایسے واقعات کی رو سے اگر میں کہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعوی میں کامیاب نہیں ہوئے، بلکہ ایسے ناکام رہے کہ ان کے حریف ان کے حق میں یہ شعر پڑھیں تو بجا ہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

بتائیے ایک طرف وہ بزرگ جو اپنے آپ کو مسیح موعود، ابراہیم، موسیٰ، یعقوب وغیرہ ناموں سے موسوم کرے اور وہ جس قوم کو خنزیر جان کر قتل کر کے فنا کر دینے کا مدعی ہو وہ قوم اتنی ترقی کر جائے کہ پہلے کی نسبت تگنی چوگنی سے زیادہ ہو جائے، اور دوسری طرف ایک ایسا شخص ہو جو ان انبیاء کے ناموں میں سے ایک نام بھی اپنے لئے تجویز نہ کرتا ہو بلکہ محض خادم دین ہونا اپنے لئے کافی سمجھتا ہو، اس کا حریف سات لاکھ سے صرف ایک لاکھ رہ جائے تو وہ ناکام سمجھا جائے۔ چہ خوش۔

مختصر یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب کا میرے ساتھ مقابلہ کرنے سے پہلے ان کے اور میرے دعاوی کا موازنہ بھی کر لینا چاہیے کہ وہ کن دعاوی کے مدعی تھے اور میں کس دعوی کا مدعی ہوں۔ وہ جملہ اوصاف سے موصوف ہونے کے مدعی تھے اور میں جملہ معاصی سے آلودہ۔ پھر ہمارا مقابلہ ہی کیا۔

ہاں یہ محض فضل الٰہی ہے کہ باوجود میری موت کے متعلق ان کی پیش گوئی ہونے آج تیس سال سے زیادہ گذر گئے ہیں کہ وہ دنیا سے رخصت ہو گئے اور میں ابھی زندہ ہوں اور احباب قادیان کو یہ مسرت انگیز خبر سناتا ہوں کہ مرزا غلام احمد صاحب ۶۹ سال کی عمر میں فوت ہوئے اور میں ۷۰ سے متجاوز ہو گیا ہوں۔ مگر اس میں کیا شک ہے کہ آخر ایک روز جدائی ہونے والی ہے۔ استاد غالب کا شعر اپنے معنی میں بہت موزوں ہے

نظر میں ہے ہماری جادۂ راہ فنا غالب
کہ یہ شیرازہ ہے عالم کے اجزائے پریشاں کا

قادیانی دوست میری موت کے تصور سے بھی خوش ہوتے ہیں، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو میری زندگی سے بہت تکلیف پہنچ رہی ہے۔ اس لئے میں ان کی خدمت میں ایک بزرگ کا شعر پیش کر کے ختم کرتا ہوں:

اے دوست بر جنازۂ دشمن چو بگذری
خندہ مزن کہ بر تو ہمیں ماجرا رود

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۵۷ھ ص ۴)

مرزا قادیانی کی خدمات اسلامیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان کی خدمات اسلامیہ جس قدر بھی ہیں وہ اظہر من الشّمس ہیں ۔ان کی کوئی کتاب کوئی رسالہ کوئی اخبار کوئی اشتہار اٹھا کر دیکھو اس میں اسلام کے نام سے نبوت مرزا ہی کا ذکر ملتا ہے۔ براہین احمدیہ سے لے کر کتاب حقیقۃ الوحی تک سب کتب میں یہی ایک اصول کام کر رہا ہے۔ ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم سنتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے فلاں بادشاہ کو اسلام کی دعوت دی ۔مثلاً اخبار الفضل ۷ دسمبر ۱۹۳۸ء نے جماعت احمدیہ کی شیخی بگھارتے ہوئے لکھا ہے کہ: جماعت احمدیہ کو خارج از اسلام کہا جاتا ہے جب عمل کا سوال ہوتا ہے تو تمام اہل اسلام کی نظریں اسی جماعت کی طرف اٹھتی ہیں (خیالی پلاؤ)

اس کے بعد لکھا ہے:

بانی سلسلہ احمدیہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ملکہ وکٹوریہ کو اسلام کا پیغام دیا اور اس غرض کیلئے حضور نے تحفہ قیصریہ اور ستارہ قیصریہ دو کتابیں تصنیف فرمائیں۔

بالکل غلط: تحفہ قیصریہ کو تو شروع ہی اپنے نام سے کیا ہے کہ میں یسوع مسیح کے نام سے آیا ہوں جو ایسا اور ایسا تھا۔ سارا تحفہ قیصریہ پڑھ جائیے تو معلوم ہوگا کہ کس طرح اسلام کے نام سے اپنی ہی فضیلت بیان کی جارہی ہے جسے دیکھ کر یہ کہنا بے جا نہیں کہ جتنا اصل مال ہے، محصول چونگی اس سے زیادہ لیا گیا ہے۔

ان کی طرف سے جو ہر سال سیرت محمدیہ کے جلسے کئے جاتے ہیں، ان میں بھی مرزا صاحب قادیانی کا محصول چونگی برابر لیا جاتا ہے ۔اس دفعہ امرتسر کے جلسہ سیرت میں جب محصول چونگی (حق مرزا) لینے لگے، تو منشی عبداللہ صاحب معمار نے (جو وہاں موجود تھے) صدر جلسہ سردار حکم سنگھ صاحب کو توجہ دلائی کہ یہ جلسہ سیرت محمدیہ کا ہے اس میں مرزا صاحب قادیانی کا نام نہیں آنا چاہیے۔

مرزائیوں نے معمار موصوف کو ہر چند چپ کرانے کی کوشش کی آخر صاحب صدر نے فرمایا کہ میں نے ان کو مرزا صاحب قادیانی کا ذکر کرنے سے روک دیا ہے اس لحاظ سے امسال امرتسر کا جلسہ سیرت قادیانیوں کے حق میں ناکام رہا جس کا ان کو افسوس ہوا ہوگا۔ لارڈ ارون (وائسرائے ہند) کو جو تحفہ (بصورت کتاب) پیش کیا گیا تھا اس میں بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خاندان اوران کی جماعت کا ذکر زیادہ تھا چنانچہ سینکڑوں مقامات کی (اصلی اور فرضی) جماعتوں کا ذکر ظاہر کیا تھا کہ ہم تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔اس کتاب کی تحریر سے مرزا صاحب قادیانی کا اصل مقصد یہی تھا، نہ کہ اسلام کی تبلیغ۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ دسمبر ۱۹۳۸ء ص ۴،۵)

مرزائیانہ تحریف کا جواب

جناب ملک ابو یحیی امام خان نوشہرویؒ لکھتے ہیں:

میں مرزائے قادیان سے زیادہ واقف نہ سہی مگر موصوف کی تحریفات اتنی مشہور ہوچکی ہیں کہ ان کے لٹریچر اوران کے مریدوں سے معمولی گفتگو کے بعد بھی ان کا یہ معجزہ تسلیم کرنا ہی پڑتا ہے مثلاً مرزائی حضرات سے اگر افادات مرزا (مسیح موعود) پر گفتگو کرتے ہوئے یہ سوال کیا جائے کہ کیوں صاحب جناب عیسی کی تشریف آوری سے تو اسلام کا غلبہ ہونا تھا، مگر ہندوستان میں مسلمان اس حد تک زبوں حال ہیں کہ خود قادیان کا مذبح سکھوں نے دن دیہاڑے گرا دیا،اور دارالخلافت کے رہنے والے بھی دیکھتے رہے۔خلیفۃ المسیح (محمود احمد) قادیانی مسجد اقصی، (نام نہاد) میں تلواروں کے سائے میں نماز جمعہ پڑھاتے ہیں اور پہریداروں کے جھرمٹ میں چل پھر سکتے ہیں۔

اوراسی طرح حضرت عیسیؑ کے ورود مسعود سے مسلمانوں کی عسرت اس حد تک تمول سے بدل جانی تھی کہ آنحضرت (عیسیؑ) مال دولت عطا فرمائیں گے لیکن لوگ مستغنی ہونے کی وجہ سے انکار کردیں گے یعنی و یفیض الما ل و لا یقبله احد مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیان کی تلبیس نبوت کے ساتھ ہی دنیائے اسلام

یکسر فقر و فاقہ میں مبتلا ہوگئی۔حتیٰ کہ ہندوستان کے ڈھائی لاکھ ملکانے مسلمان صرف اپنی مالی تباہ حالی کی وجہ سے آریوں سے روپیہ لےکر مرتد ہونے پر مجبور ہوئے۔

مرزائی فرمایا کرتے ہیں کہ مسیح کی تشریف آوری سے مالی بے نیازی صرف اس پر ایمان لانے والوں کو ہوگی۔سو ہماری جماعتیں سب کی سب مال سے بے نیاز ہیں۔

کاش یہ صحیح ہوتا۔ مختلف مقامات پر آکر دیکھئے کہ قادیانی حضرات کن کن مالی مشکلات میں مبتلا ہیں۔خود جناب خلیفہ قادیان (محموداحمد) اور امیر جماعت لاہور کی آئے دن کی چندہ طلبیاں ملاحظہ فرمائیے کیونکہ ان دونوں خلافتوں کی بین الملی ضرورتیں پوری ہی نہیں ہوتیں۔

اوراسی طرح حضرت مرزا قادیانی کے قدوم میمنت لزوم سے اسلامیوں کی تعداد میں اضافہ ہونا ضروری تھا،حتیٰ کہ عیسویت کا تو خاتمہ ہی ہو جانا تھا۔مگر نوبت بایں جا رسید کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی میسحیت سے لےکر اب تک دنیا جہان میں مسیحی عنصر کی تعداد روبہ ترقی ہے حتیٰ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دارالامان قادیان کےنواح میں یہ اضافہ (میسحیت) جاری ہے اور خود قادیان بھی تثلیث پرستوں سے خالی نہیں۔

تو اس قسم کے سوالات کے جواب میں مرزائی حضرات کے پاس آیت هو الذی ار سل رسو له بالهدی و دین الحق ہے۔ جس سے استدلال یوں کیا جاتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کے قدوم میمنت لزوم سے صرف دلائل اسلام کا غلبہ مقصود تھا، جیسے مرزا صاحب نے عیسویت کے خلاف فلاں اور فلاں قسم کا لٹریچر لکھ کر حاصل کر لیا ہے۔لیکن یہ بھی ان کی کھلی ہوئی تحریف ہے حتیٰ کہ ان کے حق میں بھی وہ کہنا درست ہے جو نواب محسن الملک نے سر سید احمد کی تفسیر پر انہیں لکھا تھا کہ :

آپ قرآن کے وہ معنی کرتے ہیں جو خدا تعالیٰ کو بھی نہیں سوجھتے۔

چنانچہ یہی آیت هو لذی ار سل ... الخ ہے۔اس کا تذکرہ ایک حدیث میں نظر سے گزرا تو مرزائے قادیان کی تحریف پر بے حد تعجب ہوا کہ ان بزرگوار نے تو قرآن پاک کو بازیچہ دجالیت بنا رکھا ہے (العیاذ باللہ)

حدیث زیر بحث کا مفاد یہ ہے کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے فرمایا کہ جب تک (

دوبارہ) لات وعزی کی پرستش نہ شروع ہوگی، دنوں کی روشنی اور راتوں کی سیاہی اسی طرح رہے گی (یعنی جب تک زمانہ یونہی قائم رہے گا)۔ آنحضرت ﷺ سے یہ ارشاد جب عائشہ صدیقہؓ نے سنا تو عرض کیا کہ اے رسول خدا! آیت هو الذى ارسل رسوله .. الخ نازل ہونے کے بعد تو میں نے یہ سمجھ لیا تھا کہ اب دین اسی طرح (توحید اسی طرح) رہے گا، (مگر جناب یہ کیا فرما رہے ہیں کہ پھر لات وعزی کی پوجا ہونے لگے گی) آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ جب تک الہ العالمین چاہے دین (توحید) کو برقرار رکھے گا لیکن آخر میں آکر ایک خوش گوارسی ہوا چلے گی جس کے اثر سے وہ لوگ موت کی نیند سو جائیں گے جنکے دلوں میں ذرہ برابر بھی ایمان ہوگا مگر زندہ رہیں گے لا خير فيه (بدذات کے قسم کے لوگ) جو اپنے آباء واجداد کے مذہب پر لوٹ جائینگے اور حدیث (اصل) یوں ہے۔

اخرج مسلم عن عائشه قالت سمعت رسول الله ﷺ يقول لا يذهب الليل و النهار حتى يعبد اللات و العزى فقلت يا رسول الله انى كنت لا ظن حين انزل الله هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظره على الدين كله و لو كره المشركون ان ذالك تاماً قال انه سيكون من ذلك ما شاء الله يبعث الله ريحاً طيبة فتوفى كل من من كان فى قلبى مثقال حبة من خردل من الايمان فيبقى من لا خير فيه فيرجعون الى دين آباءهم (بحواله مشكوة)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ دسمبر ۱۹۳۸ء ص۴)

فرقہ ناجیہ جماعت احمدیہ ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کوئی شخص کسی گاؤں سے گذرا۔ وہاں اسے ایک چماری ملی جو حسن وصورت میں ایسی تھی جس کی بابت شیخ سعدی کا ایک شعر ہے:

تو گوئی تا قیامت زشت روئی
برو ختم است بر یوسف نکوئی

اس جمیلہ بی بی سے اس راہرو نے مذاقیہ پوچھا کہ بی بی اس گاؤں میں جو پری رہتی ہے، وہ کہاں ہے؟ اس نے کہا کہ لوگ مجھ ہی پر گمان کرتے ہیں۔

یہی حال قادیانی جماعت کا ہے۔ ان کی نبوت جدیدہ، عقائد جدیدہ، خیالات ناپسندیدہ۔ دعوی یہ کہ فرقہ ناجیہ صرف ہم ہیں۔ چنانچہ اخبار الفضل ۱۴ دسمبر ۱۹۳۸ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی یہ ہے:

فرقہ ناجیہ صرف جماعت احمدیہ ہے۔

آگے چل کر نامہ نگار لکھتا ہے:

امر واقع یہ ہے کہ کسی فرقہ میں بجز جماعت احمدیہ فرقہ ناجیہ کی علامات متحقق نہیں ہوسکتیں۔ فیصلہ کن علامت حضور سرور کائنات ﷺ کے الفاظ مبارکہ الا و ھی الجماعۃ کے مطابق فرقہ ناجیہ کا، جماعت، ہونا ہے۔ فرقے بہت ہیں مگر وہ جماعت کہلانے کے مستحق نہیں کیونکہ وہ منتشر اور پراگندہ ہیں اور کسی واجب الاطاعت امام کے ہاتھ پر جمع نہیں۔

(الفضل قادیان ۱۴ دسمبر ۱۹۳۸ء ص ۵)

یہ دعوی ناواقفی پر مبنی ہے۔ قادیانی گروہ میں امام کی جتنی اطاعت کی جاتی ہے اس کے مقابلے میں بوہروں کے فرقے کی اطاعت بہت زیادہ ہے۔ بوہروں سے آغا خانیوں کی زیادہ ہے۔ اسی طرح ہر گدی نشین کے مرید اپنے پیر کی اطاعت میں کسی سے کم نہیں۔ ہاں قادیانی جماعت میں جو اختلافات آئے دن سننے میں آتے ہیں جن کی وجہ سے خلیفہ قادیان ہر خطبے میں منافقوں کا ذکر کرتا ہے، بوہروں اور آغا خانیوں میں اس کی مثال نہیں ملتی۔

ہاں اس وقت دنیا میں صحیح معنی میں جماعت کہلانے کی مستحق جماعت وہابیہ نجدیہ ہے جس کا امام حقیقتاً امام ہے۔ ایسے ہی امام کی شان میں یہ حدیث ہے

الامام جنۃ یقاتل من ورائہ (امام کے حکم سے جہاد کیا جائے)

قادیان کا امام بوہروں کے امام سے بہت کم ضابط اور قاہر ہے۔ وہابیہ کا امام بے شک ہر صفت امامت سے موصوف ہے۔ ہر قسم کے حکم شرعی جاری کرتا ہے کسی کو مجال نہیں کہ سرتابی کر سکے۔

قادیانی امام حکم دیتا ہے کہ کوئی قادیانی غیر قادیانی کولڑکی نہ دے، مگر وہ دیتے ہیں۔خطبوں میں شکایت کرتا ہے کوئی سنتا ہی نہیں۔مریدین بغاوت کر کے قادیان ہی میں دندناتے پھرتے ہیں، مگر کوئی انکو سزا نہیں دے سکتا۔ کیا اس جماعت کو حدیث کا مصداق قرار دیا جائے؟

ہاں حدیث شریف میں فرقہ ناجیہ کی شناخت کے لئے جو زوردار الفاظ وارد ہوئے ہیں یعنی: ما انا علیہ و اصحابی (مشکوۃ) (فرقہ ناجیہ وہ ہے جو میری اور میرے اصحاب کی روش پر ہوگا) الفضل نے بالکل نظر انداز کر دیئے ہیں۔قادیانی جماعت بلحاظ عقائد و بلحاظ اعمال اس حدیث سے بالکل اجنبی ہے۔عقائد میں بڑا عقیدہ ان کا اجرائے نبوت ہے جو صحابہ کے خواب وخیال میں بھی نہ تھا۔اعمال کی مثال سردست ہم ایک پیش کرتے ہیں کہ ان کا خلیفہ خطبہ جمعہ میں ہمیشہ سورۃ فاتحہ پڑھ کر لیکچر شروع کر دیتا ہے جس پر بہت زیادہ وقت لگتا ہے، یہ طریقہ سنت کے خلاف ہے۔کسی حدیث میں جمعہ کا خطبہ اس طریق پر نہیں آیا جس پر قادیان میں عمل ہورہا ہے۔قادیانی گروہ اگر اس کو سنت کے موافق جانتا ہے تو ہمارے سامنے اس کی سند پیش کرے ورنہ اس کے خلاف سنت ہونے کا اعتراف کرے۔

ضرورت کے وقت ہم بہت سی مثالیں پیش کر سکتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ قادیانی گروہ حدیث ما انا علیہ واصحابی کا پیرو نہیں ہے بلکہ اس شعر کا مصداق ہے

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۰ دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۷ ذی قعد ۱۳۵۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۹۔ص ۵۔۶)

مباہلہ اور اس کا ہولناک انجام

موضع ٹھرو متصل چونڈہ ضلع سیالکوٹ میں ایک شخص مسمی محمد علی مراثی قادیانی مرزائی رہا کرتا تھا۔ ایک دن محمد علی نے وہاں کے چند اہل سنت والجماعت سے کہا کہ آؤ مباہلہ کرلیں اور دعا مانگیں کہ جو جھوٹے مذہب پر ہے اللہ تعالیٰ اس کو ایک ہفتہ میں تباہ اور ہلاک کرے۔ فریق ثانی نے کہا کہ آؤ کرلو۔ چنانچہ مرزائی نے دعا مانگی اور فریق ثانی کے لوگ آمین کہتے رہے۔

تیسرے یوم محمد علی مرزائی کا چھوٹا لڑکا بعمر آٹھ نو سال ایک کنویں کی چوکلی اور ڈھول کے درمیان آ گیا اور شدید طور پر زخمی ہو کر اگلے دن مر گیا۔

محمد علی کو سمجھ آ گئی کہ میں جھوٹے مذہب پر ہوں اور مجھے اس کی سزا ملی ہے۔ چنانچہ اس نے اگلے روز بروز جمعہ بمقام چھاؤنی صدر سیالکوٹ میں جہاں مولانا امام الدین صاحب جمعہ پڑھایا کرتے ہیں مولانا کے ہاتھ پر تمام لوگوں کے سامنے مرزائیت سے توبہ کی اور یہ بھی کہا کہ میرے لئے دعا کی جائے کہ اللہ تعالیٰ مجھے دوبارہ زندہ ٹھرو کی سرزمین میں داخل نہ کرے کیونکہ وہاں کے بعض چوہدری جو مرزائی ہیں مجھے دوبارہ مرتد ہونے کے لئے مجبور نہ کریں۔

بعدہ وہ ایک دو یوم موضع دلانہ متصل سیالکوٹ میں اپنا کام کرتا رہا تیسرے دن شدید بیمار ہوا۔ اس کے رشتہ داروں کو خبر کی گئی چنانچہ اس کے رشتہ دار موضع ٹھرو سے آئے اور اس کو چارپائی پر ڈال کر لے گئے مگر راستے میں ہی ابھی چونڈہ نہیں پہنچے تھے کہ وہ فوت ہو گیا۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔

راقم ماسٹر محمد حسین۔ میانہ پورہ۔ سیالکوٹ ۲۰ دسمبر ۱۹۳۸ء

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۰ دسمبر ۱۹۳۸ء مطابق ۷ ذی قعد ۱۳۵۷ھ جلد ۲۶ نمبر ۹۔ ص ۶)

یورپ میں سرمایہ اصحاب الحدیث کا نگہبان

(تحریر: فضیلۃ الشیخ حافظ عبدالاعلی حفظہ اللہ)

ہندوستان میں مولانا محمد حسین بٹالوی کا مقام ایک مجدد کا مقام ہے جنہوں نے عمل بالحدیث کی تاریخ کا دھارا بدل دیا تھا۔ آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی میں ۱۸۹۱ء میں دعوئے نبوت و مسیحیت کی بوسونگھ لی تھی اور اس کے کفر پر فتوی تیار کرایا اور سارے ہند کے علماء سے تصدیق کروانے کا جان جوکھوں کا کام کروایا۔

مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی میں بالمشافہ دو مناظرے مسلمانوں سے کئے اور ایک مباہلہ اور یہ صرف علمائے اہل حدیث کے ساتھ ہوئے۔ ایک مناظرہ لدھیانہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ، اور دوسرا دہلی میں مولانا محمد بشیر سہسوانی کے ساتھ، اور مباہلہ امرتسر میں مولانا عبدالحق غزنوی کے ساتھ ہوا۔ جس کے نتیجہ میں مرزا قادیانی کی موت واقع ہوئی اور غزنوی صاحب اس کی موت کے نو سال بعد ۱۹۱۷ء میں فوت ہوئے۔ پھر آخری فیصلے کا اشتہار مرزا غلام احمد نے اپریل ۱۹۰۸ء میں ایک اہل حدیث عالم مولانا ثناءاللہ امرتسری کے خلاف شائع کیا جس میں دعا کی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد مئی ۱۹۰۸ء میں چل بسا اور شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ چالیس سال بعد سرگودھا میں فوت ہوئے۔

باقی علماء اسلام نے بھی تحریک ختم نبوت میں کام کیا۔ پیر سید مہر علی شاہ صاحب اور علمائے دیوبند نے بھی کام کیا۔ لیکن علمائے دیوبند جب متحرک ہوئے تو مرزے کا سانپ مر چکا تھا۔ مگر ان (دیوبندی حضرات) کی زبان جلتی ہے دوسرے کا نام لیتے ہوئے۔ اللہ تعالی سب خادمین کی خدمات قبول فرمائے اور دیوبندی مریدوں میں حوصلہ پیدا فرمائے۔

یاد رہے کہ یورپ میں سرمایہ اصحاب الحدیث کے نگہبان ڈاکٹر سلیمان اظہر

نے مانچسٹر کے ایک ایسے ہی تعلیٰ باز مولانا کے جواب میں تاریخ کے بند کھولے اور تحقیق کی راہیں اتنی وسیع کر دیں کہ ۶۵ جلدیں لکھ ڈالیں اور ابھی قیام پاکستان تک نہیں پہنچ پائے۔حق تعالی ان کی عمر اتنی دراز کرے کہ وہ اس مقدس تاریخ کو اب تک کی تاریخ تک پہنچا دیں پھر جو مرضی کہتا پھرے تاریخ کو نہیں جھٹلا سکتے۔

یاد رہے کہ اس بندہ خاکسار (حافظ عبد الاعلی) کے دل میں تمام مکاتب فکر کے علماء خاص طور سے علماء دیوبند کا بڑا احترام ہے۔ میں نے سبھی علماء کی تاریخ بیان کی ہے۔ بریلوی علماء میں سے صاحبزادہ سید افتخار الحسن، دیوبندی علماء میں سے مولانا تاج محمود، مولانا ضیاء القاسمی، سید عبد المجید ندیم، ان تمام کے ساتھ میرا دوستانہ تعلق رہا ہے۔ اب بھی علماء وقت کے ساتھ بہترین مراسم ہیں لیکن متعصب قسم کے مضمون نگاروں کے آگ کے بھرے ہوئے مقالات کے جواب میں لکھنا پڑتا ہے کہ جناب اصل کام تو علماء اہل حدیث نے کیا ہے، جب علماء دیوبند کی فکر جوان ہوئی مرزے کا سانپ مر چکا تھا۔

....

اعتراف خدمات وخراج عقیدت

مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان فیصل آباد کے زیر اہتمام ۳۰ مارچ ۲۰۱۸ء کو دھوبی گھاٹ گراونڈ فیصل آباد کی تاریخی جلسہ گاہ میں منعقد ہونے والی نفاذ اسلام کانفرنس میں ناظرین وسامعین کو ایک انتہائی جذباتی منظر دیکھنے سننے کو ملا جب مائیک پر ترجمان مرکزیہ فیصل آباد علامہ عبد الصمد معاذ نے مورخ اہل حدیث محسن ملت ڈاکٹر بہاء الدین محمد سلیمان اظہر کی فقید المثال خدمت ختم نبوت پر انہیں مرکزیہ کی طرف سے اعتراف خدمات وخراج عقیدت پیش کرتے ہوئے یادگاری شیلڈ پیش کرنے کا اعلان کیا تو جلسہ گاہ میں موجود ہر آدمی ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی تحریک ختم نبوت کی ۷۵ جلدوں کی بات پہلی بار سن کر حیرت ومسرت میں گم تھا۔

علامہ عبدالصمد معاذ نے پنڈال کو آگاہ کیا کہ یہ شیلڈ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی نیابت میں مرکز یہ برطانیہ کے ناظم اعلیٰ مولانا حافظ حبیب الرحمٰن جہلمی، ناظم تبلیغ مولانا شریف اللہ شاہد، ڈاکٹر صاحب کے لخت جگر صاحبزادہ سہیل اظہر گورداسپوری اور ڈاکٹر صاحب کے بھانجے جناب حسن رشید وصول کریں گے۔

اس تاریخی لمحہ میں اسٹیج پر موجود ہر شخص کے چہرے پر اس خیال سے مسرت دیدنی تھی کہ وہ اس مبارک لمحہ اور اس مسعود مجلس کا حصہ ہے۔ جب اعلان ہوا کہ یہ شیلڈ حضرت الامیر پروفیسر ساجد میر صاحب ان احباب کو پیش فرمائیں گے تو شیلڈ کی عزت و وقار کئی گنا بڑھ گیا۔ پھر حضرت الامیر پروفیسر ساجد میر صاحب نے ان قائدین مرکزیہ برطانیہ کو شیلڈ پیش کی۔

زاں بعد شیلڈ کا انگلش ورژن انہی احباب کو جانشین علامہ احسان شہید، علامہ ابتسام الٰہی ظہیر صاحب نے پیش کیا۔ اس موقع پر مرکزیہ کے اکابر علماء کرام، ضلعی و شہری امراء و ناظمین، اراکین کابینہ، ذیلی تنظیمات کے ذمہ داران کی کثیر تعداد نے مرکزیہ فیصل آباد کے تقدیم شیلڈ کے فیصلہ کو خراج تحسین پیش کیا۔ (فیصل آباد ۲۔ اپریل ۲۰۱۸ء)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۔ ۳ ۔ اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت و پنجم (٦٥)

زار قادیان ۔ نکات مرزا ۔ علم کلام مرزا

قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۹ء (۲۴)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت وپنجم (٦٥)
	زارقادیان ۔نکات مرزا۔علم کلام مرزا
	قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۹ء (۲۴)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۰۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۶
زارِ قادیان	۷
مرزا صاحب کا زار حال زار	۷
قادیان میں زار، حال زار	۱۴
زار حالتِ زار	۲۴
زار کا حال زار	۲۶
لاہور میں زار کا حال زار	۳۳
زار کا حال زار	۳۸
زار کی نوحہ خوانی	۴۱
وہی زار کا رونا	۴۲
زار کا حال زار اور تقسیم بنگال	۴۵
نکات مرزا	۴۷
علم کلام مرزا	۸۰
اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۹ء سے	۱۶۲
براہین احمدیہ کی حقیقت	۱۶۲
خلیفہ قادیانی کا خطبہ اور شیخ چلی کا خواب	۱۶۵
کھلی چٹھی بنام بابو عمر الدین جالندھری	۱۶۷
آخری فیصلہ پر مباحثہ کی درخواست	۱۶۸
امیر پیغام کا مغالطہ آمیز خطبہ	۱۷۰

احمدی مثلث	۱۷۲
مرزا صاحب کا پسر موعود	۱۷۳
یادگار مرزا	۱۷۶
مسئلہ حیات مسیحؑ میں مرزائیوں کا شرمناک مغالطہ	۱۸۳
دوسرا خر دجال قادیان میں	۱۸۸
نبوت مرزا غلط ہے	۱۸۹
مسلمانوں کے ارتداد کی وجہ	۱۹۱
خاتم النبیین ۔۱۱	۱۹۳
مامور اور مصلح اخلاقی لحاظ سے بہت بلند ہوتا ہے	۱۹۵
خاتم النبیین۔۱۲	۱۹۷
کیا مرزا نے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر دیا؟	۲۰۱
مرزا صاحب کی کامیاب وفات	۲۰۳
مرزا صاحب کی اسلامی خدمات	۲۰۴
مرزا کا اعجاز، بذریعہ طاعون	۲۱۰
کیا مرزا صاحب عام علماء کی طرح تھے	۲۱۱
قادیان سے مرزا قادیانی کے ابطال کی آواز	۲۱۴
مناظرہ حیات مسیحؑ دہلوی اور مرزائی غلط بیانی	۲۱۸
قادیانی مسیحؑ ۔ دجال اور ڈاکٹر بشارت احمد	۲۲۱
خاتم النبیین ۔۱۳	۲۲۳
طاعون کا دفعیہ، مرزا کا نشان	۲۲۸
علمائے اسلام سے مرزائیوں کے سوال	۲۳۱
قادیان کی عظمت	۲۳۴
قادیان پاک لوگوں کا مقام ہے	۲۳۵
مرزا قادیانی کی عمر کا الہام	۲۳۵
عیسائیت اور قادیانیت	۲۳۸

خلافت راشدہ قادیان میں؟	۲۴۳
مرزا کی تکذیب اس کے پوتے کے قلم سے	۲۴۶
امت محمدیہ اور جماعت احمدیہ میں کونسا اختلاف ہے؟	۲۵۲
جماعت احمدیہ میدان جنگ میں	۲۵۶
قادیانی اور بہائی: دو اسپہ گاڑی	۲۵۷
موجودہ جنگ ہندوستان میں بھی ہوگی	۲۶۳
جنگ یورپ دنیا کے لئے عذاب ہے	۲۶۶
طاعون سے قادیان خصوصاً دار مرزا کی حفاظت کا الہام	۲۶۷
علمائے قادیانیہ سے ایک مذہبی سوال	۲۶۸
مرزا کی بعثت کے بعد دنیا میں ذہنی انقلاب	۲۶۹
مرزا قادیانی جیسا ناکام کوئی مدعی نہیں رہا	۲۷۱
قادیانی تحریف	۲۷۵
کیا بہاء اللہ ایرانی نبی تھے	۲۷۷
مرزا صاحب کا نکاح آسمانی	۲۸۳
ہمارا سوال ہے یا ہمالہ پہاڑ	۲۸۸
آخری فیصلہ	۲۹۰
قادیانی کا فیل ہونا خلیفہ قادیان نے تسلیم کرلیا	۲۹۹
پیغام صلح غور سے سنے	۳۰۲
قادیان میں جوبلی کا جلسہ	۳۰۳

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام على سيد الا نبياء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد پینسٹھ (اور قادیانی مشن کی جلد۲۴) جلد قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کا رسائل: زارِقادیان، نکات مرزا، علم کلام مرزا نقل کئے جارہے ہیں۔ ازاں بعد ۱۹۳۹ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، ملک ابو یحی امام خان نوشہروی کی نگارشات نقل ہوئی ہیں۔ نیز الفضل قادیان اور پیغام صلح لاہور سے بھی چند تحریریں شامل اشاعت ہیں۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام
فقیر بارگاہ صمدی محمد بهاء الدين ۔ ٤ ۔ اپریل ٢٠١٩ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

زارِ قادیان

(احتساب قادیانیت جلد ۸ میں صفحہ ۴۳۸ سے ۴۴۲ پر ، زارقادیان، کے عنوان سے حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کا ایک مختصر سا رسالہ شائع ہوا ہے ۔ یہ رسالہ اصلاً اہلحدیث امرتسر ۲۹ جون ۔ ۶ جولائی ۱۹۱۷ء مطابق ۸۔۱۵ رمضان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۴۔۳۵۔ میں صفحہ ۶۔۷ پر : قادیان میں زار، حال زار، کے عنوان سے شائع ہوا تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی جس پیش گوئی کی تکذیب میں یہ رسالہ ہے اسی سلسلے میں حضرت مولانا ثناءاللہ کے کئی ایک مضامین بھی اخبار اہل حدیث امرتسر کی فائلوں سے مل گئے ہیں، اس لئے میں ان سب دست یاب مضامین کو اس عنوان کے تحت ذیل میں نقل کر رہا ہوں ۔

حضرت مولانا امرتسریؒ کے مضامین کی نقل سے پہلے قادیانی اخبار میں شائع ہونے والی بعض تحریریں باریک خط میں کی جارہی ہیں تاکہ ناظرین کے سامنے قادیانیوں کا نقطہ نظر بھی آجائے ۔ بہاء)

الفضل ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء میں یہ مضمون شائع ہوا:

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ایک عظیم الشان نشان

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

موجودہ عالمگیر جنگ اپنے واقعات و اثرات کے لحاظ سے جس صفائی کے ساتھ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی صداقت کی شہادت دے رہی ہے، وہ ہر ایک ایسے انسان کے کے لئے جس نے حضرت مسیح موعود کی وہ پیش گوئی جو آج سے کئی سال پہلے شائع ہو چکی ہے پڑھی ہو، اور موجودہ جنگ کے حالات سے آگاہی رکھتا ہو حضرت مسیح موعود کے منجانب اللہ ہونے کا ایک ایسا زبردست ثبوت

ہے کہ جس کا کسی طرح انکار نہیں ہوسکتا۔

اس وقت تک اس پیش گوئی کے مختلف پہلو بڑی وضاحت کے ساتھ پورے ہورہے تھے اور اپنی صداقت کا اعتراف ہرایک صداقت شعار اور راستی پسند انسان سے کرارہے تھے۔لیکن ایک پہلو ایسا بھی تھا جس کے پورا ہونے کے متعلق فی الحال کوئی انسانی دماغ اور کوئی انسانی عقل امید نہیں رکھ سکتی تھی۔لیکن اب دنیا دیکھ چکی ہے کہ وہ پہلو بھی کس صفائی کے ساتھ پورا ہوا ہے۔وہ پیش گوئی جس میں موجودہ جنگ کا ہو بہو نقشہ کھینچا گیا ہے اور جس کے ایک ایک لفظ کی بڑی صفائی کے ساتھ واقعات نے تصدیق کر دی ہے یہ ہے:

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات و شہر اور مرغزار
آئے گا قہر خدا سے ملک پر اک انقلاب
(مرزا قادیانی نے لفظ خلق استعمال کیا ہے۔، ملک نہیں ۔ بہاء)
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
اک جھپک میں یہ زمین ہو جائے گی زیر و زبر
نالیاں خوں کی چلیں گی جیسے آب رود بار
رات جو رکھتے تھے پوشاکیں برنگ یاسمن
صبح کر دے گی انہیں مثل درختان چنار
ہوش اڑ جائیں گے انساں کے پرندوں کے حواس
بھولیں گے نغموں کو اپنے سب کبوتر اور ہزار
ہر مسافر پر وہ ساعت سخت ہے اور وہ گھڑی
راہ کو بھولیں گے ہو کر مست و بے خود راہوار
خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جنّ و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس وقت باحال زار

(مرزا نے لفظ: وقت نہیں ، گھڑی ، لکھا ہے ۔ بہا ء)

اک نمونہ قہر کا ہو گا وہ ربانی نشان
آسماں حملے کرے گا کھینچ کر اپنی کٹار
ہاں نہ کر جلدی سے انکار اے سفیہ نا شناس
اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار
وحی حق کی بات ہے ہو کر رہے گی بے خطا
کچھ دنوں کر صبر ہو کر متقی اور بردبار

یہ اشعار صاف اور واضح طور پر بتلا رہے ہیں کہ ان میں رونما ہونے والے واقعات کی جو خبر دی گئی ہے وہ کوئی خیالی یا شاعرانہ طریق سے نہیں بلکہ خدا تعالی کی کسی وحی اور الہام کے ماتحت پیش گوئی کے طور پر ہے اور وہ پیش گوئی کوئی معمولی نہیں بلکہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اس کے متعلق فرماتے ہیں:

اس پہ ہے میری سچائی کا سبھی دار و مدار

گویا اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر ہی آپ کی صداقت اور سچائی کا دار و مدار ہے۔ اس قدر اہمیت اور عظمت اس پیش گوئی کو کیوں دی گئی اور کیوں اس پر آپ کی سچائی کا سبھی دار و مدار رکھا گیا۔ اس لئے کہ اس پیش گوئی نے ایسے واضح اور کھلے طور پر پورا ہونا تھا کہ کسی کو بھی اس سے انکار کرنے کی گنجائش باقی نہ رہنی تھی اور نہ ہی کوئی حق پسند اور صداقت جو انسان اس کے صحیح اور درست ہونے میں شک لا سکتا تھا۔ چنانچہ اب جب کہ اس کے پورا ہونے کا وقت آ گیا تو دنیا نے دیکھ لیا کہ کس طرح حرف بحرف پوری ہو رہی ہے۔ ناظرین ان اشعار کے ایک ایک لفظ کو پڑھیں اور دیکھیں کہ واقعات کس صفائی سے ان کی تصدیق کر رہے ہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات شہر و مرغزار

یہ شعر ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو کہا گیا اور اسی زمانہ میں چھپ کر شائع ہو گیا۔ اب دیکھ لو کہ وہ آنے والا نشان آیا ہے یا نہیں۔ اور اگر آیا ہے تو اس سے دیہات اور شہر اور مرغزار گردش کھا گئے ہیں یا نہیں۔ اس بات کی تصدیق واقعات جنگ سے نہایت آسانی کے ساتھ ہو سکتی ہے۔ جاؤ جا کر یورپ میں دیکھ لو کہ ان ممالک میں جہاں نار حرب شعلہ زن ہے، دیہات و شہر اور مرغزار کی کیا حالت ہے۔ بے شمار ایسے دیہات اور شہر ہیں جہاں کی اینٹ سے اینٹ بجا دی گئی ہے۔ اور لا تعداد ایسے مرغزار (جنگل) ہیں جہاں راکھ کے ڈھیر

کے ڈھیر پڑے زبان حال سے اس شعر کی تصدیق کر رہے ہیں اور دیکھنے اور سننے والوں کے دل دہلا رہے ہیں۔ان تمام مقامات کو جانے دو جہاں تباہی اور ہلاکت نے اپنا دامن پھیلایا ہوا ہے، صرف ایک صوبہ کی حالت پر نظر کرو جو اخبار سیلون آبزرور مورخہ ۹ستمبر ۱۹۱۵ء میں اسکے ایک نامہ نگار نے اس طرح بیان کی کہ:

> ہم بلا کسی قسم کے مبالغہ کے کہہ سکتے ہیں کہ پولینڈ سارے کا سارا اور صوبجات بالٹک اور بعض دیگر روسی اضلاع جل کر خاک سیاہ ہو گئے ہیں تاریخ میں لکھا ہے کہ نپولین کے زمانہ میں شہر ماسکو جلا دیا گیا تھا مگر جو قربانی اس وقت روسیوں نے کی تھی اس کی نسبت موجودہ قربانی صدہا درجہ زیادہ ہے ....رات کے وقت دیہات وشہر اور جنگلات (مرغزار) کے جلنے سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔

ان الفاظ کو پڑھنے کے بعد کیا کسی کو حضرت مسیح موعود (مرزا) کے مندرجہ بالا مصرع کے لفظ لفظ کی تصدیق کئے بغیر چارہ ہے۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس سے بڑھ کر صفائی کے ساتھ کسی پیش گوئی کا پورا ہونا ممکن ہی نہیں۔آپ نے ۱۹۰۵ء میں دیہات اور شہر اور مرغزار کی تباہی کی خبر دی ہے جس کی تصدیق ایک نامہ نگار اپنی چشم دید شہادت کی بنا پر ۱۹۱۵ء میں دس سال بعد ان الفاظ میں کرتا ہے:

> رات کے وقت دیہات وشہر اور جنگلات (مرغزار) کے جلنے سے آسمان روشن ہو جاتا ہے۔

پس پیش گوئی کے پورا ہونے میں اس سے بڑھ کر صفائی اور وضاحت اور کیا ہوسکتی ہے۔ اسی پیش گوئی میں حضرت مسیح موعود کا ایک شعر ہے

خون سے مردوں کے کوہستان کے آب رواں
سرخ ہو جائیں گے جیسے ہو شراب انجبار

یہ شعر بھی جس وضاحت کے ساتھ پورا ہو رہا ہے اس سے کسی کو انکار نہیں ہوسکتا۔تاہم ایک روسی نامہ نگار ہنری سین نے جو نقشہ کھینچا ہے اس میں سے چند الفاظ ہم ذیل میں نقل کرتے ہیں:

> جنگ نے اپنے آہنی قدم سے پولینڈ کو کچل دیا ہے جو بہادر البرٹ (شاہ بلجیئم) کے ملک سے سات گنا بڑا ہے تلوار نے اس بدقسمت ملک کے دریاؤں کو خون سے بھر دیا ہے

کیا ان الفاظ کے پڑھنے کے بعد بھی کسی کو اس پیش گوئی کی صداقت میں شبہ ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔اسی طرح ہم اس پیش گوئی کے ہر ایک شعر کے مطابق موجودہ جنگ کے حالات و واقعات بتا سکتے ہیں لیکن ہمیں امید ہے کہ واقعات اس صفائی کے ساتھ رونما ہو رہے ہیں اور پیش گوئی کے ایک ایک لفظ پر ایسے منطبق ہو رہے ہیں کہ ان لوگوں کے علاوہ جو خود میدان جنگ میں مشغول پیکار ہیں ہر ایک وہ انسان بھی

جو جنگ کی اخبار پڑھتا یا سنتا ہے ان کی تصدیق کرنے پر آمادہ اور تیار ہوگا۔ اس لئے ہم ایسے لوگوں کی خدمت میں صرف اس قدر التماس کر دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ وہ حق اور صداقت کی خاطر جنگ کے واقعات اس پیش گوئی کو سامنے رکھ کر پڑھیں اور سچے دل سے اس کی تصدیق کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کے اس برگزیدہ انسان کو قبول کر لیں جس کی سچائی کا خدا تعالیٰ نے اس پیش گوئی کے پورا ہونے پر مدار رکھا تھا۔......

(الفضل قادیان ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۳۔۴)

ادھر مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کہتے ہیں:

....ابھی خدا تعالیٰ نے ایک تازہ نشان دکھایا ہے اس سے پتہ لگتا ہے کہ انبیاء کے کلام بھی کیسے عظیم الشان نشان ہوتے ہیں اور ان کی باتیں خواہ وہ الہام بھی نہ ہوں تو بھی جو انکی زبان اور قلم پر جاری ہو جاوے وہ خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے ایک نظم لکھی تھی اس میں نہایت درد ناک طریق سے موجودہ جنگ کا نقشہ کھینچتے ہوئے یہ بھی لکھا تھا کہ:

مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سب جن و انس
زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی با حال زار

زار، روس کا بادشاہ تھا۔ اس کے متعلق آپ نے بتایا تھا کہ وہ ایک سخت مصیبت میں مبتلا ہوگا۔ یہ پیش گوئی جس وقت کی گئی اسی وقت اس شعر پر کہ

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے لکھ دیا تھا کہ:

خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہو گا۔ بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ ممکن ہے یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو، جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانہ نے نہ دیکھی ہو، اور جانوروں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو اور لوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں تو اس صورت میں میں کاذب ٹھہروں گا۔

اس عبارت میں صاف طور پر آپ نے بتلایا ہے کہ یہ وحی کے ماتحت پیش گوئی ہے اگر چہ آپ نے وہ وحی نہیں بتلائی لیکن اس کی تفصیل ان اشعار میں نہایت واضح طور پر کر دی تھی جو حرف بحرف پوری ہو رہی ہے (الفضل ۔ ۲۷ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۸ مرزا محمود کا خطبہ جمعہ ۲۳ مارچ ۱۹۱۷ء)

الفضل قادیان ۲۸ ۔ اپریل ۱۹۱۷ء ، عذرات نامعقول صفحہ ۳۔۴ پر لکھا ہے:

....مولوی ثناء اللہ جس کا دن رات کا کام ہی یہی ہے کہ اپنی پوری طاقت اور ہمت سلسلہ احمدیہ کے خلاف صرف کر دے وہ اس کے خلاف ایک کالم سے زیادہ کچھ نہیں لکھ سکا حالانکہ وہ ہر اخبار میں کم از کم ایک دو صفحے ضرور ہمارے متعلق لکھنے کی کوشش کرتا ہے خواہ وہ کیسے ہی نامعقولیت سے پر کیوں نہ ہوں ۔ اور اس ایک کالم میں بھی جو کچھ اس نے لکھا ہے اس کا لب لباب اسی کے الفاظ میں یہ ہے کہ:

یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار

یہ شعر اور اس کے آگے پیچھے کے شعر صاف بتلا رہے ہیں کہ وہ وقت جس میں زار کی حالت کا یہ نقشہ دکھایا ہے وہ زلزلہ (بھونچال) کا ہوگا جو ابھی تک نہیں آیا اور زار اپنی زاریت کے عہدہ سے ہمیشہ کے لئے برطرف ہو گیا بلکہ روس میں ہمیشہ کے لئے یہ عہدہ معدوم ہو گیا ۔ اس سے اگر ثابت ہوتا ہے تو یہ کہ قادیانی نبی کی پیش گوئی غلط ہو گئی کیونکہ اس (زلزلہ) کے آنے سے پہلے ہی زار معدوم ہو گیا ۔

مطلب یہ کہ چونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے زلزلہ ، کے آنے کی پیش گوئی کی تھی جو ابھی تک نہیں آیا اس لئے گو: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار ، والی بات پوری ہو گئی ہے تو بھی پیش گوئی غلط ہو گئی ۔ گویا اگر ، زلزلہ ، کا لفظ نہ ہوتا تو مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھی اس کے پورا ہونے میں کوئی شک و شبہ نہ تھا ۔ لیکن چونکہ زلزلہ ابھی تک آیا نہیں جو زار کی حالت زار میں ہونے سے پہلے آنا چاہیے تھا اس لئے وہ اس پیش گوئی کو درست قرار دینے کے لئے تیار نہیں ۔

اس کے متعلق اب یہ دیکھنا ہے کہ کیا زلزلہ سے مراد بھونچال ہی ہوتا ہے یا کچھ اور بھی ۔ قرآن کریم سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ لڑائی اور جنگ کے لئے بھی استعمال کیا گیا ہے ۔ چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے هنا لك ابتلی المو منو ن و زلزلوا زلزا لاً شد یداً اس جگہ مومنوں کو آزمایا گیا اور بڑی سختی کے ساتھ ہلائے گئے ۔ یہ جنگ احزاب کے متعلق ہے ۔ اب کیا کوئی شخص جو قرآن کریم کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھتا

ہو یہ کہہ سکتا ہے کہ زلزلہ بھونچال ہی کو کہتے ہیں۔ اور باوجود اس عظیم الشان جنگ کو دیکھنے کے کہتا ہو کہ ابھی تک وہ زلزلہ نہیں آیا، جس کی خبر، قادیانی نبی، نے دی تھی۔ لیکن اگر یہ کہا جائے کہ وہ قرآن کریم کے سمجھنے سے ہی عاری ہے تو پھر کیا اس نے اسی شعر کے متعلق اسی صفحہ پر جہاں یہ شعر درج ہے حضرت مسیح موعود کا یہ نوٹ نہیں پڑھا کہ: خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بار بار لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جو نمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اس کو کہنا چاہیے جس کی طرف سورہ اذا زلزلت الارض زلزالھا اشارہ کرتی ہے لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی یقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہ ہو بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو جو قیامت کا نظارہ دکھلاوے جس کی نظیر کبھی اس زمانے نے نہ دیکھی ہو اور جانوروں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔،

اس عبارت کے ہوتے ہوئے زلزلہ سے مراد بھونچال لینا اگر دل اور کان اور آنکھوں پر پردہ پڑنا نہیں تو اور کیا ہے۔ اور کیا یہ اس بات کا ثبوت نہیں ہے کہ ایسا کہنے والے کے پاس سوائے ایک بیہودہ بات پیش کر دینے کے اور کوئی ایسی وجہ نہیں ہے جس سے زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار کے پورا ہونے کا انکار کر سکے

یہ اس شخص کا حال ہے جسکا دن رات کام ہی یہی ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے خلاف عوام الناس کو دھوکہ دینے اور غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کی کوشش کرتا رہے۔

اس کے علاوہ سراج الاخبار نے بھی یہی بات پیش کی ہے کہ اس پیش گوئی میں زلزلہ کی خبر دی ہے جو ابھی تک نہیں آیا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہے کہ:

موجودہ جنگ کی نسبت ان اشعار کو چسپاں کرنے سے زارروس کا حال زار بتانا گویا اتحادیوں کی کمزوری دکھانا ہے جنکے حلفاء میں سے زارروس بھی ہے حالانکہ برطانوی رعایا میں داخل ہوکر ایسا خیال کرنا حکومت وقت کی بدخواہی میں داخل ہے اور یہ تاویل کہ یہ زارروس کی شخصیت کے متعلق ہے سلطنت سے اس کا کوئی تعلق نہیں ہے، ایک بے ہودہ تاویل ہے کیونکہ اس صورت میں اس کو زار کے لقب سے تعبیر کرنا جائز نہیں ہوسکتا بلکہ نکولس ثانی سے تعبیر کرنا چاہیے تھا۔ زار کا لقب ساتھ رکھ کر اس کی حالت زار بتانا گویا سلطنت روس کی کمزوری بیان کرنا ہے جو واقعات اور ہمارے خیالات کے منافی ہے۔،

یہ بات جس قدر لغو اور بے ہودہ ہے اس کے متعلق ہمیں کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں...)

مرزا صاحب کا زار حال زار

اور بنگال کا حال پر ملال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مرزائیوں کی دونوں پارٹیوں کے اخبار مرزا صاحب قادیانی کی ایک جدید پیشگوئی پر بحث کر رہے ہے اور خوشیاں منا رہے ہیں کہ پوری ہوگئی۔ قادیانی پارٹی تو صرف زار روس کے متعلق ہی پیشگوئی نکالتی ہے مگر لاہوری پارٹی نے لگے ہاتھ بنگالہ کی دلجوئی کا تذکرہ بھی چھیڑ دیا ہے۔ چنانچہ ایک چورقہ اشتہار مرقومہ مولوی محمد علی صاحب رئیس لاہوری پارٹی شائع ہوا ہے جس میں ان دونوں پیشگوئیوں پر اظہار مسرت کر کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اور پیشگوئیوں پر بھی بڑی فراخدلی سے بحث کرنے کی اجازت دی ہے۔ اس لئے ہم بھی حسب منشاء مولوی محمد علی صاحب لاہوری اس اشتہار کا جواب دیتے ہیں۔

زار روس کے معزول ہونے کی نسبت جو پیشگوئی مرزا غلام احمد صاحب کی بیان کی جاتی ہے، ہمارا خیال ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو خود اس کا خیال نہ ہوگا کیوں کہ اون کے وہ اشعار جن میں یہ پیشگوئی درج ہے، اگر سب یکجا کر کے پڑھے جاویں تو مضمون اون کا بالکل صاف ہے۔

اشعار مذکورہ کے دکھانے سے پہلے ہم ایک علمی (لٹریری، ادبی) قاعدہ بتلانا چاہتے ہیں، جو مطول وغیرہ میں مذکور ہے۔

علماء فن بلاغت کہتے ہیں۔ کہ سارے قصیدے میں اگر نسبت زمانہ یا آسمان کی طرف ہو، مگر اخیر میں کہیں خدا کا نام آجائے تو سب نسبتیں مجازی ہوجاتی ہیں۔ مثلاً یہ قصیدہ جس کا پہلا شعر یہ ہے۔

اشاب الصغیر و افنی الکبیر
کر الغداۃ و مر العشی!

اس میں ساری نسبتیں غیر اللہ کی طرف ہیں۔ صاحب مطول لکھتا ہے۔ اگر اس کے اخیر میں یہ مصرعہ نہ ہوتا۔

وقیل الله للشمس اطلعی

تو یہ قصیدہ کسی دہریئے کا سمجھا جاتا ہے کیونکہ سب نسبتیں غیر اللہ کی طرف ہیں کہ زمانہ نے یہ کردیا، رات دن کی گردش نے یہ کیا وہ کیا۔ مگر چونکہ اس کے آخری مصرعہ میں شاعر نے خدا کا نام لیا ہے، اس سے اوسکی تمام نسبتیں جو غیر اللہ کی طرف تھیں مبدل ہوگئیں۔ یہ ہے کہ ایک ادبی، علمی اصول۔

اس کے مطابق ہم مرزا صاحب قادیانی کے اشعار کو جانچتے ہیں، تو ہمیں اون میں ایک شعر ایسا ملتا ہے جو اِس بات کا فیصلہ کرنے کو کافی ہے کہ مصنف کا اِن اشعار لکھنے سے کیا مقصود تھا۔ پس ناظرین اون اشعار کو غور سے سنیں۔

اِک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائینگے دیہات وشیر ومرغزار
آئیگا قہر خدا سے خلق پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیگی
کیا بشر اور کیا شجر اورکیا حجر اور کیا بحار
مضمحل ہوجائینگے اس خوف سے سب جن وانس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس گھڑی باحالِ زار

(براہین احمدیہ، حصہ پنجم، ص:۱۲۰)

ناظرین غور فرماویں کہ تیسرے شعر میں صاف زلزلہ کا لفظ ہے جسکو ہندی میں بھونچال کہتے ہیں۔ کیا دنیا میں ایسا بھونچال آیا ہے جسکا نقشہ ان اشعار میں دکھایا گیا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اسی نظم بلکہ اِسی تیسرے شعر پر جو حاشیہ لکھتے ہیں، وہ ہمارے اور مرزائیوں کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

''خدا تعالیٰ کی وحی میں زلزلہ کا بارہا لفظ ہے اور فرمایا کہ ایسا زلزلہ ہوگا جونمونہ قیامت ہوگا بلکہ قیامت کا زلزلہ اوسکو کہنا چاہئے۔ جس کی طرف سورہ اذا

زلزلت الارض زلزالها اشارہ کرتی ہے۔لیکن میں ابھی تک اس زلزلہ کے لفظ کو قطعی ویقین کے ساتھ ظاہر پر جما نہیں سکتا۔ممکن ہے کہ یہ معمولی زلزلہ نہو۔ بلکہ کوئی اور شدید آفت ہو۔ جو قیامت کا نظارہ دکھائے۔ جس کی نظیر کبھی اس زمانے نہ دیکھی ہو۔اور جانوں اور عمارتوں پر سخت تباہی آوے۔ ہاں اگر ایسا فوق العادت نشان ظاہر نہ ہو۔اورلوگ کھلے طور پر اپنی اصلاح بھی نہ کریں۔تو اس صورت میں میں کاذب ٹھیرونگا۔'' (حاشیہ صفحہ مذکور)

اِس عبارت کے دو حصے ہیں۔ اصل الہامی الفاظ اور مرزا صاحب قادیانی کا امکانی خیال ۔الہامی الفاظ کی بابت تو مرزا صاحب قادیانی بھی مانتے ہیں کہ ان میں زلزلہ (بھونچال) ہی مذکور ہے۔ باقی امکانی طور پر لکھتے ہیں کہ اور کوئی مصیبت بھی ہو تو ممکن ہے۔ اس لئے اب ہمیں اصول روایت کے مطابق اس اختلاف میں تطبیق دینا چاہیئے جو ہمارے اور مرزا صاحب قادیانی کا مسلمہ ہے۔

مرزا صاحب قادیانی کا اصول تھا کہ اصل موقع الہامی الفاظ حجت ہیں۔ میری اجتہادی تفسیر حجت یا دلیل نہیں ہوسکتی۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

''میرے الہام کے الفاظ پر غور کرنا چاہیئے اگر میں نے کسی اشتہار میں کوئی کلمہ اجتہادی طور پر لکھا ہو، اور اپنا خیال ظاہر کیا ہو تو وہ حجت نہیں ہوسکتا۔''

(تریاق القلوب حاشیہ،ص:۷۲)

مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ ملہم کے الہامی الفاظ سند ہوتے ہیں، اپنا خیال یا اجتہاد حجت نہیں ہوتا۔ یہی ٹھیک ہے۔ احادیث سے واقعات نبویہ بھی اسی کی تائید کرتی ہیں مگر ہمارے مرزائی دوست خاص کر لاہوری پارٹی باوجود معقول پسند کہلانے کے مرزا صاحب قادیانی کے اصلی الہامی الفاظ کو نہیں دیکھتے اور محض اجتہادی کلمات کو لیتے ہیں۔سو ایسے لوگوں کے حق میں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامی الفاظ کو چھوڑ کر اجتہادی کلمات کو لیتے ہیں، مرزا صاحب مندرجہ ذیل الفاظ میں فتویٰ لگاتے ہیں۔ فرماتے ہیں:''جو اس پر (یعنی اجتہادی کلمات لینے میں) ضد کروگے، تو تمہیں تمام نبیوں سے انکار کرنا پڑیگا۔ اور بجز مرتد اور دہریہ ہوجانے کے کہیں تمہارا ٹھکانہ نہ ہوگا۔'' (تریاق القلوب۔صفحہ مذکور)

مرزائی دوستو! مرزا جی کے الفاظ کو چھوڑ کر اور اجتہادی کلمات کو لے کر کیوں اون کے فتویٰ ارتداد اور دہریت کے نیچے آتے ہو۔ پس مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کا الہامی حصہ ہمارے ہاتھ میں ہے اور اجتہادی کلمات مرزائیوں کے پاس ہیں۔ پھر مرتد اور دہریہ کون ہوا۔

آپ ہی اپنے ذرہ جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کرینگے تو شکایت ہوگی

باقی رہی بنگال والی پیشگوئی سو اس کی تفصیل یہ ہے کہ جن دنوں تقسیم بنگالہ ہوئی تھی۔ تو بنگالیوں نے اس پر بہت شورش کی مرزا صاحب نے ہوا کا رُخ دیکھ کر ایک پیشگوئی شائع کی۔ جس کے الفاظ یہ تھے ''بنگالیوں کی دلجوئی کی جاویگی۔'' مرزا صاحب کے انتقال کے بعد دربار دہلی کے موقعہ پر تقسیم بنگالہ کی منسوخی کا اعلان ہوا تو مرزائی دوستوں نے مرزا صاحب کی اس پیشگوئی کو اس پر چسپاں کرنے کی کوشش کی۔ جس کا جواب اوسی زمانہ اہلحدیث میں مفصل دیا گیا تھا۔

آج مولوی محمد علی صاحب رئیس لاہوری پارٹی نے پھر یہ آواز اٹھائی ہے۔ مولوی صاحب کو اس کا ذکر کرتے ہوئے اپنا پچھلا حساب کتاب دیکھ لینا چاہیئے تھا کہ بنگالیوں کی دلجوئی والی پیشگوئی کو تقسیم بنگالہ کی منسوخی پر چسپاں کرنا گویا سابقہ تحریروں کو ردی کے ٹوکرے میں پھینکنا بلکہ اون سب کی تردید کرنا ہے۔

خدا کا شکر ہے ہمارے پاس مرزائی سامان کافی ہے، ورنہ خطرہ تھا کہ یہ لوگ مسلمانوں کو خدا جانے کیا کیا دھوکے دیتے۔ جن دنوں مولوی محمد علی خود قادیان میں رسالہ ''ریویو'' کے اڈیٹر تھے اونہی دنوں خود اڈیٹر کا لکھا ہوا مضمون چھپا تھا جو دراصل مرزا صاحب کا طرف سے ایک حکایت تھا۔ پس اوسے غور سے سنئے۔ لکھا ہے!

''۱۱-فروری ۱۹۰۶ء کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے خبر پا کر حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس امر کا اعلان کیا کہ اس حکم کے متعلق جو ہو چکا ہے۔ اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کریگی کہ جس سے بنگالیوں کی دلجوئی ہو۔ جس کا صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں۔ وہ دونوں پورے نہیں ہوگے بلکہ ایسا طریق اختیار کیا جائے گا۔ جس سے تقسیم

بنگالہ بھی منسوخ نہ ہوگی۔ اور اہل بنگال کی دلجوئی بھی ہو جائے۔ وہ یہ کہ سر فلر لفٹنٹ گورنر مشرقی بنگالہ کا استعفا منظور کیا گیا۔'' (ریویو ۱۹۰۶ء، ص:۳۴۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اور کوئی اِس مضمون پر لکھتا تو لکھتا، مولوی محمد علی صاحب کو اس پر لکھنا موزوں نہ تھا کیوں کہ اون کے اپنے رسالہ میں شائع ہو چکا ہے کہ بنگالیوں کی دلجوئی میں تقسیم بنگالہ منسوخ نہوگی بلکہ سر فلر کا استعفا منظور ہونا مراد ہے۔

رہی یہ بات کہ یہ تحریر اڈیٹر ریویو آف ریلی جنز کی ہے مرزا صاحب قادیانی کی نہیں۔ سو اس کا فیصلہ آسان ہے۔ مولوی محمد علی صاحب قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ مضمون قبل از طبع یا بعد طبع مرزا صاحب قادیانی کے انتقال تک اون کے گوش گذار نہیں ہوا۔ اور اگر ہوا تو اونہوں نے اوس کو ناپسند کیا۔

اِس حلفیہ بیان کے بعد ہم بھی اِس پر غور کرینگے اور جواب کی صورت دوسری پیش کریں گے۔ جو مرزا صاحب قادیانی کا پسندیدہ ہوگا۔ انشاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ رجب ۱۳۳۵ھ مطابق ۲۷۔ اپریل ۱۹۱۷ء ص:۳۔۴)

قادیان میں زار، حال زار

آج کل پنجاب میں قادیانی مذاکرہ کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کی اس پیش گوئی کا بہت چرچہ ہے جس میں ایک مصرع یہ ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

اس پیش گوئی کو مرزا صاحب قادیانی کی امت موجودہ جنگ اور موجودہ جنگ میں زار روس کی تخت سے معزولی پر چسپاں کر رہے ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ مرزائی امت کی دونوں پارٹیاں ایک دوسرے سے بڑھ کر اس کام میں حصہ لے رہی ہیں اور خوشیاں منا رہی ہیں۔ جو لوگ اس خیال میں ہیں کہ لاہوری پارٹی والے مرزائیت میں نرم ہیں، انہیں اس واقعہ پر غور کرنا چاہیے کہ اگر نرم ہوتے تو ایسے موقعہ پر خاموش رہتے۔ ان کی نرمی مرزائیت کے لحاظ سے نہیں بلکہ کسی اور وجہ سے ہے۔

خیر ہم تو ان دونوں پارٹیوں کو ان معنی سے شاباش کہتے ہیں کہ باوجود باہمی سخت اختلاف کے ایک مشترک کام میں ایک دوسرے سے بڑھ کر سبقت کر رہے ہیں۔ سارے مسلمان بھائیوں کو اس سے سبق حاصل کر کے مشترک کاموں میں ہمیشہ مل جانا چاہیے۔

قادیان اور لاہور کے اخباروں کے علاوہ دونوں پارٹیوں کے سرگروہوں کی طرف سے ٹریکٹ (چھوٹے چھوٹے رسالے) بھی شائع ہوئے ہیں جن میں بڑے زور سے دعوی شائع کئے گئے ہیں کہ ہمارے حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی یہ پیش گوئی بڑی صفائی سے پوری ہوئی۔

اخبار اہل حدیث امرتسر میں آج سے پہلے بھی متعدد دفعہ اس پر مضمون لکھے گئے ہیں جن میں کافی طور پر ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی موجودہ جنگ اور زار روس کے متعلق نہیں۔ مگر قادیانی مشن کی دونوں پارٹیاں اپنی عادت کے اخبار اہل حدیث کے اعتراضات کی طرف تو رخ نہیں کرتیں، اپنی ہی کہے جاتی ہیں۔ اس لئے آج ہم ذرہ تفصیل سے لکھتے ہیں۔

مرزا صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی سب سے پہلے ...اپریل ۱۹۰۵ء کو شائع ہوئی۔ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو مرزا صاحب نے اپنے ایک اشتہار مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء میں اس زلزلہ کو اپنا نشان بنایا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا۔ اس کے بعد آپ نے ایک اشتہار مورخہ ۲۰۔ اپریل کو شائع کیا جس کا نام تھا النّداء من وحی السّماء۔ یعنی زلزلہ عظیمہ کی نسبت بار دوم وحی۔، اس کے شروع میں لکھا:

> ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے ایک سخت زلزلہ کی خبر دی ہے جو نمونہ قیامت اور ہوش ربا ہوگا۔

پھر ایک اشتہار دیا جس کا نام ہے ، زلزلہ کی خبر بار سوم۔، اس کے شروع میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

> آج ۲۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پھر خدا تعالی نے مجھے دوسری مرتبہ زلزلہ شدیدہ کی نسبت اطلاع دی ہے..درحقیقت یہ سچ ہے اور بالکل سچ ہے کہ وہ زلزلہ اسی ملک پر آنے والا ہے جو پہلے کسی آنکھ نے نہیں دیکھا اور نہ کسی کان نے

سنا اور نہ کسی دل میں گذرا۔

یہ اقتباسات صاف بتلا رہے ہیں کہ وہ زلزلہ عظیمہ یہی ہے جس کو اردو میں بھونچال کہتے ہیں یہی مرزا صاحب اور ان کے الہام کنندہ کی مراد تھی۔

اسی مضمون کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب براہین احمدیہ حصہ پنجم میں بصورت نظم شائع کیا جس کے چند ابیات یہ ہیں

اک نشاں ہے آنے والا آج سے کچھ دن کے بعد
جس سے گردش کھائیں گے دیہات شہر و مرغزار
آئے گا قہر خدا سے ملک پر اک انقلاب
اک برہنہ سے نہ یہ ہوگا کہ تا باندھے ازار
یک بیک اک زلزلہ سے سخت جنبش کھائیں گے
کیا بشر اور کیا شجر اور کیا حجر اور کیا بحار
مضمحل ہو جائیں گے اس خوف سے سن جن و انس
زار بھی ہوگا تو ہوگا اوس وقت باحال زار

(براہین احمدیہ۔ جلد پنجم۔ ص ۱۲۰)

پہلے شعر میں جو لفظ: آج، ہے اس کے نیچے لکھا ہے،

تاریخ امروزہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۵ء۔،

اس سے ثابت ہوا کہ یہ پیش گوئی وہی ہے جو زلزلہ عظیمہ ۴۔اپریل ۱۹۰۵ء کے ارد گرد آپ نے کی تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی عادت مبارکہ تھی کہ اپنی الہامی پیش گوئیوں کو ادھر اودھر گھمایا کرتے تھے۔ اس لئے دانش مند لوگوں نے اعتراض کیا کہ یہ پیش گوئی گول مول ہے اس کو صاف کرنا چاہیے تا کہ اس کے وقوعہ پر کسی قسم کا اختلاف نہ ہو۔ جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

آپ خود سوچ لیں کہ یہ پیش گوئی گول مول کیسے ہوئی جب کہ صریح اس میں زلزلہ کا نام بھی موجود ہے، اور یہ بھی موجود ہے کہ اس میں ایک حصہ ملک کا نابود ہو جائے گا۔ اور یہ بھی موجود ہے کہ وہ میری زندگی میں آئے گا۔ اور

اس کے ساتھ یہ بھی پیش گوئی ہے کہ وہ ان کے لئے نمونہ قیامت ہوگا جن پر یہ زلزلہ آئیگا۔ اگر یہ گول مول ہے تو پھر کھلی کھلی پیش گوئی کس کو کہتے ہیں ۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم ۔ص ۹۰)

یہ اقتباس اپنا مضمون صاف بتلا رہا ہے کہ وہ زلزلہ موعودہ بھونچال ہوگا اور ہمارے ملک پنجاب میں ہوگا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ہوگا (بہت خوب) اسی مضمون کو اور واضح کرنے کے لئے مرزا صاحب قادیانی اسی کتاب کے صفحہ ۹۷ پر یوں رقم طراز ہیں :

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر غلط ہے جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں، اور میرے ہی ملک میں، اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی ۔،

یہ اقتباس بھی اپنا مضمون بتلانے میں صاف ہے ۔۴ ۔ اپریل ۱۹۰۵ء کا زلزلہ عظیمہ پنجاب میں بڑا دہشت ناک تھا اس کے بعد ہی مرزا صاحب نے ایک اور سخت زلزلہ کی پیش گوئی جڑ دی تو اخباروں میں مرزا صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو توجہ دلائی گئی کہ ان کی ایسی پیش گوئیوں سے لوگوں میں وحشت اور دہشت پیدا ہوتی ہے اس کے دفعیہ کے لئے مرزا صاحب قادیانی نے ایک مضمون لکھا جس کا نام ہے :

ضروری گذارش لائق توجہ گورنمنٹ ۔،

اس میں آپ نے اس الزام کا جواب دیا۔ انصاف سے ماننا پڑتا ہے کہ معقول جوابدیا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں :

جس آنے والے زلزلہ سے میں نے دوسروں کو ڈرایا اس سے پہلے میں آپ ڈرا، اور اب تک قریباً ایک ماہ سے میرے خیمے باغ میں لگے ہوئے ہیں ۔ میں واپس قادیان میں نہیں گیا کیونکہ مجھے معلوم نہیں کہ وہ وقت کب آنے والا ہے ۔ میں نے اپنے مریدوں کو بھی اپنے اشتہارات میں بار بار

یہی نصیحت کی کہ جس کی قدرت ہو اسے ضروری ہے کہ خیموں میں باہر جنگل میں رہے اور جو لوگ بے مقدرت ہیں وہ دعا کرتے رہیں کہ خدا ہمیں اس بلا سے بچاوے۔ پس میری نیک نیتی پر اس زیادہ گواہ کون ہوسکتا ہے کہ اسی خیال سے میں معہ اہل وعیال اور اپنی تمام جماعت کے جنگل میں پڑا ہوں اور جنگل کی گرمی کو برداشت کر رہا ہوں۔،

اس حوالہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ اس پیش گوئی سے مرزا صاحب قادیانی کی مراد یہی تھی کہ سخت بھونچال آئے گا جس سے مکانات گر جائیں گے اور تمام ملک برباد اور تباہ ہو جائے گا۔

اسی کی تائید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مندرجہ ذیل عبارت سے بھی ہوتی ہے آپ رسالہ الوصیت میں لکھتے ہیں:

(خدا نے) پھر فرمایا بھونچال آیا، اور شدت سے آیا، زمین تہ و بالا کر دی۔ یعنی ایک سخت زلزلہ آئے گا اور زمین کو یعنی زمین کے بعض حصوں کو زیر و زبر کر دے گا جیسا کہ لوط کے زمانہ میں ہوا۔(ص۱۴)

پھر ایک مقام پر اس زلزلہ عظیمہ موعودہ کا زمانہ بھی مقرر کرنے کو فرمایا:

خدا تعالی کا ایک الہام یہ بھی ہے۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار (یعنی موسم بہار) کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے غالبًا وہ صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، ص ۹۷)

ان سارے حوالہ جات سے ثابت ہوا کہ وہ زلزلہ عظیمہ جو کبھی کسی نے نہ دیکھا، نہ سنا، نہ کسی کے دل پر گذرا جس کی شان اور کیفیت یہ ہوگی:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

وہ واقعی بھونچال ہوگا اور اسی ملک پنجاب میں ہوگا اور مرزا صاحب قادیانی کی تصدیق کے لئے ان کی زندگی میں ہوگا۔

اب ہم بتلاتے ہیں کہ یہ پیش گوئی کوئی قابل خوف و ہراس نہیں کیونکہ یہ زلزلہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ہو چکا ہے جس کو مرزا صاحب نے بھی مان

لیا تھا کہ ہاں یہی ہے۔غور سے سنئے :

۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے قریب ایک زلزلہ آیا تھا جس میں ایک قسم کی ضرب اور گونج بھی تھی جس سے معمولی نیند والے بیدار بھی ہو گئے ہو نگے ۔ غرض وہ ایسا تھا کہ آج کسی کو شائد یاد بھی نہ ہو۔مرزا صاحب نے کمال دوراندیشی سے سوچا کہ آئندہ کو خدا جانے اتنا بھی نہ ہو، اس لئے اسی پر فیصلہ کرنا مناسب ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک اشتہار دیا جس کی سرخی تھی ، زلزلہ کی پیش گوئی ، اس کے شروع میں لکھا:

> اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا ۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خداتعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا ، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی ۔ سو الحمد للہ والمنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔۲ مارچ ۱۹۰۶ء

یہ اقتباس بھی صاف بتلاتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا موعودہ زلزلہ عظیمہ جس کی بابت یہ مصرع تھا:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

یہ اونہی کی زندگی میں ہوگا۔ اب اس کا انتظار یا خوف کرنا ، یا کسی اور واقعہ پر اس کو چسپاں کرنا خود مرزا صاحب قادیانی کے منشاء کے خلاف ہے۔ ہاں یہ امر بے شک قابل غور ہے کہ ایسا زلزلہ عظیمہ شدیدہ ہائلہ وغیرہ وغیرہ ایک معمولی زلزلہ کی صورت میں کیوں نمودار ہوا جس کی بابت یہ کہنا چاہیے کہ :کوہ کندن وکاہ برآوردن

سو اس کا جواب بہت آسان ہے کہ یہ بھی مرزا صاحب قادیانی کی برکت ہے کہ اتنا بڑا عذاب ایک جھٹکے میں دنیا سے ٹل گیا:

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

نوٹ : جن لوگوں کو قادیانی مباحث کا مذاق ہے اور وہ اس پیش گوئی کے متعلق قادیانی تحریروں سے لوگوں کو غلطی میں گرنے کا خطرہ محسوس کریں تو وہ اس مضمون کو اشتہار کی صورت میں چھاپ کر اجر عظیم کے مستحق ہوں۔ شکر اللہ سعیهم

(اہلحدیث امرتسر ۲۹ جون ـ ۶ جولائی ۱۹۱۷ء ـ ۸ـ۱۵ رمضان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۴ـ۳۵ـ ص ۶ـ۷)

زار حالت زار

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹ جون ۱۹۱۷ء میں ہم نے ایک مضمون لکھا تھا جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی پر مفصل بحث کی گئی ہے جس میں ایک مصرع یہ ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

بحوالہ جات مرزا صاحب قادیانی، ہم نے ثابت کر دیا تھا کہ جس پیش گوئی پر زور دیا جاتا ہے اس سے مراد بھونچال ہے اور مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے سامنے آنے والا تھا۔ بلکہ بحوالہ مرزا صاحب قادیانی وہ (بھونچال) آ بھی چکا۔

اس مضمون میں ہم نے کسی قسم کے دھوکے یا فریب یا غلط بیانی سے کام نہیں لیا، بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے اصلی الفاظ سامنے رکھے تھے جیسی ہماری عادت ہے۔ کیونکہ ہمارا خیال ہے جس کا ثبوت بھی ہم رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے کسی بیرونی دلیل نہیں ضرورت نہیں خود ان کی تحریرات ہی کافی ہیں۔

اس مضمون کا جواب قادیانی اخباروں نے کچھ نہ دیا (شائد سوچتے ہوں) (اس مضمون کے لکھنے کے بعد الفضل قادیان ۳۱ جولائی کو پہنچا جس میں جواب ہے جس کا جواب الجواب آئندہ دیا جائے گا۔ انشاء اللہ۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) لاہوری بہادر پیغام صلح آ گے آیا۔ اس نے پہلے تو حسب عادت ہم کو پانی پی پی کر کوسا۔ خیر اس میں تو ہم ان کو معذور جانتے ہیں کیونکہ جس نبی کے وہ امتی ہیں اس کی سنت یہی ہے کہ وہ مخالفوں کے جواب سے جب تنگ آتا تھا تو کوسنے لگ جاتا تھا۔ اور زبان فیض ترجمان سے اور قلم فیض رقم سے ان کے یہ نکلا کرتا تھا: اے بدذات فرقہ مولویاں (انجام آتھم۔ ص ۲۱)

اس لئے کوئی امتی اپنے نبی کی سنت پر عمل کرے تو ہمیں اس پر گلہ کرنے کی کیا ضرورت، مگر وہ یہ جان لیں

دشنام بمذھبے کہ طاعت باشد
مذہب معلوم و اہل مذہب معلوم

الحمدللہ! پیغام صلح نے ہمارے مضمون کو بالاختصار چار فقروں میں نقل کیا ہے چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں۔

۱۔ پیش گوئی میں زلزلہ عظیم کا ذکر ہے اور وہ زلزلہ عظیم وہی ہے جس کو اردو میں بھونچال کہتے ہیں یہی مرزا صاحب اوران کے الہام کنندہ کی مراد تھی۔

۲۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس کے متعلق لکھا ہے کہ یہ زلزلہ عظیم ان کی زندگی میں آئے گا۔

۳۔ آپ نے یہ بھی بتایا کہ وہ پیش گوئی میری (زندگی میں) میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔

۴۔ خود حضرت مسیح موعود نے اس زلزلہ عظیم کو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء والا زلزلہ قرار دیکر اپنی پیش گوئی کے پورا ہونے کا اپنی زندگی ہی میں اعلان کر دیا۔

(پیغام صلح لاہور ۱۵ جولائی۔ص ۵ کالم ۱)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بے شک ہمارے مضمون کے یہی چار حصے ہیں۔ان کے جواب میں جو پیغام صلح نے لکھا ہے، اس کے صرف دو حصے ہیں۔

۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حصر نہیں کیا تھا کہ اس پیش گوئی سے مراد صرف بھونچال ہے بلکہ ممکن ہے کچھ اور آفت بھی ہو۔

۲۔ پیش گوئی کی پوری ماہیت قبل از وقوع کسی کی سمجھ میں نہیں آ سکتی۔ ہر ایک نبی نے سمجھنے میں غلطی کھائی ہے۔ ہاں جب پیش گوئی وقوع پذیر ہو جائے تو وہی اس کی حقیقت ہوتی ہے۔چنانچہ زار کی حالت زار نے پیش گوئی کی اصلیت کھول دی۔

مولانا امرتسری لکھتے ہیں: بہت خوب! ہمیں منظور اور تصدیق۔اب ہم اسی مضمون کی تائید میں ایک حوالہ نقل کرتے ہیں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ملہم سے زیادہ کوئی الہام کے معنی نہیں سمجھ سکتا اور نہ ہی کسی کا حق ہے جو اس کے مخالف کہے۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۷)

یہ ہم اپنے سابقہ مضمون میں بحوالجات مرزا صاحب صاف الفاظ میں بتلا چکے ہیں کہ اس پیش گوئی سے مراد زلزلہ ہے اور وہ زلزلہ موعودہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی شب کو

آچکا ہے۔اب ایک طرف صاحب الہام مرزا صاحب کی شہادت ہے، دوسری طرف اڈیٹر پیغام صلح یا ان کے کسی سرگروہ کی۔ ارباب دانش فیصلہ کر سکتے ہیں کہ ان دونوں شہادتوں میں سے کس کی شہادت پر فیصلہ ہونا چاہیے۔

مختصر یہ کہ، زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار، والی پیش گوئی ایک زلزلہ یعنی بھونچال کے متعلق تھی جو بقول مرزا صاحب پنجاب میں آنے والا تھا، جو بقول مدعی الہام ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا۔ اس کو زار کی حالت زار سے کوئی تعلق نہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شہادت کے مقابلہ میں کسی امتی کا حق نہیں کہ مخالف شہادت دے۔ دے گا تو مرزا صاحب قادیانی کی امت سے خارج ہوگا۔ بس اس بات کو سمجھ کر لب کشائی کرو:

عالم بمنت یک طرف آن شوخ تنہا یک طرف

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔ اگست ۱۹۱۷ء۔ ۲۱ شوال ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۰ ص ۵۔۶)

زار کا حال زار

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہمارے ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک زلزلہ کی بابت پیش گوئی کی ہوئی ہے جس کو ان کی امت آج کل موجودہ جنگ پر لگاتی ہے۔ اس میں ایک مصرعہ یہ ہے:

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

اس مصرعہ کو زار روس کی تخت سے معزولی پر لگایا جاتا ہے۔ اس پیش گوئی کے متعلق ہم نے کئی ایک دفعہ مفصل لکھا۔ خصوصاً ۶ جولائی ۱۹۱۷ء کے پرچہ میں اس کی ایسی تفصیل دکھائی کہ مرزائی کیمپ میں سخت بے چینی پیدا ہوگئی۔ جس طرح ایک ڈاکٹر یا طبیب کسی مرکب دوا کے اجزاء کو بطریق علم کیمسٹری (کیمیا) الگ الگ کر کے سب کی تاثیرات دکھا دیتا ہے، اسی طرح ہمیں خدا نے قادیانی مشن کے متعلق یہ ملکہ عطا کیا ہوا ہے کہ ہم ان کی پیش گوئیوں کے تار تار الگ کر کے دکھا دیتے ہیں۔ چنانچہ ۶ جولائی (۱۵ رمضان) کے پرچہ میں ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی اس پیش گوئی (زار بھی ہوگا

تو ہوگا اس گھڑی با حال زار) کے اجزا الگ الگ کر کے رکھ دیئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ضرورتِ جواب الجواب درج ذیل ہے:

۱: یہ پیش گوئی زلزلہ کے متعلق ہےاور زلزلہ سے مراد بھونچال ہے۔

۲: یہ پیش گوئی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں اوران کے ملک (پنجاب) ہی میں آنے کا وعدہ تھا۔

۳: یہ پیش گوئی بصورت بھونچال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو واقع ہو چکی ہے۔

ان تینوں اجزاء کو کھول کھول کر ہم نے بحوالہ جات مرزا غلام احمد صاحب صاف کر کے ایسا دکھا دیا تھا کہ اس مضمون سے اپنی تصدیق کی گویا آواز آتی تھی۔

دونوں مرزائی اخباروں (پیغام صلح لاہور، اور الفضل قادیان) نے مجبوراً اس پر توجہ کی اور جواب دیئے۔ مگر سچ تو یہ ہے کہ جواب نہ دنیا، بہ نسبت دینے کو، انہیں اور قادیانی مشن کو بہت مفید ہوتا۔ جواب دے کر انہوں نے جو اپنی بے بسی دکھائی ہے وہ نہ دینے کی صورت میں مخفی رہتی۔

ہم اپنی عادت میں مجبور ہیں کہ ہم کوئی دعوی ایسا نہ کریں گے جس پر جناب مرزا صاحب قادیانی کے اقوال سے سند نہ لاویں۔ اس لئے ہم اپنے دعوے کے اجزاء ثلاثہ پر علاوہ سابقہ بحث کے آج نئے سرے سے بحث کرتے ہیں۔

اس وقت ہمارا روئے سخن الفضل مورخہ ۳۱ جولائی ۱۹۱۷ء کی طرف ہے جس میں ایک مضمون بقاپوری نامہ نگار کا نکلا ہے۔ پہلے ہم اس مضمون کا خلاصہ سناتے ہیں۔

بقاپوری نامہ نگار نے حسب اتباع سنت مرزا ہم پر بہت سے ذاتی حملے کر کے جو کچھ لکھا ہے اسکے اجزاء مندرجہ ذیل ہیں:

۱: مرزا صاحب کی پیش گوئی میں زلزلہ سے مراد موجودہ جنگ ہے۔

۲: ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ والے اشتہار سے مولوی ثناء اللہ امرتسری نے پوری عبارت نقل نہیں کی۔

ہمارے خیال میں جو شخص ہمارے مضمون مندرجہ اہل حدیث ۶ جولائی ۱۹۱۷ء کو اور اس جواب کو یعنی دونوں کو ایک وقت میں پڑھے گا (بشرط انصاف) وہ کبھی

اس مضمون کو اسکا جواب نہیں کہے گا۔ باوجود اس کے نامہ نگار مذکور کو دعویٰ ہے کہ اس نے مکمل جواب دے دیا ہے۔ اس لئے ہم اس کی حقیقت کھولتے ہیں۔

ہم کہہ چکے ہیں کہ مرزائی مباحث کے متعلق ہمارا اصول ہے کہ ہم مرزا صاحب ہی کی اقوال سے ان کی تردید یا بالفاظ دیگر تشریح کیا کرتے ہیں، کسی بیرونی دلیل کی ہم کو حاجت نہیں ہوتی۔ اس لئے ہم اپنے منصب کے لحاظ سے کسی بیرونی کلام کی طرف توجہ نہ کریں تو حق بجانب ہیں۔ لیکن اس خیال سے کہ مرزائی یہ نہ کہیں کہ ہم قرآن پڑھتے ہیں اور آپ مرزا قادیانی کے اقوال پیش کرتے ہیں، ہمارے قرآن کا جواب کیوں نہیں دیتے، اس لئے آج ہم ان کی قرآن دانی کا ذکر بھی قدرے کریں گے۔ ہم نے اپنے مضمون کے پہلے جزو (زلزلہ سے مراد بھونچال ہے) کے ثبوت میں مرزا صاحب قادیانی کا قول ان کے رسالہ الوصیت سے نقل کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

> خدا نے فرمایا، بھونچال آیا اور شدت سے آیا، زمین تہ و بالا کر دی یعنی ایک سخت زلزلہ آئے گا۔ (ص۱۴)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خدا کے فرمودہ کو بھونچال کے لفظ سے بتلایا ہے پھر اس کی تشریح زلزلہ سے کی ہے جس سے معلوم ہوا کہ زلزلہ اور بھونچال ایک ہی چیز ہے اور بھونچال کا آنا ہی مراد ہے۔

حیرت انگیز چالا کی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس صاف اور صریح عبارت کا تو کچھ جواب نہ دیا اور نہ دے سکتے ہیں، جو ان کو دینا چاہیے۔ برخلاف اس کے کہتے ہیں، قرآن سے ثابت ہے کہ زلزلہ سے مراد جنگ ہوتا ہے چنانچہ آیت ہے: زلزلوا زلزالاً شدیداً، جو جنگ خندق کے متعلق ہے۔

اس آیت میں (بقول ان کے) ذکر ہے کہ مسلمان جنگ میں مبتلا ہوئے۔

حالانکہ اس میں ان کی دو غلطیاں ہیں۔

۱۔ ایک تو یہ کہ آیت میں جنگ مراد نہیں، بلکہ بے چینی اور اضطراب ہے جو تکلیف میں ہوا کرتا ہے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ اس موقع پر مسلمانوں اور کافروں کے مابین جنگی کاروائی بالکل معمولی ہوئی۔ چند روز کفار ٹھہر کر خود بخود بھاگ گئے تھے۔ قرآن مجید کو غور سے پڑھو جہاں اس واقعہ کا ذکر ہے

و ردّ الله الذین کفروا بغیظھم لم ینا لوا خیراء وکفی الله المؤ منین القتال۔ و کا ن الله قو یاً عز یزاً (الا حزاب : ۲۵)

(یعنی خدا نے کافروں کو نا کام واپس کیا اور مسلمانوں کو جنگ کی تکلیف سے بچالیا)۔

قر آن مجید تو جنگ کی نفی کر تا ہے، مگر مرزائی جماعت اس لفظ زلزلوا کے معنی ہی جنگ کر تے ہیں۔ یاللعجب

۲۔ دوسری غلطی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قا دیانی پیش گو ئی اردو میں ہے، اس لئے اردو زبان میں دیکھنا چاہیے کہ زلزلہ کبھی جنگ پر بولا جا تا ہے؟

اگر دعوی ہے تو لا ؤ کو ئی مثال بتلا ؤ۔ کس قدر تعصب یا بے سمجھی ہے کہ اردو کے الفاظ کو عربی استعمال (وہ بھی اپنے مزعومہ) کی طرف لے جاتے ہیں حالانکہ بہت سے عربی الفاظ اردو میں خاص صورت اور معنی اختیار کر لیتے ہیں۔ مثلاً عزیز کا لفظ ہے جس کے معنی عربی میں غالب کے ہیں، لیکن اردو میں اس کے معنی پیارے کے ہیں، یا غریب کا لفظ ہے۔ اردو میں اس کے معنی مفلس کے ہیں، حالانکہ عربی میں اس کے معنی مسافر کے ہیں۔ علی ہذا القیاس اور بھی کئی ایک مثالیں ہیں۔ جب یہ فرق ہے تو مدعی کا فرض ہے کہ زلزلہ کے معنی اردو استعمال میں جنگ کے بتلا وے ودونہ خرط القتاد

مختصر یہ کہ ہم نے اپنا دعوی کہ اس پیش گو ئی میں زلزلہ سے مراد بھونچال ہے اردو استعمال کے علاوہ خود مرزا غلام احمد صاحب کی صاف عبارت سے ثابت کر دیا ہے جس کا جواب بقا پوری نامہ نگار نے نہیں دیا، حالانکہ ان کا فرض تھا۔

ہمارے مضمون کا دوسرا جزو یہ تھا کہ (بقول مرزا غلام احمد قادیانی) یہ پیش گو ئی ان کے ملک میں اور ان کی زندگی میں آنے کا وعدہ تھا، حالانکہ موجودہ جنگ مرزا صاحب قادیانی کے بعد شروع ہو ئی ہے۔ اس دعوی پر ہم نے مرزا صاحب کی تصنیف ضمیمہ براہین احمد یہ حصہ پنجم صفحہ ۹۷ کی عبارت سے دیا تھا جس کے الفاظ پھر دہرائے جاتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گو ئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کو ئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سرا سر کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ بار بار وحی الٰہی

نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کیلئے ظہور میں آئے گی۔

اس اقتباس سے مرزا صاحب قادیانی کی موعودہ پیش گوئی کی حقیقت عیاں ہے کہ وہ ان کی زندگی میں ان کے ملک (پنجاب) میں ظہور پذیر ہوگی۔

افسوس ہے بقاپوری نامہ نگار مذکور نے اس کا کچھ جواب نہیں دیا حالانکہ ان کا فرض تھا

ہمارے بیان کا تیسرا جزو یہ تھا کہ یہ زلزلہ موعودہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں ۲۸ فروی ۱۹۰۶ء کو ہو چکا ہے۔ چنانچہ ان کے ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کے قادیانی اشتہار سے ہم نے یہ دعوی ثابت کیا تھا جس کی عبارت یہ ہے:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی بابت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا،

پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

سوالحمدللہ والمنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔

یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ جس زلزلہ کی بابت بہاری الہام ہے یعنی یہ فقرہ، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔، ۲۸ فروری والا زلزلہ وہی تھا۔

رہا یہ امر کہ بہاری الہام کس زلزلہ کی بابت ہے، سو اس کی تحقیق کے لئے ہم نے مندرجہ ذیل عبارت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نقل کی تھی۔ آپ زلزلہ موعودہ کا ذکر فرما کر لکھتے ہیں کہ وہ میری ہی زندگی میں آئے گا۔ نیچے حاشیہ میں مندرجہ ذیل نوٹ بھی لکھتے ہیں:

خدا تعالی کا الہام ایک یہ بھی ہے، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار (موجودہ جنگ موسم بہار میں شروع نہیں ہوئی بلکہ ۳۱ جولائی کو ہوئی تھی جو سخت گرمی کا موسم ہے حالانکہ موعودہ زلزلہ بہار میں آنا چاہیے تھا۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) کے دن ہوں گے اور جیسا کہ بعض الہامات سے سمجھا جاتا ہے وہ صبح کا وقت ہوگا یا اس کے قریب۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ۔ج ۵۔ص ۹۷)

اس اقتباس سے دو امر ثابت ہوتے ہیں۔ایک یہ کہ زلزلہ موعودہ بہار کے موسم میں آئے گا۔ دوم، اس کے آنے کا وقت صبح کا ہوگا۔

اس سے ساری بحث کا خاتمہ ہو جاتا ہے کیونکہ موجودہ جنگ کا سارا زمانہ دیکھیں تو کئی سال ہے ۔شروع زمانہ دیکھیں، تو اخیر جولائی ہے جو کسی طرح اور کسی ملک میں بہار کا موسم نہیں۔

ہمارے دعوی کے ثبوت کے لئے عبارت مرقومہ کافی ہے، مگر معترض کہتے ہیں تم نے عبارت میں خیانت کی ہے کیونکہ جس اشتہار (۲ مارچ والے) سے یہ عبارت نقل کی ہے اس میں اور کچھ بھی لکھا ہے جس کو انہی کے الفاظ میں ہم اپنے ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔مگر ہم چاہتے ہیں کہ ناظرین کی مزید آگاہی کیلئے اپنی منقولہ اور ان کی نقل کردہ مع زائد حصہ کے مسلسل ایک جا اصلی شکل میں دکھا دیں۔آپ کا جو ہم پر خیانت کا الزام ہے اس کی تحقیق بھی ہو جائے۔تا سیہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ا: اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا تھا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالی نے اپنی وحی میں فرمایا تھا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

چنانچہ میں نے یہ پیش گوئی رسالہ الوصیت کے صفحہ ۳، ۴، ۱۴ میں اور نیز اپنے اشتہارات اور اخبار الحکم اور بدر میں شائع کر دی تھی سو الحمد للہ والمنۃ کہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔

۲۔لیکن آج یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو صبح کے وقت پھر خدا نے یہ وحی میرے پر نازل کی جس کے الفاظ یہ ہیں:

زلزلہ آنے کو ہے، اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے، اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا کیونکہ جیسا کہ میں نے رسالہ الوصیت کے صفحہ ۳۔۴ میں قبل از وقت لکھا تھا صرف ایک زلزلہ کی پیش گوئی نہیں بلکہ کئی زلزلوں کی نسبت خدا نے مجھے اطلاع دی تھی،۔

۳۔سو یہ وہ زلزلہ تھا جسکا موسم بہار میں آنا خدا تعالی کی وحی کے مطابق ضروری تھا سوآ گیا اور ممکن ہے کہ موعودہ زلزلہ قیامت کا نمونہ بھی موسم بہار ہی میں آوے۔

اس عبارت میں ہم نے جونمبر لگائے ہیں وہ اس غرض سے ہیں کہ پہلے نمبر کی عبارت ہم نے سابقہ مضمون میں نقل کی تھی ،دوسرے کی نامہ نگار نے نقل کی ہے، تیسرے کی اب زیادہ ہم نے ملائی ہے،تا کہ ناظرین کو اشتہار مذکور کا مطلب بخوبی ذہن نشین ہو جائے۔

یہ عبارت صاف کہہ رہی ہے کہ جس زلزلہ کی بابت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بہاری الہام ہوا تھا جس کی بابت ۱۵۔اپریل ۱۹۰۵ء والی پیش گوئی ہے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۵ء کو ہوا تھا ، وہ تو یقیناً ۲۸ فروری کو آ چکا اور جس الہام کی تاریخ یکم مارچ ۱۹۰۶ء ہے وہ آئندہ کوآنے والا ہے۔

پس اب دونوں عبارتوں کا مطلب صاف ہے۔چنانچہ منقولہ عبارت کا نمبر سوم ہمارے مدعا کو صاف ثابت کرتا ہے کیونکہ اس میں مرزا غلام احمد صاحب کے یہ الفاظ صاف ہیں کہ:

جس کا موسم بہار میں آنا ضروری تھا سوآ گیا۔،

باقی رہا یکم مارچ والا آئندہ زلزلہ سو جب وہ آئے گا دیکھا جائے گا کہ،کوہ کندن وکاہ برآوردن ، سے زیادہ ہوتا ہے یا کم۔

مختصر یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کا موعودہ زلزلہ جس کی بابت لکھا ہے: زار بھی ہو گا تو ہو گا اس گھڑی با حال زار ، یہ زلزلہ بصورت بھونچال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں آنا تھا جو (بقول مرزا قادیانی) ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کوآ گیا ۔ اس کو موجودہ جنگ پر لگانا ،نہ صرف انصاف کے خلاف ہے بلکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات اورعبارات کے بھی مخالف ہے۔

باوجود اس تشریح کے بقاپوری نامہ نگار یا کسی اور مرزائی کو مزید تحقیق کرنا منظور ہو،تو وہ ہم سے بالمشافہ بھی تقریری گفتگو کر سکتے ہیں۔ بیشک جب چاہیں دفتر اہلحدیث میں ایک روز قبل اطلاع دے کرآ سکتے ہیں۔ہم ایک روز میں دو گھنٹے ان کی

نذر کرنے کو تیار ہیں۔

بقا پوری نامہ نگار نے بطور فخر کے لکھا ہے کہ مولوی محمد عالم صاحب مدرس اسلامیہ سکول امرتسر نے اس پیش گوئی کی تصدیق کی ہے۔ مولوی صاحب موصوف نے جب یہ عبارت دیکھی تو انہوں نے ہم کو ایک خط لکھا:

مجھے افسوس ہے کہ الفضل میں میری تحریر شائع کرنے میں صرف بے اعتنائی اور مطلب پرستی سے ہی کام نہیں لیا گیا، نہ ہی دور اندیشی کی گئی ہے کہ آخر اس تحریر کا اصل مدعا کیا ہوگا بلکہ غضب یہ ڈھایا ہے کہ میری پوری تحریر لفظ بلفظ نقل نہیں کی، نہ ہی اس کے سارے فقرے نقل کئے ہیں

جعلوا القرآن عضين

مطلب کے فقرے اٹھا لئے اصل فقرے پھینک دیئے

تبدوا وراء ظهورکم۔

اس الزام کی صفائی کرنا بھی نامہ نگار صاحب کا فرض ہے۔ سچ ہے:

میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۷۔ اگست ۱۹۱۷ء مطابق ۲۸ شوال ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۱۔ ص ۳۔۵)

لاہور میں زار کا حال زار

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا صاحب قادیانی نے زار کی بابت پیش گوئی کیا کی، قادیانی امت کو لینے کے دینے پڑ گئے۔ پہلے تو وہ بڑی خوشی سے پھیلاتے تھے کہ دیکھو زار روس کی بابت جو پیش گوئی کی تھی کیسی سچی نکلی۔ مگر جب اخبار اہل حدیث امرتسر نے علم کیمسٹری (کیمیائی) سے اس پیش گوئی کے اجزاء الگ الگ کر کے سامنے رکھ دیئے تو قادیانی کیمپ پر پریشانی چھا رہی ہے۔ کوئی سراسیمہ ہو کر مشرق کو جاتا ہے، تو کوئی مغرب کو۔ بات منہ سے نکل چکی ہے اب وہ بنتی نہیں۔ بنے بھی کیسے اور کس کے سامنے؟ جس کو لوگ فاتح قادیان کہتے ہیں:

زبان خلق کو نقارہ خدا سمجھو

لاہوری اخبار پیغام صلح کا جواب اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۰۔اگست میں دیا گیا تھا اس کے بعد قادیانی الفضل آگے ہوا۔اس پر بھی ایک کاری حربہ رسید ہوا، تو اتنے میں اسکا لاہوری برادر پیغام صلح پھر آیا، تاکہ اپنے قادیانی برادر کو مدد دے۔خیر

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں ہم نے لکھا ہے کہ ہمارے مضمون مندرجہ پرچہ ۶ جولائی کے تین حصے تھے:

۱۔مرزائی پیش گوئی میں جو زلزلہ ہے اس سے مراد بھونچال ہے۔
۲۔یہ بھونچال مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے ملک میں آنے والا تھا۔
۳۔یہ بھونچال ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا۔

لاہوری بہادر (اخبار پیغام صلح) کے ساتھ ۱۰۔اگست کے پرچہ (اہل حدیث امرتسر) میں پہلے دونمبروں کے متعلق گفتگو ہو چکی ہے آج تیسرے کی باری ہے کہ یہ بھونچال ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا ہے۔

پیغام صلح لاہور نے اس حصہ کے متعلق بہت بڑا لمبا چوڑا مضمون لکھا ہے جو سارا ہی مزیدار ہے۔میرا خیال ہے کہ وہ مضمون ایسا دلچسپ ہے کہ اہل حدیث امرتسر کو اس کے جواب دینے کی ضرورت نہیں۔سچ تو یہ ہے کہ اہل حدیث بھی باوجود قادر الکلامی کے ایسی ان کی بے بسی نہیں دکھا سکتا۔

میں سچ کہتا ہوں کہ پیغام صلح کے مضمون سے مجھے ایک خاص لذت حاصل ہوتی ہے۔اس لئے میں چاہتا ہوں کہ ناظرین بھی اس لذت میں شریک ہوں۔لہذا میں اس کو سارا نقل کر کے ناظرین سے سفارش کرتا ہوں کہ اس کو بغور پڑھیں اور لطف پائیں۔پیغام لکھتا ہے:

> چوتھا اور آخری اعتراض مولوی ثناء اللہ نے کیا وہ یہ ہے کہ جس زلزلہ کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو کی تھی (۹۔اپریل تاریخ نہیں، ۱۵۔اپریل تھی۔ناظرین یہ تاریخ ۹۔اپریل ۱۹۰۵ء یاد رکھئے۔اڈیٹر اہلحدیث) اس کے متعلق آپ خود ہی اپنی زندگی میں فیصلہ کر چکے ہیں کہ وہی زلزلہ تھا جو ۲۸

فروری ۱۹۰۶ء کو آیا۔ چنانچہ آپ اپنے اشتہار مجریہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء میں تحریر فرماتے ہیں:

اے عزیزو! آپ نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا۔ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی سو الحمد للہ و المنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔،

حضرت اقدس کے ان الفاظ سے مولوی ثناء اللہ نے یہ نتیجہ نکالا ہے:

یہ پیش گوئی کوئی قابل خوف و ہراس نہیں کیونکہ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہو چکا۔،

یوں تو مولوی فاضل کے لئے جس کو خدا پر ایمان تو ایک طرف آفات ارضی وسماوی کے متعلق سنت صحیحہ ثابتہ پر بھی کوئی یقین نہ ہو، کوئی بات قابل خوف و ہراس نہیں ہو سکتے۔ لیکن جس اشتہار کے بعض الفاظ کو اہل حدیث کے مولوی فاضل اڈیٹر نے اپنے اوپر سے اس زلزلہ کا خوف و ہراس اتارنے کے لئے نقل کیا ہے، اس کا باقی حصہ افسوس ہے کہ خوف وہراس اتارنا تو کجا، مکذبین آیات اللہ کو اور بھی بخار چڑھانے والا ہے۔

مولوی فاضل کو چاہیے تھا کہ اس اشتہار کو نقل کر کے اپنی ایمان داری کا ثبوت دیتا، نہ کہ الٹا اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول ڈالنے کی کوشش کرتا، کیونکہ اس اشتہار کو سارا پڑھنے سے یہ واضح ہو جاتا ہے کہ جس زلزلہ کی پیش گوئی حضرت مسیح موعود نے ۹۔اپریل ۱۹۰۵ء کو کی اور جس کو قیامت کا زلزلہ بتایا، اس کے آنے کی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے امید بھی دلائی ہے اور اس ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ کو اس کے لئے بطور ار ہاص یا پیش خیمہ بتایا ہے، چنانچہ وہ سارا اشتہار حسب ذیل ہے:

اے عزیزو! آپ لوگوں نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خدا تعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی سو الحمد للہ و

المنتہ اسی کے مطابق عین بہار کے ایام میں یہ زلزلہ آیا۔لیکن آج یکم مارچ ۱۹۰۶ءکو (ناظرین اس تاریخ یکم مارچ ۱۹۰۶ءکو بھی یاد رکھئے۔اور یہ بھی خیال فرمایئے کہ ۹۔اپریل ۱۹۰۵ء،اور یکم مارچ ۱۹۰۶ء میں قریباً گیارہ مہینوں کا فرق ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) صبح کے وقت پھر یہ وحی میرے پر نازل کی،جس کے الفاظ یہ ہیں،

زلزلہ آنے کو ہے۔،

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی نہیں آیا بلکہ آنے کو ہے۔اور یہ زلزلہ اس کا پیش خیمہ ہے جو پیش گوئی کے مطابق پورا ہوا (وہ کون سی پیش گوئی ہے ۲۸ فروری کا زلزلہ جس کے مطابق وقوع پذیر ہوا۔بس اس سوال کے جواب پر بحث کا سارا دار و مدار ہے مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ دیکھو کہ اس زلزلہ کو بہاری الہام کا مصداق بتا رہے ہیں اور بہاری الہام کی بابت ہم گذشتہ پرچہ میں بحوالہ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم مفصل لکھ چکے ہیں کہ وہ اسی زلزلہ کے متعلق ہے جس میں زار کی حالت زار کا ذکر ہے۔پھر کیا شک ہے اس پیش گوئی کے ماننے میں جو واقع ہو چکی ہو۔

آہ! مرزا صاحب زندہ ہوتے تو ایسے منکروں کو خواہ قادیان میں ہوں یا لاہور میں اپنی جماعت سے اسی طرح نکال دیتے جس طرح چندہ نہ دینے پر نکال دیا کرتے تھے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کیونکہ جیسا کہ میں نے اپنے رسالہ الوصیت میں قبل از وقت لکھا تھا صرف ایک زلزلہ کی پیش گوئی نہیں بلکہ کئی ایک زلزلوں کی نسبت خدا تعالی نے مجھے اطلاع دی ہے۔

اب ان صریح و صاف الفاظ کے ہوتے ہوئے مولوی ثناء اللہ کا جو مولوی فاضل ہونے کے علاوہ اہل حدیث اخبار کا اڈیٹر اور انجمن صادقین کا سکرٹری بھی ہے، یہ کہنا کہ:

یہ پیش گوئی قابل خوف و ہراس نہیں کیونکہ یہ زلزلہ مرزا صاحب کی زندگی میں ہو چکا جس کو مرزا صاحب نے مان لیا تھا۔،

اور اس کے ثبوت میں مندرجہ بالا اشتہار کا حوالہ دینا کس قدر خلاف دیانت بات ہے (اب تو آپ کا اشتہار ناظرین کے سامنے ہے جس سے آپ کی امانت دیانت بلکہ لیاقت بھی کھل گئی ہے کہ ۹۔اپریل ۱۹۰۵ءاور یکم مارچ ۱۹۰۶ءکی پیش گوئیوں میں تمیز نہیں

کرتے ہو۔ اللہ سے ڈرو۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) ۔ نہ صرف یہ اشتہار ہی مولوی فاضل کی تکذیب پر شاہد ہے بلکہ جیسا کہ ہم پیشتر ازیں لکھ چکے ہیں اسی ۹۔ اپریل ۱۹۰۵ء کی پیش گوئی زلزلہ کے متعلق ۲۷ مارچ ۱۹۰۶ء کو حضرت مسیح موعود (مرزا) فرماتے ہیں:

(ناظرین ان الہامی بزرگوں کی مدہوشی کا اندازہ لگائیں کہ ہم تو مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲ مارچ ۱۹۰۶ء سے دکھاتے ہیں کہ موعودہ زلزلہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو آچکا اور فاضل اڈیٹر پیغام ہم کو سناتے ہیں کہ ۲۷ مارچ کو مرزا صاحب نے زلزلہ موعود کے موخر ہونے کی دعا کی تھی جو قبول ہوگئی۔ اے جناب ذرہ انصاف سے کہیے کہ ۲۷ مارچ کو اسی زلزلہ کے موخر ہونے کی بابت دعا کی تھی جو ۲۸ فروری کو آچکا تھا؟ یا وہ کسی اور کی بابت تھی۔ پس اس سوال کے جواب پر سارا مدار ہے۔ آپ ذرہ اپنے بزرگوں اور، بقول مرزا، حدیث کے پتلوں سے مشورہ کر کے اس سوال کا جواب دیں۔

ہائے افسوس تم لوگ حضرت مرزا صاحب کے الہاموں کو اسی طرح دیکھتے اور پڑھتے ہو جس طرح آریہ لوگ قرآن مجید کو جن کو ساری قرآن میں اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے۔ اے جناب سنئیے! مرزا صاحب کے الہامات کے معنی ہم سے پوچھا کریں:

عشق کی راہ کٹھن کوئی ہم سے پوچھے
قیس کیا جانے غریب اگلے زمانے والا

مرزا صاحب اس موعودہ زلزلہ کو جس کا الہام ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء (دیکھو براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱۴۰؟ اڈیٹر اہل حدیث) کو ہوا تھا، ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو وقوع پذیر بتلاتے ہیں اور یکم مارچ کو ایک نیا الہام سابقہ الہام کے علاوہ شائع کرتے ہیں۔ چنانچہ صاف الفاظ میں لکھتے ہیں جن کو خود اڈیٹر پیغام نے نقل کیا ہے کہ آج یکم مارچ کو صبح کے وقت وحی آئی، وغیرہ۔ اس وحی والا زلزلہ آئندہ کو ہوگا۔ یہ ہے مرزا صاحب کے الہامات کا مطلب جسے ان کی امت نفسانی ضد میں خراب کر کے مورد الزام بنا رہی ہے جس کا ہمیں ہی نہیں حضرت مرزا صاحب کو بھی رنج ہوگا۔ اڈیٹر اہل حدیث) آج زلزلہ کے وقت کے لئے توجہ کی گئی کہ کب آویگا۔ اسی توجہ کی حالت میں زلزلہ کی صورت آنکھوں کے آگے آگئی اور پھر الہام ہوا

رب ا خر وقت هذا

یعنی اے میرے خدا یہ زلزلہ جو نظر کے سامنے ہے اسکا وقت کچھ پیچھے ٹال
قاعدہ نحو کے مطابق ھذا کی ضمیر ھذہ چاہیے، مگر ھذا سے مراد ھذا العذاب ہے کیونکہ اس سے غرض تو عذاب سے ہے ورنہ زلزلے تو پہلے بھی آ چکے ہیں۔
پھر بعد اس کے ساتھ ہی یہ الہام ہوا
رب سلّطنی علی النّار ۔یعنی اے میرے خدا مجھے آگ پر مسلط کر دے (یہ ایک اور ثبوت اس زلزلہ سے مراد جنگ ہونے کا ہے) کہ اسے یہاں آگ سے تعبیر کیا ہے اور قرآن کریم نے جنگ کو آگ بھی کہا ہے (قربان جائیں اس قرآن دانی کے ہم عرصہ سے سنتے سنتے تھک گئے ہیں اس لئے ہم خاموش نہیں رہ سکتے ۔اے جناب یہاں جنگ کو آگ نہیں کہا بلکہ آگ کا لفظ خود (نار) موجود ہے اللہ سے ڈر کر قرآن کے الفاظ نا راً للحرب کو غور سے پڑھو۔ کیا مسیحی اور مہدوی بننے کے لئے اتنی ہی قرآن دانی کافی ہے یا اس سے زیادہ کی بھی ضرورت ہے ۔اڈیٹر اہل حدیث) جیسا کہ فرمایا کلما اوقدوا نا راًللحرب اطفأھا اللہ ۔یعنی ایسا کر کہ عذاب کی آگ میرے حکم میں ہو جاوے جس کو میں عذاب دینا چاہوں وہ عذاب میں گرفتار ہو اور جس کو چھوڑنا چاہتا ہو....

(اہل حدیث امرتسر ۲۴ ۔اگست ۱۹۱۷ء ۔ ۵ ذی قعد ۱۳۳۵ھ ۔ج ۱۴ نمبر ۴۲ ص ۳ ۔۴ ۔مضمون نامکمل ہے)

زار کا حال زار

قادیانی مذہب کے ممبروں کو یہ پیش گوئی ایسے گلے کا ہار ہوئی ہے کہ چھٹائے بھی نہیں چھوٹتی۔ ہٹائے نہیں ہٹتی ۔گذشتہ پرچہ اہل حدیث میں ہم نے پیغامِ مصلح لاہور کے جس پرچہ کا جواب دیا ہے اس سے پہلے کا پرچہ نظر سے رہ گیا۔ ہم جانتے ہیں کہ یہ سلسلہ بوجہ طوالت ناظرین کے ملال خاطر کا باعث ہوگا مگر ان لوگوں کے جوابات لطیفہ کا پہنچانا بھی ضروری ہے تاکہ ان کی اندرونی کمزوری کا علم ہو سکے۔
یہ الہامی پارٹی جو دنیا بھر کے لوگوں میں سے یہ دعوی لے کر اٹھی تھی کہ ہم

دنیا کو معقولیت سے مذہب سکھا دیں گے ان کی معقولیت کا یہ حال ہے جو ناظرین سے پوشیدہ نہیں۔

ہمارا خیال ہے کہ آج کا مضمون گذشتہ سب مضامین سے معقولیت میں سبقت لے جائے گا اور ناظرین کو جو سلسلہ طوالت سے ملال خاطر ہوا ہے اس کی کافی تلافی ہو جائے گی۔ ان شاء اللہ

۶ جولائی ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث امرتسر میں ہم نے جو بسیط مضمون لکھا تھا اس میں ایک حصہ یہ بھی تھا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں وہ زلزلہ جس میں زار کا حال زار ہوگا، میرے ملک میں آئے گا۔ اگر اس سے موجودہ جنگ مراد ہے تو یہ ان کے ملک پنجاب میں کہاں ہے۔

اس صاف اور سیدھے سوال کا جواب فاضل اڈیٹر پیغام صلح، ہاں معقول پسند اور معقول گر پارٹی بلکہ صلح جو پارٹی کا آرگن جواب دیتا ہے اور کس خوبی سے دیتا ہے۔ چنانچہ وہ ہمارے سوال کو پہلے خود نقل کرتا ہے:

> تیسری بات جو مولوی ثناء اللہ نے بصورت اعتراض پیش کی وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے زلزلہ عظیم کی پیش گوئی کے متعلق لکھا ہے کہ وہ پیش گوئی میرے ہی ملک میں میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی (۵۔ اگست ۱۹۱۷ء)

اڈیٹر صاحب پیغام صلح اس کا جواب دیتے ہیں کہ ہندوستان اور پنجاب میں بھی اس جنگ کا اثر پہنچا ہے کہ ہمارے ملک نے بہت سے آدمی جنگ میں دیئے۔ یہاں تک کہ کاغذ کی گرانی کی شکایت خود اہل حدیث کو بھی کرنی پڑی۔

چونکہ یہ جواب اچھا خاصہ بچوں کا دل بہلاوا تھا اس لئے اڈیٹر صاحب کے دل میں خیال پیدا ہوا کہ گو ہم نے اس کو مروڑ تروڑ کر سیدھا کر لیا ہے تاہم یہ تو عموم ہی رہا، حالانکہ اہل حدیث کا دعوی ہے کہ بقول مرزا صاحب قادیانی صرف ان کے ملک میں آنا چاہیے تھا اسلئے بڑی جرأت سے لکھتا ہے

> لیکن کہا جا سکتا ہے کہ یہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) صاحب اس کے اپنے ہی ملک میں ظہور پذیر ہونے کا وعدہ دلانے کا مطلب یہ تھا کہ وہ آپ

کے ملک سے باہر ظہور پذیر نہ ہوگی، اس کا ثبوت معترض کے ذمہ ہے۔

بہت خوب! ہم اس کا ثبوت دیتے ہیں مگر پہلے آپ کے الفاظ نقل کر لیں۔

چنانچہ اڈیٹر صاحب خود لکھتے ہیں:

اس کے خلاف ہم آپ (مرزا قادیانی) ہی کے الفاظ دکھا سکتے ہیں کہ آپ اس زلزلہ کو عالمگیر سمجھتے تھے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عبارت میں جو آپ نے ،،ہی، لکھا ہے اس کا یہی مطلب ہے نہ کہ آپ کے الفاظ کے سوا دوسرے کسی کے الفاظ پیش نہ کریں گے۔ غالباً ہر ایک زبان دان آپ کا مطلب یہی سمجھے گا۔ پس اب لیجئے مرزا صاحب کے الفاظ جو ہم نے ۶ جولائی ۱۹۱۷ء کے اہل حدیث میں نقل کئے تھے جن کو آپ نے جلدی میں نہیں پڑھا ہوگا، اس لئے مکرر نقل ہیں۔ جناب مرزا صاحب فرماتے ہیں اور کیا صاف فرماتے ہیں:

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہیاس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر غلط ہے جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں، اور میرے ہی ملک میں، اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ حصہ پنجم۔ ص ۹۷)

اللہ سے ڈر کر اس احکم الحاکمین کی حکومت کا تصور دل میں لاکر بتلایئے کہ اس عبارت کا وہی مفہوم ہے یا نہیں جو آپ طلب کرتے ہیں، یا جو آپ کی عبارت کا مطلب ہے۔

اللہ اکبر! کس زور شور سے کہا تھا کہ یہ زلزلہ ہمارے ہی ملک میں، ہماری ہی صداقت کے لئے، ہماری زندگی میں آئے گا۔ جو آج آیا، تو یہاں سے ہزار ہا میل دور بے چارے بے خبر یورپ میں آیا۔ جس کا اثر مرزا صاحب قادیانی کے ملک میں یہ آیا کہ اخباروں کے لئے کاغذ گراں ہوگیا۔ لہذا مرزا صاحب کی صداقت ثابت۔ اسی مرتبہ کی وہ زبردست مثل ہے جو ہے مشہور کہ، چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳۱۔ اگست ۱۹۱۷ء مطابق ۱۲ ذی قعدہ ۱۳۳۵ھ جلد ۱۴ نمبر ۴۳ ص ۱۔۲)

زار کی نوحہ خوانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مشن کو ابتداء سے حضرت عیسیٰؑ کی موت سے ایسا کچھ شغف تھا کہ خواب میں ان کا جنازہ ہی دیکھتے تھے اب کچھ دنوں سے خدا خدا کر کے ادھر سے خیال ہٹا ہے تو زار روس کی نوحہ خوانی شروع کر دی ہے۔

کہتے ہیں کہ زار روس کی معزولی ہمارے مرزا صاحب کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے۔ اس پیش گوئی کا ذکر مرات کرات ہم کر چکے ہیں۔ جس کا جواب قادیانی مشن کے دونوں اخباروں سے نکلتا ہے، مگر نہ نکلنے سے کچھ اچھا نہیں ہوتا۔ ان سب جوابات کے جواب گذشتہ پرچوں میں دیئے جا چکے ہیں۔ آج ہماری نگاہ میں قادیان کا اخبار الفضل مورخہ یکم ستمبر ہے جس میں ہمارا جواب درج ہے۔

اس مضمون میں راقم مضمون نے جو کچھ لکھا ہے وہ درجہ اہمال میں اس قدر بڑھ گیا ہے کہ مجھے خطرہ ہے کہ مضمون نگار کے سوا کوئی دوسرا شاید ہی سمجھا ہو۔ اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ کوئی شخص دوضرب دو، پانچ کا دعوی ثابت کرنا چاہے، تو اسے کتنی محنت اور وقت درکار ہوگا، باوجود محنت اور وقت کے وہ اپنے مخاطب کو کیا سمجھائے گا۔

یہی حال اس مضمون نگار کا ہے۔ نہ سر کی خبر نہ پیر کی۔ سارا مضمون ماشاء اللہ ہی کا مصداق ہے۔

مرزا صاحب کی پیش گوئی کو موجودہ جنگ کے متعلق بتا کر زار روس کی معزولی پر چسپاں کیا جاتا ہے۔ زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحال زار

اس پیش گوئی کے اجزاء الگ الگ کر کے ہم کئی دفعہ دکھا چکے ہیں آج ہم اس مضمون میں سے صرف ایک جزو پر بحث کرتے ہیں جس میں سارا مضمون آ جائے گا۔

۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو پنجاب میں زلزلہ عظیمہ آیا تو اس پر شادمانی کر کے اور اسکو اپنی تائید بتا کر ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو مرزا صاحب نے ایک پیش گوئی کی جس میں زلزلہ کی بابت ذکر تھا۔ اس کے بعد ۲ مارچ ۱۹۰۶ء کو آپ نے اشتہار دیا جس میں

اس زلزلہ کا واقعہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو ہوا، اظہار کیا۔ اس اشتہار کے الفاظ ہم نے پہلے بار ہا نقل کئے ہیں اور آج بھی بقدر ضرورت نقل کرتے ہیں جو یہ ہیں:

اے عزیزو! آپ نے اس زلزلہ کو دیکھ لیا ہوگا جو ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی رات کو ایک بجے کے بعد آیا۔ یہ وہی زلزلہ تھا جس کی نسبت خداتعالی نے اپنے الہام میں فرمایا تھا، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی۔

(قادیانی اشتہار۔۲ مارچ ۱۹۰۶ء)

اس حوالہ کے مطابق ہمارا دعوی ہے کہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء والا مرزا کا الہام (بقول مرزا قادیانی) پورا ہو چکا، اب اس کا انتظار کرنا یا موجودہ جنگ پر اس کو منطبق کرنا خلاف منشاء مرزا صاحب کے ہے۔ بس اس ایک ہی فقرے پر تمام بحث کا مدار ہے اس کے متعلق ہم ثبوت دے چکے ہیں اور مزید دینے کو تیار ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۲۶ ذی قعد ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۴۵ ص ۲)

وہی زار کا رونا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں میں سے خاص کر اس پیش گوئی کے متعلق جسکے الفاظ یہ ہیں: زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی باحالِ زار۔ ہم نے بہت زیادہ بحث کیوں کی؟ اس لئے کہ قادیانی مشن کی دونوں پارٹیوں نے اس کو رنگ آمیزی کے بوجہ موجودہ جنگ اس کو ایک ذریعہ اشاعت ضلالت بنایا۔ بفضلہٖ تعالی یوں تو ہم مرزا صاحب کی پیش گوئیوں کے فلسفہ سے خوب واقف ہیں لیکن اس پیش گوئی پر تو ہمیں اتنی بصیرت ہے کہ بلا مبالغہ خواب میں اس کی بابت مفصل تقریر کر سکتے ہیں۔ نہیں معلوم قادیانی اخبار ہماری اس واقفی سے کیوں رنجیدہ ہیں۔ ان کو خوش ہونا چاہیے کہ گو ہم اپنے مذہب اور لٹریچر سے پورے واقف نہیں، تاہم کوئی اللہ کا بندہ واقف ہے جو ہمارے پیر و مرشد بلکہ نبی اور رسول کے ملفوظات دنیا میں پہنچاتا ہے۔ اسی حسد کے مارے وہ اہل حدیث کو کبھی بے سمجھ اور کبھی کم عقل، کبھی کچھ، کبھی کچھ، لکھتے رہتے ہیں اہل حدیث ان کی ان باتوں سے ذرہ کبیدہ

خاطر نہیں ہوتا، نہ ان کا جواب دیتا ہے۔ بلکہ صرف اتنا کہتا ہے

انہوں نے خود غرض شکلیں کبھی دیکھی نہیں شاید
وہ جب آئینہ دیکھیں تو ہم ان کو بتادیں گے

ہم نے اس پیش گوئی کے متعلق ۶ جولائی ۱۹۱۷ء سے آج تک کافی بحث کر دی ہے مگر قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۱۸ستمبر ۱۹۱۷ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے، اہل حدیث کی کم عقلی،

بحکم، سالیکہ نکو ست از بہارش پیداست، یہ عنوان ہی اظہار کر رہا ہے کہ میرے بعد جو ہوگا وہ کم عقلی ہی کا اظہار ہوگا

ہماری ساری کوشش اس پر رہی کہ یہ ساری بحث ایک مرکز پر آ جاوے مقام شکر ہے کہ راقم مضمون، الفضل، ہم سے اس اصول پر متفق ہو گئے۔

ہمارا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ پیش گوئی مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۵ء کے زلزلہ کے متعلق ہے اور وہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کے زلزلہ سے مرزا صاحب قادیانی پوری کر چکے ہیں۔

اسکا ثبوت مکرر سہ کرر ہم دے چکے ہیں مگر الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے کہ اہل حدیث موٹی عقل والا وہابی ہے، اسلئے اس کو سمجھ نہیں آتا کہ:

۱۵۔اپریل ۱۹۰۵ء کی نظم میں جس زلزلہ کی نسبت پیش گوئی ہے اس کے پورا ہونے کا ذکر ۲ مارچ کے اشتہار میں نہیں بلکہ اس میں تو یہ لکھا ہے کہ وہ زلزلہ جو قیامت کا نمونہ ہے وہ ابھی آیا نہیں بلکہ آنے کو ہے۔ ہاں ایک الہام جو حضرت صاحب کو ہوا.. پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی، اس کی نسبت آپ (مرزا قادیانی) کو خیال آیا (مرزا صاحب قادیانی کا خیال آپ کے خیال سے تو بہر حال مقدم ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کہ اس میں اسی زلزلہ نمونہ قیامت کا وقت بتایا گیا ہے مگر خدا کی وحی (زلزلہ آنے کو ہے) نے بتا دیا کہ پھر بہار آئی، کا الہام جدا تھا جو ۲۸ فروری کے زلزلہ سے پورا ہوا اور جس کی خبر الوصیت میں دی گئی تھی۔،

بحمد اللہ ہمارا اور الفضل قادیان کا اس پر اتفاق ہوا کہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کی

شب کو جو زلزلہ آیا تھا اسی سے وہ پیش گوئی پوری ہوگئی جس کے متعلق یہ الفاظ تھے، پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی،۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ یہ بہاری الہام جناب مرزا صاحب قادیانی نے کس زلزلہ کے متعلق لگایا ہوا ہے۔اس کے متعلق ہمیں زیادہ دلائل دینے کی حاجت نہیں، مرزا صاحب کا صاف اور صریح کلام موجود ہے جو ہمارے دعوی کا ثبوت قطعی ہے۔ ناظرین اور نامہ نگار الفضل بغور پڑھیں۔مرزا صاحب قادیانی اسی زلزلہ کی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ضرور ہے یہ حادثہ (زلزلہ) میری زندگی میں آجائے خدا تعالی کا ایک الہام یہ بھی ہے کہ پھر بہار آئی خدا کی بات پھر پوری ہوئی، اس سے معلوم ہوتا ہے کہ زلزلہ موعودہ کے وقت بہار کے دن ہوں۔ (براہین احمدیہ۔پنجم۔ص ۹۷)

یہ عبارت دو باتوں کا ثبوت دیتی ہے ایک یہ کہ یہ زلزلہ ضرور مرزا صاحب کی زندگی میں آئے گا، دوم بہاری الہام کا مصداق یہی ہوگا۔ یہ تو الفضل مان چکا ہے کہ بہاری الہام والا زلزلہ ۲۸ فروری کو آچکا ہے، بس اب اس کے ماننے میں اسے انکار نہیں ہونا چاہیے کہ زلزلہ عظیمہ موعودہ ۲۸ فروری ۱۹۰۶ء کو پورا ہو چکا کیونکہ مرزا صاحب صاف اور صریح لکھ چکے ہیں کہ یہ زلزلہ ضرور میری زندگی میں آئے گا۔اب اگر یہ نہ مانیں بلکہ اس پیش گوئی کو موجودہ جنگ کے متعلق بناویں تو بڑی خرابی یہ لازم آئے گی کہ مرزا صاحب کی زندگی میں یہ جنگ نہیں ہوئی۔

لطیفہ مشہور ہے کہ ملا دو پیازہ نے بادشاہ سے عہد کیا تھا کہ میں حضور کا حق نمک ادا کرنے کو مرا ہوا بھی حضور کو ہنسا دوں گا۔مرتے ہوئے دو ٹانگیں طاق پر رکھ دیں اور مر کر اکڑ گیا۔ بادشاہ مرنے پر آئے۔ ملا جی کی ٹانگیں نیچے کریں تو سر اوپر ہو جائے، سر نیچے کو کریں تو ٹانگیں اوپر ہو جائیں۔، یہ کیفیت دیکھ کر بادشاہ ہنس پڑا۔

ہمارے مرزائی دوست خواہ مخواہ اس پیش گوئی کو ملا دو پیازے کی میت بناتے ہیں۔ہم تو اس کو صاف کرتے ہیں کہ (بقول مرزا صاحب قادیانی) یہ پیش گوئی ان کی زندگی میں ۲۸ فروری کے معمولی جھٹکے سے پوری ہوگئی مگر مرزا صاحب کی امت خواہ مخواہ اسکو ان کی موت کے بعد نکال کر ان کے فرمان کی تکذیب کرتے ہیں جو بڑی تاکید سے

فرما گئے ہیں:

ضرور ہے کہ یہ میری زندگی میں پوری ہوگی۔،

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۸ ستمبر ۱۹۱۷ء مطابق ۱۰ ذی الحجہ ۱۳۳۵ھ۔ ج ۱۴ نمبر ۴۷ ص ۲۔۳)

زار کا حال زار اور تقسیم بنگال

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ۱۹۔ مارچ بروز بدھ کا واقعہ ہے کہ میں صبح صبح دفتر میں آیا تھا کہ دو مسافر نو وارد آئے سلام اور مزاج پرسی کے بعد ان میں سے ایک نے ظاہر کیا کہ میں حکیم خیر محمد ڈیرہ غازی خان کا لڑکا عبدالخالق ہوں ۔ والد صاحب نے فرمایا تھا کہ مولوی صاحب سے ملتے آنا۔

حکیم صاحب چونکہ میرے مخلص احباب میں سے ہیں، میں بھی ان کی طرف متوجہ ہوا۔ کیونکہ میں سن چکا تھا کہ حکیم صاحب کا ایک لڑکا قادیانی ہو چکا ہے، باوجودیکہ مجھے ضروری کام تھا مگر میں حکیم صاحب کا حق دوستی ادا کرنے کو کام چھوڑ کر متوجہ ہوا۔

چونکہ وہ قادیان کے جلسہ سے آئے تھے اس لئے میرا خیال تھا کہ وہ اس گفتگو کو میرے احباب سے بیان کریں گے۔ ممکن ہے کہ با تباع مرزا صاحب صحیح واقعات چھپا جائیں اس لئے میں اصل واقعات لکھتا ہوں تا کہ غیر حاضرین کو بھی فائدہ ہو سکے۔

گفتگو یوں شروع ہوئی کہ سخت کلامی اچھی نہیں اس پر چلتے چلتے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سخت کلامی کا ذکر ہوا۔ عبدالخالق نے کہا ایسی سخت کلامی قرآن مجید میں مذکور ہے آیت پڑھی

لا تطع كل حلّا ف مهين۔ هماز مشاء بنميم ۔ منا ع للخير معتد ا ثيم۔ عتل بعد ذلك ز نيم (القلم ۱۰۔۱۳)

میں نے کہا ہر آدمی کا حق ہے کہ اپنے بیٹے کو یوں نصیحت کرے کہ تو کسی

بدمعاش ،آوارہ گرد، دروغ گو، کی صحبت میں نہ بیٹھا کر۔
اس فقرے کوسن کراس کے ساتھی کہیں کہ ہم کو بدمعاش کہا ہے تو یہ اس کا اپنا فہم ہے۔
اس کے مقابلے میں مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:
او بدذات فرقہ مولویاں ۔(رسالہ انجام آتھم)
آپ بلحاظ زبان ان دونوں مضمونوں کوملحوظ رکھ کر بتاویں کہ فرق ہے یانہیں ؟ قرآنی مضمون نہایت مہذبانہ ہے،اور مرزائی الفاظ غیرشریفانہ۔
اس کے بعد قادیانی مرزا جی کی پیش گوئیوں کا ذکر چلا،تو عبدالخالق نے تین پیش گوئیوں کو پیش کیا۔ایک براہین احمدیہ سے کہ تیرے پاس لوگ آئیں گے، چنانچہ کثرت سے لوگ آتے ہے۔
دوسرے زارروس کے متعلق۔
تیسری پیش گوئی تقسیم بنگال کی منسوخی کے متعلق۔
میں نے کہا پہلی پیش گوئی تو ایک مجمل بلکہ مہمل ہے۔ ہرایک مصنف جو ملک میں مشہور ہوتا ہے اسکے پاس لوگ آتے ہیں اس لئے یہ پیش گوئی کوئی باوقعت نہیں۔
دوسری پیش گوئی جو زار کے متعلق ہے، وہ بھی غلط ہے اور جو تقسیم بنگال کے متعلق ہے وہ تو مرزا صاحب قادیانی کی صریح تکذیب کرتی ہے۔
میں نے کہا اگر میں بتاؤں کہ مرزا صاحب قادیانی نے کہا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہو گی، حالانکہ منسوخ ہوگئی تو مان لوگے کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی غلط ہوئی۔
یہ سن کر عبدالخالق کو میرا حوالہ سننے کی جرأت نہ ہوئی، حالانکہ میں بار بار کہتا رہا کہ میں دکھاتا ہوں۔
جواب میں یہی کہتا رہا کہ مجھے اس کی تفصیل معلوم نہیں۔
میں نے کہا معلوم نہیں تو ایک باخبر کے آگے بطور دلیل کیوں پیش کی تھی ۔میں حیران تھا کہ ایک جوان آدمی اتنی دور دراز سے ایک مذہبی کام کے لئے آیا ہے۔ اتنی جرأت نہیں کرتا کہ اپنے پیرومرشد اپنے نبی اپنے رسول کی جھوٹی حدیث سن سکے۔
آخرکار اٹھ کر چلے گئے اور میرے دعوی کا ثبوت نہ سنا۔اس لئے میں اب سناتا ہوں اور دعوی سے کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی تقسیم بنگال کے متعلق غلط

ہوئی، بالکل غلط ہوئی۔ کسی معمولی طریق سے غلط نہیں ہوئی بلکہ ہمارے بادشاہ جارج پنجم نے خود انگلستان سے تشریف لا کر بذات خود اس کی تکذیب فرمائی ۔ سنئے مرزا صاحب کی زندگی میں ان کے رسالہ ریویو قادیان کی جلد ۵ بابت ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۳۴۷ پر لکھا گیا تھا کہ تقسیم بنگال منسوخ نہ ہوگی، حالانکہ بادشاہ نے اس کی منسوخی کا اعلان فرمایا اور آج اس کی منسوخی دیکھ رہے ہیں۔

زار کے متعلق جو ہمارا رسالہ زار قادیان ہے وہ عبدالخالق لے گیا۔

اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جس پیش گوئی میں یہ مصرع ہے :

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار

سب زلزلہ کا ذکر ہے جنگ کا نہیں۔ مطلب اس کا یہ ہے کہ ایک زلزلہ ایسا آئے گا کہ دنیا کو تہ و بالا کر دے گا اس وقت تکلیف ایسی شدید ہوگی کہ :

زار بھی ہوگا تو ہوگا اس گھڑی با حال زار (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۱۲۰)

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۱۹ء ص ۳، ۴)

....

نکات مرزا

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلى على رسوله الكريم و على آله و اصحابه اجمعين

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ پنجابی نبی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے ذمہ بے حساب عہدے لے رکھے تھے مجدد مہدی مسیح کرشن وغیرہ ان سب کے ثبوت میں ان کے پاس دو قسم کے دلائل تھے : ایک لفظی دوسرے روحانی۔ لفظی دلائل آیات واحادیث سے تھے جن کی حقیقت معلوم ہے۔ روحانی دلائل دو قسموں پر تھے۔

اول : الہامات ربانی متضمن پیش گوئیاں۔ دوم : قرآنی معارف اور نکات

جس طرح کہ مرزا صاحب پر بحیثیت مدعی ان تینوں قسم کے دلائل بیان کرنا فرض تھا اسی طرح ان کے منکروں کا بھی فرض تھا کہ وہ تینوں قسم کے دلائل سنیں اور غور کر کے صحیح ہونے کی صورت میں قبول کریں یا غلط ہونے کی صورت میں رد کریں ۔ چنانچہ ہم نے ایسا ہی کیا ۔ مرزا قادیانی کے دلائل قرآنیہ اور حدیثیہ کے جواب میں بھی ہماری تحریرات شائع ہوئی ہیں اور الہامات کے متعلق بھی کئی ایک رسائل مطبوع ہیں آج ہم تیسری قسم، نکات قرآنیہ مرزائیہ، ناظرین کی خدمت میں پیش کرتے ہیں ۔

اس کی وجہ کیا ہوئی ؟ مارچ ۱۹۲۵ء میں حسب معمول قادیان میں اسلامیہ جلسہ ہوا جس میں علماء دیوبند مولوی سید مرتضی حسن وغیرہ شریک تھے ۔ مولوی صاحب نے اثناء تقریر میں مرزا قادیانی کے معارف قرآنیہ پر بھی چھینٹا ڈالا ۔ بالفاظ دیگر مرزا قادیانی کے معارف قرآنیہ سے انکار کیا ۔ اس پر اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء میں خلیفہ صاحب قادیانی کی ایک تقریر شائع ہوئی جس کے دو حصے تھے: ایک مرزا غلام احمد (پنجابی نبی) کے بیان کردہ معارف کا، دوسرا خود خلیفہ قادیان (میاں محمود احمد) کا چیلنج ۔

پہلے حصے کے متعلق ان کے الفاظ یہ ہیں؛

دیوبندیوں کا چیلنج منظور: اگر وہ (دیوبندی) لوگ اپنی اس بات پر مضبوط اور قائم ہیں اور اس کی صداقت کا معیار قرار دینے کے لئے تیار ہیں تو اس بات کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب کی کتابوں میں سے وہ حقائق اور معارف پیش کروں جو ان مولوی صاحبان نے کبھی بیان نہیں کئے اور نہ پہلی کتابوں میں قرآن کریم سے اخذ کر کے بیان کئے ہیں ۔ کہہ دینے کو تو انہوں نے کہہ دیا کہ مرزا صاحب نے کوئی معارف بیان نہیں کئے، اور جو کئے ہیں وہ سرقہ ہیں، پچھلی کتابوں میں موجود ہیں لیکن اگر اس بات پر قائم رہیں اور اس کو سچائی کا معیار سمجھیں تو اس کا میں ذمہ لیتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود کی کتب سے ایسے قرآنی حقائق اور معارف پیش کروں جو ان مولوی صاحبان نے کبھی بیان نہیں کئے اور نہ حضرت مسیح موعود (مرزا) سے پہلے کسی نے لکھے ہیں ۔

مگر دیوبندی مولوی صاحبان کو یاد رکھنا چاہیے کہ وہ بھی اس بات کے قائل

ہیں کہ قرآن کریم میں وہ معارف ہیں جو پہلی کتب میں نہیں ہیں۔
پس حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے پرکھنے سے پہلے ہمیں جدت و کثرت کا معیار قائم کر لینا چاہیے اور اس کا بہترین ذریعہ یہی ہے کہ غیر احمدی علماء مل کر قرآن کے وہ معارف بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔
پھر میں ان کے مقابلہ پر کم سے کم دو گنے معارف قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے لکھے ہیں اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے۔
اگر میں کم سے کم دو گنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں، تو بیشک مولوی صاحبان معارف قرآنیہ کی ایک کتاب ایک سال تک لکھ کر شائع کریں اور اس کے بعد میں اس پر جرح کروں گا جس کے لئے مجھے چھ ماہ کی مدت ملے گی۔
اس مدت میں جس قدر باتیں ان کی میرے نزدیک پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں ان کو پیش کروں گا۔ اگر ثالث فیصلہ دیں کہ وہ باتیں پہلی کتب میں پائی جاتی ہیں تو اس حصہ کو کاٹ کر صرف وہ حصہ ان کی کتاب کا تسلیم کیا جائے گا جس میں ایسے معارف قرآنیہ ہوں جو پہلی کتب میں نہیں پائے جاتے۔
اس کے بعد چھ ماہ کے عرصہ میں ایسے معارف قرآنیہ مسیح موعود کی کتب سے یا آپ کے مقرر کردہ اصول کی بنا پر لکھوں گا جو پہلے کسی اسلامی مصنف نے نہیں لکھے اور مولوی صاحبان کو چھ ماہ کی مدت دی جائے گی کہ وہ اس پر جرح کر لیں اور جس قدر حصہ ان کی جرح کا منصف تسلیم کر لیں اس کو کاٹ کر باقی کتاب کا مقابلہ ان کی کتاب سے کیا جائے گا اور دیکھا جائے گا کہ آیا میرے بیان کردہ معارف قرآنیہ جو حضرت مسیح موعود کی تحریرات سے لئے گئے ہوں گے اور جو پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں، ان علماء کے ان معارف قرآنیہ سے کم از کم دوگنے ہیں یا نہیں؟ جو انہوں نے قرآن کریم سے ماخوذ کئے ہوں، اور وہ پہلی کسی کتاب میں موجود نہ ہوں۔ اگر میں ایسے دگنے معارف دکھانے سے قاصر رہوں تو مولوی صاحبان جو چاہیں

کہیں لیکن اگر مولوی صاحبان اس مقابلہ سے گریز کریں یا شکست کھائیں تو دنیا کو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت مسیح موعود کا دعویٰ من جانب اللہ تھا۔ (الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی کے معارف کا فیصلہ کم از کم تین سال کے بعد ہو سکے گا۔ چونکہ یہ ایک طویل عمل تھا اسلئے کسی نے اس طرف توجہ نہ کی۔ البتہ خلیفہ قادیان کی تقریر کا دوسرا حصہ قابل التفات ہوسکتا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

اگر مولوی صاحبان (دیوبندی) اس طریق فیصلہ کو ناپسند کریں اور اس سے گریز کریں تو دوسرا طریق یہ ہے کہ میں حضرت مسیح موعود کا ادنی خادم ہوں، میرے مقابلہ پر مولوی صاحبان آئیں اور قرآن کریم کے تین رکوع کسی جگہ سے قرعہ ڈال کر انتخاب کرلیں اور وہ تین دن تک اس ٹکڑے کی ایسی تفسیر لکھیں جس میں چند ایسے نکات ضرور ہوں جو پہلی کتب میں موجود نہ ہوں اور میں بھی اسی ٹکڑے کی اس عرصہ میں تفسیر لکھوں گا اور حضرت مسیح موعود کی تعلیم کی روشنی میں اس کی تشریح بیان کروں گا اور کم سے کم چند ایسے معارف بیان کروں گا جو اس سے پہلے کسی مفسر یا مصنف نے نہ لکھے ہوں گے اور پھر دنیا خود دیکھ لے گی کہ حضرت مسیح موعود نے قرآن کریم کی کیا خدمت کی ہے۔ اور مولوی صاحبان کو قرآن کریم اور اس کے نازل کرنے والے سے کیا تعلق اور کیا رشتہ ہے۔ (الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء)

اس چیلنج کے جواب میں میں نے صاف لفظوں میں قبولیت لکھی (یعنی اس چیلنج کو قبول کیا) جو یہ ہے

ہم اس چیلنج کی منظوری دیتے ہیں:

بلا تکلف ہم کو یہ صورت منظور ہے۔ پس آپ اسی میدان میں تشریف لے آئیں جس میں مرزا قادیانی نے امرتسر میں مباہلہ کیا تھا۔ میں آپ کی طرف سے تقرر تاریخ اور جواب باصواب کا منتظر ہوں۔ پس سنئے

ہم وہ نہیں کہ دور سے دعویٰ کیا کریں۔ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو یہ ہے قول آئے ہیں آیئے۔دعویٰ اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

میں ہوں مرزا صاحب قادیانی نبی کا پرانا باوفا۔ثناء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اگست ۱۹۲۵ء)

اس صاف منظوری کے جواب میں الفضل ۲۷۔اکتوبر ۱۹۲۵ء میں لکھا گیا:

ہمارا چیلنج علماء دیوبند کو ہے۔تم (ثناء اللہ) ان سے وکالت نامہ حاصل کرو۔ پھر مقابلہ پر آؤ۔

اس کے جواب میں، میں نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء میں لکھا کہ مجھے دیوبندیوں سے وکالت نامہ حاصل کرنے کی ضرورت نہیں۔آپ (خلیفہ قادیان) امرتسر میں نہیں آتے، تو سنئے:

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں جہاں آٹھ بجے صبح سے بارہ بجے تک مجلس ہوگی۔جس میں، میں (ثناء اللہ) اور آپ (خلیفہ قادیان) تفسیر القرآن لکھیں گے، اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہوگا۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳۔نومبر ۱۹۲۵ء)

اتنی واضح اور صاف قبولیت (چیلنج) پر بھی خلیفہ صاحب معارف نمائی کو نہ نکلے بلکہ اخبار الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء میں حیلے بہانے بناتے رہے۔لہذا ضرورت ہوئی مرزا غلام احمد قادیانی کے نکات اور معارف قرآنیہ کا نمونہ پبلک کو دکھایا جائے تاکہ اپنے پرائے کو پورا یقین حاصل ہو جائے کہ واقعی مرزا قادیانی قرآن اور شریعت کے نکات جدیدہ کیسے بیان کرتے تھے۔

تعرف الاشیاء باضدادھا ۔ یہ ایک عربی کا مقبول مقولہ ہے۔اس کا مطلب بہت صحیح ہے کہ چیزوں کی پرکھ ان کے مقابلہ سے ہوا کرتی ہے، اس لئے مرزا صاحب قادیانی کے مد مقابل مولوی عبداللہ چکڑالوی بانی فرقہ چکڑالویہ (اہل قرآن) کے چند معارف جدیدہ بھی ہم بتا دیں گے، جو واقعی اس قابل ہوں گے کہ پہلی کسی کتاب میں نہ ملیں گے، تاکہ مرزا صاحب کو مخاطب کر کے ہمیں یہ کہنے کا موقع حاصل ہو

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرہ دیکھ بھال کے

یوں تو مرزا غلام احمد کی کل تصنیفات نکات سے پر ہیں مگر ہم بطور نمونہ دس نکات نذر ناظرین کریں گے تا کہ ناظرین کو نکات مرزا کا نمونہ مل جائے اور وقت بھی کم خرچ ہو

مختصر بات ہو مضمون مطول ہوئے۔ دہن و زلف کا مذکور مسلسل ہوئے

نکتہ نمبر ۱

مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک کتاب تفسیر سورہ فاتحہ کی لکھی ہے جس کا نام ہے اعجاز مسیح، یعنی (بزعم خود) مسیح موعود (مرزا صاحب) نے وہ تفسیر معجزے سے لکھی ہے۔ اس لئے اسی میں بہت سے نکات عجیبہ قابل دید وشنید ہوں گے لہذا ہم سب سے پہلے اسی سے شروع کرتے ہیں۔

موصوف نے اعوذ باللہ سے نکتہ سنجی شروع کی ہے فرماتے ہیں۔ شیطان رجیم، سے مراد دجال ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

فحا صل الکلا م ان الذی یقا ل له الشیطا ن الر جیم هو الدجا ل اللئیم ۔(اعجاز المسیح ص۸۳۔ قادیانی خزائن جلد۱۸ص ۸۵)

یعنی جس کو شیطان رجیم کہتے ہیں وہ دجال لعین ہے۔،

ناظرین! اس دجال سے مراد قادیانی مرزا جی کی اصطلاح میں عیسائیوں کے پادری لوگ ہیں۔ چنانچہ وہ اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اس دجال کی بابت مفصل فرماتے ہیں

اب اس تحقیق سے ظاہر ہو گیا کہ جیسے مثیل مسیح کو مسیح ابن مریم کہا گیا اس امر کو نظر میں رکھ کر کہ اس نے مسیح ابن مریم کی روحانیت کو لیا اور مسیح کے وجود کو باطنی طور پر قائم کیا، ایسا ہی وہ دجال جو آنخضرت ﷺ کے زمانہ میں فوت ہو چکا ہے اس کی ظل اور مثال نے اسی آخری زمانہ میں اس کی جگہ لی اور گرجا سے نکل کر مشارق ومغارب میں پھیل گیا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۴۸۵۔ قادیانی خزائن ج ۳ص ۳۶۰۔۳۶۱)

پادریوں کی دجالیت کی نظیر ہرگز ہم کو نہیں ملے گی انہوں نے ایک موہومی

اور فرضی مسیح اپنی نظر کے سامنے رکھا ہوا ہے جو بقول ان کے زندہ ہے اور خدائی کا دعوی کر رہا ہے۔ سو حضرت مسیح ابن مریم نے خدائی کا دعوی ہرگز نہیں کیا۔ یہ لوگ اس کی طرف سے وکیل بن کر خدائی کا دعوی کر رہے ہیں اور اس دعوی کے سرسبز کرنے کے لئے کیا کچھ انہوں نے تحریفیں نہیں کیں اور کیا کچھ تلبیس کے کام استعمال میں نہیں لائے۔ اور مکہ مدینہ چھوڑ کر اور کون سی جگہ ہے جہاں یہ لوگ نہیں پہنچے کیا کوئی دھوکہ دینے کا کام یا گمراہ کرنے کا منصوبہ یا بہکانے کا کوئی طریقہ ایسا بھی ہے جو ان سے ظہور میں نہیں آیا؟ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ یہ لوگ اپنے دجالانہ منصوبوں کی وجہ سے ایک عالم پر دائرہ کی طرح محیط ہو گئے۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۴۸۹۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۲۔۳۶۳)

دیکھو کہ اکیس سال میں ان لوگوں نے اپنے پر تلبیس خیالات کے پھیلانے کے لئے سات کروڑ سے کچھ زیادہ کتابیں مفت تقسیم کی ہیں تا کہ کسی طرح لوگ اسلام سے دست بردار ہو جائیں اور حضرت مسیح کو خدا مان لیا جائے اللہ اکبر! اگر اب بھی ہماری قوم کی نظر میں یہ لوگ اول درجہ کے دجال نہیں اور ان کے الزام کے لئے ایک سچے مسیح کی ضرورت نہیں تو پھر اس قوم کا کیا حال ہوگا۔ (ازالہ اوہام ص ۴۹۳۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۵)۔

لہذا اس بات پر قطع اور یقین کرنا چاہیے کہ وہ مسیح دجال جو گرجا سے نکلنے والا ہے یہی لوگ ہیں جن کے سحر کے مقابل پر معجزہ کی ضرورت تھی اور اگر انکار ہے تو پھر زمانہ گزشتہ کے دجالین میں سے ان کی نظیر پیش کرو۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۴۹۵۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۳۶۶)

اسی دجال کے قتل کرنے کو مسیح موعود (مرزا قادیانی خود بدولت) تشریف لائے۔

چنانچہ فرماتے ہیں (عربی اور فارسی دونوں مرزا قادیانی کی عبارتیں ہیں)

و لا يقتل الد جال ا لا بالحر بة السماو ية، اى بفضل من الله لا بالطا قة البشرية فلا حر ب و لا ضر ب و لكن امر نازل من الحضرة ا لا حد ية ، و كا ن هذا الد جال يبعث بعض ذرا ريه

فی کل مأة من مئتین لیضل المو منین و المو حد ین و الصالحین و القا ئمین علی الحق و الطا لبین و یهدّ مبا نی الدین و یجعل صحف الله عضین۔ و کا ن وعد من الله یقتل فی آ خر الز ما ن و یغلب الصلاح علی الطلا ح و الطغیا ن و تد ل ا لار ض و یتو ب اکثر الناس الی الر حمن و تشرق الارض بنور ر بها و تخر ج القلو ب من ظلما ت الشیطان فهذا هو مو ت البا طل و موت الد جال و قتل هذا الشعبا ن ۔ ام یقولو ن انه ر جل یقتل فی وقت من ا لاوقا ت کلا بل هو شیطا ن ر جیم ابو السئیا ت یر جم فی آ خر الز ما ن با زا لة الجهلا ت و استیصال الخز عبیلات وعد حق من الله الر حیم ۔ کما اشیر فی قو له الشیطا ن الر جیم فقد تمت کلمة ر بنا صدقا و عد لا فی هذه ا لا یا م و نظر الله الی ا لا سلا م بعد ما عنت به البلا یا و ا لآ لا م فا نز ل مسیحه لقتل الخناس و قطع هذا الخصا م و ما سمّی الشیطا ن ر جیما ا لا علی طر یق انباء الغیب فا ن الر جم هو القتل من غیر الر یب و لما کا ن القدر قد جری فی قتل هذا الد جال عند نزو ل المسیح الله ذی الجلا ل ا خبر الله من قبل هذه الواقعة تسلیة و تبشیر القو م یخا فو ن ایام الضلا ل

دو د جال کسے نتوا ند کشت مگر بحر بہ سماوی اے بفضل الٰہی غلبہ بر و خواہد شد نہ بطاقت بشری پس نہ جنگ خوا ہد شد نہ زد و کو ب ۔ مگر امر ے است از خدا تعالی و بود ایں د جال کہ بعض ذر یا ت خود را در ہر صدی ما مور مے کر د ۔ تا مومنان و موحداں و صا لحاں و اہل حق و طا لبان حق را گمرا ہ کند۔ و تا کہ بنیاد ہائے دین را بشکند ۔ و کتاب اللہ را پا رہ پارہ کند۔ وعدہ ء خدا تعالی ایں بود کہ د جال در آ خر ز ما نہ قتل کردہ خوا ہد شد۔ و نیکی بر فساد و گمرا ہی غا لب خوا ہد گر دید ۔ و ز مین د یگر خوا ہد شد۔ و مر دم سو ئے خدا ر جوع خوا ہند کر د۔ و ز مین بنور

پروردگار خود روشن کردہ خواہد شد۔ ودل ہا از تاریکی بابروں خواہند آمد۔ پس ہمیں است موت باطل۔ وموت دجال وقتل ایں اژدہائے بزرگ۔ آیا مردم ایں مے گویند کہ دجال است کہ در وقتے از اوقات قتل کردہ خواہد شد۔ ہرگز نیست بل اوشیطان کشتنی است پدر بدیہا کہ در آخر زمان بدور کردن امور باطلہ گشتہ خواہد شد وعدحق است از خدا تعالیٰ چنانچہ در کلمہ شیطان رجیم سوئے او اشارہ شد۔ پس کلمہ رب ما از روئے راستی وعدل دریں رفوز بظہور رسید۔ ونظر کرد سوئے اسلام۔ بعدزانکہ نازل شد برو بلایا و دردہا۔ پس مسیح خودرا برائے قتل ابلیس نازل کرد۔ تاقطع خصومت کند۔ ونام شیطان از بہر ہمیں رجیم داشتہ شد کہ وعدہ قتل او بود چرا کہ معنی رجم قتل است بے شک وشبہ وچونکہ تقدیر چنیں رفتہ بود کہ دجال درت زمانہ مسیح قتل خواہد شد (بیاض) خبر داد خدا تعالیٰ ازیں واقعہ برائے بشارت قومے کہ از روز ہائے ضلالت مے ترسند۔ (اعجاز المسیح ص۸۴۔۸۷ قادیانی خزائن ج۱۸ص۸۶۔۸۹)

اس عبارت کا اردو میں خلاصہ یہ ہے کہ دجال موعود جس کا نام شیطان رجیم ہے اس سے مراد پادریوں کا گروہ ہے۔ مسیح موعود (مرزا قادیانی) آسمانی حربہ اور دلائل قویہ سے اس کو قتل کرڈالے گا خدا کی تقدیر میں یوں ہی لکھا تھا کہ اس دجال کا قتل مسیح موعود کے نازل ہونے سے ہوگا۔ وغیرہ۔

مگر افسوس کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) تشریف لائے اور چلے بھی گئے مگر دجال ہنوز اپنے کام میں مشغول بلکہ پہلے سے زیادہ مستعد ہے۔

نکتہ نمبر ۲

و الیه اشار فی قو له تعا لی و له الحمد فی ا لا و لی و ا لآ خرة فا و می فیه الی ا حمد ین۔ و جعلهما من نعما ئه الکا ثرة۔
فا لا ول منهما ا حمد ن المصطفی و رسو لنا المجتبی ۔
و ا لثا نی ا حمد آ خر الز ما ن الذی سمی مسیحا و مهد یا من الله المنا ن

و قد استنبت هذه النكتة من قو له الحمد لله رب العا لمين فليتد بر من كا ن من المتد بر ين ۔

وسوئے این اشارہ کردہ است در قول او تعالی کہ او احمد است در اول و آخر پس اشارت کرد سوئے دو احمد۔ وگر دانید آں ہر دو را از جملہ نعمت ہائے۔ پس اول از وشان احمد مصطفیٰ و نبی ما برگزیدہ است و دوم احمد آخر الزمان است آنکہ نام او مسیح ومہدی است از خدائے منان ومستنبط مے شود ایں نکتہ از قول او الحمد لله رب العا لمين پس باید کہ تدبر کند ہر چہ تدبر کنندہ باشد۔ (اعجاز المسیح ص۱۳۴،۱۳۵۔قادیانی خزائن۔ج۱۸ص ۱۳۸،۱۳۹)

مطلب اس عبارت کا بھی یہ ہے کہ الحمد لله کے علاوہ له الحمد فی الاو لی و ا لآ خرة بھی قرآن مجید میں آیا ہے اس میں پہلی حمد سے مراد حضرت احمد مصطفیٰ ﷺ ہیں دوسری حمد سے مراد غلام احمد (جو بعد میں صرف احمد رہ گیا تھا) کی طرف اشارہ ہے اور یہ نکتہ مرزا قادیانی نے الحمد لله سے استنباط کیا ہے۔ سچ ہے

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو۔رسول حق باستحکام مرزا

علمائے کرام کی کیا مجال ہے جو یہ نکتہ کسی سابق تفسیر میں دکھا سکیں۔

نکتہ نمبر۳

مرزا غلام احمد اسی کتاب اعجاز المسیح میں ما لك يو م الدين کی تفسیر میں فرماتے ہیں:

و سمّی زما ن المسيح المو عود يو م الدين لا نه زما ن يحی فيه الدين و يحشر الناس ليقبلوا باليقين ۔

و نام زمانہ مسیح یوم الدین نہادہ شد چرا کہ او زمانے است کہ در و دین زندہ خواہد شد۔ (اعجاز المسیح ص۱۴۳۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۱۴۷)

مطلب اس کا بھی صرف اپنی مسیحیت کا استنباط ہے یعنی مسیح موعود (قادیانی) کے زمانے کا نام یو م الدين ہے کیونکہ اس زمانہ میں دین اسلام زندہ ہو جائے گا۔

ناظرین! مسیح موعود (مرزا قادیانی) آئے اور تشریف لے گئے مگر دین اسلام کی حالت جو ہے وہ کسی سے مخفی نہیں کہ نہ اس کی ظاہری شان وشوکت رہی نہ عمل رہا۔

ظاہری شوکت کا اندازہ تو خود اسی سے ہوسکتا ہے کہ (مرزا قادیانی) سے پہلے جتنے مما لک پر اسلامی حکومت تھی وہ آج نہیں ۔ بصرہ سے لے کر خدا کی مقدس سرزمین بیت المقدس تک ہزاروں میل، طرابلس، عرب کا بہت سا حصہ، افریقہ کا سارا اسلامی حصہ اسلامی جھنڈے سے باہر ہوگیا۔ عملی حالت کسی سے مخفی نہیں ہندوستان کی مجموعی اسلامی آبادی میں فی ہزار بھی ایک نہ ہوگا جو دین کی باتیں جانتا اور پابندی کرتا ہو۔ ہمارا بیان تو مخالفانہ کہا جائے گا، اس لئے ہم قادیانی اخبار فاروق ... ۱۹۲۵ء صفحہ اول کا بیان درج کرتے ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعوی کی کافی تردید ہے۔

یا الٰہی رحم کر اب حال پر اسلام کے
رہ گئے مومن زمانہ میں فقط اک نام کے
تارک ِ صوم و صلوۃ و پردہ و قرآن ہیں
نا خلف کیسے ہو ئے اس دور میں اسلام کے
حامیان دین نے مسلم کو کافر کر دیا
کافرستان بن گئے جو ملک تھے اسلام کے
ہیں مسلمان نام کے لیکن یہودی کام کے
آشنائے کفر ہیں نا آشنا اسلام کے
مصطفیٰ کامل سا لیڈر جب ملے احرار کو
مل کے باہم کیوں نہ ناچیں مرد وزن اسلام کے
تو ہوا ہم سے خفا جب ہم ہو ئے تجھ سے جدا
ہے یہی اس کی جزا دن آ گئے آلام کے
یا الٰہی ! پھر وہی باد بہاری چل پڑے
جس سے ہوں پھر سے ہرے سوکھے شجر اسلام کے

نکتہ نمبر ۴

مرزا قادیانی ایّاک نعبد و ایاک نستعین سے نکتہ سنجی فرماتے ہیں:

ثم حث الناس علی العبادة بقوله ایاك نعبد و ایاك نستعین

ففی هذه اشارة الی ان العا بد فی الحقیقة هوالذی یحمده حق الحمد ۔ فحا صل هذا الدعاء و المسئلة ان یجعل الله احمد کل من تصدی للعبا دة ۔ و علی هذا کان من الوا جبا ت ان یکون ا حمد فی آ خر هذه ا لا مة علی قدم ا حمد ا لا و ل الذی هو سید الکا ئنا ت لیفهم ان الد عا استجب من حضرة مستجیب الدعوا ت

باز ترغیب داد مردم را برعبادت بقول او ایاك نعبد و ایاك نستعین پس دریں اشارہ است کہ عابد درحقیقت ہماں شخص است کہ تعریف خدا تعالیٰ کند چنانکہ حق است ۔ پس حاصل ایں دعا و درخواست ایں است کہ خدا عبادت کنندہ را احمد بگرداند ۔ و بناء علیہ واجب بود کہ در آخر امت احمدے پیدا شود برقدم آں احمد کہ او سید کائنات است تا فہمیدہ شود کہ ایں دعا کہ در سورۃ فاتحہ کردہ شد در حضرت احدیت قبول شدہ است

(اعجاز المسیح ص۱۶۳۔۱۶۴۔ قادیانی خزائن ج۱۸ ص۱۶۷۔۱۶۸)

خلاصہ اس کا بھی اتنا ہے کہ جو کوئی عبادت دل لگا کر کرتا ہے خدا اس کو احمد بنا دیتا ہے، اس لئے ضروری تھا کہ پہلے احمد (ﷺ) کے طریق پر آخری زمانہ میں بھی احمد یعنی غلام احمد پیدا ہوتا، تاکہ معلوم ہو کہ دعا قبول ہوگئی۔

لطیفہ: دعا تو مانگیں حضرت صدیق اکبرؓ سے لے کر علماء دیوبند تک ساری امت، اور احمد بنیں اکیلے مرزا غلام احمد صاحب ۔ باقی دعا گو کیوں محروم رہیں؟ آہ! کیا سچ ہے

جدا ہو ں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

نکتہ نمبر۵

قرآن مجید میں ارشاد ہے: لقد نصر کم الله ببدر و انتم ا ذلة
خدا نے تم مسلمانوں کی بدر میں مدد کی جب تم بہت کمزور تھے

یہ آیت مبارکہ صاف بتا رہی ہے کہ جنگ بدر کے متعلق ہے ۔ مسلمان اس

جنگ میں کل ۳۱۳ نفر تھے جن کے پاس اسلحہ جنگ بھی نا کافی تھا۔کفار کی بکثرت مسلح فوج تھی۔اس وقت خدا تعالی نے مسلمانوں کو فتح دی۔

مرزا غلام احمد قادیانی صاحب اس آیت سے نکتہ لطیفہ نکالتے ہیں

وقد اشار اليه القر آ ن فى قو له لقد نصر كم الله ببدر و انتم ا ذله۔ و ان القر آن ذو الو جو ه كما لا يخفى على العلما ء الاجلة فا لمعنى الثا نى لهذه ا لآ ية فى هذا المقا م ان الله ينصر المو منين بظهور المسيح اللى مئين تشا به عد تها ايا م البدر التام و المو منو ن ا ذلة فى تلك الايام فا نظر الى هذه الآية كيف تشير الى ضعف ا لاسلا م ثم تشير الى كو ن هلا له بدرا فى ا جل مسمى من الله العلام كما هو مفهو م من لفظ البدر فا لحمد لله على هذا ا لافضال و ا لا نعا م

واشارت کرد قرآن سوئے ایں معنی در قول او کہ خدا مدد شمار کرد در بدر وشما ذلیل بودید۔ وقرآن ذوالوجوہ است چنانچہ بر علماء بزرگ پوشیدہ نیست پس معنی ثانی ایں آیت دریں مقام کہ خدا مدد مومناں بظہور مسیح تا آں صدی ہا خواہد کرکہ شمار آں بدر تام را مشابہت دارد و مومناں دراں زمانہ ذلیل خواہند بود پس بنگر سوئے ایں آیت چگونہ اشارت مے کند سوئے ضعف اسلام باز اشارت مے کند سوئے اینکہ آں ہلال درآخر بدر خواہد شد و باز اشارت میکند سوئے وقت ظہور مہدی۔ چنانچہ از لفظ بدر مفہوم مے شود پس حمد خدارا بریں فضل ونعمت دادن۔

(اعجاز المسیح ص ۱۸۳۔۱۸۴۔قادیانی خزائن ج ۱۸ص ۱۸۷۔۱۸۸)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ بدر کے چودہ سو عدد ہیں چودھویں صدی میں خدا مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ذریعہ مسلمانوں کی مدد کرے گا چنانچہ میرے (مرزا کے) آنے سے اسلام کا ہلال، بدر ہو گیا۔

اگر کسی کو اسلام کی ترقی معلوم نہ ہو تو وہ قادیان جا کر دیکھ لے۔ کیوں؟

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

نکتہ نمبر ٦

سورہ فاتحہ کی تفسیر کے خاتمہ پر مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں؛

و حا صل ما قلنا فی هذا البا ب ان الفاتحة تبشر بکو ن المسیح من هذه الا مة فضلا من ر ب ا لا ر با ب

ودریں باب ہر چہ گفتیم حاصل آں ایں است کہ سورہ فاتحہ بشارت مے دہد بہ مسیح از ہمیں است (اعجاز المسیح ص۱۸۴۔ قادیانی خزائن ۱۸ ص ۱۸۸)

حضرات ناظرین! گزشتہ مفسرین کرام میں امام مسلم اور امام رازی بڑے نکتہ سنج ہوئے ہیں امام ممدوح نے سورہ فاتحہ کی تفسیر لکھی ہے جو مطبوعہ مصر (صفحات ۱۵۸) پر ختم ہے۔ امام مسلم وہ نکتہ سنج ہیں کہ امام رازی مرحوم جیسے حکیم امت ان کے حق میں فرماتے ہیں:

هو حسن الکلا م فی التفسیر کثیر الغوص علی ا للطا ئف و الد قا ئق (تفسیر کبیر ج۲ ص ۴۶۶ زیر آیت الا تکلم الناس)

مگر ہمارے پنجابی نبی اور مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی نکتہ سنجی کو وہ نہیں پہنچ سکے کیا علماء دیوبند ایسے نکتے کسی سابقہ تفسیر میں دکھا سکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ ان کے منہ سے بھی مجبوراً یہ نکل جاتا ہے:

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری دل فریبی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گر چہ تم سے دل ربا پہلے

لطیفہ: عرصہ ہوا مولوی ڈپٹی نذیر احمد مترجم قرآن دہلوی انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں اثناء تقریر میں یہ فرمایا کہ ہر فرقہ قرآن ہی سے دلیل لیتا ہے۔ ذرہ مرزا صاحب قادیانی کو تو پوچھئے، وہ کہیں گے کہ آدھا قرآن میرے ہی حق میں اترا ہے۔

اس وقت تو ہم سامعین نے ڈپٹی صاحب موصوف کے اس مقولہ کو بذلہ سنجی پر محمول کیا، مگر بعد کے واقعات اور مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات نے اس کو صحیح ثابت کر دیا بلکہ مرزا صاحب قادیانی نے آدھے قرآن ہی پر قبضہ نہیں رکھا، وہ تو یہاں

تک ترقی کر گئے، فرماتے ہیں؛ قرآن شریف، خدا کی کتاب اور میرے منہ کی باتیں ہیں۔(حقیقۃ الوحی ص۸۴۔قادیانی خزائن ج ۲۲ ص ۸۷)

نکتہ نمبر ۷

قرآن مجید میں ارشاد ہے:

اذا الشمس کو ر ت ۔ واذا النجو م انکد رت ۔واذا الجبال سیرت۔ و اذا العشار عطلت ۔ و اذا الو حوش حشرت۔ واذا البحار سجر ت ۔ و اذا النفوس زو جت۔ و اذا المو ء و دۃ سئلت ، بای ذنب قتلت ۔ و اذا الصحف نشر ت۔ واذا السماء کشطت ۔ و اذا الجحیم سعرت ۔ و اذا الجنۃ ازلفت۔ علمت نفس ما قدمت و ا خرت ۔ (التکویر ١۔١٤)

اس سورہ میں خدا تعالیٰ نے قیامت سے پہلے کے چندواقعات بتا کر ارشاد فرمایا کہ جب یہ واقعات ہو جائیں گے تو اس وقت ہر نفس کو اپنے کئے اعمال معلوم ہو جائیں گے۔ چنانچہ ان آیتوں کا ترجمہ حسب ذیل ہے:

جب کہ سورج کی روشنی لپیٹ دی جائے گی اور جب کہ تاروں کی روشنی جاتی رہے گی اور جب کہ پہاڑ چلائے جائیں گے اور جب کہ گابھن اونٹنیاں بے کار ہو جائیں گی اور جب کہ جانور جمع کئے جائیں گے اور جبکہ دریاؤں میں آگ لگائی جائے گی اور جب کہ (نیک و بد) نفسوں کے جوڑے ملائے جائیں گے اور جب کی زندہ دفن کی ہوئی (لڑکی) سے سوال کیا جائے گا کہ وہ کس گناہ میں ماری گئی اور جب کہ نامہ اعمال پھیلائے جائیں گے اور جب کہ آسمان (اپنے مقام سے) کھینچ لیا جائے گا اور جب کی دوزخ کی آگ بھڑکائی جائے گی اور جب کہ جنت قریب کر دی جائے گی تو ہر نفس جان لے گا کہ وہ (کیا) کیا لے کر آیا ہے۔

ان آیات کا ترجمہ ہی صاف بتا رہا ہے کہ مقصود ان سے یہ بتانا ہے کہ جب یہ واقعات ظاہر ہوں گے اس روز یوم الجزاء (روز قیامت) ہوگا ان آیات میں لفظ

اذا العشا ر عطلت ہے اس کی تفسیر میں مرزا غلام احمد قادیانی نکتہ سنجی فرماتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اور یاد رہے کہ اسی زمانہ کی نسبت مسیح موعود کے ضمن بیان میں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبر دی جو صحیح مسلم میں درج ہے اور فرمایا: و لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا ۔ یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنی کی سواری موقوف ہو جائے گی ۔ پس کوئی ان پر سوار ہو کر ان کو نہیں دوڑائے گا اور یہ ریل کی طرف اشارہ تھا کہ اس کے نکلنے سے اونٹوں کے دوڑانے کی حاجت نہیں رہے گی اور اونٹ کو اس لئے ذکر کیا کہ عرب کی سواریوں میں سے بڑی سواری اونٹ ہی ہے جس پر وہ اپنے مختصر گھر کا تمام اسباب رکھ کر پھر سوار بھی ہو سکتے ہیں اور بڑے کے ذکر میں چھوٹا خود ضمناً آ جاتا ہے۔ پس حاصل مطلب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ایسی سواری نکلے گی کہ اونٹ پر بھی غالب آ جائے گی جیسا کہ دیکھتے ہو کہ ریل کے نکلنے سے قریبا وہ تمام کام جو اونٹ کرتے تھے اب ریلیں کر رہ ہیں پس اس سے زیادہ تر صاف اور منکشف اور کیا پیش گوئی ہوگی چنانچہ اس زمانہ کی قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ و اذا العشار عطّلت ۔یعنی آخری زمانہ وہ ہے کہ جب اونٹنی بے کار ہو جائیگی۔

یہ بھی صریح ریل کی طرف اشارہ ہے اور وہ حدیث اور یہ آیت ایک ہی خبر دے رہی ہیں اور چونکہ حدیث میں صریح مسیح موعود کے بارے میں یہ بیان ہے اس سے یقیناً یہ استدلال کرنا چاہیے کہ یہ آیت بھی مسیح موعود کے زمانہ کا حال بتلا رہی ہے اور اجمالاً مسیح موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے۔

پھر لوگ باوجود ان آیات بینات کے جو آفتاب کی طرح چمک رہی ہیں ان پیش گوئیوں کی نسبت شک کرتے ہیں ۔ اب منصفین سوچ لیں کہ ایسی پیش گوئیوں کی نسبت جن کی غیبی باتیں پوری ہوتی آنکھ سے دیکھی گئیں شک کرنا اگر حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

(شہادۃ القرآن۔ص۱۲۔۱۳۔قادیانی خزائن ج۶ص ۳۰۸۔۳۰۹)

ناظرین! یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ اونٹوں کی جگہ ریل کا بن جانا خاص عرب میں مراد ہے اسی لئے جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے ملک عرب کا نام بھی لیا ہے۔ اس کی مزید توضیح دوسری کتاب میں موصوف نے فرما دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

> آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ و اذا العشار عطلت پوری ہوئی اور پیش گوئی حدیث و لیترکن القلا ص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری چمک دکھا دی۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن وحدیث میں ان لفظوں میں کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے۔ (اعجاز احمدی۔ص۲)

قادیانی دوستو! مرزا قادیانی کی اس نکتہ سنجی کو اور کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو اس کے قائل ہیں کہ یہ نکتہ خدا نے ان سے لکھوایا ہے۔ کیوں؟ تاکہ آپ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کی مسیحیت موعودہ کو اس نکتہ سے جانچیں کہ مسیح موعود کی علامت یہ ہے کہ ملک عرب میں خاص کر حجاز میں ریل جاری ہو کر اونٹ بے کار ہو جائیں پس جب تک عرب اور حجاز میں اونٹ چلتے ہیں آپ لوگوں کا حق نہیں کہ مرزا قادیانی کو مسیح موعود سمجھیں ورنہ خود مرزا قادیانی کے ارشاد کے خلاف ہوگا۔ کیا خوب

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آگیا

نکتہ نمبر ۸

قرآن شریف میں ایک بدترین قوم کا ذکر آیا ہے جن کا نام یاجوج ماجوج ہے۔جن کے حق میں فرمایا: ان یأجو ج مأجو ج مفسدو ن فی الا ر ض (کہف :۹۴) ۔یعنی یاجوج ماجوج ملک میں فساد کرنے والے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی کی نکتہ سنج نگاہ میں یہ دونوں قومیں روس اور انگریز ہیں

چنانچہ مرزا قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

فا ن یا جو ج وما جو ج هم النصاری من الروس و ا لاقوام البر یطا نیه ۔(یعنی یاجوج ماجوج عیسائی قومیں روس اور انگریز ہیں ۔(حمامۃ البشری حاشیہ ص ۲۸۔قادیانی خزائن ج ۷ حاشیہ ص ۲۰۹۔۲۱۰)

چونکہ یہ نکتہ انگریزوں اور انگریزی حکومت کو بدترین قوم بناتا ہے اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی معمولی دور اندیش نگاہ سے اس کا انتظام یہ کیا کہ فوراً سے پیشتر انگریزی حکومت کی وفاداری کا اعلان فرمادیا۔ ملاحظہ ہو:

ایسا ہی یاجوج ماجوج کا حال بھی سمجھ لیں ۔ یہ دونوں پرانی قومیں ہیں جو پہلے زمانوں میں دوسروں پر کھلے طور پر غالب نہیں ہوسکیں اور ان کی حالت میں ضعف رہا۔ لیکن خدا تعالی فرماتا ہے کہ آخری زمانہ میں یہ دونوں قومیں خروج کریں گی ۔یعنی اپنی جلالی قوت کے ساتھ ظاہر ہوں گی جیسا کہ سورہ کہف میں فرماتا ہے و تر کنا بعضهم یو مئذ یموج فی بعض ۔یعنی یہ دونوں قومیں دوسروں کومغلوب کر کے پھر ایک دوسرے پر حملہ کریں گی اور جس کو خدا چاہے گا فتح دے گا۔

چونکہ ان دونوں قوموں سے مراد انگریز اور روس ہیں، اس لئے ہر ایک سعادت مند مسلمان کو دعا کرنی چاہیے کہ اس وقت (یعنی روسی انگریزی جنگ میں) انگریزوں کی فتح ہو کیونکہ یہ لوگ ہمارے محسن ہیں اور سلطنت برطانیہ کے ہمارے سر پر بہت احسان ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۵۰۸۔۵۰۹)

یہی معنی ہیں:

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

نکتہ نمبر ۹

گذشتہ نکات تو قرآنی معارف اور نکات کا نمونہ ہیں، مناسب ہے کہ ایک نکتہ نکات حدیثیہ کا نمونہ بھی بتائیں تا کہ ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کو منکر حدیث

نہ قرار دیں، بلکہ وہ قائل حدیث تھے اس لئے ان کی عارفانہ نگاہ نے حدیثی نکتہ آفرینی میں بھی کمی نہیں کی۔ چنانچہ مندرجہ ذیل حدیث میں بے مثل نکتہ آفرینی کا ثبوت دیا۔

ترمذی میں مسیح موعود علیہ السلام کے نزول کی بابت حدیث یوں آئی ہے

فبینما هو كذلك اذ هبط عيسى بن مريم بشرقی دمشق عند المنارة البيضاء بين مهرودتين واضعاً يده على اجنحه ملكين. (ترمذی باب ما جاء فی فتنة الدجال۔)

اس حدیث میں مسیح موعود کا شہر دمشق کے سفید منارہ کے قریب اترنے کا ذکر ہے۔اور مرزا قادیانی خود مسیح موعود بننے کئے مدعی تھی حالانکہ آپ قادیان میں اترے اور دمشق کو خواب میں بھی نہ دیکھا تھا، اس لئے اپنی معمولی نکتہ سنجی سے دمشق کے لفظ سے نکتہ استنباط کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے مسیح کے اترنے کی جگہ جو دمشق کو بیان کیا تو یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ مسیح سے مراد وہ اصلی مسیح نہیں ہے جس پر انجیل نازل ہوئی تھی بلکہ مسلمانوں میں سے کوئی ایسا شخص مراد ہے جو اپنی روحانی حالت کی رو سے مسیح ہے۔ اور نیز امام حسین سے بھی مشابہت رکھتا ہے۔ کیونکہ دمشق پایہ تخت یزید ہو چکا ہے اور یزیدیوں کا منصوبہ گاہ۔ جس سے ہزارہا طرح کے ظالمانہ احکام نافذ ہوئے وہ دمشق ہی ہے۔ اور یزیدیوں کو ان یہودیوں سے بہت مشابہت ہے جو حضرت مسیح کے وقت میں تھی۔ ایسا ہی حضرت امام حسین کو بھی اپنی مظلومانہ زندگی کی رو سے حضرت مسیح سے غایت درجہ کی مماثلت ہے۔ پس مسیح کا دمشق میں اترنا صاف دلالت کرتا ہے کہ کوئی مثیل مسیح جو حسین سے بھی بوجہ مشابہت ان دونوں بزرگوں کی مماثلت رکھتا ہے (یہ مرزا قادیانی کی ابتدائی حالت ہے کہ ان دونوں بزرگوں سے مماثلت پر کفایت کی ہے چندروز بعد جو ترقی کی تھی تو فضیلت کے مدعی ہو گئے تھے چنانچہ فرماتے ہیں اے قوم شیعہ اس پر اصرار مت کرو کہ حسین تمہارا منجی ہے کیونکہ میں سچ کہتا ہوں کہ آج تم میں ایک ہے کہ اس حسین سے بڑھ کر ہے۔ اس امت کا مسیح موعود (مرزا) پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے۔ دافع البلاء ص۱۳۔ خزائن جلد ۱۸ص ۲۳۳۔ ثناء اللہ امرتسری)

یزیدیوں کی تنبیہ اور ملزم کرنے کے لئے جو مثیل یہود میں اترے گا اور ظاہر ہے کہ یزیدی الطبع لوگ یہودیوں سے مشابہت رکھتے ہیں یہ نہیں کہ در اصل یہودی ہیں۔اس لئے دمشق کا لفظ صاف طور پر بیان کر رہا ہے کہ مسیح جو اترنے والا ہے وہ بھی مثیل مسیح ہے اور حسینی الفطرت ہے یہ نکتہ ایک نہایت لطیف نکتہ ہے جس پر غور کرنے سے صاف طور پر کھل جاتا ہے کہ دمشق کا لفظ محض استعارہ کے طور پر استعمال کیا گیا ہے چونکہ امام حسین کا مظلومانہ واقعہ خدا تعالی کی نظر میں بہت عظمت اور وقعت رکھتا ہے اور یہ واقعہ حضرت مسیح کے واقعہ سے ایسا ہم رنگ ہے کہ عیسائیوں کو بھی اس میں کلام نہیں ہوگی اسلئے خدا تعالی نے چاہا کہ آنیوالے زمانہ کو بھی اسکی عظمت سے مسیحی مشابہت سے متنبہ کرے اس وجہ سے دمشق کا لفظ بطور استعارہ لیا گیا تاکہ پڑھنے والوں کی آنکھوں کے سامنے وہ زمانہ آجائے جس میں لخت جگر رسول اللہ ﷺ حضرت مسیح کی طرح کمال درجہ کے ظلم اور جور و جفا کی راہ سے دمشقی اشقیاء کے محاصرہ میں آکر قتل کئے گئے سو خدا تعالی نے اس دمشق کو جس سے ایسے پر ظلم احکام نکلے تھے اور جس میں ایسے سنگ دل اور سیاہ درون لوگ پیدا ہو گئے تھے اس غرض سے نشانہ بنا کر لکھا کہ اب مثیل مسیح دمشق عدل اور ایمان پھیلانیکا ہیڈ کوارٹر ہوگا کیونکہ اکثر نبی ظالموں کی بستی میں ہی آتے رہے ہیں اور خدا تعالی لعنت کی جگہوں کو برکت کے مکانات بناتا رہا ہے اس استعارہ کو خدائے تعالی نے اس لئے اختیار کیا کہ تا پڑھنے والے دو فائدے اس سے حاصل کریں ایک یہ کہ امام مظلوم حسینؓ کا دردناک واقعہ شہادت جس کی دمشق کے لفظ میں بطور پیش گوئی اشارہ کی طرز پر حدیث نبوی میں خبر دی گئی ہے اسکی عظمت اور وقعت دلوں پر کھل جائے دوسرے یہ کہ تا یقینی طور پر معلوم کر جاویں کہ جسے دمشق میں رہنے والے در اصل یہودی نہیں تھے مگر یہودیوں کے کام انہوں نے کئے ایسا ہی جو مسیح اترنے والا ہے در اصل مسیح نہیں ہے مگر مسیح کی روحانی حالت کا مثیل ہے اور اس جگہ بغیر اس شخص کے کہ جس کے دل میں واقعہ حسین کی

وہ عظمت نہ ہو جو ہونی چاہیے ہر ایک شخص اس دمشقی خصوصیت کو جو ہم نے بیان کی ہے بکمال انشراح ضرور قبول کر لے گا اور نہ صرف قبول بلکہ اس مضمون پر نظر امعان کرنے سے گویا حق الیقین تک پہنچ جائے گا اور حضرت مسیح کو جو امام حسین سے تشبیہ دی گئی ہے یہ بھی استعارہ در استعارہ ہے جس کو ہم آگے چل کر بیان کریں گے اب پہلے ہم یہ بیان کرنا چاہتے ہیں کہ خدا تعالی نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے اور یہ ظاہر ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں ہوتی بلکہ بسا اوقات ایک ادنی مماثلت کی وجہ سے بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث سے ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں مثلاً ایک بہادر انسان کو کہہ دیتے ہیں کہ یہ شیر ہے اور شیر نام رکھتے ہیں یہ ضروری نہیں سمجھا جاتا کہ شیر کی طرح اس کے پنجے ہوں اور ایسی ہی بدن پر پشم ہو اور ایک دم بھی ہو بلکہ صرف صفت شجاعت کے لحاظ سے ایسا اطلاق ہو جاتا ہے اور عام طور پر جمیع انواع استعارات میں یہی قاعدہ ہے ۔سو خدا تعالی نے اسی عام قاعدہ کے موافق اس قصبہ قادیان کو دمشق سے مشابہت دی اور اس بارے میں قادیان کی نسبت مجھے یہ بھی الہام ہوا کہ اخرج منه اليزيديون یعنی اس میں یزیدی لوگ پیدا کئے گئے ہیں (مرزائی فاضلو! ترجمہ صحیح ہے۔ثناءاللہ)

اب اگرچہ میرا یہ دعوی تو نہیں اور نہ ایسی کام؟ تصریح سے خدا تعالی نے میرے پر کھول دیا ہے کہ دمشق میں کوئی مثیل مسیح پیدا نہیں ہوگا مگر میرے نزدیک ممکن ہے کہ کسی آئندہ زمانہ میں خاص کر دمشق میں بھی کوئی مثیل مسیح پیدا ہو جائے مگر خدا تعالی خوب جانتا ہے اور وہ اس بات کا شاہد حال ہے کہ اس نے قادیان کو دمشق سے مشابہت دی ہے اور ان لوگوں کی نسبت یہ فرمایا ہے کہ یہ یزیدی الطبع ہیں یعنی اکثر وہ لوگ جو اس جگہ رہتے ہیں وہ اپنی فطرت میں یزیدی لوگوں کی فطرت سے مشابہ ہیں اور یہ بھی مدت سے

الہام ہو چکا ہے: اناانزلنا ہ قر یبا من القا دیا ن و بالحق انزلناہ و با لحق نزل و کان وعد اللہ مفعو لا . یعنی ہم نے اس کوقا دیان کے قریب اتارا ہے (قریب اترا تو قادیانی کیوں ہوا۔ ثناءاللہ) اور سچائی کے ساتھ اتارا ہے اور سچائی کے ساتھ اترا اور ایک دن وعدہ اللہ کا پورا ہونا تھا اس الہام پر نظر کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ قادیان میں خدا تعالی کی طرف سے اس عاجز کا ظاہر ہونا الہامی نوشتوں میں بطور پیش گوئی کے پہلے لکھا گیا تھا۔ (ازالہ اوہام حاشیہ از ص ۷۶ تا ۷۳۔ قادیانی خزائن ج ۳ حاشیہ ص ۱۳۶ تا ۱۳۹)

ناظرین کرام! کیا اچھا نکتہ ہے۔ ہے کوئی جو اس نکتہ کا حوالہ کسی سابقہ تفسیر یا شرح حدیث میں دکھا سکے؟ کہاں دمشق، کہاں قادیان۔ کہاں یہودی، کہاں یزیدی، اور کہاں بے چارے ساکنان قادیان۔ کیا ٹھیک ہے:

چہ خوش گفت ست سعدی در زلیخا
الا یا ایھا الساقی ادر کأسا و ناولھا

نکتہ نمبر ۱۰

(الحاد کی بنیاد) حافظ شیرازی مرحوم کا شعر ہے

بمئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوئد
کہ سالک بے خبر نبود ز راہ و رسم منزلہا

اس شعر کے غلط معنی کی سند پر ملحد فقیر اپنے مریدوں کو خلاف شرع باتیں بتا کر گمراہ کیا کرتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی نے باوجود مسیح موعود، مہدی مسعود اور مصلح اعظم اسلام ہونے کے ان گمراہ کنندوں کی تائید کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

شرعی والہامی امور الگ الگ رہتے ہیں۔ اس لئے کشفی یاالہامی امور کو شریعت کے تابع نہیں رکھنا چاہیے۔ وحی الٰہی کا معاملہ اور ہی رنگ کا ہوتا ہے۔ اس کی ایک دو نظیریں نہیں بلکہ ہزاروں نظاہر موجود ہیں۔ بعض وقت ملہم کو الہام کی رو سے ایسے احکام بتلائے جاتے ہیں کہ شریعت کی رو سے ان کی بجا آوری درست نہیں ہوتی۔ مگر ملہم کا یہ فرض ہوتا ہے کہ ان کی

بجا آوری میں ہمہ تن مصروف رہے۔ ورنہ گناہ گار ہوگا۔ حالانکہ شریعت اسے گنہ گار نہیں ٹھہراتی۔ یہ تمام باتیں من لد نا علما کے ماتحت ہوتی ہیں۔ ایک جاہل بے بصیرت بے شک اسے خلاف شریعت قرار دے گا مگر یہ اس کی اپنی جہالت وکور باطنی ہے کہ ان باتوں کو خلاف شریعت سمجھے دراصل اہل باطن کے لئے وہ بھی ایک شریعت ہوتی ہے جس کی بجا آوری ان پر فرض ہوتی ہے ابتداء دنیا سے یہ باتیں دوش بدوش چلی آتی ہیں

(مفہوم ملفوظات۔ ج ۶ ص ۱۱۔۱۲۔ الحکم ۲۴ جون ۱۹۰۳ء مندرجہ خزینۃ العرفان ص ۵۸۲)

ناظرین! کیا اچھا عارفانہ نکتہ ہے جس کو ہر ایک ملحد زندیق سامنے رکھ کر خلاف شرع امور کو رواج دے سکتا ہے

نکتہ نمبر ۱۱

(ایجاد مرید) پنجابی میں ایک کہاوت ہے: گروجھناں دے ٹپڑیں چیلے جانشڑپ، یعنی جن کے پیر تیز رو ہوں ان کے مریدان سے بھی تیز چلنے والے ہوتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے نکتہ آفرینی میں اپنے مریدوں کو بھی نکتہ آفرین بنا دیا۔ یہ نکتہ نمبر ۱۱ ان کے مریدوں کی نکتہ آفرینی کی مثال ہے۔ ناظرین بغور پڑھیں

مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید مولوی عبداللہ تیماپوری دکنی ہیں۔ آپ نے بھی سورہ فاتحہ کی الہامی تفسیر لکھی ہے۔ ہم نے ساری تفسیر کو پڑھا۔ اس کے دیکھنے سے ہمیں تو کچھ سمجھ نہیں آیا کہ صاحب لاہوت کی کہتے ہیں یا ناسوت کی۔ مگر ایک مقام سے ان کا نکتہ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے ملا جو نقل کرتے ہیں۔ لیکن پہلے اس نکتہ کے مصنف کی عقیدت بحق مرزا قادیانی اور مصنف کا اعلیٰ درجہ انہی کے الفاظ میں بتاتے ہیں مصنف صاحب شروع ہی میں لکھتے ہیں:

ناظرین! یہ وہی تفسیر کبیر ہے (یعنی تیماپوری کی تصنیف) جس کو حضرت اقدس مسیح موعود مرزا غلام احمد نے اپنے ایک رؤیا (خواب) میں دیکھا ہے۔ آپ کے ملفوظات کے سنہری چوغہ کو شیطان نے لوگوں کی نظروں سے غائب کرنے کے لئے لے بھاگا یہ خاکسار شیطان سے چھین کر واپس لایا ہے اس کی تعبیر

خود حضرت صاحب نے یہ کی ہے کہ وہ تفسیر ہمارے لئے موجب عزت و زینت ہوگی الحمد للہ اس تفسیر مبارک سے حضور کی رؤیائے صادقہ روحانی و جسمانی طریق میں مجسم بن کر پوری ہوئی یہ خاکپائے غلامان رسول اللہ آپ ہی کے اتباع کی برکت سے مردگی سے زندہ ہوکر ایک قاش عرفان الٰہی وعشق نبوت محمدی کی آپ ہی کے ہاتھوں سے کھایا ہے جس کی خوش خبری براہین کے حاشیہ در حاشیہ صفحہ ۲۴۸ میں دی گئی ہے اور اس عاجز کی زندگی کے ساتھ دین اسلام کی تروتازگی وترقی منظور الٰہی ہے میرے ذریعہ سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی صداقت زورآور حملوں کے ساتھ دوبارہ ظاہر ہوگی۔ (تفسیر آسمانی سبعا من المثانی مولفہ عبداللہ تیماپوری ص۔الف)

اس کے بعد مصنف موصوف تفسیر سورہ فاتحہ کے الفاظ الرحمٰن الرحیم سے نکتہ نکالتے ہیں جو مرزا قادیانی کے نکتہ سے کم نہیں بلکہ بڑا نکتہ ہے۔ فرماتے ہیں:

رحمان ورحیم ۔ یا باسم محمد واحمد۔ یہ ایک تخم کی دو پھانک ہیں ۔ یہ دونوں شقوں کے درمیان سے نور اللہ کا موڑ بذریعہ عشق نکلا ۔اس کی ایک شاخ و ڈالی میں توحید کے خوش نما پھول لگے۔ یوں وحدت کثرت میں آکر اپنا جلوہ دکھائی اور امتداد زمانہ کی وجہ سے وحدت الوہیت کا تاج کثرت کے سر پر رکھا جاتا ہے تو خدا کا جلال ظاہر ہوتا ہے چونکہ وہ ذات اپنی الوہیت میں شرکت کو پسند نہیں کرتی لہذا اس کی اصلاح کے لئے مامور من اللہ آیا کرتے ہیں چنانچہ فی زمانہ حضرت مسیح ناصری کو خدا کے نادان بندوں نے اس کی خدائی میں شریک گردانا ہمیشہ کے لئے مسیح کو زندہ مانا حقیقی پرندوں کے پیدا کرنے والا ۔ مردوں کو جلانے والے یقین کرلیا اسی مشرکانہ عقیدہ کو مٹانے کے لئے اللہ اک نے اپنے ایک برگزیدہ غلام احمد کو مسیح احمد بنا کے بھیجا پھر دنیا نے اس کو قبول نہ کیا پھر وہی بادشاہ زمین وآسمان نے اس عاجز کو چن لیا تا کہ زورآور حملوں سے غلام احمد کی سچائی کو ظاہر کرے اور اس کے ذریعہ سے بذریعہ الہام ایک نور حق کے آنے کی پیش گوئی بھی سنائی جو اس عاجز کے وجود سے پوری ہوئی ۔ وہ یہ ہے: وجاء ك النور و

هو افضل منك ، اوراس نور کی بزرگی میں بطور استعارہ یہ الہام نازل ہوا
كأن الله نزل من السماء۔، یہ مرتبہ خاتم ولایت محمدی کی طرف اشارہ
ہے اورالہام : پائے محمدیاں برمنار بلندتر محکم افتاد ، میں ظاہر ہونیوالے راز
کوکھولا ہے۔غرض ایک وجہ سے مرتبہ احمدیت مرتبہ محمدیت کا ظل ہے اور
ایک وجہ سے مرتبہ محمدیت مرتبہ احمدیت کا ظل ہے۔،
لہذا آپ (مرزا قادیانی) خاتم ولایت احمدی ہوئے اوراس عاجز کے وجود
سے یہ کشف مرتبہ ناز روحانی میں ظل رحمانی کے درجہ پر یوں پورا ہوا کہ
حضرت اقدس مسیح احمد از روئے تولد روحانی مظہر جمال تھے۔آپ کے
وجود میں جمال کا غلبہ زیادہ تھا اور جلال ان میں پوشیدہ تھا اس معنی کو جمالی
رنگ میں آپ کا تولد ہوا اور یہ عاجز آپ کے پیچھے اور ساتھ میں مرتبہ جلال
و جمال پرتولد پا کے خاتم ولایت محمدی ہوا ہے۔اول بآخرنسبت کا دورہ پورا
ہوکر قدرت ثانی کا دوسرا دور، دورمحمدی کا آغاز ہوا یہ مرتبہ ظل رحمانی ہے۔
مرتبہ راز اللہ ہی اللہ ہے خدا ہی جانے کیا سے کیا ہونے والا ہے۔،
(تفسیر آسمانی سبعا من المثانی ۔حصہ اول۔ص ٦٧۔٦٩)

ناظرین ! یہ ہیں وہ نکات جدیدہ جن کی بنا پر مرزا قادیانی مجدد اور مسیح موعود
بنتے تھے جن کی جدت سے کسی مسلمان کو انکار نہ ہونا چاہیے بلکہ صاف لفظوں میں کہہ
دینا چاہیے کہ:

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گر چہ تم سے فتنہ گر پہلے

حضرات کرام ! ان سارے نکات کا خلاصہ اورنتیجہ یہ ہے کہ قرآن کی سورہ
فاتحہ بلکہ دیگر مقامات قرآن سے بھی مرزا قادیانی کی بابت پیش گوئی اورنبوۃ (بروز
محمد) کی طرف اشارہ ہے۔کیا خوب

خیال زاغ کو بلبل کی ہم سری کا ہے
غلام زادے کو دعوی پیمبری کا ہے

تصویر کا دوسرا رخ

مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزائیوں کو مرزا قادیانی کی نکتہ آفرینی پر بہت فخر ہے کہ وہ قرآن مجید سے ایسے نکات نکالتے تھے کہ پہلی کتابوں میں ان کا نشان نہیں ملتا ۔ہم اصولاً ایسے نکات جدیدہ کے ماننے کے لئے تیار ہیں جو قرآن شریف سے استنباط ہوں خواہ پہلے کسی نے نہ لکھے ہوں، مگر ایسے نکات ہوں کہ عربی عبارت قرآنی بقاعدہ زبان عربی ان کی متحمل ہو۔ نہ کہ بالکل اجنبی محض بلکہ متضاد ہوں ۔مگر مرزا قادیانی اپنی جدت طرازی میں کسی اصول کے پابند نہ تھے۔ بلکہ ان کو محض یہ منظور تھا کہ جس طرح ہو کوئی نئی بات بنائی جائے۔جس کی مثالیں گذشتہ صفحات پر ہم دکھا آئے ہیں۔ چونکہ ایسی ہی بے قاعدہ تجدید کرنے والا مرزائی اصطلاح میں مجدد ہوتا ہے اس لئے اس عنوان کے تحت ہم ایک ایسے شخص کو پیش کرتے ہیں جس کو مرزا قادیانی ملحد اور کیا کیا کیا نہیں کہا کرتے تھے، یعنی مولوی عبداللہ چکڑالوی بانی فرقہ اہل قرآن لاہور جو حدیث نبوی کے منکر تھے اور صرف قرآن مجید کو وحی الٰہی مانتے تھے۔ حالانکہ ان کے نکات اور معارف اپنی جدت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے نکات سے کم نہیں ۔چنانچہ وہ بھی عشرہ کاملہ کی صورت میں درج ذیل ہیں۔

چکڑالویہ نکتہ نمبر ا

قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کو ارشاد ہوتا ہے:

قل ان کنتم تحبّو ن اللّٰہ فاتّبعو نی یحببکم اللہ (آل عمران:۳۱) اے نبی تو کہہ دے کہ اگر تم اللہ سے پیار کرتے ہو تو میری تابعداری کرو۔خدا تم سے پیار کرے گا۔

اس آیت میں خاص صیغہ قل امر مخاطب کا ہے جس کے مخاطب خاص آنحضرت ﷺ ہیں ۔مگر مولوی عبداللہ چکڑالوی نے اس میں عجیب جدت پیدا کی ہے ۔لکھتے ہیں:

قل ان کنتم تحبّو ن اللہ فاتبعو نی

کہہ دے تو (اے صاحب قرآن) اگر تم رضا مندی چاہتے ہو اللہ تعالی کی ،تو میرے موافق صرف قرآن مجید ہی پر عمل درآمد رکھو۔

حاشیہ۔ پاس اس آیت میں ہر ایک مسلمان (قیامت تک) قل کا مخاطب و مکلّف ہے۔ اور ہر ایک مومن مسلمان کو بقدر اپنی قدرت و طاقت کے قیامت تک یہ کہنا فرض ہے کہ اے عبادالرحمٰن میری موافقت کرو۔
یہاں کوئی قرینہ حالی و مقالی ماقبل یا مابعد اشاۃ یا کنایۃ وہم و خیال تک میں بھی نہیں آسکتا کہ اس آیت کے مخاطب و مکلّف خاص محمد رسول اللہ سلام علیہ ہی ہوں۔ (پ۳۔قرآن معہ تفسیر چکڑالوی۔ص ۱۳۶)
ناظرین! کیا یہ نکتہ جدیدہ نہیں؟

چکڑالویہ نکتہ نمبر۲:

حضرت عیسیٰ کے ذکر میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:
و اذ تخلق من الطّین کھیئۃ الطّیر با ذ نی فتنفخ فیھا فتکو ن طیراً باذ نی۔اے عیسی تو مٹی سے جانور بناتا تھا پھر ان میں پھونکتا تھا پھر وہ اڑنے والے جانور بن جاتے تھے۔(المائدۃ:۱۱۰)
اس آیت کا ترجمہ مولوی عبداللہ چکڑالوی صاحب کرتے ہیں:
و اذ تخلق من الطّین کھیئۃ الطّیر با ذ نی فتنفخ فیھا فتکو ن طیرا باذ نی ، اور تحقیق اصلاح و درست کرتا تھا تو اچھی طرح عبادالرحمٰن کی فطرت وخلقت کو مثل درست کرنے چار مخصوص شکاری پرندوں (باز۔باشہ۔شاہین۔ چرخ) کے مطابق ارشاد میری کتاب کے یعنی تو ایمانی روح (کتاب اللہ) کا علم پہنچاتا تھا رجوع کرنے والی فطرت میں۔ پس وہ فرمان بردار ہو جاتی تھی کتاب اللہ کی مثل فرمان بردار ہونے ان چاروں مخصوص شکاری پرندوں کے اور تو یہ سب کچھ کرتا تھا مطابق ارشاد کتاب میری کے۔ (ترجمہ قرآن چکڑالوی۔پ ۷ ص ۱۶)۔مرزائی دوستو! داد دو۔

چکڑالویہ نکتہ نمبر۳

قرآن مجید میں ارشاد ہے: و او حینا الی موسی ان الق عصاك۔ فا ذا ھی تلقف ما یأفکون (ہم نے موسیٰ کو حکم دیا کہ تو اپنا عصا دے

مار۔ پس وہ فوراً ہی ان (جادوگروں) کے بنائے ہوئے سانپ نگل رہا تھا)۔

اس آیت کا ترجمہ مع تفسیر چکڑالوی صاحب درج ذیل ہے:

و او حینا الی موسی ان الق عصا ك فا ذا هی تلقف ما یأفکو ن ۔ پھر ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کی طرف یہ کہ اب تو بیان کر اپنی نذارت کا ہر ایک مسئلہ پس نا گا ہ وہ ہر ایک مسئلہ ملیا میٹ کر گیا اس کے سارے باطل بیان کو (سورہ اعراف پ ۹۔ ترجمہ چکڑالوی۔ ص ۹)

مرزائی دوستو! کیا یہ نکتہ جدیدہ نہیں؟

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۴

قرآن شریف میں مذکور ہے:

جس وقت موسیٰ پہاڑ پر آئے انکے ہاتھ میں عصا تھا خدا نے پوچھا اے موسیٰ یہ تیرے ہاتھ میں کیا ہے۔ جواب میں عرض کیا یہ میرا عصا ہے، حکم ہوا اسے پھینک دے۔ وغیرہ

اس آیت کا ترجمہ اور نکتہ مولوی عبداللہ چکڑالوی مجدد لکھتے ہیں؛

و ماتلك بیمینك یا موسی۔ قا ل هی عصای اتو کّؤا علیها و اهشّ بها علی غنمی ولی فیها مآرب اخری۔ قال القها یا موسی۔ فا لقا ها فاذا هی حیّة تسعی ۔ قال خذ ها و لا تخف سنعید ها سیرتها ا لاو لی۔ و ا ضمم ید ك الی جنا حك تخر ج بیضاء من غیر سو ء آیة ا خری ۔لنریك من آیاتنا الکبری (طه:۱۷۔۲۳)۔ جبکہ یہ ضروری اصول دین کے بیان ہو چکے تو پھر فرمایا اللہ تعالیٰ نے کہ کیسے نظر آئے ہیں یہ عالی شان احکام میرے تیری مبارک سمجھ میں اے موسیٰ ۔ اس نے عرض کیا کہ یہ ہر ایک مسئلہ میری نذارت کا ہے ۔میں خود بھی پورا پورا عمل درآمد اور مدار رسالت رکھوں گا ان پر۔ اورضرور ہی شائع و جاری کروں گا میں یہ کل مسائل اپنے تابعداروں میں بھی۔ کیونکہ ضرور ہی مجھ کو ان کے سبب سے طرح طرح کے فوائد و درجات جنت الفردوس مرزوق و موہوب ہوں گے ۔ارشاد ہوا کہ ہاں اب جا کر تو سنا پڑھا اے موسیٰ ۔

پس موسیٰ نے ان مسئلوں کے سنانے پڑھانے کی نسبت اپنے دل میں سوچا سمجھا کہ میں کس طرح جا کر بیان کروں گا۔

پس ناگاہ اس کو اپنے دل میں موہوم ہوئے وہ مسائل بڑے سانپ کی مانند جو کہ دوڑتا ہوا آرہا تھا۔فرمایا علیم بذات الصدور نے کہ جا عمل درآمد کر ان کی اشاعت اجرا میں اور ہرگز مت ڈر کسی سے۔ضرور ہی پھر دیویں گے ہم ان کو تیری پہلی اطمینان والی حالت میں۔

پھر جب بشارت کے احکام صادر ہوئے تو ارشاد ہوا کہ پہلے مسائل نذارت کے بعد ان مسائل بشارت کو بھی کا کر سنانا پڑھانا کیونکہ تمام حاضرین مجلس کو یہ مسائل بشارت ظاہر و باہر طور پر بہت ہی خوش اور روشن نظر آئیں گے ہرگز ان سے ان کو ذرہ بھر بھی غصہ و جوش نہیں آئے گا کیونکہ یہ بشارت کے مسائل اور ہی ڈھنگ کے ہیں آئندہ بھی ہمیشہ ہم پڑھاتے سکھاتے رہیں گے تجھ کو احکام اپنے جو کہ بہت ہی عظیم الشان وجلیل القدر ہوں گے۔

(سورہ طٰہ۔پ۱۶،ترجمہ چکڑالوی۔ص۱۹)

قادیانی ممبرو! انصاف سے دیکھو تو یہی ایک نکتہ صدی کا مجدد بننے کو کافی ہے مگر تم ایسے بخیل ہو کہ سوائے اپنے مجدد کے کسی دوسرے کو کب ماننے لگے۔لیکن دنیا تو دیکھ رہی ہے کہ جن نکات کی وجہ سے تم مرزا غلام احمد قادیانی کو مجدد اور مسیح موعود وغیرہ وغیرہ مان رہے ہو، اسی قسم کے نکات جب دوسرا کوئی شخص بھی بتا سکتا ہے تو پھر وہ کیوں مجدد نہ ہو کیا یہ سچ ہے

یختلف الرزقان و الشیء واحد
الی ان یری احسان هذا لذا ذنبا

چکڑالویہ نکتہ نمبر۵

مولوی عبداللہ چکڑالوی اہل قرآن چونکہ حدیث نبوی کے حجت شرعی ہونے سے منکر تھے لہذا ان پر اعتراض ہوا کہ نمازوں کی رکعتیں دو تین چار قرآن مجید سے دکھاؤ، تو آپ نے مندرجہ ذیل آیات سے یہ سوال حل کیا:

الحمد للّٰہ فا طر السّما وا ت و الارض جا عل الملائکۃ رسلا او لی اجنحۃ مثنی و ثلاث و ر باع یز ید فی الخلق ما یشاء انّ اللّٰہ علی کل شیء قدیر۔ (فاطر : ۱)

تمام نمازیں قرآنی خالص واسطے رضا مندی اللہ تعالی ہی کے لئے کیونکہ وہ ہمیشہ پاک فطرت پیدا کرتا رہتاہے تمام آسمانوں والے فرشتوں اور کل روئے زمین والے جن وانس کی اور بھیجتا رہتا ہے اپنے فرشتوں جبرائیلوں کوتمہاری طرف اپنی رسالت کتاب اللہ دے کر خصوصا وہی لاتے تمہاری صلواتوں یعنی رکعاتوں کو ہمیشہ دو دو بار پڑھا کرو ہر صبح جمعہ اور عیدین کو اور تین تین پڑھا کرو ہر شام کے وقت اور چار چار پڑھا کرو ہر ظہر عصر عشاء کو اس لئے کہ جبر نقصان کر دیتا ہے اللہ تعالی نماز پڑھنے سے تمہاری تبدیل شدہ فطرت کا جس قدر کہ ہر ایک نمازی خود ہی چاہے خشوع خضوع کے ساتھ کیونکہ اللہ تعالی اپنے ہر ایک ارادے پر ہمیشہ ہر طرح قادر رہتا ہے۔

(پ ۲۲ سورہ فاطر۔ترجمہ چکڑالوی۔ص ۲۷)

مرزائی دوستو! واللہ غور سے دیکھو تو پھڑک جاؤ تمہارا دل مان جائے کہ نکتہ تو یہ ہے، مجدد تو یہ ہے۔ اور تم بے ساختہ عبداللہ چکڑالوی کے حق میں یہ شعر پڑھو

حسین ہو مہ جبیں ہو دل نشین ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

چکڑالوی نکتہ نمبر ۶

قرآن مجید میں حضرت یونسؑ کا ذکر ہے کہ وہ اپنی بستی سے بھاگ کر بھری بیڑی میں جا بیٹھے۔ وہاں قرعہ اندازی ہوئی آخر ان کو دریا میں کودنا پڑا۔ دریا میں ان کو مچھلی نے نگل لیا۔ ان آیات کا مشرح ترجمہ چکڑالوی صاحب فرماتے ہیں؛

اذ ابق الی الفلك المشحو ن۔ فساھم فکا ن من المد حضین۔ فالتقمه الحو ت و ھو ملیم۔ فلو لا انه کان من المسبحین۔ للبث فی بطنه الی یو م یبعثو ن۔ (الصافات : ۱۴۰۔۱۴۴)

تحقیق وہ اپنی قوم سے ناراض ہوکر جا سوار ہوا ایک بہت ہی بھری ہوئی کشتی پر۔ پس ملاحظہ و معائنہ طبی کیا کسی سرکاری حکیم نے کشتی والوں کا، تو بہت سے لوگ بسبب کسی مرض وقواعد حفظان صحت وغیرہ کے اس کشتی سے اتار دیئے گئے۔ پس انہیں میں آپ کو بھی اتار دیا گیا۔ پھر چڑھا لیا اس کو ایک ماہی گیر نے اپنے چھوٹے سے مچھوے میں، درآنحالیکہ وہ اپنے آپ کو ملامت کرنے والا تھا اپنی قوم سے ناراض ہوکر چلے آنے پر۔ پس اگر وہ اس وقت نہ ہوتا خالص قرآنی توبہ کرنیوالوں میں سے، تو ضرور وہ رہ جاتا دریا ہی میں جہاں سے وہ روز قیامت تک نہ نکلتا (صافات پارہ ۲۳، ترجمہ چکڑالوی۔ص ۱۹)

کیا اچھا نکتہ ہے اور کیا اچھا ترجمہ ہے جو کسی عربی یا فارسی قاعدہ کا محتاج نہیں۔ مرزائیو! کیا کہتے ہو۔

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۷

قرآن مجید میں ایمان داروں کو ارشاد ہے کہ اللہ اور رسول سے آگے نہ بڑھنا۔ یعنی اللہ ورسول جب تک دین میں کوئی کام نہ بتاویں تم اسے دین کا کام نہ سمجھنا۔ مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی چونکہ اتباع کے موقع پر رسول کے معنی قرآن کرتے ہیں اس لئے ان آیات کا ترجمہ بہت ہی عجیب کیا ہے۔ ملاحظہ ہو

یا ایھا الذین آمنوا لا تقدّموا بین یدی اللہ و رسولہ و اتّقوا اللّٰہ ان اللّٰہ سمیع علیم (الحجرات: ۱)

اے قرآنی مومنو! ہرگز کبھی بھی پیش نہ کرو کسی غیر اللہ کی تقریر وتحریر کو اللہ کے سامنے یعنی اس کے بھیجے ہوئے قرآن مجید کے آگے۔ ضرور ہی ہمیشہ بچتے رہو اس مخالفت کتاب اللہ سے، کیونکہ تحقیق اللہ تمہاری تمام ظاہری و مخفی باتیں یکساں سننے والا اور تمہارے دلی خیالات کو بھی بہت ہی اچھی طرح جاننے والا ہے۔ (پارہ ۲۶ سورہ حجرات۔ چکڑالوی ترجمہ۔ص ۲۶)

چکڑالویہ نکتہ نمبر ۸

قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ قیامت کی فنا کے وقت ملائکہ آسمان کے کناروں پر ہوں

گے اور عرش کو آٹھ فرشتے اٹھائینگے۔ اس آیت کا ترجمہ مولوی چکڑالوی فرماتے ہیں

و الملك علی ار جا ئها و يحمل عرش ر بك فو قهم يو مئذ ثما نية

اور آسمان کے پھٹ جانے کے وقت تمام فرشتے دوڑ جائیں گے اس کے کناروں کی طرف ۔ پھر وہ سب کے سب فورا فنا ہو جائیں گے اور کتاب اللہ پر پورا پورا عمل درآمد کرنے والے سب کے سب عباد الرحمٰن اس روز بلحاظ درجہ و مرتبہ آٹھ گروہ ہوں گے (الحاقہ۔۱۷۔ چکڑالوی ترجمہ۔ص ۱۰)

چکڑالوی نکتہ نمبر ۹

مشہور تاریخی واقعہ ہے کہ نبوۃ محمد یہ سے پہلے فارس کی فوج ہاتھیوں پر سوار ہو کر کعبہ شریف کو گرانے آئی تھی۔ خدا تعالی نے ان پر ابابیل بھیج کر ان کو تباہ کر دیا۔ ان کو اصحاب الفیل کہا جاتا ہے ان آیات کا چکڑالوی ترجمہ ملاحظہ ہو

الم تر کیف فعل ر بك با صحا ب الفيل الم يجعل كيد هم فی تضليل و ارسل عليهم طيرا ا با بيل تر ميهم بحجارة من سجيل فجعلهم كعصف مأكو ل (الفيل: ۱۔۵)

اے ہر ایک صاحب قرآن کیا نہیں دیکھتا رہتا تو ہمیشہ یہ کہ کس طرح ذلیل و حقیر کرتا رہتا ہے پروردگار تیرا کتاب اللہ کے بے خبر و نادان لوگوں کو جو کہ خود ہی اپنے تعصب مذہبی وہٹ دھرمی کے باعث بالکل سست عقل و ضعیف الرائے خود ہی ہو جاتے ہیں۔ اور کیا نہیں کر ڈالتا اللہ ان کی بداندیشی و بدخواہی کو جو کہ قرآنی مومنوں کے حق میں کرتے رہتے ہیں سراسر خسارہ دارین کا باعث۔ یعنی غلبہ دیتا ہے ان پر ضعیف و عاجز قرآنی مومنوں کو باوجود یکہ وہ ان کی نسبت مچھروں و مکھیوں کی طرح اور بالکل پریشان حال پراگندہ روزی پراگندہ دل بھی ہوتے رہتے ہیں، آخرکار وہی عاجز مومن بھگا دیتے ہیں ان بڑے جاہ وجلال اور شان و شوکت والے کفار و مشرکین کو محض چھوٹے چھوٹے ذریعوں و سامانوں ہی سے جو کہ معمولی بیکار کنکروں کی طرح ہی ہوا کرتے ہیں۔ پس کر ڈالتا ہے ان بے

فرمانوں کو اللہ تعالی مویشیوں کے اس چارہ کی طرح جو کہ بسبب گندہ ہونے کے ان کے کھانے سے پیچھے بالکل بیکار ہی رہ جائے۔،

مرزائی دوستو! اب تو مان جاؤ کہ مولوی عبداللہ چکڑالوی واقعی نکتہ آفرینی کی وجہ سے مجدد تھا۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو نہ مانو، مگر جس وصف سے تم مرزا صاحب کو مجدد اور مسیح موعود مانتے ہو، اسی وصف میں اگر کوئی اور بھی شریک ہو تو اس کو بھی اس لقب میں شریک کرنے سے تمہیں کون امر مانع ہے؟ پس اگر مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود اور مجدد ہیں تو مولوی عبداللہ چکڑالوی کیوں نہیں؟

چکڑالویہ نکتہ نمبر۱۰

قرآن مجید کی سورہ کوثر مشہور ہے جس کا ترجمہ بھی مشہور ہے کہ خدانے آنحضرت ﷺ کو کوثر دیا اور حکم فرمایا کہ نماز پڑھو اور قربانی کرو۔ مجدد چکڑالوی جو اس کا مطلب بتاتے ہیں وہ قابل شنید نہیں بلکہ لائق دید ہے۔ چنانچہ وہ یہ ہے:

انا اعطیناك الكوثر فصل لربك وانحر

ان شانئك هو الابتر (الکوثر:۱۔۳)

اے ہر ایک صاحب قرآن! تحقیق عطا فرمایا ہے ہم نے تجھ کو یہ کامل صفات جامع کمالات قرآن مجید۔ جس میں سعادت دارین ہے پس تو ہمیشہ ہر ایک خالص قرآنی نماز ہی پڑھا کر خاص اپنے پروردگار کی رضامندی کے لئے خصوصاً اپنے وجود کے اونٹ (کان) ذبح (ذلیل وحقیر یعنی پکڑا) کر ہر تکبیر کے وقت کیونکہ تحقیق ہر ایک مخالف تیرا اس قرآنی نماز سے خود بخود بالکل محروم و بےنصیب ہی رہتا ہے۔ (کوثر۔ پ۳۰۔ چکڑالوی ترجمہ صفحہ ۴۵)

ناظرین کرام! ہم نے آپ کا بہت سا وقت بے فائدہ کام میں لیا، کیونکہ بلحاظ عقیدہ نہ تو آپ نکات مرزا کے قائل ہوں گے نہ معارف چکڑالویہ کے معتقد۔ بلکہ درحقیقت اصل مطلب ہمارے لکھنے اور آپ کے پڑھنے کا صرف اتنا ہے کہ ایسے جدید مدعیوں کی وہ دلیل دیکھیں جن پر ان کے دعوی کی بنیاد ہے یعنی قرآن مجید سے معارف نمائی۔ سو ہم نے دکھا دیا اور آپ نے دیکھا الحمدللہ ان سب کو کھوٹا پایا۔

مرزا کے مریدو! نکات مرزائیہ کے ساتھ ساتھ نکات چکڑالویہ بھی پڑھو اور ہمارے مندرجہ ذیل شعر کی تصدیق بھی کرو،

آج دعوی ان کی یکتائی کا باطل ہو گیا
رو برو ان کے جو آئینہ مقابل ہو گیا

خادم دین اللہ ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری مصنف تفسیر ثنائی وغیرہ

ماہ رجب ۱۳۴۵ھ۔ (منقول از احتساب قادیانیت جلد۹)

....

علم کلام مرزا

رسالہ علم کلام مرزا پر علماء کی آراء

حضرت مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مفتی احناف امرتسر

اما بعد فا نی طا لعت هذه الرسا لة المؤ لفة للمو لوی ثنا ء الله ا لا مر تسری فو جد تها قا لعة منا ر ة المتنتی من ا صله و اثبت ان علم کلا م المر زا لیس الا مجمو عة ا لاو ها م و انه لا یسمن و لا یغنی من جو ع لدی ذو الافهام فمن حسنه فقد وقع فی الور طة الظلما ء و حسب السراب الما ء فجزی الله مو لف الرسالة خیر الجزاء ۔(ترجمہ: میں اس رسالہ کا مطالعہ کیا میں نے اس کو مرزا کے قلعہ کو گرانے والا پایا مولف نے ثابت کیا ہے کہ مرزا کا علم کلام محض اوہام کا مجموعہ ہے اور وہ کچھ بھی کام نہیں دیتا جو اس کی تعریف کرے وہ سخت اندھیرے میں گرتا ہے اور سراب کو پانی جانتا ہے خدا مولف رسالہ کو اچھا اجر دے)

مولانا مولوی ابوالمسیح احمد دین صاحب سیالکوٹی

(مترجم انگریزی فیصلہ مرزا، فرقہ ناجیہ، سیرۃ محمدیہ ومصنف لائیف آف دی پرافٹ)

امابعد رسالہ علم کلام مرزا مصنفہ جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری اول سے آخر تک بغور پڑھا یہ رسالہ مرزا قادیانی کے علم کلام کا واقعی فوٹو ہے میری زاتی قدیم رائے کا صحیح ترجمان اور بہترین رہنمائے اہل ایمان ہے جناب مولانا ممدوح مدظلہ نے اس کتاب کی تصنیف سے اسلامی دنیا پر بڑا احسان کیا کہ مرزا قادیانی کے دعوی الہام کی طرح ان کے علم کلام کے ادعا کو بھی طشت از بام کر دیا مجموعہ بائیبل میں ایک کتاب آستر کی ہے کہنے کو تو وہ صحیفہ آسمانی سمجھی جاتی ہے لیکن حقیقت میں وہ ایک لڑکی کا قصہ ہے جس میں خدا تعالی کا نام ایک بار بھی مذکور نہیں یہی حال مرزا قادیانی آنجہانی کی تصانیف کا ہے کہ ان میں بڑے زور شور سے صداقت اسلام اور حقیت قرآن کے معارف و نکات کا دعوی کیا جاتا ہے لیکن دلیل و نکتہ کی تلاش کرو تو ندارد۔

مثلاً مرزا قادیان کی مایہ ناز کتاب کا نام تو ہے براہین احمدیہ جس میں تین سو دلائل صداقت اسلام و نبوت محمدیہ کے لکھنے کا ذکر کر کے مسلمانوں کی توجہ کو اپنی طرف کھینچا ہے لیکن جو کچھ اس میں لکھا وہ فضولیات و تعلیات کا طومار ہے علم نظر و استدلال میں برہان ہی روح رواں ہے مگر مرزا قادیان کا کلام بلا برہان ہے لہذا مردہ و بے جان ہے سبّ و شتم سخن سازی و زبان درازی مرزا آنجہانی کے علام کلام کا مدار کار رہے اور خودستائی و تعلّی ان کا پسندیدہ شعار۔ معلوم نہیں مرزا آنجہانی کے کان میں انا خیر کی ہوا کون پھونک گیا۔ خدا محفوظ رکھے۔ آمین

مولانا محمد ابراہیم میر فاضل سیالکوٹی

سحبان ہند مصنف شہادۃ القرآن وغیرہ

رسالہ علم کلام مولفہ مولانا مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری فاتح قادیان پڑھا جس میں جناب ممدوح نے مرزا قادیانی کو بحیثیت ایک مصنف کے پبلک کے سامنے پیش کیا ہے۔

رسالہ کیا ہے، چشم بد دور ماشاء اللہ الشکور اس سے دل میں سرور اور سینے میں نور پیدا ہوتا ہے سطر سطر پر بے اختیار منہ سے مرحبا اور جزاک اللہ نکلتا ہے اور حضرت مولانا المکرّم کے حق میں درازی عمر و عموم فیوض کی دعائیں عالم بالا سے ایک تار باندھ لیتی ہیں۔

حضرت مولانا ممدوح کی نظر فِ مرزائی لٹریچر پر جیسی کچھ ہے وہ محتاج بیان و تعریف نہیں ہم اس جگہ صرف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا صاحب نے جس پہلو سے مرزا قادیانی کو اس کتاب میں پیش کیا ہے وہ بالکل اچھوتا ہے اور پھر لطف یہ کہ جس پیرائے میں اسے نبھایا ہے وہ نہایت دلچسپ اور خاص تعریف کے قابل ہے جس سے قدرت نے جناب مولانا موصوف کو خصوصیت سے بہرہ اندوز کیا ہے۔

مرزا قادیانی کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے جو بالخصوص نہایت تحدی و دعوی سے صداقت اسلام کی حمایت میں مخالفین اسلام کے مقابلہ میں لکھی گئی ہے مولانا موصوف نے شروع سے آخر تک اس کا تار و پود الگ الگ کر دکھایا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ اس کتاب کا نام براہین احمدیہ رکھنا بالکل بر عکس نہند نام زنگی کا فور کا معاملہ ہے اور کہ اس میں فضول طوالت و تکرار ہے جس میں بجائے اس کے کہ بموجب اقرار خود اسلام و قرآن کو من عند اللہ ثابت کیا جاتا اپنے ہی ملہم ہونے کے دعاوی ہیں اور بس

خاکسار کی عمر کا بیشتر حصہ اپنی مذہبی کتب کے علاوہ کتب غیر مذاہب خصوصاً

قادیانی لٹریچر کے مطالعہ میں گذرا ہے اس لئے علی وجہ البصیرت بلاتعصب و عناد بشہادت خداوند تعالی کہتا ہوں کہ مرزا قادیانی علوم عربیہ (شرعیہ وعقلیہ) کے ہر شعبہ میں ناقص تھے کسی سے تو پورے ناواقف تھے اور کسی میں ادھورے۔ تھے جو شخص باور نہ کرے، وہ علوم مدونہ کے کسی شعبے میں مرزا قادیانی کے کمال کا دعوی کرے وہ اس میں ان کے اپنے کلام میں سے کچھ پیش کرے خاکسار خدا کے فضل سے اس میں مرزا قادیانی کا ناقص العلم ہونا اسی فن کی تصریحات سے ثابت ومبرھن کر دے گا۔

اس امر کو حضرت مولانا صاحب فاتح قادیان نے ایسا صاف کر دکھایا ہے کہ رسالہ علم کلام مرزا کے مطالعہ کے بعد مرزا قادیانی کی کم بضاعتی کسی سمجھ دار انصاف پسند سے مخفی نہیں رہ سکتی خدا تعالی حضرت مولانا کی اس خدمت کو قبول فرمائے اور آپ کو اجر جزیل عطا کرے اور مسلمانوں کو اس سے نفع عظیم وجمیل بخشے۔ آمین۔

مولانا احمد علی صاحب ناظم انجمن خدام الدین لاہور

اما بعد محترم المقام رئیس المناظرین الفاضل الاجل جامع المنقولات و المعقولات الملقب شیر پنجاب اعنی الحضرت مولانا ثناء اللہ کا وجود مسعود اس دور ابتلاء.. میں مغتنمات میں سے ہے اللہ تعالی نے انہیں میدان جہاد باللسان میں ایک بہت بڑا رتبہ عطا فرمایا ہے میرے خیال میں ہندوستان بھر میں اس فن میں ان کی نظیر کم ملے گی اس فن میں وہ اس قدر ید طولی رکھتے ہیں کہ مدعی نبوت (مرزا) کے الہام ووحی کا مقابلہ بھی اپنی خداداد قابلیت سے ایسا کیا کہ فاتح قادیان کہلائے اور اس فرقہ دائرہ اسلام سے باجماع امت مسلمہ خارج کے دعوی باطلہ کا تار و پود بکھیر کر رکھ دیا حال ہی میں انہوں نے ایک کتاب تصنیف فرمائی ہے جس کا نام علم کلام مرزا تجویز کیا ہے جسے کئی مقامات سے میں نے بغور مطالعہ کیا ہے اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کی قابلیت کو علم کلام کے اصول پر پرکھا ہے اس میں مولانا ممدوح نے مرزا

قادیانی کی قابلیت کی دھجیاں اڑائی ہیں۔
یہ کتاب ایسا منتر ہے جس کے پڑھنے کے بعد کوئی شخص اس متنبّی قادیان کے سحر میں نہیں پھنس سکتا اللہ تعالی حضرت ممدوح کو اس خدمت اسلام کی جزائے خیر عطا فرمائے اور مسلمانوں کو اس کی برکت سے قادیانی کے دام تزویر سے بچائے اور مولانا کو اس کے صلہ میں جنت الفردوس عطا فرمائے آمین ثم آمین

مولانا محمد ابوالقاسم سیف بنارسی

الحمد لله و كفى و الصلوة على اهلها اما بعد
قرآن مجید نے جو صرف مذہبی کتاب نہیں بلکہ علمی کتاب بھی ہے اور ہر علم کے اصول اس میں موجود ہیں تعلیم امور دینیہ کے ساتھ ساتھ اصول مناظرہ وطریق کلام کی تعلیم بھی دی ہے قیاس کے صناعات خمسہ میں سے برہان و خطابیات اور جدل کو بتفاوت مدارج قبول کیا ہے اور شعر وسفسطہ سے یک لخت گریز فرمایا ہے چنانچہ سورہ نحل میں ارشاد ہے
اد ع الى سبيل ر بك بالحكمة و الموعظة الحسنة و جا د لهم بالتى هى احسن (النحل۔ ۱۲۵) یعنی بلا اپنے رب کے دین کی طرف محکم دلائل (برہان) سے اور موعظہ حسنہ (خطابیات) سے اور مجادلہ کرا چھے طریق سے
یعنی اس میں مغالطہ اور سفسطہ نہ ہو اور وہم کی پیروی نہ ہو جس کو شعر کہتے ہیں جس کی نفی صراحۃً موجود ہے و ما علّمنا ه الشعر و ماينبغى له (یس: ۶۹)۔ حکم مجادلہ کے ساتھ قید احسن نے بتایا ہے کہ سفسطہ اور شعر مذموم ہیں خاص کر امور مذہبی میں
ایک اور جگہ فرمایا:
و لا تجا دلوا اهل الكتا ب ا لا بالتى هى احسن (عنکبوت ۴۶)
اس آیت میں بھی وہی تعلیم مذہبی مبلغوں اور متکلموں کو دی گئی ہے معلوم ہوا

کہ متکلمین کی بحث کو ہمیشہ سفسطہ اور کلام شعرا سے پاک صاف ہونا چاہیے اس کے برخلاف پنجابی متنبّی (مرزا قادیانی) کی تصنیفات کا مطالعہ کیجئے تو براہان وخطابیات اور مجادلہ حسنہ کا کہیں نام ونشان نہیں ملتا یعنی قرآن پاک کا جو طرز تکلم و تعلیم ہے اس کے یکسر خلاف قرآن کے نزدیک جو مذموم و متروک ہے وہ قادیانی متکلم کے ہاں معمول ومقبول اور جو قرآن کا معمول و مقبول ہے وہ وہاں متروک۔

اس چیز کو نہایت وضاحت سے حضرت الاستاذ الفاضل حجۃ المتکلمین صفوۃ المناظرین حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب شیر پنجاب وفاتح قادیان نے اپنی اس جدید التالیف کتاب علم کلام مرزا میں بیان فرمایا ہے اور خوب بیان فرمایا ہے فللہ درہ و علی اللہ اجرہ

مولانا ممدوح کا زور بیان اور ہر فن میں ان کا کما کل مسلّم ہے بیک وقت ہر مخالف کا فوری اور مسکت جواب دیتے ہیں ایک طرف اہل بدعت بہر صنف کا الزامی و تحقیقی جواب لکھ رہے ہیں تو دوسری طرف شیعہ وروافض کی تردید فرمارہے ہیں۔ ایک طرف مرزائی قادیانی ولاہوری کے خرافات کا ابطال فرماتے ہیں، تو دوسری طرف اہل قرآن چکڑالوی وغیر چکڑالوی کی دھجیاں بکھیر رہے ہیں۔ ایک طرف عیسائیوں کا دفعیہ فرمارہے ہیں تو دوسری طرف آریوں اور بابیوں اور بہائیوں کا قلع قمع کر رہے ہیں۔ ایسے جامع شخص اسلام میں کم پیدا ہوئے ہیں۔

اللہ تعالی مولانا موصوف کو عمر نوح عطافرمائے اور ان کی ہمت واستقلال ان کے ارادہ وعزم اور ان کے علم وفہم میں برکت اور ترقی دے اور ہمارے سروں پر آپ کا سایہ دیر تک قائم رکھے

ایں دعا از من واز جملہ جہاں آمین باد

مولانا محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد لله و سلا م علی عباده الذین اصطفی
مرزا غلام احمد قادیانی کے مختلف الاذان دعاوی کاذبہ پر علماء اسلام کافی روشنی ڈال چکے ہیں ان کی خانہ ساز نبوت مجددیت محدثیت امامت وغیرہ کا پوری طرح پردہ فاش ہو چکا ہے تاہم اس متنبیّ پنجاب کی چھپی ہوئی اور بہت سی مخفی روباہ بازیاں پردہ اخفا میں رہ گئی تھیں ان کو سامنے لاکر قوت سے کچلنے کیلئے شیر پنجاب ہی کی ضرورت تھی خدا جزائے خیر دے مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری شیر پنجاب کو کہ انہوں نے جہاں بہت سے پہلوؤں سے متنبیّ پنجاب کو تابہ دروازہ پہنچایا وہیں مرزا قادیانی کے انوکھے علم کلام پر بھی کافی کلام کر کے اس کی قلعی کھول دی اور رسالہ علم کلام مرزا تصنیف فرما کر واضح کر دیا کہ مرزائی اصطلاح میں علم کلام معقول استدلالات کی بجائے سب وشتم طعنہ زنی اور شاعرانہ طریق پر اظہار غیظ کا نام ہے رسالہ جہاں جہاں سے بھی احقر نے پڑھا نہایت سلیس عام فہم اور اپنے موضوع پر حاوی ہے امید ہے کہ انشاء اللہ رہروان جادہ تحقیق کے حق میں مشعل ہدایت ہو۔.. والحمد لله اولا و آخرا

مولانا ابن شیر خدا مولوی مرتضیٰ حسن دیوبندی

علم کلام مرزا مصنفہ مولوی ابوالوفاء صاحب میرے خیال میں اپنے موضوع میں بالکل نیا ہے۔اس رسالہ کی ضرورت تھی اس کو مولوی صاحب نے پورا فرمایا۔اللہ تعالیٰ مصنف کو جزائے خیر عنایت فرمائے۔طالب حق اگر اس پڑھے گا تو انشاء اللہ اسے مفید ہوگا۔بوجہ عجلت کے میں ابھی تک کل رسالہ نہیں دیکھا مگر جن مقامات کو دیکھا ہے بہت اچھا ہے مسلمان اور طالبین حق اس کا ضرور مطالعہ فرمائیں وآخر دعوانا ان الحمد لله رب العالمین

مولانا سید سلیمان ندوی مدیر رسالہ معارف اعظم گڈھ

مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب کا یہ رسالہ میں نے پڑھا۔
موصوف کو مرزا قادیانی کی کتابوں اور رسالوں پر جو عبور حاصل ہے وہ محتاج بیان نہیں۔ اس میں شک نہیں کہ جس کو مرزا صاحب کا علم کلام کہا جاتا ہے اگر وہ موجود بھی ہو تو وہ سراسر لفاظی ضلع جگت خطابت اور محرف تاویلات پر مبنی ہے اور ان کے کلام کا بہترین نمونہ براہین احمدیہ ہے جس میں سینکڑوں صفحات کے بعد بھی یہ حال ہے کہ مدعا عنقا ہے اپنے عالم تحریر کا۔ مصنف سے شکایت ہے تو یہ کہ یہ اپنے موضوع پر بہت مختصر ہے۔

مولانا غلام محمد شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور

میں نے رسالہ علم کلام کا بتمامہ مطالعہ کیا۔ رسالہ ہذا اپنے باب میں بے نظیر ہے مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر مصنف رسالہ ہذا کو فرقہ مرزائیہ کی تردید میں جو قوت خدا داد حاصل ہے یہ رسالہ اس کا مظہر اتم ہے
اتباع مرزا کو مرزا قادیانی کی اس حیثیت (متکلم) پر بہت ناز ہے مولانا ممدوح الصدر نے اس رسالہ میں اس حیثیت (متکلم) کی ایسی قلعی کھولی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا قادیانی مبادیات علم کلام سے بھی ناواقف تھے بالخصوص عالم کے قدم نوعی کا عقیدہ تو مرزا قادیانی کو بجا طور پر فرقہ آریہ میں داخل کر رہا ہے اللہ تعالی مولانا کی سعی مقبول فرمائے اور رسالہ ہذا سے اپنی خلق کو نفع بخشے۔ فانہ علی ما یشاء قدیر ....

مولانا حکیم محمد عالم صاحب آسی

شیر پنجاب مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنے رسالہ علم کلام مرزا میں خواص مرزا کے چند نمونے دکھائے ہیں۔

سب سے اول براہین احمدیہ کا حال لکھا ہے کہ کس طرح تین سو دلائل دینے کا وعدہ کیا اور کس طرح تیئس سال تک بھی پورا نہ کیا۔

رسالہ ہذا میں مولانا نے کرشن قادیانی کے تمام حلقہ بگوشوں کو چھٹی کا دودھ یاد دلایا ہے مسلمانوں کو مولوی صاحب موصوف کی اس جاں فشانی کی قدر کرنی چاہیے ایک دفعہ یہ کتاب ضرور مطالعہ کر کے مستفید ہونا چاہیے۔

محمد عالم آسی۔ مصنف رسالہ کاویہ مدرس مدرسہ اسلامیہ امرتسر

مولانا عبدالعزیز ساکن قلعہ میہاں سنگھ ضلع گجرانوالہ

رسالہ علم کلام مرزا مولفہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری میں نے اول سے آخر تک پڑھا مولوی صاحب مذکور نے جو کچھ اس میں لکھا ہے نہایت صحیح ہے واقعی مرزا آنجہانی علم کلام سے ناواقف تھے بلکہ صرفی نحوی غلطیاں بھی آپ سے سرزد ہو جاتیں۔

مولوی عبدالرحیم فیروز پوری مبلغ اہل حدیث کانفرنس

میں نے رسالہ علم کلام مرزا مصنفہ حضرت مولانا المکرّم ابوالوفا ثناء اللہ صاحب بغور دیکھا ہے اپنے موضوع میں نہایت عمدہ چیز ہے حضرت مولانا سردار اہل حدیث نے مرزا قادیانی کے الہامات و پیش گوئیوں کے متعلق متعدد رسالجات تصنیف فرمائے ہیں جن میں مرزا قادیانی کے الہامات کی قلعی خوب کھولی ہے امت مرزا ہمیشہ اس بات پر فخر کرتی رہی ہے کہ مرزا قادیانی فن تصنیف و علم مناظرہ میں ایک بے نظیر شخص تھے خدا جزائے خیر دے حضرت مولانا ممدوح کو جنہوں نے رسالہ ہذا تصنیف فرما کر مرزائیوں

کے اس دعوی کو بھی غلط ثابت کر دیا پس اس رسالہ کے مطالعہ سے یہ حقیقت اچھی طرح واضح ہو جاتی ہے کہ مرزا قادیانی جیسے الہامات میں فیل ثابت ہو چکے ہیں ویسے ہی فن تصنیف و تالیف میں ناکام رہے ہیں خاکسار نے قبل ازیں اس موضوع پر کوئی رسالہ نہیں دیکھا مرزائی مباحث سے دلچسپی رکھنے والوں کے ضروری ہے کہ اس تحفہ بے بہا کو اپنے پاس محفوظ رکھیں اور اس کی اشاعت میں سعی بلیغ فرمائیں۔

مولوی محمد امین امرتسری مبلغ اسلام

رسالہ موسومہ بہ علم کلام مرزا جو مصنفہ فاتح قادیان سردار اہل حدیث حضرت مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب کا ہے جن کو خدا تعالی نے جملہ مذاہب باطلہ کی استیصال (تردید) اور مذہب حقہ (اسلام) کی تائید ہی کے لئے پیدا کیا ہے مرزا قادیانی کی مایہ ناز خدمات اسلام اور علم مناظرہ (علم کلام) کا پول کھول کر ملک پر بڑا احسان کیا ہے اور بتا دیا ہے کہ مرزا قادیانی کوئی جامع مصنف نہ تھے امام فن تو کجا رسالہ مذکورہ کو جو کوئی بھی نظر انصاف سے دیکھے گا وہ مرزا قادیانی کے حق میں وہی رائے رکھے گا جو میں نے ظاہر کی ہے اس لئے رسالہ مذکورہ کا ہر خواندہ شخص کے گھر میں ہونا ضروری ہے۔

رقمہ: محمد امین عفی عنہ امرتسری

منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری

مرزا قادیانی نے جس قدر بلند بانگ سے متعدد دعاوی کرتے ہوئے اپنی صداقت کو مختلف دلائل پیش گوئیوں پس گوئیوں نشانات والہامات وغیرہ سے ثابت کرنے کی سعی کی ہے ان سب کی چھان بین تنقید و تردید میں علمائے کرام بالخصوص اس مرد خدا فاتح قادیان شیر پنجاب حضرت مولانا ابوالوفا محمد ثناء اللہ صاحب امرتسری نے نمایاں حصہ لیا کہ ہر پہلو سے اس بت ضلالت کو اپنی خداداد علمیت کے تیروں سے چھلنی کر دیا مگر ایک پہلو پر

آج تک توجہ نہ فرمائی تھی جو بزعم اتباع مرزا ایسا انوکھا تھا کہ سنین ماضیہ میں علمائے عظام میں سے کوئی بھی اس مرتبہ کو نہ پہنچا۔ خدا کا شکر ہے کہ حضرت مولانا ممدوح نے مرزائیوں کے اس باعث افتخار وصف کی طرف توجہ فرمائی اور رسالہ زیرتقریظ علم کلام مرزا کے ذریعہ اس پر وہ گولہ باری کی کہ الامان و الحفیظ مرزا قادیانی کے مبلغ علم فن مناظرہ وموجد علم کلام و واضع اصول کلام کا خوب قلع قمع کیا اور دلائل قاطعہ وبراہین ساطعہ سے مہر نیم روز کی طرح ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی اس پہلو سے بھی محض طبل بلند بانگ تھے

مرزا قادیانی کی تحریرات جس قدر اس رسالہ میں نقل ہوئی ہیں ان سے جتنا کچھ تعجب ہوتا ہے خواجہ کمال الدین لاہوری کی تحریر اس سے بھی زیادہ باعث تعجب استعجاب ہے جو باوجود ایک راسخ مرزائی ہونے کے تحریرات مرشد سے خود ناواقف ہیں دیکھئے اصول احمدیہ صفحہ ۷۷ میں اصول نمبر ۱۰ خواجہ صاحب نے مجدد کامل صفحہ ۱۱۶ پر کس فخر سے لکھا ہے کہ:

عیسائیت کے خلاف جو دسواں اصول مرزا صاحب نے ایجاد کیا وہ نہ صرف اپنی نوعیت میں نیا ہے بلکہ اس نے اس مذہب (عیسائی) کا خاتمہ ہی کر دیا، وہ یہ ہے مذہب کلیسوی کی کوئی تعلیم کا ایک امر بھی ایسا نہیں جو قدیمی کفار کے مذہب سے مسروقہ نہ ہو۔

یوں تو خواجہ صاحب نے اس اصول کو بڑے طمطراق سے پیش کیا مگر انہیں کیا معلوم کہ مرزا قادیانی نے اس کے نیچے اسلام کے گرانے کو بم کا گولہ رکھا ہوا ہے خواجہ صاحب بغور ملاحظہ فرمائیں مرزا صاحب رقم طراز ہیں؛

ماسوای...اس کے جس قدر اسلام میں تعلیم پائی جاتی ہے وہ تعلیم ویدک تعلیم کی کسی نہ کسی شاخ میں موجود ہے۔ پیغام صلح ص ۱۰

خواجہ صاحب انصاف سے فرمائیں کہ آپ کے پیش کردہ اصول کی رو سے ان الفاظ مندرجہ پیغام صلح سے آپ کے پیرو مرشد نے جملہ مخالفین اسلام کے ہاتھ ایک تیز کلہاڑی دی ہے یا نہیں؟

ناظرین کرام! یہ ایک مثال ہے مرزائی علم کلام کی اور اس جیسی بلکہ اس سے

بڑھ چڑھ کر بیسیوں مثالیں اس رسالہ علم کلام مرزا میں موجود ہیں، لہذا میں تمام اسلامی انجمنوں اور اصحاب ثروت و امراء ملت کی خدمت میں بزور گذارش کرتا ہوں کہ اس رسالہ کو اپنوں بے گانوں میں مفت تقسیم فرمائیں بالآخر اس تازہ احسان کو زیر نظر رکھ کر جو مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے جملہ اہل اسلام پر کیا ہے حضرت موصوف کا شکریہ ادا کرتا ہوں

فجزاہ الله تعالی عنی و عن سائر المسلمین الی یوم الدین
و الحمد لله رب العالمین

پہلے مجھے دیکھئے

جناب مرزا غلام احمد قادیانی کو ہندوستانی پبلک جانتی ہے آپ کا دعوی مجموعہ کمالات کا ہے۔ عالم، محدث، مجدد، نبی، رسول، کرشن، مسیح موعود اور مہدی مسعود، ان کے علاوہ سلطان القلم، رئیس المتکلمین۔ شعر مندرجہ ذیل انہی کا ہے

آدمم نیز احمد مختار ۔ در برم جامہ ہمہ ابرار

(نزول المسیح ص ۹۹۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ ص ۴۷۷)

اسلئے علمائے اسلام بلکہ غیر اسلام نے بھی آپ کی شخصیت پر ہر طرف سے نگاہ ڈالی۔ خاکسار (ثناء اللہ) نے بھی آپ کی شخصیت کو قرآن و حدیث سے جانچا۔ آپ کے الہامات اور کشوف سے بھی پرکھا۔ یہاں تک کہ آپ کے سوانح عمری کے متعلق کتاب تاریخ مرزا بھی لکھی۔ باوجود کافی ذخیرہ ہو جانے کے ایک حیثیت کا تقاضا رہ گیا تھا، یعنی یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بحیثیت مصنف اور متکلم کے دکھایا جائے کیونکہ احمدی جماعت مرزا قادیانی کی شخصیت کو دنیا میں بحیثیت مصنف اور متکلم کے بھی ایسی حیثیت کا دکھاتی ہیں جس سے ان کی مسیحیت موعودہ ثابت ہو۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب مرزائی کا قول ہے

خدا کا پہلوان مذہبی دنگل کے بیچ میں

کسی شخص کو اس بات سے انکار ہوسکتا ہے کہ آج مذہبی تحریروں کا اکھاڑہ

جس نمایاں طریق پر ملک ہندوستان ہے وہ دنیا کا کوئی ملک نہیں ۔اور ہندوستان میں پنجاب کے صوبہ نے اس امر میں جس قدر حصہ لیا ہے اور کسی صوبہ نے نہیں لیا یہ ایک حقیقت ہے جس کا انکار نہیں ہوسکتا یورپ اور امریکہ مذہب کو چھوڑ رہا ہے افریقہ ابھی وحشت سے نہیں نکلا۔ ایشیاء میں عرب، روم اور شام تک خاموش ہے تو اور کسی کا ذکر ہی کیا ہے یہ واقعات ہیں جن کا انکار کرنا صداقت کا انکار کرنا ہے پھر اسلام کا خادم اگر کوئی اس زمانہ میں پیدا ہوسکتا تھا اور وہ جری اللہ یعنی خدا کے پہلوان کی حیثیت سے اگر ع اس مذہبی دنگل میں کوئی پارٹ ادا کرنے کے لئے خدا کی مشیت کے نیچے مامور ہوسکتا تھا تو اس کا مولد ومسکن پنجاب ہونا چاہیے تھا اور ایسا ہی ہوا حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کا ظہور پنجاب میں خدا کے پہلوان کو عین دنگل کے بیچ میں ثابت کرتا ہے ۔ (پیغام صلح لاہور۔ ۷ جون ۱۹۳۲ء ص ۵)

پس ہم بھی اس کتاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بحیثیت علم کلام کے جانچتے ہیں۔

یاد رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے علم کلام کو ان کے اتباع تو بہت اونچا دکھاتے ہیں مگر وہ خود اپنے علم کلام کو الہامی درجہ سے بہت کم جانتے تھے۔ حقیقت بھی یہ ہے کہ علم کلام درجہ الہام سے بہت کم مرتبہ ہے اس لئے کہ علم کلام انسانی فہم وذکا کا درجہ ہے جس میں ہر طرح غلطی کا امکان ہے اور الہام خدائی تعلیم ہے جس میں غلطی بالکل مرتفع ۔ جس کی شان ہے علّمناه من لد نا علما۔

اسی لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے جون ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی آتھم عیسائی سے بڑا زور دار پندرہ روزہ مباحثہ کر کے آخر میں لکھا:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ

انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہو گی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجاکھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔ (جنگ مقدس۔، قادیانی خزائن۔ ج ٦ ص ۲۹۱۔۲۹۲)

اس اقتباس سے صاف معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک بھی ملہم کا درجہ مناظر سے بلند تر ہے اور یہ کہ مرزا قادیانی خود بھی اپنے مناظرہ اور علم کلام کو چنداں بلند پایہ نہ جانتے تھے بلکہ اس بڑے مباحثے کو بھی معمولی مباحثوں کی طرح جو معمولی مناظر کرتے پھرتے ہیں قرار دیتے تھے۔ اس لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی الہام جانچ لینے کے بعد کسی مزید کوشش کی ضرورت نہ تھی لیکن چونکہ ان کے اتباع مرزا صاحب قادیانی کی ہر ایک حیثیت کو ان کی مسیحیت موعودہ پر دلیل جانتے ہیں اور ان کی متکلمانہ حیثیت سے بھی ان کی مسیحیت منواتے ہیں اس لئے ضرورت ہوئی کہ مرزا قادیانی کو بحیثیت ایک مصنف اور متکلم کے بھی دیکھا جائے کہ کس رتبے کے تھے۔

ہماری رائے کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب موصوف بحیثیت فن تصنیف بہت معمولی مصنف تھے۔ اور علم کلام میں تو آپ کو کوئی بڑا نمایاں حصہ نہ تھا کیونکہ آپ ان اصحاب سے تھے جن کا (براہین احمدیہ۔ ص ۵۶۲) قول ہے

پائے استدلالیاں چوبیں بود
پائے چوبیں سخت بے تمکیں بود

ہمارا یہ دعوی اتباع مرزا کو مکروہ معلوم ہو گا مگر محض دعوی سن کر تردید پر کمر بستہ ہو جانا اور دلیل سے نہ سوال کرنا نہ دلیل پر غور کرنا بھی علم کلام میں نقصان علم کی علامت ہے۔ اتباع مرزا اگر ہمارے دعوی کو سن کر کتاب ہذا نہ دیکھیں گے، تو وہ سمجھ رکھیں کہ ان کا ایسا کرنا فرعونی فعل سے بھی گرا ہوا ہو گا جس نے حضرت موسیٰؑ کا دعوی رسالت سن کر دلیل طلب کی تھی

ان کنت جئت بآیة فأت بها ۔ (الاعراف: ۱۰۶)

اس لئے ناظرین کتاب ہذا اتباع مرزا ہوں یا اعداء مرزا سب کا فرض ہے کہ اس کتاب میں پیش کردہ واقعات پر نظر کریں اپنی محبت یا عداوت کو دخل نہ دیں۔
علمائے اسلام بالخصوص علمائے کلام اور طلباء اس رسالہ میں مخاطب اول ہیں۔

تمہید: علم کلام اس علم کا نام ہے جس میں عقائد اسلامیہ کی تصحیح اور خیالات کفریہ کی تردید دلائل عقلیہ کے ساتھ یعنی عقلی طریق سے کی جاتی ہے علم منطق اور فلسفہ وغیرہ علوم عقلیہ اس علم کے خادم ہیں۔علم کلام کے جاننے اور برتنے والے کو متکلم کہتے ہیں اور اس گروہ کا نام متکلمین ہے۔امام غزالیؒ اور امام رازیؒ، شیخ ابن تیمیہؒ، شاہ ولی اللہؒ دہلوی وغیرہ اسی گروہ کے معزز ارکان ہیں۔

علمائے منطق نے طریقہ کلام اور مواد کلام وغیرہ سب لکھا ہے ہم بغرض اختصار بہت مختصر سی کتاب سے نقل کرتے ہیں

القیاس اما بر ھا نی یتا لف من الیقینیات و اما جدلی یتالف من المشھورات و المسلما ت و اما خطا بی یتالف من المقبولات و المنظو نات ، و اما شعری یتا لف من المخیلات و اما سفسطی یتالف من الو ھمیا ت و المشبھات ۔(تہذیب منطق)

قیاس(۱) یا برہانی ہوتا ہے جو یقینیات سے مرکب ہوتا ہے (۲) یا جدلی ہوتا ہے جو مشہورات اور مسلمات سے مرکب ہوتا ہے ۳۔ یا خطابی ہوتا ہے جو مقبولات اور مظنونات سے مرکب ہو تا ہے۔۴۔ یا شعری ہوتا ہے جو محض خیالی امور سے مرکب ہوتا ہے۔۵ یا سفسطی ہوتا ہے جو محض وہمیات سے مرکب ہوتا ہے

ان میں سے ہر ایک کی مثال درج ذیل ہے: مثلاً

۱: دنیا متغیر ہے اور جو چیز متغیر ہے وہ حادث ہے
۲۔ یہ بات سچی ہے اور سچی بات اچھی ہے۔
۳۔(جو شخص حدیث کو سند جانتا ہے اسکے سامنے کہنا) یہ حکم حدیث کا ہے اور جو حکم حدیث کا ہے وہ صحیح ہے۔
۴۔میرا محبوب سورج ہے، سورج کی طرف دیکھا نہیں جاتا۔اسی بنا پر یہ شعر ہے

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

۵۔ اہل منطق ان اقسام کو صناعات خمسہ کہتے ہیں ان میں سے اعلیٰ درجہ برہان کا ہے جو یقینی دلیل ہے باقی یقینی نہیں شعری صنعت سے مراد نظم نہیں بلکہ محض شاعرانہ خیالات اور تلازمات مراد ہیں شاعر ایک خیال ذہن میں باندھ لیتا ہے پھر اس کے تلازم لاتا ہے مثلاً اردو شاعر نے اپنے معشوق کی کم گوئی کی وجہ سے اسکے منہ کو جز و لا یتجزی مان لیا یعنی وہ چیز جو کسی طرح تقسیم نہیں ہوسکتی پھر اسکا تلازم بتانے کو کہتا ہے

تقسیم جزو لا یتجزی کی ہو گئی
سہواً سخن جو ان کے دہن سے نکل گیا

ایسے شعر کو بہت موزوں کہتے ہیں۔فن شعر میں شعر کی خوبی صداقت پر نہیں ہوتی بلکہ خیال اور خیال کے تلازم پر ہوتی ہے۔ اہل کلام جس مضمون کو غلط اور بے ثبوت کہنا چاہتے ہیں اس کی نسبت کہا کرتے ہیں: یہ شعری ہے۔

ناظرین! ان صناعات خمسہ کو یاد رکھیں اور ہماری معروضات کو غور سے سنیں مرزا غلام احمد قادیانی نے ان مواد میں سے کس مادہ کو اختیار کیا؟ ہمارا خیال ہے کہ جناب مرزا غلام احمد علوم عقلیہ کلامیہ سے بالکل اجنبی تھے اس لئے ان سے ان کی پابندی نہ ہوسکی۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصانیف کس صنعت سے ہیں اس بات کا بتانا اس رسالہ کا موضوع ہے ہاں مجمل طور پر اس تمہید میں یہ بتانا بھی مفید ہوگا کہ مرزا قادیانی نے اہل منطق کی ان صناعات خمسہ کے علاوہ ایک جدید صنعت بھی ایجاد کی تھی جس کا نام ،صنعت دشنام، ہے یعنی مخاطب یا اس کے واجب العزت بزرگوں کو ایسے سبّ و شتم سے یاد کرتے کہ وہ سن کر تاب گفتگو نہ لاسکتا اور اس کی خاموشی کو مرزا قادیانی اور اس کے اتباع اپنی فتح قرار دیتے۔ ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت اخبار الفضل قادیان کے ایک طویل مضمون سے ملتا ہے جو خاص اسی غرض کے لئے لکھا گیا ہے جسکا عنوان بھی اسی غرض کے اظہار کے لئے بہت موزوں ہے وہ یہ ہے

حضرت مسیح موعود کے علم کلام کی شاندار فتح

حضرت عیسیٰ اور یسوع (مسیح) کی حقیقت

آج سے نصف صدی پیشتر جب کہ مسیحی مشنری سرزمین ہند پر پوری قوت سے حملہ آور ہو رہے تھے انہوں نے اسلام اور سید المعصومین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کے برخلاف طوفان بے تمیزی برپا کر رکھا تھا ترغیب وترہیب کے تمام طریقے اور مکرو فریب کی سب اقسام استعمال کر رہے تھے اسلام سے بدظن کرنے کے لئے سید الانبیاء کو گالیاں دی جاتی تھیں گندی کتابیں اور سبّ و شتم سے لبریز پمفلٹ شائع کئے جا رہے تھے کہ غیرت خداوندی جوش میں آئی اور اللہ تعالیٰ نے گلستان احمد کی نگہبانی اور آپ کی عزت کی حفاظت کے لئے حضرت مسیح موعود (مرزا) کو مبعوث فرمایا آپ دشمنان اسلام کے سامنے سینہ سپر ہو گئے اور اپنی بعثت کا مقصد ذکر کرتے ہوئے فرمایا

جانم فدا شود برہ دین مصطفیٰ
این ست کام دل اگر آید میسرم

خدا کا یہ برگزیدہ (مرزا غلام احمد) اپنے اس بلند مقصد کو نہایت کامیابی سے پورا کر کے اپنے محبوب حقیقی کے پاس چلا گیا اس کی تصانیف پر نظر کرنے سے بآسانی معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ ایک دردمند اور سوختہ دل لے کر آیا تھا رسول کریم ﷺ پر دشمنوں کے پیہم تیروں اور ناقابل برداشت بدزبانیوں نے اس کے قلب کو پاش پاش کر دیا وہ اپنے محبوب کے لئے غیور تھا۔ اور اس کا سچا عاشق تھا اس لئے اس کی بے چینی اور دل فگاری قیاس سے بالا تھی لیکن اس کا سوز و گداز کارگر ثابت ہوا اس کی کوششیں کامیاب ہوئیں وہ اس دنیا سے تب گیا جب اپنے تمام دشمنوں پر اس بارہ میں بھی اتمام حجت کر چکا تھا..آخری ایام میں نہایت پرشوکت کلام رعب و ہیبت سے لبریز الفاظ اور جلالی (احمد اور جلالی؟) شان میں فتح نصیب جرنیل کی طرح یہ کہتے ہوئے پاتے ہیں:

اب کوئی پادری تو میرے سامنے لاؤ جو یہ کہتا ہو کہ آنحضرتﷺ نے کوئی پیش گوئی نہیں کی۔ یادرکھو کہ وہ زمانہ مجھ سے پہلے ہی گذر گیا اب وہ زمانہ آ گیا ہے جس میں خدا یہ ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ وہ رسول محمد عربی جس کو گالیاں دی گئیں جس کے نام کی بے عزتی کی گئی جس کی تکذیب میں بدقسمت پادریوں نے کئی لاکھ کتابیں (اتنی کتابیں آپ نے دیکھیں یا سنیں یا الہام ہوا ؟) اس زمانہ میں لکھ کر شائع کردیں وہی سچا اور سچوں کا سردار ہے اس کے قبول میں حد سے زیادہ انکار کیا گیا مگر آخر اسی رسول کو تاج عزت پہنایا اس کے غلاموں اور خادموں میں سے ایک میں ہوں جس سے خدا مکالمہ مخاطبہ کرتا ہے اور جس پر خدا کے غیبوں اور نشانوں کا دروازہ کھولا گیا ہے (حقیقت الوحی۔ص۲۷۴) نشان نمائی میں دعوت مقابلہ اور آسمانی تائیدات میں معجزانہ تحدی ایک فیصلہ کن امر تھا اور نشانات سماویہ کی بارشیں اسلام کی زندگی اور بانی اسلامﷺ کی حیات جاوید کا قطعی اور ناقابل تردید ثبوت ہیں اس میدان میں مخالفین اسلام آریوں اور عیسائیوں نے ۶ ستمبر کو جو ذلت اور شکست اٹھائی وہ ایک ظاہر و باہر امر ہے ان سطور میں مجھے اس سے بحث کرنا مطلوب نہیں بلکہ میں یہ بتانا چاہتا ہوں کہ اللہ تعالی کی منشاء کے ماتحت حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دجالی فتنہ کو پاش پاش کرنے کے لئے جو علم کلام اختیار فرمایا کس قدر کامیاب اور کتنا زوداثر ثابت ہوا۔ میری مراد حضور (مرزا قادیانی) کیاس طریق خطاب سے ہے جو آپ نے پادریوں کے جواب میں یسوع مسیح کی حقیقت آشکارا کرنے کے لئے اختیار فرمایا اور جس پر بعض مسلمان کہلانے والے بھی اپنی نافہمی سے معترض ہوئے اور اسے توہین قرار دینے لگے ...

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پادریوں کے تمام حملوں کا فرداً فرداً جواب دینے کے بعد قرآن پاک کی روشنی میں اور سلف صالح کے طریق عمل کے مطابق بائیبل کی رو سے یسوع مسیح کی حقیقت اس طرح واضح طور پر پیش کی کہ پادریوں کو لینے کے دینے پڑ گئے جس کا لازمی نتیجہ یہ

ہوا کہ وہ تند اور ہولناک سیلاب جو پادریوں کی بدزبانی کا امڈا چلا آ رہا تھا رک گیا اور یہی مقصود تھا۔ (الفضل قادیان ۶ مارچ ۱۹۳۲ء ص ۵۔۶)

اس طویل مضمون کا مفہوم واضح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یسوع کو بحیثیت صفات مزعومہ نصاریٰ کے بہت کچھ برا بھلا کہا۔ کیوں کہا؟ اسلئے کہ عیسائیوں نے ہمارے نبی ﷺ کو برا کہا تھا۔

ناظرین خصوصاً علماء کلام غور فرمائیں کہ یہ طریق کلام کہاں تک صحیح ہے کہ برا کہیں عیسائی اور مرزا غلام احمد قادیانی اس کے جواب میں برا کہیں یسوع مسیح کو۔ شائد انہی معنی میں کہا گیا ہے

محتسب خم شکست و من سر او

السن بالسن و الجروح قصاص

ہم اس مضمون کا جواب نہیں دیتے بلکہ ناظرین کے سامنے وہ الفاظ رکھ دیتے ہیں جو مرزا قادیانی یسوع مسیح کے حق میں لکھے ہیں اور وہ یہ ہیں

آپ (یسوع) کا خاندان بھی نہایت پاک ومطہر ہے۔تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں۔جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔مگر شائد یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہوگی آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو کہ جدی مناسبت درمیان ہے۔ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا وے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے۔سمجھنے والے سمجھ لیں کہ ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے۔

(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ص ۷ خزائن ج ۱۱ ص ۲۹۱)

اس اقتباس میں یسوع کے نام سے یاد کیا ہے دوسرے میں اسلامی نام مسیح کے ساتھ کوسا ہے جو یہ ہے

مسیح کا چال چلن کیا تھا ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد ۳ ص ۲۳،۲۴)

اسی طرح مخالف علمائے اسلام کے حق میں بھی مرزا غلام احمد صاحب نے اظہار غیظ وغضب کیا۔ چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

ینظر الیھا کل مسلم بعین الحبة و المو د ة و ینتفع من معارفھا و یقبلنی ویصد ق دعوتی ا لا ذریة البغا یا (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷۔۵۴۸) (ہر مسلمان مجھ کو محبت کی نظر سے دیکھتا اور مجھے قبول کرتا اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے لیکن زنا کار عورتوں کی اولاد نہیں مانتی)۔

اس کے ساتھ علماء اسلام کو مندرجہ ذیل الفاظ سے بھی یاد کیا ہے

اے بدذات فرقہ مولویاں، تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے اے ظالم مولویو! تم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا، وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔ (انجام آتھم ص ۲۱)

شروع مقصد

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی کے دو حصے ہیں۔

ا: زمانہ تالیف براہین احمدیہ تک۔

۲۔ زمانہ دعوی مسیحیت سے انجام تک۔

ان دونوں زمانوں میں مرزا قادیانی کا علم کلام بھی دو طرح پر ہے۔

الف: خطاب بکفار متعلق اسلام۔

ب: خطاب باہل اسلام وغیرہ متعلق دعوی مسیحیت خود

یعنی براہین احمدیہ کی چار جلدوں تک مرزا غلام احمد قادیانی کا خطاب کفار کی طرف تھا۔ براہین احمدیہ کے بعد اہل اسلام کی طرف ہوا۔ بلکہ یوں کہیے کہ سارا زور اپنی مسیحیت کے اثبات میں لگا دیا۔ اسلئے ہم بھی اپنی کتاب کے تین باب بناتے ہیں۔ اول: خطاب کفار، دوم: خطاب علماء اسلام، سوم: مرزا غلام احمد کے قواعد مخصوصہ

اب رہی یہ بات کہ مرزا قادیانی کی کون سی کتاب کفار کے خطاب میں ہے اور کون کون سی علمائے اسلام کے خطاب میں، سو اس کی تلاش سے ہم بے فکر ہیں کیونکہ مرزا قادیانی نے تصریح کے ساتھ ہم کو اس تلاش سے مستغنی کر دیا ہے چنانچہ لکھا ہے

ہندوؤں کے مقابل میں نے کتاب براہین احمدیہ اور سرمہ چشم آریہ (ایک آریہ سے مباحثہ ہے جسے بنا سنوار کر چھاپا) اور آریہ دھرم (یہ کتاب نبوگ کا ایک ناول ہے جسے علم کلام میں لینا کلام کی ہتک کرنا ہے) ایسی کتابیں تالیف کیں۔

عیسائیوں کی نسبت جو اتمام حجت کیا گیا وہ بھی دو قسم پر ہے ایک کتابیں ہیں جو میں نے عیسائیوں کے خیالات کے رد میں تالیف کیں جیسا کہ براہین احمدیہ، نور الحق، کشف الغطاء وغیرہ۔

دوسرے وہ نشان ہیں جو عیسائیوں پر حجت پوری کرنے کے لئے میں نے دکھلائے ہیں۔ (تریاق القلوب۔ ص ۴۷، ۴۹۔ قادیانی خزائن ج ۱۵ ص ۲۳۲، ۲۳۶)

ان دونوں اقتباسوں میں براہین احمدیہ مشترک ہے۔ گو یہ بات نا قابل تردید ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ہر کتاب بلکہ ہر تحریر میں اپنا ذاتی حصہ ضرور ہوتا ہے یعنی اپنے دعوی الہام مجددیت مسیحیت وغیرہ کا ذکر لازمی ہوتا ہے براہین احمدیہ بھی اس قانون کلی سے مستثنیٰ نہیں، تاہم یہ کہنا بھی صحیح ہے کہ براہین احمدیہ بمقابلہ غیر مسلمین لکھی گئی ہے جماعت مرزائیہ کو اس پر ضرورت سے زیادہ فخر ہے چنانچہ مولوی محمد علی صاحب مرزائی لاہوری لکھتے ہیں:

قرآن کریم کی صداقت پر دلائل کا مجموعہ

سب سے پہلی کتاب جو آپ (مرزا قادیانی) نے لکھی جو براہین احمدیہ کے نام سے مشہور ہے جو صرف قرآن کریم کی صداقت پر دلائل کا مجموعہ ہے اور انہی دلائل کے ذریعہ سے ہر ایک مذہب پر اتمام حجت کیا ہے چنانچہ اس کا پورا نام ہے البراهين الاحمدية على حقية كتاب الله و النبوة المحمدية (مقولہ محمد علی مندرجہ اخبار پیغام صلح لاہور ۷ جون ۱۹۳۲ء ص ۳ کالم ۳)

اس کتاب کا اشتہار، جس کو اس کتاب کی جلد اول بنایا گیا، دیکھنے سے دل پر عجیب اثر ہوتا ہے:

میں (مرزا غلام احمد) جو مصنف اس کتاب براہین احمدیہ کا ہوں یہ اشتہار اپنی طرف سے بوعدہ انعام دس ہزار روپیہ بمقابلہ جمیع ارباب مذہب اور ملت کے جو حقانیت فرقان مجید اور نبوت حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ سے منکر ہیں اتماماً

للحجة شائع کر کے اقرار صحیح قانونی اور عہد شرعی کرتا ہوں کہ اگر کوئی صاحب منکرین میں سے مشارکت اپنی کتاب کی فرقان مجید سے ان سب براہین اور دلائل میں جو ہم نے در بارہ حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت حضرت خاتم الانبیاء ﷺ اسی کتاب مقدس سے اخذ کر کے تحریر کی ہیں اپنی الہامی کتاب میں سے ثابت کر کے دکھلا دے یا اگر تعداد میں ان کے برابر پیش نہ کر سکے تو نصف ان سے یا ثلث ان سے یا ربع ان سے یا خمس ان سے نکال کر پیش کرے ۔ یا اگر بکلی پیش کرنے سے عاجز ہو تو ہمارے ہی دلائل کو نمبر وار توڑ دے تو ان سب صورتوں میں بشرطیکہ تین منصف مقبولہ فریقین بالاتفاق یہ رائے ظاہر کر دیں کہ ایفاء شرط جیسا کہ چاہیے تھا ظہور میں آ گیا، میں مشتہر ایسے مجیب کو بلاعذرے وحیلتے اپنی جائیداد قیمتی دس ہزار روپیہ قبض و دخل دے دوں گا ۔ (براہین احمدیہ جلد اول۔ص ۱۷ تا ۲۶)

اس عالی شان پروگرام والی کتاب پر علماء کرام اور پیروان اسلام کیوں فریفتہ نہ ہوتے ۔ چنانچہ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بہت سے علماء اور رؤساء کو جناب مصنف سے حسن ظن پیدا ہوا اس کے علاوہ کتاب مذکور کی تعریف میں یہ بھی فرمایا:

ہم (مرزا غلام احمد قادیانی) نے صدہا طرح کا ظہور اور فساد دیکھ کر کتاب براہین احمدیہ کو تالیف کیا تھا اور کتاب موصوف میں تین سو مضبوط اور محکم عقلی دلیل سے صداقت اسلام کو فی الحقیقت آفتاب سے بھی زیادہ تر روشن دکھلایا گیا...

اب ہر ایک مومن کیلئے خیال کرنے کا مقام ہے کہ جس کتاب کے ذریعہ سے تین سو دلائل عقلی حقیت قرآن پر شائع ہو گئیں اور تمام مخالفین کے شبہات کو دفع اور دور کیا جائے گا وہ کتاب کیسی کچھ بندگان خدا کو فائدہ پہنچائے گی اور کیسا فروغ اور جاہ وجلال اسلام کا اس کی اشاعت سے چمکے گا۔

(دیباچہ براہین احمدیہ۔ ص،ب،د۔ قادیانی خزائن ج ا ص ۶۲۔۶۷)

اس عبارت میں جن دلائل کا ذکر کیا ہے ان کی کیفیت ونوعیت بھی اسی کتاب میں آپ نے خود لکھی ہے۔ فرماتے ہیں:

دلائل سے کیا مراد ہے پس بغرض تشریح اس فقرہ کے لکھا جاتا ہے جو دلائل

اور براہین فرقان مجید کی کہ جن سے حقیت اس کلام پاک کی اور صدق رسالت آنحضرتﷺ کا ثابت ہوتا ہے دوقسم پر ہیں۔ اول وہ دلائل جو اس پاک کتاب اور آنحضرتﷺ کی صداقت پر اندرونی اور ذاتی شہادتیں ہیں یعنی ایسے دلائل جو اسی مقدس کتاب کے کمالات ذاتیہ اور خود آنحضرتﷺ کی ہی خصال قدسیہ اور اخلاق مرضیہ اور صفات کاملہ سے حاصل ہوتی ہیں دوسرے وہ دلائل جو بیرونی طور پر قرآن شریف اور آنحضرتﷺ کی سچائی پر شواہد قاطعہ ہیں یعنی ایسے دلائل جو خارجی واقعات اور حادثات متواترہ مثبتہ سے لی گئی ہیں۔ (ص۳۳ تا۳۸ براہین احمدیہ جلد اول)

اس عبارت کو ناظرین سمجھ کر ذہن نشین رکھیں اس کا مفہوم صاف ہے کہ جو دلائل مرزا غلام احمد قادیانی نے براہین احمدیہ میں لکھے ہیں ان میں سے ایک قسم قرآن مجید کے اندر سے لئے گئے ہیں دوسری قسم وہ دلائل ہیں جو خارجی واقعات سے لئے گئے ہیں پھر ان دونوں قسموں کو دوقسموں پر منقسم کیا ہے چنانچہ لکھا ہے:

پھر ہر ایک ان دونوں قسموں کے دلائل سے دوقسم پر ہے دلیل بسیط اور دلیل مرکب۔ دلیل بسیط وہ دلیل ہے جو اثبات حقیت قرآن شریف اور صدق رسالت آنحضرتﷺ کے لئے کسی اور امر کے الحاق اور انضمام کی محتاج نہیں اور دلیل مرکب وہ دلیل ہے جو اس کے تحقق دلالت کے لئے ایک ایسے مجموعہ کی ضرورت ہے کہ اگر من حیث الاجتماع اس پر نظر ڈالی جائے یعنی یک جائی سے اس کی تمام افراد کو دیکھا جائے تو وہ کل مجموعے ایک ایسی عالی حالت میں ہوں جو تحقق اس حالت کا تحقق حقیت فرقان مجید اور صدق رسالت آنحضرتﷺ کو مستلزم ہو اور جب اجزاء اس کے الگ الگ دیکھی جائیں تو یہ مرتبہ برہانیت کا جیسا کہ ان کو چاہیے حاصل نہ ہو۔

(براہین احمدیہ۔ص ۳۸، ۴۸)

یہ عبارات پہلے بیان کی تشریح ہے اس سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ براہین احمدیہ میں دونوں قسم کے دلائل درج کردیئے گئے ہیں

(ناظرین اسے ذہن نشین رکھیں اور یہ بھی یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کتاب میں صناعات خمسہ مذکورہ میں سے برہان سے کام لینے کا ارادہ کیا ہے۔)

انہی پرزور دلائل کی تمہید کے لئے ایک فصل تجویز کی جس کے الفاظ یہ ہیں

پہلی فصل: اب براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی اور اندرونی شہادتیں ہیں (براہین احمدیہ۔ص ۱۳۹)

اس کے نیچے یہ عبارت لکھی ہے:

قبل از تحریر براہین فصل ہذا کے چند ایسے امور کا بیان کرنا ضروری ہے جو دلائل آتیہ کے اکثر مطالب دریافت کرنے اور ان کیفیت اور ماہیت سمجھنے کے لئے قواعد کلیہ ہیں چنانچہ ذیل میں وہ تمہیدیں لکھی جاتی ہیں۔

(براہین احمدیہ۔ص ۱۳۹)

یہ عبارت صاف مظہر ہے کہ اس فصل میں دلائل مذکور نہیں بلکہ تمہیدات مذکور ہیں۔ یہ فصل صفحہ ۵۱۲ (قادیانی خزائن ج ۱ ص ۶۱۱) پر ختم ہوئی ہے اس کے بعد لکھا ہے:

باب اول: ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔ (براہین احمدیہ ص ۵۱۲۔ قادیانی خزائن ج ۱ ص ۶۱۱)

اس عنوان کو دیکھ کر ناظرین ہمہ تن گوش اور بدل متوجہ ہوں گے کہ وہ دلائل قاہرہ سنیں اور دل کو مسرور کریں مگر ان کی ساری امیدیں خاک میں مل جاتی ہیں جب وہ دیکھتے ہیں کہ کتاب صفحہ ۵۶۲ پر ختم ہے۔ ان پچاس صفحات میں مرزا صاحب قادیانی نے چند آیات قرآنیہ اور ان کا صرف ترجمہ لکھا ہے اور بس۔ وہ آیات یہ ہیں

تا لله لقد ار سلنا الى امم من قبلك فز ين لهم الشيطا ن اعمالهم (النحل۔ ٦٣).

ان آیات کا ترجمہ کرنے کے بعد صرف اتنا بتایا کہ جس وقت رسول اللہ ﷺ مبعوث ہوئے تھے ملک کی حالت اس کی مقتضی تھی اتنے پر کتاب کی چار جلدیں ختم ہو گئیں۔ ناظرین منتظر رہے کہ پانچویں جلد میں ہم ان دلائل قاہرہ سے مسرو ہوں گے اور محظوظ ہوں گے۔ مگر آہ! ان کی چشم انتظار اس عاشق مہجور کی طرح ۲۳ سال تک نامراد رہی جس کا قول ہے

نیند راتوں کی گئی دن کی گئیں آسائشیں
کیا سے کیا دکھلا رہا ہے انتظار یار بھی

۲۳ سال کی مدت طویلہ کے بعد براہین احمدیہ کی پانچویں جلد لکھی جس میں اپنا مافی الضمیر ان لفظوں میں ظاہر کیا

بحمد اللہ کہ آخر ایں کتابم
مکمل شد بفضل آنجنابم

اما بعد۔ واضح ہو کہ براہین احمدیہ کا پانچواں حصہ ہے کہ جو اس دیباچہ کے بعد لکھا جائے گا خداتعالی کی حکمت اور مصلحت سے ایسا اتفاق ہوا کہ چار حصے اس کتاب کے چھپ کر پھر تخمیناً تیس برس تک اس کتاب کا چھپنا ملتوی رہا اور عجیب تر یہ کہ اسّی (۸۰) کے قریب اس مدت میں میں نے کتابیں تالیف کیں جن میں سے بعض بڑے بڑے حجم کی تھیں، لیکن اس کتاب کی تکمیل کے لئے توجہ پیدا نہ ہوئی۔ اور کئی مرتبہ دل میں یہ درد بھی پیدا ہوا کہ براہین احمدیہ کے ملتوی رہنے پر ایک زمانہ گذر گیا مگر باوجود کوشش بلیغ اور باوجود اس کے کہ خریداروں کی طرف سے بھی کتاب کے مطالبہ کیلئے سخت الحاح ہوا اور اس مدت مدید اور اس قدر زمانہ التواء میں مخالفوں کی طرف سے بھی وہ اعتراض مجھ پر ہوئے کہ جو بدظنی اور بدزبانی کے گند سے حد سے زیادہ آلود تھے اور بوجہ امتداد مدت درحقیقت وہ دلوں میں پیدا ہو سکتے تھے، مگر پھر بھی قضاوقدر کے مصالح نے مجھے یہ توفیق نہ دی کہ میں اس کتاب کو پورا کرسکتا۔ اس سے ظاہر ہے کہ قضاوقدر درحقیقت ایک ایسی چیز ہے جس کے احاطہ سے باہر نکل جانا انسان کے اختیار میں نہیں ہے۔ مجھے اس بات پر افسوس ہے بلکہ اس بات کے تصور سے دل دردمند ہو جاتا ہے کہ بہت سے لوگ جو اس کتاب کے خریدار تھے اس کتاب کی تکمیل سے پہلے ہی دنیا سے گذر گئے۔ مگر جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں انسان تقدیر الٰہی کے ماتحت ہے۔ اگر خدا کا ارادہ انسان کے ارادہ کے مطابق نہ ہو تو انسان ہزار جد و جہد کرے اپنے ارادہ کو پورا نہیں کرسکتا۔ لیکن جب خدا کے ارادہ کا وقت آجاتا

ہے تو وہی امور جو بہت مشکل نظر آتے تھے نہایت آسانی سے میسر آجاتے ہیں۔ اس جگہ طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے تمام کاموں میں حکمت اور مصلحت ہوتی ہے تو اس عظیم الشان دینی خدمت کی کتاب میں جس میں اسلام کے تمام مخالفوں کا رد مقصود تھا کیا حکمت تھی کہ وہ کتاب تخمیناً تئیس برس تک مکمل ہونے سے معرض التوا میں رہی اس کا جواب خدا ہی بہتر جانتا ہے۔ کوئی انسان اس کے تمام بھیدوں پر محیط نہیں ہوسکتا۔ مگر جہاں تک میرا خیال ہے وہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصے کہ جو شائع ہو چکے تھے وہ ایسے امور پر مشتمل تھے کہ جب تک وہ امور ظہور میں نہ آجاتے تب تک براہین احمدیہ کے ہر چہار حصہ کے دلائل مخفی اور مستور رہتے اور ضرور تھا کہ براہین احمدیہ کا لکھنا اس وقت تک ملتوی رہے جب تک کہ امتداد زمانہ سے وہ سربستہ امور کھل جائیں اور جو دلائل ان حصوں میں درج ہیں وہ ظاہر ہو جائیں کیونکہ براہین احمدیہ کے ہر چہار حصوں میں جو خدا کا کلام یعنی اس کا الہام مستور ہے جو اس عاجز پر ہوا وہ اس بات کا محتاج تھا جو اس کی تشریح کی جائے اور نیز اس بات کا محتاج تھا کہ جو پیش گوئیاں اس میں درج ہیں ان کی سچائی لوگوں پر ظاہر ہو جائے۔ پس اس لئے خدائے حکیم و علیم نے اس وقت تک براہین احمدیہ کا چھپنا ملتوی رکھا کہ جب تک وہ تمام پیش گوئیاں ظہور میں آگئیں...

پس اسلام کی سچائی ثابت کرنے کے لئے یہ ایک بڑی دلیل ہے کہ وہ تعلیم کی رو سے ہر ایک مذہب کو فتح کرنے والا ہے اور کامل تعلیم کے لحاظ سے کوئی مذہب اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔

دوم: پھر دوسری قسم کی فتح جو اسلام میں پائی جاتی ہے جس میں کوئی مذہب اس کا شریک نہیں اور جو اس کی سچائی پر کامل طور پر مہر لگاتی ہے اس کی زندہ برکات اور معجزات ہیں جن سے دوسرے مذاہب بکلی محروم ہیں۔

یہ ایسے کامل نشان ہیں کہ ان کے ذریعہ سے نہ صرف اسلام دوسرے مذاہب پر فتح پاتا ہے بلکہ اپنی کامل روشنی دکھلا کر دلوں کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔

یادر ہے کہ پہلی دلیل اسلام کی سچائی کی جو ابھی ہم لکھ چکے ہیں یعنی کامل تعلیم وہ درحقیقت اس بات کے سمجھنے کے لئے کہ مذہب اسلام من جانب اللہ ہے ایک کھلی کھلی دلیل نہیں کیونکہ ایک متعصب منکر جس کی نظر باریک بین نہیں ہے کہہ سکتا ہے کہ ممکن ہے کہ ایک کامل تعلیم بھی ہو اور پھر خدا تعالی کی طرف سے نہ ہو۔ پس اگر چہ یہ دلیل ایک دانا طالب حق کو بہت سے شکوک سے مخلصی دے کر یقین کے نزدیک کر دیتی ہے لیکن تاہم جب تک دوسری دلیل مذکورہ بالا اس کے ساتھ منضم اور پیوستہ نہ ہو کمال یقین کے مینار تک نہیں پہنچا سکتی اور ان سونوں دلیلوں کے اجتماع سے سچے مذہب کی روشنی کمال تک پہنچ جاتی ہے اور اگر چہ سچا مذہب ہزار ہا آثار اور انوار اپنے اندر رکھتا ہے لیکن یہ دونوں دلیلیں بغیر حاجت کسی اور دلیل کے طالب حق کے دل کو یقین کے پانی سے سیراب کر دیتی ہیں اور مکذبوں پر پورے طور پر اتمام حجت کرتی ہیں اس لئے ان دو قسم کی دلیلوں کے موجود ہونے کے بعد کسی اور دلیل کی حاجت نہیں رہتی اور میں نے پہلے ارادہ کیا تھا کہ اثبات حقیت اسلام کے لئے تین سو دلیل براہین احمدیہ میں لکھوں لیکن جب میں نے غور سے دیکھا تو معلوم ہوا کہ یہ دو قسم کے دلائل ہزار ہا نشانوں کے قائم مقام ہیں پس خدا نے میرے دل کو اس ارادہ سے پھیر دیا اور مذکورہ بالا دلائل کے لکھنے کے لئے مجھے شرح صدر عنایت کیا اگر میں کتاب براہین احمدیہ کے پورا کرنے میں جلدی کرتا تو ممکن نہ تھا کہ اس طریق سے اسلام کی حقانیت لوگوں پر ظاہر کر سکتا کیونکہ براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں بہت سی پیش گوئیاں ہیں جو اسلام کی سچائی پر قوی دلیل ہیں مگر ابھی وہ وقت نہیں آیا تھا کہ خدا تعالی کے وہ موعودہ نشان کھلے کھلے طور پر دنیا پر ظاہر ہوتے ہر ایک دانش مند سمجھ سکتا ہے کہ معجزات اور نشانوں کا لکھنا انسان کے اختیار میں نہیں اور دراصل یہی ایک بڑا ذریعہ سچے مذہب کی شناخت کا ہے کہ اس میں برکات اور معجزات پائے جائیں کیونکہ جیسا کہ ابھی میں نے بیان کیا ہے صرف کامل تعلیم کا ہونا سچے مذہب کے لئے پوری پوری اور کھلی

کھلی علامت نہیں ہے جو تسلی کے انتہائی درجہ تک پہنچا سکے۔
سو میں انشاء اللہ تعالی یہی دونوں قسم کے دلائل اس کتاب میں لکھ کر اس کتاب کو پورا کروں گا۔ اگرچہ براہین کے گذشتہ حصوں میں نشانوں کے ظہور کا وعدہ دیا گیا تھا مگر میرے اختیار میں نہ تھا کہ کوئی نشان اپنی طاقت سے ظاہر کر سکتا اور کئی باتیں پہلے حصوں میں تھیں جن کی تشریح میری طاقت سے باہر تھی لیکن جب تئیس برس کے بعد وہ وقت آ گیا تو تمام سامان خدا تعالی کی طرف سے میسر آ گئے اور موافق اس وعدہ کے جو براہین کے پہلے حصوں میں درج تھا قرآن شریف کے معارف اور حقائق میرے پر کھولے گئے جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا الرحمٰن علم القرآن ایسا ہی بڑے بڑے نشان ظاہر کئے گئے جو لوگ سچے دل سے خدا کے طالب ہیں وہ خوب جانتے ہیں کہ خدا کی معرفت خدا کے ذریعہ سے ہی میسر آ سکتی ہے اور خدا کو خدا کے ساتھ ہی شناخت کر سکتے ہیں اور خدا اپنی حجت آپ ہی پوری کر سکتا ہے انسان کے اختیار میں نہیں اور انسان کبھی کسی حیلہ سے گناہ سے بیزار ہو کر اس کا قرب حاصل نہیں کر سکتا جب تک کہ معرفت کاملہ حاصل نہ ہو اور اس جگہ کوئی کفارہ مفید نہیں اور کوئی طریق ایسا نہیں جو گناہ سے پاک کر سکے بجز اس کامل معرفت کے جو کامل محبت اور کامل خوف کو پیدا کرتی ہے اور کامل محبت اور کامل خوف یہی دونوں چیزیں ہیں جو گناہ سے روکتی ہیں کیونکہ محبت اور خوف کی آگ جب بھڑکتی ہے تو گناہ کے خس و خاشاک کو جلا کر بھسم کر دیتی ہے اور یہ پاک آگ اور گناہ کی گندی آگ دونوں جمع نہیں ہو سکتیں۔ غرض انسان نہ بدی سے رک سکتا ہے اور نہ محبت میں ترقی کر سکتا ہے جب تک کہ کامل معرفت اس کو نصیب نہ ہو اور کامل معرفت نہیں ملتی جب تک کہ انسان کو خدا تعالی کی طرف سے زندہ برکات اور معجزات نہ دیئے جائیں یہی ایک ایسا ذریعہ سچے مذہب کی شناخت کا ہے کہ جو تمام مخالفوں کا منہ بند کر دیتا ہے اور ایسا مذہب جو مذکورہ بالا دونوں قسم کے دلائل اپنے اندر رکھتا ہے یعنی ایسا مذہب کہ تعلیم اس کی ہر پہلو سے کامل ہے جس میں کوئی

فروگذاشت نہیں اور نیز یہ کہ خدا نشانوں اور معجزات کے ذریعہ سے اس کی سچائی کی گواہی دیتا ہے اس مذہب کو وہی شخص چھوڑتا ہے جو خدا تعالی کی کچھ بھی پرواہ نہیں رکھتا اور روز آخرت پر چندروزہ زندگی اور قوم کے جھوٹے تعلقات کو مقدم کر لیتا ہے وہ خدا جو آج بھی ایسا ہی قادر ہے جیسا کہ آج سے دس ہزار برس پہلے قادر تھا (دنیا کی ساری عمر سات ہزار سال ہے۔ لیکچر سیالکوٹ ص۶) اس پر اسی صورت سے ایمان حاصل ہوسکتا ہے کہ اس کی تازہ برکات اور تازہ معجزات اور قدرت کے تازہ کاموں پر علم حاصل ہو ورنہ یہ کہنا پڑے گا کہ یہ وہ خدا نہیں ہے جو پہلے تھا یا اس میں وہ طاقتیں اب موجود نہیں جو پہلے تھیں اسلئے ان لوگوں کا ایمان کچھ بھی چیز نہیں جو خدا کے تازہ برکات اور تازہ معجزات کے دیکھنے سے محروم ہیں اور خیال کرتے ہیں کہ اس کی طاقتیں آگے نہیں بلکہ پیچھے رہ گئیں ہیں بالآخر یہ بھی یادرہے کہ جو براہین احمدیہ کے بقیہ حصہ کے چھاپنے میں تئیس برس تک التواء رہا۔ یہ التواء بے معنی اور فضول نہ تھا بلکہ اس میں یہ حکمت تھی کہ تا اس وقت تک پنجم حصہ دنیا میں شائع نہ ہو جب تک کہ وہ تمام امور ظاہر ہو جائیں جن کی نسبت براہین احمدیہ کے پہلے حصوں میں پیش گوئیاں ہیں کیونکہ براہین احمدیہ کے پہلے حصے عظیم الشان پیش گوئیوں سے بھرے ہوئے ہیں اور پنجم حصہ کا عظیم الشان مقصد یہی تھا کہ وہ موعودہ پیش گوئیاں ظہور میں آجائیں اور یہ خدا کا ایک خاص نشان ہے کہ اس نے محض اپنے فضل سے اس وقت تک مجھے زندہ رکھا یہاں تک کہ وہ نشان ظہور میں آ گئے تب وہ وقت آ گیا کہ پنجم حصہ لکھا جائے اور اس حصہ پنجم کے وقت جو نصرت حق ظہور میں آئی ضرور تھا کہ بطور شکر گزاری کے اس کا ذکر کیا جاتا سو اس امر کے اظہار کے لئے میں نے براہین احمدیہ کے پنجم حصہ کے لکھنے کے وقت جس کو درحقیقت اس کتاب کا نیا جنم کہنا چاہیے اس حصہ کا نام نصرۃ الحق بھی رکھ دیا تا وہ نام ہمیشہ کے لئے اس بات کا نشان ہو کہ باوجود صدہا عوائق اور موانع کے محض خدا تعالی کی نصرت اور مدد نے اس حصہ کو خلعت نور بخشا۔ چنانچہ اس حصہ کے چند اوائل

ورق کے ہر ایک صفحہ پر نصرۃ الحق لکھا گیا مگر پھر اس خیال سے کہ تا یاد دلایا جائے کہ یہ وہی براہین احمدیہ ہے جس کے پہلے چار حصے طبع ہو چکے ہیں بعد اس کے ہر ایک سر صفحہ پر براہین احمدیہ کا حصہ پنجم لکھا گیا پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے، اسلئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔ (دیباچہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۱ تا ۷)

مرزائی دوستو! کیا اچھا شاعرانہ تخیل ہے۔ پچاس اور پانچ ایک ہی ہیں محض صفر کا فرق ہے جسے اہل ہندسہ بھی بے حقیقت کہا کرتے ہیں مگر ہم اپنے مرزائی دوستوں سے پوچھتے ہیں کہ تم نے کسی سے پچاس روپے لینے ہوں اور وہ پانچ دے کر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول پیش کرے کہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے جو حقیقت میں بے حقیقت ہے ہے تو کیا تم لوگ پانچ پر کفایت کر جاؤ گے؟ ایمان سے کہنا، ایمان ہے تو سب کچھ ہے۔

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات ہماری تحقیق میں صناعات خمسہ میں سے صنعت شعری پر مبنی ہیں اس وجہ سے ناظرین کی تسلی کے لئے ہم بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی وعدہ خلافی کا عذر شاعرانہ تخیل میں پیش کرتے ہیں

عرب کا مشہور منہ زور شاعر متنبّی اپنی معشوقہ کے عدم ایفاء عہد پر معذرت کرتا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها الا يدوم لها عهد

(معشوقہ جب بے وفائی کرے تو سمجھو کہ اس نے وعدہ پورا کر دیا کیونکہ اس کے وعدہ میں داخل ہے کہ وہ وعدہ وفا نہ کرے گی)

اسی شاعرانہ تخیل میں ہم بھی مرزا غلام احمد قادیانی کا عذر قبول کرتے ہیں اور یہ ماننے کو تیار ہیں کہ پچاس اور پانچ میں کوئی فرق نہیں دراصل پچاس کا عدد بھی پانچ ہے جیسے سو دراصل ایک ہو، فرق صرف صفر کا ہے جو بے حقیقت چیز ہے۔

مرزائی دوستو! ہم نے تمہارے مسیح موعود کا عذر تو قبول کر لیا بلکہ پبلک سے بھی منظور کرا دیا مگر آخر یہ شاعرانہ تخیل کب تک کام آئے گا خطرہ ہے کہ کوئی من چلا

شاعر تخیل میں آپ لوگوں کی معرفت مرزا قادیانی کو یہ شعر نہ پہنچا دے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

براہین احمدیہ جلد پنجم:

ہم بتا آئے ہیں کہ براہین جلد چہارم کے صفحہ ۵۱۲ پر مرزا غلام احمد صاحب نے نہایت مسرت انگیز عنوان تجویز فرمایا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

باب اول: ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی شہادتیں ہیں۔

لیکن اس جلد میں اس بیان کو شروع بھی نہ کیا گو جلد پنجم کے لکھنے اور شائع کرنے میں ۲۳ سال کی مدت مدیدہ گزر گئی تاہم مصنف کو خیال ہونا چاہیے تھا کہ جس کتاب کی یہ جلد پنجم ہے اس کی چوتھی جلد میں جو مضمون چلا آ رہا ہے اسی کو پانچویں میں پورا کرنا چاہیے حالانکہ جس اشتہار کے ذریعہ مسلمانوں کو روپیہ بھیجنے کی ترغیب دی ہے اس میں یہ الفاظ بھی تھے:

پہلے یہ کتاب صرف تیس پینتیس جزو تک تالیف ہوئی تھی اور پھر سو جزء تک بڑھا دی گئی اور دس روپیہ عام مسلمانوں کے لئے اور پچیس روپے دوسری قوموں اور خواص کے لئے مقرر ہوئی مگر اب یہ کتاب بوجہ احاطہ جمیع ضروریات تحقیق و تدقیق اور اتمام حجت کے تین سو جزو تک پہنچ گئی ہے۔

(اشتہار مندرجہ تبلیغ رسالت جلد اول۔ص ۲۴ مجموعہ اشتہارات ج اص ۳۲، ۳۴)

اس اشتہار سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کتاب براہین احمدیہ تین سو جزو تک تیار ہو چکی تھی جن میں سے چار جلدوں میں ۳۵ جزو شائع ہوئے ہیں، باقی مسودہ بقدر ۲۶۵ جزو کو کیوں چھپا رکھا؟ یہاں تک کہ ۲۳ سالہ طویل مدت کے بعد پانچویں جلد شائع کی تو اس میں نہ اس وعدہ کا لحاظ رکھا، نہ اس اعلان کے مطابق اس مسودہ کو شائع کیا، نہ یہ ظاہر کیا کہ وہ مسودہ آگ کی نذر ہو گیا۔ باوجود ایسے واقعات کے چونکہ ہم مرزا قادیانی کی تصنیفات کی نوعیت صنعت شعری جانتے ہیں اس لئے بحکم مصرعہ

کلام اللیل یمحوہ النہار (رات کے وعدہ کو دن کا ظہور محو کر دیتا ہے)
پانچویں جلد میں سابقہ حصص کے مضامین بلکہ ڈیڑھ سو جز و مسودہ سب بھول گئے ایسے بھولے کہ نہ ان کی غرض و غایت یاد رہی نہ ان کا آخری مضمون نہ آخری سرخی۔سب کچھ ایسے بھولے جیسے ایک شاعر کا معشوق بھولا جس کا ذکر یوں ہے

مجھے قتل کرکے وہ بھولا سا قاتل
لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے
کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

یوں معلوم ہوتا ہے کہ جلد پنجم شروع کرتے ہوئے چوتھی کو کھول کر بھی نہیں دیکھا اسی لئے چوتھی میں جس بات کو بطور اصول بزور بیان کیا پانچویں میں بزور اس کی تردید کی ۔ مثلاً پہلے لکھ چکے ہیں:

جب کہ تصفیہ ہر ایک امر کے جائز یا ممتنع ہونے کا عقل ہی کے حکم پر موقوف ہے اور ممکن اور محال کی شناخت کرنے کے لئے عقل ہی معیار ہے تو اس سے لازم آیا کہ حقیقت اصول نجات کی بھی عقل ہی سے ثابت کی جائے ۔
(براہین احمدیہ ص ۸۸۔قادیانی خزائن ج اص ۷٦)

براہین احمدیہ جلد پنجم میں لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ محض عقلی دلائل مذہب کی سچائی کیلئے کامل شہادت نہیں ہوسکتے .. محض عقلی دلائل سے تو خدا تعالی کا وجود بھی یقینی طور پر ثابت نہیں ہوسکتا چہ جائے کہ کسی مذہب کی سچائی اس سے ثابت ہو (براہین احمدیہ۔پنجم ص ۴۷۔۴۸)

ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات کو ہم اہل منطق کی صناعات خمسہ میں سے صنعت شعری بتا آئے ہیں اس لئے آپ کے اقرار کے بعد اس انکار کو بھی صنعت شعری میں جگہ مل سکتی ہے۔کسی شاعر نے کہا ہے

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

ہمارا بیان کیسا صاف ہے کہ براہین احمدیہ جلد پنجم میں مرزا غلام احمد قادیانی

کو وہی مضمون شروع کرنا چاہیے تھا جس کی چوتھی جلد میں گو یا بسم اللہ ہوئی تھی اور تین سو دلائل قاہرہ بالکل مرتب ہو چکے تھے کیونکہ مرزا قادیانی اعلان کر چکے تھے کہ:

ہم نے کتاب براہین احمدیہ کو تین سو براہین محکم دلائل عقلیہ پر مشتمل تالیف کیا ہے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج اص ۳۸)

مگر افسوس کہ اس مضمون کو جو مسودہ کی صورت میں بالکل تیار تھا چھوا بھی نہیں۔ ہاں ایک عنوان ایسا مقرر کیا جس سے گمان ہوسکتا تھا کہ نفس اسلام سے اس کو تعلق ہوگا یعنی سرخی یوں مقرر کی

پہلا باب معجزہ کی اصل اور ضرورت کے بیان میں (براہین احمدیہ۔پنجم ص ۴۶)

اس باب میں جتنی کچھ تقریر فرمائی وہ اصولی ہے مثلاً معجزہ کو مذہب کے لئے امتیازی نشان قرار دے کر لکھا:

غرض بغیر امتیازی نشان کے نہ مذہب حق اور مذہب باطل میں کوئی کھلا کھلا تفرقہ ہوسکتا ہے اور نہ ایک راست باز اور مکار کے درمیان کوئی فرق بین ظاہر ہوسکتا ہے۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۴۸۔۴۹)

باوجود قطع تعلق حصص سابقہ براہین احمدیہ کے ہم اسی پر کفایت کرتے اگر اس اصول کو اسلام کی حقانیت کے لئے استعمال کیا جاتا۔افسوس ہے کہ ایسا نہیں کیا گیا بلکہ اس کو اپنی صداقت کے لئے تمہید بنایا اور دوسرے باب کو اپنے دعوی مسیحیت موعودہ کے اثبات میں پیش کیا چنانچہ اس کا عنوان یہ ہے:

باب دوم: ان نشانوں کے بیان میں جو بذریعہ ان پیش گوئیوں کے ظاہر ہوئے جو آج سے پچیس برس پہلے براہین احمدیہ میں لکھ کر شائع کی گئیں

(براہین احمدیہ جلد پنجم ص ۴۱)

پھر اس باب میں اپنی پیش گوئیاں لکھی ہیں۔ہم جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اتباع مرزا اپنے ہر کام کو اسلام کی خدمت بلکہ اپنے وجود کو اسلام ہی کا نشان بتایا کرتے ہیں لیکن ہم اپنے موضوع کے پابند ہیں ہم نے کتاب ہذا میں علم کلام مرزا کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔

ایک میں ان دلائل کا ذکر ہے جو خالص اسلام کی صداقت پر مرزا غلام احمد قادیانی نے

دیئے یا دینے کا وعدہ کیا۔

دوسری قسم وہ دلائل ہیں جو اپنی نبوت اور مسیحیت موعودہ کے اثبات کے لئے ہیں۔ براہین احمد یہ جلد پنجم کو ہم دوسری قسم سے جانتے ہیں جیسا کہ اس کی تصریحات اور عبارات سے صاف نمایاں ہے۔

مرزائی دوستو! واقعات کے جواب میں منہ چڑھانا اور برا منانا مفید نہیں۔ تم ہمارے حوالجات کو اصل کتابوں میں دیکھو اور ہمارے سوال کا جواب دو۔

سوال: کوئی مفسر سورہ بقرہ کی تفسیر شروع کرے پہلی جلد میں وہ پہلے نصف پارے تک پہنچے اس کے بعد دوسری جلد میں اس کا فرض کیا ہے۔ اسی سورہ بقرہ کو پورا کرنا یا کوئی اور مضمون شروع کرنا

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

براہین احمد یہ کی ظاہری کیفیت

مشہور ہے کہ براہین احمد یہ پانچ جلدوں میں منقسم ہے۔ پانچویں جلد تو بیشک صورت اور سیرت میں الگ ہے ،یعنی نہ اس کی تقطیع پہلی جلدوں سے ملتی ہے نہ مضمون۔ یہ ان سے الگ، وہ اس سے جدا۔ اس کو ان سابقہ حصص کی نوع کہنا ایسا ہی غلط ہے جیسے گیہوں کو چاولوں کی قسم سے کہنا۔

مگر جو چار جلدیں ہم کو بتائی جاتی ہیں ان کی بھی عجیب حالت ہے کہ نہ پہلی کی ابتداء ملتی ہے، نہ دوسری کا شروع، نہ تیسری کی ابتداء، نہ چوتھی کا شروع۔

طبع اول میں تو یہ کچھ نہ تھا۔ اس کے بعد مریدوں نے اس بدصورتی کو دیکھ کر ۱۹۰۶ء میں اس کی اصلاح پر توجہ کی۔ مگر یہ اصلاح بھی قابل اصلاح ہے جس کی تفصیل یہ ہے اصلاح شدہ کتاب کی فہرست یوں لکھی ہے

حصہ اول: التماس ضروری از مولف۔ (ص ۱)

حصہ دوم: التماس ضروری از مولف۔ (ص ۸۳)

حالانکہ حصہ اول جو صفحہ ۸۲ پر ختم ہوا بڑے بڑے حرفوں میں کتاب براہین

احمد یہ کا مبالغہ آمیز محض اشتہار ہے۔ جیسے بازار میں چورن فروش، چورن کی تعریف میں بڑی لمبی چوڑی تقریریں کیا کرتے ہیں۔

اس کے ساتھ مریدوں نے یہ بدعت ایجاد کی کہ صفحہ ۸۲ صفحہ ۸۳ کی درمیان میں چند اوراق مرزا غلام احمد قادیانی کی سوانح عمری کے درج کر دیئے حالانکہ کتاب کے درمیان میں ان کا لانا بالکل طبعِ متخلل سا معلوم ہوتا ہے۔ سوانح کا شوق تھا تو کتاب کے شروع میں لگاتے جسکا ترجمۃ المولف نام رکھتے۔ صفحہ ۸۴ حصہ دوم (خزائن جلد ۱ ص ۷۱) جسے حصہ دوم کا شروع بنایا گیا ہے اس پر یہ عنوان لکھا ہے

مقدمہ: اور اس میں کئی مقصد واجب الاظہار ہیں جو ذیل میں تحریر کئے جاتے ہیں۔،

اس عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ کتاب کا شروع یہاں سے ہے۔ صفحہ ۱۳۸ (خزائن ج ۱ ص ۱۳۲) پر لکھا ہے:

تمت المقدمۃ۔

مگر صفحات برابر جا رہے ہیں لیکن مریدوں نے یہاں دوسری جلد ختم کر دی۔

اس کے آگے تیسری جلد کا سرورق لگا دیا (قادیانی خزائن ص ۱۳۳) جس کے شروع میں لکھا:

پہلی فصل: ان براہین کے بیان میں جو قرآن شریف کی حقیت اور افضلیت پر بیرونی اور اندرونی شہادتیں ہیں۔ (قادیانی خزائن ص ۱۴۳)

یہ فصل چلتی چلتی جب صفحہ ۲۷۸ (خزائن ص ۳۱۰) پر پہنچی تو مریدوں نے یہاں تیسری جلد ختم کر کے صفحہ ۲۷۹ (خزائن ص ۳۱۳) پر چوتھی جلد کا سرورق لگا دیا حالانکہ نہ فصل ختم ہوئی، نہ مضمون ختم ہوا۔ ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے صفحہ ۲۷۸، صفحہ ۲۷۹ کی عبارت ہم لکھتے ہیں جو یوں ہے:

جیسا کہ ہم اس سے پہلے بیان کر چکے ہیں خدا کے خواص کا ضروری ہونا (ص ۲۷۸۔ قادیانی خزائن ص ۳۱۰)

ص ۲۷۹۔ یعنی اس کی ذات اور صفات اور افعال کا شرکت غیر سے پاک ہونا وغیرہ (ص ۲۷۹۔ قادیانی خزائن۔ ص ۳۲۳)

خیال فرمایئے ایسی بڑی نامور کتاب اور جلدوں کا خاتمہ اس طرح کہ کسی

معمولی کتاب کی جلدیں بھی اس طرح ختم اور شروع نہیں ہوتیں۔

ہم نے براہین احمدیہ کی اس بے معنی تقسیم کو دیکھ کر بہت کوشش کی کہ اس کو صحیح صورت میں سمجھیں افسوس کہ کچھ سمجھ میں نہ آیا آخر بے ساختہ منہ سے نکلا

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

مرزائی دوستو! یاد رکھو تمہاری کوشش سے براہین احمدیہ سنور نہیں سکتی۔ کیوں

لن يصلح العطار ما افسد الدهر

نوٹ۔ مرزا قادیانی کے کلام منقولہ (صفحات گذشتہ از تریاق القلوب۔ص ۴۹) میں جو عیسائیوں کو نشان دکھانے کا ذکر ہے اس پر یہاں ہم بحث نہیں کر سکتے کیونکہ وہ نشانات علم کلام میں داخل نہیں بلکہ کمالات باطنیہ میں ہیں۔ اور کمالات باطنیہ مرزائیہ کا مفصل ذکر ہم اپنی کتاب الہامات مرزا وغیرہ میں کر چکے ہیں۔

مرزا قادیانی کی تصنیف بحیثیت حوالجات

متکلم اور مصنف خواہ کسی مذہب اور کسی اصول کا ہو، اس کا فرض ہے کہ روایت میں غلط گو نہ ہو۔ یعنی جو حوالہ دے وہ صحیح ہو۔ اس کے مستخرجہ نتیجہ میں کسی کو اختلاف ہو تو ہو، اس کے بتائے ہوئے حوالہ میں کسی کو کلام نہ ہو۔ ہمارے ملک کے نامور مصنف سرسید احمد خان مرحوم سے ہم کو بہت اختلاف ہے مگر ہم ان کی نسبت یہ گمان نہیں کر سکتے کہ جو حوالہ وہ نقل کریں وہ غلط ہوگا۔ برخلاف اس کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے بیان کردہ حوالہ پر ہم کو اعتماد نہیں۔ کیوں؟ اس کی وجوہات ذیل میں درج ہیں۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے مخالف علماء اسلام میں ایک بزرگ مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم تھے انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کے ردّ میں ایک کتاب فتح رحمانی لکھی۔ اس میں مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں یوں دعا کی

اللهم يا ذا الجلال والاكرام يا مالك الملك

جیسا کہ تو نے ایک عالم ربانی حضرت محمد طاہر مولف مجمع بحار الانوار کی دعا

اور سعی سے اس مہدی کاذب اور جعلی مسیح کا بڑا غرق کیا، ویسا ہی دعا والتجاء اس فقیر قصوری کان الله له کی ہے (جو سچے دل سے تیرے دین متین کی تائید میں حتی الوسع ساعی ہے) مرزا قادیانی اور اسکے حواریوں کو توبہ نصوح کی توفیق فرما اور اگر یہ مقدر نہیں تو ان کو مورد اس آیت فرقانی کا بنا فقطع دابر القوم الذین ظلموا و الحمد لله رب العالمین انك علی كل شیء قدیر و بالا جابة جدیر آمین ۔(فتح رحمانی۔ص ۲۶۔۲۷)

ناظرین اس دعا کے الفاظ کو بغور دیکھیں کہ ان میں کسی طرح یہ مفہوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی غلام دستگیر صاحب میں سے جو جھوٹا ہوگا وہ پہلے مرے گا۔ بلکہ محض ایک مخلصانہ دعا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے ساتھ دو میں سے ایک برتاؤ جو تجھے پسند ہو کر۔

۱۔توبہ کی توفیق دے۔۲۔یا موت وارد کر۔

دوسرے ایک بزرگ مولوی اسماعیل مرحوم علی گڈھی تھے۔انہوں نے بھی مرزا غلام احمد صاحب کے ردّ میں ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح ۔انہوں تو اس رسالہ میں مرزا صاحب قادیانی کی یا اپنی موت کا ذکر تک نہیں کیا باوجود اس کے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصنیفات میں متعدد جگہ یہ مضمون لکھا ہے:

مولوی غلام دستگیر قصوری نے اپنی کتاب میں اور مولوی اسماعیل علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ وہ کاذب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا اور ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کاذب ہے۔مگر جب ان تالیفات کو دنیا میں شائع کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مر گئے اور اس طرح ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا۔

(قادیانی اربعین نمبر۲ص۹۔قادیانی خزائن ج۱۷ص ۳۹۴)

کس ادعا اور تحدی سے ان مخالف علماء کے اقوال کو بطور دلیل کے پیش کیا ہے اور کس خوبی سے ان کے کلام سے اپنے دعوی مسیحیت کو ثابت کیا ہے حالانکہ حقیقت اس کی کچھ نہیں۔مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کی دعا کا یہ مطلب نہیں اور مولوی اسماعیل

صاحب علی گڈھی نے دعا کی ہی نہیں۔ غرض دونوں پر افتراء ہے حالانکہ بطور دلیل کے لائے ہیں۔

۲۔ دوسرا ثبوت: مرزا غلام احمد قادیانی کو اس فن (تحریف) میں ایسا کمال تھا کہ اس فن کو غیروں سے مخصوص نہ رکھتے تھے بلکہ حسب موقع اپنے کلام میں بھی تحریف کر دیتے۔ ناظرین کتاب جنگ مقدس کی عبارت سابقاً دیکھ چکے ہیں ایک نظر پھر دیکھ جائیں اس میں ایک فقرہ یہ بھی ملے گا

جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا (جنگ مقدس۔ص ۲۱۰)

اس عبارت میں گو نام لے کر ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی تعیین نہیں کی لیکن اوصاف ایسے بتائے ہیں جن سے تعیین ہو جائے، یعنی عاجز انسان کو خدا بناتا ہے، یہ کام آتھم ہی کا تھا کہ وہ حضرت مسیح کی الوہیت کا قائل تھا۔ چنانچہ اسی مسئلہ پر اس نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مباحثہ کیا تھا۔ مرزا قادیانی عاجز انسان کو خدا بنانے والے نہ تھے۔ پس مطلب اس عبارت کا صاف ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مناظر عیسائی پندرہ ماہ میں مر جائے گا۔ اس میں نہ کوئی ابہام ہے، نہ اجمال۔ ہمارے اس دعوی کی تصدیق مرزا قادیانی نے خود کی ہوئی ہے چنانچہ آپ صاف لکھتے ہیں

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ موت کی پیش گوئی اس (آتھم) کے حق میں کی گئی تھی اور اس پیش گوئی کی پندرہ مہینے میعاد تھی (حاشیہ تریاق القلوب۔ص ۵۴)

باوجود اس تعیین کر دینے کے ڈپٹی عبداللہ آتھم میعاد پندرہ ماہ گزار کر بجائے ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کے ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء (انجام آتھم۔ص ۱) کو (۲۱ ماہ بعد) مرا، تو مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے دو جواب دیئے

پہلے جواب میں اپنی عبارت کو مکمل محرف کیا جس کے الفاظ یہ ہیں:

پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا۔

(کشتی نوح ص ۶۔ قادیانی خزائن ج ۱۹ ص ۶)

ناظرین اس عبارت کو پہلی عبارت کے ساتھ ملا کر ملاحظہ کریں تو آسمان زمین جتنا فرق پائیں گے۔ پہلی عبارت جو روئداد مناظرہ سے منقول ہے یوں ہے:

عاجز انسان کو خدا بنانے والا پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائیگا۔

یہ عبارت اپنے مفہوم میں یہاں تک وسیع ہے کہ بالفرض مرزا غلام احمد اس سے پہلے مر جاتے مگر ڈپٹی عبداللہ آتھم پندرہ ماہ کے اندر اندر مرتا تو بھی وہ عبارت صحیح ہوتی۔ کوئی عقل مند عبارت فہم اس پر اعتراض نہ کرتا کیونکہ اس میں فریقین کے درمیان تقدم و تاخر کی نسبت نہیں۔

اس صاف عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے فریقین کے تقدم و تاخر کی نسبت پیدا کر کے عبارت کو اصل صورت سے محرف کر کے اپنی پیش گوئی کو تو صحیح کر دیا ہوگا، مگر ساتھ ہی اس کے بحیثیت فن روایت اور فن تصنیف آپ قابل اعتماد نہ رہے۔

دوسرا جواب آپ نے اس سے بھی عجیب دیا اس میں بھی میعاد پندرہ ماہ تسلیم کی مگر اس کی توجیہ یوں کی:

اگر کسی کی نسبت یہ پیش گوئی ہو کہ پندرہ مہینے تک مجذوم ہو جائے پس اگر وہ پندرہ کی بجائے بیس مہینے میں مجذوم ہو جائے، اور ناک اور کان تمام گر جائیں تو کیا وہ مجاز ہوگا کہ یہ کہے کہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی۔ نفس واقعہ پر نظر کرنی چاہیے۔ (حقیقت الوحی حاشیہ۔ص ۱۸۵)

اصحاب فہم للہ غور کریں کہ اس عبارت کا مطلب کیا ہے۔ ہم تو یہ سمجھے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اصل عبارت مجبور کرتی ہے کہ میعاد پندرہ ماہ کا اعتراف کریں جو رہ رہ کر ان کے قلم سے نکلتا ہے لیکن کی اس کی توجیہ کرنے میں وسعت پیدا کرتے ہیں جس سے اصل عبارت میں تحریف ہو جاتی ہے۔

اس موقعہ پر ہمیں نفس پیش گوئی کے صدق کذب سے بحث نہیں اس کا محل رسالہ الہامات مرزا ہے۔ یہاں ہمیں یہ دکھانا منظور ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بحیثیت فن تصنیف معتبر مصنف نہ تھے کیونکہ وہ حوالجات منقولہ میں سخت تحریف کرتے تھے جو مصنف کو درجہ اعتبار سے گرانے کے لئے کافی سے زیادہ ہے۔

۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت ہم کیا گمان رکھیں حافظہ کمزور تھا یا قلم محفوظ نہ تھا؟

ایک ہی واقعہ کو آپ متضاد الفاظ میں بیان کرتے تھے۔ لطف یہ کہ وہ واقعہ بھی خود ان کے متعلق ہوتا مثلاً

ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق آپ نے (بقول خود) کئی اشتہار دیئے۔ آخری اشتہار ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء کو دیا تھا (انجام آتھم ص ۱۔۳) پر لکھتے ہیں:

وہ (آتھم) ہمارے آخری اشتہار سے جو اتمام حجت کی طرح تھا سات ماہ کے اندر فوت ہو گیا۔ (سراج منیر ص ۶۔ قادیانی خزائن ج ۱۲ص ۸)

اسی واقعہ کو دوسری جگہ یوں لکھتے ہیں:

آتھم میرے آخری اشتہار سے پندرہ مہینے کے اندر مر گیا۔

(حاشیہ حقیقت الوحی۔ص ۲۰۷۔ قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۲۱۶)

طرفہ یہ کہ آپ نے جس اشتہار کو ساتواں اشتہار کہا ہے جسکی بابت آپ نے لکھا ہے:

یکے بعد دیگرے ہم نے سات اشتہار دیئے ہمارے آخری اشتہار کی تاریخ ۳۰ دسمبر ۱۸۹۵ء ہے۔ (انجام آتھم ص ۳۔ قادیانی خزائن ۱۱ص ۳ ملخص)

اسی کے شروع میں لکھتے ہیں:

یہ بات ناظرین کو معلوم ہے کہ ہم اس وقت تک پانچ اشتہار اس بارے میں نکال چکے ہیں (مجموعہ اشتہارات۔ ج ۲ص ۲۰۱)

اس سے معلوم ہوا کہ اشتہار مذکور چھٹا نمبر ہے نہ کہ ساتواں۔

طرفہ پر طرہ یہ کہ اسی واقعہ کو یوں بھی لکھتے ہیں کہ:

خدا نے بھی اس (آتھم) سے نرمی کی اور اس کے رجوع کی وجہ سے دو برس سے بھی کچھ زیادہ اور مہلت اس کو دے دی۔ (تریاق القلوب۔ص ۱۰۱)

پھر حقیقت الوحی میں اس مدت کو قلیل بنانے کو لکھا ہے:

چند ماہ کے بعد فوت ہو گیا۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۸۶۔ قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۱۹۴)

ناظرین کرام! غور فرمائیں اصل میعاد پندرہ ماہ اور مہلت ۲۱ ماہ جس کو مرزا صاحب قادیانی خود ہی دو برس سے زیادہ قرار دیں کیا یہ سود اصل سے زیادہ نہیں؟

مرزائی دوستو! بتاؤ تمہارے نزدیک تلون مزاجی اور اختلاف بیانی کسی مصنف کو قابل مصنف بناتی ہے یا قابلیت سے گراتی ہے؟

۴۔مرزا غلام احمد قادیانی کو غلط حوالجات دینے میں اتنی دلیری تھی کہ وہ کسی مصنف کی عبارت یا خود اپنی عبارت کو تحریف کرنے پر کفایت نہ کرتے تھے بلکہ پیغمبر خدا ﷺ کے حق میں بھی حدیث بنا لیتے تھے۔چنانچہ آپ فرماتے ہیں:

اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے۔ خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ هذا خليفة الله المهدی ۔ اب سوچو کہ یہ حدیث کس پا یہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ ہے۔ (شہادۃ القرآن۔ص۴۱۔قادیانی خزائن ج۶ ص ۳۳۷)

حالانکہ یہ حدیث صحیح بخاری میں نہیں ہے جو دکھائے انعام پائے۔

ہم اس موقع پر بحیثیت فن اسماء الرجال مرزا غلام احمد قادیانی کو واضع حدیث (جھوٹی حدیثیں بنانے والا) نہیں لکھنا چاہتے کیونکہ ایسا لکھنا ہمارے موضوع کتاب سے خارج ہے۔ ہماری غرض اس جگہ مرزا قادیانی کو فن تصنیف میں جانچنا ہے کہ معتبر اور حوالجات میں معتمد تھے یا نہیں اس کا جواب ناظرین پر چھوڑتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات میں اس قسم کی مثالیں بکثرت ہیں مگر ہم بغرض اختصار چند مثالوں پر کفایت کرتے ہیں۔ واللہ اعلم

مرزا قادیانی کا علم اصول اشاعرہ پر مبنی ہے؟

علم کلام کے بڑے امام شیخ ابوالحسن اشعری ہوئے ہیں جو ۲۷۰ھ میں مقام بصرہ پیدا ہوئے اور ۳۳۰ میں بعمر ۶۰ سال بغداد میں فوت ہوئے رحمه الله ۔انہوں نے اپنے علم کلام کے زور سے فلاسفروں اور معتزلوں کا مقابلہ کیا۔آج کتب عقائد کی درسی کتابوں میں انہی کے عقاید لکھے جاتے ہیں۔امام غزالیؒ ، امام رازیؒ وغیرہ انہی کے اصول پر تھے ان کے اتباع کو اشاعرہ کہتے ہیں۔

ہماری تحقیق تو یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا علم کلام کسی سابق معتبر

مذہب پر مبنی نہیں بلکہ محض اپنا ایجاد ہے۔ مگر ہم نے بعض اتباع مرزا کی تحریرات میں دیکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا علم کلام اصول اشاعرہ پر مبنی تھا۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد مرزائی لاہوری بھی لکھتے ہیں:

آپ (مرزا قادیانی) نے جس طریق پر اپنے علم کلام کی بنیاد رکھی وہ اشاعرہ کا طریق تھا اور سچ تو یہ ہے کہ بنیاد تو اشاعرہ پر رکھی لیکن ایسی اعلی اور انوکھی طرز میں اپنے علم کلام کو اٹھایا کہ اس کے آگے زمانہ حال کے فلسفہ اور سائنس کو سر تسلیم خم کرنا پڑا۔ (پیغام صلح لاہور ۷ جون ۱۹۳۲ء ص ۶)

اس لئے ہم اس بات کی بھی پڑتال کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو مسائل کلامیہ لکھے ہیں ان کا نشان اشاعرہ کے عقائد میں ملتا ہے؟

سب سے اول ربط حادث بالمحدث کا مسئلہ یعنی اللہ کے ساتھ مخلوقات کو کیا تعلق ہے؟ اشاعرہ کا مذہب یہ ہے:

و العا لم ای ماسوی الله تعا لی من المو جودا ت بجمیع اجزائی من السما وا ت و ما فیها و ا لا رض و ما علیها محد ث ای مخر ج من العدم الی الو جو د بمعنی انه کا ن معدو ما فوجد خلا فا للفلاسفة حیث ذهبوا الی قدم السما وا ت بموادها و صو ر ها و اشکا لها و قدم العنا صر بموا دها و صور ها لکن با لنوع بمعنی انها لم نخل قط عن صورة نعم اطلقوا القو ل بحدو ث ما سوی الله تعا لی لکن بمعنی الاحتیاج الی الغیر لا بمعنی سبق العدم علیه (شرح عقائد نسفی)

(اللہ کے سوا جو موجودات ہیں، مع اپنی اجزاء کے آسمانوں سے زمین تک، مع ان چیزوں کے جو ان میں ہیں عدم سے وجود میں لائے گئے ہیں۔ یہ عقیدہ فلاسفروں کے خلاف ہے کیونکہ وہ آسمان کے موادصور اور اشکال کے قدیم ہونے کی طرف گئے ہیں لیکن بالنوع یعنی قدیم بالنوع کے قائل ہیں۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ یہ آسمان کسی نہ کسی صورت سے مصور ہے یعنی کوئی وقت ایسا نہیں آیا کہ آسمان پر کوئی نہ کوئی صورت وارد نہ ہو فلاسفہ بھی ماسوی اللہ پر حادث کا لفظ بولتے ہیں لیکن وہ حدوث بمعنی احتیاج بولتے ہیں وجود بعد عدم ان کی مراد نہیں)۔

اس عبارت میں دونوں مذاہب کا بیان مصرح ہے۔ اشاعرہ کا بھی اور فلاسفہ کا بھی۔ اشاعرہ تو اللہ کے سوا ہر چیز کو حادث کہتے ہیں، فلاسفہ آسمانوں کو قدیم بالنوع کہتے ہیں۔ اب سنئے مرزا غلام احمد قادیانی قدیم بالنوع کے قائل ہیں۔

مرزائی علم کلام کا مسئلہ اول:

یہ مسئلہ علم کلام میں سب سے اہم اور مقدم ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا علم کلام اس میں قابل غور ہے۔ مرزا قادیانی کے کلام میں دو لفظ آئے ہیں جن کو عام فہم کرنے کے لئے تھوڑی سی تشریح کی ضرورت ہے۔

قدیم اس کو کہتے ہیں جو بے ابتداء (ازل سے) ہو، جیسے خدا۔

قدیم دو طرح سے ہوتا ہے۔ ایک یہ کہ ایک ہی چیز بے ابتداء چلی آتی ہو جیسے خدا کی ذات اس کو قدیم بالذات کہتے ہیں۔

دوسرے یہ کہ ایک ہی چیز ایسی (بے ابتداء) نہ ہو مگر اس کا سلسلہ بے ابتداء ہو جیسے آریوں کے نزدیک سلسلہ کائنات قدیم بالنوع ہے۔

یعنی گو دنیا کی ہر مرکب چیز مخلوق اور حادث ہے لیکن سلسلہ قدیم ہے۔ یہ آریوں کا مذہب ہے۔

مرزا غلام احمد نے بھی آریوں کا مذہب پسند کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

> چونکہ خدا تعالیٰ کی صفات کبھی معطل نہیں رہتیں، اس لئے خدا تعالیٰ کی مخلوق میں قدامت نوعی پائی جاتی ہے۔ یعنی مخلوق کی انواع میں سے کوئی نہ کوئی نوع قدیم سے موجود چلی آئی ہے مگر شخصی قدامت باطل ہے۔
>
> (چشمہ معرفت۔ص ۲۶۸)

یعنی خالق کے ساتھ مخلوق کا بھی کوئی نہ کوئی سلسلہ برابر چلا آیا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں فلاسفہ یونان نے تو صرف آسمان کو قدیم بالنوع کہا تھا مرزا غلام احمد قادیانی نے عام کر کے دوسری مخلوق کو بھی قدیم بالنوع قرار دیا۔ اب بتایئے مرزا قادیانی کا علم کلام اصول اشاعرہ پر مبنی ہے یا فلاسفہ ملاحدہ کے خیال پر؟

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی نے اسلام میں عقیدہ جدیدہ پیدا کر کے سب

سے زیادہ اپنے جانشین بیٹے میاں محمود احمد کو پریشان کیا ہے۔ ناظرین ان کی پریشانی ان کے الفاظ میں ملاحظہ فرمائیں۔ آپ بخیال خود گمراہ لوگوں کی قسمیں شمار کرتے ہوئے لکھتے ہیں (ہم نے خلیفہ صاحب کی عبارت کو آسان کرنے کے لئے فقرات میں تقسیم کر کے نمبر لگا دیئے ہیں۔ثناءاللہ) ناظرین بغور پڑھیں:

۱۔ پانچویں قسم کے وہ لوگ تھے جو خدا کی صفت خالقیت کو ایک زمانے تک محدود کرتے تھے ان کو آپ (مرزا غلام احمد) نے خدا تعالی صفت قیوم سے جواب دیا فرمایا خدا تعالی کی صفات چاہتی ہیں کہ ان میں تعطل (بے عملی) نہ ہو بلکہ وہ ہمیشہ جاری رہیں قیوم کے معنی قائم رکھنے والا اور یہ صفت تمام صفات پر حاوی ہے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے اسی بات پر خاص زور دیا ہے کہ خدا تعالی کی صفات میں تعطل نہیں ہوسکتا آپ نے جو اصل پیش کیا اور جو تھیوری بیان کی وہ باقی دنیا سے مختلف ہے (اس فقرے میں صفات خداوندی کے تعطل (بے عمل رہنے) سے انکار کیا ہے)

۲۔بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ خدا تعالی نے فلاں وقت سے دنیا کو پیدا کیا گویا اس سے قبل خدا بے کار تھا اور بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ دنیا ہمیشہ سے چلی آ رہی ہے گویا وہ خدا کی طرح ازلی ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا دونوں باتیں غلط ہیں۔

یہ ماننا کہ کسی وقت خدا کی صفات میں تعطل تھا خدا تعالی کی صفت قیوم کے خلاف ہے۔اسی طرح یہ کہنا کہ جب سے خدا تعالی ہے تب ہی سے دنیا چلی آتی ہے خدا کی صفات کے خلاف ہے (جو چیز معطل نہ ہوگی وہ برسرعمل ہوگی۔یعنی غیر معطل اور عامل ہونا ایک ہی معنی ہیں۔اس فقرے میں خدائی صفات مثل سابق غیر معطل کہہ کر دنیا کی قدامت اور ازلیت سے انکار کرنا متکلم کی شان کے خلاف ہے۔)

۳۔ شائد بعض لوگ کہیں کہ دونوں باتیں کس طرح غلط ہوسکتی ہیں دونوں میں سے ایک نہ ایک تو صحیح ہونی چاہیے لیکن یہ ان کا خیال مادیات پر قیاس کرنے کے سبب سے ہوگا۔

اصل میں بعض باتیں ایسی ہوتی ہیں جو عقل انسان سے بالا ہوتی ہیں اور

عقل ان کی کنہ کونہیں پہنچ سکتی دنیا کا پیدا ہونا چونکہ انسانوں جمادات بلکہ ذرات کی پیدائش سے بھی پہلے کا واقعہ ہے (یہ کس کا مذہب ہے؟ ثناء اللہ) اس لئے انسانی عقل اس کونہیں سمجھ سکتی۔ جو دو عقیدے لوگوں کی طرف سے پیش کئے جاتے ہیں ان پر غور کر کے دیکھو کہ دونوں بالبداہت غلط نظر آتے ہیں اگر کوئی یہ کہتا ہے کہ جب سے خدا ہے اسی وقت سے دنیا کا سلسلہ ہے تو پھر اسے دنیا کو بھی خدا تعالیٰ کی طرح ازلی ماننا پڑے گا (آپ نے اور آپ کے والد نے صفات الٰہیہ کو غیر معطل کہا ہے ملاحظہ ہو فقرہ اول تو اسکا لامی نتیجہ یہی ہے جس سے آپ یہاں منکر ہو رہے ہیں هل هذا الا تهافت قبيح و تناقض صريح)

اگر کوئی یہ کہے کہ پیدائش کا سلسلہ کروڑوں یا اربوں سالوں میں محدود ہے تو پھر اسے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ خدا تعالیٰ ازل سے نکما تھا صرف چند کروڑ یا چند ارب سال سے وہ خالق بنا اور یہ دونوں باتیں غلط ہیں پس صحیح یہی ہے کہ اس امر کی پوری حقیقت کو انسان پوری طرح سمجھ ہی نہیں سکتا (پھر آپ اور آپ کے والد کیا بیان کرنے بیٹھے ہیں۔ ثناء اللہ)

۴۔ اور سچائی ان دونوں دعووں کے درمیان درمیان میں ہے یہ مسئلہ بھی اسی طرح محیر العقول ہے جس طرح کہ زمانہ اور جگہ کا مسئلہ ہے کہ ان دونوں چیزوں کو محدود یا غیر محدود ماننا دونوں ہی عقل کے خلاف نظر آتے ہیں (جنہوں نے علم کلام اساتذہ سے پڑھا ہو ان کے نزدیک خلاف عمل نہیں۔ ثناء اللہ)

۵۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس بحث کو یوں فیصلہ فرمایا ہے کہ نہ خدا تعالیٰ کی صفت خالقیت کبھی معطل ہوئی اور نہ دنیا خدا کے ساتھ چلی آ رہی ہے اور صداقت ان دونوں امور کے درمیان ہے۔

اور اس کی تشریح آپ نے یہ فرمائی ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے گو قدامت ذاتی کسی شئے کو حاصل نہیں کوئی ذرہ کوئی روح کوئی چیز ماسوی اللہ ایسی نہیں کہ جسے قدامت ذاتی حاصل ہو لیکن یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ اپنی صفت خلق کو ظاہر کرتا چلا آیا ہے (اس فقرے میں خلیفہ قادیان بے حد پریشان نظر آتے ہیں۔ باپ ایک طرف ہے اسلامی عقیدہ ایک طرف۔ اسلئے بزبان حال کہہ رہے

ہیں دل بکہ کندا اقتدا ء قبلہ یکے امام دو۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو دنیا کے لفظ سے دھوکا لگتا ہے۔ پس غور سے سنیں جب کہ بقول آپ کے والد صاحب کے خدا کی صفت خالقیت کبھی معطل (بے عمل) نہیں رہی تو جو کچھ بھی اس کے عمل کا معمول ہوگا وہ بحیثیت نوع اگر محدود الوقت ہے تو خدا کی صفت خالقیت اس سے پہلے معطل ماننا پڑے گی جو آپ کو اور آپ کے والد کو منظور نہیں۔ پس مخلوق کا بصورت نوعی قدیم (ازل سے) ہونا آپ دونوں کو ماننا پڑے گا آپ کا عندیہ بھی یہی ہے لیکن اسلامی عقیدہ کی شنید اس کے اظہار سے مانع ہے مگر مولوی عبدالحق کو مانع نہیں ہوئی جن کا قول آگے آتا ہے)

۶۔ لیکن اس کے ساتھ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) نے قدامت نوعی کا بھی وہ مفہوم نہیں لیا جو دوسرے لوگ لیتے ہیں جو یہ ہے کہ جب سے خدا سے تب سے مخلوق ہے۔ یہ ایک بے ہودہ عقیدہ ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) اس کے قائل نہیں۔

۷۔ یہ کہنا کہ جب سے خدا ہے تب سے مخلوق ہے اس کے دو معنے ہو سکتے ہیں جو دونوں باطل ہیں۔ ایک تو یہ کہ خدا بھی ایک عرصہ سے ہے اور مخلوق بھی کیونکہ جب کا لفظ وقت کی طرف خواہ کتنا ہی لمبا ہو اشارہ کرتا ہے اور ایسا عقیدہ بالکل باطل۔ دوسرے معنی اس جملہ کے یہ بنتے ہیں کہ مخلوق انہی معنوں میں ازلی ہے کہ جن معنوں میں خدا ہے اور یہ معنی بھی اسلام کی تعلیم کے خلاف ہیں اور عقل کے بھی۔ خالق اور مخلوق ایک ہی معنوں میں ازلی نہیں ہو سکتے۔

(معلوم ہوتا ہے کہ یہی ایک عقیدہ ہے جس کے حل کرنے میں باپ بیٹا حیران ہیں اصل یہ ہے کہ اس قسم کے عقدے بغیر علم کلام با قاعدہ حاصل کرنے کے حل نہیں کر سکتے۔

ہاں صاحب! جو لوگ ازلیت نوعی کے قائل ہیں وہ بھی خالق و مخلوق میں ایک طرح کی ازلیت نہیں کہتے بلکہ بالذات اور بالغیر سے دونوں میں فرق کرتے ہیں۔ یعنی خدا کو ازلی اور قدیم بالذات کہتے ہیں اور معلول کو ازلی اور قدیم بالغیر نام رکھتے ہیں دونوں میں تقدم و تاخر نہیں کہتے مگر رتبہ علت کو مقدم مانتے ہیں اور معلوم کو مؤخر۔ ثناء اللہ)

ضروری ہے کہ خالق کو تقدم حاصل ہو اور مخلوق کو تاخر یہی وجہ ہے کہ حضرت

مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے یہ کبھی نہیں لکھا کہ مخلوق بھی ازلی ہے بلکہ یہ فرمایا ہے کہ مخلوق کو قدامت نوعی حاصل ہے اور قدامت اور ازلیت میں فرق ہے غرض حضرت مسیح موعود کے نزدیک مخلوق کو قدامت نوعی تو حاصل مگر ازلی نہیں

(جس طرح آپ قدامت اور ازلیت میں فرق جانتے ہیں عرصہ ہوا ایک بزرگ بادنجان اور بورانی میں بہت فرق جانتے تھے اسی کی تحقیق میں ان کی سو سال کی عمر ختم ہوگئی سو سال بعد جب ان کو معلوم ہوا کہ دونوں بینگن کے نام ہیں تو انہوں نے صاف اقرار کیا

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ بورانی ست بادنجان و بادنجان بورانی

آپ اس تحقیق میں لگے رہیں گے تو آپ کی ذہانت سے امید ہے آپ کو جلدی معلوم ہو جائے گا کہ قدیم اور ازلی ایک ہی چیز ہے ہاں اگر قدیم دو قسم بالذات اور بالغیر ہے، تو ازلی بھی دو قسم بالذات اور بالغیر ہے)

خالق مخلوق پر بہر حال مقدم ہے اور دور وحدت دور خلق سے پہلے ہے اس میں کوئی شبہ نہیں کہ خالق اور مخلوق کے اس تعلق کو سمجھنا کہ خالق کو ازلیت بھی اور دور وحدت کو تقدم بھی حاصل ہو اور مخلوق کو قدامت نوعی بھی حاصل ہو انسانی عقل کے لئے مشکل ہے لیکن صفات الہیہ پر غور کرنے سے یہی ایک عقیدہ ہے جو شان الہی کے مطابق نظر آتا ہے۔

(مسیح موعود کے کارنامے مولفہ میاں محمود احمد ص ۳۹،۴۰)

خلیفہ ولد مرزا غلام احمد قادیانی کے بیان کے بعد خلیفہ صاحب کے ماموں مولوی میر اسحاق صاحب نے ذرہ توضیح سے کام لیا ہے چنانچہ صاف صاف لکھا ہے:

جاننا چاہیے کہ چونکہ بعض ناواقف مناظر جو اسلام کی تعلیم سے کما حقہ واقفیت نہیں رکھتے سلسلہ کائنات کی ابتداء مانتے ہیں اور خدا کی صفت خلق کا ایک خاص وقت سے کام شروع کرنا تسلیم کرتے ہیں اس لئے ... میں صاف لفظوں میں بانگ دہل یہ اعلان کرتا ہوں کہ یہ عقیدہ نہایت غلط اور سخت فاحش غلط ہے اور قرآن مجید کے بالکل مخالف ہے قرآن مجید صاف

لفظوں میں فرماتا ہے کل یوم ھو فی شان یعنی خدا کے خلق کرنے کی کوئی ابتداء نہیں بلکہ جب سے خدا ہے اور وہ ہمیشہ رہے گا تب ہی سے وہ مخلوق پیدا کرتا چلا آیا ہے اور جب تک وہ رہے گا اور وہ ہمیشہ رہے گا اس وقت تک وہ مخلوق پیدا کرتا چلا جاوے گا نہ خدا کے خلق کرنیکی ابتداء ہے نہ انتہاء نہ کوئی کوئی پہلی مخلوق گذری ہے نہ کوئی آخری مخلوق پیدا ہوگی بلکہ ہر مخلوق سے پہلے مخلوق ہے اور ہر مخلوق کے بعد مخلوق ہوگی۔ اور یہ سلسلہ پرواہ سے انادی ہے....جس طرح آریہ ہر سرشٹی (دنیا) کو حادث مگر سرشٹیوں کے سلسلہ کو غیر حادث قرار دیتے ہیں اسی طرح قرآن مجید مخلوق کے ہر فرد کو حادث مگر سلسلہ مخلوقات کو قدیم قرار دیتا ہے قرآن مجید کی رو سے کوئی مخوق نہیں جو کہہ سکے کہ میں ہمیشہ سے ہوں اور کوئی مصنوع نہیں جو یہ دعوی کرے کہ میں قدیم سے ہوں مگر سلسلہ مخلوقات ومصنوعات بے شک قدیم ہے۔ (حدوث روح و مادہ۔ص۲۴۴۔۲۴۵)

ان دو شہادتوں سے ثابت ہے کہ قدامت نوعی کو مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف نسبت کرنا ہمارا افتراء نہیں بلکہ مرزا قادیانی اور ان کے اکابر اتباع نے یہی سمجھا ہے ناظرین سلسلہ کائنات کو قدیم بالنوع کہنا بعینہ آریوں کا عقیدہ ہے جیسا کہ مولوی اسحاق صاحب کو مسلم ہے (ملاحظہ ہوستیارتھ پرکاش اردو۔طبع اول۔ص۴۴۷۔۴۴۵)

مرزا غلام احمد قادیانی کا اہل اسلام سے فصال اور آریوں سے وصال مقام افسوس ہے۔ہم اس افسوس میں دل کو تسلی دینے کے لئے یہ شعر پڑھ لیتے ہیں

ہمارا ہوتا تو رہتا ہمارے سینے میں
یہ دل بنا ہے کسی چشم فتنہ زا کے لئے

پاک تثلیث مرزا: مسئلہ دوم

نصاری کا مذہب بابت تثلیث مشہور ہے کہ وہ خدا کی نسبت اعتقاد رکھتے ہیں ایک میں تین اور تین میں ایک۔یعنی توحید میں تثلیث اور تثلیث میں توحید۔سب مسلمانوں کا مع اشعریہ کے یہ اعتقاد ہے کہ تثلیث فی التوحید اور توحید فی التثلیث غلط

ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی اس کی تشریح فرماتے ہیں:

اگر یہ استفسار ہو کہ جس خاصیت اور قوت روحانی میں یہ عاجز اور مسیح بن مریم مشابہت رکھتے ہیں وہ کیا شئی ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ ایک مجموعی خاصیت ہے جو ہم دونوں کے روحانی قوی میں ایک خاص طور پر رکھی گئی ہے جس کے سلسلہ کی ایک طرف نیچے اور ایک طرف اوپر کو جاتی ہے نیچے کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی دل سوزی اور غم خواری خلق اللہ ہے جو داعی الی اللہ اور اس کے مستعد شاگردوں میں ایک نہایت مضبوط تعلق اور جوڑ بخش کر نورانی قوت کو جو داعی الی اللہ کے نفس پاک میں موجود ہے ان تمام سرسبز شاخوں میں پھیلاتی ہے اوپر کی طرف سے مراد وہ اعلیٰ درجہ کی محبت قوی ایمان سے ملی ہوئی ہے جو اول بندہ کے دل میں بارادہ الٰہی پیدا ہو کر رب قدیر کی محبت کو اپنی طرف کھینچتی ہے اور پھر ان دونوں محبتوں کے ملنے سے جو درحقیقت نر اور مادہ کا حکم رکھتی ہیں ایک مستحکم رشتہ اور ایک شدید مواصلت خالق اور مخلوق میں پیدا ہو کر الٰہی محبت کی چمکنے والی آگ سے جو مخلوق کی ہیزم شال محبت کو پکڑ لیتی ہے ایک تیسری چیز پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح القدس ہے سو اس درجہ کے انسان کی روحانی پیدائش اس وقت سے سمجھی جاتی ہے جب کہ خدا تعالیٰ اپنے ارادہ خاص سے اس میں اس طور کی محبت پیدا کر دیتا ہے اور اس مقام اور اس مرتبہ کی محبت میں بطور استعارہ یہ کہنا بے جا نہیں ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے بھری ہوئی روح اس انسانی روح کو جو بارادہ الٰہی اب محبت سے بھر گئی ہے ایک نیا تولد بخشتی ہے اسی وجہ سے اس محبت کی بھری روح کو خدا تعالیٰ کی روح سے جو نافخ المحبت ہے استعارہ کے طور پر ابنیت کا علاقہ ہوتا ہے اور چونکہ روح القدس ان دونوں کے ملنے سے انسان کے دل میں پیدا ہوتی ہے اس لئے کہہ سکتے ہیں کہ وہ سان دونوں کے لئے بطور ابن کے ہے اور یہی پاک تثلیث ہے جو اس درجہ محبت کے لئے ضروری ہے جس کو ناپاک طبیعتوں نے مشرکانہ طور پر سمجھ لیا ہے اور ذرہ امکان کو جو ھالکۃ الذات باطلۃ الحقیقۃ ہے حضرت اعلیٰ

واجب الوجود کے ساتھ برابر ٹھہرا دیا ہے۔

(توضیح مرام۔ص ۲۱،۲۲۔قادیانی خزائن ۳ص ۶۱۔۶۲)

ناظرین کیسی خوبی سے پاک تثلیث کی تشریح کی ہے چونکہ خود بدولت حضرت مسیح کے مشابہ بنتے تھے اس لئے خدا کا بیٹا ہونے کے وصف میں اپنے تئیں اس میں شریک کرنے کو لکھتے ہیں:

مسیح اور اس عاجز کا مقام ایسا ہے کہ اس کو استعارہ کے طور پر ابنیت کے لفظ سے تعبیر کر سکتے ہیں ایسا ہی وہ مقام عالی شان ہے کہ گزشتہ نبیوں نے استعارہ کے طور پر صاحب مقام ہذا کے ظہور کو خدا تعالی کا ظہور قرار دیا ہے اور اس کا آنا خدا تعالی کا آنا ٹھہرایا ہے۔(توضیح مرام۔ص ۲۷)

اس اقتباس میں جو یہ لکھا ہے کہ گزشتہ نبیوں نے بطور استعارہ خدا کا آنا قرار دیا ہے وہ بھی خود بدولت مرزا قادیانی ہیں چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی دکھائے نہیں گویا خدا زمین پر خود اتر آئے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے: یوم یاتی ربك فی ظلل من الغمام (یہ آیت قرآن میں نہیں۔ثناء اللہ) یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا۔یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھلائے گا۔

(حقیقت الوحی ص ۱۵۴۔ قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۱۵۸)

مرزائی دوستو! انبیاء کرام کی تشریف آوری کی غرض وغایت خالص توحید کی تعلیم دینا ہے جو بنیاد اسلام ہے۔ اسی لئے قرآن مجید میں بار بار حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی شخصیت خاصہ کو بھی سامنے رکھ کر جملہ اختیارات الوہیت مسلوب کر کے محض بشرت دکھائی گئی چنانچہ فرمایا: قل انّما انا بشر مثلکم یو حی الیّ انما الھکم الله وا حد۔(کہف:۱۱۰)(اے پیغمبر کہہ دو کہ سوائے اس کے نہیں کہ میں بشر ہوں میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے)

مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے علم کلام میں خدائے احد اور حضرت احمد میں فرق نہیں بلکہ دراصل دونوں ایک ہیں چنانچہ توضیح مرام صفحہ ۲۳ پر آپ کا شعر ہے

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آں چناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

(ترجمہ: حضرت احمد کی شان خدا کے سوا کون جانتا ہے وہ ایسے ہیں کہ اپنی ذات سے جدا ہوئے ہیں درمیان میں میم آ گئی ہے)

یعنی احمد دراصل احد ہے۔ احد سے جدا ہوا تو درمیان میں میم آ گئی۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے ان دو شعروں سے یہ عقیدہ اخذ کیا ہے جو پنجاب کے جاہل فقیروں کا قول ہے

احمد احد وچ فرق نہ کوئی
ذرہ ایک بھیت مروڑی دا

وہی جو مستوی عرش تھا خدا ہو کر
اتر پڑا وہ مدینے میں مصطفیٰ ہو کر

ناظرین اس مشرکانہ تعلیم پر کہا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو توحید سکھائی ہے پہلے نبیوں سے بڑھ کر ہے۔

چوتھا مسئلہ:

مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اپنے حق میں الہام بتایا:

انّما امر ك اذا ارد ت شيئا ان تقو ل له كن فيكو ن (حقیقت الوحی ص ۱۰۵) (یعنی اے مرزا تیرا اختیار ہے جب کسی چیز کا تو ارادہ کرے تو اسے اتنا کہہ دے کہ موجود ہو جا، پس وہ ہو جائے گی)۔

اس الہام کی تشریح دوسرے مقام پر یوں کی ہے:

اعطيت صفة ا لا فناء و الا حياء من الر ب الفعال

(خطبہ الہامیہ ص ۵۵۔۵۶) (یعنی مجھ (مرزا) کو فانی کرنے اور زندہ کرنے کی صفت دی گئی ہے اور یہ صفت خدا کی طرف سے مجھے ملی ہے) (یہ ترجمہ مرزا قادیانی کا خود کیا ہوا ہے)

مرزائی دوستو! کیا یہ مسائل بھی مذہب اشعریہ پر مبنی ہیں؟

بقول ڈاکٹر بشارت احمد مرزائی اس طرز کلام میں داخل ہیں جسکے سامنے زمانہ حال کے فلسفہ اور سائنس نے سر جھکایا ہوا ہے۔

ایسے متکلم اور ایسے علم کلام کو پڑھ کر بے ساختہ زبان سے نکلتا ہے

بت کریں آرزو خدائی کی۔ شان ہے تیری کبریائی کی

دوسرا باب

قادیانی کا علم کلام متعلق اپنے دعوی مسیحیت و مہدویت

انصاف اور حق یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر کو اگر سو سال فرض کریں تو اس سو سال میں سے ایک سال بھی آپ کا خالص اسلام کی خدمت میں شائد ہی خرچ ہوا ہو۔ جس کتاب میں دیکھو اپنا حصہ داخل ہے۔ براہین احمدیہ جس کو خالص اسلام کی تائید کا لقب دیا جاتا ہے ناظرین اسے بھی بغور پڑھیں گے تو اکثریت اس کی ذات خاص کے لئے پاویں گے۔ بلکہ مزید غور کریں گے تو اپنے آئندہ دعوی مسیحیت کے لئے اسی کو تمہید پاویں گے۔ حواشی تو قریباً سب کے سب الہامات اور بشارات مرزائیہ سے لبریز ہیں۔ لیکن بعد اس کے ۱۳۰۸ھ مطابق ۱۸۹۱ء میں جب آپ نے کھلے لفظوں میں اپنی مسیحیت کا اعلان کیا تو ہمہ تن اس طرف متوجہ ہو گئے۔ اس کے بعد آپ نے کوئی کتاب خالص اسلام کی تائید میں نہیں لکھی۔

مقام حیرت ہے کہ کتاب تریاق القلوب کی منقولہ عبارت گزشتہ صفحات میں رسالہ کشف الغطاء کو بھی اسلام کی تائید اور کفار کی تردید میں لکھا جس میں اپنی مسیحیت اور انگریزی اطاعت کے سوا کچھ ذکر ہی نہیں۔ چنانچہ اس کے سرورق کی عبارت ہم دکھاتے ہیں:

اے قادر خدا اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزا دے اور اس سے نیکی کر جیسا کہ اس نے ہم سے نیکی کی۔ آمین

کشف الغطا

یعنی ایک اسلامی فرقہ کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کی طرف سے حضور گورنمنٹ عالیہ اس فرقہ کے حالات اور خیالات کے بارے میں اطلاع

اور نیز اپنے خاندان کا کچھ ذکر اور اپنے مشن کے اصولوں اور ہدایتوں اور تعلیموں کا بیان

اور نیز ان لوگوں کیخلاف واقعہ باتوں کا ردّ جو اس فرقہ کی نسبت غلط خیالات پھیلانا چاہتے ہیں

اور یہ مولف: تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصر ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام کے باادب گزارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری وکرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔

(سرورق کشف الغطاء۔ قادیانی خزائن۔ ج ۱۴ص ۱۷۷)

یہ عبارت رسالہ کا مضمون بتانے کو کافی سے زیادہ رہنما ہے۔ تاہم مزید روشنی کے لئے ہم اس کے دوسرے صفحے سے کچھ عبارت نقل کرتے ہیں جس سے مصنف کی غرض و غایت معلوم ہو جائے گی۔لکھا ہے:

میں تاج عزت عالی جناب حضرت مکرمہ ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالہا کا واسطہ ڈالتا ہوں کہ اس رسالہ کو ہمارے عالی مرتبہ حکام توجہ سے اول سے آخر تک پڑھیں۔(کشف الغطا۔ص۲)

یہ عبارت مع عبارت سرورق بآواز بلند پکار رہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حکام کی ترچھی نظر سے کوئی بڑا سیاسی خطرہ تھا جس کے دفعیہ کے لئے یہ رسالہ لکھا چنانچہ اصل مضمون اس سے بھی واضح تر ہے۔فرماتے ہیں:

چونکہ میں جس کا نام غلام احمد اور باپ کا نام میرزا غلام مرتضیٰ قادیان ضلع گورداسپور پنجاب کا رہنے والا ایک مشہور فرقہ کا پیشوا ہوں جو پنجاب کے اکثر مقامات میں پایا جاتا ہے اور نیز ہندوستان کے اکثر اضلاع اور حیدر آباد اور بمبئی اور مدراس اور ملک عرب اور شام اور بخارا میں بھی میری جماعت کے لوگ موجود ہیں، لہذا اقرین مصلحت سمجھتا ہوں کہ یہ مختصر رسالہ اس غرض سے لکھوں کہ اس محسن گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر میرے حالات اور میری جماعت کے خیالات سے واقفیت پیدا کرلیں۔ (کشف الغطا۔ص۲)

ناظرین ہم یہ نہیں کہتے کہ انگریزی گورنمنٹ کی خوش آمد اور منتیں نہ کریں۔ سو دفعہ کریں۔ سو دفعہ کم ہو، تو ہزار دفعہ کریں۔ ہم تو اس سے بھی منع نہیں کرتے کہ کلمہ شریف اس طرح پڑھا کریں لا اله ا لا الله جار ج خليفة الله
ہاں اتنا کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ کسی خطرے کو اپنے سے دفع کریں اور نام اسلامی خدمت اور جواب کفار کا رکھیں، تو ہم کہہ سکتے ہیں

حافظا مے خورد رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

تتمہ کے طور پر یہ بتایا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انگریزوں اور انگریزی حکومت کی نسبت عجیب متضاد خیالات شائع کئے ہیں۔ ایک جگہ لکھتے ہیں:

ان ياجو ج ما جو ج هم النصارى من الروس و الاقوام البرطانية۔ (حمامۃ البشریٰ۔ص ۲۸) یعنی روسی اور انگریز قومیں یاجوج ماجوج ہیں

یہاں تو انگریز اور روسیوں کو یاجوج ماجوج قرار دیا جو اسلامی اصطلاح میں بڑے شدید الکفر بھاری مفسدین کا نام ہے، مگر دوسرے ایک مقام میں یوں لکھا

میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزوں کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں اور دل کی سچائی سے ان کے مطیع رہیں۔

(ضرورۃ الامام۔ص۳۲۔قادیانی خزائن ج ۱۳ص ۴۹۳)

یعنی قرآن مجید میں جو (او لی ا لا مر منکم) اپنے میں سے حکومت والوں کے حکم کی پیروی کرنے کا حکم ہے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ انگریز اس آیت کے ماتحت ہمارے اولی الامر ہیں یعنی ہم میں سے صاحب حکومت ہیں۔

منطقی شکل کا نتیجہ

ان دونوں عبارتوں کو منطقی قاعدہ سے ملائیں تو صورت یوں ہوگی

۱۔ احمدی برطانیہ قوم سے ہیں کیونکہ وہ مرزائیوں کے اولی الامر ہیں

۲۔ برطانیہ یاجوج ماجوج ہیں

نتیجہ یہ نکلا: احمدی یاجوج ماجوج ہیں۔

اس نتیجہ پر علماء اسلام کے منہ سے یہ شعر بہت موزوں ہوگا

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

غرض رسالہ کشف الغطا گورنمنٹ انگریزی کی خوش آمد اور اپنی مسیحیت کے دعوی سے لبریز ہے۔انگریزی خوش آمد کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی نسبت جو لکھتے ہیں اس کا نمونہ درج ذیل ہے:

مسیح موعود کا نام جو آسمان پر میرے لئے مقرر کیا گیا ہے اس کے معنی اس سے بڑھ کر اور کچھ نہیں کہ مجھے تمام اخلاقی حالتوں میں خدائے قیوم نے حضرت مسیح علیہ السلام کا نمونہ ٹھہرایا ہے تا امن اور نرمی کے ساتھ لوگوں کو روحانی زندگی بخشوں۔ میں نے اس نام کے معنی یعنی مسیح موعود کے صرف آج ہی اس طور سے نہیں کئے بلکہ انیس برس پہلے اپنی کتاب براہین احمدیہ میں بھی یہی معنی کئے ہیں۔ممکن ہے کہ کئی لوگ میری ان باتوں پر ہنسیں گے یا مجھے پاگل اور دیوانہ قرار دیں کیونکہ یہ باتیں دنیا کی سمجھ سے بڑھ کر ہیں اور دنیا ان کو شناخت نہیں کرسکتی خاص کر قدیم فرقوں کے مسلمان جن کے ایسی پیش گوئیوں کی نسبت خطرناک اصول ہیں یہ بات یادرکھنے کے (قابل) لائق ہے کہ مسلمانوں کے قدیم فرقوں کو ایک ایسے مہدی کی انتظار ہے جو فاطمہ اور حسین کی اولاد سے ہوگا اور نیز ایسے مسیح کی بھی انتظار جو اس مہدی سے مل کر مخالفان اسلام سے لڑائیاں کرے گا مگر میں نے اس بات پر زور دیا ہے کہ یہ سب خیالات لغو اور باطل اور جھوٹ ہیں اور ایسے خیالات کے ماننے والے سخت غلطی پر ہیں ایسے مہدی کا وجود ایک فرضی وجود ہے جو نادانی اور دھوکہ سے مسلمانوں کے دلوں میں جما ہوا ہے اور سچ یہ ہے کہ بنی فاطمہ سے کوئی مہدی آنے والا نہیں اور ایسی تمام حدیثیں موضوع اور بے اصل اور بناوٹی ہیں۔غالباً عباسیوں کی سلطنت کے وقت میں بنائی گئی ہیں اور صحیح اور راست صرف اس قدر ہے کہ ایک شخص عیسی علیہ السلام کے نام پر آنے والا بیان کیا گیا ہے کہ جو نہ لڑے گا اور نہ خون کرے گا اور غربت اور مسکینی اور حلم اور براہین شافیہ سے دلوں کو حق کی طرف پھیرے گا۔سو خدا

نے کھلے کھلے کلام اور نشانوں کے ساتھ مجھے خبر دی ہے کہ وہ شخص تو ہی ہے اور اس نے میری تصدیق کے لئے آسمانی نشان نازل کئے ہیں اور غیب کے بھید اور آنے والی باتیں میرے پر ظاہر فرمائی ہیں اور وہ معارف مجھ کو عطا کئے ہیں کہ دنیا ان کو نہیں جانتی اور یہ میرا عقیدہ کہ کوئی خونی مہدی دنیا میں آنے والا نہیں تمام مسلمانوں سے الگ عقیدہ ہے۔ (کشف الغطا۔ص ۱۲)

اس تمہید کے بعد ہم اس باب کا اصل مضمون شروع کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس باب میں تو کمال ہی کر دیا۔ ہم حیران ہیں کہ اس باب میں آپ کے علم کلام کے صناعات خمسہ میں سے کس میں داخل کریں کسی قسم کی کوئی دلیل کوئی جدل کوئی مغالطہ کوئی مضمون شعری یا غیر شعری اس باب میں آپ نے نہیں چھوڑا شروع میں آپ کے دعوی اور ثبوت کا ملخص یوں ہے:

دعوی: میں مسیح موعود ہوں۔

ثبوت، مقدمہ اولی، حضرت مسیح علیہ السلام فوت ہو گئے

مقدمہ ثانیہ۔ مردے دوبارہ دنیا میں نہیں آسکتے

مقدمہ ثالثہ: پیش گوئیوں میں اکثر استعارات ہوتے ہیں

(ملخص از کتاب ازالہ اوہام ص ۵۶۵۔۵۷۳)

ان سارے مقدمات کو سائل صحیح بھی مان لے، تو بھی دعوی آپ کا ہنوز ثابت نہیں ہوسکتا اس لئے مقدمہ رابعہ آپ نے یہ لگایا کہ مجھے الہام ہوا ہے

جعلناك المسيح ابن مريم ،ہم (خدا) نے تجھ (مرزا) کو مسیح ابن مریم بنایا ہے

چونکہ سارا مدار اس چوتھے مقدمہ پر ہے اس لئے آپ نے اس کو کسی قدر مدلل بھی لکھا۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اس سلسلہ کا خاتم باعتبار نسبت تامہ وہ مسیح بن مریم ہے جو اس امت کے لوگوں میں سے بحکم ربی مسیحی صفات سے رنگین ہوگیا اور فرمان جعلناك المسيح ابن مريم نے اس کو درحقیقت وہی بنا دیا و كان الله على كل شيء قديرا اور اس آنے والے کا نام جو احمد رکھا گیا ہے وہ بھی اس کے مثیل ہونے کی طرف اشارہ ہے کیونکہ محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی اور

احمد اور عیسی اپنی جمالی معنوں کی رو سے ایک ہی ہیں۔ اسی کی طرف یہ اشارہ ہے و مبشرا برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد مگر ہمارے نبی ﷺ فقط احمد ہی نہیں بلکہ محمد بھی ہیں۔ یعنی جامع جلال و جمال ہیں کیونکہ آخری زمانہ میں برطبق پیش گوئی مجرد احمد (مرزا) جو اپنے اندر حقیقت عیسویت رکھتا ہے بھیجا گیا۔ (ازالہ اوہام ص۶۷۳۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۴۶۳)

اس اقتباس میں مبارک نام محمد کو جامع صفات جلال و جمال بتایا ہے اور اسم احمد کو فقط موصوف بجمال کہا ہے جس کو منطقی اصطلاح میں تصور مع الحکم اور تصور ساذج سے مثال دے سکتے ہیں۔ یہ بات تو ادنی طالب علم بھی جانتا ہے کہ تصور ساذج اور تصور مع الحکم باہمی قسیمین (متضاد) مفہوم ہیں۔ اس بیان کو ناظرین ذہن میں رکھیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو اس قول کی تشریح دوسری کتاب میں کی ہے وہ بغور پڑھیں۔ آپ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم کا ہے جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کیلئے تھا مگر بعث دوم جسکی طرف آیت کریمہ و آخرین منھم لمّایلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت و مبشّراً برسول یأتی من بعدی اسمہ احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنحضرت ﷺ کا شریک ہوں اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ ان کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیش گوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔ لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی

اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرتﷺ کے دو بعث ہیں۔
ا۔ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے
محمد رسو ل الله و الذین معه اشدا ء علی الکفا ر ر حماء بینهم
۲۔ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے
و مبشّراً برسو ل یأ تی من بعدی اسمه ا حمد۔
(تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۶۔قادیانی خزائن ج ۱۷ص ۲۵۳۔۲۵۴)

اس بیان میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اسم محمد میں اپنی شرکت بتائی ہے اور علماء پر اظہار خفگی فرمایا ہے کہ انہوں نے ہمارا مطلب نہیں سمجھا۔حالانکہ علماء کی وجہ خفگی آپ نے نہیں سمجھی۔ علماء نے سمجھا کہ بقول آپ کے اسم احمد مجرد ہے تو بمنزلہ تصور ساذج یا بشرط لا کے درجہ میں ہے اور اسم محمد بمنزلہ تصور مع الحکم کے درجے میں۔
یہ تو ظاہر ہے کہ تصور مع الحکم اور تصور ساذج دونوں ایک مادے میں جمع نہیں ہو سکتے حالانکہ رسول خداﷺ نے اپنا نام احمد بھی بتایا پھر یہ کیونکر ہوسکتا ہے کہ آنحضرت میں دونوں مراتب بشرط شیء اور بشرط لاشئی جمع ہوجائیں هل هذا الا تهافت قبیح و تنا قض صریح

اصل مدعا: مسیحیت موعودہ ہے یہ چار جملے اس کے اثبات کی دلیل کے مقدمات ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اپنے دعوی مسیحیت کو صاف لفظوں میں لکھ کر کہا ہے کہ بس یہی ایک امر موجب انکار علماء ہوا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:
و کنت ا ظن بعد هذه التسمیة ان المسیح المو عود خا رج و ما کنت اظن انه انا حتی ظهر السر المخفی الذی ا خفا ه الله علی کثیر من عباده ابتلا ه من عنده و سما نی ر بی عیسی بن مر یم فی الها م من عنده وقال یا عیسی انی متو فیك و رافعك الی و مطهر ك من الذین کفروا و جا عل الذین اتبعو ك

فوق الذين كفروا الى يو م القيا مة انا جعلناك عيسى بن مريم و انت منى بمنز لة لا يعلمها الخلق و انت منى بمنز لة توحيدى و تفر يدى و انك اليو م لد ينا مكين امين فهذا هو الدعى الذى يجادلنى قو مى فيه و يحسبوننى من المرتدين

(حمامۃ البشری۔ص ۸) (ترجمہ: میں سمجھتا رہا کہ اس نام (مسیح) رکھنے کے بعد بھی مسیح موعود ضروری آئے گا میں نہیں سمجھتا تھا کہ وہ میں ہی ہوں یہاں تک کہ خدا کا بھید جو بہتوں پر مخفی رہا تھا مجھ پر ظاہر ہوا کہ میرے رب نے میرا نام عیسیٰ بن مریم اپنے ایک الہام میں رکھا فرمایا ہم نے تجھے مسیح بن مریم کیا اور تو میرے نزدیک ایسے درجے میں ہے جس کو مخلوق نہیں جانتی اور تو میرے نزدیک میری توحید اور تفرید کے درجے میں ہے پس یہی میرا دعویٰ ہے جس میں میری قوم مجھ سے جھگڑتی ہے اور مجھے مرتد سمجھتی ہے)۔

پس اہل علم نظار پر مخفی نہیں کہ جس دعا کے اثبات کے لئے چار مقدمات ہوں سائل کو حق ہے کہ ان میں سے ہر ایک مقدمہ پر یا جس پر چاہے نقض یا منع وغیرہ کرے (کتاب رشیدیہ ملاحظہ ہو) اس میں مدعی کا حق نہیں کہ سائل کو مجبور یا تلقین کرے کہ میری دلیل کے فلاں مقدمہ پر بحث کر (رشیدیہ) جب یہ حق نہیں کہ دلیل کے کسی مقدمہ پر بحث کرنے کی درخواست کرے تو یہاں کہاں حق ہوسکتا ہے کہ کسی ایک مقدمہ کو اصل مبحث بنا کر سارا مدار اسی پر رکھے مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کے بعد ان کے اتباع نے علم کلام کے قواعد کو بالکل بالائے طاق رکھ کر صرف وفات مسیح کو مبحث قرار دے دیا چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

مسیح موعود کا دعویٰ اسی حالت میں گراں اور قابل احتیاط ہوتا کہ جب کہ اس دعویٰ کے ساتھ نعوذ باللہ کچھ دین کے احکام کی کمی بیشی ہوتی اور ہماری عملی حالت دوسرے مسلمانوں سے کچھ فرق رکھتی۔ اب جب کہ ان باتوں میں سے کوئی بھی نہیں ،صرف ما بہ النزاع حیات مسیح اور وفات مسیح ہے اور مسیح موعود کا دعویٰ اس مسئلہ کی درحقیقت ایک فرع ہے اور اس دعویٰ سے مراد کوئی عملی انقلاب نہیں اور نہ اسلامی اعتقادات پر اس کا کچھ مخالفانہ اثر ہے، تو کیا اس دعویٰ کی تسلیم کے لئے کسی بڑے معجزے یا کرامت کی حاجت ہے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۴۹۔قادیانی خزائن ج ۵ص ایضا)

مرزا غلام احمد قادیانی نے تو جو کچھ کیا ان کا اختیار ہے مگر ہم تو علم مناظرہ کے خلاف نہ کریں گے اسلئے ہم آپ کی دلیل پر مناظرانہ نظر کرتے ہیں۔

اول سائل کا حق ہے کہ آپ کے چاروں مقدمات پر منع وارد کرے۔

یعنی یہ کہے کہ میں نہیں مانتا کہ حضرت مسیح فوت ہو چکے ہیں

یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں نہیں مانتا کہ مردے زندہ ہوکر دنیا میں نہیں آسکتے۔

یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ میں نہیں مانتا کہ پیش گوئیوں میں اکثر استعارات ہوتے ہیں

یہ بھی کہہ سکتا ہے میں نہیں مانتا کہ آپ ملہم اور خدا کے مخاطب ہیں۔

دوسرا شخص یہ کہہ سکتا ہے کہ مجھے آپ کی دلیل کے پہلے مقدمہ پر بحث نہیں (مگر اسکا یہ مطلب نہیں کہ وہ وفات مسیح کا قائل ہے یا ہو گیا نہ آپ اسے مجبور کر سکتے ہیں کہ وہ وفات تسلیم کرے بلکہ مطلب یہ ہے کہ وہ مقدمہ پر بحث کرنے سے اعراض کرتا ہے جواز روئے علم مناظرہ اس کا حق ہے) بلکہ یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ دوسرے مقدمہ کو بھی میں زیر بحث نہیں لاتا مگر تیسرا خاص کر چوتھا مقدمہ مجھے مسلّم نہیں ان کو مبرھن کیجئے

تیسرا سائل کہہ سکتا ہے کہ میں آپ کی دلیل کے مقدمات ثلاثہ پر کوئی نظر نہیں کرتا۔ میں تو چوتھے مقدمہ کو مدار کار جان کر آپ کی الہامی حیثیت پر بحث کرتا ہوں کیونکہ اگر آپ ملہم اور مخاطب الٰہی ثابت ہوجائیں تو پہلے تینوں مقدمات بلکہ آپ کے جملہ کلمات قابل قبول ہوں گے۔

ناظرین کرام! کیا آپ لوگوں نے کبھی دیکھا کہ اتباع مرزا علم کلام کے اس مناظرانہ طریق سے کلام کرتے ہیں؟ نہیں۔ بلکہ سوال ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی مسیحیت کا ثبوت دو، جواب ملتا ہے حضرت مسیح کی وفات پر بحث کرلو۔ کیسا بے اصولا پن ہے لطف یہ ہے کہ اس بے اصولے پن کا نام رکھتے ہیں اصولی بحث۔

حقیقت یہ ہے کہ یہ سب کچھ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے ان کو سکھایا ہے پھر یہ کیوں نہ ایسا کریں بقول:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

ناظرین نے دیکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے اثبات دعوی میں مقدمہ رابعہ کو بہت کچھ دخل ہے بلکہ بغور دیکھیں تو مدار کل وہی ہے۔ اسی لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے خود بھی مقدمہ رابعہ کو بہت اہم سمجھا ہے چنانچہ لکھتے ہیں کہ:

ہمارا صدق یا کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۲۸۸۔ قادیانی خزائن ج ۵ ص ایضا)

معلوم ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی مسیحیت ان چار مقدمات پر موقوف ہے خاص کر مقدمہ رابعہ پر بہت کچھ مدار ہے فا فهم فا نه مفيد

ایک آسان طرح سے فیصلہ

ہم ایک آسان طریق سے بھی مرزا قادیانی کی دلیل پر نظر کرتے ہیں

علم معانی بیان کا قانون ہے کہ جب تک حقیقت ممکنہ ہو مجاز کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں جس کی مثال یہ ہے کہ کوئی شخص کہے میں نے شیر دیکھا، شیر کا دیکھنا حقیقت ممکنہ ہے اس لئے اس کی تاویل نہ ہوگی بلکہ حقیقت ہی مراد لی جائے گی اور اگر یہ کہے کہ میں نے شیر تلوار چلاتے دیکھا، تو یہاں حقیقت مراد نہ ہوگی کیونکہ درندہ شیر تلوار نہیں چلایا کرتا اس لئے یہاں شیر سے مراد بہادر آدمی ہوگا۔

اسی قانون کی تائید میں حکیم نورالدین خلیفہ اول قادیان کی شہادت بھی موجود ہے۔ حکیم نورالدین صاحب کی یہ تحریر مصدقہ مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہے کیونکہ ان کی کتاب ازالہ اوہام کے ساتھ بطور ضمیمہ مطبوع ہے۔ حکیم صاحب لکھتے ہیں:

ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق الہی کلمات کو لاسکتا ہے اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔

(خط ملحقہ ازالہ اوہام۔ ص ۸۔۹۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۶۳۱)

یعنی الفاظ کی حقیقت کا خیال ہمیشہ رہنا چاہیے تا وقتیکہ حقیقت ممکنہ ہے مجاز کی طرف رجوع نہیں ہونا چاہیے۔ اس قانون اور اس کی تائید کے بعد مرزا غلام احمد

صاحب کا اعتراف قابل غور ہے:

ممکن اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آ سکیں کیونکہ یہ عاجز دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۲۰۰)

اسی تسلیم کی تائید فرماتے ہیں:

اس بات سے اس وقت انکار نہیں ہوا اور نہ اب ہے کہ شائد پیش گوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو۔

(ازالہ اوہام۔ ص ۲۶۱)

کیا فرماتے ہیں علماء نظّار کہ جب حقیقت ممکنہ ہے یعنی مسیح موعود کا ظاہری نشانوں کے ساتھ آنا ممکن ہے تو پھر مجاز کی طرف رجوع کر کے مرزا غلام احمد قادیانی کو مجازی نشانات کے ساتھ مسیح موعود کیوں مانیں؟

پس حسب قاعدہ علم معانی سائل کہہ سکتا ہے کہ ہم آپ کے مقدمات اربعہ کو دیکھنا بھی پسند نہیں کرتے کیونکہ وہ سب مجاز کی طرف لے جا رہے ہیں جس کی طرف جانا جائز نہیں کیونکہ پیش گوئی کے الفاظ کی حقیقت ممکن ہے

فلا یجو ز المصیر الی المجاز

ایک اور طرح سے:

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی مسیحیت موعودہ کی نسبت ایک ایسا فقرہ لکھ دیا ہے کہ کل نزاعات کا فیصلہ کرتا ہے۔ ہم اسکے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی کا جتنا شکریہ ادا کریں بجا ہے۔ مگر قبل نقل کرنے اس فقرے کے مرزا قادیانی کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ سے ایک دوسطریں نقل کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

اس عاجز پر ظاہر کیا گیا ہے کہ یہ خاکسار اپنی غربت اور انکسار اور توکل اور ایثار اور آیات اور انوار کے رو سے مسیح کی پہلی زندگی کا نمونہ ہے اور اس عاجز کی فطرت اور مسیح کی فطرت باہم نہایت ہی متشابہ واقع ہوئی ہیں گویا ایک جوہر کے دوٹکڑے یا ایک ہی درخت کے دو پھل ہیں اور بحدے اتحاد

ہے کہ نظر کشفی میں نہایت ہی باریک امتیاز ہے (براہین احمدیہ۔ج ۴ص ۴۴۹)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اظہار کیا ہے کہ میں اپنے کمالات روحانیہ میں حضرت مسیح کے مشابہ ہوں یہ اس زمانہ کا دعوی ہے جب مرزا قادیانی حضرت عیسی مسیح کو مسیح موعود جانتے تھے اور اپنے آپ کو ان کا مشابہ یا مثیل ۔ اب سنئے مندرجہ ذیل عبارت جو فیصلہ کن ہے آپ فرماتے ہیں:

اے برادران دین وعلماء شرح متین آپ صاحبان میری ان معروضات کو متوجہ ہو کر نہیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ۔ یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو بلکہ یہ وہی پرانا الہام ہے جو میں نے خداتعالی سے پا کر براہین احمدیہ کے کئی مقامات پر بتصریح درج کر دیا تھا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۹۰۔قادیانی خزائن ج ۳ص ۱۹۲)

ناظرین ازالہ اوہام، مرزا غلام احمد قادیانی کی اس زمانہ کی تصنیف ہے جس زمانہ میں آپ نے مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا تھا اس وقت بھی لکھتے ہیں کہ:

میں مسیح موعود کا مثیل ہوں مگر کم عقل لوگ مجھ کو اصل مسیح موعود سمجھنے لگ گئے

قادیانی ممبرو! مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مان کر کم عقل کیوں بنتے ہو ۔ مانا کہ عشق میں آدمی کم عقل کیا بے عقل بھی ہو جاتا ہے لیکن آخر عقل تو ایک قابل قدر چیز ہے کیا تم نے سنا نہیں

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی

باب سوم

مخصوص قادیانی علم کلام

کتاب ہذا میں ہم تیسرے باب کا ذکر کر آئے ہیں اس باب میں ہم خواجہ کمال الدین لاہوری مرزائی کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے احمدی علم کلام کے نام سے ایک خاص عنوان مقرر کیا ہے اس لئے ہم اسی کو سامنے رکھ کر ان مرزائی اصول کلام کی تحقیق کرتے ہیں جو بقول خواجہ صاحب، مرزا غلام احمد قادیانی کی ایجاد ہیں۔

خواجہ کمال الدین صاحب نے اس اصول سے پہلے ایک عام اصول میں مرزا غلام احمد قادیانی اور سرسید احمد خان میں فرق بتایا ہے آپ کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مرزا صاحب نے سرسید کے بالعکس راستہ اختیار کیا آپ نے قرآن کریم کو تحویل سے بچایا آپ نے ہر جگہ قرآن کریم کے لفظی معنی لئے پھر اس کے برخلاف جن غلط نظریات کو فلسفہ جدید نے پیش کیا اسے عقلیہ طور پر توڑ کر قرآنی حقائق کا تفوق ظاہر کیا۔ (مجدد کامل۔ص ۱۰۹)

ہم بہت مشکور اور مسرور ہوتے اگر واقعہ بھی ایسا ہوتا۔ مگر نہایت افسوس سے ظاہر کرتے ہیں کہ ایسا نہیں۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی، سرسید احمد خان کی طرح الفاظ کی پابندی سے نکل جاتے ہیں۔ اس کی مثالیں ہم پیش کرتے ہیں قرآن کی آیت ہے

کنتم خیر امت ا خر جت للناس (آل عمران: ۱۱۰).

(تم مسلمان اچھی جماعت ہو جو لوگوں کے فائدے کے لئے پیدا کئے گئے ہو)

اس آیت میں الناس کا لفظ قابل غور ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو ضرورت تھی کہ اپنا دعوی مسیحیت قرآن سے ثابت کریں اور مسیحیت موعودہ کے زمانہ میں دجال کا ہونا ضروری ہے اس لئے آپ نے اس آیت کی تفسیر ایسی خوبی سے فرمائی کہ قابل دید وشنید ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

منجملہ ان دلائل کے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ مسیح موعود اسی امت میں سے ہوگا قرآن شریف کی یہ آیت ہے کنتم خیر امت ا خر جت للناس اس کا ترجمہ یہ ہے کہ تم بہترین امت ہو جو اس لئے نکالے گئے ہو کہ تا تم تمام دجالوں اور دجال معہود کا فتنہ فرو کر کے اور ان کے شر کو دفع کر کے مخلوق خدا کو فائدہ پہنچاؤ۔

واضح رہے کہ قرآن شریف میں الناس کا لفظ بمعنی دجال معہود کے بھی آتا ہے اور جس جگہ ان معنوں کو قرینہ تو یہ متعین کرے تو پھر اور معنی کرنا معصیت ہے۔ چنانچہ قرآن کریم کے ایک اور مقام میں الناس کے معنی دجال ہی لکھا ہے اور یہ وہ خلق السما وات وا لار ض اکبر من خلق الناس یعنی جو کچھ آسمانوں اور زمین کی بناوٹ میں اسرار اور عجائبات پر ہیں دجال

معہود کی طبائع کی بناوٹ اس کے برابر نہیں ...
بہر حال آیت خیر امت کا لفظ الناس کے ساتھ مقابلہ ہو کر قطعی طور پر ثابت ہو گیا کہ الناس سے مراد دجال ہے اور یہی ثابت کرنا تھا۔
(تحفہ گولڑویہ۔ص ۲۱۔۲۲۔قادیانی خزائن ج ۱۷ص ۱۲۰۔۱۲۱)

خواجہ صاحب ! کیا الناس کا اصل ترجمہ دجال ہے ۔ اگر ہے تو پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں گے

اذا قیل لھم آ منوا کما آ من الناس بقرہ ۱۱۳۔ایمان لاؤ جیسے الناس ایمان لائے ہیں
بقول مرزا غلام احمد قادیانی معنی ہوئے کہ اے لوگو تم بھی دجال کی طرح ایمان لاؤ

۲۔ دوسری مثال یہ ہے کہ سرسید احمد نے لکھا ہے کہ آیت: کونوا قردۃ خاسئین میں بندر سے مراد بد اخلاق انسان ہے نہ کہ مشہور حیوان ۔ مرزا غلام احمد بھی ایسا ہی لکھتے ہیں:

اسلامی تعلیم سے ثابت ہے کہ ایک شخص جو اس دنیا میں موجود ہے جب تک وہ تزکیہ نفس کر کے اپنے سلوک کو تمام نہ کرے اور پاک ریاضتوں سے گندے جذبات اپنے دل سے نکال نہ دیوے، تب تک وہ کسی نہ کسی حیوان یا کیڑے مکوڑے سے مشابہ ہوتا ہے یا گدھے سے یا کتے سے یا کسی اور جانور سے اور اسی طرح نفس پرست انسان اسی زندگی میں ایک جون بدل کر دوسری جون میں آ تار ہتا ہے ایک جون کی زندگی سے مرتا ہے اور دوسری جون کی زندگی میں جنم لیتا ہے اسی طرح اس زندگی میں ہزاروں موتیں اس پر آتی ہیں اور ہزار ہا جونیں اختیار کرتا ہے اور آخیر پر اگر سعادت مند ہے تو حقیقی طور پر انسان کی جون اس کو ملتی ہے اسی بنا پر اللہ تعالی نے نافرمان یہودیوں کے قصہ میں فرمایا کہ وہ بندر بن گئے اور سور بن گئے سو یہ بات تو نہیں تھی کہ وہ حقیقت میں تناسخ کے طور پر بندر ہو گئے تھے بلکہ اصل حقیقت یہی تھی کہ بندروں اور سوروں کی طرح نفسانی جذبات ان میں پیدا ہو گئے تھے ۔ (ست بچن۔ص ۸۲۔۸۳۔قادیانی خزائن ج ۱۰ص ۲۰۶۔۲۰۷)

خواجہ کمال الدین صاحب بتاویں کہ قردۃ کے اصل معنی مرزا غلام احمد نے بحال رکھے یا سرسید احمد خان کی طرح چھوڑ دیئے

۳۔اب ہم ایک مثال حدیث سے دیتے ہیں حدیث شریف میں ہے :
مسیح موعود دمشق میں نازل ہوں گے ۔(مسلم ج ۲ ص ۴۰۱ باب ذکرالدجال)

مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ مسیح موعود بنے اور نازل ہوئے قادیان میں تو آپ نے دمشق کے معنی میں تصرف کیا۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں :

واضح ہو کہ دمشق کے لفظ کی تعبیر میں میرے پر منجانب اللہ یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ اس جگہ ایسے قصبے کا نام دمشق رکھا گیا ہے جس میں ایسے لوگ رہتے ہیں جو یزیدی الطبع اور یزید پلید کی عادات اور خیالات کے پیرو ہیں ...
خدا تعالی نے مجھ پر یہ ظاہر فرما دیا ہے کہ یہ قصبہ قادیان بوجہ اس کے کہ اکثر یزیدی الطبع لوگ اس میں سکونت رکھتے ہیں دمشق سے ایک مناسبت اور مشابہت رکھتا ہے ۔(ازالہ اوہام ص ۶۶۔۷۱۔قادیانی خزائن ج ۳ ص ۱۳۵۔۱۳۸)

ناظرین کرام اگر ہم چاہیں تو مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرات سے ایسی مثالیں سینکڑوں گنادیں مگر اس جگہ ان تینوں پر کفایت کرتے ہیں جن میں نصاب شہادت سے بھی ایک زیادہ ہے۔ مزید کے لئے ناظرین کو اپنے رسالہ نکات مرزا کا حوالہ دیتے ہیں ۔

یہ تو ایک تمہیدی نوٹ ہے۔ خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری نے قادیانی علم کلام کا پہلا اصول یہ بتایا ہے:

سب سے اول ۱۸۹۳ء میں جناب مرزا صاحب نے ایک نہایت زبردست ہی نہیں بلکہ اچھوتا اصول قائم کیا۔ اس وقت آپ امرتسر میں عیسائی قوم کے ساتھ سرگرم مباحثہ تھے۔ آپ نے مباحثہ کے شروع میں فرمایا تھا کہ خدا تعالی کی کتاب اگر کسی امر کی تعلیم کرے تو اس کے دلائل بھی خود دے۔ یعنی اپنے دعوی کے ثبوت میں خود ہی دلائل دے مثلاً اگر خدا کی ہستی منوائے تو پھر اس کی ہستی کے دلائل بھی دے ۔(مجدد کامل۔ص ۱۱۰)

جواب : بے شک مرزا قادیانی نے مباحثہ امرتسر میں ایسا کہا تھا ہم مانتے ہیں کہ قرآن مجید میں یہ مزیت ہے چاہیے تھا کہ مرزا قادیانی اس دعوی کا ثبوت بھی قرآن مجید سے دیتے کیونکہ یہ بھی تو ایک دعوی ہے اس کا ثبوت دینا بھی قائل کے ذمہ ہے یعنی قائل

یہ بتائے کہ قرآن نے اپنے ایسا ہونے کا دعوی کیا ہے ۔ یہ نہیں کہ ہم مسلمان بحکم

پیراں نمے پرند و مریداں ہمے پرانند

قرآن مجید کے سر تھوپیں ۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی تصنیفات میں اس دعوی کا ثبوت قرآن شریف میں سے نہیں دیا آج ہم مرزا قادیانی کی کمی پورا کرتے ہیں ۔ ارشاد ہے

شهر ر مضان الذی انز ل فیه القرآن هدی للناس و بینات من الهد ی و الفرقا ن (البقرۃ: ۱۸۵)(یعنی رمضان کے مہینے میں قرآن کا نزول شروع ہوا ہے جو لوگوں کے لئے ہدایت (احکام) اور ہدایت کے لئے دلائل ہیں اور فیصلہ)

اس آیت میں قرآن مجید کو ہدایت اور ہدایت کے دلائل فرمایا ہے یعنی جن باتوں کی قرآن ہدایت کرتا ہے ان پر دلائل بینات بھی دیتا ہے پس یہ ہے وہ حیثیت جو قرآن شریف نے خود اپنی بتائی ہے ۔

اتباع مرزا کہتے ہیں کہ گو قرآن مجید میں یہ ہے لیکن اس کے اظہار کرنے کا فخر مرزا قادیانی کو ہے کیونکہ ان سے پہلے کسی نے یہ کمال نہیں دکھایا ۔ بس اب اتنی سی بات قابل جواب رہ گئی ۔ ہم اس کا جواب بہت آسانی سے دیتے ہیں جس میں کسی قسم کا ایچ پیچ نہ ہو ۔ عرصہ ہوا اخبار اہل حدیث امرتسر میں بھی ہم شائع کر چکے ہیں آج بھی بتائے دیتے ہیں

کئی صدیاں گزر گئیں کہ علامہ ابن رشد نے اس اصول پر تنبیہ کی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

یظهر من غیر آ یة من کتا ب الله انه دعا الناس فیها الی التصدیق بو جود الباری با دلة العقلیة منصو ص علیها مثل قو له تبا ر ك و تعا لی

یا ایها الناس اعبدوا ر بکم الذی خلقکم و الذین من قبلکم.

و مثل قو له تعا لی :

افی الله شك فا طر السما وا ت و ا لا ر ض

من ا لآ یات ۔(فلسفہ ابن رشد مطبوعہ مصر ص ۲۵)

(یعنی قرآن مجید کی کئی ایک آیات سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآن نے لوگوں کو خدا کے ماننے کی طرف بلایا عقلی دلائل منصوصہ کے ساتھ ۔ جیسے فرمایا اے لوگو ! اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا اور فرمایا کیا اللہ کی شان میں تم کو شک ہے جو آسمان و زمین کا پیدا کرنے والا ہے وغیرہ بہت سی آیات ہیں)۔

تشریح: پہلی آیت میں حکم عبادت کا دیا تو اس کی دلیل دی ،

جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا ۔،

دوسری آیت میں خدا تعالی کی شان میں شک کو نا جائز قرار دیا تو اس کی دلیل دی کہ،

وہ آسمانوں اور زمینوں کا خالق ہے ۔،

ناظرین اسی مختصر تنبیہ سے مرزا غلام احمد قادیانی نے وہ اصول اخذ کیا جو مباحثہ امرتسر میں پیش کیا مگر چونکہ دل میں تھا کہ میں اس اصول کا موجد بنوں اس لئے غلطی کھا گئے جس کی تفصیل معروض ہے۔

نقض اجمالی: علم مناظرہ میں نقض اجمالی اس کو کہتے ہیں جس میں سائل ثابت کر دے کہ مدعی کی دلیل سے بعض جگہ خرابی پیدا ہوتی ہے۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا قادیانی پر نقض اجمالی وارد ہوتا ہے علامہ ابن رشد پر نہیں کیونکہ مرزا قادیانی نے عام قانون بتایا ہے جس کو خواجہ کمال الدین صاحب نے یوں بتایا ہے:

خدا کی کتاب اگر کسی امر کی تعلیم دے تو اس کے دلائل بھی خود دے ۔،

یہ ایک عام قانون کی صورت میں ہے اس لئے اس پر نقض ہوگا کہ تورات انجیل زبور بلکہ آپ کی مسلمہ الہامی کتاب وید میں یہ وصف نہیں ۔تو آپ ان کتابوں کو کتاب اللہ کیوں مانتے ہیں ۔لیکن علامہ ابن رشد نے عام قانون کی شکل میں دعوی نہیں کیا بلکہ قرآن کی مزیت اور خصوصیت بیان کی ہے اس لئے اس پر نقض وارد نہیں ہوسکتا فا فهم ۔ پس اتباع مرزا کا اس پر فخر کرنا قصور نظر اور پیر پرستی ہے واقعہ نہیں العلم عند الله

دوسرا اصول:

خواجہ کمال الدین صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دوسرے اصول کی

بابت لکھا ہے کہ:

مرزا غلام احمد قادیانی نے دوسرا اصول یہ باندھا کہ خدا کی کتاب وہی ہوسکتی ہے جس میں ہر ضرورت انسانی کا علاج ہو۔ وہ سب فطری تقاضات کو سامنے رکھے اور انہیں پورا کرے۔

تیسرا اصول:

ایک اور اصول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ باندھا کہ مذہب اگر تربیت انسانی کے لئے آتا ہے تو اس کتاب میں کل انسانی جذبات کی تربیت وتعدیل کا سامان ہو۔

چوتھا اصول آپ نے فرمایا کہ

مذہب الہیہ انہی جذبات کو اخلاق اور پھر روحانیات میں متشکل کرنے کا نام ہے محض رسمیات کے مجموعہ کا نام مذہب نہیں۔

ہم حیران ہیں کہ اتباع مرزا باوجود علم وعقل کے کیوں ایسی معمولی الجھنوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ یہ امور جن کو خواجہ کمال الدین، اصول ساختہ مرزا صاحب کی شکل میں بتاتے ہیں قرآن مجید کے کھلے الفاظ اور واضح صورت میں ملتے ہیں

تفصیلا لکل شیء ۔ مفصلا ،مبین، فصلناہ علی علم، کتاب مبین، وغیرہ الفاظ مرات کرات قرآن مجید کے حق میں قرآن میں موجود ہیں اور واضح ترین لفظوں میں ہیں تو ان کو ایجاد مرزا قادیانی کہنا کیا انصاف ہے؟

ان الفاظ قرآنیہ کے ماتحت اکابر مفسرین نے یہی معنی مراد لئے جو خواجہ کمال الدین صاحب کہتے ہیں امام رازی، غزالی، ابن حزم، ابن تیمیہ، ابن رشد، شاہ ولی اللہ وغیرہ سب نے ان آیات کی تفسیر میں یہی لکھا ہے۔

روحانیات میں متشکل کرنے، کے اظہار کیلئے ایک ہی آیت قرآنی کافی ہے جو یہ ہے:

هو الّذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (الجمعہ: ۲) (یعنی خدا نے عرب کے بے علموں میں رسول بھیجا ہے وہ ان کو اللہ کے احکام سناتا ہے اور اس تعلیم کے ان کو پاک کرتا ہے کتاب اور معرفت الہیہ ان کو

سکھا تا ہے اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے)۔

خواجہ صاحب! یہ ہے وہ سب کچھ جس کو آپ نے مرزا قادیانی کا طرہ امتیاز بنایا ہے۔ ہاں سنئے مرزا غلام احمد قادیانی اور آپ نے ان نمبروں کو اصول شکل میں بتا کر اپنی اور باقی اتباع مرزا کی گردن پر بڑا بھاری بوجھ اٹھایا ہے خدا خیر کرے۔ ہمیں خطرہ ہے کہ آپ لوگ اس بوجھ کی سختی سے دب جائیں گے اور سر نہ اٹھا سکیں گے۔ غور فرمایئے مرزا غلام احمد قادیانی ویدوں کی بابت فرماتے ہیں۔ اور اس مضمون کو آپ ہی نے شائع کیا تھا یعنی کتاب پیغام صلح میں مرزا قادیانی لکھتے ہیں

ہم وید کو بھی خدا کی طرف سے مانتے ہیں... خدا کی تعلیم کے موافق ہمارا پختہ اعتقاد ہے کہ وید انسانوں کا افتراء نہیں... ہم خدا سے ڈر کر وید کو خدا کا کلام جانتے ہیں۔ (پیغام صلح لاہور۔ص۲۳۔۲۵۔قادیانی خزائن ج ۲۳ ص۴۵۳۔۴۵۴)

جب وید بھی خدا کا کلام اور الہام ہے اور سب لوگوں کی ہدایت کے لئے آیا تھا، تو اس اصول مرزا کے ماتحت اس میں بھی وہ سب اوصاف ہونے چاہییں جو آپ نے الہامی کتاب کے لئے اصول مذکورہ بیان کئے ہیں حالانکہ مرزا غلام احمد قادیانی ویدوں کے حق میں جو رائے رکھتے ہیں خواجہ کمال الدین اور اتباع مرزا قادیانی غور سے سنیں، فرماتے ہیں:

وید نے انسان کی حالت پر رحم کر کے کوئی نجات کا طریق پیش نہیں کیا بلکہ وید کو صرف ایک ہی نسخہ یاد ہے جو سراسر غضب اور کینہ بھرا ہوا ہے اور وہ یہ کہ ایک ذرہ سے گناہ کے لئے بھی ایک لمبا اور ناپیدا کنار سلسلہ جونوں کا تیار کر رکھا ہے (چشمہ معرفت۔ص۴۳)

ناظرین! ہم نے نہیں، آپ نے کوئی ایسا قابل مصنف اور لائق متکلم دیکھا جو ایک طرف تو ایک نہیں کئی ایک اصول مقرر کرے دوسری طرف خود ہی ان کے خلاف کرے۔ اگر نہیں دیکھا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دیکھ لیں

مرے معشوق کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

خواجہ صاحب! فرمایئے آریہ ان دونوں حوالوں کو لے کر آپ کے اور آپ

کی کل جماعت لاہوریہ اور قادیانیہ کے سامنے آپ کے سلطان القلم رئیس المتکلمین کے یہ دو حوالے لے کر کھڑے ہو جائیں اور ان میں تطبیق کرنے کا سوال کریں تو آپ مع اپنی جماعت کے جواب دے سکتے ہیں پہلے مجھے بتا دیجئے تا کہ میں بھی آپ کی تائید کرسکوں۔ آہ!

بروز حشر گر پرسند خسرو را چرا کشتی
چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہمہ گوئم

دعا: خدا کرے آریہ نہ سن پائیں۔

ناظرین! یہ ہیں ہمارے سلطان القلم (مرزا غلام احمد قادیانی) کے اصول کلامیہ جن پر آج اتباع مرزا کو ناز ہے۔ غالبًا انہیں معلوم نہیں کہ علم کلام کیا ہے اور علماء متکلمین کون تھے اس لئے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

البتہ قرآن شریف نے جس پیرائے میں یہ دعوی کئے ہیں ان پر نقض اجمالی وارد نہیں ہوسکتا جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اصولی شکل پر ہوتا ہے۔ کیونکہ قرآن مجید نے بطور خصوصیت اور مزیت کے یہ دعاوی کئے ہیں نہ بطور اصول کے۔ یعنی یہ کہا ہے کہ مجھ میں یہ امور پائے جاتے ہیں یہ نہیں کہا کہ ہر الہامی کتاب میں یہ امور ہونے چاہییں۔

اس کی مثال یہ ہے کہ جیسے علماء کی جماعت ایک جگہ جمع ہے جن میں بعض کا بیان ہے کہ ہم نے قرآن اور صحاح ستہ پڑھا ہے۔ ایک ان میں سے کہتا ہے کہ میں نے صرف، نحو، اصول، معقول، فلسفہ، معانی، بیان، ادب اور قرآن، حدث، تفسیر سب پڑھے ہیں اس پچھلے صاحب کا بیان اصولی نہیں بلکہ خصوصی ہے۔ یعنی یہ نہیں کہ ہر عالم کے لئے اتنے علوم کی ضرورت ہے۔ ایسا کہنے سے وہ عالم جنہوں نے اصول معقول فلسفہ وغیرہ علوم نہیں پڑھے وہ عالم کی صف سے نکل نہیں جائیں گے۔ ہاں اپنی مزیت بیان کرنے سے وہ عالم کی صفت سے نکلیں گے نہیں بلکہ اس کی مزیت ثابت ہوگی۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے بعد خواجہ کمال الدین نے چونکہ اس بیان کو اصول کی

صورت میں بیان کیا ہے اس لئے ان پر نقض وارد ہوتا ہے قرآن مجید نے چونکہ مزیت اور خصوصیت کی صورت میں دعوی کیا ہے اس لئے اس پر وارد نہیں ہوسکتا۔ لہ الحمد

۵۔ ان اصول (۳، ۴) کی تشریح میں حضرت مرزا نے نبی کامل کے لئے یہ شرط لگادی کہ اس کی زندگی میں اس قسم کے مواقع پیدا ہوجائیں کہ جن کے ماتحت یہ سارے اخلاق ظاہر ہوں، والاّ اخلاق منفیہ کچھ چیز نہیں۔ یعنی اس قسم کا وعظ کرنا کہ فلاں فلاں چیز کرو یا نہ کرو، واعظ کے اخلاق منفیہ میں داخل ہوسکتے ہیں لیکن حقیقی خلق یہ ہے کہ وہ اس ظہور بھی پائیں۔ مثلاً کسی انسان کے اردگرد امور ناجائز کی تحریکات ہوں اس میں بدی کرنے کی طاقت بھی ہو وہ اس فعل بد کو دوسروں کی نگاہ سے چھپا بھی سکے اس پر وہ بدی نہ کرے تو باخلق سمجھا جائے گا۔ جیسے کہ حضرت یوسفؑ نے ایک مصری عورت کے مقابل اپنی عصمت کو قائم رکھا۔ ایسا ہی مصیبت کے وقت غالب دشمن کے مقابل اسے زبانی معاف معاف کردینا کوئی خوبی نہیں غصہ حقیقی اس وقت ظاہر ہوتا ہے جب انسان کو اذیت پہنچے وہ اس اذیت پر صبر کرے پھر اس پر وہ وقت بھی آجائے کہ جب اس کے دشمن اس کے قدموں میں ہوں اس میں انتقام کی طاقت بھی ہو لیکن وہ معاف کردے اس قسم کے خلق عظیم کا مظہر صرف خاتم النبیین ہی ہیں۔ (مجدد کامل۔ص ۱۱۳۔۱۱۴)

جواب۔ ہم حیران ہیں کہ خواجہ کمال الدین صاحب اور دیگر اتباع مرزا پر محبت مرزا قادیانی کتنی غالب ہے کہ خواجہ صاحب جیسے ہوشیار وکیل اتنا بھی غور نہیں کرتے کہ یہ نمبر جس صورت میں (بقول خواجہ) نمبر ۳۔۴ کی تشریح ہے تو اس پر نمبر ۵ لگا کر اس کو مستقل کیوں بنایا۔ یا خواہ مخواہ امتحان کی طرح نمبر زیادہ لینے کا شوق ہے؟ خیر اس فروگذاشت سے بھی ہم درگذر کر کے اصل غلطی کا اظہار کرتے ہیں۔

یہ امر ہر اہل علم متکلم پر واضح ہے کہ مناظر متکلم جب کبھی کوئی اصول قائم کرتا ہے تو اس کا فرض ہوتا ہے کہ ہر طرف سے اسے محفوظ کرے کسی طرح اس پر نقض اجمالی یا تفصیلی وارد نہ ہو۔ ہم نہایت حیرت سے دیکھتے ہیں کہ علم کلام کا یہ ابتدائی اصول نہ تو مرزا قادیانی نے کبھی ملحوظ رکھا نہ خواجہ کمال الدین صاحب نے اس کی پرواہ کی

مثلاً یہی نمبر ۵ کا اصول (اگر اس کو مستقل اصول کہہ سکیں) ایسا منقوض ہے کہ کوئی بھی نہ ہوگا

مرزائی علم کلام کے جواب میں ہم قرآن وحدیث کو پیش کرنے کی ضرورت جانتے تو آج وہ حدیث پیش کرتے جس میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

میں نے بعض انبیاء ایسے بھی دیکھے ہیں جن کے ساتھ ایک ہی امتی تھا۔

بقول مرزا غلام احمد قادیانی اس اصول کے ماتحت ایسے نبی سچے نہ ہوئے لیکن ہم اتباع مرزا کو اس خار دار جنگل میں لے جانا نہیں چاہتے بلکہ صاف اور سیدھا راستہ قادیان کا دکھاتے ہیں۔ پس وہ غور سے سنیں مرزا غلام احمد قادیانی عمل الترب (مسمریزم) کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ اس عمل جسمانی کا ایک نہایت برا خاصہ یہ ہے کہ جو شخص اپنے تئیں اس مشغولی میں ڈالے اور جسمانی مرضوں کے رفع دفع کے لئے اپنی دلی ودماغی طاقتوں کو خرچ کرتا رہے وہ اپنی ان روحانی تاثیروں میں جو روح پر اثر ڈال کر روحانی بیماریوں کو دور کرتی ہیں بہت ضعیف اور نکما ہو جاتا ہے اور امر تنویر باطن اور تزکیہ نفوس کا جو اصل مقصد ہے اس کے ہاتھ سے بہت کم انجام پذیر ہوتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ گو حضرت مسیح جسمانی بیماریوں کو اس عمل کے ذریعہ اچھا کرتے رہے مگر ہدایت اور توحید اور دینی استقامتوں کی کامل طور پر دلوں میں قائم کرنے کے بارے میں ان کی کارروائیوں کا نمبر ایسا کم درجہ رہا کہ قریب قریب ناکام کے رہے۔ (ازالہ اوہام حاشیہ ص ۳۱۰۔۳۱۱۔ قادیانی خزائن ج ۳ ص ۲۵۸)

ناظرین کرام للہ غور کریں کہ اگر یہ اصول معیار صداقت ہے تو بقول مرزا غلام احمد قادیانی، حضرت عیسیٰ روح اللہ صادق نبی ہوئے یا کیا؟

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور اتباع مرزا ہمیں معاف رکھیں ان کو اصول اور مزیت میں فرق معلوم نہیں اس کی مثال ہم پہلے نمبر (دوم) میں دے آئے ہیں یہاں بھی خواجہ کمال الدین صاحب کی شان کے لائق سناتے ہیں۔

وکیل کی تعریف یہ ہے جو قانون کے امتحان میں پاس ہوا ہو اور مزیت یہ ہے کہ وہ قانون کے علاوہ دیگر علوم مذہبی یا لٹریری فنون سے بھی واقف ہو۔

پس اس تمثیل کے ماتحت ہم مانتے ہیں کہ جو کامیابی پیغمبر اسلام، کو ہوئی وہ کسی کو نہیں ہوئی لیکن اس کو اصول صداقت یا اصول کلام کہنا جائز نہیں مزیت بے شک ہے ورنہ اس پر سخت نقض وارد ہوگا۔

۶۔مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ جسم سے کوئی الگ چیز روح نہیں بلکہ حیوانی جذبات تعدیل میں آکر جب انسان کے نفس کو حالت مطمئنہ تک پہنچا دیتے ہیں تو اس حالت میں انسان کے اندر وہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے جس کا نام روح ہے روح کی پیدائش اخلاق فاضلہ سے ہوتی ہے جو بذات خود جذبات حیوانیہ سے پیدا ہوتے ہیں اور جذبات کی پیدائش جسم سے ہوتی ہے گویا روح جسم کا ایک بالغ بچہ ہے روح اور جسم کی بحث قدیم الایام سے اسلامی علم کلام میں چلی آتی ہے لیکن قرآن کی تعلیم جیسا کہ سورہ المومنون میں پایا جاتا ہے یہی ہے۔مرزا صاحب نے ان امور کو ضیافت طبع کے طور پر نہیں لکھا بلکہ وہ بنیادی اصول ہے جس سے ایک طرف عیسائیت اور دوسری طرف تناسخ اور قدامت مادہ وغیرہ کی بنیاد تک ہل جاتی ہے میں نے مفصل طور پر انگریزی تصنیفات میں یہ بحثیں کی ہیں۔(مجدد کامل۔ص۱۱۴)

جواب: ہمیں اس اصول کی صحت یا غلطی سے سروکار نہیں بلکہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی خصوصیات کی نفی کریں۔پس سنئے :

یہ خیال کہ روح جسم کے ساتھ ہی پیدا ہوتی ہے احادیث صحیحہ کے خلافہونے کے علاوہ مرزا غلام احمد قادیانی کا ایجاد کردہ عقیدہ نہیں۔ہم ہمیشہ اپنے مرزائی دوستوں کی خاطر ملحوظ رکھتے ہوئے ان کو پیچدار راستوں سے نہیں لے جایا کرتے بلکہ سیدھے راستے سے منزل (قادیان) پر پہنچا دیتے ہیں یعنی حوالجات مرزائی لٹریچر ہی سے دیتے ہیں۔پس خواجہ کمال الدین صاحب غور سے سنیں۔لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی اپنی اردو تفسیر میں لکھتے ہیں:

روح جسم کے ساتھ پیدا ہوتی ہے اور یہی مذہب اہل تحقیق کا ہے جیسا کہ امام غزالی نے لکھا ہے۔(بیان القرآن۔ص۱۱۴۳)

قادیانی دوستو! فرمان خداوندی شهد شاهد من اهلها (یوسف:۲۶) کے

ماتحت بتاؤ اس عقیدے کو ایجاد مرزا کہہ سکتے ہو؟ جس حال میں کہ صدیوں پیشتر امام غزالی بھی اسے نقل کر چکے ہیں۔ خواجہ صاحب! آپ جانتے ہیں دوسروں کے کام کو اپنی طرف لگا کر فخر کرنے والوں کے حق میں کلام پاک میں کیا ارشاد ہے

یحبّون ان یحمدوا بما لم یفعلوا فلا تحسبھم بمفازۃ من العذاب (آل عمران : ۱۸۸)

(جولوگ بے کئے کاموں پر تعریف چاہتے ہیں وہ عذاب سے نہ چھوٹیں گے)

۷۔ بقول خواجہ کمال الدین مرزا قادیانی نے احمدی علم کلام کا یہ اصول بنایا کہ:

انسان ایک پاک اور باتقوی مکمل فطرت لے کر آیا ہے۔ اس فطرت کی تربیت کے لئے مذہب اختیار کرتا ہے۔ یہ فطرت ناقص نہیں ہوتی اس فلسفہ کی بنیاد تو آنحضرت ﷺ کی مشہور حدیث ہے لیکن یہ وہ فلسفہ ہے کہ جو مسئلہ گناہ ارثی کو باطل ٹھہرا کر عیسائیت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتا ہے اسی طرح اس فلسفہ سے تناسخ کے عقیدے میں بھی تزلزل پیدا ہو جاتا ہے جب ہر انسان فطرت سلیمہ لے کر دنیا میں آتا ہے تو سابق جنم کے تاثرات کہاں گئے حضرت کے خدام نے فلسفہ کو بھی مفصل لکھا اور عیسائیت کے خلاف تو یہ ایک ایسا حربہ مغرب میں استعمال ہوا کہ اس کی ضرب نے کلیسیت کو چکنا چور کر دیا قربان جاؤں حضرت خاتم النبیین کے کہ کس طرح وہ عام فہم الفاظ اور ساتھ ہی سریع الفہم طریق پر ایک اصول تعلیم کرتا ہے جو مذاہب باطلہ کے مضبوط قلعوں کو توڑ دیتا ہے۔ (مجدد کامل ۔ص۱۱۴)

جواب: ہم اپنے اعتقاد میں تو یہ عقیدہ صحیح جانتے ہیں مگر افسوس ہے کہ مرزا قادیانی نے اس کے خلاف لکھا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اول خدا نے چاہا کہ انسان کو نشست و برخاست اور کھانے پینے اور بات چیت اور تمام اقسام معاشرت کے طریق سکھلا کر اس کو وحشیانہ طریقوں سے نجات دیوے۔ اور حیوانات کی مشابہت سے تمیز کلی بخش کر ایک ادنی درجہ کی اخلاقی حالت کو جس کو ادب اور شائستگی کے نام سے موسوم کر سکتے ہیں سکھلا دے پھر انسان کی نیچرل عادات کو جن کو دوسرے لفظوں میں اخلاق

رذیلہ کہہ سکتے ہیں اعتدال پر لاوے تاوہ اعتدال پا کر اخلاق فاضلہ کے رنگ میں آ جائیں۔(اصول اسلام کی فلاسفی ص ۱۰۔ قادیانی خزائن ج ۱۰ ص ۳۲۴)

اس اقتباس میں مرزا غلام احمد نے نیچرل (فطری) طور پر انسان میں اخلاق رذیلہ کا وجود تسلیم کیا ہے پھر فطری طور پر انسان مکمل پاک کیسے ہوا؟ اور سنئے فرماتے ہیں:

انسان کی فطرت میں قدیم سے ایک طرف تو ایک زہر رکھا گیا ہے جو گناہوں کی طرف رغبت دیتا ہے اور دوسری طرف قدیم سے انسانی فطرت میں اس زہر کا تریاق رکھا ہے جو خدا تعالیٰ کی محبت ہے۔

(چشمہ مسیحی ص ۶۷۔ قادیانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۹۰)

اس اقتباس میں بھی بدی کا تخم انسان میں فطری طور پر تسلیم کر کے مروجہ عیسائی مذہب کو قوت دی ہے جو انسان کو موروثی گناہ گار کہتے ہیں خواجہ کمال الدین صاحب نے سچ کہا ہے:

قربان جاؤں خاتم النبیین کے کس طرح وہ عام فہم الفاظ میں اصول تعلیم کرتا ہے۔

ساتھ ہی ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی ہوشیاری کی بھی داد دیتے ہیں کہ کس طرح خاتم النبیین کے تعلیم کردہ اصول اپنے اتباع کو بھلاتے ہیں کہ وہ باوجود عقل مند ہونے کے یہ کہتے رہ جاتے ہیں

ساحری کرد دو چشم تو وگرنہ زیں پیش
بود ہشیار تر از تو دل دیوانہ ما

۸۔ یہ امر بھی قرآن کا ہی تعلیم کردہ ہے اور میں نے اسے ایک فیصلہ کن دلیل کی شکل میں مغرب میں استعمال کیا قرآن نے اس امر کو بہت ہی واضح طور پر لکھا ہے لیکن مسلم طبائع اس سے کچھ ایسی اجنبی ہو گئیں کہ جب حضرت مرزا صاحب نے اس بات کو پیغام صلح میں لکھا تو اس پر سخت مخالفت ہوئی وہ یہ ہے کہ دنیا کی کوئی قوم خدا کے ہادی یا رسول کی بعثت سے محروم نہیں رہی ہر ایک قوم کو مذہب حقہ خدا کی طرف سے ملا لیکن بعد میں انسانوں نے اختلاف پیدا کر لیا اور مذہب حقہ میں آمیزش کر دی اس اصول کو حضرت (

مرزا قادیانی) نے اپنی وفات سے چند دن پہلے بیان کیا۔ (مجدد کامل۔ص ۱۱۵)

جواب: قرآن مجید کے کھلے الفاظ میں ارشاد ہے

و لکلّ قوم ھاد (الرعد: ۷) ہر قوم کے لئے ہادی ہوئے ہیں

و ان من امۃ الّا خلا فیھا نذیر (فاطر: ۲۴)

(ہر قوم میں ڈرانے والے گذرے ہیں)

ہم حیران ہیں کہ اس عقیدے کو قرآنی اصول جانیں یا مخصوص مرزائی قرار دیں خواجہ کمال الدین صاحب کس دلیری سے فرماتے ہیں کہ، قرآن کا تعلیم کردہ ہے ۔، جناب! قرآن کے تعلیم کردہ عقاید کو مرزائی علم کلام میں درج کرنا ہے تو مندرجہ ذیل امور بھی مرزائی علم کلام میں درج فرمالیجئے

توحید مانو، رسالت پر ایمان لاؤ، نماز پڑھو، روزہ رکھو، حج کرو، وغیرہ

تعجب ہے خواجہ کمال الدین صاحب مرزائیت کے ذمہ دار وکیل اور مرزائی لٹریچر کے ماہر لکھتے ہیں:

حضرت (مرزا قادیانی) نے وفات سے چند دن پہلے بیان کیا۔

حالانکہ یہ مضمون مرزا غلام احمد قادیانی نے تحفہ قیصریہ کے صفحہ ۴۔۵ پر لکھا ہے جو ۱۵ جنوری ۱۹۰۴ء کو شائع ہوا تھا۔ یعنی مرزا قادیانی کی وفات سے سوا چار سال پہلے۔ کیا سوا چار سال، چند دن ہوتے ہیں؟ علاوہ اس کے ایک ایسے صحیح معقول اصول کو جو قرآن کریم کا تعلیم کردہ ہو مرزا غلام احمد قادیانی کو ظاہر کرنے میں تامل کیوں رہا (اپنی مسیحیت کی اشاعت سے فرصت نہ ہوگی)

۹۔ مرزا صاحب نے ایک موٹا گر یہ بتلایا کہ تم ہر ایک مذہب کے اصول کو علی وجہ التجرد نہ دیکھو بلکہ اس کی تنقیح و تجزیہ کرو۔ اس اصول کے اثر کو روزانہ اعمال پر دیکھو۔ پھر دیکھو کہ اس کا نتیجہ کیا ہے۔ اگر کوئی اصول عملاً مفید ثابت ہو تو وہ قابل قبول ہے والا وہ ماننے کے قابل نہیں مثلاً مسئلہ تناسخ کے رو سے ہمارا ہر ایک عمل کسی گزشتہ عمل کے ماتحت ہوتا ہے گویا جو بھی ہم کرتے ہیں وہ مشین کی طرح کرتے ہیں ہم اس پر مجبور ہیں جو ہم سے ہوتا ہے وہ پہلے ہی طے ہو چکا ہے اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ ہم کوئی نئ

نیکی نہ کر سکیں اور نہ بدی سے بچ سکتے ہیں نہ کوئی نئی ترقی ہوسکتی ہے کیونکہ یہ سب کچھ پچھلے جنم کے آثار و اظلال ہیں مسئلہ کفارہ اسی طرح ہر خوبی و ترقی کو روکتا ہے مثلاً بیماریاں اگر کسی گزشتہ جنم کی بدعملی کا نتیجہ ہیں تو وہ اس بدی کے تناسب پر ہو کر رہیں گی پھر کیوں علاج کیا جائے کیوں علم طب کو فروغ دیا جائے تناسخ کے ماننے پر اس قسم کا جمود ایک ضرورت منطقیہ ہے۔ اسی طرح جب کفارہ پر ہی منحصر ہے تو کسی حسن اعمال کی کیا ضرورت ہے الغرض اس نویں اصول کے ماتحت ہمیں اسی عقیدہ کو تسلیم کرنا چاہیے جو عمل میں آ کر مفید ثابت ہو سکے۔ (مجدد کامل۔ص ۱۱۵۔۱۱۶)

یہ اصول مرزا غلام احمد قادیانی کی کتب میں ہم کو نہیں ملا۔ باوجود اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ اس کا مطلب کیا ہے بحالیکہ ہم دیکھتے ہیں کہ ایک ہندو ترک لحم کی وجہ سے اپنے اندر بہت اچھا اثر پاتا ہے ایک برہمو اور بہائی اپنے عقیدے میں (کہ سارے مذاہب حق ہیں) بہت تسکین پاتا ہے۔

لطیفہ: مجھے ایک دفعہ لاہور کی دیوسماج (دہریہ پارٹی) کا ایک ممبر ریل گاڑی میں ملا، باتوں باتوں میں اس نے کہا میں جب سے دیوسماجی ہوا ہوں میرا من بڑے آرام اور تسکین میں ہے۔ میں کسی برائی کی طرف متوجہ نہیں ہوتا۔

تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اثر کا تعلق عقیدت سے ہے۔ مزید توضیح کیلئے ہم خواجہ صاحب کو قادیانی جماعت سے مثال پیش کرتے ہیں جو مرزا قادیانی کو نبی رسول وغیرہ سب کچھ مانتے ہیں لیکن بعض ان میں ایسے ہیں کہ ان کی زندگی بھلی معلوم نہیں ہوتی ہے تو کیا ان کے حق میں بھی یہ اصول کام دے گا؟

معلوم نہیں خواجہ صاحب نے مسئلہ تناسخ کو اس ضمن میں کیوں ذکر کیا اور کیوں کر اس سے اس کا ابطال سمجھا بحالیکہ آریہ دھرم میں تناسخ کی حقیقت وہی ہے جو پنڈت لیکھ رام آریہ نے لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مسئلہ آواگون (تناسخ) کی رو سے دو قسم کے جسم مانے گئے ہیں ایک کرم جونی دوسری بھوگ جونی۔ کرم جونی میں کام کئے جاتے ہیں بھوگ جونی میں کرموں کی سزا بھگتنی پڑتی ہے جس جسم میں سمجھنے کی طاقت اور نیک و بد

کرنے کی تمیز دی گئی ہے وہ کرم جونی اور جس جسم میں نہیں دی گئی وہ بھوگ جونی ہے اس لحاظ سے انسان کرم جونی اور باقی بھوگ جونی ہیں۔

(کلیات آریہ مسافر حصہ اول۔ص ۸۰ بحث ثبوت تناسخ)

دیکھئے تناسخ والے انسانی جسم کی بابت کیا رائے دیتے ہیں یعنی اس قیدی کی طرح جو ہر قسم کی سزا بھگت کر گھر میں آتا ہے یہاں انسانی قالب میں وہ افعال کرنے میں فاعل مختار ہے

۱۰۔خواجہ کمال الدین صاحب لکھتے ہیں:

عیسائیت کے خلاف جو یہ دسواں اصول پیدا ہوا، وہ نہ صرف اپنی نوعیت میں نیا ہی تھا بلکہ اس نے مذہب کا ہی خاتمہ کر دیا۔ یہ بیان کیا گیا کہ مذہب کلیسوی کی کوئی تعلیم کوئی عقیدہ کوئی روایت کوئی رسم حتی کہ مصطلحات کلیسا تک بھی ان سب میں ایک امر بھی ایسا نہیں جو قدیمی کفار کے مذاہب سے مسروقہ نہ ہو۔ (مجدد کامل۔ص ۱۱۶)

جواب: اس حوالہ کا پتہ بھی مرزا قادیانی کی تحریرات میں نہیں ملا سچ تو یہ ہے کہ ہم اس کو اصول کلامیہ میں داخل بھی نہیں کر سکتے۔ بھلا اس کے جواب میں مخالف اگر یہ کہیں کہ اسلام کی ہر بات کا پہلی قوموں میں کہیں نہ کہیں پتہ ملتا ہے حتی کہ مصطلحات کا بھی مثلاً صلوۃ، صوم، حج، زکوۃ، یہ سب الفاظ عربیہ نزول قرآن اور آمدن اسلام سے پہلے تھے۔اتباع مرزا قادیانی کو اس کے جواب کے لئے تیار رہنا چاہیے۔

ان اصول عشرہ کے بعد خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک جامع جال بنایا ہے جس کی بابت یہ الفاظ ہیں:

میں نے علم کلام بالا میں ایک خاص امر کا ذکر نہیں کیا کیونکہ بالواسطہ اسے مذہب سے تعلق نہ تھا لیکن بالفاظ مرزا صاحب یہ وہ جال ہے جس میں چھوٹی بڑی سب مچھلیاں آجاتی ہیں آپ نے دعوی کیا کہ عربی زبان سے کل زبانیں نکلی ہوئی ہیں۔ (مجدد کامل۔ص ۱۱۶)

ہم جواب کیا دیں جب کہ خواجہ کمال الدین صاحب خود ہی لکھتے ہیں کہ:

میں نے اس مضمون پر توجہ کی تو جماعت قادیانی نے قابل مضحکہ باتیں

اختیار کیں۔ (مجدد کامل۔ص ۱۱۷)

ہم افسوس کرتے ہیں کہ نہ مرزا غلام احمد قادیانی اس دعوی کو ثابت کر سکے نہ خواجہ صاحب کو جماعت مرزائیہ نے کرنے دیا بلکہ مضحکہ اڑایا۔ سچ ہے

اہل جوہر کی وطن میں گر فلک کرتا قدر
لعل کیوں اس رنگ میں آتے بدخشاں چھوڑ کر

تتمہ: خواجہ کمال الدین صاحب نے جو اصول علم کلام بتائے ان کی حقیقت تو ناظرین سمجھ چکے، اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے اصول بتاتے ہیں۔

علم مناظرہ میں ترتیب کلام یوں لکھی ہے:

مدعی اپنا دعوی بیان کر کے اس پر دلیل لائے پھر سائل اس پر تین طریقوں میں سے ایک طرح سے سوال کرے۔ وغیرہ (رشیدیہ۔ص ۲۶)

یہ ہے وہ اصول مناظرہ جو ہر ایک قوم ہر ایک حکومت کے قانون میں مروج اور مسلّم ہے مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کے خلاف جو اصول مناظرہ قائم کیا ہے وہ یہ ہے کہ سائل پہلے تقریر کرے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی سوامی دیانند کو دعوت مناظرہ دیتے ہوئے لکھتے ہیں:

اول تقریر کرنے کا حق ہمارا ہوگا کیونکہ ہم معترض ہیں۔

(قادیانی اشتہار ۱۰ جون ۱۸۷۸ء مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج ا ص ۷)

محمدی مناظرین مطلع رہیں کہ جہاں کہیں مرزائی مناظروں سے گفتگو ہو، اس اصول مرزا کے ماتحت پہلے تقریر کرنے کا حق مانگا کریں کیونکہ آپ معترض ہوں گے اور وہ مجیب۔ وہ اسے منظور نہ کریں تو ان سے لکھوا لیا کریں کہ یہ اصول غلط ہے۔

ترک جہاد اور اطاعت انگریز:

دوسرا اصول خاصہ جس کو مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اصول سے تعبیر کیا ہے اس کا اظہار بالکل مرزا قادیانی ہی کے الفاظ میں موزوں ہے۔ جو یہ ہے:

خدا تعالی نے مجھے اس اصول پر قائم کیا ہے کہ محسن گورنمنٹ کی جیسا کہ یہ گورنمنٹ برطانیہ ہے سچی اطاعت کی جائے اور سچی شکر گذاری کی جائے۔

سو میں اور میری جماعت اس اصول کے پابند ہیں ۔ چنانچہ میں نے اسی مسئلہ پر عمل درآمد کرانے کے لئے بہت سی کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں تالیف کیں ۔اور ان میں تفصیل سے لکھا کہ کیونکر مسلمانان برٹش انڈیا اس گورنمنٹ برطانیہ کے نیچے آرام سے زندگی بسر کرتے ہیں۔اور کیوں کر آزادگی سے اپنے مذہب کی تبلیغ کرنے پر قادر ہیں اور تمام فرائض منصبی بے روک ٹوک بجالاتے ہیں ۔پھر اس مبارک اور امن بخش گورنمٹ کی نسبت کوئی خیال بھی جہاد کا دل میں لانا کس قدر ظلم اور بغاوت ہے یہ کتابیں ہزار ہا روپئہ کے خرچ سے طبع کرائی گئیں اور پھر اسلامی ممالک میں شائع کی گئیں اور میں جانتا ہوں کہ یقیناً ہزار ہا مسلمانوں پر ان کتابوں کا اثر پڑا ہے ۔ بالخصوص وہ جماعت جو میرے ساتھ تعلق بیعت و مریدی رکھتی ہے وہ ایک ایسی سچی مخلص اور خیر خواہ اس گورنمنٹ کی بن گئی ہے کہ میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ ان کی نظیر دوسرے مسلمانوں میں نہیں پائی جاتی وہ گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جن کا ظاہر و باطن گورنمنٹ برطانیہ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے ۔(تحفہ قیصریہ ۔ص ۱۱۔۱۲)

ہم اس غلامانہ خوش آمد کو علم کلام میں دکھاتے ہوئے شرماتے ہیں مگر کیا کریں مرزا غلام احمد قادیانی ہاں سلطان المتکلمین نے خود اس کو اصول بتایا ہے۔ لہذا ہم بھی ایسا ہی کہتے ہیں اور اس اصول کو مکمل دکھانے کے لئے مرزا قادیانی کی ایک اور عبارت سامنے لاتے ہیں جو یہ ہے:

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت کی تائید اور حمایت میں گزرا اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو

احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔
(تریاق القلوب۔ص ۱۵۔قادیانی خزائن ج ۱۵ص ۱۵۵۔۱۵۶)

ناظرین کرام! عمر کا اکثر حصہ اور پچاس الماریاں یہ دو لفظ آپ کے قابل غور ہیں اتباع مرزا کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے قریب اسّی کے کتابیں لکھیں ہیں (اخبار پیغام صلح ۷۔اگست ۱۹۳۲ء ص ۲)

بہت خوب! اسّی کتابوں اوران کے جملہ اشتہارات کو یک جا کر کے دیکھیں کہ ایک الماری بھرتی ہے؟

مرزائی دوستو! آؤ اسی سے اپنے ،احمد مسیح ، کی صداقت کا اندازہ کرلو کہ ان کی جملہ تحریرات شائع شدہ سے کتنی الماریاں بھرتی ہیں؟

پھر ان میں اسلام کی خدمت میں کتنی اور اپنی مسیحیت کے اثبات میں کتنی؟

پھر گورنمنٹ برطانیہ کی وفاداری کی تعلیم میں کتنی ہوتی ہیں؟

اسکے بعد فیصلہ ہوگا کہ تمہارا ہیرو بحیثیت مصنف صادق القول متکلم ہے یا مبالغہ گو شاعر

حضرات! ہمارا شروع سے دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصنیفات صناعات خمسہ میں سے صنعت شعری پر مبنی ہیں جس کا ثبوت ہم دیتے آئے ہیں بطور مقطع غزل اخیر میں ان پچاس الماریوں کے مبالغۃ کو بھی ہم شاعرانہ تخیل میں صحیح پاتے ہیں جس کی مثال میں استاد داغ کا قول پیش کر دینا کافی ہے

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

جیسے استاد داغ نے آسمان جلا دیئے، ویسے ہی مرزا غلام احمد قادیانی نے پچاس الماریاں بھر دیں۔

مرزا قادیانی کی تصانیف پر ایک معزز شہادت:

سرسید احمد خان مرحوم اپنے زمانہ کے نامور مصنف تھے۔ مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات کے حق میں فرماتے تھے

تصانیف مرزا صاحب قادیانی ایک ذرہ کسی کو فائدہ نہیں پہنچا سکتیں۔
(مقولہ سرسید احمد مندرجہ در آئینہ کمالات اسلام۔ص ۲۳۰)

قادیانی دوستوں کو ہماری تحریر سے ملال پیدا ہو تو حوالہ جات منقولہ اصل کتب میں دیکھیں۔ جب دیکھیں گے تو ان کا ملال دور ہو جائے گا کیونکہ ہم نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا بلکہ : آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئیم

آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

(منقول از احتساب قادیانیت ج ۹ ص ۲۶۳ تا ۳۵۳)

....

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۳۹ء سے

براہین احمدیہ کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد صاحب کی مایہ ناز تصنیف براہین احمدیہ ہے جس میں اسلام کی حقانیت پر تین سو دلائل پیش کرنے کا وعدہ کیا گیا اور اسی وعدے پر مسلمانوں سے زر کثیر بطور چندہ لیا گیا۔ ..کیا کوئی مرزائی ہمارے سامنے یا غائبانہ بتا سکتا ہے کہ ان چار جلدوں میں حقانیت اسلام کے تین سو دلائل میں سے کتنی دلیلیں پیش کی گئی ہیں۔، اچھا ہم متعدد دلائل سے سوال نہیں کرتے صرف یہی بتا دیں کہ کہیں ایک دلیل بھی پیش کی گئی ہے۔

ہرگز نہیں۔سوائے الہاموں کے باقی سب اللہ اللہ خیر سلا۔

اس کے بعد جب آپ اس بارے میں سالہا سال خاموش رہے، تو مخالفوں کی طرف سے اعتراضات کی بھر مار ہوئی کہ براہین احمدیہ کو مکمل کیوں نہیں کرتے۔تو آپ نے اسکی پانچویں جلد لکھی۔اس آخری جلد میں بھی ان دلائل موعودہ میں سے ایک دلیل بھی پیش نہیں کی۔

اس امر کے تصفیہ کے لئے ہم مجلس مکالمہ کرنے کو تیار ہیں۔ یہ مجلس امرتسر

میں ہو یا لاہور میں۔ جس میں کالجوں کے پروفیسر صاحبان اور ایسے ہی دیگر اہل علم حضرات جمع ہوں۔ ہم براہین احمدیہ کی ساری جلدیں میز پر رکھ دیں گے۔ جماعت احمدیہ کا کوئی نمائندہ مرزا صاحب کے موعودہ تین سو دلائل کا پتہ ہمیں بتائے۔

براہین احمدیہ کی پہلی چار جلدوں اور پانچویں جلد میں بہت نمایاں فرق ہے۔ پہلی چار جلدوں میں آپ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو امت محمدیہ کیلئے مسیح موعود تسلیم کیا ہے۔ اور ان کی دوبارہ تشریف آوری کو مان کر ان کی خدمات کے سلسلہ میں یہ بھی لکھا ہے کہ اس زمانے میں اسلام تمام دنیا کے اطراف واکناف میں پھیل جائے گا۔ مگر پانچویں جلد میں آپ خود ہی مسیح موعود کے عہدے کے انچارج بن بیٹھے۔ پانچویں جلد ساری پڑھ جائیے سوائے اپنی مسیحیت موعودہ کے اس میں کچھ بھی نہیں ملے گا۔ بس یہی ہوگا کہ میں ایسا ہوں میں ویسا ہوں

ثنائے خود گفتن نہ زیبد مر ترا صائب
چو زن پستان خود مالد حظوظ نفس کے یابد

کس قدر مقام تاسف ہے اور کتنا محل تعجب ہے کہ براہین احمدیہ کی چوتھی جلد کے آخر میں جس بات کو شروع کر کے ادھورا چھوڑا تھا، پانچویں جلد میں اس کو چھوا تک نہیں۔ مگر نام اس وہی رکھا یعنی براہین احمدیہ کی پانچویں جلد۔

براہین احمدیہ کے حصہ اول (پہلی چار جلدوں) اور حصہ دوم (پانچویں جلد) کو ملا کر پڑھنے سے مرزا صاحب کی مذہبی زندگی کا نشیب وفراز بہت اچھی طرح معلوم ہو سکتا ہے۔ براہین احمدیہ حصہ اول میں گو آپ خدا سے الہام پانے کے مدعی بنتے ہیں مگر پھر بھی سادگی نظر آتی ہے لیکن دوسرے حصے (پانچویں جلد) میں پہنچ کر آپ ایسے ہوشیار نظر آتے ہیں گویا یہ مصرع آپ پر خوب صادق آتا ہے

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے

خدا کی گرفت مختلف شکلوں میں ہوتی ہے۔ اور ہر صاحب فن کیلئے اسی فن کی حیثیت سے ہوا کرتی ہے۔ جنگی آدمی کے لئے جنگی حیثیت سے غلطی کر کے مبتلائے تکلیف ہونا بھی ایک قسم کی خدائی گرفت ہے۔ ابوجہل جیسے آدمی کا میدان جنگ میں گر کر مر جانا بھی اس کے لئے خدائی گرفت تھی۔ رچرڈ شیر دل کا سلطان صلاح الدین

سے مقابلہ کر کے ناکام واپس آنا بھی اس کیلئے خدائی گرفت تھی ۔

کسی مدعی الہام کا اپنے الہام کی زد میں آجانا بھی اس کے لئے خدائی گرفت ہوتی ہے ۔ کسی متکبر مصنف کا اپنی تصنیف میں کوئی فاش غلطی کر جانا بھی اس کیلئے ایک قسم کی کبر شکن گرفت ہوتی ہے ۔

براہین احمدیہ میں مرزا صاحب ہم کو مصنف اور ملہم دونوں حیثیتوں کے مدعی نظر آتے ہیں ۔ ہم نہائت راستی سے کہتے ہیں کہ ہم ان دونوں حیثیتوں میں مرزا صاحب قادیانی کو گرفتار عذاب پاتے ہیں ۔ مجموعہ حصہ اول (براہین کی پہلی چار جلدیں) میں حضرت مسیح کی حیات اور دنیا میں آپ کی دوبارہ تشریف آوری کا اظہار کر چکے ہیں جسے اپنی عمر کے آخری حصے میں بدترین قسم کا شرک قرار دیتے ہیں ۔

بحیثیت ملہم کے ان جو جو عذاب الٰہی آیا وہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ کی پانچویں جلد میں مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی الہامی عمر ۷۵ سے ۸۵ سال بتائی ہے ۔ یعنی آپ کی وفات عمر کے ۷۵ اور ۸۵ سال کے درمیان ہوگی ۔ حالانکہ آپ کی عمر خود اپنے بیان اور حکیم نور دین خلیفہ اول قادیان کی تصدیق سے ۱۹۰۸ء میں ۶۹ سال تھی جبکہ آپ نے اس دنیا سے انتقال کیا ۔

ہمارا یہ مجمل سا تبصرہ صرف مرزا صاحب کی تصنیف براہین احمدیہ سے متعلق ہے ... ہم اپنی زندگی میں مرزا صاحب اور ان کے اتباع سے مختلف طریقوں سے مقابلہ کر چکے ہیں ۔ تاہم مقابلے کی ایک صورت ابھی باقی ہے ۔ اس کے لئے ہم تیار ہیں ۔ وہ یہ کہ خاص اہل علم (علمائے عربی وانگریزی) کی ایک مجلس منعقد کی جائے ۔ اس مجلس میں ہم مرزا صاحب کی تصنیفات پر تنقید (ریویو) کریں اور فریق ثانی ہماری تنقید کا جواب دے ۔ لیکن دونوں فریق اپنے دلائل کو تصانیف مرزا تک محدود رکھیں ۔ اس گفتگو کا فیصلہ مجلس کی اکثریت کرے یا چند منتخب حضرات کی رائے سے ہو ۔ فیصلہ کی دونوں صورتیں ہمیں منظور ہیں ۔ احمدی دوستو

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ ۵ ۔ جنوری ۱۹۳۹ء ص ۴ ۔ ۵)

خلیفہ قادیانی کا خطبہ اور شیخ چلی کا خواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بڑے مرزا صاحب قادیانی تو کہتے گئے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ دنیا کے سب مذاہب کو مٹا کر مذہب اسلام قائم کروں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں۔ دنیا بھول جائے کہ کوئی عیسی، کوئی کرشن کوئی دوسرا معبود بھی تھایا ہے۔

ان کے اس دعوی کی آزمائش تو دنیا نے خوب کر لی۔ ساری دنیا میں شرک و کفر دن بدن زیادہ پھیلتا جا رہا ہے،۔ غیروں کو چھوڑ کر اسلامی آبادی کو دیکھا جائے ان میں بھی عقاید شرکیہ کفریہ بکثرت ترقی کر رہے ہیں۔ یہ تو بڑے میاں (مرزا قادیانی) کے ادعا کا انجام ہے۔ چھوٹے میاں (محمود احمد) کا دعوی سنیئے۔ آپ جلسہ سالانہ کے خطبہ میں بہت کچھ تعلّی آمیز تقریر کرتے ہیں۔ آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

> ہمارے سامنے بہت بڑا کام ہے۔ اتنا بڑا کام کہ جو ہمیں اور ہماری حالت کو دیکھتے ہوئے بالکل ناممکن نظر آتا ہے۔ ہم نے دنیا کی موجودہ سلطنتوں کو، دنیا کے موجودہ مذاہب اور دنیا کے موجودہ تمدن کو، دنیا کی اقتصادی انجمنوں کے نظام کو اور ان سب کو بدل کر رسول کریم ﷺ کے لائے ہوئے نظام کو قائم کرنا ہے۔
>
> ایسی حالت میں دنیا کی حکومتیں اور مذاہب کے ادارے ہماری مخالفت کریں تو طبعی تقاضا کو مدنظر رکھتے ہوئے وہ حق بجانب ہیں کیونکہ انہیں نظر آ رہا ہے کہ ان کے لئے خدا کی طرف سے موت کا فیصلہ ہو چکا ہے اور وہ پروانہ ہمارے ہاتھ میں دیا گیا ہے اور اسے ہم لائے ہیں جن کو دنیا میں حقیر اور ذلیل سمجھا جاتا ہے۔ (الفضل قادیان بابت دسمبر ۱۹۳۸ء ص ۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: قانون قدرت ہے کہ لیمپ کے اردگرد جو روشنی ہوتی ہے بہ نسبت دور کے وہ بہت زیادہ صاف اور روشن ہوتی ہے۔ اسی طرح حضرات

انبیاء کرام کے ارد گرد کے لوگ تقوی طہارت غیرت مذہبی اور جوش دینی میں بہت ترقی یافتہ ہوتے ہیں۔

بڑے مرزا صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ میں منہاج نبوت پر آیا ہوں اسلئے ہمارا حق ہے کہ ہم آپ کے ارد گرد کی روشنی کو جانچیں کہ وہ کہاں تک صاف شفاف روشن اور تیز تھی اور کہاں تک اس نے دنیا میں انقلاب پیدا کیا۔

جو کچھ کیا، وہ ہمارے سامنے ہے۔تیس سال مرزا صاحب قادیانی کے انتقال کو بھی گزر گئے۔ نہ کوئی سلطنت دنیا کی ان کے زیرنگیں آئی، نہ کسی انجمن کا نظام آپ نے بدلا، نہ کوئی انقلاب ہوا۔ ہوا تو یہ کہ پنجاب کی بڑی انجمن حمایت اسلام لاہور اورانجمن ترقی تعلیم امرتسر سے مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں کو غیر مسلموں کی طرح نکال دیا گیا۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا خود اعتراف ہے جو بارہا اہل حدیث میں پیش کیا جا چکا ہے کہ جو مقاصد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لے کر آئے تھے ان کا اربواں حصہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا۔

وہ کب ہوگا؟ غالبًا قیامت سے ایک ہفتہ پہلے۔

کیسا بڑا چمکیلا پروگرام ہے کہ دنیا کی سلطنتوں کا جدید نظام قائم کریں گے۔

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب سے سہو ونسیان ہوگیا۔آپ اس کے ساتھ یہ بھی کہہ دیتے تو دعوی مدلل ہو جاتا کہ یورپ میں جو ڈکٹیٹر شپ جاری ہو رہا ہے یہ ہماری ہی کوشش کا نتیجہ ہے۔

اس دفعہ یہ سہو ہوا ہے، تو امید ہے اس کی تلافی آئندہ سال کر دیں گے کیونکہ بڑے میاں کا یہ بھی تو الہام ہے کہ زار روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا۔

ناظرین کرام! دنیا کی حکومتوں اور انجمنوں کے نظام میں کیا تبدیلی پیدا کریں گے، سب سے اول اپنی رقیب اور حریف انجمن احمدیہ لاہور میں تو تبدیلی کر لیں جو ہر روز ان کے سینے پر مونگ دلتی ہے، جو بات کوئی نہیں کہتا وہ کہتی ہے۔ ان کا آرگن پیغام صلح لاہور خلیفہ صاحب قادیانی (مرزا محمود احمد) کو سرکاری سانڈ کہتا ہے اور

ان کا امیر ہر قسم کی برائیاں خلیفہ پر تھوپتا ہے۔

سب انجمنوں کی تبدیلی سے پہلے اس انجمن کی تبدیلی یا اصلاح کرنا خلیفہ یا ان کی جماعت کا فرض اولین ہے، جو انہوں نے ابھی تک ادا نہیں کیا۔اس کے علاوہ خود قادیان میں مجلس احمدیہ قائم ہوگئی ہے جو قادیانی جماعت کیلئے نہایت ہی دل آزار ہے جس میں بقول خلیفہ صاحب پانچ سو بلکہ پانچ سو سے زیادہ منافقین شریک ہیں۔

کیا یہی تبدیلی ہے جو خلیفہ قادیان دنیا کی انجمنوں کرنا چاہتا ہے۔

بہر حال قادیانی سودا ابتدا ہی سے ادھار پر چلتا رہا، اور اب بھی ویسا ہی ادھار ہے۔ دعوی تو بروز محمدیت کا ہے اور کام میں سستی اتنی ہے کہ اربواں حصہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا ادھر اصل متبوع علیہ السلام کو دیکھیں گے تو وہ اپنی زندگی میں ہی سب کام پورے کر کے یہ مسرت سن گئے : فا ذا فر غت فا نصب و الی ر بك فار غب

ہم منتظر ہیں دنیا کی سلطنتوں میں قادیانی تحریک کب تبدیلی پیدا کرتی ہے۔

ابھی تک وہی حالت ہے جو ابتدا میں تھی جس کی مثال میں یہ مصرع بہت صحیح ہے :

سپنے اندر راجہ بھئو جاگت بھئو کنگال

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲(۱۳؟) جنوری ۱۹۳۹ء ص ۶۔۷)

کھلی چٹھی بنام بابو عمر الدین جالندھری

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب بابو صاحب ! آپ کو یاد ہوگا جن دنوں خلیفہ قادیان نے علمائے اسلام کو مقابلے میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا تو میں نے اس چیلنج کو قبول کر کے لکھا تھا آپ سادہ قرآن مجید اور قلم دوات لکھ کر بٹالے کی جامع مسجد میں آجائیں اور میرے بالمقابل بیٹھ کر تفسیر لکھیں۔اس پر خلیفہ قادیان کی طرف سے یہ عذر کیا گیا تھا کہ میں عربی لغات بلکہ کلید قرآن بھی ساتھ رکھونگا۔

اس کے جواب میں میں نے ایک خط رجسٹری کرا کر آپ کی معرفت ان کو شملہ بھیجا تھا کہ میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ ہر قسم کا سامان لے آئیں۔مگر مقابلے میں ضرور آئیں۔

چند روز ہوئے قادیانی اخباروں میں یہ ڈینگ پھر سنی گئی ہے کہ خلیفہ صاحب کے مقابلے میں کوئی پراز معارف تفسیر نہیں لکھ سکتا اور یہ احمدیت کی صداقت کا ثبوت ہے۔

میں آپ سے حلفاً پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو وہ میری چٹھی ملی تھی اور آپ نے وہ چٹھی خلیفہ قادیان میاں محمود احمد کو دی تھی یا نہیں؟

اس کا جواب بذریعہ اہل حدیث اور بذریعہ پیغام صلح دیجئے۔آپ کے جواب پر سلسلہ کلام جاری رہے گا۔ابوالوفاء۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲(۱۳؟) جنوری ۱۹۳۹ء ص ۷)

آخری فیصلہ پر مباحثہ کی درخواست

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے لئے وہ دن روزِ عید سے کم خوشی کا دن نہ ہوگا جس روز مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلے پر مرزائیوں سے ایک بار پھر مباحثہ ہو کر مکرر فیصلہ ہو جائے۔اس کے متعلق مرزائی کیمپ میں چاروں طرف سناٹا چھا ہوا ہے مگر بابو عمر الدین شملوی (جالندھری) کبھی کبھی کچھ بول اٹھتے ہیں۔اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ فروری مباحثہ میرٹھ کے ضمن میں ان کا ذکر ہو چکا ہے ہم نے ان کے جواب میں لکھا تھا کہ آپ کو اگر آخری فیصلہ پر مباحثہ کرنے کا شوق ہے تو بڑی خوشی سے کر لیں مگر ایسے طریق سے کریں جو نتیجہ خیز ہو جس کی صورت ہم نے یہ بتائی تھی کہ آپ اپنے امیر مولوی محمد علی سے سند نیابت و اجازت لے کر میدان میں آئیں کیونکہ آپ بذات خود

بوجہ شرکت لدھیانہ کے مباحثہ میں شکست کھا چکے ہیں بلکہ انعام تاوان میں ۵۰ روپئے بھی دے چکے ہیں۔ اب اس پر مستزاد ہونا چاہیے وہ یہی ہے کہ آپ اپنے امیر صاحب سے نیابت و اجازت حاصل کر کے آئیں۔ آپ اس کے جواب میں کیا مزے سے لکھتے ہیں کہ:

کیا پہلے مباحثے میں منشی قاسم علی نے خلیفہ نور الدین کا سرٹیفکیٹ پیش کیا تھا؟ اگر اس وقت نہیں کیا تو اب مجھے کیوں کہتے ہو۔

اس کا جواب ہم کئی دفعہ دے چکے ہیں کہ وہ مباحثہ انفرادی حیثیت سے تھا اب جماعتی حیثیت سے ہونا چاہیے۔ اسی لئے اس کے واسطے سرٹیفکیٹ کی ضرورت ہے۔ پھر لکھتے ہیں اور کیا ہی سمجھ سے لکھتے ہیں کہ: آپ (مولوی ثناء اللہ) جماعت اہل حدیث سے نمائندگی کا سرٹیفکیٹ پیش کریں۔،

ان کو حقیقت حال معلوم نہیں یا دانستہ تجاہل کرتے ہیں۔ واقعہ یہ ہے کہ میں اور مرزا صاحب قادیانی ایک دوسرے کے مدمقابل تھے۔ اس لئے ہماری مثال ایسے مدعی اور مدعا علیہ کی ہے جو بذات خود عدالت میں مقدمہ لڑ رہے تھے۔ اسی دوران ایک فریق فوت ہو گیا اس کا بیٹا اس کا جانشین ہوا۔ اب توفی کے قائم مقام کو اپنی قائم مقامی کا سرٹیفکیٹ پیش کرنے کی ضرورت ہے مگر زندہ کو اس کی ضرورت نہیں۔

پس بات صاف ہے کہ اس مقدمہ میں جو شخص بھی میرے سامنے آئے گا اس کو سند نمائندگی پیش کرنے کی ضرورت ہوگی۔ اگر مجھ سے سند نمائندگی طلب کرنے کی ضرورت ہوتی تو مرزا صاحب قادیانی طلب کرتے۔ اب کون ہے جو ایسا مطالبہ کر سکے۔ یا یہ مسئلہ کسی قانون دان سے پوچھ کر سامنے آیئے ایسا نہ ہو کہ آپ کے حق میں کہنا پڑے ما لهؤلاء القوم لا يكادون يفقهون حديثاً

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۳۹ء ص۴،۵)

امیر پیغام کا مغالطہ آمیز خطبہ

خدا کی طرف سے آنے والوں کی شان اور ہمت بلند ہوتی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ کا یہ طریقہ کلام ہے کہ ایک لفظ جو متعدد معنی رکھتا ہو، اس کے ایک معنی لے کر دوسرے معنی کو مخلوط کر دیتے ہیں جو علم بیان کے بالکل خلاف ہے۔ مثلاً انسان کا لفظ قرآن مجید میں برے لوگوں کے حق میں بھی آیا ہے ملاحظہ ہو

کان الانسان کفورا۔ (انسان بڑا ناشکرا ہے)

اور انبیاء پر بھی انسان کا لفظ آیا ہے۔ تو کیا ان دونوں مقاموں کو ایک کر دینا صحیح ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ امیر جماعت پیغامیہ نے اپنے خطبہ میں اس قسم کا ارتکاب کیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی تعریف میں زمین آسمان کے قلابے ملاتے ہوئے خطبہ فرمایا ہے جو پیغام صلح لاہور ۸۔ اپریل ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا۔ اس کے متعدد مقامات اور فقرات یہ ہیں۔

۱۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنا مدمقابل عیسائیت کو چنا ہے۔

۲۔ لوگوں نے حضرت مرزا صاحب کے مقام کو سمجھا نہیں۔ یہ شخص جو اس قدر بلند ہمت کا مالک ہے کہ اس قوم کے ساتھ ٹکر لگاتا ہے کہ جس سے ٹکر لگانے کیلئے سامان دنیا میں موجود نہیں۔ یہ دنیا کے معمولی انسانوں سے نہیں ہوسکتا۔

۳۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ حضرت مرزا صاحب کے زمانہ سے قبل اور آپ کے زمانہ کی ابتداء میں عیسائیت اور اسلام کا باہمی تعلق کیا تھا۔ مسلمان تو ہمیشہ حضرت عیسی کو نبی مانتے چلے آئے ہیں۔ اور اسی لئے عیسائیت کو باوجود اس کے غلو کے برا نہیں کہتے تھے

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: ان تین فقروں میں مولوی محمد علی لاہوری نے جو افسوسناک مظاہرہ کیا ہے ہمارے پاس اس کے اظہار کے لئے الفاظ نہیں ہیں۔

اول تو عیسائیت اور حکومت انگریزی کو ایک دکھا کر مرزا صاحب قادیانی کی بہادری کا اظہار کیا ہے۔ حالانکہ غلط ہے۔ عیسائیت اور چیز ہے اور حکومت انگریزی اور چیز ہے۔ حکومت انگریزی کے مقابلے کے لئے اس کو سامان جنگ کی ضرورت ہے

جس کی بابت آپ نے فقرہ نمبر دو میں لکھا ہے: ٹکر لگانے کے لئے سامان موجود نہیں لیکن مذہب عیسائیت کیلئے کسی توپ وتفنگ کی ضرورت نہیں۔ پرائمری کا سمجھ دار لڑکا بھی یہ کام کرسکتا ہے اگر وہ سورہ اخلاص کا ترجمہ خوب سمجھتا ہو۔

دوم، یہ بات کیسی غلط ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پہلے مسلمان عیسائیت کو برا نہیں سمجھتے تھے۔ مولوی محمد علی لاہوری کی نسبت ہمیں یہ بدگمانی نہیں ہونی چاہیے کہ وہ مرزا صاحب قادیانی سے پہلے علماء کی خدمات سے واقف نہیں۔ مولوی آل حسن کی خدمات بصورت کتاب دنیا میں موجود ہیں۔ مولوی رحمت اللہ کیرانوی کی کتاب اعجاز عیسوی ناپید نہیں ہوئی۔ حافظ ولی اللہ لاہوری کے مباحثات ابھی مسنّ بزرگوں کو یاد ہیں۔ سید ابوالمنصور دہلوی کی نوید جاوید دنیا میں موجود ہے۔ اس قسم کی بہت سی کتابیں عیسائی مذہب کی تردید میں ملتی ہیں جو مرزا صاحب کے مبعوث بلکہ پیدا ہونے سے بھی پہلے کی ہیں۔ پھر یہ کیا ناقدری اور ناشکری بلکہ اخفاء حق ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کی تعریف میں حد سے زیادہ کیا گیا ہے۔ یہ اسی طرح کی شاعرانہ ترنگ ہے جو کسی شاعر نے اپنے دوست کے حسن و جمال کو بتانے کو کہی تھی

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریر سے واقعات پر مزید روشنی ڈالتے ہیں۔ موصوف نے مناظرہ عیسائیاں امرتسر میں آخری دن یہ کہا تھا:

> میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کیا کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے تھا جو فریق سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بتا رہا ہے وہ پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جاوے گا۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۹)

انسان کو خدا بنانے والا ڈپٹی آتھم مناظر عیسائیاں تھا۔ مطلب اس پیش گوئی کا یہ تھا کہ آتھم پندرہ ماہ تک بسزائے موت جہنم میں ڈالا جائے گا۔ اس کی انتہائی تاریخ ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تھی۔ لیکن وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو اصل میعاد سے بائیس برس بعد فوت ہوا۔ بس یہی ایک خصوصیت مرزا صاحب قادیانی کی تھی جس کا اہل مرزا صاحب

سے پہلے کوئی نہیں گزرا۔ اسی نے ملک سے مرزا صاحب کے حق میں کہلوایا

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری غلط گوئی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گر چہ تم سے غلط گو پہلے

سچ تو یہ ہے کہ اس موقع پر علمائے اسلام ہوشیاری سے کام لے کر مرزا صاحب کو الگ نہ کر دیتے تو آج بقول سعدی مرحوم: بیالائد ہمہ گاوان دہ را تو تمام اہل اسلام کی گردن شرم کے مارے جھکی ہوتی۔ مولوی محمد علی کو یقین رکھنا چاہیے کہ آج دنیا اس قسم کے مبالغات سننے کے لئے تیار نہیں ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۹ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ص ۵)

احمدی مثلث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو علم ہوگا کہ اتباع مرزا میں مشہور دو گروہ تھے یعنی قادیانی اور لاہوری۔ اب زمانہ ترقی کا ہے ان دو گروہوں میں سے دو گروہ اور پیدا ہو گئے ہیں ایک قادیانیوں سے پیدا ہوا جن کو وہ مخرجین کہتے ہیں اور وہ اپنا نام مجلس احمدیہ قادیان رکھتے ہیں جن کے رہبر شیخ عبدالرحمٰن نومسلم المعروف مصری ہیں۔ ان کا روئے سخن خلیفہ قادیان کی طرف ہے۔

دوسرا گروہ لاہوری ہے ان میں سے ایک شاخ شیخ غلام محمد کی نکلی ہے جس کا دعوی ہے کہ میں حسب پیش گوئی مرزا صاحب مصلح موعود ہوں۔ یعنی وہ شخص ہوں جو بقول مرزا صاحب قادیانی، امت مرزائیہ اور دوسرے لوگوں کی اصلاح کرے گا۔

ان صاحب کے ساتھ دونوں فریق برسر جنگ ہیں۔ کوئی ان کو مخبوط الحواس کہتا ہے، کوئی پاگل۔ مگر وہ اپنے خیالات پر بڑی مضبوطی سے جمے ہوئے ہیں۔ اور آخر کار انہوں نے دونوں فریقوں کو نوٹس دیا ہے کہ میرے ساتھ فیصلہ کر لیں جس کی صورت یہ بتائی ہے کہ:

میری تحریرات اور آپ لوگوں کی جوابی تحریرات ایک جماعت منصفہ کے سامنے پیش کی جائیں وہ جماعت منصفین اگر میرے حق میں فیصلہ کرے تو آپ دونوں (خلیفہ قادیان اور امیر جماعت لاہور) میرے ہاتھ پر بیعت کریں اور اگر فیصلہ میرے خلاف ہوتو میں آپ کے ساتھ ہو جاؤنگا۔

تجویز تو معقول ہے اگر کوئی ذاتی غرض مانع نہ ہوتو اس پر عمل کرنا آسان ہے امید ہے کہ یہ چاروں فریق کچہریوں میں گردش کرنیکی بجائے باہم بیٹھ کر فیصلہ کرلیں گے۔

ہمارا حق ۔ اگر ہم اپنے حق کا بھی اظہار کریں تو بے جا بات نہیں ہوگی۔ اول تو یہ کہ ہم ان حضرات کی خدمت کے لئے کمربستہ رہیں گے۔ ہماری جماعت ان صاحبوں کی ہر طرح خدمت کرے گی۔ اور فیصلہ کے بعد جو فریق غالب ہوگا اس کے ساتھ ہمارا مقابلہ ہوگا جس کا مضمون ہوگا: مرزا صاحب کا آخری فیصلہ

ہم مدعی ہوں گے کہ مرزا صاحب اس دعا آخری فیصلہ کے ذریعہ وہی ثابت ہوئے جوانہوں نے کہا تھا۔ اگر مسلمہ منصف ہمارے حق میں فیصلہ دیں تو ہمارا مدمقابل احمدیت چھوڑ دے۔ اگر ہمارے برخلاف فیصلہ ملے تو ہم مخالفت چھوڑ دیں گے۔

امید ہے ہماری درخواست کو چاروں فریق نیک نیتی پر مبنی سمجھ کر توجہ فرمائیں گے تا کہ آئے دن کے جھگڑے ختم ہو جائیں اور ہم سب مل کر اسلام کی خدمت کریں

نوٹ: اس مقابلے میں چاروں فریقوں کا ایک ایک نمائندہ مناظرہ میں لیا جائے گا جو اپنے رئیسوں کی طرف سے مجاز ہوگا اور ان چاروں فریقوں کے رئیس خود گفتگو کریں گے تو فبہا و نعمت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۹ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۵۸ھ ص ۵۔۶)

مرزا صاحب کا پسر موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ۹ مئی ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پسر موعود کے تولد کو آیت عظیمہ بتایا ہے۔ ہم اس بات کا

اعتراف کرتے ہیں کہ قادیان میں ہر ایک چیز آیت عظیمہ ہے۔ یہ عربی شعر

فی کل شیء له آیة تدل علی انه کا ذب

گویا قادیان ہی کے حق میں صادق آتا ہے کیونکہ قادیان کی ہر ایک چیز مرزا غلام احمد صاحب کے متعلق شہادت دیتی ہے۔ خاص کر وہاں کا بہشتی مقبرہ۔ اس میں مرزا صاحب قادیانی کی قبر اور اس پر ایک لمبا کتبہ عجیب یاددہانی کرا رہا۔ اس کو دیکھ کر بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے

ابھی اس راہ سے کوئی گیا ہے
کہے دیتی ہے شوخی نقش پا کی

کیا اچھا اگر اس میں ایک فقرہ یہ بھی بڑھا دیا جاتا

یہ مزار اس مقدس بزرگ کا جس نے اپنے اشد ترین مخالف کے ساتھ خدا سے یہ فیصلہ چاہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جھوٹا پہلے مرے۔

۱۹۰۸ء میں آپ بحکم خدا انتقال کر گئے۔ اور آپ کا اشد مخالف بمصلحت خداوندی آج (۱۹۳۹ء) تک زندہ ہے۔

اگر یہ فقرہ لکھا ہوتا تو ہمیں تو اس سے کوئی فائدہ نہ ہوتا مگر قادیانی تحریک کی تاریخ پر کافی روشنی پڑ جاتی۔

خیر یہ تو ایک جملہ معترضہ ہے۔ ہمارا اصل مقصد یہ ہے کہ آج کل مرزا غلام احمد صاحب کے پسر موعود کے متعلق قادیان میں سخت اختلاف پیدا ہو رہا ہے۔ کئی ایک احمدی پسر موعود ہونے کے مدعی بن بیٹھے ہیں۔ مگر ہماری بے لاگ تحقیق یہ ہے کہ ابھی پسر موعود پیدا ہی نہیں ہوا۔

ہم قادیانیوں کی طرح بے ثبوت بات کہنے کے عادی نہیں ہیں بلکہ ہر ایک بات کا ثبوت مرزا صاحب قادیانی کی تحریروں سے پیش کر سکتے ہیں۔ مرزا صاحب محترمہ محمدی بیگم (معروفہ آسمانی منکوحہ) کے نکاح میں آنے کا ذکر کرتے ہوئے اس پیش گوئی کو مؤکد کرنے کے لئے لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی

کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے، اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور وہ فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۵۴ کا حاشیہ)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ (وہ خاص اولاد جس کی بابت اس عاجز کی پیش گوئی ہے) کیا مضمون بتا رہے ہیں یہی نا کہ وہ پسر موعود محمدی بیگم کے بطن سے ہوگا۔ پھر کیا وہ تولد ہوا؟ اس کا جواب بالاتفاق نفی میں ملے گا کیونکہ محترمہ (محمدی بیگم) مع اپنے خاوند کے اب تک زندہ موجود ہے۔ پھر کس شیخی پر کہا جاتا ہے کہ قادیانی گدی نشین ہی مرزا صاحب کا پسر موعود ہے۔

اخبار الفضل زیر جواب کا دوسرا حصہ مرزا صاحب کے پنجتن سے متعلق ہے جس کی بابت راقم مضمون نے بڑی ہوشیاری سے کام لیتے ہوئے واقعات کو چھپایا یا بالفاظ دیگر واقعات مکذبہ کو مصدقہ بنایا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ الفضل نے مرزا صاحب قادیانی کی موجودہ بیوی (نصرت جہاں بیگم) سے پانچ موعود اولادوں کا پیدا ہونا اور ان سے نسل مرزا قادیانی کا جاری رہنا بتایا ہے اور بڑے فخر سے مرزا غلام احمد صاحب کا یہ شعر ان پر چسپاں کیا ہے

یہ پانچوں جو کہ نسل سیدہ ہیں
یہی ہے پنج تن جن پر بنا ہے

اس شعر کی لطافت تو اہل دہلی جانتے ہوں گے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کے خسر دہلوی تھے۔ ہم تو اس کو معنی کے لحاظ سے دیکھتے ہیں کہ واقعہ کے خلاف ہے۔ یہ شعر مرزا صاحب قادیانی کی کتاب درثمین اردو سے لیا گیا ہے جس کے صفحہ۴۲ پر یہ نظم شروع ہوتی ہے اس میں ان پانچوں کے نام یوں درج ہیں۔ محمود احمد۔ بشیر احمد۔ شریف احمد۔ مبارک احمد۔ مبارکہ (لڑکی)۔ ان پانچوں میں سے مبارک احمد بحالت

نابالغی فوت ہوگیا تھا۔ دختر سے نسل جاری ہونا شرعاً اور قانوناً ثابت نہیں۔ باقی رہے تین لڑکے اوران تین کی زندگی میں پانچوں کا تحقق کیسے ہوسکتا ہے۔ اس کا جواب دینا الفضل کا فرض تھا کہ یہ پنج تن ہی رہے ہیں یا مثلث متساوی الاضلاع ہوگیا۔ اگر اس نے پہلے نہیں بتایا تو اب ہی بتائے کہ مبارک احمد کی نسل سے کون ہے اور اس کے متعلق بھی کوئی پیش گوئی تھی یا نہیں اور اس کا کیا حشر ہوا اور وہ پیش گوئی سچی ثابت ہوئی یا نہ؟

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۳۹ء ص ۷۔۸)

یادگارمرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قوموں میں یہ دستور ہوگیا ہے کہ اپنے بزرگوں کی یادگار قائم رکھتے ہیں۔ بعض دفعہ جلسے بھی کرتے ہیں۔ ان جلسوں میں ان کی سوانح عمریاں بیان کرتے ہیں۔ قادیانی امت نے اس طریق کو ادھورا اختیار کیا ہے۔ ادھورا اس لئے ہے کہ مرزا صاحب کی زندگی کے واقعات سارے بیان نہیں کرتے۔ خاص کر وہ واقعات جو ان کی صداقت کے لئے معیار کا کام دیتے ہیں۔ ان میں سے ایک واقعہ آخری فیصلہ ہے اس کو مرزا صاحب نے خود اپنے نام سے شائع کیا تھا اور تمام اپنوں بے گانوں کو اس کے نتیجہ کے انتظار کا حکم دیا تھا۔ امت مرزائیہ اس واقعہ کو تازہ رکھنے کی بجائے مٹانا چاہتی ہے وہ یاد رکھیں کہ ان کے مٹانے سے یہ مٹ نہیں سکتا کیونکہ یہ خدائی فیصلہ ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لئے محک صداقت ہے۔

احمدی ممبرو! مرزا صاحب کے تبرکات جمع کرنے میں یہاں تک اہتمام کرتے ہو کہ کسی منی آرڈر فارم کے کوپن پر ان کے دستخط ہوں وہ بھی طلب کرتے ہو۔ مگر جس تحریر کو انہوں نے خدائی فیصلہ قرار دیا تھا اسے نظر انداز کرتے ہو۔ تمہاری مثال ان ابوالہوسوں کی سی ہے جو محبت رسالت میں آپ ﷺ کا اسم شریف سن کر ہاتھوں کے انگوٹھے چوم لیتے ہیں مگر اتباع سنت سے گھبراتے ہیں یہ طریق کار صادق عاشقوں کا

نہیں ہوتا بلکہ بوالہوسوں کا ہوتا ہے پس ہم تمہیں مخلصانہ مشورہ دیتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب متوفی کے فیصلہ کو حقیقی فیصلہ سمجھیں ورنہ یہ آیت فما ذا بعد الحق ا لا الضلا ل تمہارے حق میں صادق آئے گی۔

چونکہ ۲۶ مئی کو مرزا غلام احمد صاحب کا انتقال ہوا تھا اور یہ پرچہ (اہل حدیث امرتسر) بھی ۲۶ مئی کو شائع ہوگا اس توافق کے لحاظ سے اس کا نام یادگار مرزا تجویز ہوا ہے۔

اس یادگار کو قائم رکھنے کے لئے آخری فیصلے کی اشاعت کرنا سب سے بہترین طریقہ ہے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کے انتقال پر مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر بہت موزوں ثابت ہوا تھا

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شائد
مر گیا غالب آشفتہ سرا کہتے ہیں

اس یادگار کے متعلق ہمارے دوست منشی عبداللہ صاحب ثالث معمار نے ایک مضمون لکھا ہے جو درج ذیل ہے۔

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانیوں کے حق میں جرمن شعاع

یعنی آخری فیصلہ

برادران! اگر چہ قادیانی بناوٹی نبوت کو درہم برہم کرنے کیلئے بیسیوں ایسے وزنی حربے ہیں جو توپ و بم تیر وتفنگ کا حکم رکھتے ہیں مگر میں اپنے سولہ سال کے وسیع مطالعہ اور تقریباً دس سالہ مناظرانہ تجربہ کی بنا پر حلفیہ شہادت دیتا ہوں کہ قادیانی افواج کو شکست دینے کے لئے، آخری فیصلہ، وہ آسمانی اور لاثانی حربہ ہے جسے اگر سائنس کی موجودہ اختراعات میں سے شعاع موت، جیسی مہلک ترین ایجاد کا ظل و بروز مثیل ومشابہ قرار دیا جائے تو مبالغہ نہ ہوگا۔

مرزائیوں کی کثیر تعداد اور میلوں میں پھیلی ہوئی پلٹنیں خواہ فولادی لباسوں میں ملبوس ومحفوظ کیوں نہ کھڑی ہوں، آپ کا صرف ایک سپاہی ہی انہیں نابود کر دینے

کے لئے کافی ہے۔اس کا صرف اتنا ہی کام ہے کہ اس ،آسمانی شعاع موت ،کا رخ ادھر پھیر کر صرف ایک جھلک لشکر اعداء پر ڈال دے۔پھر دیکھیں مدعی قادیانی کی فوج اصحاب فیل کی طرح کس طرح بھسم ہو جاتی ہے۔ شرط صرف یہ ہے کہ اس شعاع آسمانی کا مصالحہ آپ کے پاس ہو اور طریق استعمال سے واقفیت ہو چنانچہ ناظرین کے استحضار کے لئے ہم پوری عبارت آخری فیصلہ کی نقل کرتے ہیں و ھو ھذا

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحیم ۔ نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ۔ یستنبئونك احق هو۔ قل ای و ربی انه لحق ۔

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الهدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہو سکتا ۔اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک

بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے ۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر ۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے ۔ آمین یا رب العالمین ۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے ۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا ۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے ۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا ۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے ۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا

کر۔اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔آمین ثم آمین ۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ۔ آمين ۔ بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید۔مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ء

جناب معمار امرتسری لکھتے ہیں: مرزائی اصحاب کی طرف سے اس فیصلہ مرزا پر یہ عذرات پیش کئے جاتے ہیں کہ

آخری فیصلہ اس گفتگو مباہلہ کی ایک کڑی ہے جو مدت سے مولوی ثناء اللہ صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب کے درمیان ہو رہی تھی ۔مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود اس تحریر کو مباہلہ لکھا ہے جیسا کہ وہ مرقع قادیانی ماہ جون ۱۹۰۸ء میں راقم ہیں کہ کرشن قادیانی نے میرے ساتھ مباہلہ کا اشتہار شائع کیا تھا۔اور مباہلہ فریقین کی منظوری کے بعد موثر ہوتا ہے۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کو منظور نہ کیا تھا،

معمار کہتے ہیں کہ: وہ مباہلہ جسکے بارے میں مرزا صاحب قادیانی اور مولانا ثناء اللہ صاحب کے درمیان عرصہ سے گفت وشنید جاری تھی وہ تو اشتہار آخری فیصلہ سے قریباً ۱۲ یوم پیشتر ہی منفصل ہو چکا تھا خود مرزا صاحب قادیانی نے لکھ دیا تھا کہ یہ مباہلہ (آج سے قریباً دو ماہ بعد) حقیقۃ الوحی کتاب چھپنے پر کیا جائے گا ۔ ملاحظہ ہو اخبار بدر مورخہ ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء

حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی اور اشتہار آخری فیصلہ اس سے ایک ماہ پہلے یعنی ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا گیا۔ ولہذا اس اشتہار کو اس مباہلہ سے جوڑنا اس مقولہ کا مصداق ہے

کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا۔ بھان متی نے کنبہ جوڑا

اشتہار آخری فیصلہ کے ساتھ سابقہ زیر بحث مباہلہ سے متعلق نہ ہونے پر ایک ناقابل ردّ دلیل یہ بھی ہے کہ جب اشتہار آخری فیصلہ کے ایک ماہ بعد کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہوئی،تو مولانا فاتح قادیان نے مرزا جی کے نام ایک خط روانہ کیا کہ

حسب وعدہ خود آپ کتاب حقیقۃ الوحی مجھے بھیجیں تا کہ میں اس مباہلہ ، کی تیاری کروں ۔اس کے جواب میں اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں لکھا گیا کہ:

مشیت ایزدی نے آپ کو (اب) دوسری راہ سے پکڑا (ہے کہ) حضرت حجۃ اللہ (مرزا صاحب) کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا اس واسطے (اس سابقہ) مباہل، کے ساتھ جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے۔ لہذا (اب) آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔،

ناظرین کرام ! ملاحظہ فرمائیں کہ یہ تحریر اشتہار آخری فیصلہ سے ایک ماہ بعد کی ہے جس میں نہ صرف یہ کہ سابقہ مباہلہ کو منسوخ قرار دیا گیا ہے بلکہ یہ بھی تصریح کی ہے کہ آخری فیصلہ صرف ایک دعا ہے جو حسب تحریک ملہم مرزا کی گئی ہے اور کافی وافی ہے۔اس خط سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے جو اس خط سے پہلے اشتہار آخری فیصلہ کو خلاف قرآن اور خلاف سنت انبیاء ثابت کر کے اسے فیصلہ کن ماننے سے انکار کیا تھا اس انکار ثنائی کا آخری فیصلہ پر کوئی اثر نہیں۔مرزا صاحب انکار ثنائی کے بعد بھی اسے فیصلہ کن قرار دیتے ہیں۔

اور یہ بات بھی حق ہے کہ اقرار یا انکار کا اثر مباہلہ سے وابستہ ہوتا ہے اور یہ تو ایک، محض دعا، ہے جس کا قبول کرنا نہ کرنا خدا کے اختیار میں تھا۔سب سے بڑھ کر یہ کہ بقول مرزا انکی یہ دعا خدا قبول بھی کر چکا تھا ملاحظہ ہو اخبار بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء رہ گیا مرزائیوں کا یہ عذر کہ خود مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس اشتہار کو مباہلہ کیا ہے ،سو جواباً عرض ہے کہ مرزا جی کا یہ قاعدہ بھی تھا کہ وہ یک طرفہ دعاؤں کو مباہلہ کہا کرتے تھے جیسا کہ مولوی غلام دستگیر قصوری کی یک طرفہ دعا کو مباہلہ قرار دیا (نزول المسیح ص ۳۱) اس قاعدہ کی رو سے مرزا صاحب قادیانی اور مرزائیوں نے اس دعا کو مباہلہ کہہ کر باوجود ثنائی انکار کے بھی بحال رکھا (ملاحظہ ہو اشتہار تبصرہ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۱۰ نمبر ۲۵)

اور اسی قاعدہ کو ملحوظ رکھ کر مولانا ثناء اللہ صاحب نے الزامی طور پر مباہلہ لکھا اور ساتھ ہی یہ بھی لکھ دیا کہ:

مرزا صاحب کو میرے حق میں دعا بد کئے ہوئے جس کو وہ اور اس کے دام

افتادہ مباہلہ کے نام سے موسوم کرتے ہیں ایک سال سے کچھ روز زیادہ گذر گئے ہیں۔ (مرقع قادیانی ماہ جون ۱۹۰۸ء ص ۱۹)

اس بیان سے صاف واضح ہے کہ مولانا صاحب بتحقیق خود اسے مباہلہ نہیں بددعا سمجھتے تھے۔ ہاں بطور الزام اسے مباہلہ بھی کہا۔ مرزائی صاحبان اپنے مسیح موعود کی سنت کے ماتحت ان الفاظ کو تو چھوڑ دیتے ہیں مگر پہلی سطور کو پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ دیتے ہیں کہ دیکھو جی خود مولوی ثناء اللہ نے اشتہار آخری فیصلہ کو مباہلہ لکھا ہے۔
آہ! اف لھم و لما یفعلو ن

ایک اور واضح بیان:

حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا ایک اور بیان سنئے

چونکہ مرزا اور مرزا کی اندھی تقلید میں مرزائیوں نے اس (آخری فیصلہ) کا نام مباہلہ رکھا دیکھو تبصرہ ص ۱، اس لئے میں نے بھی اس کو کہیں کہیں مباہلہ کہہ دیا ہو گا ورنہ دراصل مباہلہ نہیں بددعا ہے۔ (مرقع قادیانی۔ اکتوبر ۱۹۰۸ء ص ۲۴)

اس تحریر نے تو روز روشن کی طرح عیاں کر دیا کہ مولوی صاحب کا مباہلہ کہنا محض الزامی رنگ میں تھا ورنہ اصل میں ایک دعا ہے جسے بقول مرزا صاحب قادیانی خدا قبول کر چکا ہے۔ لہٰذا مرزائی صاحبان کے جملہ عذرات قطعاً باطل ہیں مرزا صاحب قادیانی اپنی دعا کے پورے پورے مصداق ہیں جو انہوں نے اشتہار آخری فیصلہ میں بدیں الفاظ خدا تعالیٰ سے مانگی تھی کہ

اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین

حاصل یہ کہ مرزا جی کا یہ آخری فیصلہ ہرلحاظ سے مرزائی مشن کے حق میں آسمانی شعاع موت کا حکم رکھتا ہے۔ پس ہمارے احباب کو چاہیے کہ جہاں تہاں مرزائیوں کو اس آسمانی حربے سے تباہ و نابود کریں اگر یہ عذر ہو کہ ہمارے پاس آخری فیصلہ کے متعلق میدان بحث میں حوالہ جات دکھانے کیلئے اخبار و رسائل نہیں ہیں تو میں آپ کو خوش خبری دیتا ہوں مرقع قادیانی بابت ماہ جون و اکتوبر ۱۹۰۸ء نیز قادیانی اخبار بدر مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۰۷ء و ۱۳ جون ۱۹۰۷ء جن کے اس مضمون میں میں نے حوالے دیئے ہیں کچھ زائد پرچے میرے پاس موجود ہیں آپ بواپسی ڈاک درخواستیں بھیج کر منگوالیں چونکہ مرقع قادیانی کے قریباً قریباً پانچ پانچ نسخے ہیں اور بدر ۲۵۔ اپریل و ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کا تو صرف ایک ایک پرچہ موجود ہے۔ اندریں صورت آپ کی درخواستیں حضرت مولانا فاتح قادیان کے روبرو پیش ہوں گی وہ جن اصحاب کا نام منتخب فرمائیں گے ان کو اطلاع دے کر ان سے بمعہ محصول ڈاک ایک روپیہ منگوا کر مذکورہ بالا پرچہ جات انہیں بھیج دیں گے۔ انشاء اللہ تعالی

اسلام کے مبلغ و مناظر حضرات درخواست بھیجنے میں جلدی کریں۔ پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۳۹ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ ص ۶۔۸)

مسئلہ حیات مسیح میں مرزائیوں کا شرمناک مغالطہ

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

پچھلے دنوں دہلی میں مرزائیوں کے ساتھ مسئلہ حیات مسیح پر مناظرہ ہوا۔ چند دن بعد مرزائیوں نے اپنی فتح جتانے کے لئے ایک اشتہار شائع کیا تو وہاں کے ایک غیور و مخلص نوجوان امرتسری حال وارد دہلی نے وہ اشتہار برائے جواب امرتسر بھیجا۔ چنانچہ بذریعہ مکتوب قلمی جو مضمون ارسال کیا گیا اس مضمون کو صاحب موصوف نے بصورت اشتہار شائع کیا جس کی ایک نقل امرتسر بھی بھیجی جو درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ابن مریم زندہ ہے حق کی قسم
آسمان ثانی پہ ہے وہ محترم

مسئلہ حیات مسیح میں مرزائیوں کا شرمناک مغالطہ

ہمارے دہلوی احباب نے ہمارے پاس مرزائیوں کا ایک اشتہار جس کا عنوان ہے: وفات مسیح کا مسئلہ، احمدیت کی فتح۔ جواب کے لئے بھیجا ہے۔ اس اشتہار میں راقم مضمون بابوعمرالدین مرزائی مبلغ نے لکھا ہے کہ مورخہ ۱۰ محرم ۱۳۵۸ھ کو دہلی میں جو مناظرہ مرزائیوں کا امامیہ اہل حدیث سے ہوا اس میں ہم کو شاندار فتح حاصل ہوئی ہے۔ ہم اس معاملہ میں بوجہ غیر حاضر ہونے کے اگرچہ کوئی قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے تاہم اپنے تجربات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ مرزائی اصحاب عموماً اپنی شکست کو فتح کے نام سے ظاہر کیا کرتے ہیں اس لئے اس جگہ بھی یہی ہوا ہوگا۔ رہ گیا نفس مضمون اور مرزائی مطالبہ کی حقیقت، سو اس کے متعلق ہم بلاخوف تردید کہتے ہیں کہ مرزائی مناظر نے کمال درجہ کی دھوکہ دہی سے کام لیا ہے اور اپنے مسیح موعود کی سنت پر پورا پورا عمل کیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی عادت شریفہ تھی کہ وہ عموماً اسی قسم کے پیچ پیچ کیا کرتے تھے مثال کے طور پر ان کی کتاب ازالہ اوہام ص ۱۸۶ طبع اول صفحہ ۷۵ طبع سوم ملاحظہ کریں جہاں مرزا جی نے اپنی جائے سکونت کو اپنے نام کے ساتھ شامل کر کے لکھا ہے کہ خدا نے میرے دل میں ڈالا ہے کہ:

اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔

ہندو مسلم سکھ عیسائی دوستو! کہہ دو غلام احمد کی جے۔

برادران! دیکھئے کس قدر چالاکی سے کام لیا ہے کہ اپنے نام کے ساتھ اپنی جائے پیدائش قادیان کی قید لگا دی ہے۔ مطلب مرزا جی کا یہ تھا کہ اول تو قادیان نام کا گاؤں دنیا میں ہوگا ہی نہیں، اگر ہو بھی تو کیا ضرور ہے کہ اس میں کوئی غلام احمد نام کا آدمی بھی موجود ہو، اور پھر وہ میری طرح اپنے نام کے ساتھ اپنے گاؤں کا دم چھلا لگا کر غلام احمد قادیانی کہلاتا ہو۔ آہ! صدق رسول اللہ ﷺ اذا لم تستحی فاصنع ما شئت

بعینہ یہی چال اس جگہ مرزائیوں نے اختیار کی ہے۔ ملاحظہ ہو مرزائی مشتہر لکھتا ہے: اگر قرآن مجید، احادیث، یا لغت عرب سے یہ ثابت کر دیا جائے کہ لفظ توفی کے معنی سوائے موت یا قبض روح کے کچھ اور بھی ہوتے ہیں جب کہ یہ لفظ باب تفعل سے ہو اور فاعل اللہ تعالی ہو اور مفعول بہ انسان ہو اور کوئی قرینہ موجود نہ ہو تو ایسا ثابت کرنے والے کو مبلغ ۵۰ روپیہ انعام دیئے جائیں گے۔

جواباً گزارش ہے کہ لفظ توفی کے متعلق جو شرائط اور قیود مرزائیوں نے لگائے ہیں عربی کتب گریمر میں ان شرائط کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مرزائی لوگ ہم سے اس قسم کے مطالبات کرنے سے پہلے خود اپنی پیش کردہ شرائط و قیود کا کسی معتبر کتاب لغت سے پتہ بتائیں ورنہ یہی سمجھا جائے گا کہ غلام احمد قادیانی الہامی نام کی طرح یہ بھی ایک پر پیچ مغالطہ ہے۔

ہمارا یہ اعتراض ایسا وزنی ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی اس کی اہمیت کو محسوس کیا۔ چنانچہ انہوں نے اس کا جواب بایں الفاظ دیا ہے کہ:

در بارہ لفظ توفی اتفاق اہل لغت برہمیں قاعدہ مستمرہ است کہ چوں درعبارت فاعل ایں لفظ خدا باشد و مفعول بہ انسان درآن صورت معنی توفی درمیرانیدن محصور خواہد بود وبجز میرانیدن و قبض روح معنی دیگر درآنجا ہرگز نخواہد بود (اشتہار مرزا، واجب الاظہار)

ناظرین کرام! بالخصوص ہمارے مخاطب مرزائی اصحاب بغور مطالعہ کریں کہ اس عبارت میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لفظ توفی سے متعلقہ قیود کا حوالہ، اتفاق اہل لغت، پیش کیا ہے (بہت خوب)

اب ہماری گذارش صرف یہ ہے کہ مرزائی اصحاب اہل لغت کے اقوال سے اس کا ثبوت دکھائیں لیکن اگر وہ نہ دکھا سکیں اور ہرگز نہ دکھا سکیں گے تو انہیں اقرار کرنا ہوگا کہ ہمارے مسیح موعود نے اس جگہ اہل لغت پر صریح جھوٹ باندھا ہے اور سراسر غلط بیانی سے کام لیا ہے۔ بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

مرزائیو! یاد رکھو اگر تم نے اہل لغت کا یہ متفقہ فیصلہ نہ دکھایا تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کے وہ تمام اقوال یاد کر لینا جن میں انہوں نے لکھا ہے کہ جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا برابر ہے، جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ دروغ گو لعنتی وغیرہ۔

صاحبان ! جب تک مرزائی اصحاب لغت کا حوالہ تلاش کریں آپ میری طرف متوجہ ہوکر لفظ تو فی کا حال سنیں

یہ لفظ تین معنوں میں استعمال کیا جاتا ہے۔ پورا لینا۔ نیند۔ موت۔

پہلے معنی اس لفظ کے حقیقی اور وضعی ہیں۔ موخر الذکر دونوں معنی یعنی نیند اور موت اس لفظ کے مجازی معنی ہیں۔ چنانچہ امام زمخشری جس کے متعلق مرزائیوں کے مسیح موعود نے خود لکھا ہے کہ :

اس کے مقابل پر کسی کو چوں چرا کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔ (ضمیمہ نصرۃ الحق ص ۲۰۴)

یہ امام صاحب اپنی کتاب اساس البلاغہ میں رقم فرماتے ہیں: و من المجاز تو فی فلا ن و تو فاه الله و ادر کته الوفاة ۔ یعنی تو فی کے معنی موت لینا مجازی ہیں۔

ایسا ہی تاج العروس شرح قاموس جلد ۱۰ صفحہ ۳۹۴ میں لکھا ہے۔

امام راغب مفردات میں لکھتے ہیں: و قدعبر عن المو ت و النو م با لتو فی یعنی موت و نیند تو فی کے مجازی معنی ہیں اصلی اور حقیقی معنی تو فی کے ا خذ الشیء وا فیاً ہیں (ملاحظہ ہو تفسیر بیضاوی وغیرہ) یعنی چیز کو پورا پورا لینا چنانچہ عرب کہا کرتے ہیں تو فیت منه درا همی (تفسیر کبیر) میں نے اس سے اپنے درہم پورے وصول کئے

تو فی کا لفظ خود وفا سے ماخوذ ہے اور وفا کہتے ہیں پورا کرنے کو۔ لسان العرب ج ۲۰ میں لکھا ہے: الو فا ضد الغدر یعنی وفا غدر کی ضد ہے۔

چنانچہ محاورہ عرب ہے یقال و فی بعهد ہ یعنی اس نے اپنا عہد پورا کیا

نیز اسی لسان العرب میں ہے۔ توفیت الما ل منه و استو فیته اذا ا خذ ته کله (ج ۲۰) یعنی تو فیت الما ل (باب تفعل) اور استو فیتہ (باب استفعا ل) دونوں ہم معنی ہیں یعنی میں نے اس سے اپنا مال پورا پورا لے لیا۔

اسی کے قریب قریب علامہ فیومی نے مصباح المنیر میں رقم فرمایا ہے۔

اساس البلاغۃ میں ہے استو فاه و تو فاه استکمله یعنی استو فاه تو فاه کے معنی ہیں پورا لیا اس نے۔

لسان العرب جلد ۲۰ میں یہ محاورہ بھی مرقوم ہے تو فیت عدد القوم اذا عدد تهم کلهم یعنی جب کوئی شخص قوم کی گنتی پوری کر لیتا ہے تو کہتا ہے تو فیت عدد القو م

میں نے قوم کی گنتی پوری لے لی ہے۔

الحاصل لفظ توفی کے حقیقی معنی پورا لینے کے ہیں اور یہ قاعدہ مسلمہ فریقین ہے کہ حقیقی معنی کے ہوتے ہوئے مجازی معنی لینا غلط و باطل ہیں۔ اندریں صورت آیت یا عیسی انی متوفیک و رافعک کے معنی بالکل عیاں ہیں یعنی اے عیسیٰ میں تجھے زندہ لے کر اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔

ایک اور طرح سے: آیت یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ کے معنی سمجھنے کے لئے حضرت عیسیٰ کے واقعات پر ایک گہری نظر ڈالیں تو معاملہ بالکل صاف ہو جاتا ہے۔ اس وقت کا نقشہ یہ ہے کہ حضرت مسیح محصور ہیں ان کے دشمن قتل پر آمادہ ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین یہود نے قتل مسیح کی تدبیر کی اور ان کے بالمقابل خدا نے بھی تدبیر اور خدا بہترین مدبر ہے۔

چنانچہ خدا تعالیٰ نے مسیح کو وعدہ دیا: یا عیسی انی متوفیک و رافعک الیّ و مطہرک من الذین کفروا اے میرے رسول تو خوف نہ کر کہ میں تیری توفی کرونگا تجھے اپنی طرف اٹھا کر دشمنوں سے بچاؤنگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس وعدہ الٰہی کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے: خدا نے مسیح کو وعدہ دیا کہ میں تجھے بچاؤنگا اور تیرا اپنی طرف رفع کرونگا۔ (اربعین نمبر۳ ص۱۰)

بنا بریں ظاہر ہے کہ مسیح کو بچانے کا وعدہ واقعہ صلیب کے وقت سے متعلق ہے جو اسی وقت پورا ہونا چاہیے تھا۔ مرزا خود اقراری ہیں کہ وعدہ ہذا کے الفاظ: دلالت کرتے ہیں کہ یہ وعدہ جلد پورا ہونے والا ہے اور اس میں کچھ توقف نہیں۔ (دافع الوساوس۔ ص ۴۶ طبع اول۔ ص۴۰ طبع دوم)

اب اگر اس جگہ توفی کے معنی موت لئے جائیں جیسا کہ مرزائی کہتے ہیں تو معنی آیت یہ ہوں گے کہ اے عیسیٰ تیرے دشمن تجھے مارنا چاہتے ہیں تو کچھ غم نہ کر انّی متوفیک میں ابھی تیری جان نکال لیتا ہوں و رافعک الی اور اس کے بعد تیری روح کو اپنی طرف عزت کی موت دے کر اٹھا لوں گا (رفع کے معنی مرزا نے ازالہ اوہام میں عزت کی موت کئے ہیں۔ طبع اول ص ۴۶)۔ ومطہرک من الذین کفروا اور تیرا خاتمہ کرنے کے بعد ان کفار دشمنوں سے تجھے پاک کرونگا۔ (تطہیر کے معنی مرزا نے ازالہ اوہام

میں میں صلیبی موت سے بچانا کئے ہیں۔طبع اول ص۹۲۳طبع سوم ص ۳۷۷)

صاحب علم اور منصف مزاج ناظرین! آپ خود غور فرمائیں کہ یہ ترجمہ جو مرزائی کتب پر مبنی ہے کس قدر لغو ہے۔اگر یہ صحیح مانا جائے تو اس کا مطلب یہ نکلے گا کہ خدا تعالی کا یہ وعدہ کہ میں تجھے بچاؤنگا، کفار سے پاک رکھونگا، میں بہترین تدبیر کرنے والا ہوں وغیرہ یکسر باطل لغو لچر تھا۔ معا ذ الله ثم معاذ الله ثم معا ذ الله

سب سے بڑھ کر مرزائیوں کے مسیح موعود نے جو اپنی متعدد کتب میں قرآن شریف کی آیت و آوینا هما الی ر بوة زات قرارو معین ۔میں تحریف کرتے ہوئے نیز الہام جتا کر یہ لکھا ہے کہ مسیح اس وقت صلیب سے زندہ اتر آیا تھا، کشمیر آکر ۱۲۰ برس عمر پا کر فوت ہوا وہیں اس کی قبر موجود ہے۔ یہ سب کا سب جھوٹ ثابت ہو جاتا ہے کیونکہ وعدہ الہی یا عیسی انی متو فیك تو بزمانہ صلیب دیا گیا جو اسی وقت پورا ہونا تھا اور بقول مرزائیوں کے تو فی کے معنی موت ہیں نتیجہ ظاہر ہے کہ مسیح اسی وقت فوت ہو گئے۔

خلاصہ یہ کہ اس آیت میں تو فی کے معنی موت کرنا قرآن وحدیث کتب لغت اقوال مرزا وغیرہ کے صریح خلاف ہے مرزائی لوگ تو فی کے معنی اپنے مسیح موعود کے اقوال کے ماتحت کشمیر کی طرف جانا کریں ہم بروئے آیت و را فعك الی مسیح کا آسمان پر اٹھایا جانا کریں گے۔ تو فی کے معنی موت اس جگہ ہو ہی نہیں سکتے اگر کسی مرزائی میں جرأت ہے تو کر دکھائے ایک سو روپیہ انعام کا میری طرف سے اعلان ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۳۹ء مطابق ۶ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۰ ص ۸۔۱۰)

دوسرا خر دجال قادیان میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے بتصریح لکھا ہوا ہے کہ انگریز دجال ہیں اور ریل گاڑی اس دجال کا گدھا ہے اور قادیان مدینۃ المسیح

ہے۔ یہ خر دجال ایک مرتبہ پہلے اس روز داخل قادیان ہوا تھا جب خلیفہ قادیان مع سٹاف امرتسر جنکشن پر اس کے استقبال کے لئے آئے تھے اور اس کم بخت خر دجال کے انجن کو پھولوں کے ہار پہنا کر اچھا خاصہ دولہا بنا کر قادیان میں لے گئے تھے اس وقت بھی ہم نے لکھا تھا کہ یہ کیا اندھیر ہے کہ خر دجال کی اتنی عزت کی جاتی ہے کہ کسی دلہا کی بھی نہ ہو۔

اب دوسرا خر دجال قادیان میں ڈیزل کار کی صورت میں آیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ پنجاب ریلوے نے ایک کار چلائی ہے جس کا نام ڈیزل کار ہے۔ یہ کسی جرمن صناع کیا یجاد ہے اس کا انجن بھی ریلوے سے مختلف ہے۔ یہ ڈیزل کار جب سب سے پہلے قادیان میں گئی، تو اسکے پہنچنے پر قادیانی اخباروں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا بلکہ حضرت مرزا صاحب کے پرانے بہی کھاتے سے ایک پیش گوئی بھی نکال ماری۔ ہم اس سے ان کو منع نہیں کر سکتے مگر اتنا تو ان کو خیال رکھنا چاہیے کہ بقول مرزا صاحب اگر ریل خر دجال ہے تو ڈیزل کار کیا ہوئی؟ ہمیں افسوس ہے کہ یہ کم بخت خر دجال ایسا جری ہو گیا ہے کہ مدینۃ المسیح میں پہنچنے سے نہیں رکتا۔

ہماری دعا ہے کہ خدا اس کا پیٹ آگ سے بھرے اور یہ آگ میں جلے۔

ایں دعا از من واز جملہ جہان آمین باد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۱ ص ۵)

نبوت مرزا غلط ہے
کیونکہ ان کی اولاد ان کی وارث ہوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کا مسئلہ ایسا صاف ہے کہ جیسے دو ضرب دو چار۔ درو دیوار سے آواز آتی ہے کہ قادیانی نبوت خود ساختہ ہے۔ لا مانع تحتها

علمائے اسلام اس کے ابطال میں بہت سے دلائل دے چکے ہیں مگر بڑی

دلیل وہ ہے جو قادیانی خاندان عملی طور پر خود پیش کرتا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب متوفی کا ترکہ ورثاء میں تقسیم ہوا۔ حالانکہ حدیث صحیح بروایت بخاری موجود ہے

نحن معا شر الا نبیاء لا نور ث ما تر کنا صدقة ہم انبیاء کی جماعت ہیں ہم کسی کوتر کے کا وارث نہیں چھوڑا کرتے ہم جو مال چھوڑ جائیں وہ صدقہ فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔

یہ روایت قادیانی جماعت کو بھی مسلّم ہے۔ کسی معترض کی طرف سے اس روایت کی بنا پر اعتراض ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی اگر نبی تھے تو ان کا ترکہ کیوں تقسیم ہوا۔ اس کے جواب میں الفضل قادیان ۳ مئی ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں اس حدیث کو تسلیم کر کے جواب دیا گیا ہے کہ یہ حکم کہ:

انبیاء کے وارث نہیں ہوتے یہ مخصوص آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھا

اللہ! کس قدر دلیری اور جرأت ہے کہ اپنے مکذوبہ عقیدہ کو صحیح رکھنے کے لئے حدیث نبوی پر تصرف کیا جاتا ہے۔ لیکن ان لوگوں سے یہ تعجب نہیں۔ یہ تو یہاں تک دلیر واقع ہوئے ہیں کہ دمشق کے معنی قادیان کر لیتے ہیں۔ خر دجال سے مراد ریل لیتے ہیں۔ اور پھر لطف یہ کہ خود اس پر سوار ہوتے ہیں۔

اس لئے ان لوگوں کا کسی حدیث کی تاویل بلکہ تحریف کر دینا کوئی عجب امر نہیں ہے بلکہ یہ ان لوگوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے جو ان کو ان کے نبی نے خود سکھایا ہے۔ کوئی پوچھے کہ حدیث کے الفاظ تو معا شر الا نبیاء آئے ہیں جس کے معنی انبیاء کی جماعت کے ہیں اور لا نو ر ث بھی جمع کا صیغہ ہے پھر تم اس کو مخصوص بہ ذات محمدیہ ﷺ کیسے کر سکتے ہو۔ کوئی دلیل مثبت اس دعوی پر آپ نے نہیں دی پھر لطف یہ ہے کہ کس دلیری سے لکھتے ہیں کہ محققین اس حدیث کو آنحضرت ﷺ کی ذات سے مختص سمجھتے ہیں جیسا کہ بخاری شریف کی حدیث میں تصریح موجود ہے

ہمیں نہ تو بخاری شریف میں کوئی ایسا لفظ ملا اور نہ ہم ان محققین کی حقیقت سے واقف ہوئے کہ محققین تحقیق سے مشتق ہیں یا حقے سے۔

آگے چل کر لکھا ہے: حضرت مسیح موعود (مرزا) پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ جمہور سنی صاحبان کا عقیدہ سراسر غلط فہمی پر مبنی ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ ظاہر الفاظ حدیث کے اہل سنت کی طرف ہیں یا کچھ اور

۔حق یہی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کے ابطال میں یہ حدیث اصرح دلیل ہے ۔ ہاں اس کا جواب اہل قادیان ہم سے پوچھیں تو ہم بتا سکتے ہیں جو ان کے اصول پر مبنی ہوگا لیکن اس جواب بتانے کے لئے فریق ثانی کی درخواست مع نذرانہ بغرض مٹھائی آنا ضروری ہے ایسا جواب دیں گے کہ کارآمد ہو ایسا کارآمد کہ قادیانی جماعت بھی اس سے فائدہ اٹھائے اور ان کے مخالف بھی فائدے سے خالی نہ رہیں ۔ کیا اہل قادیان ہم سے جواب سیکھیں گے۔؟ دیدہ بائد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۱ ص ۵۔۶)

مسلمانوں کے ارتداد کی وجہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل ۲۱ مئی ۱۹۳۹ء میں لکھا ہے: مسلمانوں کے غلط عقاید کی وجہ سے (جن میں ایک عقیدہ حیات مسیح کا بھی ہے) دنیا کے اکثر حصے پر عیسائیوں کا غلبہ ہو گیا ہے اور بہت سے مسلمان مرتد ہو گئے۔ وغیرہ۔

جواب۔ ہم نہیں کہہ سکتے کہ قادیانی لوگ اپنے ہیرو کی تصنیفات سے بے خبر ہو گئے ہیں یا سرکار نے ان سے چھین لی ہیں۔

دوسری شق ہے تو از راہ ہمدردی ان کو دعوت دیتے ہیں کہ وہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کی تصانیف دفتر اہل حدیث امرتسر میں آکر دیکھ لیا کریں۔

مرزا غلام احمد کی (بزعم جماعت احمدیہ) لاجواب اور بے نظیر کتاب براہین احمدیہ ہے جس نے بقول ان کے کفر کے حملے کو نہ صرف روکا بلکہ حملہ آوروں کو فنا کر دیا۔ ایسی بے نظیر اور بے مثال کتاب میں حیات مسیح کا عقیدہ درج ہے۔ دیکھو صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹۔

بلکہ بعد ادعائے مسیحیت حضرت موسیٰ کی حیات کا بھی آپ نے دعوی کیا تھا جس کی تردید انہوں نے انتقال تک نہیں فرمائی۔ اس حیات (موسی) کا حوالہ ہم نہیں دیتے بلکہ جماعت مرزائیہ کی طرف سے اس کے مطالبے کا انتظار کرتے ہیں۔ پھر ایسا

عقیدہ جو مرزا صاحب کی مہدویت اور مجددیت کے خلاف نہ ہو وہ مسلمانوں کو مرتد کیسے بنا سکتا ہے اور اگر کہیں (جیسا کہ مرزا صاحب نے خود کہا ہے کہ یہ عقیدہ میری سادگی پر مبنی ہے) مرزا غلام احمد صاحب نے اس سے رجوع کر لیا ہوا تھا۔ بے شک حیات مسیح سے رجوع کر لیا تھا لیکن جس وقت یہ عقیدہ براہین میں ظاہر کیا تھا اس وقت بھی تو آپ ملہم اور مجدد تھے۔

ہماری غرض اس سے صرف یہ ہے کہ اگر یہ عقیدہ کفر اور شرک اور موجب ارتداد ہوتا تو اس وقت بھی ہوتا۔ جب اس وقت نہیں تھا تو پھر اب کیوں؟ کفر شرک ہر حال میں برا ہے۔ یہ نہیں کہ ایک وقت تو وہ مجدد میں پایا جائے اور پھر وہی موجب ارتداد ہو۔

علاوہ ازیں حیات مسیح سے رجوع کیا تو حیات موسیٰ کا اظہار کیا۔ بات ایک ہی ہے۔

ناظرین کے لئے یہ ایک نئی بات ہوگی کہ مرزا صاحب قادیانی جو وفات مسیح پر ایسے تلے ہوئے تھے کہ کوئی بھی مضمون لکھیں اس میں وفات مسیح کا ذکر لے آتے تھے وہ حضرت موسیٰ کی حیات کے کیسے قائل ہو گئے۔ لیکن یہ بات حیرانی کی نہیں ہے بلکہ تصرف قدرت قدرت ہے۔ اور اس کا لطف اس وقت آئے گا جب اس شعر کا مصداق ظاہر ہوگا

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۱ ص ۶)

<u>منارة المسیح پر نام کندہ کرانے والے ہم بھی ہیں</u>

مولانا ثناء اللہ امرتسری بتاتے ہیں کہ اخبار الفضل میں تجویز شائع کی گئی ہے کہ منارۃ المسیح (قادیان) پر خاص خاص اصحاب کے نام کندہ کرائے جائیں اور ان سے کچھ رقم وصول کی جائے۔ ہم بھی اپنا نام کندہ کرانے کی درخواست کرتے ہیں مگر نام ہمارا اس طرح لکھا جائے

ابوالوفا ثناء اللہ: جن کے حق میں مرزا صاحب نے اپنے سے پہلے مرنے کی پیش گوئی کی تھی۔

اس کے لئے پانچ روپئے فیس بھی ہم پیش کریں گے۔ کیوں؟

ثنا خوانوں کو ترے رخ پر گر کندہ کیا ہوتا
ہمارا بھی ذکر ہوتا ترا چرچا جہاں ہوتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۱ ص ۶)

خاتم النبیین ۔ ۱۱

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

چونکہ حدیث میں تیس کذابوں کی قید خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد قادیانی) کے مطلب کو قطعاً غلط ثابت کر رہی ہے اس لئے خلیفہ صاحب نے حسب مقولہ ڈوبتے کو تنکے کا سہارا، اس کا جواب دینے کی ناکام کوشش بدیں الفاظ کی ہے کہ: تیس کی قید صرف ایک خاص زمانہ کے لئے ہے اور صرف ان مدعیوں کی نسبت ہے جو منہاج نبوت کے خلاف دعوی کریں اور مجنون نہ ہوں۔،

ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ہمیں اس جواب کی سمجھ نہیں آئی۔ منہاج نبوت سے مراد خلیفہ صاحب نے ،قبل دعوی سچا ہونا، بتایا ہے جس کا مطلب وہی ہے کہ جو جھوٹا ہے اس کو سچا نبی نہ مانو۔تیس کی قید سے اس کو کیا تعلق ہے؟ اس کا جواب آپ نے نہیں دیا اور نہ دے سکتے ہیں۔

رہ گیا آپ کا یہ کہنا کہ تیس کی قید ایک خاص زمانہ کے لئے ہے، یہ فقرہ بھی مطلب دربطن قائل کا مصداق ہے۔ بتلایئے وہ کون سا زمانہ ہے۔اور اس کی حد کہاں تک ہے جس کے اندر تو جھوٹے انسانوں کو سچا نبی نہیں مانا جا سکتا، مگر اس کے گذر جانے کے بعد ہر کذاب و دجال مدعی نبوت کو نہ صرف یہ کہ ضرور مان لینا چاہیے بلکہ اس کے منکروں پر فتوی لگایا جاوے کہ: جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو بھی نہیں مانتا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص۱۶۳)۔خلیفہ صاحب! آپ کی یہ باتیں فرزانگی سے بعید ہیں

تیسرا امر یہ ہے۔اگر آنحضرتﷺ کا یہ مطلب تھا کہ: جھوٹے انسان کے دعوی نبوت پر ایمان نہ لانا،، تو آپ نے اس فقرہ کے بعد جو دلیل اس پر بیان فرمائی ہے کہ

انا خاتم النبیین لا نبی بعدی اس کی کیا ضرورت تھی اور مطلب کیا؟

خلیفہ صاحب نے خا تم النبیین کے معنی منہاج نبوت، بتائے ہیں اور منہاج نبوت، دعوی سے قبل پاک زندگی کو قرار دیا ہے۔

آیئے! ہم اس مطلب کو حدیث میں داخل کر کے حدیث کا مدعا سمجھنے کی کوشش کریں ملاحظہ ہو۔عبارت یہ بنے گی: میری امت میں تیس ایسے اشخاص پیدا ہوں گے جن کا جھوٹ لوگوں کو معلوم ہو گا مگر وہ نبوت کا دعوی کریں گے و انا خا تم النبیین میں دعوی سے قبل صادق ہونے کی وجہ سے صادق نبیوں کے لئے معیار ہوں مگر لا نبی بعدی میرے بعد سچا نبی مبعوث نہ کیا جاوے گا۔

خلیفہ صاحب! ملاحظہ ہو یہ معنی ہم نے آپ کے مسلمات کی بنا پر کئے ہیں ان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر سب انبیاء کا سلسلہ ختم ہو چکا ہے بعد میں جھوٹے اشخاص ہی دعوی نبوت کریں گے سچا کوئی نہ ہوگا۔

معلوم نہیں آپ نے اس قدر تکلفات کیوں کئے۔بات تو پھر پھرا کے وہی رہی۔اور بہر حال اس حدیث سے یہی ثابت ہوا کہ جوں ہی کوئی مسلمان یہ سنے کہ فلاں شخص نے نبوت کا دعوی کیا ہے وہیں بلا تامل کہہ دے کہ وہ الثلا ثین میں ہے۔ یا مرزا صاحب کے لکھے ہوئے کو دوہرا دے، سنئے مرزا صاحب فرماتے ہیں:

۱۔میں حضرت محمد مصطفی ﷺ کے بعد کسی دوسرے مدعی نبوت اور رسالت کو کاذب اور کافر جانتا ہوں۔ وحی رسالت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب محمد رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوئی۔(اشتہار مرزا قادیانی ۲۔اکتوبر ۱۸۹۱ء)

۲۔میں مدعی نبوت کو اسلام سے خارج سمجھتا ہوں۔(آسمانی فیصلہ)

۳۔کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعوی کرتا ہے قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے۔(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۷ طبع دوم۔) باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۳ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۱ ص ۷)

مامور اور مصلح اخلاقی لحاظ سے بہت بلند ہوتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار پیغام صلح لاہور ۲۷ مارچ ۱۹۳۹ء میں عنوان بالا سے ایک مضمون شائع ہوا تھا جو آج ۳۰ مئی کو ہماری نظر سے گذرا، جسے دیکھ کر ہم بہت خوش ہوئے کیونکہ یہ عنوان ہمارے اور امت مرزائیہ (ہر دو صنف) کے درمیان فیصلہ کن ہے۔ ہم اپنے معلومات کی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ قادیانی تحریک کے لئے دو ہی امور فیصلہ کن ہیں۔ سب سے پہلے مرزا صاحب کا آخری فیصلے والا اعلان۔ دوسرے مذکورہ بالا عنوان۔

آخری فیصلے کے متعلق تو اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۳۹ء میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ آج ہم اس عنوان سے امت مرزائیہ کے مامور اور مجدد کو جانچتے ہیں۔

سب سے پہلے اخلاق کی تعریف ہونی چاہیے۔ اخلاق نویسوں نے اخلاق کی مختلف تعریفیں اور قسمیں بتائی ہیں مثلاً شیخ سعدی فرماتے ہیں

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

یعنی جو کچھ تم اپنے لئے پسند نہیں کرتے وہ دوسروں کیلئے پسند نہ کرو۔ مثلاً بدگوئی اگر تم اپنے لئے نہیں چاہتے تو دوسروں کے حق میں بھی بدگوئی نہ کیا کرو۔ استاد صائب ایرانی کہتے ہیں

دہن خویش بدشنام میالا صائب
کیں زر قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

قرآن نے اخلاق کے متعلق بڑا تاکیدی حکم فرمایا ہے اسی سے اخلاق کی تعریف بھی مستنبط ہوسکتی ہے۔ غور کیجئے کس محبت اور مودت سے ارشاد ہوتا ہے

قل لعبادی یقول التی ھی احسن ۔ ان الشیطا ن ینز ع بینھم ان الشیطا ن کان للا نسا ن عدوا مبینا

یعنی میرے بندوں سے کہہ دو کہ جو بات کہا کریں بہت اچھی کہا کریں۔ شیطان سخت گوئی سے

ان میں فساد ڈلوا دے گا کیونکہ شیطان انسان کا صریح دشمن ہے۔

اخلاق کی یہ تعریفات سب کو مسلّم ہیں اس لئے ان کو معیار قرار دے کر طول دینا کچھ ضروری نہیں۔ بلکہ قادیانی مصلح کو ان پر جانچنا ہمارا مقصد ہے کیونکہ پیغام صلح نے اس عنوان کے ماتحت مرزا صاحب (مصلح قادیانی) کے حق میں لکھا ہے:

ابھی زمانہ قریب ہی میں ایک مرد کامل کا ظہور ہوا۔ایک بلند اخلاق کا انسان دنیا کے ایک غیر معروف مقام سے اٹھا۔ اور اس کا اٹھنا قیامت ہوگیا۔ اس لئے تمام مذہبی دنیا میں اپنی اخلاقی اور علمی شوکت سے شدید ردّعمل پیدا کئے اس کی اخلاقی اور علمی عظمت پر متعصب دشمنوں نے بھی شہادت دی ہے اس عظیم الشان انسان کے سانحہ ارتحال پر تمام اسلامی دنیا نے ماتم کیا۔

(پیغام صلح لاہور ۲۷ مارچ ۱۹۳۹ء ص ۳)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: پیغام صلح کا یہ قول محض دعویٰ ہے جس کا ثبوت اس نے نہیں دیا۔ اس لئے اس کا کام بھی ہم ہی کئے دیتے ہیں تاکہ قادیانی مصلح کا اخلاق پرکھا جائے۔آپ علمائے اسلام کے حق میں کیا ہی لطیف فقرات فرماتے ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویاں ....اے یہودی خصلت مولویو!۔ (انجام آتھم)

مولوی محمد حسین مولوی احمد اللہ ثناء اللہ جھوٹے ہیں، کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۲۵)

میرے منکر بغایا (کنچنیوں) کی اولاد ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷)

اس نالائق نذیر حسین (حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی) اور ان کے نا سعادت مند شاگرد محمد حسین بٹالوی کا یہ افتراء ہے۔ (مواہب الرحمٰن۔ص ۱۲۷)۔

کہاں تک لکھیں۔ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کے اس قسم کے اخلاقی فقرات اور ان کے ساتھ ہی آریوں کے گرو سوامی دیانند کی شیریں کلامی کے نمونے ایک رسالے کی صورت میں جمع کر دیئے ہوئے ہیں جس کا نام: دوریفارمرز، ہے۔ غالباً اس کے جواب میں کہا جائے گا کہ علمائے اسلام نے جب مرزا صاحب کے حق میں سخت کلامی سے کام لیا تو مرزا صاحب قادیانی نے بھی ان کو ایسا ویسا لکھا۔

ہمارے خیال میں یہ جواب مبطل الزام نہیں بلکہ موید الزام ہے کیونکہ علمائے

اسلام نے اگر یہ بداخلاقی کی ہے، تو اپنے فعل کے وہ ذمہ دار ہیں ۔ نہ وہ مہدی معہود ہیں نہ مسیح موعود۔ لیکن مہدویت اور مسیحیت کے مدعی کو تو جواب میں بداخلاقی سے کام لینا روانہیں ۔ ورنہ اس میں اور اس کے مخالفین میں کیا فرق رہے گا۔

ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خدالگتی کہنے میں کوئی غلطی محسوس نہیں کرتے کہ بحثیت تصنیف اور شستہ کلامی کے سرسید احمد خان مرزا صاحب کی نسبت اعلیٰ مرتبہ پر تھے۔ گو وہ بھی اخلاق حسنہ کا اعلیٰ نمونہ نہ تھے، کیونکہ آپ علمائے اسلام کے حق میں بحالت خفگی کوڑ مغز ملاں اور شہوت پرست زاہد وغیرہ الفاظ استعمال کر جاتے تھے (اللھم غفر لنا) مختصر یہ کہ ہم قادیان کے مصلح اعظم اور مسیح موعود کے اخلاقی حیثیت سے کسی بلند پایہ پر نہیں دیکھتے باوجود اس کے جب ہم ان کے اتباع کو ان کے اخلاق کی تعریف کرتے ہوئے پاتے ہیں تو ہمارے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہیں
خدا جانے وہ ان میں کیا دیکھتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۲ ص ۵۔ ۶)

خاتم النبیین۔ ۱۲

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری لکھتے ہیں:

صحابہ کرام کی تعریف سے قرآن بھرا پڑا ہے۔ پھر خلفاء اربعہ ان میں بھی خلیفہ اول و دوم رضوان اللہ تعالیٰ علیھم اجمعین کی جو شان ہے وہ کسی پر مخفی نہیں۔ آج اگر کوئی شخص یہ کہتا ہے کہ میں ان سے بڑھ کر آنحضرت ﷺ کا عاشق ہوں یا ان سے زیادہ متبع رسول علیہ السلام ہوں، تو میں کیا دنیا کا ہر وہ انسان جس نے صحابہ کے حالات پڑھے ہیں بلا تامل کہہ اٹھے گا کہ یہ شخص پرلے درجے کا شیخی باز بلکہ کذاب ہے۔ باوجود صحابہ کرام کی اس قدر علوشان کے بھی ان میں سے کسی کو نبی نہ بنایا گیا حالانکہ ان میں ایسے انسان موجود تھے جو نبوت کے بارگراں کو اٹھا سکتے تھے چنانچہ

ترمذی میں فرمان نبوی موجود ہے کہ لو کان بعدی نبی لکا ن عمر یعنی تقدیر الٰہی میں میرے بعد اگر کسی شخص کو مقام نبوت دیا جانا مقدر ہوتا تو حضرت عمرؓ کو دیا جاتا۔

اس حدیث سے صاف واضح ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد امت محمدیہ میں خدا کے علم و تقدیر کے اندرت کسی نبی کی بعثت مقرر ہی نہیں۔ چنانچہ حضرت عمرؓ جیسے فنا فی الرسول، آنحضرتﷺ کی عکسی تصویر، اور ظل محمد، علیہ السلام (ملاحظہ ہو مرزا صاحب کی کتب فتح اسلام، ازالہ اوہام ص۲۷۱طبع ۲۔ ایام الصلح ص ۳۵) کو محض اسی لئے نبوت نہ دی گئی کہ نبوت ختم ہو چکی تھی۔

اسی طرح ایک اور حدیث میں فرمایا ہے کہ

کا نت بنو اسرا ئیل تسو سھم ا لا نبیا ء کلما ھلك نبی خلفه نبی ولا نبی بعدی سیکو ن خلفاء فیکثرو ن (متفق علیه)

(یعنی بنی اسرائیل میں یہ سلسلہ رہا ہے کہ جب ایک نبی فوت ہوتا اس کا خلیفہ بھی نبی ہوتا مگر میرے بعد ایسا نہیں ہوگا کیونکہ میرے بعد نبی ہی نہیں۔ ہاں خلفاء بکثرت ہوں گے)

اس فرمان نبوی نے تو امت کو ظلی و بروزی بھول بھلیوں سے بچانے کے لئے تصریحاً بتا دیا کہ میرے بعد خلیفے تو بے شک ہوں گے مگر نبی ہرگز نہ ہوگا۔ باوجود اس قدر کھلی کھلی ہدایات کے بھی نہ ماننے والوں نے نہ صرف یہ کہ نہ مانا بلکہ الٹا ان تصریحات نبویہ کو محرف کر کے اجرائے نبوت کا مسئلہ ان سے نکالنے کی کوشش کی۔ چنانچہ خلیفہ صاحب قادیانی (مرزا محمود احمد) نے ان احادیث پر یہ گوہر افشانی فرمائی ہے

ان (احادیث) سے محض اتنا معلوم ہوتا ہے کہ رسول کریمﷺ کی وفات کے معاً بعد کوئی نبی نہ ہوگا ہم اس کے خلاف نہیں کہتے اللہ تعالیٰ نے اس جگہ یہی بیان فرمایا کہ پہلے نبیوں کے بعد جلد ہی ان کی (امتیں خراب؟؟)...ہو جاتی تھیں مگر (یہ) امت ایک ہزار سال کے عرصہ میں خراب ہوگی تو ایک شخص مقام نبوت پر کھڑا ہوگا۔ (ریویو آف ریلیجنز ماہ ستمبر ۱۹۳۸ء ص ۱۱)

جناب معمار کہتے ہیں: ہم نے خلیفہ جی کے اس مضمون کو آگے پیچھے نیچے اوپر ہر طرح سے دیکھا، بخدا ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ ہم نے احادیث نبویہ کو بھی دیکھا جن پر اس وقت گفتگو ہو رہی ہے، ان میں کوئی ایک فقرہ

موجود نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو کہ آنحضرت ﷺ کی امت ایک ہزار سال میں خراب ہو جائے گی تو ایک نبی مبعوث کیا جائے گا۔

نہ معلوم خلیفہ صاحب یہ سطور لکھتے وقت کہاں تھے۔ بہر حال اس میں کچھ راز ہے جسے کھولنا خلیفہ صاحب یا اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلی جنز کا کام ہے۔

رہ گیا یہ امر کہ خلیفہ جی نے اس جگہ لا نبی بعدی کے معنی معاً بعد کئے ہیں، سو اس کے متعلق میرا پہلا سوال خلیفہ صاحب سے یہ ہے کہ آپ تو لا نبی بعدی کے معنی، خاتمہ نبوت، کرتے آئے ہیں یہاں آکر اس ترجمہ کو کیوں چھوڑ دیا؟

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے۔

قارئین کرام! نبی کریم ﷺ نے لفظ لا نبی بعدی اگر چہ متعدد بار فرمایا ہے مگر مضمون ایک ہی ہے۔ خلیفہ صاحب نے اگست ۱۹۳۸ء کے پرچہ میں مسئلہ اجراء نبوت کے راز کو لفظ مبشرات میں مستور بتا کر الفاظ فلا رسول بعدی و لا نبی کی شرح یہ کی تھی:

اگر آنحضرت ﷺ نے یہ بات کھول کر بیان کر دی ہوتی کہ وہ نبوت ختم ہے جو شریعت والی ہے (یا جو) براہ راست ملتی ہے لیکن بغیر شریعت اتباع محمدی میں جاری ہے تو جھوٹے مدعی بھی دعوی کرتے (ص ۴۰) اس لئے یہ نہایت ضروری تھا کہ ان کے ذہنوں میں یہ بات ڈال دی جاتی کہ کوئی نبی نہیں آئے گا۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت اگست ص ۳۹۔)

یعنی لا نبی میں ہر قسم کی نبوت کا بند ہونا مراد ہے

اس کے بعد دوسرا پلٹا کھایا تو ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۳۸ء صفحہ ٦ پر لکھا:

بعدیت سے مراد (نبوت) کا خاتمہ ہے۔

یعنی آنحضرت ﷺ کی نبوت کو ختم کر کے کوئی نبی نہیں آ سکتا۔ تابع شریعت نبی آ سکتا ہے۔ یہ معنی ہیں لا نبی بعدی کے۔

اب یہاں آکر ایک نیا رنگ اختیار کیا ہے کہ بعد سے ، معاً بعد، مراد ہے۔ یعنی آنحضرت ﷺ کی وفات کے ساتھ ہی کوئی نبی نہیں ہو سکتا ہاں کچھ سو سال بعد ہو سکتا ہے

اس کو ڑھ پر کھاج یہ، آگے آنے والا مضمون ہے۔ اس میں یہی خلیفہ صاحب آپ کو پھر یہی کہتے نظر آئیں گے کہ لا نبی بعدی کے معنی خاتمہ نبوت ہی

ہیں، (ریویو آف ریلی جنز اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۱۱) آہ:

صدق رسول الله : اذا لم تستحی فا صنع ما شئت

لفظ بعدی پر چونکہ ہم گذشتہ نمبروں میں کافی بحث کر آئے ہیں اس لئے مزید ضرورت نہیں۔

ہاں یہ بات ہم مکرر عرض کئے دیتے ہیں کہ احادیث زیر نظر کے الفاظ اس تاویل کے قطعاً متحمل نہیں ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے معاً بعد تو خلافت ہوگی مگر کچھ عرصہ بعد نبوت کا دور شروع ہوگا۔ ملاحظہ ہو آپ کے والد صاحب بھی اس امر میں ہمارے ہم نوا ہی ہیں وہ راقم ہیں:

الف: قرآن شریف سے ثابت (ہے) کہ اس امت مرحومہ میں سلسلہ خلافت دائمی کا اسی طور پر قائم ہے جو حضرت موسیٰ کی امت میں تھا صرف اس قدر لفظی فرق رہا کہ اس وقت تائید دین کے لئے نبی آتے تھے اور اب محدث آتے ہیں۔ (شہادۃ القرآن۔ص ۶۱ طبع دوم)

ب۔ بیعت کرنے والے کے لئے ان عقائد کا ہونا ضروری ہے کہ کوئی نئی شریعت اب نہیں آسکتی اور نہ کوئی نیا رسول آسکتا، مگر ولایت اور امامت اور خلافت کی راہیں قیامت تک کھلی ہیں۔ وحی رسالت ختم ہوگئی مگر ولایت امامت خلافت کبھی ختم نہ ہوگی۔ (مکتوب مرزا مندرجہ رسالہ تشحیذ الاذہان نمبر ۱ جلد ۱ ص ۲۳)

ج۔ ہم بھی مدعی نبوت پر لعنت بھیجتے ہیں اور آنحضرت ﷺ کی ختم نبوت پر ایمان رکھتے ہیں اور وحی نبوت نہیں بلکہ ولایت کے ہم قائل ہیں۔

(اشتہار مرزا مندرجہ تبلیغ رسالت۔ ج ۶ ص ۲)

د۔ ہمارے رسول خاتم الانبیاء ہیں۔ بعد آنحضرت ﷺ کے کوئی نبی نہیں آسکتا۔ اس لئے اس شریعت میں نبی کے قائم مقام محدث رکھے گئے ہیں

(شہادۃ القرآن۔ص ۲۸ طبع ۲)

پس ہمارا اور مرزا صاحب کا عقیدہ متعلق ختم نبوت متفق ہے اس کے بعد متبعین مرزا نے جو ایجاد کی وہ ان کی غرض فاسد پر مبنی ہے۔ اس سے ہم متفق نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۲ ص ۶۔۷)

کیا مرزا نے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر دیا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا امت مرزائیہ کو سچ بولنے کی توفیق بخشے۔ آج تک تو ان کی جو تحریر ہم نے دیکھی ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کمالات اور فضائل بیان کئے گئے ہوں وہ ضرور غلط اور پراز کذب وزور (جھوٹ) ہوتی ہے۔ پیغام صلح لاہور ۲۷ مئی ۱۹۳۹ء میں ایک سرخی یوں لکھی ہے:

مرزا صاحب نے فروعی اختلافات کی اہمیت کا خاتمہ کر دیا

اس کے نیچے یہ عبارت مرقوم ہے کہ:

آپ (مرزا قادیانی) کی جماعت میں شیعہ سنی اہل حدیث وغیرہ مختلف فرقوں کے افراد شریک ہوئے وہ اپنے ساتھ فروعی اختلافات بھی لائے لیکن جماعت احمدیہ کے اندر داخل ہوتے ہی ان اختلافات کی اہمیت یکسر زائل ہوگئی۔ (پیغام صلح لاہور ۲۷ مئی ص ۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس بیان کی تردید کرنے کی ضرورت نہیں بلکہ پیغام صلح لاہور سے چند سوال کرنا کافی ہے:

۱۔ کیا مرزا صاحب قادیانی کتاب سرّ الخلافہ جو لکھی ہے وہ شیعوں کیخلاف نہیں ہے

۲۔ کیا قصیدہ اعجازہ مندرجہ کتاب اعجاز احمدی میں مرزا صاحب قادیانی نے شیعوں کو مخاطب کر کے نہیں کوسا۔

۳۔ کیا حکیم نورالدین کو مرزا صاحب قادیانی نے بذریعہ خط یہ حکم نہیں دیا کہ آپ اہل حدیث بننے کی بجائے حنفی بنیں جس کے جواب میں حکیم صاحب نے لکھا تھا

بہ مئے سجادہ رنگین کن گرت پیر مغان گوئد۔ (راقم نورالدین حنفی)

۴۔ کیا مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مرید عبداللہ سنوری (اہل حدیث) کو نماز میں رفع یدین کرنے سے منع نہیں کیا۔

۵۔ کیا مرزا صاحب نے یہ نہیں کہا کہ میں ان خشک وہابیوں سے ہمیشہ متنفر رہا ہوں۔

ایسے حوالہ جات کئی ایک ہیں جو بوقت ضرورت پیش کئے جا سکتے ہیں۔ کیا یہ فروعات کا ترک ہے، یا ان کی اہمیت ہے کہ ایک بہت بڑے اہل حدیث عالم کو (جس کے علم و فضل کا سب نے اعتراف کیا ہے) اس کے پسندیدہ و مختار مذہب (اہل حدیث) سے ہٹا کر اپنے مذہب (حنفی) میں آنے کا حکم دیا۔ ہم اس پر اعتراض نہیں کرتے کیونکہ ہر ایک شخص اپنے مذہب کی طرف دوسروں کو دعوت دینے کا حق رکھتا ہے۔ ہاں اس جگہ ہم پیغام صلح کے اس ادعا کی تردید کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے فروعی اختلافات کو کچھ اہمیت نہیں دی۔

مرزا غلام احمد صاحب خود حنفی تھے اور حنفی بھی تھرڈ کلاس (معمولی درجے کے) جن کا عقیدہ ان کے صاحبزادے (مرزا بشیر احمد) نے سیرۃ المہدی میں یوں لکھا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا ہے کہ:

> مردوں کی روحیں جمعرات کو اپنے گھروں میں آتی ہیں اس لئے اس روز خیرات کرنی چاہیے۔

ایسا حنفی اگر بڑے بڑے علماء کو حنفیت کی دعوت دیتا ہے تو وہ اسی قسم کی حنفیت ہوگی، اندریں حالات کس منہ سے کہا جا سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فروعی اختلافات کو نظر انداز کر دیا۔

ایسا کہنا یقیناً جھوٹ اور خلاف واقعہ ہے۔

علاوہ اس کے ہم پوچھتے ہیں کہ اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب خلافت ثلاثہ کو خلافت راشدہ سمجھتے تھے۔ پھر اگر کوئی غالی شیعہ جو اصحاب ثلاثہ کے حق میں تبرا اور بدگوئی کرنے والا ہوتا تو کیا آپ اس کو اس بدگوئی سے منع نہ کرتے۔ اگر منع کرتے تو فروعی اختلاف نہ مٹتا۔ اگر نہ کرتے تو آپ بدگوئی کے مؤید ٹھہرتے۔ تب تو ان کے حق میں یہ شعر صادق آتا ہے

دو گو نہ رنج و عذاب است جان مجنون را
بلائے صحبت لیلی و فرقت لیلی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی جلد ۳۶ نمبر ۳۳ ۱۳۵۸ھ ص ۵)

مرزا صاحب کی کامیاب وفات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پیغام صلح لاہور کے بڑے بھائی اخبار الفضل قادیان نے بھی اسی قسم کا ایک دل خوش کن افسانہ لکھا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وفات کو کامیاب بتاتے ہوئے مندرجہ ذیل عبارت کو گویا زریں حروف میں لکھ کر اپنے حلقہ بگوشوں کو قابو میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) جب طویل اور کامیاب جدو جہد کے بعد اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو خوش تھے۔ اسلام کی اشاعت کے لئے محکم بنیاد کے رکھے جانے پر مطمئن تھے۔ اسلام کا شاندار مستقبل آپ کے سامنے تھا۔ سب سے پیارے بلانے والے کی آواز پر آپ شاداں وفرحان لبیک کہہ رہے تھے۔ جس طرح ہونہار فرزند اپنے باپ کے مفوضہ کام کو سرانجام دے کر خوش وخرم اس کی جانب آتا ہے، اسی طرح خدا کا یہ مقدس عبد اپنے فرض سے سبکدوش ہوکر اپنے رب کی طرف جارہا تھا۔
>
> (الفضل قادیان ۳۰ مئی ۱۹۳۹ء ص ۵)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ پوچھتے ہیں:

کیا انتقال کے وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو اپنا اشتہار متعلقہ آخری فیصلہ مجریہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء یاد نہ تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ

گفت مرزا مر ثناء اللہ را
میرد اول ہر کہ ملعون خدا است

اگر یاد تھا، اور ضرور یاد تھا، تو انصاف سے کہیے کہ ایسا شخص دنیا سے کیونکر خوش وخرم جا سکتا ہے جس کے مدمقابل کی زندگی اس کے اپنے اعلان کے مطابق اس کے تمام کارناموں پر پانی پھیرتی ہو۔

یہ کہنا جی خوش کرنے کی بات ہے کہ آپ انتقال کے وقت شاداں وفرحاں خدا کی طرف گئے۔

واقعات شہادت دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو وفات کا سخت صدمہ پہنچا ہوگا اور یہ خیال آپ کے لئے سوہان روح کا باعث ہوا ہوگا کہ میرا مد مقابل تو زندہ ہے اور میں سفر آخرت کر رہا ہوں۔ حالانکہ اس فیصلے کی دعا کے متعلق قبولیت کا اعلان خود ہی کر چکے تھے۔ بلکہ اس دعا کی قبولیت کا اعتراف ان کے صاحبزادے (محمود احمد) نے بھی کیا ہوا ہے (تشحیذ الاذہان۔ جولائی ۱۹۰۸ء)۔ اندریں حالات آپ کیونکر دنیا سے شاداں وفرحاں جا سکتے تھے۔ ہمارا خیال ہے کہ مرزا صاحب قادیانی انتقال کے وقت اپنی ناکامی پر نظر کر کے یہ شعر پڑھتے ہوں گے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ ربیع الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۳۳ ص ۵۔۶)

مرزا صاحب کی اسلامی خدمات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی منصب کے مدعی، کسی محکمہ کے افسر، یا فوجی جرنیل کی خدمات صحیحہ وہ ہوتی ہیں جو وہ اپنے الفاظ میں خود ظاہر کرے۔ صلیبی لڑائیوں میں یورپین افواج کا افسر رچرڈ شردل یہ کہہ کر گھر سے نکلا تھا کہ میں بیت المقدس کو فتح کئے بغیر واپس نہ آؤنگا۔ جب وہ اپنے مقصد میں ناکام رہا تو واپسی کے وقت بیت المقدس کی طرف ڈھال رکھ کر چلتا تھا اور کہتا تھا کہ میں مارے شرم کے اس کو دیکھ نہیں سکتا۔

ایسے لوگ قابل تعریف ہوتے ہیں جو اپنی ناکامی پر شرمندہ ہوں، اور خواہ مخواہ کی لن ترانیاں نہ سنائیں۔ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کی حالت اس کے بالکل برخلاف پاتے ہیں۔ آپ اپنے مقصد میں بری طرح فیل ہوئے

چنانچہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو بھی اس کا اعتراف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی جو مقصد لے کر اٹھے تھے، اس کا اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔ بایں ہمہ ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم مرزائی اخباروں میں یہ سرخیاں دیکھتے ہیں:

حضرت مرزا صاحب کا عظیم الشان کام

کام کیا تھا؟ اس کا جواب مولوی محمد علی لاہوری کے الفاظ میں سنیئے۔ آپ نے پیغام صلح ۸ جون سن رواں (۱۹۳۹ء) میں مرزا صاحب قادیانی کے کاموں کی فہرست دس نمبروں میں شمار کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سکھایا کہ

ا۔قرآن شریف، حدیث اور فقہ پر مقدم ہے

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: کبھی کوئی اس سے منکر ہوا ہے۔ احناف نے تو اس کو ایسا اصل الاصول ٹھہرایا کہ صحیح خبر واحد کے ساتھ عموم قرآنی کی تخصیص بھی جائز نہیں سمجھتے۔ ملاحظہ ہوں کتب اصول شاشی وغیرہ۔

مرزا صاحب قادیانی چونکہ حنفی المذہب تھے جس کا ثبوت ہم گزشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں دے چکے ہیں، اس لئے انہوں نے اگر یہی مسلک اختیار کیا تو کوئی جدت نہیں کی۔ ہاں محدثین اور شوافع وغیرھم ایسی جرأت نہیں کرتے تھے بلکہ حتی المقدور قرآن اور حدیث میں تطبیق دینے کی کوشش کیا کرتے تھے۔ کوشش کے باوجود اگر کامیاب نہ ہوتے تو قرآن ہی کو مقدم رکھتے ملاحظہ ہوں کتب اصول حدیث (مقدمہ ابن صلاح وغیرہ)

محدثین کا یہ طرز عمل اس حدیث کے ماتحت تھا جس کے الفاظ یہ ہیں
کلا می لا ینسخ کلا م الله ۔ میرا کلام اللہ کے کلام کو منسوخ نہیں کرسکتا۔

بہرحال یہ دونوں مسلک ابتداء اسلام سے چلے آئے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی نے اس اصول میں کوئی جدت نہیں کی۔ ایسا کہنا محض ناواقفی پر مبنی ہے۔

۲۔اجتہاد کا دروازہ قیامت تک کھلا ہے.. اجرائے اجتہاد کے تو سب قائل ہیں. الخ

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ یہ اصول بھی کتب اہل سنت واہل

حدیث میں مصرح ملتا ہے، کوئی نئی بات نہیں۔ چنانچہ شامی میں لکھا ہے کہ امام ابن ہمام درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے۔

۳۔ قرآن میں ناسخ منسوخ کوئی نہیں

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی نیا خیال نہیں۔ تفسیر کبیر میں ابومسلم اصفہانی اور اس کی جماعت کے اقوال موجود ہیں۔ مگر مرزا صاحب اور ابومسلم نے اس آیت کا جواب نہیں دیا جس میں پیغمبر اسلام کے نجوی (سرگوشی) کرنے سے پہلے صدقہ دینے کا حکم دیا گیا۔ اور پھر اس سے اگلی آیت میں اس حکم کو رفع بھی کر دیا ہے۔ بہرحال یہ بھی کوئی نئی بات نہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب سے پہلے سر سید احمد خان بھی اسی کے قائل تھے جنکا تتبع مرزا صاحب قادیانی نے کیا ہے۔

۴۔ تعلیم اسلام کو وسیع کیا

یعنی یہ بتایا کہ دنیا کی ہر قوم میں خدا کی طرف سے مصلحین آتے رہتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ یہ بھی کوئی بات نہیں۔ دنیائے اسلام کے علمائے متقدمین کے علاوہ علماء ہندوستان کے سر برآوردہ علماء خصوصاً حضرت مجدد سرہندی، مولانا عبید اللہ بنتی صاحب تحفۃ الہند اور مولانا محمد حسین بٹالوی رحمهم الله عليهم اجمعين اسی کے قائل تھے اور کیوں نہ ہوتے جب کہ قرآن میں صاف آیت موجود ہے:

و ان من امّة الا خلا فيها نذير . (پ۲۲ ع۔۵)

(ہر ایک گروہ میں خدا کی طرف سے کوئی سمجھانے والا گذرا ہے)۔

ہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک جدت ضرور کی ہے اور اس میں ان کی اپنی غرض مخفی تھی، جس کے باعث ہم ان کو معذور سمجھتے ہیں۔ غرض یہ تھی کہ آپ کو ہندو قوم کے لئے کرشن بننے کا شوق تھا۔ اور اس کیلئے یہ امر ضروری تھا کہ مرزا صاحب قادیانی، کرشن جی کو منصب رسالت پر فائز بتاتے اور خود ان کا بروز بنتے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔

اس جدت کے ہم بھی قائل ہیں۔ ہم بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو

ہندوؤں کے لئے کرشن کہنے میں کوئی جھجک محسوس نہیں کرتے۔ ہاں یہ ہم نہیں کہہ سکتے کہ ان کی گوپیوں کی تعداد کتنی تھی کیونکہ یہ بتانا اتباع مرزا کا کام ہے۔

۵۔ کفار کا دوزخ سے نکالا جانا

اس کے ذیل میں مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں:

مجدد وقت (مرزا قادیانی) نے اس حقیقت کو ظاہر کیا کہ مشرک اپنے شرک کی اور کافر اپنے کفر کی سزا بھگت کر سب دوزخ سے نکل جائیں گے اس کے لئے آپ نے قرآن کی تصریح ان ربک فعال لما یرید پیش کی۔

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ معلوم نہیں مولوی محمد علی صاحب مفسر قرآن ہو کر علم تفسیر سے اتنے بے خبر کیوں ہیں۔ کتب تفاسیر معالم وغیرہ میں ابن مسعودؓ صحابی کا یہ قول ملتا ہے کہ مشرک، کافر وغیرہ ہمیشہ جہنم میں نہیں رہیں گے۔ ایک وقت آئے گا کہ جہنم خالی ہو جائے گا مرزا صاحب قادیانی نے اس میں کیا جدت دکھائی؟

۶۔ عقل اور مذہب

اس سرخی کے ماتحت مولوی محمد علی لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے بتایا ہے:

مذہب کے اصول کی بنیاد وحی الٰہی پر ہے لیکن اس کے اصول سب عقل کے مطابق ہیں ...مگر اللہ تعالیٰ اور اس کی صفات کو عقل انسانی دریافت نہیں کر سکتی۔

مولانا امرتسری بتاتے ہیں کہ یہ اصول بھی علم کلام میں مصرح ملتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس میں تنزل کر کے کہا ہے کہ خدا کی ذات اور صفات کو عقل انسانی دریافت نہیں کر سکتی۔ یہ بہت بڑی گراوٹ ہے۔ بلکہ قرآنی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ افسوس ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اور مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ نے متکلمین کی محنت سے فائدہ حاصل نہیں کیا۔

۷۔ اسلام اور تلوار

اس کے ذیل میں مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں کہ:

مجدد وقت مرزا صاحب نے قرآن و حدیث کو پیش کر کے دکھایا کہ مذہب میں جبر کوئی نہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کونسا بڑا کام کیا۔ جب قرآن کریم میں صریح آیات موجود ہیں

۱۔ لا اکراہ فی الدین۔ (البقرۃ:۲۵٦)

۲۔ افا نت تکرہ الناس حتی یکو نوا مومنین (یونس:۹۹)

ہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ جدت ضرور دکھائی کہ اسلام کے جس رکن اعظم کے لئے ارشاد نبی کہ الجهاد ما ض الی یوم القیا مة وارد ہوا تھا۔ آپ نے بحیثیت مسیح موعود اس کو منسوخ قرار دیا الی اللہ المشتکی

٨۔ ختم نبوت

اس سرخی کے نیچے مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں؛

مرزا صاحب نے مسئلہ وفات مسیح بیان کر کے ختم نبوت کو پایہ تکمیل تک پہنچایا

مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ واقعی کمال کیا۔ مگر ہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ مرزا غلام احمد صاحب اس بارے میں سرسید احمد مرحوم علی گڑھی کے پیرو تھے۔

ناظرین حیران ہوں گے اور مولوی محمد علی لاہوری کے معلومات میں بھی یہ سن کر اضافہ ہوگا کہ حضرت مسیح کی حیات اور آمد ثانی تو ختم نبوت کے منافی اور مخالف ہو مگر حضرت موسی کی زندگی مخالف نہ ہو جس کے مرزا صاحب قادیانی بھی قائل ہیں۔ اتباع مرزا کو اگر یہ حوالہ یاد نہ ہو، تو دفتر اہل حدیث امرتسر سے پوچھ لیں مگر اس سے پہلے اعلی درجے کے پانچ سیر لڈو بطور تحفہ پیش کریں تا کہ لدھیانہ کے انعامی مباحثہ کی طرح یہ واقعہ بھی تاریخ احمد یہ میں ہمیشہ یادگار رہے۔

۹۔ دجال اور یاجوج ماجوج کا ظہور

مولانا امرتسری لکھتے ہیں کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے دجال اور یاجوج ماجوج کا مصداق نہیں بتایا مگر ہمیں مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں سے معلوم

ہے کہ دجال پادری لوگ اور یاجوج ماجوج انگریز اور روسی ہیں (حمامۃ البشری)۔مگر مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اس عقدے کو حل نہیں کیا کہ جن حدیثوں میں دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر ملتا ہے ان میں صاف مذکور ہے کہ یہ تینوں گروہ مسیح موعود کے ہاتھ سے قتل ہوں گے۔ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دنیا سے چلے گئے مگر پادری لوگ برابر دندناتے پھرتے ہیں حتی کہ

مرزا صاحب قادیانی کے دارالامان قادیان میں بھی پہنچ جاتے ہیں۔

اور یاجوج ماجوج کی زندگی کا کیا ذکر ہے، انکی تو حکومت ہی کے زیر سایہ مرزا صاحب قادیانی نے پرورش پائی اور ترقی کی بلکہ اپنے مریدوں کو ہدایت کی کہ انگریزوں کی حکومت کو اولو ا لا مر منکم کے ماتحت سمجھو۔(ضرورۃ الامام)

کیا اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مرزا غلام احمد کے اتباع اور یاجوج ماجوج ایک ہی برادری سے تعلق رکھتے ہیں جیسا کہ لفظ منکم سے ظاہر ہو رہا ہے۔

۱۰۔سلسلہ نبوت کی صداقت پر گواہی

اس سرخی کے تحت مولوی محمد علی لاہوری فرماتے ہیں کہ:

مجدد وقت (مرزا قادیانی) نے اس حقیقت کو ظاہر فرمایا کہ گو نبوت کا سلسلہ اختتام کو پہنچ گیا مگر کلام الہی کا سلسلہ اس امت میں جاری رہا ہے اور آئندہ بھی قیامت تک جاری رہے گا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

بالکل ٹھیک ہے مگر مرزا غلام احمد قادیانی جس قسم کے خطاب الہی سے مشرف ہونے کے مدعی ہیں اس کی بابت صاف فرماتے ہیں کہ:

مجھ سے پہلے امت محمدیہ میں ایک شخص بھی ایسے مخاطبہ الہی سے مشرف نہیں ہوا۔(حقیقۃ الوحی۔ص ۳۹۱)

معلوم نہیں تیرہ سو سال تک یہ رکاوٹ کیوں رہی؟

ناظرین! یہ ہیں وہ دس خصوصیات جو بقول مولوی محمد علی لاہوری، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں پائی جاتی ہیں جن کی وجہ سے وہ اس مرتبہ جلیلہ تک پہنچ گئے

تھے کہ خدا نے انکو مخاطب کر کے فرمایا کہ :

تیرا تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا ہے۔

ہم سے پوچھو، تو خدا لگتی کہنے سے رک نہیں سکتے

نہ عارض نہ زلف دو تا دیکھتے ہیں
خدا جانے وہ ان میں کیا دیکھتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ص ۵-۶)

مرزا کا اعجاز، بذریعہ طاعون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں

ہماری رائے سے کوئی صاحب متفق ہوں یا نہ ہوں ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ مذہبی گفتگو میں کبھی خاموش نہیں ہوسکتی۔ اس میں بڑا کمال یہ ہے کہ جس بات میں مغلوب ہو، اسی کو اپنے لئے باعث غلبہ بتاتی ہے۔ خاص کر وہ واقعات جن پر کچھ لمبی مدت گذر گئی ہو ان میں تبدیلی کرنا تو ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ آج ہم اس کی کچھ تفصیل بیان کرتے ہیں۔

گذشتہ طاعون کے ایام میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تین پیش گوئیاں کی تھیں۔ ایک قادیان کی حفاظت کے متعلق۔ دوسری اپنے گھر کی حفاظت کے متعلق۔ تیسری عام مریدوں کی حفاظت کے متعلق۔

اخبار الفضل قادیان ۱۸ جون ۱۹۳۹ء میں ان پیش گوئیوں کو مرزا صاحب کی صداقت کا معیار بتایا گیا ہے۔ واہ رے مریدانہ عقیدت مندی۔ مشہور مقولہ :

پیر من خس است اعتقاد من بس است

انہی لوگوں پر صادق آتا ہے۔

قادیان کی حفاظت کے متعلق جو پیش گوئی تھی اس کی تردید تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حقیقۃ الوحی میں خود ہی کردی اور اخبار الفضل نے بھی تسلیم کرلیا کہ

قادیان میں طاعون پڑی تھی۔ (الفضل ۱۸ جون ۱۹۳۹ء ص۳ کالم۳)۔

دوسری پیش گوئی جو اپنے گھر کی حفاظت کے متعلق تھی وہ بھی صراحۃً جھوٹی نکلی جس کو الفضل نے بہت بڑی شریف قوم کی طرح چھپا لیا جس نے دربار رسالت میں آیت رجم کو چھپا لیا تھا۔

مرزا غلام احمد صاحب نے صاف الفاظ میں بتا دیا تھا کہ چار دیواری سے مراد چونے اور اینٹوں کی دیواریں نہیں بلکہ حلقہ ارادت مراد ہے۔ (کشتی نوح)

یعنی میرے مرید جہاں کہیں بھی ہوں وہ میری چار دیواری میں ہیں، وہ طاعون سے محفوظ رہیں گے۔

تیسری پیش گوئی جو عام مریدوں سے متعلق تھی اس کی تکذیب تو ایسی ہوئی کہ مرزا صاحب قادیانی کو اعلان کرنا پڑا کہ ہمارے مریدوں میں سے جو طاعون سے مرے گا وہ شہید ہوگا۔ چنانچہ اخبار بدر قادیان کا اڈیٹر محمد افضل طاعون ہی سے مرا۔ محمد یامین ساکن منصوری بھی طاعون سے مرا۔ اسی طرح اور جگہ امرتسر وغیرہ میں ہوا۔ جب مرزائی لوگ بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی شہادت پانے لگے تو مرزا صاحب نے اخبارات کے ذریعہ اپنے مریدوں کو ان کی جنازہ خوانی کے سلسلہ میں ہدایات جاری کیں کہ: چار پائی سے دور ہٹ کر رہا کرو۔ (فتاوی احمدیہ)

مختصر یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ تینوں پیش گوئیاں حرف غلط کی طرح بالکل غلط ثابت ہوئیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ص۴)

کیا مرزا صاحب عام علماء کی طرح تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں شیخ فریدالدین عطار نے نفس انسانی کے متعلق دو شعر لکھے ہیں جو قابل شنید ہیں۔ شیخ عطار فرماتے ہیں:

چوں شتر مرغ شناس ایں نفس را
نے کشد بارد نہ پرّ و بر ہوا

چوں پر گوئیش گوید اشترم
در نہی بارش بگوید طائرم

یعنی انسان کا نفس امارہ شتر مرغ کی طرح ہے۔ اگر تو اس کو اڑنے کیلئے کہے تو کہتا ہے میں اونٹ ہوں۔ اگر تو اس پر بوجھ لا دے تو کہتا ہوں کہ میں پرندہ ہوں۔

یہ دو شعر متصوفانہ رنگ میں جس مطلب کے لئے کہے گئے ہیں اس میں موزوں ہونے کے علاوہ قادیانی تحریک پر بھی پوری طرح چسپاں ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو یہاں تک بڑھا کر دکھایا گیا ہے کہ انکے فرضی منصب کا انکار بھی کفر قرار دیا گیا (انوار خلافت) اور جب معترضین کی طرف سے مرزا صاحب قادیانی کے اخلاق فاضلہ پر اعتراض ہوتے ہیں، تو جواب میں کہا جاتا ہے کہ آج کل کے علماء بھی تو ایسے ہی ہیں، ان کا کیا منہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی پر اعتراض کریں۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ ۹ جون ۱۹۳۹ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون بعنوان: مصلح اور مامور اخلاقی لحاظ سے بہت بلند ہوتا ہے، شائع ہوا تھا جو دراصل مولوی محمد علی لاہوری کے جواب میں تھا، جنہوں نے یہ دعوی کیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک بہت بلند اخلاق انسان تھے۔

ان کے جواب میں ہم نے مرزا صاحب قادیانی کے اخلاق فاضلہ کا نمونہ دکھایا تھا کہ آپ اپنے مخالفوں کو حرام زادے، یہودی خصلت اور کتے وغیرہ الفاظ سے یاد کرتے تھے۔ پھر بطور دفع دخل مقدر کے ہم نے خود ہی لکھ دیا تھا کہ علماء بھی بعض دفعہ ایسے الفاظ ایک دوسرے کے حق میں لکھ دیا کرتے ہیں یہ کوئی سند نہیں ہے۔ کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب مسیحیت اور مہدویت کے اعلی مرتبے پر فائز ہونے کے مدعی تھے اور ان کے اتباع ان کو اخلاقی حیثیت سے بہت بلند پایہ انسان جانتے ہیں۔

اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل ۱۵ جون میں جو کچھ لکھا گیا ہے وہ بالکل اسی کام کا نمونہ ہے جو دربار رسالت میں ایک شریف قوم نے کیا تھا۔ یعنی الفضل نے ہماری نصف عبارت تو نقل کر دی اور باقی نصف جس میں الفضل کو اصلی جواب دیا گیا تھا حذف کر دی۔ صرف اتنا فقرہ نقل کر دیا کہ:

علماء اسلام نے اگر بداخلاقی کی ہے تو اپنے فعل کے وہ ذمہ دار ہیں

اس سے اگلا فقرہ صاف ہضم کر گیا جسے ہم دوبارہ درج کرتے ہیں۔ہم نے لکھا تھا:

نہ وہ (علماء) مہدی معہود ہیں نہ مسیح موعود، لیکن مہدویت اور مسیحیت کے مدعی کوتو جواب میں بھی بداخلاقی سے کام لینا روانہیں۔

(اہل حدیث امرتسر ۹ جون ص ۶ کالم اول)۔

پہلے فقرے پر بنا کر کے الفضل نے اس اعتراض کو ٹالنا چاہا ہے لیکن دانا جانتے ہیں کہ یہ بھاری پتھر ہٹ نہیں سکتا۔

اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ کھانے پینے میں بے احتیاطی اور بدپرہیزی کا الزام کسی حکیم یا ڈاکٹر پر لگایا جائے اور وہ اس کے جواب میں عوام کی بدپرہیزی کو بطور نظیر پیش کرے تو ہر عقل مند کی نظر میں اسکا جواب غلط ہوگا۔ ایسا شخص شیخ سعدی کا جواب سن رکھے۔آپ فرماتے ہیں کہ بے علم کا غلطی کرنا ایسا ہے جیسے کوئی نہتا آدمی ڈاکوؤں سے لٹ جائے، اور عالم کا غلطی کرنا ایسا ہے جیسا کسی مسلح سپاہی کو راہزن لوٹ لیں۔

فرمان خداوندی هل يستوى الذ ين يعلمون و الذين لا يعلمو ن (۹:۳۹)، مقولہ سعدی کی تصدیق کرتا ہے۔ ہمارے خیال میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تیز زبانی اور بدکلامی کے جواب میں علماء کی بدکلامی کو نظیراً پیش کرنا مرزا صاحب کی توہین کرنے کے مرادف ہے۔ اس کی مثال یہ ہوئی کہ کوتوال شہر چوری کے الزام میں پھنس جائے اور جواب میں کہے کہ میں نے اگر چوری کی ہے تو کیا تعجب ہے، اورلوگ بھی تو کرتے ہیں۔

ناظرین اندازہ کرلیں کہ کوتوال کا یہ جواب صحیح ہوگا ؟

ایسا جواب دیتے ہوئے کیا وہ یہ نہیں سمجھتا کہ شہر کے عوام میں اور مجھ میں بہت فرق ہے۔ وہ اگر ایسے بد اطوار نہ ہوتے تو میں کوتوال بن کر کیوں آتا۔ بحیثیت کوتوال ہونے کے میرا فرض ہے کہ میں لوگوں کو بدکرداری سے روکوں، نہ کہ خود ہی بدکردار بن جاؤں۔

عذر گناہ بدتر از گناہ۔ الفضل نے یہ بھی کہا ہے کہ ابتدا علمائے اسلام نے کی تھی جس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی کو بدکلامی کرنی پڑی۔

ہمارے خیال میں یہ عذر گناہ سے بھی بدتر ہے اس کے جواب میں ہم مرزا

صاحب قادیانی کا ایک سنہرا شعر پیش کرتے ہیں جو سونے اور موتی کی روشنائی سے لکھا جا کر ہر شہر اور ہر قصبہ کے چوکوں میں لٹکائے جانے کے قابل ہے تا کہ دنیا کو معلوم ہو جائے کہ ہمارا پنجابی نبی کس اخلاق کا مالک تھا آپ نجم الہدی میں فرماتے ہیں

ان العدی صاروا خنازیر الفلا
ازواجهم من دونهن الاكلب

یعنی ہمارے دشمن جنگلوں کے سؤر ہیں ان کی بیویاں کتیوں سے بڑھ کر ہیں

مرزا ئیو! مرزا صاحب قادیانی کے دشمن تو موردِ عتاب بنے ہی تھے مگر ان کی بیویوں کے کیا قصور کیا تھا ان کو تو خبر بھی نہ تھی کہ مرزا صاحب قادیانی کون تھے اور کیا کہتے تھے۔ کیا تم لوگ کسی مخالف کی بیوی کی تصنیف بحق مرزا صاحب سبّ وشتم سے بھری ہوئی دکھا سکتے ہو۔ واللہ! ایسے بااخلاق شخص کے حق میں یہ شعر بہت موزوں ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جون ۱۹۳۹ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ص۴،۵)

قادیان سے مرزا قادیانی کے ابطال کی آواز

(شهد شا هد من ا هلها)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ امرأة العزيز نے امر واقعہ کو چھپانے میں بہت کوشش کی، آخر ظاہر ہو ہی گیا۔ اسی طرح امت مرزائیہ مرزا صاحب قادیانی کے غلط دعوی کو صحیح ظاہر کرنے کے لئے بڑی کوشش کرتی ہے لیکن آخر مثال ، حق بر زبان جاری گردد ، اپنا جلوہ دکھا دیتی ہے۔ چنانچہ زلیخا کے حق میں یہ الفاظ قرآنی ہیں کہ جب اس نے اپنے خانگی شاہد کا بیان سنا تو بے ساختہ اس کے منہ سے نکل گیا

الآن حصحص الحق (حقیقت حال کھل گئی واقعی میں قصوروار تھی)

آج ہم قادیانی مقدمے کے متعلق قادیان کے عینی گواہ کی شہادت پیش کر

تے ہیں پھر دیکھیں گے کہ جماعت مرزائیہ خاتون زلیخا کی طرح حصحص الحق کہتی ہے یا نہیں۔

اس شہادت سے پہلے ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی سناتے ہیں مرزا صاحب بارہا کہا کرتے تھے کہ میں اس لئے آیا ہوں کہ مسلمانوں کو دین و دنیا کی ترقی پر پہنچا دوں۔ نہ صرف پہنچاؤں بلکہ دنیا کی تمام قوموں کو ایک مسلمان قوم بنادوں اور یہ بھی فرمایا کرتے تھے اگر مجھ سے کروڑوں نشان ظاہر ہوں اور یہ کام نہ ہو تو میں جھوٹا۔ پھر کیا ہوا؟ قادیان کا خانگی گواہ الفضل اس بارے میں اپنا بیان دیتا ہے جو ناظرین کے سامنے ہم پیش کرتے ہیں:

آج ہر سنجیدہ مسلمان انتہائی افسوس کے ساتھ یہ اقرار کرنے پر مجبور ہے کہ مسلمان کہلانے والوں کی عظمت وشوکت ذلت ونکبت سے بدل گئی ان کے اقبال کا آفتاب غروب ہو گیا اور اب وہ تاریکی وظلمت میں بھٹک رہے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ روشنی کی شعاع ان تک پہنچے۔ مگر افسوس کہ انہوں نے دروازوں کھڑکیوں اور روشن دانوں کو اپنے ہاتھ سے بند کر رکھا ہے۔ نہ وہ ان دروازوں کو کھولتے ہیں نہ شعاع امید انہیں نظر آتی ہے۔

اس بے بسی و بے کسی کی حالت میں جس طرح ہر آسودہ حال جو کسی وجہ سے حوادث روزگار کا شکار ہو جائے اپنی سابقہ دولت وثروت اور آرام وآسائش کی داستانیں سناتا رہتا ہے اسی طرح مسلمانوں کا بھی اب یہی کام رہ گیا ہے کہ وہ اپنے گزشتہ عہد زریں کو یاد کر کے آنسو بہائیں چنانچہ الامان لکھتا ہے:

یورپ کے عروج سے پیشتر کرہ ارض کی سب سے بڑی طاقت اسلام تھی یورپین حکومتیں باب عالی کے نام سے کانپتی تھیں ہندوستان میں جب یورپین پادری ڈاکٹر آئے تو مغلوں کی عظمت وشان کو دیکھ کر دنگ رہ گئے۔ اس زمانہ کا ایران اور وسط ایشیاء کا تاتاری مسلمان بھی دنیا کی ایک بہت بڑی طاقت تھے اس وقت بنی نوع انسان کا احساس تھا کہ تمام کرہ ارض کی لگام مسلمانوں کے ہاتھ میں ہے مسلمانوں کی زبان سے جب صلح وامن کا

لفظ نکلتا تو روئے زمین پر راحت و آرام کے بستر بچھ جاتے مگر جب جنگ کا اعلان ہوتا تو انسانیت کا کلیجہ پھٹ جاتا پہاڑ اور جنگل بید مجنوں کی طرح کانپنے لگتے آج جن ممالک کی عالم میں دھوم مچی ہوئی ہے اس زمانہ میں کسی شخص کو ان کا نام تک معلوم نہ تھا۔ انگریز جو آج دنیا کی سب سے زیادہ ترقی یافتہ قوم سمجھی جاتی ہے وہ خانہ بدوش قبائل کی طرح جنگلوں اور پہاڑوں میں رہتے تھے۔ روس اور جرمنی گمنامی کے گڑھے میں پڑے ہوئے تھے۔ امریکہ زندگی کی صف ہی سے خارج تھا۔ روما کی طاقت بے شک ایک بہت بڑی طاقت تھی، مگر بہادران اسلام کے سامنے اس کی حیثیت ایک پٹے ہوئے مہرے کی سی تھی۔ ہم پہاڑوں کے سامنے آتے تو وہ راستہ خالی کر دیتے تھے ہم سمندروں کی طرف بڑھتے تو موجیں سیلاب اور طوفان پیچھے ہٹ جاتے تھے فتح و کامرانی ہمارے قدم چومتی تھی اور ہم جس ویرانہ میں قدم رکھتے وہ سبزہ زار ہو جاتا۔ (الفضل قادیان ۲۴ جون ۱۹۳۹ء ص ۳)

ناظرین! یہ عبارت ملاحظہ فرمایئے۔ مسلمانوں کی حالت زبوں کا کیسا نقشہ ہے اور پھر اس نقشے کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تشریف آوری سے پہلے نقشے کے ساتھ ملا کر دیکھئے کہ اس سے بدتر ہے یا بہتر۔

جہاں تک ہمارا علم اور حافظہ کام دیتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت سے پہلے مسلمانوں کی حالت بلحاظ سیاست بلحاظ اخلاق بلحاظ مذہب اتنی بری نہ تھی جتنی کہ آج کل ہے۔ دنیا کے ہر گوشے سے آواز آتی ہے کہ

کل کون تھے آج کیا ہو گئے تم
ابھی جاگتے تھے ابھی سو گئے تم

احمدی دوستو! برا نہ منایئے ٹھنڈے دل سے ہمارے سوال کو سنئے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو پیدا ہوئے سو سال ہو گیا، دعوی کئے ساٹھ سال گزر گئے انتقال کئے بھی تیس سال ہو گئے انکے جانشینوں کا زمانہ بھی اچھا ممتد ہوا اور وہ اپنی کارگزاری پر اس کا فخر بھی کرتے ہیں مگر سوال یہ ہے کہ مسلمانوں کی حالت بد سے بہتر کی بجائے بدتر کیوں ہوئی؟

یہ عذر ہرگز قابل قبول نہیں کہ مسلمانوں نے مرزا صاحب کو مانا نہیں ہے۔ مسلمانوں کا ان کو نہ ماننا بھی ان کی ناکامی کی دلیل ہے اگر وہ اپنے دعویٰ میں سچے ہوتے تو مسلمان بھی بلا چون و چرا ان کو مان لیتے۔

آپ لوگ جواب دینے سے پہلے خاتون زلیخا کی راستی کو سامنے رکھا کریں کہ اس بے چاری نے باوجود غلط کار ہونے کے شہادت حقہ کے سامنے اف تک نہیں کی بلکہ کھلے لفظوں میں تسلیم کرلیا کہ

میں جھوٹی میرے دعوے بھی سراسر جھوٹے
تم ہی سچے سہی اس بات کا جھگڑا کیا ہے

مگر تم ہو کہ سیدھی بات کو ٹیڑھا کرتے ہو نہ صرف ٹیڑھا کرتے ہو بلکہ اسے توڑنے کی کوشش کرتے ہو۔ آپ لوگ جو جواب دیں یا عذر پیش کریں اس کو مرزا صاحب قادیانی کی تحریرات کے ساتھ موافق کرلیا کریں ایسا نہ ہو کہ مدعی اور وکیل کے بیانوں میں اختلاف پیدا ہو جائے اور مدعی کو کہنا پڑے کہ

من چہ گوئم وطنبورہ من چہ گوید

سنئے مرزا صاحب قادیانی براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۸۹ پر لکھتے ہیں:

مسیح موعود جب دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو عالم کے تمام اطراف واکناف میں اسلام پھیل جائے گا۔

بتائیے مرزا صاحب کے مسیح موعود ہوکر آنے سے دنیا میں اسلام پھیل گیا یا یہ خواب ہے جو دیکھ رہے ہو یا یہ شیخ چلی کی شادی ہے جس میں پتاشوں کی بارش ہوئی تھی اور حقیقت میں اچھا دل خوش کن خواب ہے جو الفضل نے لکھا ہے کہ ہماری جماعت باوجود تھوڑی ہونے کے دنیا پر چھا گئی ہے۔ کیا اچھا شاعرانہ تخیل ہے۔ کسی شاعر نے اپنا زور بتانے کو کیا اچھا شعر لکھا ہے

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

مختصر یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بایں جمال وکمال شوکت وسطوت تشریف لائے مگر مسلمانان دنیا اسی طرح بلکہ اس سے بدتر قعر مذلت میں پڑے رہے

اوراس قعر مذلت میں گرے ہوئے مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے یہ شعر پڑھ رہے ہیں

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ص ۵-۶)

مناظرہ حیات مسیح دہلوی اور مرزائی غلط بیانی

جناب منشی محمد عبداللہ معمار صاحبؒ امرتسری لکھتے ہیں:

گذشتہ ماہ محرم کے ایام میں مسئلہ حیات مسیح پر شہر دہلی میں مرزائیوں اور جماعت امامیہ دہلی کے درمیان مناظرہ ہوا۔ جس میں مرزائیوں کی طرف سے بابو عمر الدین اور مسلمانوں کی طرف سے مولوی حافظ اسماعیل صاحب مناظر تھے۔

دوران مناظرہ مرزائی نمائندہ نے اپنی کمزوری محسوس کرکے بکمال چالاکی بحث کا رخ پھیرنے کے لئے یہ من گھڑت مطالبہ پیش کر دیا کہ:

جہاں اللہ تعالی فاعل اور انسان مفعول بہ ہو اور توفی باب تفعل سے ہو تو وہاں سوائے موت اور قبض روح کے اور کوئی معنی نہیں ہوتے

اس مضمون کو مرزائیوں نے بعد مناظرہ بصورت اشتہار بھی شائع کیا جس کا جواب ایک غیور اہل حدیث نوجوان خواجہ عبدالرشید صاحب امرتسری حال وارد دہلی کی خواہش پر ہماری طرف سے لکھا گیا، جسے اس مخلص نوجوان نے دہلی میں بصورت اشتہار شائع کر دیا۔ (یہ اشتہار اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۳۹ء میں بھی نقل ہو چکا ہے)

ہم نے اپنے مضمون میں یہ لکھا تھا کہ لفظ توفی کے متعلق جو شرائط اور قیود مرزائیوں نے لگائے ہیں عربی کتب گرامر میں ان شرائط کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ مرزائی لوگ ہم سے اس قسم کے مطالبات کرنے سے پہلے خود اپنے پیش کردہ شرائط کا پتہ کسی معتبر کتاب لغت سے بتائیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا ہے کہ

در بارہ لفظ توفی اتفاق اہل لغت بر ہمیں قاعدہ مستمرہ است

اس عبارت میں مرزا قادیانی نے لفظ تو فی سے متعلقہ قیود کا حوالہ اتفاق اہل لغت پیش کیا ہے مرزائی اہل لغت کے اقوال سے اس کا ثبوت دکھائیں۔

اب چاہیے تو یہ تھا کہ ہمارے مخاطب اس معاملے پر لغت، صرف ونحو کی کسی معتبر کتاب کی عبارت نقل کر دیتے کہ واقعی یہ قاعدہ ہم اہل لغت کا متفقہ ہے مگر افسوس کہ بحکم

رہا ٹیڑھا مثال زلف جاناں
کبھی مرزائی کو سیدھا نہ پایا

ہمارے مخاطب مرزائی نے کجروی اختیار کی ملاحظہ ہو۔ وہ لکھتا ہے :

مولوی عبد اللہ معمار امرتسری نے ایک سو روپیہ کا چیلنج دیا ہے کہ احمدی جماعت اگر کتب لغت سے دکھا دے کہ یہ قاعدہ ہے کہ جب فعل توفی کا فاعل اللہ ہو اور مفعول بہ انسان ہو تو اس کے معنی سوائے موت یا قبض روح کے اور نہیں ہوتے تو میں ایک سو روپیہ انعام دوں گا۔

(پیغام صلح لاہور ۲۷ مئی ۱۹۳۹ء)

ناظرین کرام ! ہماری عبارت جسے ہم نے اوپر نقل کر دیا ہے دوبارہ ملاحظہ فرمالیں ۔ اس عبارت میں ہم نے لفظ توفی سے متعلق مرزائیوں کی پیش کردہ قیود کا حوالہ تو کتب لغت سے بے شک مانگا ہے مگر ایک سو روپیہ انعام کا کوئی ذکر نہیں ۔لہذا ابوعمر الدین کا یہ کھلا ہوا جھوٹ ہے۔

ہم نے ایک سو روپیہ کا انعامی چیلنج جس بارے میں دیا ہے اس کا ذکر آئندہ ہوگا۔

دوسرا جھوٹ اس بارے میں مرزائی مضمون نگار نے یہ بولا ہے کہ :

معمار صاحب کو اپنی کج بحثی پر ناز ہے اور وہ اسپر یک صد روپیہ انعام بھی مقرر کرتے ہیں اور اپنی پاکٹ بک محمدیہ میں بھی اس مطالبہ کو پیش کیا ہوا ہے

محمدیہ پاکٹ بک میں اس مطالبہ کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ خدا جانے ان مرزائیوں کے قلب و روح پر جھوٹ کا اس قدر غلبہ کیسے ہو گیا ہے کہ بڑے میاں سے لے کر چھٹے بھئیوں تک جو بات بھی منہ سے نکالتے ہیں خلاف واقع ہوتی ہے۔ صدق اللہ تعالی : انّ اللہ لا یهدی من هو مسرف كذاب

سنئے صاحب ! ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اہل لغت کے اتفاق سے جو یہ قاعدہ درج کیا ہے کہ خدا فاعل انسان مفعول بہ توفی باب تفعل سے ہو تو معنی سوائے موت وقبض روح کے اور نہیں ہوتے ۔ یہ عبارت کتب لغات عربیہ سے دکھاویں ورنہ سن لیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے (نصرۃ الحق ص ۱۰) لکھا ہوا ہے کہ

لعنت ہے مفتری پہ خدا کی کتاب میں
عزت نہیں ہے ذرہ بھی اس کی جناب میں

رہ گیا ہمارا انعامی چیلنج ۔ سو ہمارے اشتہار کے الفاظ یہ ہیں :

اس آیت (یا عیسی انی متو فیك .. ا لآ یه) میں توفی کے معنی موت کرنا قرآن وحدیث کتب لغت اقوال مرزا صاحب وغیرہ کے صریح خلاف ہیں ، ...توفی کے معنی اس جگہ موت ہو ہی نہیں سکتے ۔ اگر کسی مرزائی میں جرأت ہے تو کر کے دکھائے ایک سو روپیہ کا انعام میری طرف سے اعلان ہے ۔

با بوعمر الدین صاحب ! یہ ہے ہمارا چیلنج ۔ اس کے مطابق اگر آپ میں جرأت ہے تو بسم اللہ ! طبع آزمائی کر دیکھیں ۔

آپ نے لکھا ہے کہ جب چاہو اور جس جگہ چاہو مولانا ثناء اللہ صاحب مولانا خدابخش صاحب مدرس مدرسہ امینیہ دہلی ، اور ایک تیسرے غیر جانبدار ثالث کی موجودگی میں تقریری یا تحریری مناظرہ کر لیں ۔

جس صورت میں آپ کو اپنے پیش کردہ علماء عظام پر اعتماد کلی نہیں ہے اور ایک تیسرے غیر جانبدار کو ثالث بنانے پر زور دے رہے ہو تو اس سے بہتر تو یہی ہے کہ صرف ایک ہی غیر جانب دار کو منصف بنا لیا جائے میرے خیال میں اگر ثالث غیر مسلموں سے ہو تو پھر پنڈت رام چندر صاحب دہلوی موزوں ہیں ۔

لہذا اگر آپ کو منصف کی تجویز پیش کرنے محض فرار مطلوب نہیں ہے تو منظوری کے دستخط بھیجیں ۔ اور آپ چاہیں تو میں احمدیہ بلڈنگ لاہور میں آ جاؤں گا ۔ اس کا اثبات دعوی آپ پر اور ابطال میرے ذمہ ہو گا ۔

بالآخر میری وجدانی پیش گوئی ہے کہ آپ میرے سامنے نہیں آئیں گے ۔ یقیناً نہیں آئیں گے ۔ کیوں ؟

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۵۸ھ ص ۶۔۷)

قادیانی مسیح۔ دجال اور ڈاکٹر بشارت احمد

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں جہاں اور کمالات تھے یہ بھی ایک کمال تھا کہ وہ حدیثیں وضع کر لیتے تھے۔ جس کی مثالیں ہم پہلے کئی دفعہ پیش کر چکے ہیں۔ آج ایک اور واضح مثال پیش کرتے ہیں۔ آپ کا بیان تھا کہ دجال سے مراد ایک شخص نہیں ہے بلکہ گمراہوں کی جماعت مراد ہے۔ آپ کے الفاظ یوں ہیں:

> نسائی نے ابو ہریرہؓ سے دجال کی صفت میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین یلبسون للناس جلود الضأن.. السنتھم احلی عن العسل و قلوبھم قلوب الذیاب یقول اللہ عز و جل أ بی یغترّون ام علیّ یجترء ون۔ الخ۔ آخری زمانہ میں ایک گروہ (دجال) نکلے گا وہ دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے۔ یعنی اپنے مذہب کی اشاعت میں بہت سا مال خرچ کریں گے۔ بھیڑوں کا لباس پہن کر آئیں گے۔ ان کی زبانیں شہد سے زیادہ میٹھی ہوں گی اور دل بھیڑیوں کے ہوں گے۔ الخ۔ (تحفہ گولڑویہ طبع اول۔ ص ۳۷ کا حاشیہ)

اس بیان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دو کمال کئے ہیں۔ ایک یہ کہ حدیثی لفظ کو کمال جرأت سے تبدیل کر دیا یعنی رجال (بالرائے) کو دجال (بالدال) بنا دیا۔ حدیث کی کل صحیح مطبوعہ کتب میں لفظ رجال (بالرائے) لکھا ہے۔ مصر کی مطبوعہ کتب میں بھی لفظ رجال (بالراء) موجود ہے ایسا ہی ہندوستان کی صحیح مطبوعہ کتب حدیث میں لکھا ہے۔

اس حدیث میں دوسرا کمال مرزا غلام احمد صاحب نے یہ کیا ہے کہ دجال جو صیغہ مفرد ہے اس کے معنی گروہ ، کے کئے ہیں۔ خدا بھلا کرے ڈاکٹر بشارت احمد کا جو کبھی کبھی سچ کہہ دیا کرتے ہیں یا بتصرف قدرت ان کے قلم سے سچ نکل جاتا ہے۔ آپ نے حال ہی میں ایک مضمون پیغام صلح ۳ جولائی میں شائع کرایا ہے اس کا ایک فقرہ قابل غور ہے آپ نے اس امر پر بحث کی ہے کہ انبیاء کرام خصوصاً آنحضرت ﷺ نے دجال سے اتنا کیوں ڈرایا ہے۔ فرماتے ہیں:

دجال سے ڈرانے کی جو وجہ تھی وہ اس لفظ دجال کے اندر موجود ہے جو دجل سے مشتق ہے جس کے معنی دھوکہ کے ہیں مبالغہ کا صیغہ ہونے کی وجہ سے دجال کے معنی یہ ہیں کہ وہ دھوکہ دینے میں ایسا کمال رکھتا ہو کہ بڑے بڑے اہل علم اور صاحبان بصیرت چکمہ کھا جائیں گے،

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں

دجال کو مبالغہ کا صیغہ کہنا بالکل صحیح ہے اور یہ بھی صحیح ہے کہ چونکہ یہ صیغہ مبالغے کا ہے اسی لئے مفرد ہے، جمع نہیں ہے۔ جیسے آیہ کریمہ انی لغفار لمن تاب میں غفار مبالغے کا صیغہ مفرد ہے جمع نہیں ہے۔ فعال کا وزن جو مبالغہ کیلئے ہوتا ہے اسکی جمع واؤنون کے ساتھ آتی ہے چنانچہ حدیث میں آیا ہے کہ میرے بعد دجالون کذابون ہونگے قرآن مجید سے بھی اسکا ثبوت ملتا ہے چنانچہ ارشاد ہے: انّ فیھا قوماً جبارین۔ اس آیت میں جبارین، جبار کی جمع ہے جو مبالغے کا صیغہ ہے۔

زیادہ طول دینے کی ضرورت نہیں ادنی طالب علم بھی جانتے ہیں کہ دجال مبالغے کا صیغہ ہے جسکی جمع سالم دجالون (واؤ نون) کے ساتھ آتی ہے اور جمع مکسر دجالہ آتی ہے

احمدی دوستو! اب اس امر میں فیصلہ کرنا آپ کے اختیار میں ہے کہ اس مضمون میں مرزا صاحب قادیانی سچے ہیں یا ڈاکٹر بشارت احمد صاحب؟

نگاہ نکلی نہ دل کی چور زلف عنبریں نکلی
ادھر لا ہاتھ مٹھی کھول یہ چوری یہیں نکلی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ ص ۴۔۵)

خاتم النبیین ۔۱۳

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسری

(یہ سلسلہ خلیفہ محمود احمد صاحب قادیانی کے جواب میں عرصہ سے شروع ہے۔اس سے پہلے ۹ جون ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں بارھویں قسط درج ہوئی۔آج تیرھویں قسط درج ہے۔مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر)

بعثت انبیاء کی غرض وغایت حقوق اللہ وحقوق العباد کا اظہار ہے ایسا کوئی نبی نہیں آیا جس نے کسی نہ کسی شرعی حکم کی تعلیم نہ دی ہو۔مگر اب جب کہ قرآن مجید نے جملہ ضروریات شرعیہ کو پورا کر دیا کسی نبی کی ضرورت نہیں رہی چنانچہ فرمایا الیوم اکملت لکم دینکم ..الآیۃ۔ خلیفہ محمود احمد صاحب لکھتے ہیں:

آیت اکملت لکم سے صرف تشریعی انبیاء کا اختتام ہوسکتا ہے غیر تشریعی انبیاء اب بھی آسکتے ہیں (مفہوم)

جواباً عرض ہے کہ کسی آیت یا حدیث سے اپنے دعویٰ کا ثبوت دیجئے

خلیفہ صاحب کا بڑا سوال یہ ہے کہ:

نبوت ختم ہے تو کیا حکومت بھی ختم ہے وہ بھی تو نعمت ہے (مفہوم)

الجواب:

اس آیت میں اتمام نعمت الٰہی سے مراد الٰہی ختم نبوت ہے مرزا صاحب بھی ایسا ہی لکھتے ہیں (تحفہ ولڑویہ۔ص۳۳ طبع دوم)

ایک اور طرح سے:

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کا ارشاد ہے کہ:

اکملت لکم دینکم میں اشارہ تھا کہ امت محمدیہ میں ملوکیت اور نبوت دونوں ظلی ہوں گی۔میری یہ مراد یہ نہیں کہ ہر مسلمان بادشاہ ظلی ہے بلکہ میری

مراد (موعودہ حکومت سے) اسلامی بادشاہ ہے۔ اسلامی بادشاہ چار ہی ہوئے ہیں ابوبکر عمر عثمان اور علی۔ اور یہ ظلی بادشاہ تھے۔

(ریویو آف ریلی جنز اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۴)

اسی بیان کی بنا پر اگر انعمت علیکم نعمتی سے مراد حکومت و نبوت دونوں ہی لے لیں تو کوئی مشکل باقی نہیں رہتی یعنی نبوت تو آنحضرت ﷺ پر ختم ہو گی اور حکومت موعودہ خلفاء اربعہ پر۔ مرزا جی کے لئے کیا رہ گیا۔ (غلامی کا طوق)

آیت اکمال دین و اتمام نعمت نے خلیفہ صاحب کو کچھ پریشان سا کر رکھا ہے وہ ایک طرف تو لکھتے ہیں کہ اس آیت میں جو اسلامی حکومت موعود ہے وہ خلفاء اربعہ پر ختم ہو چکی ہے مگر دوسری طرف رقم فرماتے ہیں کہ اس آیت سے ثابت ہے کہ امت محمدیہ کو حکومت اور نبوت سے حصہ وافر ملے گا۔ (ریویو آف ریلی جنز اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۴)

کہاں چار خلیفے اور کہاں حصہ وافر، خدا معلوم ہمارے مخاطب کو کیا ہو گیا ہے۔

اسی طرح ایک جگہ لکھتے ہیں کہ:

نعمت کے معنی قرآن نے صرف نبوت نہیں کئے بلکہ حکومت اور نبوت ہیں۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ اکتوبر۔ ۱۹۳۸ء ص ۴)

گویا ان دونوں میں حصر ہے بخلاف اس کے دوسرے مقام پر گویا ہیں کہ نعمت کے معنی قرآن سے اول نبوت دوم حکومت سوم تکمیل شریعت ثابت ہیں ((ریویو آف ریلی جنز اکتوبر۔ ۱۹۳۸ء ص ۵)

آگے چل کر صفحہ ۶ پر خود ہی سورہ نحل کی آیت درج فرمائی ہے و الله جعل لکم مما خلق ظلا لا و جعلکم من الجبا ل اکنا ناً و جعل لکم سرا بیل تقیکم الحر و سرا بیل تقیکم باسکم۔ کذلك یتم نعمته علیکم لعلکم تسلمو ن۔ (النحل: ۸۱) (اللہ ہی نے تمہارے لئے اپنی پیدا کردہ چیزوں میں سے سائے بنائے ہیں۔ اور اسی نے تمہارے لئے پہاڑوں میں غار بنائے ہیں اور اسی نے تمہارے لئے کرتے بنائے ہیں جو تمہیں گرمی سے بچائیں اور ایسے کرتے بھی جو تمہیں لڑائی کے وقت کام آئیں۔ وہ اسی طرح اپنی پوری پوری نعمتیں دے رہا ہے کہ تم حکم بردار بن جاو) جس میں پہاڑوں اور ان کی گھاٹیوں یہاں تک کہ گرم و سرد لباسوں کو بھی یتم نعمته علیکم قرار دیا گیا ہے۔

میں نہیں سمجھتا کہ خلیفہ صاحب کو اس قدر الجھنوں میں پڑنے کی ضرورت ہی کیا تھی؟ شائد اپنی قرآن دانی کا اظہار و اعلان مطلوب تھا۔

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب آپ اجرائے نبوت کے اثبات میں اپنی دماغی قوتوں کو خرچ نہ کریں قرآن و حدیث کے علاوہ خود آپ کے والد (مرزا غلام احمد) صاحب نے قلعہ نبوت کو ایسا سنگین بنا دیا ہے کہ انسانی حربوں سے اسے گرانا ناممکن ہے مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

> میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے کا قائل اور (محض سماعاً نہیں) بلکہ یقین کامل سے جانتا ہوں کہ اور اس بات پر محکم یقین رکھتا ہوں کہ ہمارے نبی ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور آنجناب کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا ہاں محدث آئیں۔ (نشان آسمانی۔ص۳۰)

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب حدیث انی آخر الا نبیاء و مسجدی آخر المساجد کا یہ مطلب بیان کرتے ہیں:

> محدثین اور شراح حدیث نے مسجدی آخر المساجد کی تشریح میں لکھا ہے کہ مراد اس سے یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کی مسجد کے بعد جو مسجدیں بنیں گی وہ حضور کی مسجد کے تابع اور ان کے نقش قدم پر بنیں گی اس تشریح کو مدنظر رکھ کر (حدیث کے) پہلے ٹکڑہ انی آخر الا نبیاء کے معنی صاف ہیں کہ اب جو نبی ہوگا وہ آنحضرت ﷺ کے اتباع میں ہوگا۔
>
> (ریویو آف ریلی جنز۔اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۹)

منشی عبد اللہ صاحب معمار لکھتے ہیں: کیا اچھا ہوتا کہ خلیفہ صاحب ان محدثین و شراح حدیث، کا نام و پتہ بمع حوالہ کتب بیان کرتے جنھوں نے تابع مساجد کا ذکر کیا ہے تا کہ کسی کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا کہ مجھے اس معاملہ میں میاں صاحب (مرزا محمود) کے صادق نہ ہونے کا یقین ہے۔ پھر اگر کسی کے قول میں یہ ذکر مل بھی جائے تو یقیناً خطا ہے خود معلم الکتاب والحکمۃ ﷺ نے دوسرے موقع پر اس کی تشریح بیان فرما دی ہے

انا خاتم الانبیاء و مسجدی خاتم مساجد الانبیاء.

(کنز العمال) میں انبیاء کا خاتم ہوں اور میری مسجد، مساجد کی خاتم ہے۔

لیجئے جناب آپ کا آخری سہارا بھی ٹوٹ گیا۔

رہ رہا کر خلیفہ صاحب ایک اور حیثیت سے کھڑے ہوئے کہ

حدیث میں آیا ہے او تیت جوا مع الکلم جس کے معنی یہ تو ہو نہیں سکتے کہ آنحضرت ﷺ ہر قسم کے انسانی کلمات دیئے گئے۔ لازماً الکلم کے الف لام کو عہد ذہنی مان کر خاص کلمات لئے جائیں گے اور یہی ہم کہتے ہیں کہ آیت خاتم النبیین میں النبیین سے مراد یہ ہے کہ جس قسم کے نبی آنحضرت ﷺ سے پہلے آیا کرتے تھے اس قسم کے اب نہیں آئیں۔ یہ مراد نہیں کہ ہر قسم کی نبوت بند ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز۔اکتوبر ۱۹۳۸ء ص ۱۰)

منشی معمار لکھتے ہیں: میں چاہتا ہوں کہ تحقیقی جواب سے پہلے ایک الزامی جواب دے لوں۔ سب سے پہلے ہم جناب خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب سے یہ دریافت کرتے ہیں کہ آپ کے مذہب میں نبیوں کی کل کتنی قسمیں ہیں جن میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی داخل ہوں۔

مرزا محمود احمد قادیانی کا کہنا ہے:

میں نبیوں کی تین اقسام مانتا ہوں۔ ایک جو شریعت لانے والے ہیں دوسرے جو شریعت تو نہیں لاتے لیکن ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے۔ ایک وہ جو نہ شریعت لاتے ہیں اور نہ ان کو بلا واسطہ نبوت ملتی ہے وہ پہلے نبی کی اتباع سے نبی ہوتے ہیں۔ (القول الفصل۔ص ۱۴)

معمار صاحب پوچھتے ہیں: پہلے نبی کس قسم کے تھے؟

مرزا محمود احمد کا کہنا ہے:

جب ہم انبیاء کے حالات کو دیکھتے ہیں تو وہ مختلف اقسام کے پائے جاتے ہیں بعض ایسے ہیں جو شریعت لائے بعض ایسے ہیں جو شریعت نہیں لائے (حقیقۃ النبوت۔ص ۵۸)

معمار صاحب لکھتے ہیں: مرزا محمود احمد صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے نبی دو قسم کے تھے تشریعی اور غیر تشریعی۔

اب مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات کو دیکھتے ہیں تو ان سے یہ مزید انکشاف ہوتا ہے کہ انبیاء گذشتہ میں ایسے ہزاروں نبی تھے جو حضرت موسیٰ کی اتباع سے نبی تھے چنانچہ لکھا ہے: حضرت موسی کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔ (الحکم قادیان ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ۳)

معمار صاحب لکھتے ہیں: بیانات بالا سے عیاں ہے کہ نبیوں کی کل تین قسمیں ہیں اور گذشتہ نبی انہی تین اقسام پر مشتمل تھے۔

ادھر میاں محمود احمد صاحب لکھتے ہیں کہ آیت خاتم النبیین نے نبوت کی تمام وہ اقسام منقطع قرار دی ہیں جو آنحضرت ﷺ سے قبل رائج تھیں۔

نتیجہ ظاہر ہے۔ مرزا غلام احمد متبع نبی ہونے کے دعوی میں قطعاً کاذب تھے کیونکہ متبع نبی پہلے بھی گذرے ہیں اور آیت خاتم النبیین گذشتہ اقسام نبوت کے بند ہونے پر نص ہے۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مرزائیو! یہ ہے قانون قدرت کا کاذب پاش نظارہ۔

تحقیقی جواب:

مرزا محمود احمد نے لکھا ہے کہ حدیث او تیت جوا مع الکلم میں الف لام عہدی ہے خا تم النبیین کے الف لام کا بھی یہی حال ہے اس کا تحقیقی جواب یہ ہے۔

انبیاء کی بعثت کا مقصد جیسا کہ اوپر لکھا ہے، تبلیغ احکام الٰہی ہے اس لئے ان کا فرمان او تیت جوا مع الکلم ان کے عہدہ کے حسب حال کلمات وحی نبوت دیئے جانے کے معنوں میں لیا جائے گا۔ اس کے خلاف کوئی اور معنی لینے والا عندالمرزا ہی نہیں کل اہل دیانت کے نزدیک غلط کار ہوتا ہے۔

خلاصہ یہ کہ آیت خا تم النبیین کا الف لام بھی اپنے اصطلاحی معنوں میں استغراقی ہے اور او تیت جوا مع الکلم کا بھی استغراقی۔ آنحضرت ﷺ جس طرح جملہ انبیاء کے خاتم ہیں اسی طرح آپ جملہ کلمات نبوت کے بھی جامع ہیں فبطل ما کانوا یا فکون۔ باقی دارد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۳ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ ص ۵-۶)

طاعون کا دفعیہ، مرزا کا نشان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں پنجاب سے طاعون دفع ہونے پر بہت مسرت کا اظہار کیا ہے۔ ہم بھی اس مسرت میں اس کے شریک ہیں۔ گو وجہ مسرت الگ الگ ہے۔ چونکہ ہم نے کہا ہے کہ ہم الفضل کی مسرت میں شریک ہیں اس لئے اس کی اصل عبارت پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> حکومت پنجاب کے محکمہ ہیلتھ ایڈمنسٹریشن کی حال میں ایک رپورٹ شائع ہوئی ہے جو ۳۸۔۱۹۳۷ء کے کوائف پر مشتمل ہے۔ اس میں دیگر امور کے علاوہ طاعون کا بھی ذکر ہے اور لکھا ہے:
>
> ۱۸۹۸ء کے بعد یہ پہلا سال ہے جس میں طاعون کا پنجاب میں کوئی کیس نہیں ہوا۔ یہ الفاظ جہاں پنجاب کے رہنے والوں کے لئے مسرت وانبساط کا موجب ہیں وہاں ان سے حقیقت بھی ظاہر ہے کہ ۱۸۹۸ء سے ۱۹۳۸ء تک طاعون اپنی لرزہ خیز تباہ کاریوں سے بنی نوع انسان کے ایک کثیر حصہ کو لقمہ اجل بنا چکی ہے اور کوئی سال ایسا نہیں گذرا جس میں اس موذی مرض کا مہلک حملہ نہ ہوا ہو۔ صرف ۳۷۔۱۹۳۸ء کو یہ خصوصیت حاصل ہے کہ اس میں طاعون کا کوئی کیس نہیں ہوا۔
>
> گویا چالیس سال کے بعد طاعون سے مخلصی کا صرف ایک سال میسر آیا مگر اور وباؤں نے ابھی تک پیچھا نہیں چھوڑا۔ چالیس سال کوئی معمولی عرصہ نہیں اتنے لمبے اور طویل عرصہ تک لوگوں کا ایک مہلک عذاب میں مبتلا رہنا بالطبع دل میں یہ سوال پیدا کرتا ہے کہ آخر اس کی کیا وجہ ہے۔
>
> لوگ کہتے ہیں کہ غلاظت سے بیماریاں پیدا ہوتی ہیں اور یہ کلیہ بڑی حد تک درست بھی ہے مگر کوئی شخص یہ ثابت نہیں کر سکتا کہ طاعون کی وجہ محض عدم

صفائی تھی اگر عدم صفائی ہی اس کی اصل وجہ ہوتی تو چاہیے تھا صرف وہی لوگ اس کا شکار ہوتے جو غلیظ اور گندے رہتے ،مگر واقعات سے ثابت ہے کہ بڑے بڑے صفائی پسند اور محتاط بھی اس کی نذر ہو گئے ۔

پس اس مرض کی یہ تشخیص صحیح نہیں ۔اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالی نے دنیا کی اصلاح کیلئے اپنا مامور بھیجا۔ اسے قبول کرنے کی بجائے اس کی سخت مخالفت شروع کر دی گئی ۔تب خدا نے عذاب کے رنگ میں طاعون کو مسلط کیا۔جس کی خبر پہلے ہی اس مامور کو دے دی گئی تھی ۔ چنانچہ ابھی طاعون کا پنجاب میں کہیں نام ونشان نہ تھا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے ایک اشتہار شائع فرمایا جس میں لکھا کہ :

میں نے کشفی حالت میں دیکھا ہے خدا تعالی کے ملائکہ پنجاب کے مختلف حصوں میں سیاہ رنگ کے پودے لگا رہے ہیں میں ان سے دریافت کرتا ہوں کہ یہ کیسے پودے ہیں تو وہ جواب دیتے ہیں کہ یہ طاعون کے پودے ہیں جو عنقریب ملک میں پھوٹنے والی ہے۔

اس کشف پر کوئی زیادہ عرصہ نہیں گذرا تھا کہ طاعونی اجرام نمودار ہوئے اور اس دابۃ الارض نے لوگوں کو کاٹنا شروع کر دیا۔ ہر طرف تباہی اور ہلاکت شروع ہوگئی ۔ جو ایک سال نہیں ، دو سال نہیں ،متواتر چالیس سال جاری رہی ۔جس سے ہزاروں گھر ویران ہو گئے ، ہزاروں آبادیاں اجڑ گئیں۔ اس کے ساتھ ہی اس عرصہ میں ہزاروں انسانوں نے خدا تعالی کے مامور حضرت مسیح مووعود (مرزا) کو قبول کیا جن میں سے بہت سے ایسے ہیں جنکے قلوب میں طاعون کے خوفناک سیلاب اور اس کے تباہی خیز طوفان نے خدا تعالی کا خوف پیدا کیا اور وہ حق کے قبول کرنے پر آمادہ ہوئے۔

اب جب کہ خدا تعالی نے محض اپنے فضل اور ذرہ نوازی سے اس عذاب سے اہل پنجاب کو مخلصی بخشی ہے اور اس کے خوف خطر کو دور کر دیا ہے شکر گزار قلوب کا فرض ہے کہ اس فضل اور رحم کے شکرانہ میں اس کے آستانہ پر جھکیں اور اس کے مخلص بندے بننے کی پوری کوشش کریں ۔

(الفضل قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۳۹ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل کی وجہ مسرت تو ناظرین دیکھ چکے، اب ہماری وجہ مسرت بھی ملاحظہ کیجئے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے طاعون کا دفعیہ اپنے اوپر ایمان لانے کو موقوف بتایا تھا۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں یعنی جب تک وہ خدا کے مامور اور رسول (مرزا قادیانی) کو مان نہ لیں تب تک طاعون دور نہ ہوگی۔ (دافع البلاء۔ص ۵)

قادیانی ممبرو! کیا یہ شرط پائی گئی؟ ہم اسکے متعلق کیا سوال کریں۔ اہل منطق کہا کرتے ہیں کہ بدیہی کسی علم کا مسئلہ نہیں ہوتا مگر وہ بدیہی جس پر اہل جدل خواہ مخواہ ظلمت کا پردہ ڈال دیں اس کے متعلق تنبیہ کی جائے تو جائز ہے۔

اسی لئے ہم باجازت اہل منطق آپ سے پوچھتے ہیں کہ کیا قادیان کے سکھوں، آریوں، احراریوں اور دوسرے مسلمانوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو مان لیا ہے؟

پھر قادیان کی تحصیل بٹالہ ہے۔ کیا وہاں کے لوگوں نے آپ کو مان لیا؟

پھر قادیان کا ضلع گورداسپور ہے۔ کیا وہاں کے لوگ مرزا غلام احمد پر ایمان لے آئے گورداسپور کے بعد امرتسر قریب ہے۔ یہاں دفتر اہل حدیث کے سٹاف کو چھوڑ دیجئے جو ازلی مومن ہے، کیا امرتسر کے باقی باشندوں نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مان لیا ہے؟ اہل لاہور جن میں آریہ سماجی اور شیعہ بکثرت ہیں، وہ تو ضرور ہی مرزا صاحب قادیانی کے مومن ہو گئے ہوں گے۔

آہ! کیسی دل خوش کن بھول بھلیاں ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کی مخالفت کا بازار اسی طرح بلکہ پہلے سے زیادہ گرم ہے اور طاعون جو اس جرم کی سزا کے طور پر مرزا صاحب کے منکروں پر نازل ہوا تھا، وہ خود بخود رفع ہو گیا۔

اہل حدیث کی مسرت کی وجہ یہ ہے کہ اس کا سٹاف، اس کا خاندان، اس کا حلقہ احباب، اس کا دائرہ جماعت طاعون سے محفوظ رہا ہے۔ ان کو محفوظ حالت میں

چھوڑ کر طاعون ، خدا حافظ ، کہتا ہوا چلا گیا جس سے یہ نتیجہ نکلا

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۴۔ اگست ۱۹۳۹ء ص ۴۔۵)

علمائے اسلام سے مرزائیوں کے سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قاعدے کی بات ہے کہ ہر ایک فرقہ دوسرے پر وہی سوال بصورت اعتراض پیش کرتا ہے جو خود اس پر وارد نہ ہو۔ لیکن جو اعتراض اس پر بھی وارد ہو، یعنی ایسا سوال جس کا مخاطب وہ خود بھی و دوسروں پر پیش کر کے جواب طلب کرے، تو سمجھا جائے گا کہ اسے خود جواب نہیں آتا، بلکہ وہ چالاکی سے سیکھنا چاہتا ہے۔

آج اسی قسم کے چند سوال اخبار فاروق قادیان سے ہم بطور نمونہ دکھاتے ہیں جو اس کے کسی ناظر نے بغرض جواب اڈیٹر فاروق کے پاس بھیجے ہیں۔ اس نے چالاکی سے ان کو ایسی سرخی کے ماتحت شائع کیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ سوالات اس پر وارد نہیں ہیں بلکہ دیگر فرقوں کے علماء پر وارد ہوتے ہیں چنانچہ عنوان یوں لکھا ہے:

غیر احمدی علماء سے سولہ سوال

نوٹ: اس صحبت میں تو ہم ان سوالوں کے متعلق مرزائی اخبار (فاروق) کی چالاکی کا اظہار کرتے ہیں اس کا جواب آنے کے بعد ہم اصل سوالوں کا جواب دیں گے انشاء اللہ۔ چند سوالوں کا نمونہ درج ذیل ہے:

سوال نمبر ۱۔ مسیح کی پیدائش کا ذکر قرآن شریف میں بطور بشارت کے موجود ہے اور یہ بشارت اس فرشتے کے ذریعہ مریم کے پاس بھیجی گئی جس کے ذریعے تمام انبیاء کے پاس خدا کا پیغام وحی پہنچا کرتا ہے (یعنی جبریلؑ نے

آ کر بشارت دی اور مریم حاملہ ہوئیں دیکھو سورہ مریم۔) اس کے مقابل محمدﷺ کی پیدائش کا ذکر نہ بطور بشارت ہے نہ خرق عادت آپ کی پیدائش دیکھو قرآن از اول تا آخر روایات ضعیفہ قابل اعتبار نہیں۔ پس مسیح افضل ہے محمدﷺ۔ (اخبار فاروق قادیان ۲۱ جولائی ۱۹۳۹ء)

مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں: بتایئے یہ سوال آپ پر وارد نہیں ہوتا۔ اس میں کون سا جملہ ہے جو اسے غیر احمدی علماء سے مخصوص ٹھہراتا ہے۔

سوال نمبر ۲۔ مسیح کی والدہ ماجدہ مریم کی فضیلت علی نساء العالمین قرآن نے بیان کی ہے اور اس کو صدیقہ کا لقب جو انبیاء کو قرآن شریف نے دیا ہے، عطا کیا۔ دیکھو آل عمران رکوع ۵ و مائدہ رکوع ۱۰۔

برخلاف اس کے محمدﷺ کی والدہ کا نام تک قرآن شریف نے نہیں لیا فضیلت علی نساء العالمین ولقب صدیقه تو درکنا۔ بعض مسلمان تو ان کے ایمان دار ہونے کے بھی قائل نہیں۔ اس لحاظ سے بھی ابن مریم افضل ہے ابن آمنہ سے۔ (حوالہ مذکور)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

اس کا جواب بھی خود کیوں نہیں دیتے۔ اس میں غیر احمدی علماء کی کیا خصوصیت ہے۔

سوال نمبر ۳۔ بوقت پیدائش مسیح خارق عادت امور واقعہ ہونا مثلاً نخل ثمر دار، اجرائے چشمہ، نزول ملائکہ برائے تسکین وغیرہ (دیکھو سورہ مریم رکوع ۴) بمقابل اس کے محمدﷺ کی پیدائش کے وقت کوئی خارق عادت امر ظاہر نہیں ہوا۔ اور یہ جو مولود خوان پڑھا کرتے ہیں قابل تسلیم نہیں کیونکہ وہ بر بنا روایات موضوعہ ضعیفہ بیان کرتے ہیں جو بروئے قواعد محدثین روایتاً ودرایتاً قابل پذیرائی نہیں۔ لہذا اس سے بھی مولود (ابن مریم) کی فضیلت مولود (ابن آمنہ) پر ثابت ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: غیر احمدی علماء کی کیا خصوصیت ہے کہ خاص ان سے یہ سوال کیا گیا ہے۔

سوال نمبر ۴۔ مسیح کا تکلم فی المہد و ایتاء کتاب و نبوت بزبان شیر خوارگی دلیل ہے اس کی فضیلت بر جمیع انبیاء پر دیکھو سورہ مریم رکوع ۲
برخلاف اس کے آنحضرت ﷺ کو نبوت و کتاب کے ایسے زمانے میں ملنے کا دعوی ہے جو بلوغ نہیں بلکہ پیرانہ سالی کے قریب ہے جب کہ انسان خوب تجربہ کار ہو چکتا ہے اور ایتاء کتاب و نبوت اور تکلم فی المہد بعالم طفلی تو مسیح کے لئے ہی خاص ہے اس لئے بھی مسیح افضل ہے محمد ﷺ سے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اس سوال کو بھی غیر احمدی علماء سے کیا خصوصیت ہے۔ قرآن مجید کے الفاظ پر سوال ہے جن کو آپ بھی مانتے ہیں۔

سوال نمبر ۵۔ مسیح کا تکلم فی الکہولت یعنی آسمان سے نازل ہو کر بہ سن کہولت کلام کرنا اور بالنبوت نازل ہونا، کیونکہ کہولت کا ایکساں تکلم بیان ہوا ہے جس سے ظاہر ہے کہ کہولت میں بھی تکلم فی النبوت ہوگا۔ اس کے مقابلہ میں آنحضرت ﷺ کے لئے نہ تکلم فی المہد کا ذکر ہے نہ تکلم فی الکھولت کی بشارت۔ اس لئے بھی مسیح افضل ہے محمد ﷺ۔

(فاروق قادیان ۲۱ جولائی ۱۹۳۹ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ اعتراض بھی قرآنی الفاظ پر ہے۔ پھر کیوں خاص غیر احمدی علماء کو مخاطب کیا گیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ پہلے غیر احمدی علمائے اسلام کے ساتھ ان سوالوں کی تخصیص بتائیے یا اعتراف کیجئے کہ ہم نے غیر احمدی علماء سے اس لئے پوچھا ہے کہ ہمیں جواب نہیں آتا۔ جو صورت بھی ہو اس کو صاف الفاظ میں بیان کیجئے تاکہ ہم اس کے مطابق جواب دیں۔ ورنہ سمجھیں گے کہ جس طرح قادیانی مسیح موعود علم منطق نہیں جانتے تھے اسی لئے وہ منطقی مسائل حکیم نورالدین صاحب سے پوچھا کرتے تھے (ملاحظہ ہو خطوط امام) اسی طرح قادیانی اخبارات بھی علمائے اسلام سے جواب سیکھنا چاہتے ہیں دگر ہیچ

نوٹ: جوابات بتانے میں ہمیں بخل نہیں لیکن ہم مسائل کی حیثیت کو ممتاز کرنا چاہتے ہیں اور بس۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ مطابق ۴۔ اگست ۱۹۳۹ء ص ۶)

قادیان کی عظمت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی جماعت بھی عجیب دل و دماغ کی مخلوق ہے۔ اپنے حلقہ کو قابو رکھنا ان کو ایسا آتا ہے کہ یورپ کے مسولینی کو بھی مات کر دیتے ہیں۔ ایک دفعہ اخبار الفضل قادیان نے اپنے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی کرامت یوں لکھی تھی کہ کشمیر کی سیر کو گئے تو ریل سے اترتے ہی سواری مل گئی۔

اب اس سے زیادہ معجزہ لکھا ہے:

قادیان کی عظمت روز افزوں ہے۔ خدا کے فضل اور رحم سے اس میں ریل گاڑی بھی آ گئی۔ (الفضل قادیان ۲۶ جولائی ۱۹۳۹ء ص ۴)

کیا اچھا فضل ہوا کہ بقول اعلیٰ حضرت مسیح قادیان (مرزا)، دجال کا گدھا مدینۃ المسیح میں جا پہنچا۔ ہمارا خیال تھا کہ قادیانی جماعت مقدور بھر اس دجالی گدھے کو روکنے کی کوشش کرے گی مگر تقدیر غالب ہے، آخر وہ کم بخت قادیان میں پہنچ ہی گیا۔ نہ صرف پہنچ ہی گیا، بلکہ ہزاروں حواریانِ مسیح کو مع خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے، اپنے سینہ پر سوار کر کے پہنچاتا ہے۔ جس پر اہل مذاق کو یہ کہنے کا موقع ملتا ہے

یہ کیسا خر دجال ہے کہ امت مسیح
بصد منت بصد خواہش کرایہ دے کے چڑھتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ ص ۶)

قادیان پاک لوگوں کا مقام ہے

اخبار الفضل قادیان بڑے فخر سے لکھتا ہے :

قادیان جسے اللہ تعالی نے اس زمانہ میں ہدایت اور نور کا سرچشمہ بنایا ہے اور اسے اپنے رسول کا تخت گاہ قرار دیا ہے، اس میں بھی ناقص الایمان رہ نہیں سکتا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) بھی فرماتے ہیں :

جیسے روشنی میں سیاہ دل چور نہیں ٹھہر سکتا، ایسے ہی اس مقام میں جو تجلیات و انوار الٰہی کا مرکز ہے، کوئی سیاہ دل خائن بہت مدت تک نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی لئے فرمایا قرآن مجید میں لا یجاورونک فیھا الا قلیلاً (بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء)۔

(الفضل قادیان۔ ۲۳ جولائی ۱۹۳۹ء ص۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں :

یہ اعلان پڑھ کر ہماری توجہ اس طرف گئی کہ قادیان میں سکھ لوگ بڑی تعداد میں ہیں۔ آریہ بھی ہیں، ہندو بھی ہیں۔ ہاں ہاں! احرار بھی جھنڈا گاڑے بیٹھے ہیں۔ سب سے بڑھ کر مصری پاشا اور ان کے ہمراہی بھی دندناتے ہیں۔ پھر کیا یہ سارے لوگ کامل الایمان، مہبط انوار و برکات ہیں۔ دیکھیں الفضل کیا جواب دیتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ ص ۶)

مرزا صاحب کی عمر کا الہام

اور انکے اتباع کیلئے باعث ندامت وطغیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

کہتے ہیں کہ کسی نے جناب جمل (اونٹ) سے کہا آپ کی گردن بڑی ٹیڑھی ہے۔ ممدوح نے جواب دیا کہ یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے ۔

یہی کیفیت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی اور الہاموں کی ہے۔
اور الہامات تو وقتاً فوقتاً ناظرین سنتے رہے ہیں آج ان کی عمر کا الہام اور ان کے اتباع کی پریشانی کا ذکر ناظرین کو سناتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام تھا کہ خدا نے مجھے کہا ہے تیری عمر اسّی (۸۰) سال یا کچھ کم یا زیادہ ہوگی۔اس کی تعیین انہوں نے بہ تفہیم الٰہی ۷۵ سے ۸۵ تک لکھی ہے۔((براہین احمدیہ جلد پنجم)

نوٹ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے کہ خدا تعالی کا حساب قمری مہینوں کا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی) یعنی شمسی اور موسمی حساب انسانوں کی بدعت ہے (دیکھو ریویو آف ریلی جنز قادیان۔جنوری۱۹۰۲ء)

پس ضروری ہے کہ ہم اس الہام خداوندی کی بزبان مرزا تحقیق اور تشریح صرف قمری حساب ہی سے کریں۔بلکہ ہر ایک معیاد زمانی کو جو مرزا صاحب قادیانی کے الہام میں درج ہو،قمری حساب ہی سے شمار کیا کریں۔چاہے مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ آسمانی کی میعاد ہو،یا ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کی۔

پس سنئے اس میں شک نہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا انتقال ربیع الاول ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء ہوا۔اس سے ان کی انتہائی عمر کا تو صاف پتہ چل گیا۔

ابتدائے عمر کا اس سے پتہ چلتا ہے جو آپ نے محل استدلال میں بتایا ہے۔ناظرین جانتے ہیں کہ محل استدلال میں ظن اور تخمین سے کام نہیں لیا جاتا بلکہ یقینیات سے استدلال ہوتا ہے۔

مرزا غلام احمد چونکہ متکلم تھے اور ان کی جماعت متکلمین (مناظرین) کی جماعت ہے اس لئے ان کو بھی یقینیات سے کام لینا چاہیے،تخمینی اور ظنی باتوں سے نہیں۔پس سنئیے:
مرزا غلام احمد قادیانی اپنی مسیحیت کے ثبوت میں دلائل پیش کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

لطیفہ:

چندروز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین ہے ایک یہ بھی منشا ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر

میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھو یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے ہی سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ نام یہ ہے۔ غلام احمد قادیانی۔

اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں، بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵۔۱۸۶ طبع اول)

اس عبارت سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کا سن معلوم ہو گیا۔ اس کے ساتھ یہ فقرہ بھی ملا لیجئے:

یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا تب خدا تعالی نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبہ فتنوں کا چارہ گر ہے اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے۔ پھر اسی زمانہ میں خدا نے میرا نام عیسی بھی رکھا۔

(تریاق القلوب۔ص ۶۸)

یہ دونوں عبارتیں مل کر اپنا مطلب صاف بتا رہی ہیں کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کی ولادت ۱۲۶۱ھ کو ہوئی اور انتقال ۱۳۲۶ھ کو ہوا۔ حسب قانون شمار دونوں طرف سے سالوں میں سے ایک لیں، تو ۶۵ سال اور اگر دونوں بھی لے لیں تو سن ہجری کے حساب سے ۶۶ سال کی عمر ہوتی ہے۔ یہ حساب ایسا صاف ہے حسب قاعدہ علم کلام محل استدلال میں آیا ہے اور اس کی بنا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کشف پر ہے جو کسی طرح قابل تاویل و تحریف نہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۲ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۷۔۸)

عیسائیت اور قادیانیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسرت انگیز پیش گوئی تھی کہ عیسائیت میری وجہ سے دنیا سے مٹ جائے گی اور اس کی جگہ اسلام قائم ہو جائے گا۔

اس پر بار ہا پوچھا گیا کہ عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے یہاں تک کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانے میں عیسائیوں کا شمار ہندوستان میں پانچ لاکھ لکھا تھا، مگر گزشتہ مردم شماری (بابت ۱۹۳۱ء) میں ہندوستان کی مسیحی آبادی ۶۳ لاکھ ہے۔

بایں ہمہ ہمارے جواب میں پیغام صلح میں ایک طویل مضمون نکلا جس میں کہا ہے:

ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں عرض کریں گے کہ حضرت ایدہ اللہ نے جو کچھ ارشاد فرمایا وہ بالکل صحیح ہے۔ اسلام دنیا کے ہر ایک حصہ میں غالب آ رہا ہے۔ حضرت مسیح موعود نے غلبہ اسلام کی جو پیش گوئی فرمائی تھی وہ حرف بحرف پوری ہو رہی ہے ۔... اگر مولوی صاحب کمزوری ایمان یا فقدان بصیرت کی وجہ سے اسلام کو غالب آتے نہ دیکھ سکیں تو اس میں کس کا قصور ہے۔ اندھے کو آفتاب کس طرح نظر آ سکتا ہے؟

اسلام کچھ مقدس و اعلیٰ اصولوں اور پاکیزہ عقاید و تعلیمات کے مجموعہ کا نام ہے کسی خاص قوم جماعت یا جتھے کا نام نہیں ہے۔ اگر یہ اصول اور تعلیمات اور عقائد مقبول ہو رہے ہیں اور دشمنوں اور مخالفوں کا نقطہ نظر اور طرز عمل ان کے متعلق خوش گوار طور پر تبدیل ہو رہا ہے تو پھر ہر ایک انصاف پسند اور حق گو آدمی کو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اسلام غالب آ رہا ہے خواہ مولوی ثناء اللہ صاحب اور ان جیسے دوسرے لاکھ انکار کرتے رہیں۔

واقعات و حقائق کی روشنی میں جو کوئی ذرا آنکھیں کھول کر دیکھے گا اسے

صاف نظر آ جائے گا اسلام روز بروز ترقی کر رہا ہے۔ اس کے اصول مقبول ہو رہے ہیں۔ اسلام کا سب سے بڑا دشمن یورپ اور عیسائیت تھی ۔ یورپ پر سے عیسائیت کی گرفت بہت بڑی حد تک ڈھیلی ہو چکی ہے اس کے برعکس وہ اسلام کے بہت سے اصولوں کو قبول کر چکا ہے۔ اسلام نے یورپ کی ذہنیت ، رجحانات ، معاشرت ضابطہ قوانین وغیرہ ہر ایک چیز پر گہرا اثر ڈالا ہے ۔ اسلام قرآن اور حضرت نبی کریم ﷺ کے متعلق اہل یورپ کا نقطہ نظر حیرت انگیز طور پر تبدیل ہو رہا ہے ۔ اور یہ سب کچھ حضرت مسیح موعود کے علم کلام کی بدولت ہوا ہے ۔ (پیغام صلح لاہور ۲۶ جولائی ۱۹۳۹ء مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۵۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۴۴ ص ۵)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

جواب میں ہم اپنی طرف سے کچھ پیش نہیں کرتے بلکہ اسی اخبار پیغام صلح لاہور سے ایک معزز بزرگ (امیر شکیب ارسلان) کے ایک مضمون کو نقل کرتے ہیں جس کو پیغام صلح نے عربی اخبارات سے ترجمہ کر کے نقل کیا ہے۔ لکھا ہے:

اسلام پر مسیحی مبلغوں کی خطرناک یورش

عربی اخبارات نے حال ہی میں امیر شکیب ارسلان کا ایک اہم مضمون شائع کیا ہے جو عیسائیت اور اسلام کی آویزش اور اس کے نتائج سے تعلق رکھتا ہے

مصر اور دوسرے اسلامی ممالک میں اسلام پر یلغار کرنے والے مسیحی مبلغوں کے خلاف ایک شور مچا ہوا ہے اور ہر زبان ان کی ناروا کاروائیوں اور سازشوں کی شکایت میں مصروف ہے لیکن میں اعتراف کرتا ہوں کہ مجھے اپنی عمر میں آج تک کبھی اتنا تعجب نہیں ہوا جتنا پادریوں کے خلاف مسلمانوں کا جوش وخروش دیکھ کر ہو رہا ہے ۔

آج سے ۴۰ ، ۴۵ سال پہلے جب کہ ہم نوعمر تھے اس وقت بھی ہمارے ملکوں میں یہ پادری موجود تھے، اور اپنے تمام موجودہ ناجائز طریقے ہی استعمال

کرتے رہتے تھے۔ہم برابر سنا کرتے تھے کہ اتنے مسلمان یہاں عیسائی بنا لئے گئے۔مگر ہمیں پہلے کبھی جوش نہیں آیا۔کیا اب پہلی مرتبہ ان پادریوں کی حرکتیں منظر عام پر آئی ہیں کہ ہم اس طرح دفعتاً مشتعل ہو گئے ہیں۔

صرف ایک اکیلے ملک جاوا میں اب تک ایک لاکھ مسلمان عیسائی بن چکے ہیں اس ملک پر ہالینڈ کا قبضہ ہے اور ہالینڈی پادری غریب مسلمانوں کو پوری آزادی سے شکار کرتے رہے ہیں۔

اسی مغرب کے جزائر میں کارڈینل لافیگرے کے ہاتھ پر ہزارہا مسلمان عیسائیت قبول کر چکے ہیں۔ اسی قدر نہیں بلکہ ملک الجزائر میں پورا ایک بربری قبیلہ اور کئی بربری گاؤں اسلام سے نکل کر عیسائیت میں داخل ہو چکے ہیں

ہندوستان میں ہزارہا مسلمان عیسائی بن چکے ہیں اور ان سابق مسلمانوں میں سے پورے دوسو آدمی عیسائیت کے مبلغ بن کر اپنے نئے مذہب کی اشاعت میں مصروف ہیں۔

عیسائی مبلغ مسلمانوں کو عیسائی بنانے میں کتنے کامیاب ہو چکے ہیں اور ہماری غفلتیں کس حد تک پہنچ چکی ہیں اس کی تحقیق کے لئے ہمیں کسی محنت و جستجو کی ضرورت نہیں۔خود پادریوں کی سالانہ رپورٹیں یہ تمام جگر خراش واقعات ہماری آنکھوں کے سامنے پیش کرتی رہتی ہیں۔

خدا کی قسم مجھے اس بات پر تعجب نہیں ہے کہ جاوا، الجزائر، ہند، چین، فلپائن وغیرہ میں عیسائی پادری لاکھوں مسلمانوں کو اپنے مذہب میں داخل کر چکے ہیں، بلکہ اصلی تعجب اس بات پر ہے کہ وہ اب تک کروڑوں مسلمانوں کو مرتد کر دینے میں کیوں کامیاب نہیں ہو گئے حالانکہ وہ اپنی تبلیغی انجمنوں اور اداروں پر سالانہ تیس کروڑ پونڈ تقریباً ساڑھے چار ارب روپئہ صرف کیا کرتے ہیں۔

مسلمان بے حد غریب ہیں اور اپنی غربت کی وجہ سے طرح طرح کے جسمانی امراض کا شکار رہتے ہیں۔ پادریوں کے پاس دولت کے کبھی نہ ختم

ہونے والے خزانے ہیں اور عظیم الشان شفا خانے موجود ہیں پھر حیرت ہوتی ہے کہ وہ اتنی کم کامیابی کیوں حاصل کر سکے۔

لا ریب اگر محمد رسول اللہ ﷺ کا روحانی قلعہ سب قلعوں سے زیادہ مستحکم نہ ہوتا تو پادری اب تک اسلام کا صفایا کر چکے ہوتے کیونکہ انکے پاس کامیابی کے جملہ وسائل موجود ہیں اور اسلام گہری نیند میں خراٹے لے رہا ہے اور اپنی حفاظت پر کوئی ایک پیسہ بھی خرچ نہیں کر رہا ہے۔

محمد رسول اللہ ﷺ نے اپنی پوری امت کی طرف سے پورا پورا جہاد کیا لیکن اس امت نے اپنے ہادی برحق کے احسان کا بدلہ یہ دیا کہ اس کے دین حنیف سے غافل ہوگئی بزدلی اور غفلت کی راہ اختیار کی۔ ہمت کو پیٹھ دکھائی۔ میدان سے بھاگ نکلی اور طے کر لیا کہ محمد رسول اللہ ﷺ کا جی چاہے تو اپنے پروردگار کے ذریعہ اپنے دین کی حفاظت مدافعت اشاعت کریں اور نہ جی چاہے تو چھوڑ دیں ہمیں بھی کوئی پرواہ نہیں۔

لیکن عیسائیوں نے یہ نہیں کیا انہوں نے حضرت مسیح کو اپنے دین کے ساتھ تنہا نہیں چھوڑ دیا بلکہ عیسائی نے اپنا فرض سمجھا کہ دامے درمے سخنے ہر طرح اپنے دین کو ترقی دیتا رہے۔

عیسائی پادری اگر پانچ سو بودھوں کو عیسائی بنالیں ایک ہزار ہندوؤں کو عیسائیت میں داخل کرلیں تو اتنے خوش نہیں ہوتے جتنے ایک مسلمان کو عیسائی بنا کر خوش ہوتے ہیں اور یہ اس لئے کہ عیسائیت کا اصل حریف صرف اسلام ہی ہے اور یہی سبب ہے کہ عیسائی مبلغوں کی سب سے زیادہ قوتیں اسلام ہی کے خلاف صرف ہورہی ہیں ہر سال ان کی عام کانفرنسیں منعقد ہوتی ہیں اور ان میں مسلمانوں کو مرتد بنانے کی نئ نئ اسکیمیں بنائی جاتی ہیں مسلمان یہ سب دیکھتے ہیں اور سنتے ہیں مگر ٹس سے مس نہیں ہوتے تمام دنیا کے مسلمانوں کی حالت اس بارے میں دوسبب سے افسوس ناک ہورہی ہے۔ ایک سبب یہ ہے کہ عام طور پر مسلمان نہایت بزدل ہو گئے ہیں خصوصاً یورپین اقوام کے مقابلہ میں۔ یورپین اقوام کی مسلمانوں

پر ایسی ہیبت طاری ہوگئی ہے کہ سخت حیرت ہوتی ہے اور اس کا کوئی سبب سمجھ میں نہیں آتا۔

دوسرا سبب مسلمانوں کا بخل ہے۔ وہ اپنی جماعتی ضرورتوں پر ایک پیسہ بھی صرف کرنے کے عادی نہیں رہے ہیں۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ان کے تمام کام سخت ابتری میں پڑ گئے ہیں۔ غرضیکہ اس وقت عیسائی مبلغوں کی طرف سے اسلام پر ہر طرف سے جو یلغار ہو رہی ہے اس کی تمام تر ذمہ داری خود مسلمانوں ہی کے سر ہے لہذا مسلمانوں کو چاہیے کہ سب سے پہلے اپنے آپ ہی کو ملامت کریں

و من رعی غنما فی ارض مسبعة
و نام عنها تولی رعیها الاسد

(پیغام صلح لاہور ۲۳۔ اگست ۱۹۳۳ء)

(یہ مضمون ۱۳، اگست ۱۹۳۳ء کے انقلاب میں بھی شائع ہوا ہے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں

بتایئے ۱۹۳۳ء تک جو حملات عیسائیوں کی طرف سے ہوئے اور ان کا جو اثر اسلام اور اہل اسلام پر ہوا جس کا اعتراف امیر شکیب ارسلان اور آپ کو بھی ہے، کیا یہی آپ کے اور آپ کے مسیح موعود کی برکت ہے۔

علاوہ اس کے آپ لوگ یہ بھی نہیں سمجھتے یا سمجھ کر مخلوق خدا کو دھوکا دیتے ہیں کہ یورپ کے عیسائی کیوں اپنے مذہب عیسویت کو چھوڑتے جاتے ہیں؟

اس کا باعث یہ ہے کہ یہ فعل ان کی الحاد پسندی کا نتیجہ ہے، نہ اسلام پسندی کا۔ جس کا بہت سا اثر ہندوستان کی مذہبی دنیا پر بھی ہم دیکھتے ہیں اور آئندہ مزید دیکھنے کا خطرہ ہے چاروں طرف سے یہی آواز آرہی ہے اور آئندہ بھی آتی رہے گی religion is nothing مذہب کوئی چیز نہیں

کیا یہ بھی آپ کے مسیح موعود کی برکت ہے۔ دنیا میں عام طور پر مذہب کی مخالفت ہو رہی ہے اگر کوئی کسی بات کو قبول کرتا ہے تو کسی مذہب کی ہدایت کے ماتحت

نہیں کرتا بلکہ وہ ریشنلزم rationalism, کے ماتحت اپنی قوت فیصلہ سے عقلی طور پر کرتا ہے ....(اہل حدیث کے اصل شمارے میں یہاں دوتین سطور دیمک خوردہ ہیں ،عبارت پڑھی نہیں جاسکی۔ بہاء) اور مرزا غلام احمد کی تحریر وتقریر کی تعریف کرے۔مگر ان کے دعوی کو صحیح نہ سمجھے اور نہ ان کی تصدیق کرے تو کیا آپ اس کو بھی احمدی قرار دیں گے۔اس سوال کا جو جواب ہے واقعات کی رو سے آپ کی مزعومہ ترقی اسلام کا وہی جواب ہے۔

واقعات صحیحہ ہمیں رہنمائی کرتے ہیں کہ مذہب کی پابندی اور عزت دنیا سے اٹھتی جارہی ہے آپ کے مسیح موعود کو پیدا ہوئے آج سو سال ہوتے ہیں جو حالت دوسرے مذاہب کی عموماً اور اسلام کی خصوصاً اس وقت تھی آج اس سے بدرجہا کمزور ہے اور دن بدن کمزور ہوتی جارہی ہے۔

مزے کی بات تو یہ ہے کہ قادیانی مجدد نے دعوی تو بہت بڑا کیا تھا مگر واقعہ یہ ہوا کہ خود ان کی امت میں سے ۹۰ فی صد لوگ بقول پیغام صلح اسلام سے دور جا پڑے ہیں۔ پس آپ تعصب اور حمایت باطل چھوڑ کر واقعات پر نظر کریں تو آپ کو صاف معلوم ہو جائے گا کہ آپ کے مسیح موعود مجدد اعظم (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کی پیش گوئی متعلقہ ترقی اسلام بالکل غلط ثابت ہوئی۔جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اگست ۱۹۳۹ء مطابق ۹ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۵۔۷)

خلافت راشدہ قادیان میں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہور کے بعض اسلامی اخباروں میں اس بات کا ذکر ہوا ہے کہ مسلمانوں میں خلافت راشدہ جیسا نظام قائم ہونا چاہیے۔ادھر قادیان سے آواز آئی کہ ہیں! خلافت راشدہ تو ہمارے ہاں موجود ہے پھر اس کو قائم کرنے کے کیا معنی؟ اخبار الفضل قادیان کے الفاظ اس بارے میں قابل دید وشنید ہیں:

جس طرح نظام خلافت راشدہ خدا تعالی نے قائم کیا تھا اسی طرح اب بھی خدا تعالی ہی ایسا نظام قائم کر سکتا ہے چنانچہ خدا تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مبعوث فرمایا اور آپ کے بعد جماعت احمدیہ میں نظام خلافت راشدہ قائم کر دیا ہے۔ اور اس وقت صفحہ عالم پر سوائے اس نظام خلافت کے کوئی اور ایسا نظام نہیں ہے۔ اسی سے وابستگی مسلمانوں کو دین و دنیا میں کامیاب کر سکتی ہے کیونکہ اس کے ذریعہ خدا تعالی نے نظام خلافت راشدہ کا احیاء فرمایا ہے۔ (الفضل قادیان ۲۳۔ اگست ۱۹۳۹ء ص۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

خلافت راشدہ کے مقابلے میں قادیانی خلافت کو پیش کرنا ایسا ہی ہے جیسے خدائے برحق کے سامنے کسی مصنوعی خدا (عاجز بندے) کو پیش کرنا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مباحثہ میں ایسا واقع ہو چکا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے مضمون میں کہا تھا خدا نے زمین و آسمان وغیرہ سب کچھ بنایا، مسیح بھی اگر خدا ہے تو اس نے کیا بنایا؟

اس پر ڈپٹی آتھم (عیسائی مناظر) نے جواب دیا تھا کہ جو کچھ نظر آتا ہے یہ تو مسیح کا بنایا ہوا ہے، خدا کا بنایا ہوا پیش کرو کہ کیا ہے؟

مسیحی مناظر عبداللہ آتھم پادری کے اس جواب پر حاضرین و ناظرین نے ایک فرمائشی قہقہہ لگایا تھا۔

یہی کیفیت اخبار الفضل قادیان کے اس جواب کی ہے کہ خلافت راشدہ قادیان میں قائم ہے اس کی طرف رجوع کرو۔

اخبار الفضل قادیان نے غالباً خلافت راشدہ کے معنی سمجھے نہیں اور سمجھنا چاہتے بھی نہیں۔ سنیئے! خلافت راشدہ کے معنی ہیں، حکومت باسیاست شرعیہ۔

جس کا ثبوت خلافت صدیقیہ و فاروقیہ میں ملتا ہے کہ ہر قسم کی سزائیں مجرموں کو دی جاتیں۔ عدالت اپنا کام کرتی اور فوج اپنا کام کرتی۔ کفار معاندین سے جہاد کیا جاتا اور دور دور تک اسلام کا جھنڈا لہراتا جس کی تفصیل کی ضرورت نہیں۔

برخلاف اس کے قادیان کی خلافت کیا ہے ؟ ایک ادنی درجے کے مجسٹریٹ کی طرف سے خلیفہ (مرزامحمود احمد) کے نام سمن آتا ہے، تو آپ کچہری میں پہنچتے ہیں اور گھنٹوں تک کھڑے رہ کر بیان دیتے ہیں۔

(خلیفہ صاحب) انگریزی حکومت کی جنگی خدمت کرتے ہیں۔ آدمی دیتے ہیں روپیہ دیتے ہیں۔ پھر اشارةً حکومت سے معاوضہ بھی مانگتے ہیں۔ آپ کی سیاست میں اتنا زور ہے کہ آپ کے مدرسے کا ایک ماسٹر آپ پر سنگین الزامات لگاتا ہے اور قادیان ہی میں دندناتا پھرتا ہے۔ جب آپ کا آدمی کسی پر ہاتھ اٹھاتا ہے تو سزا پاتا ہے۔ آپ اس کی حمایت میں مقدمہ لڑتے ہیں۔ ہائیکورٹ سے گزر کر پریوی کونسل لندن تک پہنچتے ہیں، مگر ناکام واپس آتے ہیں۔ آپ کے آدمی کو پھانسی پر لٹکا دیا جاتا ہے مگر آپ اس کو نہیں چھڑا سکتے۔ آپ کے خلاف کوئی جج فیصلہ کرے، تو اس کی اپیل ہائیکورٹ تک لے جاتے ہیں اور اپنی زمین کا مالیہ رعایا کے عام افراد کی طرح سرکار انگریزی کو دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ اگر آپ کی چٹھی پر ٹکٹ نہ ہو، تو وہ بھی رعایا کی عام چٹھیوں کی طرح بیرنگ ہو جاتی ہے۔ بلکہ آپ کے مسیح موعود (جن کی خلافت کا فخر آپ کو حاصل ہے) کئی کئی گھنٹے بمقدمہ مولوی کرم الدین عدالت میں کھڑے رہتے مگر پانی پینے کی بھی اجازت نہیں ملتی۔ کیا یہ خلافت راشدہ ہے یا غلامانہ حیثیت۔

یہ بھی خوب کہی کہ قادیانی خلافت جیسا کوئی نظام دنیا میں نہیں ہے؟ ایسا کہنے والا یا تو دنیا کے حالات سے واقف نہیں، یا اپنے ناظرین کو دھوکہ دیتا ہے۔

ہم ساری دنیا کا ذکر کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ ہندوستان کی مثالیں ہمارے سامنے ہیں۔ سب سے بڑا نظام سر آغا خان کا ہے جس کے حکم سے کوئی ماتحت سرتابی نہیں کرسکتا۔ بلکہ جان و مال تک قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔

دوسرے درجہ پر بوہروں کا نظام ہے جس کے سرگروہ ملا طاہر الدین بمبئی میں رہتے ہیں

تیسرے درجے پر آپ کے سامنے خاکساری نظام بھی پیدا ہو گیا ہے جو اپنی تعداد آپ کی تعداد سے متجاوز بتاتے ہیں۔

اس کے علاوہ ہر گدی نشین پیر اپنے مریدوں پر حاکمانہ اقتدار رکھتا ہے۔

ہر والی ریاست اپنی رعایا پر مکمل طور پر حکومت کرتا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ ان

سب کو چھوڑ کر قادیانی گدی کو خلافت راشدہ کی مثال سمجھا جائے۔

اخبار الفضل کا قادیانی خلافت کو خلافت راشدہ کہنا غالباً شاعرانہ تخیل ہے جس میں معشوق کو سورج سے تشبیہہ نہیں بلکہ استعارہ کے رنگ میں ہو بہو سورج بنا دیا جاتا ہے جس کی مثال اس شعر میں ملتی ہے

وہ نہ آئیں شب وعدہ تو تعجب کیا ہے
رات کو کس نے ہے خورشید درخشاں دیکھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۷۔۸)

مرزا کی تکذیب اس کے پوتے کے قلم سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے اخبار الفضل میں کبھی معجزانہ شکل میں مرزا غلام احمد صاحب کی تردید کافی نکل جاتی ہے و ھم لا یشعرون۔ انہیں خبر نہیں ہوتی کہ ہم کیا لکھتے ہیں اور کیا اس کا نتیجہ ہے کیونکہ یہ تصرف قدرت ہے۔

ایک مضمون مرزا ظفر احمد بیرسٹر نبیرہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا اخبار الفضل ۲ ستمبر ۱۹۳۹ء میں نکلا ہے جو بظاہر مرزا صاحب کی تائید کی ہے مگر درحقیقت ان کی سخت تردید ہے۔ مضمون چونکہ قابل دید و شنید ہے اس لئے ہم ضروری حصہ انہی کیالفاظ میں نقل کرتے ہیں اور بین القوسین حواشی میں اپنا مافی الضمیر بتاتے ہیں۔

مضمون مذکور کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کے لوگوں میں عموماً اور مسلمانوں میں خصوصاً بہت بڑی خرابی اور کمزوری آ گئی ہے۔ نیز دجال کا بڑا زور ہے اس لئے خدا نے اس زمانے میں ایک ایسا نبی مبعوث کیا جو سوائے نبی اسلام ﷺ کے سب انبیاء سے افضل ہے۔ اس نے آ کر دنیا میں بہت بڑی اصلاح کی۔ یہ ذکر نامہ نگار ہی کے الفاظ میں (مع ہمارے حواشی) سنیئے۔ وھو ہذا۔

موجودہ زمانہ کے مسلمانوں کی حالت

حضرت نبی کریم ﷺ نے اس زمانہ کی بابت فرمایا ہے کہ اس وقت اسلام کا صرف نام ہی نام باقی رہ جائے گا۔ لوگ قرآن کریم پڑھیں گے مگر ان کے گلے سے نیچے نہ اترے گا۔ اور یہ زمانہ روحانیت کے لحاظ سے تاریک ترین زمانہ ہوگا۔ اس وقت علماء جو عام طور پر راہ دکھانے والے ہوتے ہیں سب مخلوق میں سے ذلیل ترین ہوں گے۔ اور خطرناک طور پر فتنہ پرور۔

مگر جب نبی کریم ﷺ یہ بات بیان فرما رہے تھے، صحابہ کرام بہت غمگین ہوئے۔ ان کی یہ حالت دیکھ کر آپ ﷺ نے فرمایا کہ فکر نہ کرو کیونکہ ایسے تیرہ و تار زمانہ میں ایک فارسی النسل کی بعثت مقدر ہے (آج تک یہ مسئلہ بھی علمائے قادیان سے حل نہ ہوسکا کہ مرزا غلام احمد صاحب کس قوم سے ہیں۔ چینی الاصل ہیں یا فارسی الاصل۔

نامہ نگار نے فارسی الاصل لکھا ہے اور مرزا صاحب قادیانی نے خود حقیقۃ الوحی صفحہ ۷۸ میں اپنے آپ کو چینی الاصل لکھا ہے۔ ان دونوں دعووں میں کون سا دعوی سچا ہے۔ ہماری رائے یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کے دونوں دعوی شیخ عطار کے کلام کے مصداق ہیں جو یہ ہے:

چوں شتر مرغے شناس ایں نفس را
نے کشد بار و نہ پرّد بر ہوا
چوں بہ پر گوئیش گوید اشترم
در نہی بارش بگوید طائرم)

ایسا پہلوان کہ اگر ایمان ثریا پر بھی چلا جائے گا تو اسے زمین پر واپس لے آئے گا۔ سو ایسا ہی ہوا۔

دنیا اس قدر تاریک ہوئی کہ اس کی مثال پہلے زمانوں میں نہیں ملتی۔ علماء واقعی بدترین مخلوق بن گئے (قادیان کے یا لاہور کے ؟) اسلام کا نام و نشان نہ رہا۔ اس کی بجائے دنیا پرستی آگئی۔ اور مسلمانوں کی وہ حالت ہو

گئی کہ یہودیوں اور عیسائیوں کو بھی مات کر گئے ۔
غرض مغضوب علیھم بھی بنے اور ضال بھی حتی کہ ہر جگہ ذلیل ہوئے۔ اور انجام کار اپنے مذہب کو چھوڑ کر دوسرے مذاہب میں شامل ہونے لگے۔صرف ایک دو نہیں بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں کی تعداد میں ۔ اور پھر مغربیت کی کچھ ایسی رو آئی کہ رہا سہا اسلام بھی رخصت ہوا ۔اور شرم و حیا کے تمام پردے چاک ہو گئے ۔اب یہ حالت ہے کہ شراب اور سور کھائے بغیر ان میں سے بہتوں کے خیال میں انسان ماڈرن نہیں کہلا سکتا۔اور جب تک کھلے منہ بے پردہ غیر مردوں سے ان کی عورتیں نہ ملیں وہ تعلیم یافتہ نہیں سمجھے جا سکتے۔اور سب سے بڑھ کر یہ کہ قرآن کریم ، اللہ تعالی ، نیز اس کے رسول کی بابت جب تک برے الفاظ نہ استعمال کریں،تب تک یہ لوگ فیشن ایبل نہیں ہو سکتے۔ان لوگوں کی حالت اس قدر گر گئی ہے کہ میں نے اپنی آنکھوں سے ایسے لوگوں کو رمضان کے آخری عشرہ میں شراب پیتے دیکھا ہے جن کو نجیب الطرفین ہونے کا فخر ہے جب ان لوگوں کی یہ حالت ہے تو عوام کا تو کہنا ہی کیا (جب یہ حالت ہے تو مرزا صاحب نے آ کر کیا اصلاح کی)

قصہ مختصر یہ کہ مسلمانوں کی حالت بد ہی نہیں، بلکہ بدتر ہے ۔زبانیں بہت چلتی ہیں مگر عمل کچھ نہیں (اس کے مقابلے میں مرزا صاحب کا دعوی دیکھئے کہ : میں اس لئے آیا ہوں کہ مسلمانوں کو اصلی معنوں میں متقی بنا دوں الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰۔ بقول مرزا ظفر احمد، مسیح موعود کے آنے کے بعد بھی مسلمان بدتر ہیں ۔کیا ان پر یہ مثل صادق نہ آئے گی کہ : تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا)

ظلمت میں روشنی کی کرن

یہ سب کچھ ازل سے مقدر تھا۔اور آنحضرت ﷺ نے ان فتنوں کی خبر دے رکھی تھی ۔اس لئے ان فتنوں کا ظہور ضروری تھا۔مگر مایوسی کی کوئی وجہ نہیں ۔ اس قسم کے حالات کے ساتھ ہی ساتھ نبی کریم ﷺ نے جو بشارت دی تھی کہ مسیح موعود آئے گا وہ بھی پوری ہوئی ۔اور آج حضرت مسیح موعود (قادیانی)

کومبعوث ہوئے ۵۰ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا مگر ناعاقبت اندیش لوگ ابھی تک سوئے پڑے ہیں ۔

(یہ نقشہ بالکل صحیح ہے اور واقعی رونے کا مقام ہے کہ مسیح موعود آ ءے اور چلے گئے مگر مسلمان اسی حالت میں رہے بلکہ اس سے بدتر حالت میں مبتلا ہو گئے ،تو کون کہے گا کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے دعاوی میں پاس ہو گئے۔اس لئے اگر ہم مرزا صاحب کو ایک بہت بڑی شخصیت کے بادشاہ سے تشبیہ دیں تو بے جا نہ ہوگا۔

اقوام یورپ کو گیارھویں صدی میں جب بیت المقدس فتح کرنے کا جنون ہوا تھا تو ان کی افواج کا کماندار شیر دل رچرڈ شاہ انگلستان بنا تھا جو اس دعوی کے ساتھ گیا تھا کہ ہم صلاح الدین سے بیت المقدس چھین لیں گے مگر تکبر کا برا ہوا ،۔نتیجہ یہ ہوا کہ رچرڈ شکست کھا کر واپس آیا تو اپنی ڈھال سے بیت المقدس کو نظروں سے چھپا کر چلتا تھا اور کہتا تھا کہ میں مارے شرم کے ادھر منہ نہیں کر سکتا۔

ہم کہتے ہیں کہ یہ بھی ایک بہادرانہ کام ہے کہ اپنی شکست تسلیم کر لی لیکن مرزا صاحب اور ان کے اتباع اس وصف سے بھی محروم ہیں کہ وہ اپنی کمزوری کا اعتراف کریں دعوی اتنا بڑا کہ میں کل دنیا میں ایک مذہب اسلام قائم کرونگا۔(چشمہ معرفت ص۸۲)۔مسلمانوں کو کامل متقی بنادونگا۔مگر ثبوت یہ ہے کہ آج ان کے نبیرہ صاحب کو اعتراف کرنا پڑا کہ :

آج مسلمانوں کی حالت بد سے بدتر ہوگئی ہے اور ابھی تک سوئے پڑے ہیں ۔احمدی دوستو! کیا ہمارا یہ کہنا بے جا ہے کہ :

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا۔ نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا)....

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو قرآن کریم کے ذریعہ وہ روحانی معارف دیئے گئے جو پہلے کسی نبی کو نہیں دیئے گئے ۔سوائے حضرت نبی کریم ﷺ کے ۔اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے علماء زمانہ کو کھلا چیلنج دیا کہ وہ قرآن کریم کی تفسیر نویسی میں مقابلہ کر لیں مگر کیا کوئی مقابلہ کر سکا (غالبًا صاحبزادہ صاحب ان دنوں ابھی پیدا ہی نہیں ہوئے تھے کہ جب مرزا غلام احمد صاحب کی دعوت پر مقابلے میں تفسیر نویسی کے لئے پیر مہر علی صاحب گولڑوی مرحوم اور یہ خاکسار مع دیگر علمائے اہل حدیث واحناف کے لاہور پہنچے تھے،مگر مرزا صاحب قادیانی باوجود دعوت دینے

اور اطلاع پانے کے مقابلے پر نہ آئے۔جس پر لوگوں نے یہ شعر پڑھا تھا:
زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان۔ کنجے گرفت وترس خدا را بہانہ ساخت)
غرض آپ نے ہر ایک کو مقابلہ میں بلایا مگر کوئی نہ آیا اور آپ نے خدمت اسلام اور خدمت قرآن کے لئے ۷۰ سے زیادہ کتابیں عربی اردو اور فارسی میں لکھیں (ستر سے زیادہ کتابیں تو اسلام کی تائید میں لکھیں اور جو پچاس الماریاں بھرنے والی کتابیں انگریزی حکومت کی تائید میں لکھیں ان کا شمار کیا ہے۔یا پچاس الماریاں بھرنے والی یہی کتابیں ہیں ذرا ان دونوں مضامین کے متعلق تصانیف مرزا کی فہرست الگ الگ شائع کر دیجئے۔ ہمارا دعوی ہے کہ مرزا صاحب کی ایک کتاب بھی خالص اسلام کی تائید میں نہیں ہے ہر ایک میں ان کا اپنا حصہ انگریزوں کی خوش آمد اور علماء کو گالیاں بھری پڑی ہیں بڑی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے اس کو بھی اگر بنظر انصاف دیکھا جائے تو جو کچھ ادھورا بھدورا مضمون ہے اس میں بھی اپنی ہی بڑائی ہے۔تفصیل کیلئے دیکھئے ہمارا رسالہ علم کلام مرزا)
اور دوبارہ قرآن کو زندگی بخشی۔ایک وہ بھی زمانہ تھا کہ عیسائی اور آریہ بڑی دیدہ دلیری سے اسلام پر اعتراض کرتے تھے مگر آج وہ دن ہے کہ کسی کو اسلام کے خلاف کچھ کہنے کی جرأت نہیں (اللہ اکبر! کس قدر تعلیٰ یا زمانے کے حالات سے بے خبری ہے کیا قادیانیوں کی نظر سے مخالفین کی تحریریں نہیں گزریں۔شائد اسلئے کہ وہ انکے جواب دہ نہیں ہیں، خاموش رہتے ہیں۔آریوں کی طرف سے تاہنوز کتاب رنگیلا رسول قادیان میں نہیں پہنچی؟ عیسائیوں کی طرف سے تازہ کتاب اثبات التثلیث نہیں پہنچی؟ جس میں خود قادیان کے ایک مصنف کی تردید بھی ہے اسکے علاوہ مسیحی اور آریہ اخباروں میں برابر تردیدی مضامین نکل رہے ہیں مگر قادیانی اخباروں کے کانوں پر جوں نہیں رینگتی)

خلاصہ کلام جتنے الہامات پیش کئے گئے ہیں اگر ان پر علیحدہ علیحدہ بحث کی جائے تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا اسلئے ان کی ان کی تشریح وتوضیح قارئین کے ذوق سلیم پر چھوڑ دی گئی ہے۔خلاصہ یہ کہ ان سب الہامات سے ثابت ہوتا ہے کہ آپ کا درجہ حضرت رسول مقبول ﷺ کے سوا باقی تمام انبیاء سے بالا ہے۔

(رسول مقبول ﷺ سے کم درجہ بتانا بھی ایک چال ہے تاکہ مسلمان بہت زیادہ بھڑک نہ جائیں ورنہ مرزا صاحب کا قول تو یہ ہے کہ ان کو وہ درجہ حاصل ہوا تھا جو نہ کسی سابق نبی کو حاصل ہوا نہ رسول کریم ﷺ کو حاصل ہوا۔ اس کا ثبوت قادیانی اور لاہوری مرزائیو کان کھول کر سنو۔ تم لوگ تو مرزا صاحب کے ادعائے نبوت پر جنگ زرگری کی طرح بحث کرتے ہو ہم سے پوچھو مرزا صاحب کے دعوی کے مقابلے پر دعوی نبوت کوئی چیز نہیں۔ کیا تم نے پڑھا نہیں یا سمجھا نہیں کہ مرزا صاحب اپنی شان رفیع کن لفظوں میں بتاتے ہیں۔

۱۔ میرا تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۹)۔،

۲ . انّ قد می علی منارة ختم علیها کل رفعة ۔ (خطبہ الہامیہ ص ۳۵۔)

یہ دوحوالے تو آپ کی شان رفیع بشکل رسالت بتانے کو کافی ہیں ایک اور حوالہ سنیئے جو ان سے بھی بڑھ کر ہے۔

۳ . انّما امر ك ا ذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکو ن . (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)۔

اے مرزا، تو جس بات کا ارادہ کرتا ہے تو وہ تیرے حکم سے فی الفور ہو جاتی ہے۔

اہل قادیان کو طائفہ غالیہ کہنے والے لاہوریوں! ان غالیوں سے تو ہم نہیں پوچھتے آپ لوگوں سے پوچھتے ہیں جو کچھ اس عبارت سے مفہوم ہوتا ہے، کسی نبی نے ایسا دعوی کیا تھا؟ بہاء اللہ ایرانی کو خدائی کا مدعی بتانے والے لاہوری ممبرو! اس قسم کی نص صریح بہاء اللہ نے بھی اپنی نسبت کہی تھی جو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حق میں کہی ہے؟ قرآن مجید دیکھنے سے یہ پتہ ضرور چلتا ہے کہ ایسے دعوے کا مدعی مصر میں ایک شخص ہوا ہے۔ اب یہ فیصلہ کرنا تمہارے ہاتھ میں ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعووں کی حیثیت سے کیا رتبہ رکھتے تھے۔ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ کہیں گے

نہ شعلہ میں یہ کرشمہ نہ برق میں یہ ادا۔ کوئی بتائے کہ وہ شوخ تندخو کیا ہے)

اور ہونا بھی چاہیے کیونکہ جس فتنہ کے دور کرنے کے لئے آپکو بھیجا گیا ہے، اس سے بڑا فتنہ پہلے کبھی پیدا نہیں ہوا۔ یہی وجہ ہے کہ اس کی خبر پہلے تمام انبیاء دیتے آئے

(یہاں آپ کا اشارہ دجال کی طرف ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہر نبی نے دجال سے ڈرایا، مگر بقول مرزا غلام احمد صاحب وہ دجال موعود پادری اور انگریز ہیں اور ان کا گدھا ریل گاڑی ہے۔

پس مطلع صاف ہے کہ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ کیا مسیح موعود مرزا نے اپنے مزعومہ دجال موعود کو قتل کر کے فنا کر دیا اور اس کے گدھے کو کم سے کم کسی طویلے میں محبوس کر دیا؟ جہاں تک واقعات کی شہادت ہے کچھ نہیں کیا۔ ہاں کیا تو یہ کہ خود اس پر سوار ہوتے رہے اور ان کے جانشین اب بھی ہوتے ہیں جس ہر کسی اہل دل نے کیا خوب کہا ہے

یہ کیسا خر دجال ہے کہ عیسی بہ جمع خود۔ بصدمنت بصد خواہش کرایہ دے کے چڑھتا ہے

مختصر یہ ہے کہ جن خرابیوں کو دور کرنے کے لئے مسیح موعود کو آنا تھا وہ خرابیاں پہلے کی نسبت زیادہ ہیں اور مسیح موعود کو گئے ہوئے تیس سال سے زیادہ گزر گئے جس پر یہ آواز آرہی ہے :

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے)۔(الفضل قادیان ۲ستمبر ۱۹۳۹ء)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۳۰ رجب ۱۳۵۸ھ ص ۶۔۸)

امت محمدیہ اور جماعت احمدیہ میں کونسا اختلاف ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت احمدیہ سے ہماری مراد اتباع مرزا قادیانی ہیں اور وہ دوحصوں میں منقسم ہیں ۔ایک بڑی جماعت (نوے فی صد) قادیانی جماعت ہے، دوسری جماعت (قریباً دس فی صد) لاہوری جماعت ہے ۔

پہلی جماعت تو صاف لفظوں میں کہتی ہے کہ عام مسلمانوں سے ہمارا اختلاف اصولی ہے۔خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) اپنی کتاب انوار خلافت میں صاف لکھتے ہیں کہ باقی مسلمانوں سے ہمارا اختلاف اصولی رنگ میں ہے۔ وہ اصول یہ ہے کہ ہم ایک نبی (مرزا قادیانی) کے قائل ہیں اور دوسرے مسلمان اس سے منکر ہیں اس لئے کافر ہیں ۔ ہم اس صاف گوئی کی داد دینے کے بعد خلیفہ صاحب (مرزامحموداحمد) اور ان کے اتباع سے سوال کرتے ہیں کہ صادق نبی کا انکار اگر کفر ہے تو یہ کفر بلحاظ سلب رسالت ہے یا بلحاظ سلب صلاحیت؟ یعنی کوئی شخص کسی سچے نبی کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہوجاتا ہے یا کافر ہونے کے لئے اس کی صلاحیت کا انکار بھی ضروری ہے ۔اس

کی مثال یہ ہے کہ کوئی یہودی حضرت عیسیٰ کو ایک صالح اور پرہیز گار شخص سمجھتا ہے مگر رسول نہیں مانتا، ایسا شخص کافر ہے یا نہیں؟

منطقی اصطلاح میں یوں سمجھئے کہ نبی قضیہ مشروطہ عامہ کا موضوع ہے ضروریہ کا نہیں ہے۔ مشروطہ عامہ میں موضوع سے سلبِ وصف کرنا حکم کا ابطال ہے۔

پس اب سوال یہ ہے کہ آپ کے لاہوری برادران جو مرزا غلام احمد صاحب سے اس نبوت کو مسلوب کرتے ہیں جس کو صلب کرنے سے آپ نے عام مسلمانوں کو کافر قرار دیا ہے وہ بھی کافر ہیں یا نہیں؟

صاف فتویٰ دیجئے اور بحکم خداوندی اذا قلتم فا عدلوا و لو کا ن ذا قربی ۔عدل وانصاف سے بات کیجئے۔

خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ اصل بات جس کیلئے ہم نے یہ سرخی قائم کی ہے وہ آگے آتی ہے۔

مولوی محمد علی لاہوری نے اپنی ایک تحریر میں اس مسئلے پر روشنی ڈالی ہے کہ ہمارا اختلاف عام مسلمانوں سے اصولی نہیں بلکہ فروعی ہے۔ اس ساری تحریر سے مقصود اپنے حق میں مسلمانوں کے تشدد کو نرم کرنا ہے۔ مولوی صاحب کے اس مقصد کو ہم مبارک سمجھتے ہیں مگر ساتھ ہی تصویر کا دوسرا رخ بھی دکھا کر مطلع کو روشن کرنا چاہتے ہیں۔ پہلے مولوی محمد علی صاحب کے الفاظ ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں جو یہ ہیں؛

گروہ اول یعنی عام مسلمانوں سے خطاب۔

> گروہ اول کو تو میں کہتا ہوں کہ اگر ایک کافر لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کے اقرار سے مسلمان ہوسکتا ہے اور آپ لوگ بھی قادیانی جماعت کی طرح کلمہ کے عملاً منسوخ ہونے کے قائل نہیں تو ہم دن رات اس کلمہ کا اقرار کرتے اور اس پر سچے دل سے ایمان لاتے ہیں اور اگر صحیح حدیث کی رو سے جو شخص قبلہ کی طرف منہ کر کے مسلمانوں کی نماز پڑھے اس کے مسلمان ہونے کا عہد اللہ اور رسول نے دیا ہے تو ہماری مسجدیں قبلہ رخ بھی ہیں اور ہماری نماز بھی مسلمانوں کی نماز ہے۔ یہ مشاہدہ کی بات ہے جو چاہے دیکھ لے اور اگر آنحضرت ﷺ پر نبوت کو ختم ماننا مسلمان کے لئے ضروری ہے تو ہم آپ

کے بعد نہ قادیانیوں کی طرح نئے نبی کے قائل ہیں اور نہ آپ کی طرح پرانے نبی کے آنے کے قائل ہیں اور صحیح معنی میں نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم یقین کرتے ہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰۔اگست ۱۹۳۹ء ص۲)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: اگر آپ کا یہ بیان صحیح ہے تو پھر آپ جمہور اہل اسلام (منکرین مرزا قادیانی) کے پیچھے نماز کیوں نہیں پڑھتے۔ اگر یہ عذر کیا جائے کہ وہ لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کافر کہتے ہیں جو درحقیقت کافر نہیں ہیں اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ جو شخص کسی مومن کو کافر کہے تو کفر خود اسی پر لوٹ آتا ہے اسی لئے جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کی تکفیر کے قائل ہیں مولوی محمد علی لاہوری ان کو قابل امامت نہیں سمجھتے۔

اس کا تحقیقی جواب اہل حدیث میں بارہا دیا گیا ہے۔ آج ہم پھر وہی جواب بالاختصار پیش کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف اور انکے اتباع اگر دلی توجہ سے سنیں گے تو فائدہ اٹھالیں گے ورنہ خدا کے ہاں جواب دہ ٹھہریں گے۔

حضرت حاطبؓ (جنہوں نے مکہ شریف کی طرف آنحضرت ﷺ کی تیاری کی خبر اہل مکہ کو دی تھی) کا معاملہ جب دربار رسالت میں پیش ہوا، اور حضرت حاطبؓ نے اپنے فعل کا اعتراف بھی کر لیا تو حضرت عمر فاروقؓ نے اس کے قتل کر دینے کی اجازت چاہی۔ آپ کی اجازت طلبی کے الفاظ بڑے سخت ہیں جو قابل دید وشنید ہیں۔ آپؓ نے فرمایا

دعنی اضرب عنق هذا المنافق فانه خان الله و رسوله

(حضور ﷺ! مجھے اس منافق کی گردن مارنے کی اجازت دیجئے کیونکہ اس نے اللہ و رسول کی خیانت کی ہے)

اس درخواست میں حضرت عمر فاروقؓ نے اس پر منافقت کا حکم لگایا اور منافق اور کافر ایک ہی حیثیت میں ہیں۔ ملاحظہ ہو آیت و ما هم بمؤمنين۔ جو منافقوں کے حق میں نازل ہوئی۔ دربار رسالت سے درخواست عمری کا جواب ملا:

دعه فانه بدریّ اطلع الله على اهل بدر و قال اعملوا ما شئتم قد غفرت لكم (اس کو چھوڑ دے یہ بدری ہے۔ خدا نے اہل بدر کے سب گناہ معاف کر دیئے ہیں)

فیصلہ رسالت، حضرت حاطبؓ کو مومن کامل ثابت کرتا ہے مگر حضرت عمرؓ

نے اسکو منافق کہا۔ باوجود اس تضاد کے رسول خدا ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ پر کفر کا حکم نہیں لگایا اور نہ توبہ کرنے کا ارشاد فرمایا کیوں؟ اس لئے کہ حضرت عمر فاروقؓ نے حضرت حاطبؓ کو عناد اور ضد کی وجہ سے کافر نہیں کہا تھا بلکہ از روئے دلیل کہا تھا، گو وہ دلیل دربار رسالت میں مسترد ہوگئی۔

پس اس حدیث سے ثابت ہوا کہ کسی شخص یا گروہ کے حق میں از روئے دلیل کفر کا فتوی دینا (چاہے وہ دلیل واقع میں کمزور بلکہ غلط ہو) حدیث اول کے ماتحت نہیں لا سکتا۔ ان دونوں حدیثوں کو ملانے سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ جو لوگ مرزا صاحب قادیانی کو کافر کہتے ہیں چونکہ وہ دلیل کے ساتھ کہتے ہیں (خواہ وہ دلیل امت مرزائیہ کے نزدیک کمزور یا مردود ہو) اس لئے حدیث موصوف کے ماتحت کفر ان پر نہیں لوٹ سکتا۔

فیصلہ: قادیانی لاہوری جماعتوں میں گو اختلاف شدید اور بون بعید ہے مگر خلیفہ نورالدین کی خلافت پر دونوں متفق ہیں اس لئے ہم اس مسئلہ میں جماعت محمدیہ اور جماعت احمدیہ میں اختلاف اصولی ہے یا فروعی، قول فیصل پیش کرتے ہیں اور امید رکھتے ہیں کہ دونوں فریق اس کی تسلیم یا عدم تسلیم سے بذریعہ اپنے جرائد (اخبارات) اطلاع دیں گے۔ حکیم نورالدین بھیروی کا قول ہے:

احمدی غیر احمدی میں ناقص کامل کا فرق نہیں بلکہ بقول مسیح موعود (مرزا) کفر و اسلام کا فرق تھا (نورالدین)۔ (الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۱۴ء ص ۳)

یہ قول جماعت قادیانی کی تائید کرتا ہے وہ تو اسے تسلیم کریں گے اور لاہوری جماعت کی بابت انتظار ہے کہ وہ اس کا جواب کیا دے گی۔

نوٹ۔ واضح رہے کہ اصول حدیث کے ماتحت یہ قول فیصلہ نہیں رہا بلکہ بوجہ روایت بقول مرزا کے مرزائیوں کے حق میں مرفوع حکم میں ہوگیا ہے۔

پس مولوی محمد علی لاہوری آئندہ مسلمانوں کے اختلاف کو معمولی فروعی سمجھتے ہوئے اس فیصلہ خلافت کو بھی سامنے رکھ لیا کریں کیوں ان دونوں کا عقیدہ مرزا صاحب قادیانی اور حکیم نورالدین صاحب کے حق میں یہ ہے

بے چارہ خسرو خستہ را خون ریختن فرمودہ اند
عالم بمنت یک طرف آں شوخ تنہا یک طرف

مولوی محمد علی صاحب آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حمایت میں ہمیشہ یہ کہتے آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چونکہ مومن ہیں اس لئے ان کے مکفرین حدیث مذکور کے ماتحت کفر کے نیچے آتے ہیں۔ پس آئندہ کو آپ ایسا کہنے سے پرہیز کیا کریں یا شیعان لکھنو کی طرح امیر المومنین حضرت عمر فاروقؓ کے حق میں بھی تبرا خوانی شروع کردیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۵۸ھ ص ۶۔۷)

جماعت احمدیہ میدان جنگ میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد صاحب) نے اعلان کیا ہے کہ میں اور میری جماعت موجودہ جنگ یورپ کے سلسلہ میں حکومت برطانیہ کے حضور میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں

ہم اس پیش کش پر خلیفہ کو شاباش کہنے کو تھے کہ اخبار احسان نے فوراً اس پر اعتراض جڑ دیا جس کا مضمون یہ ہے کہ مرزائی جماعت حسب تعلیم مرزا متوفی جہاد بالسیف کو منسوخ سمجھتی ہے پھر وہ اس جنگ میں شریک ہوکر جہاد بالسیف کرنے پر کیوں تیار ہو بیٹھی ہے۔

ہم اس اعتراض کا جواب دینے والے تھے کہ قادیان کے اخبار الفضل نے اس کا جواب دیا اور بہت صحیح دیا۔

قادیانی جواب کا مضمون یہ ہے کہ جہاد اس جنگ کو کہتے ہیں جس میں احد الفریقین مسلمان ہوں اس لڑائی میں تو فریقین غیر مسلم ہیں اس لئے اس جنگ کو جہاد کہنا احسان کی غلطی ہے۔

ہمارے خیال میں یہ جواب صحیح ہونے کے باوجود منفی پہلو رکھتا ہے۔ یعنی الفضل کے نزدیک یہ جنگ جہاد نہیں مگر سوال پیدا ہوتا ہے کہ آخر اس جنگ کا نام کیا ہے؟

اس سوال کا جواب الفضل نے غالباً اہل حدیث پر چھوڑ دیا ہے اسی لئے اس کو جواب دینے کی جرأت نہیں ہوئی۔ پس سنئیے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج کہا کرتے تھے (حمامۃ البشری عربی۔ ص ۱۸)۔

پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مزعومہ یاجوج ماجوج کی لڑائی میں کسی فریق کے مددگار کی حیثیت مرزا صاحب کے اصول پر ظاہر ہے۔

کیا فرماتے ہیں علمائے قادیانیہ (قادیانی ولاہور) اس مسئلہ میں کہ:

یاجوج ماجوج کے مددگار پر کیا فتوی صادر ہوسکتا ہے۔

بینوا توجروا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۵۸ھ ص ۷)

قادیانی اور بہائی: دو اسپہ گاڑی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اسلام کے اندر پرانے زمانے میں بہت سے فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے مسائل فرعیہ میں بہت کچھ اختلافات کئے ان میں سے کچھ زندہ رہے اور کچھ مٹ گئے، ایک زمانہ تھا کہ فرقہ معتزلہ نے بڑا عروج حاصل کر کے حکومت اور خلافت پر قبضہ کر لیا اور اپنے مخالف رائے علماء (محدثین وفقہاء) پر بڑے بڑے مظالم توڑے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ خود بھی ٹوٹ گئے اور ایسے ٹوٹے کہ ان کی شان میں کہا جا سکتا ہے ھل تری لھم من باقیۃ ۔

اسی طرح روافض اور خوارج پیدا ہوئے جنہوں نے بہت کچھ غلو کیا۔ متاخرین میں سے اس وقت ایسے دو گروہ ہمارے سامنے ہیں جنہوں نے ان امور میں اختلاف کیا جن میں پہلوں نے نہیں کیا تھا۔ ان گروہوں سے ہماری مراد قادیانی اور بہائی فرقے ہیں۔ ان کا اصولی اختلاف جمہور اہل اسلام سے مسئلہ نبوت میں ہے۔ پھر ان دونوں میں بھی تھوڑا سا اختلاف ہے۔

بہائی لوگ شیخ بہاء اللہ کو پیغمبر صاحب شریعت مستقلہ کہتے ہیں، قادیانی لوگ

مرزا قادیانی کو امتی نبی (بے شریعت نبی) مانتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ یہ دونوں فرقے چونکہ قرآن مجید کے بھی قائل ہیں اس لئے جو وصف (خاتم النبیین) آنحضرت ﷺ کے حق میں قرآن میں آیا ہے اسے دونوں فریق مانتے ہیں مگر مان کر اس کی تاویل جدا جدا کرتے ہیں۔ قادیانی اس کے معنی جو کچھ کرتے ہیں اس کے متعلق انہوں نے اپنا مافی الضمیر اس شعر میں بتایا ہے جو آنحضرت ﷺ کے حق میں لکھا ہے

جو آئے ابتداء میں رونق غار حرا ہو کر
گئے آخر نبی گر اور ختم الانبیاء ہو کر

یعنی بقول ان کے آنحضرت ﷺ کے وصف خاتم النبیین کے معنی ہیں نبی بنانے والا۔ یعنی آپ کے کامل اتباع سے مسلمان امتی نبی بن جایا کریں گے۔ چنانچہ بقول ان کے ایسے انبیاء میں سے ایک نبی مرزا صاحب قادیانی بھی ہیں ایسے نبی کے لئے ان کا اصطلاحی لفظ بروزی نبی یا امتی نبی ہے۔

بہائی گروہ خاتم النبیین کے یہ معنی نہیں کرتا۔ وہ اصلی معنی میں آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ ان کا کہنا ہے کہ ہر ایک سلسلہ نبوت ایک خاص وقت تک ہوتا ہے۔ اس کے بعد جو پیغمبر آتا ہے وہ پہلے سلسلے کو ختم کر کے نئی شریعت جاری کرتا ہے۔ چنانچہ وہ لوگ انہی معنی سے شیخ بہاء اللہ کو ایک مستقل پیغمبر مانتے ہیں۔ اس کے متعلق بہائی میگزین میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی سرخی یہ ہے:

نئی شریعت اور نئے پیغمبر کی ضرورت۔

نوٹ: عرصہ دراز تک تو بہائی جماعت شیخ بہاء اللہ کے نبی اور رسول ہونے سے انکار کرتی رہی۔ جب ان سے پوچھا گیا کہ آخر انکا منصب کیا ہے، تو جواب ملتا رہا کہ پیغمبر اور خدا کے درمیان ایک غیر مدرک درجہ ہے جو خدائی سے نیچے ہے اور پیغمبری سے اوپر۔ لیکن جب ہم نے اپنی کتاب (بہاء اللہ اور مرزا) میں اس امر پر کافی روشنی ڈال کر ثابت کر دیا کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کا دعوی نبوت و رسالت کا تھا، تو اس کے بعد کئی ایک بہائی تحریروں میں شیخ بہاء اللہ ایرانی کو پیغمبر کے لقب سے یاد کیا گیا۔ چنانچہ زیر نظر مضمون میں بھی یہ لفظ صراحۃً ملتا ہے۔ امید ہے کہ بہائی گروہ آئندہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں یہ لفظ استعمال کرنے میں جھجکیں گے نہیں۔ بہر حال مضمون انہی کے

الفاظ میں درج ذیل ہے:

خدا کا دین دو حصوں میں منقسم ہے: ۱۔اصول ۲۔فروع۔

اصول روح ہیں فروع جسم۔ روح کبھی نہیں بدلتی جسم تغیر و تبدل حاصل کرتا رہتا ہے۔ دین الٰہی ہمیشہ سے ایک ہی رہا ہے اور ایک ہی رہے گا شریعت کے احکام ہمیشہ بدلتے رہے اور بدلتے رہیں گے۔ حقیقت میں دین ایک ہی ہے دین کے پیمانے مختلف ہیں اقتضائے وقت کے مطابق دین ایک خاص شکل میں نمودار ہوتا ہے پیمانے خواہ کتنے ہی متعدد ہوں لیکن اصل چیز ایک ہی ہے دین ایک انسان کی مانند ہے جو بچپن شباب جوانی اور بڑھاپے کی منزلیں طے کرتا ہے۔ وہ ایک ہی انسان ہوتا ہے روح ایک ہی رہتی ہے جسم تغیرات حاصل کرتا رہتا ہے۔

دین الٰہی ایک علاج ہے۔ نوع انسان کی صحت اور بیماری کبھی کسی درجہ پر ہوتی ہے کبھی کسی درجہ پر۔ علاج کا مقصد صحت و شفا ہے مرض کی حالت کے مطابق علاج و دوا میں تبدیلی لازم و ضروری ہے۔ دین خداوندی کے وہ اصول جو کبھی ٹوٹ نہیں سکتے اور کبھی منسوخ و موقوف نہیں ہو سکتے، ان میں سے ایک یہ قانون بھی ہے کہ شریعت ہمیشہ وقت و ضرورت کے مطابق منسوخ ہوتی رہے۔ ایک حکم کے بجائے دوسرا حکم دیا جائے۔

اگر احکام منسوخ نہ ہوں تو انسان ترقی کے قدم آگے نہ بڑھا سکے دین خداوندی ایک زندہ چیز ہے اور ہر زندہ چیز حرکت کرتی ہے۔ دین الٰہی اگر آج سے ہزار یا دس ہزار سال پہلے کی حالت میں ہی رہے تو وہ ایک مردہ لاش سے زیادہ نہیں انسان ایسی لاش کو زیادہ عرصہ تک کندھے پر لادے ہوئے نہیں پھر سکتا۔

یہی وجہ ہے کہ فطرت انسانی مجبور ہو کر پرانے دین و مذہب سے منہ پھیر رہی ہے۔ اب اگر قدرت ایک نیا دین انسان کو نہ دے تو نوع انسانی لامذہب ہو کر رہ جائے گی۔ پرانے مذاہب کے پرزور حامی بھی اپنے مذہب پر عمل کرنے میں پورے نہیں اترتے کیونکہ ان مذاہب کی روح پرواز

کر گئی ہے اور ایک بے جان قالب پڑا ہے۔ قدامت پرست مذہبی لوگوں کی عقل پر حیرت ہے کہ وہ عالم ہستی کی ہر چیز میں نشو و ارتقاء دیکھتے اور مانتے ہیں اور دین کے بارے میں نشو و ارتقا کا انکار کرتے ہیں۔

پرانے مذہب کے ماننے والے دوستوں کو یہ بات نوٹ کر لینی چاہیے کہ اب ان کا وقت ختم ہو چکا ہے قدرت کی جانب سے ہر روز ایسی ہوا چل رہی ہے کہ پرانے مذہب کے باغ سوکھتے جاتے ہیں۔ان کی عمارت بوسیدہ ہو کر گرتی جاتی ہیں۔اب آنکھ کھول کر دیکھنا چاہیے کہ خدا نے اپنے زندہ اور پایندہ دین کی نئی عمارت کیسے اور کہاں تیار کی ہے۔ پرانے مذہب کے چمن اجڑنے پر دست قدرت نیاب کہاں وہ باغلگا یا ہے جو حقیقت پرستوں کے لئے جنت رضوان ہو۔

کیا رب العالمین ہم سے غافل ہو گیا؟ کیا وہ ہمیں بھول گیا۔کیا ہم اس کی مخلوق نہیں۔کیا ہمیں اس کی مدد و رہنمائی کی ضرورت نہیں؟ مصر و فلسطین میں گمراہی کے وقت حضرت موسیٰ اور پھر حضرت مسیح کو مبعوث فرمایا۔

کیا آج دنیا کی حالت اس وقت کے فلسطین سے ہزاروں لاکھوں درجہ گمراہی میں بدتر نہیں (پھر آج کل کون پیغمبر صاحب شریعت جدیدہ ہے۔ثناء اللہ) عرب میں جب عرب باہم لڑتے تھے اور کعبہ میں ۳۶۰ بت رکھے گئے تھے اس وقت حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا آج دنیا کروڑوں گنا بڑھ کر لڑائی میں مبتلا ہو رہی ہے۔ ہزاروں لاکھوں بت خانے آباد ہیں بلکہ ہر جماعت کے بڑے بڑے لوگ شاندار بت بنے ہوئے ہیں۔کیا ایسے وقت میں ہادی و رہنما پیغمبر کی ضرورت نہیں۔

آج تمام قومیں اختلافات اور افتراقات میں دست و گریبان ہیں۔کیا کسی ملانے والے کی حاجت نہیں ہے (پھر وہ کہاں ہے۔ثناء اللہ امرتسری) تمام جماعتیں ہزاروں قسم کی مشکلات میں مبتلا ہیں جن میں ان کی رہنمائی کے لئے کوئی روشنی ان کے پاس نہیں۔کیا ایسے وقت میں خدائی روشنی کی ضرورت نہیں۔سابقہ الہامی کتابیں اپنی تاثیر میں بہت مدھم ہو گئی ہیں۔

پرانی شریعتیں آج کی ضروریات کیلئے کافی نہیں رہیں کیا ان حالات میں نئی کتاب اورنئی شریعت کی ضرورت نہیں۔

تمام مذاہب واقوام کی کتابیں بشارت دیتی ہیں کہ تاریکی وضلالت کے وقت روشنی وہدایت کاظہور ہوگا۔کیا ابھی تک یہ ظہور نہیں ہوا۔سب پیغمبروں نے وعدے دیئے تھے کہ ان حالات اور وقتوں میں موعود ظاہر ہوگا (یہی دعوی مرزا غلام احمد قادیانی اوران کے اتباع کا ہے۔کیا اچھا ہو دونوں یک جا بیٹھ کر باہم فیصلہ کرلیں۔ثناءاللہ) اور نئے سرے سے انسان کو دینی وروحانی تعلیم دے گا۔کیا یہ وعدے ابھی تک پورے نہیں ہوئے۔اے تمام سونے والو! بسترِ غفلت سے سر اٹھاؤ دیکھو آفتاب نکل آیا ہے خدا کی رحمت تمہیں پکار رہی ہے۔اٹھو اٹھو نئے طلوع کی تجلی دیکھو۔(بہائی میگزین۔ستمبر ۱۹۳۹ء ص۱۰۔۱۱)۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ دنیا کی ظلمت رفع کرنے کے لئے روشنی کی ضرورت ہے اور وہ روشنی شیخ بہاءاللہ کی رسالت ہے۔

اسی طرح قادیان سے ہرروز آواز اٹھتی ہے

آؤ لوگو یہاں تم نورخدا پاؤ گے

اور یہ آواز بھی کھلے لفظوں میں آتی ہے:

خدا نے موجودہ زمانے میں ایک رسول بھیجا اور وہ وہی ہے جو آج سے بہت عرصہ قبل نہایت خوفناک عذابوں کی خبر دیتا رہا۔(الفضل ۲۷ستمبر ۱۹۳۹ءص ۷)

ہم ان دونوں آوازوں کی قدر کرتے اگر ان میں واقعی روشنی ہوتی۔لیکن افسوس ہے کہ یہ دونوں تحریکیں نظر تحقیق میں اس جگنو کی مثل ثابت ہوئیں جس کا ذکر مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اپنی مسدس میں یوں کیا ہے:

مثال ان کی کوشش کی ہے صاف ایسی
کہ کھائی کہیں بندروں نے جو سردی
ادھر اور ادھر دیر تک آگ ڈھونڈی
نظر روشنی ان کو آئی نہ اس کی

مگر ایک جگنو چمکتا جو دیکھا
پتنگا اسے آگ کا سب نے سمجھا
لیا جا کے تھام اور سب نے اسی دم
کیا گھانس پھونس اس پہ لا کر فراہم
لگے اس کو سلگانے سب مل کے پیہم
نہ کچھ آگ سلگی نہ سردی ہوئی کم
یوں ہی رات ساری انہوں نے گنوائی
مگر اپنی محنت کی راحت نہ پائی

شیخ بہاء اللہ ایرانی کو دنیا سے رخصت ہوئے آج ۴۷ سال ہو گئے اور مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی انتقال کئے آج اکتیس سال گزر گئے ۔ نہ شیخ بہاء اللہ کی روشنی سے دنیا منور ہوئی اور نہ مرزا غلام احمد صاحب کی روشنی سے روشن ہوئی ۔ یہاں تک کہ یہ دونوں گروہ بتصرف قدرت تسلیم کرتے ہیں کہ آج دنیا میں ظلمت ضلالت اختلاف و افتراق وغیرہ پہلے کی نسبت بہت زیادہ ہے ۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ دونوں تحریکیں دنیا کیلئے نور ثابت نہیں ہوئیں اس لئے اب کوئی اور صاحب نور آنا چاہیے ۔

نوٹ:

بہائی گروہ سے ہم بارہا پوچھ چکے ہیں کہ اسلام کا کوئی ایسا صریح حکم دکھاؤ جو موجودہ زمانہ سے موافق نہ ہو اور اس کے مقابلہ میں شیخ بہاء اللہ کی تعلیم پیش کرو، تاکہ مقابلہ کرنے میں آسانی ہو۔

اسی طرح قادیانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ وہ حسب دعویٰ اپنے نور کی اشاعت کا نتیجہ بتائیں کہ اس نور نے دنیا کو کہاں تک منور کیا؟ کیا قصبہ قادیان بھی اس نور سے منور ہوا یا نہیں؟ ہم ان کے اس دعویٰ کو کہ ہماری تبلیغ دنیا کے کناروں تک پہنچ گئی ہے رامائن کی کتھا سے زیادہ وقعت نہیں دیتے کیونکہ اس کی حقیقت ہم سے مخفی نہیں ۔ خدا بھلا کرے خلیفہ محمود قادیانی کا جس نے ہمیں یہ سنا کر ہماری تسلی کر دی کہ:

مرزا صاحب کے مزعومہ کام کا اربواں حصہ بھی ابھی پورا نہیں ہوا۔

(الفضل قادیان ۱۶۔اکتوبر ۱۹۳۷ء)

جس پر اہل نظر کو یہ کہنے کا موقع حاصل ہے :

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۵۱ ص ۳۔۵)

موجودہ جنگ ہندوستان میں بھی ہو گی

خلیفہ قادیان کا خواب اور اس کی سچی تعبیر

خلیفہ قادیان کا پاگل پن (انگریز کی رائے)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا ایک خواب شائع ہوا ہے جو قابل دید وشنید اور پر لطف ولذیذ ہے۔ ناظرین پہلے اس کا خلاصہ سن لیں۔ پھر تفصیل اسی کے الفاظ میں پڑھیں۔

خلیفہ قادیان نے خواب میں ایک بہت بڑا اژدہا دیکھا جو ایک احمدی کو پکڑنے کے لئے قادیان میں پہنچا مگر وہ احمدی بھاگ کر درخت پر چڑھ گیا۔ پھر وہ اژدھا خلیفہ قادیان کی طرف لپکا اور خلیفہ صاحب ایک ان بنی چار پائی پر چڑھ گئے۔ اس کے بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> میں نے دیکھا کہ ایک بہت بڑا میدان ہے جس میں میں کھڑا ہوں۔ اتنے میں میں کیا دیکھتا ہوں کہ عظیم الشان بلا جو ایک بہت بڑے اژدہا کی شکل میں ہے دور سے چلی آ رہی ہے۔ وہ اژدہا دس بیس گز لمبا ہے اور ایسا موٹا ہے جیسے کوئی بہت بڑا درخت ہو۔ وہ اژدھا بڑھتا چلا آتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ دنیا کے ایک کنارے سے چلا ہے اور درمیان میں جس

قدر چیزیں تھیں ان سب کو کھاتا چلا آ رہا ہے یہاں تک کہ بڑھتے بڑھتے وہ اژدہا اس جگہ پر پہنچ گیا جہاں ہم ہیں اور میں نے دیکھا کہ باقی لوگوں کو کھاتے کھاتے وہ ایک احمدی کے پیچھے بھی دوڑا۔ اس احمدی کا نام مجھے معلوم ہے مگر میں بتاتا نہیں وہ احمدی آگے آگے ہے اور اژدھا پیچھے پیچھے۔ میں نے جب دیکھا کہ اژدہا ایک احمدی کو کھانے کے لئے دوڑ پڑا ہے تو میں بھی ہاتھ میں سونٹا لے کر اس کے پیچھے بھاگا لیکن خواب میں میں محسوس کرتا ہوں کہ میں اتنی تیزی سے سے دوڑ نہیں سکتا جتنی تیزی سے سانپ دوڑتا ہے چنانچہ وہ اتنی تیزی سے دوڑتا ہے کہ میں اگر ایک قدم چلتا ہوں تو سانپ دس قدم کے فاصلے پر پہنچ جاتا ہے۔ لیکن بہر حال میں دوڑتا چلا گیا یہاں تک کہ میں نے دیکھا وہ احمدی ایک درخت کے قریب پہنچا اور تیزی سے اس درخت پر چڑھ گیا۔ اس نے خیال کیا کہ اگر میں اس درخت پر چڑھ گیا تو میں اس اژدہا کے حملہ سے بچ جاؤں گا۔ مگر ابھی وہ اس درخت کے نصف میں ہی تھا کہ اژدہا اس کے پاس پہنچ گیا اور سر اٹھا کر اسے نگل گیا۔ اس کے بعد وہ پھر واپس لوٹا اور اس غصہ میں کہ میں اس احمدی کو بچانے کے لئے کیوں اس کے پیچھے دوڑا تھا اس نے مجھ پر حملہ کیا۔ مگر جب وہ مجھ پر حملہ کرتا ہے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ میرے قریب ہی ایک چار پائی پڑی ہوئی ہے مگر وہ بنی ہوئی نہیں صرف باہیاں وغیرہ ہیں۔ درمیان میں سوت سے اسے بنا نہیں گیا۔ پس جس وقت اژدہا میرے پاس پہنچا میں کود کر اس چار پائی پر کھڑا ہو گیا اور میں نے ایک پیر ایک سرے پر اور دوسرا پیر دوسرے سرے پر رکھ لیا۔ جب اژدھا چار پائی کے قریب پہنچا تو لوگ مجھے کہنے لگے کہ آپ اس اژدھا کا کس طرح مقابلہ کر سکتے ہیں...

اتنے میں وہ اژدھا میری چار پائی کے قریب پہنچ گیا اور میں نے اپنے دونوں ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا دیئے اور اللہ تعالیٰ سے دعا مانگنی شروع کر دی... میں نے دیکھا کہ دعا کرنے کے نتیجہ میں اس اژدہا کے جوش میں کمی آنی شروع ہو گئی اور آہستہ آہستہ اس کی تیزی کم ہو گئی چنانچہ وہ پہلے تو میری

چار پائی کے نیچے گھسا پھر اس کے جوش میں کمی آنی شروع ہوئی پھر وہ خاموشی سے لیٹ گیا۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ وہ ایک ایسی چیز بن گیا ہے جیسے جیلی ہوتی ہے۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ اژدہا پانی ہوکر بہہ گیا اور میں نے اپنے ساتھیوں سے کہا کہ دیکھا دعا کا کیسا اثر ہوا...

اس رؤیا کے ماتحت میں سمجھتا ہوں کہ ممکن ہے یہ جنگ ہندوستان کے اندر بھی آ جائے خوابیں چونکہ تعبیر طلب ہوتی ہیں اس لئے یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ اس کی یہی تعبیر ہو۔ اور اگر ایسا ہی ہوا تو یہ امر کوئی بعید نہیں کہ جنگ کے شعلے ہندوستان کو بھی اپنی لپیٹ میں لے لیں۔

(الفضل قادیان ٦۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء ص ۵۔ ٦)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس خواب کا مضمون صاف ہے مگر تعبیر غلط ہے۔ اس کی صحیح تعبیر بتانے سے پہلے ہم ان انگریزوں کی تردید کرتے ہیں جو خلیفہ کو پاگل کہیں گے۔ ہم ہرگز خلیفہ صاحب کو پاگل نہیں کہہ سکتے اگر چہ خلیفہ صاحب اپنے آپ کو قضیہ مطلقہ عامہ کے ماتحت مراقی کہتے رہے ہیں (ریویو آف ریلی جنز بابت اگست ۱۹۲۶ء) چونکہ خلیفہ قادیان نے اپنے مذکورہ خواب کی نسبت خود لکھا ہے کہ ممکن ہے اس کی کوئی اور تعبیر ہو اس لئے اس خواب کی صحیح تعبیر ہم بتاتے ہیں۔

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی تعبیر اس لئے غلط ہے کہ مذکورہ اژدھا سے مراد اگر جنگ ہوتی تو قادیان اور خلیفہ قادیان اور احمدی سے اس کو کوئی خاص تعلق نہ ہوتا کہ ان کے پیچھے بھاگا پھرتا۔

اس لئے صحیح تعبیر ہم یہ سمجھتے ہیں کہ اس اژدھا سے مراد مولوی محمد علی لاہوری ہیں جنہوں نے پختہ ارادہ کرلیا ہے کہ قصبہ قادیان میں اپنا مرکز تبلیغ قائم کر کے محمودی جماعت کے عقائد کی اصلاح کریں گے اسی لئے وہ اژدھا احمدی جماعت کی تلاش میں پھرتا رہا۔

قادیانی ممبرو!

افتو نی فی تعبیری ان کنتم بالتعبیر عالمین

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اکتوبر ۱۹۳۹ء۔۶ رمضان ۱۳۵۸ھ جلد ۳۶ نمبر ۵۱ ص ۵۔۶)

جنگ یورپ دنیا کے لئے عذاب ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان کے تحت الفضل قادیان میں ایک مقالہ افتتاحیہ لکھا گیا ہے جس میں لائق اڈیٹر نے یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دنیا میں عذاب چونکہ نبی کی آمد کے بعد آتا ہے اس لئے لازم ہے کہ پہلے کوئی نبی آیا ہو۔پھر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ وہ نبی، مرزا غلام احمد صاحب متوفی ہیں اس دعوی پر دو آیتیں لکھی ہیں:

و ما کان ربّك مهلك القری حتّی یبعث فی امّها رسولا (القصص:۵۹)

(یعنی خدا کسی قوم کو ہلاک نہیں کرتا جب تک کسی مرکزی مقام میں اپنا رسول نہ بھیج دے)

لائق اڈیٹر نے اس آیت کو پیش کرتے ہوئے اس کے الفاظ مبارکہ پر غور نہیں کیا بلکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی محبت اور اخلاص کی رو میں اپنی تردید کو تائید سمجھ بیٹھے۔قرآن کی یہ آیت اگر مرزا قادیانی کی نبوت سے تعلق رکھتی ہو تو ماننا پڑا کہ موضع قادیان پولینڈ کا مرکزی مقام (دارالحکومت) ہے، اسی لئے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت کا اثر پولینڈ پر بھی پہنچ گیا۔

ہاں ہاں اس کا یہ نتیجہ بھی ماننا پڑے گا کہ قادیان، جرمنی کی توپوں سے برباد بھی ہو گیا۔

اب ایک سوال باقی رہ گیا جس کا جواب دینا (اڈیٹر صاحب) الفضل پر فرض ہے۔سوال یہ ہے کہ وہ بتائیں کہ پولینڈ کی جو تقسیم روس اور جرمنی کے درمیان ہوئی ہے اس کے بعد قادیان کس کے حصے میں آیا۔غالباً روس کے حصے میں آیا ہوگا کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کو الہام ہوا تھا کہ زار روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا۔

اس کی تعبیر یہ ہوسکتی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مرکز روسیوں

کے حوالہ کیا جائے گا کیونکہ مرزا صاحب کے الہاموں اورخوابوں کے معنی ایسے ہی ہوا کرتے تھے۔ مثلاً یہ کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔مگر مرے لاہور میں جس پر مرزا غالب مرحوم نے مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی طرف سے یہ شعر لکھا تھا

مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور
رکھ لی مرے خدا نے مری بے کسی کی شرم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۵۸ھ ص ۵)

طاعون سے قادیان خصوصاً دار مرزا کی حفاظت کا الہام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

طاعون کے زمانہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تین الہام شائع کئے تھے۔ایک یہ کہ قصبہ قادیان طاعون سے محفوظ رہے گا۔دوسرا یہ کہ میرا گھر طاعون سے محفوظ رہے گا۔تیسرا یہ کہ میرے مرید طاعون سے بچائے جائیں گے۔

خدا کی شان یہ تینوں الہام ایسے غلط ثابت ہوئے کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو بھی ان کا غلط ہونا تسلیم کرنا پڑا۔ قادیان میں طاعون آنے کا اعتراف خود مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی میں کیا ہے ۔خدا بھلا کرے خلیفہ قادیان (محمود احمد) کا اوراس راست گوئی کے صلہ میں ان کو صراط مستقیم کی ہدایت نصیب کرے جنہوں نے صاف کہہ دیا کہ : قادیان میں بھی زور کے ساتھ طاعون پڑی۔(خطبہ مرزا محمود احمد مندرجہ الفضل ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء۔ص ۳)

باقی رہا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دار کی حفاظت والا الہام ،جس کے متعلق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بڑی تدلیس وتلبیس سے کام لیا ہے، کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کے الہام میں لفظ دار ہے۔الہام کے الفاظ یہ ہیں :

انی احافظ کل من فی الدار۔

یعنی خدا فرماتا ہے کہ میں دار مرزا میں رہنے والے سب افراد کی جانیں بچاؤں گا۔

دار کے معنی کی تشریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب کشتی نوح میں خود کی ہوئی ہے کہ اس دار سے مراد اینٹ اور چونے کا گھر نہیں ہے، بلکہ اس سے حلقہ ارادت مراد ہے۔یعنی ہر وہ شخص جو دار مرزا سے عقیدت رکھتا ہے یعنی ان کا مرید ہے وہ طاعون سے محفوظ رہے گا۔

نتیجہ صاف ہے کہ دار سے مراد مرزا غلام احمد صاحب کا سکونتی مکان نہیں ہے۔ باوجود اس تشریح و تفصیل کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) اس کی تلبیس کرتے ہوئے گویا ہوئے ہیں کہ :

جب طاعون قادیان میں آئی اور شدت سے آئی اور اس محلّہ میں آئی جس میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا سکونتی مکان تھا اور آپ کے اردگرد کے مکانوں میں بہت سی اموات ہوئیں تو آپ کے مکان میں ایک چوہا بھی نہ مرا۔(خطبہ مذکور)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں: خلیفہ قادیان نے اس بیان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہام کو سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے حالانکہ وہ بتشریح مرزا صاحب قادیانی افراد احمدیہ کی موت بالطاعون سے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں غلط ثابت ہو چکا ہے۔مگر خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کوشش کرتے ہیں کہ اس مردہ الہام میں جان پڑ جائے شائد انہوں نے حکیمانہ مقولہ لن یصلح العطار ما افسد الدھر نہیں سنا، اسی لئے ایسی کوشش کرتے رہتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۵۸ھ ص ۵۔۶)

علمائے قادیانیہ سے ایک مذہبی سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی جماعت چاہے مرزا صاحب قادیانی کو نبی مانتی، نبی بھی اس درجہ کا کہ اس کے انکار کو دخول جہنم کا موجب قرار دیتی ہے (انوار خلافت) لیکن باوجود ادعائے

نبوت مرزا کے اس امر کی بھی قائل ہے کہ احکام شریعت محمدیہ میں مرزا صاحب قادیانی نے کوئی تغیر وتبدل نہیں کیا۔ اس لئے ہم علمائے قادیانیہ سے عموماً، ان کے اکبرالعلماء مولوی سرورشاہ سے خصوصاً استفسار کرتے ہیں کہ امانت اور قرض میں کیا فرق ہے۔ اور کوئی رقم امانت کے نام سے لے کر اس میں تصرف کرنا خیانت یا غصب ہے یا نہیں؟

بنائے استفسار یہ کہ اخبار الفضل میں کئی دفعہ امانت فنڈ کے عنوان سے مضامین نکلے ہیں۔ چنانچہ ۲۹، اکتوبر ۱۹۳۹ء کے پرچہ میں بھی ایک لیڈر مضمون شائع ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ جماعت مرزائیہ کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنا زائد روپیہ جو بغرض حفاظت بنکوں یا ڈاک خانوں میں جمع کراتے ہیں، وہ قادیان کے امانت فنڈ میں جمع کرائیں۔ مرکز اس روپیہ کو کاروبار میں لگائے گا۔ مرکز کو اس سے سہولت ہوگی اور سانس لینے کا موقع مل جائے گا۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرکز اس امانتی روپیہ کو بجائے محفوظ رکھنے کے کاروبار پر خرچ کرے گا۔ اس لئے:

ہمارا مذہبی سوال ہے کہ امانت کے نام سے روپیہ طلب کرنا اور پھر اس کو اپنے تصرف میں لانا کیا شرع اسلام کی رو سے جائز ہے، یا دین قادیانی کی رو سے؟

مہربانی کر کے اس مسئلے کا جواب بدلائل شرعیہ دے کر مشکور فرمائیں۔ ایسا نہ ہو کہ پیغام صلح لاہور اس پر کچھ اور اضافہ کردے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۴ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۳ ص ۴)

مرزا کی بعثت کے بعد دنیا میں ذہنی انقلاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دنیا میں کوئی بھی واقعہ ہو، جاپان وچین میں جنگ ہو، کوئٹہ یا بہار میں زلزلہ آئے، پولینڈ میں آفت نازل ہو، یہ سب واقعات رسول قادیان کی تکذیب کی وجہ سے پیدا ہوئے ہیں۔ اخبار الفضل کا فرض ہے کہ وہ ان واقعات کو نبوت مرزا قادیانی کے دلائل کی صورت میں پیش کرتا رہے۔

ہمیں کیا غرض کہ کسی کو اس کی ڈیوٹی سے روکیں ۔ چنانچہ الفضل ۲۰، اکتوبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون خاص اس دعوی کے ثبوت میں لکھا گیا ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت کے بعد دنیا میں ایک ذہنی انقلاب یہ ہوا کہ آج کل لوگ اپنے دعوی کو دلیل سے منوانا چاہتے ہیں ۔

اس دعوی کے ثبوت میں جرمنی اور برطانیہ وفرانس کی جنگ کا ذکر کیا ہے ۔مگر ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ الفضل اور اس کے اعوان و انصار دنیا کے واقعات سے اتنی چشم پوشی کیوں کرتے ہیں ۔ دلیل کا مطالبہ کرنا اور دلیل سے فیصلہ چاہنا تو دنیا میں بہت عرصے سے جاری ہے ۔ چنانچہ حضرت موسیؑ نے فرعون سے کہا تھا کہ وہ دلیل کیساتھ فیصلہ کرلے اور فرعون نے اس تجویز کو منظور کرلیا تھا ۔ ملاحظہ ہو آیات ذیل:

قال او لو جئتك بشيء مبين ۔ قال فأت به ان كنت من الصادقين ۔(الشعراء : ۳۰ . ۳۱)(موسیٰ نے) کہا اگر چہ میں تیرے پاس کوئی کھلی چیز لے آؤں؟ (فرعون نے) کہا) گر تو سچوں میں سے ہے تو اسے پیش کر)

آج جس دلیل سے فیصلہ کا مطالبہ کیا جاتا ہے وہ ہمارے سامنے نظر آ رہی ہے جس کو انگریزی میں مائٹ از رائٹ Might is Right میں بیان کیا جاتا ہے یعنی جس کی لاٹھی اس کی بھینس ۔ اگر دلیل سے فیصلہ کرانے پر انسانی طبیعت کا میلان ہوتا تو آج ہمارا امت مرزائیہ سے کوئی جھگڑا ہی نہ رہتا ۔ مباحثہ لدھیانہ میں دلیلیں پیش ہوچکیں اور بذریعہ ثالث فیصلہ بھی ہو چکا ۔ مگر امت مرزا نے نہ ماننا تھا، نہ مانا ۔

اچھا اگر آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں کہ دنیا کا ذہنی انقلاب دلیل طلبی کی صورت میں ہوا ہے تو آپ بنیابت خلیفہ قادیان ہمارے ساتھ مرزا غلام احمد کے آخری فیصلہ کے متعلق مکرر فیصلہ کرلیں ۔ دیکھیں آپ اس تجویز کا کیا جواب دیتے ہیں ۔ ہاں ہم یہ کہہ سکتے ہیں کہ مرزا کی بعثت کے بعد عجیب ذہنی انقلاب ہوا ہے ۔ نہ بزرگوں کا ادب ہے نہ حیاوشرم نہ امانت و دیانت ۔ ڈاکہ زنی چوری خیانت مجرمانہ وغیرہ افعال قبیحہ اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مولانا الطاف حسین حالی کی یہ رباعی بالکل سچی معلوم ہوتی ہے

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنس کر

باقی نہ رہے گا کوئی انسان میں عیب
ہو جائیں گے چھل چھلا کے سب سے عیب ہنر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷نومبر ۱۹۳۹ء مطابق ۴ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۳ ص ۴)

مرزا قادیانی جیسا ناکام کوئی مدعی نہیں رہا

(بجواب الفضل قادیان ۴ نومبر ۱۹۳۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا اس امر کو واضح کر چکے ہیں اور بدلائل قاہرہ ثابت کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی اپنے دعوی میں بالکل ناکام رہے۔ ایسے ناکام رہے کہ کوئی پرائمری کا لڑکا جو دس دفعہ فیل ہو، وہ بھی اتنا ناکام نہیں سمجھا جائے گا۔

مگر امت مرزائیہ واقعات سے چشم پوشی کر کے اور مرزا صاحب کے دعاوی کو زاویہ خمول میں ڈال کران کی کامیابی کے گیت گاتی چلی جارہی ہے۔ اخبار الفضل کے پرچہ مذکور میں ہمارے اعتراض کے جواب میں بڑے فخر سے لکھا ہے کہ :

اہل حدیث کے فرسودہ اعتراض کا جواب ہم نے بارہا ہے۔

ہم مانتے ہیں کہ دیا، بلکہ اس سے زیادہ مرتبہ جتنی مرتبہ کہ عیسائیوں نے تثلیث کے متعلق، اورآریوں نے نیوگ کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کو دیا۔

جوابات کی کمیت (تعداد) سے کیفیت صحیحہ ثابت نہیں ہوسکتی۔ الفضل قادیان ۴ نومبر ۱۹۳۹ء کے پرچے میں بھی تو جواب دیا ہے جو گنتی میں تو آجائے گا۔ لیکن اہل نظر کے نزدیک وہ جواب لاجواب ہے۔ آج ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ناکامی کو ایک تاریخی مثال سے تشبیہ دیتے ہیں۔

رچرڈ شیر دل شاہ انگلستان جب افواج قاہرہ لے کر سلطان صلاح الدین کے مقابلہ میں چلا تھا تو کیا دعوی لے کر چلا تھا۔ یہی نا کہ میں بیت المقدس کو فتح کر کے آؤں گا۔

لڑائی میں یقیناً اس نے چند مقامات کو اپنے گھوڑوں سے پامال کیا ہوگا مگر نتیجہ کیا ہوا کہ شکست خوردہ واپسی کے وقت وہ بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نہیں دیکھتا تھا۔

یہ اس کی شرافت کا تقاضا تھا۔ اگر وہ قادیانی لٹریچر سے واقف ہوتا، انگلستان جا کر بہت بڑا جلسہ کرتا اس میں کئی ایک لاؤڈ سپیکر (اگر مہیا ہوتے) لگا کر پرزور تقریر کرتا کہ میں نے بندرگاہ پر اترتے ہی اتنے مربع میل فصل کو روند ڈالا۔ میری فوج نے اتنے باغات اجاڑ دیئے، کھیتوں کو برباد کیا۔ اتنے مویشی ذبح کر دیئے۔ مسلمانوں کے ہزاروں آدمی ہم نے قتل کر دیئے۔

اگر کوئی پوچھتا کہ صاحب! اصل مطلب (بیت المقدس کی فتح) میں آپ کامیاب آئے یا ناکام، تو بڑی سنجیدگی سے کہہ دیتا

شکست و فتح تو قسمت سے ہے ولے اے میر
مقابلہ تو دلِ ناتواں نے خوب کیا

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی سناتے ہیں جس میں ان کو ناکام پاتے ہیں۔ ان کے اپنے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں جو اپنی وضاحت میں بے مثال ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں، اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی میں ہی کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ وہیں تک ختم ہو گیا کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اس زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈال دی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس کی تکمیل کے لئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسکا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرت ﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ

وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اوراس کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہےاور وہ یہ ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله . یعنی خدا وہ خدا ہےجس نے اپنے رسول کوایک کامل ہدایت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تااس کو ہرایک قسم کے دین پر غالب کردے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کوعطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اورممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہواسلئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جوہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ (چشمہ معرفت۔ص۸۲۔۸۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ ہے دعوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا جس کا یہ آخری فقرہ ناظرین سامنے رکھ لیں:

عالم گیر غلبہ مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

ناظرین یہ بھی یادرکھیں کہ مسیح موعود (مرزا) تک کے زمانہ تک یہ عالمگیر غلبہ کیوں موقوف رکھا گیا۔اس کے جواب میں مرزا قادیانی کے مذکورہ بالا الفاظ ملاحظہ ہوں کہ اس لئے کہ شبہ نہ ہو کہ زمانہ نبوت محمدیہ، مسیح موعود سے پہلے ختم ہوگیا۔

بہت خوب! اس ساری عبارت پر یک جانظر ڈالنے سے ہرایک درجے کا آدمی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی اپنے وقت میں عالمگیر غلبہ اور دنیا بھر میں وحدت قومی اسلامی پیدا کرنا تھا۔

سوال یہ ہے کہ ایسا ہوگیا؟ ہوگیا،تو چشم ماروشن دل ماشاد۔

اگر ہوگیا ہوتا،تو آج یورپ میں جنگ بھی نہ ہوتی، روس وغیرہ ممالک میں الحاداور زندقہ بھی نہ پھیلا ہوتا۔ ہندوستان میں قبر پرستی کا نام ونشان نہ ہوتا، بلکہ قادیان میں آریہ سماج بھی نہ ہوتی۔

اس کے جواب میں کیا ہی بچوں کی سی باتیں کہی جاتی ہیں کہ انبیاء کرام کے زمانے میں کبھی ایسا نہیں ہوا۔

ہم مانتے ہیں کہ ایسا نہیں ہوا کیونکہ انہوں نے کبھی ایسا دعوی بھی نہیں کیا کہ

ہم دنیا میں وحدت قومی پیدا کر کے جائیں گے۔ وہ تو صرف تبلیغ کرنے آئے تھے اور اعلان فرماتے رہے من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر

مرزا قادیانی کی امت کے ممبرو! کسی نبی کی تعلیم میں ایسے الفاظ دکھاؤ جیسے مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ ہم نے پیش کئے ہیں پھر یہ جواب دو۔ ورنہ اس عبارت کو جو ہم نے پیش کی ہے اس کتاب سے محو کردو اور اعلان کردو کہ یہ عبارت مرزا صاحب نے کسی حالت میں لکھی تھی جو بطور سکران پر وارد ہوئی تھی۔ اگر تم ایسا کرو گے تو ہم بھی تمہارا پیچھا چھوڑ دیں گے اور بقول حضرت مجدد الف ثانی یہ کہیں گے:

کلمات شطحیہ آں را پیروی نہ باید کرد

اور مرزا صاحب متوفی کی طرف سے بھی ہم یہ معذرت شائع کر دیں گے

بک گیا ہوں جنوں میں کیا کیا کچھ
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ نومبر ص ۱۹۳۹ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۴ ص ۶۔۷)

(عیسائیوں نے مولانا امرتسری کی درج بالاقسم کی تحریروں کی تحسین کی تو قادیانیوں کو ناگوار گذرا چنانچہ لکھا:

نور افشاں کی ظلمت فشانی

جس دن سے نور افشان کی زمام ادارت پادری سلطان محمد پال کے ہاتھ میں آئی ہے، اس کا شائد ہی کوئی پرچہ ہوگا جس میں حضرت مسیح موعود پر ناواجب طعن و تشنیع اور تمسخر واستہزاء سے کام نہ لیا جاتا ہو۔ جہاں تک مسائل کا تعلق ہے اس بات کا تو کوئی حرج نہیں کہ پادری صاحب مہذبانہ طریق سے دلائل کے ساتھ ان پر نکتہ چینی کریں لیکن ایک غلط خیال کو سامنے رکھ کر مخالفین کی غلط بیانیوں سے فائدہ اٹھا کر تمسخرانہ پیرائے میں ہرزہ سرائی کرنا اور مولوی ثناء اللہ اور دوسرے مخالفین کی تحریریں نقل کرتے چلے جانا کسی سنجیدہ اور معقول انسان کا کام نہیں..

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بے شک یہ لکھا ہے کہ میں کسر صلیب اور مسلمانوں کی اصلاح کے لئے مبعوث ہوا ہوں، اور ان دونوں کاموں کو اپنی زندگی ہی میں تکمیل تک پہنچانے کی بھی پیش گوئی کی ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ آپ کے فوت ہو جانے سے پہلے عیسائیت کو دنیا سے نیست و نابود ہو جانا چاہیے تھا، یا تمام مسلمان فرشتہ خصلت بن جانے

چاہییں تھے، اور کوئی بری بات ان میں باقی نہ رہنی چاہیے تھی بلکہ جیسا کہ بارہا مرتبہ پیغام صلح کے صفحات میں اس بات کو واضح کیا جا چکا ہے کہ آپ کا کام محض اتنا ہی تھا کہ کسر صلیب کے لئے ایسے بہترین اصول ہمارے ہاتھ میں دے دیتے، جن سے کام لے کر آپ کے پیرو ہر میدان میں فتح یاب ہوتے جیسا کہ آج دیکھنے میں آ رہا ہے۔ ایسا ہی مسلمانوں کی اصلاح سے مقصد صرف اس قدر ہے کہ انہیں وہ راہیں بتا دیتے جن پر چل کر وہ کامیابی کے مدارج کو پہنچ سکتے ہیں، ایک مامور من اللہ کا کام صرف اسی قدر ہوتا ہے کہ وہ چند راہیں دنیا کو بتا دیتا ہے جو اصل مقصد کی طرف لے جانے والی ہیں اور ایک ایسی جماعت وہ بنا دیتا ہے جو اس کے منشا کے موافق کام کرے اور ان راہوں پر دنیا کو چلانے کی کوشش کرے۔ مسیح موعود نے کسر صلیب کے جو اصول ہمیں سمجھائے، وہ ایسے زبردست ہیں کہ کوئی بڑے سے بڑا مسیحی بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتا۔ ...خاکسار بشیر احمد لاہور۔ (پیغام صلح ۲۸ جون ۱۹۲۹ء ص ۵)

مرزا صاحب قادیانی کو گذرے ہوئے ایک صدی سے زائد ہوگئی ہے۔ اور ان کی جماعت کو بھی ان کے دیئے ہوئے اصولوں کے مطابق کام کرتے ہوئے اتنا عرصہ ہوگیا، لیکن عیسائیت تا حال اسی طرح دنیا میں پھیلی ہوئی ہے، صلیب کی پرستش بھی ہو رہی ہے۔ ادھر مرزا صاحب اور ان کی جماعت ایک صدی قبل کی طرح آج بھی مسلمانوں میں مبغوض ہے۔

قادیانی تحریف

مولانا ابو یحیٰ امام خان صاحب نوشہرویؒ لکھتے ہیں:

اب تک تو مجھے قادیانیت سے نفرت تھی، مگر شوق مطالعہ کی خیر ہو جس نے آج ہمیں قادیانیت سے نفرت اور بغض کے معاملہ میں حقیقت آشنا بنا دیا۔

قادیانی (ہر دو صنف) قرآن فہمی کے گویا الہامی مدعی ہیں اور اس سلسلہ میں مرزا محمود احمد صاحب تو گویا خلیفہ موعود، بھی ہیں۔ سنا گیا ہے کہ قادیان میں آج کل بھی ایک نبی موجود ہے جس کا نام احمد نور ہے۔

مقصود قادیانی قرآن فہمی کا نمونہ دکھانا تھا، جس میں یہ دونوں طائفے (

قادیانی اورلاہوری) حضرت جبریل امین سے فیض یاب ہونے کے دعویدار ہیں۔قادیانی اخبار الفضل قادیان ۲ مارچ ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون قرآن مجید کی بعض ظاہری خصوصیات ، کے عنوان سے چھپا ہے۔اس میں قرآن مجید کی ۱۸ خصوصیت دکھائی گئی ہیں ۔اور یہ دنیا میں قرآن مجید کی پہلی ریسرچ (تحقیقات) ہے جو الفضل قادیان نے بے نقاب کی ہے۔یعنی

۱۔سب سے بڑی آیت قرآن مجید کی یا ایھا الذین آ منوا ا ذا تدا ینتم بد ین سے شروع ہوتی ہے اور سورۃ بقرہ کی آیت نمبر ۲۸۳ ہے ۔ میرے قرآن میں سترہ سطروں کی ہے۔

بتائیے ۔ یہ آج تک کس نے دریافت کیا تھا؟

دوسری ریسرچ سنئے ۔فرماتے ہیں ۔

۲ ۔سب سے چھوٹی آیت مقطعات کو چھوڑ کر و العصر ہے یاو الحا قه اور و القارعه ہے۔ یہ آیتیں دوالفاظ سے مرکب ہیں۔

خوب ! یہ نیا مطالعہ ہے ۔اب تک قرآن مجید کی چھوٹی آیت کسی کو معلوم نہ تھی ۔

مگر اس سلسلہ کی سب سے مضبوط کڑی نمبر ۱۴ ہے جس سے قرآن مجید کے متعلق قادیانی مفسر کا یہ جدید انکشاف قابل داد ہے کہ قرآن مجید نے اپنے متعلق ، قرآن عربی ، ہونے کا جو دعوی کیا تھا وہ بھی مزید ریسرچ کا محتاج تھا۔ ملاحظہ ہو ۔

۱۴۔ یہ کتاب حکیم ب کے حرف سے شروع ہوتی ہے اور س کے حرف پر ختم ہوتی ہے مطلب یہ کہ بس ہے کہ کافی ہے ہمارے لئے اور بس ہے کہ آخری کتاب ہے ۔(الفضل ۲ مارچ ۱۹۳۹ء ص ۵)

غور طلب ہے کہ حضرت ابن عباسؓ سے لے کر اب تک کسی نے یہ ریسرچ نہ کی کہ ، بس ، عربی لفظ ہے، اور کافی کے معنوں میں آتا ہے۔

اگر میری یہ عرض داشت جناب استاد سید سلیمان ندوی کے سمع عالی تک پہنچ سکے تو زہے نصیب ۔کہ جناب اپنی تالیف لغات جدیدہ میں لفظ بس بمعنی کافی کا اضافہ فرمالیں اور اس کے مولد یا دخیل ہونے کی تحقیق قادیان شعبہ تالیف وتصنیف سے فرمالیں

برائے کرم اس ریسرچ سے مستشرقین یورپ کو بھی بشارت دیجئے اور

صاحب المنجد کو بھی مطلع فرما دیجئے۔

کاش یہ تمام لوگ با قاعدہ قادیان شعبہ تالیف وتصنیف سے معاملہ رکھیں تا کہ اس قسم کی نئی تحقیقیں ان کے کام آسکیں

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے نوٹ لکھا ہے:

قابل مضمون نگار کو شائد معلوم نہیں کہ ایسے محقق پہلے بھی گزر رہے ہیں جن کے حق میں کہا گیا ہے:

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ بورانیست باذنجان و باذنجان بورانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ نومبر ص ۱۹۳۹ء مطابق ۱۲ شوال ۱۳۵۸ھ جلد ۳۷ نمبر ۴ ص ۷)

کیا بہاء اللہ ایرانی نبی تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج تک تو بہائی تحریرات میں بہاء اللہ ایرانی کی نبوت سے انکار ہوتا رہا۔ یہی سننے میں آتا تھا کہ آپ نبی نہیں بلکہ صاحبِ کتاب ہیں۔ ادھر قادیان سے بھی آواز آتی کہ شیخ بہاء اللہ نے نبوت کا نہیں بلکہ الوہیت کا دعویٰ کیا ہے۔ ایسا کہنے میں ان کی ایک خاص غرض پنہاں ہے۔ اس کے جواب میں بہائی جماعت کی طرف سے کہا جاتا تھا کہ شیخ بہاء اللہ نے نہ الوہیت کا دعویٰ کیا اور نہ نبوت کا بلکہ الوہیت اور نبوت کے درمیان ایک درجہ مجہول الکیفیت ہے جس پر آپ فائز تھے۔

ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا میں اس مضمون پر مفصل بحث کر کے ثابت کیا ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی نبوت و رسالت تھے۔ اسکے بعد جتنی تحریرات اہل قلم بہائیوں کی طرف سے نظر سے گزریں ان سب میں شیخ بہاء اللہ کی نسبت نبی یا نبوت کا لفظ صاف پایا جاتا ہے جس سے ہمیں دو فائدے حاصل ہوتے ہیں ایک بہائیوں کے مقابلہ میں دوسرا قادیانیوں کے مقابلہ میں۔ اس کی تفصیل پہلے بھی کئی

دفعہ ہو چکی ہے اور آئندہ بھی حسب ضرورت ہوتی رہے گی۔
آج کے مضمون میں ہمارا روئے سخن بہائی میگزین بابت نومبر ۱۹۳۹ء کی طرف ہے۔اس میں ایک مضمون اس عنوان سے درج ہوا ہے:

نئی کتاب اور نئے پیغمبر کی آمد

اس عنوان کے ماتحت اڈیٹر صاحب بہائی میگزین نے قرآن شریف کی کئی ایک آیات سے نبوت کا اجراء ثابت کرتے ہوئے شیخ بہاء اللہ کو قرآنی شہادت سے نبی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے ۔ یہ کوشش اسی قسم کی ہے جو قادیانی گروہ کے افراد اپنے نبی (مرزا صاحب قادیانی) کی تعلیم کے ماتحت کیا کرتے ہیں۔اسی لئے ہم علی وجہ البصیرت کہا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی اپنے دعاوی میں شیخ بہاء اللہ سے مستفیض ہیں۔
ڈاکٹر اقبال مرحوم کا یہ قول رہ رہ کر ہمیں یاد آیا کرتا ہے کہ امام حسین کی شہادت کے بعد ان کے برابر بلکہ ان سے زیادہ مظلوم قرآن شریف ہے جو کوئی چاہتا ہے اس کو اپنے ظلم وستم کا تختہ مشق بنالیتا ہے یعنی متکلم کے خلاف منشاء اس سے کام لیتا ہے حقیقت میں ایسے لوگ اس آیت کے مصداق ہوتے ہیں

و لما جاء هم رسول من عند الله مصدق لما معهم نبذ فريق من الذين او توا الكتاب كتاب الله وراء ظهور هم (البقرة: ۱۰۱) جب کبھی ان کے پاس اللہ کا کوئی رسول ان کی کتاب کی تصدیق کرنے والا آیا، ان اہل کتاب کے ایک فرقہ نے اللہ کی کتاب کو اس طرح پیٹھ پیچھے ڈال دیا گویا جانتے ہی نہ تھے)

اڈیٹر صاحب بہائی نے شیخ بہاء اللہ ایرانی کے دعوی کے اثبات میں قابل توجہ مندرجہ ذیل آیات لکھی ہیں

۱۔و ما يأتيهم من ذكر من الرحمن محدثٍ الا كانوا عنه معرضين (الشعراء: ٥) (اوران کے پاس رحمان کی طرف سے جو بھی نئی نصیحت آئی یہ اس سے روگردانی کرنے والے بن گئے

۲۔ اشرقت الارض بنور ربها و وضع الكتاب و جِايٓ بالنبيين و الشهداء و قضى بينهم بالحق و هم لا يظلمون۔ (الزمر: ٦٩)

(اور زمین اپنے پروردگار کے نور سے جگمگا اٹھے گی۔ نامہ اعمال حاضر کئے جائیں گے۔ نبیوں اور گواہوں کو لایا جائے گا۔ اور لوگوں کے درمیان حق حق فیصلے کر دیئے جائیں گے اور وہ ظلم نہ کئے جائیں گے)

پہلی آیت آپ نے یہ بتانے کو پیش کی ہے کہ ذکر سے مراد کلام الٰہی ہے جو مختلف اوقات میں نازل ہوتا رہا ہے۔ دوسری آیت اس غرض سے پیش کی ہے کہ نورِ رب سے مراد شیخ بہاء اللہ ایرانی ہیں۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ جو قابل دید و شنید ہیں، درج ذیل ہیں:

ما یاتیھم من ذکر من ربھم محدث الا استمعوہ و ھم یلعبون۔ لا ھیة قلوبھم (سورہ انبیاء: ۲۔۳) (کبھی کوئی نیا ذکر پروردگار کی طرف سے لوگوں کے پاس نہیں آتا مگر لوگ اسے سن کر کھیل بناتے ہیں ان کی دل متوجہ نہیں ہوتے)

اس آیت مبارکہ میں صیغہ مضارع میں صاف صاف فرمایا ہے کہ ما یاتیھم من ذکر جس کا ترجمہ قاعدے کے مطابق حال و استقبال دونوں کو حاوی ہے جب کبھی خدا کی جانب سے نیا ذکر آتا ہے اور آئے گا لوگ توجہ سے نہیں سنتے اور نہیں سنیں گے۔ اس میں مستقبل کے پہلو سے عیاں ہو گیا کہ قرآن کے بعد بھی ذکر آئے گا اور لوگ منکر اور غافل رہیں،

(بہائی میگزین بمبئی۔ ص ۷ نومبر ۱۹۳۹ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس میں پہلی غلطی تو یہ ہے کہ راقم مضمون نے غور نہیں کیا کہ فعل مضارع زمانہ حال اور استقبال کے معنی میں لفظ مشترک یا حقیقت و مجاز ہے؟ حقیقت و مجاز کا تو قائل کوئی بھی نہیں۔ اگر ہو بھی تو ہمیں مضر نہیں۔ رہا مشترک ہونا تو اس کے لئے یہ قاعدہ ہے کہ ایک ہی کلام کے متعدد معنی ایک ہی دفعہ مراد نہیں لئے جاسکتے بلکہ ایک موقع پر ایک ہی معنی مراد ہوتے ہیں مثلاً لفظ عین سے نہر چشمہ آنکھ اور جاسوس وغیرہ سب معانی اکٹھے مراد نہیں لے سکتے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ اس مضارع (ما یاتیھم) میں کون سے معنی مراد ہیں۔ بشہادت قرینہ یہاں حال کے معنی مراد ہیں کیونکہ الا کانوا عنه کا صیغہ ماضی ہونا بتا رہا ہے کہ یہاں مستقبل کے معنی مراد نہیں ہو سکتے مگر ہم تو یہ بھی کہنے کو تیار ہیں کہ مستقبل کے معنی بھی ہمیں مضر نہیں۔

ترجمہ بمعنی حال:

نہیں آتی ہے انکے پاس خدا کی طرف سے کوئی نصیحت مگر وہ اس سے منہ پھیر جاتے ہیں

ترجمہ بمعنی مستقبل:

نہیں آئے گی ان کے پاس خدا کی طرف سے کوئی نئی نصیحت مگر وہ اس سے منہ پھیر جائیں گے

اڈیٹر بہائی میگزین نے ان ہر دو معانی کو پیش کر کے کہا ہے کہ قرآن مجید سے اجرائے نبوت ثابت ہوتا ہے جس کو دوسرے لفظوں میں یوں سمجھئے کہ بقول ان کے قرآن مجید اشارہ کرتا ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد بھی سلسلہ نبوت جاری رہے گا

ہم کہتے ہیں کہ ایک ہی وقت میں دو معانی مراد لینا خلاف قاعدہ ہے اسکے علاوہ مستقبل کے معنی لے کر بھی یہ مضمون ثابت نہیں ہوتا کیونکہ معنی استقبال کی صحت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ اس آیت کے نزول کے بعد تا انتقال ذات رسالت جو زمانہ ہے اس میں ان کی روگردانی ثابت ہو۔ اس سے یہ کیونکر مانا جائے کہ دوام استقبال مراد ہے ملاحظہ ہو آیت ذیل:

سیقول السّفھاء من النّاس ما ولا ھم

بوجہ دخول س کے یقول یقیناً فعل مستقبل کا صیغہ ہے جس کی صحت کے لئے ایک دفعہ کا قول بھی کافی ہے نہ کہ علی الدوام الی یوم القیامۃ۔

مذکورہ استدلال دراصل بہائی متکلم کے دعوی کیلئے بمنزل صغری کے ہے اس شکل کا کبری آپ نے آیت کریمہ اشرقت الا ر ض بنور ر بھا و وضع الکتاب سے لیا ہے اس سلسلہ میں آپ کے الفاظ بہت ہی لطف انگیز ہیں۔ آپ اس آیت کا ترجمہ مع تشریح یوں کرتے ہیں:

زمین پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی (نور رب اور بہاء اللہ ایک معنی ہیں) اور کتاب لا کر رکھی جائے گی۔ سورہ انبیاء اور سورہ شعراء کی آیات مذکورہ میں صاف لفظ محدث فرمایا ہے یعنی یعنی جدید کتاب و پیغمبر کی آمد ہو گی اور شروع مضمون میں جو آیت ہم نے لکھی ہے وہ پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ

قرآن کے بعد کوئی باطل کتاب ہرگز نہیں آئے گی اس طرح خدا نے ہمیں بتا دیا کہ حضرت بہاء اللہ کے ذریعے جونئی کتاب آئی ہے وہ حقیقت میں خدا کی ہی کتاب ہے اور حضرت بہاء اللہ یقیناً منجانب اللہ مرسل برحق ہیں۔

(بہائی میگزین۔ص ۸۔ بابت نومبر ۱۹۳۹ء)

ناظرین کرام: غور فرمایئے کہ کسی مدعی نبوت کے دعوے کا اثبات اس طریق سے ہو سکتا ہے جس میں نہ کسی قانون یا ضابطہ ءزبان کی پابندی ہو نہ سیاق عبارت کا لحاظ نہ تحریف کلام سے خوف، ہم ناظرین کی آگاہی کیلئے یہ آیات پیش کئے دیتے ہیں

اشرقت الار ض بنو رر بها و و ضع الكتاب و جأ ئ ء بالنبيين و الشهداء و قضى بينهم بالحق و هم لا يظلمو ن۔ و وفّيت كلّ نفس ما عملت و هو اعلم بما يفعلو ن ۔ و سيق الّذين كفروا الى جهنّم زمرا ۔ حتّى اذا جا ء و ها و فتحت ابوا بها و قا ل لهم خز نتها الم يأتكم رسل مّنكم يتلو ن عليكم ء ايا ت ربّكم و ينذ رو نكم لقا ء يو مكم هذا ، قا لوا بلى و لكن حقّت كلمة العذا ب على الكا فر ين ۔ قيل اد خلوا ابوا ب جهنّم خالدين فيها فبئس مثوى المتكبّر ين ۔ و سيق الّذين اتقوا ربّهم الى الجنّة زمرا۔ حتّى اذا جا ء و ها و فتحت ابوا بها و قال لهم خز نتها سلا م عليكم طبتم فا دخلو ها خا لد ين ۔ و قالوا الحمد للّه الذى صد قنا وعده و او ر ثنا ا لا ر ض نتبوّأ من الجنّة حيث نشا ء فنعم اجر العا ملين ۔ و تر ى الملا ئكة حا فّين من حو ل العر ش يسبّحو ن بحمد ر بّهم و قضى بينهم بالحق و قيل الحمد لله ربّ العا لمين (الزمر: ٦٩-٧٥)

ان آیات میں مختلف مصادر سے پانچ فعل آئے ہیں جو ایک دوسرے سے عطف کا تعلق رکھتے ہیں۔ ان کے معنی بتانے میں ہمیں بڑی آسانی ہے کیونکہ اڈیٹر صاحب بہائی نے دوفعلوں اشرقت اور و ضع کو مستقبل کے معنی میں لیا ہے پس ساری آیات کا مستقبل کے معنی میں لے کر مفہوم یوں ہوگا:

زمین اپنے پروردگار کے نور سے روشن ہو جائے گی اور اعمال نامہ کی کتاب سب کے سامنے رکھ دی جائے گی اور نبی اور شہید رو برو لائے جائیں گے جس کے بعد الحمدلله رب العالمین کہا جائے گا۔

حضرات ! ہر ایک صاحب خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر بتائے کہ کیا یہ سب واقعات ظہور میں آ چکے ہیں۔ مضمون نگار صاحب نے نور اور بہاء اللہ ہم کو ہم معنی کہہ لیا اور کتاب سے مراد بہاء اللہ کی کتاب اقدس لے لی مگر نبیوں اور شہیدوں کا آنا اور بندوں کے درمیان فیصلہ کلی ہونا اور منادی کا الحمدللہ کہنا، یہ کام کب ہوئے؟

سب سے بڑی بات جملہ قضی بینهم بالحق قابل غور ہے کیونکہ قرآن مجید کی متعدد آیات سے ثابت ہوتا ہے کہ قیامت کے دن قضائے بالحق کے بعد جزا و سزا کا دور شروع ہو جائے گا، اعمال کا نہیں۔

غور سے پڑھیئے آیات کریمہ جن کے الفاظ یہ ہیں:

و قال الشیطان لما قضی الامر انّ الله وعدکم وعدالحق و وعدّ تکم فا خلفتکم و ما کان لی علیکم من سلطان ا لّا ان دعو تکم فاستجبتم لی، فلا تلو مو نی ولو موا انفسکم ، ماانا بمصرخکم وما انتم بمصر خی انّی کفرت بما اشرکتمو ن منقبل انّ الظا لمین لهم عذا ب الیم۔ و ا دخل الذین آ منوا و عملوا الصالحات جنّا ت تجری من تحتها ا لا نهار خالدین فیها با ذن ر بهم تحیتهم فیها سلا م (ابرا هیم: ۲۲-۲۳)

ان آیات کا ترجمہ ہی اپنا مطلب بتانے کو کافی ہے جو درج ذیل ہے:

جب امر مذہبی کا فیصلہ ہو جائے گا تو شیطان یہ فیصلہ دیکھ کر بنی نوع انسان کو کہے گا کہ اللہ تعالیٰ نے تم سے سچا وعدہ کیا تھا اور میں نے تم سے غلط وعدے کئے تھے اور میرا تم پر کچھ زور بھی نہ تھا سوائے اس کے کہ میں نے تم کو برے کاموں کی طرف لگایا اور تم نے قبول کیا۔ پس تم مجھے ملامت نہ کرو بلکہ اپنے نفسوں کو ملامت کرو۔ نہ میں تمہیں چھڑا سکتا ہوں نہ تم مجھے چھڑا سکتے ہو اور میں تمہارے شرکیہ کاموں سے منکر ہوں۔ ظالموں کے لئے سخت عذاب

ہوگا اور ایمان دار اچھے کام کرنے والے باغات میں داخل کئے جائیں گے جن کے نیچے نہریں جاری ہوں گی اور وہ ان میں اپنے رب کے حکم سے ہمیشہ رہیں گے اور وہاں ان کا تحفہ باہمی سلام ہوگا۔

یہ آیات صاف بتا رہی ہیں کہ اس فیصلہ کا نتیجہ یہ ہوگا کہ نیکوکار جنت میں اور بدکار جہنم میں داخل کئے جائیں گے۔ کیا یہ سب کام پورے ہو چکے ہیں۔ کیا اہل جنت بحکم آیت کریمہ لا یسمعو ن فیھا لغوا و لا تا ثیما دنیا میں گناہ کی آواز نہیں سنتے۔ کیا ایسی آواز کہیں سے آتی بھی نہیں۔

بھائی دوستو! آپ کے اور آپ کے ہم نوا قادیانیوں کے ایسے دلائل کے جواب میں مسلمان مجبوراً یہ دعا کرتے ہیں

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے
خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۳، ۵)

مرزا صاحب کا نکاح آسمانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان نے آسمانی نکاح کا قصہ پارینہ پھر چھیڑا ہے۔ ہم سمجھتے تھے کہ امت مرزائیہ اس نکاح کا تصور کر کے بھی شرمندہ ہوتی ہوگی۔ نہ اس لئے کہ یہ نکاح دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اس اس لئے کہ اس کی تشریحات اعیان احمدیہ نے اتنی مختلف کی ہیں کہ یہ مصرع ان پر صادق آتا ہے

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

سب سے پہلے قادیانی حکیم الامت (خلیفہ نورالدین) نے اس بیمار (مرزا صاحب) کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ مرزا صاحب کے آسمانی خسر مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محترمہ محمدی بیگم جس سے مرزا صاحب کا آسمان پر نکاح ہوا تھا) سے خاص محمدی بیگم مراد نہیں تھی بلکہ اس

سے محترمہ محمدی کی بیٹی یا لڑکی کی لڑکی یا اسکی نواسی یا نواسی کی نواسی قیامت تک مراد ہے ...(دیکھئے تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۱۳۲) ۔آئندہ زمانے میں قیامت تک دونوں طرف سے جس لڑکی اور لڑکے کا باہم رشتہ ہو جائے تو آسمانی نکاح ثابت ہو جائے گا۔

حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے نسخہ تو عجیب تجویز کیا تھا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے استاد ذوق نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے کو یہ شعر لکھا

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا علاج کیا

اس کا دوسرا جواب مفتی محمد صادق صاحب قادیانی نے یہ دیا کہ یہ نکاح مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں فسخ ہو چکا تھا۔اب اعتراض کیا؟

یہ دو جواب تو قادیانی جماعت کی طرف سے دیئے گئے ۔ لاہوری جماعت مرزائیہ نے اپنا جواب ان کے علاوہ دیا ہے۔ان کے امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب تو صاف تسلیم کر لیا کہ نکاح کی بابت پیش گوئی تھی مگر حق یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوا ۔لاہوری جماعت میں ایک صاحب بہت بڑے محقق ہی نہیں بلکہ مدقق ہیں ۔ انہوں کافی سوچ سمجھ کر از خود ایک ایسا جواب دیا ہے جو واقعی ایک مدقق کے شایان شان ہے ۔ یہ صاحب چونکہ ڈاکٹر ہیں اور آج کل ڈاکٹری میں تشخیص مرض کا ایک نیا طریقہ جاری ہوا ہے جس کو ایکس رے کہتے ہیں۔ اس عمل سے بیمار کے اندرونی اعضا کی تصویر لے لیتے ہیں ۔ یہ طریقہ عموماً سل اور دق کے امراض میں زیادہ مستعمل ہے۔ڈاکٹر صاحب نے نکاح مرزا کی اندرونی تصویر یہ دکھائی ہے کہ اس پیشگوئی سے مراد گویا عرفی شرعی نکاح نہیں ہے بلکہ ہماری جماعت جو یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کے ذریعے سے انگریزوں کو محمدی کلمہ گو بناتی ہے اس سے یہی مراد ہے۔آپ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ گویا محمدی جماعت میں داخل ہو کر محمدی بیگم بن گئے ہیں ۔ احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم سے مرزا کا جو نکاح آسمان پر ہوا تھا اور دنیا میں ظاہر ہونے والا تھا اس سے مراد یہی ہے کہ انگریز مرزائیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہو رہے ہیں ۔ ہمارے ناظرین یہ توجیہ سن کر جلدی میں یہ نہ کہہ دیں کہ یہ توجیہ تو اس شعر کی مصداق ہے

چہ خوش گفت سعدی در زرادی
الا یا ایها السّاقی ادر کاساً و ناولها

ایسے جلد باز معترضین کو پہلے قادیانی لغات اور اصطلاحات سے واقفیت حاصل کر لینی چاہیے۔ دمشق سے مراد قادیان، خنزیر سے مراد پادری، یاجوج ماجوج سے مراد اقوام یورپ، اور دجال سے مراد انگریز، اور خر دجال سے مراد ریل اور مریم سے مراد مرزا صاحب۔ غرض یہ ہے کہ قادیان ایسی بستی ہے جہاں سے یہ آواز آتی ہے

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

ان چار سابقہ جوابات کو الفضل نے کافی نہ جان کر ایک نیا جواب دیا ہے۔ جو پہلے چاروں سے لطیف تر ہے۔ اور طلبائے مدارس کیلئے تفریح کا سامان ہے۔ اس لئے ہم اس کو اسی کے الفاظ میں قریباً پورا نقل کرتے۔ الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے:

' حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی صداقت کے انہیں لاکھوں نشان نظر آسکتے تھے۔ لیکن خداہی سنت کے ماتحت مخالفین نے اس پر عمل نہ کیا۔ احمدیت پر مخالفین کی طرف سے جو سب سے بڑا اعتراض پیش کیا جاتا ہے وہ محمدی بیگم والی پیش گوئی سے متعلق ہے۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مخالفین اس پیش گوئی پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ پیشگوئی بھی حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے۔ اس پیش گوئی پر جتنے بھی اعتراض کئے جاتے ہیں ہماری جماعت کی طرف سے ان کے دنداں شکن جواب دیئے جا چکے ہیں۔ لیکن میں اب ایک اور رنگ میں اس پیش گوئی کے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں۔

اس پیشگوئی پر غور کرنے سے قبل مخالفین کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا کوئی جھوٹا انسان اس قسم کی پیش گوئی کر سکتا ہے۔ وہ اپنے جھوٹ سے دنیا کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو تو خوب جانتا ہے کہ میں دعوی نبوت میں جھوٹا ہوں۔ اور جھوٹا مدعی نبوت کبھی اس قسم کی پیش گوئی کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا جس کا پورا ہونا اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو...

خدا تعالیٰ کے انبیاء جن کو وہ دنیا کی ہدائت اور رہنمائی کیلئے مبعوث کرتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کو جو کچھ خدا تعالیٰ کہے اس کو وہ دنیا تک پہنچا دیتے ہیں۔ وہ اس پیغام میں ایک شوشہ تک نہ گھٹا سکتے ہیں اور نہ بڑھا سکتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے جن مبشرات و منذرات کی ان کو خبر ملے وہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں خواہ ظاہری نگاہ میں وہ باتیں پوری ہونے والی ہوں یا نہ ہونے والی ہوں۔

پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے عقلی طور ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت اپنے ہر قول اور فعل اور تحریر و تقریر میں اعتراض کے پہلو سے بچتا دکھائی دیتا ہے۔ کیونکہ اسکی ساری کاروائی میں اسکی اپنی عقل اور سکیم کا دخل ہوتا ہے۔ لیکن ایک سچا اور خدا کا مقرر کردہ نبی اس قسم کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے۔ وہ وہی کہتا ہے جس کا خدا اسے حکم دے اس امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اس پیشگوئی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نبی تھے۔ آپ نے وہی کچھ فرمایا جو ارشاد باری تھا۔ لوگوں کے ہنسی مذاق کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی۔ اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہوتا تو ایسی پیشگوئی ہر گز نہ کرتا جس کا پورا ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا۔ پس اس امر سے یقینی طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) راست باز انبیاء کے زمرہ میں شامل ہیں' (بدر سلطان مجاہد تحریک جدید)

(الفضل قادیان ۱۹۔نومبر ۱۹۳۹ص ۵)

(مولانا امرتسریؒ فرماتے ہیں) ہمارے ناظرین خواہ کسی مذہب و مشرب کے ہوں للہ ہمیں اطلاع دیں کہ اس سارے مضمون میں فاضل نامہ نگار نے جواب دیا ہے یا جواب سے جواب ہے۔ عرب کا ایک شاعر اپنے محبوب سے پوچھتا ہے کہ تو مجھے کس جرم پر ستاتا ہے۔ اس کا محبوب نہائت معقول جواب دیتا ہے

وجودك ذنب لا يقاس به ذنب

(یعنی تیری ہستی ہی گناہ ہے۔ اس کے برابر کوئی گناہ نہیں)

اس جواب کو معیار بنا کر دیکھا جائے تو مضمون نگار کا جواب صحیح ہو سکتا ہے لیکن اگر علم مناظرہ کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ جواب اس شعر کا مصداق ہے

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

کیوں صاحب! جماعت احمدیہ کی طرف سے جو دندان شکن جواب دیئے گئے وہ ایسے ہی دنداں شکن تھے؟ ہمارے خیال میں وہ جوابات اگر ایسے معقول نہ تھے تو اس سے کم بھی نہ تھے۔ سارے جواب کی روح رواں یہ فقرہ ہے کہ جھوٹے نبی ایسی پیشگوئی کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے۔ اس کا نتیجہ اس کے دل میں یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایسی پیشگوئی کی ہے جو جھوٹے نہیں کر سکتے لہذا آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں۔ ہماری دریا دلی دیکھئے کہ ہم آپ کی دلیل کے کسی مقدمہ پر منع وارد نہیں کرتے بلکہ نقیض بھی نہیں کرتے۔ ہاں اتنا کہنے کی اجازت چاہتے ہیں (اگر آپ لوگ توجہ کریں) کہ ایسی پیشگوئی کر دینا ہی اگر سچائی کی دلیل ہے تو اس کے ظہور کے انتظار کی کیا ضرورت تھی۔ کیونکہ مرزا صاحب متوفی نے گورداسپور کی عدالت ججی میں بضمن شہادت یہ کہا تھا کہ جس روز یہ پیش گوئی پوری ہوگی آج جو لوگ مجھ پر ہنستے ہیں اس روز اپنے حال پر روئیں گے۔ جو بات آج نامہ نگار نے کہی ہے کہ نفس پیشگوئی کر دینا ہی دلیل صداقت ہے۔ یہی کہہ دیتے، پھر کیوں کتاب شھادۃ القرآن میں مسلمانوں کو اس پیشگوئی کے انجام کا انتظار کرنے کا حکم دیا۔ حالانکہ بقول نامہ نگار مذکورہ خرق عادت پیشگوئی کر دینا ہی مدعی کی صداقت کا نشان ہے۔

قرآن مجید اصولاً نامہ نگار کے خیال کی تردید کرتا ہے جہاں ذکر ہے کہ کفار قرآن مجید کی خبروں کو غلط کہتے ہیں۔ اس کے جواب میں فرمایا

و لتعلمنّ نبا ءہ بعد حین ۔(ص : ۸۸)

یعنی تم لوگ تھوڑے عرصے کے بعد اسکی خبروں کو صحیح پاؤ گے۔

نامہ نگار مذکور کی طرح یہ نہیں کہا کہ پیشگوئی کی انتہا دیکھنے کی کیا ضرورت ہے۔ نفس پیشگوئی ہی کافی ہے۔

قادیانی جماعت اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی کیونکہ اس پیش گوئی نے ان کے دماغوں کو

پریشان کر رکھا ہے۔اس لئے ان کی مختلف حالتوں پر یہ آیت خوب چسپاں ہوتی ہے

انّكم لفي قول مختلف يوفك عنه من افك

ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت باتیں بنانے میں بڑی ہشیار ہے۔ مگر مرزا قادیانی کی محبت نے ان کو مرزا غالب کے اس شعر کا مصداق بنا دیا ہے۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۵۔۶)

ہمارا سوال ہے یا ہمالہ پہاڑ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹ ستمبر ۱۹۳۹ء میں قادیانی جماعت سے یہ سوال کیا تھا کہ آپ کے دونوں گروہ جب اس مسئلہ میں اختلاف رکھتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں تھے اور ساتھ ہی یہ بھی کہا جاتا ہے کہ جو شخص مرزا صاحب کی نبوت کا منکر ہے وہ کافر ہے (مقولہ خلیفہ قادیان) اور دوسری طرف سے یہ آواز آتی ہے کہ خلیفہ دجال ہے (مقولہ محمد علی) اس بنا پر ہم نے سوال کیا تھا کہ حسب فتوی خلیفہ قادیان مولوی محمد علی جو نبوت مرزا کی نفی کرتے ہیں کافر ہے یا نہیں؟

قادیانی گروہ جو مرزا صاحب کی نبوت کا مدعی ہے حسب قول محمد علی صاحب دجاجلہ ہیں یا نہیں؟ اس کے جواب میں دونوں گروہوں کے آرگن الفضل اور پیغام تو خاموش رہے البتہ قادیانی فاروق میاں درمیان میں آکودے جو خاص ایسے ہی مشکل وقت کے لئے رکھے ہوئے ہیں آپ نے اسکا جواب کیا ہی لطیف دیا ہے کہ مولوی محمد علی اور ان کے اتباع مرزا صاحب کی نبوت کا سلب کلی نہیں کرتے بلکہ تاویلاً انکار کرتے ہیں (کیا خوب) فریقین کے اخبارات شہادت دیتے ہیں کہ ان ہر دو فریق میں بنائے اختلاف نبوت مرزا ہی ہے کیا آپ لوگوں کو یاد نہیں کہ پچھلے دنوں جو مباحثے

کا چیلنج دیا جاتا تھا اس کا مبحث اہل قادیان کی طرف سے یہی نبوت مرزا کو پیش کیا جاتا تھا آج اسے کیوں چھپایا جاتا ہے۔

قادیانی ممبرو! اس سوال کے بوجھ سے تم کسی طرح نہیں بچ سکتے کیونکہ یہ سوال اہل حدیث کا ہے جو اپنے حق میں کہہ سکتا ہے

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۶۔۷)

(مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے انگریز اور روس وغیرہ کو بھی دجال قرار دیا ہے جیسا کہ آپ ۲۶ دسمبر ۱۹۴۴ء کی ایک تقریر میں فرماتے ہیں:

یاجوج ماجوج کون ہیں؟...

یہ ایک عقدہ لاینحل تھا جس کو کوئی حل نہیں کر سکا یہاں تک کہ ایک شخص ہماری آنکھوں کے سامنے اٹھا۔اس نے اس کا پتہ بتایا کہ یاجوج ماجون کون ہیں۔ تمام مسلمان تو ہمات میں پڑے ہوئے تھے اور ان کو عجیب الخلقت مخلوق سمجھتے تھے، یہاں تک کہ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی اٹھتے ہیں اور ۱۸۹۱ء میں ایک ایسا دعوی کرتے ہیں جس سے دنیا میں ایک شور پڑ جاتا ہے۔مگر اسی سال یورپ اور امریکہ میں تبلیغ اسلام کی بنیاد رکھی جاتی ہے۔ہمارے ایک عزیز نے اس بات کی طرف توجہ دلائی کہ ۱۸۹۱ء ہی وہ سال ہے جب ووکنگ مسجد کی بنیاد رکھی گئی۔ ۱۸۹۱ء میں جب ہندوستان کے سارے لوگ آپکو مجدد مانتے تھے (کیا ہندو، سکھ، آغا خانی بوہرے، چینی دیوبندی، عیسائی، وغیرہ سبھی مرزا کو مجدد جانتے تھے؟ کیا یہ لوگ سارے ہندوستان میں شمار نہیں ہوتے تھے؟ حقیقت تو یہ ہے ۱۸۹۱ء تک مولوی محمد علی لاہوری خود بھی قادیانی نہیں ہوئے تھے۔ بہاء) آپ پر یہ انکشاف ہوتا ہے کہ حضرت عیسی جن کے متعلق مسلمانوں کا خیال ہے کہ وہ آسمان پر بیٹھے ہوئے ہیں وہ فوت ہو چکے (یہ تو سرسید احمد خان نے پہلے ہی بتا رکھا تھا۔مرزا صاحب قادیانی نے کون سا تیر مارا۔ بہاء) ہیں اور ان کی آمد کے متعلق جو پیشگوئی پائی جاتی ہے وہ مجھ میں یعنی چودھویں صدی کے مجدد میں پوری ہوگئی۔ابن مریم کے نزول کے ساتھ اور بہت سی باتیں وابستہ تھیں یاجوج ماجوج کا غلبہ بھی اسی نزول مسیح کے ذکر سے وابستہ تھا۔دجال کا ذکر بھی اسی ذیل میں

تھا۔مغرب سے طلوع آفتاب بھی اسی کا نشان تھا...آپ ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں ؛

اور یاجوج ماجوج کی نسبت تو فیصلہ ہو چکا ہے جو یہ دنیا کی دو بلند اقبال قومیں ہیں جن میں سے ایک انگریز ہیں دوسرے روس ہیں ۔ دونوں قومیں بلندی سے نیچے کی طرف حملہ کر رہی ہیں یعنی اپنی خداداد طاقتوں کے ساتھ فتح یاب ہوتی جارہی ہیں ..(ازالہ اوہام۔ص۵۰۲)....

یہی حالت دجال کے متعلق بھی ہے۔سیاسی قوت کے لحاظ سے یورپ کی قوموں کا نام یاجوج اور ماجوج ہے اور مذہبی طور پر ان کا نام دجال ہے۔ دنیا کو گمراہی کی طرف لے جارہے ہیں اسلام کو مٹانے کی کوشش کرتے ہیں...

(پیغام صلح لاہور۱۰ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۴ھ ج ۳۳ نمبر ۲ ص ۱۔۲)

آخری فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اس آخری فیصلہ کو بارہا سن چکے ہوں گے کیونکہ یہ حقیقتاً آخری فیصلہ ہے، اسلئے کہ یہ اعلان بانی فرقہ مرزائیہ کی طرف سے ہے۔مگر قادیانی اور لاہوری پارٹیوں کی طرف سے اس آخری فیصلے کو مٹانے کے لئے کوشش کی جاتی ہے۔ چنانچہ ریویو آف ریلیجنز قادیان نومبر ۱۹۳۹ء میں ایک مضمون بسیط نکلا ہے جو ایک ذمہ دار قادیانی عہد یدار کی طرف سے ہے جس کے نام سے کے ساتھ ایم اے بھی لگا ہوا ہے یعنی چوہدری فتح محمد سیال..

آج ہم ان کے مضمون پر گہری نظر ڈالتے ہیں۔اس مضمون سے ہم نے یہ نتیجہ تو صاف نکالا ہے کہ یہ صاحب اس شعر کے پورے مصداق ہیں جو منشی قاسم علی نے قادیان کے جلسے میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے حق میں پڑھا تھا جس کا ایک مصرع یہ ہے :

یہی وہ ہیں، یہی وہ ہیں، یہی ہیں پکے مرزائی

مضمون نگار مذکور ایسے پکے مرزائی ہیں کہ ان کے نزدیک حق و باطل کا معیار صرف مرزا صاحب قادیانی کی موافقت یا عدم موافقت ہے۔ ہم اپنے دعوی کے ثبوت

میں ان کا مضمون ناظرین کے سامنے رکھ کر پوچھتے ہیں کہ کیا یہ کسی راست گو اور راست رو کا لکھا ہوا ہوسکتا ہے قبل اس کے کہ مضمون شروع ہو ہم مرزا صاحب کے اعلان (آخری فیصلہ) کا اصل مضمون ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

.. ۔ یستنبئونك احق هو ۔ قل ای و ربّی انّه لحقّ ۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں ۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے ۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اوران الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا ۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا ۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے ۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے ۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں

تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اوران کی جماعت کو خوش کر دے ۔ آمین

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر ۔مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے ۔آمین یا رب العالمین میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے ۔ انھوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لاتقف مالیس لک بہ علم پر بھی عمل نہیں کیا ۔اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا ۔مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے ۔اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا

دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔ آمین ثم آمین ۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ۔ آمين ۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء

ناظرین کرام !عبارت مذکورہ بالا دو مطالب بتا رہی ہے۔ ایک مطلب سب سے پہلے یہ کہ ایسا اعلان کرنے کی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کیا ضرورت پیش آئی ؟ میری مخالفت اور مواخذات سے تنگ آ کر آپ نے یہ اعلان کیا ۔ اعلان کا مطلب صاف ہے ۔آپ نے دعا کی ہے کہ ہم دونوں میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے ۔ شروع میں چونکہ آپ نے آیت لکھی تھی يستنبؤنك ا حق هو قل اى و ربّى انّه لحق، اس لئے آپ کو اس دعا کی قبولیت کا الہام بھی ہوا جس کے الفاظ یہ ہیں: ا جيب دعوة الدا ع میں خدا دعا کرنے والے کی دعا قبول کرتا ہوں۔

اس الہام کو مرزا صاحب نے میرے نام کے ساتھ بہ صریح الفاظ چسپاں کیا ہے ۔ دیکھو بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء۔ اس چسپید گی کی تصدیق میاں محمود احمد نے بڑے زبردست الفاظ میں کر کے اس دعا کو (جو جملہ انشائیہ ہے) پیش گوئی کی شکل میں بتا کر جملہ خبر یہ بتایا ہے جس کی وجہ سے اس کا تحقق بہت ضروری ہو گیا۔

ناظرین ان دونوں ثبوتوں کو ملحوظ رکھ کر مجیب کے اصل الفاظ سنیں اور ہمارے حواشی بین القوسین دیکھتے جایئے : سیال صاحب لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کی مخالفت حضور کے دعوی کے اوائل میں ہی شروع کر دی تھی کیونکہ اس زمانہ میں حضور کی مخالفت مسلمانوں میں فوری طور پر شہرت حاصل کرنے اور لوگوں کی توجہ

اپنی طرف کھینچنے کا خاص ذریعہ مقرر ہو چکی تھی (اس لئے مرزا صاحب قادیانی نے آریوں اور عیسائیوں سے مقابلہ شروع کیا ہوگا۔ثنا) اور کوئی مولوی اس زمانہ میں مولوی کہلانے کا مستحق ہی نہیں سمجھا جاتا تھا جب تک وہ اس مبارک امام (مرزا قادیانی) کی مخالفت میں اناپ شناپ نہ بکے۔مولوی ثناءاللہ امرتسری کی مخالفت کی بنا پر علاوہ دیگر طرق فیصلہ کے ان کے سامنے بار بار اس بات کو پیش کیا گیا کہ وہ مباہلہ کر کے فیصلہ کر لیں۔ چنانچہ انہیں ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۷ء کے درمیان ۶ مختلف وقتوں اور مختلف ذریعوں سے مباہلہ کے لئے بلایا گیا لیکن مولوی صاحب ہمیشہ میدان مباہلہ میں آنے سے انکار کرتے رہے۔ (غلط کہتے ہو، میں نے مباہلہ میں آنے سے کبھی انکار نہیں کیا بلکہ اس کا انجام پوچھتا رہا کیونکہ مجھے خطرہ تھا کہ مجھے کبھی کھانسی زکام بھی ہو گیا تو مرزا صاحب اس کو بھی اپنے مباہلے کا اثر بتائیں گے۔ثناءاللہ امرتسری)

میں اس بات کو یہاں واضح کر دینا چاہتا ہوں کہ کسی شخص کی زندگی یا موت اس کے صدق یا کذب کی دلیل نہیں ہے (بے شک موت و حیات دلیل صدق و کذب نہیں ہے۔لیکن مدعی نبوت یا مدعی الہام اگر کسی کے مرنے کو اپنی صداقت کا نشان قرار دے تو اس کا مرنا یقیناً اسکے کذب کی دلیل ہو گا س۔ثناءاللہ) حضرت رسول اکرم ﷺ ۶۳ سال کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے حالانکہ حضور کے مخالف مشرکین اور یہود و نصاری میں سے ابھی تک بقید حیات موجود تھے۔ ہاں جب قرآن شریف کی تعلیم کے مطابق مباہلہ واقعہ ہو جائے تو پھر یہ امر یقینی ہے کہ فریقین میں سے جو جھوٹا ہو وہ صادق سے پہلے موت کا مزہ چکھایا جائے اور اس طرح سے کاذب اور مفتری اپنی موت سے صادق کی صداقت پر مہر کر دے

(اگر یہ قول صداقت اور ایمان سے کہتے ہو تو بتاؤ مولوی عبدالحق غزنوی امرتسری سے مرزا صاحب قادیانی نے امرتسر کی عیدگاہ میں جو مباہلہ کیا تھا اور مرزا صاحب جو مولوی صاحب سے پہلے مر گئے تھے تو بتاؤ مرزا صاحب قادیانی کیا ہوئے؟ دیکھنا سچ کہتے ہوئے جھجکنا نہیں کیونکہ قرآن کی تعلیم ہے و اذا قلتم فاعدلوا و لو کان ذا قربی، جب بولو تو سچ بولو چاہے کوئی

تمہارا قریبی ہو۔ثناء اللہ امرتسری)
لیکن مولوی صاحب مباہلہ کے لئے مقابلہ پر نہ آئے۔مگر حضرت اقدس کی تکذیب اور تضحیک سے بھی باز نہ آئے۔بالآخر حضرت امام ہمام نے اس امرتسری مغرور پر اتمام حجت کے لئے اشتہار آخری فیصلہ میں خود ہی دعائے مباہلہ کر دی (مباہلہ کہنے میں سچے ہو تو سارے اشتہار میں مباہلے کا لفظ ہی دکھا دو۔علاوہ اس کے سنو۔مباہلے کی دعا فریقین کی طرف سے جمع متکلم کے صیغے میں ہوتی ہے قرآن کی آیت مباہلہ ندع ابناء نا... ثم نبتھل ۔ غور سے پڑھو۔اگر قرآن کی آیت تم کو کافی نہ ہو تو مرزا صاحب کا کلام سنو جو لکھتے ہیں: مباہلہ میں فریقین کا باہم مل کر عذاب کیلئے دعا کرنا ضروری ہے۔اربعین جز دوم ۔ چونکہ اس اعلان مرزا میں صیغہ مفرد متکلم کا ہے اس لئے یہ دعا مباہلہ نہیں بلکہ حضرت نوح کی دعا کی طرح محض دعا ہے) اور مولوی صاحب کو اجازت دی کہ اس کے نیچے جو چاہیں لکھ دیں جس سے حضور کا منشاء یہ تھا کہ اب فیصلہ ضرور ہو کر رہے گا کیونکہ اس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے اب کوئی جائے فرار نہ تھی بہر حال حق و باطل میں فیصلہ مقصود تھا۔حضرت مسیح موعود کے ان الفاظ میں کہ مولوی صاحب جو چاہیں اسکے نیچے لکھ دیں،مولوی ثناء اللہ صاحب کو اختیار دیا گیا تھا کہ موت و حیات کے نشان میں سے جسے چاہیں پسند کر لیں (غلط کہتے ہو۔موت حیات نہیں بلکہ اعلان کے متعلق ہاں یا نہ مطلوب ہے ۔نتیجہ ان سب کا یہی تھا کہ اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے ۔ثناء اللہ امرتسری)ان دونوں حالتوں میں حضرت مسیح موعود کی صداقت اور مولوی ثناء اللہ کے جھوٹے ہونے کا ثبوت مہیا ہو جاتا تھا جو اللہ تعالیٰ نے خود مولوی ثناء اللہ کی قلم اور اختیار سے ان کی خواہش اور عقیدہ کے مطابق مہیا کروا دیا۔اور یہ سارا معاملہ اللہ تعالیٰ کے عجیب و غریب تصرف کا ثبوت ہے جس سے مولوی ثناء اللہ اور دیگر دہریہ مزاج انکار کرتے رہتے ہیں جیسا کہ میں لکھ چکا ہوں مولوی ثناء اللہ ۱۸۹۶ء اور ۱۹۰۷ء کے طویل عرصہ میں ۹ دفعہ مباہلہ سے انکار اور فرار کر چکے تھے اس لئے (غلط کہتے ہو،میرا مباہلے سے انکار اور فرار دعا مذکورہ کی وجہ نہیں ہے بلکہ میرے مواخذات سے مرزا صاحب تنگ آ گئے تھے جس کے بعد انہوں نے یہ دعا

کی ۔اشتہار کی عبارت مولوی سرور شاہ سے پڑھواؤ۔ثناء اللہ) آخری فیصلہ میں حضور نے دعا فرمائی : میں تیری رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما۔

چونکہ آخری فیصلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو اختیار دیا گیا تھا اس لئے مولوی ثناء اللہ نے اس سے فائدہ اٹھا کر کہا (ناظرین اس راست گو کی اصل عبارت میں فعل ،کہا،کو دیکھ کر غور فرمائیں کہ اس کا فاعل مجھے بتایا ہے ۔ پھر کیا اس کے آگے کے فقرے میرا مقولہ ہو سکتے ہیں ۔ ذرا عبارت کو غور سے پڑھ کر اس بھلے آدمی کی راست گوئی کی داد دیجئے ۔ثناء اللہ) کہ مجھے موت ومباہلہ کا طریق منظور نہیں بلکہ مجھے یہ طریق منظور ہے کہ میری زندگی لمبی ہو جائے اور اس میری طول حیات کے نشان کے ساتھ ساتھ یہ نشان بھی ہو کہ میں ثناء اللہ امرتسری آپ کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے کے بہت سے نشانات آیات اور معجزات دیکھوں ، جو میرے لئے عبرت کا موجب ہوں اور تائیدات الٰہیہ کی بار مجھے شرمندہ کردے...پس خدا تعالیٰ نے مولوی صاحب کے ان مطالبات کے مطابق آخری فیصلہ کر دیا۔یعنی مولوی صاحب کی زندگی لمبی ہو رہی ہے اور ہر سال حضرت مسیح موعود کی درجنوں پیش گوئیاں (ایک درجن بھی نہیں ،ایک ہی بتائے جو مرزا صاحب کے مرنے کے بعد سچی ہوئی ہو ۔آپ تو کیا بتائیں گے لیجئے ہم ہی بتائے دیتے ہیں کہ مرزا صاحب کے لاہور میں مرنے اور قادیان میں دفن ہونے سے مرزا کی پیش گوئی پوری ہوئی کہ ہم مدینے میں مریں گے یا مکے میں ۔ ان دونوں مقاموں کا نام مکہ مدینہ قادیانی لغات میں ہو تو ہو لیکن عرف اسلامی بلکہ محاورہ انسانی میں تو یہ نہیں ملتا۔اس کے جواب میں غالباً آپ کہہ دیں گے: سرمستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند ۔ثناء اللہ) اور تائیدات الٰہیہ اور نصرت ربانیہ کے نشانات ظاہر ہو رہے ہیں اور مولوی (ثناء اللہ امرتسری)صاحب یہ سب کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کاش وہ عبرت حاصل کریں ۔

۱۹۰۷ء سے ۱۹۳۹ء تک ۳۲ سال گزرتے ہیں اس طویل عرصہ میں حضرت مسیح موعود کی زبردست انفرادی پیش گوئیاں پوری ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ

کے فضل کے ساتھ سلسلہ عالیہ احمد یہ نے اللہ تعالی کے الہامی وعدوں کے مطابق دن دونی رات چوگنی ترقی کی ہے (یہ ترقی ہمیں تو معلوم نہیں کس شہر میں ہوئی؟) اورمولوی صاحب کی دکان مدھم پڑتی گئی ہے (معلوم ہوتا ہے کہ اہل قادیان کواپنے کاموں میں اپنی دکان کی ترقی پیش نظر رہتی ہے اسلئے وہ دوسروں کوبھی اپنے پر قیاس کرتے ہیں) مولوی صاحب کا عدم اور وجود ہمارے لئے تو برابر ہے

(مولانا ثناءاللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں آپ کے نزدیک عدم و جود برابر ہے تو آپ مرزا صاحب قادیانی سے کمالات میں بڑھ کر ہوئے کیونکہ ان کیلئے میرا وجود مضر تھا اس لئے انہوں نے میری موت کیلئے دعا مانگی تھی جوحسب ارشاد خداوندی لا يحيق المكر السيء الا باهله انہی پر وارد ہوئی اور دنیا نے دیکھ لیا کہ کسی استاد کا یہ شعر کیسا صحیح ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا)

مولوی صاحب اس حیات مستعار سے احمدیت کی ترقی میں کوئی رکاوٹ نہیں پیدا کر سکے اور نہ ان کی مخالفت سے ہمارا کوئی نقصان ہے لیکن مولوی صاحب کا دیدہ عبرت اگر واہو اور انکے دل میں ذرہ برابر بھی خوف خدا یا اسلام کی محبت ہوتو انکی زندگی کا ہرایک دن ان کیلئے درس عبرت ہے کیونکہ ہر نیا سورج جو چڑھتا ہے حضرت مسیح موعود کی صداقت اور مولوی صاحب کے باطل ہونے پر نیا ثبوت لے کر چڑھتا ہے ان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار

میں اس مضمون کے ابتدا میں لکھ آیا ہوں کہ آیات ونشانات دیکھنے کیلئے مولوی صاحب کی خواہش کے مطابق ان کی زندگی کا لمبا ہونا ضروری تھا

(آج کل امت مرزائیہ کو میری لمبی عمر کا بہت غم ہورہا ہے گویا وہ اس غم میں گھلے جاتے ہیں اس کے جواب میں میں اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتا ہاں استاد غالب کا یہ شعر نقل کرتا ہوں

نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں جیتا ہے غالب
قسمت میں ہے اعداء کا جلانا کوئی دن اور)

کیونکہ آیات ونشانات ایک ترتیب اور سلسلہ میں اپنے وقت پر واقع ہوتے ہیں اور اس موضوع پر کئی آیات قرآن شریف میں موجود ہیں اور یہ موضوع

اس قدر واضح ہے کہ اس کے لئے شواہد کی ضرورت نہیں۔ تاہم میں مثال کے طور پر چند نشانات اور پیش گوئیوں کا ذکر کرتا ہوں۔

مثلاً حضرت خلیفۃ المسیح (محمود احمد) کے متعلق دیگر الہامات کے علاوہ یہ بشارت تھی کہ آپ فضل عمر ہیں اس میں دو باتوں کی طرف اشارہ ہے اول یہ کہ آپ اس سلسلہ میں حضرت عمرؓ کی حیثیت رکھتے ہیں یعنی آپ حضرت عمرؓ کی طرح خلیفہ ثانی ہوں گے چنانچہ اس پیش گوئی کا اپنے وقت پر پورا ہونا حضرت مسیح موعود کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے اللہ تعالیٰ کو مولوی ثناء اللہ کو یہ نشان دکھانا مقصود تھا۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان نومبر ۱۹۳۹ء ص ۱۰۔ ۱۴) (کوئی اس بھلے آدمی سے پوچھے کہ مرزا صاحب کے ساتھ میرے مقابلہ میں (مقابلہ بھی موت و حیات کا) ان کے بیٹے کا کیا دخل َ ان کی بات کرنا ہے تو شیخ عبدالرحمٰن مصری یا مولوی محمد علی یا ڈاکٹر بشارت احمد سے کیجئے تا کہ ہم وزن جواب سن سکیں۔ ہمارے نزدیک تو خلیفہ قادیان کو فضل عمر کہنا ایسا ہی ہے جیسے شیر قالین کو شیر نیستان کہنا۔ اللہ اکبر! کہاں خلیفہ عمر فاروق جن کے نام سے دنیا کے بادشاہ کانپتے تھے اور کہاں میاں محمود احمد جو ایک مجسٹریٹ کی طرف سے سمن پہنچنے پر سپیشل ٹرین لے کر دجالوں کی عدالت میں جائیں اور گھنٹوں کھڑے کھڑے شہادت دیں۔)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

حاصل کلام یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو لکھا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا، یہ جملہ خبریہ ہے۔ اگر پہلے مرنے والا جھوٹا ہے تو جملہ صحیح ہے اگر پہلے مرنے والا باوجود پہلے مرنے کے سچا ہے تو جملہ خبریہ جھوٹا ہے جس کا جھوٹ قائل کی طرف جائے گا۔ اس کا حل کرنا معمولی بات نہیں۔

طلبائے منطق کے لئے تمثیل: صاحب سلّم العلوم نے جملہ کلا می ھذا کاذب کو بطور اشکال پیش کیا ہے جس کے حل کرنے میں ملا حسن اور قاضی مبارک جیسے استادان منطق بہت حیران و پریشان ہوئے۔ آخر کار کامیاب ہو گئے۔

لیکن اس مشکل (آخری فیصلہ) میں قادیانی علماء ایسے پھنسے ہیں کہ کامیابی نصیب ہونا تو درکنار جتنا بولتے ہیں اتنا ہی پھنستے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی کا انتقال

مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا تھا جسے آج قریباً ۳۲ سال ہوتے ہیں۔ اس طویل مدت میں اس مبحث کے متعلق امت مرزائیہ سے جتنے جوابات نکلے ہیں وہ اس جماعت کی پریشانی ظاہر کرنے کو کافی ہیں خدا نے چاہا تو ہم دنیا کو دکھا دیں گے کہ فرمان خداوندی

انّکم لفی قول مختلفٍ یؤفك عنه من افك

کے مصداق یہی لوگ ہیں۔

مرزائی ممبرو! یاد رکھو اور مت بھولو کہ ایک وقت آنے والا ہے جب کہ یہ سب تحریریں تمہارے سامنے رکھ کر تم لوگوں کو کہا جائے گا

اقرأ کتابك کفی بنفسك الیوم علیك حسیباً۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۶ شوال ۱۳۵۸ھ ص ۶، ۷، ۸، ۱۳) ...

قادیانی کا فیل ہونا خلیفہ قادیان نے تسلیم کرلیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں مسیح موعود کی دوبارہ تشریف آوری کا نتیجہ یہ بتایا تھا کہ دنیا کے تمام اطراف واکناف میں اسلام پھیل جائے گا۔

اس کے بعد جب آپ نے خود مسیح موعود کے عہدے کا چارج لیا تو اس کام کی تکمیل اپنے ذمہ لی، بلکہ اس کو اپنی صداقت کا نشان قرار دیا (چشمہ معرفت)

بلکہ آپ نے یہ بھی کہہ دیا کہ اگر میں عیسی پرستی کو نہ توڑوں تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

دنیا کے واقعات کسی سے مخفی نہیں کہ نہ عیسی پرستی ٹوٹی نہ تمام دنیا کے اطراف میں اسلام پھیلا یہاں تک کہ مدعی موصوف دنیا سے تشریف لے گئے جسے آج قریباً بتیس سال ہوتے ہیں جب واقعات زمانہ نے قادیانی جماعت کی آنکھیں کھولیں تو انہیں مجبوراً ماننا پڑا کہ مرزا صاحب کے فرائض میں سے اب تک کچھ کام نہیں ہوا یہاں تک کہ خلیفہ قادیان نے اپنی ایک تقریر میں صاف اعتراف کیا کہ اب تک مرزا غلام

احمد صاحب کے کام کا اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا۔

ایسا کہنے کے بعد پھر خلیفہ قادیان کی آنکھوں میں روشنی آئی تو انہوں نے دیکھا کہ مرزا صاحب کے فرائض کے اربویں حصے کے اربویں حصے ... جتنا کام بھی نہیں ہوا۔ اس لئے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ ابھی ہمارا کام شروع نہیں ہوا جس کا صاف نتیجہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے امتحان کا پرچہ بالکل کورے کاغذ کی شکل میں دے کر چلے گئے جس پر بصد افسوس یہ شعر ہماری زبان پر آتا ہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

ہمارے اس دعوی کا ثبوت خلیفہ صاحب کی جدید تقریر میں دیکھئے جو درج ذیل ہے خلیفہ صاحب نے چندہ وصول کرنے کے لئے ایک تحریک جاری کی ہوئی ہے جسکا نام ہے تحریک جدید جسکا مقصد و مدعا خود خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الفاظ میں ناظرین کو ملے گا۔ آپ فرماتے ہیں:

تحریک جدید کی غرض و غایت یہی ہے کہ اللہ تعالی ہمیں توفیق دے تو ہم ساری دنیا میں اسلام کی طرف سے مقابلہ کرنے والے پہلوان کھڑے کر دیں۔ چاہے ایک کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے دو کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے تین کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے چار کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ چاہے پانچ کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ اور چاہے دس کروڑ کے مقابلہ میں ایک انسان ہو۔ بلکہ خواہ ساری دنیا ایک طرف ہو اور دوسری طرف وہ اکیلا کمزور اور ناتواں انسان ہو جس کے کپڑے پھٹے پرانے ہوں جسکو اپنے رہنے کیلئے مکان تک میسر نہ ہو اور جسے کھانے کیلئے پیٹ بھر کر روٹی نہ ملتی ہو، مگر وہ اپنی ناتواں اور کمزور آواز سے لا الہ الا اللہ کا نعرہ بلند کر رہا جس دن ہم یہ کام کر لیں گے جس دن ہم جاپان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم چین میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم فلپائن میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

ہم امریکہ اور اس کی ریاستوں میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم انگلستان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم یورپ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم سوٹزر لینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم رومانیہ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم یوگوسلاویہ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم یونان میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم ہنگری میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم جرمنی میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم ڈنمارک میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم بلجیئم میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم ہالینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم فن لینڈ میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم سپین میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے
ہم پرتگال میں بھی اپنے مبلغ بھجوا دیں گے

اور اگر ہم زیادہ مبلغ نہ بھجوا سکیں تو کم سے کم ایک مبلغ ہر علاقہ میں بھجوا دیں گے۔ اسی طرح ہم افریقن ممالک میں ایک ایک مبلغ بھجوا دیں گے تاکہ ان ممالک میں اسلام (قادیانی اسلام نہ کہ عربی اسلام۔ اڈیٹر) کا جھنڈا لہراتا رہے اس دن ہم سمجھیں گے کہ ہمارے کام کا آغاز ہوا ہے۔

(الفضل قادیان ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء ص ۴)

ناظرین کرام! اس عبارت کو ملاحظہ کیجئے کہ ہمارے دعوے کا ثبوت آخری سطر میں کیسا واضح ہے بلا تکلف غور کیا جائے تو یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ مرزا صاحب کے دعوی تبلیغ کے لحاظ سے ابھی قادیانی تبلیغ کا کام شروع ہی نہیں ہوا، اس کی مزید تشریح ہم اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ خلیفہ قادیان ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں جو نہایت راستی سے کہتے ہیں کہ اس وقت دنیا کے مختلف حصوں میں ۶۵ ہزار عیسائی مبلغ کام کر رہے

ہیں ان کے مقابلہ میں ہمارے پچیس تیس مبلغوں سے کیا بنے گا۔ (الفضل ۳۰ نومبر ص ۳)

یہ ہے وہ سچائی جو تصرف قدرت سے کبھی کبھار ان کے منہ اور قلم سے نکل جاتی ہے اس کے باوجود جب اتباع مرزا یہ کہتے ہوئے سنے جاتے ہیں کہ ہماری تبلیغ تمام دنیا میں پھیل گئی ہے تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے

این کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۸ھ نمبر ۸ جلد ۳۷ ص ۵)

پیغام صلح غور سے سنے

جناب منشی محمد عبداللہ ثالث، معمار، امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ بعید ہوا لاہور سے ایک ٹریکٹ کسی غیر معلوم شخص اور غیر معلوم انجمن کی طرف سے چھپ کر امرتسر میں بٹا تھا جس کا نام تھا: سردار کاہن۔

اس میں مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری پر بہت سے ناکردہ گناہ بطور الزام لگائے گئے تھے جن کی بابت عبدالرحمٰن بنگالی طالب علم نے مولانا صاحب سے انٹرویو کر کے چند سوالات کئے جن کے جوابات مولانا صاحب نے دیئے۔

پھر اس نے اپنے سوالات مع جوابات بصورت اشتہار شائع کر دیئے اس اشتہار کو رسالہ مذکور کے جواب میں کافی سمجھا گیا اسی لئے اہل حدیث کے سٹاف نے اخبار میں اس کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ رسالہ کسی غیر معلوم شخص کی طرف سے تھا جس کا پتہ کرہ کرم سنگھ امرت سر لکھا تھا میں بھی کٹرہ کرم سنگھ کا رہنے والا ہوں میں نے مشتہر کو ہر چند تلاش کیا مگر نہ اس شخص کا پتہ چلا، نہ انجمن کا۔

اخبار پیغام صلح کسی خاص نیت سے اس ٹریکٹ کا بار بار ذکر کر کے اخبار اہل حدیث سے اس کا جواب مانگتا ہے حالانکہ یہ بھی تسلیم کرتا ہے کہ اسکے جواب میں اشتہار نکل چکا ہے مگر اس بات پر زور دیتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب خود کیوں جواب

نہیں دیتے۔اس لئے خاکسار اس کو بتا تا ہے کہ سردار کاہن کا جواب جو اشتہار کی شکل میں نکلا تھا وہ کافی تھا اگر آپ اس کو ناکافی سمجھتے ہیں تو اپنے اخبار میں اس کو شائع کریں اور جو کمی رہ گئی ہو وہ دریافت کر لیں ساتھ ہی اس کے یہ بھی بائیے کہ حافظ محمد الدین ساکن کلانور ضلع گورداسپور نے جو ٹریکٹ شائع کیا تھا جس کا نام تھا، عشق مجازی اور مرزا کی بوسہ بازی، مرزا صاحب قادیانی نے اس کا جواب دیا تھا یا نہیں؟

اور سنئے اخبار فاروق قادیان نے تمہارے ایک بڑے مولوی کا نام لے کر لکھا تھا: ...مولوی...سالیوں سے رنگ رلیاں مناتے ہیں۔،

تمہاری طرف سے اس کا بھی کوئی جواب نکلا تھا؟

اگر نکلا تھا تو وہ دونوں پرچے مجھے بھیج دیں تاکہ میں بھی دیکھ لوں کہ وہ دونوں جواب سردار کاہن کے جواب سے کچھ اچھے ہیں یا ناقص، اگر جواب نہیں دیا تو کیوں نہیں دیا؟

یاد رکھئے کہ اس قسم کی باتوں سے آپ فتح یاب نہیں ہو سکتے اور آئندہ لکھتے ہوئے یہ بھی یاد رکھیں کہ اپنا مکان شیشے کا بنا کر کسی دوسرے کے مکان پر پتھر پھینکو گے تو ساتھ اپنا مکان بھی تڑواؤ گے۔

مکرر آنکہ: مزید جواب لینے کے لئے اس اشتہار کو شائع کریں اور اس میں جو کمی ہو، وہ نیچے نوٹ کر دیں۔اگر وہ اشتہار گم ہو گیا ہو، تو آپ مکرر مجھ سے طلب کر سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۸ھ نمبر ۸ جلد ۳۷ ص ۶)

قادیان میں جوبلی کا جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پچیس سالہ جوبلی خلافت کا جلسہ قادیان میں بڑے زور شور سے ہونے والا ہے۔ہمیں بھی دعوت آتی تو ہم بھی صوری یا معنوی طور پر شریک ہوتے۔ گو ہم سے پوچھا نہیں گیا تاہم ایک نیک مشورہ دینے کو جی چاہتا ہے قادیانی خلیفہ نے نوجوانوں کی ایک جماعت بنائی ہے جن کو فوجی قواعد کرائی جاتی ہے، اس غرض سے کہ وہ موجودہ

جنگ میں گورنمنٹ برطانیہ کی خدمت کریں۔ہم مشورہ دیتے ہیں کہ جلسے کے موقع پر ان نوجوانوں کو تیار کر کے فوراً گورنمنٹ کی نذر کر دیا جائے جیسے یہ پچیس سالہ جوبلی ہے ایسے ہی کم ازکم وہ بھی پچیس ہزار ہوں۔ان کی روانگی کی اطلاع ہمیں مل جائے تو امرتسر ریلوے سٹیشن پر ہم بھی ان کی استقبالی زیارت کو پہنچ جائیں۔انشاءاللہ

یہ ضروری مشورہ اس لئے ہے کہ دوسری طرف خاکساروں کے لیڈر نے بھی آواز اٹھائی ہوئی ہے کہ ہم پچاس ہزار والنٹر گورنمنٹ کو دیں گے۔ایسا نہ ہو وہ سبقت لے جائیں ان کی سبقت کسی طرح پسندیدہ نہ ہوگی کیونکہ قادیانی جماعت ان سے پہلے خدمت گذاری کی دعویدار ہے کیونکہ بقول مرزا صاحب (بانی تحریک قادیان) جماعت احمدیہ گورنمنٹ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ (تبلیغ رسالت)

اس لئے اس نیک کام میں جلدی کرنی چاہیے ایسا نہ ہو کہ خاکسار جماعت سبقت کر جائے یہ ہمارا نیک مشورہ دلی تپاک سے ہے ماننا خلیفہ کے اختیار میں ہے۔

مانو نہ مانو جان جہاں تمہیں اختیار ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۵۸ھ نمبر ۸ جلد ۳۷ ص ۱۶)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۔٤ ۔ اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت وششم (٦٦)

قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۰ء (۲۵)

قطع الوتین (من) بشیر الدّین

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب: تحریک ختم نبوت حصہ شصت وششم (٦٦)
قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۰ء (۲۵)
قطع الوتين (من) بشير الدّين
مولف: ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات: ۳۰۴
سال اشاعت: ۲۰۲۰ء
زیراہتمام: احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان | صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۶
اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۰ء سے	۷
مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر وقت سے پہلے آئے	۷
ہمارے اشتہار کا دوسرا جواب	۱۰
فاتح قادیان، فاتح انگلینڈ اور فاتح امریکہ	۱۳
چوہدری فتح محمد سیال، سیٹھ عبداللہ الہ دین کا ذکر خیر	۱۶
دجال، یاجوج ماجوج اور دوسری جنگ عظیم	۲۲
جماعت مرزائیہ کی چوکڑی	۲۷
قادیانی امانت: امانت ہے یا خیانت؟	۳۴
حدیث نزول مسیح علیہ السلام	۳۵
تصانیف مرزائیہ اور ثنائیہ	۳۹
اہل حدیث کا سوال کا، الفضل کا جواب	۴۱
لاہوری مصلح موعود اور اہل حدیث	۴۲
بہائی اور قادیانی تحریکیں (ایک اصل دوسری نقل)	۴۴
قادیان میں ایک نئی ایجاد	۵۱
دور حاضر میں مسیحا	۵۲
خدا کی قسم میں قادیانی کو الہامی دعوی میں سچا نہیں جانتا	۵۴
حدیث نزول مسیح کے متعلق استفسار	۵۸
براہین احمدیہ میں کیا ہے۔محض ادعا ہے	۶۴

قادیانی کے جدید مصلح موعود کا اعلان	۶۵
ایک مرزائی کی شکست فاش	۶۷
کیا مرزا قادیانی محمدی خلیفہ تھے؟	۷۰
بہائیوں اور قادیانیوں میں مناظرہ کب ہوگا؟	۷۲
اب مباہلہ کیوں نہیں ہوتا	۷۵
شہادت الحق علی الباطل	۷۶
قادیانی کا تعارف خود ان کے قلم سے	۸۲
جماعت مرزائیہ ہر دو صنف میں باہمی مباحثہ	۸۵
مسیح قادیانی نے عیسائیت پر فتح پالی؟	۹۵
عمر فاروق خلیفہ ثانی، اور خلیفہ قادیانی میں مشابہت؟	۹۹
عیسائیت اور مرزائیت	۱۰۳
آیت خاتم النبیین پر اعتراضات اور جوابات	۱۰۶
قادیانی کی سخت کلامی اور اس کی تاویل	۱۱۱
مرزا قادیانی اور عیسی پرستی کا ستون	۱۱۹
حکومت برطانیہ کی مصیبت اور اس کا علاج	۱۲۲
بہائی اور قادیانی تحریکیں	۱۳۰
میں خلیفہ قادیان سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں	۱۳۹
سکندر آبادی سیٹھ کا تقاضا اور ہمارا جواب	۱۴۳
قادیانی یتیموں کی دیوار نصف گرگئی	۱۴۵
قادیانی اور لاہوری جماعتوں سے سوال	۱۴۷
ترک مرزائیت کا اعلان	۱۴۹
حقیقت قیامت اور بابیت و بہائیت	۱۵۰
مرزا قادیانی اور انقلاب عالم	۱۵۶
قادیانی کی کامیابی کے متعلق ایک فیصلہ کن بات	۱۵۹
خلیفہ قادیان کی دعائیں	۱۶۳

قادیانی اور مباہلہ	۱۷۶
ایک سوال کا جواب	۱۷۸
سید احمد شہید، قادیانی کے مقدمۃ الجیش تھے؟	۱۸۰
مسیح قادیانی کی بعثت کا مقصد، اور اس کا حصول	۱۸۴
مسیح موعود کا نزول منارہ بیضاء کے پاس	۱۸۹
قادیانی مسیح اور ذوالقرنین	۱۹۱
قبولیت دعا کا ادعا	۱۹۳
قادیان سے مباہلے کی دعوت	۱۹۶
جنگ یورپ اور قادیانی تفسیر آیہ دخان	۱۹۸
بزم توحید کی ضرورت، قادیان سے آواز	۲۰۳
فاطمہ الزہرا اور قادیانی مسیح مرزا	۲۰۷
قادیانی کا درجہ روایت حدیث میں کیا تھا؟	۲۱۰
جنگ یورپ کا نقشہ واسباب	۲۱۴
انی مهین من اراد اها نتك	۲۲۱
لولاک (یا مرزا) لما خلقت الافلاک	۲۲۳
قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں دل چسپ گفتگو	۲۲۷
پنجاب کے دو خدا رسیدہ مدعیان اصلاح	۲۳۱
مولوی محمد علی لاہوری کی غلط بیانی	۲۴۲
تحریک احمدیت کی خصوصیات	۲۴۶
مرزائی ذہن	۲۵۰
قادیانی علم کلام۔۱	۲۵۵
قادیانی علم کلام کا بنیادی پتھر: وہی غلط بیانی۔۲	۲۶۰
قطع الوتین (من) بشیر الدّین	۲۶۹

فا تحة الكتا ب

ا لحمد لله و الصلوة و السلام على سيد ا لا نبيا ء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد چھیاسٹھ (اور قادیانی مشن کی پچیسویں جلد) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۹۴۰ء کے اخبار اہلحدیث امرتسر کے دستیاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ مولانا عبدالوکیل خطیب نواب گنج دہلی، مولوی محمد ابراہیم کمیر پوری، شاہ محمد ہادی عطا سلونی رائے بریلی، حافظ محمد اسحاق ضلع منٹگمری، مولوی عتیق الرحمان وغیرھم کی نگارشات بھی نقل کی جارہی ہیں۔ نیز پیغام صلح لاہور اور الفضل قادیان، سے بھی متعدد تحریریں نقل کی گئی ہیں۔

جلد ہذا کے آخر میں حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی ثم گجراتی کی کتاب قطع الوتين (من) بشير الدّين کا پہلا حصہ نقل کیا گیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی محمد بهاء الدين ٤ ۔ اپریل ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۰ء سے

قادیانی مسیح موعود ہو کر وقت سے پہلے آئے

اسی لئے جلدی چلے گئے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے جلسہ سالانہ کی تقریب پر دفتر اہل حدیث کی طرف سے ہمیشہ ایک قسم کا نیوتہ بصورت اشتہار بھیجا جاتا ہے۔ اس دفعہ بھی حسب معمول ایک اشتہار قادیان اور لاہور کے جلسوں میں تقسیم کرایا گیا جو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء میں شائع ہو چکا ہے۔ جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ مرزا قادیانی نے اپنے نشانوں میں سے ایک نشان یہ بھی لکھا ہے کہ جس طرح یہود کی بدعملی اور بے عملی کے زمانہ میں مسیح علیہ السلام، موسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو سال بعد آئے تھے اسی طرح میں بھی مسلمانوں کی بدعملی کے زمانہ میں آں حضرت ﷺ سے چودہ سو سال بعد مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ اس بارے میں آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں: جب توریت کا مغز یہودیوں کے دلوں سے اٹھایا گیا تھا وہ زمانہ حضرت موسیٰ سے چودہ سو برس بعد تھا۔ تو مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا تھا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز (مرزا) آیا۔ جبکہ قرآن کا مغز مسلمانوں کے دلوں سے اٹھایا گیا۔ یہ زمانہ بھی اسی زمانہ کے قریب قریب گزر چکا تھا جو حضرت موسیٰ اور عیسیٰ کے درمیان تھا۔ (ازالہ اوہام۔ص۶۹۲)'

یہ عبارت باآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مسیح محمدی کی تشریف آوری کا زمانہ پندرھویں صدی ہجری ہے۔ اخبار الفضل نے ہمارے مضمون کے جواب میں حسب

عادت بہت کچھ کہا ہے اور جواب دینے سے پہلے اوچھے ہتھیار سے یوں وار کیا کہ ' مولوی ثناء اللہ نے ایک چھوٹے سے اشتہار کی قیمت ایک پیسہ لگا دی ہے ' ہم اس کو بالکل جھوٹ سمجھتے ہیں ۔ کیونکہ اشتہار اشاعت فنڈ کی رقم سے شائع ہوا تھا اس لئے اشاعت فنڈ کے معاونین سے کہا گیا تھا کہ اس کو منگوا کر اپنے حلقہ میں تقسیم کریں اور فی سینکڑہ ایک روپیہ اشاعت فنڈ میں داخل کرنے کے لئے بھیج دیں ۔ اس کو قیمت نہیں کہا جاتا ، یہ تو اس فنڈ کی امداد ہے ۔

ہاں قیمت وہ تھی جو قادیان کے ایک بڑے کتب فروش نے کتاب براہین احمدیہ کے خریداروں سے پیشگی سوسو روپیہ وصول کیا تھا ۔ جس کا مضمون دربطن قائل ہی رہا ۔ خیر یہ تو ایک معمولی بات تھی اصل مضمون کا جواب یہ دیا ہے کہ سالوں کی تعداد سے کیا مطلب اصل مشابہت تو اس میں ہے کہ مسلمانوں کے دلوں سے اسی طرح قرآن مجید کا مغز اٹھا لیا گیا جس طرح یہودیوں کے دلوں توریت کا مغز اٹھایا گیا تھا ۔ پس اصل مشابہت اسی امر میں ہے ۔ اس بارے میں آپ کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ نے اصل دلیل کے خلاف تو ایک لفظ بھی نہ لکھا اور ضمنی بات سے یہ استدلال کرنا اپنا کارنامہ سمجھ لیا کہ مسیح موعود کی تشریف آوری کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے انتقال سے چودہ سو سال بعد یعنی پندھویں صدی ہجری ہے اور آج ۱۳۵۸ھ گذر رہا ہے ۔ حالانکہ کسی چیز کی مماثلت کیلئے دونوں کا ہو بہو ہونا ضروری نہیں (الفضل ۷ جنوری ۱۹۴۰ء)

اہل بصیرت عبارت مذکورہ کو بغور پڑھیں تو اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ زمانہ کی تعیین کو بھی اس مشابہت میں دخل ہے ۔ لیکن قادیان کی اصطلاح ہی جدید ہے ۔ ان کے نزدیک تو پندرہ اور چوبیس ایک ہی ہوتے ہیں ۔

ناظرین حیران ہو کر پوچھیں گے کہ یہ کیا چیستان ہے اور کس کی طرف اشارہ ہے ۔ اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ڈپٹی آتھم عیسائی پادری کی موت کے متعلق پندرہ ماہیہ پیشگوئی کی تھی ۔ مگر اس کی زندگی اس سے متجاوز ہوگئی تو مرزا صاحب قادیانی نے منجملہ اور جوابات کے ایک جواب یہ بھی دیا تھا کہ

کسی شخص کے حق میں پیشگوئی کی جائے کہ وہ پندرہ ماہ کے اندر کوڑھی ہو جائیگا ۔ اگر وہ پندرہ کی بجائے چوبیس میں ہو جائے تو کیا حرج ہے ۔ وقوعہ تو

ہو گیا، وقت کی پابندی کیا چیز ہے۔(حقیقت الوحی)

ناظرین کرام !اس اصول کے مطابق کوئی بھی پیشگوئی کرنے والا جھوٹا نہیں ٹھہر سکتا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی شخص یہ پیش گوئی کر دے کہ ایک ہفتے کے اندر اندر قادیان میں ایسا زبردست زلزلہ آئیگا جو اسے تہہ و بالا کر دے گا۔ اور ہفتہ گزر جانے کے بعد وہ اس جواب میں کہے کہ ایک روز ایسا ہی ہو جائے گا دنوں کا شمار بے فائدہ ہے ۔استاد غالب نے ایسے ہی لوگوں کے لئے ایک شعر کہا ہے جو بہت موزوں ہے

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

اچھا صاحب ہم مانے لیتے ہیں کہ تعداد سنین کا لحاظ ضروری نہیں ۔صرف گمراہی کا زمانہ مراد ہے۔کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے گمراہی کے زمانے کی بابت کیا لکھا ہے اور کس زمانے کو سخت ترین گمراہی کا زمانہ قرار دیا ہے ۔آپ کی ناواقفیت پر اہل حدیث اگر یہ فرمائش کرے کہ مرزا صاحب کے حوالہ جات دفتر اہل حدیث سے پوچھ لیا کرو تو کچھ بے جا نہیں ہے ۔مگر آپ لوگ ایسے کہاں کہ فائدہ حاصل کریں ۔سنئے ۔ہم آپ کو بے پوچھے ہی بتائے دیتے ہیں ۔مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے دنیا کی کل عمر سات ہزار سال بتا کر لکھا ہے:

ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں کے سر تک ختم ہوتا ہے ۔(لیکچر سیالکوٹ ۔ص ۷)

اگر بقول آپ کے زمانے کی تحدید ضروری نہیں بلکہ گمراہی کے زمانے میں مصلح آنا چاہیے تو مرزا غلام احمد کو مسیح موعود بن کر چھٹے ہزار میں آنا چاہیے تھا۔لیکن آپ تشریف لائے ساتویں ہزار میں ۔چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: ساتواں ہزار ہدائت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں ۔(حوالہ مذکور)۔ اس پر یہ کہنا بے جا نہیں

آخر شب دید کے قابل تھی بسمل کی تڑپ
صبح دم کوئی اگر بالائے بام آیا تو کیا

قادیانی اور لاہوری ممبرو! بارہا آپ کی خدمت میں یہ عرض کیا گیا کہ اہل حدیث کا جواب دیتے ہوئے ذرہ سوچ لیا کرو کہ سامنے کون ہے ۔وہی ہے جس کا قول ہے

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت۔و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۶/۱۹ جنوری ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷)

ہمارے اشتہار کا دوسرا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے اشتہار بعنوان: مسیح موعود کے آنے کا زمانہ ابھی نہیں آیا، مندرجہ اخبار اہل حدیث ۲۹ دسمبر ۱۹۳۰ء نے قادیانی کیمپ میں بڑی کھلبلی ڈال دی ہے اور چاروں طرف سے یہ آوازیں (پکڑو رے۔ مارو رے۔ دوڑو رے) برابر آرہی ہیں۔ چنانچہ قادیان سے تین جواب شائع ہو چکے ہیں، مگر تینوں ہی اس قسم کے ہیں جیسا کہ آریہ لوگ نیوگ کے ثبوت میں دیا کرتے ہیں۔ جو قادیانی صداقت اور دیانت کے لئے اچھے معیار ہیں۔ ہم حیران ہیں کہ قادیان میں مولوی فاضل بھی ہیں، مولوی کامل بھی ہونگے۔ مگر ان کو اہل حدیث امرتسر کا جواب دیتے ہوئے خدا جانے کیا پریشانی لاحق ہوتی ہے کہ وہ ہر قسم کے قواعد علمیہ (عقلیہ اور نقلیہ) کے خلاف بولتے جاتے ہیں۔ آج ہم اس دعوی کا ثبوت دینے کیلئے یہ نوٹ لکھ رہے ہیں۔

قادیان کے مولوی فاضلو! پروفیسرو اور علوم عربیہ کے استادو! سنو۔ یہ قاعدہ علمیہ آپ کو منظور ہے یا نہیں کہ قضیہ مرکبہ کی نقیض رفع احد الجزئین سے ہو جاتی ہے۔

یہ ایک منطقی سوال ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب متوفی زندہ ہوتے تو ان سے یہ سوال نہ کرتے کیونکہ وہ تو اپنے عدم علم منطق کا اعتراف خود کر چکے تھے (دیکھو قادیانی خط بنام حکیم نور الدین بھیروی) اس امر میں ہم ان کی راست گوئی کا اعتراف کرتے ہیں۔ اور نہ ہم خلیفہ قادیان سے یہ سوال کرتے ہیں کیونکہ وہ نہ تو گریجوایٹ ہیں، نہ مولوی فاضل بلکہ میٹرک پاس بھی نہیں ہیں۔ بلکہ ان فاضلوں سے سوال ہے جو اپنے نام کے ساتھ مولوی فاضل لکھا کرتے ہیں۔ آپ بتائیں یہ اصول صحیح ہے یا نہیں۔ منطق کی کتب میں تو یہ مسئلہ مصرح ملتا ہے۔ نقلی (شرعی) دلیل بھی چاہو تو سنو۔ نماز چند اجزاء (قیام رکوع

سجود قعدہ) سے مرکب ہے۔ کیا یہ صحیح نہیں ہے کہ ایک جزء کے عدم سے نماز کا عدم لازم آئے گا؟ بالکل ٹھیک ہے کہ : ہر کہ شک آرد کافر گردد

پس سنو! ہماری پیش کردہ عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی صداقت کی علامت یہ بتاتے ہیں کہ

جس طرح حضرت عیسی اس وقت آئے تھے جبکہ یہودیوں سے توریت کا مغز اٹھا لیا گیا تھا اور وہ زمانہ چودہ سو سال کے بعد تھا اسی طرح میں ایسے وقت میں آیا ہوں کہ قرآن کا مغز مسلمانوں سے اٹھایا گیا ' (محض ادعا)

اور 'یہ زمانہ بھی اس زمانہ کے قریب قریب گذر چکا تھا جو حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیان زمانہ تھا'۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۹۳)

اہل علم غور فرمائیں کہ علامت دو جزؤں سے مرکب ہے۔ ایک جزء بقول مرزا صاحب مسلمانوں کی قرآن شریف سے جہالت ہے۔ دوسرا جزء زمانے کی اس زمانے سے مساوات پوری یا قریب قریب۔ مرکب کے دو جزؤں میں اگر بقول جماعت قادیانیہ ایک جزء جہالت مسلمانوں میں پایا جاتا رہا ہے تو دوسرے جزء کا کیا ثبوت کہ مرزا صاحب چودہ سو سال کے بعد آنا تو کیا ان کو تو تشریف لے گئے ہوئے بھی تقریباً ۳۲ سال ہوگئے۔ اس لئے یہ مرکب کیسے صادق آسکتا ہے۔

قدرتی تصرف

دیکھئے ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ مرزا صاحب چودہ سو سال بعد نہیں آئے بلکہ پہلے آئے۔ ابھی ہم نے ان کے آنے کا زمانہ نہیں بتایا تھا کہ قادیانی اخبار الفضل نے جواب دیتے ہوئے اوکھلی میں سر رکھدیا۔ یعنی خود ہی ایک اور آفت میں پھنس گئے۔ لکھتے ہیں کہ چودہ سو سال مسیح کا آنا عیسائیوں کا خیال ہے یہودیوں کا اس کے خلاف ہے۔ یہودی حضرت عیسی کی بابت چودھویں صدی میں کہتے ہیں۔ چنانچہ اخبار الفضل آپ ہی حقیقت الوحی سے نقل کرتا ہے کہ

مرزا صاحب ۱۲۹۰ھ میں شرف مکالمہ پا چکے تھے۔ (الفضل ۱۱۔ جنوری ۱۹۴۰ء)

اور پھر کس دلیری سے لکھتا ہے: ' تیرھویں کے خاتمے پر جو کام ہو، وہ چودھویں میں گنا

جاتا ہے "۔ (الفضل قادیان ۱۱ جنوری ۱۹۴۰)۔ مرزا صاحب قادیانی خود اپنے شرف مکالمہ الٰہیہ کا زمانہ ۱۲۷۴ھ لکھتے ہیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۷۵ تقطیع خورد طبع اول) اس لحاظ سے آپ بجائے پندرھویں صدی کے تیرھویں صدی میں تشریف لے آئے۔ کیا تیرھویں صدی کو پندرھویں کہہ دینا جائز ہے ؟ بے شک اس جماعت کے نزدیک جائز ہے جو دمشق کو قادیان کہنا جائز سمجھتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی لٹریچر کچھ ایسا وسیع الذیل ہے کہ اس میں ہر قسم کی مجازات استعارات اور تشبیہات پائی جاتی ہیں۔ بہادر کو شیر کہنا تو ہر زبان کا محاورہ ہے مگر قادیانی چاہیں تو نہائت بزدل گدھے کو بھی شیر کہہ سکتے ہیں۔ کیونکہ قادیانی جماعت اپنے علم و فضل اور طہارت اور تزکیہ نفس میں اس قدر ترقی کر گئی ہے کہ وہ اصطلاحات لسانیہ اور احکام شرعیہ کی پابندی اپنے پر لازم نہیں سمجھتی۔ ان کا زعم ہے کہ ہم زبان دان ہیں۔ محاورات اور اصطلاحات کے موجد ہیں۔ ہم جو چاہیں کہہ دیں جو چاہیں لکھ دیں کیونکہ ہمارا معلم خدا ہے اور وہ کسی دنیاوی قانون اور ضابطے کا پابند نہیں ہے۔ ہمیں جو اپنے نبی اور مسیح موعود سے فیض حاصل ہوا ہے وہ پہلوں کو نہیں ملا۔ اسلئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ:

عشق کی راہ کٹھن کوئی ہم سے پوچھے
خضر کیا جانے غریب اگلے زمانے والا

جہاں چاہتے ہیں تصرف کر جاتے ہیں۔ نہ علم نحو و صرف کی پابندی ہے نہ شرعیات میں قرآن اور حدیث کی۔ جو صاحب ہمارے اس دعویٰ کا ثبوت دیکھنا چاہیں وہ ہمارا رسالہ نکات مرزا ملاحظہ فرمائیں۔

نتیجہ کلام: کسی صاحب کو کسی قادیانی سے بارہ سو ننانوے روپے لینے ہوں تو وہ چودہ سو روپے کا دعویٰ کر سکتا ہے۔ حاکم پوچھے تمہاری بہی میں بارہ سو ننانوے روپئے درج ہیں تو تمہارا چودہ سو کا دعویٰ کیا، تو وہ مدعی الفضل کی عبارت مندرجہ بالا پیش کر کے چودہ سو کی ڈگری لے سکتا ہے۔ بشرطیکہ حاکم احمدی ہو اور الفضل پر اس کا ایمان ہو۔ کیا ہی مضحکہ خیز باتیں ہیں جو قادیانیوں کی زبان اور قلم سے نکلتی ہیں۔ سچ ہے

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

قادیانی فاضلو! ہم مصنف حمد اللہ کے الفاظ میں تمہیں اطلاع دیتے ہیں قد بقی خبایا بعد فی الزوایا اگر تم اس مضمون پر اب بھی بھولے تو وہ وہ سنائیں گے کہ تم اس کو نہ سن سکو اور تمہارے مسیح موعود کے اس بارے میں وہ اقوال مختلفہ پیش کریں گے کہ اہل انصاف قرآن مجید کے اس اصول عقلی اور برہان قطعی کے قائل ہو جائیں گے

لو کان من عند غیر الله لوجدوا فیه ا ختلافاً کثیراً (النساء:۸۲)

نہ چھیڑ اے نگہت باد بہاری راہ لگ اپنی
تجھے اٹھکیلیاں سوجھے ہیں ہم بیزار بیٹھے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ فروری ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷)

فاتح قادیان، فاتح انگلینڈ اور فاتح امریکہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے سالانہ جلسہ کی تقریر میں فاتح قادیان کہلانے والوں پر بھی رمز کے ساتھ توہینی اشارہ کیا ہے (الفضل ۳ جنوری ۱۹۴۰ء) اور وجہ توہین یہ بتائی ہے کہ وہ آ کر دیکھیں کہ قادیان کس رونق پر ہے۔

اس رمز سے معلوم ہوتا ہے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا حافظہ اپنے والد ماجد (مرزا غلام احمد) کی طرح بہت کمزور واقع ہوا ہے۔ ان کو یاد نہیں رہا کہ آج قادیان جیسی بستی میں (جس کو لندن اور امریکہ کے مقابلے میں اجڑا دیار کہنا زیبا ہے) دو فاتح موجود ہیں۔ ایک فاتح وہ ہے جس کا نام مرزا محمود احمد ہے جس نے لندن جا کر اپنا لقب کنکرر آف انگلینڈ (فاتح انگلستان) اختیار کیا تھا یا ان کے اتباع نے ان کو اس لقب سے ملقب کیا تھا۔ دوسرا فاتح مفتی محمد صادق ہے۔ یہ صاحب فاتح امریکہ ہیں۔

ان دونوں فاتحوں کی فتوحات اس قسم کی تھیں کہ محض ایک دو لیکچروں کے ذریعے سے امریکہ اور انگلستان فتح ہو گئے تو کیا ایک دو لیکچر دینے والے جب اتنے بڑے ملکوں کے فاتح کہلا سکتے ہیں تو وہ شخص کیوں نہیں فاتح کہلا سکتا جس سے قادیانی

جرنیل چیختا چلاتا ہوا اپنی ہی شمشیر براں سے قتل ہوکر اس کے فاتح قادیان ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹ گیا۔ اگر اتنے سے بھی کوئی فاتح قادیان نہیں کہلا سکتا تو سلطان صلاح الدین بھی رچرڈ شیر دل کے مقابلے میں فاتح کہلانے کا حق نہیں رکھتا۔

قادیانی دوستو! اہل حدیث تم لوگوں کو ہمیشہ مشورہ دیا کرتا ہے کہ تم جب بھی کبھی ایسا خطبہ دو یا کوئی ایسا مضمون لکھو جس کا اشارہ اہل حدیث کی طرف ہو، بہتر تو یہی ہے کہ مسودہ ہی دکھانے کو بھیج دیا کرو۔ نہیں تو مشورہ ہی لے لیا کرو۔ اہل حدیث تم کو اچھا مشورہ دے گا، چاہے اس کے خلاف ہی مضمون ہو۔ وہ تو تم کو اس جادوگر کے شاگرد کی طرح قتل کا ڈھب سکھائیگا جس کا ذکر حدیث مسلم میں آیا ہے۔ کیونکہ اہل حدیث تمہارے ساتھ وہی تعلق رکھتا ہے جو کسی شاعر نے اپنے دوست کے ساتھ بتایا تھا

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی
دل کو قاتل کے بڑھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ناظرین کرام! قادیانی اخباروں اور مریدوں کو اس دفعہ کثرت ہجوم جلسہ پر بڑا ناز ہے۔ اور اس ناز میں وہ آپس میں مختلف الاقوال بھی ہورہے ہیں۔ خلیفہ قادیان نے مہمان خانے کی پرچیوں کے حساب سے ۳۶ ہزار کی حاضری بتائی تھی۔ اخبار فاروق نے ۴۰ ہزار بتائی۔ تفصیل ہم سے سنیئے۔

چونکہ اس دفعہ کئی ہفتوں سے مریدین کو تلقین کی جاتی تھی کہ ہر ایک قادیانی اپنے ساتھ کسی نہ کسی مسلمان غیر قادیانی کو ساتھ لائے، چاہے اپنی گرہ سے ہی کرایہ دے کر لائے، مریدین باصفا نے اس حکم پر خوب عمل کیا۔ علاوہ اس کے پرچیوں کی کثرت کی یہ بھی وجہ ہے کہ بہت سے مہمان سالن کی طمع سے اپنے ڈیرے کی ڈبل تعداد لکھوا کر کھانا مع سالن کے دگنا لے آتے ہیں۔ یعنی چار کی بجائے آٹھ کا۔ ہمارا یہ کہنا محض گمان نہیں بلکہ الفضل کی روایت ہے۔ (دیکھو الفضل قادیان ۲۳ دسمبر ۱۹۳۹ء)

واپسی کے وقت حسب دستور دفتر اہل حدیث امرتسر میں بھی مختلف قسم کے لوگ رونق افروز ہوئے۔ ان سے جلسہ کے متعلق بہت سی باتیں معلوم ہوئیں۔ غالبًا سارے جلسے کی حاضری میں نصف کے قریب غیر مریدین تھے اور اس کے علاوہ گردونواح کے لوگ جلسے کی رونق دیکھنے اور کھانا مفت کھانے کی غرض سے بھی شریک ہوئے،

اور یہ کہتے ہوئے شریک ہوئے کہ چلو میلہ دیکھ آئیں ۔ ہماری یہ رائے سرسری نہیں بلکہ ہم نے اپنے آدمی جو اشتہار مفت تقسیم کرنے کو بھیجے، وہ یہ اطلاع بھی اپنے ساتھ لائے ۔ اس میں شک نہیں کہ اس دفعہ جلسہ سالانہ میں دعوت دینے میں قادیانی پارٹی نے بڑی حکمت سے کام لیا۔ایک تو اپنی کثرت بتانے کیلئے ، دوسرے یہ بھی مقصود تھا کہ اس میں جو غیر مریدین آئیں گے ان پر کچھ نہ کچھ ضرور اثر ہوگا۔اور اپنے مرید تو پختہ ہو ہی جائیں گے ۔ ہم نے بعض قادیانی مریدوں کے سامنے اپنا اشتہار پیش کیا (جو اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ دسمبر ۱۹۳۹ء میں درج ہو چکا ہے اور وہ قادیانی مباحث کے لئے فیصلہ کن ہے) اور اس کا جواب پوچھا تو جواب ملا کہ آپ ان مناظروں میں لگے رہیں ہم تو اس درخت کا پھل دیکھتے ہیں کیسا پھل دار ہے ۔ کتنے لوگ اس دفعہ آئے ۔ جب ہم اس کی مثالیں بتاتے ہیں کہ ہندوستان میں ایسی جماعتیں بھی ہیں جس کو آپ لوگ قطعاً گمراہ سمجھتے ہیں جیسے آغا خانی ، رادھا سوامی، بوہرے، آریہ وغیرہ۔ان کی تقریبوں میں بھی ہزارہا کا مجمع ہوتا ہے تو جواب میں اونھ کہہ کر خاموش ہو جاتے ہیں ۔

ہمیں اس موقعہ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک زریں مقولہ یاد آیا جو سونے سے لکھنے کے قابل ہے ۔آپ حقیقت الوحی میں ایک اشتہار میں لکھتے ہیں کہ کثرت تعداد پر فخر نہیں ... ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پرہیزگاری اور للّٰہیت باہم پیدا نہیں کی ... بسا اوقات گالیوں پر نوبت پہنچتی ہے ۔ میں انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں ۔...اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں ' (اشتہار التواء جلسہ ۱۸۹۳ء)

مختصر یہ ہے کہ جلسوں میں کثرت ہجوم دیکھ کر متاثر ہونا انہی لوگوں کا کام ہے جن کی بابت کلام اللہ میں ارشاد ہے ۔ يعلمون ظاهراً من الحياة الدنيا و هم عن الآ خرة هم غافلون (الروم:۷) اور زیادہ صحیح جواب اس کثرت کا ' پیغام صلح ' دے سکتا ہے ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔فروری ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

چوہدری فتح محمد سیال، سیٹھ عبداللہ الہ دین کا ذکر خیر

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اول الذکر (چوہدری فتح محمد) علم کی حیثیت سے، موخر الذکر (سیٹھ عبداللہ الہ دین) مالی انفاق کی وجہ سے قادیانی جماعت میں معزز ترین اشخاص میں سے ہیں۔ اسلیئے ہم بھی ان دونوں صاحبوں کی توجہ فرمان خداوندی کی طرف منعطف کراتے ہیں۔ ارشاد ہے: یوم لا یغنی مولیً عن مولی شیئاً و لا ھم ینصرون۔ (الدخان؛۴۱) (جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئیگا)۔ ھذا یوم ینفع الصادقین صدقھم۔ (اس دن سچوں کا ان کا سچ فائدہ دے گا)

یہ ہر دو فرمان خداوندی متلاشی حق انسان کی ہدایت کے لئے کافی ہیں کہنے کو تو ہر فریق بلکہ ہر شخص اپنے کو ان ارشادات کا پابند ظاہر کرتا ہے لیکن صرف کہہ دینا ہی کافی نہیں اگر کافی ہوتا تو تیسرا ارشاد خداوندی و علی اللّٰہ قصد السّبیل و منھا جائر (سب مذاہب کا مقصود خدارسی ہے مگر ان میں بعض مذاہب ٹیڑھے ہیں۔ النحل؛۹) قرآن میں وارد نہ ہوتا۔

اس آخری آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مدعیان حق کا محض دعوی ہی کافی نہیں ہے جب تک عمل اس کے مطابق نہ ہو۔ پس ہم اس ارشاد کے ماتحت ان دونوں صاحبوں کی حق پسندی اور حق گوئی کو جانچنا چاہتے ہیں۔

چوہدری فتح محمد قادیانی حکومت میں ایک بڑے عہدے (نظارت اعلی) پر ممتاز ہیں کیا بلحاظ علم و فضل اور کیا بلحاظ نظارت اعلی کے ان کی نظر بہت وسیع ہونی چاہیے تھی مگر ہم دیکھتے ہیں کہ ایک بڑا اہم واقعہ ان کی نظر سے اوجھل رہا ہے۔

ہم یہ بدگمانی نہیں کرتے کہ آیت و علی ابصارھم غشاوۃ نے اپنا جلوہ دکھایا ہے یا مصرع: بدوزد طمع دیدہ ہوشمند نے اپنا اثر ڈالا ہے بہر حال واقعات جو کچھ بھی ہیں ہم آپ کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ آپ کا مضمون جو آپ نے قادیانی خلافت جوبلی کے جلسہ میں پڑھا تھا اور جو قادیانی اخباروں اور رسالوں میں بڑی عزت کے ساتھ درج ہوا ہے اس کو اہل حدیث مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء میں بروائت ریویو آف ریلی جنز نقل کرکے جواب دیا گیا تھا۔ اس جواب میں ایک فقرہ جس پر

ساری گفتگو کا مدار تھا، آج اس کی مزید تشریح اس لئے کی جاتی ہے کہ چوہدری صاحب کا یہی مضمون الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء میں ہماری نظر سے گذرا ہے۔

اس بحث کا مرکزی نقطہ اصل میں یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار آخری فیصلہ جو میرے متعلق شائع ہوا ہے کس غرض سے تھا اور اس کا مطلب کیا ہے۔ ان دونوں سوالوں کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ میں صاف ملتا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: اے اللہ! مولوی ثناءاللہ نے مجھے بہت ستایا ہے وہ میرے قلعے کو منہدم کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتا ہے اس لئے میں تیری درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما اس فیصلے کی صورت یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے ر بنا افتح بيننا و بين قو منا با لحق و انت خير الفا تحين ۔ المشتہر۔ مرزا غلام احمد۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

اس آخری فیصلے کا نتیجہ نمایاں ہے۔ عیاں راچہ بیان کہ مرزا صاحب کو انتقال کئے ہوئے آج ۳۲ سال ہونے کو ہیں مگر ان کا مخاطب آج تک زندہ ہے جو یہ سطور لکھ رہا ہے۔ چونکہ یہ واقعہ بڑا اہم اور فیصلہ کن ہے اس لئے جن لوگوں کے حق میں ارشاد خداوندی ان يرو ا سبيل الر شد لا يتخذو ہ سبيلاً (الاعراف:۱۴۶) وارد ہوا ہے وہ لوگ بماتحت ارشاد يبغو نها عو جاً اس صاف و شفاف فیصلے کو مکدر کرنے کی کوشش میں شروع سے لگے ہوئے ہیں۔ ان میں سے دو صاحب خصوصاً قابل ذکر ہیں۔ ایک مولوی محمد علی ایم اے لاہوری، دوسرے چوہدری فتح محمد سیال ایم اے قادیانی ۔ ان کے علاوہ جو صاحب بھی ہوں وہ دوسرے درجہ پر ہمارے مخاطب ہیں۔ مولوی محمد علی نے رسالہ آیت اللہ میں اور چوہدری فتح محمد نے اپنی تقریر سالانہ جلسہ میں جو کچھ کہا اس میں ایک امر پر دونوں متفق ہیں، وہ امر یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ۱۸۹۶ء میں جو کتاب انجام آتھم لکھی تھی اس میں چند علماء اور صوفیا کو مباہلے کی دعوت دی تھی (اس کا انجام کیا ہوا، یہ ایک الگ مضمون ہے) ان مدعووین میں میرا نام بھی تھا۔ ناظرین اس واقعہ کو ذہن نشین کر کے چوہدری فتح محمد صاحب کے الفاظ سنیں:

مولوی ثناء اللہ کی لمبی عمر

آخر میں ایک اور بات کا بھی ذکر کرنا ضروری سمجھتا ہوں اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو ہر فتنہ میں فتح عطا فرمائی ہے۔ گویا ابتداء میں بھی وسط میں بھی اور آخر زمانہ میں بھی فتح عطا کی۔ آخر میں جو اللہ تعالی نے آپ کو فتح بخشی وہ یہ ہے کہ ۱۸۹۷ سے لیکر ۱۹۰۷ءک بار ہا حضرت مسیح موعود (مرزا) نے مولوی ثناء اللہ امرتسری کو مباہلہ کا چیلنج دیا مگر وہ ہر بار اس سے بھاگتے اور پہلو تہی کرتے رہے اور قطعاً سامنے نہ آئے مگر اب کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نے میرے ساتھ مقابلہ کرنے کی وجہ سے وفات پائی ہے۔(الفضل قادیان ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء ص ۵)

یہی مضمون مولوی محمد علی نے اپنے رسالہ میں لکھا ہے جس کا مدلل جواب بوا قعات صحیحہ بارہا شائع ہو چکا ہے۔ ان دونوں صاحبوں کا مطلب یہ ہے کہ آخری فیصلہ کا مضمون در اصل مباہلے کی دعوت تھی جو مولوی ثناء اللہ امرتسری کے نہ ماننے سے منعقد نہ ہوا۔

جواب دینے سے پہلے ہم ایک عدالتی مثال پیش کرتے ہیں کہ کسی شخص (زید) نے بذریعہ وکیل عمر پر ایک صد روپئے کا دعوی کیا اور وکیل صاحب رقم لینے کی رسید مورخہ یکم جنوری پیش کی مگر فریق مدعا علیہ نے چپکے سے مدعی کی دستخطی رسید مورخہ یکم فروری پیش کر دی جس میں یکم جنوری کے قرضہ کی وصولی کا اقرار مرقوم تھا۔ اس پر دعوی خارج ہو گیا، وکیل صاحب بدیں وجہ کہ مجھے حقیقت سے آگاہ نہ کیا مدعی کو کوستے ہوئے کمرہ عدالت سے باہر نکل آئے۔

ناظرین کرام! بعینہ یہی مثال ان دونوں وکیلوں کی ہے ہم بھی مدعی کی رسید پیش کرتے ہیں۔ وہ قانونی وکیل تو شرمندہ ہو گیا دیکھیں یہ مذہبی وکیل شرمندہ ہوتے ہیں یا نہیں۔ اخبار الحکم قادیان مورخہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۱۹ پر ایک مضمون ہے جس کے الفاظ مع سرخی یہ ہیں:

مباہلہ کے واسطے مولوی ثناء اللہ امرتسری کا چیلنج منظور کیا گیا

حضرت اقدس نے پھر بھی اس (ثناء اللہ) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے ...اس کتاب میں ہر قسم

کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں ... یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی تا کہ وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کردیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے۔ (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

فخریہ تصدیق:

مولوی اللہ دتا جالندھری اس عبارت پر جس فخر کے ساتھ حاشیہ آرائی کرتا ہے وہ بھی قابل دید ہے۔ لکھتا ہے:

گویا حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اس صید لاغر (ثناء اللہ)

(مولانا امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں: جانتے ہو شیخ سعدی کیا کہتے ہیں:

اسپ لاغر میاں بکار آید روز میداں نہ گاوِ پرواری) کو چند روز کی مہلت دینا چاہتے تھے اور حقیقت الوحی کی طباعت پر اسے ملتوی کرنا چاہتے تھے جیسا کہ عبارت بالا سے ظاہر ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۔۱۵۸)

ناظرین اس پر افتخار عبارت کو ذہن میں رکھ کر فتح محمد سیال کی حق پوشی کا اندازہ کیجئے

مرزا صاحب کے راسخ مریدو! میں بما تحت آیت ان تقو موا لله مثنی و فرادی (سبا:٤٦) خدائے علیم و خبیر کی جلالت کا واسطہ دے کر آپ سے پوچھتا ہوں کہ یہ عبارت آپ لوگوں نے کبھی دیکھی ہے۔ اگر دیکھی ہے تو اس کا مطلب کیا سمجھا ہے۔ اسکے علاوہ یہ بھی پوچھتا ہوں کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی اور دعائے آخری فیصلہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو۔ غور کرو کہ دعائے آخری فیصلہ کو مباہلہ کیوں کر قرار دیا جا سکتا ہے کیونکہ مباہلہ کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت (ماہ مئی ۱۹۰۷ء) کے بعد ہونا تھا۔ کیا قادیان میں ماہ اپریل، ماہ مئی کے بعد آتا ہے؟ یہ ہے اس بحث کا مرکزی نقطہ جسے قادیانی مناظر اس شریف قوم کی طرح چھپاتے رہتے ہیں جس نے دربار رسالت میں حکم رجم کو چھپایا تھا۔ احمدی دوستو!

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

خلاصہ کلام: چوہدری فتح محمد کا یہ کہنا کہ سلسلہ مباہلہ ۱۸۹۷ء سے ۱۹۰۷ء تک جاری رہا اور آخری فیصلے والا اشتہار اسی سلسلے کی کڑی تھی بالکل غلط اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ بلکہ مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات کے بھی خلاف ہے اب ہم چوہدری صاحب سے پوچھتے ہیں کہ آپ کو سچا کہیں یا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو؟ مرزا صاحب کو جھوٹا کہیں یا آپ کو؟ اس کا جواب دینا آپ کا کام ہے۔

نوٹ ۔ ہم نے قادیانی اور لاہوری اتباع مرزا کو تنبیہ کی ہے کہ وہ اہل حدیث امرتسر کو جواب دیتے ہوئے دیکھ لیا کریں کہ سامنے کون ہے۔ یاد رکھیں ان کے سامنے وہی ہے جس کا قول ہے:

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی:

چوہدری فتح محمد کے بعد ہم سیٹھ صاحب کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے ایک کتاب (بشارات رحمانیہ) لکھ یا لکھوا کر شائع کی ہے جس کا ایک نسخہ ہمیں بھی بھیجا ہے (شکریہ)۔

آپ مرزا غلام احمد قادیانی کے پکے مرید ہیں۔ آپ نے اپنی حسن نیت اور اخلاص کا ذکر اس کتاب میں کرتے ہوئے لکھا ہے کہ میں نے قادیانی مذہب کی خدمت کے لئے تین لاکھ روپئہ خرچ کیا ہے۔ کیا ہوگا، مگر کاہے کو؟ مرزا غلام احمد کا حلقہ میسحیت وسیع کرنے کو۔ سو اس کے متعلق آیت قرآنی سن رکھیں جو اس قسم کے اخراجات کیلئے بدیں الفاظ وارد ہے: فسينفقو نها ثم تكو ن عليهم حسرة ثم يغلبو ن (الانفال:٣٦)

ہاں آپ نے بھی باتباع سنت مرزا اخفائے حق سے کام لیا ہے۔ ۱۹۲۳ء کا واقعہ ہے کہ احباب دکن کی دعوت پر میں اور مولوی محمد صاحب دہلوی سکندر آباد (حیدر آباد) پہنچے۔ وہاں مجالس وعظ میں قادیانی تردید کے بیان ہوتے رہے۔ ہر درجے کے لوگ ہزاروں کی تعداد میں شریک ہوتے تھے جس سے مرزائی کیمپ میں ایک کھلبلی مچ۔گئی ایک تحریری مباحثہ بھی ہوا جس کی روداد بصورت رسالہ مباحثہ دکن مطبوعہ میں مل سکتی ہے۔ اسی اثنا میں سیٹھ عبداللہ الہ دین نے ایک انعامی اشتہار دیا جس میں مجھ سے

مطالبہ کیا کہ میں اپنے عقاید اور مرزا صاحب قادیانی کے کذب پر حلف اٹھاؤں۔ اگر اس حلف کے بعد ایک سال تک زندہ رہوں تو وہ مجھے دس ہزار روپئہ انعام دیں گے۔ میں نے اس کے جواب میں وہیں بذریعہ اشتہار ان کو اطلاع دی اور اشتہار کا مسودہ ہزاروں کے مجمع میں پڑھ کر سنایا جس کی صحت سب نے تسلیم کی اس کا مضمون یہ تھا:

میں سیٹھ عبداللہ الہ دین کا مطالبہ پورا کرنے کو تیار ہوں بشرطیکہ وہ مجھے دس ہزار روپئہ دینے کی بجائے بمنظوری خلیفہ قادیان صرف یہ اقرار شائع کر دیں کہ میں اگر حلف کے بعد ایک سال تک زندہ رہا تو سیٹھ مع خلیفہ، مرزا کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔ یہ بات اس لئے کہی گئی کہ ایک سال کے اندر مر جانے کی صورت میں اگر میں جھوٹا سمجھا جاؤں تو کوئی وجہ نہیں کہ سال کے بعد زندہ رہنے کی حالت میں سچا نہ ٹھہروں

اس کے جواب میں زبانی پیغام آتے رہے کہ ہم حلف خوری کا صلہ دس ہزار روپئہ دیتے ہیں۔ میں جواباً کہتا رہا کہ میں دس ہزار پر لات مارتا ہوں، صرف آپ کو چاہتا ہوں۔ غالباً اس وقت میرے ذہن میں یہ عارفانہ شعر تھا:

دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی نے اپنی کتاب میں اپنے اشتہارات کا تو ذکر کیا مگر میرے جوابات کا ذکر نہیں کیا۔ یہ عادت اس شریف گروہ کی ہے جس کی بابت قرآن شریف میں ارشاد ہے تبدو نہا و تخفو ن کثیراً (الانعام:۹۱)۔ حالانکہ یہ سارے اشتہارات مع میرے جوابات کے انجمن اہل حدیث سکندر آباد دکن کی طرف سے بصورت رسالہ شائع ہو چکے ہیں۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب میں آپ کو حضرت لقمانؑ کی وعظ کے الفاظ سناتا ہوں جو انہوں نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے فرمائے تھے:

یا بنیّ انّھا ان تك مثقال حبّة من خر دل فتكن فی صخرة او فی السّما وا ت او فی ا لارض یأ ت بھا الله ان الله لطیف خبیر

(لقمان:۱۶)(اے بیٹے اگر رائی کے دانہ کے برابر کوئی چیز ہو جو کسی پتھر میں یا کہیں آسمان میں یا زمین میں چھپ جائے تو اللہ اسکو ظاہر کر دیگا کیونکہ اللہ بڑا باریک بین خبردار ہے)

سیٹھ صاحب:

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

نوٹ: انجمن اہل حدیث سکندر آباد کو چاہیے کہ وہ اس رسالہ کی خوب اشاعت کریں۔ اگر ختم ہو گیا ہو تو اس کو دوبارہ طبع کرا کر تقسیم کریں تاکہ سیٹھ عبداللہ صاحب نے اپنی کتاب میں جو اخفائے حق سے کام لیا ہے اس کے مقابلہ میں اظہار حق ہو جائے۔

و سیعلم الذ ین ظلموا ایّ منقلبٍ ینقلبو ن (الشعراء:۲۲۷)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ فروری ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۱۵ ص ۴۔۶)

دجال، یاجوج ماجوج اور جنگ عظیم دوم

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی نے حمامة البشری کے صفحہ ۱۸ پر برطانیہ، روس وغیرہ مغربی قوموں کو یاموج ماجوج لکھا ہے۔

آپ کے خلیفہ اول حکیم نور الدین نے بھی اپنی کتاب ’مقدمہ اہل الکتاب‘ حصہ اول کے صفحہ ۲۲۸ پر انگریزوں اور روسیوں کو یاجوج ماجوج لکھا ہے۔

اخبار پیغام صلح لاہور میں ایک جوابی نوٹ کے ضمن میں لکھا ہے کہ:

مرزا صاحب انگریزوں کو دجال اور یاجوج ماجوج قرار دینے سے بھی دریغ نہیں کیا۔ ریل کو جو ان کی ایجاد ہے خر دجال قرار دیا اور مسلمانوں کو دجالی فتن سے نہائت زور کے ساتھ متنبہ کیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ یہ شخص (مرزا صاحب قادیانی) انگریزوں کی غلامی میں مسلمانوں کو جکڑنا چاہتا تھا‘ (پیغام صلح لاہور۔ ۹ جولائی ۱۹۲۹ء ص ۶)

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال مسیح موعود کو دیکھ کر یذوب کما یذوب الملح فی الماء۔ اسی طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے‘

ناظرین ان حوالہ جات کو ملحوظ رکھ کر مندرجہ ذیل مضمون ذرہ غور سے پڑھیں جو اخبار الفضل قادیان مورخہ ۴ فروری ۱۹۴۰ء میں شائع ہوا ہے:

موجودہ جنگ کے متعلق آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی۔ ذاب کما یذوب الملح فی

الماء (مسلم)۔آں حضرت ﷺ کی صداقت کے بے شمار دلائل میں سے ایک پیشگوئیاں بھی ہیں۔ جو آپ کی زندگی میں بھی پوری ہوئیں۔آپ کے بعد بھی پوری ہوئیں۔اور کچھ آخری زمانہ کے متعلق تھیں جو آج پوری ہو رہی ہیں۔

آخری زمانہ کی پیش گوئیوں میں سے ایک خروج دجال سے متعلق تھی۔اور دجال کے متعلق احادیث میں آیا ہے کہ حضرت نوح سے لیکر آنحضرت ﷺ تک سب انبیاء اپنی امتوں کو ڈراتے چلے آئے ہیں۔آنحضرت ﷺ نے صحابہ کرام کو مخاطب کر کے فرمایا میں بھی تم کو اس سے ڈراتا ہوں۔ (ترمذی ج ۲ ص ۴۶)۔احادیث میں مذکور ہے کہ فتنہ دجال سے بچنے کے واسطے ہر جمعہ کو سورۃ کہف کی پہلی اور پچھلی دس دس آئتیں پڑھی جائیں ۔ان آیات کی تلاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ دجال کون ہے اور اس کے کیا صفات ہیں اور اس سے بچنے کی کیا صورت ہے۔

غیر احمدی دوست سورۃ کہف کی ابتدائی اور آخری آیات کو دجال کے لئے جنتر منتر سمجھتے ہیں۔اور خیال کرتے ہیں کہ جو شخص ان آیات کو پڑھے گا اس کے پاس دجال نہیں پھٹکے گا۔مگر ان کا یہ خیال صحیح نہیں۔اصل بات یہ ہے کہ ان آیات میں دجال کی حقیقت بیان کی گئی ہے۔سورۃ کہف کی ابتدائی آیات میں تو دجال کے مذہب کا ذکر ہے اور آخری آیات میں اس کی صنعت وحرفت اور کاریگری کا۔ اور جو شخص ان آیات پر ذرا بھی تدبر کی نظر کرے گا وہ جان لے گا کہ دجال سے مراد وہ مغربی اقوام ہیں جو جزائر میں رہتی ہیں۔ جو قوم کے لحاظ سے یاموج ماجوج اور عقیدہ کے لحاظ سے صلیب پرست اور دجل وفریب کے لحاظ سے دجال ہیں۔ ہمارے ملک میں عیسائی مشنریوں کے ذریعہ جو مذہبی دنیا میں دجل وفریب کیا گیا وہ ظاہر ہے۔اسی طرح ایجادات میں جو ترقی ہوئی ہے اسے دیکھ کر انسان کی عقل ورطہء حیرت میں پڑ جاتی ہے۔سورۃ کہف کی آخری آیات میں انہی امور کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔اور یہ سب کام مغربی اقوام کی طرف منسوب ہوتے ہیں۔

حضرت خلیفۃ المسیح اول (حکیم نورالدین بھیروی) کے تفسیری نوٹوں میں یاجوج ماجوج کے متعلق لکھا ہے: ' خدا نے انشراح صدر سے مجھے یقین دلایا ہے کہ یہ وہ قوم ہے جو بخارا سے لیکر شمال تک رہتی تھی۔گاتھ نارمنڈے وزی گاتھ سیکسن ۔یہ لوگ جرمن

فرانس اور انگلینڈ وغیرہ ممالک میں آباد ہوئے' (ص۳۷۲)۔ اور بائبل سے معلوم ہوتا ہے کہ یاجوج جزائر میں رہنے والے لوگ ہیں اور ماجوج ماسکو اور ٹوبالسک کا سردار ہے ۔ چنانچہ لکھا ہے: ' خداوند کا کلام مجھ کو پہنچا ۔ اور اس نے کہا اے آدمزاد تو جوج کے مقابل جو ماجوج کی سرزمین کا ہے ۔ اور روش اور مسک اور توبال کا سردار ہے اپنا مونہہ کر اور اس کے برخلاف نبوت کر اور کہہ کہ خداوند یہوداہ یوں کہتا ہے کہ دیکھ اے جوج روش اور مسک اور توبال کے سردار میں تیرا مخالف ہوں ' (حزقیل ۔ب ۳۹)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ دجال اور یاجوج یعنی جزائر میں رہنے والے لوگ ایک ہی ہیں ۔ اور ماجوج اور روش مسک اور ٹوبالسک کا سردار ہے ۔ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے اپنی تصانیف میں بڑی شرح وبسط سے اس بارہ میں لکھا ہے ۔ اور ثابت کیا ہے کہ مغربی اقوام ہی دجال ہیں ۔ اور آنحضرت ﷺ نے جو آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ایک علامت خروج دجال بتائی تھی وہ انہی اقوام کا خروج تھا ۔ گویا پہلے جزائر میں بند تھیں مگر آخری زمانہ میں مقدر تھا کہ یہ وہاں سے نکل کر تمام ممالک میں پھیل جائیں ۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا ۔ قرآن کریم میں جہاں دجال اور یاجوج ماجوج کا ذکر ہے وہاں یہ بھی ذکر ہے کہ آخری زمانہ میں جب یہ اقوام تمام ممالک کا احاطہ کر لیں گی تو ایک بہت بڑی اور سخت جنگ ہوگی ۔ چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے

و ترکنا بعضهم یومئذ یموج فی بعض و نفخ فی الصور فجمعناهم جمعا (الکہف:۹۹) کہ ان آخری ایام میں ہم بعض کو بعض پر ایسا لگا دیں گے کہ وہ ایک دوسرے میں سمندر کی لہروں کی طرح ٹھاٹھیں مارتے ہوئے گھسنے کی کوشش کریں گے ۔ اور اپنے اختلافات کی وجہ سے ایک دوسرے پر سخت حملہ کریں گے ۔ پھر ایسا ہوگا کہ گویا بگل بجا دیا جائے گا اور سب کو جمع کر دیا جائے گا اور سخت جنگ ہوگی ۔ اور کافروں اور خدا کے منکرین کے سامنے جہنم پیش کر دیا جائے گا ۔ اس میں یہ پیش گوئی ہے کہ اس وقت جنگ اسلحہ آتش بار سے ہوگی ۔ آگے فرمایا یہ جنگ بطور سزا اور عذاب ان لوگوں کے لئے ہوگی ۔الذین کانت اعینهم فی غطاء عن ذکری و کانوا لا یستطیعون سمعا ۔(کہف:۱۰۱) کہ جن کی آنکھیں ہمارے ذکر سے غفلت کے پردے میں تھیں اور حق کی طرف سے ان کے کانوں میں بوجھ تھا کہ وہ اس کو سن نہ سکتے تھے ۔ حزقیل نبی کے بیان سے بھی اس امر کی

تائید ہوتی ہے کہ یہ عذاب ان لوگوں پر ان کی لا پرواہی کی وجہ سے آئے گا کہ وہ خدا کی طرف توجہ نہیں کرت ہونگے ۔ چنانچہ لکھا ہے: 'میں ماجوج پر اور ان پر جو جزیروں میں بے پرواہی سے سکونت کرتے ہیں ایک آگ بھیجوں گا اور وہ جانیں گے کہ میں خداوند ہوں' (حزقیل ب ۳۹) نیز یوحنا کے مکاشفہ باب ۲۰ میں لکھا ہے: اور جب ہزار سال ہو چکیں گے شیطان اپنی قید سے چھوٹے گا اور نکلے گا تا کہ ان قوموں کو جو زمین کے چاروں کونوں میں ہیں یعنی جوج و ماجوج کو فریب دے اور انہیں لڑائی کیلئے جمع کرے' جو لوگ اخبارات پڑھتے ہیں یا ریڈیو پر روزانہ مغربی اقوام کی باہمی جنگ کی خبریں سنتے ہیں وہ جانتے ہیں کہ مذکورہ پیشگوئی کس طرح حرف حرف پوری ہو رہی ہے ۔ آنحضرت ﷺ نے دجال کے ذکر میں فرمایا تھا کہ اول تو اسے مسیح موعود قتل کریگا ۔ ورنہ وہ پگھل جائے گا ۔ اور فرمایا: ذاب كما يذوب الملح فى الماء (مشکوۃ ۔ ص ۴۵۸) ۔ کہ اس طرح پگھلے گا جس طرح نمک پانی میں پگلتا ہے۔، اور یہ ظاہر ہے کہ نمک پانی میں آہستہ آہستہ پگلتا ہے ۔ فرمایا دجال کا پگلنا اور ہلاک ہونا بھی آناً فاناً نہ ہوگا بلکہ آہستہ آہستہ ہوگا ۔

آنحضرت ﷺ کا مندرجہ بالا ارشاد موجودہ جنگ کی رفتار اور اس کے طریق کو دیکھ کر بالکل واضح ہو رہا ہے ۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) جو آنحضرت ﷺ کی پیشگوئی کے مطابق اس زمانہ کی ہدائت اور قرآن کریم کی اشاعت کے لئے مبعوث ہوئے فرماتے ہیں

کیوں غضب بھڑکا خدا کا مجھ سے پوچھو غافلو
ہو گئے ہیں اس کا موجب میرے جھٹلانے کے دن

خاکسار قمر الدین مولوی فاضل

(اخبار الفضل قادیان مورخہ ۴ فروری ۱۹۴۰ء ۔ ص ۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سارے مضمون کو ہم نے غور سے پڑھا تو اس کا ایک حصہ دوسرے سے متناقض پایا ۔ ایک غلطی تو یہ ہے کہ دجال اور یاجوج ماجوج دونوں کو ایک قوم بنا دیا ہے ۔ حالانکہ دجال ایک شخص ہے اور یاجوج ماجوج دو قومیں ہیں ۔ علم نحو کے قاعدے سے دیکھا جائے تو مطلع بالکل صاف ہے کہ الفاظ یاجوج ماجوج غیر منصرف ہیں ۔ ملاحظہ ہو

آیت حتّٰی اذا فتحت یاجوج و ماجوج ۔اس کے برخلاف لفظ دجال منصرف ہے کیونکہ یہ مبالغے کا صیغہ ہے۔ہم اس سے بے خبر نہیں ہیں کہ مرزا صاحب نے دجال سے مراد باطل پسند لوگوں (پادریوں) کی جماعت سمجھی ہے۔لیکن ان کے اتباع سے بعض اہل علم (ڈاکٹر بشارت احمد وغیرہ) نے دجال کو صیغہ مبالغہ بمعنی مفرد قرار دیا ہے (پیغام صلح ۴ جنوری ۱۹۳۹ء) جو بالکل صحیح ہے۔اس لفظی تحقیق کے بعد یہ دیکھنا ہے کہ انگریز روسی جرمنی وغیرہ اقوام یورپ اگر یاجوج ماجوج اور دجال ہیں تو قادیانی مسیح موعود (یعنی مرزا صاحب) کے ہاتھ سے فنا کیوں نہیں ہوئے۔جیسا کہ حدیث شریف سے معلوم ہوتا۔جس کا ایک فقرہ خود نامہ نگار نے نقل کیا ہے۔اس حدیث کے پورے الفاظ یوں ہیں۔

اذا راه عدو الله ذاب کما یذوب الملح فی الماء مشکوۃ۔کتاب الفتن)(یعنی دجال جب مسیح موعود کو دیکھے گا تو دیکھتے ہی اس طرح پگھل جائے گا جس طرح نمک پانی میں پگھل جاتا ہے)۔

یہ الفاظ اپنا مضمون صاف بتا رہے ہیں کہ دجال کی ہلاکت مسیح موعود کی زندگی میں ہوگی، حالانکہ قادیانی مسیح کو دجال نے دیکھا بلکہ مسیح قادیانی اس کے گدھے پر سوار بھی ہوتے رہے تاہم وہ نمک کی طرح گلا نہیں، یہاں تک کہ آپ دنیا سے رخصت ہو گئے اور دجال ابھی بارعب وداب برابر ڈینگیں مار رہا ہے۔

ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی جب ہم دیکھتے ہیں کہ اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج اور دجال کہہ کر اور اس جنگ کو حدیث مذکور کا مصداق بتا کر خلیفہ قادیان (محمود) یہ اعلان کرتے ہیں کہ ہم اس جنگ میں انگریزی حکومت کی امداد کیلئے پچیس ہزار آدمی دیں گے ....کوئی دیانت دار عالم (قادیانی یا لاہوری) ہمیں بتائے کہ وہ پچیس ہزار آدمی میدان جنگ میں جا کر کس گروہ کے ساتھ شریک ہوں گے۔اور ان کی موت میدان جنگ میں حدیث مذکورہ کے ماتحت ہوگی یا کچھ اور؟ اور وہ بعد الموت قادیانی اصطلاح میں شہید کہلائیں گے یا کچھ اور؟

کس قدر حیرت کا مقام ہے کہ مسیح موعود جس کا آنا دجال اور اقوام یاجوج ماجوج کے قتل اور فنا کے لئے مقدر تھا اسی کا خلیفہ (مرزا محمود احمد) اور لخت جگر دجال اور یاجوج ماجوج کی جنگی خدمت کیلئے اپنے مخلص ترین مریدوں کو پیش کرتا ہے۔ایک طرف دجال اور یاجوج ماجوج سے نفرت کرنا اور دوسری طرف ان کی مدد کرنا۔اس

مقولے کا مصداق ہے : منکرے بودن وہم رنگ مستاں زیستن

علماء اسلام مرزا غلام احمد کو بوجہ ادعائے نبوت اور افتراء علی اللہ کے ان تیس دجالوں میں شمار کرتے رہے جو نبوت کے مدعی ہوں ۔ جن کی بابت حدیث میں یہ الفاظ آئے ہیں کلّهم یزعم انه نبی الله (ان میں سے ہر ایک دعوی کریگا کہ وہ اللہ کا نبی ہے) علمائے اسلام کے اس فتوی کو مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع ہمیشہ غلط کہتے رہے مگر الفضل کے مذکورہ مضمون نے ایک گونہ اس کی تائید کی ہے ۔ کیونکہ اتباع مرزا میں سے پچیس ہزار یا اوران کے علاوہ بھی جتنے آدمی جب خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے حکم سے میدان جنگ میں بھیجے جائیں گے تو اس وقت علمائے اسلام اگر یہ کہیں کہ : کند ہم جنس با ہم جنس پرواز ، تو ان کی اس آواز کو کون غلط قرار دے گا ۔

نوٹ : ہمارا مقصد یہ نوٹ لکھنے سے ہرگز یہ نہیں کہ ہم قادیانیوں کو آدمی بھیجنے سے منع کریں ۔ ہم منع کرنے والے کون ؟ بلکہ ہم دل سے خوش ہیں کہ وہ بھیج دیں تا کہ دو امور میں سے ایک امر صحیح ثابت ہو، (۱) علمائے کرام کے فتوی کی تائید
(۲) قادیانیوں کے اس خیال کی تردید کہ اقوام یورپ ہی دجال وغیرہ ہیں ۔

اگر وہ اب بھی اس پر اصرار کریں کہ نہیں ہمارا خیال صحیح ہے، تو پھر یہ بتائیں کہ دجال کی حمائت کرنے والا کون ہوا؟ ۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۷ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۶ ص ۵ ۔ ۷)

جماعت مرزائیہ کی چوکڑی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل جماعت مرزائیہ میں بڑی چہل پہل ہو رہی ہے ۔ بہت سے رسائل اور اخبارات نکل رہے ہیں جن میں ایک دوسرے پر خوب گل فشانی ہو رہی ہے ۔ بڑے بڑے علمی نکات حل ہو رہے ہیں اور معقول و منقول کے دفتر کھل رہے ہیں جو پہلے کبھی نہ کھلے تھے ۔ لا عین رأت و لا اذن سمعت

مسئلہ زیر بحث یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مصلح موعود کے

متعلق جو پیش گوئی کی تھی اس کا مصداق کون ہے (مرزا قادیانی نے بزعم خود خدا سے الہام پا کر پیش گوئی کی تھی کہ میرے بعد اللہ تعالیٰ ایک مصلح موعود کھڑا کرے گا جس کی تبلیغ سے اسلام دنیا میں سب مذاہب پر غالب آجائے گا) قادیان سے آواز آتی ہے کہ میاں محمود احمد مصلح موعود ہیں۔ اس دعوی پر بڑے بڑے دلائل پیش کئے جاتے ہیں گویا علم کے دریا بہائے جاتے ہیں۔ لیکن قادیان ہی سے خلیفہ کے اس منصب کے خلاف ایک آواز اٹھی ہے۔ اس آواز کے اٹھانے والے مرزا صاحب قادیانی کے راسخ العقیدہ مرید شیخ عبدالرحمٰن المعروف مصری صاحب ہیں جنھوں نے ایک مستقل کتاب (شان مصلح موعود) میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود) کے منصب (مصلح موعود) کے خلاف دلائل دیئے ہیں۔ لاہوری جماعت بھی خلیفہ قادیان کے مصلح موعود ہونے سے انکاری ہے وہ مصلح موعود کا زمانہ بڑے مرزا صاحب سے تین سو سال بعد چوتھی صدی میں بتاتے ہیں۔

یہ دو گروہ تو خلیفہ صاحب (مرزا محمود) کے اس منصب سے منکر ہیں۔ ان کے سوا دو شخص ایسے بھی ہیں جو اس منصب کے خود مدعی ہیں۔ ان میں سے ایک صاحب مولوی عبداللہ تیماپوری دکنی ہیں۔ جو اپنا نام مع القاب یوں لکھتے ہیں:

> مصلح موعود مسیح مسعود و امام مہدی معہود محمد عبداللہ مہدی کلام اللہ مکہ مسجد تیماپور شریف، دکن

یہ صاحب مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدین سابقین میں سے ہیں۔ ان کا دعوی ہے کہ مصلح موعود والی پیش گوئی میرے حق میں ہے۔ یہ صاحب بھی اپنے دعوی پر دلائل قاطعہ و براہین ساطعہ پیش کرتے ہیں۔ ساتھ ہی اس کے الہام کے بھی مدعی ہیں۔

دوسرے صاحب شیخ غلام محمد ہیں جو لاہوری جماعت سے نکلے ہوئے ہیں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور لاہوری مرزائیوں کے حق میں آپ کی رائے قابل شنید ہے۔ فرماتے ہیں:

> میں نے اپنے رسالوں میں روح القدس کے مخصوص نزول کے بعد ایک طرف اگر خلیفہ قادیانی کو محض ایک جسمانی وجود اور آسمانی روحانیت سے مردہ ہونا حضرت مسیح موعود ہی کے لفظی الہاموں سے ثابت کر دیا تو دوسری طرف لاہوری احمدیوں کی تین چار صدیوں کی زمانوی غلطی کی ظلمت کو بھی

حضرت مسیح موعود کے لفظی الہامات سے ہی بالکل غلط اور شیطانی وسوسہ و دجالی دھوکہ ہونا دکھا دیا ہے (سلسلہ تصنیفات محمدیہ۔ج ۱۰ص ۱۹،۲۰)

ان حضرت کا دعوی بھی الہام پر مبنی ہے جس کا ثبوت عبارت مندرجہ بالا کے علاوہ عبارت ذیل سے بھی ہوتا ہے:

اللہ تعالی نے عین وقت پر مجھے اشد ترین ضرورت کی وجہ سے مصلح موعود بنا کر بھجوا رکھا ہے..

اللہ تعالی کا یہ ارادہ ہے کہ وہ میرے مبارک روحانی وجود کے دخل سے لاہوری احمدیوں کی صداقتوں کو نہ صرف قادیانی گروہ پر بلکہ کل دنیا پر غالب فرمائے...

مجھے اللہ تعالی نے سلسلہ احمدیہ کے تمام افراد بلکہ دنیا کے تمام انسانوں کی ظلمات کے مقابل اپنے یقین میں مجسم آفتاب بنایا ہے...

اسلام اور حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی جملہ صداقتیں تو یقیناً میرے مدنی محمدی ماموارانہ وجود میں اب اپنے مقررہ وقت کے اندر غالب ہو کر رہیں گی ...اگر انہوں نے (قادیانی ولاہوری جماعتوں نے) آگے بڑھ کر میرا ساتھ نہ دیا تو ان سے بڑھ کر بدقسمت اور ناکام کوئی نہ ہوگا۔

(رسالہ تصنیفات محمدیہ۔ج ۱۰ص ۹۔ ۶ فروری ۱۹۴۰ء)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ان صاحب نے یہ مزید کمال دکھایا ہے کہ اپنے القاب یوں لکھے ہیں:

شیخ غلام محمد مصلح موعود مبارک پسر چہارم ابن محمدی بیگم روحانی۔ بشیر الدولہ و عالم کباب مقیم مدینۃ المسیح احمدیہ بلڈنگس لاہور

ہم اعتراف کرتے ہیں کہ ان القاب کی تشریح ہم نہیں سمجھے۔ پسر چہارم کس کا؟ روحانی محمدی بیگم کون؟ اور اس کا روحانی بیٹا ہونے سے کیا مطلب؟

ہاں قادیانی اور لاہوری اخبارات اگر ان القاب کی تشریح کر دیں تو شائد ہم بھی سمجھ جائیں۔ سردست تو ہم اس شعر پر کفایت کرتے ہیں

سرّ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند
جز سلیمانے نہ باید فہم ایں گفتار را

منصب مصلح موعود کے ان مدعیان میں فیصلہ کرنا ہمارا کام نہیں، بلکہ اتباع مرزا قادیانی کا کام ہے۔تاہم ہم اس فیصلے کا طریق بتائے دیتے ہیں، وہ بھی اپنے الفاظ میں نہیں بلکہ خود مرزا صاحب کے الفاظ میں بتاتے ہیں۔مرزا صاحب لکھتے ہیں: ایک متدین عالم کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ الہام اور کشف کا نام سن کر چپ ہو جائے اور لمبی چوڑی چون و چرا سے باز آجائے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۴۸)

اس معیار پر تینوں مصلحین کے دعاوی کو پرکھا جا سکتا ہے۔قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے مصلح موعود ہونے کا دعوی خود نہیں کیا، جیسا کہ مولوی غلام حسن پشاوری نے اپنے ایک مضمون میں کہا ہے جو الفضل میں شائع ہوا ہے۔ہاں خلیفہ صاحب کے مریدین ان کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مصلح موعود والی پیش گوئی کا مصداق ٹھہراتے ہیں۔اس کے علاوہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب نے اگر دعوی کیا ہے، تو الہام کے ماتحت نہیں جیسا کہ مولوی عبداللہ تیما پوری اور شیخ غلام محمد لاہوری اپنے اپنے دعوی مصلحیت کو اپنے الہاموں پر مبنی کرتے ہیں۔

پس تینوں مدعیان کے دعاوی کو مرزا کے معیار مذکور پر پرکھ لیا جائے تو فیصلہ بالکل آسان ہے مگر ہمیں اس پر زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں: محتسب را درون خانہ چہ کار

مصلحین سے ہمارا فیصلہ:

متوفی (مرزا غلام احمد) سے ہمارا قطعی فیصلہ ہوا تھا۔اسی طرح ان مصلحین کے ساتھ بھی ہمارا فیصلہ واضح طور پر ہو چکا ہے۔ مصلح اول، خلیفہ قادیان سے تو ہمارا فیصلہ یوں ہوا کہ انہوں نے مرزا صاحب متوفی کے آخری فیصلے پر (جو ہمارے ساتھ ہوا تھا) اپنی رائے کا اظہار ان لفظوں میں کیا ہوا ہے کہ: جب حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہوگئی۔(تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اس عبارت کے معنی یہ ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعا (کہ اے

خدا ہم دونوں مرزا و ثناء اللہ میں سے جو جھوٹا ہے، اسکو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے) جو پہلے بصورت جملہ انشائیہ تھی، خدائی قبولیت کے ماتحت بصورت جملہ خبریہ متشکل ہوگئی (یعنی قبول ہوگئی) ۔ جملہ خبریہ کا صدق بہت ضروری ہے۔ اگر نہ ہو، تو قائل جھوٹا ٹھہرتا ہے ۔ پس مرزا صاحب قادیانی کے اتباع کو چاہیے کہ وہ ان کو جھوٹ سے آلودہ نہ کریں یعنی وہ ان کی اس پیشگوئی کو (کہ پہلے مرنے والا عنداللہ جھوٹا ٹھہرے گا) سچی مان کر مرزا صاحب قادیانی کی صداقت پر مہر لگا دیں ۔

مصلح دوم، مولوی عبداللہ تیما پوری (مصلح موعود) سے ہمارا فیصلہ یوں ہوا کہ آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلے کی نسبت جو اظہار رائے کیا ہے وہ نہایت راستی پر مبنی ہے۔ آپ نے لکھا ہے:

> مولوی ثناء اللہ کیلئے آخری فیصلے کی دعا کا، کہ جھوٹا سچے کے سامنے ہلاک ہو، جو کچھ اثر ہوا معلوم ہے ۔ (قادیان سے) جواب دیا جاتا ہے کہ ثناء اللہ نے اس دعا کو منظور نہیں کیا ۔ مظلوم کی دعا قبول ہونے کیلئے ظالم کی رضامندی بھی شرط ہوا کرتی ہے؟ (یعنی نہیں ہوتی) (طوفان کفر ۔ ص ۱۰ ۔ مولوی عبداللہ تیما پوری)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ یہ عذر جو عام طور پر کیا جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے دعاء آخری فیصلہ کو منظور نہیں کیا تھا اس لئے وہ کالعدم ہوگئی ، مولوی عبداللہ تیما پوری کے نزدیک غلط ہے ، یعنی فیصلہ بحال ہے اور اس کا نتیجہ سب کو معلوم ہے ۔

مصلح موعود ثالث، شیخ غلام محمد لاہوری جو اس منصب کے تیسرے مدعی ہیں جن کے دعوی کے اصل الفاظ اوپر نقل ہو چکے ہیں ہمارے ساتھ فیصلے کا اعلان ان لفظوں میں کرتے ہیں:

اے ثناء اللہ تیرے لئے اور تیری جماعت کے لئے اور ساری دنیا کے لئے تازہ نشان ۔ اے ثناء اللہ ! مبارک ہو تم کو۔ مولانا آپ کی موت کے دن قریب ہیں ...اے ثناء اللہ تیرے لئے اور خاکسار توبہ کنندہ (شیخ غلام محمد) کے لئے اللہ تعالی نے مقرر کی ہے تین سال کی معیاد جس کے بعد صادق کو کامیابی عطا ہوگی ۔ اے ثناء اللہ تو دوزخ میں ذلیل ورسوا کیا جائے گا...اے اہل حدیث فرقہ والو توبہ کنندہ (غلام محمد) کا ملاحظہ کرلو یا کسی ڈاکٹر سے کرالو۔ یہ سب باتیں پوری ہوں گی خدا کی بتلائی ہوئی کبھی ٹل نہیں سکتی ۔

توبہ کنندہ خاکسار غلام محمد برانڈرتھ روڈ لاہور

اس اشتہار پر تاریخ مطبوع نہیں تھی مگر ہمارے استفسار پر شیخ غلام محمد نے از راہ مہربانی ہم کو بذریعہ پوسٹ کارڈ اطلاع دی کہ اس اشتہار کی تاریخ ۱۵ستمبر ۱۹۳۲ء ہے، جس پر آج ساڑھے سات سال گذر گئے ہیں۔

مقام تعجب ہے کہ شیخ غلام محمد موصوف نے جس شخص کے حق میں لکھا تھا کہ تین سال کے اندر بعد موت دوزخ میں داخل ہو جائے گا، آج ہم سنتے ہیں کہ وہ (ثناء اللہ امرتسری) آج (فروری ۱۹۴۰ء) تک زندہ ہے۔ بلکہ یہ بھی سنتے ہیں کہ یہ مضمون وہی لکھوا رہا ہے۔

ناظرین کرام! یہ ہے خدائی فیصلہ بڑے میاں سے اور انکے اتباع سے، جو بقول مصلح موعود تیما پوری دنیا نے دیکھ لیا کہ قادیانی کی ساری جماعت کی روحانی توجہ کا نتیجہ وہی ہوا جو قرآن شریف نے یوں بتاہے : لا یحیق المکر السیّ ا لا با ھله (فاطر:۴۳)۔(مکر کرنے والے کی برائی اسی کو گھیر لیتی ہے)

اس پر بھی اتباع مرزا کی طرف سے یہ آواز اٹھتی ہے کہ ثناء اللہ باوجود بوڑھا ہو جانے کے ابھی تک زندہ ہے، اس میں بھی قدرت کا ایک نشان ہے۔

میں کہتا ہوں کہ واقعی نشان ہے اس کی تشریح ہم اپنے لفظوں میں ہیں بلکہ استاد غالب کے کلام سے کرتے ہیں:

نادان ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں جیتا ہے غالب
قسمت میں ہے اعداء کا جلانا کوئی دن اور

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۷ ص۴۔۵)

(قادیانیوں کے یہ معروف فرد اپنے دعاوی اور دیگر حرکات کی وجہ سے ایک عرصہ تک قادیانی پریس کی زینت بنے رہے۔ ان سے متعلق ایک واقعہ قادیانی اخباروں میں یوں رپورٹ ہوا تھا:

حضرت مسیح موعود کے حرم محترم کی توہین

جیسا کہ احباب کو معلوم ہے کہ ایک شخص شیخ غلام محمد مقیم احمدیہ بلڈنگس سات آٹھ سال کے عرصہ سے انجمن اشاعت اسلام لاہور اور اس کے معزز اراکین کے متعلق گند اچھالتا رہتا تھا لیکن انجمن نے اس کی گندی کاروائیوں کو کبھی ائق اعتناء خیال نہیں کیا۔ لیکن حال ہی میں اس

نے ایک ایسی عزیز اور محترم ہستی کے خلاف ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں جس سے ہر ایک احمدی شدت رنج وغم کی وجہ سے نڈھال ہے۔

واقعہ یوں ہے کہ اس نے حضرت امیر ایدہ اللہ اور دیگر بزرگان سلسلہ کو متعدد خطوط لکھ کر دھمکیاں دیں کہ دفاتر انجمن پر ۱۹۳۳ء کی طرح تالے لگا کر امن عامہ میں خلل اندازی کا مرتکب ہوگا۔ اور پھر ۱۳ فروری کو ایک ٹریکٹ بھی شائع کیا جس میں جہاں انجمن کے بزرگ ارکان کو توہین آمیز الفاظ سے خطاب کیا۔ اس کے ساتھ ہی حضرت مسیح موعود کے حرم محترم کی شان میں سخت اشتعال انگیز الفاظ استعمال کئے جس سے تمام احمدیوں میں ایک نفرت کی لہر دوڑ گئی اور انہوں نے سخت نفرین کا اظہار کیا۔

لیکن معاصر الفضل نے معاملہ کی نوعیت نہ سمجھتے ہوئے اس گندگی کی وجہ سے رونما ہونے والے حالات کے متعلق اپنے ۱۰ مارچ کے شیوع میں لکھا:

لاہور۔ ۸ مارچ۔ اخبارات میں شائع ہوا ہے کہ احمدیہ بلڈنگس میں غیر مبایعین کی دو پارٹیوں میں جنگ ہوئی... بیان کیا جاتا ہے کہ غیر مبایعین کی انجمن کے بعض ارکان نے انجمن کے ایک سابق رکن شیخ غلام محمد پر حملہ کر دیا مگر وہ بچ گیا اس کے بعد اس کے بھی کچھ آدمی پہنچ گئے اور دونوں پارٹیوں میں لاٹھیوں سے لڑائی شروع ہوگئی اور نصف درجن اشخاص مجروح ہوئے۔ وغیرہ

اخبار الفضل نے اپنے بیان کی بنیاد لاہور کے مقامی اخباروں پر رکھی ہے۔ ہم اخبار زمین دار اور احسان جو سلسلہ کے بے حد معاند اخبار ہیں کے بیانات درج کرتے ہیں۔ اس سے بخوبی اندازہ ہو سکے گا کہ وہ اخبار جن پر الفضل نے اپنے نوٹ کی بنیاد رکھی ہے وہ اس واقعہ کے متعلق کیا لکھتے ہیں۔

روزنامہ احسان مورخہ ۱۰ مارچ پولیس رپورٹ کی بنا پر رقم طراز ہے

اس سے قبل ایک اور شخص انجمن کا ملازم تھا (یہاں شخص سے مراد غلام محمد ہے) جسے سو روپیہ تنخواہ ملتی تھی۔ انجمن احمدیہ کے ایک رکن اعلی سے اس کا جھگڑا ہو گیا۔ اس نے گالیاں دیں جس پر اسے نکال دیا گیا۔ ملازمت کے بعد اس شخص نے کہنا شروع کیا کہ وہ مرزا غلام احمد کا روحانی بیٹا ہے۔ انجمن احمدیہ کے ارکان کے خلاف اس نے بذریعہ تحریر وتقریر پراپیگنڈہ شروع کر دیا ہر وقت انہیں برا بھلا کہتا تھا آخر ایک دن اس نے ایک رسالہ میں احمدیہ تحریک کے بڑے

بڑے رہنماؤں کے خلاف لکھا۔انجمن احمدیہ کی طرف سے اسے باز رکھنے کی کوشش کی گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ سات آدمیوں کو ساتھ لے کر اور ڈانگوں سے مسلح ہو کر مسجد احمدیہ میں گھس آیا اور دو اشخاص کو ڈانگوں سے زخمی کر دیا۔

معاصر زمین دار نے بھی بالکل ایسا ہی بیان شائع کیا ہے جس کا اقتباس دینے کی چنداں ضرورت نہیں۔مگر بہت جلد معاصر الفضل نے اپنی روش کو تبدیل کر لیا ہے ہمیں خوشی ہے کہ الفضل نے بالکل صحیح قدم اٹھایا ہے۔ لکھتا ہے:

پیغام بلڈنگس لاہور میں مقیم ایک شخص غلام محمد نے حال میں ایک ٹریکٹ: بیعت رضوان کی حقیقت، شائع کیا ہے جس میں رسالہ کے صفحہ۱۴ پر حضرت ام المومنین جنہیں ہر احمدی اپنی حقیقی ماں سے بھی بڑھ کر قابل عزت و احترام سمجھتا ہے اور جن کی شان میں کسی قسم کی گستاخی اور بے ادبی ہرگز گوارا نہیں کر سکتا غلام محمد مذکور نے ایسے گندے اور ناپاک الفاظ استعمال کئے ہیں کہ جن کو پڑھ کر خون کھولنے لگتا ہے۔ ہم حکومت پنجاب کو توجہ دلاتے ہیں کہ فوری طور پر اس شرارت کی طرف متوجہ ہو اور لاکھوں انسانوں کی محترم معزز ہستی کی شان میں حد درجہ کی بدزبانی اور گستاخی کرنے والے کو کیفر کردار تک پہنچائے۔

ہم اس معاملہ میں شروع سے نفرت کا اظہار کر رہے ہیں اور اب بھی معاصر الفضل کے ہم نوا ہیں۔....(پیغام صلح لاہور ۱۳ مارچ ۱۹۳۹ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۵۸ھ جلد ۲۷ نمبر ۱۵ ص ۴)

قادیانی امانت: امانت ہے یا خیانت؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان سے جو آواز اٹھتی ہے وہ اپنے اندر پوری جدت رکھتی ہے۔حقیقت یہ ہے کہ قادیان کے موذن (آواز دہندہ) آواز اٹھانے سے پہلے شرعی معیار سے نہیں جانچتے، جو چاہتے ہیں کہہ دیتے ہیں۔ہم بھی انہیں اس میں معاف کر دیں لیکن چونکہ وہ اتباع شریعت خاص کر حنفی مذہب کا تقلید (حسب الحکم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کرتے آئے ہیں اسلئے ہم ان کو موقع بموقع تنبیہ کرتے رہتے ہیں۔مگر قادیانی اور حق پسندی

؟ ضدا ن مفتر قا ن ای تفر ق

مثلاً قادیان سے آواز اٹھی تھی کہ مخلصین قادیان کے خزانہ میں اپنا روپیہ امانت رکھ دیں، جو کاروبار پر لگایا جائے گا۔ امانت رکھنے والے جب طلب کریں گے ان کو واپس کر دیا جائے گا، مگر تجارت کے نفع میں ان کو حصہ نہیں ملے گا، صرف اصل رقم کے حق دار ہوں گے۔

اس پر ہم نے اعتراض کیا تھا کہ یہ امانت نہیں ہے، کیونکہ امانت میں تصرف کسی طرح جائز نہیں۔ اپنے دعوی پر ہم نے کتب فقہ سے حوالہ جات بھی پیش کئے تھے۔ باوجود اس کے قادیانی اخبار الفضل نے اس کو تسلیم نہیں کیا، بلکہ ایک ہی راگ الاپتا گیا کہ امانت کے معنی کبھی عام بھی ہوتے ہیں۔ مگر یہ نہیں بتایا کہ امانت بمعنی عام میں کون سی ایسی انواع ہیں جن میں اصل شئے کی حفاظت ضروری نہیں ہوتی۔ بس مرکزی گفتگو یہی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کوئی مرید (بحیثیت مرید ہونے کے) اگر حق کو مان جائے تو اس آیت کی تفسیر واقعی مشکل ہوگی

ان یروا سبیل الر شد لا یتخذوہ سبیلا ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۷ ص ۶)

حدیث نزول مسیح علیہ السلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان کی دس۔ گیارہ فروری ۱۹۴۰ء کی اشاعتوں میں حدیث نزول مسیح پر بحث کی گئی ہے۔ مضمون اپنے معنے کے لحاظ سے کوئی جدید نہیں بلکہ بمصداق

آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئم

مرز غلام احمد صاحب متوفی کی تحریروں سے اخذ کیا گیا ہے۔ سارے مضمون کا خلاصہ نامہ نگار ہی کے الفاظ میں یہ ہے کہ

'حدیث میں آسمان کا لفظ قطعاً نہیں ہے۔اور لفظ نزول ہمیشہ جسمانی طور پر اترنے کے معنوں میں نہیں آتا' (الفضل قادیان ۱۰ فروری ۱۹۴۰ص ۴)

اس تمہید کے بعد ابن مریم کو تشبیہ کے معنی میں بتایا ہے۔یعنی حدیث میں جو آیا ہے کہ ابن مریم آئے گا۔اس سے مراد ابن مریم جیسا آدمی ہے، نہ کہ خود حضرت عیسی بن مریم

ہم اس نوٹ میں صرف پہلے جملے پر نظر کرتے ہیں۔اور نظر کرنے کے بعد نتیجہ قارئین پر چھوڑتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود تھے یا غیر ثقہ راوی۔

محدثین کی تعریف میں مولانا حالی کا ایک شعر سونے سے لکھنے کے قابل ہے

طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملاں کو چھوڑا

... سنئے جناب! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حمامۃ البشری میں لکھتے ہیں

و العجب من القوم انهم يفهمون من نزول عيسى نزوله من السماء و يزيدون لفظ السماء من عند هم ولا تجد اثراً منه فى حديث' (ص ۱۸)

پھر اسی کتاب حمامۃ البشری کے صفحہ ۸۸ پر آپ نے ایک اور حدیث نقل کی ہے جو قابل دید وشنید ہے اور اس حدیث کو اپنے دعوے کی دلیل کے طور پر پیش کیا ہے۔جس کے الفاظ یہ ہیں:

' فى حديث ابن عباس قال سمعت رسول الله ﷺ يقول ينزل اخى عيسى ابن مريم على جبل افيق اماماّ هادياً حكماً عدلاً۔' الحديث

اسی حدیث کو آپ نے کتاب ہذا کے صفحہ ۸۹ پر ایک دعوے کی دلیل میں نقل کیا ہے۔جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ حدیث آپ کے نزدیک قابل سند ہے۔

اب ہم اس حدیث کو اصل کتاب سے پورے لفظوں میں نقل کر کے جماعت مرزائیہ، امت محمدیہ، اور دیگر غیر مسلم حضرات سے اپیل کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے اس فعل (تحریف خودغرضانہ) کا فیصلہ کریں۔پس غور سے سنئے کہ یہ حدیث کنزالعمال برحاشیہ مسند احمد مطبوعہ مصر کے صفحہ ۵۶ پر یوں درج ہے

قال ابن عباس قال رسول الله ﷺ فعند ذالك ينزل اخی عیسی ابن مریم من السماء علی جبل انیق اماماً هادیاً و حکماً عدلاً۔ (الحدیث) (یعنی ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میرا بھائی عیسیٰؑ ابن مریم ایک بڑے پہاڑ پر آسمان سے اترے گا)

با انصاف ناظرین! غور فرمائیں کہ حمامۃ البشری صفحہ ۱۸ پر مرزا غلام احمد صاحب نے مسلمانوں کو مطعون کیا ہے کہ وہ اپنے پاس سے لفظ سماء بڑھاتے ہیں۔ مگر چونکہ حدیث میں یہ لفظ موجود ہے اور اسی حدیث کو مرزا صاحب اپنے ایک دعوے کے ثبوت میں دوجگہ نقل کرتے ہیں مگر اصل الفاظ حلال طیب سمجھ کر کھا جاتے ہیں۔ اور ڈکار تک نہیں لیتے اور یہ بھی نہیں جانتے کہ دفتر اہل حدیث امرتسر، حدیث کا پتہ بتانے کا ذمہ وار ہے وہ اگر اصل الفاظ پیش کر دے گا تو ہم کیا جواب دیں گے۔

قدرتی تصرف

ہم سے پوچھو تو ہم اس کو قدرتی تصرف سمجھتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کبھی خود مدعیان کے ہاتھوں ایسے کام کروا دیتا ہے جو ان کے لئے موجب شرمندگی ہوا کرتے ہیں۔

اس کی مثال سوامی دیانند کی ستیارتھ پرکاش میں ملتی ہے۔ اس کتاب کے چودھویں باب میں (جس کی نسبت آریوں کا دعویٰ ہے کہ وہ سوامی کا لکھا ہوا ہے) قرآن مجید پر ایک سو انسٹھ اعتراضات ہیں جن کا مفصل جواب ہم نے کتاب حق پرکاش کی صورت میں دیا ہوا ہے۔ یہاں اس کا ذکر کرنا مقصود نہیں بلکہ مقصود صرف یہ ہے کہ سوامی جی نے قرآن مجید پر بہت سے اعتراض ایسے کئے ہیں جو قرآن کے اصل ترجمہ پر نہیں ہو سکتے بلکہ سوامی جی نے خود اختراع کئے ہوئے ہیں۔ ان کو بھی ہم نے بصورت رسالہ الگ شائع کیا ہوا ہے جس کا نام ہے 'سوامی دیانند کا علم و عقل' مگر ہم آریوں کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے۔ کیونکہ انہوں نے ہمارے اعتراضات کو دیکھ کر ان عبارتوں کی تصحیح کر دی ہے۔ دیکھئے اتباع مرزا قادیانی بھی ان حوالوں کی اصلاح کرتے ہیں یا الٹا ہم پر برستے ہیں۔ اگر وہ بجائے اصلاح کرنے کے ہم پر برس پڑے تو یاد رکھیں ہم بھی محدثین کے پیرو ہیں جن کی شان میں مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے یوں اظہار

رائے کیا ہوا ہے

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ جس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
کئے جرح و تعدیل کے وضع قانون
نہ چلنے دیا کوئی باطل کا افسوں

ناظرین کرام ان حوالہ جات کے ساتھ محدثین کے اس اصول کوملحوظ رکھ کر ہمیں بتایئے کہ جس صورت میں مدلس (جو راوی روائت میں استاد کو چھوڑ کر دادا استاد کا نام لے) کی روائت معتبر نہیں ہوتی کیونکہ وہ اپنے استاد کا نام چھوڑ دیتا ہے (حالانکہ یہ ایک معمولی سی بات ہے بعض دفعہ بغرض اختصار ساری سند چھوڑ دی جاتی ہے) تو جو شخص اپنے مدعا کے خلاف حدیث کا کوئی لفظ چھوڑ دے نہ صرف چھوڑ دے، بلکہ للکارے کہ یہ لفظ حدیثوں میں نہیں ہے، بلکہ قائلین کا افتراء ہے، تو محدثین کی اصطلاح میں ایسے راوی کا نام کیا ہے، اور اس کی روائت کا کیا حکم ہے؟

محدثین کی اصطلاح میں راویوں کی تین قسمیں ہیں ثقہ ٗ ضعیف ٗ واضع جماعت احمدیہ کے علماء جو اصول حدیث سے واقف ہیں بحکم خداوندی:

کونوا قوّامین بالقسط شہداء للّٰه (مسلمانو، خدا لگتی منصفانہ گواہی دیا کرو)

کے ماتحت ہمیں بتائیں کہ ہم ایسے راوی کے حق میں کیا اعتقاد رکھیں جو اپنی غرض کے ماتحت حدیث کے الفاظ کو کھا جائے۔ اور اس کے اتباع (جو اس کے فعل کی تائید کریں) کے حق میں ہم کیا رائے ظاہر کریں۔ سچی شہادت شہادت دینے سے رکئے نہیں۔ سچی شہادت کو چھپانے والے کے حق میں فرمان خداوندی سنئے۔ و من یکتمها فانّه آثم قلبه۔ پس سن رکھئے

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۸ ص ۵۔۶)

تصانیف مرزائیہ اور ثنائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۵ جنوری ۱۹۴۰ء میں مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس میں ہم نے مرزا صاحب کی اس مایہ ناز تصنیف پر ریویو (تبصرہ) کیا تھا، اور پوچھا تھا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کتاب میں صداقت اسلام پر جو تین سو دلائل لکھنے کا وعدہ کیا تھا، وہ دلائل یا ان میں سے کوئی ایک دلیل کس صفحہ پر ہے۔

ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ امرتسر یا لاہور میں ایک مجلس منعقد ہو جس میں یہ دلائل دکھائے جائیں۔

ہماری طرف سے صرف یہ سوال ہو گا کہ براہین احمدیہ کے اس صفحے کا حوالہ بتایا جائے جہاں مرزا صاحب نے دلائل موعودہ کل، یا کم سے کم ایک ہی دلیل لکھی ہو ۔کیسا صاف اور فیصلہ کن سوال ہے، مگر قادیان سے جواب کی امید ؟

ایں خیال است و محال است وجنوں

چنانچہ وہی ہوا کہ جواب میں ہمیں کوسا گیا۔ جب کوستے کوستے تھک گئے تو ہماری عربی تفسیر کا ذکر کرتے ہوئے لکھ دیا کہ تم کیونکر بول سکتے ہو۔ خود تمہاری عربی تفسیر کے خلاف فتوی لگا ہوا ہے۔

کیا خوب! یہ تو وہی مثال ہوئی جو کسی مولوی صاحب نے ایک بے نماز کو کہا تھا کہ میاں نماز پڑھا کرو۔ تو اس نے (شائد کسی قادیانی سکول کا طالب علم تھا) بڑی متانت سے جواب دیا کہ آپ نے اپنے بیٹے کی شادی کے موقع پر کھانے میں نمک بہت زیادہ ڈالا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ میری بات سے اس کا کیا تعلق؟ ہوشیار طالب علم نے کہا کہ تعلق ہو یا نہ ہو۔ یونہی بات سے بات نکل آتی ہے۔

اچھا بھائی ۔ ہماری تفسیر بھی غلط سہی، تو ہم اور مرزا صاحب قادیانی دونوں

برابر ہوئے۔ پس نہ ہم مسیح موعود ہیں اور نہ مرزا صاحب قادیانی۔ قصہ ختم

ناظرین یہ ہے وہ علم کلام جو قادیان میں سکھایا جاتا ہے۔ مرزائی جماعت کی عادت ہے کہ وہ گراموفون کی طرح اپنے اندر بھرے ہوئے ریکارڈ کو ظاہر کیا کرتی ہے۔ سمجھنے سے اسے کوئی مطلب نہیں۔ معترض کے اعتراض سے کوئی غرض نہیں۔ چنانچہ لاہور کا مرزائی اخبار پیغام صلح بھی اسی طرح کا راگ الاپتا ہوا لکھتا ہے کہ

کتاب براہین احمدیہ کے شائع ہونے پر پہلی مرتبہ دنیا کو معلوم ہوا کہ ابھی اسلام میں وہ روح موجود ہے جو نہائت بے قراری سے حالات کے خلاف جدوجہد کر کے دنیا پر غالب آنا چاہتی ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء)

کچھ شک نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی لفاظی اور بے حقیقت زور کلام ایک ناواقف ناظر سے وہی کہلوا سکتا ہے جو آج امت مرزائیہ کہتی ہے۔ ہم مرزا صاحب قادیانی کی براہین احمدیہ کی لفاظی کی مثال عرب کے منہ زور شاعر متنبّی کے کلام میں پاتے ہیں، جو ہر بات میں ایسی لن ترانیاں سناتا ہے کہ سننے والا ان کو صحیح سمجھنے پر مجبور ہو جائے۔ چنانچہ اس کا یہ شعر ہم بطور نمونہ پیش کرتے ہیں

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

اردو زبان کا بھی ایک شعر ہم بطور مثال پیش کرتے ہیں۔ استاد ذوق کہتا ہے

نازک کلامیاں میری توڑیں عدو کا دل
میں وہ بلا ہوں شیشے سے پتھر کو توڑ دوں

ناظرین! جس طرح ان اشعار میں محض شاعرانہ تخیل ہے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی براہین احمدیہ میں محض ادعا پر ادعا ہے، اور کچھ نہیں۔

مرزائی جماعت اگر ہمارے اس بیان پر ترش رو ہو، تو ہمارے سوال کا جواب دے کر سرخروئی حاصل کر کے شیریں دہن ہو جائے۔ ورنہ زبانی باتیں سنتے سنتے تو ہمارے کان بھر گئے ہیں۔

سنئے۔ ہمارا مطالبہ یہ ہے کہ براہین احمدیہ سے کہلوایئے کہ اس میں کیا ہے۔ اور مجلس میں آ کر اظہار کیجئے کہ دلائل موعودہ فلاں فلاں ہیں اور صفحہ اتنے سے شروع ہوتے ہیں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۲۸ محرم ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۱۹ ص ۵۔۶)

اہل حدیث کا سوال کا، الفضل کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۶ فروری میں ایک سوال کیا گیا تھا کہ قادیانی جماعت نے جنگ یورپ میں حکومت کو جو فوجی امداد دینے کا اعلان کیا ہے ہم اس کی بابت مذہبی نقطہ نگاہ سے صرف اتنا پوچھتے ہیں کہ اس جنگ میں مرنے والوں کی موت معمولی موت ہوگی یا کچھ مزیت رکھے گی۔ اس کے جواب میں اخبار الفضل قادیان ۲۰ فروری ۱۹۴۰ء میں لکھا ہے:

> کہ وہ شہید ہونگے اور اس دعوی کی دلیل میں اولی الامر والی آیت پیش کی ہے کہ چونکہ انگریز ہمارے اولی الامر ہیں جن کی اطاعت ہم پر فرض ہے اس لئے جو شخص اولی الامر کی اطاعت کرتا ہوا مارا جائے وہ شہید ہے۔

اب مطلع صاف ہوگیا مگر ابھی ایک معمولی سا عقدہ باقی رہ گیا ہے امید ہے کہ الفضل اسے بھی حل کر دے گا۔ وہ یہ ہے کہ جن مسلم قوموں پر جرمنی اور روس کی حکومت ہے، ان کے افراد اپنی حکومت کی طرف سے لڑ کر میدان جنگ میں مارے جائیں تو کیا وہ بھی شہید ہوں گے۔ آپ کی دلیل تو یہی چاہتی ہے کہ وہ بھی شہید قرار دیئے جائیں کیونکہ وہ بھی اپنے اولی الامر کے حکم کے ماتحت لڑ کر مریں گے۔ پھر دونوں جانب کے مرنے والے شہید ہوئے۔

کیا شرعیات میں اس کا کوئی ثبوت ملتا ہے کہ کسی لڑائی میں ہر دو جانب... ہلاک ہونے والے شہید سمجھے گئے ہوں۔ اب یہ بحث اصل مرکز پر آ گئی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۵ صفر ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۲۰ ص ۶)

لاہوری مصلح موعود اور اہل حدیث

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون نکلا تھا جس میں شیخ غلام محمد مصلح موعود (جماعت احمدیہ) کا ذکر بھی آیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ کہ شیخ صاحب موصوف نے ماہ ستمبر ۱۹۳۲ء میں ہمارے حق میں سہ سالہ موت کی پیش گوئی کی تھی جس کی میعاد ستمبر ۱۹۳۵ء میں ختم ہوگئی تھی۔ اس کے جواب میں آپ نے اپنی تازہ تصنیف میں لکھا ہے کہ وہ پیش گوئی میری طرف سے نہ تھی بلکہ وہ ایک اور شخص صوفی غلام محمد جلد ساز انجمن اشاعت اسلام لاہور نے کی تھی۔ آگے چل کر آپ لکھتے ہیں کہ:

> ہاں میں نے اپنے رسالہ مطبوعہ ماہ مئی ۱۹۳۷ء کے صفحہ ۸۰ پر مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلے کا اعلان کیا ہوا ہے، اور اس سلسلہ میں ایک رسالہ بھی اسی وقت سے مکمل کر کے رکھ چھوڑا ہے، میں قادیانی مکہ کی فتح کا عظیم الشان نشان دکھانے کے بعد ان کی طرف توجہ کرونگا۔

(ضمیمہ مطبوعہ یکم مارچ ۱۹۴۰ء ص ۳۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ اقتباس پڑھ کر ہم نے رسالہ مذکور (بابت مئی ۱۹۳۷ء) کا صفحہ ۸۰ دیکھا تو اس میں یہ ذکر پایا کہ میں امرتسر کے اس مباحثہ میں شریک ہوا تھا جو اپریل ۱۹۳۷ء میں سٹیم رولر فلور اینڈ آئل ملز میں مولوی عمر الدین احمدی اور منشی عبد اللہ معمار اہل حدیث کے درمیان ہوا تھا جس میں موضوع بحث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ تھا ۔ اس مباحثے میں مجھے خوف اور فکر طاری ہوا

> لہذا میں نے الٰہی تحریک پر اس سلسلہ میں واقعی ان کے آخری فیصلہ کے لئے آخری فیصلہ کے نام سے ایک رسالہ لکھ کر قریباً مکمل کر لیا ہے جو خدا کے فضل سے، اور مولوی ثناء اللہ کو اسی جگہ سے پکڑ کر اور گرا کر دکھائے گا جہاں سے

وہ اپنے آپ کو محفوظ سمجھ کر کھڑے ہیں اور اس جھوٹی خوشی میں مصروف ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی دعا اور الہام ان کے متعلق قبول نہیں ہوئے حالانکہ وہ سب خدا تعالی کے فضل سے سنت اللہ اور باقی الہامات و دعاؤں اور شائع کردہ نقشوں کے مطابق مقبول ہو چکے ہیں جن سب کا مجموعہ مصلح موعود، بشیر ثانی جلالی مسیح قدرت ثانی اور بشیر الدولہ و عالم کباب ابن محمدی بیگم کا مدنی محمدی ماموارنہ وجود ہے جو مولوی ثناء اللہ کی مادی جسمانی لمبی عمر کو ختم کرنے کے لئے آسمان سے ماموارنہ عمر لے کر نازل ہوا ہے تاکہ حضرت مسیح موعود کے تمام مخالفوں کو ان سب کی جسمانی لمبی عمروں کے انتہاء پر قرار واقعی سزا دلوا کر دکھلائے اور ان کی شرارتوں اور فسادات کو یکسر مٹائے۔ اس قیمتی اور لاجواب اور نہایت ضروری رسالہ کی فوری اور کثیر اشاعت کے لئے مجھے یہ تحریک ہوئی کہ شیخ صاحبان ملزا سے چھپوا دیں لیکن مجھے اس کے متعلق صرف دس روپئے جناب شیخ عطاء اللہ صاحب نے ابھی تک بھجوائے ہیں۔ میں چاہتا ہوں کہ وہ لاہوری اور قادیانی احمدی جو حضرت مسیح موعود کی دنیا میں صداقت کو ہر دشمن کے مقابلہ میں واضح اور بلند کر کے دکھانا چاہتے ہیں وہ اس کام کے لئے تمام درمیانی امور کو نظر انداز کر کے آگے بڑھ کر دکھلائیں تاکہ یہ رسالہ بہرحال ۲۰ مئی تک شائع ہو جائے اور حضرت مسیح موعود کے یوم وصال سے قبل اور موسم بہار کے اندر دشمنوں پر خوفناک زلزلہ پیدا کر کے دکھائے، ورنہ اللہ تعالی بہرحال اپنے کاموں کیلئے کافی ہے۔ مجھے اس کی جناب سے کوئی مایوسی نہیں۔ احمدی قوم کیلئے یہ ایک اور راہ ثواب اور خدمت کا موقع ہے۔ شائد کسی طرف سے ہی وہ قبول کر لئے جائیں۔ والسلام غلام محمد۔ یکم مئی ۱۹۳۷ء

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ہم افسوس کرتے ہیں کہ جماعت احمدیہ نے آپ کی قدر نہیں کی، ورنہ آج تک آخری فیصلہ کی وجہ سے جو شکست جماعت احمدیہ مرزائیہ کے تمام افراد کو ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے وہ ہر میدان میں منہ چھپا کر نکل جاتے ہیں، یہ شکست یقیناً فتح سے بدل جاتی۔ کس قدر ناشکری ہے کہ ماہ

مئی ۱۹۳۷ء کو گزرے ہوئے آج اڑھائی سال سے زیادہ عرصہ ہو چکا ہے مگر ابھی تک آپکا رسالہ (جو ایک بہترین مقالہ ہے) ان ناقدرشناسوں نے شائع نہیں ہونے دیا (اگر آپ ہم سے استمداد کرتے تو ہم آپ کو مباحثہ لدھیانہ کی انعامی رقم تین سو میں سے ۵۰ روپئے بابو عمر الدین کا چندہ دیدیتے) نہ خود آپ نے اس طرف توجہ فرمائی حالانکہ آپ کو اشاعت کے لئے سینکڑوں روپیہ چندہ آتا ہے جس کی تفصیل بھی آپ نے شائع کی ہے کیونکہ آپ قادیان کو (جہاں بقول آپ کے فرعونی حکومت قائم ہے، سلسلہ تصنیفات محمدیہ ج ۱۱ص ۱۸) فتح کرنے کی دھن میں لگے ہوئے ہیں۔ بہت اچھا ہم بھی اس مقدس کام کے لئے دست بدعا ہیں خدا آپ کو کامیاب کرے لیکن وہ فتح بھی ایسی نہ ہو جس کی بابت یہ شعر ہے

ایں کرامت ولی را چہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۵ صفر ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۲۰ ص ۶۔۷)

بہائی اور قادیانی تحریکیں

ایک اصل، دوسری نقل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جن دنوں ہم نے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا، لکھا تھا ان دنوں بہائی گروہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کو الفاظ نبی رسول وغیرہ سے ملقب کرنا پسند نہیں کرتا تھا، بلکہ ان کے لئے رسول اور اللہ کے درمیان ایک مبہم درجہ تجویز کرتا تھا۔ مگر ہم نے اپنے رسالہ میں حوالہ جات صحیحہ پیش کئے تھے جن میں شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں رسول کا لفظ آیا ہے ۔مگر امت مرزائیہ نے اس پر زور دیا کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی الوہیت کے مدعی تھے، یہ بات بہائی گروہ پر بہت شاق گزرتی رہی۔ اس لئے انہوں نے ہمارے پیش کردہ صحیح حوالہ جات کے سامنے گردن جھکا دی، اور شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں پیغمبر اور رسول کا لفظ بے کھٹکا بولنے لگے۔

اس تمہید کے بعد آج کی صحبت میں ہم بہائیوں کے دست تظلم کا ذکر کرنا

چاہتے ہیں کہ وہ قرآن مجید پر کیسی دست درازی کرتے ہیں۔ اس دست درازی کی مثالیں زمانہ گزشتہ میں بھی ملتی ہیں۔

ا۔ امت مسلمہ میں سے ایک عورت مدعیہ نبوت ہوئی۔ جو بڑی ہوشیار اور چالاک تھی۔ علماء نے حدیث لا نبی بعدی پیش کر کے جب اس کی نبوت کا ابطال کرنا چاہا، تو مدعیہ نے جواب دیا کہ تم لوگ حدیث کو نہیں سمجھے۔ حدیث میں نبی کا لفظ ہے جو مذکر کا صیغہ ہے اسی پر لانفی جنس کا آیا ہے اور معنی حدیث کے یہ ہیں کہ آئندہ کوئی مرد نبی نہیں ہوگا یعنی مردوں کا سلسلہ نبوت تو ختم ہو گیا اب عورتوں کا سلسلہ نبوت شروع ہوا ہے۔

دوسری مثال: اسی طرح ایک اور شخص نبوت کا مدعی ہوا۔ اس نے دعویٰ نبوت کرنے سے پہلے اپنا نام، لا، مشہور کیا۔ جب علماء نے اس کے خلاف حدیث لا نبی بعدی پیش کی تو ہوشیار متنبیّ نے کہا کہ آپ لوگ حدیث کو نہیں سمجھے۔ یہ حدیث در اصل مبتداء اور خبر ہے۔ اصل عبارت یوں ہے لا، نبی بعدی ۔ یعنی آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں کہ میرے بعد ایسا شخص نبی ہوگا جس کا نام، لا ، ہوگا۔ چنانچہ میرا نام لا، ہے اور میں اس حدیث کے ماتحت نبی ہوں۔

آج کل کی مثال: قادیانی نبی نے قرآن سے استدلال کر کے اپنی نبوت کا ثبوت یوں دیا کہ حضرت عیسیٰؑ نے جو فرمایا تھا کہ یأ تی من بعدی اسمه ا حمد (پ۲۸ ع۹)۔ وہ احمد میں ہی ہوں۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص۶۷۳)

اس پر اعتراض ہوا کہ آپ کا نام تو غلام احمد ہے پھر آپ احمد کیسے ہوئے۔ کیا کوئی غلام اپنے مالک کی جگہ لے سکتا ہے۔ انہی معنوں میں مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم نے ایک نظم لکھی تھی جس کا ایک شعر یہ ہے:

غلامی چھوڑ کر احمد بنا تو
رسولِ حق باستحکام مرزا

قادیان کے خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) نے اس سوال کا جواب یوں دیا کہ آپ کا اصل نام تو احمد ہی ہے اور غلام خاندانی نام کا جزو ہے۔ (انوار خلافت۔ص۳۴)۔

ماننے والوں نے تو مان لیا جن کے ایمان کی ہم بھی قدر کرتے ہیں کیونکہ ان کا اصول ہے:

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

مگر یہ نہ سوچا کہ نام کا خاندانی جز وبصورت مضاف الیہ بحال رہتا ہے اور مضاف بدل جاتا ہے۔ جیسے خود مرزا صاحب کی اولاد میں اس کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ کے بیٹوں اور پوتوں کے نام یہ ہیں۔ سلطان احمد، محمود احمد، شریف احمد، بشیر احمد، مبارک احمد، ناصر احمد، عزیز احمد۔ علی ہذا القیاس

دیکھئے مضاف تبدیل ہوتا ہے اور مضاف الیہ ہر ایک نام کے ساتھ بحال ہے۔ اور صحیح بات بھی یہی ہے کہ تعدد اشخاص مضاف کے تعدد سے ہوتا ہے۔ ہم خلیفہ قادیان اور ان کے ماتحتوں سے پوچھتے ہیں، ہم نے جتنے نام شمار کئے ہیں کیا ان سب کا نام احمد ہی احمد ہے۔ اگر ایسا ہی ہے تو نام کا خاندانی جزو کیا ہے۔

خیر یہ تو ہمارے قریب کا معاملہ ہے جو ہماری تحقیق میں دراصل ایرانی مدعی کی نقل ہے۔

مقام تاسف: ڈاکٹر اقبال مرحوم لاہوری نے ایک بڑے تاریخ دان عالم سے سوال کیا تھا کہ آپ کے نزدیک امام حسین شہید کربلا کے بعد کوئی ایسا شخص گزرا ہے جس پر اس قدر ظلم ہوا ہو۔

اس عالم نے اپنی تحقیق کے مطابق کچھ نام بتائے۔ مگر ڈاکٹر مرحوم کا خیال کچھ اور تھا۔ آپ بڑے بلند پایہ شاعر تھے آپ کا تخیل بھی بلند پرواز تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میرے نزدیک امام حسینؓ کے درجے کا مظلوم قرآن شریف ہے جس پر اہل ہوا ہر طرف سے تیر برساتے ہیں۔

ڈاکٹر اقبال مرحوم کے اس تخیل کا ثبوت ناظرین مندرجہ ذیل مضمون میں دیکھیں جسے ہم بہائی رسالہ سے نقل کرتے ہیں اور غور فرمائیں کہ کس طرح قرآن مجید پر تیروں کی، یا بندوقوں توپوں، نہیں بلکہ آتشیں بموں کی بارش کی گئی ہے۔ مگر جسے خدا زندہ رکھے اسے کون مارے۔

قابل توجہ علماء کرام: حضرات آپ مضمون مندرجہ ذیل کو غور سے پڑھیں اور پڑھ کر اپنے ضمیر صافی سے سوال کریں کہ جس حال میں کتاب اللہ پر اس طرح دست تظلم دراز کیا جاتا ہو، ہمارا یہی شغل ہونا چاہیے جس میں ہم مشغول ہیں۔ اگر ہم

ان واقعات سے عبرت نہ پکڑیں گے تو یوم الحساب کے لئے جواب سوچ رکھیں ۔ بہر حال سینے پر ہاتھ رکھ کر مذکورہ مضمون پڑھیئے ۔ بہائی میگزین کا اڈیٹر شیخ بہاء اللہ ایرانی کی نبوت کا ثبوت دیتا ہوا لکھتا ہے:

قرآن مجید میں بار بار فرمایا ہے کہ قانون الٰہی کے مطابق ہر امت کی ایک مقررہ عمر ہوتی ہے لکل امةٍ اجل ۔ اور ہر مقررہ دور کیلئے ایک کتاب الٰہی ہوتی ہے و لکل اجل کتاب ۔ خدا اپنی مشیت سے دنیا کے حالات اور اپنے احکام میں محو و اثبات ردّ و بدل کرتا رہتا ہے یمحوا اللّٰہ ما یشاء و یثبت ۔ اور کتابیں جو نازل ہوتی ہیں ان کی ماں خدا کے ہی پاس ہے یعنی خدائی مشیت وعلم و عندہ امّ الکتاب ، ام الکتاب آج تک بہت سی کتابیں پیدا ہوئیں ۔ اب وہ کتابوں کی ماں بانجھ نہیں ہوگئی کہ نئی کتاب دنیا میں خدا کی طرف سے پیدا نہ ہو ۔ ام الکتاب موجود ہے اور خدا کی تازہ کتاب اور کتاب لانے والے پیغمبر کا ظہور لازم ہے (مرزا صاحب کے مریدو! اس پیغمبر کی آواز بھی سنتے ہو اور جانتے ہو کہ نبوت کا دعوی کر کے وہ کتنے سال تک زندہ رہا ۔ قادیانی نبی سے کم یا زیادہ؟ یقیناً زیادہ ۔ پھر اس کو مان لینے میں تم لوگوں کو کیا تامل ہے، جب کہ حسب تعلیم مرزا صاحب آپ لوگوں کا عقیدہ ہے کی مرزا صاحب نبوت کا دعوی کر کے بیس سال تک زندہ رہے اس لئے سچے ہیں، تو شیخ بہاء اللہ نبوت کا دعوی کرنے کے بعد ۴۰ سال تک زندہ رہا ۔ پس اسکو بھی مانئے ۔ اگر ایرانی نبی کو چھوڑتے ہیں تو قادیانی نبی کو بھی چھوڑ یئے ۔ ثناء اللہ) ۔ بلکہ خدا نے خاص طور پر اعلان اور وعدہ فرمایا ہے کہ اس دنیا میں پھر دعوت الٰہی قائم و نمودار ہوگی ۔ چنانچہ ارشاد ہے: یوم ندعوا کلّ اناسٍ بامامهم۔ فمن اوتی کتابه بیمینه فاولئك یقرؤن کتابهم و لا یظلمون فتیلاً ۔ و من کان فی هذه اعمی فهو فی الآخرة اعمی واضلّ سبیلاً (الاسراء: ۷۱، ۷۲) وقت آئے گا جب ہم سب لوگوں کو ان کے پیشوا کے ذریعہ دعوت حق دیں گے ۔ پھر جسے اس کی کتاب اس کے سیدھے ہاتھ میں دی جائے گی وہ لوگ اپنی کتاب پڑھیں گے اور ان کا حق ذرہ بھر نہ مارا جائیگا ۔ جو کوئی اس دعوت محمدیہ کے بارے میں اندھا رہا وہ آئندہ دعوت کے بارے میں بھی اندھا رہے گا بلکہ زیادہ گم کردہ ۔ (آیت کا مطلب بالکل صاف ہے ۔ الآخرہ سے مراد قرآن کی اصطلاح میں روز قیامت ہے جیسا کہ ارشاد ہے و بالآخرة هم یوقنون ۔ ایمان دار بندے روز قیامت پر بھی ایمان لاتے ہیں، ۔

ایرانی اور قادیانی: ہمارا دعویٰ ہے کہ قادیانی نبوت ایرانی نبوت سے مستفیض ہے اس فقرے سے بھی اس کی تائید ہوتی ہے کیونکہ یہی معنی قادیانی گروہ کرتا ہے جو مرزا صاحب کی تلقین سے کہتا ہے کہ پہلے پارے کے پہلے رکوع کی آیت وبالآ خرة هم یو قنو ن میں نبوت مرزا کی طرف اشارہ ہے۔مگر بقول الفضل للمتقدم فضیلت بہر حال پہلے کو حاصل ہوگی۔ثناء اللہ) آیت مبارکہ میں خدا فرماتا ہے کہ ہم اپنی دعوت امام الناس کے ذریعہ بلند کریں گے امام سے مراد رسول ہے جیسا کہ ابراہیم کو فرمایا انّی جا علك للنّاس اما ما۔میں تجھے امام الناس بنانے والا ہوں، اور امام سے مراد کتاب اللہ بھی ہوتی ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ومن قبله کتا ب موسی اماماً و رحمة کہ اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب امام اور رحمت تھی۔پس آیت یو م ند عوا کل اناسٍ با ما مهم میں دونوں مراد ہیں یعنی کہ آئندہ ہم لوگوں کو ان کے امام پیغمبر کے ذریعے دعوت دیں گے اور کتاب الٰہی کے ذریعے دعوت دیں گے۔حقیقت میں پیغمبر اور کتاب دو متقابل چیزیں نہیں ہیں بلکہ دعوت کی حقیقت اور معنویت میں پیغمبر اور کتاب دونوں ایک ہیں۔الغرض اس آیت میں دعوت قرآن کے بعد کتاب اور پیغمبر کی آمد کا کھلا کھلا اعلان اور صریح وعدہ ہے۔(صریح وعدہ ملتا ہے اگر آپ کے معنی صحیح ہوں۔اگر صحیح نہ ہوں تو بناء فاسد علی الفاسد کا مصداق ہے۔ثناء اللہ۔) اسی وعدہ کو یوں بھی ذکر کیا ہے یوم ید عو کم فتستجیبو ن بحمده و تظنو ن ان لبثتم ا لا قلیلاً ۔(الاسراء: ۵۲)۔جس وقت خدا تم کو بلائے گا تو تم اسکی حمد کرتے ہوئے اس کی دعوت قبول کرو گے اور خیال کرو گے کہ یہ وعدہ کے بعد اس کے پورا ہونے کے وقت تک تم پر تھوڑا ہی زمانہ گزرا ہے۔، داعی الٰہی کی نئی دعوت: داعی الٰہی کی آمد کے سلسلہ میں خدائے تعالیٰ نے یہ بھی پہلے سے ظاہر فرما دیا ہے کہ وہ ایک نئی چیز کی دعوت دے گا (قرآن کل نبیوں کی تعلیم ایک ہی بتاتا ہے رسالت محمدیہ کو کوئی نئی چیز نہیں ٹھہراتا۔غور سے پڑھیئے شر ع لکم من الدین ما و صی به نوحاً و الذی او حینا الیك ۔ ا لآ یه ۔ثناء اللہ) جسے پہچاننا لوگوں کے لئے بآسانی گوارہ نہ ہوگا۔ارشاد ہے: فتو لّ عنهم یو م ید ع الدّا ع الی شئی نکرٍ۔ خشّعاً ابصا رهم یخر جو ن من ا لا جدا ث کا نّهم جرا د منتشر۔ مهطعین الی الدّا ع یقو ل الکا فرو ن هذا یو م عسر۔(القمر:۶۔۸)

جس روز داعی الٰہی ایک ناشناختہ چیز کی طرف دعوت دے گا، لوگوں کی نظریں حیرت

زدہ ہوں گی ۔لوگ اپنی پستی کے مقامات سے پراگندہ ٹڈیوں کی طرح نکلیں گے ۔ داعی الٰہی کی طرف جھکے ہوئے ہوں گے منکر کہیں گے کہ یہ سخت زمانہ ہے ۔ یہ وعدہ آج واقعہ بنا ہوا ہے ۔حضرت باب اور حضرت بہاء اللہ کا ظہور ہوا ہے جو دعوت الٰہی کے حامل ہیں ۔لوگ ظہورحق کے متعلق حیرت میں ہیں ۔منکروں کا تو یہی قول ہے کہ یہ زمانہ خراب زمانہ ہے ۔ پر مومنوں کیلئے تو حقیقت میں بہترین وقت ہے جوظہورحق کو شناخت کر کے فائز المرام ہوئے ہیں ۔ دنیا داروں کے لئے ظہورحق کی شناخت میں بڑے بڑے پہاڑ حائل ہیں لیکن وقت آتا ہے جب تمام موانعات ہٹ جائیں گے

یو مئذ یتّبعو ن الدّا عی لا عوج له و خشعت ا لا صوا ت للرّحمن فلا تسمع ا لا همسا ۔(طہ:۱۰۸) اس وقت لوگ داعی الٰہی کی پیروی کریں گے ۔کوئی ٹیڑھا پن ان کے سامنے باقی نہ رہے گا اور آوازیں خدائے رحمان کیلئے پست ہو جائیں تب تم صرف آہستہ آواز ہی سنو گے ۔ (آیت کریمہ: یتبعون الدا عی بتا رہی ہے کہ سب لوگ داعی کے پیچھے چلیں گے ۔اگر اس سے مراد شیخ بہاء اللہ ہوں تو کیا آپ کہہ سکتے ہیں کہ سب لوگوں نے ان کے دعوی کو مان لیا۔کل دنیا کی مردم شماری کے مقابلہ میں بہائی مردم شماری کو دیکھا جائے تو شائد لاکھ اور ایک کی نسبت ہو گی ۔ ہندوستان کی آبادی گزشتہ مردم شماری کے مطابق ۳۵ کروڑ اور کئی لاکھ ہے اڈیٹر صاحب بہائی میگزین شمار کر کے بتائیں کہ ان کی تعداد ہندوستان میں فی لاکھ ایک ہے یا اس سے بھی کم ۔ ساری دنیا کا تو حساب ہی کیا ہے ۔ پھر اس آیت سے استدلال کرنیکا آپ کو کیا حق ہے ۔ثناء اللہ امرتسری) یعنی تمام مخالفتیں دب جائیں گی ۔داعی اللہ کے راستے کی سب رکاوٹیں دور ہو جائیں گی لوگ دعوت حق کو قبول کریں گے ۔امر اللہ تمام جہان پر محیط ہو جائے گا

(مولانا ثناء اللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں: قادیانی آواز بھی یہی ہے کہ عنقریب ساری دنیا میں احمدیت (مرزائیت) پھیل جائے گی اس قسم کی آوازوں کو سن کر ہم کبھی ہنستے ہیں اور کبھی روتے ہیں ۔ ہنستے تو اس لئے ہیں کہ یہ لوگ معمولی درجے کے مذہبی نہیں بلکہ فلاسفر مذہبی کہلاتے ہوئے ایسی تک بندیوں کے پیچھے پڑتے ہیں جو شاعرانہ تخیل سے بھی بڑھ کر ہے استاد ذوق نے بھی ایسا ہی تخیل پیش کیا ہے

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسمان ہوتا

ان لوگوں پر رونا آتا ہے کہ یہ لوگ اپنے ایمان اور عقل جیسی قیمتی اشیاء کا سودا ادھار بیچ رہے ہیں ۔ایرانی

اور قادیانی دونوں صاحب آئے اور چلے بھی گئے مگر ان کے دعاوی اور مواعید معشوقہ سعاد سے زیادہ عزت نہیں پاسکے جس کی بابت یہ مصرع موزوں کہا گیا ہے ما مواعید ھا ا لا الا با طیل ۔ جب پوچھو کہ ایفائے وعدہ کیوں نہیں ہوا تو جواب میں ہمیشہ صیغہ مستقبل کا سننے میں آتا ہے کہ ہاں کبھی نہ کبھی ایسا ہوجائے گا۔ سب دنیا نے روز روشن کی طرح دیکھ لیا اور مان لیا۔ وعدے کے الفاظ یہ ہیں ا ذا جاء نصر الله و الفتح و ر أیت الناس ید خلو ن فی دین اللّه افوا جا ۔ جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی تو تم دیکھو گے کہ لوگ اللہ کے دین میں گروہ درگروہ داخل ہوں گے۔ مولانا الطاف حسین حالی نے یوں ادا کیا:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوئی بستی جگا دی
پڑا غل یہ ہر طرف پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے)

ہم لوگ ظہور حق کو پہچان چکے ہیں آج سب لوگوں سے وہی کہتے ہیں جو ظہور حق کے پہچاننے والوں نے پہلے بھی قوم کو مخاطب کر کے کہا تھا۔ اے قوم دل سے متوجہ ہو اور دعوت حق کو قبول کر یا قومنا ا جیبو دا عی الله و آ منوا به یغفر لکم من ذنو بکم و یجر کم من عذا ب الیم ۔ و من لا یجب دا عی الله فلیس بمعجز فی ا لار ض و لیس له من دو نه او لیا ء او لئك فی ضلال مبین ۔ (الاحقاف: ۳۱۔۳۲) اے ہماری قوم داعی اللہ کو قبول کرو اس پر ایمان لاؤ خدا تمہاری کمزوریوں کو چھپا دے گا اور تمہیں دردناک عذاب سے بچائے گا اور جو کوئی داعی الٰہی کو قبول نہ کرے گا تو وہ سرزمین اہل حق کو عاجز نہ کر سکے گا۔ اور ظہور حق کے سوا اس کے لئے کوئی اولیاء نہ ہونگے ظہور حق کو قبول نہ کرنے والے کھلی ہوئی گمراہی میں مبتلا ہیں (داعی اللہ کو نہ ماننے والے بے شک گمراہی میں ہیں مگر کاذب مدعیوں کے پیچھے چلنے والے ان سے زیادہ گمراہ ہیں۔ ثناء اللہ)۔ (بہائی میگزین بمبئی بابت جنوری ۱۹۴۰ء ص ۴۔۶)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۰ء مطابق ۵ صفر ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۲۰ ص ۳۔۵)

قادیان میں ایک نئی ایجاد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک مدت سے ہمارا دعویٰ ہے کہ قادیانی تحریک بہائی تحریک کی فرع یا شاخ ہے۔ خدا کے حکم سے اس دعوے کے قرائن وشواہد آئے دن نئے نئے پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ آج کل ایک نیا قرینہ پیدا ہوا ہے جو یہ ہے کہ بہائیوں نے اپنی اصطلاح میں سال کے انیس مہینے نئے مقرر کئے اور ہر مہینہ انیس دن کا شمار کیا۔

قادیانیوں نے سمجھا کہ ہم فرع ہو کر اصل سے کیوں پیچھے رہیں۔ چنانچہ جنوری کا نام ماہ صلح، فروری کا ماہ تبلیغ اور مارچ کا نام ماہ امان۔ اپریل کا نام ماہ شہادت۔ مئی کا نام ماہ ہجرت۔ جون کا نام ماہ احسان۔ جولائی کا نام ماہ وفا۔ اگست کا نام ماہ ظہور۔ ستمبر کا نام ماہ تبوک۔ اکتوبر کا نام ماہ اخا۔ نومبر کا نام ماہ نبوت اور دسمبر کا نام ماہ فتح تجویز کیا ہے (الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۴۰ء)

ادھر بہائیوں نے ایک سال کے انیس مہینے قرار دیکر ان کے نام مندرجہ ذیل رکھے ہیں:

بہا۔ جلال۔ جمال۔ عظمت۔ نور۔ رحمت۔ کلمات۔ کمال۔ اسماء۔ عزت۔ مشیت۔ علم۔ قدرت۔ قوک۔ مسائل۔ شرف۔ سلطان۔ ملک۔ علاء۔

اس امر میں بہائیوں سے تو ہمارا سوال نہیں کیونکہ وہ اسلام سے بالکل الگ تھلگ ہو چکے ہیں۔ وہ جو چاہیں سو کریں۔ لیکن قادیانی گروہ ابھی تک اسلام اور اسلامیات کے زیر سایہ رہنے کا مدعی ہے۔ اس لئے ہم ان سے سوال کرتے ہیں کہ تم لوگوں نے انگریزی مہینوں کے نام بدل کر جو ان کو اصل ٹھہرایا ہے تمہاری یہ روش نہ صرف اسلام بلکہ مرزا صاحب کی تعلیم کے بھی خلاف ہے۔ کیونکہ سب کو معلوم ہے اور مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا بھی مسلمہ ہے کہ 'خدائی حساب چاند کے حساب سے شمار ہوتا ہے' (تتمہ حقیقت الوحی ص ۲۵) نیز مرزا صاحب کا قول ہے کہ 'شمسی (انگریزی) حساب انسانوں کی بدعت ہے' رسالہ ریویو آف ریلیجنز قادیان بابت ماہ جنوری ۱۹۰۲ء)

قادیانی ممبرو! بتاؤ تم نے اس بدعت کی اشاعت کر کے اپنے مذہب کی یا

اسلام کی کیا خدمت کی ہے ۔سوائے اس کے کہ تم نے بہائیوں سے ایک قسم کی مشابہت پیدا کر لی اور اپنے نبی کی زبانی بدعتی بنے ۔ یہ مشابہت اور بدعت تم کو مبارک ہو۔

ہمارا مشورہ ہے کہ اپریل اور مئی کے دو مہینے قادیانی تاریخ میں خاص اہمیت رکھتے ہیں ۔ کیونکہ اپریل کے مہینے مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے آخری فیصلے کا اعلان کیا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ

'ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناءاللہ امرتسری) میں سے جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا'

اس اعلان کے مطابق آپ کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوگیا۔اس لحاظ سے اگر اپریل کا نام ماہ اعلان اور مئی کا نام ماہ فیصلہ رکھا جائے تو تاریخی واقعات کی یاد دہانی بخوبی ہوسکتی ہے ۔ ورنہ یہ ایجاد اس شعر کی مصداق ہے

نہ پیروی ء قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔۲۲۔ مارچ ۱۹۴۰ء ص ۴)

دور حاضر میں مسیحا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ لاہور کے اخبار پیغام صلح میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے ' کیا دور حاضر میں اسلام کو مسیحا کی ضرورت نہیں؟ '

اس مضمون کا ملخص مضمون نگار ہی کے الفاظ میں یہ ہے:

'دور حاضر ظہور مسیح کیلئے موزوں ترین زمانہ ہے۔اس سوال پر میری تحقیق یہ ہے کہ یہ دعوی کہ 'اس دور میں مسیحا کی ضرورت ہے' ایک ایسی زندہ نفسیاتی اور تاریخی حقیقت ہے جس کا انتظار کسی ایسے شخص سے نہیں ہوسکتا جو فروعی مباحث سے قطع نظر کر کے امت کی گذشتہ تاریخ اور اس کی موجودہ حالت پر ایک عمیق نظر ڈالے ۔ یہ مطالعہ ہمیں اس نتیجہ پر پہنچا دیتا ہے کہ اگر مسیح کے

ظہور کا وعدہ سچا ہے ،تو اس کے ظہور کیلئے اس زمانہ سے بڑھ کر کوئی وقت موزوں نہیں ۔ اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں امت کی مصائب اپنی کامل صورت میں ظاہر ہوچکی ہیں ' (اخبار پیغام صلح لاہور ۱۷۔جنوری ۱۹۴۰ء ص ۳)

نامہ نگار صاحب جس مئوکل کی طرف سے وکالت کر رہے ہیں یعنی جن کو دور حاضر کا مسیحا بنانا چاہتے ہیں ان کا بیان ہر طرح قابل لحاظ رہے گا کیونکہ وکیل مئوکل کے خلاف تقریر کرے تو معتبر نہیں ہوتی ۔کسی واقف شریعت یا قانون دان سے پوچھ لیجئے کہ مئوکل بحیثیت مدعا علیہ اگر اقبال دعوی کر لے تو وکیل کی بحث ختم ہو جاتی ہے۔ پس اپنے مئوکل قادیانی مسیحا کا بیان سنئے جو فرماتے ہیں کہ

مسیح کے آنے کا زمانہ پندرھویں صدی ہجری ہے (ازالہ اوہام طبع اول ۔ص ۶۹۲)

اسی لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے قول کے مطابق نہ وہ خود مسیح موعود تھے، اور نہ چودھویں صدی کے اندر کوئی اور موعود آئے گا ۔ پس گھبرائیے نہیں بلکہ پندرھویں صدی تک انتظار کیجئے تو شائد اس وقت کوئی مسیحا نفس انسان پیدا ہو جائے اور آپ کا انتظار ختم ہوکر مدعا حاصل ہو جائے ۔

علاوہ اس کے اس مضمون سے ہمیں یہ خوشی ہوئی کہ پیغام صلح لاہور اور اس کے نامہ نگار کے نزدیک قادیانی مسیح کالعدم ٹھہر گئے کیونکہ دور حاضر سے ان کی مراد یقیناً ۱۹۴۰ء ہے ۔ اگر اس سے پہلے سال کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو ۱۹۳۹ء بھی دور حاضر میں آسکتا ہے ۔ پس نتیجہ یہ ہوا کہ جو مدعی مسیحیت ۱۹۰۸ء میں فوت ہو چکے ہوں وہ کسی طرح دور حاضر کے مسیحا نہیں ہو سکتے ۔

بہر حال یہ قصہ تو ختم ہوا جو بہت عرصہ سے باعث نزاع چلا آرہا تھا ۔ خدا کا شکر ہے کہ پیغام صلح لاہور کی معرفت یہ جھگڑا بڑی خوش اسلوبی سے طے ہو گیا ۔ اب اس کے متعلق یہ کہنا بالکل بجا ہے ۔

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۴۰ء ص ۵)

خدا کی قسم میں قادیانی کو الہامی دعویٰ میں سچا نہیں جانتا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حسب تعلیم مرزا غلام احمد صاحب، قادیانی جماعت کا دعویٰ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت آنحضرتﷺ کی نبوت کا بروز ہے بلکہ بشکل ثانی ہو بہو خود آنحضرت ہیں۔(تحفہ گولڑویہ طبع اول۔ص۱۰۱)

اس لئے چاہیے تو یہ تھا کہ نبوت قادیان کے خد و خال بعینہ وہی ہوتے جو نبوت محمد یہ کے تھے، مگر یہ جماعت یورپئن ڈپلومیسی (عیاری) کی کچھ ایسی خوگر ہوگئی ہے کہ کسی اصول پر نہیں ٹھہرتی۔ آج ہم ان کی ایک خاص کارستانی کو ذرہ کھول کر بیان کرنا چاہتے ہیں جسے یہ لوگ ۱۹۲۳ء سے سیٹھ عبداللہ الہ دین کے نام سے شائع کر رہے ہیں۔ اس کی ابتداء اس زمانہ سے ہوئی جب میں حیدرآباد گیا تھا، جہاں انہوں نے مجھ سے کذب مرزا پر حلف اٹھانے کا شدید تقاضا کیا۔ چنانچہ ان کے مطالبہ حلف کا جواب میں نے تحریری اور تقریری دونوں طرح سے حیدرآباد ہی میں دے دیا تھا۔ مگر قادیانی اور خاموشی؟ ضدّا ن مفتر قا ن ایّ تفرق

آج کل انہوں نے پھر اس سلسلہ کو جاری کر رکھا ہے۔ اس لئے میں بھی آج پھر ذرہ تفصیل سے اس کا ذکر کرنا چاہتا ہوں۔ امید ہے قادیانی اہل قلم اپنے علم و دیانت سے کام لے کر ہمارے مضمون کا شرعی دلائل کی روشنی میں جواب دیں گے۔ پس وہ غور سے سنیں۔

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی مدعی نبوت ہیں اور میں ان کا منکر۔ سلسلہ انبیاء میں سے کسی نبی خصوصاً سید الانبیاءﷺ نے اپنے کسی منکر رسالت کو حلف نہیں دیا۔ منکرین رسالت کے الفاظ سادہ الفاظ میں قرآن میں منقول ہیں جیسا کہ ارشاد ہے: ویقو ل الذین کفروا لست مر سلاً ۔(الرعد:۴۳)(منکر کہتے ہیں تم رسول نہیں ہو) قا لوا ما انتم ا لاّ بشر مثلنا۔ (یس:۱۵)(منکروں نے پیغمبروں سے کہا کہ تم ہمارے جیسے آدمی ہو)

اس مضمون کی بہت سی آیات ہیں جو منکرین کا انکار سادہ الفاظ میں بتا رہی ہیں ایسے منکرین سے انبیاء اور ان کے اتباع نے کبھی قسم کا مطالبہ نہیں کیا۔

پھر تم کون؟ منکر نبوت سے مطالبہ حلف کرنے والے کوئی دلیل ہے تو پیش کرو۔ تاہم بطورار خائے عنان (احساناً) ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب پر کئی بار حلف اٹھایا۔ سب سے پہلے قادیان میں بموقع جلسہ اسلامیہ ۱۹۲۱ء میں حلف اٹھایا۔ چنانچہ اخبار الفضل قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں اس کا ذکر موجود ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ نے قسم کھا کر کہا کہ مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں جھوٹے ہیں۔،

اس کے بعد میں نے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اپریل ۱۹۲۶ء میں ایک حلفیہ مضمون لکھا جس کو بصورت اشتہار بھی شائع کیا گیا، جس کی سرخی یہی تھی جو آج کے مضمون کی ہے۔ چونکہ قادیانی جماعت اپنے اندر کا پول خوب جانتی ہے اس لئے وہ سمجھتی ہے کہ ہر ایک سچا مومن مرزا غلام احمد صاحب کے کذب پر حلف اٹھا لے گا، اس لئے وہ اس کمزوری کو مضبوطی سے بدلنے کے لئے یہ بخ لگاتی ہے کہ حلف کے ساتھ ایک سال کی مدت کی شرط بھی لگاؤ۔ یعنی میں (حلف اٹھانے والا) یہ بھی کہوں کہ میں اگر جھوٹا ہوں تو ایک سال کے اندر مر جاؤں۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی نے مجھ سے اسی قسم کے حلف کا مطالبہ کیا تھا چونکہ اس شرط کا ثبوت بھی شرع میں نہیں بلکہ یہ محض لغو اور دفع الوقتی ہے، اسی لئے میں نے اس شرط کی تکمیل کے طور پر مزید یہ شرط لگائی کہ:

> میں تمہارے لفظوں میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں بشرطیکہ تم (عبداللہ الہ دین) اور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) یہ لکھ دو کہ حلف اٹھانے کے ایک سال بعد اگر میں (ثناء اللہ) زندہ رہا تو تم دونوں مرزا صاحب قادیانی کو جھوٹا سمجھو گے۔

اس شرط کو انہوں نے منظور نہیں کیا۔

ناظرین کرام! اس مہذب جماعت (حواریان مسیح) سے کوئی پوچھے کہ تمہیں کس آسمانی کتاب یا زمینی عدالت اعلی (ہائی کورٹ) سے یہ اختیارات مل گئے ہیں کہ تم تو جو شرطیں چاہو لگاؤ مگر فریق ثانی کی کوئی بات بھی نہ سنو چاہے وہ کتنی معقول ہو۔ دیکھئے منکر رسالت کو حلف دینے کا ثبوت اگرچہ قرآن و حدیث سے نہیں ملتا مگر

تمہاری خاطر ہم نے اس کو بھی مان لیا بلکہ پورا کر دیا، اب جو تم ایک سال تک زندہ رہنے کی قید لگاتے ہو، حالانکہ اس کا ثبوت بھی شرع میں نہیں ملتا مگر تمہاری خاطر ہم اسے بھی مانے لیتے ہیں، لیکن اس شرط کے ساتھ جو نہایت معقول اور مستحسن ہے، وہ یہ ہے کہ اگر میری زندگی ایک سال سے تجاوز کر جائے تو تم لوگ اپنی جانب کو جھوٹا سمجھو گے۔ آؤ میں تم کو اس کے ثبوت میں صحیح حدیث سے ایک واقعہ سناؤں۔ اگر راست گوئی اور راست پسندی کو تم لوگ اچھا سمجھتے ہو تو اس حدیث پر غور کرو۔

پس سنو اور دل کے کانوں سے پردہ اٹھا کر سنو۔ اور اس دن کے خوف کو دل میں جگہ دے کر سنو جس کا نقشہ قرآن مجید ان الفاظ میں بتاتا ہے

یو م لا یغنی مو لی عن مو لی شیئاً۔(الدخان:۴۱) جس دن کوئی دوست، دوست کے کام نہ آئے گا) واقعہ مذکور سورہ روم کے شروع میں ہے جسکے الفاظ یہ ہیں: الم ۔ غلبت الرو م۔ فی اد نی ا لار ض و ھم من بعد غلبھم سیغلبو ن۔ فی بضع سنین (الروم:۱۔٤۔)

مطلب ان آیات کا یہ ہے کہ رومی مغلوب ہونے کے بعد بضع سالوں میں غالب آجائیں گے۔ بضع کا لفظ نو تک بولا جاتا ہے۔

حضرت ابوبکر صدیقؓ کو قریش نے کہا کہ بضع کی مدت کو متعین کر کے ہمارے ساتھ شرط لگاؤ۔ اگر اس مدت میں رومی غالب آ گئے تو تو سچا ٹھہرے گا، ورنہ شرط ہار کر جھوٹا قرار پائے گا۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے اپنے فہم سے چھ سال کی مدت مقرر کر دی۔

جب رسول اللہ ﷺ نے یہ خبر سنی تو فرمایا کہ صدیق! تو جانتا ہے کہ تیری زبان میں لفظ بضع کا اطلاق نو تک ہوتا ہے، پھر چھ سال کی مدت کیوں ٹھہرائی؟

چنانچہ یہی نتیجہ ہوا کہ رومی چھ سال کے عرصہ میں غالب نہ آئے۔ تب حضرت ابوبکر صدیقؓ نے اپنی شرط پوری کر دی یعنی جو کچھ دینا مقرر تھا دے دیا۔

اس حدیث سے ہمارا استدلال یوں ہے کہ میعاد گزرنے پر حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ نے اپنی ہار مان لی اور جو شرط لگائی تھی وہ پوری کر دی۔ گو آپ کے اس فعل سے قرآن مجید کی پیش گوئی پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔

قادیانی ممبرو! اپنے معاملے کو اس حدیث پر پرکھو تم میری موت کے لئے

ایک سال مدت کی قید لگاتے ہو میں اس میعاد کو منظور کرتا ہوں ۔مگر اتنا کہتا ہوں کہ ایک سال گذرنے کے بعد اگر میں ایک دن بھی زیادہ زندہ رہا،تو تم لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کذب تسلیم کر لینا،ورنہ اس حدیث کا جواب دو جوعملاً موقوف ہے اور علماً مرفوع ہے۔

یاد رکھو! اہل حدیث امرتسر تمہاری بھول بھلیوں میں پھنسنے کا نہیں ۔اس کے متعلق یہ بھی کہا جا سکتا ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اس میں کیوں شامل کیا جاتا ہے۔اس کی وجہ یہ ہے کہ ہمیں تمہارے طرز عمل کا کافی تجربہ ہے۔

چنانچہ اپریل ۱۹۱۲ء میں تم نے لدھیانہ میں ہمارے ساتھ انعامی مباحثہ کیا اور مسلّمہ ثالثوں کے فیصلہ کے مطابق ہم نے تم سے انعام جیت لیا۔مگر تم لوگ یہ کہہ کر پھر کھڑے ہو گئے کہ یہ کام منشی قاسم علی کا ذاتی فعل تھا جسکے متعلق اس نے خلیفہ صاحب (حکیم نورالدین) سے اجازت حاصل نہیں کی تھی،اس لئے یہ ساری جماعت پر حجت نہیں ہوسکتا۔ٹھیک اسی طرح اس حلف کے متعلق بھی تم یہی کہو گے کہ یہ فعل سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کا ذاتی ہے ساری جماعت پر حجت کیونکر ہوسکتا ہے۔

ہماری دریا دلی ملاحظہ ہو کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین اس حلف پر ہم کو ساڑھے دس ہزار روپیہ انعام دینے کا وعدہ دیتے ہیں جس کی صورت یہ ہے کہ اگر ہم ان کے تجویز کردہ الفاظ میں حلف اٹھالیں تو وہ پانچ سو روپیہ ہم کو اسی وقت اور سال بھر تک زندہ رہنے کی صورت میں مزید دس ہزار روپیہ بطور انعام دیں گے،مگر ہم اس دس ہزار بلکہ بیس ہزار پر بھی لات مارتے ہیں کیونکہ یہ لوگ اپنی حسب معمول درشت کلامی وسخت گوئی کے ماتحت یہی کہیں گے کہ علماء کا کیا ہے،یہ لوگ تو پیسے کے مرید ہیں ان کو سچ اور جھوٹ سے کیا مطلب؟

اس لئے ہم محض اظہار حق کے لئے ان کے پیش کردہ الفاظ میں بھی حلف اٹھانے کو تیار ہیں بشرطیکہ سیٹھ عبداللہ الہ دین ہمیں لکھ دیں کہ حلف اٹھا کر مولوی ثناء اللہ ایک سال کے بعد زندہ رہے تو میں قادیانی مذہب چھوڑ دونگا اور خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) بحیثیت خلیفہ کم از کم اجازتی دستخط کر دیں کہ میں سیٹھ صاحب کو اس معاہدے کی اجازت دیتا ہوں اور اس کو جائز رکھتا ہوں۔

قادیانی ممبرو! انصاف سے بتاؤ کیا شرط کی ہر دو جانب (نفی واثبات) ایک ہی اثر پیدا کرتی ہیں۔ یعنی حلف اٹھانے کی صورت میں ایک سال کے اندر مر جاؤں تو بھی جھوٹا ٹھہروں اور بحکم خدا ایک سال گذار کر زندہ رہوں تو بھی جھوٹا قرار دیا جاؤں

اللہ رے ایسے حسن پر یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

حاجی عبداللہ صاحب! مذہبی معاملے میں آخری تعلق خدا سے ہے جہاں بھول بھلیاں کام نہیں آئیں گی۔ سیدھی بات ہے کہ میں مرزا غلام احمد صاحب کی نبوت اور منصب مسیحیت کا مکذب ہوں اور اس تکذیب پر اپریل ۱۹۲۱ء سے حلف اٹھاتا چلا آیا ہوں، اور آج اسی مضمون کی سرخی میں بھی میرا حلف موجود ہے۔

ان سب شرارتوں کی وجہ سے میں بقول آپ کے مورد عتاب الٰہی ہوں۔ مگر واقعہ یہ ہے میں بفضلہٖ تعالیٰ اب تک زندہ ہوں، اور میرے مخاطب قادیانی نبی مرزا غلام احمد صاحب کو باوجود مقابلہ کے طور پر میری موت کی پیش گوئی کرنے کے دنیا سے کوچ کئے ہوئے ۳۱ سال سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔

پھر کیا آپ لوگوں کو کسی مزید حلف کی ضرورت باقی ہے۔ اگر آپ ہاں کہیں گے تو میری طرف سے یہی فرمان خداوندی سنا دینا کافی ہوگا

ان الذین حقت علیھم کلمت ربك لا یومنون (یونس:۹۶)

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

حدیث نزول مسیح کے متعلق استفسار

مولانا مدیر صاحب! آپ کا ایک مضمون اہل حدیث مورخہ یکم مارچ ۱۹۴۰ء میں حدیث نزول مسیح کے متعلق نکلا تھا جس میں آپ نے بقاعدہ علم حدیث مرزا صاحب کو خائن فی الحدیث ثابت کیا تھا۔ کیا امت مرزائیہ نے اس کا کوئی جواب

دے کر مرزا صاحب کو ثقہ راوی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے یا نہیں؟ ایک مستفسر

جواب میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرزائی اخبارات (قادیانی و لاہوری) میں سے کوئی پرچہ میری نظر میں سے نہیں گذرا جس میں اس اعتراض کا کچھ جواب دیا گیا ہو۔ میں پورے وثوق سے کہہ سکتا ہوں کہ اس کا جواب یہ لوگ دے ہی نہیں سکتے۔ اگر دیں گے بھی تو ایسا ہی دیں گے جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ کے متعلق آج تک دیتے آئے ہیں جس کا تازہ نمونہ درج ذیل ہے:

مرزا صاحب کا آخری فیصلہ ،آہ! آخری فیصلہ

مرزائی جواب پیش کرنے سے پہلے بطور تمہید کچھ بتا دینا مناسب ہے مرزا صاحب قادیانی نے اپنی جماعت کو بالکل واضح الفاظ میں حق کی طرف رہنمائی کی تھی مگر افسوس ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کی ہمدردی کی قدر نہ کی جس پر موصوف گویا ان کو مخاطب کر کے بالفاظ قرآن یوں کہہ رہے ہیں:

نصحت لکم و لکن لا تحبّو ن النّا صحين (الاعراف: ۷۹)

(میں نے تم لوگوں کو خیر خواہی کی تھی مگر تم خیر خواہوں کو پسند نہیں کرتے)

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک دعا شائع کی تھی جس کا عنوان تھا مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس دعا کا مختصر مضمون یہ تھا کہ:

> اے خدا ہم دونوں (مرزا قادیانی و ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے

اس کا نتیجہ دنیا نے دیکھ لیا کہ آج قریباً ۳۲ سال گزر گئے کہ حسب دعا مذکور ایک فریق مر گیا اور دوسرا زندہ ہے۔ کون مر گیا اور کون زندہ ہے؟ اظہار کی ضرورت نہیں سب جانتے ہیں۔

امت مرزائیہ نے اس کے جواب میں جو جو حیلے بہانے تراشے وہ ان کی باطل پسندی کا ثبوت ہیں۔ پھر لطف یہ ہے کہ ان باطل حیلوں کے جو جوابات دیئے جاتے رہے ہیں، ان پر یہ لوگ غور نہیں کرتے بلکہ وہی مرغے کی ایک ٹانگ کہے جاتے

ہیں۔ چنانچہ چوہدری فتح محمد سیال قادیانی نے ایک مضمون ریویو آف ریلی جنز قادیان نومبر ۱۹۳۹ء اور الفضل ۲۱ جنوری ۱۹۴۰ء میں شائع کرایا تھا جس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء اور ۹ فروری ۱۹۴۰ء کی اشاعتوں میں دیا گیا۔ چوہدری فتح محمد صاحب کے مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب، مولوی ثناء اللہ کو مباہلے کے لئے ہمیشہ بلاتے رہے مگر مولوی ثناء اللہ صاحب اس کو ٹالتے رہے، آخر مرزا صاحب قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ازخود دعائے مباہلہ شائع کر دی مگر مولوی ثناء اللہ کے انکار کی وجہ سے مباہلہ منعقد نہیں ہو سکا۔ لہذا مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلہ والی دعا کا مضمون حجت نہیں ہے۔

اس کے بعد الفضل ۲۰ مارچ میں آپ نے پھر وہی مضمون دہرایا جس میں ہمارے سابقہ دو مضمونوں کا کوئی معقول جواب نہیں دیا گیا۔

ناظرین کرام! اب یہ راگنی اتنی پرانی ہو چکی ہے کہ اس سارنگی کی ایک ایک تار ہم نے توڑ دی، لیکن امت مرزا ایسی مضبوط خیال اور ایسی دھن کی پکی ہے گویا اس کا قول ہے

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

اس لئے ہم اس بحث کو مرکز پر لا کر ناظرین کو آسانی سے فیصلہ کرنے کا موقع دیتے ہیں۔ امت مرزا میں اس وقت ہمارے مخاطب دو برگزیدہ اصحاب ہیں ایک چوہدری فتح محمد سیال ایم اے قادیانی اور دوسرے مولوی محمد علی ایم اے لاہوری (مصنف رسالہ آیت اللہ)۔ ان دونوں صاحبوں کو ہم اللہ تعالی کے نام کا واسطہ دے کر توجہ دلاتے ہیں کہ وہ اس دن کو سامنے رکھ کر ہماری بات کو سنیں جس کی شان میں وارد ہے

یو م لا یغنی مو لی عن مو لی شیئاً (الدخان:۴۱) جس دن کوئی دوست کسی دوست کے کام نہ آئیگا)۔ پس ہمارے معروضہ کو غور سے سنئے جس کا جواب دینے سے آپ لوگوں نے ہمیشہ پہلو تہی کی ہے۔ یہ پہلو تہی کب تک کرتے رہو گے اور یہ کہاں تک کارآمد ہو گی آخر وہ وقت آئے گا جب کہا جائے گا

الیو م نختم علی افوا ههم و تکلّمنا اید یهم . (یس:٦٥) .

آج میں یہ مضمون جس درد بھرے دل سے لکھ رہا ہوں آپ لوگ اس کا صحیح

اندازہ کرلیں تو مجھے اپنا پکا خیر خواہ سمجھیں گے۔

غور سے سنیئے ! آپ لوگ جو مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ مباہلہ کے سلسلہ کو ۱۸۹۶ء سے شروع کر کے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کی دعا کے ساتھ ملاتے ہیں یہ بالکل غلط اور محض دجل ہے جس کا ابطال ہم کئی دفعہ کر چکے ہیں۔ چنانچہ اخبار اہل حدیث مورخہ ۹ فروری ۱۹۴۰ء میں بھی ہم باطل پرستی کے اس قلعہ کو الحکم قادیان کا گولہ مار کر مسمار کر چکے ہیں ۔ جس کا جواب چوہدری فتح محمد سیال اور مولوی محمد علی لاہوری نے آج تک نہیں دیا اور نہ آئندہ دے سکیں گے۔ الحکم قادیان کی عبارت آج ہم پھر نقل کرتے ہیں: دل کے کانوں سے سنیئے :

> حضرت اقدس (مرزا غلام احمد قادیانی) نے پھر بھی اس (ثناءاللہ امرتسری) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے...
>
> اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں..
>
> یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی تا کہ وہ اس کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لے ۔اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے مباہلہ کو منظور کرلیا ہے۔ (الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

یہ عبارت اپنا مطلب صاف بتا رہی ہے کہ مباہلہ کرنے پر میری آمادگی کی خبر سن کر مرزا غلام احمد صاحب نے مباہلہ مذکور کو حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے تک ملتوی کر دیا اور حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی مگر دعائے آخری فیصلہ اس سے پہلے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہو چکی تھی اگر یہ دعا مرزا اسی مباہلہ کے سلسلہ کی ایک کڑی تھی تو باوجود وعدہ التواء کے ایک مہینہ پہلے ہی کیوں شائع کر دی گئی ؟

اس کا جواب آج تک کسی صاحب قلم مرزائی نہیں دیا اور ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ آئندہ بھی ہرگز نہیں دے سکیں و لو کا ن بعضھم لبعض ظھیراً

ہمیں چوہدری فتح محمد سے خاص شکایت ہے کہ آپ باوجود بڑی لن ترانیاں

سنانے کے اس مضمون پر نہیں آئے جو درحقیقت اس نزاع میں فیصلہ کن ہے۔

دوسری بات ہم نے یہ لکھی تھی کہ دعائے مباہلہ فریقین کی طرف سے بصیغہ جمع متکلم ہوتی ہے، جیسے قرآن مجید میں ہے: ثم نبتھل فنجعل لعنة الله علی الکا ذبین ۔(آل عمران:۶۱) (پھر ہم مباہلہ کریں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت کریں)

مگر مرزا غلام احمد صاحب کی دعا مفرد کے صیغہ میں ہے۔ اس لئے اس کو مباہلہ کہنا نصوص قرآنیہ کے علاوہ خود مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات کے بھی خلاف ہے۔ چنانچہ اخبار اہلحدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۳۹ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارت بحوالہ اربعین نمبر دوم نقل کر چکے ہیں۔

ہاں چوہدری فتح محمد صاحب نے اپنے تازہ مضمون میں بڑے فخر سے یہ کہا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی دعا کے بعد جماعت احمدیہ روز افزوں ترقی کر رہی ہے۔ پس ہمارے حق پر ہونے اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کے باطل پر ہونے کا یہی کافی ثبوت ہے۔ ہم حیران ہیں کہ متکلمین کے اس گروہ کا نام کیا رکھیں۔

چوہدری صاحب سنیئے! آپ کی اس دلیل پر نقض اجمالی یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے جس زمانہ میں عیسائی مذہب کی بیخ کنی کا دعویٰ کیا تھا، ان دنوں ہندوستان میں عیسائیوں کا شمار آپ نے براہین احمدیہ میں پانچ لاکھ لکھا تھا۔ مگر آج ہندوستان کے مسیحیوں کا شمار اٹھاسٹھ لاکھ انیس ہزار انتیس ہے۔ یہ شمار مسیحی جنتری بابت ۱۹۳۹ء میں شائع ہوا ہے جس کا اوسط اضافہ ہر ماہ میں ۱۵ ہزار لکھا ہے۔

بتایئے! آپ کی یہ دلیل اگر عیسائی رسالوں اور اخباروں کو معلوم ہو جائے اور وہ آپ لوگوں کے سامنے اسی دلیل سے حملہ آور ہوں، تو آپ ان کو کیا جواب دیں گے؟

اور سنیئے! ابھی کل کی بات ہے کہ خاکساری تحریک اٹھی جس کی مخالفت بھی ہوتی رہی۔ تاہم آج اس کا شمار آپ کی تعداد سے بہت زیادہ ہے۔ جس ترقی کو مولوی محمد علی احمدی نے (پیغام صلح لاہور ۲۷ فروری ۱۹۴۱ء) آپ کے سامنے بطور نقض اجمالی پیش کیا ہے جس کا جواب آپ لوگوں کی طرف سے نہیں ہو سکا۔

مختصر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی دعا کا مضمون شمار کی ترقی و تنزل سے تعلق نہیں رکھتا، بلکہ وہ فریقین میں سے ایک فریق کی موت سے تعلق رکھتا ہے جو

ہیضہ یا طاعون سے ہونے والی تھی۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیضہ کی موت سے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں فوت ہو گئے (خطبات نور)

احمدی دوستو! سنو اور غور سے سنو! تم لوگ اس بت کی پوجا کب تک کرو گے اور کراؤ گے جو آیت لا یسمن و لا یغنی (الغاشیہ:۷) کا مصداق ہے۔ یقین رکھو مجھے اس خیال سے صدمہ ہوتا ہے کہ آپ ان لوگوں میں سے نہ ہو جائیں جو کہیں گے

یا و یلتی لم اتخذ فلا ناً خلیلاً ۔لقد ا ضلّنی عن الذ کر بعد اذ جاء نی، و کا ن الشیطا ن للا نسا ن خذو لًا۔ (الفرقان:۲۸۔۲۹)

خدا سے ڈرو اور گمراہی سے بچو اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں دعا کرو کہ وہ تمہیں فیصلے کا طریق بتا کر رہنمائی کر گئے۔ تمہاری ان حیل حجتوں سے کچھ نہیں ہونے کا۔ ہمت ہے تو مندرجہ ذیل نوٹ پڑھو

بہائیوں اور مرزائیوں میں مباحثہ

اخبار الفضل مورخہ ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء میں شیخ بہاء اللہ کے دعوی کے متعلق بہائیوں کو مباحثے کا چیلنج دیا گیا ہم اس مباحثہ میں فریقین کی خدمت میں اپنی نا چیز خدمات پیش کرتے ہیں۔ فریقین ہم سے جو خدمت لینا چاہیں لے سکتے ہیں ہماری طرف سے کوئی دریغ نہ ہوگا۔ ہاں اگر فریقین اجازت دیں گے تو ان کی باہمی گفتگو کے بعد ہم بھی ان سے مباحثہ کی درخواست کریں گے جو فریق اپنے میں ہمت پائے وہ ہماری درخواست قبول کر لے۔

مرزائیوں سے مباحثہ کا موضوع مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ ہوگا اور بہائیوں سے مباحثہ کا مضمون شیخ بہاء اللہ کا دعوی ہوگا۔

چونکہ مرزا صاحب کا مباحثہ عبداللہ آتھم عیسائی سے شہر امرتسر میں ہوا تھا اس لئے یہ مباحثہ بھی امرتسر ہی میں ہونا چاہیے۔ یہ شہر لاہور اور قادیان کے درمیان ہونے کی وجہ سے مکاناً سوی کے مصداق ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

براہین احمدیہ میں کیا ہے۔محض ادعا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے۔اس میں مرزا صاحب قادیانی نے یہ دعوی کیا ہے کہ میں اسلام کی صداقت پر تین سو دلائل لکھونگا ہم نے اس کی بابت اتباع مرزا سے بارہا یہ مختصر سوال پوچھا کہ وہ لوگ کوئی ایک دلیل ہی ہم کو دکھائیں کہ کہاں سے شروع ہوئی اور کہاں ختم ہوئی ؟

خدا جانے یہ سوال کتنا وزنی ہے کہ نہ قادیان سے اس کا جواب آتا ہے، نہ لاہور سے ۔ اخبار الفضل قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں ایک طویل مضمون ہمارے جواب میں نکلا ہے ۔اس میں بھی ہمارے اصل سوال کا جواب دینے کی بجائے محض ادعا پر ادعا کیا گیا ہے ۔مثلاً کہا گیا ہے کہ آج سے نصف صدی پہلے ہزاروں نہیں لاکھوں مسلمان اسلام کو چھوڑ کر عیسائیت اختیار کر چکے تھے ۔اس زمانہ میں یہ مرد خدا (مرزا غلام احمد قادیانی) کھڑے ہوئے اور دین اسلام کی حفاظت میں یہ کتاب لکھی ۔

کوئی ثبوت پوچھے تو کچھ نہیں بتا سکتے ۔ہم سے پوچھو تو ہم بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب قادیانی نے ہندوستان میں عیسائیوں کی کل تعداد ہندوستان میں پانچ لاکھ بتائی ہے ۔مگر آپ نے یہ تفصیل نہیں بتائی کہ ان پانچ لاکھ عیسائیوں میں ہندوؤں، مسلمانوں، سکھوں، بھنگیوں اور دوسری پست قوموں میں سے کتنے کتنے افراد آئے تھے ۔مضمون نگار صاحب اگر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو اس کا ثبوت پیش کریں کہ

'مرزا صاحب سے پہلے مسلمان لاکھوں کی تعداد میں عیسائی ہو چکے تھے '

ہم تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس دعوے کو بھی محض ادعا سمجھتے ہیں ۔آخر لے دے کے ہمارے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا نام پیش کیا جاتا ہے کہ انہوں نے براہین احمدیہ کی تعریف کی ہوئی ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ مولانا ممدوح محدث تھے اور محدثین کا اصول ہے کہ

راوی اپنی جس روائت کی تکذیب کردے وہ روائت حجت نہیں رہتی ۔مولانا موصوف اپنی آخری عمر میں مرزا صاحب قادیانی کی کل باتوں کی تردید کرتے رہے ۔ چنانچہ ایک دفعہ ہم نے ان سے پوچھا تھا کہ آپ نے براہین احمدیہ پر تحسین آمیز الفاظ میں تبصرہ (ریویو) کیا تھا۔اس کی وجہ کیا تھی،؟ جواباً فرمایا کہ ’محض امکان تصور پر ‘

علاوہ اس کے ہم کہتے ہیں کہ قادیانی اہل علم ہمارے سوال کا جواب مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کے ریویو ہی میں بتا دیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تین سو دلائل حقہ میں سے کتنی دلیلیں براہین احمدیہ میں مرقوم ہیں اور وہ کس صفحہ سے شروع ہوکر کس صفحہ پر ختم ہوتی ہیں ۔

باقی رہی ادھرادھر کی باتیں ،سو وہ اہل دانش کے نزدیک بجوئے نار زد کی مصداق ہیں

مرزا صاحب قادیانی کے مریدو! ہم نے تمہیں بارہا ہمدردانہ طور پر کہا ہے کہ اہل حدیث کی گرفت آہنی پنجہ ہے جس کی سختی سے خود مرزا صاحب قادیانی بھی نالاں ہوکر اس دنیا سے کوچ کرگئے ۔اس لئے تم لوگ جواب دینے سے پہلے اصل سوال سمجھ لیا کرو اور جواب سوال کے مطابق دیا کرو، ورنہ ہمیں کہنا پڑے گا

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ ۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۴ ۔۵)

قادیانی کے جدید مصلح موعود کا اعلان

بابت غلبہ اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ لاہوری جمات مرزائیہ میں سے ایک شخص شیخ غلام محمد اعلان پر اعلان کررہا ہے کہ میں حسب پیش گوئی مرزا صاحب قادیانی ، مصلح موعود ہوں،لہذا میرے ہاتھ سے قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتیں مفتوح ہوکر میرے

ماتحت ہو جائیں گی۔ آپ نے غلبہ اسلام کے متعلق ایک اشتہار دیا ہے جس کا مختصر مضمون مع سرخی انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے؛

غلبہ اسلام کے متعلق عظیم الشان انقلابات کی پیش گوئیاں

> اسلام کی موجودہ چودویں صدی ہجری میں فقط ۴۲ سال باقی ہیں، تمام دنیا کے لئے سب سے آخری زمانہ اور آخری صدی ثابت ہوکر رہے گی جس کے اندر حضور اقدس حضرت محمد ﷺ کو خاتم النبیین اور حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو خاتم الخلفاء ثابت کر کے موجودہ دنیا کی مکمل صف لپیٹ دی جائے گی۔ شیخ غلام محمد مصلح موعود۔ الاہور

چودھویں صدی میں دنیا ختم ہو جانے کی صورت میں ہمیں تو کوئی ملال نہیں مگر آپ کو ملال ہونا چاہیے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید ہیں، جن کے بقول دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے، اور وہ خود دنیا کی پیدائش کے چھٹے ہزار میں مخلوق اور مبعوث ہوئے ہیں۔ اس حساب سے دنیا کی عمر ابھی قریباً ایک ہزار سال باقی ہے چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

> قرآن اور حدیث اور جملہ انبیاء کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے قیامت تک دنیا کی عمر سات ہزار سال (بحساب قمری) ہے کل انبیاء نے بتایا ہوا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار میں مامور اور مبعوث ہو کر اہل دنیا کو ضلالت اور بربادی سے بچائے گا چنانچہ میں (مرزا قادیانی) اسی چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔ (عربی رسالہ ما لفرق بین آدم و المسیح)

اب شیخ صاحب (مصلح موعود) خود فیصلہ کریں بلکہ اس فیصلہ میں لاہوری اور قادیانی نمائندوں کو بھی شریک کرلیں، اور بتائیں کی چودھویں صدی میں دنیا کا خاتمہ ہو جانے سے مرزا غلام احمد صاحب کا کلام غلط تو نہیں ہو جائے گا۔ اس کے علاوہ یہ بھی بتائیں کہ آپ دونوں سے سچا کس کو سمجھیں:

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵)

ایک مرزائی کی شکست فاش

جناب حکیم غلام قادر مخدوم پوری لکھتے ہیں:

مولوی محمد فاضل صاحب جنہوں نے ہماری ساری برادری احناف سے الگ ہو کر علاقہ کبیر والا میں مرزائیت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے، ایک دفعہ ان سے ملاقات ہوئی۔ بندہ کے ہاتھ میں کتاب فاتح قادیان، تھی۔

انہوں نے پوچھا یہ کیا چیز ہے۔

میں نے کہا کتاب فاتح قادیان۔

تعجب میں آ کر کہا فاتح قادیان کون ہے؟

میں نے کہا ہمارے مولوی ثناءاللہ صاحب۔

انہوں نے کہا وہ تو اہل حدیث ہیں، تمہارے بزرگ کیسے ہوئے؟

بندہ نے کہا حدیث کی وہ شان ارفع ہے کہ خود مرزا صاحب آنجہانی فرماتے ہیں:

کیوں چھوڑتے ہو لوگو نبی کی حدیث کو
جو چھوڑتا ہے چھوڑ دو تم اس خبیث کو

لیکن آپ ہیں کہ پابند حدیث کو بزرگ کہنے سے جھجکتے ہیں۔

پھر کہا وہ فاتح قادیان کیسے ہوئے؟ فاتح کے معنی ہیں فتح کرنے والا۔ کیا انہوں نے قادیان کا خزانہ فتح کیا ہے یا اپنا سکہ وہاں رائج کر لیا ہے؟

میں نے کہا فتح کا یہ معنی کرنا حضرت مرزا صاحب کی اصطلاح سے اختلاف رکھنے کے مترادف ہے کیونکہ مرزا صاحب قتل دجال کے یہی معنی لیا کرتے تھے کہ دلائل و براہین سے ہم نے عیسائیوں کو قتل کر ڈالا۔ جب دلائل و براہین سے قتل ہونا آپ تسلیم کرتے ہیں تو فتح کا لفظ اس معنی میں لینے سے کیوں گریز کرتے ہیں۔

پھر انہوں نے اپنی غلطی تسلیم کرتے ہوئے مجھ سے یوں استفسار کیا، کون سی فتح تمہارے مولوی صاحب نے کی؟

میں نے کہا مرزا صاحب نے خدا کو منصف وحکم ٹھہرایا اور خدا کی درگاہ میں نہایت عاجزی ولجاجت سے التجا کی کہ اے خداوند مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور وہ جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے، اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے۔ ۱۹۰۷ء میں یہ اشتہار لکھا گیا تھا خدا کی قدرت کا تماشا دیکھئے کہ ابھی ایک سال ہی گزرنے پایا تھا ۱۹۰۸ء میں قادیانیوں کی ساری امیدوں پر پانی پھیرتے ہوئے مرزا صاحب اس دنیا سے کوچ کر گئے لیکن دوسری طرف خدا کا یہ کمال فضل ہوا کہ اشتہار مذکور کو بتیسواں سال ہوا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی خداداد قوت ایمانی سے جہاد قلمی ولسانی بخلاف مذہب قادیانی فرما رہے ہیں۔

انہوں نے کمال چالاکی سے دیانت کو پس پشت ڈالتے ہوئے کہا کہ اس اشتہار میں مرزا صاحب نے مولوی ثناء اللہ کو کہا تھا کہ آیا آپ کو یہ مباہلہ منظور ہے یا نہیں۔ تو مولوی صاحب نے نامنظور کر دیا تھا۔

میں نے کہا ہرگز نہیں، سفید جھوٹ۔ مرزا صاحب قادیانی نے قطعاً ایسا نہ کہا تھا بلکہ اس کے برخلاف یوں لکھا تھا کہ:

مولوی صاحب جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

میں نے اس پر خوب زور دیا اور کہا اگر آپ یہ الفاظ مرزا صاحب کے اشتہار میں دکھا دیں تو میں مرزائی بننے کو تیار ہوں۔

بازار کا موقع تھا بہت سے آدمی کھڑے تھے۔ سب نے ان سے پرزور مطالبہ کیا کہ مولوی صاحب اشتہار لاؤ اور اپنے الفاظ دکھاؤ ایک شخص ابھی ابھی مرزائی بنتا ہے۔

انہوں نے اتنے لوگوں کے مطالبہ کو اس طور پورا کیا کہ یہ کوئی خاندانی شخص ہے؟، ایسے شخص کو مرزائی بنانے کی ہمیں کیا ضرورت؟

واقف کار لوگوں نے کہا کہ اگر یہ خاندانی نہیں، تو تم کہاں کے خاندانی ہو، تمہاری مرزائیت میں کیا ضرورت تھی؟

جب تقریر میں ہار گئے تو اوچھے ہتھیاروں پر اتر آئے۔ پھر اس موضوع سے قطع نظر کرتے ہوئے کہا کہ تمہارے مولوی صاحب نے کون سی اسلامی خدمات سر انجام دیں؟

میں نے کہا بہت سی ، اپنی ساری زندگی انہوں نے اسلامی خدمات میں وقف کر رکھی ہے۔

ستیارتھ پرکاش میں بانی آریہ سماج نے قرآن مجید پر ۱۵۹، اعتراضات کئے جس کا جواب حق پرکاش کی صورت میں انہوں نے ایسا معقول دیا کہ سارے آریہ مشن سے آج تک جواب الجواب نہ بن آیا۔

دھرم پال نو آریہ کو ترک اسلام کا جواب ترک اسلام میں تہذیب اسلام کا جواب تغلیب الاسلام میں نخل اسلام کا جواب تبرا اسلام میں ایسا معقول دلائل سے دیا کہ مخالف کو بھی موافق بننے کے سوا چارہ نہ رہا، یعنی اپنی کتابوں سے رجوع کر کے مسلمان بن گیا جو آج غازی محمود کے نام سے مشہور ہے۔

علاوہ ازیں رنگیلا رسول، جو آریوں کی عیاریوں پر دلالت کرتا ہوا نکلا، اس کا جواب ایسا باصواب دیا کہ ملک بھر کے چیدہ اخباروں اور اہل قلم نے پرزور ریویو لکھے اب بتایئے آپ کی طرف سے ان کا کس طرح کا جواب نکلا۔

تب ان کی طرف سے یہ جواب آیا کہ خدمت اسلام فقط قلمی نہ ہونی چاہیے بلکہ کچھ جانی قربانی بھی ہونی چاہیے۔

میں نے کہا حضرت مرزا صاحب قادیانی بھی تو قلم ہی چلایا کرتے تھے۔ بھلا وہ کون سی جنگ میں شہید ہوئے۔

تب سامعین میں سے ایک نے کہا کہ لاہور میں بیت الخلاء سے نکلتے ہی بمرض ہیضہ فوت ہو گئے تھے۔

تب خوب قہقہہ لگا۔ مخاطب مرزائی نہائت ہی ذلت کی حالت میں شرمندہ ہوا۔ اس وقت عجیب منظر تھا۔

شنیدہ کے بود مانند دیدہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

کیا مرزا قادیانی محمدی خلیفہ تھے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

تاریخ اسلام بتا رہی ہے کہ اسلام میں جتنے فرقے ہوئے ہیں ایسا گول پینڈے والہ فرقہ کوئی نہیں ہوا جیسا کہ مرزائی یا احمدی فرقہ ہے۔ ہر فرقہ نے اپنے اصل الاصول کو ہمیشہ پیش نظر رکھ کر نبھاہا ہے۔مگر فرقہ مرزائیہ (احمدیہ) اس امر میں خاص امتیاز رکھتا ہے کہ وہ حسب ضرورت جو چاہتا ہے کہہ جاتا ہے ۔ یہی دستور العمل جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا تھا۔مرزا صاحب قادیانی کے متعلق تو اس وقت گفتگو نہیں ہے آپ کے متعلق تو ہماری کتاب تعلیمات مرزا قابل دید ہے۔ یہاں ہم ایک نئی بات ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔

آج کل لاہوری اور قادیانی اخباروں میں ایک سلسلہ مضامین مخالفہ جاری ہے جس کا موضوع ہے مولوی غلام حسن پشاوری۔

اس موضوع پر فریقین بڑی زور آزمائی کر رہے ہیں جس سے ہمیں بقول : محتسب را درون خانہ چہ کار، سر دست کوئی غرض نہیں ہے۔ ہاں اس سلسلہ میں ایک پشاوری نامہ نگار (قاضی محمد یوسف) الفضل قادیان میں لاہوری مرزائیوں کی تردید میں مضمون لکھتے لکھتے یہ بھی لکھ گئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی خلافت محمدیہ کے آخری خلیفہ تھے۔اور مولوی نور الدین اور میاں محمود احمد اور ان کے بعد آنے والے خلفاء مرزا احمدیت کے خلیفے ہوں گے۔ مرزا صاحب متوفی کی اصطلاح میں اسم محمد جلالی یعنی با سیاست نام ہے اور اسم احمد جمالی (بے سیاست) نام ہے۔

پشاوری نامہ نگار کے الفاظ ذیل میں ملاحظہ ہوں۔آپ مولوی محمد علی لاہوری کو جواب دیتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> ' جواب یہ ہے کہ جو خلافت اسم محمد کے ساتھ شروع ہوئی اور حضرت ابوبکر اس کے پہلے خلیفہ تھے وہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) پر ختم ہوگئی اور وہی

اس کے خاتم الخلفاء ہوئے ۔مگر جو خلافت اسم احمد کے ماتحت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) کے بعد شروع ہوئی اور حضرت نور الدین اعظم اس کے پہلے خلیفہ ہوئے مگر آج کے بعد جو مجدد یا محدث یا مصلح آئیں گے وہ اسی خلافت کے سلسلہ میں آئیں گے'۔ (الفضل قادیان ۹۔اپریل ۱۹۴۰ء)

اس کے متعلق پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کا کلام سن لیجئے ۔آپ فرماتے ہیں:

'محمد جلالی نام ہے اور احمد جمالی نام '(ازالہ اوہام۔ص ۶۷۳ طبع اول)

پس بقول مرزا صاحب قادیانی چونکہ محمد جلالی (باسیاست) نام ہے، اس لئے حضرت ابوبکر باسیاست (باحکومت) تھے جیسا کہ سب کو معلوم ہے ۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ،حضرت ابوبکر کی طرح باسیاست خلیفہ کیوں نہ ہوئے ۔خلافت محمدیہ کا ایک ہی سلسلہ جو باسیاست شروع ہوا اخیر میں جا کر بے سیاست کیوں ہو گیا۔

لطف یہ ہے کہ بے سیاست بھی ایسا ہوا کہ بانی سلسلہ (مرزا قادیانی) بقول خود یاجوج ماجوج کا غلام بن گیا۔اور اسی غلامی میں اپنی ساری عمر بسر کی اور اسی غلامی کے دائمی تحفظ اور بقا کے لئے دعائیں بھی کرتے رہے۔

اس سوال کا جواب دینا قادیانی جماعت کا فرض اولین ہے جنہوں نے یہ مضمون شائع کیا ہے۔

خلیفہ نور الدین بھیروی کس کے خلیفہ تھے؟ جواب یقیناً یہی ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے۔اب سوال یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی خلافت میں جو اسم محمد کی جلالیت داخل تھی وہ خلیفہ نور الدین میں کیوں منتقل نہ ہوئی۔اور ان کے بعد خلیفہ محمود احمد کیوں اس سے محروم رہے؟

(نوٹ) آئندہ اگر ضرورت ہوئی تو ہم بتائیں گے کہ پشاوری نامہ نگار کی ساری تقریر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف محض دفع الوقتی اور مقولہ در مع الدھر کے ماتحت ہے جس کے معنی یہ ہیں: چلو تم ادھر کو ہوا ہو جدھر کی

اظہار حقیقت ۔مرزا صاحب قادیانی اگر حضرت ابوبکر صدیق اکبر کی طرح باسیاست خلیفہ ہوتے، تو باوجود اختلاف عقائد کے ہم سب سے پہلے ان کو تسلیم کر لیتے

۔مگر وہ جانتے تھے کہ خلافت با سیاست کا دعوی کرنا کانٹوں کی سیج ہے جس پر لیٹ کر نیند نہیں آسکتی ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی جیسا ضعیف القلب آدمی خلافت باسیاست کا دعوی کیونکر کرسکتا تھا جس نے ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور کے حسب منشا اس مضمون کی تحریر لکھ کر دستخط کر دیئے تھے کہ میں آئندہ کسی شخص کی موت کا الہام شائع نہیں کرونگا۔اس کے بعد دعوی خلافت محمدیہ؟

اللہ رے ایسے حسن پہ یہ بے نیازیاں
بندہ نواز آپ کسی کے خدا نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۴۰ء،ص ۴۔۵)

بہائیوں اورقادیانیوں میں مناظرہ کب ہوگا ؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بہائیوں کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا ہے جس کو ایک ایسے شخص نے لکھا ہوا ہے جو کچھ عرصہ پہلے حکیم نورالدین قادیانی کی شاگردی کا فخر اور قادیانیت کا اثر اپنے اندر کامل رکھتا تھا۔اس کا نام مولوی عبداللہ کشمیری ہے۔

یہ مولوی عبداللہ صاحب بڑے پختہ قادیانی تھے۔انہوں نے سری نگر کشمیر میں قادیانیت کو بڑی کوشش سے پھیلایا۔اب آپ چند دنوں سے کھسکتے کھسکتے بہائی بن چکے ہیں ۔چونکہ اس سے پہلے وہ قادیانی تھے اس لئے بحکم قرآنی آت ذا القربی حقه انہوں نے اپنے قریبیوں (قادیانیوں) کا حق ادا کرنے کے لئے ایک دو ورقہ اشتہار شائع کیا ہے جس کی سرخی ہے:

علماءقادیان کی خدمت میں ایک دردمندانہ اپیل

باوجود بہائی ہوجانے کے آپ اس اشتہار میں یہ بھی لکھتے ہیں: قرآن کے خلاف ہرایک مذہبی عقیدہ اور مذہب میرے خیال میں باطل ہے

مقصود اس اشتہار سے یہ ہے کہ جو اصول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے

اپنے دعوی کی صحت کے لئے بتایا ہے، اور جس کو ان کے اتباع بھی صحیح سمجھ کر مخالفین کے سامنے پیش کرتے رہتے ہیں، اسی اصول کو معیار قرار دے کر مرزا غلام احمد صاحب کے ساتھ ہی شیخ بہاء اللہ ایرانی کی صداقت کا اندازہ کر لیجئے ۔آپ کے اشتہار کا خلاصہ اصل الفاظ میں یہ ہے:

مختصر یہ ہے کہ جب بہاء اللہ بقول آپ کے ایک چالاک مفتری تھا اور اس نے تقیہ کی بنا پر وحی و شریعت کا دعوی کیا تھا تو ایسا مفتری اس معیار پر کس طرح پورا اتر سکتا ہے جو مرزا صاحب نے اپنی رسالت کو ثابت کرنے کے لئے بیان فرمایا اور جس پر یہ اصرار ہے کہ قرآن شریف اور توراۃ کا بیان کردہ معیار ہے۔ (اشتہار مورخہ ۱۰۔مارچ ۱۹۴۰ء)

وہ معیار (پیش کردہ قادیانی) یہ ہے کہ، مدعی نبوت و رسالت دعوی کے بعد اگر ۲۳ سال تک زندہ رہے تو سچا ہے۔

مولوی عبداللہ کشمیری کہتے ہیں کہ اس معیار پر شیخ بہاء اللہ ایرانی کو پرکھ لیجئے اور اس مطلب کے لئے وہ قادیانیوں کو مباحثہ کا چیلنج کرتے ہیں۔

اس چیلنج کے جواب میں اخبار الفضل قادیان ۲۴ مارچ میں ایک مضمون مرقومہ مولوی محمد اسحاق صاحب نکلا ہے جس میں اس چیلنج میں مذکورہ مبحث کو مسترد کرتے ہوئے ایک اور مبحث پیش کیا ہے جو یہ ہے کہ پہلے شیخ بہاء اللہ کی الوہیت پر بحث کی جائے۔اس بارے میں الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

ہم اہل بہا کو یہ دعوت دیتے ہیں کہ وہ ہم سے قادیان یا لاہور جہاں وہ پسند کریں اس مسئلہ پر تبادلہ خیالات کر سکتے ہیں۔اس بحث میں اہل بہاء مدعی ہوں گے کہ بہاء اللہ خدا تھے اور ہم اس کی نفی کریں گے۔

لیکن اگر وہ ہمارے مذکورہ بالا سوال کا یہ جواب دیں کہ بہاء اللہ خدا نہ تھے، تو پھر اہل بہاء سے اس امر پر تبادلہ خیالات کریں گے کہ آیت خاتم النبیین کے ان معنوں کی رو سے جو اہل بہا کو مسلّم ہیں بہاء اللہ کا دعوی درست نہیں۔

پس اس دعوت کے ذریعہ ہم ہر صورت میں اہل بہاء سے تبادلہ خیالات کرنے کے لئے تیار ہیں اور ہمارا یہ تبادلہ خیالات ہمارے سوال،

بہاء اللہ خدا تھے یا نہیں
کے مثبت یا منفی یعنی ہاں یا نہیں کے ہر دو پہلوؤں پر ہوگا ۔یعنی ہاں کہنے پر ہم بہاء اللہ کی خدائی کی تردید کریں گے اور نہیں کہنے پر ہم یہ ثابت کرنے کے لئے تیار ہیں کہ آیت خاتم النبیین کے وہ معنی جو اہل بہا کرتے ہیں، پھر اس دعوی کی تردید کرتے ہیں، جو خدائی کے دعوی کے علاوہ ہوسکتا ہے۔
امید ہے کہ اہل بہاء بالخصوص لاہور کے بہائی سردار پریتم سنگھ صاحب اور مولوی عبداللہ صاحب کشمیری ہمارے اس دوستانہ تبادلہ خیالات کی دعوت کو پڑھ کر ہمیں مطلع فرمائیں گے کہ آیا وہ بہاء اللہ کی خدائی پر ہم سے اظہار خیالات کرنے کے لئے تیار ہیں یا خدائی سے انکار کرکے ہر اس دعوی کی تردید ہم سے سننے کے لئے تیار ہیں جو خدائی کے دعوی کے علاوہ ہو۔

(الفضل قادیان ۲۴ مارچ ۱۹۴۰ء)

ناظرین کے سامنے ہم نے دونوں عبارتیں رکھ دی ہیں ۔ہم اس امر میں کیا فیصلہ دے سکتے ہیں ۔البتہ اتنا عرض کرنے کی اجازت چاہتے ہیں کہ بہائی لوگ جب شیخ بہاء اللہ ایرانی کی رسالت ونبوت ثابت کرنے کے مدعی ہوں گے،تو الوہیت بہاء اللہ کا ابطال خود بخود ہو جائے گا ۔ یہ دلالت ایسی ہے جس کا م دلالت تضمنی یا التزامی نہیں (گویا) مطابقی ہے پھر اس پر یہ پخ لگانا کہ پہلے شیخ بہاء اللہ کی الوہیت پر بحث ہو، ہمارے نزدیک متکلمین کی شان کے خلاف ہے۔

مکرر گذارش:

ہم پہلے بھی اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں لکھ چکے ہیں کہ ان دونوں فریقوں کے مباحثہ میں ہم خدمت کرنے کو تیار ہوں گے۔ دست شوئی یا آب خورانی مشورہ دہی یا کتاب نمائی، ہم دونوں کے خادم ہوں گے۔البتہ گفتگو کے خاتمہ پر ہم ان دونوں کی خدمت میں اپنا عریضہ ان الفاظ میں پیش کریں گے

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم مہر وفا کچھ تو ادھر بھی

یعنی ہر دو فریق ہمارے ساتھ بھی گفتگو کر کے ہم کو راہ حق دکھائیں، یا ہمارا پیش کردہ حق قبول کریں تا کہ استاد ذوق کا یہ شعر صحیح ثابت ہو:

قیس و فرہاد کو بتلاؤں گا میں عشق کی راہ
اب کے جو میں طرف دشت و جبل جاؤنگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

اب مباہلہ کیوں نہیں ہوتا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق نے حکیم عبدالعزیز احمدی مصاحب شیخ عبد الرحمان مصری کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ اس کی منظوری کا اشتہار نمبر ۳ ہمارے ہاتھ میں ہے ۔ حکیم عبدالعزیز صاحب اڈیٹر فاروق سے مباہلہ کرنے کو تیار ہیں ۔مگر (اڈیٹر) فاروق صاحب کا جواب دیکھنے میں نہیں آیا۔

معلوم نہیں مباہلہ کرنے کیلئے بھی اتنے ایچ پیچ لگانے کی کیا ضرورت ہوتی ہے ۔ دنیاوی عدالتوں میں فریقین مقدمات کو اس لئے طوالت دیتے ہیں کہ حاکم عالم الغیب نہیں ہوتا۔مگر خدائے عالم الغیب کے سامنے اتنی کھینچا تانی کی ضرورت ہی کیا ہے

او لیس الله باعلم ما فی صدور العالمین (العنکبوت:۱۰)

معلوم ہوتا ہے کہ دال میں کچھ کالا ہے ۔کبھی کوئی عذر تراشا جاتا ہے، کبھی کوئی بہانہ بنایا جاتا ہے ۔ دراصل یہ سب کچھ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی تعلیم کا اثر ہے جنھوں نے ساری عمر میں صرف ایک دفعہ مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا اور اس سے پہلے اعلان کیا تھا کہ میں اس مباہلہ کے لئے استخارہ کر کے آیا ہوں۔

مگر مباہلے کے بعد جب ان کے مسلمہ اصول کے مطابق ایک سال گذر گیا اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی زندہ رہے تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر اعتراضات کی بوچھاڑ ہونے لگی کہ کیوں مولوی عبدالحق غزنوی نہ فوت ہوئے۔ نہ کسی

قسم کی بلا یا مصیبت میں مبتلا ہوئے۔

اس کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ دیا کہ میں نے مولوی عبدالحق غزنوی کے خلاف کوئی بددعا نہیں کی تھی۔ جو کچھ کہا تھا اسی نے کہا تھا۔

آخر نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فوت ہوگئے اور مولوی عبد الحق صاحب غزنوی زندہ رہے۔ تب ان کے معتقدین بھی وہی کہنے لگے جو مرزا صاحب قادیانی کہتے تھے۔

اس قسم کی باتیں باتونی لوگوں کی ہوتی ہیں۔ اللہ والے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ سیدھی بات یہ ہے کہ دونوں فریق مسجد قادیان میں جا کر اپنا اپنا دعوی بیان کریں پھر بڑی عاجزی سے فریقین میں سے جھوٹے فریق پر لعنت کریں۔ جیسا کہ قرآن مجید میں ارشاد ہے فنجعل لعنة الله على الكاذبين ٗ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۶)

شہادت الحق علی الباطل

بجواب بہائی میگزین بمبئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حق سے ہماری مراد قرآن مجید ہے اور باطل سے مراد قادیانی اور بہائی نبوت ہے۔ ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا، میں یہ امر پایہ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی، بہاء اللہ ایرانی کے متبع یا کم سے کم ان سے مستفیض تھے۔ آج کا یہ مضمون بھی ہمارے اس دعوی پر روشنی ڈالے گا۔

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دونوں اس امر پر متفق ہیں کہ ہماری نبوتوں کا ثبوت قرآن مجید سے ملتا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ دونوں حضرات قرآن مجید کی تصدیق کا اظہار کرتے تھے، اور مسلمانوں میں پیدا ہونے کی وجہ سے خاص کر مسلمانوں ہی کو اپنے اتباع میں داخل کرنا چاہتے تھے، اس لئے ضروری تھا

کہ اپنے اپنے دعوی پر قرآن مجید ہی سے استدلال کرتے ۔ چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سورہ جمعہ کی جن آیات سے اپنی نبوت کا ثبوت دیا ان کے الفاظ یہ ہیں:

هو الّذی بعث فی ا لا میین رسو لا مّنهم یتلوا علیهم آ یا ته و یز کّیهم و یعلّمهم ا لکتا ب و الحکمة و ان کا نوا من قبل لفی ضلا ل مبین۔ و آ خر ین منهم لمّا یلحقوا بهم (الجمعہ:۲-۳)۔

ان آیات سے آپ نے یوں استدلال کیا کہ اس سے پیغمبر اسلام کی دو بعثتیں (نبوتیں) ثابت ہوتی ہیں آپ کی ایک بعثت (نبوت) عرب کے امیوں میں ہوئی اور دوسری بعثت (نبوت) پچھلے لوگوں میں ۔ یہ دوسری بعثت میرے (مرزا کے) وجود میں ظہور پزیر ہوئی ۔ اس لئے میں محمد ثانی (بروزی نبی) ہوں ۔ (تریاق القلوب)

یہ تو ہے قادیانی نبوت کا مجمل تذکرہ جس کی تفصیل ہمارے رسالہ محمد قادیانی میں درج ہے۔ آج ہمارا روئے سخن ایرانی نبی کی طرف ہے۔ بہائی میگزین میں ایک مضمون بعنوان شہادت الحق نکلا ہے جس میں مضمون نگار نے قرآن مجید سے استدلال کر کے ایرانی نبوت کا ثبوت دینا چاہا ہے، کہ قرآن مجید کے ساتھ ایسی بے دردی کا برتاؤ کیا ہے کہ امام حسینؓ کے بعد کسی اور کے ساتھ ایسا نہ ہوا ہوگا۔

معذرت: ہم اس مضمون کو اصل الفاظ میں (مع اپنے حواشی) پیش کرتے ہیں تا کہ ہمارے ناظرین (علماء وطلباء) معلوم کرسکیں کہ قرآن مجید پر منکرین کی طرف سے جو حملے ہوتے ہیں قائلین کے حملے ان سے زیادہ سخت ہیں۔ پس ان کو ہر قسم کے حملوں سے مطلع ہوکر جواب کے لئے مسلح رہنا چاہیے:

حق سبحانہ وتعالی اپنی خلق کے حالات سے ہر آن واقف ہے ہر دم سب کا نگران ہے کوئی ہستی اس کے سامنے سے غائب نہیں ۔.... اس کے علم سے کوئی چیز غائب نہیں ہوتی ۔ وہ فرماتا ہے ما کنّا عن الخلق غا فلین . ہم اپنی مخلوق سے غافل نہیں اور ہم نئی نئی مخلوق پیدا کرنے سے غفلت نہیں کرتے ۔ ہم سب کے حالات سے اچھی طرح باخبر رہتے ہیں

و اللّٰہ علی کلّ شیء شھید ۔(البروج:۹)۔ ہر چیز ہماری نگرانی میں ہے خدائی نگرانی کا سایہ مخلوق پر ہمیشہ رہتا ہے۔ظاہری اور باطنی ہر لحاظ سے وہ مخلوق کی باقاعدہ نگرانی رکھتا ہے۔روحانی نگرانی کے سلسلہ میں وہ ہمیشہ اپنی جانب سے پیغمبروں کو دنیا کا نگران بنا کر بھیجتا رہتا ہے

(خدا کی نگرانی دنیا کی ہستی پر اثر رکھتی ہے جس کا عمل ابتدا سے انتہاء تک جاری ہے اور رہے گا جس کا ذکر اس آیت میں ہے ان اللہ یمسك السما وا ت و الار ض ان تزو لا (فاطر:٤١)۔ خدا ہی آسمان وزمین کو گرنے سے محفوظ رکھے ہوئے ہے

انبیاء کرام کی نگرانی اس قسم کی نہیں وہ نگرانی .... متعلق ہے۔اسی واسطے قیامت کے روز حضرت مسیح کہیں گے و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم (میں جب تک اپنی امت میں موجود تھا ان کی نگرانی کرتا رہا) حضرت عیسی اور آنحضرت ﷺ کے درمیان قریباً چھ سو سال کا عرصہ گذر چکا ہے جس کا نام قرآن مجید میں فترة من الر سل (رسولوں کی بندش کا زمانہ) بتایا گیا ہے۔پس یہ دونوں قسم کی نگرانی الگ الگ ہے جن میں فرق نہ کرنا قرآنی اصطلاح سے بے خبری پر مبنی ہے)۔

اس لئے پیغمبر خدا کی طرف سے شہید یعنی نگران ہوتے ہیں چنانچہ اس کا ثبوت قرآن مجید کی آیات ذیل سے ملتا ہے جن میں پیغمبر کو شہید یا شاہد بنا کر بھیجنے کا صاف صاف ذکر ہے

یا ایّھا النبی انا ارسلنا ك شا ھداً (الا حزاب:۴۵)

(اے نبی ہم نے تمہیں شاہد نگران بنا کر بھیجا ہے)۔

اور فرماتا ہے: انّا ار سلنا الیکم رسو لًا شا ھداً علیکم (المزمل:۱۵)(لوگوں ہم نے تمہاری طرف رسول تم پر شاہد یعنی نگران و گواہ بنا کر بھیجا ہے)۔

انا ار سلنا ك شا ھداً (الاحزاب:۴۵)(اے رسول ہم نے تمہیں شاہد بنا کر بھیجا ہے)

پس خدا نے جو ہر چیز کا نگران ہے اس کی نگرانی دین کے سلسلہ میں پیغمبر کے ذریعہ ہوا کرتی ہے۔شاہد حقیقی تو خدا ہی ہے، اپنی نیابت میں پیغمبر کو شاہد مقرر کرتا ہے۔اور جب دنیا غافل ہو جاتی ہے خداوند عالم نئے طور پر ایک پیغمبر کے ذریعہ دنیا کی نگرانی کا نیا انتظام (۲۔یہ بھی دراصل خلط مبحث ہے آپ

کے دعوے پر کوئی شرعی دلیل نہیں ہے البتہ یہ جملہ ہمارے لئے مفید مطلب ہے کہ، پیغمبر کے زیر سایہ رہ کر نگران ہوتے ہیں۔

یہ منصب علمائے کرام کا ہے جو پیغمبر اسلام ﷺ کا اتباع اپنی ذات پر فرض سمجھ کر آپ کی تعلیم کی نگرانی کرتے ہیں ۔ نہ کہ ان کا جو قرآن مجید کی تعلیم کو منسوخ کہہ کر ناسخ قرآن کتاب لانے اور مستقل رسالت ونبوت پانے کے مدعی ہوں جیسے شیخ بہاء اللہ ایرانی ۔) اور نیا پروگرام مرتب فرما دیتا ہے ۔پیغمبر جو خدا کی نیابت میں شاہد ونگران ہوتا ہے پیغمبر کو قبول کرنے والے پیغمبر کے زیر سایہ رہ کر دنیا والوں کیلئے نگران ہو جاتے ہیں۔ چنانچہ فرماتا ہے

لیکو ن الرسو ل شهیداً علیکم و تکو نوا شهداء علی الناس

(الحج:۷۸)(اے مومنو! رسول تم پر نگران ہوگا اور تم عام لوگوں پر نگران ہو گے)

حضرت مسیح کی زبانی کہلاتا ہے

و کنت علیهم شهیداً ما دمت فیهم (المائدۃ؛ ۱۱۷)

(میں اپنی امت کے لوگوں پر اس وقت تک نگران تھا جب تک میں ان میں رہا)

انبیاء بنی اسرائیل کے متعلق فرماتا ہے:

بما استحفظوا من کتا ب الله و کا نوا علیه شهدا ء (المائدہ:۴۴)

(وہ کتاب اللہ کے محافظ بنائے گئے تھے اور اس پر نگران تھے)

و انتم شهداء (آل عمران:۹۹) اے اہل کتاب تم شہداء یعنی نگران ہو۔

یاایها الذین آ منوا کو نوا قوامین لله شهداء با لقسط

(المائدۃ:۸)(مومنو! خدا کے لئے مضبوط کھڑے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ گواہی دینے والے بن کر)

مذکورہ بالا آیات سے پورے طور پر ثابت ہو گیا کہ

۱۔ خدا تعالی تمام عالم کا نگران ہے

۲۔ دینی نگرانی کے سلسلہ میں خدا تعالی پیغمبر کو نگران بنا کر مبعوث فرماتا ہے

۳۔ پیغمبر کو قبول کرنے والے بھی نگرانی کے ذمہ دار ہوتے ہیں

(بالکل سچ اور صحیح ہے اسی لئے تو ہم قرآن مجید کی تحریف کرنے والے بہائیوں اور قادیانیوں

کے مقابلہ میں مدافعت کرتے ہیں)

۴۔ اور جب وہ نگرانی چھوڑ دیتے ہیں بلکہ اس حالت میں ہو جاتے ہیں کہ خود ان کی نگرانی کی ضرورت پڑتی ہے تو خدا تعالی پھر اپنی نگرانی کا نیا ظہور کرتا ہے اور ایک پیغمبر حق کو شاہد و شہید نگران و گواہ بنا کر لوگوں میں برپا کرتا ہے (پس یہ ہے آپ کا دعوی جو دلیل کا محتاج ہے بنی اسرائیل کا ذکر کرنا آپ کو مفید نہیں کیونکہ انبیائے بنی اسرائیل میں سے کسی کے حق میں لفظ خاتم النبیین نہیں آیا جیسا کہ قرآن مجید میں آنحضرت ﷺ کے حق میں آیا)

جیسا کہ آیات مذکورہ میں بتایا کہ بنی اسرائیل کتاب اللہ کے نگران و گواہ بنائے گئے انہوں نے ایک مدت تک اپنا فرض ادا کیا جب وہ غافل ہو گئے خدا تعالی نے حضرت رسول کریم ﷺ کو شاہد و شہید بنا کر مبعوث فرمایا۔ اور چونکہ اپنی مخلوق کے حالات سے بے خبر نہیں اور ان کی ضروریات سے غافل نہیں اب جب کہ مسلمان بھی نگرانی کے قابل ہو گئے تو خداوند عالم نے حضرت باب و حضرت بہاء اللہ کو مبعوث فرمایا ہے کیونکہ قرآن مجید میں وعدہ فرمایا تھا کہ مسلمانوں کی حالت بدل جانے پر ہم نئے طور پر دعوت شروع کریں گے پھر نئی نگرانی ہوگی اور نئے شاہد پیدا کئے جائیں گے

(ثبوت بذمہ مدعی ہے ھا توا بر ھا نکم ان کنتم صادقین ۔ آپ کی پیش کردہ دلیل مع جواب اگلے نمبر میں آتی ہے۔) ۔ اور یہ مسلمہ امر ہے کہ عالم خلق میں اولین و بہتر ین شاہد پیغمبر ہوتے ہیں جو کتاب الہی اور فرمان خداوندی لاتے ہیں جیسا کہ رسول کریم ﷺ کو قرآن مجید میں بار بار شاہد کیا گیا ہے۔

اب ہم اس امر کو بیان کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں بھی محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد پیغمبر شاہد کے آنے کی خبر دی گئی ہے چنانچہ ارشاد ہے

افمن کا ن علی بیّنۃٍ من ر بّہ و یتلو ہ شا ھد منہ و من قبلہ کتاب موسی اما ماً و ر حمۃ (ھود :۱۷)

کیا وہ جو اپنے رب کی طرف سے روشن دلیل پر قائم ہے یعنی محمد رسول اللہ ﷺ (باطل پر ہوسکتا ہے؟) اور محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد ایک شاہد اسی کی جنس

سے (یعنی پیغمبر صاحب شریعت) آتا ہے

(آیت کی نحوی ترکیب سمجھے بغیر ایسا کہا ہے اگر ترکیب پر غور کر لیتے تو ہرگز ایسا نہ کہتے آپ کے ترجمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ یتلوہ کو ایک الگ جملہ مستانفہ بناتے ہیں حالانکہ واو عاطفہ چاہتی ہے کہ اس کا تعلق سابق سے ہو پس اس آیت میں شاہد سے مراد وہی ہے جو دوسری آیت وشھد شاھد من بنی اسرائیل علی مثلہ (الاحقاف:۱۰)۔ میں مذکور ہے جس کو آپ نے آگے چل کر خود بھی نقل کیا ہے۔ پس اس آیت کا ترجمہ مع شرح یہ ہے: کیا وہ شخص جو اپنے رب کی ہدایت پر ہو اور خدا کی طرف سے ایک گواہ (عالم کتب سابقہ) بھی اس کو شہادت کے واسطے ملتا ہو اور اس سے پہلے حضرت موسیٰ کی کتاب (توراۃ) بھی شہادت دیتی ہو، گمراہ ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں) اور محمد رسول اللہ ﷺ سے پہلے (بھی) حضرت موسیٰ کی کتاب توراۃ شاہد تھی پیشرو اور رحمت بن کر (لوگوں کو خبر دیتی تھی)

حضرت موسیٰؑ نے واضح طور پر اپنے مثیل حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی خبر تورات کتاب استثنا میں یوں دی تھی:

خداوند خدا تم میں سے تمہارے بھائیوں میں مجھ سا ایک نبی برپا کرے گا۔

اسی کا ذکر قرآن مجید میں یوں ہے:

قل ار ئیتم ان کا ن من عند اللہ و کفر تم بہ و شھد شا ھد من بنی اسرا ئیل علی مثلہ فآ من و استکبر تم (الا حقا ف :۱۰)

(کہہ دو، خیال تو کرو کہ اگر یہ خدا کی طرف سے ہے اور بنی اسرائیل میں سے شاہد عظیم اپنے مثل ومثیل کی شہادت دے چکا ہے۔ اس نے تو مان لیا تم نے تکبر کیا)۔

یہاں صاف فرمایا جو کہ شاہد بنی اسرائیل نے اپنے مثل کے متعلق شہادت دی تھی یہ وہی بات ہے جو من قبلہ کتاب موسیٰ میں بیان فرمائی۔

سورۃ ہود کی مذکورہ بالا آیت پر نظر ڈالئے۔ فرماتا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ من جانب اللہ ہیں ان سے پہلے حضرت موسیٰ نے بھی آپ کی شہادت دی تھی اور آپ کے بعد بھی آپ کی جن سے (یعنی صاحب شریعت پیغمبر) آتا ہے جو آپ کی صداقت کی شہادت دے گا اس پیش گوئی کا مصداق حضرت سید علی محمد باب ہیں جنہوں نے یہ شہادت پورے طور پر دی پس آیت یتلوا

شاھد منہ میں صاف فرمایا ہے کہ محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد شاہد پیغمبر آئے گا (بہائی میگزین بمبئی بابت فروری ۱۹۴۰ص ۶ تا ۸)

(حاشیہ۔ ہمارے رسالہ بہاء اللہ اور میرزا کے زمانہ تالیف تک آپ لوگ شیخ بہاء اللہ کو نبی نہیں کہتے تھے مگر اب ان کے علاوہ علی محمد باب کو بھی نبی کہنا شروع کر دیا ہے۔ کیا آپ لوگ علی محمد باب کی تصنیفات میں سے کوئی ایسا لفظ دکھا سکتے ہیں جس سے قطعی طور پر ان کی رسالت ونبوت ثابت ہو سکے۔ یاد رکھیئے محض الہام سے اصطلاحی نبوت کا ثبوت نہیں ہوسکتا ورنہ مرزا صاحب نے ۱۲۷۶ھ میں الہام کا دعوی کیا تھا حالانکہ اس وقت آپ منصب نبوت پر فائز ہونے سے انکاری تھے،

مختصر یہ کہ آپ شیخ بہاء اللہ کا دعوی نبوت ان دلائل قاطعہ سے ثابت کیجئے جن کو آپ منکرین قرآن کے سامنے بھی پیش کرسکیں آئندہ بھی اگر آپ قرآن مجید سے ایسے ہی تمسکات پیش کریں گے تو ہم مجبوراً یہ شعر پڑھیں گے:

گر زعشقت خبرے ہست بگوائے واعظ ورنہ خاموش کہ اں شور وفغاں چیزے نیست۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۳۔۵)

قادیانی کا تعارف خود ان کے قلم سے

جناب مولوی عبدالوکیل خطیب نواب گنج دہلی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی جن کو اپنے لئے مختلف الفاظ استعمال کر کے اپنا تعارف کرانا پڑا کرشن مسیح موعود مہدی معہود وغیرہ، میرا خیال ہے کہ عوام نے اس بنا پر کہ اپنے منہ بڑا بننا اہل دانش کے نزدیک پسندیدہ فعل نہیں، ان مدعی صاحب کی قدر نہ کی۔ اچھا اب تو وہ آنجہانی ہو چکے اس لئے ان کا پیچھا چھوڑیئے۔

لیکن قبل اس کے کہ ان کا تعارف کرایا جائے اسی ذیل میں ایک اور ہستی کا تعارف کرانا اخلاقی فرض ہے اس لئے میں جناب مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کا ذاتی تعارف کرانے کی بجائے ان کے نام نامی پر اکتفا کرتا ہوں۔ کیونکہ ماشاء اللہ وہ

بقید حیات موجود ہیں اس لئے ان کے تعارف کی چنداں ضرورت نہیں:

آفتاب آمد دلیل آفتاب

لیکن اتنا ضرور معلوم ہو جانا چاہیے کہ آپ فاتح قادیان کے لقب سے مشہور ہیں جو امت مسلمہ کا دیا ہوا خطاب ہے نہ خود تجویز کردہ۔ مرزا صاحب آنجہانی نے آپ کو بہت کچھ کہا سنا مگر آپ نے جھوٹے کو جھوٹے کے گھر تک پہنچانا، مقولہ پورا کر دکھایا۔ چنانچہ تنگ آمد بجنگ آمد، خدا کا دروازہ کھٹکھٹا کر بددعا کرنے کی ٹھانی لیکن آخر ہوا کیا، وہی جو اس کی جناب سے مخلوق کو امید ہونی چاہیے بہتر ہو اگر آپ صاحبان خود مرزا صاحب قادیانی کے قلم سے اس امید کا ملاحظہ فرمائیں

پیغام صلح لاہور ۵ فروری ۱۹۴۰ کے پہلے صفحہ پر جلی قلم سے خود مرزا صاحب قادیانی کے ملفوظات کشتی نوح کے حوالہ سے اس طرح نقل کرتا ہے:

کیا خوش قسمت وہ لوگ ہیں جو اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو ہر ایک آلودگی سے پاک کر لیتے ہیں اور اپنے خدا سے وفاداری کا عہد باندھتے ہیں کیونکہ وہ ہرگز ضائع نہیں کئے جائیں گے۔ ممکن نہیں کہ خدا ان کو رسوا کرے کیونکہ وہ خدا کے ہیں اور خدا ان کا۔ وہ ہر ایک بلا کے وقت بچائے جائیں گے۔ احمق ہے وہ شخص جو ان کا قصد کرے کیونکہ وہ خدا کی گود میں ہیں۔ اور خدا ان کی حمایت میں۔ کون خدا پر ایمان لایا صرف وہی جو ایسے ہیں۔ ایسا ہی وہ شخص بھی احمق ہے جو ایک بے باک اور گنہ گار اور بدباطن اور شریر النفس کے فکر میں ہے کیونکہ وہ خود ہلاک ہوگا۔ جب سے خدا نے آسمان زمین بنایا کبھی ایسا اتفاق نہ ہوا کہ اس نے نیکوں کو تباہ اور ہلاک اور نیست و نابود کر دیا ہو۔ بلکہ وہ ان کے لئے بڑے بڑے کام دکھلاتا رہا ہے اور اب بھی دکھلائے گا۔ وہ خدا نہایت وفادار خدا ہے اور وفاداروں کے لئے اس کے عجیب کام ظاہر ہوتے ہیں۔ دنیا چاہتی ہے کہ ان کو کھا جائے اور ہر ایک دشمن ان پر دانت پیستا ہے مگر وہ جو ان کا دوست ہے (خدا) ہر ایک ہلاکت کی جگہ سے ان کو بچاتا ہے اور ہر ایک میدان میں ان کو فتح بخشتا ہے۔ کیا ہی نیک طالع وہ شخص ہے جو اس خدا کا دامن نہ چھوڑے،

عبارت صاف ہے ۔حقیقت خود بول اٹھے معاملہ خود منکشف ہو جائے گا مرزا صاحب مولوی ثناء اللہ صاحب کو بے باک بد باطن وغیرہ بزعم خود سمجھتے ہوں گے تو پھر وہ خود کیا ہوئے؟ خود ان کے قلم سے، احمق، کی تعریف پڑھ لیجئے۔نتیجہ کیا ہوا؟ وہی جو سب کو معلوم ہے کہ خود ہلاک ہو گئے چنانچہ کسی نے ان کی وفات حسرت ناک پت دلی جذبات کا اظہار اس طرح کیا ہے :

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

مولانا ثناء اللہ امرتسری کو خدا نے حیات عطا کر کے بڑے بڑے کام دکھائے۔مرزائی مناظر سے فتح یابی کے بعد تین سو روپے حاصل کئے۔سابق نواب رام پور سے فتح کی سند حاصل کی۔ جماعت اہل حدیث جو خدا کا دامن نہ چھوڑنے کی مصداق اور توحید کی علم بردار ہے جن کے ایک عالم اور مبلغ مولانا ثناء اللہ بھی ہیں جن کو خدا نے حملہ قاتلانہ کے وقت اپنے خاص فضل سے محفوظ رکھا۔مولانا کی خدا دوستی اور سچائی کے لئے اس واقعہ میں نشان نہیں ہے؟

ہاں اہل بصیرت وانصاف پسند حضرات تعصب کو بالائے طاق رکھ کر قرآن مجید وحدیث صحیح پر عمل کریں یعنی زمرہ اہل حدیث میں شامل ہو جائیں کیونکہ اس جماعت کی سچائی حقانیت اور خدا پرستی کے لئے علاوہ قرآن حدیث پر عمل کے موقع بموقع مشکلات وغیرہ کے مقامات پر خدا کی غیبی امداد ایسی ہوتی ہے جو مومنوں اور اللہ والوں کے لئے ہی ہو سکتی ہے جیسا کہ اوپر کا اقتباس بھی ظاہر کرتا ہے اور قرآن مجید میں ارشاد ہے: حقّا علينا نصر المؤ منين (الروم:٤٧)

دوسری جگہ:كذ لك ننجی المؤ منين (الانبياء:٨٨)

اس مختصر اور مفید اقتباس سے صحیح نتیجہ نکال کر ناظرین کے سامنے رکھا ہے خدا سمجھ اور نیک توفیق عطا فرمائے۔آمین۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ٢٦۔اپریل ۱۹۴۰ء ص ۷)

جماعت مرزائیہ ہر دو صنف میں باہمی مباحثہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا محمد قاسم مرحوم دیوبندی میدان مناظرہ میں اپنے مخالفوں کو مخاطب کرکے ایک رباعی پڑھا کرتے تھے جسے ہم تبرکاً یہاں درج کرتے ہیں

ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دونکی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو ہے یہ قول کہ آئے ہیں آیئے
دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

یہ واقعی بات ہے کہ بہادر یا قادر الکلام لوگ باتوں میں وقت ضائع نہیں کیا کرتے، بلکہ وہ اصل کام فوراً شروع کر دیتے ہیں۔

جماعت احمدیہ (مرزائیہ) عرصہ سے باہمی مناظرے کی تجویزیں کر رہی ہے۔ اس مناظرہ کی تیاری کے سلسلہ میں فریقین کی طرف سے شائع شدہ مضامین کی ایک قسط ہم نے بصورت رسالہ شائع کردی ہے جس کا نام ہے مکالمہ احمدیہ۔ جو بالکل ہوشیار گتکا بازوں کی طرح صرف نشانہ باندھنے کی صحیح تصویر ہے۔ اب پھر نئے سرے سے اسی گفتگو کی سلسلہ جنبانی شروع کی گئی ہے جس کی ابتداء مولوی محمد علی لاہوری نے بڑے لطیف پیرائے میں کی ہے۔ اس لئے ہم یہ سارا اقتباس نقل کرتے ہیں۔

قادیانی جماعت مسیح موعود کے مقصد و مسلک سے ہٹ گئی ہے

قادیان کی جماعت حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے اصل مقصد سے ہٹ گئی ہے۔ قرآن کریم کی اشاعت کا نام تک ان کی زبان پر آنا مشکل ہو گیا ہے۔ صرف یہی نہیں کہ یہ لوگ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے مقصد سے ہٹ گئے ہیں بلکہ یہ آپ کے مسلک سے بھی بہت دور چلے گئے ہیں۔ قادیان میں ایک نئے مذہب کی بنیاد رکھی

جارہی ہے ۔اس نئے مذہب میں نام تو حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا ہے لیکن درحقیقت اس کی ساری بنیاد خلافت پر ہے۔ بے شک ابھی یہ بات پورے طور پر واضح نہیں ۔لیکن کچھ وقت بعد سارے پردے ہٹ جائیں گے اور ساری پوشیدہ باتیں ظاہر ہو جائیں گی ۔ یہ میں نے جو کچھ کہا ہے بالکل درست ہے۔اس میں قطعاً کوئی غلط بیانی یا مبالغہ نہیں ہے ۔ میں خانہ خدا میں اس مقام (منبر) پر کھڑا ہوں اور نہ ہمیں قادیانی جماعت سے کوئی ضد ہے۔ نئے قادیانی مذہب میں صرف محمود باقی رہتا ہے۔اس وقت میرے ہاتھ میں الفضل مورخہ ۵ ۔اپریل ۱۹۴۰ء کا پرچہ ہے ۔اس میں میاں (محمود) صاحب کا ۱۹ ۔امان ۱۳۱۹ھش (قادیانیوں کا جدید سن) کا خطبہ شائع ہوا ہے۔اس خطبہ کی ابتدا ہی میں میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کہتے ہیں

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کے زمانہ کی بات ہے ۔ابھی نہ کوئی خلافت کا سوال تھا ۔ نہ اس قسم کا نظام جماعت کے سامنے تھا کہ مجھے الہام ہو ان الذین اتبعوك فوق الذين كفروا الى يوم القيامة حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ابھی زندہ ہی تھے ۔ میں نے آپ کو یہ الہام سنایا تو آپ نے اپنے ہاتھ سے الہاموں کی کاپی میں یادداشت کے طور پر اسے درج فرمالیا۔یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں یقیناً ان کو جو تیرے متبع ہوں کے ان لوگوں پر جو تیرے مخالف ہوں گے ہمیشہ غالب رکھونگا اور یہ غلبہ قیامت تک رہے گا (ص ۳)

الہام میاں (محمود احمد) صاحب کو ہوا اور اسے درج حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنی کاپی میں فرمالیا۔ گویا حضرت مسیح موعود نے بقول میاں صاحب تسلیم کرلیا کہ میرا نہیں بلکہ میرے بیٹے کا ماننا ضروری ہے اور اسی کا غلبہ تا قیامت رہے گا۔ یہ ہے وہ نیا مذہب جو آج کل قادیان میں بن رہا ہے ۔ دیکھ لیجئے ۔اس میں حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب قادیانی) باقی نہیں رہے ۔صرف محمود باقی رہ گیا ہے ۔جس طرح ماموروں کا ماننا ضروری ہے اسی طرح میاں صاحب (مرزا محمود) نے اپنا ماننا ضروری قرار دیا ہے ۔انہیں ویسے تو ماموریت کا دعویٰ نہیں لیکن مقام وہ اختیار کیا ہے جو ماموروں کے لائق ہے ۔

جماعت لاہور کے متعلق میاں صاحب کا تازہ ارشاد

اس کے بعد اسی خطبہ میں میاں صاحب نے کہا ہے کہ گذشتہ ایام سے غیر مبایعین پھر سر اٹھا رہے ہیں اور وہ اپنے دل میں یہ امیدیں قائم کر رہے ہیں کہ وہ جماعت میں پھر کوئی فتنہ پیدا کر سکیں گے۔ چنانچہ انہوں نے ایک علیحدہ اخبار ینگ مسلم اسی غرض سے جاری کیا ہوا ہے۔ اور ان کے بعض آدمی بھی وقتاً فوقتاً قادیان میں آتے اور بعض منافقین سے سنتے رہتے ہیں۔ اور وہ اپنے دل میں پھر یہ خیال کرنے لگ گئے ہیں کہ اس رنگ میں وہ کامیاب ہو جائیں گے۔ مگر میں جانتا ہوں کہ وہ یقیناً ناکام رہیں گے۔ پس چاہے وہ کتنا زور لگا لیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہو سکتے (۴)

اس بڑے بول کے باوجود میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کو فکر بھی ہے کہ

' جہاں اللہ کا یہ وعدہ ہمیں یقین دلاتا ہے کہ ہم غالب رہیں گے وہاں ایک اور بات کی طرف بھی ہمیں توجہ دلاتا ہے وہ یہ کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فرمانا کہ قیامت تک میرے ماننے والے منکرین خلافت پر غالب رہیں گے بتاتا ہے کہ مخالفین خلافت کسی نہ کسی صورت میں باقی رہیں گے۔ یہ بات یقیناً فکر والی ہے۔ کیونکہ اگر دشمن نے کسی نہ کسی رنگ میں رہنا ہے اور اگر مخالف نے کسی نہ کسی رنگ میں ہمیشہ ہمارے راستے میں روڑے اٹکاتے رہنا ہے تو ہمارے لئے بھی ہمیشہ ہی اس کے مقابلے کا انتظام کرتے رہنا ضروری ہوگا۔ کیونکہ انسانی جسم میں اگر کوئی مرض رہے تو بہر حال اس کا علاج ضروری ہوتا ہے۔ ایک شخص کو نزلہ ہوتا ہے اور چند دنوں کے بعد وہ اچھا ہو جاتا ہے تو وہ اتنے ہی اور دوائی کھاتا ہے جتنے دن میں بیمار رہتا ہے۔ ایک اور شخص کو بخار ہوتا ہے اور وہ اچھا ہو جاتا ہے تو وہ بھی اتنے ہی دن دوائی کھاتا ہے جتنے دن بیمار رہتا ہے۔ لیکن اگر کوئی مرض ایسا ہو جو خواہ کتنا ہی چھوٹا کیوں نہ ہو مگر ہمیشہ ساتھ رہے تو اس کے متعلق انسان ہمیشہ دوائی استعمال کرتا رہتا ہے تا کہ مرض دبا رہے اور وہ جسم پر غلبہ نہ پائے۔ پس صرف اس بات پر خوش ہونے کی کوئی وجہ نہیں کہ ہم غالب رہیں گے... بہر حال وہ فتنہ ایسا نہیں کہ ہم اس کی طرف سے غافل ہو سکیں '، اب دیکھ لیجئے میاں (محمود احمد) صاحب صاف کہہ رہے ہیں کہ میرے ماننے والے منکرین خلافت پر ہمیشہ غالب رہیں گے۔ نہ اللہ رہا نہ

رسول رہا۔ نہ مسیح موعود رہا۔ صرف خلیفہ ہی خلیفہ رہ گیا۔ اور فکر بھی صرف اس بات کی ہے کہ منکرین خلافت ہمیشہ رہیں گے۔

مسئلہ نبوت کے متعلق میاں صاحب کی افسوس ناک غلط بیانی

خیر یہ تو ایک ضمنی بات آ گئی تھی اصل چیز جو میں آپ کو بتانا چاہتا ہوں وہ ایک اور ہے۔ میاں صاحب نے اپنے خطبہ جمعہ ۱۵ مارچ (۱۹۴۰ء) میں جس کا عنوان ہے ' دینی اور دنیوی کاموں میں ہمیشہ سچ اختیار کرو' بظاہر سچ بولنے پر بہت زور دیا ہے۔ لیکن اس کے ساتھ ہی اسی خطبہ میں بہت ہی نہائت افسوسناک غلط بیانیاں کی ہیں۔ ایک جگہ مسئلہ نبوت کے متعلق آپ کہتے ہیں

'اسی طرح پہلے آپ (حضرت مسیح موعود مرزا صاحب) لکھتے رہے کہ میں نبی نہیں ہوں مگر بعد میں نبوت کا دعوی کیا۔ لوگوں نے اعتراض کیا تو یہ نہیں فرمایا کہ میرا تو پہلے بھی یہی مطلب تھا کہ میں نبی ہوں۔ 'نہیں' کا لفظ کاتب نے غلطی سے لکھ دیا۔ بلکہ سادگی سے اقرار کر لیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدے کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا۔ مگر خدا تعالی کی بارش کی طرح وحی نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہیں رہنے دیا' (الفضل ۲۳ مارچ ۱۹۴۰ء) گویا خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے یہ صورت قائم کی ہے کہ پہلے حضرت مسیح موعود اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے بعد میں کہنے لگے۔ اس وقت لوگوں نے اعتراض کیا تو آپ نے فرمایا بے شک میں کہتا تھا کہ میں نبی نہیں ہوں لیکن یہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق تھا۔

میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کا یہ بیان از سر تا پا غلط ہے۔ اول دیکھنے والی یہ بات کہ کیا یہ صحیح ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کبھی پہلے اپنے آپ کو نبی نہ کہتے تھے اور بعد میں کہنے لگے۔ اور لوگوں کے اعتراض پر آپ نے یہ فرمایا ہو کہ میرا انکار مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کی وجہ سے تھا۔ یہ از سر تا پا غلط ہے۔ گو اس کے اول اور آخر دوسروں کو سچ بولنے کی تلقین ہو مگر اس میں ذرہ بھر صداقت نہیں ہے،

حضرت صاحب پر کب اعتراض ہوا؟ اور اس کے جواب میں آپ نے کیا فرمایا؟ دوسرا سوال یہ کہ لوگوں نے کب آپ پر نبوت کی وجہ سے اعتراض کیا اور کفر کا فتوی لگایا؟ یقیناً

آپ کے دعویٰ مسیحیت پر ہی لوگوں نے آپ پر کفر کا فتویٰ لگایا اور آپ کی طرف دعویٰ نبوت منسوب کیا۔ اس سے پہلے تو نہیں ہوا۔ اس وقت تو ان اعتراضات اور فتاویٰ کفر کے جواب میں آپ نے فرمایا تھا: 'کیا ایسا بد بخت مفتری جو خود رسالت اور نبوت کا دعویٰ کرتا ہے۔ قرآن شریف پر ایمان رکھ سکتا ہے اور کیا ایسا وہ شخص جو قرآن شریف پر ایمان رکھتا ہے کہہ سکتا ہے میں آنحضرت ﷺ کے بعد رسول اور نبی ہوں' (حاشیہ انجام آتھم۔ص ۲۷)، گویا جو شخص آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت و رسالت کا دعویٰ کرتا ہے اس کے متعلق حضرت (مرزا) صاحب فرماتے ہیں کہ وہ قرآن شریف پر کیسے ایمان رکھ سکتا ہے اور جو قرآن کریم پر ایمان رکھتا وہ دعویٰ نبوت و رسالت ہی کس طرح کر سکتا ہے۔ یعنی آپ فرماتے ہیں کہ یہ دو متضاد چیزیں ہیں کہ ایک شخص قرآن پر بھی ایمان رکھے اور دعویٰ نبوت و رسالت بھی کرے۔ اس کے بعد آپ لفظ نبی کو لغوی معنوں میں استعمال کرنیکے متعلق فرماتے ہیں کہ: 'غیر حقیقی طور پر کسی لفظ کو استعمال کرنا اور لغت کے عام معنی کے لحاظ سے اسے بول چال میں لانا مستلزم کفر نہیں۔ مگر میں اس کو بھی پسند نہیں کرتا کہ اس میں عام مسلمانوں کو دھوکہ لگ جانے کا احتمال ہے' (ایضاً)

دیکھ لیجئے جہاں حضرت (مرزا) حضرت نبی کریم ﷺ کے بعد دعویٰ نبوت کرنے والے کو کافر اور مفتری قرار دیتے ہیں وہاں لغت کے عام معنوں کے لحاظ سے لفظ نبی کے استعمال کو مستلزم کفر قرار نہیں دیتے۔ آگے چل کر لفظ نبی کی مزید تشریح اس طرح فرماتے ہیں کہ: 'بعض اوقات خدا تعالیٰ کے الہامات میں ایسے الفاظ استعارہ اور مجاز کے طور پر اس کے بعض اولیا کی نسبت استعمال ہو جاتے ہیں اور وہ حقیقت پر محمول نہیں ہوتے۔ مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کا نام .. نبی اللہ انہی مجازی معنوں کی رو سے ہے جو صوفیا کرام کی کتابوں میں مسلم ہیں' (ایضاً)

قادیانیوں کا سکوت عن الحق

حضرت (مرزا) صاحب کی ان تشریحات سے معلوم ہو سکتا ہے کہ لفظ نبی کے استعمال سے آپ کی مراد کیا تھی اور میاں صاحب (مرزا محمود احمد) نے جو یہ منبر پر کھڑے ہو کر کہا ہے کہ: 'سادگی' سے اقرار کر لیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے

آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا '، بالکل غلط ہے۔ اب یہ نیا مذہب قادیان میں بن رہا ہے اور لوگوں کی آنکھوں کے سامنے بن رہا ہے۔ لیکن کسی کو مجال نہیں کہ وہ اس کے خلاف ایک حرف بھی زبان سے نکال سکے۔

میاں صاحب کی متضاد باتیں

حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی طرف خواہ مخواہ دعوی نبوت منسوب کیا جارہا ہے۔ اور اس بارہ میں عجیب وغریب قسم کی متضاد باتیں کہی جارہی ہیں۔ کبھی کہا جاتا ہے کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے ۹۱۔۱۸۹۰ء میں دعوی نبوت کیا۔ کبھی ۱۹۰۱ء کا نام لیا جاتا ہے اور کبھی کہا جاتا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں دعوی نبوت کیا۔

حضرت صاحب کا اپنا ارشاد

حالانکہ 'ایک غلطی کا ازالہ' جو ۱۹۰۱ء کی ایک کتاب ہے اس میں حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب صاف صاف فرماتے ہیں کہ: 'چالیس برس تک سلسلہ وحی نبوت کا جاری رہنا اور زمانہ آنحضرت ﷺ سے بھی بڑھ جانا آپ لوگوں کا عقیدہ ہے۔ بیشک ایسا عقیدہ تو معصیت ہے'، لیکن جس طرح میاں (محمود) صاحب نے اس خطبہ میں بیان کیا ہے اس طرح حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی وحی نبوت چالیس سال سے بڑھ جاتی ہے۔ جو حضرت (مرزا) صاحب کے ہی مندرجہ بالا ارشاد کے مطابق معصیت ہے۔ اسکے بعد نبی کا لفظ لغوی معنوں میں بطور مجاز و استعارہ استعمال کرنے کا ذکر کرتے ہوئے اسی کتاب میں فرماتے ہیں کہ: 'اس طور پر نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا'

میاں صاحب اور ان کی ساری جماعت کو میرا چیلنج

لیکن خلیفہ صاحب اس کے برعکس فرمارہے ہیں کہ پہلے حضرت (مرزا) اپنے آپ کو نبی نہیں کہتے تھے۔ بعد میں دعوی نبوت کیا 'سادگی سے اقرار کرلیا کہ مسلمانوں کے پرانے عقیدہ کے مطابق میں اپنے آپ کو نبی نہیں سمجھتا تھا '۔ اب نہ صرف میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کو بلکہ ساری قادیانی جماعت کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ حضرت (مرزا غلام احمد صاحب) کی کسی تحریر اور کسی تقریر سے یہ بات نکال کر دکھائیں

راست گوئی کی تلقین کے ساتھ ساتھ افسوس ناک غلط بیانیاں

مجھے نہائت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ میاں صاحب نے یہ غلط بیانی سچ بولنے کی تلقین کے وعظ میں کی ہے۔ اصل میں جھوٹ کے پیر نہیں ہوتے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنے میں میاں صاحب نے طرح طرح کی ٹھوکریں کھائی اور غلط بیانیاں کی ہیں، کبھی لکھا کہ ۱۹۰۲ء میں دعوی نبوت کیا۔ کبھی یہ کہ ۱۹۰۱ء میں دعوی نبوت کیا...

میاں صاحب تینوں اختلافی مسائل پر بحث کیلئے میدان میں نکلیں۔ فرض کرو اس طرح یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ہم میں سے کس نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہوگا کہ ہم دو آدمیوں میں سے محمد علی نے یہ غلطی کھائی ہے اور مرزا محمود نے یہ غلطی کھائی یہ پتہ نہ لگا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا مسلک کیا تھا۔ اس لئے میں میاں (محمود) صاحب کو انہی کے الفاظ میں چیلنج دیتا ہوں کہ وہ ان تین مسائل کے متعلق جس طرح چاہیں ثالثوں کو رکھ کر یا بغیر اس کے یہ بحث کر لیں کہ ہم دونوں فریق لاہور اور قادیان میں سے کس کا مسلک حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی تعلیم کے مطابق ہے اور کون اس مسلک سے دور جا رہا ہے۔ وہ تین مسائل جو دونوں جماعتوں میں وجہ نزاع ہیں یہ ہیں: ۱۔ مسئلہ کفر و اسلام ۔۲۔ مسئلہ نبوت ۔۳۔ مسئلہ خلافت ۔ بیشک ثالث مقرر کر لیا جائے۔ اور کوئی معقول صورت ہو۔ میں اکیلا بحث کرونگا۔ بحث تحریری ہوگی۔ میں اکیلا گفتگو کرونگا اور کسی کی امداد کا خواہاں نہیں ہونگا میاں (محمود احمد) صاحب بے شک اپنی امداد کے لئے جس قدر آدمی چاہیں لے آئیں، میری امداد کے لئے خدا کافی ہے۔ ہاں بحث تحریری ہوگی'۔ (پیغام صلح لاہور ۱۸۔ اپریل ۱۹۴۰ء ص ۴ تا ۶)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں) الفضل ۲۴۔ اپریل میں اس چیلنج کی منظوری بھی آ گئی ہے۔ اس لئے ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ یہ مباحثہ ضرور ہوگا۔ اس کے علاوہ ہم بھی اس مباحثے میں اپنی خدمت پیش کرتے ہیں۔ جو فریق ہم سے کوئی مشورہ لے گا یا کوئی حوالہ پوچھے گا تو ہم بلا دریغ بتا دینگے۔ ان شاء اللہ

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ساری عمر میں ایک ہی مباحثہ کیا تھا جو ڈپٹی

آتھم (عیسائی) سے امرتسر میں ہوا تھا۔ چونکہ مباحثہ مذکور امرتسر میں ہوا تھا جو کہ لاہور اور قادیان میں مکاناً سوی کا حکم رکھتا ہے۔اس لئے مجوزہ مباحثہ بھی امرتسر ہی میں ہونا چاہیے۔ہم اس کے انتظام میں مدد دینے کو حاضر ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ ہم بھی جماعت احمدیہ سے پرانا تعلق رکھتے ہیں۔ جو ان دو جماعتوں کے امتیازی وجود سے پہلے کا ہے۔ اس لئے اس باہمی مباحثہ کے اختتام کے بعد ہمارا چیلنج ہوگا کہ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ کے متعلق دونوں جماعتیں ہم سے گفتگو کر لیں۔ اور ہم خوش ہوں گے کہ اگر ہمارے مقابلہ میں دونوں جماعتیں متفق ہو جائیں۔مگر مناظر جو شخص بھی منتخب ہو، وہ فریقین کے سرگروہوں کی اجازت سے ہونا چاہیے۔مولوی محمد علی کے یہ الفاظ میں بھی دہراتا ہوں کہ میں اکیلا بحث کرونگا اور بحث تحریری ہوگی۔

باقی شرائط تقسیم اوقات وغیرہ کے متعلق جو آپ لوگوں کے مابین طے ہوں وہ مجھے بھی منظور ہوں گی۔

قادیانی و لاہوری ممبرو! ہمت کرو اور مرد میدان بن کر مقابلہ میں آؤ اور مجھے موقع نہ دو کہ میں آپ لوگوں کے حق میں یہ شعر پڑھوں۔

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنون خوف سے انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۴۰ء ص ۴۔ ۶)

(لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح میں قادیانی خلیفہ محمود احمد کی اپنے باپ سے مخالفت پر مبنی مضامین شائع ہوتے رہتے تھے اور اور یہ بھی بتایا جاتا تھا کہ مرزا غلام احمد کے قادیان اور خلیفہ محمود احمد کے قادیان میں کتنا فرق ہے، اور قادیان کی روحانی اور اخلاقی حالت میں کتنا تنزل آ چکا ہے۔ ذیل میں منشی عمر الدین شملوی کا ایک مضمون نقل کیا جارہا جس میں انہوں نے بتایا ہے کہ قتل انبیاء کے سلسلہ میں مرزا محمود احمد کا عقیدہ مرزا غلام احمد سے مختلف ہے۔ یاد رہے کہ منشی عمر الدین صاحب بڑے پکے قادیانی تھے۔ قادیانیوں کے معروف مناظر تھے۔ مباحثہ لدھیانہ ۱۹۱۲ء کے محرکین میں سے تھے۔ بعد میں بھی مولانا ثناء اللہ کے مدمقابل آتے رہے۔اور خلیفہ محمود احمد کے مخالف ہو کر لاہوریوں سے جا ملے تھے۔

دوسرا مضمون لعل دین صاحب لاہوری کا ہے جو پیغام صلح میں شائع ہوا تھا جس میں مرزا غلام احمد صاحب کے قادیان کی تعریف کی گئی ہے اور اس کے علمی و اخلاقی زوال کا سبب مرزا محمود احمد کو گردانا گیا ہے۔

منشی عمر الدین صاحب شملوی لکھتے ہیں:

قتل انبیاء: میاں محمود احمد صاحب کا مذہب مسیح موعود کے خلاف

حضرت مسیح موعود نے بڑے شد و مد سے اپنی کتاب تذکرۃ الشہادتین میں لکھا ہے کہ کسی سلسلہ کا بانی نبی اور آخری نبی لازماً قتل سے محفوظ رکھے جاتے ہیں۔ پھر ان کے قتل سے محفوظ رکھے جانے کا فلسفہ بھی بیان کیا ہے۔ اسی وجہ سے تمام جماعت کا بلا استثناء احدے یہی مذہب رہا ہے کہ کسی سلسلہ کا بانی نبی کبھی قتل نہیں ہوا۔

مگر جناب میاں صاحب نے اپنے خلیفہ ہونے کا ایک یہ بھی ثبوت دیا ہے کہ مولوی اللہ دتا کولتاڑتے لتاڑتے حضرت مسیح موعود پر بھی ہاتھ صاف کر گئے اور کھلے لفظوں میں کہہ دیا:

حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق تو یہ یقینی طور پر ثابت ہے کہ وہ شہید ہوئے ... جب رسول کریم ﷺ نے ایرانیوں سے اہل کتاب جیسا سلوک کیا تو اس کا صاف یہ مطلب تھا کہ آپ نے حضرت زرتشت علیہ السلام کو نبی تسلیم کیا اور حضرت زرتشت علیہ السلام کے متعلق یہ ثابت ہے کہ ان کی وفات قتل سے ہوئی۔ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸۔ اگست ۱۹۳۸ء الفضل ۳ ستمبر ۱۹۳۸ء

اب جب کہ زرتشت نبی کا قتل ہو جانا واقعات سے میاں صاحب کے نزدیک ثابت ہے تو لازماً ان کو یہ کہنا ہوگا کہ مسیح موعود کا مذہب درست نہیں ہے اور اگر وہ زبان سے ایسا نہ بھی کہیں لیکن ان کے ایک بانی مذہب نبی کو مقتول تسلیم کرنے کا یہ لازمی نتیجہ ہے کہ مسیح موعود کے مذہب کو غلط قرار دیا جائے۔

میں نے سالانہ جلسہ کے موقع پر کئی ایک قادیانیوں سے اس سوال کا جواب پوچھا تھا تو بعض نے کہا کہ ہمیں تو یہ علم ہی نہیں کہ میاں صاحب نے زرتشت نبی کے متعلق بھی یہ کہا ہے کہ وہ قتل ہو گئے اور بعض نے کہا کہ میاں صاحب کوئی ایسی بات تو منہ سے نکالنے والے نہیں جو غلط ہو اور جس کا اثر خاص احمدی عقائد پر پڑتا ہو ممکن ہے کہ زرتشت نبی سلسلہ کا بانی نبی ہی نہ ہو۔ پھر جب میں نے انہیں بتایا کہ میاں صاحب کو بھی یہ اقرار ہے کہ زرتشت نبی بانی مذہب ہے تو بے چارے خاموش ہو گئے اور یہ بہانہ کر کے پیچھا چھڑا یا کہ اصل مضمون ہمارے

سامنے ہوتو کچھ کہہ سکتے ہیں میں نے بتایا کہ حسب عادت میاں صاحب نے عورتوں پر اپنے معارف کی بارش کرتے ہوئے اور مختلف اقسام کے علوم بیان کرتے ہوئے فرمایا:

زرتشتی مذہب ۔ساتواں زرتشتی۔

زرتشتی مذہب کا علم ہے ۔ یہ مذہب پانچ ہزار سال برس پہلے ایران میں پیدا ہوا تھا۔بعض کا خیال ہے یہ ہندو مذہب سے بھی پہلے کا ہے۔ زرتشت ایک شخص ہے جس پر یہ مذہب نازل ہوا (خزینۃ المعارف ص ۱۵۔۱۶ تقریر میاں صاحب فروری ۱۹۲۳ء بموقعہ جلسہ لجنہ اماء اللہ)

اب اگر خزینۃ المعارف کا اوپر والا بیان درست ہے اور یقیناً یہ صحیح بات ہے تو پھر ۱۹۳۸ء میں جناب میاں صاحب کا زرتشت نبی کو مقتول تسلیم کر لینا بتا رہا ہے کہ انہیں دراصل حضرت مسیح موعود کے بیان کردہ ا اصول متعلقہ قتل انبیاء پر کوئی ایمان نہیں ہے ورنہ وہ زرتشت نبی کو ہرگز مقتول تسلیم نہ کرتے۔

کیا مولوی اللہ دتا صاحب یا ان کا کوئی اور معاون میاں صاحب سے پوچھ کر بتائیں گے کہ ان کے اور مسیح موعود کے معارف میں تخالف اور تضاد کیوں ہے؟

جناب لعل دین لاہوری احمدی لکھتے ہیں: قادیان زمانہ مسیح موعود میں اور آج آج اتفاقیہ، کرامات مہدی ، جس کو جناب اکمل آف گولیکے یکے از مریدین میاں صاحب نے ۱۳۲۹ھ میں تصنیف فرمایا تھا میری نظر سے گذری اس میں صفحہ ۱۵ نمبر ۱۲۱ پر حسب ذیل نشان تحریر فرمایا ہے:

قادیان میں آریہ تھے بالمقابل اخبار نکال رکھا تھا جس میں بدزبانی کرتے ایک مدرسہ بھی کھولا اور سماج قائم کی ۔خدا نے تینوں چیزوں کا خاتمہ کر دیا۔

گویا جناب اکمل کے نزدیک حضرت مسیح موعود کی صداقت کا یہ ایک نشان تھا کہ قادیان میں آریوں کا مدرسہ اور سماج وغیرہ حضور کی زندگی ہی میں تباہ و برباد ہوگیا۔ کیا ہم ان سے دریافت کر سکتے ہیں کہ آیا خلافت ثانیہ کی برکات میں سے یہ بھی ایک برکت ہے کہ وہی تباہ شدہ سماج اور مدرسہ آج وہاں پہلے سے بھی زیادہ شان وشوکت سے قائم ہیں اور میاں محمود کو خدا نے اتنی بھی توفیق نہ دی کہ وہ اس ہائی سکول کو جو حضرت مسیح موعود کے وقت سے قائم ہے اگر ترقی دے کر کالج کی شکل میں تبدیل نہ کر سکتے تھے تو کم از کم سابقہ شاندار حالت ہی میں قائم رکھتے ...اوراس کے ساتھ یہ بھی بتا دیا جائے گا کہ آیا حضرت مسیح موعود کے وقت میں اس قدر مخالف عناصر قادیان میں موجود تھے جیسا کہ خلافت ثانیہ کی معجزانہ کاروائیوں سے پیدا ہو رہے ہیں۔

خاکسار لعل دین احمد کنٹونمنٹ اور سیر لاہور چھاؤنی ۱۶ جون ۱۹۲۹ء (پیغام صلح ۲۸۔جون ۱۹۲۹ء ص ۵)

مسیح قادیانی نے عیسائیت پر فتح پالی؟

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا صاحب نے اپنے لئے معیار صدق وکذب یہ قرار دیا ہوا ہے کہ: میں عیسی پرستی کے ستون کو نہ توڑ دوں تو جھوٹا ٹھہرونگا۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

یہ معیار دراصل ایک حدیث سے ماخوذ ہے جس میں مسیح موعود کے ہاتھوں عیسی پرستی کا فنا ہوجانا مذکور ہے۔ اس لئے آج ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اسی قول کی جانچ کرتے ہیں۔ خدا کا شکر ہے کہ اس جانچ پڑتال کے لئے ہمیں ترازو بھی قادیانی ساخت کا مل گیا ہے۔ ناظرین کی دلچسپی اور تفریح طبع کے لئے ہم ایک مضمون رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان سے نقل کرتے ہیں۔ پس ہمارے ناظرین اور جماعت مرزائیہ مبصرین اس مضمون کو غور سے پڑھیں:

ہر سال جنوری کے مہینے میں مسیحیوں کی تبلیغی کارگذاریوں کی سالانہ رپورٹ شائع ہوتی ہے، اس سال بھی ۱۹۳۹ء کی رپورٹ سہ ماہی انٹرنیشنل ریویو آف مشنز (لندن) کی جلد ۲۹ نمبر ۱۱۳ میں شائع ہوئی ہے جو ۱۵۹ صفحات پر مشتمل ہے۔

دجال کی تبلیغی تگ و دو کو دیکھ کر حیرت ہوتی ہے کہ کس طرح بحر و بر پر اس کا جال پھیلا ہوا ہے، اور شب و روز مختلف طریقوں سے یہ لوگوں کو اپنے دام تزویر میں لانے کے لئے کوشاں ہیں۔

افسوس تو مسلمانوں پر آتا ہے کہ ایک خالص تبلیغی مذہب کے پیرو ہوتے ہوئے جس کا پیغام ایک عالم گیر حیثیت رکھتا ہے اپنے فرائض کو بھلائے بیٹھے ہیں، دوسروں کو اسلام میں داخل کرنا تو کجا اپنا کمزور مدافعانہ محاذ بھی دشمن کی خطرناک یورش کے آگے ٹوٹ رہا ہے۔ ہندوستان، ایران، ترکی، فلسطین، شام، عرب، مصر، افریقہ، غرضیکہ ہر محاذ پر دجال کی فوجیں پوری طرح مسلح، سازوسامان سے آراستہ شبخون مار رہی ہیں اور خوابیدہ مسلمان اگر ذرا انگڑائی لیتا اور آنکھیں کھولتا ہے تو اسے اس کے سوا اپنے بچاؤ کی کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ پکارے، مجھے نہ مارنا،۔

یہ ایک حقیقت کا بیان ہے جیسا کہ شام اور مصر کی رپورٹوں سے ظاہر ہے کہ وہاں دشمن کے اعتراضات کے جوابات دینے کی بجائے یہ کوشش جاری ہے کہ دشمن کو تبلیغ سے روکا جائے۔ مسلمان یا تو ٹرکی ایران اور سوڈان کی طرح خود مسیحیت کا گرم جوشی سے استقبال کر رہا ہے اور اسلامی تمدن کو خیر باد کہہ کر مغربی تمدن کو اختیار کر رہا ہے اور یا خوف زدہ شخص کی طرح منہ کھولے پڑا ہے جس سے، چور چور، کی دھیمی آواز نکل رہی ہے۔ لیکن اس کی مدد کو کون آئے اس کے ہمسائے تو اس سے بھی ابتر حالت میں ہیں۔ اس ظلمت میں ایک طرف سے نور کی شعاع نظر آ رہی ہے، پو پھٹتی معلوم ہوتی اور طلوع آفتاب کا وقت قریب آتا معلوم ہوتا ہے وہ اس طرح کہ خدا تعالی نے اسی قوم میں سے جو مذہبی لحاظ سے کامل جمود کی حالت میں ہے اپنے فضل سے احمدیہ جماعت کو پیدا کیا ہے جو حیرت انگیز طریق پر نہ صرف کامیاب مدافعانہ محاذ پیش کرتی ہے بلکہ اپنے طاقت ور دشمن کو اپنا شکار سمجھتی ہوئی اس کی صفوں پر مشرق و مغرب میں دائیں بائیں آگے پیچھے سے نہایت جوانمردی کے ساتھ حملے کر رہی ہے اس کے بڑے اور نوجوان مجاہدین میدان کارزار میں بارگاہ ایزدی سے داد شجاعت لے رہے ہیں۔ ان غازیوں کے دل خدائی وعدہ کے ماتحت فتح کے یقین سے پر ہیں انکی چشم تصور تمام دنیا کے تاجوں کو احمدیت کے غلاموں کے سروں کی زینت بنا ہوا دیکھ رہی ہے انگلستان ریاست ہائے متحدہ امریکہ، نائیجریا، گولڈ کوسٹ، سیرالیون، کیپ ٹاؤن، ماریشیس، جاوا، سماٹرا، سنگاپور، ہانک گانگ، جاپان، فلسطین، بغداد، ایران، افغانستان، آسٹریلیا، مشرقی افریقہ، ارجنٹائن، البانیہ، روم غرضیکہ شاید ہی دشمن کا کوئی محاذ ہوگا جہاں حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء (مرزا قادیانی) کے جاں نثار سپاہی نہ پہنچے ہوں۔ یہ محض خدا تعالی کے فضل اور اس کے موعود خلیفہ حضرت امیر المومنین (مرزا محمود احمد) کی کامیاب رہنمائی کی برکت ہے کہ احمدی جماعت دشمن کے مقابلہ میں مادی لحاظ سے بہت ہی کمزور ہونے کے باوجود اس قدر تندہی اور مستعدی سے لڑ رہی ہے کہ دشمن بھی اس کا اعتراف کئے بغیر نہیں رہ سکتا اور بے ساختہ اس کی پریشانی کا اظہار ہو جاتا ہے (یہ سب اپنی دکانداری کا اشتہار ہے ورنہ اس امر میں اگر کچھ صداقت ہوتی تو عیسائیوں کو اتنی ترقی نہ ہوتی بلکہ حسب دعوی مرزا صاحب ان ہی ہستی کا ثبوہی نہ ملتا۔: دل کے بہلانے کو غالب یہ خیال اچھا ہے۔ ثناء اللہ)

چنانچہ اس رپورٹ میں کینیا کے متعلق لکھا ہے:

نیروبی میں فرقہ احمدیہ کی کوششیں تشویش پیدا کر رہی ہیں جسکی بڑی وجہ یہ ہے کہ علیحدہ مسلمانوں میں تبلیغ کیلئے کوئی مشنری نہیں ہے مرکزی مجالس تالیف وتصنیف برائے اسلام کو کہا گیا ہے کہ وہ سادہ لٹریچر تیار کرے جو افریقی عیسائیوں کو مسلمانون کے دلائل کا جواب دینے میں مدد دے (صفحہ ۷۷)

اور ٹانگانیگا کے متعلق لکھا ہے: کینیا کی طرح ٹانگانیکا میں بھی احمدیہ تحریک طاقت ور ہے اور بڑھ رہی ہے یہ ایک ماہوار رسالہ شائع کرتی ہے اور بانو کے اندر تبلیغ کرتی ہے جرمن مشن اس تبلیغ کے متعلق پورے چوکس رہتے ہیں اور انہوں نے دو مشنری اسلامی پروپیگنڈہ کے جواب کے لئے مخصوص کئے ہوئے ہیں۔(ص ۷۸)

اس رپورٹ میں ارجن ٹائن کے متعلق بھی ایک دل چسپ خبر دی ہوئی ہے جس میں گو احمدیہ جماعت کے متعلق ذکر نہیں کیا گیا لیکن ہر صاحب بصیرت اسے پڑھ کر بھانپ سکتا ہے عبارت حسب ذیل ہے:

ارجن ٹائن سے خبر موصول ہوئی ہے کہ مذہب سے بے پروائی جو چند سال قبل بہت نمایاں تھی اب (مذہب سے) حقیقی دل چسپی کو جگہ دے رہی ہے مذہبی مضامین طلبہ کے درمیان زیر بحث رہتے ہیں اور مزہبی کتب دل چسپی سے پڑھی جاتی ہیں نیز مذہبی مضامین روزانہ اخبارات میں بھی شائع ہونے شروع ہوگئے ہیں۔(ص ۹۲)

گو ہم نے اس مضمون میں رپورٹ کے صرف اس حصہ کا ترجمہ کیا ہے جس میں مسلمانوں میں مسیحی تبلیغ کا ذکر ہے لیکن ہندوستان کے تعلق میں بھیلوں کے درمیان مسیحی تبلیغی سرگرمیاں گذشتہ دنوں اخبارات میں خاص طور پر موضوع بحث رہی ہیں اس لئے رپورٹ کے اس حصہ کا ترجمہ بھی ہدیہ ناظرین کیا گیا ہے جس میں بھیلوں میں تبلیغ مسیحیت کا ذکر ہے اسلام میں اچھوتوں کو مساوات کا جو درجہ حاصل ہے وہ کسی اور مذہب میں حاصل نہیں ہوسکتا اگر بھیلوں میں اشاعت اسلام کا کام جاری کیا جائے تو امید کی جاتی ہے کہ عیسائی مشنری اسلام کی تعلیم کے مقابلہ میں ٹھہر نہ سکیں گے۔ کاش! ہندوستانی اس ضروری مذہبی فریضہ کی طرف متوجہ ہوں۔

ہندوستان ۔ اس سال ملک کے بعض حصوں میں مسیحیت کی وسیع تبلیغ کی تحریکات کو

عروج حاصل ہوا ہے اس کے ساتھ ہی یہ عزم بھی زیادہ شدت سے موجود رہا ہے کہ دوسرے علاقوں میں بھی جو کم اثر پذیر ہیں تبلیغ کو پہنچایا جائے۔ مثلاً مدراس کے تعلقہ میں ادنی اقوام کلیسا کی طرف حرکت کر رہی ہیں اور تر چنا پلی اور تنجور کے قریب لوگ بڑی تعداد میں شدید ایذا رسانی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے بپتسمہ لے رہے ہیں۔ بھیلوں کے درمیان تحریک، جس کا ہم نے گذشتہ سروے میں ذکر کیا تھا دوران سال میں بہت زور پکڑ گئی ہے کینیڈا مشن کے یونائیٹڈ چرچ نے نیشنل کرسچن کونسل کے تعاون سے خاص تحقیقات کی ہے اور وسط ہند کے بھیلوں کے درمیان مسیحیت کو فروغ دینے کیلئے پنسالہ سکیم بنائی ہے اس میں اہم امور مندرجہ ذیل ہیں؛

۱۔ جتنی جلدی ممکن ہو بھیلوں کے ۵۰۰ دیہات میں جہاں مسطباغ مسیحی ہیں یک صد گرجاؤں کی تعمیر و قیام۔ ۲۔ نئی جماعتوں اور دیہاتی حلقوں کو ایک پادری کے ماتحت رکھنا، جس کے معاونین رضا کار، دیہاتی سردار ہوں۔ ۳۔ معتبر دیہاتی قائدین اور ان کی بیویوں کی تربیت کا انتظام، تا وہ ادائیگی عبادت میں پادریوں کا ہاتھ بٹائیں۔
۴۔ لوگوں کی تعلیم اور گرجے کا انتظام، مہم تعلیم ناخواندگان کا اجراء، بغیر تاخیر کے پرائمری تعلیم کا نفاذ، طبی خدمات اور جماعتی ترقی کے لئے دیگر ذرائع کا اختیار کرنا۔

ساری سکیم کا انحصار تربیت یافتہ رضا کاروں کی خدمات سے استفادہ اور بھیل مسیحوں کی مالی امداد پر ہے۔ کینیڈا مشن کے یونائٹڈ چرچ اور متعلقہ چرچ کے تمام وسائل کو اجتماعی طور پر حرکت میں لایا جا رہا ہے، تا اس عظیم الشان موقعہ سے جو اس ملک میں منفردانہ حیثیت رکھتا ہے فائدہ اٹھایا جا سکے۔ مہاراشٹر اور بنگال کی تبلیغی سروے کی رپورٹیں موسم خزاں میں شائع ہو چکی ہیں یہ تبلیغی سروے ہندوستان کے دیگر بڑے بڑے حصوں میں بھی کی جا رہی ہیں۔

مسلمانان ہند میں کام کرنے والے مشنوں کی تاریخ میں قابل ذکر وہ کانفرنس ہے جو دسمبر ۱۹۲۸ء کو دہلی میں منعقد ہوئی اس میں ہندوستانی عیسائی اور اکناف ہند سے مسلمانوں میں تبلیغ کرنے والے مشنری، نیز مجلس ٹمبارم کے کچھ نمائندگان جو مسلمانوں میں تبلیغ کرنے پر مامور ہیں شامل ہوئے۔ ہندی مسلمانوں میں مسیحی تبلیغ کا ایک جدید قوت بڑھانے والا عنصر، سونسکا مشن فارنبڈٹ، ہوگا۔ یہ جرمنی چین چینی ترکستان

سے اخراج پر بمبئی اور کراچی اور خصوصاً ترکی بولنے والے مسلمانوں میں کام کا ارادہ رکھتا ہے (ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۴۰ء ص ۲۰ تا ۲۴)

اس میں شک نہیں کہ ان رپورٹوں کا مضمون عیسائیوں کی روز افزوں ترقی بتا رہا ہے اور مجموعی حیثیت سے یہ ترقی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی کو غلط ثابت کر رہی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب مع اپنی جماعت کے پوری طرح شکست خوردہ ہیں۔

باقی رہا شیخی بگھارنا کہ ہم سے عیسائی ڈرتے ہیں کہ ہم نے ایسا زبردست مقابلہ کیا، سو اس کی مثال یہ ہے: ایک راجپوت (رانگڑ) کا قصہ مشہور ہے کہ وہ آسودہ حالی سے گذر کر محنت مزدوری کی حالت تک پہنچ گیا اور مزدوری بھی یہ اختیار کی کہ چکی میں گیہوں پیس کر گذارہ کرتا تھا مگر گیہوں پستے وقت ایک ٹانگ چکی سے اونچی رکھتا تھا کسی نے پوچھا خان صاحب یہ کیسی نشست ہے؟ بولے: پیسنے کا پیسنا رنگڑو کا رنگڑو

بالکل یہی مثال ان قادیانیوں کی ہے مرزا صاحب قادیانی نمایاں شکست پا گئے اور یہ لوگ ابھی تک فتح پانے کی امید رکھتے ہیں۔ سچ ہے

سنبھلنے دے مجھے اے نا امیدی کیا قیامت ہے
کہ دامان خیال یار چھوٹا جائے ہے مجھ سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

عمر فاروق خلیفہ ثانی، اور خلیفہ قادیانی میں مشابہت؟

شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کو بروز محمد (ﷺ) بننے کا شوق ہوا، تو انہوں نے اس شوق کو یوں پورا کیا کہ اپنی کتاب تریاق القلوب میں لکھ دیا کہ:

ریل تار اگنبوٹ وغیرہ نے آنحضرتﷺ کی خدمت میں عرض کیا کہ حضور

جب دنیا میں تشریف لائے تھے تو ہم نے دین اسلام کی خدمت کچھ نہیں کی تھی اگر اب آپ تشریف لائیں تو ہم خدمت کو حاضر ہیں حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں خود تو نہیں آؤنگا میری صفات کا بروز مرزا غلام احمد قادیانی پنجاب میں آئے گا تو تم اس کی خدمت کرنا چنانچہ ریل تار وغیرہ میرے (مرزا قادیانی کے) کام میں برابر مدد کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اس قصے کو بڑے زور سے بیان کیا جس پر کسی اہل دل نے مرزا صاحب قادیانی کی عمر کے واقعات اوران کے باپ کے اسم شریف غلام مرتضیٰ کو ملحوظ رکھ کر ایک ہی شعر میں سارا مضمون بھر دیا وہ شعر یہ ہے:

خیال زاغ کو بلبل کی ہم سری کا ہے
غلام زادے کو دعوی پیمبری کا ہے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مرض ذیابیطس کے غلبہ سے عموماً بھول جایا کرتے تھے۔ادھر اپنے ازالہ اوہام میں لکھا کہ ریل دجال کا گدھا ہے، ادھر حضور نبوی ﷺ میں درخواست کنندہ قرار دے کر جناب رسالتمآب ﷺ سے اس کی خدمت کو قبول کرایا حالانکہ بقول مرزا صاحب قادیانی جواب کا حق یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ ریل سے یوں خطاب فرماتے:

اری دجال کی گدھی تو کیا میری خدمت کریگی، تو تو اس ملعون کی گدھی ہے جس سے ہر ایک نبی نے اپنی امت کو ڈرایا ہے اری مسخری جا دجال کی خدمت کر جب وہ مرجائے تو اسکو کسی قریب کے ریلوے سٹیشن تک پہنچا دینا

حسب تصریح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ جواب صحیح ہوتا۔
خیر وہ زمانہ تو گذر گیا کہاں محمد اصلی اور کہاں محمد نقلی۔ سچ ہے:

شیر قالیں دگر است شیر نیستاں دگر

چونکہ ماننے والوں نے شیر قالین کو بھی شیر نیستاں مان لیا، اس لئے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو یا اس کے اتباع کو شوق دامنگیر ہوا کہ ہم بھی کسی بڑے آدمی کے ساتھ مشابہت پیدا کریں۔ چنانچہ انہوں نے اس منصب کے لئے خلیفہ ثانی

حضرت عمرؓ کو منتخب کیا۔ یہ مضمون الفضل قادیان میں باقساط شائع ہوا کہ:
فضل عمر (خلیفہ قادیان) کئی امور میں حضرت عمر سے مشابہ ہیں
پھر اس مشابہت کی یہ وجوہات بھی ہیں
۱۔ حضرت عمر خلیفہ دوم تھے اور میاں محمود بھی خلیفہ دوم ہیں۔
۲۔ حضرت عمر کی خلافت کے بعض لوگ مخالف تھے تو لاہوری جماعت اور شیخ مصری وغیرہ میاں محمود کے مخالف ہیں۔
۳۔ حضرت عمر نے مسجدیں بنوائیں تو خلیفہ قادیان نے بھی قادیان میں مسجدیں بنوائی ہیں۔وغیرہ۔

ان سب مشابہتوں پر نظر کرنے سے ہمیں عرب کا ایک شعر یاد آ گیا

اريد الانسى ذكرها فكانما
تمثل لى ليلى بكل سبيل

(میں ہر چند چاہتا ہوں کہ لیلی کا ذکر چھوڑ دوں مگر وہ متمثل ہوکر ہر راستے میں میرے سامنے آ جاتی ہے)

جس طرح شاعر نے اپنی محبوبہ کے تخیل کو محبوبہ قرار دے کر یہ شعر کہا ہے اسی طرح قادیانی لوگ اپنے گدی نشین خلیفہ (مرزامحموداحمد) کو فرضی وخیالی عمر قرار دے کر اصلی عمر کے مشابہ ٹھہراتے ہیں۔ ہمارے خیال میں اس کے لئے دو وجوہ میں سے ایک وجہ ضرور ہے :۱۔ ملازمت کے فرض کی ادائیگی۔۲۔ جذبہ محبت۔

ہم سے پوچھیں تو ہم ان مشابہتوں میں کئی ایک کا اضافہ کر سکتے ہیں مثلاً:
۱۔حضرت عمر فاروقؓ اپنے باپ کے بیٹے تھے اسی طرح خلیفہ قادیان (مرزامحموداحمد) بھی اپنے باپ کے بیٹے ہیں۔
۲۔ حضرت عمر شادی شدہ تھے،ایسے ہی خلیفہ قادیان (محموداحمد) بھی شادی شدہ ہیں۔
۳۔ حضرت عمر صاحب اولاد تھے،خلیفہ قادیان بھی صاحب اولاد ہیں۔
۴۔ حضرت عمرؓ کھانا کھایا کرتے تھے خلیفہ قادیان بھی کھاتے ہیں۔وغیرہ ذلک

ہاں مشابہت دیکھنی ہو تو بحیثیت خلیفہ دیکھنی چاہیے سو اس کا ذکر ہی کیا ہے۔ خلیفہ ثانی کئی ایک ممالک کفریہ کو اسلام کے زیر علم لے آئے تھے چنانچہ افواج فاروقی نے قیصر وکسریٰ کے تختوں کو الٹ دیا۔کفر کے جھنڈے کو گرا کر اس کی جگہ اسلامی

جھنڈے کو لہرایا۔غرض ایسے کام کئے جن سے اپنے بیگانے کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے۔ روئے زمین کے بادشاہ تک دبدبہ عمری سے کانپتے تھے۔مگر یہاں یہ حالت ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا اتنا رعب ہے کہ ایک ڈپٹی کے سمن آنے پر بغرض ادائے شہادت آپ مع مریدوں کے سپیشل ٹرین سے جاتے ہیں۔ یہ ہے مشابہت خلیفہ عمر فاروقؓ سے فضل عمر کی۔ ماشاءاللہ۔

قادیانی اخبار الفضل کے عملے جیسے لوگ پہلے بھی گذرے ہیں جنہوں نے اپنے محسنوں کے حق میں بڑے قصیدے لکھے ان میں سے ایک شعر یہ ہے:

ثلاثه تشرق الدنيا ببهجتها
شمس الضحى ابو اسحاق و القمر

(سورج چاند اور میرا ممدوح ابو اسحاق یہ تین چیزیں ہیں جن سے ساری دنیا روشن ہے)

خلافت ثانیہ کے کاموں میں کسی کام کے ساتھ مشابہت کیسے ہوسکتی ہے جب کہ خلافت ہی وہ نہیں ہے۔ وہ خلافت با سیاست تھی یہ خلافت بے سیاست ہے بلکہ بقول مرزا صاحب قادیانی متوفی یاجوج ماجوج کی حکومت کے ماتحت ہے، فانی هذا من ذاك

ہاں ابھی ایک اور مشابہت کا انتظار ہے دیکھیں وہ پوری ہوتی ہے یا نہیں۔ قادیانیوں کو چاہیے کہ اس کے وجود پذیر ظہور کے لئے دعا کریں شاید خلیفہ قادیان جو یہ مشابہت حاصل کرنے کا شوق نہیں ہے اس لئے وہ چند آدمیوں کو ہر وقت ہر جگہ اپنے ساتھ بطور محافظ رکھا کرتے ہیں۔ چنانچہ نماز کے وقت بھی اپنے ساتھ لٹھ بازوں کا پہرہ رکھتے ہیں۔ ادھر مشبہ بہ (فاروق اعظم) کی یہ حالت تھی کہ آپ کو اس قسم کے پہرے کا خیال تک نہ تھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اس بڑی مشابہت حاصل کرنے سے سخت نفرت ہے۔

اس کے برعکس حضرت عمر فاروقؓ یہ دعا کیا کرتے تھے

اللهم ارزقني شهادة في سبيلك و اجعل موتي في مدينة رسولك .

اس لئے ہمارا مشورہ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اگر حضرت عمر

فاروق ؓ سے مشابہت حاصل کرنے کا شوق ہے، تو اس سخت پہرے کو ہٹا دے تا کہ شہادت بھی ممکن الحصول ہو جائے اور لاہوری جماعت کا اعتراض بھی رفع ہو جائے۔

قادیانی ممبرو! اپنے خلیفہ صاحب تک ہمارا مشورہ پہنچا دو، اور خود بھی ہماری تجویز کی تائید کرو اور ان کو یقین دلاؤ کہ موت کی گھڑی ٹلنے والی نہیں۔ کیوں آپ لاہوری جماعت کے اعتراضات اپنے سر لیتے ہیں اور تائید کرتے ہوئے قرآن و حدیث کے علاوہ استاد ذوق کا یہ شعر بھی ان کو سنا دینا:

ذوق اس بحر جہاں میں کشتیٔ عمر رواں
جس جگہ پہ جا لگی وہی کنارا ہو گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

عیسائیت اور مرزائیت

کون ترقی کر رہی ہے اور کون تنزل؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا دعویٰ تھا کہ میں الوہیت مسیح کا ستون توڑنے آیا ہوں۔ عنقریب دیکھو گے کوئی رام یا کرشن کو پوجنے والا اور مسیح کو خدا ماننے والا نظر نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام)

آپ نے ترقی کر کے یہاں تک راست گوئی سے کام لیا اور فرمایا کہ

اگر یہ کام مجھ سے نہ ہوا، تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔

آج سے پہلے ہم کئی مرتبہ اس مضمون پر خامہ فرسائی کر چکے ہیں۔ لیکن آج پھر اس مسئلے پر لکھنے کا موقع اخبار الفضل قادیان نے ہم کو دیا ہے۔ جس نے اس قسم کا نوٹ شائع کیا ہے جس کی سرخی مع الفاظ درج ذیل ہیں

ہندوستان میں عیسائیت کی ترقی

ہندوستان میں عیسائی مشنریوں کی کارگزاری کا ذکر ایک گذشتہ پرچہ میں اختصاراً کیا جا چکا ہے۔ ہندوستان میں ۱۹۳۱ء کی مردم شماری کے مطابق چالیس لاکھ عیسائی تھے اور اندازہ کیا گیا ہے کہ اب یہ تعداد ایک کروڑ سے زیادہ ہے۔ اس وقت اس ملک میں ۱۸۷۷۹ پادری الوہیت مسیح کے پروپیگنڈہ میں مصروف ہیں اور ان کے مشنوں کی امداد کے لئے جو باقاعدہ رقوم وصول ہوئی ہیں ان کے مجموعہ کا اندازہ ۱۸۵۳۰۷۶ روپیہ ہے۔ یہ ان عطایا کے علاوہ ہے جو مختلف لوگ وقتاً فوقتاً بطور امداد دیتے رہتے ہیں۔ اور جو بعض اوقات کروڑوں تک ہوتے ہیں۔ آمد کے دوسرے ذرائع اس کے علاوہ ہیں۔ مختلف تجارتی فرموں اور مستقل جائیدادوں سے بھی بہت کافی روپیہ وصول ہوتا ہے۔ تعلیمی اور طبی اداروں کا جو جال پادریوں نے سارے ملک میں پھیلایا ہوا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں۔ ان کے علاوہ مختلف مقامات پر ۱۴۳ یتیم خانے جاری ہیں جو بہت اعلیٰ پیمانہ پر کام کرتے ہیں اور جو اس ملک میں عیسائیوں کی تعداد میں اضافہ کا ایک بڑا ذریعہ ہیں۔ ہندوستان کی تقریباً سب چیدہ چیدہ زبانوں میں بائیبل کا ترجمہ ہو چکا ہے۔ اس وقت بائیبل کے ۲۶۳ زبانوں میں تراجم شائع ہو چکے ہیں۔

(الفضل قادیان یکم مئی ۱۹۴۰ء ص ۷)

ناظرین غور فرمائیے۔ خاص ملک ہندوستان میں بقول الفضل ۲۸۷۷۹ پادری الوہیت مسیح کی تبلیغ کر رہے ہیں۔ تو الوہیت مسیح ابھی باقی ہے یا فنا ہوگئی ہے۔ اور بھی سنئے۔ خلیفہ صاحب قادیان اپنے خطبے میں فرماتے ہیں:

'عیسائیوں کی بڑی مالی طاقت ہے۔ دنیا بھر میں سوا تین لاکھ مشنری تبلیغ مسیحیت کر رہے ہیں۔ کئی کروڑ روپیہ ان کے پاس ہے۔ لاہور کے مشن کی جائیداد اسّی نوّے لاکھ روپے کی ہے۔ ساری دنیا میں ہمارے مبلغ صرف چالیس ہیں۔' (الفضل قادیان ۲۳ جنوری ۱۹۳۶ء)

حساب لگا لیجئے کہ چالیس مبلغ سوا تین لاکھ کے مقابلے میں کیا نسبت رکھتے ہیں ۔ اس پر بھی فخر کیا جاتا ہے کہ تمام دنیا میں ہم نے مراکز تبلیغ قائم کر دیئے ہیں ۔ جلسے کے موقع پر اپنے مریدوں کو تاکید کی جاتی ہے کہ وہ مسلمانوں کو بھی اپنے ہمراہ لائیں ۔ مرید ذاتی خرچ کر کے اس خدمت کو پورا کرتے ہیں ۔ ہر ایک مرزائی کے ساتھ ایک ایک دو دو مسلمان ضرور آتے ہیں ۔ مطبخ (باورچی خانہ) کی پرچیوں کی تعداد کو ترقی دے کر بتایا جاتا ہے کہ ہر سال پہلے سال سے زیادہ احمدی آتے ہیں ۔ چنانچہ اس سال بھی گزشتہ سال کی نسبت بہت زیادہ آئے ۔ اور یہ ثبوت ہے احمدیت کی ترقی کا ۔
اہل حدیث خدا کے فضل سے اس گروہ سے ہے جس کی بابت مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے بہت کچھ لکھا ہے جس میں سے ایک بند یہ ہے کہ

گروہ ایک جویا تھا علم نبی کا
لگایا پتہ اس نے ہر مفتری کا
نہ چھوڑا کوئی رخنہ کذب خفی کا
کیا قافیہ تنگ ہر مدعی کا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

اس لئے اہل حدیث ہمیشہ اپنے اسلاف کی روش کو مدنظر رکھ کر تحقیق حال کیا کرتا ہے ۔ آج بھی ہم بتاتے ہیں کہ مرزائیوں کی ترقی تعداد کے متعلق لاف زنی غلط محض جھوٹ کا پلندہ ہے ۔ جس کا ثبوت ہم انہی کی تحریروں سے پیش کرتے ہیں ۔ اگر نہ کریں تو جو سزا کالے چور کی وہی ہماری ۔

اخبار الفضل قادیان ۲۰ ۔ اکتوبر ۱۹۳۱ء میں لکھا ہے جماعت احمدیہ سات لاکھ سے زیادہ ہے ۔ لیکن گذشتہ مردم شماری کی سرکاری رپورٹ میں جب پنجاب میں جہاں بہ نسبت دوسرے ملکوں ان کی تعداد بہت زیادہ ہے پچپن ہزار بتائی گئی ۔ تو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس کو غلط قرار دے کر از راہ ترقی دو لاکھ تک پہنچا دیا (الفضل ۲۷ جون ۱۹۳۱ء ص ۵)

ناظرین اندازہ کر سکتے ہیں، اگر دونوں شمار سات لاکھ و دو لاکھ صحیح ہیں

کیونکہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی زبان سے نکلے ہیں، اس کی صحت میں کوئی شک نہیں ہو سکتا۔ اور ہم دوسرے مقامات کے افراد مرزائیہ کو ملا کر تین لاکھ بھی بنا لیں تو بھی نصف سے زیادہ تنزل ہے۔

اس کے مقابلہ میں الفضل کا یہ اعتراف کہ عیسائی ۱۹۳۱ء میں چالیس لاکھ تھے۔ اب ایک کروڑ سے زیادہ ہیں، کیا بتا رہا ہے۔ دونوں قوموں کے اعداد وشمار سامنے رکھ کر جماعت مرزائیہ کے ارکان سے خدا لگتا سوال پوچھتے ہیں کہ بتائیے: عیسائیت ترقی کر رہی ہے یا مرزائیت۔، اور یہ بھی بتائیے کہ مذہبی جماعتوں نے مذہب کی اشاعت میں کبھی جھوٹا پروپیگنڈہ بھی کیا ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

آیت خاتم النبیین پر اعتراضات اور جوابات

مولوی محمد ابراہیم کمیر پوری متعلم مدرسہ مسجد قدس امرتسر لکھتے ہیں:

یہ ایک نا قابل انکار حقیقت ہے کہ کسی کام کا کرنے والا ان تمام موانع کا جو اس کے کام میں حائل ہوں دور کرنے کی کوشش کرتا ہے۔ بریں اصول مرزا غلام احمد قادیانی نے نبوت کا دعوی کیا۔ اب ضروری تھا کہ وہ ان آیات و احادیث کی تاویل کرتے جو ان کے دعوی کی بیخ کنی کرتی تھیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنے دعوی کے اثبات میں ہر جائز و ناجائز کوشش کی لیکن حقیقت کے سامنے بناوٹ کس طرح ٹھہر سکتی ہے۔

مصنف احمدیہ پاکٹ بک لکھتا ہے کہ:

خاتم بہ فتح تاء بند کرنے کے معنوں میں نہیں بلکہ مہر کرنے کے معنوں میں آتا ہے۔ (پاکٹ بک مذکور۔ص ۴۲۴)

۲۔ خاتم النبیین کا معنی بعض نبیوں کو ختم کرنے والا ہے چنانچہ لکھا ہے کہ ہم

خاتم النبیین کا معنی صاحب شریعت نبیوں کو بند کرنے والا مانتے ہیں (پاکٹ بک مذکور۔ص ۴۲۵)

۳۔خاتم ہمیشہ افضل کے معنی میں آتا ہے جیسا کہ آنحضرتﷺ نے حضرت عباسؓ کو خاتم المہاجرین اور حضرت علیؓ کو خاتم الاولیاء کہا۔ حالانکہ ہجرت اور ولایت بدستور جاری ہے۔اور حسن بن وہب عربی نے صاحب حماسہ کو خاتم الشعراء کہا ہے، حالانکہ شاعری بھی اب تک بدستور جاری ہے (حوالہ مذکور)

ہم چاہتے ہیں کہ جواب دینے سے پہلے متنازع فیہ لفظ کا معنی لغت کی معتبر کتابوں سے نقل کر دیں۔ پس سنیئے لسان العرب میں ہے

خاتِمهم و خاتمهم آخر هم یعنی خاتِم اور خاتم دونوں کے معنی آخری ہیں

تاج العروس میں ہے:

و من اسماء ه علیه السلام الخاتِم و الخاتم و هو الذی ختِم النبوة بمجیئه (یعنی حضورﷺ کے ناموں میں خاتِم اور خاتم بھی ہیں اور یہ نام اس لئے ہیں کہ آپ کی وجہ سے نبوت ختم ہوگئی ہے)۔

قاموس میں ہے: و انّ الخاتم آخر القوم کالخاتِم و منه قوله تعالی و خاتم النبیین ای آخر النبیین (یعنی خاتم اور خاتم قوم کے آخری آدمی کو کہتے ہیں اور ارشاد خداوندی کے بھی یہی معنی ہیں کہ آپ آخری نبی ہیں)

حضرات! لغت کی بے شمار کتابوں اور بیسیوں شعراء عرب کے کلام میں یہی معنی پائے جاتے ہیں لیکن ہم اختصار کے طور پر صرف تین حوالوں پر اکتفا کرتے ہیں ۔احمدیہ پاکٹ بک کے مصنف کے اعتراضوں کا نمبروار جواب دیتے ہیں۔

۱۔ مرزائی دوست نے مرزا صاحب کی نبوت ثابت کرنے کے لئے قرآن حدیث کا خلاف تو کرنا ہی تھا لیکن افسوس کہ اعتراض کرتے وقت اقوال مرزا کو بھی بھول گیا کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خاتم النبیین کا معنی ازالہ اوہام میں نبیوں کو ختم کرنے والا کئے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبیﷺ کے کوئی رسول

دنیا میں نہیں آئے گا۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص۶۱۴ طبع دوم۔ ص۶۵۲)

نیز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

خدا تعالیٰ نے تمام رسالتوں اور نبوتوں کو آنحضرت ﷺ اور قرآن پر ختم کر دیا۔ (اخبار الحکم قادیان ۷۔ اگست ۱۸۹۹ء)

ب۔ ہاں صاحب ہم بھی چند منٹ کے لئے آپ کا معنی تسلیم کرتے ہوئے آپ سے پوچھتے ہیں کہ خاتم المہاجرین والی روایت جو بڑے ناز سے ان معنوں میں پیش کیا کرتے ہیں حضرت عباسؓ کی وجہ سے لوگ مہاجر بنا کرتے تھے اور خاتم الاولیاء کے کے یہ معنی ہیں کہ حضرت علی کی مہر سے لوگ ولی بنا کرتے تھے۔ ہاں صاحب! دور کیوں جائیں مرزا صاحب قادیانی نے جو اپنے متعلق خاتم الاولاد لکھا ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے والدین کے گھر اولاد مرزا صاحب کی مہر سے ہوا کرتی تھی۔ اگر جواب نفی میں ہے اور یقیناً نفی میں ہے تو آنحضرت ﷺ پر نبوت بند اور مرزا صاحب بقول خود... ہوئے و هو المطلو ب۔

جواب نمبر۲۔ قرآن مجید میں بعض کی نبوت کو بند کرنا مقصود نہیں بلکہ ہر قسم کی نبوت کی بندش مقصود ہے کیونکہ آیت مذکور کی تفسیر آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کے ساتھ فرمائی ہے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اس کی تائید کی ہے۔ سنئیے:

الّا تعلم انّ الرب الرحیم المتفضل سمی نبینا خاتم النبیین و ... نبینا فی قوله لا نبی بعدی (حمامۃ البشری۔ ص۳۴) (یعنی اے بے وقوفو! اجرائے نبوت کے قائلو! تمہیں اتنی خبر نہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہمارے نبی ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب دیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے اس کی تفسیر بالفاظ لا نبی بعدی فرمائی ہے)

نیز مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

کہ لا نبی بعدی میں لا نفی عام ہے (ایام الصلح۔ص۱۴۶)

پس جب مرزا غلام احمد صاحب خود لا نفی عام بتاتے ہیں تو تمہیں کیا حق حاصل ہے کہ ان کے خلاف ایسے لغو اور بودے اعتراض کرو۔

ب۔ اس لحاظ سے تو خاتم النبیین ہونا آنحضرت ﷺ کے لئے کوئی وجہ فضیلت نہیں ہوسکتا کیونکہ صورت مذکور میں تو حضرت آدم کے بعد جتنے نبی آئے ہیں سب کے سب

اپنے سے پہلے انبیاء کی نسبت خاتم النبیین تھے، حتی کہ نوح جو آدم ثانی کے نام سے مشہور ہیں وہ بھی حضرت آدم اور حضرت شیث وغیرہ کے خاتم تھے، حالانکہ بڑے بڑے اولوالعزم نبی مثلاً حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، ہارون، زکریا، یحیٰ، عیسیٰ وغیرھم سب حضرت نوح کے بعد آئے۔

پس معلوم ہوا کہ آیت کا صحیح معنی وہی ہے جو قرآن کی دوسری آیات اور احادیث کے موافق ہے اور جن کی تائید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ازالہ اوہام صفحہ ۶۱۴ میں فرما چکے ہیں۔

ج۔ ہاں صاحب! اگر بالفرض آپ کا معنی ہی مان لیا جائے تو قرآن مجید کی بہت سی آیات اور احادیث کا خلاف لازم آتا ہے اگر تفصیل مطلوب ہو تو محمدیہ پاکٹ بک کے صفحہ ۳۹۲ کا مطالعہ کیجئے۔

جواب ۳۔ خاتم کے معنی لغت عرب میں افضل نہیں آتے۔ اب آپ اپنی امثلہ پیش کردہ کا جواب سنیں۔

خاتم الاولیاء کا جواب:

یہ روایت غالباً تفسیر صافی سے نقل کی گئی ہے اور بالکل بے سند ہے لہذا حجت نہیں اگر احمدی دوست اسکی سند پیش کریں تو خدا کے فضل و کرم سے ہم جواب دینے کو طیار ہیں

خاتم المہاجرین کا جواب:

یہ روایت کنز العمال کی ہے اور اس کی سند حذف کر کے نقل کی گئی ہے۔ لہذا یہ روایت متصل نہیں بلکہ مرسل ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ یوں ہیں:

عن شهاب مرسلاً قال قال رسول الله اطمئن يا عم فانك خاتم المهاجرين.

بالفرض اگر یہ روایت صحیح بھی ہو تو بھی ہماری طرف سے جواب موجود ہے پس سنیئے:

ملاحظہ ہو سورہ انفال آخری رکوع

فتح مکہ سے پیشتر چونکہ مسلمان کمزور تھے اور کفار بہت ظلم کیا کرتے تھے اس

لئے ہجرت فرض تھی اور مطلب یہ تھا کہ تمام مسلمانوں کو ایک جگہ جمع ہونے کی وجہ سے طاقت بڑھ جائے گی اور ظلم کفار سے بچے رہیں گے لیکن فتح مکہ کے بعد جب مسلمانوں کی طاقت بڑھ گئی اور کفار کا زور ٹوٹ گیا تب آنحضرت ﷺ نے فرضیت ہجرت کو منسوخ کرنے کے لئے لا ھجرۃ بعد فتح مکہ فرما دیا یعنی فتح مکہ کے بعد ہجرت ضروری نہیں ۔اور حضرت عباسؓ نے فتح مکہ سے تھوڑا ہی عرصہ پہلے ہجرت کی تھی چنانچہ حافظ ابن حجرؒ فرماتے ہیں:

ھا جر قبل الفتح و شھد الفتح (اصابہ۔ج ۳ ص ۳۶)

اور ان کے بعد کسی شخص کی ہجرت ثابت نہیں لہذا آپ خاتم المہاجرین ہوئے اور آنحضرت ﷺ نے یہ الفاظ حضرت عباسؓ کے غم کو دور کرنے کے لئے فرمائے تھے چنانچہ لفظ اطمانّ قرینہ موجود ہے

خاتم الشعراء وغیرہ کا جواب

باقی رہا حسن بن وہب عربی کا صاحب حماسہ کو خاتم الشعراء کہنا یہ اس ظن کی بنا پر ہے کہ اس کمال کا آخری شخص شاید یہی ہو۔حسن بن وھب عالم الغیب تو تھا ہی نہیں۔ بخلاف اس کے خاتم النبیین کے نازل فرمانے والا خداوند عظیم علام الغیوب ہے اور لا نبی بعدی فرمانے والا وہ شخص ہے جس کی شان میں ما ینطق عن الھوی ا ن ھو الّا و حی یو حی نازل ہوا ہے۔ پس قرآن مجید اور حدیث کا معنی اس عربی شاعر کے موافق کرنا بالکل نازیبا حرکت ہے جو احمدیوں ہی کا حصہ ہے۔

اب ہم ذیل میں احمدی معترض کی مزید مہمانی کے لئے دو تین اقوال مرزا قادیانی پیش کئے دیتے ہیں۔

۱۔خاتم النبیین والی آیت کے بعد مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ یہ آیت صاف دلالت کر رہی ہے کہ بعد ہمارے نبی ﷺ کے کوئی رسول دنیا میں نہیں آئے گا (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۱۴۔ طبع دوم۔ص ۶۵۲)

۲۔اسی طرح میری پیدائش ہوئی جیسا کہ میں نے ابھی لکھا ہے کہ میرے ساتھ ایک لڑکی پیدا ہوئی جس کا نام جنت تھا اور وہ لڑکی پہلے پیٹ سے نکلی اور اس کے بعد میں نکلا

اور میرے والدین کے گھر اس کے بعد کوئی بچہ پیدا نہیں ہوا اور میں اپنے والدین کے لئے خاتم الاولاد ٹھہرا۔ (تریاق القلوب۔ص ۳۷۹)

۳۔ محمد ﷺ کی شریعت خاتم الشرائع ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۳۱۸)

۴۔ بنی اسرائیل کے خاتم النبیین کا نام عیسیٰ ہے۔

اب مرزائی دوست انصاف کریں کہ آپ کے مرشد نے ان تین جگہوں میں خاتم کے معنی مہر یا افضل کئے ہیں یا آخری کے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۴۰ء ص ۶۔۸)

قادیانی کی سخت کلامی اور اس کی تاویل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ بات مشہور ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بڑے تیز مزاج اور مخالفوں کے حق میں سخت بدگو اور سبّاب تھے۔ یہ ایک ایسی صداقت ہے کہ خود مرزا صاحب کے مرید بلکہ جانشین بھی اسے تسلیم کرتے ہیں۔ مگر اس کے ساتھ ہی سخت کلامی کو جائز بتانے کے لئے بہت کچھ تاویلیں بھی کرتے ہیں۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے ایک تازہ خطبہ جمعہ اس کی جو تاویل کی ہے وہ پہلی تاویلوں سے نرالی ہے۔ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے اس خطبہ میں اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ سخت کلامی نہ کیا کرو۔ اس ضمن میں آپ نے میرا ذکر بھی کیا ہے کہ ثناء اللہ ہمارا اشد ترین دشمن ہے۔ اس خطبے کا ضروری حصہ جو ناظرین کے قابل ملاحظہ ہے، درج ذیل ہے:

> ' میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ شدید سے شدید دشمن کے متعلق بھی سخت کلامی مجھے پسند نہیں ۔ میرے نزدیک مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے اشد ترین دشمن ہیں۔ مگر میں نے کئی بار دل میں غور کیا ہے ان کے متعلق بھی اپنے دل میں کبھی بغض نہیں پایا۔ اور میں سمجھتا ہوں اگر کسی دشمن کے متعلق دل میں بغض رکھا جائے تو اس سے اسلام کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ سوائے اس کے

کہ میرا دل کالا ہو۔ ہر شخص کا معاملہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اگر کسی کو سزا دینی ہے تو اس نے، اور اگر کسی کو بخشنا ہے تو اس نے۔ میں کیوں دل میں بغض رکھ کر اسے سیاہ کروں۔ پس دل میں بغض اور کینہ رکھ کر کام نہ کرو۔ بلکہ محبت و اخلاص رکھ کر کرو۔

جوش اور اخلاص کے ساتھ ضروری نہیں کہ سختی شامل ہو۔ خدا تعالیٰ سے زیادہ صداقت کے لئے کس کو جوش ہوسکتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ سے زیادہ کسے جوش ہوسکتا ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) سے زیادہ کسے ہوسکتا ہے۔ مگر دیکھ لو انہوں نے سختی سے کام نہیں لیا۔ وہ سوائے اس کے کہ جہاں مجبور ہیں کہ صداقت کو بیان کریں کبھی سختی سے کام نہیں لیتے۔ بعض لوگ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کا حوالہ دیدیتے ہیں کہ آپ نے فلاں جگہ یہ لفظ استعمال کیا ہے، مگر یہ نہیں سوچتے کہ آپ کی ایک پوزیشن مجسٹریٹ کی ہے۔ مجسٹریٹ کو مجبوراً اپنے فیصلہ میں بعض الفاظ استعمال کرنے پڑتے ہیں۔ مثلاً جب اس کے سامنے کسی چور کا مقدمہ پیش ہو تو اسے سزا دیتے وقت اسے لکھنا پڑتا ہے کہ تم نے چوری کی ہے اس لئے میں تمہیں چھ ماہ قید کی سزا دیتا ہوں۔ وہ یہ نہیں کہہ سکتا کہ چونکہ تم نے دو رکعت نماز ادا کی ہے اس لئے چھ ماہ قید کی سزا دیتا ہوں اسے مجبوراً چور کا لفظ استعمال کرنا پڑتا ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) بھی خدا کی طرف سے حکم تھے اس لئے بعض دفعہ آپ نے بعض موقعوں پر بعض لوگوں کی حقیقت بیان کرنے کیلئے مجبوراً بعض الفاظ استعمال کئے ہیں۔ مگر وہ مجسٹریٹ کی حیثیت سے کئے ہیں۔ اور چونکہ ہماری پوزیشن یہ نہیں ہے اس لئے ہمیں ایسے الفاظ استعمال نہیں کرنے چاہییں۔ ہمارے لئے ان الفاظ کا استعمال اسوہ نہیں ہے۔ ہمارے لئے اسوہ آپ کا ذاتی معاملہ ہے۔ آپ نے ذاتی حیثیت میں جو جواب دیئے ہیں وہ ایسے نرم ہیں کہ پڑھنے والے کے دل پر اثر کئے بغیر نہیں رہ سکتے' (فاروق قادیان۔ ص۴ بابت ۷۔ ۱۴مئی ۱۹۴۰)

مرزا غلام احمد صاحب کو مجسٹریٹ کہہ کر ان کی گالیوں کو جائز قرار دینا عجیب

منطق ہے ۔ مجسٹریٹ کے معنی ہیں قاضی جو کہ دو مخالف فریقوں میں فیصلہ دیتا ہے۔ اسکے لئے بھی یہ شرط ہے کہ فریقین میں سے کوئی فریق غائب نہ ہو ۔ کیونکہ قضا علی الغائب جائز نہیں ۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی ایسے لوگوں کے حق میں بھی گالیوں کی بوچھاڑ کرتے ہیں جو ان کے سامنے فریق مقدمہ بن کر پیش نہیں ہوئے بلکہ ان کو یہ بھی خبر نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کون ہیں، کہاں رہتے ہیں ۔ اور نہ انہوں نے کبھی مرزا صاحب قادیانی کے حق میں کوئی بھلا برا لفظ منہ سے نکالا ۔ اس سلسلہ میں نجم الہدیٰ میں آپ کا یہ شعر ملاحظہ ہو

ان العدی صاروا خنازیر الفلا
ازواجھم من دونھن الاکلب

یعنی ہمارے دشمن جنگل کے خنزیر ہیں اور ان کی بیویاں کتیوں سے بھی زیادہ بری ہیں ۔

بتایئے صاحب، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالفوں کی بیویاں بھی کسی معاملہ میں فریق مقدمہ ہیں؟ اگر ہیں تو کسی مخالف کی بیوی کا کوئی بیان تو پیش کیجئے جو اس نے کبھی دیا ہو۔ پھر یہ کیا اخلاق سوز طریقہ ہے کہ خود گالیاں دیکر قاضی بن بیٹھیں ۔ اپنے تخیل میں شاعر لوگ اپنے معشوقوں کو سراہتے ہوئے بیشک کہا کرتے ہیں

کتنے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیوں سے بھی بے مزا نہ ہوا

مگر مجسٹریٹ (قاضی) کے موہنہ سے گالیاں نکلنا بہت ہی عیب ہے ۔ کیونکہ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے قاضی کیلئے ہدائت فرمائی ہے

لا تقض بین اثنین و انت غضبان

(یعنی دو شخصوں کے درمیان غصے کی حالت میں فیصلہ مت کیا کرو)

ہمارے شہر بلکہ محلے میں ایک صاحب شیخ خدا بخش مرحوم سیشن جج رہتے تھے جو نہ مسیح موعود تھے، نہ مہدی مسعود، نہ عالم، نہ فاضل، مگر اخلاق کا مجسمہ تھے ۔ ڈاکوؤں اور چوروں کو سزا دیتے ہوئے آپ یوں حکم سناتے تھے :

لے بھائی نتھا سنگھ اب تو دس برس تک سرکار کا مہمان رہے گا

مطلب آپ کا یہ ہوتا تھا کہ میں تجھ کو دس سال قید کی سزا دیتا ہوں ۔ یہ ہے

اخلاق فاضلہ کا نمونہ ۔مگر مرزا صاحب ...گالیاں دینے میں سب سے زیادہ مونہہ زور ہیں ۔انہی کے لگ بھگ سوامی دیانند تھے جو بغیر سخت کلامی کے بولنا جانتے ہی نہ تھے۔ انکی سخت کلامی کی تاویل کرنے والوں نے بھی یہی تاویل کی ہے کہ سوامی جی ایک ڈاکٹر کی طرح تھے جو اپریشن کے وقت کسی کا لحاظ نہیں کرتا۔ (سوامی کی سوانح عمری کلاں)

یہ سب خوش اعتقادی کی باتیں ہیں جن کی بابت کہا گیا ہے

پیر من خس است اعتقاد من بس است ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مئی ۱۹۴۰ء ص ۵ ۔ ۶)

(جناب مرزا غلام احمد کی سخت کلامی کے دفاع میں پیغام صلح لاہور میں ایک مضمون قسط وار شائع ہوا تھا جس کا کچھ حصہ ذیل میں نقل کیا جا رہا ہے: لکھا ہے:

سب سے آخری الزام جو مولوی ظفر علی خان صاحب نے مسیح موعود پر لگایا ہے وہ یہ ہے کہ انہوں نے بعض مخالف علماء کو، اے بدذات فرقہ مولویان ، کے الفاظ میں خطاب کیا ہے اور بدکار فاحشہ عورتوں کی حرامی اولاد، انہیں قرار دیا ہے۔

اعتراض کی اہمیت:

یہی دو فقرے بارہا امرتسری معاند مولوی ثناء اللہ نے پیش کئے ہیں اور یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ حضرت مسیح موعود معاذ اللہ سخت بد اخلاق اور بدزبان واقعہ ہوئے تھے جس کے اثر سے ملک کے پیشوایان دین بھی بچ نہ سکے۔

حضرت مسیح موعود کی اسّی سے زیادہ تصنیفات اوراس کے علاوہ بے شمار اشتہارات اور تقاریر میں سے صرف ان دو فقروں کا انتخاب اعتراض کی اہمیت کو زائل کرنے کے لئے کافی ہے۔

جس شخص کو رات دن مولویوں سے واسطہ پڑتا ہو، اور ان سے ہر قسم کے برے کلمات اور گالیاں اسے سنی پڑتی ہوں ،جس کے خلاف قتل کے جھوٹے مقدمات مولویوں کی امداد سے بنائے گئے ہوں، اور رات دن اسے ان لوگوں کے جواب میں کتابیں اور اشتہارات لکھنے پڑتے ہوں، اس کے قلم سے اپنی تمام تصانیف میں سے صرف ایک یا دو موقعوں پر ایسے سخت کلمات کا نکل جانا ایک بالکل طبعی امر ہے جس کو کسی طرح بد اخلاقی پر محمول نہیں کیا جا سکتا۔

(پیغام صلح لاہور جلد ۱۷ نمبر ۵۲ ص ۲)

دوسرا فقرہ جس کو مسیح موعود ..کی سخت گوئی پر محمول کیا جاتا ہے یہ ہے کہ آپ نے مولویوں کو

ذریۃ البغایا قرار دیا ہے۔ جسکے معنی کئے جاتے ہیں، فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد۔

اول تو جس جگہ آپ نے یہ لفظ لکھے ہیں وہاں مولویوں کا قطعاً کوئی ذکر نہیں بلکہ اپنے حالات زندگی کو لکھتے ہوئے اپنی بعض تالیفات کا ذکر کیا ہے اور بتایا ہے کہ ان میں اسلام کی صداقت پر زبردست براہین دیئے گئے ہیں اور دین کے معارف ان میں بیان ہوئے ہیں اور اسلام کو ایسے احسن طریق پر پیش کیا گیا ہے کہ مخالفین کے منہ بند ہو سکتے ہیں اور اس کے بعد لکھا ہے کہ:

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المو د ة و ينتفع من معا ر فها و يقبلنى و و يصدق دعو تى ا لا ذرية البغا يا الذين ختم الله على قلو بهم فهم لا يقبلو ن

ان الفاظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود کے مخاطب میاں مولوی ہی بالخصوص نہیں کہ ان کو خاص طور پر ذریة البغا یا قرار دیا ہو، بلکہ ہر وہ شخص جو ان حقائق و معارف کو دیکھتے ہوئے جو آپ نے اپنی کتابوں میں مخالفین اسلام کے بالمقابل صداقت اسلام کے ثبوت میں پیش کئے ہیں، مخالفت پر اصرار کرتا ہے بلکہ جس کے دل پر اللہ تعالی نے مہر لگا دی ہے اس کو ذرية البغا یا کے نام سے پکارا گیا ہے (یعنی صرف مولویوں کو نہیں، جن کی تعداد چند سینکڑوں یا ہزاروں میں ہوگی، بلکہ ان کروڑوں مسلمانوں کو ذرية البغايا قرار دیا ہے جو مرزا صاحب کے منکر ہیں۔ بہاء) کیا فی الحقیقت اس لفظ کے معنی فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد ہیں اور سوائے اس کے اور کوئی معنی اس فقرہ کے نہیں بنتے؟

ایک ادنی سمجھ کا آدمی بھی اس بات کو سمجھ سکتا ہے کہ جس حالت میں ذرية البغا یا کی تفسیر حضرت مسیح موعود نے خود الذين ختم الله على قلو بهم کے الفاظ میں کر دی ہے تو کسی کا کیا حق ہے کہ اس کے معنی وہ کرے جو آپ کا منشائے حقیقی نہیں۔

اس میں شک نہیں کہ بغایا کا لفظ فاحشہ عورتوں پر بھی بولا جاتا ہے لیکن ہر حالت میں اس کے یہ معنی نہیں ہوتے لغت کو اٹھا کر دیکھ لیجئے وہاں صاف طور پر اس بات کو تسلیم کیا گیا ہے کہ یہ لفظ ابتداء لونڈیوں پر ان کے فاحشہ ہونے کی وجہ سے بولا گیا..مگر ...اس سے ..مراد نہیں اور یہ ضروری نہیں کہ اس سے ان کا فاحشہ اور بدکار ہونا بھی ثابت ہو بلکہ وہ فاحشہ اور بدکار نہ بھی ہوں تو ان پر بولا جا سکتا ہے۔

لین کی عربی انگریزی لغت ایک بڑے اعلی پایہ کی مستند لغات مانی گئی ہے کیونکہ اس نے جا بجا

اپنی تائید لسان العرب قاموس اور راغب جیسی مستند عربی لغت کے حوالے دیئے ہیں لفظ بغایا کا معنی کرتے ہوئے صاف لکھا ہے... بغایا کے معنی لونڈی کے ہیں خواہ فاحشہ یا بدکار ہو نہ ہو گالی اس سے مراد نہیں اگرچہ ابتداء لونڈیوں پر بوجہ ان کی بدکاری کے استعمال ہوتا تھا

عربی لغت کے اس حوالہ کے بعد کون کہہ سکتا ہے کہ حضرت مسیح موعود نے ذریۃ البغایا میں ؟ بالضرور علمائے دین کو، فاحشہ بدکار عورتوں کی حرامی اولاد، ....نے مہر لگا دی ہے۔ ہاں اس کا فیصلہ مولوی ظفر علی خان کے ذمہ ہے کہ وہ انصاف کے ساتھ بتائیں کہ ایسے لوگ جن کے دلوں پر اللہ تعالی نے مہر لگا دی ہو کہاں تک قابل ستائش ہیں۔قرآن نے تو ایسے لوگوں کو اولئک کالانعام بل ھم اضل کا خطاب دیا ہے بلکہ دوسری جگہ انہیں زنیم تک کہنے سے دریغ نہیں کیا جس کے معنی لسان العرب میں زانیہ کی اولاد کئے گئے ہیں۔مرزا صاحب نے کیا گناہ کیا کہ اگر ایسے لوگوں کو ان کی حد سے بڑھی ہوئی شرارتوں کی وجہ سے ذریۃ البغایا کہہ دیا.

(پیغام صلح لاہور جلد ۱۷نمبر ۵۳۔ص ۔۴)

(کیا خوب لکھا ہے کہ مرزا صاحب نے ایک یا دو موقعوں پر سخت الفاظ استعمال کئے ہیں۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس ردیف وار فہرست کو نقل کر دیا جائے جو منشی الٰہی بخش لاہوری نے مرتب کے عصائے موسیٰ میں درج فرمائی تھی ۔ اس فہرست کو دیکھ کو ناظرین کو بخوبی اندازہ ہو جائے کہ بات ایک یا دو مواقع کی ہے یا مرزا صاحب کی عادت ثانیہ کی ۔

منشی الٰہی بخش صاحب عصائے موسیٰ میں لکھتے ہیں ؛

اس جگہ مرزا کی خوش اخلاقی وشیریں کلامی کا جو انہوں نے اپنے کتب واشتہارات میں ظاہر فرمائی ہے اور جس کا بالاستیعاب ذکر تو مشکل وطول ہے لیکن بطور نمونہ چند الفاظ وکلمات و فقرات اظہار حقیقت کے لئے بترتیب حروف تہجی بادل نخواستہ لکھتا ہوں اور ان کے نقل کرنے سے اللہ تعالی کی پناہ وبخشش مانگتا ہوں ۔

اے بدذات فرقہ مولویاں تمنے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا ،وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا ؛ اندھیرے کے کیڑو ؛ ایمان وانصاف سے دور بھاگنے والا ؛ اندھے ؛ نیم دہریہ؛ ابولہب ؛ اسلام کے دشمن ؛ اسلام کی عار مولویو؛ اے جنگل کے وحشی ؛ اے نابکار ؛ ایمانی روشنی مسلوب ہوئے ؛ احمق مخالف ؛ اے پلید دجال ؛ اسلام کے بدنام کرنے والے ؛ اے بدبخت مفتریو؛ اعمی؛ اشرار؛ اول الکافرین ؛ اوباش ؛اے بدذات خبیث دشمن اللہ اور رسول کے ؛ ان بیوقوفوں

کے بھاگنے کی جگہ نہ رہے گی اور صفائی سے ناک کٹ جائے گی۔

بے ایمان اندھے مولوی؛ بلید طبع ؛ بدذات جھوٹا؛ بدگوہری ظاہر نہ کرتے؛ بے حیائی سے بات بڑھانا؛ بددیانت بے حیا انسان؛ بدذات فتنہ انگیز ؛ بدقسمت منکر ؛ بدچلن؛ بخیل ؛ بداندیش؛ بدظن؛ بدبخت قوم؛ بدگفتار؛ بدباطن نکتہ چیں؛ باطنی جذام ؛ بخل کی سرشت والے؛ بیوقوف جاہل؛ بے ہودہ۔

تمام دنیا سے بدتر ؛ تنگ ظرف ؛ ترک حیا؛ تقوی ودیانت کے طریق کوبکلی چھوڑ دیا؛ ترک تقوی کی شامت سے ذلت پہنچ گئی ؛تکفیر ولعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لئے۔

ثعلب (لومڑی جیسے) ایّہا الشّیخ الضّال و الدّجال البطال۔

جھوٹ کی نجاست کھائی ؛ جھوٹ کوگونہہ کھایا؛ جاہل وحشی؛ جادہ صدق وثواب سے منحرف و دور؛جعل ساز ؛ جیتے ہی مرجاتا۔

چوہڑے؛ چمار۔

حمار؛ حمقاء؛حق وراستی سے منحرف؛حق پوش۔

خبیث طبع مولوی جو یہودیت کا خمیر اپنے اندر رکھتے ہیں؛ خنزیر سے زیادہ پلید؛ خطا کی ذلت انہی کے منہ پر؛ خالی گدھے؛ خائن ؛ خباثت پیشہ؛ خاسرین خالیۃ من نور الرحمٰن؛ خام خیال؛ خفاش؛ خوش شدہ آید کہ حق ودین راباطل کنید۔

دل کے مجذوم۔ دھوکہ دہ۔ دیانت امانت راستی سے خالی۔ دجال۔ دروغ گو۔ ڈوموں کی طرح مسخرہ۔ دشمن سچائی۔ دشمن قرآن۔ دلی تاریکی۔ دروغ شما تاکنار ہائے بغداد منتشر خواہد شد

ذلت کی موت۔ ذلت کے ساتھ پردہ دری۔ ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کوسوروں اور بندروں کی طرح کردیں گے۔

رئیس الدجالین ۔ ریش سفید کو منافقانہ سیاہی کے ساتھ قبر میں لے جائیں گے۔ روسیاہ ۔روباہ باز۔ رئیس المتصلفین ۔ راس المعتدین۔ راس الغادین۔

زہرناک مادے والے۔ زندیق۔

سچائی چھوڑنے کی لعنت انہیں پر برسی ۔سفلی ملا بے بصر۔ سیاہ دل منکر۔سخت بے حیا ہوگا جواس فوق العادت سلسلہ سے انکار کرے۔ سیاہ دل فرقہ کس قدر شیطانی افتراؤں سے کام لے رہاہے۔سادہ لوح ،سانپ،سفلہ،سفہاء، سلطان المتکبّرین الّذی اضاع دینہ

بالکبر والتّو هین ۔ سگ بچگان ۔

شرم و حیا سے دور۔شرارت وخباثت ۔شیطانی کاروائی والے۔ شریف از سفلہ نمی ترسد بلکہ ازسفلگی اوے ترسد۔ شریر مکار۔ شیخی سے بھرا ہوا۔ شیخ نجدی۔

۔صم عمی . صدر القناۃ نیو ش صدر ک ضر بہ . و یر یك ر ما نی بحار دماء۔

ضال . ضررھم اکثرمن ابلیس اللّعین

طالع منحوس. طبتم نفساً بالغاء الحقّ و الدّ ین

ظالم ۔ظلمانی حالت۔

علماءالسوء۔ عداوت اسلام، عجیب دیندار، عدوالعقل النھی ،عقارب ،عقب الکلب

غول الاغوی ۔غدارسرشت ۔ غالی ۔ غافل

فیمت یاعبدالشّیطان الموسوم بہ۔فریبی ۔فن عربی سے بے بہرہ، فرعونی رنگ ۔

قبر میں پاؤں لٹکائے ہوئے ۔ قست قلوبھم کماھی عادۃ النوکی ۔قدسبق الکلّ فی الکذب و المین۔

کتے ۔کینہ ور۔ کمینہ۔ کہماء(مادرزاداندھے)۔کج دل قوم ۔کوتاہ نظر۔کھوپڑی میں کیڑا۔ کیڑوں کی طرح خود ہی مرجاویں گے۔

گدھا ۔گندے اور پلید فتوی والے ۔گندی کاروائی والے ۔گندی عادت ۔گندے اخلاق ۔ گندہ دہانی ۔گندے خیال والے ذلت سے غرق ہوجاتا۔گندی روحو۔

لاف وگذاف والے ۔لعنت کی موت ۔

مولویت کو بدنام کرنے والو۔ مولویوں کا منہ کالا کرنے کے لئے ۔ منافق ۔مفتری ۔مورد غضب ۔مفسد ۔مرے ہوئے کیڑے ۔مخذول ۔مھجور۔مجنون درندہ ۔مغرور ۔منکر ۔ مجحوب مولوی ۔مکس طینت مولوی کی بک بک ۔مردارخورمولویو۔

نجاست نہ کھاؤ۔نااہل مولوی ۔ناک کٹ جائیگی ۔ناپاک طبع لوگوں نے ۔نابینا علماء ۔نمک حرام ۔ نفسانی ۔ناپاک نفس ۔نابکارقوم ابھی تک حیا وشرم کی طرف رخ نہیں کرتی ۔نفرتی و ناپاک شیوہ۔ نادان متعصب ۔نالائق ۔نفس امارہ کے قبضہ میں ۔نااہل حریف ۔نجاست سے بھرے ہوئے ۔نادانی میں ڈوبے ہوء۔نجاست خوری کا شوق ۔

وحشی طبع ۔وحشیانہ عقاید والے۔

ہامان ۔ ہالکین ۔ ہندوزادہ۔

یک چشم مولوی ۔ یہودیانہ تحریف ۔ یہودی سیرت ۔ یا ایّھا الشّیخ الضّا ل و المفتری البطّا ل ۔ یہود کے علماء ۔ یہودی صفت ۔

نیز قادیانیوں کو یہ بھی معلوم ہو جا چاہیے کہ جن علماء اور دیگر مصنفین ومقررین نے مرزا صاحب کے خلاف سخت الفاظ استعمال کئے ہیں انہیں الہام کا دعویٰ نہیں تھا نہ وہ مسیح موعود یا نبی یا مہدی ہونے کے مدعی تھے۔ بہاء)

مرزا قادیانی اورعیسی پرستی کا ستون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی شخص کا صدق وکذب آزمانا ہو تو اس کے مقصد کو دیکھنا چاہیے۔ایک فوجی جرنیل جوفوج کو لے کر اس ارادہ سے نکلے کہ میں دشمن پر فتح پا کر آ ؤں گا،مگر فتح پانے کی بجائے شکست کھا کر آئے اورتاویل کرنے لگے کہ گو ہم نے فتح نہیں پائی مگر لوگوں کے دلوں پر اپنی بہادری کا ایسا اثر چھوڑا کہ گویا ہم فاتح ہیں۔ایسی بات کوئی دانا آدمی تسلیم نہیں کرسکتا مرزاغلام احمد متوفی نے دعویٰ کیا تھا:

میرے آنے کا اثر یہ ہوگا کہ دنیا کی مختلف اقوام مٹ کر ایک ہی مسلم قوم بن جائیگی ۔(چشمہ معرفت)

اخباراہل حدیث امرتسر کی ۱۰ ،اور۲۴مئی ۱۹۴۰ءکی اشاعتوں میں اس مضمون پر روشنی ڈالی گئی ہے۔جس کے جواب میں الفضل قادیان نے توجہ کی ہے۔ہمیں خدا کے فضل سے قادیانی لٹریچر میں ایک خاص ملکہ حاصل ہے ۔وہ یہ کہ ہم اس گروہ کے جواب کے جواب کے لئے کسی بیرونی تحریر یادلیل کےمحتاج نہیں ہوتے بلکہ خود انہی لوگوں کی تحریروں سے ہم جواب اخذ کر لیتے ہیں ذلک من فضل اللہ ۔ پس ناظرین الفضل کا جواب مع جواب الجواب سنیں ۔

الفضل قادیان کے جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ کسی نبی کے زمانہ میں یہ بات

نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کے لوگ راہ راست پر آ گئے ہوں، یہاں تک کہ سید الانبیاء ﷺ کے زمانہ میں بھی یہ بات نہیں ہوئی۔ چنانچہ الفضل کے اصل الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب کے نزدیک حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا وہ دعوی جو آپ نے عیسی پرستی کے ستون کو توڑنے کے متعلق کیا ہے، اسی صورت میں پورا ہوسکتا ہے کہ دنیا کے تختہ پر کوئی مسیحی باقی نہ رہے اور عیسائیوں کی سرگرمیاں صفحہ دہر سے یک سرنا پید ہو جائیں۔

مگر انہیں معلوم ہونا چاہیے کہ یہ بات سنت اللہ کے سراسر خلاف ہے۔ دنیا میں جو بھی نبی آیا اس کی بعثت کی غرض یہی بتائی گئی کہ وہ دنیا میں ہدائت پھیلائے اور گمراہی دور کرے۔

کیا کوئی ایک بھی ایسا نبی ہوا ہے جس نے آ کر اپنے دائرہ عمل سے ضلالت اور گمراہی کا وجود ہی مٹا دیا ہو۔ اورتو اور خود آنخضرت ﷺ کے وقت میں بھی ایسا نہ ہوا جو سب انبیاء کے سردار ہیں۔ آپ کے وصال کے وقت دنیا میں عیسائی بھی موجود تھے، یہودی بھی، ہندو اور بت پرست بھی۔ پھر اسلام کے عروج کے زمانہ میں بھی رہے اور اب بھی موجود ہیں۔

پھر معلوم نہیں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفین یہ کس طرح امید رکھتے ہیں کہ دنیا سے مسلمانوں کے سوا دوسرے تمام مذاہب کے لوگوں کا نام و نشان مٹ جائے۔ جبکہ قرآن کریم میں خدا تعالی کا یہود اور نصاری کے متعلق یہ ارشاد موجود ہے

و اغرینا بینهم العداوة و البغضاء الی یوم القیامة (المائدة:۱٤)

یعنی یہود اور نصاری کے درمیان قیامت تک عداوت اور بغض رہے گا۔

اور بغض اسی طرح رہ سکتا ہے کہ دونوں کا وجود باقی رہے، اور جو قوم رہے گی وہ زیست کے لئے کچھ نہ کچھ ہاتھ پاؤں بھی مارتی رہے گی۔

(الفضل قادیان ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء)۔

ناظرین کرام! اس عبارت کا ایک فقرہ پھر ایک دفعہ ذہن نشین کر لیجئے کہ پہلے کسی نبی کے زمانہ میں ساری دنیا کے لوگ کسی ایک مذہب پر جمع نہیں ہوئے تو اب

کیوں کر ہو سکتے ہیں۔ اس دعوی پر الفضل قادیان نے قرآن کی آیت فا غرینا بینهم العدا وۃ ..(المائدۃ:۱۴).پیش کی ہے۔

سطور بالا میں ہم کہہ آئے ہیں کہ ہمیں قادیانی لٹریچر میں یہ خاص ملکہ حاصل ہے کہ تردید کے لئے ہمیں دور جانے کی ضرورت نہیں پڑتی بلکہ ان کے لٹریچر کے اندر ہی جواب کے لئے مواد مل جاتا ہے۔ اس کا ثبوت اخبار الفضل قادیان کے اسی مضمون میں ملتا ہے جہاں اس نے ہمارے دعوی کی تصدیق اور اپنی تردید کر دی ہے۔ الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

> حضرت مسیح موعود نے اپنا جو مشن بیان فرمایا ہے وہ پورا ہو رہا ہے اور سنت اللہ کے مطابق بتدریج پورا ہو رہا ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اس کی تکمیل کے لئے جو میعاد مقرر کی ہے وہ یہ ہے:
>
> ابھی تیسری صدی آج کے دن سے پوری نہیں ہوگی کہ عیسی کے انتظار کرنے والے کیا مسلمان اور کیا عیسائی سخت نومید اور بدظن ہو کر اس عقیدہ کو چھوڑ دیں گے اور دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا۔
>
> (الفضل قادیان ۲۶ مئی ۱۹۴۰ص ۲)۔

الفضل کا آخری فقرہ بالفاظ صریح ہمارے دعوی کی تصدیق کر رہا ہے۔

کیوں صاحب! آپ کو یہ لکھتے ہوئے کہ تین سو سال کے خاتمہ پر دنیا میں ایک ہی مذہب اور ایک ہی پیشوا ہوگا، قرآن کریم کی آیت مذکرہ بالا یاد نہ رہی۔

نیز یہ کہنا کہ چونکہ پہلے کسی نبی کے زمانے میں ایسا نہیں ہوا، الفضل نے خود ہی اس کی تردید کر دی جب کہا کہ تین سو سال بعد ایسا ہو جائے گا۔ نیز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی کہتے ہیں

> خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں مسیح موعود کے زمانہ پر ڈال دی۔ (چشمہ معرفت)

اب اس وعدہ کو تین سو سال تک ملتوی کیا جاتا جس کی حکمت اور وجہ یہ ہے کہ سردست تو معترضین خاموش رہیں گے جب یہ طویل زمانہ گذر جائے گا تو معترض جانیں اور ان کے مجیب۔

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ جون ۱۹۴۰ء ص ۵۔۶)

حکومت برطانیہ کی مصیبت اور اس کا علاج

گورنمنٹ برطانیہ کی مصیبت جنگ مرزائیوں کی بددعا سے ہے

مصیبت کا دفعیہ بھی خلیفہ کی دعا سے ہوگا

خلیفہ قادیان کی تقریر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب متوفی ہوا کا رخ خوب پہچانتے تھے اور مقولہ مشہورہ، چلو تم ادھر کو جدھر کی ہوا ہو، ہمیشہ ان کے زیر عمل رہتا تھا۔ ایک دفعہ کسی نے حکومت کے پاس مرزا غلام احمد صاحب کی ذراسی شکایت کر دی، تو بس آپ نے خوش آمد کرنی شروع کر دی اور جان نثاری کا اظہار کرتے ہوئے یہاں تک کہہ گئے:

ہمارا خاندان خیر خواہی اور خدمت گذاری میں گورنمنٹ برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ اس لئے گورنمنٹ اپنے ماتحتوں کو حکم کرے کہ میرے خاندان کی وفاداری اور اخلاص کے لحاظ سے مجھے اور میری جماعت کو خاص عنایت اور مہربانی کی نظر سے دیکھیں۔ (تبلیغ رسالت۔ ج ۷ ص ۱۹)

اس کے علاوہ آپ نے ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ:

میری جماعت گورنمنٹ کے لئے ایک وفادار فوج ہے جس کا ظاہر و باطن گورنمنٹ کی خیر خواہی سے بھرا ہوا ہے۔ (تحفہ قیصریہ۔ ص ۱۲)

یہ ہے وہ بنیادی اصول جو بانی فرقہ مرزائیہ نے قائم کیا تھا۔ ان کے بعد ان

کے جانشین بھی اسی اصول پر چلتے رہے۔ مگر چونکہ وہ مرزا صاحب قادیانی کے دل و دماغ کو نہیں پہنچ سکتے تھے، اس لئے حکومت کی طرف سے تھوڑی سی بے التفاتی پر ناراض ہو کر گورنمنٹ برطانیہ کے حق میں بد دعائیں بھی کرنے لگ جاتے۔ مگر چونکہ ہوا کا رخ پہچاننا ان کو وراثت میں ملا ہے اس لئے فوراً سنبھل کر سیدھے بھی ہو جاتے۔ یہ سب واقعات ناظرین خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد قادیانی) کی مندرجہ ذیل تقریر سے معلوم کر سکتے ہیں جو اخبار الفضل قادیان ۴ جون میں شائع ہوئی ہے اور جسے ہم بحذف زوائد درج کرتے ہیں:

اس میں کوئی شبہ نہیں کہ آج برطانوی ایمپائر پر بلکہ برطانوی ایمپائر ہی کیا تمام دنیا پر، اور اس تمام مہذب نقطہ نگاہ پر جو گذشتہ صدیوں کے اثرات کے نتیجہ میں پیدا ہوا ہے نہایت خطرناک حملہ ہوا ہے۔ اور اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ یہ جنگ اگر اتحادیوں کے خلاف پڑے تو دنیا میں ایسے خطرناک تغیرات رونما ہو جائیں گے کہ نہ مذاہب کے لئے امن باقی رہے گا اور نہ قوموں کے لئے امن باقی رہے گا..

اتحادیوں نے اپنی غفلت اور سستی اور کبر اور خود پسندی کی وجہ سے ان سامانوں کے جمع کرنے میں بہت ہی سستی دکھائی ہے جس سامانوں کا جنگ کے لئے جمع کرنا ضروری تھا۔ اور ان کی اس سستی غفلت، اور میں کہوں گا کہ، تکبر کا ثبوت یہ ہے کہ گذشتہ .. ماہ ہمارے سیاست دان اس دعوی کے اعلان میں لگے رہے کہ ہمارے پاس سامان بہت ہے اور ہم جرمن کو بھوکا مار سکتے ہیں .. اللہ تعالی کی طرف سے ان لوگوں پر کچھ ایسی غفلت طاری ہو گئی کہ یہ سامان جنگ تیار نہ کر سکے اور اس طرح اللہ تعالی نے ان کو بتا دیا کہ محض دنیوی سامانوں پر بھروسہ انسان کے کام نہیں آ سکتا۔ چنانچہ آج بڑے کیا اور چھوٹے کیا، بادشاہ کیا اور وزراء کیا، سب کہہ رہے ہیں کہ دعائیں کرو کیونکہ دعاؤں کے بغیر کامیابی مشکل ہے...

انگریز ان لوگوں میں سے ہیں جو اپنی رعایا کے ساتھ بہتر سلوک کرتے ہیں ...اللہ تعالی کی طرف سے ان دنوں برطانیہ پر جو ابتلاء آیا ہوا ہے، اس کے

متعلق چاہیں ہنسیں، چاہے ٹھٹھا اور مذاق کریں، چاہے ہمیں پاگل اور مجنون سمجھیں، حقیقت یہ ہے کہ یہ ان آہوں کا نتیجہ ہے جو۱۹۳۴ء، ۱۹۳۵ء، اور ۱۹۳۶ء میں ہمارے دلوں سے بلند ہوئیں۔ میرے اس وقت کے خطبات چھپے ہوئے موجود ہیں،ان کو نکال کر پڑھ لیا جائے۔ میں نے متواتر ان خطبات میں کہا ہے کہ انگریز یہ مت خیال کریں کہ ان کے پاس توپیں فوجیں ہوائی جہاز اور بم ہیں کیونکہ جس خدا پر ہمارا انحصار ہے اس کے مقابلہ میں ان چیزوں کی کوئی حیثیت نہیں۔ انہوں نے اس وقت میری اس آواز پر کان نہ دھرا اور کہا کہ اس کی کیا حیثیت ہے ،یہ ایک چھوٹی سی جماعت کا فرد ہے، جسے جب چاہیں ہم تباہ کر سکتے ہیں ،اور جب چاہیں مار سکتے ہیں۔اور یہ نہ سمجھا کہ خدائی مذہب انسانوں کے قید ہونے یا انسانوں کے مارے جانے کے ساتھ تعلق نہیں رکھتے،حتیٰ کہ بعض انبیاء بھی شہید ہوئے۔ انسان قید ہوتے ہیں،حتیٰ کہ بعض انبیاء بھی قید ہوئے۔ انسان اپنے گھروں سے نکالے جاتے ہیں،حتیٰ کہ سید الانبیاء ﷺ بھی اپنے گھر سے نکالے گئے۔مگر خدا تعالیٰ کی باتیں دنیا سے کبھی مٹ نہیں سکتیں، حکومتیں مٹا دی جاتی ہیں، سلطنتیں تباہ کر دی جاتی ہیں،مگر خدا تعالیٰ کا قول دنیا سے کبھی محو نہیں ہوتا...

لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ ہمارے ساتھ جو کچھ بعض مقامی افسروں نے نے کیا تھا (کیا حکام کی تھوڑی سی بدسلوکی کی وجہ اس حکومت کے حق میں بد دعا کرنا جس کی خدمت گذاری کے لئے ساری جماعت تیار کی گئی ہو، جیسا کہ تحفہ قیصریہ کی مذکورہ بالا عبارت سے ظاہر ہے، کہاں کی وفاداری اور دانشمندی ہے۔ ثناء اللہ امرتسری) حکومت برطانیہ بے شک بلاواسطہ اس کی ذمہ دار تھی اور اس وجہ سے ضروری ہے کہ ہم حالات صحیح طور پر سمجھیں۔

جب جرمنی کے مقابلہ میں اتحادی فوجوں کو فلنڈرز میں پہلی شکست ہوئی تو اس وقت میں کراچی میں تھا۔مجھ پر اس خبر کا اتنا گہرا اثر ہوا کہ رات کو میری نیند اڑ گئی اور بے چینی اور اضطراب کی حالت میں میں نے اتحادیوں کی

کامیابی کے لئے دعا کرنی شروع کر دی اور گھنٹوں دعا کرتا رہا۔ جب صبح ہونے کے قریب ہوئی تو اس وقت مجھے الہام ہوا:

ہم الزام ان کو دیتے تھے قصور اپنا نکل آیا

میں نے بعد میں سوچا کہ اس کا کیا مفہوم ہے، تو اس کا مطلب میری سمجھ میں یہ آیا کہ ابھی دو چار سال پہلے تو بہت سے احمدیوں کے دلوں سے حکومت کے خلاف آہیں نکل رہی تھیں اور اب ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کر رہے ہو۔ گویا اللہ تعالیٰ نے سمجھایا کہ ہماری جماعت کی طرف سے اس موقعہ پر جو بد دعائیں کی گئی تھیں وہ ضرورت سے زیادہ تھیں اور اس میں توازن کو ملحوظ نہیں رکھا گیا تھا۔ یعنی یہ نہیں دیکھا گیا کہ ظلم کتنا ہے اور آہیں کتنی بلند ہو رہی ہیں۔ اور نہ یہ سوچا کہ اگر یہ حکومت تہ و بالا ہوگئی تو اس کے بعد جو آئے گا وہ کیسا ہوگا۔ اچھا ہوگا یا برا۔...

تو اللہ تعالیٰ نے مجھے اس الہام کے ذریعہ یہ سبق دیا ہے کہ ہر بات میں توازن کو ملحوظ رکھنا چاہیے۔ میں تو اس وقت بھی جماعت کو روکتا تھا اور بار بار کہتا تھا کہ یہ جھگڑا چند مقامی افسروں سے ہے، حکومت برطانیہ سے اس جھگڑے کا کوئی تعلق نہیں۔ اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس بارہ میں میں مجرم نہیں ہوں مگر مجھے ذاتی طور پر معلوم ہوا ہے کہ جماعت کے بعض دوستوں نے انگریزوں کے خلاف بڑی بڑی بد دعائیں کی ہیں۔

پس اب اللہ تعالیٰ نے یہ حالات پیدا کر کے ہمیں ہی مجبور کیا ہے کہ ہم ان کی کامیابی کے لئے دعائیں کریں کیونکہ وہ خطرہ جو آنے والا ہے بہت زیادہ سخت ہے۔ انگریزوں کی مثال درحقیقت ایسی ہی ہے جیسے قرآن کریم میں آتا ہے کہ دو یتیم بچوں کا خزانہ ایک دیوار کے نیچے دبا ہوا تھا۔ ایک مدت کے بعد وہ دیوار بوسیدہ ہو کر گرنے کے قریب ہوگئی۔ اب بظاہر دیوار کا گر جانا مفید تھا کیونکہ اس کے گر جانے سے خزانہ نکل سکتا تھا، مگر حضرت موسیٰ اور ان کے ساتھی نے جب اس دیوار کو گرتے دیکھے تو پھر بنا دیا۔

اب دیوار کو دوبارہ کھڑا کر دینے کے معنی یہ تھے کہ وہ خزانہ پھر دب جائے

اور ظاہر نہ ہونے پائے ۔مگر حضرت موسی اوران کے ساتھی نے دیوار بنادی اورخزانہ کو پوشیدہ کر دیا کیونکہ قرآن کریم سے ہی معلوم ہوتا ہے اس دیوار کے بنانے کی حکمت یہ تھی کہ اللہ تعالی چاہتا تھا وہ خزانہ قبل از وقت ننگا نہ ہو جائے، بلکہ اس وقت تک دبا رہے جب تک لڑکے اپنی جوانی کونہیں پہنچتے، تاکہ جب وہ جوان ہو جائیں تو وہی اس خزانہ پر قابض ہوں، کوئی دوسرا اس پر قبضہ نہ جمالے۔اسی طرح بظاہر حالات ایسا معلوم ہوتا ہے کہ انگریز اورفرانسیسی وہ دیوار ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون ہے اور خدا تعالی چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب تک خزانہ کے اصل حق دار جوان نہیں ہو جاتے ۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی ، اس لئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہوگا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جمالیں گے ۔ پس اللہ تعالی چاہتا ہے کہ ہم پھر ایسی دیوار کو بنا دیں تا جب احمدیت اپنی بلوغت کا ملہ کو پہنچ جائے تو اس وقت وہ اس خزانہ کو سنبھال لے ۔ دنیاداروں کی نگاہ میں بیشک یہ عجیب بات ہے مگر جو بات خدا تعالی کے حضور مقدر ہے وہ عجیب نہیں اور وہی طبعی اور حقیقی فیصلہ ہے ۔پس اس وقت اتحادیوں کا ضعف احمدیت اور اسلام کے لئے بظاہر خطرناک ہے۔ یوں اللہ تعالی چاہے تو دلوں کو بدل سکتا ہے ...

اسلام اوراحمدیت کا فائدہ انگریزوں کی فتح میں ہے۔ مسیح موعود (مرزا) نے بھی دعا کی ہے کہ اللہ تعالی جنگ میں انگریزوں کو فتح دے ۔ پس حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی سنت کی اتباع میں اور اس وجہ سے کہ جہاں تک ہماری عقل کام کرتی ہے ہمیں انگریزوں کی فتح میں ہی فائدہ دکھائی دیتا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کریں....

اسی طرح انگلستان پر جرمن حملہ کی اللہ تعالی نے مجھے قبل از وقت خبر دے دی تھی۔ یہ عجیب بات ہے کہ آج حکومت برطانیہ کے وزراء یہ کہہ رہے ہیں کہ وہ اس سے پہلے انگلستان پر حملہ بالکل ناممکن سمجھتے تھے لیکن اللہ تعالی نے

کئی ماہ پہلے مجھے یہ خبر دے دی تھی۔ چنانچہ ابھی انگلستان پر حملے کا کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا کہ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ انگلستان ایسے خطرہ میں گھر گیا ہے کہ قریب ہے وہ جرمن کا غلام ملک ہو جائے اور اس نے اس خطرہ کی حالت میں بعض دوسرے ملکوں سے امداد کی درخواست کی ہے....

اللہ تعالی نے ان امور کے متعلق مجھ پر بہت سے انکشافات کئے ہیں۔ لیکن ان کی تشریحات میں مناسب نہیں سمجھتا مگر باوجود ان تمام باتوں کے میرا قلب محسوس کرتا ہے کہ انگلستان کی بھلائی میں ہماری بھلائی ہے کیونکہ رؤیا میں میں نے جب بھی انگلستان کو مشکلات میں دیکھا ہے میں نے یہی کوشش کی ہے کہ انگریزوں کے علاقہ میں چلا جاؤں۔ پس میں سمجھتا ہوں اس قوم سے ابھی ہماری قوم کے فوائد وابستہ ہیں۔اور اس لحاظ سے ان کی فتح ہی ہمارے لئے مفید ہے اور مجھے تو یقین کامل ہے کہ اگر یہ سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالی ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا۔لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر گھمنڈ ہے اور ان کے لئے یہ ماننا مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔ تاہم ان کی کامیابی کے لئے ہم دعا ہی کرتے رہیں گے ۔گو یہ دعا ویسی نہیں ہو سکتی جیسی وہ دعا جس کے لئے خود درخواست کریں ۔کیونکہ موجودہ صورت تو ایسی ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا انہیں ہماری دعاؤں کی احتیاج نہیں۔لیکن اگر وہ توحید کا اقرار کر کے ہم سے دعا کی درخواست کریں تو پھر وہ دعا ایسی ہی ہو گی جیسے دعائے مباہلہ ہوتی ہے (جیسی مرزا صاحب متوفی اور مولوی عبدالحق غزنوی کے مباہلہ کی دعا موثر ہوئی تھی۔ ثناءاللہ) اور جو سیدھی اپنے نشانہ پر پہنچتی ہے۔اگر وہ ایسا کریں گے تو یقیناً ان کی تکلیف کے دن دور ہو سکتے ہیں۔

ان مختصر نصائح کے بعد میں دعا کرتا ہوں دوستوں کو بھی چاہیے کہ وہ اس دعا میں شامل ہوں ۔اور وہ یاد رکھیں کہ اس وقت انگریزوں یا فرانسیسیوں کا سوال نہیں بلکہ جہاں تک ہمارا علم ہے اور جہاں تک ہماری عقل کام کرتی

ہے اسلام اور احمدیت کی تبلیغ کی آزادی حریت ضمیر اور حریت عمل کا سوال ہے پس نہایت ہی درد اور کرب سے دعا کرو۔

(الفضل قادیان ۴ جون ۱۹۴۰ء ص ۱-۴)

شیخ الاسلام امرتسری فرماتے ہیں: ناظرین کرام! خلیفہ (محمود احمد) صاحب نے اپنی تقریر میں برطانیہ اور فرانس کو اپنے خزانے کی حفاظت کے سلسلہ میں جو دیوار سے تشبیہ دی ہے اسکا مطلب صاف ہے کہ خلیفہ صاحب کے دل میں یہ بات جاگزیں ہے کہ احمدیہ جماعت کبھی نہ کبھی ترقی پاکر برطانیہ وفرانس کی سلطنتوں پر قابض ہو جائے گی۔ اس خیال کی بنا غالباً مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام پر ہوگی۔

سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف واختلال

(سیرۃ المہدی۔ ج ۱۔ص ۶۱)

اسی کتاب میں اس الہام کی مختلف تشریحات کی گئی ہیں جن میں سے راجح تشریح یہ ہے کہ آٹھ سالہ میعاد مرزا صاحب قادیانی کے انتقال سے شروع ہوتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مئی ۱۹۰۸ء میں وفات پائی تھی۔ اس کے آٹھ سال تک گورنمنٹ برطانیہ کی ترقی مقدر تھی۔ اس ترقی کے بعد ضعف کے آثار کا نمایاں ہونا لازمی تھا۔ اب بقول خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) اس ضعف کا انجام بصورت حکومت احمدیہ برفرانس و برطانیہ رونما ہونا ضروری ہے۔ سچ ہے:

سپنے اندر راجہ بھیو جاگت بھیو کنگال

ذرا باریک نظر سے دیکھیں تو (خزانے مدفون ہونے والی) عبارت سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ قادیان کی دعا بحق برطانیہ اپنی ذاتی غرض پر مبنی ہے۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ اگر اس وقت حکومت جرمنی، حکومت برطانیہ پر غالب آگئی، تو ہمارا اس پر غلبہ نہیں ہو سکے گا کیونکہ وہ بڑی ظالم اور سفاک اور شہ زور ہے۔ اس لئے ہماری دعا ہے کہ جب تک ہماری جماعت احمدیہ میں اتنی فوجی طاقت نہ پیدا ہو جائے کہ ہم برطانیہ اور فرانس کو مغلوب کر کے ان پر حکومت جما سکیں یا بالفاظ دیگر اپنے خزانے پر قبضہ کر سکیں دعا جاری رکھنی چاہیے۔

اس کی مثال یہ ہے کہ ایک یتیم بچہ اپنے متولی کیلئے اس غرض سے دعا کرے

کہ جب تک میں بالغ ہو کر اپنے مال کی حفاظت کرنے کے قابل نہ ہو جاؤں اس وقت تک یہ زندہ سلامت رہے، اس کے بعد میں اس کو موقوف کر کے اپنا قبضہ جما لوں گا۔ کیا عجب کہ گورنمنٹ برطانیہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی یہ آواز سن کر یہ شعر لکھ کر ان کو بھیج دے:

خدا تیرا بت کافر دراز سن تو کرے
جفا کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

ناظرین! جماعت مرزائیہ احمدیہ کے دلی ولولوں کا اندازہ کرو کہ اپنی فتوحات کو کہاں تک ترقی دینا چاہتے ہیں۔ روسی سلطنت پر تو قبضہ جما چکے ہیں (ریویو آف ریلی جنز قادیان ستمبر ۱۹۱۷ء) اب برطانیہ اور فرانس دو سلطنتیں رہ گئی ہیں جن پر قبضہ جمانا ابھی باقی ہے۔ جس روز خلیفہ قادیان نے اپنا لقب فاتح انگلستان تجویز کیا تھا... ہم اسی روز سے اس لقب کے معنی پر غور کرتے رہے۔ آج معلوم ہو گیا کہ اس لقب کی تہ میں یہی راز تھا کہ کسی روز انگلستان اور فرانس میں قادیانی حکومت قائم ہو جائے گی۔ اب کون کہہ سکتا ہے کہ شیخ چلی کا خاندان ختم ہو گیا۔

گورنمنٹ سے ہماری درخواست:

خلیفہ قادیان نے برطانیہ کی فتح ونصرت کے لئے جو یہ تجویز رکھی ہے کہ حکومت پہلے توحید کا اقرار کرے پھر مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو یقیناً فتح یاب ہو جائے گی، ہماری درخواست ہے کہ اس تجویز کو قبول کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے توحید کا اقرار تو خلیفہ صاحب نے اپنے مریدوں پر خاص اثر پہنچانے کے لئے رکھا ہے، ورنہ ان کے والد ماجد قادیانی مسیح بغیر اس شرط کے گورنمنٹ کے حق میں دعا کرتے رہے۔ چنانچہ اسی مضمون میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے مرزا غلام احمد صاحب کی دعا بحق حکومت برطانیہ کا ذکر کیا ہے۔ باقی رہی درخواست دعا، سو اس میں گورنمنٹ کا حرج ہی کیا ہے۔ ہاں ہم بتائے دیتے ہیں کہ خلیفہ قادیان اس کے بعد ایک معمولی سی درخواست کریں گے جس کا پورا کرنا بالکل آسان ہے یعنی سر کا خطاب۔ جو اشارۃً جنگ عظیم (اول) کی خدمات کے صلے میں پہلے بھی کر چکے ہیں (اخبار الفضل ۲۰

جنوری ۱۹۳۵ء) اس کا پورا کرنا کیا مشکل ہے جہاں اور بیسیوں سر ہیں، وہاں خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب بھی سر سہی:

بات بنتی ہے میری تیرا کیا بگڑتا ہے

ہاں گورنمنٹ کو اگر یہ واہمہ ہو کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے بڑھ کر ان کے والد ماجد اپنی دعاؤں کی قبولیت کے مدعی تھے اسی بنا پر انہوں نے بڑی آہ وزاری سے مولوی ثناء اللہ کی موت کے لئے دعا کی تھی کہ میری زندگی میں مرے، جسے بعنوان آخری فیصلہ اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دیا تھا، یہ دعا موت پوری نہ ہوئی تو اس کے جواب میں ہم کہیں گے کہ گورنمنٹ اس خیال کو دل سے نکال دے اور خلیفہ صاحب سے ضرور دعا کی درخواست کرے کیوں کہ:

گاہ باشد کہ کودکے نادان

بغلط بر ہدف زند تیرے

نوٹ: اخبار فاروق کی تجویز کہ میں خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد سے مباہلہ کروں، کی منظوری آئندہ پرچے میں شائع ہوگی۔ انشاء اللہ تعالی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۴۰ء ص ۶۔۸)

بہائی اور قادیانی تحریکیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا مدت سے یہ خیال ہے، جس کی تردید ہم نے کسی معقول دلیل سے نہیں پائی، کہ ان دونوں تحریکوں میں بہائی اصل تحریک ہے اور قادیانی تحریک اس کی فرع۔ ہم آج ایک ایسی صورت پیش کرتے ہیں جس میں اصل وفرع دونوں متفق ہیں۔ وہ یہ ہے کہ سودا تو بوعدہ نقد کرتے ہیں مگر تقاضا کرنے پر ادھار سنا دیتے ہیں۔ اس کی تفصیل قال دید وشنید ہے۔

شیخ بہاء اللہ ایرانی اور ان کے اتباع بارہا اس بات کو ظاہر کر چکے ہیں کہ دور

نبوت محمد یہ ﷺ ختم ہو چکا ہے اور دور بہائی شروع ہے اور نبوت کو نعمت قرار دے کر اس کے ختم ہونے سے انکار کرتے ہیں بلکہ اجرائے نبوت کو نعمت سمجھتے ہیں۔ چنانچہ اس بارے میں رسالہ بہائی میگزن میں جو مضامین نکلے ہیں وہ قابل دید ہیں۔ ہم اپنے ناظرین کی پوری واقفیت کے لئے ان کا اکثر حصہ درج کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

دین و شریعت الٰہی سب سے بڑی نعمت ہے جو خدا کی مہربانی سے نوع انسان کو ملتی رہی ہے۔ یہ نعمت کبھی بند نہیں ہوئی اور نہیں ہوگی اگر ایک دفعہ دین و شریعت کی نعمت ختم کر دینا ہی خدا کو منظور ہوتا، تو بس ایک ہی بار دین و شریعت دے کر ہمیشہ کیلئے ختم کر دیتا۔ مگر آج تک خدا تعالیٰ ہر ضرورت کے وقت نوع انسانی کو تازہ دین و شریعت عطا فرماتا رہا ہے یہ سنت اللہ ہے

ولن تجد لسنّة اللّه تبد یلاً (الاحزاب:٦٢)

اور خدا کی سنت میں تم ہرگز تبدیلی نہ پاؤ گے۔

ہر امت کے لئے ایک مدت و عمر معین ہوتی ہے لکل امة اجل۔

اور ہر اجل کے لئے ایک کتاب شریعت ہوتی ہے ولکل اجل کتاب۔

خداوند عالم فرماتا ہے کہ ہمارے پاس ہر چیز کے خزانے ہیں مگر ہم ہر چیز ایک مقدار معین پر نازل کیا کرتے ہیں

و ان من شئی الا عند نا خزا ئنه و ما ننز له ا لا بقدر معلو م.

(الحجر : ۲۱) (ہر چیز کے بہت سے خزائن ہمارے پاس ہیں اور ہم ہر چیز کو ایک مقدار معلوم پر نازل کیا کرتے ہیں)۔

دین و شریعت و تعلیم حق کے خزانے بھی رب العالمین کے پاس ہیں مگر اس کا قانون ہے کہ ہر زمانہ میں حسب ظرف و ضرورت تعلیم دیتا ہے۔ آج تک یہی کرتا چلا آیا ہے واقعات عالم شاہد ہیں کہ وقت وقت پر شریعت دی گئی اور پیغمبر بھیجے گئے اور نوع انسانی درجہ بدرجہ ترقی کرتی رہی

سنة الله فی الذ ین خلوا من قبل و کا ن امر الله قدراً مقدوراً

(الاحزاب:۳۸)

یہ خدا کا طریق ان تمام لوگوں میں رہا ہے جو آج سے پہلے گذرے ہیں اور

امر اللہ ایک مقررہ مقدار میں ظاہر ہوا کرتا ہے اور امر اللہ دین حق کی صورت میں زمانی لحاظ سے ایک معینہ زمانہ تک کے لئے دیا جاتا ہے۔ اقتضائے وقت اور مقام کے لحاظ سے بھی اس کا ایک دائرہ ہوتا ہے جب ایک دائرہ پورا ہو جاتا ہے، دوسرا دائرہ شروع ہوتا۔ وہی دین قدیم ترتیب جدید میں رونما ہوتا ہے احکام میں ترمیم تنسیخ کر دی جاتی ہے اسی عمل کا نام اکمال و اتمام دین ہے اسی بات کو قرآن شریف میں اکمال دین اسلام کے متعلق فرمایا ہے الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی و رضیت لکم الاسلا م دیناً ۔ (المائدۃ:۳)

آج میں نے تمہارے لئے اے مسلمانو! تمہارا دین کامل کر دیا تمہیں جو کچھ اس زمانہ میں تعلیم دینی تھی سب دے دی، اور اپنی نعمت تم پر پوری کر دی اور میں نے پسند کیا کہ خدا کے آگے گردن جھکانا ہی تمہارا دین ہو۔

اس آیت میں اکمال دین اور اتمام نعمت کا اعلان ہے۔ کسی چیز کے کامل ہونے کے یہ معنی ہیں کہ وہ چیز اپنے اجزاء میں پوری ہوگئی۔ یہی مقصد یہاں دین کے کامل کرنے کا ہے کہ حضرت رسول اللہ ﷺ کے ذریعہ جس قدر دینی تعلیم دی جانے والی تھی وہ قرآن شریف میں کامل ہوگئی۔ اب دین اسلام کسی بیرونی چیز کا محتاج نہیں اور خداوند عالم نے ہر پیغمبر کے ذریعہ اس کی امت کو ضروریات زمانہ کے مطابق کامل دین ہی دیا تھا جو ضرورت وقت کے لئے کافی تھا اسی طرح اسلام اپنے دور کے لئے کافی وافی رکھا گیا۔ اسی لئے فرمایا کہ اے مسلمانو! تمہارے لئے تمہارا دین میں نے کامل کر دیا۔ اور اپنی نعمت پوری کر دی۔ اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوسکتا کہ اب خدا تعالی کوئی نئی تعلیم یا نئی شریعت نہ دے گا۔ ضرورت وقت کے مطابق ضرور نئی شریعت دے گا۔ شریعت اس کی سب سے بڑی نعمت ہے اور اس کی نعمت ختم نہیں ہوسکتی اور اس کی رحمت کبھی بند نہیں ہوسکتی ...

حضرت عیسی سے خدا تعالی فرماتا ہے کہ اے عیسی بن مریم میری نعمت جو تجھ پر اور تیری والدہ پر ہوئی، یاد کر کہ میں نے تجھے روح القدس سے موئید فرمایا

اور میں نے تجھے کتاب وحکمت اورتورات وانجیل کی تعلیم دی (پ ۷ مائدہ)
ان آیات سے صاف طور پر ثابت ہوگیا کہ نبوت اور کتاب وشریعت خدا کی عظیم الشان نعمت ہے چنانچہ ایک دوسری آیت میں خداتعالی بعثت رسول کی نعمت پر اپنا احسان جتاتا ہے

لقد منّ الله على المؤمنين اذ بعث فيهم رسو لا من انفسهم
(آل عمران:۱۶۴) (خدانے مومنوں پر احسان فرمایا ہے کہ ان میں رسول کو بھیجا)۔

سورہ فاتحہ میں بندوں کی زبانی یہ دعا کرائی گئی ہے

اهدنا الصّراط المستقيم صراط الذين انعمت عليهم(الفا تحة:
٦-٧) اے خداہمیں راہ راست دکھا یعنی ان لوگوں کی راہ جنہیں تو نے اپنی نعمت عطا فرمائی ہے۔

دوسری جگہ قرآن مجید میں بتایا کہ جنہیں نعمت الٰہی عطا فرمائی وہ نبی صدیق شہید صالح لوگ ہیں۔خدائے تعالی حکم دیتا ہے کہ

واشكروا نعمت الله ان كنتم ايّاه تعبدو ن (النحل:١١٤)
تم خداہی کے پرستار ہوتو نعمت خداوند کا شکرادا کرو...

جب ایک قوم کونعمت دی گئی مگر اس قوم نے اپنے آپ کو بگاڑ لیا تو نعمت بھی چھن جاتی ہے۔اب مسلمانوں کوغور کرنا چاہیے کہ خدا نے انہیں کتنی بڑی نعمت دین وشریعت عطا فرمائی تھی اور اس پرعمل کرنے کے نتیجہ میں مسلمانوں کوروئے زمین پرحکومت وعزت عطا ہوئی لیکن جب مسلمانوں نے شریعت پرعمل کرنا چھوڑ دیا ان کی حکومت وعزت بھی جاتی رہی خدا تعالی نے وعدہ فرمایا تھا کہ اے مسلمانو! جب تم دین سے بے رخی کروگے تو خدا ایک قوم کونعمت دین عطا فرماوے گا

ان تتو لّوا يستبدل قو ماً غير كم (سوره محمد:٣٨)
مسلمانو! جب تم رخ پھیرلوگے تو تمہارے بدلے دوسری قوم تم سے الگ خدا لے آئے گا۔

اس وعدے کے مطابق دور بہائی شروع ہوا۔نئی امت اہل بہاء کو خدا نے برپا کیا اوران کے ہاتھ میں اپنی نعمت دین وشریعت سپرد فرمائی ہے جہاں آیت اليو م اكملت لكم دينكم ہے، اس کے ذرا آگے خداوندتعالی

فرماتا ہے

ما یر ید الله لیجعل علیکم من حر ج و لکن یر ید لیطھر کم و لیتِمّ نعمته علیکم ۔ (المائدۃ؛ ۶) خدا تمہیں تنگی میں ڈالنا نہیں چاہتا لیکن اس کا ارادہ ہے کہ وہ تمہیں کمزوریوں اور خرابیوں سے پاک کرے گا۔ اور اپنی نعمت تم پر پوری کرے گا)

سورہ اعراف میں فرماتا ہے

کما بدا کم تعودو ن ۔ فر یقاً ھدی و فر یقاً حق علیھم الضلا لة ۔(اعراف :۲۹۔۳۰) (اے مسلمانوں جیسے خدا نے تمہیں پہلی بار بنایا اسی طرح تم دوبارہ ہو جاؤ گے کہ ایک فریق ہدایت یافتہ اور ایک فریق گم کردہ راہ ہوگا)...

ان آیات میں اتمام نبوت کا لفظ آیا ہے جو آیت اتممت علیکم نعمتی میں بھی وارد ہے جس سے مسلمانوں نے یہ غلط فہمی پیدا کر لی ہے کہ خدا نے ہم پر نعمت تما مکردی تھی یعنی اب نعمت کسی اور کو نہ دے گا اور کوئی دین و شریعت اب عطا نہ کرے گا حالانکہ اتمام نعمت ایک عام ہے جو ہمیشہ ہوتی رہتی ہے اور پہلے پیغمبروں اور قوموں پر بھی بار بار ہوئی۔ اگر اتمام نعمت سے نعمت کا ختم کر دینا اور روک دینا مراد ہوتو وہ حضرت یوسفؑ پر ختم ہو چکی بلکہ ان سے پہلے ابراہیم و اسحاق پر ختم ہو چکی ۔ حقیقت میں اتمام نعمت ایک فیض جاری ہے جو کبھی بند نہیں ہوسکتا پہلے بھی خدا نے دین و شریعت کی نعمت عطا فرمائی اب بھی عطا فرماتا ہے خدا کے دست قدرت کھلے ہوئے ہیں وہ اپنے بندوں پر ہمیشہ مہربان ہے آج بھی حضرت باب و حضرت بہاء اللہ کے ظہور سے خداوند عالم نے از سر نو نعمت تمام کی ہے کتاب مبارک کلمات مکنونہ فارسی میں احکام و تعلیمات و نصائح کے بعد آخری عبارت میں حضرت بہاء اللہ فرماتے ہیں:

میرے دوستو! گمراہی کے دیئے بجھا دو ہدایت کی ہمیشہ رہنے والی مشعلیں اپنے قلب و دل میں روشن کرلو کیونکہ عنقریب وجود کے پرکھنے والے حضرت معبود کی پیش گاہ میں خالص تقوی کے سوا قبول نہ کریں گے۔ نئی معانی کی دلہن جو بیان کے پردوں میں مستور و پنہاں تھی خدائی عنایت اور الطاف

ربانی سے جمال دوست کی روشن شعاع کی مانند ظاہر وہوایدہوگئی۔اور حجت کامل اور برہان ظاہراور دلیل ثابت ہوچکی ہے اب دیکھیں تمہاری ہمت مراتب انقطاع میں سے کیا ظاہر کرتی ہے اس طرح تم پراوران سب پر جو آسمانوں اورزمینوں میں ہیں نعمت پوری ہوگئی
والحمد لله رب العالمين (بہائی میگزین بمبئی مارچ ۱۹۴۰ء ص ۲ تا ۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
اس مضمون کا خلاصہ تو اتنا ہی ہے کہ شیخ بہاءاللہ بصورت نعمت الہیہ خلعت نبوت سے ملبوس ہوکر دنیا میں آئے۔اب ہم دوسرے مضمون سے (جواپریل کے رسالہ بہائی میں نکلا ہے) ایک اقتباس ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں اس میں مضمون نگار نے نعمت اللہ یعنی نبوت بہاءاللہ کا نتیجہ بتایا ہے جو بہت ہی لطیف ہونے کے باعث قابل شنید ہے:

قرآن مجید میں دور وحدت کی بشارت

قرآن مجید میں خداوند عالم فرماتا ہے کہ میں نے جن وانس کو اپنی عبادت کے لئے بنایا ہے اور عبادت کے احکام شریعت میں دیئے ہیں۔ان احکام عبادت میں سے ایک بڑا حکم اتحاد واتفاق کا ہے چنانچہ سورہ شوری پارہ۔۲۵ میں فرماتا ہے:

(شرع لكم من الدّين ما وصّى به نوحا و الّذى اوحينا اليك و ماوصّينا به ابراهيم و موسى و عيسى ان اقيموا الدّين و لا تتفرّقوا فيه، كبر على المشركين ما ندعوهم اليه، الله يجتبى اليه من يشاء و يهدى اليه من ينيب (الشوری:۱۳)

خدا نے تمہارے لئے دینی راستہ وہی مقرر کیا ہے جس کا حکم نوح کو دیا تھا اور جو آپ کی طرف وحی کی ہے اور وہ جس کا حکم ہم نے ابراہیم وموسیٰ کو دیا تھا یہی کہ دین کو قائم رکھو اورتفرقہ نہ کرو، پھرفرماتا ہے:

و ما تفرّقوا الّا من بعد ما جاءهم العلم بغيا بينهم ،و لو لا كلمة سبقت من ربك الى اجل مّسمى لقضى بينهم ،و انّ الذين اورثوا الكتاب من بعدهم لفى شكّ مريب۔ فلذلك فادع و استقم كما امرت و لا تتبع اهواءهم و قل ءامنت بما انزل الله من كتاب و أمر

ت لا عدل بینکم، الله ر بنا و ر بکم لنا اعما لنا و لکم اعما لکم لا حجة بیننا و بینکم الشوری:١٤۔ ١٥) لوگوں نے علم حق آنے کے بعد حق سے سرکشی اور بغاوت کر کے تفرقہ کرلیا۔ اور اگر تیرے پروردگار کی طرف سے تمام فرقوں کے مٹانے کے لئے ایک دور معین نہ ہوتا تو اب تک ان میں فیصلہ کر دیا جاتا اس کے آگے فرماتا ہے: الله یجمع بیننا و الیه المصیر۔ (الشوری:۱۵) (خدا نے ہم سب کو جمع ومتحد کر دیا اور آخر کار خدا کی طرف یا اتحاد وجمع کی طرف ہی لوٹ جانا ہے)

سورۃ تغابن پ۲۸۔ آیت ۹ میں فرماتا ہے یو م یجمعکم لیو م الجمع ذا لك یو م التغا بن (التغا بن:۹) (خدا تعالیٰ تم کو یوم الجمع یا دور وحدت میں باہم ملا دے گا۔ اس دن جو لوگ وحدت سے اعراض کریں گے وہ نقصان اٹھائیں گے)۔

سورہ شوری میں فرماتا ہے کہ، ہم نے عربی قرآن آپ کی طرف وحی کیا ہے تاکہ آپ ام القری اور اس کے گردو پیش والوں کو متنبہ کریں اور یوم الجمع کے لئے ہوشیار و مستعد بنا دیں۔ یہ یوم الجمع ایسا زمانہ ہوگا جس میں اوہام وشک معدوم ہوکر علم الیقین کی روشنی پھیل جائے گی ایک گروہ باغ و بہار میں ہے اور ایک گروہ جلن میں۔ اور جب مشیت الٰہی کا ظہور ہوگا تو خدا لوگوں کو ایک ہی متحدہ جماعت بنا دیگا۔ مگر یہ بھی ہے کہ قانون الٰہی کے مطابق جسے خدا چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کرتا ہے اور ظالموں کے لئے کوئی یارو مددگار نہیں۔ وہ آخر خدا کی رحمت سے محروم رہ جائیں گے تفرقے میں ہلاک ہوں گے تر کنا بعضهم یو مئذ یمو ج فی بعضٍ و نفخ فی الصور فجمعنا هم جمعاً (کہف:۹۹)

اور ہم لوگوں کو آزاد چھوڑ دیں گے کہ وہ موجوں کی مانند ایک دوسرے میں لہریں لیں گے نیک لوگ وحدت واتحاد کی موج میں ایک دوسرے سے ملیں گے ایک قوم دوسری قوم میں داخل ہوگی ظالم لوگ جنگ و پیکار کے لئے موجوں کی مانند ایک دوسرے پر پڑیں گے اور صور پھونک دیا جائے گا۔ ندائے امر اللہ بلند ہوگی سو ہم انہیں جمع اور باہم متحد کر دیں گے۔ سورہ ہود میں فرماتا ہے: و لو شا ء ر بّك لجعل الناس امة واحدة و لا یزا لو ن مختلفین ،الا من ر حم ر بك و لذلك خلقهم ۔(ہود: ۱۱۸۔۱۱۹) (اور جب مشیت الٰہی کا ظہور ہوگا تو خدا سب لوگوں کو ایک متحدہ جماعت بنا دے گا اور لوگ تو باہم

مختلف رہیں گے بجز اسکے جس پر خدا رحم فرمائے اور رحم فرمانے کیلئے ہی انہیں پیدا کیا ہے)
یعنی اب تو لوگوں میں ان کا خود ساختہ اختلاف موجود ہے جو رحمت الٰہی سے انہیں دور رکھتا ہے وقت آئے گا جب خدا کی رحمت عام ہوگی اور لوگوں کے اختلافات مٹ جائیں گے اور وہ آخر کار متحد و متفق ہو جائیں گے۔ خدا کی رحمت سے ایسا ہوگا اور اسی کے لئے خدا نے انہیں بنایا ہے کہ وہ اختلافات و تفرقہ سے بچ کر اتحاد و محبت کی زندگی بسر کریں کیونکہ اتحاد و محبت رحمت الٰہی کا ظہور ہے اور خدا اپنے بندوں کے لئے رحمت ہی چاہتا ہے رحمت ہی کے لئے سب کو بنایا ہے۔

تمام کائنات آسمان و زمین میں دور وحدت:

خداوند عالم نے صرف یہی بشارت نہیں دی کہ تمام روئے زمین پر وحدت و اتحاد کا دور دورہ ہوگا بلکہ یہاں تک خوش خبری سنائی ہے کہ تمام کرّات علوی اور کرہ ارض باہم مل جائیں گے اور ایک کرے کے باشندے دوسرے کرے میں آیا جایا کریں گے باہم تعلق و اتحاد رکھیں گے سب ایک مشترکہ روح محبت سے مل کر رہیں گے تمام کائنات آسمان و زمین میں وحدت و محبت کا عالم ہوگا یہ ایک عظیم الشان پیش گوئی ہے جسے قرآن مجید میں یوں لکھا گیا ہے:

و من آیا ته خلق السماوا ت و الا ر ض و ما بثّ فیهما من دابّة و هو علی جمعهم ا ذا یشاء قد یر (شوریٰ:۲۹) اور خداوند عالم کی قدرت کے ظہورات و نشانات میں سے سماوات و ارض یعنی بلند کرات اور زمین کی خلقت بھی ہے اور ان کرات اور زمین میں خدا نے چلنے پھرنے والی مخلوق بھی پھیلا رکھی ہے اور جب اس کی مشیت کا ظہور ہوگا تو وہ تمام بلند کرّات کے بسنے والوں کو جمع کر دے گا متحد بنا دے گا وہ قدیر ہے یعنی اس نے اس کام کے لئے ایک وقت معین مقرر کر رکھا ہے اس کا پروگرام نہایت صحیح اور اٹل ہے جو پورا ہو کر رہے گا کیا ہی مبارک وقت ہوگا جب ساری کائنات میں وحدت ہی وحدت اور تمام کائنات کے باشندوں میں محبت ہی محبت ہوگی۔ (بہائی میگزین بابت اپریل ۱۹۴۰ء ص ۱۶۔۱۷)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس اقتباس کا خلاصہ یہ ہے کہ دور بہائیہ میں ہر قسم کی عداوت اور نفسانیت وغیرہ دور ہو جائے گی سب انسان خدا کے کامل بندے آپس میں بھائی بھائی مخلص دوست اور ایک دل ہو جائیں گے۔

بعینہ یہی دعوی مرزا غلام احمد نے کیا تھا کہ میرے آنے سے دنیا کے سب مذاہب باطلہ مٹ جائیں گے اور کل دنیا میں ایک ہی دین (اسلام) قائم ہو جائے گا۔

ناظرین غور کریں کہ یہ نظارہ کیسا دل فریب ہے اور یہ وعدہ کیسا دل خوش کن ہے مگر جب واقعات نے اس کی شہادت نہ دی اور قرینہ بھی یہی تھا کہ اس کی شہادت نہ ملے گی تو مرزا غلام احمد اور ان کے اتباع نے اسکام کے لئے تین سو سال کی طویل مدت مقرر کردی۔ اسی طرح اہل بہاء نے اس دل خوش کن نظارہ وحدت کے ظہور کا غیر معین وقت بتانے کو لکھا ہے: کیا ہی مبارک وقت ہوگا جب ساری کائنات میں وحدت ہی وحدت ہوگی اور تمام کائنات کے باشندوں میں محبت ہی محبت ہوگی،

مطلب یہ ہے کہ اب تک تو اس کا ظہور نہیں ہوا مگر آئندہ ہو جائے گا عرب میں ایک شخص عرقوب نامی تھا جو دروغ گوئی میں ضرب المثل تھا جیسے راویان حدیث میں جابر جعفی بلکہ اس سے بھی زیادہ عرب کے ایک شاعر (کعب) نے اپنی محبوبہ (سعاد) کی وعدہ خلافیوں کا مقابلہ عرقوب کے ساتھ کرتے ہوئے لکھا ہے

کانت مواعید عرقوب لها مثلاً
و ما مواعیدها الا الاباطیل

(عرقوب کے وعدے میری محبوبہ کے وعدوں سے ملتے جلتے تھے مگر حقیقت یہ ہے کہ میری محبوبہ کے وعدے سراسر باطل ہیں) پھر شاعر نے حسرت ناک لہجے میں اظہار افسوس کرتے ہوئے کہا ہے:

اکرم بها خلةً لو انّها صدقت
موعودها اولو ان النصح مقبول

(میری محبوبہ کیسی اچھی ہوتی اگر اس کے وعدے سچے ہوتے یا وہ نصیحت قبول کرتی)

دونوں مدعیوں کے مواعید کیسے دل خوشکن ہیں کاش ان کا نتیجہ ظاہر ہوتا۔

سچ تو یہ ہے آج کل یورپ و ایشیاء کی جنگیں اور عام بنی نوع انسان کے حالات ان وعدوں کے صریح برخلاف شہادت دیتے ہیں اور بزبان حال وہی کہتے ہیں

جوشاعر مذکور اپنے اس تیسرے شعر میں کہتا ہے:

لکنها خلة قد سيط من دمها
وجع و دلع و اخلاف و تبديل

(لیکن میری محبوبہ سعاد، کے خون میں وعدہ خلافی، وغیرہ رچادی گئی ہے)

ان دونوں مدعیوں کی بالکل یہی کیفیت ہے۔ کہتے ہوئے اس زور سے پروپیگنڈہ کرتے ہیں کہ سننے والا یقین کرنے پر مجبور ہو جائے مگر جب واقعات کی بابت سوال کیا جائے تو پہلو بچا کر صاف نکل جاتے ہیں۔ مرزا غالب نے سچ کہا ہے:

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۳-۶)

میں خلیفہ قادیان سے مباہلہ کرنے کو تیار ہوں

بجواب اخبار فاروق قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مسیحی رسالہ اخوت میں ایک مذاقیہ نوٹ نکلا تھا کہ مولوی ثناء اللہ بوجہ علالت ضعیف ہو گئے ہیں۔ اگر وہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے مباہلہ کر لیں تو شاید ان کی عمر بڑھ جائے۔،

میں نے اس کو ایک مذاق سمجھا، مگر قادیان کے اخبار فاروق میں ایک طویل مضمون اس بنا پر شائع کیا گیا جس میں مجھ سے خلیفہ قادیان سے مباہلہ کرنے کو دعوت دی گئی۔ اسلئے میں مناسب سمجھتا ہوں کہ تفصیل پیش کر کے مباہلہ کو منظور کر لوں۔

مارچ ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد صاحب کو مباہلے کو میری آمادگی کا علم ہوا تو انہوں نے اس کے جواب میں فرمایا کہ ہم مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی اور ہم ان کو وہ کتاب بھیج دیں گے مولوی ثناء اللہ صاحب اس کتاب میں ہمارے دلائل صدق دیکھ

کر تسلی نہ پائیں گے تو ہم ان کے ساتھ مباہلہ بھی کر لیں گے۔

اس التواء کی وجہ حاشیہ نشینان دربار قادیان نے ملا دو پیازہ کے اتباع میں یہ لکھی تھی:

حضرت صاحب چونکہ رحم مجسم ہیں اس لئے آپ کو مولوی ثناء اللہ کی جوانی پر رحم آیا آپ نے خیال فرمایا کہ حقیقۃ الوحی کو دیکھنے سے ثناء اللہ کی تسلی ہو جائے گی اور وہ مباہلہ کی موت سے بچ جائے گا (ملاحظہ ہو الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی مگر میرے پاس نہ پہنچی تو میں نے بذریعہ رجسٹری خط مرزا غلام احمد صاحب سے کتاب مذکور طلب کی اس خط کا جواب بذریعہ اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء یہ ملا کہ کتاب حقیقۃ الوحی آپ کو اس غرض سے بھیجنی تھی کہ آپ مباہلہ سے پہلے اسے دیکھ کر اپنی تسلی کر سکیں اب تو مباہلہ ہی نہیں رہا کیونکہ خدا نے آپ کو دوسری راہ سے پکڑ لیا ہے یعنی دعا آخری فیصلہ مشتہرہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے ذریعہ سے۔

اس کے بعد کیا ہوا۔ اس کا جواب میرے سہ صدی دوست منشی قاسم علی اڈیٹر فاروق خوب دے سکتے ہیں ناظرین مناظرہ لدھیانہ کی روداد موسومہ فاتح قادیان پڑھ لیں.. یہاں پہنچ کر ہم قادیانی مباہلہ کی دعوت جدید کا ذکر کرتے ہیں پس سنئیے!

دعائے آخری فیصلہ کی بنا پر آسمان وزمین کے باشندوں نے مرزا صاحب قادیانی پر ہماری نمایاں فتح تسلیم کر لی دور کی بات تو ہم نہیں کہتے اسلام کی کتب تواریخ دیکھ لو اس کی نظیر بتلانے سے قاصر ہیں کہ کسی مدعی اور اس کے مخالف کا فیصلہ اس صفائی سے ہوا ہو جیسا میرا اور قادیانی مسیح کا ہوا۔ باوجود اس کے آج فاروق ہم کو دعوت مباہلہ دیتا ہے تو کیا اس کے یہ معنی نہیں کہ وہ پہلے فیصلے کو جس میں وہ ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ تین سو روپیہ بطور تاوان بھر چکا ہے کالعدم قرار دینا چاہتا ہے۔ اچھا ہم اس بات سے بھی درگذر کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ:

ہم خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے مباہلہ کرنے کے لئے طیار ہیں بشرطیکہ وہ اپنے والد ماجد مرزا غلام احمد کی تصریح کے مطابق مباہلہ کریں۔ وہ تصریح یہ ہے کہ مباہلے سے پہلے ازالہ شکوک کے لئے مباحثہ ہونا ضروری ہے دیکھو ازالہ اوہام طبع اول۔ ص ۶۳۸۔

پس حسب قول مرزا صاحب قادیانی ان کے جانشین صاحبزادہ صاحب کو

لازم ہے کہ وہ مباہلہ سے پہلے رفع شبہات کے لئے میرے ساتھ مباحثہ کریں اس کے بعد مباہلہ اس طرح ہوگا کہ میں کہوں گا کہ:

میں مرزا صاحب متوفی کوان کے دعوے مسیحیت موعودہ اور مہدویت مسعودہ میں سچانہیں جانتا

میرے مقابلہ میں خلیفہ صاحب قادیان یوں کہیں گے کہ:

میں مرزا صاحب کوان کے دعوی مسیحیت ومہدویت میں سچا سمجھتا ہوں۔

اس کے بعد ہم دونوں بحکم: فنجعل لعنة الله على الكاذبين یوں گویا ہوں گے :

ہم میں سے جوفریق جھوٹا ہے اس پر ہم خدا کی لعنت ڈالتے ہیں۔

اس کا نتیجہ اور میعاد ہم متعین نہیں کریں گے بلکہ خدا کے حوالے کریں گے۔

مقام مباہلہ وہی ہوگا جہاں مرزا غلام احمد صاحب اور مولوی عبدالحق صاحب غزنوی کا مباہلہ ہوا تھا، یعنی امرتسر کی عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ۔اگراس عیدگاہ کے متولی اجازت نہ دیں گے تو یہ مباہلہ عیدگاہ اہل حدیث بیرون دروازہ لاہوری میں ہو جائیگا۔

پس اڈیٹر صاحب اخبارفاروق قادیان کو چاہیے کہ وہ بہت جلد اس کام کو انجام دیں تاکہ ہمیں یہ کہنے کا موقع نہ ملے :

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیانہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدانے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۶)

(اخبار پیغام صلح لاہور میں لکھا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب اور معاصر اخوت لاہور

لاہور سے ایک عیسائی رسالہ شائع ہوتا ہے جس کا نام ہے اخوت۔اس میں ایک مضمون پادری ایس ایم پال صاحب کا شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے عملی اوراسمی مسلمان۔

اس مضمون کا روئے سخن مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی طرف ہے مضمون کے شروع میں مدیر کا نوٹ ہے جس میں لکھا ہے:

ہمیں اہل حدیث سے یہ معلوم کر کے بے حد افسوس ہوا کہ قبلہ مولوی ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان ان دنوں صاحب فراش ہیں کل مسیحی جماعت آپ کی خدمات در بارہ مرزائیت و استیصال مسیحیت قادیان کو از بس بنظر استحسان دیکھتی ہے اور ہمارے ساتھ بہ صمیم قلب اس دعا میں شامل ہے کہ خدائے شافی آپ کو صحت عاجل اور شفائے کامل عطا فرمائے۔

معلوم دیتا ہے احمدیت کی مخالفت کی وجہ سے مولوی ثناء اللہ صاحب عیسائی دنیا میں بہت ہر دلعزیز ہیں۔ اگر ایک خالص اسلامی جماعت کی مخالفت کر کے عیسائی حلقوں میں نام پیدا ہو جائے تو برا ہی کیا ہے یار لوگوں کو تو شہرت سے غرض ہے لیکن مولوی صاحب موصوف پر یہ امر روشن ہونا چاہیے کہ مندرجہ بالا اقتباس میں حب علی کام نہیں کر رہی بلکہ بغض معاویہ کار فرما ہے حقیقت یہ ہے کہ عیسائی مناظر اور مبلغین احمدیوں سے دبتے ہیں اور ان کے مقابلہ پر آتے ہوئے ان کی ہمت قصور کرتی ہے اور دوسرے احمدیت نے ایک منظم صورت میں عیسائیت کے ہر محاذ پر دانت کھٹے کئے ہیں۔ اس لئے لازمی طور پر ان زخم خوردہ مبلغین کو معاندین سلسلہ احمدیہ سے ہم دردی اور محبت ہے کیونکہ طبعی طور پر انسان کو اپنے دشمن کے دشمن سے محبت ہوتی ہے۔

اس بڑھی ہوئی محبت اور انس کی ایک اور وجہ بھی ہے کہ یہ مولوی حضرات عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت کمزوری کا اظہار کرتے ہیں چنانچہ پادری ایس ایم پال صاحب اپنے اس مذکورہ بالا مضمون میں لکھتے ہیں کہ ان کا ایک مناظرہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے گوجرانوالہ میں ہوا تھا مناظرہ مسئلہ توحید پر تھا اس کے ضمن میں پادری صاحب نے مولوی صاحب پر ایک سوال کیا تھا جس کے متعلق وہ لکھتے ہیں:

سوال کیا تھا مولوی صاحب کے لئے بم کا گولہ ثابت ہوا اس وقت مولوی صاحب کا چہرہ دیکھنے کے قابل تھا ایک رنگ آتا اور دوسرا جاتا تھا سٹ پٹائے تو بہت لیکن افغانی گرفت سے کب چھوٹ سکتے تھے۔

اب معاملہ بالکل واضح ہے کہ مولوی صاحب عیسائیوں کی گرفت میں آ کر چھوٹ نہیں سکتے اس لئے یہ انہیں عزیز ہیں اور دوسرے احمدی انہیں کیوں عزیز ہونے لگے کیونکہ احمدی جب میدان میں آتے ہیں تو قرآن مجید کی اس آیت کا نقشہ کھنچ جاتا ہے جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا اور مولوی صاحب اس میدان میں ہمیشہ زخم کھا

کر پلٹتے ہیں اور ایسا ہونا ضروری ہے کیونکہ:

از سواد کعبہ چوں آہو رمید۔ ناوک، سیاد پہلویش درید

(پیغام صلح لاہور۔۳ جون ۱۹۴۰ء ص ۶۔)

عیسائیوں کے دانت کھٹے کرنے کی خوب کہی۔ قادیانیوں کے پیرومرشد مرزا غلام احمد نے اپنی زندگی میں عیسائیوں سے جومشہور مناظرہ امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں کیا تھا اس کا نتیجہ کیا نکلا؟ کئی روز تک جاری رہنے والے مباحثے میں جب دلائل کا ذخیرہ ختم ہو گیا اور مخالف خاموش نہ ہوا تو آسمانی نشان کا سہارالیا کہ تم ۱۵ ماہ کے اندر مر جاؤ گے۔

وہ مناظر بھی ایسا سخت جان نکلا کہ بوڑھا پنشنر ہونے کے باوجود پندرہ ماہ نکال گیا۔ مرزا صاحب قادیانی کی خوب ہنسی اڑی۔

۱۵ ماہ کی مدت کی تکمیل کے بعد جب وہ مزید ۲۲ ماہ زندہ رہ کر فوت ہوا، تو مرزا صاحب نے فرمایا: کیا ہوا کہ مدت کے اندر نہیں مرا، آخر مر تو گیا۔ بتاؤ اب آتھم کہاں ہے؟۔

خوب علم کلام ہے۔ کوئی کہے کہ پنڈت لیکھ رام نے جو مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک خاص مدت میں مر جانے کی پیش گوئی کی تھی، وہ پوری ہو گئی کیونکہ کیا ہوا جو مرزا صاحب قادیانی، پنڈت لیکھ رام کی بتائی ہوئی مدت کے اندر نہیں مرے، آخر مر تو گئے۔ بتاؤ اب مرزا غلام احمد صاحب کہاں ہیں؟ تو اس کا کیا جواب ہوگا۔ بہاء)

سکندر آبادی سیٹھ کا تقاضا اور ہمارا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد (حیدر آباد دکن) کے رہنے والے پرانے احمدی (مرزائی) ہیں۔ ان کو قادیانیوں نے ایک ہی سبق پڑھا رکھا ہے کہ آپ مولوی ثناء اللہ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کذب پر بمیعاد ایک سال حلف مؤکد بعذاب طلب کیجئے۔ چنانچہ وہ بار بار وہی سبق دہراتے ہیں جو استاد ازل نے ان کو پڑھایا ہے۔ اخبار اہلحدیث امرتسر میں ان کو بارہا جواب دیا گیا۔ آخری اور

مفصل جواب اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں درج ہو چکا ہے، بلکہ بصورت اشتہار مطبوع ہوکر حیدرآباد دکن وغیرہ میں بکثرت شائع بھی ہو چکا ہے۔ اب انہوں نے پھر استاد ازل کی تعلیم کے ماتحت اخبار الفضل قادیان ۸ جون ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون دھر گھسیٹا ہے جس کی سرخی ہے:

مولوی ثناء اللہ اور موکد بعذاب حلف

اس میں آپ نے پھر وہی راگ الاپا ہے۔ اس لئے میں سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آبادی کو بطور ہمدردی آخری بات کہتا ہوں۔

سیٹھ صاحب! سنیئے! آپ کے ساتھ ہمارا جھگڑا ایک مذہبی عقیدہ کے متعلق ہے کسی دنیاوی معاملہ کے متعلق نہیں۔ اس لئے اس کا تصفیہ بھی مذہبی ہدایت (قرآن، حدیث) کے ماتحت ہونا چاہیے۔ پس آپ حلف موکد بعذاب یا سادہ حلف طلب کرنے کی بابت کوئی آیت یا حدیث پیش کیجئے جس کا مضمون ہو کہ کسی نبی یا مامور من اللہ کے منکر پر حلف خصوصاً موکد بعذاب لازم یا واجب اس کے سوا ہم آپ کی کسی بات کا جواب دینے کے ذمہ دار نہیں ہیں۔ بلکہ آپ کی اور قادیانی جماعت کی طرف سے محض ٹال مٹول سمجھتے ہیں جیسا کہ اس کی تفصیل ہم اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں بخوبی کر چکے ہیں جس کا جواب قادیانی جماعت کی طرف سے نہیں آیا۔ جو صاحب اس حلف کے متعلق مفصل معلومات حاصل کرنا چاہیں وہ انجمن اہل حدیث سکندر آباد دکن محلّہ مشیر آباد سے رسالہ حلف طلب کریں۔

حاجی عبداللہ الہ دین صاحب سنیئے! کافر کی سزا کے لئے اس کا کفر ہی کافی ہوتا ہے اس کے لئے قسم کی ضرورت نہیں۔ کافروں نے جب کبھی انکار رسالت کیا، سادہ الفاظ میں کیا چنانچہ ارشاد ہے:

ویقول الذین کفروا لست مر سلاً (الرعد: ۴۳)

ادھر جواب میں یہ نہیں کہا گیا کہ آؤ حلف اٹھاؤ۔ یہ تو بچوں کا کھیل ہے جو آپ جیسے بوڑھوں کے شایان شان نہیں۔ مگر محض آپ کی خاطر میں آج پھر اعلان کرتا ہوں کہ:

مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت اور مہدویت میں جھوٹے تھے۔

پس میرا یہ قول آیت مرقومہ بالا کے مطابق دیکھ لیجئے۔ اس پر جتنی مزیت چاہیں اس کا ثبوت قرآن وحدیث سے دیجئے۔

نوٹ: آج سے پہلے کئی مرتبہ میں تکذیب مرزا پر حلف اٹھا چکا ہوں حتی کہ قادیان میں بھی بموقع جلسہ اسلامیہ حلف اٹھایا تھا جس کا ذکر الفضل مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں ملتا ہے۔ اب میں بغیر دلیل شرعی کے آپ کی کوئی بات سننے کو تیار نہیں کیونکہ میں جان چکا ہوں کہ آپ لوگوں کو تحقیق حق منظور نہیں بلکہ دفع الوقتی کرنا چاہتے ہیں۔ پس آئندہ مجھ سے جو مطالبہ کریں وہ از روئے قرآن وحدیث کریں۔ ورنہ میرا حق ہے کہ میں خاموش رہوں کیونکہ شیخ سعدی مرحوم مجھے نصیحت فرما گئے ہیں:

آں کس کہ بقران و خبر زر نہ دہی
ایں است جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۷)

قادیانی یتیموں کی دیوار نصف گر گئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے خطبہ میں ایک بڑا عارفانہ نکتہ بتایا تھا کہ سلطنت برطانیہ اور فرانس احمدیت کے لئے اس طرح کی دیوار ہیں جیسے حضرت موسیٰؑ اور حضرت خضرؑ کے زمانے میں ایک دیوار تھی جس کے نیچے یتیموں کا خزانہ تھا۔ اس دیوار کا ذکر کرنے کے بعد خلیفہ قادیان نے جو کچھ کہا ان کے الفاظ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۴۰ء میں درج ہو چکے ہیں مگر قارئین کے استحضار کے لئے دوبارہ نقل کرتے ہیں:

انگریز اور فرانسیسی وہ دیوار ہیں جن کے نیچے احمدیت کی حکومت کا خزانہ مدفون ہے اور خدا تعالی چاہتا ہے کہ یہ دیوار اس وقت تک قائم رہے جب

تک خزانہ کے اصل حق دار جوان نہیں ہو جاتے ۔ ابھی احمدیت چونکہ بالغ نہیں ہوئی اور بالغ نہ ہونے کی وجہ سے وہ اس خزانہ پر قبضہ نہیں کر سکتی، اس لئے اگر اس وقت یہ دیوار گر جائے تو نتیجہ یہ ہو گا کہ دوسرے لوگ اس پر قبضہ جما لیں گے ۔ پس اللہ تعالی چاہتا ہے کہ ہم پھر ایسی دیوار کو بنا دیں تا جب احمدیت اپنی بلوغت کاملہ کو پہنچ جائے تو اس وقت وہ اس خزانہ کو سنبھال لے ۔ دنیاداروں کی نگاہ میں بیشک یہ عجیب بات ہے مگر جو بات خدا تعالی کے حضور مقدر ہے وہ عجیب نہیں اور وہی طبعی اور حقیقی فیصلہ ہے ۔

(الفضل قادیان ۴ جون ۱۹۴۰ء)

واقعات کی رو سے ہمیں سخت افسوس ہے کہ قادیان کے یتیموں کے خزانہ کی دیوار نصف ٹوٹ گئی کیونکہ سلطنت فرانس نے مغلوبیت کا اظہار کر دیا ۔ یہاں تک کہ فرانس نے اپنے دشمنوں کی شرائط جو سخت ہتک آمیز ہیں منظور کر لیں ۔ جن کی نسبت مبصرین کی عام رائے ہے کہ سلطنت فرانس ختم ہو گئی یا اختتام کے قریب پہنچ گئی ہے ۔ تاریخی حیثیت سے بھی ہمیں افسوس ہے کیونکہ سلطنت فرانس بہت پرانی سلطنت ہے اور یورپ کے براعظم میں سب سے پہلے بیدار ہونے والی یہی قوم ہے ۔ ترکوں کے عروج زمانے کے زمانے میں ترکوں کے ساتھ اس کے بڑے اچھے تعلقات تھے ۔ گو کبھی کبھی جنگ کا موقعہ بھی آ جاتا تھا ۔ بہر حال ایک شہ زور سلطنت تھی جس کے زوال پر آج دنیا میں افسوس کیا جا رہا ہے ۔ لیکن ہمیں افسوس خاص اس وجہ سے ہے کہ قادیان کی احمدیت ابھی نابالغہ ہے اور اس کے خزانے کی دیوار نصف گر گئی ۔ ظاہر ہے کہ جس دیوار کا نصف حصہ گر جائے خزانہ محفوظ نہیں رہ سکے گا اب اس کی حفاظت کی کیا صورت ہو سکتی ہے ۔ قادیانی جماعت ہماری رائے شاید نہ سنے مگر ہم تو اپنی مخلصانہ رائے ظاہر کرنے سے رک نہیں سکتے وہ یہ ہے کہ:

قادیان کے خلیفہ (مرزا محمود احمد) مع اپنے اتباع کے جو بقول ان کے لاکھوں کی تعداد میں ہیں جلد فرانس پہنچ کر جنرل ڈیگال کے ماتحت ہو کر شیطان جرمنی کا مقابلہ کریں تا کہ گری ہوئی دیوار کھڑی ہو جائے نہیں تو احمدیت کے خزانے کا خدا حافظ ۔

ناظرین کرام ! آپ لوگ حیران ہوں گے کہ قادیان سے ایسی چیستانیں

شائع ہوتی ہیں یا اہل حدیث ان پر افترا کرتا ہے جواب یہ ہے کہ اہل حدیث ان پر افتراء نہیں کرتا کیونکہ اہل حدیث کا عقیدہ ہے:

انّما یفتری الکذ ب الذین لا یو منو ن بآیا ت اللہ (النحل:۱۰۵)

(اللہ کی آیات پر جھوٹ موٹھ افترا وہی لوگ کرتے ہیں جو اللہ کی آیات پر ایمان نہیں رکھتے)

بلکہ واقعہ یہی ہے کہ خلیفہ قادیان یہی سمجھیں ہیں کہ ہم جو کچھ کہیں گے اس کے ماننے کو مریدان باصفا تیار ہیں ہم پیغام صلح کے اس مقولہ سے متفق نہ ہوں گے کہ:

خلیفہ قادیان (محمود احمد) کے مریدوں نے خلیفہ کے ہاتھ عقل بیچی ہوئی ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۳۱ مئی ۱۹۳۲ء)

مگر اتنا تو ہم کہنے سے نہیں رک سکتے کہ جن لوگوں نے مرزا غلام احمد صاحب کو نبی ملہم یا مجدد اسلام مان لیا، ان سے ایسی باتوں کا تسلیم کرنا کوئی تعجب نہیں۔ آج کل پیری مریدی حقیقت میں یہی اثر پیدا کرتی ہے۔ پس آپ لوگ اندازہ کر لیں کہ کہاں یتیموں کی دیوار، اور کہاں برطانیہ اور فرانس کی سلطنتیں، اور کہاں احمدیت کا خزانہ۔ یہ سب حقیقت میں کچھ نہیں، سوائے اس کے کہ شیخ چلی کی خاندانی یادگار ہیں جس کے ماننے والوں نے یہ عہد کیا ہوا ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جائے
قدن سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۰ء ص ۶)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں سے سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں مباحثہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مضمون مباحثہ نبوت مرزا اور تکفیر منکرین ہوگا۔ جماعت قادیان نبوت مرزا کو مبحث قرار دینے پر زور دیتی ہے اور جماعت لاہور یہ تکفیر منکرین پر۔ ہمارے خیال میں

نبوت اور تکفیر آپس میں اصل اور فرع کی نسبت رکھتی ہیں ہمیں معلوم نہیں کہ ان دونوں فریقوں کا مباحثہ ہوگا بھی یا نہیں، اگر ہوگا تو کب؟ اس لئے ہم ان دونوں کے سامنے ایک علمی سوال پیش کر کے جواب باصواب کے منتظر ہیں۔

قادیانیوں سے سوال:

آپ لوگ مرزا غلام احمد صاحب کے منکروں کو اس لئے کافر کہتے ہیں کہ وہ نبوت مرزا سے منکر ہیں۔ نبوت کے منکر دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ لوگ جو کسی نبی کی نبوت کو نہیں مانتے، مگر اس کو مصلح (ریفارمر) جانتے ہیں۔ جیسے آج کل برہمو سماجی۔ دوسرے وہ لوگ جو سلب نبوت کے ساتھ صلاحیت کی بھی نفی کرتے ہیں جیسے ہمارے زمانہ کے آریہ سماجی۔ شرعی اصلاح میں یہ دونوں کافر ہیں۔

پس قادیانیوں سے ہمارا سوال ہے کہ لاہوری احمدی (مرزائی) جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے سلب نبوت کرتے ہیں یہ لوگ بھی برہمو سماجیوں کی طرح کافر ہیں یا نہیں؟ انصاف اور دیانت سے جواب دیجئے۔

لاہوری مرزائیوں سے سوال:

کسی غیر نبی کو وصف نبوت سے موصوف ماننا خدا پر افتراء ہے یا نہیں، جیسے شیخ بہاء اللہ ایرانی کے اتباع کرتے ہیں۔ پس ایسے لوگ جو کسی غیر نبی کو نبی مانیں وہ آپ لوگوں کے نزدیک کافر ہیں یا نہیں؟

یہ ایک مذہبی سوال ہے اگر آپ لوگوں نے جواب نہ دیا بلکہ حیلہ بہانہ سے ٹال دیا تو ہم خود اس کا جواب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کی روشنی میں شائع کر دیں گے:

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۷)

ترک مرزائیت کا اعلان

مولوی عتیق الرحمان صاحب لکھتے ہیں:

حضرات! ناچیز کی دلی خواہش تو یہی تھی کہ میں ترک مرزائیت کی وجوہات نہایت تفصیل کے ساتھ فرزندان اسلام کے سامنے پیش کروں مگر اقتضائے وقت کے ماتحت فی الحال ان مختصر سی چند سطور پر ہی اکتفا کرتا ہوں مفصل آئندہ ان شاء اللہ تعالی

جماعت مرزائیہ میں میرا عہدہ اور مقام:

حضرات ناچیز کی جماعت مرزائیہ میں اچھی پوزیشن تھی مبلغ جماعت کی حیثیت سے کام کرتا تھا افراد جماعت میں مجھے عزت واحترام اور نظر محبت و وقار سے دیکھا جاتا تھا۔ جماعت کی جانب سے دنیاوی معاملات میں مدد وتعاون کرنے میں کئی ایک احسانات ہیں جن کا ناچیز کو بہرصورت اقرار واعتراف ہے۔ غرضیکہ دنیاوی نقطہ نگاہ اور ظاہری خواہشات اور نفسانی ضروریات (نکاح وغیرہ) کے لحاظ سے ناچیز کا ہر مقصد ومطلب ہر طرح ہی پورا ہو چکا تھا اور کسی قسم کی تکلیف نہ تھی باوجود اس راحت و آرام اور عیش وعشرت کے جماعت مرزائیہ سے کیوں علیحدگی اختیار کی؟ پس اس سوال کا جواب دو حصوں میں عرض ہے۔

حصہ اول کا تعلق تو قادیانی خلافت کے اعمال وافعال اور اخلاق وعادات کے ساتھ وابستہ ہے خلیفہ قادیان کو ابھی تک یہ طاقت وجرأت نصیب نہیں ہوئی کہ وہ اپنے والد بزرگوار (مرزا غلام احمد قادیانی) کے مقرر کردہ معیار مباہلہ کے مطابق اپنی پوزیشن صاف کریں حالانکہ معترضین جناب خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے مریدوں کی طرف سے کئی مرتبہ مباہلہ کا چیلنج کیا گیا مگر جناب خلیفہ صاحب کی طرف سے اس کا کوئی معقول اور تسلی بخش جواب نہیں دیا گیا۔

حصہ دوم کا تعلق مرزا غلام احمد قادیانی کے غیر از حقیقت اور خالی از صداقت دعاوی کے ساتھ وابستہ ہے۔

حضرات ! خادم ہذا نے دوران ملازمت میں مرزا صاحب قادیانی کی تمام کتابوں کا ترتیب وار بغور مطالعہ کیا اور مرزائیوں کے ہر دو فریق یعنی قادیانیوں اور لاہوریوں کے تمام لٹریچر کو بنظر تحقیق پڑھا۔ اس کے بعد میں اس نتیجہ پر پہنچا کہ مرزا صاحب اپنے دعاوی، کشوف اور پیش گوئیوں میں کاذب ہیں اور ان کی تصنیفات محض پریشان خیالات کا مجموعہ ہیں جن پر لا یسمن و لایغنی صادق آتا ہے۔

بہرکیف ایسے مدعیوں کا پیدا ہونا آنحضرتﷺ کی پیش گوئیوں کے مطابق ضروری تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب کے غیر صادق ہونے کی سب سے بڑی دلیل یہ کہ مرزا قادیانی آنجہانی اپنے تمام مقاصد میں دنیا سے سراسر ناکام گئے خداوندقدوس نے اپنے مخصوص فضل و کرم سے رؤیا صادقہ کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کی مرزائی جماعت ایک گم کردہ راہ فرقہ ہے۔

میں اپنی تمام تحقیقات ومعلومات اور خداوندی بشارات واطلاعات کے بعد اس مرزائی جماعت سے علیحدہ ہوتا ہوں اور مولانا عنایت اللہ صاحب چشتی امیر جماعت مسلمانان قادیان کے دست حق پرست پر مرزائیت سے تائب ہوکر فرقہ ناجیہ یعنی جماعت حقہ اہل سنت والجماعت میں شامل ہوتا ہوں اور رب العزت سے دعا ہے کہ حق تعالی اسی حق پسند جماعت میں میرا خاتمہ بالخیر کرے اور مرزائیت سے ہر مومن کو محفوظ رکھے اور مری طرح دوسرے مرزائیوں کو بھی قادر مطلق اور ہادی برحق نور ہدایت سے منور فرمائے۔ آمین :

راقم : احقر العباد عتیق الرحمان فاروق قادیانی سابق مبلغ جماعت مرزائیہ۔

مورخہ ۸ جون ۱۹۴۰ء۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۰ء ص ۷)

حقیقت قیامت اور بابیت و بہائیت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

گذشتہ پرچہ میں بہائی رسالہ سے قیامت کا مضمون درج ہوا ہے۔ قیامت

کے واقعات میں سے نفخ صور اور بعث (حشر ونشر) بھی ہے۔ اس پر بہائی مضمون نویس نے جو کچھ کہا تھا اس کا جواب پہلے ہو چکا ہے۔واقعات قیامت میں آسمان وزمین کی تبدیلی کا ذکر بھی آتا ہے چنانچہ ارشاد ہے۔

یو م تبدّ ل ا لا ر ض غیر ا لا ر ض و السّما وا ت (الحجر:٤٨)

(جس دن آسمان وزمین بدل جائیں گے)

بہائی گروہ اپنی خاص روش کے ماتحت آسمان وزمین کے معنی کچھ اور ہی کرتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ بہائی اور ان کی تبعیت میں مرزائی گروہ اپنے مخصوص عقائد ماتحت قرآن پر اپنے معنی چڑھاتا ہے جن کے پیش نظر یہ کہنا بالکل بجا ہے

نہ پیروی ء قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

ناظرین ہمارا دعوی مخالفت پر مبنی نہ سمجھیں بلکہ اس کی تصدیق ان کے اصل الفاظ میں پائیں جو درج ذیل ہے

آسمان وزمین: (قیامت کے ذکر میں جہاں زمین وآسمان کا ذکر آتا ہے وہاں) زمین سے مراد علم ومعرفت کی زمین ہے اور آسمان سے دین کے آسمان مراد ہیں (ایقان۔ص۵۰)

آسمان سے بلندی و برتری کی جہت مراد ہے جو مشارق قدسیہ اور مطالع قدمیہ کا محل ظہور ہے اور یہ لا زوال ہستیاں اگرچہ ظاہر میں اپنی ماؤں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہیں لیکن حقیقت میں حکم خدا کے آسمانوں سے نازل ہوتے ہیں (ایقان۔ص ٦٨)

سلطانِ قدم کی قدرت کی بلندی سے ملیک اعظم کی مشیت کے اونچے مقام سے مبعوث ہوتے ہیں یہی بات ہے جو فرماتا ہے کہ وہ آسمان سے نازل ہوتے ہیں اور لفظ سماء شموس معانی (یعنی پیغمبروں) کے بیان میں بہت سے مراتب پر اطلاق ہوتا ہے مثلاً آسمان امرا۔آسمان مشیت۔آسمان ارادہ، آسمان عرفان آسمان ایقان۔آسمان بیان۔..آسمان ظہور، آسمان بطون وغیرہ۔(ایقان۔ص۷۰)

آسمان پھٹنے کا مطلب خوب سمجھ لیجئے جو ساعت وقیامت کی علامتوں میں سے ہے۔فرماتا ہے:

اذا السّماء انفطر ت یہاں آسمان سے دین کا آسمان مراد ہے جو ہرظہور میں بلند ہوتا ہے اور بعد میں آنے والے ظہور میں پھٹ جا تا ہے یعنی محو و منسوخ ہو جا تا ہے خدا کی قسم اگر خوب غور کیجئے تو آسمان دین کا پھٹنا ظاہری آسمان کے پھٹنے سے بہت ہی بڑا معاملہ ہے۔(ایقان۔ص ۴۶)

اگر انسانی ہستی کی یہ خشک زمین بدل کر کچھ سے کچھ نہ ہو جاتی تو اسرار احدیہ اور جواہر ہویّہ اس میں سے کیسے ظاہر نمودار ہوتے۔یہی بات ہے جو اس آیت میں فرمائی ہے یوم تبدالارض غیرالارض جب زمین بدل کر اور زمین ہو جائے گی (سورہ ابراہیم)

اور اس آیت کے معنی بھی خوب سمجھ لیجئے

و الار ض جمیعا قبضته یو م القیا مة و السما وا ت مطو یّا ت بیمینه سبحا نه و تعا لی عمّا یشر کو ن (الزمر:۶۷)

اس کا مضمون یہ ہے کہ زمین خدا کی مٹھی میں ہوگی۔اب ذرا انصاف کیجئے کہ اگر وہی مطلب ہو جو لوگوں نے سمجھا ہے تو اس میں کیا خوبی ہے دوسرے یہ بھی مسلّم ہے کہ ایسا ہاتھ جو ظاہری نظر سے دکھائی دے اور ایسے کام کرے (جیسے زمین کو مٹھی میں لے لینا) ایسا ہاتھ خدا کی طرف منسوب نہیں ہوسکتا۔

(ایقان۔ص۵۰)

بلکہ زمین سے مراد علم ومعرفت کی زمین ہے اور آسمان سے دین اسلام مراد ہے (ایقان۔ص۵۰) (بہائی میگزین بمبئی جون ۱۹۴۰ء ص ۲۱۔۲۲)

قرآن شریف میں قرآن فہمی کا جو اصول بتایا گیا ہے اس کی وضاحت کے لئے ہم دو آیتیں نقل کرتے ہیں

۱۔انّا انز لناه قر آ نا عر بیّاً لعلّکم تعقلو ن (یوسف:۲)

۲۔ لو جعلناه قر آ نا اعجمیا لقا لوا لو لا فصّلت آ یا ته ء أعجمی و عر بی (فصّلت:۴۴)

پہلی آیت کا مطلب ہے کہ ہم (خدا) نے قرآن مجید عربی زبان میں اس لئے بھیجا ہے تا کہ تم عرب لوگ اسے سمجھ سکو۔

دوسری آیت کا مطلب یہ ہے کہ خدا تعالی فرماتا ہے اور اگر ہم قرآن کو عجمی (فارسی وغیرہ) زبان میں نازل کرتے تو منکرین کہتے (اور ان کا کہنا بجا ہوتا) کہ اس کے احکام کیوں کھول کر بیان نہیں کئے گئے کتاب تو عجمی ہے اور مخاطب عربی۔ کیا یہ تفہیم کا طریقہ ہے؟

یہ دونوں آیتیں اصولاً بتا رہی ہیں کہ قرآن مجید کا صحیح ترجمہ اور صحیح تفسیر وہی ہوگی جو عربیت کے موافق ہو۔ جس قدر عربی محاورات کے خلاف ہوگی اسی قدر غلط ہو گی۔ اس اصول کے ماتحت ہم ان دونوں فرقوں (بہائیوں اور مرزائیوں) کی تفسیر وتشریح کو جانچتے ہیں تو بالکل غلط پاتے ہیں عرب کا ایک بدو بکریاں چرانے والا قرآن مجید کا مخاطب اول ہے اسی کو آیت مرقومہ میں لعلکم تعقلو ن کے ساتھ خطاب کیا گیا ہے اس کو اگر آیت کریمہ یو م تبدل ا لا ر ض غیر ا لا ر ض و السما وا ت سنائی جائے تو یہی معنی سمجھتا ہے کہ یہ زمین وآسمان کسی روز بدل جائیں گے۔

اگر اس کو کہا جائے کہ زمین سے مراد علم ومعرفت کی زمین ہے اور آسمان سے دین کے آسمان مراد ہیں۔

تو وہ جواب میں کہے گا کہ یہ مضمون عربی قرآن کا تو یقیناً نہیں شائد کسی ایرانی کتاب کا ہوگا۔

اگر اس کو اصرار سے کہا جائے کہ نہیں تم یہی معنی صحیح سمجھو جو بہائی نامہ نگار نے بحوالہ ایقان لکھے ہیں تو وہ کہے گا کہ مجھے ایقان سے مطلب نہیں مجھے قرآن سے مطلب ہے اگر قرآن کا مضمون سنانا چاہتے ہو تو سناؤ ورنہ مغز نہ کھاؤ

گر ز عشقست خبرے ہست بگو اے واعظ
ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغاں چیزے نیست

اسی طرح قرآن مجید میں جو شمس وقمر کا ذکر آیا ہے اس کی نسبت بھی بہائی گروہ تاویل کرتا ہوا لکھتا ہے

شمس وقمر جو انبیاء کے کلمات میں مذکور ہیں ظاہری شمس وقمر پر منحصر نہیں۔ شمس وقمر ونجوم

سے اول درجے میں انبیاء واولیاء اوراصحاب مراد ہیں ..دوسرے مقام پر شمس وقمر ونجوم سے مراد پہلے ظہور کے علماء ہیں (ایضاً ص ۲۲)

چونکہ قیامت کے روز شمس وقمراور دیگر نجوم (ستاروں) کے تغیر وتبدل اوراپنی جگہ سے گرنے کا ذکر بھی آتا ہے اس کے متعلق بہائی مضمون نویس لکھتا ہے

شمس وقمراور نجوم کے گر جانے سے مراد علماء کا گمراہ ہو جانا اور شریعت سابقہ کے احکام منسوخ ہو جانا ہے ۔(ایقان ۔ص ۴۳)

ناظرین کرام !غور کریں کہ بہائیوں نے کتنی دلیری اور جرأت کا ثبوت دیا ہے کہنے کوتو کہا جاتا ہے کہ ہم قرآن مجید کو کلام اللہ مانتے ہیں ایسے ماننے سے تو نہ ماننا کچھ برانہیں ہے بالکل یہی کیفیت مرزا صاحب قادیانی اوران کے اتباع کی ہے کوئی آیت حدیث کیسے ہی صریح الفاظ میں پیش کرومگر یہ لوگ معاذ اللہ اس کی گردن مروڑ کرالٹی چھری سے ذبح کرڈالتے ہیں۔ اگر وہ حدیث پیش کرو جس میں مسیح موعود کے نزول کا مقام دمشق آیا ہے تو جواب ملتا ہے کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔اگران کو کہو کہ حدیث میں آیا ہے کہ مسیح موعود مال تقسیم کرے گا (يفيض المال)اور بوجہ تمول کے کوئی شخص اسے قبول نہیں کرے گا تو اس کا جواب ملتا ہے کہ مال سے مراد دلائل قاہرہ ہیں۔اور نیز وہ مال مراد ہے جو مرزا صاحب نے اپنی کتابوں کے جواب لکھنے والوں کے لئے بطور انعام رکھا تھا۔اور جب حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مسیح موعود حج کا احرام باندھ کرآئیں گے اور مرزا صاحب نے حج نہیں کیا تو جواب ملتا ہے کہ یہ واقعہ آنحضرت ﷺ کا ایک خواب ہے اس کی تفسیر کچھ اور ہی ہے۔ جب حدیث پیش کی جاتی ہے کہ مسیح موعود دجال کو قتل کریں گے تو جواب ملتا ہے کہ دجال سے مراد پادری لوگ ہیں جو ہمارے دلائل سے روحانی رنگ میں قتل ہو چکے ہیں۔

اس لئے ناظرین کو چاہیے کہ ان دونوں گروہوں سے گفتگو کرتے وقت یہ اصول طے کرلیا کریں کہ:

قرآن وحدیث کے معنی کرنے میں قواعد عربیت کا لحاظ رکھنا ہوگا۔

سوال وحساب : قیامت کے دن سوال وحساب وغیرہ کا ذکر بھی آتا ہے چنانچہ فرمایا

وقفو هم انّهم مسؤلو ن (۲٤:۳۷)

فسو ف یحا سب حسا باً یسّیراً (الانشقاق:۸)

و لم ادر ما حسا بیه (الحاقة :۲٦)

چونکہ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ ظہور بہاء اللہ کا زمانہ یوم القیامت ہے اور اس زمانہ میں نے تو بد اعمال کی کوئی پرسش نہیں ہوئی بلکہ ہر قسم کے اعمال قبیحہ وحسنہ برابر ہورہے تھے اس لئے شیخ بہاء اللہ پر سوال ہوا اور آپ نے اس کا جواب دیا جو مضمون نگار کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

ایک دن ایک شخص اس فقیر بحر معانی (حضرت بہاء اللہ) کے پاس بیٹھا ہوا تھا قیامت وحشر ونشر وحساب کا ذکر آ گیا اس نے اصرار کیا کہ اس نئے ظہور (بعثت حضرت باب) میں لوگوں کا حساب کس طرح لیا گیا کہ کسی کو خبر بھی نہ ہوئی اس پر سننے والے کی فہم کے مطابق علم وحکمت کی باتیں القاء کی گئیں پھر کہا گیا کہ شائد آپ نے قرآن کی تلاوت ابھی تک نہیں کی اور آیت مبارکہ فیو مئذ لا یسئل عن ذنبه انس و لا جا ن سورہ رحمٰن۔ نہیں دیکھی اور اس کے مقصود کی جانب متوجہ نہیں ہوئے۔سوال (وحساب) کے معنی وہ نہیں جو آپ نے خیال کئے ہیں چنانچہ یہی آیت اس حقیقت کو بیان کر رہی ہے۔(ایقان۔ص۴۰۴)

کیونکہ اس آیت میں فرمایا ہے کہ قیامت کے دن کسی انس وجن سے اس کے گناہ کے متعلق سوال نہ کیا جائے گا۔ (بہائی میگزین۔ص۲۳)

اس بہائی جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے نزدیک قرآن میں سوال اورحساب کے متعلق کوئی آیت نہیں ہے حالانکہ ہم نے اوپر تین آیتیں لکھی ہیں۔

ان کے علاوہ مندرجہ ذیل مضمون کی آیات بھی بکثرت ہیں

فا ما من ثقلت موا زینه فهو فی عیشة را ضیة و اما من خفت موا زینه فا مه ها و یة (جس کے نیک اعمال کا وزن زیادہ ہوگا وہ خوش زندگی میں ہوگا اور جس کے اعمال کا وزن ہلکا ہوگا اس کا ٹھکانا جہنم ہوگا)(القارعہ٦۔۹)

یہ حساب نہیں تو کیا ہے یہ بھی کافی نہ سمجھیں تو اور سنئے ارشاد ہے

اقرأ کتا بك کفی بنفسك الیو م علیك حسیباً (الاسراء:۱٤)

قیامت کے روز کہا جائے گا کہ تو اپنا نامہ اعمال پڑھ لے خود تیرا نفس حساب کرنے کو کافی ہے

جب بہت سی آیات میں سوال اور حساب کا ثبوت ملتا ہے اور آپ کی پیش کردہ آیت میں اس کی نفی بھی ہے تو منطقی قاعدہ سے دونوں قسم کی آیات کو یوں جمع کیا جائے گا کہ مطلقہ عامہ، مطلقہ عامہ کی نقیض نہیں ہوتا۔ یعنی نفی اپنے وقت پر ہے اور ثبوت اپنے وقت پر۔ اس لئے مطلق سوال جواب کی نفی کر کے اپنی مطلب براری کرنا خودغرضی پر مبنی ہے جو فرمان خداوندی و اذا قلتم فاعدلوا کے خلاف ہے۔

ناظرین اس آیت میں جو قولی عدل وانصاف کا حکم ہے یہی وہ وصف ہے جس کی بابت شیخ سعدی نے کہا ہے

بنطق آدمی بہتر است از دواب
دواب از تو بہ گر نہ گوئی صواب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۹ء ص ۳۔۵)

مرزا قادیانی اور انقلاب عالم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جو شخص صرف قادیانی اخبارات پڑھتا ہو، اور کوئی تحریر اس کی نظر سے نہ گزرتی ہو، نہ کوئی آواز اس کے کانوں تک پہنچتی ہو، وہ یقین کرسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی آمد سے دنیا میں بہت بڑا مذہبی انقلاب برپا ہوا ہے۔ اور خاص کر دین اسلام تو روشن چراغ کی طرح نہیں بلکہ شمس نصف النہار کی طرح تاباں و درخشاں ہو گیا ہے۔ قادیان کا کوئی پرچہ اٹھا کر دیکھو۔ مرزا صاحب قادیانی کے کمالات کا ثبوت اس میں ضرور ملے گا لیکن جب ان کمالات کی تنقیح دفتر اہل حدیث امرتسر میں کی جاتی ہے، تو اس مصرع کے مصداق ٹھہرتے ہیں۔

سپنے اندر راجہ بھیو جاگت بھیو کنگال

چنانچہ آج ہم الفضل قادیان کا ایک نوٹ بغرض جواب نقل کرتے ہیں جو

۲۱ جون کی اشاعت میں نکلا ہے اس کی عبارت یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ آخری زمانہ میں ایمان اور اسلام دنیا سے اٹھ جائے گا۔ جسے ایک فارسی الاصل شخص کے ذریعہ دنیا میں دوبارہ قائم کیا جائے گا۔ چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

لو کا ن ا لا یما ن معلقاً بالثر یا لنا له ر جل من فارس

سواس پیش گوئی کے مطابق خدا نے حضرت مرزا غلام احمد کو جو فارسی الاصل تھے مسیح موعود بنا کر بھیجا اور آپ نے ایمان کو دنیا میں از سر نو قائم کرتے ہوئے اسلام کی خدمت اور حفاظت کے لئے ایک زبردست جماعت پیدا کر دی جس کے ذریعہ آج اسلام کو تقویت حاصل ہو رہی ہے اور نیک طبع لوگ اس جماعت میں شامل ہوتے چلے جا رہے ہیں۔

(الفضل قادیان ۲۱ جون ۱۹۴۰ء ص ۴)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

اللہ رے دلیری! اس مضمون نگار کے نام کے ساتھ مولوی فاضل بھی لکھا ہے، مگر ان کو یہ معلوم نہیں (یا کسی غرض کے تحت قصداً چشم پوشی کی ہے) کہ لو کا حرف بلحاظ معنی ماضی کے لئے ہوتا ہے قرآن مجید سے ثبوت لیجئے ارشاد ہے:

لو کنت اعلم الغیب لا ستکثر ت من الخیر۔ اگر میں غیب جانتا ہوتا .الخ نہ یہ کہ آئندہ جانوں گا۔

قرآن مجید کی بابت تو مولوی صاحب عذر کر سکتے ہیں کیونکہ مولوی فاضل کے نصاب میں قرآن داخل نہیں لیکن کتب عربیت تو داخل ہیں پس سنیئے۔ ایک عرب شاعر کہتا ہے

لو کنت من مازن لم تستج ابلی

اگر میں مازن کی قوم سے ہوتا تو میرے اونٹ نہ کھوئے جاتے

پس الفضل کی پیش کردہ حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت سلمانؓ فارسی کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ یہ شخص اس ذہین قوم میں سے ہے جس کی شان ہے کہ اگر دین ثریا پر بھی ہوتا تو ان میں سے ہر ایک آدمی اس کو لے آتا

چنانچہ ایک دوسری روایت میں رجل کی بجائے رجال بصورت جمع آیا ہے اس لحاظ سے یہ کلام آئندہ کے لئے پیش گوئی نہیں بلکہ گزشتہ زمانہ کے متعلق پس گوئی ہے۔ اب سنیئے اپنے اصل دعوی کا جواب۔

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے اتباع کوکس جماعت سے تشبیہ دیں۔ کہلا نے کوتو یہ لوگ متکلمین کی جماعت کہلاتے ہیں اور بڑے مرزا صاحب سلطان المتکلمین بنتے تھے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ نہ ان لوگوں کا دعوی منقح ہوتا ہے اور دلیل میں قوت۔ جیسا موقع دیکھتے ہیں ویسا ہی کہہ جاتے ہیں۔ علمی اصطلاح میں ان کے دلائل کو ہم مغالطات عامۃ الورود کہیں تو بجا ہے اوران لوگوں کا نام اصحاب السفسطہ رکھیں تو بالکل موزوں ہے۔ دیکھئے یہاں حدیث سے اپنا مطلب لینے کے لئے مرزا صاحب قادیانی کو فارسی الاصل بنا دیا ہے۔ اس کے علاوہ شیخ محی الدین ابن عربی قدس سرہ کی ایک پیش گوئی ہے جس کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تریاق القلوب میں بایں الفاظ نقل کیا ہے:

آخری بچہ جو اس دنیا میں پیدا ہوگا، وہ چین میں ہوگا اور اس کی زبان چینی ہوگی۔ اسکے بعد نسل انسانی میں کوئی بچہ پیدا نہیں ہوگا اور قیامت آجائیگی۔

شیخ ممدوح کے الفاظ یہ ہیں

یکو ن مو لدہ بالصین و لغتہ لغت بلدہ و یسری العقم فی الر جا ل و النساء فیکثر النکا ح من غیر و لا دۃٍ

اس پیشگوئی کو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے حق میں لیا ہے۔ چونکہ اس میں آخری بچہ کا چینی ہونا صاف مذکور ہے، اس لئے مرزا صاحب قادیانی اس پیش گوئی کی تاویل یوں کرتے ہیں کہ:

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ (موعود لڑکا) قوم مغل اور ترک سے ہوگا

پھر اس پیش گوئی کو اپنی ذات پر چسپاں کیا ہے تریاق القلوب طبع اول ص ۱۵۸۔

(مرزا صاحب قادیانی کو نہ چینی زبان آتی تھی، نہ ترکی آتی تھی۔ مرزا صاحب نے قوم کی تاویل تو کردی ،زبان کی کیا تاویل ہوئی۔ بہاء)

اس پیش گوئی کی تفصیل میں جانا ہمارا اصل مقصد نہیں ہے۔ ہمیں صرف یہ

بتانا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ایک ضروری مقصد کے لئے اپنی قومیت مغل اور ترک بتائی ہے۔ ناممکن ہے کہ آپ اس بیان میں جھوٹے ہوں کیونکہ اگر اس میں بھی جھوٹے ہوں تو شیخ ممدوح کی پیش گوئی آپ کی ذات پر چسپاں نہ ہو سکے گی۔ اس کی مزید تشریح مرزا صاحب نے خود فرمائی ہے۔ چنانچہ حقیقت الوحی صفحہ ۲۱ پر لکھتے ہیں:

ہمارا خاندان جو شہرت کے لحاظ سے مغلیہ خاندان کہلاتا ہے اس پیش گوئی کا مصداق ہے اور ضلع گورداسپور خاص کر تحصیل بٹالہ کے سرکاری کاغذات میں قادیان کا پورا نام قادیان مغلاں لکھا جاتا ہے۔

ہاں ہم مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعض تحریروں میں بھی آپ کا فارسی الاصل ہونا پایا جاتا ہے۔ جب وہ تحریریں ہمارے جواب میں شائع ہوں گی تو ان کا صحیح مطلب بتائیں گے اور قادیانی دوستوں سے کہلوائیں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس شعر کے مصداق تھے

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت جتائی جاتی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۵ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ۵۔۶)

قادیانی کی کامیابی کے متعلق ایک فیصلہ کن بات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے ہمارا دعوی ہے جس کا اظہار ہم ان لفظوں میں کرتے آئے ہیں:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

مگر اتباع مرزا ہماری بات کو مخالفت پر مبنی سمجھتے رہے۔ آج ہم واقعات صحیحہ پیش کر کے فیصلہ ناظرین کی رائے پر چھوڑتے ہیں۔

پہلے ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تشریف آوری

کی غرض کیا تھی۔ اس کا جواب ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ قادیانی اخبارات کے الفاظ میں بتاتے ہیں۔ قادیانی اخبار فاروق میں ایک طویل مضمون نکلا ہے جو دراصل مولوی محمد علی لاہوری کے جواب میں ہے۔ ان کے باہمی معاملہ میں دخل دینا ہمارا کام نہیں کیونکہ: محتسب را درون خانہ چہ کار

ہاں ہمارے مطلب کی بات اس میں اتنی ہے کہ مضمون نگار نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کی غرض بتائی ہے جو اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

حضرت مسیح موعود کی بعثت کی غرض نہ تو برلن میں ایک عظیم الشان مسجد بنانا تھی، نہ تین یورپیئن زبانوں میں قرآن کریم کے تراجم کرنا تھی، نہ پانچ زبانوں میں اسلامی رسالے جاری کرنا تھی، نہ تیس زبانوں میں کسی قدر لٹریچر شائع کرنا تھی، نہ دس ہزار کاپی انگریزی ترجمہ قرآن کی مفت دینا تھی، نہ دو ہزار جرمن ترجمہ کرنا، نہ پندرہ ہزار کاپی سیرۃ نبوی کی پہنچانا تھی، نہ پچاس ہزار سے اوپر رسالے تعلیم الاسلام پر دنیا میں مفت پہنچانا تھی، نہ دو ہائی سکول بنانا، اوران کی عمارتوں اور بورڈنگ ہاؤسوں کا اضافہ کرنا تھی، نہ وہ اسلامی لٹریچر جو کہ لاہوری جماعت نے شائع کیا، شائع کرنا تھی۔

حضور (مرزا قادیانی) کی بعثت کی غرض تو محض ایک تھی اور وہ یہ کہ انسان کا تعلق اپنے خالق اور اس کی مخلوق کے ساتھ سنور جائے۔ اس مشت خاک میں سے پھر رب ارنی کی جگر سوز آہیں نکلیں۔ وہ پھر محبوب حقیقی کی یاد میں رویا کرے۔ بے کل ہو جائے۔ تڑپا کرے۔ سرتاپا سوز ہو جائے تا ناسوت کی خاک سے شعلے اٹھیں، اور وہ مشت خاک لاہوت کی ذات میں جذب ہو جائے۔ اور انسان پھر ایک نقطہ مرکزی پر جمع ہو جائیں۔ وہ پھر جماعت بن جائیں۔ وہ پھر ایک امیر المومنین کی اقتداء میں آجائیں اور اس نعمت سے مستفید ہوں جو برحمتہ اخوانا کا نتیجہ ہے جو اشد حباً للہ ہے لوگ اس مامور کی آواز پر مستانہ وار لبیک یا رب لبیک کہتے ہوئے آئیں اور اسلام آسمانی نشانوں اور اپنی تعلیم کی خوبی کے ساتھ ادیان باطلہ پر غالب آئے۔

(اخبار فاروق قادیان ۲۸ جون ۱۹۴۰ء ص ۵)

بس یہ وہ غرض ہے جو (بقول مرزائیاں) خدا کے علم میں مرزا غلام احمد صاحب کی تشریف سے وابستہ ہے، یعنی دنیا میں دین داری کا غلبہ ہو کر ہر قسم کی غلط کاری ختم ہو جائے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سارے مسلمانوں کو علی وجہ الکمال متقی بنانا اپنی غرض بعثت بتائی تھی۔ مگر آج کل بعض اتباع مرزا نے اس غرض کو محدود کر کے صرف اپنی ہی جماعت کے لئے مخصوص کرلیا ہے۔ ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ ان لوگوں نے دریا کو کوزے میں بند کر کے حجّرت واسعاً (تو نے وسیع چیز کو تنگ کر دیا)۔ یہ فقرہ آنحضرت ﷺ نے ایک صحابی کے حق میں فرمایا تھا جس نے دعا کرتے ہوئے محبت بھرے لہجہ میں کہا تھا

اللهم ار حمنی و محمد و لا تر حم معنا احداً۔ (اے اللہ مجھ پر اور محمد ﷺ پر رحم کر۔ ہمارے ساتھ کسی اور پر رحم نہ کر۔ ثناء اللہ) کا الزام کیوں اپنے اوپر لیا اس لئے ہم اس امر کی تحقیق کرتے ہیں کہ کیا اتباع مرزا کو یہ وصف حاصل ہو گیا؟ کلا (ہرگز نہیں) سب سے پہلے ہم بڑے مرزا صاحب کی شہادت پیش کرتے ہیں آپ نے ایک جگہ لکھا ہے:

> اخی مکرم حضرت مولوی نور الدین صاحب سلمہ تعالی بارہا مجھ سے تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیز گاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی۔ سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب موصوف کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے۔ مجھے معلوم ہوا ہے کہ بعض حضرات جماعت میں داخل ہو کر اور اس عاجز سے بیعت کر کے اور عہد تو بہ نصوح کر کے پھر بھی ویسے کج دل ہیں کہ اپنی جماعت کے غریبوں کو بھیڑیوں کی طرح دیکھتے ہیں۔ وہ مارے تکبر کے سیدھے منہ سے اسلام علیک نہیں کر سکتے، چہ جائے کہ خوش خلقی اور ہمدردی سے پیش آویں۔ اور انہیں سفلہ اور خود غرض اس قدر دیکھتا ہوں کہ وہ ادنی ادنی خود غرضی کی بنا پر لڑتے اور ایک دوسرے سے دست بدامن ہوتے ہیں اور ناکارہ باتوں کی وجہ سے ایک دوسرے پر حملہ ہوتا ہے بلکہ بسا اوقات گالیوں تک نوبت پہنچتی ہے اور دلوں میں کینہ پیدا کر لیتے ہیں اور کھانے پینے کی قسموں پر نفسانی بحثیں ہوتی ہیں۔

(اشتہار التوائے جلسہ ۲۷ دسمبر ۱۸۹۳ء ص ۲ ملحق بشہادت القرآن از مرزا)

مرزا غلام احمد صاحب کی یہ تحریر دسمبر ۱۸۹۳ء کی ہے۔ اس کے بعد گمان ہو سکتا تھا کہ شاید مرزائی جماعت نے وہ صلاحیت حاصل کر لی ہے جو مرزا صاحب کی تشریف آوری سے مقصود تھی۔ مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ قادیان کی خلافت ثانیہ کے زمانہ میں بھی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو اپنی جماعت کی اخلاقی کمزوری کی وہی شکایت رہی جو مرزا صاحب متوفی کو تھی۔ آپ فرماتے ہیں:

> مجھے نہایت افسوس ہے کہ ابھی تک ہماری جماعت میں اتحادِ عمل کی روح پیدا نہیں ہوئی۔ کئی لوگ بعض معمولی اور ادنی ادنی باتوں پر آپس میں لڑتے ہیں اور ایک دوسرے سے ناراض رہتے ہیں۔ (الفضل ۱۴ جنوری ۱۹۳۲ء)

اس کی مزید تصدیق لاہوری جماعت نے ان لفظوں میں کی ہے:

> خلیفہ قادیان مغرور آدمی ہے اور اس کی جماعت بغض و کینہ رکھنے والی جماعت ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۸ جولائی ۱۹۳۵ء)

ناظرین کرام! فریقین کا یہ اعتراف اپنا مضمون بتانے کو کافی ہے۔ ان حوالہ جات کی روشنی میں جماعت مرزائیہ کے حق کوئی یوں کہے کہ: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا، بالکل بجا ہے۔

مقام حیرت ہے کہ جناب مرزا غلام احمد متوفی اپنے کو محمد ثانی بحیثیت بعثت ثانیہ کہا کرتے تھے، اس لئے ضروری تھا کہ قرآن مجید نے آنحضرت ﷺ کی بعثت اولی کا جو نقشہ دکھایا ہے وہی نقشہ جماعت مرزائیہ میں پایا جاتا۔ ہم بطور نمونہ جماعت اولی (صحابہ کرام) اور جماعت ثانیہ (اتباع مرزا) کی تصویر عربی الفاظ میں پیش کرتے ہیں کیونکہ جماعت اولی کا ذکر قرآن کے عربی الفاظ میں ہے اسی مناسبت سے جماعت مرزائیہ کا ذکر بھی ہم عربی الفاظ میں ناظرین کے سامنے پیش کرتے ہیں۔

جماعت صحابہ:

محمد رسول الله و الذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم

جماعت مرزائیہ:

مرزا (علی قوله) رسول الله و الذين معه اشداء على

انفسهم متنا ز عو ن بينهم اشد تنا زعاً

اعیان جماعت احمد یہ! اس مقابلہ کو ذرا انصاف کی نظر سے دیکھ کر بتاؤ کہ بعثت محمد یہ ثانیہ بعثت محمد یہ اولی کے مطابق ہے اگر ہے تو یہ باہمی چپقلش کیوں ہے جس کا ثبوت حوالہ جات مرقومہ میں ملتا ہے۔ اگر مطابق نہیں تو :

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۱۲ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ ص ۵۔۶)

خلیفہ قادیان کی دعائیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے یہ خطبہ دیا ہے کہ حکومت برطانیہ مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو جنگ میں فتح یاب ہو سکتی ہے، اخبارات میں عجیب عجیب چہ میگوئیاں ہو رہی ہیں۔ ایک آریہ اخبار نے لکھا تھا کہ حکومت کو چاہیے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے منہ سے ایک نلکی لگا دے اور اس کا دوسرا سرا میدان جنگ تک پہنچا دے، تا کہ خلیفہ صاحب کے منہ کی دعا آلود ہوا دشمن کی فوج بھگا دے۔

خیر یہ تو ایک مذاق ہے کیونکہ دعا نلکی کے ذریعہ نہیں جایا کرتی بلکہ وہ براہ راست خدا کے پاس پہنچتی ہے۔ بڑے مرزا صاحب کا بھی یہ دعوی تھا کہ میری دعائیں قبول ہوتی ہیں ان کے اس دعوی کو اتباع مرزا خصوصاً مولوی محمد علی صاحب لاہوری رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں بطور معجزہ پیش کرتے رہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جیسے باپ بیٹے کے مراتب میں فرق ہے، ایسے ہی ان کی دعاؤں میں بھی فرق ہے۔ ہمارا اعتقاد ہے کہ مرزا صاحب کلاں کی دعا قبول ہوتی تھی جو شخص ہمارے دعوی کو غلط سمجھے وہ بتائے کہ مرزا غلام احمد موصوف نے جو یہ دعا کی تھی کہ:

اے اللہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو

سچے کی زندگی میں فوت کر دے،

اس دعا کو آپ نے فیصلہ کن قرار دیا تھا۔ کیا کوئی ہے جو اس دعا کو غیر مقبول کہہ سکے۔نہیں یہ دعا صحیح اور صریح طور پر قبول ہوئی جس کا نتیجہ پبلک نے بچشم خود دیکھ لیا مگر نہ ماننے والوں کا کیا علاج؟

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی دعاؤں کی تفصیل ہمیں ایک احمدی کے شائع کردہ ٹریکٹ (رسالہ) سے ملی ہے، جو درج ذیل ہے:

جناب خلیفہ صاحب نے اپنے خطبہ میں زور دار الفاظ میں بیان فرمایا ہے کہ اگر حکومت برطانیہ مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو میری دعا کے سبب حکوت برطانیہ کو یقیناً فتح ہو گی۔مخلص خلافت بھی جناب خلیفہ صاحب کے اس دعوی کو بڑی اہمیت دے رہے ہیں تا جناب خلیفہ صاحب کا تعلق باللہ اور دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت ثابت ہو۔لیکن ہم اس معمہ کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ ایک طرف تو خلیفہ صاحب برٹش ایمپائر کی وفاداری کا راگ الاپا کرتے ہیں دوسری طرف یہ حال ہے کہ ان کی کامیابی کے لئے سچے دل سے دعا تک کرنے کو بھی تیار نہیں، جب کہ رعایا کا بچہ بچہ گورنمنٹ سے ہم دردی رکھتا ہے، اور ان کے عدل وانصاف کو مدنظر رکھتے ہوئے دلی اخلاص سے فتح کی دعائیں مانگ رہا ہے۔اس وقت خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) حکومت کے مصائب میں اور اضافہ کرنے کا باعث بن رہے ہیں اور انہیں الٹا اپنے سامنے جھکانا چاہتے ہیں اور ان کی کامیابی کو مشکوک نظروں سے دیکھ رہے ہیں حالانکہ ہمارے بادشاہ کی کامیابی یقینی ہے۔

ہمیں تو ان کی وفاداری سمجھ نہیں آئی کہ وہ کیوں ان مشکلات کی گھڑیوں میں بھی بغیر گورنمنٹ کی درخواست کے دعائیں نہیں کر سکتے۔

لیکن دیکھنا تو یہ ہے کہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے اس بلند بانگ دعوی میں کہاں تک صداقت ہے اور ان دعاؤں کو کہاں تک قبولیت حاصل ہے اگر ان کی دعاؤں میں ایسی ہی قبولیت ہے جیسا انہوں نے دعوی کیا ہے تو میں پوچھتا ہوں

۱۔ جب آپ نے احمدیہ سٹور قوم کے ہزاروں روپیہ کے سرمایہ سے جاری کیا تھا، اور اس میں آنے اپنی ذمہ داری پر لوگوں سے روپیہ لیا تھا، کیا اس کی کامیابی کے لئے دعائیں نہ کیں تھیں۔ اگر کی تھیں تو سٹور کیوں تباہ و برباد ہوا جسکے صدمے سے کئی احمدی پاگل ہو گئے اور بہت سارے اپنی تمام عمر کی کمائی سٹور میں تباہ و برباد کر کے مفلس و قلاش بن کر رہ گئے۔

۲۔ ایسٹرن ٹریڈنگ کمپنی میں قوم کا کس قدر روپیہ برباد ہوا۔ گلوب ٹریڈنگ کمپنی کا کس قدر سرمایہ تباہ ہوا۔ گڑ فیکٹری کا کیا حشر ہوا۔ پھر قومی سرمایہ سے قائم شدہ بک ڈپو کا سرمایہ کہاں گیا۔ یہ تمام کام جو قومی سرمایہ سے شروع ہوئے اور آپ کی زیرسرپرستی جاری رہے اور آپ ان کی ترقی اور کامیابی کے لئے دعائیں فرماتے رہے۔ کیا پھر بھی ان کا انجام ناکامی نہ ہوا۔ اس وقت آپ کی دعائیں کیوں کارگر نہ ہوئیں۔

۳۔ کیا جناب کو یاد نہیں کہ جب آپ کے نہایت قیمتی گھوڑے چور لے گئے اور آپ نے ان کی واپسی کے لئے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کیا۔ گھوڑے تو کیا واپس آنے تھے الٹا آپ سے جھونکے کی رقم بھی لے کر کھا گئے۔ اس وقت آپ کی دعاؤں کو کیا ہوا۔

۵۔ پھر کیا جناب کو علم ہے کہ آپ نے دلکشا پرفیومری کمپنی قادیان (جن کے آپ واحد مالک ہیں) کی ایک شاخ جب کٹڑہ جیمل سنگھ امرتسر میں کھولی، جس کا افتتاح آپ نے خود اپنے مبارک ہاتھوں سے وہاں پہنچ کر لمبی چوڑی دعاؤں کے بعد کیا۔ اس کے بعد جو اس کا حشر ہوا کیا آپ بھول سکتے ہیں اس وقت آپ کی دعائیں کیوں بے اثر ہو گئیں۔

۵۔ نثار ہوزری قادیان کے لئے آپ نے احمدی احباب پر کس قد زور ڈال کر سرمایہ وصول کیا۔ اس کا جو حشر ہو رہا ہے وہ کسی تشریح کا محتاج نہیں۔ اسکے لئے آپ دعائیں نہیں فرماتے۔

۶۔ قاضی محمد علی نوشہروی کو سزائے پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے نہ صرف خود ہی دعائیں کیں بلکہ تمام جماعت سے بھی دعائیں کروائیں، اور

روزے رکھوائے ،اور قوم کا ہزاروں روپیہ خرچ کر کے پریوی کونسل تک اپلیں بھی کی گئیں۔کیا اس وقت آپ کی دعائیں روزے اور اپلیں اکارت نہ گئیں اور قاضی محمد علی کو پھانسی نہ ہوئی۔

۷۔کیا قادیان میں احرار کانفرنس کو روکنے کیلئے ایڑی چوٹی تک کا زور نہیں لگایا اور ہر رنگ میں اسکو روکنے کی کوششیں نہیں کیں۔ پھر کیا احرار کانفرنس قادیان میں منعقد ہوئی یا نہ۔اسوقت آپ کی دعائیں کہاں گئیں۔

۸۔کیا احرار کانفرنس کے بعد سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو پھنسانے کے لئے کوئی کسر باقی رکھی۔نتیجہ کیا ہوا۔مقدمہ بخاری کے خلاف فیصلہ آپ کے خلاف ہوا۔جسکی اپیلوں وغیرہ پر قوم کا کم از کم چالیس ہزار روپیہ کا خرچ بتایا جاتا ہے۔اس وقت آپ کی دعائیں کہاں جا چھپیں۔

۹۔ چوہدری فتح محمد سیال کو (جوکہ آپ کے ناظر اعلیٰ ہیں) جب آپ نے الیکشن کے لئے کھڑا کیا۔کیا ان کی کامیابی کیلئے دعائیں نہ کی تھیں جب کہ ظاہرا طور پر قوم کا پسینہ کی جگہ لہو بہا کر کمایا ہوا روپیہ ہزاروں کی تعداد میں بے دریغ بہایا گیا اور صبح سے شام تک آپ خود بڑی عرق ریزی سے قادیان پولنگ سٹیشن پر ووٹ گزارتے رہے کیا پھر بھی اس میں ناکامی کا منہ دیکھنا نہ پڑا۔اسوقت آپ کی دعائیں کیوں رد ہوئیں۔

۱۰۔کیا عزیز احمد قلعی گر کو پھانسی سے بچانے کے لئے آپ نے دعائیں نہ کیں۔اور قوم کا ہزاروں روپیہ برباد کر کے پریوی کونسل تک اپلیں نہ کی گئیں۔اور کیا آپ کی دعاؤں کا الٹا اثر یہ نہ ہوا کہ جب آپ نے قلعی گر کو بچانے کے لئے لاہور ہائی کورٹ میں اپیل کرائی تو ہائی کورٹ نے قاتل کو تو کیا بری کرنا تھا،الٹا آپ کے خلاف ہی ریمارکس پاس کر دیئے جس پر آپ نے ایک بیان کے دوران میں تسلیم کیا کہ ان ریمارکس سے جو آپ کے خلاف ہوئے جو آگ آپ کے دل کو لگی ہوئی ہے اسکو کوئی پانی ٹھنڈا نہیں کر سکتا۔اب آپ خدارا غور فرمائیں کہ اب بھی آپ کی دعاؤں کی قبولیت میں شک کیا جا سکتا ہے۔

۱۱۔ پھر آپ نے اس آگ کو بجھانے کیلئے تین قابل وکلاء کی خدمات حاصل کر کے ہائی کورٹ میں ریکارکس حذف کرانے کی درخواست دی جس کے بالمقابل یہ خاکسار ایک معمولی سے وکیل کو ہی لیکر پیش ہوا نتیجہ یہ ہوا کہ آپ کی تمام کوششیں اور دعائیں بے اثر ثابت ہوئیں اور اللہ تعالی نے اپنے فضل سے مجھ جیسے کمزور بے کس انسان کو فتح دی اور آپ کی اپیل خارج ہو گئی۔

اسی قسم کے اور بیسیوں واقعات جنکی تفصیل کی اس جگہ گنجائش نہیں لیکن حقیقت یہی ہے کہ آج تک آپ کی دعائیں الٹ ہی اثر دکھاتی رہی ہیں اس کے بالمقابل آپ کے بعض سادہ لوح مردوں کا یہ لکھ دینا کہ ہمارا فلاں کام آپ کی دعاؤں سے ہوا کچھ حقیقت نہیں رکھتا کیونکہ ایسے اتفاقی واقعات دنیا میں ہوتے ہی رہتے ہیں اور سادہ لوح مرید ایسے واقعات کو اپنے پیروں کی کرامات ہی ظاہر کیا کرتے ہیں دیکھنا تو یہ ہے کہ وہ امور جن میں آپ نے پوری کوشش توجہ اور انہماک سے دعائیں کیں اور قوم سے بھی کروائیں ان میں ناکامی کیوں ہوئی۔ اس کا تو صاف مطلب یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالی کے حضور قطعاً کوئی خاص مرتبہ حاصل نہیں۔ اور نہ ہی آپ کی دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت ہے اور اس وقت آپ کا گورنمنٹ کو دعا کی درخواست کرنے کیلئے مائل کرنے کی کوشش کرنا محض حسن بن صباح والی چال ہے ورنہ کیا وجہ ہے کہ آپ نے اپنے معترضین کے خلاف ہمیشہ دعا کا پاکیزہ اشتہار استعمال کرنے کی بجائے کفار والا گندہ حربہ (بائیکاٹ) استعمال کیا۔

اگر آپ یہ فرمائیں کہ اس وقت آپ کو یہ مقام حاصل نہ تھا جواب ہوا ہے تو اب بھی ہماری طرف سے آپ کو کھلا چیلنج ہے کہ اگر آپ کو یقین ہے کہ آپ خدا کے برگزیدہ اور مقرب بن چکے ہیں اور وہ الزامات جو آپ کی ذات پر آئے دن لگ رہے ہیں غلط اور بے بنیاد ہیں تو آؤ اللہ تعالی کے حضور میں مل کر دعا کریں اور میدان مباہلہ میں نکلیں تا روز روز کا جھگڑا ختم ہو کر حق و باطل میں فیصلہ ہو،۔ اور وہ تمام سعید روحیں جو آپ کی بریت

ثابت نہ کرنے کی وجہ سے ہدایت سے محروم ہو چکی ہیں ہدایت پانے میں ..
وہ تمام مذبذب جو اس تنازع کی کی وجہ سے تذبذب میں پڑتے ہیں اور وہ تمام مخلصین جماعت جو منافق قرار دیئے جا چکے ہیں راہ راست پر آئیں اور تمام اعتراضات جو آئے دن ان حالات کی وجہ سے سلسلہ پر لگ رہے ہیں ختم ہوں۔

بالآخر میں امید کرتا ہوں کہ آپ سلسلہ احمدیہ اور اس کے بانی کی عزت کو ملحوظ رکھتے ہوئے ضرور میدان مباہلہ میں نکلیں گے اور اگر آپ نے میدان مباہلہ میں آنے کی جرأت کی تو میں نہ صرف اکیلا ہی بلکہ کم از کم بیس افراد کو اپنے ہمراہ لاؤں گا جو دعا مباہلہ میں شریک ہوں گے اور کم از کم دو ہزار ایسے اشخاص بھی ساتھ لاؤنگا جو ہمیشہ کے لئے اس نشان کے زندہ گواہ ٹھہریں گے لیکن اگر آپ اللہ تعالی کی وعید ولا یتمنو ہ ابداً بما قدمت اید یھم سے ڈر گئے اور میدان مباہلہ میں نہ نکلے تا یاد رکھیں کہ آپکے وہ تمام دعاوی جن کو آپ آئے دن کرتے رہتے ہیں غلط اور بے بنیاد ٹھہریں گے اور ماننا پڑے گا کہ آپ کو اللہ تعالی کے حضور ہرگز ہرگز کوئی مرتبہ حاصل نہیں اور آپ کا اپنی طاقت کے نشہ میں ہم کمزور اور بے کس احمدیوں کو منافق قرار دینا غلط اور ظلم عظیم ہے ورنہ کسی ایک خدا کے برگزیدہ کی مثال پیش کرو جو منافقوں کے بالمقابل میدان مباہلہ میں نہ نکلا ہو

و السلام علی من اتبع الھدی ۔
خاکسار: حکیم عبدالعزیز احمدی سکرٹری انجمن انصار احمدیہ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان نکی دعاؤں کی قبولیت کے بارے میں ہمیں شک رہتا تھا، ہم چاہتے تھے کہ یہ شک زائل ہو جائے۔ خدا کا شکر ہے کہ حکیم عبدالعزیز صاحب کے رسالہ مذکورہ بالا کو دیکھنے سے ہمارا شک زائل ہونے کی بجائے اس درجہ تک پہنچ گیا کہ ہم خلیفہ صاحب کے حال کے بارے میں عرفی کا یہ شعر صحیح پاتے ہیں

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال مے تواں بتمنا گریستن

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ان واقعات میں دعا کرنے سے انکار کیا ہے اور دعا کی تعریف کرتے ہوئے کہا ہے کہ دعا اس کو کہتے ہیں کہ تا حصول مقصد خدا سے مسلسل درخواست کی جائے۔ (الفضل ۲۰ جولائی)۔

شائد خلیفہ صاحب بڑے مرزا صاحب کی دعا بھول گئے جو انہوں نے، مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ، کے عنوان سے بدیں الفاظ شائع کی تھی:

اے خدا مجھ میں اور مولوی ثناء اللہ میں سچا فیصلہ کر کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔،

اس درخواست کا نام مرزا غلام احمد صاحب نے دعا رکھا ہے اور میاں محمود احمد صاحب نے بھی رسالہ تشحیذ الاذہان میں اس کو دعا کہا ہوا ہے، حالانکہ اس کی قبولیت کا اظہار ایک سال ایک ماہ سے زیادہ عرصہ بعد ہوا تھا یعنی ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کی کی ہوئی دعا ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو قبول ہوئی جب کہ مرزا صاحب قادیانی فوت ہو گئے۔

اب خلیفہ صاحب کی تحریر کے مطابق یہ دعا، دعا نہیں۔ مگر ان کے والد بزرگوار کی تصریح کے مطابق یہ دعا ہے۔ اس اعتراض کو اٹھانا خلیفہ صاحب موصوف کا کام ہے دیکھئے۔ اس کے جواب میں کیا کہتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۴۰ء مطابق ۱۹ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ، ص ۷۔۹)

(خلیفہ قادیان کی دعاؤں کی تاثیر کے متعلق پیغام صلح میں ایک مضمون بایں الفاظ شائع ہوا:

الفضل کیوں خاموش ہے

پیغام صلح مورخہ ۲۶ جون ۱۹۴۰ء میں ہم نے ایک مقالہ افتتاحیہ جناب خلیفہ صاحب قادیان اور موجودہ جنگ، کے عنوان سے لکھا تھا جس میں اس امر کی خوب وضاحت کی گئی تھی کہ موجودہ جنگ جناب میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کی دعاؤں اور بد دعاؤں سے برپا نہیں ہوئی بلکہ اس کی وجوہات خالص عمرانی اخلاقی اور معاشی ہیں۔

جس کے جواب میں معاصر الفضل نے تحکمانہ انداز میں

دعاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود کی تعلیم سے غیر مبایعین کی ناواقفیت ،

کے عنوان سے ایک مضمون لکھا۔ جس کا جواب پیغام صلح مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء میں دے دیا گیا معاصر الفضل کا جواب دلائل کے لحاظ سے بالکل تشنہ تھا، غالبا اس کی فرومائیگی کو محسوس کرتے ہوئے جناب میاں صاحب (محمود احمد) نے ایک طویل ہمارے اس مضمون کے متعلق دیا جو الفضل اورسن رائز میں چھپ چکا ہے

لیکن جناب میاں صاحب نے بھی ہمارے اصل سوال کو چھوا تک نہیں، بلکہ سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ جماعت لاہور کے افراد دعاؤں کی قبولیت کے قائل نہیں ہیں۔

یہ درست نہیں ہے۔ ہم، خداوندتعالی کے فضل وکرم سے دعاؤں کی قبولیت کے قائل ہیں اور ہمارا ایمان ہے کہ خداوندتعالی اپنے بندوں کی دعاؤں کو سنتا ہے اور ہمارا یقین محکم ہے کہ خداوندتعالی نے حضرت مسیح موعود کی دعاؤں کو سنا۔

ہمیں جو اعتراض تھا وہ جناب میاں (محمود) صاحب کی تحدی پر تھا۔ جناب میاں صاحب نے اپنی تقریر میں کہا تھا:

مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ انگریز سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالی ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا لیکن ابھی انہیں اپنی طاقت پر بہت گھمنڈ ہے اوران کے لئے یہ ماننا سخت مشکل ہے کہ قادیان میں بیٹھے ہوئے ایک آدمی کی دعا سے ہٹلر کی فوجیں بھاگ سکتی ہیں۔

ہم نے اس تحدی پر اعتراض کیا تھا۔ کیونکہ یہ تحدی خلاف اصول تھی جو دعاؤں کے متعلق حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے قائم کیا ہے۔ حضرت مسیح موعود کے نزدیک سوائے ان دعاؤں کے جو فرض اور عبادت میں شامل ہیں ضروری نہیں کہ اللہ تعالی سب دعاؤں کو قبول کرے۔ یہ اس کی مرضی ہے چاہے تو قبول کرے اور چاہے تو رد کر دے۔

سوایک مٹی کا بنا ہوا ضعیف اور عام انسان اپنی کسی خاص دعا کے متعلق اپنی طرف سے تحدی نہیں کر سکتا کہ وہ دعا یقیناً قبول ہوگی۔ ہاں اگر یہ وثوق مشیت الٰہی سے مشروط ہو تو ایک علیحدہ بات ہے۔ اس صورت میں وہ وثوق بھی خدا تعالی کی مشیت میں شامل ہوتا ہے ورنہ اس کے علاوہ جو شخص بھی تحدی کرے گا وہ شرک فی التوحید کا مرتکب ہوگا۔

اپنی دعا کی قبولیت کے متعلق کون شخص دعوی کر سکتا ہے دعاؤں کے متعلق تو بعض دفعہ انبیاء کو بھی زجر و توبیخ کر دی جاتی ہے اور جناب میاں صاحب تو عام انسانوں کی صف میں ہیں..

(پیغام ۲۱ صلح لاہور جولائی ۱۹۴۰ء ص ۴)

حکیم عبدالعزیز احمدی نے مذکورہ بالا مضمون میں جن الزامات کی طرف اشارہ کیا کہ جو آئے دن مرزا محمود احمد صاحب کی ذات پر لگ رہے تھے، ان الزامات کا ذکر قادیانی پریس میں کئی بار ہوا ہے۔ اخبار پیغام صلح لاہور میں ۱۹۲۹ء کے ایک شمارے میں ذیل کا مضمون ہوا:

نادان مرید

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء میں اللہ دتا صاحب جالندھری سکرٹری انجمن احمدیہ خدام الاسلام کا حسب ذیل استفتاء شائع ہوا ہے:

الف نے ب پر الزام زنا لگایا مگر چار گواہ پیش نہیں کرتا بلکہ اس سے عاجزی کا اقرار پیش کر کے شریعت کے اس حکم کو ناممکن العمل قرار دیتا ہے۔ اور ب سے مطالبہ حلف کرتا ہے بلکہ اس کو مباہلہ کی دعوت دیتا ہے۔ ب مطالبہ حلف اور مباہلہ کو اس باب میں ناجائز قرار دیتا ہے از روئے شریعت اسلامیہ حقیقت اور اصلیت کیا ہے۔

اسی اخبار میں مذکورہ بالا سوال کے متعلق یہ فتوی درج کیا گیا ہے

الزام زنا کا ثبوت بے شک چار شاہدوں سے ہوتا ہے۔ اگر الزام لگانے والا شہادت مکمل پیش نہ کر سکے تو ملزم کا حق ہے کہ اس پر دعوی ہتک کر کے سزا دلائے مگر یہ دونوں صورتیں عدالت کے متعلق ہیں۔ یعنی گواہوں کا لینا یا دعوی کا سننا۔ قاضی و حاکم کا یہ کام ہے۔ اگر حکومت تک یہ معاملہ نہیں گیا تو ملزم کو چاہیے کہ جو الزام لگانے سے اس کی نسبت لوگوں کے دلوں میں بدگمانی پیدا ہوگئی ہے یا ہونے کا احتمال ہے، اس کو بحکم حدیث اتقوا مواضع التھم حلف اٹھا کر یا مباہلہ کرنے سے دور کرے۔ حدیث شریف میں ہے کہ آنحضرت ﷺ اعتکاف میں تھے آپ کی بیوی صفیہ ؓ ملنے آئیں آپ ان کو رخصت کرنے کے لئے دروازہ مسجد تک تشریف لے گئے۔ دونوں میاں بیوی دروازہ پر کھڑے تھے اتنے میں دو شخص سامنے سے گذرے حضور نے فرمایا علی ر سلکما (ٹھہرو) ٹھہرا کر فرمایا کہ یہ صفیہ میری بیوی ہے۔ انہوں نے عرض کیا کیا

حضور ہم میں سے کوئی بدگمان ہوسکتا تھا؟ فرمایا شیطان انسان کے خون میں جاری ہو کر اثر کر جاتا ہے۔ آج نہیں تو کل بدگمانی پیدا ہونے کا احتمال ہے۔،

ہمیں تعجب ہے کہ جن لوگوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج قرار دیا جاتا ہے انہی سے فتویٰ بھی طلب کیا جاتا ہے۔ جھگڑا تو تھا میاں صاحب اور ان مریدوں کے درمیان تھا کہ مرید ان پر کچھ الزام لگاتے تھے اور میاں صاحب سے مطالبہ حلف کرتے تھے اور اس مطالبہ حلف اور مباہلہ کی تائید میں حضرت مسیح موعود کی بعض تحریروں کو پیش کرتے تھے۔ مگر اس جھگڑے میں قادیانی مولوی فاضل صاحب کا حضرت صاحب کو چھوڑ کر ان علماء کی طرف رجوع کرنا جن کو وہ دائرہ اسلام میں داخل نہیں سمجھتے الغریق یتثبت بالحشیش کا مصداق ہے یعنی ڈوبتا ہوا آدمی تنکوں کا سہارا پکڑتا ہے

رجوع کرنا چاہیے تھا قرآن شریف کی طرف جہاں شہادت کے نہ ہونے کی صورت میں میاں بیوی کے لئے اگر ان میں سے ایک دوسرے پر الزام دے قسم کھانا ضروری قرار دیا گیا ہے۔ یا حدیث کی طرف رجوع ہونا۔ یا بالآخر حضرت مسیح موعود کی تحریروں کی طرف۔ مگر ان سب کو چھوڑ کر ان علماء کی طرف رجوع کرنا جن کو عقیدۃً کافر سمجھا جاتا ہے شائد صرف اسی غرض سے تھا کہ اگر وہاں سے فتویٰ مل جائے کہ ایسے حالات میں حلف اٹھانا خلاف شریعت ہے تو اسی کا سہارا لیا جائے۔ میاں صاحب کو چاہیے کہ ایسی مذموم حرکات سے اپنے مریدوں کو روکیں جو واقعی ان کے نادان دوست معلوم ہوتے ہیں۔

(پیغام صلح لاہور ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۲۹ء مطابق ۲۶ جمادی الاول ۱۳۴۸ھ جلد ۱۷ نمبر ۲۷ ص ۲)

اسی طرح ۱۹۴۲ء کے پیغام صلح کے ایک شمارے میں مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کی تحریر شائع ہوئی جس کا ایک حصہ ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

میاں محمود احمد صاحب قادیانی پر الزامات کے متعلق ہمارا طریق عمل

فرقان جولائی ۱۹۴۲ء میں جناب چوہدری محمد اسماعیل صاحب ریٹائرڈ ای اے سی کا بیان کہ

شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری اور اس کے ساتھیوں کے الزامات محض جھوٹ ہیں

کے عنوان سے ایک مضمون نکلا ہے۔ اس کا ایک کٹنگ میرے پاس کسی دوست نے جواب کے لئے بھیجا ہے۔ اگر مضمون کو چوہدری صاحب کے بیان تک محدود رکھا جاتا تو مجھے قطعاً ضرورت

نہ تھی کہ اس معاملہ میں کچھ لکھتا مگر مجھے خواہ مخواہ درمیان میں لا کر اس مضمون میں یہ لکھا گیا ہے کہ میں ان الزامات کو غلط بھی قرار دیتا ہوں جو جناب میاں (محمود احمد) صاحب کے مرید... ان پر لگاتے ہیں اور ان کی تشہیر میں مدد دیتا ہوں حالانکہ یہ دونوں باتیں غلط ہیں۔

میاں (محمود احمد) صاحب کے نادان دوست ان الزامات کی تشہیر خود کر رہے ہیں اور پھر الزام دوسروں پر دیتے ہیں۔ ایسے ناپاک الزامات کے معاملہ میں جن کے لگانے والے میاں صاحب کے اپنے مخلص مرید ہیں جس قدر خاموشی اختیار کی جاتی بہتر تھا اگر اس میں کوئی بولنے کا حق رکھتا تھا تو وہ خود میاں (محمود احمد) صاحب تھے اور ان کے لئے دو موقعے ایسے آئے تھے کہ وہ پبلک کو مطمئن کر سکتے تھے۔

پہلا موقع وہ تھا جب مولوی عبدالکریم مباہلہ والے نے میاں صاحب سے ان الزامات پر مباہلہ کرنا چاہا تھا اگر وہ اس کو منظور کر لیتے تو ان الزامات کے سچا یا جھوٹا ہونے کا فیصلہ ہو جاتا مگر قادیان کی منطق عجیب ہے میاں صاحب نے فرمایا کہ میں اس بات پر مباہلہ کرنے کو تیار ہوں کہ زنا کے الزام پر مباہلہ کرنا جائز ہے یا نہ، مگر اس بات پر مباہلہ کرنے کے لئے تیار نہیں کہ مجھ پر زنا کا الزام سچا ہے یا جھوٹا۔ حالانکہ حضرت مسیح موعود کی صاف تحریر موجود ہے کہ زنا کے الزام پر مباہلہ ہوسکتا ہے۔ جناب میاں صاحب نے اس معاملہ میں حضرت مسیح موعود کے جواز مباہلہ کے فیصلہ کے ہوتے ہوئے مباہلہ سے انکار کر کے کوئی اچھا اثر پبلک پر پیدا نہیں کیا۔

اس پر کچھ عرصہ گذر گیا تو ایک جماعت مخلصین کی قادیان سے اٹھی جس نے اسی قسم کے بلکہ اس سے بھی بدتر الزامات کے متعلق تحقیقات کا مطالبہ کیا اور اپنی ہی جماعت کے کمیشن کے سامنے اپنا ثبوت پیش کرنے کے لئے میاں صاحب سے درخواست کی۔

یہ بات کس قدر معقول تھی مگر میاں (محمود احمد) صاحب نے اس مطالبہ کو بھی منظور نہ کیا اور تحقیقات کے ذریعہ سے بھی اصل حقیقت کو ظاہر نہ ہونے دیا۔

ایک پیغمبر حضرت یوسفؑ پر جھوٹا الزام لگتا ہے تو وہ قید خانہ سے نکلنے سے انکار کرتے ہیں جب تک کہ ان پر الزام کی تحقیقات نہ ہو جائے۔ اور وہ تحقیقات بھی ایک غیر بادشاہ کے ذریعہ کرائی اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا ظاہر ہوگیا۔ مگر میاں صاحب نے خود اپنی جماعت کے کمیشن کے سامنے بھی تحقیقات سے انکار کر دیا۔ مریدوں کا سوال نہیں دنیا اس سے کیا نتیجہ نکالے گی؟ تو میاں صاحب کے مریدوں نے اب ان الزامات جھوٹا ثابت کرنے کے لئے جنہیں خود

میاں صاحب جھوٹا ثابت کرنے کی جرأت نہیں رکھتے یہ طریق اختیار کیا ہے کہ لوگوں کے پاس دوڑے پھرتے ہیں کہ تم ان الزامات کو غلط سمجھتے ہو یا صحیح اور کیا تم خیال کرتے ہو کہ میاں صاحب (مرزا محمود احمد) سے ایسے ناکردنی افعال سرزد ہوئے ہوں گے۔ اگر کہیں بیس میں سے ایک نے کہہ دیا کہ نہیں، تو بس اسی کو لے دوڑے کہ دیکھو یہ ثابت ہو گیا کہ میاں صاحب (مرزا محمود احمد) پر یہ الزامات غلط ہیں اور باقی انیس کا نام نہ لیں گے۔

یہ مریدوں نے نرالا طریق پیر کی بریت کا اختیار کیا ہے۔ کسی ایسے مرید سے ہی دریافت کر لیتے جو جج ہو یا جج رہ چکا ہو کہ کیا اس طریق سے کبھی کسی ملزم کی بریت ثابت ہو گئی ہے کہ ملزم خود تو کہے کہ میں نہ الزامات کا جواب دوں گا، نہ بریت کا ثبوت پیش کروں گا، نہ تحقیقات ہونے دوں گا، نہ بالمقابل حلف اٹھاؤں گا، اور ایک تیسرا شخص عدالت میں آ کر کہہ دے کہ میں ان الزامات کو غلط سمجھتا ہوں کیونکہ یہ شخص ایک بڑا لیڈر ہے، اور اس بلند مقام کے لحاظ سے اس سے یہ امید نہیں کی جا سکتی کہ وہ ایسے افعال کا ارتکاب کرے۔

چوہدری محمد اسماعیل صاحب کا بیان جسے بڑے فخر سے شائع کیا گیا ہے وہ کیا ہے؟ صرف اس قدر کہ میاں صاحب (مرزا محمود احمد)، حضرت مسیح موعود کے فرزند ہیں اس لئے میں سمجھتا ہوں کہ انہوں نے ایسا کام نہیں کیا۔

مگر کیا نیکوں کے فرزندوں کے برا کام کرنے کی کوئی مثال نہیں؟

یا یہ کہ میاں صاحب (مرزا محمود احمد) چونکہ قادیان میں رہتے ہیں جہاں حضرت مسیح موعود رہتے تھے اسلئے انہوں نے ایسا کام نہیں کیا،

تو کیا صلحاء کے رہنے کے مقامات پر اور اچھے لوگوں کی گدیوں پر زنا اور شراب خوری اور طرح طرح کی بدکاریاں نہیں ہوتیں؟

یا یہ کہ میاں صاحب (مرزا محمود احمد) چار بیویوں کے خاوند ہیں، اسلئے ان کے نزدیک وہ زنا کا ارتکاب نہیں کر سکتے۔ حالانکہ نہ کسی کا مجرد ہونا اس کی زنا کاری کی دلیل ہے، نہ کسی کا چار چھوڑ چار سو بیویوں کا خاوند ہونا اس کی پاک بازی کی شہادت ہے۔

اگر میاں صاحب کے مرید دنیا کو ان الزامات کے جھوٹا ہونا کا قائل کرنا چاہتے ہیں تو اس کی اب بھی وہی دو سیدھی راہیں ہیں۔ وہ میاں صاحب کو تیار کریں کہ الزام لگانے والوں کے مقابلہ پر مباہلہ کریں یا جس طرح شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری نے کہا ہے اپنی جماعت کا ایک

کمیشن مقرر کر کے ان الزام لگانے والوں کو موقعہ دیں کہ وہ اپنے ثبوت ان الزامات کی تائید میں پیش کریں اور میاں صاحب (مرزا محمود احمد) ان کا جواب دیں....

ہم نے تو انتہائی شرافت سے کام لیا۔ کبھی ان گندے الزامات سے بھری ہوئی تحریروں کو شائع نہیں کیا جو میاں صاحب کے مریدوں نے شائع کیں۔ کبھی ان گندے الزامات سے بھرے ہوئے بیانات کا نام نہیں لیا، جو ایک کثیر تعداد میں ہمارے پاس موجود ہیں۔ اور یہ باوجود اس کے کہ میاں صاحب نے ہمارے خلاف جو کچھ مل سکا ہے اسے شائع کرنے پر اپنے اخباروں کی پیٹھ ٹھونکی۔ میں تو ان باتوں کو لکھنا بھی نہ چاہتا تھا مگر میں مجبور ہوں کہ جب میرے متعلق غلط بیانی کی جائے تو اسکی تردید کروں۔

اب میاں (مرزا محمود احمد) صاحب کا اختیار ہے کہ اپنے مریدوں کو سمجھائیں یا نہ سمجھائیں کہ ناپاک الزامات کی تشہیر کا موجب وہ خود ہیں۔ خاکسار محمد علی۔ ڈلہوزی۔ ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء

(پیغام صلح ۲۹ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۰ نمبر ۳۱)

اور پیغام صلح کے ۱۹۴۷ء کے ایک شمارے میں ذیل کی تحریر شائع ہوئی:

قاضی کا جرم:

جناب میاں محمود احمد صاحب اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۴ فروری (مندرجہ الفضل ۲۱ فروری) میں ارشاد فرماتے ہیں:

شریعت کہتی ہے کہ بدکاری کے جب تک چار گواہ نہ ہوں اس وقت تک ان کی گواہی قبول نہ کی جائے۔ لیکن کسی موقعہ پر کوئی شخص اکیلا گواہ ہے اور معاملہ کسی طرح قاضی کے پاس پہنچتا ہے اور قاضی اس کو گواہی کے لئے بلاتا ہے تو وہ قاضی کو کہہ سکتا ہے کہ میں نے دیکھا یا نہیں دیکھا اس کا سوال نہیں لیکن آپ کو گواہی لینے کا حق نہیں جب تک چار گواہ نہ ہوں۔

غرض اس جرم میں شریعت قاضی کو مجرم ٹھہراتی ہے کہ اس نے اس سے شہادت کیوں طلب کی اور اس شخص نے شریعت کی ہتک نہیں کی بلکہ قاضی نے شریعت کی ہتک کی ہے کہ صرف ایک آدمی سے گواہی مانگی۔،

معلوم نہیں یہ کون سی شریعت ہے جو ایک سچی گواہی طلب کرنے پر قاضی کو مجرم ٹھہراتی ہے۔ یہ

الگ بات ہے کہ گواہ کافی نہ ہونے یا مقدمہ کا ثبوت بہم نہ پہنچنے کی وجہ سے قاضی مقدمہ کو خارج کردے۔لیکن گواہی لینے کوشریعت کی ہتک قرار دینا اور قاضی کو مجرم ٹھہرانا جناب میاں (محموداحمد) صاحب ہی کی انوکھی اختراع ہے۔

اسی سلسلہ میں یہ بھی غور طلب ہے کہ اگر ایک ہی شخص کی بدکاری کے مختلف واقعات کے ایک ایک یا دو دو گواہ ہوں، جن سب کی مجموعی تعداد چار یا ان سے کہیں زیادہ ہو جائے، تو کیا ایسی صورت میں بھی ان سے گواہی طلب کرنے پر قاضی ہی کو مجرم ٹھہرایا جائے گا، اور بدکاری کا مرتکب بری قرار دیا جائے گا۔ بینوا و توجروا (پیغام صلح لاہور ۱۹ مارچ ۱۹۴۷ء ص۴)

قادیانی اور مباہلہ

بما قدّمت ایدیھم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اپنے مخالفوں کو مباہلے کا حربہ دکھا کر دھمکایا تھا، لیکن اللہ کا ایک بندہ (صوفی عبدالحق غزنوی امرتسری) اس حربے سے نہ ڈرکر سامنے آیا، اور عیدگاہ امرتسر میں مرزا صاحب قادیانی سے مباہلہ کیا۔

اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ مرزا غلام احمد صاحب، صوفی عبدالحق صاحب کے سامنے وفات پا گئے اور صوفی عبدالحق ان کے بعد سات سال تک زندہ رہے۔

یہ مباہلہ ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا اور اس سے پندرہ ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی متعلقہ آتھم (عیسائی مناظر) جھوٹی نکلنے پر چاروں طرف سے مرزا صاحب پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی، اور بقول مرزا صاحب مباہلہ مذکور پر سوا سال گذر چکا تھا اس موقع پر صوفی عبدالحق غزنوی نے اشتہار دیا جس میں اپنی فتح اور قادیانی کی شکست ظاہر کرنے کو یہ شعر لکھا:

مدد ہے مباہل کو یہ آسمانی
ہوئی جس سے ہے ذلت قادیانی

مرزا غلام احمد صاحب نے ۱۸۹۶ء میں کتاب انجام آتھم لکھی اس میں چند علماء کو مباہلہ کی دعوت دی مگر جوں ہی کوئی عالم آمادگی ظاہر کرتا، آپ پھسل جاتے اور کوئی نہ کوئی بہانہ پیش کر کے مباہلہ کوٹال دیتے۔ چنانچہ میرے متعلق مرزا غلام احمد صاحب کو جب خبر ملی کہ میں ان سے مباہلہ کے لئے تیار ہوں تو جھٹ یہ کہہ دیا کہ

> ہم مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت کریں گے جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے گی اور ہم وہ کتاب مولوی صاحب کو بھیج دیں گے۔ اگر مولوی صاحب ہمارے دلائل پڑھ کر بھی کہیں گے کہ میری تسلی نہیں ہوئی تو پھر ہم ان کی درخواست پر ان کے ساتھ مباہلہ بھی کرلیں گے
>
> (اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

حاشیہ نشینان دربار مصر نے اس جواب کی بڑی تحسین کی۔ لیکن جب ۱۵ مئی کو کتاب چھپ کر شائع ہو گئی مگر میرے پاس نہ پہنچی تو میں نے طلب کی۔ مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے اس کا جواب آیا کہ اب مباہلہ کی حاجت نہیں رہی کیونکہ ہم تمہارے حق میں دعا فیصلہ کر چکے ہیں۔ یہی معنی ہیں اس شعر کے:

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

جب بڑے میاں کی جرأت کا یہ حال ہے، تو چھوٹے میاں (مرزا محمود احمد) کی ہمت کا اندازہ کرنا بالکل آسان ہے۔

قصر خلافت قادیان کے دربان اخبار فاروق نے اپنی ۲۸ مئی ۱۹۴۰ء کی اشاعت میں مجھے مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔ جس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۱ جون ۱۹۴۰ء میں قبولیت کے الفاظ میں دیا گیا جو ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا۔ یہ جواب کیسا صاف مدلل اور معقول تھا، مگر قادیانی اور معقول پسندی

ضدّان مفتر قان ای تفرق

ہم نے سمجھا تھا کہ عنقریب مباہلہ ہو جانے کے بعد قادیانیوں کا یہ ارمان بھی نکل جائے گا۔ گو ہم جانتے تھے کہ جو لوگ خدائی فیصلہ سے بھی ہدایت یاب نہیں ہوئے ان کو کوئی چیز رہنمائی نہیں کرسکتی، کیونکہ ان کی حالت وہی ہو جاتی ہے جس کو

بانی فطرت ان الفاظ میں بتا تا ہے

ان یّروا سبیل الرشد لا یتّخذوہ سبیلا (الاعراف:۱٤٦)۔

مباہلہ مذکورہ پر ہماری آمادگی دیکھ کر اخبار فاروق قادیان نے وہی راہ اختیار کی جو بڑے میاں (مرزا غلام احمد قادیانی) نے کی تھی۔ یعنی لکھ دیا کہ مباہلہ کی وہ تمام شرائط تسلیم کرو جو ہم نے خواجہ حسن نظامی دہلوی اور سید محمد شریف گھڑیالوی، علمائے دیوبند اور مجلس احرار کے سامنے پیش کی تھیں۔

قادیانی دوستو! غور سے سنو۔ ہمارا تمہارا معاملہ خاص ہے جس میں (دہلوی ہو، یا گھڑیالوی، احرار ہوں یا ابرار) کوئی بھی ہمارا شریک نہیں ہے کیونکہ ہم یوسف کے خریدار اس وقت سے ہیں جب کہ وہ ابھی مصر میں بھی نہیں آیا تھا۔ اگر نہ سمجھے ہوں تو سنو ہم یہ مضمون ایک شعر کی صورت میں تم کو سمجھاتے ہیں

ہم سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

آئندہ ایسی غلطی کا ارتکاب کبھی نہ کرنا کہ ہمیں کسی اور کے فعل کا پابند بناؤ۔

سنو ہم تینوں (میں، مرزا کلاں، اور مرزا خرد) میں جو نسبت ہے وہ کسی اور میں نہیں ہے۔ اس مباہلہ کے لئے آپ مرزا صاحب خرد (مرزا محمود احمد) کو امرتسر کی عیدگاہ متصل کمپنی باغ میں لے آیئے جہاں مرزا صاحب کلاں نے مباہلہ کیا تھا اور میں بھی وہاں پہنچ جاؤں گا۔ حسب ارشاد مرزا صاحب کلاں مندرجہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ہم خلیفہ صاحب کے ساتھ مباہلہ کریں گے چلے آؤ۔ ورنہ:

خاموش کہ ایں شور وفغان چیزے نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔ اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۰ ص ۵)

ایک سوال کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ایک صاحب مولوی فضل صاحب چنگا بنگیال ضلع

راولپنڈی، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرید تھے۔ آپ مرزا صاحب کی ارادت میں یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ مدعی الہام بن کر پیش گوئیاں کرتے تھے۔ آخری عمر میں آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ارادت سے تائب ہو گئے تھے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر میں کبھی کبھی تفریح کے طور پر ان کے الہام شائع ہوتے تھے۔ چنانچہ اہل حدیث ۲۸ جون ۱۹۳۵ء کے پرچہ میں بھی ان کا ایک الہام شائع ہوا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

> ۳۔ جون ۱۹۳۱ء کو خدا تعالی نے عربی ممالک کے متعلق ایک قافیہ دار فقرہ میں یہ خبر فرمائی۔ یہ آئندہ کے لئے خبر ہے کہ، عربی دنیا مٹ جائے گی دیکھ لینا دوستو!
>
> مورخہ ٦ جون کو میں نے خدا تعالی کے حضور میں یہ عرض کی کہ آیا یہ قومیں اسلام کی طرف آئیں گی یا نہیں؟
>
> اور پھر عرض کی گئی کہ ان کو اسلام میں لانے کی کتنی مہلت عطا فرمائی گئی؟
>
> اس کا جواب خدا تعالی نے عربی زبان کے لہجہ میں بالفاظ ذیل مرحمت فرمایا عشرین سنة یعنی بیس سال کے عرصہ کے اندر اسلام میں آ گئے تو یہ ممالک بچ جائیں گے ورنہ فنا کئے جائیں گے۔ پہاڑ اڑیں گے اور سمندر اچھل پڑے گا۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۳۵ء ص ۴)

اس اقتباس کی بنا پر ایک صاحب نے یہ سوال بغرض جواب بھیجا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

> پرچہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۸ جون ۱۹۳۵ء میں مولوی فضل احمد کی پیش گوئی لکھی ہے۔ اب جب کہ یورپ میں جنگ چھڑی ہوئی ہے اور وہ پیش گوئی قریب قریب عمل میں آ رہی ہے آپ کا کیا خیال ہے۔
>
> مدیر کاشف از علی گڈھ

ہم نے پرچہ مذکورہ کی عبارت ساری نقل کر دی ہے تا کہ جواب سمجھنے میں آسانی ہو۔

پیش گوئی مذکورہ کا مضمون صاف ہے کہ اس کی تاریخ اشاعت ۳ جون ۱۹۳۱ء سے بیس سال بعد یعنی ۳ جون ۱۹۵۱ء تک یورپ کو مشرف باسلام ہونے کی

مہلت دی گئی ہے۔اس عرصہ میں اہل یورپ اگر مسلمان ہو گئے تو بچ رہیں گے، ورنہ تباہ کئے جائیں گے۔

موجودہ جنگ کواس سے کیا تعلق؟

ہماری سمجھ تو یہ رہنمائی کرتی ہے کہ یہ جنگ اس پیش گوئی کی تردید کر رہی ہے۔ایک تو اس لئے کہ موجودہ جنگ بیس سالہ مہلت گزرنے سے پہلے آ گئی ہے، دوسرے اس لئے کہ یورپ میں اسلام کی تبلیغ اور اس کی تکذیب کا قابل ذکر سلسلہ شروع ہی نہیں ہوا۔نہ وہاں تبلیغ ہوئی نہ تصدیق یا تکذیب۔بہرحال یہ گونگے کی بولی ہے جسے گونگے کی ماں ہی سمجھ سکتی ہے۔

مولوی صاحب اگر قادیانی ارادت سے تائب ہو کر نہ مرے ہوتے، تو ہم ان کی پیش گوئی پر یہ شعر پڑھ دینا کافی سمجھتے:

بک گیا ہے جنوں میں کیا کیا
کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۰ ص ۶)

سید احمد شہید، قادیانی کے مقدمۃ الجیش تھے؟

جناب شاہ محمد ہادی عطا سلونی، رائے بریلی سے لکھتے ہیں:

نئی کتابوں پر تبصرہ کرنا ایک بہت ہی مفید اور عمدہ کام ہے۔آج کل کے تمام علمی پرچے قریب قریب یہ کام انجام دیتے ہیں۔

مارچ ۱۹۳۹ء میں ہندوستان کی سب سے بڑی تحریک جہاد کے ہیرو حضرت سید احمد شہید کی سیرت شائع ہوئی ہے۔ بہت سے رسالوں نے اس پر تبصرہ کیا اور ریویو لکھے۔لیکن جون ۱۹۴۰ء کے ریویو آف ریلی جنز میں کتاب مذکور پر تبصرہ کی سرخی پڑھ کر مجھے بڑی مسرت ہوئی کہ خلاف امید اس رسالہ میں ایسی بات نظر آئی۔

میں نے نہایت شوق سے اس کو پڑھنا شروع کیا مگر قریب ڈیڑھ صفحہ پڑھنے

کے بعد میری حیرت کی کوئی انتہاء نہ رہی جب میں نے فاضل اڈیٹر کے یہ الفاظ سید احمد صاحب کے متعلق پڑھے کہ:

آپ (سید احمد صاحب بریلوی) آنحضرت ﷺ کے اس ظل کامل کے ارہاص (پہلے آ کر ظہور کی خبر دینے والے) تھے جس کو مسیح اور مہدی کا نام پا کر چودھویں صدی میں اسلام کو از سر نو زندہ کرنا تھا۔ جس طرح حضرت یحیٰ، حضرت مسیح کا راستہ صاف کرنے کے لئے مبعوث ہوئے تھے، سید احمد رائے بریلوی نے احمد قادیانی کا راستہ صاف کیا۔،

آگے چل کر فرماتے ہیں:

آپ نے (یعنی سید احمد) نے اس حیات مستعار کے ۴۵ سالوں میں صدیوں کا کام کیا۔ شائد اس لئے کہ اللہ تعالی مستقبل قریب ہی میں ایک عظیم الشان مصلح کے ذریعہ ایک نئے نظام عالم کے قیام کا ارادہ فرما چکا تھا آپ کی تحریک کامیاب نہ ہوئی لیکن اس مصلح اعظم کے راستہ کو صاف کرنے کا کام باحسن وجوہ آپ سرانجام دے گئے۔

اوپر کے الفاظ پڑھنے کے بعد مجھے یہ راز معلوم ہوا کہ کیوں اس رسالہ میں اس کتاب پر تبصرہ کیا گیا ہے۔ ساون کے اندھے کو ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے ہمارے مخاطب کو ہر جگہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مسیحیت کا کرشمہ دکھائی دیتا ہے، اور ان کا جلوہ نظر آتا ہے۔ غور کرنے کی بات ہے اور ٹھنڈے دل سے سوچنے کا مقام ہے کہ کیا واقعی ایسا ہے؟

جن لوگوں نے سید احمد صاحب بریلوی کی سیرت پڑھی ہے اور جو ان کے حالات سے کچھ بھی واقف ہیں، وہی سمجھ سکتے ہیں کہ یہ کس قدر صریح کذب اور بہتان ہے۔ اللہ اکبر! سید صاحب کی ذات گرامی اور مرزا صاحب قادیانی کی مقدمۃ الجیش!

چہ نسبت خاک را با عالم پاک

دیکھئے یہ کہنا کہ فلاں شخص فلاں کا مقدمۃ الجیش ہے، اس کا یہ مطلب ہے کہ دوسری ذات، جو پہلی سے بلند تر ہے، اس کے مقاصد اور مطالب کا ایک مختصر سا خاکہ پیش کرنا اور اس کے لئے راستہ ہموار کرنا پہلی ذات کے مدنظر ہوتا ہے اور اسی لئے پہلی

ذات دوسری ذات کی پیشین گوئی کرتی ہے۔

حضرت زکریا کو خطاب کر کے حضرت یحیٰ کے متعلق قرآن نے کہا ہے کہ

انّ الله یبشر ك بیحی مصدقاً بکلمة من الله (آل عمران:۳۹)

(بے شک اللہ تجھے یحیٰ کی بشارت دیتا ہے جو تصدیق کرنے والا ہے اللہ کے کلمہ کی (مسیح کی)

معتبر اور مشہور تفسیروں میں اس کی تفسیر یہ ہے کہ حضرت یحیٰ پیدا ہو کر کہیں گے کہ حضرت عیسیٰؑ خدا کے سچے اور برگزیدہ پیغمبر ہیں۔

اس طرح حضرت عیسیٰؑ نے فرمایا

انّی رسو ل الله الیکم مصدقا لما بین یدی من التوارة و مبشراً بر سو ل یا تی من بعدی اسمه ا حمد۔

(بے شک میں تمہاری طرف اللہ کا رسول ہوں میں تصدیق کرتا ہوں تورات کی اور خوش خبری دیتا ہوں اپنے بعد ایک رسول کے آنے کی جس کا نام احمد ہوگا)۔(سورۃ صف۔ع۱)

اوپر کی دو آیتوں کے نقل کرنے سے میرا مقصود قرآن سے یہ ثابت کرنا تھا کہ وہ بزرگ ہستی جس کے پہلے کوئی ہستی اس کے مقدمۃ الجیش کی صورت میں ہوتی ہے تو وہ ضرور اس کے متعلق پیش گوئی کرتی ہے اور اس عظیم الشان ہستی کے آنے کی خبر مخلوق کو کر دیتی ہے جو اس کے بعد آنے والی ہے۔

لیکن پوری سیرت سید احمد پڑھ ڈالئے کہیں پر آپ کو یہ نہ ملے گا کہ انہوں نے اپنی ۴۶ سال کی عمر میں کچھ بھی جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے متعلق فرمایا ہو۔ ان کے ایک دو نہیں، لاکھوں مرید تھے۔ کیا کسی نے ان سے کبھی کسی زمانہ میں یہ بات نقل کی؟ کیا سید احمد پر یہ صریح بہتان نہیں ہے؟

اب دوسری حیثیت سے دیکھئے۔ سید احمد صاحب بریلوی نے اسلامی عقاید کی اصلاح کی۔ ان کی تحریک مسلمانان ہند کی ایک عظیم الشان اصلاحی تحریک تھی۔ یہ تحریک خود اڈیٹر ریویو کے خیال کے مطابق:

ایک طرف کفر اور بے دینی کی قوتوں کے خلاف جہاد تھی اور دوسری طرف فسق جہالت بداعمالی فواحش اور دین سے بے رغبتی کے خلاف اعلان جنگ تھی سیرت پر سرسری نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہو جاتا ہے کہ جہاں جہاں

سید صاحب تشریف لے گئے جہالت بے ایمانی اور فسوق کے قلعے مسمار ہو گئے اور خلوص للّٰہیت اتحاد اور تنظیم کی رفیع الشان عمارتیں قائم ہو گئیں۔

ان کی تحریک نے مذہبی علمی اخلاقی سیاسی اور معاشرتی غرض ہر قسم کا فائدہ پہنچایا مگر مرزا صاحب کی تحریک پر نظر ڈالئے دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے۔

علاوہ اس عقیدہ کے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے مخصوص ہے (یعنی ختم نبوت کا مسئلہ) دوسرے تمام عقاید میں بڑا فرق ہے۔ ختم نبوت کا مسئلہ ایک مستقل بحث الگ ہے، اس کو چھوڑ کر ضمنی اور سرسری طور پر دیکھئے کہ سید احمد صاحب اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں کیا نسبت ہے۔

جہاد ہی کو لیجئے۔ سید احمد صاحب کی زندگی کا مقصد ان کی ہستی کا خلاصہ اور ان کے وجود کی غرض و غایت جہاد تھی۔ یہاں جہاد سرے سے مفقود بلکہ منسوخ ہے۔ سید صاحب نے جہاد کرتے کرتے اپنی جان تک قربان کر دی، یہاں عمر بھر عیش میں گذری اور جہاد ایک بغاوت متصور ہوتا رہا۔ جو جد و جہد سید احمد شہید صاحب نے مسلمانوں کی اصلاح کے لئے کی کیا اس کا عشر عشیر بھی آنحضرت ﷺ کے اس ظل کامل نے انجام دیا جس کا ارہاص سید احمد کو کہا گیا ہے: ببیں تفاوت راہ از کجا تا بہ کجا

سید احمد صاحب کی ذات وہ ذات تھی جس نے مسلمانوں کو احساس زیاں کرا کر ان کا لہو گرما دیا، اور فقر کی سان چڑھا کر انہیں تلوار کر دیا۔ پھر بھلا ان کو اس ذات سے کیا مناسبت ہو سکتی ہے جس کی امامت ملت بیضا کے لئے فتنہ ہو اور جو مسلمانوں کو سلاطین کا پرستار کرنے کی کوشش کرے۔ اس بعد المشرقین کے ہوتے ہوئے اڈیٹر صاحب ریویو کو کچھ زیب نہیں دیتا کہ وہ یہ الفاظ لکھیں کہ:

سید احمد بریلوی نے احمد قادیانی کا راستہ صاف کیا۔،

کہاں سید احمد بریلوی اور کہاں مرزا صاحب قادیانی۔

سید احمد رائے بریلوی وہ ہیں جنہوں نے اپنی عظیم الشان اصلاحی تحریک سے ملک میں ایک ہیجان برپا کر دیا تھا۔ ہر طرف ان کی بدولت اصلاح نفس اور تزکیہ باطن کی کوششیں جاری تھیں۔ ان کے اثر سے تقوی اور پرہیز گاری کا ملک بھر میں دور دورہ تھا۔ انہوں نے اسلام کی خاطر مسلمانوں کی خاطر اور حق کی خاطر اپنی جان قربان

کر کے ہمیں بہت بڑا درس حریت دیا ہے۔

ایک منصف مزاج انسان ایک ہی نظر میں سید احمد صاحب اور مرزا صاحب قادیانی کا فرق جان سکتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ سید احمد صاحب بریلوی سے مرزا غلام احمد صاحب کو کوئی نسبت ہی نہیں ۔اگر ہے تو نسبت تبائن ہے۔

سید احمد بریلوی کا ہر خادم اسلام کا سپاہی اور مذہب کی عزت کا حامل تھا۔ان کے ہر مرید نے مسلمانوں کی اصلاح میں بہت بڑا کام کیا ہے۔جہاں جہاں بھی ان کے مریدوں کے قدم پہنچے وہاں دین داری تقوی اور پرہیزگاری پھیل گئی۔

انہیں بزرگوں کا فیض ہے اور انہیں کی اصلاح کا نتیجہ ہے کہ آج سو برس کے بعد بھی خدا کی عنایت سے مسلمانوں میں اتنا احساس اور اتنی دین داری موجود ہے کہ قادیانیت اپنی پوری طاقت صرف کر دینے کے باوجود بھی زیادہ کامیاب نہیں ہوسکی اور غالباً جب تک جہاں جہاں سید صاحب اور دوسرے بزرگان دین کے فیض کا چشمہ جاری رہے گا مرزائیت اور بے دینی کی وبا آسانی سے نہ پھیل سکے گی،

(مدیر اہل حدیث مع عملہ دفتر سید احمد صاحب مرحوم کے خادموں سے ایک خادم ہے اس کے مقابلہ میں مرزا صاحب کو شکست فاش ہوئی تھی جس پر سارا ملک گواہ ہے۔ثناء اللہ)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۔اگست ۱۹۴۰ء مطابق ۲۶ جمادی الثانی ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۰ ص ۶۔۸)

مسیح قادیانی کی بعثت کا مقصد، اور اس کا حصول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مباحث میں یہ مبحث اصلی اور فیصلہ کن ہے۔ہم سچ کہتے ہیں کہ فریقین خدا کا خوف دل میں رکھ کر اس مبحث پر خوب غور کریں تو ایک منٹ میں فیصلہ ہوسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے دعوے میں سچے تھے یا جھوٹے۔

قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی میں ایک مضمون نکلا

ہے جس کی سرخی ہے:

مسیح موعود کی بعثت کا مقصد،

جس کے راقم اورا ڈیٹر کو بعد شکر یہ ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ دل میں خدا کا خوف رکھ کر ہمارے جواب کو اپنے مضمون کے ساتھ ملا کر پڑھیں ۔ ریویو کا مضمون حشو و زوائد سے پر ہونے کی وجہ سے بہت طویل ہے ہم اس کو اختصار کے ساتھ ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں۔ ریویو لکھتا ہے کہ:

خدائے قہار کا غضب بھڑک اٹھا ہے کیونکہ دنیا نے اس کو بھلا دیا ہے ۔ اپنے علم وعقل صنعت وحرفت ساز وسامان خودساختہ تہذیب وتمدن کو اپنا خدا بنا لیا..

یورپ والوں نے طاقت واستیلا خودی وانانیت کے راستے میں .. مذہب کو حائل دیکھا تو اس کو اڑا دیا اور ایشیا والوں نے افسانہ خوانی میں وہ لطف پایا کہ افیونیوں کی طرح عمل سے بے نیاز ہوگئے..

یورپ خدا ہی سے بے گانہ ہوگیا اور ایشیا افسانوں میں گم ۔ یاجوج ماجوج مست ہاتھیوں کی طرح زنجیریں توڑ کر اٹھ بھاگے ..

تمام دنیا پر ایک تاریکی چھائی ہوئی ہے اور تمام قومیں غفلت اور عصیان کے سیلاب میں بہی جارہی ہیں اور چلائے جارہی ہیں کہ کوئی ہادی اور رہنما آئے جو اس ڈوبتی ناؤ کو کنارے لگائے ..

جب تاریکی اپنی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور پیاس سے دنیا جان بلب ہوتی ہے تو خدائے رحیم سیاہ بادلوں سے انوار رحمت کی بارش کا نزول فرماتا ہے ..

مبارک ہو کہ آفتاب مشرق سے نکل آیا اور مغربی افق پر اس کی کرنیں پڑنے لگیں۔ مسلمانوں کو پھر مسلمان کرنے کا وقت آگیا ۔ اس مقصد کے لئے خدا کے فرستادہ (مرزا غلام احمد قادیانی) نے ایک جماعت قائم کر دی اور اس کا نام جماعت احمد یہ رکھا..

(خدا کے اس فرستادہ نے اعلان کیا کہ) اس مطلب کے واسطے خدا نے مجھے مامور کیا ہے کہ میں ان سب غلطیوں کو دور کر کے اصلی اسلام پھر دنیا میں قائم

کروں...

المختصر آپ (مرزا قادیانی) کا کام یہ ہے کہ اول تمام قوموں پر اسلام کی سچائی کی حجت پوری کریں۔ دوم اسلام کو غلطیوں اور الحاقات بے جا سے منزہ کر کے وہ تعلیم جو روح اور راستی سے بھری ہوئی ہے خلق اللہ کے سامنے رکھیں۔ سوم، ایمانی نور تمام قوموں کے مستعد دلوں کو بخشیں..

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) آئے اور گزر گئے نشانات دکھا گئے اور آئندہ کے لئے پیش گوئیاں بھی کر گئے...

اب بھی کوئی ہے جو قبولیت دعا کا نشان دیکھ کر یقین کی راہوں پر چلے.. ابھی ابھی خدا کی ذات پر یقین دلانے کے لئے اور اپنا خدا کی ذات پر یقین ثابت کرنے کے لئے حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (محمود احمد) نے فرمایا ہے کہ:

مجھے یقین کامل ہے کہ اگر یہ (انگریز) سچے طور پر توحید کا اقرار کر کے جنگ میں فتح یابی کے لئے مجھ سے دعا کی درخواست کریں تو اللہ تعالیٰ ان کی فتح کے سامان پیدا کر دے گا...

آپ (مرزا) نے خدا سے خبر پا کر اپنی عمر کے سال بھی بتا دیئے..

پس زمانہ کو ضرورت تھی کہ خدا اور بندے کے درمیان صلح کرائی جائے اور یہ بغیر یقین اور ایمان کے ممکن نہیں۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ نعمت دنیا کو بخشی۔ دنیا کو ضرورت تھی کہ لوگ پاک اور صالح ہو جائیں اور یہ خدا پر یقین کے بغیر ممکن نہیں۔ یہ یقین حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اپنے سچے متبعین کے اندر پیدا کر دیا...

المختصر احمدیت کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ دنیا کا خدا پر یقین نہیں رہا۔ اس احمدیت کا مقصد یہ ہے کہ دنیا میں خدا کا یقین قائم کر دے جس کا لازمی نتیجہ صلح اور امن ہے اور دنیا میں بادشاہت کا قیام آج کل خدا اور بندوں کے درمیان صلح نہیں رہی قوموں اور قوموں میں دشمنی پیدا ہو گئی ہے اور سوسائٹی کا ایک طبقہ دوسرے سے برسرِ پیکار ہے اور حکومت اور رعایا کی بن نہیں آتی۔ (ریویو آف ریلی جنز جولائی ۱۹۴۰ء ص ۳۴ تا ۵۵ ملخصاً)

ناظرین! ہمارا عقیدہ بھی یہی ہے کہ مسیح موعود اسی غرض کے لئے آئیں گے جو غرض مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کی بتائی گئی ہے۔ پس اصولی طور پر تو ہم اور قادیانی گروہ متفق ہیں کہ مسیح موعود کے زمانہ میں بغض وتہاجر اور کینہ وعداوت وغیرہ عادات قبیحہ دنیا سے رخصت ہو جائیں گی۔ اس بارے میں حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں: و لتذ هبن الشحناء و البغضاء (مسیح موعود کی آمد کی برکت سے کینے اور عداوتیں ختم ہو جائیں)

لیکن سوال یہ ہے، کیا ایسا ہو گیا ہے؟

مرزائی دوستو! خدارا مثنی اور فرادای اور قائم اور قاعد ہو کر سوچو کہ تمہارے مسیح موعود کی بعثت کی یہ غرض وغایت حاصل ہو گئی؟

کیا مسلمان نیک وصحیح العقیدہ شرک و بدعت سے متنفر ہو کر احکام شرعیہ کے پابند ہو گئے؟

اور دنیا کے دیگر اہل مذاہب خدا پر یقین کامل پیدا کر کے امن وامان سے رہنے لگ گئے؟

اس کے جواب میں میں آپ ہی کا ایک مرقومہ شعر نقل کرتا ہوں جس میں آپ نے موجودہ دنیا کی تہذیب وشائستگی کا نقشہ دکھایا ہے۔ وہ یہ ہے

پردہ تہذیب میں غارت گری آدم کشی
کل روا رکھی تھی تم نے میں روا رکھتا ہوں آج

بلکہ سچ پوچھو تو مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے دنیا کی تہذیب وشائستگی کا جو نقشہ دکھایا ہے وہ اس سے بہت بڑھ کر ہے۔ آپ نے کیا ہی سچ فرمایا ہے

پوچھا جو کل انجام ترقی بشر
یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہے گا کوئی انساں میں عیب
ہو جائیں گے چھل چھلا کر سب عیب ہنر

میں اس بحث کو زیادہ طول نہیں دینا چاہتا بلکہ آپکے جواب میں آپ ہی کے مضمون کا آخری اقتباس مکرر نقل کئے دیتا ہوں آپ اسے غور سے پڑھیئے اور بحکم خدا تعالی کونوا

قوّا مین بالقسط شهداء لله و لو علی انفسکم(١٣٥:٤) اس پر خوب غور کیجئے۔ میں اس اقتباس کو چار حصوں میں تقسیم کر کے ممتاز شکل میں دکھاتا ہوں، ناظرین بھی غور سے پڑھیں اور اپنے اردگرد مرزائیوں کو بھی پڑھائیں اور جواب طلب کریں:

۱۔احمدیت کی ضرورت اس لئے پیدا ہوئی کہ دنیا کا خدا پر یقین نہ رہا۔

۲۔اس (احمدیت) کا مقصد یہ ہے کہ دنیا کا خدا پر یقین قائم کر دے۔

۳۔اس یقین کا لازمی نتیجہ صلح اور امن ہے اور دنیا میں خدا کی بادشاہت کا قیام۔

مندرجہ بالا تین فقرے احمدیت کا مقصد اور نتیجہ صاف بتا رہے ہیں۔ ہم اپنے لفظوں میں اس کی ایک مثال دینا چاہتے ہیں جو یہ ہے:

مثال: حکومت نے کسی بستی میں ایک بڑا ہسپتال بنایا۔وجہ یہ بتائی کہ یہاں بیماری بکثرت موجود ہے ہسپتال کا مقصد بیماروں کا علاج کرنا ہے جس کا نتیجہ صحت و تندرستی کی شکل میں ظاہر ہوگا۔مگر چند روز کے بعد حکومت خود ہی اعلان کر دے کہ جس وقت ہسپتال بنا تھا اس وقت جتنی بیماری تھی آج اس سے دوگنی یا چوگنی ہوگئی ہے۔اس کا لازمی نتیجہ یہی ہے کہ ہسپتال کا مقصد حاصل نہیں ہوا۔

میں آپ ہی کے مضمون کا اقتباس پیش کر کے ایک سوال کرتا ہوں۔اقتباس یہ ہے کہ:

> ۴۔آج کل خدا اور بندوں کے درمیان صلح نہیں رہی۔قوموں اور قوموں کے درمیان دشمنی پیدا ہوگئی ہے۔ اور سوسائٹی کا ایک طبقہ دوسرے سے برسر پیکار ہے۔حکومت اور رعایا کی بن نہیں آتی۔(ص۵۴-۵۵)

سوال: صاف صاف بتایئے کہ آپ کا مسیح موعود اپنے مقصد میں کامیاب ہوا یا حکومت کے ہسپتال کی طرح فیل (ناکام) رہا۔دنیا کے واقعات کو آپ مٹا نہیں سکتے نہ دنیا کے لوگوں کی آنکھوں میں آپ دھول ڈال سکتے ہیں۔

خلیفہ قادیان کی دعا بحق برطانیہ کا ذکر اخبار اہل حدیث کے جولائی کے ایک شمارے میں ہو چکا ہے۔اس مبحث پر ہمارے پاس بھی اور بھی بہت سا مواد موجود ہے،مگر ہم زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

تصرف قدرت دیکھئے کہ وہ آپ کی ساری تقریر کی تردید آپ ہی کے قلم سے کرواتی ہے۔چنانچہ اس کے پہلے تین فقروں کی تردید چوتھے فقرہ میں کرا دی۔یہی معنی ہیں:

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۱ ص ص ۵۔۷)

مسیح موعود کا نزول منارہ بیضاء کے پاس

پیراشوٹ کے ذریعہ سے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث ترمذی میں صاف الفاظ موجود ہیں کہ مسیح موعود دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے دمشق میں منارہ سفید کے پاس آسمان سے اتریں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو ان پر اعتراض ہوا کہ آپ نہ دمشق میں آئے، نہ زرد چادریں اوڑھے ہوئے ہیں۔

انہوں نے جواب دیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے، اور زرد چادروں سے مراد میری دو بیماریاں ہیں۔ ایک ذیابیطس دوسری مراق۔

بات معقول تھی اور ماننے والے معقول تر، جنہوں نے قسم کھا رکھی ہے کہ:

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

اس پیرے کو چھوڑ کر دوسرا پیرا سنیئے:

قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۳۔ اگست ۱۹۴۰ء میں ایک نوٹ نکلا ہے جس میں علمائے اسلام کی ہنسی اڑاتے ہوئے لکھا ہے کہ:

موجودہ جنگ میں جس طرح جرمنی نے ہوائی جہازوں سے بذریعہ پیراشوٹ (فضائی چھتری) ناروے ہالینڈ اور بلجیئم میں فوج اتاری ہے اسی طرح اگر کوئی شخص دو زرد چادریں اوڑھے ہوئے دمشق (شام) کے سفید منارہ سے بذریعہ پیراشوٹ ہوائی جہاز سے اتر کر کہے کہ میں مسیح موعود

ہوں تو علمائے اسلام کوتسلیم کرنا پڑے گا کہ وہ واقعی مسیح موعود ہے۔

جواب: یہ واقعہ جب ظہور میں آئے گا تو دیکھا جائے گا کہ وہاں کے مقامی علماء اس سے کیا برتاؤ کرتے ہیں۔ اگر ہماری نوبت آئے گی تو ہم جواب دیں کہ مسیح موعود کو اس کے کاموں سے پہچاننا چاہیے۔ لیکن اگر کوئی شخص ذیابیطس اور مراق جیسی امراض کا مریض قادیان میں آ کر کہے کہ میں مسیح موعود ہوں جو ان دو زرد چادروں (بیماریوں) کے ساتھ آیا ہوں، تو قادیان کے لوگ غالبًا اسے مسیح موعود مان لیں گے۔ اگر نہ مانیں تو کیا عذر کر سکتے ہیں جب کہ وہ دونوں زرد چادریں اوڑھ کر آیا ہے۔ کیا یہ نشان غلط ہے:

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

اسی مضمون میں راقم میر محمد اسحٰق صاحب نے ایک عجیب بات لکھی ہے۔ فارسی والے کہا کرتے ہیں کہ بات کرتے ہوئے ہشیار رہا کرو، کیونکہ دیوار ہم گوش دارد (دیوار بھی سنتی ہے)۔ ہم بارہا قادیانیوں کو مشورہ دے چکے ہیں کہ مضمون لکھتے ہوئے سوچ لیا کرو کہ اہل حدیث سنتا ہے۔

غور کیجئے کہ میر محمد اسحاق صاحب کیسے مکروہ پیرائے میں مسئلہ حیات مسیح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> صحابہ کرام کے زمانہ میں حیاۃ مسیح کا عقیدہ رائج نہیں تھا۔ لیکن صحابہ کے بعد جلد ہی یہ ظلمت دنیا بھر پر چھا گئی اور فیج اعوج میں یہ بطالت پورا زور پکڑ گئی۔ یہاں تک کہ عیسائیوں کے عروج اور دجال اور یاجوج ماجوج کے خروج کے زمانہ میں جب یہ مسئلہ عیسائیوں کے ہاتھ میں اسلام کے خلاف بطور ہتھیار استعمال ہونے لگا، تو اللہ تعالی نے اپنے مجدد بلکہ مجدد اعظم کے ذریعہ دنیا پر اس کی بطالت کی تردید شروع کی۔

میر محمد اسحاق صاحب قادیان میں ایک ذی علم آدمی ہیں۔ تعجب ہے کہ آپ بھی مرزا غلام احمد صاحب کی محبت میں گرویدہ ہو کر اضلّه الله علی علمٍ کے ماتحت آ گئے ہیں۔ ناظرین ان کا مندرجہ بالا اقتباس بغور پڑھیں۔ اس سے صاف

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی مجددیت خاص حیات مسیح کے ابطال کے لئے تھا۔ اب ہم میر (محمد اسحٰق) صاحب اوران کے ہم خیالوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ براہین احمدیہ کو دیکھیں کہ یہ کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بزمانہ مجددیت لکھی تھی۔ اس کے صفحہ ۴۹۹ پر حیاۃ مسیح کا عقیدہ صاف الفاظ میں ملتا ہے۔ اگر یہ عقیدہ ایسا ہی غلط اور باطل تھا کہ اس کی اصلاح کیلئے مجدد اعظم (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کو مبعوث کرنے کی ضرورت پڑی، تو خود خود مجدد اعظم کیوں اسی غلط عقیدہ کے قائل ہوکر ظلمت وضلالت میں مبتلا ہو گئے۔

صحابہ کرام کے زمانہ میں اگر یہ مسئلہ نہ ہوتا تو حضرت ابو ہریرہؓ حیات مسیح کی آمد ثانی کا ذکر کرتے ہوئے کیوں فرماتے

اقرؤ ا ان شئتم :ان من اهل الكتا ب الا ليو منن به قبل مو ته

قادیانی ممبرو! اہل حدیث تمہاری ہر چال ڈھال سے خوب واقف ہے۔ اسی لئے اس کا قول ہے:

بہر رنگے کہ خواہی جامہ مے پوش
من انداز قدت را مے شناسم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۲ ص ص ۶۔۷)

قادیانی مسیح اور ذوالقرنین

حسین ہو مہ جبیں ہو دل نشیں ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

درج بالا شعر کسی شاعر نے اپنے معشوق کے حق میں کہا ہے جو محبت کے تقاضے پر مبنی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود اپنے حق میں اسی مضمون کے بہت سے اشعار لکھے ہیں۔ مثلاً آپ درثمین میں فرماتے ہیں:

آدم نیز احمدِ مختار
در برم جامہء ہمہ ابرار

مرزا غلام احمد صاحب کے اوصاف محمودہ میں سے ایک وصف ذوالقرنین بھی ہے جس کا ذکر قرآن شریف میں آیا ہے اور مرزا قادیانی نے اپنے آپ کو اس لقب سے بھی ملقب کیا ہے۔قادیانی جماعت نے اس امر کی تشریح کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

قرآن شریف میں چونکہ ذوالقرنین کے منکروں کو کافر کہا گیا ہے اس لئے مرزا صاحب کے منکر بھی کافر ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے ذوالقرنین ہونے کی وجہ حکیم نورالدین قادیانی نے اپنے رسالہ نورالدین میں جو لکھی ہے وہ قابل دید وشنید ہے۔لکھا ہے کہ:

ذوالقرنین کے معنی ہیں دوصدیوں والا،مرزا صاحب نے اس مروجہ سن کی دوصدیاں پائیں۔

مثلاً آپ انیسویں صدی عیسوی (۱۸۳۹ء) میں پیدا ہوئے اور بیسویں صدی (۱۹۰۸ء) میں فوت ہوئے۔

اسی طرح تیرھویں صدی (۱۲۶۱) ہجری میں پیدا ہوئے اور چودھویں صدی (۱۳۲۶) ہجری میں فوت ہوگئے۔

اسی طرح ہندی سن کی دوصدیاں پائیں۔،

باقی رہا ذوالقرنین کی حکومت اور یاجوج ماجوج کی روک تھام، سو اس کا کیا ذکر؟ سب کچھ نصیب اعداء ہے۔یاجوج ماجوج بقول مرزا صاحب انگریز وغیرہ یورپی اقوام ہیں (حمامۃ البشری)۔ان کی تو حکومت ہی میں مرزا صاحب پیدا ہوئے بلکہ بقول خود اسی یاجوجی حکومت کے لئے تعویذ تھے۔(نورالحق حصہ دوم۔ص ۳۲۔۳۳)

حیرت ہے کہ یہ لوگ دنیا کو اتنا بے سمجھ کیوں سمجھتے ہیں یا خود بے سمجھ ہیں۔ کہاں ذوالقرنین اور اس کی شاندار حکومت اور یاجوج ماجوج کی روک تھام کے لئے سد سکندری جیسی عالی شان دیوار، اور کہاں یاجوج ماجوج کی غلامی:

بہ بیں تفاوت رہ از کجا است تا کجا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۲ ص ص ۷)

قبولیت دعا کا ادعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اعلان کیا ہے کہ انگریزی حکومت اگر مجھ سے دعا کی درخواست کرے تو جنگ میں اس کی فتح کے سامان پیدا ہو جائیں گے، اسی وقت سے قادیانی اور لاہوری اخباروں میں ان کی دعا کی بابت مذاکرہ علمیہ ہو رہا ہے۔ بڑے بڑے سر بستہ راز منکشف ہو رہے ہیں جن کے اظہار کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہم صرف وہ اقتباس لیتے ہیں جو ہمارے متعلق ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی میں حکیم عبدالعزیز احمدی مقیم قادیان کا ایک مضمون درج ہوا تھا۔ اس کا جواب الفضل قادیان میں نکلا ہے اس میں ہمارے متعلق بھی یہ الفاظ درج ہیں:

> مولوی ثناء اللہ صاحب بھی یہ سمجھتے ہیں کہ جس شخص کو قبولیت دعا کا دعویٰ ہو اس کی ہر دعا قبول ہونی چاہیے، ورنہ اس کا دعویٰ درست نہیں ہوسکتا۔
>
> (الفضل قادیان ۸۔ اگست ۱۹۴۰ء ص ۳)

یہ بات ذرا تشریح طلب ہے۔ ملہم اگر اپنے الہام میں یہ بات ظاہر کر دے کہ خدا تعالیٰ میری ہر دعا قبول کرتا ہے اور اس کے اظہار کے لئے خدا کی طرف سے یہ الہام بھی شائع کر دے

> اجيب كل دعائك الا فى شركائك (تریاق القلوب طبع اول۔ ص ۳۸)
>
> (اے مرزا میں تیری ہر ایک دعا قبول کرونگا مگر وہ دعا جو تیرے شریکوں (برادری) کے حق میں ہوگی، قبول نہ ہوگی)

اس سے ظاہر ہے کہ مستثنیٰ دعاؤں کو چھوڑ کر باقی ہر ایک دعا کی قبولیت یقینی ہے۔ یا کوئی شخص اپنی کسی خاص دعا کے متعلق کہہ دے کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے کہ میں نے اسے قبول کر لیا ہے جیسا کہ مرزا صاحب نے دعا آخری فیصلہ مرقومہ ۱۵۔

اپریل ۱۹۰۷ء کی بابت اخبار بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں شائع کیا تھا:

ثناء اللہ کی بابت ہم نے جو دعا کی تھی اس کے متعلق مجھے الہام ہوا ہے
اجیب دعوة الداع . یعنی میں (خدا) نے تیری دعا قبول کر لی۔

ہمارا بھی یہی اعتقاد ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی یہ دعا ضرور قبول ہوئی۔ایک تو اسلئے کہ یہ دعا الہام اجیب کل دعا ئك میں داخل ہے، دوسرے اس لئے کہ مرزا صاحب قادیانی کو اس کی قبولیت کی اطلاع دی گئی۔

ہاں خلیفہ قادیان کی دعاؤں میں اس قسم کی مستجاب دعاؤں کا نمونہ نہیں ملتا حکیم عبدالعزیز قادیانی اور لاہوری جماعت احمدیہ اسی کی تلاش میں ہیں جس کی بابت اخبار الفضل کیا مزے سے لکھتا ہے کہ:

حضور (مرزامحمود احمد) کی دعاؤں کے بکثرت پورا ہونے کے جماعت کے ہزاروں لوگ گواہ ہیں۔ (حوالہ مذکور)

کیا ہی اچھا ہوتا کہ الفضل خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) کی مقبولہ دعاؤں کی مثالیں پیش کر کے معترضین کا منہ بند کر دیتا۔اب ہم مرزا صاحب قادیانی کی مستجاب دعاؤں میں سے ایک اور مقبول دعا کو پیش کرتے ہیں جو اپنے معنی میں بے مثال ہے۔ اس کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مجھے ایک دفعہ پچاس روپیہ کی بڑی ضرورت تھی۔میں نے قادیان سے باہر جا کر علیحدگی میں بہت دعا کی۔جب دعا سے فارغ ہو کر میں گھر آیا تو مجھے لدھیانہ سے ۵۰ روپئے کا منی آرڈر ملنے کی اطلاعی چٹھی ملی۔

(تریاق القلوب طبع اول۔ص ۳۷)

یہ وہ زمانہ تھا جب کہ امرتسر اور بٹالے کے درمیان ریل کا سلسلہ نہیں تھا، تو قادیان تک کیسے ہوتا۔اس حقیقت کو ملحوظ رکھ کر اس امر کو سوچنا چاہیے کہ لدھیانہ سے منی آرڈر کب چلا، اور کتنے عرصہ میں قادیان پہنچا۔پھر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ کہنا کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ:

دعا کر کے گھر آتے ہی مجھے منی آرڈر آنے کی اطلاعی چٹھی مل گئی۔

ناظرین اس واقعہ کو بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ منی آرڈر کا آنا مرزا صاحب

قادیانی کی دعا کا نتیجہ نہیں تھا، بلکہ اتفاقی امر تھا۔ اس کی مثال تو بالکل ایسی ہی ہے جیسے کوئی حاملہ عورت کسی پیر صاحب سے اولاد کے لئے دعا کرائے اور اتفاق ایسا ہو کہ اس عورت کو گھر جاتے ہی بچہ پیدا ہو جائے۔ اس پر پیر صاحب بڑے فخر سے کہیں کہ یہ بچہ میری دعا سے پیدا ہوا ہے۔ عورت مذکورہ پیر صاحب کے حق میں اپنا حسن عقیدہ ان لفظوں میں ظاہر کرے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

نوٹ: اس سلسلہ میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی ایک دعا کا ذکر کرنا بھی مناسب معلوم ہوتا ہے جس کا مختصر بیان یہ ہے:

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کا کوئی مریدان کو خط لکھتا ہے کہ میں نے آپ کو اپنے کسی عزیز کی بیماری سے شفا یابی کے متعلق دعا کرنے کو لکھا تھا۔ ادھر دعا کے لئے میں نے لیٹر بکس میں خط ڈالا ادھر اس کی تکلیف رفع ہوگئی۔ الفضل نے تو اس واقعہ کو خلیفہ صاحب کی کرامت کی شکل میں پیش کیا ہے مگر مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور مضحکہ خیز پیرائے میں اس پر یوں اظہار رائے کرتے ہیں:

اب یہ واقعہ کوئی انوکھا نہیں لیکن اس کو میاں صاحب کی قبولیت دعا کا رنگ دینا قبولیت دعا کے ساتھ کھیل نہیں تو اور کیا ہے؟ گویا میاں صاحب اور خدا ایک جگہ بیٹھے تھے اور جب خدا نے دیکھا ہے کہ خلیفہ کے نام دعا کا خط لکھا گیا ہے فوراً خلیفہ کو دعا کی تحریک کرادی اور منٹوں کے اندر مصیبت دور ہوگئی۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰ جولائی ۱۹۴۰ء ص ۵)

سوال: کیا مولوی محمد علی لاہوری اور ان کا اخبار مرزا غلام احمد قادیانی کی پچاس روپے والی دعا کے متعلق بھی اسی قسم کی رائے ظاہر فرمائیں گے یا یوں کہیں گے

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۳ ص ۵۔۶)

قادیان سے مباہلے کی دعوت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارا روئے سخن گو بڑے مرزا صاحب سے تھا اس لئے ان کی جو قدر و عزت ہمارے دل میں تھی اس کی بنا پر ہم ان کے حق میں تسلیم کرتے ہیں کہ ان کی دعا بعض اوقات قبول ہو جاتی تھی جس کا نتیجہ ہو بہو وہی ہو جاتا تھا جو وہ مانگتے تھے۔ جیسے آخری فیصلے والی دعا جو قبول ہوئی اور یقیناً قبول ہوئی: ہر کہ شک آرد کافر گردد

خلیفہ قادیان کی جماعت کے بعض افراد ان کے بعض افعال سے ناراض ہو کر ان سے منحرف ہو رہے ہیں۔ اس کشیدگی میں ان کو مباہلے کی دعوت بھی دے رہے ہیں۔ اس خصوص میں دوسرا ٹریکٹ ہمارے پاس پہنچا ہے جو حکیم عبدالعزیز احمدی سکرٹری انصار احمدیہ قادیان کی طرف سے ہے۔

اس میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے مباہلے کی استدعا مکرر سہ کرر کی گئی ہے۔ اس ٹریکٹ کے سارے مضمون کے لئے تو اخبار میں گنجائش نہیں چند فقرے اخیر کے جو نہایت ہی دل پر اثر کرنے والے ہیں ناظرین تک ہم پہنچاتے ہیں جو یہ ہیں:

> اصل بات یہ ہے کہ آپ کو اللہ تعالی کے حضور کوئی خاص مرتبہ ہی حاصل نہیں۔ پھر اگر آپ دعا کرتے بھی تو اس کا کیا فائدہ ہوسکتا تھا۔ جن امور میں آپ نے دعائیں کیں اور کروائیں ان میں کون سی کامیابی کا منہ دیکھنا نصیب ہوا تا ان امور کے متعلق افسوس کیا جائے جن میں آپ فرماتے ہیں کہ آپ نے دعائیں نہیں کیں دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت کا نشان صرف اس کے برگزیدوں کو ہی عطا کیا جاتا ہے جس سے آپ بکلی محروم ہیں۔
>
> اگر آپ کو اللہ تعالی کے حضور قرب اور دعاؤں میں غیر معمولی قبولیت حاصل ہوتی تو مولوی عبدالکریم صاحب مولوی فاضل آپ کو چیلنج مباہلہ کر کے بچ نہ

جاتے جو آج دنیاوی طور پر ایک باعزت زندگی بسر کر رہے ہیں۔
اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور خاص مرتبہ حاصل ہوتا تو سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی کے بالمقابل میدان میں نکلنے کی بجائے آپ ٹال مٹول نہ کرتے۔
اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کا غیر معمولی قرب حاصل ہوتا تو مولوی ثناء اللہ کے بالمقابل تفسیر نویسی سے راہ فرار نہ ڈھونڈتے۔
اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور مرتبہ حاصل ہوتا تو احرار کو چیلنج مباہلہ دے کر میر قاسم علی صاحب کی طرح گریز نہ کرتے۔
اگر آپ کو اللہ تعالیٰ کے حضور کوئی مرتبہ حاصل ہے تو آپ ہی فرمائیں کہ پھر میدان میں نکل کر اس روز روز کے جھگڑے اور تنازعہ کا احکم الحاکمین کی عدالت سے فیصلہ کروالینا زیادہ آسان ہے، یا وہ انسانیت سوز مظالم جو قادیان میں ہم پر کیے جا رہے ہیں۔ مثلاً ہمارا سختی سے بائیکاٹ کرنا، ہمارے گھروں کے سامنے پہریدار بٹھانا، احمدی دکانداروں کو ہماری ضروریات زندگی تک دینے سے روکنا، خلاف ورزی کرنے والے کو سزائیں دینا، ہمیں مساجد میں جانے سے روکنا، ہمارے قریب ترین رشتہ داروں کو تنگ کرنا کہ ہم سے سلام کلام تک ترک کر دیں۔ ہمارے بیماروں اور مردوں کے لئے کسی انسانی ہمدردی کا روا، نہ رکھنا۔ ہمیں منافق و مرتد قرار دے کر ہمارے قتل کو جائز قرار دینا اور قادیان جیسی مقدس بستی میں دن دہاڑے قاتلانہ حملہ کیا جانا (جس سے خاکسار نیم مقتول اور مولانا فخر الدین صاحب ملتانی مالک احمدیہ کتاب گھر شہید ہوئے) وغیرہ زیادہ اچھے ہیں۔ (ٹریکٹ نمبر ص ۱۴۔۱۵)

یہ فقرات تو حکیم عبدالعزیز صاحب راقم مضمون کے خاص اس مقدمے کے متعلق ہیں جن کا اثر جماعت احمدیہ مخلصہ تابع خلافت پر ہونا چاہیے، ہم پر جن فقرات نے اثر کیا وہ یہ ہیں:

بالآخر میں آپ کو خدا اور اس کے پیارے رسول ﷺ کا واسطہ دے کر عرض کرتا ہوں کہ یا تو آپ میدان مباہلہ میں نکل کر اللہ تعالیٰ کی عدالت سے

فیصلہ کروالیں یا پھر ان انسانیت سوز مظالم سے جو ہم پر کئے جارہے رک جائیں ورنہ یادرکھیں کہ ہم غریب و بےکس احمدیوں کی آہیں خالی نہ جائیں گی ۔آپ اپنی ہوشیاری اور اثر و رسوخ سے کام لے کر دنیاوی گورنمنٹ کے قانون سے تو بچ سکتے ہیں لیکن علیم و خبیر اور جبار و قہار خدا کے عذاب سے نہیں چھوٹ سکتے۔ (ٹریکٹ نمبر ۲ ص ۱۵۔۱۶)

راقم مضمون کے فقرات نے ہم پر جو اثر کیا ہے اس کو ہم راقم کی طرف سے ایک شعر میں ظاہر کرتے ہیں جو سارے مضمون سے بڑھ کر موثر ہے:

ہم خاک نشینوں کا ستانا نہیں اچھا
ہل جائیں گے افلاک جو فریاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۳ ص ۶۔۷)

جنگ یورپ اور قادیانی تفسیر آیہ دخان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس بات کے قائل ہیں کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ کمال تھا کہ آپ قرآن و حدیث کے معنی ایسے کیا کرتے تھے جن کے حق میں یہ کہنا بالکل بجا ہے کہ

لا عین رأت و لا اذن سمعت (نہ آنکھوں نے دیکھے، نہ کانوں نے سنے)

مثلاً دمشق سے مراد قادیان ،خر دجال سے مراد ریل اور دوزرد چادروں سے مراد دو بیماریاں وغیرہ، ایسی بے شمار دل بہلانے والی باتیں آپ کیا کرتے تھے۔یہی ملکہ اب ان کے اتباع کو حاصل ہوگیا ہے جو کچھ چاہتے ہیں تفسیر قرآن کے نام سے کہہ دیتے ہیں۔

پہلی باتوں کو تو ناظرین سن چکے ہوں گے، آج ہم ان کو ایک نئی بات سناتے ہیں ۔کئی روز جنگ یورپ کی خبروں میں ایک خبر یہ بھی آئی تھی کہ جرمنی کے ہوائی

جہازوں نے انگلستان پر ہوائی حملہ کرتے وقت اتنا دھواں چھوڑا کہ فضا میں کئی میل تک سخت اندھیرا چھا گیا۔ یہاں تک کہ طیارہ شکن توپوں کو حملہ آور ہوائی جہاز نظر نہ آتے تھے۔ اس دھوئیں کے متعلق قادیانی اخبار الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جسے دیکھ کر بے ساختہ ہمارے منہ سے یہ شعر نکل گیا

بوئے گل نالہ دل دود چراغ محفل
جو تیری بزم سے نکلا سو پریشان نکلا

شاعر نے کمال ادعا سے چراغ کے دھوئیں کو بھی پریشانی میں اپنے ساتھ ملا لیا۔ اسی طرح الفضل قادیان کے نامہ نگار نے بھی بڑے بلند تخیل سے کام لے کر سورہ دخان کی آیت فارتقب یوم تاتی السماء بدخان مبین کی تفسیر کی ہے ۔آپ کے مضمون کی سرخی یہ ہے:

موجودہ جنگ اور صداقت اسلام۔

یہ تو اس گروہ کا خاصہ ہے کہ جو بھی نئی بات ایجاد کرتے ہیں اس میں خدمت اسلام کا ضرور اظہار کرتے ہیں گو وہ مخالفین کی نظر میں تکذیب اسلام کا باعث ہو، مگر وہ یہی کہے جائیں گے کہ ہم اسلام کی خدمت کرتے ہیں جس پر مرزا غالب کا یہ مصرع خوب صادق آتا ہے:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

بہرحال یہ مضمون اصل الفاظ میں درج ذیل ہے:

اسلام کی صداقت اور اس کے زندہ مذہب ہونے کا ایک بہت بڑا ثبوت یہ بھی ہے کہ قرآن کریم میں ایسی پیش گوئیاں موجود ہیں جو ہر زمانہ میں پوری ہوتی رہتی ہیں۔ اس وقت صرف ایک پیش گوئی کا ذکر کیا جاتا ہے جو ایسے زمانہ میں کی گئی جب کہ موجودہ زمانہ کی ترقیات اور حالات کے پیدا ہونے کا خیال بھی کسی انسان کو نہ آ سکتا تھا مگر خدا تعالی نے سب سامان پیدا کئے تاکہ اس کا دین اور اس کا رسول سچا ثابت ہو۔

موجودہ زمانہ میں اقوام متحاربہ نے ایسی ایسی محیر العقول ایجادات و

اختراعات کی ہیں کہ آج سے چندسو سال پیشتر کوئی انسان اس کا تصور بھی نہیں کرسکتا تھا۔ان ایجادات میں سے ایک ہوائی جہاز بھی ہیں، جونہایت بلندی پر پرواز کر کے اپنے دشمن پر بے پناہ حملے کرتے ہوئے تباہ کن اور آتش گیر بم پھینکتے ہیں۔جن سے تیل اور پٹرول وغیرہ کے ذخائرکو آگ لگ جاتی ہے۔مکانات تباہ ہوجاتے ہیں انسانی جانوں کونقصان پہنچتا ہے ذرائع رسل ورسائل منقطع ہو جاتے ہیں۔ریلوے سٹیشن مسافر خانے اور گرجا گھر برباد ہو جاتے ہیں۔لاکھوں روپئے کے بحری جہازوں کو بے کار کر دیا جاتا ہے۔اشیاءخوردنی اور معدنیات کے خزائن اور ذخائرکو تباہ و برباد کر دیتے ہیں۔غرض ہوائی جہاز ایک بہت بڑا عذاب ہیں جو دنیا کی ہر چیز کو اپنی لپیٹ میں لے لیتے ہیں۔اور جب طیارہ شکن توپوں سے ان پر حملہ کیا جاتا ہے تواپنے بچاؤ کے لئے آن کی آن میں اپنے اردگرد کئی میلوں تک سخت سیاہ دھواں پھیلا دیتے ہیں اور اس میں چھپ کر بھاگ جاتے ہیں۔چنانچہ حال ہی میں جرمنی کے ہوائی جہازوں نے انگلستان پر حملہ کیا۔اس کا ذکر اخبار زمین دار مجریہ ۱۴۔اگست نے اس عنوان سے کیا ہے کہ،

انگلستان کے جنوب مشرقی ساحل پر ایک سو جرمن طیاروں کا حملہ،

اپنے آپ کو محفوظ رکھنے کے بعد ۱۵ میل تک دھوئیں کے بادل پھیلا دیئے..

قرآن کریم کی سورۃ دخان میں ان واقعات کی صریح پیش گوئی موجود ہے اس سورۃ کی ابتدا میں اللہ تعالی فرماتا ہے

فا ر تقب یو م تأ تی السماء بد خا ن مبین ۔ یغشی الناس ھذا عذا ب الیم (الدخان : ۱۰۔۱۱).

اے متلاشی حق تو اس دن کو سامنے رکھ جب کہ آسمان بہت سخت سیاہ دھواں لائے گا، اور لوگوں کو ڈھانپ لے گا (جس طرح دھواں طیارہ شکن توپیں چلانے والوں کے سامنے آجاتا ہے اور وہ دشمن کو دیکھ نہیں سکتے کہ کہاں ہے) اور دنیا پکار اٹھے گی ہائے یہ تو نہایت ہی دردناک عذاب ہے۔

آگے خدا تعالی نے یہ بتایا ہے کہ اس وقت لوگوں کی کیا حالت ہوگی ۔ اور بتایا ہے کہ یہ عذاب کیوں آیا اور کس طرح رک سکتا ہے ۔ فرماتا ہے:

ربنا اکشف عنّا العذاب انّا مو منون (الدخان:۱۲)

دنیا پکار اٹھے گی اور دعاؤں میں لگ جائے گی (جیسا کہ آج کل ہورہا ہے) کہ اے ہمارے رب ہم سے اس عذاب کو ہٹالے ۔ ہم معترف ہیں کہ ہم نے دنیا میں عیش وعشرت میں پڑ کر تجھے بھلا دیا۔ خدا تعالی فرماتا ہے ...

انّی لهم الذّكرى وقد جاء هم رسول مبین۔ ثمّ تو لّوا عنه و قالوا معلّم مجنو ن (الدخان:۱۳۔۱۴)

اب پشیمانی کس طرح فائدہ دے سکتی ہے اور معترف ہونے کے کیا معنی؟ ان پیش آمدہ حادثات سے قبل ہم ایسا رسول بھیج چکے ہیں جس کی صداقت کے دلائل واضح موجود ہیں ۔ (اس رسول مبین سے آنحضرت ﷺ اور حضرت مسیح موعود، مرزا، دونوں ہوسکتے ہیں) مگر انہوں نے کوئی توجہ نہ دی اور اس سے اعراض کیا بلکہ اسے معلم اور مجنون کے خطابات دیئے کہ اسے کوئی شخص اس قسم کی اٹکل پچو باتیں سکھا تا رہتا ہے اور یہ دیوانوں والی باتیں کرتا ہے ۔ اور کہتا ہے اگر مجھے قبول نہ کیا تو تم پر عذاب آئے گا ۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

انّا کا شفوا العذا ب قلیلاً انّکم عا ئدو ن (الدخان: ۱۵).

ہم اتمام حجت کے لئے ان کی چیخ و پکار سن کر تھوڑے عرصہ کے لئے اس عذاب کو ہٹالیں گے (جیسا کہ اب کچھ عرصہ سے فتح فرانس کے بعد عام جنگ قریباً بند ہے) مگر اے لوگو تم باز آنے کے نہیں انکم عائدون ۔ تم پھر اپنی حالت کی طرف لوٹ جاؤ گے یعنی تم پھر اپنا وہی شغل بنالو گے جو اس جنگ سے قبل تھا ۔ خدا تعالی فرماتا ہے

یو م نبطش البطشة الكبرى انّا منتقمو ن (الدخان:۱٦)

اگر یہی حالت رہی اور تم باز نہ آئے تو پھر ایک دن وہ آجائے گا جب کہ دنیا کی تمام سلطنتیں اور ریاستیں میدان کارزار بن جائیں گی اور دنیا پر وہ تباہی آئے گی جس کی مثال پہلے نہیں مل سکے گی ۔ بہر حال ہم مجرم لوگوں کو

ان کے جرم کی سزا دیئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔

ناظرین! یہ مضمون غور سے پڑھیئے اور بتایئے کہ دھوئیں کی شکل میں عذاب کس ملک پر اور کس نے اس عذاب کے دفعیہ کے لئے ربنا اکشف عنا العذا ب کے الفاظ میں دعا کی۔ اس ابہام کی تفصیل کے لئے نامہ نگار کے الفاظ منقولہ از زمیندار دیکھئے جن میں انگلستان کا لفظ ملتا ہے۔ پس بقول قادیانی اخبار جرمن حملے کا عذاب انگلستان پر مرزا صاحب کو نہ ماننے کی وجہ سے آیا ہے اور ابھی باقی ہے۔ اس کے دفعیہ کا آسان علاج یہ ہے کہ اہل انگلستان مع اپنی نوآبادیات ومقبوضات کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر دل و جان سے ایمان لے آئیں۔ مگر ایسا ایمان نہ ہو جس کا ذکر اس آیت میں ملتا ہے کہ وہ لوگ جو اس عذاب میں مبتلا ہوں گے پھر کفر میں لوٹ جائیں گے۔ اس خیال سے کہیں انگلستان بھی دورخی نہ کرے نامہ نگار نے پہلے ہی اسکو دھمکا دیا ہے چنانچہ لکھتا ہے کہ:

> ایک دن وہ آجائے گا جب کہ دنیا کی تمام سلطنتیں میدان کارزار بن جائیں گی اور دنیا پر وہ تباہی آئے گی جس کی مثال پہلے نہ مل سکے گی (حوالہ مذکور)

نوٹ

قانون مطابع کی رو سے ہر ایک جدید الطبع کتاب کا ایک نسخہ ڈپٹی کمشنر کے دفتر میں دینا ضروری ہے لیکن گاہے گاہے سال کے اندر دوسری تیسری دفعہ طلبی آجاتی ہے۔ خاص خاص کتابوں کا ایک ایک نسخہ انگلستان بھیجا جاتا ہے۔ تفسیر ثنائی اردو، اور الہامات مرزا کے نسخے جب دوبارہ طلب کئے گئے تو میں نے دوبارہ طلبی کی وجہ پوچھی۔ تحصیلدار صاحب کی طرف سے جواب ملا کہ یہ نسخے ولایت کے کتب خانے کے لئے طلب کئے گئے ہیں۔ تفسیر ثنائی اردو تو شائد قرآن فہمی کے لئے طلب کی گئی ہو، الہامات مرزا کی بابت ہمارا خیال ہے کہ چونکہ وہاں مسیحیوں کی آبادی بکثرت ہے اس لئے مسیح موعود کی تحقیق کے لئے منگوایا ہوگا۔ پس ہم قادیانیوں سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ دعا کریں کہ خدا کرے وہ نسخہ انگریزوں کی نظر سے نہ گذرا ہو، جسے پڑھ کر وہ مرزا صاحب قادیانی پر ایمان لانے سے رک گئے ہوں کیونکہ ہماری خوشی اسی میں ہے کہ

انگریز قوم بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر ایمان لے آئے جیسا کہ آپ کے الہام کے ماتحت روسیوں میں احمدیوں کی کثرت ہو کر خود حکومت بھی احمدی ہو چکی ہے ۔(ریویو آف ریلی جنز قادیان ۱۹۱۷ء ص ۳۴۴)

اگر انگریز بھی مسلمان ہو گئے تو ہندوستان میں تحریک پاکستان کو بڑی تقویت پہنچے گی اہل انگلستان کے قادیانی اسلام میں داخل ہونے پر ہم ابھی سے ان کی خدمت میں بطور استقبال یہ شعر پیش کرتے ہیں :

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اگست ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۴ ص ۶۔۷)

بزم توحید کی ضرورت ، قادیان سے آواز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۹۔ اگست ۱۹۴۰ء میں بزم توحید سے متعلق جو مضمون لکھا گیا تھا اس میں اظہار واقعہ کے طور پر یہ ذکر بھی آیا تھا کہ قادیانیوں نے قبر پرستی کے انسداد پر کوئی کوشش نہیں کی کیونکہ ان کی ساری کوشش مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شخصیت منوانے پر صرف ہوتی رہی ہے ۔ اس کے جواب میں الفضل قادیان میں ایک لمبا مضمون شائع ہوا ہے جو بجائے تردید کے ہمارے دعوی کی تائید ہے ۔ الفضل کے مندرجہ ذیل الفاظ قابل غور ہیں :

پس مسلمانوں میں توحید قائم کرنے کا یہ طریق نہیں کہ مزاروں اور مقبروں پر مارے مارے پھریں، اور جو لوگ وہاں مشرکانہ حرکات کرتے ہوں ان سے دو بدو ہوں ۔ اس طرح اصلاح کی بجائے فتنہ بڑھنے کا خطرہ ہے ...
دراصل مسلمانوں کو اسلامی تعلیم پر کاربند کرنے کا طریق یہ ہے کہ ان میں زندہ ایمان پیدا کیا جائے ..
اسی لئے خدا تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو مبعوث فرمایا ۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کو اس موقع پر جماعت احمدیہ کے خلاف کوئی اور اعتراض نہیں سوجھا تو انہوں نے یہی کہہ دیا کہ اس جماعت کی ساری تگ و دو سے ان کی غرض و غایت مرزا صاحب کی شخصیت منوانا ہے۔

(الفضل قادیان ۱۱۔اگست ۱۹۴۰ء ص ۱)

ناظرین کرام! الفضل کی عبارت مرقومہ کو بغور دیکھئے اور ہمارے بیان کی تصدیق کیجئے۔ہم بتاتے ہیں کہ حقیقت یہ نہیں ہے کہ مزاروں پر توحید کا وعظ کہنے سے قادیانیوں کو فتنے کا خوف ہے۔ایسا نہیں ہے بلکہ خوف کچھ اور ہے وہ یہ ہے کہ قادیانی مبلغ مثلاً اجمیر یا لاہور جا کر لوگوں کو سمجھائیں کہ تم ان بزرگوں کو حاجت روا اور مشکل کشا نہ سمجھو بلکہ قادیان میں تمہارے لئے ایک مسیح موعود آ چکا ہے اس کی بات کو مانو۔ وہ لوگ اگر قادیانی تحریرات سے واقف ہوں گے تو فوراً یہ کہہ دیں گے کہ کیا ہم اس شخص کو مسیح موعود مانیں جس کا قول ہے

اعطیت صفت الا فناء و الا حیاء (خطبہ الہامیہ طبع اول ص ۲۳)

(یعنی مجھ (مرزا) کو دنیا کے فنا کرنے اور پھر اسے زندہ کرنے کی طاقت دی گئی ہے)

ہم اپنے ولیوں اور بزرگیوں کی نسبت یہی اعتقاد رکھتے ہیں تو تم نے ہمارے سابقہ عقیدے کو غلط قرار دے کر اس کی بجائے کون سا صحیح عقیدہ پیش کیا ہے ۔تب ہجوم کی طرف سے آواز آئے گی بزنید۔جس پر حافظ مرحوم کا یہ شعر صادق آئیگا:

محتسب خم شکست و من سر او
السن بالسن و الجروح قصاص

بس یہی وہ فتنہ ہے قادیانیوں کو جس کا خوف ہے ۔اس کی ہم بھی تائید کرتے ہیں۔خیر یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو تمہید کے طور پر لکھی گئی ہے۔اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ بزم توحید کی آواز قادیان سے کیسے آئی؟ اس کے لئے اخبار الفضل قادیان کا ایک نوٹ پڑھیں جو مع سرخی درج ذیل ہے:

مسلمانوں کی قبر پرستی کا افسوس ناک نظارہ

دہلی سے قریباً ۱۲ میل دور مہرولی میں ایک بزرگ قطب الدین صاحب بختیار کا کی کا مزار ہے۔حال ہی میں مجھے وہاں جانے کا اتفاق ہوا چونکہ ان

دنوں اجمیر میں عرس ہے، اس لئے بہت سے لوگ جن میں سے اکثر حیدر آباد دکن اور بنگال وغیرہ کے مسلمان تھے ان بزرگ کے مزار کی زیارت کرنے جا رہے تھے۔ زائرین کا تانتا بنا ہوا تھا۔ جب میں مقبرہ کے پاس پہنچا تو سنا کہ ہر ایک سے کہا جا رہا تھا کہ وضو کر کے زیارت کرنے جاؤ۔ مزار پر پہنچ کر دیکھا کہ اردگرد چھوٹی چھوٹی دیوار بنی ہوئی ہے، مگر پاؤں کی طرف کچھ کھلی جگہ ہے۔ قبر پر ایک بہت بڑی زرد رنگ کی چادر پڑی تھی لوگ پھول اس چادر پر پھینکتے۔ اور شیرینی جو پاس مجاور بیٹھا تھا اسے دیتے۔ وہ کہتا بھائی خواجہ صاحب کی نذر کرو، تب وہ تبرک دیں گے۔ اس پر زائر کچھ پیسے قبر کے پاؤں کی طرف رکھ دیتا اور مجاور پھینکے ہوئے پھولوں میں سے کچھ پتیاں اٹھا کر اور تھوڑی سی شیرینی بھی دے دیتا۔ مزار کے پاس کھڑے ہو کر دعا کرنے والے یا خواجہ کہہ کر مرادیں مانگتے اور جو کم از کم ایک روپیہ دیتا اس کے سر پر پہلے اس چادر کے حصہ سے جو ململ کی قبر پر ڈالی ہوئی تھی ایک ٹکڑا باندھ دیتے پھر اسے قبر کے پاؤں کی طرف لا کر کہتے خواجہ صاحب کی پائنتی میں سجدہ کرو۔ وہ سجدہ کرتا اور مجاور چادر اس کے سر پر ڈھانپ دیتا۔ کچھ عرصہ وہ سجدہ میں گرا ہوا خواجہ کو مخاطب کر کے حاجات پیش کرتا اور مجاور بھی ساتھ دہراتا۔ اس کے بعد خلیفہ صاحب کے مقبرہ پر بھی یہی عمل کیا جاتا۔ واپس ہونے والوں کے رستہ میں پانی لے کر دو آدمی کھڑے ہوتے ہیں جو یہ کہتے ہیں کہ قبر کا دھویا ہوا تبرک ہے پی لو اور پیسے مانگتے ہیں۔ ایک بنگالی جب مزار پر سجدہ کر چکا تو اسے نذر دینے کے لئے کہا گیا اس بے چارے کے پاس چند پیسے تھے نکال کر وہاں پھینک دیئے مگر اسے کہا گیا کہ کم از کم ایک روپیہ دینا پڑے گا ایک مجاور دوسرے سے کہنے لگا تم کیسے آدمی ہو کہ ایسے آدمی کو بغیر نذر لئے سجدہ کرا دیا۔ میں نے کہا بھئی جس کے پاس روپیہ نہ ہو تو کیا اس کو خواجہ صاحب برکت نہیں دیتے۔ اس پر خاموش ہو گئے اور اس بے چارے کی جان چھوٹی۔ میرے دل میں تڑپ پیدا ہو چکی تھی کہ ان لوگوں کو سمجھاؤں اور میں موقع کی تلاش میں تھا

۔آخر میں نے بعض کو اپنی طرف متوجہ پا کر کہا نبی ﷺ کی ایک حدیث ہے کہ اللہ تعالی نے بنی اسرائیل کے لوگوں پر لعنت کی کہ انہوں نے اپنے نبیوں کی قبروں کو سجدہ گاہ بنالیا اور یہاں تو ان لوگوں کی قبروں کو بھی سجدہ گاہ بنایا ہوا ہے جن کے متعلق خیال ہے کہ وہ ولی اللہ تھے نہ کہ نبی۔

اکثر نے سنجیدگی سے غور کیا اور اپنے فعل کو برا گردانا۔ مزار سے ایک طرف ایک مکان میں بہت سے لوگ بیٹھے تھے جن میں سے اکثر بنگالی تھے ان کو میں نے تبلیغ شروع کی چندلوگ ان میں سے اردو جانتے تھے۔ وہ سب باتیں قبول کرنے لگے۔ (الفضل قادیان ۲۳۔اگست ۱۹۴۰ء ص ۵)

برادران توحید! کیا یہ آواز سن کر بھی آپ لوگ بزم توحید قائم کرنے میں غفلت سے کام لیں کیا ابھی کچھ اور بھی سننا چاہتے ہیں۔ میری رائے کو کوئی صاحب غلط نہ ٹھہرائیں تو میں یہ کہنے سے نہیں رک سکتا کہ مسلمان قوم آپس میں تقسیم کار کر لے۔ سیاسی مسلمان جن میں مرزائی بھی شامل ہیں بے شک غیر مسلموں میں اسلام کی اشاعت کریں اور ان کو کلمہ پڑھا کر مردم شماری کی حیثیت میں مسلمانوں کی تعداد بڑھاتے جائیں جو ان کی اصلی غرض ہے مگر اہل توحید اصحاب یہ کام اپنے ذمہ لیں کہ مسلمانوں میں جو رسوم شرکیہ رائج ہو چکی ہیں وہ ان کی اصلاح پر توجہ کریں تا کہ وہ لوگ صحیح معنوں میں عند اللہ مسلمان ہو جائیں۔

پس دونوں فریق اپنا اپنا کام کرتے جائیں ہمارے مشورہ پر عمل کریں تو دونوں اپنے اپنے مقصد میں کامیاب ہو سکتے ہیں۔ میری تو دلی خواہش ہے کہ اہل توحید اپنے فرض منصبی (اشاعت توحید) پر مضبوط ہو کر مسلمانوں کو توحید وسنت اختیار کرنے کی ترغیب دیں کیونکہ ایسے نام کے مسلمانوں سے جو شرک آلودہ ہیں اسلام کی غرض پوری نہیں ہو سکتی اس لئے کہ اسلام کی غرض صرف مردم شماری میں تعداد بڑھانا نہیں، بلکہ مسلمانوں کو خدا کے مقبول بندے موحد متبع سنت بنانا ہے:

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۷۔۸)

فاطمہ الزہراؓ ، اور قادیانی مسیح مرزا

الفضل کو ثنائی جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی علم کلام کے تو ہم مدت سے قائل ہیں کہ یہ لوگ جس دعوے کو چاہیں مغالطات عامۃ الورود سے ثابت کر سکتے ہیں۔ جن لوگوں کو ہماری بات کا یقین نہ آئے وہ مندرجہ ذیل قادیانی استدلالات کو غور سے پڑھیں تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ دنیا میں کوئی قضیہ کاذبہ ایسا نہیں ہے جو قادیانی علم کلام سے صحیح ثابت نہ کیا جا سکے۔ ہمارے خیال میں قادیانی علم کلام کا یہ کمال ہے کہ اس کے ماہرین قدرت رکھتے ہیں کہ ہر دعوے کو صحیح ثابت کر دکھائیں آج جو مضمون ہم نقل کرنے کو ہیں اس کو دیکھ کر ناظرین کو قادیانی علم کلام کے متعلق حیرت ہوگی۔ ہم ان کی حیرت رفع کرنے کو آج سے بہت پہلے کا واقعہ جو مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے انتقال کے متصل ہی ۱۹۰۸ء میں ظہور پذیر ہوا تھا، پیش کئے دیتے ہیں۔

مرزا صاحب کلاں کا جب انتقال ہو گیا تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوا کہ آسمانی نکاح وقوع پذیر ہونا ناممکن ہو گیا۔ یعنی آپ نے جو کہا تھا کہ محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری میرے نکاح میں ضرور آئے گی، آپ کی وفات سے یہ نکاح قطعی طور پر باطل ہو گیا۔

اس کے جواب میں خلیفہ اول حکیم نور الدین نے قادیانی علم کلام کے طریق پر یہ جواب دیا کہ چونکہ لڑکی کی لڑکی بھی اپنی ہی لڑکی ہوتی ہے، اور لڑکے کا لڑکا بھی اپنا ہی لڑکا ہوتا ہے، اس لئے مرزا غلام احمد صاحب کا لڑکا در لڑکا در لڑکا نفخہ اولی تک اور محمدی بیگم کی لڑکی در لڑکی در لڑکی فنائے دنیا تک، ان دونوں سلسلوں کو ملحوظ رکھ کر ممکن ہے کسی درجہ میں مرزا صاحب قادیانی کے کسی لڑکے کی شادی محمدی بیگم کی کسی درجے

کی لڑکی سے ہو جائے۔

ناظرین کرام! یہ ہے وہ قادیانی علم کلام جس پر اتنا فخر کیا جاتا ہے۔ اب وہ مثال سنئیے جس کے لئے ہم نے یہ نوٹ لکھا ہے:

' مرزا صاحب متوفی نے اپنی کتاب میں تحریر کیا ہے کہ میں نے کشفی حالت میں دیکھا کہ میرا سر خاتون جنت فاطمہ زہراء کی ران پر ہے۔

اس پر بڑی چہ مہ گوئیاں ہوئیں۔ اس کشف کی تصحیح کیلئے قادیانی اخبار الفضل مورخہ ٦۔ستمبر ۱۹۴۰ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کے لکھنے والے مولوی میر اسحٰق، مرزا غلام احمد صاحب کے چھوٹے سالے اور موجودہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے ماموں صاحب ہیں۔ آپ نے بھی اسی علم کلام سے کام لیتے ہوئے اس کشف کی تصحیح کی ہے۔ اس کے متعلق آپ کے اصل الفاظ درج ذیل ہیں۔

' حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ایک کشف ہے کہ میں حضرت فاطمہ سے ملا۔ آپ نے نہائت محبت اور شفقت سے جو ماؤں کو بچوں سے ہوتی ہے میرے سر کو اپنے زانو پر رکھا۔ اس کشف پر مخالفوں کی طرف سے وہ بدگوئی سننے میں آئی ہے کہ الامان ...

واقعہ میں اگر حضرت فاطمہ اس دنیا میں تشریف لے آویں اور مرزا صاحب زندہ ہوں تو گو امت کو ان سے کس قدر عقیدت کیوں نہ ہو، امت کے مردوں سے معصومہ بتول پردہ کریں گی۔ کیونکہ ان کے مقدس باپ کی شریعت یہی ہے کہ کوئی عورت کسی غیر محرم کے سامنے نہ ہو۔ مگر مرزا صاحب بھی شریعت اسلام کے مطابق یہ حق رکھتے ہیں کہ حضرت فاطمہ کا چہرہ دیکھیں۔ اور صدیقہ زہراء حضرت مرزا صاحب کو مادرانہ شفقت سے اپنے پاس بلا کر ان کے سر پر دست شفقت پھیریں۔ اور کیا تعجب ہے کہ وہ اپنے زانوئے مادرانہ پر پیار سے مرزا صاحب کا اپنے بیٹوں کی طرح سر رکھ دیں۔ کیونکہ مرزا صاحب گو سید نہیں مگر سید زادی سے بیاہ کر کے زہراء کے داماد بن چکے ہیں۔ اور خدا کی شریعت میں بیٹے کی طرح داماد بھی محرم ہوتا ہے۔ پس اس کشف کا مطلب تو یہ تھا کہ حضرت مرزا صاحب کی شادی ایک ایسی خاتون

سے ہونے والی ہے جس سے نکاح کر کے آپ حضرت فاطمہ کے فرزند ہو جائیں گے۔ میں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مسلمان علماء سے پوچھتا ہوں کہ اگر فاطمہ زہرا اس وقت دنیا میں تشریف لے آویں تو کیا وہ ہر مسلمان سے پردہ کریں گی۔ یا سادات کے سامنے ہوسکیں گی۔ اور یہ کہ جو شخص کسی سیدزادی سے بیاہا جائے وہ حضرت فاطمہ کا پوت داماد ہونے کی وجہ سے محرم بن جاتا ہے یا نہیں؟ (الفضل قادیان ۶ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۵)۔

راقم مضمون میر اسحاق صاحب چونکہ ذی علم آدمی ہیں اور قوم کے سید بھی کہلاتے ہیں، اس لئے اپنا جواب آپ کے جواب پر مبنی کرنے کو آپ سے ایک شرعی سوال کرتے ہیں کہ دو سید زادے بھائی بھائی ہیں۔ ایک کا نام اسماعیل ہے اور دوسرے کا نام اسحٰق۔ اسماعیل کا بیٹا ہے اور اسحٰق کی بیٹی۔ آپ کے مرقومہ اصول کے مطابق اسماعیل کا بیٹا بھی حضرت فاطمہ کا بیٹا ہے اور اسحٰق کی بیٹی بھی حضرت فاطمہ کی بیٹی ہے۔

تو اب کیا فرماتے ہیں قادیانی علماء دین اور مفتیان شرع متین کہ سید اسماعیل کے بیٹے کا نکاح سید اسحاق کی بیٹی سے جائز ہے یا نہیں؟

مہربانی کر کے قادیانی علماء اس پر روشنی ڈالیں کہ ان کی شرع میں اس کا کیا حکم ہے؟

اگر جائز ہے تو اس سوال کو بھی حل کر دیں کہ بھائی بہن کا نکاح ایک دوسرے سے کیونکر جائز ہوسکتا ہے؟

اگر ناجائز ہے تو یہ بھی بتادیں کہ اس قسم کے رشتے آج تک سادات میں ہوئے بھی ہیں یا نہیں؟

اگر ایسے بے شمار رشتے ہو چکے ہیں تو کیا یہ سب نکاح ناجائز ہوتے ہیں؟ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان سیدہ زادہ ہونے کی وجہ سے حضرت فاطمہ کے بیٹے ہوئے اور ڈاکٹر اسماعیل کی بیٹی سیدزادی ہونے کی وجہ سے فاطمہ زہرا کی بیٹی ٹھہری۔ اب یہ دونوں اولاد فاطمہ ہونے کی وجہ سے آپس میں بہن بھائی ہوئے۔ تو ان کا باہمی نکاح جائز ہے یا ناجائز؟

اگر یہ نکاح ہو چکا ہے تو اس کی بابت علماء قادیان کا کیا فتوی ہے؟
اگر کہیں کہ بعد نسل کی وجہ سے حرمت اصلیہ باقی نہیں رہی اس لئے اہل حدیث نے جو مثالیں پیش کی ہیں ان سب صورتوں میں نکاح جائز ہے تو ہم کہیں گے ما هو جوا بكم فهو جوا بنا یعنی جس طرح بعد نسل کی وجہ سے سید زادی کا خاوند حضرت فاطمہ کیلئے ان کے حقیقی داماد کی طرح محرم نہیں اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی خاتون جنت کیلئے حقیقی محرم نہیں ہو سکتے۔ پس آپ کا جواب تار عنکبوت سے زیادہ ضعیف ہے۔
میر (اسحٰق) صاحب نے آپ نے اس مشکل مسئلہ کا جواب ہم سے طلب کیا ہے ہم نے آپ ہی کے خاندان سے مثال پیش کر دی ہے۔ اگر آپ کو اس مثال سے ملال پیدا ہو تو مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر اپنے اوپر وارد کر کے پڑھ لیجئے:

دھول دھپہ اس سر پا ناز کا شیوہ نہ تھا
ہم ہی کر بیٹھے تھے غالب پیش دستی ایک دن

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ء جلد ۳۷ نمبر ۴۸ ص ۴-۵)

قادیانی کا درجہ روایت حدیث میں کیا تھا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
ہم نے جہاں تک مرزا غلام احمد صاحب کی تصانیف کو دیکھا ہے ہم افسوس سے کہتے ہیں کہ ہم نے آپ کو روایت حدیث کے باب میں ثقہ نہیں پایا۔
راویان حدیث میں سے دو نام عدم ثقاہت میں ایسے مشہور ہیں کہ جس روایت میں وہ دونوں یا ان میں سے کوئی ایک مذکور ہو، ہر طالب علم اس روایت کو غیر معتبر جان لیتا ہے۔ ایک کا نام ابن لہیعہ ہے اور دوسرے کا نام جابر جعفی ہے۔ ابن لہیعہ کی نسبت جابر جعفی عدم اعتبار میں زیادہ ترقی یافتہ ہے کیونکہ ابن لہیعہ میں نسیان غالب تھا، مگر جابر جعفی کو محدثین نے کذاب لکھا ہے۔

روایت حدیث کی حیثیت سے ہم مرزا صاحب کو ابن لہیعہ سے زیادہ یعنی جابر جعفی کے مماثل سمجھتے ہیں۔ اس کے ثبوت میں ہمارے پاس بہت سی شہادتیں ہیں جن میں سے ایک شہادت ہم اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۰ء میں پیش کر چکے ہیں جس کا جواب باوجود تقاضا کرنے کے اتباع مرزا سے آج تک نہیں ہو سکا۔

لطف یہ ہے کہ مرزا صاحب روایت حدیث میں سہو ونسیان کی وجہ سے کذب بیانی نہیں کرتے تھے بلکہ اپنی اغراض کے ماتحت کرتے تھے۔ شہادت اولی مندرجہ اہل حدیث یکم مارچ میں اس کی تفصیل مذکور ہو چکی ہے، آج ہم شہادت ثانیہ پیش کر کے اہل علم ناظرین سے دادخواہی کرتے ہیں ۔خصوصاً مرزا غلام احمد صاحب کے ذی علم اتباع سے درخواست کرتے ہیں وہ از راہ مہربانی تعصب کو الگ رکھ کر ہماری پیش کردہ شہادت کو غور سے پڑھیں اگر وہ حسن عقیدت کی وجہ سے ہماری پیش کردہ شہادت پر غور کر کے منصفانہ رائے نہیں دیں گے تو وہ سن رکھیں:

اگر تو مے نہ دہی داد روزے دادے ہست

ایک عربی مقولہ مشہور ہے جس کا ترجمہ ہے کہ:

اے رسول اگر تو نہ ہوتا تو میں آسمان نہ بناتا لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك

اس فقرے کو حدیث قدسی کے نام سے بیان کیا جاتا ہے، مگر نہ اس کی کوئی سند ہے، نہ یہ از روئے روایت صحیح ہے۔صرف غیر معتبر واعظوں کی زبان پر چڑھا ہوا ہے۔اس مقولہ کے متعلق اخبار الفضل ۱۸ستمبر ۱۹۴۰ء میں مفتی محمد صادق کا ایک مضمون شائع ہوا ہے۔آپ لکھتے ہیں:

> رسول کریم ﷺ کی شان میں ایک حدیث قدسی بیان کی جاتی ہے جس میں اللہ تعالی نے آپ کو مخاطب کر کے فرمایا کہ
>
> لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك یعنی اے محمد مصطفیٰ اگر تو نہ ہوتا تو میں زمین وآسمان کو پیدا نہ کرتا۔
>
> لوگوں نے کہا ہے کہ یہ حدیث محدثین کے اصول کے مطابق صحیح نہیں مگر ایک دفعہ یہی سوال حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی خدمت میں پیش ہوا تو آپ نے اس حدیث کی تصدیق کی اور فرمایا گو محدثین کے اصول کے

مطابق یہ حدیث درست نہیں مگر ہمیں کشفی طور پر معلوم ہوا ہے کہ یہ حدیث اپنے مطلب اور مفہوم کے لحاظ سے صحیح ہے۔ اس حدیث سے رسول کریم ﷺ کی بلند شان کا پتہ لگتا ہے۔(الفضل قادیان ۱۸ستمبر ۱۹۴۰ء ص اول)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

محدثین کے نزدیک تو یہ مقولہ بے ثبوت ہونے کی وجہ سے بجوئے نارزد، اس کے علاوہ مقصود کے لحاظ سے بھی بالکل غلط ہے کیونکہ اس سے مقصود یہ بتایا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ نہ ہوتے تو خدا دنیا کو بھی پیدا نہ کرتا، حالانکہ اس مطلب کے لحاظ سے عربی الفاظ یوں ہونے چاہییں لو لا ك لما خلقت الد نیا، یاما خلقت شیئاً یعنی اے پیغمبر اگر تو نہ ہوتا تو میں دنیا کو پیدا نہ کرتا، یا کوئی چیز پیدا نہ کرتا۔

بہر حال مرزا غلام احمد صاحب اور مفتی محمد صادق صاحب دونوں نے یہ بات تسلیم کرلی ہے کہ محدثین کے نزدیک یہ روایت بے ثبوت ہے۔ ہاں مرزا صاحب نے اس معنی کو صحیح قرار دیا اس کی وجہ یہ ہے کہ اس میں آپ کی ایک غرض مخفی ہے۔ یہ مقولہ گو آنحضرت ﷺ نے اپنے حق میں ارشاد نہیں فرمایا اور نہ کوئی سچا نبی ایسا کہہ سکتا ہے لیکن مرزا صاحب قادیانی نے اس مقولہ کو اپنا الہام ظاہر کر کے اس کو اپنے حق میں بتایا ہے۔ آپ کے اصل الفاظ مع ترجمہ یہ ہیں:

یظهر ك الله و یثنی علیك لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك

خدا تجھے غالب کردے گا اور تیری تعریف لوگوں میں شائع کردے گا

(یہ ترجمہ لفظی نہیں ہے مرزا صاحب کی اپنی ایجاد ہے۔ لفظی ترجمہ یہ ہے کہ خدا تیری تعریف کرتا ہے۔ ثناء اللہ) اگر میں تجھے (مرزا کو) پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو بھی نہ بناتا

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۹۹)

اللہ رے تعلیٰ: استاد داغ نے اپنے محبوب کی اسی قسم کی تعلیٰ کا ذکر اس شعر میں کیا ہے

آ گیا داغ ان کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

اس روایت کو صحیح المعنی بتانے سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اصل غرض یہی ہے کہ اس کو اپنے حق میں چسپاں کریں

قادیانی اور لاہوری ممبرو! فقرہ مذکورہ کو آپ لوگ حسب تصریح محدثین آنحضرت ﷺ کا ارشاد تو نہیں مانتے ہوں گے کیونکہ سند کے لحاظ سے یہ روایت ثابت نہیں ہے۔مگر مرزا صاحب کے الہام کے ماتحت اس کو انکے حق میں ضرور مانتے ہوں گے کہ اگر مرزا صاحب نہ ہوتے تو خدا دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ابتدائے آفرینش سے لے کر آج تک اور آج سے فنائے عالم تک جو کچھ پیدا ہوا ہے یا آئندہ ہوگا، یہ سب مرزا صاحب کے وجود کی برکت ہے۔کیا یہ عقیدہ کسی صحیح الفہم انسان کا ہوسکتا ہے۔تم میں سے کوئی فرد اس کا انکار نہیں کرسکتا ہے، کیونکہ یہ مرزا صاحب کا الہام ہے جس کو صحیح جاننا اس کے ہر ایک مرید کا فرض ہے اسلئے ہم ہر اس شخص سے جو اپنے نام کے ساتھ احمدی لکھتا ہے یا کہتا ہے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ وہ خدا کو حاظر ناظر جان کر اور اس کے خوف کو دل میں جگہ دے کر بتائے کہ اس قسم کی تعلیم کسی نبی یا ولی کسی مجدد یا مجتہد نے پیش کی ہے۔جہاں تک ہمارا ناقص علم رہبری کرتا ہے ہم کہہ سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب اس میں متفرد ہیں۔اس لئے ہمارا یہ دعویٰ صحیح ہے

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری اس تعلیٰ کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے مدعی پہلے

مرزا غلام احمد قادیانی تو اس دنیا میں نہیں ہیں،انکو چھوڑ کر ان کے اتباع کو ہم اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ اسلامی دنیا میں عموماً اور ملک ہندوستان میں خصوصاً بفضلہٖ تعالیٰ خادمانِ حدیث بکثرت موجود ہیں جن میں اخبار اہل حدیث امرتسر ایک ادنیٰ خادم ہے اور یہ وہی گروہ ہے جس کی بابت مولانا الطاف حسین حالی نے کہا ہے

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا مثالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح نکلا جتایا
آئمہ میں جو داغ دیکھا بتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ ملا کو چھوڑا نہ صوفی کو چھوڑا

اِس لئے ان لوگوں کو چاہیے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی روایت کردہ حدیث

کو پیش کرتے ہوئے یہ سمجھ لیا کریں کہ خادمان حدیث زندہ ہیں۔
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق یکم رمضان ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۴۹ ص ۷، ۸)

جنگ یورپ کا نقشہ و اسباب

قادیانی اخبار فاروق میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج دنیا جنگ میں مبتلا ہے ہر ایک ملک اپنی حفاظت کی فکر میں ہے۔ نار حرب کے شعلے دن بدن تیز سے تیز تر ہو رہے ہیں۔ ہر شخص اپنی سمجھ کے مطابق اسباب جنگ کی تلاش میں ہے۔ شیخ سعدی نے جنگ کا سبب جو بتایا ہے اہل دانش کے نزدیک وہی صحیح ہے۔ آپ کے شعر کا ترجمہ یوں ہے:

اگر کوئی بادشاہ سات ولایتوں پر بھی قبضہ کر لے، تب بھی اور ملکوں کی تسخیر کے فکر میں مشغول رہے گا۔

یہ ہے بادشاہوں کی لڑائی کا اصل سبب یعنی جوع الارض، مگر قادیانی گروہ اپنے پیشوا کی تعلیم کے ماتحت جنگ کے متعلق جو خیال رکھتا ہے اسے ہم قادیانی اخبار فاروق کے الفاظ میں ناظرین تک پہنچاتے ہیں۔ فاروق ۱۴ ستمبر ۱۹۴۰ء میں مرقوم ہے:

بحر و بر میں فساد:

ظهر الفساد فی البرّ و البحر بما کسبت ایدی النّاس لیذ یقهم بعض الّذی عملوا لعلّهم یر جعو ن (الروم: ۴۱)

خشکی اور تری میں اس کی وجہ سے فساد ظاہر ہو گیا جو لوگوں کے ہاتھوں نے کمایا تاکہ انہیں اس کا مزہ چکھائے جو انہوں نے کیا تاکہ وہ رجوع کریں۔
ہاتھوں کے کسب سے مراد انسان کے اعمال یا اپنے ہاتھ کی کاریگری کے ہیں

آج دنیا کو اپنی صنعتوں پر بڑا ناز ہے ۔صانع حقیقی کو یکسر فراموش کر دیا گیا لیکن اللہ تعالی اپنی قدرت کا کرشمہ دکھلائے گا اور ثابت کر دیگا کہ حقیقی صانع وہی ایک ہے انسان کے ہاتھوں نے جو کمایا ،یعنی انسان کی بداعمالیاں یا عظیم الشان مصنوعات ان کی وجہ سے فسادات عظیم رونما ہونگے چنانچہ آج بحر و بر میں انسان کی بداعمالیوں شرارتوں اور صنعتوں نے وہ فساد بر پا کیا کہ الامان والحفیظ ۔موجودہ زمانہ کی جنگیں خشکی اور تری پر پھیلی ہوئی ہیں زمین پر عالمگیر فساد اور سمندروں میں بھی آتش جنگ بھڑکائی جارہی ہے جہازوں کی غرقابی اور ہزاروں جانوں کا اتلاف گویا ایک فساد عظیم ہے جو بحر و بر پر پھیلا ہوا ہے ۔

قیامت وسطی

الف : و اما الذين فسقوا فمأ وا هم النار كلما ارادوا ان يخرجوا منها اعيدوا فيها و قيل لهم ذوقوا عذا ب النار الذى كنتم به تكذ بو ن۔ و لنذ يقنهم من العذا ب الا دنى دو ن العذاب ا لا كبر لعلّهم ير جعو ن۔ و من اظلم ممن ذكّر بآ يا ت ر بّه ثمّ اعرض عنها انّا من المجرمين منتقمون(السجدة : ۲۰۔۲۲)

اور جو نافرمان ہیں تو ان کا ٹھکانہ آگ ہے جب کبھی چاہیں گے کہ اس سے نکل جائیں اس میں لوٹا دیئے جائیں گے اور انہیں کہا جائے گا کہ آگ کا عذاب چکھو جسے تم جھٹلاتے تھے اور یقیناً ہم انہیں نزدیک کا عذاب بڑے عذاب سے پہلے چکھائیں گے تاکہ وہ رجوع کریں اور اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے جسے اپنے رب کی آیتوں کے ساتھ نصیحت کی جائے پھر وہ روگردان ہو، ہم مجرموں کو سزا پہنچانے والے ہیں ۔

ان آیات میں عذاب ادنی سے مراد عذاب دنیا ہے اور عذاب اکبر سے عذاب آخرت مراد ہے ۔قرآن مجید میں عذاب دنیا کا نقشہ عذاب آخرت

کے رنگ میں پیش کیا گیا۔ گویا دنیا کا عذاب آخرت کے عذاب کا پیش خیمہ ہے اور اس کی صداقت پر گواہ۔

اور مذکورہ آیات میں بتلایا کہ کافروں کو عذاب ادنی کی صورت میں اس دنیا میں بھی آگ کا عذاب دیا جائے گا۔

آگ کا عذاب کیا ہے؟ عرب میں یہ دستور تھا کہ اعلان جنگ کے لئے کسی اونچی پہاڑی یا بلند مقام پر ایک بڑی آگ روشن کرتے تھے جو نار الحرب کہلاتی۔ قرآن مجید میں بھی اس نار الحرب کا ذکر ہے

کلما أو قدوا ناراً للحر ب (المائدة؛۶۴)

پس مذکورہ آیات میں عذاب النار سے مراد نار الحر ب

یعنی لڑائی کی آگ ہے اور یوں بھی موجودہ جنگوں میں اسلحہ آتش بار کے ذریعہ آگ برسائی جاتی ہے پس یہ جو فرمایا کہ کافروں کو عذاب ادنی کی صورت میں آگ کا عذاب دیا جائے گا اس میں پیش گوئی ہے کہ عظیم الشان جنگیں ہوں گی جن میں اسلحہ آتش بار کے ذریعہ آگ بھڑکائی جائے گی پھر فرمایا کلما ارا دو ان یخر جوا منھا اعیدوا فیھا (الحج ۔۲۲)

کہ جب چاہیں گے کہ اس آگ سے نکل جائیں وہ اس میں لوٹا دیئے جائیں گے۔ اب دیکھ لو نار الحرب سے نجات پانے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگایا گیا صلح جوئی کی کوششیں کی گئیں انٹرنیشل لیگ بنائی لیکن ناکام گذشتہ جنگ عظیم میں انگلستان کے وزیر اعظم مسٹر ایسکوئتھ نے ہر ممکن کوشش کی کہ یہ عذاب الٰہی ٹل جائے مگر کچھ نہ بنا۔ کہتے ہیں کہ مسٹر ایسکوئتھ کے منہ پر اس عذاب کے خوف اور ناکامی صلح کے باعث ایک رات میں بڑھاپا برسنے لگا تھا۔ اور موجودہ جنگ سے پیشتر مسٹر چیمبر لین نے کیا کیا جتن نہ کئے لیکن ناکام۔ اور دنیا اس آگ میں دھکیل دی گئی۔ آج یورپ پر واقعی آگ برس رہی ہے خطرناک جنگ کی صورت میں جہنم بھڑک اٹھا اور و اذا الجحیم سعّرت (جہنم بھڑکائی جائے گی) کا زمانہ آنکھوں کے سامنے ہے اور قرآن مجید کی پیشگوئی کے مطابق آگ کا عذاب دیا جارہا ہے

(ب). فلهم عذا ب جهنم ولهم عذا ب الحر يق (۸۵:۱۰)
کافروں کے لئے دوزخ کا عذاب ہے اوران کے لئے جلنے کاعذاب ہے ۔ ربیع سے روایت ہے کہ عذاب جہنم آخرت کا عذاب ہے اور عذاب الحریق یعنی جلنے کاعذاب اس دنیا کاعذاب ہے

(ج). كذا لك العذاب، و لعذا ب الآخرة اكبر لو كا نوا يعلمون (القلم:۳۳) اسی طرح عذاب (دنیا) آئے گا اورآخرت کا عذاب یقیناً اس سے بڑا ہے

(د). انّ عذا ب ربك كا ن محذورا ۔و ان من قر ية الا نحن مهلكو ها قبل يو م القيامة او معذ بو ها عذا باً شديداً (الاسراء: ۵۷۔۵۸) بے شک تیرے رب لا عذاب ڈرنے کی چیز ہےاورکوئی بستی نہیں مگر ہم اسے قیامت کے دن سے پیشتر ہلاک کردیں گے یا اسے سخت عذاب دیں گے۔

مذکورۃ الصدر آیات میں صراحت سے عذاب دنیا اورعذاب آخرت یا دوسرے لفظوں میں قیامت وسطی اور قیامت کبری کا ذکر موجود ہے اور ایسے عالم گیر عذابوں کی پیش گوئی ہے جو اطراف عالم پر چھا جائیں گے جن کی لپیٹ سے ایک بستی بھی باہر نہ رہے گی. ربنا آ تنا فی الد نيا حسنة و فی ا لآ خرة حسنة ....

انّا ار سلنا اليكم رسو لًا شا هداً عليكم كما ار سلنا الى فرعون رسو لًا ۔فعصى فرعو ن الرّ سو ل فأ خذ ناه ا خذاً وبيلاً ۔ فكيف تتّقو ن ان كفر تم يو ماً يّجعل الولدا ن شيبا ن السّماء منفطر به كا ن وعده مفعو لًا (المزمل: ۱۵۔۱۸)
ہم نے تمہاری طرف رسول بھیجا جوتم پر گواہ ہے جس طرح ہم نے فرعون کی طرف رسول بھیجا تو فرعون نے رسول کی نافرمانی کی سو ہم نے اسے سخت گرفت سے پکڑا۔سو اگرتم انکار کروتو اس دن سے کس طرح بچو گے جو بچوں کو بوڑھا کردے گا آسمان اس سے لپیٹ پڑنے والا ہے اسکاوعدہ

پورا ہو کر رہے گا۔
جس طرح موسی کے مقابلہ پر فرعون اٹھا تھا اسی طرح مثیل موسی کے مقابل سب سے بڑا جس نے سر اٹھایا ہے وہ دجال کا فتنہ ہے اتنا عظیم الشان فتنہ کی جس کی ابتداء آفرینش سے لے کر قیامت تک کوئی ایک مثال بھی نہیں پس فرمایا کہ یہ (آخری زمانہ میں ظاہر ہونے والا) دجالی گروہ اس آخری زمانہ کے عذاب شدید سے کیونکر بچ سکتا ہے جو بچوں کو بوڑھا کر دے گا جس سے آسمان پھٹ پڑیں گے یعنی بے پناہ شدائد و مصائب اور آسمانی آفات نازل ہوں گی...

نیلی آنکھوں والے مجرم:

یو م ینفخ فی الصّور و نحشر المجر مین یو مئذ زر قاً (طٰہٰ: ۱۰۲) جس دن قرنا میں پھونکا جائے گا ہم اس دن نیلی آنکھوں والے مجرموں کو اکٹھا کریں گے
یہ تو ظاہر ہے کہ اقوام یورپ کی آنکھیں نیلی ہیں جنگ کا بگل بجایا گیا اور لاکھوں نیلی آنکھوں والے مجرم مجتمع ہو گئے اور ایک دوسرے سے برسر پیکار ہو گئے پس یہاں حشر کے لفظ میں نیلی آنکھوں والی قوموں کے دنیوی حشر کی طرف اشارہ ہے۔

حضرت مسیح موعود (مرزا) کی جلالی آواز:

دیکھو آج میں نے بتا دیا زمین بھی سنتی ہے اور آسمان بھی کہ ہر ایک جو راستی کو چھوڑ کر شرارتوں پر آمادہ ہوگا اور ہر یک جو زمین کو اپنی بدیوں سے پاک کرے گا وہ پکڑا جائے گا۔ خدا فرماتا ہے قریب ہے کہ میرا قہر زمین پر اترے کیونکہ زمین پاپ اور گناہ سے بھر گئی۔ پس اٹھو اور ہوشیار ہو جاؤ کہ وہ آخری وقت قریب ہے جس کی پہلے نبیوں نے خبر دی تھی...
یاد رہے کہ خدا نے مجھے عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے پس یقیناً سمجھو کہ

جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے ایسا ہی یورپ میں بھی آئے اور ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی زمین پر اس قدر تباہی آئے گی کہ اس روز کہ انسان پیدا ہوا ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی یہاں تک کہ ہر ایک عقل مند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہیں ملے گا تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے اور بہتیرے نجات پائیں گے اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔ اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے وہ مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے ظاہر ہو گئے۔ (منقول از فاروق ۱۴ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۵۔۷)

اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے: ۱۔ یہ جنگ بقول مرزائیاں دجالی گروہوں کے مابین ہو رہی ہے ۲۔ نیلی آنکھوں والے یورپین مجرموں کے درمیان ہو رہی ہے ۔۳۔ راستی چھوڑ کر شرارت اختیار کرنے والے گروہوں میں جاری ہے ۔۴۔ یہ جنگ اور سابقہ جنگ عظیم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کے مطابق ظہور پذیر ہوئیں ۔۵۔ اس لڑائی کا سبب یہ ہے کہ، بنی نوع انسان نے اپنے سچے خدا کی پرستش چھوڑ دی

ان سب فقروں میں قابل غور فقرہ بالفاظ مرزا یہ ہے کہ:
اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں تاخیر ہو جاتی۔

مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

اہل دنیا نے عموماً اور ان متحارب قوموں نے خصوصاً میرا انکار کیا تو یہ جنگ بصورت عذاب ان پر نازل ہوئی جیسے کہ امم سابقہ عادیوں ثمودیوں پر انبیاء کے انکار کی وجہ سے عذاب آیا تھا۔

ہمیں یورپ کی کسی دوسری قوم سے کوئی واسطہ اور تعلق نہیں ہمارا تعلق انگریز قوم سے ہے جس کی ہم رعیت ہیں ۔خاص انگریزوں کے پر رونق ملک انگلستان پر جنگ کی وجہ سے جو تکلیف نازل ہو رہی ہے وہ کسی اخبار بین یا باخبر انسان سے مخفی نہیں ہے ۔اس ساری تکلیف کو ملحوظ رکھ کر ہم مرزا صاحب کے اس قول پر نظر کریں تو عجیب حقیقت معلوم ہوتی ہے آپ اپنی خدمات متعلقہ حکومت برطانیہ شمار کر کے لکھتے ہیں:

میں ان امدادوں میں ایک زمانہ طویل صرف کیا ہے یہاں تک کہ گیارہ برس انہی اشاعتوں میں گذر گئے اور میں کچھ کوتاہی نہیں کی پس میں یہ دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ میں ان خدمات میں یکتا ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں ان تائیدات میں یگانہ ہوں اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لئے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ کے ہوں جو آفتوں سے بچاوے ۔(نورالحق حصہ اول ۔ص ۳۲۔۳۳)

مرزا صاحب کی یہ عبارت اس وقت کی ہے جس وقت یورپ کی جنگ جو اقوام جو آج کل برسر جنگ ہیں اسلام کی عموماً اور مرزا صاحب کی خصوصاً منکر تھیں ان کے دل میں اسلام یا مرزا صاحب کی تصدیق کا واہمہ بھی نہ تھا باوجود اس کے مرزا صاحب حکومت برطانیہ کے حرز اور تعویز تھے پھر معلوم نہیں کہ اب انکی تکذیب کا یہ الٹا اثر کیوں پیدا ہو گیا کہ اقوام متحاربہ مع انگلستان کے عذاب کی مورد ہو گئیں حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے اتباع مختلف رنگ اختیار کر لیتے ہیں جیسا وقت آیا ویسا گیت گا دیا۔اسلئے ہماری طرف سے یہ شعر ان کی نذر ہے

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۴۰ء مطابق ۸ رمضان ۱۳۵۹ھ جلد ۳۷ نمبر ۵۰ ص ۳۔۶)

انّی مهين من اراد اها نتك

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب متوفی کا یہ ایک الہامی فقرہ ہے اس کا ترجمہ یہ ہے؛

اے مرزا! جو شخص تیری توہین کا ارادہ کرے گا میں اس کو ذلیل کروں گا۔

اس کا مضمون بالکل صاف ہے مگر مرزا صاحب قادیانی کے حق میں یہ کبھی صادق نہیں آیا۔ ان کی توہین کرنے والوں کی توہین کبھی نہیں ہوئی بلکہ تعظیم ہوتی رہی ہے۔ آج ہم اس الہام کے معنی ایک جدید واقعہ پیش کرکے بتاتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۰ء میں حدیث

لو كا ن الا يما ن معلقاً با لثر يا

پر بحث کرتے ہوئے ہم نے یہ نحوی مسئلہ لکھا تھا کہ حرف لو اصل میں ماضی کے لئے وضع ہوا ہے اور حدیث کے معنی یہ بتائے تھے کہ اگر ایمان ثریا سے بھی معلق ہوتا تو بھی اہل فارس اس کو لے آتے۔ ہمارے دعوے کا ثبوت کافیہ کی یہ عبارت ہے:

ا ن للا ستقبا ل و ان د خلت فی الما ضی و لو عکسه ۔

یعنی حرف ان مستقبل کے لئے آتا ہے اور حرف لو ماضی کے لئے

اس کی شرح میں شارح جامی نے لکھا ہے کہ:

و لو عکسه یعنی للما ضی و ان د خلت علی الستقبل ۔

یہ ہے حرف لو کی اصل حقیقت اس کو چھوڑ کر مستقبل کے معنی مراد لینا ایسا ہی ہے جیسا اسد (شیر) سے شجاع مراد لینا جو استحالہ حقیقت اور قرینہ مجاز کا محتاج ہے حدیث میں زیر بحث دونوں امور نہیں پائے جاتے۔ یعنی نہ حقیقت کا استحالہ ہے، نہ مجاز کا قرینہ ہے۔ اب ہم بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی اور اتباع مرزا جب کبھی ہماری توہین کے مرتکب ہوئے مرزا صاحب قادیانی کے مذکورہ الہام کے ماتحت انہی لوگوں کی توہین ہوئی۔ چنانچہ یہی مضمون نگار صاحب جن کا تعارف اڈیٹر

صاحب فاروق نے ان لفظوں میں کرایا ہے:

مکرمی مولانا مولوی محمد اسماعیل صاحب ذبیح مولوی فاضل،

اسی بحث میں میرے متعلق مندرجہ ذیل توہین آمیز فقرات لکھے ہیں:

مولوی صاحب تعصب کی وجہ سے اعتراض تو کر گئے لیکن نامعلوم بڑھاپے کی وجہ سے یا حق کی مخالفت کی وجہ سے وہ یہ معلوم نہ کر سکے کہ میں اس علمی نکتہ میں باب جہالت وا کر رہا ہوں۔ مولوی صاحب خدا تعالیٰ آپ کی عمر بہت لمبی کرے اور حواس خمسہ درست رکھے تا کہ آپ حسب ارشاد خود لمبی عمر پانے والوں کا فخر حاصل کر سکیں۔ آپ کی سمجھ کیلئے بطور اختصار جواب عرض کیا جاتا ہے امید ہے کہ آپ اس پر نظر غور فرما کر اپنی غلطی کا اقرار کریں گے۔ (فاروق قادیان ۲۸ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۷)

ناظرین! ان فقرات کو بغور پڑھیئے اور الہام مذکور (انی مھین ..) کا نتیجہ سنیئے! آپ حرف لو کا استعمال مستقبل کے لئے بتانے کو چند مثالیں دیتے ہیں ان میں سے ایک مثال یہ ہے:

و لو ترٰی اذ الظّالمو ن فی غمرات المو ت و الملا ئکة باسطوا ایدیھم ا خر جوا انفسکم الیو م تجز و ن عذا ب الھو ن (انعام۔ ۹۳) کہ کاش تو دیکھتا جب کہ ظالم موت کی بے ہوشی میں ہوں اور فرشتے اپنے ہاتھ پھیلائے ہوئے ہوں (اور کہہ رہے ہوں) نکالو اپنے آپ کو آج تم بدلہ دیئے جاؤ گے بصورت عذاب رسوائی۔ اس آیت میں بھی لفظ اخر جوا ماضی ہے لیکن بمعنی مستقبل

(اخبار فاروق تاریخ مذکور)

ناظرین کرام! لفظ ا خر جوا قرآن مجید میں بکسر الراء (رے کے کسرہ سے) صیغہ امر ہے۔ ہمارا اعتبار نہ ہو تو قادیان کا مطبوعہ قرآن دیکھ لیں یا حافظوں سے پوچھ لیں۔ قادیان کے مولوی فاضل صاحب نے اس فعل امر کو فعل ماضی بتایا ہے۔ کیوں؟ محض تصرف قدرت کے ماتحت الہام مذکور (جو مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے میرے حق میں کہا گیا ہے) ان لوگوں کو اپنا جلوہ دکھائے۔ قادیانی دوستو! غور سے سنو:

تکبر عزازیل را خوار کرد ۔ بزندان لعنت گرفتار کرد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اکتوبر ۱۹۴۰ءمطابق ۲۲ رمضان ۱۳۵۹ھ ص۴۔۵)

لولاک (یا مرزا) لما خلقت الافلاک

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴۔اکتوبر ۱۹۴۰ء میں اس روایت پر بحث ہو چکی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ روائت موضوع (محض بناوٹی) ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے بھی اس کو محدثین کے نزدیک غیر ثابت کہا ہے۔ باوجود اس کے اس کو اپنے حق میں بھی بطور الہام پیش کیا ہے۔ ہم نے اتباع مرزا (ہر دو صنف) سے سوال کیا تھا کہ ہم لوگ تو آنحضرت ﷺ کی شان رفیع کو اس روایت مکذوبہ کا مصداق تسلیم نہیں کرتے یعنی ہم یہ نہیں کہتے کہ اگر آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک نہ ہوتی تو خدا تعالی دنیا کو پیدا ہی نہ کرتا ایسا کہنے کو ہم غلو اور افتراء علی اللہ سمجھتے ہیں مگر تم لوگ (اتباع مرزا) حسب الہام مرزا صاحب قادیانی اعتقاد رکھتے ہو گے کہ مرزا صاحب نہ ہوتے تو خدا تعالی دنیا کو پیدا نہ کرتا۔ کیا یہ اعتقاد صحیح ہے؟

ایسے آسان سوال کا جواب قادیانی اخبار فاروق میں جس انداز سے نکلا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا سوال امت مرزائیہ کے لئے بہت ہی پریشان کن ثابت ہوا ہے چنانچہ اسی پریشانی میں وہ ایسی بہکی بہکی باتیں کہہ گئے ہیں کہ مرزا صاحب متوفی نے بھی آتھم عیسائی کے متعلق اپنی پیش گوئی کی میعاد ختم ہونے پر نہ کہی ہوں گی ۔اس جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ:

یہ حدیث ہے تو بے سند مگر مشہور ہے۔ اور مشہور حدیث معتبر ہوتی ہے۔،

اصل الفاظ یہ ہیں:

مولوی صاحب! اس حدیث کو جو زبان زد خلائق ہے اور جس سے ہر چھوٹا بڑا مسلمان واقف و آگاہ ہے آپ ہرگز اس وجہ سے رد نہیں کر سکتے کہ اس

کی کوئی سندنہیں ۔ کیا آپ کومعلوم نہیں کہ حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل کوبھی محدثین نے بے سند مانا ہے ۔چنانچہ ملاعلی قاری موضوعات کبیر کے صفحہ ۴۸ پرفرماتے ہیں؛

حد یث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرا ئیل قا ل الد میر ی و العسقلا نی لا ا صل له و کذا قا ل الز ر کشی ۔

یعنی امام دمیری امام عسقلانی اورامام زرکشی کےنزدیک یہ حدیث بے سند ہےاوراس کا اصل ہی کوئی نہیں ۔

لیکن یہ حدیث زبان زدخلائق ہےاس لئے اس حدیث کومشہورقرار دیا ہے ۔(فاروق قادیان ۱۴۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۳)

مرزائی مجیب صاحب اگرزیادہ نہیں صرف مقدمہ صحیح مسلم ہی پڑھ لیتے تو ایسا کہنے کی جرأت نہ کرتے ۔مقدمہ مذکور میں صرف ایک خاص باب ضرورۃ الا سناد کے نام سے مقرر ہے ۔سند حدیث محدثین کےنزدیک ایسی ضروری چیز ہے کہ محدثین کی اصطلا ح میں حدیث سند ہی کا نام ہے جہاں وہ کہتے ہیں کہ حدیث ضعیف ہے یا صحیح ہے تو اس سے مرادسند ہی ہوتی ہے الفاظ حدیث نہیں ۔ایسا کہنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ حدیث کےمتن پرخودبخودحکم لگ جاتا ہے۔

خیانت مرزائی:

مرزائی مجیب نے بڑےفخر سےلکھا ہے کہ علماء امتی کا نبیا ء بنی اسرا ئیل کو بےسند ہونے پربھی صرف مشہور ہونے کی وجہ سے صحیح قراردیا گیا ہے۔ محض جھوٹ ہے ۔آپ نے موضوعات کبیر کا حوالہ دیا ہےاسی میں اس کی سند کا ذکر ان لفظوں میں ملتا ہے:

روی عن سند ضعیف (تذکرہ موضوعات للفتنی مطبوعہ مصر ص ۲۰)

یعنی یہ حدیث ضعیف سند سے روایت کی گئی ہے ۔

بےسند اورضعیف السند ہونے میں بڑا فرق ہے۔

بےسند مشہورحدیث کی مثالوں میں شرح نخبہ کےحاشیہ پر یوں لکھا ہے:

قو له ما لا یوجد له اسناد ا صلاً امثا له کثیرة منها حد یث لو لا ك لما خلقت ا لا فلا ك . (شرح نخبہ ص۹)(یعنی بے سند حدیثوں کی مثالیں بہت ہیں ان میں سے ایک یہ ہے لو لا ك لما خلقت الا فلا ك)

اس طرفہ پرطرہ یہ ہے کہ اس روایت مکذوبہ کو موضوع ماننے کے باوجود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جس کوشش سے اس کا مصداق بنایا گیا ہے وہ بھی قابل دید ہے آپ لکھتے ہیں:

ان سب بیانات سے آنخضرت ﷺ کی حدیث لو لا ك لما خلقت الافلا ك کے معنی ومطلب کا بخوبی علم ہوسکتا ہے اور اسی معنی کے لحاظ سے آنخضرت ﷺ کے طفیل اور برکت سے حضرت مسیح موعود (مرزا) کو بھی یہ فرمایا گیا کہ اگر آپ مبعوث نہ کئے جاتے تو خدا تعالی نے آنخضرت ﷺ کے امتی نبی کے ذریعہ جس روحانی زمین اور نئے آسمان کے پیدا کرنے کا ارادہ ظاہر فرمایا تھا وہ بھی پیدا نہ کرتے۔ (فاروق قادیان تاریخ مذکور۔ص۴)

اصل مطلب پر اب آئے کہ اپنے صنم (مرزا قادیانی) کو بت پرستوں کی طرح معبود کی حیثیت میں دکھائیں کیا اچھا فقرہ ہے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی، مبعوث نہ ہوتے تو نیا آسمان زمین نہ بنتا۔

ایسا کہنے والا دراصل مرزا صاحب کی توہین کرتا ہے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے جہاں نیا آسمان بنانے کا ذکر کیا ہے وہاں اس کو اپنی نبوت کا نتیجہ نہیں بتایا بلکہ اپنی الوہیت کی شان میں پیش کیا ہے۔آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ر أیتنی فی المنا م عین الله و تیقنت اننی هو ...

ثم خلقت سما ء الد نیا وقلت انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح

(آئینہ کمالات اسلام۔ص۵۶۴۔۵۶۵)

(یعنی میں (مرزا) نے خواب میں اپنے آپ کو بعینہ اللہ دیکھا اور یقین کرلیا کہ میں سچ مچ اللہ ہوں..پھر میں نے آسمان دنیا بنایا اور کہا ہم نے آسمان دنیا کو ستاروں سے مزین کر دیا ہے)۔

ناظرین کرام! مرزائیوں کی لاہوری جماعت قادیانیوں کو اس بنا پر غالی کہا کرتی ہے کہ قادیانی لوگ مرزا صاحب کو نبی کہتے ہیں اب لاہوری جماعت ہمیں

بتائے کہ ہم خود مرزا صاحب کو کیا کہیں جو اپنے آپ کو اللہ قرار دے کر خالق آسمان و زمین بنتے ہیں ایسے مہا پرش کی (جو خالق آسمان ہونے کا مدعی ہو) کس قدر توہین ہے کہ خدا کی طرف سے اس کو کہا جائے کہ اگر تو نہ ہوتا تو میں (خدا) دنیا پیدا نہ کرتا (انا اللہ)

ہم سچ کہتے ہیں کہ بت پرستوں نے اپنے بتوں کو اور مسیح پرستوں نے مسیح کو خدا کا شریک بنایا ہے تو امت مرزا بھی ان سے کم نہیں انہوں نے مرزا صاحب کو خدائی کے درجہ تک پہنچا دیا غالباً اس کی بنا مرزا صاحب قادیانی کا یہ الہام ہے:

انما امر ك اذا ار دت شيئاً ان تقو ل له كن فيكو ن (حقیقۃ الوحی)

(اے مرزا تیری یہ شان ہے کہ جس چیز کو تو کہہ دے، ہو جا، وہ فوراً ہو جاتی ہے)۔

اللہ رے تیری شان! سچ ہے

بت کریں آرزو خدائی کی شان ہے تیری کبریائی کی

اظہار تعجب ۔ ایک ایسا مہا پرش جس کا امر کن فیکو ن ہو، وہ اپنے مخاطب کے حق میں (جسے اپنا سخت ترین مخالف سمجھتا ہو) آخری فیصلہ کی صورت میں پیشگوئی شائع کرے جس کا مضمون یہ ہے کہ:

ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا،

ناظرین غور فرمائیں کہ اس صورت میں اس مہا پرش مرزا کا اصل مطلب یہی تھا نا کہ ان کا مخاطب (ثناءاللہ) پہلے مرے گا اور یہ کام ان پر کوئی مشکل بھی نہ تھا۔ اتنا کہہ دینا کافی تھا مت یاثناء الله (اے ثناءاللہ مرجا)، وہ مرجاتا۔

مگر یہ کیا غضب ہے کہ وہ تو آج تک زندہ ہے اور کن فیکو ن کے مالک کی وفات پر آج ۳۲ سال کا عرصہ گزر گیا۔ کیا پہلے کہیں اس کی مثال ملتی ہے؟ ہرگز نہیں ۔ یہ ہے کون و مکان کے مالک کی بااختیار شخصیت ۔ مرزائی دوستو: کیا ہی سچ ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۵۹ھ ص ۶۔۷)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں دل چسپ گفتگو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ بطور فخر اظہار کیا کرتی ہے کہ مسلمانوں کے فرقے چھوٹی چھوٹی باتوں (مثلاً آمین بالجہر اور رفع یدین وغیرہ) پر لڑ رہے تھے کہ ہمارے مسیح موعود نے آکر ان سب مباحث کا خاتمہ کر دیا۔ بس فرما دیا کہ جس طرح کوئی چاہے عمل کرے۔ گو اپنا عندیہ منوانے کے لئے بھی کوشاں رہے۔ چنانچہ منشی عبداللہ سنوری کو رفع یدین کرنے سے اشارۃً منع کر دیا اور انہوں نے اس ارشاد کی تعمیل میں ترک بھی کر دی اور حکیم نور الدین صاحب کو حنفی کہلانے کا حکم دیا انہوں نے بھی اپنے نام کے ساتھ حنفی لکھنا شروع کر دیا۔

بہت اچھا، مگر آج کل امت مرزائیہ جن امور پر اپنا زور قلم دکھا رہی ہے وہ تو قادیانی علم کلام کے گویا اہم مسائل ہیں اس کی تفصیل قابل دید وشنید ہے۔ پس ناظرین توجہ سے سنیں اور اس گروہ متکلمین کے مشاغل ضروریہ پر حیرت کی نگاہ ڈالیں

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بیماری کے باعث بہت کمزور ہو گئے ہیں یہاں تک کہ بقول خود خطبہ کے وقت ان کی ٹانگیں کانپتی ہیں آپ حکم دیتے ہیں کہ رمضان میں روزہ دار میرے لئے دعا کریں۔

اس پر بقول خلیفہ صاحب لاہوری جماعت کے بعض افراد کہتے پھرتے ہیں کہ خلیفہ کی عمر ۵۲ سال سے زیادہ نہیں ہوگی۔، یعنی وقت قریب ہے۔

ہمارے خیال میں لاہوریوں کا یہ کہنا کہ خلیفہ قادیان جلدی مر جائے گا کسی الہام کی بنا پر نہیں ہے، بلکہ ایسا کہنے والوں کا خیال اس مشاہدہ پر مبنی ہوگا کہ جس ٹانچی میں چار ٹوٹنیاں لگی ہوں وہ بہت جلد خالی ہو جاتی ہے۔

خلیفہ قادیان کہتے ہیں کہ اگر وہ لوگ میری عمر ۵۲ سال سے زیادہ نہیں سمجھتے تو وہ اس مضمون کی تحریر شائع کر دیں پھر دیکھیں کہ خدا ان کو کیسے جھوٹا ثابت کرتا ہے (

الفضل ۲۴۔اکتوبر۔۱۹۴۰ء)

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب کا یہ کہنا قادیانی علم کلام کے خلاف ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ کسی کے حق میں ۱۵مہینوں کے اندر مجذوم ہو جانے کی پیش گوئی کی جائے، اور پندرہ ماہ صحیح سلامت گزار کر بیسویں مہینے میں مجذوم ہو جائے تو بھی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہو گی۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۸۵)

اگر لاہوریوں نے خلیفہ صاحب کی عمر ۵۲ سال لکھ بھی دی اور آپ ۵۲ سال کی بجائے ۲۷ سال بلکہ ۸۰ سال کی عمر میں مر گئے تو بھی کیا حرج ہوگا۔ آخر دونوں گروہوں کا باوا آدم تو ایک ہی ہے۔ لاہوری اصحاب مرزا صاحب قادیانی کا قول پیش کر دیں گے کہ ایسے تخلف سے نفسِ پیش گوئی پر اعتراض نہیں ہوسکتا۔

ہاں مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے خلیفہ صاحب کی بیماری اور دعا کے متعلق جو خیال ظاہر کیا ہے وہ اہل نظر کے لئے قابل غور ہے۔ اسے مع جواب ہم اخبار الفضل سے نقل کرتے ہیں۔ اس بارے میں الفضل لکھتا ہے:

> حضرت امیر المومنین خلیفہ قادیان کی وصیت کی اشاعت پر جماعت احمدیہ نے اپنے امام کے متعلق جس اخلاص اور محبت کا ثبوت دیا ہے اور جس بے چینی اور اضطراب کا اظہار کیا ہے اس کی مثال قریب سے قریب اور عزیز سے عزیز دنیوی تعلقات میں بھی کہیں نہیں ملتی۔
>
> دراصل جماعت احمدیہ جب حضور کے غیر معمولی فیوض اور برکات اپنی آنکھوں سے دیکھ رہی اور دل سے محسوس کر رہی ہے تو یہ قدرتی بات ہے کہ حضور کی جدائی کے تصور سے ہی مخلصین کے رونگھٹے کھڑے ہو جائیں، اور وہ بے تابانہ احکم الحاکمین کی بارگاہ میں یہ التجا کریں کہ ان پر حضور کے ذریعہ تا دیر برکات کا نزول ہوتا رہے۔
>
> چونکہ اس قسم کے اخلاص اور محبت کا غیر مبایعین میں مولوی محمد علی صاحب کے متعلق شائبہ بھی نہیں پایا جاتا۔ اس لئے مولوی صاحب موصوف ہر ایسے موقعہ پر جب جماعت احمدیہ حضرت (مرزا محمود خلیفہ قادیان) کی ذات والا

صفات کے متعلق کسی رنگ میں اخلاص کا اظہار کر کے غصہ سے بھر جاتے ہیں اور پھر نہایت تلخ اور ترش الفاظ میں اپنے دل کا بخار نکالنے کی کوشش کرتے ہیں۔ اب کے وہ ابھی تک خاموش تھے اور ہم نے سمجھا کہ ان کے سخت دل میں بھی اس قدر نرمی ضرور پیدا ہوگئی ہے کہ اس موقعہ پر جماعت احمدیہ کا دل دکھا کر انہوں نے اس کے غم اور بے چینی میں اضافہ کرنا مناسب نہیں سمجھا لیکن افسوس کہ ہمارا یہ حسن ظن درست نہ نکلا، اور آخر مولوی صاحب بول ہی پڑے۔ چنانچہ ۱۸۔ اکتوبر کو انہوں نے حسب معمول تمسخر اور استہزاء سے کام لیتے ہوئے خطبہ جمعہ میں جہاں اور بہت کچھ برا بھلا کہا ،وہاں یہ بھی بیان کیا کہ خلیفہ یا اس کے چند مریدوں کو کچھ خوفناک خوابیں آگئیں اب اس پر اس قدر شور ہے کہ کہا جاتا ہے کہ ساری دعائیں ہی خلیفہ کے لئے وقف کر دینی چاہییں۔ میں کہتا ہوں کہ انسان ہی حیثیت ہی کیا ہے مٹی کا پتلا آج نہیں مرے گا تو کل مر جائے گا۔

پھر کہا:

قادیان میں ویسے تو دعاؤں پر اس قدر زور دیا جاتا ہے لیکن کن باتوں کے لئے دعائیں کی اور کرائی جاتی ہیں۔ خلیفہ بیمار ہے، اس کے فلاں فلاں رشتہ دار بیمار ہیں، ان کے لئے دعا کرو۔

بے شک بیماروں کے لئے دعا کرنی چاہیے یہ ایک انسانی فرض ہے لیکن میں کہتا ہوں کہ خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ دعائیں کرو اسکے بعد بیماروں کی صحت اور دیگر دنیوی مقاصد کے لئے بھی دعائیں کرو ،۔

مولوی صاحب کو چونکہ اپنا دل ہلکا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ چاہیے اس لئے وہ اتنی سی بات پر برس پڑے کہ حضرت (مرزا محمود خلیفہ قادیان) کی صحت اور درازی عمر کے لئے خاص طور دعائیں کیوں کی اور کرائی جا رہی ہیں اور اس کی بجائے یہ حکم نافذ کیا کہ، خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے اور سب سے زیادہ دعائیں کرو،

اگر ہر دعا سے پہلے خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے دعا کرنا لازمی شرط ہے تو آج تک مولوی صاحب اور ان کے ہم نواؤں نے بھی کبھی اس پر عمل نہیں کیا اور جب وہ خود اس پر عامل نہیں تو انہیں دوسروں کو اس کی تلقین کرنے کا کیا حق ہے ۔ پھر معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب نے اس بارے میں غور وفکر سے کام لینے کی ضرورت نہیں سمجھی ذرا غور تو فرمائیں کسی کو ایک ایسے عزیز کے متعلق جس سے زیادہ دنیا میں اس کے لئے کوئی عزیز نہ ہو نہایت ہی تشویشناک اطلاع ملے اور وہ بے تابانہ اللہ تعالی کے حضور اس کی صحت وسلامتی کے لئے دعا کرنے میں مصروف ہو جائے ،تو کیا اس کو اس وقت یہ کہنا مناسب ہے کہ خدا کے قرب اور غلبہ اسلام کے لئے سب سے پہلے ارسب سے زیادہ دعائیں کرو اس کے بعد بیمار کی صحت کے لئے بھی دعا کر لینا۔ خدا کے قرب کے حصول اور غلبہ اسلام کے لئے دعا کرنا نہایت ہی ضروری ہے لیکن : ہر سخن موقعہ و ہر نکتہ مقامے دارد
ہر بات کے لئے محل اور موقعہ ہوتا ہے۔اور بے محل اعلی سے اعلی بات بھی اچھا نتیجہ نہیں پیدا کر سکتی۔ (الفضل قادیان ۲۷۔اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۴)

ناظرین کرام !متکلمین احمدیہ کا آج کل یہ مشغلہ ہے کہ ایک جماعت اپنے امام کی صحت کے لئے دعا کرتی ہے ،اور دوسری اس پر ناراض ہوتی ہے۔مگر ہماری فراخ دلی ملاحظہ فرمائیے کہ ہم خلیفہ صاحب کی زندگی الی یوم یبعثون تک چاہتے ہوئے یہ مصرع پڑھتے ہیں :تم سلامت رہو قیامت تک
دیکھئے لاہوری پارٹی اس پر آمین کہتی ہے یا نہیں:

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۷ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۴۔۵)

پنجاب کے دو خدارسیدہ مدعیان اصلاح

بجواب انوار الصوفیہ بابت اکتوبر ۱۹۴۰ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل مسلمان ایسے راہ نما و ہادی کی تلاش میں سرگردان اور پریشان پھرتے ہیں جو ان کی روحانی و اخلاقی رہنمائی کر سکے۔ مگر واہ رے قسمت جو مدعی اٹھتا ہے وہ اصلاح اخلاق کرنے کی بجائے اور بداخلاقی سکھاتا ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ یہ دونوں مدعی صوفیانہ رنگ میں جلوہ نما ہوئے ہیں، چنانچہ ان کا دعویٰ ہے کہ ہم مسیح زمان اور مجدد دوراں ہیں، ان میں سے ایک کا نام ہے مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود ومہدی معہود جن کا دعویٰ تھا اور جسکی اشاعت اب بھی ان کے مریدان باصفا برابر کر رہے ہیں

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ اور کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اور دوسرے صاحب ان سے کچھ کم نہیں۔ بلکہ بعض وجوہ سے زیادہ ہی ہیں۔
آپ کا نام نامی مع القاب یوں شائع کیا جاتا ہے

عالی جناب، فضیلت انتساب، اعلیٰ حضرت، عظیم البرکت، رفیع الدرجات، امیر الملت، مصدر الحسنات والفیوضات، معدن الخیرات والکرامات، سید السادات، امام الاولیاء والعارفین، سلطان الاصفیاء والسالکین، مرشد الکاملین والاکملین، محبوب رب العالمین، فرزند ختم المرسلین، مہر سپہر شریعت وطریقت، آفتاب حقیقت ومعرفت، واقف اسرار ربانی، محرم رموز یزدانی، مجدد دوراں، قیوم زماں، حاجی الحرمین الشریفین، سرکار علی پوری
لازال شموس سهم علی رؤس المستر شدین

ہمیں ان بزرگ کے دعاوی والقاب سے کچھ رنج نہیں ہے اور نہ حسد کیونکہ ہمارے ہندوستان میں ایسے لوگ بھی ہوئے ہیں جن کا دعوی ان دونوں سے بڑھ کر ہے ان کا کلمہ یہ ہے: لا اله الا الله یحی عین الله

البتہ ہمارا سوال ان صاحبوں سے بقول شیخ سعدی یہ ہوتا ہے

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر

یعنی کام دکھاؤ صرف دعوی نہ کرو۔ بس اس سوال کے اٹھنے کی دیر ہے کہ ان لوگوں کے غیظ وغضب کی آگ بھڑک اٹھتی ہے۔ ہمارا اختلاف ان لوگوں سے بس یہی ہے کہ ہم انکے دعاوی کا ثبوت ان کے اعمال سے چاہتے ہیں اور یہ دونوں صاحب زبانی دعووں سے ہمیں خاموش کرانیکی کوشش کرتے ہیں۔

اول الذکر نے دعوی کیا تھا کہ میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں جو اصلاح انہوں نے کی وہ سب کو نظر آ رہی ہے۔ مسلمان دن بدن قعر مذلت میں گرتے جا رہے ہیں۔ شرک وکفر اور رسوم قبیحہ کے نشہ میں سرشار ہیں۔ مگر باوجود اس کے ان کے مریدان کی کامیابی کا ڈھنڈورہ پیٹتے جا رہے ہیں۔

دوسرے صاحب وہ ہیں جو مسلمانوں کی سخت گھبراہٹ کے وقت اٹھ کر یوں گویا ہوئے تھے کہ میں اس اضطراب میں تمہاری رہنمائی کروں گا اور تمہاری حاجت براری کیلئے سینہ سپر ہو کر گولیاں کھاؤں گا اور پیچھے نہ ہٹوں گا۔

اپنے مریدان باصفا کے ذریعہ سے پروپا گنڈا کرا کر راولپنڈی کے ایک جلسہ میں جو اسی غرض سے ہوا تھا اپنا نام امیر الملت تجویز کرایا، اور مقصد یہ قرار دیا کہ میں لاہور کی مسجد شہید گنج مسلمانوں کو دلوا کر رہوں گا۔ امیر ملت بن کر آپ نے امرتسر میں جلسہ منعقد کیا جس میں فرمایا کہ میرا نام جماعت علی ہے۔ یعنی میرے ساتھ ایک جماعت ہے جو ہمیشہ ساتھ رہے گی۔ میں کھسکلو شاہ نہیں ہوں کہ تکلیف کے وقت جماعت المسلمین کو چھوڑ کر بھاگ جاؤں۔

یہ سنکر سامعین بہت خوش ہوئے۔ آخر جو کچھ ہوا وہ سب نے دیکھ لیا کہ مسجد شہید گنج ہمیشہ کے لئے سکھوں کے قبضہ میں چلی گئی۔ باوجود اس کے انکے مرید یہ شعر پڑھے جا رہے ہیں

نظر سے ہوئے جن کے لاکھوں ولی ہیں
وہ قطب زمان شاہ جماعت علی ہیں

اپنے اپنے دعاوی میں نا کام رہنے کے علاوہ ان دونوں مدعیوں میں ایک اور وصف مشترک ہے۔ وہ ہے اپنے مخالف رائے رکھنے والے کو کوسنا، بدزبانی کرنا، گالیاں دینا، اور کہنے کو اپنا نام مجدد زمان اور مسیح دوراں بتانا۔

مرزا صاحب قادیانی کی گالیوں کا نمونہ دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ ہندوستان کے دور فارمر ملاحظہ کیجئے (اس رسالہ میں مرزا جی اور سوامی دیانند کی گالیوں کا نمونہ دکھایا گیا ہے)

پیر صاحب علی پوری چونکہ صاحب قلم نہیں اسلئے ان کی شیریں کلامی کا مظاہرہ صرف تقریروں میں ہوتا ہے جن میں وہ اپنے مخالفین کو سور، کتے وغیرہ الفاظ سے یاد کیا کرتے ہیں۔ جسکا ثبوت ہم نے رسالہ، پیر جماعت علی کی قیادت کی ابتداء وانتہاء میں دیا ہوا ہے (یہ رسالہ مفت ہے جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ محصول ڈاک بھیج کر دفتر اہل حدیث سے مفت حاصل کر سکتے ہیں) تازہ ثبوت ہم اس مضمون میں پیش کرتے ہیں۔

ناظرین کو یاد ہوگا کہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ ستمبر میں ایک اشتہار درج ہوا تھا جسے پیر جماعت علی شاہ کے مریدان باصفا نے بنگلور میں بطور اڈریس پیش کیا تھا۔ چونکہ اس کا مضمون شریعت کی حد اعتدال سے متجاوز تھا مثلاً قیوم جہان، جو خدا کی خاص صفت ہے جس کا ذکر آیت الحی القیو م میں ہے، اسی قسم کے بعض اور الفاظ بھی تھے جن پر ہم نے تعاقب کیا تھا چنانچہ اشتہار مذکور میں ہم نے مختلف مقامات پر نوٹ لگا کر اپنے ناظرین کو اس کی غلطیوں سے آگاہ کیا تھا۔ ہمارا سارا جواب قرآن وحدیث کی ہدایات پر مبنی تھا جس میں پیر صاحب کے غالی مریدوں کو ان کا غلو بتا کر رہنمائی کی گئی تھی کہ وہ آئندہ ایسی غلطی نہ کریں۔

اس کے جواب میں پیر صاحب کی طرف سے انجمن خدام صوفیہ کے سکرٹری (جو ایک بڑے صوفی صاحب ہیں) نے جس غصے کا اظہار کیا ہے وہ قابل دید وشنید ہے اور لطف یہ ہے کہ ہمارے اعتراضات پورے کیا، ادھورے بھی درج نہیں کئے اور جواب دینا شروع کر دیا۔ یہ ہے علی پوری علم کلام کا نمونہ۔ اس فاش غلطی کے باوجود آپ اپنی تعریف میں رطب اللسان ہیں کہ ہم تو صوفی صافی اور مسکین (گربہ) ہیں۔ کوئی ہمیں

کتنا ہی برا کہہ جائے ہم جواب دینا پسند نہیں کرتے ہمارا مشرب مرنج مرنج ہے چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناءاللہ امرتسری کی ہرزہ سرائی کا جواب

ستیزہ کار رہا ہے ازل سے تا امروز
چراغ مصطفوی سے شرار بولہبی

ہم خادمان صوفیہ کرام رضوان اللہ تعالی علیہم اجمعین ہیں ہمارا مسلک کسی کی دل آزاری یا اذیت رسانی نہیں۔ ہم مرنجامرنج زندگی بسر کرتے ہیں۔ نہ رنجیدن نہ رنجانیدن پر اپنا عمل ہے۔ بلکہ جوکوئی ہماری ذات کوایذا رسانی بھی کرے اور نقصان پہنچائے اس کے ساتھ بھی اگر موقع ملے تو نیک سلوک کرنا ہمارا دستور العمل ہے

حقد وحسد عداوت و دشمنی وبغض و کینہ سے ہماری ذات بہت دور ہے اورالحب للہ و البغض للہ ہمارا عین مسلک ہے

کفر است در طریقت ما کینہ داشتن
آئین ما ست سینہ چو آئینہ داشتن

نہ ہی کسی کی ہرزہ سرائی نہ دشنام دہی سے اپنے آپ کومخاطب کرنا چاہتے ہیں چونکہ

دشنام دہد اگر خسیسی
چارہ نبود بجز شنید ن
پائے کسے سگے گزیدہ
لازم نبو د درا گزیدن

ہم کسی سے کسی وقت برسر پرخاش ہونا یا الجھنا نہیں چاہتے۔ نہ ہی کسی کی بدزبانی اوراتہام اورافترا پردازی کا جواب دینا پسند کرتے ہیں۔ کیونکہ ایسے زیان کاران یزیدصفت وراندگان درگاہ صمدیت بیشمار دنیا میں گذرے ہیں

اوراب بھی موجود ہیں جو اپنی بوجہلی صفت یا ذریت انا خیر منہ ہونے کی وجہ سے سرکار دو عالمﷺ کی اولاد طہر ومطہر سے طبعًا حسد بغض اور کینہ وعداوت رکھتے ہیں۔ مگر جب ہم نے دیکھا کہ ایسے ہرزہ سرایان کی رسی بہت دراز ہو رہی ہے اور وہ اپنی ازلی شقاوت کی وجہ سے مودت ومحبت اہل بیت سے محروم ہیں اور اپنی ژاژ خائی بے باکی اور بے ادبی میں حد سے بڑھ گئے ہیں اور امت مرحومہ کے سادہ لوح مسلمانوں کو بے راہ کرنے اور ان کے دین وایمان پر ڈاکہ ڈالنے کی سعی لاحاصل کررہے ہیں چونکہ بقول مولانا روم

بے ادب تنہا نہ خود را داشت بد
بلکہ آتش در ہمہ آفاق زد

چاروناچار ایسے محرومان سعادت اور بدبختان کی عیاری دھوکہ بازی اور بے دینی اور مقبولان بارگاہ صمدیت کے مراتب سے ان کی لاعلمی اور عداوت کا راز طشت از بام کرنے کے لئے ان چند سطور کے تحریر کرنے پر ہم مجبور ہوئے۔ (انوار الصوفیہ بابت اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۱۶)

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: یہ اقتباس صوفیاء کی اس جماعت کے مافی الضمیر کا پتہ دیتا ہے کہ یہ لوگ اپنے مخاطب کو کن الفاظ سے یاد کرنے کے عادی ہیں۔ ملاحظہ ہوں الفاظ مندرجہ ذیل:

ہرزہ سرا۔ ابولہب، حاقد، حاسد، دشمن، خسیس، سگ (کتا) افترا پرداز، زیاں کار، راندہ درگاہ، بوجہل صفت، ذریۃ شیطان (انا خیر منہ کہنے والا) ژاژ خا، بے باک، بے ادب، ایمان کا ڈاکو، ازلی شقی، بدبخت، دھوکہ دہ، بے دین، وغیرہ

یہ الفاظ تو مندرجہ بالا اقتباس سے مستخرج ہیں، اصل جواب کے شروع میں جس شیریں کلامی کا مظاہرہ کیا ہے اسے بھی ملاحظہ کیجئے۔ صوفی صاحب لکھتے ہیں کہ:

مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بمقتضائے سرشت خود آتش حسد سے سوختہ ہوکر اپنے اخبار اہل حدیث مجریہ ۲۷ ستمبر ۱۹۴۰ء میں غلط وبے بنیاد اعتراضات کر کے اپنی کور باطنی وقساوت قلبی اور عداوت اہل بیت اطہار کا ثبوت دیا، اور خسر الدنیا و الآخرۃ کا سارٹی فیکیٹ حاصل کیا

(انوار الصوفیہ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۲۰)

یہ ہے آج کل کے صوفیائے کرام اور سید السادات کے حاشیہ نشینان کے اخلاق فاضلہ جو سب کچھ کھا لینے کے باوجود روزہ دار کہلاتے ہیں۔ سچ ہے

گربہء مسکین اگر پر داشتے
تخم کنجشک از جہاں بر داشتے

ناظرین ہم نے جو دعویٰ کیا ہے کہ پیر جماعت علی صاحب تقریر کرتے ہوئے اپنے مخالفین کے حق میں سخت کلامی کیا کرتے ہیں یہ اقتباس ہمارے دعویٰ کی دلیل ہے کیونکہ یہ لوگ فنا فی الشیخ کی اس حد تک پہنچے ہوئے ہیں کہ ان کا مقولہ ہے

آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گویم

اس صوفی مجیب نے ہم پر خفگی کی وجوہات میں سے سب سے بڑی وجہ یہ بتائی ہے کہ ہم آل رسول (سید جماعت علی شاہ) کے حق میں بے ادب ہیں۔ ہم ان صاحب سے ایک سوال پوچھتے ہیں جس سے سارا عقدہ حل ہو جائے گا۔ وہ سوال ایسا ہے کہ پیر صاحب کے مرید اور ہر وہ شخص جو سید بن کر اپنے کو تعظیم و تکریم کا مستحق سمجھتا ہے نہ صرف توجہ کرے بلکہ ہمیں جواب سے بھی مطلع کرے یہ ان کا اختیار ہے کہ ہمیں پیٹ بھر کر کوس لے مگر جواب ضرور دے یہ سوال کچھ مشکل نہیں ہے۔ سنئے:

مرزا صاحب قادیانی کے خسر سید نواب ناصر دہلی کے ایک معزز خاندان سے ہیں۔ جن کے مورث اعلیٰ میر درد صاحب رحمۃ اللہ علیہ تھے۔ سید نواب ناصر نے اپنی لڑکی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نکاح میں دے دی بلکہ خود بھی ان کے معتقد ہو گئے۔ آج کل ان کے دو صاحبزادے سید اسماعیل اور سید اسحاق قادیان میں تبلیغ مرزائیت میں مصروف ہیں۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ تینوں صاحبان بھی آپ لوگوں کے نزدیک عزت و احترام کے مستحق ہیں یا کچھ فرق ہے۔

اگر فرق ہے تو سوائے مذہبی غلطی کے اور کیا چیز ہے۔

پس معلوم ہوا کہ محض نسب کے لحاظ سے سید ہونا تعظیم و تکریم کے لئے کافی نہیں۔ حدیث شریف میں وارد ہے من بطائه عمله لم یسرع به نسبه اس

حدیث کا مضمون عرب کے مشہور شاعر متنبّی نے یوں ادا کیا ہے

اذا لم تكن نفس انسيب كاصله

فما ذا لذى يغنى كرام المناسب

یعنی غلط عقیدہ اور غلط کار شخص کا نسب کسی کام کا نہیں ہوتا

اس سوال کا جواب آنے پر ہم اصل حقیقت بالتفصیل بیان کریں گے جس سے مدعیان سیادت کے دعوی کی حقیقت روشن ہو جائے گی۔

ہمارے اعتراضوں کے جوجوابات ان صوفی صاحب نے دیئے ہیں ان سے ہمارے اعتراضات مدفوع ہونے کی بجائے اور زیادہ مضبوط ہو گئے ہیں۔بطور نمونہ اب ہم چند جوابات کا ذکر کرتے ہیں

پہلا اعتراض ہم نے جملہ قیوم جہاں پر کیا تھا جو پیر صاحب کے مریدوں نے ان کے حق میں استعمال کیا تھا۔اس کا جواب دیتے ہوئے صوفی صاحب نے انوار الصوفیہ اکتوبر کے پرچہ میں مختصر سا ذکر کر کے تفصیل کے لئے ستمبر کے پرچہ کا حوالہ دیا ہے (بابت اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۲۴) اس لئے ہم ستمبر کے پرچہ کو دیکھتے ہیں جس میں قیوم کی بابت یہ عبارت ملتی ہے:

حدیث شریف قال ان الله عز وجل یبعث لهذه الا مت على رأس كل مأة سنة من يجدد لها دينها.

و علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل .

ارشاد فرمایا ہے تو ان کی ظاہری تشریف بری کے بعد اس دنیا کے روحانی انتظام اور تعلق عبد و معبود کا استوار اور صحیح قائم رکھنے کے لئے ہر دور، ہر زمان ہر وقت میں ایک قیوم وقت مجدد عصر خداوند تعالی کی طرف سے مقرر ہوا کرے گا۔جسکو انتظام ملکی ملی روحانی پر ہر طرح سے دسترس حاصل ہوگی وہ مرکز انجذاب ہوگا۔تمام ارواح کا وہ کعبہ اور قبلہ ہوا کریگا اور تمام ارواح خود بخود اس کی نورانیت کی طرف کھنچے چلے آئیں گے۔ اور اگر وہ اپنے آپ کو مخفی بھی رکھے تو بھی اس کی نورانیت روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہوگی۔

(انوار الصوفیہ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ عبارت اس حدیث کی تشریح میں لکھی گئی ہے جو مجدد کے متعلق آئی ہے لیکن دراصل یہ حدیث نہیں بلکہ تحریف ہے۔ حدیث کے الفاظ ہیں من یجدد لھا دینھا۔ مجدد کا کام صرف دین کی اشاعت اور حفاظت کرنا ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ انتظامات ملکی، ملی اور روحانی مجدد کے اختیار میں ہوتے ہیں اور اس کو قیوم وقت کہا جاتا ہے یہ مضمون نہ حدیث کا ترجمہ ہے نہ حدیث اس متحمل ہے بلکہ مجیب صاحب کا اپنا دعوی ہے جس کا قرآن و حدیث سے ثبوت دینا اس کا فرض اولین ہے۔

یہ تو تھا ایک عام اصول جو باوجود غلط ہونے کے اپنے عموم پر بحال رہے گا مجیب صوفی صاحب نے اصل جواب دینے کی کوشش بھی کی ہے یعنی یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ اس قسم کے مجدد اور قیوم وقت جس کو انتظام ملکی ملی و روحانی حاصل ہوں وہ پیر جماعت علی شاہ علی پوری ہیں چنانچہ لکھتے ہیں:

> پیشتر اس کے کہ میں قیوم وقت مجدد مأۃ حاضرۃ قطب دوراں غوث زمان اعنی حضرت امیر ملت مدظلہ العالی کی ذات ستودہ صفات کی نسبت وہ وجوہات و واقعات وشہادتیں عرض کروں جن سے اعلیٰ حرت سرکار علی پوری کے مجدد عصر ہونے کی تصدیق ہوتی ہے میں چاہتا ہوں کہ میں اپنی طرف سے قیوم اورضرورت قیوم پر کوئی لفظ پیش نہ کروں بلکہ صوفیاء کے اقوال برائے استفادہ ناظرین پیش کرتا ہوں۔ (انوارصوفیہ ستمبر ۱۹۴۰ء ص ۶)

اس سارے مضمون میں پیر صاحب علی پوری کو قیوم یا مجدد ثابت کرنے پر اکتوبر کے رسالہ میں بھی کوئی توجہ نہیں کی (آئندہ دیدہ باید) اس لئے ہم قطع مسافت اورقصرامل کرنے کی ایک آسان تجویز پیش کرتے ہیں جو بہت معقول ہے۔ آپ شاہ صاحب علی پوری کومجدد ثابت کرنے کی مزید تکلیف نہ کریں۔ آسان بات یہ ہے کہ چونکہ آپ کے بقول مجدد اور قیوم کوکل اختیارات ملکی وملی اور روحانی حاصل ہوتے ہیں اس لئے آپ اپنے قیوم وقت سے درخواست کریں کہ ممدوح اپنی خاص توجہ روحانی سے مسلمانوں کی حالت زار کوغور سے دیکھیں اور ان کی سابقہ دیانت و سیاست

کو مدنظر رکھ کر ان کی شوکت اور دیانت مسلوبہ کی بحالی کے لئے حکم جاری فرمائیں ۔لوگ خود دیکھ لیں گے کہ واقعی مجدد اور قیوم وقت ایسے ہوتے ہیں ۔اگر آپ نے ایسا نہ کیا، یا پیر صاحب نے مسلمانوں کو ذلیل حالت سے اٹھا کر اعلیٰ مرتبے پر پہنچانے کی طرف توجہ نہ کی، تو ہم بلکہ جملہ مسلمانانِ دنیا بالخصوص مسلمانانِ ہند اس کا ذمہ دار پیر صاحب علی پوری کو قرار دیں گے۔ سر دست تو ہم بامید اصلاح حال یہ شعر خدمت والا میں پیش کرتے ہیں

سب مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ
تم مسیحا بنو خدا کے لئے

لیکن اگر آپ کے پیر مرشد نے یہ کام نہ کیا یعنی مسلمانوں کو حالت زار میں تڑپتے ہوئے چھوڑ دیا تو یاد رکھئے مسلمان یہ دوسرا شعر آپ کی نذر کریں گے

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

علی پور شریف سے تعلق رکھنے والے مریدو! مسلمانانِ ہندوستان....کو اپنی کرامات دکھا کر رام کرلو، اور اس بات کی پرواہ نہ کرو کہ ایک دفعہ پہلے ہم مسجد شہید گنج کے واقعہ میں فیل ہو چکے ہیں۔ کیا ہوا بہادر لوگ گر گر کر بھی اٹھا کرتے ہیں۔ پیر صاحب کے دعوے کو یاد کرو کہ میں جماعت علی شاہ ہوں کھسکلو شاہ نہیں ہوں اٹھو آگے بڑھو اور بقول مرزا غلام احمد قادیانی

کرامت گرچہ بے نام ونشان است ۔ بیا بنگر زغلمان محمد

دوسرا اعتراض ہم نے لفظ روشن ضمیر پر کیا تھا۔ اس کا جواب بھی مجیب نے اپنی روش پر دیا ہے۔ قرآن حدیث سے نہیں دیا، جو مسلمانوں کا عموماً اور ہم اہل حدیثوں کا خصوصاً مسلک ہے سنئے ہمارا مسلک یہ ہے:

ناحق تجھے اور کچھ ہوس ہے
قرآن و حدیث تجھ کو بس ہے

روشن ضمیر کے معنی ہیں عالم الغیب جو ہر ایک بھید کو اس طرح جانتا ہو کہ اس کے حق میں وہی کہا جائے جو پیر صاحب علی پوری کے حق میں کہا گیا ہے:

دل کے بھیدوں سے تو واقف راز سینہ تجھ پہ وا

ایسا عقیدہ کسی نبی بلکہ سید الانبیاء کے حق میں رکھنا بھی قرآن حدیث اور فقہ کی رو سے کفر ہے۔ ملاحظہ ہو کتب فقہ مسامرہ شرح فقہ اکبر اور فتاوی قاضی خان۔

صوفی صاحب نے حضرت عمرؓ کے اس قصہ سے استدلال کیا ہے جس میں یا سارية الجبل کا جملہ آتا ہے۔ جواب یہ ہے کہ اول تو یہ روایت بے سند مشہور ہے۔ پیر جماعت علی صاحب کے مرید اس کی سند نقل کر دیں تو ہم ان کے شکر گذار ہونے کے علاوہ اس کی تنقید بھی کر کے دکھا دیں۔

دوم، اگر اس جماعت میں کوئی صاحب علم منطق سے واقف ہوں تو ان سے پوچھ لیں ورنہ کسی دیوبندی عالم سے پوچھ لیں کہ

مطلقہ عامہ یا وقتیہ مطلقہ دائمہ مطلقہ کو مستلزم ہوتا ہے؟

ہر گز نہیں۔ ذرا واضح لفظوں میں یوں سمجھو کہ اگر حضرت عمرؓ روشن ضمیر ہوتے، تو اپنے حملہ آور کو گرفتار کر لیتے یا کم سے کم اس کے ضرر سے بچ جاتے۔ یہی معنی ہیں اس آیت کریمہ (الاعراف:۱۸۸) کے

لو كنت اعلم الغيب لا ستكثرت من الخير و ما مسّنى السوء

اسی طرح آپ کے پیر صاحب علی پوری روشن ضمیر ہوتے تو اپنے صاحبزادے کے مقدمہ میں وکیلوں اور بیرسٹروں کے پیچھے کیوں بھاگے بھاگے پھرتے

در خانہ اگر کس است یک حرف بس است

مسجد شہید گنج کے متعلق ہمارا اعتراض تھا کہ باوجود دعا کے پیر صاحب اس کے حصول میں ناکام رہے۔ صوفی صاحب نے ہمارے اعتراض کو صحیح تسلیم کر لیا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

> مسجد شہید گنج کے قضیہ کا اعتراض بھی بالکل ناجائز ہے کیونکہ اعلیٰ حضرت سرکار علی پوری نے ہندوستان پنجاب کے مختلف شہروں میں جلسے منعقد کر کے تمام واقعات مسجد شہید گنج اہل اسلام کے سامنے پیش کئے اور مسجد کے حصول کے لئے ہر طرح سے ان کو ترغیب دلائی اور بیت المال اور دار القضاء اور بھرتی رضا کاران کا ارشاد فرمایا...

مگر بعض نا کارہ ہستیوں نے در پردہ مخالفت کر کے اہل اسلام کے جذبات کو سرد کر دیا اور ارشادات اعلیٰ حضرت کی تعمیل سے باز رکھا جسکے سبب سے مسجد شہید گنج کے حصول میں ناکامیابی ہوئی۔ (انوار الصوفیہ اکتوبر ۱۹۴۰ء ص ۳۰)

ناظرین! یہ جواب پیر جماعت علی صاحب کی ناکامی کا واضح اعتراف ہے مگر ناکامی کی جو وجہ بتائی ہے وہ بجائے خود پیر صاحب کے حق میں مظہر توہین ہے، کیونکہ امرتسر کی تقریر میں پیر صاحب نے کہا تھا کہ

میرا نام جماعت علی ہے اور میرے ساتھ جماعت ہے میں کھسکلو شاہ نہیں ہوں۔

اب ناکارہ لوگوں کے ذمہ لگا دیا۔ اگر صوفی صاحب ان ناکارہ لوگوں کے نام بھی شائع کر دیتے تو پبلک ان کی صفات حسنہ سے پورے طور پر واقف ہو جاتی۔

اس واقعہ کی اصلیت صرف اتنی ہے کہ پیر صاحب نے اپنی ناتجربہ کاری کی وجہ سے شاہی مسجد لاہور میں غیر مسلموں کے بائیکاٹ کی پر زور تقریر کی۔ جس کا نتیجہ مسلمانوں کے حق میں بہت برا نکلا۔ تمام محنت پیشہ لوگ مثلاً مستری راج مزدور وغیرہ تمام خوردہ فروش چھابڑی والے فریق مخالف کے ردعمل کیوجہ سے بے کار پھرنے لگے، اور پیر صاحب پر اعتراضات کی وہ بوچھاڑ ہوئی کہ توبہ ہی بھلی۔

اس وقت آپ کے مخلص مریدوں نے، جن کو آپ نے ناکارہ کہا ہے، پیر جماعت علی صاحب کو مشورہ دیا کہ آپ کی نجات اسی میں ہے کہ آپ حج کا بہانہ کر کے حجاز کو تشریف لے جائیں۔

چنانچہ آپ نے اپنی ساری جماعت کو حیرانی و پریشانی کی حالت میں چھوڑ کر راہ فرار اختیار کی، اور اپنے حق میں کھسکلو شاہ کا لقب اختیار کرنا پسند کیا۔

اگر آپ واقعی علم و فضل اور غیرت دینی کا حصہ رکھتے تو اس کام میں صدیق اکبرؓ کو اپنے لئے اسوہ حسنہ بناتے جنہوں نے فرمایا تھا کہ اگر کوئی بھی میرا ساتھ نہ دے گا، تو میں اکیلا ہی جہاد کے لئے نکلوں گا۔

اے مرغ سحر عشق ز پروانہ بیاموز
کاں سوختہ را جاں شدہ آواز نیاید

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۳۔۶)

مولوی محمد علی لاہوری کی غلط بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

غلط گوئی کرنا ہر جگہ گناہ عظیم ہے، مگر خاص کر ممبر پر چڑھ کر خطبے میں غلط بیانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے۔ ہم واقعات کی بنا پر افسوس سے کہتے ہیں کہ قادیان اور لاہور کے دونوں منبر جمعہ کے روز خطبے کی حالت میں بھی اس عیب سے خالی نہیں رہتے۔ تعجب ہے کہ غلط بیانی بھی ایسے واقعات کی نسبت کی جاتی ہے جن کا ثبوت سورج سے بھی زیادہ واضح ملتا ہے۔ مولوی محمد علی لاہوری کا خطبہ جمعہ ۴ نومبر ۱۹۴۰ء کے پیغام صلح میں چھپا ہے جس میں موصوف نے اپنے ماتحتوں کو درس قرآن جاری کرنے کی ترغیب دی ہے۔ بہت اچھا کیا۔ خدا ان کو اور ہر مسلمان کو قرآن سمجھنے کی توفیق بخشے۔ مگر غضب یہ کیا اور یہ کوئی انوکھی بات نہیں ہے، جماعت مرزائیہ کی عادت ہے کہ وہ خود کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے، درس قرآن کے متعلق بھی انہوں نے یہی دعوی کیا ہے کہ ہم ہی اس کے بانی ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور لکھتا ہے:

غیر از جماعت حلقوں میں سلسلہ درس قرآن:

> حضرت مولانا نورالدین نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں کہ باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا...
>
> درس قرآن جماعت احمدیہ کی خصوصیات و روایات میں سے ہے..اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا ہے۔ وغیرہ۔ (پیغام صلح لاہور ۴ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

یہ دعوی ایسا غلط ہے کہ ہندوستان کا بچہ بچہ اس کی تردید کرسکتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے۔

سب سے پہلے ترجمہ قرآن مجید فارسی شاہ ولی اللہ دہلوی نے کیا جو اہل حدیث اور احناف کے مسلمہ بزرگ ہیں۔ پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو ترجمہ کیا۔ یہ سلسلہ تحریری تھا۔

اس خاندان سے فیض یافتہ حضرت شمس العلماء مولانا سید نذیر حسین عرف میاں صاحب سرگروہ اہل حدیث نے ...دہلی کی مسجد میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب غالبًا ابھی پیدا نہ ہوئے تھے۔ اور اگر پیدا ہو چکے تھے تو نابالغ تھے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش ۱۸۴۰ء کی ہے اور حضرت میاں نذیر حسین صاحب مرحوم کا درس حدیث اور قرآن اسی زمانے کے قریب قریب جاری ہوا تھا کیونکہ ۱۸۵۷ء واقعہ غدر کے زمانہ میں آپ کے درس کی شہرت ہندوستان سے گزر کر دوسرے ملکوں تک پہنچ چکی تھی اور اس شہرت کی بنا پر حضرت عبداللہ غزنوی مرحوم ایام غدر میں میاں نذیر حسین صاحب کے ہاں حدیث پڑھتے تھے۔ اور میاں صاحب کے دونوں درس اس زمانے سے بھی پہلے جاری ہو چکے تھے۔

بتایئے اس زمانے میں مرزا غلام احمد صاحب اور حکیم نورالدین صاحب کہاں رہتے تھے۔ موجودہ دنیا میں آئے بھی تھے یا نہیں۔ تعجب تو یہ ہے کہ یہ جماعت جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ہے:

من دخل فی جماعتی دخل فی صحابۃ محمد ﷺ.

(خطبہ الہامیہ) (یعنی میری جماعت، رسول اللہ ﷺ کے اصحاب میں داخل ہے)۔

ایسی متبرک جماعت بھی اپنی ناموری کے لئے جھوٹے دعوے کرے تو اس آیت کی مصداق کیوں نہ ٹھہرے گی یحبّون ان یحمدوا بما لم یفعلوا۔

ہم نے بارہا لکھا ہے کہ ایسے مضامین لکھتے ہوئے یہ خیال کرلیا کیجئے کہ اہل حدیث زندہ ہے۔ مگر یہ اپنی غلط بیانیوں کے نشہ میں ایسے سرشار ہیں کہ جو چاہتے ہیں

کہہ جاتے ہیں ۔اس لئے ہم ان کو ایک بار پھر متنبہ کرتے ہیں کہ وہ ایسا مضمون لکھتے ہوئے اس خیال کو دل سے نکال دیا کریں کہ اہل حدیث ان کی غلط بیانی پر خاموش رہے گا۔ایسا ہرگز نہیں ہوگا کیونکہ اس کا دعوی ہے

رند بھی ہوں میں پارسا بھی ہوں
میری نگاہ میں ہیں رند و پارسا ایک ایک

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۷)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری کے اس مضمون پر پیغام صلح لاہور میں بایں الفاظ تبصرہ ہوا:

جماعت احمدیہ اور درس قرآن کریم: اہل حدیث کی غلط بیانی

از: مولوی دوست محمد سابق اڈیٹر پیغام صلح

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی یہ عادت ثانیہ ہوچکی ہے کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے کوئی بھی نیک تحریک ہو یا کسی نیک کام کی بنا رکھے جانے کا ذکر ہو اس کی تردید کئے بغیر نہیں رہ سکتے اور جھٹ غلط بیانی کا الزام دیتے ہیں ...ایک اسی قسم کی غلط بیانی کا الزام مولوی صاحب نے ۱۵ نومبر ۱۹۴۰ء کے اہل حدیث میں حضرت امیر (مولوی محمد علی) پر لگایا ہے اور شروع میں یہ الفاظ لکھے ہیں:

غلط گوئی کرنا ہر جگہ گناہ عظیم ہے مگر خاص منبر پر چڑھ کر غلط بانی کرنا بہت بڑا گناہ ہے ... جماعت مرزائیہ کی عادت ہوگئی ہے کہ وہ اپنے کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے۔

کیا یہ کھلی غلط بیانی نہیں؟ کب جماعت احمدیہ نے ہر نیک رسم کا بانی اپنے آپ کو قرار دیا...

ہم مانتے ہیں کہ ہندوستان میں ترجمہ قرآن کی بنیاد شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی نے رکھی اور انہوں نے اور ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر اور بعض دیگر بزرگوں نے قرآن کریم کے فارسی اور اردو تراجم شائع کر کے ایک احسان عظیم مسلمانوں پر کیا۔لیکن اس کے یہ معنی نہیں کہ جماعت احمدیہ کی طرف سے اگر کسی نیک کام کی بنا ڈالی گئی ہو تو اس کا ذکر تک نہ کیا جائے۔نہ ہی ایسے ذکر سے یہ سمجھا جا سکتا ہے کہ یہ جماعت اپنے آپ کو ہر نیک رسم کا بانی قرار دیتی ہے ۔ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اگر ایسی غلط گوئی سے کام لیں تو انہیں معذور سمجھنا چاہیے کیونکہ ان کے نزدیک تو جھوٹ بول کر بھی آدمی متقی رہ سکتا ہے (بیان عدالت گورداسپور)..

زیر نظر مضمون میں جس غلط گوئی کا الزام حضرت امیر (مولوی محمد علی) پر لگایا گیا ہے سوائے اس کے کہ اسے مولوی ثناء اللہ صاحب کی عادت ثانیہ کا نتیجہ قرار دیا جائے کہ انہیں جماعت احمدیہ کی کوئی نیک تحریک ایک آنکھ نہیں بھاتی اور کوئی حقیقت اس کے اندر نہیں۔ حضرت امیر (مولوی محمد علی) نے ایک خطبہ جمعہ میں فرمایا تھا:

حضرت مولانا نورالدین نے نہ صرف ہماری جماعت کے اندر درس قرآن کی بنیاد رکھی بلکہ جیسا کہ میں ابھی کہہ چکا ہوں باقی مسلمانوں نے بھی اس بنیاد اور رواج کو قائم کیا۔

درس قرآن جماعت احمدیہ کی .. روایات میں سے ہے...اسے غیروں نے بھی ہم سے لیا۔

(پیغام صلح لاہور ۴ نومبر ۱۹۴۰ء)

مولوی ثناء اللہ کے نزدیک یہ غلط گوئی ہے کیونکہ جماعت احمدیہ یا حضرت مولانا نورالدین صاحب سے پہلے شاہ ولی اللہ صاحب نے قرآن مجید کا فارسی میں ترجمہ کیا پھر ان کے صاحبزادہ شاہ عبدالقادر صاحب نے اردو ترجمہ کیا اور اس کے علاوہ مولوی سید نذیر حسین صاحب نے پھاٹک حبش خان دہلی کی مسجد میں ترجمہ قرآن کا درس جاری کیا۔

شاہ ولی اللہ صاحب اور شاہ عبدالقادر صاحب کے تراجم قرآن کا درس قرآن سے کیا تعلق ہے اس کو امرتسری مولوی فاضل ہی سمجھ سکتے ہیں کسی سلیم العقل انسان کی سمجھ میں آنا مشکل ہے۔

رہ گیا مولوی سید نذیر حسین صاحب کا درس قرآن، اول تو حضرت امیر (مولوی محمد علی) کے بیان سے اس کی تغلیط نہیں ہوتی، کیونکہ اگر مولوی صاحب درس قرآن دیا کرتے تھے، تو وہ ان کی زندگی کے ساتھ ہی ختم ہو گیا۔ ان کے بعد اس رواج کو قائم رکھنے والے لوگ پیدا نہ ہوئے لیکن مولانا نورالدین صاحب کے درس قرآن کی تقلید نہ صرف جماعت احمدیہ میں آج تک ہو رہی ہے اور ہوتی رہے گی بلکہ عام مسلمانوں میں بھی اس کو رواج دیا جا رہا ہے۔...(سید نذیر حسین نے درس قرآن کا سلسلہ شروع کیا تو اسکے بعد برصغیر میں اہل حدیث کی بیشتر مساجد میں یہ سلسلہ چل نکلا، اور آج تک جاری ہے۔ یہ کیوں نہیں کہا جا سکتا کہ نورالدین نے بھی میاں نذیر حسین کے درس قرآن کی تقلید کی ہے۔ بہاء)(پیغام صلح لاہور ۴ فروری ۱۹۴۱ء ص ۱۰)

تحریک احمدیت کی خصوصیات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع کی یہ عادت ہے، یا یوں کہیے کہ ان کے علم کلام کا یہ اصل الاصول ہے کہ بجائے دلیل دینے کے دعوی پر دعوی کئے جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک مصادرہ علی المطلوب کوئی چیز نہیں ہے۔ کوئی امر نظری ہونے کی وجہ سے خواہ کتنا ہی محتاج ثبوت ہو، مگر یہ لوگ اپنی چرب لسانی کے زور سے اپنے دعوے کے محض الفاظ ہی رٹتے جائیں گے اور دلیل کا نام نہیں لیں گے۔ احمدیت یا بالفاظ دیگر مرزائیت کی یہی ایک بڑی خصوصیت ہے۔ اگر ہم بھی محض دعوی ہی پیش کر کے مضمون ختم کر دیں تو ہم میں اور ان میں کیا فرق ہوا؟ اس لئے ہم اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔

لاہوری مرزائیوں کے اخبار پیغام صلح میں ایک سلسلہ مضمون شائع ہوا ہے جو ہمارے دعوے کا ثبوت ہے۔ راقم مضمون لکھتا ہے:

> تحریک احمدیت کی یہ ایک نمایاں خصوصیت ہے کہ اس نے ایسے نازک اور آڑے وقت میں اسلام کی حفاظت اور مدافعت کی ہے جب کہ سب علماء ان فرائض کو فراموش کر چکے تھے اور اپنے کردار سے اسلام کے لئے باعث ننگ تھے۔ ہر وہ تحریک جو اسلام کے خلاف اٹھی احمدیت نے اس کا مقابلہ کیا ہے اور صرف مقابلہ ہی نہیں بلکہ احمدیت نے مسلمانوں کے قلوب میں جو زوال کی وجہ سے بیٹھے جا رہے تھے اور دشمنوں کی یورش کی وجہ سے ہمتیں پست ہوئی جا رہی تھیں ان کے اندر طاقت وتوانائی پیدا کی۔ اور ایسے نازک وقت میں جب کہ اسلامی مدبر مغربی ثقافت اور طبعی فلسفہ کے سامنے سرنگوں اور سر بہ زانو تھے، غلبہ اسلام کا نعرہ بلند کیا۔ اور صرف نعرہ ہی نہیں بلکہ براہین قاطعہ سے اس غلبہ کو ثابت کیا۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی کتابوں

میں جو اس وقت غلبہ اسلام کے متعلق تحریریں ملتی ہیں وہ کسی مسلمان ہم عصر کی تصنیف اور تقریر میں نہیں دکھائی جا سکتیں۔ (پیغام صلح ۲۸۔ اکتوبر ۱۹۴۰ء)

بس یہی ایک بیان ہے جو بطور مقدمہ دلیل قادیانی علم کلام میں ہمیشہ پیش کیا جاتا ہے جس کی تردید واقعات سے کافی ہو جاتی ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کے پیدا ہونے سے پہلے بھی عیسائیوں کا مقابلہ مولوی رحمت اللہ صاحب کیرانوی اور ڈاکٹر وزیر خاں صاحب کیا کرتے تھے جن کے مقابلہ سے پادری فنڈر نے راہ فرار اختیار کی تھی ان مرحومین کی مساعی جمیلہ کی یادگار کتاب، اعجاز عیسوی، آج بھی ملتی ہے۔

منشی اندرمن مرادآبادی جب اسلام پر حملہ آور ہوئے تو ان کے جواب پر بھی علمائے زمانہ کمربستہ ہو گئے تھے۔ ان کی یادگار کتاب، سوط اللہ الجبار، آج تک موجود ہے۔ اسی زمانہ میں شہر لاہور کے اندر حافظ ولی اللہ لاہوری عیسائیوں کے مقابلہ میں بہت بڑے مناظر پیدا ہوئے، جن کے سامنے آتے ہوئے بھی عیسائی مناظر جھجکتے تھے۔ دہلی میں مولوی عبدالمجید صاحب بہت بڑے مناظر تھے جو دیگر مذاہب کے ساتھ عموماً اور عیسائیوں کے ساتھ خصوصاً مناظرے کیا کرتے تھے۔ ان کے علاوہ دہلی میں سید ابو المنصور ناصرالدین صاحب بھی بہت بڑے مناظر تھے جن کی تصنیف نوید جاوید تردید عیسائیت میں نہایت عمدہ کتاب ہے۔ مولانا محمد علی ناظم اول ندوۃ العلماء اس میدان کے شہسوار تھے اور مولوی غلام نبی صاحب امرتسری تاجر کتب اس فن کے بڑے ماہر تھے۔ اسی طرح دیگر علماء کرام بھی اپنی اپنی جگہ خدمت اسلام میں مشغول رہا کرتے تھے۔ یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ابھی مرزا غلام احمد صاحب پیدا بھی نہیں ہوئے تھے۔ اگر پیدا ہو چکے تھے تو سیالکوٹ میں سیاہ نویسی کی خدمت پر بمشاہرہ ۱۵ روپئے ماہوار ملازم ہوں گے۔ خود مرزا صاحب قادیانی نے ان بزرگوں کی اسلامی خدمات کا اعتراف کیا ہے جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔

ہاں احمدیت کی بہت بڑی خصوصیت نامہ نگار ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ فاضل نامہ نگار اس سلسلہ میں لکھتا ہے:

تحریک احمدیت کی یہ سب سے بڑی خصوصیت ہے کہ اس نے صرف عقل کو ہی انسان کا رہنما خیال نہیں کیا، بلکہ وحی اور الہام کو اس کا حقیقی خضر راہ

> تصور کیا ہے۔ اور بانی سلسلہ احمدیہ نے جہاں اسلام کی صداقت پر عقلی براہین و دلائل دیئے ہیں، اس کی صداقت کے لئے اپنے وجود کو پیش کیا ہے اور اپنے الہامات اور کشوف سے ثابت کیا ہے کہ اسلام کا خدا ایک زندہ خدا ہے جس کی صفت کلام کبھی ساکت نہیں ہوتی۔ (پیغام صلح ۱۲۸۔ کتوبر ۱۹۰۴۰ء ص ۲)

بے شک یہ ایک بڑی خدمت ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کی ذات سے مخصوص ہے دوسرے علماء میں نہیں ہے۔ یعنی آپ خدا کی طرف سے الہام اور وحی پانے کے مدعی تھے اور دوسرے علماء اس سے محروم ہیں۔ اس امتیازی خصوصیت کا ذکر مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے ساتھ مناظرہ کرتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ میں کیا تھا:

> میں حیران تھا کہ اس مبحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں (یہ کہنا گویا علمائے اسلام کی خدمات کا اعتراف ہے۔ ثناء)
> اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا۔
> میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے، وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔
> مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے، ہر ایک بات کے لئے تیار رہوں۔ اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، ضرور کرے گا، ضرور کرے گا، زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔

یہ مناظرہ ۱۸۹۳ء میں بمقام شہر امرتسر ہوا تھا جس کی مصدقہ روداد جنگ مقدس کے نام سے شائع شدہ ملتی ہے۔

عبارت مندرجہ بالا سے دو نتیجے پیدا ہوتے ہیں ایک یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب کا مناظرہ جو ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ ۱۵ روز تک ہوتا رہا ویسا ہی مناظرہ تھا جیسا کہ عموماً اہل علم کیا کرتے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی کی کتاب سے منقولہ الفاظ

کو ناظرین سے غور سے پڑھیں۔

دوسرا نتیجہ وہی خصوصیت ہے جس کو نامہ نگار نے بڑی خصوصیت سے تعبیر کیا ہے، اور ہم بھی اسے بڑی خصوصیت ہی سمجھتے ہیں۔ یعنی الہام خداوندی کے ذریعہ اطلاع پا کر پیش گوئی کرنا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے اندر فوت ہو جائے گا۔

بے شک یہ اتنی بڑی خصوصیت ہے کہ دوسرے علماء اس کا مقابلہ کرنے کی جرأت نہیں کر سکتے۔ مگر دیکھنا یہ ہے کہ کیا محض دعویٰ کرنا ہی کافی ہے یا واقعہ میں اس کا ثبوت بھی ضروری ہے۔ کوئی عقل مند تو کیا بے عقل بھی نہیں کہے گا کہ صرف دعویٰ ہی کافی ہے۔ اس لئے ہم اس خصوصیت کی تنقید کرنے کو مذکورہ پیش گوئی کی تھوڑی سی تفصیل کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے یہ پیش گوئی ۵ جون ۱۸۹۳ء کو کی تھی جسکی میعاد ۴ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہوگئی مگر اس عرصہ میں ڈپٹی آتھم نہیں مرا۔ پھر کب مرا؟ اس کا جواب ہم اپنے لفظوں میں نہیں مرزا صاحب کے الفاظ میں بتاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں

مسٹر عبداللہ صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے۔

(انجام آتھم۔ ص ۱)

یعنی مقررہ میعاد (۱۵ ماہ) سے ایک سال پونے گیارہ مہینے زیادہ گزار کر فوت ہوئے۔ گویا سود اصل رقم سے زیادہ ہو گیا۔ اس کے باوجود مرزا صاحب قادیانی کا کمال دیکھئے کہ آپ اپنے مخالفین کو للکارتے ہوئے کہتے ہیں کہ:

بتاؤ اب ڈپٹی آتھم کہاں ہے؟

سنو! اسی انداز میں اگر کوئی مخالف تم سے پوچھے کہ بتاؤ اب مرزا غلام احمد صاحب کہاں ہیں؟ تو تم لوگ کیا جواب دو گے؟

یہ ہے الہامی خصوصیت اور یہ ہے اس کا انجام۔ احمدی دوستو! ۱۵ مہینے کا وعدہ کر کے ۳۸ ماہ بعد رقم ادا کرنے والا بھی سچا کہلا سکتا ہے؟

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

پیغام صلح لاہور نے ہمیں مرزا غلام احمد صاحب کی خصوصیات میں سے بڑی خصوصیت ان کی الہامی حیثیت بتائی ہے۔ ہم بہت خوش ہوں گے اگر ہمارے مخاطب اس خصوصیت پر بحث کرنے آمادگی ظاہر کریں۔ وہ اپنے دعوی پر پختہ رہیں اور آئندہ سالانہ جلسہ پر ہمیں مرزا صاحب کی اس الہامی خصوصیت پر تبادلہ خیالات کا موقع دیں

میرے ملنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دونگا خدا وہ دن کرے

ناظرین کرام! یہ حقیقت اصلیہ ہے کہ مرزا صاحب متوفی اور دیگر علمائے اسلام میں امتیازی نشان یہی تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب الہام اور وحی پانے کے مدعی تھے۔ چنانچہ آپ کہا کرتے تھے:

میرے ساتھ خدا ہم کلام ہوتا ہے اور میرے قلم کو روح القدس چلاتا ہے،

ان کے مقابلہ میں علماء کا یہ دعوی نہ تھا اور نہ ہے۔ اس لئے ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ واقعات کی روشنی میں مرزا صاحب قادیانی کا دعوی صحیح ثابت نہیں ہوتا۔ بس واقعات کو ملحوظ رکھ کر ہمارا یہ کہنا بالکل ٹھیک ہے:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۵۔۶)

مرزائی ذہن

حافظ محمد اسحاق چک نمبر ایک۔۴۔ایل تحصیل اوکاڑہ ضلع منٹگمری لکھتے ہیں:

ناظرین! حال ہی میں جماعت مرزائیہ کے دوٹریکٹ احقر کی نظر سے گزرے ہیں جو چار چار صفحات پر مشتمل ہیں۔ ہر دو انجمن نشر و اشاعت نظارت دعوت و تبلیغ قادیان کے شائع کردہ ہیں۔ ایک کا عنوان ہے:

کیا آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت غیر تشریعی کے اجراء کا قائل کافر ہے؟

اور دوسرے کا عنوان ہے،:

آسمانی آواز،

اول الذکر پر مصنف کا نام نہیں دوسرا مولوی اللہ دتہ جالندھری کا لکھا ہوا ہے۔ دونوں کا مقصد مرزا غلام احمد کی نبوت کو ثابت کرنا ہے۔ ہمارے خیال میں پہلے کا عنوان (کیا مرزا صاحب مدعی نبوت ہو کر کافر ہیں؟) ہونا چاہیے تھا کیونکہ اجراءِ نبوت کا ثبوت امکان ہے اور دعوے نبوت وقوع۔ امکان شئے سے وقوع شیء ثابت کرنا مرزائی علم و فضل کی روشن دلیل ہے۔ مدعی نبوت اجراءِ نبوت ممکن ہونے کے باوجود بھی کافر ہوسکتا ہے۔ ملاحظہ ہو و من اظلم ممن افتری علی اللہ کذباً او قال اوحی الیّ و لم یوح الیہ شیء و من قال سانزل مثل ما انزل اللہ (الانعام: ۹۳)

فمن اظلم ممّن کذب علی اللہ وکذّب بالصدق اذ جاءہ الیس فی جہنم مثوی للکافرین (الزمر: ۳۲)۔ پس لازم ہوا کہ امکانی دلائل کے علاوہ وقوعی دلائل کی بھی ضرورت ہے، ورنہ ہر مدعی نبوت سچا ماننا پڑیگا۔

اجرائے نبوت کے امکان پر جو دلائل دیئے ہیں اگر چہ وہ تارِ عنکبوت سے بھی کمزور ہیں تاہم جو نتیجہ نکالا ہے بلفظہ نقل کیا جاتا ہے:

پس ثابت ہوا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا دعوی نبوت جو کہ آنحضرت ﷺ کی اتباع میں اور اسلامی تعلیم اور بزرگان سلف کے اقوال کے عین مطابق ہے، درست ہے۔اس پر کفر کا فتوی لگانا اسلام کی تعلیم سے ناواقفیت یا محض تعصب ہے۔

سچ ہے: چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے۔

دوسرے ٹریکٹ کا انداز بیان پہلے سے جداگانہ ہے۔اس کے دلائل تشریعی اور غیر تشریعی نبوت کی قید سے بالاتر ہیں بلکہ علی الاطلاق نبوت اور رسالت کو ثابت کرتے ہیں۔ چنانچہ قوم کی بداعمالی اور اس کی اصلاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

ایسے عذابوں سے قبل اللہ تعالی ضرور کسی عظیم الشان نبی کو مبعوث فرماتا ہے،

اس پر قرآن مجید کی آیت بطور دلیل پیش کی ہے:

و لو انّا اھلکنا ھم بعذاب من قبلہ لقالوا لولا ارسلت الینا رسولاً

فنتّبع آیا تك من قبل ان نذلّ و نخزی ۔(طہ:۱۳۴)

پھر آگے چل کر لکھتے ہیں: یہ آخری زمانہ (آخری زمانہ ہے اور عظیم الشان نبی کا آنا ضروری ہے۔سبحان اللہ ۔محمد اسحاق) اس میں بدی انتہاء کو پہنچ گئی ہے۔ بنا بریں اس زمانہ میں کسی عظیم الشان نبی کا آنا ضروری ہے ۔

کلمہ عظیم الشان اولوالعزم کا مترادف ہوکر اور آیت کا مفہوم جب کہ رسول سے مراد یقیناً آنخضرت محمد ﷺ تشریعی نبوت کے بدرجہ اولی متحمل ہیں بہرحال ان ہر دو ٹریکٹ سے دو نظریئے ماخوذ ہوتے ہیں: ۱۔نبوت غیر تشریعی کا اجراء۔۲۔نبوت مطلق کا اجراء

اس اختلاف کا ماخذ مرزا غلام احمد صاحب ہی کی متعدد تحریریں ہیں جن میں سے ہم صرف ایک دو نقل کرتے ہیں ۔الہام ہوتا ہے: یس ۔انك لمن المر سلین ۔ سبحان اللہ ا کیسا صاف مرسل ہونے کا دعوی ہے ۔شاید کوئی صاحب جھٹ کہہ دیں کہ مرسل کا لغوی معنی ہے بھیجا ہوا، اور ہر نبی بھیجا ہوا ہی ہوتا ہے،لہذا لغوی معنی کے لحاظ سے مرسل کا اطلاق غیر تشریعی نبی پر بھی ہوسکتا ہے ۔لیکن یہ صحیح نہ ہوگا اس لئے کہ یہاں اصطلاحی معنی ہی مراد ہے کیونکہ یہ الفاظ قرانی ہیں جو آنخضرت ﷺ کو با شریعت اور کامل نبی بناتے ہیں اور اہل علم بخوبی جانتے ہیں کہ مرسل اور نبی میں نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے۔اس کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود مرسل کا معنی با شریعت اور مستقل نبی کرتے ہیں ملاحظہ ہو وہ تحریر جس میں وہ نبوت مستقلہ کی نفی کرتے ہیں اور متبع اور مجازی نبی بنتے ہیں ۔وھو ہذا: و ما عنی اللہ من نبو ت الّا کثرۃ المکا لمۃ و المخا طبۃ و لعن اللہ من اراد فو ق ذا لك او حسب نفسه شیئاً او اخرج عنقه من الر بقۃ النبویۃ ۔ ان رسو لنا خا تم النبیین علیه انقطعت سلسلۃ المر سلین فلیس حق احد ان ید عی النبوۃ بعد رسولنا المصطفی علی الطر یقۃ المستقلۃ ۔ و ما یقی بعدہ الا کثرۃ المکا لمۃ و ھو بشر ط ا لا تباع لا بغیر متا بعۃ خیر البریۃ و و اللہ ما حصل لی ھذاالمقا م الّا من انوار اتباع الاشعۃ المصطفویۃ و سمّیت نبیاً من اللہ علی طر یق المجاز لا علی وجه الحقیقۃ (ضمیمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۶۴۔۶۵) یہاں مرزا غلام احمد صاحب مرسلین کا معنی با شریعت انبیاء کرتے ہیں، ورنہ

لازم آئے گا کہ مرزا صاحب قادیانی کچھ بھی نہیں ۔ پس لاہوری مرزائیوں کی چاندی ۔ اور یہی وہ تحریریں ہیں جن کو پیش کر کے وہ نبوت کے منکر اور مجددیت کے حامی ہیں نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی کی تحریریں تین مختلف نظریوں پر حاوی ہیں:

۱۔ رسالت کا دعویٰ۔

۲۔ نبوت کا دعویٰ ۔

۳ ۔ مجددیت کا دعویٰ

اب ہم مرزا قادیانی کی ایک اور تحریر پیش کرتے ہیں لکھتے ہیں :

مسیح ابن مریم موسیٰ کا آخری خلیفہ ہے (خدائی تصرف ہے کہ لفظ، ہے، سے عیسیٰ کی زندگی ثابت کر گئے ۔ محمد اسحاق) اور میں آخری خلیفہ اس نبی کا ہوں جو خیر الرسل ہے

اس عبارت میں چند اشکالات ہیں ؛

۱ ۔ شاید مرزائی صاحبان اب مرزا صاحب کے بعد باب نبوت مسدود سمجھتے ہیں؟ اگر ایسا ہی ہے تو اب نبوت جیسی نبوت کیوں بند ہو گئی ؟ اور اجراء نبوت کے دلائل جواب تک دیئے جا رہے ہیں جن کا اوپر ذکر ہو چکا ہے ان کا کیا مطلب ؟ اجراء نبوت کا امکان ثابت کرتے ہوئے آخری خلیفے کا کیا مفہوم ۔

۲ ۔ اگر یہ کہا جائے کہ جیسے مسیح آخری خلیفہ ہو کر نبوت کو ختم نہیں کرتے ، اسی طرح مرزا صاحب کا آخری خلیفہ ہونا ان کے بعد نبوت کو مانع نہیں ہے، تو لازم آئے گا کہ ان کے بعد صاحب شریعت نبی آئے کیونکہ موسوی دور مسیح پر ختم ہوا ، اور محمدی مرزا صاحب پر ۔ اب نیا دور شروع ہو گا ۔ با ایں ہمہ نبوت تشریعی کا انکار چہ معنی دارد جب کہ دور کا پہلا نقطہ ہی تشریعی نبوت ہے ۔ یہاں تو نبی ﷺ کی فضلیت بھی خطرہ میں ہے فافھموا۔

۳ ۔ مسیح اور مرزا کی باہمی مماثلت ثابت کرتی ہے کہ مرزا صاحب تشریعی ہوں ۔ دیگر مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں : خدا نے اس امت میں سے مسیح موعود بھیجا جو اس پہلے مسیح سے اپنی تمام شان میں بہت بڑھ کر ہے ۔ (حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۴۸)

سوال ۱ ۔ بحوالہ ریویو آف ریلی جنز جلد اول نمبر ۶ صفحہ ۲۵۷ ۔ یہ امر مسلم ہے کہ غیر نبی ، نبی پر اور غیر تشریعی نبی ، تشریعی نبی پر اپنی تمام شان میں فضلیت نہیں رکھ سکتا باوجود اس کے نبوت کا انکار یا غیر تشریعی نبوت کا اقرار چہ خوب ۔

منکرے بودن ہم رنگ مستاں زیستن

حدیث تجدید (کہ ہر صدی کے سر پر اللہ تعالی ایک مجدد بھیجتا ہے جو اس کے دین کو تازہ کرتا ہے) کو صحیح مان کر آخری خلیفہ کا کیا مفہوم ہوگا؟ بہرحال یہ ایک معمہ ہے جس کو مرزائی ذہن ہی حل کرسکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ اپنے ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ہم مباحث قادیانی کے میدان میں اقرب راستہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا صدق و کذب جانتے ہیں۔ یہ ایک ایسا راستہ ہے کہ خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اسی کو تجویز کیا ہوا ہے (آئینہ کمالات اسلام)

پس نبوت کی بحث فرع ہے صادق القول کی۔ جب کوئی شخص صادق القول ہی نہیں ہے، تو اس کی نبوت پر بحث کرنا کیونکر مفید ہوسکتا ہے۔

اتباع مرزا کے ہتھکنڈوں میں سے ایک ہتھکنڈا یہ بھی ہے کہ وہ بے خبر لوگوں کو اجرائے نبوت اور وفات مسیح کی بحث میں مشغول کر لیتے ہیں، حالانکہ ان دونوں مسائل کے بعد بھی مرزا صاحب قادیانی کا دعوی دلیل کا محتاج رہتا ہے۔

نامہ نگار نے اچھا کیا کہ مرزائی ٹریکٹوں پر تبصرہ کر دیا۔ ہمارے ناظرین جب کبھی مرزا ئیوں سے گفتگو کریں تو مرزا صاحب قادیانی کے صدق و کذب کے سوا کسی مسئلہ پر بحث نہ کریں کیونکہ یہ مبحث فیصلہ کن ہے: بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۵۹ھ ص ۶۔۸)

فتوی:

سوال: محمد رمضان مرزائی ہوگیا اس کی اہلیہ مرزائی نہیں ہونا چاہتی۔ شرع کا حکم کیا ہے۔ نکاح فسخ کرانا چاہتی ہے۔ کیا حکم ہے۔، جواب: مسلمان مرزائی ہوگیا ہے، تو اس کی منکوحہ کو حق ہے کہ نکاح فسخ کرائے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء مطابق ۱۳ ذی قعد ۱۳۵۹ھ ص ۱۳)

قادیانی علم کلام ۔ا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے مسلمانوں میں علم کلام جاری ہو کر مختلف فرقوں میں منقسم ہوا ہے ہر فرقہ نے اپنا اپنا اصول الگ تجویز کر لیا ہے۔ کسی نے منقول کو معقول پر راجح رکھا ہے اور کسی نے معقول کو اصل سمجھ کر منقول کی تاویل کی۔ مگر قادیانی علم کلام کا اصل الاصول سب سے نرالا ہے۔ جس کا مضمون یہ ہے کہ اپنے سے مخالف رائے شخص کا جب ذکر کیا جائے تو اس پر بہتان اور افتراء اور غلط بیانیوں کی اتنی بھر مار کی جائے کہ وہ قادیانی حلقہ بگوشوں کی نظر میں نہایت ذلیل اور حقیر ہو جائے تا کہ اس کی آواز کوئی نہ سنے۔ اس کی ابتداء اصل میں قادیانی مدعی مسیح موعود نے کی جس نے بقول

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

ساری قادیانی بنیاد کو ٹیڑھا کر دیا۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ٹیڑھی بنیاد کو مثال پیش کر کے میں اصل مضمون پر آتا ہوں۔ موصوف نے رسالہ اعجاز احمدی میں میرے حق میں لکھا ہے کہ: مولوی ثناء اللہ دو دو آنے کے لئے خراب ہوتے پھرتے ہیں۔ مردوں کے کفن اور وعظ کے پیسوں پر ان کا گذارہ ہے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۲۳)

حالانکہ یہ سب کچھ محض غلط اور محض بہتان ہے۔ ہم نے بارہا تقاضا کیا ہے کہ قادیانی اعیان کبھی امرتسر میں آ کر اس کا ثبوت دیں۔

خیر یہ تو ایک گذشتہ واقعہ تھا جو بنیادی پتھر کی حیثیت سے تمہید کے رنگ میں پیش کیا گیا ہے۔ میرے متعلق جب کوئی واقعہ قادیان یا لاہور سے شائع ہوتا ہے، اس میں اس غلط بنیادی پتھر کا اثر نمایاں نظر آتا ہے۔ حال ہی میں پیغام صلح لاہور مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء میں ایک پرانا واقعہ نظر سے گزرا ہے جس میں میری شکست اور پریشانی کا ذکر اسی غلط بیانی سے کیا گیا ہے جس کی بنیادی اینٹ ان کے ہیرو قادیانی مسیح موعود نے

رکھی تھی۔ اس سے پہلے کچھ اور واقعات درج کئے ہیں جو قابل دید وشنید ہیں۔ نامہ نگار جو ایک معزز سرکاری عہدہ پر فائز رہا ہے، لکھتا ہے:

مولویوں کی اسلام دشمنی

حقیقت میں مولویوں نے خود ہی دشمن کے ہاتھ میں وہ ہتھیار دے دیئے تھے جن سے وہ اسلام کا قلع قمع کرسکتا تھا۔ حضرت مسیح کی معجزانہ ولادت، اس کا بچپن میں نبوت کا دعوی کرنا، اس کا مردے زندہ کرنا، ایک دم سے بیماروں کو شفا بخشنا، جانوروں کا پیدا کرنا، اس کا زندہ آسمان پر چلا جانا، اور اب تک زندہ رہنا، وغیرہ ایسے مسلمات تھے جو اس کی خدائی کے کامل ثبوت تھے اور انہی مسلمات کو لے کر عسکر دجال اسلام کو مٹانے کی کوشش کررہا تھا۔ (پیغام صلح لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۲)

حضرت مسیح ابن مریم کی معجزانہ ولادت خود مرزا غلام احمد صاحب نے بھی تسلیم کی ہے (اخبار الحکم قادیان ۲۴ جون ۱۹۰۱ء) ۔آسمان پر چلے جانا، اور وہاں جا کر زندہ رہنا، براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ پر مرقوم ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ یہ مولویوں کی اسلام دشمنی ہے یا مرزا صاحب قادیانی کی؟ حالانکہ ان دنوں بھی مرزا غلام احمد صاحب مجددیت کے مدعی تھے اور لاہوری پارٹی آج بھی ان کو اسی منصب پر فائز مانتی ہے۔ پھر ایسے دشمن اسلام کو مجدد کیوں مانا جاتا ہے۔ بس یہ بات قابل غور ہے۔

اس کے علاوہ مسیح ابن مریم کی معجزانہ ولادت وغیرہ کو اس کی خدائی کی دلیل قرار دینا بھی کتنی غلط بیانی ہے۔ اگر یہ معجزانہ ولادت کے اقرار سے حضرت مسیح کی خدائی کا ثبوت ہوسکتا ہے تو آپ کے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ کیوں کہا:

من عجب تر از مسیح بے پدر۔ (ازالہ اوہام)

اس کے بعد نامہ نگار نے ہندوؤں کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ ہندو قوم نے بھی بشکل آریہ اسلام پر یورش (حملہ) شروع کردیا۔ اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

ایسی حالت میں جب کہ اسلام چاروں طرف سے نرغے میں پھنسا ہوا تھا
صداقت اور براہین کی تلوار لے کر وہ جلیل القدر مجاہد (مرزا قادیانی) نکلا...
محض حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے دم قدم سے اسلام بچ نکلا..

دجالی لشکر (پادری لوگوں) پر اس مجاہد اسلام کا رعب طاری تھا..
صرف ایک احمدی کی موجودگی پادریوں کو بھگانے کے لئے کافی تھی۔

حضرت مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ یہ ہے فاضل مضمون نگار کا دعوی۔ ہم اس بات کی فی الجملہ تصدیق کرتے ہیں کہ عیسائیوں کے اکثر پادری مرزائیوں کے ساتھ مباحثہ کرنے کونہیں آتے۔ کیوں نہیں آتے؟ اس لئے کہ جب سے عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ۱۵ ماہی پیش گوئی غلط نکلی ،واقف حال عیسائیوں نے اپنے اپنے حلقہ اثر کے مسیحیوں کو اس امر کا یقین دلا دیا کہ قادیانی مدعی، دجال ہے اور اس کے اتباع دجاجلہ ہیں۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ پادریوں نے مرزائیوں کے مقابلہ میں آنا بے فائدہ سمجھ کر ان سے روگردانی کر لی۔

ادھر مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح کے حق میں ایسے ایسے الفاظ استعمال کئے جن سے مسیحیوں کو یقین ہو گیا کہ ان کا گمان صحیح ہے۔ وہ الفاظ اس قابل نہیں کہ کوئی مسلمان یا عیسائی دل پر پتھر رکھے بغیر ان کو آرام سے سن سکے۔ اس بارے میں مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

کس قدر فحش کلامی اور بدزبانی ہے۔ چونکہ اتباع مرزا زبانی مناظروں میں بھی اپنے پیشوا کی سنت کے اتباع میں ایسے الفاظ منہ سے نکال دیا کرتے ہیں، اس لئے جمہور عیسائیوں نے ان سے گفتگو کرنا ترک کر دیا۔

تاہم بعض دل گردے کے جری پادری ایسے بھی ہیں جو قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کو قادیان تک پہنچے، اور اب بھی پہنچنے کو تیار ہیں۔ ان میں سے قابل ذکر پادری عبدالحق اور ان کی پارٹی کے ممبر ہیں جو قادیان میں بھی پہنچ گئے مگر قادیانی علماء نے ان سے مناظرہ نہیں کیا۔

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب کی خوش کلامی کی ایک مثال پیش کرتے ہیں جو آپ نے ہندوؤں کے مقابلہ میں فرمائی ہے۔ آپ اپنی خوش کلامی کا مظاہرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں: آریوں کا پرمیشور کوشلیا کا بیٹا ہے... وید تعلیم دیتا ہے.. جو نہایت گندی

اور قابل شرم تعلیم ہے۔ یعنی یہ کہ پرمیشور ناف سے دس انگل نیچے ہے۔ سمجھنے والے سمجھ لیں۔ (چشمہ معرفت۔ص ۱۰۶)

ناظرین! ایسے خوش کلام اور شستہ گفتار کے مقابلہ میں کوئی معمولی انسان کیونکر آ سکتا ہے۔ کس قدر شرمناک اور تہذیب سے گرا ہوا طرز تحریر ہے جو اس مصلح زمان مجدد دوراں اور مسیح موعود نے اختیا کیا ہوا تھا۔ باوجود اس کے اتباع مرزا کہتے ہیں کہ ہمارے مخالف ہمیں برے الفاظ سے یاد کرتے ہیں۔ کیا خوب:

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قریباً چالیس سال کا عرصہ ہوا کہ لاہور میں پادریوں کے بڑے انگریز پادری بشپ لیفرائے نے جلسے کر کے چند اسلامی مسائل پر مخالفانہ تقریریں شروع کر دیں۔ مسلمانوں نے ان کے جواب کے لئے مجھے بلایا۔ مجھ سے جو کچھ ہو سکا میں نے کہا۔ اس جلسہ میں مرزا صاحب قادیانی کا ایک مضمون نبی اسلام کی عصمت پر پڑھا گیا۔ اور اسی مسئلہ پر میں نے بھی تقریر کی۔ حاضرین پر اس کا جو اثر ہوا وہ قابل دید تھا۔ پیغام صلح لاہور کے قابل مضمون نگار نے اس واقعہ کا ذکر جس پیرائے میں کیا ہے وہ اسی قادیانی بنا پر مبنی ہے جس کا ذکر ہم شروع میں کر چکے ہیں۔ چنانچہ لکھتا ہے:

مسلمانوں کی پریشانی۔ لاہور کے مسلمان بہت پریشان تھے انہوں جواب دینے کے لئے امرتسر سے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلایا... حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے مضمون چھپوا کر بھیج دیا۔ بشپ صاحب نے بڑے زور شور سے لیکچر دیا۔ نہ صرف انجیل بلکہ قرآن شریف اور احادیث سے ثابت کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔، مولوی ثناء اللہ کی شکست اور بے بسی۔ سب کی نگاہیں مولوی ثناء اللہ کی طرف اٹھنے لگیں اور مولوی صاحب بڑی شان سے کھڑے ہوئے مگر مسیح کی زندگی کے متعلق تو کچھ نہ کہا اور کچھ کہہ بھی نہ سکتے تھے صرف وقت کوٹالنے کے لئے اِدھر ادھر کی باتیں شروع کر دیں...مولوی صاحب نے ایسی فاش شکست کھائی کہ خود بخود ہی شرم سار ہو گئے (ایضاً)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں:
یہ عبارت خود ہی اپنی تردید کے لئے کافی ہے۔ کسی انگریز بشپ کی تقریر ہو، اس کا جواب بے قاعدگی سے دیا جائے تو وہ انگریز ایسی بیہودہ تقریر پر کان کیسے لگا سکتا ہے۔

اصل قصہ میں بتاتا ہوں جسے سن کر قادیانی سلطان القلم کا علم کلام معلوم ہو جائے گا۔ قصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا مضمون عصمت النبی پر تھا جو مفتی محمد صادق صاحب نے پڑھا تھا۔ اس میں مرزا صاحب قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی عصمت پر یہ آیت بطور دلیل پیش کی تھی: و الله يعصمك من الناس (پ۶) اس کا ترجمہ آپ نے یوں کیا تھا: خدا آپ کو لوگوں میں سے معصوم (بے گناہ) بنائیگا۔ یہ ترجمہ سن کر حاضرین میں کھلبلی پڑ گئی کیونکہ آیت کا صحیح ترجمہ یوں ہے: خدا آپ کو لوگوں کے شر سے محفوظ رکھے گا۔، چنانچہ مرزا غلام احمد نے اپنی راستی کے زمانہ میں براہین احمدیہ میں یہی ترجمہ کیا تھا: خدا تجھے ان لوگوں کے شر سے بچائیگا۔ (براہین احمدیہ ص ۲۶)
چونکہ مرزا قادیانی نے اس موقع پر تحریف قرآن کا ارتکاب کیا تھا اسلئے قدرتی طور پر وہاں ایک نشان بھی ظاہر ہوا۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ، برقی روشنی تو تھی نہیں۔ ہاں مٹی کے تیل سے لیمپ جل رہے تھے جس لیمپ کی روشنی میں مفتی محمد صادق مرزا صاحب کا مضمون پڑھ رہے تھے اسے آگ لگ گئی۔ لوگوں نے اس کو تازیانہ قدرت سمجھا۔

یہ ہے صحیح واقعہ جس کو الٹ پلٹ کر میرے برخلاف بنایا گیا ہے۔

تعجب ہے کہ امت مرزا کوئی بات کہتے یا لکھتے ہوئے یہ وہم بھی دل میں نہیں لاتی کہ کوئی اس کی تردید کر دے گا تو ہم کیا جواب دیں گے۔ جو منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں اور جو دل میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں۔
اخبار الفضل قادیان کی لن ترانیوں کے جواب میں ہم نے اخبار اہلحدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۰ء میں واقعات کی شہادت سے ثابت کیا تھا کہ علمائے اسلام مرزا قادیانی کی پیدائش اور ان کے دعوے سے پہلے بھی اسلام کی خدمت بجا لا رہے تھے۔

ہم نے علماء اور ان کی تصانیف کے نام بھی بتائے تھے۔ الفضل ہمارے بیان کی تردید تو نہیں کر سکا، ہاں اس نے کھسیانے ہو کر بعض بزرگوں کی تحریریں اس مضمون کی نقل کی ہیں کہ علماء زمانہ یہود کا نمونہ بن گئے ہیں۔

اس کے بعد الفضل قادیان ایک مضحکہ خیز سوال کرتا ہے کہ:

اہل حدیث خود ہی بتائے کہ جب سیدنا (مرزا قادیانی) کی بعثت سے پہلے علماء سوء کی یہ حالت تھی، تو یہ کہنا کہ حفاظت اسلام کا کام علماء نے ہی کیا ہے، حق پوشی اور صریح غلط بیانی نہیں تو اور کیا ہے۔ (الفضل ۲۸ نومبر ۱۹۴۰ء ص ۳)

اس بھولے پن پر قربان جایئے۔ اتنا بھی نہیں جانتے کہ اس قسم کے خطابی کلاموں میں دونوں طرف قضایا مہملہ ہوتے ہیں، جن میں تعارض اور تضاد نہیں ہوتا۔ مگر اتباع مرزا اس علمی اصول کو کیسے سمجھ سکتے ہیں جن کا پیشوا اتنا بھی نہیں جانتا تھا کہ قضایا ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ میں کیا نسبت ہوتی ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ منطقی مسئلہ حکیم نورالدین سے پوچھا تھا۔

اس کے باوجود انکا دعوی تھا کہ میں خدا کا شاگرد ہوں کوئی عالم علم میں میرا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ استاد داغ نے انہی معنی میں کہا ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں غرور
شکل ہے دنیا میں لا ثانی میری

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۰ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۴۔۶)

قادیانی علم کلام کا بنیادی پتھر: وہی غلط بیانی۔۲

شیخ عبدالرحمٰن مصری کو جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق جو بصیرت پر مبنی ہے یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود اور ان کے سرکردہ اہل قلم اتباع میں سے ایک شخص بھی فن روایت کی حیثیت سے ثقہ راوی (سچا راوی) نہیں ہے۔ ہم ان محدثین کرام کے پیرو ہیں جن کا طریق کار مولانا حالی مرحوم نے یوں بتایا ہے:

کیا فاش راوی میں جو عیب پایا
مناقب کو چھانا مسالب کو تایا
مشائخ میں جو قبح دیکھا بتایا
آئمہ میں جو عیب پایا جتایا
طلسم ورع ہر مقدس کا توڑا
نہ صوفی کو چھوڑا نہ ملا کو چھوڑا

اسی لئے محدثین عظام نے صدق مقال اور صحت روایت کو اتنی اہمیت دی کہ باوجود مخالفت مذہبی کے صادق القول اہل بدعت کی روایات بھی قبول کیں کیونکہ غلط گو انسان خواہ کیسا ہی دیندار بنا پھرتا ہو، مگر فن روایت میں وہ ثقہ نہیں کہلا سکتا۔

ہم نے بارہا اپنی اس رائے کا اظہار کیا ہے کہ خود بانی سلسلہ احمدیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فن روایت میں ثقہ راوی نہ تھے۔ ملاحظہ ہو اخبار اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۰ء۔ اس لئے لازمی تھا کہ بحکم : کفر گیرد کاملے ملت شود

اس عدم ثقاہت کا اثر اتباع مرزا میں بھی پایا جاتا ہے۔ ہم ہمیشہ دیکھتے ہیں اور اپنے ناظرین کو بھی دکھاتے رہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اتباع کذب بیانی سے پرہیز نہیں کرتے۔ اس موقع پر ہمیں حضرت مسیح کا یہ قول یاد آ جاتا ہے کہ:

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

مضامین سابقہ کے علاوہ ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۰ دسمبر میں اتباع مرزا کی غلط بیانی کا ایک نمونہ دکھایا تھا۔ آج ہم چند نمونے اور دکھاتے ہیں۔ ان نمونوں کو پیش کرتے ہوئے ہمیں خاص صدمہ ہوتا ہے کیونکہ یہ نمونے ایک ایسے شخص کے قلم سے نکلے ہیں جو اپنا آبائی دھرم چھوڑ کر اسلام میں آیا اور دینی تعلیم حاصل کرنے کو مصر بھی گیا اور اسی وجہ سے مصری کہلاتا ہے۔ ایسے شخص کو تعصب اور بے جا حمایت سے کوسوں دور رہنا چاہیے تھا۔ مگر افسوس ہے کہ مقولہ مشہورہ: ہر چہ درکان نمک رفت نمک شد، موصوف بھی غلط بیانی سے نہ بچ سکے۔ اناللہ

مزید افسوس یہ ہے کہ یہ لوگ ایسے واقعات کے متعلق بھی چراغ بکف داشتہ غلط بیانی اور دروغ گوئی سے کام لیتے ہیں جو شائع شدہ ہونے کی وجہ سے مخالفین کو اچھی طرح

معلوم ہیں۔ ناظرین کرام! اس اجمال کی تفصیل ملاحظہ کیجئے۔ شیخ عبدالرحمان مصری نے ایک مضمون اخبار پیغام صلح لاہور میں شائع کرایا ہے جس کی سرخی یہ ہے:

تفسیر نویسی کا مقابلہ اور حضرت مسیح موعود کی نمایاں فتح

یہ تفسیر نویسی کس زمانے کا واقعہ ہے؟ اس پر آج چالیس سال سے زیادہ ہو گئے ہیں۔ اس واقعہ کے بیان میں عبدالرحمٰن مصری صاحب نے کئی ایک غلط بیانیاں کی ہیں:

کذب نمبرا:

پیغام صلح (لاہور) کے جلسہ نمبر میں مضمون دینے کیلئے جب مجھے تحریک کی گئی تو میری توجہ فوراً ایک عظیم الشان نشان کی طرف پھر گئی جو حضرت مسیح موعود (قادیانی) کی صداقت کو ثابت کرنے اور دیگر ادیان اور مخالف علماء پر حجت تمام کرنے کیلئے اللہ تعالی کی طرف سے ٹھیک انہی ایام میں ظاہر ہوا تھا جو کہ ایام جلسہ (۲۴ تا ۲۷ دسمبر) سالانہ کیلئے مقرر ہیں۔ اسلئے اس مناسبت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو اس عظیم الشان نشان کو ان ایام سے ہے، میں نے یہی مناسب سمجھا کہ اس پرچہ میں جو خصوصیت کے ساتھ جلسہ ہی کی یادگار میں نکالا جارہا ہے اس نشان کی یاد کو بھی تازہ کر دیا جائے تا کہ اگر کوئی سعید روح اس الٰہی نشان سے فائدہ اٹھانا چاہے تو اٹھالے (پیغام صلح ۱۲ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۶)

اس عبارت میں آپ نے یہ کذب بیانی کی ہے کہ تفسیر نویسی کے چیلنج کا زمانہ ماہ دسمبر بتایا ہے (کیونکہ لاہوری جماعت کا جلسہ ماہ دسمبر ہی میں ہے) حالانکہ اس مقابلہ کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو اشتہار دیا تھا جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ اسی زمانہ میں پیر مہر علی گولڑہ والے مرزا صاحب قادیانی کے مقابلہ میں لاہور آ گئے تھے جس کی تفصیل آگے آتی ہے۔، خیر یہ تو ایک معمولی کذب ہے۔ نمبر دو ملاحظہ ہو

کذب نمبر۲

حضرت اقدس اور تفسیر نویسی کا چیلنج:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے جب مامور من اللہ ہونے کا دعوی کیا اور لوگوں کو اپنی طرف بلایا، تو علماء نے لوگوں کو حضور کی طرف متوجہ ہونے سے روکنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا دیا۔ حضور کو نعوذ باللہ جاہل، بے دین، ملحد، کافر، دجال، دشمن اسلام

وغیرہ قرار دے کر عوام کو متنفر کرنے کی پوری پوری کوشش کی ۔حضور نے .. بالمقابل قرآن شریف کی تفسیر لکھنے کا چیلنج بھی دیا...علماء جو اپنی علمی بے بضاعتی اور تائید الٰہی سے اپنی محرومیت سے کما حقہ واقف تھے انہیں اس چیلنج کو قبول کرنے میں اپنی موت نظر آتی تھی ،اس لئے وہ مختلف قسم کے حیلوں بہانوں سے اس چیلنج کو ایک عرصہ تک ٹالتے رہے لیکن چونکہ اس چیلنج کو قبول نہ کرنے میں انہیں یہ بھی خطرہ تھا کہ عوام پر اس کا برا اثر اثر پڑے گا اس لئے عوام کو قابو میں رکھنے کے لئے ہمیشہ فکر وفریب سے کام لیتے ہوئے ان پر یہ اثر ڈالتے رہے کہ ہم تو بالمقابل تفسیر لکھنے کے لئے تیار ہیں مگر مرزا صاحب ہی نعوذ باللہ مقابل میں آنے سے بھاگ رہے ہیں۔(پیغام صلح مذکور)

اس اقتباس میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کمالِ مرزائیت کا ثبوت دیا ہے پہلے تو ہمیں گمان ہوا تھا کہ شاید آپ ان دنوں نابالغ ہوں گے،مگر آپ کے سفید بالوں کو دیکھ کر یہ گمان صحیح نہیں معلوم ہوتا۔ بلکہ دراصل وہی کذب بیانی ہے جس کا اثر آپ نے مرزا صاحب قادیانی کی تعلیم سے حاصل کیا ہے۔

سنئیے !اس بیان میں اول تو آپ نے مجرمانہ حد تک اخفاء واردات سے کام لیا ہے۔ یعنی یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا غلام احمد نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا ،انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے۔ کیا وہ بالکل صم بکم ہوکر بیٹھے رہے تھے۔ایسا ہر گز نہیں ہوا ، کیونکہ مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔

میں نے مرزا غلام احمد کے اشتہار ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر مہر علی مرحوم نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے اور بزبان حال للکار کر کہتے رہے

ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں
اپنا تو یہ ہے حال کہ آئے ہیں آیئے
دعویٰ اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

مگر مرزا غلام احمد صاحب نے نہ قادیان چھوڑا نہ لاہور پہنچے۔ اس پر پیر مہر علی صاحب کے ایک مرید سلطان محمود نے اشتہار دیا جس میں مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کر کے ایک شعر یوں لکھا تھا:

بنایا آڑ کیوں جورو کا چرخہ
نکل دیکھیں تیری تفسیر دانی

پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور میں جمع ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی، مولانا محمد علی صاحب بھوپڑی، قاضی عبدالاحد خان پوری، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار (ثناءاللہ امرتسری) اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے تھے۔ جب یہ لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے اکتا گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں شرکت کے لئے ہم لوگ جا رہے تھے تو عین اس حالت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدوں کی طرف سے اشتہار چسپاں پائے گئے جن کی سرخی تھی: پیر مہر علی کا فرار

لوگ ایک طرف پیر مہر علی صاحب گولڑوی کو لاہور میں موجود پاتے اور دوسری طرف ان اشتہاروں کو پڑھتے تو بے ساختہ ان کے منہ سے نکل جاتا:

عجب ہوشیاری کہ نادان بن کر
ہمیں سے ہمارا گلہ ہو رہا ہے

پھر اس کذب بیانی میں کیا شک ہے جو شیخ عبدالرحمٰن مصری نے ان الفاظ میں کی ہے:

علماء کو اس چیلنج قبول کرنے میں اپنی موت نظر آتی تھی۔،

ناظرین کرام! علمی دنیا میں عام طور شکایت ہے کہ ہمارے ملک ہندوستان کی تاریخ بھی صحیح نہیں لکھی گئی کیونکہ لکھنے والوں نے اپنی اپنی اغراض کے ماتحت جو چاہا لکھ دیا۔، یہ شکایت اگر صحیح ہے تو افسوس کا مقام ہے کیونکہ وقائع نگار کا فرض ہے کہ وہ واقعات کو صحیح پیرایہ میں پیش کرے۔ اگر وہ واقعات کو اپنے مذہب اور عقیدے کے ماتحت بیان کرتا ہے تو بددیانت ہے۔ ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اہل قلم اتباع سراسر اس صفت سے موصوف نظر آتے ہیں۔

مختصر جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے تفسیری چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب خود ہی مقابلے پر نہ آئے۔ کیوں نہ آئے:

زاہد نہ تاب داشت جمالِ پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

کذب نمبر۳

اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ اپنے مکروفریب سے حق کو مشتبہ کر رہے ہیں اور صدقت کو ظاہر نہیں ہونے دیتے، تو اس نے بھی بالمقابل ایک تدبیر اختیار کی جس سے ان کے تمام مکروفریب کا تانا بانا ٹوٹ کر رہ گیا اور جس سے یہ مجبور ہو کر تفسیر نویسی کے لئے میدان مقابلہ میں نکل آئے اور اپنی خطرناک ہزیمت سے خدا تعالیٰ کے مامور کی صداقت پر ہمیشہ کے لئے مہر لگا گئے۔ وہ تدبیر یہ تھی کہ اللہ تعالیٰ نے لاہور کے بعض اکابر کے دل میں یہ تحریک پیدا کر دی کہ لاہور میں ایک مذہبی جلسہ منعقد کیا جائے جس میں تمام مذاہب کے نمائندے تقریریں کریں... حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے تو فوراً منتظمین جلسہ کو اطلاع دے دی کہ حضور کا مضمون اس جلسہ میں پڑھا جائے گا۔ اگر اسلام کی طرف سے بھی صرف حضور ہی کا مضمون پڑھا جاتا اور دیگر علماء شریک نہ ہوتے اور حضرت اقدس کا مضمون غالب رہتا تو بوجہ مقابلہ نہ ہونے کے معاملہ پھر بھی مشتبہ ہی رہتا۔ کیونکہ علماء کہہ سکتے تھے کہ اگر ہمیں بھی موقع ملتا تو ہم بھی اس سے بڑھ کر نہیں تو کم از کم اس جیسا مضمون تو ضرور پیش کر دیتے۔ (پیغام صلح مذکور)

ناظرین! اس اقتباس کو غور سے پڑھیئے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ مذہبی جلسہ جو لاہور میں منعقد ہوا مرزا صاحب قادیانی کے تفسیری چیلنج کے بعد ہوا تھا، اسی لئے اس کو علماء کو ذلیل کرنے والی الٰہی تدبیر بتایا گیا ہے۔ حالانکہ یہ جلسہ چیلنج تفسیر نویسی سے چار سال پہلے کا ہے کیونکہ یہ ماہ دسمبر ۱۸۹۶ء کی آخری تاریخوں میں ہوا تھا اور تفسیر نویسی کا چیلنج جولائی ۱۹۰۰ء میں دیا گیا تھا۔ معلوم نہیں اس کذب بیانی سے (جو شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے کی ہے) کیا فائدہ ان کے پیش نظر ہے۔

لطف یہ ہے کہ اسی مضمون میں شیخ عبدالرحمٰن صاحب نے خود ہی جلسہ مذکور

کی تواریخ ۲۶ تا ۲۸ دسمبر ۱۸۹۶ء لکھی ہیں اور قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت دسمبر ۱۹۴۰ء میں بھی چودھری فتح محمد نے اس جلسہ کی یہی تاریخیں لکھی ہیں ۔ ملاحظہ ہو ریویو مذکور صفحہ ۴۲ ۔

میرا عقیدہ ہے کہ اس قسم کی غلط بیانیوں سے کوئی فائدہ نہیں ۔مگر پھر بھی یہ لوگ کیوں کرتے ہیں، میرا خیال ہے کہ یہ تصرف قدرت ہے جو ان سے ایسا کروا رہا ہے، تاکہ اہل بصیرت کی نگاہ میں ان کی دیانت اچھی طرح ظاہر ہو جائے ۔

کذب نمبر ۴

خدا تعالی کا منشاء چونکہ ہمیشہ کے لئے اس اشتباہ کو دور کرنے کا تھا اس لئے خدا تعالی نے علماء کے دل میں بھی تحریک کر دی کہ وہ بھی اس جلسہ میں شریک ہوں چنانچہ آپ نے اس قانون کے ماتحت کہ نستدر جھم من حیث لا یعلمون (کہ دشمنان حق کو بعض اوقات ہم ایسے رنگ میں مقابلہ کیلئے لاتے ہیں کہ ان کو محسوس بھی نہیں ہوتا کہ وہ مقابلہ کیلئے جا رہے ہیں) وہ پکڑ کر ان علماء کو مقابلہ کیلئے لے آیا اور ان کو محسوس بھی نہ ہوا کہ وہ تفسیر نویسی کے مقابلہ کے لئے جا رہے ہیں ان کے دماغ پر یہی ایک خیال مستولی رہا کہ اتنے بڑے جلسہ میں ہماری شرکت ہمارے نام کو ہمیشہ زندہ رکھے گی ۔ چنانچہ پنجاب کے اس وقت کے دو چوٹی کے علماء یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری نے بھی اپنے اپنے مضمون پڑھنے کے لئے نام بھجوا دیئے ۔ (پیغام صلح مذکور)

یہ اقتباس بھی پر از کذب و زور (سرا سر جھوٹ) ہے ۔علماء نے جلسہ میں خواہش نہیں تھی بلکہ جلسہ کی منتظمہ کمیٹی کی طرف سے ان کو دعوت شرکت آئی تھی، اس کو انہوں نے قبول کر لیا ۔ اور نہ وہ جلسہ تفسیر نویسی کے لئے تھا۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری کو لکھتے ہوئے یہ خیال نہ آیا کہ ایک ایسا جلسہ جو بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے منعقد ہو، اس میں ہندو، سکھ، برہمو، جینی، وغیرہ آزاد منش لوگ تقریریں کریں ۔ کیا وہ بھی قرآن کی تفسیر نویسی کے لئے آئے تھے؟ ان سب مقررین کی تقریریں کتاب، جلسہ مذاہب، میں درج ہیں ۔ناظرین ملاحظہ کر سکتے ہیں ۔

کذب نمبر ۵

مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری کو حضرت اقدس (مرزا قادیانی) سے جس قدر دشمنی تھی، وہ کسی سے مخفی نہیں ...لیکن اس تمام کوشش کے باوجود اس مقابلہ میں انہیں سخت ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور میدان حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ہاتھ رہا۔ (پیغام صلح مذکور)

یہ اقتباس بھی شیخ عبدالرحمٰن صاحب کی صرف شیخی کا نمونہ ہے۔ میرے مضمون کی نسبت اب تو آپ جو چاہیں سو کہیں، مگر اس جلسہ کے صدر آپ کے خلیفہ اول حکیم نورالدین قادیانی تھے۔ میری تقریر کے خاتمے پر موصوف نے جو الفاظ کہے وہ درج کئے جاتے ہیں آپ کے ملاحظہ کے لئے ان کو نقل کرتا ہوں حکیم نورالدین صاحب نے کھڑے ہو کر فرمایا کہ: مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے محبت بھرے الفاظ آپ کو بہت پسند آئے ہوں گے میں اپنی طرف سے اور آپ صاحبان کی طرف سے مولوی صاحب کا شکریہ ادا کرتا ہوں۔ (رپورٹ جلسہ اعظم ص ٦٦)

شیخ صاحب! آپ نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں میری دشمنی کا اظہار کیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی وجہ سے حکیم نورالدین صاحب سے بھی میری وہی نسبت ہوگی، اس لئے میں حکیم صاحب کے الفاظ اور آپ کے قول کو سامنے رکھ کر یہ کہوں تو بالکل صحیح ہے: الفضل ما شهدت به الاعداء

کذب نمبر ۶

اللہ اللہ! اس وقت ان علماء کے دل کی کیا کیفیت ہوگی جب کہ ان کی آنکھوں کے سامنے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مضمون کو سن سن کر لوگ وجد میں آرہے تھے۔ وقت ختم ہو جاتا ہے لیکن مضمون کا ایک حصہ باقی رہ جاتا ہے۔ لوگوں کے اشتیاق کا یہ عالم ہے کہ وہ منتظمین جلسہ پر زور ڈالنا شروع کر دیتے ہیں کہ اس مضمون کے لئے وقت بڑھایا جائے۔ آخر لوگوں کے اصرار پر منتظمین جلسہ کو ایام جلسہ میں ایک دن کا اضافہ کرنا پڑا۔ (پیغام صلح۔ ۱۲۔ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۶)

یہ بھی جھوٹ ہے کہ خاص مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مضمون کے لئے ایک روز کا اضافہ کیا گیا۔اس کذب کے اظہار کے لئے رپورٹ مذکور سے چند فقرات ذیل میں نقل کئے جاتے ہیں:

چوتھا اجلاس: بروز منگل بتاریخ ۲۹ دسمبر ۱۸۹۶ء آج ہمارا آخری اجلاس تھا مختلف فرقوں کی طرف سے عام طور پر درخواست ہونے لگی کہ انکے وکلاء کو تقریر کا موقع دیا جائے۔ لیکن موجودہ حالات کے ماتحت ان درخواستوں پر کاربند ہونا محالات میں سے تھا۔ تاہم جس قدر تقریریں ضروری تھیں ان کیلئے بھی روز مرہ کے اوقات پورے نہ تھے، اسلئے مناسب یہی سمجھا گیا کہ کاروائی ساڑھے نو بجے صبح کے شروع ہو (جلسہ اعظم ص ۱۷۱)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ چوتھا روز (۲۹ دسمبر) جلسہ کے ایام میں داخل تھا جو مختلف بقایا تقریروں کے لئے دیا گیا تھا۔اس لئے یہ کہنا کہ خاص مرزا صاحب قادیانی کی تقریر کے لئے ایک دن بڑھایا گیا، محض جھوٹ ہے۔

ناظرین کرام! کہاں تک ہم کذب شمار کریں۔ہم مکرر افسوس کرتے ہیں کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری وہ شخص ہیں کہ جنہوں نے خلیفہ قادیان محمود احمد کے حق میں از راہ دیانت جو صحیح سمجھا ظاہر کر دیا، گوان کو اس میں نقصان عظیم اٹھانا پڑا مثلاً آپ جماعت قادیان سے خارج کئے گئے، آپ کا بائیکاٹ کیا گیا، ملازمت سے برطرف کئے گئے، جان کے خطرے میں پڑ گئے، وہی شیخ صاحب بڑے مرزا صاحب قادیانی کی شان بڑھانے کے لئے ایسی کذب بیانیاں کریں، تو ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہوگا کہ:

ہم تو شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۵۔۸)

....

قطع الوتین (من) بشیر الدّین

گوسالہ سامری اور بئس القرین

خطوط مراسلات ۱۳۵۶ھ

لفظ تو فّی کی بابت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کا انعامی چیلنج منظور کرتے ہوئے اس کے فرزند خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کے نام اخبارات میں جو خطوط و دیگر مضامین اس سلسلہ میں طرفین سے شائع ہوئے تھے، انہیں بحسب ترتیب معہ محاکمہ علمائے عرب اس رسالہ میں جمع کر دیا گیا ہے تاکہ آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہوں۔ اور چٹھیوں کا وہ عربی ملخص بھی اس کے ہمراہ ملحق ہے جو ہاروت و ماروت کے نام سے شائع ہو کر عرب میں تقسیم ہوا۔ اور یہ مجموعہ بھی طبع ہو کر امیر (محمد علی) اور خلیفہ (محمود احمد) کی خدمت میں بمثل سابق رجسٹری ہو کر حاضر ہوا۔ عنائت اللہ وزیر آبادی۔ (باراول ۱۹۳۷ء۔ باردوم۔؟۱۹۵ء۔ بارسوم ۱۹۶۱ء)

احباب کرام کو معلوم ہے کہ جامع اہل حدیث واقع کٹڑہ شالبا خان گجرات پنجاب میں صبح روزانہ درس قرآن ہوا کرتا ہے۔ اس میں عموماً ہر خیال کے لوگ تشریف لاتے ہیں۔ اور آخر جنوری ۱۹۳۴ء میں سورہ مائدہ کے آخری رکوع کا درس دیتے ہوئے میں نے ذکر کیا کہ بیان عیسوی فلمّا تو فّیتنی آپ کے ما دمت فیھم کے بالمقابل واقع ہوا ہے۔ جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی زندگی کو دو حصوں پر تقسیم فرمارہے ہیں۔ ایک حصہ جو (آپ نے) ان میں رہ کر گزارا ہے، اسے وہ ما دمت فیھم سے تعبیر فرما رہے ہیں اور دوسرا حصہ جسے فلمّا تو فیتنی کہہ کر بیان فرما رہے ہیں وہ ان سے علیحدہ ہو کر گذارا ہے۔ اگر اس جگہ تو فّی بمعنی موت ہوتی تو موصوف (

حضرت مسیح) اس کے مقابل ما دمت حیاً فرماتے مگر انہوں نے توفّی کا مقابل ما دمت فیھم فرما کر موت کے معنوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

درس میں اس وقت ایک مرزائی خیال بھی تھے جو معقول ترجمہ کی تردید تو نہ کر سکے، ہاں یہ دریافت فرمایا کہ: خدا کی طرف سے کسی ذی روح کی توفّی بجز موت اور قبض روح کے بھی اگر ہوسکتی ہے، تو کیا آپ اس کی کوئی اور مثال بھی پیش کر سکتے ہیں۔

میں نے کہا ہاں، ضرور کرسکتا ہوں۔ مگر یہ میرا مطالبہ بحسب بیان ازالہ اوہام انعامی ہے جو بحسب شرط انعام لئے بغیر پورا نہیں کیا جا سکتا۔ اس نے کہا کہ آپ انعام کا مطالبہ کریں۔ میں نے کہا: اچھا کرتا ہوں۔ مگر آپ پر اس کا کیا اثر ہوگا۔ اس کا جواب جو اس نے تحریر کر دیا، وہ درج ذیل ہے:

السلام علیکم۔

مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۷۵ میں فرمایا ہے کہ باب تفعل سے توفّی کے معنی جب کہ خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول بہ انسان یا کوئی اور ذی روح ہو، تو بجز موت یا قبض روح کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص موت کے علاوہ اس کے معنی ثابت کر دے، تو اسے مبلغ ایک ہزار روپئہ انعام دونگا۔

مرزا صاحب کے اس چیلنج کو اگر آپ منظور فرماویں تو دوسری جانب کو انعامی رقم جمع کرنا ضروری ہوگا۔ اگر منصف کے فیصلہ سے آپ انعام کے مستحق ہوئے تو اس صورت میں میں اپنا عقیدہ وفات مسیح تبدیل کرلوں گا اور اگر آپ کی منظوری پر دوسری جانب سے تیاری نہ ہوئی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ موت مسیح کا عقیدہ چھوڑ دونگا۔

غلام علی دکاندار کٹ پیس۔ گجرات۔ ۲۷ جنوری ۱۹۳۴ء

۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء کو میں نے اسے یہ تحریری جواب دیا کہ: آپ کا رقعہ موصول ہوا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل ہوگی۔ لعل الله یحدث بعد ذالك امراً۔ آپ اپنے اقرار پر قائم رہیں۔،

اور پھر (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء۔ (اخبار) درنجف سیالکوٹ ۸ فروری ۱۹۳۴ء۔(اخبار) اہل سنت والجماعت امرتسر یکم مارچ ۱۹۳۴ء، (اخبار) اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء میں مندرجہ ذیل چٹھی شائع کرائی

کھلی چٹھی نمبرا۔ بنام مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ آپ کے ابا جان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ باب تفعل سے توفّی کا معنی جب کہ خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول بہ انسان یا کوئی اور ذی روح ہو، بجز موت کے اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کوئی اس کے دوسرے معنی ثابت کردے تو میں اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ مرزا صاحب نے اس چیلنج میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً مخاطب فرمایا ہے۔، اگر مرزا صاحب آنجہانی کا یہ چیلنج منسوخ نہیں ہوا ،تو میں مولوی (محمد حسین) صاحب مرحوم کا ہم خیال اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے منظور کرتا ہوں۔، اگر آپ نیابت کے پاس خاطر قابل وثوق امین کے پاس انعامی رقم جمع کرانے پر آمادہ ہوں، اور مسلّمہ منصف کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے پر تیار ہوں، تو مہربانی فرما کر امین اور منصف کا مجھ سے تصفیہ فرمالیں ۔، امین اور منصف پر اتفاق کے بعد میں اپنا مضمون منصف کے پاس بھیج دونگا، جس پر وہ آپ سے جرح کرائے گا۔ پھر وہ مجھ سے اس کا جواب لے کر فیصلہ تحریر کردے گا، جسے تسلیم کرنا ہم دونوں پر لازم ہوگا ۲ فروری ۱۹۳۴ء عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔ پنجاب

میاں محمود صاحب کے جواب کی ابھی انتظار ہی تھی کہ مرزا حاکم بیگ گجراتی کے نام پر ایک اشتہار قادیان میں طبع ہوکر شائع ہوا جسے اڈیٹر الفضل قادیان نے ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں درج فرما کر موصوف کے عجز کا یوں اعتراف فرمایا کہ:

بعض لوگ اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ان کی اپنی حیثیت کیا

ہے، کس قدر مسلمانوں کی نمائندگی انہیں حاصل ہے، کتنے لوگ ان کا ساختہ پرداختہ منظور کرنے کے لئے تیار ہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مخاطب کر کے چیلنج شائع کر دیتے ہیں اور پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ حضور بذات خود اس کا جواب دیں، حالانکہ اگر انہیں تحقیق حق سے غرض ہوتی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی .. سے جواب حاصل کرنے پر اصرار کا کیا مطلب ہے۔ اور اگر حضور ہی سے جواب لینا ہو تو پہلے اپنے آپ کو کسی جماعت کا پیشوا ثابت کرنا چاہیے اور یہ ثبوت دینا چاہیے کہ کس قدر لوگوں کی نمائندگی کا وہ حق ادا کر رہا ہے۔ جو شخص یہ صورت اختیار نہ کرے، اور کسی قسم کا چیلنج دے یا کوئی مطالبہ کرے، اس کیلئے یہی کافی ہے کہ کوئی مقامی احمدی اس کا جواب لکھ دے۔ اور مطالبہ کرنے والے کو یہ کہہ کر راہ فرار اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ یہ جواب کسی غیر ذمہ دار شخص نے شائع کیا ہے کیونکہ ہر احمدی اس سے زیادہ ذمہ دار ہونے کی اہلیت رکھتا ہے جو ایک غیر احمدی اپنے طور پر رکھتا ہے۔ پس حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی حال گجرات نے اخبار سنیاسی گجرات مورخہ ۱۵ فروری میں حضرت خلیفۃ المسیح ... کے نام جو کھلی چٹھی شائع کی، اس کا بہت معقول جواب مرزا حاکم بیگ صاحب احمدی ساکن گجرات نے لکھ کر شائع کر دیا ہے۔ اب حافظ صاحب جو کچھ کرنا چاہیں اس جواب کو پیش نظر رکھ کر کریں ورنہ ان کا فرار سمجھا جائے گا۔،،

ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۴ سے ۳۷۶ تک آنجہانی کے چیلنج سے (جس کے ضروری فقرے منقول ہو کر شائع ہو چکے ہیں) صاف ظاہر ہے کہ انہوں نے مجھے للکار کر بلایا۔ پھر جب میں مسلح ہو کر حاضر ہوا، تو دیکھتا کیا ہوں کہ ان کی گدی پر ان کے صاحبزادے ان کی نیابت فرما رہے ہیں۔ پس میں نے انہیں پکڑ لیا۔ اب مدیر صاحب الفضل کی خامہ فرسائی فضول ہے۔ انہیں اپنا فیصلہ بھی بھول گیا جسے انہوں نے ۱۰ مئی ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں شائع فرمایا کہ:

ایک باحیا اور غیرت مند انسان کا کام یہ ہے کہ اول تو کسی سے چھیڑ چھانی نہ کرے، اور اگر کرے تو پھر میدان سے بھاگ کر اعتراف عجز نہ کرے۔

مدیر صاحب کی بیہودہ گوئی قابل جواب نہ تھی ۔مگر پھر بھی ناواقفوں کی آگاہی کے لئے اسکا جواب میری طرف سے (اخبار) اہل حدیث امرتسر ۲۰۔اپریل ۱۹۳۴ء ، (اخبار) واہل سنت والجماعت امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۴ء (اخبار) در نجف سیالکوٹ ۔۱۵۔اپریل ۱۹۳۴ء ، (اخبار) مسلمان سوہدرہ ۱۵۔اپریل ۱۹۳۴ء ، (اخبار) سنیاسی گجرات ۲۵۔اپریل ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ جب کہ (اخبار) اہل حدیث نے اسے مندرجہ ذیل نوٹ دیکر شائع فرمایا کہ:

> اہل حدیث ۲۳ مارچ (۱۹۳۴ء) میں صفحہ ۷ پر حافظ عنایت اللہ صاحب گجراتی کا ایک مراسلہ درج ہوا ہے جس میں موصوف نے مرزا صاحب متوفی کے ایک دعوی بلکہ چیلنج کا ذکر کر کے اس کی قبولیت کا اظہار کیا ہے ۔وہ چیلنج یہ ہے کہ اگر توفّی باب تفعل کا فاعل اللہ ہو، اور مفعول بہ ذی روح ہو، وہاں سوائے موت کے کوئی اور معنی ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا ۔،حافظ صاحب موصوف نے خلیفہ قادیان کو بحیثیت ولد اور بحیثیت خلیفہ مخاطب کر کے اس چیلنج کی یاد دہانی کرا کر فیصلہ کرانے پر متوجہ کیا تھا۔مگر اڈیٹر الفضل نے از خود اس میں دخل دے کر لکھا ، کہ آپ کسی جماعت کے نمائندے نہیں ۔لہذا آپ کو خلیفہ صاحب جواب نہ دیں گے ۔ بلکہ کوئی احمدی مشتہر (گجراتی) جواب دینے کو کافی ہیں ۔الفضل کے اس جواب کی تردید میں حافظ عنایت اللہ کا مراسلہ درج ذیل ہے
>
> (مدیر اخبار اہل حدیث امرتسر)

اڈیٹر الفضل کے استفسار کا جواب

بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ آپ نے ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں ایک مسترد اور نا قابل ذکر اشتہار بلا وجہ دوبارہ شائع کر کے جو فرمایا ہے کہ گویا میں نے کوئی چیلنج مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب کے نام شائع کیا ہے جس میں ، میں نے اپنی کوئی حیثیت ظاہر نہیں کی ۔

اس کی بابت جواباً عرض ہے کہ میری طرف سے ابھی تک کوئی چیلنج موصوف

کے نام شائع نہیں ہوا، بلکہ موصوف کے ابا جان کے چیلنج کو منظور کیا ہے، اور اپنی حیثیت بھی چھٹی نمبرا میں ظاہر کر دی ہے جسے آپ نے بھی اسی پرچہ میں درج فرمایا ہے۔ اگر آپ اسے پہلے غور سے پڑھ لیتے، تو آپ کو دریافت کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔

مکرر عرض کر دوں کہ چیلنج کرتے وقت میری حیثیت جو مرزا صاحب آنجہانی نے مقرر فرمائی ہوئی ہے، اس کا نا قابل تردید ثبوت میں چھٹی نمبرا میں عرض کر چکا ہوں۔ اس سے زائد کا مطالبہ ہرگز درست نہیں، بلکہ چیلنج کی تنقیص اور تحقیر کے مرادف ہے۔

اگر کوئی بزرگ آپ کی اعزازی دعوت کرے اور آپ کو وقت اور جگہ بھی بتا دے، پھر جب آپ تشریف لاویں تو مکان مقفل اور وہ حضرت غائب ہوں اور ان کا کوئی خادم آپ سے عرض کرے کہ آپ کو روٹی مطلوب ہے چلو میں اپنے یہاں سے کھلا دیتا ہوں، تو آپ روٹی کے لئے اس کے ساتھ چل پڑیں گے۔ اگر نہیں تو پھر آپ دوسرے کو کیا مشورہ دے رہے ہیں۔، آپ خاموش ہو کر سنتے رہیں۔ میں مطابق ضرباً بالیمین مرزا (غلام احمد) صاحب کے اولوالعزم فرزند (مرزا محمود احمد) کو چٹھی پر چٹھی لکھ رہا ہوں جو ان کی جگہ پر نیابت فرما رہے ہیں اور انہیں بانگ دہل ما لکم لا تنطقون کہہ کر پکار رہا ہوں۔ آپ ابھی سے مجھے موصوف کی طرف سے مایوس کن خبر لقد علمت ما ھئو لاء تنطقون؟ پڑھ کر نہ سنائیں۔ اگر آپ کچھ کر سکتے ہوں تو موصوف کو ان کے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ کریں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ رقم موعودہ میں سے مبلغ ایک صد روپیہ میں آپ کو اس خیال سے دونگا کہ آپ نے اس علمی غزوہ میں میرا ہاتھ بٹایا۔

عنایت اللہ وزیرآبادی گجرات پنجاب

اہل حدیث ۲۳ مارچ کے پرچے میں صاف لکھا تھا کہ انعامی رقم میں سے پچیس فی صدی اشاعت میں آنا چاہیے۔ حافظ صاحب نے اغیار کو تو ایک صد دینے کا وعدہ کر لیا لیکن اہل حدیث کے اعلان کی منظوری ظاہر نہ کی۔ شائد السکوت فی معرض البیان،

بیان ۔ اہل حدیث امرتسر ۔۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء۔

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر کی زرطلبی کا جواب حکیم عبد اللطیف عارف اڈیٹر اخبار سنیاسی نے جو دیا، وہ درج ذیل ہے

بخدمت جناب اڈیٹر صاحب اہل حدیث امرتسر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ ۔ آپ نے جو ۲۳ مارچ اور ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء کے اہل حدیث میں انعامی رقم کے وصول ہونے پر پچیس فیصدی اشاعت فنڈ کیلئے طلب فرمایا ہے ۔ اس کے جواب میں حافظ قاری عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم اس تحریک کے شروع میں ہی اپنے دوستوں میں اعلان کر چکے ہیں اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے ہمارا چیلنج منظور کر لیا (چیلنج مرزا صاحب آنجہانی کا ہے جسے منظور کیا گیا ہے ۔عنائت اللہ) جو بظاہر بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، تو ہم یقیناً جیت جائیں گے، اور انعام کی تمام رقم قومی ضرورتوں پر خرچ کریں گے ۔ حافظ صاحب اس رقم سے ذاتی فائدہ اٹھانے کے خواہش مند نہیں ہیں ۔ آپ تسلی رکھیں اور اگر ہو سکے تو اپنے ہمسایہ کو بھی ذرا میدان میں لانے کی سعی فرماویں ۔سنیاسی ۔ گجرات ۱۹۳۴ء

کافی انتظار کے بعد میاں محمود احمد کے نام (اخبار) اہل سنت والجماعت امرتسر ۸ مارچ ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵ مارچ ۱۹۳۴ء، (اخبار) اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء میں میری طرف سے دوسری چٹھی شائع ہوئی جو درج ذیل ہے:

کھلی چٹھی نمبر ۲۔ بخدمت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی

بعد از سلام مسنون ۔ گزارش ہے کہ آنجناب کے نام ایک عریضہ بعنوان بالا اخبار درنجف سیالکوٹ مورخہ ۸ فروری ۱۹۳۴ء، اور اخبار سنیاسی گجرات ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء میں شائع ہو چکا ہے ۔ مؤخر الذکر کا ایک پرچہ بذریعہ جواب طلب رجسٹری آنجناب کی خدمت میں روانہ کیا گیا جسے آپ نے ۱۵ فروری کو وصول فرما لیا۔ مگر مجھے شکائت کرنے پر آپ کے دستخطوں کی نقل ڈاکخانہ قادیان کی طرف سے ۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو وصول ہوئی

گو پرچہ کا رجسٹری ہو کر آپکی خدمت میں حاضر ہونا آپ کی توجہ کو مبذول

کرانے کے لئے کافی تھا، مگر احتیاطاً اس کی پیشانی پر قلم سے بھی تحریر کر دیا گیا کہ اس کے فلاں صفحہ اور فلاں کالم کو خاص طور پر ملاحظہ فرمائیں۔ آج مورخہ ۹ مارچ ۱۹۳۴ء تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ حیران ہوں کہ اتنی تاخیر کیوں؟

پرسوں ۷ مارچ ۱۹۳۴ء کو گجرات میں ایک اشتہار مطبوعہ قادیان تقسیم ہوا مگر وہ آپ کی طرف سے نہ ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں ہے۔ مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ میں یہ رقم اپنی مملوکہ جائداد فروخت کر کے ادا کرونگا تاعبرت ہو مریدوں پر تاوان نہیں۔ نیز اس رقم کے ساتھ آپ نے یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ میں اس شخص کی قرآن دانی اور حدیث دانی اور علمی کمالات کا علانیہ طور پر اقرار کرونگا۔ چونکہ آپ ان کے فرزند ہیں اور نیابت فرما رہے ہیں اس لئے آپ کو مخاطب کیا گیا ہے۔ دوسرا کوئی مالک نہیں، اور نہ اس کا اعتراف علم قابل اعتبار ہے۔ اور میں اپنی پوزیشن چیلنج کی منظوری میں واضح کر چکا ہوں۔ اور یہ بھی واضح رہے کہ چیلنج کے الفاظ نہیں، خلاصہ عرض کیا گیا ہے۔ اور اداء مطلب میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی۔ نیز عسل مصفی کے بیان مطابق مولوی نورالدین صاحب خلیفہ اول نے جو اس کے ثبوت پر مزید پانچہزار روپئہ کا اپنی جیب خاص سے وعدہ فرمایا ہوا ہے، اس کے حصول کی کیا صورت ہے۔ نوٹ۔ یہ دوسری چٹھی بھی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ اور مثل سابق کل ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو رجسٹری ہو کر آپکی خدمت میں حاضر ہوگی۔ انشاءاللہ۔ عنایت اللہ وزیرآبادی گجرات، پنجاب۔

اخباری اشاعت کے بعد اس دوسری چٹھی کو مندرجہ بالا نوٹ دے کر ایک عام اشتہار کی صورت میں بھی شائع کیا گیا اور بحسب وعدہ کئی ایک اشتہارات رجسٹری ہو کر خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ مگر جواب ندارد۔

آخر جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے مجھے تیسری چٹھی بھی ارسال کرنی پڑی۔ جو اخبار اہل سنت والجماعت امرتسر یکم مئی ۱۹۳۴ء، (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۳ مئی ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵ جون ۱۹۳۴ء، (اخبار) مسلمان

سوہدرہ ۱۵مئی ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی ۔

کھلی چٹھی نمبر۳ بخدمت میاں بشیرالدین محموداحمد صاحب قادیانی

ار سلنا اليهم اثنين فكذ بو هما فعزز نا بثا لثٍ ۔ فان لم يستجيبوا لك فاعلم انما يتبعو ن اهواء هم انما يستجيب الذين يسمعو ن و المو تى يبعثهم الله ثم اليه ير جعو ن ۔(پیشتر ازیں) ہم نے آن (حضرت) کی طرف دو(عریضے) بھیجے ۔جن کا انہوں نے (بصورت اعراض) انکار کر دیا ۔تو پھر ہم نے (انہیں جگا نے کے لئے یہ) تیسرا (عریضہ) ارسال کیا (ہے کہ شاید وہ اس پر ہی متوجہ ہوں) پس اگر وہ تجھے اب بھی جواب نہ دیں ،تو سمجھ لے کہ وہ علمی زندگی سے محروم ہیں ،کیونکہ جواب کی توقع تو ان سے ہوا کرتی ہے ، جو زندہ ہوں ۔بھلا مردے کیا خاک جواب دیں گے ۔

بعد از سلام مسنون ۔گذارش ہے کہ دوسری چٹھی بھی آپ کے نام سے شائع کر۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو بذریعہ جواب طلب رجسٹری آپ کی خدمت میں روانہ ہوئی جسے آپ نے ۲۴ مارچ کو وصول فرمالیا اور۲۴ کو مجھے آپ کی دستخطی رسید بھی موصول ہوگئی ۔مگر افسوس کہ آج ۲۸ ۔اپریل ۱۹۳۴ء تک آپ کیطرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی ۔تعجب ہے کہ اتنی تاخیر کیوں ؟ آپ کو یاد ہوگا کہ سترہ سال کی عمر میں آپ نے سب سے پہلی تقریر جو بقول خود بے خبری کے عالم میں بہت بڑی امنگ سے ایک امید پر فرمائی تھی کہ میں لقمان ثانی کا فرزند ہوں اور مجھے ابھی سے ہدایت ہو رہی ہے کہ و لا تصعر خدك للناس . خلیفہ بن کر لوگوں سے بے رخی نہ کی جئو ۔مگر افسوس کہ آج جرى الله کا فرزند خلیفہ ہوکر آپ اتنی بے رخی برت رہے ہیں کہ میں اب تک اپنے عریضوں کے جواب سے محروم ہوں ۔خلیفہ اول کو تو اس استقرائی قاعدہ پر اتنا وثوق تھا کہ انہوں نے پانچ ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے اس پر مستزاد فرمایا ۔اگر آپ کو بھی اس پر اسی طرح وثوق ہوتا تو ضرور تھا کہ آپ بھی اس میں دل چسپی لے کر حسب مقدرت اپنی جیب

خاص سے اس پر کچھ اور رقم بڑھاتے اور اپنے باپ کا قائم مقام اور صحیح خلیفہ بن کر اس کے چیلنج کی پرزور حمایت کرتے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے، کہ میں للکارتا ہوں اور آپ خاموش۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ وسعت نظری اور کثرت مطالعہ کی وجہ سے اپنے ابا جان اور خلیفہ اول کی کمزوری محسوس کرتے ہوئے اس کی حمایت پر تیار نہیں ہوتے۔ اور مسند خلافت اور قومی قیادت اس کے اظہار سے آپ کو مانع ہو رہی ہے جو کسی طرح بھی آپ کی شان کے لائق نہیں۔

ہاں یاد آیا کہ اوائل عمر میں آپ نے ایک دفعہ اپنے سے بڑے کا چیلنج منظور فرما کر خالی بندوق سے جب اس کی کنپٹی پر نشانہ لگایا تو بقول آپ کے اس نے شرمندگی سے اپنی غلطی اور بے وقوفی اور آپ کی سچائی کا صاف صاف اقرار کر لیا۔

ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ آپ اپنے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر اس لئے بھی تیار نہ ہوں کہ خدانخواستہ تلك بتلك کی صورت میں بمطابق تلك الایام نداو لها بین الناس، کہیں آپ کو علمی چوٹ کھا کر اپنے ابا جان کی غلطی اور میرے علم کا اعتراف نہ کرنا پڑ جائے جو چیلنج کی شرط بمطابق تمام جماعت احمدیہ کے لئے رسوائی کا موجب ہے۔ ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ آپ نے قصور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ: کسی مذہب وملت یا کسی مذہب کے جاننے والے کو میرے سامنے لے آؤ، یا مجھے جہاں کہو میں جاؤنگا۔ لیکن جب میں نے خصوصاً وعموماً مخاطب ہونے کی وجہ سے آپ کے ابا جان کا چیلنج منظور کر لیا، جس میں آپ کو نہ کہیں جانے کی ضرورت اور نہ کسی کو آپ کے پاس آنے کی ضرورت، تو آپ نے خاموش ہو کر اپنا پیچھا چھوڑانے کی ٹھان لی۔

میں جانتا ہوں کہ ہزیمت کا خیال آپ کو آمادگی سے روک رہا ہے۔ مگر عقلمندوں کے نزدیک آپ کی اس طرح پر خاموشی بھی تو ہزیمت سے کچھ کم نہیں۔ آپ کی ارادت میں جو شاعرانہ تخیل ظاہر کیا گیا ہے

مقابل ہو اس کا یہ طاقت ہے کس میں
غرور اس نے توڑا ہے دشمن کا سارا
عدوّ میں رہی اس کا چیلنج سن کر
نہ اٹھنے کی طاقت نہ چلنے کا یارا
وہ ابن جری ہے وہ شیر خدا ہے
کہ اس کے مقابل جو آیا وہ ہارا

اس کی جس قدر بھی داد دی جائے، کم ہے اور آپ بھی اس پر خوش ہوں کہ یہ گدی نشینی کا ثمرہ ہے۔ مگر امر واقع یہ ہے کہ آج تک آپ نے کسی میدان مبارزت میں اتر کر اپنے علم وعرفان کا کبھی ثبوت نہیں دیا۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کو اپنی خلافت کے ایام میں اب تک صرف تین ہی مواقع مبارزت پیش آئے مگر افسوس کہ آپ ان میں سے کسی ایک کے لئے بھی تیار نہ ہو سکے:

۱۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کے بالمقابل تفسیر نویسی سے آپ نے اپنی بے بضاعتی کی بنا پر گریز فرمایا۔

۲۔ مولانا محمد شریف صاحب (گھڑیالوی) کی دعوت مباہلہ کو آپ نے کئی نامناسب حیلوں سے ٹال دیا۔

۳۔ اب جب کہ خادم نے آپ کے ابا جان کے چیلنج کی منظوری شائع کر دی تو آپ ایسے خاموش ہوئے کہ گویا جسم میں جان ہی نہیں۔ کیا اولوالعزمی اسی کا نام ہے؟ کیا للکار کر غائب ہو جانا بہادری ہے؟ مگر میں اب بھی مایوس نہیں۔ شائد یہ تیسری چٹھی جو آخری چٹھی ہے، اور بمثل سابق رجسٹری ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگی آنجناب میں کوئی حرکت پیدا کر دے۔ ورنہ مثل مشہور ہے کہ شیر قالین دگر است شیر نیستان دگر است۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔ پنجاب

خیال تھا کہ چٹھی نمبر۳ کا جواب ضرور آئے گا۔ ابھی انتظار ہی میں تھا کہ مولانا غلام رسول صاحب (قادیانی راجے کی) ۱۵ جون ۱۹۳۴ء کو میرے پاس تشریف لائے اور

بطور استفادہ قرآن مجید کے چند مشکل مقاموں کی بابت دریافت فرمایا، جن کا تسلی بخش جواب سن کر آپ نے تصویب فرمائی۔ اور پھر میری تصنیف کردہ عربی تفسیر طلب فرما کر دیر تک ملاحظہ فرماتے رہے۔ پھر واپس جا کر آپ نے میرے نام ایک عربی رقعہ ارسال فرمایا کہ اس مبارزت کے لئے میں تیار ہوں۔

مولوی (غلام رسول) صاحب کے نام سے آج تک کوئی عربی کتاب شائع نہیں ہوئی۔ شائد وہ اس رقعہ سے اپنی عربیت کا اظہار چاہتے ہوں، جس کا ان سے کوئی مطالبہ نہیں۔ رقعہ جہاں عبارت کے لحاظ سے دل چسپ ہے وہاں مضمون کے اعتبار سے بھی کچھ کم نہیں۔ مگر افسوس کہ میں اسے اس جگہ شائع نہیں کر سکا۔ اگر مولوی صاحب اس کی اشاعت ضروری سمجھتے ہوں تو وہ اس کی ٹھیک ٹھیک نقل شائع کر دیں۔ میں نے جو کچھ اس کا جواب دیا وہ درج ذیل ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب آف راجیکے:

بعد از سلام مسنون۔ آپ کے عربی گرامی نامہ کے جواب میں معروض ہوں کہ توفّی کی بابت مرزا صاحب آنجہانی کے چیلنج کی منظوری میں ان کے فرزند ارجمند میاں محمود احمد صاحب کے نام اخبارات میں شائع کرا چکا ہوں۔ اور پے در پے موصوف کے نام تین مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ جواب طلب رجسٹری روانہ کر چکا ہوں جن کا تا حال موصوف کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ کل آپ نے میرے پاس تشریف لا کر میری شائع کردہ عربی تفسیر آیات للسائلین کو ملاحظہ فرما لیا کہ اس میں ان دلائل کا کوئی ذکر نہیں جن کی بنا پر آنجہانی کا چیلنج منظور کیا گیا ہے۔ مجھے آپ کا ہر طرح ادب ملحوظ ہے مگر اس باب میں امام صاحب کے سوا کسی دوسرے سے خطاب ہرگز مناسب نہیں۔ اگر آپ کو ان دلائل سے آگاہی مطلوب ہے، تو آپ موصوف کو اپنے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ فرما کر رقم موعودہ میں سے مبلغ یک صد روپیہ کا انعام حاصل کریں جس کا میں اڈیٹر الفضل کے جواب میں اعلان شائع کر چکا ہوں۔ ۱۶۔ جون ۱۹۳۴ء،

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔ پنجاب

حکیم عبداللطیف عارف اڈیٹر سنیاسی کی رائے

ایک عرصہ سے اخبار سنیاسی کے کالموں میں حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی کی طرف سے دعوت مناظرہ کے لئے پے در پے تین چٹھیاں شائع ہو چکی ہیں، جو معلوم ہوا ہے کہ حافظ صاحب نے بصیغہ رجسٹری مرزا صاحب موصوف کے نام بھیج کر باقاعدہ رسیدیں بھی حاصل کر لی ہوئی ہیں۔ حافظ صاحب کا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ دعوی کہ لفظ توفی کے معنی موت کے سوا کچھ نہیں، اگر کوئی شخص ثابت کر دے تو ہم ایک ہزار روپئہ انعام دیں گے، بالکل غلط ہے۔ میں ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ ان کے فرزند رشید انعامی رقم جمع کرا دیں اور میدان میں اتریں۔ مگر ابھی تک سکوت کامل اور صدائے برنخواست کا معاملہ ہے کیونکہ باوجود ہمارے دریافت کرنے کے بھی مقامی جماعت قادیان کے بڑے کارکن ملک عبدالرحمٰن خادم نے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔ ہم نے عرض کیا کہ سیاسی کے کالم معقولیت کے ساتھ آپکے مراسلات بھی شائع کرنے کے لئے حاضر ہیں بشرطیکہ مختصر ہوں جیسے حافظ صاحب موصوف کے مدلل اور مختصر ہیں۔ آپ نے وعدہ بھی فرمایا مگر مراسلہ نہیں بھیجا۔ اب ناظرین سنیاسی اندازہ فرمالیں کہ یہ خاموشی کیوں ہے۔، البتہ ایک بات جو آپ نے کہی تھی کہ ہم خلیفہ صاحب کی طرف سے ایک شخص کو نمائندگی کی سند کامل دلوا سکتے ہیں، حافظ صاحب بھی اپنی جماعت کی طرف سے سند حاصل کرلیں۔، یہ حجت حافظ صاحب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک، چشم ما روشن دل ما شاد۔ (مجھے یاد نہیں، شائد علی سبیل التنز ل ایسا کہا ہوگا۔ ورنہ آنجہانی کے چیلنج میں یہ شرط موجود نہیں۔ عنایت اللہ) اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے سند نمائندگی کی ایک نقل ہمیں بھیج دیں اور ایک الفضل میں شائع کرا دیں۔ ہم اپنی نمائندگی کی ایک نقل انہیں بھیج دیں گے اور ایک سنیاسی میں شائع کرا دیں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ قادیانی جماعت اور اس کے خلیفہ کیا جواب دیتے ہیں۔ سنیاسی گجرات۔ ۲۵ جولائی ۱۹۳۴ء۔

پھر میں نے اپنی ہر سہ چٹھیوں کے جواب سے مایوس ہو کر مولوی محمد علی (لاہوری) کو آنجہانی (مرزا) کے چیلنج کی حمایت پر توجہ دلائی جو بعنوان اطلاع نامہ (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۲۸ جون ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۵ جولائی ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ بلکہ (اخبار) تنظیم (اہل حدیث) نے اسے مندرجہ ذیل نوٹ دے کر شائع فرمایا کہ:

حافظ عنایت اللہ کو اپنی مطبوعہ چٹھیوں کا قادیان سے جواب نہ آنیکی شکایت ہے۔ لیکن ناظرین جانتے ہیں کہ امیر جماعت اہل حدیث (حافظ محمد شریف گھڑیالوی) کے اشتہار مباہلہ نمبر ۴ کو آج دو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے، مگر خلیفہ قادیان کی طرف سے تاہنوز کوئی آواز نہیں آئی۔ آخر خلیفہ صاحب بیچارے کہاں تک جواب دیتے جائیں۔ خیر اب حافظ صاحب نے چھوٹی امت کو بلایا ہے۔ دیکھیں کیا ہوتا ہے۔ حقیقت یہ ہے

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اطلاع نامہ بخدمت مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ مرزا (غلام احمد) صاحب آنجہانی نے ازالہ اوہام میں توفّی کی بابت جو انعامی چیلنج کیا ہوا ہے، اس کی اندرونی شہادتوں کی بنا پر اس کے ذمہ دار اب میاں محمود احمد صاحب قادیانی ہیں اور میں اس کا صحیح مخاطب ہوں۔ غالبًا آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ میں اس چیلنج کو منظور کر چکا ہوں اور پے در پے تین مطبوعہ چٹھیاں میاں (محمود احمد) صاحب کی خدمت میں بذریعہ جواب طلب رجسٹری روانہ کر چکا ہوں جن کی رسیدیں بھی موصوف کے دستخط ہو کر مجھے مل گئی ہیں۔ مگر افسوس کہ موصوف کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔ اور نہ آئندہ اس کی کوئی امید ہے۔ اسلئے اب میں بحسب ارشاد نبوی ﷺ و لا یطلب ھاربھا (الحدیث) (کہ اگر دشمن جان چرا کر بھاگ نکلے تو اس کا تعاقب مت کرو) موصوف کا پیچھا چھوڑتا ہوں۔

ازالہ اوہام میں جس کا چیلنج منظور کر چکا ہوں، مرزا (غلام احمد) صاحب نے

تفسیر القرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ : میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے، اور مجھ میں ہی داخل ہے۔

اسے پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ میں اتما ماً للحجة آپ کو بھی مخاطب کر دیکھوں کیونکہ انگریزی تفسیر القرآن کی وجہ سے آپ اس کے مصداق ہوکر آنجہانی کی شاخ اور ان میں داخل ہیں۔ اور آپ کا اعتراف علم بھی ایک حد تک ان کے اعتراف کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ لہٰذا اطلاعاً عرض ہے کہ میاں (محمود) صاحب کا ذاتی ذکر چھوڑ کر ہر سہ چٹھیوں کے باقی مضمون میں، میں آپ کو مخاطب کرتا ہوں۔ امید ہے کہ آپ موصوف خائف نہ ہوں گے بلکہ اس قلم کو حرکت دیں گے جو نومبر ۱۹۰۶ء میں آپ کو آنجہانی کی معرفت اس لئے دیا گیا کہ آپ ہمارے خلاف اعلیٰ مضمون تحریر کرسکیں۔ نیز میں اس اطلاع کے ہمراہ احتیاطاً ہر سہ مطبوعہ چٹھیاں بھی بذریعہ جواب طلب رجسٹری آپکی خدمت میں ارسال کرونگا۔ اور ہر ایک چٹھی کے جواب کے لئے بحسب ترتیب ایک ایک ہفتہ میعاد مقرر کرتا ہوں جو تاریخ وصولی سے شروع ہوگی۔

عنایت اللہ وزیرآبادی

جواب اطلاع نامہ:

مکتوب الیہ (مولوی محمد علی لاہوری) کی طرف سے میرے اطلاع نامہ کا ابھی کوئی جواب نہیں آیا تھا کہ خاں صاحب چوہدری منظور الٰہی سکرٹری انجمن احمد یہ اشاعت اسلام لاہور نے پیغام صلح لاہور مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۴ء میں بعنوان بالا ارقام فرمایا کہ:

مولوی عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی (ضلع گجرات، پنجاب) نے اخبار سنیاسی گجرات میں حیات مسیح کے موضوع پر اطلاع نامہ کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں ہمیں بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ ان کی تحریر کا جواب عرض ہے (جواب کیا ہے ازالہ سے آنجہانی مرزا کا اشتہار چیلنج جس کی میری طرف سے بجمیع اجزاء منظوری شائع ہو چکی ہے، بلاضرورت نقل کر کے فرمایا

کہ) ظاہر ہے کہ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جو اشتہار کی اشاعت کے بعد قریباً بیس سال تک زندہ رہے۔ نہ ان کو اور نہ حضرت مسیح موعود کے ہم عصر مخالف مولوی کو اس مقابلہ کی کبھی جرأت ہوئی۔ اب چونکہ تینتا لیس سال کے بعد آپ نے اس مقابلہ میں آنے کی جرأت کی ہے، اس لئے اب طرفین کے دلائل کے موازنہ کی ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ آپ اس بارہ میں پبلک کے سامنے اپنے دلائل پیش کریں، ہم اس کی تردید میں اپنے دلائل پیش کریں گے۔ پبلک خود غلط یا صحیح کا موازنہ لگا لے گی۔

جب انعامی مقابلہ سے اتنا عرصہ آپ کے بزرگ علماء گریز کرتے رہے۔ خصوصاً وہ جو خاص طور پر اس کے مخاطب تھے، تو اب ہمارے ساتھ مقابلہ کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ طرفین اپنے اپنے دلائل پبلک میں پیش کر دیں۔ جب آپ کے بڑوں سے ہم خائف نہ ہوئے جنہوں نے تکبر سے بڑے بڑے دعوے کئے تو آپ سے خائف ہونا جس کا کوئی اثر اپنی جماعت پر بھی نہیں، ایک بے معنی بات ہے۔

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ہر ایک عالم ایسے مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ اس لئے یہ ضروری امر نہیں کہ سلسلہ کے بزرگ ہی آپ سے مخاطب ہوں۔ اگر مولوی صاحب کے پاس حق ہے تو پبلک کے سامنے پیش کرنے میں ان کو تامل نہ ہونا چاہیے۔ آخر رات دن ان کی جماعت کی طرف سے ہمارے خلاف رطب و یابس شائع ہوتا ہی رہتا ہے، وہ بھی اپنا زور لگا لیں۔ محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری

میری طرف سے اس کا جواب الجواب، (اخبار) اہل سنت و جماعت امرتسر ۱۶۔ جولائی ۱۹۳۴ء؛ (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۱۲۔ اگست ۱۹۳۴ء۔ (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵۔ اگست ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے:

پیغامیوں کے خاں صاحب کی مداخلت کا جواب

مولوی محمد علی صاحب کے نام تنظیم روپڑ میں شائع شدہ طلاع نامہ معہ ہرسہ چٹھیوں کے بحسب وعدہ ان کی خدمت میں بذریعہ جواب طلب رجسٹری بھیجا گیا جسے انہوں نے ۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو ڈلہوزی میں وصول فرمایا۔ ادھر چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب سکرٹری

انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے سنیاسی گجرات میں شائع شدہ اطلاع پڑھ کر ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ کے پیغام صلح میں (جو ۱۹ جولائی کو ایک دوست نے مجھے عاریۃً لاکر دیا) جلدی سے مولوی صاحب موصوف کو ارشاد الٰہی لا یستجیب له الی یوم القیامة کا مصداق ٹھہرا دیا کہ موصوف ہرگز جواب نہ دیں، جو شائد ان کے قیافہ مطابق درست ہومگر میں میعاد ختم ہونے ضرور انتظار کرونگا۔ انشاء اللہ

خان صاحب! آپ کا یہ ارشاد کہ گویا میں نے حیات مسیح پر کوئی مضمون لکھا ہے، سراسر غلط اور خلاف واقع ہے۔ شائد آپ نے اسے بمطابق لا یکادون یفقھون قولا سوچ سمجھ کر پڑھا ہی نہیں یا بحسب ارشاد الٰہی یبغونھا عوجاً ایک سیدھے اور صاف علمی بحث میں خواہ مخواہ الجھن پیدا کرنے کا خیال ہے یا پھر بمصداق دو اور دو چار روٹیاں، حیات وممات کا خیال جو آپ کے دماغ میں سمایا ہوا ہے، اسی کا اظہار ہے۔ مرزا صاحب آنجہانی کا دعویٰ جسے آپ نے بھی ازالہ اوہام کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول لقدیم و جدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔ اگر میں مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے بھی صدیوں پیشتر کا حوالہ دے کر غلط ثابت کردوں تو اسے حیات وممات مسیح سے کیا تعلق۔

خاں صاحب! آپ کا میری بابت یہ خیال درست اور بجا ہے کہ مجھے اپنی جماعت میں ہبل کا درجہ ہرگز حاصل نہیں اور نہ ہی میں بمنزلہ ہبل ہوں۔ میں تو اپنی جماعت کا بھائی اور خادم ہوں اور وہ آزاد ضمیر بت شکن ہیں۔ بت پوجک اور ضمیر فروش نہیں۔ آپ خوب بے دھڑک ہوکر اپنے امیر کی بابت اعلی الھبل کا نعرہ لگائیں اور لنا عزی و لا عزی لکم کے بعد خوب گیت گائیں۔ موحدوں کے پاس اللہ اعلیٰ و اجل اور الله مولانا و لا مولا لکم سے بہتر اسکا کوئی جواب نہیں۔

خاں صاحب! اگر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں میں نے آپ کو خائف نہیں بتایا۔ ہاں آپ کے امیر صاحب کے متعلق عدم خوف کی توقع ظاہر کی ہے مگر شاباش آپ کی ارادت کے کہ آپ نے میری توقع کے خلاف موصوف کو خائف ثابت کر کے چھوڑا ہے۔ نیز آپکا یہ مشورہ کہ میں اپنے دلائل شائع کردوں جنکے جوابات شائع ہوکر پبلک پر فیصلہ

چھوڑ دیا جائے، کسی طرح بھی ٹھیک نہیں بلکہ تجربہ اور مشاہدہ کے خلاف ہے کیونکہ کسی نزاع پر بھی کسی فریق کے پاس پبلک کا فیصلہ موجود نہیں جسے بطور نظیر پیش کیا جا سکے۔ برخلاف اس کے منصف کا فیصلہ جس کی طرف میں آپ کے امیر صاحب کو توجہ دلا چکا ہوں، موجود ہے جو طلب کرنے پر بھیجا جا سکتا ہے ۲۱ جولائی عنایت اللہ وزیر آبادی

(ہاں اگر آپ کے امیر یا دوسروں کے خلیفہ علمی اور روحانی طور پر زندہ ہوتے اور پھر دیانتاً وہ کوئی ایسی درخواست کرتے تو البتہ میں اسے بحسب ارشاد نبوی لو کا ن مطعم بن حیاً الحد یث اخر جه البخاری۔ مناسب طور پر منظور کر لیتا۔ آپ جیسے چیلنج کی رو سے قابل خطاب نہیں)

اس کے ساتھ ہی مولوی محمد علی لاہوری کے نام بعنوان یاد دہانی ایک مکتوب (اخبار) اہل سنت و جماعت امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۳۴ء (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۲۔ اگست ۱۹۳۴ء (اخبار) سنیاسی گجرات ۵۔ اگست ۱۹۳۴ء میں شائع کرایا جو درج ذیل ہے:

بخدمت مولانا محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور۔

بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ آپ کے نام شائع شدہ اطلاع نامہ معہ ہر سہ مطبوعہ چٹھیوں کے بذریعہ جواب طلب رجسٹری بحسب وعدہ ارسال کیا گیا ہے۔ جسے ۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو ڈلہوزی میں آپ نے وصول فرمایا۔ اور ۹ جولائی کو مجھے آپ کی دستخطی رسید موصول ہوگئی۔ مگر آج ۲۱ جولائی تک آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا باعث تاخیر کیا ہے؟ اگر آپکو کچھ اور مہلت درکار ہے تو میں تین ہفتے اور بڑھا دیتا ہوں۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔

مولانا عبدالمجید صاحب اڈیٹر مسلمان کی رائے

مرزائیوں کا سکوت۔ ۱

مرزا جی آنجہانی نے ایک موقع پر لکھا تھا کہ لفظ توفی کے معنی موت کے سوا کچھ نہیں اگر کوئی شخص قرآن مجید سے یہ ثابت کر دے تو ہم ایک ہزار روپئہ انعام دیں گے

مرزا جی کا یہ اعلان بہت کم لوگوں کی نظروں سے گزرا ہے کیونکہ اس قسم کے اعلان وہ اکثر شائع کر کے محفوظ ہی رکھا کرتے تھے تا کہ عام لوگ اسے پڑھ بھی نہ سکیں اور ہم

بھی سچے سچے رہیں کہ شائع کر دیا۔
اب حسن اتفاق سے یہ چیلنج کہیں حافظ عنایت اللہ صاحب گجراتی کی نظر سے جو گذرا تو آپ نے جھٹ مرزا جی کے روحانی اور جسمانی جانشین مرزا محمود کو یہ لکھا کہ آپ اپنے باپ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے ایک ہزار روپیہ بطور امانت جمع کریں میں قرآن مجید ہی سے اس کا ترجمہ دکھانے کے لئے تیار ہوں۔
ایک دو بار نہیں خلیفہ جی کو بذریعہ اخبارات کئی بار متوجہ کیا گیا مگر صدائے برنخواست۔ حافظ صاحب نے مرزا جی کی ڈیوڑھی کا دوسرا دروازہ کھٹکھٹایا یعنی امیر جماعت لاہور کو مخاطب کیا کہ شائد وہی اٹھیں اور مرزا جی کی لاج رکھیں مگر افسوس کہ وہ بھی نہ بولے اور انہوں نے بھی چپ سادھ لی۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ کیوں اس سے گریز کر رہے۔ کیا اب انہیں اپنی کمزوری محسوس ہوگئی ہے۔ یا لدھیانہ والے تین سو کی طرح یہ ایک ہزار روپیہ بھی چلے جانے کا اندیشہ ہو رہا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہے۔ کیا خلیفہ محمود یا مولوی محمد علی صاحبان میں سے کوئی صاحب جواب کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔ مسلمان سوہدرہ یکم اگست ۱۹۳۴ء

امیر پیغام (مولوی محمد علی لاہوری) کے جواب کی ابھی انتظار ہی تھی کہ خان صاحب پھر دوبارہ بے بلائے تشریف لائے اور ۱۶۔ اگست ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح لاہور میں آپ نے مندرجہ ذیل مضمون شائع فرمایا:

مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی کے چیلنج کی حقیقت

مولوی عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی گجراتی نے ۲۸ جون ۱۹۳۴ء کے تنظیم اہل حدیث میں ایک اطلاع نامہ بنام حضرت امیر شائع کیا تھا جس میں بڑے تکبر سے لکھا تھا کہ:
امید ہے کہ آپ موصوف کی طرح خائف ہوں گے بلکہ اس قلم کو حرکت دیں گے جو نومبر ۱۹۰۶ء میں آپ کو آنجہانی کی معرفت اس لئے دیا گیا تھا کہ آپ ہمارے خلاف اعلیٰ مضامین تحریر کرسکیں۔
الفاظ کا مطلب صاف ہے کہ گویا مولوی صاحب کو دلائل کا ایسا ذخیرہ ہاتھ آ گیا ہے جس سے ہماری جماعت کے بزرگ خائف ہو رہے ہیں۔

اس پر میں نے مولوی صاحب اور پبلک کے سامنے حضرت صاحب کے چیلنج کی اصل عبارت رکھ کر لکھا کہ اس کے مخاطب جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے مولوی محمد حسین صاحب سرگروہ وہابیاں تھے وہ اس چیلنج کی اشاعت کے بعد قریباً بیس سال زندہ رہے ۔ان کو، نہ حضرت مسیح موعود کے ہم عصر مخالف مولویوں کو اس مقابلہ کی کبھی جرأت ہوئی ۔ پھر جب نصف صدی کے قریب کوئی وہابی اس مقابلہ کے لئے نہ اٹھا تو اب مولوی عنایت اللہ ایں جہانی کے لئے صحیح راہ یہ ہے کہ اپنے دلائل پبلک کے سامنے پیش کریں خود ان کے چیلنج کی حقیقت ظاہر ہو جائے گی ۔ اور یہ کہ جب ہم ان کے بڑوں سے خائف نہیں ہوئے جنھوں نے تکبر سے بڑے بڑے دعوی کئے تو ایسے آدمی سے خائف ہونا جس کا اپنی ہی جماعت پر کوئی اثر نہیں ، نہ جس کی کوئی علمی قابلیت ہے ، بے معنی بات ہے۔ ،میری اتنی سی بات پر مولوی صاحب آپے سے باہر ہو گئے ہیں اور ہمیں پیغامی پکارنا شروع کر دیا۔ جب میں نے حضرت مسیح موعود کا اصل چیلنج جو توفی کے بارہ میں تھا بجنسہ نقل کر دیا تو بقول مولوی صاحب میں نے کون سی سراسر غلط اور خلاف واقع بات کی ۔ بدیں وجہ لا یکا دو ن یفقھو ن قو لاً یبغو نھا عو جاً خود انہیں پر صادق آتا ہے۔اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ میں نے کسی جگہ بھی ان کو ہبل کا درجہ نہیں دیا لیکن ان کو خود ہبل بننے کا شوق پیدا ہو گیا ہے ۔ دوسرے کلمہ گوؤں کو بت پوجک اور ضمیر فروش کہہ کر مولوی صاحب آزاد ضمیر اور بت شکن بنتے ہیں لیکن حوصلہ اتنا ہے کہ تیسرا شخص صحیح فیصلہ کی ایک راہ پیش کرے تو اس پر اتنی ناراضگی فرماتے ہیں کہ: کسی نزاع پر بھی کسی فریق کے پاس پبلک فیصلہ موجود نہیں ۔،

لیکن کیا مولوی صاحب نے کبھی دوسرا پہلو بھی سوچا کہ منصف کا فیصلہ بھی ضدی فریق نہیں مانتا۔ ذرا محمد عبداللہ روپڑی و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی نزاع باہمی میں فیصلہ دہندگان کی رائے پڑھیں ۔ کیا ان میں سے کسی نے منصفوں کی بات مان لی ۔ بلکہ ہر فریق خود ہی سچا بنتا ہے ۔،اس لئے مولوی صاحب کے لئے صحیح راہ فیصلہ یہی ہے کہ اپنے دلائل پبلک میں لائیں ۔ دوسرا فریق بھی اپنے دلائل پبلک میں رکھ دے گا۔ اس بات کا کوئی ٹھیکیدار نہیں بن سکتا کہ ساری پبلک ایک شخص کے دلائل مان لے یا ایک منصف کا فیصلہ قبول کر لے ۔ تیرہ سو سال سے اسلام اور عیسویت اور خود شیعہ سنی کا

اندرونی جھگڑا نہ فریقین کے دلائل سے طے ہوا اور نہ منصفوں کے فیصلوں سے بلکہ برابر طور سابق چلا جا رہا ہے۔، پھر مولوی صاحب ایسے کون سے دلائل اور کونسا منصف لے آئیں گے جسے ساری دنیا قبول کر لے گی۔ باقی میری ارادت حضرت مولانا صاحب سے بطور ایک حق پرست بھائی کے ہے۔آپ اپنی جماعت کے بھائی اور خادم ہیں تو میں بھی اپنی جماعت کا بھائی اور خادم ہوں۔آپ دوسروں کے وہ حق کیوں چھینتے ہیں جو اپنے لئے برقرار رکھنا چاہتے ہیں ہم خدا کے فضل سے آپ سے بڑھ کو موحد ہیں آپ کی موحدیت میں تو مسیح کی فضیلت نے کئی داغ لگا رکھے ہیں لیکن خدا کے فضل سے ہم نے ان داغوں کو بھی دھوڈالا ہوا ہے۔،ہمیں معلوم ہے کہ حضرت مولانا صاحب خدمت اسلام کے کام میں مصروف رہتے ہیں اس لئے یہ ضروری نہیں کہ ایک ایرے غیرے نتھو خیرے کے لئے وہ وقت ضائع کرتے رہیں، جب کہ ایسوں کی خاطر کے لئے انکے دوسرے بھائی موجود ہیں۔آپ لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت فروعی جھگڑے رکھتے ہیں لیکن ہمیں مجبوراً ان میں دخل دینا پڑتا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو خدا سمجھ دے تو وہ اپنی اپنی جماعتوں کی اندرونی اصلاح میں زیادہ وقت دیں بہ نسبت دوسروں کے ساتھ الجھنے کے وہابیوں کی اپنی جماعت میں اتنی خانہ جنگی ہے جو اہل حدیث کہلانے والی جماعت کے لئے ننگ ہے۔بہتر ہوتا کہ مولوی عنایت اللہ صاحب اسے منصفوں کے ذریعہ فیصلہ کراتے، چہ جائیکہ دوسروں کے جھگڑے منصفوں سے طے کراتے پھریں۔،

میری طرف سے خاں صاحب کی اس خامہ فرسائی کا جواب اہل سنت و جماعت امرتسر یکم ستمبر ۱۹۳۴ء، تنظیم اہل حدیث روپڑ ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے۔

ایرے غیرے نتھو خیرے کی بے جا مداخلت کا جواب

احباب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے ازالہ میں جو چیلنج کیا ہوا ہے کہ:

اگر کوئی شخص قرآن کریم یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالی کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز قبض روح اور وفات

دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے، یعنی قبض جسم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے، تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپئہ نقد دونگا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی وقرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

میں اس کی منظوری پہلے خلیفہ قادیان کے نام پھر امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام اخبارات میں شائع کرا چکا ہوں اور ہر ایک کے نام پئے در پئے تین مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ جواب طلب رجسٹری بھیج کر ان کی دستخطی رسیدیں بھی وصول کر چکا ہوں۔

خلیفہ صاحب کو چیلنج کی اندرونی شہادتوں کی بنا پر اور امیر صاحب کو ازالہ کے ایک حوالہ کی بنا پر مخاطب کیا گیا۔ مؤخر الذکر کے لئے ایک مطبوعہ اطلاع نامہ میں تین ہفتہ کی میعاد مقرر کی گئی پھر ایک مطبوعہ یاددہانی کے ذریعہ تین ہفتہ میعاد اور بڑھا دی گئی جو ۱۹۔ اگست ۱۹۳۴ء کو ختم ہو چکی ہے، مگر اول الذکر کی طرح اس سے بھی خاموشی کے سوا اور کچھ جواب نہ ہوسکا

اس خجالت کو مٹانے کے لئے خان صاحب چوہدری منظور الٰہی جائنٹ سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور بے بلائے تشریف لے آئے، حق تو نہیں تھا مگر پھر بھی ان کی عزت ہی کر دی گئی اور ساتھ یہ کہہ کر کہ جن کو بلایا گیا ہے ان کی انتظار ہے، اشارہ بھی کر دیا گیا کہ آپ کو نہیں بلایا، اور عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اول الذکر کو بلانے پر بھی کئی ایک اصحاب بے بلائے ایک ایک دفعہ بولے۔ اور جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ مگر خان صاحب ہیں کہ ۱۶۔ اگست ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح میں بغیر بلائے دوبارہ بول رہے ہیں۔ اب وہی بتائیں کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ چلو میں اب بھی ان کی عزت کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رہے۔

خان صاحب! آپ کی بار بار یہ شکایت کہ چیلنج مولوی محمد حسین صاحب سے مخصوص ہے، ٹھیک نہیں۔ میں اس کے اوپر ذکر کر آیا ہوں جن کو آپ نے بھی غالباً پڑھا ہے۔ اور غور کے بغیر ہی کاتب سے نقل کرا کر ۷ جولائی ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح میں شائع کرایا ہے۔ کوئی شخص کا ترجمہ مولوی محمد حسین صاحب سے تو نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص تو میں بھی ہوں اور ضرور ہوں تو پھر مجھے آنجہانی نے دعوت دے کر بلایا اور للکارا ہے۔ اور میں

اس کا صحیح مخاطب ہوں، آپ کی طرح بلا اجازت کھڑا نہیں ہو گیا۔
اور اتنا عرصہ بعد اس کی منظوری کوئی جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ غیر موقت تھا، میعادی نہیں، اور کیا تعجب کہ اس کی کمزوری کے ظاہر کرنے کا یہی وقت ہو بشرطیکہ آپ جیسے سدراہ اور آڑ نہ ہوں۔
خاں صاحب! آپ کا یہ عذر بھی کہ یہ ایک فروعی بات ہے اور امیر جماعت، اسلامی خدمات میں مشغول ہونے کی وجہ سے براہ راست اس کی حمایت کرنے پر تیار نہیں ہو سکے ہرگز ٹھیک نہیں۔ بلکہ یہ عذر امیر صاحب کی ہزیمت پر پردہ پوشی ہے کیونکہ چیلنج کرتے وقت آپ کے مجدد صاحب بزعم خود اس سے بھی کہیں زیادہ اسلامی خدمات میں مصروف تھے جب ان کو موہومی خدمت چیلنج سے نہ روک سکی تو آپ کے امیر صاحب کو اس کی حمایت سے کیوں مانع ہو سکتی ہے۔
گو یہ بات میرے نزدیک اصولی تو کیا فرعی بھی نہیں بلکہ ایک علمی مبحث ہے لیکن اگر آپ کے مجدد صاحب آپ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے انعامی چیلنج دے کر اپنا اور مسلمانوں کا وقت ضائع نہ کرتے تو آج اس کے ہر دو اماموں کو خاموشی کی وجہ سے علمی اور اخلاقی ہزیمت ہرگز نصیب نہ ہوتی۔
اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اسے اہم اسلامی خدمت سمجھ کر اپنی جائیداد فروخت کرنے کا اعلان کیا جس میں آپ کے امیر صاحب کے لئے بھی اسوہ ہے۔ دیگر علمائے سلسلہ تو چیلنج کے وقت بھی موجود تھے مگر وہ ان کے سپرد نہیں کیا گیا اور نہ اس کی حمایت آج ان کے سپرد ہو سکتی ہے۔،خاں صاحب! جو ہبل توڑنے کے لئے پیدا ہوا ہے وہ ہبل نہیں بن سکتا۔شکر ہے آپ نے بھی میری طرح اپنے لئے جماعت کا بھائی اور خادم ہونا ہی پسند فرمایا ہے۔ ہاں آپ کا امیر آپ کے لئے ضرور ہبل ہے جس کا آپ سے بھی انکار نہیں ہو سکا و ذلك ما كنا نبغ اور بمطابق اشر بوا فى قلو بهم العجل آپ کو اسے توڑنے کی جرأت بھی نہیں۔
خاں صاحب! آپ منصف کو بے سود قرار دے کر انعامی رقم سے گریز فرماتے ہیں مگر آپ کے مجدد صاحب نے نزول المسیح میں اپنی شاعری پر منصف تسلیم فرما کر انعامی رقم بنک میں جمع کرانے کا وعدہ فرمایا بلکہ ایک دوسرے موقعہ پر انہوں نے مولوی محمد حسین

صاحب کو منصف مان کر آپ کے پاس ہی رقم جمع کرانے کو تسلیم فرمایا ہے۔
خان صاحب! میں بھی آپ کے اندرونی حالات سے خوب واقف ہوں مگر مداخلت مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر جماعت حقہ اہل حدیث نے آپ کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کا موقعہ دیا ہے تو آپ بے شک دخیل ہوں لیکن اگر آپ نے بلا اجازت مداخلت شروع کر دی تو آپ کی جیسی کچھ بھی عزت ہوگی ظاہر ہے۔، خان صاحب! آپ کا یہ خیال کہ مجھے آنجہانی کے خلاف دلائل کا کوئی ذخیرہ مل گیا ہے،۔
درست اور بجا ہے خود آنجہانی کو بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے چیلنج کی کمزوری معلوم ہو چکی تھی اور میاں محمود صاحب کی بابت تو میں شائع کر چکا ہوں کہ ان کو کثرت مطالع اور وسعت نظری کی بنا پر دلائل کا کچھ ذخیرہ مل بھی گیا ہے جسے وہ اپنے مریدوں کے خوف سے ظاہر نہیں کر سکتے۔
ہاں مولوی نورالدین صاحب آخر عمر تک اپنے جمود پر قائم رہے کیونکہ یہ ضابطہ انہیں کا تراشیدہ تھا جسے انہوں نے مرزا (غلام احمد) صاحب کے توسط سے شائع فرمایا۔ اب رہے آپ کے امیر صاحب سو ان کی بابت میں ابھی تک کوئی رائے قائم نہیں کر سکا چونکہ تلاش کرنے پر چیلنج کے مطابق ہی دلائل میں کامیابی ہوئی ہے اس لئے اس کا اظہار بھی اس کے مطابق ہی مناسب ہے آپ اپنیا میر صاحب کو تیار کریں اور قدرت خدا کا تماشہ دیکھیں۔ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔ پنجاب

مولانا عبدالمجید صاحب اڈیٹر مسلمان کی رائے۔۲

امیر قادیانی وامیر لاہوری کیوں خاموش ہیں

حافظ عنایت اللہ گجراتی جو کچھ عرصہ سے مرزا (غلام احمد) صاحب کی تحریر مطبوعہ ازالہ اوہام کی بنا پر مرزائی پارٹی کے دونوں امیروں کو چیلنج دے رہے ہیں (چیلنج مرزا صاحب کی طرف سے ہے جسے منظور کیا گیا ہے۔ عنایت اللہ) کہ وہ آئیں اور مرزا (غلام احمد) صاحب کے الہامی چیلنج کے مطابق مبلغ ایک ہزار روپیہ جمع کریں اور لفظ توفی کے معنی اپنی شرائط کے مطابق سن لیں۔ مگر دونوں امیر ایسے خاموش ہوئے کہ گوئی مردہ اند

پیغام میں میاں منظور الٰہی کچھ بولے ہیں مگر حافظ عنایت اللہ صاحب ایرے غیرے نتھو غیرے کی بے جا مداخلت کو جائز تصور نہیں فرماتے۔ اس لئے وہ آج بھی پھر دونوں امیروں کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ خود میدان میں نکل کر مرزا (غلام احمد) صاحب کی لاج رکھیں اور ان کی نیابت کریں یا اپنا کوئی مسلّمہ وکیل بھیجیں جس کی فتح و شکست ان کی اپنی فتح و شکست سمجھی جائے۔ دیکھیں میاں محمود اور مولوی محمد علی صاحبان اب کیا کہتے ہیں۔ مسلمان سوہدرہ ۱۵۔ ستمبر ۱۹۳۴ء

امیر (مولوی محمد علی) صاحب نے تو اپنی نجات خاموشی میں سمجھ کر یوں ہی میعاد گزار دی جوان کی صاف ہزیمت ہے مگر خان صاحب جن کو اس جواب کے عقلاً و انصافاً خاموش ہو جانا لازم تھا، وہ بے چین ہو کر پھر سہ بارہ بول پڑے اور ۱۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح لاہور میں مندرجہ ذیل مضمون شائع فرمایا

مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی اور قدرت خدا کا تماشہ

مولوی صاحب مذکور اخبارات میں بڑے زور سے اپنا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے اپنے دلائل پبلک میں رکھنے کا مطالبہ کیا تو مولوی صاحب اسے بیجا مداخلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے خود میرا عہدہ بھی ۳۰۔ اگست ۱۹۳۴ کے تنظیم اہل حدیث میں لکھ دیا ہے، اس لئے بحیثیت عہدہ دار جماعت مجھے حق حاصل ہے کہ میں ان کو مخاطب کروں۔ مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور جماعت پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات ہوتے رہتے ہیں ان کے جوابات مختلف علمائے جماعت کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ ہمارا اخبار جماعت کا اخبار ہے اس لئے اس میں جو تحریریں جماعت کے سرکردہ لوگوں کی طرف سے شائع ہوتی ہیں وہ ذمہ دارانہ حیثیت رکھتی ہیں۔

مولوی صاحب کے نزدیک جب یہ ایک علمی مبحث ہے تو کیوں اپنی علمیت کا زور باہر نہیں نکالتے اور بات کو لمبا کرتے جاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی نئی تحقیق کا کیا حشر ہوتا ہے، باقی ہزیمت اور فتح کی لفاظیاں تو موقع پر کام آئیں گی۔

حضرت مسیح موعود نے جن لوگوں کے سامنے چیلنج رکھا ہے جن میں سب سے مخاطب

مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔انہوں نے اپنی خاموشی سے اپنی ہزیمت تسلیم کر لی ۔اب آپ کے نئے دلائل جب دنیا کے سامنے آئیں گے تو پھر پتہ لگے گا کہ آپ کہاں تک اس میں کے مرد ہیں۔آپ کو علم ہونا چاہیے کہ خاموشی دو طرح پر ہوتی ہے ۔یا تو بقول جواب جاہلاں باشد خاموشی اور یا علمی کمزوری کی وجہ سے۔سو میرے خیال میں سابقہ اور موجودہ علماء وہابیہ کی موجودگی میں اگر جماعت احمدیہ کے کسی بزرگ نے آپ کو مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا تو کیوں نہ اسے وجہ اول قرار دی جائے۔خصوصاً جب کہ آپ کے دلائل ابھی آپ کے دماغ میں مستور ہیں (نوٹ ۱۹۵۶ء میں کیل الموفی لمن یکتال علیه معنی التو فی شائع کر چکا ہوں جس میں تیس دلائل دے چکا ہوں۔اس پر بھی آج دس سال گزر چکے ہیں۔عنایت اللہ) علمی ہزیمت تو طرفین کی علمی قابلیت کے اظہار کے بعد ہوا کرتی ہے جس کا اظہار ابھی آپ کی طرف سے بجز لفاظی ہوا ہی نہیں۔اس لئے وجہ اول ہی خاموشی کی بنا معلوم ہوتی ہے۔مولوی صاحب کے منہ میں حضرت مسیح موعود کی انعامی رقومات پڑھ پڑھ کر پانی بھر آیا ہے لیکن اس کا افسوس ان کو اپنے علماء وہابیہ پر کرنا چاہیے جو وقت پر میدان میں نہ نکلے۔مامور من اللہ نے جن کے مقابل تحدی کی وہ نا کام و نامراد چل بسے۔اب آپ کا اور ہمارا مقابلہ ہے اور برابر کی میزان ہے۔باقی میرے اندرونی حالات کو اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔پہلے آپ نے حضرت عیسی کو عالم الغیب بنایا اور اب خود علم غیب کے مدعی بنتے ہیں۔ذاتیات پر آنے سے بھی آپ کا انشاء اللہ کچھ نہ بنے گا اور سوائے خجالت کچھ نصیب نہ ہوگا۔باقی اخبار بین حضرات کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ نے ابھی تک اپنی جماعت کی طرف سے کوئی وکالت نامہ پیش نہیں کیا حالانکہ میں تو اپنی جماعت کا ایک عہدہ دار ہوں آپکی مداخلت اتنے بڑے بڑے جبہ پوش علماء جماعت ناحقہ کی موجودگی میں بے جا سمجھی جا سکتی ہے۔میری نہیں۔خصوصاً اسلئے بھی آپ آپ غالباً جماعت تنظیم وہابیہ سے تعلق رکھتے ہیں، جن کا موجب آپ کی اصطلاح کے ایک ہبل موجود ہے۔

باقی آپ کے مزعومہ دلائل کے ذخیرہ پر کچھ لکھنا قبل از وقت ہے آپ کا علمی ذخیرہ دیکھ کر ہی رائے قائم کی جائے گی اور پتہ لگ جائے گا کہ آپ کا بڑا بول کیا معنی رکھتا ہے ۔(دس سال سے شائع ہے جسے آپ کی دونوں جماعتوں نے پڑھا ہے۔مگر خاموشی طاری

ہے۔عنایت اللہ) جب علمی بحث ہے تو لایئے دلائل اور پھراس کے مقابل قدرت خدا کا تماشہ دیکھئے ۔اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں ۔ خاکسار منظور الٰہی

میری طرف سے اس کا جواب (اخبار) اہل سنت و جماعت امرتسر یکم اکتوبر۱۹۳۴ء (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۔۴۔ اکتوبر ۱۹۳۴ میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے

پیغامی الدالخصام کا اضطراب

مرزا قادیانی نے اپنے چیلنج میں مجھے للکار کر بلایا اور اپنے فرزند میاں محمود احمد صاحب کو اس کا ذمہدار قرار دیا جواس وقت اس کی جائیداد پر قابض ہے۔

خاں صاحب منظور الٰہی سکرٹری انجمن احمد یہ اشاعت اسلام لاہور تو بے چارے کیا ان کے امیر صاحب مولوی محمد علی کا بھی چیلنج میں کہیں ذکر نہیں ۔ ان کو تو صرف ازالہ کے ایک حوالہ کی بنا پر مخاطب کر لیا گیا تھا مگر انہوں نے بھی میاں صاحب کی طرح خاموش رہ کر اپنی ہزیمت پر مہر ثبت فرمائی ۔خاں صاحب نے پہلے تو ان کی خاموشی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ اہم اسلامی خدمات میں مصروف ہونے کی وجہ سے جواب نہیں دے سکے مگر پھر اس نامعقول وجہ کا معقول جواب سن کر ۱۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح میں آپ نے صاف طور پر یوں اعتراف فرمایا کہ انہوں نے اپنی خاموشی سے اپنی ہزیمت تسلیم کر لی ۔خاں صاحب کی نامعقول اور غیر متعلق باتوں کا جو جواب دیا گیا ہے تو وہ ان کی اپنی تحریر مطابق قوماًلداً کا عہدہ دار سمجھ کر ہی دیا گیا ہے ۔مگر اس بات میں وہ چیلنج کے رو سے ہرگز قابل خطاب نہیں۔ خاں صاحب کی بیجا مداخلت پر جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ ہی بتائیں کہ آپ سے کیا سلوک کیا جائے تو آپ نے پیغام صلح کے اسی پرچہ میں مجھے طریق سلوک یہ بتایا کہ جواب جاہلاں باشد خاموشی ۔خاں صاحب! بہت خوب مگر بالآخر میں مکرر عرض کردوں کہ چیلنج کے مطابق ہی دلائل میں کامیابی ہوئی ہے اور اسی کے مطابق ہی ان کا ظہور بھی مناسب ہے اور بس ۔ عنایت اللہ وزیر آبادی

خلیفہ (مرزا محمود احمد) اور امیر (مولوی محمد علی) کے نام رجسٹری شدہ ہر شش چٹھیوں کے جواب سے مایوس ہو کر جب میں نے بحسب ارشاد نبوی لا یطلب ھا ر بھا (الحدیث) ان کا پیچھا چھوڑ دیا تو مرزا حاکم؟ بیگ نے ایک اور اشتہار شائع کیا ۔جس میں

انہوں نے اپنی فطرت و عادت کے مطابق خاکسار پر کئی ایک ذاتی حملے کرتے ہوئے منظور شدہ چیلنج کے چند ضروری فقرے درج فرما کر آنجہانی کے لفظوں میں اس بات کا صاف اعتراف فرمایا کہ بے شک میں اس کا براہ راست اصل مخاطب ہوں اور خلیفہ اصالۃً نہیں بلکہ وکالۃً اس کا ذمہ دار ہے۔ نیز یہ کہ اسے عیسوی حیات و ممات سے کوئی واسطہ نہیں مگر مرید غالی کا حق نہیں کہ وہ اپنے پیر کے خلاف زبان اور قلم کو حرکت دے۔ اس لئے مرزا عبداللہ بیگ نے ان کے قابل رحم حال کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا جو درج ذیل ہے

قطع الوتین من بشیر الدین ۔ا

شهد عليهم سمعهم و ابصار هم و جلو د هم بما كا نوا يعملو ن

خلیفہ قادیان کی خدمت میں اس کے انصاف پسند مریدوں کی بزبان حال اپیل

جیسا کہ پیری مریدی اور مروجہ بیعت کا اقتضاء ہے مناسب نہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کی جائے۔ مگر چونکہ واقعات کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں اور ایسی مشکلات درپیش ہیں جن کا حل آپ کی ذات سے وابستہ ہے اسلئے مجبور ہو کر بادب التماس ہے کہ توفی کی بابت مرزا صاحب آنجہانی کا چیلنج جس کی منظوری حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے آپ کے نام اخبارات میں شائع کرائی تھی قابل تنسیخ ہے اور یا پھر آپ اس کی حمایت پر خود تیار ہوں چونکہ چیلنج کی رو سے حافظ صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کسی کے نمائندہ اور وکیل ہو کر نہیں بلکہ اس کے اصل مخاطب ہو کر اسے منظور فرما رہے ہیں، اور آپ کو اصل نہیں بلکہ چیلنج کی رو سے آنجہانی کا قائم مقام بتا کر مخاطب کیا ہے۔ آپ کے خادموں نے اس علمی مبحث کو حضرت عیسی کی زندگی اور موت سے وابستہ سمجھ کر خلط مبحث کی بہت کچھ کوشش کی بلکہ مبارزہ کے لئے حسب ہدایت قدم بھی اٹھایا مگر افسوس کہ چیلنج کے مندرجہ ذیل شائع شدہ الفاظ نے ان کی تمام تر کوششوں کو خاک میں ملا دیا کہ:

جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جارہی ہوئی، کسی قول جدید یا قدیم سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا

بلکہ جہاں کہیں تو فی کے لفظ کو خدا تعالی کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں کوئی مثال اور قول؟ اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرا احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار وقصائد ونظم ونثر قدیم وجدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ تو فی کا لفظ خدا تعالی کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذی روح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اور اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد انعام دونگا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۹۱۹)

۱۔ آنجہانی نے زبان عرب کے شروع سے بلکہ ہر ذی روح سے اس کا ثبوت طلب فرما کر اس مبحث کو مسیح علیہ السلام کی زندگی اور موت سے غیر متعلق قرار دیا ہے۔ ۲۔ اور ہر شخص کو للکار کر حافظ صاحب کو اس کی منظوری کا موقعہ دے دیا ہے۔ ۳۔ اور جائداد کی فروخت اور اعتراف علم میں قائم مقامی آپ سے مخصوص ہے۔

حافظ صاحب نے اپنی ہر سہ رجسٹری شدہ چھٹیوں کے جواب سے مایوس ہو کر آپ کا پیچھا کبھی کا چھوڑ دیا ہوا ہے۔ مگر عوام میں اس کا چرچا اب تک کثرت سے ہو رہا ہے اور آپ کے خادموں کو بھی چین نہیں۔ اسلئے معروض ہے کہ بحسب ارشاد الٰہی ایمسکہ علی ھو ن ام یدسہ فی التراب (نحل) اب یا تو ایک تتمہ لکھ کر چیلنج کے ہمراہ ملحق فرماویں کہ اس کا وہ حصہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے بحسب ارشاد الٰہی یخر بو ن بیو تھم با ید یھم و ایدی المؤمنین فا عتبروا یا اولی الا بصار (حشر)، منسوخ ہے، تا موجودہ احمدیوں کی طرح ان کی آئندہ نسلیں تو شرمسار اور رسوا نہ ہوں اور یا پھر اس کے اقتضاء مطابق آپ کی حمایت پر خود تیار ہوں۔ حافظ صاحب کی پوزیشن جیسی کچھ بھی ہے وہ آنجہانی کے نزدیک جب منظور اور مسلّم ہے تو پھر آپکے انکار کی کوئی وجہ نہیں جن کی اپنی پوزیشن آنجہانی سے ہر طرح کم ہے۔

علاوہ اس کے سنا گیا ہے کہ آپ نے حافظ (عنایت اللہ) صاحب کے کسی شاگرد سے کبھی تحریری طور پر کچھ تبادلہ خیال فرمایا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو مطلع بالکل ہی صاف ہے۔ الّا یہ کہ آپ بقول حافظ صاحب اندرونی طور پر تائب ہو کر چیلنج سے دستبردار ہو چکے ہوں

نوٹ: مولوی محمد علی ایم، اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام بھی حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات پنجاب نے اسی طرح تین مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ جواب طلب رجسٹری بھیج کر انہیں للکارا کہ گو چیلنج میں تو آپ کا کہیں ذکر نہیں مگر ازالہ کے ایک حوالہ کی بنا پر میں آپ کو مخاطب کرتا ہوں کہ اگر میاں محمود احمد صاحب جو چیلنج کی رو سے اس کے ذمہ دار ہیں، اس کی حمایت پر آمادہ نہیں تو آپ ہی تیار ہو جائیں۔ مگر یہ کوئی کسی کی طرف سے بیعت کا خط تو نہیں تھا کہ اس کا فوراً جواب آ جاتا کہ منظور ہے۔ یہ تو ایک علمی کام تھا جس کے لئے تیار ہونا گدی نشینوں کا کام نہیں۔

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء مرزا عبداللہ بیگ۔ گجرات پنجاب

صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ محترم خلیفہ اول ابوبکر صدیقؓ نے اپنے عہد خلافت میں عام اعلان فرما دیا تھا کہ اگر کسی شخص سے رسول اللہ ﷺ نے کسی قسم کی کچھ انعامی رقم کا کوئی وعدہ فرمایا ہو جو شرط مفقود ہونے کی وجہ سے آپ کی زندگی میں پورا نہیں ہو سکا، تو اسے میں نیابۃً پورا کرنے کو تیار ہوں، چنانچہ حضرت جابرؓ کو بحسب دعوی پندرہ سو کی رقم آپؓ نے عنایت فرمائی۔

نیابت کا حق یہی ہے مگر یہ سچے نبیوں کے خلفاء سے مخصوص ہے۔ حق اور باطل میں التباس کی وجہ سے خدا جھوٹوں کو توفیق نہیں دیتا کہ وہ ایسا کہہ سکیں چنانچہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر لاہور (مولوی محمد علی) از خود آمادگی تو کیا میرے بار بار دعوت ناموں پر بھی تیار نہ ہو سکے اور سلسلہ مراسلت یہاں تک پہنچ کر بند ہو گیا۔ پھر کسی طرف سے کچھ بھی اس باب میں شائع نہ ہوا۔

ادھر میرا ارادہ حج بیت اللہ کے لئے مصمم ہو گیا تو میں نے اس ساری مراسلت کا ملخص عربی میں معہ ترجمہ: ہاروت ماروت، کے نام سے شائع کر دیا۔ جسے عرب جا کر وہاں کے علماء وفضلاء میں تقسیم کیا۔ اور حسن اتفاق سے اس دلیل کو بھی ان کی خدمت میں پیش کیا جس کی بابت خود مجھے شبہ ہو کر خیال ہوا کہ میں اسے ان دلائل سے خارج کر

دوں۔جن کی بنا پرمرزا غلام احمدآنجہانی کے چیلنج کومنظور کیا گیا ہے۔تا ایسی تاویل سے وقت پر یہ دلیل ساقط نہ ہو جائے۔مگر الحمد للہ کہ علماء نے مخالفانہ جملہ شکوک کے خلاف میرے اختیار کردہ اصل مطلب کی تصدیق فرمائی جو پیش خدمت ہے۔احباب اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ میرے دیگر دلائل کس قدر وزنی اور مضبوط و محکم ہوں گے۔

١ ـ الشيخ ا لامام الخطيب فى المسجد الحرا م ابو السمح عبد الظا هر المصرى المدرس بدار الحد يث بمكة

و للمتو فى معا نى تر جع كلها الى استيفاء الشىء و اخذه قا ماً فقد يرده التو فى بمعنى المو ت و غيره و قد ازا نى الشيخ عنا يت الله الوزير آ بادى حد يثاً فيه التو فى من الله تعا لى لا نسا ن و ليس معناه المو ت و الا النو م و الحد يث اخر جه.كتبه ابو السمح امام الحر م المكى و مدير دار الحد يث بمكة المكر مه۔ (کتاب کا نام اور حدیث اور اس کا ترجمہ طبع اول میں عمداً حذف کر دیا گیا تھا۔اب دوبارہ طباعت میں بھی وہ محذوف ہے کہ كيل المو فى لمن يكتال عليه معنى التو فى شائع کر رہا ہوں۔اس میں دیگر تیس دلائل کے ہمراہ اسے بھی ملاحظہ کر لیا جائے۔اثری)(یہ رسالہ دس سال سے شائع ہے جس کا ۱۹۶۱ء تک کوئی جواب نہیں ہو سکا۔اثری)

٢ـالشيخ الفا ضل المحد ث محمد بن عبد الرزاق من آ ل حمزه المصرى المدرس فى المسجد الحرا م و دار الحد يث بمكة المكر مة۔ قرأت ما كتبه الشيخ ابو السمع و اوافقه ـكتبه محمد بن عبد الرزاق آل حمزه

٣ ـ حضر ت الشيخ الفا ضل سليما ن بن عبد الر حمن الصنيع النجدى قرأ ت ما كتبه الشيخ عبد الظا هر ابو السمح و وا فقه وليه الشيخ محمد بن عبد ا؛رزاق آ ل حمزه و انى ا يضاً اوا فهما ـ سليما ن بن عبد الر حمن الصنيع

٤ ـ الشيخ الفا ضل محمد النصيف رئيس جدة

ما كتبه ا لاستا ذ العلا مة الشيخ عبد الظا هر ابو السمح امام الحر م

الشر یف المکی ھو الصوا ب ۔ محمد نصیف بجدۃ الحجاز
۵ ۔ الشیخ محمد المصطفی بن ا لا ما م العلوی المدرس فی المسجد النبوی بالمد ینۃ المنورہ ۔ما کتبہ الشیخ ابو السمح فی الحد یث فھو صحیح ۔ محمد المصطفی بن ا لا مام العلوی المدرس بالحر م النبوی

٦ ۔ الشیخ الفا ضل محمد حا مد الفقی المصری من علماء ا لا زھر و رئیس انصار السنۃ المحمد یۃ ۔و انا کذا لك اوا فقھم علی ما قا لوا فی معنی التو فی والتو فیۃ و اللہ المو فق۔کتبہ محمد حا مد الفقی من علما ء ا لا زھر الشر یف و رئیس جماعۃ انصار السنۃ المحمد یۃ بمصر
۷ ۔ الشیخ الفا ضل عمر حمدا ن المحر سی المد رس فی الحر مین
و انا اوا فقھم علی ذلك کتبہ عبد ر بہ عمر حمدا ن المحر سی خا دم الحد یث با لحر مین الشر یفین ۔خلا صہ مطلب: علا مہ ابوا لسمح امام وخطیب حرم فر ما تے ہیں کہ شیخ عنا یت اللہ وزیر آ بادی نے مجھے ایک حد یث دکھا ئی جس میں لفظ توفی اپنی فاعلا نہ اسناد میں خدا تعا لی طرف منسوب ہوکر انسا ن کے لئے استعما ل ہوا ہے مگر پھر بھی اس کے معنی موت اور نیند کے ہر گز نہیں کئے جا سکتے ۔ ... بلکہ اس کے معنی .... نیز دیگر افاضل علمائے عرب نے جن کے اسماء گرا می او پر در ج ہو ئے ہیں آ پ کے بیان کر دہ معنوں کی تصد یق فر ما ئی ہے
۸ ۔ الشیخ الفا ضل المحد ث محمد بن حسین المد رس بجا مع العکاش بجدۃ۔ان التو فی فی لغۃ القر آن و السنۃ و کلا م العر ب لفظ مشتر ك بین المو ت و النو م و ..... فیقا ل تو فاہ اللہ بمعنی اما تہ و بمعنی القی علیہ النو م و بمعنی ..... و منہ ھذا الحد یث الذی کتب علیہ الشیخ ابو السمح اذ یمتنع ان یکو ن المراد من التو فی با لمو ت او النوم فا ن لفظۃ ...... ۔ املا ہ محمد بن حسین بن ابرا ھیم المد رس بمسجد عکا ش بجدۃ الحجاز ۔خلا صہ: یہ قر آ ن و حد یث اورکلام عرب میں لفظ تو فی موت اور نیند اور ... ہر سہ معنوں میں مشتر ک ہے پس تو فاہ اللہ کے

معنی اما ته و القی علیه النو م تو عام شائع ہیں اور تیسرے معنوں پر یہ حدیث شاہد ہے جس پر شیخ ابو سمح نے ارقام فرمایا ہے کیونکہ اس حدیث میں الٰہی تو فی سے موت اور نیند قطعاً مراد نہیں۔

۹۔ الشیخ الفا ضل المحد ث عبد الر ؤف بن عبد الباقی المد رس فی المسجد النبوی بالمد ینة المنورة ۔الحد یث ثا بت و لا یمکن ان یفسر التو فی المسند الی الله لعبده فیه با لمو ت و لا النو م و لا شك انه تو فی بمعنی ؛؛؛؛ کتبه عبد الر ؤف بن عبد الباقی المد رس بالحر م النبوی ۔خلا صہ: یہ کہ اس ثابت شدہ نبوی حدیث میں انسان پر الٰہی تو فی کے ورود سے اس کی موت یا نیند ہرگز مراد نہیں بلکہ....

۱۰ ۔ الشیخ الفا ضل صا لح بن الفضیل المد رس فی المسجد النبوی بالمد ینة المنورة۔الحد یث مذ کور بمبناه مسطور بمعناه و هو صحیح کما ذکر علاه ۔کتبه صا لح بن الفضیل التیو نسی المدرس بالمسجد النبوی ۔خلا صہ : یہ کہ حدیث صحیح ہے اور اصل کتاب میں موجود ہے اور معنی بھی اس کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا۔

ہاروت ماروت ۔مرقومہ عنائت اللہ وزیرآبادی

تقریباً سوا دو صفحے کی عبارت ہے (جسے ہم حذف کیا جاتا ہے) اس کے بعد اس کا خلاصہ بایں الفاظ لکھتے ہیں:

خلاصہ مطلب: مجھے عرب وعجم کے تمام غیر متعصب انصاف پسند ذی علم ایمان داروں سے امید ہے کہ وہ میرا یہ ٹھیک ٹھیک حلفیہ بیان پڑھ سن کر صحیح نتیجہ پر پہنچیں گے

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قواعد عربیہ مسموع ہیں، مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے استقراء کی بنا پر تمام عربوں کے خلاف چیلنج کیا کہ اللہ تعالی کے فاعل اور انسان یا کسی ذی روح کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں تو فی کا باب تفعل موت سے مخصوص ہو جاتا ہے، جس کا خلاف ہرگز ممکن نہیں ۔اگر کوئی شخص تخصیص توڑ دے تو میں

اپنی جائیداد فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ اسے بطور انعام دوں گا۔ اور اس کے علمی کمالات کا صاف طور پر اعلان کر دونگا۔

سو میں نے آنجہانی کے اس چیلنج کی منظوری اس کے فرزند ارجمند خلیفہ بشیر الدین محمود احمد صاحب قادیانی کے نام اخبارات میں شائع کرا دی اور عرض کیا کہ اگر آپ کسی قابل وثوق امین کے پاس انعامی رقم جمع کرانے پر آمادہ ہوں اور مسلّمہ منصف کا فیصلہ تسلیم کرانے پر تیار ہوں تو میں خدا کے فضل وکرم سے آنجہانی کی اس لاف وگزاف کو محکم اور روشن دلائل سے توڑتا ہوں اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ تین مطبوعہ چٹھیاں پے در پے آپ کی خدمت میں بھیج کر للکارا کہ آپ میدان میں اتر کر قدرت خدا کا تماشہ دیکھیں کہ نصرت الٰہی کس کے شامل حال ہے۔

مگر میاں صاحب ہر سہ چٹھیوں کو پڑھ سن کر کچھ ایسے مبہوت اور خاموش اور خائف ہوئے کہ رعشہ نے آپ کو سر تک اٹھانے کی اجازت نہ دی اور نہ کچھ بول ہی سکے کہ علمی موت کا لقمہ ہو کر ہمیشہ کے لئے رسوائے عالم نہ جاؤں۔ اور مجھے توقع بھی اس بہادر زادہ سے یہی تھی کہ وہ اپنے اسلاف کی طرح کسی ایسے طرز مقابلہ کیلئے ہرگز تیار نہ ہوگا کہ جس سے اس کی جمعیت پر اس کے خیال مطابق کوئی برا اثر پڑ سکے۔

جس طرح عیسائیوں نے اپنے گناہوں کا حضرت مسیح کو ذمہ دار قرار دے کر کفارہ ایجاد کر لیا اسی طرح اس نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کھڑا ہو کر میرا پیچھا چھوڑائے۔ مگر الٰہی قانون اٹل ہے کہ کوئی کسی کے عوض پکڑا نہیں جا سکتا۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے بہتیری کوشش کی کہ ان کے ایک بھائی کے عوض میں کسی دوسرے کو رکھ لیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں،۔ ہمیں تو اسی سے مطلب ہے جس کے پاس ہمارا سامان محفوظ ہے۔

حضرت خلیل اللہ نے بھی بتوں کو ٹھکرا دیا، اور للکارا کہ اٹھو کچھ بول کر ہی اپنی خدائی اور گدی نشینی کا ثبوت پیش کرو۔ مگر ان سے جواب کی امید ہی کہاں تھی۔ آخر ان کی کمزوری پر پردہ پوشی کے لئے ان کے پوجکوں کو بولنا پڑا کہ ہمارے خداؤں کی پوزیشن بہت بلند ہے کہ وہ آپ سے کسی قسم کی بات کریں۔

فرمایا: کہ حیف ہے تم پر، اور تف ہے تمہارے خداؤں اور ان کی پوزیشن پر۔ یہ کیا

ارادت مندی ہوئی کہ تم نے اپنی رہی سہی عقل کو بھی کھو دیا۔
ابلیس نے آدمؑ کے مقابل انا خیر منه کہہ کر اپنی پوزیشن بڑی جتائی تو وہ رسوا ہوا۔ فرعون نے موسیٰؑ کے مقابل جمعیت اور مال کے لحاظ سے اپنی حیثیت بڑی بتائی، تو وہ تباہ ہوا۔ یہودی سرداروں نے عیسیٰؑ کے مقابل اپنی پوزیشن بڑی بتائی، تو ان کا کیا حشر ہوا۔ اسی طرح حامیان حق وصداقت کے مقابلہ کی تاب نہ لاکر جملہ نخوت پسند گدی نشینوں نے اپنے اپنے مریدوں کی آڑ میں اپنی جان چھوڑائی اور وفادار مریدان کی پوزیشن بڑی بتا کر ان کی طرف سے خود بولتے رہے۔ مگر اس سے ان کے پیر اپنی ذمہ داریوں سے ہرگز سبک دوش نہیں ہوسکے۔ موسوی گوسالہ سامری کی اس کے مریدوں کے نزدیک گو بڑی پوزیشن ہوگی مگر جب وہ کچھ کام تو کیا جواب تک نہیں دے سکا تو اس کی پوزیشن کیا خاک ہوئی۔
خلاصہ: یہ کہ ہر طرح بیدار اور ہشیار کرنے کرنے پر بھی میاں محمود احمد صاحب اپنے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر تیار نہ ہوا۔ تو پھر مایوس ہوکر میں نے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف بھی اسی طرح کی تین مطبوعہ چٹھیاں معہ مطبوعہ اطلاع نامہ بھیج کر آنجہانی کے چیلنج کی حمایت پر توجہ دلائی اور جواب کے لئے تین ہفتہ میعاد اور بڑھا دی۔ مگر افسوس کہ انہوں نے بھی میاں صاحب کی طرح اپنے اسلاف کی روش پر خاموش رہ کر اپنی جان چھوڑائی۔
خدا کا شکر ہے کہ جھوٹ بھاگ نکلا اور حق کا بول بالا ہوا۔ اور عنقریب یہ ساری مراسلت یکجا مطبوعہ ہوکر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالیٰ۔

یہ رسالہ بمعہ ہاروت و ماروت دسمبر ۱۹۳۷ء میں طبع ہوکر بذریعہ رجسٹری خلیفہ صاحب اور امیر صاحب کے نام بحسب وعدہ روانہ ہوا۔ مگر کوئی جواب نہیں۔ پھر تقریباً اس کے چھ سال بعد میں پشاور گیا تو مسجد احمدیہ میں ذکر ہوا کہ توفی کی بابت ہمارے حضرت اقدس کا چیلنج کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ تو میں نے کہا کہ میں نے اسے منظور کیا ہوا ہے مگر خلیفہ صاحب اس کی حمایت پر تیار نہیں ہوئے۔

چنانچہ یہ سب کچھ بنام گوسالہ سامری رسالہ کی صورت میں شائع ہے تو ایک صاحب نامی عبدالکریم نے کہا کہ ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں۔ اگر رسالہ روانہ فرمادیں

تو میں مرکز سے اس کا جواب لیکر آپ کو اطلاع دوں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔آپ مجھے یہ تحریر کر دیں۔، چنانچہ انہوں نے مندرجہ رقعہ مجھے تحریر کر دیا:

بسم الله الر حمن الر حیم نحمده و نصلي علی رسو له الکر یم
مکرمی حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی: سلام علی من اتبع الہدیٰ۔
جناب نے لفظ توفی کے چیلنج کے متعلق جو رسالہ شائع فرمایا ہے، برائے مہربانی اس کی ایک کاپی مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔ میں اپنے مرکز سے اس کے متعلق خط وکتابت کروں گا۔ جو جواب اس کا آئیگا میں جناب کو اطلاع دونگا۔ خاکسار عبدالکریم مسجد احمدیہ پشاور،

تاریخ ندارد بلکہ ارشاد الٰہی و لا تقو لن بشيء انی فا عل ذلك غداً الا ان یشاء الله (کہف) کے خلاف انشاء اللہ بھی ندارد۔ بہر حال گجرات پہنچ کر میں نے رسالہ گوسالہ بصورت بیرنگ روانہ کر دیا جو کہ انہیں موصول ہوا مگر افسوس کہ حسب وعدہ کوئی جواب نہیں۔ بھلا مرید اور پیر کے خلاف حق گوئی، ناممکن بات ہے، کیونکہ بیعت کی وجہ سے علم و دیانت سب کچھ پیر کے ہاتھ پر فروخت ہو کر مرید بے دست و پا اور بے زبان ما ھئو لا ینطقو ن کا پورا پورا مصداق ہو جاتا۔

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بهاء الدین۔ ٤۔اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت وہفتم (٦٧)

قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۱ء (۲۶)
ہندوستان کے دو ریفارمر

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت وہفتم (٦٧)
	قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۱ء (۲٦)
	ہندوستان کے دو ریفارمر
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۰۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۷
اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۱ء	۸
قادیان اور لاہور کے جلسوں میں ہمارا تحفہ	۸
خلیفہ قادیان اور حکومت پنجاب	۱۱
قادیان کا سالانہ جلسہ	۱۳
قادیانیت کی ترقی کی معراج	۱۴
طاعونِ قادیان	۱۶
انعامی جواب کا مطالبہ	۱۸
قادیان کی زمین حرم شریف ہے	۱۹
قادیان کے سالانہ جلسہ میں حاضرین کی تعداد	۲۲
مرزا صاحب،، مریم اور ابن مریم، دونوں؟	۲۴
قادیانی مثلث	۲۸
شیخ مصری کی شیریں کلامی	۳۲
اسلام میں مدعیان نبوت	۳۹
قادیان سے حوالوں کا مطالبہ اور ان کا جواب	۴۸
سیال کا سیلان	۵۲
اتحاد مذاہب اور مرزائی	۵۶
مرزا قادیانی ذوالقرنین تھے؟	۵۷
مرزائی اور بہائی	۶۳

قیامت کی حقیقت اور بہائی عقیدہ	٦٧
مرزا کے آخری فیصلہ پر سیال کا سیلان	٧٠
مناظرہ فجو پورہ	٧٦
اہلحدیث کا ایک مطالبہ اور قادیان سے اس کا جواب	٧٨
قادیانی توحید	٨٣
علمائے اسلام اور مرزا قادیان	٩٠
مرزائیت سے توبہ	٩٤
اللہ دتا جالندھری مقیم قادیان توجہ فرمائیں	٩٥
مرزا صاحب کی پیش گوئی بابت غلبہ اسلام	٩٧
قادیان میں شیطان کا غلبہ، اور مصلح موعود کی اصلاح	١٠٠
پیغام صلح لاہور اور الفضل قادیان	١٠٤
معاصر انقلاب اور قادیان	١٠٦
متفرقات مرزائیہ	١١٠
قادیانی کے دعوی پر خدا تعالی کی فعلی شہادت	١١١
عاقبت نااندیشوں کی احمقانہ جنگ	١١٤
لوجلالی مسیح بھی آ گئے	١١٥
اخبار الفضل قادیان روزانہ رہے؟	١١٧
مرزا، بہاء اللہ اور قیامت	١١٨
قادیانی پیش گوئیاں	١٢٢
مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ	١٢٦
خلیفہ قادیان خطاب، سر، کا متمنی ہے	١٢٩
کتنی بڑی جرأت ہے؟	١٣١
مولوی محمد علی لاہوری اور تعداد مرزائیہ	١٣٢
خلیفہ قادیان کی غلط بیانی	١٣٣
جنگ یورپ مرزا قادیانی اور ڈاکٹر اقبال	١٤٣

کیا مرزا کے عقاید دنیا تسلیم کر چکی ہے	۱۴۵
خلیفہ قادیان کو جنگ میں بھیجا جائے تو فتح یقینی ہے۔ا	۱۵۰
مرزا کا آخری فیصلہ اور چودھری فتح محمد سیال	۱۵۳
مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی	۱۵۷
خلیفہ قادیان جنگ میں جائے تو فتح یقینی ہے۔۲	۱۶۱
خلیفہ قادیان جنگ میں جائے تو فتح یقینی ہے۔۳	۱۶۴
اب خلیفہ قادیان کو جنگ میں جانا ضروری ہے۔ ۴	۱۶۷
کیا ہٹلر دجال ہے؟	۱۷۰
خلیفہ کو حکومت ملنے کا وعدہ، پس وہ جلدی جنگ کیلئے جائیں۔ ۵	۱۷۷
قادیان سے تفسیر کبور کی اشاعت	۱۸۰
فرقہ بہائیہ اور حشر اسلامیہ	۱۸۵
خلیفہ قادیان اور انکے چالیس صالح نوجوان۔ ۶	۱۸۹
مرزا صاحب کا آخری فیصلہ	۱۹۴
مرزا قادیانی کی ولادت اور وفات	۱۹۶
اخبار صدق اور پیغام صلح	۱۹۹
پیش گوئیوں کے اصول	۲۰۱
قادیانی علماء سے ایک اہم سوال	۲۰۳
مسئلہ قیامت اور بہائیت	۲۰۴
ایران کی مصیبت پر قادیان میں گھی کے چراغ	۲۱۱
باپ بیٹے کے گول مول الہام	۲۱۶
پولیس نے خلیفہ قادیان کی توہین کیوں کی؟	۲۱۹
قادیانی دعاؤں کی حقیقت	۲۲۲
دو احراریوں کے اختلاف پر الفضل کی شماتت	۲۲۵
کلام الملوک ملوک الکلام	۲۲۸
قادیانی تفسیر کبور اور اس کا جواب الجواب	۲۳۰

جنگ یورپ اور قادیانی ملہم	۲۳۹
مسیح ابن مریم کب آئیں گے	۲۴۱
نکاح آسمانی اور امیر پیغامی	۲۴۳
مرزا قادیانی کی نبوت اور وراثت	۲۴۵
قادیانی مسیح کی یادگار ہونی چاہیے	۲۴۸
پوتے کی وراثت میں مرزائی غلطی	۲۵۰
جلسہ جمعیت تبلیغ لائل پور میں مرزائیوں سے گفتگو	۲۵۲
بطش قدیر گویا غضب قدیر ہے	۲۵٦
شیعوں کا علیؓ اور قادیان کا نبی	۲٦۱
ثنائی دعوی کا ثبوت اور مرزائی دعوی کا مطالبہ	۲٦۳
مرزا صاحب کی یادگار	۲٦٦
عمر مرزا	۲٦۸
بلی اور چوہا	۲۷۳
محمد علی لاہوری اور محمود احمد قادیانی کا مباحثہ	۲۷۸
دنیا میں جنگ پر ماتم، قادیان میں خوشی کے نقارے	۲۸۰
مسیح اور قرآن	۲۸۱
ہندوستان کے دو ریفارمر	۲۸٦

فاتحة الکتاب

الحمد لله و الصلوۃ و السلام علی سید الا نبیاء۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد سڑسٹھ (اور قادیانی مشن کی جلد ۲۶) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۹۴۱ء کے اخبار اہلحدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی، مولوی رضاءاللہ ثنائی، قاری عبدالعزیز مدرس اشاعت العلوم بریلی، منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری، جناب ظفر احمد صدیقی پکھو وال، گورداسپور، بابو محمد حسین صابری بریلی، اور پنڈت آتمانند کی تحریریں شامل ہیں۔

الحکم قادیان، الفضل قادیان، پیغام صلح لاہور اور اخوت لاہور سے بھی متعدد عبارات منقول ہیں۔ بائبل سے انگریزی عبارات کا اضافہ بھی کیا گیا ہے۔ اور آخر میں حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا مختصر رسالہ: ہندوستان کے دو ریفارمر، شامل اشاعت کر دیا گیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین** ۔۴۔اپریل ۲۰۱۹ء

انّہ من سلیما ن و انّہ بسم اللّٰہ الرّحمن الرّ حیم

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۱ء سے

قادیان اور لاہور کے جلسوں میں ہمارا تحفہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ امت مرزائیہ کے ساتھ ہمیں خاص تعلق ہے۔اس لئے قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں میں دونوں جماعتوں کی خدمت میں ہماری طرف سے تحفہ پیش کیا جاتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ یہ دونوں گروہ ہمارے تحفے کو ناپسند کریں مگر ہماری نیت مخلصانہ رنگ میں یہی ہوتی ہے کہ یہ لوگ جس گرداب میں پھنسے ہوئے ہیں اس سے باہر نکل آئیں ۔فرمان خداوندی

و ذکّر بہ ان تبسل نفس بما کسبت (الا نعام:۷۰)

ہر وقت ہمارے پیش نظر رہتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی دانش مندانہ حیثیت سے اپنے متعلق مباحث کو بہت پیچیدہ بنا رکھا ہے۔کہیں وفات مسیح کی بحث ہے، تو کہیں اجرائے نبوت کی ، اور کہیں منارہ دمشق کا جھگڑا ہے۔ہم چونکہ ان رموز سے بخوبی واقف ہیں اس لئے جہاں تک ہم سے ہوسکتا ہے ہم اتباع مرزا کو ان الجھنوں سے نکال کر سیدھی راہ پر لانے کی کوشش کیا کرتے ہیں ۔اس دفعہ ہم نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا صدق و کذب جانچنے کے لئے جو معیار بصورت اشتہار پیش کیا ہے، وہ آسان ہونے کے علاوہ بہت ہی صاف اور روشن ہے۔گویا وہ معیار اس آیت

کا مصداق ہے هذا بصائر للنّاس و هدی و رحمة لقوم یوقنون۔(الجاثیہ:۲۰)
بغرض افادہ ناظرین وہ اشتہار درج ذیل ہے

جماعت احمدیہ کے لئے قابل غور بات

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی نے اپنے مناصب بہت سے تجویز کئے اور ہر ایک کے لئے اپنے خیال میں دلائل بھی دیئے۔فریق مخالف کی طرف سے بھی مختلف متعدد کتابیں نکلتی رہیں جو علماء نے لکھیں اور فریقین نے پڑھیں۔آج ہم ایک ایسی بات پیش کرتے ہیں جو بالکل صاف اورنتھری ہوئی صداقت ہے۔ایسی کہ اس کی مثال زمانہ رسالت میں ہم کو یوں ملتی ہے کہ کفار قریش نے آنحضرت ﷺ اور صحابہ کرام سے بائیکاٹ کا باہمی معاہدہ چمڑہ پرلکھ کر بند کر کے کعبہ کی چھت میں بند کر دیا تھا جس کی وجہ سے صحابہ کرام کو بڑی سخت تکلیف پہنچی تو حضور ﷺ نے فرمایا مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس معاہدہ کے چمڑے کو کرم کھا گئی ہے۔آپ کے چچا ابو طالب نے قریش کو کہا اس معاہدہ کو نکالو۔اگر میرا بھتیجا (محمد ﷺ) اس بات میں جھوٹا ہوگا تو میں اس کو چھوڑ دونگا۔
اس معاہدے ..کو دیکھا گیا تو واقعی اس کو کرم کھا چکی تھی۔
اسی قسم کا وعدہ مرزا صاحب متوفی نے بھی شائع کیا ہوا ہے جو اپنے الفاظ کے لحاظ سے بہت مختصر ہے مگر معانی کے لحاظ سے دریائے ناپیدا کنار ہے۔وہ ایسا معاہدہ ہے کہ کل قادیانی مباحث اس سے فیصل ہو سکتے ہیں۔ہم اپنی طرف سے وعدہ کرتے ہیں کہ اگر وہ صورت پائی گئی جس پر مرزا صاحب نے اپنی صداقت کو مبنی کیا ہے تو ہم مرزا صاحب کے مشن کی مخالفت چھوڑ دیں گے۔اسی طرح جماعت احمدیہ (اتباع مرزا قادیانی) سے ہمیں امید رکھنی چاہیے کہ درصورت منفی ہونے اس شرط کے وہ بھی مرزا صاحب کو چھوڑ دیں گے۔مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

اگر قرآن میں میرا نام ابن مریم نہیں رکھا، تو میں جھوٹا ہوں۔

(تحفہ ندوہ۔ص۵)۔

احمدی دوستو! اس اعلان کو پڑھیئے اور اصل کتاب میں دیکھئے۔ از راہ مہربانی قرآن مجید کی سورۃ، آیت اور رکوع کا حوالہ دے کر الفاظ نقل کر دیجئے جہاں مرزا صاحب کے نام کی حیثیت سے لفظ ابن مریم آیا ہو۔ بتانے پہلے خود مرزا صاحب کا یہ شعر ملاحظہ کر لیجئے جس کے الفاظ یہ ہیں:

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو اس سے بہتر غلام احمد ہے

یہ شعر صاف بتا رہا ہے کہ مرزا غلام احمد اور ابن مریم دو ہستیاں الگ الگ ہیں۔ پس زیادہ عرض کی ضرورت نہیں۔ مطلب صاف ہے

مسلمان دوستو اور احمدی ممبرو! ہر مسلمان بلکہ ہر انسان کا یہ یقین ہے کہ راستی کو چھوڑ نے کذب کو اختیار کرنے کا ضرر کسی دوسرے پر نہیں، بلکہ فاعل ہی پر ہوتا ہے۔ قرآن کا ارشاد واضح ہے انّما بغیکم علی انفسکم (یونس:۲۳)۔ پس ارشاد خداوندی کو ملحوظ رکھ کر اعلان مرزا کو پڑھ کر آپ لوگ فیصلہ کریں کہ مرزا صاحب سچے تھے یا جھوٹے

میرے دل کو دیکھ کر میری وفا کو دیکھ کر
بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری ۲۵۔دسمبر ۱۹۴۰ء

ناظرین! آپ صاحبان نے کبھی عدالت میں ایسا مقدمہ دیکھا ہو گا جس میں مدعی نے یہ بیان دیا ہو کہ مدعی کا حساب میرے بہی کھاتہ میں مرقوم ہے، اگر نہ ہو تو میرا دعوی خارج۔ نیز مدعا علیہ نے کہا ہو کہ یہ صورت فیصلہ مجھے منظور ہے۔ ایسے موقع پر عدالت کا فرض ہو جاتا ہے کہ وہ مدعی کا بہی کھاتہ طلب کر کے اس کو دیکھے۔

پس ناظرین اہل حدیث سے عموماً اور اتباع مرزا سے خصوصاً ہماری درخواست ہے کہ ہمارے پیش کردہ حوالے کا ثبوت اگر مل جائے، تو اس سے صحیح نتیجہ پیدا کریں۔ رہا اتباع مرزا کا عذر جو ایسے حوالوں کی نسبت وہ پیش کیا کرتے ہیں کہ:

ایک آدھ بات سے کیا ہوتا ہے، جب کہ ہزاروں دلائل اور نشانات مرزا

صاحب کی صداقت پر موجود ہیں، کوئی ایک بات اگر صحیح نہیں ہے تو نہ سہی۔

ہم ایسے بھولے بھالے لوگوں کو کیا کہیں اور ان کو کس طرح سمجھائیں کہ موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ آتا ہے۔ یہ تو ایک عقلی اصول ہے خدا جانے امت مرزا قادیانی اس کو سمجھے یا نہ سمجھے، اس لئے ہم ان کو ایک سیدھی بات پر توجہ دلاتے ہیں۔ پس وہ غور سے سنیں۔

مدعی عدالت میں ایک کاغذ پیش کرتا ہے جو مدعا علیہ کی طرف سے قرضہ لینے کا تمسک ہے۔ اس کاغذ میں کل سولہ سطریں ہیں۔ ہر ایک سطر میں متعدد جملے ہیں۔مگر جس لفظ کے ساتھ قرضے کی رقم مرقوم ہے، وہ شکستہ ہونے کی وجہ سے مشکوک ہے۔ مدعا علیہ عدالت کو مشکوک لفظ پر توجہ دلا کر کہتا ہے کہ مدعی کا دعوی خارج ہونے کے قابل ہے۔اس پر اگر مدعی یہ جواب دے کہ صاحب! ایک لفظ کے غلط ہونے سے سارا اسٹامپ کیونکر غلط ہوسکتا ہے، باقی تو سارا صحیح ہے۔، تو اتباع مرزا ہمیں بتائیں کہ ایسا مدعی کس قسم کے سلوک کا مستحق ہوگا۔

ایسی واضح تکذیب کے ہوتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص اپنی ضد پر اڑا رہے تو کہا جائے گا کہ اس کا عقیدہ مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں اس شعر کا مصداق ہے۔

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۱ ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان اور حکومت پنجاب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان میں آج کل مرزائیوں کا سالانہ جلسہ ہو رہا ہے۔اس میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان نے تقریر کرتے ہوئے حکومت پنجاب کو مخاطب کر کے جو کچھ فرمایا ہے معاصر، پرتاپ، میں اس طرح مرقوم ہے:

قادیان میں شکروار کو احمدیوں کے سالانہ جلسہ میں تقریر کرتے ہوئے خلیفہ قادیان مرزا بشیر الدین محمود احمد نے اپنی تقریر میں پنجاب گورنمنٹ کو انتباہ دیا کہ وہ اپنی اینٹی احمدیہ پالیسی کو ترک کر دے، ورنہ اسے پتہ لگ جائے گا۔

مرزا صاحب نے کہا کہ احمدیہ فرقہ اور گورنمنٹ کے تعلقات بڑے خراب ہوتے جارہے ہیں۔ گورنمنٹ کے اس تازہ ترین فیصلہ نے جس کی رو سے قادیان میں سکھوں کو دیوان منعقد کرنے کی اجازت دی ہے، میرے پیروؤں میں تلخی پیدا کر دی ہے۔

اگر گورنمنٹ کی پالیسی میں کوئی تبدیلی نہ ہوئی تو احمدی جوابی کاروائی کرنے پر تیار ہو جائیں گے۔

گورنمنٹ کو معلوم ہونا چاہیے کہ ہمارا مذہب یہ تعلیم نہیں دیتا کہ ہم عدم تشدد کے عقیدہ پر یقین رکھیں۔

مرزا (محمود احمد) صاحب نے دوسرے اندرونی اور بیرونی خطرات کا بھی ذکر کیا جو احمدیہ فرقہ کی طاقت کو زائل کرنے کے درپئے ہیں۔ اس سلسلہ میں آپ نے اپنے پیروؤں کو یقین دلاتے ہوئے کہا کہ جب تک میں خدائی احکام پر عمل کرتا ہوا آپ کے جہاز کا کپتان ہوں، میں ایسے تمام خطرات سے بچاتا رہوں گا۔

مرزا (محمود) صاحب نے یہ بھی کہا کہ مجھے الہام ہوتا ہے اور بین الاقوامی صورت حالات میں خطرناک تبدیلیوں کا مجھے پہلے ہی علم ہو گیا ہے۔

سر ظفر اللہ نے جو اس جلسہ میں موجود تھے اس بات کی تصدیق کی اور کہا کہ مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ فرانس کی شکست ہوگی اور بلجیئم کا بادشاہ تخت سے دست بردار ہو جائے گا۔ اب انہوں نے یہ پیش گوئی کی ہے کہ دنیا میں جلد امن ہوگا اور برطانیہ کی فتح ہوگی، مرزا صاحب کے چار گھنٹے تقریر کرنے کے دوران میں اللہ اکبر کے نعرے لگائے جاتے رہے۔

(اخبار پرتاپ ۳۰ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۱۷)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کہتے ہیں: دیکھئے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی اس تقریر کا حکومت پنجاب پر کیا اثر ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۱ ص ۱۶)

قادیان کا سالانہ جلسہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہر ایک جماعت کا سالانہ جلسہ اس کے مقصود اور مخصوص کاروائی کا آئینہ ہوتا ہے۔ اس میں جس قسم کی تقریریں ہوتی ہیں وہ اس کے خاص مقصد سے متعلق ہوتی ہیں جس عنوان پر تقریر نہیں ہوتی وہ اس کے مقصد میں شامل نہیں ہوتا۔ اس دفعہ قادیان کے سالانہ جلسہ کی مجمل رپورٹ جو اخبار الفضل میں شائع ہوئی ہے اس کو دیکھ کر ایک ہم درد مسلمان کو سخت صدمہ ہوتا ہے کیونکہ ان تقریروں میں کوئی ایک تقریر بھی شرک و بدعت یا کفر و دہریت کی تردید میں نہیں دیکھی گئی۔ نہ بت پرستی یا عیسی پرستی کی تردید اور نہ قبر پرستی یا پیر پرستی کے ابطال میں نظر سے گذری، نہ بیاہ شادی کی رسومات قبیحہ کی اصلاح پر کوئی توجہ کی گئی۔ جن میں آج کل مسلمان عموماً مبتلا ہیں۔ ہاں ساری تقریروں کا مرجع مرزا صاحب متوفی کی شخصیت تھی۔ کہیں ان کی پیش گوئیاں بتائی گئیں۔ کہیں ان کے حق میں پیش گوئیاں سنائی گئیں۔ یہ بات کوئی اس سال کے جلسہ سے مخصوص نہیں ہے بلکہ قادیان کے سالانہ جلسوں میں عموماً یہی ہوتا ہے۔

قبر پرستی کا ردّ تو اس لئے نہیں کرتے کہ قادیان میں خود انہوں نے بھی اسی قسم کی کئی ایک قبریں بنا رکھی ہیں۔ پنجاب میں پاک پٹن کا شہر بہت مشہور ہے جہاں حضرت فرید الدینؒ گنج شکر کا مزار ہے وہاں ایک بہشتی دروازہ ہے جو سال بعد کھلتا ہے جس سے گزرنے والے سمجھتے ہیں کہ ہم بہشت کے وارث ہو گئے ہیں قادیان میں اس کے مقابلہ میں بہشتی مقبرہ بنایا گیا ہے۔ اس کی نسبت بھی ان لوگوں کا یہی خیال ہے کہ وہاں دفن ہونے والے بہشت کے حق دار ہیں۔ اس مقبرہ میں صرف اسی شخص کو جگہ ملتی

ہے جو اپنی جائیداد کا دسواں حصہ قادیان کے لئے وقف کردے۔

نہ صرف ہماری بلکہ ہر ایک اہل بصیرت کی نظر میں یہ صداقت لا ریب ہے کہ جو شخص اسلام کی اصلاح کا مدعی ہو کر مصلحانہ شکل میں آئے وہ اگر قبر پرستی اور پیر پرستی کی تردید کو اپنا اولین مقصد ٹھہرائے تو اس کے دعوی کی تکذیب کے لئے یہی کافی ہے ہمیں افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ امت مرزائیہ (بہر دو صنف) اس امتیازی وصف سے خالی ہے۔ ان کی ساری تقریروں کا مرجع صرف مرزا صاحب کی ذات ہوتی ہے کیونکہ ان کا عقیدہ ہے:

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

ہم اس روش کو انبیاء کے طریق عمل کے خلاف سمجھتے ہیں۔ انبیاء کرام کی پہلی آواز یہی ہوتی تھی کہ ان اعبدوا اللّٰه و اجتنبوا الطّا غو ت (النحل:۳٦) خدا کی عبادت کرو اور جھوٹے معبودوں سے بچو۔ انصاف یہی ہے کہ قادیانی اس سے خالی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۲ ص ۵)

قادیانیت کی ترقی کی معراج

صرف ۲۵ سال باقی رہ گئے ہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے امسال خطبہ عید الفطر میں ایک تقریر کی تھی جو اخبار فاروق ۲۱ نومبر (۱۹۴۰ء) میں شائع ہوئی ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

اگر ہم صحابہ کی (مانند؟) ہوتے تو ہماری ترقی بھی اسی عرصہ (۲۳) میں ہو جاتی مگر چونکہ ہم میں وہ کیفیت نہیں ہے اس لئے ہماری ترقی زیادہ سے زیادہ ۷۵ سال میں ہو جائے گی جس میں سے ۵۰ سال گذر چکے ہیں اب صرف ۲۵ سال باقی ہیں۔

ہمارے خیال میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کا یہ دعوی مرزا صاحب متوفی کے بلکہ خود

ان کے اپنے بیان کے بھی خلاف ہے حیرت ہے کہ یہ لوگ باوجود اتباع مرزا کہلا نے کے مرزا غلام احمد کے اقوال سے کیوں اتنے بے خبر ہیں کہ اہل حدیث کو انہیں تنبیہ کرنی پڑتی ہے۔ سنیئے! بڑے مرزا صاحب قادیانی اپنی کتاب خطبہ الہامیہ میں لکھتے ہیں: جو شخص میری جماعت میں داخل ہوا، وہ اصحاب رسول اللہ ﷺ میں داخل ہو گیا۔

پس ثابت ہوا کہ بقول مرزا صاحب قادیانی ان کے اتباع اصحاب رسول اللہ کی مانند ہیں۔ پھر ان پر وہ برکات کیوں نازل نہ ہوئیں جو رسول اللہ ﷺ کے اصحاب پر ہوئی تھیں۔ یہ خطبہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے ایک سابقہ بیان کے خلاف ہے کیونکہ انہوں نے ایک دفعہ کہا تھا کہ:

تبلیغ کا جتنا کام آج تک جماعت احمدیہ نے کیا ہے وہ اس کام کے اربویں حصے سے بھی کم ہے جس کے لئے مرزا صاحب آئے تھے۔

(الفضل قادیان ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۳۷ء)

جماعت مرزائیہ جانتی ہوگی کہ سو ہزار کا ایک لاکھ ہوتا ہے اور سو لاکھ کا ایک کروڑ اور سو کروڑ کا ایک ارب۔ ناظرین غور کریں کہ پچاس سال کی مدت میں جس کام کا اربواں حصہ بھی پورا نہ ہوا، وہ باقی کتنا رہتا ہوگا۔ وہ پچاس کے مقابلہ میں ۲۵ برس کے اندر کیسے انجام تک پہنچ سکتا ہے۔

ناظرین ۲۵ سال کا عرصہ کچھ زیادہ نہیں، انشاء اللہ جلد ختم ہو جائے گا۔ اس وقت احمدیت کی کمزور حالت دیکھ کر لوگ پوچھیں گے کہ خلیفہ صاحب کا دعوی کیوں پورا نہیں ہوا، تو جواب ملے گا کہ پیش گوئیوں میں عدد مقصود نہیں ہوتا، بلکہ بقول مرزا صاحب کام مقصود ہوتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی)۔

پس یہ کام (غلبہ کاملہ) اگر تین سو سال میں بھی پورا ہو جائے تو بھی کوئی مضائقہ نہیں۔ اگر تین سو سال کے عرصہ میں بھی پورا نہ ہوا تو یہ عذر کیا جائے گا کہ

خداوند تعالی قادر و قیوم اور فاعل مختار ہے، وعدے کا پابند نہیں ارادہ بدل سکتا ہے (تتمہ حقیقۃ الوحی)

اور اپنے دعوی پر بطور سند یہ آیت پیش کریں گے یمحوا اللّٰہ ما یشاء ویثبت۔ (الرعد:۳۹) کیا ہی سچ ہے:

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۲ ص ۶)

طاعونِ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی احتجاجی پیش گوئی کبھی سچی نہیں نکلی۔اس دعوی کے ثبوت میں ہمارے کئی ایک رسالے الہامات مرزا وغیرہ شائع ہو چکے ہیں جن میں ایسی پیش گوئیوں کی تفصیل درج ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء میں طاعون قادیان کے متعلق ایک نوٹ لکھا گیا تھا جس کا جواب الفضل ۱۹ دسمبر ۱۹۴۰ء میں نکلا ہے۔

ہمارے جواب میں اڈیٹر الفضل قادیان نے باتباع سنت مرزا پورے اخفا سے کام لیا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس طرح ہر ایک امتی کا فرض ہے کہ اپنے نبی کی پیروی کرے اسی طرح ہر ایک مرزائی کا فرض ہے کہ وہ ادائے مطلب میں خاص مرزا صاحب قادیانی کا تتبع کرے۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ مسیح کے آسمان سے اترنے کے متعلق حدیث میں کوئی لفظ نہیں ہے۔جب ہم نے آسمان کا لفظ دکھا دیا،تو ساری امت مرزائیہ کانوں میں روئی ڈال کر خاموش ہو بیٹھی۔

ہمارے جواب میں الفضل نے تسلیم کیا ہے کہ قادیان میں طاعون زور سے آیا مگر مرزا غلام احمد کی پیش گوئی جھوٹی نہیں ہوئی۔ آپ کے اصل الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

> مرزا صاحب نے فرمایا تھا کہ میرے گھر کے چار دیوار (اسی طرح مرقوم ہے۔ اہل حدیث) کے اندر رہنے والے مخلص لوگ اس بیماری کی موت سے محفوظ رہیں گے ... یہ پیش گوئی اس شان سے پوری نہ ہوتی جس سے کہ اب ہوئی کہ قادیان میں طاعون آئی ،کئی لوگ اس سے فوت ہوئے۔آپ کے گھر

کے چار دیوار کے قریب موتیں ہوئیں لیکن آپ کے گھر میں کوئی چوہا بھی نہ مرا۔ (الفضل قادیان ص۳ کالم۴)

ہم نے جو دعوی کیا تھا کہ اتباع مرزا بہر سہ اصناف مرزا صاحب کی طرح اخفائے واقعات کے بڑے مشاق ہیں، اس کا ثبوت آج بھی ہم دیتے ہیں۔ مرزا صاحب متوفی نے اپنے گھر کے لفظ کی تشریح کی ہوئی ہے کہ اس سے مراد میرا اینٹوں کا مکان نہیں بلکہ ارادت و اخلاص کا حلقہ مراد ہے۔ آپ کے الفاظ اس کے متعلق یہ ہیں:

اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت کے گھر میں بودو باش رکھتے ہیں بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (کشتی نوح۔ص۱۰)

گھر کا لفظ ناظرین اس تشریح کے ساتھ ملحوظ رکھیں اور مندرجہ ذیل اشخاص کی بابت سوال کریں کہ وہ کون تھے اور کس موت سے مرے؟

۱۔ محمد افضل کشمیری امرتسری جو قادیان کے حلقہ ارادت میں رہتا تھا وہ کس بیماری سے اور کہاں مرا تھا؟ (اسی قادیان میں طاعون سے) اور مرنے کے بعد اس کے ساتھ کیا سلوک کیا گیا تھا؟

۲۔ محمد یاسین سہارنپوری کہاں مرا تھا اور کس بیماری سے مرا تھا؟ (قادیان میں طاعون سے)

غرض اس زمانہ میں قادیان میں بہت سے مرزائی طاعون سے فوت ہوئے اور بیرون قادیان طاعون سے مرنے والوں کا کوئی شمار ہی نہیں۔ اس کے باوجود یہ عجیب لطیفہ ہے جو اڈیٹر صاحب الفضل نے لکھا ہے:

یہ پیش گوئی اس شان سے پوری ہوئی کہ قادیان میں پریشان کن طاعون نہیں آیا۔

حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب کو اعتراف ہے کہ قادیان میں طاعون زور سے نمودار ہوا، مگر مرید کہتے ہیں کہ طاعون پریشان کن نہیں ہوا۔ یہ بات ہماری سمجھ سے بالاتر ہے کہ طاعون پورے زور پر بھی ہو، مگر پریشان کن نہ ہو۔ شائد قادیان کا خاصہ ہوگا: جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر۳ ص۴۔۵)

انعامی جواب کا مطالبہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے سالانہ جلسے میں اعلان کیا گیا ہے کہ ہماری جماعت کی تبلیغی کوشش کا ثبوت یہ ہے کہ: رسالوں وغیرہ کے ذریعہ جو اشاعت ہوئی ہے ان کے صفحات کی تعداد تیرہ لاکھ سے زیادہ ہے۔

ایسی جماعت سے (جن کی تحریر اس قدر شائع ہوتی ہو) ایک سطر بلکہ نصف سطر سے بھی کم کا جواب نہ بن پڑنا اپنے اندر کچھ معنی رکھتا ہے۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں میں ہم نے جو اشتہار تقسیم کرایا ہے اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عبارت صرف اتنی ہے کہ:

اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں (تحفہ ندوہ۔ص ۵)

یہ فقرہ دیکھنے اور سننے میں تو بہت مختصر ہے مگر ان دونوں گروہوں (محمدی اور احمدی) میں فیصلہ کن ہے اس لئے ہم نے اشتہار میں بہت ہی اختصار کے ساتھ لکھا تھا کہ مرزا صاحب کے مرید ہمیں اس آیت کا پتہ دیں جس میں مرزا صاحب کا نام ابن مریم لکھا ہے۔ مگر آج تک قادیانی اور لاہوری اخبارات نے اس سوال کا جواب نہیں دیا اس لئے ہم یاد دہانی کے طور پر مکرر درخواست کرتے ہیں کہ ہمارے مطالبہ کو پورا کرنے والا شخص یک صد روپیہ نقد انعام کا مستحق ہوگا۔ اگر مجیب متعدد ہوں تو آپس میں بانٹ لیں

کیا کوئی باغیرت احمدی اس سوال کو حل کرے گا جو بالکل آسان ہے:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۳ ص ۵)

قادیان کی زمین حرم شریف ہے

اور خود قادیان ایک روحانی قلعہ ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک عربی مثل ہے ابن الفقیه نصف الفقیه ۔یعنی فقیہ کا بیٹا بھی آدھا فقیہ ہوتا ہے۔اس مثل کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں کہ خلیفہ صاحب قادیان اپنے باپ کی روش پر برابر چل رہے ہیں بلکہ بعض باتوں میں نصف سے زیادہ ترقی کر چکے ہیں۔مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی ایک نظم میں ایک شعر یوں لکھا تھا:

زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس پر تضمین کرتے ہوئے قادیان کو مکہ شریف کے لئے ایک حفاظتی قلعہ قرار دیا اور کہا:

خدا نے بیت اللہ سے دور ایک روحانی قلعہ قادیان میں تیار کردیا تا دشمن وہیں حملہ کرتا رہے اور بیت اللہ تک نہ پہنچ سکے۔اور چونکہ یہ قلعہ بھی دین کی اسی طرح حفاظت کر رہا ہے جس طرح ارض حرم نے کی۔اس لئے خدا کے مسیح (مرزا قادیانی) نے فرمایا

خدا کا ہم پہ بس لطف و کرم ہے
وہ نعمت کون سی باقی جو کم ہے
زمین قادیان اب محترم ہے
ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

(الفضل قادیان یکم جنوری ۱۹۴۱ء ص۴)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں کہ اس تشبیہ سے جو نتیجہ نکلتا ہے اس پر خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے غور نہیں فرمایا۔ شائد اسے اہل حدیث کے لئے چھوڑ دیا۔ قادیان اگر حفاظتی قلعہ ہے تو ہمیں قادیان کا تبلیغی کام ختم ہوتا معلوم ہوتا ہے۔ کیونکہ اس قلعہ میں ہندو، سکھ، آریہ اور عیسائی وغیرہ تو پہلے ہی سے داخل تھے۔ ان کے بعد مجلس احرار نے اس کی دیواریں توڑ کر اس میں اپنا جھنڈا گاڑ دیا۔ جس سے اس قلعہ کو یقیناً بہت نقصان پہنچا ہے۔ اس کا ادنی ثبوت اس سال قادیان کے سالانہ جلسہ میں نظر آتا ہے۔ شرکاء جلسہ میں سے ہزار ہا اشخاص (قریباً پانچ ہزار) نے مولوی عنائت اللہ احراری کے پیچھے جمعہ پڑھا۔ دوسری طرف لاہوری جماعت نے قادیان میں اپنا جلسہ کیا جس میں خلیفہ قادیان اور اس کی جماعت کے خلاف دھواں دھار تقریریں کیں۔ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی قلعہ دشمن کے ہاتھوں سے شکست ہو گیا ہے یا ہونے والہ ہے۔ خدا خیر کرے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۴ ص ۴۔۵)

(مرزا محمود احمد نے قادیان کو مثل حرم اور سالانہ جلسہ قادیان کو حج کا مثل قرار دیا تو جہاں اسلامی حلقوں میں احتجاج ہوا وہاں احمدیوں کی لاہوری پارٹی نے بھی مخالفانہ تحریں شائع کیں۔ مثال کے طور پر ذیل کی تحریر ملاحظہ فرمائیں:

قادیان کا ظلی حج: ایک عظیم الشان فتنہ کا پیش خیمہ

ایک مدت ہوئی جناب میاں محمود احمد صاحب نے قادیان کے جلسہ سالانہ کو ظلی حج قرار دیا تھا اور یہاں تک کہہ دیا تھا کہ مکہ معظمّہ کی چھاتیوں کا دودھ اب خشک ہو چکا ہے۔

ہماری (یعنی لاہوری احمدیوں کی) طرف سے اسی وقت اس کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی گئی اور یہ لکھا گیا کہ یہ محمد رسول اللہ ﷺ کے دین کو بدلنے اور آپ کی غلامی سے نکلنے کا ایک اور قدم ہے۔

پہلے ظلی نبی کو اصلی نبی بنایا گیا اور لفظ ظل کا مفہوم محض ذریعہ حصول نبوت (متابعت رسول) تک محدود قرار دے کر نفس نبوت میں مسیح موعود اور دوسرے انبیاء کی نبوتوں کو ایک قرار دیا گیا

بلکہ یہاں تک کہہ دیا گیا کہ ظل اور بروز وغیرہ الفاظ حضرت مسیح موعود نے محض کسر نفسی سے استعمال کئے ہیں خدا کے الہام میں ایسے الفاظ موجود نہیں وہاں آپ کو صرف نبی کہہ کر پکارا گیا ہے تو جب نفس نبوت کے لحاظ سے ظل اور اصل میں کوئی فرق نہیں رہا تو قادیان کے سالانہ جلسہ کو ظلی کہنے والے کل کو کیوں اسے اصلی حج قرار نہ دیں گے۔ بالخصوص جب ان کے نزدیک مکہ معظّمہ کی چھاتیوں کا دودھ بھی خشک ہو چکا ہے تو اس کی طرف جانے کی ضرورت ہی انہیں کیا ہو گی۔

ہمارے اس احتجاج پر ایک مدت تک قادیان سے کوئی آواز نہ اٹھی اب پھر میاں محمود احمد صاحب نے سال ہا سال کے بعد اسی پرانی لے کو دوہرایا ہے اور قادیان کے جلسہ سالانہ کو حج کا ایک ظل قرار دیا ہے چنانچہ آپ کے فرماتے ہیں:

غیر معمولی طور پر یہ جلسہ جمعہ سے شروع ہوا مجھے اس میں ایک بڑی فال نیک نظر آتی ہے اور وہ یہ کہ اس دفعہ حج بھی جمعہ کے دن ہوا اور حضرت مسیح موعود کے قادیان کو بھی اس حج کا ایک ظل قرار دیا ہے اور فرمایا ہے کہ یہ بھی اس کا خدا نے ایک رنگ میں ظہور بتایا ہے چنانچہ فرماتے ہیں

ہجوم خلق سے ارض حرم ہے

نادانوں نے اس کی حکمت کو نہ سمجھتے ہوئے کہہ دیا کہ قادیانی لوگ اپنے جلسہ کو حج کہتے ہیں حالانکہ یہ پاگل پن کی بات ہے نہ ہم اسے حج کہتے ہیں اور نہ جسے خدا نے حج قرار دیا ہے اسے کوئی اور شخص منسوخ کر سکتا ہے ... جو کچھ ہم کہتے ہیں وہ یہ ہے کہ ہمارا جلسہ حج کا ایک ظل ہے اور کسی چیز کو ظل قرار دینے سے اصل کی شان بڑھا کرتی ہے کم نہیں ہوا کرتی۔،

بجا ارشاد فرمایا لیکن یہ بھی فرما دیجئے کہ آیا یہاں بھی ظل کا وہی مفہوم ہے جو حضرت مسیح موعود کی ظلی نبوت کا مفہوم ہے یا کچھ اور؟

اگر وہی مفہوم ہے تو آپ لاکھ دفعہ کہیں کہ ہم حج کو منسوخ نہیں کرتے اور ظل سے اصل کی شان بڑھتی ہے عملاً اور مفہوم کے لحاظ سے آپ قادیان کے جلسہ اور مکہ معظّمہ کے حج کو ایک ہی چیز قرار دے رہے ہیں یوں کہہ لیجئے کہ قادیان کا جلسہ مکہ معظّمہ کی متابعت کا نتیجہ ہے لیکن حج وہ بھی ہے اور حج یہ بھی مکہ معظّمہ کا حج منسوخ نہ سہی لیکن قادیان کے جلسہ کو حج ماننے والے مکہ معظّمہ کی چھاتیوں کا دودھ خشک سمجھنے والے اس کی طرف جانے اور مکہ کے حج کا عزم کیوں کرنے لگے قادیان نزدیک ہے آسانی سے وہاں تین دن جلسہ سالانہ میں شریک ہو کر حج کا

ثواب حاصل کیا جا سکتا ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۲۸ جنوری ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ محرم ۱۳۶۱ھ جلد ۳۱ نمبر ۴ ص ۱)

قادیان کے سالانہ جلسہ میں حاضرین کی تعداد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی نے اونٹ سے کہا تھا کہ بھیا! تمہاری گردن بڑی ٹیڑھی ہے۔

اس نے جواب دیا: یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے۔

یہی حال قادیانی پریس کا ہے۔ جو بات کہیں گے اس میں مبالغہ اور رنگ آمیزی سے ضرور کام لیں گے۔ شرکاء جلسہ کی تعداد ہمیشہ بڑھا چڑھا کر بتائی جاتی ہے قادیانی وزراء کے تدبر اور دور اندیشی کے تو ہم بھی قائل ہیں۔

جلسہ سے پہلے مریدوں کو بڑے زور سے ہدایت کی جاتی ہے کہ ہر ایک احمدی ایک غیر احمدی کو اپنے ہمراہ لائے۔ ظاہر میں تو اس کی وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ ایسے لوگ قادیان میں آکر ہدایت و رشد حاصل کریں گے مگر حقیقت یہ ہوتی ہے کہ ان غیر از جماعت افراد کو اپنے ساتھ ملا کر اپنی تعداد زیادہ دکھائی جائے تا کہ مخالفین مرعوب ہو جائیں۔ چنانچہ خواجہ حسن نظامی دہلوی جیسے دانا شخص بھی اس رعب میں آکر جلسہ قادیان میں حاضرین کی تعداد ۳۵ ہزار (۲۵ ہزار مرد، ۱۰ ہزار عورتیں) بتاتے ہیں (منادی دہلی یکم جنوری ۱۹۴۱ء) حالانکہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے پندرہ سولہ ہزار بتائی ہے (الفضل قادیان ۳۱ دسمبر ۱۹۴۰ء)

خواجہ صاحب عموماً قادیانی رعب میں آجاتے ہیں جن دنوں لارڈ ہیڈ لے (انگریز نومسلم) دہلی میں آئے تھے، تو وہاں لوگوں نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا تھا جس میں مرزائی بھی بکثرت شریک ہوئے تھے۔ اس جلسہ میں خواجہ دہلوی نے کھڑے ہو کر بلا تکلف اعلان کیا تھا کہ: لارڈ صاحب، خواجہ کمال الدین کی کوشش سے مسلمان ہوئے ہیں۔

جب آپ بیٹھ گئے تو میں نے کہا کہ لارڈ ہیڈ لے کا اپنا بیان ہے کہ میں خواجہ

کمال الدین (احمدی مبلغ) کے لندن پہنچنے سے پہلے ہی مسلمان ہو گیا تھا۔ خواجہ صاحب نے جواب میں کہا کہ میں نے تو ایسا ہی سنا تھا۔

خیر! خواجہ صاحب میرے مخلص دوست ہیں آپ واقعات کی تحقیق نہیں کیا کرتے بلکہ سنی سنائی بات کہنے کے عادی ہیں۔

جلسہ قادیان میں جتنے لوگ شریک ہوئے تھے وہ سارے مرزائی نہ تھے۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ مولوی عنایت اللہ احراری نے جمعہ کی نماز الگ پڑھائی جس میں قریباً پانچ ہزار مسلمان شریک ہوئے۔ یہ حضرات وہی تھے جن کو خلیفہ صاحب کے تاکیدی حکم کے ماتحت مرزائی لوگ اپنے ساتھ لائے تھے۔ ان کے علاوہ بکثرت مسلمان ایسے بھی تھے جن کو جمعے کی جماعت علیحدہ ہونے کی خبر نہیں ہوئی، اس لئے انہوں نے مرزائیوں کے ساتھ ہی جمعہ پڑھ لیا۔

اس کے علاوہ قادیان کے اردگرد کے دیہاتی مسلمان بھی اس جلسہ میں شریک ہو جاتے ہیں کیونکہ ان ایام میں کھانا سب کو مفت ملتا ہے۔

قادیان کے جلسہ سالانہ کی تعداد کا گورکھ دھندا ایک اور طرح سے بھی حل ہو جاتا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ کسی قادیانی نے اخبار الفضل قادیان میں ایک مراسلہ شائع کرایا تھا جس میں اس نے قادیانی جلسہ کے شرکاء کے اخلاق فاضلہ کا ذکر ان الفاظ میں کیا تھا کہ: جس کمرے میں چار آدمی ہوتے ہیں وہ اپنی تعداد سولہ لکھواتے ہیں تاکہ کھانا خصوصاً سالن زیادہ مل سکے۔ مگر ٹکٹ تقسیم کرنے والے ٹکٹوں کے حساب سے آدمیوں کا شمار کرتے ہیں۔

یہ ہے اصل حقیقت۔ اسکے علاوہ خواجہ حسن نظامی نے شرکاء جلسہ کی یک دلی و یک جہتی کی تعریف بھی کی ہے۔ شاید ان کو معلوم نہ ہوگا کہ اسی قادیان میں لاہوری مرزائیوں نے اپنا الگ جلسہ کیا جس میں قادیانی خلافت پر ان لوگوں نے بڑا سخت حملہ کیا۔

مزید براں یہ شرکاء جلسہ وہی لوگ ہیں جن کی بابت خلیفہ قادیان کا اپنا بیان یوں شائع ہوا تھا کہ:

ہماری جماعت میں صداقت اور دیانت نہیں ہے (الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء)۔

پس جو لوگ صداقت اور دیانت سے خالی ہوں ان میں یک دلی اور یک جہتی کیسے

ہوسکتی ہے۔ سچ ہے:

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ذی الحج ۱۳۵۹ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۴ ص ۵)

مرزا صاحب مریم اور ابن مریم، دونوں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر کی روش بفضلہٖ تعالیٰ شروع ہی سے یہ رہی ہے کہ عام طور پر ہر ایک مذہب کے متعلق اور خاص طور پر قادیانی مشن کے حق میں کبھی کوئی غلط حوالہ نہیں دیا، کیونکہ ایسا کرنا اہل انصاف کے نزدیک صداقت اور دیانت سے بعید ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آ کر اس کے ساتھ آخری فیصلے کا اعلان کیا تھا جس میں تمہیدی طور پر اہل حدیث کے سخت حملات اور اپنی بے بسی کا ذکر ہوا ہے۔

چونکہ اہل حدیث کا مواخذہ ہمیشہ مرزا غلام احمد قادیانی کی تصریحات پر ہوتا ہے، اس لئے اس کا جواب دینا کارے دارد۔ چنانچہ اس دفعہ ہماری طرف سے قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں میں اور پھر اہل حدیث ۳ جنوری ۱۹۴۱ء میں ایک اشتہار شائع ہوا ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کا یہ اعتراف نقل کیا گیا ہے کہ:

> اگر قرآن میں میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ہوں۔ (تحفہ ندوہ۔ص ۵)

ہم نے یہ حوالہ نقل کر کے مرزائیوں سے پوچھا تھا کہ:

> احمدی دوستو! از راہ مہربانی اس سورۃ اور رکوع کا حوالہ دے کر آیت کے الفاظ نقل کر دیجئے جہاں مرزا صاحب کا نام ابن مریم آیا ہو۔

ناظرین! اس حوالے اور مطالبے کے الفاظ کو غور سے پڑھیں کہ کیسے صاف اور سیدھے لفظوں میں اپنے معانی بتا رہے ہیں۔

اب قادیانی جواب بھی سن لیجئے ۔ ان لوگوں سے جو کچھ ہو سکا وہ یہ ہے کہ اخبار الفضل قادیان ۱۵ جنوری میں اس کا جواب شائع ہوا ہے جو قابل دید وشنید ہے:

اس بارہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا جو دعوی ہے وہ حضور (مرزا) کے اپنے الفاظ میں نقل کر دینا ہی مولوی صاحب کی اس دھوکہ دہی کے اظہار کے لئے کافی ہوگا۔حضور (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

کتاب براہین احمدیہ میں اول خدا نے میرا نام مریم رکھا۔اور پھر فرمایا کہ میں نے اس مریم میں صدق کی روح پھونکنے کے بعد اس کا نام عیسی رکھ دیا ۔گویا مریمی حالت سے عیسی پیدا ہو گیا اور اس طرح میں خدا کے کلام میں ابن مریم کہلایا۔اس بارہ میں قرآن شریف میں بھی ایک اشارہ ہے ، اور وہ میرے لئے بطور پیش گوئی کے ہے یعنی اللہ تعالی قرآن شریف میں اس امت کے بعض افراد کو مریم سے تشبیہ دیتا ہے اور پھر کہتا ہے کہ مریم عیسی سے حاملہ ہو گئی ۔اور اب ظاہر ہے کہ اس امت میں بجز میرے کسی نے اس بات کا دعوی نہیں کیا کہ میرا نام خدا نے مریم رکھا۔اور پھر اس مریم میں عیسی کی روح پھونک دی ہے اور خدا کا کلام باطل نہیں ۔ضرور ہے کہ اس امت میں کوئی اس کا مصداق ہو اور خوب غور کر کے دیکھ لو اور دنیا میں تلاش کر لو کہ قرآن شریف کی اس آیت کا بجز میرے کوئی دنیا میں مصدق نہیں ۔ پس یہ پیش گوئی سورہ تحریم میں خاص میرے لئے ہے ۔اور وہ آیت یہ ہے کہ

و مر یم بنت عمرا ن التی ا حصنت فر جها فنفخنا فيه من روحنا .(التحریم : ۱۲) ترجمہ۔ اور دوسری مثال اس امت کے افراد کی مریم عمران کی بیٹی ہے جس نے اپنی عصمت کو محفوظ رکھا تب ہم نے اس کے پیٹ میں اپنی قدرت سے روح پھونکی یعنی عیسی کی روح ۔

اب ظاہر ہے کہ بموجب اس آیت کے اس امت کی مریم کی پہلی مریم کے ساتھ مشابہت تب پیدا ہوتی ہے کہ اس میں بھی عیسی کی روح پھونک دی جائے جیسا کہ خدا نے خود روح پھونکنے کا ذکر بھی اس آیت میں فرما دیا ہے ۔اور ضرور ہے کہ خدا کا کلام پورا ہو ۔ پس اس تمام امت میں وہ میں ہی

ہوں ۔ میرا نام ہی خدا نے براہین احمدیہ میں پہلے مریم رکھا اور بعد اس کے میری ہی نسبت یہ کہا کہ ہم نے اس مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی اور پھر روح پھونکنے کے بعد مجھے ہی عیسی قرار دیا ۔ پس اس آیت کا مصداق میں ہی ہوں ۔ میرے سوا تیرہ سو برس میں کسی نے یہ دعوی نہیں کیا کہ پہلے خدا نے میرا نام مریم رکھا اور مریم میں اپنی طرف سے روح پھونک دی جس سے میں عیسی ہو گیا ۔ (براہین احمدیہ حاشیہ صفحہ ۳۳۷۔۳۳۸)۔

(الفضل قادیان ۱۵ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۳)

اس عبارت کا جواب دینے سے پہلے ہم آیات موصوفہ کے سارے الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو یہ ہیں:

و ضرب الله مثلاً للذين آمنوا امرأت فرعون ۔ اذ قالت رب ابن لی عندك بيتاً فی الجنة و نجّنی من فرعون و عمله و نجّنی من القوم الظالمين ۔ و مريم ابنت عمران التی احصنت فرجها فنفخنا فيه من روحنا و صدّقت بكلمات ربها و كتبه و كانت من القانتين ۔ (التحریم : ۱۱.۱۲)

ان آیات کے پچھلے حصے کو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حق میں لیا ہے اور ماشاء اللہ کیا ہی اچھی تفسیر کی ہے کہ پہلے براہین احمدیہ میں میرا نام مریم تھا پھر مجھ میں صدق کی روح پھونکی گئی جس سے میں عیسی بن گیا ، اسی وجہ سے میں ابن مریم کہلایا ۔ چونکہ مجھ سے پہلے کسی نے یہ دعوی نہیں کیا اس لئے میرا دعوی سچا ہوا ۔

احمدی دوستو! (ان کنتم مومنین) خدا کو حاضر ناظر جان کر سچ سچ بتاؤ کہ براہین احمدیہ تمہارا قرآن ہے؟ کیا تم سچ مچ رمضان کی تراویح میں اسی کو پڑھا کرتے ہو؟ اور سنو! اور کان لگا کر سنو کہ تم متکلمین کی جماعت کہلاتے ہو اور مناظرے کیا کرتے ہو ۔ بتاؤ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ فقرہ کہ:

اگر قرآن نے میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا ۔

کن لوگوں کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے؟

کیا اس میں شک ہے، اس میں خطاب ان لوگوں کو ہے جو مرزا صاحب

قادیانی کے الہاموں کو نہیں مانتے بلکہ ان کی کتاب براہین احمدیہ کو رامائن کی کتھا سے زیادہ وقیع سمجھتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے سامنے قرآن کا نام لینا اور جواب دیتے ہوئے براہین احمدیہ کا حوالہ پیش کرنا کہاں کی ایمان داری ہے؟

اب سنئیے ساری آیت کا مطلب یہ ہے کہ :

ہم (خدا) نے فرعون کی عورت (آسیہ) اور مریم (بنت عمران) کو مسلمانوں کیلئے نیک نمونہ بنایا ہے تا کہ ایمان دار لوگ ان کی تکلیفوں کے واقعات کو یاد کر کے صبر کریں۔

بس اصل مضمون اس آیت کا اتنا ہی ہے۔

سوال : قادیانی ممبروں سے ہم ایک تفسیری سوال پوچھتے ہیں کہ مریم کا عطف امر أة فر عو ن پر ہے اور یہ دونوں اسم فعل ضر ب کے مفعول بہ ہیں اور مثلاً مفعول ثانی ہے۔ اور چونکہ یہ قاعدہ ہے کہ معطوف اور معطوف علیہ ایک ہی حکم میں ہوتے ہیں، اس لئے مریم اور آسیہ ایک ہی حکم میں ہیں۔ پھر آسیہ کو چھوڑ کر مرزا صاحب قادیانی کو خاص مریم کے ساتھ کیا خصوصیت ہے؟ حالانکہ معطوف علیہ ہونے کی وجہ سے آسیہ مقدم ہے۔ مندرجہ ذیل مثال کو غور سے پڑھئے

اعطیت زیداً و عمرواً در هماً (میں نے زید اور عمرو دونوں کو ایک درہم دیا)

جس طرح زید اور عمرو درہم لینے میں دونوں شریک ہیں، اسی طرح مومنوں کے لئے مثال بننے میں آسیہ اور مریم دونوں برابر ہیں۔ قرآن مجید میں اس کی مثالیں بہت ملتی ہیں منجملہ ان کے ایک آیت یہ ہے ضر ب الله مثلاً ر جلین۔ (النحل:۷۶)۔ اس آیت میں خدا تعالی نے دو آدمیوں کی مثال دی ہے اسی لئے اس تمثیل میں ان دونوں کو یکساں دخل حاصل ہے۔

ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، شیخ بہاء اللہ ایرانی کا تتبع کرتے تھے۔ اس کی تفصیل ہم نے اپنے رسالہ بہاء اللہ اور مرزا میں کی ہوئی ہے۔ الفضل کے اس جواب سے ہمارے خیال کی تائید ہوتی ہے کیونکہ جس طرح بہائیوں نے قرآن مجید کے علاوہ بہاء اللہ کی کتاب اقدس کو الہامی کتاب مان لیا ہے، اسی طرح جماعت قادیانیہ بھی براہین احمدیہ کو قرآن کہنے لگ گئی ہے۔ اسی لئے تو قرآن کا حوالہ بتاتے

ہوئے براہین احمدیہ کو پیش کرتے ہیں جو مخالفین کی نظر میں تقویم پارینہ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتی۔

اللہ اللہ! یہ ہیں آج کل کے مجدد زمان اور یہ ہیں مفسر قرآن جو اپنے مقابلہ میں کسی کو قرآن دان ہی نہیں سمجھتے۔ سچ ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۱۹۴۱ء مطابق ۲ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵ ص ۴۔۵)

قادیانی مثلث

جماعت قادیانیہ، جماعت لاہوریہ، جماعت شیخیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ آج کل پنجاب میں تین حصوں میں منقسم ہے۔ ایک جماعت قادیانیہ، دوسری جماعت لاہوریہ، تیسری جماعت مصلحیہ یعنی وہ جماعت جو حال ہی میں پیدا ہوئی ہے اور ترقی کر رہی ہے جن کے لیڈر شیخ غلام محمد لاہوری بزبان خود ملہم اور مامور من اللہ اور بزبان مرزا صاحب قادیانی مصلح موعود ہیں۔

ہمارے خیال میں جو مرزا غلام احمد صاحب کے اصول پر مبنی ہے شیخ غلام محمد اپنے دعوے کے لحاظ سے اس مرتبہ پر ہیں کہ قادیانی اور لاہوری ان سے اختلاف نہیں کر سکتے، کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں بتصریح لکھا ہوا ہے کہ:

مدعی الہام کے سامنے چوں چرا نہیں کرنی چاہیے

خیر یہ تو شیخ غلام محمد صاحب جانیں یا ان کے مخاطب جانیں:

محتسب را درون خانہ چہ کار

یوں تو ان کے درمیان مباحث بہت پیدا ہو چکے ہیں مگر آج کل ایک عجیب مبحث روشنی میں آیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ:

شیخ غلام محمد، مصلح جماعت مرزائیہ نے اپنے ایک الہام کی بنا پر کہا تھا کہ:

خلیفہ قادیان باون سال کی عمر میں فوت ہو جائے گا۔

یہ الہام سنتے ہی اس کے اثر سے یا اتفاقیہ طور پر قادیانی جماعت کے بعض افراد کو کچھ ڈراؤنے خواب آئے جن میں ان کو خلیفہ قادیان کی موت قریب دکھائی گئی۔ انہوں نے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کو اس کی اطلاع کر دی جس کا اثر خلیفہ صاحب پر یہ ہوا کہ انہوں نے خوف زدہ ہو کر اپنی آخری وصیت شائع کر دی جیسے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کی تھی اور اپنے اتباع کو حکم دیا کہ میری صحت وسلامتی کے لئے دعائیں مانگو، اور صدقہ خیرات کرو، تاکہ میری موت کی بلاٹل جائے۔

چنانچہ آپ کے مریدوں نے اس حکم پر خوب عمل کیا۔ یعنی ہمہ تن متوجہ ہو کر دعاؤں اور صدقہ خیرات میں مشغول ہو گئے۔

اس پر لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح نے مذاق اڑایا کہ خلیفہ قادیان موت سے اتنا کیوں ڈرتا ہے۔

آخر دن شمار کرتے کرتے خلیفہ کی عمر ۱۱ جنوری ۱۹۴۱ء کو باون سال پوری ہو گئی جس پر قادیانی جماعت نے شادیانے بجانے شروع کر دیئے کہ خلیفہ زندہ باد۔ دشمن مردہ باد۔

پہلے تو لاہوری جماعت پر زلزلہ گرا، اس کے بعد اصل ملہم شیخ غلام محمد پر بجلی گری۔ شیخ غلام محمد کچی گولیاں تو نہ کھیلے تھے کہ خاموش ہو جاتے چونکہ وہ مرزا صاحب قادیانی متوفی کے راسخ الاعتقاد مرید، روحانی اور مصلح موعود ہیں، اس لئے انہوں نے وہی روش اختیار کی جو خود مرزا غلام احمد صاحب نے ڈپٹی عبد اللہ آتھم کی موت کے متعلق اپنی پیش گوئی کی میعاد ختم ہونے پر کی تھی جس کی تفصیل یہ ہے کہ:

مرزا غلام احمد صاحب نے عبد اللہ آتھم عیسائی مناظر کی بابت پیش گوئی کی تھی کہ وہ آج سے پندرہ ماہ تک بسزائے موت ہاویہ (جہنم) میں گرایا جائے گا۔ اس پیش گوئی کی میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو پوری ہو گئی مگر آتھم نہیں مرا۔ اس پر چاروں طرف سے شور اٹھا کہ پیش گوئی غلط ہو گئی۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے کہا کہ عبد اللہ آتھم اس پیش گوئی کی ہیبت سے خوف زدہ ہو گیا اور دل میں ڈر گیا۔ اور اس کے ڈرنے کا ثبوت یہ

ہے کہ وہ امرتسر سے نکل کر اپنی لڑکی کے پاس فیروز پور چلا گیا جہاں اس کا داماد جج تھا۔ پس اس دہشت زدگی سے اس کی موت میں تاخیر ہوگئی کیونکہ انذاری پیش گوئیوں میں ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

شیخ غلام محمد مصلح امت مرزائیہ نے اپنی پیش گوئی کے متعلق اعتراض کو رفع کرنے کے لئے ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام فتح مبین ہے۔ اس کی تاریخ اشاعت جنوری ۱۹۴۱ء لکھی ہے جس میں شیخ غلام محمد صاحب نے اپنے استدلال کی بنا مرزا غلام احمد صاحب کے قول پر رکھی ہے چنانچہ آپ نے کہا ہے کہ:

جس طرح مرزا صاحب قادیانی نے ڈپٹی آتھم کی موت ٹل جانے کی وجہ اس کا خوف زدہ ہونا لکھا ہے، وہی میری وجہ ہے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) چونکہ میری پیش گوئی سے ایسا خائف ہوا کہ صدقہ خیرات کرنے، دعائیں مانگنے اور روزے رکھنے کا حکم دیتا رہا، حتی کہ وصیت بھی کر دی۔ پس جس طرح آتھم کے ڈرنے سے اسکی موت میں تاخیر ہوگئی اسی طرح خلیفہ کے ڈرنے سے اس کی موت میں تاخیر ہوگئی اور بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی انذاری پیش گوئیوں میں ایسا ہو جایا کرتا ہے۔

اس بیان کو بڑی تفصیل اور بسط سے لکھا ہے پھر اسی رسالہ کے صفحہ ۱۹ پر مجھے مخاطب کر کے فیصلہ چاہا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو خطاب

> سب سے آخر میں اس پیش گوئی کے سلسلہ میں جناب مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مخاطب کرتا ہوں کیونکہ سلسلہ احمدیہ کے کے مقابل وہ ایک نمایاں حیثیت رکھتے ہیں اور اپنی انتہائی مخالفت کی وجہ سے ان کو سلسلہ کے معاملات پر کافی عبور ہے۔
>
> وہ مہربانی کر کے اپنی ذاتی مخالفت کو بالائے طاق رکھ کر میرے اس رسالہ کو بتمام پڑھنے کے بعد اپنے اخبار میں اپنی اس انصاف کی رائے سے مطلع کریں کہ کیا جو پوزیشن ہمارے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کی ڈپٹی عبداللہ آتھم اور سلطان محمد پٹی والے کے معاملہ میں اپنی میعادی پیش گوئیوں کے سلسلہ میں واقع ہوئی تھی، بعینہ وہی پوزیشن آج مجھے اپنی پیش گوئی کے

سلسلہ میں قادیانی و لاہوری احمدی جماعتوں کے اندر دوبارہ حاصل ہوگئی ہے یا نہیں؟ (رسالہ فتح مبین صفحہ ۱۹)۔

انصاف یہ ہے کہ اس بارہ میں میرا بیان فیصلہ نہیں ہوگا کیونکہ فریقین نے مجھ کو حکم نہیں مانا، بلکہ شہادت کا درجہ ہوگا اس لئے میں بحکم خداوندی

کو نوا قوّا مین للّٰہ شھداء بالقسط:(المائدۃ:۸)

سچائی سے کہتا ہوں کہ شیخ غلام محمد کا بیان مرزا غلام احمد کے استدلال پر پورا منطبق ہے

حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں نے علم کلام ایسا ہی ایجاد کیا ہے کہ ہر مدعی کے کام آسکتا ہے۔کوئی کیسا ہی غلط دعوی کرے،کیسی ہی پیشین گوئی کرے، ناممکن ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے علم کلام کی رو سے جھوٹی ثابت ہو سکے۔عرب کا مشہور شاعر متنبّی اپنی محبوبہ کو وعدہ خلافی کے الزام سے بچانے کو کہتا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعھدھا
و من عھدھا ان لا یدوم لھا عھد

یعنی میری محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو مت سمجھو کہ اس نے خلاف کیا ، بلکہ سمجھو کہ وعدہ پورا کیا، کیونکہ پورا نہ ہونا اس کے وعدے کا ایک جز ہے۔

ٹھیک اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کا انجام ہوتا ہے۔

مگر میں مرزا غلام احمد صاحب کی اس زد سے بچا رہا۔مرزا صاحب نے اپنے اعلان مورخہ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں میری بابت دعا بلکہ پیش گوئی کی تھی کہ مولوی ثناءاللہ میرے سامنے مرے گا،اگر میرے سامنے نہ مرے تو میں جھوٹا۔

یقیناً مرزا صاحب قادیانی کے اتباع بلکہ خود مرزا صاحب اس پیش گوئی کے پورا ہونے کے لئے دعائیں مانگتے رہے ہونگے۔مگر ہوا کیا؟

یہی نا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو انتقال کئے ہوئے آج ۳۲ سال نو ماہ ہو گئے اور مولوی ثناءاللہ امرتسری آپ کے سامنے یہ سطور لکھ رہا ہے۔ پھر نہ تو مرزا غلام احمد کی پیش گوئی کا اثر ہوا،اور نہ ان کے اتباع کی دعاؤں کا کچھ افسوں چلا۔کیوں؟

نہ کچھ پیری چلی باد صبا کی
بگڑنے پر بھی زلف اس کی بنا کی

مگر اس میں میرا کچھ کمال نہیں، بلکہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے دنیا کے جملہ انسانوں کو عموماً اور مسلمانوں کو خصوصاً بتا دیا کہ میں کون ہوں۔ سچ ہے:

ہو گا کیا دشمن اگر سارا جہان ہو جائے گا
جب کہ وہ با مہر ہم پر مہربان ہو جائے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۶ ص ۶۔۸)

شیخ مصری کی شیریں کلامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شیخ مصری سے ہماری مراد شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی ہیں جو زمانہ طالب علمی میں ایک دفعہ مصر گئے تھے اس لئے آپ کو مصری کہا جاتا ہے۔ خیر یہ تو وجہ تسمیہ ہوئی، موصوف نے ایک طویل مضمون مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی تائید میں لکھا تھا جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء میں ہو چکا ہے۔

شیخ مصری صاحب چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کے مرید ہیں اس لئے آپ نے اس مضمون میں مرزا صاحب قادیانی کی طرح بہت سے ہوائی قلعے بنائے تھے جن پر اہل حدیث نے کافی بمباری کی تھی۔

شیخ مصری صاحب پھر جواب دینے کو اٹھے، اور خوب پانی بلویا جس کے جواب کی ہمیں ضرورت نہیں کیونکہ ہم اس کا جواب دینا پسے کو پیسنا سمجھتے ہیں۔ ہاں آپ نے مضمون کے اخیر میں خاکسار کو ایک ناصحانہ نصیحت فرمائی ہے جس کی قبولیت ظاہر کرنے کو میں یہ نوٹ لکھتا ہوں۔ شیخ مصری صاحب فرماتے ہیں:

ایک ناصحانہ گذارش

میں اس مضمون کو ختم کرنے سے قبل جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں ایک ناصحانہ گذارش کرنا ضروری سمجھتا ہوں۔ امید ہے جناب مولوی صاحب دل سے نکلی ہوئی اور ہمدردی سے بھری ہوئی گذارش کو توجہ

سے پڑھیں گے اوراس سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کریں گے۔

مکرم مولوی صاحب ! کسی مامور من اللہ کے دعوی پرغور کرنے کے لئے اصل چیز دیکھنے کے قابل یہ نہیں ہوتی کہ اس پر کیا کیا اعتراضات کئے جا سکتے ہیں۔اعتراض کا سلسلہ تو نہ پہلے کبھی ختم ہوا، اور نہ قیامت تک ختم ہو سکتا ہے...آپ کو دیکھنا یہ چاہیے کہ زمانہ کسی مصلح کی ضرورت کا تقاضا کر رہا ہے یا نہیں۔پھر یہ کہ اس مدعی کو تائیدالٰہی حاصل ہے یا نہیں۔

سواس سوال کوحل کرنے کے لئے کہ زمانہ کو فی الحقیقت کسی مصلح کی ضرورت ہے یا نہیں، رسول کریم ﷺ نے ہمیں اپنی عقلوں کا مرہون منت بنانا نہیں چاہا، بلکہ یہ فرما کر کہ ہر صدی کے سر پر خدا تعالی کسی مجدد کو مبعوث کرتا رہے گا، ہمیشہ کے لئے اس سوال کوحل کر دیا ہے۔اب ایک طالب حق کے لئے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دعاوی کو مان لینا کس قدر آسان ہو جاتا ہے جب کہ وہ دیکھتا ہے کہ صدی کا نصف سے بھی زائد حصہ گذر گیا لیکن بجز حضرت مرزا صاحب کے اور کسی نے بھی اس صدی کے لئے مجدد ہونے کا دعوی نہیں کیا۔(پیغام صلح لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ غلط خیال بہت پرانا ہے جو مرزا صاحب قادیانی نے اپنے اتباع کے دل میں ڈالا ہوا ہے کہ چونکہ اس زمانہ میں میرے سوا کسی اور نے مجددیت کا دعوی نہیں کیا اس لئے میں ہی مجدد ہوں۔

میں باور نہیں کرتا تھا کہ شیخ مصری صاحب جیسے ذی علم آدمی بھی ایسی فاش غلطی میں مبتلاء ہو جائیں گے۔حدیث مجدد میں من یجدد لھا دینھا کے الفاظ ہیں جس کے معنی یہ ہیں مجددین اسلام کی خدمت کریں گے۔یہ مطلب نہیں کہ وہ اپنے مجدد ہونے کا دعوی بھی کریں گے۔اگر محض دعوی کرنے سے کسی مدعی کی صداقت ثابت ہوسکتی ہے تو شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب گذشتہ زمانے کے مجددین کے حالات غور سے پڑھیں۔سب سے پہلا مجدد خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کو کہا جاتا ہے۔ انہوں نے کب دعوی کیا؟ پھران کے بعد کس نے دعوی کیا؟ لیجئے میں آپ کی تسلی کئے

دیتا ہوں اگر محض دعوی کی بنا پر مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں تو غور سے سنئیے!

مولوی احمد رضا خاں بریلوی نے مجدد مأۃ حاضرہ ہونے کا دعوی کیا ہے۔ ان کے بعد پنجاب میں پیر جماعت علی شاہ علی پوری مجدد مأۃ حاضرہ بنتے ہیں۔ دکن میں صدیق دیندار (چنن بشویشر) بھی مجددیت کے مدعی ہیں۔ سردست آپ ان تینوں اصحاب کو تو مان لیجئے۔ مگر ہمارا جواب ان سب کو ایک ہی ہے

ہنر بنما اگر داری نہ جوہر
گل از خار است ابراہیم از آذر

خیر یہ تو ایک تمہیدی بات تھی اصل مطلب پر آپ یوں رقم طراز ہیں:

دوسری بات جو دیکھنے کے قابل ہے وہ تائید الٰہی ہے۔سو آپ کے لئے اس کو محسوس کر لینا بھی کوئی مشکل نہیں۔ اگر آپ تھوڑی سی توجہ اس طرف مبذول فرماویں، دیکھیں ایک شخص کھڑا ہوتا ہے ...اس لئے کہ وہ مرد خدا ان کے نزدیک علوم دین سے جاہل ہے لیکن جب وہ علمی میدان میں اس کے مقابلہ میں آتے ہیں تو اس کی قلم سے حقائق و معارف قرآنی کے دریا بہنے لگتے ہیں لیکن علوم عربیہ کے حصول میں عمریں صرف کر دینے والے علماء سے وہی حقائق اس طرح بھاگتے ہیں جس طرح ایک نفیس و نازک مزاج کا آدمی ایک نہایت ہی بدبودار چیز سے بھاگتا ہے۔ مباہلہ کے میدان میں آتے ہیں تو ہلاکت و مصائب کا نشانہ بنتے ہیں۔ بددعائیں کرتے ہیں تو الٹ کر انہی پر پڑتی ہیں۔ مقدمات میں پھنسانا چاہتے ہیں تو ناکامی کا منہ دیکھتے ہیں۔غرضیکہ ہر میدان میں شکست پر شکست کھاتے ہیں اور ان کے مقابلہ میں وہ جری اللہ اپنی پیش گوئیوں کے مطابق خدائی تائیدوں و نصرتوں کے سایہ میں پھیلتا پھولتا اپنے دشمنوں کو زک پر زک دیتا ترقی پر ترقی کرتا چلا جاتا ہے۔(پیغام صلح مذکور)۔

ہم خوش ہیں کہ آپ نے اپنے بیان میں تنقیح خوب قائم کر دی ہے۔آپ کے بیان کے تین حصے ہیں۔

ا۔علمی میدان میں مرزا صاحب قادیانی کا غالب آنا (کب غالب آئے؟)۔

آپ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا سفر دہلی معلوم ہوتا تو ایسا نہ کہتے۔

سنئیے ! آپ کے مرزا صاحب قادیانی جب علمائے دہلی کے ساتھ مباحثہ کرنے دہلی گئے تو باوجودیکہ کہ مباحثے کا انتظام معقول تھا، تاہم آپ مباحثہ ادھورا چھوڑ کر واپس چلے آئے اور اپنے جواہر علمیہ نہ دکھائے حالانکہ اس کے لئے یہ موقع بہت اچھا تھا۔

دوسرا میدان مقابلہ لدھیانہ تھا۔ جب مولانا محمد حسین بٹالویؒ سے مرزا صاحب قادیانی کا مباحثہ ٹھہر گیا تھا۔جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی مباحثہ کے مبادی ہی میں وقت ضائع کر کے خاموش ہو گئے۔

تیسرا میدان تفسیر نویسی میں مقابلہ کے لئے لاہور مقرر ہوا۔ جس میں آپ کا روئے سخن پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی طرف تھا۔ پیر مہر علی صاحب تو مع خدام کے لاہور پہنچ گئے مگر مرزا غلام احمد نے قادیان نہ چھوڑا اور یہ عذر کیا کہ پیر صاحب کے ساتھ بہت سے سرحدی پٹھان آئے ہوئے ہیں۔ (تبلیغ رسالت۔ج۱۰)

اس مضمون میں آپ نے مباہلے کا ذکر بھی کیا ہے، اس میں تو آپ نے بہت بڑی ناواقفیت کا ثبوت دیا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب کے واقعات زندگی جاننے والوں پر مخفی نہیں کہ صحیح معنی میں مرزا صاحب قادیانی کا مباہلہ صرف ایک دفعہ ہوا دیگر ہیچ۔ یہ مباہلہ کب ہوا، کس جگہ ہوا اور کس سے ہوا؟ صوفی عبد الحق شاگرد مولوی عبداللہ صاحب غزنویؒ کے ساتھ امرتسر میں ۱۸۹۳ء میں (جب مرزا صاحب قادیانی، ڈپٹی آتھم عیسائی کے ساتھ مباحثہ کرنے آئے تھے) بمقام عیدگاہ بیرون دروازہ رام باغ ہوا تھا۔جس کی بابت فریقین نے بالمقابل دعا کی تھی۔

بس اس کے سوا اصلی معنی میں کوئی مباہلہ نہیں ہوا۔اس مباہلے کا نتیجہ کیا ہوا؟ اور کیا ہونا چاہیے تھا؟ اس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی اعلان کرتے رہے کہ:

مباہلے کا اثر فریق مخالف پر ایک سال تک ہونا ضروری ہے۔ (راز حقیقت)

مگر ایک سال کیا کئی سال گذر گئے یہاں تک کہ مرزا صاحب قادیانی فوت بھی ہو گئے مگر صوفی عبد الحق صاحب غزنوی زندہ رہے۔ کیا مرزا صاحب قادیانی کو مباہلے میں یہی کامیابی ہوئی تھی جس پر شیخ مصری صاحب فخر کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کے سوا جتنے واقعات میں مرزا اور انکے اتباع مباہلے کا دعوی کرتے ہیں محض غلط

ادعاء ہے۔شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب اگر کچھ ثبوت رکھتے ہیں تو پیش کریں۔
۲۔شیخ مصری صاحب نے اس اقتباس میں مرزا صاحب قادیانی کی نشان نمائی کا بھی ذکر کیا ہے۔اسے دیکھ کر ہم حیران و ششدرر ہ گئے کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب جولڑکپن سے قادیانی جماعت میں شریک ہوکر سفید ریش ہو چکے ہیں انہوں نے مرزا صاحب قادیانی کی نشان نمائی کا دعوی کیوں کیا جب کہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے متحدیانہ نشانات میں سے کوئی ایک بھی صحیح ثابت نہیں ہوا۔

مصری صاحب! ذرا کان لگا کر سنئیے اور گوش دل سے سنئیے! مرزا غلام احمد صاحب نے شہادۃ القرآن میں اپنی تین اہم پیش گوئیوں کا ذکر کر کے ان کو تین بڑی قوموں سے متعلق قرار دیا ہے۔

ہندوؤں کے لئے آپ نے پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی بتائی ہے۔عیسائیوں کے حصے میں ڈپٹی آتھم والی پیش گوئی آئی۔مسلمانوں کے حصے میں آپ نے منکوحہ آسمانی پیش گوئی کا نشان دیا۔ہمارے خیال میں یہ تینوں پیشگوئیاں صراحۃً غلط نکلی ہیں جنکے غلط ہونے کی تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں کی گئی ہے۔یہاں ہم اس پیشگوئی کا ذکر کرتے ہیں جو خاص مسلمانوں کے حصہ میں آئی یعنی نکاح آسمانی والی پیشگوئی۔
اس کا مختصر بیان یہ ہے کہ: مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اپنی برادری کے ایک شخص مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کو پیغام دیا کہ اپنی لڑکی (محمدی بیگم) کا نکاح میرے ساتھ کر دو۔اس نے کسی معقول وجہ سے انکار کر دیا۔نہ صرف انکار کیا، بلکہ وہ لڑکی کسی دوسری جگہ بیاہ دی۔اس پر مرزا قادیانی نے ایک الہامی اعلان شائع کیا کہ: یہ لڑکی میرے نکاح میں ضرور آئیگی خدا نے مجھے الہام کیا ہے لا تبدیل لکلمات الله۔(خدا کی باتوں میں کوئی تبدیلی نہیں) اگر یہ نکاح نہ ہوا، تو خدا کا الہام غلط ہو جائیگا (تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۱۵)

جب دوسری جگہ اس کا نکاح ہو جانے کے بعد مرزا صاحب قادیانی کو سخت مایوسی ہونے لگی تو ۱۹۰۷ء میں آپ نے دو پہلو بات ایجاد کی کہ میرا آسمانی نکاح تاخیر میں پڑ گیا، یا منسوخ ہو گیا۔(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۳۲)۔

آخر مئی ۱۹۰۸ء میں جب قضا الٰہی نے آپ کی زندگی پر خط تنسیخ کھینچ دیا تو آپ کی جماعت میں بڑی کھلبلی پڑ گئی کہ یہ کیا بات ہے کہ مرزا صاحب قادیانی تو

فوت ہو گئے مگر آسمانی منکوحہ اپنے خاوند کے گھر میں آباد بلکہ صاحب اولاد ہے۔

اس عقدہ کو حل کرنے کو سب سے پہلے خلیفہ اول حکیم نور الدین جو جماعت احمدیہ میں اور اعظم، اعلی، اتقی، اخشی، وغیرہ مانے جاتے ہیں میدان بلاغت میں آ کر یوں گویا ہوئے کہ

> اس پیش گوئی میں خاتون محترمہ محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی شخصیت مراد نہیں تھی اور نہ ہی مرزا صاحب کی ذات مشخصہ مراد تھی ۔ بلکہ مراد یہ تھی کہ مرزا صاحب کا لڑکا درلڑکا درلڑکا آخر تک اور خاتون محترمہ کی لڑکی درلڑکی درلڑکی آخر تک ان دونوں خاندانوں میں سے کسی لڑکے لڑکی کا باہم نکاح ہو جائے گا۔ بس یہی اس پیش گوئی کا اصل منشاء تھا۔
>
> (ریویو آف ریلی جنز قادیان جون جولائی ۱۹۰۸ء)۔

ما شاء اللہ کیا اچھی توجیہ ہے اور کیا اچھی تشریح ہے۔ شیخ عبدالرحمٰن صاحب ! آپ کو بھی یہ توجیہ منظور ہے؟

آپ کے نئے رفیقوں، لاہوری جماعت میں ڈاکٹر بشارت احمد ایک خاص مذاق کے بزرگ ہیں چونکہ آپ ڈاکٹر ہیں اس لئے ہم آپ کی دماغی قابلیت کے قائل ہیں۔ آپ نے اس پیش گوئی کی جو توجیہ کی ہے وہ اس قابل ہے کہ آپ جیسے زیرک آدمی اس کی داد دیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے پیغام صلح لاہور مورخہ ۲ جولائی ۱۹۲۴ء میں لکھا تھا کہ اس پیش گوئی سے مراد جسمانی نکاح نہیں ہے بلکہ ہم لوگ جو کوشش کر کے عیسائیوں کو محمدی بنا رہے ہیں بس مرزا صاحب قادیانی کے الہام میں محمدی بیگم سے مراد یہی لوگ ہیں اور مرزا صاحب قادیانی اسی محمدی بیگم کے ناکح ہیں۔

لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی صاحب تو بہت سستے چھوٹ گئے جنہوں نے صاف لفظوں میں کہہ دیا کہ:

> ہاں پیش گوئی ضرور تھی مگر پوری نہیں ہوئی۔ (پیغام صلح۔۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء)

اگر کوئی پوچھے کہ باوجود پیش گوئی غلط نکلنے کے آپ اب تک کیوں مرزا صاحب قادیانی کے حلقہ بگوش بنے ہوئے ہیں، تو اس سوال کا جواب ان کی طرف

سے غالباً اس شعر میں دیا جائے گا

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

شیخ مصری صاحب! ان تینوں توجیہوں میں سے کون سی توجیہ آپ کو پسند ہے۔ اگر ہم سے پوچھیں تو ہم ان تینوں کے قائلین کو مخاطب کر کے یہی کہیں گے

انّكم لفی قو ل مختلف۔ يؤفك عنه من افِك (الذاریات :۸۔۹)

(تم لوگ مختلف کلام کرتے ہو۔ اس سے وہی بہکتا ہے جسے بہکنا ہوتا ہے)

کیا آپ انہی پیش گوئیوں کی بنا پر کہتے ہیں کہ:

مرزا قادیانی خدائی تائیدوں اور نصرتوں کے سائے میں دشمنوں کو زک دیتے رہے (پیغام صلح مذکور۔ص ۸)

میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اسی کا نام زک ہے تو خدا تعالی ایسی زکیں ہمیں نصیب کرے اور تم لوگوں کو ایسی فتح مندیوں سے بہرہ ور کرے۔

۳۔ آخر میں شیخ مصری صاحب نے مجھے نصیحت فرمائی ہے کہ

مولوی صاحب! آپ نے تمام عمر مخالفت میں صرف کی اور اب آپ قبر میں پاؤں لٹکائے بیٹھے ہیں۔ موت کا کوئی اعتبار نہیں کہ کب آ پکڑے۔ اس بات کا خیال نہ کریں کہ دنیا کے لوگ آپ کو کیا کہیں گے۔

خدا تعالی کا خوف دل میں لے کر اپنی عاقبت کو سامنے رکھ کر سوچیں کہ کیا مفتری کو ایسی ہی تائید الٰہی حاصل ہوا کرتی ہے۔ اللہ تعالی آپ کی آنکھیں کھولے اور مرنے سے قبل آپ کو اس آب حیات کی طرف رہنمائی کر دے جو اس زمانہ میں اس نے اپنے خاص فضل و کرم سے مردہ روحوں کو زندہ کرنے کے لئے اپنے مامور کے ذریعہ آسمان سے نازل کیا۔

(پیغام صلح۔لاہور۔۳۰ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۸)

بے شک میں نے اپنی عمر کا بڑا حصہ قادیان کی اصلاح کرنے میں خرچ کیا ہے جس کی بابت میں کہہ سکتا ہوں

روز قیامت ہر کسے در دست گیرد نامہء
من نیز حاضر مے شوم تردید مرزا در بغل

اس میدان میں خدا تعالی نے ہر طرح میری مدد کی ہے جس کی تفصیل میں جانے کا یہ موقع نہیں ہے۔ آپ کے لئے قابل غور یہی بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی زندگی میں میری موت واقع ہونے کی پیش گوئی کی تھی مگر یہ امر واقع ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے انتقال پر آج ۳۳ سال ہونے کو ہے اور آپ سنتے ہوں گے کہ ابوالوفاء ثناء اللہ ابھی تک زندہ ہے بلکہ یہ سطور لکھوا رہا ہے۔

افسوس زندگی کا رہا کچھ مزا نہیں
جیتے تھے جس کے واسطے وہ دلربا نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۱۷ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۷۔ص ۵۔۷)

اسلام میں مدعیان نبوت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں آیا ہے آنحضرت ﷺ نے ایک لمبا خط کھینچا اور اس کے دائیں بائیں کئی ایک خطوط کھینچے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ بڑا خط جو سیدھا ہے وہ میرا راستہ ہے۔ اور آیت کریمہ کے الفاظ تلاوت فرمائے۔ انّ ھذا صراطی مستقیماً فاتبعوہ ۔(الانعام:۱۵۳)۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ جھوٹے راستوں میں سے ہر ایک گمراہ کنندہ بیٹھا ہے جو لوگوں کو اپنی طرف بلائے گا اس کی بات ماننے والے سیدھے راستے سے بھٹک جائیں گے و لا تتّبعوا السّبل فتفرّق بکم عن سبیلہ ۔ (الانعام:۱۵۳)۔اس آیت اور حدیث کا جلوہ تاریخ اسلام میں نمایاں طور پر نظر آتا ہے خلافت راشدہ کے ختم ہوتے ہی نئے نئے راستے پیدا ہو گئے جن کی طرف گمراہ کن لوگ بلاتے رہے، اور جو اپنے مقصد میں کسی قدر کامیاب بھی ہوئے۔ اس قسم کے گمراہ کن داعیان کی مکمل فہرست آج شائع ملتی ہے۔ ہمارے

زمانے اور ہم سے قریب زمانے میں جو داعیان پیدا ہوئے ہیں ان میں سے ایک شخص صدیق نامی حیدرآباد دکن میں نمودار ہوا ہے جو حقیقت میں مرزا غلام احمد قادیانی کا معتقد ہے مگر دعوی میں ان سے بڑھ کر ہے آپ کی ایک کتاب دعوة الى الله ہمارے پاس پہنچی ہے اس میں آپ نے اپنے حق میں لکھا ہے کہ:

میرے اعزازی نام حسب ذیل ہیں:

اے پیران پیر۔محمد۔امام الغیب۔صدیق کلیم اللہ۔سپہ سالار۔محبوب۔تو محمد جلال ہے۔مہدی آخر الزمان۔دھن پتی۔دیندار۔محی الدین۔صادق جنگ۔سری پتی۔اے تاج اولیاء۔فاتح ہندوستان۔نور محمد۔محمود صدیق۔جری اللہ۔اے نبی کے فرزند۔ سکندر اعظم۔عبدالقادر۔عبداللہ۔موسی۔سلیمان۔مولانا۔ نگہبان۔اے عیسی۔اے پہلوان۔عادل۔میراں صاحب۔اے میرے آسمان کے تارے۔بی بی فاطمہ کے لعل۔اندر جوتی۔میرے صابر۔چراغ دہر۔سلطان نصر الدولہ۔گرو ناتھ۔یا منصور۔اے مسیحا۔صدیق کلیم اللہ ہے۔تم صدیق ہو۔

ان ناموں کے علاوہ بار بار مجھے یوسف پکارا گیا۔اور کھلے الفاظ میں اللہ تعالی نے کہا، یوسف ہے بابا صدیق۔، اور کئی دفعہ اے صدیق سے اللہ تعالی نے مجھے مخاطب کیا، اور فرمایا تم صدیق ہو۔ اور یہ کہا کہ، چلے گا دور زماں یوسف کے سامنے سامنے،، اللہ نے مجھے مخاطب کر کے کہا مولانا صدیق دیندار چن بسویشور۔ اور کہا، تو ہی چن بسویشور، ہے۔

یہ اصولی بات ہے کہ کسی فرد مسلم کو اللہ تعالی کسی نبی کا مثیل ٹھہرائے اور وہ منتظر موعود ہو، تو لازمی ہوا کہ مماثل الیہ کی زندگی کے واقعات بھی اس کی تصدیق میں پورے پورے اس مثیل میں نمودار ہوں۔تا کہ اللہ کے قول اور فعل میں مطابقت ہو اگر ایسا نہیں ہے تو وہ نام اللہ تعالی کی طرف سے کسی کو دیا گیا ہے تو وہ اعزازی ہوگا۔اس اصول کے مطابق اللہ تعالی نے جس طرح مجھ کو اپنے کلام سے یوسف پکارا مماثلت میں اپنے فعل سے بھی اس کا ثبوت دیا ہے وہ حسب ذیل ہے لقد كان لكم فى يوسف و اخوته

آیات للسائلین ۔ (دعوت الی اللہ۔ص ۳۴ تا ۳۵)

مرزا صاحب قادیانی نے اپنے نام اور القاب ان اشعار میں لکھے ہیں

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد
میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مگر صدیق صاحب اپنے القاب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بڑھ گئے ہیں۔ موصوف نے ان القاب پر قناعت نہیں کی بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے آگے قدم رکھا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

میں نے دیکھا حشر برپا ہے اللہ تعالی قاضی کی حیثیت سے آیا ہے ایک بلند تخت پر بیٹھا ہے جزا سزا کے فیصلے دے رہا ہے۔ میں نے دیکھا وہ میری صورت میں ہے۔ تھوڑی دیر بعد میرا وجود غائب ہو گیا وہ وجود برسر سریر تھا، وہ میرا ہی وجود تھا۔ (دعوت الی اللہ۔ص ۲۰)

خیر یہ تو آپ کے دعاوی ہوئے مگر مقصد آپ کا کیا ہے ۔ اسکا جواب آپ ہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

ہماری تحریک کو یوں تو تمام مسلمانان عالم کو لبیک اور خوش آمدید کہنا چاہیے کیونکہ یہ تحریک اپنے اندر ایک ہزار کے جھگڑوں کا فیصلہ رکھتی ہے مگر سب سے اول لبیک خوش آمدید مرحبا کہنے والی وہ جماعت ہونی چاہیے جن کے بانی تبلیغ اسلام کی آرزو میں دنیا سے رخصت ہوئے ہوں (مرزا کی طرف اشارہ ہے۔ثناء اللہ) ان میں کام کی تازہ روح ہو۔ بے ہنگام بے موقع اختلاف کی وبا پھوٹ پڑی ہو وہ جماعت ۲۵ سال کے مسلسل ملاپ کی کوشش کے بعد ناامید ہو چکی ہو جن کا جان و مال بانی کی وصیت کے مطابق تبلیغ میں لگایا جانے کے لئے تھا۔ اس کا مصرف بے جا ہو رہا ہو۔ دریں حال وہ جماعت تبلیغ اسلام کے لئے کافی سامان کی متلاشی ہو۔ اقرب للمؤدۃ کی حد تک یہ ٹھیک بات ہے اس جماعت آخرین کے وہی اصول

ہیں جو اولین کے تھے۔ اولین نے تبلیغ اسلام کے جذبہ میں ہی مسلمانوں کو متحد کر لیا تھا۔ اور یہ آخرین بھی مسلمانانِ عالم کو تبلیغ اسلام کے جزبہ میں ہی متحد کرنا چاہتے ہیں۔ (دعوت الی اللہ۔ ص ۷)

یہ اقتباس آپ کے مقصد کا اظہار واضح لفظوں میں کر رہا ہے کہ آپ ان دو کاموں کیلئے آئے ہیں۔ ۱۔ اسلامی فرقوں میں اتحاد قائم کرنا۔ ۲۔ مرزائی جماعت سے تفرقہ مٹانا۔

بلکہ یوں کہنا چاہیے کہ دوسرے کام کی طرف آپ کی توجہ زیادہ ہوگی۔ چنانچہ اسی کتاب میں آپ لکھتے ہیں:

اولیاء اللہ دکن نے آج سے تقریباً آٹھ سو سال پیشتر فیصلہ کیا ہے کہ خلیفہ قادیان کے عقاید غلط رہیں گے۔ وہ اس طرح کہ میاں محمود احمد صاحب کو، ویربسنت، کہا گیا ہے اور ویربسنت، کے متعلق لکھا ہے کہ وہ چن بسویشور کے ظہور کے دس سال پیشتر گادی نشین ہوگا دنیا میں غلط عقائد پھیلاتا رہے گا اس کے عقائد کی اصلاح کے لئے چن بسویشور (صدیق دیندار) آئے گا۔

(دعوت الی اللہ۔ ص ۵۴)

اس مضمون کی مزید تشریح اس خط میں ملتی ہے جو آپ نے خلیفہ قادیان کے نام لکھا تھا اور جسے اپنے رسالہ ،آواز، میں بھی شائع کیا ہے۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے پورا خط درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

آسف نگر حیدر آباد دکن۔ ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۵۹ھ

محب الفقراء و رفیق الاتقیاء زاد علمه و فضله ۔

السلام علیکم و رحمة اللہ و برکاتہ ۔

میں نے ایک کاپی دعوۃ الی اللہ بھیجی تھی غالباً پہنچی ہوگی میری کتاب میری حقیقت کا آئینہ ہے غور سے پڑھیئے کہ اس کتاب میں کئی دعاوی ہیں۔ ہر دعوی من جانب اللہ اور اسی وجہ سے ان میں نور ہے۔ کام مسیح موعود یا زمانہ مسیح موعود ختم ہو گیا ہے اب سوائے جہاد کے کچھ نہ بنے گا کانگریس والوں کا عدم تشدد کو چھوڑ دینا اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اسلام پر بہت ظلم ہوگا

اذن للذین یقا تلو ن با نّهم ظلموا، و انّ الله علی نصر هم لقدیر۔ (الحج : ۳۹) میں عمل ہوگا اس کا م کو خلیفۃ المسیح نہیں کر سکے گا بلکہ دوسرے جلالی قہری مسیح کی ضرورت ہے جس کو دوسرے الفاظ میں جلال محمد کہا گیا ہے ان دنوں کے واقع ہونے کے آگے جہاد کے اسباب فراہم کرنا ضروری ہے جہاد پکارنے والے امام کی مدت دعوی بھی سنت رسول کے مطابق کم از کم سولہ سال ہو چکی ہے مجھ کو اللہ تعالی نے بتایا ہے کہ ۱۹۴۴ء سے یہ کام شروع ہوگا۔ ہماری ہجرت نے اور ہماری قید نے یہ سامان کماحقہ پیدا کر رکھا ہے اور میرے دعوی ماموریت کے ابتدائی زمانہ میں اللہ تعالی نے میری زندگی میں تین اہم زمانے بتائے ہیں۔ ایک انقلاب دس برس بعد ہوگا دوسرا انقلاب بیس برس کے بعد اور تیسرا تیس برس کے بعد۔ زمین و آسمان ٹل جائیں گے یہ خدا کا کلام ہرگز نہیں ٹلے گا۔ ان تینوں میں ایک انقلاب جو دنیا کے لئے عجیب واقعہ ہوا ہے وہ ہماری ہجرت کی تکالیف اور بضع سنین کو پورا کرنے کے لئے یہ میری قید ہے۔ میں آپ کو ہمدردانہ اور مخلصانہ مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ظاہر کامیابی کا زمانہ آنے کے پیشتر آپ اپنی پوری طاقت سے تبلیغ اقوام دکن کی طرف قدم بڑھائیں۔ دکن میں آپ کا انتظار کرنے والی اقوام ایک سوایک ہیں۔ تعداد میں کئی کروڑ انسان ہیں۔ اس تحریک سے دین پھیلے گا اور ضمنی طور پر آپ کی غرض تبلیغ احمدیت کمال درجہ پر ہوگی۔ عقاید کی بات خدا کے ہاتھ ہے۔ آپ کے وجود سے یہ برکات ظاہر ہونے والے ہیں اور اس سے غفلت کرنا لئن کفر تم انّ عذا بی لشدید کا سبب ہو رہا ہے۔ اس کمزوری کی وجہ سے ۱۹۳۵ء گورنمنٹ کے مورد عذاب بنے رہے حالانکہ میں نے اس وقت بھی دکن کے بشارات پیش کئے تھے اور قادیان پہنچ کر علانیہ اور تخلیہ میں آپ کو بڑی امیدوں سے سنائے تھے۔ اب یہ دوسرا موقع ہے ہندوستان کی دنیا منتشر اور متفرق طاقتوں میں بٹ جائے گی اور اپنی حیات کے لئے ہٹلر سے بڑھ کر جرأت اور ہمت سے لڑے گی۔ دنیا داروں کی نگاہ نے اس قیامت کے

بر پا ہونے کو بھانپ لیا اور تیاریاں کر رہی ہے۔ اور باقی ماندہ سست الوجود کی دنیائی طاقتیں بھی ہاتھ پاؤں مار رہی ہیں چونکہ اللہ سب سے ہوشیار ہے اس نے بڑی زبردست طاقت پیدا کر لی ہے۔ وہ ذات رب العالمین انسانوں کو کشت وخون سے بچانے کے لئے دین کے لئے خون ریزی کی شدت کو کم کرنے کے لئے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو ایک دوسرے کے مقابل میں کھڑا کر کے تباہ و برباد کر رہا ہے۔ وہ وجود ظہور میں آ کر دیندار وجودوں کو ایک جگہ جمع کر رہا ہے۔ ہر دنیائی تحریک کی بلا سے بچا رہا ہے۔ دنیا کو اپنی طرف بلا رہا ہے خصوص اپنے فرستادوں کے ذریعہ جو جو جماعتیں قائم ہوئی ہیں ان سب کو ہر ممکن رغبت سے بلا رہا ہے۔ یہ کون کر سکتا تھا۔ آٹھ سو سال پیشتر بشارت سے لے کر سرو دھاری نام سونچر یعنی ۱۸۸۹ء میں ویر بسنت (اولوالعزم محمود) پیدا ہوا اور اس کے بال الٹے ہوں اور پیشانی پر ہری رگیں اٹھی ہوئی ہوں اور اس کی گادی نشینی ۱۹۱۴ء میں جمعہ کے دن اٹھارہ گھڑی پر ہو۔ یہ قدرت کے کرشمے ہیں۔ اللہ تعالی آپ کو آپ کے نشانات بتا رہا ہے جو انسان کی طاقت سے دور ہیں اور اپنی طرف دعوت دے رہا ہے تا کہ اس کے ساتھ ہو کر کفار دکن پر اپنے نشانوں اور طاقت کا اظہار کر کے ان کو مسلمان کریں تا کہ دشمنان اسلام کا ہر بات کا اشتباہ دور ہو جاوے اور بین طور پر حقائق اسلام ظاہر ہوں اور ثابت ہو کہ اسلام کا خدا قادر خدا ہے۔ اس کے رسول خاتم النبیین سردار انبیاء ہیں۔ اظہار علی الادیان والی طاقت اپنے اندر رکھتے ہیں۔ اے خلیفۃ المسیح یہ مکتوب ہے، ضرور ہو کر رہے گا۔ آپ کے یہ نشانات پھل لائیں گے۔ چونکہ آپ غیر مامور ہیں، ان نشانوں کو بطور حجت اقوام کے سامنے پیش نہیں کر سکتے وہ ہمارا کام ہے، اور مجھ سے ہی سوال ہو رہا ہے آپ نے حسب پیشین گوئیاں جمالی مسیح کی خدمت میں کوئی دقیقہ اٹھا نہیں رکھا چونکہ مسیح اور رودر گوپال بھی ہے اس وجہ سے وہ قہری صورت سے ظاہر ہوا ہے۔ اپنے زمانہ کا کام بھی آپ سے ہی لیا چاہتا ہے اسی وجہ سے اولوالعزم پکار اور سیاست کا دھنی

بتایا ہے۔آپ کے بعض مریدوں نے آپ کو مردہ دیکھا ہے۔اس کی تعبیر یہی ہے کہ دوسرا جنم دیا جائے گا۔ مجھے آج سے بارہ سال پیشتر الہام ہوا تھا کہ وشنو (مسیح) کی جمالی طاقت بھاگ جائے گی۔اب وہ پوری ہو رہی ہے۔ادھر دنیا اپنا ہر روز ایک نقشہ بدل رہی ہے اور خود کو اسلام کے قریب لا رہی ہے ایسے زمانے میں آپ کی نسبت کثرت سے بشارات ہونے چاہییں تھے، خلاف اس کے موت دکھائی دیتی ہے اس کا راز یہ ہے کہ اللہ تعالی آپ کی جمالی مسیح کی خدمت پر موت وارد کر کے آپ کو جلالی مسیح کی خدمت میں لگانا چاہتا ہے

(مرزا قادیانی کی اصطلاح میں جلالی مسیح سے مراد ہے با سیاست مسیح۔یعنی ایسا مسیح جس کو دنیا میں سیاسی غلبہ حاصل ہو۔حدیثوں میں آیا ہے کہ مسیح موعود با سیاست ہوگا۔مرزا صاحب متوفی پر اعتراض ہوا کہ آپ کیسے مسیح موعود ہیں جب کہ آپ کو سیاسی اقتدار حاصل نہیں؟۔اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی ازالہ اوہام میں فرماتے ہیں:

ممکن ہے کسی زمانہ میں کوئی جلالی مسیح بھی ظاہری نشانوں کے ساتھ آجائے جس کو دنیا میں سیاسی غلبہ حاصل ہو۔ثناء اللہ) وہاں بعد الوفات جمالی مسیح ان کا کام انجام دیا تھا اب قہری مسیح کی موجودگی میں خدمت دین کرنا ہے ورنہ یہ ترقیوں کی دھوم دھام اور امیدوں کی بھرمار اور اس میں آپ کی موت کیا معنی؟ حقیقت یہ ہے کہ جب اللہ اپنی سنت کے مطابق کمزور حیثیت سے ظاہر ہو اور طاقتور وجود پر اپنے جاہ وحشم کو خیرباد کہہ کر اللہ کو مان لینا موت کے مترادف ہے۔ اے خلیفۃ المسیح! آپ ابھی مرتے نہیں جب تک دکن تشریف لا کر میرے زیر ہدایت اقوام دکن پر اسلام کو غالب نہ کریں۔ بشارات والا انسان اونتری نہیں مرا کرتا۔آپ دکن میں قرآن کریم کے فرمان سے بہت کام کرنا ہے۔جلالی زندگی آپ کی آخری زندگی ہوگی۔آپ میرے ساتھ ہو کر دکن کے مدفون اور ظاہراخزانوں کے قابض ہوں گے اور اشرفیوں میں نہلائے جائیں گے۔میرے زیر ہدایت ہندوستان کا کل کاروبار مملکت آپ کے ہاتھ ہوگا۔سب سے بڑھ کر یہ کہ جب تک عقاید کا مقابلہ طے

نہیں پائے گا اور حقیقت دنیا میں چمک نہ اٹھے گی آپ دنیا سے رخصت نہیں ہوں گے۔

دکن کے اولیاء اللہ نے میری عمر ۷۲ سال بتلائی ہے اور آپ کی عمر ۸۴ سال بتائی ہے۔ آپ نے جمالی مسیح کی خدمت ۲۶ سال کی ہے اور اب جلالی مسیح کی خدمت ۳۴ سال کرنی ہے۔ یہ آپ کا پنر جنم یا نئی زندگی ہے۔ آپ خوش ہو جائیے مبارک وقت آیا ہے صدقات کی طرف جو اشارہ ہے وہ جان کی زکوۃ مال ہوا کرتا ہے جس قدر مال ہے وہ تبلیغ دکن میں میرے زیر ہدایت لگائیے۔ یہ سچی بات ہے اور مکاشفات کے انکشاف کا ذریعہ بھی یہی ہے۔ مجھے امید ہے کہ آپ اس معاملہ میں مجھ سے خط و کتابت کریں گے۔ فقط۔ شرح دستخط۔ حضرت مولانا صدیق دیندار چن بسویشور صاحب قبلہ۔ (رسالہ آواز۔ص ۹۔۱۱۔دسمبر ۱۹۴۰ء)

قادیانی حضرات ہر ایک بات کو جو قادیانیت کے ساتھ دور کا بھی تعلق رکھتی ہو، اخبارات میں لکھ دیا کرتے ہیں مگر دو شخصوں کا ذکر انہوں نے کبھی نہیں کیا۔ ایک شخص نور احمد کابلی ہے جو خاص قادیان میں مقیم ہے اور مرزا غلام احمد کے اتباع میں مدعی نبوت بنا ہے اور اپنے الہامات رؤیا اور کشوف بصورت رسائل شائع کرتا ہے۔ چند مرزائی اس کے بھی پیرو اور معتقد ہو گئے ہیں مگر قادیانیوں نے اس کو ایسا نظر انداز کیا ہوا ہے گویا وہ دنیا میں موجود ہی نہیں ہے۔ دوسرے صاحب صدیق دیندار ہیں جن کو انہوں نے ایسا نسیاً منسیا کر رکھا ہے گویا یہ صاحب پیدا ہی نہیں ہوئے۔ حالانکہ یہ دونوں مدعیان اپنی تحریرات کے مطابق مرزا غلام احمد کے معتقدین میں سے ہیں۔

واقعہ عجیبہ:

ثانی الذکر حضرت (دیندار صاحب) کے ایلچی اور مبلغ کبھی کبھی دفتر اہل حدیث امرتسر میں بھی آتے رہے ہیں۔ اثنائے گفتگو میں ان کی زبان پر قادیان کا ذکر بھی آتا رہا ہے۔ لیکن جب کبھی ہم نے ان سے پوچھا کہ صدیق صاحب، مرزا صاحب قادیانی سے عقیدت رکھتے ہیں؟ تو اس کا جواب ان کی طرف سے ہمیشہ نفی میں ملتا رہا۔ مگر اب ان

کی مطبوعہ کتاب سے عیاں ہوگیا کہ دیندار تحریک بھی قادیانی تحریک کی ایک شاخ ہے چنانچہ ان کے رسالہ موسومہ آواز کے اڈیٹر صاحب کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مولانا صدیق کی حیثیتیں اب دو طرح کی ہو جاتی ہیں، ایک بمقابل ہندوؤں کے چن بسویشور... دوسری حیثیت جماعت قادیانی کے حق میں بموجب الہامات مرزا صاحب یوسف موعود کی ہے (آواز دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۸)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ صدیق صاحب کو جس منصب کا ادعاء ہے وہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے اتباع میں ہے۔ اس لئے ہم کہتے ہیں جماعت مرزائیہ آج کل ۵ شاخوں میں منقسم ہوگئی ہے۔ ان میں سے تین شاخیں تو پنجاب میں ہیں اور دو دکن میں۔ پنجاب کی تین شاخیں یہ ہیں۔ جماعت قادیانیہ۔ جماعت لاہوریہ۔ جماعت شیخیہ (ان تینوں کا ذکر اہل حدیث مورخہ ۷ فروری ۱۹۴۱ء میں ہو چکا ہے)

دکن میں ایک شاخ صدیقیہ ہے جس کا لیڈر صدیق دین دار ہے۔ دوسری شاخ تیما پوری ہے، جو مولوی عبداللہ تیما پوری کے ماتحت ہے۔

ان میں سے جماعت قادیانیہ اکثریت میں ہے۔ جس کے لیڈر مرزا محمود احمد ہیں۔ آپ بزبان مرزا صاحب قادیانی، پسر موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ دوسری جماعت شیخیہ ہے اس کے لیڈر شیخ غلام محمد مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ دکن کی جماعت تیماپوری کے لیڈر مولوی عبداللہ صاحب تیما پوری ہیں جو بزبان مرزا صاحب قادیانی، قدرت ثانیہ کے مصداق ہونے کے مدعی ہیں۔ دکن کی دوسری جماعت صدیقیہ کے پیشوا صدیق دیندار بزبان مرزا صاحب قادیانی، یوسف موعود ہونے کے مدعی ہیں۔ جماعت لاہوریہ بزبان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، انجمن موعودہ ہونے کی مدعی ہے۔

بہر حال یہ پانچوں شاخیں حدیث میں مذکورہ نقشہ کے ٹیڑھے خطوط پر بیٹھ کر مسلمانوں کو اپنی طرف بلا رہی ہیں اور اس نقشے کے سیدھے خط کے سرے پر ایک داعی بیٹھا ہوا ان لوگوں کو کہہ رہا ہے

مجھ سا محبوب زمانے میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے جہاں میں دل مضطر لے کر

اس لئے ہم ان سب شاخوں کو دور ہی سے سلام کرتے ہوئے کہتے ہیں

حسینوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستمگر ناگ کالے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۸ ص ۳-۶)

قادیان سے حوالوں کا مطالبہ اور ان کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل حدیث مورخہ ۱۷ جنوری ۱۹۴۱ء میں صفحہ ۴ پر ایک فقرہ یوں لکھا گیا تھا:

خلیفہ قادیان کو غیروں کی بابت نہیں بلکہ خاص اپنی جماعت کے حق میں یہ اعتراف کرنا پڑا کہ: ہماری جماعت میں صداقت اور دیانت نہیں۔

(الفضل قادیان ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۷)

اس فقرہ پر اخبار الفضل کے اڈیٹر صاحب نے ہم پر بڑی سختی سے الزام لگایا ہے کہ ہم نے یہ حوالہ بے بنیاد دیا ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب نے خود ساختہ الفاظ حضرت امیر (خلیفہ قادیان) کی طرف منسوب کئے ہیں۔ ہم مولوی صاحب سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ یہ لفظ الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء میں سے دکھائیں جن میں آپ نے یہ دکھانا چاہا ہے کہ حضرت امیر نے اپنی جماعت سے صداقت اور دیانت کی کلیۃً نفی کی ہے۔ (الفضل قادیان ۲۲ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۶)

پہلے تو ہم قابل اڈیٹر کا خبط العشواء دکھاتے ہیں کہ حوالہ تو ہم نے ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء کا دیا ہے جیسا کہ خود اس نے شروع میں الفضل کی یہی تاریخ لکھی ہے مگر مطالبہ کرتے ہوئے ہم سے الفضل ۱۹ جنوری سے حوالہ طلب کیا ہے۔ کیا ہم اس سے یہ

مطلب سمجھیں کہ آپ نے ہمارا حوالہ الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء میں پا لیا ہے۔ اب آپ الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء سے پوچھتے ہیں۔ اگر یہی مطلب ہے تو ہم اعتراف کرتے ہیں کہ الفضل ۱۹ جنوری ۱۹۳۵ء میں یہ حوالہ نہیں ہے بس ما بخیر شما بسلامت

اب سنیئے! خلیفہ صاحب کے اصل الفاظ۔ آپ فرماتے ہیں:

جب تک ہماری جماعت جھوٹ سے اتنی شدید نفرت نہیں کرتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر جھوٹ بولنے کے لئے طیار نہ ہو۔ جب تک ہماری جماعت دیانت پر ایسی مضبوطی سے قائم نہیں ہو جاتی کہ وہ موت کو قبول کرنا آسان سمجھے مگر خیانت کیلئے تیار نہ ہو، جب تک ہماری جماعت اللہ تعالیٰ احکام کی نافرمانی اور عصیان سے اتنی شدید نفرت نہ کرے کہ وہ موت کو آسانی سے قبول کرنے کیلئے تیار ہو جائے مگر نہ کرے، اس وقت تک نہیں کہا جا سکتا کہ ہماری زندگیاں روحانی زندگیاں ہیں اور ہمارے لئے ابتلاؤں اور آزمائشوں کی ضرورت نہیں (الفضل ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۳۵ء ص ۷)

کسی ادیب اور زبان دان کو ہماری پیش کردہ عبارت اور الفضل قادیان کا اقتباس دکھا کر پوچھئے کہ دونوں کا مضمون ایک ہی ہے یا کچھ فرق ہے؟ ہمارے نزدیک تو کچھ فرق نہیں کیونکہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی مذکورہ عبارت سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ آپ کو اپنی جماعت کی صداقت اور دیانت کا یقین نہیں ہے۔

اب قرآن مجید کا اسلوب بیان سنیئے مگر پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ اردو میں لفظ، جب تک، اور عربی میں لفظ، ما دام، دونوں ایک ہی معنی میں آتے ہیں۔ چنانچہ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰؑ سے کہا تھا

انّا لن ند خلها ابداً ما داموا فيها . (المائدۃ: ۲۴).

(جب تک جابرہ اس بستی میں موجود ہیں ہم اس میں داخل نہ ہوں گے)۔

معلوم ہوا کہ جس طرح ان لوگوں نے اپنے اس کلام سے اپنے دخول کی نفی کی تھی اسی طرح خلیفہ اس عبارت میں اپنی جماعت سے صداقت، دیانت، اطاعت وغیرہ کی نفی کر رہے ہیں۔ پس ہماری اور خلیفہ کی عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔

خواجہ حسن نظامی دہلی کے ادیب ہیں اور اردو زبان کے ماہر ہیں، قادیانی

جماعت سے ان کو انس ہے۔ کبھی کبھار آپ دہلی میں خلیفہ قادیان کی دعوت بھی کر دیا کرتے ہیں۔ ہم ان کو اس امر میں ثالث منظور کرتے ہیں کہ وہ بتلائیں کہ ان دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے یا دونوں کا مطلب ایک ہی ہے؟

ہاں قادیانی اڈیٹر کی دیانت اور لیاقت کا اظہار کرنا بھی ضروری ہے کہ اس نے لفظ کلیۃً اپنی طرف سے بڑھا کر ہم سے مطالبہ کیا ہے، حالانکہ یہ لفظ ہماری عبارت میں نہیں ہے۔ ہماری اور خلیفہ صاحب کی (ہر دو) عبارتیں منطقی اصطلاح میں قضایا مہملہ ہیں جس طرح عموماً ایسی عبارات ہوا کرتی ہیں کہ ان میں کلیۃً نفی نہیں ہوتی بلکہ بالا جمال ہوتی ہے اس کی شہادت مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کا ایک بند ذیل میں پیش کیا جاتا ہے۔ اگر سمجھ میں نہ آئے تو دہلی کے اردو بازار میں چندروز ٹھہر کر اردو سیکھ لیجئے۔ مولانا الطاف حسین حالی فرماتے ہیں:

کرے غیر بت کی جو پوجا تو کافر
جو ٹھیرائے بیٹا خدا کا تو کافر
جھکے آگ پر بہر سجدہ تو کافر
کواکب میں مانے کرشمہ تو کافر
مگر مومنوں پر کشادہ ہیں راہیں
پرستش کریں شوق سے جس کی چاہیں

اڈیٹر صاحب بتائیے کہ اس بند میں کل مومنوں کی شکایت ہے یا بالا جمال ہے۔ اگر کل کی شکایت ہے تو آپ کے مرکب اضافی (امیر المومنین) میں لفظ مومنین سے مراد جو مرزائی لوگ ہیں کیا وہ بھی ایسے ہی مومن ہیں جن کی شکایت مذکورہ بند میں کی گئی ہے۔ غالباً آپ ایسا ہرگز نہیں کہیں گے بس یاد رکھئے کہ اردو زبان بلکہ سب زبانوں کا محاورہ یہی ہے کہ مضمون کو قضایا مہملہ کی صورت میں ادا کیا جاتا ہے۔

اگر اب بھی وہ نہ سمجھے تو اس بت سے خدا سمجھے۔

اڈیٹر صاحب! ہم نے تو آپ کا مطالبہ پورا کر دیا، اب ہمارا مطالبہ بھی پورا کیجئے۔ اگر آپ اکیلے نہ کر سکیں تو ساری جماعت سے امداد لے کر پورا کیجئے۔ سنئیے!

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی تحریر میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلے کے لئے بدل خواہش مند ہوں کہ فریقین (یعنی میں اور وہ) دعا کریں کہ جو شخص ہم دونوں میں سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔ (اعجاز احمدی۔ص ۱۴)

بس آپ یہ رقعہ جس پر ہمارے دستخط ثبت ہیں ہم کو دکھا دیں، ورنہ اعتراف کر لیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایسا کہنا بھی ایک معشوقانہ انداز ہے جس کی بابت استاد غالب مرحوم کو گلہ ہے:

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

قادیان کا دوسرا مطالبہ:

اخبار فاروق ۷ جنوری ۱۹۴۱ء میں کسی شوخ نگار نے بڑی شوخی سے ہم سے مطالبہ کیا ہے کہ ہم نے جو اپنے رسالہ عقاید مرزا میں مرزا غلام احمد صاحب کا الہام اسمع و لدی لکھا ہے، مرزا صاحب قادیانی کی طرف اس الہام کی نسبت غلط بلکہ جھوٹ ہے، مرزا صاحب نے ایسا کہیں نہیں لکھا۔

اس شوخ نگار کو چاہیے کہ وہ کتاب البشری مرتبہ منظور الٰہی احمدی جلد اول صفحہ ۴۹ دیکھے جس میں مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام یوں لکھا ہے:

انّی معك اِسمع ولدی (میرے بیٹے سن! میں تیرے ساتھ ہوں)

اس کتاب سے ہم نے الہام نقل کیا تھا۔ باقی رہا یہ کہ یہ لفظ کاتب کی غلطی ہے، ہم اس کے ذمہ دار نہیں۔ معترض کو چاہیے تھا کہ وہ کتاب کے مصنف پر اعتراض کرتا۔ جب تک یہ عبارت صحیح نہ ہو جاتی کتاب کی اشاعت روک دیتا۔ اگر آج تک اصلاح نہیں کی، تو آئندہ کر لے۔ مگر ایسی اصلاح نہ کرے جو مرزا صاحب کے اصل مقصود کو ضائع کر دے جس کی ایک مثال بھی ہم پیش کرتے ہیں۔ غور سے سنئے!

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے حضرت مسیح کی شان میں غیظ وغضب کا اظہار کرتے ہوئے لکھا تھا کہ:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ج ۳۔ص۲۳۔۲۴)

جب اس شیریں کلامی پر اعتراضات کی بھرمار ہوئی تو طبع ثانی میں اس عبارت کے شروع میں جملہ، بقول عیسائیاں، بڑھا دیا گیا (یعنی عیسائی ایسا کہتے ہیں) حالانکہ عیسائی لوگ بھی ایسا کہنے والے کو ملحد بلکہ دجال سمجھتے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو مسیحی رسالہ المائدہ لاہور کے دفتر سے اس کی بابت دریافت کر لیں۔ پھر آپ کو یقین ہو جائے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کیسے شیریں مقال تھے اس وقت آپ ان کے حق میں یہ شعر پڑھیں گے

کیسے شیریں ہیں تیرے لب کہ رقیب
گالیوں سے بھی بے مزہ نہ ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۴۱ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹ ص ۶۔۷)

سیال کا سیلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع کا دعوی تھا اور ہے کہ ہم متکلمین کی جماعت ہیں، بلکہ نئے علم کلام کے موجد ہیں۔ لیکن اہل حدیث کے مقابلہ میں جب کبھی کوئی بات لکھتے ہیں تو ایسی کچی اور بھونڈی لکھتے ہیں جس کا نہ سر ہوتا ہے، نہ پیر۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ یا تو ان کو علم کلام سے کوئی حصہ نہیں ملا، یا اہل حدیث کے مواخذات پنجۂ شیر ہوتے ہیں کہ جن سے چھوٹنا ان کی طاقت سے باہر ہوتا ہے۔

آج ہم ایک مواخذہ کا ذکر کر کے اس کا جواب ایک چوٹی کے قادیانی کی قلم سے پیش کرتے ہیں۔ ہم ہمیشہ کہا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی تھا

کہ میں عیسائیت کی بیخ کنی اور کسر صلیب کے لئے آیا ہوں مگر واقعہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعوی کی ابتداء کے وقت ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد پانچ لاکھ تھی جس کا ذکر خود مرزا صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں کیا ہوا ہے مگر آج (مردم شماری ۱۹۳۱ء) کی رو سے مسیحیوں کا شمار سوا اٹھاسٹھ (۶۸) لاکھ ہے۔ آگے چل کر ۱۹۴۱ء کی مردم شماری میں خدا جانے کتنی ہو جائے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اپریل ۱۹۴۰ء میں ہم نے اس حقیقت کا اظہار کیا تھا۔ اس سیدھے سادھے سوال کا جواب واقعات سے یہ ہونا چاہیے تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی صداقت کا ثبوت یہ ہے کہ اس زمانے میں ہندوستان کے اندر جتنے گرجے تھے آج سب گر چکے ہیں۔ مگر جواب ملا، تو ایسا انوکھا جو دیکھنے اور سننے کے قابل ہے۔

قادیان میں چودھری فتح محمد سیال ایک معزز عہدے پر فائز ہیں۔ آپ انگریزی تعلیم کے ایم اے ہونے کے علاوہ ایک ذی شعور آدمی ہیں۔ مگر خدا جانے اہل حدیث کے سوالات میں کیا جادو کا اثر ہے کہ جو شخص بھی جواب دینے کو اٹھتا ہے وہ گویا متوالا ہو کر بولتا ہے جسے کچھ خبر نہیں رہتی کہ مجھے کیا کہنا چاہیے اور میں کیا کہتا ہوں۔ جس پر مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر ہمارے منہ سے بے ساختہ نکل جاتا ہے:

ہم کو ان سے ہے وفا کی امید
جو نہیں جانتے وفا کیا ہے

چودھری فتح محمد سیال صاحب اس سوال کو یوں حل کرتے ہیں:

مولوی (ثناءاللہ) صاحب! جب حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے دعوی کیا تھا اس وقت ہمارا کوئی مشن عیسائی ممالک میں نہ تھا۔ لیکن اب خدا کے فضل سے عیسائی ممالک میں ہمارے کئی مشن کام کر رہے ہیں۔ اور سینکڑوں نہیں ہزاروں لوگ عیسائیت چھوڑ کر اسلام کو قبول کر رہے ہیں۔ پھر قابل غور بات یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا دعوی دنیا کو تلوار سے فتح کرنے کا نہ تھا بلکہ دلائل اور روحانیت کے ذریعہ مذاہب عالم پر غلبہ حاصل کرنے کا تھا۔ جو آج ہر شخص کو نظر آ رہا ہے چنانچہ اس وقت روس اور جرمنی دونوں

عیسائیت سے بیزار ہیں۔ روسی عیسائیوں میں سے بیس کروڑ لوگ عیسائیت چھوڑ کر دہریت اختیار کر چکے ہیں اور جرمنوں نے عیسائیت کی بجائے ایک نیا مذہب نکالا ہے۔ (الفضل قادیان ۱۸ جنوری ۱۹۴۱ء ص ۳)۔

کیا خوب:

سوال از آسماں جواب از ریسماں

ہندوستان میں مسیحیت کی ترقی کا جواب نہ دینا یقیناً ہمارے اعتراض کو تسلیم کرنا ہے۔ باقی رہا یہ کہ یورپ کے لوگ عیسائی مذہب چھوڑ کر دہریہ ہو گئے ہیں، ایسا کہنا بھی گویا اس بات کا اعتراف کرنا ہے کہ وہ قومیں جو خدا کو اور سلسلہ انبیاء کو مانتی تھیں مرزا غلام احمد صاحب کے دم قدم کی برکت سے دونوں سے منکر ہو گئیں۔

چودھری صاحب! غالباً آپ نے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی پر غور نہیں کیا۔ سنئیے! مرزا صاحب کے دعوی کے اصل الفاظ یہ ہیں:

میرا کام یہ ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں۔ (قول مرزا قادیانی در بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۲ء)

بتائیے! کیا یورپ کے دہریہ ہو جانے سے توحید پھیل گئی۔ ابھی رسالت محمدیہ کا سبق اس سے آگے ہے۔

چودھری صاحب آپ کن بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں۔ اتنا تو سوچئے کہ مرزا غلام احمد صاحب اصلاح کے لئے آئے تھے اور ان کا دعوی تھا کہ میں دنیا بھر کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ پھر یہ کیسی اصلاح ہے کہ وہی لوگ جن کی اصلاح مقصود تھی، سلسلہ انبیاء کو ترک کرنے کے علاوہ خدا کو بھی چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اس کی مثال تو یہ ہوئی، کوئی نامی ڈاکٹر کسی بیمار کے علاج کے لئے آئے اور دعوی کرے کہ میں اس کی بیماری رفع کر دونگا۔ لیکن اسی کے علاج سے جب مر جائے تو ڈاکٹر کہے کہ اس کی موت سے سب بیماریاں رفع ہو گئیں۔ بس یہی میری کامیابی ہے۔

چنانچہ چودھری فتح محمد صاحب نے اسی مثال کی تائید کی ہے۔ آپ یورپ کی دہریت کا ذکر کر کے لکھتے ہیں کہ

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی دعاؤں اور انفاس طیبہ کی تاثیرات سے عیسائیت آہستہ آہستہ کمزور ہو رہی ہے۔ چنانچہ روس میں عیسائیت کا تختہ الٹ دیا گیا اور جرمنی میں بھی اس کی روح بالکل مفقود ہو چکی ہے (ص ایضاً)

چودھری فتح محمد صاحب اس عبارت کے ساتھ اگر آپ یہ الفاظ بھی بڑھا دیتے کہ :

یورپ کے دوسرے ممالک سے عموماً اور جرمنی اور روس سے خصوصاً مرزا صاحب کی دعاؤں سے خدا کی حکومت بھی اٹھ گئی ہے،

تو ہم بھی قائل ہو جاتے۔ اور مرزا صاحب کے حق میں یہ شعر پڑھتے۔

مردوں کو جو جلاتے تھے وہ تو چلے گئے
زندوں کے مارنے کو مسیح الزماں ہوئے

چودھری فتح محمد صاحب نے ایک اور چکر کھایا ہے اور اپنے ناظرین کو بھی اسی چکر میں ڈالا ہے چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

جنگ عظیم نے مسیحی اقوام کی مالی اور سیاسی طاقت کو کمزور کر دیا ہے یہاں تک کہ جو فارن مشن عیسائیوں کے تھے وہ کثرت سے ٹوٹ گئے ہیں اور اب عیسائیت کا وہ زور ہندوستان میں نہیں رہا جو پہلے تھا، مگر مولوی ثناء اللہ صاحب پر صلیب کی سطوت کا بھوت ایسا سوار ہے کہ اترنے میں نہیں آتا۔ اور وہ یہی کہے چلے جاتے ہیں کہ صلیب اور صلیب پرستوں کی طاقت میں کوئی ضعف نہیں آیا۔ (حوالہ مذکور)

اس کے جواب میں ہم کیوں بولیں جب کہ شهد شاهد من اهلها، آپ کے گھر کی شہادت موجود ہے چنانچہ آپ کا احمدی بھائی پیغام صلح لاہور شہادت دیتا ہے کہ:

بپٹسٹ مشنری سوسائٹی اس وقت ۲۰ لاکھ روپیہ خرچ کر رہی ہے جس میں سے آٹھ لاکھ ہند پر خرچ ہو رہا ہے۔ جنگ کے دنوں میں لندن سے روپیہ کی کمی کو امریکہ کے خدا پرست لوگ پورا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں ...

یہ ہے ایک عیسائی مشنری سوسائٹی کا حال، اس کے علاوہ عیسائی سوسائٹیاں جو کچھ تبلیغی مقاصد پر خرچ کر رہی ہیں اس کی میزان مسلمانوں کو شرمندہ اور منفعل کرنے کو کافی ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۸ فروری ۱۹۴۱ء ص ۴)

چودھری صاحب! بتائیے کہ آپ بھی اپنے بھائی کے اس غم میں شریک ہیں یانہیں جو اس کو عیسائی مشن کی کوششوں سے ہو رہا ہے۔ مرزائی دوستو! مرزا غلام احمد صاحب کی مورتی پوجا کب تک کرتے رہو گے اور کب تک کہتے جاؤ گے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء مطابق یکم صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹ ص ۶۔۷)

اتحاد مذاہب اور مرزائی

جناب پنڈت آتما نند مقیم لاہور لکھتے ہیں:

عرصہ تقریباً دو سال سے جماعت احمدیہ کے زیر اہتمام پیشوایان مذاہب کی سیرت پر ہر سال لیکچر دیئے جاتے ہیں جن میں مختلف مذاہب کے نمائندے اپنے اپنے مذہب کے پیشوا کی سیرت پیش کر کے اتحاد مذاہب پر تقریریں کرتے ہیں۔ امسال بھی گول باغ امرتسر میں جماعت احمدیہ کی طرف یکم دسمبر ۱۹۴۰ء بروز اتوار بوقت تین بجے سے پانچ بجے شام تک جلسہ منعقد ہوا جس میں تین سو کے قریب حاضری تھی۔

سب سے پہلے ایک یورپئن یہودی مہاجر نے تقریر کی۔ بعد ازاں گیانی شیر سنگھ جی نے، میری رائے میں گیانی جی کی تقریر سب سے اعلیٰ تھی۔

جلسہ کی غرض و غایت اگرچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کا ڈھنڈورا پیٹنے اور مرزا کو پیشوایان مذاہب کی صف میں کھڑا کر کے ان کے خلاف پبلک نفرین کو دور کرنے کے ماسوا اور کچھ نہیں معلوم ہوتی، تاہم ظاہری طور پر جماعت احمدیہ کا یہ اقدام قابل تعریف ہے جو بانیان مذاہب کی پاک زندگیوں کا مطالعہ کرنے کی عوام کو توفیق دی جاتی ہے۔ مگر شبہ گذرتا ہے کہ جماعت احمدیہ اور اتحاد مذاہب یہ دو متضاد باتیں کیونکر جمع ہوسکتی ہیں۔ وہ احمدی جن کا پیشوا بلکہ نبی اپنے تئیں نبی نہ ماننے والے مسلمانوں کو کافر اور قابل مواخذہ قرار دے اور مسلمانوں کے ساتھ رشتہ مناکحت و نماز، و نماز جنازہ

حرام قرار دے کیونکہ دیگر مذاہب کے ساتھ اتحاد کر سکتے ہیں؟ یہ ایک حیرانگی کی بات ہے جس سے پتہ چلتا ہے کہ ان جلسوں کی غرض و غایت کچھ دوسری ہی ہے...

مرزائی لوگ جو اپنی لڑکیاں مسلمانوں کے نکاح میں نہیں دیتے، کسی مسلمان کے پیچھے نماز تک نہیں پڑھتے، اور کسی مسلمان کے جنازہ میں شامل نہیں ہوتے، حتی کہ غیر احمدی مسلمانوں کو مسلمان ہی نہیں مانتے، وہ احمدی اتحاد مذاہب میں پیش پیش ہوں تو دو میں سے ایک بات لازمی ہے:

یا یہ کہ وہ غلام احمدیت سے باز آ گئے ہیں

اور یا یہ کہ ایسے جلسوں سے ان کی غایت وغرض کچھ اور ہی ہے، یعنی یہ کہ مرزا صاحب قادیانی کو نبیوں کی صف میں کھڑا کرنا......(مختصراً)..

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۴۱ء مطابق یکم صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹۔ص ۸۔۱۰)

مرزا قادیانی ذوالقرنین تھے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی شاعر نے اپنے محبوب کو مخاطب کر کے کہا تھا:

حسین ہو مہہ جبیں ہو دلنشین ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تمہیں ہو

اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اپنے لئے کئی ایک اسماء مبارکہ اختیار کئے ہیں، چنانچہ آپ فرماتے ہیں

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مگر ناظرین یہ سن کر حیران ہوں گے کہ مرزا قادیانی نے ایک ایسا نام بھی اختیار کیا ہے جو ایک با اختیار صاحب سیاست کے لئے مشہور ہے۔ یعنی ذوالقرنین، جس کا سورۃ کہف میں ذکر ملتا ہے۔

آپ نے براہین احمدیہ جلد ۵ کے صفحہ ۹۶ پر ذوالقرنین سے متعلق آیات اپنے اوپر چسپاں کی ہیں۔قادیان کے خلیفہ اول حکیم نورالدین اپنے رسالہ نورالدین بجواب ترک اسلام کے صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱ پر مرزا کے ذوالقرنین ہونے کی تشریح یوں کرتے ہیں:

آپ نے ہرقومی سنہ کی دوصدیاں پائی۔مثلاً اسلامی سن ہجری کی تیرھویں اور چودھویں دوصدیاں، اسی طرح انگریزی سنہ عیسوی کی انیسویں اور بیسویں دوصدیاں۔

اخبار الفضل قادیان ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء میں یہ مضمون مفصل شائع ہوا ہے ہم ناظرین کی تفریح طبع کے لئے اس کا ایک صفحہ نقل کرتے ہیں:

خدا تعالی نے میرا نام ذوالقرنین بھی رکھا کیونکہ خدا تعالی کی میری نسبت یہ وحی مقدس کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء،جس کے یہ معنی ہیں کہ خدا کا رسول تمام نبیوں کے پیرائیوں میں، یہ چاہتی ہے کہ مجھ میں ذوالقرنین کے بھی صفات ہوں کیونکہ سورۃ کہف سے یہ ثابت ہے کہ ذوالقرنین بھی صاحب وحی تھا۔خدا تعالی نے اس کی نسبت فرمایا: قلنا یا ذا القرنین . پس اس وحی الہی کی رو سے کہ جری اللہ فی حلل الانبیاء اس امت کے لئے ذوالقرنین میں ہوں اور قرآن شریف میں مثالی طور پر میری نسبت پیش گوئی موجود ہے مگر ان کے لئے جوفراست رکھتے ہیں۔

(براہین احمدیہ۔ج ۵۔ص ۱۰۱)۔

ان اقتباسات سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اس امت کے لئے ذوالقرنین ہیں اور ذوالقرنین کے متعلق قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ انہیں ان کے مقصد کے حصول کیلئے اللہ تعالی نے (اس کے) ساز وسامان عطا کئے تھے۔ایسا ہی ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کے وقت بھی ...اشاعت حق کیلئے اللہ تعالی نے پریس ڈاک اور ذرائع آمدورفت وغیرہ کو عام کرکے آپکے مقصد کے حصول کیلئے سہولت فرمادی ہے۔

ایسا ہی قرآن مجید کے الفاظ سے ظاہر ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اپنے فرائض کوادا کرنے کے لئے تین قسم کے لوگوں سے واسطہ پڑے گا

۔اول مغربی مما لک کے لوگ، جوآ فتاب صداقت اور ہدایت سے منہ موڑ کر تاریکی اور کیچڑ کے چشمہ میں پھنسے ہوں گے۔

دوم مشرقی مما لک کے لوگ روحانی سورج کے سامنے محض برہنہ ہونے کی حالت میں کھڑے ہوں گے اور بجائے اس کے کہ وہ آفتاب ہدایت سے کوئی فائدہ حاصل کریں تمازت آفتاب سے ان کا چمڑہ جل جائے گا رنگ سیاہ ہو جائے گا اور آنکھیں چندھیا جائیں گی

اور تیسری قسم کے لوگوں کا ذکر حضور (مرزا قادیانی) نے ان الفاظ میں فرمایا ہے:

پھر ذوالقرنین یعنی مسیح موعود ایک اور سامان کے پیچھے پڑے گا اور جب وہ ایک ایسے موقع پر پہنچے گا یعنی جب وہ ایک ایسا نازک زمانہ پائے گا جس کو بین السدّ ین کہنا چاہیے یعنی دو پہاڑوں کے بیچ۔

مطلب یہ کہ ایسا وقت پائے گا جب کہ دوطرفہ خوف میں لوگ پڑیں گے اور ضلالت کی طاقت حکومت کی طاقت کے ساتھ مل کر خوفناک نظارہ دکھائے گی تو ان دونوں طاقتوں کے ماتحت ایک قوم کو پائے گا جو اس کی بات کو مشکل سے سمجھیں گے .....

اور یہ تیسری قوم ہے جو مسیح موعود کی ہدایت سے فیض یاب ہوں گے تب وہ اس کو کہیں گے کہ اے ذوالقرنین یاجوج اور ماجوج نے زمین پر فساد مچا رکھا ہے پس اگر آپ کی مرضی ہو تو ہم آپ کے لئے چندہ جمع کریں تا کہ آپ ہم میں اور ان میں کوئی روک بنا دیں۔

وہ جواب میں کہے گا کہ جس بات پر خدا نے مجھے قدرت بخشی ہے وہ تمہارے چندوں سے بہتر ہے۔ہاں اگر تم نے کچھ مدد کرنی ہے تو اپنی طاقت کے موافق کرو تا میں تم میں اور ان میں ایک دیوار کھینچ دوں....

لوہے کی سلیں مجھے لا دو۔تا آمدورفت کی راہوں کو بند کیا جائے۔یعنی اپنے تئیں میری تعلیم اور دلائل پر مضبوطی سے قائم کرو اور پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح پر خود لوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملوں کو روکو۔اور سلوں میں آگ پھونکو جب تک کہ وہ خود آگ بن جائیں۔یعنی محبت الٰہی اس قدر

اپنے اندر بھڑکاؤ کہ خود الٰہی رنگ اختیار کرو۔
پھر آیات متذکرہ کے بعد اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ذوالقرنین یعنی مسیح موعود اس قوم کو جو یاجوج ماجوج سے ڈرتی ہے کہے گا کہ مجھے تانبا لا دو کہ میں اس کو پگھلا کر اس دیوار پر انڈیل دوں گا۔
پھر بعد اس کے یاجوج ماجوج طاقت نہیں رکھیں گے کہ ایسی دیوار پر چڑھ سکیں یا اس میں سوراخ کر سکیں۔ یاد رہے کہ لوہا اگرچہ بہت دیر تک آگ میں رہ کر آگ کی صورت اختیار کر لیتا ہے مگر مشکل سے پگھلتا ہے، مگر تانبا جلد پگھل جاتا ہے اور سالک کے لئے خدا تعالیٰ کی راہ میں پگھلنا بھی ضروری ہے۔ پس یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسے مستعد دل اور نرم طبیعتیں لاؤ کہ جو خدا تعالیٰ کے نشانوں کو دیکھ کر پگھل جائیں انسانی منصوبوں کا اس میں دخل نہیں ہوگا۔ (براہین احمدیہ۔ج ۵ص۱۰۴)
حضور (مرزا قادیانی) کے ان الفاظ سے ظاہر ہے کہ احمدی جماعت کی ترقی دو باتوں سے وابستہ ہے۔ اول محبت الٰہی میں اس قدر ترقی کرنا کہ جس طرح لوہا آگ میں پڑ کر بالکل آگ کی سی شکل اختیار کر لیتا ہے، اس طرح جماعت خدا کے رنگ میں رنگین ہو کر ظلی طور پر اس کی صفات کو اپنے اندر جمع کر لے۔ اور خدا کے نشانوں کے نشانوں کو دیکھ کر تانبے کی طرح پگھل جائے۔ دوم حتی المقدور چندہ دے کر آپ کی مدد کرے کہ اس چندہ اور اپنی خداداد طاقت سے کام لے کر آپ جماعت احمدیہ اور یاجوج ماجوج کے درمیان ایک ایسی مضبوط دیوار کھڑی کر دیں کہ جو سد سکندری کا کام دے۔
اب سوال پیدا ہوتا ہے کہ وہ سد سکندری کیا ہے جسے حضرت مسیح موعود (مرزا) نے جماعت کو یاجوج ماجوج کے حملوں سے محفوظ رہنے کے لئے تجویز کیا۔ سو اس کا جواب یہ ہے کہ سد سکندری وہ دلائل ہیں جنہیں حضور نے عیسائیت کے مقابلہ میں پیش کر کے عیسائیت کی بنیادوں کو کھوکھلا کر دیا۔ سد سکندری وہ تازہ نشانات ہیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ سے لے کر اب تک ہم ہر روز اپنی آنکھوں سے مشاہدہ کرتے ہیں اور منجملہ ان نشانوں

کے ایک نشان حضرت امیر المومنین (خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد قادیانی) کی ذات ہے۔ جن کی زبان مبارک سے نکلے ہوئے کلمات باطل کے لشکروں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جاتے ہیں اور مومنوں کو یقین اور ایمان کی ایک مضبوط چٹان پر کھڑا کر دیتے ہیں۔ پھر سد سکندری وہ پاکیزہ جماعت ہے جو نیکی تقوی طہارت عزم اور استقلال میں اس قدر مضبوط بنیادوں پر قائم ہے کہ دشمن کی کوئی طاقت اسے اپنی جگہ سے ہلا نہیں سکتی۔ پھر سد سکندری وہ مبلغین ہیں جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے عطا کردہ دلائل کے ہتھیاروں سے مسلح ہو کر اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں۔

ہاں آج کل سد سکندری کی تعمیر میں بہت سا حصہ ان چندوں کا ہے جو تحریک جدید میں مخلصین دے رہے ہیں۔ یقیناً اب وہ وقت آ گیا ہے کہ غریب مگر مخلص لوگوں کی اس قربانی سے سد سکندری کی بنیادوں کو ایسا مضبوط کر دیا جائے کہ پھر دشمن کی کوئی طاقت اس میں نقب نہ لگا سکے مخالفت کی آندھیاں آئیں مگر اسے ہلا نہ سکیں۔

پس اے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پاکیزہ جماعت! یہ وقت پھر ہاتھ نہیں آئے گا۔ خدا تعالی چاہتا ہے کہ بادشاہوں کے احمدیت میں داخل ہونے سے پہلے پہلے غرباء کے چندوں اور دعاؤں سے سد سکندری کی بنیادوں کو مستحکم کر دے۔ یقیناً اسے یہ پسند نہیں ہے کہ سلسلہ عالیہ کے عظیم الشان قصر کے لئے بادشاہوں سے امداد لے۔ اور السابقون الاولون غرباء کی جماعت اس سے محروم رہ جائے۔ پس یہ وقت ہے، اسے غنیمت سمجھو اور اپنی طاقت کے مطابق اس چندہ کی ادائیگی کے لئے قربانیاں کرو۔ (الفضل ۱۳ دسمبر ۱۹۴۰ء)

ناظرین! آپ نے اس مضمون سے جو فائدہ حاصل کیا ہے اسے تو آپ ہی جانیں، مگر ہم نے اس سے یہ سمجھا ہے کہ شیخ چلی کی جماعت ابھی ختم نہیں ہوئی

مضمون نگار نے اپنے اس مضمون میں قرآن مجید کی آیات میں مذکورہ اسماء پر بہت کچھ تصرف کیا ہے مگر یاجوج ماجوج کی تشریح نہیں کی کہ اس سے مراد کون لوگ ہیں اور ان کے لئے مرزا غلام احمد قادیانی نے کون سی دیوار بنائی؟

ہم اپنے ناظرین کی واقفیت کے لئے منقولہ مضمون کی اس کمی کو پورا کردیتے ہیں سنیئے مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

یاجوج ماجوج انگریز اور روسی وغیرہ یورپین قومیں ہیں۔(حمامۃ البشریٰ)

راقم مضمون نے حسب قول مرزا قادیانی، جماعت احمدیہ کو سدسکندری قرار دیا ہے۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

پوری استقامت اختیار کرو اور اس طرح خودلوہے کی سل بن کر مخالفانہ حملے کو روکو اور سلوں میں آگ پھونکو..الخ

کیسا عجب استعارہ ہے، سچ ہے: کشتی درون دریا و دریا درون کشتی

لطف یہ ہے کہ آگے چل کر اسی سدسکندری کی بابت یوں گویا ہوئے ہیں:

سدسکندری وہ دلائل ہیں جنہیں حضور (مرزا قادیانی) نے عیسائیت کے مقابلہ میں پیش کیا ہے۔

پھر اس پر بھی کفایت نہیں کی بلکہ مزید تشریح کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

سدسکندری (ہمارے) وہ مبلغین ہیں جو اکناف عالم میں پھیلے ہوئے ہیں،

آخر جب سدسکندری کے گر جانے کا خطرہ محسوس ہوا تو پیش بندی کرنیکو فوراً کہہ دیا:

چندوں اور دعاؤں سے سدسکندری کی بنیادوں کو مضبوط کرو۔

بس یہ ہے مقطع کلام جس کی بابت کہا گیا ہے

ایں ہمہ از پئے آنست کہ زر می خواہد

احمدی ممبرو! خدا کو حاضر ناظر سمجھ کر سچ بتاؤ کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے قرآن مجید سے ایسا برتاؤ کر سکتے ہیں جیسا کہ تم کر رہے ہو۔ تمہاری اس قسم کی تقریروں اور تفسیروں سے مخالفوں کے دلوں میں یہ خیال راسخ ہو جاتا ہے کہ تم لوگ نہ صرف قرآن کو بلکہ خدا کو بھی نہیں مانتے۔ اسلام کی تائید میں تمہاری جتنی تحریکیں نظر آتی ہیں سب ڈھونگ ہیں۔ تمہارے جیسے لوگوں کے حق میں حافظ شیرازی نے کیا خوب کہا ہے

حافظا! مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قران را

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۸ صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۰ ص ۵۔۷)

تحریک بہائیت پر تبصرہ:

مولوی ابوالعطاء اللہ دتا صاحب قادیانی مبلغ۔ ضخامت ۲۶۰ صفحات۔

مصنف نے بڑی محنت سے بابیوں اور بہائیوں کے حالات ابتداء سے انتہاء تک لکھے ہیں۔ کتاب اس موضوع پر مفید ہے لیکن مناظرانہ طرز کی بجائے محض مورخانہ طریق پر ہوتی تو مفیدتر ہوتی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء ص ۱۴)

احمدیت اور بہائیت

مولوی اللہ دتا قادیانی کی کتاب ،تحریک بہائیت پر تبصرہ۔ کا ریویو اہل حدیث مورخہ ۱۴ فروری ۱۹۴۱ء میں شائع ہو چکا ہے جو ناظرین کی نظر سے گزرا ہوگا اس کے جواب میں مولوی عبداللہ وکیل ، سابق اہل حدیث ، سابق مرزائی ، حال بہائی نے ، بہائیت اور احمدیت کے نام سے ایک مختصر رسالہ شائع کیا ہے ۔اس کا خلاصہ یہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ کا دعوی مرزا صاحب کے دعوی سے مقدم ہونے کی وجہ سے صحت سے زیادہ قریب ہے۔اس لئے ہم سفارش کرتے ہیں کہ جن بھائیوں نے مولوی اللہ دتا قادیانی کی کتاب پڑھی ہو یا پڑھنے کا ارادہ رکھتے ہوں ، وہ بہائیوں کے رسالہ مذکورہ کا مطالعہ بھی ضرور کریں۔

ملنے کا پتہ: مولوی عبداللہ وکیل سری نگر۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۷)

مرزائی اور بہائی

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اپنے رسالہ : بہاء اللہ اور مرزا ، میں یہ دعوی کیا تھا کہ تحریک قادیانی دراصل تحریک بہائی ایرانی سے ماخوذ ہے۔اس کی وجوہات اسی رسالہ میں مذکور ہیں

۔ان کے علاوہ آج ہم اپنے دعوی پر ایک نئی دلیل پیش کرتے ہیں ۔

بہائی رسالہ پیامبر دہلی نے شیخ بہاء اللہ ایرانی کی رسالت کا ثبوت دینے کو قرآنی جملہ با لآ خرۃ ھم یو قنو ن پیش کیا ہے ۔تمہید کے طور پر آپ نے لکھا ہے کہ ا لآ خرہ صفت کا صیغہ ہے اور موصوف اس کا نز لۃً ہے یعنی النز لۃ ا لا خرۃ ۔اصل الفاظ یہ ہیں :

مومن آپ (ﷺ) پر اور آپ سے پہلے انبیاء پر جو نزول وحی وشریعت ہوا اس پر ایمان رکھتے ہیں اور آئندہ نزول وحی وشریعت پر بھی یقین رکھتے ہیں النز لۃ و النز و ل ۔ دونوں مصدر ہیں سورہ نجم میں ہے

و لقد رأہ نز لۃ ا خری اسے دوسرے نزول میں دیکھا۔

خلاصہ یہ کہ آیت مذکورہ میں تینوں زمانوں کے نزول وحی شریعت کا ذکر ہے

ا۔حضرت رسول ﷺ کے وقت نزول وحی شریعت ۔

۲۔حضرت رسول ﷺ سے پہلے نزول وحی شریعت ۔

۳۔ حضرت رسول کے مابعد زمانے میں نزول وحی شریعت

آیت با لآ خر ۃ ھم یو قنو ن کا مفہوم جو اس وقت ہم نے بیان کیا ہے اہل بہا اسے نصف صدی قبل بیان کر چکے ہیں مشہور بہائی کتاب بحر العر فا ن میں اس آیت کے متعلق لکھا ہوا ہے موجود۔

(پیامبر دہلی مارچ ۱۹۴۱ء ص ۹۔۱۰)

ناظرین کچھ عرصہ ہوا قادیان سے قرآن مجید کا پہلا پارہ مع ترجمہ شائع ہوا تھا اس میں اس آیت کی تفسیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ:

با لآ خر ۃ ھم یو قنو ن کے لفظی معنی یہ ہیں کہ پیچھے آنے والی پر یقین رکھتے ہیں چونکہ الآ خرۃ صفت ہے جس کا موصوف اس جگہ مذکور نہیں اس لئے قرآن مجید کی دوسری آیات کو جن میں الدار ا لآ خر ۃ آیا ہے مدنظر رکھ کر یہاں عام طور پر ا لآ خرۃ سے مراد الدار ا لآ خرۃ مراد لی جاتی ہے لیکن اگر ماقبل دیکھا جائے تو صاف ظاہر ہے کہ ما انز ل الیك میں

اس وحی کا ذکر کیا گیا ہے جو آنحضرت ﷺ پر نازل ہوئی اور ما انزل من قبلك میں اس وحی کا ذکر ہے جو دیگر گذشتہ انبیاء پر نازل ہوئی اور الآخرۃ میں اس وحی کا ذکر ہے جو پیچھے نازل ہونے والی ہے گویا یہاں تین وحیوں کا ذکر ہے جن پر متقی ایمان لاتا ہے ایک وہ وحی جو رسول اللہ ﷺ پر نازل ہوگی اور ایک وہ وحی جو آپ سے پہلے نازل ہوئی اور وہ وحی جو پیچھے اترنے والی ہے اور یہ وہ وحی ہے جو سورۃ جمعہ آیت ۲۔۳: هو الذی بعث فی الامّیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکّیهم و یعلّمهم الکتاب والحکمة وان کانوا من قبل لفی ضلال مبین وآخرین منهم لمّا یلحقوا بهم و هو العزیز الحکیم۔ میں موعود ہے۔ اس آیت میں رسول کریم ﷺ کے دو بعث بیان فرمائے گئے ہیں۔ ایک تو وہ بعث ہے جس میں قرآن کریم نازل ہوا اور ایک دوسرا بعث جو آخری زمانہ میں ہونا مقدر تھا لیکن اس دوسرے بعث سے یہ مراد نہیں ہے کہ خود محمد رسول اللہ ﷺ ہی دوبارہ تشریف لائیں گے یا یہ کہ آپ کی روح کسی اور جسم میں حلول کر کے اس دنیا میں آوے گی بلکہ آپ کے دوبارہ بعث سے آپ کے اتباع میں سے کسی شخص کا کھڑا ہونا مراد ہے جو آپ کی فرمانبرداری اور محبت میں فنا ہو کر صاحب وحی ہوگا چنانچہ احادیث اور قرآن شریف کی دیگر آیات سے ثابت ہے کہ وہ صاحب وحی شخص مسیح موعود اور مہدی معہود ہے جس کی وحی پر یقین لانا ویسا ہی ضروری ہے جیسا دوسری وحیوں پر۔ بالآخرة هم یوقنون میں مسلمانوں کو یہ تعلیم ہے کہ جب وہ موعود آئے تو اس کو قبول کریں۔ مگر جیسی کہ سنت اللہ ہے کہ لوگ فوراً کسی صداقت کو قبول نہیں کرتے جب وہ شخص آیا تو بہتوں نے اس کی مخالفت کی مگر رفتہ رفتہ اس کا سلسلہ بالکل اسی طرح جس طرح مسیح ناصری کا سلسلہ پھیلا تھا تمام دنیا میں پھیل رہا ہے اس کا نام جیسے کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی ہے (قادیانی پارہ اول مترجم حاشیہ برآیت بالآخرة هم یوقنون)

ان دونوں مترجموں (بہائی اور قادیانی) نے اپنی مخصوص اغراض کے ماتحت الآخرة سے مراد آخری وحی لی ہے مگر فرق اتنا ہے کہ مرزائی مترجم نے یہ خیال نہیں کیا کہ الآ خرة کو میں وحی کی صفت بتاتا ہوں حالانکہ عربی میں الآخرة صفت مونث کا صیغہ ہے اور موصوف اس کا وحی ہے جو صیغہ مذکر ہے۔ ہاں بہائی مضمون نگار نے اس اعتراض کے رفع کرنے کو اس کا موصوف النزلة نکالا ہے۔

درحقیقت یہ دونوں صاحب قرآنی اصطلاح سے دور جا پڑے ہیں۔ قرآن مجید میں الآ خرة کا لفظ اصطلاحی طور پر دوسری دنیا یعنی یوم حشر کے لئے آتا ہے اس جگہ ہم بطور شہادت قرآن مجید سے دو تین آیات پیش کرتے ہیں سنئیے ارشاد ہوتا ہے:

١. ربّنا آتنا فی الدنیا حسنة و فی الآخرة حسنة و قنا عذاب النار .(البقرة: ٢٠١)

٢. انّ الذین یؤذون اللّٰه و رسوله لعنهم اللّٰه فی الدّنیا و الآخرة و اعدّ لهم عذاباً مهیناً .(الاحزاب:٥٧)۔

و غیره ذلك من الآیات الکثیرة

ناظرین! ان آیات میں آخرة سے مراد یقیناً دارالجزاء ہے کیونکہ دوسری آیت میں اس کا موصوف الساعة آیا ہے چنانچہ ارشاد ہے ان الساعة لآتیة۔ (غافر:٥٩) ان الساعة آتیة (الحج:٧)۔ قیامت کی گھڑی آنے والی ہے

بہائی نامہ نگار کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزائی مترجم نے جو ترجمہ کیا ہے اس کے اصل موجد بہائی لوگ ہیں اور قادیانی اصحاب ان کے متبع ہیں۔

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١٤ مارچ ١٩٤١ء مطابق ١٥ صفر ١٣٦٠ھ جلد ٣٨ نمبر ١١ ص ٥۔٦)

قیامت کی حقیقت اور بہائی عقیدہ

بابو محمد حسین صابری ، بریلی سے لکھتے ہیں:

گذشتہ ایام میں جناب محترم مدیر اہل حدیث امرتسر (حضرت مولانا ثناء اللہ) نے رسالہ بہائی ، اور پیامبر ، کے جواب میں مسئلہ قیامت کے متعلق لکھنا شروع کیا تھا ۔ میں جو مذہبی مضامین پڑھنے کا شائق ہوں ، طرفین کے دلائل کو بغور دیکھ رہا تھا ۔ لیکن مدیر محترم نے کچھ دنوں سے بالکل خاموشی ہی اختیار کر لی اور مسئلہ زیر بحث ادھورہ سا رہ گیا ۔

کئی سال ہوئے ایک بہائی نے رسالہ بہائی میگزین میں اسی مسئلہ قیامت کے متعلق ایک سوال کیا تھا جس میں علماء دیو بند ، بریلی ، اور مونگیر ، نیز مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور ، مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان اور محترم مدیر صاحب اہل حدیث کو مخاطب کیا گیا تھا ۔ میرے نزدیک دیو بندی علماء ہوں یا بریلوی اور مونگیری اس مسئلہ قیامت کے متعلق کچھ بہتر نہیں لکھ سکتے کیونکہ ان کو ان مناظرات سے دلچسپی نہیں ہے ۔ البتہ امیر جماعت احمدیہ لاہور (مولوی محمد علی) اور خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کو ضرور دعوی ہے کہ وہ دنیا کے تمام مذاہب پر ریویو کر سکتے ہیں ۔ نیز قرآن دانی میں بھی اپنے آپ کو باقی فرقہ ہائے اسلام سے اعلی پائے پر خیال کرتے ہیں ۔ لیکن بدقسمتی سے ان کے راستے میں ایک بہت بڑا پتھر حائل ہے جسے ہٹا دینا ان کی طاقت سے باہر ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مدعی مسیحیت نے خود اپنی کتاب میں قیامت کی آیات کو اپنے اور اپنے زمانے پر چسپاں کیا ہے ۔ اور پھر لطف یہ کہ کسی جگہ یہ بھی تحریر فرما گئے ہیں کہ قیامت کی آیات دونوں طرف کام میں لائی جا سکتی ہیں ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

و نفخ فی الصور فصعق من فی السما وا ت و من فی ا لارض الّا ما (قرآن میں ما کا لفظ نہیں بلکہ اس کی جگہ من ہے ۔ صابری) ثم نفخ فیہ

اخری فا ذا ھم قیا م ینظرو ن یہ آیتیں ذوالوجوہ ہیں قیامت سے بھی تعلق رکھتی ہیں اور اس عالم سے بھی (شہادۃ القرآن از مرزا طبع چہارم ص ۲۵)

ظاہر ہے کہ جب ان کے پیر و مرشد (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اس اہم مسئلہ میں دو کشتیوں میں پاؤں رکھا ہوا ہے، تو مرید بیچارے کیا کر سکتے ہیں۔ اور ان کا ذاتی علم یہاں کس کام آ سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قادیانی اور لاہوری اصحاب اہل بہاء سے اصولی بحث نہیں کر سکتے۔ میں یہ الفاظ علی وجہ البصیرت کہہ رہا ہوں کیونکہ مجھے معلوم ہے کہ ڈاکٹر بشارت احمد، مولوی عمر الدین شملوی، مولوی اللہ دتا جالندھری، مولوی فضل الدین وغیرھم نے وقتاً فوقتاً کیا لکھا ہے اور کیا لکھتے رہتے ہیں۔ گویا وہ بہائیت پر اعتراض تو کر سکتے ہیں لیکن اصولاً اپنے عقاید کو ان کے مقابل صحیح ثابت نہیں کر سکتے۔ انصاف سے دیکھئے تو یہ بات کس قدر افسوس ناک ہے۔

الغرض لے دے حضرت مولانا مدیر اہل حدیث (ثناء اللہ امرتسری) کی ذات گرامی پر بھروسہ تھا بقول شخصے

ہم مریضوں کی ہے تمہیں پہ نگاہ۔تم مسیحا بنو خدا کے لئے

چنانچہ آپ نے جواب دیا اور بحث میں وقتاً فوقتاً حصہ لینے لگے لیکن آخر کار نامکمل چھوڑ دیا۔ (مولانا ثناء اللہ امرتسری حاشیہ میں لکھتے ہیں: اہل حدیث امرتسر کا مخاطب صرف ایک گروہ نہیں ہے۔ آپ کو معلوم ہے کہ متعدد گروہ ہیں۔ اس لئے بحکم ائت کل ذی حق حقه (ہر ایک کا حق ادا کرنا واجب ہے) اسی بنا پر کبھی اہل بہاء کے خطاب میں ناغہ ہو جاتا ہے۔ کیوں؟

معشوق ما بمذ ہب ہر کس برابر است   با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد۔) یہاں تک کہ پیامبر بابت فروری ۱۹۴۱ء میں بایں الفاظ ایک مضمون بعنوان، قیامت اسی دنیا میں، نکلا جس کی ابتدائی سطور درج ذیل ہیں۔

> ہم نے مختلف دلائل سے یہ ثابت کر دیا ہے کہ فنائے عالم کا نام قیامت نہیں ہے۔ نہ اس کرہ کے فنا کے بعد قیامت ہے۔ بلکہ قیامت اسی دنیا میں ہوتی ہے۔ ہر صاحب شریعت پیغمبر کی آمد سے گزشتہ امت کا حساب و کتاب لیا جاتا ہے۔ انہیں جزا، سزا، ترقی و ہلاکت ملتی ہے۔ ایک نئی امت برپا ہوتی ہے عالم انسانی کا ایک نیا قیام ہوتا ہے۔ قیامت کی حقیقت یہی ہے۔

کائنات ہستی کے فنا اور معدوم ہو جانے کا نام قیامت نہیں ہے (ص ۲۲)

سچ بات یہ ہے کہ اب تک کی بحث کا تو یہی نتیجہ صحیح ہے جو، پیا مبر، نے لکھا ہے۔ آئندہ خدا بہتر جانتا ہے کہ کب وہ آیات قرآن مجید سے پیش ہوں گی جو اہل اسلام کے متفقہ عقیدہ قیامت کو ثابت کرتی ہوں گی۔

میں ان سطور کے ذریعہ سے حضرت مولانا (مدیر اہل حدیث) صاحب کے علاوہ دیگر محقق علماء کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ وہ قیامت کے متعلق بہائی عقیدہ معلوم کرنے کے بعد اسلامی عقیدے کو قرآن مجید سے ضرور ثابت کرنے کی کوشش فرماویں (ان اعتراضات بہائیہ جواب اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی، ۵۔۱۲ جولائی، ۳۰۔ اگست اور یکم نومبر ۱۹۴۰ء میں مفصل دیا گیا ہے جو آپ کے ملاحظہ سے گذرے ہوں گے۔ اگر نہیں گذرے تو ملاحظہ کر لیجئے۔ جوابات کی مزید ضرورت ہو، تو یار زندہ صحبت باقی۔ ثناء اللہ امرتسری) کیونکہ تقلیداً کسی بات کو ماننا تو درست نہیں۔ ایمان کی بنیاد تحقیق پر ہونا چاہیے۔

علاوہ اس کے یہ بات بھی سوچنے کی ہے کہ جب مرزا صاحب قادیانی جیسے شخص کے پیچھے ہندوستان اور پنجاب کے ہزاروں مسلمان محض مسئلہ وفات مسیح کی وجہ سے لگ گئے ہیں حالانکہ حیات وممات مسیح نہ تو جزو ایمان ہے، نہ ہی مرزا صاحب نے اسے اپنے الہام سے منکشف کیا ہے، تو جب مسئلہ قیامت کی بہائیت کے عقیدے کے مطابق اشاعت ہو جائے گی اور علماء کرام مسکت جواب نہ دے سکیں گے، تو اہل اسلام کا کیا حال ہوگا۔ حالانکہ یہ مسئلہ قیامت مسلمانوں کا جزو ایمان ہے۔ اور قرآن مجید میں توحید باری تعالیٰ کے بعد سب سے زیادہ اسی کا بیان ہوا ہے۔ نیز یہ کہ اس کا انکشاف بھی بہائی پیشواؤں نے کیا۔ باقی سب تفاسیر قریباً اس کے خلاف ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۱ ص ۱۱۔۱۲)

مرزائیت سے توبہ

میں کچھ دنوں سے مرزائی ہو گیا تھا مگر مولوی محمد یعقوب صاحب مبلغ اسلام کے سمجھانے سے مرزا صاحب قادیانی کو ان کے دعووں میں سچا نہ جان کر تائب ہوتا ہوں۔ مستری فضل الدین۔ فجو پورہ متصل دھاریوال۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۱ ص ۱۴)

مرزا کے آخری فیصلہ پر سیال کا سیلان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ مرزا صاحب کا آخری فیصلہ کیا چیز ہے۔حق تو یہ ہے کہ آپ کا آخری فیصلہ قادیانی جدال کے لئے واقعی آخری فیصلہ ہے۔جس طرح عربی میں ایک کہاوت مشہور ہے آخر الحیل سیف (آخری تدبیر تلوار ہے) مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آ کر چیختے چلاتے ہوئے ایک مضمون شائع کیا تھا جس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

> مولوی ثناء اللہ نے ہم کو بہت تنگ کر رکھا ہے۔ وہ ہمارے بنائے ہوئے قلعے کو گرانا چاہتا ہے اس لئے ہم دعا کرتے ہیں کہ اے خدا ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مرجائے۔

کوئی وقت ایسا بھی ہوتا ہے کہ آدمی کے منہ سے نکلی ہوئی بات فوراً قبول ہوجاتی ہے۔چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ دعا قبول ہوگئی جسے دنیا نے دیکھ لیا۔

آخر آپ ایک اچھے آدمی تھے اور کسی مرتبہ پر پہنچے ہوئے تھے۔خدا نے منہ مانگی چیز دے دی۔اس پر اعتراض کیا؟

چاہیے تو یہ تھا کہ قادیانی اور لاہوری جماعتوں کے مرزائی افراد مرزا صاحب قادیانی کی موت کو اس دعا کا مصداق قرار دے کر جھگڑا چکا دیتے ،مگر وہ خواہ مخواہ پسے ہوئے کو پیس رہے ہیں اور پانی بلو رہے ہیں جس پر ہمیں بھی کچھ کہنا پڑتا ہے اسی لئے ہمارے ہی مخلص دوست مولوی ظفر علی خان جیسے ادیب بظاہر ہمیں پر عتاب کا اظہار کرتے ہوئے کہتے ہیں

خدا شرمائے اس ظالم ثناء اللہ کو جس نے
نہ چھوڑا قبر میں بھی قادیانیت کے بانی کو

باوجودیکہ آخری فیصلہ صحیح معنوں میں آخری فیصلہ ہے، تاہم جن لوگوں کے

دلوں میں جحود و استکبار بھرا ہوا ہے، وہ انکار ہی کئے جاتے ہیں۔ ان متکبر منکرین میں سے ایک صاحب چوہدری فتح محمد سیال قادیانی بھی ہیں، جنہوں نے لا نسلّم کہتے ہوئے اس مضمون پر کئی بار قلم اٹھایا، اور مدلل جواب پا کر بھی ان کی تسلی نہ ہوئی، اور متواتر مزید تقاضا کرتے رہے۔ چنانچہ اخبار الفضل قادیان کی فروری و مارچ ۱۹۴۱ء کی اشاعتوں میں ان کی طرف سے کئی ایک نوٹ شائع ہوئے ہیں۔ ان سب کا خلاصہ بقول: مرغ کی ایک ہی ٹانگ، یہ ہے کہ:

> آخری فیصلہ والی دعا دراصل اس مباہلہ کی زنجیر کی ایک کڑی ہے جو ۱۸۹۶ء میں بصورت کتاب انجام آتھم شائع ہوا تھا جس میں مرزا صاحب نے علمائے اسلام کو عموماً اور مولوی ثناء اللہ کو خصوصاً دعوت مباہلہ دی تھی چونکہ یہ دعا اسی مباہلہ کی کڑی تھی اور واقعہ یہ ہے کہ مباہلہ منعقد ہی نہیں ہوا، اس لئے یہ اشتہار بھی قابل استناد نہ رہا۔

اس کے جواب میں بارہا کہا گیا کہ یہ اشتہار اس سلسلہ کی کڑی نہیں بلکہ ایک الگ مستقل مضمون ہے۔

سیال صاحب کی خیانت:

آپ نے اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء اور اخبار بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے حوالوں سے ثابت کرنا چاہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اشتہار آخری فیصلہ مباہلہ سے تعلق رکھتا ہے۔ یہ پڑھ کر ہمیں سخت افسوس ہوا اور اسی افسوس میں ہمیں ایک گذشتہ واقعہ یاد آ گیا جس کی تفصیل یہ ہے۔

مدینہ منورہ میں ایک شریف قوم رہتی تھی جس نے دربار رسالت میں توراۃ پڑھتے ہوئے اصل حوالے کو ہاتھ سے چھپا کر ادھر ادھر کی عبارت پڑھ دی تھی۔ حضرت عبداللہؓ بن سلام نے ان کا ہاتھ اٹھوا کر کہا کہ، یہاں سے پڑھو۔ یہ سنتے ہی اس شریف قوم پر منوں برف پڑ گئی، اور مارے ندامت کے سر نہ اٹھا سکے۔

ہمارے علم میں اس واقعہ کی نظیر اسلامی تاریخ میں نہیں ملتی۔ ہاں قادیانی مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) اور ان کے حواریوں نے اس کی نظیر پیدا کر دی جس کے

لئے ہم ان کے شکر گذار ہیں۔

ناظرین! ہاتھ رکھ کر پوشیدہ کی ہوئی عبارت ہم اخبار الحکم قادیان اور اخبار بدر قادیان کے حوالوں سے پیش کرتے ہیں۔غور سے سنئیے

میرا مضمون متعلقہ درخواست فیصلہ نقل کر کے اخبار الحکم اور اخبار بدر نے جواب میں لکھا کہ:

اس مضمون کے جواب میں، میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو بشارت دیتا ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے ان کے اس چیلنج کو قبول کرلیا ہے۔ وہ بے شک قسم کھا کر بیان کریں کہ یہ شخص اپنے دعوے میں جھوٹا ہے اور بے شک یہ بات کہیں کہ اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو

لعنة الله على الكا ذبين

اور اس کے علاوہ اس کو اختیار ہے اپنے جھوٹا ہونے کی صورت میں ہلاکت وغیرہ کے جو عذاب اپنے لئے چاہے خدا سے مانگے۔لیکن خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے، اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دل آزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چندروز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جاوے۔

(اخبار الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء۔اخبار بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ عبارت ہے جس کو چودھری فتح محمد صاحب نے اس شریف قوم کی طرح چھپایا ہے جس کی شان میں آیا ہے تبدو نها و تخفو ن كثيراً (تم لوگ توراۃ کا کچھ حصہ ظاہر کرتے ہو اور بہت سا چھپاتے ہو(الانعام:۹۱) چونکہ یہ عبارت بآواز بلند پکار رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے (بزعم خود) میری دعوت مباہلہ کو کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے پیچھے ڈال دیا (بہت اچھا!) کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اور دعائے آخری فیصلہ کے اشتہار پر تاریخ ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء مرقوم ہے جو ۱۷۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں شائع ہوا، یعنی حقیقۃ الوحی کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے۔

اگر آخری فیصلے والا اشتہار اس مباہلے سے تعلق رکھتا، تو نہایت ضروری تھا کہ یہ اشتہار کہیں جون جولائی ۱۹۰۷ء میں جاکر شائع ہوتا کیونکہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۵ مئی کو شائع ہونے والی کتاب میرے پاس بھیج دیتے، اور میں اس کو سمجھ کر پڑھ لیتا تو کم سے کم ایک مہینہ لگ جاتا۔ اس کے بعد دیکھا جاتا مباہلہ ہوتا یا نہ ہوتا۔ مگر جو واقعہ ۱۵ مئی کے بعد کسی تاریخ کو ہونا تھا اس کے متعلق کہا جاتا ہے کہ وہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو وقوع میں آ گیا۔

قادیانی ممبرو! کیا قادیان کے نئے کیلنڈر میں اپریل کا مہینہ مئی کے بعد لکھا ہے؟۔ اگر بہر حال پہلے ہی ہے، تو ایسا دھوکہ کیوں دیا جاتا ہے۔

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

ہاں اس میں شک نہیں کہ الحکم مذکور میں ایک اور تجویز بھی لکھی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ چاہے تو حقیقۃ الوحی چھپنے سے پہلے قادیان میں آکر مرزا غلام احمد صاحب سے مباہلہ کر لے۔ چودھری فتح محمد صاحب اپنی خوش فہمی سے اس عبارت کو پہلی عبارت کا گویا ناسخ قرار دیتے ہیں، حالانکہ دونوں عبارتوں کو پڑھنے سے دو فعل الگ الگ ثابت ہوتی ہیں، ایک فعل مرزا قادیانی کا، دوسرا میرا اپنا۔

مرزا صاحب قادیانی کا فعل یہ تھا کہ ان کی طرف سے میرے ساتھ جو مباہلہ ہونے والا تھا، اس سے پہلے ہرگز نہیں ہوسکتا تھا۔ نہ اس کے لئے قادیان میں ہونا شرط تھا۔، میرا فعل یہ تھا کہ میں اگر چاہتا تو حقیقۃ الوحی کے شائع ہونے سے پہلے ہی قادیان میں جاکر مباہلہ کر لیتا۔ لیکن قادیان میں پہنچ کر مباہلہ کرنا مجھ پر واجب نہ تھا بلکہ میرا اختیاری فعل تھا۔ نیز میں جنوری ۱۹۰۳ء میں مرزا صاحب قادیانی کی دعوت پر قادیان میں پہنچ کر مرزا صاحب قادیانی کے حیلے بہانے دیکھ چکا تھا، اس لئے میں نے قادیان میں جانا ایک عبث کام سمجھ کر پہلی صورت کو اختیار کیا یعنی حقیقۃ الوحی کی اشاعت کا انتظار کرنا ضروری سمجھا۔ لیکن جب میں نے دیکھا کہ حقیقۃ الوحی شائع ہونے کے باوجود میرے پاس نہیں پہنچی، تو میں نے بذریعہ خط کتاب کا تقاضا کیا جس کا جواب آیا کہ اب تمہیں کتاب بھیجنے کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ خدا نے تمہیں اس دعا

کے ذریعہ سے پکڑ لیا ہے جو بصورت آخری فیصلہ شائع ہو چکی ہے (بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء)

بس اب مطلع صاف ہے کہ: دعا آخری فیصلہ ایک مستقل مضمون ہے اور سابقہ دعوت مباہلہ کے سلسلہ کے ساتھ اس کا تعلق نہیں ہے۔

قادیانی اور لاہوری جماعتوں کا باہمی اختلاف خواہ کتنا ہی ہو لیکن اس فن (اخفائے حق) میں دونوں گروہ اس شریف قوم کے مشابہ ہیں جو (عہد رسالت میں) مدینہ منورہ کے ارد گرد رہتی تھی۔

مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور نے اس موضوع پر ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام آیت اللہ ہے۔ اس میں آپ نے سارا زور اس بات پر صرف کیا ہے کہ دعائے آخری فیصلہ سلسلہ مباہلہ سے تعلق رکھتی ہے مگر وہ بھی ہماری پیش کردہ عبارت کو کھا گئے جس پر سارا مدار کار ہے جس طرح چودھری فتح محمد سیال صاحب اصل مقام سے اسکو چھوڑ گئے ہیں۔

بڑے صاحب کی خیانت:

اب ہم یہ دکھاتے ہیں کہ یہ دونوں صاحب جن حضرت کے پیرو ہیں وہ خود (یعنی مرزا غلام احمد قادیانی) بھی ایسا ہی کیا کرتے تھے ناظرین توجہ سے سنیں۔ اگر اتباع مرزا ان کو ملیں تو ان سے مندرجہ ذیل واقعہ کا جواب طلب کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب، حمامۃ البشری میں لکھتے ہیں:

و العجب کل العجب انهم یز یدو ن لفظ السماء من عند هم و لا تجد ا ثراً منه فی حد یث (ص ۱۸) (یعنی تعجب ہے کہ مسلم علماء نزول مسیح کے متعلق آسمان کا لفظ اپنے پاس سے بڑھا دیتے ہیں حالانکہ کسی حدیث میں اس کا ثبوت نہیں ملتا)

پھر آگے چل کر آپ نے حدیث نزول مسیح لکھی ہے جس میں الفاظ نبوی یوں نقل کئے ہیں:

ینزل اخی عیسی ابن مریم علی جبل اخیق (ص۸۸.۸۹)

حالانکہ جس کتاب (کنز العمال) سے یہ حدیث نقل کی ہے اس میں اس حدیث کے الفاظ یوں ہیں

ینزل اخی عیسی ابن مریم من السّماء علی جبل اخیق

(عیسیٰ بن مریم آسمان سے اتریں گے)

اللہ اللہ! کس قدر دلیری ہے کہ مونچھوں پرتاؤ دے کر دن دہاڑے علمی ڈاکہ ڈالا جاتا ہے۔جس جماعت کا نبی، مسیح موعود، اور مجدد وقت نقل روایت میں خائن ہو اس جماعت کے افراد اور اکابر کیوں ایسے نہ ہوں۔

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں

رو بسوئے خانۂ خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۲ ص ۵۔۶)

<u>مرزائیوں سے مناظرہ</u>

میانہ پورہ شہر سیالکوٹ میں ۲۳ فروری ۱۹۴۱ء کو اہل اسلام اور مرزائیوں کے مابین مسئلہ حیات مسیح پر ایک مناظرہ ہو۔اہل اسلام کی طرف سے حافظ محمد شریف اور مرزائیوں کی طرف سے ملک عبدالرحمٰن خادم مناظر تھے۔مناظرہ تین گھنٹے جاری رہا۔حافظ صاحب نے آیات قرآن احادیث نبویہ اور مرزا کے اور حکیم نورردین کے اقوال سے حیات مسیح کا ثبوت دیا مگر خادم صاحب نے جواب تو وہی دیا جو وہ پہلے دیا کرتے ہیں۔پبلک پر واضح ہوگیا کہ حضرت عیسی آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب کی تاویلات بالکل غلط ہیں۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۲ ص ۱۴)

مناظرہ فجو پورہ

منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری بتاتے ہیں کہ فجو پورہ متصل دھاریوال ضلع گورداسپور میں ۲ مارچ ۱۹۴۱ء کو ایک اسلامی جلسہ ہوا۔ جس میں شور وغل ڈالنے کے لئے قادیان اور موضع اٹھوال سے بہت سے لٹھ بند مرزائی بھی شامل ہوئے اور مناظرے کا چیلنج دیا۔ اہل اسلام نے ان کے چیلنج کو منظور کر کے صدق و کذب مرزا پر مناظرہ مقرر کیا۔ چنانچہ سوا تین بجے سے سوا چھ بجے دن تک مناظرہ ہوا۔

اہل اسلام کی طرف سے خاکسار (منشی محمد عبداللہ معمار) اور مرزائیوں کی طرف سے مولوی اللہ دتہ جالندھری مناظر ہوئے۔

مرزائیوں کی طرف سے حسب عادت بہت سی بے تعلق باتیں پیش ہوئیں جن کا مفصل مدلل جواب دیتے ہوئے مسلمانوں کی طرف سے نکاح محمدی بیگم، پیش گوئی متعلقہ عبداللہ آتھم، پیش گوئی متعلقہ ڈاکٹر عبدالحکیم، آخری فیصلہ نیز بہت سے کذبات مرزا پیش کئے گئے۔ جن کا کوئی صحیح جواب ان سے بن نہ پڑا۔

خاص بات جو قابل ذکر ہے وہ یہ کہ پیش گوئی محمدی بیگم کے ذکر میں مولوی اللہ دتہ صاحب نے کہا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری والد محمدی بیگم کے مرنے سے پیش گوئی کا ایک حصہ پورا ہو گیا۔

اس کے جواب میں بتایا گیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت کی میعاد تین سال تھی اور اس کا ذکر پیش گوئی میں دوسرے نمبر پر تھا اور مرزا سلطان محمد (ناکح محمدی بیگم) کا ذکر پہلے اور میعاد اڑھائی سال بتائی گئی تھی جو دال ہے کہ پہلے سلطان محمد فوت ہو گا۔ اس کے بعد مرزا احمد بیگ مرے گا۔

مرزائی مولوی صاحب نے کہا کہ احمد بیگ کی موت کے لئے تین سال کی قید یوں ہی تھی۔ مرزا صاحب نے صاف لکھا تھا کہ مو تك قريب (تیری موت قریب ہے)۔ یہ عبارت آئینہ کمالات اسلام (مصنفہ مرزا قادیانی) سے پڑھ کر سنائی۔

خاکسار (منشی عبداللہ معمار) نے کہا کہ یہ کتاب احمد بیگ کی وفات (جو ستمبر ۱۸۹۲ء میں ہوئی۔ دیکھو آئینہ کمالات اسلام۔حاشیہ۔ص ۲۸۶) کے بعد ۱۸۹۳ء میں تصنیف ہوئی (ملاحظہ ہو ٹائیٹل پیج اول کتاب مذکور) پس یہ الفاظ موت قریب مرزا غلام احمد صاحب نے بطور افتراء بعد میں لکھ کر پبلک کو دھوکہ دیا ہے۔ اگر مرزائی اصحاب مرزا احمد بیگ کے متعلق اس کی موت سے قبل کسی پیش گوئی میں یہ الفاظ شائع شدہ دکھا دیں تو بعد فیصلہ ثالث مبلغ دس روپئہ انعام دوں گا۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے بڑی تحدی سے کتاب تبلیغ رسالت (مجموعہ اشتہارات مرزا صاحب) سے یہ الفاظ دکھانے کا ادعا اور بصورت دیگر مرزا غلام احمد صاحب کو غیر صادق ماننے پر آمادگی کا اعلان کیا۔

جس پر میں (عبداللہ معمار) نے خدا کی قسم کھا کر کہا کہ یہ مرزا صاحب کا قطعاً افتراء ہے۔ میں دس کیا، پچاس روپئے انعام دینے کو تیار ہوں۔ آپ ابھی تبلیغ رسالت نکال کر دکھائیں ورنہ کذب مرزا کا اقرار کریں۔

مولوی اللہ دتا صاحب نے کہا کہ کتاب اس وقت نہیں ہے۔ ہم ایک ہفتہ تک دکھا دیں گے۔

میں (عبداللہ معمار) نے کہا کہ یہ ٹال مٹول میں نہیں ماننے کا۔ قادیان یہاں سے دور نہیں (صرف چند میل کے فاصلہ پر ہے)۔ آپ آدمی بھیج کر کتاب مذکور منگوالیں اور کل اسی میدان میں ایک شخص غیر جانبدار کو ثالث مقرر کر کے اس معاملہ پر ایک گھنٹہ مناظرہ کریں۔ پھر ثالث جو فیصلہ دے فریقین کو منظور ہوگا۔

فریق ثانی نے کہا کہ آپ اس انعامی چیلنج کو لکھ کر دیویں ہمیں منظور ہے۔

میں نے اسی وقت اپنا انعامی وعدہ لکھ دیا۔

اتنے میں وقت مناظرہ ختم ہوگیا۔

بعد مناظرہ میں نے کہا کہ لیجئے یہ میرا چیلنج اور اس کے مقابل آپ بھی تحریر کر دیں کہ اگر ہم زیر بحث الفاظ جو مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت قریب ہونے پر اس کی زندگی میں شائع کئے گئے ہوں نہ دکھا سکیں تو حسب فیصلہ ثالث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو کاذب تسلیم کریں گے۔

افسوس مرزائی مولوی صاحب باوجود گھنٹہ بھر کے اصرار وتکرار کے اس پر آمادہ نہ ہوئے۔جس سے پبلک پر واضح ہوگیا کہ مرزائی یقیناً جھوٹے ہیں۔

ہم اس وقت بھی اپنے چیلنج پر قائم ہیں۔اگر اب بھی جبکہ مرزائی دوست تبلیغ رسالت وغیرہ ملاحظہ کر چکے ہوں گے کچھ دیانتداری کا مادہ رکھتے ہیں تو اپنے وعدہ کو پورا کرنے کے لئے ثالث کا تقرر کر کے اسی فجو پورہ میں تاریخ مقرر فرما کر آ جائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۲ ص ۷)

اہلحدیث کا ایک مطالبہ اور قادیان سے اسکا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امسال قادیان کے سالانہ جلسہ کے موقع پر دفتر اہل حدیث امرتسر کی طرف سے ایک اشتہار تقسیم کرایا گیا تھا جو بعد میں اہل حدیث مورخہ ۳ جنوری ۱۹۴۱ء میں بھی شائع ہوا تھا۔قادیانی مباحث کے لئے یہ اشتہار فیصلہ کن تھا۔اس کی مثال بالکل یہ ہے کہ مدعی اپنے بیان میں عدالت اور مدعا علیہ کے سامنے کہتا ہے کہ میری رقم کا حساب اگر مدعا علیہ کے روز نامچہ میں نہیں ہے،تو میں بھی جھوٹا اور میرا دعوی بھی جھوٹا۔ مدعا علیہ اس بیان سے اتفاق کر کے اپنا روز نامچہ عدالت کے سامنے رکھ دیتا ہے اور عدالت سے کہتا ہے کہ مدعی کا حساب میرے روز نامچہ کے جس صفحے پر مرقوم ہے مدعی وہ صفحہ نکال کر دکھاوے۔اس کے جواب میں مدعی کا جو فرض منصبی ہونا چاہیے وہ بالکل واضح ہے کہ مدعی مدعا علیہ کے روز نامچہ میں اپنا حساب دکھا دے ورنہ اپنا دعوی واپس لے۔اگر مدعی ادھر ادھر کی باتیں کر کے جھگڑے کو ناحق طول دے گا تو ذلیل ہوگا۔

ہم نے اپنے اشتہار میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک عبارت تحفہ الندوہ سے پیش کی تھی جس میں مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا تھا کہ:

قرآن نے اگر میرا نام ابن مریم نہیں رکھا تو میں جھوٹا (تحفہ ندوہ۔ص ۵)

اس کے جواب میں الفضل قادیان میں ایک وکیل صاحب کا مضمون شائع ہوا جن کا نام یوں مرقوم ہے۔ محمد عبدالمجید ایڈوکیٹ ہائی کورٹ پنجاب

آپ نے اس جواب میں عجیب وغریب رنگ دکھائے ہیں۔ اور حقیقت یہ ہے کہ قابل وکیل ہی ایسا کیا کرتے ہیں۔ جس کی مثال یہ ہے کہ حاکم مدعی سے اس کے دعوی کا ثبوت طلب کرتا ہے کہ بتاؤ تم نے یہ رقم مدعی کو کب دی اور اس کا کیا ثبوت ہے؟

مدعی کا قابل وکیل اٹھ کر دھواں دھار تقریر شروع کر دیتا ہے کہ حضور! میرا موکل بڑا ساہوکار ہے لاکھوں کی تجارت کرتا ہے بمبئی اور کلکتے میں اس کی کئی ایک کوٹھیاں ہیں اس کا باپ بڑا مشہور تاجر تھا اس کا دادا کوٹھی دار تھا اس کے گھر میں پچاس نوکر ہیں اور دس موٹر کاریں ہیں۔

یہ باتیں سن کر حاکم کہتا ہے کہ ان باتوں کو اصل واقع سے کوئی تعلق نہیں، قرضے کا ثبوت پیش کرو۔

قابل وکیل کہتا ہے ہاں حضور سنیئے! میں عرض کرتا ہوں۔ حقیقت یہ ہے کہ میرے موکل کے دعوت کا ثبوت ان معنی میں نہیں ہے جو بظاہر عرضی دعوے سے مفہوم ہوتے ہیں۔

ناظرین! بتایئے کہ حاکم ایسی صورت میں کیا فیصلہ دے گا۔

خطرہ ہے کہ آپ لوگ ہماری مثال کو مضحکہ خیز اور بناوٹی سمجھیں گے اس لئے ہم وکیل صاحب کے اصل الفاظ پیش کر کے ناظرین سے اپنی مثال کی تصدیق چاہتے ہیں۔ وکیل صاحب لکھتے ہیں:

> جناب مولوی صاحب عام مسلمانوں کو ایک نہایت نازک پوزیشن میں رکھ رہے ہیں اور اس مطالبہ اور اس کے نتائج سے ایک بڑی ذمہ داری اپنے سر لے رہے ہیں کیونکہ معیار صداقت کے لئے جناب مولوی صاحب کا حربہ ایک فضول اور بے ہودہ مطالبہ ہے اور سمجھ دار پبلک کو ہنسی کا موقع مل رہا ہے۔ نہ خود جناب مرزا صاحب کا منشاء ایسا تھا جس پر اعتراض ہو رہا ہے اور نہ کوئی سمجھ دار مسلمان ایسا تسلیم کرنے کو تیار ہے کیونکہ یہ امر عامہ پبلک کے سامنے ایک سے زیادہ مرتبہ آچکا ہے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی کا دعوی ابن مریم ہونے کا کیا ہے اور کس رنگ میں ہے۔ خود جناب مولوی صاحب

اپنے دل میں اچھی طرح جانتے ہیں اور دیگر جوان سے بخوبی آگاہ ہو چکے ہیں مغالطہ دہی ذرا مشکل سے جناب مرزا صاحب نے اس مسئلہ پر تقریری اور تحریری بے شمار رنگوں میں روشنی ڈالی ہے جس کا اعادہ یہاں ضروری نہیں ہے بھلا ایک ایسے امر کے جس کی وضاحت اور تشریح ایک سے زیادہ مرتبہ ہو چکی ہو، اور خود جناب مرزا صاحب اس کے متعلق متعدد بار تحریر کر چکے ہوں ان کے منشاء اور مطلب کے خلاف معنی لے کر ایسا اعتراض کرنا اور اس کو معیار صداقت جماعت احمدیہ قرار دینا ایک بچوں کی سی بات نہیں تو اور کیا ہے۔ جناب مولوی صاحب سے ایسے امور کی نہ تو امید ہے اور نہ ان کے شایان شان ہے اور نہ ہی عام مسلمان انہیں ایسی اجازت دے سکتے ہیں ایسے بے وزن اور غیر معقول مطالبات سے جناب مولوی صاحب اپنے دیگر مطالبات کو بھی بے وقعت کر کے جماعت احمدیہ کے ہاتھ مضبوط کر رہے ہیں...

بہر حال میں اپنے یقین کو دہراتا ہوں کہ جناب مولوی صاحب اپنے اس اعتراض میں اور اسے معیار صداقت و دعاوی جناب مرزا صاحب قرار دینے میں محض چھیڑ خانی سے کام لے رہے ہیں جو ان کی شان کے مناسب نہیں ہے۔ کیونکہ اعتراض تو فی نفسہ بالکل بودا اور بے جان ہے اور مطالبہ محض شائیلوک کا سیر بھر گوشت کا مطالبہ ہے۔ اور اگر جناب مولوی صاحب سچ مچ اپنے ایمانیہ رنگ میں اس اعتراض کو متانت اور سنجیدگی سے پیش کر رہے ہیں تو پھر ان کا طرز استدلال اور رنگ اعتراض نہایت ہی گھٹیا درجہ کا ہے اور ان کی روش مباحثہ اور طریق مناظرہ بالکل وہی ہے جو کسی وقت (اب سے دور) امرتسر میں آریہ سماج کے آتمارامی جلسوں میں اختیار کیا جاتا تھا۔ اور غرض جس کی محض حاضرین میں ہاہو پیدا کرنے کی ہوا کرتی تھی۔ (الفضل قادیان ۱۵ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۵)

ناظرین! یہاں تک تو آپ نے دیکھ کہ بالکل وہی مثال ہے جس کو عدالت نے بے کار قرار دیا تھا اب اور آگے سنیئے! وکیل کے ملفوظات کا دوسرا حصہ یہ ہے:

مسلمانوں کا وہ گروہ جو حضرت عیسی کی دوبارہ آمد کا منتظر ہی نہیں ہے وہ تو اس تنازعہ سے پاک ہے۔ وہ اگر جناب مرزا صاحب کی صداقت کا قائل ہوگا تو اس دعوی کو محض اک استعارہ سمجھے گا۔ پھر وہ گروہ جو حضرت عیسی کی دوبارہ آمد کا منتظر ہے۔ اس میں بعض تو انہیں فوت شدہ سمجھتے ہیں، ان کے لئے تو آنے والا موعود نسبتاً ہی ابن مریم ہوسکتا ہے۔ اور مثیل ہونا ہی وجود مریم کی طرف توجہ دلاسکتا ہے۔ اور یہی احمدیوں کا عقیدہ ہے۔ اور وہ لوگ جو ابھی تک سچ مچ حضرت عیسی کو زندہ بجسد عنصری ویسے کا ویسا تمام فضاء کائنات کل اور موجودات اتم میں سمایا ہوا یقین رکھتے ہیں اور پھر ایک نقطہ پر سمٹ سمٹا کر منارہ دمشق پر ان کے نزول کا ایمان رکھتے ہیں ان کے لئے البتہ یہ اعتراض کچھ حقیقت رکھتا ہے لیکن افسوس یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب ایسا اعتقاد نہیں رکھتے۔ ان کے نزدیک ابن مریم، موعود چودھویں صدی ہجری کا مصلح اور خلیفہ ہے اور چند ایک نسبتوں اور خصوصیتوں کی وجہ سے وہ ابن مریم کہلاتا ہے۔

جناب مولوی صاحب! ذرا سنیئے تو! جو صاحب مرزا صاحب کو موعود زمانہ اور موعود مسیح تسلیم کرے گا اور انہیں خلیفۃ الرسول (فداہ ابی وامی وروحی) مانے گا اور پھر سلسلہ موسوی اور سلسلہ محمدی کی مماثلت پر از روئے قرآن شریف ایمان رکھے گا تو وہ از روئے قرآن شریف انہیں مماثلتی سلسلہ میں ابن مریم بھی کہہ لے گا۔ اور مدعی کا ایسا دعوی از روئے قرآن شریف لازماً درست بھی ہوگا کیونکہ مسیح موعود خلیفۃ الرسول ہوکر ہی اس نے اپنا نام قرآن شریف میں ہونا بیان کیا ہے۔ بھلا مریم میں پھونکی ہوئی روح مجسم ہوکر متمثلاً ابن مریم نہ ہوگی۔ تو آپ ہی بتلائیں کہ اس کا کیا نام ہوگا۔ یہ حقیقت بیان کردہ قرآن شریف ہے۔ لاکھ ہیرا پھیری کریں انکار کی گنجائش محض فریبانہ ہوگی اور جو شخص ان کو مسیح موعود زمانہ ہی نہ مانے گا، اس کے لئے آپ کا یہ سن گورکھ دھندا ایک بکھیڑا ہی ہوگا۔ دیکھئے خلفاء کا ہونا امت موسی میں ابن مریم کا ہونا، موسوی اور محمدی سلسلوں سلسلہ کا مشابہت تامہ

ہونا ،بطن مریم سے ابن مریم کا ظہور میں آنا ۔ یہ سب قرآنی صداقتیں ہیں اور اگر جناب مرزا صاحب کا مسیح موعود ، موعود زمانہ ، خلیفۃ الرسول ہونا درست ہے تو یقیناً اور حتماً ان کا نام ابن مریم قرآنی حقیقت ہے اور اس سے انکار غلط اور صد بار غلط ہے ۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں : اس عبارت میں ہوشیار وکیل نے اشارۃً ہم کو اطلاع دی ہے کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے دعوی کو غلط سمجھیں کیونکہ اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ جو شخص مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود مانتا ہوگا وہ ان کا یہ دعوی بھی مان لے گا ۔ اور جو نہیں مانتا وہ اسے بھی تسلیم نہیں کرے گا۔

ہم چونکہ مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود اور مثیل مسیح نہیں مانتے ، اس لئے ہم اگر ان کا نام ابن مریم قرآن میں نہ پائیں ، تو ہم حق بجانب ہیں ۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ وکیل صاحب نے کمال ایمان داری سے مدعی کے دعوی کو بے ثبوت کہہ دیا ہے ۔ یہ مقولہ نقل کرنے سے پہلے ہم یہ بتا دینا ضروری سمجھتے ہیں کہ ہماری حیثیت منکر کی ہے اور مرزا صاحب نے منکرین ہی سے تسلیم کرانے کیلئے یہ دعوی کیا تھا کہ قرآن میں میرا نام ابن مریم ہے اگر نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا ۔ بس ہماری حیثیت اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا منصب ملحوظ رکھ کر وکیل صاحب کی مندرجہ ذیل تحریر ملاحظہ فرمایئے ۔ آپ لکھتے ہیں :

> یہ تو جناب مولوی صاحب جانتے ہیں کہ جناب مرزا صاحب نے قرآن شریف ضرور پڑھا ہوگا اور ہر ایک مسلمان جس نے قرآن شریف پڑھا ہے خوب جانتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا م لیکن (غالباً اصل لفظ ،لیکن، نہیں لے کر ، ہے ۔ ثناء اللہ) ابن مریم کہیں درج نہیں ہے اور نہ ہی ایسا کہہ کر اور لکھ کر جناب مرزا صاحب کسی کو یقین دلا سکتے تھے اور اپنی سچائی پر ایسی دلیل لا سکتے تھے ۔ (الفضل قادیان ۱۵ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۵)

ناظرین! اس آخری اقتباس کو ملاحظہ کر کے فیصلہ کیجئے کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنے مخالفوں کے سامنے ایسی دلیل پیش کرتے ہیں جو بقول وکیل صاحب ان کے سامنے پیش کرنے کے قابل نہیں ہے ۔ جن لوگوں نے عمر بھر میں ایک

مرتبہ بھی قرآن کو باترجمہ پڑھا ہوگا وہ ہمارے دعویٰ کی تصدیق کر سکتے ہیں کہ قرآن شریف جہاں کہیں مخالفوں سے خطاب کرتا ہے تو نہایت پختہ دلیل سے کرتا ہے۔ مثلاً مشرکوں سے خطاب ہے تو زبردست دلیل سے، اگر مسیحیوں سے خطاب ہے تو برہان قاطعہ سے۔ لیکن قادیان کے مسیح موعود جو سلطان القلم کہلاتے ہیں ایسے اوچھے ہتھیاروں سے مقابلہ کرتے ہیں جن کی شان میں یہ کہنا بالکل بجا ہے

تیغ تو اوچھی پڑی تھی گر پڑے ہم آپ ہی
دل کے قاتل کو بڑھا نا کوئی ہم سے سیکھ جائے

ناظرین کرام! قادیانی نے مباحث نے جتنا طول کھینچا ہے آپ لوگوں سے مخفی نہیں۔ ہر ایک متلاشی حق ان طویل مباحث کو پڑھ کر ملول و مایوس ہو جاتا ہے اس لئے ہم ہمیشہ اسی فکر میں رہتے ہیں کہ مختصر لفظوں میں اصل مطلب کی بات پیش کر کے جھگڑے کو نپٹا دیں۔ استاد غالب مرحوم بھی ہمیں یہی مشورہ دیتے ہوئے کہتے ہیں۔

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۱۳ ص ۵۔۷)

قادیانی توحید

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ مارچ ۱۹۴۱ء میں ایک مفصل مضمون شائع ہوا تھا جس میں کئی فرقوں کے خیالات متعلقہ توحید بتائے گئے تھے۔ ان میں فرقہ قادیانیہ کے بانی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک شعر نقل کیا گیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

اس شعر کی تشریح اس کے صریح الفاظ کے ماتحت ہم نے یوں کی تھی کہ:

بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ نے ایسی ترقی کی کہ آپ کے اسم مبارک احمد سے میم اٹھ گئی اور باقی لفظ احد رہ گیا یعنی آیت قل هو الله احد آپ پر صادق آ گئی۔

اخبار الفضل نے ایک افتتاحیہ اس کے جواب میں لکھا ہے جسے پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے آخری فیصلہ والے اشتہار میں میرے مواخذات سے تنگ آ کر جو شور و فغاں بلند کیا اس میں آپ حق بجانب تھے جب کہ مرزا صاحب قادیانی جیسے ذی شان بزرگ اہل حدیث کے مواخذات سے چیخ اٹھے تو ان کے اتباع کو جواب دینے کی کیا سکت ہو سکتی ہے۔ اس لئے وہ جب کبھی جواب دینے کو قلم اٹھاتے ہیں تو ان کی مثال اس مکھی کی ہوتی ہے جو شہد سے نکلنے کی کوشش کرتی ہوئی اسی میں پھنس کر مزید مشکلات میں مبتلا ہو جاتی ہے۔

ناظرین ہمارا یہ دعوی مبالغہ پر مبنی نہ سمجھیں ہم اسی مضمون سے اپنے دعوے کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ فاضل اڈیٹر الفضل قادیان نے مرزا غلام احمد صاحب کی اشاعت توحید کا ذکر یوں شروع کیا ہے کہ:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے شرک سے یہاں تک اجتناب سکھایا اور توحید الہی پر اتنا زور دیا کہ حیات مسیح بجسد عنصری کے عقیدہ کو بھی مفضی الی الشرك قرار دیا اور اس کے لئے دلائل قاطعہ اور براہین ساطعہ اس قدر تلقین فرمائیں کہ اب اہل حدیث کے نام نہاد سردار (ابوالوفا) بھی اس موضوع پر گفتگو کرنے سے گھبراتے ہیں، اور صاف انکار کرتے ہوئے یہ مسئلہ حل شدہ قرار دیتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۱)

لاریب! مسئلہ حیات مسیح اس روز سے فیصل شدہ ہے جس روز ریاست رام پور میں بموجودگی علمائے ذی شان اس خاکسار اور زبدۃ الاخوان قادیان کے مابین ۱۹۰۹ء میں نواب محمد حامد علی خان صاحب کے روبرو مباحثہ ہو کر اس حد تک پہنچ گیا تھا کہ نواب صاحب موصوف نے فیصلے کا سرٹیفکیٹ ان الفاظ میں رقم فرمایا تھا:

رام پور میں قادیانی صاحبوں سے مناظرہ کے وقت مولوی ابوالوفا ثناء اللہ صاحب کی گفتگو ہم نے سنی۔مولوی صاحب نہایت فصیح البیان ہیں اور بڑی خوبی یہ ہے کہ برجستہ کلام کرتے ہیں۔انہوں نے اپنی تقریر میں جس امر کی تمہید باندھی اسے بدلائل ثابت کیا۔ہم ان کے بیان سے محظوظ ومسرور ہوئے۔ محمد حامد علی خان۔

ہم اس روز سے اس مسئلہ کو فیصل شدہ سمجھتے ہیں۔یہ سرٹیفکیٹ گویا ہائی کورٹ کا فیصلہ ہے۔ہاں آپ کا عقیدہ حیات مسیح کو شرک قرار دے کر دیگر فرقوں کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے تردیدی مضامین کو اشاعت تو حید قرار دینا لکھی کی مذکورہ مثال کو صحیح ثابت کرنا ہے اس کی تفصیل یہ ہے:

براہین احمدیہ کے زمانہ میں بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی الہام اور مجددیت کے مدعی تھے بلکہ مثیل مسیح بھی کہلاتے تھے اسی لئے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ پر مرزا صاحب قادیانی کی قلم سے حیات مسیح کا ثبوت ملتا ہے۔پھر کیا بقول الفضل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس وقت مشرک تھے؟ باوجود مجدد ملہم اور مثیل مسیح ہونے کے وفات مسیح کے دلائل قاہرہ اور براہین ساطعہ ان سے مخفی رہیں اور عرصہ بعید کے بعد جب مسیح موعود بننے کا شوق ہوا تو ازالہ اوہام میں وفات مسیح کا مسئلہ مقدم رکھا اور اس پر وہ لے دے کی کہ اللہ دے اور بندہ لے۔

ناظرین! امت مرزائیہ کے افراد و اعیان کہا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی الہام سے پہلے بالکل بے گناہ تھے اس لئے بحکم فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ (یونس:۱٦) آپ کا دعوی صحیح ہونا چاہیے۔

خدا اڈیٹر الفضل کا بھلا کرے جنہوں نے مرزائیوں کی اس دلیل کو پارہ پارہ کر دیا کیونکہ براہین احمدیہ کا زمانہ تالیف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ سے پہلے کا ہے۔آپ اس زمانہ میں مشرک تھے۔شرک سے بڑھ کر اور کونسا گناہ ہوسکتا ہے۔پس ثابت ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی مسیحیت موعودہ میں سچے نہ تھے۔ قادیانی ممبرو! ہاتھ لا استاد کیوں کیسی کہی۔

اچھا آگے چلئے۔

اڈیٹر صاحب الفضل نے ہماری تشریح کو من مانی اور بہتان عظیم کہہ کر جو تشریح خود کی ہے اسے ہم ناظرین کے سامنے رکھ کر جواب دیتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

اس شعر میں تو حضور (مرزا قادیانی) نے یہ بتایا ہے کہ حضرت ختمی مرتبت علیہ التحیۃ نے اپنی خودی کو یہاں تک چھوڑا اور اپنی ہستی کو حضور باری تعالیٰ میں ایسا فنا کیا کہ آپ اپنی ہستی سے گویا جدا ہو گئے اور تخلّقوا با خلاق الله کا مجسمہ اور حتی اکون سمعہ و بصرہ کا مصداق بن گئے اور ایسا ہونے میں آپ فرد یگانہ تھے۔ چنانچہ مثال میں فرمایا کہ جیسے احمد میں سے اسکا درمیانی حرف میم جدا کر دیں تو احد رہ جاتا ہے اسی طرح آپ نے اپنے آپ کو راہ مولیٰ میں اتنا مٹایا اور مخلوق خدا کی اصلاح میں ایسا لگایا کہ تمام دنیا میں آپ ہی ایک کامل و اکمل فرد اور یگانہ بن گئے۔ جو توحید کو کام (قائم؟) کرنے والے اور دیگر ہستیوں کو خداوند کریم کی ہستی کے مقابل میں فانی اور لاشئے قرار دینے والے تھے۔ آپ اپنی ہستی ء ہوت (ہیئت کذائی۔ثناء) سے جدا ہو کر اپنے آپ کو کھو کر عبدیت کے مقام پر فرد واحد ہو گئے۔ یعنی بندگان خدا میں کامل اطاعت گذار اور اطاعت شعار بندہ۔ اسی لئے قرآن کریم میں رسول اللہ ﷺ کو فرمان برداروں میں اول نمبر پر یعنی فرد یگانہ، واحد، و، احد، فرمایا۔ اسی کی تفسیر میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ حضرت سید المرسلین کی نماز قربانی عبادت زندگی اور موت سب کچھ رب العالمین کے لئے ہو چکی۔ آپ اپنی ہستی اور خودی کو اسی حضور میں مٹا کر احد ہو گئے۔ اور بندگان الٰہی اور فرمان برداروں میں سے یگانہ بندہ ہونے کا خطاب پایا۔ یہ سب کچھ برکت بہ اتباع حضرت نبی ﷺ تھا۔ پس آپ کی شان کا تو کیا کہنا۔ اور اسے سوائے خدا تعالیٰ کے اور کون کما حقہ بیان فرما سکتا ہے چنانچہ آپ کو حضرت باری تعالیٰ سے ارشاد ہوتا ہے

قل یا عبا دی الذین اسر فوا علی انفسهم لا تقنطوا من ر حمة اللّٰہ۔ (الزمر:۵۳)

یہ وہ مقام جمع و وحدت ہے جو اول المسلمین کو عطا ہوتا ہے اور اسی نکتہ کو سمجھتے

ہوئے صحابہ کرام جواب میں اللہ ورسولہ اعلم عرض کیا کرتے تھے۔

(الفضل قادیان ۱۹مارچ ۱۹۴۱ء ص ۱)

اہل علم ناظرین ہماری تشریح کے ساتھ اڈیٹر الفضل قادیان کی تشریح کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔ پھر ان دونوں تشریحوں میں مقابلہ کر کے دیکھیں کہ کون سی تشریح شعر مذکور کے مفہوم کے لحاظ سے قریب الفہم ہے اور کون سی بعید الفہم۔

سب سے پہلے یہ سوچنا چاہیے کہ خداوند تعالیٰ کا وہ کون سا نام ہے جو احمد کی میم اٹھ جانے کے بعد رہ جاتا ہے۔ اور یہ بھی سوچنا ہوگا کہ آنحضرت ﷺ کا وہ کون سا نام ہے جو میم کے ساتھ آپ کی ذات پر صادق آئے اور میم کے بغیر صرف خدا پر بولا جائے۔

اس کا جواب یہی ہے کہ خدا کا وہ نام احد ہے جو اس کا صفاتی نام ہے جس کے ساتھ میم مل جائے تو بصورت احمد آنحضرت ﷺ کا نام بن جاتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کے قول کے مطابق جب احمد میں سے میم اٹھ گیا تو باقی احد رہ گیا۔ گویا اشھد ان محمدا عبد الله کی تعبیر یوں ہوئی کہ اشھد ان محمداً عین الله۔

مولانا حالی مرحوم نے غالباً قادیان کی طرف منہ کر کے یہ شعر کہا ہوگا

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں
اماموں کا رتبہ نبی سے بڑھائیں

مرزا قادیانی کی خودغرضی:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بڑے ہوشیار آدمی تھے۔ انہوں نے اپنے حق میں لکھا تھا کہ میں خواب میں ہو بہو اللہ بن گیا۔ اور اس کا مجھے یقین بھی ہو گیا کہ میں اللہ ہوں۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

رأیتنی فی المنا م عین الله ـو تیقنت اننی هو (آئینہ کمالات اسلام)

(مرزا صاحب قادیانی کی یہ عبارت ذرا تفصیل سے یوں ہے۔

ر أیتنی فی المنا م عین الله و تیقنت اننی هو ...

میں نے اپنے ایک کشف میں دیکھا کہ میں خود خدا ہوں اور یقین کیا کہ وہی ہوں اور میرا اپنا

کوئی ارادہ اور خیال اور عمل نہیں رہا اور میں ایک سوراخ دار برتن کی طرح ہو گیا ہوں ۔ یا اس شئے کی طرح جسے کسی دوسری شئے نے اپنی بغل میں دبا لیا ہو اور اسے اپنے اندر بالکل مخفی کر لیا ہو یہاں تک کہ اس کا کوئی نام ونشان باقی نہ رہ گیا ہو ۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ کی روح مجھ پر محیط ہو گئی اور میرے جسم پر مستولی ہو کر اپنے وجود میں مجھے پنہاں کر لیا یہاں تک کہ میرا کوئی ذرہ بھی باقی نہ رہا اور میں نے اپنے جسم کو دیکھا تو میرے اعضا اس کے اعضا اور میری آنکھ اس کی آنکھ اور میرے کان اس کے کان اور میری زبان اس کی زبان بن گئی تھی میرے رب نے مجھے پکڑا اور ایسا پکڑا کہ میں بالکل محو ہو گیا اور میں نے دیکھا کہ اس کی قوت اور وقدرت مجھ میں جوش مارتی ہے اور اس کی الوہیت مجھ میں موجزن ہے ...اس حالت میں میں یوں کہہ رہا تھا کہ ہم ایک نیا نظام اور نئی زمین اور نیا آسمان چاہتے تھے ۔ سو میں نے پہلے تو آسمان اور زمین کو اجمالی صورت میں پیدا کیا جس میں کوئی ترتیب وتفریق نہ تھی پھر میں نے منشاء حق کے موافق اس کی ترتیب وتفریق کی اور میں دیکھتا تھا کہ میں اس کے خلق پر قادر ہوں ۔ پھر میں نے آسمانِ دنیا کو پیدا کیا ۔ اور کہا انا زینا السماء الد نیا بمصا بیح پھر میری حالت کشفی سے الہام کی طرف منتقل ہو گئی اور میری زبان پر جاری ہوا ار د ت ان استخلف فخلقت آ د م انا خلقنا ا لا نسا ن فی احسن تقویم ۔

(آئینہ کمالات اسلام ۔ ص۵۶۴ ۔ ۵۶۵)

اسی لئے انہوں نے معترضین کا منہ بند کرنے کو یہ لقمہ دیا تھا کہ دیکھو میں تو اسلام اور پیغمبر اسلام کا ایسا فدائی ہوں کہ میں آنحضرت ﷺ کے حق میں یہ عقیدہ رکھتا ہوں کہ:

آنحضرت ﷺ اپنے اسم مبارک احمد میں سے میم مرفوع ہونے کے بعد احد رہ گئے یعنی اللہ بن گئے تھے ۔

تعجب ہے کہ نادان لوگ لفظوں کو اللہ کی ذات سمجھتے ہیں اور یہ حقیقت نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ ذات وصفات لفظوں سے بالاتر ہے ۔ اللہ، احد اور احمد وغیرہ سب الفاظ حادث ہیں ۔ ان میں میم ہو ،یا نہ ہو، حدوث میں سب برابر ہیں ۔ مگر اللہ اور احد کا مصداق ذات اقدس قدیم ہے، اور احمد کا مصداق حادث ہے وہ کسی طرح قدیم نہیں ہوسکتا، کیونکہ وہ عبدہ و رسو له ہے ۔

قادیانی ممبرو! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی غلط باتوں کی تصحیح کر کے اپنی

بت پرستی کا ثبوت کب تک دیتے رہو گے۔

باز آ باز آ ہر آنچہ ہستی باز آ
گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ

تصرف قدرت:

چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کے غلط عقیدہ کی حمایت کرنے کو اڈیٹر الفضل قادیان نے قلم اٹھایا ہے اس لئے اس سے ایک ایسی ادبی غلطی سرزد ہوگئی ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے عقیدہ شرکیہ سے کم نہیں ہے ان کی منقولہ عبارت میں سے:

یہ سب کچھ برکت بہ اتباع حضرت نبی ﷺ تھا۔ پس آپ کی شان کا تو کیا کہنا۔ اور اسے سوائے خدا تعالی کے اور کون کما حقہ بیان فرما سکتا ہے۔

کو ناظرین غور سے پڑھیں گے تو اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ مقولہ قبیحہ کون الشئی سبباً لنفسه میں صحیح ہے جس کی تھوڑی سی تفصیل یہ ہے کہ کوئی چیز اپنے نفس کے لئے علت یا سبب نہیں ہوسکتی۔ یہ مقولہ فلاسفہ میں متفق علیہ ہے کیونکہ سبب اور مسبب یا علت و معلول میں اثنیت (دوئی) ضروری ہے مگر مذکورہ الفاظ میں یہ قباحت پائی جاتی ہے کیونکہ الفضل کی اس عبارت کا ملخص یوں ہے:

آنحضرت ﷺ اس رتبہ علیا کو بہ برکت حضرت نبی کریم ﷺ پہنچے تھے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایها الساقی ادر کا ساً و ناولها

مرزائی دوستو! یاد رکھو کہ اہل حدیث کے سامنے مرزا صاحب آنجہانی کے اغلوطات (مغالطات) نہ چل سکے اسی لئے وہ بجائے جواب دینے کے بصورت آخری فیصلہ چیختے چلاتے ہی دنیا سے سدھار گئے، تمہاری تو بساط ہی کیا ہے۔ اہل حدیث کے مقابلہ مین بھی ابھی دودھ کے دانت بھی نہیں نکلے۔ سنو! اہل حدیث کہتا ہے:

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۶ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۴ ص ۵۔۷)

علمائے اسلام اور مرزا قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷ مارچ ۱۹۴۱ء میں علمائے اسلام کے علمی کارناموں کا ذکر ہوا تھا اس سے اخبار الفضل قادیان کے پیٹ میں قر قرا ہوا کہ ہیں یہ کیا ہوا؟ ہمارے سلطان المتکلمین مرزا غلام احمد صاحب کی اسلامی علمی خدمات کا ذکر نہیں کیا گیا۔ اس لئے اس نے اس کے جواب میں ایک طویل نوٹ لکھا جس میں اپنے نبی و رسول مسیح موعود و مہدی مسعود بلکہ کرشن قادیانی کا بڑے فخر سے ذکر کیا ہے۔ چنانچہ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

بے شک ایسے قابل فخر علماء گذرے ہیں جن کی علمی کاوشیں دنیا کی موجودہ علمی ترقیات کی بنیاد و اساس ثابت کر چکی ہیں اور جنہوں نے علوم متداولہ کے بحر ذخار کو غیر معمولی ہمت و استقلال کے ساتھ کھنگال ڈالا۔ لیکن ایسا کوئی مرد مجاہد نظر نہیں آتا جس کے سامنے یہ بلند نصب العین اور یہ مقصد و مدعا رہا ہو کہ اسلام کو ادیان عالم میں افضل ترین اور اکمل ترین ثابت کیا جائے۔ اور ضمنی باتیں اگرچہ کتنی ہی قابل قدر کیوں نہ ہوں، لیکن انہیں نصب العین قرار نہیں دیا جا سکتا۔

پس یہ ایک ایسی خصوصیت ہے کہ اس کے متعلق جتنا غور کریں جتنا سوچیں اور جتنا اس کی گہرائیوں میں جائیں، اتنا ہی بلند و بالا مقام حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا نظر آتا ہے اور آپ کی صداقت آفتاب نیم روز کی طرح واضح ہو جاتی ہے کیونکہ آپ اور صرف آپ ہی وہ انسان ہیں جو حفاظت اور اشاعت اسلام کے مقصد کو لے کر کھڑے ہوئے اور پھر اپنی زندگی کی ہر ساعت اور ہر لمحہ اس کے لئے وقف کر دیا۔ یہ مقصد اور یہ نصب العین کسی وقت بھی آپ کی نظروں سے اوجھل نہ ہوا۔ آپ عمر بھر اسی جہاد میں

مصروف رہے اور ہر مخالف اسلام کے ساتھ کامیابی کے ساتھ مقابلہ کر کے اسلام کا بول بالا کیا۔ پھر نہ صرف یہ کہ خود عمر بھر اس میں مصروف رہے پھر نہ صرف یہ کہ خود عمر بھر اس میں مصروف رہے بلکہ آپ نے ایک ایسی منظّم جماعت قائم کی جو آپ کے بیان فرمودہ دلائل اور براہین کے ذریعہ نہایت کامیابی کے ساتھ خدمات اسلام بجا لا رہی ہے۔

(الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۴۱ء ص ۳)

بے شک امت مرزائیہ کا یہی دعویٰ ہے کہ اشاعت وحفاظت اسلام ہمارا اصل مقصود ہے مگر کیا واقعہ بھی یہی ہے۔ ہم علی وجہ البصیرت کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی ذات خاص کے متعلق جو الہامات اور تعلیمات اور دعاوی کئے ہیں ان کو آپ کی تصنیفات سے کم کر دیا جائے تو باقی اوراق بمشکل اتنے رہ جائیں گے جن کے دو چار پتنگ بن سکیں۔ جہاں دیکھو وہیں ان کا اپنا ذکر پایا جاتا ہے۔ آپ کی سب سے بڑی اور مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ ہے جس کی پانچ جلدوں کو اگر غور سے دیکھا جائے تو سوائے اپنے ذاتی فضائل اور کمالات کے کچھ نظر نہیں آتا۔

اتباع مرزا قادیانی کے لئے قابل غور بلکہ مقام شرم ہے کہ براہین احمدیہ جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت محمدیہ کے اثبات کے لئے لکھنی شروع کی تھی اور جس میں آپ نے تین سو دلائل دینے کا وعدہ کیا تھا اس کی پہلی چاروں جلدوں میں نبوت محمدیہ کے متعلق ایک دلیل بھی نہیں لکھی، اور ہزار ہا روپیہ مسلمانوں سے پیشگی قیمت کے طور پر وصول کر لیا۔

جب اس کی تکمیل کا تقاضا ہوا تو سال ہا سال بعد آپ نے پانچویں جلد لکھنی شروع کر دی۔ حق یہ تھا کہ جس دلیل کو چوتھی جلد میں شروع کر کے نا تمام چھوڑا تھا، پانچویں میں اسی کو مکمل کرتے۔

یہ جھوٹا فخر کرنے والے ہمیں بتائیں کہ اس کتاب (پانچویں جلد) کو نبوت محمدیہ سے کیا تعلق ہے۔ سوائے اس کے کہ اس میں بھی اپنی ہی مسیحیت اور مہدویت کا رونا رویا گیا ہے۔

اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کو دیکھئے۔ وہ

بھی اسی قسم کا مجموعہ تعلیات اور مخالفین کے حق میں مجموعہ سبّ وشتم ہے، جس کا نمونہ ایک ہی فقرہ کافی ہے

کل مسلم یقبلنی و یصدّق دعوتی الّا ذریۃ البغایا

(ص ۵۴۷۔۵۴۸)۔(سوائے حرام زادوں کے سب مسلمان مجھے مانتے ہیں)

کیا ہی اچھا نمونہ ہے اشاعت اسلام کا۔

غور سے سنو! ہم تمہارے مسیح کے علم کلام سے خوب واقف ہیں۔ ان کے علم کلام یعنی تبلیغ اسلام کے دلائل کا خلاصہ یہ ہے کہ اسلام ایسا سچا مذہب ہے کہ اس کے اتباع سے میرے جیسے باکمال آدمی پیدا ہوتے ہیں۔

بس یہ ہے ایک دلیل جو سب دنیا کو معلوم ہے کہ آپ کیسے باکمال بزرگ تھے جس کا ثبوت یہ ہے کہ جو بات بطور دلیل الہام کی صوت میں پیش کرتے وہ یقیناً غلط ہو جاتی۔ مثال کے طور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق پیش گوئی دیکھئے کہ اس کو کس شان وشوکت سے بطور دلیل پیش کیا گیا اور پھر جو اس کا انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے۔ اسی طرح لیکھ رام والی پیش گوئی کو کس طرح موم کی ناک بنایا گیا۔

اس کے مقابلہ میں علمائے کرام امام غزالیؒ وغیرہ کو دیکھئے کہ انہوں نے اسلامی خدمات میں اپنی شخصیت کا ذرہ بھر حصہ نہیں رکھا جو کچھ کیا وہ محض اسلام کی خاطر کیا (شکر اللہ سعیھم)

ہاں یہ بات بھی قابل ذکر ہے جس کا آپ ہمیشہ فخر کیا کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خدمت اسلام کے لئے ایک منظّم جماعت پیدا کی۔ یہ بھی غلط بلکہ اغلط ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وفات سے لے کر آج تک جماعت مرزائیہ کی جملہ تصنیفات کو دیکھا جائے تو ساری کی ساری مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی یا آپس کی نزاعات سے پر ہیں۔ مخالفین اسلام کی طرف سے جتنی کتابیں نکلتی ہیں ان میں سے کسی ایک کا جواب بھی قادیان سے نہیں نکلتا

اگر قرآن مجید کی نام نہاد تفسیر لکھتے ہیں تو اس میں بھی مرزا غلام احمد صاحب ہی سامنے آجاتے ہیں مثلاً آیت بالآ خرۃ ھم یو قنو ن کی تفسیر کی جاتی ہے کہ ایمان دار وہ ہیں جو پہلی الہامی کتابوں کے علاوہ پچھلی وحی کو بھی مانتے ہیں جو مرزا

صاحب قادیانی پر اتری ہے۔خود مرزا غلام احمد صاحب نے سورۃ فاتحہ کی تفسیر عربی میں لکھی جس میں ساری فاتحہ اپنی ذات خاص پر چسپاں کی۔

اگر فرقہ بہائیہ کے خلاف کچھ لکھتے ہیں تو اس میں بھی اپنا محصول چونگی (تائید مرزا قادیانی) ضرور وصول کرتے ہیں حکیم ابو العتاہیہ کا یہ شعر انہی معنی میں ہے

لا یحلبون لجیّ درّ لقحته
حتی یکون لهم صفو الذی حلبوا

(یعنی ہمارے زمانہ کے لوگ کسی کی گائے بھی نہیں دوہتے جب تک دودھ کے اوپر کی بالائی نہ لے لیں)

بعینہ یہی حال قادیانیوں کی اسلامی خدمت کا ہے جب تک اپنے مسیح موعود کا حصہ وصول نہ کرلیں کوئی اسلامی خدمت نہیں کرتے گویا انہی کے حق میں کہا گیا ہے :

غرض کی تواضع غرض کی مدارات

ادھر آیئے ہم آپ کو تبلیغ اسلام کرنے والی جماعت اور اس کے محرک کا ذکر سنائیں جانتے ہو مولانا اسماعیل شہید کون تھے؟ وہی تھے جنہوں نے خدمت اسلام میں اپنا اور اپنے اعزہ و احباب کا سر قربان کردیا۔ ان کے حق میں یہ کہنا بجا ہے

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن
خدا رحمت کند ایں عاشقان پاک طینت را

آپ کی تعلیم سے جو لوگ مستفید ہوئے ہیں وہ آج لاکھوں کی تعداد میں توحید وسنت کی اشاعت وحفاظت کر رہے ہیں۔اور لطف یہ ہے کہ قادیانیوں کی طرح اپنے اتباع کی جیبوں سے لاکھوں روپیہ بھی نہیں نکالتے۔مگر خدمت بھی ایسی کرتے ہیں کہ اس میں نہ اپنے نفس کا حصہ رکھتے ہیں اور نہ اپنے کسی بزرگ کی شرکت ڈالتے ہیں بلکہ خالص توحید وسنت کی اشاعت کرتے ہیں۔ یہ ہے جماعت خالصہ اور مخلصہ، نہ وہ جو ہر کام میں اپنا حصہ محفوظ رکھتی ہے۔قادیانی ممبرو!

اولئك آبائی فجئنی بمثلهم
اذا جمعتنا یا جریر المجامع

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص ۵۔۶)

مرزائیت سے توبہ

بندہ آج سے ایک سال جماعت مرزائیہ قادیانیہ میں حقیقت واقعی خیال کرتے ہوئے داخل ہوا تھا۔لیکن ایک طویل تلخ تجربات اور علمی دلائل کی بنا پر مجھے اپنی غلطی کا اعتراف کرنا پڑا۔لہذا میں اخبار ہذا کے ماتحت عام اعلان کر رہا ہوں کہ آئندہ جماعت مرزائیہ سے میرا کوئی تعلق نہیں اور میں ہر دو جماعتوں کو چیلنج دیتا ہوں کہ وہ میرے ساتھ مندرجہ ذیل امور پر مباحثہ کر لیں:

۱۔اجرائے نبوت بعد آنحضرت ﷺ

۲۔ علامات مسیح ومہدی مرزا صاحب میں قطعاً پوری نہیں ہوئیں

۳۔ تشخیص دعاوی مرزا صاحب۔

۴۔تکفیر مسلمین

۵۔ناسخ منسوخ ہمارا عقیدہ ہے یا مرزائیوں کا

۶۔عصمت انبیاء۔۷۔مسئلہ جہاد۔

۸۔ معیار لو تقول کی حقیقت۔

۹۔ اسمه احمد کا مصداق کون ہے؟

ان نو امور پر شرائط طے کر کے مباحثہ کر لیں۔ اور مباحثہ کے لئے مقام بھی بعد میں تجویز ہوگا۔

ظفر احمد صدیقی پکھووال ڈاکخانہ وضلع گورداسپور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص ۲)

اللہ دتا جالندھری مقیم قادیان توجہ فرمائیں

مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری قادیانی نے فرقہ بہائیہ کے متعلق ایک کتاب لکھی ہے۔اس میں واقعات گذشتہ لکھنے کے بعد فرقہ بہائیہ کے موجودہ قائد شوقی آفندی کو اپنے حلقہ کی طرف سے چیلنج دیا ہے کہ ہمارے ساتھ بالمشافہ بذریعہ دعا کے فیصلہ کرلو۔اس کے متعلق اہل حدیث کے قابل نامہ نگار بابو محمد حسین صابری کا مضمون مندرجہ ذیل قابل دید ہے۔(مدیر اہل حدیث امرتسر)

جناب منشی محمد حسین صابری بریلوی لکھتے ہیں:

جناب مولوی صاحب مکرم! آپ نے اپنی کتاب بنام ،تحریک بہائیت پر تبصرہ ، میں جناب شوقی آفندی(جو اہل بہاء کے موجودہ پیشوا ہیں) اپنے خلیفہ (مرزا محمود احمد)کے مقابلے پر بلایا ہے اور لکھا ہے کہ کتاب مذکور شوقی آفندی کے پاس بھجوا رہا ہوں خلیفہ صاحب کا جو چیلنج آپ نے نقل کیا ہے وہ عام ہے۔اور اس میں مندرجہ ذیل دو امور پائے جاتے ہیں۔

اول۔ اگر کوئی شخص ایسا ہے جسے اسلام کے مقابلہ میں اپنے مذہب کے سچا ہونے کا یقین ہے تو آئے اور آکر ہم سے مقابلہ کرلے۔

دوم۔ ان کو مقابلہ پر آنا چاہیے جو کسی مذہب یا فرقہ کے قائم مقام ہوں اس وقت دنیا کو معلوم ہو جائیگا کہ خدا کس کی دعا قبول کرتا ہے میں دعوی سے کہتا ہوں کہ ہماری ہی دعا قبول ہوگی۔(ص ۲۵۷)

امر اول کے متعلق عرض ہے کہ شوقی آفندی صاحب اپنے مذہب بہائیہ کو سچا یقین کرتے ہیں لیکن جیسا کہ آپ کو معلوم ہے اسلام کے بھی منکر نہیں۔جب وہ خود ہی اسلام کی تصدیق کرتے ہیں تو اسکا مقابلہ کیوں کریں گے۔البتہ آپ کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) انہیں مذہب مرزائیہ کے مقابلہ پر بلائیں تو معقول بات ہو۔ براہ عنایت اس پر نظر ثانی فرما کر صحیح صحیح مطلب و مقصد بیان فرماویں۔

امر دوم کی بابت یہ عرض ہے کہ جب خلیفہ صاحب نے دعا کا تعین نہیں

فرمایا کہ وہ کس قسم کی ہوگی اور قبولیت کیسے تسلیم کی جاوے گی تو یہ امر محض مشتبہ سا ہو کر رہ جائے گا۔ خاص کر اس صورت میں کہ آپ لوگ صاف اور سیدھی دعا کے قبول ہونے اور صحیح نتیجہ برآمد ہونے پر بھی ادھر ادھر کی باتوں کو ٹال دینے کی کوشش فرمایا کرتے ہیں۔ مثلاً مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والی دعا فرمائی اور وہ قبول بھی ہوگئی۔ اس کا نتیجہ بھی خاطر خواہ برآمد ہوا۔ جس میں کسی قسم کا شبہ باقی نہیں رہا۔ چنانچہ مذہبی دنیا قریب قریب سب اس سے آگاہ ہو چکی ہے تاہم آپ لوگ آج تک انکار پر تلے ہوئے ہیں اور وقتاً فوقتاً مختلف حیلے اور بہانے بناتے رہتے ہیں۔ اس لئے اس امر کو بھی واضح کریں کہ کیسی دعا ہوگی اور قبولیت کا کیا نشان ہوگا۔

واضح رہے کہ شوقی آفندی صاحب حیفہ (فلسطین) جیسے دور دراز سفر کے بعد قادیان آئیں گے اگر اس امور کی تشریح نہ کی گئی تو ظاہر ہے کہ انہیں خواہ مخواہ کی تکلیف ہوگی اور بے وجہ کسی مخالف کو بھی مشقت میں ڈالنا بے انصافی کی بات ہے

(آفندی صاحب کا بعد مسافت ملحوظ رکھ کر مقام مقابلہ کم از کم بمبئی ہونا چاہیے جیسا کہ حضرت موسیٰ نے فرمایا تھا مکاناً سوی۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

ایک اور بات بھی واضح کر دیں تو اچھا ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب، شوقی آفندی سے کس زبان میں مقابلہ کریں گے۔ عربی فارسی اور انگریزی میں کسی زبان کے بھی آپ کے خلیفہ صاحب عالم نہیں اور شوقی آفندی صاحب ان زبانوں کے علاوہ فرانسیسی اور ترکی وغیرہ کے بھی ماہر ہیں (رسالہ دور بہائی حصہ تعلیمات بہائی ص ۳۵) ۔ اگر خلیفہ صاحب اردو میں مقابلہ کرنا چاہیں گے (جیسا کہ مقابلہ تفسیر نویسی کے وقت خلیفہ صاحب نے عذر کیا تھا کہ میں عربی نہیں جانتا تو حضرت مولانا ثناء اللہ نے از راہ شفقت بزرگانہ اردو میں تفسیر نویسی کی اجازت مرحمت فرما دی تھی۔ مگر افسوس کہ خلیفہ صاحب مقابلہ پر بھی نہ آئے)۔ تو شوقی آفندی صاحب شائد اردو نہ جانتے ہوں تو پھر مقابلہ کیسے ہوگا۔ وہی بات ہوگی کہ:

زبان شوخ من ترکیست و من ترکی نمی دانم

اور مقابلہ بے معنی سا ہو کر رہ جائے گا اس لئے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے مشورہ کر کے اس چیلنج کو ذرا واضح فرما دیجئے تا کہ غیر جانبدار لوگ بھی دلچسپی لے سکیں۔

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: حکیم افلاطون کے شاگردوں میں ایک گروہ اشراقیہ بھی تھا جو کتابی علم حاصل نہیں کرتا تھا بلکہ بغیر الفاظ کے محض مراقبہ کے ذریعہ سے علم حاصل کر لیتا تھا۔ خلیفہ صاحب قادیانی اور شوقی آفندی دونوں صاحب چونکہ روحانی پیشوا ہیں اس لئے ان کا مقابلہ اشراقیہ کی طرح ہوگا جہاں کا نظارہ یہ ہے:

لب ببند وچشم بند و گوش بند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص ۷۔۸)

مرزا صاحب کی پیش گوئی بابت غلبہ اسلام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی نے اونٹ سے کہا کہ تیری گردن ٹیڑھی ہے۔ اس نے کہا یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے۔

یہی مثال قادیانی مشن کی ہے کہ جس بات کو مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے لئے بطور نشان پیش گوئی کی صورت میں پیش کیا ہوگا، وہ ضرور ہی غلط ثابت ہوگی، منجملہ اور پیش گوئیوں کے ایک یہ بھی ہے جو ہم نے کئی دفعہ پیش کی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے کہا ہوا ہے کہ:

> میرے زمانہ میں اسلام سب ادیان پر غالب آ جائے گا بلکہ بجز اسلام کے کوئی مذہب نہیں رہے گا۔ (چشمہ معرفت)

ان لوگوں سے ہم نے بارہا پوچھا کہ کیا دوسرے مذاہب سب فنا ہو گئے اور اسلام ان سب پر غالب آ گیا؟

تو جواب یہی ملتا رہا کہ تین سو سال تک اسلام غالب آ جائے گا۔ تازہ جواب جو اخبار الفضل قادیان ۱۲ مارچ ۱۹۴۱ء میں نکلا ہے وہ قابل شنید ہے۔ چنانچہ لکھا ہے:

> اس سوال کے جواب میں بارہا بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کسر صلیب کے لئے ایسے دلائل مہیا فرما دیئے ہیں کہ ان کی وجہ سے

یسوع پرستی کا قصر بالکل منہدم ہو چکا ہے۔ عیسائی کہلانے والے عملی اور اعتقادی طور پر اس سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے۔ یہی وجہ ہے کہ عیسائی صاحبان جماعت احمدیہ کے ساتھ مناظرات کرنے سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ (الفضل قادیان مذکور۔ص۳)

کیسی طفل تسلی ہے۔ ہم بارہا بتا چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے دلائل میں سے بڑی زبردست دلیل ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی ہے جس کو مرزا صاحب نے بڑے طمطراق سے پیش کیا تھا آخر اس کا انجام کیا ہوا؟ وہی جو اس شعر کا مضمون ہے

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بڑی دلیل وفات مسیح ہے جس سے وہ ثابت کرتے ہیں کہ مسیح خدا نہیں تھا۔ حالانکہ خود انجیل میں لکھا ہے:

مسیح نے چلاّ کر جان دی۔ (انجیل متی۔ باب ۲۷: ۵۰)

پھر مرزا صاحب قادیانی نے اس میں کیا کمال دکھایا جب کہ عیسائی لوگ خود ہی دو ہزار سال سے مانتے چلے آئے ہیں کہ مسیح پر موت وارد ہوئی۔

باقی رہا یہ کہ لوگ عیسائی مذہب سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے اسکا جواب خود آپ کے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے دیا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

ساری دنیا میں عیسائی مبلغ ۶۵ ہزار ہیں اور ہمارے پچیس تیس۔

(کلام محمود۔ الفضل قادیان ۳ نومبر ۱۹۳۹ء)

کہیے ۲۵ کو ۶۵ ہزار سے کیا نسبت؟ کیا یہ حال اس قوم کا ہوسکتا ہے جس نے اپنے مذہب کو چھوڑ دیا ہو۔ خدا سے ڈرو، دنیا کو کیوں بھول بھلیوں میں پھنساتے ہو۔

ہاں یہ بھی خوب کہی کہ:

عیسائی جماعت احمدیہ کے ساتھ مناظرے کرنے سے بھاگتے ہیں۔

ہم بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں کہ عیسائیوں نے تم لوگوں سے تقریری اور تحریری رنگ میں خطاب کرنا چھوڑ رکھا ہے اس وقت سے چھوڑا ہے جب سے تمہارے مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے حق میں پیش گوئی کی

تھی کہ وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر جائے گا اور وہ اس عرصہ میں نہیں مرا۔ (مرزا صاحب قادیانی نے ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ کیا تھا۔ مباحثہ کے خاتمہ پر آپ نے پیش گوئی کی کہ عیسائی مناظر ۱۵ ماہ تک بسزائے موت جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔ پھر کہا کہ اگر یہ واقعہ نہ ہوا تو میں جھوٹا ٹھہرونگا۔ میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھے سولی پر چڑھا دیا جائے۔ مگر واقعہ یہ ہوا کہ عیسائی مناظر میعاد مذکور گزار کر بہت عرصہ تک زندہ رہا۔ اس پر عیسائیوں نے بڑی خوشی کا اظہار کیا۔ یعنی ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو انہوں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کا جلوس نکالا اور بڑے بڑے اشتہار نظم و نثر میں شائع کئے جن کا خلاصہ ان دو شعروں میں ہے۔

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے۔ سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا۔ پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے)

عیسائیوں نے اس کو اپنے حق میں فتح مبین سمجھا، اس لئے پادریوں نے عیسائی مناظرین کو مرزائیوں کے ساتھ گفتگو کرنے سے منع کر دیا ہے۔ تاہم اگر پادری عبدالحق جیسا کوئی من چلا عیسائی قادیان تک پہنچ جاتا ہے، تو آپ لوگ اس سے گفتگو نہیں کرتے۔

ابھی حال ہی کا واقعہ ہے کہ بمقام ویرووال ضلع امرتسر میں مرزائیوں اور عیسائیوں میں مناظرہ ہوا جس میں عیسائی اپنی فتح کے گیت گاتے ہوئے واپس آئے۔

حقیقت یہ ہے کہ آپ لوگ جب کبھی مناظرہ میں مخالفوں کے سامنے آتے ہیں، تو اسلام کی مدافعت کا پہلو اختیار کر لیتے ہیں۔ جس پر فریق ثانی کہتا ہے کہ ہمارے ساتھ اپنے مذہب مرزائیت پر گفتگو کرو۔ اسلام کی نمائندگی تم لوگ نہیں کر سکتے کیونکہ تم ایک جدید نبی کی امت ہو۔

بتایئے ایسی حالت میں کمزوری کس فریق میں ہوتی ہے۔ ناظرین واقعات صحیحہ شہادت کا ملہ ہوتے ہیں۔ ذرا نظر اٹھا کر دیکھئے کہ دنیا میں کفر شرک اور عیسائیت کی ترقی کہاں تک ہے اور سچائی کس طرح مغلوب ہے۔ احمدی ممبرو!

ستبدی لك الایام ما کنت جاھلاً
و یأتیك بالاخبار من لم تزودِ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۲۰ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۶ ص ۴۔۵)

قادیان میں شیطان کا غلبہ، اور مصلح موعود کی اصلاح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی تحریک بھی عجیب تحریک ہے جس کی شان میں یہ شعر بہت ہی موزوں ہے:

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا ایں جا است

ایک زمانہ تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریریں نکلتی تھیں جن کا خلاصہ مضمون یہ ہوتا تھا کہ شیطان کی زندگی مسیح موعود یعنی میری بعثت تک تھی، سو وہ میرے آنے سے قتل ہوگیا۔ انبیاء سابقین کے زمانہ میں وہ بھاگتا رہا لیکن مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے زمانہ میں بھاگ نہیں سکا بلکہ قتل ہوگیا۔ (ملفوظات۔ ج ۲ ص ۳۱۷)

ہم بہت خوش تھے کہ دنیا کی شرارت کا سرچشمہ ختم ہوگیا مگر مصلح موعود (مرزا محمود احمد) کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قتل نہیں ہوا بلکہ آج کل خاص قادیان میں براجمان ہے۔

ناظرین! آپ لوگ آگاہ ہوں گے کہ امت مرزائیہ میں دو گروہ تو مشہور ہیں۔ تیسرا مدعیء اصلاح ان میں شیخ غلام محمد لاہور میں پیدا ہوا ہے جس کا دعوی ہے کہ میں حسب پیش گوئی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان دونوں گروہوں کے لئے مصلح موعود بن کر آیا ہوں۔ سب سے پہلے میری نظر اصلاح جماعت احمدیہ پر ہے جو اپنے خلیفہ (مرزا محمود) اور امیر (مولوی محمد علی) کی غلط روش کی وجہ سے گمراہ ہو رہی ہے۔

آپ اپنے دعوی کی اشاعت بذریعہ مطبوعہ رسائل بڑے زور سے کرتے رہتے ہیں۔ آپ کی شائع کردہ کتاب، مصلح موعود کی شیطان اور اس کے لشکروں سے آخری جنگ حصہ دوم، بابت اپریل اس وقت ہمارے سامنے ہے۔ اس میں سے چند ضروری اقتباسات ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جن سے آپ کا دعوی اور مقصد معلوم ہو جائے گا۔ آپ اس کتاب کے صفحہ ۹ پر لکھتے ہیں:

احمدی قوم نے حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کی وفات کے بعد اس دجالی زمانہ میں جب دنیوی ارادوں کی ملونی سے اپنی عبادت کو عبث بنا کر آسمان پر اپنا نام پرستش شیطان کے خانہ میں درج کرا لیا تو اللہ تعالی نے مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مدنی زمانہ میں ان کی آسمانی نصرت کرنے کی بجائے مجھے ان سے الگ کر لیا تاکہ الوصیت کی خلاف ورزی کرنے والوں کو آسمانی نشانوں سے کیڑوں مکوڑوں کی طرح ہلاک کر کے اللہ تعالی کو آسمان پر خوشی پہنچائی جائے اور ان میں سے صرف انہیں لوگوں کے نفسوں کو روح القدس سے پاک کیا جائے جو مصلح موعود کی مقدس روح کے نظام توحید کے نیچے اپنی روحانی تکمیل وتزکیہ کے لئے کوشاں ہوں

خلیفہ قادیانی اپنے جسمانی تعلقات اور زمینی اجتہادات کی بنیادوں پر جو شرک کی عمارت قادیان مثیل مکہ میں بنا کر بظاہر غالب دکھائی دے رہے ہیں، یا لاہوری امیر اپنے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے انسانی اجتہادات کی عارضی عمارتوں میں فروکش نظر آ رہے ہیں، اللہ تعالی ان سب کو کشف مذکورہ کے مطابق میرے ماموارنہ روحانی وجود کی آسمانی توحید کے مقابل عنقریب گرا دینے والا ہے۔ چنانچہ حوالجات ذیل اس پر بخوبی روشنی ڈالتے ہیں...

غرض اللہ تعالی نے جس طرح حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کو اپنے ماموارنہ وجود میں مجسم توحید بنایا تھا تاکہ آپ تمام قوموں کے شرک کے خلاف زبردست جہاد کریں اسی طرح آپ کے کشف کے ماتحت اللہ تعالی نے مجھے بھی اپنے ماموارنہ وجود کو مجسم توحید بنا کر توحید کے قائم کرنے پر کھڑا کر دیا ہے اور چونکہ میرا پہلا زمین وآسمان سلسلہ احمدیہ ہے اس لئے میں سب سے پہلے اسی کے اندر پیدا شدہ شرک کا استیصال کر کے اس زمانہ کی دجالیت کو پاش پاش کر رہا ہوں اور شیطان کو اس کی تمام نحوستوں سے بھگا رہا ہوں...

خلیفہ قادیانی اگر غور کریں تو بالکل اسی کے مطابق حضرت مسیح موعود (مرزا)

کی موت کے بعد ۱۹۱۴ء میں وہ سلسلہ احمدیہ کے کثیر حصہ پر جبراً قابض ہو گئے ۔ اور روح القدس کے میدان کے قرب سے بعد اختیار کر کے انہوں نے قوم کو شرک میں مبتلا کر کے ان کی روحانی ترقیوں کو روک دیا ہوا ہے ۔ پس خدا تعالیٰ کی حکمت نے چاہا کہ اس ظلم کے بانیوں کو اب تباہ کر کے سلسلہ احمدیہ کے موجودہ حالات کو توحید کے نظام سے بدل دے ....

ایک طرف مصلح موعود ہیں اللہ تعالیٰ نے اپنی کامل توحید اور روحانی نزول کو حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی مدنی محمدی زندگی کی مامورانہ حالتوں میں ربوبیت کے کمال پر مقام محمود پر مبعوث ہونے کا انتظام فرما دیا ہے اور دوسری طرف اس کے مقابل اسلام کے آخری زمانہ میں مصلح موعود کے جملہ منکروں اور مخالفوں کو شیطان اور اس کے لشکروں کی کثرت اموال واولاد کے تکبر وفخر میں اس کے کمال پر پہنچا دیا ہے جن میں مکی مشرکوں مدنی منافقوں دمشقی یہودیوں اور اہل نصاریٰ کی مثل مصلح موعود کے مقابل اسلام کے اندرونی خطرناک دشمن احمدی مسلمان بھی موجود ہیں ۔ اور بیرونی خطرناک دشمن ہندومشرک عیسائی اور باقی اقوام بھی موجود ہیں ۔ لیکن مصلح موعود کو اللہ تعالیٰ نے ان سب کے لئے آسمانی رحمت اور بشیر ومبارک بنایا ہے ...

الہام ۔نصرت بالرعب و احییت بالصدق ایھا الصدیق نصرت و قالوا لات حین مناص ۔

ترجمہ: تو رعب کے ساتھ مدد کیا گیا اور صدق کے ساتھ زندہ کیا گیا ۔ اے صدیق تو مدد کیا گیا ۔ اور مخالفوں نے کہا کہ اب گریز کی جگہ نہیں یعنی امداد الٰہی اس حد تک پہنچ جائے گی کہ مخالفوں کے دل ٹوٹ جائیں گے اور ان کے دلوں پر یاس مستولی ہو جائے گی ۔ اور حق آشکارا ہو جائے گا ۔

اس الہام میں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کو اپنے مسیحی واحمدی زمانہ میں قرآنی سنت کے مطابق نا مقبول ہو جانے کی وجہ سے مصلح موعود کے مامورانہ وجود میں اسلام کی مدنی محمدی زندگی کی طرح رعب ناک نصرت

ملنے کا وعدہ دیا گیا تھا۔

واقعات اس پر شاہد ہیں کہ ایسی نصرت نہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو اپنی جسمانی زندگی کے آخر تک حاصل ہوئی، اور نہ ہی بعد میں آپ کی دونوں جماعتوں کے ذریعہ اب تک حاصل ہو چکی ہے۔ بلکہ قادیانی و لاہوری دونوں جماعتیں ایسی نصرت کا زمانہ تین سو برس کے بعد مقدر دکھاتے ہیں۔لیکن افسوس کہ وہ اس نصرت سے قبل اور اس کے بغیر سلسلہ احمدیہ کے صدیق اور فضل عمر فاروق بننے کے جھوٹے دعوے کرتے ہیں۔

(مصلح موعود کی شیطان اور اس کے لشکروں سے آخری جنگ۔حصہ دوم۔ص ۹ تا ۱۳)

ناظرین کرام! جس طرح مرزا غلام احمد صاحب کی کتب جو انہوں نے بخیال خویش نصرت اسلام کے لئے لکھی تھیں، کا خلاصہ یہی ہے کہ میں چنیں ہوں، میں چناں ہوں، اسی طرح ان مصلح کی کتب کا خلاصہ بھی یہی ہے کہ میں ایسا، میں ویسا۔

سوال ہوسکتا ہے کہ ہمارے حق میں ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ ہم نے جو سمجھا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی مسیحیت احادیث نبویہ پر مبنی تھا، اور ہم چونکہ احادیث نبویہ کو مانتے ہیں اس لئے ہمارا حق تھا کہ ہم ان کے الہامات اور دعاوی کی تنقید کریں ۔ مگر شیخ غلام محمد مصلح موعود کے دعوے کی بنا پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہاموں پر ہے جو ہمارے مسلّمہ نہیں ہیں، اس لئے ہم ان کے دعوی کی تنقید کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتے بلکہ اتنا ہی کہنا کافی جانتے ہیں بحکم الثمرة تنبئی عن الشجرة جیسے مرزا صاحب قادیانی کے الہامات تھے ویسے ہی ان کے مصلح موعود کا دعوی ہے۔ ہماری نظر میں دونوں یکساں ہیں۔

دل کو روؤں یا جگر کو میں۔میری دونوں سے آشنائی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۷ ص ۷۔۸)

مونگ میں مباحثہ مرزائیہ:

مونگ میں ۱۹۳۲ء میں مناظرہ ہوا تھا۔مگر مرزائیوں کے پھر سر اٹھانے پر گذشتہ اکتوبر (۱۹۴۰ء) میں حیات مرزا۔ نبوت مرزا۔الہامات مرزا پر مباحثہ ہوا۔ جونہائت کامیاب رہا۔الحمد للہ کہ تین مرزائی تائب

ہو کر داخل اسلام ہوئے۔ راقم: منشی محمد خان گوندل۔ موونگ ضلع گجرات

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ اپریل ۱۹۴۱ء مطابق ۲۷ ربیع الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۷ ص ۱۴)

پیغام صلح لاہور اور الفضل قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائیت کی دونوں صنفوں کے اخباروں میں عرصہ دراز سے باہم رقیبانہ گفتگو خوب ہو رہی ہے جس میں دخل دینے کی ہمیں ضرورت نہیں۔ ہاں آج ہم اس کے متعلق پیغام صلح لاہور سے ایک نوٹ نقل کر کے ناظرین کے سامنے لاتے ہیں۔ پیغام صلح نے بڑے تعجب سے لکھا ہے کہ:

کیا جماعت قادیان نے فتح پائی ؟

الفضل مورخہ ۲۸ مارچ ۱۹۴۱ء میں جناب میاں (محمود احمد) صاحب کا خطبہ جمعہ مورخہ ۲۱ مارچ ۱۹۴۱ء درج ہوا ہے۔ اس میں آپ فرماتے ہیں؛

اسی طرح ۱۹۲۷ء کی مجلس شوری میں میں نے بیان کیا تھا کہ:

آج سے دس سال کے اندر اندر ہندوستان میں اس بات کا فیصلہ ہو جانے والا ہے کہ کون سی قوم زندہ رہے اور کس کا نام ونشان مٹ جائے..

اگر دس سال کے اندر اندر ہماری جماعت نے فتح نہ پائی اور وہ تمام راہیں جو ارتداد کی ہیں بند کر کے وہ تمام دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں کھول نہ دیئے، تو ہماری جماعت کی زندگی کی صورت نظر نہیں آتی۔ (رپورٹ مجلس مشاورت ۱۹۲۷ء)

اب ۱۹۴۱ء ہے اور مندرجہ بالا بیان ۱۹۲۷ء کا ہے جس پر پورے ۱۴ سال گزر چکے ہیں اور دس سال تو ۱۹۳۷ء میں ہی ہو چکے تھے۔ ہم جناب میاں صاحب (مرزا محمود احمد) سے استفسار کرتے ہیں کہ کیا ان دس سالوں میں جماعت قادیان نے فتح پائی ؟

کیا ارتداد کی تمام راہیں بند ہوگئیں؟

کیا وہ تمام دروازے جو اسلام قبول کرنے کے ہیں وہ کھول دیئے گئے؟

اور اگر ایسا نہیں ہوا تو کیا جماعت قادیان کی زندگی کی کوئی صورت ہے؟

جہاں تک ہمارا خیال ہے جماعت قادیان کو کوئی فتح نہیں ہوئی۔ نہ ارتداد کی راہیں بند ہوئیں، اور نہ اسلام قبول کرنے کے دروازے کھلے۔ لیکن اس کے باوجود جماعت قادیان زندہ ہے اور جماعت قادیان کی زندگی جناب میاں صاحب کی پیش گوئی کا بطلان کر رہی ہے۔

ہمارے خیال میں جماعت قادیان کو اپنے موعود خلیفہ کی پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے دم سادھ کر ختم ہو جانا چاہیے کیونکہ پیش گوئی پورا ہونے کی یہی ایک صورت ہے دوسری کوئی صورت نہیں۔

(پیغام صلح لاہور ۴۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: پیغام صلح لاہور کے اس سوال کا بہتر جواب تو الفضل قادیان ہی دے گا، مگر ہم بھی پیغام صلح کو مخاطب کر کے ان دونوں صنفوں سے پوچھتے ہیں کہ آپ جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے سوال کرتے ہیں کہ تمہاری فتح ہوئی یا نہیں؟ آپ بڑے میاں متوفی سے کیوں نہیں پوچھتے کہ آپ نے جو چشمہ معرفت میں لکھا تھا کہ: میرے زمانہ میں تمام ادیان مٹ کر صرف ایک دین اسلام رہ جائے گا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۸۰۔۸۱)

کیا ایسا ہو گیا؟ اگر نہیں، تو کیوں اس پیش گوئی کو غلط قرار نہیں دیا جاتا۔ اس کا جو جواب پیغام صلح لاہور دے گا وہی جواب الفضل دے سکتا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیان میں سال ۳۶۵ دن کا نہیں بلکہ پچاس ہزار دن کا ہوتا ہے جیسا کہ کسی شاعر کا قول ہے:

تم سلامت رہو ہزار برس
ہر برس کے ہوں دن ہوں پچاس ہزار

پس پیغام صلح کا یہ اعتراض قادیانی اصطلاح سے ناواقفیت پر مبنی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث لاہور ۲۔ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۸ ص ۴۔۵)

معاصر انقلاب اور قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سال چھ ماہ کے بعد قادیان میں یہ مسئلہ زیر بحث آجاتا ہے کہ ہم سیاسی حیثیت سے کس جماعت میں شامل ہوں۔ کانگریس میں یا مسلم لیگ میں؟ اس پر معاصر انقلاب لاہور تعجب کرتا ہوا لکھتا ہے:

بزرگان قادیان کی بعض ادائیں بے حد دلچسپ ہوتی ہیں۔ مثلاً وہاں سال ہا سال سے یہ مسئلہ زیر بحث ہے کہ احمدی جماعت کانگریس میں شامل ہو یا مسلم لیگ میں۔ اور لطف یہ کہ اس دفعہ مجلس مشاورت کے موقع پر پھر ایک سب کمیٹی مقرر کر دی گئی جو اس اہم اور پیچیدہ مسئلہ پر بحث کر کے حضرت صاحب کی خدمت میں اپنی آخری تجویز پیش کرے گی۔ یعنی ایک جماعت جس میں بڑے بڑے عالم فاضل اور زیرک وفہیم حضرات شامل ہیں اور جن کا ایک مختار عام بھی موجود ہے، اس کو سیاسی صحرا میں رستہ ہی نظر نہیں آتا کہ کرے تو کیا کرے اور جائے تو کہاں جائے...

کیا کبھی یہ تصور کیا جا سکتا ہے کہ مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب اپنی امامت کی مسند سے اتر کر گاندھی جی کے احکام کی تعمیل پر آمادہ ہو جائیں گے اور چرخہ اور کھدر اہنسا اور ستیا گرہ کا پرچار شروع کر دیں گے۔ اگر یہ تصور نہیں کیا جا سکتا تو پھر احمدیوں کو کانگریس میں شریک ہونا کیونکر ممکن ہے؟

(اخبار انقلاب لاہور۔ ۹۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

معاصر موصوف کو اس بنا پر تعجب ہے کہ سال ہا سال ان تحریکوں پر گذر گئے مگر ابھی تک اصحاب قادیان کی سمجھ میں یہ بات نہ آئی کہ کس جماعت سے ملنا چاہیے

معاصر مذکور کو شائد قادیانی لٹریچر کے مطالعہ کی فرصت نہ ہوگی، ورنہ آپ ایسا نہ کہتے۔ سیاسی حیثیت سے کسی جماعت میں داخل ہونا یا نہ ہونا تو معمولی بات ہے جس پر ایمان کا دارو مدار نہیں ہے۔ ارباب قادیان بلکہ بانی تحریک قادیان کو تو ایمانیات میں بھی تردد بلکہ بھول رہتی تھی۔ مرزا غلام احمد ۱۸۸۰ء سے پہلے کے مورد الہام تھے، مگر بقول میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ۱۹۰۱ء تک آپ یہ فیصلہ نہیں کر سکے کہ میں نبی ہوں۔ ہاں ۱۹۰۱ء کے بعد آپ کو یقین ہو گیا کہ میں واقعی نبی ہوں ...کیا یہ روایت معاصر موصوف کے شک کو رفع کرنے کے لئے کافی نہیں ہے۔ پس معاصر انقلاب قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کریں گے تو ان کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ شعر انہی کے حق میں ہے

پس از صد سال ایں معنی محقق شد با خاقانی
کہ بورانی است با دنجاں و با دنجان بورانی

یہ نوٹ ہم لکھ چکے تھے کہ انقلاب لاہور مورخہ ۲۳۔ اپریل دیکھنے میں آیا۔ اس میں اڈیٹر صاحب نے بحوالہ الفضل لکھا ہے کہ قادیان میں مجلس شوریٰ اس لئے نہیں ہوئی کہ جماعت احمدیہ بحیثیت جماعت کانگریس میں شامل ہو یا مسلم لیگ میں۔ بلکہ اس امر پر غور کرنے کے لئے ہوئی تھی کہ افراد احمدیہ انفرادی حیثیت سے کانگریس اور مسلم لیگ میں سے کس جماعت میں شریک ہو سکتے ہیں۔

تعجب ہے کہ معاصر انقلاب نے اس جواب کو صحیح سمجھا حالانکہ یہ بھی غلط ہے۔ سر ظفر اللہ صاحب جو چوٹی کے احمدی ہیں مسلم لیگ کے اجلاس دہلی میں صدر بن چکے ہیں۔ یہ اس زمانے کا واقعہ ہے جب مسلمانان دہلی سیاہ جھنڈیوں کے ساتھ ان کا استقبال کرنے کو اسٹیشن پر پہنچے تھے اور فتح پوری ہال میں ان کے خلاف جلسہ کیا تھا۔ انہی دنوں میں (ثناء اللہ) اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی بھی مدرسہ رحمانیہ دہلی کے جلسہ میں شریک تھے اور یہ دونوں واقعات ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھے تھے۔ اس سے پہلے بھی سر ظفر اللہ اور ان کے کئی ساتھی لیگ کے جلسوں میں برابر شریک ہوتے رہے ہیں کبھی کسی کو اعتراض نہیں ہوا۔ پھر اس کے لئے مجلس شوریٰ کوہ کندن و کاہ بر آوردن کا مصداق نہیں تو اور کیا ہے۔

اس کے علاوہ ہمیں اس سے بھی بحث نہیں کہ قادیان کی مجلس شوریٰ جماعتی شرکت کے لئے تھی یا انفرادی شرکت کے لئے۔ ہمارا مقصد صرف یہ بتانا ہے کہ قادیانی جماعت اسی قسم کی بھول بھلیوں میں پھنسی رہتی ہے اور ایسا کرنے میں اس کی بڑی دور اندیشی ہے جو اس شعر کا مصداق ہے

حلف عدو سے قسم مجھ سے کھائی جاتی ہے
الگ ہر ایک سے چاہت بتائی جاتی ہے

ہمارے خیال میں اس جماعت کے کارکن اور محرک مع اپنے بانی کے زمانہ شناسی اور سیاسیات میں انگلستان کے وزیراعظم گلیڈسٹون متوفی سے کم نہیں ہیں۔ کسی غرض کے ماتحت گورنمنٹ پر دباؤ ڈالنا ہو، تو خلیفہ قادیان کانگریس کی تعریف کے گیت گانے لگ جاتے ہیں (اگر ضرورت ہوئی تو ہم بتا دیں گے) اور پنڈت جواہر لال نہرو لیڈر کانگریس کے ورود لاہور کے موقع پر ان کا استقبال قادیانی جماعت کے بے شمار افراد کرتے ہیں اور اس پر ایک بڑی رقم خرچ کی جاتی ہے۔ شاید یہ رقم بھی اشاعت اسلام کے اخراجات کی مد میں داخل کی جاتی ہوگی۔ اور حسب ضرورت دوسرا رخ بدلنے کو یہ امر مجلس شوریٰ میں زیر بحث لایا جاتا ہے کہ ہم کس سیاسی جماعت میں شامل ہوں؟ اللہ رے ہوشیاری اور چالاکی۔ سچ ہے:

پوچھتے ہیں یہ کہ غالب کون ہے
کوئی بتلائے کہ ہم بتلائیں کیا

مسلمان مقررین کو تنبیہ خلیفہ قادیان کی زبان سے:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳۔ اپریل میں خلیفہ قادیان کا ایک خطبہ درج ہے جس میں آپ اس امر کا ذکر کرتے ہیں کہ مسلم لیگ میں شریک ہونے سے پہلے ہم مسلم لیگ والوں سے اس بات کا جواب لینا چاہتے ہیں کہ:

وہ ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں۔

کئی سال خط و کتابت کرتے ہو گئے مگر لیگ کی طرف سے کوئی تسلی بخش جواب نہیں ملا ۔اس سوال کا جواب ان کو صاف لفظوں میں مل جانا چاہیے۔

اس خطبے کی بنا پر ہم ان علماء اسلام کو متوجہ کرتے ہیں جو قادیانیوں کے جلسوں میں اس نیت سے شرکت کیا کرتے ہیں کہ ان میں عموم اسلامی (سیرت نبویہ وغیرہ) کے متعلق تقریریں ہوتی ہیں اور اسی لئے وہ ہم کو دعوت دیتے ہیں ، ہم ان اجلاسوں میں شرکت کو حرج نہیں سمجھتے ۔

اس لئے میں ان مقررین اسلام کو متوجہ کرتا ہوں کہ مسلم لیگ بھی مقاصد عمومیہ اسلامیہ کو مدنظر رکھتی ہے کسی فرقہ کے خصوص سے اس کو مطلب نہیں ۔ باوجود اس کے خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) اس بات پر تلے ہوئے ہیں کہ ہم مسلم لیگ میں اس وقت داخل ہوں گے جب وہ ہم کو مسلمان سمجھے ۔

کیا یہی حق ان علمائے مقررین و شرکائے جلسہ قادیانیہ کو نہیں کہ دعوت پہنچنے پر قادیان کے جلسہ سے دریافت کرلیا کریں کہ آپ ہم کو مسلمان سمجھتے ہیں یا نہیں؟ اگر نہیں سمجھتے تو قصہ ختم ۔ نہ ہم تمہارے نہ تم ہمارے ۔ لکم دینکم و لی دین ۔

اگر مسلمان سمجھتے ہو تو پھر ہم لوگوں پر تمہارا فتوی کفر مندرجہ انوار خلافت کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے ۔ پس پہلے اس بات کی تسلی کیجئے کہ ہم مسلمان ہیں یا نہیں؟ اس کے بعد ہم جلسہ میں شرکت کا فیصلہ کریں گے ۔

حضرات علماء کرام! عربی شاعر کی یہ رباعی آپ لوگوں کے ملاحظہ کے درج کرتا ہوں

ما انا بالنکس الدّنی و لا الذی
اذا صدّ عنی زو المؤدّتِ احرب
و لیکننی ان دام دمت و ان یکن
له مذهب عنّی فلِی عنه مذهب

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۸ ص ۵۔۶)

متفرقات مرزائیہ

خلیفہ قادیان کو صحیح مشورہ

جناب مرزا غلام احمد صاحب کا الہام ہے کہ ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔ اور قادیانی اخبار الفضل قادیان کو مدینۃ المسیح لکھتا رہتا ہے۔ لاہور میں جناب مرزا صاحب قادیانی کا انتقال ہوا۔ پس لاہور مکہ ٹھہرا۔ اب جناب خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) سالانہ اجتماع کو ایک قسم کا ظلی حج قرار دے چکے ہیں جو بالبداہت غلط ہے کیونکہ حج تو مکہ میں ہی ہوتا ہے۔ پس چاہیے کہ اس سال سے خلیفہ صاحب مع اجتماع کے لاہور جا کر ظلی حج کریں جو مکہ کا ظل ہے۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں۔ مگر امتی اور روئے زمین کے جملہ مسلمان بھی اپنے آپ کو آنحضرتﷺ کا امتی ہی کہتے ہیں، پس ایک امتی کا دوسرے امتی کا تناسب کے لحاظ سے منکر ہوکر کافر اور دائرہ اسلام سے خارج کیوں کر ہوسکتا ہے؟ مرزا محمود اوران کے حاشیہ نشین علماء کرام ذرا روشنی ڈالیں

پیر کا مکذب مرید

جناب مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ امتی نبی ہوسکتا ہے اور آپ کا دعوی بھی امتی نبی ہی کا ہے مگر مولوی محمد علی صاحب اپنی کتاب النبوۃ فی الاسلام میں سیکو ن فی امّتی ثلا ثو ن کذّا بو ن کے ماتحت لکھتے ہیں کہ

امت میں ہوکر نبوت کا دعوی کرنا بھی کذاب دجال کا کام ہے۔

ذرا مولوی محمد علی صاحب ایم اے ایل ایل بی ایک مرتبہ پھر غور فرمائیں۔

راقم: بشیر۔ بی اے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ ۲ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۴ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۸۔ ص ۶)

قادیانی کے دعوی پر خدا تعالی کی فعلی شہادت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ۲۰۔ اپریل ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی سرخی ہے:

حضرت مسیح موعود کی صداقت کا ثبوت خدا تعالی کی فعلی شہادت سے

اس سرخی کے نیچے عبارت یوں لکھی ہے:

کسی مامور کے صدق و کذب کو پہچاننے کا ایک بہت بڑا ذریعہ یہ ہے کہ اس کے تعلق باللہ کا مشاہدہ کیا جائے۔ یعنی دیکھا جائے کہ اس کا خدا سے اور خدا کا اس سے کیسا تعلق ہے۔

یہ ایک حقیقت ہے کہ اللہ تعالی کے علم سے کوئی چیز باہر نہیں۔ زمین و آسمان میں جو کچھ ہے وہ اس کے علم میں ہے۔ اور سینہ کے تمام پوشیدہ اسرار اس پر پوری طرح عیاں ہیں۔ ان حالات میں یہ قطعی طور پر ناممکن ہے کہ خدا ایک شخص کی بدعملیوں کی وجہ سے اس سے ناراض ہو، وہ شخص جھوٹا اور کاذب ہو اور پھر بھی خدا کی تائید اور نصرت اسے حاصل ہو...

غرض کسی مدعی کی صداقت معلوم کرنے کا یہ بھی ایک زبردست معیار ہے کہ اس کے تعلق باللہ کو دیکھا جائے اور خدا کے اس سلوک کو دیکھا جائے جو اس کے ساتھ ہے۔ اگر خدا کی نصرت اور تائید اس کے شامل حال ہو تو یہ گواہی اس بات کا ثبوت دے گی کہ وہ اپنے دعوی میں سچا ہے۔

(الفضل قادیان ۲۰۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۳)

ہم اس اقتباس کی دل سے تائید کرتے ہیں اور اس کو اپنے اور اپنے مخاطبین کے درمیان اصول موضوعہ کی طرح مسلّمہ تمہید قرار دے کر اس پر اپنی شہادت حقہ پیش کرتے ہیں۔ ہمارے پاس مرزا غلام احمد صاحب کے کذب دعوی پر بے شمار شہادات

موجود ہیں مگر یہاں ہم شرعی اور قانونی نصاب شہادت پورا کرنے کو صرف دو شہادتیں پیش کرتے ہیں جو اہل نظر کے نزدیک اپنے اندر کافی سے زیادہ ثبوت رکھتی ہیں۔

پہلی شہادت:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی صداقت پر یہ دلیل پیش کی تھی کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی مناظر اگر حق کی طرف رجوع نہ کرے گا، تو ۱۵ مہینے کے عرصے میں بسزائے موت جہنم میں ڈال دیا جائے گا۔

یہ میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء کو شروع ہو کر ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہو گئی۔ مگر ڈپٹی آتھم مذکور اس عرصہ میں نہیں مرا۔ حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس پیش گوئی پر خود ہی یہ نتیجہ مرتب کیا تھا کہ:

> ڈپٹی آتھم اگر بصورت عدم رجوع ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت جہنم میں نہ پڑ جائے، تو میں ہر ایک سزا اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ روسیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کے لئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا۔ زمین آسمان ٹل جائیں، پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (کتاب جنگ مقدس۔ص ۱۸۹)

سوال یہ ہے کہ اس پیش گوع کا وقوع اسی طرح ہوا تھا جس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے؟ ہم اپنے لفظوں میں نہیں کہتے بلکہ مرزا صاحب کے الفاظ دکھاتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں:

> آج ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو آتھم کی موت ہوئی۔ (انجام آتھم۔ص ۱)

یعنی میعاد مقررہ سے ۲۲ ماہ، یعنی ایک سال ۱۰ مہینے کے بعد فوت ہوا۔ اس شہادت کی نسبت قادیان کی طرف سے جو عذرات پیش کئے گئے ہیں ان سب کے جواب لاجواب ہماری کتاب الہامات مرزا میں درج ہیں۔ اڈیٹر الفضل اور دیگر اتباع

مرزا کو ہم صحیح مشورہ دیں کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کے ارشاد کے ماتحت ان کے حق میں اپنی رائے قائم کریں یا کسی ایرے غیرے کے کہنے پر، واضح رہے کہ ہم سے یہ تو ہو نہیں سکتا کہ ہم اپنے اصلی مخاطب (مرزا قادیانی) کو چھوڑ دوسری طرف توجہ دیں:

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی
نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

دوسری شہادت

ہمارے نصاب کی آسمانی منکوحہ کا نکاح ہے۔ اس کی تفصیل کرنے کی ضرورت نہیں۔ قادیانی مباحث سے دلچسپی رکھنے والے سب لوگ جانتے ہیں۔ ہاں ایک حوالہ یہاں پیش کرنا نہایت مفید ہوگا جو جملہ قادیانی عذرات کے لئے بیخ کن ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی مسمات محمدی بیگم میرے نکاح میں ضرور آئے گی۔ اس کے متعلق آپ کے تاکیدی الفاظ یہ ہیں کہ:

نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے متعلق الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات الله (یعنی خدا کی یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی)۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے (تبلیغ رسالت۔ ج ۳ ص ۱۱۵)

احمدی دوستو! قادیانی اور لاہوری ممبرو! بتاؤ یہ نکاح ہوا۔ اگر نہیں ہوا اور یقیناً نہیں ہوا تو خدا را ہمیں صحیح مشورہ دو کہ ہم کیا رائے قائم کریں؟ یہی نا:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۹ ص ۴۔۵)

عاقبت نااندیشوں کی احمقانہ جنگ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخبار الفضل نے اس سرخی کے ماتحت ملک میں مختلف فرقہ واری لڑائی جھگڑوں کا ذکر کرکے بڑے دردانگیز لہجے میں کرتے ہوئے ڈھا کہ احمد آباد بمبئی وغیرہ میں جو ہندوستانیوں کی فرقہ واری لڑائیاں ہوئیں، ان کو احمقانہ جنگ سے موسوم کیا ہے۔ لکھنو میں شیعہ سنی نزاع کو بھی اسی ذیل میں لکھا ہے۔

اس ساری تحریر کو ہم تحسین کی نظر سے دیکھتے ہیں، مگر ہم پوچھتے ہیں کہ حواریان مسیح قادیانی جو بخیال خود بہت بڑے مہذب اور متدین اور علم کلام کے ماہر، روحانیت میں کمال کو پہنچے ہوئے ہیں، یعنی لاہوری اور قادیانی جماعت کے اعیان اور افراد جو چھبیس سال سے باہمی جنگ کرتے چلے آ رہے ہیں اور ان کی یہ جنگ دن بدن تیز ہوتی جا رہی ہے جس میں وجہ جنگ یہ ہے کہ کسی ایسے شخص کا جنازہ جو مرزا صاحب کا مصدق یا مرید نہ ہو بلکہ ساکت ہو اس کا پڑھنا جائز ہے یا نہیں؟

دونوں طرف سے دلائل کی بندوقیں اور توپیں اتنی چل رہی ہیں کہ یورپ کی جنگ میں بھی نہ چلتی ہوں گے۔ انہی توپوں میں بعض دفعہ ایک فریق دوسرے کو گوبھی کے گلے سڑے چھلکے اور چلتی پھرتی لاشیں کہتا ہے۔ اور دوسرا فریق لفظ سرکاری سانڈ تک استعمال کر جاتا ہے۔ کیا ہم اس جنگ کا نام احمقانہ جنگ رکھیں یا عاقلانہ۔

تیسرا نام جنگ زرگری ہے۔ برا ماننے کی بات نہیں ہم صرف دریافت کرتے ہیں تاکہ ہم بھی اسی نام سے اس جنگ کا ذکر کریں۔

رہا مسئلہ جنازہ، سو سنو! تم نے تو آج تک حدیث نہیں لکھی مگر چونکہ اہل حدیث، حدیث کا ذمہ وار ہے اس لئے وہ تم کو بتاتا ہے ان كنتم صادقين

حضورﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

صلوا خلف من قال لا اله الا الله و علی من قال لا اله الا الله

خدا کا خوف دل میں رکھ کر اس حدیث کا مطلب سمجھو اور اپنی نزاع کا فیصلہ اس حدیث سے کراؤ، اگر اس حدیث کا مطلب سمجھنے میں دقت ہو تو ہم سے پوچھو

عشق کی راہ کٹھن کوئی ہم سے پوچھے
قیس کیا جانے غریب اگلے زمانے والا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۹ ص ۵)

لو جلالی مسیح بھی آ گئے

منتظر تھیں جن کی آنکھیں جن کے دل مشتاق تھے
شکر ہے صد شکر اب وہ بام پر آنے کو ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعویٰ کیا تو اعتراض ہوا کہ حضرت مسیح موعود کی بابت حدیثوں میں ذکر ہے کہ وہ صاحب سیاست یعنی مالک حکومت ہوں گے۔ آپ کی یہ حالت ہے کہ ایک متنفس پر بھی آپ کو حکومت حاصل نہیں ہے، بلکہ خود محکوم ہیں۔

آپ نے اس کا جواب دیا کہ میں جمالی مسیح ہوں۔ یعنی بے سیاست اور نرم صرف وعظ ونصیحت سے تبلیغ کرنے والا۔ آپ نے مزید فرمایا:

ممکن ہے اور بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جن پر حدیثوں کے ظاہری الفاظ صادق آ سکیں (یعنی وہ با حکومت ہو) کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت و بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا درویشی اور غربت کے

لباس میں آیا ہے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص۲۰۰)

اس اقتباس سے معلوم ہوا کہ آپ (مرزا قادیانی) کے نزدیک ان ظاہری نشانوں والے کا نام جلالی مسیح ہے یعنی با حکومت وسیاست۔

ایک عرصہ سے ہم انتظار کر رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے کہنے کے مطابق کوئی جلالی مسیح آئے تو ہم بھی اس سے مستفیض ہوں اس لئے بروقت ہمارے کان میں یہ آواز آئی کہ جلالی مسیح آ گیا۔ دنیا کے لوگو! ہوشیار ہو جاؤ کہ:

اوپر سے ڈرانے والا آیا۔

بس اب سب جھگڑے بہت جلد ختم ہو جائیں گے کیونکہ جلالی مسیح صاحب سیاست ہوگا۔ ہمارے ناظرین اس امر پر مطلع ہوں گے کہ اتباع مرزا میں ایک صاحب پیدا ہوئے ہیں جن کا نامی شیخ غلام محمد لاہوری ہے۔ آپ دعویٰ کرتے ہیں کہ میں حسب الہام مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جماعت مرزائیہ کے لئے مصلح موعود ہوں اور سب سے مقدم میرا کام قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کی اصلاح کرنا ہے (اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اپریل ۱۹۴۱ء ملاحظہ ہو)۔ ان مصلح صاحب نے جنگ کے متعلق ایک رسالہ شائع کیا ہے جس میں حکومت برطانیہ سے موجودہ جنگ کے پیش نظر بہت کچھ خطاب کیا ہے اس میں آپ نے اپنا اور اپنے پیر ومرشد اور مبدء فیض مرزا غلام احمد قادیانی کا ذکر جن لفظوں میں کیا ہے وہ یہ ہیں:

اللہ تعالیٰ نے ملک ہندوستان میں مجھ سے قبل حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو جمالی مسیح اپنی روحانیت میں بنایا اور اب ان کی وفات کے بعد مجھے شہر لاہور مدینۃ المسیح میں جلالی مسیح روحانی بنایا ہوا ہے۔ (ص۱۲)

پس یہ خوشی کا مقام ہے کہ حسب اعلان مرزا صاحب قادیانی، جلالی مسیح آ گئے۔ یہ خوشخبری سن کر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل گیا

خواستین آنچہ ما فراز آمد
آب از جوئے رفتہ باز آمد

پس اب ہم اس جلالی مسیح کے جلالی فعل کے منتظر ہیں کہ سب سے پہلے آپ حسب حکم احادیث شریفہ ان شخصوں یا قوموں کا صفایا کر دیں جن کا نام جمالی مسیح نے

دجال اور یاجوج ماجوج رکھا ہوا ہے۔ پس شیخ صاحب ممدوح کو چاہیے کہ قادیانی اور لاہوری جماعتوں کی اصلاح کے بعد فوراً اس کام کی طرف توجہ کریں کیونکہ ہم اسی کام کے انجام کے منتظر ہیں۔ چونکہ اس سے پہلے ہم بڑے میاں (جمالی مسیح) سے ادھار رکھا چکے ہیں انہوں نے ہم کو بڑے بڑے وعدے دیئے تھے اور خوب سبز باغ دکھائے تھے جنکی بابت ہمارا یہ عقیدہ پختہ ہو گیا

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

اس لئے ہم جلالی مسیح کے فرائض مفوضہ کا انجام دیکھ کر اگر ان کے حق میں صحیح رائے قائم کریں گے اگر وہ اپنے دعوی میں سچے ہوئے تو ہم مان جائیں گے ورنہ اگر جلالی مسیح بھی جمالی کی طرح نکلے تو ہم دور بیٹھے یہ شعر پڑھ دیں گے

رقیبوں سے نہ مل اے دل ہمارے دیکھے بھالے ہیں
نہیں ڈسنے سے رکنے کے ستم گر ناگ کالے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۰۔ص ۴۔۵)

اخبار الفضل قادیان روزانہ رہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کاغذ کی گرانی کی وجہ سے قادیان کی مجلس شوری میں یہ بات پیش ہوئی کہ اخبار الفضل کا خرچ زیادہ ہے، آمد کم۔ ایک ممبر نے جرأت کر کے کہا کہ روزانہ کی ضرورت نہیں۔ مطلب اس کا یہ تھا کہ سابقہ حالت پر دوروزہ یا سہ روزہ کیا جاے۔ اس کے جواب میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بڑے زور سے کہا جس طرح پانچ نمازیں روزانہ پڑھی جاتی ہیں پانچ کی بجائے ایک نماز کافی نہیں، اسی طرح اخبار الفضل چونکہ مذہبی اخبار ہے، یہ بھی روزانہ ہی رہنا چاہیے اس میں کمی نہیں چاہیے۔

اصل مقصد میں تو ہم متفق ہیں کہ اخبار روزانہ ہی رہنا چاہیے مگر خلیفہ قادیان کی دلیل کا معارضہ ہمارے پاس ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے وعدہ کیا تھا کہ میں اربعین کے رسالے کے چالیس نمبر نکالونگا۔ چار نمبر نکال کر سلسلہ ختم کر دیا۔ سوال ہوا کہ چالیس کیوں پورے نہیں کئے۔ جواب دیا، نمازیں پچاس فرض ہوئی تھیں مگر پچاس کے بعد پانچ رہ گئیں۔ پس جیسے پچاس کے قائم مقام پانچ ہیں، اسی طرح چالیس کے قائمقام چار۔

خدا کرے کہ روزانہ کے خلاف کہنے والے ممبر کو یہ دلیل نہ ملے۔ وہ اس دلیل کے زور سے خلیفہ (مرزا محمود احمد) اور الفضل کے سٹاف کو اپنا ہم خیال بنا لے گا کیونکہ یہ ان کے مسیح موعود کا اصول ہے۔

قادیانی ممبرو! تم کسی پر چالیس روپے کا دعوی کرو۔ اور وہ عدالت کے سامنے تمہارے مسیح موعود کا یہ اصول پیش کر کے بجائے چالیس کے چار دینے پر اصرار کرے تو مان جاؤ گے؟ بینوا توجروا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۸ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۰ ص ۷)

مرزا، بہاء اللہ اور قیامت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سلطنتوں کے قوانین انتظام ملکی کے لئے ہوتے ہیں۔ یعنی ظالم کو ظلم سے روکنے اور مظلوم کا بدلہ لینے کے لئے ہوتے ہیں۔ باوجود اس کے مولانا الطاف حسین حالی نے قانون کے متعلق ایک رباعی لکھی ہے جو قابل شنید ہے:

قانون کہ ہے بیشتر یقیناً بے کار
حاشا کہ ہو اس پہ نظمِ عالم کا مدار
جو نیک ہیں ان کو نہیں حاجت اس کی
جو بد ہیں وہ بنتے نہیں نیک اس سے زنہار

ٹھیک اسی طرح ہم دیکھتے ہیں کہ مذہبیات میں کسی امر کے متعلق خواہ کیسی ہی نص صریح ہو، متعصب اورضدی لوگ اپنی کوشش سے اس کو ایسا محرف کر دکھاتے ہیں گویا وہ مشہور معنی میں نازل ہی نہیں ہوئی۔

اس قسم کے مدعی ہمارے سامنے کئی ایک ہیں، مگر سردست ہم دوفرقوں کا ذکر کرتے ہیں جو اس امر میں مساوی الاقدام ہیں۔ ان میں سے ایک قادیانی فرقہ ہے دوسرا بہائی فرقہ۔

ہماری یہ تحقیق غیر متبدل ہے کہ یہ دونوں فرقے باہم مستفیض اور مفیض کی نسبت رکھتے ہیں۔ یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے شیخ بہاء اللہ ایرانی کی تحریرات سے فیض پایا تھا۔ ہمارا یہ دعویٰ محض ادعاء ہی نہیں بلکہ اس کا ثبوت بھی ہم اپنے رسالہ، بہاء اللہ اور مرزا، میں ناقابل تردید دلائل سے دے چکے ہیں۔ آج ہم اس کے متعلق دو مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے ثابت ہوگا کہ ان دونوں گروہوں کو اپنے اپنے مقاصد کے لئے نصوص میں تحریف کا ملکہ کہاں تک حاصل ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود دمشق (شام) میں نازل ہوں گے (دمشق ایک شہر کا نام ہے جسے سب جانتے ہیں) جیسے کوئی کہے کہ اخبار اہل حدیث کا دفتر امرتسر میں ہے۔ اس بات کے سننے والے کو یقین ہو جائے گا کہ جس مقام کا نام امرتسر ہے دفتر اہل حدیث اسی جگہ ہے۔ یہ فقرہ کسی طرح قابل تاویل نہیں ہے۔ مگر مرزا قادیانی نے قادیان پنجاب میں پیدا ہو کر قادیان ہی کو دمشق بنا دیا۔ کس طرح بنایا؟ محض زور قلم اور خود غرضی سے تحریف کر کے کہا کہ دمشق میں یزیدی الطبع لوگ رہتے ہیں اسی خصلت کے لوگ قادیان میں بھی رہتے ہیں لہذا قادیان بھی دمشق ہو گیا (ازالہ اوہام)

کون پوچھے کہ جس وقت یہ لفظ دمشق جناب رسالتمآب ﷺ کی زبان وحی ترجمان سے نکلا تھا اس وقت بھی دمشق میں یزیدی صفت لوگ رہتے تھے۔ یا وہ کسی کے خواب وخیال میں بھی نہ تھے۔ مثال کے طور پر ہم استاد غالب مرحوم کا ایک شعر پیش کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

"غم نہیں رہتا آزادوں کو بیش از یک نفس
برق سے کرتے ہیں روشن شمع ماتم خانہ ہم

آ ج جس برق (بجلی) سے شہروں میں روشنی ہورہی ہے، کیا استاد غالب کی مراد یہی برق تھی۔ ہرگز نہیں۔ کیونکہ اس وقت یہ برق ان کے خواب وخیال میں بھی نہ تھی۔ اسی لئے برق سے آپ کی مراد آسمانی برق تھی جو چمک کر زمین کو روشن کرتی ہے جس طرح استاد غالب کے کلام میں یہ مصنوعی برق (بجلی) مراد نہیں ہوسکتی ٹھیک اسی طرح دمشق سے مراد یزیدی صفت لوگوں کی جائے سکونت نہیں ہوسکتی چاہے وہ قادیان ہو یا لاہور۔

دوسری مثال بہائیوں کی ہے جو نصوص قرآنیہ کو اپنے خیالات کے مطابق ڈھالنے کا خاص ملکہ رکھتے ہیں۔ قرآن مجید میں قیامت کے کئی ایک نام آئے ہیں ان میں سے ایک نام یوم القیامۃ بھی ہے چنانچہ ارشاد ہے: ثمّ انکم یو م القیا مة عند ر بّکم تختصمو ن (الزمر۳۱۔پ ۲۳۔ع۔۱۷)

یو م البعث بھی آیا ہے جیسا کہ ارشاد ہے: لقد لبثتم فی کتا ب الله الی یو م البعث، فهذا یو م البعث و لکن لا تعلمو ن ۔(الروم:۵۶)

اسی طرح اور بھی بہت سے نام آئے ہیں مثلاً القارعه ، الصا خه ۔ یو م الحسرت ۔ یو م الآ ز فه ، یوم الخروج ۔ اور طا مّة الکبری وغیرہ

جہاں جہاں یہ نام آئے ہیں وہاں ساتھ ساتھ بنی آدم کے نیک و بداعمال کا فیصلہ اور اس کا نتیجہ بھی مذکور ہے جیسا کہ ارشاد ہے: انّ ر بك یقضی بینهم یو م القیا مة فیما کا نوا فیه یختلفو ن (یونس:۹۳)

اس فیصلے کی تفصیل بھی مصرّح ملتی ہے۔ آیات ذیل ملاحظہ ہوں: ۱۔ فر یق فی الجنة و فر یق فی السّعیر (الشوریٰ:۷)۔ ۲۔ کلوا و اشر بوا هنیئا بما اسلفتم فی الایام الخا لیة (الحاقۃ:۲۴) (گذشتہ دنوں، دنیاوی زندگی میں، تم نے جو نیک اعمال کئے تھے ان کے عوض خوب کھاؤ پیؤ)۔ ۳۔ انّ جهنم کا نت مر صا داً۔ للطّا غین مآبا (النبا:۲۱)۔ (بے شک جہنم گھات کی جگہ، اور، سرکشوں کے رہنے کا مقام ہے)

بہائی لوگوں کا زعم ہے کہ قیامت سے مراد شیخ بہاء اللہ ایرانی کی بعثت کا زمانہ ہے اور یہی قیامت ہے۔ اس کے سوا قیامت کا کوئی خاص دن مقرر نہیں ہے چنانچہ بہائی رسالہ پیامبر دہلی بابت مئی میں قیامت کے متعلق ایک مکالمہ (اصلی یا فرضی)

شائع ہوا ہے جس کی سرخی ہے:

قیامت کے متعلق بات چیت

اس گفتگو کو ہم نے غور سے پڑھا۔ چونکہ یہ گفتگو مصنوعی معلوم ہوتی ہے اسلئے متکلم نے ادھر ادھر کی باتوں میں وقت لگا دیا۔ قرآن مجید میں جس قدر آیتیں روز قیامت مردوں کے قبروں سے زندہ ہوکر نکلنے کے متعلق وارد ہوئی ہیں ان کا ذکر تک نہیں کیا۔ ہم نے ہر چند اس مکالمہ کو دیکھا، ان آیات صریحہ کا کہیں ذکر نہیں پایا۔ مثلاً

۱ : و اذا القبور بعثرت۔ علمت نفس ما قد مت و اخرت

(الانفطار: ۴.۵) (جب اہل قبور اٹھائے جائیں گے تو ہر نفس اپنے اگلے پچھلے اعمال کو جان لے گا)۔

۲ . خشعاً ابصا ر ھم یخر جو ن من ا لا جدا ث کأنھم جراد منتشر ۔مھطعین الی الداع ۔ یقو ل الکا فرو ن ھذا یو م عسر

(القمر: ۷۔۸) (جس دن لوگ قبروں سے نکلیں گے تو کثرت تعداد کی وجہ سے پھیلی ہوئی مکڑیوں کی طرح نظر آئیں گے پکارنے والے کی طرف دوڑیں چلے جائیں گے۔ کافر کہیں گے یہ دن تو بڑا سخت ہے)

۳ . و نفخ فی الصور فا ذا ھم من ا لا جدا ث الی ر بھم ینسلون (یس: ۵۱)

(جب قرنا میں پھونکا جائے گا تو لوگ فوراً اپنے پروردگار کی طرف بھاگ کھڑے ہوں گے)

ان تین آیات کے علاوہ اور بہت سی آیات ان معنی میں نص صریح ہیں کہ قیامت کے روز مردے قبروں سے نکل کھڑے ہوں گے، یہ ایسی بات ہے کہ کسی طرح اس کی تاویل نہیں ہوسکتی۔

فرقہ بہائیہ اپنے عقیدہ کی پابندی میں جو کچھ کہے گا وہ اس شاعرانہ تخیل سے زیادہ نہیں ہوگا جو غالب مرحوم نے یوں ادا کیا ہے:

جاتے ہوئے کہتے ہو قیامت کو ملیں گے
کیا خوب قیامت کا ہے گویا کوئی دن اور

نوٹ ۔ دیکھیں اہل بہاء ان آیات پر کیا تصرف کرتے ہیں ۔
(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۱ ص ۳۔۴)

قادیانی پیش گوئیاں

بجواب مولوی شیر علی قادیانی

ما مواعیدها الّا الاباطیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے مریدوں کو اس بات کا پختہ یقین ہے کہ پبلک کا حافظہ کمزور ہوتا ہے، اس لئے وہ واقعات مکذوبہ کو صحیح واقعات کی صورت میں پیش کر دیتے ہیں۔ خصوصاً تیس چالیس برس کی پرانی پیش گوئیاں جن کا کذب نمایاں ہو چکا تھا، آج سچائی کے لباس میں پیش کی جاتی ہیں ۔

مثال کے طور پر آج ہم مرزا غلام احمد صاحب کی دو مکذوبہ پیش گوئیوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو قادیان کے ایک مسنّ بزرگ مولوی شیر علی صاحب نے بڑے طمطراق سے سچائی کے لباس میں پیش کیا ہے جس کی تفصیل یہ ہے ۔

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۷ مئی ۱۹۴۱ء میں موصوف کا ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعض پیش گوئیوں کا ذکر ہے۔ ان میں سے ایک پیش گوئی زلزلے سے متعلق ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں :

عفت الدیار محلها و مقامها

یہ عربی جملہ عرب جاہلیت کے قصیدے کا ایک مصرعہ ہے۔ عرب قومیں خانہ بدوش رہتی تھیں۔ جہاں ان کو کوئی جگہ نظر آتی، وہیں اپنے ریوڑ چھوڑ دیتے۔ جب وہاں گھاس چارہ ختم ہو جاتا، تو دوسری جگہ چلے جاتے ۔ شعرائے عرب اپنی محبوبہ کو ایسے ہی قبائل میں شمار کرتے تھے ۔ قافلہ چلے جانے کے بعد جنگل کا نظارہ تصور میں لا کر اپنی

محبوبہ کو یاد کرتے۔ چنانچہ اس کے متعلق امرءالقیس کہتا ہے

کانی غداۃ البین یوم تحمّل
لدی سمرات الحی ناقف حنظل

(جس روز محبوبہ کا قافلہ ڈیرہ کوچ کر گیا میں کیکر کے پیڑ نیچے بیٹھ کر اتنا رویا جیسے کوئی حنظل (اندرائن) توڑتا ہوا آنسو بہاتا ہے)

مرزا غلام احمد صاحب نے اس مصرع کو اپنے الہام کی صورت میں پیش کیا ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپ کے الہاموں کی حقیقت کیا تھی۔ اہل دانش سمجھ لیں۔ مولوی شیر علی نے اس الہام کے متعلق جو لکھا ہے وہ یہ ہے:

جب آپ (مرزا قادیانی) ظاہر ہوئے تو اس ملک میں سال ہا سال سے کوئی زلزلہ نہ آیا۔ مگر آپ نے ۱۹ دسمبر ۱۹۰۳ء کو زلزلہ کی خبر دی اور فرمایا زلزلہ کا ایک دھکا۔ (اخبار البدر۔ یکم جنوری ۱۹۰۴ء ص ۶)

پھر جون ۱۹۰۴ء میں فرمایا:

عفت الدیار محلها و مقامها (البدر ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء ص ۱۵)۔

یعنی ایک علاقہ مٹ جائے گا اور وہ ایسا علاقہ ہوگا جہاں بعض لوگوں کی مستقل رہائش ہوگی اور بعض کی عارضی۔ گویا اس جگہ یہ بھی پتہ دے دیا کہ وہ علاقہ پہاڑی ہوگا کہ جہاں بعض لوگ رہائش رکھتے ہیں اور بعض صرف موسم گرما میں عارضی طور پر جا کر رہتے ہیں۔

چنانچہ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء کو زلزلہ آیا اور ایسا آیا کہ کئی ملکوں نے زلزلہ کا ایسا دھکا نہ دیکھا تھا۔ ہندوستان میں کانگڑہ، بھاگسو، پالم پور، سجان پور، تیرہ اور دیگر مقامات کلّو وغیرہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی پیشگوئی کے بعد جب وہ زلزلہ آیا تو ۲۵ ہزار آدمی ایک آن کی آن میں ہلاک ہو گئے۔

(الفضل قادیان ۷ مئی ۱۹۴۱ء ص ۳)

ہم مولوی شیر علی صاحب کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس الہام کی تاریخ بتا دی گو ہمیں پہلے ہی معلوم تھی۔ اسی لئے ہم اسی اخبار سے الہام مذکور کی تشریح بزبان مرزا صاحب قادیانی نقل کر دینا کافی سمجھتے ہیں:

دوستو! خدا تعالیٰ آپ لوگوں کے حال پر رحم کرے آپ صاحبوں کو معلوم ہو گا کہ میں نے آج سے قریباً نو ماہ پہلے الحکم اور البدر میں جو قادیان سے اخباریں نکلتی ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے اطلاع پا کر یہ وحی الٰہی شائع کرائی تھی کہ عفت الدیار محلھا و مقامھا یعنی یہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے۔ نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی، اور نہ عارضی امن کی جگہ۔یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ عام طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔

(دیکھو اخبار الحکم پرچہ مورخہ ۳۱ مئی ۱۹۰۴ء نمبر ۱۸ جلد ۸، اور اخبار بدر نمبر ۲۰، ۲۱ صفحہ ۱۵ مورخہ ۲۴ مئی و یکم جون ۱۹۰۴ء)

ناظرین! اس عبارت کو غور سے پڑھئے۔ مرزا غلام احمد صاحب اپنے الہام کی تشریح لفظ یعنی کہہ کر طاعون سے کرتے ہیں جس سے ثابت ہوا کہ یہ الہام طاعون سے متعلق تھا۔مگر چونکہ طاعون سے کوئی بستی اس طرح برباد نہیں ہوئی جس کے محل اور مقام سب مٹ گئے ہوں اور جس کا نام نشان بھی کوئی نہ جانتا ہو اس لئے یاروں نے کوشش کی کہ اس کو طاعون سے ہٹا کر زلزلہ سے متعلق کیا جائے۔ ورنہ صاف بات ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ابتداء ہی میں اس کو طاعون سے متعلق بتایا تھا ۔چونکہ طاعون سے کسی بستی کی ایسی حالت نہیں ہوئی لہذا یہ پیش گوئی غلط ٹھہری۔

دوسری پیش گوئی بنگال کے متعلق ہے۔ اس کے بارے میں مولوی شیر علی قادیانی کے الفاظ یہ ہیں۔

بنگال کے دو حصے مشرقی بنگال اور مغربی بنگال کر دیئے۔ اس تقسیم کے خلاف ہندوؤں نے بہت شور مچایا۔مگر ان کی شنوائی نہ ہوئی۔ لارڈ کرزن کے بعد دوسرا وائسرائے آیا۔ اسوقت بھی اس تقسیم کے خلاف کوشش کی گئی مگر اس نے بھی کچھ نہ کیا۔ یہاں تک کہ پارلیمنٹ میں یہ معاملہ پیش کیا گیا، وہاں سے بھی یہی جواب ملا کہ یہ طے شدہ فیصلہ ہے۔غرض سال ہا سال تک جلسے کر کے کوشش کی گئی مگر بے سود۔ آخر ہندو مایوس ہو گئے۔انہی دنوں فروری ۱۹۰۶ء میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے خدا تعالیٰ سے اطلاع پا کر یہ خبر شائع کی کہ:

پہلے بنگالہ کی نسبت جو کچھ حکم جاری کیا گیا تھا اب ان کی دل جوئی ہوگی۔
(بدر قادیان ۱۶ فروری ۱۹۰۶ء ص ۲)

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جب یہ خبر شائع کی تو چونکہ تقسیم بنگالہ کی طرف لوگوں کی نظریں لگی ہوئی تھیں اس لئے لوگوں نے بڑی دل چسپی لی۔ گو حالات اس خبر کے پورا ہونے کے بالکل برخلاف تھے لیکن پھر بھی یہ خبر جو خدا نے بتائی تھی اپنی پوری شان سے پوری ہوئی۔ (الفضل ۷ مئی ۱۹۴۱ء ص ۴)

ناظرین کرام! مولوی شیر علی ایک شریف قوم کی طرح جس نے توراۃ میں آیت رجم پر ہاتھ رکھ کر مخفی کیا تھا، خاموشی سے آگے چلے گئے۔ یعنی آپ مرزا صاحب قادیانی کے الہام کی تشریح کا ایک ایسا فقرہ ہضم کر گئے جس سے ان کی ساری پیش گوئی سچی ثابت ہونے کی بجائے غلط ٹھہرتی ہے۔ وہ فقرہ ہم ظاہر کرتے ہیں۔

ناظرین مرزا صاحب قادیانی کے ماہوار رسالہ ریویو آف ریلیجنز ستمبر ۱۹۰۶ء میں یہ عبارت ملاحظہ کریں:

اب گورنمنٹ صرف ایسا طریق اختیار کرے گی جس سے بنگالیوں کی دل جوئی ہو۔ جس کا یہ صاف صاف مفہوم ہے کہ جو خیال لوگوں کے دلوں میں ہیں وہ دونوں پورے نہیں ہوں گے بلکہ ایک ایسا طریق اختیار کیا جائے گا کہ تقسیم بھی منسوخ نہ ہو اور اہل بنگال کی دل جوئی بھی ہو جائے (ص ۳۴۰)۔

قادیانی ممبرو! تمہیں یاد ہے کہ خدا نے اس پیش گوئی کی تکذیب کے لئے کیا سامان پیدا کیا تھا؟

قیصر ہند شاہ انگلستان جارج پنجم ہندوستان میں بذات خود تشریف لائے اور دہلی میں دربار منعقد کر کے تقسیم بگال کی منسوخی کا اعلان کیا، حالانکہ یہ بالکل معمولی کام تھا جسے آپ انگلستان میں بیٹھے ہوئے بھی بذریعہ شاہی فرمان کر سکتے تھے مگر خدا تعالی اپنے کاموں کی حکمت خود ہی جانتا ہے کہ اس نے شاہ ممدوح کے دل میں ڈال دیا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ہمارے نام سے غلط پیش گوئی کی ہے اس لئے تم خود ہندوستان جا کر اس کی عملی تردید کرو تا کہ اس پیش گوئی کی تکذیب مستند ہو جائے۔ چنانچہ ہم نے اسی زمانے میں ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ہے شاہ انگلستان اور مرزا۔

ناظرین! یہ ہیں مرزا صاحب کی پیش گوئیاں اور ان کے اتباع کی طرف سے ان کے متعلق مساعی کہ کسی طرح تکذیب کی زد سے بچ جائیں۔ سچ ہے:

پیراں نمے پرند و مریداں ہمے پرانند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

مرزا قادیانی کا آخری فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس آخری فیصلے کے اعلان کو پڑھا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعی آخری فیصلہ ہے اور بالکل صاف فیصلہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس میں محض دعا کے ذریعہ خدا سے فیصلہ چاہا تھا کہ:

> ہم دونوں (مرزا غلام احمد قادیانی و ثناءاللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔

خدا نے اس دعا کے جواب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو الہام کیا اجیب دعوۃ الداع (بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء) یعنی میں (اللہ تعالیٰ) نے آپ کی دعا قبول کر لی کہ جھوٹا سچے سے پہلے فوت ہو جائے۔

چونکہ آخری فیصلے والی مرزا صاحب قادیانی کی دعا مرزائی قلعے کے لئے آتشیں بم کا گولہ ہے اس لئے قادیانیوں نے اس بم کی زد سے بچنے کے لئے مکانوں پر پھوس کی چھتیں ڈالیں۔ ایک چھت یہ بنائی کہ یہ دعا دراصل دعائے مباہلہ ہے اور اس سلسلہ مباہلہ کی کڑی ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں مولوی ثناءاللہ اور دیگر علماء سے شروع کیا تھا۔ اور چونکہ مولوی ثناءاللہ امرتسری مقابلے میں نہیں آیا اس لئے مباہلہ منعقد نہیں ہوا۔

ہم نے بارہا اس کی تکذیب پر مرزا صاحب قادیانی کے اقوال پیش کئے مگر مرزائی اور حق پسندی؟ ان یّروا سبیل الر شد لا یتّخذوہ سبیلاً (الاعراف:۱٤٦)

آج کل اس بارے میں قادیانی جماعت کے بڑے ذمہ دار افسر سامنے آرہے ہیں جن کا نام چودھری فتح محمد سیال ہے۔ ہر چند آپ مرزا صاحب قادیانی سے بھی طویل نویسی میں بڑھے ہوئے ہیں، مگر کیا مجال کہ مرکزی نقطہ کی طرف آئیں ۔ہم نے کئی دفعہ لکھا اور اب بھی اسی کو مرکز کلام بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب نے ہمارے ساتھ مباہلہ کرنا حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک موقوف رکھا تھا۔ چنانچہ فرمایا تھا کہ حقیقۃ الوحی چھپ جائے گی تو مولوی ثناءاللہ صاحب کے پاس بھیج دی جائے گی۔اس کے پڑھنے سے اس کی تسلی نہ ہوئی تو اس سے مباہلہ کیا جائے گا۔

حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ کو شائع ہوگئی مگر میرے پاس نہیں پہنچی ،اس لئے میں نے قیمتاً منگوالی (یہ واقعہ بجائے خود تکذیب مرزا قادیانی پر ایک مستقل دلیل ہے) اب قابل غور بات یہ ہے کہ جو واقعہ (مباہلہ) ۱۵مئی کے بعد وقوع پذیر ہونے والا تھا اور جو کسی معمولی آدمی کی زبان سے نہیں نکلا تھا بلکہ مامور من اللہ، نبی اللہ، مسیح زماں، مہدی دوراں، کرشن قادیانی، کی زبان سے نکلا تھا وہ ایک مہینہ پہلے ۱۵ اپریل ۱۹۰۷ءکو کیونکر واقع ہوسکتا ہے؟

اس کے جواب میں چوہدری فتح محمد سیال یوں گویا ہوئے ہیں،اچھا ہوتا کہ نہ ہوتے ،ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے سارے الفاظ نقل کردیں تاکہ ناظرین ان کا مافی الضمیر خوب سمجھ سکیں آپ سرخی لکھتے ہیں :

مباہلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں کیا گیا

اس سے مولوی ثناءاللہ کا یہ عذر بھی باطل ہوجاتا ہے کہ مباہلہ کے لئے حقیقۃ الوحی کی اشاعت کی ضرورت تھی کیونکہ حضرت مسیح موعود نے انجام آتھم والے مجموعہ الہامات ہی کو کافی سمجھا ہے۔اورفرمایا ہے کہ اس مجموعہ الہامات کو جو میں انجام آتھم میں شائع کرتا ہوں ہاتھ میں لے کر قسم کھاؤں گا کہ یہ کلام الٰہی ہے اور اگر میں اپنے اس ادعا میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر اللہ تعالیٰ کا عذاب اورلعنت ایک سال کے اندر اندر نازل ہو ۔اورفریق مخالف سے بھی یہی مطالبہ تھا کہ وہ اس مجموعہ الہامات کو جو کہ انجام آتھم میں

شائع کیا گیا تھا ہاتھ میں لے کر قسم کھائے کہ یہ اللہ تعالی کی وحی سے نہیں ہے بلکہ محض افتراء علی اللہ ہے اور اگر ہم اس قسم میں جھوٹے ہیں تو ہم پر اللہ تعالی کا عذاب ایک سال کے اندر اندر نازل ہو۔ اس سے ساری کی ساری شرائط پوری ہو جاتی ہیں اور وہ مباہلہ کا چیلنج جو انجام آتھم میں آپ (ثناء اللہ) کو دیا گیا کبھی واپس نہیں لیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ یہ (دعائے آخری فیصلہ) مباہلہ نہیں اور (مباہلہ) کسی وقت منقطع ہو گیا تھا غلط ہے۔ یہ کسی وقت بھی منقطع نہیں کیا گیا۔ اس لئے یہ کہنا کہ ہم آخری فیصلہ والی دعوت کو انجام آتھم کے مباہلہ سے خواہ مخواہ ملاتے ہیں بالکل غلط ہے۔

(الفضل قادیان ۸ مئی ۱۹۴۱ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کہتے ہیں کہ چوہدری فتح محمد صاحب کی تردید کے لئے ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں جو ایمان داروں کے لئے کافی ہیں:

حضرت اقدس نے پھر بھی اس (ثناء اللہ) پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے۔ اس کتاب میں ہر قسم کے دلائل سلسلہ حقہ کے ثبوت میں خلاصۃً بیان کئے گئے ہیں ... یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جائے گی تاکہ وہ اسے اول سے آخر تک بغور پڑھ لے۔ اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہوگا جس میں ہم یہ ظاہر کر دیں گے کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کر لیا ہے۔ (الحکم قادیان ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ دیکھئے اور ان کے ساتھ چوہدری فتح محمد صاحب کا کہنا کہ مباہلہ کسی وقت بھی منقطع نہیں ہوا، کہاں تک صحیح ہے؟

سنئے ہمارا دعوی مباہلہ منقطع ہونے کا نہیں بلکہ التواء کا ہے۔ اگر کوئی مجسٹریٹ مقدمے کی تاریخ مئی کے آخری ہفتے میں ڈال دے اور فریقین گھروں کو چلے جائیں۔ پھر ۱۵ اپریل کو فیصلہ کر دے تو کیا وہ مجسٹریٹ عادل کہلائے گا یا ظالم۔ مجنوں کہ ہوش مند؟

ذرہ سوچ کر جواب دینا اور یہ بھی بتانا کہ ایسے فیصلے کی اپیل بھی ہو سکے گی یا نہیں۔ اور اس اپیل میں مجسٹریٹ پر عدالت عالیہ سے کوئی عتاب بھی ہو گا یا نہیں، بلکہ وہ اس منصب کے لائق بھی رہے گا یا نہیں۔

ناظرین کرام! یہ ہے پنجہ شیر کی سخت گیری جس سے تنگ آ کر بڑے میاں نے چیختے چلاتے آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا اور دل میں چاہا تھا کہ ان پر سخت تنقید کرنے والا ان کی زندگی میں مر جائے مگر ہوا یہ کہ وہ خود مر گئے۔ اب ان کے مریدین ان کے مزار شریف پر کان لگا کر سنتے ہیں تو آواز آتی ہے۔

ہم نے چاہا تھا کہ حاکم سے کریں گے فریاد
وہ بھی کم بخت ترا چاہنے والا نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مئی ۱۹۴۱ء مطابق ۳ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۲ ص ۵۔۶)

خلیفہ قادیان خطاب ،سر، کا متمنی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بڑے مرزا صاحب قادیانی کو بھی خطاب کا شوق تھا۔ اسی شوق میں آپ کو الہام ہوا تھا: لك خطاب العزّت۔ جو ساری عمر پورا نہ ہوا۔

اس کے بعد آپ کے صاحبزادے خلیفہ قادیان نے یکم جولائی ۱۹۳۲ء کو ایک خطبہ دیا جو اخبار الفضل ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء میں مکرر چھپا ہے۔ اس میں آپ نے ان لوگوں کو ملامت کی ہے جو گورنمنٹ کی خدمت کر کے کسی قسم کے بدلے کے خواہش مند ہوتے ہیں۔ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الفاظ درج ذیل ہیں:

مجھے تعجب آتا ہے۔ ابھی تک ہماری جماعت میں یہ بلندی پیدا نہیں ہوئی۔ کئی لوگ ہیں جو لکھ دیتے ہیں۔ فلاں موقعہ پر میں نے گورنمنٹ کا فلاں کام کیا تھا اب مجھے ضرورت ہے میرا فلاں کام کرا دیا جائے مجھے اسوقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے گویا میرے منہ پر چپیڑ مار دی۔ میں حیران ہوتا

ہوں کہ سوائے کسی ذاتی فائدہ کی تمنا کے ہم کیوں کام نہیں کر سکتے ...
یہ نہایت ہی افسوس ناک بات ہے اور یہی ہندوستانیوں میں نقص ہے کہ اول تو وہ کام نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں تو معاً خیال آجاتا ہے کہ ہمیں کچھ اس کے بدلہ میں ملنا چاہیے۔ (الفضل ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء ص اول)

اس کے بعد ۱۹۳۵ء میں آپ نے ایک اور خطبہ دیا جو بظاہر اس مضمون پر حاوی ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ گورنمنٹ کی خدمت کر کے کسی فائدے کی تمنا نہیں رکھنی چاہیے مگر استاد غالب مرحوم کے قول کے ماتحت نہایت بلیغ الفاظ میں خلیفہ صاحب نے گورنمنٹ سے سر کا خطاب طلب کیا تھا چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

کیا ہم نے کبھی حکومت سے کچھ مانگا؟ یا جماعت کی خدمات کی بنا پر کچھ مانگا؟ جنگ عظیم میں ہم نے تین ہزار کے قریب افراد مہیا کئے اور ہزار ہا روپیہ خرچ کیا اتنی ہی تعداد اور ایک شخص کی طرف منسوب کی گئی حالانکہ اس نے اتنے آدمی نہ دیئے تھے اسے سر کا خطاب مل گیا مگر ہم نے کچھ نہیں مانگا۔ (الفضل قادیان ۲۰ جنوری ۱۹۳۵ء ص ۷)

ناظرین! ان الفاظ کو سامنے رکھ کر غالب مرحوم کا یہ شعر پڑھنا چاہیے

بنا کر فقیروں کا ہم بھیس غالب
تماشائے اہل کرم دیکھتے ہیں

استاد غالب مرحوم کے اس شعر سے یہ مفہوم ہوتا ہے کہ سوال دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک صریح الفاظ میں، دوسرا خاص حالت یا اشارہ وغیرہ سے۔

خلیفہ کا مطالبہ خطاب دوسری قسم سے ہے جس کو اہل سخن خوب سمجھ سکتے ہیں اگر آپ کو سر کے خطاب کی ضرورت نہیں ہے، تو آپ نے دوسرے شخص کی خدمت کو کم درجہ دکھا کر سر کے خطاب کا ذکر کیوں کیا؟ حالانکہ علم نحو کا قاعدہ (صفت بحال متعلقہ) کے ماتحت ہے۔ ایک دفعہ آپ کو سر کا خطاب مل چکا ہے جسے سب لوگ جانتے ہیں مگر آپ اس کو کافی نہ سمجھ کر صفت بحالہ کے متقاضی ہیں۔

آپ کی روش کو ہم اس سے زیادہ غامض نظر سے دیکھتے ہیں جس نظر سے آپ کے برادران لاہوری جماعت کے افراد دیکھتے ہیں ہم بلا خوف تردید کہہ سکتے ہیں

کہ آپ سر آغا خان کی لائن پر چلتے ہیں اور اسی عزت کے متمنی ہیں جو سر موصوف کو حکومت کے ہاں حاصل ہے اس لئے ہم بھی اپنی سرکار سے سفارش کرتے ہیں کہ آپ کو سر کا خطاب ضرور ملنا چاہیے جس روز آپ کو یہ خطاب ملے گا اس روز ہم اپنی اور لاہوری پارٹی کی طرف سے یہ شعر آپ کی نذر کریں گے

سر کٹانے کی تمنا اب ہمارے دل میں ہے
دیکھنا ہے زور کتنا بازوئے قاتل میں ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ٦ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۳ ص ۵۔٦)

کتنی بڑی جرأت ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ خاص جرأت تھی کہ اپنے مرتبہ کو اتنا بڑھا چڑھا کر بیان کرتے تھے کہ سلسلہ انبیاء میں بھی کسی نبی نے اپنا مرتبہ ایسا ظاہر نہ کیا ہو گا۔ مثلاً آپ نے بزعم خود خدا تعالی کی طرف سے ایک الہام اپنی ذات خاص کے متعلق یوں بیان کیا

انّما امرك اذا اردت شيئاً ان تقول له كن فيكون (حقیقۃ الوحی)

(اے مرزا جب تو کسی چیز کو چاہے تو تیرا اس کو اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ ہو جا، پس وہ ہو جایا کرے گی)۔

چونکہ آپ اس مرتبہ پر پہنچنے کے مدعی تھے جس پر پہنچنے کا دعوی کسی نبی نے نہیں کیا، اس لئے آپ کے اتباع بھی بلند پروازی کریں تو تعجب کی کوئی بات نہیں چنانچہ اخبار الفضل قادیان ۱۹۔ اپریل ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۴ پر لکھا ہے:

صحف مقدسہ کی پیش گوئیوں کے مطابق قادیان کی مبارک سرزمین میں آیا اور جس نے دنیا میں ایک عظیم الشان انقلاب کی بنیاد اپنے مقدس ہاتھوں سے رکھی ۔ یہ انقلاب شروع ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں کہ اس کا انجام

اسلام اور احمدیت کی حیرت انگیز ترقی کی صورت میں رونما ہو کر رہے گا۔ ان شاء اللہ تعالی۔ درمیان میں بے شک کئی قسم کی رکاوٹیں حائل ہوں گی اور بڑے بڑے ہولناک بادیہ ہیں جن کو ہمیں عبور کرنا پڑے گا مگر بالآخر فتح احمدیت کی ہی ہوگی کیونکہ وہی آج سچا اور منجانب اللہ مذہب ۔

(الفضل قادیان ۱۹۔اپریل ۱۹۴۱ء ص ۴)۔

تمام صحف مقدسہ کی پڑتال کرنے کی تکلیف ہم آپ کو نہیں دیتے، ذرہ قرآن شریف ہی سے دکھا دیجئے کہ ہمارا مسیح موعود فلاں آیت کے ماتحت نازل ہوا ہے ۔اگر بقول مرزا صاحب قادیانی ،قرآن میں اس کا ذکر نہیں ہے (شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا) بلکہ حدیثوں کے ماتحت آپ کا نزول ہوا ہے تو حدیث کی کسی کتاب میں دکھا دیجئے کہ قادیان میں مسیح کے اترنے کا وعدہ دیا گیا ہو۔

اس کے خلاف ہم دیکھتے ہیں کہ حدیثوں میں مسیح موعود کے اترنے کا مقام دمشق آیا ہے جو ملک شام میں ہے ۔ہمیں تو ابھی مسیح موعود کے آنے کا انتظار ہے۔کیا اچھا ہوتا کہ آپ لوگ مرزا صاحب قادیانی کو ان کی زندگی میں مشورہ دیتے کہ قادیان چھوڑ کر دمشق چلے جاؤ تا کہ حدیث کی رو سے آپ پر اعتراض وارد نہ ہو۔

ناظرین !اسی کو کہتے ہیں:

پیراں نمے پرند مریداں ہمے پرانند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۳ ص ۶)

مولوی محمد علی لاہوری اور تعداد مرزائیہ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:مولوی محمد علی لاہوری، خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو الزام دیتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے حق میں تمہارے غلو کرنے (نبی بنانے) سے جماعت قادیانیہ کی ترقی رک گئی ہے ۔ ۱۹۲۸ء میں جب آپ ولایت (انگلستان) کی سیر کر کے آئے تھے تو آپ نے اظہار کیا تھا کہ ہماری جماعت

دس لاکھ ہے۔آج بھی دس لاکھ ہی کا دعوی ہے،کوئی ترقی نہیں ہوئی کیوں نہیں ہوئی۔ صرف آپ کے غلو کی وجہ سے۔(پیغام صلح لاہور مسیح موعود نمبر ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء)

مولوی محمد علی صاحب موصوف قادیانی تحریروں کو پوری توجہ سے نہیں پڑھتے ۔اچھا ہم بتاتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ کو ترقی ہوئی اور ضرور ہوئی کیونکہ ترقی دو قسم کی ہوتی ہے۔ ایک ترقی فاضل دوسری ترقی معکوس (الٹی)۔ہم واقعات پیش کرتے ہیں مولوی محمد علی صاحب اوران کے اعوان وانصار اور دیگر ارکان مرزائیہ غور سے پڑھیں اور بتائیں کہ ترقی ہوئی یانہیں؟ الفضل قادیان ۲۰۔اکتوبر ۱۹۳۱ء میں مرزائیوں کی تعداد سات لاکھ بتائی گئی ہے۔کیا دس لاکھ سے سات لاکھ ہوجانا ترقی نہیں؟اس کے علاوہ رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت جولائی ۱۹۴۰ء کے صفحہ ۱۳۱ پر چار لاکھ لکھی ہے۔کیا یہ ترقی نہیں؟ ضرور ہے۔ ہاں یہ سوال باقی رہا کہ یہ ترقی کس قسم کی ہے۔فاضل یا معکوس؟ کچھ بھی ہو،ترقی تو ہے۔بقول استاد غالب مرحوم

گو واں نہیں پہ واں سے نکالے ہوئے تو ہیں
کعبے سے ان بتوں کو بھی نسبت ہے دور کی

نوٹ: قادیان سے ہمارے جواب میں کوئی انٹ سنٹ نوٹ نکلا تو ہم اور حوالے بھی ان کی ترقی معکوس کے بتائیں گے انشاء اللہ؛

ورنہ در مجلس رنداں خبرے نیست کہ نیست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۰ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۳ ص ۷)

خلیفہ قادیان کی غلط بیانی

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں:

درج بالا شعر اپنے معنی میں ہمیشہ سچا ثابت ہوتا آیا ہے اور ہوتا رہے گا۔

مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کی یہ عادت تھی کہ اپنے مخالف کے حق میں ہر قسم کی غلط گوئی آپ جائز سمجھتے تھے۔ خود میری مثال موجود ہے، میرے حق میں لکھا تھا:

مولوی ثناء اللہ کا گذارا کفن فروشی پر ہے۔(اعجاز احمدی)

اسی طرح مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھی کی بابت لکھا کہ

انہوں نے میرے ساتھ بدیں مضمون مباہلہ کیا کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے گا چنانچہ وہ دونوں مجھ سے پہلے مر کر میری صداقت پر مہر لگا گئے۔

(قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو۔ص ۷)

مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے حق میں تو آپ ادھار کھائے ہوئے تھے۔

انہی کی روش پر چل کر ان کے صاحبزادہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) غلط گوئی کا ارتکاب کرتے رہتے ہیں، حالانکہ اسلام کی تعلیم کے ماتحت شریف لوگ اپنے مردہ مخاطب کو برائی سے یاد نہیں کرتے۔ مگر قادیانی اور شرافت:

روا ہے انہیں سب کو جو نا روا ہے

جمعہ کے روز مسجد میں منبر پر کھڑے ہو کر آپ نے فرمایا کہ مولوی محمد حسین بٹالوی نے پادریوں کے مقدمہ میں مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف گواہی دی تھی۔ پھر اس پر بہت کچھ افسوس ظاہر کیا کہ پادریوں کے ساتھ کفر و اسلام کا مقابلہ تھا اور یہ مولوی مسلمانوں کا پیشوا ہو کر پادریوں کی حمایت کو گیا۔ وغیرہ

حالانکہ یہ واقعہ بالکل کذب بلکہ افتراء ہے۔ قدرتی تصرف کے قربان جائیں کہ خود خلیفہ قادیان کے قلم سے اس کی تردید کرا دی جس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ

مئی ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے درمیان شہر امرتسر میں ڈاکٹر ہنری کلارک مشنری کی کوٹھی میں مباحثہ ہوا۔ ڈاکٹر موصوف اس مباحثہ میں پریذیڈنٹ تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے آخری پرچے میں ڈپٹی آتھم کی موت ۱۵ ماہ کے اندر واقع ہونے کی پیش گوئی کی تھی۔ مگر وہ اس میعاد کے اندر نہیں مرا۔ بلکہ قریباً دو سال بعد فوت ہوا۔

اس اثنا میں مرزا صاحب قادیانی اور عیسائیوں کے مابین مخالفانہ رنگ میں اشتہار بازی ہوتی رہی۔ بات بڑھتی بڑھتی یہاں تک پہنچ گئی کہ ڈاکٹر ہنری کلارک نے مرزا صاحب قادیانی کے برخلاف حکومت کو اطلاع دی کہ انہوں نے میرے قتل کے لئے کسی آدمی کو مقرر کیا ہوا ہے جو میرے پاس آتا جاتا ہے۔

اسی اثنا میں مرزا صاحب قادیانی نے مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی کے حق میں تکلیف یا موت کی پیش گوئی بھی کی ہوئی تھی۔ مولوی صاحب موصوف نے اپنے ضلع گورداسپور کے ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ کی عدالت میں درخواست دے دی کہ مجھے اسلحہ رکھنے کی اجازت دی جائے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے میرے حق میں موت کی پیش گوئی کی ہوئی ہے، اس لئے مجھے خطرہ ہے کہ وہ مجھے قتل کرا دیں گے۔

اسی بنا پر زیر دفعہ ۱۰۷ تعزیرات ہند عدالت میں مرزا صاحب کی طلبی ہوئی۔ مولوی صاحب موصوف اپنے اسی مقدمہ کی پیروی کرنے کو گورداسپور جایا کرتے تھے مولوی صاحب کے اس کیس کا جو فیصلہ ہوا، اس کا ذکر ہم آگے چل کر کریں گے۔ سردست ہم اتنا بتاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے جو کہا ہے کہ مولوی محمد حسین صاحب عدالت میں مرزا صاحب قادیانی کے خلاف پادریوں کی تائید میں شہادت دینے گئے تھے بالکل غلط ہے۔ اس کے غلط ہونے کا ثبوت خود خلیفہ صاحب کے الفاظ میں ملتا ہے جو یہ ہیں:

> مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تو آپ (مرزا قادیانی) کے خلاف یہ گواہی دینے کے لئے آئے کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) ایسا ہی ہے۔ اس نے ضرور یہ بات کہی ہوگی۔ (الفضل یکم جون ۱۹۴۱ء ص ۴)

کوئی مسلمان عالم یا کوئی وکیل بیرسٹر ہم کو بتائے کہ کسی مقدمہ میں خصوصاً الزام قتل کے مقدمہ میں گواہ کا یہ کہنا کہ یہ بات اس نے ضرور کہی ہوگی، کچھ وقعت رکھتا ہے یا اس کو بیان شہادت کہہ سکتے ہیں؟ یا ایسی شہادت سے فریق ملزم کو کچھ نقصان یا مستغیث کو کچھ فائدہ پہنچ سکتا ہے؟

خلیفہ صاحب کو شائد معلوم نہ ہوگا کہ ادائے شہادت اور امکان شہادت میں بہت فرق ہے۔ یہ ہے قدرتی تصرف جس نے خلیفہ قادیان کے بیان کی تردید خود انہی

کی زبان سے کرادی۔

امرتسر میں قیصری باغ میں جانب شرق ایک مسجد ہے جو میاں صمدو والی مسجد کے نام سے مشہور ہے۔ ایک دفعہ کا واقعہ ہے کہ وہاں اہل بدعت نے جماعت اہل حدیث اور اس کے امام مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم پر بلوے کا مقدمہ کھڑا کر دیا۔ مولوی صاحب موصوف کو پھانسنے کے لئے ایک گواہ نے بیان دیا کہ موصوف اپنے مقتدیوں کو بایں الفاظ تلقین کرتے تھے: ماروان کافروں کوشہید کردو۔

کپتان پولیس کا، جو بیان لکھ رہا تھا وہ، اسلامی اصطلاحات سے واقف تھا اس نے کہا کہ ہیں؟ کافر بھی شہید ہوا کرتے ہیں؟

گواہ نے بزور کہا کہ ہاں حضور۔ ایسا ہی کہتے تھے۔،

بس اتنے سے بیان پر چالان خراب ہو گیا اور ملزم رہا کر دیئے گئے۔

یہی مثال خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے بیان کی ہے کہ اپنی تردید آپ کر رہے ہیں کہ شہادت میں الفاظ قطعیہ کی بجائے مشکوک الفاظ، یہ بات کہی ہوگی، وغیرہ بولتے ہیں۔ جو شہادت میں کوڑی قیمت نہیں رکھتے۔ اسی کو کہتے ہیں:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے کیس کا کیا انجام ہوا۔ اس فیصلے کی مطبوعہ نقل ہمارے پاس موجود ہے جسے ہم ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے درج کرتے ہیں چونکہ یہ ایک تاریخی مقدمہ تھا اس لئے اس کے فیصلہ کی نقل بہت مفید ہے جس سے مرزا صاحب کے دعوی الہام پر بھی خوب روشنی پڑتی ہے ناظرین اس نقل کو غور سے پڑھیں اس کے بعد ہمارا نوٹ بھی ملاحظہ کریں۔ نقل فیصلہ یہ ہے:

فیصلہ مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر آئی سی ایس ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور بمقدمہ مرزا غلام احمد ساکن قادیان۔

سرکار قیصر ہند مستغیث..

بنام..مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور۔۔ملزم الزام زیر دفعہ ۱۰۷ مجموعہ ضابطہ فوجداری۔...

حکم: ہم نے دو اقرار نامہ جات کا مسودہ مشتمل بر چھ دفعات طیار کیا ہے جس کو مرزا غلام احمد قادیانی اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی نے خوشی سے منظور کرلیا ہے ان اقرار نامہ جات کی نظر سے یہ مناسب ہے کہ کارروائی حال مسدود کی جائے۔لہذا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو رہا کرتے ہیں اور ہدایت کرتے ہیں کہ مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے برخلاف کوئی کاروائی نہ کی جائے۔ جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

اقرار نامہ مرزا غلام احمد قادیانی

بمقدمہ فوجداری اجلاسی مسٹر جے ایم ڈوئی صاحب بہادر ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ضلع گورداسپور..سرکار دولت مدار بنام مرزا غلام احمد ساکن قادیان تحصیل بٹالہ ضلع گورداسپور الزام زیر دفعہ ۱۰۷۔مجموعہ ضابطہ فوجداری۔

اقرار نامہ:

میں مرزا غلام احمد قادیانی بحضور خداوند تعالی باقرار صالح اقرار کرتا ہوں کہ آئندہ:

۱۔ میں ایسی پیش گوئی شائع کرنے سے پرہیز کروں گا جس کے یہ معنی ہوں یا ایسے معنی خیال کئے جاسکیں کہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہوخواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلت پہنچے گی یا وہ موردعتاب الہی ہوگا۔

۲۔ میں خدا کے پاس ایسی اپیل (فریاد و درخواست) کرنے سے بھی اجتناب کروں گا کہ وہ کسی شخص کو (یعنی مسلمان ہوخواہ ہندو ہو یا عیسائی وغیرہ) ذلیل کرنے سے یا ایسے نشان ظاہر کرنے سے کہ وہ موردعتاب الہی ہے یہ ظاہر کرے کہ مباحثہ مذہبی میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔

۳۔ میں کسی چیز کو الہام جتا کر شائع کرنے سے مجتنب رہوں گا جس کا یہ منشا ہو یا جو ایسا منشاء رکھنے کی معقول وجہ رکھتا ہو کہ فلاں شخص (یعنی مسلمان ہو خواہ ہندو ہو یا عیسائی) ذلت اٹھائے گا یا موردِ عتاب الٰہی ہو گا۔

۴۔ میں اس امر سے بھی باز رہوں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کے ساتھ مباحثہ کرنے میں کوئی دشنام آمیز فقرہ یا دل آزار لفظ استعمال کروں یا کوئی ایسی تحریر یا تصویر شائع کروں جس سے ان کو درد پہنچے۔ میں اقرار کرتا ہوں کہ ان کی نسبت یا ان کے کسی دوست اور پیرو کی نسبت کوئی لفظ مثل دجال کافر کاذب بطالوی نہیں لکھوں گا (بٹالوی کے ہجے بٹالوی کئے جانے چاہییں جب یہ لفظ بطالوی کر کے لکھا جاتا ہے تو اسکا اطلاق باطل پر ہوتا ہے) میں ان کی پرائیویٹ زندگی یا ان کے خاندانی تعلقات کی نسبت کچھ شائع نہیں کرونگا جس سے ان کو تکلیف پہنچنے کا عقلاً احتمال ہو۔

۵۔ میں اس بات سے بھی پرہیز کروں گا کہ مولوی ابوسعید محمد حسین یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو اس امر کے مقابلہ کے لئے بلاؤں کہ وے خدا کے پاس مباہلہ کی درخواست کریں تا کہ وہ ظاہر کرے کہ فلاں مباحثہ میں کون سچا اور کون جھوٹا ہے۔ نہ میں ان کو یا ان کے کسی دوست یا پیرو کو کسی شخص کی نسبت کوئی پیش گوئی کرنے کے لئے بلاؤنگا۔

۶۔ جہاں تک میرے احاطہ طاقت میں ہے میں تمام اشخاص کو جن پر میرا کچھ اثر یا اختیار ہے ترغیب دونگا کہ وہ بھی بجائے خود اسی طریق پر عمل کریں جس طریق پر کاربند ہونے کا میں نے دفعہ ۱،۲،۳، ۴، ۵، ۶ میں اقرار کیا۔ العبد: مرزا غلام احمد بقلم خود۔

گواہ شد: خواجہ کمال الدین بی اے ایل ایل بی

دستخط: جے ایم ڈوئی ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء

(عدالتی کاروائی کے بعد مرزا قادیانی حسب ذیل اشتہار جاری کیا:

اپنے مریدوں کی اطلاع کیلئے

جو پنجاب اور ہندوستان اور دوسرے ممالک میں رہتے ہیں اور نیز دوسروں کیلئے اعلان

جو کہ ایک مقدمہ زیر دفعہ ۱۰۷ ضابطہ فوجداری مجھ پر اور مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعۃ السنہ پر عدالت جے ایم ڈوئی ڈپٹی کمشنر ضلع گورداسپور میں دائر تھا بتاریخ ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء بروز جمعہ اس طرح پر فیصلہ ہوا کہ فریقین سے اس مضمون کے نوٹسوں پر دستخط کرائے گئے کہ آئندہ کوئی فریق اپنے کسی مخالف کی نسبت موت وغیرہ دلآزار مضمون کی پیش گوئی نہ کرے کوئی کسی کو کافر اور دجال اور مفتری اور کذاب نہ کہے کوئی کسی کو مباہلہ کیلئے نہ بلائے اور قادیان کو چھوٹے کاف سے نہ لکھا جائے اور نہ بٹالہ کو طا کے ساتھ اور ایک دوسرے کے مقابل نرم الفاظ استعمال کریں، بدگوئی اور گالیوں سے مجتنب رہیں، اور ہر ایک فریق حتی الامکان اپنے دوستوں اور مریدوں کو بھی اس ہدایت کا پابند کرے۔ اور یہ طریق نہ صرف باہم مسلمانوں میں بلکہ عیسائیوں سے بھی یہی چاہیے۔،

لہذا میں نہایت تاکید سے اپنے ہر ایک مرید کو مطلع کرتا ہوں کہ وہ ہدایت مذکورہ بالا کے پابند رہیں اور نہ مولوی محمد حسین اور نہ اس کے گروہ اہل حدیث اور نہ کسی اور سے اس ہدایت کے مخالف معاملہ کریں۔ بہتر تو یہی ہے کہ ان لوگوں سے بکلی قطع کلام اور ترک ملاقات رکھیں۔ ہاں جس میں رشد اور سعادت دیکھیں اس کو معقول اور نرم الفاظ سے راہ راست سمجھائیں اور جس میں تیزی اور لڑنے کا مادہ دیکھیں تو اس سے کنارہ کریں۔ کسی کے دل کو ان الفاظ سے دکھ نہ دیں کہ یہ کافر ہے یا دجال ہے یا کذاب ہے یا مفتری ہے گو وہ مولوی محمد حسین ہو یا اس کے گروہ میں سے یا اس کے دوستوں میں سے کوئی اور ہو۔ ایسا ہی کسی عیسائی اور کسی دوسرے فرقہ کے ساتھ بھی ایسے الفاظ جو فتنہ برپا کر سکتے ہوں استعمال میں نہ لاویں اور نرم طریق سے ہر ایک سے برتاؤ کریں۔

اور ہم مولوی محمد حسین صاحب کی خدمت میں بھی عرض کرتے ہیں کہ چونکہ اس نوٹس پر ان کے بھی دستخط کرائے گئے ہیں بلکہ اسی تحریری شرط سے عدالت نے ان پر مقدمہ چلانے سے ان کو معافی دی ہے، لہذا وہ بھی اسی طور سے اپنے گروہ اہلحدیث امرتسری، لاہوری، لدھانوی

،دہلوی اور راولپنڈی کے رہنے والے اور دوسرے اپنے دلی دوستوں کو بذریعہ چھپے ہوئے اعلان کے بلاتوقف اس نوٹس سے اطلاع دیں کہ وہ حسب ہدایت مجسٹریٹ ضلع گورداسپور اپنے فریق مخالف یعنی میری نسبت کا فر دجال اور مفتری اور کذاب کہنے اور گندی گالیاں دینے سے روکے گئے ہیں اور اس معاہدہ کی پابندی کے لئے نوٹس پر دستخط کر دیئے گئے ہیں کہ آئندہ نہ مجھے کافر کہیں نہ دجال نہ کذاب نہ مفتری اور نہ گالیاں دیں گے اور نہ قادیان کو چھوٹے کاف سے لکھیں گے اور ایک حد تک اس بات کے ذمہ دار رہینگے کہ ان کے دوستوں اور ملاقاتیوں اور گروہ کے لوگوں میں سے کوئی شخص ایسے الفاظ استعمال نہ کرے۔ سو سمجھا دیں کہ اگر وہ لوگ بھی اس نوٹس کی خلاف ورزی کریں گے تو اس عہد شکنی کے جواب دہ ہوں گے۔ غرض جیسا کہ میں نے اس اعلان کے ذریعہ سے اپنی جماعت کے لوگوں کو متنبہ کر دیا ہے مولوی محمد حسین کی دل کی صفائی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے کہ وہ بھی اپنے اہل حدیث اور دوسرے منہ زور لوگوں کو جو ان کے دوست ہیں بذریعہ اعلان متنبّی کریں کہ اب وہ کافر دجال کذاب کہنے سے باز آجائیں اور دلآزار گالیاں نہ دیں ورنہ سلطنت انگریزی جو امن پسند ہے باز نہ آنے کی حالت میں پورا پورا قانون سے کام لے گی۔

اور ہم تو ایک عرصہ گذر گیا کہ اپنے طور پر یہ عہد شائع کر چکے ہیں کہ آئندہ کسی مخالف کے حق میں موت وغیرہ کی پیش گوئی نہیں کریں گے اور اس مقدمہ میں جو ۲۴ فروری ۱۸۹۹ء کو فیصلہ ہوا ہے ہم نے اپنے ڈیفنس میں جو عدالت میں دیا گیا ثابت کر دیا ہے کہ یہ پیش گوئی کسی شخص کی موت وغیرہ کی نسبت نہیں تھی محض ایسے لوگوں کی غلط فہمی تھی جن کو عربی سے ناواقفیت تھی۔ سو ہمارا خدا تعالیٰ سے وہی عہد ہے جو ہم اس مقدمہ سے مدت پہلے کر چکے۔ ہم نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۷ میں شیخ محمد حسین اور اس کے گروہ سے یہ بھی درخواست کی تھی کہ وہ سات سال تک اس طور سے ہم سے صلح کر لیں کہ تکفیر اور تکذیب اور بدزبانی سے منہ بند رکھیں اور انتظار کریں کہ ہمارا انجام کیا ہوتا ہے لیکن اس وقت کسی نے ہماری درخواست قبول نہ کی اور نہ چاہا کہ کافر اور دجال کہنے سے باز آجائیں یہاں تک کہ عدالت کو امن قائم رکھنے کے لئے وہی طریق استعمال کرنا پڑا جس کو ہم صلح کاری کے طور پر چاہتے تھے۔

یاد رہے کہ ڈپٹی کمشنر نے مقدمہ کے فیصلہ کے وقت مجھے یہ بھی کہا تھا، وہ گندے الفاظ جو محمد حسین اور اس کے دوستوں نے آپ کی نسبت شائع کئے آپ کو حق تھا کہ عدالت کے ذریعہ

سے اپنا انصاف چاہتے اور چارہ جوئی کراتے اور وہ حق اب تک قائم ہے۔، اس لئے میں شیخ محمد حسین اوران کے دوستوں جعفر زٹلی وغیرہ کو مطلع کرتا ہوں کہ اب بہتر طریق یہی ہے کہ اپنے منہ کو تھام لیں اگر خدا کے خوف سے نہیں تو اس عدالت کے خوف سے جس نے یہ حکم فرمایا اور یہ فہمائش کی اپنی زبان کو درست کرلیں اور اس بات سے ڈریں کہ میں مظلوم ہونے کی حالت میں بذریعہ عدالت کچھ چارہ جوئی کروں۔زیادہ کیا لکھا جاوے۔

خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان ۲۶ فروری ۱۸۹۹ء

(اخبار الحکم قادیان ضمیمہ ۳ مارچ ۱۸۹۹ء)

نوٹ: مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس اقرار سے یہ بات بالکل واضح معلوم ہوتی ہے کہ آپ کا دعوی الہام ونبوت اختیاری تھا، ماموری نہ تھا۔ورنہ باختیار خود اپنے الہامات روک رکھنے کا اقرار نہ کرتے۔

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنا منصب بروز محمد بتایا کرتے تھے۔اسی لئے ضروری تھا کہ آپ کے جملہ تبلیغی افعال تبلیغ محمدی کے مشابہ ہوتے جس کا ایک ہی نمونہ پیش کرنا کافی ہے۔

کفار عرب نے آنحضرت ﷺ کو کہا تھا کہ آپ کے ساتھ ہماری مصالحت ہو سکتی ہے کہ آپ قرآن میں ہمارے معبودوں کا ذکر نہ کریں جس کے جواب میں ارشاد خداوندی نازل ہوا

قل ما یکو ن لی ان ابدّ له من تلقا ء نفسی ان اتبع ا لّا ما یوحی الیّ (یونس:۱۵) (آپ کہہ دیجئے کہ یہ میرے بس کی بات نہیں کہ میں اپنی طرف سے قرآن میں کوئی ربدیلی کروں میں تو وحی الہی کا پابند ہوں)

یہ ہے خدا کی سچی ماموریت۔نہ وہ جس کا نمونہ مرزا صاحب قادیانی نے دکھایا کہ ایک ضلع کے افسر کے کہنے پر اپنے الہامات کی اشاعت بند کرنے کا وعدہ کرلیا

شعراء عاشق صادق کے مقابلہ میں محبت کے جھوٹے دعویداروں کو بوالہوس قرار دے کر صادقوں اور کاذبوں میں امتیاز کرنے کو کہا کرتے ہیں کہ

بس ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز
آیا ہے اب مزاج تیرا امتحان پر

قادیانی مشین میں جہاں اور پرزے کذب و افترا کے ڈھلتے رہتے ہیں وہاں ایک پرزہ خاص طور پر بکثرت ڈھلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کے مخالفوں کو ہر بات میں موردِ طعن بنایا جاتا ہے مثلاً یہ کہ وہ اسلام اور کفر کے مقابلے میں کفر کی حمایت کرتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب کفر کے مقابلے میں کھڑے ہوتے ہیں اور یہ لوگ مرزا صاحب کی مخالفت کر کے کفر کو تقویت پہنچاتے ہیں جس کا ذکر خلیفہ قادیان نے اپنے مذکورہ خطبے میں بمرات وکرات (بار بار) کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ سراسر یورپئین پروپیگنڈہ ہے جس کو شرعی اصطلاح میں دجل کہا جاتا ہے۔

ہمارے دعویٰ کی تصدیق کے لئے مرزا صاحب قادیانی کے مضامین کو پڑھنا ضروری ہے کیونکہ وہ دو قسم کے ہیں ایک اسلامی عقاید اور مسائل کے متعلق۔ دوسرے اپنی ذات خاص کے متعلق۔ علمائے اسلام پہلی قسم میں کبھی مرزا صاحب کے مخالف نہیں ہوئے البتہ دوسری قسم میں مخالفت کرنا ان کا حق تھا اور ہے۔

اس کی واضح مثال امرتسر کا مباحثہ (جو مرزا قادیانی اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کے درمیان ۱۸۹۳ء میں ہوا) کافی ہے۔ مرزا صاحب نے جتنے دلائل ابطال الوہیت کے متعلق عیسائی مناظر کے سامنے پیش کئے۔ ان کی مخالفت کسی عالم نے نہیں کی۔ لیکن آخری دن جب انہوں نے اپنی شخصیت کو پیش کیا کہ مجھے خدا نے بتایا ہے کہ آتھم ۱۵ مہینوں کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ لیکن جب وہ اس مدت میں نہ مرا تو علمائے اسلام اور اہل اسلام نے اس حصے کو موردِ اعتراض ٹھہرایا ورنہ اصل مناظرے کی مخالفت کسی نے نہیں کی۔

جو لوگ علم منطق سے واقف ہیں ان سے مخفی نہیں ہوگا کہ نوع جو جنس فصل سے مرکب ہوتا ہے اس کی فصل کو زیر بحث لانے سے ساری جنس پر اعتراض لازم نہیں آتا۔ مرزا صاحب کی شخصیت دو حیثیتوں سے مرکب تھی۔ ایک حیثیت مصنف اسلام کی۔ دوسری حیثیت صاحب الہام کی۔ علماء نے جب کبھی اعتراض کیا تو ان کے صاحب الہام ہونے پر کیا۔ ہاں اگر کسی تصنیف کو انہوں نے اپنے الہامی دعوے کے ثبوت میں پیش کیا

تو اس کو بھی زیر بحث لانا علماء کا حق تھا۔ پس جو لوگ علماء اسلام کے اس طریق پر یہ اعتراض کرتے ہیں وہ اسلام کے مقابلے میں کفر کی حمایت کرتے ہیں ایسے اشخاص سے کیا توقع ہوسکتی ہے کہ وہ اس باریک سوال کا جواب دیں گے کہ عقل بڑی یا بھینس

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۱۷ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۴ ص ۴۔۶)

جنگ یورپ مرزا قادیانی اور ڈاکٹر اقبال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اخباروں میں اس بات کا بڑا چرچا ہو رہا ہے کہ یورپ میں جو جنگ جاری ہے اور اس کی وجہ سے جو تباہی ہو رہی ہے اس کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی پہلے سے موجود ہے چنانچہ آپ نے لکھا ہوا ہے:

اے یورپ تو بھی امن میں نہیں، اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں، میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وغیرہ۔

(الفضل ۸ جون ۱۹۴۱ء)

اس موضوع پر قادیانی اخباروں میں آئے دن مضامین لکھے جارہے ہیں اور رائی کا پہاڑ بنا کر دکھایا جارہا ہے جو قیاس سے باہر ہے۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کی مذمت آئی ہے جو دو قسم کے پیمانے اور باٹ رکھتے ہیں۔ ان کا نام مطففین ہے اور ان کی سزا جہنم کی آگ بتائی ہے۔

مصنفین کے پاس دو قسم کے پیمانے نہیں ہوتے البتہ دو قسم کے اصول ہو سکتے ہیں۔ ایک اصول وہ جو مخالف کے ساتھ گفتگو کرتے ہوئے پیش کرتے ہیں۔ دوسرا وہ جو اپنی تائید میں پیش کریں۔ ہماری رائے میں ایسے مصنفین بھی مطففین میں داخل ہیں۔ اس اجمال کی تفصیل یہ ہے:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، حضرت مسیح کی پیش گوئیوں اور معجزات کے متعلق ناک بھوں چڑھاتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسیح کے معجزات اور پیش گوئیوں پر جس قدر اعتراض اور شکوک پیدا ہوتے ہیں میں نہیں سمجھ سکتا کہ کسی اور نبی کے خوارق یا پیش خبریوں میں ایسے شبہات پیدا ہوئے ہیں۔ کیا تالاب کا قصہ مسیحی معجزات کی رونق دور نہیں کرتا۔ اور پیش گوئیوں کا حال اس سے بھی زیادہ ابتر ہے۔

کیا یہ بھی پیش گوئیاں ہیں کہ زلزلے آئیں گے، مری پڑے گی، لڑائیاں ہونگی۔ قحط پڑیں گے۔ اس سے زیادہ تر قابلِ افسوس یہ امر ہے کہ جس قدر حضرت مسیح کی پیش گوئیاں غلط نکلیں اس قدر صحیح نہیں نکل سکیں۔

(ازالہ اولام طبع اول۔ ص ۷۰۶)

حضرت مسیح کی ایسی پیش گوئیوں کو مرزا صاحب قادیانی نے بنظر حقارت کیوں دیکھا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ایسے واقعات دنیا میں ہوتے رہتے ہیں کہ کبھی ایک ملک میں کبھی دوسرے ملک میں وبا پڑتی ہے۔ جنگیں بھی ہوتی ہیں۔ قحط بھی پڑتے ہیں اس لئے مرزا صاحب نے حضرت عیسی کی ایسی پیش گوئیوں کو قابل قبول نہیں قرار دیا۔ مرزا غلام احمد کا دوسرا پیمانہ دیکھئے کہ اسی قسم کی پیش گوئیوں کو اپنی صداقت کا نشان بنایا ہے۔ غالبًا ان کو اپنی پہلی تحریر (ازالہ اوہام) یاد نہیں رہی جو ۱۸۹۱ء کی مطبوعہ ہے اسی لئے انہوں نے اپنی دوسری تحریر (حقیقۃ الوحی مطبوعہ ۱۹۰۷ء) میں دوسرا پیمانہ پیش کر دیا شائد اس کی وجہ یہ ہوگی کہ آپ سمجھے ہوں گے کہ پندرہ سولہ سال پہلے کی تحریر کس کو یاد ہوگی، یا قدرت الٰہی کو اپنی جلوہ نمائی منظور ہوگی کہ دنیا پر واضح کر دے کہ ویل للمطفّفین۔ الّذین اذا اکتالوا علی الناس یستوفون (المطففین: ۱-۲)۔ ماپ تول میں کمی کرنے کا جلوہ آج بھی دیکھا جا سکتا ہے

اب ہم بتاتے ہیں کہ جس پیش گوئی کو قادیانی اخبارات بڑے فخر اور غرور سے پیش کر رہے ہیں پنجاب کے غیر الہامی مفکر اور مشہور و معروف شاعر ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اس سے بڑھ کر واضح الفاظ میں پیش گوئی کی ہوئی ہے جو یہ ہے

ڈھونڈتا ہے فرنگ عیش جہان کا دوام
وائے تمنائے خام وائے تمنائے خام

اور سنیئے ! موصوف فرماتے ہیں:

جہاں نو ہو رہا ہے پیدا وہ عالم پیر مر رہا ہے
جسے فرنگی مقامروں نے بنا دیا ہے قمار خانہ

ڈاکٹر موصوف کے یہ دونوں شعر اور اسی قسم کے دوسرے اشعار کسی الہام پر مبنی نہیں ہیں، بلکہ یورپ کی جنگی تیاریوں اور باہمی رقابتوں پر نظر کر کے ایک مفکر کی حیثیت سے آپ نے ایسا کہہ دیا۔ بتایئے ڈاکٹر اقبال کے اتباع اگر دعوی کریں کہ ہمارے ہیرو نے جو کچھ کہا تھا آج وہی صحیح ثابت ہو رہا ہے تو قادیانیوں کے پاس اس کا کیا جواب ہے؟

ہاں مرزا صاحب قادیانی نے جو لکھا ہے کہ مسیح کی پیش گوئیاں صحیح کی نسبت غلط زیادہ نکلیں، قادیانی جماعت کو اگر یہ اصول منظور ہو کہ جس مدعی کی پیش گوئیاں صحیح کی نسبت غلط زیادہ ہوں وہ قابل اعتبار نہیں ہوتا، تو ہم اس مقابلے کے لئے بھی تیار ہیں۔ بلکہ ہمارا عقیدہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی متحدیانہ پیش گوئیاں اکثر نہیں، بلکہ سب غلط نکلیں۔

پس اہل قادیان اپنے لاہوری برادران کے ساتھ ہمارے سامنے آئیں اور ہر روز ایک ایک پیش گوئی پر اسی طرح گفتگو ہو جس طرح ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر مرزا صاحب قادیانی اور ڈپٹی آتھم کے درمیان ہوئی تھی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جون ۱۹۴۱ء مطابق ۲۴ جمادی الاول ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۵۔ ص ۵)

کیا مرزا کے عقاید دنیا تسلیم کر چکی ہے

جو بات کی خدا کی قسم لاجواب کی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ کی یہ عادت طبعی ہو رہی ہے کہ جو بات کہیں گے اس میں عجیب تعلّی سے کام لیں گے خاص کر ان دونوں جماعتوں کے امیر (میاں محمود احمد قادیانی اور مولوی

محمد علی لاہوری) کی لا ینفک عادت ہے کہ مبالغہ کی حد سے گذر کر شاعرانہ تخیل تک پہنچ جاتے ہیں۔شاعر اپنے معشوقوں کو کہا کرتے ہیں

کسے نہ ماند کہ دیگر بہ تیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

اسی طرح یہ لوگ جب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تعریف کے پل باندھنے لگتے ہیں تو ایسے ایسے مبالغے کر جاتے ہیں کہ حیرت ہوتی ہے کہ ایک مذہبی جماعت ہو کر ایسی غلط بیانیاں کرتی ہے اس فن میں ہم کسی ایک کو دوسرے پر ترجیح نہیں دے سکتے کیونکہ دونوں ایک دوسرے سے بڑھ کر ہیں۔

اگر ہم اس دعوی کی مثال نہ دیں تو ہمارا دعوی بے ثبوت رہ جاتا ہے اس لئے ہم مولوی محمد علی صاحب کا خطبہ مندرجہ پیغام صلح ۲۶ مئی بطور مثال پیش کرتے ہیں آپ نے مرزا صاحب کے کمالات میں سے بڑا کمال یہ دکھایا ہے کہ مرزا صاحب نے وفات مسیح کا مسئلہ دنیا سے منوا لیا (اف رے مبالغہ یا غلط بیانی) مسئلہ حیات مسیح کے قائل مسلمان جیسے پہلے تھے ویسے ہی آج بھی ہیں البتہ سر سید احمد خان مرحوم چونکہ اس مسئلہ میں اول محرک ہوئے ہیں جنہوں نے اپنی تفسیر میں اس مسئلہ پر مفصل بحث کی ہے اس امر کو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی امام صلوۃ نے بھی اپنی کتاب سوانح مرزا میں تسلیم کیا ہے کہ مسئلہ وفات مسیح سر سید کی ایجاد ہے اس لئے سید احمد صاحب کے معتقدین یا ان سے حسن ظن رکھنے والے ...قائل ہو گئے ہوں تو یہ ممکن ہے، باقی رہے عام مسلمان اور علمائے اسلام سو وہ بدستور اپنے سابقہ عقیدے پر قائم ہیں۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری اگر منظور کریں تو ہم فیصلے کی آسان صورت پیش کرتے ہیں جو یہ ہے کہ لاہور امرتسر اور دہلی کی جامع مسجدوں میں نماز جمعہ کے بعد حاضرین سے معلوم کر لیا جائے کہ آپ لوگ حیات مسیح کے قائل ہیں یا وفات مسیح کے؟ تو حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جماعت مرزائیہ اگر یہ معقول اصول الفضل للمتقدم (فضیلت کا حق پہلے کو حاصل ہے) تسلیم کر لیں تو وفات مسیح کی قبولیت (جس قدر بھی ہے) مرزا صاحب قادیانی کی طرف کبھی منسوب نہ کریں کیونکہ ہندوستان میں مرزا قادیانی سے پہلے اس کے بانی سر سید احمد خان مرحوم ہیں اور مرزا

غلام احمد صاحب قادیانی ان کے پس رو۔ پس اس کی کامیابی اگر کچھ ہے تو اس کا سہرا سر سید احمد خان صاحب کے سر پر ہے۔

دوسری غلط بیانی یہ کی ہے کہ عام مسلمانوں کا یہ عقیدہ بتایا ہے کہ امام مہدی آ کر تلوار کے زور سے اسلام پھیلائیں گے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اس غلط عقیدہ کی بھی اصلاح کر دی۔،

ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ کسی مسلمان (عالم یا جاہل) کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔ امام مہدی کے حق میں جو حدیثیں آئی ہیں ان میں یہ صریح الفاظ موجود ہیں

یملأ الارض عدلاً کما ملئت جوراً

(زمین کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ وہ پہلے ظلم سے بھرپور ہوگئی تھی)

اس میں شک نہیں کہ عدل کا صحیح نمونہ زمانہ رسالت وخلافت میں ملتا ہے۔ غیر مسلموں کے ساتھ جو برتاؤ خلافت راشدہ میں ہوا تھا، وہی برتاؤ امام مہدی کے زمانہ میں بھی ہوگا۔ دگر ہیچ

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے مرزا صاحب کی بڑی کامیابی جو بتائی ہے وہ ایسی ہے کہ اس کو اگر مذاق سمجھا جائے تو بجا ہے یعنی دجال اور یاجوج ماجوج کی حقیقت کا اظہار۔ بقول آپ کے مرزا صاحب نے بتایا کہ دجال سے مراد عیسائی اقوام اور یاجوج ماجوج سے مراد یورپی اقوام روس اور برطانیہ وغیرہ ہیں۔ (حمامۃ البشری)

یہ بات عجیب مضحکہ خیز ہے کیونکہ حدیثوں میں تو آیا ہے کہ مسیح موعود دجال اور یاجوج ماجوج کو قتل کریں گے مگر یہ دجال اور یاجوج ماجوج ایسے مقبول خدا ہیں کہ قادیانی مسیح موعود کہتے ہیں کہ اس کی سلطنت کی حفاظت کے لئے میں تعویذ ہوں (نور الحق۔ص ۳۲۔۳۳) یعنی میری ہی وجہ سے ان کی ترقی اور حفاظت ہو رہی ہے۔

واہ مسلمان کیسے بدقسمت ثابت ہوئے کہ مسیح موعود جسے اسلام اور اہل اسلام کی حفاظت اور ترقی کیلئے آنا تھا، وہ دجال اور یاجوج ماجوج کی حفاظت کا تعویذ بن گیا۔ مسلمانوں کی سیہ بختی کا ثبوت اس سے زیادہ اور کیا ہوگا جس پر یہ شعر صادق آتا ہے:

سیہ بختی میں کب کوئی کسی کا ساتھ دیتا ہے
کہ تاریکی میں سایہ بھی جدا رہتا ہے انساں سے

مولوی محمد علی صاحب بحیثیت راوی حدیث:

ہم نے کئی دفعہ مرزا صاحب قادیانی کے متعلق یہ امر ثابت کیا ہے کہ آپ بحیثیت روایت ثقہ نہ تھے، ضعیف بھی نہ تھے۔ بلکہ کچھ اور تھے آج ہم مولوی محمد علی صاحب کی ایک عبارت پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ آپ بھی اس حیثیت سے مرزا صاحب قادیانی سے کچھ کم نہیں ہیں وہ عبارت یہ ہے کہ:

> عجیب بات ہے کہ دجال کی علامات حدیث میں جہاں بیان ہوئی ہیں وہیں ساتھ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ ایک شخص میری امت میں سے اٹھے گا اور کہے گا هذه الدجال الذی ذکره رسول الله ﷺ یہ وہ دجال ہے جس کا ذکر رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے۔ (پیغام صلح ۲۶ مئی ۱۹۴۱ء ص ۵ کالم ۳)

مولوی صاحب کو چاہیے کہ وہ پہلے تو اس حدیث کا ماخذ بتائیں کہ یہ حدیث کس مستند کتاب میں مرقوم ہے۔ دوسرے یہ بتائیں هذه جو اسم اشارہ مؤنث ہے اس کا مشار الیہ دجال ہے جو مذکر ہے کیا یہ عربی زبان کے مطابق ہے۔ اگر دجال کو مؤنث کہا جائے تو پھر الذی اسم موصول اور ذکره میں ضمیر منصوب (ہ) دونوں مذکر کے صیغے اس کی طرف کیوں پھیرے گئے ہیں۔

اظہار شکر یہ: مرزا صاحب کی حدیث دانی اور بیان روایت کا نمونہ وہ حدیث بھی ہے جس میں آپ نے دجال کا لفظ ٹھونس کر آنحضرت ﷺ کے الفاظ یوں بتائے ہیں

> یخرج فی آخر الزمان دجال یختلون الدنیا بالدین
>
> (یعنی آخری زمانہ میں ایک گروہ دجال نکلے گا جو دنیا کے طالبوں کو دین کے ساتھ فریب دیں گے (تحفہ گولڑویہ تقطیع کلاں حاشیہ۔ ص ۷۳)

مرزا صاحب قادیانی نے اس عبارت میں دجال مفرد کا فعل یختلون (جمع کا صیغہ) لکھ کر یہ ثابت کرنا چاہا ہے کہ دجال ایک جماعت یا گروہ کو کہتے ہیں جو بقول آپ کے پادریوں کا گروہ ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں ہم ان سے پوچھتے رہے کہ ان لفظوں کے ساتھ یہ حدیث کہاں ہے کسی صحیح الطبع کتاب کا نام بتائیے۔ آپ تو ساری عمر نہ بتا سکے ہاں مولوی محمد علی صاحب کے ہم شکر گذار ہیں کہ

انہوں نے روایت مرقومہ ایسے الفاظ میں بتائی ہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ دجال مفرد کا صیغہ ہے مولوی صاحب کے خسر ڈاکٹر بشارت احمد صاحب نے بھی دجال کو صیغہ مفرد بمعنی مبالغہ لکھا ہے اس لئے ہم دونوں صاحبوں کے شکر گزار ہیں کہ انہوں نے بے خبری میں مرزا صاحب قادیانی کی خوب تردید کی ہے

شادم از رقیباں دامن کشاں گزشتی
گو مشت خاکِ ماہم برباد رفتہ باشد

مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا غلام احمد کی تعریف میں یہ فقرہ بھی لکھا ہے کہ:

مرزا صاحب نے عیسائیوں کا مقابلہ بڑے زور کے ساتھ کیا جس کی نظیر نہیں ملتی۔(ص۴)

ہم مانتے ہیں کہ واقعی آپ نے عیسائیوں کا مقابلہ ایسے طریق سے کیا کہ اس کی نظیر نہیں ملتی۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پہلے جتنے مسلم علماء عیسائیوں سے مناظرات کرتے رہے مثلاً حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری، مولوی رحمت اللہ کیرانوی اور مولوی محمد علی صاحب مونگیری وغیرھم مرحومین۔ مرزا غلام احمد صاحب کی قوت استدلالیہ کو واقعی نہیں پہنچ سکے کیونکہ یہ حضرات عیسائیوں سے گفتگو کرتے ہوئے اپنے ایمان کی حفاظت بھی کیا کرتے تھے اس لئے وہ گفتگو کے وقت حضرت عیسی کی شان میں کوئی ایسا لفظ نہیں بولتے تھے جو ایمانی جہاز کو بھی غرق کر دے مرزا صاحب کی قوت استدلالیہ کی مثال سنیئے۔ آپ فرماتے ہیں:

مسیح کا چال چلن کیا تھا، ایک کھاؤ پیو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

اس موقع پر ہم عیسائیوں کے صبر و برداشت کی تعریف کئے بغیر نہیں رہ سکتے کہ انہوں نے گالی دینے والے کے باپ کو گالی نہیں دی۔

خیر! یہ تو ہوئی آپ کی قوت استدلالیہ کی مثال۔

اب روحانی قوت استدلالیہ کا نمونہ ملاحظہ ہو۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے امرتسر میں عیسائیوں کے ساتھ پندرہ روزہ مباحثہ کو معمولی قرار دے کر روحانی استدلال یوں پیش کیا تھا کہ عبداللہ آتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت جہنم

میں داخل ہو جائے گا، جس کے پورا نہ ہونے پر عیسائیوں نے نظم و نثر میں اشتہارات شائع کئے جن میں سے ایک دو شعر یہ ہیں

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے
سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا
پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

اس لئے ہم بھی مانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عیسائیوں کا مقابلہ ایسا کیا کہ ان سے پہلے کسی نے نہیں کیا ہوگا۔

قادیانی مرزا جی کے مریدو! مباحثہ میں فریقین کے مسلمہ بزرگ کو ایسی بے نقط سنانا کسی سابق مناظر کی تحریر یا تقریر میں نہیں ملتا اس لئے آپ لوگوں کے حق میں یہ کہنا صحیح ہے:

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا
یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۷ جون ۱۹۴۱ء مطابق یکم جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۶ ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان کو جنگ میں بھیجا جائے تو فتح یقینی ہے۔ا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل حکومت برطانیہ پر جو تکلیف کا وقت آگیا ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ وزیراعظم انگلستان کی تقریروں کے علاوہ خود خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تقریریں بکثرت ایسی ہیں جن میں یہ ذکر بار ہا آتا رہا ہے کہ اس نازک موقع پر انگریزی حکومت کی مدد کرنا ہمارا مذہبی فرض ہے۔ اس لئے ہم آج ایک تجویز پیش کرتے ہیں جس سے ان کا مذہبی فرض ادا ہونے کے علاوہ انگریزوں کو فتح بھی آسانی سے حاصل ہو جائے۔ بلکہ یہ نتیجہ بھی پیدا ہو جائے کہ سارا یورپ بلکہ ساری دنیا

احمدیت کے جھنڈے تلے جمع ہو جائے اور دنیا کی اس اصلاح کا موقع میسر آ جائے جس کا ذکر بلکہ تمنا خلیفہ قادیان نے اپنے خطبوں میں بار ہا کی ہے کہ ساری دنیا کی اصلاح کرنا ہمارا فرض ہے۔ان کی تقریروں میں یہ اعلان بھی ملتا ہے کہ:

ساری دنیا کی حکومت ہم احمدیوں کے ہاتھ میں ہوگی۔

بہر حال وہ تجویز ایسی ہے کہ عمل کے لحاظ سے بالکل آسان اور نتیجہ کے لحاظ سے بہت مفید ہے۔اس تجویز کی بنا جس کلام پر ہے اسے ہم پہلے پیش کر دیتے ہیں:

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ جمعہ میں کہا تھا کہ:

مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا ہے کہ اگر چالیس مومن مجھے مل جائیں تو میں دنیا کو فتح کر سکتا ہوں۔خوب یاد رکھو بز دل لاکھوں بھی دنیا کو نفع نہیں دے سکتے بے وفا کروڑوں بھی کسی کام کے نہیں مگر متوکل اور وفادار چالیس بھی ہوں،تو دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔(خطبہ محمود مندرجہ الفضل ۷ مئی ۱۹۳۶ء ص ۸)

یہ کلام دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ہے جس کی تصدیق خلیفہ قادیان کے بیان سے ہوگئی ہے۔پس گورنمنٹ گو چاہے کہے یا نہ کہے خلیفہ صاحب قادیان اپنے اس مذہبی فرض کی حیثیت سے جو گورنمنٹ کی خدمت کے سلسلہ میں ان پر عائد ہوتا ہے اور جس کے متعلق آپ کہا کرتے ہیں کہ ہم گورنمنٹ کی خدمت کسی لالچ کی وجہ سے نہیں کرتے بلکہ مذہبی حیثیت سے فرض سمجھتے ہیں چالیس مومنوں کو منتخب کر کے میدان جنگ میں پہنچ جائیں۔

قادیانی اخباروں کا دعوی ہے کہ جماعت احمدیہ لاکھوں کی تعداد میں ہے۔ لاکھوں میں سے چالیس آدمیوں کا انتخاب کرنا کیا مشکل ہے۔ ہمارا حق نہیں کہ ہم کسی کو نامزد کریں۔تاہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ ہمارے خیال میں مرکزی انجمن احمدیہ کے ممبر تو یقیناً کامل احمدی مومن ہوں گے۔مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری بھی پکے احمدی مومن ہیں،اس لئے اگر ان کو بھی منتخب کر لیا جائے تو کوئی حرج نہیں۔مگر ہم اس پر زور نہیں دیتے نہ ایسا کرنے کا ہمیں حق ہے۔

احمدی دوستو! خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں عرض کر کے ان کو جنگ میں جانے پر آمادہ کرو اور کہہ دو کہ اس سے بڑھ کر اور کون سا وقت ہوگا۔خصوصاً

جب کہ ساتھ ہی احمدیت کی اشاعت بھی ہوتی ہو، اور بڑی بات یہ ہو کہ اہلحدیث جیسے پرانے دوست کی تجویز بھی بروئے کار آتی ہو، پھر اس پر عمل کرنے میں تمہیں کیا عذر ہوسکتا ہے۔

ناظرین کرام ! ہم سچ کہتے ہیں کہ اگر خلیفہ قادیان کی طرف سے ہمیں اطلاع مل جائے کہ ہم فلاں تاریخ کو چالیس مومن مریدوں کے ساتھ میدان جنگ کی طرف روانہ ہوں گے اور ہماری گاڑی اتنے بجے امرتسر سٹیشن پر پہنچے گی تو ہم اگر زیادہ نہیں تو سٹیشن پر ٹی پارٹی (چائے نوشی) کا انتظام ضرور کردیں گے۔ اگر کھانے کا وقت ہوگا تو نان جویں بھی حاضر کردیں گے۔ اور جوں ہی ہم آپ کی گاڑی کا انجن امرتسر سٹیشن کی طرف آتا دیکھیں گے، فوراً باواز بلند یہ شعر پڑھیں گے

انگلیاں سرو اٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں
شوق سے گل کھلے جاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

قادیانی ممبرو! اگر تم نے اور تمہارے خلیفہ نے ایسا نہ کیا تو سمجھا جائے گا کہ نہ تمہارے بڑے میاں کو چالیس مومن ملے اور نہ تمہارے خلیفہ صاحب کو، اور یہ نتیجہ بھی برآمد ہوگا کہ تمہارے کاغذات میں جتنے احمدی مندرج ہیں یا تو بقول خلیفہ قادیان منافق ہیں یا بقول شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری دہریہ ہیں۔ اس بارے میں ہم خود کچھ نہیں کہتے ہاں تمہاری طرف سے جو کچھ وقوع میں آئے گا پبلک کو اس کے متعلق رائے قائم کرنے کا حق ہوگا۔

اس موقع پر تمہاری جماعت میں سے اگر چالیس آدمی میدان جنگ میں نہ گئے تو پبلک آپ لوگوں کو آیت کریمہ فلما کتب علیھم القتال تو لوا (النساء:۷۷) کے ماتحت سمجھنے کا حق رکھے گی۔ پس اٹھو اور ہمت کرو اور دنیا کو دکھا دو کہ ہم وعدے کے پکے اور قول کے سچے ہیں۔ ہماری نسبت یہ کہنا کہ ہم جنگ سے یا موت سے ڈرتے ہیں بالکل غلط ہے، دیکھو ہم جاتے ہیں اور فتح حاصل کرکے واپس آئیں گے۔ جنگ کو جاتیہوئے یہ عربی شعر پڑھتے جانا

ما مات منّا سیّد حتف انفه
ولا طلّ منّا حیث کان قتیل

ناظرین کرام! مرزا صاحب کلاں کے مذہبی دعوے تو آپ لوگوں نے بہت سنے ہوں گے، مگر یہ جنگی دعوی جو ہم نے آج پیش کیا ہے شائد کبھی نہ سنا ہوگا۔ للہ فی اللہ ان لوگوں (اتباع مرزا) سے پوچھئے کہ مرزا صاحب کے اس قسم کے دعاوی کبھی سچے بھی نکلے ہیں پھر ان سے یہ بھی کہہ دیجئے کہ اس دعوی کی تائید کا وقت اس سے اچھا اور کون سا ہوگا جو ہم خرما وہم ثواب کا مصداق ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہو کہ دنیا تمہارے پاؤں کے نیچے پامال ہو جائے جس سے تمہاری پرانی تمنا بر آئے حتی کہ ہٹلر، مسولینی، اسٹالن جیسے سرکش تمہارے سامنے پابزنجیر لائیں جائیں۔ اور تم ان کو کلمہ احمدیت لا اله الا الله مرزا احمد رسول الله کی تلقین کرسکو کیا اچھا موقع ہو کہ یہ سب سرکش لوگ تمہاری فتح کے نتیجہ میں نبوت مرزا کا کلمہ پڑھیں اور لاہور کی پیغامی جماعت تمہارا منہ تکتی رہ جائے اور تم ان کی طرف اشارہ کر کے بطور مسرت یہ شعر پڑھو

کامل اس فرقہ زہاد (لاہوری) سے اٹھا نہ کوئی
جو ہوئے کچھ تو یہی رند قدح باز (قادیانی) ہوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث ۴۔ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۸ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۷ ص ۵۔۶)

مرزا کا آخری فیصلہ اور چودھری فتح محمد سیال

وہی فرقت کی بیماری جو پہلے تھی سواب بھی ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین کو یاد ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلے والے مضمون کے متعلق آج کل ہمارے مخاطب قادیان کے ایک بڑے ذمہ دار عہدیدار چودھری فتح محمد صاحب سیال ہیں جنہوں نے گویا قسم کھا رکھی ہے کہ آخری فیصلے کے متعلق اہل حدیث کے ہر ایک مضمون کا جواب دیں گے اور اتنا طول دیں گے کہ ان کے سامنے مرزا غلام احمد صاحب کی طول کلامی بھی ماند پڑ جائے ہمیں تو استاد غالب کا یہ مشورہ ملحوظ رہتا ہے کہ:

نہ دے نامے کو طول اتنا غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

اس لئے ہم طول کلامی کے پیچھے نہیں جایا کرتے بلکہ نفس مضمون اخذ کر کے اپنا اور اپنے ناظرین کا وقت غیر متعلق باتوں سے ضائع ہونے سے محفوظ رکھتے ہیں۔ نئے خریداروں کی اطلاع کے لئے آخری فیصلے کا مختصر سا مضمون بتا دینا ضروری ہے.

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اہل حدیث کے مواخذات سے تنگ آ کر ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار دیا تھا جس کا عنوان تھا

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

....فریق ثانی عموماً اور چودھری فتح محمد خصوصاً از راہ انکار و استکبار اس کے جواب میں یہی کہتے آئے ہیں کہ یہ دعا اسی مباہلہ کے سلسلہ کی ایک کڑی ہے جس کی دعوت مرزا صاحب قادیانی نے ۱۸۹۶ء میں علمائے اسلام کے ساتھ مولوی ثناء اللہ کو بھی دی تھی جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ نے مباہلہ کرنے سے انکار کر دیا تھا اسی لئے یہ مباہلہ منعقد نہیں ہوا۔

اس کے متعلق اخبار اہل حدیث امرتسر میں کئی دفعہ مفصل مضامین لکھے گئے ہیں جن میں اس خیال کی کافی تردید کی گئی۔ ہم اپنے ہر مضمون میں یہ بات واضح کرتے آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ہمارے ساتھ اپنا مباہلہ حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا۔ اور یہ کتاب ۱۵ مئی کو شائع ہوئی تھی ہمارا جواب یہ ہے کہ اگر یہ (آخری فیصلے والی) دعا اسی مباہلہ کی کڑی ہوتی تو اس کتاب کی اشاعت کے بعد جون یا جولائی وغیرہ کے مہینے میں شائع کی جاتی۔ حالانکہ یہ دعا ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو یعنی کتاب کی اشاعت سے ایک مہینہ پہلے شائع ہو چکی تھی۔ پھر کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ یہ دعا اسی سلسلے کی ایک کڑی ہے۔ چودھری فتح محمد کے آخری مضمون میں اس کا جو جواب نکلا ہے وہ ایک لاجواب تنقیح ہے۔ چنانچہ آپ لکھتے ہیں:

حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک مباہلہ کو ملتوی کرنا مفتی صادق قادیانی (ایڈیٹر بدر قادیان) کی طرف سے ایک تجویز تھی جو اس شرط کے ساتھ مشروط تھی کہ اگر

مولوی ثناء اللہ صاحب تحریری طور پر اس تجویز کو منظور کر کے بواپسی اطلاع دیں تو حقیقۃ الوحی کی اشاعت تک یہ مباہلہ ملتوی ہو سکتا ہے والّا نہیں۔

(الفضل قادیان ۱۵ جون ۱۹۴۱ء ص ۳)

چودھری صاحب! اب اس کا جواب سنیئے! دیانت اور امانت کو ملحوظ رکھ کر سنیئے!

اخبار الحکم (۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء) میں مرزا صاحب کا قول یوں نقل کیا گیا تھا:

خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اس واسطے باوجود اس قدر شوخیوں اور دلآزاریوں کے جو ثناء اللہ سے ہمیشہ ظہور میں آتی ہیں حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جبکہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر تیار ہو جائے۔

یہ اردو عبارت بتاتی ہے جو اپنا مضمون بتانے میں بالکل صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی میرے ساتھ اپنے مباہلے کو کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں۔ یہ تو ہے اعلیٰ حضرت کا کلام۔ اس کے مقابلے پر چودھری فتح محمد صاحب جیسے غیر ذمہ دار کی غیر ذمہ داری ملاحظہ ہو کہ از خود ایک بات پیدا کر کے اس تصریح مرزا قادیانی کی تردید کر رہے ہیں۔ یعنی مرزا صاحب تو مباہلہ کو حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھتے ہیں اور چودھری فتح محمد صاحب بقول مفتی صاحب اس توقف کا انکار کرتے ہیں اسی کو کہتے ہیں: من چہ میگوئم وطنبورہ من چہ می گوئد

حیرت ہے کہ یہ لوگ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو حکم عدل مانتے ہیں مگر جب مشکل آن پڑتی ہے تو ان کے کلام کو نہائت ادب کے ساتھ طاق نسیاں پر رکھ دیتے ہیں۔ ایسے ہی لوگوں کے حق میں کہا گیا ہے

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

اگر ہم محدثین کی اصطلاح پر کلام کریں تو چودھری صاحب کی منقولہ عبارت درصورت صحیح ہونے ایک موقوف روائت ہے کیونکہ وہ مفتی صادق کا قول ہے۔ اور ہماری پیش کردہ عبارت مرفوع روائت ہے کیونکہ یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کلام ہے جو، فرمایا، کا مقولہ ہے۔ پس ہمارا دعویٰ ثابت ہے کہ آخری فیصلے والی دعا

سلسلہ مباہلہ کی کڑی نہیں بلکہ ایک مستقل دعا ہے۔

کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ قادیان کے ذمہ دار اصحاب بھی غلط بیانی کرنے سے نہیں جھجکتے اور جہاں تک ہو سکے اپنے ناظرین کو اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کرتے ہیں چونکہ ان کے مذہب کی بنا ہی غلط بیانی پر رکھی گئی ہے اس لئے بحکم :

تا ثریا مے رود دیوار کج

ان سے جو کچھ بھی ظہور پذیر ہوگا وہ ایسا ہی ہوگا۔ اب چونکہ یہ بحث مرکز پر آ گئی ہے اسلئے ہم زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں سمجھتے۔

گفتگو آئین درویشی نہ بود
ورنہ با تو ماجرا ہا داشتیم

ہم چودھری فتح محمد صاحب کو جوابی مضمون لکھنے سے منع نہیں کر سکتے مگر اتنا مشورہ دینے سے بھی نہیں رک سکتے کہ آپ الحکم کی اس عبارت کا جواب دیں جو مباہلے کا توقف ثابت کرتی ہے ادھر ادھر کی باتیں کرنے سے کچھ فائدہ نہیں، نفس مطلب کا جواب دینا چاہیے ورنہ کہا جائے گا کہ یہ تحریرات کسی خاص غرض پر مبنی ہیں۔

آپ اگر میرے بیان میں شک کریں تو اپنے محترم بھائی مولوی محمد علی کا بیان سن لیں جو اعتراف کرتے ہیں :

حضرت اقدس نے اس (ثناءاللہ) پر رحم کر کے فرمایا ہے یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ جائے۔ (آیۃ اللہ۔ ص ۱۱۔۱۲)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری ابھی زندہ ہیں ان سے مشورہ کر کے جواب دیں کیونکہ یہ سنہرا مقولہ ہے: خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے فرزانے دو

بہر دو صنف مرزائی دوستو! یہ فیصلہ خداوندی ہے اس کو جھٹلانا مصدقین کا کام نہیں یہ ایک پہاڑ ہے جو اس سے ٹکرائے گا چکنا چور ہو جائے گا۔ اعتبار نہ ہو تو منشی قاسم علی صاحب سے پوچھ لیجئے جو ایک دفعہ لدھیانہ میں نتیجہ بھگتے ہوئے ہیں اور بزبان حال کہہ رہے ہیں: من نہ کردم شما حذر بکنید

(اہل حدیث امرتسر ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۲۸ ص ۴۔۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مضمون لکھنے لگے تھے کہ پہلے ہی ان دو ہستیوں (مولانا محمد حسین بٹالوی، و مرزا غلام احمد قادیانی) کا نام قلم سے لکھتے ہی توجہ کسی اور طرف ہو گئی۔

دل میں خیال آ گیا کہ کبھی یہ بزرگ ہمارے دیکھتے ہوئے باہمی گفتگو دوستانہ اور پھر مخالفانہ کیا کرتے تھے اور آج دونوں ہماری نظروں سے اوجھل ہیں۔ کہاں جا بسے کہاں رہتے ہیں؟ استاد غالب مرحوم نے اس بستی کا پتہ دینے کو فرمایا

رہیے اب ایسی جگہ چل کر جہاں کوئی نہ ہو
ہم نشین کوئی نہ ہو اور ہم زبان کوئی نہ ہو
بے در و دیوار سا اک گھر بنایا چاہیے
ہم سخن کوئی نہ ہو اور پاسباں کوئی نہ ہو
گر پڑیں بیمار تو کوئی نہ ہو تیمار دار
اور اگر مر جائے تو نوحہ خواں کوئی نہ ہو

خدا جانے ایسی بستی کہاں آباد ہے جہاں روزانہ مسافر جا کر ٹھیر جاتے ہیں پھر آنے کا نام بھی نہیں لیتے اس لئے ہم جانے والوں کی معرفت یہ پیغام بھیجتے ہیں:

عدم کو جانے والو! بزم جاناں تک اگر پہنچو
ہمیں بھی یاد رکھنا ذکر گر دربار میں آئے

میں اس وقت رقت قلب میں سچ کہتا ہوں میری آنکھیں ترستی ہیں کہ ان دونوں ہستیوں کو دیکھوں اور پوچھوں کہ وہاں اس ملک کی حالت کیا ہے جہاں آپ دونوں جا کر بسیرا کئے ہوئے ہیں۔ کیونکہ ہم سب کو حکم ہے کہ اس وطن کی یاد تازہ رکھا کرو جس کی طرف روزانہ مسافر بھری گاڑیوں کے ذریعے جا رہے ہیں اور ہمیں بھی ایک روز چلنا ہے۔ استاد ذوق نے کیا صحیح کہا ہے

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں ہم سب بھی عنقریب جدا

یہ سطور ایک وجدانی حالت میں لکھ کر اصل مضمون شروع کرتا ہوں۔

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے کسی خطبہ میں مولانا محمد حسین مرحوم کا ذکر بہت ہی بری طرح کیا جوان کو زیبا نہ تھا۔ اگر وہ بری طرح میں ان کو برا کہتے تو ہم کو اتنا گلہ نہ ہوتا جتنا کہ ان کی کذب بیانی پر ہوا جس کی تفصیل اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۴۱ء میں پہلے ہو چکی ہے آج جواب الجواب کی شکل میں پھر ہوتی ہے

۱۸۹۷ء میں ایک عیسائی ڈاکٹر کلارک نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر مقدمہ کیا کہ انہوں نے ایک آدمی عبدالحمید میرے مارنے کو بھیجا۔ اس مقدمے میں ڈاکٹر کلارک مذکور نے کئی ایک گواہ استغاثے کے لکھوائے جن میں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو بھی گواہ لکھوا دیا۔ کون نہیں جانتا کہ گواہ کو جب بذریعہ سمن بلایا جائے تو بحکم قانون اور بحکم شریعت اس کو حاضر ہونا پڑتا ہے ارشاد خداوندی ہے لا یاب الشهداء اذا ما دعوا (البقرة:۲۸۲)

مولانا موصوف کی شہادت کی نقل خود مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب، کتاب البریۃ کے صفحہ ۲۱۶ پر لکھی ہے جو ہمارے سامنے ہے۔ مگر خلیفہ قادیان نے کمال کیا۔ اپنے سادہ پن میں ایک ایسا فقرہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی طرف منسوب کر دیا جو کوئی ذی ہوش تو کیا ناقص العقل بھی نہ کہے۔ آپ نے کہہ دیا کہ:

> مولوی محمد حسین بٹالوی مرزا صاحب کے خلاف گواہی دینے کے لئے کہ یہ شخص مرزا ایسا ہی اس نے ضرور یہ بات کہی ہوگی

اس پر ہم نے مواخذہ کیا کہ یہ فقرہ شہادت کا نہیں ہوسکتا کہ کہی ہوگی۔ ماضی شکیہ کے صیغے شہادت میں نہیں ہو سکتے۔

اخبار الفضل مورخہ ۱۹ جون ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون ہمارے جواب میں شائع ہوا جس میں مولانا موصوف کے شہادتی الفاظ بھی تھوڑے سے نقل ہوئے مگر اس فقرے کا ثبوت نہیں دیا گیا جو خلیفہ قادیان نے منبر جمعہ پر کھڑے ہو کر مولانا محمد حسین بٹالوی کی شان میں کہا، نہ دیں گے اور نہ دے سکتے ہیں۔

اس لئے ہماری تحقیق یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں اور مرزا صاحب خورد اور ان کے دیگر ہم نوا فن روائت میں ثقہ نہیں ہیں۔ ان دونوں باپ بیٹوں کو کسی مخالف پر غلط الزام لگانے سے کبھی پرہیز نہیں ہوا۔ ناظرین اہل حدیث امرتسر ۱۳ جون ۱۹۴۱ء صفحہ ۵ ملاحظہ کریں۔ ہم نے الفضل قادیان یکم جون سے ہی فقرہ نقل کیا ہے، جس کا ثبوت ان سے نہیں ہو سکا۔

دوسرا الزام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم پر یہ رکھا کہ، مولانا مرحوم نے پادریوں کی تائید میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلاف گواہی دی۔

ہمارا دعوی ہے کہ یہ بھی جھوٹ ہے۔ یہ لوگ چونکہ اپنے آپ کو دین مجسم کہتے ہیں، اس لئے ان کی عادت ہے کہ جو بھی ان کے کسی ذاتی فعل پر نکتہ چینی کرے یا شہادت دے، بس چلانے لگتے ہیں کہ دین اسلام پر حملہ ہو گیا۔

ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب البریۃ سے ایک حوالہ پیش کرتے ہیں جس سے ثابت ہو گا کہ مولانا محمد حسین موصوف نے عدالت میں ادائے شہادت میں کہاں تک انصاف کو ملحوظ رکھا ہے۔

نوٹ: یہ تو ناظرین جانتے ہیں کہ عدالت میں جو سوال ہو، اسی کا جواب دینا گواہ کا فرض ہے، کوئی لفظ کم و بیش از خود نہیں کہہ سکتا۔ مولانا موصوف طلبیدہ گواہ تھے۔ آپ سے پوچھا گیا کہ:

> مرزا صاحب قادیانی نے رسالہ انجام آتھم میں صفحہ ۴۴ پر جو لکھا ہے کہ جھوٹ کی بیخ کنی خدا کرے گا اس کا کیا مطلب ہے۔

ڈاکٹر کلارک کا مقصد یہ تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی اپنے جواب یہ میں کہیں کہ یہ مستغیث کی موت کی طرف اشارہ ہے، تاکہ استغاثے کو قوت حاصل ہو۔ مگر مولانا محمد حسین مرحوم نے اس کا جواب یہ دیا کہ:

> اسکا مطلب یہ ہے کہ جھوٹ ضائع ہو گا اس عبارت سے میں نہیں سمجھتا کہ کوئی خاص دشمنی مرزا صاحب کی ڈاکٹر کلارک سے ہے (کتاب البریہ ص ۲۱۶)

یہ ہے وہ صداقت اور دیانت جس کا حکم قرآن مجید میں ہے

لا یجر منکم شنآ ن قو م علی ان لا تعد لوا اعد لوا ھو اقر ب للتقوی (المائدۃ:۸) شہادت میں کسی کی دشمنی سے عدل اور حق وصداقت نہ چھوڑا کرو)

اللہ اللہ! کیا صداقت ہے۔ اور کیا ہی ناشکری ہے قادیانی جماعت کی۔ مختصر یہ ہے کہ دو فقرے جو مولانا محمد حسین مرحوم کی طرف خلیفہ قادیان نے لگائے ہیں وہ دونوں غلط ہیں۔ اگر ان دونوں فقروں کا ثبوت ہم کو دیں تو ہم حافظ شیرازی جیسے سخی تو نہیں کہ سمر قند و بخارا انعام میں بخش دیں، ہاں لدھیانے کے مباحثے میں حاصل کردہ تین سو روپئوں میں سے ایک روپیہ انعام دیں گے۔

ہے کوئی مرزائی یا احمدی جو خلیفہ کی صداقت کا ثبوت دے۔ یاد رکھو اگر اس کا ثبوت تم لوگوں نے نہ دیا، تو میاں محمد صادق رکن لاہوری جماعت کا جو دعوی ہے کہ خلیفہ قادیان غلط گوئی سے کام لیا کرتا ہے ان کے دعوے کو مزید تقویت پہنچے گی۔ پس اتنا فائدہ سوچ سمجھ لیجئے

من نہ گویم کہ ایں مکن آں کن
مصلحت بیں و کار آساں کن

نوٹ: ہم نہایت راستی سے اعتراف کرتے ہیں کہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳ جون ۱۹۴۱ء میں ہم سے خلط مبحث ہو گیا یعنی ۱۸۹۷ء اور ۱۸۹۹ء کے دو مختلف واقعات سہواً ہم سے ملا دیئے گئے۔ مگر ہمارا اصل مقصد حاصل ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے مولانا محمد حسین بٹالوی پر ناحق بہتان لگایا۔ دیکھیں وہ اپنے ان بہتانوں کو واپس لیتے ہیں یا فیصلے کے دن پر چھوڑتے ہیں جہاں مولانا موصوف مدعی ہوں گے اور خلیفہ قادیان اور ان کی ساری جماعت مدعا علیہ

عجب مزہ ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۸ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۶۰ھ ج ۳۸ نمبر ۲۹۔ ص ۶۔۷)

خلیفہ قادیان جنگ میں جائے تو فتح یقینی ہے۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس عنوان سے ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء میں شائع ہوا تھا جس کا ملخص یہ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا بیان اخبار الفضل مورخہ ۷ مئی ۱۹۳۶ء میں نکلا تھا جس کا مضمون یہ تھا کہ خلیفہ قادیان کو اگر چالیس مومن مرد مل جائیں تو وہ ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔ اس کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ اس دعوی کی تصدیق کے لئے یہ زمانہ بہت موزوں ہے۔ اس لئے خلیفہ قادیان کو چاہیے کہ وہ اپنی جماعت میں سے چالیس مومنوں کو اپنے ساتھ لے کر میدان جنگ میں جائیں تا کہ ملکی فتوحات حاصل ہونے کے علاوہ احمدیت کی اشاعت بھی خوب ہو جائے۔

اس نوٹ کے جواب میں اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء میں جو جواب نکلا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ مولوی ثناء اللہ مدیر اہل حدیث استہزاء کرتے ہیں جو ایک عالم کی شان سے بعید ہے

۲۔ اس فتح سے مراد ملکی فتح نہیں بلکہ روحانی فتح ہے۔ یقیناً چالیس مخلص مومن اپنی نیم شبانہ دعاؤں سے دنیا کی مذہبی اور روحانی حالت میں انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں۔

۳۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کبھی ملکی فتوحات کی خواہش ظاہر نہیں کی کیونکہ یہ فتوحات دنیائے دوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

جواب نمبر ۱۔ ہمارے مضمون میں سے ان الفاظ کو جو استہزاء کا رنگ رکھتے ہیں مضمون نگار اگر نقل کر دیتے تو ہم بھی انہی کے ہم وزن الفاظ بڑے مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات سے دکھا کر اپنی سرخروئی حاصل کر لیتے کیونکہ ہماری نظر تو بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کی طرف لگی ہوئی ہے۔

پس قادیانی پریس آئندہ ہم پر جو الزام لگائے اس کے الفاظ نقل کر دیا کرے تا کہ ہم آئینہ میں معشوق کی تصویر دکھا کر یہ شعر ان کی نذر کر دیا کریں

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

جواب نمبر۲۔۳۔ قادیانی مباحث میں ہم صرف منہ سے باتیں نہیں کرتے کیونکہ قادیانی لٹریچر ہم کو ایسا کرنے سے بے نیاز کر چکا ہے اس لئے ہم ان دونوں نمبروں کے جواب میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) ہی کی ایک تقریر نقل کر دیتے ہیں جو انہوں نے ایک جلسہ میں اپنی جماعت کے تمام نمائندوں کے سامنے فرمائی تھی اس تقریر میں آپ نے فرمایا تھا:

ہندوستان میں انقلاب پیدا ہونے والا ہے اور ہندوستانیوں میں اس وقت جو جذبہ حریت پیدا ہو رہا ہے گورنمنٹ زیادہ دیر تک اس کا مقابلہ نہیں کر سکتی بے شک وہ مقابلہ تو کرے گی لیکن آہستہ آہستہ وہ خود بخود ہندوستانیوں کو حقوق دینے پر آمادہ ہو جائے گی اور وہ نادان احمدی جو ایک حد تک تحریک حریت کو ہندوستان کے لئے مفید سمجھتے ہیں اس وقت دیکھیں گے کہ وہ لوگ جن کی ظاہر داری کو دیکھ کر وہ انہیں اپنا ہم درد سمجھتے ہیں ان کی مثال اس بلی کی طرح ہے جس کا جسم نہایت ملائم اور پشم بہت نرم ہے لیکن ناخن خوفناک ہوتے ہیں اور وہ دیکھیں گے کہ کس طرح ان کی آنکھوں کو نکالنے اور چہرہ کو نوچنے کی کوشش کرتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۳۰ء ص ۷)

یہ ملکی حالات بطور تمہید بتا کر آگے چل کر فرماتے ہیں:

۲۔ سلسلہ احمدیہ ایک الٰہی سلسلہ ہے اور الٰہی سلسلوں سے قومیں صلح کر کے نہیں رہا کرتیں جس سلسلہ کے ماننے والے ابتداء ہی میں پھولوں پر سے گذرتے ہیں وہ سلسلہ خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتا اللہ تعالیٰ کے پیارے ابتدائی حالت میں ہمیشہ کانٹوں پر سے گذرتے ہیں اور اگر تم بھی اللہ کے پیارے ہو تو اس وقت تک کہ تمہاری بادشاہت نہ قائم ہو جائے تمہارے راستے سے یہ کانٹے ہرگز دور نہیں ہو سکتے۔ (حوالہ مذکور)

قادیانی ممبرو! اس حوالے میں بادشاہت کا لفظ غور سے پڑھ کے بتایئے کہ اس کے کیا معنی ہیں؟ روحانی فتوحات پر بادشاہت کا لفظ بولنا کسی زبان کا محاورہ

نہیں ہے۔شاید تم لوگ اس حوالے کو بھی تحریف کی چھری سے ذبح کر ڈالو اس لئے ہم ابھی سے فیصلے کی آسان صورت پیش کئے دیتے ہیں جو یہ ہے کہ اس اقتباس میں بادشاہت کا جو لفظ آیا ہے اس کے متعلق تمہاری صدر انجمن اور خود خلیفہ قادیان ایک حلفیہ بیان شائع کر دیں کہ اس سے ہماری مراد ملکی بادشاہت نہیں بلکہ روحانی بادشاہت (مذہبی غلبہ) ہے۔ واللہ! جب تم لوگ ایسا کر کے اپنا فرض منصبی ادا کر لو گے تو ہم ایک دوسرے راستے سے آ کر تم سے مصافحہ کریں گے اور تم سے کہلوا دیں گے کہ اہل حدیث امرتسر کا یہ دعوی بالکل صحیح ہے

اندکے با تو بگفتم و بدل ترسیدم
کہ دل آزردہ شوی ورنہ سخن بسیار است

احمدی دوستو! سابقہ اور لاحقہ حوالوں کی بنا پر لبیک کہہ کر آگے بڑھو اور اپنی جماعت کے چالیس مخلص مومنین کو لے کر میدان جنگ میں پہنچ جاؤ اور دشمنوں پر فتح حاصل کر کے حکومت برطانیہ کی خدمت کے علاوہ احمدیت کی اشاعت کا فرض بھی ادا کرو۔ اب تو تمہیں ایک اور آسانی ہوگئی ہے کہ تمہارے روسی بھائی حکومت برطانیہ کے حلیف بن گئے ہیں۔ ان میں سے بھی چالیس آدمی تم کو مل جائیں گے۔ تب تم لوگ چالیس کا ڈبل (دو چند) ہو کر حضرت موسیٰؑ کے ستّر منتخب اصحاب سے بھی زیادہ ہو جاؤ گے، تو تمہاری فتح میں کسے شک ہوسکتا ہے۔

پس اٹھو اور ہمت کرو۔ جس طرح ولایت کی سیر کے موقع پر تم لوگوں نے خاص قسم کی وردیاں بنوائی تھیں، اسی قسم کی وردیاں پہن کر اپنے خلیفہ صاحب کے ہاتھ میں جھنڈا دے کر ان کی زیر سرکردگی نکلو، اور دنیا کو دکھا دو کہ ہم اس ظلی نبی کی امت ہیں جنہوں نے کہا ہوا کہ میری امت کے چالیس مخلص مومن ساری دنیا کو فتح کر سکتے ہیں۔

مناسب ہے کہ ان چالیس مخلصین میں مولوی محمد علی اور ڈاکٹر بشارت احمد لاہوریوں کو بھی شامل کیا جائے کیونکہ وہ بھی بڑے میاں کے ہر قول و فعل کے ذمہ دار ہیں لیکن اگر آپ لوگوں کو ان سے کسی قسم کی رقابت ہے تو ہم بھی اس پر اصرار نہیں کرتے:

محتسب را درون خانہ چہ کار

بس یادرکھو اگر تم نے ذرا بھی غفلت سے کام لیا تو ہم مولانا حالی مرحوم کی یہ رباعی شائع کر دیں گے جو تمہارے حق میں خوب صادق آئے گی

زاہد کہتا تھا کہ جان ہے دین پر قرباں
پر آیا جب امتحاں کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے کہیے اب کیا ہے صلاح
بولے کہ بھائی جان جی ہے تو جہاں

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی جلد ۳۸ نمبر ۳۰ ص ۵۔۶)

مناظرہ سے فرار

موضع بھیکو والی متصل بھاگووال قریب قادیان میں ۲۲ جون ۱۹۴۱ کو مناظرہ مقرر تھا۔ مرزائی علماء نے شرائط طے کرنے میں سارا دن ضائع کر دیا۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ ہم جس شخص کو راہ راست پر لانے کے لئے گئے تھے وہ اور اس کے ساتھ ایک مرزائی دونوں مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ توبہ نامہ درج ذیل ہے۔

ہم دونوں مرزائی ہو گئے تھے۔ آج مستری محمد عبداللہ معمار امرتسری کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوتے ہیں۔ خدا تعالی ہم کو استقامت بخشے۔ العبد محمد حسین ولد خیر دین کشمیری موضع بھکوال۔ العبد سردار محمد ولد فضل دین جٹ موضع کلوسوہل متصل قادیان۔ گواہ شد غلام محمد ولد بھولا۔ گواہ شد سید محمد لطیف۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ جمادی الثانی جلد ۳۸ نمبر ۳۰ ص ۱۳)

خلیفہ قادیان جنگ میں جائے تو فتح یقینی ہے۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سلسلہ کے دو نمبر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۸ و ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء میں درج ہو چکے ہیں۔ ان دونوں پرچوں میں ہم نے بڑے اور چھوٹے میاں (باپ بیٹا) کا کلام نقل کیا تھا کہ اگر چالیس آدمی ہمیں مل جائیں تو ہم ساری دنیا فتح کر لیں۔ اس کی نقل سے جو ہماری غرض تھی ہم نے وہیں ظاہر کر دی تھی کہ خلیفہ قادیان اگر ایسا

کرے تو حکومت کی خدمت کا فرض بھی ادا ہو جائے گا اور احمدیت کی اشاعت بھی کما حقہ ہو جائے گی کیونکہ دنیا جب دیکھے گی کی دشمن کی توپوں اور ہوائی جہازوں کے گولے برسنے کے باوجود قادیانیوں کے چالیس آدمیوں نے فتح پالی ہے تو کون ایسا بدنصیب شخص ہوگا جو احمدیت قبول کرنے سے انکار کرے گا۔

لاہوری جماعت کی بابت تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ وہ اس صورت میں بھی محمودی خلافت کو یزیدی خلافت کہے گی یا اپنی رائے میں تبدیلی کر لے گی ہاں عام انسان بلاتردد جوق در جوق احمدیت میں شامل ہو جائیں گے یہاں تک کہ دنیا کے بادشاہ بھی احمدیت کے قدم چومیں گے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کا الہام بھی صحیح ہو جائے گا کہ دنیا کے بادشاہ میرے کپڑوں سے برکت حاصل کریں گے۔

مگر افسوس ہے کہ قادیانی جماعت ہمارے اس نیک مشورہ کی قدر نہیں کرتی بلکہ الٹا ہم پر اعتراض رکھا کہ ہم ان سے تمسخر کرتے ہیں۔ مگر یہ نہ سمجھا کہ پہلے تمسخر کی باتیں کون کرتا ہے۔ سچ ہے

مجھے کہنے کو سب ہیں تو بھلا کیوں ہو گیا مجنوں
انہیں کوئی نہیں کہتا کہ وہ کیوں بام پر آئے

نیز ان باتوں کا جواب ہم اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء میں دے چکے ہیں۔ آج ہم خلیفہ قادیان کا ایک بہت بڑا دعوی پیش کرتے ہیں جو ناظرین میں سے بہت کم لوگوں نے سنا ہوگا۔ آپ نے دسمبر ۱۹۳۱ء کے سالانہ جلسہ قادیان میں تقریر کرتے ہوئے کہا تھا کہ:

> (احمدیت کے مقابلہ میں) اگر انگریز، جرمن، امریکن، فرانسیسی سب مل جائیں تو بھی جس طرح مچھر مسلا جاتا ہے اسی طرح مسلے جائیں گے اور ساری قومیں احمدیت کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گی۔ نعرہ ہائے اللہ اکبر
>
> (الفضل قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۲ء ص ۴)

شاعر لوگ اس قسم کے بلند بانگ دعوے کیا کرتے ہیں مثلاً داغ کہتا ہے

پڑا فلک کو کبھی دل جلوں سے کام نہیں
جلا کے خاک نہ کر دوں تو داغ نام نہیں

شاعروں کا ایسا کلام فن شاعری میں اپنے اندر کمال مبالغہ اور حسن رکھتا ہے مگر انبیاء اور صلحاء کے منہ سے ایسا کلام نکلے تو مبالغہ نہیں بلکہ حقیقت پر مبنی ہونا چاہیے۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بقول خود ایک اولوالعزم نبی کا بیٹا بلکہ قمرالانبیاء ہے پھر اس کے کلام کو مبالغہ اور مجاز پر محمول کرنا کسی طرح صحیح نہ ہوگا بلکہ حقیقت یہی ہوگی کہ احمدیت کے مقابلہ میں یورپ کی سب طاقتیں مل جائیں تو مچھر کی طرح مسل دی جائیں گی۔ خلیفہ صاحب کے کلام میں انگریزوں کا ذکر فرضی طور پر ہے کیونکہ انگریزوں کو تو بڑے میاں اولوا الامر منکم کا مصداق مان چکے ہیں (رسالہ امام الزمان)

خیر کچھ بھی ہو اس وقت جتنی طاقتیں دشمن کے ساتھ ملی ہوئی ہیں وہ سب انگریزوں کی مخالف ہیں اور احمدیت یا بالفاظ دیگر قادیانیت بقول مرزا صاحب کلاں حکومت برطانیہ کا خود کاشتہ پودا ہے۔ (تبلیغ رسالت ج ۷ ص ۱۹)

پھر اس احسان کا بدلہ اتارنے کے لئے اور کون سا موقع ہوگا۔ جن لوگوں نے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الفاظ سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا تھا وہ ہمیں بتائیں کہ وہ کہاں بیٹھے تھے۔ کسی مجلس مشاعرہ میں بیٹھے تھے یا کسی دینی مجلس میں بیٹھے قمرالانبیاء کی تقریر سن رہے تھے۔ ایسی بے پر کی باتیں تو مجالس مشاعرہ میں اڑائی جاتی ہیں اور وہیں سجتی بھی ہیں۔ استاد غالب کہتا ہے

میں نے روکا رات غالب کو وگرنہ دیکھتے
اس کے اشک چشم سے گردوں کف سیلاب تھا

لیکن ہم باور نہیں کرتے کہ ان لوگوں نے خلیفہ صاحب کی تقریر غالب کے شعر کی طرح سن کر نعرہ تکبیر بلند کیا ہوگا۔ نہیں بلکہ مذہبی عقیدت سے سنی ہوگی۔ اگر ہمارا یہ خیال صحیح ہے کہ قادیانی اصحاب خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی تقریروں کو مذہبی عقیدت کے ماتحت سنا کرتے ہیں تو پھر وہ کیوں خلیفہ صاحب سے عرض نہیں کرتے کہ وہ اٹھیں اور دنیا کو اپنے اس دعوی کی صداقت دکھائیں۔ اس سے بہتر اور کون سا موقع ہوگا۔ اگر مرزا محمود احمد صاحب کو بیماری کا عذر ہے تو اپنے بیٹے کو اپنا قائم مقام بنا کر بھیج سکتے ہیں جو یورپ جا کر مسولینی، ہٹلر اور ان کے فوجی افسروں جیسے سرکشوں کو پابزنجیر کر کے قادیان میں لائے تا کہ لوگ ان کو دیکھ کر عبرت حاصل کریں اور ان

سفاکوں کو یہ شعر سنائیں

دیدی کہ خون ناحق پروانہ شمع را
چنداں اماں نہ داد کہ شب را سحر کند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۶ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۱ ص ۴۔۵)

اب خلیفہ قادیان کو جنگ میں جانا ضروری ہے۔۴

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم کئی ہفتوں سے اس مضمون پر قادیانی خلیفہ اور ان کی اتباع کو توجہ دلا رہے ہیں کہ وہ میدان جنگ میں جا کر اپنے دعوے کا ثبوت پیش کریں، اس کام کے لئے آج سے اچھا موقع کبھی نہ آئے گا۔ اس سلسلہ میں ہم بڑے میاں اور چھوٹے میاں کا یہ بیان شائع کر چکے ہیں کہ صرف چالیس کامل مومن ہمیں مل جائیں تو ہم ساری دنیا کو فتح کر لیں۔ اس سلسلہ کے تین نمبر گذر چکے ہیں، آج چوتھا نمبر ہم ایک نرالی طرز میں پیش کرتے ہیں۔ ناظرین اسے غور سے پڑھیں۔

ہمارا دعویٰ ہے کہ خلیفہ قادیان (محمود) کو آج کل لازم بلکہ الزم ہے کہ وہ اپنے سارے اتباع (زن و مرد) کو لے کر روسی محاذ جنگ پر پہنچ جائیں کیونکہ آج کل روس کی حالت جس قدر زبوں اور خراب ہو رہی ہے وہ الفضل کے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:

روس میں عبرت ناک تباہی و بربادی

موجودہ جنگ اگرچہ تمام ممالک کے لئے ہی بہت بڑے مصائب اور آلام کا موجب بن رہی ہے اور ان میں نہایت ہی عبرت ناک تباہی و بربادی پھیل رہی ہے لیکن روسی محاذ پر جو کچھ ہو رہا ہے اور روس جس تباہی کا مورد بن رہا ہے اس کا تصور بھی لرزہ براندام کر دینے کے لئے کافی ہے۔

سینکڑوں میل لمبے محاذ پر ۹۰ لاکھ افراد ایک دوسرے کی ہلاکت میں مصروف

ہیں۔ بے تحاشہ کشتوں کے پشتے لگائے جارہے ہیں اور وحشت و درندگی کے ایسے مناظر پیش کئے جارہے ہیں کہ کہا جا سکتا ہے جب سے موجودہ دنیا کی ابتداء ہوئی ہے اتنی بڑی اتنی خوں ریز اور اتنی وحشت ناک جنگ کبھی نہیں ہوئی۔

جنگ کی خبریں پڑھنے والے جانتے ہیں کہ موجودہ جنگ میں ایک دوسرے کو زیادہ سے زیادہ جانی اور مالی نقصانات پہنچانے کے لئے غیر معمولی ذرائع سے کام لیا جارہا۔ نہ صرف بری اور بحری جنگوں میں ایسے اسلحہ اور ایسے طریق استعمال کئے جارہے ہیں جو پہلے کسی کے وہم وگمان میں بھی نہ تھے بلکہ ہوا کو بھی انسانی ہلاکت کا بہت بڑا ذریعہ بنالیا گیا ہے یعنی قسما قسم کے ہوائی جہازوں سے بڑے بڑے وزنی بم گرا گرا آبادیوں کو ویرانے شہروں کو کھنڈرات کارخانوں کو راکھ کے ڈھیر اور انسانوں کو لاشوں کے تودے بنایا جارہا ہے۔

یہی سب کچھ روس میں بھی ہورہا ہے اور اتنے وسیع پیانے پر ہورہا ہے کہ موجودہ جنگ میں باوجودیکہ بڑے بڑے بھیانک نظارے رونما ہوئے، اور کسی جگہ نہیں ہوا۔ لیکن قضا وقدر نے روس کے لئے اسے کافی نہیں سمجھا بلکہ اس میں بہت کچھ اضافہ ضروری قرار دیا ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اہل روس کو یخربون بیوتھم بایدیھم کے مصداق بنا دیا گیا ہے۔ جب جرمنی نے روس پر حملہ کر کے آگے بڑھنا شروع کر دیا، اور روسیوں کی مزاحمت کامیاب نہ ہوسکی تو روسی مختارکل سٹالن نے روسیوں کو یہ حکم دے دیا کہ کسی مقام سے پیچھے ہٹنے سے قبل وہاں سے جو چیز ساتھ نہ لیجا سکو اسے اپنے ہاتھوں سے تباہ و برباد کر دو تا کہ دشمن کے ہاتھ نہ پڑے اور وہ اس سے فائدہ نہ اٹھا سکے۔ روسی اس پر عمل کرتے ہوئے اپنے شہروں آبادیوں فصلوں حتیٰ کہ جنگلوں کو بھی نذر آتش کر رہے ہیں۔ حال ہی میں اخبارات میں یہ خبر چھپی ہے کہ پیشتر اسکے کہ دشمن سمولنسک کے شہر پر قبضہ کرتا روسیوں نے اسے آگ لگا کر تباہ کر دیا اور وہ کئی روز تک جلتا رہا (الفضل قادیان ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۱)

ہم نے ناظرین کے سامنے روس کا واقعہ الفضل کے الفاظ میں اس لئے پیش کیا ہے کہ مندرجہ ذیل عبارت کا مطلب ان کے ذہن نشین ہو جائے جسے ہم رسالہ ریویو آف ریلی جنز آف قادیان بابت ستمبر ۱۹۱۷ء سے نقل کرتے ہیں۔اس رسالہ میں مرزا غلام احمد کی یہ پیش گوئی درج کی گئی ہے کہ: زار روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا جائے گا۔

پھر اس پیش گوئی سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ روس کے ملک میں احمدیت کثرت سے پھیلے گی حتی کہ حکومت بھی احمدی ہو جائے گی۔

ہم حیران تھے کہ روس جیسی جابر اور زبردست حکومت جرمنی جیسی چھوٹی سی حکومت کے مقابلہ میں کیوں پسپا ہو رہی ہے، لیکن جب ہماری نظر اس حوالے پر پڑی تو ہم سمجھے کہ یہ سب کچھ برکت ہے کہ مرزا صاحب کلاں کی پیش گوئی کے بموجب جس کی تشریح رسالہ ریویو نے کی ہے۔ روس میں احمدیت اس کثرت سے پھیل گئی گویا حکومت خود احمدی ہوگئی جس کے نتیجہ میں روس کو یہ دن دیکھنا نصیب ہوا کہ جو حکومت ترکی جیسی زبردست سلطنت کے مقابلہ میں فتح یاب ہوتی رہی، آج وہ جرمنی جیسی معمولی حکومت کے سامنے ذلیل وخوار ہو رہی ہے جیسا کہ خود الفضل نے مندرجہ بالا نوٹ میں اس امر کا اعتراف کیا ہے۔مولانا حالی مرحوم نے اس مضمون کی ایک رباعی لکھی ہے جو تھوڑے تصرف کے ساتھ یوں ہے

دیکھو جس سلطنت کی حالت درہم
سمجھو کہ وہاں ہے کوئی برکت کا قدم
یا کوئی بیگم ہے مشیر دولت
یا کوئی احمدی وزیر اعظم

احمدی دوستو! حق تو یہ ہے کہ اگر یہ پیش گوئی اپنی تصریح کے ساتھ شیخ چلی کی بڑ نہیں ہے تو آپ لوگوں کا فرض ہے کہ اس کی صداقت دنیا سے منوائیں جس کی صورت بس یہی ہے کہ خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے کہہ دیں کہ بیماریوں کا عذر چھوڑ دیجئے اور چالیس مخلص مومنین بلکہ اپنے سارے اتباع کو لے کر میدان جنگ میں پہنچ جایئے اور ہاتھ میں لوائے احمدیہ لے کر یہ شعر پڑھتے ہوئے سفاک جرمنوں اور انکے مددگاروں پر حملہ آور ہو جائیں:

آج میں وہ ہوں کہ رستم کو بھی گرا ڈالوں
پہاڑ ہووے تو اک آن میں ہلا ڈالوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۲ ص ۴۔۵)

کیا ہٹلر دجال ہے؟

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: عیسائیوں کی بائبل کے حصہ عہد عتیق میں ایک کتاب مکاشفہ دانیال نبی بھی ہے۔ یہ کتاب ایسی پیچیدہ اور گول مول ہے کہ ہر مدعی اس کو اپنی طرف لگا لیتا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے بھی اس میں سے اپنے حق میں ایک پیش گوئی نکالی ہوئی ہے کہ: دانیال نبی نے میرے مبعوث ہونے کی تاریخ ۱۲۹۰ھ بتائی ہوئی ہے۔ (حقیقۃ الوحی)۔

خدا کی قدرت کے قربان کہ وہ مدعیوں کو اپنے ہی الفاظ میں پھنسا دیتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے خود ہی دانیال کی کتاب سے لکھا ہے کہ: آخری زمانہ اس مسیح موعود کا (یعنی مجھ مرزا کا) دانیال ۱۳۳۵ھ لکھتا ہے۔ (حقیقۃ الوحی)

اس کا مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو بحیثیت مسیح موعود ۱۳۳۵ھ تک زندہ رہنا چاہیے تھا، حالانکہ آپ کی وفات ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں ہوئی۔ بس قدرت کا یہی جواب کافی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے ہی پیش کردہ معیار کی رو سے فیل ہیں۔ اسی کے حق میں کہا گیا ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

دانیال کی اسی کتاب سے اخذ کر کے رسالہ اخوت لاہور نے ایک مضمون شائع کیا ہے جس میں ہٹلر (آمر جرمنی) کو بدترین ظالم گمراہ انسان مسیحیت کا مخالف خدا کا منکر خدائی کا مدعی بت پرست خونخوار دنیا کو تباہ کرنے والا اور سفاک وغیرہ ٹھہرا کر اس کی جنگ کا خاتمہ فروری ۱۹۴۳ء میں بتایا ہے۔

ہٹلر کی نسبت مسیحی رسالے نے جو کچھ شائع کیا ہے اپنے ناظرین کی اطلاع کے لئے ہم بھی نقل کر دیتے ہیں مگر مضمون نگار نے ہٹلر کی طرف بعض ایسی باتیں بھی منسوب کی ہیں جن کا ذکر آج تک اخباروں میں نہیں آیا، اس کا ذمہ دار وہ خود ہے۔ بہر حال مضمون دل چسپ ہے اس لئے ہم اسے اہل حدیث میں نقل کرتے ہیں ناظرین بنظر غائر شوق سے پڑھیں اور حواشی بھی ملاحظہ کرتے جائیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

ہٹلر بائیبل میں:

عرصہ عنقریب دو برس کا ہوا چاہتا ہے اور ابھی یہ جنگ نہ چھڑی تھی کہ مشہور و معروف مسیحی سادھو جیوا رتنم صاحب لاہور میں وارد ہوئے، اور انہوں نے ایک یا دو روز نولکھا کے گرجا میں درس دیئے۔ جن میں پیش آنے والے واقعات عالم کے متعلق کتاب مقدس سے وضاحت فرمائی اور نہایت صراحت اور صفائی سے استدلال کر کے ہٹلر کو گناہ کا مرد، اور مخالف مسیح ثابت کیا..

سادھو صاحب نے دانی ایل نبی کے صحیفہ کے باب ۱۱ سے خاص طور پر استدلال کیا ملاحظہ ہوں آیات ۲۱ سے ۴۵ تک۔

پھر اس کی جگہ ایک پاجی برپا ہوگا جو سلطنت کی عزت کا حق دار نہ ہوگا لیکن وہ ناگہاں آئے گا اور چاپلوسی کر کے مملکت پر قابض ہو جائے گا اور وہ سیلابِ افواج کو اپنے ساتھ رگیدے گا اور شکست دے گا اور امیر عہد کو بھی نہ چھوڑے گا اور جب اس کے ساتھ عہد و پیمان ہو جائے گا تو دغا بازی کرے گا کیونکہ وہ بڑھے گا اور ایک قلیل جماعت کی مدد سے اقتدار حاصل کرے گا اور ایام امن میں ملک کے زرخیز مقامات میں داخل ہوگا اور جو کچھ اس کے باپ دادا اور ان کے آباء و اجداد سے نہ ہوا تھا کر دکھائے گا وہ غنیمت اور لوٹ اور مال ان میں تقسیم کرے گا اور کچھ عرصہ تک مضبوط قلعوں کے خلاف منصوبے باندھے گا...

وہ اپنے باپ دادا کے معبودوں کی پرواہ نہ کرے گا اور نہ عورتوں کی مرغوبہ کو

اور نہ کسی اور معبود کو مانے گا بلکہ اپنے آپ ہی کو سب سے بالا جانے گا اور اپنے مکان پر معبود حصار کی تعظیم کرے گا اور جس معبود کو اس کے باپ دادا نہ جانتے تھے سونا چاندی اور قیمتی پتھر اور نفیس ہدیئے دے کر اس کی تکریم کرے گا۔ وہ بیگانہ معبود کی مدد سے محکم قلعوں پر حملہ کرے گا۔ جو اس کو قبول کریں گے ان کو بڑی عزت دے گا اور بہتوں پر حاکم بنائے گا اور رشوت میں ملک کو تقسیم کرے گا...

وہ دیگر ممالک پر بھی ہاتھ چلائے گا اور ملک مصر بھی بچ نہ سکے گا۔ لیکن مشرقی اور شمالی اطراف سے افواہیں اسے پریشان کریں گی اور وہ بڑے غضب سے نکلے گا کہ بہتوں کو نیست و نابود کرے اور وہ شاندار مقدس پہاڑ اور سمندر کے درمیان شاہی خیمہ لگائے گا لیکن اسکا خاتمہ ہو جائے گا اور کوئی اسکا مددگار نہ ہوگا۔

اس کے علاوہ آپ مطالعہ کیجئے:

دانی ایل ۷۔۹، حزقی ایل ۳۸ و ۳۹، متی ۲۴: ۱، ۲، کرنتھیوں ۶: ۱۵، یہوواہ ۲، پطرس ۳، ۳، یوحنا ۲: ۱۸، ۲۲: ۴، ۳، ۲، یوحنا ۷ باب ۲۔ تھسلنیکیوں ۱۲: ۳۔۱۲

اس کے بعد مکاشفہ ۱۳ باب کا بھی مطالعہ فرمائیں۔ یہ تمام باب گذشتہ جنگ عظیم اور موجودہ جنگ کی ایک صحیح تصویر ہے

...اس کا زخم کاری اچھا ہو گیا اور ساری دنیا تعجب کرتی ہوئی اس حیوان کے پیچھے پیچھے ہو لی...

اور بڑے بول بولنے اور کفر بکنے کے لئے اسے ایک منہ دیا گیا اور اسے بیالیس مہینے تک کام کرنے کا اختیار دیا گیا (اس حساب سے موجودہ جنگ جو ماہ ستمبر ۱۹۳۹ء میں شروع ہوئی تھی آخر ماہ فروری ۱۹۴۳ء تک جاری رہے گی۔ اخوت) اور اس نے خدا کی نسبت کفر بکنے کے لئے منہ کھولا اور اسے یہ اختیار دیا گیا کہ مقدسوں سے لڑے اور ان پر غالب آئے اور اسے ہر قبیلے اور امت اور اہل زبان اور قوم پر اختیار دیا گیا....

اور اس نے سب چھوٹے بڑوں دولت مندوں اور غریبوں آزادوں اور غلاموں کے دہنے ہاتھ یا ان کے ماتھے پر ایک ایک چھاپ کرا دیا، تا کہ اس کے سوا جس پر نشان یعنی اس حیوان کا نام یا اس کے نام کا عدد ہو اور کوئی خرید وفروخت نہ کر سکے حکمت کا یہ موقع ہے جو سمجھ رکھتا ہے وہ اس حیوان کا عدد گن لے کیونکہ وہ آدمی کا عدد ہے اور اس کا عدد چھ سو چھیاسٹھ (٦٦٦) ہے'۔

1.And I stood upon the sand of the sea, and saw a beast rise up out of the sea, having seven heads and ten horns, and upon his horns ten crowns, and upon his head the name of blasphemy.

2. And the beast which I saw was like unto a leopard, and his feet were as the feat of a bear, and his mouth as a mouth of a lion; and the dragon gave him his power, and his seat, and great authority.

3. And I saw one of his heads as it were wounded to death; and his deadly wound was healed: and all the world wondered after the beast.

4.And they worshipped the dragon which gave power unto the beast: and they worshipped the beast, saying, Who is like unto the beast? who is able to make war with him?

5. And there was given unto him a mouth speaking great things and blasphemies; and power was given unto him to continue forty and two months.

6. And he opened his mouth in blasphemy against God, to blaspheme his name, and his tabernacle, and them that was dwell in heaven.

7. And it was given unto him to make war with the saints, and to overcome them: and power was given him over all kindreds, and tongues, and nations.

8. And all that dwell upon the earth shall worship him, whose names are not written in the book of life of the Lamb slain from the foundation of the world.

9. If any man have an ear, let him hear.

10. He that leadeth into captivity shall go into captivity; he that is killeth with the sword must be killed with the sword. Here is the patience and the faith of the saints.

11. And I beheld another beast coming up out of the earth; and he had two horns like a lamb, and he spake as a dragon.

12. And he exerciseth all power of the first beast before him, and causeth the earth and them which dwell therein to worship the first beast, whose deadly wound was healed.

13. And he doeth great wonders, so that he maketh fire come down from heaven on the earth in the sight of men.

14. And deceiveth them that dwell on the earth by the means of those miracle which he had power to do in the sight of the beast; saying to them that dwell on the earth, that they should make an image to the beast, which had the wound by a sword, and did live.

15. And he had power to give life unto the image of the beast, that the image of the beast should both speak, and cause that as many as would not worship the image of the beast should be killed.

16. And he causeth all, both small and great, rich and poor, free and bond, to receive a mark in their right hand, or in their foreheads;

17. And that no man might buy or sell, save he that had the mark, or the name of the beast, or the number of his name .

18. Here is wisdom. Let him that hath understanding count the number of the beast; for it is the number of a man; and his number is six hundred three score and six. (Revelation, 13 : 1.18)

حال ہی میں مجھے ایک نسخہ آئینہ احوال مصنفہ ڈاکٹر چارلس ومسٹر ہلاسی رام صاحب موصول ہوا ہے اس کے باب پنجم ،مخالف مسیح ، کے زیر عنوان جو علامتیں مخالف مسیح کی بتائی گئی ہیں ،یعنی خدا اور اس کے کلام یا کلمہ کا منکر ،، اپنے آپ کو خدا کے برابر سمجھنے والا بلکہ خود خدا ہونے کا مدعی (آج تک اخباروں میں اس کا ثبوت نہیں ملا ۔ ثناء اللہ) اپنی قدرت اور اپنے معجزات دنیا کو دکھلانے والا ،سب ہٹلر پر چسپاں ہوتی ہیں اور مخالف مسیح کے جو مختلف نام کتاب مقدس میں آئے ہیں وہ بھی سب اس باب میں بتائے گئے ہیں یعنی گناہ کا شخص ، ہلاکت کا فرزند، بے دین ،گمراہ کرنے والا ، اور بت پرست (نمبر اول اگر صحیح ہے تو یہ غلط ہے کیونکہ خدائی کا مدعی بت پرست نہیں ہوسکتا اور بت پرست خدائی کا مدعی نہیں ہوسکتا ۔ثناء اللہ) یہ بھی بتایا گیا ہے کہ وہ فوق الانسانی قوت اور معجزات کرنے کی قوت کا مالک ہوگا (یہ صفت قریب قریب دجال کی ہے ہم نے آج تک اس صفت کا ظہور ہٹلر میں نہیں پایا ۔ثناء اللہ) تاکہ بنی آدم کو گناہ کے فریب میں پھنسا دے اس کے نام کا عدد ٦٦٦ ہوگا ....

مسیحی دوستو! ہم از بس ہولناک ایام میں سے گذر رہے ہیں کتاب مقدس کی پیش گوئیوں کے مطابق روئے زمین کے مسیحی کلیسا پر شدید ترین مصائب اور اذیتوں کے پہاڑ ٹوٹنے والے ہیں ایسی مصیبتیں کہ ابتدائے آفرینش سے آج تک دیکھنے سننے میں نہیں آئیں ۔کلیسا کے ایمان کی آزمائش ہونے کو ہے۔ مخالف مسیح کی طاغوتی طاقتیں کلیسا کو ملیامیٹ اور نیست و نابود کرنے کے لئے بروئے کار آرہی ہیں اس لئے کلیسائے جامعہ (مسیح کی دلہن) کا فرض اولین یہ ہونا چاہیے کہ وہ اس روحانی جنگ کے مقابلہ کے لئے تیار اور کمر بستہ ہو اور اس نجس و ناپاک دنیا کی آلودگیوں سے اپنے دامن ایمان و جائے عصمت کو بچائے رکھے اور اپنے نوشہ کے استقبال کے لئے

اپنے آپ کو آراستہ کرے طعنہ زن طعن کرتا اور پوچھتا ہے کہ، اس کے آنے کا وعدہ کیا ہوا؟ اس کا جواب خود خداوند مسیح دیتے ہیں؛ دیکھو میں جلد آنے والا ہوں بلکہ دروازہ پر ہوں۔ اے کاش! اس کی تائید میں کلیسا یوں کہے آمین اے خداوند یسوع آ (روس میں جب ہر ایک مذہب کو بند کیا گیا مذہبی معابد کو بھی مسمار کرایا گیا اس وقت چاہیے تھا کہ مسیحیوں پر رنج وغم کے پہاڑ ٹوٹتے اس لحاظ سے سچی بات کہنا اگر گناہ نہیں تو ان سب برائیوں کا مصداق روس کا اول ڈکٹیٹر لینن اور اس کا جانشین سٹالن ہونا چاہیے کیونکہ ان لوگوں نے نہ صرف مسیحیت پر بلکہ اسلام پر بلکہ کل ادیان پر ہاتھ صاف کیا، جو حالات جاننے والوں سے مخفی نہیں۔ثناءاللہ امرتسری)

(اخوت لاہور بابت جولائی ص ۱۷۔۱۹)

بعض احادیث میں پیش گوئی آئی ہے کہ قیامت کے قریب ملحمہ کبری ہوگا یعنی بہت بڑی جنگ۔ اسلئے گذشتہ جنگ عظیم کے موقع پر ہم نے اس جنگ کو ملحمہ کبری سمجھا تھا مگر حالات حاضرہ نے بتایا کہ گذشتہ جنگ یعنی ۱۹۱۴۔۱۹۱۸ء ملحمہ کبرہ تو تھی لیکن کبری نہ تھی۔ بے شک موجودہ جنگ پہلی کی نسبت ملحمہ کبری ہے اس لئے اس کو اگر اس حدیث کا مصداق سمجھا جائے تو غلط نہ ہوگا۔

اس میں شک نہیں کہ زمانہ ترقی کرتا جا رہا ہے خاص کر خونخواری وسفا کی میں۔ ملائکہ کرام کی بنی آدم کے متعلق پیش گوئی اتجعل فيها من يفسد فيها و يسفك الد ماء۔ خدا جانے کہاں تک اپنا جلوہ دکھائے۔ قیاس ہی جانتا ہے کہ آئندہ کبھی جنگ ہوگی تو بلحاظ ترقی زمانہ اس سے بھی زیادہ سخت ہوگی۔ اس وقت کے مسلمانوں کو اختیار ہوگا کہ وہ اس کو ملحمہ کبری قرار دیں۔ سردست تو ہماری رائے یہی ہے کہ یہی ملحمہ کبری ہے جس کے متعلق حدیثوں میں خبر آئی ہے العلم عند الله

آخر میں ہماری دعا ہے کہ اخوت کے مکتوبہ مضمون میں جو اس لڑائی کا خاتمہ فروری ۱۹۴۳ء میں بتایا گیا ہے خدا کرے یہ میعاد غلط ہو اور جلدی اسکا خاتمہ بالخیر ہو جائے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۰ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۳ ص ۳۔۴)

خلیفہ کو حکومت ملنے کا وعدہ
پس وہ جلدی جنگ کیلئے جائیں۔۵

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ سلسلہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء سے جاری ہے۔ ہم نے یہ سلسلہ اس لئے جاری کیا تھا کہ قادیانی مسیح کی پیش گوئی سچی ثابت ہو اور جماعت مرزائیہ اپنا دین و مذہب دنیا میں پھیلا سکے۔ مگر قادیانی لوگ جنگ سے ان لوگوں کی طرح ڈرتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید میں ان لفظوں میں آیا ہے:

ینظرو ن الیك نظر المغشی علیه من المو ت . (پ ۲٦ ع۷)

حالانکہ یہ وقت ایسا تھا کہ گورنمنٹ برطانیہ کی خدمت بھی ہو سکتی اور ملکی فتوحات بھی حاصل ہو جاتیں۔

لطف یہ ہے کہ قادیانی پریس ہمارے پیش کردہ حوالہ جات کا جواب بھی نہیں دیتا۔ نہ ان کے کچھ معنی بتاتا ہے۔ اخبار الفضل قادیان نے ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء کی اشاعت میں صرف اتنا لکھا کہ:

> مرزا صاحب نے کبھی ملکی فتوحات کی خواہش ظاہر نہیں کی کیونکہ یہ فتوحات دنیائے دوں سے تعلق رکھتی ہیں۔

اس کا جواب ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۵ جولائی ۱۹۴۱ء میں دے دیا تھا۔ اس کے علاوہ آج دوسرا جواب اس سے زیادہ واضح اور مفید مطلب پیش کرتے ہیں جس سے سرتابی کرنے کا کسی احمدی کو قادیانی ہو یا لاہوری حیدرآبادی ہو یا پشاوری اختیار نہ ہوگا۔

اخبار الفضل کا سٹاف اور دیگر اتباع مرزا اس حوالہ کو غور سے پڑھیں اور دلی یقین کے ساتھ اس کا مطلب سمجھیں اور پڑھنے کے بعد اس امر کا اعتراف کریں کہ اہل

حدیث اقوال مرزا کو اتباع مرزا سے زیادہ جانتا ہے اسی لئے اہلحدیث کا بمقابلہ اتباع مرزا کے یہ قول ہے:

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

مرزا غلام احمد، مسیح قادیان اپنی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۹۱۔۹۲ میں لکھتے ہیں:

خدائے رحمان کا حکم ہے اس کے خلیفہ کے لئے جس کی آسمانی بادشاہت ہے اس کو ملک عظیم دیا جائے گا اور خزانے اس کے لئے کھولے جائیں گے یہ خدا کا فضل ہے اور تمہاری آنکھوں میں عجیب۔ کہہ اے منکرو میں صادقوں میں سے ہوں پس تم میرے نشانوں کا ایک وقت تک انتظار کرو۔

اس عبارت پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک حاشیہ لکھا ہے جس سے ہر طرح کی تشریح اور تفصیل حاصل ہوتی ہے۔ اس کے الفاظ یہ ہیں:

کسی آئندہ زمانے کے متعلق یہ پیشین گوئی ہے جیسا کہ آنحضرت ﷺ کے ہاتھ میں کشفی رنگ میں کنجیاں دی گئی تھیں مگر ان کنجیوں کا ظہور حضرت عمر فاروق کے زمانے میں ہوا۔

یہ حاشیہ متن کی پوری تشریح کرتا ہے کہ ملک ملنے سے مراد دنیاوی ملکی فتوحات ہیں جیسی کہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں ہوئیں تھیں۔

میاں محمود احمد خلیفہ قادیانی کو قادیانی جماعت فضل عمر کہا کرتی ہے یعنی عمر ثانی اور حضرت عمرؓ کے مشابہ اور مثیل۔

پس یہ حاشیہ اور متن بکمال وضاحت بتارہے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کو بحیثیت خلیفۃ اللہ کے جو ملک ملنے کا وعدہ دیا گیا تھا وہ موجودہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے ذریعہ سے پورا ہونا ضروری ہے۔ ہم تو اسی پر متعجب تھے کہ وعدہ محمدی تو حضرت عمرؓ کی دس سالہ حکومت میں پورا ہو گیا لیکن قادیانی وعدہ فضل عمر کے ۲۶ سالہ عہد خلافت میں بھی پورا نہ ہوا اور جب پورا ہونے کا زمانہ آیا تو اتباع مرزا بقول:

چناں خفتہ اند کہ گوئی مردہ اند

بالکل خاموش ہو گئے۔

احمدی ممبرو! فرمان خداوندی غور سے پڑھو اور اس عذاب کا خوف کرو جس کا ذکر اس فرمان ذی شان میں ہے:

ما لکم ا ذا قیل لکم انفروا فی سبیل الله اثّا قلتم الی الا ر ض ار ضیتم بالحیوۃ الد نیا من ا لآ خر ۃ ۔ فما متاع الحیوۃ الدنیا فی ا لا خر ۃ الّا قلیل ۔ الّا تنفروا یعذ بکم عذا باً الیماً و یستبد ل قو ماً غیر کم و لا تضروہ شیئاً و الله علی کل شیء قدیر ۔ (التوبہ: ۳۸۔۳۹)

جہاد جو فتوحات ملکی کا ایک ذریعہ ہے اس سے منہ پھیرنے والوں کی بابت جو ان آیات میں وعید شدید وارد ہے وہ خلیفہ قادیان اور ان کے اتباع کے لئے (جن کے حق میں) ملکی فتوحات ملنے کا وعدہ بزبان مرزا دیا گیا تھا قابل غور ہے۔

قادیانی ممبرو! کب تک آرام کی کھاؤ گے اٹھو مخلصین جماعت احمدیہ کے چالیس آدمی لے کر روسی محاذ جنگ میں جلدہ پہنچو جہاں تمہارے بھائی (روسی احمدی) گرفتار بلا ہو رہے ہیں۔ (دیکھو اہل حدیث سابق نمبر بحوالہ الفضل)

آخر اس لیت ولعل کی وجہ بھی کوئی ہے کیا تم نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامی وعدوں کو کسی محبوبہ کے وعدوں کی طرح سمجھ رکھا ہے جس کی شان میں کہا گیا ہے

کانت مواعید عرقوب لها مثلاً
و ما مواعیدها الّا الاباطیل

یا استاد غالب مرحوم کے شعر کا مصداق سمجھ رکھا ہے جو کہتے ہیں

تم ان کے وعدے کا ذکر ان سے کیوں کرو غالب
یہ کیا کہ تم کہو اور وہ کہیں کہ یاد نہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۰ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۳ ص ۵)

قادیان سے تفسیر کبور کی اشاعت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے نام سے چند سورتوں (سورہ یونس سے کہف تک) کی ایک تفسیر شائع ہوئی ہے جس کا نام انہوں نے تفسیر کبیر رکھا ہے۔

تفسیر کبیر چونکہ امام رازیؒ کی تفسیر کا نام ہے جو کل دنیائے اسلام میں مشہور اور متداول ہے، لازماً اس نام سے ادھر ہی ذہن متوجہ ہوتا ہے۔ اس لئے ہم نے بطور مشورہ کے کبیر کی بجائے کبور لکھا ہے جو معنی کے لحاظ سے ایک ہی ہے۔ قادیانی پارٹی ہم سے بدگمان رہتی ہے، ورنہ وہ ہم سے پہلے ہی مشورہ کر لیتی تو اس سے بھی اچھا نام تجویز کرتے۔ ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تفسیر کا نام تفسیر کبیر کیوں رکھا گیا۔ الّا ایک وجہ ذہن میں آئی کہ قادیان میں سب کچھ ظلی ہے نبوت بھی ظلی رسالت بھی ظلی یہاں تک کہ مرزا صاحب (بڑے میاں) محمد اور احمد، موسی، عیسی وغیرہ سب کچھ ظلی رنگ میں ہیں۔ چنانچہ تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

غالباً اسی لئے انہوں نے اپنی تفسیر کبیر کو بھی ظلی تفسیر کبیر قرار دیا ہوگا۔ خیر ہمیں اس سے زیادہ بحث نہیں وہ جانیں اور ان کا کام۔ آج ہم اس تفسیر پر کچھ نظر کرتے ہیں۔

قادیانی تفسیر کبور کیا چیز ہے، محض اغلوطات خیالات اور تحریفات کا مجموعہ۔ ہم نے اس کو چھ روپے قیمت میں خریدا اور دیکھا خیال ہوا کہ تفسیر بالرائے کا جو سلسلہ ہماری طرف سے جاری ہے، اس کی دوسری جلد میں اس کا ذکر کیا جائے گا۔ لیکن جوں ہی میری نظر سورۃ یونس کی آیت افمن کان علی بیّنۃ پر پڑی تو مجھے اس بات کا خوف ہوا کہ تفسیر بالرائے کی جلد ثانی خدا جانے کب چھپے اور اس سے پہلے ہی مجھے داعی اجل بلا لے، تو میں خدا کے سامنے کیا جواب دونگا کہ تحریف قرآن کو

میں نے پڑھا اور جلدی جواب نہ دیا۔اس لئے تفسیر کبور پر مستقل رسالہ رسالہ لکھنا تجویز ہوا جو تفسیر بالرائے سے الگ شائع ہوگا انشاء اللہ اس کا نام تجویز ہوا بطش قدیر بر قادیانی تفسیر کبیر۔

میرا خیال ہے جو میں بلا خوف تردید ظاہر کرتا ہوں کہ پادری سلطان محمد خان بھی اگر تفسیر قرآن پوری کردیتے تو اس میں اتنی تحریف قرآن نہ ہوتی جتنی قادیانی تفسیر میں ہے۔

اس تفسیر کبور سے مجھے جس قدر صدمہ ہوا کسی قادیانی کتاب سے اتنا صدمہ نہیں ہوا۔تعجب یہ ہے کہ ان لوگوں کے دل میں یہ خیال کیوں بیٹھ گیا کہ ہندوستان میں بجز اتباع مرزا کے کوئی قرآن جاننے والا نہیں ہے۔خدا کا خوف تو بڑی چیز ہے علماء وطلباء کے تعاقبات کا بھی کچھ خیال ہوتو آدمی اتنی جرأت نہیں کرسکتا۔

سرسید احمد خاں مرحوم اور دیگر ہندوستانی مولفوں نے قرآن مجید کے مضامین خلاف منشاء قرآن ظاہر کئے ہیں،مگر میری تحقیق یہ ہے کہ مرزا غلام احمد اور اتباع مرزا قادیانی اس کام میں بہت بڑھ گئے ہیں میں سمجھتا ہوں کہ یہ شعر ایسے ہی لوگوں کے حق میں ہے

گرتو قرآں بریں نمط خوانی ببری رونق مسلمانی

ایک واقعہ: میں پچھلے مہینے دینا نگر کے جلسہ میں جارہا تھا کہ ریل گاڑی میں دو جنٹل مین قادیان کو جارہے تھے دونوں انگریزی تعلیم یافتہ تھے۔انہوں نے مجھ سے اس تفسیر کے متعلق میری رائے پوچھی تو میں نے کہا محض بور کے لڈو ہیں۔

یہ جواب ان کو بڑا تلخ معلوم ہوا۔میں نے کہا اچھا کسی وقت مجھے ملئے گا میں آپ ہی سے اقرار کرادونگا۔ان شاء اللہ۔

پھر آپس میں باتیں کرتے ہوئے انہوں نے خلیفہ قادیان کے علم وفضل کا ذکر کیا۔ایک ان میں سے ایم اے تھا۔اس نے کہا ہمیں تو پانچ منٹ خلیفہ صاحب کی صحبت مل جائے تو پانچ منٹ میں اتنا علم حاصل کرلیتے ہیں جو دو سال میں بھی نہ ہو سکے میں نے دل میں کہا سچ ہے: پیراں نمی پرند ومریداں ہمے پرانند
ایسے مرید نہ ہوں تو ان پیروں کا کارخانہ کیسے چلے۔

نوٹ: تعجب ہے اتباع مرزا کی لاہوری پارٹی پر جو اس تفسیر پر منہ بسورتی ہے مگر تردید یا اصلاح کے لئے بھی قلم نہیں اٹھایا شاید کچھ سوچ رہے ہوں گے۔

خیر اس تمہید کے بعد ہم ناظرین کو تفسیر کبور سے ایک نمونہ دکھاتے ہیں۔

آیت کریمہ جس کا ذکر اوپر آیا ہے اس کے پورے الفاظ یہ ہیں:

افمن کا ن علی بینة من ر به و یتلوه شا هد منه و من قبله کتا ب موسی اما ماً و ر حمةً او لئك یؤ منو ن به ۔ (ھود:۱۷)

اس آیت کا ترجمہ یوں کیا ہے:

پس کیا جو شخص اپنے رب کی طرف سے ایک روشن دلیل پر قائم ہے اور اس کی صداقت کا ایک گواہ اس (خدا تعالی) کی طرف سے آ کر اس کی پیروی کرے گا اور اس سے پہلے موسی کی کتاب تھی جو لوگوں کے لئے امام اور رحمت تھی (ایک جھوٹے مدعی جیسا ہوسکتا ہے) وہ یعنی موسی کے سچے پیرو اس پر بھی ضرور ایمان لاتے ہیں۔ (ص۱۶۴)

اس غلط ترجمے کے بعد اپنا ما فی الضمیر اور مقصود اصلی یوں بتاتے ہیں کہ شاھد سے مراد مرزا غلام احمد (قادیانی مسیح موعود) ہیں۔ چنانچہ آپکے الفاظ یہ ہیں:

پس جاننا چاہیے کہ اس جگہ خصوصیت کے ساتھ حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ہی ذکر ہے جن کا نزول خدا تعالی کی طرف سے اسی رنگ میں ہونا تھا جیسے پہلے بینہ کا نزول ہوا تھا۔ جن کی آمد کی غرض یہ تھی کہ وہ اسلام کی صداقت کی شہادت تازہ مثالوں سے دیں جب کہ اسلام کی صداقت اور اس کی قوت قدسیہ کے خلاف بہت سے امور جمع ہونے والے تھے۔ (ص ۱۶۷)

اس تفسیر میں کئی ایک غلطیاں ہیں خلیفہ قادیان کو تسلیم ہے کہ قرآن مجید کی صحیح تفسیر کے لئے عربیت کی ضرورت ہے (الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء) اس لئے ہم عربیت کے قاعدے سے اس ترجمے کو پرکھتے ہیں۔ پس ناظرین غور سے سنیں:

۱۔ و من قبله کا واو عطف کے لئے ہے کتاب معطوف ہے شا هد پر یہ دونوں فاعل مفعول ہیں یتلوا کے مگر قادیانی ترجمہ میں اس کا لحاظ نہیں رکھا گیا بلکہ کتا ب موسی کو مستقل جملہ بنایا گیا۔ دیکھئے الفاظ (اور اس سے پہلے موسی کی کتاب تھی) یہ ترجمہ

اس صورت میں ہوتا اگر عبارت یوں ہوتی من قبله كا ن كتا ب موسى اورکا ن بھی تامہ ہوتا کیونکہ ناقصہ ہونے کی صورت میں اس کی خبر کی ضرورت ہوتی۔

۲۔اور اما ماً و ر حمة حال ہے كتا ب موسى کا جو معطوف ہے شا هد پر اور شاهد فاعل ہے یتلوا کا مگر آپ نے ترجمہ میں اس کو بھی مستقل جملہ بنا دیا چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں، جو لوگوں کے لئے امام اور رحمت تھی ۔ ، یہ ترجمہ لفظوں کا نہیں بلکہ ایجاد بندہ ہے۔

۳۔پھر او لئك يو منو ن به کا ترجمہ ایسا بے ڈھنگا کیا ہے کہ نہ کوئی عالم ایسا غلط ترجمہ کر سکتا ہے اور نہ کوئی طالب علم سن سکتا ہے۔

آپ کے الفاظ ملاحظہ ہوں: (وہ موسیٰ کے سچے پیرو اس پر بھی ایمان لاتے ہیں،) اولئك اسم اشارہ ہے جو مشار الیہ کو چاہتا ہے آپ نے اس کا مشار الیہ موسیٰ کے سچے پیرو بتایا ہے حالانکہ وہ مذکور نہیں۔

۴۔ منه کی ضمیر اللہ کی طرف پھیری ہے یہ بھی غلط ہے

۵۔ اس کے علاوہ ایک بڑی غلطی ہے جو علم بلاغت اور علم کلام دونوں کے خلاف ہے کہ يتلو ه شا هد منه سے مراد نزول آیت سے تیرہ سو سال کے بعد آنے والا شخص لیا گیا ہے یعنی مرزا صاحب۔ اس لئے دیکھنا یہ ہے کہ کسی بزرگ کا تیرہ سو سال بعد آنا صحابہ مومنین کے فعل سے کیا تعلق رکھتا ہے یعنی من كا ن على بينة کے اول مصداق صحابہ کرام ہیں اور ان کے بعد صلحائے امت ہیں اور مرزا صاحب مسیح موعود ہو کر تیرہ سو سال بعد آئے ہیں تو ان کا آنا صحابہ کے حق میں صفت بحالہ ہے یا بحال متعلقہ۔ آخر اس کا تعلق کیا ہے اور اس آنے والے یا اس کے آنے کے فعل نے ان صحابہ اور صلحائے امت میں کیا مزیت پیدا کی۔ بحالیکہ ان کے وہم و گمان میں بھی اس بزرگ کا وجود نہ تھا تو اس پر یقین کیا ہوتا اور اگر صورت حال یہی ہے اور یقیناً یہی ہے تو یتلوا کے جملہ فعلیہ کو من كا ن کے جملہ اسمیہ پر کیوں عطف کیا گیا۔ یہ عجیب وصل ہے کہ فصل سے بھی بدتر ہے۔

۶۔مؤلف تفسیر کبور نے آخر میں قوس کے اندر یہ لفظ لکھے ہیں (وہ جھوٹے مدعی کی طرح ہو سکتا ہے) دراصل انہوں نے اپنے زعم میں من كا ن به کی خبر نکالی ہے اور یہ غلط ہے

اگر بہ من کی خبر ہوتی تو من کا ن علی بینة کی نقیض ہوتی کیونکہ تقدیر عبارت یوں ہونی چاہیے افمن کا ن علی بینة من ر بہ کمن لم یکن علی بینة۔ جھوٹا مدعی اس کی نقیض نہیں ہوسکتا مثلا! طرح کوئی دہریہ یا بت پرست یا عیسائی یا یہودی قرآنی اصطلاح میں علی بینة نہیں ہے اسی طرح جھوٹا مدعی نبوت بھی نہیں ہے اس لئے مدعی کا لفظ نکالنا غلط ہے بلکہ وہی صحیح ہوگا جو ہم نے کہا ہے یعنی کمن لم یکن علی بینة۔ جیسے دوسرے مقام پر فرمایا:

افمن یعلم انّما انز ل الیك من ر بك الحق كمن هو اعمى (الرعد۔ ۱۹)

یہاں اعمی سے من لم یکن علی الحق مراد ہے یہ بات علم بلاغت جاننے والوں سے مخفی نہیں ،گر حقیقت یہ ہے کہ حذف نکالنے کی حاجت ہی نہیں کیونکہ من کی خبر اولئك یو منو ن آیت میں مذکور ہے جیسا کہ ہم نے ترجمہ میں ظاہر کیا ہے

اب سنیئے آیت موصوفہ کے اصل معنی

پہلے یہ سمجھ لیجئے کہ شا ھد منہ سے مراد مومن کا قلب سلیم ہے جو صداقت کی طرف رہنمائی کرتا اور ہدایت خداوندی کی تائید کرتا ہے اور منہ کی ضمیر من کی طرف ہے پس آیت کے صحیح معنی یہ ہیں ، جو لوگ خدا کی ہدایت (قرآن) پر قائم ہیں اور ان کا قلب سلیم بھی اس ہدایت کی تائید کرتا ہے اور اس سے پہلے موسی کی کتاب بھی امام اور رحمت ہونے کی حیثیت سے اس کی تائید کرتی ہے ، یہی لوگ (جو خدا کی بینه پر قائم ہیں اور قران کا ضمیر اور موسی کی کتاب بھی اس کی تائید کرتے ہیں) کتاب اللہ پر پختہ ایمان رکھتے ہیں

ہمارے اس ترجمہ پر کوئی نحوی اعتراض نہیں ہے من مبتداء ہے متضمن معنی جمع اور او لئك یو منو ن جملہ اسمیہ اس کی خبر ہے۔

کوئی ہے جو قادیانی ترجمہ پر کئے گئے اعتراضات کا جواب دے اور ہمارے ترجمہ پر اعتراض کرے۔

یہ کہنا کہ شا ھد منہ سے مراد مرزا صاحب قادیانی ہیں اس کے متعلق ہمیں ایک واقعہ یاد آیا۔ مدت دراز ہوئی کہ انجمن حمایت اسلام لاہور کے جلسہ میں مولوی ڈپٹی نذیر احمد دہلوی مرحوم نے اثنائے تقریر میں کہا تھا کہ ہر ایک مسلمان قرآن سے استدلال کرتا ہے مرزا صاحب قادیانی سے پوچھئے تو وہ کہیں گے کہ نصف قرآن

میرے ہی حق میں اترا ہے۔ جب سے میں یہ فقرہ سنا اور مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات کو دیکھا تو ڈپٹی صاحب مرحوم کا یہ فقرہ صحیح پایا۔ کہیں کسی کا ذکر ہو، وہ اپنی طرف لگا لیتے ہیں۔ ذوالقرنین کا ذکر قرآن مجید میں ملتا ہے۔ مرزا صاحب کلاں اور ان کے بیٹے میاں محمود مؤلف تفسیر کبور ذوالقرنین سے اشارۃً مرزا صاحب قادیانی مراد لیتے ہیں اور لطف یہ کہ حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے بھی رسالہ نورالدین میں اس کی تائید کی ہے۔ سچ ہے: لنکا میں سارے باون گز کے

ناظرین کرام! یہ نمونہ ہے تفسیر کبور کی تحریفات کا اس سے زیادہ تفصیل کے ساتھ رسالہ بطش قدیر میں ذکر ہوگا انشاء اللہ۔

غالب ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۲۷ رجب ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۴ ص ۴۔۶)

فرقہ بہائیہ اور حشر اسلامیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یوں تو فرقہ بہائیہ قرآن مجید کو الہامی مانتا ہے لیکن الہامی ماننے کے باوجود اس کو منسوخ بھی کہتا ہے۔ اس فرقہ کو خدا جانے کیا ضد ہے کہ قرآن مجید کے ساتھ اخوان صفا کا سا برتاؤ کرنے پر تلا ہوا ہے۔ چونکہ بہائیوں کا عقیدہ ہے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی نبوت کی بعثت ہی قیامت کا ظہور ہے اس لئے اخبار اہل حدیث کے کئی ایک گذشتہ پرچوں میں اس امر پر بحث ہوتی رہی ہے۔

آریوں کی طرح فرقہ بہائیہ بھی اگر اپنے اعتراضات کی بنا قرآن کریم کے انکار و تکذیب پر رکھتا، تو چنداں مضائقہ نہ تھا مگر اس کی ستم ظریفی دیکھئے کہ زبانی لسانی تو قرآن کی تصدیق کرتا ہے لیکن عملی رنگ میں تکذیب۔

چونکہ یہ فرقہ اس بات کا قائل ہو چکا ہے قیامت سے مراد شیخ بہاء اللہ کی

بعثت ہے اس لئے وہ قیامت کے عقیدہ پر جو قرآن مجید کے علاوہ کتب سابقہ مقدسہ میں بھی صریح مذکور ہے سختی سے اعتراض کرتا ہے۔ اور قیامت سے متعلق جملہ آیات کی اس حد تک تاویل کرتا ہے کہ تحریف تک پہنچ جاتی ہے۔ اس کا ذکر اخبار اہل حدیث میں کئی دفعہ ہو چکا ہے۔

بہائیوں کا رسالہ پیامبر دہلی ہم سے اس امر کا تقاضا کرتا رہا کہ ہم قیامت کے روز دنیا کی کل چیزوں کے فنا ہو جانے کا ثبوت دیں۔ اس کی یہ ساری کوشش خود غرضی پر مبنی ہے کیونکہ وہ شیخ بہاء اللہ کی بعثت کو قیامت کہتا ہے، حالانکہ اس وقت دنیا فنا نہیں ہوئی۔ اس لئے وہ اس امر پر اصرار کرتا ہے کہ قرآن مجید سے بھی دنیا کے فنا ہونے کا عقیدہ ثابت نہیں ہوتا۔ اس کا جواب ہم اخبار اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۴۰ء اور ۲۰ جون ۱۹۴۱ء وغیرہ میں مفصل دے چکے ہیں جہاں قرآن مجید کی صریح آیات پیش کر کے بتلایا گیا ہے کہ قیامت کے پہلے حصے میں دنیا فنا ہو جائے گی دوسرے حصہ میں انسانوں کا حشر نشر ہو گا۔

منجملہ دوسری آیتوں کے مندرجہ ذیل دو آیتیں بھی پیش کی تھیں جن کا جواب بہائیوں کی طرف سے آج تک ہماری نظر سے نہیں گذرا۔

۱۔ انا لجاعلون ما علیها صعیداً جرزا (الکهف:۸)

(جو کچھ زمین پر ہے اسے فنا کر کے ہم زمین کو چٹیل میدان بنا دیں گے)

۲۔ فاذا نفخ فی الصور نفخة واحدة۔ و حملت الارض و الجبال فدکتا دکة واحدة۔ فیومئذ وقعت الواقعة۔ و انشقت السماء فهی یومئذ واهیة۔(الحاقة: ۱۳۔۱۶)

(پھر جب کہ صور ایک دم پھونک دیا جائے گا زمین اور پہاڑ اٹھا لئے جائیں گے اور یکا یک چکنا چور کر دیئے جائیں گے اور اسی دن قیامت واقع ہو گی اور آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا)

ان آیات کا جواب بہائی رسالہ نے نہیں دیا اس کی بجائے مسئلہ حشر و نشر پر اعتراضات شروع کر دیئے چنانچہ اس بارے میں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

کہا جاتا ہے کہ قیامت کے دن مردے قبروں سے جی اٹھیں گے اور میدان

محشر کی طرف چلیں گے۔،

اس کے متعلق بنیادی بات تو یہی ہے کہ اول فنائے عالم اور اس کا نام قیامت قرآن مجید سے ثابت کیا جائے۔ پھر یہ بھی ثابت کیا جائے کہ مرکر سب قبروں میں پڑے رہتے ہیں۔ کیا تمام جہان کا یہ مشاہدہ نہیں ہے کہ مردے قبروں میں خاک ہو جاتے ہیں اور خاک کہاں کہاں چلی جاتی ہے۔ کب معلوم و مسلّم ہے کہ قبروں میں مردے دھرے نہیں رہتے تو قبروں سے ان کا نکلنا کیا معنی رکھتا ہے؟

پھر یہ بھی قابل غور بات ہے کہ جب قیامت کے پہلے حصے میں دنیا کی سب چیزیں فنا ہو جائیں گی تو تمام قبریں بھی فنا ہو جائیں گی کیونکہ جب ساری زمین ہی معدوم ہوگئی تو پھر قبریں کہاں رہیں۔ اس صورت میں مردوں کا قبروں سے اٹھنا ایک بے پایہ بات نہیں تو اور کیا ہے؟ جب زمین ہی ندارد ہوگئی تو قبریں کہاں ہوں گی اور جب قبریں ہی مفقود ہوئیں تو قبروں میں سے مردے کیونکر نکلیں گے؟

کیا دوبارہ قبریں بنائی جائیں گی؟ اوران میں از سرنو مردے ڈالے جائیں گے اور پھر نکالے جائیں گے؟..

جب کہ یہ عقیدہ ہے کہ کل کائنات قیامت میں پہلے فنا اور معدوم ہو جائے گی تو پھر یہ بات کیونکر درست ہوسکتی ہے کہ مردے جی اٹھیں گے۔ مردے تو فنا اور معدوم ہو چکے ہوں گے۔ یوں کہنا چاہیے کہ تم مرجاؤ گے قیامت کے دن فنا اور معدوم ہو جاؤ گے پھر خدا تمہیں عدم سے وجود میں لائے گا۔ مگر ایسا نہیں کہا گیا۔ یہی کہا گیا کہ مردے زندہ کئے جائیں گے جس سے لازم آتا ہے کہ قالب بے روح موجود رہیں گے جن میں روح ڈالی جائے گی۔ اس سے بھی واضح ہوگیا کہ فنائے کلی کا اعتقاد درست نہیں۔

(پیامبر جولائی ۱۹۴۱ء ص ۱۶۔۱۷)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: ان سوالات کا جواب خود قرآن مجید نے دیا ہوا ہے۔ پہلے کفار منکرین حشر کا قول نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ نہیں؛ ء اذا متنا و کنا

ترا باً ۔ ذ لك ر جع بعيد ۔(ق:۳)(جب ہم مر کر مٹی ہو جائیں گے تو یہ واپسی محال ہے)
(فرقہ بہائیہ بھی ایسا ہی کہتا ہے)

اس اعتراض کا جواب خدا تعالی نے قرآن مجید میں یوں دیا ہے:

قد علمنا ما تنقص الارض منهم و عند نا كتاب حفيظ (ق:۴)

(زمین ان کے مردہ جسموں کو کھا کر جس قدر کم کر رہی ہے ہم خوب جانتے ہیں ہمارے پاس ایک محفوظ نوشتہ ہے)

تکمیل جواب کے لئے مزید ارشاد ملاحظہ ہو جس کے بعد کسی مومن بالقرآن بلکہ کسی انسان کے لئے بھی مجال سخن نہیں رہ سکتی ۔ ارشاد ہے:

و ضر ب لنا مثلاً و نسی خلقه ۔ قا ل من يحی العظا م و هی رميم ۔ قل يحييها الذی انشا ها او ل مر ة و هو بكل خلق عليم ۔ الذی جعل لكم من الشجر ا لا خضر نا راً فا ذا انتم منه تو قدو ن ۔أوليس الذی خلق السماوات و الا ر ض بقا در علی ان يخلق مثلهم بلی و هوالخلاق العليم ۔ انما امره ا ذا اراد شيئاً ان يقو ل له كن فيكو ن (یس: ۷۸۔۸۲)

ہمارے لئے اس منکر حشر نے مثل بیان کی اور اپنی خلقت کو بھول گیا کہنے لگا کہ ہڈیوں کو جب کہ وہ بوسیدہ ہو جائیں گی کون زندہ کرے گا؟ تم کہہ دو کہ ان کو وہی زندہ کرے گا جس نے ان کو اول مرتبہ پیدا کیا تھا اور وہ ہر مخلوق کے حال سے واقف ہے ...آیا وہ جس نے آسمانوں اور زمینوں کو پیدا کیا ہے اس پر قادر نہیں ہے کہ ان کی مثل اور پیدا کر دے ضرور (قادر ہے) وہ بڑا پیدا کرنے والا اور جاننے والا ہے۔ سوائے اس کے نہیں کہ وہ جب کسی چیز کو پیدا کرنا چاہے تو اسے ہو جا کہتا ہے پس وہ ہو جاتی ہے۔

یہ آیت بمنطو قها بہائیہ کے مذکورہ بالا سوالات کا کافی جواب ہے ۔ يخلق مثلهم کے الفاظ میں اس امر کا صریح ثبوت ہے قیامت کے روز جو نئے اجسام محشور ہوں گے وہ پہلے اجسام کی مانند ہوں گے مثل کا لفظ اسی لئے ہے کہ پہلے اجسام مٹی میں مل کر مٹی ہو جائیں گے اس مٹی سے خدا تعالی نئے اجسام پیدا کر دے گا جو پہلے اجسام کی مثل ہوں گے ۔ کیسے پیدا کرے گا؟ اس کا جواب قادر وقیوم نے ان الفاظ

میں دیا ہے:

انما امرہ اذا اراد شیئاً ان یقول لہ کن فیکون (یس: ۸۲)

فرقہ بہائیہ کے لئے اگر اتنی تصریحات قرآنیہ بھی کافی نہ ہوں تو ہم شیخ سعدی مرحوم کے اس مشورہ کے ماتحت خاموش رہیں گے:

آن کس کہ بقران خبر زو نہ دہی
این است جوابش کہ جوابش نہ دہی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۳۵ ص ۳۔۴)

خلیفہ قادیان اور انکے چالیس صالح نوجوان۔ ۶

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء سے یہ سلسلہ مضمون شروع ہوا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں اور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے مشترکہ قول کے مطابق اگر ان میں سے کسی کو چالیس صالح نوجوان مل جاتے تو وہ ساری دنیا کو فتح کر لیتا۔ اس لئے ہم نے بزور مشورہ دیا تھا کہ خلیفہ صاحب چالیس نوجوان لے کر میدان جنگ میں جائیں اور حسب قول والد صاحب (جوان کو بھی تسلیم ہے) فتح یاب ہو کر دنیا پر اپنی صداقت واضح کر دیں۔ اس کا جواب قادیانی اخبار الفضل ۱۱ جولائی اور ۱۰۔ اگست میں دیا گیا جس کا جواب الجواب ہم نے اہل حدیث امرتسر ۲۵ جولائی اور اس کے بعد کی اشاعتوں میں مفصل دیا۔ آج ہم الفضل کا سابقہ جواب نقل کر کے ایک اور طرح سے اس پر نظر کرتے ہیں۔ الفضل قادیان ۱۱ جولائی میں جو جواب نکلا تھا وہ مکرر درج ذیل ہے:

مولوی ثناءاللہ صاحب نے جو کچھ لکھا ہے وہ محض دھوکہ دہی کی ایک افسوس ناک مثال ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جو کچھ فرمایا اس کا مفہوم یہ ہے کہ اگر چالیس مومن آپ کی جماعت میں نور ایمان اس معیار

کے مطابق حاصل کرنے والے ہوں جو آپ کے پیش نظر تھا تو وہ دنیا کی مذہبی اور روحانی حالت میں ایک انقلاب عظیم پیدا کر سکتے ہیں۔ ان کی نیم شبانہ دعائیں ان کا نیک اور پرکشش نمونہ اوران کا مومنانہ عزم اور استقلال اور نصرت الٰہی کے لئے انتہائی جذب کی اہلیت ان کی راہ میں حائل ہونے والی تمام روکاوٹوں کو خس و خاشاک کی طرح بہا کر لے جائے گا۔ یہی بات ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بیان فرمائی اور اسی کا ذکر حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی (مرزامحمود) نے کیا (الفضل قادیان ۱۱ جولائی ۱۹۴۱ء ص ۳)

اس کا جواب متعدد حوالوں سے دیا گیا کہ اس فتح سے مراد ملکی فتح ہے خصوصاً اہل حدیث امرتسر ۵، اگست میں صفحہ ۵ کالم ۲ پر مرزا صاحب قادیانی کی کتاب حقیقۃ الوحی سے صریح حوالہ دیا گیا تا کہ قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتوں پر اتمام حجت ہو جائے۔ اس حوالے کا جواب آج تک نہیں آیا، نہ آئندہ آنے کی امید ہے۔

آج ہم محترم ناظرین کو اس مضمون کی تصویر کا دوسرا رخ دکھاتے ہیں الفضل کا جواب اوپر نقل ہو چکا ہے۔ ناظرین کرام کو اس کو ایک دفعہ پھر پڑھ لیں اس کا مطلب صاف ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے چالیس مخلص مومن اگر دعا کریں تو اشاعت احمدیت کے راستے کے تمام موانع دور ہو کر مرزا صاحب قادیانی کی مسیحیت دنیا میں پھیل جائے۔ کوئی فرد انسانی ان کے فیض سے محروم نہ رہے۔ گویا اس وقت ان پر یہ شعر صادق آئے

کسے نہ ماند کہ دیگر تبیغ ناز کشی
مگر کہ زندہ کنی خلق را و باز کشی

اب ہم ناظرین کو بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو ایسے چالیس مخلص مومن یقیناً مل گئے تھے۔ اس وقت ہمارے ہاتھ میں مرزا صاحب قادیانی کی تصنیف ازالہ اوہام طبع اول ہے جس کے صفحہ ۷۷۷ پر آپ لکھتے ہیں:

اب میں ان مخلصوں کے نام لکھتا ہوں جنہوں نے حتی الوسع میرے دینی کاموں میں مدد دی یا جن پر مدد کی امید ہے یا جن کو اسباب میسر آنے پر طیار دیکھتا ہوں۔

۱۔ حبی فی اللہ حکیم نورالدین صاحب بھیروی (ان کی تعریف میں قریباً دو ورق پر کئے ہیں)

۲۔ حکیم فضل الدین بھیروی

اس سلسلے کا انتالیسواں نمبر یوں لکھا ہے : جبی فی اللہ مولوی تفضّل حسین صاحب۔ مولوی صاحب ممدوح میرے ساتھ سچے دل سے اخلاص اور محبت رکھتے ہیں۔

اس کے بعد چالیسواں نمبر یوں لکھا ہے: منشی محمد جلال الدین صاحب میر منشی

اس نام کے بعد اور بھی بہت سے مخلصین کے نام لکھے ہیں مگر ہمیں چونکہ صرف چالیس کے عدد سے مطلب ہے، اس لئے ہم اس اربعین کو ملحوظ رکھ کر قادیانی اصحاب سے یہ پوچھنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ چالیس مخلص مومنین جو جان و مال سے حاضر تھے مرزائیت کی روحانی ترقی کے لئے ضرور دست بدعا رہتے ہوں گے۔ پھر کیا ان کی نیم شبانہ دعاؤں سے ساری دنیا احمدی ہوگئی یعنی احمدیت کے جھنڈے تلے آ گئی؟ ہرگز نہیں۔ اس کے برعکس ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود صد کوشش کے پنجاب میں احمدیوں کی تعداد سرکاری کاغذات مردم شماری کے مطابق ۵۶ ہزار ہے جس کی تصدیق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بھی کئی دفعہ کی ہے۔

دور جانے کی ضرورت نہیں۔ ہندوستان کے ہر شہر اور ہر بستی میں دیکھ لیجئے کہ اتباع مرزا قادیانی کا شمار کتنا ہے۔ پس اب واقعات کی روشنی میں قادیانیوں کے سامنے دو راستے ہیں۔

اول یہ کہ صاف اعتراف کریں کہ یہ چالیس آدمی جن میں سے اول نمبر پر حکیم نور الدین بھیروی تھے اس درجے کے مومن نہیں تھے جس درجے کے مرزا غلام احمد چاہتے تھے ہمارا خیال ہے کہ یہ لوگ ایسا کہنے کی جرأت نہیں کریں گے۔

دوسرا راستہ یہ ہے کہ اپنے اس دعوی کو واپس لے لیں کہ چالیس مخلص مومنوں کی دعاؤں سے ساری دنیا فتح ہوسکتی ہے۔

ناظرین کرام! آیئے ہم آپ کو ایک اور طرح سے قادیان کے ہوائی قلعہ کی سیر کرائیں۔ چالیس مومنوں کی دعاؤں کی بھی حاجت نہیں بلکہ ساری دنیا کو فتح کرنے کے لئے اکیلے مرزا صاحب کلاں کی دعا ہی کافی ہوسکتی ہے کیونکہ آپ کو بزبان خداوندی الہام ہوا تھا

اجیب کل دعائك (تریاق القلوب۔ص ۳۸) اے مرزا میں تیری سب دعائیں قبول کرونگا۔

ضرور ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے مشن کی ترقی و کامیابی کے لئے دعا کرتے ہوں گے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری دعا کی قبولیت میرا معجزہ ہے۔

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور یہ رسالہ ریویو آف قادیان کے زمانہ ادارت میں بڑے زور سے دعویٰ کرتے تھے کہ مرزا صاحب قادیانی کی دعا ضرور قبول ہوتی ہے اور یہ ان کا معجزہ ہے۔

قادیانی جماعت کے ممبران مع مولوی محمد علی صاحب لاہوری ہمیں بتائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعا سے کیوں ساری دنیا فتح نہ ہوئی مگر جلدی میں کہیں یہ آیت تلاوت نہ کر دیں: و ما دعاء الکافرین الّا فی ضلال (غافر:۵۰) کیونکہ ایسا کرنے سے ان کا سب تانا بانا ٹوٹ جائے گا۔ حقیقت یہ ہے کہ غلام احمد کے دعاوی اور مواعید محبوبہ سعاد کے دعاوی اور مواعید کے مشابہ ہیں جس کا عاشق صادق کہتا ہے

لا تمسك بالوعد الذی زعمت
الا کما تمسك الماء الغرابیل

(محبوبہ اپنے وعدے کو اس طرح محفوظ رکھتی ہے جس طرح چھلنی پانی کو)

ایک اور طرح سے:

اب ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کو دعا کرنے کی بھی ضرورت نہ تھی کیونکہ دعا کرنے والا اس فعل کو خود نہیں کر سکتا بلکہ خدا سے درخواست کرتا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی تو بقول خود باذن اللہ فاعل مختار تھے چنانچہ مرزا صاحب کا اعلان ہے جس کے خدائی الفاظ یہ ہیں:

انما امرك اذا اردت شیئاً ان تقول له کن فیکون (حقیقۃ الوحی ص ۱۰۵)

۔(یعنی اے مرزا! تجھے اتنا اختیار دیا گیا ہے کہ کسی چیز کو، ہو جا، کہہ دے، وہ فوراً ہو جائے گی)۔

اس الہام کے ماتحت مرزا صاحب دنیا کو ایک لفظ سے فتح کر سکتے تھے۔

دفع دخل مقدر:

ممکن ہے کہ کوئی جلد باز اس پر اعتراض کر دے کہ اگر مرزا صاحب قادیانی میں اتنی قوت ہوتی تو وہ اپنے اعلان آخری فیصلہ مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے ماتحت

مولوی ثناء اللہ امرتسری کو ضرور مار دیتے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ آخری فیصلہ میں یہ دعا نہ تھی کہ مولوی ثناء اللہ پہلے مر جائے، بلکہ یہ دعا تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ اس لئے اس الہامی دعا کا نتیجہ یہی ہونا چاہیے تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جاتا۔ لوگ کہتے ہیں کہ ایسا ہی ہوا:

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں کیسے
مر گیا غالب آشفتہ نوا کہتے ہیں

اسلئے ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی یہ دعا قبول ہوئی اور ضرور ہوئی۔ فاندفع ما اورد۔ پرانی باتوں کو چھوڑ دیجئے صرف اپنے سامنے کے منظر پر نگاہ ڈال کر دیکھئے کہ خود خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی اسی امر کے مدعی ہیں کہ چالیس مومنوں کی دعاؤں سے ساری دنیا فتح ہوسکتی ہے۔ پس ان کو چاہیے کہ فوراً سے پیشتر صدر انجمن احمدیہ قادیان کے ممبروں کو جمع کریں (اگر ڈاکٹر بشارت لاہوری کو بھی اس اجتماع میں شریک کرلیں تو بہت اچھا ہے کیونکہ وہ بھی اس خصوص میں خلیفہ قادیان کو موید ہوں گے) پھر ساری جماعت مل کر ساری دنیا کے مفتوح ہونے کے لئے دعا کریں (ہمارا گمان ہے کہ ایسی دعا کرتے ہوں گے بلکہ کر چکے ہوں گے)

ناظرین جانتے ہیں کہ ان کی دعاؤں کا نتیجہ ساری دنیا کے سامنے ہے۔ آئندہ جو نکلے گا اسے بھی دنیا دیکھ لے گی۔ آج تک تو دنیا نے قادیانی دعاؤں کا نتیجہ وہی دیکھا ہے جو ایرانی شاعر عرفی نے اس شعر میں بتایا ہے:

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال مے تواں بتمنا گریستن

باوجود ہماری ترغیب وتحریص کے قادیانی جماعت نے چالیس مخلصین کا انتخاب کر کے دنیا کو فتح کرنے کا ارادہ نہیں کیا، ہمارا خیال ہے یہ جماعت دل سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس قسم کی باتوں کو شاعرانہ تخیل ہی سمجھتی ہے۔ اس کی مثال ذوق مرحوم کے اس شعر سے ملتی ہے:

نہ کرتا ضبط میں گریہ تو اے ذوق اک گھڑی بھر میں
کٹورے کی طرح گھڑیال کے غرق آسمان ہوتا

اخیر میں ہم دعا کرتے ہیں کہ خدا اتباع مرزا کو سمجھ دے کہ وہ راہ راست اختیار کریں اور اگر وہ اپنی ہی روش کو راہ راست سمجھتے ہیں تو حسب ایماء مرزا صاحب قادیانی چالیس آدمی خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی سرکردگی میں میدان جنگ میں جائیں اور یورپ کو فتح کرکے ساری دنیا کو اپنے زیر نگیں کرلیں۔

اگر ایسا نہ کرسکیں تو عیدگاہ قادیان میں نکل کر آہ وزاری سے دعا کریں کہ خداوندا! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس تمنا کے مطابق ساری دنیا کو احمدیت میں داخل کردے۔

اگر وہ ایسا نہیں کریں گے تو خطرہ ہے کہ لوگ کہیں گے کہ:

دونوں سے گئے پانڈے نہ حلوہ ملا نہ مانڈے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔اگست ۱۹۴۱ء مطابق ۵ شعبان ۱۳۶۰ھ۔جلد ۳۸ نمبر ۳۵ ص ۴۔۶)

مرزا صاحب کا آخری فیصلہ

واقعی آخری فیصلہ ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی دور اندیشی کی داد دیتے ہیں کہ انہوں نے اپنے اتباع کی ہدایت کے لئے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اشتہار بعنوان آخری فیصلہ شائع کیا تھا، جس میں آپ نے خدا سے دعا کی تھی کہ

الٰہی! ہم دونوں (مرزا غلام احمد قادیانی وثناءاللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے، اس کو سچے کی زندگی میں فوت کردے۔

اس کا نتیجہ جو نکلا وہ سب کو معلوم ہے مگر قادیانی اور تسلیم حق؟ ضدان مفترقان ایّ تفرّق۔اس لئے قادیانی اور لاہوری ہر دو جماعتیں اس فیصلہ خداوندی کو غلط قرار دینے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہی ہیں۔ان سب کے بیانات کا متفقہ

مضمون اتنا ہی ہے کہ:

مرزا صاحب قادیانی کا ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والا اعلان آخری فیصلہ کوئی جدید دعا نہیں، بلکہ ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ سے متعلق ہے۔

آج کل اس غلط گوئی کے انچارج افسر چودھری فتح محمد صاحب سیال ہیں۔
ہم نے بارہا لکھا ہے کہ اعلان آخری فیصلہ مباہلہ نہیں ہے، بلکہ دعا ہے کیونکہ مباہلہ کو مرزا صاحب قادیانی نے کتاب حقیقۃ الوحی کے شائع ہو جانے پر موقوف رکھا تھا۔
اس کے ثبوت میں ہم نے اخبار الحکم قادیان سے مرزا غلام احمد صاحب کا مقولہ ذیل نقل کیا تھا: حضرت اقدس نے اس (مولوی ثناء اللہ) پر رحم کر کے فرمایا ہے کہ یہ مباہلہ چند روز کے بعد ہوگا جب ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ جائے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مباہلے کا انعقاد مرزا صاحب قادیانی نے کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف رکھا تھا۔ یہ کتاب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی اور اعلان آخری فیصلہ پورا ایک مہینہ پہلے یعنی ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع ہوا۔

اس سے صراحۃً معلوم ہوتا ہے کہ یہ مضمون ایک جدید دعا ہے اور ۱۸۹۶ء والے چیلنج مباہلہ سے اس کو کوئی تعلق نہیں ہے۔ اس بحث کے لئے بس یہی ایک نقطہ مرکزی ہے چودھری فتح محمد صاحب سیال نے باتباع سنت مرزا قادیانی، الحکم والے حوالے کے متعلق صرف اتنا کہا ہے کہ:

مولوی صاحب نے یہ حوالہ نامکمل نقل کیا ہے (الفضل ۳۔ اگست ۱۹۴۱ء ص ۳)

جواب یہ ہے کہ اگر ہم نے حوالہ نامکمل نقل کیا تھا تو آپ پورا حوالہ نقل کر کے ہماری تردید کر دیتے۔ اب بھی آپ پورا حوالہ نقل کر دیجئے ہم دیکھ لیں گے کہ ہم نے بیان مغیّر کا کون سا حصہ چھوڑ دیا ہے۔

سنئیے! اگر ہم نے اخبار الحکم قادیان کا حوالہ ادھورا نقل کیا ہے تو مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے اپنے رسالہ آیت اللہ میں پورا حوالہ لکھا ہے، اسے دیکھ لیجئے۔ اس میں ہمارے خلاف کی کون سی بات ہے۔

اچھا اسے بھی جانے دیجئے، آپ خود پورا حوالہ نقل کر کے بتائیے کہ ہم نے بیان مغیّر کا فلاں حصہ چھوڑ دیا ہے۔ یوں ہی کہہ دینا کہ حوالہ نامکمل نقل کیا ہے اہل

دانش کے نزدیک بجوئے نارزد (کوڑی کے کام نہیں) اس کے علاوہ آپ نے جو لکھا ہے کہ مباہلہ کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر موقوف نہیں تھا مرزا صاحب قادیانی کے کلام سے اس کا حوالہ نہیں دیا۔ پس گفتگو کا سارا مدار اسی فصل (وقفہ) پر موقوف ہے جو قادیانی اخبارات الحکم اور بدر وغیرہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلام کے حوالہ سے مرقوم ہے۔ چودھری صاحب:

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں ۔تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۶ ص ۶)

مرزا قادیانی کی ولادت اور وفات

مدت ہوئی کہ غالب مر گیا پر یاد آتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اونٹ سے کسی نے کہا، تیری گردن بڑی ٹیڑھی ہے۔

اس نے جواب دیا، یاروں کی کون سی کل سیدھی ہے،۔

یہی مثال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہے جن کی ہر ایک بات میں معشوق کی زلف کی طرح خم پایا جاتا ہے۔

۲۹۔ اگست ۱۹۴۱ء کے الفضل میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو مسئلہ کفر و اسلام میں جواب دیتے ہوئے مضمون نگار نے ہماری توجہ ایک پرانے مضمون کی طرف پھیر دی، اس سے ہماری مراد مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش کا زمانہ ہے۔ اس کے متعلق ہمارا ایک مستقل رسالہ عجائبات مرزا شائع شدہ ہے۔

اس میں اسی قسم کے عجائبات دکھائے گئے ہیں۔ یہ رسالہ بوجہ صحت مضامین اس قدر مقبول عام ہوا کہ آج تک قادیانیوں سے اس کا جواب نہیں ہو سکا۔

قابل مضمون نگار نے مرزا غلام احمد صاحب کے ایک الہامی شعر سے مضمون شروع کیا ہے جس کا ضروری اقتباس درج ذیل ہے:

چو دور خسروی آغاز کردند
مسلماں را مسلماں باز کردند

اس شعر کی تشریح فرماتے ہیں:

دور خسروی سے مراد اس عاجز کا عہد نبوت ہے مگر اس جگہ دنیا کی بادشاہت مراد نہیں بلکہ آسمانی بادشاہت مراد ہے جو مجھ کو دی گئی۔

خلاصہ معنی اس الہام کا یہ ہے کہ جب دور خسروی یعنی دور مسیحی جو خدا کے نزدیک آسمانی بادشاہت کہلاتی ہے ششم ہزار کے آخر میں شروع ہوا جیسا کہ خدا کے نبیوں نے پیش گوئی کی تھی، تو اس کا یہ اثر ہوا کہ وہ جو صرف ظاہری مسلمان تھے وہ حقیقی مسلمان بننے لگے جیسا کہ اب تک چار لاکھ کے قریب بن چکے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۹۔اگست ۱۹۴۱ء ص ۵)

اس اقتباس میں ہزار ششم کا لفظ ہمارا مقصود ہے۔ ہزار ششم کا آخر ایک مجمل لفظ تھا، مرزا غلام احمد صاحب نے از راہ مہربانی اس کی پوری تعیین کر دی ہے۔ آپ نے بالتصریح لکھا ہوا کہ دنیا کی عمر کے چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے تھے جب میری پیدائش ہوئی۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۵ کا حاشیہ)

بہت اچھا! ہزار ششم پورا ہونے تک مرزا صاحب قادیانی کی عمر ۱۱ سال ہوئی ہوگی۔ کیا ۱۱ سال کی عمر میں آپ نے مسیحیت کا دعوی کیا تھا؟ اس کا کوئی ثبوت ہے؟ پھر بالغ ہو کر مختاری کا امتحان دیا جس میں آپ فیل ہو گئے اور سیالکوٹ میں بمشاہرہ پندرہ روپے ماہوار سیاہ نویسی کے کام پر مامور ہوئے۔ کیا یہ سب کام آپ کی مسیحیت کے زمانہ میں ہوئے۔

غالباً کوئی قادیانی، ہاں، میں جواب نہیں دے گا۔ پھر یہ فقرہ کیوں کر صحیح ہو سکتا ہے جو نامہ نگار نے لکھا ہے کہ: دور مسیحی ہزار ششم کے آخر میں شروع ہوا۔

ایک اور نظر سے:

ناظرین اس حوالے کو خوب یاد رکھیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی پیدائش اس وقت ہوئی جب چھٹے ہزار میں سے ۱۱ سال باقی تھے۔ مطلب اس کا یہ ہوا کہ ہزار

ششم بالکل ختم ہو جانے پر آپ کی عمر مبارک کا سنہ ۱۱ سال تک پہنچا تھا۔

اب ہم ناظرین کی تفریح طبع کے لئے ایک اور عجیب حوالہ پیش کرتے ہیں۔ آپ نے ایک کتاب یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو شائع کی تھی اس میں آپ فرماتے ہیں:

اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے۔ (مقدمہ چشمہ مسیحی صفحہ ب۔ مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۹۰۶ء تک ہزار ششم بالکل ختم نہیں ہوا تھا بلکہ قریب الختم تھا کہ اسی اثنا میں (ماہ مئی ۱۹۰۸ء) کو مرزا غلام احمد کا انتقال ہوگیا۔ فرض کیجئے کہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء کو ہزار ششم کی جو تھوڑی سی مدت باقی تھی وہ مئی ۱۹۰۸ء میں پوری ہو گئی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد گیارہ سال کی عمر میں فوت ہو گئے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالف پوچھا کرتے ہیں کہ مرزا صاحب نے بحیثیت نبی ہونے کے کیا معجزہ دکھایا تھا۔

ان مخالفوں کو ہماری طرف سے یہ جواب ہے کہ اس سے بھی بڑا کوئی معجزہ ہوسکتا ہے کہ آپ نے صرف ۱۱ سال کی عمر پائی اور اسی عمر میں آپ کئی اولادوں کے باپ بنے۔ دادا بنے۔ غالباً پڑ دادا بھی بنے۔ اول بے ریش رہے۔ پھر سیاہ ریش ہوئے۔ آخر سفید ریش ہونے کی وجہ سے محنّی ریش (مہدی سے سرخ) بھی ہوئے اور عمر صرف ۱۱ سال۔ پھر کیا اس شعر کی صداقت میں کسی کو کلام ہوسکتا ہے:

این کرامت ولیّ ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

ایک اور طرح سے:

مرزا صاحب نے بالتصریح لکھا ہے کہ ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ نے فیج اعوج رکھا ہے (لیکچر سیالکوٹ ص ۷)

واقعات مرقومہ ملانے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب بقول خود گیارہ سال کی عمر میں گمراہی کے زمانہ میں تشریف لائے اور اسی زمانے میں واپس تشریف لے گئے۔ داغ کہتا ہے

اپنی آنکھوں میں ابھی کوند گئی بجلی سی
ہم نہ سمجھے کہ یہ آنا ہے کہ جانا تیرا

ناظرین رسالہ عجائبات مرزا دیکھیں گے تو اس سے بھی زیادہ لطف اٹھائیں گے

ہماری مضمون کے عنوان کا دوسرا جز وفات مرزا ہے۔ یہ بھی عجوبہ ہے آپ کو خدا کی طرف سے الہام ہوا:

میں تیری عمر اسّی (۸۰) سال یا کچھ کم یا زیادہ کرونگا۔

اس کی تشریح میں آپ فرماتے ہیں کہ:

۷۵ اور ۸۵ سال کے درمیان میری عمر ہوگی۔ (براہین احمدیہ جلد پنجم)

حالانکہ آپ کی عمر بقول خود اور بشہادت مرزا صاحب ۱۹۰۸ء میں جو آپ کا سن وفات ہے ۶۹ سال کی تھی پھر کیونکر کوئی کہہ سکتا ہے کہ آپ کی ولادت اور وفات دونوں ہی عجائبات زمانہ سے نہیں ہیں

ز فرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم
کرشمہ دامن دل مے کشد کہ جا ایں جا ست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۶۰ھ، جلد ۳۸۔ نمبر ۳۷۔ ص ۵۔۶)

اخبار صدق اور پیغام صلح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار صدق لکھنو نے صدق کے اثر سے مرزا صاحب قادیانی کو تعظیمی الفاظ کے بغیر سادے لفظوں میں ذکر کیا۔ مثلاً مرزا یا مرزا قادیانی وغیرہ۔

بس پھر کیا ہوا، غضب ٹوٹ پڑا۔ اخبار پیغام صلح لاہور نے احمدیت کے جوش میں ایک لمبا مضمون لکھ مارا کہ ہمارے حضرت صاحب کا ذکر بغیر تعظیمی الفاظ کے کیا گیا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۳۰۔ اگست ۱۹۴۱ء)

معلوم نہیں صدق اس کا کیا جواب دے گا چونکہ مرزائی مباحث میں اہل حدیث امرتسر کا حصہ سب سے زیادہ ہے اس لئے ہم دو چار مثالیں پیش کر کے فریقین میں مصالحت کی طرح ڈالتے ہیں۔

اول: جن دنوں ڈپٹی آتھم کی پیش گوئی کی میعاد ختم ہوئی تو موضع سوہل ضلع گورداسپور کے دوستوں نے حکیم نورالدین کو خط لکھا کہ میعاد ختم ہوگئی ہے اور ڈپٹی آتھم مرا نہیں۔

حکیم صاحب نے جواب میں لکھا کہ میرے نزدیک یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوئی مگر میری طبیعت میں جلد بازی نہیں میں دیکھتا ہوں مرزا کیا کہتا ہے۔

دوم: مرزا صاحب کے مرید اور پیغامی پارٹی کے قابل فخر رکن رکین خواجہ کمال الدین اپنی کتاب مجدد کامل میں لکھتے ہیں؛

آج کوئی مرزا کا نام لیوا اٹھے۔ مرزا کے رنگ کی ایک کتاب لکھے پھر دیکھے کہ دشمنان اسلام سیدھے ہوتے ہیں یا نہیں۔ (مجدد کامل۔ص۷۲)

سوم: اخبار بدر ۲۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ یوں درج ہیں: ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے۔،

چہارم: چوتھا ثبوت جو قدرت کا تصرف ہے یہ ہے کہ یہی پیغام جو مرزا صاحب کو صاحب وغیرہ نہ لکھنے پر سخت خفا ہو رہا ہے اسی پرچے مورخہ ۳۰۔ اگست کے صفحہ ۳ کالم ۳ پر ایک نامور قابل عزت شخص کو جو ہندوستان کے مایہ ناز عالم گذرے ہیں یعنی مولانا شبلی مرحوم کا ذکر کیسے سادہ لفظوں میں کرتا ہے کہ: شبلی نعمانی نے دور حاضر کے جدید تصورات سے بھاگ کر ماضی میں پناہ لی (حوالہ مذکور)۔

مرزائی دوستو! دیکھا:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۶۰ھ، جلد ۳۸۔ نمبر ۳۷ ص ۶)

پیش گوئیوں کے اصول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جماعت مرزائیہ میں یہ کمال ہے جس گرفت سے تنگ آ جائے اس سے بچنے کے لئے اصول اورضوابط از خود بنا لیتی ہے جس پر وہ اتنا اختیار رکھتی ہے کہ فریق مقابل سے ہاں یا نہ کرانے کی ضرورت بھی نہیں سمجھتی، بلکہ یہی کہتی ہے کہ جو کچھ میں کہوں وہی نوشتہ ازلی کی طرح واجب التسلیم ہے۔

اخبار الفضل مورخہ ۱۵ جولائی، ۲۵ جولائی اور ٦ ستمبر ۱۹۴۱ء میں پیش گوئیوں اور معجزات کے متعلق چند اصول لکھے ہیں جو سارے کے سارے اس غرض کے ماتحت بنائے گئے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں پر مخالفوں کے اعتراضات وارد نہ ہوں۔ ہم ان پر مفصل گفتگو پھر کسی موقع پر کریں گے انشاء اللہ۔ آج ہم بغرض تسلیم صرف اپنے حق کے متعلق گفتگو کرتے ہیں۔

قابل مضمون نگار نے دس اصولوں میں سے چوتھا اصول یہ لکھا ہے:

تمام انذاری پیش گوئیاں توجہ الی اللہ کی شرط کے ساتھ مشروط ہوتی ہیں خواہ یہ شرط صراحتاً الفاظ میں موجود ہو یا نہ ہو۔ (الفضل ٦ ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۵ کالم ۴)

مطلب اس سے یہ ہے کہ کسی قوم یا شخص کی بابت خدا کا کوئی نبی یا ماموران کے کسی فعل بد کی وجہ سے ان کی تباہی یا ہلاکت کی انذاری پیش گوئی کرے اور وہ شخص پیش گوئی کے بعد اس فعل سے باز آ جائے تو وہ بربادی اور تباہی ٹل جاتی ہے۔ مثال کے طور پر حضرت یونسؑ کی قوم کا واقعہ پیش کیا جاتا ہے۔ جن کے حق میں ارشاد ہے

لمّا آمنوا کشفنا عنھم عذاب الخزی فی الحیوۃ الدنیا۔

(یونس:۹۸) (جب یونس کی قوم ایمان لے آئی تو ہم نے ان سے دنیوی عذاب ہٹا لیا)

مگر یہ شرط ضروری ہے کہ جس برے کام پر ہلاکت کی پیشگوئی کی گئی ہے، مجرم اس کو ضرور چھوڑ دے۔ اس تشریح کے ساتھ ہم بھی اس اصل کی تصدیق و تسلیم

کرتے ہیں صدقنا فا کتبنا مع الشا ھدین۔

اب ہم اس اصول کو اپنے حق میں ملحوظ رکھتے ہیں۔غور سے سنیئے! جناب مرزا صاحب کلاں نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک اعلان کیا تھا جس کی سرخی تھی:

مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ

اس کا خلاصہ مضمون بالفاظ دعا یہ تھا کہ:

اے علیم وبصیر خدا! تو دیکھتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے مجھ کو بہت ستایا ہے میرے اس قلعے کو جسے تو نے بنایا ہے گرانا چاہتا ہے دور دراز مما لک میں برائی کے ساتھ میری شہرت کر دی ہے میں تجھ سے عاجزانہ دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو تیرے نزدیک جھوٹا ہے اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کر دے۔وغیرہ

مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد مجھے الہام ہوا

اجیب دعوۃ الداع ۔(میں (خدا) نے دعا کرنے والے کی دعا قبول کر لی ہے)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس دعا میں دعا کی بنا بھی لکھی ہے یعنی صاف بتایا ہے کہ مولوی ثناء اللہ میری دینی تبلیغ میں مزاحمت کرتا ہے۔

اس بیان کو یہاں تک ملحوظ رکھ کر کچھ اور بھی سنیئے ۔مرزا غلام احمد صاحب کے صاحب زادے یعنی موجودہ خلیفہ قادیان میاں محمود احمد نے مرزا صاحب کی دعا اوراس کی قبولیت کا ذکر کر کے لکھا تھا کہ: یہ دعا قبولیت کی اطلاع کے بعد انذاری پیش گوئی ہوگئی۔ (تشحیذ الاذہان جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

پس اب مطلب صاف ہے کہ انذاری پیش گوئی توجہ الی اللہ سے مشروط ہوتی ہے یعنی مجرم (مدعوعلیہ) اس جرم کو جو باعث دعا ہے چھوڑ دے۔اور خدا کی طرف متوجہ ہو جائے جیسے حضرت یونس کی قوم نے کیا تھا تو وہ عذاب اس شخص سے ٹل جاتا ہے۔پس اب یہ بحث اس مرکز پر آ گئی کہ قادیانی جماعت بتائے کہ یہ انذاری پیش گوئی متضمن موت مولوی ثناء اللہ کس وجہ سے ٹل گئی؟

کیا مولوی ثناء اللہ نے وہ جرم جس کی بنا پر یہ پیش گوئی کی گئی تھی چھوڑ دیا تھا یعنی مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب وتردید کا سلسلہ بند کر دیا تھا، یا کوئی اور مخفی فعل

ہے جس کی وجہ سے یہ پیش گوئی ٹل گئی بلکہ الٹی مرزا صاحب پر پڑ گئی۔
بس یہ ہے ایک مرکزی سوال جس کا حل کرنا قادیانی جماعت کا فرض اولین ہے۔
الفضل کے سٹاف اوراس کے قابل نامہ نگار سے امید ہے کہ وہ خود حل کر دیں گے:

بس اک نگاہ پہ ٹھیرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۸ ص ۴۔۵)

قادیانی علماء سے ایک اہم سوال

حضرت مولانا محمد ابراہیم میرؒ سیالکوٹی لکھتے ہیں:

کیا فرماتے ہیں علمائے قادیان اس بارے میں کہ مرزا صاحب آنجہانی نے ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے دلائل میں جو تیس آیات بخیال خود لکھی ہیں ان میں نمبر ۲۱ پر یہ آیت لکھی ہے ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النبیین (الاحزاب:۴۰)۔

مرزا صاحب قادیانی کا استدلال اس طرح ہے کہ جب آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں، تو آپ کے بعد عیسی ، جو وہ بھی رسول خدا ہیں، نہیں آ سکتے۔ اس سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں۔

اگر چہ یہ استدلال نصوص قرآنیہ و حدیثیہ کے خلاف ہونے کی وجہ سے سراسر باطل ہے۔ جیسا کہ ہم نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن حصہ دوم میں بالتفصیل بیان کر دیا ہے لیکن اس مقام پر ہم قادیانی جماعت سے سوال کرتے ہیں کہ آیا اس استدلال سے مرزا صاحب آنجہانی کے دعوی نبوت و رسالت میں تو کوئی خلل واقع نہیں ہوتا۔ اس سوال کے جواب سے پہلے ہماری ذیل کی معروضات پیش نظر رہیں۔

اول: یہ کہ مرزا صاحب نے تمام مسلمانوں کی طرح خاتم النبیین کا ترجمہ یوں کیا ہے: ختم کرنے والا نبیوں کا۔

جب آنحضرت ﷺ نبیوں کے ختم کرنے والے ہوئے تو جس طرح

حضرت عیسی جو آگے ہی نبی اللہ ہیں نہیں آ سکتے، اسی طرح مرزا صاحب بھی جو نئے نبی بنتے ہیں نبی نہیں ہو سکتے۔ پس آپ کا دعوی نبوت آپ کے اپنے ترجمے اور استدلال کے خلاف ہے۔

دیگر یہ کہ مرزا جی کی دعوی مسیحیت کی صورت اس آیت کو ملحوظ رکھ کر یہ ہے کہ بے شک احادیث میں نزول عیسی کی خبر موجود ہے لیکن چونکہ وہ نبی برحق ہیں اور آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں آ سکتا اس لئے حضرت عیسی بھی نہیں آ سکتے۔ پس احادیث کی رو سے جس عیسی کے آنے کی خبر ہے اس سے مراد ان کا مثیل ہے نہ عین، اور وہ میں (بذات خود) ہوں۔

جب مرزا جی کے دعوے کی صورت یہ ہوئی تو مرزا صاحب خود بھی رسول و نبی نہیں ہو سکتے کیونکہ حضرت عیسی جو بوصف رسالت موصوف ہو کر نہیں آ سکتے تو مرزا صاحب بھی مثیل مسیح بوصف رسالت نہیں ہو سکتے۔ ہاں رسالت سے معرا ہو کر مثیل مسیح بنتے تو الگ بات تھی۔ کیا قادیانی علماء اس مشکل کو حل کرنے کی کوشش کریں گے؟

نوٹ: فی الحال یہ سوال صرف قادیانی علماء سے ہے اس کے بعد انشاء اللہ اسی سوال کو دوسرے پیرائے میں بیان کر کے لاہوری جماعت سے بھی حل کرایا جائے گا۔ و اللہ الموفق

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۳۸ ص ۶۔۷)

مسئلہ قیامت اور بہائیت

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہونگے کہ مسئلہ قیامت کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر میں عرصہ سے چلا آ رہا ہے جس میں فرقہ بہائیہ کے عقیدے کی تغلیط اور اسلامی عقیدے کی تائید مذکور ہوتی رہی ہے۔ اس سلسلے میں ایک مراسلہ بہائی رسالہ پیامبر دہلی میں

چھپا ہے جس میں راقم مضمون نے اپنی حیثیت غیر جانبدارانہ بتائی ہے مگر ان کے فحوی کلام سے بہائیہ کی پوری ہم دردی معلوم ہوتی ہے۔ اسی ہم دردی میں ان کو اپنے کلام میں تناقض بھی معلوم نہیں ہوتا۔ مثلاً وہ لکھتے ہیں:

جناب مدیر پیامبر نے علمائے اسلام کو بارہا چیلنج دیا کہ وہ قیامت کا مفہوم فنائے کائنات ثابت کریں لیکن آج تک مختلف اسلامی فرقوں کے علماء کا اس چیلنج کے مقابلہ میں ساکت وخاموش رہنا ہی اس امر کا ثبوت ہے کہ وہ اس موضوع پر بہائیوں سے گفتگو کرنے کی طاقت اپنے اندر نہیں پاتے۔ مسلمانوں کے مختلف فرقے جب آپس میں ایک دوسرے کو خانہ جنگی کے لئے بلاتے ہیں تو ہر فرقہ کے علماء رجز پڑھتے ہوئے میدان میں آجاتے ہیں ۔لیکن ہمیں حیرت اور انتہائی تعجب ہے کہ جس وقت بہائی لوگ مسلمان علماء سے کہتے ہیں کہ قیامت کا مسئلہ ایک خاص اصولی مسئلہ ہے جس پر ایمان اور یقین رکھنا باعثِ نجات ہے۔ اور ایسا مسئلہ کو مدارِ نجات ہو اس کا مفہوم واضح ،متعین ،غیر مشکوک طور پر صاف ہونا چاہیے، تو تمام مسلمان عالم یا غیر عالم دم بخود ہو جاتے ہیں۔ (پیامبر دہلی ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۸)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: یہ بیان منطقی اصطلاح میں سالبہ کلیہ کی شکل میں ہے اس کی مثال قرآن مجید میں یوں ملتی ہے و ما قدروا الله حق قدره اذ قالوا ما انزل الله على بشرٍ من شيء ۔(الانعام:۹۱)

بعض یہود نے ضد اور عناد میں کہہ دیا تھا کہ خدا نے کوئی کتاب کسی بندے پر نہیں اتاری ۔ان کا یہ کلام قضیہ سالبہ کلیہ کی شکل میں منقول ہے اس سالبہ کلیہ کے ابطال کے لئے قرآن مجید نے منطقی قاعدے کے موافق موجبہ جزئیہ پیش کیا چنانچہ ارشاد ہے:

قل من انزل الكتاب الذي جاء به موسى نوراً و هدى للناس (الانعام:۹۱) (اے پیغمبر! تم ان لوگوں کے جواب میں کہو کہ کس نے تورات اتاری ہے جو موسیٰ لائے تھے)

یعنی تم لوگ جو سلب کلی کرتے ہوئے کہتے ہو کہ کسی بشر پر خدا نے کوئی کتاب نازل نہیں کی ۔ بتاؤ حضرت موسیٰ پر کتاب کا نزول تمہارے دعوی سلب کلی کی

نقیض ہے یا نہیں؟ اس قرآنی اسلوب کے مطابق نامہ نگار کے جواب میں ہم اہل حدیث امرتسر کے مضامین بجواب بہائیہ کا ذکر کرتے تو ہمارا حق تھا۔ یعنی یہ بتاتے کہ اگر فرقہ بہائیہ کو کسی عالم نے جواب نہیں دیا تو اہلحدیث میں کس نے جوابات دیئے؟

تصرف قدرت ملاحظہ ہو کہ خدا تعالی نے نامہ نگار کے قلم سے ہمارا کام لیا ہے چنانچہ آپ اپنے سالبہ کلیہ کی نقیض خود ہی موجبہ جزئیہ لکھتے ہیں۔ آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

> جس وقت جناب مولانا ثناء اللہ صاحب مدیر جریدہ اہل حدیث نے اس موضوع پر قلم اٹھایا تو ہمیں بہت مسرت ہوئی کہ مولانا مشہور مناظر پختہ کار اہل قلم اور ہمدرد ملت بیضا ہیں وہ ضرور بہائی دلایل کا فیصلہ کن جواب دیں گے لیکن اسوقت تک کی جملہ بحثوں کو متواتر اور سلسلہ وار مطالعہ کرنے کے بعد افسوس ہے کہ ہماری تمام مسرت خاک میں مل گئی اور مولانا کے جوابات سے بہائی صاحبان تو در کنار خود راقم الحروف اور اور اسکے احباب بھی جن کو مولانا سے بہ حیثیت ہمدردِ اسلام ہونے کے اچھی خاصی عقیدت ہے مطمئن نہ ہوئے جب مولانا موصوف ہی کم از کم اب تک فنائے کائنات کے عقیدہ کو ثابت کرنیں ناکام رہے ہیں تو دیگر علماء کرام سے کچھ زیادہ توقع نہیں رہی۔ اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔ (پیامبر دہلی تاریخ مذکور)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں یہ ہے تصرف قدرت۔ اب ہم آپ کے سب کلی اور اعتراف جواب کو یوں ادا کرتے ہیں۔

۱۔ کسی فرقے نے بہائیہ کا جواب نہیں دیا۔ ۲۔ اہل حدیث نے دیا۔

خیر ہم نے یہ تو تصرف قدرت کا نمونہ دکھایا ہے۔ رہا یہ کہ اہل حدیث کے جوابات سے راقم مضمون کی تسلی نہیں ہوئی، ممکن ہے نہ ہوئی ہو۔ کیونکہ انسانی طبائع مختلف ہوتی ہیں بعض کو اشارہ سے فائدہ ہو جاتا ہے بعض کو تصریحات سے بھی نہیں ہوتا ہے۔ چنانچہ شیخ سعدی اسی اختلاف طبع کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہتے ہیں:

فہم سخن گر نہ کند مستمع
قوتِ سمع از متکلم مجو

(سننے والا اگر بات کو نہ سمجھے تو سننے کی طاقت متکلم سے طلب نہ کرو)

فاضل نامہ نگار نے اپنی عدم تسلی کی وجوہات نہیں لکھیں اس لئے ہم بھی اس کے جواب کی طرف رخ نہیں کرتے بلکہ اسے کسی اور موقع پر چھوڑ کر قابل مضمون نگار کے سوال کا جواب دیتے ہیں جوانہوں نے بڑی محنت اور کاوش سے لکھا ہے۔ آپکے الفاظ یہ ہے:

اس وقت راقم الحروف اور اس کے احباب کے پیش نظر سورہ ہود کی ایک آیت ہے ...ہم چاہتے ہیں کہ مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری اس آیت پر مفصل روشنی ڈالیں۔ آیت یہ ہے

ذلك یو م مجموع له الناس و ذلك یو م مشهود۔ و ما نؤخره الا لاجل معدود۔ یوم یأت لا تکلم نفس الا با ذنه فمنهم شقی وسعید۔ فا ما الذین شقوا ففی النار لهم فیها ز فیر و شهیق۔ خا لدین فیها مادا مت السما وا ت وا لارض الاما شا ء ر بك، ان ربك فعّال لما یر ید۔ و اما الذین سعِدوافغی الجنة خا لدین فیها ما دا مت السما وا ت و ا لار ض الاما شاء ر بك عطا ء غیر مجذوذ (ہود:۱۰۳۔۱۰۸) (یہ وہ دن ہے جس میں لوگ جمع ہوں گے اور یہی وہ دن ہے جسکی گواہی دی جاتی رہی ہے۔ یہ دن جسے ہم نے خاص وقت تک کے لئے روک رکھا ہے جب آجائے گا تو کوئی شخص خدا کی اجازت بغیر کلام نہ کر سکے۔ ان میں کچھ لوگ شقی اور کچھ نیک بخت ہوں گے۔ بد بخت لوگ آگ میں ڈالے جائیں گے جس میں وہ فریاد کرتے ہوں گے دوزخ میں وہ آسمان اور زمین کے رہنے تک رہیں گے بجز اس کے کہ خدا کچھ اور چاہے کیونکہ وہ اپنے ارادہ کا مالک ہے اور نیک بخت لوگ بھی جنت میں داخل ہوکر آسمان و زمین کے رہنے تک رہیں گے بجز اسکے کہ خدا کو کچھ اور منظور ہو۔ یہ بخشش اختتام پذیر نہ ہوگی)

ہم نے اس آیت پر بے حد غور کیا مگر کسی طرح مطلب حل نہ ہو سکا امید ہے کہ جناب مولانا ثناءاللہ صاحب اس آیت کا مفصل طور پر مطلب بیان فرما کر شکریہ کا موقع دیں گے لیکن مطلب بیان فرماتے وقت حسب ذیل سوالات پیش نظر رہیں:

خدا فرماتا ہے کہ قیامت کے دن دو گروہ ہوں گے۔ بد اور نیک۔ بد لوگوں

کا گروہ دوزخ میں اس وقت تک رہے گا جب تک کہ آسمان و زمین قائم ہیں بموجب عقیدہ اہل اسلام آسمان و زمین صرف یوم قیامت تک ہی قائم ہیں اس کے بعد فنا ہو جائیں گے۔ پس اس کا مطلب یہ ہوا کہ بدلوگ قیامت تک دوزخ میں رہیں گے اور اگر خدا نے چاہا تو یوم قیامت سے پہلے وہ دوزخ سے نکل بھی آئیں گے حالانکہ بدکاروں کا یوم قیامت سے پہلے دوزخ سے نکل آنا بموجب عقیدہ اہل اسلام بالکل باطل ہے۔ ایسی صورت میں آیت کے صحیح معنی کیا ہوں گے۔ (پیامبر دہلی مذکور)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں: آپ کو اور دیگر باخبر حضرات کو علم ہوگا کہ قرآن مجید پر سوال کرنے والے دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک وہ جو واقعی سمجھنا چاہتے ہیں جن کا ذکر قرآن مجید کی متعدد آیات میں سأل یسئلو نك وغیرہ الفاظ سے آیا ہے۔ قرآن کا مطلب ان کی سمجھ میں تو خوب آجاتا ہے مگر بعض لوگ بظاہر اخلاص مگر بباطن بدنیتی سے پوچھتے ہیں جن کا ذکر اس آیت میں ہے:

وقالواء آلهتنا خير ام هو ۔ ما ضر بوه لك ا لا جد لًا ۔ بل هم قوم خصمو ن (الزخرف:۵۸)

(یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہمارے معبود اچھے ہیں یا وہ مسیح؟ انہوں نے یہ مثل تمارے سامنے جھگڑنے کے لئے بیان کی ہے بلکہ وہ لوگ عادتاً ہی جھگڑالو ہیں)۔

ان دونوں گروہوں کا ذکر اس آیت میں ہے:

يضل به كثيراً و يهدى به كثيراً (البقرة:٢٦)

سائل موصوف کی نیت کا حال ہم نہیں جانتے۔ ہاں ان کی عبارت میں ایک قرینہ ایسا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ سوال کو بغرض فہم پیش نہیں کرتے بلکہ بطریق جدل پیش کرتے ہیں۔ ہمارا یہ خیال اگر غلط ہے تو خدا ہمیں معاف فرمائے۔ وہ قرینہ یہ ہے کہ آپ ایک ایسے گروہ کے ساتھ مل کر سوال کرتے ہیں جو کل مسلمانان دنیا (سلف سے خلف تک) کی رائے کی پرواہ نہیں کرتے۔ بلکہ کھلے لفظوں میں کہتے ہیں کہ مسلمانوں نے عموماً اور علماء اسلام نے خصوصاً قرآن مجید پر غلطیوں کا غلاف چڑھا دیا ہے اس لئے یہ دیکھ کر ہمیں تعجب ہوا کہ آپ قرآن فہمی میں اہل اسلام کے عقیدہ کو مانع

قرار دیتے ہیں چنانچہ آپ لکھتے ہیں کہ:

بموجب عقیدہ اہل اسلام آسمان زمین صرف قیامت تک قائم ہیں۔

فن مناظرہ کی اصطلاح میں اس طریق کلام کا نام مجادلہ کے سوا اور کچھ نہیں ملتا۔ ہاں اگر بجائے عقیدہ اہل اسلام کے آپ کوئی آیت پیش کرتے تو ہم یہ رائے قائم نہ کرتے جس کا ہم نے آپ کی نسبت اظہار کیا ہے۔ خیر یہ تو فاضل مضمون نگار کے اسلوب بیان پر ہماری طرف سے اظہار رائے ہے۔ اب اصل جواب سنئیے!

قرآن مجید کی کسی آیت سے ثابت نہیں ہوتا کہ قیامت کے ابتدائی حصہ میں یا آخری حصہ میں زمین وآسمان فنا ہو جائیں گے۔ ہاں اتنا ثابت ہوتا ہے کہ ان میں تبدیلی ہو جائے گی چنانچہ مجمل بیان یہ ہے:

یو م تبدل ا لار ض غیر ا لار ض و السما وا ت (ابراہیم:۴۸)

یعنی آسمان وزمین تبدیل ہو جائیں گے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ بتاتی ہے:

یسئلو نك عن الجبا ل فقل ینسفها ر بی نسفاً ۔فیذ ر ها قا عاً صفصفاً ۔لا تر ی فیها عو جاً و لا امتاً۔ (طہ:۱۰۵۔۱۰۷)(یہ لوگ تم سے پہاڑوں کا حال پوچھتے ہیں تم کہہ دو کہ میرا پروردگار ان کو ذرہ ذرہ کر دے گا پھر ان جگہ اس زمین کو چٹیل میدان کر دے گا جس میں اونچائی نچائی نہیں دیکھو گے)

اس کے علاوہ ایک اور آیت میں زمین کا ذکر ملتا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اشرقت الا ر ض بنور ر بها ۔ (الزمر:٦٩)

(یعنی زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی)۔

یہ آیت روز حشر کے متعلق ہے کیونکہ اس کے ساتھ ذکر ہے:

و جیء بالنبیین و الشهداء و قضی بینهم با لحق ۔ و هم لا یظلمو ن (یعنی اعمال نامے رکھ دیئے جائیں گے اور نبی اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور ان پر کوئی ظلم نہ کیا جائے گا)(الزمر:۶۹)

آسمان کی تبدیلی کا ذکر اس آیت میں بھی ملتا ہے:

و انشقّت السّماء فهی یو مئذ وا هیة (الحاقه: ١٦)

(آسمان پھٹ جائے گا اور اس دن بالکل بودا ہو جائے گا)

پس اس دنیا کے تبدیل شدہ آسمان و زمین کو اس جہان میں ملحوظ رکھ کر آیت کا مطلب سنئیے :

نیک و بدلوگ جنت اور دوزخ میں ہمیشہ رہیں گے (جب تک دوسرے جہان کے بدلے ہوئے) آسمان و زمین قائم رہیں گے۔

اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ چونکہ تبدیل شدہ آسمان و زمین ہمیشہ قائم رہیں گے لہذا دوزخی دوزخ میں اور جنتی جنت میں ہمیشہ رہیں گے۔ ہاں بعض اصحاب نے قرآن مجید کے اسلوب بیان سے یہ سمجھا ہے کہ دوزخی دوزخ میں ہمیشہ نہیں رہیں گے بلکہ لمبی سزا بھگتنے کے بعد خدا کے رحم سے دوزخ سے نکالے جائیں گے۔قابل مضمون نگار کے مندرجہ ذیل سوال سے ہمارے گمان کو قوت پہنچتی ہے کہ آپ قرآن فہمی کی غرض سے سوال نہیں کرتے بلکہ کسی اور نیت سے کرتے ہیں و الله يعلم المفسد من المصلح (عفا الله عنا) ۔

سوال کیسا معقول ہے کہ:

جب بدکارلوگ دوزخ سے نکل آئینگے تو فرمایئے کہ جنتی اور دوزخی لوگوں میں فرق ہی کیا رہے گا (ص۱۰)

(حاشیہ میں مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں :یہ، ہی، تو استاد غالب کے، جب، سے بھی لطیف تر ہے جو فرماتے ہیں: دیکھو اس چشم کی شوخی جب کسی پارسا سے لڑتی ہے)

ناظرین ! ہم سائل سے تو نہیں پوچھتے وہ جانیں اور ان کا کام ۔ ہاں ہم آپ صاحبوں کو توجہ دلاتے ہیں کہ اگر کسی قتل کے مقدمہ میں دو شخص ملزم گردانے جائیں، ایک تو جج میں بری کر دیا جائے دوسرے کو حبس دوام کی سزا ہو جائے جو حسب قانون بیس سال پورے کر کے نکل آئے اس پر کوئی فہیم شخص بالفاظ نامہ نگار یہ سوال کرے کہ ان دونوں میں کیا فرق رہا؟ کیا آپ لوگ اس سوال کو معقول سمجھیں گے یا اس کو اس مصرع کا مصداق جانیں گے :

گل است سعدی در چشم دشمناں خار است

نوٹ : ہماری مندرجہ بالا تقریر سے فاضل مضمون نگار کا اصل جواب غالبًا

حل ہو گیا ہو گا۔ باقی رہی طول کلامی سو اس کی طرف توجہ کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ استاد غالب اس سے منع کرتے ہیں:

نہ دے نامے کو طول اتنا غالب ! مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرضِ ستم ہائے جدائی کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۴۔ رمضان ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۳۹ ص ۳۔۵)

ایران کی مصیبت پر قادیان میں گھی کے چراغ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی شاعر نے اپنے دوست کے انکار وصل پر اسکی خدمت میں عرض کیا تھا

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

اس معشوق نے اس پر عمل کیا یا نہیں، اس کا تو ہمیں علم نہیں، ہاں مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع اپنے الہاموں میں ہمیشہ اس اصول کو مدنظر رکھتے تھے اور رکھتے ہیں آپ ایسا گول مول الہام شائع کر دیا کرتے تھے جو ہر جگہ کام دے سکے۔ پھر یہی نہیں کہ ایک جگہ کام لے کر اس کو ختم کر دیں بلکہ منطقیوں کے نکرہ منتشرہ کی طرح اس سے ایک جگہ کام لے کر دوسری جگہ پھر تیسری جگہ کام لیتے ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب قادیانی کا ایک الہام ہے شا تان تذ بحان (دو بکریاں ذبح کی جائیں گی) کسی وقت ان دو بکریوں سے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور ان کا داماد مراد لئے گئے۔ پھر کابل میں دو مریدوں کے قتل کے واقعہ پر یہ الہام چسپاں کیا گیا۔ اس طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک الہامی شعر یہ ہے

دبدبہ خسروی ام شد بلند زلزلہ در گور نظامی فگند

اس شعر کا شاعر (غالباً خسرو) کہتا ہے کہ جب میری خسرویت کا غلغلہ بلند ہوا تو نظامی (مصنف سکندر نامہ) کی قبر میں زلزلہ پڑ گیا۔ یہ مقابلہ اس لئے ہے کہ خسرو

بھی شاعر تھا اور نظامی بھی ۔ خسرو فن شاعری میں نظامی کے ساتھ مقابلہ کرتا ہوا اپنی برتری کا دعوی کرتا ہے جیسا کہ اس شعر سے مفہوم ہوتا ہے ۔فن شاعری میں ایسے مبالغہ آمیز مقابلے ہوا ہی کرتے ہیں ۔ چنانچہ استاد ذوق کہتا ہے

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کے انگڑائیاں لینے لگا

مجلس شعراء میں تو اس قسم کے مبالغے مقبولیت سے سنے جاتے ہیں ۔مگر بزم صلحاء میں ایسے مبالغوں کو پسند نہیں کیا جاتا بلکہ جھوٹ سے تعبیر کیا جاتا ہے ۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے یہ مصرع پڑھنے سے منع فرمایا تھا

فينا نبی يعلم ما فی غداً (ہم میں ایک نبی ہے جو کل کی باتیں جانتا ہے)

مگر مرزا صاحب بقول خود نبی بھی ہیں اور شاعر بھی ۔اس لئے آپ کو ایسے مبالغوں سے نفرت نہیں تھی ۔کسی شاعر کا کیسا ہی مبالغہ آمیز شعر ہو جس سے ان کا مطلب کبھی نہ کبھی نکل سکتا ہو، تو وہ شعر الہامی زبان سے جاری فرما دیتے ۔ چنانچہ مذکورہ شعر انہوں نے کبھی اسی غرض سے پڑھا ہوگا ۔جس کا مطلب یہ ہے کہ جب میری (مرزا قادیانی) حکومت کا دبدبہ بلند ہوا تا نظامی کی قبر میں زلزلہ پڑ گیا

۱۹۰۸ء میں حیدر آباد دکن کی موسی ندی میں طوفان اٹھا ۔جس سے حیدر آباد کے بڑے بڑے پختہ مکان بھی تباہ ہو گئے ۔قادیان میں اس وقت حکیم نور دین کا زمانہ خلافت تھا۔ فوراً ایک کتاب موسومہ صحیفہ آصفیہ لکھی گئی جو حکیم صاحب کے نام سے شائع ہوئی ۔اور جس میں حضور نظام دکن کو اس طوفان کی طرف متوجہ کر کے احمدیت کی تبلیغ کی گئی ۔اس میں اس الہام کی تشریح یوں کی گئی کہ کہ نظامی سے مراد حضور نظام والی دکن ہیں اور گور نظامی سے مراد بلدہ حیدر آباد ہے اور زلزلہ سے مراد موسی ندی کا طوفان ہے ۔کیا خوب ۔ جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی ۔ اس کے جواب میں ہم نے فوراً ایک رسالہ صحیفہ محبوبیہ اسی زمانے میں شائع کر دیا تھا ۔جس کا جواب قادیان یا لاہور سے آج تک نہیں نکلا ۔

اسی طرح ایک اور مصرع کو الہامی شکل دے کر آج کل قادیان میں شائع کیا جا رہا ہے جو یہ ہے

تزلزل در ایوان کسری افتاد

اس کی تفصیل یہ ہے کہ ایران میں انگریزی اور روسی فوجوں نے خاص خاص مقامات پر قبضہ کر لیا ہے جس کی اطلاع اخباروں میں آ چکی ہے ۔ اس کی وجہ سے مسلمانان دنیا کو سخت صدمہ ہوا ۔ مگر قادیان میں گھی کے چراغ جلے ۔ جس کا ذکر الفضل قادیان مورخہ ۴ و ۵ ستمبر ۱۹۴۱ء کی اشاعتوں میں مفصل کیا گیا ہے ۔ بڑی خوشی کی گئی اور شادیانے بجائے گئے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کا الہام تزلزل در ایوان کسری فتاد بالکل سچا نکلا ہے ۔

ایوان کسری سے حکومت ایران مراد لے کر خوشی کے نعرے بلند کئے کہ حضرت مرزا صاحب کا الہام دومرتبہ پورا ہو گیا ہے ۔ پہلے اس کا ظہور اس وقت ہوا تھا جب ایران کے غافل بادشاہ کو ایرانیوں نے حکومت سے معزول کر کے ایران میں پارلیمنٹ (قومی حکومت) قائم کی تھی ۔ چنانچہ اصل الفاظ یہ ہیں:

> یہ پیش گوئی حرف بحرف پوری ہوئی کہ اس الہام الٰہی کے بعد بہت ہی جلد شاہ ایران تخت سے معزول کیا گیا ۔ اور پارلیمنٹ بنائی گئی ۔
>
> (البشری ۔ ج ۲ ص ۱۰۶ ۔)

ان سب توہمات کا ایک ہی جواب ہے ۔ وہ بھی ہماری طرف سے نہیں بلکہ حدیث شریف سے ماخوذ ہے ۔ حدیث شریف کے الفاظ یہ ہیں

اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده

جب ایران کا بادشاہ کسری مر جائے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہیں ہوگا ۔

ایران میں اسلام داخل ہونے سے پہلے شاہان فارس کا لقب کسری تھا جیسے مصر کے سلاطین کا لقب اسلام سے پہلے فرعون تھا ۔ اسلامی زمانے میں ایران کے بادشاہ کا نام شاہ ایران رکھا گیا ۔

پس اسلامی اصطلاح میں کسری بول کر شاہ ایران مراد لینا گویا حدیث شریف کی تکذیب کرنا ہے جو قادیانیوں کو تو زیبا ہوسکتا ہے مگر دوسرے مسلمان یہ جرأت نہیں کر سکتے ۔ پس مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام کو ایران کے کسی واقعہ سے وابستہ کرنا کسی طرح صحیح نہیں ہے ۔ بلکہ اسلامی اصطلاح میں سراسر غلط ہے ۔

اب اصل حقیقت سنیئے ۔ مرزا صاحب کی عادت تھی کہ شعراء کے کلام میں سے ایک آدھ مصرع پڑھ دیتے ۔ پھر چند یوم گذرنے کے بعد اگر کوئی ایسا واقعہ پیش آجاتا جو اس مصرع سے ادنی مناسبت بھی رکھتا تو فوراً اس مصرع کو الہام بتا کر اس واقعہ کو اس کا مصداق بنا لیتے ۔ سبعہ معلقہ میں سے چوتھے معلقے کا پہلا مصرعہ یہ ہے

عفت الدّیار محلّھا و مقامھا (محل اور مقام سب اجڑ گئے قافلہ محبوبہ کو لے کر چلا گیا)۔

عرب کے بادیہ نشین (خانہ بدوش) ملک میں جا بجا پھرتے رہتے ۔ جہاں ان کے مویشیوں کے لئے چارہ ملتا وہاں ٹھیر جاتے ۔ جب ختم ہو جاتا تو کوچ کر جاتے ۔ اس آمد ورفت کو شاعر لوگ اپنے قصائد کی تشبیب بنایا کرتے تھے ۔ چنانچہ امرء القیس بھی اسی تشبیب پر کہتا ہے

کانی غداة البین یوم تحملوا
لدی ثمرات الحی ناقف حنظل

ان کا طرز کلام ایسا مقبول ہوا کہ آج ہندوستان کے اہل سخن بھی اسی تشبیب پر اپنے قصائد کی بنا رکھتے ہیں ۔ چنانچہ نواب صدیق حسن بھی اپنے قصیدہ کو اسی تشبیب سے شروع کرتے ہوئے کہتے ہیں :

لسلمة دار للدخول فحومل
عفا آیا ھا جنوب و شمشل

چوتھے معلقہ کا پہلا مصرع عفت الدیار کہیں مرزا صاحب قادیانی کے منہ سے نکل گیا ۔ اس وقت تو آپ نے یہ مصرع سرسری طور پر پڑھ دیا اس کے بعد جب ملک میں طاعون پھیل گیا جس سے بعض بستیاں ویران ہو گئیں ۔ مرزا قادیانی نے اس مصرع کو الہامی قرار دے کر طاعون کے واقعات پر چسپاں کر دیا ۔ اور لمبی چوڑی تحریریں شائع کر دیں جن میں اپنی نبوت کا ڈھول خوب پیٹا ۔

اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کے الہام تزلزل در ایوان کسری فتاد کی حقیقت بھی یہی ہے کہ کسی وقت یہ مصرع آپ کی زبان پر جاری ہو گیا جو بعد ازاں حسب موقع وضرورت الہام قرار دیا گیا ۔ یہ فارسی مصرع دراصل بوستاں سے لیا گیا ہے پورا شعر یوں ہے

چو صیتش در افواہ دنیا فتاد
تزلزل در ایوان کسی فتاد

یہ شعر آنحضرت ﷺ کی نعت میں مذکور ہے۔اس کے معنی یہ ہیں کہ جب آنحضرت ﷺ کی ولادت کی آاز دنیا میں پہنچی تو کسری (بادشاہ ایران جو اس وقت نوشروان تھا) کے محلات میں زلزلہ پڑ گیا۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی مجلس میں آنحضرت ﷺ کے ذکر مبارک کے سلسلے میں کسی شخص نے اس بیت کا پہلا مصرع پڑھا تو دوسرا مصرع مرزا صاحب قادیانی کے منہ سے نکل گیا۔پس یاروں نے اس کو مرزا صاحب کا الہام بنا کر ایران کے واقعات پر چسپاں کرنا شروع کر دیا۔

پس ناظرین شیخ سعدی کے مافی الضمیر کو ملحوظ رکھ کر اس مصرع کو پہلے مصرع کے ساتھ ملا کر پڑھیں گے تو مطلب صحیح ہو جائے گا۔مگر اس میں مرزا صاحب کو کمیشن کا حق نہیں ملے گا بلکہ بحکم حق بحق دار رسید مضمون نعت محمد یہ میں خصوص رہے گا۔

پس اہل قادیان اگر اس مصرع کو مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی بنائیں گے تو نہ صرف اصل متکلم شیخ سعدی کے منشا کے خلاف ہوگا بلکہ غلام (مرزا قادیانی) کی طرف سے اصل مالک (آنحضرت ﷺ) کی ہتک ہوگی کیونکہ مرزا صاحب کا اپنا قول ہے : غلام احمد ہر جا باشم۔

قادیانی اخباروں نے اس الہامی مصرع پر بہت کچھ لکھا مگر یہ ان سے نہ ہو سکا کہ اس کا اول مصرع ساتھ ملا کر پورا شعر ساتھ لکھ دیتے اور یہ بھی بتاتے کہ یہ شعر کس کتاب سے ماخوذ ہے اور جہاں مرقوم ہے وہاں اس کا اصل مفہوم کیا ہے۔کیونکہ اس سے ان کو مطلب نہیں۔ان کا مقصد صرف یہ ہے کہ ان کے صنم کی پوجا کی جائے۔ ہندوستان میں طاعون ہو تو یہی مقصد۔جاپان یا امریکہ میں زلزلہ آئے تو یہی مقصد۔ یورپ میں جنگ ہو تو یہی مقصد۔استاد داغ نے کیا صحیح کہا ہے

کیا کہونگا جو کہا اس نے کہ کہیے کیا ہے
بات اے داغ محبت کے سوا کون سی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۶۰ھ۔جلد ۳۸ نمبر ۳۹ ص ۵۔۷)

باپ بیٹے کے گول مول الہام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ بات ہم کئی دفعہ بتا چکے ہیں کہ قادیان کی الہامی مشین سے ایسے گول مول کل پرزے نکلتے ہیں کہ کسی جگہ بھی نہیں ٹھہرتے اور ہر جگہ ٹھہرائے بھی جا سکتے ہیں۔ سچ پوچھو تو ہم قادیان کی الہامی مشین کے اس امر میں مداح ہیں کہ اس سے الہامی پرزے نکلتے ہیں جو ہر موقع پر فٹ کئے جا سکتے ہیں۔ مثلاً بڑے میاں کا الہام تخرج الصدور الی القبور ایک مشہور الہام ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے کہ بڑے بڑے لوگ قبروں میں پہنچائے جائیں گے۔ یہ الہام ایسا صاف اور صحیح ہے جو کہ ہر بڑے آدمی کی موت پر چسپاں ہوسکتا ہے یہاں تک کہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے خلیفہ اول حکیم نور الدین صاحب پر بھی لگ جائے تو تعجب نہیں۔ چنانچہ اس الہام کو باستثنائے ارکان احمد یہ ہر بڑے نکتہ چین کی موت پر چسپاں کیا گیا۔

دوسری مثال: اسی طرح چھوٹے میاں (مرزا محمود احمد) کو انگریزی زبان میں ایک الہام ہوا ہے جو یہ ہے Abdicated تخت سے دستبردار ہو گیا۔ اس کے متعلق قادیانی اخباروں نے جو گل کھلائے ہیں وہ الفضل قادیان کے الفاظ میں قابل دید و شنید ہیں۔ چنانچہ الفضل لکھتا ہے:

> خلیفۃ المسیح (میاں محمود احمد) کو خدا تعالیٰ کی طرف سے موجودہ جنگ کے متعلق ایسی باتوں کا قبل از وقت علم دیا جو اپنے وقت پر پوری ہو کر سکینت قلب اور اطمینان روح کا باعث ہوئیں۔ حضور (مرزا محمود احمد) نے اپنی ۲۶ مئی ۱۹۴۰ء کی تقریر میں فرمایا تھا کہ حضور کے سامنے کشفی طور پر ایک بادشاہ لایا گیا اور اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ کہ.. Abdicated. یعنی تخت سے دست بردار ہو گیا ۔حضور نے فرمایا کہ یہ الہام اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی بادشاہ تخت سے دست بردار ہو۔ یا کسی ایسے بادشاہ کے ذریعہ حالات جنگ

پلٹا کھائیں جو تخت چھوڑ چکا ہو۔ خدا کی قدرتیں غیر محدود ہیں۔ نہ معلوم یہ الہام کن کن مواقع پر پورا ہو۔ لیکن اسکے جلد بعد ہی بلجیئم کا بادشاہ لیوپولڈ تخت سے دست بردار ہو گیا۔ اس کے بعد رومانیہ کا شاہ کیرل تخت سے دست بردار ہوا اور سب اخبارات نے ان کے متعلق لفظ Abdicated. شائع کیا۔

اب ہم ایک بار پھر اس الہام الٰہی کو پورا ہوتا دیکھ رہے ہیں جب کہ شاہ ایران کے تخت سے دست بردار ہونے کی خبر آئی ہے۔ اس موقعہ پر بھی اسی الہام کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ہر مرتبہ جب یہ لفظ پورا ہو کر ہمارے سامنے آتا ہے ہمیں خدا کی قدرتوں کے بے پایاں ہونے کا پہلے سے زیادہ یقین حاصل ہوتا ہے۔ (الفضل قادیان ۲۰ ستمبر ۱۹۴۱ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ہم نے کسی گذشتہ پرچے میں یہ اعتراض کیا تھا کہ دنیا کے کئی ایک بادشاہ معزول کئے گئے۔ مثلاً سلطان عبدالحمید خان والی ترکی، امیر امان اللہ خان والی افغانستان، اور نزول الہام کے بعد شاہ بلجیئم اور شاہ ایران وغیرہ تخت سے دست بردار ہوئے مگر الہامی لفظ Abdicated انگریزی زبان کا فعل ہے جس کا زمانہ ماضی (پاسٹ ٹینس) ہے اس کی کیا وجہ ہے؟ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ معزول بادشاہ ایسا ہونا چاہیے جس کی ملکی زبان انگریزی ہو۔

صاحب الہام خلیفہ قادیان کی مادری یا ملکی زبان بھی انگریزی نہیں ہے۔ ان کی عام تقریری زبان پنجابی ہے اور تحریری زبان اردو ہے جب تک یہ الہام کسی ایسے بادشاہ سے متعلق نہ ہو جس کی ملکی زبان انگریزی ہو، اس الہام کا انگریزی میں نزول بے معنی ہے۔

ہمارا مشورہ:

ایک دفعہ پہلے بھی ہم لکھ چکے ہیں اور آج پھر لکھتے ہیں کہ چونکہ یہ الہام شاہ انگلستان ایڈورڈ ہشتم کی معزولی کے بعد نازل ہوا ہے اور ویسے بھی یہ لفظ فعل ماضی ہے اور ایڈورڈ ہشتم کی زبان بھی انگریزی تھی اس لئے یہ الہام یقیناً اسی کے متعلق ہے۔ اس کی

اصلیت کہ کسی شخص کے منہ سے یہ انگریزی لفظ Abdicated جو اس نے کسی اخبار میں پڑھا ہوگا خلیفہ صاحب نے اس کو اپنا الہام قرار دے کر پیش کر دیا جیسا کہ ان کے والد ماجد کی زبان مبارک سے فارسی مصرعہ ،تزلزل در ایوان کسری فتاد، نکل گیا۔ پھر یاروں نے اس کو الہام کہہ کر ہر ایرانی واقعہ پر چسپاں کرنا شروع کر دیا (جس کی تفصیل ایک سابقہ پرچے میں ہو چکی ہے)

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے الہام کی حقیقت یہی ہے جو ہم نے بتائی ہے ہاں ہم معاصر الفضل کے مندرجہ ذیل بیان سے متفق ہیں اور اسکی تحسین کرتے ہیں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> بہت ممکن ہے کہ یہ الہام اپنی وسعت (کے؟) مطابق اور بھی کئی مرتبہ پورا ہو کر ہمارے ایمان میں زیادتی کا باعث بنے (حوالہ ایضاً)

ہم اس بیان کی تصدیق اور تحسین اسلئے کرتے ہیں کہ ہم نے منطق کی کتابوں میں کلی جزئی کی بحث میں ایک عقدہ لا ینحل پڑھا ہوا ہے جو اس الہام کے مشابہ ہے۔

اہل منطق کہا کرتے ہیں کہ جزئی حقیقی وہ ہے جس میں تعدد نہ ہو پھر وہ خود ہی سوال کیا کرتے ہیں کہ کوئی مرغی جو آج ایک انڈہ دیتی ہے وہ انڈا یقیناً جزئی حقیقی ہے۔ اس کے سامنے سے انڈا اٹھا کر ایک دوسرے انڈہ رکھ دیا جائے تو وہ اسی کو اپنا انڈہ سمجھ کر اپنے پروں کے نیچے رکھ لیتی ہے۔ اسی طرح اگر تیسرا انڈہ رکھا جائے تو اس کو بھی اپنا ہی انڈہ سمجھ لیتی ہے

مطلب یہ ہے کہ مرغی کا انڈہ جو جزئی حقیقی ہے اس کے بہت سے مصداق بن جاتے ہیں جس سے جزئی حقیقی میں تعدد لازم آتا ہے۔

پھر اس سوال کا جواب یوں دیتے ہیں کہ ایسا ہونا مرغی کے فہم ناقص کی وجہ سے ہے ورنہ جزئی حقیقی میں تعدد نہیں ہے ۔ بالکل اسی طرح اس الہام کی وسعت مریدوں کی زیادتی ایمان کا باعث ہے ورنہ حقیقت میں ایسا نہیں ہے۔ یہی معنی ہیں :

جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۰ ص ۵۔۶)

پولیس نے خلیفہ قادیان کی توہین کیوں کی؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۱۲ستمبر ۱۹۴۱ء میں ایک لمبی تقریر کی جو اخبار الفضل میں چھپ کر شائع ہوئی اس کا مختصر یہ ہے کہ خلیفہ قادیان مع سٹاف خود ڈلہوزی میں مقیم تھے کہ ان کے چھوٹے بیٹے خلیل احمد (کو) ایک پیکٹ پہنچا جس کو باپ بیٹا دونوں ....کی وجہ سے باغیانہ لٹریچر سمجھا ابھی وہ پیکٹ کھولا بھی نہیں تھا کہ پولیس نے آ کر اس کا مطالبہ کیا اور نیچے کا سارا کمرہ گھیر لیا اور پولیس والے کمرے میں پڑی ہوئی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔

آخر انہوں نے وہ پیکٹ زبردستی چھین لیا۔اسی اثنا میں مسلح پولیس گارد بھی آ گئی جن کے ہاتھوں میں بندوقیں تھیں اس طرح یہ ہنگامہ طویل ہو گیا۔آخر کار گورنر صاحب پنجاب کو بذریعہ تار اس واقعہ کی اطلاع دی گئی۔ چند روز کے بعد ان کی طرف سے جواب آیا کہ یہ معاملہ بغرض تحقیق ضلع کے ڈپٹی کمشنر کے سپرد کیا گیا ہے۔

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے پولیس کی مداخلت کو اپنی سخت توہین سمجھ کر بہت واویلا کیا اور دوسرے اخباروں سے بھی کرایا، یا انہوں نے ازخود کیا۔ چونکہ اہل حدیث کو قادیانی واقعات سے خاص تعلق ہے اس لئے ہم بھی خلیفہ صاحب کی تکلیف میں ہمدردی کا اظہار کرتے ہیں۔

اس کے بعد ہم اس کی تہہ بتاتے ہیں کہ بہت عرصہ سے پولیس اور خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے درمیان کچھ ان بن چلی آتی ہے۔جس کا ثبوت یہ ہے کہ قادیان میں پہلے پولیس تھانہ نہیں تھا، جب آبادی بڑھ گئی تو حکومت نے وہاں ایک تھانہ قائم کر دیا جس کو قادیانی جماعت نے ناپسندیدگی کی نظر سے دیکھا۔ چنانچہ الفضل ۲۸ فروری ۱۹۳۵ء میں اس کا ذکر یوں ملتا ہے کہ:

قادیان میں پولیس وغیرہ احراریوں کے کہنے اور ان کو طاقت پہنچانے کے

لئے پولیس بٹھائی گئی۔

یہ ہے قادیانی جماعت اور پولیس میں سوءظنی کی ابتداء۔اب ہم اس توہین کا عارفانہ نکتہ بتاتے ہیں۔ناظرین غور سے سنیں

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام ہے:

انّي مهين من اراد اهانتك

(خدا کہتا ہے کہ اے مرزا جو شخص تیری اہانت کا ارادہ بھی کرے گا میں اس کی توہین کرونگا)

اس الہام سے دو باتیں ثابت ہوئیں۔ایک یہ کہ خدا تعالیٰ مرزا غلام احمد صاحب کی توہین کرنے والے کی توہین ضرور کرتا ہے۔دوسری بات یہ کہ اہل حدیث اور اس کا سٹاف جو آج تک توہین سے محفوظ رہے ہیں، اس سے ثابت ہوتا ہے کہ اہل حدیث مع سٹاف کے مرزا صاحب قادیانی کی توہین کرنے والا نہیں ہے بلکہ مرزا صاحب قادیانی کا آنریری مبلغ ہے۔ورنہ کسی نہ کسی طرح اس کی بھی توہین ہو جاتی۔مگر خدا کے فضل سے آج تک نہیں ہوئی۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ قادیانی جماعت نے مع خلیفہ صاحب کے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کیا توہین کی ہے جس سے ان کی اپنی توہین ہوگئی۔پس قادیانی جماعت توجہ سے سنے:

ایک دفعہ قادیان میں جلسہ منعقد ہوا جس میں نظم و نثر میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مدح سرائی کی گئی جو دراصل متضمن توہین تھی یعنی ان کی مدح میں ایک نظم پڑھی گئی جس کا ایک شعر یہ تھا

ختم نگیں اولیاء ظلّ مہین انبیاء

ساری ادائیں دلربا نور خدا نور خدا صل علی مسیحنا صل علی محمد

(الفضل قادیان ۴ جنوری ۱۹۲۷ء)

یعنی مرزا غلام احمد صاحب انبیاء کی توہین کرنے والوں کے عکس ہیں۔عکس یا فوٹو چونکہ اصل کے حکم میں ہوتا ہے اس لئے اردو دان اصحاب خوب سمجھ سکتے ہیں کہ مصرعہ اول میں مرزا صاحب کو انبیاء کی توہین کرنے والا قرار دیا گیا ہے جو دراصل ان کی سخت ہتک ہے۔ہم اسی وقت چونک اٹھے تھے کہ کبھی نہ کبھی یہ گل کھلے گا چنانچہ مرزا

صاحب قادیانی کا یہ الہام جماعت مرزائیہ کے حق میں بالکل صحیح ثابت ہوا جس سے بقول ان کے نبوت مرزا کی خوب تائید ہوتی ہے۔یہی معنی ہیں:

ایں کرامت و لیّ ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

واقعہ ڈلہوزی کے متعلق ہمیں جو معلومات حاصل ہوئے ہیں ان کی بنا پر ہم خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے چند سوالات کرنا چاہتے ہیں۔

خلیفہ مرزا محمود احمد صاحب جواب دیں جس وقت پولیس نے آ کر کوٹھی کے نچلے کمرے پر قبضہ کیا تھا آپ نے اپنے آدمیوں کو حکم دیا تھا کہ پولیس والوں پر شوٹ (فائر) کرو۔

۲۔ ان کے شوٹ نہ کرنے پر ڈلہوزی کے کسی معزز شخص کے سامنے اظہار افسوس کیا تھا۔۳۔کیا مسلح پولیس آپ کی کوٹھی پر شوٹ کا حکم سن کر آئی تھی یا کسی اور وجہ سے

۴۔کیا آپ کے علم میں ہے کہ آپ کے چلے آنے کے بعد عطا محمد مختار کوٹھی کو آپ کے آدمیوں نے اس لئے پیٹا تھا کہ اس نے کوٹھی اور سامان کے کرایہ کا تقاضا کیا تھا۔

۵۔ کیا آپ کو معلوم ہے کہ اس کو پیٹنے کے بعد آپ کے آدمیوں نے پانچ روپئے کی بجائے دس روپئے دے کر اس سے صلح صفائی کی اور معافی مانگی

اگر یہ واقعات صحیح ہیں تو آپ نے اپنی جمعہ والی تقریر میں ان کا ذکر کیوں نہیں کیا؟

امید ہے کہ ان سوالوں کے جواب بزبان خود یا بقلم خود دے کر مشکور فرمائیں گے

مختصر یہ ہے کہ چونکہ اہل حدیث امرتسر کو قادیان سے چولی دامن کا ساتھ ہے،لہذا اہل حدیث امرتسر قادیان کے ہر ایک رنج اور خوشی میں ساتھ ساتھ رہتا ہے چنانچہ ڈلہوزی کے واقعہ سے اہل حدیث کو رنج بھی ہے اور بڑے میاں کا الہام سچا ہونے کی خوشی بھی ہے۔یہ متضاد ایک ہی دماغ اس طرح جمع ہوں گئے ہیں جس طرح استاد غالب کے دل و دماغ میں دو متضاد مضمون تھے جس کا اظہار انہوں نے یوں کیا تھا:

میرے دل میں ہے غالب! شوق وصل و شکوہء ہجراں
خدا وہ دن کرے جو اس سے میں یہ بھی کہوں وہ بھی کہوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۰ ص ۶۔۷)

قادیانی دعاؤں کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں کہ لومڑ اپنی غار میں سیدھے راستے کے علاوہ ایک مخفی راستہ بھی رکھتا ہے تاکہ مخالف سے بچ کر دوسرے راستہ سے نکل جائے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی ایسے ہی دور اندیش واقع ہوئے تھے کہ صاف صریح بات کہہ کر بھی اپنے دل میں بچاؤ کا کوئی نہ کوئی پہلو رکھ لیتے تھے۔ دعوی کرتے ہوئے ایسے صریح اور واضح الفاظ استعمال کرتے تھے کہ کسی نبی نے بھی ایسے محکم الفاظ استعمال نہ کئے ہوں۔ یہاں تک کہہ دیتے کہ اگر یہ بات پوری نہ ہو تو میرے ... گلے میں رسہ ڈالا جائے، میرا منہ کالا کیا جائے، مجھے سولی پر چڑھایا جائے۔ (جنگ مقدس)

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ اگست میں ایک مضمون کے ضمن میں ہم نے لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام ہے

اجیب کل دعائك (اے مرزا میں (خدا) تیری ساری دعائیں قبول کروں گا)۔

اہل علم جانتے ہیں کہ کل کا لفظ قضیہ کلیہ کا سور؟ ؟ ہے جس سے کوئی فرد باہر نہیں رہتا۔ اس کی مثال میں کہا کرتے ہیں جاء القوم کلھم (ساری قوم آئی)۔ اسی بنا پر ہم نے لکھا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ الہام باوجود جامع ہونے کے ایسا کمزور ثابت ہوا ہے کہ کبھی ان کی ضرورت میں کام نہیں آیا۔ ان کی دعا نہ ان کے مشن میں کام آئی نہ آخری فیصلے میں موثر ثابت ہوئی۔ اس کے جواب میں الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جو قابل دید ہے اور مع سرخی یہ ہے

ہر دعا کا قبول ہونا ضروری نہیں

۲۹۔ اگست کے اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اپنا ایک فرسودہ اعتراض دوہراتے ہوئے لکھا ہے:

چالیس مومنوں کی دعاؤں کی بھی حاجت نہیں بلکہ ساری دنیا کو فتح کرنے

کیلئے اکیلے مرزا صاحب کلاں کی دعا ہی کافی ہوسکتی تھی کیونکہ آپ کو بزبان خداوندی الہام ہوا تھا اجیب کل دعا ئك (تریاق القلوب ص ۳۸) (اے مرزا میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا)۔ ضرور ہے کہ مرزا صاحب اپنے مشن کی ترقی وکامیابی کے لئے دعا کرتے ہوں گے کیونکہ وہ کہا کرتے تھے کہ میری دعا کی قبولیت میرا معجزہ ہے..

قادیانی جماعت کے ممبران مع مولوی محمد علی صاحب ہمیں بتائیں کہ مرزا صاحب کی دعا سے کیوں ساری دنیا فتح نہ ہوئی۔،

یہ اعتراض کرتے ہوئے مولوی صاحب نے حسب عادت دھوکہ دینے اور جانتے بوجھتے ہوئے خواہ مخواہ اعتراض پیدا کرنے کی کوشش کی ہے۔قبل اس کے کہ یہ بتایا جائے حضرت مسیح موعود (مرزا) کے اس الہام کا صحیح مفہوم کیا ہے منا سب معلوم ہوتا ہے کہ اس بارہ میں حضرت مسیح موعود (مرزا) کا عقیدہ حضور کے اپنے الفاظ میں پیش کیا جائے اور بتایا جائے کہ آپ نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ میری ہر دعا جس ظاہری رنگ میں کی جائے اس طرح قبول ہو جاتی ہے آپ تحریر فرماتے ہیں:

یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ خیال کہ مقبولین کی ہر ایک دعا قبول ہوجاتی ہے سراسر غلط ہے بلکہ حق بات یہ ہے کہ مقبولین کے ساتھ خداتعالی کا دوستانہ معاملہ ہے کبھی وہ ان کی دعائیں قبول کر لیتا ہے اور کبھی وہ اپنی مشیت ان سے منوانا چاہتا ہے جیسا کہ تم سمجھتے ہو کہ دوستی میں ایسا ہی ہوتا ہے بعض وقت ایک دوست اپنے دوست کی بات کو مانتا ہے اور اس کی مرضی کے موافق کام کرتا ہے اور پھر دوسرا وقت ایسا بھی آتا ہے کہ اپنی بات اس سے منوانا چاہتا ہے اسی کی طرف اللہ تعالی قرآن شریف میں ارشاد فرماتا ہے جیسا کہ ایک جگہ قرآن شریف میں مومنوں کی استجابت دعا کا وعدہ کرتا ہے اور فرماتا ہے کہ

ادعونی استجب لکم یعنی تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری دعا قبول کروں گا

اور دوسری جگہ اپنی نازل کردہ قضا وقدر پر خوش اور راضی رہنے کی تعلیم

کرتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے

و لنبلو نّکم بشیء مّن الخو ف والجوع و نقص من ا لا موا ل والانفس و الثّمرا ت و بشّرالصّا بر ین۔ الّذین اذا ا صا بتھم مصیبة قا لوا انّاللہ و انّا الیہ را جعو ن (البقرة:۱۵۵۔۱۵۶)

پس ان دونوں آیتوں کو ایک جگہ پڑھنے سے صاف معلوم ہو جائے گا کہ دعاؤں کے بارہ میں کیا سنت اللہ ہے اور رب اور عبد کا کیا باہمی تعلق ہے

(حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۹)۔(الفضل ۳ ستمبر ۱۹۴۱ء صفحہ اول)

مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں: یہ قادیانی کیسے ہوشیار ہیں۔ کبھی بات کو غلط نہیں ہونے دیتے ہم سمجھتے ہیں متنبّی نے انہی لوگوں کے عمل کی وجہ بتانے کو یہ شعر لکھا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعھدھا

و من عھدھا الا یدوم لھا عھد

محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو اس کو وعدہ خلافی مت سمجھو کیونکہ اس کے وعدے میں یہ داخل ہے کہ وہ پورا نہیں کرے گی۔

ان لوگوں کو ذرا خیال نہیں آتا کہ بڑے میاں نے یہ دعوی کیا تھا تو ان کے نزدیک اس کا کیا مطلب تھا اور عام طور پر کیا سمجھا گیا تھا؟

جب یہ لوگ مواخذہ میں آجاتے ہیں تو پہلو بدل لیتے ہیں۔ باوجود اس کے ہماری فراخ دلی دیکھئے کہ ہم مرزا صاحب قادیانی کی ان دونوں کلاموں کو صحیح سمجھتے ہیں اور بقاعدہ محدثین ان میں تطبیق دیتے ہیں۔ پس سنئیے

مقبولین کی دعاؤں کے متعلق جو اصول مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے وہ بجائے خود صحیح ہے مگر یہ ان مقبولین کے لئے ہے جو مرزا صاحب قادیانی کے سوا ہیں کیونکہ انہوں نے اپنے حق میں یہ الہام نہیں بتایا اجیب کل دعا ئك میں تیری ہر ایک دعا قبول کروں گا۔ مگر مرزا صاحب کے الہام میں یہ الفاظ ملتے ہیں جسکو اہل شرع کی اصطلاح میں خاصہ کہتے ہیں جس کی مثال قرآن مجید کے الفاظ میں یہ ہے

و امرأة مومنة ان وھبت نفسھا للنبی ان اراد النبی ان یستنکحھا خالصة لك من دو ن المو منین ۔ (الا حزا ب:۵۰)

یہ بات بدیہی ہے کہ کسی نبی نے اپنی کل دعاؤں کی قبولیت کا اعلان نہیں کیا مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے کیا ہے یعنی اس کو بطور حدیث قدسی کے خدائی وعدہ قرار دیا ہے

فلاتحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ ،انّ اللّٰہ عزیز ذو انتقام

(ابراہیم :۴۸)(خدا نبیوں سے جو وعدہ کرے اسکی خلاف ورزی کا وہم بھی نہ کرو

پس مقطع کلام یہ ہے کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی میں سچے تھے تو ان کا یہ کلام کیوں سچا نہ ہوا۔ آپ جب کبھی کسی موقع پر مؤکد دعا کرتے وہ غلط ہو جاتی اور پبلک کی طرف سے آواز آتی

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

مرزا غلام احمد صاحب نے ڈپٹی آتھم کے متعلق دعائیں کیں، کیا نتیجہ ہوا۔ محمدی بیگم کے اپنے نکاح میں آنے کی بابت دعائیں کیں، کیا نتیجہ ہوا ؟

ہاں ہم مانتے ہیں اور بدل اقرار کرتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی بہت بڑی ضرورت میں ایک دعا بلاریب قبول ہوئی جسکا مختصر مضمون یہ تھا کہ

الٰہی ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناءاللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کر دے۔

یہ دعا ایسی قبول ہوئی کہ ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو چاروں طرف سے آواز آئی

وحشت و شیفتہ اب مرثیہ کہویں شائد
مر گیا غالبِ آشفتہ نوا کہتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰۔اکتوبر ۱۹۴۱ء ۱۸ رمضان ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۱۔ ص ۴۔۵)

دواحراریوں کے اختلاف پر الفضل کی شماتت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دواحراری ارکان (مولوی بہاء الحق اور چودھری افضل حق صاحبان) میں کچھ عرصہ سے اس مسئلہ پر بحث ہو رہی ہے کہ ضروریات زندگی کے علاوہ مال جمع رکھنا جائز ہے یا

نہیں؟ چودھری افضل حق صاحب اس سے منکر ہیں اور مولوی بہاء الحق صاحب اسکے قائل ہیں۔ بحث کے سارے مراسلات اخبار زمزم لاہور میں چھپتے رہے ہیں۔اس بحث میں فریقین نے...ایک دوسرے کے حق میں کچھ نامناسب الفاظ بھی استعمال کئے ہیں۔احمدیوں کے اخبار الفضل قادیان نے بڑی خوشی کے نعرے لگاتے ہوئے مندرجہ ذیل الفاظ فریقین کے حق میں لکھے ہیں:

> احراری زعماء اور ان کے قائدین کی متانت وسنجیدگی کے متعلق آسانی سے رائے قائم کی جاسکتی ہے اور ظاہر ہے کہ جولوگ آپس میں تبادلہ خیالات کرتے وقت ایسی پست سطح پر اتر آئیں ان سے دوسروں کوکسی بلند اخلاق کی کیاتوقع ہوسکتی ہے۔(الفضل قادیان ۲۵ستمبر ۱۹۴۱ء ص۴)

بے شک اصل مضمون کے علاوہ ذاتی حملے کرنا کسی متکلم کے شایان شان نہیں ہے۔قرآن مجید اس کی بابت ہدایت فرماتا ہے: قل لعبادی یقو لوا التی ھی احسن ۔ (الاسراء:۵۳) اے پیغمبر! میرے بندوں کو کہہ دیجئے کہ بہت اچھی بات کہا کریں

احراری فریقین کے متعلق ہماری رائے محفوظ ہے۔البتہ الفضل کو ایک بات سمجھاتے ہیں کہ مسلمان احراری ہوں یاغیر احراری، شمع نبوت سے بہت دور پڑے ہوئے ہیں،مگر قادیانی اورلاہوری احمدی اپنی مزعومہ شمع نبوت کی تازہ روشنی سے مستفیض ہیں۔ابھی جمعہ جمعہ آٹھ روز بھی نہیں گذرے کہ ان کا نبی ان میں موجود تھا جس کا دعوی تھاکہ من د خل فی جماعتی د خل فی اصحاب محمد ﷺ۔اس لئے اتباع مرزا کا نمونہ اخلاق دوسرے مسلمانوں سے کچھ اچھا ہونا چاہیے تاکہ یہ مثال ان پر صادق نہ آئی کہ تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔

مگر ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں فریق جب آپس میں گفتگو کرتے ہیں توان احراری لیڈروں کی گفتگو سے ان کی گفتگو کئی گنا تلخ ہوتی ہے۔ چندالفاظ جو ایک دوسرے کے حق میں کہے جاتے ہیں بطورنمونہ یہ ہیں:

> یزیدی خلافت، گوبھی کے سڑے چھلکے چلتی پھرتی جہنم کی چنگاریاں، سرکاری سانڈ،آتش حسد سے جلے ہوئے،حق گوئی سے ناآشنا۔وغیرہ

ان الفاظ کو بجائے خود رہنے دیجئے اب ہم ایک فریق کے امیر مولوی محمد علی

لاہوری کے کلام سے تازہ مثال پیش کرتے ہیں جس میں دونوں فریقوں کے مکالمہ کا نمونہ ملتا ہے مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہیں :

میری شکایت : میں نے شکایت یہ کی تھی کہ میاں صاحب (خلیفہ قادیان) ہمارا نام ، پیغامی ، رکھ کر باوجود ہمارے بار بار توجہ دلانے کے کہ یہ ہمارا نام نہیں لا تنابزوا بالالقاب کے مرتکب ہو رہے ہیں اس کے جواب میں میاں صاحب نے ۱۹۱۶ء سے شروع کر کے ۱۹۴۱ء تک پیغام صلح کے فائلوں میں سارے حوالے تلاش کرا کر سخت الفاظ کے نمونے پیش کئے ہیں حالانکہ اس کا تعلق بحث سے کچھ نہ تھا۔

میاں صاحب کی دماغی کیفیت :

مگر وہی ان کی دماغی کیفیت غالب آجاتی ہے کہ کسی طرح مریدوں کو یہ دکھایا جائے کہ یہ ، پیغامی ، بڑے قابل نفرت ہیں تاکہ ان کے دلوں پر دلائل کا کچھ اثر نہ ہو۔ میں جانتا ہوں کہ اس وقت یہ ہتھیار جناب میاں صاحب کو اچھا کام دے رہا ہے۔ مگر یہ ہمیشہ کام آنے والی چیز نہیں اور ان باتوں سے کچھ حاصل نہیں اگر اس کے مقابل میں جناب میاں صاحب کے سرکاری اور غیر سرکاری اخباروں سے ایسے ہی الفاظ نکلوانے شروع کر دوں تو نتیجہ کیا ہوگا۔ یہی کہ اب اخباروں کے اوراق انہی باتوں پر ضائع ہوں۔ کون ان باتوں کی وجہ سے ہمیں عقل مند کہے گا؟

یہ تو انتہاء درجہ کی بے وقوفی ہوگی کہ جو گند پہلے اچھالا گیا ہے اب اسے پھر تازہ کر کے لوگوں کے سامنے رکھا جائے۔

سخت کلامی کا مقابلہ :

ہاں یہ میں میاں صاحب کو یقین دلاتا ہوں کہ اگر اس غلاظت کو تولنے کی ضرورت ہے تو اس سوال کو الگ کر کے بھی کہ یہ گند ، پیغام صلح ، نے پہلے اچھالنا نہیں شروع کیا بلکہ جواباً سختی اختیار کی اس لئے کہ دوسرے فریق کی تعلّی اور سخت کلامی جو بعض وقت .... تک پہنچ جاتی تھی حد سے بڑھتی جاتی تھی اگر

ایک پلڑے میں پیغام صلح کے اٹھائیس سال کے فائل کی سخت کلامی رکھ دی جائے اورمیاں صاحب کے خالد، الفاروق کاایک سال کافائل گندہ ذہنی کا دوسرے پلڑے میں رکھ دیا جائے تو، پیغام صلح، کاپلڑا آسمان کی طرف اٹھ جائے گا۔ (پیغام صلح لاہور۱۲ستمبر ۱۹۴۱ء ص۴)

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں: جماعت احمدیہ اوران کے ہیرو کے دعاوی سن کراوران کی تحریریں پڑھ کر بے ساختہ منہ سے نکل جاتا ہے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب رندِ کرابات اپنے نکلے ہم نوا نکلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۵ رمضان ۱۳۶۰ھ نمبر ۴۲ جلد ۳۸ ص ۶۔۷)

کلام الملوک ملوک الکلام

رسالہ بطش قدیر پرنواب صاحب مانگرول کا ریویو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: نواب صاحب ممدوح مذہبی امور سے جوشغف رکھتے ہے وہ کسی سے مخفی نہیں ہے رسالہ بطش قدیر کو دیکھ کر موصوف نے مندرجہ ذیل تقریظ ارسال کر کے دفتر ہذا کو مشکور فرمایا ہے۔

آپ کا مرسلہ رسالہ بطش قدیر موصول ہوا اور میں نے مطالعہ کیا آپ کی خداداد قابلیت و ذہانت و خدمات دینی کا معترف ہوں آپ کی ہر تحریر پر احسنت ومرحبا نکلتا ہے اللہ تعالی جزائے خیر عطا فرمائے اور تادیر سلامت رکھے اور آپ کی خدمات دینی سے امت مرحومہ کو مستفید فرمائے۔محمد جہانگیر۔از مانگرول

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۳ ص ۵)

(لاہوری قادیانیوں کے نواب جہانگیر سے خاصے مراسم تھے، اورایک دفعہ انہوں نے شائد یہ بھی مشہور کردیا تھا کہ نواب صاحب موصوف لاہوری احمدی بن گئے ہیں۔ پیغام صلح ۳ مئی ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۳:۔ نواب صاحب مانگرول اورخواجہ حسن نظامی

کے عنوان سے ایک خبر یوں درج ہے:

۲۶۔اپریل کے منادی میں خواجہ حسن نظامی کا جو روز نامچہ شائع ہوا ہے اس میں ۶۔اپریل ۱۹۲۹ء کی تاریخ کے نیچے سفر مانگرول کے واقعات کو ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے:

دہلی میں مجھے اطلاع دی گئی تھی کہ گزشتہ ہفتہ میں لاہوری جماعت قادیانیہ کے امیر مولانا محمد علی صاحب (لاہوری) مانگرول آئے تھے اور ایک عام جلسہ میں انہوں نے نواب صاحب اوران کے خاندان اوران کے درباری لوگوں کو دعوت دی تھی کہ وہ احمد یہ عقیدہ قبول کرلیں اور نواب صاحب نے احمد یہ عقیدہ قبول کرلیا۔

میں (حسن نظامی) نے اطلاع دینے والے کو جواب دیا تھا کہ میں اس خبر پر ہرگز یقین نہیں کر سکتا۔نواب جہانگیر خان صاحب عرصہ دراز سے خواجہ کمال الدین اور لاہور کی جماعت احمد یہ کے تبلیغی کاموں کو مالی امداد دیتے ہیں،مگر وہ قادیانی عقائد کے موافق میں نہ ہو سکتے ہیں کیونکہ وہ ہر بات کو نہایت غور اور بحث کے بعد قبول کیا کرتے ہیں اور جو شخص قادیانی عقائد پر عقل و تجربہ اور علم کی نظر سے غور کرے گا وہ احمد یہ جماعت کی شرکت ضروری نہیں سمجھے گا۔

یہاں آکر میرے جواب کی تصدیق ہوگئی نواب صاحب نے خود کہا کہ میں قادیان کے کسی عقیدہ کو نہیں مانتا۔البتہ لاہور کی جماعت کی تبلیغی خدمات کو پسند کرتا ہوں۔اور حیات مسیح کے مسئلہ میں مجھے اطمینان نہیں ہے اور میرا خیال ہے کہ حضرت عیسی کا انتقال ہوگیا۔اس کے علاوہ میں مرزا غلام احمد صاحب کو نہ مسیح مانتا ہوں اور نہ مہدی۔

نواب صاحب مانگرول کی وفات کے موقع پر پیغام صلح لاہور میں لکھا گیا:...

شیخ محمد جہانگیر میاں صاحب والی ریاست منگرول وفات پا گئے

یہ خبر جماعت کے تمام حلقوں میں انتہائی ملال کے ساتھ سنی جائے گی کہ جناب شیخ محمد جہانگیر میاں نواب صاحب آف مانگرول مورخہ ۲۴ مئی ۱۹۴۲ء کو وفات پا گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون جناب نواب صاحب ممدوح نہایت قابل صاحب اخلاق اور بلند پایہ والی ریاست تھے۔ ریاست مانگرول کے لئے آپ کا وجود باعث رحمت تھا۔آپ کے عہد میں ریاست کے تمام شعبوں نے بہت ترقی کی اور ریاست کی دولت وسطوت میں غیر معمولی اضافہ ہوا۔مرحوم و مغفور جماعت احمد یہ لاہور اور حضرت امیر کی خدمات اسلامی کے بہت مداح اور قدردان تھے ووکنگ مشن اور انجمن اشاعت اسلام کی معاونت بھی فرماتے رہے)۔

قادیانی تفسیر کبور اور اس کا جواب الجواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہلِ منطق کہا کرتے ہیں کہ ضِحك (ہنسنا) انسان کا خاصہ ہے۔ ان پر اعتراض وارد ہوتا ہے کہ بندر بھی کبھی کبھی ہنستا ہے پھر ضِحك انسان کا خاصہ کیوں کر ہو سکتا ہے۔ اہلِ منطق اس کا جواب دیا کرتے ہیں کہ بندر ہنستا نہیں بلکہ ہنسنے کی نقل کرتا ہے۔ جماعت مرزائیہ عموماً جماعت قادیانیہ خصوصاً ہر بات کا جواب دیتی ہے مگر وہ ضِحک نہیں ہوتا بلکہ ضِحک کی نقل ہوتی ہے۔

قادیانی تفسیر پر ہم نے اخبار اہلِ حدیث امرتسر ۲۲۔ اگست میں معمولی سا تبصرہ کیا تھا۔اس کا جواب اخبار الفضل قادیان میں ۱۲ستمبر سے ۲۱ستمبر تک چار قسطوں میں نکلا ہے جس میں اپنے پیشوا کی سنت کے اتباع میں بہت کچھ کذب بیانی سے کام لیا گیا ہے مثلاً لکھا ہے کہ:

> جب کبھی مولوی ثناء اللہ کو مقابلہ پر بلایا گیا تو نہیں آیا مگر پیچھے ڈینگیں مارنے لگتا ہے۔

بالکل جھوٹ اور محض افتراء ہے کوئی ایک واقعہ ہی پیش کرو جو تمہارے اس دعویٰ کی تصدیق کرتا ہو جواب دیتے ہوئے مرزا صاحب کلاں کی دعوت پر ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو میرا قادیان پہنچنا بھی یاد کیجئے گا اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا میرے ساتھ حسن سلوک بھی سامنے رکھ لیجئے گا۔ جس کا مجمل بیان یہ ہے کہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب اعجاز احمدی کے متعدد صفحات پر مجھے دعوت دی ہوئی ہے کہ میں قادیان پہنچ کر مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کی تحقیق کروں۔اسی کتاب کے صفحہ ۳۷ پر پیش گوئی بھی مرقوم ہے کہ میں قادیان نہیں پہنچوں گا۔

آپ سمجھتے تھے کہ قادیان میں کسی اکیلے دوکیلے آدمی کا آنا مشکل ہے کیونکہ وہاں ان دنوں نہ احرار کا دفتر تھا، نہ آریہ سماج کا زور تھا۔

آخر جب جنوری ۱۹۰۳ء میں میں دوتین رفیقوں کے ہمراہ قادیان پہنچ گیا تو کسی شخص نے آپ کو میرے آنے کی اطلاع دی۔ سن کر کہا ہمیں کیا ہزاروں راہ رو آتے ہیں اور چلے جاتے ہیں (البدر قادیان ۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)۔ کیا خوب!

میرے آنے کی خبر سن کر پہلے تو وہ چپ رہے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر، لے گا وہ کیا

ناظرین! کیسا تجاہل عارفانہ ہے۔آخر جب میرا دستخطی مکتوب ملاحظہ سامی سے شرف یاب ہوا تو بھی محل سرائے سے باہر تشریف نہ لائے بلکہ عذر کر دیا کہ:

میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ میں مولویوں سے مناظرہ نہیں کرونگا۔

حالانکہ یہ بات محض غلط تھی آپ نے کوئی ایسا وعدہ نہیں کیا تھا اگر کوئی مرزائی ہمیں یہ وعدہ دکھا دے تو پانچ سیر لڈو ہم سے انعام پائے۔

اسی طرح ایک دفعہ مرزا غلام احمد صاحب نے مجھے اور پیر مہر علی شاہ آف گولڑہ وغیرہ علماء کو تفسیر نویسی کی دعوت دی جس پر ہم دونوں مقررہ مقام (لاہور) میں پہنچ گئے مگر مرزا صاحب قادیانی ہمارے مقابلہ میں تشریف نہ لائے۔

پھر تمہارے خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے علمائے دیو بند کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا جس کے جواب میں، میں نے کہا کہ میں بھی تعلیمی حیثیت سے دیو بندی ہوں، سادہ قرآن اور قلم دوات لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ جاؤ،اور سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھو۔تو خلیفہ صاحب نے جواب دیا کہ میں نے کب کہا ہے کہ میں بڑا عربی دان ہوں، میں تو اور کتابوں کے علاوہ نجوم الفرقان بھی اپنے پاس رکھوں گا۔

میں نے جواب دیا کہ اچھا سب کچھ رکھو،مگر سامنے بیٹھ کر معارف جدیدہ و لطیفہ لکھو۔تو کہنے لگے میں تو اپنے والد ماجد مسیح موعود کے بتائے ہوئے معرف بیان کروں گا۔یہ جواب سنکر میں نے کہا: بس جی معلوم شد بافندگی بافندگی

اس واقعہ کی مزید تصدیق مطلوب ہوتو بابو عمر الدین صاحب جالندھری سے پوچھ لو۔انہوں نے جب قادیان کے سالانہ جلسہ میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کو رقعہ بھیجا کہ مولوی ثناء اللہ کے مقابلہ میں تفسیر نویسی کا قصہ بیان کیجئے تو ان کو کیا جواب ملا تھا جسکی شکایت وہ آج تک کرتے ہیں۔

قادیانی ممبرو! ایسے غلط واقعات لکھتے ہوئے دیکھ لیا کرو کہ سامنے کون ہے وہی ہے جسکی گرفت سے تنگ آکر بڑے میاں (مرزا غلام احمد) چیختے چلاتے تشریف لے گئے اور تم کو نصیحت کر گئے: من نہ کردم شما حذر بکنید

ہم نے قادیانی تفسیر کبیر کا نام تفسیر کبور رکھا تھا اور اس تبدیلی کی وجہ بھی بتادی تھی کہ تفسیر کبیر امام رازیؒ والی مشہور ہے۔اس کے علاوہ دونوں لفظوں کے معنی میں بھی فرق نہیں ہے کیونکہ فعیل اور فعول (کبیر اور کبور) دونوں مبالغے کے صیغے ہیں۔قرآن مجید میں مبالغہ کے یہی دو صیغے غفور رحیم اکٹھے آئے ہیں۔

یہ ایک ایسا نیک مشورہ تھا کہ قادیانی اس کی قدر کرتے۔مگر مجیب صاحب اس پر سخت خفا ہیں کہ ہماری تفسیر کا نام کیوں تبدیل کیا۔اور غصے میں کہتے ہیں کہ تمہاری تفسیر کا نام ثنائی کی بجائے صنائی (بالصاد) لکھیں گے۔

معلوم نہیں کہ مجیب غیظ وغضب میں ایسا خودرفتہ کیوں ہو گیا کہ اسے یہ بات بھی سمجھ میں نہیں آئی کہ کبیر اور کبور کے معنی تو ایک ہیں، مگر ثنائی اور صنانی کے معنی ایک کہاں ہیں ۔دوسرے یہ کہ ثنائی کے نام سے کسی تفسیر کے ساتھ اشتباہ کہاں ہے ہم نے تو رفع اشتباہ کے لئے مشورہ دیا تھا۔

الفضل قادیان نے یہ اعتراض بھی کیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے کیوں آٹھ مہینے خاموش رہ کر تفسیر کبیر پر تعاقب کیا۔اس کا اصل جواب تو یہی ہے کہ اس عرصہ میں ہم ایک ضروری تصنیف اسلام اور مسیحیت کی تصنیف میں مشغول رہے۔ نیز تفسیر کبور کے ملنے میں بھی ہمیں دقت پیش آئی۔قادیان آدمی بھیجا تو اس روز کتب خانہ بند تھا۔آخر اتفاقاً ایک اور آدمی بغرض فروخت لایا تو ہم نے اس سے خرید لی۔

یہ تو ہمارا جواب ہے۔اب تم بھی بتاؤ کہ آپ اور آپ کا پیر (نبی) جو عیسائیوں اور آریوں کی تردید کے واحد ٹھیکے دار بنے بیٹھے ہو، عیسائیوں کی کتاب عدم ضرورت قرآن مصنفہ پادری صفدر علی اور آریوں کے گرو کی کتاب ستیارتھ پرکاش سے لے کر رنگیلا رسول شائع ہونے تک کئی سال گزر جانے کے باوجود تمہارے مشن نے ان کتابوں کا جواب کیوں نہیں دیا۔ اگر مٹھائی کھلانے کا وعدہ کرو تو ہم تم کو صحیح جواب بتادیں۔صاف کہہ دو کہ تصنیفات ثنائیہ کو ہم نے اس بات میں کافی سمجھا

ایک بڑا زوردار اعتراض یہ کیا ہے کہ آیت افمن کان کوسورہ یونس کی آیت لکھا ہے حالانکہ یہ آیت سورہ ہود کی ہے یہ مولوی صاحب کی یہ بہت بڑی غلطی ہے۔ ہم ناظرین سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اگست ۱۹۴۱ء کا صفحہ ۵ ملاحظہ فرمائیں کہ جہاں آیت نقل کی ہے وہاں سورہ ہود کا حوالہ دیا ہے۔

ہاں آئینہ میں ذرا اپنی شکل بھی دیکھئے کہ آپ کے پیر و مرشد بلکہ نبی جن کا دعویٰ تھا کہ میرا قلم خدا چلاتا ہے اور میری زبان پر روح القدس بولتا ہے، ان کا یہ حال ہے کہ آپ آیتوں کی آیتیں غلط لکھ جاتے ہیں اور ترجمہ بھی غلط کر جاتے ہیں۔

مگر نہ ان (مرزا غلام احمد) کوسوجھتی ہے، اور نہ ان کے اتباع کونظر آتا ہے۔ یہاں ہم صرف ایک مثال پیش کرتے ہیں سنیئے! آپ کے نبی رسول جری الله فی حلل الا نبیاء جن کا دعویٰ تھا کہ

آدمم نیز احمدِ مختار۔ در برم جامہء ہمہ ابرار

آپ لکھتے ہیں کہ وہ (خدا) فرماتا ہے یوم یأتی ربك فی ظلل من الغمام۔ اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۵۴)

(یاد رہے کہ حقیقۃ الوحی کے موجودہ اڈیشن میں قادیانیوں کو آیت کو درست صورت میں لکھ دیا ہے۔ اور عبارت یوں ہے: خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی دکھائے نہیں گویا خدا زمین پر خود اترے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے هل ینظرو ن ا لّا ان یأتیهم الله فی ظلل من الغما م (البقرہ: ۲۱۱) یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھائے گا۔ حقیقۃ الوحی۔ص ۱۵۴)

جب کہ یہ مکمل آیت اور اس کا ترجمہ یوں ہے:

هل ینظرو ن ا لّا ان یأتیهم الله فی ظلل من الغما م و الملا ئکة و قضی ا لا مر و الی الله تر جع ا لا مور (البقرة:۲۱۰) کیا لوگوں کو اس بات کا انتظار ہے کہ ان کے پاس خود اللہ ابر کے سائبانوں میں آجائے اور فرشتے بھی اور کام انتہاء تک پہنچا دیا جائے اللہ ہی کی طرف تمام کام لوٹائے جاتے ہیں۔

اور اس کی تفسیر میں مولانا حافظ صلاح الدین یوسف نے لکھا ہے:

یہ یا تو قیامت کا منظر ہے جیسا کہ بعض تفسیری روایات میں ہے۔ ابن کثیر۔ یعنی کیا یہ قیامت

بر پا ہونے کا انتظار کر رہے ہیں؟ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالی فرشتوں کے جلو میں اور بادلوں کے سائے میں ان کے سامنے آئے اور فیصلہ چکائے ۔تب وہ ایمان لائیں گے لیکن ایسا اسلام ابل قبول ہی نہیں ،اس لئے قبول اسلام میں تاخیرمت کرو اور فوراً اسلام قبول کر کے اپنی آخرت سنوار لو)

مرزائی دوستو!

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

قادیانی نامہ نگار نے ہماری عربی دانی پر بہت کچھ خفگی کا اظہار کیا ہے۔آیت زیر بحث یہ ہے : افمن کا ن علی بیّنة من ر به و یتلو ہ شا ھد منه و من قبله کتاب موسی اما ما و ر حمة ۔ او لئك یؤمنون به ۔(ھود:۱۷)اس آیت کے متعلق ہم نے لکھا تھا کہ کتاب موسیٰ کا شاہد پر عطف ہے اور شاہد فعل ...کا فاعل ہے۔ لہذا یہ بھی اس کا فاعل ہونا چاہیے مجیب اس پر ہماری تجہیل کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

مولوی صاحب نے اس اعتراض کے ضمن میں عربی سے اپنی جہالت کا ثبوت دیا ہے چونکہ عربی میں واؤ صرف عطف کے لئے ہی نہیں ہوتی بلکہ اس کے اور معانی بھی ہو تے ہیں مغنی اللبیب میں ہے کہ واؤ عطف کے علاوہ مستانفہ بھی ہوتی ہے۔ (الفضل ۱۶ ستمبر۔ص۳)،مولانا ثناءاللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مغنی اللبیب کا فیصلہ ہمیں منظور ہے کسی مسلمہ عربی دان سے اس عبارت کا آیت زیر بحث پر اس کا اطباق پوچھ لیں تا سیاہ روئے شود ہر کہ دررو غش باشد

واؤ مستانفہ وہاں ہوتی ہے جہاں کلام میں وصل نہ ہو بلکہ فصل ہو جیسے آیت

و اذ قا ل ر بك للملا ئكة میں واؤ مستانفہ ہے...

و اذ قا ل ر بك للملا ئكة میں واؤ مستانفہ ہے...

واؤ مستانفہ کا احتمال پیدا کیا جائے تو قرآن مجید کا نظم ونسق بگڑ جائے گا مثلاً آیت ان الله بر یء من المشر کین و رسو له (التوبہ:۳) کہہ دیجئے کہ ورسولہ کا واؤ مستانفہ ہے،(کیا خوب)

اس قسم کی اور کئی باتیں لکھی ہیں جو بندر کی ہنسی کے مشابہ ہیں تفسیر بالرائے کی

جلد دوم میں ان سب کوملحوظ رکھا جائے انشاء اللہ تعالی
قادیانی ممبرو! ہم نے تو تمہاری تفسیر پر علمی رنگ میں اعتراض کئے ہیں مگر آپ کے حقیقی بھائی لاہوری مرزائیوں نے اس کا جو مضحکہ اڑایا ہے وہ بھی آپ کو معلوم ہے؟
ہاں میں سچ کہتا ہوں کہ آپ لوگوں کی طرز تحریر پر لاہوریوں نے جو مضحکہ اڑایا ہے وہ زیادہ موزوں ہے۔ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ اہل حدیث کے جس مواخذہ سے تنگ آجاتے ہو، وہاں اپنے نبی کے اتباع میں ذاتی حملے اور دل آزاری شروع کر دیتے ہو، ہم اپنے نبی کے اتباع میں ان کا جواب دینے سے معذور ہیں

وہ اپنی خو نہ چھوڑیں گے ہم اپنی وضع کیوں بدلیں
سبک سر بن کے کیوں پوچھیں کہ ہم سے سرگراں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۳ ص ۵۔۷)

(مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر میں ایک مقام پر بابو عمر الدین احمدی شملوی کا ذکر ہوا ہے کہ آپ نے ان کے ذریعہ مرزا محمود احمد صاحب کو خط لکھا تھا...وغیرہ.
مولانا امرتسری نے ایک مرتبہ بابو عمر الدین صاحب سے ایک کھلی چٹھی کے ذریعہ درخواست کی تھی کہ وہ خط لکھے جانے اور مرزا محمود احمد صاحب کو یہ خط پہنچانے کے واقعہ کی شہادت دیں۔ جواب میں بابو عمر الدین صاحب نے پیغام صلح لاہور ۳۰ جنوری ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۹ پر لکھا:

کھلی چٹھی کا جواب بنام مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری،

جناب مولوی (ثناء اللہ) صاحب

آپ نے اخبار اہل حدیث مجریہ ۱۳ جنوری ۱۹۳۹ء کے صفحہ ۷ پر ایک کھلی چٹھی میرے نام پر شائع کی ہے اور اس میں لکھا ہے:

جناب بابو صاحب! آپ کو یاد ہوگا جن دنوں خلیفہ قادیان نے علمائے اسلام کو مقابلے میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا تو میں نے اس چیلنج کو قبول کر کے لکھا تھا آپ سادہ قرآن مجید اور قلم دوات لکھ کر بٹالے کی جامع مسجد میں آجائیں اور میرے بالمقابل بیٹھ کر تفسیر لکھیں۔ اس پر خلیفہ قادیان کی طرف سے یہ عذر کیا گیا تھا کہ میں عربی لغات بلکہ کلید قرآن بھی ساتھ رکھونگا۔
اس کے جواب میں میں نے ایک خط رجسٹری کرا کر آپ کی معرفت ان کو شملہ بھیجا تھا کہ میں

آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ ہر قسم کا سامان لے آئیں۔مگر مقابلے میں ضرور آئیں۔

چند روز ہوئے قادیانی اخباروں میں یہ ڈینگ پھر سنی گئی ہے کہ خلیفہ صاحب کے مقابلے میں کوئی پراز معارف تفسیر نہیں لکھ سکتا اور یہ احمدیت کی صداقت کا ثبوت ہے۔

میں آپ سے حلفاً پوچھتا ہوں کہ کیا آپ کو وہ میری چٹھی ملی تھی اور آپ نے وہ چٹھی خلیفہ قادیان میاں محمود احمد کو دی تھی یا نہیں؟

اس کا جواب بذریعہ اہل حدیث اور بذریعہ پیغام صلح دیجئے۔آپ کے جواب پر سلسلہ کلام جاری رہے گا۔ابوالوفاء۔

چونکہ اللہ تعالی کا حکم ہے کہ گواہی کو نہ چھپایا جائے اور جو سچی بات ہو وہی کہی جائے اس لئے میں جہاں تک مجھے یاد ہے حلفاً بیان کرتا ہوں واللہ علی ما اقول شہید

آپ (مولوی ثناء اللہ صاحب) نے مجھے شملہ پر ایک رجسٹر ڈ خط لکھا تھا جس میں آپ نے مقابلہ تفسیر نویسی کو عملی جامہ پہنانے کے لئے جناب میاں (محمود احمد) صاحب کو اجازت دی تھی کہ وہ جن کتب تفاسیر کو مقابلہ کے وقت ساتھ رکھنا چاہتے ہیں رکھ لیں، مگر مقابلہ رو در رو اور ایک ہی وقت میں ہوگا۔یعنی یہ اجازت نہ ہوگی کہ کچھ آج ہو اور کچھ کل۔ بلکہ ایک وقت معینہ کے اندر تفسیر لکھنی ہوگی اور تفسیر لکھنے کے وقت یہ اجازت نہ ہوگی کہ کوئی فریق گھر سے کچھ نوٹ لکھ کر ساتھ لے آئے۔

میں نے آپ کا خط خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کو پہنچا دیا تھا خلیفہ صاحب ان دنوں شملے پر ہی تھے میں نے..آپ کے خط کے ہمراہ ایک اپنا نوٹ بھی لکھ کر دیا تھا جس میں بصد ادب یہ التجا کی تھی کہ حضرت مہربانی فرما کر اب آپ اس تفسیر نویسی کے مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب کو پیچھے ہٹنے کا موقع نہ دیں۔اگر اب آپ پیچھے ہٹے تو پھر یہ احمدی جماعت کی کھلی شکست قرار دی جائے گی اور اس داغ کو دھونا بہت ہی مشکل ہوگا۔

میں نے اس موقع پر یہ بھی لکھا تھا کہ اس تفسیری مقابلہ میں جہاں ایک طرف حضرت مسیح موعود کا ایک پرانا دشمن رحمانی حجت سے پاک ہو جائے گا، وہاں خود آپ کی ذات پر جس قدر ناپاک اور گندے الزامات مباہلہ والوں نے لگائے ہیں دھل جائیں گے کیونکہ آیت کریمہ لا یمسه الا المطهرون کی رو سے علوم قرآنی خدا کی طرف سے کبھی کسی ناپاک اور گندے انسان پر نہیں کھولے جاسکتے

مجھے افسوس ہے کہ جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے میرے اور آپ کے مطالبہ کی ذرہ برابر پرواہ نہ کی اور ایسے خاموش ہوئے کہ گویا ان سے کسی نے مطالبہ کیا ہی نہیں۔ مگر میں نے اسی سال سالانہ جلسہ کے موقع پر پھر تحریراً یاددہانی کرائی اور ہر طرح غیرت دلائی اور آپ کے مطالبہ کے ساتھ ساتھ مولوی محمد شریف گھڑیالوی امیر اہل حدیث کے مطالبہ مباہلہ کی طرف بھی توجہ دلائی کیونکہ میرے نزدیک مولوی محمد شریف صاحب گھڑیالوی کا مطالبہ مدلل ومعقول تھا اور انہوں نے اپنے آخری اشتہار میں میاں صاحب کے مباہلہ سے گریز کا ثبوت دیتے ہوئے ان پر حجت پوری کردی تھی اور میاں صاحب نے اس معقول و مدلل مباہلہ سے فرار کر کے و لا یتمو نہ ابداً بما قد مت اید یھم کی حجت اپنے اوپر وارد کر لی ہوئی ہے۔ مگر جناب خلیفہ صاحب (محمود) ایسے ہوشیار نکلے کہ تفسیر نویسی اور مباہلہ میں مقابلہ پر نکلنے کی بجائے انہوں نے مجھے (عمر الدین احمدی شملوی) ہی اپنی جماعت سے خارج کرنے کا اعلان کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون

آپ (ثناء اللہ) نے لکھا ہے کہ میاں (محمود احمد) صاحب نے عربی لغت اور کلید القرآن اپنے ساتھ رکھنے کو لکھا تھا مگر مجھے یاد ہے کہ اس وقت اصل جھگڑا یہ تھا کہ قرآن مجید کی تفاسیر ساتھ رکھنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ آپ کہتے تھے کہ نہیں ایسا نہیں ہوسکتا۔ میاں (محمود) صاحب فرماتے تھے کہ ایسا ہونا چاہیے تاکہ یہ دیکھ لیا جائے کہ جو معارف لکھے جارہے ہیں وہ واقعی جدید معارف ہیں یا پہلے لوگوں کے ذہن بھی اس طرف گئے ہیں۔

میں اس وقت یہ کہتا تھا کہ جب خلیفہ (محمود احمد) صاحب یہ کہتے ہیں کہ میں تمام معارف وہ بیان کروں گا جو سب کے سب جدید ہوں گے تو تفاسیر کو بیچ میں رکھنا بے معنی ہے کیونکہ وہ جدید معارف تو خدا نے بتانے ہیں اور خدا کے علم میں وہ سب تفاسیر ہیں۔ لیکن چلو یک مفت کی حجت کو یوں ہی توڑ دیا جائے اور اجازت دے دی جایئے کہ تفاسیر وغیرہ جو چاہیں ساتھ رکھ لیں۔ سو آپ نے میاں (محمود احمد) صاحب کو یہ اجازت اس رجسٹرڈ خط میں دے دی۔

خلیفہ صاحب سے مطالبہ

اول تو مجھے یقین ہے کہ خلیفہ (محمود احمد) صاحب میرے اس بیان کی تردید نہیں کریں گے کیونکہ وہ بہت ہوشیار ہیں اور جانتے ہیں کہ اس موقع پر خاموشی میں فائدہ ہے۔ لیکن اگر کوئی

ان کا مرید یا کوئی سرکاری گواہ یہ چاہے کہ میری تکذیب کرے تو وہ مہربانی کر کے خلیفہ صاحب کے حلفیہ بیان کے ساتھ ایسا کریں اور یا میرا وہ نوٹ اور مولوی ثناء اللہ والا خط شائع کر دیں تا کہ حق و باطل میں فیصلہ آسانی سے ہو جائے۔

اگر جناب میاں صاحب کو بات یاد نہ رہی ہو تو اپنے پرائیویٹ سکرٹری سے پوچھ لیں غالباً یہ ۱۹۳۱ء کا واقعہ ہے۔

میں جانتا ہوں کہ جناب میاں صاحب کا دماغ بہت اعلی ہے اور وہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے بدرجہا بہتر معارف بیان کر سکتے ہیں چنانچہ میں نے اس وقت بھی میاں صاحب کو لکھ دیا تھا کہ یقیناً مولوی ثناء اللہ صاحب آپ کے مقابل معارف قرآنی نہیں لکھ سکتے میاں صاحب کے خادموں میں کئی ایک عالم ہیں جو یقیناً اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ان سے مقابلہ کریں تو وہ مولوی ثناء اللہ صاحب پر غالب آ جائیں گے مگر بایں ہمہ جناب خلیفہ صاحب نے راہ فرار ہی اختیار کی اور جو شخص بھی حقیقت سے مطلع ہوگا وہ میرے ساتھ اتفاق کر لے گا ۔ و السلام علی من اتبع الهدی)،

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کے قرآنی معارف کی بات چل رہی ہے لہذا انہی منشی عمر الدین صاحب کی ایک تحریر بھی یہاں نقل کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے۔

منشی عمر الدین شملوی لکھتے ہیں:

پندرہ سولہ سال کی بات ہے کہ فاضل راجے کی صاحب دہلی میں بابو اعجاز حسین صاحب احمدی کے مکان پر درس قرآن دیا کرتے تھے ایک دن اسمہ احمد کی پیش گوئی پر درس دیتے ہوئے فرمایا کہ احمد رسول اکرم ﷺ کا نام ہے اور یہ پیش گوئی انہیں کے حق میں ہے۔ اور جو لوگ اس کے خلاف کہتے ہیں وہ غلطی پر ہیں۔

کسی کے اس کہنے پر کہ احمد رسول کے متعلق ھو یدعی الی الاسلام کے الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ احمد رسول آنحضرت نہیں بلکہ مرزا صاحب ہیں مولانا غلام رسول صاحب نے فرمایا کہ ایسا کہنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اگر ھو یدعی الی الاسلام سے مراد احمد رسول کا اسلام کی طرف بلایا جانا مراد لیا جائے تو پھر احمد کو مفتری علی اللہ قرار دینا پڑے گا کیونکہ جس ذات کی طرف ھو کی ضمیر یدعی الی الاسلام میں ہے اسی کے لئے و من اظلم ممن افتری علی الله

کذ با کا فقرہ بھی ہے۔ اس لئے یہ کہنا پڑے گا کہ احمد بڑا ہی ظالم ہے جو اللہ پر افتراء کرتا ہے میں (منشی عمر الدین شملوی) نے کہا جزاک اللہ ۔مولانا مگر یہ تو جناب میاں (محمود احمد)صاحب فرماتے ہیں کہ ھو یدعیہ الی الاسلام کے الفاظ احمد رسول کے تعین کے لئے ہیں اور اس سے احمد کا مدعوالی الاسلام ہونا ظاہر ہے۔ لہذا یہ حضرت مرزا صاحب کے متعلق صحیح ہے اور وہی احمد رسول ہیں جنہیں علماء نے کفر کا فتوی لگاتے ہوئے دعوت الی الاسلام دی ہے۔

یہ سن کر مولوی (غلام رسول راجیکی)صاحب نے کہا تو میری تفسیر غلط بکواس ہے جو جناب میاں ص(مرزا محمود احمد)احب نے لکھا ہے وہ ہی درست ہے۔

میں نے کہا کہ ابھی تو معارف قرآنی بیان ہو رہے تھے، ابھی وہ سب کچھ بکواس ہو گیا۔

(پیغام صلح لاہور ۹ جولائی ۱۹۴۷ء ص ۷)

جنگ یورپ اور قادیانی ملہم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ کمال تھا کہ قدرت کا کوئی واقعہ نادرہ ان کے سامنے پیش آتا تو اس کے متعلق فوراً اپنا کوئی الہام پیش شائع کر دیتے۔ پھر موقع بموقع اسی سے کام لیتے رہتے۔

پھر ان کو اس بات کی پرواہ نہ ہوتی کہ ہم اس الہام کو اس کے خلاف کسی موقع پر چسپاں کر چکے ہیں ۔اس کی مثال میں ہم دو بکریوں والا الہام اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۶ ستمبر ۱۹۴۱ء میں پیش کر چکے ہیں۔

آج ہم مرزا صاحب قادیانی کا زلزلے والا الہام پیش کرتے ہیں جس کے متعلق ہمارے پاس دہلی سے ایک مطبوعہ ٹریکٹ پہنچا ہے۔

امریکہ میں ایک دفعہ سخت زلزلہ آیا جس کی خبر اخباروں میں بھی شائع ہوئی تھی ۔مرزا صاحب قادیانی نے اپنی طبیعت زکیہ کے مشورہ سے یہ پیش گوئی شائع کی:

انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہوگا ۔ یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں

> سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک ان سے محفوظ ہے۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شاید ان سے زیادہ مصیبت کا منہ دیکھو گے۔ اے یورپ تو بھی امن میں نہیں اور اے ایشیا تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

آج کل اتباع مرزا، مرزا صاحب قادیانی کے ان الفاظ کو یورپ کی موجودہ جنگ (جنگ عظیم دوم) پر چسپاں کرتے ہیں۔ ہم اس الہامی پیش گوئی کو مثل دیگر الہامات کے غلط جانتے ہیں اور اس نزاع کے فیصلے کے لئے کسی بیرونی دلیل کو پیش نہیں کرتے بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے اصل لفظ پیش کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

> اب ذرا کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی۔ یہ خیال سراسر غلط ہے کہ جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدے کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ج ۵ ص ۹۷)

مرزائی دوستو! اپنے حکم عدل مسیح موعود مہدی مسعود نبی جری اللہ فی حلل الانبیاء کی بات مانو گے یا نہیں۔ دیکھو وہ صاف فرما رہے ہیں کہ:

> زلزلے کی یہ پیش گوئی میری زندگی ہی میں میرے فائدے کے لئے میرے ہی ملک میں ظہور پذیر ہو گی۔

بتاؤ! یہ جنگ (عظیم دوم) مرزا صاحب قادیانی کے ملک پنجاب یا ہندوستان میں ہو رہی ہے یا روس میں۔ نیز بتاؤ کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی زندہ ہیں؟

اچھا اگر جنگ پھیل کر ہندوستان میں بھی آ جائے تو بھی اس پیش گوئی کی مصداق نہیں ہو سکتی کیونکہ صاحب الہام (مرزا غلام احمد) زندہ نہیں ہیں۔ ان کا زندہ ہونا ضروری تھا مگر وہ زندہ نہیں ہیں، بلکہ وفات یافتہ ہیں جن کی قبر قادیان کے بہشتی مقبرہ

میں نمایاں نظر آتی ہے۔ پھر کیا اس پیش گوئی کے غلط ہونے میں کسی کو شک ہوسکتا ہے؟

قادیانی ممبرو سنو!

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

نوٹ: مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور کا ایک مضمون اسی موضوع پر اخبار پیغام صلح ۲۱۔ اکتوبر میں شائع ہوا ہے۔ ان کا جواب بھی ہمارے مضمون میں آ گیا ہے۔ اگر یہ کافی نہ ہوا تو مزید جواب دیا جائے گا۔ اس کے علاوہ مولوی محمد علی لاہوری نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کذب بیانیوں پر جو پردہ پوشی کی ہے وہ سب کھول کر رکھ دی جائے گی۔ انشاء اللہ تعالی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء مطابق ۹ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۴ ص ۴، ۵)

مسیح ابن مریم کب آئیں گے

بجواب پیغام صلح لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے کہ:

میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں، جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی ہے کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے۔

اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں (اس کی مانند) ہوں نہ کہ خود مسیح موعود۔

پھر مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ:

یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو...
میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح موعود ہوں...

میں تو مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسی کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالی نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔

(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۰)

حضرت مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں: ایسے ہی لوگوں کی طرف سے جو بقول مرزا صاحب قادیانی کم فہم ہیں، پیغام صلح میں ایک سوال شائع ہوا ہے کہ:

مرزا صاحب اگر مسیح موعود نہیں ہیں تو آنے والا مسیح موعود کب آئے گا اور اس کے آنے کا کون سا وقت آیا ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۲۱۔ اکتوبر۔ص ۵)

جواب: یہ سوال کرنے والے چونکہ حسب فتوی مرزا صاحب کم فہم ہیں اس لئے انہوں نے ایک کم فہمی تو یہ کی کہ مرزا صاحب کو حدیث مسیح موعود کا مصداق مان کر سوال اٹھایا دوسری یہ کہ یہ سوال فقط علمائے اسلام سے کیا ہے حالانکہ یہ سوال سب سے پہلے مرزا صاحب قادیانی پر ہونا چاہیے تھا کیونکہ مرزا صاحب بتصریح تام لکھتے ہیں

اس بات سے اس وقت (زمانہ تصنیف براہین احمدیہ میں) انکار نہیں ہوا اور نہ اب انکار ہے کہ شائد پیش گوئیوں کے ظاہری معنوں کے لحاظ سے کوئی اور مسیح موعود بھی آئندہ کسی وقت پیدا ہو۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۶۱)

حدیثوں میں مسیح موعود کے ظاہری نشانات جو آئے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ منارۃ البیضاء دمشق کے پاس اترنا۔ ۲۔ صاحب حکومت ہونا۔

۳۔ آخری علامت آنحضرت ﷺ کے مقبرہ میں دفن ہونا۔

پس ایسی علامات والے مسیح موعود کا آنا ہم میں اور مرزا صاحب قادیانی میں متفق ہے۔ مرزا صاحب نے ازالہ اوہام میں صاف لکھا ہے کہ میں مجازی مسیح ہوں یہ مسئلہ علم معانی علم اصول اور علم منطق میں مصرح ہے کہ امکان حقیقت کے وقت مجاز کی طرف رجوع کرنا جائز نہیں پس ہم بقول مرزا صاحب قادیانی ایسے کم فہم سائلوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ یہ سوال علمائے قادیان خصوصاً خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے سامنے پیش کر کے پوچھیں کہ

وہ مسیح موعود جو احادیث نبوی میں مذکورہ ظاہری نشانوں کے ساتھ آنے والا ہے، وہ کب آئے گا؟

اور اس سوال کے ساتھ یہ شعر بھی اہل قادیان کی نذر کریں

یاں کے آنے کا مقرر قاصدا وہ دن کرے
جو تو مانگے گا وہی دو نگا خدا وہ دن کرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء۔ مطابق ۱۶ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۵ ص ۵۔۶)

نکاح آسمانی اور امیر پیغامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغامیاں ان مرزائی اصحاب میں سے ایک بزرگ ہیں جن کا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں گویا اعلان ہے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

اس کا ثبوت ہم پہلے بھی کئی دفعہ دے چکے ہیں۔ آج ہم اس کے متعلق ایک نیا واقعہ پیش کرتے ہیں۔ مولوی صاحب موصوف نے منبر رسول پر (جو نہایت خوف کا مقام ہے) کھڑے ہوکر موجودہ جنگ کا ذکر بڑی رنگ آمیزی سے کرتے ہوئے دفع دخل کے طور پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آسمانی نکاح کا ذکر بھی کیا اور ایسی خوبی سے کیا کہ اس کے سامنے یہ مصرع بھی ماند پڑ گیا

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

مولوی محمد علی صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ:

اصل بات یہی ہے کہ جو امور انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں ان کے فہم میں بسا اوقات غلطی لگ جاتی ہے لیکن وہ جو واقعات عالم سے تعلق رکھتے ہیں ان میں فہم اور اجتہاد کا دخل کم ہوتا ہے میں تو محمدی بیگم کی پیش گوئی کو ایک تنکے کے برابر وقعت نہیں دیتا۔ کیا یہ صحیح نہیں کہ لیکھ رام کے متعلق پیش گوئی کتنے صحیح طور پر پوری ہوئی۔ اگر محمدی بیگم کے متعلق پیش گوئی اس

رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے اسے سمجھا تھا، تو اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔ جب وہ پیش گوئی نہ کی گئی تھی اس وقت صداقت میں کوئی نقص نہ تھا، نہ اس کے اس رنگ میں پورا نہ ہونے سے کوئی بڑا فرق پڑتا اگر وہ پیش گوئی اس طرح پوری ہو جاتی جس طرح آپ نے سمجھا تھا۔ (پیغام صلح۔۲۱۔اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۷)

ناظرین کرام! اس اقتباس کے مضمون کے دو حصے ہیں۔

ایک یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش گوئی کا مطلب ہی نہیں سمجھا، دوسرا یہ کہ یہ پیش گوئی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، بالکل معمولی پیش گوئی ہے۔

جواب دینے سے پہلے ہم ایک مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں

ایک شخص نے کسی سوداگر سے سو روپے لینے کا دعوی کر دیا۔ مدعا علیہ نے جواب میں اقبالی دعوی کیا، اور مقدمہ کسی وکیل کے سپرد کر دیا۔ وکیل صاحب نے تسلیم دعوی سے انکار کیا۔ حاکم نے کہا کہ آپ کا موکل (اصل مدیون) اقبال دعوی کر چکا ہے یہ اختلاف بیانی کیوں ہے؟

ہوشیار وکیل کہتا ہے کہ میرے موکل نے دعوی کا مضمون نہیں سمجھا، اس کو اسکے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ علاوہ اس کے یہ رقم بھی بہت قلیل ہے اس قابل نہیں کہ اس پر مزید بحث کی جائے۔

چونکہ مولوی محمد علی صاحب وکیل بھی ہیں اسی لئے میں ان سے ایک قانونی مسئلہ پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں عدالتی فیصلہ کیا ہوگا۔ مدعا علیہ کا اقبال دعوی معتبر ہوگا یا وکیل کا انکار دعوی؟

ہمارا آئندہ بیان سن کر ناظرین اس امر میں خود ہی فیصلہ دے سکتے ہیں۔ پس سنئے

جس پیش گوئی کو مولوی محمد علی صاحب نہایت حقیر قرار دے کر نا قابل ذکر سمجھتے ہیں اس کو صاحب الہام مدعی کس قدر اہم جانتا ہے، مندرجہ ذیل الفاظ سے معلوم ہو سکتا ہے۔ غور سے سنئے:

نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الہی میں یہ فقرہ موجود ہے

کہ لاتبدیل لکلمات اللہ یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے۔(تبلیغ رسالت جلد سوم۔ص ۱۱۵)

مرزائی دوستو! بقول مولوی محمد علی صاحب پیش گوئی ٹل گئی اور بقول صاحب الہام (مرزا صاحب قادیانی) پیش گوئی ٹل جانے سے کلام الہی باطل ہوگیا۔ پھر کیا اس بیان کے دونوں جزوں کا نتیجہ یہ نہیں کہ خود صاحب الہام کا دعوی ہی باطل تھا

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

باقی رہی پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی ہمارے خیال میں وہ بھی غلط ثابت ہوئی ہے۔اس کی تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں ملاحظہ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۶ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۵ ص ۶)

مرزا قادیانی کی نبوت اور وراثت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ایک منطقی مسئلہ ہے: الشئی اذا ثبت ثبت بلوازمه

یعنی جب سورج ہو تو دھوپ کا ہونا لازمی ہے۔اہل سنت والجماعت کے کل فرقوں کا عقیدہ ہے کہ انبیائے کرام کی وراثت مالی ان کے ورثاء تک نہیں پہنچتی بلکہ ان کا ترکہ صدقہ فی سبیل اللہ ہوتا ہے۔شیعہ جماعت بظاہر اس مسئلہ میں اہل سنت سے مخالف ہے مگر ان کی کتابوں میں اہل سنت کی تائید ملتی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پہلے حنفی المذہب اہل سنت تھے۔اسی مذہب میں انہوں نے نبوت کا دعوی کیا۔آخر ان کی وفات کے بعد جب ان کا ترکہ ان کی اولاد میں تقسیم ہوا، تو اعتراض اٹھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو نبی تھے پھر ان کا ترکہ تقسیم کیوں کیا گیا؟ تو بجائے اس کے کہ قادیانی جماعت اس اعتراض کو تسلیم کرکے تقسیم ترکہ سے رک جاتی اور اس مال کو فی سبیل اللہ صدقہ کر دیتی، الٹا حدیث نبوی پر

دست تصرف دراز کرنے لگی ۔ چنانچہ الفضل قادیان ۲۔اکتوبر میں اعتراض مذکور کا جواب دیتے ہوئے لکھا ہے کہ :

رسول اللہ ﷺ نے جو کچھ فرمایا ہے یہ عام قاعدہ نہیں ہے بلکہ صرف اپنی ذات خاص کے لئے ہے۔ (ص ۱)

ہمارے خیال میں قادیانیوں کی یہ کوئی نئی حرکت نہیں ہے۔ ان لوگوں کا طرزِ عمل ہی یہ ہے کہ حدیث نبوی چاہے بگڑ جائے، مگر مرزا صاحب قادیانی کا دعوی نہ بگڑے۔ چنانچہ حدیث دمشقی مشہور ہے جس کا مضمون ہے کہ مسیح موعود منارہ بیضاء کے پاس اتریں گے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فوراً اس حدیث پر تصرف کیا کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔ انکے اتباع بھی اسی لائن پر چل پڑے۔ کیا حدیث شریف کو ماننے کے یہی معنی ہیں کہ جو جی میں آیا کہہ دیا۔

ان حضرات نے تو یہاں تک حدیثوں پر قبضہ کیا ہے کہ لکھتے ہیں:

حدیث اور قرآن کے متعلق جو فیصلہ میں کروں وہی معتبر ہے چاہے ساری دنیا اس کے مخالف ہو کیونکہ میں حکم عدل ہوں۔ (اعجاز احمدی)

اس شکوے کی تفصیل کا یہ مقام نہیں ہے۔ اس کے لئے بہت بڑی کتاب درکار ہے۔

مقام حیرت ہے کہ منشی عطا محمد امرتسری (نیچری المشرب) نے مرزا غلام احمد صاحب کو لکھا تھا کہ مجھے اپنی مسیحیت کا ثبوت صرف قرآن مجید سے دیجئے، حدیثوں کو میں نہیں جانتا۔ مرزا صاحب قادیانی اس پر اتنے برسے کہ ایک مستقل رسالہ شہادۃ القرآن اس کے ردّ میں لکھ مارا جس میں حدیث کی عظمت بڑے زور سے ثابت کی لیکن جب کبھی کوئی حدیث اپنے خلاف پائی فوراً اسکا گلا گھونٹ دیا۔ جب کوئی حدیث پیش کی گئی تو اس کو منسوخ نہیں بلکہ ممسوح کر دیا (مسخه الله)

وراثت انبیاء کے متعلق حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

نحن معا شر الا نبياء لا نورث ما تركنا صدقة.

یعنی ہم انبیاء کی جماعت اپنا کسی کو والی وارث نہیں کرتے ہمارا ترکہ فی سبیل اللہ صدقہ ہوتا ہے

دیکھئے اس حدیث میں معا شر الا نبیاء جمع کا صیغہ ہے مگر چونکہ یہ

حدیث مرزا صاحب قادیانی کی نبوت کیخلاف ہے اس لئے اس کو نبوت محمد یہ سے مخصوص ٹھہرادیا۔اسی کا نام تفسیر بالرائے ہے۔

محض دھوکہ دینے کو مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد پنجم سے ایک قول حضرت حسن بصریؒ کا نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں

هذا الحكم مختص نبينا ﷺ ... قا ل ابن علية ذلك لنبينا عليه السلا م .(ج ۵ ص ٥٠٦)

یعنی حسن بصری اور ابن علیہ کہتے ہیں کہ یہ حکم آنخضرت ﷺ کے ساتھ خاص ہے۔

مگر اسی مرقاۃ میں یہ فقرہ نہ دیکھا :

اجمع اهل السنت ان هذا حكم جميع ا لا نبياء (حوالہ مذکور)

اس کے علاوہ یہ بھی لکھا ہے:

خا لف الحسن البصری فی مسئلة العا مة ... و صو ب الجمهور خلاف قو له لخبر النسا ئی انا معا شر ا لا نبياء لا نور ث

یعنی جمہور علماء اہل سنت نے حضرت حسن بصری کا قول غلط قرار دیا ہے کیونکہ نسائی کی روایت میں انبیاء بصیغہ جمع آیا ہے۔

اس لئے حسن بصری کے قول سے سند پکڑنا اور حدیث کو چھوڑنا :

بہ بیں کہ از کہ بریدی و با کہ پیوستی

کا مصداق بننا ہے

مختصر یہ کہ حدیث شریف میں حکم تمام انبیاء کا ہے اس لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نبوت غلط ہے یا تقسیم وراثت مرزا غلط ہے۔

اطلاع:

قادیانی دوست ایسے مشکل مسائل میں ہم سے مشورہ لیا کریں تو ہم ان کو بہت اچھا مشورہ دیا کریں ۔مثلاً وہ یوں کہیں کہ مرزا صاحب بحیثیت مسیح موعود ہونے کے حضرت

مسیح کے مشابہ ہیں جیسا کہ انکا دعوی ہے اور بقول نصاری حضرت مسیح کی دوحیثیتیں ہیں ۔ایک خدا کی دوسری مخلوق کی ۔اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کی بھی دوحیثیتیں ہیں ۔ایک امتی کی، دوسرے نبی ہونے کی ۔ نبی ہونے کی حیثیت سے تو ان کا منکر کافر ہے (حقیقۃ الوحی) اور امتی ہونے کی حیثیت سے ان کی وراثت جاری ہے۔شیخ عطار نے نفس انسانی کی اسی طرح تشریح کی ہے

چوں شتر مرغ شناس ایں نفس را
نے کشد بار و نہ پرّد بر ہوا
گر بپر گوئیش بگوید اشترم
در نہی بارش بگوئد طائرم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۶ ص ۴، ۵)

قادیانی مسیح کی یادگار ہونی چاہیے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل اور پیغام صلح دونوں میں عید الفطر کے خطبات درج ہوئے ہیں جن کا مختصر مطلب یہ ہے کہ بزرگوں کی یادگار ہونی چاہیے۔بعض بزرگوں کے نام بھی لئے ہیں جن کی یادگاریں جائز یا ناجائز طور پر مشہور ہیں۔مگر افسوس ہے کہ ان دونوں گدیوں کے امیروں نے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یادگار کا کوئی ذکر نہیں کیا۔اس لئے اس کمی کو ہم پورا کرتے ہیں کیونکہ قادیانی نبی کے ساتھ ہمیں خاص تعلق ہے۔دونوں امیر اور ان کے اتباع ہماری تجویز کو توجہ سے سنیں۔

ہر سال ۲۶ مئی کو لاہور اور قادیان میں بہت بڑے جلسے کئے جائیں جس میں مرزا صاحب قادیانی کے فضائل و کمالات بیان کر کے ان کی دعا آخری فیصلہ کو پڑھ کر پرزور تقریریں کی جائیں کہ دیکھو یہ بزرگ کیسے مستجاب الدعوات تھے ان کی یہ دعا کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔دعا کا خلاصہ یہ تھا:

الٰہی ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے، اس کو سچے سے پہلے مار دے۔

خدا نے یہ دعا ایسی واضح طور پر قبول کی کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنے رسالے تشحیذ الاذہان میں اور مولوی محمد علی امیر لاہوری امیر جماعت، رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء میں لکھتے ہیں؛

ہم اس بات کو مانتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب کی دعا ثناء اللہ کے حق میں منظور ہوئی۔ (ص ۲۹۸)

ہم ان دونوں صاحبوں کی راست گوئی کی داد دیتے ہیں۔ اس قسم کی تقریریں اس جلسہ یادگار میں ہونی چاہییں۔ بلکہ اگر ہمت ہو تو لاہور کے جس مکان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے انتقال فرمایا، اسی مقام پر ایک بلند منارہ بنایا جائے جس کے اردگرد قطب صاحب کی لاٹ کی طرح آخری فیصلے کا اشتہار کندہ کرایا جائے۔ اور اس کے خاتمے پر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کے الفاظ پورے نقل کر دیئے جائیں۔ یہ ہے صحیح معنی میں یادگار مرزا جس کے متعلق یہ کہنا صحیح ہوگا کہ: ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

مرزائی دوستو! اس یادگار کے خرچ کیلئے چندے کی ضرورت ہو، تو ہم بھی شریک ہوں گے۔ اور اس کے متعلق جو خدمت ہم سے لی جائے ہم حاضر ہیں کیونکہ یہ دینی کام ہے اور بزرگوں کی یادگار ہے۔ کیا تم لوگ اس تجویز کی تائید کرو گے۔

جہاں تک میرا گمان ہے، نہیں کرو گے کیونکہ تمہارے دل میں یہ غلط فہمی ہے کہ یہ تجویز قادیانی مشن کے دشمن کی طرف سے ہے۔ اس غلط فہمی کو دل سے نکال دیجئے بلکہ اسکی بجائے اس شعر کو جگہ دیجئے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۶ ص ۴-۵)

پوتے کی وراثت میں مرزائی غلطی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے اتباع قسم کھائے بیٹھے ہیں کہ جائز وناجائز ہر امر میں علماء اور فقہاء کی مخالفت کریں گے۔ قادیانی جماعت تو اس بارے میں اعلیٰ معراج پر ہے۔ لاہوری جماعت کے ارکان بھی اس امر میں ان سے کچھ کم نہیں ہیں ۔ لطف یہ ہے کہ اپنا دعویٰ ثابت کرنے سے پہلے ہی علماء اور فقہاء پر جارحانہ حملے شروع کر دیتے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کی ساری تفسیر میں یہی طرزِ عمل ملتا ہے۔ اس جماعت کے دوسرے بڑے رکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہیں جو عربی میں ناکافی قابلیت رکھنے کے باوجود فقہ میں امام ابوحنیفہ سے حدیث میں امام بخاری سے اور تفسیر میں امام رازی سے اعلیٰ ہونے کا زعم (گمان) رکھتے ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور مورخہ ۸۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء میں یتیم پوتے کی وراثت کے متعلق آپ کا ایک مضمون نکلا ہے جس کے الفاظ مع سرخی یہ ہیں:

پوتے کی وراثت میں اجتہادی غلطی

ان مسائل میں سے جن میں بعض فقہاء کو غلطی لگی ہے پوتے کی وراثت کا مسئلہ بھی ہے۔ ان کے نزدیک کسی شخص کے دادا کی زندگی میں اگر اسکا باپ مرجائے تو چچا کی موجودگی میں دادا کے ترکہ سے وہ پوتا محروم ہوئے گا۔ مثلاً زید کے دو بیٹے بکر اور عمر ہیں۔ اگر عمر اپنے باپ کی زندگی میں مرجائے تو اس کا بیٹا خالد اپنے دادا زید کے ترکہ سے محروم ہو جائے گا اور سارا ترکہ اس کے چچا بکر کو مل جائے گا۔

جہاں تک میں نے غور و فکر اور تحقیقات کی ہے پوتے کی محرومی غلط ہے۔ قرآن میں صاف لفظوں میں ارشاد ہے

یوصیکم اللہ فی اولادکم للذکر مثل حظ الانثیین (النساء:۱۱)

اللہ تمہیں وصیت کرتا ہے تمہاری اولاد کے بارے میں کہ مرد کو دو عورتوں کے برابر حصہ ملے گا۔

جس کے صاف معنی ہیں کہ زید کی جتنی اولاد ہو لڑکے ہوں یا لڑکیاں سب کو زید کے ترکہ میں سے حصہ دیا جائے۔ کوئی وجہ نہیں کہ ایک باپ کی اولاد میں سے ایک شاخ کو ملے اور دوسری کو نہ ملے۔ (پیغام صلح لاہور ۸۔ اکتوبر ۱۹۴۱ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: طریقہء تحقیق یہ ہے کہ اس مسئلہ پر بحث کرنے سے پہلے یہ دیکھا جائے کہ قرآن مجید کے ارشاد گرامی یوصیکم اللہ فی اولادکم میں اولاد کا لفظ بیٹوں اور پوتوں کو یکساں شامل ہے یعنی کلی متواطی ہے یا حقیقت ومجاز کی قسم سے ہے۔ ڈاکٹر بشارت صاحب کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ بیٹوں اور پوتوں دونوں کو اولاد حقیقی کا مصداق جانتے ہیں۔....

پس وہ ہمارا سوال حل کرنے کیلئے تیار رہیں

زید کے دو بیٹے بکر اور خالد ہیں پھر بکر کے دو بیٹے ہیں عبداللہ اور عبدالرحمٰن۔

زید کے مرنے کے وقت اسکے دونوں بیٹے اور دونوں پوتے زندہ ہیں۔ اب ڈاکٹر بشارت صاحب بتائیں کہ زید کا ترکہ کتنے رؤس پر تقسیم ہوگا۔

بقول آپ کے چار افراد پر تقسیم ہونا چاہیے کیونکہ چاروں اولاد ہیں جسکا نتیجہ یہ ہوگا کہ ایک بیٹا اپنے دو بیٹوں کے ساتھ مل کر روپے میں سے بارہ آنے لے جائے گا دوسرا صرف چار آنے۔

علی ہذا القیاس اس کی کئی صورتیں ہوسکتی ہیں۔ اور صلبی اولاد کو سراسر نقصان ہے۔ کیا یہ صورت حال صحیح ہے؟ اگر اسکو غلط کہیں، تو بیٹوں کے مدارج تجویز کر کے بتائیں حقیقی کون ہیں اور مجازی کون؟ اگر دو پوتوں کے بارہ پوتے ہوں، تو کیا ترکہ چودہ پر تقسیم ہوگا۔ بینوا توجروا۔

اگر جواب میں کہیں کہ چونکہ اصل (باپ) زندہ ہے اس لئے وہی حق دار ہے تو ہمارا عین مقصد ہے کہ اولاد کا لفظ پوتے کو حقیقۃً شامل نہیں ہے جیسا کہ آج کل ہم انسانوں کو یا بنی آدم کا لفظ شامل ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ جو لڑکا بلاواسطہ اولاد کا مصداق ہے وہ بالواسطہ اولاد سے مقدم ہے...

سوال : پوتی کے نکاح کے موقع پر پوتی کا باپ اور دادا دونوں زندہ ہیں۔ نکاح کا ولی کون ہوگا۔باپ یا دادا؟

دونوں میں اختلاف ہونے کی صورت میں ترجیح کس کو ہوگی؟

ڈاکٹر بشارت احمد سمجھتے ہوں گے کہ انہوں نے فقہاء کی بڑی غلطی نکالی ہے اور یتیم پوتے کو وارث بنا دیا ہے۔اسلئے ہم ان کو بتاتے ہیں کہ یہ آواز دراصل پہلے امرتسر سے اٹھی تھی۔مولوی احمد الدین امرتسری متوفی منکر حدیث نے سب سے پہلے یہ آواز اٹھائی تھی جسکا جواب اہل حدیث میں بارہا دیا ہے اس لئے آپ ...دعوی کرتے ہوئے اگر یے کہیں تو غلط ...

ہم پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ نومبر ۱۹۴۱ء۔مطابق ۳۰ شوال ۱۳۵۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۷۔ ص۴۔۵)

جلسہ جمعیت تبلیغ لائل پور میں مرزائیوں سے گفتگو

جلسہ ہذا کی مفصل روداد اور جلسہ کے اندرونی واقعات تو ناظم صاحب لکھیں گے ،سر دست ایک مختصر سی مجلس کی روداد لکھتا ہوں جسکے متعلق قادیانی مبلغ مولوی اللہ دتا صاحب نے غلط بیانی اور اخفاء سے کام لیا ہے۔

ایام جلسہ میں اتفاقاً مرزائیوں کی دونوں جماعتیں لائل پور میں موجودتھیں اسلئے دونوں کو دعوت دی گئی اور کافی وقت ان کی خدمت میں خرچ ہوا۔

حاجی عبدالکریم صاحب لاہوری کے اصرار پر مولانا ثناء اللہ صاحب نے تجویز فرمایا کہ ایک مختصر سی مجلس قادیانیوں سے گفتگو کیلئے مقرر کی جائے۔مولانا صاحب نے اجازت دی کہ ایک مناظر چار آدمیوں کے ساتھ میرے ڈیرے پر آجائے اور بعد نماز مغرب آٹھ بجے شب تک مرزا صاحب کے آخری فیصلے والے اشتہار پر گفتگو ہو جائے۔ چنانچہ مولوی اللہ دتا صاحب غالباً پندرہ بیس مرزائیوں کے ساتھ آ گئے اور آہستہ آہستہ کئی اور آدمی بھی شامل ہو گئے یہاں تک کہ لاہوری جماعت کے افراد بھی

شریک مجلس ہو گئے حاجی عبدالکریم صاحب لاہوری کو وقت بتانے کے لئے گھڑی دے دی گئی ۔مولانا ثناء اللہ صاحب ابھی تقریر کرنے ہی لگے تھے کہ مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی نے کہا کہ پہلی تقریر ہماری ہوگی کیونکہ ہم مدعی ہیں۔

اس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ صاحب نے کہا کہ پہلی تقریر ہماری ہوگی جس طرح لدھیانہ میں ہوئی تھی ۔اس مسئلے پر اسی طریق سے بحث ہونی چاہیے ۔اس کے علاوہ مرزا صاحب کی مثال کافی ہے جنہوں نے امرتسر میں عیسائیو کے ساتھ بحث کرتے ہوئے پہلے تقریر کی تھی۔

مولوی اللہ دتا قادیانی یہی کہتے رہے کہ میں مدعی ہوں۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کہتے رہے کہ لدھیانہ کے مباحثہ میں اسی مضمون میں میں مدعی تھا۔

مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی اپنی ضد پر قائم رہے اور آخر تک یہی کہتے رہے کہ پہلے میں تقریر کروں گا۔

سامعین سے مکان بھر گیا منتظم جلسہ نے کہا کہ جلسے کا وقت قریب آ گیا ہے ابھی مہمانوں کو کھانا کھلانا ہے، بے فائدہ وقت ضائع نہ کیجئے گفتگو ختم کیجئے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب نے فرمایا کہ آپ اخبار الفضل میں رپورٹ دیجئے بے شک دیجئے اور جو چاہیں اس میں لکھیں، مگر یہ ضرور لکھیں کہ مولوی ثناء اللہ نے اپنی پہلی تقریر کے جواز میں دو مثالیں پیش کیں تھیں میں نے دونوں کو رد کر دیا۔

چنانچہ یہی ہوا کہ مولوی اللہ دتا صاحب نے الفضل ۱۱ نومبر ۱۹۴۱ء میں جلسہ لائل پور کی رپورٹ میں یہ واقعہ بھی لکھا ہے۔لیکن اس بات کا مطلق ذکر نہیں کیا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی پیش کردہ دو مثالوں کو میں نے تسلیم نہیں کیا۔

واقعات کا یہ اخفاء کسی خاص غرض پر مبنی ہے۔

اسی طرح یہ بھی غلط ہے کہ جب مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھیوں نے ان کو میری بات ماننے کے لئے کہا تو آپ ان سے جھگڑنے لگ گئے۔

میں اس مجلس میں موجود تھا۔مولانا ثناء اللہ امرتسری کے کسی ساتھی نے ایسا نہیں کہا بلکہ حافظ محمد شریف صاحب سیالکوٹی مولانا صاحب کی تائید میں زور سے

تقریر کر کے مولوی اللہ دتا صاحب کو قائل کرتے رہے۔

غرض یہ مجلس اسی طرح مولوی اللہ دتا صاحب قادیانی کی ضد اور ہٹ کی وجہ سے ناکام برخاست ہوگئی۔

مولوی صاحب کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی تحریرات یورپئن طریق پر ہوتی ہیں یعنی آپ واقعات کو ایسے گول مول پیرائے میں پیش کرتے ہیں کہ ان کی شکل مسخ ہو جاتی ہے چنانچہ آپ کی مندرجہ ذیل عبارت قابل توجہ ہے:

> لائل پور سے واپسی پر ۳ نومبر ۱۹۴۱ء کو بارہ بجے دن لاہور سے امرتسر کیلئے جس گاڑی میں سوار ہوا حسن اتفاق سے اسی گاڑی میں مولوی ثناء اللہ صاحب بھی آ گئے۔ (ص ۵)

یہ فقرہ ایسا گول مول بنایا گیا ہے کہ آج کل کی جنگی خبریں بھی اسکا مقابلہ نہیں کر سکتیں۔ اصل واقعہ یوں ہے کہ

مولانا ثناء اللہ کے پاس انٹر کلاس کا ٹکٹ تھا۔ آپ قلی کے ساتھ انٹر کی گاڑی دیکھنے جا رہے تھے کہ گاڑی نے سیٹی دے دی۔ اسی اثنا میں مولوی اللہ دتا صاحب تھرڈ کلاس گاڑی کے دروازے پر کھڑے تھے۔ مولانا ثناء اللہ صاحب کو دیکھ کر کہنے لگے:

آیئے آیئے یہیں تشریف لایئے۔

مولانا صاحب نے کہا اچھا یہیں بیٹھ جاتا ہوں۔

مولوی اللہ دتا صاحب کے ساتھ ایک اور احمدی بھی تھے۔ راستے میں خوش طبعی کی باتیں (بغیر مذہبی جھگڑے کے) ہوتی رہیں۔

سمجھ میں نہیں آتا کہ اس واقعہ کو یوں کیوں لکھا گیا کہ مولوی ثناء اللہ حسن اتفاق سے آ گئے۔ غالباً اس لئے لکھا گیا کہ اصل واقعہ ظاہر کرنے سے ان داتا خفا ہو جائے گا۔

یہ ہے ان لوگوں کی صحیح اطلاعات کا نمونہ۔

راقم: رضاء اللہ۔ شریک مجلس

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۳۰ شوال ۱۳۵۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۷۔ ص ۵-۶)

(لائل پور میں اس کانفرنس کے موقع پر حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سے قادیانیوں کا ایک مکالمہ ہوا۔ جسے پیغام صلح لاہور ۴ دسمبر ۱۹۴۱ء کے شمارے میں نقل کیا گیا ہے ملاحظہ فرمایئے:

لائل پور میں تبلیغی جدو جہد...

۳۱۔اکتوبر لغایت ۲ نومبر ۱۹۴۱ء اہل حدیث کانفرنس تھی...

مولوی ابراہیم صاحب نے اپنی تقریر میں کہا کہ مرزا غلام احمد نے اپنا ایک باغ پانچ ہزار روپے میں اپنی بیوی کے پاس رہن رکھا۔ بیوی کے پاس روپیہ کہاں سے آیا؟ ہمارے اہل حدیث ارشاد فرماتے تھے کہ میں نے براہین احمدیہ کی قیمت ادا کی مگر مرزا صاحب نے بدعہدی کی اور کتاب نہ بھیجی۔ براہین احمدیہ میں مرزا صاحب نے حضرت عیسیٰ کو زندہ لکھا بعد میں کہا کہ حیات مسیح ایک مشرکانہ عقیدہ ہے گویا پہلے خود مشرک رہے۔

مولوی (ابراہیم) صاحب کی اس تقریر پر ہم نے جواب کے لئے وقت مانگا۔ پانچ پانچ منٹ کی تین تقریروں کا ہمیں وقت دیا گیا۔ ہماری طرف سے جناب اختر حسین شاہ صاحب گیلانی مولوی فاضل بی اے جواب کے لئے کھڑے ہوئے اور فرمایا کہ میر ناصر نواب ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھنے والے تھے۔ اتنا روپیہ صاحبزادی کو بطور جہیز دے سکتے تھے (مشہور خاندان سے ہونے کا یہ مطلب نہیں ہے کہ وہ امیر صاحب حیثیت بھی تھے۔ میر صاحب ایک غریب شخص تھے، جن کی کوئی جائیداد نہیں تھی اور نہایت معمولی ملازمت کرتے تھے۔ بہاء)۔ حضرت مرزا صاحب بھی صاحب جائیداد تھے۔ دس ہزار کی جائیداد تو براہین کا جواب لکھنے والے کے لئے انعام رکھی تھی (انعام تو براہین کا جواب لکھنے پر مقرر تھا، جائداد مکفول نہیں کرائی گئی تھی۔ پھر شائد انعام دینے سے بچنے کے لئے ہی آپ نے براہین کو اپنی ساری زندگی میں مکمل نہ کیا، کہ کوئی جواب لے کر آئے اور انعام کا طلب گار ہو۔ تیس جلدیں لکھنے کا وعدہ تھا لیکن جو آخری جلد یعنی پانچویں لکھی اسے بھی اپنی زندگی میں شائع نہیں کیا بلکہ مسودہ چھپائے رکھا، جسے ان کی موت کے بعد شائع کیا گیا۔

اور شادی کے اخراجات کے لئے انہوں نے پانچ سو روپیہ قرض لیا تھا۔ اس سے پہلے اور بعد میں بھی وہ ادھر ادھر سے قرض لیتے رہتے تھے۔ ان کے باپ بھی مقروض رہے اور خود مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ انہوں نے مقدمات پر بے پایاں خرچ کیا اور ناکامی اور نامراد تھے۔ شائد ان کا گذارہ بھی طب کی آمدنی سے تھا جو پیشہ انہوں نے اختیار کر رکھا تھا۔ بہاء) کسی مامور پاس روپیہ کا ہونا کوئی برا نہیں حضرت نبی کریم ﷺ کی بیوی حضرت صفیہ کے پاس کثرت سے روپیہ تھا۔ اگر کوئی اہل حدیث مولوی حضرت مرزا صاحب کے دعوی کے بعد بدعہدی کا الزام لگاتا ہے تو یہ ایسا ہی ہے جیسا کہ حضرت نبی کریم ﷺ کو دعوی نبوت سے پہلے الامین الامین کہنے والے دعوی کے بعد نعوذ باللہ ساحر اور کذاب

کہنے لگے (یہ کس دعوی کی بات ہو رہی ہے ۔ براہین کے وقت نہ تو مرزا صاحب نے نبی ہو نے کا دعوی کیا تھا نہ مثیل مسیح ، نہ مسیح موعود، نہ مہدی ہونے کا۔ بہاء) حضرت مرزا صاحب کے دعوی سے پہلے اہل حدیث کے سردار مولوی محمد حسین بٹالوی نے حضرت مرزا صاحب کی نیکی، تقوی، امانت ،علم اور قربانی پر بڑے زور سے گواہی دی ۔حضرت عیسی کی حیات کو مشرکانہ عقیدہ اسی رنگ میں کہا گیا ہے جس میں اہل حدیث حضرات اہل سنت کی پیر پرستی کو مشرکانہ فعل قرار دیتے ہیں حالانکہ پیر پرستی کے باوجود اہل سنت مسلمان ،مسلمان سمجھے جاتے ہیں ۔(یعنی مرزا صاحب اسی طرح کے مشرک تھے جس طرح کے عام پیر پرست لوگ ہوتے ہیں ۔ بہاء)

بطش قدیر گویا غضب قدیر ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تفسیر کبور پر (جو دراصل مجموعہ اغلوطات ہونے کی وجہ سے تحریف قرآن کے لقب سے ملقب ہونے کی حقدار ہے۔ثناء اللہ) سر دست دس تعاقبات کا مجموعہ رسالہ بطش قدیر ہم نے شائع کیا تھا ۔ ہماری نظر میں تو وہ رسالہ علمی حیثیت سے تفسیر کبور کا معمولی جواب تھا مگر قادیانیوں کے دماغوں پر اس کا کچھ ایسا اثر ہوا گویا اس میں غضب قدیر بھرا ہوا ہے ۔ قادیانی پارٹی نے اس کے جواب میں ایک سلسلہ مضمون بظاہر ایک نوجوان کے نام سے شروع کیا ہوا ہے ۔ بغور پڑھ کر ہم اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ دانا لوگوں نے یہ سچ کہا ہے کہ ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے کئی ایک جھوٹ بولنے پڑتے ہیں ۔مثلاً کوئی شخص دو ضرب دو پانچ کا دعوی ثابت کرنا چاہے،تو ایسا کرنے کے لئے وہ اتنے صحیح اصولوں کی تردید کرے گا جن کا شمار نہیں ہو سکتا ۔

مجیب پارٹی جواب دینے میں کچھ ایسی حواس باختہ ہوگئی ہے کہ انہیں کچھ نہیں سوجھتا کہ ہمیں کیا کہنا چاہیے ، یا ہم کیا کہتے ہیں ۔

کتاب مذکور کے صفحہ ۱۵، ۱۶ پر ہم نے کسی تقریب کی بنا پر لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو میری موت کے متعلق جو اشتہار دیا تھا

اس کے مضمون کو مؤلف تفسیر (خلیفہ محمود احمد) نے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء میں اس کو پیش گوئی لکھا ہے۔ مجیب پارٹی اس پر اتنی خفا ہوئی کہ ہماری طرف کذب جیسے فعل قبیح کو منسوب کر دیا۔ یعنی ہم نے بقول ان کے تشحیذ الاذہان کا جھوٹا حوالہ دیا تھا۔ یہ ایسی جرأت ہے کہ آج تک ہمارے کسی اشد مخالف کو بھی ہمارے حق میں ایسا کہنے کا حوصلہ نہیں ہوا۔

ہم تو یہی سمجھے تھے کہ جھوٹا حوالہ دینا خاصہ قادیان ہے جو قرآن وحدیث کے صریح غلط حوالے دینے سے بھی نہیں جھجکتے چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے

یخرج فی آخر الزمان رجال (بالراء) یختلون الدنیا بالدین،

مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کو اپنی غرض فاسد سے رجال کی جگہ دجال لکھا ہے۔ اور دجال سے مراد گروہ اور گروہ سے مراد پادری لوگ بتائے ہیں۔

(دیکھو تحفہ گولڑویہ۔ حاشیہ ص ۴۳)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح قادیانی پارٹی بھی غلط حوالہ دینے سے نہیں بچ سکی جو دراصل تصرف قدرت ہے جس کا ثبوت آگے آتا ہے۔ اس لئے ہم اس الزام کی پرزور تردید کرتے ہیں تاکہ کہیں قادیان کا یہ خاصہ عرض عام نہ ہو جائے۔ پارٹی مذکور کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> مولوی (ثناءاللہ) صاحب نے اپنے اعتراض میں حضرت امیر المومنین (خلیفہ قادیان محمود) کے متعلق لکھا ہے کہ انہوں نے اس فیصلہ کو پیش گوئی لکھا ہے۔ مولوی صاحب کے اس جھوٹ (یہ لفظ یاد رہے اسی پر ساری بحث ہے۔ ثناء اللہ) کو ظاہر کرنے کے لئے میں حضرت امیر المومنین کی عبارت تشحیذ الاذہان میں سے نقل کر دینا مناسب سمجھتا ہوں۔ تاکہ قارئین خود اندازہ لگا لیں کہ مولوی صاحب کہاں تک .... درست کہتے ہیں۔ حضور (مرزا محمود احمد) فرماتے ہیں:
>
> یہ ایک فیصلہ کا طریق تھا جس سے جھوٹے اور سچے میں فرق ہو جائے۔ اور اس کی غرض سوائے اس کے کچھ نہ تھی کہ حق اور باطل میں کچھ ایسا امتیاز پیدا ہو جائے کہ ایک گروہ بنی نوع انسان کا اصل واقعات کی تہ تک پہنچ جائے۔ اور شرافت اور نیکی کا مقتضا یہ تھا کہ مولوی ثناء اللہ اس دعا کو پڑھ کر اپنے

اخبار میں شائع کر دیتا کہ ہاں مجھ کو یہ فیصلہ منظور ہے۔ مگر جیسا کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں۔ اس کو سوائے ہوشیاری اور چالاکی کے اور کسی بات سے تعلق ہی نہیں اور اگر ایسا وہ کرتا تو خداوند تعالیٰ اپنی قدرت دکھلاتا۔ اور ثناء اللہ اپنی تمام گندہ دہانیوں کا مزہ چکھ لیتا

(کوئی ان بھلے آدمی سے پوچھے کہ گندہ دہانی کی سزا ثناء اللہ کی چالاکی سے کیوں رک گئی۔ کیا کبھی ایسا ہوا کہ کوئی شخص کسی نبی کے حق میں گستاخ اور گندہ دہن ہو، لیکن جب اس پر عذاب الٰہی آنے کا موقع آئے تو اس کی چالاکی سے رک جائے۔

نادانو! کہتے ہوئے یہ تو سوچ لیا کرو کہ ملک میں بفضل خدا قرآن و حدیث کے جاننے والے آج بکثرت ملتے ہیں۔ مانا کہ تمہاری بھول بھلیوں میں بعض ناواقف پھنسے ہوئے ہیں مگر الہامی نوشتوں کے واقف اور عقل خداداد کے مالک بھی تو اکثر زندہ ہیں جو تمہاری ان باتوں کو جانچ سکتے ہیں۔ کیا ابوجہل اور ابولہب اپنی چالاکیوں سے عذاب الٰہی کو ٹال سکتے تھے۔ یا فرعون آخری وقت میں اظہار ایمان کر کے عذاب الٰہی سے بچ گیا تھا۔ اوخودغرضو! جب تک مخلوق خدا کو دھوکے میں رکھو گے آخر ایک دن آنے والا ہے جس کی شان میں ہے یوم تبلی السرائر فما له من قوة و لا ناصر (الطارق:۹-۱۰)۔

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیونکر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستین کا

ناظرین باوجود اس سخت کلامی کے جو میاں محمود احمد نے تشحیذ الاذہان کے مرقومہ نمبر میں اٹھائیس صفحات تک اس پیش گوئی کے سلسلہ میں میرے حق میں کی ہے ایک صحیح فقرہ بھی ان کے قلم سے نکل گیا جو دراصل تصرف قدرت ہے۔ اسی پر سارے مقدمے کے فیصلے کا مدار ہے۔ وہ فقرہ وہی ہے جو اسی کتاب کے صفحہ ۵۷ سے ہم نے اسی پرچے میں نقل کیا ہے۔ اسی تصرف قدرت کا اثر گاہے گاہے ظاہر ہوتا ہے جس کے متعلق عربی مثل ہے قضى الرجل على نفسه۔ اس مضمون کا اردو شعر یوں ہے

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں۔ لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا۔)

اور اسے معلوم ہو جاتا کہ ایک ذات پاک ایسی بھی ہے جو جھوٹوں اور سچوں میں فرق کر دکھلاتی ہے اور جو بدی اور بدذاتی کرتا ہے اپنے کئے کی سزا

کو پہنچتا ہے اور شریر اپنی شرارت کی وجہ سے پکڑا جاتا ہے مگر جب کہ برخلاف اسکے اس نے فیصلہ سے بھی انکار کر دیا اور لکھ دیا کہ مجھ کو یہ فیصلہ منظور نہیں تو آج جبکہ حضرت صاحب فوت ہو گئے ہیں، اس کا یہ دعوی کرنا کہ میرے ساتھ مباہلہ کرنیکی وجہ سے فوت ہوئے ہیں اور یہ میری سچائی کی دلیل ہے، کہاں تک سچائی پر مبنی ہے (تشحیذ الاذہان جلد۳ص ۶۔۷) (الفضل ۱۸ نومبر ۱۹۴۱ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ناظرین کرام! مجیب پارٹی کی اس جرأت کو ملحوظ رکھ کر جواب سنیئے۔

قادیان کے رہنے والو! اور ان سے حسن ظن رکھنے والو! ہم پہلے تم لوگوں کو ایک حدیث نبوی سناتے ہیں جس کا مضمون یہ ہے کہ حضورﷺ نے فرمایا کہ جو شخص کسی پر غلط الزام لگائے گا وہ نہیں مرے گا جب تک خود اسی الزام سے ملزم نہ ٹھہرے۔

ناظرین! دیکھئے اس مجیب نے ہم پر جھوٹا حوالہ دینے کا غلط الزام لگایا ہے حالانکہ وہ خود جھوٹ کا مرتکب ہو رہا ہے، مجیب مذکور مرقومہ عبارت کا تشحیذ الاذہان کے صفحہ ۶۔۷ پر حوالہ دیتا ہے۔ اگر وہ دکھا دے، تو ہم اسے ایک روپئے کے لڈو کھلائینگے

اس نزاع کے فیصلے کے لئے ہم قادیان کے اکبر العلماء مولوی سرور شاہ صاحب کو منصف ماننے کو تیار ہیں۔ موصوف گو مرزا صاحب قادیانی کے راسخ العقیدہ مرید ہیں مگر ہمیں ان پر اعتماد ہے۔ پس وہ رسالہ مذکور کا صفحہ ۶۔۷ دیکھ کر عبارت زیر بحث کے متعلق اپنا فیصلہ بھیج دیں۔ اگر ان کا فیصلہ مجیب کے حق میں ہوا، تو ہم انعامی لڈو مولوی عنایت اللہ صاحب امام اہل سنت قادیان کی معرفت بھیج دیں گے۔

اگر منصف مذکور کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوا، تو مجیب پارٹی اپنی کذب بیانی کا اعتراف شائع کرے۔ اب سنئے ہمارے حوالے کا ثبوت۔ ہم نے میاں محمود احمد کی جس کتاب کا حوالہ دیا ہے اس کا صفحہ ۹۷ نکال کر سامنے رکھ لیجئے اس میں صاف لکھا ہے:

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا تعالی نے آپ کو (مرزا کو) اس (ثناء اللہ) کی ہلاکت کی خبر دے دی تو وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہو گئی۔ (رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۹۷ سطر ۷۔۸)

ناظرین کرام! یہ ہے ہمارا حوالہ اور یہ ہے اصل عبارت۔ قانون شہادت میں مدعا علیہ کو گواہ کی صورت میں پیش کرنا جائز لکھا ہے مگر ہم اس سے بڑھ کر یہ جرأت دکھاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو منصف تجویز کرتے ہیں۔ اگر آپ اپنے رسالے کا مرقومہ مقام دیکھ کر ہمارے حوالے کی تردید کر دیں، یعنی لکھ دیں کہ یہ عبارت رسالہ تشحیذ الاذہان کے صفحہ مذکور پر نہیں ہے اور یہ حوالہ دینا مولوی ثناء اللہ کا جھوٹ ہے جیسا کہ مجیب پارٹی کا بیان ہے، تو ہم اس فیصلے کی یادگار میں بھی ایک روپے کے لڈو منشی مہر الدین صاحب قادیانی کی معرفت قادیان بھیج دیں گے۔

ہاں اگر میاں محمود احمد صاحب تسلیم کریں کہ واقعی میری کتاب میں یہ عبارت ہے، تو مجیب پارٹی کے ممبر غور کریں کہ پیش گوئی تو جملہ خبریہ ہوتی ہے۔ اور جملہ خبریہ کے صدق کے لئے وقوعہ ضروری ہے۔ پھر اس پیش گوئی کیلئے کون سا وقوعہ ہوگا جس کی وجہ سے اس کو سچا سمجھا جائے۔

اگرچہ ہم بھی اس پیش گوئی کو سچا ہی سمجھتے ہیں، یعنی ہم مانتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مر جائے گا، بالکل سچی ثابت ہوئی۔ مگر تم لوگ اس کی صحت کو اپنے حق میں مضر سمجھتے ہو، تو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے یہ عقدہ حل کراؤ کہ اس جملہ خبریہ کی حکایت کا محکی عنہ کہاں ہے۔

قادیانی ممبرو!

تم میں کوئی اس حوصلے کا مالک ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) سے اس عقدے کو حل کرا کر ہمیں ان کا تحریری فیصلہ دکھا کر ہم سے انعامی لڈو پائے۔ سنو! ہماری جرأت کا استاد غالب کے شعر سے موازنہ کرو

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۸ ص ۴-۵)

شیعوں کا علیؓ اور قادیان کا نبی

چالیس آدمیوں کے متمنی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۴ جولائی کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ہم نے ایک سلسلہ مضمون شروع کیا تھا جس کی سرخی تھی:

خلیفہ قادیان کو جنگ میں بھیجا جائے تو فتح یقینی ہے۔

کیونکہ بڑے مرزا صاحب قادیانی کا قول ہے کہ:

اگر چالیس مومن مجھے مل جائیں تو میں دنیا کو فتح کرسکتا ہوں۔

(الفضل ۷ مئی ۱۹۳۶ء ص ۸)

مرزا غلام احمد صاحب کے یہ الفاظ نقل کر کے ہم نے ترغیب دی تھی کہ خلیفہ قادیان باپ کی بجائے چالیس آدمی خود لے کر جنگ میں چلے جائیں جس سے گورنمنٹ کی خدمت بھی ہو اور احمدیت کی اشاعت بھی۔ لیکن قادیانی اخباروں نے خواہ مخواہ کی حجتیں نکالنی شروع کر دیں کہ ملکی فتوحات مراد نہیں بلکہ روحانی ہے، جس کا ذکر ۲۵ جولائی کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں کیا گیا۔

آخر ہم نے اہل حدیث ۱۶۔ اگست کے صفحہ ۵ پر مرزا صاحب کی ایک عبارت پیش کی جس کا مطلب یہ تھا کہ آنحضرت ﷺ کو جو بعض فتوحات کی خوش خبری دی گئی وہ حضرت عمرؓ کے زمانہ میں حاصل ہوئیں۔ قادیانی جماعت خلیفہ قادیان کو چونکہ مثل عمر کہتی ہے اس لئے خلیفہ صاحب کو حضرت عمرؓ کی طرح چالیس آدمیوں کو لے کر میدان جنگ میں جانا چاہیے تاکہ آپ مرزا صاحب کی نیابت میں فتح حاصل کریں۔

مگر قادیانی جماعت کو ہمت نہ ہوئی۔ انہوں نے اپنی بزدلی سے یہ تو گوارا کرلیا کہ مخالفوں کو بے شک یہ کہنے کا موقع ملے کہ مرزا صاحب کو چالیس مومن بھی نہ ملے تھے، نہ ان کے بیٹے کو ملے، ورنہ آج ساری دنیا ان کے زیرنگین ہوتی۔

خیر اس قصے کو ہم یہیں چھوڑتے ہیں۔آج ہم اسی قسم کا ایک حوالہ شیعوں کی معتبر کتاب احتجاج طبرسی سے دکھاتے ہیں جو قادیانی دعوی کے بالکل مشابہ ہے۔ کتاب مذکور کے صفحہ ۴۷۔۴۸ پر یہ ذکر ملتا ہے کہ حضرت علیؓ نے فرمایا اگر چالیس باوفا آدمی مجھ کو مل جاتے تو میں بحکم رسالت ان غاصبین کے ساتھ جہاد کرتا۔ یہ روایت بتا رہی ہے کہ حضرت علیؓ کو بمقابلہ صدیق اکبرؓ چالیس اصحاب بھی نہیں ملے تھے۔

یہ دونوں واقعات ہمارے سامنے ہیں۔ ایک کتابی شکل میں دوسرا مشاہدے کی شکل میں۔اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان دونوں صاحبوں کو اپنے اپنے مقصد میں کامیابی نہیں ہوئی۔قادیانی نبی کی بابت کو ہمارا کھلا اعلان ہے

ہزار وعدوں میں گر ایک بھی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

البتہ حضرت علیؓ کی نسبت ہمارا ذاتی عقیدہ یہ نہیں ہے۔ ہاں شیعوں کی روایت پر بنا کر کے کہہ سکتے ہیں کہ انہوں نے خلافت حاصل کرنے میں بڑی کوشش کی۔ یہاں تک کہ فاطمۃ الزہرا خاتون جنت کو حمار پر سوار کر کے انصار کی طرف بھیجا تاکہ اپنے حق میں انصار کی حمایت وتائید حاصل کریں۔ سوائے چار اشخاص کے باقی سب نے آپ کی نصرت سے انکار کر دیا۔چنانچہ یہ مضمون اسی کتاب میں بالفاظ ذیل صاف لکھا ہے

لمّا رأى خذ لان النّاس له و تر كهم نصرته و اجتماع كلمة النّاس مع ابى بكر و طا عتهم له و تعظيمهم له جبس فى بيته

(ص ۴۷) (یعنی جب حضرت علیؓ نے دیکھا کہ لوگوں نے آپ کو حقیر سمجھا اور آپ کی مدد چھوڑ دی اور لوگوں کی رائے ابوبکر کے حق میں ہے اور وہ ان کی اطاعت اور تعظیم پر جمع ہو گئے ہیں تو آپ (خلافت کا دعوی چھوڑ کر) اپنے گھر میں بیٹھ گئے)۔

اب شیعہ دوستوں کے سامنے دو ہی راستے ہیں۔یا تو یہ تسلیم کریں کہ اس قسم کی سب روایات بناوٹی ہیں ان کی کوئی اصل نہیں۔ یا یہ کہیں کہ عام صحابہ کی رائے (پبلک اوپینین) حضرت علیؓ کے حق میں نہ تھی۔

اہل سنت کا یہی دعوی ہے کہ جمہور صحابہ کرام نے حضرت علیؓ کے مقابلہ میں

حضرت ابوبکر کو منتخب کیا۔ یہی معنی اس حدیث کے ہیں جس کے الفاظ طیبہ یہ ہیں

یأبی اللّٰہ و المؤ منو ن الّا ابا بکر

(اللہ تعالیٰ اور مومنوں کو خلافت کے لئے ابوبکر ہی پسند آئیں گے)

حقیقت یہ ہے کہ جو قبولیت حضرت ابوبکر صدیقؓ کو حاصل ہوئی، وہ ان کی خدمات کے لحاظ سے بالکل بجا تھی۔ اور بالکل سچ ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کی خدمات اس شعر کی مصداق تھیں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۶۰ھ ص ۳۔۴)

ثنائی دعوی کا ثبوت اور مرزائی دعوی کا مطالبہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷ نومبر ۱۹۴۱ء میں قادیانی مشن کے نوٹ میں ایک حوالہ لکھا گیا تھا جس سے یہ ثابت کرنا مقصود تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں مثیل مسیح موعود ہوں جس کو کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔

پہلے اس مضمون کو صفحہ ۲ کالم ۵ پر روایت بالمعنی کی شکل میں لکھا گیا، چونکہ یہ روایت بالمعنی تھی اس لئے اس کا حوالہ نہیں دیا گیا۔ اس کے متصل ہی چند سطور نیچے جہاں روایت باللفظ لکھی ہے وہاں ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۰ کا حوالہ دیا گیا ہے۔ اس کے باوجود اخبار پیغام صلح ۸ نومبر میں اس روایت بالمعنی کا حوالہ بڑے زور سے طلب کرتے ہوئے ہم پر بہت کچھ ناراضگی کا اظہار کیا گیا ہے۔ ہم ان دو روایتوں بالمعنی اور باللفظ کو درج ذیل کر کے ناظرین سے انصاف چاہتے ہیں۔

روایت بالمعنی:

(قول مرزا) میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں

نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے (حوالہ ندارد)

روایت باللفظ:

(قول مرزا) یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو۔ میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں۔ میں تو مثیل مسیح ہوں، یعنی حضرت عیسی کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالی نے میری فطرت میں بھی رکھے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۰)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے۔ دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے آپ کو مسیح موعود کا مثیل کہتے ہیں کیونکہ مثیل مسیح موعود مرکب اضافی ہے اور مسیح موعود مرکب توصیفی۔ موعود کے معنی ہیں جس کے آنے کا وعدہ بزبان رسالت ہم کو دیا گیا ہے۔ اور ہر شخص جانتا ہے کہ مضاف، مضاف الیہ کی جگہ نہیں لے سکتا۔ یعنی عبداللہ، اللہ نہیں ہوسکتا، غلام محمد، محمد نہیں ہوسکتا۔ اور غلام احمد، احمد نہیں ہوسکتا۔ اسی لئے مرزا صاحب قادیانی نے ان لوگوں کو کم فہم قرار دیا جنہوں نے ان کو مسیح موعود سمجھا۔ یعنی مضاف کو مضاف الیہ کی جگہ دینے والے بقول مرزا صاحب کم سمجھ ہیں (گو بعد میں خود بھی اس فتوی کے نیچے آگئے)

یہاں تک تو روایت بالمعنی اور روایت باللفظ کی بحث تھی۔ اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ روایت بالمعنی کے مرتکب ہم ہی نہیں ہیں، بلکہ مرزا صاحب کلاں بھی ایسا کرتے تھے۔ پیغامی لیڈر اور قادیانی علماء ذرا غور سے سنیں۔ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

حدیث شریف میں یہ بھی ہے کہ ما زنا زان و ھو مومن و ما سرق سارق و ھو مومن (حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۵)

احمدی ممبرو! اس حدیث کے ان لفظوں کا پتہ دے سکتے ہو کہاں ہیں؟ بتاؤ ورنہ ہمارا مشورہ مانو کہ مرزا صاحب قادیانی نے یہ روایت بالمعنی کی ہے۔

دیکھا! ہم تمہارے کتنے خیر خواہ ہیں۔ ہمیشہ نیک مشورہ دیا کرتے ہیں مگر تم ہو کہ لا تحبّون النّاصحین کے ماتحت عناد کے چشمے سے دیکھتے اور بغض کے کانوں سے سنتے ہو۔ سچ ہے کہ:

مجھ میں ایک عیب بڑا ہے کہ وفادار ہوں میں
ان میں دو وصف ہیں بدخو بھی ہیں خود کام بھی ہیں

ہمارے مضمون کا دوسرا حصہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ :

ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آ جائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آ سکیں (ظاہری نشانوں کی مثال یہ ہے) کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۲۰۰)

لفظ ،کیونکہ، سے لے کر آخر تک ظاہری نشانوں کی مثال ہے ۔ اس لئے ہم نے بھی اہل حدیث ۷ نومبر میں صفحہ ۵ پر ظاہری نشانوں میں سے ایک نشان صاحب حکومت ہونا لکھا تھا۔ حقیقت میں یہی ایک نشان فیصلہ کن ہے اس کی فرع یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے دعوی میں سچے نہ تھے کیونکہ آپ باسیاست مسیح نہ تھے ۔ اس کے جواب میں پیغام صلح لاہور کس دلیری سے لکھتا ہے :

پیش گوئیوں کے ظاہری معنی سے صرف ظاہری شان اور غلبہ مراد ہے۔

(پیغام صلح مذکور۔ص ۴ کالم ۳)

معلوم نہیں اس ظاہری غلبہ سے اڈیٹر صاحب پیغام صلح کی مراد کیا ہے ۔ اگر وہی ہے جس کو مرزا صاحب قادیانی نے بادشاہت اور حکومت سے تعبیر کیا ہے تو فھو المراد اگر اس کے سوا کچھ اور مراد ہے تو کہا جائے گا :

من چہ مے گویم وطنبورہ من چہ گوید

بہرحال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مرقومہ بالا عبارات سے مندرجہ ذیل دو امر ثابت ہوتے ہیں ۔

۱۔ مرزا صاحب قادیانی اپنے مسیح موعود ہونے کا انکار کرتے ہیں ۔

۲۔ کسی وقت باحکومت مسیح موعود آنے کا امکان تسلیم کرتے ہیں ۔

اب ہم اتباع مرزا قادیانی کے سامنے ایک علمی اصول صحة المجاز استحالة الحقيقة پیش کر کے دیانت اور راستی کا واسطہ دے کر پوچھتے ہیں کہ شیر قالین شیر نیستان کا مصداق ہوتا ہے۔

نوٹ ۔ ہم نے جس عبارت کو روایت بالمعنی کہا ہے پیغام صلح نے اس پر اس

لئے اعتراض کیا ہے کہ وہ عبارت ممتاز شکل میں بصورت منقولہ لکھی گئی۔اس کا جواب یہ ہے کہ باوجود عبارت منقولہ شکل میں ہونے کے عبارت بالمعنی ہی ہے کیونکہ حوالہ نہیں لکھا گیا اور ہمارا دستور ہے کہ ہم منقولہ عبارت کا حوالہ ضرور لکھا کرتے ہیں۔

بحمد اللہ ہم پیغام صلح کے تقاضا سے فارغ ہو چکے اب ہم ان سے ایک مطالبہ کرتے ہیں۔ ذرا ہوشیار ہو کر سنیں اور غور سے جواب دیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

صاحب تفسیر ثنائی لکھتا ہے کہ ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص ہے اور اس کی درایت پر محدثین کو اعتراض ہے۔ ابو ہریرہ میں نقل کرنے کا مادہ تھا اور درائت اور فہم سے بہت ہی کم حصہ رکھتا تھا (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۲۳۴)

بتایئے تفسیر ثنائی کی کس جلد اور کس صفحے پر یہ مضمون لکھا ہے۔ اگر بتائیں گے تو ایک سیر لڈو انعام بھی پالیں گے۔ یادرکھئے

سنے ہوں گے چمن میں سینکڑوں نالے ہزاروں کے
کلیجہ تھام لو اب دل جلے فریاد کرتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۸ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۸ ص ۵۔۷)

مرزا صاحب کی یادگار

پیغام صلح کی ترمیم مع اضافہ منظور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے ایک گذشتہ شمارے میں لکھا تھا کہ مولوی محمد علی اور میاں محمود احمد صاحبان اپنے خطبوں میں بزرگوں کی یادگار کا ذکر کرتے ہیں مگر اپنے بزرگ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی یادگار کا ذکر نہیں کرتے۔ انہیں چاہیے کہ مرزا صاحب قادیانی کی یادگار قائم رکھنے کے لئے ایک مینار بنائیں اور اس

پر آخری فیصلہ کے اشتہار کا مضمون نہایت خوش خط لکھوائیں۔

لاہوری اخبار پیغام صلح ۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء نے ہماری تجویز منظور کرتے ہوئے اس امر کا اضافہ کیا ہے کہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء کی عبارت بھی اسکے ساتھ لکھوائی جائے جسکے الفاظ یہ ہیں:

خدا تعالی جھوٹے دغاباز مفسد نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ یہ بات ہمیں بھی منظور ہے بشرطیکہ مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کے الفاظ جو ان دنوں قادیان میں رہتے تھے، درج کئے جائیں جو یہ ہیں:

ہم تو اس بات کو اب بھی مانتے ہیں کہ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) صاحب کی بددعا اس (ثناء اللہ) کے حق میں منظور ہوئی اور وہ اس کا نتیجہ بھی انشاء اللہ دیکھ لے گا۔ (ریویو آف ریلی جنز بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۲۹۸)

دونوں گدی نشینوں (مولوی محمد علی صاحب اور میاں محمود احمد صاحب قادیانی) کے الفاظ بھی اہل حدیث کے الفاظ کے ساتھ ہی درج ہوں۔ میاں محمود احمد کے الفاظ یہ ہیں:

مرزا صاحب نے ثناء اللہ کی نسبت ہلاکت کی دعا کی اور خدا تعالی نے مرزا صاحب کو ثناء اللہ کی ہلاکت کی خبر دی اور وہ ایک وعید کی پیش گوئی ہوگئی۔

(تشحیذ الاذہان۔ جون جولائی ۱۹۰۸ء ص ۷۹)

اب ہمارا اور پیغام صلح لاہور کا اتفاق ہوگیا کہ مینار بننا چاہیے اور یہ چاروں عبارتیں اس پر لکھ دینی چاہییں تاکہ پچھلی نسلوں کو صحیح علم ہو سکے۔ کیا وہ ایسا کریں گے، غالباً نہیں۔ کیوں

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنوں دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۹ ص ۴۔۵)

(جس قادیانی مضمون کی طرف مولانا ثناء اللہ نے اشارہ فرمایا ہے وہ پیغام صلح لاہور ۱۷ نومبر ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۴ پر بایں الفاظ شائع ہوا تھا

مولوی ثناءاللہ کی یادگار

مولوی ثناءاللہ کی تجویز ہے کہ:

ہر سال ۲۶ مئی کو لاہور اور قادیان میں بہت بڑے جلسے کیے جائیں جن میں حضرت مرزا صاحب کی دعا آخری فیصلہ پڑھ کر سنائی جائے کہ، دیکھو یہ بزرگ کیسے مستجاب الدعوات تھے ان کی یہ دعا کیسی حرف بحرف پوری ہوئی۔،

۲۔ بلکہ اگر ہمت ہو تو لاہور کے جس مکان میں مرزا صاحب نے انتقال فرمایا اسی مقام پر ایک بلند منارہ بنایا جائے جس کے اردگرد قطب صاحب کی لاٹ کی طرح آخری فیصلے کا اشتہار کندہ کیا جائے۔،

دونوں تجاویز کی ہم بصدق دل تائید کرتے ہیں اس قدر بڑھانا چاہتے ہیں کہ جلسوں میں آخری فیصلہ کی دعائے مباہلہ ( ) پڑھ کر سنانے کے بعد سامعین کو یہ بھی بتا دیا جایا کرے اور یہی الفاظ منارہ پر آخری فیصلہ کا اشتہار نقل کرنے کے بعد کندہ کردیئے جائیں کہ:

مولوی ثناءاللہ نے اس اشتہار کے جواب میں یہ لکھا کہ:

یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اسے منظور کرسکتا ہے۔،

خدا تعالیٰ جھوٹے دغاباز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تاکہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کرلیں (اہل حدیث ۲۶۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

سو خدا نے مولوی (ثناءاللہ) صاحب کی سن لی اور انہیں لمبی عمر دے کر بتا دیا کہ:

جھوٹا دغاباز مفسد اور نافرمان کون ہے؟،

امید ہے مولوی صاحب اس کو پسند کریں گے۔ یہ ان کی ایسی یادگار دنیا میں رہ جائے گی جس سے آنے والی نسلیں بہت کچھ سامان عبرت حاصل کرسکتی ہیں)۔

عمر مرزا

قاری عبدالعزیز مدرس مدرسہ اشاعت العلوم بریلی لکھتے ہیں:

یادش بخیر! مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کے نئے وکیل مصنف احمدیہ پاکٹ بک نے جو تحقیقات ارقام فرمائی ہیں وہ پاکٹ بک دیکھنے والوں پر مخفی نہیں۔

جناب مصنف صاحب نے میرزا صاحب قادیانی پر سے اعتراضات دفعہ کرنے کی کوشش کیا فرمائی ہے حقائق شناس اصحاب کیلئے اچھا خاصہ تفریح کا سامان پیدا کر دیا۔ ایک الزام تاویل کر کرا کے دفعہ کر دیا تو دوسرا الزام قوی ہو گیا۔ ایک گھر بنایا تو نادانستگی سے دوسرا اجاڑ دیا۔ پھر تعجب یہ ہے کہ مرزائی اصحاب استار عنکبوت کو حصن حصین تصور فرمائے ہوئے ہیں۔ دلائل کی اور حوالجات کی لمبی فہرست دیکھ کر بغلیں بجاتے ہیں۔ اگرچہ محمدیہ پاکٹ بک کا مصنف (خدا تعالیٰ اسے جزائے خیر عطا فرمائے) ان سب کے جوابات سے فراغت حاصل کر چکا ہے مگر تاہم احقر ناظرین کی ضیافت طبع کے لئے خادم صاحب مصنف احمدیہ پاکٹ بک کی کوششوں کے چند نمونے پیش کرتا ہوں۔ خدا چاہے ساری پاکٹ بک کی حقیقت اور مرزائیت کی اصلیت انہی چند امور سے واضح ہو جائے گی۔ مصنف پاکٹ بک جناب خادم صاحب نے اگر اس پر کچھ توجہ فرمائی تو ہم اور نمونے پیش خدمت کریں گے۔

نمونہ پیش کرنے سے پہلے ناظرین مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کا تحریر کردہ یہ اصول سامنے رکھ لیں تو خود مرزائی مشعل کی روشنی میں پاکٹ بک کی حقیقت واضح سے واضح تر ہو جائے گی وہ اصول یہ ہے:

جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ص ۲۲۲)

اب جناب خادم صاحب قادیانینے جو جو کارروائیاں کی ہیں وہ اس مضمون میں نمونۃً عرض کی گئی ہیں اسے دیکھ کر ناظرین انصاف کریں کہ یہ جھوٹ ہوا یا نہیں۔ اگر ہوا تو بقول مرزا صاحب قادیانی ان کی دوسری باتوں کا اعتبار نہ رہا تو ساری پاکٹ بک جھوٹی ہو گئی۔

اب اس اصول کو پیش نظر رکھئے اور پاکٹ بک مرزائیہ کا صفحہ ۷ اڈیڈیشن سوم نکالئے تو یہ عبارت ملے گی:

تیری عمر اسّی (۸۰) برس یا اس کے قریب ہو گی۔ حضور فرماتے ہیں جو الفاظ وحی عمر کے متعلق ہیں وہ چوہتر اور چھیاسی سال کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص ۹۷ حاشیہ)

خادم صاحب قادیانی پھر فرماتے ہیں:

پھر حضور کو الہام ہوا۔ اسی (۸۰) یا اس سے پانچ چار زیادہ یا پانچ چار کم۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۹۶)۔ (احمدیہ پاکٹ بک ص ۷۲۲)

مصنف صاحب پھر یوں گہرافشاں ہوتے ہیں:

چنانچہ اس پیش گوئی کے مطابق حضرت مسیح موعود ساڑھے پچھتر سال کی عمر میں فوت ہوئے۔ (احمدیہ پاکٹ بک ص ۷۲۳)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مخالفین نے یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب اپنی پیش کردہ الہامی عمر سے پہلے فوت ہو گئے اور ان کے دوسرے الہاموں کی طرح یہ الہام بھی غلط ثابت ہوا اس کے جواب میں خادم صاحب نے پاکٹ بک صفحہ ۷۲۲ سے ۷۳۳ تک سیاہ کر دی اور حساب وغیرہ لگا کر یہ ثابت کیا کہ مرزا جی اپنی الہامی عمر کے مطابق فوت ہوئے۔

خلاصہ حساب اس طرح لگایا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۹۹ سے ثابت ہے کہ مرزا صاحب پر ۱۲۹۰ھ میں سلسلہ وحی والہام ہوا اور اس وقت مرزا صاحب قادیانی کی عمران کی کتاب تریاق القلوب کے صفحہ ۸۶ کے مطابق چالیس برس کی تھی تو معلوم ہوا کہ ۱۲۹۰ ے میں عمر چالیس سال تھی تو اب ۱۲۹۰ میں سے چالیس کم کر دینے سے ۱۲۵۰ ہوتے ہیں۔ تو ثابت ہوا کہ سنہ پیدائش مرزا جی ۱۲۵۰ھ ہے اور وفات ۱۳۲۶ھ میں ہوئی تو بحذف کسر ۷۶ سال ہوئی۔ تاریخ ولادت ۱۴ شوال ۱۲۵۰ اور تاریخ وفات ۲۴ ربیع الثانی ۱۳۲۶ ہے تو کل عمر پچھتر سال ۶ ماہ دس دن ہوئی۔

یہ خلاصہ ہے تحقیقات خادم صاحب کا۔ ملاحظہ ہو پاکٹ بک صفحہ ۷۲۶

اور لطف یہ کہ اس حساب پر بڑا ناز ہے اور اس تحقیقات کو قطعیات اور یقینیات سے تصور فرما رہے ہیں۔ صفحہ ۷۲۶ سطر ۱۵ میں فرماتے ہیں

غرضیکہ مندرجہ بالا تحقیق کی رو سے قطعی اور یقینی طور پر معلوم ہو گیا۔

ناظرین اس خلاصہ تحقیقات کو یاد رکھیں اور دوسرا رخ ملاحظہ فرمائیں

مصنف محمدیہ پاکٹ بک نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آیت

تقول پر استدلال لکھا تھا کہ یہ آیت مدعیان نبوت کے لئے ہے، مگر مرزا صاحب نے دعوی نبوت تو ۱۹۰۱ء میں کیا ہے (احمدیہ پاکٹ بک۔ص ۴۹۹) اس اعتراض کا حاصل یہ ہے کہ اگر بقول مرزا صاحب مدعی نبوت ومفتری علی اللہ آیت تقول کی رو سے ۲۳ سال کی طویل زندگی نہیں پا سکتا اور اس آیت سے مرزا صاحب کا اپنی حقانیت پر استدلال درست ہے تو مرزا صاحب قادیانی نے دعوی نبوت ۱۹۰۱ء میں کیا اور ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے تو ۲۳ سال کب مہلت ملی بلکہ تقریباً ساڑھے سات سال یا سات سال کی مہلت ملی لہذا مرزا صاحب کا مفتری ہونا خود ان کے استدلال کی بنا پر بھی ثابت ہو گیا

اس اعتراض کا جواب دے کر خادم صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

پس حضور کو دعوی نبوت والہام ووحی کے بعد تیس برس کے قریب مہلت ملی جو آپ کی صداقت کی بین دلیل ہے (احمدیہ پاکٹ بک۔ص ۵۰۱)

اور یہ کہ مرزا صاحب قادیانی نے براہین میں دعوی نبوت کیا ہے اور براہین کے زمانہ میں بھی ہمارے عقیدہ میں حضور نبی تھے اور براہین کے بعد قریباً تیس سال تک مرزا صاحب زندہ رہے۔ ملاحظہ ہو ان کی پاکٹ بک صفحہ ۴۹۹

یہ ہے خادم صاحب قادیانی کا جواب محمدیہ پاکٹ بک کے ردّ میں۔ اب ہمیں دیکھنا ہے کہ آیا واقعی مرزا غلام احمد صاحب دعوی الہام، و وحی کے بعد... تیس سال کے قریب زندہ رہے۔

وحی الہام مرزا جی پر ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا چنانچہ خادم صاحب پاکٹ بک صفحہ ۲۶۷ پر فرماتے ہیں:

ٹھیک ۱۲۹۰ھ میں حضرت مسیح موعود پر سلسلہ وحی والہام شروع ہوا

تو ۱۲۹۰ھ میں وحی والہام شروع ہونے کے بعد ۱۳۲۶ھ میں انتقال ہوا تو مرزا جی ۳۶ سال بعد دعوی نبوت ووحی والہام کے زندہ رہے، نہ کہ حسب ارشاد خادم صاحب قریباً تیس سال۔ تو خادم صاحب کی یہ تحقیق غلط کہ قریباً تیس سال زندہ رہے اور اگر یہ تحقیق درست مانی جائے کہ براہین میں دعوی نبوت الہام وحی کے بعد قریباً تیس سال زندہ رہے تو ۱۲۹۰ھ میں وحی کے شروع ہونے کا قصہ غلط۔

اور اگر مرزا صاحب قادیانی واقعی دعوی نبوت والہام کے بعد قریباً تیس

سال زندہ رہے، تو ان کا سن وفات ۱۳۲۰ھ ہونا چاہیے نہ کہ ۱۳۲۶ھ کیونکہ ۱۲۹۰ھ سن ہے دعوی کا اور تیس سال بعد دعوی کے زندہ رہے تو ۱۳۲۰ھ سنہ وفات ہونا چاہیے۔

اور اگر یہ صحیح ہے کہ چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی اور وحی شروع ہوئی (جیسا کہ ہر مامور کے لئے سنت الہیہ ہے) تو پھر عمر مرزا صاحب قادیانی کی ستر برس ہونا چاہیے کیونکہ چالیس برس کی عمر میں نبوت ملی اور تیس برس بعد دعوی نبوت کے زندہ رہے تو کل عمر ۷۰ برس ہوئی۔ ، خلاصہ یہ کہ

۱۔ اگر یہ صحیح ہے کہ الہام ووحی ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا اور وفات ۱۳۲۶ھ میں تو بعد دعوی کے ۳۶ سال زندہ رہے نہ کہ قریباً تیس سال۔

۲۔ اگر یہ صحیح ہے کہ براہین احمدیہ کے زمانہ میں بھی نبی تھے تو یہ غلط ہے کہ الہام ووحی ۱۲۹۰ھ میں شروع ہوا۔

۳۔ اور اگر بعد دعوی نبوت کے قریب ۳۰ سال کے زندہ رہے تو عمر ستر برس ہونا چاہیے ۔ جو الہامی عمر سے کئی سال کم ہے، تو پچھتر سال کی عمر ہونا غلط اور عمر والا الہام جھوٹا۔

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: قادیانی جماعت کا اصول بھی عجیب ہے۔ اپنے مطلب کیلئے قرآن کو بھی لیتے ہیں اور حدیث کو بھی بلکہ اقوال مرزا اور اپنے صدیق اکبر (خلیفہ اول حکیم نور الدین) کے اقوال کو بھی سر پر رکھ لیتے ہیں۔ مگر جہاں مطلب بگڑتا ہو وہاں سب کچھ چھوڑنے میں بھی تامل نہیں کرتے۔ مرزا صاحب کی عمر کا فیصلہ خود مرزا صاحب اور خلیفہ اول قادیان (جن کو صدیق اکبر کہا جاتا ہے) کا کیا ہوا موجود ہے

دھرمپال کے رسالہ ترک اسلام کے جواب میں حکیم نور الدین صاحب نے ایک رسالہ نور الدین لکھا تھا۔ اس کے صفحہ ۹۰۔۹۱ پر مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش سن وار مفصل خود مرزا صاحب قادیانی کے قول سے لکھی ہے اور قریباً دو صفحوں پر ان کی عمر کا حساب لگایا گیا ہے۔ ۱۹۰۸ء میں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے انتقال کا سنہ ہے مرزا صاحب قادیانی کی عمر انہتر سال (۶۹) بتائی ہے۔

حکیم نور الدین صاحب کی یہ تحریر، وفات مرزا قادیانی سے پہلے کی ہے جس وقت ان لوگوں کو خیال نہ تھا کہ آئندہ کیا مصیبت ہم پر نازل ہوگی۔

جب آپ کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا پھر وہی باتیں بنانے لگے جو خادم کی

عبارات میں نامہ نگار صاحب نے نقل کی ہیں۔اس پر ہمیں عرب کی ایک بڑھیا عورت کا قصہ یاد آگیا جو سر کے سفید بالوں کے لئے وسمہ لینے جارہی تھی۔کسی شاعر نے اس سے پوچھا بڑی بی! کہاں جارہی ہو۔اس نے جواب دیا کہ سر کے سفید بالوں کے لئے وسمہ لینے جارہی ہوں۔شاعر نے فی البدیہہ کہا

تروح الی العطار تبغی شبابها
لن یصلح العطار ما افسده الدهر

بڑھیا عطار سے جوانی (سیاہ بال) لینے جارہی ہے جس کو زمانے نے خراب کر دیا ہو عطار اس کو کیسے اچھا کرے گا

یہی حال قادیانیوں کا ہے سچ ہے: مرتا کیا نہیں کرتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۵ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۹ ص ۵۔۷)

مرزائیت سے توبہ

خاکسار عنایت اللہ ولد الہ دین سکنہ اوڑ ضلع جالندھر کا عرصہ چار سال سے مرزائیوں کے دھوکے میں آکر ایمان کھو چکا تھا اب اللہ کے فضل وکرم اور عبد الرحمٰن ولد حاجی عبد اللہ کی تبلیغی کوشش سے واپس ایمان لاکر فرقہ مرزائیہ سے توبہ کرتا ہوں احباب بھی دعا کریں کہ اللہ تعالی استقامت بخشے۔آمین ثم آمین، خلیفہ قادیان کو چاہیے کہ میری بیعت منسوخ سمجھ کر اپنے دفتر بیعت سے میرا نام خارج کر دیں۔

العبد عنایت اللہ بقلم خود

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵۰۔ص ۲)

بلی اور چوہا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کہتے ہیں بلی کبھی کبھی چوہے کو منہ میں پکڑ کر چھوڑتی ہے جب وہ دو چار قدم چلتا ہے، پھر پکڑتی ہے۔پھر چھوڑ دیتی ہے، آخر کار کھا جاتی ہے۔

ہم بھی کبھی کبھی جماعت مرزائیہ سے تفریح کرتے ہیں۔جسکی صورت یہ ہوتی

ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی کتابوں سے کچھ الفاظ نقل کرتے ہیں کچھ چھوڑ جاتے ہیں، جو ایک ہی صفحہ پر ہوتے ہیں۔ اس پر مرزائی اڈیٹر خوب اچھلتے اور کودتے ہیں۔ ہمیں برا بھلا کہہ کر جی خوش کر لیتے ہیں، دیکھو اہل حدیث کی بے ایمانی دیکھو، اس کی ڈھٹائی۔ آجکا نوٹ اسی تفریح کی ایک مثال ہے جسکا ذکر اوپر ہوا ہے ناظرین کی یاد دہانی کیلئے ہم پچھلا حوالہ دیتے ہیں۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۷ نومبر ۱۹۴۱ء میں یہ ذکر ہوا تھا کہ مرزا صاحب کہتے ہیں میں مثیل مسیح موعود ہوں جسے کم فہم لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا۔

اخبار پیغام صلح لاہور نے اس کا حوالہ طلب کیا تو ہم نے ۲۸ نومبر کے اہل حدیث میں مفصل حوالہ لکھا، بغرض تفریح اس حوالہ میں سے ایک لفظ مخفی رکھا گیا جو مرزا صاحب قادیانی کی کتاب ازالہ اوہام کے اسی صفحہ پر مرقوم ہے لیکن پیغام صلح کو بحکم علی ابصارھم غشاوۃ یہ لفظ نظر نہ آیا۔ اس ساری بحث کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں اپنے مسیح موعود ہونے سے انکار کیا اور اپنا دعوی فقط مثیل مسیح موعود قرار دیا ہے اور مرزا صاحب کو مسیح موعود ماننا کم سمجھوں کا فعل بتایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے صفحہ ۱۹۰ پر اپنے لئے دو مرتبہ مثیل کا لفظ لکھا ہے۔ ایک دفعہ تو اس کو موعود کا مضاف بنایا ہے یعنی مثیل موعود لکھا ہے دوسری مرتبہ مسیح کا مضاف بنایا ہے یعنی لکھا ہے میں مثیل مسیح ہوں۔ دونوں عبارتیں ایک ہی صفحہ پر قریب قریب مرقوم ہیں۔ ہم نے ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء کے پرچے میں دوسری عبارت نقل کی تھی اور پہلی کو بغرض تفریح موش چھوڑ دیا تھا۔ اس پر پیغام صلح آپے سے باہر ہو کر غضب ناک لہجے میں لکھتا ہے:

> (اہل حدیث کی) اس ڈھٹائی کی بھی کوئی انتہاء ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ مولوی صاحب نے یہ نقل کئے ہیں کہ،
>
> میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں اور اس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا مثیل ہوں، مثیل مسیح، اور مسیح موعود کا مثیل، ایسے الفاظ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی اور

ادنی سمجھ کا انسان بھی ان کے معانی اور مفہوم کا فرق نہ سمجھ سکتا ہو۔
باوجود اس کے مولوی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو متفق المعنی قرار دے رہے ہیں اور پھر خود ہی، مسیح موعود، اور مثیل مسیح موعود، میں مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کا فرق بیان کر کے حضرت صاحب کو مسیح موعود ماننے والوں کو کم فہم بتانے لگ گئے کیا اس تعریف و تلبیس اور اس دیدہ دلیری کی کوئی مثال دنیا میں مل سکتی ہے؟ (پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء ص ۴)

پیغام صلح لاہور کی اس خفگی پر ہم اسی طرح ہنستے ہیں جس طرح بلی چوہے کے فرار پر ہنستی ہے، آخر اسے ہڑپ کر جاتی ہے۔ پس سنئے وہ لفظ جسکو آپ تلاش کر تے ہیں... مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز نے جو مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۰)

دوسری عبارت کے الفاظ یہ ہیں کہ میں مثیل مسیح ہوں اہل علم کے لئے قابل غور بات یہ ہے کہ پہلی عبارت میں موعود کا لفظ جو مضاف الیہ ہے وہ دراصل صفت کا صیغہ ہے اس کا موصوف کون ہے یقیناً مسیح کا لفظ ہے جو دوسری عبارت میں مرقوم ہے پس پہلی عبارت کے معنی دوسری کو ملا کے یہ ہوتے ہیں کہ اس عاجز نے جو مثیل مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے کم فہم لوگ اس کو مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔

اب بتایئے اہل حدیث نے کیا غلطی کی۔ یہی نا کہ ایک صفحہ کی عبارت میں سے ایک لفظ نقل نہیں کیا جو بالکل واضح تھا، وہ بھی اسی لئے کہ چوہا خوشی میں ذرہ حرکت کر لے پھر خود بخود پکڑا جائے گا۔

چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ اب تو پیغام صلح کی شکایت رفع ہو گئی دونوں عبارتوں کا مطلب صاف واضح ہو گیا کہ مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود ماننے والے بقول مرزا صاحب کم فہم اور نادان ہیں۔

رہا یہ کہ پیغام صلح لاہور، اہل حدیث امرتسر کو ڈھٹائی کا مرتکب بتاتا ہے ہم اس کے جواب میں ڈھٹائی کو اسکی طرف منسوب نہیں کرتے کیونکہ ہم ڈھٹائی کو پیغام صلح کی طرف منسوب کرنے میں ڈھٹائی کے لفظ کی توہین سمجھتے ہیں کیونکہ پیغام صلح اور

اسکے ہم نوا ایک ایسے بزرگ کے پیرو ہیں جن پر یہ مصرع صادق آتا ہے

انت جميل الو جه مستحسن الكذ ب

نوٹ : ہم نے اعیان مرزائیہ سے مرزا صاحب قادیانی کے دوحوالوں کا ثبوت مانگا تھا۔ دونوں اخبار (قادیانی اورلاہوری) جواب دینے سے خاموش رہے۔اگر جرأت ہےتو ان کا ثبوت دیں، ورنہ ہمیں اجازت دیں کہ ہم ڈھٹائی کے لفظ سے بڑھ کر کوئی اورلفظ ان کی شان کے مطابق تجویز کریں۔

ایک حوالہ یہ تھا کہ تفسیر ثنائی میں ہم نے ابوہریرہؓ کوکم فہم لکھاہے۔

دوسرا حوالہ مطلوبہ یہ تھا کہ مرزا صاحب نے ما زنی زانٍ و هومومن کوحدیث قراردیاہے۔ یہ حدیث کہاں ہے۔

ان دونوں کا ثبوت دیجئے ورنہ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کےحق میں یہ شعر پڑھیں

كانت مواعيد عرقوب لها مثلاً

و ما مواعيدها الا الاباطيل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۲ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۵۰۔ص ۴۔۵)

پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۴۱ء کے صفحہ ۴ پر شائع ہونے والے جس مضمون کا جواب مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے دیا ہے وہ مضمون یوں ہے:

مولوی ثناءاللہ کی روایت بالمعنی

پیغام صلح ۸ نومبر ۱۹۴۱ء میں ہم نے مولوی ثناءاللہ صاحب امرتسری کی ایک غلط بیانی کا ذکر کرتے ہوئے یہ بتایا تھا کہ انہوں نے اہل حدیث ۱۷ نومبر میں ازالہ اوہام کے حوالہ سے حضرت مسیح موعود کی طرف ایسی بات منسوب کی ہے جو آپ نے ہرگزنہیں لکھی یعنی یہ کہ:

میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی ہے کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے۔،

یہ الفاظ مولوی ثناءاللہ صاحب نے ایسے طریق سے علیحدہ نقل کئے تھے کہ پڑھنے والا اس کو

حضرت مرزا صاحب کے اپنے الفاظ سمجھے بغیر نہیں رہ سکتا۔ اسی لئے ہم نے یہ مطالبہ کیا تھا کہ ازالہ اوہام کے جس صفحہ سے یہ الفاظ مولوی صاحب نے نقل کئے ہیں اس کا حوالہ دیا جائے۔ ورنہ وہ اقرار کریں کہ ان الفاظ کو حضرت مرزا صاحب کی طرف منسوب کرنے میں انہوں نے غلط بیانی سے کام لیا ہے۔،

لیکن چودھویں صدی کے مولوی سے یہ امید کرنا کہ وہ اپنی غلطی کو مان لے ایسا ہی ہے جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے گزارنے کی کوشش کرنا۔ چنانچہ ۲۸ نومبر ۱۹۴۱ء کے اہل حدیث میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس روایت کو روایت بالمعنی قرار دے کر اپنا پیچھا چھڑانا چاہا ہے یعنی یہ تو اعتراف کر لیا ہے کہ یہ حضرت صاحب کے اپنے الفاظ نہیں ہیں لیکن اس بات پر انہیں اصرار ہے کہ یہ ان کی عبارت کا مفہوم ہے جو روایت بالمعنی کے طور پر لکھا گیا ہے۔

ہمیں خوشی ہوتی اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اس بیان میں ہی صحت وسچائی کا کوئی شائبہ ہوتا لیکن قارئین کرام یہ دیکھ کر حیران ہوں گے کہ اس روایت بالمعنی کی تائید میں حضرت مسیح موعود کے جو الفاظ مولوی صاحب نے خود نقل کئے ہیں انہیں اس معنی ومفہوم کے ساتھ دور کا بھی تعلق نہیں جو منقولہ بالا الفاظ میں مولوی صاحب نے بیان کیا ہے۔ ذیل میں ہم مولوی صاحب کی روایت بالمعنی، اوران کی اپنی نقل کردہ روایت باللفظ لکھتے ہیں اوراس بات کا انصاف قارئین کرام پر چھوڑتے ہیں کہ جس بات کو مولوی صاحب نے روایت بالمعنی قرار دیا ہے وہ یہودیانہ تحریف وتلبیس کا صحیح نمونہ ہے یا نہیں۔

مولوی صاحب کی روایت بالمعنی

(قول مرزا) میرا دعوی ہے کہ میں مسیح موعود کا مثیل ہوں جس کو کم سمجھ لوگوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے یعنی مجھ کو اس حدیث کا مصداق قرار دینا جو مسیح موعود کے متعلق وارد ہوئی کم فہم اور نادان لوگوں کا کام ہے (حوالہ ندارد)

مولوی صاحب کی روایت باللفظ

(قول مرزا) یہ کوئی نیا دعوی نہیں جو آج ہی میرے منہ سے سنا گیا ہو میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں یعنی حضرت عیسی علیہ السلام کے بعض روحانی خواص اور عادات اور اخلاق وغیرہ خدا تعالی نے میری فطرت میں رکھے ہیں۔ (ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۹۰)۔

ان دونوں عبارات کو یک جا لکھ کر مولوی صاحب اپنے ناظرین کو یوں خطاب کرتے ہیں:

ناظراین کرام! ملاحظہ فرمائیں لکہ دونوں عبارتوں میں کچھ فرق ہے۔ دونوں متفق ہیں کہ مرزا صاحب اپنے آپ کو مسیح موعود کا مثیل کہتے ہیں۔

چہ دلاوراست دزدے کہ بکف چراغ دارد۔ اس ھٹائی کی بھی کوئی انتہاء ہے کہ حضرت مسیح موعود کے الفاظ مولوی صاحب نے یہ نقل کئے ہیں کہ میں نے یہ دعوی ہرگز نہیں کیا کہ میں مسیح ابن مریم ہوں میں تو مثیل مسیح ہوں۔ اوراس کے معنی یہ بیان کرتے ہیں کہ مسیح موعود کا مثیل ہوں۔مثیل مسیح ، اور مسیح موعود کا مثیل ، ایسے الفاظ نہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی اور ادنی سمجھ کا انسان بھی ان کے معانی اور مفہوم کا فرق نہ سمجھ سکتا ہو باوجوداس کے مولوی صاحب کی ڈھٹائی ملاحظہ ہو کہ دونوں کو متفق المعنی قرار دے رہے ہیں اور پھر خود ہی ، مسیح موعود، اور مثیل مسیح موعود، میں مرکب توصیفی اور مرکب اضافی کا فرق بیان کر کے حضرت صاحب کو مسیح موعود ماننے والوں کو کم فہم بتانے لگ گئے۔ کیا اس تحریف وتلبیس اوراس دیدہ دلیری کی کوئی مثال دنیا میں مل سکتی ہے)۔

محمد علی لاہوری اور محمود احمد قادیانی کا مباحثہ

اور ابوالوفا ثناء اللہ کی مداخلت بجا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین آگاہ ہوں گے کہ اتباع مرزا صاحب قادیانی میں مرزا صاحب کی نبوت کے متعلق عرصہ سے اختلاف چلا آ رہا ہے۔ فریقین کی تحریریں شائع ہوتی رہتی ہیں مگر اس دفعہ جلسہ سالانہ سے پہلے ہی مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے قادیانی خلیفہ (مرزامحموداحمد) کو مباحثہ کی دعوت دی ہے جس کیلئے اونہی کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

جلسہ سالانہ پر دعوت مناظرہ:

میں (محمد علی لاہوری) نے بہت چاہا ہے، سالہا سال سے خواہش کر رہا ہوں اور بارہا میاں محمود احمد صاحب سے کہہ چکا ہوں کہ یہ جو دن رات تو تو میں

میں ہو رہی ہے، کیوں نہیں کھلے طور پر میدان میں آکر اپنے دلائل پیش کرتے اور میرے دلائل اپنی جماعت کو سننے دیتے ...

میں نے یہ بھی لکھا ہے کہ اگر وہ میری باتوں کو سننا اور اپنی جماعت کو سنانا پسند نہیں کرتے تو ہمارے ہی جلسہ پر لاہور تشریف لے آئیں۔ جلسہ میں آکر مسئلہ نبوت اور کفر اسلام پر ایک گھنٹہ تقریر کرلیں اور دوسرے گھنٹے میں میرے سوالات کا جواب دیں ...

اب میں اس انتظار میں ہوں کہ میاں (محمود احمد) صاحب کیا جواب دیتے ہیں۔ (اخبار پیغام صلح لاہور۔ مورخہ ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء ص ۵۔۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: تصفیہ کے لئے یہ تجویز معقول ہے مگر میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے اس تجویز کو منظور نہیں کیا اس کے متعلق ہم کچھ نہیں کہتے صاحب البیت ادری بما فیه

البتہ مولوی محمد علی سے (انہی کے دعوت کے الفاظ کے ماتحت) کہتے ہیں کہ آپ دونوں صاحبوں کا اختلاف جس قدر بھی ہے، وہ ہمارے اور آپ کے اختلاف سے بہت کم ہے۔ کیونکہ آپ دونوں فریق مرزا قادیانی کو صادق مصدوق مان کر صرف ان کے منصب نبوت میں مختلف ہیں، لیکن ہم اور آپ ان کے صادق اور مصدوق ہونے میں مختلف ہیں۔ کون نہیں جانتا کہ یہ اختلاف آپ دونوں کے اختلاف سے بہت بڑا ہے۔ لہذا میں اگر آپ ہی کے الفاظ میں آپ سے درخواست کروں تو بے جا نہیں کہ: مجھے اپنے جلسہ میں موقعہ دیجئے کہ میں مرزا صاحب متوفی کے آخری فیصلہ پر آپ سے مباحثہ کرنے کے لئے حاضر ہو جاؤں۔ آپ نے اپنی جماعت کے حق میں الفاظ مدحیہ خوب لکھے ہیں: ہماری جماعت بڑی فعال (بڑی کارکن) ہے (حوالہ مذکور)۔ پس میں اس فعال جماعت سے یہ امید کیوں نہ رکھوں کہ میری درخواست ضرور قبول کرے گی اگر باوصف فعال ہونے کے جماعت کے سردار نے میرے ساتھ گفتگو کرنے سے انکار کیا یا کوئی عذر کیا تو کہا جائے گا: خودسوئے ماندید وحیارا بہانہ ساخت

آخر میں آپ نے اپنی جماعت کے افراد کو حکم دیا ہے کہ: فرداً فرداً قادیانیوں تک یہ بات پہنچا دیں کہ یہ سیدھی بات خدا کرے انکے دل پر اثر کر جائے اور وہ اس

سید ھے فیصلہ کی طرف آجائیں۔آخر کیا بات ہے کہ وہ کیوں سامنے آنے سے خائف ہیں کیوں بالمقابل سوال و جواب کی جرأت نہیں کرتے۔(پیغام صلح مذکور۔ص۶)

انہی الفاظ میں ،میں بھی لاہوری مسلمانوں کومخاطب کر کے کہتا ہوں کہ وہ (درصورت انکار) آپ کو اور آپ کی جماعت کے افراد کو فرداً فرداً سمجھائیں کہ آپ سامنے آنے سے کیوں خائف ہیں وغیرہ وغیرہ۔کیا استاد غالب کا یہ قول صحیح ہے

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ ذی قعد ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۱۵ ص۔۴۔۵)

دنیا میں جنگ پر ماتم، قادیان میں خوشی کے نقارے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری مرزائیوں کے اخبار بڑی بغلیں بجارہے ہیں کہ یورپ کی لڑائی (جنگ عظیم دوم) سے جو تباہی ہوئی ہے وہ ہمارے حضرت صاحب کی اس پیش گوئی کے مطابق ہے جس میں حضرت صاحب نے یورپ امریکہ اور ایشیا کو زلزلہ سے بالتفصیل ڈرایا ہوا ہے۔اس لئے ان واقعات میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی سچائی کا ثبوت ملتا ہے۔

دونوں پارٹیاں اس پر پھولی نہیں سماتیں۔ہم کہتے ہیں کہ جماعت مرزائیہ اپنا مطلب نکالنے میں بڑی ہوشیار رہے۔جو واقعہ مرزا صاحب کی تکذیب کا مظہر ہوتا ہے وہ اس کی تصدیق کا مظہر بنالیتے ہیں۔بے شک مرزا صاحب قادیانی نے زلزلہ عظیمہ کی خبر دی ہوئی ہے بلکہ اس کی نسبت یہ بھی کہا ہوا ہے کہ:

ہم بار بار لکھ چکے ہیں کہ ظاہر الفاظ وحی سے زلزلہ ہی معلوم ہوتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم۔ص۹۹)

یہ تو ہے مرزا صاحب قادیانی کی تصریح ،مگر آجکل اتباع مرزا اس زلزلہ کو

جنگ یورپ پر چسپاں کر رہے ہیں حالانکہ خود مرزا صاحب قادیانی مذکورہ بالا تصریح کے ساتھ ہی لکھتے ہیں کہ:

ہماری رائے تو یہی ہے کہ سو میں سے نوے (۹۰) وجوہ یہی بتلاتی ہیں کہ حقیقت میں زلزلہ مراد ہے نہ کچھ اور (حوالہ مذکور)

تاہم ہم اس بحث میں نہیں جانا چاہتے کہ اس زلزلہ موعودہ سے بھونچال مراد ہے یا جنگ یورپ، باوجود اس کے کہ ہم للکار کر کہتے ہیں اور ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ یہ پیشین گوئی بہر دو معنی مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب کرنے کو کافی ہے کیونکہ اس کا زمانہ وقوع مرزا صاحب قادیانی نے خود مقرر کیا ہوا ہے جسے جماعت مرزائیہ بحکم تبدونها وتخفونها كثيراً مخفی کرتی رہتی ہے لیکن اہل حدیث چونکہ مخفیات مرزا قادیانی کو ظاہر کرنے کا مشتاق ہے اسلئے آج اس راز کو مخفی نہیں رکھنا چاہتا بلکہ ظاہر کرتا ہے۔ پس سنئیے ۔ مرزا غلام احمد نے اس زلزلہ موعودہ کا زمانہ ان الفاظ میں بتایا ہوا کہ:

بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی (زلزلہ کی) میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (حوالہ مذکور۔ص ۹۷)

احمدی دوستو! سچ بتانا اور ایمان سے بتانا کہ یہ بڑا زلزلہ یعنی جنگ یورپ مرزا صاحب کی زندگی میں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ملک میں آیا ہے۔ جواب دیتے ہوئے سمجھ لینا کہ سامنے کون ہے

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۲۹ ذی قعد ۱۳۶۰ھ۔ جلد ۳۸ نمبر ۵۱ ص ۵)

مسیح اور قرآن

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مسیحی رسالہ اخوت بابت اکتوبر ۱۹۴۱ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے: عصمت مسیح۔

یہ مضمون مسٹر اکبر مسیح متوفی کا ہے جو جمہور عیسائیوں کے خلاف مسیح کی

عبودیت (بندہ ہونے) کے قائل تھے۔ آپ نے الوہیت مسیح کے ابطال میں کئی ایک کتابیں لکھی تھیں ۔ آپ ایک شیعہ مولوی کے بیٹے تھے۔ عربی اور انگریزی جانتے تھے۔ ایک دفعہ شہر باندہ میں ایک جلسہ منعقد ہوا تھا جس میں آپ بھی شریک تھے۔

موصوف میرے ڈیرے پر تشریف لائے ۔ میں نے آپ کو عربی دان سمجھ کر کہا آپ کا نام اکبر مسیح ہے ۔ اکبر اسم تفضیل (سپر لیٹو ڈگری) کا صیغہ ہے جو مضاف ہے مسیح کی طرف ، جس کے معنی یہ ہوئے کہ آپ مسیح سے بھی بڑے ہیں ۔ ایسا خیال کرنا آپ کے نزدیک بھی کفر ہے ۔، معلوم ہوتا تھا یہ سوال ان پر نیا وارد ہوا ہے۔ جلدی میں کہا آپ بھی تو اللہ اکبر کہتے ہیں ۔

میں نے عرض کیا کہ ہم اللہ کو اکبر کہتے ہیں آپ خود کو مسیح سے اکبر کہتے ہیں کیونکہ اعلام جتنے بھی ہوں مبتداء محذوف کی خبر ہوتے ہیں ۔ ان کا مبتدا لفظ انا (میں) ہوتا ہے۔ مثلاً کوئی مجھ سے پوچھتا ہے تم کون ہو تو میں جواب دیتا ہوں ثناء اللہ یا عبد اللہ۔ یعنی میں ثناء اللہ یا عبد اللہ ہوں ۔

میرا یہ جواب سنکر آپ نہایت شرافت کے ساتھ خاموش ہو گئے ۔

مختصر یہ ہے کہ آپ خوش خلق، خوش کلام موحد عیسائی تھے ۔ کیا اچھا ہو کہ رسالہ اخوت ان کے مضامین متعلقہ الوہیت مسیح بھی وقتاً فوقتاً شائع کرتا رہے تا کہ ان کی یادگار قائم رہے۔

بہر حال مسٹر موصوف کا مضمون جیسا بھی ہے ،اس سے ہمیں خوشی حاصل ہوئی کیونکہ اس سے انجیل کی ایک پیش گوئی بزبان مسیح علیہ السلام بحق نبی اسلام علیہ السلام صحیح ثابت ہوتی ہے جس کی تفصیل آج ہم اس مضمون میں کرتے ہیں۔

مسٹر اکبر مسیح نے مسیح کی عصمت (بے گناہی) کا ثبوت صرف قرآن مجید سے دیا ہے۔ اپنی الہامی کتاب انجیل وغیرہ کا نام تک نہیں لیا۔ کیوں نہیں لیا؟ اس کی وجہ بھی ہم بتلائیں گے ناظرین مسٹر موصوف کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ آپ فرماتے ہیں :

> باوجودیکہ انبیاء اولوالعزم جن کی تاریخ و حالات قرآن میں قلم بند ہیں مثلاً آدم ،نوح، ابراہیم، موسیٰ یا اور انبیاء مثل داؤد، سلیمان، ایوب، یوسف، یونس وغیرہ کے سب نے ضرور کہا کہ اپنی خطا و ذنب میں اپنے پروردگار کے روبرو

توبہ کریں ..گناہوں کا اقرار کریں صرف مسیح ایک نبی ہے جس کے حالات قرآن میں ہم کو مشرّح ملتے ہیں مگر تاہم کسی ایک مقام پر بھی کوئی حرف نہیں جس سے ثابت ہو کہ وہ اپنے تئیں خامل یا عاصی جانتے تھے یا خدا سے انہوں نے خطا کی معافی چاہی یا خدا نے کوئی وعدہ مغفرت یا عفو کا ان سے کیا یا استغفار کی ہدایت کی۔ اور اس حالت کے لحاظ سے وہ بالکل فرشتوں کی مانند ہیں جن کو نہ کوئی ضرورت ہے کہ وہ خواستگار عفو کے ہوں کیونکہ کسی خطا کا سرزد ہونا ان سے ثابت نہیں ،نہ خدا کا کوئی وعدہ ان کی بابت مغفرت کا ہے۔ پس اس دلیل منفی سے عصمت مسیح اسی طرح ثابت ہوتی ہے جس طرح عصمت ملائکہ۔ اس وجہ سے شاہ ولی اللہ صاحب فرماتے ہیں:

کا ن عیسی علیه السلا م کا نه ملك یمشی علی و جه ا لا ر ض

عیسی گویا فرشتے تھے جو زمین پر چلتے تھے (اخوت لاہور بابت اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۱۳)

حضرت مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں: مضمون نگار (مسٹر اکبر مسیح) صاحب نے جو کچھ لکھا ہے ٹھیک ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ مسیح معصوم اور بے گناہ تھے، مگر اس کے ثبوت میں صرف قرآن مجید ہی کو پیش کرنا اور انجیل کا نام تک نہ لینا دراصل تصرف قدرت ہے جسکی تفصیل یہ ہے۔

انجیل یوحنا باب ۱۶ میں مسیح کا قول مذکور ہے

میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میرا جانا تمہارے لئے فائدہ مند ہے کیونکہ اگر میں نہ جاؤں، تو وہ مددگار تمہارے پاس نہ آئے گا۔ لیکن اگر جاؤں گا تو اسے تمہارے پاس بھیج دونگا۔ اور وہ آکر دنیا کو گناہ اور راست بازی اور عدالت کے بارے میں قصوروار ٹھہرائے گا۔ گناہ کے بارے میں اسلئے کہ وہ مجھ پر ایمان نہیں لاتے۔ راست بازی کے بارے میں اس لئے کہ میں باپ کے پاس جاتا ہوں، اور تم مجھے پھر نہ دیکھو گے۔ عدالت کے بارے میں اسلئے کہ دنیا کا سردار مجرم ٹھہرایا گیا ہے۔ مجھے تم سے اور بہت سی باتیں کہنی ہیں مگر اب تم ان کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لیکن جب وہ (سچائی کا روح) آئے گا تو تم کو تمام سچائی کی راہ دکھائے گا۔ اس لئے کہ وہ اپنی طرف سے نہ کہے گا

لیکن جو کچھ سنے گا وہی کہے گا اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گا وہ میرا جلال ظاہر کرے گا۔ (بائیبل مطبوعہ ۱۸۸۳ء میں جلال کی بجائے میری بزرگی لکھا ہے)۔

Nevertheless I tell you the truth; It is expedient for you that I go away: for if I go not away, the comforter will not come unto you; but if depart, I will send him unto you.

And when he is come, he will reprove the world of sin, and of righteousness, and of judgement.

Of sin, because they believe not on me;

Of righteousness, because I go to my father, and ye see me no more.

Of judgement, because the prince of this world is judged.

I have yet many things to say unto you, but ye cannot hear them now.

However when he, the Spirit of truth is come, he will guide you into all truth: for he shall not speak of him self; but whatsoever he shall hear, that shall he speak.

He shall glorify me; for he shall receive of mine and shall shew it unto you. (St John 16 : 7-14)

خیر کچھ بھی ہو، مطلب دونوں لفظوں (جلال اور بزرگی) کا ایک ہی ہے۔ یعنی مسیح فرماتے ہیں آنے والا موعود نبی میری بزرگی یا جلال (عزت) کا اظہار کرے گا۔ مطلب یہ ہے کہ وہ موعود نبی مسیح کی معصومیت نبوت اور رسالت سے لوگوں کو مطلع کرے گا۔

یہ بالکل ٹھیک ہے یہودیوں نے جو کچھ حضرت مسیح کے حق میں کہا ہے اور آج تک کہتے ہیں اس کو قرآن مجید نے بہتان عظیم قرار دیا ہے۔ ملاحظہ ہو آیت کریمہ

وبکفرھم و قولھم علی مریم بھتاناً عظیماً (النساء:۱۵٦)

انجیل نے مسیح کا قول جوان کی والدہ صدیقہ کے حق میں نقل کیا ہے وہ قرآن اور توراۃ کی اصطلاح میں گناہ کبیرہ ہے کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ اپنے ماں باپ کو جھڑکا نہ کرو، بلکہ عزت سے خطاب کیا کرو۔ ملاحظہ ہو آیت:

فلا تقل لهما افٍّ و لا تنهر هما و قل لّهما قو لًا كر يما (الاسراء:۲۳)

ماں باپ کو اوں (ہوں) بھی نہ کرو اور جھڑ کا بھی نہ کرو، بلکہ عزت سے خطاب کیا کرو۔

تورات میں بھی ماں باپ کی تعظیم وتکریم کرنے کا حکم ہے مگر انجیل میں مسیح کا قول ان کی والدہ صدیقہ کے حق میں قابل غور ہے جسکے الفاظ یہ ہیں:

پھر تیسرے دن قانائے گلیل میں ایک شادی ہوئی اور یسوع کی ماں وہاں تھی اور یسوع اور اسکے شاگردوں کی بھی اس شادی میں دعوت تھی اور جب مئے ہو چکی یسوع کی ماں نے اس سے کہا کہ ان کے پاس مئے نہیں رہی یسوع نے اس سے کہا اے عورت مجھے تجھ سے کیا کام ابھی میرا وقت نہیں آیا،

(انجیل یوحنا باب ۲ فقرہ ۱۔۲)

And the third day there was a marriage in Cana of Galilee; and the mother of Jesus was there .

And both Jesus was called, and his disciples, to the marriage.

And when they wanted wine, the mother of Jesus said unto him, They have no wine.

Jesus said unto her, Woman, what have I to do with thee, mine hour is not yet come. (St John 2 :1.4)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ معاذ اللہ مسیح سے بقول انجیل دو گناہ سرزد ہوئے ایک شراب کی مجلس میں حاضر ہونا، دوسرا اپنی ماں کی تعظیم کرنے کی بجائے اس کو توہین آمیز لفظوں میں مخاطب کرنا۔ غالبًا اسی لئے مسٹر اکبر مسیح نے مسیح کی عصمت کے متعلق انجیل کا حوالہ نہیں دیا قرآن ہی سے استدلال کیا اور باوجود اس احسان کے قرآن سے انکار بھی کیا جاتا ہے اور جب کوئی شہادت نہیں ملتی تو قرآن ہی کو بطور شہادت پیش کیا جاتا ہے۔ اس لئے قرآن بزبان حال کہتا ہے:

وفا کے واسطے میری تلاش ہوتی ہے
کوئی زمانے میں جب دوسرا نہیں ملتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ دسمبر ۱۹۴۱ء مطابق ۷ ذی الحجہ ۱۳۶۰ھ نمبر ۵۲ جلد ۳۸۔ص ۳۔۴)

ہندوستان کے دو ریفارمر

(مصنفہ صفر ۱۳۴۶ھ۔اگست ۱۹۲۷ء)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

تمہید:

قرآن مجید کی تعلیم یہ ہے:

قل لعبادی یقو لوا التی ھی ا حسن ان الشیطا ن ینزع بینھم ان الشیطا ن کان للا نسا ن عدوا مبینا۔ (بنی اسرائیل: ۵۳)

(یعنی اے رسول میرے بندوں کو کہہ دے کہ بات بہت ہی اچھی کیا کریں سخت کلامی سے شیطان ان میں عداوت ڈلوائے گا بے شک شیطان انسان کا صریح دشمن ہے)۔

اخلاقی صورت میں ہر ایک حکیم اور مصلح یہی تعلیم دیتا ہے۔ ہماری کتاب کے دو ہیرووں میں سے سوامی دیانند کا قول ہے

ہر جگہ اور ہر وقت انسان کو مناسب ہے کہ وہ شیریں کلامی کو کام میں لاوے کسی اندھے کو: اے اندھے، کہہ کر پکارنا سچ تو ضرور ہے لیکن سخت کلامی کے باعث ادھرم (بے دینی کا کام) ہے۔(اپدیش منجری۔ص۲۰)

یہ تو ہے سوامی دیانند جی کا قول، مگر فعل کیا ہے؟ اس کا ثبوت دوطرح سے ہے: ۱۔ اجمالی۔۲۔تفصیلی۔

اجمالی بیان سوامی جی کی سوانح عمری کلاں کے دیباچہ میں لالہ منشی رام جی (بعد سوامی شردہانند جی) نے خود لکھا ہے جس کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

ایک روز اثناء دیان کھیان (تقریر) میں شری سوامی جی مہاراج پورانوں کی اسمبھو (ناممکن) باتوں کا کھنڈن (ردّ) کرتے کرتے ان کے اخلاقی تعلیم کا کھنڈن کرنے لگے اس وقت پادری سکاٹ ،مسٹر ریڈ کلکٹر (ضلع بریلی) اور مسٹر ایڈورڈس صاحب کمشنر قسمت معہ پندرہ بیس صاحبان انگریز کے رونق افروز تھے۔

سوامی جی نے پورانکوں کی پنج کنواروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک ایک کے وصف بیان کرنا شروع کئے اور پورانکوں (ہندوؤں) کی عقل پر افسوس کیا کہ درو پدی کو پانچ خصم کرا کے اسے کماری قرار دینا، اور اسی طرح کنتی، تارا مندو دری وغیرہ کو کماری کہنا پورانکوں کی اخلاقی تعلیم کو ناقص ثابت کرتا ہے سوامی جی کا طرز بیان ایسا پر مذاق تھا کہ سامعین ٹھکنے کا نام نہیں جانتے تھے اس پر صاحب کلکٹر صاحب کمشنر وغیرہ ہنستے اور اظہار خوشی کرتے رہے۔ لیکن اس مضمون کو ختم کر کے سوامی جی مہاراج بولے، پورانیوں (ہندوؤں) کی تو یہ لیلا (حالت) ہے اب کرانیوں کی لیلا سنو۔ یہ ایسے بھرشت (ناپاک) ہیں کہ کماری (کنواری) کے بیٹا پیدا ہونا بتلاتے ہیں اور دوش (گناہ) سرو گیہ شدہ سوروپ پر ماتما (بے عیب خدا) پر لگاتے اور ایسا گھور پاپ کرتے ہوئے تنک بھی لجت (ذرہ بھی شرمندہ) نہیں ہوتے۔ اتنا کہنا ہی تھا کہ صاحب کلکٹر اور صاحب کمشنر کے چہرے غصے سے سرخ ہو گئے لیکن سوامی جی کا دکھیان اسی زور شور سے جاری رہا اس روز عیسائی مت کا دیا کھیان کے خاتمہ تک کھنڈن کرتے رہے۔ دوسرے روز صبح کو ہی خزانچی لکھشمی نارائن صاحب کی کمشنر بہادر کی کوٹھی پر طلبی ہوئی صاحب بہادر نے فرمایا کہ اپنے پنڈت صاحب کو کہہ دو کہ بہت سختی سے کام نہ لیا کریں ہم عیسائی لوگ تو مہذب ہیں ہم تو بحث مباحثہ میں سختی سے نہیں گھبراتے لیکن اگر جاہل ہندو اور مسلمان برافروختہ ہوئے تو تمہارے پنڈت سوامی کے دیا کھیان بند ہو جائیں گے۔خزانچی صاحب یہ پیغام سوامی جی کے پاس پہنچانے کا وعدہ کر کے واپس چلے آئے لیکن سوامی جی تک یہ مضمون پہنچانے والا بہادر کہاں

سے ملتا۔ کئی ایک ڈیہوڑی برداروں سے خزانچی نے استدعا کی لیکن کوئی بھی آگے بڑھنے کی ہمت نہ کر سکا آخر کار چٹھی ایک ناستک (دہریہ) پر پڑی اور اس کا ذمہ ٹھہرایا گیا کہ وہ معاملہ پیش کر دیوے۔ خزانچی صاحب معہ اس ناستک اور چندایک دیگر آدمیوں کے اندر کمرے کے پہنچے جس پر ناستک نے صرف یہ کہہ کر (کہ خزانچی صاحب کچھ عرض کرنا چاہتے ہیں کیونکہ انہیں صاحب کمشنر نے بلایا تھا) کنارہ کیا۔ اور کل مصیبت گویا خزانچی صاحب کے سر پر ٹوٹ پڑی۔ اب خزانچی صاحب کہیں سر کھجلاتے ہیں کہیں گلا صاف کرتے ہیں آخر پانچ منٹ تک حیرت سے دیکھتے ہوئے سوامی جی نے فرمایا بھئی تمہارا تو کام کرنے کا سمہ ہی نہیں اس لئے تم سمہ کی قیمت نہیں سمجھ سکتے۔ میرا سمہ امولیہ ہے جو کچھ کہنا ہے کہہ دو۔ اس پر خزانچی صاحب بولے:

مہاراج اگر سختی نہ کی جائے تو کیا حرج ہے۔ اس سے اثر بھی اچھا پڑتا ہے اور انگریزوں کو ناراض کرنا بھی اچھا نہیں ہے۔ وغیرہ وغیرہ۔،

یہ باتیں اٹک اٹک کر بڑی مشکل سے خزانچی صاحب کے منہ سے نکلیں۔

اس پر مہاراج ہنسے اور فرمایا:

ارے بات کیا تھی جس کے لئے گڑگڑاتا ہے اور ہمارا اتنا سمہ خراب کیا۔ صاحب نے کہا ہو گا کہ تمہارا پنڈت سخت بولتا ہے دیا کھیان بند ہو جائیں گے یہ ہو گا وہ ہو گا۔ ارے بھائی میں ہوّا تو نہیں کہ تجھے کھا لوں گا۔ اس نے تجھ سے کہا تو مجھ سے سیدھا کہہ دیتا۔ ویرتھ اتنا سمہ (بے فائدہ اتنا وقت) کیوں گنوایا۔ (دیباچہ۔ص ۶۔۷)

اس اجمال ہی سے سوامی جی کا سبھاؤ اور طرز کلام معلوم ہوسکتا ہے تاہم تفصیل کے لئے ناظرین حوالہ جات مندرجہ ذیل ملاحظہ فرمائیں

سوامی جی کی مخاطب چارقومیں تھیں ہندو سکھ عیسائی اور مسلمان۔ چینی بدھ وغیرہ ہندوؤں میں داخل ہیں۔ مندرجہ ذیل حوالجات سے ثابت ہوگا کہ سوامی جی نے تیرِ کلام چلانے میں کسی قوم کا لحاظ نہیں کیا بلکہ ہر ایک کو مساوی حق بخشا جس پر یہ کہنا بجا ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

ہندوؤں کے متعلق سوامی جی کی تیز کلامی

ا: راجہ بھوج کے ڈیڑھ سو برس بعد ویشنومت کا آغاز ہوا ایک سیٹھ کوپ نامی کنجروان

قوم میں پیدا ہوا تھا اس سے یہ تھوڑا سا پھیلا اس کے پیچھے منی دا ہن بھنگی خاندان میں پیدا شدہ۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ نمبر ۳۱)

(نوٹ: چونکہ ستیارتھ پرکاش کئی مرتبہ چھپی ہے اس کے صفحات باہمی مختلف ہیں کسی ناظر کے پاس کوئی طبع ہوگی کسی کے پاس کوئی۔ ہم نے ان کی آسانی کے لئے یہی مناسب سمجھا کہ ستیارتھ پرکاش کے باب اور فقرے کا نمبر بتایا جائے۔ ثناء اللہ امرتسری)

۲۔ (ہندوؤں کے مہادیو بزرگ کی بابت): واہ رے ماں سے شادی نہ کی اور ہمشیرہ سے کر لی۔ کیا اس کو جائز سمجھا جائے۔ پھر اندر وغیرہ کو پیدا کیا۔ برہما، وشنو، رودھ اور اندران کو پالکی کے اٹھانے والے کہار بتایا۔ اس قسم کے گپوڑے لمبے چوڑے طبع زاد لکھے ہیں (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۳۳)

۳۔ جیسے کوئی کسی چھلے۔ چڑاوے تو گھنٹہ لے اور انگوٹھا دکھاوے۔ اس کے آگے سے سب چیزیں لے کر آپ بھوگے۔ ویسے ہی لیلا (حالت) ان پجاریوں یعنی پوجا بمعنی نیک اعمال کے دشمنوں کی ہے۔ یہ لوگ چٹک مٹک جھلک بتوں کو بنا ٹھنا آپ ٹھگوں کی مانند بیچارے بیوقوف غریبوں کا مال اڑا کر موج کرتے ہیں (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ نمبر ۵۲)

۴۔ (بت خانوں کے متعلق): پنڈے پوجاری اندر کھڑے رہتے ہیں جب ایک طرف شمالے نے پردہ کھینچا جھٹ پٹ بت آڑ میں آ جاتا ہے۔ تب سب پنڈے اور پوجاری پکارتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۵۲)

تم بھینٹ کرو تمہارے گناہ چھوٹ جائینگے اب زیارت ہوگی جلدی کرو۔ وے بیچارے

سادہ لوح آدمی دغا بازوں کے ہاتھ لٹ جاتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۵۸)

۵۔ (ہردوار کے ذکر میں) پہاڑ کے اوپر سے پانی گرتا ہے گئو کے منہ کی شکل ٹکہ لینے والوں نے بنائی ہوگی۔ اور وہی پہاڑ پوپ کا بہشت ہے۔ وہاں اتر کاشی وغیرہ مقامات عابدوں کے لئے اچھے ہیں لیکن وہ دوکان داروں کے لئے وہاں بھی دوکان داری ہے۔ دیو پریاگ پران کے گپوڑوں کی لیلا ہے۔ ایسی گپیں نہ ہانکتے تو وہاں کو نجائے وہاں مہنت پوجاری اور پنڈے آنکھ کے اندھے گانٹھ کے پوروں سے مال اڑا کر عیش وعشرت کرتے ہیں ویسے ہی بدری نارائن میں ٹھگ ودیا والے بہت سے بیٹھیں۔

(ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ٦٦)

۷۔ (پنڈتوں کو مخاطب کر کے) اس تمہارے سورگ سے یہی جہان اچھا ہے جس میں دھرمشالا ہیں لوگ دان دیتے ہیں عزیز دوست اور ذات میں خوب دعوتیں ہوتی ہیں اچھے اچھے کپڑے ملتے ہیں تمہارے کہنے کے مطابق سورگ میں کچھ نہیں ملتا ایسے بیرحم کنجوس کنگال سورگ میں پوپ (ہندو پنڈت) جی خراب ہوں۔ وہاں بھلے لوگوں کا کیا کام ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۸)

۹۔ (ہندو سادھوؤں کے ذکر میں): یہ سب اوصاف غیر مہذب بے عقل گرو کنڈوں (گپیوں) کے ہیں سادھوؤں کے نہیں۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۹۰)۔

۱۰۔ (ہندو پنڈتوں کے متعلق) ان لوگوں نے اپنے پیٹ بھرنے اور دوسروں کی بھی عمر برباد کرنے کے لئے ایک پاکھنڈ کھڑا کیا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۱۰۰)

۱۱۔ وید کے جاننے والے ایشور پر یقین رکھنے اور اس کو جاننے والے گورو کے پاس جاوے۔ ان پاکھنڈیوں (ہندو پنڈتوں) کے دام میں نہ پھنسے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ۱۰٦)

۱۲، (ویشنو نانک پینتھ کبیر پینتھ وغیرہ مت کے متعلق): یہ سب مذہب بے علمی سے پیدا ہوئے اور علم کے خلاف ہیں۔ جاہل کمینے اور وحشی لوگوں کو بہکا کر اپنے جال میں پھنسا کر اپنی مطلب براری کرتے ہیں۔ (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱۔ فقرہ ۱۰٦)

۱۳؛ (ہندو پنڈتوں کے ذکر میں): پوپ جی کے زبانی گپوڑوں میں ایودھیا بہشت کو اڑ گئی۔ یہ گپوڑہ لفظوں کی صورت میں اڑتا پھرتا ہے۔، (ستیارتھ پرکاش۔ باب ۱۱ فقرہ ٦۷)

جینیوں کے متعلق

۱۴۔ جینیو ں کے سوائے اور کون ہوں گے جوان کے برابر متعصب ہٹ دھرمی ضدی اورعلم سے بے بہرہ ہوں ۔ (ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ ۹۵)

۱۵۔جین مذہب سب کے ساتھ دشمنی کرنے ،مخالفت رکھنے، مذمت کرنے ،حسد وغیرہ رکھنے کیلئے برے کاموں کے سمندر میں ڈبونے والا ہے۔(ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ۹۶)

۱۶۔جینیو ں کی مانند سنگ دل گمراہ کمینہ اور مذمت کرنے والا اور بھولا ہوا کوئی بھی دوسرے مذہب والا نہ ہوگا۔ (ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ ۹۸)

۱۷۔جس طرح جین مذہب غیروں کے کینہ رکھنے والا ہے ایسا اور کوئی نہیں۔

(ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ۱۰۱)

۱۸۔الغرض یہ (جینی) لوگ اپنے مذہب کی کتابوں مقولوں اور سادھوؤں وغیرہ کی ایسی بڑائیاں مارتے ہیں کہ گویا یہ جینی لوگ بھاٹوں کے بڑے بھائی ہیں۔

(ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ۱۰۷)

۱۹۔اگر کوئی شخص حاسد اور کینہ ور بھی ہوتا ہم جینیو ں سے بڑھ کر وہ بھی نہ ہوگا۔

(ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ۱۰۸)

۲۰۔اگر جینی لوگ طفلا نہ عقل والے نہ ہوتے تو ایسی باتیں کیوں مان بیٹھتے جس طرح بازاری عورت اپنے سوائے اور کسی کی تعریف نہیں کرتی اس طرح یہ بھی دکھائی دیتی ہے ۔(ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲ فقرہ۱۰۹)

۲۱۔ یہ بات جینیو ں کی ہٹھ تعصب اور بے علمی کا نتیجہ نہیں تو کیا ہے

(ستیارتھ پرکاش۔باب۱۲فقرہ۱۱۰)

۲۲۔(جینیوں کومخاطب کرکے) واہ جی واہ !علم کے دشمنوں !تم نے یہی سمجھا ہوگا کہ ہماری جھوٹی باتوں کی کوئی تردید نہیں کرے گا۔اسی لئے یہ خوف دلانے والے الفاظ لکھے ہیں مگر یہ ناممکن ہے اب تم کو کہاں تک سمجھاویں تم تو جھوٹی مذمت اور دوسرے مذاہب سے مخالفت اور دشمنی کرنے پر ہی کمر بستہ ہو کر اپنی مطلب براری کرنے میں حلوا

کھانے کی برابر (لذت) سمجھتے ہو۔ (ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۲ فقرہ ۱۱۴)

۲۳: (جینیوں کے ذکر میں) بھلا جاہلوں کو اپنے مذہب کے پھندے میں پھنسانے کی اس سے بڑھ کر دوسری کون سی بات ہوگی ایسا بھونڈو (بے سمجھ) مذہب کون ہوگا۔

(ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۲ فقرہ ۱۱۵)

۲۴: مورتی پوجا کا جتنا جھگڑا چلا ہے وہ سب جینیوں کے گھر سے نکلا ہے اور پاکھنڈوں کی جڑ یہی جین مذہب ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۲ فقرہ ۱۱۹)

سکھوں کے متعلق سوامی جی تیز کلامی

۲۵۔ نانک جی کا مدعا تو اچھا تھا لیکن علمیت کچھ بھی نہیں تھی ہاں زبان اس ملک کی جو کہ گاؤں کی زبان ہے اس کو جانتے تھے وید آدی شاستر اور سنسکرت کچھ بھی نہیں جانتے تھے اگر جانتے ہوتے تو، نِبھے، کو، نِربھو، کیوں لکھتے اور اسکی مثال ان کا بنایا ہوا سنسکرتی شوتر ہے چاہتے تھے کہ میں سنسکرت میں بھی قدم رکھوں لیکن بغیر پڑھے سنسکرت کیوں کر کیسے آسکتی ہے عام گنواروں کے سامنے جنہوں نے سنسکرت کبھی سنی بھی نہیں تھی سنسکرتی بنا کر سنسکرت کے بھی پنڈت بن گئے۔ بات اپنی بڑائی عزت اور اپنی شہرت کی خواہش کے بغیر کبھی نہ کرتے ان کو اپنی شہرت کی خواہش ضرور تھی نہیں تو جیسی زبان جانتے تھے کہتے رہتے اور یہ بھی کہہ دیتے کہ میں سنسکرت نہیں پڑھا جب کچھ خود پسندی تھی تو عزت اور شہرت کے لئے کچھ دمبھ بھی کیا ہوگیا اسی لئے ان کے گرنتھ میں جابجا ویدوں کی مذمت اور تعریف بھی ہے کیونکہ اگر ایسا نہ کرتے تو ان سے بھی کوئی وید کا معنی پوچھتا۔ جب نہ آتے تب عزت میں فرق آتا اس لئے پہلے ہی اپنے چیلوں کے سامنے کہیں کہیں ویدوں کے خلاف کہتے تھے اور کہیں کہیں وید کے بارے میں اچھا بھی کہا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔باب ۱۱ فقرہ ۹۸)

۲۶۔ سکھ بت پرستی تو نہیں کرتے لیکن اس سے بڑھ کر گرنتھ (کتاب) کی پرستش کرتے ہیں کیا یہ بت پرست نہیں ہے؟ کسی بے جان چیز کے سامنے سر جھکانا یا اس کی پرستش کرنی تمام بت پرستی ہے جیسے پوجاری لوگ بت کا درشن کراتے اور نذریں لیتے ویسے

نا نک پنتھی لوگ گرنتھ (کتاب) کی پرستش کراتے کراتے بھینٹ بھی لیتے ہیں۔ لیکن بت پرستی والے جتنی وید کی عزت کرتے ہیں اتنی یہ لوگ گرنتھ صاحب والے نہیں کرتے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۱ فقرہ ۹۸)

عیسائیوں کے متعلق سوامی جی کی تیز کلامی

۲۷: خدا جھوٹا اور بہکانے والا ٹھہرا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷)

۲۸: اگر ایسی باتوں کے کرنے والا انسان فریبی اور مکار ہوتا ہے تو خدا ویسا کیوں نہیں ہوا؟ کیونکہ اگر کوئی دوسرے سے مکاری کرے گا تو وہ خود فریبی مکار کیوں نہ ہوگا؟ اور جن تینوں کو لعنت دی وہ بلاقصور تھے تو پھر وہ خدا غیر منصف نہ ہوا؟ اور یہ لعنت خدا پر ہونی چاہیے تھی۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷)

۲۹: انجیلی حاسد خدا نے سب کی زبان خلط ملط کر کے ستیاناس کر دیا اس نے یہ بڑا گناہ کیا۔ کیا یہ شیطان کے کام سے بھی برا کام نہیں ہے (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ ص ۱۶)

۳۰۔ تعجب ہے کہ جھوٹ اور مکر وفریب کی برکت سے اولیاء اور پیغمبر بن جاتے ہیں۔ جب ایسے عیسائیوں کے ہادیء دین ہوں ان کے مذہب میں کیوں نہ گڑ بڑ مچے۔

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۳۰)

۳۱۔ خوب آدھی رات کو ڈاکو کی مانند بے رحم ہو کر انجیلی خدا نے لڑکے بالے بوڑھے اور چوپایوں تک کو بلاقصور مار ڈالا اور اسے ذرا بھی ترس نہ آیا۔ (ستیارتھ باب ۱۳ فقرہ ۳۹)

۳۲۔ خدا کا بیلوں کی قربانی لینا اور قربان گاہ پر لہو چھڑکنا یہ کیسی وحشیانہ اور ناشائستہ بات ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۴۵)

۳۳۔ دھن ہو موسی پیغمبر دہن ہے تمہارا خدا جو کہ عورت بچے بوڑھے اور جانور وغیرہ کی جان لینے سے بھی باز نہیں رہتا۔ اس سے ساف ظاہر ہوتا ہے کہ موسی زنا کار (معاذ اللہ) تھا کیونکہ اگر زنا کار نہ ہوتا تو باکرہ یعنی کنواری لڑکیوں کو اپنے لئے کیوں منگواتا اور ایسی بے رحمی اور زنا کاری کا حکم کیوں دیتا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۵۴)

۳۴۔ (یسوع مسیح کی پیدائش کے متعلق) ان باتوں کو کوئی عالم نہیں مان سکتا ان باتوں کا ماننا

بے علم غیر مہذب آدمیوں کا کام ہے شائشتہ اور عالموں کا نہیں۔ (ستیارتھ باب ۱۳ فقرہ ۶۰)

۳۵۔ اگر یسوع اب آپ خود علم سے محروم اور بچوں کی سی عقل والا نہ ہوتا تو اوروں کو لڑکوں کی مانند بننے کی تعلیم کیوں دیتا۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷۵)

۳۶۔ اس بات کو دیکھ کر معلوم ہوتا ہے کہ عیسی غصہ ور تھا اور اسے موسموں کا علم نہ تھا اور اس کی بے علم آدمیوں کی سی خصلت تھی۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷۸)

۳۷۔ واہ عیسی صاحب آپ نے کس علم سے بتایا کہ ستارے گر پڑیں گے اور آسمان کی کون سی فوج ہے جو گر جائے گی؟ اگر عیسی تھوڑا بھی علم پڑھا ہوتا تو ضرور جان لیتا کہ یہ ستارے سب دنیا ہیں اور وہ کیوں کر گر سکتے ہیں چونکہ عیسی بڑھئی کے گھر کا پیدا ہوا تھا ہمیشہ لکڑی چیرنے چھیلنے کاٹنے اور جوڑنے کا کام کرتا رہا ہوگا اسے اس جنگلی ملک میں جب پیغمبر بننے کا شوق پیدا ہوا تب ایسی باتیں بنانے لگا کتنی باتیں اس کے منہ سے اچھی بھی نکلیں لیکن بہت سی بری بھی ہیں وہاں کے لوگ جنگلی تھے اس کی باتوں پر یقین کر بیٹھے جیسا آج کل یورپ ترقی کر رہا ہے اگر ایسا ہی وقت ہوتا تو اس کے معجزے کوئی بھی نہ مانتا باوجود کسی قدر علم ہونے کے عیسائی لوگ اب بھی ہٹ دھرمی اور پیچیدگی کی معاملات کی وجہ سے اس ردی مذہب سے کنارہ کش ہو کر مکمل سچائی سے بھرے ہوئے وید مارگ کی طرف رجوع نہیں ہوتے یہی ان میں نقص ہے۔

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۷۹)

۳۸۔ بھلا ایسی بات بجز بے علم اور سادہ لوح کے کوئی یہ بھی شائستہ آدمی کر سکتا ہے؟ عیسی کی اس بات کو آج کل کے عیسائی خداوند کا کھانا کہتے ہیں یہ بات کیسی بری ہے۔

(ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۸۳)

۳۹۔ واہ رے عیسائیوں کے پیشین گو خدا خدا کے فرشتے نرسنگے کی آواز قیامت کی لیلا محض لڑکوں کا کھیل معلوم ہوتا ہے۔ (ستیارتھ پرکاش باب ۱۳ فقرہ ۱۰۷)

۴۰۔ (عیسائیوں کے بہشت کے متعلق) یہ گھوڑا پرانوں کے گھوڑوں کا بھی باپ ہے۔

(ستیارتھ پرکاش فقرہ ۱۲۷)

مسلمانوں کے متعلق ستیارتھ پرکاش

نمونہ شیریں کلامی شری دیانند سوامی ختم ہوا ناظرین ملاحظہ فرما کر دوسرے حصہ پر چلیں (یہ حصہ میں نے حذف کر دیا ہے۔شائقین احتساب قادیانیت میں دیکھ سکتے ہیں۔بہاء)

مرزا غلام احمد قادیانی

ہمارے پنجاب کے ضلع گورداسپور میں بٹالہ اسٹیشن سے گیارہ میل خام سڑک پر قصبہ قادیان ہے اس قصبہ میں مرزا قادیانی ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوئے آپ نے بہت کتابیں تصنیف فرمائیں جن میں سے کئی غیر مسلموں کے متعلق ہیں اور بہت سی مسلمانوں سے متعلق ہیں۔ ان کتابوں میں اپنے مخاطبوں (مسلموں اور غیر مسلموں) کو جب تیز کلامی سے مخاطب کیا تو مخالفوں کی طرف سے ان پر اعتراض ہوا کہ آپ سخت کلامی کیوں کرتے ہیں،تو آپ نے بجائے رک جانے کے اپنی سخت کلامی کی فلاسفی اور معقول حکمت اور فائدہ بنانے کو فرمایا اور خوب مفصل فرمایا آپ کے الفاظ یہ ہیں:

> سخت الفاظ کے استعمال کرنے میں ایک یہ بھی حکمت ہے کہ خفتہ دل اس سے بیدار ہوتے ہیں اور ایسے لوگوں کے لئے جو مداہنہ کو پسند کرتے ہیں ایک تحریک ہو جاتی ہے مثلاً ہندوؤں کی ایک قوم ایسی قوم ہے کہ اکثر ان میں سے ایسی عادت رکھتے ہیں کہ اگر ان کو اپنی طرف سے چھیڑا نہ جائے تو وہ مداہنہ کے طور پر تمام عمر دوست بن کر دینی امور میں ہاں سے ہاں ملاتے رہتے ہیں بلکہ بعض اوقات تو ہمارے نبی ﷺ کی تعریف وتوصیف اور اس دین کے اولیاء کی مدح وثنا کرنے لگتے ہیں لیکن دل ان کے نہایت درجہ کے سیاہ اور سچائی سے دور ہوتے ہیں ان کے روبرو سچائی کو اس کی پوری مرارت اور تلخی کے ساتھ ظاہر کرنا اس نتیجہ خیر کا منتج ہوتا ہے کہ اسی وقت ان کا مداہنہ دور ہو جاتا ہے اور بالجہر یعنی واشگاف اور اعلانیہ اپنے کفر اور کینہ کو بیان کرنا شروع کر دیتے ہیں گویا ان کی دق کی بیماری محرقہ کی طرف انتقال

کر جاتی ہے سو یہ تحریک جو طبیعتوں میں سخت جوش پیدا کر دیتی ہے اگر چہ ایک نادان کی نظر میں سخت اعتراض کے لائق ہے مگر ایک فہیم آدمی بخوبی سمجھ سکتا ہے کہ یہی تحریک رو بحق کرے کے لئے پہلا زینہ ہے جب تک ایک مرض کے مواد مخفی ہیں تب تک اس مرض کا کچھ علاج نہیں ہوسکتا لیکن مواد کے ظہور کے وقت ہر ایک طور کی تدبیر ہوسکتی ہے انبیاء نے جو سخت الفاظ استعمال کئے حقیقت میں ان کا مطلب تحریک ہی تھا، تا خلق اللہ میں ایک جوش پیدا ہو جائے اور خواب غفلت سے اس ٹھوکر کے ساتھ بیدار ہو جائیں اور دین کی طرف خوض اور فکر کی نگاہیں دوڑانا شروع کر دیں اور اس راہ میں حرکت کریں گو وہ مخالفانہ حرکت ہی سہی اور اپنے دلوں کا اہل حق کے دلوں کے ساتھ ایک تعلق پیدا کر لیں ۔ گو وہ عدوّا نہ ہی تعلق کیوں نہ ہو اسی کی طرف اللہ جل شانہ فرماتا ہے فی قلو بھم مرض فزا دھم اللہ مر ضا (البقرۃ:۱۰)۔ یقیناً سمجھنا چاہیے کہ دین اسلام کو سچے دل سے ایک وہی لوگ قبول کریں گے جو بباعث سخت اور پر زور جگانے والی تحریکوں کے کتب دینیہ کے ورق گردانی میں لگ گئے ہیں اور جوش کے ساتھ اس راہ کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں گو وہ قدم مخالفانہ ہی سہی ۔ ہندوؤں کا وہ پہلا طریق ہمیں بہت مایوس کرنے والا تھا جو اپنے دلوں میں وہ لوگ اس طرز کو زیادہ پسند کے لائق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی باست چیت نہیں کرنی چاہیے اور ہاں میں ہاں ملا کر گزارہ کر لینا چاہیے لیکن اب وہ مقابلہ پر آ کر اور میدان میں کھڑے ہو کر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آ پڑے ہیں اور اس صید (شکار) قریب کی طرح ہو گئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہوسکتا ہے ان کی آ ہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیے دشمن نہیں ہیں وہ ہمارے شکار ہیں عنقریب وہ زمانہ آنے والا کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہیں دے گا سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نومیدمت ہو کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی

کے قریب آپہنچے ہیں۔(ازالہ اوہام۔ص ۲۹۔۳۲۔قادیانی خزائن جلد۳ص ۱۱۷۔۱۱۹)

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے گو اپنا مافی الضمیر ظاہر کرنے میں زور بلاغت دکھایا مگر خدا کی پاک کتاب (قرآن مجید) سخت کلامی سے منع کیا ہے حکیم اور مصلح لوگ بھی یہی کہہ گئے ہیں

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبدکی صدا جیسی کہے ویسی سنے

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی تلخ کلامی کو بڑی حکمت پر مبنی جانتے تھے اس لئے ناظرین ان کی تلخ کلامی کو خوش کلامی کی طرح سنیں۔آپ فرماتے ہیں

ا۔ (عیسائیوں نے) آپ (یسوع مسیح) (اس جگہ مرزا صاحب نے یسوع نام لکھا ہے مگر یسوع مسیح دراصل ایک ہی بزرگ ہیں چنانچہ خود مرزا صاحب لکھتے ہیں حضرت یسوع مسیح کی طرف سے سفیر کی حیثیت سے کھڑا ہوں اس لئے ہم نے اس جگہ دونوں نام یسوع مسیح لکھے ہیں۔ثناءاللہ) کے بہت سے معجزات لکھے ہیں مگر حق بات یہ ہے کہ آپ (یسوع مسیح) سے کوئی معجزہ نہیں ہوا۔اور اس دن سے کہ آپ (یسوع مسیح) نے معجزہ مانگنے والوں کو گندی گالیاں دیں اور ان کو حرام کار اور حرام کی اولاد ٹھہرایا اسی روز سے شریفوں نے آپ سے کنارہ کیا اور نہ چاہا کہ معجزہ مانگ کر حرام کار اور حرام کی اولاد بنیں۔آپ (یسوع مسیح) کا یہ کہنا کہ میرے پیرو زہر کھائیں گے اور ان کو کچھ اثر نہیں ہوا یہ بالکل جھوٹ نکلا کیونکہ آج کل زہر کے ذریعہ سے یورپ میں بہت خودکشی ہورہی ہے۔ہزار ہا مرتے ہیں ایک پادری خوا کیسا ہی موٹا ہو، تین رتی امٹرکنیا کھانے سے دو گھنٹے تک بآسانی مرسکتا ہے یہ معجزہ کہاں گیا۔ایسا ہی آپ (یسوع مسیح) فرماتے ہیں کہ میرے پیرو پہاڑ کو کہیں گے کہ یہاں سے اٹھ، وہ اٹھ جائے گا۔یہ کس قدر جھوٹ ہے،۔بھلا ایک پادری صرف بات سے ایک الٹی جوتی کو تو سیدھا کر کے دکھلائے (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۶۔۷۔قادیانی خزائن۔ج ۱۱ص ۲۹۰۔۲۹۱)

۲۔ آپ (یسوع مسیح) کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار اور کسبی عورتیں تھیں جنکے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا۔ مگر شائد یہ بھی خدائی کیلئے ایک شرط ہوئی آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے ہو جدی مناسبت درمیان ہے۔ ورنہ کوئی پرہیز گار انسان ایک جوان کنجری کو یہ موقعہ نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر اپنے ناپاک ہاتھ لگا وے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے سمجھ والے سمجھ لیں ایسا انسان کس چلن کا آدمی ہوسکتا ہے آپ (یسوع مسیح) وہی حضرت ہیں جنہوں نے یہ پیش گوئی بھی کی تھی کہ ابھی یہ تمام لوگ زندہ ہوں گے تو میں پھر واپس آجاؤں گا حالانکہ نہ صرف وہ لوگ بلکہ انیس نسلیں ان کے بعد بھی انیس صدیوں میں مرچکیں مگر آپ اب تک تشریف نہ لائے خود تو وفات پا چکے مگر اس جھوٹی پیش گوئی کا کلنک اب تک پادریوں کی پیشانی پر ہے سو عیسائیوں کی یہ حماقت ہے کہ ایسی پیش گوئیوں پر ایمان لاویں۔

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۷۔۸۔ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۹۱،۲۹۲)

۳۔ مسیح کی راست بازی اپنے زمانہ میں دوسرے راست بازوں سے بڑھ کر ثابت نہیں ہوتی بلکہ یحیی نبی کو اس (مسیح) پر ایک فضیلت ہے کیونکہ وہ شراب نہیں پیتا تھا اور کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی فاحشہ عورت نے آکر اپنی کمائی کے مال سے اس کے سر پر عطر ملا تھا یا ہاتھوں اور اپنے سر کے بالوں سے اس کے بدن کو چھوا تھا یا کوئی بے تعلق جوان عورت اس کی خدمت کرتی تھی۔

(دافع البلاء حاشیہ ص ۴۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ حاشیہ ص ۲۱۷)

۴۔ یورپ کے لوگوں کو جسقدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسی علیہ السلام (اس جگہ قادیانی نے صاف لفظوں میں عیسی لکھ کر ساتھ اس کے علیہ السلام بھی لکھا ہے جس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مراد حضرت عیسی رسول اللہ ہی ہیں نہ کوئی اور۔ ثناء اللہ) شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (کشتی نوح حاشیہ ص ۶۶۔ قادیانی خزائن ج ۱۹ حاشیہ ص ۷۱)

۵۔ہائے کس کے آگے یہ ماتم لے جائیں کہ حضرت عیسی علیہ السلام کی تین پیش گوئیاں صاف طور پر جھوٹی نکلیں اور آج کون زمین پر ہے جو اس عقدہ کو حل کر سکے۔ (اعجاز احمدی ص ۱۴۔قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۱۲۱)

۶۔غرض حضرت مسیح کا یہ اجتہاد غلط نکلا۔اصل وحی صحیح ہوگی مگر سمجھنے میں غلطی کھائی۔افسوس ہے کہ جس قدر حضرت عیسی کے اجتہادات میں غلطیاں ہیں اس کی نظیر کسی نبی میں نہیں پائی جاتی۔شائد خدائی کے لئے یہ بھی ایک شرط ہوگی مگر کیا ہم کہہ سکتے ہیں کہ ان کے بہت سے اجتہادوں اور غلط پیش گوئیوں کی وجہ سے ان کی پیغمبری مشتبہ ہوگئی ہے۔(اعجاز احمدی۔ص ۲۵)

۷۔حضرت مسیح کے معجزات (عمل الترب) یعنی مسمر یزم کے طریق سے تھے ایسے عملوں سے کاملین پرہیز کرتے رہے ہیں اگر یہ عاجز (مرزا قادیانی) اس عمل کو مکروہ اور قابل نفرت نہ سمجھتا تو خداتعالی کے فضل وتوفیق سے امید قوی رکھتا تھا کہ ان اعجوبہ نمائیوں میں حضرت ابن مریم سے کم نہ رہتا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۳۰۵، ۳۰۹۔قادیانی خزائن ج ۳ حاشیہ ص ۲۵۵، ۲۵۸)

۸۔اینک منم کہ حسب بشارات آمدم۔عیسی کجاست تابنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام۔ص ۱۵۸۔قادیانی خزائن ج ۳ص ۱۸۰)

میں (مرزا) حسب بشارت آ گیا ہوں عیسی کہاں ہے کہ میرے منبر پر قدم رکھے)

۹: کربلائے ایست سیر ہرآنم۔ صد حسین است درگر یبانم۔

(نزول المسیح ص ۹۹۔قادیانی خزائن۔ج ۱۸ص ۴۷۷)

ترجمہ: میری سیر ہر وقت کربلا میں ہے۔سو (۱۰۰) حسین میری جیب میں ہیں۔

۱۰۔

شتان ما بینی و بین حسینکم
فانی اؤید کل آن و انصر
و ما حسین فاذکروا دشت کربلا
الی هذه الایام تبکون فانظروا

و انی بفضل الله فی حجر خالقی
أربی و اعصم من لیام تنمروا

اور مجھ میں اور تمہارے حسین میں بہت فرق ہے کیونکہ مجھے تو ہر ایک وقت خدا کی تائید مل رہی ہے مگر حسین پس تم دشت کربلا کو یاد کرلو اب تک روتے ہو پس سوچ لو اور میں خدا کے فضل سے اس کی کنار عاطفت میں ہوں پرورش پا رہا ہوں اور ہمیشہ کے لئے ان کے حملہ سے جو پلنگ صورت میں بچایا جاتا ہوں۔ (اعجاز احمدی۔ص ۶۹۔قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۱۸۱)

۱۱۔ اے بد ذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھپاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت چھوڑو گے اے ظالم مولو یوتم پر افسوس کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو پلایا۔

(انجام آتھم حاشیہ ص ۲۱۔قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۱)

۱۲۔ (پیش گوئی متعلقہ موت عبداللہ آتھم کے کذب پر) اصرار کرتا ہے تو وہی قسم کھاوے اگر محمد حسین بطالوی اس خیال پر زور دے رہا ہے وہی میدان میں آوے اگر مولوی احمد اللہ امرتسری یا ثناء اللہ امرتسری ایسا ہی سمجھ رہا ہے تو انہیں پر فرض ہے کہ قسم کھانے سے اپنے تقوی دکھلا دیں مگر کیا یہ لوگ قسم کھا لیں گے ہرگز نہیں کیونکہ یہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۲۵)

۱۳۔ چاہیے کہ ہمارے نادان مخالف انجام کے منتظر رہتے اور پہلے سے اپنی بدگوہری ظاہر نہ کرتے بھلا جس وقت یہ سب باتیں (مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ کی موت، آسمانی منکوحہ محمدی بیگم کا میرے نکاح میں آنا وغیرہ) پوری ہو جائیں گی تو کیا اس دن یہ احمق مخالف جیتے ہی رہیں گے اور کیا اس دن یہ تمام لڑنے والے سچائی کی تلوار سے ٹکڑے ٹکڑے نہیں ہو جائینگے ان بے وقوفوں کو کوئی بھاگنے کی جگہ نہیں رہے گی اور نہایت صفائی سے ناک کٹ جائے گی اور ذلت کے سیاہ داغ ان کے منحوس چہروں کو بندروں اور سوروں کی طرح کر دیں گے۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳۔قادیانی خزائن ج ۱۱ص ۳۳۷)

۱۴۔ (مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم کومخاطب کر کے): اے احمق! دل کے اندھے! دجال تو تو ہی ہے ...دجال تیرا ہی نام ثابت ہوا یا کسی اور کا۔حق سے لڑتا رہ...آخر اے مردار! دیکھے گا کہ تیرا کیا انجام ہوگا۔اے عدو اللہ تو مجھ سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ سے لڑتا ہے۔

(اشتہار انعامی تین ہزار۔ص۱۲۔مجموعہ اشتہارات۔ج۲ص ۷۸۔۷۹)

۱۵۔ (پادری آتھم کی پیش گوئی متعلقہ موت کی میعاد ختم ہونے کے موقع پر علماء اسلام کو مخاطب کر کے): اے بے ایمانو! نیم عیسائیو! دجال کے ہمراہیو! اسلام کے دشمنو! کیا پیش گوئی کے دو پہلو نہیں تھے، تو پھر کیا آتھم صاحب نے دوسرے پہلو رجوع الی الحق کے احتمال کو اپنے افعال اور اپنے اقوال سے آپ قوی نہیں کیا۔کیا وہ نہیں ڈرتے رہے۔کیا انہوں نے اپنی زبان سے ڈرنے کا اقرار نہیں کیا۔پھر اگر وہ ڈر انسانی تلوار سے تھا نہ آسمانی تلوار سے تو اس شبہ کو مٹانے کے لئے کیوں قسم نہیں کھاتے۔پھر جب کہ اس طرف سے ہزار ہا روپیہ انعام کا وعدہ نود کی طرح پا کر پھر بھی قسم سے انکار اور گریز ہے تو عیسائیوں کی فتح کیا ہوئی کیا تمہاری ایسی تیسی ہے۔

(اشتہار انعامی تین ہزار حاشیہ ص۵۔مجموعہ اشتہارات۔ج۲ حاشیہ ص۶۹۔۷۰)

۱۶۔ اب جو شخص اس صاف فیصلہ کے برخلاف شرارت اور عناد کی راہ سے بکواس کرے گا اور اپنی شرارت سے بار بار کہے گا کہ (پادری آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا صاحب کی پیش گوئی غلط اور) عیسائیوں کی فتح ہوئی اور کچھ شرم وحیا کو کام میں نہیں لائے گا اور بغیر اس کے کہ ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولد الحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں ہے پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے ورنہ حرام زادہ کی یہی نشانی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

(انوار الاسلام۔ص۳۰۔قادیانی خزائن ج۹ص ۳۱۔۳۲)

تلك كتب ينظر اليها كل مسلم بعين المحبة و المو دة و ينتفع من معارفها و يقبلنى و يصدق دعوتى ا لا ذرية البغا يا الذين ختم الله على قلو بهم فهم لا يقبلو ن ۔

ترجمہ: ان میری کتابوں کو ہر مسلمان محبت کی آنکھ سے دیکھتا ہے اور انکے معارف سے فائدہ اٹھاتا ہے اور مجھے قبول کرتا ہے اور میری دعوت کی تصدیق کرتا ہے مگر بدکار رنڈیوں (زناکاروں) کی اولاد جن کے دلوں پر خدا نے مہر کی ہے وہ مجھے قبول نہیں کرتے۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷۔۵۴۸۔قادیانی خزائن ج۵ص ۵۴۷۔۵۴۸)

۱۸۔مولانا شمس العلماء سید نذیر حسین (المعروف میاں صاحب) محدث دہلوی مرحوم کے حق میں لکھا:

اس نالائق نذیر حسین اور اس کے ناسعادت مند شاگرد محمد حسین کا یہ سراسر افتراء ہے۔ (انجام آتھم ص ۴۵۔قادیانی خزائن ج۱۱ص ۱۱)

۱۹: حضرت میاں صاحب مرحوم کی وفات کی تاریخ مرزا صاحب نے یوں لکھی:

مات ضال ھائماً۔یعنی نذیر حسین گمراہی اور پریشانی میں مرگیا۔

(مواہب الرحمٰن ص ۱۲۷۔قادیانی خزائن ج۱۹ص ۳۴۸)

۲۰۔(پادری آتھم کی پیش گوئی کے خاتمہ پر علماء اسلام کو مخاطب کر کے):

اے ہماری قوم کے اندھو! نیم عیسائیو! کیا تم نے نہیں سمجھا کہ کس کی فتح ہوئی

(اشتہار انعامی چار ہزار ص ۱۰۔مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج۲ص ۱۰۵)

۲۱: (موعود لڑکا پیدا نہ ہونے پر مخالفوں کو مخاطب کر کے لکھا):

واضح ہو کہ بعض مخالف ناخدا ترس جن کے دلوں کو زنگ بخل تعصب نے سیاہ کر رکھا ہے ہمارے اشتہار کو یہودیوں کی طرح محرف ومبدل کر کے اور کچھ کے کچھ معنی بنا کر سادہ لوح لوگوں کو سناتے ہیں اور نیز اپنی طرف سے اشتہارات شائع کرتے ہیں تا کہ دھوکہ دے کر ان کے یہ ذہن نشین کریں کہ جو لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی تھی اس کا وقت گذر گیا اور وہ غلط نکلی ۔ہم اس کے جواب میں صرف لعنۃ اللہ علی الکاذبین کہنا کافی سمجھتے ہیں لیکن

ساتھ ہی ہم افسوس بھی کرتے ہیں کہ ان بے عزتوں اور دیوثوں کو بباعث سخت درجہ کے کینہ اور بخل اور تعصب کی اب کسی کی لعنت ملامت کا بھی کچھ خوف اور اندیشہ نہیں اور جو شرم اور حیا اور خدا ترسی لازمہ انسانیت ہے وہ سب نیک خصلتیں ایسی ان کی سرشت سے اٹھ گئی ہیں کہ گویا اللہ تعالی نے ان میں وہ پیدا ہی نہیں کیں۔

(تبلیغ رسالت ج ا ص ۸۴۔ مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ا ص ۱۲۵)

۲۲۔ ہزار لعنت کا رسہ ہمیشہ کے لئے ان پادریوں کے گلے میں پڑ گیا جو علم عربی میں دخل رکھنے کا دم مارتے تھے۔

(اشتہار انعامی ۳ ہزار۔ ص ۱۰۔ مجموعہ قادیانی اشتہارات۔ ج ۲ ص ۷۷)

یہ بہت تھوڑا نمونہ ہے مرزا قادیانی کے کلمات ملفوظہ کا گو مرزا قادیانی نے اس قسم کی سخت کلامی کے جواز بلکہ استحسان کے لئے بہت زور قلم دکھایا ہے جو کتاب ہذا پر پہلے نقل ہو چکا ہے لیکن حق چونکہ فطرت کی آواز ہے اس لئے بقول:

حق برزبان جاری گردد

جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے خود ہی اس قسم کی سخت کلامی او دلآزاری کی نسبت نہایت مستحسن رائے ظاہر فرمائی جو یہ ہے

تجربہ بھی شہادت دیتا ہے کہ ایسے بدزبان لوگوں کا انکام اچھا نہیں ہوتا خدا کی غیرت اس کے پیاروں کے لئے آخر کوئی کام دکھاتی ہے بس اپنی زبان کی چھری سے کوئی اور بدتر چھری نہیں۔

(خاتمہ چشمہ معرفت۔ ص ۱۵۔ قادیانی خزائن ج ۲۳ ص ۳۸۶۔ ۳۸۷)

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ قول بمنزلہ اعتراف جرم کے ہے اس لئے ہم بھی ان کے حق میں ایک فارسی شعر پڑھتے ہیں

بخش دے اس بت سفاک کو اے داور حشر
خون خود مجھ میں نہ تھا خون کا دعوی کیسا

حضرات ناظرین! یہ کتاب مناظرات رنگ میں نہیں ہے کہ مصنف اپنی قوۃ استدلالیہ سے نتیجہ پیدا کرکے آپ کے سامنے رکھے بلکہ ایک تاریخی کتاب ہے جس میں مصنف کا اتنا ہی فرض ہے کہ واقعات صحیحہ ناظرین کے سامنے رکھ کر نتیجہ ان کی رائے پر چھوڑ دے سو میں (ثناءاللہ) ان دونوں ریفارمروں (سوامی جی اورمرزاجی) کے ملفوظات پیش کرکے یہ سوال کہ، ایسے تلخ گو ریفارمر ہو سکتے ہیں، آپ کے سامنے رکھ کر جواب کا منتظر ہوں۔

ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری

مصنف کتاب ہذا۔ اگست ۱۹۲۷ء

(منقول از احتساب قادیانیت جلد۹)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بهاء الدین ۔ ۴۔اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انہ من سلیما ن و انہ بسم اللہ الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت وہشتم (٦٨)

قادیانی مشن اہل حدیث امرتسر۱۹۴۲ءتا۱۹۴۴ء(۲۷)
تعلیمات مرزا

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ شصت وہشتم (۶۸) قادیانی مشن اہلحدیث امرتسر ۱۹۴۲ء تا ۱۹۴۴ء (۲۷) تعلیمات مرزا
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۳۰۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۸
ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۲ء سے	۹
کیا موجودہ جنگ یاجوج ماجوج کے مابین ہے	۹
کیا عیسائی اور آریہ مرزائیوں سے بھاگتے ہیں؟	۱۲
قادیان سے عیسائیوں کی تائید	۱۵
قادیانی کا لیکھ رام سے مباہلہ اور اس کی موت	۱۶
موجودہ جنگ کے متعلق قادیانیوں کی رائے	۱۷
الفضل قادیان اور زمزم لاہور	۱۹
قادیانی نبی کی دوسری زبردست پیش گوئی	۲۱
طاعون مرزا	۲۴
قادیانی مسیح اور حضرت مسیح	۲۷
مرزا قادیانی کا بہت بڑا کارنامہ	۲۸
قادیانی کی برکت سے عیسائیت پسپا ہو رہی ہے؟	۲۹
نکتہ بعد الوقوع	۳۰
قادیانی اور لاہوری مناظروں میں منصف؟	۳۴
کانگریس، گورنمنٹ برطانیہ اور خلیفہ قادیان	۳۵
کسر صلیب	۳۹
مرزا صاحب بحیثیت مصنف	۴۱
الحاد کا اثر مسلمانوں پر، نہ اسلام پر	۴۲
مرزا صاحب نا قابل مصنف تھے	۴۵

قادیان میں کھلی تحریف	۴۸
مرزا صاحب بحیثیت مصنف	۵۲
مصلح موعود کی پیشین گوئی	۵۶
مسیح موعود اور یاجوج ماجوج	۵۹
دین بہائی اور دین الٰہی ۔۱	۶۲
خلیفہ مرزائیہ کے خواب: نکتہ بعد الوقوع	۶۵
دین بہائی اور دین الٰہی ۔۲	۷۰
مباحثہ سے فرار: کس کی طرف سے ہے؟	۷۳
ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۳ سے	**۷۷**
ستیارتھ پرکاش اور سندھی مسلمان ۔۳	۷۷
ستیارتھ پرکاش کے زہر کا قادیانی تریاق	۸۰
کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا	۸۳
تصنیفات مرزا	۸۷
الفضل کو ہمارا جواب	۸۸
مسیح موعود اور فریضہ حج	۹۰
سیالکوٹ میں درس قرآن پر قادیان میں غیظ وغضب	۹۱
امام مہدی شیعہ اور بہائی	۹۳
سرحدی ملاؤں کی حالت اور مرزا کی ناکامی	۹۵
اتحادیوں کی فتح اب تک کیوں نہیں ہوئی	۹۷
خلیفہ کی اطاعت	۹۹
اہل پیغام لاہور جواب دیں	۱۰۰
سیاست اور مسیح موعود	۱۰۱
کیا مرزا صاحب صادق نبی تھے	۱۰۳
ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۴ء سے	**۱۰۵**

جماعت احمدیہ کے لئے قابل غور ایک بات	۱۰۵
اصلی اور نقلی احمد۔۱	۱۰۶
اصلی اور نقلی احمد۔۲	۱۱۱
اصلی اور نقلی احمد۔۳	۱۱۳
و اذا العشار عطلت	۱۱۶
کاٹھیاواڑ کے دوست خبردار	۱۱۹
مصلح موعود آیا اور چلا گیا	۱۲۰
لاہوری مصلح موعود	۱۲۲
علمی اور روحانی قابلیت کا معیار۔۱	۱۲۴
علمی اور روحانی قابلیت کا معیار۔۲	۱۲۸
مصلح موعود قادیانی اور حضرت عمر خلیفہ ثانی	۱۳۱
مصلح موعود اور جلسہ ہوشیار پور	۱۳۴
مصلح موعود لڑکا	۱۳۶
لاہوری مصلح موعود	۱۳۸
لاہوری امیر کی رائے قادیانی جماعت کے متعلق	۱۴۱
پیر پرستی لعنت ہے	۱۴۳
احمدیت کے غلبہ کے لئے دعا	۱۴۶
پیغام صلح کیوں نہیں بولتا؟	۱۴۹
امیر جماعت لاہوری کا فیصلہ	۱۵۰
مکتوب مفتوح بنام چوہدری ظفر اللہ قادیانی	۱۵۲
بہائیہ اور مرزائیہ میں مشابہت	۱۵۴
خلیفہ قادیان کا چیلنج تفسیر نویسی	۱۵۶
ظفر اللہ کا جواب اور میرا جواب الجواب	۱۵۹
واقعہ دہلی کا اثر خلیفہ قادیان کے دماغ اور زبان پر	۱۶۲
ثناء اللہ کا انجام کیا ہوگا	۱۶۵

لاہور قادیان اور دہلی کیوں خاموش ہیں	۱٦۸
یہ تصحیح ہے یا تسلیم؟	۱۷۰
صداقت مرزا	۱۷۱
لاہوری مصلح موعود کا جواب	۱۷۴
قادیان میں تقسیم کار	۱۷۵
مولوی محمد علی لاہوری کو دعوت بیعت	۱۷۷
قادیان میں علم وعرفان کی بارش	۱۸۰
مباہلہ کہاں ہوگا؟ امرتسر میں	۱۸۲
متفرقات مرزائیہ	۱۸۳
شان محمد یہ سے بڑھنا ممکن ہے	۱۸۴
مصلح موعود کی پیشگوئی مرزا کی صداقت کیلئے تھی، تو نتیجہ	۱۸۷
فتاوی	۱۸۸
مرزا محمود کا خطبہ نکاح خلاف سنت، اور نکاح نا جائز	۱۹۰
قادیانیوں کے سات تبلیغی مراکز	۱۹۲
قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں اختلاف شدید	۱۹۳
مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں	۱۹۵
یہ جواب ہے یا تسلیم اعتراض	۱۹۸
خلیفہ قادیان کے خطبے	۲۰۰
خلیفہ قادیان کا بڑا بول	۲۰۲
مصلح موعود اور ہماری ذمہ داریاں	۲۰۴
قادیانی وعدے اور عرقوب عرب	۲۰۵
قادیانی تلون	۲۰۸
مرزا صاحب کا حسب نسب	۲۱۱
مصلح موعود والا الہام پورا ہو گیا؟	۲۱۷
قادیان میں دواء اور شفاء	۲۱۹

ناظرین اہل حدیث ہوشیار ہو جائیں	۲۲۱
سکندر آبادی سیٹھ کو چیلنج	۲۲۲
مکذوبہ پیش گوئی، صادقہ کی شکل میں قادیان سے ہم کو دو انعام	۲۲۳
قادیان سے ہم کو دو انعام	۲۲۷
مصلح موعود کے دو جھوٹ	۲۲۸
قادیانی پیش گوئیوں کی حقیقت	۲۲۹
خلیفہ قادیان کا دوبارہ تاکیدی حکم	۲۳۳
قادیانی انعام کی حقیقت	۲۳۵
مردہ باپ کا جنازہ اور استغفار	۲۳۵
ہٹلر آف جرمنی اور سیٹھ عبداللہ سکندر آبادی	۲۳۶
قادیانیوں کی نئی چال	۲۳۹
تعلیمات مرزا	۲۴۰
پہلے مجھے دیکھئے	۲۴۰
باب اول: صفات مرزا	۲۴۲
دوسرا باب: اختلافات مرزا	۲۴۳
تیسرا باب: کذبات مرزا	۲۶۰
چوتھا باب: نشانات مرزا	۲۷۲
باب پنجم۔ اخلاق مرزا	۲۹۴

فاتحة الکتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الا نبیاء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلداڑسٹھ (۶۸) (اور قادیانی مشن کی جلد ۲۷) قارئین کی نذر کی جارہی ہے۔جس میں ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۲ء، ۱۹۴۳ء اور ۱۹۴۴ء کے شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ مولانا شفا مبارک پوری اعظمی اور مولانا رضاء اللہ ثنائی کی نگارشات شامل ہیں۔

کتاب کے آخر میں حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کا رسالہ تعلیمات مرزا نقل کیا گیا ہے اوراس رسالے پر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی، حضرت مولانا احمد علی لاہوری، مولانا محمد اسماعیل گوجرانوالہ، مولانا عبدالجبار کھنڈیلوی، مولانا عبد الوہاب آروی، اخبار زمین دار لاہور، اور برہان دہلی کی تقریظات اور تبصرے بھی شامل اشاعت کر دیئے گئے ہیں۔ نیز پیغام صلح لاہور کے متعدد مضامین حسب ضرورت باریک فونٹ میں نقل کئے گئے ہیں۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے بے لوث کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کیلئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ممنون ہونگا۔

والسلام ۔ فقیر بارگاہ صمدی **محمد بهاء الدین** ۔ ۶۔اپریل ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۲ء سے

کیا موجودہ جنگ یاجوج ماجوج کے مابین ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرب کے کسی شاعر کا ایک شعر معلقہ میں ملتا ہے جس کا ایک مصرعہ یہ ہے

ر أیت المنا یا خبط عشواء من تصب

یہ شاعر موت کو ٹیڑھا کرنے والی مست اونٹنی کے ساتھ تشبیہ دیتا ہے، جو کبھی ادھر جاتی ہے، کبھی اودھر۔

میرے خیال میں یہ لقب (عشواء) قادیانیوں پر خوب صادق آتا ہے بالفاظ دیگر قادیانی جماعت بھی ناقہ عشواء سے کم نہیں ہے۔ آج ہم اس دعوی کا ثبوت دینا چاہتے ہیں۔ قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۲۰ فروری (۱۹۴۲ء) میں موجودہ جنگ (جنگ عظیم دوم) کی نسبت تین دعوی کئے گئے ہیں جو درج ذیل ہیں۔

۱۔ یہ لڑائی یاجوج ماجوج کے مابین ہے

۲۔ اس لڑائی کا ذکر قرآن و حدیث اور صحف انبیاء میں ملتا ہے

۳۔ یہ جنگ دو ملکوں یا قوموں کی نہیں بلکہ دو اصول کی جنگ ہے، ایک فریق ایک اصول کو دنیا میں قائم کرنے کے لئے لڑ رہا ہے، دوسرا فریق دوسرے اصول کے لئے۔ ایک فریق جمہوریت کو اس کے تمام عیوب سمیت دنیا میں قائم کرنے کے لئے کوشاں ہیں، تو دوسرا فریق یہ چاہتا ہے کہ اعلی قابلیت کو راہ نمائی کی باگ ڈور دے کر دنیا میں غلبہ حاصل کیا جائے۔

دوسرے الفاظ میں اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک فریق جمہوریت کی ترقی چاہتا ہے دوسرا ڈکٹیٹرشپ (آمریت) کا غلبہ۔

آج کی صحبت میں ہم ان تینوں دعاوی پر بحث کرنا چاہتے ہیں۔ مگر تفصیلی بحث سے پہلے یاجوج ماجوج کے متعلق مرزا صاحب قادیانی کی تشریح پیش کرتے ہیں مرزا صاحب نے اپنی کتاب حمامۃ البشری میں یاجوج ماجوج کے متعلق لکھا ہے:

یقولو ن انّ المسیح لا یحا ر بهم بل یدعوا علیهم، فیمو تو ن کلّهم بد عا ئه بدودٍ تتو لد فی رقا بهم، و هذا ا یضاً حق لیس عند نا ا لا التسلیم ۔ و لکنهم ا خطأوا فیما قا لوا ان یا جو ج و ما جو ج یمو تو ن فی زمن عیسی کلّهم، فا ن یأ جو ج و مأجوج هم النصاری من الرو س و الاقوا م البر طا نیة و قد أخبر الله تعا لی عن و جود النصاری و الیهود الی یو م القیامة (حما مة البشری ۔ص ۲۸)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ یاجوج و ماجوج کی مصداق روس اور برطانیہ کی قومیں ہیں جو مذہب نصاری کی پابند ہیں۔ ان کے حق میں مسیح موعود بددعا کرے گا تو ان میں سے بہت سے گردن پر پھوڑا نکلنے کی وجہ سے مر جائیں گے مگر سارے نہیں مریں گے۔

یہ عبارت الفضل قادیان کے پہلے دعوی کی تردید کرتی ہے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یاجوج ماجوج کا مصداق روس اور برطانیہ کو قرار دیا ہے حالانکہ وہ آپس میں نہیں لڑتے بلکہ دونوں مل کر جرمنی سے برسرِ پیکار ہیں۔

اس کے علاوہ اخبار الفضل نے یہ دعوی بھی کیا ہے کہ:

اس لڑائی کا ذکر قرآن حدیث اور صحف انبیاء میں ملتا ہے۔

حالانکہ کسی حدیث میں یاجوج ماجوج کا آپس میں لڑنا مذکور نہیں ہے۔ حدیث کی کتاب ترمذی میں اس کے متعلق اتنا ذکر ملتا ہے:

فیر غب عیسی بن مر یم الی الله و ا صحا به فیر سل الله علیهم النگف فی رقا بهم فیصبحو ن فرسی مو تی کمو ت نفس وا حدة (یعنی حضرت عیسی اور ان کے اصحاب یاجوج ماجوج کے حق میں بددعا کر

یں گے تو ان کی گردن میں ایک قسم کی پھنسی نکل آئے گی جس سے وہ ایک جان کی طرح (یک دم) سب مر جائیں گے)۔

یہ حدیث اخبار الفضل کی تردید کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بھی کافی تردید کرتی ہے جو منقولہ عبارت میں حضرت عیسی کی دعا سے کل یاجوج ماجوج کی موت سے انکار کرتے ہیں۔

ہاں اگر مرزا صاحب کا یہ دعوی صحیح ہے کہ یاجوج و ماجوج سے مراد روس اور برطانیہ ہیں اور یہ دعوی بھی صحیح ہے کہ میں مسیح موعود ہوں تو اس کا یہ نتیجہ بھی صحیح ہوگا کہ خود مرزا غلام احمد صاحب اور ان کے اصحاب نے کبھی خلوت میں بالحاح وزاری روس و برطانیہ کے حق میں بددعا کی ہوگی، جس کا اثر یہ ہوا کہ ان دونوں قوموں کو جنگ کی صورت میں سزا بھگتنی پڑی۔ مگر ہم یہ بات باور نہیں کر سکتے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ایسی بددعا کی ہوگی کیونکہ آپ نے یہ بھی لکھا ہے کہ میں حکومت برطانیہ کے لئے تعویذ حفاظت ہوں۔ (نور الحق حصہ دوم)

اس کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب کا بیٹا خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنی جماعت کو بار بار تاکید کرتا ہے کہ جنگ میں برطانیہ کی فتح کیلئے روزے رکھ کر دعائیں کرو۔ کیا یہ دو رنگی اس شعر کی مصداق تو نہیں

ظاہر میں وہ خفا ہیں مگر دل میں پیار ہے
وہ کوسنے میں کہتے ہیں تیرا برا نہ ہو

اسی طرح اخبار الفضل کا تیسرا دعوی بھی غلط ہے کہ یہ جنگ دراصل اصولی اختلاف کی وجہ ہے۔ کون نہیں جانتا کہ برطانیہ اور روس کے مابین شدید اصولی اختلاف ہے۔ مگر اس کے باوجود یہ دونوں قومیں جنگ میں باہم متحد ہیں۔ الفضل کا یہ دعوی بھی بالکل غلط ہے کہ اس جنگ کے متعلق مرزا غلام احمد نے پہلے سے ہمیں خبردار کیا ہوا ہے۔

اس کا جواب ہم کئی دفعہ دے چکے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے موعودہ زلزلہ یا جنگ کی نسبت یہ بھی کہا تھا کہ یہ عذاب میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں آئے گا۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم)

یہ عذاب مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں نہ آنا تھا نہ آیا، اسلئے ان کا یہ

دعوی بھی ان مواعید میں داخل ہے جن کی بابت کہا گیا ہے

ما موا عید ھا ا لا الا با طیل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۱۷ صفر ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۰ ص ۵۔۶)

کیا عیسائی اور آریہ مرزائیوں سے بھاگتے ہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شاعر لوگ اپنے شاعرانہ تخیل میں کہا کرتے ہیں

آج میں وہ ہوں کہ رستم کو بھی گرا ڈالوں
پہاڑ ہووے تو اک آن میں ہلا ڈالوں

قادیانیوں کی بھی یہی کیفیت ہے۔ ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۴۲ء میں لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے جو دعوی کیا تھا کہ براہین احمدیہ کی تصنیف کے بعد مذہبی مجادلات ختم ہو جائیں گے، کیا ایسا ہو گیا؟ یعنی ہر قسم کے مذہبی جھگڑے ختم ہو گئے۔

اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل اپنے شاعرانہ تخیل میں لکھتا ہے

گذشتہ پرچہ میں مختصراً بتایا جا چکا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) نے اپنی تصنیف براہین احمدیہ کے متعلق جو یہ فرمایا تھا کہ اس کتاب سے ہمیشہ کے لئے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہو جائے گا، یہ پورا ہو چکا ہے کیونکہ عیسائیوں اور آریوں نے احمدی مبلغین کے ساتھ مناظرے اور مجادلے کرنے بند کر دیئے ہیں اور اس بارے میں اعلان بھی کر چکے ہیں۔ یہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کے پیش فرمودہ دلائل اور حقائق کا ہی نتیجہ ہے۔ ورنہ پہلے تو آریہ اور عیسائی مسلمانوں کو مجادلات کے لئے چیلنج پر چیلنج دیا کرتے تھے اور مسلمان ان کے آگے بھاگے پھرتے تھے۔

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ذریعہ یہ اسلام کے غلبہ اور فتح عظیم کا کوئی معمولی ثبوت نہیں۔ لیکن افسوس کہ مولوی ثناء اللہ صاحب اسے کچھ وقعت دینے کے لئے تیار

نہیں۔ اس لئے نہیں کہ اسے کچھ وقعت حاصل نہیں بلکہ اس لئے کہ احمدیت کے متعلق ان کی آنکھوں پر ایسا پردہ پڑا ہوا ہے کہ واضح سے واضح حقائق اور خود تسلیم کردہ اصول بھی انہیں نظر نہیں آتے۔ (الفضل قادیان ۱۹ فروری ۱۹۴۲ء ص۔ اول)

الفضل کے جس مضمون نگار نے ہمارے جواب میں یہ نوٹ لکھا ہے، معلوم ہوتا ہے کہ وہ کوئی نوجوان متکلم ہیں جو ابھی اس میدان میں آئے ہیں، اس لئے وہ ہمارے سوال کو سمجھے بغیر جلدی میں جواب دینے بیٹھ گئے۔

کوئی ان سے پوچھے کہ براہین احمدیہ جو ۱۲۹۷ھ مطابق ۱۸۷۹ء میں طبع ہوئی تھی، اس کی طباعت کے بعد آریوں اور عیسائیوں سے جتنے مباحثات ہوئے، کیا ان کا کوئی شمار ہے؟ ہرگز نہیں۔

یہاں تک کہ ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر خود مرزا صاحب کا مباحثہ عیسائیوں کے ساتھ پندرہ روز تک ہوتا رہا جس کا ذکر قادیانی امت بڑے فخر سے کیا کرتی ہے اس مباحثے کے آخری دن خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اعتراف کیا کہ ایسے مباحثے تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔

اسی طرح آریوں کے سالانہ جلسوں میں مباحثے ہوتے رہے ہیں اور مرزائی اور غیر مرزائی سب مسلمان اس میں حصہ لیتے رہے ہیں۔ آریہ سماج لاہور کے سالانہ جلسوں میں ہر سال بڑا زور دار مباحثہ ہوتا تھا جس میں ہم بھی برابر حصہ لیا کرتے تھے۔ دیوریہ ضلع گورکھ پور اور نگینہ ضلع بجنور کے مباحثات بہت مشہور ہیں جو آریہ سماج اور مسلمانوں کے مابین علی الترتیب ۱۹۰۳ء، اور ۱۹۰۴ء میں ایک ایک ہفتے تک ہوتے رہے جن کی رودادیں مطبوعہ کتب میں شائع شدہ ملتی ہیں۔ دہلی میں بھی مسلمانوں اور آریوں کے مابین مباحثے ہوتے رہے جن میں آریوں کی طرف سے سوامی ورشانند اور مسلمانوں کی طرف سے یہ فقیر (ثناءاللہ امرتسری) اور دوسرے علماء بھی پیش ہوتے رہے۔ خاص مرزائیوں کے مباحثے بھی عیسائیوں سے ہوتے رہے جن میں عیسائیوں کی طرف سے حافظ احمد مسیح اور مرزائیوں کی طرف سے بابو عمر الدین شملوی اور شیخ عبدالحق وغیرہ پیش ہوتے رہے۔

اسی طرح مختلف مقامات اور مختلف اوقات میں مباحثات ہوتے رہے ہیں

چند روز ہوئے کہ موضع ویرو وال ضلع امرتسر میں عیسائیوں اور مرزائیوں میں مباحثہ ہوا اس سے چند روز قبل موضع پھیروچیچی (قریب قادیان) میں عیسائیوں اور مرزائیوں میں مباحثہ ہوا۔ اسی زمانہ کے قریب کا واقعہ ہے کہ پادری عبدالحق عیسائی مناظر بغرض مناظرہ قادیان میں پہنچا مگر مرزائیوں نے کسی مصلحت سے اس سے مباحثہ نہیں کیا۔

مختصر یہ ہے کہ واقعات صحیحہ بتا رہے ہیں کہ آریہ اور عیسائی صاحبان مرزائیوں سے مغلوب یا مرعوب ہو کر خاموش نہیں ہوئے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ ملکی فضا چونکہ بدل گئی ہر جماعت پر کچھ تو سیاسیات کا غلبہ ہو گیا اور کچھ جنگی واقعات کا اثر غالب ہے، اس لئے مذہبی مباحثات کا وہ زور شور نہیں رہا جو آج سے دس بیس سال پہلے تھا۔ اگر براہین احمدیہ اور دیگر تصانیف مرزائیہ کا اثر ہوتا تو مباحثات مذکورہ اور غیر مذکورہ وقوع پذیر نہ ہوتے۔

ہاں ہم کو اس بات کے اظہار میں بھی معذور سمجھنا چاہیے کہ عیسائی مناظر واقعی مرزائیوں سے مباحثہ کرنے میں دلی نفرت محسوس کرتے ہیں۔ کیوں؟ اسکے متعلق ہمارا جواب قابل غور ہے۔ ذرہ توجہ سے سنئے۔

مئی ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم عیسائی مناظر کے سامنے کہا تھا کہ آپ پندرہ مہینے کے اندر نہ مریں تو میں جھوٹا ٹھہروں گا۔ میرے گلے میں رسہ ڈال کر مجھے پھانسی پر لٹکا دیا جائے۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۸)

مگر واقعہ یہ ہوا کہ ڈپٹی آتھم اس میعاد کے اندر نہیں مرا۔ یہ میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہو گئی۔ چھٹی ستمبر کو عیسائیوں نے آتھم کو گاڑی میں سوار کر کے شہر امرتسر میں اس کا جلوس نکالا جس میں وہ یہ اشعار پڑھتے تھے

ایسی مرزا کی گت بنائیں گے۔ سارے الہام بھول جائیں گے
خاتمہ ہووے گا نبوت کا۔ پھر فرشتے کبھی نہ آئیں گے

اس کے ساتھ ہی یہ آواز بھی آتی تھی

غضب ہے تجھ پر ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی

اسی قسم کی بہت سی نظمیں ان دنوں شائع ہوئیں جن کو ہم نے رسالہ الہامات

مرزا میں جمع کیا ہوا ہے۔

چونکہ اس پیش گوئی سے مرزا صاحب قادیانی کے ذاتی دعوی کی تردید ہوتی ہے اس لئے گمان غالب ہے کہ عیسائیوں نے خفیہ طور پر اپنے مناظرین کو بتادیا ہوگا کہ یہ لوگ وہی ہیں جن کا حسب تعلیم انجیل مسیح سے پہلے آنا ضروری ہے اس لئے ان کو خطاب نہ کرو۔ پس اسی کا اثر ہے کہ مسیحی مناظر عام طور پر قادیانیوں کے ساتھ مناظرہ کرنے پر توجہ نہیں کرتے۔ اور عدم توجہ کا اصلی سبب یہ نہیں کہ وہ ان کے دلائل قاہرہ سے ڈرتے ہیں بلکہ اصل حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے کو فاتح جماعت مرزائیہ سمجھ کر اس کو نظر انداز کئے ہوئے ہیں۔ برعکس اس کے جماعت مرزائیہ اس کو اپنی فتح سمجھتی ہے اگر یہ فتح حقیقی ہوتی تو ہم بھی اس فتح پر ایک شعر ان کی نذر کرتے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۱ ص ۴۔۵)

قادیان سے عیسائیوں کی تائید

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مدینے میں ایک شریف قوم بستی تھی جنہوں نے اسلام کے مقابلے میں اہل مکہ سے اتحاد پیدا کر کے مشرکوں کے حق میں یہ کہنا شروع کر دیا تھا: هؤلاء اهدى من الّذين آمنوا سبيلاً ۔(النساء:۱۵)(یہ مشرک مسلمانوں سے زیادہ ہدایت یاب ہیں)

یہی کیفیت قادیانی جماعت کی ہے، عیسائیوں سے مباحثہ ہوا جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۷ فروری صفحہ ۲ میں ہو چکا ہے۔ مسئلہ الوہیت مسیح تھا۔ مگر چونکہ اس نواح کے مسلمانوں نے مرزائی مناظروں کو پیش کرنا پسند نہیں کیا جسکی ہمیں وہاں پہنچ کر اطلاع ہوئی، بس پھر کیا تھا، اخبار الفضل نے سارا زور اپنے بھائی عیسائیوں کی فتح پر خرچ کر دیا۔ خوب لکھا کہ:

وہاں مولوی ثناء اللہ کو بات کرنی نہ آئی۔ مسیحی پادری غالب رہے۔

عیسائیو! قادیان سے تو ہمیں یہی امید تھی کیونکہ ان کو صدمہ تھا لیکن آپ نے بھی اگر قادیانی شہادت کو اپنی فتح پر پیش کیا، تو یاد رکھو جو لوگ وہاں موجود تھے وہ یہ کہیں گے، یکے دزد با شد دگر پردہ دار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۲۴ صفر ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۱ ص ۵۔۶)

قادیانی کا لیکھ رام سے مباہلہ اور اس کی موت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم نے گذشتہ پرچے میں اعلان کیا تھا کہ آئندہ ہفتے ہم پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی پر مفصل بحث کریں گے، کیونکہ ہمارے نزدیک اس پیش گوئی پر مرزا صاحب قادیانی اور ان کے اتباع نے خوب ملمع کیا ہے۔ ملمع بھی ایسا کہ پیتل کو سونا کر کے دکھایا ہے۔لیکن اس پر پوری بحث ایک سوال کا جواب آنے پر موقوف ہے۔ یہ سوال ہم مرزا صاحب قادیانی کے اتباع سے پوچھنا چاہتے ہیں۔ مرزا صاحب متوفی نے اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں پنڈت لیکھ رام کے ساتھ اپنے مباہلے کی عبارت اسی کے الفاظ میں نقل کر کے لکھا ہے کہ پنڈت لیکھ رام نے میرے ساتھ مباہلہ ان لفظوں میں کیا تھا:

اے پرمیشور ہم دونوں فریقوں میں سچا فیصلہ کر کیونکہ کاذب صادق کی طرح کبھی تیرے حضور میں عزت نہیں پاتا۔ راقم: لیکھ رام شرما۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۱۹)

سوال: مرزا صاحب کے اتباع قادیانی ہوں یا لاہوری سب اس سوال کے مخاطب ہیں۔ دونوں فریق بتائیں کہ مرزا صاحب نے پنڈت لیکھ رام کے نام سے جو عبارت نقل کی ہے اس میں لفظ، کیونکہ، کس جملے کی دلیل ہے۔ اور کیا اصل کتاب میں یہ عبارت اسی طرح مرقوم ہے یا درمیان سے کچھ حذف کر دی گئی ہے۔

اخبار الفضل اور پیغام صلح کے مدیر صاحبان پنڈت مذکور کی ساری عبارت شائع کر کے بتائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے جتنا حصہ چھوڑا ہے وہ کیوں چھوڑا؟

اور جس حصہ کو جلی الفاظ میں نقل کیا ہے اس کو کس غرض سے جلی کیا ہے۔
اس کے بعد اصلی بحث چلے گی۔ اگر یہ عبارت بعینہ پنڈت لیکھ رام کی نہ ہوئی بلکہ اس میں مرزا غلام احمد کی طرف سے کچھ تحریف پائی گئی تو آپ لوگوں پر دوسرا سوال یہ ہوگا کہ مرزا غلام احمد فن روایت میں ثقہ تھے یا غیر ثقہ؟ ہم تو ان کی نسبت یہی کہیں گے

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۳ ص ۴)

موجودہ جنگ کے متعلق قادیانیوں کی رائے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
قادیان کے ایک ذمہ دار رکن مولوی زین العابدین صاحب کا مضمون موجودہ جنگ کے متعلق اخبار الفضل کے کئی ایک نمبروں میں نکلا ہے جس میں سورہ کہف کی تفسیر کرتے ہوئے خصوصا لفظ بأسا شدیدا پر غائر نظر ڈالی ہے۔
اس سلسلہ مضمون میں موجودہ جنگ کو بأس شدید کا مصداق قرار دے کر اس کو یاجوج ماجوج کی باہمی جنگ بتایا ہے۔ ساری بحث کا خلاصہ راقم مضمون کے اپنے الفاظ میں درج ذیل ہے:
سورہ کہف کی پیش گوئی کا خلاصہ: وہ دس معین نشانات جو بأس شدید والی پیشگوئی سے مخصوص ہیں اور جن کا ذکر سورہ کہف میں فصیح و بلیغ پیرایہ میں کیا گیا ہے میں خلاصۃً ان سب کو دہرائے دیتا ہوں، تا آپ کے لئے مابعد کی بیان ہونے والی تفصیلات کے ساتھ ان نشانات کو مطابقت دینے میں سہولت پیدا ہو۔
اول یہ کہ اس بأس شدید کا تعلق ان عیسائی اقوام سے ہے جو یاجوج ماجوج کی نسل میں سے ہوں گی۔ دوم ان کی دنیاوی ترقی کے انتہائی دور میں یہ بأس شدید والا خطرہ پیدا ہوگا۔ سوم، اس وقت تمام عیسائی اقوام یاجوج ماجوج ایک دوسرے پر چڑھائی

کریں گی اور وہ سمندروں کی موجوں کی طرح ایک دوسرے کے ساتھ ٹکرائیں گی اور لپٹیں گی۔ چہارم۔ یہ بأس شدید آگ کی جنگ ہوگی جو آسمان سے بھی برسے گی اور چاروں طرف سے بھی گھیرنے والی ہوگی۔ پنجم یہ جنگ کسی خاص ملک یا قوم تک محدود نہ ہوگی بلکہ تمام قومیں اس میں حصہ لیں گی۔ ششم اس وقت قومیں اپنی طرف سے اس بأس شدید سے بچنے کی کوشش کریں گی مگر وہ اس میں کودنے کے لئے مجبور کر دی جائیں گی۔۔ ہفتم عیسائی اقوام کا انجام باس شدید سے نہایت خطرناک ہوگا وہ دن ان کے لئے گویا یوم الحساب ہوگا جس میں ان کا اسی دنیا میں فیصلہ کر دیا جائے گا۔ ہشتم یہ بأس شدید (ما علی الارض)روئے زمین کو (صعیداً جرزاً) ویران کردے گا۔ زمین کی آرائش وزیبائش اس جنگ کے باعث کھنڈرات میں تبدیل ہو جائے گی۔ نہم: اس بأس شدید کی ہیبت ناک تجلی سے عیسائی اقوام میں آخر اپنی غلطیوں کا احساس پیدا ہوگا اور وہ یہ فکر کریں گی کہ حقیقی نجات کی راہ دراصل کیا ہے لقد جئتمونا کما خلقنا کم اوّل مرّۃ (۹٤:٦)۔ دہم: اس بأس شدید سے عیسائی ضلالت کا خاتمہ ہوگا۔ یاز دہم، اور اس میں مسلمانوں کیلئے جہاں خطرات پیدا ہوں گے وہاں بشارت کے سامان بھی مقدر ہیں نئی دنیا ہوگی اور نیا نظام ہوگا اور ایک ایسی آسمانی بادشاہت کا قیام ہوگا جسے زوال نہ ہوگا۔ (الفضل ۱۳ مارچ ۱۹۴۲ء ص ۴)

بأس شدید کا لفظ قرآن مجید میں کئی ایک جگہ آیا ہے چنانچہ ملکہ بلقیس کے اعیان دولت کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں: نحن اولوا قوۃٍ و اولو بأس شدید (النمل ۳۳)(ہم بڑی قوت والے ہیں اور بڑے لڑاکے ہیں)

دوسری آیت وہ ہے جس میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے فاذا جاء وعد اولاھما بعثنا علیکم عباداً لنا اولی بأس شدید (الاسراء :۵)

ملکہ بلقیس کے ارکان دولت کا اپنے آپ کو اولی باس شدید کہنا اور خدا تعالی کا اعداء بنی اسرائیل کو اولی بأس شدید بتانا قادیانی دعوی کی تردید کرتا ہے۔ مگر ہم اس بحث میں پڑنا نہیں چاہتے کیونکہ ہمیں صرف یہ دکھانا مقصود ہے کہ جس صورت میں اقوام یورپ نہ صرف یاجوج ماجوج ہیں بلکہ دجال کی مصداق بھی ہیں، ان میں سے کسی ایک کی فتح کے لئے دعا کرنا اور مریدوں کو تن من دھن سے جنگ میں مدد

دینے کی سخت تاکید کرنا کفر کی امداد ہے یا اسلام کی؟

نیز ایسا کہنا دل سے ہے یا صرف زبانی لسانی۔مہربانی کر کے قادیانی اور لاہوری پریس اس سوال کا جواب ضرور دے۔اگر ہمیں جواب مل گیا تو ہم اس پر کچھ اور بھی لکھیں گے اگر نہ ملا تو ہم استاد غالب کا یہ شعر صحیح سمجھیں گے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

ایک ضروری سوال: مولوی زین العابدین کے مضمون میں ہمیں یہ فقرہ بھی ملتا ہے

موعودہ عالمگیر (جنگ) میں عیسائی اقوام بھی اور ناخلف مسلم اقوام بھی شریک ہوں گی اس بارہ میں حتمی فیصلہ ہو چکا ہے جو تیرے رب کو پورا کرنا ہے۔

(الفضل ۱۹ مارچ ۱۹۴۲ء ص ۳)

مہربانی کر کے قادیانی پریس ہمیں بتائے کہ وہ کون سی ناخلف مسلم اقوام ہیں جو اس جنگ میں شریک ہیں تاکہ ہم فیصلہ کر سکیں کہ اس معقول مقولہ قضی الرجل علی نفسه کا مصداق کون کون ہے

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ مارچ ۱۹۴۲ء مطابق ۹ ربیع الاول ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۳ ص ۴۔۵)

الفضل قادیان اور زمزم لاہور

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان کے اخبار الفضل اور لاہور کے اخبار زمزم میں اس امر پر تکرار ہو رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے مرید بھی اصلاح یافتہ نہیں ہیں۔

زمزم نے ایک حوالہ اشتہار ملحقہ بہ شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا غلام احمد صاحب سے پیش کیا جس کا مفہوم یہ بتایا کہ جماعت احمدیہ کے بہت سے افراد

بداخلاق ہیں۔ الفضل قادیان نے اس کے جواب میں کہا کہ حضرت صاحب کا یہ ارشادان لوگوں کی اصلاح کے لئے ہے جو بیعت میں داخل ہوکر بھی پابند اخلاق نہیں ہوتے تھے سب کے لئے نہیں۔

چونکہ اس قسم کے نزاعات میں دخل دینا اہل حدیث کا مسلمہ حق ہے اس لئے ہم دونوں فریقوں کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ دونوں اس نزاع کے تصفیہ کے لئے خلیفہ قادیان کو منصف مان لیں۔ چونکہ یہ منصف بڑے معتبر ہیں اس لئے امید ہے کہ دونوں فریق ان کو تسلیم کرلیں گے پس ہم ان کا فیصلہ فریقین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ خلیفہ قادیان (محمود احمد) خاص قادیان کے رہنے والوں کی شکایت کرتے ہیں کہ کام کے وقت کئی بہانے کر کے جی چرا جاتے ہیں لیکن حضرت صاحب کے الہامات سن کو خوب سر دھنتے ہیں خلیفہ صاحب مسجد قادیان کے نمازیوں کا خاص ذکران لفظوں میں کرتے ہیں؛

مجھے رپورٹ ملی ہے کہ جہاں باقی سب محلوں نے کام ختم کرلیا ہے وہاں مسجد فضل سے تعلق رکھنے والے تعاون نہیں کررہے (اس سے مراد دارالفضل والے نہیں بلکہ وہ محلّہ ہے جسے محلّہ ارائیاں کہتے ہیں) اس محلّہ کے لوگ نہ تو نمازوں کیلئے باقاعدہ جمع ہوتے ہیں نہ پڑھانے کے لئے جاتے ہیں اور نہ ہی پڑھنے کے لئے آتے ہیں اس طرح مجھے بیس لوگوں کی ایسی لسٹ دی گئی جنہیں اس محلّہ کے ان پڑھوں کو تعلیم دینے کے لئے مقرر کیا گیا مگر کسی نے کوئی عذر کر دیا اور کسی نے کوئی اور۔ اور جس نے مان بھی لیا وہ بھی پڑھانے کے لئے نہیں گیا اور جب ان میں سے بعض کو کہا گیا کہ تمہیں اس جرم کی سزا دی جائے گی تو ان میں سے دو نے کہا کہ ہم خدام الاحمد یہ سے استعفا دے دیں گے مگر انہیں یاد رکھنا چاہیے کہ وہ خدام الاحمد یہ سے استعفا نہیں دے سکتے بلکہ انہیں احمدیت سے استعفا دینا پڑے گا۔ (اخبار الفضل یکم اگست ۱۹۴۰ء ص ۶)

اس قسم کی خرابیوں کا مفصل ذکر اسی پرچہ میں صفحہ ۳ سے صفحہ ۷ تک مسلسل کیا گیا ہے۔ امید ہے کہ اب دونوں فریق (الفضل اور زمزم) خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) کے فیصلے کو مان کر نزاع ختم کردیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مئی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۸ ص ۵)

آہ! میرے سہ صدی دوست چل بسے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی اخبار الفضل نے اطلاع پہنچائی ہے کہ منشی قاسم علی قادیانی ستر (۷۰) سال کی عمر میں فوت ہوگئے۔ افسوس ان کی وفات پر نہیں کیونکہ وہ عمر طبعی پا چکے تھے اور قادیانی مشن کا کام بھی انہوں نے اپنی ہمت کے مطابق خوب کیا، ہاں افسوس اس امر کا ہے کہ الفضل نے متوفی کے بہت سے کام بڑے فخر سے گنے ہیں مگر ایک تاریخی واقعہ جو ان کے سوانح میں لکھنے کے قابل تھا اسے چھوڑ گئے۔ وہ واقعہ انعامی مباحثہ کا ہے جس میں موصوف نے بڑی جرأت دکھائی تھی۔ جماعت قادیانی سے چندہ کر کے تین سو روپیہ درصورت فتح میرے لئے انعام مقرر کیا تھا۔ مباحثہ مرزا کے آخری فیصلے کے متعلق تھا۔ اپریل ۱۹۱۲ء کو مقام لدھیانہ میں مباحثہ ہوا۔ جس میں حسب دعا مرزا (غلام احمد) صاحب وحسب فیصلہ ثالث انعامی رقم مبلغ تین سو مجھے مل گئی۔ اس وجہ سے میں منشی قاسم علی کو اپنا سہ صدی دوست لکھا کرتا تھا۔ آہ! آج وہ ہم سے ہمیشہ کے لئے روپوش ہوگئے اور دار الجزاء میں پہنچ کر اہل قادیان کو یہ پیغام بھیج رہے ہیں: من نہ کردم شما حذر بکنید

کریں جدائی کا کس کس کی رنج ہم اے ذوق
کہ ہونے والے ہیں ہم سب بھی عنقریب جدا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مئی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۵ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۱۸ ص ۵)

قادیانی نبی کی دوسری زبردست پیش گوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
اخبار الفضل میں ایک سلسلہ مضمون جاری ہوا ہے جس کا عنوان ہے:
حضرت مسیح موعود کی تین زبردست پیش گوئیاں

ان تین پیش گوئیوں میں سے پہلی پیش گوئی (آسمانی نکاح والی) کا ذکر اہل حدیث امرتسر کی گذشتہ اشاعت مورخہ ۱۵ مئی ۱۹۴۲ء میں ہو چکا ہے۔ آج ہم دوسری پیش گوئی پر نظر کرتے ہیں۔ اس سے مراد وہ پیش گوئی ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے متعلق کی تھی۔

اس پیش گوئی کی تقریب یہ ہوئی تھی کہ مئی ۱۸۹۳ء میں امرتسر میں مرزا غلام احمد کا مباحثہ عیسائیوں سے ۱۵ روز تک ہوتا رہا۔ اس کے اخیر میں مرزا صاحب نے اپنا الہامی حربہ چلاتے ہوئے اعلان کیا کہ ڈپٹی آتھم پندرہ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ (جنگ مقدس)۔، یہ میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہوگئی۔ چنانچہ چھٹی ستمبر کو ایک نظم شائع ہوئی جس کے دو شعر یہ تھے

غضب تھی تجھ پہ ستم گر چھٹی ستمبر کی
نہ دیکھی تو نے نکل کر چھٹی ستمبر کی
ہے قادیانی جھوٹا مرا نہیں آتھم
یہ گونج اٹھا امرتسر چھٹی ستمبر کی

اس پیش گوئی کا کذب نمایاں ہونے کے بعد مرزا غلام احمد صاحب نے جتنے عذر تراشے تھے، ان سب کے جوابات ہم نے رسالہ الہامات مرزا میں دئے ہوئے ہیں۔ مگر چونکہ اخبار الفضل قادیان کے نامہ نگار نے اس بحث کو پھر چھیڑا ہے اس لئے ہم اس کا مختصر جواب دیتے ہیں۔

قادیانی نامہ نگار نے کوئی نئی بات نہیں کہی، بلکہ اسی مغالطہ اور غلط بیانی سے کام لیا ہے جس سے مرزا صاحب لے چکے تھے کیسے عمدہ انداز میں لکھا ہے کہ

ڈپٹی عبداللہ آتھم کے متعلق یہ پیش گوئی فرمائی کہ چونکہ آتھم صاحب نے آنحضرت ﷺ کی شان میں دجال کا لفظ (نعوذ باللہ) استعمال کیا ہے، اس لئے اللہ تعالی کی طرف سے یہ مقدر کیا گیا ہے کہ اگر آتھم نے اس بات سے رجوع نہ کیا، تو وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسے سخت ذلت نصیب ہوگی۔

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی اس پیش گوئی کا آتھم پر اس قدر اثر ہوا کہ باوجودیکہ اس نے اپنی کتاب اندرونہ بائیبل میں آنحضرت ﷺ کی شان میں بے ادبی کے الفاظ استعمال کئے تھے اور آپ کو نعوذ باللہ دجال قرار دیا تھا، لیکن اس پیش گوئی کو سن کر اس پر اتنی ہیبت طاری ہوئی کہ اس نے بھرے مجمع میں اس بات سے انکار کر دیا کہ اس نے ایسے الفاظ استعمال نہیں کئے اور پھر اس کے بعد اس پر اتنا خوف مسلط ہوا کہ اس پیش گوئی کی میعاد پندرہ ماہ تک اس نے آنحضرت ﷺ اور اسلام کے خلاف کوئی بات نہیں

کہی۔ (الفضل قادیان ۷ مئی ۱۹۴۲ء ص ۳ کالم ۲)

ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اتنی دلیری سے جھوٹ کیوں بولتے ہیں۔ جو واقعہ تحریر میں آکر پبلک میں شائع ہو چکا ہے اس کو بگاڑ کر پیش کرنا بکف چراغ داشتہ چوری کرنے کا مصداق ہے۔

قادیانی مضمون نگار نے اس پیش گوئی کی بنا آنحضرت ﷺ کو دجال کہنا بتائی ہے۔ اس کی تردید کے لئے ہمیں کچھ اور لکھنے کی ضرورت نہیں بلکہ مرزا غلام احمد صاحب کے اصل الفاظ پیش کر دینا کافی ہے۔ سنئے مرزا صاحب لکھتے ہیں کہ:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کے لئے وقت تھا میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹ نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالی کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے، تو میں ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ مجھ کو ذلیل کیا جائے۔ رو سیاہ کیا جائے۔ میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے۔ مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ ہر ایک بات کیلئے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کریگا ضرور کریگا۔ زمین آسمان ٹل جائیں پر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی۔ (جنگ مقدس۔ص ۱۸۹)

ناظرین غور فرمائیں کہ اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب نے اس پیش گوئی کو ڈپٹی آتھم کے عقیدہ تثلیث پر مبنی قرار دیا ہے۔

نامہ نگار صاحب اگر اپنا منقولہ جملہ (آنحضرت ﷺ کو دجال کہنا) مرزا صاحب کی پیش گوئی کے الفاظ میں دکھا دیں تو ہم ان کو مبلغ پانچ روپئے نقد انعام دیں گے۔ ورنہ یاد رکھیں کہ جھوٹے منتروں سے یہ مردہ زندہ نہیں ہوگا۔

قادیانی نامہ نگار نے یہ بھی غلط کہا ہے کہ مباحثہ مذکور کے بعد ڈپٹی آتھم نے اسلام کے خلاف کوئی لفظ نہیں کہا، حالانکہ اس نے مباحثہ کے بعد، خلاصہ مباحثہ، کے نام سے ایک رسالہ شائع کیا تھا جس میں توحید خالص کو مجنون کی بڑ بتایا۔ اس رسالہ کے اقتباسات ہم نے الہامات مرزا میں نقل کئے ہوئے ہیں۔ حقیقت یہ ہے کہ اس پیش گوئی نے مرزا غلام احمد صاحب کو ایسا خفیف کر دیا ہے جس کا ذکر اس شعر میں ہے

حباب بحر کو دیکھو کہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مئی ۱۹۴۲ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۱ ص ۵)

طاعون مرزا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

(قادیانی اخباروں میں میاں محمود احمد کو امیر المومنین لکھا جاتا ہے اس سے مسلمانوں کو دو وجوہ سے دلآزاری ہوتی ہے۔ ایک وجہ یہ ہے کہ مسلمانوں کے نزدیک امیر المومنین بڑا معزز لقب ہے۔مثلاً امیر المومنین حضرت عمر، اور امیر المومنین حضرت علی۔، میاں محمود احمد کو ان بزرگ ہستیوں کے ساتھ کوئی نسبت نہیں۔ دوسری وجہ دل آزاری کی یہ ہے کہ میاں محمود احمد کو امیر المومنین کہنے سے غیر مرزائی مسلمانوں کے حق میں اشارۃً کفر کا فتوی پایا جاتا ہے۔ اس لئے ہم بدلہ لینے کی نیت سے نہیں بلکہ محض بغرض اظہار واقعہ آج سے میاں محمود احمد کو خلیفہ مرزائیہ اور مولوی محمد علی کو امیر مرزائیہ لکھا کریں گے۔

مرزائی کا لفظ اتباع مرزا کے حق میں ہتک آمیز یا دل آزار نہیں ہے بلکہ متضمن مدح ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ قادیان کے جلسہ سالانہ میں جو ۱۹۰۷ء میں ہوا تھا مرزا صاحب کلاں حکیم نورالدین صاحب مولوی محمد احسن صاحب اور مولوی محمد علی صاحب وغیرہ سب اعیان شریک تھے جن کی موجودگی میں منشی قاسم علی نے مولوی محمد علی کی شان میں ایک قصیدہ مدحیہ پڑھا جس میں ایک شعر یہ بھی تھا

کیا ہے راز طشت از بام جس نے عیسویت کا
یہی وہ ہیں یہی وہ ہیں یہی ہیں پکے مرزائی

اس شعر سے ثابت ہوتا ہے کہ ہر دو جماعتوں کے حق میں مرزائی کا لفظ موجب عزت اور متضمن مدح ہے جس کا نتیجہ صاف ہے کہ میاں محمود احمد مع اپنی جماعت کے مرزائی ہیں اسی طرح مولوی محمد علی بھی اپنی جماعت سمیت مرزائی ہیں۔ پس اس لفظ مرزائی میں اتباع مرزا کی کمال تعریف اور مدح پائی جاتی ہے۔)

مرزا غلام احمد گو محکمہ آب و ہوا میں نہ رہے تھے، مگر ہوا کا رخ خوب پہچانتے تھے۔ طاعون کے دنوں میں آپ نے دل کھول کر پیش گوئیاں کیں جن میں دو خصوصاً قابل

ذکر ہیں۔ چونکہ میاں محمود احمد صاحب خلیفہ جماعت مرزائیہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو ۱۷ جولائی کے اخبار الفضل میں شائع ہوا ہے ان پیش گوئیوں کا ذکر کیا ہے اس لئے ہم بھی ان دو کے ساتھ ایک تیسری پیش گوئی ملا کر تینوں کا ذکر کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کی ایک پیش گوئی یہ تھی کہ قادیان میں طاعون نہیں آئیگا انه آوی القریة بلکہ جو طاعون زدہ قادیان میں آئے گا، اچھا ہو جائے گا۔

دوسری پیش گوئی یہ تھی کہ میرے گھر میں طاعون نہیں آئے گا۔

تیسری پیش گوئی یہ تھی کہ میرے مریدوں میں طاعون نہیں آئے گا۔

پہلی پیش گوئی کی تکذیب تو خلیفہ قادیان نے بھول کر خود ہی کر دی۔ چنانچہ انہوں نے اعتراف کیا ہے کہ طاعون قادیان میں بھی آئی (الفضل ۱۷ جولائی ص ۳ کالم ۱) مگر کس جرأت یا بے خبری سے لکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کے گھر میں طاعون نہیں آیا اور اس بات کو مرزا صاحب کی پیش گوئی کی صداقت کا نشان بتایا ہے۔ آپ کے اصل الفاظ یہ ہیں:

> خدا تعالی نے فرمایا آپ کے گھر میں طاعون نہ آسکے گی وہ کیڑے آپ کے مکان کے دائیں بھی آئے، بائیں بھی آئے، اور موتیں پیدا کیں سامنے بھی گئے اور موتیں پیدا کیں اور پچھواڑے بھی گئے اور وہاں بھی موتیں پیدا کیں طاعون کے کیڑوں نے آپ کے مکان کے چاروں طرف چکر لگائے مگر کوئی کیڑا آپ کے مکان کے اندر داخل نہ ہو سکا۔ (الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۳)

جب ہم کہتے ہیں کہ اہل حدیث اقوال مرزا کو ساری امت مرزا سے زیادہ جانتا ہے، تو یہ لوگ برا مناتے ہیں۔ مگر واقعات ہماری تائید اور ان کی تردید کرتے رہتے ہیں۔ دیکھئے خلیفہ مرزائیہ نے مذکورہ بالا دعوی کس دلیری سے کیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے گھر میں طاعون نہیں آیا۔ شائد ان کو یاد نہیں رہا، یا دانستہ چھپا گئے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے گھر سے مراد کیا بتایا ہے۔

خوب غور سے سنئے۔ میری نہیں، بلکہ اپنے نبی رسول کی سنئے۔ ہاں اپنے کرشن کی سنئے جو فرماتے ہیں کہ

خدا تعالی کے کلام میں یہ وعدہ ہے انّی احافظ کل من فی الدار یعنی ہر ایک جو تیرے گھر کی چار دیواری کے اندر ہے میں اس کو بچاؤنگا۔ اس جگہ یہ نہیں سمجھنا چاہیے

کہ وہی لوگ میرے گھر کے اندر ہیں جو میرے اس خاک وخشت (مٹی اور اینٹوں) کے گھر میں بود و باش رکھتے ہیں، بلکہ وہ لوگ بھی جو میری پوری پیروی کرتے ہیں میرے روحانی گھر میں داخل ہیں۔ (کشتی نوح۔ص۱۰)

اس تشریح کے ماتحت الہام مذکور کے معنی یہ ہوئے کہ خدا تعالی مرزا صاحب قادیانی کے ہر ایک مرید کو چاہے وہ کہیں رہتا ہو، طاعون سے بچائے گا۔

پھر کیا یہ پیش گوئی اپنی اس تشریح کے ساتھ پوری ہوئی؟ کیا مرزا غلام احمد صاحب کا کوئی مرید طاعون سے نہیں مرا؟ ہم ابھی اخبار الفضل کے جواب کے منتظر ہیں۔ اگر وہ انکار کرے گا تو ہم بھی واقعات پیش کر کے جواب دیں گے۔ کس قدر اخفائے حق ہے اور کس قدر جرأت ہے کہ بیٹا، اپنے باپ (صاحب الہام) کی تشریح کو نظر انداز کر کے مرزا صاحب قادیانی کے گھر سے مراد خاص اینٹوں کا مکان بتاتا ہے۔ اسی کو کہتے ہیں بازی بازی باریش بابا بازی۔ کیا اب بھی تم لوگوں کو ہمارا کہنا ناگوار گذرے گا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کسی حوالہ کی ضرورت ہو تو ہم سے پوچھ لیا کرو ہم حوالہ بتانے میں کبھی بخل سے کام نہیں لیں گے۔ کیوں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

تیسری پیش گوئی کی مفصل تکذیب کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ وہ دوسری کے ضمن میں آسکتی ہے۔ تاہم قادیان ہی کا ایک واقعہ بطور مثال پیش کئے دیتے ہیں۔

بتاؤ اخبار البدر کا اڈیٹر محمد افضل جو مرزا غلام احمد صاحب کے حق میں عقیدت مندی کی وجہ سے امرتسر سے ہجرت کر کے قادیان میں جابسا تھا، کس بیماری سے فوت ہوا۔ اور کیا اس کے مرنے پر کنویں کا ڈول نہیں اتارا گیا؟

اور اس کے گھر پانی پہنچانے والے ماشکی کو پانی دینے سے منع نہیں کیا گیا؟

ناظرین کرام! جماعت قادیانیہ کا یہ وطیرہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئی کا ذکر تو کر دیتے ہیں، مگر اپنے خلاف منشاء واقعات چھپا دیتے ہیں۔ اتنا بھی نہیں سوچتے کہ اہل حدیث ان کی گھات میں تاک لگائے بیٹھا ہے۔ پس ہم ان لوگوں کو متنبہ کرتے ہوئے کہتے ہیں

سنبھل کے رکھیو قسم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۶ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۱ ص ۵۔۶)

قادیانی مسیح اور حضرت مسیح

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس راز کو طشت از بام کر چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے حضرت مسیح کے حق میں بہت سخت کلامی کی ہوئی ہے مگر اس کے باوجود اتباع مرزا کی دلیری ملاحظہ ہو کہ ۳۔اپریل سنہ رواں (۱۹۴۲ء) کے اخبار اہل حدیث میں ایک مراسلہ شائع ہو گیا جس کے بعض فقرات کو مسیحیوں نے اپنے حق میں دل آزار سمجھ کر صدائے احتجاج بلند کی۔

بس پھر کیا تھا، قادیانی اخباروں نے اس آگ کو خوب ہوا دی۔ ہم نے اہل حدیث ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء میں اخلاقی طور پر معذرت کرتے ہوئے اپنے نامہ نگاروں کو فہمائش کر دی کہ وہ کسی قسم کا دل آزار فقرہ نہ لکھا کریں۔

ادھر قادیانی اخبار نے اس پر بغلیں بجاتے ہوئے کہا کہ اہل حدیث کی یہ معذرت قدرت کی طرف سے اس الزام کا جواب ہے جو مولوی ثناءاللہ صاحب، مرزا غلام احمد صاحب پر لگایا کرتے ہیں کہ انہوں نے حضرت مسیح کی توہین کی ہوئی ہے۔چونکہ یہ الزام بالکل غلط ہے اس لئے خدا تعالیٰ نے خود مولوی ثناءاللہ کو اسی الزام سے ملزم ٹھہرادیا۔(الفضل ۲۲ جولائی ص۱)

ہم اس الزام کا جواب دینے کی ضرورت نہیں سمجھتے کیونکہ جن (عیسائیوں) حمایت میں قادیانی اخباروں نے ہمارے خلاف لمبے چوڑے مضامین لکھے ہیں خود انہی کے الفاظ میں اس کا جواب بھی ملتا ہے۔ چنانچہ اہل حدیث میں درج شدہ مراسلہ کے بعض الفاظ کی بنا پر اہل حدیث کو مخاطب کر کے عیسائی رسالہ اخوت لکھتا ہے کہ

مجھے تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ثناءاللہ) میں آج کل مرزا قادیانی کی

روح حلول کر آئی ہے۔(اخوت لاہور اپریل ۱۹۴۲ء ص ۲۲)

قادیانی ممبرو! دیکھا نہ اپنے مزعومہ دجا جلہ کی حمایت میں ایک مسلم پر حملہ کرنے کا نتیجہ تم کو کیا ملا۔یہی نا کہ اہل حدیث میں جو لفظ لکھے گئے وہ (بقول مسیحی رسالہ) مرزا صاحب کی روح کے اثر سے درج ہوئے۔گویا دنیا میں توہین مسیح کا جو واقع پیش آئے بقول مسیحیان اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی روح کا دخل ہوتا ہے، کیونکہ مرزا صاحب، یسوع مسیح کے حق میں ایسے مکروہ الفاظ لکھ دیا کرتے تھے جن کا نمونہ اس عبارت میں ملتا ہے: یہ تو وہی بات ہوئی جیسا کہ ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں مشہور کیا کہ میں ایک ورد بتا سکتا ہوں جسکے پڑھنے سے پہلی ہی رات میں خدا نظر آ جائے۔(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵)

ناظرین! کیا ہی شیریں کلام ہے

کیا ہی پیارے میں تیرے شیریں لب
گالیاں دے کے بھی بے مزہ نہ ہوئے

اخیر میں ہم مسیحیوں کی اس تلاش کی داد دیتے ہیں، کیا خوب سراغ لگایا ہے اور قادیانیوں کو جتاتے ہیں کہ ایک مسلم کے خلاف لب کشائی کرنیکا تم کو کیا اچھا نتیجہ ملا ہے

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ جولائی ۱۹۴۲ء مطابق ۱۶ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۱ ص ۶۔۷)

مرزا قادیانی کا بہت بڑا کارنامہ

کوہ کندن وکاہ برآوردن

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی پریس اس امر میں خاص مشق رکھتا ہے کہ معمولی بات کو بتنگڑ بنا کر دکھایا جائے۔ چنانچہ الفضل ۲۵۔ جولائی ۱۹۴۲ء میں لیڈر (افتتاحیہ) مضمون لکھا گیا ہے جس کی سرخی ہے

حضرت مسیح موعود کی مذہبی و علمی میدان میں شاندار کامیابی

(لفظ توفی بمعنی موت)

یعنی مرزا غلام احمد صاحب کی علمی تحقیق کا بڑا کارنامہ یہ ہے کہ آپ نے ثابت کر دیا کہ توفی کے معنی موت کے ہیں۔

واقعی ہم بھی اس تحقیق کی داد دیتے ہیں کیونکہ آپ نے یہ تحقیق سرسید احمد خان مرحوم علی گڑھی کی تفسیر سے حاصل کی، مگر اپنے مریدوں کو اپنی ایجاد بتا کر اپنی تعریف کرائی۔ حالانکہ آپ خود براہین احمدیہ میں اس لفظ کو اپنی زندگی میں اپنے حق میں استعمال کرتے ہیں اور جس آیت میں توفی کا صیغہ اسم فاعل متوفی آیا ہے اس آیت کو بطور الہام خود اپنے اوپر وارد کر کے اس کا ترجمہ یوں کرتے ہیں

انّی متوفّیك (اے مرزا) میں تجھ کو پوری نعمت دوں گا۔ (براہین احمدیہ ص ۵۱۹)

حالانکہ اس زمانے میں بھی آپ مجدد اور مثیل مسیح ہونے کے مدعی تھے۔ مگر جوں ہی سرسید احمد خان کی تفسیر پر نظر پڑی، تو آپ کی مجددیت نے سرسید احمد خان کا رنگ اختیار کر لیا اور آپ کے مرید بھی آپ کی کامیابی کے نعرے لگانے لگے جس پر ہمیں بھی یہ کہنے کا موقع ملا

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ بورانی است بادنجاں و بادنجان بورانی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۲ ص ۴)

قادیانی کی برکت سے عیسائیت پسپا ہو رہی ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی کا دعویٰ تھا کہ میرے آنے کا اصل مقصد عیسائیت کو فنا کرنا ہے۔ لیکن واقعات سے ثابت ہوا کہ عیسائیت دن بدن ترقی کر رہی ہے۔

کون نہیں جانتا کہ عیسائیت کی ہی ترقی قومی ہے مذہبی نہیں، جہاں کہیں

عیسائیوں کے مذہبی تنزل کا ذکر اخباروں میں آتا ہے قادیانی اخبار شور مچا دیتے ہیں کہ دیکھو حضرت مسیح موعود کی برکت سے عیسائی مذہب دنیا سے اٹھتا جا رہا ہے حالانکہ عیسائی مذہب کا تنزل زمانے کی عام الحادی ہوا کا اثر ہے جس سے ہندو دھرم اور اسلام بھی محفوظ نہیں رہے۔ مرزا صاحب قادیانی کا اثر ہوتا تو جو لوگ عیسائی مذہب کے بطلان کی وجہ سے لا مذہب ہوئے تھے وہ اسلام میں آ جاتے، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ اس کا ثبوت اپنے مبلغ مولوی جلال الدین کی رپورٹ میں دیکھئے جس میں سے بطور نمونہ چند الفاظ یہ ہیں۔

یورپین اقوام مذہب سے بالکل ناآشنا اور بےگانہ محض ہیں تبلیغ کا ان پر کوئی نمایاں اثر نہیں ہوتا وہ دنیاوی اشغال میں اس طرح مستغرق ہیں کہ گویا یہی مادی دنیا ان کی منتہائے مقصود زندگی ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ جولائی ۱۹۴۲ء ص ۱۲)

پس یہ مذہبی تنزل مرزا غلام احمد صاحب کا کمال نہیں ہے بلکہ جو کچھ ہے وہ الحادی ہوا کا اثر ہے۔ ہاں مریدوں میں یہ کمال ضرور ہے کہ سب کچھ مرزا صاحب کی طرف منسوب کر دیتے ہیں۔ کسی شاعر کا شعر ہے

کار زلفِ تست مشک افشانی اما عاشقاں
مصلحت را تہمتے بر آہوئے چیں بستہ اند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔ اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۲۳ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۲ ص ۴)

نکتہ بعد الوقوع

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جو بات واقعہ کے وقوع کے بعد پیدا کی جائے، مثلاً کسی حاملہ عورت کے لڑکا پیدا ہونے بعد کوئی نجومی کہے کہ میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ لڑکا پیدا ہوگا حالانکہ اس نے ایسا نہ کہا ہو، ایسی بات کو نکتہ بعد الوقوع کہتے ہیں۔

آج کل زمانہ جنگ میں قادیان کی الہامی مشین بہت تیزی سے چل رہی

ہے۔ بڑے بڑے خواب الہامات اور کشوف خلیفہ مرزائیہ (مرزا محمود) کی طرف منسوب کر کے شائع کئے جاتے ہیں۔ جن میں سے ایک خواب کا ذکر ہم نے اہل حدیث ۱۷ جولائی ۱۹۴۲ء میں کر کے اسے نکتہ بعد الوقوع کہا تھا۔ اس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ

خلیفہ مرزائیہ نے اپنے خطبہ جمعہ میں جو کہا ہے کہ جنگ لیبیا میں جو چند مرتبہ اتار چڑھاؤ ہوا ہے اس کا نقشہ مجھے بہت پہلے دکھایا گیا تھا۔ اپنا یہ خواب میں نے قادیان کے جلسہ سالانہ ۱۹۴۰ء میں ہزاروں کے مجمع میں سب کو سنا دیا تھا اور غالباً جلسہ کی روداد میں شائع بھی ہو چکا ہے۔ (الفضل ... جولائی ۱۹۴۲ء۔ ص ۱)

اس عبارت پر تعاقب کرتے ہوئے ہم نے لکھا تھا کہ ہم نے جلسہ مذکور کی روئداد اور خلیفہ صاحب کی تقریر پڑھی ہے ان دونوں میں اس خواب کا ذکر نہیں ہے۔ اب معاصر الفضل کا فرض ہے کہ ہمیں اس پرچے کا پتہ بتائے جس میں خلیفہ صاحب کا یہ خواب شائع ہوا ہے ورنہ ہمارا نکتہ بعد الوقوع تسلیم کرے۔

اس مطالبہ سے قادیان میں ایسی گھبراہٹ پیدا ہوئی جیسی ڈپٹی آتھم والی پیش گوئی کے خاتمہ پر ہوئی تھی۔ اسی گھبراہٹ میں اخبار الفضل نے صاف اقرار کر لیا کہ بے شک ۱۹۴۰ء کے سالانہ جلسہ کی شائع شدہ روئداد میں اس خواب کا ذکر نہیں ہے (الفضل ۲۹ جولائی۔ ص ۵) بایں ہمہ چراغ کی روشنی میں اسی کالم کے اخیر میں لکھ دیا کہ مولوی ثناء اللہ کا مطالبہ پورا کر دیا گیا۔

پیغام صلح لاہور انصاف کرے کہ ہمارا مطالبہ پورا ہو گیا ہے ؟

اس کے علاوہ یہ معذرت بھی کی ہے کہ خلیفہ صاحب نے کہا تھا کہ غالباً روئداد جلسہ میں خواب شائع ہو گیا ہے۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ مطالبہ کسی طرح درست نہیں ہوسکتا۔ کیوں صاحب کیا غالب بمعنی ظن نہیں آتا جس کے مقابلہ میں وہم یا خیال ہوتا ہے۔ اگر غالب پر مطالبہ نہیں ہوسکتا تو کیا وہم پر ہوسکتا ہے؟ پھر اس آیت کے کیا معنی ہوں و ظننتم باللّٰہ ظنّ السّوء و کنتم قوماً بوراً (الفتح : ۱۲) ۔ اس ظن السوء پر عتاب کیوں کیا گیا ؟

بہرحال الفضل قادیان کے تسلیم کرنے سے یہ فیصلہ ہو گیا کہ ۱۹۴۰ء کے جلسہ کی روداد میں اس خواب کا ذکر نہیں ہے بلکہ خلیفہ صاحب کی تقریر جلسہ مندرجہ

الفضل یکم جنوری ۱۹۴۱ء میں بھی نہیں ہے۔ رہا یہ امر کہ آپ نے یہ خواب پچیس ہزار کے مجمع میں بیان کیا تھا، سو خواجہ کے ہزاروں گواہ... جب ہمارے سامنے آئیں گے تو ہم ان سے پوچھ لیں گے، اس وقت تو ہمارے سامنے شائع شدہ تحریر ہے۔ اس کی رو سے فیصلہ ہو گیا کہ یہ خواب نکتہ بعد الوقوع کے حکم میں ہے۔ ہاں معاصر الفضل نے ہم کو اخبار الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء پر توجہ دلاتے ہوئے لکھا ہے کہ مولوی صاحب یہ پرچہ ملاحظہ فرمائیں۔ اس میں یہ رؤیا تفصیل کے ساتھ درج ہے پھر غور کریں کہ ان کا الزام نکتہ بعد الوقوع کیسا بے بنیاد ہے۔ (حوالہ ایضاً)

معاصر کی فرمائش پر ہم نے الفضل کا پرچہ مذکور بڑے غور سے پڑھا۔ اس میں بھی اپنے خیال کی تائید پائی۔

جنگ لیبیا میں چار مرتبہ اتار چڑھاؤ ہو جانے کے بعد قادیان کے جلسہ سالانہ دسمبر ۱۹۴۱ء میں خلیفہ صاحب اپنے خواب کا ذکر کرتے ہیں جو الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا ہے چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

میں نے پچھلے سال ایک خواب دیکھا تھا جس کا دوسرا حصہ اب پورا ہوا ہے۔

آگے چل کر جنگ لیبیا کے اتار چڑھاؤ کا ذکر کیا ہے (الفضل ۱۷ جنوری ۱۹۴۲ء ص ۱)

اس بیان سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ واقعہ کے وقوع پذیر ہونے کے بعد یہ قصہ سنایا گیا ہے۔ اسی کا نام نکتہ بعد الوقوع ہے۔

اڈیٹر صاحب الفضل غلبہ عقیدت مندی کی وجہ سے اس مضمون کو غور سے نہ پڑھیں تو ان کا اختیار ہے، مگر اہل دانش جانتے ہیں کہ فعل ماضی کے صیغے ہی نکتہ بعد الوقوع بنانے کو کافی ہوتے ہیں۔ اس کی صحیح اور ناقابل تردید مثال ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ الفضل نے ہمیں مرعوب کرنے کو یہ فقرہ بھی چست کیا ہے کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب لاکھوں کی جماعت کے مقدس امام پر یہ اتہام لگاتے ہیں کہ اس نے یہ خواب حالات کو دیکھ کر بنا لیا ہے۔ (حوالہ ایضاً)

ہمیں یقین ہے کہ ہم نے اس فقرہ میں خلیفہ مرزائیہ کی کوئی ہتک نہیں کی بلکہ ان کو پدری ورثہ میں شریک کیا ہے۔ بڑے حضرت مرزا صاحب کلاں کے نکتہ بعد الوقوع کی کی مثالیں ہمارے پاس بکثرت موجود ہیں۔ ان میں سے ایک یہاں درج کر

کے ہم معاصر الفضل سے انصاف چاہتے ہیں۔

مئی ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر مرزا غلام احمد صاحب کا ڈپٹی آتھم کے ساتھ مباحثہ ہوا تھا جس کے اخیر میں مرزا صاحب قادیانی نے بالہام الٰہی شائع کیا تھا کہ عیسائی مناظر ۱۵ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ ملاحظہ ہو روئداد مباحثہ معروف بہ جنگ مقدس۔

اس عبارت کا مضمون صاف ہے کہ میعاد کے اندر عبد اللہ آتھم کی صرف موت کا ذکر ہے لیکن واقعہ یہ ہوا کہ جب میعاد مقررہ گذرنے کے بعد بھی ڈپٹی آتھم زندہ رہا، تو مرزا صاحب پر اعتراضوں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی اور نظم ونثر میں ان کے خلاف تحریریں شائع ہوئیں جن میں سے اکثر ہم نے رسالہ الہامات میں بغرض حفاظت درج کی ہوئی ہیں۔ آخر جب آتھم میعاد مذکور کے بعد ۲۲ مہینے گزار کر جولائی ۱۸۹۶ء میں فوت ہوا، تو مرزا صاحب قادیانی نے نکتہ بعد الوقوع پیدا کیا کہ

> میں نے ڈپٹی آتھم کے مباحثے میں قریباً ساٹھ آدمیوں کے روبرو کہا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا۔ سو آتھم اپنی موت سے میری سچائی کی گواہی دے گیا۔ (قادیانی اشتہار انعامی پانچ سو۔ص ۷)

ناظرین کرام کیا ہی اچھا نکتہ بعد الوقوع ہے۔ جب آپ نے دیکھا کہ آتھم میرے سامنے مر گیا گو میعاد مقررہ کے بعد مدت دراز بائیس ماہ قریباً ڈیوڑھی مدت گزار کر مرا، اپنی شائع شدہ عبارت کو فوراً تبدیل کر دیا۔ اس کی کچھ پرواہ نہ کی کہ لوگ میری شائع شدہ تحریر کو دیکھ کر مجھے کیا کہیں گے۔ چونکہ معاصر الفضل کے قول کے مطابق لاکھوں کی جماعت کا مقدس امام نکتہ بعد الوقوع پیدا نہیں کر سکتا اس لئے اس مزعومہ لاکھوں کی جماعت نے اس پر توجہ نہیں کی کیونکہ ان کا قول ہے

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

معاصر الفضل اگر عبارت منقولہ از اشتہار انعامی پانچ سو کتاب جنگ مقدس سے دکھا دے، تو لدھیانے کی انعامی رقم تین سو میں سے ایک سو روپیہ اس کی نذر کیا جائے گا۔ ورنہ بڑے میاں کے حق میں نکتہ آفرین کا لقب منظور کرے۔ نیز اس امر کے

متعلق بھی انصاف کرے کہ ہم نے خلیفہ مرزائیہ کو نکتہ بعد الوقوع کا قائل بتا کر ان کو میراث پدری میں شریک کیا ہے یا بہتان لگایا ہے۔ سچ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اطلاع: الفضل نے اپنے حلقہ مریدین کو قابو میں رکھنے کے لئے ۴۔اگست کی اشاعت میں خلیفہ مرزائیہ کے خوابوں اور الہاموں کا ذکر کر کے ان کو باپ کے برابر باکمال دکھایا ہے۔ چونکہ ان کا مقصد دراصل لاہوری جماعت پر مخالفانہ اثر ڈالنا ہے، اس لئے ہم اس کا جواب لاہوری اخبار پیغام صلح کے سپرد کرتے ہیں کیونکہ بحکم صاحب البیت ادری بما فیه ان الہاموں کی حقیقت خوب سمجھتا ہے۔ ہم تو بقول الشّجرة تنبیء عن الثّمرة چھوٹے میاں کو بڑے میاں کی فرع سمجھتے ہیں۔ بمصداق پنجابی مثل: گروجنہاں دے ٹپنے چیلے جاہن شڑپ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۳۰ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۳ ص ۴۔۶)

قادیانی اور لاہوری مناظروں میں منصف؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مولوی عمر الدین رکن جماعت لاہوریہ اور مولوی اللہ دتا جالندھری رکن جماعت قادیانیہ میں ادعائے نبوت مرزا میں اختلاف ہو کر مباحثہ کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ اول الذکر نے مجھے اطلاع دی ہے کہ ہم دونوں آپ کو اس مباحثہ میں حکم مانتے ہیں۔ فیصلہ بدیں شرائط دینا ہوگا کہ: ۱۔ فیصلہ حلفاً مدلل لکھنا ہوگا۔ ۲۔ فیصلے کا مدار فریقین کی پیش کردہ دلائل اور مرزا صاحب کی عبارتوں پر ہوگا۔ (آپ کی ذاتی رائے چاہے کچھ ہی ہو) ۳۔ تشریح طلب امر فریقین سے دریافت کیا جا سکتا ہے مگر کوئی عبارت جو بحث میں پیش نہیں کی گئی اس کو بعد میں پیش کرنے کا حق نہیں۔ نہ ہی ایسی عبارت پر فیصلہ لکھا جا سکتا ہے۔

میرے لئے باعث مسرت ہے۔ حدیث شریف کا مضمون ہے کہ کسی کو معتبر

یا امین سمجھنا اس کی ایمان داری کا ثبوت ہے (المؤ من من امنّه الناس علی دماء هم و اموا لهم) اس لئے فریقین اگر اس امر پر متفق ہیں تو مجھے اس خدمت کے ادا کرنے کے لئے بدو شرائط انکار نہیں ہے: ا۔مباحثہ تحریری ہو، میرے سامنے ہو یا غیبو بت میں، اس امر کا فریقین کو اختیار رہے۔۲۔ بعد فیصلہ فریقین منصف کے حق میں زبان اور قلم کا برائی سے استعمال نہ کریں جیسا کہ مباحثہ لدھیانہ میں سردار بچن سنگھ ثالث کے حق میں کہا گیا۔اللہ الموفق۔ ابوالوفاء امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۳۰ رجب ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۳ ص ۶)

کانگریس، گورنمنٹ برطانیہ اور خلیفہ قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرب کا شاعر اپنی محبوبہ کی تلون مزاجی کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے

فلا تدوم علی حال تکون بها
كما تلون فی اثوابها الغول

(یعنی محبوبہ کسی ایک حال پر نہیں رہتی۔جس طرح جنگلی غول (چھلاوہ) مختلف شکلیں بدلتا رہتا ہے، یہی حال محبوبہ کا ہے)

محبوبہ میں ایسا وصف ممدوح سمجھا جاتا ہے،مگر قوم کے لیڈروں اور مذہبی ریفارمروں میں یہ عیب ہے۔افسوس نہیں، بلکہ واقعہ ہے کہ قادیانی تحریک میں ہم شروع سے ہی دیکھتے چلے آئے ہیں کہ اگر حکومت سے کچھ مطلب ہوتو تعریف کر دیتے ہیں اور اپنے مریدوں کو ہدایت کر دیتے ہیں کہ انگریزی حکومت کو اولو الا مر منکم والی حکومت سمجھ کر اطاعت کرو (رسالہ ضرورۃ الامام) لیکن جوں ہی ذرا تیور بدلے تو انگریزی قوم کو یاجوج ماجوج کہہ دیا (حماۃ البشری)۔یہی کیفیت ان کے صاحبزادے میاں محمود احمد خلیفہ مرزائیہ کی ہے۔جب سے یورپ کی جنگ شروع ہوئی ہے خلیفہ موصوف اپنی جماعت کو ہدایت کرتے رہے ہیں کہ انگریزوں کی فتح کے لئے مخلصانہ

دعائیں کرو، روزے رکھو، جمعہ کی دوسری رکعت میں دعا قنوت پڑھو۔ بلکہ یہاں تک کہہ دیا کہ آخر میں انگریزوں کی فتح ہوگی۔

مگر کانگریس کی آواز سے متاثر ہوکر اپنے مریدوں کو کہتے ہیں کہ

نہایت ہی کرب و بلا کے ایام ہیں۔خوب دعائیں کرو خدا تعالی مجھے صحیح فیصلے پر پہنچنے کی توفیق دے۔(الفضل ۱۱۔اگست ۱۹۴۲ء)

کیا خوب۔ان امور کے متعلق مختصر حوالہ جات درج ذیل ہیں:

اخبار الفضل ۲۰ فروری ۱۹۴۰ء میں ایک نوٹ لکھا ہے جس کی سرخی ہے

موجودہ جنگ میں جماعت احمدیہ کا حکومت برطانیہ کے ساتھ تعاون

چونکہ ہم انگریزی حکومت کے ماتحت رہتے ہیں اس لئے اس قرآنی اثر کے ماتحت جو اس نے و اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم میں بیان فرمایا ہے ہمارا فرض ہے کہ ہم حکومت برطانیہ کی مدد کریں (الفضل مذکور۔ص ۱)

پھر ۲۲ مارچ ۱۹۴۱ء کے الفضل میں خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کا خطبہ درج ہے۔جس کا ملخص سرخی میں یوں بتایا گیا ہے کہ

دعائیں کرو اللہ تعالی انگریزوں کی مشکلات کو دور فرمائے

۳۔اپریل بروز جمعرات روزہ رکھا جائے اور ۴۔اپریل کو جمعہ کی آخری رکعت میں ہر جگہ دعا کی جائے۔(الفضل مذکور۔ص اول)

پھر ایک خطبہ میں خلیفہ مرزائیہ نے ان لوگوں پر عتاب کیا ہے جو حکومت کی کوئی خدمت کر کے معاوضہ کے طالب ہوتے ہیں۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

ہمارا معیار اس قدر بلند ہونا چاہیے کہ ہم کسی خدمت کے بدلہ کسی معاوضہ کے طلب گار نہ ہوں۔اور اپنے ملک کو بدامنی سے بچانے کیلئے کانگریسیوں سے بڑھ کر ایثار و قربانی سے کام کریں۔ مجھے تعجب آتا ہے ابھی تک ہماری جماعت میں یہ بلندی پیدا نہیں ہوئی۔کئی لوگ ہیں جو لکھ دیتے ہیں کہ فلاں موقع پر میں نے گورنمنٹ کا فلاں کام کیا تھا اب مجھے ضرورت ہے، میرا فلاں کام کروا دیا جائے۔ مجھے اس وقت یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس نے گویا میرے منہ پر چپیڑ ماردی۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ سوائے کسی ذاتی فائدہ کی تمنا کے ہم کیوں کام نہیں کر سکتے یہ نہائت ہی افسوس ناک بات ہے اور یہی

ہندوستانیوں میں نقص ہے کہ اول تو وہ کام نہیں کرتے اور جب کرتے ہیں تو معاً خیال آجاتا ہے کہ ہمیں کچھ اس کے بدلہ میں ملنا چاہیے حالانکہ میرے نزدیک اگر ہم کوئی کام اس لئے کرتے ہیں کہ ہمیں اس کے بدلہ میں کچھ ملے گا تو اس کام سے ڈوب مرنا بہتر ہے۔ (الفضل ۲۰ مئی ۱۹۴۱ء ص ۱)

ناظرین ان حوالہ جات کو ملحوظ رکھیں اور مندرجہ ذیل عبارت جو خلیفہ مرزائیہ کی تقریر ہے، پڑھیں۔ آپ خفگی کے لہجے میں فرماتے ہیں:

ہم نے سال ہا سال تک انگریزوں کا ساتھ دیا مگر گذشتہ چند سالوں سے جب بھی موقعہ آیا پنجاب اور بعض دوسرے صوبوں میں ان میں سے بعض نے ہماری پیٹھ میں خنجر گھونپنے سے دریغ نہیں کیا۔ جس قوم کے تعاون اور تائید سے انگریزوں نے پچاس سال تک فائدہ اٹھایا اسے بعض انگریز افسروں نے باغی ثابت کرنے کی کوشش کی۔ اور اس جنگ کا نتیجہ خواہ کچھ نکلے اس میں تو کوئی شک نہیں کہ انگریز اب ہندوستان میں نہیں رہ سکتے۔ فتح کی صورت میں تو وہ خود اعلان کر چکے ہیں کہ ہندوستان کو آزاد کر دیں گے اور شکست کی صورت میں وہ خواہ کہیں یا نہ کہیں انہیں جانا ہی پڑے گا اور اگر ہم سابقہ تجربہ پر نگاہ رکھیں تو کہنا پڑے گا کہ وہ دوست کو دشمن بنا کر جانے کے عادی ہیں گویا ان کا ساتھ دینے کے معنی اپنے لئے موت کو بلانا ہیں اور اس طرح ہمارے لئے دوہرا خطرہ ہے۔ گذشتہ سالوں کے تجربہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کم سے کم جو سویلین انگریز افسر اس وقت ہندوستان میں ہیں ان میں سے بہتوں کی دوستی پر اعتبار نہیں کیا جا سکتا۔ اور وہ اعتبار کے قابل نہیں ہیں جن لوگوں نے ذاتی اغراض کے لئے ان سے تعاون کیا ان سے تو وہ کہہ سکتے ہیں کہ تمہیں ہم نے اس کا معاوضہ ادا کر دیا۔ کسی کو خان صاحب بنا دیا۔ کسی کو خان بہادر بنا دیا۔ کسی کو مربعے دے دیئے۔ مگر دنیا کا کوئی انگریز ایسا ہے جس کے اندر شرافت ہو اور وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر یہ کہہ سکے کہ تمہیں یا تمہاری جماعت کو ہم نے فائدہ پہنچایا ہے (سر ظفر اللہ کا عروج کس معاوضہ میں ہے۔ ثناء اللہ) اور کوئی دنیا میں ایسا انگریز ہے جس کے اندر شرافت ہو اور وہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کہہ سکے کہ تمہاری جماعت سے ہمیں فائدہ نہیں پہنچا میں دعوی سے کہتا ہوں کہ پچاس سال تک ہم نے بغیر کسی بدلہ کے ہر موقعہ پر انگریزوں سے تعاون

کیا اور ان کو فائدہ پہنچایا اور پھر میں دعوی سے کہتا ہوں کہ اس عرصہ میں ہم نے حکومت سے کبھی ایک پیسہ کا فائدہ نہیں اٹھایا نہ اٹھانے کے لئے تیار تھے اور نہ اٹھانے کے لئے تیار ہوں گے۔ پس ان حالات میں ہمارے لئے بہت مشکل سوال پیدا ہو گیا ہے کہ آیا ہم اس فتنہ کو جو سارے ملک کو بھسم کرنے کے لئے چلا آ رہا ہے دبانے کے لئے اٹھیں اور اس قوم کی مدد کریں جو پچھلے تجربہ کی بنا پر اپنے دوستوں سے بے وفائی کرنے کی عادی ہے یا اس کی پچھلی بے وفائی کا خیال کر کے ملک کو اس آگ میں جلنے دیں۔ دونوں طرف خطرات ہیں اور ہمیں یہ فیصلہ کرنا ہے کہ ان دونوں میں سے کون سا فتنہ بڑا ہے۔ یہ فیصلہ ہمیں بہت جلد کرنا پڑے گا۔ (الفضل ۱۱۔اگست ۱۹۴۲ء ص ۴)

ناظرین الفضل سے نقل شدہ عبارات و احکام پھر ملاحظہ کریں جن میں خلیفہ مرزائیہ تاکید پر تاکید کرتے ہیں کہ انگریزوں کی فتح کے لئے مخلصانہ دعائیں کی جائیں اور ایسا کرنا مذہبی حیثیت سے فرض بتاتے ہیں اور یہ پیش گوئی بھی کرتے ہیں کہ آخر میں انگریزوں کو فتح ہو گی مگر جوں ہی زمانے کے انقلاب سے ان کو کچھ شبہ ہونے لگتا ہے تو جھٹ انگریزوں کو بے وفا کہہ کر تیور بدل لیتے ہیں۔ اس پر قصیدہ مذکورہ کا یہ دوسرا شعر خوب صادق آتا ہے

لا تمسّك بالوعد الذی زعمت
الا کما تمسك الماء الغرابیل

(محبوبہ وعدے کو اسی طرح محفوظ رکھتی ہے جس طرح چھلنی پانی کو، یعنی نہیں رکھتی)

یہی حال آپ قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کا دیکھتے ہیں۔ کہیں تو اتنی وفاداری ہے کہ نہایت مخلصانہ دعاؤں پر زور دیا جاتا ہے۔ فتح برطانیہ کی پیش گوئیاں کی جاتی ہیں۔ اور کہیں انگریزوں کو بے وفا کہہ کر ان کی مدد کرنے سے جماعت کو روکا جاتا ہے۔ حالانکہ خود اپنی بے وفائی کا ثبوت دے رہے ہیں۔ تعجب نہیں کہ حکومت کی طرف سے خلیفہ صاحب کو جواب میں یہ شعر سنایا جائے

کل تو آشنا تھے مگر آج غیر ہو
دو دن کا یہ مزاج ہے آگے کی خیر ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۷ شعبان ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۴ ص ۴۔۶)

کسر صلیب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حضرت عیسیٰ موعود علیہ السلام کی تشریف آوری کی علامتوں میں سے ایک علامت یکسر الصلیب بھی آئی ہے۔یعنی حضرت ممدوح صلیب نصاری کو توڑ دیں گے۔کیسے توڑیں گے، اسی طرح جس طرح فتح مکہ کے دن پیغمبر اسلام نے خانہ کعبہ کے اردگرد رکھے ہوئے بت اٹھوا دیئے۔ بلکہ توڑ وا دیئے تھے ایسا ہی حضرت عیسیٰ بھی کریں گے۔کیونکہ صلیب اسلامی تعلیم کے لحاظ سے بتوں کی طرح معبود باطل سمجھی گئی ہے۔مضمون بالکل صاف ہے مگر قادیانی کٹ حجتیوں کا جواب خدا کے سوا کسی کے پاس نہیں ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے جب مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو ان پر دیگر سوالات کی طرح ایک سوال یہ بھی ہوا کہ مسیح موعود کی علامتوں میں سے ایک علامت یکسر الصلیب بھی آئی ہے جو آپ میں نہیں پائی جاتی۔

مرزا صاحب قادیانی نے جواب دیا کہ کسر صلیب سے مراد صلیبی عقاید، عیسائی مذہب کا ابطال ہے جو میں نے اچھی طرح کر دیا۔

اس کا جواب کافی دیا گیا مگر قادیانی اور حق پسندی؟ چنانچہ اخبار الفضل یکم اگست میں فخر کے طور پر لکھا ہے کہ:

حضرت مسیح موعود کے مدلل عقائد ہی عیسائیوں کے بنیادی عقائد الوہیت مسیح کا، مسیح کا ابن اللہ ہونا، تثلیث اور کفارہ کی تردید کرتے ہیں۔اس کے بالمقابل علماء کا حیات مسیح کا عقیدہ تو الٹا منجر الی الشرك ہے۔ (الفضل یکم اگست ۱۹۴۲ء ص ۵)

غور طلب بات یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی تصنیفات میں مسیحی عقاید کے ابطال میں جس قدر دلائل دیئے ہیں وہ سب قرآن مجید سے ماخوذ ہیں چنانچہ آپ کا بڑا مایہء ناز مباحثہ جو ۱۸۹۳ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ ہوا تھا اس میں آپ نے اس آیت سے استدلال کیا تھا

ما لمسیح ابن مر یم ا لا رسو ل قد خلت من قبله الرسل و امه صدیقة .کا نا یأکلا ن الطعا م انظر کیف نبین لهم ا لآ یا ت ثم انظر انی یؤفکو ن (المائدۃ:۵:۷۵) مسیح اللہ کے رسول تھا ان سے پہلے کئی رسول ہوگذرے ہیں ان کی ماں بھی اللہ کی تابعداری بندی تھی ماں بیٹا دونوں کھانا کھایا کرتے تھے دیکھو ہم ماں بیٹے کی الوہیت کے ابطال پر کیسے دلائل ب یان کرتے ہیں پھر دیکھو وہ قائلین الوہیت مسیح کیسے بہکے جارہے ہیں)

سارے مباحثہ کی جان بس یہی آیت تھی۔ اگر مسیح موعود کا کام اتنا ہی تھا تو یہ کام قرآن مجید بہت پہلے کر چکا ہے۔نزول قرآن کے بعد علماء اسلام نے اس خدمت کو بہت اچھی طرح انجام دیا۔ پھر آپ کے مسیح موعود کا طرہ امتیاز کیا ہوا؟ جن پر آپ لوگوں کو اس قدر ناز ہے۔

علمائے اسلام اگر حیات مسیح کے قائل ہیں تو مرزا صاحب بھی تصنیف براہین احمدیہ کے زمانے میں باوجود ادعاء مجددیت اسی عقیدہ کے قائل تھے پھر (بقول آپ کے) اس شرکیہ عقیدہ سے ان کی شان مجددیت میں کیوں فرق نہ آیا۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ وفات مسیح کا عقیدہ ابطال کفارہ میں وہ زور نہیں رکھتا جو حیات مستمرہ (حیات مستمرہ وہ ہوتی ہے جس میں موت سے فصل نہیں ہوتا۔عیسائیوں کا عقیدہ ہے کہ موت کے بعد مسیح دوبارہ زندہ ہو گئے تھے۔اس کے خلاف علماء اسلام کا عقیدہ ہے کہ موت سے آپ کی حیات میں فصل واقع نہیں ہوا بلکہ مسلسل اور متصل ہے۔پس الفضل ۲۸ جولائی ص ۶ کا یہ اعتراض کہ عیسائی بھی حیات مسیح کے قائل ہیں، باطل ٹھہرا) کا عقیدہ رکھتا ہے کیونکہ اس عقیدہ سے مثل مشہور نہ بانس رہے نہ بانسری بجے صادق آتی ہے۔ جب وفات ہی نہ ہوئی تو کفارہ کیسا؟

اخبار الفضل قادیان کا یہ اعتراض کہ انجیل حیات مستمرہ کی شہادت نہیں دیتی بالکل ٹھیک ہے لیکن انجیل کی صریح شہادت جس قدر قادیانی عقیدہ کے خلاف ہے اس قدر ہمارے خلاف نہیں ہے۔ چنانچہ انجیل میں صاف لکھا ہے کہ مسیح نے صلیب پر چلا کر جان دے دی۔

بحیثیت مسلمان ہونے کے ہمارا عقیدہ نصوص پر ہے۔قرآن مجید میں صاف ارشاد ہے

و ما قتلو ہ و ما صلبوہ ولکن شبه لهم و ان الذین اختلفوا
فیه لفی شك منه ما لهم به من علم ا لا اتباع الظن و ما قتلوہ

یقیناً ۔بل رّفعه اللّٰه اليه ۔ و کا ن اللّٰه عز یزاً حکیماً ( )النساء: ۱۵۶۔۱۵۷) یہود نے مسیح کو قتل کیا نہ سولی دیا..اس کو یقیناً قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا اور خدا غالب حکمت والا ہے۔)

ہمارا عقیدہ وہی ہے جو اس آیت کے ظاہر الفاظ سے مفہوم ہوتا ہے۔انجیل اس کی تائید کرے یا نہ کرے۔ مگر قادیانی لوگ انجیل کی شہادت کے بھی محتاج ہیں اور انجیل میں وفات مسیح کا ذکر ملتا ہے جو ان کو مضر ہے اور ہمیں نہیں ہے کیونکہ ہمارا عقیدہ ہے

آنچہ نہ قال است نہ قال الرسول
فضل بود فضل مخواں اے فضول

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۵ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب بحیثیت مصنف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہم اپنا عقیدہ بار ہا کھلے الفاظ میں ظاہر کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب اپنی تحریرات کی بنا پر نہ مسیح موعود تھے، نہ مہدی مسعود۔اس دعوی کے اثبات میں ہم نے چالیس سال صرف کئے ہیں، اور بفضلہٖ تعالی ہم اس مقصد میں ایسے کامیاب ہوئے ہیں کہ باید وشائد۔

کچھ عرصہ ہوا کہ ہم نے پبلک کے سامنے ایک جدید دعوی پیش کیا تھا کہ مرزا صاحب بحیثیت فن تصنیف کوئی قابل مصنف نہ تھے۔اس موضوع پر بحث کرنے کے لئے ہم نے اتباع مرزا کو چیلنج بھی دیا۔اور اہل حدیث مورخہ ۲۹ مئی میں صاف لکھ دیا کہ بحث کا انتظام اگر آپ لوگ نہیں کر سکتے تو ہم خود ہی کر دیں گے۔ چنانچہ مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے سیالکوٹ میں انتظام مباحثہ کا وعدہ کیا جو اہل حدیث امرتسر کی مذکورہ اشاعتوں میں شائع ہو چکا ہے۔

اس کے جواب میں مرزائی پریس خاموش رہا۔صرف قادیانی رسالہ ریویو بابت جولائی نے جرأت کر کے ہمارا چیلنج منظور کیا مگر اس طریق سے کہ فریقین کی تحریریں اخباروں میں چھپتی رہیں ۔بس یہی کافی ہے۔

اس کے جواب میں ہم نے لکھا کہ ہمیں یہ طریقہ منظور نہیں کیونکہ یہ طول پر فضول ہوگی اور نتیجہ اگر نکلا تو بہت دور جا کر نکلے گا۔ یہ مباحثہ اسی طرح ہونا چاہیے جس طرح مرزا صاحب کلاں نے ۱۸۹۳ء میں عیسائیوں سے امرتسر میں کیا تھا کہ فریقین بالمقابل بیٹھ کر پرچہ نویسی کرتے تھے۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۴ جولائی)

اب چاہیے تو یہ تھا کہ قادیان سے تسلیم کی صورت میں جواب آتا کیونکہ ان کے نبی کا اسوہ حسنہ ہم نے پیش کیا تھا مگر افسوس ہے کہ آج تک تسلیم کی اطلاع نہیں پہنچی ہاں رسالہ ریویو آف ریلی جنز اور الفضل میں سلطان القلم کے عنوان سے ایک مضمون لکھا گیا ہے جس میں بحیثیت مصنف مرزا صاحب کی بہت کچھ مدح سرائی کی گئی ہے ہم ایسی مدح سرائیوں کو بجوئے نیرزد کا مصداق جانتے ہیں ہم کسی مدح سرا یا ہزل گو کی شہادت پیش نہیں کریں گے مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات سے کریں گے۔ پس اگر ہمت ہے تو سامنے آیئے اور ہمارے دلائل سنئے اور جواب اندرونی شہادتوں سے دیجئے۔ ہمارا دعوی پھر سن لیجئے کہ

مرزا غلام احمد صاحب نہ مجدد تھے، نہ مسیح موعود، نہ کرشن گوپال، نہ مہدی مسعود، اور نہ قابل مصنف۔

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہیں
خدا جانے وہ ان میں کیا دیکھتے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔ اگست ۱۹۴۲ء مطابق ۱۴ شعبان ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۲۵ ص ۵۔۶)

الحاد کا اثر مسلمانوں پر، نہ اسلام پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اخباروں میں یا بالفاظ دیگر مرزائی اخباروں میں جس قدر اسلامی ہمدردی کا اظہار کیا جاتا ہے وہ دراصل اخوان یوسف کے مقولہ انّا له لحا فظو ن کی تفسیر ہوتی ہے یعنی بظاہر اسلام کی خیرخواہی اور بباطن بدخواہی۔ مگر چرب لسانی سے

اپنے حلقہ مریدین کو ایسا متاثر کرتے ہیں گویا دو آتشہ پی کر متوالے ہو گئے ہیں۔

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷۔اگست میں لکھا تھا کہ موجودہ زمانے کی الحادی ہوا کے اثر سے صرف عیسائی مذہب ہی متاثر نہیں ہوا بلکہ ہندو دھرم اور اسلام بھی متاثر ہو گئے۔ یہ واقعہ بالکل صحیح ہے قادیانیوں کو تو اس سے ہرگز انکار نہیں کرنا چاہیے کیونکہ بقول مرزا صاحب قادیانی دنیا کے نوّے کروڑ مسلمانوں میں سے ان کے چند اتباع کے ماسوا سب جہنمی ہیں۔ (معیار الاخیار۔ص ۸)

مگر قادیانی اخبار الفضل پینترا بدل کر اہل حدیث کے سامنے آیا چنانچہ وہ اپنی ۹۔اگست کی اشاعت میں پوچھتا ہے کہ جس حالت میں الحادی ہوا کا اثر تمام مذاہب اور اہل مذاہب پر یکساں ہوا ہے، تو پھر اسلام کی خصوصیت کیا رہی۔

اس کے بعد لکھا ہے کہ اگر کسی شہر میں تین باغ ہوں اور تینوں اجڑے ہوئے ہوں تو کہا جائے گا کہ مالک نے کسی باغ کی حفاظت نہیں کی پھر اپنا مقصد یوں بتاتا ہے کہ ہمارے نزدیک خدا نے اسلام کی حفاظت کا یہ انتظام کیا کہ مرزا صاحب کو مسیح موعود کے عہدہ پر مامور کر کے محافظ اسلام بنا کر بھیجا آپ نے اسلام کی حفاظت کا حق خوب ادا کیا۔ چنانچہ معاصر کے اصل الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

خصوصیت ایسی ہونی چاہیے جو صحیح معنوں میں خصوصیت کہلا سکے اور دوسروں میں جس کی نظیر نہ مل سکے اور وہ یہی ہوسکتی ہے کہ اسلام میں ایسا مرد کامل پیدا ہو جو خدا تعالیٰ سے براہ راست تعلق رکھنے کا مدعی ہو اور جو کہہ سکے کہ اسلام کی متابعت نے اسے ایک ایسا مقام عطا کر دیا ہے جو دیگر ادیان کے لوگوں میں سے کسی کو حاصل نہیں جو خدا تعالیٰ سے صرف تعلقات رکھنے اور ہم کلامی کے شرف سے مشرف ہونے کا دعویٰ ہی نہ کرے بلکہ اس کا عملی ثبوت بھی پیش کر سکے اور اس تعلق کے نشانات پوری تحدی کے ساتھ دوسروں کو دکھا کر انہیں میدان مقابلہ میں بلا سکے اگر یہ سب کچھ ہو تو اسلام کی خصوصیت اور فضیلت کی دلیل ہوسکتی ہے ورنہ نہیں۔ (الفضل ۹۔اگست ص ۵)

اس عبارت میں دو امر ہمارے پیش نظر ہیں ایک کا جواب ہمارے ذمہ ہے اور دوسرے کا جواب الفضل کے ذمہ۔ الفضل نے ہم سے سوال کیا ہے کہ الحاد اور گمراہی کے زمانہ میں اسلام کی مخصوص حفاظت کی کیا صورت ہے؟

ہم اس کے جواب میں پہلے مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے الفاظ سامنے رکھے دیتے ہیں آپ نے دنیا کی عمر حضرت آدم سے لے کر اپنی بعثت تک چھ ہزار سال لکھی ہے اس کے چھٹے ہزار یعنی اپنی پیدائش سے پہلے ایک ہزار سال تک زمانے کا حال یوں لکھا ہے: ہزار ششم ضلالت کا سال ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ (قادیانی لیکچر سیالکوٹ۔ص ۷)

پس جس طرح سخت ضلالت کے اس ہزار سال میں اسلام کی حفاظت ہوتی رہی ہے اسی طرح اب بھی ہو رہی ہے یعنی علماء حقانی کی خدمت سے جن کے حق میں حدیث شریف میں یہ الفاظ وارد ہیں: لا تزال طائفة من امتی یقاتلون علی الحق ظاھرین الی یوم القیامة (یعنی حضور ﷺ فرماتے ہیں کہ میری امت میں سے قیامت تک ایک جماعت ہمیشہ حق پر قائم رہے گی)

اب الفضل ہی بتائے کہ اس ہزار سالہ عرصے میں کوئی مسیح موعود نبی اللہ آیا تھا؟ اگر آیا تھا تو اس کا زمانہ اس کے نام اور وطن کا نشان بتایا جائے۔ اگر کوئی نہیں آیا اور علماء حق نے کی خدمات آپ کے نزدیک ہیچ ہیں تو بتایئے اس طویل عرصے میں اسلامی باغ کی حفاظت کون کرتا رہا۔

ہمارا سوال۔ الفضل نے اپنے مسیح موعود کی شخصیت کو بڑی عظمت و شان سے پیش کیا ہے اور ان کا خدا کا مخاطب اور خدائی نشانات دکھا کر اپنے مخالفوں کو قائل کرنے والا بتایا ہے ہم خوش ہیں کہ ہمارے اور الفضل کے درمیان عدالتی اصطلاح میں امر تنقیح نکل آیا ہے۔ اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم الفضل سے استدعا کریں کہ وہ ہماری مندرجہ ذیل معروضات پر توجہ کرے۔

مرزا صاحب قادیانی نے رسالہ شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ تین قوموں کے متعلق میری تین پیش گوئیاں ہیں جو میری سچائی کی دلیل ہیں۔

عیسائیوں کے متعلق آتھم والی پیش گوئی، ہندوؤں کے متعلق پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی اور مسلمانوں کے لئے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی محمدی بیگم کے

نکاح والی پیش گوئی جس کو اصطلاح میں آسمانی نکاح کہتے ہیں۔

ہمارے نزدیک یہ تینوں پیش گوئیاں کذب میں برابر ہیں۔ مگر ہم یہاں مثال کے طور پر خاص اس پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں جو مسلمانوں سے مخصوص ہے یعنی محمدی بیگم دختر احمد بیگ ہوشیار پوری کے نکاح آسمانی کی پیش گوئی جس کے ضروری الوقوع ہونے کے متعلق مرزا صاحب نے حدیث نبوی پیش کر کے لکھا ہے: آنحضرت ﷺ ان سیہ دل منکروں کو فرماتے ہیں کہ یہ نکاح ضرور ہوگا۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳ کا حاشیہ)

تو پھر کیا یہ نکاح ہوا؟ اس کے متعلق مولوی محمد علی امیر مرزائیہ کا یہ جواب ہمارے سامنے ہے کہ یہ نکاح نہیں ہوا۔ (پیغام صلح لاہور ۱۶ جنوری ۱۹۲۱ء ص ۵)

مولوی محمد علی کے خسر محترم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب بھی مولوی محمد علی صاحب سے اس امر میں متفق ہیں کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کا نکاح نہیں ہوا بلکہ ڈاکٹر صاحب موصوف کا قول ہے کہ

> اس نکاح سے مراد کسی مسماۃ سے عقد نکاح نہیں بلکہ محمدی بیگم انگریزوں کی وہ جماعت ہے جن کو احمدی مبلغین یورپ جا کر تبلیغ اسلام کر کے امت محمدیہ میں داخل کرتے ہیں۔

کیا ایسے ہی نشان دکھانے والے کو محافظ اسلام کہا جاتا ہے۔ کیا ہی سچ ہے

یہ مسائل تصوف یہ تیرا بیان غالب
تجھے ہم ولی سمجھتے جو نہ بادہ خوار ہوتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ ستمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۲ شعبان ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۳۶ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب نا قابل مصنف تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر میں عرصہ سے یہ مضمون شائع ہو رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کوئی قابل مصنف نہ تھے، اس موضوع پر ہمارے ساتھ بحث کر لی جائے۔

ہمارے جواب میں قادیانی اور لاہوری اخبارات تو خاموش رہے، البتہ

قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز نے ہمارے چیلنج کو قبول کرلیا جسکا ذکر اہل حدیث کی ۲۹ مئی ۲۴ جولائی ۲۸، اگست اور ۹۔ اکتوبر کی اشاعتوں میں ہوتا رہا ہے۔

مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے از راہ خدمت اسلام مجلس مباحثہ کا انتظام بھی اپنے ہاتھ میں لے لیا۔ ہماری طرف سے اعلان کیا گیا کہ ہم یہ مباحثہ اسی طرح کریں گے جس طرح مرزا صاحب قادیانی نے امرتسر میں عیسائیوں سے کیا تھا (اہل حدیث ۲۴ جولائی) ہمیں یقین تھا کہ اتباع مرزا سنت مرزا پر عمل کرنے کو فوراً مستعد ہو جائیں گے مگر خدا جانے اپنا ضعف محسوس ہوتا ہے یا پنجہ شیر کا خوف ہے قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت اکتوبر پھر وہی حجتیں پیش کرتا ہے کہ یہ مباحثہ اخباروں میں شائع ہوتا رہے مگر اس بات کا جواب نہیں دیتا کہ اپنے نبی کی سنت کو کیوں ترک کرتا ہے ہم پھر اعلان کرتے ہیں کہ ہم یہ مباحثہ اس طرح کریں گے جس طرح مرزا صاحب کا ڈپٹی آتھم کے ساتھ ہوا تھا ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ اوقات میں کمی بیشی ہو جائے لیکن ہوگا اسی طرح جس طرح مرزا صاحب قادیانی نے کیا تھا ورنہ وجہ بتائی جائے کہ سنت مرزا کو کیوں چھوڑا جاتا ہے۔

قادیانی ہوشیار۔ ہم اس بات مانتے ہیں کہ جماعت قادیانیہ بہر دو صنف بہت ہوشیار ہے اپنے اپنے حلقہ اثر کو مسحور رکھنا ان کو خوب آتا ہے ادھر ہم نوٹس پر نوٹس دے رہے ہیں کہ مرزا صاحب قابل مصنف نہ تھے جس سے جماعت مرزائیہ میں کھلبلی مچ گئی ہے کیونکہ بقول ان کے تصنیف و تالیف ہی مرزا صاحب میں ایک ایسا وصف تھا جس پر ان کو بہت ناز ہے ادھر حلقہ مریدین کو قابو میں رکھنے کے لئے رسالہ ریویو میں سلطان القلم کے عنوان سے ایک سلسلہ مضمون شروع کیا گیا ہے جس میں مرزا صاحب قادیانی کی تعریف کے ایسے پل باندھے گئے ہیں کہ الامان والحفیظ اس سلسلہ مضمون سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ اپنے نبی کی طرح علم کلام سے ناواقف ہیں علم مناظرہ کا پہلا اصول یہ ہے کہ پہلے مدعی اپنا بیان مع دلیل پیش کرے۔ پھر اس کے جواب میں سائل جو چاہے کہے۔ ہم نے اپنا بیان متعلقہ ناقابلیت مرزا ابھی پیش نہیں کیا، اور نہ کوئی ثبوت دیا ہے مگر ان لوگوں نے سلطان القلم کے عنوان سے سلسلہ مضمون گویا بطور معارضہ پیش کردیا۔ یہ سب کچھ اس لئے کیا جاتا ہے کہ اپنے حلقہ اثر کے لوگ

قابو میں رہیں۔ ورنہ ایسی تحریروں کی وقعت ہمارے نزدیک خواجہ کے شاہدوں (گواہوں) سے زیادہ نہیں ہے۔

بندگان خدا! سنو ہم مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات سے دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ قابل مصنف نہ تھے اور آپ ہم کو خواجہ کے گواہوں کی شہادتیں سناتے ہیں جس کی وقعت ہمارے نزدیک پرکاہ کے برابر بھی نہیں ہے۔

ناظرین کرام یہ مباحثہ ایک بےنظیر مباحثہ ہوگا جس میں مرزا صاحب کی نبوت مسیحیت اور مجددیت وغیرہ زیر بحث نہیں آئے گی ،صرف فن تصنیف کی حیثیت سے بقاعدہ علم کلام ان کو جانچا جائے گا کیونکہ جماعت مرزائیہ کو مرزا صاحب کے اس وصف پر بڑا ناز ہے اور اس کو وہ مرزا صاحب قادیانی کی مجددیت اور نبوت وغیرہ کی دلیل اور برہان سمجھتے ہیں واقعہ بھی یہ ہے کہ آج تک اس مبحث پر فریقین میں مباحثہ بھی نہیں ہوا چونکہ یہ ایک علمی مباحثہ ہوگا اس لئے ہر مذہب کے لوگوں کو اس میں شرکت کرنی چاہیے ہمارا بیان صرف یہ ہوگا:

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہیں خدا جانے ان میں وہ کیا دیکھتے ہیں

ہمارے اس چیلنج کے جواب میں قادیانی پریس کھسیانا ہو کر کبھی ہم کو بوڑھا کہتا ہے اور کبھی ہمیں عمر کی آخری منزل میں پہنچ کر پاؤں قبر میں لٹکائے ہوئے لکھتا ہے۔

ہم اس کی اس قسم کی تحریروں سے پریشان خاطر نہیں ہوتے کیونکہ اس قسم کی آواز اس سے پہلے ہوشیار پور سے مرزا صاحب کلاں کے کانوں میں پہنچی تھی جب کہ انہوں نے منکوحہ آسمانی کے ساتھ اپنے رشتہ کی بابت زور دیا تھا تو ان کو جواب ملا تھا کہ یہ بوڑھا کہیں مرتا بھی نہیں ۔ ہاں اتنا فرق ضرور ہے کہ مرزا صاحب کلاں نے اپنے رشتہ کی درخواست کی تھی جسے فریق ثانی نے ناپسند جان کر یہ الفاظ لکھے جو ان کا حق تھا مگر میری طرف سے کوئی رشتہ کی درخواست تو نہیں ہے پھر بھی میرے حق میں یہ الفاظ بولے جاتے ہیں اس پر مرزا غالب کا یہ شعر صادق آتا ہے

ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں جیتا ہے غالب
قسمت میں ہے اعداء کا جلانا کوئی دن اور

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۹ شوال ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۴۴ ص ۴۔۵)

قادیان میں کھلی تحریف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآن شریف میں کتاب اللہ کی تحریف کرنے والوں کا ذکر بہت برے لفظوں میں آیا ہے۔تحریف کلام ایسا برا فعل ہے کہ معمولی انسان کے کلام کو بدلنا بھی گناہ کبیرہ ہے کلام اللہ کی تحریف کرنا تو اکبرالکبائر بلکہ کفر ہے۔مرزا صاحب کلاں نے اس بدرسم کی بنیاد رکھ کر ساری جماعت کو اس برے طریق پر چلنے کی گویا رہنمائی کی ہے۔ پہلے ہم مرزا صاحب قادیانی کی تحریف کی مثال بتائیں گے پھر اصل مطلب پر آئیں گے۔قرآن مجید میں آنحضرتﷺ کی بعثت کے متعلق حضرت عیسی کی بشارت کے الفاظ یوں مرقوم ہیں۔

مبشراً برسول يأتي من بعدي اسمه احمد میں خوش خبری دیتا ہوں ایک رسول جو میرے بعد آئے گا اس کا نام احمد ہوگا۔(ازالہ اوہام طبع اول)۔

مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ اس احمد سے مراد میں ہوں حالانکہ آپ کا نام احمد نہ تھا بلکہ غلام احمد تھا۔ چنانچہ آپ کا مشہور شعر ہے

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو۔اس سے بہتر غلام احمد ہے

قادیانی تحریف کی جو مثال آج ہم پیش کرنا چاہتے ہیں وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے اس کے اصل الفاظ نقل کرنے سے پہلے ہم بغرض تفہیم چند جملے لکھتے ہیں ناظرین بغور سنیں قرآن شریف کی سورہ الحجر(۵۱۔۵۲) میں ابراہیمؑ کے قصہ میں چند الفاظ یوں آئے ہیں

و نبئهم عن ضيف ابراهيم۔ اذ دخلوا عليه فقالوا سلاما قال انا منكم وجلون۔ قالوا لا توجل انا نبشرك بغلام عليم

آیات موصوفہ کا ترجمہ یہ ہے: اے پیغمبر ان لوگوں کو حضرت ابراہیم کے مہمانوں کا واقعہ سنا جب وہ اس کے پاس اوپری شکل میں آئے اور سلام کہا تو حضرت ممدوح نے جواب میں فرمایا کہ ہم تم سے ڈرتے ہیں وہ بولے ڈرو مت ہم تو تمہیں ایک علم دار

لڑکے کی خوش خبری دینے آئے ہیں ۔

بشہادت قرآنی اس خوش خبری سے مراد یقیناً حضرت اسحاق ہیں لیکن اخبار الفضل کے نامہ نگار محرف کلام اللہ نے اس آیت کی تفسیر میں کمال کیا ہے ۔وہ لکھتا ہے کہ اس آیت کے نبشر ك میں کاف جو ضمیر واحد مخاطب ہے اس سے تین صاحبوں کو خطاب کیا گیا ہے اور ہر ایک کو غلام علیم ملنے کی خوش خبری دی گئی ہے

یعنی مخاطب اول حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں اور غلام علیم سے مراد آنحضرت علیہ السلام ہیں ۔اور اسی ضمن میں ضمیر واحد مخاطب (کاف) کا خطاب آنحضرت علیہ السلام کی طرف ہے اس وقت غلام علیم سے مراد مرزا صاحب قادیانی ہیں ۔

پھر اسی آیت کے ضمن میں ضمیر کاف سے مرزا صاحب کلاں کو مخاطب کیا گیا ہے اور غلام علیم سے مراد ان کا بیٹا مرزا محمود خلیفہ مرزائیہ ہے

یعنی تین مخاطب ہیں اور تین غلام علیم ہیں پھر ان تینوں بزرگوں میں سے دو حضرات کا حصہ ڈبل ہے یعنی یہ دونوں ضمیر کاف کے مخاطب بھی ہیں اور دونوں غلام علیم بھی ہیں ۔اس تشریح کے بعد ہم محرف نامہ نگار کے اصل الفاظ پیش کرتے ہیں آپ لکھتے ہیں :

سورہ حجر کا خلاصہ :

سورہ حجر میں فتح مکہ اور بعد کی فتوحات کی پیش گوئی ہے نئے آسمانِ روحانی کے قیام و استحفاظ اور نئے نظام ارضی وسماوی کی تخلیق وتوسیع کے وعدے ہیں نیز شیاطین وسرکش ظالمین کی تباہی کی وعید ہے ان امور کی حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی نے شاندار تفسیر فرمائی ہے نیز بین السطور اور بہت کچھ پایا جاتا ہے پوری سورۃ اور اس کی تفسیر کے مطالعہ کے بعد نیز حضرت امام کی اور کتابوں کے فیض سے مجھ پر یہ کھلا کہ اس سورہ شریف میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی بعثت کی پیش گوئی بھی ہے اس سورۃ کے مخاطب اول حضرت خاتم النبیین ﷺ ہیں اس لحاظ سے ابراہیم کے مہمانوں کا واقعہ اور انا نبشر ك بغلا م علیم یوں ہی بے ربط درمیان میں نہیں آ گیا بلکہ نہایت موزوں طور پر آیا ہے جس طرح حضرت ابراہیم کو غلام علیم کی بشارت دی گئی تھی بالکل اسی طرح حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھی غلام علیم کی بشارت دی گئی ۔علم کا مقامِ ارفع نبوت ہے حضرت اسماعیل وحضرت اسحاق کو اللہ تعالیٰ نے نبی بنایا اسی طرح و ما

محمد (اسی طرح مرقوم ہے۔ثناءاللہ) ابا ا حد من ر جا لکم و لکن رسو ل اللہ و خا تم النبیین کی توضیح کی روشنی میں اسی ذات پاک نے حضرت محمد ﷺ کو بکثرت روحانی اولاد عطا کی اور ان کے ایک روحانی بیٹے (مرزا) کو مقام نبوت تک پہنچایا الحمد للہ علی ذلک۔، اگر یہ معنی نہ کئے جائیں تو قوم لوط، قوم حجر اور قوم ایکہ کے عذاب کا بیان تو قریش مکہ کی عبرت کے لئے موزوں ومناسب معلوم ہوتا ہے مگر حضرت ابراہیم کو اولاد کی بشارت کا بیان بالکل اَنمل بے جوڑ بن جاتا ہے جو قرآن حکیم کی شان کے خلاف ہے،، یہ نکتہ خاص بھی حضرت مسیح موعود کا بتا ہوا ہے کہ قرآن کریم ایک نہایت ہی مربوط کتاب ہے۔ یہ ایک کل ہے جس کے اجزاء موتی کی لڑی کی طرح حسن و موزونیت معنوی ولفظی کے ساتھ آراستہ ہیں

غرض اس معنی سے گنجائش انکار نہیں کہ اللہ تعالی نے محمد ﷺ کو یہ تسکین دی کہ تیرے ذریعہ تو نیا نظام قائم ہوگا ہی اور پھر جب آخری زمانے میں غلبہ شیطان ہوگا ،تو تیرے ایک روحانی فرزند کے ذریعہ سے پھر احیائے دین ہوگا۔

غلام علیم میں آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی بھی شامل ہے وہ اس طرح کی حضرت ابراہیم کی قوم جب بڑھاپے کو پہنچ گئی تو اس وقت بھی اللہ تعالی اس پا یہ گور قوم میں ایک غلام علیم کے ذریعہ حیات تازہ ڈالے گا اور انسانوں کے درمیان ایک نیا آسمان اور ایک نئی زمین پیدا کرے گا یہ پیش گوئی کس شان سے پوری ہوئی۔ مجھ پر یہ بھی کھلا کہ اس سورة کے مخاطب ثانی حضرت مسیح موعود ہیں اور اس نقطہ نظر سے حیرت انگیز طور پر یہ سورہ شریفہ ہمارے زمانہ کے لئے پیش گوئی و ہدایت کا کام دیتی ہے یہ سورہ احمدیوں کے لئے پیغامیوں ، غیر احمدیوں اور غیر مسلموں کے لئے ایک زبردست نشان اور پر جلال فرقان ہے ملاحظہ ہو (الفضل ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء ص ۴، ۵)

اس کے بعد ۴ نومبر کے پرچے میں اس مضمون کی تکمیل ان لفظوں کی گئی ہے :

یہ (پیش گوئی) حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے متعلق بہت ہی واضح پیش گوئی ہے حضرت مسیح موعود جری اللہ فی حلل الانبیاء کو اللہ تعالی نے ایس غلام علیم دیا کہ آج اپنے پرائے سب اس کی عظمت کے قائل ہیں یہ محمود پیارا محمود بشیر الدین ہے جو ظاہری و باطنی علوم سے معمور ہے اور پیش گوئی کی ساری علامتیں اس کے عہد میں پوری ہو رہی

ہیں۔ (الفضل ۴ نومبر ص ۴ کالم ۴)

ناظرین کرام! ایسی تحریف قرآن کی مثال کبھی آپ نے سنی ہے؟ یہ ان لوگوں کا علم قرآن ہے جس پر فخر کیا کرتے ہیں کہ قرآن مجید کے جو معارف ہماری جماعت کو خدا نے بتائے ہیں وہ کسی کو نہیں بتائے ہم بھی اس کی تصدیق میں یہ شعر پڑھتے ہیں

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

قادیانی پارٹی کی اس تحریف کے متعلق ہم منتظر رہے کہ لاہوری جماعت اس کا جواب دے گی مگر وہ آج (۹ نومبر ۱۹۴۲ء) تک لاہوری جماعت کی طرف سے دیکھنے میں نہیں۔ آئندہ العلم عند الله۔ باوجود اس کے ہمارا گمان ہے کہ لاہوری جواب بہت پرلطف ہوگا کیونکہ لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں کئی سال سے اس مسئلہ پر بڑی زوردار بحث چلی آرہی ہے کہ مرزا صاحب نبی تھے یا نہیں۔

اس محرف قرآن نے کمال کیا کہ مرزا صاحب کلاں کی نبوت کے علاوہ مرزا خرد (میاں محمود احمد) کی نبوت کی بنیاد بھی رکھ دی کیونکہ اس نے تیسرے درجے پر مرزا خرد کو غلام علیم کا مصداق قرار دیا ہے اور ساتھ ہی اس کے یہ اصول بھی لکھ دیا ہے کہ:

علم کا مقامِ ارفع نبوت ہے۔ (الفضل ۲۰ اکتوبر ۱۹۴۲ء ص ۴ کالم ۴)

پیغامی ممبرو! ہوشیار ہو جاؤ عنقریب قادیان سے آواز آئے گی کہ قادیان خدا کے رسول کا تخت گاہ جیسے پہلے آئی تھی۔ (دافع البلاء)

ناظرین کرام! یہ ہیں مرزائی معارف قرآن جن پر ان کو بڑا ناز ہے اور حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ ناز بالکل اسی قسم کا ہے جس قسم کا یہودیوں کو تحریف کلام اللہ پر تھا جس پر یہ شعر صادق آتا ہے

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی مری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۳ ذی قعد ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۴۶ ص ۴۔۵)

مرزا صاحب بحیثیت مصنف

ہمارے چیلنج کے جواب میں قادیان سے اقرار کے بعد انکار

کانّھم حمر مّستنفرة فرّت من قسورة

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹ مئی ۱۹۴۲ء میں ہم نے اس مضمون کا چیلنج دیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے قابل مصنف ہونے پر اتباع مرزا ہم سے گفتگو کر لیں۔ دوسرے مسائل اختلافیہ پر بحثیں ہو چکی ہیں صرف یہی ایک موضوع باقی ہے۔ اس پر قادیان اور لاہور کے اخبار خاموش رہے۔ ہاں صرف رسالہ ریویو آف قادیان نے ہمارا چیلنج قبول کیا مگر مباحثے کی ایسی بے ڈھنگی صورت پیش کی جو ناقابل عمل تھی۔ اس کا ذکر مع جواب اہل حدیث مورخہ ۳۰۔اکتوبر سن رواں میں ناظرین پڑھ چکے ہوں گے۔ ہم نے بہت ہی مستحسن صورت پیش کی تھی کہ جس طرح مرزا صاحب اور ڈپٹی آتھم عیسائی کا مباحثہ امرتسر میں ہوا تھا یہ مباحثہ بھی اسی طریق سے ہونا چاہیے۔ امید بلکہ یقین تھا کہ جماعت مرزائیہ سنت مرزا سے کسی طرح سرتابی نہیں کرے گی۔ مگر ہمیں افسوس ہے کہ کونسل آف قادیان نے اسی میں اپنی خیر سمجھی کہ اس مقابلہ کو جس طرح ہو سکے ٹال دیا جائے۔ چنانچہ کے سرکاری گزٹ الفضل نے بڑا لمبا افتتاحیہ لکھا ہے جس کا اختصار چند فقرات میں درج ذیل ہے:

۱۔مولوی ثناء اللہ صاحب نے مباحثہ کے لئے ایک لغو موضوع تجویز کیا جو آج تک کسی عقل مند اور سنجیدہ انسان کے وہم و گمان میں بھی نہیں آیا۔۲۔ کیا مولوی صاحب کے پاس اپنے قابل مصنف ہونے کا ثبوت موجود ہے؟ مولوی صاحب کو چاہیے کہ پہلے اپنے آپ کو قابل مصنف ثابت کریں پھر کسی اور طرف رخ کریں۔ ۳۔دراصل تصنیف کی قابلیت کوئی ایسی چیز ہی نہیں ہے جس کا مباحثہ اور مناظرہ کے ذریعہ تصفیہ کیا

جا سکے بلکہ اس کا اندازہ اس اثر ونتیجہ سے لگایا جاسکتا ہے جو تصانیف سے رونما ہو۔۴۔ مصنف کی قابلیت کا معیار یہی ہے کہ جس مقصد کے لئے وہ تصانیف کرے اس میں کامیاب ہو۔۵، حضرت مسیح موعود کی کامیابی میں کیا شک ہے کہ آپ کے مقابلے میں ہزیمت خوردہ آپ کو نا قابل مصنف کہیں نا قابل تردید وہ کود ہیں جو انتہائی زور لگانے کے باوجود حضرت مسیح موعود کے اتباع میں داخل ہونے والوں کو روک نہ سکے۔۔٦۔ مولوی ثناء اللہ نے اپنے آپ کو صرف ایک معمولی صاحب قلم قرار دیا ہے ..تو انہیں سلطان القلم کی قابلیت کو چیلنج کرنے سے شرمانا چاہیے (الفضل قادیان ۳ نومبر ۱۹۴۲ء ص ۱۔۲)

جواب ۱۔ ایسا کہنا دراصل اڈیٹر صاحب رسالہ ریویو آف ریلی جنز کی تردید ہے جنہوں نے اس چیلنج کو بڑی تعلیٰ کے ساتھ قبول کیا تھا اور لکھا تھا کہ اس مباحثہ کے پرچے اخبار الفضل میں شائع ہوتے رہیں گے۔ معلوم ہوتا ہے کہ اس منظوری کو کونسل آف قادیان نے مسترد کر دیا۔ کیوں مسترد کیا؟ قرآن سے اس کا جواب مستنبط ہوتا ہے۔ ارشاد ہے: بل الا نسان علی نفسه بصیرة۔ و لو القی معاذیره ۔(انسان اپنے حالات (قوت وضعف وغیرہ) خوب جانتا ہے چاہے کتنی ہی حجتیں کرے)(القیامہ:۱۴۔۱۵)

اسی طرح اتباع مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنا ضعف خوب محسوس کرتے ہیں چاہے کتنی ہی باتیں بنائیں۔

ناظرین کرام کیا آیت زیب عنوان کے صدق میں کچھ شک ہے جس کے آخری لفظ ہیں فرّ ت من قسورة

جواب۲۔ میں نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ میرے قلم کو روح القدس چلاتا ہے یہ دعوی تو مرزا صاحب کا ہے میرا اظہار بتعلیم قرآن یہی ہے ما ابری ء نفسی ان النفس لامّا رة با لسّو ء الا ما ر حم ر بی (یوسف:۵۳) ، اسلئے مجھ پر یہ سوال بالکل بے جا ہے میں سو، سوا سو کتاب کا مصنف ہوں۔ اچھا یا برا۔ اگر کوئی عالم ایسا ہو جس نے ایک سطر بھی نہ لکھی ہو، اور وہ مرزا صاحب کو بحیثیت تصنیف نا قابل مصنف کہے اور علم کلام کے قواعد سے اپنا دعوی ثابت کرنے کو تیار ہو اس کو بھی یہی کہو گے کہ پہلے اپنی تصنیف دکھاؤ اگر کہو تو تم خود بھی نا قابل مجیب سمجھے جاؤ گے۔

جواب ۳، ۴، ۵۔ جواب اگر چہ علم کلام کے قاعدے سے صحیح نہیں کیونکہ علم

کلام کے قاعدے سے کلام کی صحت فی نفسہ دیکھی جاتی ہے کسی کے ماننے پر موقوف نہیں ہوتی مگر ہم اسے مان کر بھی مرزا صاحب ہی کی تصنیف سے جواب دیتے ہیں۔ پس غور سے سنئے گوش ہوش سے سنئے اور کانوں سے روئی نکال کر سنئے۔

کسی تصنیف کا وہ اثر دیکھا جائے گا جس کی بابت خود مصنف نے دعوی کیا ہو کہ اس کا یہ اثر ہوگا اگر وہ اثر پیدا ہوگیا ہوتو دعوی صحیح ورنہ دعوی غلط قرآن مجید سے اس کا ثبوت سنئے ارشاد ہے: قل لئن اجتمعت الا نس و الجنّ علی ان یأتوا بمثل هذا القرآن لا یأتو ن بمثله و لو کا ن بعضهم لبعض ظهیرا۔ (اے رسول کہہ دیجئے کہ اگر انسان اور جن دونوں قسم کی مخلوق جمع ہوکر ایسی کتاب لانے کی کوشش کرے تو بھی نہ لاسکیں گے اگر چہ ایک دوسرے کے مددگار رہوں) (بنی اسرائیل:۸۸)۔ بتاؤ اس دعوی کا یہ اثر ہوا یا نہیں اگر انکار کرو گے تو کافر ہوجاؤ گے اب سنئے مرزا صاحب کا دعوی جو آپ نے اپنی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ کے متعلق لکھا ہے کہ: اس کتاب (براہین احمدیہ) میں ایسی دھوم دھام سے حقانیت اسلام کا ثبوت دکھلایا گیا ہے کہ جس سے ہمیشہ کیلئے مجادلات کا خاتمہ فتح عظیم کے ساتھ ہوجائے گا۔ (اشتہار عرض ضروری۔ص ۹ ملحق بہ براہین احمدیہ جلد ۳)

مرزا صاحب کے مریدو! خدالگتی کہنا براہین احمدیہ کا اثر اس ملک میں ظاہر ہوا؟ یعنی مجادلات مذہبی ختم ہوگئے؟ کیا آپ لوگوں کو یاد نہیں رہا کہ مرزا صاحب نے براہین احمدیہ کے شائع ہونے کے بعد خود مباحثات کئے اور تم لوگوں نے بھی عیسائیوں اور آریوں سے بارہا مباحثے کئے اور تمام مسلمان فرقوں خصوصاً جماعت اہل حدیث سے بھی تمہارے مقابلے ہوئے یہاں تک کہ قادیان میں بھی مخالفین جا پہنچے اور مرزا صاحب اور ان کے خلفاء خاموشی کے ساتھ اپنے مکانوں میں بیٹھے رہے۔ یہ سب کچھ تو ہوا مگر مجادلات کا خاتمہ جو براہین احمدیہ کا اثر تھا ظہور پذیر نہ ہوا۔ دنیا جانتی ہے کہ براہین کی تصنیف سے پہلے جتنے مناظرات ہوتے تھے اس کے بعد کئی گنا بڑھ گئے۔ یہاں تک کہ آپ لوگوں کے اندر بھی فرقہ واری مجادلات آگئے باوجود اس کے آپ کہے جائیں کہ براہین احمدیہ کا اثر خوب ظاہر ہوا جس سے مرزا صاحب قابل مصنف ثابت ہوتے ہیں تو ہم بھی اس دعوی کو شاعرانہ تخیل کی صورت میں تسلیم کرکے مندرجہ ذیل شعر عرض کریں گے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

جواب ٦ ـ قادیانی اور لاہوری ممبرو! مجیب کا کا یہ جواب سنتے ہو اور اس کا نتیجہ بھی سمجھتے ہو کہ کیا ہے اگر نہیں سمجھتے تو سنو ہم بتاتے ہیں مرزا صاحب قادیانی باوجود ادعائے مسیحیت و مہدویت مجددیت وغیرہ کے مجھ ناقابل مصنف کو برابر مخاطب فرماتے رہے یہاں تک میرے حق میں آخری فیصلہ بصورت موت شائع کیا اس کا نتیجہ بھی اہل دنیا نے خوب دیکھ۔ ان فی ذلك لعبرة لا ولی الا بصار

سنئے میں تو پھر بھی کچھ الف بے پڑھا ہوا ہوں اور ٹوٹا پھوٹا قلم قلم بھی چلا سکتا ہوں، مرزا صاحب نے تو اپنے ہر معترض کو شرف خطاب بخشنے میں بخل نہیں کیا تھا۔ یہاں تک کہ محمد بخش لاہوری مشہور (جعفر زٹلی) کو بھی جو بالکل ایک بے علم شخص تھا اس کے اعتراضات کے جواب بھی بذریعہ اشتہارات دیا کرتے تھے۔

اب آپ لوگ یا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی حیثیت سے بڑھ گئے ہیں یا شیر کے پنجہ فولادی سے ڈرتے ہیں میرا گمان شق ثانی پر ہے۔ کیوں

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی
بید مجنون دیکھ کر انگڑائیاں لینے لگا

مختصر یہ ہے کہ قادیانی مباحث میں ہر مبحث پر ہماری طرف سے رسائل لکھے گئے ہیں۔ آپ کا بڑا فخر یہ مسئلہ وفات مسیح ہے اس کے متعلق تفسیر ثنائی میں کافی بحث ہو چکی ہے۔ کتاب شہادۃ القرآن ہر دو جلد مصنفہ مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی آج تک لا جواب ہے۔ دوسرا حصہ قادیانی مباحث کا الہامات اور کرامات مرزا ہے اس پر بھی ہماری طرف سے متعدد لا جواب رسائل شائع ہو چکے ہیں۔ آپ لوگوں نے تیسرے پہلو پر زور دیا اور دیتے چلے آئے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کی تصنیفات معجزانہ ہیں اس لئے ضرورت محسوس ہوئی کہ اس پہلو پر بھی کافی بحث کی جائے جس کے متعلق ہماری طرف سے ایک رسالہ علم کلام مرزا شائع ہو چکا ہے جس کا جواب آج تک قادیانی مصنفوں نے نہیں دیا۔ باوجود اس کے وہی پرانی رٹ لگائے جاتے ہیں کہ مرزا صاحب بحیثیت تصنیف سب مصنفوں سے اعلیٰ اور سحر بیان تھے۔ اس لئے

ضرورت محسوس ہوئی کہ اتباع مرزا سے اس موضوع پر بالمواجہ گفتگو کی جائے (میں تو مباحثہ کیلئے چیلنج پر چیلنج دیتا ہوں اس پر بھی الفضل ۱۵ نومبر میں میرا فرار لکھا ہے۔ تفصیل آئندہ۔ ثناءاللہ) گفتگو کی نوعیت وہی ہوگی جو مرزا صاحب قادیانی اور عیسائی مناظر (ڈپٹی آتھم) کی تھی تا کہ اس معجزے کی حقیقت بھی پوری واضح ہو کر اس شعر کی مصداق ہو

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید و گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۰ ذی قعد ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۷ ص ۴۔۶)

مصلح موعود کی پیشین گوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اخبار الفضل میں مصلح موعود کے متعلق بڑے بڑے بسیط مضمون لکھے جا رہے ہیں جن میں یہ ثابت کیا جاتا ہے کہ مصلح موعود جس کی بابت مرزا صاحب کلاں نے پیشین گوئی کی ہوئی ہے وہ ان کا صاحبزادہ مرزا محمود احمد گدی نشین قادیان ہے۔ دراصل ان مضمونوں کا روئے سخن لاہوری پارٹی کی طرف ہے کیونکہ وہ احمدی کہلا کر میاں محمود احمد کے مصلح موعود ہونے سے منکر ہیں، انہی پر یہ حجت قائم کی جا رہی ہے اس لئے ہم منتظر تھے کہ لاہوری جماعت اس کا کیا جواب دیتی ہے۔ مگر وہ خاموش رہے۔ ہم نے غور کیا تو اس خاموشی کی تہہ میں یہ راز ہماری سمجھ میں آیا کہ الفضل کے یہ مضامین مرزا صاحب کی مسیحیت اور مہدویت کے لئے بیخ کن ہیں اور اسی لئے لاہوری پارٹی کا آرگن پیغام صلح خاموش ہے۔ پس ہمارا حق ہے کہ اس میں دخل دیں۔ دونوں جماعتیں اپنے جھگڑے کو چھوڑ کر ہماری بات سنیں۔ ہم ڈنکے کی چوٹ کہتے ہیں کہ یہ پیش گوئی مرزا غلام احمد کے الفاظ میں ان کی مسیحائی کو باطل کرنے کے لئے کافی ہے۔ ہم چاہتے تھے کہ کسی موقع پر اس مضمون کو حوالہ قلم کریں خدا کا شکر ہے کہ اس نے قادیانی اخبار الفضل کو اس کا ذریعہ بنا دیا۔ اخبار الفضل لکھتا ہے

آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی

سرور انبیاء آنحضرت ﷺ مسیح موعود کی بعثت کی پیش گوئی کے ساتھ یہ الفاظ بھی فرماتے ہیں کہ یتزوج و یولد له (مشکوۃ باب نزول عیسیٰ) کہ جب مسیح موعود دنیا میں مبعوث ہوگا تو وہ شادی کرے گا اور اس کے ہاں اولاد ہوگی یہ ظاہر ہے کہ انبیاء جب کسی اولاد کی حکم الٰہی کے ماتحت بشارت دیں تو وہ اولاد خاص طور پر اللہ تعالیٰ کے انعامات اور فضلوں کی وارث ہوتی ہے۔ (الفضل ۳۰۔اکتوبر ۱۹۴۲ء ص ۴)

اسی مضمون کو الفضل قادیان یکم نومبر میں پھر دہرایا گیا ہے چنانچہ الفضل کے الفاظ یہ ہیں: مصلح موعود کے متعلق خبر صرف حضرت مسیح موعود (مرزا) کو ہی نہیں دی گئی بلکہ آپ سے تیرہ سو سال پہلے سرور کائنات فخر موجودات سید ولد آدم حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اس کی خبر دی ہے اور اسے مسیح موعود کا حقیقی فرزند ہی قرار دیا ہے آنحضرت ﷺ مسیح موعود کی آمد کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں فیتزوج و یولد له (مشکوۃ باب اقتراب الساعۃ)۔ کہ مسیح موعود نکاح کرے گا اور اس کو فائدہ پہنچانے کیلئے اس کے ہاں اولاد ہوگی۔ (الفضل یکم نومبر ۱۹۴۲ء ص ۴)

ان دونوں عبارتوں کا مطلب ایک ہی ہے۔ یعنی مشکوۃ شریف میں جو روایت آئی ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے ہاں اس شادی سے اولاد ہوگی بقول الفضل چونکہ مسیح موعود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں اور اس اولاد سے مراد میاں محمود احمد ہیں اس لئے وہ مصلح موعود ہیں۔ احمدی دوستو:

سنے ہوں گے چمن میں سینکڑوں نالے ہزاروں کے
کلیجہ تھام لو اب دل جلے فریاد کرتے ہیں

دوستو! آپ کے مسیح موعود، مہدی مسعود، نبی اور رسول، حکم، عدل، (غلام احمد) بھی اس حدیث کو نقل کرتے ہوئے جس نکاح پر اس کو چسپاں کرتے ہیں وہ قابل دید اور شنید ہے۔ مرزا صاحب اپنے مشہور آسمانی نکاح کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی (متعلقہ نکاح محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ہی ایک پیش گوئی فرمائی ہے یتزوّج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ

تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے ۔اس میں کچھ خوبی نہیں۔، بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہوگی جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔گو یا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں ۔اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔(حاشیہ ضمیمہ انجام آتھم ۔ص۵۳)

ناظرین کرام! یہ ہیں مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ مبارکہ اور یہ ہے ان کی اس حدیث کے متعلق تشریح مطلب اس کا صاف ہے کہ مسیح موعود کے تزوج سے محترمہ محمد بیگم کا نکاح مراد ہے اور یولد سے وہ لڑکا مراد ہے جو خاتون مذکورہ کے بطن سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ہاں پیدا ہوگا، مدینہ شریف کے محکمہ میں اس نکاح کی یہ گو یا رجسٹری ہے۔ صدق اللہ ورسولہ

اب سوال یہ ہے کیا یہ نکاح ہوا؟ کیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے ہاں اس خاتون سے بیٹا پیدا ہوا۔دونوں فریق اس سے منکر ہیں تو پھر مصلح موعود کہاں اور مسیح موعود کہاں ۔ یہی وجہ ہے کہ اخبار الفضل نے مرزا غلام احمد صاحب کی اس عبارت کو ضمیمہ انجام آتھم سے نقل نہیں کیا اور لاہوری پارٹی کے پیغام صلح نے بھی چپ سادھ لی۔تاڑنے والے بھی بلا کی نظر رکھتے ہیں کیونکہ ان کا قول ہے

ہم نظر بازوں سے تو چھپ نہ سکا جان جہاں
تو جہاں جا کے چھپا ہم نے وہیں دیکھ لیا

قادیانی اور لاہوری ممبرو! اب بھی مانو گے یا نہیں ۔اہل حدیث تمہارے مسیح موعود کی باتوں کو تم سے زیادہ جانتا ہے ۔پس ضمیمہ انجام آتھم میں عبارت مرقومہ دیکھ کر بتاؤ جب بانس ہی نہیں تو بانسری کہاں ۔اب ہمارا حق ہے کہ مرزا صاحب کی عبارت کو سامنے رکھ کر یہ اعلان کریں کہ:

چونکہ رسول اللہ ﷺ نے سچے مسیح موعود کی علامت مقرر فرمائی ہوئی ہے کہ وہ (مسیح موعود) اعجاز نکاح کرے گا اور اس سے اولاد پیدا ہوگی بقول تمہارے مصلح موعود ہوگی۔ چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کا اعجازی نکاح نہیں ہوا، اور نہ اس سے لڑکا پیدا ہوا، نتیجہ صاف

ہے کہ نہ مرزا صاحب کلاں مسیح موعود تھے اور نہ مرزا خرد مصلح موعود۔،

مرزائی دوستو!

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ نومبر ۱۹۴۲ء مطابق ۱۷ ذی قعد ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۴۸ ص ۴۔۵)

مسیح موعود اور یاجوج ماجوج

مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولوی محمد علی امیر جماعت مرزائیہ لاہور نے ایک خطبہ دیا ہے جو پیغام صلح مورخہ ۵ نومبر ۱۹۴۲ء میں شائع ہوا ہے جس کی سرخی بڑی دلفریب ہے جو یہ ہے:

عظیم الشان پیش گوئی

یاجوج ماجوج کا غلبہ اور دین حق کی بے کسی

اسلام کے غالب آنے کا وقت بالکل قریب ہے

یہ تین سطریں تو اخبار پیغام صلح کی مرقومہ ہیں، چوتھی سطر ہماری طرف سے ملا لیجئے کہ

قادیانی مسیحیت کے بطلان کا وقت یہی ہے

ناظرین! ہماری غرض یہ ہے کہ ان چاروں سطروں میں مقابلہ کر کے دکھائیں کہ کون سی صحیح ہے۔ مولوی صاحب موصوف کے الفاظ یہ ہیں

آپ نے سورہ انبیاء کی آیت حتی اذا فتحت یاجوج ماجوج و هم من كل حدب ينسلون تلاوت کر کے فرمایا:

یاجوج ماجوج کا غلبہ اور دین حق کی بے کسی

ان آیات کا مرکزی حصہ یاجوج ماجوج کے غلبہ سے متعلق ہے اور غلبہ بھی ایسا زبر دست کہ جس کی مثال نہ ہو فرمایا: من کل حد ب ینسلو ن کوئی بلندی ایسی نہ رہ جائے جس سے وہ نکل نہ پڑیں ابتدائی حصہ جس میں برگزیدگان الٰہی کی بے کسی کا ذکر ہے ان کو دکھ اور تکلیفیں پہنچنے کا نقشہ کھینچا ہے وہ یاجوج ماجوج کے ذکر کے لئے بطور تمہید کے ہے یعنی یاجوج اور ماجوج کے غلبہ کے وقت اللہ تعالیٰ کے دین کی حالت بہت بے کسی کی ہوگی کیونکہ ہمیشہ سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے۔

موجودہ واقعات اور خدا کی ہستی پر ایمان

یہ تمہید ہے اس مضمون کی جو آگے آتا ہے:

حتی اذا فتحت یا جو ج ماجو ج و ھم من کل حد ب ینسلو ن یہاں تک کہ جب یاجوج ماجوج کھول دیئے جائیں گے اور وہ ہر بلندی سے تیزی سے نکل پڑیں گے کس قدر عظیم الشان پیش گوئی ان الفاظ کے اندر ہے اگر آج موجودہ واقعات کو قلم بند کرو تو کتابیں کی کتابیں لکھی جائیں مجھے افسوس ہوتا ہے مسلمانوں پر کہ آج ان میں وہ ایمان نہیں جو ان کھلی پیش گوئیوں کے ہماری آنکھوں کے سامنے پورا ہونے پر پیدا ہوتا ہے ایمان تب پیدا ہو کہ آج ان واقعات پر غور کریں جو رونما ہو رہے ہیں اور قرآنی الفاظ کو ان واقعات پر منطبق کریں تو پھر دیکھیں کہ خدا تعالیٰ کی ہستی پر کس قدر ایمان پیدا ہوتا ہے جو انسان کے قلب میں نور بھر دے

کس قدر عظیم الشان پیش گوئی ہے مسلمانوں کی انتہائی بے کسی کو ایوب اور یونس وغیرھما انبیاء کے ذکر میں بیان فرمایا پھر یاجوج ماجوج کے زبردست غلبہ کا ذکر کیا یہاں تک کہ وہ تمام دنیا میں غالب ہو کر پھر نکلیں گے پھر اس کے بعد فرمایا واقترب الوعدالحق کہ جب یاجوج ماجوج کا غلبہ ہو اور مسلمانوں کو کوئی امید کی جھلک نظر نہ آئے تو یہ وہ وقت ہے کہ وعدہ حق قریب آ گیا۔ ان الفاظ کی شوکت پر غور کیجئے یہ آج سے تیرہ سو سال پہلے کا کلام ہے یہ محمد رسول اللہ ﷺ کا کلام نہیں ہوسکتا یہ مکی سورت ہے اس وقت کی نازل شدہ جب محمد رسول اللہ ﷺ کی مشکلات انتہاء کو پہنچی ہوئی ہیں اس میں

حضورﷺ کے لئے بھی تسلی ہے اور آئندہ زمانہ میں بھی مسلمانوں کیلئے بھی تسلی کا سامان موجود ہے جب یاجوج ماجوج تمام دنیا پر غالب آجائیں اور مسلمان انتہائی بے کسی کی حالت کو پہنچ جائیں تو سمجھو کہ وعدہ حق کا وقت قریب آگیا۔حق دراصل اسلام کا ہی نام ہے وہ وعدہ جس کا یہاں ذکر ہے وہی وعدہ ہے جس کا ذکر دوسری جگہ ان الفاظ میں ہے هو الذی ارسل رسو له بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین كله ۔یعنی یاجوج ماجوج کا دنیا پر غلبہ دیکھو تو یقین کرو کہ اب دنیا پر اسلام کے غالب ہونے کا وقت آ گیا یہ وہ چیز تھی جس کا شعور سب سے پہلے حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو ہوا بڑی تیز آنکھ تھی ہم میں سے کون اسے دیکھ سکتا تھا اور کسے اس کا شعور ہو سکتا تھا۔(پیغام صلح لاہور۔۵نومبر۱۹۴۲ءص۶)

آپ کی تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب تعلیم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اقوام یورپ یاجوج ماجوج ہیں (حمامۃ البشری) اور ان کے غلبہ کا زمانہ یہی ہے اور اس غلبہ کے بعد اسلام کا غلبہ مقدر ہے۔ اسلام سے آپ کی مراد یقیناً مرزائیت یا بالفاظ دیگر احمدیت ہے۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ یاجوج ماجوج کے غلبہ کے زمانہ میں مسیح موعود کا زندہ ہونا ضروری ہے حدیث کے مندرجہ ذیل الفاظ ملاحظہ ہوں۔ مسیح موعود علیہ السلام کو حکم ہوگا :فحرز عبادی الی الطور و یبعث الله یا جو ج و ماجو ج و هم من كل حد ب ینسلو ن .. فیر غب نبی الله عیسی و اصحا به فیر سل علیهم النغف فی رقا بهم فیصبحو ن فر سی كمو ت نفس وا حدة۔ روا ه مسلم۔(میرے بندوں کو کوہ طور پر لے چل۔خدا یاجوج ماجوج کو بھیجے گا حضرت عیسی اور ان کے ساتھی ان کا غلبہ دیکھ کر ان پر بددعا کریں گے۔خدا تعالی ان کی گردنوں میں پھوڑا پیدا کر دے گا جس سے وہ سب ایک دم مر جائیں گے)

لاہوری اور قادیانی جماعت کے ممبرو! بتاؤ کیا یاجوج ماجوج ،یعنی (اقوام یورپ) کے غلبہ کے وقت تمہارا عیسی مسیح موعود زندہ ہے۔

کیا وہ بحکم خدا تمہیں کوہ طور پر لے گیا۔یا کوہ طور سے مراد کوئی اور مقام ہے۔

اور کیا تمہارے مسیح موعود کی دعا سے یاجوج ماجوج سب ایک دم میں مر گئے۔ یا مسیح موعود خود ہی دنیا سے رخصت ہو گئے۔

صحیح صحیح بتاؤ واقعہ کیا ہے۔ یہی نا کہ مسیح موعود کو وفات پائے آج ۳۴ سال گذر گئے اور یاجوج ماجوج زندہ ہیں اور ان کا غلبہ بھی موجود ہے۔ اس کے بعد اسلام کے غلبہ کی باری آئے گی اس میں مسیح موعود کا دخل کیا ہوگا؟

ناظرین کرام! مذکورہ بالا حدیث شریف کو مولوی محمد علی صاحب کے خطبہ کے ساتھ ملا کر پڑھئیے اور داد انصاف دیجئے کہ ہماری چوتھی سطر ثابت ہوئی یا نہیں جس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانے میں جو کام ہونا تھا اور مرزا صاحب کے زمانے میں نہیں ہوا اور بقول مرزا غلام احمد صاحب یاجوج ماجوج زندہ ہیں اور مسیح موعود چلتے بنے اس کا نتیجہ کیا ہوا خود ہی سوچ لو۔، مرزائی دوستو! تمہارے مسیح موعود

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم ان کو بے وفا کہتے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ دسمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۲۴ ذی قعد ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۴۹ ص ۵۔۶)

دین بہائی اور دین الٰہی۔۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم نے ایک صحبت میں اہل مجلس سے سوال کیا تھا کہ آپ لوگوں کے نزدیک امام حسینؓ سے بڑا مظلوم کون ہے؟ پھر احباب کے مختلف جوابات سن کر کہا کہ میرے نزدیک امام موصوف کے بعد بڑا مظلوم قرآن مجید ہے۔ اپنے پرائے اس پر جو ظلم کرتے ہیں اس کی مثال دنیا میں نہیں ملتی۔

جس طرح ڈاکٹر اقبال مرحوم نے نہایت راستی اور نیک نیتی سے قرآن مجید کی مظلومیت کا اظہار کیا تھا اسی طرح ہم بھی راستی اور نیک نیتی سے کہتے ہیں کہ قرآن مجید پر ظلم کرنے والے اگرچہ پہلے زمانے میں بھی بہت لوگ گذرے ہیں، مگر موجودہ زمانے میں دو گروہ قرآن کے حق میں بہت بڑے ظالم ہیں۔ ایک گروہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کے پیرو بہائیوں کا ہے۔ دوسرا گروہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اتباع

مرزائیوں کا۔ ان دونوں گروہوں کی تحریرات متعلقہ قرآن مجید کو دیکھ کر ہمیں صدمہ ہوتا ہے اور ہمارے منہ سے بے اختیار یہ شعر نکل جاتا ہے

رکھیو غالب مجھے اس تلخ نوائی سے معاف
آج کچھ درد میرے دل میں سوا اٹھتا ہے

یہ دونوں گروہ قرآن مجید کو الہامی کتاب مانتے ہیں لیکن اس کی تشریحات ایسی من مانی کرتے ہیں کہ اگر اس کو الہامی نہ مانتے تو اچھا ہوتا۔

اس کے ماسوا کلمہ گوؤں کے دو گروہ ہمارے سامنے اور بھی ہیں یعنی شیعہ اور بریلوی خیال کے حنفی۔ مگر سچ یہ ہے کہ دو گروہ ان کے برابر نہیں پہنچ سکتے۔ ان سب کا مفصل ذکر ہمارے رسالہ تفسیر بالرائے کے پہلے حصے میں ہو چکا ہے اور دوسرے میں بھی ناظرین ملاحظہ کریں گے۔ انشاء اللہ۔ آج کل کاغذ کی گرانی مانع ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر میں بھی ان لوگوں کا بار بار ذکر آیا ہے اور آئندہ بھی انشاء اللہ آتا رہے گا یار زندہ صحبت باقی۔ آج بھی ہم اس کا کچھ نمونہ پیش کرتے ہیں۔

شیخ بہاء اللہ ایرانی مدعی موعودیت کل انبیاء کے اتباع بہائیوں کا رسالہ پیامبر دہلی ادھار کھائے ہوئے ہے کہ قرآن سے شیخ بہاء اللہ کی بعثت وغیرہ کا ثبوت دے۔ حق تو یہ ہے کہ اگر واقعی اس کا ثبوت ملتا تو ہم منع کرنے والے کون؟ اگر کسی کا حق قرآن سے نکلتا ہو، تو ہم کبھی مخالفت نہ کریں بلکہ دل و جان سے اس کو تسلیم کریں لیکن جب قرآن مجید کی آیات میں پورے زور کے ساتھ تحریف ہو رہی ہو، تو ہم خاموش نہیں رہ سکتے۔

ایک مومن کو اس کے بچے کا قتل ہونا اتنا ناگوار نہیں ہوتا جتنا قرآن میں تحریف کا واقع ہونا۔ جب ہم دیکھتے ہیں کہ بہائی لوگ قرآن مجید کی تحریف کر کے اپنا مطلب نکالتے ہیں تو ہم سے رہا نہیں جاتا۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں اور آج بھی لکھتے ہیں کہ آپ لوگ جو جی چاہے شیخ بہاء اللہ ایرانی کو مانیں اور لوگوں سے منوائیں مگر قرآن مجید کی تحریف نہ کریں

از غلوت تلخ مے گوئی سخن
ہر چہ خواہی کن ولے ایں یک مکن

آج ہم جس مضمون کا ذکر کرنا چاہتے ہیں وہ، دین، سے متعلق ہے۔ یعنی قرآن مجید

میں ، دین ، دین الحق ، اور یوم الدین وغیرہ جوالفاظ آئے ہیں ان سے کیا مراد ہے؟

بقول بہائی رسالہ پیامبر دین سے مراد ہر نبی کی بعثت ہے جس سے اس کا مقصد شیخ بہاء اللہ کی بعثت کا ثبوت دینا ہے ۔ چنانچہ لکھتا ہے :و لئن قلت انکم مبعوثو ن من بعد المو ت لیقو لن الذین کفروا ان ھذا ا لا سحر مبین (جب آپ فرمائیں گے کہ تم لوگ مرنے کے بعد اٹھائے گئے ہو، تو اہل انکار کہیں گے کہ یہ تو محض کھلا جادو ہے) ۔آیت میں صاف یہ ارشاد ہے کہ تم لوگ قومی طور پر مرنے کے بعد زندہ کئے گئے ہو۔تو اس حقیقت کو اہل ایمان خوب جانتے اور مانتے ہیں ۔اہل انکار کہتے ہیں کہ تمہارا اثر تو ضرور ہے لیکن جادو ہے اور باطل چیز کا اثر ہے ۔ (پیامبر۔نومبر۱۹۴۲ءص ۲)

مدیر پیامبر کا مطلب یہ ہے کہ موت سے مراد کفر شرک کی موت ہے، اور مبعوثین سے مراد وہ لوگ ہیں جو زمانہ رسالت مآب میں اسلامی تعلیم کے اثر سے روحانی طور پر زندہ ہو گئے تھے۔مضمون نگار اسی کو سحر کہتے ہیں بقول اس کے آیت کا مطلب یہ ہوا

اے پیغمبر اگر تم کہو کہ لوگو! تم کفر شرک کے بعد مومن ہو گئے ہو تو منکرین کہیں گے کہ ان لوگوں کا مومن ہونا تمہارے جادو کا اثر ہے۔

اس آیت کی تفسیر یا بہائیوں کے جواب کے لئے ہم ایک اور آیت پیش کرتے ہیں جس سے کل مراتب طے ہو جائیں گے اور کالشّمس فی نصف النہار واضح ہو جائے گا کہ مبعوثین سے مراد کون ہیں۔غور سے سنئے ارشاد ہے

و قا لوا ء اذا کنّا عظا ماً و رفا تاً ء انّا لمبعو ثو ن خلقاً جدیداً۔ قل کو نوا حجا رۃً او حد یداً ۔او خلقاً مما یکبر فی صدور کم فسیقو لو ن من یعید نا قل الّذی فطر کم اوّ ل مرّ ۃ فسینغضو ن الیك رؤسھم و یقو لون متی ھو قل عسی ان یّکون قریباً (الاسراء:۴۹۔۵۱) کفار کہتے ہیں کہ بھلا جب ہم مر کر ہڈیاں اور ریزہ ریزہ ہو جائیں گے تو کیا ہم نئی پیدائش سے مبعوث ہوں گے۔تم ان کو کہہ دو کہ تم پتھر یا لوہا بن جائیو یا کوئی اور مخلوق جو تمہارے خیال میں بہت زیادہ سخت ہو (تو تم بھی مبعوث کئے جاؤ گے) پھر کہیں گے کہ کون ہمیں دوسری پیدائش میں لوٹائے گا ،تو کہیو کہ جس ذات پاک نے تم کو پہلی مرتبہ پیدا کیا ہے وہی دوبارہ لوٹائے گا اور وہ کہیں گے کہ ایسا کب ہوگا تم کہہ دو کہ یہ کام بھی جلد ہو جائے گا۔

یہ آیت کریمہ جس طرح مبعوثین کی بعثت کا زمانہ روز حشر بتلاتی ہیں اسی

طرح بہائیوں کی تفسیر کو بھی تحریف کی شکل میں دکھاتی ہیں کیونکہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ مبعوث ہونے سے مراد مردوں کا حشر نشر ہے جو کہ ان کی ہڈیاں ریزہ ریزہ ہوجانے کے بعد واقع ہوگا نہ کہ کسی کافر کا یمان لانا۔ اس سے زیادہ وضاحت چاہیں تو اور سنئے قرآن مجید میں ایک جگہ کفار مکہ کا قول یوں نقل ہوا ہے:ان ھی ا لا حیا تنا الدّ نیا نموت و نحیا و ما نحن بمبعوثین۔(المومنون:۳۷)(کفار کہتے ہیں کہ یہی دنیاوی زندگانی ہے اسی میں ہم مرتے ہیں اوراسی میں جیتے ہیں۔ہم دوبارہ مبعوث نہیں ہوں گے)

اگر بقول بہائی نامہ نگار موت سے مراد کفر اور حیات سے مراد ایمان ہو،تو آیت کے معنی یہ ہوں کہ کافر اقرار کرتے ہیں کہ

ہم اسی زندگی میں کفر کرتے ہیں اوراسی میں ایمان لاتے ہیں

(اور ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں کہ) ہم مبعوث نہیں ہوں گے۔

حالانکہ بقول بہائی نامہ نگار مبعوث ہونا نبی کی بعثت پر ایمان لانا ہے جس کا وہ اقرار کر چکے ہیں۔

بہائی دوستو! جن لوگوں کی تم وکالت کرتے ہو وہ ایسے کم عقل نہ تھے کہ اپنی زبان کو بھی نہ سمجھتے ہوں۔یہ تو آپ ہی کا خاصہ ہے کہ قرآن مجید کو مان کر بھی آپ ان کے ساتھ ایسا برتاؤ کرتے ہیں جیسا کہ نہ ماننے والے بھی نہ کریں۔جس کے جواب میں قرآن مجید تم لوگوں کو بزبان حال کہتا ہے

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدا نخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱دسمبر۱۹۴۲ء مطابق یکم ذی الحج ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۴۹ ص ۳۔۴)

خلیفہ مرزائیہ کے خواب: نکتہ بعد الوقوع

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی مشین میں خواب سازی اورالہام بافی بڑے زور سے ہو رہی ہے۔ یہ سب کچھ دراصل اس خواب کی پیش بندی کے لئے ہے جس میں خلیفہ

مرزائیہ (مرزامحمود احمد) نے دیکھا تھا کہ ایک بڑا اژدہا میری طرف آرہا ہے۔

خلیفہ مرزائیہ نے خواب میں دیکھا تھا کہ میں ان بنی چارپائی کی چوکھٹ پر چھلانگیں لگا رہا ہوں، لیکن وہ اژدہا میری طرف برابر لپکے چلا آرہا ہے۔

آپ پر اس خواب سے بڑی وحشت طاری ہوئی۔ انہی دنوں لاہوری پارٹی کی طرف سے آواز اٹھ رہی تھی کہ قادیان میں ہمارا ایک مستقل مبلغ رہنا چاہیے۔

ہم نے اس خواب کی تعبیر یہ بتائی تھی کہ اس اژدہا سے مولوی محمد علی اور ان کی جماعت کے افراد مراد ہیں جو قادیانی خلافت کے قلعہ پر حملہ آور ہوا چاہتے ہیں۔

یہ تعبیر خلیفہ (مرزامحمود احمد) صاحب کے دل میں کچھ ایسی بس گئی کہ اسی دن سے اس کی پیش بندی کرنے کو آپ نے خوابوں اور الہاموں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ جس سے اپنی بزرگی اور قرب الٰہی کا ثبوت دے کر اس اژدہا کے حملے کو روکنا مقصود تھا۔ اس سلسلے کی پہلی کڑی وہ خواب ہے جو جنگ (یورپ؟ جنگ عظیم دوم)... کے متعلق ظاہر کیا تھا جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۷ جولائی و ۱۴۔ اگست ۱۹۴۴ء میں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں۔

آج ہم ایک دو اور خوابوں کا ذکر کرتے ہیں جن کو الفضل قادیان نے اپنے خلیفہ (محمود احمد) کی صداقت کے ثبوت میں پیش کیا ہے۔ ان خوابوں کے ذکر سے پہلے قادیان کے سرکاری گزٹ الفضل نے ایک تمہید لکھی ہے جو قابل دید وشنید ہے۔ لکھتا ہے کہ:

موجودہ جنگ کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے حضرت امیر المومنین (خلیفہ صاحب محمود احمد) کو قبل از وقت کئی ایک نہایت اہم امور سے آگاہ فرمایا اور پھر جیسا کہ حضور نے بتایا گیا تھا ویسا ہی وقوع میں آیا اور اس طرح اسلام اور احمدیت کی صداقت کے کئی زندہ نشان نہایت ہی قلیل عرصہ میں ظاہر ہوئے اور حضرت امیر المومنین (خلیفہ) کے اللہ تعالیٰ کے ساتھ گہرے تعلق اور قرب کے کئی ثبوت دنیا کے سامنے آ گئے۔ (الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء)

لاہوری جماعت کے ممبرو! اس تمہید کے متعلق کیا کہتے ہو؟

آگے چل کر الفضل خلیفہ مرزائیہ کے خوابوں کا ذکر کرتا ہوا لکھتا ہے:

حضور کا ایک اور رؤیا بھی شاندار طور پر پورا ہوا ہے۔ ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء کی صبح کو چھ بجے جاپان نے اچانک بحرالکاہل کے امریکن مقبوضات پر حملہ کر دیا اور اس طرح امریکہ اور

برطانیہ کی جاپان سے لڑائی شروع ہوگئی۔۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء بروز جمعہ حضرت امیر المومنین نے جو خطبہ ارشاد فرمایا اس میں اس جنگ کا کر کرتے ہوئے ایک ایک رؤیا کا ذکر فرمایا جو اس جنگ کے آغاز سے پورا ہوگیا۔(الفضل مذکور)

اس خواب کے بعد الفضل مورخہ ۲۱ دسمبر ۱۹۴۱ء کے حوالہ سے خلیفہ مذکور کا ایک اور خواب لکھا ہے جس کا مختصر مضمون یہ ہے کہ

> آپ نے خواب میں دیکھا کہ قادیان کے قریب قوموں کی لڑائی ہو رہی ہے۔ بظاہر چند آدمی رسہ کشی کر رہے ہیں۔ اسی اثنا میں آواز آئی کہ امریکہ کی فوج ملک میں داخل ہوگئی اور بعض علاقوں میں پھیل گئی۔

اس دوسرے خواب کو الفضل شمالی افریقہ میں امریکن فوج کے نزول پر چسپاں کرتا ہوا لکھتا ہے کہ

اس رؤیا کو سامنے رکھتے ہوئے شمالی افریقہ میں امریکن فوجوں کے داخلہ کی خبروں کو پڑھا جائے تو انسان کے قلب سے شکوک وشبہات کے تمام رنگ دور ہو کر چشمہ ہدایت ابل سکتا ہے بشرطیکہ خدا کا خوف دل میں ہو اور نیت میں فساد نہ ہو۔ حضور(مرزامحموداحمد) نے دیکھا کہ، یک دم اعلان ہوا کہ امریکن فوج ملک میں داخل ہوگئی ہے اور بعض علاقوں میں پھیل گئی ہے۔، اب کون اس امر سے انکار کرسکتا ہے کہ شمالی افریقہ میں امریکن فوجوں کے داخلہ کا اعلان، یک دم، ہوا۔ اس سے پہلے کسی کو وہم وگمان بھی نہ تھا اور کوئی بھی اطلاع اس کے متعلق شائع نہ ہوئی تھی کہ امریکن فوج شمالی افریقہ کی طرف آ رہی ہے۔(الفضل مذکور)

اب ہم مذکورہ بالا دونوں خوابوں کی اصلی محکی عنہ عبارت اخبار الفضل قادیان ۲۱ دسمبر ۱۹۴۱ء سے ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں تاکہ مضمون کو سمجھنے میں آسانی ہو۔ الفضل لکھتا ہے: جاپان کی جنگ ابھی شروع نہیں ہوئی تھی کہ میں(مرزامحمود) نے گذشتہ ہفتہ میں جمعرات یا جمعہ کی رات کو ایک رؤیا دیکھا جس کی تعبیر میں تو کچھ اور کرتا رہا مگر بعد میں جب اس جنگ کا آغاز ہوا تو معلوم ہوا کہ اس کی تعبیر اور تھی۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ ایک کوٹھڑی میں ایک شخص بیٹھا ہے، اور وہ کچھ کاغذات جلا رہا ہے۔ اور میں رؤیا میں ہی ایک اور شخص سے کہتا ہوں کہ یہ شخص نہایت ضروری کاغذات

جلا رہا ہے۔،خواب سے بیدار ہو کر میں نے اس کی کئی قسم کی تعبیریں کیں ۔مگر جو اصلی تعبیر تھی وہ میرے ذہن میں نہ آئی۔حقیقت یہ ہے کہ جب بھی حکومتوں میں جنگ چھڑتی ہے تو چونکہ ہر ملک میں دوسرے ملک کے سفیر ہوتے ہیں اس لئے وہ سفیر اس وقت ضروری کاغذات جلا دیتے ہیں تاکہ وہ کاغذات دوسری حکومت کے قبضہ میں نہ آئیں ... بہرحال اس جنگ کے شروع میں اللہ تعالیٰ نے یہ نظارہ دکھا کر مجھے بتایا کہ اب کوئی نئی حکومت جنگ میں شامل ہونے والی ہے اور اس کے سفارت خانوں میں ضروری کاغذات جلائے جائیں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔اسی طرح جس دن اس جنگ کا آغاز ہوا اور ہم کو اس کی اطلاع آئی اس سے پہلی رات مجھے ایک جنگ کا نظارہ خواب میں دکھایا گیا مگر جیسا کہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے اس نے خواب کا نظارہ مجھے مقامی ماحول میں دکھایا۔ اسی رنگ کے نظارے مجھے پہلے بھی دکھائے جا چکے ہیں ۔مجھے دکھایا گیا کہ ہمارے باغ اور قادیان کے درمیان جو تالاب ہے اس میں قوموں کی لڑائی ہو رہی ہے مگر بظاہر چند آدمی رسہ کشی کرتے نظر آتے ہیں۔کوئی شخص کہتا ہے کہ اگر یہ جنگ یونان تک پہنچ گئی تو اس کے بعد یک دم حالات متغیر ہوں گے اور جنگ بہت اہم ہو جائے گی۔ اس کے بعد میں نے دیکھا کہ یک دم اعلان ہوا کہ امریکہ کی فوج ملک میں داخل ہوگئی ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ امریکہ کی فوج بعض علاقوں میں پھیل گئی ہے مگر وہ انگریزی حلقہ اثر میں آنے جانے میں کوئی روکاوٹ نہیں ڈالتی۔ (الفضل ۲۱ دسمبر ۱۹۴۱ء ص ۳)

اس منقولہ عبارت میں خلیفہ مرزائیہ اپنی دو خوابوں کا ذکر کرتے ہیں۔ایک خواب میں کچھ ضروری کاغذات جلانے کا ذکر ہے اور دوسرے میں امریکن فوج کے ملک میں داخل ہونے کا ذکر۔

پہلے خواب کا جواب یہ ہے کہ یہ یقیناً نکتہ بعد الوقوع ہے کیونکہ الفضل ۱۵ نومبر ۱۹۴۲ء کی منقولہ عبارت میں صاف اعتراف ہے کہ جاپان نے ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء کی صبح کو بحرالکاہل میں امریکن مقبوضات پر حملہ کیا اور ۱۲ دسمبر ۱۹۴۱ء کو (جنگ کے پانچویں دن) خلیفہ مرزائیہ (مرزا محمود احمد) نے خطبہ جمعہ میں اس جنگ کے متعلق اپنا خواب بیان کیا کہ جاپان کے امریکن مقبوضات واقع بحرالکاہل پر حملہ کرنے سے میرا وہ خواب پورا

ہو گیا جو میں نے اس جنگ کے شروع ہونے سے پہلے دیکھا تھا اور بقول خود جس کی درست تعبیر بھی آپ نہیں سمجھ سکے۔

ناظرین ! اس خواب کے نکتہ بعد الوقوع ہونے میں کیا شک ہے کیونکہ ۱۲ دسمبر بلکہ ۸ دسمبر ۱۹۴۱ء (آغاز جنگ) کی تاریخ سے پہلے اس خواب کا کہیں ذکر نہیں ملتا بلکہ وہ دربطن قائل کا مصداق ہے۔ رہا دوسرا خواب جس میں امریکن فوج کے ملک میں نزول کا ذکر ہے اس کا جواب یہ ہے کہ اس کے ظاہر الفاظ کا متبادر مفہوم یہ ہے کہ یہ خواب اس جنگ کے متعلق ہے جس کا آئندہ کبھی ہندوستان میں واقع ہونے کا احتمال ہے کیونکہ قادیان کے قریب جنگ کا نظارہ دکھایا جانا اس کا قرینہ ہے۔

اس کے علاوہ غور طلب بات یہ ہے کہ خلیفہ مرزائیہ (مرزا محمود احمد) کے خواب کے الفاظ میں یہ فقرہ بھی ہے کہ، امریکہ کی فوج ملک میں داخل ہوگئی۔، اب ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ یہاں ملک سے مراد ملک ہندوستان ہی ہوسکتا ہے نہ کہ کوئی دوسرا ملک، لیکن الفضل کی منقولہ بالا عبارت میں اس خواب کو مراکو، الجیریا واقع شمالی افریقہ میں امریکن فوج کے نزول پر چسپاں کیا گیا ہے جو ہندوستان سے ہزارہا میل دور ہونے کی وجہ سے خلیفہ مرزائیہ کے دوسرے خواب کا مصداق ہرگز نہیں ہوسکتا۔

مختصر یہ ہے کہ یہ خواب اپنے دونوں حصوں میں خود متناقض ہے کیونکہ اس خواب میں ذکر ہے کہ: اگر یہ جنگ یونان تک پہنچ گئی، جس سے معلوم ہوتا ہے کہ جنگ یونان تک ابھی نہیں گئی، حالانکہ یونان اس خواب سے بہت پہلے (اپریل ۱۹۴۱ء میں) بڑی سخت جنگ کے بعد مفتوح ہو چکا تھا۔ اس لئے یہ خواب اپنے دونوں حصوں میں متناقض ہے۔

دوسری خرابی امریکن فوج کا ایسے مقام میں داخل ہونے کا ذکر ہے جہاں انگریزوں کے حلقہ اثر میں آنے والوں کو نہ روکے، مگر شمالی افریقہ میں اس کا کوئی اثر نہیں ملتا۔

بہرحال یہ خواب خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے دماغ پر جنگی خوف ہونے کی وجہ سے اضغاث احلام کا مصداق ہے۔ لاہوری ممبرو:

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

ناظرین قادیانی جماعت کا یہ فعل کچھ تعجب انگیز نہیں ہے۔ بلکہ وہ اس میں دراصل اپنے نبی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا متبع ہے۔مرزا صاحب کو الہام ہوا تھا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر ۱۵ مہینے کے عرصے میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جاوے گا (جنگ مقدس)

امرتسر میں عبداللہ آتھم اکیلا رہتا تھا۔ اس کا داماد فیروز پور میں کسی آسامی پر ملازم تھا، وہ اس کو وہاں لے گیا۔ جب ڈپٹی عبداللہ آتھم ۱۵ مہینوں سے قریباً دو سال مزید تجاوز کر کے مر گیا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا کہ: امرتسر سے فیروز پور جانا ہی اس کا ہاویہ تھا۔ اس لئے ہاویہ میں گرنے کا لفظ اس پر صادق آ گیا۔ خدا کا ہاتھ بالا رہا۔ عیسائیت نیچے گری۔ (رسالہ انوار الاسلام از مرزا قادیانی)

ناظرین! یہ ہیں ہمارے زمانے کے مسیح موعود اور سلطان القلم (مرزا غلام احمد) جن کے جانشین خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) ہیں۔ پھر وہ بات بنانے میں اپنے باپ کی روش پر کیوں نہ گامزن ہوں۔ پنجابی مصرع کیا خوب ہے: گرو جنہاں دے ٹپنے چیلے جاہن شڑپ۔، سچ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ دسمبر ۱۹۴۲ء مطابق یکم ذی الحج ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۴۹ ص ۴۔۶)

دین بہائی اور دین الٰہی۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس مضمون کی قسط اول میں ناظرین پڑھ چکے ہوں گے کہ شیخ بہاء اللہ ایرانی کے اتباع قرآن مجید سے بڑی بے دردی کا برتاؤ کرتے ہیں۔جس کی مثال بھی ہم قسط اول میں بتا چکے ہیں کہ یوم الدین کا لفظ جو قرآن مجید میں بار ہا آیا ہے، یہ لوگ اس سے ہر نبی کی بعثت کا زمانہ مراد لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کے واضح تر الفاظ اس بارے میں یہ ہیں

یوم الدین : حکومت الٰہیہ کا وہ زمانہ جب خدائی احکام نازل ہوتے ہیں اطاعت الٰہی کے سوا انسان کے لئے کچھ مفید نہیں ہوتا کوئی انسان کسی انسان کے لئے بھلائی کا اختیار نہیں رکھتا کوئی کسی کو ہدایت نہیں کرسکتا...

ہر پیغمبر کے ظہور کا زمانہ خدائی حکومت کا خاص ظہور کا وقت ہوتا ہے دین حق نئی شکل میں جلوہ دکھاتا ہے بندوں کو نئی قوت روحانی کی طرف بلایا جاتا ہے مذاہب واقوام کے جھگڑوں کا فیصلہ کیا جاتا ہے نیکوں کو ترقی وعروج اور بدوں کو نیچا دکھا کر جزاء سزا دی جاتی ہے۔ (پیامبر دہلی نومبر ۱۹۴۲ء ص ۹-۱۰)

مطلب اس عبارت کا یہ ہے کہ یوم الدین سے مراد انبیاء کرام کی بعثت کا زمانہ ہے۔ اسی قسم میں شیخ بہاء اللہ کی بعثت کا زمانہ میں بھی داخل ہے۔ چنانچہ پیامبر کے صفحہ ۱۰ پر یوم محمدی لکھا ہے اور ۱۲ پر یوم بہائی لکھا ہے۔

مگر قدرتی تصرف دیکھئے کہ مضمون نگار صاحب کو یہ خیال نہ آیا کہ ہمارے اس بیان پر سخت نقض وارد ہوگا، جس کا جواب ساری جماعت بہائیہ مل کر بھی نہیں دے سکے گی۔ پس مضمون نگار صاحب غور سے سنیں۔

بقول ان کے یوم الدین بہائی سے مراد وہ وقت تھا جب شیخ بہاء اللہ مبعوث ہوئے اور وہی زمانہ برے بھلوں کی جزاء سزا کا زمانہ تھا۔

اور یہ بات کسی سے مخفی نہیں کہ شیخ بہاء اللہ اپنے یوم بعث کی ساری مدت میں تکالیف شاقہ برداشت کرتے رہے۔ یہاں تک کہ آپ نے اپنی اسیری کے زمانہ میں عکہ کے جیل خانے میں جان دے دی۔

اور آپ کے اتباع بھی یوم الدین کے سارے زمانہ میں تکالیف میں مبتلا رہے لیکن ان کے مخالفوں (ارکان سلطنت ایرانیہ) کو کوئی ایسی تکلیف نہیں پہنچی جس کو سزا کہا جاسکے پھر یہ فقرہ کیوں کر صادق آیا۔

یوم الدین میں نیکوں کو ترقی وعروج اور بدوں کو نیچا دکھا کر جزاء وسزا دی جاتی ہے۔

بتلایئے کہ شیخ بہاء اللہ کے دعوی رسالت سے ان کے یوم وفات تک کی مدت میں، جو یوم الدین بہائی ہے، کیا فیصلہ ہوا۔ بلکہ ہمیں تو آج تک بھی باوجود سو سال سے زیادہ

عرصہ گذر جانے کے فیصلہ حقہ کا ظہور نظر نہیں آ تا۔ ناظرین! یہ عجیب یوم الدین ہے کہ نیک لوگ (اتباع بہاء اللہ) بیدردی سے قتل کئے جائیں اور ظالم ایرانی مزے اڑائیں۔ اگر یہی انصاف اور یہی یوم الدین ہے تو یہ کہنا بالکل بجا ہے

اندھیر نگری چوپٹ راجہ۔ ٹکے سیر بھاجی ٹکے سیر کھاجا

حیرت افزاء جرأت:

یہ دونوں گروہ (بہائی اور قادیانی) ایسے دلیر اور جری ہیں کتنی ہی صریح کوئی نص ان کے عقیدہ کے خلاف پیش کی جائے، تو فوراً اس کی تاویل ہی نہیں بلکہ تحریف کر ڈالتے ہیں

قادیانیوں سے جب کہا جائے کہ مسیح موعود کا مقام نزول صریح حدیث میں دمشق آیا ہے، فوراً کہہ دیتے ہیں کہ دمشق سے مراد قادیان ہے۔

کیوں؟ اس لئے کہ دمشق سے سیدھا خط کھینچا جائے تو قادیان آ سکتا ہے۔

جواب دینے والے بھی غضب کے پرکالے ہوتے ہیں۔ کیا مزے کا جواب دیا ہے کہ قادیان سے سیدھا خط کھینچا جائے تو بحکم اقلیدس جہنم تک بھی جا سکتا ہے۔ لہذا قادیان سے مراد جہنم ہے۔

ناظرین کرام بہائی مضمون نگار کی اسی قسم کی جرأت ملاحظہ کیجئے۔ پہلے آیت صریحہ سنئے۔ ارشاد ہوتا ہے

و قالوا ان ھذا الا سحر مّبین۔ ءاذا متنا و کنّا ترابًا و عظامًا ءانّا لمبعوثون۔ او آباءنا الاوّلون۔ (صافات: ۱۵۔۱۷)

(یعنی کافر کہتے ہیں یہ (حشر کا وعدہ) کھلے جادو کا اثر ہے یعنی مجنونانہ کلام ہے بھلا جب ہم مر کر مٹی اور ہڈیاں ہو جائیں گے کیا ہم اور ہمارے پہلے باپ دادا اٹھائے جائیں گے)۔

اس مضمون کے متعلق کہ مر کر ہڈیاں اور مٹی ہونے کے بعد بعث (حشر نشر) ہوگا۔ یہ آیت کیسی صاف اور صریح ہے کفار اسی کو جادو کا اثر کہتے تھے اس ترجمہ کو ملحوظ رکھ کر بہائی صاحب کا ترجمہ اور تشریح سنئے۔ لکھتے ہیں کہ:

انہوں نے کہا یہ تو کھلا جادو ہے کیا جب کہ ہم مر چکے اور صرف مٹی اور ہڈیاں ہو گئے (روح انسانیت مفقود اور صرف ڈھانچہ باقی رہ گیا ہے) تو کیا اب ہم مبعوث کئے گئے ہیں اور کیا

ہمارے بزرگ سردار و علماء بھی مبعوث ہوئے ہیں یا ہوں گے (پیامبر مذکور۔ص ۱۱)

ناظرین! اس ترجمہ میں بہائی مضمون نگار نے متعدد کمال دکھائے ہیں ۔ایک کمال تو یہ کیا کہ اس آیت کو ماضی کے معنی میں لیا ہے، جیسے الفاظ: مر چکے، اور ہڈیاں ہو گئے،

وغیرہ بتا رہے ہیں ۔یہ ترجمہ بالکل غلط ہے۔ بلکہ اس کے معنی مستقبل کے ہیں جیسے آیت اذا جاء نصر الله وغیرہ مستقبل کے لئے ہے۔

دوسرا کمال یہ کیا کہ مر کر مٹی اور ہڈیاں ہونے سے مراد مجازی معنی لئے ہیں

تیسرا کمال یہ کیا کہ مبعوثیت کا وقت بھی زمانہ ماضی میں بتایا ہے۔

چوتھا کمال یہ کیا کہ آباء نا الا ولون سے مراد سردار اور علماء بتائے ہیں۔

اچھا صاحب! پھر آیت کا مضمون کیا ہوا؟ یہی نا کہ کفار کہتے ہیں کہ

ہم اخلاقی طور پر مر چکے ہیں۔کیا اخلاقی موت کے بعد ہم پھر ایمان دار ہو گئے ہیں۔

گویا ان کو اپنی بعثت یعنی ایمان داری کا علم ہی نہیں اسی لئے استفہام انکاری کے طور پر پوچھتے ہیں کہ کیا ہم ایمان دار بن گئے ہیں؟

یہ ہے ان صاحبوں کی تحریف قرآن ۔حق یہ ہے کہ کسی منکر قرآن نے بھی ایسی تحریف نہ کی ہوگی۔ سچ ہے

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۹ ذی الحج ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۵۱ ص ۳۔۴)

مباحثہ سے فرار: کس کی طرف سے ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء میں ہم نے اتباع مرزا کو چیلنج دیا تھا کہ ہمارے تمہارے درمیان ہر قسم کے مباحثے ہو چکے ہیں، مرزا غلام احمد صاحب کی مجددیت، مہدویت اور مسیحیت موعودہ، ان کے تینوں مناصب خوب جانچے گئے ہیں،

ان کا ایک منصب باقی رہ گیا جس پر تم لوگوں کو بڑا فخر ہے کہ: مرزا صاحب سلطان القلم تھے۔ان کا دعوی بھی یہی تھا کہ: میرے قلم کو روح القدس چلاتا ہے۔

آؤ! اس پر بھی بحث کرلیں کہ مرزا صاحب کوئی قابل مصنف بھی تھے؟

ہمارا دعوی ہوگا کہ وہ قابل مصنف نہ تھے۔ اس کا ثبوت ہم ان کی تصنیفات سے دیں گے کسی بیرونی شہادت سے نہیں۔ یہ مباحثہ اسی طریق پر ہوگا جس طریق پر مرزا غلام احمد اور ڈپٹی عبداللہ آتھم کا ہوا تھا۔، جن اصحاب کو اس کا علم نہ ہو، ان کی اطلاع کے لئے ہم بتائے دیتے ہیں کہ ہم خود شریک مناظرہ تھے، اس کے علاوہ اس مناظرہ کی مطبوعہ روئداد موسومہ جنگ مقدس موجود ہے۔ اس مناظرے کا طریق کار یہ تھا کہ:

مجلس میں ہر مناظر زبانی بولتا تھا۔اور ہر فریق کے دو دو محرر لکھتے جاتے تھے۔مقررہ وقت ختم ہونے پر پرچوں کا مقابلہ کیا جاتا تھا۔اور دونوں مناظروں اور دونوں صدروں کے دستخطوں کے بعد دونوں فریقوں کے پرچے مجلس عام میں پڑھنے والا پڑھ دیتا تھا۔ اس کے بعد ایک ایک پرچہ فریقین کے حوالے کر دیا جاتا تھا۔ اس کے بعد دوسرا فریق جواب دیتا تھا۔

اس قسم کا مناظرہ بظاہر تقریری مگر دراصل تحریری ہوتا ہے۔ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ یہ طریق مناظرہ تمہارے پیشوا اور بانی (مرزا صاحب) کا مسلّمہ اور معمول بہ ہے اس لئے تمہارے لئے انکار کی کوئی صورت نہیں ہے (اہل حدیث ۲۰ نومبر سن رواں)

یہ تجویز کیسی صاف اور سیدھی ہے لیکن اس کے باوجود قادیانی رسالہ ریویو آف ریلی جنز کا فاضل اڈیٹر بڑے طعن آمیز اور دل خراش لہجہ میں لکھتا ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ تحریری مناظرہ کی طرف نہیں آتے (ریویو آف ریلیجنز دسمبر ص ۳۹)

اس غلط فقرے کو اس پرچہ میں بار بار دہرایا گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ یہ صاحب مرزا غلام احمد صاحب کے مذکورہ مناظرہ کے بعد پیدا ہوئے ہوں گے، اس لئے انہوں نے یہ مناظرہ نہیں دیکھا ہوگا، بلکہ اس مناظرہ کی مطبوعہ روداد جنگ مقدس بھی نہیں پڑھی ہوگی ورنہ وہ ایسا نہ کہتے۔

اگر یہ مناظرہ تحریری نہ تھا تو روداد مذکورہ کیسے چھپ گئی اور مناظروں اور صدروں کے دستخط کیوں کر ہو گئے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس مناظرہ کے پرچے روزانہ چھپ جاتے

تھے۔ ناظرین میری پیش کردہ تجویز اور قادیانی انکار کو دیکھ کر فیصلہ کیجئے کہ فرار کس کی طرف سے ہے؟ قادیانی ممبرو! سنتے ہو:

وہ الزام مجھ کو دیتا تھا قصور اس کا نکل آیا

یہ ہے سنت مرزا جس سے اعراض کرنا مرزائیوں کو کس طرح جائز نہیں۔ رہیں، باقی شروط مثلاً پرچوں کی تعداد، اور وقت کی کمی بیشی وغیرہ، سو ان باتوں کو آسانی سے طے کیا جا سکتا ہے۔

بڑے مرزا صاحب کا مناظرہ پندرہ روز تک جاری رہا تھا اور ہر فریق غالباً ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ پرچہ لکھواتا تھا۔ باقی رہا مقام مباحثہ، اس کے متعلق مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ذمہ لیا ہوا ہے کہ میں سیالکوٹ میں مباحثے کا انتظام کروں گا۔

اگر فریق ثانی لاہور میں مباحثہ کرنا پسند کرے تو مجھے وہاں پہنچنے میں بھی انکار نہیں بشرطیکہ فریق ثانی مباحثے کا انتظام اپنے ہاتھ میں لے۔

مرزا غلام احمد کے مناظرے میں داخلہ بذریعہ ٹکٹ تھا اور فریقین کے پچاس پچاس آدمی شریک ہوتے تھے۔ ہم باہمی رضامندی سے اس میں بھی تبدیلی کر سکتے ہیں۔

چونکہ یہ مناظرہ بڑا اہم ہے اور اس میں ہر مذہب وملت کے لوگ شامل ہوں گے، اس لئے یہ ایسے طریق پر ہونا چاہیے کہ کسی حد تک فیصلہ کن ثابت ہو۔

پس جماعت احمدیہ میں سے جو فریق مناظرہ کرنا پسند کرے، اس کا سرگروہ پیش ہونا چاہیے۔ اگر سرگروہ کی نیابت میں بھی کوئی شخص پیش ہو جائے، تو مجھے منظور ہو گا بشرطیکہ سرگروہ کی طرف سے نیابت نامہ مناظرہ سے پہلے شائع ہو جائے جیسا کہ خلیفہ مرزائیہ میاں محمود احمد نے مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لئے مولوی اللہ دتا جالندھری کی نیابت شائع کر دی تھی۔

پس میں جو کچھ لکھنا چاہتا تھا لکھ چکا۔ اس صاف اور سیدھی تحریر کے جواب میں اگر ہاں کے سوا کچھ اور جواب آیا تو پبلک میں یہ شعر شائع کر دیا جائے گا

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

میرے چیلنج کے جواب میں قادیانی پریس عجیب پیچ وتاب کھا رہا ہے۔

اخبار الفضل اس مباحثے کو فضول کہہ کر ٹالتا ہے۔اس کے باوجود میری ایک پرانی تحریر (اصلی یا مصنوعی) اخبار ریاض ہند ۲۸ مئی ۱۸۸۸ء سے نقل کر کے مجھے الزام دیتا ہے کہ

تم نے خود مرزا صاحب کو فخر پنجاب وغیرہ لکھا تھا۔

پھر اس سے یہ نتیجہ نکالتا ہے کہ تم نے مرزا صاحب کو قابل مصنف مانا ہوا ہے

اس پر میں نے اپنی تعلیمی ڈائری کو دیکھا تو معلوم ہوا کہ میں اس زمانے میں ہدایت النحو یا کافیہ پڑھتا تھا۔اخبار ریاض ہند امرتسر سے نکلتا تھا، میں اس کے دفتر میں کبھی کبھی جا بیٹھتا تھا۔ریاض ہند پریس کا مالک بڑا اکٹر مرزائی تھا، چونکہ براہین احمدیہ کے سر پر مرزا صاحب کو فخر پنجاب لکھا ہوا ہے، اس لئے میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے مراسلہ میں اس نے ازخود یہ الفاظ بڑھا لئے۔بہت ممکن ہے کہ میرے نام سے مراسلہ بھی ازخود بنا لیا ہو۔ اس لئے جب تک اخبار ریاض ہند میں مندرجہ مراسلے کا اصل مسودہ پیش نہ ہو، میں تصدیق نہیں کرسکتا۔ہاں مسودہ دیکھنے کے بعد میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس وقت علمی بلوغ کو نہیں پہنچا تھا اس لئے ایسے دقیق معاملہ میں میرا رائے دینا بجوئے نیز زد کا مصداق ہے۔

تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد مجددیت کے منصب پر پہنچنے کے باوجود براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۸۔۴۹۹ پر حضرت مسیح کو زندہ تسلیم کریں، اس کے بعد اسی کو شرک قرار دیں، لیکن پھر بھی مرزائیوں کے نزدیک ان پر کوئی الزام نہ آئے کہ پہلے آپ کیا لکھ چکے ہیں۔مگر میری زمانہ نابالغی کی ایک تحریر سے بزور استنباط کیا جائے کہ تم مرزا غلام احمد کو قابل مصنف مان چکے ہو، اب اس سے انکار کرنے کا حق نہیں ہے۔ چہ خوش

اڈیٹر صاحب نے بحوالہ اخبار الفضل جلسہ لائل پور میں میری تقریر کا ذکر کیا ہے کہ میں نے اس بارے میں بڑی شیخی بگھاری۔وغیرہ۔

اس کے جواب میں اتنا ہی کہتا ہوں کہ آپ کو کسی جابر جعفی (مشہور کاذب راوی کا نام ہے) کی روایت پہنچی ہے، جس کا میں جواب دہ نہیں ہوں۔اور قادیانی راوی روایت کے فن میں عموماً جابر جعفی ہوتے ہیں اس لئے ان کا کوئی گلہ نہیں۔

تعجب پر تعجب: ناظرین کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ میں تو سنت مرزا پیش کرتا ہوں اڈیٹر صاحب ریویو آف ریلی جنز لکھتے ہیں:

مولوی ثناء اللہ (اس مباحثہ کو) اکھاڑہ بازی کا رنگ دینا چاہتے ہیں مگر ہم ایسے اہم اور علمی مناظرہ کو اکھاڑہ بازی سے پاک رکھنا چاہتے ہیں (ص ۴۰)

اللہ اکبر! کس قدر اپنے نبی کی توہین کی ہے۔ہم بار بار لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کے طریق سے مناظرہ ہو۔آپ کہتے ہیں کہ یہ طریق اکھاڑہ بازی ہے۔

سچ ہے ایسے امتیوں کے ہوتے ہوئے جو اپنے نبی کے طریق عمل کو اکھاڑہ بازی قرار دے کر اظہار نفرت کریں پھر منکروں کی کیا ضرورت ہے

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

مختصر یہ کہ میں اپنے چیلنج پر پختہ ہوں اور بطریق مرزا صاحب مناظرہ کرنے پر آمادہ ہوں۔اگر اتباع مرزا کچھ دم خم رکھتے ہوں،تو سامنے آئیں

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ دسمبر ۱۹۴۲ء مطابق ۹ ذی الحج ۱۳۶۱ھ جلد ۳۹ نمبر ۵۱ ص ۴۔۵)

....

ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۳ء سے

ستیارتھ پرکاش اور سندھی مسلمان۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ نمبر میں ہم نے ثابت کیا ہے کہ ستیارتھ پرکاش کے پچھلے دو باب (جن میں بائیبل اور قرآن شریف کا ردّ ہے) سوامی دیانند کی تصنیف نہیں ہیں، بلکہ الحاقی ہیں۔ اس لئے آریہ سماجی ان دونوں بابوں کو ستیارتھ پرکاش سے الگ کردیں تو سوامی جی کی تصنیف میں تصرف نہیں ہوسکتا۔

مگر چونکہ آریہ سماجی اس بات پر مصر ہیں کہ یہ دو باب سوامی دیانند جی کی تصنیف ہیں، اس لئے ان میں تصرف کرنا ہمارا حق نہیں ہے۔

آج کل آریہ اخبارات بھی اس بات پر زور دے رہے ہیں کہ کسی کتاب میں ردّ و بدل کرنا غیر مصنف کا حق نہیں ہے۔ اس لئے ہم بھی آج اس بات کو فرض کے طور پر مانے لیتے ہیں کہ یہ دونوں باب سوامی دیانند کی تصنیف ہیں جیسا کہ پہلے بھی ہم نے چودھویں باب (متعلقہ قرآن) کا جواب موسومہ حق پرکاش لکھتے وقت ان دونوں بابوں کو سوامی جی کی تصنیف تسلیم کرلیا تھا۔

آج بھی ہم اسے تسلیم کر کے آریوں کو جواب دیتے ہیں۔ ہم آریہ سماجیوں کی کتابوں سے دکھاتے ہیں کہ وہ ہر طرح کی من مانی کاروائی کرلیا کرتے ہیں۔

ستیارتھ پرکاش کے مستند ترجمہ اول کی بنا پر ہم نے ایک مختصر سا رسالہ شائع کیا تھا جس میں سوامی دیانند جی کے بے ڈھنگے اعتراضوں (جو قرآن سے نافہمی پر مبنی تھے) کے چند ایک نمونے دکھائے تھے۔ اس رسالے کا نام ، سوامی دیانند کا علم و عقل ، ہے اس رسالے کی اشاعت کے بعد آریہ سماجیوں نے ستیارتھ پرکاش کی مابعد طباعتوں میں اصلاح کر دی۔ مثال کے طور پر ہم ایک نمونہ پیش کرتے ہیں۔ سوامی دیانند جی نے آیت الکرسی کا ترجمہ یوں نقل کیا تھا: جو کچھ آسمان اور زمین پر ہے سب اس کے لئے ہے چاہے۔ (ستیارتھ پرکاش۔ ص ۶۸۷ سوال ۴۱)

ناظرین اس ترجمہ کی بے ڈھنگی بتا رہی ہے کہ سوامی جی نے قرآن مجید پر اعتراض کرتے ہوئے غور وفکر سے کام نہیں لیا۔ اصل ترجمہ یوں ہے:

اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔

اس ، چاہے، کو بے موقع نقل کرنے سے کلام میں جو بے ڈھنگی پیدا ہوگئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ سوامی دیانند جی نے دانستہ کلام پاک کو بگاڑنا چاہا تھا، جو ایک وِدّوان (عالم) کی شان سے بعید ہے۔ اسی لئے آریہ سماجیوں نے اس کی اصلاح کر دی۔ اسی طرح جن دوسرے مقامات پر مواخذہ کیا گیا تھا، ان سب کی اصلاح کر دی جس کے لئے سوامی جی کو آریوں کا شکر گذار ہونا چاہیے۔

اب سوال یہ ہے کہ یہ اصلاح کس نے کی اور کیوں کی؟ کیا یہاں وہ قاعدہ ٹوٹ گیا کہ کسی تصنیف میں غیر مصنف کا تصرف کرنا جائز نہیں۔

دوسری مثال بہت قابل غور ہے:

سوامی دیانند جی نے ستیارتھ پرکاش مطبوعہ ۱۸۷۵ء میں قابل ذکر دومسئلے لکھے تھے۔ ایک مردہ بزرگوں کے شرادھ کرنے کا جواز، دوسرا بانجھ گائے کو ذبح کر کے اس کا گوشت کھانے کا جواز۔، جب سناتن دھرمی پنڈتوں کی طرف سے مخالفانہ آواز اٹھی تو سوامی جی نے ایک اشتہار دیا جس میں شرادھوں کے جواز کا حکم واپس لے کر اس کی اصلاح کر دی۔ یہ اشتہار سوامی شردھانند (آریہ لیڈر) نے اپنی کتاب ، ادم ستیارتھ پرکاش ہندی، میں درج کیا ہوا ہے۔

اصل واقعہ یہاں تک ہے۔ مگر آریہ سماجیوں نے جب ستیارتھ پرکاش کا مستند ترجمہ اردو میں شائع کیا، تو اس میں شرادھوں کے ساتھ ہی گائے خوری کا ذکر ایسا غائب کیا کہ گویا یہ دونوں حکم اس کتاب میں کبھی تھے ہی نہیں۔، سوال یہ ہے کہ یہ کام کس نے کیا اور کیوں؟ اس سوال کا جواب دینا آریہ اخباروں کا فرض ہے۔

تیسری مثال اس سے بھی واضح تر یہ ہے:

سوامی دیانند کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ: دوسرے دن سوامی جی نے مورتی پوجا کھنڈن پر لیکچر دیا جس میں مندروں میں عورتوں کے جانے اور وہاں کے دردشا کا بیان فرمایا۔ یہ سن کر کسی شخص نے مکان کی چھت پر جانب مغرب سے یہ سوال کیا کہ جس عورت کا پتی طوائف (کنجری) کے پاس جائے وہ عورت کیا کرے۔ انہوں نے کہا کہ وہ عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے۔(ص ۳۵۵)۔

ناظرین! ہم نے سوامی جی کے اس فقرے کو مقدس رسول بجواب رنگیلا رسول میں پیش کر کے سوال کیا تھا کہ سوامی جی کا یہ کہنا کہ

عورت بھی ایک اور مضبوط سا آدمی رکھ لے

کیا یہ دھرم کی آگیا (مذہبی حکم) ہے، یا سوامی جی کا جوشیلا کلام۔، آریوں نے اس چبھتے ہوئے سوال کو محسوس کر کے کتاب مذکور کی طبع دوم سے اس واقعہ کو حذف کر دیا۔

اب سوال یہ ہے کہ کتاب مذکور پنڈت لیکھ رام کی تصنیف ہے۔ پنڈت لیکھ رام عرصہ ہوا مر چکا ہے۔ پھر یہ تصرف کس نے کیا؟

اس قسم کی کئی ایک مثالیں پیش کی جا سکتی ہیں بطور نمونہ چند مثالوں پر اکتفا کی گئی ہے۔

اصل بات یہ ہے کہ آریہ سماجی چونکہ انگریزی تعلیم پائے ہوئے ہیں جس کی

وجہ سے یورپئین پالیسی ان کو خوب آتی ہے اس لئے کبھی ایک اصول گھڑ لیتے ہیں اور کبھی کوئی دوسرا برت لیتے ہیں۔

آریہ سماجیوں نے ستیارتھ پرکاش میں جتنا بے جا تصرف کیا ہے اگر کوئی صاحب اس کا ثبوت دیکھنا چاہیں وہ ہماری کتاب تحریف آریہ دیکھیں۔

مختصر یہ ہے کہ آریہ سماجیوں نے ستیارتھ پرکاش کو جو اہمیت دے رکھی ہے وہ صرف سطحی ہے ورنہ حقیقت میں کچھ نہیں۔ اس کی تفصیل ہم اس مضمون کے پہلے نمبروں میں بتا چکے ہیں جو صاحب مزید دیکھنا چاہیں وہ سوامی شردھانند مشہو آریہ لیڈر کی تصنیف کردہ کتاب ، ادم ستیارتھ پرکاش، ملاحظہ کریں۔

ہماری تحقیق میں ستیارتھ پرکاش نہ محفوظ ہے، اور نہ مستند ہے ۔ سچ ہے

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۳ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۲ ص ۳۔۴)

ستیارتھ پرکاش کے زہر کا قادیانی تریاق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میرے زمانہ طالب علمی کا سنا ہوا واقعہ ہے۔ مولانا محمود حسن صاحب مرحوم فرمایا کرتے تھے کہ ایک دفعہ دیوبند میں سخت وبا پڑ گئی۔ لوگ ایک ہندو عطار کے پاس دوا لینے جاتے جو ایک ہی بوتل سے ہر قسم کے شربت دے دیتا۔ جب اس کا راز کھلا تو لوگوں نے اس سے پوچھا کہ: لالہ جی یہ کیا کرتے ہو۔، ہوشیار لالہ جی نے کہا: میاں سفا (شفا) پرمیسر (اوپر والے) کے ہاتھ میں ہے۔ شربت کا کیا ہے، کوئی پی لیا۔،

اسی عطار کی بوتل کے مشابہ قادیان میں بھی ایک بوتل ہے جس سے ہر قسم کے شربت نکالے جاتے ہیں۔ نیلوفر کی ضرورت ہو، یا بنفشہ کی، بزوری کی، ...سب ایک ہی بوتل سے دیئے جاتے ہیں۔

وہ بوتل کیا ہے؟ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود قادیانی کی ذات باصفات ۔سوامی دیانند نے ستیارتھ پرکاش لکھی ،جو حقیقت میں کتاب نہیں بلکہ دودھاری تلوار ہے جس میں ہر مذہب کا ردّ ہے۔خصوصاً قرآن شریف پر ایک سوانسٹھ اعتراض کئے ہیں۔ یہ اعتراض کیسے ہیں اوران کا اثر کیا ہے، اخبارالفضل مورخہ ۳۔اگست ۱۹۴۳ء کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں کہ،

ستیارتھ پرکاش نے مسلمانوں کے دلوں میں ناسور پیدا کر رکھا ہے۔،

قادیانی اطباء نے آج تک اس ناسور کا کوئی نسخہ تجویز نہیں کیا (بخل اور رقابت کا برا ہو) اپنی اسلامی خدمت کے تقاضا کے اثر سے ان سے یہ بھی نہ ہوسکا کہ لکھ دیتے کہ اس ناسور کا نسخہ :حق پرکاش ، دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر سے شائع ہو چکا ہے۔

ہاں مدت مدید اورعرصہ دراز کے بعد یہ نسخہ تجویز کیا کہ ہماری الہامی بوتل سے شربت منگوا لو۔ یعنی حضرت مرزا صاحب مسیح موعود کی کتب متعلقہ تردید آریہ پڑھو۔ چنانچہ الفضل کے اپنے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

آریہ سماج کے پھیلائے ہوئے زہر کے ازالہ کیلئے موجودہ زمانہ کے مصلح موعود نے جو تریاق مہیا فرمایا ہے اس سے فائدہ اٹھایا جائے۔یعنی اس لٹریچر کا خصوصیت سے مطالعہ کیا جائے تو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے آریوں کے اعتراضات کے جواب میں شائع فرمایا ہے۔ایک خاص بات جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی تصانیف میں پائی جاتی ہے اور جو آریوں کے خلاف قلم اٹھانے والے اورکسی مصنف کی تحریروں میں نہیں پائی جاتی، وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود نے تازہ بتازہ نشانات اور الہامات کے ذریعہ اسلام کو زندہ مذہب ثابت کردیا۔ (الفضل ۲۳ جولائی ۱۹۴۳ء ص ۱)

بس یہ ہے الہامی بوتل جس سے ہر قسم کے شربت نکالے جاتے ہیں مگر حقیقت یہ ہے کہ اس بوتل میں سوائے رنگ دار پانی کے کچھ نہیں ہے۔

فالودہ فروشوں کی دوکانوں پر رنگ دار پانی کی بوتلیں رکھی ہوتی ہیں جن میں سوائے پانی کے کچھ نہیں ہوتا مگر نادان لوگ انہی کو شربت سمجھتے ہیں۔ یہی حال قادیانی الہامی بوتل کا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتاب شہادۃ القرآن میں لکھا ہے کہ میری

تین پیشین گوئیاں تین بڑی قوموں کے لئے ہیں۔ عیسائیوں کے لئے ڈپٹی آتھم والی پیشین گوئی۔ مسلمانوں کے لئے آسمانی نکاح والی پیشین گوئی۔ ہندو خصوصاً آریوں کے لئے پنڈت لیکھ رام والی پیشین گوئی۔

ہم نے ان تینوں پیش گوئیوں کی بابت خصوصاً لیکھ رام والی پیش گوئی کی بابت جو تحقیق کی اس سے معلوم ہوا کہ یہ بالکل فالودہ فروشوں کی بوتلوں کے مشابہ ہے پنڈت لیکھ رام کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے جو الہامی پیش گوئی شائع کی تھی وہ اس کی زندگی میں پوری ہونی چاہیے تھی۔ اس کا مرنا خاص کر قتل سے مرنا پیشین گوئی کی تکذیب کرتا ہے۔ مگر قادیانی عطار غلط کو صحیح ثابت کرنے میں ایسے مشاق ہیں کہ یورپین وقائع نگار بھی ایسے مشاق نہ ہوں گے۔ یہ دراصل بڑے میاں (مرزا غلام احمد کی تعلیم کا اثر ہے جن کی طرف سے یہ عام اعلان تھا

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

پنڈت لیکھ رام کی موت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تکذیب کس طرح کرتی ہے اس کی تفصیل ہمارے رسالہ لیکھ رام اور مرزا میں ملاحظہ ہو۔

جس طرح آپ نے آریوں کے مقابلہ میں یہ الہامی پیش گوئی بڑے فخر سے کی تھی اسی طرح عیسائیوں کے مقابلے میں بھی ڈپٹی آتھم کی موت کے متعلق پیش گوئی کی تھی۔ ایسے ہی منکوحہ آسمانی محمدی بیگم، زوجہ مرزا سلطان محمد کے متعلق پیش گوئی کی تھی کہ اس کا میرے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کس طرح ٹل نہیں سکتی۔

یہ تینوں پیش گویاں غلط ثابت ہوئیں جس پر ہمیں بڑے افسوس سے یہ کہنے کا موقع ملا

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

باقی رہے مرزا غلام احمد صاحب کے دلائل بمقابلہ آریہ سماج، سو اس کا نمونہ ہماری جدید تصنیف: نا قابل مصنف مرزا، میں ملاحظہ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ اگست ۱۹۴۳ء مطابق ۱۰ شعبان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۳ ص ۴۔۵)

کہتی ہے تجھ کو خلق خدا غائبانہ کیا

علمائے کرام کی آراء متعلق نا قابل مصنف مرزا

حضرت مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی فرماتے ہیں:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ..اما بعد وحید العصر فرید الدہر جناب مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے ایک نئی کتاب بنام نا قابل مصنف تصنیف فرمائی ہے۔آپ نے اس میں بدلائل ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی باوجود ہر طرح کے ادعا کے فن تصنیف میں کوئی قابل مصنف نہ تھے۔ یہ کتاب اپنے سلسلہ کی تیسری ہے مولانا ممدوح اس سے پیشتر اسی موضوع پر علم کلام مرزا اور عجائبات مرزا دو کتابیں تصنیف فرما چکے ہیں۔ عربی علوم مدونہ میں مولانا موصوف کا تبحر علمی اور قادیانی لٹریچر میں مہارت تامہ محتاج بیان نہیں۔ بات تو واقعی بھی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی علوم درسیہ میں بالخصوص علم منطق اور علم کلام میں صفر تھے۔ جب ہم نے مولانا صاحب امرتسری کی اس جدید تصنیف کا مطالعہ کیا تو بےساختہ سویدائے قلب سے دعائیں نکلیں کہ خدا تعالی حضرت مولانا ممدوح کو اپنے دین کی نصرت کے لئے تادیر صحیح وسلامت رکھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲ رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۶ ص ۴)

حضرت مولانا احمد علی لاہوری تحریر فرماتے ہیں:

حضرت مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری فاتح قادیان کی تازہ تصنیف نا قابل مصنف جو حال ہی میں طبع ہوئی ہے، اسے میں نے متعدد مقامات سے بغور دیکھا۔ حضرت مولانا ممدوح نے مسیح قادیان کی تین کتابوں براہین احمدیہ، آئینہ کمالات اسلام اور چشمہ معرفت پر علم کلام کے لحاظ سے تنقید فرمائی ہے اور اس میں مرزا صاحب قادیانی کی طرز تصنیف پر بحث کی ہے۔

نا قابل مصنف کا حاصل یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نہ مسیح موعود تھے، نہ مجدد زمان، نہ صاحب الہام، حتی کہ ایک قابل مصنف بھی نہیں تھے۔

حضرت مولانا موصوف نے مرزا صاحب کی عبارات کونقل کرکے نہایت ہی دیانت داری سے بہترین منصفانہ تنقید فرمائی ہے جس میں تعصب کی بوتک نہیں ہے اور ثابت کردیا ہے کہ مرزا صاحب کی یہ تصنیفات کذب وافتراء سے قطع نظر کرکے علم منطق اورعلم مناظرہ کے لحاظ سے بھی گری ہوئی تصنیفات ہیں۔ قادیانیت کے فتنہ سے بچنے کیلئے یہ مختصر سا رسالہ ایسا ہی کارآمد ہے جس طرح فتنہ یاجوج وماجوج کے مقابلہ میں سد سکندری ہے۔ اللہ تعالیٰ حضرت مولانا ممدوح کی اس خدمت کو قبول فرمائے یہ چیز مسلمانوں کی ہدایت کا ذریعہ بن جائے اور مولانا کی نجات آخرت کی کفیل ہو۔آمین ثم آمین احقر الانام، احمد علی عفی عنہ از دروازہ شیرانوالہ لاہور ۲۵ رجب ۱۳۶۲ھ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۶رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۸۔ ص ۴)

حضرت مولانا محمد اسماعیل صاحب گجرانوالہ سے تحریر فرماتے ہیں:

پیش نظر رسالہ میں....حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کی نگاہ تنقید مرزا صاحب کی مایہ ناز کتب براہین احمدیہ سرمہ چشم آریہ چشمہ معرفت پر ہے۔کتاب میں موضوع کی سنجیدگی اوررسوخ استدلال اس حد تک ہے کہ احمدی تصانیف اور مصنفین قطعاً اس شرف کے مستحق نہیں اور احمدیت کا مزاج اس شرف تخاطب اورتکلم سے بالکل نا آشنا ہے ۔ دعا ہے کہ حضرت مولانا کو عمر نوح عطا ہوتا کہ ملت ان سے دیر تک مستفید ہو سکے۔کتاب کا انداز علمی ہے۔اہل علم اس سے حظ اٹھائیں گے ۔ محمد اسماعیل مدرس مدرسہ محمدیہ وخطیب مسجد اہل حدیث گوجرانوالہ ۔۳۰ جولائی ۱۹۴۳ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲۳رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۹ ص ۴۔۵)

حضرت مولانا عبدالجبار صاحب کھنڈیلوی تحریر فرماتے ہیں:

حضرات ناظرین !آج میں نے ایک رسالہ موسومہ نا قابل مصنف مرزا مولفہ حضرت مولانا مولوی ءابوالوفا ثناء اللہ صاحب فاضل امرتسری کا اول سے آخر تک مطالعہ کیا۔ ماشاء اللہ دیکھ کر طبیعت پھڑک اٹھی کہ واقعی مولانا ثناء اللہ نے جو مرزا صاحب قادیانی کو نا قابل مصنف ثابت کیاہے وہ درحقیقت واقعیت پرمبنی ہے، اوراس پر براہین قاطعہ قائم ہیں کوئی شاعرانہ تخیل نہیں۔اورحضرت مولانا نے صرف مرزا صاحب کو ناقابل مصنف ہی نہیں ثابت کیا بلکہ طلباء وعلماء کو ایک طریقہ تصنیف وتالیف کا بھی

سکھادیا ہے پس ہر یک طالب علم و عام کا فرض ہے کہ رسالہ ناقابل مصنف کو اپنے پاس رکھے اللہ تعالی مولانا موصوف کی عمروعلم میں برکت فرمائے آپ آئے دن کوئی نہ کوئی نئی تصنیف شائع فرماتے رہتے ہیں ۔

خاکسار ابومحمد عبدالجبار سلفی صدر مدرس مدرسہ مصباح العلوم کھنڈیلہ راجپوتانہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۲ ص ۵)

اخبار زمین دار لاہور رقم طراز ہے:

مرزا صاحب قادیان کی مجددیت و مسیحیت کی تنقید پر علماء کرام نے بکثرت کتابیں لکھی البتہ مرزا صاحب کے فن تصنیف پر کسی مصنف نے توجہ مبذول نہ کی تھی حالانکہ یہ ایک ضروری کام تھا۔حضرت العلامہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ مدیر اہل حدیث امرتسر سب سے پہلے مصنف ہیں جنہوں نے اس اہم موضوع پر نہایت خوبی اور خوش اسلوبی سے قلم اٹھایا ہے اور ناقابل مصنف کے نام سے ایک رسالہ تحریر فرمایا ہے جو اپنی نافعیت و جامعیت کے اعتبار سے قابل قدر اور لائق مطالعہ ہے یہ رسالہ علم کلام کی حیثیت سے لکھا گیا ہے یعنی علم منطق اور علم مناظرہ کے قواعد سے تصنیفاے مرزا کو جانچا گیا ہے اس رسالہ کا مقصد یہی ہے۔مذہبی رنگ میں نکتہ چینی مقصود نہیں ۔

حضرت مولانا نے یہ کتاب لکھ کر عظیم الشان اسلامی خدمت انجام دی ہے۔آپ نے دلائل قطعیہ سے لیکن نہایت دلچسپ اور دلآویز طریق پر ثابت کر دیا ہے کہ مرزا صاحب کی تصنیفات براہین سے لے کر اخیر تک سب کی سب علوم معقولہ کے خلاف ہیں۔ جو لوگ مرزا صاحب کی تصنیفات کو معجزانہ تصانیف کہہ کر ان کے دعاوی کی صحت کو جانچتے ہیں ان کے لئے حضرت مولانا ثناء اللہ کا یہ رسالہ خصوصیت سے مفید ثابت ہوگا۔

زمین دار۔۲۔اکتوبر ۱۹۴۳ء۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۳ ص ۴)

حضرت مولانا عبدالوہاب صاحب صدر مدرس مدرسہ انوار احمدیہ آرہ صوبہ بہار تحریر فرماتے ہیں:

حضرت علامہ مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کی تازہ تصنیف ناقابل مصنف مرزا ،بالاستیعاب پڑھنے کا موقع ملا۔ مرزا غلام احمد قادیانی اور انکی امت کا دعوی ہے کہ مرزا

صاحب اپنے وقت کے سب سے بڑے اورسب سے زیادہ قابل مصنف تھے ، پروردگار جزائے خیر دے مولانا امرتسری کو کہ ممدوح نے مرزائی جماعت کے اس بلند بانگ دعوی کی طرف بھی توجہ فرمائی اورنا قابل مصنف لکھ کر ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب قادیانی نا قابل مصنف تھے۔مولانا المحترم کے اسلوب تحریر طرز بیان طریقہ استدلال اور زور قلم کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانا ہے۔ مولانا ممدوح کے قلم حقیقت رقم سے مرزا قادیانی کے دعاوی باطلہ مجددیت مہدویت ومسیحیت وغیرہ کی دھجیاں فضاء آسمانی میں اڑ رہی تھیں اب آپ کی تازہ تصنیف نا قابل مصنف سے امت مرزائیہ کی آخری پناہ گاہ بھی منہدم ہوگئی ۔فلله الحمد۔

مرزائی جماعت کے دام سے محفوظ رہنے کیلئے ہر خواندہ مسلمان کیلئے نا قابل مصنف کا مطالعہ ضروری ہے ہماری دعا ہے کہ اللہ سبحانہ وتعالی احقاق حق اورابطال باطل کیلئے حضرت مولانا ممدوح کو تا دیر سلامت رکھے ۔آمین ۔خاکسار عبدالوہاب آروی صدر مدرس وناظم دارالعلوم انواراحمدیہ آرہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ نومبر ۱۹۴۳ء مطابق ۵ ذی قعد ۱۳۶۲ھ جلد ۴ نمبر ۴۵ ص ۵)

معزز جریدہ برہان دہلی رسالہ نا قابل مصنف مرزا کے متعلق لکھتا ہے

نا قابل مصنف: از مولانا ابوالوفا ثناءاللہ صاحب امرتسری

ضخامت ۶۰ صفحات

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب نے اس رسالہ میں اپنے خاص ظریفانہ اور مناظرانہ انداز میں مرزا غلام احمد قادیانی کی تین کتابوں براہین احمدیہ، آئینہ کمالات اور چشمہ معرفت پر متکلمانہ حیثیت سے بحث کی ہے اور یہ ثابت کیا ہے کہ مرزا صاحب جس طرح مجدد یا مسیح نہیں تھے اسی طرح وہ مصنف بھی قابل نہیں تھے۔ رسالہ بہت دلچسپ ہے اور مولانا نے جس انداز میں تنقید کی ہے اس سے مولانا کی ذہانت و طباعی اور پختہ استعداد علمی کا ثبوت ملتا ہے علاوہ ایک مذہبی بحث ہونے کے فن تنقید کے لحاظ سے بھی یہ رسالہ لائق مطالعہ ہے۔ برہان دہلی ۔اکتوبر ۱۹۴۳ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۲ ذی قعد ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۶ ص ۴)

تصنیفات مرزا

جناب شفا مبارک پوری اعظمی لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے جتنی زیادہ کتابیں لکھیں اتنی کتابیں دنیا کے شائد ہی کسی بڑے اہل قلم (مصنف) نے لکھی ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

میں نے ممانعت جہاد، انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل و کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں (تریاق القلوب۔ص ۱۵)۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جن کا دعویٰ یہ ہے کہ :

روح القدس ہر وقت ساتھ رہتا ہے اور نیز جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔ (نزول المسیح ۔ص ۵۶)

اگر انہوں نے اتنی زیادہ کتابیں لکھی ہوں کہ ان سے پچاس الماریاں بھر سکتی ہیں تو کیا بعید ہے ۔مگر تعجب ہے حضرت مولانا ثناء اللہ سے کہ آپ اپنے رسالہ علم کلام مرزا میں تریاق القلوب کی عبارت منقولہ بالا نقل کرنے کے بعد چیلنج کرتے ہیں:

احمدی دوستو! آؤ اسی سے اپنے احمد مسیح کی صداقت کا اندازہ کرلو کہ ان کی جملہ تحریرات شائع شدہ سے کتنی الماریاں بھرتی ہیں...

اس کے بعد فیصلہ آسان ہو گا کہ تمہارا ہیرو بحیثیت مصنف صادق القول متکلم ہے یا مبالغہ گو شاعر۔

میں کہتا ہوں بالفرض پچاس الماریوں کی بجائے پانچ ہی بھر جائیں تو بھی نہ جائے اعتراض ہے اور نہ اس میں کذب و مبالغہ کی گنجائش کیونکہ مرزا صاحب پچاس کا وعدہ کر کے پانچ ہی پر اکتفا کر دیں تو بھی وہ اپنے اصول کے مطابق سچے ہیں ۔چنانچہ مرزا صاحب قادیانی براہین احمد یہ حصہ پنجم کے دیباچہ میں تحریر فرماتے ہیں:

پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ کر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور

پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اسلئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔

اب احمدی دوستوں کو لازم ہے کہ وہ مرزا صاحب کی جملہ کتابوں اور تحریرات کو اکٹھا کر کے ان سے کم از کم پانچ الماریاں بھر کر ثابت کر دیں کہ مرزا صاحب صادق القول ہیں۔مگر کیا وہ ایسا کریں گے؟ جب کہ وہ خود ہی شائع کر چکے ہیں کہ :

مرزا صاحب نے اسّی (۸۰) کے قریب کتابیں لکھی ہیں۔(پیغام صلح ۷۔اگست ۱۹۳۲ء)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲ رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۶ ص ۴۔۵)

الفضل کو ہمارا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ہمارے کسی سوال کا جواب نہیں دیا کرتا مگر ہم تو اتنا بخل نہیں کر سکتے کہ اس کو جواب نہ دیں کیونکہ ہمارا تو اعلان ہے

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

الفضل نے جو سوال کیا ہے اسی کے الفاظ میں درج ذیل ہے تاکہ ناظرین اصل مطلب کو خوب سمجھ جائیں۔

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب سے کسی نے دریافت کیا کہ :اگر کتاب احکام شرعیہ کا نام ہے اور وہ نبی ان معنوں میں صاحب کتاب نہ تھے جنہوں نے لوگوں کو نہ تو جدید احکام سنائے اور نہ ہی کوئی شریعت لائے تو ان حالات میں ان کی غرض بعثت کیا تھی اور ان کے الہامات جن میں احکام شریعت جدیدہ نہ تھے کس قسم کے تھے۔

اس کے جوب میں مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ:بعض انبیاء کرام پہلی نازل شدہ کتاب کی صحیح تفسیر بتانے اور تنفیذ احکام کیلئے مبعوث ہوتے تھے۔غور سے پڑھیئے یحکم بھاالنّبیون الّذین اسلموا للّذین ھادوا (المائدہ:۴۴) ان کے الہام کا مقصد کلام اللہ سابق کی تفہیم کرنا تھا۔(اہل حدیث امرتسر ۱۳۔اگست)

مولوی صاحب کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ مہربانی فرما کر اس سوال پر بھی روشنی ڈالیں کہ جب پہلے انبیاء کرام پر نازل شدہ کتابوں کی صحیح تفسیر بتانے کے لئے نبی

مبعوث ہوتے تھے جو جدید شریعت نہ لاتے تھے اور کلام اللہ سابق کی تفہیم کیلئے ان پر الہام بھی نازل ہوتا تھا تو یہ سلسلہ اب کیوں بند کیا گیا۔ کیا اب اسکی ضرورت نہیں رہی۔ اب کیوں قرآن کریم کی صحیح تفسیر کی احتیاج باقی نہیں رہی (الفضل ۲۸۔اگست ۱۹۴۳ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں؛

الفضل کو اس کا جواب اپنے نبی (مرزا صاحب متوفی) سے پوچھنا چاہیے تھا جو فرما چکے ہیں مجھ سے پہلے نبی کا نام کسی نے نہیں پایا۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی)

حالانکہ آپ کی بعثت سے پہلے سخت گمراہی کا زمانہ تیرہ سو سال کا لمبا گذر گیا جس میں کئی ایک گمراہ فرقے پیدا ہوئے جنہوں نے قرآن مجید کی غلط در غلط تفسیریں لکھیں مگر کوئی نبی ان کے سمجھانے کو نہیں آیا صرف علماء اسلام ہی اس خدمت کو انجام دیتے رہے شکراللہ سعیھم اب چودھویں صدی میں کون سی ضرورت داعیہ پیدا ہوگئی جو قادیان میں ایک نبی قرآن مجید سمجھانے کو آ گئے جن کی شان میں یہ کہنا بجا ہے:

لا عین رأت و لا اذن سمعت

جس نے قرآن مجید کی ایسی تفسیر کی جسکی نہ لغت متحمل ہو اور نہ محاورات عرب۔ جس کے چند نمونے ہم نے کتاب نکات مرزا میں دکھائے ہیں۔

پس الفضل کے اصل سوال کا جواب مرزا صاحب کلاں کے ذمہ تھا۔ وہ تو دنیا میں نہیں ہیں ہاں ان کے جانشین صاحبزادہ (مرزا محمود احمد) سے پوچھنا چاہیے۔ سوال کا مضمون یوں ہو کہ رمضان کا روزہ جو آج کل تقریباً پونے آٹھ بجے افطار ہوتا ہے روزہ دار نے سات بجے تک آسانی سے نبھاہ لیا۔ اب تھوڑے سے وقت میں کون سی ضرورت داعیہ پیدا ہوگئی جس میں وہ افطار کی اجازت چاہتا ہے۔ پس ذرا ہوش سنبھال کر جواب دیجئے اور یہ سمجھ کر قلم اٹھایئے کہ سامنے وہی ہے جسکا قول ہے

انا صخرۃ الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ استمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۶ رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۸۔ ص ۴)

مسیح موعود اور فریضہ حج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۷۔ اگست ۱۹۴۳ء میں ذکر آیا تھا کہ مسیح موعود کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ وہ حج کریں گے اور فج الروحاء سے احرام باندھیں گے، قادیانی مدعی نے چونکہ حج نہیں کیا اسلئے ثابت ہوا کہ وہ مسیح موعود نہ تھے۔ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۹ ستمبر ۱۹۴۳ء میں اسکا جواب نکلا ہے۔ جواب کیا ہے، وہی جس کی بابت مشہور ہے

سوال از آسمان جواب از ریسمان

سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ کچھ تو حدیث پر جرح کی ہے کچھ اس کو قرآن کے خلاف بتایا ہے۔ یہ سب کچھ کرکرا کر یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی پر حج کرنا موانع کی وجہ سے فرض واجب نہ تھا۔

ہم اسکے جواب میں مرزا صاحب ہی کا قول پیش کر کے امت مرزائیہ (بہر دوصنف) سے سوال کرتے ہیں امید ہے جواب باصواب سے ہمیں مشکور کریں گے۔

مرزا غلام احمد کی زندگی میں ان پر سوال ہوا تھا کہ مسیح موعود کی بابت حدیث میں آیا ہے کہ وہ حج کریں گے، لیکن آپ نے حج نہیں کیا تو پھر آپ مسیح موعود کیسے ہوئے۔

اس کے جواب میں فرمایا کہ میرے حج کا وقت ہے جب سب پادری لوگ مسلمان ہو جائیں گے اور ہم سب مل کر حج کو جائیں گے۔ چنانچہ آپ ایام الصلح صفحہ ۱۳۷ پر موجود آپ کی فارسی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ پادری لوگ جو بقول مرزا صاحب دجال ہیں، مسلمان ہو جائیں گے، تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ان کو ساتھ لے جائیں گے اور طواف کعبہ اکٹھے کریں گے۔

آپ نے حدیث کا مضمون یہی بتایا ہے ہم منتظر تھے کہ سارے پادری نہ سہی، پنجاب کے مشہور پوادر خصوصاً پادری سلطان محمد خان صاحب پال، پادری برکت اللہ صاحب اور موسیٰ خان صاحب اور پادری عبدالحق صاحب وغیرہ جو خدام اسلام کی اولاد ہیں، ضرور مرزا صاحب کے ساتھ ہو کر حج کو جائیں گے۔ مگر افسوس ایسا

نہ ہوا۔ یہ پادری صاحبان ابھی تک مسیحی مذہب کے مبلغ ہیں اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دنیا چھوڑے ہوئے ۳۵ سال ہوگئے ہیں۔

جماعت احمدیہ ہر دو صنف سے ہمارا سوال ہے کہ بحکم قرآن مجید مرزا صاحب قادیانی پر حج کرنا فرض تھا اور بحکم حدیث حج کرنا مسیح موعود کی علامت ہے اور باقرار خود مرزا صاحب کا پادریوں کو مسلمان کر کے ساتھ لے جانا ضروری تھا جو نہ ہوا، پھر کیا ہمیں اجازت ہے کہ ہم یہ شعر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی نذر کریں

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفا ہی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ ستمبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲۳ رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۳۹ ص ۴-۵)

سیالکوٹ میں درس قرآن پر قادیان میں غیظ وغضب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے ماہ شعبان میں بذریعہ اہل حدیث اعلان کیا تھا کہ میں رمضان میں درس قرآن دوں گا، ذہین طلبا اس سے فائدہ اٹھائیں۔ چنانچہ طلباء قرآن مجید رمضان شریف میں آئے اور فائدہ اٹھا کر اپنے اپنے گھروں کو چلے گئے۔ خدا جانے قادیان میں اس اعلان سے کیوں جوش پیدا ہوا، الفضل نے بڑے زور سے ایک نوٹ لکھا جسکا مختصر مضمون یہ ہے کہ تم درس قرآن کیا دو گے، قران مجید میں تو ارشاد ہے لایمسّه الاالمطهّرون۔ اس آیت کو پیش کر کے اسکا ترجمہ یوں کیا کہ: قرآن مجید کو پاک لوگ ہی سمجھ سکتے ہیں۔

اس ترجمہ سے ان کا مطلب یہی ہے کہ تم کہاں کے پاک ہو، جب تک کوئی آدمی احمدیت میں داخل نہ ہو وہ پاک نہیں ہوسکتا۔ اور آپ (سیالکوٹی) تو قادیانی نور سے بے نور ہیں ۔ غالبًا آپ اس بے نصیبی پر مسرور بھی ہیں پھر آپ قرآن مجید کو کیا سمجھیں گے اور کیا پڑھائیں گے۔

اس کا اصل جواب تو مولانا سیالکوٹی دیتے شائد وہ مشاغل رمضان کی وجہ

سے فارغ نہ تھے، اسلئے جواب نہیں دے سکے۔ لہذا ہم ہی قادیانی تفسیر دانی کی ایک مثال پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوجائے گا کہ قادیان کے ہیرو مسیح موعود قرآن فہمی میں کیا رتبہ رکھتے تھے۔ ناظرین ذرا غور سے سنیں۔

قرآن مجید میں ذوالقرنین اس کی سلطنت اس کے سفر اوراس کی دیوار کا ذکر جو یاجوج ماجوج کو روکنے کیلئے اس نے بنائی تھی تفصیل کے ساتھ آیا ہے جس میں سب صیغے ماضی کے ہیں۔ مرزا صاحب نے دعوی کیا کہ ذوالقرنین مسیح موعود ہی ہے جو میں ہوں۔ ذوالقرنین کے معنی ہیں دو صدیاں پانے والا۔ میں نے ہر ایک قوم کی دو صدی پائی ہے۔ یعنی انیسویں شمسی صدی پاکر بیسویں شمسی صدی میں مرا، ہجری صدی بھی تیرھویں اور چودھویں دونوں پائیں۔

حکیم نور الدین خلیفہ قادیان نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اس دعوی کی پشتی بانی کرنے کو کئی ایک قوموں کی دو دو صدیاں بیان کی ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے پائی ہیں (رسالہ نور الدین)

مرزا صاحب قادیانی یاجوج ماجوج، ذوالقرنین اور سد سکندری کی تشریح کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یاجوج ماجوج سے مراد یورپ کی عیسائی اقوام ہیں، اور سد سکندری سے مراد ہمارے دلائل قاہرہ ہیں جن سے ہم نے ثابت کیا ہے کہ مسیح ناصری وفات پاچکا ہے اسلئے وہ خدا نہیں ہے۔ اس دیوار کو توڑنا عیسائی اقوام یعنی یاجوج ماجوج سے ممکن نہیں۔ ان سارے وجوہات سے ثابت ہوا میں مسیح موعود یعنی ذوالقرنین ہوں (مفصل در کتاب براہین احمدیہ جلد پنجم۔ ص۹۶)

ناظرین کرام! یہ ہیں وہ معارف قرآنیہ جو قادیانی تقوی سے حاصل ہوتے ہیں اسلئے ہم تصدیق کرتے ہیں کہ سیالکوٹی ہوں، یا امرتسری، دہلوی ہوں، یا غزنوی بے شک ایسے معارف بیان نہیں کرسکتے اور جواب میں وہی کہتے ہیں جو کسی عاشق نے اپنے معشوق کو کہا ہے

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۳۰ رمضان ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۰ ص ۵۔۶)

امام مہدی شیعہ اور بہائی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امام مہدی علیہ السلام کے متعلق روایات مرویہ چاہے کسی درجہ کی ہوں تاہم شیعہ سنی اس امر پر متفق ہیں کہ امام مہدی ضرور آئیں گے۔ سنی شیعہ کے علاوہ بہائی اور مرزائی بھی امام مہدی کو موعود مانتے ہیں اس لئے امام مہدی کے متعلق ہمارے سامنے چار گروہ نظر آتے ہیں۔ اول: سنی گروہ (اپنے تمام فرقوں کے ساتھ)۔ دوسرے شیعہ گروہ۔ تیسرے جماعت بہائیہ۔ چوتھے فرقہ مرزائیہ۔

ان چاروں میں فرق بتا کر ہم اصل مقصد کی طرف رجوع کریں گے۔ سنی فرقہ اس بات کا قائل ہے کہ امام مہدی پیدا ہوں گے۔ ان کی پہلی علامت یہ ہوگی کہ ان کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا۔

شیعہ گروہ کہتا ہے کہ پیدا ہو چکے ہیں اور آج تک زندہ موجود ہیں (شیعہ اصحاب بتائیں کہ وہ کہاں ہیں اور کیا کرتے ہیں، اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) (الواعظ لکھنو اگست ۱۹۴۳ء)

مرزائیہ اور بہائیہ نے مزید ترقی کی ہے وہ کہتے ہیں کہ امام مہدی پیدا ہو کر فوت بھی ہو گئے۔ فرقہ مرزائیہ کے نزدیک امام مہدی مرزا قادیانی ہیں جو ماہ مئی ۱۹۰۸ء میں بعمر ۶۹ سال فوت ہو گئے۔ اور بہائیہ کے نزدیک امام مہدی علی محمد ایرانی ہیں جو باب کے لقب سے مشہور ہیں جو بہت عرصہ ہوا ایران میں وفات پا گئے۔

ان تینوں گروہوں کے جواب میں فرقہ سنیہ کے پاس صریح حدیث موجود ہے جس میں الفاظ نبویہ یوں وارد ہیں: یوا طی اسمه اسمی واسم ابیه اسم ابی (ابوداؤد کتاب الفتن) (یعنی امام مہدی کا نام محمد بن عبداللہ ہوگا)

یہ روایت مرزائیہ اور بہائیہ کے عقیدہ کی صاف تردید کرتی ہے۔ ہم نے یہ روایت اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۵ جون ۱۹۴۳ء میں پیش کی تھی۔ حوالہ میں دو کتابوں سنن ابوداؤد و سنن ترمذی کا نام لکھا تھا جس سے ہمارے دو مطلب تھے۔

بہائی رسالہ کے قابل ایڈیٹر نے کمال راست گوئی سے کام لیتے ہوئے سنن ترمذی کی روایت کا تو انکار کردیا مگر سنن ابوداؤد کی روایت کا نام تک نہیں لیا ۔ بہائی مضمون نگار نے اس حدیث کی جو تشریح کی ہے وہ تحریف اور توہین سے بھی بڑھ کر ہے اور تاریخ تصنیف میں نمبر اول پر ہے۔آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں

کاش اعتراض سے قبل مولوی (ثناءاللہ) صاحب نے ترمذی شریف کا باب ماجاء فی المھدی کا مطالعہ کرلیا ہوتا تاکہ معلوم ہوجاتا کہ ان کی نقل کردہ مرفوع حدیث کے الفاظ ترمذی شریف میں کیا ہیں ... یعنی ترمذی میں ابن مسعود کے یہ الفاظ ہیں کہ دنیا نہ جائے گی یہاں تک کہ مالک ہوگا عرب کا میرے اہل بیت میں سے ایک شخص کہ اس کا اسم میرے اسم کو کچلتا ہوگا۔ ملاحظہ کیجئے کہ ترمذی میں اسم ابیہ اسم ابی کے الفاظ نہیں ہیں اور یواطی خواہ وطاء سے ہو یا وِطاء سے دونوں ہم معنی ہیں (ملاحظہ ہو منجد) اور وطاء کے معنی ہیں پامال کرنا۔ کچلنا۔ پس اسمه اسمی کے معنی ہوئے مہدی کا نام میرے نام کو کچلتا ہوا ہوگا یعنی مہدی کا نام اوپر ہے اور میرا نام نیچے ۔ جیسا کہ وہ چیز جو کچلی جائے نیچے ہوتی ہے دراصل اسمه علی وانا تحت ر جله یوا طی اسمه اسمی ہی تشریح ہے یعنی اسکا نام علی ہے اور میں یعنی میرا نام اس کے پاؤں کے نیچے ہے یعنی علی محمد۔ (پیامبر دہلی بابت ستمبر ۱۹۴۳ء ص ۱۹)

حضرت مولانا ثناءاللہ لکھتے ہیں: اس عبارت میں اڈیٹر صاحب پیامبر نے دو کمال دکھائے ہیں۔ ایک اخفاء دوسرا تحریف۔ اخفاء یہ ہے کہ سنن ابوداؤد کی روایت کا نام تک نہیں لیا، سنن ترمذی کی نفی کرتے گئے۔ حق تو یہ تھا کہ ہمارا حوالہ اگر غلط تھا تو ابوداؤد کی روایت کی بھی نفی کرتے مگر جو کام ان سے نہ ہوسکتا تھا وہ کیوں کر کرتے۔

بہائی دوستو! اپنے قابل اڈیٹر سے پوچھ سکتے ہو کہ سنن ابو داؤد کی روایت کے متعلق کیوں نہیں لکھا: کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

تحریف میں تو کمال ہی کر دیا ہے لکھا ہے کہ

آنحضرت ﷺ کا نام، علی (ایرانی مدعی مہدویت) کے پاؤں تلے ہے۔

اللہ رے توہین رسالت ۔ ہائے آسمان ! تو کیوں نہیں ٹوٹ پڑا۔ اے زمین! تو کیوں نہیں پھٹ گئی ۔ اے قلم! تو کیوں نہیں ٹوٹ گیا۔

اے اللہ تیرا حلم کب تک ایسے لوگوں کو مہلت دے گا ۔ اچھا تیری مرضی ۔ ہمارا تو اعتقاد ہے۔ دیر گیری سخت گیری مردرا
چونکہ یہ روایت سنن ابوداؤد میں موجود ہے کہ امام مہدی کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا اور مجموعی نام آپ کا محمد بن عبداللہ ہوگا اس لئے نہ مرزا غلام احمد مہدی ہیں اور نہ علی محمد ایرانی مہدی ہیں مختصر یہ ہے کہ ہمارے مہدی کے دونشان ہیں ایک نشان ذات کا اسم مبارک ہے دوسرا نام آپ کی ولدیت ہے۔ جوان دونوں مدعیان میں نہیں پائے جاتے۔(اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۲ ص ۳۔۴)

سرحدی ملاؤں کی حالت اور مرزا کی ناکامی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار انقلاب لاہور نے ملاؤں کی جہالت کا ایک نمونہ دکھایا ہے جو مقام افسوس ہے ۔ اس نوٹ کو اخبار الفضل نے نقل کیا ہے جس کے دیکھنے سے ڈبل افسوس ہوتا ہے۔ وہ نوٹ یہ ہے:
معزز معاصر انقلاب ۲۹ ستمبر میں افکار وحوادث کے زیر عنوان لکھتا ہے : جن علاقوں میں جہالت کا زور ہے وہاں روزے اور سحری اور افطاری کے متعلق عجیب وغریب توہمات رائج ہیں اور لطف یہ ہے کہ ان علاقوں کے مولوی بھی قال اللہ اور قال الرسول کو پس پشت ڈال کر من مانے فتوے دیتے ہیں اور انہی پر عمل کراتے ہیں۔
مثلاً میانوالی سے ایک دوست نے لکھا ہے اس علاقے میں دیہاتی ملانوں نے عجیب حالت پیدا کر رکھی ہے۔ یہ لوگ سحری کو ایک گھنٹہ پہلے ہی بند کرا دیتے ہیں اور جب تک شام کو تارے نہیں نکل آتے افطاری کی اجازت نہیں دیتے۔ حالانکہ حضور ﷺ نے تاکید فرمائی ہے کہ سحری میں تاخیر کرو اور افطار میں تعجیل ۔ لیکن یہ ملاں کچھ ایسی اوندھی کھوپڑی واقع ہوئے ہیں کہ اپنے آپ کو شارع ﷺ سے بھی زیادہ محتاط سمجھتے ہیں ۔ بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ ان جاہل ملاؤں کو اپنی جہالت کے باعث جان سے ہاتھ دھونے پڑے ہیں ۔ اس لئے کہ یہ بالکل فطرت کے خلاف فتوی دے دیتے ہیں

اور اسلام دین فطرت ہے اور پر صحیح الفطرت مسلمان ان کے فتووں سے بغاوت کر جاتے ہیں۔اور چونکہ تیز وتند اور جنگ جو قسم کے لوگ ہیں اس لئے نوبت کشت وخون تک آ جاتی ہے۔ چند مویشی فروش پنجاب سے مویشی خرید کر لا رہے تھے ان میں سے ایک دو گرمی کی شدت اور روزے کی وجہ سے رستے میں جاں بحق ہو گئے۔ ملا نے جنازہ پڑھنے سے انکار کر دیا۔ان کے ساتھیوں اور ملا کے حامیوں میں سخت لڑائی ہوئی آخر بڑی مشکل سے بیچ بچاؤ کر کے مردوں کی تکفین وتدفین ہو سکی (الفضل ۳۰ستمبر ۱۹۴۳ء ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

الفضل قادیان کو اس مقولہ کے پڑھنے سے ندامت ہونی چاہیے تھی۔ غالباً اسنے اس کو تدبر اور فکر سے نہیں پڑھا، وہ اسی پر خوش ہو گیا کہ ملاؤں کی مذمت ہے۔ یہ سچ ہے کہ ملاؤں کی جہالت دور دور تک پہنچی ہوئی ہے۔اس کی ایک مثال ہم بھی بیان کرتے ہیں جو خاص قادیان کے ضلع گورداسپور کا واقعہ ہے۔

اخبار وکیل امرتسر میں ایک واقعہ ہم نے پڑھا تھا جو کسی مسافر کا بیان تھا کہ میں ایک سڑک پر جا رہا تھا لب سڑک جنازہ رکھا دیکھا۔مسلمان کا جنازہ سمجھ کر میں بھی شریک ہو گیا۔ دیکھتا ہوں امام صاحب آئے۔ان کے ہاتھ میں چھڑی تھی۔انہوں نے جنازہ کی چارپائی کے چار پایوں کو چھڑی سے ٹھکرا کر فرمایا: اسے اٹھا لو۔، میں نے کہا کیا جنازہ پڑھا گیا۔فرمایا ہاں۔، میں نے کہا کیسے؟۔فرمایا، میرے والد ماجد زیادہ سے زیادہ تین پایوں کو ٹھکرایا کرتے تھے میں نے چار پایوں کو ٹھکرا دیا کیا ابھی نماز جنازہ باقی ہے؟

اس قسم کے واقعات پر از جہالت اتنی کثرت سے ہیں اگر جمع کئے جائیں تو براہین احمدیہ کی پانچوں جلدوں سے بڑھ جائیں۔اس کے مقابلہ پر حضرت مرزا کلاں کا دعوی سنیئے۔فرماتے ہیں:

میں اس لئے مبعوث ہو کر آیا ہوں کہ مسلمانوں کو اصلی معنی میں متقی مسلمان بنا دوں جو خدا کے نزدیک متقی کے معنی ہیں۔ (الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)۔

احمدی ممبرو! خدارا انصاف سے بتاؤ کہ یہ جاہلانہ فتوے اور افعال جن کو تم نقل کر کے ملاؤں کی ہنسی اڑاتے ہو، تمہارے مسیح موعود کے دعوی اور وعدے کو کچھ

صدمہ پہنچاتے ہیں یا نہیں؟ ہم سے پوچھو تو ہم عرب کے شاعر متنبّی کے الفاظ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرف سے معذرت کئے دیتے ہیں

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

(محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو سمجھو اس نے وعدہ پورا کیا کیونکہ اس کے وعدہ میں شامل ہے کہ وعدہ پورا نہ ہوگا)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۴ شوال ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۲ ص ۴)

اتحادیوں کی فتح اب تک کیوں نہیں ہوئی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یاد ہوگا ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۴ جولائی ۱۹۴۱ء میں لکھا تھا کہ موجودہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنے باپ سے راوی ہے کہ چالیس مرد مومن مجھ کو مل جائیں، تو میں دنیا فتح کرلوں۔

ہم نے اس قول کو نقل کر کے بزور مشورہ دیا تھا کہ اس الہامی کلام پر عمل کرنے کا اب سنہری موقع پیدا ہو گیا ہے۔ خلیفہ قادیان چالیس احمدی مومن لے کر میدان جنگ میں تشریف لے جائیں، اور کل اتحادی افواج کو بالکل علیحدہ کر دیں اور انہی چالیس مومنوں کو لے کر دشمنوں پر حملہ کر دیں۔ وہ چالیس مومن یقیناً فتح نصیب ہوں گے۔ فتح حاصل ہونے کے بعد وہ ہٹلر اور مسولینی وغیرہ سرکردہ دشمنوں کو پا بزنجیر ہندوستان لائیں اور جگہ جگہ دکھا کر احمدیت کی تبلیغ کریں پھر دیکھیں کس طرح احمدیت کی اشاعت ہوتی ہے۔

ہمارے اس مخلصانہ مشورہ پر جب قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے عمل نہ کیا تو ہمیں گمان ہوا کہ قادیانی جماعت ماتحت ارشاد خداوندی كتب عليكم القتال و هو كره لكم شاید میدان جنگ میں جانا پسند نہیں کرتی ورنہ تاخیر کی کوئی وجہ نہ تھی۔

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۲۔ اکتو برسنہ رواں کا صفحہ ۲ دیکھنے سے ہمارا گمان بدل گیا کیونکہ اس میں لکھا ہے:

آج ہزار ہا احمدی اتحادیوں کی طرف سے لڑ رہے ہیں۔ (الفضل مذکور، کالم ۲)

یہ فقرہ دیکھ کر ہم چونک پڑے کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے۔ جماعت مقدسہ احمدیہ کے ہزار ہا آدمی جنگ لڑ رہے ہیں اور جنگ اتحادی فتح کی صورت میں ختم نہیں ہوتی

ایں چہ مے بینم بہ بیداری است یارب یا بخواب

تو اس کا جواب ہمارے دل میں ڈالا گیا کہ فتح کی اس تاخیر کی وجہ یہ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد صاحب) لڑنے والی جماعت کے قائد نہیں ہیں۔ اگر آپ قائد (کمان افسر) ہوتے تو فتح میں تاخیر نہ ہوتی،۔

پس خلیفہ قادیان کو ہم توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بغرض اشاعت احمدیت فوراً محاذ جنگ میں پہنچ کر جماعت احمدیہ محاربہ کی کمان اپنے ہاتھ میں لے کر ان کو لڑائیں۔ پھر دیکھیں کس قدر جلد ان کو فتح حاصل ہوتی ہے۔ دیر نہ کریں۔ تاخیر میں تمام ملک کا اور خاص کر احمدیت کا نقصان عظیم ہے۔ اگر اپنی بیماری کا عذر ہو، تو اپنے صاحبزادہ ولی عہد یا اپنے بھائی بشیر احمد کو بھیج دیں۔ لوگ جنگ کی تکلیف کی وجہ سے دست بدعا ہیں کہ خدا تعالیٰ اس کا خاتمہ جلدی کرے۔ پس آپ اٹھئے اور ہمت کیجئے۔ آپ کے اٹھنے کی برکت ہوگی ایسا نہ ہو کہ مخالفوں کو مولانا الطاف حسین حالی مرحوم کی رباعی پڑھنے کا موقع ملے جو فرماتے ہیں

زاہد کہتا تھا جان ہے دین پر قربان
پر آیا جب امتحان کی زد پر ایمان
کی عرض کسی نے کہیے اب کیا ہے صلاح
بولے کہ بھائی جان جی ہے تو جہان

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲۱ شوال ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۳ ص ۴)

خلیفہ کی اطاعت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اسلام میں پیغمبر کی اطاعت کے بعد خلیفہ وقت کی اطاعت بھی فرض ہے کیونکہ وہ پیغمبر کا نائب ہوتا ہے۔ اس لئے حدیثوں میں بکثرت آیا ہے کہ جو خلیفہ کی اطاعت سے منہ پھیرے اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی۔ اس مضمون کا مفصل ذکر اہل حدیث امرتسر ۲۲۔ اکتوبر سنہ رواں میں ہو چکا ہے۔ اس کے متعلق اخبار الفضل قادیان میں ایک نوٹ نکلا ہے جس کے ضروری الفاظ یہ ہیں:

اہل حدیث اصحاب اور ان میں سے جناب مولوی ثناء اللہ صاحب کو بالخصوص غور کرنا چاہیے کہ ان کیلئے اس ارشاد نبوی کے رو سے جاہلیت سے بچنے کی کیا صورت ہو سکتی ہے۔ حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف تو یہ لوگ ایمان رکھتے ہیں کہ آنحضرتﷺ کا یہ فرمان ہے کہ جو شخص خلیفہ کی اطاعت سے نکل گیا وہ جہالت کی موت مرا، اور دوسری طرف یہ احساس کہ یہ سب کے سب آج خلیفہ کی اطاعت کے حلقہ سے باہر ہیں ان کے قلوب میں کوئی بے چینی پیدا نہیں ہوتی۔ (الفضل قادیان ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء ص ۱)

اخبار الفضل قادیان کی اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ قادیان میں خلیفہ (مرزا محمود احمد) موجود ہے پھر اہل حدیث خلیفہ کی تلاش میں کیوں سرگرداں ہیں اور اس کی اطاعت کیوں نہیں کرتے۔

الفضل ایسا کہتے ہوئے اشتراک اسمی کا اصول بھول جاتا ہے یا نظر انداز کر جاتا ہے۔ پس وہ غور سے سنے۔ خلیفہ رسول کا نائب ہوتا ہے رسول کبھی صادق ہوتا ہے اور کبھی مدعی یعنی کاذب۔ مثلاً زمانہ رسالت محمدیہ میں دو رسول ہمارے سامنے نظر آتے ہیں ایک صادق دوسرا کاذب۔ صادق وہی ذات مقدس ہے جس کا کلمہ ہم پڑھتے ہیں یعنی محمد رسول اللہﷺ۔ دوسرا مدعی یعنی مسیلمہ نظر آتا ہے۔

جس طرح رسول دو قسم ہے اسی طرح خلیفہ بھی دو قسم ہے۔ صادق کا خلیفہ صادق، کاذب کا خلیفہ کاذب۔،

پس خلیفہ کی اطاعت واجب کہنے سے پہلے اس کے مضاف الیہ (رسول) کی صداقت ثابت کرنی ضروری ہے۔ اسلئے اب الفضل کا فرض ہے کہ وہ قادیانی خلیفہ کی اطاعت فرض کہنے سے پہلے رسول قادیانی کی رسالت ثابت کر دے۔ اگر وہ ثابت ہوجائے تو خلیفہ قادیان کی خلافت بھی ثابت ہوجائے گی۔

ساری گفتگو اسی امر پر موقوف ہے۔ ہم اسکو آسان طریق سے حل کر دیتے ہیں۔ رسول قادیان نے اپنی رسالت کے ثبوت میں بہت سی دلیلیں پیش کی تھیں۔ ان میں سے ایک بڑی زبردست دلیل یہ تھی کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری میری زندگی میں مرے گا (قادیانی اشتہار ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء) اسکا نتیجہ کیا ہوا؟ وہی جوکسی نے کہا ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ نومبر ۱۹۴۳ء مطابق ۵ ذی قعد ۱۳۶۲ھ جلد ۴ نمبر ۴۵ ص ۴۔۵)

اہل پیغام لاہور جواب دیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل پیغام سے ہماری مراد وہ جماعت احمدیہ ہے جس کو لاہوری جماعت کہتے ہیں جس کا اخبار پیغام صلح کے نام سے شائع ہوتا ہے، اسی وجہ سے قادیانی لوگ ان کو پیغامی کہتے ہیں اور پیغامی ان کو قادیانی کے نام سے موسوم کرتے ہیں۔

قادیانی جماعت تو کھلے لفظوں میں فتوی دیتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بیعت نہ کرنے والے سب کافر ہیں، مگر پیغامی جماعت کہتی ہے کہ کسی کلمہ گو مسلمان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔ اس لئے وہ اس پر یہ فرع جماتے ہیں کہ مرزا صاحب کلاں کا محض انکار موجب کفر نہیں ہے۔ ہاں چونکہ مرزا صاحب قادیانی مسلمان ہیں اس لئے ان کو کافر کہنے والا خود کافر ہے۔

ان کے اس اصول پر آج ہم ان سے ایک استفسار کر کے جواب کے امیدوار ہیں۔

اخبار پیغام صلح لاہور ۲۷۔ اکتوبر سنہ رواں میں ایک چھٹی قادیان کے دفتر بہشتی مقبرہ کی چھپی ہے جس میں اہل پیغام کو فاسق فاجر بلکہ کافر تک جی کھول کر لکھا ہے۔اس پر اہل پیغام سے ہمارا ایک سوال ہے۔ امید ہے کہ وہ اسے معقول سمجھ کر صحیح جواب دینے سے بخل یا پس و پیش نہیں کریں گے۔

سوال: یہ ہے کہ آپ کی پیغامی جماعت بخیال خود یقیناً مسلمان ہے لیکن قادیانی آپ کو کافر کہتے ہیں۔اب بتائیے کہ آپ کے حسب فتوی (مسلمان کو کافر کہنے والا کافر ہے) قادیانی جماعت کے افراد چھوٹے سے بڑے تک کافر ہیں یا نہیں۔اس سوال کا جواب دینے میں کسی قسم کی رورعایت نہ کیجئے گا کیونکہ ارشاد خداوندی ہے

اذا قلتم فاعدلوا ولوكان ذا قربی (الانعام:۱۵۲)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ نومبر ۱۹۴۳ء مطابق ۱۲ ذی قعد ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۶ ص ۴)

سیاست اور مسیح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۴۳ء میں بجواب الفضل ہم نے لکھا تھا کہ مسیح موعود صاحب سیاست ہوگا۔یعنی اس کو ظاہری حکومت حاصل ہوگی اس پر ہم نے خود مرزا صاحب کی براہین احمدیہ سے حوالہ نقل کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں:

جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح موعود کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب حضرت مسیح دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔ (براہین احمدیہ۔ ص ۴۹۸)

یہ عبارت اپنا مضمون ظاہر کرنے میں صاف ہے۔الفاظ واضح ہیں کہ:

جب حضرت مسیح موعود دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس تصریح پر ہم نے سوال کیا تھا کہ مرزا

صاحب مسیح موعود تو بن گئے، مگر نہ ان کو سیاست نصیب ہوئی، اور نہ ان کے ہاتھ سے ساری دنیا میں اسلام غالب ہوا۔

الفضل قادیان اس کا جواب دیتا ہے۔ جواب کیا ہے ہمارے اعتراض کی تائید ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ

ہندوستان کی قومیں مسلمانوں سے ہر پہلو میں ترقی یافتہ ہیں۔ مال میں، عزت میں، تجارت میں، تعداد میں۔ مسلمانوں کی حکومت ایسے لوگوں پر کیسے قائم ہوسکتی ہے۔

(الفضل قادیان ۷نومبر ۱۹۴۳ء ص۱)

ناظرین غور فرمائیں کہ یہ ہماری تردید ہے یا تائید؟ بے شک ہندوستان کی قومیں مسلمانوں سے زیادہ ترقی یافتہ ہیں، بے شک مسلمان ان سے کمزور ہیں، بے شک ان پر حکومت کرنا مشکل ہے، لیکن خدائی وعدہ بھی یقیناً سچا ہے آیات مندرجہ ذیل کوغور سے پڑھو۔ ارشاد ہے: ۱۔ ان الله لا یخلف المیعاد۔ ۲۔ انك لا تخلف المیعاد

۳۔ فلا تحسبن الله مخلف وعده رسله ان الله عزیز ذو انتقام (۱۴۔۴۷)

ان آیات شریفہ کا متفقہ مضمون یہ ہے کہ اللہ تعالی کا وعدہ غلط نہیں ہوسکتا

پس اگر مرزا غلام احمد سچے مسیح موعود ہوتے اور ان کے حق میں سیاست کا حاصل ہونا مقدر ہوتا، تو خدائے تعالی ان موانع کو خود بخود اٹھا دیتا کیونکہ وہ قادر قیوم ہے۔ اس کو کوئی چیز حکم جاری کرنے سے روک نہیں سکتی۔ جو کوئی ایسا خیال کرے کہ خدا تعالی اپنے وعدہ کو بوجہ مخالفت مخلوق کے پورا نہیں کرسکتا تو وہ کافر ہے۔ خدا تعالی کی شان کبریائی کا تھوڑا سا نقشہ مولانا حالی نے جو دکھایا بالکل صحیح ہے۔ فرماتے ہیں:

خرد اور ادراک رنجور ہیں واں
مہ و مہر ادنی سے مزدور ہیں واں
جہاندار مغلوب و مقہور ہیں واں
نبی اور صدیق مجبور ہیں واں
نہ پرسش ہے رہبان و احبار کی واں
نہ پرواہ ہے ابرار و احرار کی واں

الفضل کے ہم شکر گزار ہیں کہ اس نے تسلیم کیا کہ موانع کی وجہ سے مرزا

صاحب قادیانی کو سیاست حاصل نہیں ہوئی۔ ہم کہتے ہیں کہ سیاست حاصل نہ ہونا موانع کی وجہ سے نہیں ہے کیونکہ خدا تعالی موانع کو اٹھانے پر قادر ہے البتہ اس وجہ سے ہے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے اسلئے مسیح موعود کی موعودہ سیاست انکو نہ ملی۔

الفضل بلکہ قادیانی امت کے افراد (تقریباً سب) مجھے بوڑھا کہہ کر موت یاد دلاتے رہتے ہیں میں اس بارے میں ان کا شکر گذار ہوں۔ اس شکریہ میں ایک شعر ان کی نذر کرتا ہوں

نصیحت گوش کن جانا کہ از جان دوست تر دارند
جواناںِ سعادت مند پندِ پیرِ دانا را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ نومبر ۱۹۴۳ء مطابق ۲۰ ذی قعد ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۷ ص ۴-۵)

کیا مرزا صاحب صادق نبی تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی گروہ عرصہ سے ڈھنڈورہ پیٹ رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی اللہ و رسول اللہ تھے۔ علماء اسلام اس کی تردید کرتے رہے مگر اخبار الفضل نے ہم کو ایک نیا نکتہ سمجھایا ہے جو سب سے نرالا ہے۔ یہ نکتہ الفضل ہی کے الفاظ میں اچھی طرح سمجھا جائے گا۔ چنانچہ ہم اسی کے الفاظ پیش کرتے ہیں۔ الفضل لکھتا ہے:

بادشاہ اس بات کے ذمہ دار نہیں ہوتے کہ جو خطاب انہوں نے دیا ہے اس کے مفہوم کے موافق وہ شخص اپنے تئیں ہمیشہ رکھے جس کو ایسا خطاب دیا گیا ہے۔ مثلاً کسی بادشاہ نے کسی کو شیر بہادر کا خطاب دیا تو وہ بادشاہ اس بات کا متکفل نہیں ہوسکتا کہ ایسا شخص ہمیشہ اپنی بہادری دکھاتا رہے گا۔ بلکہ ممکن ہے کہ ضعف قلب کی وجہ سے ایک چوہے کی تیز رفتاری سے بھی کانپ اٹھتا ہو، چہ جائے کہ کسی میدان میں وہ شیر کی طرح بہادری دکھائے۔ لیکن وہ شخص جس کو خدا تعالی سے شیر بہادر کا خطاب ملے اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ درحقیقت بہادر ہی ہو کیونکہ خدا تعالی انسان نہیں ہے کہ جھوٹ بولے یا دھوکہ دے یا کسی پولیٹکل مصلحت سے ایسا خطاب دیدے جس کی نسبت وہ اپنے دل

میں جانتا ہے کہ دراصل وہ شخص اس خطاب کے لائق نہیں ہے۔ اس لئے یہ بات محقق امر ہے کہ فخر کے لائق وہی خطاب ہے جو خدا تعالی کی طرف سے ملتا ہے۔ دیکھو (ضمیمہ تریاق القلوب طبع ثانی۔ص ۴۰۲۔۴۰۳؛) حضرت مسیح موعود حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۹ و ۱۵۰ پر لکھتے ہیں کہ: اسی طرح اوائل میں (یعنی بوقت تحریر تریاق القلوب، ص ۵۷۔۵۸ طبع اول) یہی عقیدہ تھا کہ مجھ کو مسیح ابن مریم سے کیا نسبت ہے (کیونکہ) وہ نبی ہے اور خدا کے بزرگ مقربین سے ہے۔ اور کوئی امر میری فضیلت کی نسبت ظاہر ہوتا تو میں اس کو جزوی فضیلت قرار دیتا۔ مگر بعد میں جو خدا تعالی کی وحی بارش کی طرح میرے پر نازل ہوئی اس نے مجھے اس عقیدہ پر قائم نہ رہنے دیا اور صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا، مگر اس طور سے کہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی۔ (الفضل قادیان ۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء ص ۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں الفضل کا یہ اصول بالکل صحیح ہے۔ نبی اپنے منصب سے کبھی لغزش نہیں کھاتے اور جو لغزش کھا جائے وہ نبی نہیں۔ کسی نبی کی بڑی لغزش یہ ہے کہ خدائی پیغام پہنچانے میں غیر خدا سے ڈرے۔ مندرجہ ذیل ارشاد خداوندی اسی اصول کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ کو فرمایا تھا:

یا موسی لا تخف انّی لا یخاف لدیّ المرسلون۔(النمل:۱۰)

(اے موسی خدا کے رسول میرے نزدیک پہنچ کر ڈرا نہیں کرتے)،

ہم مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی کے حالات دیکھتے ہیں تو ان کو اس اصول سے گرا ہوا پاتے ہیں۔ ڈپٹی کمشنر گورداسپور پنجاب انہیں حکم دیتا ہے کہ کسی کی موت کی پیش گوئی نہ کیا کریں۔ اس کے جواب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ عذر نہیں کرتے کہ میں پیش گوئی اپنی طرف سے نہیں کیا کرتا بلکہ خدا کے حکم سے کرتا ہوں، کیونکہ خدا کے بتائے بغیر پیش گوئی کرنا کسی انسان کا کام نہیں (رسالہ شہادۃ القرآن از مرزا) بلکہ بغیر چون و چرا کے اس حکم کو قبول کر لیتے ہیں اور ساری عمر اس وعدہ کی پابندی کرتے رہے اور ہمیشہ لکھتے رہے کہ ہم حکومت کے ساتھ اپنے وعدہ کی پابندی میں پیش گوئی نہیں کر سکتے۔ (اعجاز احمدی)۔

قادیانی ممبرو! بتاؤ اس شیر بہادر نے بہادری کا خطاب پا کر کیا بہادری دکھلائی؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ نومبر ۱۹۴۳ء ۲۷ ذی قعد ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۴۸ ص ۴)

ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۴ء سے

جماعت احمدیہ کے لئے قابل غور ایک بات

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہر سال قادیانی جلسہ کے موقع پر ایک تبلیغی اشتہار قادیان اور لاہور میں تقسیم ہوا کرتا ہے۔ باوجود گرانی اور کم یابی کاغذ کے اس دفعہ بھی اشتہار بعنوان مرقومہ بالا شائع ہوا جو درج ذیل ہے:

احمدی ممبرو! میں نہایت ہمدردی کے ساتھ آپ کو ایک مرکزی نقطہ پر توجہ دلاتا ہوں جس کو مرزا صاحب نے اپنے دعوی کے لئے معیار قرار دیا ہوا ہے۔ اگر آپ سوچیں گے تو میری مخلصانہ درخواست کا شکریہ ادا کریں گے۔ اگر تعصب سے اس اشتہار کو پھینک دیں گے تو ہم دونوں خدا کے ہاں مناسب بدلہ پائیں گے کیونکہ مذہب کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ پس سنیئے! جناب مرزا صاحب قادیانی مسیح موعود اپنی مسیحیت کے ثبوت میں لکھتے ہیں کہ مکہ مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہو جانا مسیح موعود کی نشانی ہے۔ آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں: مدینہ اور مکہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے ووقت کا یہ نشان ہے (اعجاز احمدی۔ص۲)

پس مطلع صاف ہے آپ لوگ معلوم کرلیں حاجیوں سے پوچھ لیں کہ آج تک بھی مکہ اور مدینہ میں ریل جاری ہوئی ہے؟ جواب صاف ملے گا کہ نہیں۔ جب علامت نہیں پائی گئی تو مرزا صاحب مسیح موعود کیسے بن گئے۔ اگر بغیر اس علامت کے مسیح موعود بننا ہوتا تو آپ ایسا کیوں لکھتے۔ پس ذرہ سوچئے اور اپنا عقیدہ متعلق مسیح موعود ٹھیک کیجئے و رنہ یاد رکھئے کہ ایک دن آنے والا ہے جس دن سچ اور جھوٹ کا فیصلہ کیا جائے گا

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

المشتہر: خاکسار رضاء اللہ انچارج شعبہ اشاعت دفتر اہل حدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۴۳ء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جنوری ۱۹۴۴ء مطابق ۱۰ محرم ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱۔ نمبر ۱ ص ۵)

اصلی اور نقلی احمد ۔ ۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

نہ صرف ہم بلکہ ہمارے ناظرین بھی اس بات کے مقر ہیں کہ قادیانی نبی اور ان کی امت تصنیفی صنعت کاری میں بڑے ماہر ہیں۔ اہل منطق کے ہاں بعض قضایا مغالطات عامۃ الورود کے نام سے موسوم ہیں۔ ہماری تحقیق میں سارا قادیانی علم الکلام اسی قسم سے ہے۔مثال کے طور آج ہم اخبار الفضل قادیان کا مضمون پیش کرتے ہیں جو کسی مولوی اکمل صاحب قادیانی نے آیت خاتم النبیین کی تشریح کرنے کو قادیانی جلسہ میں پڑھا، جو الفضل میں چار قسطوں میں درج ہوا ہے۔ اس مضمون میں آنحضرت ﷺ کے خاتم النبین ہونے پر مفصل بحث کرتے ہوئے بزعم خود اجراء نبوت کا ثبوت دے کر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو احمد نبی ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔ہم نے اس مضمون کو غور سے پڑھا تو اس منطقی قضیہ سے مشابہ پایا جو کسی نے کبوتر کی دیکھ کر کہا تھا کہ : یہ کبوتر ہے (صغری)۔،اور ہر کبوتر اڑا کرتا ہے۔(کبری)۔ یہ کبوتر بھی اڑے گا۔(نتیجہ)۔،سب جانتے ہیں کہ یہ نتیجہ بالکل غلط ہے۔

مضمون نگار پہلے محمد کے لفظ پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے کہ : پس جب کسی ہستی کو محمد کہیں گے ، یعنی حد درجہ کی تعریف کیا گیا ،تو یہ اسی صورت میں درست ہوگا جب اس میں حد درجہ کی خوبیاں بھی پائیں جو اس کو حقیقی معنوں میں محمد کہلانے کا مستحق قرار دیں ۔ اور اس بات کا ثبوت کہ کس ہستی میں حد درجہ کی خوبیاں پائی جاتی ہیں بجز کسی احمد یعنی حد درجہ کی حمد کرنیوالے کے نہیں مل سکتا۔اور حد درجہ کی تعریف کسی ہستی کی کوئی اسی وقت کرسکتا ہے جب اسے اعلی درجہ کا فیض حاصل ہو۔(الفضل ۶ جنوری ۱۹۴۴ء ص ۱)

مولانا ثناء اللہؒ فرماتے ہیں: یہ کیسی مغالطہ آمیز عبارت ہے۔اس کا مطلب مختصر لفظوں

میں یہ ہے کہ محمد کسی احمد نبی کو چاہتا ہے، اور وہ مرزا قادیانی ہیں۔، کیا تیرہ سوسال تک جو تمام امت آنحضرت ﷺ کی تعریف کرتی چلی آئی ہے اس سے بھی محمد کا مفہوم مکمل نہیں ہوسکا، جب تک قادیان میں احمد نبی (جو دراصل غلام احمد ہے) پیدا نہ ہوا۔

کیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت بلکہ پیدائش سے پہلے آنحضرت، محمد نہ تھے؟ یقیناً تھے (غور سے پڑھئے محمد رسول اللہ والذین معہ ۔الآیہ) اس وقت ان کی حمد کرنے والا کون تھا۔ پس ثابت ہوا کہ مضمون نگار کا یہ استدلال مغالطات عامۃ الورود کی قسم سے ہے۔

دوسری طرح سے: مرزا غلام احمد کو احمد کہنا مرزا کی تکذیب کرنے کے مترادف ہے، کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی بعثت کا ثبوت سورہ والعصر سے دیا ہوا ہے۔ فرماتے ہیں: والعصر کے تیرہ سو اعداد ہیں اور میرے نام، مرزا غلام احمد قادیانی، کے اعداد بھی تیرہ سو ہیں۔(ازالہ اوہام)۔

اگر مرزا صاحب قادیانی کا نام صرف احمد ہوتا تو سورہ و العصر سے استدلال نہ کرتے۔ پس یا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا استدلال غلط ہے، یا نامہ نگار (مولوی اکمل قادیانی) کا خیال غلط۔ ہم الگ ہوکر حدیث نبوی کے الفاظ تلاوت کرتے ہوئے کہتے ہیں: احد کما کاذب

اس کے بعد مولوی اکمل قادیانی نے خاتم کے لفظ پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ

> آنحضرت ﷺ کو خاتم النبیین اس لئے کہا گیا ہے کہ مہر کے سارے نقوش عکس میں آجاتے ہیں۔ جو شخص آنحضرت ﷺ کا پورا متبع ہو، اس کو آنحضرت ﷺ کے سارے اوصاف سے موصوف ہونا چاہیے جس میں نبوت بھی داخل ہے۔(الفضل قادیان ۶ جنوری ۱۹۴۴ء)

مطلب آپ کا یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی نبوت جو نبوت محمد یہ کا عکس ہے اتباع محمدی سے حاصل ہوئی ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ بھی کئی وجہ سے غلط ہے۔

اول۔ یہ کہ اتباع محمدی میں اگر نبوت ملنے کیلئے علت تامہ ہوتا، تو مرزا صاحب سے پہلے بہت سے کامل مسلمان نبی ہوجاتے۔ اگر کوئی نہیں ہوا تو آپ کے حسب تسلیم ہر صدی کا مجدد تو ضرور نبی ہوتا۔ خلفاء اربعہ بھی ضرور نبی ہوتے۔ آئمہ

اربعہ بھی ضرور نبی ہوتے۔ پھر علت سے معلول کا تخلف کیوں ہوا۔

دوم۔ اصل خاتم میں جو نقش ہے اس میں صاحب شریعت ہونا بھی داخل ہے۔تو کیا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی صاحب شریعت نبی تھے؟ ہرگز نہیں۔ بلکہ صاحب شریعت نبی کے آنے کا عقیدہ انکے ہاں کفر ہے۔غور سے پڑھو

من نیستم رسول و نیا وردہ ام کتاب۔ (ازالہ اوہام)

سوم ۔مولوی اکمل صاحب قادیانی کی تشریح مرزا صاحب قادیانی کی تصریح کے خلاف ہے۔ چنانچہ آپ فرماتے ہیں۔

آیت خاتم النبیین فسّرہ النبی الکریم لانبی بعدہ ۔(حمامۃ البشری)۔

یعنی اس آیت کی تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے فرما دی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں ہوگا

چہارم : شیشہ میں جو عکس آتا ہے وہ اپنے اصل کے برابر نہیں ہوتا۔ ہاں بٹیر بازوں میں یہ دستور ہے کہ بٹیرے کو لڑائی کی مشق کرانے کے لئے آئینہ کے سامنے کرتے ہیں ۔وہ اپنے عکس کو دوسرا بٹیر سمجھ کر منہ اور پاؤں مارنا سیکھ جاتا ہے۔، احمدی دوستو! لایعقل حیوانوں کی ریس نہ کرو بلکہ ذی عقل بنو۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ تمہارے جیسے شاعروں نے بھی اپنے معشوق کے عکس کو اصل کے برابر سمجھ کر یوں نصیحت کی ہے:

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جنوری ۱۹۴۴ء مطابق ۱۷ محرم ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱۔نمبر ۲ ص ۷)

(جن مولوی قاضی اکمل قادیانی کے جواب میں درج بالا مضمون لکھا جارہا ہے یہ وہی شخص ہے جس نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شان میں کہا تھا کہ:

محمد پھر اتر آئے ہیں قادیان میں ،اور پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں۔،

مسلمان تو ابتداء ہی سے اس شعر پر نفرت کا اظہار کررہے تھے، پھر مرزا محمود احمد نے بھی بوجوہ اپنے مرید قاضی اکمل کے اس شعر پرناپسندیدگی کا اظہار کیا۔ اور بعدازاں مولوی محمد علی لاہوری نے بھی اپنے خیالات کا اظہار کیا۔ اس پر قاضی اکمل اور لاہوری گروپ کے درمیان مخالفانہ تحریریں لکھی گئیں۔ذیل میں پیغام صلح لاہور سے دو تحریریں نقل کی جارہی ہیں۔

قاضی اکمل صاحب جواب دیں

خلیفہ صاحب کی تنبیہ پر کیوں خاموش رہے

جناب قاضی اکمل صاحب نے الفضل مورخہ ۲۲۔ اگست میں ایک مضمون لکھا ہے کہ حضرت امیر (مولوی محمد علی) نے قاضی صاحب کے شعر

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
مگر پہلے سے بڑھ کر ہیں اپنی شان میں

کو بگاڑ کر قادیانی خلافت کی تعلیم و تربیت کا نتیجہ قرار دیا ہے، حالانکہ یہ شعر اس نظم کا حصہ ہے جو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے حضور میں پڑھی گئی اور خوش خط لکھے ہوئے قطعے کی صورت میں پیش کی گئی اور حضور اسے اپنے ساتھ لے گئے۔ یہ نظم بدر میں بھی چھپی۔ اس وقت بدر کی پوزیشن وہی تھی بلکہ اس سے کچھ بڑھ کر جو اس عہد میں الفضل کی ہے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا شرف سماعت حاصل کرنے اور جزاکم اللہ تعالی کا صلہ پانے اور اس قطعے کو اندر خود لے جانے کے بعد کسی کو حق ہی نہیں پہنچتا تھا کہ اس پر اعتراض کر کے اپنی کمزوری وقلت ایمان کا ثبوت دیتا۔، اس کے علاوہ قاضی صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ اکابر جماعت لاہور اور حضرت امیر (مولوی محمد علی) کو اس نظم میں کوئی امر ناپسندیدہ ہوتا تو وہ انہیں اس وقت کہہ سکتے تھے یا مفتی محمد صادق ادیٹر بدر سے کہہ کر اس کی تردید یا کم از کم تشریح یا قاضی صاحب کو تنبیہ کرا سکتے تھے۔ ان واقعات کے پیش نظر حضرت امیر (مولوی محمد علی لاہوری) الزام لگانے میں حق بجانب نہیں اس لئے انہیں صفائی کے ساتھ اسے واپس لینا چاہیے۔ دراصل اس مضمون میں قاضی اکمل صاحب نے حضرت امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کو سامنے رکھ کر اپنے ہمدم دیرینہ خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کو کوسا ہے قاضی صاحب کو بعض نامساعد حالات کی وجہ سے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی شان میں قصائد کہہ کر بین السطور لکھنے کی مہارت ہوگئی ہے کیونکہ وہ قصائد دراصل قاضی صاحب کے شکووں اور خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی سردمہری کے آئینہ دار ہوتے ہیں۔، اگر یہ درست ہے کہ یہ نظم حضرت مسیح موعود (مرزا) کے حضور پیش ہوئی اور حضور نے اسے پسند فرمایا اور قاضی اکمل صاحب کو جزاکم اللہ تعالی کا صلہ دیا تو پھر خود قاضی صاحب کے پیش کردہ اصول کے مطابق خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) نے ۱۹۔ اگست ۳۴ کے الفضل میں انہیں تنبیہ کر کے اپنی کمزوری ایمان وقلت عرفان کا ثبوت دیا۔

زاغ و بوم آشفتہ تر گویند ایں فسانہ را۔ کا مصداق بنے۔ کیا خلیفہ (محمود احمد) صاحب اس حقیقت سے

واقف نہ تھے کہ یہ نظم حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے عہد میں لکھی گئی۔خلیفہ صاحب (مرزا محمود) اور قاضی اکمل صاحب کا ان دنوں چولی دامن کا ساتھ تھا۔اگر اس حقیقت کو جانتے ہوئے خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے انہیں تنبیہ کی تھی تو اس مضمون میں قاضی اکمل صاحب کا روئے سخن دراصل خلیفہ صاحب کی طرف ہے۔انہیں خلیفہ صاحب سے بھی ایسا ہی مطالبہ کرنا چاہیے جو انہوں نے حضرت امیر (مولوی محمد علی)سے کیا ہے۔ قاضی اکمل صاحب مکرم جواب دیں کہ آج سے دس سال قبل خلیفہ (مرزا محمود) صاحب کی تنبیہ پر وہ کیوں خاموش رہے اور انہوں نے اپنی خاموشی سے پبلک کو کیوں دھوکے میں رکھا؟ اگر خلیفہ صاحب اس زمانہ میں حدیث العہد تھے جس زمانہ میں یہ نظم لکھی گئی تھی تو اس زمانہ میں تو وہ حدیث العہد نہیں تھے جس زمانہ میں انہوں نے قاضی صاحب کو تنبیہ کر کے اس معمہ کو حل کیا۔اگر جواب میں قاضی اکمل صاحب فرمائیں کہ وہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے رعب، کمشن کے ڈر، اور کارخاص، کے خوف سے خاموش رہے تو اس کی ذمہ داری بہر حال ان پر عائد ہوتی ہے اور ہر ایک حدیث العہد یہ کہنے کا حق رکھتا ہے کہ ۱۹۳۴ء میں آپ نے خاموش رہ کر انتہائی اخلاقی کمزوری کا ثبوت دیا اور آج حضرت امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کا نام لے کر، یاروں، کا ماتم کیا ہے اور جلے دل کے پھپھولے پھوڑے ہیں۔

(پیغام صلح لاہور ۲۳۔اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۳ رمضان ۱۳۶۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۳۳ ص ۱)

قاضی اکمل صاحب کے شعر کا صحیح مفہوم

تحریر: شیخ عبدالرحمٰن مصری

قاضی اکمل صاحب کی ایک نظم ۲۵۔اکتوبر ۱۹۰۶ء کے اخبار بدر میں شائع ہوئی تھی اس نظم میں ایک شعر تھا:

محمد پھر اتر آئے ہیں ہم میں
اور آگے سے ہیں بڑھ کر اپنی شان میں

جناب میاں محمود احمد صاحب کے سامنے یہ شعر اس وقت آیا جب کہ آپ قاضی موصوف پر بعض خاص وجوہ کی بنا پر، جن کی تفصیل کی اس وقت ضرورت نہیں، سخت غضب ناک تھے اور اپنے انتظام کی چکی میں انہیں بری طرح پیس رہے تھے۔اور اپنی جماعت کی نظر میں انہیں کلیۃً گرا دینے کا پورا تہیہ کئے بیٹھے تھے۔ چنانچہ اس شعر کے سامنے آتے ہی انہوں نے اس کو بھی قاضی اکمل صاحب کے گرانے کا ایک ذریعہ بنا لیا۔ الفضل خود راوی ہے کہ اس شعر کی وجہ سے قاضی صاحب کو جناب میاں (محمود احمد) صاحب کی طرف سے تنبیہ کی گئی جس پر قاضی قہر درویش بر جان درویش کی مثل کو سامنے رکھتے ہوئے بالکل خاموش رہے چونکہ

خود جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے اس شعر کو قابل اعتراض قرار دیا اس لئے حضرت امیر (محمد علی لاہوری) نے بھی اسے قابل اعتراض لکھ دیا جناب میاں (محمود احمد) صاحب کے اپنے ایک مرید کے شعر کو قابل اعتراض ٹھہرا دینے کے بعد انہیں ضرورت نہ تھی کہ وہ اس امر کی تحقیق کرتے کہ یہ شعر کب کہا گیا اور کس مفہوم کو مدنظر رکھ کر کہا گیا ہے اس پر قاضی اکمل صاحب کو حضرت امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کو سامنے رکھ کر جناب میاں (محمود احمد) صاحب کے خلاف اپنے دل کے پھپھولے پھوڑنے کا موزوں موقعہ میسر آ گیا اور انہوں نے اس موقعہ سے فائدہ اٹھاتے ہوئے جناب میاں (محمود احمد) صاحب کو خوب سنائیں اور ثابت کر دیا کہ ان کا اس شعر پر اعتراض کرنا ایک کھلی دلیل ہے اس بات پر کہ انہیں سلسلہ کے لٹریچر اور اس کے علم کلام سے قطعاً کوئی واقفیت نہیں اور یہ کہ وہ حضرت اقدس مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے اصلی مقام کو بالکل سمجھے ہی نہیں۔

قاضی اکمل صاحب نے یہ بھی لکھا ہے کہ یہ نظم انہوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے حضور پڑھی حضور نے اس کو پسند فرمایا اور حضرت اقدس کے پسند فرمانے کے بعد کسی احمدی کا کیا حق ہے کہ اس شعر کو قابل اعتراض ٹھہرائے۔ گو اخبار بدر کا وہ پرچہ تو جس میں یہ نظم شائع ہوئی ہے قاضی اکمل صاحب کے اس بیان کے متعلق خاموش ہے لیکن میں قاضی صاحب کے اس بیان کو درست تسلیم نہ کرنے کی کوئی وجہ نہیں پاتا۔ اس تمام نظم میں ایک شعر بھی ایسا نہیں جو قابل اعتراض ٹھہرائے جانے کے قابل ہو یا اسلامی عقائد یا سلسلہ عالیہ احمدیہ کے عقاید کے منافی ہو....(پیغام صلح لاہور ۳۰ نومبر ۱۹۴۴ء ص ۷)

اصلی اور نقلی احمد ۔ ۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین پچھلے پرچہ میں اس سلسلے کا نمبر اول ملاحظہ کر چکے ہیں۔ آج اس کا دوسرا نمبر درج کیا جاتا ہے۔

الفضل کے مضمون نگار نے آنحضرت ﷺ کی بڑی تعریف کی ہے جس سے اس کا مقصود یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کو ظلی نبی بنا کر اوصاف مذکورہ سے موصوف ثابت کیا جائے۔

اگر وہ اس دعوی میں کامیاب ہو جاتا تو ہم خوشی سے دستخط کر دیتے مگر افسوس ہے کہ کامیاب نہیں، بلکہ بری طرح فیل ہوا۔ نامہ نگار (مولوی اکمل قادیانی) لکھتا ہے کہ:

کسی نبی کا صاحب کمالات عظمی ہونا بجز اس کے کسی طرح ثابت نہیں ہوسکتا کہ وہ اپنی امت میں ان کمالات کو منتقل کرنے والا ہو...اگر کوئی نبی اپنی فیض رسانی سے کسی کو اپنے رنگ میں رنگین نہیں کرسکتا تو پھر کس کو معلوم ہو کہ وہ خود بھی صاحب کمالات عظمی ہے۔ (الفضل قادیان ۵ جنوری ۱۹۴۴ء)

نقض اجمالی: بتایئے حضرت موسیٰ نے اپنے جیسا باکمال نبی کس کو بنایا تھا؟ کسی کا نام لیجئے۔ اور نام لیتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیفات کا مطالعہ کر لیجئے گا۔ کہیں ان میں آپ کی تردید نہ مل جائے۔

اس کے علاوہ آپ کا مقصود یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مجموعہ کمالات مع کمال نبوت امت کی طرف منتقل کئے۔

اگر یہ ٹھیک ہے تو کیا مرزا صاحب سے پہلے کوئی ایسا مدعی صاحب کمالات بتا سکتے ہو؟ ہاتوا برہانکم۔ ہرگز نہیں بتاسکو گے تو ہم کہنے کا حق رکھتے ہیں کہ یہ تعریف نہیں دراصل آنحضرت ﷺ کی تنقیص ہے۔ ہاں آپ نے یہ خوب کہا کہ:

مرزا صاحب نے رسول خدا ﷺ کی تعریف بہت کی ہے باوجود تعریف کرنے کے آپ قائل ہیں کہ میں پوری تعریف نہیں کرسکا۔ (حوالہ مذکور)

ہم ناظرین کو بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آنحضرت ﷺ کی کیا تعریف کی ہے اور وہ کہاں تک صحیح ہے۔ توضیح مرام کے صفحہ ۱۱ پر آپ کا ایک جامع شعر یہ ہے

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ جو احمد تھے ترقی کرتے کرتے احد (اللہ) کے مصداق بن گئے۔

کیا یہی اسلام کا عقیدہ ہے؟ اگر آپ اس عقیدے کو صحیح مانیں گے تو عیسائیوں کے سامنے کھڑے نہیں رہ سکتے۔ قرآن مجید عیسائیوں کے اس عقیدہ پر اظہار نفرت کرتا ہوا فرماتا ہے: لقد کفر الذین قالوا ان اللہ ھو المسیح ابن مریم (کافر ہیں وہ لوگ

جو کہتے ہیں کہ اللہ ہی مسیح ابن مریم ہے)(المائدۃ:۷۲)اس شعر کے ماتحت آپ کو یہ کہنا چاہیے

نشهد ان محمداً هو الله احد

غالباً مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے آپ ہی لوگوں کے حق میں کہا ہے

نبی کو جو چاہیں خدا کر دکھائیں

ناظرین کرام! کیا کسی نبی یا صدیق یا ولی کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ میں آپ کو یہ دعویٰ ملتا ہے کہ انا الله الاحد۔ ہرگز نہیں۔ ہاں اس کے خلاف صاف لفظوں میں یوں ملتا ہے: انما انابشر مثلکم

نامہ نگار کے کلام کا نتیجہ یہ پیدا ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ باوجود جامع کمالات ہونے کے منصب تعلیم میں فیل رہے، کیونکہ آپ کی امت میں تیرہ صدی کے خاتمہ تک کوئی بھی باکمال نبی پیدا نہ ہوا۔ مرزا صاحب بھی اس نفی کے قائل ہیں۔ اس کی مثال آج کل کی اصطلاح میں یہ ہے کہ علی گڑھ کالج جو بہت بڑا کالج ہے جب سے بنا، اسنے ایک بھی باکمال بی اے یا ایم اے پیدا نہیں کیا۔ تو اس حالت میں کیا اس کالج کو کامیاب سمجھا جائے گا؟ ہرگز نہیں

احمدی دوستو! ایسی تعریف کرنے پر تمہارے حق میں یہ کہنا بجا ہے

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جنوری ۱۹۴۴ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳ ص ۴)

اصلی اور نقلی احمد۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین گذشتہ پرچوں میں اس سلسلہ کے دو نمبر ملاحظہ کر چکے ہیں آج تیسرا نمبر درج ہے۔ اس نمبر میں قادیانیوں کے عقیدہ کے علاوہ ان کی علمی کھینچ تان کا علم بھی بخوبی حاصل ہو جائے گا۔ قرآن مجید میں جو ارشاد ہے

و وجدك عائلاً فاغنى (اللہ نے تجھ کو غریب پایا تو غنی کر دیا) (الضحى:۸)

قادیانی نامہ نگار (مولوی اکمل قادیانی) لفظ اغنی کی تفسیر کرتا ہوا لکھتا ہے کہ

آنحضرتﷺ کوخدا نے جملہ کمالات انبیاء سابقین کے ساتھ موصوف کیا۔ پھراس پر یہ ازخود اضافہ کرتا ہے کہ تجھ کو ایسا غنی کیا کہ تو اپنے کامل متبعین کوان اوصاف کے ساتھ موصوف کر کے نبی بنا سکتا ہے چنانچہ مرزا صاحب قادیانی، آنحضرتﷺ کے اتباع سے نبی بن گئے۔ انہی معنی میں یہ قادیانی شعر آنحضرتﷺ کے حق میں کہا گیا ہے

جو آئے ابتداء میں رونق غار حرا ہو کر
گئے آخر نبی گر اور ختم الانبیاء ہوکر

نامہ نگار کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

پس اے سننے والوسنو! اوراے سوچنے والو! سوچو کہ اللہ تعالی نے اپنے پیارے محبوب کوتمام نبیوں کے کمالات اوران تمام کمالات سے بھی بڑھ کر کمالات دیکرآپ کا نام غنی رکھا۔ اور پھر ساری دنیا کو سنا کر کیسے شاندار انداز سے دنیا کو بتادیا سارے انعامات سابقہ آنحضرتﷺ کی بدولت حاصل ہو سکتے ہیں جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اب نہ صرف ایک نبی کے انعامات حاصل ہو سکتے ہیں بلکہ جس جس نبی کے کمالات آنحضرتﷺ میں جمع ہیں وہ سب مل سکتے ہیں۔ اوراس طرح صرف موسی وعیسی کی امتوں کے انعام حاصل کر کے صرف شہید اور صدیق کے مقام تک ہی نہیں ٹھہر سکتے بلکہ آنحضرتﷺ کے طفیل اورآپ کی تاثیر قدسی سے موسی بھی بن سکتے ہیں اورعیسی بھی اورابراہیم بھی اور داؤد بھی، کرشن بھی، اوررام چندر بھی، یحی بھی زکریا بھی۔ یہی وہ رمز ہے جس کا انکشاف آنحضرتﷺ کے بعد آج تک صرف ایک انسان پر ہوا یعنی حضرت مسیح (مرزا قادیانی) پر جس نے کہا:

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بیشمار

اور جب یہ سارے انعامات اس سائل کوآنحضرتﷺ کی بدولت مل چکے اورآپ نے ان سے دنیا کو بہرہ ورکرنا شروع کیا تو ساتھ ہی اس راز حقیقی سے سب کو واقف اورخبر دارکرتے ہوئے فرمایا:

ایں چشمہء رواں کہ بخلق خدا دہم
یک قطرہء ز بحر کمالِ محمد است

(الفضل قادیان ۷ جنوری ۱۹۴۴ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اللہ رے جرأت! پہلے تو یہی غلط ہے کہ آنحضرت ﷺ کا نام غنی بتایا ہے جو قرآن مجید کے صریح خلاف ہے۔غور سے پڑھو

یا ایھاالنّاس انتم الفقراء الی اللّٰہ و اللہ ھوالغنی الحمید

(فاطر:۱۵) بنی آدم سب خدا کے محتاج ہیں خدا کی ذات ہی غنی اور حمید ہے

کسی آیت یا حدیث میں نہیں ملتا کہ آنحضرت ﷺ کا نام غنی ہے۔

اغنی سے مراد یہ ہے کہ وہ غریبی جو حضرت خدیجہؓ کے ساتھ نکاح سے پہلے تھی اسے خدا تعالیٰ نے دور کر دیا۔

قادیانی اور لاہوری ممبرو! ہوشیار ہو کر سنو ہم کچھ پوچھنا چاہتے ہیں۔ بتاؤ انبیاء سابقین میں حضرت موسیٰ جیسے صاحب شریعت اور داؤدؑ اور سلیمانؑ جیسے صاحب سیاست بھی گذرے ہیں۔ان سب کے اوصاف مجموعی حالت میں آنحضرت ﷺ میں جمع ہوئے اور بقول تمہارے آنحضرت ﷺ کے اتباع سے متبعین کو پہنچے۔ سب سے آخر اس زمانہ میں ان اوصاف سے موصوف مرزا صاحب قادیانی ہوئے۔

اول: اب بتاؤ کہ مرزا غلام احمد میں صاحب شریعت اور صاحب سیاست ہونے کا وصف تھا؟ اگر نہیں تھا، تو آپ کا یہ دعویٰ کبھی آدم کبھی موسیٰ وغیرہ کیسے صحیح ہوسکتا ہے۔

دوم، مرزا غلام احمد صاحب کہتے ہیں کہ میں چودھویں صدی کے شروع میں مبعوث ہوا ہوں (تریاق القلوب)۔آپ سے پہلے تیرہ سو سال کی اسلامی تاریخ میں کتنے انبیاء جامع کمالات پیدا ہوئے ہیں۔ان کا شمار مع اسماء بتائیے۔

لاہوری ممبرو! بقول خود اس اشاعت دجل (جماعت احمدیہ لاہوریہ کا عقیدہ ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ ہر ایک مدعی نبوت دجال ہے۔اسی کی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے۔اڈیٹر اہل حدیث) کب تک خاموش رہو گے۔

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء مطابق یکم صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

و اذا العشار عطلت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس آیت زیب عنوان کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز اونٹ جیسا جانور جو عرب میں بہت محبوب ہے، چھوڑ دیا جائے گا۔ اس آیت کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے حق میں لیا ہے بایں تفسیر کہ اونٹ چھوڑے جائیں گے ان پر کوئی سواری نہیں کرے گا کیونکہ ریل جاری ہو جائے گی اس وقت مسیح موعود آجائے گا۔

سلطان عبد الحمید خان مرحوم نے عرب میں ریل جاری کرنے کا اعلان کیا ہے۔ دمشق سے لے کر مدینہ شریف تک سڑک بھی بن گئی اور گاڑی کی آمد و رفت بھی شروع ہوگئی۔ زائرین مدینہ نے دیکھا ہو کہ ریل کا انجن وہاں کھڑا ہے۔

ناظرین! مرزا صاحب قادیانی بڑے زمانہ شناس تھے انہوں نے سمجھ لیا کہ چونکہ سلطان عبد الحمید خان جیسا قاہر بادشاہ اپنے ارادہ کو عملی صورت دیئے بغیر نہیں چھوڑے گا، اسلئے یہ تصور کرلیا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہوچکی ہے، اس تصور کو تصدیق کا جامہ پہنانے کے لئے لکھ دیا کہ مکہ مدینہ میں ریل کا جاری ہونا مسیح موعود کی آمد کی نشانی ہے پس میں مسیح موعود ہوں۔ (اعجاز احمدی۔ص ۲)

قادیان کے جلسہ سالانہ کے موقع پر دفتر اہل حدیث سے اشتہار نکلا کرتا ہے اس دفعہ جو اشتہار نکلا تھا، وہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷ جنوری ۱۹۴۴ء میں درج ہو چکا ہے جس کے ضروری الفاظ یہ ہیں کہ:

> حاجیوں سے پوچھ لو کہ ابھی تک مکہ مدینہ میں ریل جاری نہیں ہوئی جسکا نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مرزا صاحب مسیح موعود نہیں۔

اس کے جواب میں اخبار الفضل قادیان میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں حسب عادات اہل قادیان مدیر اہل حدیث امرتسر کو پہلے تو خوب کوسا ہے۔ پھر جواب دیا تو اپنے ہی حق میں مضر دیا۔ مضمون نگار کے الفاظ یہ ہیں:

افسوس مولوی ثناء اللہ صاحب کے اخبار نے نہ صرف واقعات پر پردہ ڈالنا چاہا ہے

بلکہ دیانت سے بھی کام نہیں لیا یعنی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی اس بارہ میں مکمل عبارت عمداً نقل نہیں کی۔ چنانچہ اعجاز احمدی کی پیش کردہ عبارت یوں شروع ہوتی ہے۔ آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی، مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیشگوئی آیت کریمہ اذا العشار عطلت پوری ہوئی اور پیش گوئی حدیث ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری پوری چمک دکھلا دی۔

یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے (اعجاز احمدی ص۲) (الفضل قادیان ۲۲ جنوری ۱۹۴۴ء ص۴)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ عبارت جو قادیانی مجیب صاحب نے نقل کی ہے اپنا مطلب بتانے میں صاف ہے کہ مرزا غلام احمد نے عرب وعجم کے اڈیٹروں کے نام سے جو قول نقل کیا ہے وہ قرآن وحدیث کی صحیح تشریح سمجھ کر اپنی تائید میں لکھا ہے۔ مگر چونکہ واقعہ ایسا نہیں ہوا کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل جاری ہو گئی ہو، اس لحاظ سے اڈیٹروں کا یہ قول جسے مرزا صاحب قادیانی نے صحیح تسلیم کیا ہے مرزا صاحب کی تردید میں ہوا یا تائید میں؟

بس یہی ایک بات سوچنے کی ہے۔ اس کی صحیح مثال یہ ہے کہ ایک مدعی اپنی شہادت میں کسی شخص کو معتبر اور ثقہ جان کر پیش کرتا ہے۔ مگر اس کی شہادت مدعی کے خلاف ہوتی ہے۔ تو بتایئے اس سے مدعی کے دعوی کی تائید ہوگی یا تردید؟ یقیناً تردید ہوگی۔

اس کے آگے مجیب نے جو لکھا ہے وہ لطیف تر ہے۔ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے اس بیان میں قرآن کریم اور حدیث شریف کو پیش کر کے بتایا گیا ہے کہ مسیح موعود کا ایک نشان اونٹ بیکار ہونا ہے، خواہ وہ موٹر کار کے جاری ہونے سے ہو، یا ریل کے، اور خواہ ہوائی جہاز کے باعث ہو.... اسی نشان کا ذکر کرتے ہوئے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے فرمایا کہ ملک کے اخبارات نے پکار پکار کر کہہ دیا ہے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان ریل کا جاری ہونا بھی قرآن کریم

اور رسول اللہ ﷺ کے نشانات کے مطابق ہے اس نشان کا مدعا مسیح موعود کے زمانہ میں نئی سواریوں کے نکل آنے اور اونٹوں کی سواری کے بیکار ہو جانے سے ہے اور چونکہ حضرت مسیح موعود مرزا کے زمانہ میں ہی اخبارات میں مدینہ اور مکہ وغیرہ کو ریل جاری ہونے کی خبریں شائع ہوئیں اس لئے حضور نے وہاں ریل کا ذکر اخبارات کے حوالہ سے (نہ کہ اپنی طرف سے) فرمایا مگر کیا یہ امر واقع نہیں کہ وہاں اب بھی اونٹ کی سواری بیکار ہے کیونکہ یہی اصل چیز ہے جسے حضور نے قرآن و حدیث کی رو سے اپنی صداقت کیلئے بطور نشان پیش فرمایا چنانچہ ان حجاج مکہ سے بجائے اونٹ کے ریل، موٹر اور جہازوں سے کام لیتے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۲ جنوری ۱۹۴۴ء ص ۴)

بہت اچھا صاحب! سارے کلام کا مطلب یہ ہوا کہ قرآن و حدیث کی پیش گوئی کا اصل مطلب یہ ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ ان پر کوئی سواری نہیں کرے گا۔

آیئے اب ہم آپ کو روشن کمرے میں لائیں۔ مرزا غلام احمد صاحب کا انتقال مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ میں (ثناء اللہ امرتسری) سفر حج کو ۱۹۲۶ء میں گیا۔ میں نے اور میرے ساتھیوں نے، بلکہ کل حجاج نے اونٹوں پر سفر کیا۔ حالانکہ مسیح موعود ہونے کا مدعی پیدا ہو کر فوت بھی ہو چکا تھا مگر اونٹ اب تک چل رہے ہیں۔

راجپوتانہ میں چلتے ہیں۔ اروا ڑ میں چلتے ہیں۔ مصر میں چلتے ہیں۔ سوڈان میں چلتے ہیں۔ مراکش میں چلتے ہیں۔ یہاں تک کہ گورنمنٹ کی فوج میں اونٹ سوار رسالہ (کیمل کور) بھی ریگستانی ملکوں میں اونٹوں پر سفر کرتا ہے۔

قرآن و حدیث کا جو اصل مضمون آپ نے بتایا ہے وہ صحیح ہے لیکن اس کو خاص عرب یا حجاج سے خصوصیت نہیں بلکہ ساری دنیا سے تعلق ہے۔ حالت یہ ہے کہ جو اونٹ پہلے پچاس روپے میں ملتا تھا آج وہ تین چار سو روپے میں بمشکل ملتا ہے

فلا یسعی علیھا (ان پر کوئی نہیں چڑھتا) مختصر یہ ہے کہ آیت موصوفہ کی قادیانی تفسیر غلط ہے اس کے علاوہ یہ آیت مرزا صاحب قادیانی پر چسپاں بھی نہیں ہے حالانکہ بقول مرزا غلام احمد صاحب ان کی یہ علامت تھی۔ علامت نہ ہونے سے ذی علامت بھی معدوم سمجھا جاتا ہے جیسا کسی شاعر نے کہا ہے:

میرے معشوق کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۸ صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۵ ص ۴۔۵)

کاٹھیاواڑ کے دوست خبردار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی گزٹ میں خبر شائع ہوئی کہ قادیانی مبلغین کا وفد کاٹھیاواڑ میں بھیجا گیا ہے۔ ان لوگوں کے کام بڑی حکمت عملی سے ہوتے ہیں، جس سے ناواقف دھوکا کھا جاتے ہیں۔

سب سے پہلے یہ لوگ اسلام کی تعریف اور تحسین کرتے ہیں۔ پھر اس کی تبلیغ کی ضرورت بتاتے ہیں۔ پھر یہ بتاتے ہیں کہ اسلام کی تبلیغ کرنے والی قادیانی جماعت ہی ہے اور کوئی نہیں۔ پھر اس کا نتیجہ ذہن نشین کرتے ہیں کہ یہ سب برکت حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی ہے جو اس زمانہ کے نبی تھے۔

ہمارے کاٹھیاواڑی دوستوں کو چاہیے کہ ان کے ساتھ حکمت اور دانائی سے پیش آئیں۔ یعنی یہ کہیں کہ اسلام اپنی ذات میں بے شک مستحق تعریف و تحسین ہے مگر قادیانی مسیح کا دعویٰ غلط ہے۔ اس کے ثبوت میں لمبی چوڑی تقریر یا تحریر کی ضرورت نہیں مرزا صاحب کا وہ اشتہار ہی کافی ہے جسکا عنوان یہ ہے: مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ۔، دفتر اہل حدیث سے منگوا کر حسب ضرورت چھپوا کر وہاں بکثرت شائع کر دیں اسکے علاوہ بھی دفتر اہل حدیث کی تصنیفات جو قادیانی مذہب کے متعلق شائع شدہ ہیں منگوا کر تقسیم کریں انشاء اللہ مخالف کا اثر نہ ہوگا۔ مزید ضرورت ہو تو خط و کتابت کے ذریعہ بھی دریافت کر سکتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۸ صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۵ ص ۶)

مصلح موعود آیا اور چلا گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مصلح موعود کے متعلق لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں اختلاف چلا آ رہا ہے جو ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کے بعد جنگ کی صورت اختیار کر گیا ہے۔

پیغام صلح لاہور نے قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی تردید میں ۲ فروری ۱۹۴۴ء کے پرچہ میں ایک مضمون شائع کیا ہے۔

ہمارے اور ان کے اختلاف کی مثال یہ ہے کہ دو بھائی آپس میں جھگڑ رہے ہیں۔ ایک کہتا ہے کہ ہمارے والد نے اس متروکہ مکان کے متعلق میرے حق میں وصیت کی ہوئی ہے۔ دوسرا کہتا ہے نہیں والد مرحوم نے اس مکان کی وصیت اولاد میں سے کسی کے حق میں نہیں کی بلکہ فلاں مسجد کے حق میں تھی۔ تیسرا اجنبی شخص کہتا ہے کہ تم دونوں کا دعوی غلط ہے، بلکہ تمہارے والد نے یہ مکان خود بیچ کر اپنے قبضہ سے نکال دیا تھا۔ نہ تمہارا ہے اور نہ تمہارے باپ کا۔

ناظرین اس مثال کو ذہن میں رکھ کر ہمارا مندرجہ ذیل مضمون پڑھیں۔

قادیانی جماعت اپنے فن میں ایسی ماہر اور کامل ہے کہ اس کی نظیر دنیا میں نہیں ملتی۔ پھر کمال یہ ہے کہ اپنے اس کمال کو مذہبی شکل میں پیش کرتی ہے، حالانکہ مذہب ایسے کمال کا نام دجل اور فریب رکھتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کی تحریرات میں ایک پیش گوئی یہ بھی تھی کہ میری اولاد میں ایک مصلح موعود ہوگا، جو کل دنیا کی اصلاح کرے گا۔ ایسا ہوگا، ویسا ہوگا۔ کان اللہ نزل من السماء (گویا خود خدا آسمان سے اتر آئے گا)۔

اس مصلح موعود کے متعلق عرصہ دراز سے قادیانیوں کی تحریریں نکلتی رہی ہیں جن میں میاں محمود احمد خلیفہ قادیان کو مصلح موعود بتایا جاتا رہا ہے۔ وہ خود بھی اپنی خاموشی سے اس لقب کو پسند کرتے رہے۔ آخر ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں آپ نے

کھلے لفظوں میں کہا کہ مصلح موعود میں ہی ہوں۔
اس پر چاروں طرف سے مبارک مبارک کی آوازیں آنے لگیں، جلسے ہوئے، جشن ہوئے۔ ہمیں تو اس سے کوئی نقصان نہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) مصلح موعود بنے یا مسیح موعود بنے، کیونکہ ہم نے بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کو دیکھا ہوا ہے۔ جیسے وہ تھے، ویسے ہی ان کے جانشین ہوں گے۔ لیکن بغرض تحقیق حق اس امر کی تنقید کرنے کو آج ہم یہ نوٹ لکھتے ہیں۔

اخبار الفضل مورخہ ۳۰ جنوری ۱۹۴۴ء میں خلیفہ قادیان کو ۲۲ مارچ ۱۸۸۶ء والے اشتہار کا مصداق بتایا گیا ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اشتہار مذکور میں جس مصلح موعود لڑکے کی پیدائش کا الہام شائع کیا تھا وہ لڑکا ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء کو پیدا ہوا جس پر اظہار خوشی کرتے ہوئے بعنوان خوش خبری مرزا صاحب قادیانی نے ایک اشتہار شائع کیا جس میں آپ نے صاف لفظوں میں لکھا:

اے ناظرین میں آپ کو بشارت دیتا ہوں کہ وہ لڑکا جس کے تولد کے لئے میں نے اشتہار ۸ ا۔اپریل ۱۸۸۶ء میں پیش گوئی کی تھی اور خدا تعالی سے اطلاع پا کر اپنے کھلے کھلے بیان میں لکھا تھا ...آج ۱۶ ذی قعد ۱۳۰۴ھ مطابق ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء بارہ بجے رات کے بعد ڈیڑھ بجے کے قریب وہ مولود مسعود پیدا ہو گیا فالحمدلله علی ذلك (قادیانی اشتہار ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء)

یہی لڑکا حسب الہام اور حسب تصریح مرزا صاحب مصلح موعود تھا جو سولہ مہینے زندہ رہ کر مرزا غلام احمد صاحب کو داغ مفارقت دے گیا اس کے مرنے پر جب شور و غوغا اٹھا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مخالفوں کو چپ کرانے کیلئے ایک اشتہار دیا جس کے ضروری فقرے درج ذیل ہیں:

واضح ہو کہ اس عاجز کے لڑکے بشیر احمد کی وفات سے جو ۷۔ اگست ۱۸۸۷ء روز یک شنبہ پیدا ہوا تھا، اور ۴ نومبر ۱۸۸۸ء کو اسی روز یک شنبہ ہی میں اپنی عمر کے سولہویں مہینے میں بوقت نماز صبح اپنے معبود حقیقی کی طرف واپس چلا گیا۔ عجیب طور کا شور و غوغا عام لوگوں میں اٹھا اور رنگارنگ کی باتیں خویشوں وغیرہ نے کیں اور طرح طرح کی نافہمی اور کج دلی کی رائیں ظاہر کیں۔ (قادیانی اشتہار یکم دسمبر ۱۸۸۸ء)

ناظرین! ان حوالجات کی روشنی میں غور فرمائیں کہ مصلح موعود لڑکا پیدا ہوکر فوت بھی ہوگیا، اس پر بھی قادیانی جماعت خلیفہ محمود احمد کو مصلح موعود ہونے کا دعوی کرنے پر مبارک بادیاں دے رہی ہے، تو ہم ان مبارک بادیوں کو کیوں نہ نامبارکبادیاں کہیں

مجھے تو ہے منظور مجنوں کو لیلی ۔نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

دیکھئے! پیغام صلح اس پر کیا بولتا ہے۔ خلیفہ قادیان کو مصلح موعود کہنا لاہوری جماعت کے بھی خلاف منشاء ہے، اور ہماری تحقیق کے بھی خلاف ہے۔ ہم نے تو اپنا فرض ادا کر دیا دیکھیں پیغام صلح کیا کرتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۶ ص ۴۔۵)

لاہوری مصلح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اوپر کے مضمون میں ملاحظہ فرما چکے ہوں گے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مصلح موعود سولہ مہینے زندگی پا کر فوت ہوگیا۔ بایں ہمہ ان کے مریدوں میں اس عہدہ کے تین مدعی ہیں: اول، خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد)۔ دوم۔ مولوی عبداللہ تیماپوری (حیدرآباد دکن)۔ سوم۔ شیخ غلام محمد لاہوری۔ موخر الذکر نے ان دنوں ہمارے پاس دو خط برائے اشاعت بھیجے ہیں ان میں سے ایک کا مختصر مضمون یہ ہے:

خلیفہ قادیان اور مولوی محمد علی امیر جماعت لاہور اپریل سنہ رواں تک توبہ کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کرلیں ورنہ....،

۲۸ جنوری سنہ رواں کو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے جب مصلح موعود ہونے کا دعوی کیا، تو لاہوری مصلح موعود نے خلیفہ قادیان کو ایک تادیبی خط لکھا۔ جس کی نقل دفتر اہل حدیث امرتسر میں بغرض اشاعت بھیج دی، جسکا ضروری حصہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مکرمی خلیفہ صاحب قادیان۔ السلام علی من اتبع الھدی

چونکہ آپ نے مصلح موعود کا سراسر جھوٹا دعوی ۲۸ جنوری کے جمعہ میں کر دیا ہے، جسے ۳۰

جنوری کے الفضل میں چھاپا گیا ہے ،اس لئے روح القدس نے چاہا ہے کہ آپ کا اور میرا آخری اور قطعی فیصلہ ہو جائے۔ لہذا میں ایک دعا ہمراہ ارسال کرر ہا ہوں آپ اس کو پڑھ کر الفضل و العرفان ہر دو میں جلد سے جلد نمایاں چھپوانے کا انتظام کر دیں۔
آپ کے حکم سے ہی آپ کے ادا رے چھاپیں گے۔ میں ایک کاپی مولوی ثناء اللہ صاحب کو امرتسر بھیج رہاہوں اور جگہ بھی ارسال کرر ہاہوں۔ آپ بھی اپنی صداقت کا ثبوت مرد میدان بن کر ایسی ہی دعائے مباہلہ یا یک طرفہ دعا سے دیں اور بلعم باعورانہ مکاریوں سے باز آئیں۔ غلام محمد لاہور یکم مارچ ۱۹۴۴ء

بارگاہ رب العزت میں آسمانی فیصلہ کی دعا

یہ احقر شیخ غلام محمد لاہوری مصلح موعود اللہ تعالی کی ہزاروں ہزار بار قسم کھا کر نہایت کامل یقین و صدق اوراخلاص سے یہ اعلان کرتا ہے کہ سلسلہ احمدیہ کے اندر ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیشگوئی کا بہ حیثیت مصلح موعود کے میں ہی واحد مصداق ہوں۔ مجھے چونکہ اللہ تعالی کی طرف سے گذشتہ تیرہ سالوں سے روح القدس کی مخصوص تجلیات سے وحی خفی کے ذریعہ چودھویں سال میں ذوالحج کی تجلی میں میں کامل فرما دیا گیا ہے اس لئے ۱۹۴۴ء کے موسم بہار میں مجھے دوشنبہ مبارک مخصوص لیلۃ القدر بیعت رضوان صلح حدیبیہ کی مثل اوران کے بعد مدنی محمدی ماموریت سے قادیانی خلیفہ و لاہوری امیر پر کامل فتح کا حاصل ہونا اٹل امر ہے۔
میری فتح اور روحانی غلبہ کی راہ میں خلیفہ قادیانی و امیر لاہوری فرعون مصر و مکہ اور بلعم باعور سے بڑھ کر خطرناک روک چل رہے ہیں۔
اور اب یہی ڈپٹی عبداللہ آتھم و سلطان محمد اور لیکھرام کا کامل بروز ہیں مجھے اپنی مذہبی ماموری صداقت پر ایسا ہی کامل یقین ہے جیسا کہ اللہ تعالی کی کامل توحید و حضور نبی کریم ﷺ کی و قرآن کریم کی اور حضرت مسیح موعود کی کامل صداقت پر یقین حاصل ہے
اور مجھے یہ کامل یقین ہے کہ میرے دشمن اس بات میں سراسر جھوٹے اور مفتری اور ظالم ہیں کہ میں پاگل یا شریر یا مفتری وغیرہ ہوں بلکہ جس طرح مجھے اپنی ماموانہ صداقت پر کامل یقین ہے ویسے ہی مجھے اپنے مقابل خلیفہ قادیانی کے دعوی مصلح موعود، مثیل خلیفہ ثانی، فضل عمر کے افتراء و دجل اور کذب ہونے کا کامل یقین حاصل ہے۔

ایسا ہی اپنے ماسوا ہر مدعی ماموریت مثلاً مولوی عبد اللہ تیما پوری و محمد صدیق حسن حیدر آبادی کے متعلق مجھے کامل یقین ہے کہ وہ سب بلعم باعور اور مسیلمہ کذاب کی مثل ہیں اور یہی حیثیت خلیفہ قادیانی کی ہے۔

میں اپنے اس اعلان پر اللہ تعالیٰ کو بھی گواہ رکھتا ہوں اور اس کی جناب سے یہ آسمانی فیصلہ چاہتا ہوں کہ اگر اس کے علم اور فیصلہ میں، میں صادق اور محمدی مامور مصلح موعود نہیں ہوں، بلکہ میں وہی کچھ ہوں جو میرے مخالفوں نے میری نسبت مشہور کر رکھا یا سمجھ رکھا ہے، اور مصلح موعود میرے سوا کوئی اور ہے، تو

اے قادر قہار اور علیم و خبیر اور سمیع و احکم الحاکمین خدا تو بغیر اس کے کہ کوئی میرے مقابل اپنے صدق اور میرے کذب کی آزمائش میں دعائے مباہلہ کرے تو مجھ کو اپنے قہر کی تجلی سے ۳۱ مئی ۱۹۴۴ء سے قبل الوصیت والے مقررہ موسم بہار میں اس دنیا سے ہمیشہ کے لئے اٹھا لے تاکہ بندگان خدا میرے فتنہ سے محفوظ ہو جائیں اگر میں جہنم کے لائق ہوں تو وہی میرا ٹھکانہ ہو۔ غلام محمد۔ لاہور یکم فروری ۱۹۴۴ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس میں شک نہیں کہ ان تینوں صاحبوں کا دعوی مرزا غلام احمد صاحب کے الہامی دعوی پر متفرع ہے۔ اور ہم مرزا صاحب قادیانی کے الہامی دعووں (وعدوں) کو جیسا کچھ جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں اسکی بنا پر کہہ سکتے ہیں کہ وہ استاد غالب کے اس شعر کا مصداق ہیں

تیرے وعدے پر جئے ہم یہ تو جان جھوٹ جاناں
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۱۵ صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۶ ص ۵۔۶)

علمی اور روحانی قابلیت کا معیار۔۱

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرب کے لوگ بڑے جنگ جو اور بہادر تھے اس لئے ان کی عادت تھی کہ دشمن کی بہادری اور شجاعت کی تعریف کر کے اس پر اپنی فتح یابی کا اظہار کرتے۔ ان لوگوں کا

خیال تھا کہ کمزور دشمن پر فتح پانا کمال نہیں بلکہ کمال یہ ہے کہ زور اور دشمن پر فتح حاصل کی جائے۔مگر آج کل ہمارے زمانہ کے اہل قلم کا یہ دستور ہو رہا ہے کہ اپنے مخالف کی بات کا جواب دینے سے پہلے اس کو بے علم اور جاہل بتاتے ہیں پھر اتنے بڑے دعوی پر کوئی معتبر شہادت پیش نہیں کرتے بلکہ کسی مخالف کا قول پیش کر دینا کافی سمجھتے ہیں قادیانی اہل قلم میں یہ عام دستور ہے آج ہم اس کی ایک تازہ مثال پیش کرتے ہیں۔

اخبار الفضل مورخہ ۳ فروری ۱۹۴۴ء میں ایک مضمون نکلا ہے جسکی سرخی ہے،

مولوی ثناء اللہ صاحب کی علمی قابلیت

اس میں تمہیدی الفاظ قابل دید وشنید ہیں لکھا ہے:

احمدیت کے ناکام مخالف مولوی ثناء اللہ صاحب ہمیشہ اپنی علمی قابلیت کا ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں۔ (الفضل ۳ فروری ۱۹۴۴ء ص ۴)

راقم مذکور نے اس میں دو لفظ صریح غلط لکھے ہیں: اول احمدیت کے ناکام مخالف، یہ اسلئے غلط ہے کہ مرزا غلام احمد نے کتاب حقیقۃ الوحی میں مجھ کو اشد ترین مخالف کے لقب سے عزت بخشی ہے اور اشتہار آخری فیصلہ مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھتے ہیں کہ: جھوٹا آدمی اپنے اشد ترین مخالفوں کے سامنے ناکام مرجاتا ہے۔

ناظرین ان دونوں فقروں کو سامنے رکھیں۔ یعنی: میں (ثناء اللہ) قادیانی تحریک کا اشد ترین مخالف ہوں ،، مفتری شخص اپنے اشد ترین مخالف کے سامنے ناکام مرجاتا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب کو یہ دنیا چھوڑے ہوئے ۳۵ سال گذر چکے ہیں، اور دنیائے اسلام کو معلوم ہے کہ جس شخص کو مرزا صاحب قادیانی اپنا اشد ترین مخالف کہہ کر عزت بخشتے تھے وہ عرصہ دراز تک ان کے بعد زندہ رہا۔ (میں سنتا اور دیکھتا ہوں کہ آج ۱۴ فروری ۱۹۴۴ء تک بھی مرزا صاحب قادیانی کا اشد ترین مخالف (ثناء اللہ) زندہ ہے۔ رضاء اللہ)

پس ناظرین بتائیں کہ ان واقعات کے بعد ناکام کے معزز لقب کا مستحق کون ہے؟

مرزائی دوستو!

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

الفضل نے دوسری غلط بات یہ لکھی ہے کہ

مولوی ثناء اللہ ہمیشہ اپنی علمی قابلیت کا ڈھنڈورا پیٹا کرتے ہیں۔

میں نے کبھی علمی قابلیت کا ڈھنڈورہ نہیں پیٹا۔ ہاں یہ کہا کرتا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ کلمات مرزا قادیانی کے ماننے والے اور قادیانی علم کلام کے ماہر خواہ کتنے ہی ہوں، سارے مل کر بھی میرے سامنے اعلمیت کا دعویٰ نہیں کر سکتے اس کا ثبوت میں ہمیشہ دیتا رہا ہوں اور اب بھی دینے کو تیار رہوں۔

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں ۔تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

اس کے بعد قادیانی راقم مضمون نے جولکھا ہے وہ اس سے بھی عجیب تر ہے روپڑی اخوان کا قول مندرجہ اہل حدیث ۱۴ جنوری ۱۹۴۴ء نقل کیا ہے کہ

مولوی ثناء اللہ علم منطق میں یتیم ہیں اور عربیت میں اتنے کمزور ہیں کہ جماعت اہل حدیث کی بدنامی کا باعث ہیں۔

اس بیان کو قادیانی راقم نے بڑا معتبر اور وقیع سمجھ کر نتیجہ نکالا ہے کہ علماء اہل حدیث کے نزدیک مولوی ثناء اللہ کی علمی قابلیت یہ ہے۔

میں حیران ہوں کہ یہ حواریان مسیح قادیانی عدل وانصاف سے اتنے دور کیوں جا پڑے ہیں۔ پہلے تو میں ان حضرت سے منطقی سوال کرتا ہوں کہ آپ کے کلام کا موضوع (علماء اہل حدیث) کلیہ ہے یا مہملہ۔

اگر کلیہ ہے تو اس کا ثبوت ہر ایک عالم اہل حدیث کی شہادت سے ہونا چاہیے۔ اگر مہملہ ہے تو تلازم الجزیہ کی وجہ سے دلیل اور حجت نہیں ہوسکتا فافهم ولا تكن من القاصرين

اب اصل جواب سنیئے! اس میں کوئی شک نہیں کہ روپڑی اخوان میرے مذہبی اہل حدیث بھائی ہیں۔ مگر کیا آپ کو معلوم نہیں کہ حضرت یوسفؑ کے حق میں سگے بھائیوں نے کیا شہادت دی تھی۔ یاد نہ ہو تو سنیئے انہوں نے کہا تھا:

ان يسرق فقد سرق اخ له من قبل

بھائیوں کی شہادت سے صاف الفاظ میں چوری کرنے کا الزام ملتا ہے، تو کیا آپ بھی اخوان یوسف کی شہادت کو معتبر جان کر یہ کہیں گے کہ یوسفؑ کی دیانت اور امانت کا اندازہ انکے بھائیوں کی شہادت سے ہوتا ہے۔ قادیانی ممبرو!

چھوڑ ان بردہ فروشوں کو کہاں کے بھائی
بیچ ہی ڈالیں جو یوسف سا برادر پائیں

۱۴ جنوری کے اہل حدیث میں، میں نے ایک قرآنی جملے ماانزل الله علی بشر من شیء کی تعبیران لفظوں سے کی تھی

لا احد من الانسان بمنزّل علیه الکتاب

قادیانی راقم مضمون اس پرناک بھوں چڑھا کر لکھتا ہے کہ: اس فقرہ کی فصاحت کو دیکھ کر مولوی ثناء اللہ صاحب کی عربی دانی پر ترس آتا ہے (الفضل مذکور)

الفضل کی سرخی (مولوی ثناء اللہ صاحب کی علمی قابلیت) اور روپڑی اخوان کی شہادت پر نظر کر کے مجھے خوف ہوا کہ میرا یہ تعبیری فقرہ غالباً عربیت کی حیثیت سے غلط ہونے کے باعث جماعت اہل حدیث کی بدنامی کا باعث ہوگا۔

شکر ہے کہ معترض نے اس فقرے کو فصاحت سے گرایا ہے صحت سے نہیں، اب میں کہہ سکتا ہوں کہ میرا یہ تعبیری فقرہ عربیت کی حیثیت سے صحیح ہے اگرچہ بقول معترض فصاحت سے خالی ہے۔ اس موقع پر میں معترض صاحب سے درخواست کرتا ہوں کہ قادیانی علماء سے مشورہ کر کے اس صحیح غیر فصیح فقرہ کو فصاحت کا لباس پہنا کر شائع کر دیں تو میں بھی فائدہ حاصل کرونگا دو نه خرط القتاد

آمدم برسرمطلب: میں نے لکھا تھا کہ آیت کریمہ قل من انزل الکتاب الذی جاء به موسی ، یہ قضیہ موجبہ جزئیہ ہے اور پہلی آیت سالبہ کلیہ ہے یہ موجبہ جزئیہ سالبہ کلیہ کی نقیض کی شکل میں آیا ہے۔، اسی پر روپڑی برادران نے مجھ کو یتیم فی المنطق کہا تھا۔ قادیانی مضمون نگار اگر روپڑی اخوان کے بیان کو صحیح سمجھتے ہیں تو دونوں مل کر میرے سامنے کسی مجلس میں بیٹھ کر گفتگو کر لیں اگر منظور کریں تو کسی بڑے منطقی عالم کو منصف مان کر فیصلہ کرالیں تا کہ ثابت ہو جائے کہ یتیم فی المنطق کون ہے اور بالغ کون؟ سنو:

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۲۲ صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۷ ص ۵-۶)

علمی اور روحانی قابلیت کا معیار۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ نمبر میں اخبار الفضل قادیان کے قابل نامہ نگار کے جواب کی پہلی قسط درج ہوچکی ہے، آج دوسری قسط درج کی جاتی ہے۔

موصوف نے مرزا غلام احمد صاحب کی روحانیت کا ثبوت دیتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی کی طرح بہت سی غلط بیانیوں سے کام لیا ہے، جس کا ہمیں یا کسی اور صاحب کو افسوس نہیں ہونا چاہیے۔ کیوں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

قادیانی نامہ نگار صاحب لکھتے ہیں: ہم احمدیوں کے نزدیک تو ظاہری علم قابل فخر چیز نہیں۔ اصل چیز روحانی علم ہے ...روحانی مقابلہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب ہر طرح سے ہزیمت خوردہ ہیں۔ مباہلہ کی دعوت سے انہوں نے گریز کیا۔ قبولیت دعا کے مقابلہ سے وہ عاجز آگئے۔ معارف قرآن کے بیان میں انہیں مقابلہ کی ہمت نہ ہوئی۔ عربی فصیح و بلیغ بتائید الٰہی لکھنے میں قصیدہ اعجازیہ نے ان کا عجز روز روشن کی طرح ثابت کر دیا۔ اس حقیقت باہرہ کے پیش نظر مولوی ثناء اللہ صاحب کی علمی تعلیاں بجوئے نازز دکی مصداق ہیں۔ (الفضل ۳ فروری ۱۹۴۴ء ص ۴)

ناظرین! یہ بیان واقعات کے سراسر خلاف ہے مرزا صاحب قادیانی کا بیان مباہلہ کے متعلق اخبار الحکم میں شائع ہوا تھا جسکے الفاظ یہ ہیں کہ

کتاب حقیقت الوحی بیس پچیس رروز تک چھپ جائے گی اس میں ہم نے اپنی سچائی کے دلائل لکھ دیئے ہیں اسکا ایک نسخہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو بھیج دیا جائے گا تا کہ وہ غور سے پڑھ لے اس کے بعد فریقین تحریری مباہلہ کریں گے۔ (الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء)

یہی مضمون تتمہ حقیقۃ الوحی میں بھی ہے۔

اسکے بعد ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہوگئی مگر مجھے نہ پہنچی، تو میں نے حسب وعدہ مرزا صاحب قادیانی سے کتاب طلب کی ۔ آپ کی طرف سے جوجواب ملا وہ اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء میں شائع ہوا ہے جس میں آپ نے اپنے سکرٹری سے لکھوایا کہ: چونکہ .... بالقاء الٰہی حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے تمہارے حق میں ۱۵ ۔اپریل ۱۹۰۷ء کو دعا شائع کر دی ہے اس لئے اب مباہلہ کی حاجت نہیں رہی لہذا کتاب بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں۔

اسکا مطلب صاف لفظوں میں یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی روحانیت کا مکمل آئینہ وہی ۱۵۔اپریل والی دعا ہے جس کی سرخی ہے

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اس روحانی آئینہ مجلی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی جوتصویر دکھائی اسے سب دیکھ چکے ہیں۔

ایسا ہی اعجازی قصیدہ کا واقعہ بھی غلط لکھا ہے۔ اس میں شک نہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں ایک کتاب لکھی جسکا نام اعجاز احمدی رکھا۔ اس میں آپ نے قصیدہ اعجازیہ کے نام سے ایک قصیدہ لکھا جسکے دوشعر نمونہ کے طور پر درج ذیل ہیں

ایا ارض مدّ قد دفاك مدمّر
و ارداكِ ضلّیل و اغراكِ موغر
أ آ خیت ذئبا عایشاً او ابا الوفاء
أ وافیت مدّا او رأیت امرتسر

مد ایک موضع ہے۔ وہاں ۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کے مریدوں سے میرا مباحثہ ہوا تھا جس میں وہ کافی عزت پا کر یہ شعر پڑھتے ہوئے نکلے تھے

نکلنا خلد سے آدم کا سنتے آئے تھے لیکن
بہت بے آبرو ہوکر ترے کوچے سے ہم نکلے

انہوں نے قادیان پہنچ کر اپنی شکست و باصطلاح قادیانی ، فتح ،کا ذکر حضرت مرزا صاحب کی خدمت میں عرض کیا تو مرزا صاحب بحکم:

عارف کہ برنجد تنک آب است ہنوز

بہت خفا ہوئے۔ اسی خفگی میں انہوں نے یہ رسالہ لکھا جس میں یہ قصیدہ بھی درج کیا ۔اسی لئے اس میں موضع مد کی زمین ومخاطب کر کے کہتے ہیں

اے مد کی زمین! تیرے پاس ایک تباہ کرنے والا اور گمراہ کرنے والا اور بھڑکانے والا آیا ہے کیا تو بھیڑیئے کا بھائی ہے یا ابوالوفا (ثناءاللہ) کا بھائی بند ہے، کیا تو موضع مد میں کبھی گیا ہے یا امرتسر تو نے دیکھا ہے۔

ناظرین پہلے بیت کو ملاحظہ کریں تو اسکا آخری حرف (ر) مرفوع ہے وہاں تو پیش صحیح ہے دوسرے بیت میں رئیت کا مفعول بہ امرتسر ہے۔اسے بھی مرفوع لکھا ہے۔علم نحو کا کوئی قاعدہ اس رفع کو کو صحیح ثابت نہیں کرسکتا ایسے ہی کئی ایک اشعار اس قصیدہ میں ہیں جن میں فصاحت و بلاغت کے علاوہ علم نحو میں کمال دکھایا گیا ہے ے اسلئے ہم بھی تسلیم مرتے ہیں کہ یہ قصیدہ بےنظیر ہے اس جیسا غلط قصیدہ کوئی نہیں لکھ سکتا بایں ہمہ اس کے مقابلہ کے لئے بہت کم وقت (معدو دایام) رکھ کر اعجاز احمدی جتنی مطبوعہ کتاب مجھ سے طلب کی گئی جسکا مطلب یہ ہے کہ کتاب اور قصیدہ کا لکھنا تو خاص میرا کام تھا اس کے ساتھ ہی کاتب کی کتابت اور مطبع کی طباعت بھی میرے کام کا جزو بنائی گئی جو کسی طرح جائز نہیں ہوسکتا بحالیکہ ان دنوں پریس بھی میرا اپنا نہ تھا

اس پر بھی میں خوش ہوا کیونکہ مرزا صاحب اپنا نام محمد ثانی رکھتے تھے اور کہتے تھے کہ میں بروز محمد ہوں اسی لئے نبوت محمدیہ کا عکس میرے اندر موجود ہے اس مضمون کو ایک شعر میں انہوں نے تریاق القلوب میں یوں ادا کیا

منم مسیح زمان منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

نبوت محمدیہ ﷺ کے متعلق قرآن شریف میں ارشاد ہے

ماعلّمناه الشّعر و ماينبغي له شعر گوئی نبوت محمدیہ کے لائق نہیں ہے

مرزا صاحب قادیانی بقول خود اعجازی شاعر تھے لہذا ہمارا مدعا ثابت ہوا کہ آپ کو نبوت محمدیہ سے تعلق نہ تھا یہ سب ان دعاوی تھے جن کی بابت یہ کہنا بجا ہے

ما موا عيد ها الاالا با طيل

مختصر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی روحانیت سب لفظی تھی اور

محض دعوی ہی دعوی تھا جس کی بابت یہ کہنا بالکل صحیح ہے

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ فروری ۱۹۴۴ء مطابق ۲۹ صفر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۸ ص ۴۔۵)

مصلح موعود قادیانی اور حضرت عمر خلیفہ ثانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آج کل قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں مصلح موعود کا مسئلہ بڑے زور سے زیر بحث آرہا ہے۔ قادیانی لوگ پروپیگنڈہ کرنے میں یورپ سے بھی زیادہ کمال رکھتے ہیں۔ اسی بنا پر انہوں نے بیس فروری ۱۹۴۴ء کو ہوشیار پور میں ایک جلسہ منعقد کیا جس میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے مصلح موعود ہونے کے متعلق خطبہ دیا۔

ہوشیار پور اس کام کے لئے کیوں منتخب کیا گیا؟ صرف اس لئے کہ مرزا غلام احمد صاحب فروری ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور میں مقیم تھے۔ اسی اثنا میں انہوں نے ۲۰ فروری کو اپنی نسل سے مصلح موعود پیدا ہونے کا اشتہار شائع کیا تھا۔ بس اس مناسبت سے جلسہ کیلئے ہوشیار پور کو منتخب کیا گیا۔

ہوشیار پور والو شاباش! ہوشیار پور کے مسلمان بھی اس جلسہ کی دھوم دھام اور ضرر رسانی سے بے خبر نہ تھے اس لئے انہوں نے فوراً اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱ فروری سے مضمون نقل کر کے بصورت اشتہار شائع کر دیا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ بقول مرزا غلام احمد مصلح موعود پیدا ہو کر مر بھی گیا۔ ہوشیار پور والوں نے اشتہار شائع کر کے اس شعر کو اپنے اوپر خود صادق کر دکھایا جو سر عبد القادر لاہوری نے ہوشیار پور کے جلسہ میں پڑھا تھا جبکہ نواب وقار الملک جلسہ اسلامیہ ہوشیار پور میں تشریف لائے تھے وہ شعر یہ ہے

اس کو ہوشیار پور کہتے ہیں
اس میں ہوشیار لوگ رہتے ہیں

ہم بھی ہوشیار پور والوں کی پھرتی اور ہوشیاری کی داد دیتے ہوئے کہتے ہیں

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

اب اصل بات سنئے جس کیلئے یہ نوٹ لکھا گیا ہے

اخبار الفضل ۲۰ فروی سنہ رواں میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں قادیانی مضمون نگار نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو مصلح موعود کے علاوہ فضل عمر ثابت کرنا چاہا ہے اس سے زیادہ زبردست دلیل سے ثابت کیا ہے جو زمین کی گولائی ثابت کرنے کے لئے مشہور ہے۔ وہ کیا ہے یعنی چاول سفید ہیں اسلئے زمین گول ہے

مضمون نگار صاحب لکھتے ہیں کہ حضرت عمر فاروق ؓ کے ساتھ خلیفہ قادیان کی مشابہت چار وجوہ سے ہے آپکے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

اگر غور کیا جائے تو ایسی محکم علامات چار ہیں۔ ۱۔ آپ کا حضرت مسیح کے تخم ذریت اور نسل سے ہونا۔ ۲۔ آپ کا نو سالہ میعاد کے اندر پیدا ہونا۔ ۳۔ آپ کا بشیر اول کے معاً بعد تولد ہونا۔ ۴۔ اور آپ کا حضرت مسیح موعود کی جماعت کا دوسرا خلیفہ ہونا۔

اس مخصوص فضل کے سوا بعض اور فضیلتیں بھی حضرت عمرؓ کی ہیں جو حضرت فضل عمر میں پائی جاتی ہیں۔ چنانچہ جس طرح حضرت عمرؓ کے زمانہ میں فتوحات بہت وسیع ہوگئی تھیں اور اسلام نے بہت ترقی کی تھی اور اکثر متمدن ممالک میں افواج اسلامیہ اور مبلغین اسلام جا پہنچے تھے اسی طرح حضرت فضل عمر کے زمانہ میں بھی احمدیت اور اسلام کے مبلغ دنیا کے اکثر ممالک اور زمین کے اکثر گوشوں اور کناروں تک پہنچ گئے ہیں یا پہنچ چکے ہیں اور سلسلہ کی کتابیں حالات اور اخبارت اکثر بیرونی اور اجنبی ممالک میں نفوذ کر چکے ہیں اور احمدیت کی فتوحات رعب وسعت اور غنائم محتاج بیان نہیں۔ (الفضل قادیان۔ ۲۰ فروری ۱۹۴۴ء ص ۶)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین عموماً اور لاہوری جماعت کے اعیان خصوصاً ہمارا جواب غور سے پڑھیں اور پھر بتائیں کہ قادیانی لٹریچر میں ہم کو کہاں تک واقفیت حاصل ہے

جناب مرزا صاحب کلاں اپنی کتاب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں:

خدا کے خلیفہ کو ملک عظیم دیا جائے گا

اس فقرہ میں خدائی خلیفہ سے مراد مرزا غلام احمد صاحب کی ذات خاص ہے۔اسی لئے انہوں نے اس مقام پر یہ حاشیہ لکھا ہے کہ:

کسی آئندہ زمانہ کی نسبت (مجھے ملک عظیم دینے کی) یہ پیشگوئی ہے جیسا کہ آنحضرتﷺ کے ہاتھ میں کشفی رنگ میں کنجیاں دی گئی تھیں مگر ان کنجیوں کا ظہور حضرت عمر فاروق کے ذریعہ سے ہوا۔ (حقیقۃ الوحی۔ص ۹۱)

اس عبارت کا مطلب یہ ہوا کہ مجھ (مرزا قادیانی) کو ملک عظیم دینے کا خدا کی طرف سے جو وعدہ ہے، وہ میرے خلیفہ کے زمانہ میں پورا ہوگا جس طرح آنحضرتﷺ کو فتوحات کا وعدہ دیا ہوا حضرت عمر خلیفہ ثانی کے زمانہ میں پورا ہوا۔

اب سوال قابل غور یہ ہے کیا حضرت عمرؓ کے زمانہ میں یہی فتوحات تھیں کہ ممالک بعیدہ میں واعظوں اور اشتہاروں کے ذریعے سے تبلیغ کر دی گئی اور بس۔ (حاشا وکلا) ہرگز نہیں، بلکہ ملکی فتوحات بذریعہ افواج قاہرہ کے حاصل ہوئی تھیں جس کی شہادت تاریخ اسلام خصوصا اور تاریخ دنیا عموماً دے رہی ہے۔

میاں محمود کو مصلح موعود اور فضل عمر کہنے والو! ہوش کرو۔ ایک عاجز انسان کو ایک قاہر سلطان کے ساتھ تشبیہ دیتے ہوئے اتنا تو خیال کر لیا کرو کہ دنیا تمہاری یہ باتیں سن کر کیا رائے قائم کرے گی۔ ایسی نادانی نہ کیا کرو جس پر ہندوستان اور دیگر ممالک کے رہنے والے سارے پنجابیوں کی پھبتیاں اڑائیں کہ یہ پنجابی لوگ ایک ایسے شخص کو جو معمولی حاکم کے سمن پر حاضر جناب، حاضر جناب، کہتا ہوا مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کی شہادت میں پیش ہو کر کھڑا ہو جائے، اس قاہر سلطان جلالۃ الملک خلیفہ رسول اور امیر المومنین (حضرت عمر فاروق) کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں جسکی ایک انگلی کے اشارہ سے روم، شام، فلسطین، ایران وغیرہ اسلامی جھنڈے کے نیچے آ گئے۔کیا ان لوگوں کو یہ کہتے ہوئے خیال نہیں آتا کہ عارفان خدا نے کیا کہا ہوا ہے

کار پاکاں را قیاس از خود مگیر
گرچہ ماند در نوشتن شیر وشیر

لاہوری ممبرو! تمہیں میاں محمود کے مصلح موعود بننے اور کہلانے پر ضرور رنج ہوتا ہوگا، اور ہونا بھی چاہیے۔مگر اس بات پر بھی تم نے غور کیا کہ جس بنا پر تم کو میاں

محمود احمد کے اس دعوی پر صدمہ ہتا ہے اسی بنا پر ہم مسلمانوں کو بڑے میاں کے دعاوی (مسیح موعود، مہدی مسعود، موسی، عیسی، محمد، احمد وغیرہ) پر کیوں صدمہ نہ ہو، حالانکہ مصلح موعود اور مسیح موعود میں بہت فرق ہے جب کہ ہم دونوں کے نزدیک خفگی کا معیار ایک ہی ہے یعنی جھوٹے مدعی کا ادعا تو آپ لوگ ہم کو تکذیب مرزا غلام احمد قادیانی میں کیوں معذور نہیں سمجھتے اعدلوا هو اقرب للتقوى (۸:۵)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مارچ ۱۹۴۴ء مطابق ۷ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۹ ص ۴-۵)

(مرزا محمود احمد کے متعلق خود مرزائیوں کے خلیفہ اول حکیم نورالدین کی رائے بھی کوئی زیادہ اچھی نہیں تھی۔ انہوں نے اپنی وفات سے دس ماہ قبل کسی کو ایک خط میں اس دور کے قادیانی اکابرین کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا تھا: رسول کریم ﷺ فداہ ابی وامی کو کیسے کیسے آدمی ملے۔ مرزا کو کس قدر آدمی ملے۔ یہ سب فضل، فضل، فضل ہے۔ مجھے ابتداء آپ لوگوں نے دبایا۔ مدت تک اس مصیبت میں رہا۔ جب کبھی نکلنا چاہا، رنگ برنگ مالی بدظنی ہوتی رہی۔ آخر بحمد اللہ نجات ملی۔ الحمد للہ رب العالمین۔ پھر باہم تنازع شروع ہوئے۔ نواب، میر ناصر، محمود، نالائق، بے وجہ جوشیلے ہیں۔ یہ بلا اب تک لگی ہے۔ یا اللہ نجات دے۔ آمین۔ پھر میں خود بیمار ہوں۔ برسوں بیمار رہا۔ ذیابیطس کا رخ ہے۔ والسلام نورالدین ۱۳ مئی ۱۹۱۳ء (پیغام صلح لاہور ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۱ء ص ۸۔ نورالدین صاحب کے ایک تاریخی خط کا عکس)

مصلح موعود اور جلسہ ہوشیار پور

جواب طلب ایک سوال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی امت اپنے کام میں بڑی ہوشیار ہے اس نے یورپ کے پروپیگنڈہ کرنے والوں کو بھی مات کر دیا ہے۔ ۱۸۸۶ء میں جب کہ ابھی مرزا غلام احمد صاحب ایک معمولی مصنف کی حیثیت میں تھے، آپ نے بمقام ہوشیار پور (پنجاب) ایک مکان میں چلہ کشی کی تھی (کیونکہ آپ عقیدۃً حنفی تھے) اسی مکان میں ایک اشتہار لکھا تھا جس میں ذکر تھا کہ میرے ہاں ایک لڑکا پیدا ہوگا جو امت مسلمہ کیلئے مصلح ہوگا۔

جب وہ پیدا ہوا تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اشتہار کے ذریعہ اعلان کیا کہ وہ لڑکا پیدا ہو گیا ہے۔ مگر غیرتِ قدرت کے ماتحت وہ سولہ مہینے عمر پاکر مر گیا، جس کی تفصیل اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱ فروری میں شائع ہو چکی ہے۔ آج ہم اس واقعہ پر ایک اور طرح سے نظر کرتے ہیں۔

۲۰ فروری ۱۹۴۴ء کو ہوشیار پور میں قادیانی جماعت نے ایک مکان کے اندر جلسہ منعقد کیا جس میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بذات خود اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا اور مکان مذکور اسلئے منتخب کیا گیا تھا کہ وہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے چلہ کیا تھا۔ اس جلسہ کی شرکت کے لئے قادیان سے جو قافلہ چلا اس کی کیفیت بڑی شان و شوکت سے بتائی گئی ہے۔ لکھا ہے کہ قادیان سے ایک بوگی گاڑی ریزرو کرائی گئی تھی اور راستہ میں پلیٹ فارموں پر اذانیں دے دے کر نمازیں ادا کی گئیں۔ تہجد کی نمازیں بھی پڑھی گئیں۔ تسبیح و تہلیل کرتے ہوئے جلسہ میں شریک ہوئے۔ قادیانی قافلہ کے سفر کا حال پڑھ کر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا صحابہ کرام کی فوج مکہ مکرمہ فتح کرنے جارہی ہے۔

اس مذہبی کیفیت پر ہمارا ایک سوال ہے کیا یہ سفر اس قسم کا تو نہ تھا جس قسم کا ان لوگوں نے کیا تھا جو حضرت عمرؓ کے زمانہ میں شجرہ بیعت رضواں کو دیکھنے گئے تھے یا کسی اور قسم کا تھا۔ ذرا توجہ کر کے امیر قافلہ اس کا جواب دیں۔

دونوں پارٹیوں سے مشترکہ سوال:

قادیانی کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کا بتلایا ہوا مصلح موعود میاں محمود احمد خلیفہ قادیان ہے۔ لاہوری کہتے ہیں کہ مصلح موعود ہمارا ہر ایک فرد ہے۔ اسلئے ہم دونوں سے سوال کرنے کا حق رکھتے ہیں مگر سوال کرنے سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب کی عبارت نقل کرتے ہیں جو یہ ہے: ایک اور نشان یہ ہے جو یہ تین لڑکے موجود ہیں ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے اس کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ محمود جو بڑا لڑکا ہے اس کی پیدائش کی نسبت اس سبز اشتہار میں صریح پیش گوئی معہ محمود کے نام کے موجود ہے، جو پہلے لڑکے کی وفات کے بارے میں شائع کیا گیا تھا جو رسالہ کی طرح کئی ورق کا اشتہار سبز رنگ کے ورقوں پر ہے اور بشیر جو درمیانی لڑکا ہے اس کی خبر ایک سفید

اشتہار میں موجود ہے جو سبز اشتہار کے تین سال بعد شائع کیا گیا تھا اور شریف جو سب سے چھوٹا لڑکا ہے اس کے تولد کی نسبت پیش گوئی ضیاء الحق او انوار الاسلام میں موجود ہے اب دیکھو کہ کیا یہ خدائے عالم الغیب کا نشان نہیں ہے کہ ہر ایک بشارت کے وقت قبل از وقت وہ بشارت دیتا رہا۔ (ضمیمہ انجام آتھم)

سوال یہ ہے کہ یہ موعود لڑکا کب پیدا ہوا تھا، اور اس کا نام کیا تھا، اور وہ کہاں ہے۔ دونوں جماعتیں اس کا جواب دیں۔ کیونکہ یہ بڑے میاں کا کلام ہے جسکو دونوں فریق مانتے ہیں۔ جواب محققانہ اور دیانت دارانہ ہو، اور یہ سمجھ کر دیا جائے کہ پوچھنے والا وہی ہے جسکا قول ہے: نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۰ ص ۴۔۵)

مرزا محمود کی اہلیہ کا انتقال

خلیفہ قادیان کی بیوی جو عرصہ سے بیمار تھی اور جس کی صحت یابی کیلئے جماعت مرزائیہ بالحاح و زاری روزانہ دعائیں کرتی رہی ہے، فوت ہوگئی۔ خلیفہ قادیان کو دس کنواریاں ملنے کی جو بشارت ہے ان میں سے چھ کنواریاں تو مل چکی ہیں، باقی چار بھی ضرور مل جائیں گی، وہ تسلی رکھیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ مارچ ۱۹۴۴ء مطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۰ ص ۶)

مصلح موعود لڑکا

اصلاح: اہل حدیث مورخہ ۱۰ مارچ میں صفحہ ۴ پر ضمیمہ انجام آتھم سے جو عبارت نقل ہوئی ہے اس سے پہلے کا کچھ حصہ سہواً رہ گیا تھا جو یہ ہے

پھر ایک اور الہام جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا اس وقت ان تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں نام ونشان نہ تھا اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے اور پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کرے گا سو ایک بہت بڑا حصہ اس کا پورا ہو گیا یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا اب دیکھو کہ یہ کیسا بزرگ نشان ہے۔ کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اول افتراء کے طور پر تین یا چار

لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہو جائیں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: یہ کتاب ضمیمہ انجام آتھم جنوری ۱۸۹۷ء میں چھپی تھی چنانچہ کتاب کے آخری صفحہ پر یہی تاریخ مطبوع ہے۔ یہ عبارت جو اوپر نقل ہوئی ہے بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ ۱۸۹۷ء تک فروری ۱۸۸۶ء والا پسر موعود پیدا نہیں ہوا تھا اور عبارت منقولہ مندرجہ اہل حدیث مورخہ ۱۰ مارچ میں جن تین لڑکوں کے پیدا ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ان کے نام یہ ہیں محمود، بشیر اور شریف۔

فروری ۱۸۸۶ء میں جس موعود لڑکے کے پیدا ہونیکی پیش گوئی کی تھی اس کی پیدائش مذکورہ تینوں لڑکوں کے بعد مقدر تھی اسی لئے آپ نے لڑکا لکھا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔، یہ مضمون اپنی صحت اور صفائی میں دو دونی چار سے کم نہیں ہے۔، پس اب ہمارا سوال یہ ہے کہ قادیانی پارٹی بتائے کہ میاں محمود احمد اپنی پہلی پیدائش کے بعد چوتھے درجے میں دوبارہ پیدا ہوکر مصلح موعود بنے ہیں یا پہلی پیدائش کے لحاظ سے۔

دونوں صورتیں غلط ہیں۔ چوتھے درجے میں ان کا دوبار پیدا ہونا کسی کے دیکھنے میں نہیں آیا، نہ بقاعدہ تناسخ ہو سکتا ہے کیونکہ تناسخ میں پہلی زندگی کا ختم ہونا ضروری ہے جو میاں محمود احمد کے حق میں نہیں ہوئی۔ پہلی پیدائش کے لحاظ سے بھی آپ مصلح موعود نہیں ہو سکتے کیونکہ بقول صاحب الہام موعود لڑکے کی پیدائش چوتھے درجے پر مقدر تھی۔ ہمارا یہ سوال تو قادیانیوں سے ہے وہ اس کا جواب دیں۔

لاہوری پارٹی سے سوال یہ ہے کہ مصلح موعود لڑکا خواہ کوئی ہو، میاں محمود ہو، یا مولوی محمد علی، یہ بتاؤ کہ چوتھا لڑکا جسکے انتظار کرنیکا مرزا صاحب قادیانی نے حکم دیا تھا وہ کب پیدا ہوا اور وہ کون ہے؟ ہم تو یہی سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس موعود لڑکے کے انتظار میں یہ کہتے ہوئے چل بسے

انتظاری نے تیری خوب دکھایا لہرا
صبح سے شام ہوئی شام سے پچھلا پہرا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۲ ص ۴)

لاہوری مصلح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان نے ۱۲ مارچ ۱۹۴۴ء کو لاہور میں بھی جلسہ کرکے اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا۔ چونکہ لاہور میں بھی مرزا غلام احمد صاحب کے مریدوں میں سے ایک صاحب اسی منصب (مصلح موعود) ہونے کے مدعی ہیں، اس لئے انہوں نے مرزا صاحب متوفی کی طرح بڑے غیظ وغضب سے بذریعہ خط ہمیں اطلاع دی ہے کہ مجھے الہام کے طور پر بتایا گیا ہے کہ خلیفہ قادیان ۳۱ مئی ۱۹۴۴ء تک فوت ہوجائے گا۔

ڈاکٹر عبدالحکیم خان پٹیالوی نے مرزا صاحب قادیانی کے حق میں لکھا تھا کہ ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک فوت ہوجائیں گے۔ یہ پیش گوئی پوری ہوئی تھی۔ دیکھئے لاہوری مصلح موعود کی پیش گوئی کا نتیجہ کیا ہوتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء مطابق ۲۸ ربیع الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۲ ص ۴۔۵)

(مرزا محمود احمد قادیانی کے مصلح موعود ہونے دعوی پر لاہوری حضرات نے تنقیدی تحریریں شائع کیں۔ ذیل میں اخبار پیغام صلح لاہور سے بطور نمونہ کچھ نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء

پیش گوئی مصلح موعود اور جناب میاں صاحب کا تازہ کارنامہ

(ایس محمد آصف بی اے مدیر پیغام صلح)

الفضل ۳۰ جنوری ۱۹۴۴ء کے مختلف مضامین اور مقالہ افتتاحیہ میں یہ لکھا گیا ہے کہ جناب میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اپنے خطبہ جمعہ مورخہ ۲۸ جنوری ۱۹۴۴ء میں اپنے مصلح موعود ہونے کا اعلان کردیا۔ وہ خطبہ جمعہ چونکہ ابھی تک ہمارے پاس نہیں پہنچا، اس لئے اس کے متعلق کچھ نہیں لکھا جاسکتا۔ البتہ ہم میاں (محمود احمد) صاحب کے متضاد بیانات کو پیش کرتے ہیں اور ان کے مذکورہ اعلان کے پس منظر کو قارئین کے پیغام صلح کے سامنے نہایت اختصار کے ساتھ رکھتے ہیں جس کا اس اعلان سے گہرا تعلق ہے، تاکہ

آئندہ اس پس منظر کی روشنی میں ان کے موجودہ اعلان کا جائزہ لیا جا سکے۔

یہ امر تمام احمدی دوستوں پر روشن ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے ایک عظیم الشان انسان اور مصلح کی آمد کی پیش گوئی فرمائی ہے، جس کا ذکر آپ نے سب سے پہلے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء والے اشتہار.. میں کیا۔ اس پیش گوئی کو حضور (مرزا قادیانی) نے پہلے بشیر اول پر چسپاں کیا جو فوت ہو گئے۔

اور اس کے بعد تریاق القلوب میں مبارک احمد جو حضور (مرزا قادیانی) کے سب سے چھوٹے بیٹے تھے اور آپ (مرزا قادیانی) کی زندگی ہی میں اس دار فانی سے رحلت فرما گئے کو اس پیش گوئی کا مصداق قرار دیا۔ لیکن ان کی وفات کے بعد آپ (مرزا قادیانی) نے کسی لڑکے کو اس پیش گوئی کا مصداق قرار نہیں دیا، اور حضور (مرزا قادیانی) پر یہ حقیقت عیاں ہوگئی کہ اس پیش گوئی کا تعلق ان کی موجودہ اولاد سے ہرگز نہیں۔ چنانچہ ساری جماعت احمدیہ اور جناب میاں (محمود احمد) صاحب خود بھی اس امر پر متفق رہے۔ اور سب کا یہی خیال رہا کہ اس پیش گوئی کا تعلق کسی معمولی لڑکے کی پیدائش سے نہیں، بلکہ ایک عظیم الشان مصلح سے ہے جو آئندہ ہوگا اور صاحب شکوہ وعظمت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا، اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماری سے صاف کرے گا۔ وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے اپنے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔، جب حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی وفات کے بعد مخالفین نے پیش گوئیوں پر اعتراض کئے تو جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے ایک کتاب لکھی جس کا نام ہے: صادقوں کی روشنی کون دور کر سکتا ہے۔، اس کتاب میں (مرزا محمود احمد) رقم طراز ہیں:

تیسری بات جس پر اعتراض کیا جاتا ہے وہ پانچویں بیٹے کی پیش گوئی ہے جس کی نسبت مخالفین سلسلہ کا خیال ہے کہ وہ اب تک پوری نہیں ہوئی کیونکہ حضرت اقدس (مرزا غلا احمد) نے مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۲۹ پر صاف طور پر لکھا ہے کہ بشر نی بخامس فی حین من ا لا حیان یعنی مجھے ایک پانچویں بیٹے کی بشارت دی گئی ہے۔، اور اسی طرح اور بہت سے الہامات سے ثابت ہوتا ہے کہ ان کے ہاں ایک اور لڑکا پیدا ہونے والا ہے۔ مثلاً یہ کہ انا نبشر ك بغلا م حليم ينز ل منز ل المبا ر ك سا هب لك غلا ما ذكيا رب هب لى ذرية طيبة انا نبشر ك بغلا م، اسمه يحى مظهر الحق و العلا ء كأ ن الله نز ل من السماء ... پس جب نبیوں سے ایسا ہوتا چلا آیا ہے اور انہوں نے آئندہ زمانہ کی خبریں بھی دیں اور بتایا کہ میری نسل سے ایک ایسا لڑکا ہوگا جس کی ہیبت اس قدر ہوگی کہ گویا خدا آسمان سے اس کی مدد کے لئے اتر آیا تو کیا ہوا اس سے تو ان کی اور بھی سچائی ثابت ہوگی اور اس وقت کے لوگ اس پیش گوئی کو پورا ہوتے دیکھیں گے اور مزہ اٹھائیں گے...

ورنہ جیسا کہ میں لکھ آیا ہوں کہ یہ بیٹے کی پیش گوئی ایسے لڑکے کی نسبت ہے جو آپ کی نسل سے ہوگا اور بڑی شان کا آدمی ہوگا اور خدا کی نصرت اس کے ساتھ ہوگی اور یہ بھی ثابت کر آیا ہوں کہ حضرت اقدس (مرزا غلام احمد) کے الہامات میں ہی اس قسم کے استعارات نہیں ہیں بلکہ پہلے نبیوں کے کلام میں اور قرآن مجید و حدیث میں بھی ہیں کہ بیٹا کہا جاتا ہے اور مراد نسل میں سے کوئی آدمی ہوتا ہے۔،

کہا جا سکتا ہے کہ اس اقتباس میں میاں (محمود احمد) صاحب نے مصلح موعود کا ذکر نہیں کیا لیکن علامات سب کی سب مصلح موعود کی ہیں مثلاً غلا ما زکیا۔ ذرية طيبة ۔ غلا م حليم ۔ یہ سب مصلح موعود کی علامات ہیں اور اس مضمون میں جو شان اس لڑکے کی بیان کی گئی ہے یعنی مظهر الحق و العلا ء كا ن الله نز ل من السماء یہ الہام مصلح موعود کی شان میں اور اس کی تصدیق الفضل کئی مرتبہ کر چکا ہے حضرت مسیح موعود نے کبھی ان علامات کو اپنی موجودہی اولاد پر چسپاں نہیں کیا اور جناب میاں (محمود احمد) صاحب کی آئندہ لڑکے کو ان علامات کا مصداق قرار دیتے رہے ہیں تو اب یہ تبدیلی کیوں رونما ہوگئی۔ کیا وہ علامات میاں صاحب میں نمایاں ہوگئی ہیں کہ میاں (محمود احمد) صاحب مصلح موعود بن سکیں۔ حضرت مسیح موعود نے بھی جناب میاں محمود احمد صاحب کو ان علامات کا مصداق قرار نہیں دیا۔ (پیغام صلح لاہور ۲ فروری ۱۹۴۴ء ص ۲)

ایک قادیانی کا سوال اور اس کا جواب

ایک قادیانی دوست لکھتے ہیں ..... معروض کہ خاکسار نے حقیقت الوحی انجام آتھم اور ایک غلطی کا ازالہ کے متعلق تحریر کیا تھا صرف انجام آتھم ملا ہے۔ حقیقت الوحی، رسالہ ایک غلطی کا ازالہ نہیں ملا۔

انجام آتھم میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کا ایک الہام پڑھا گیا جو کہ صفحہ ۵۸ میں مندرج ہے

انا نبشر ك بغلا م حليم مظهر الحق و العلا ء كأ ن الله نز ل من السماء اسمه عما نو ايل يو لدلك الو لد و يد نى منك الفضل ۔ اس کے متعلق جواباً تحریر کریں کہ یہ الہام حضور کا کس لڑکے کے متعلق ہے۔ کیا وہی نہیں جس نے مصلح موعود کا دعویٰ بھی کر دیا ہے۔ خدارا غور کریں ہم کو بھی تفصیلاً جواب سے مشرف فرماویں۔ فقط والسلام خاکسار محمد حسین فٹر۔ احمدی

جواب: آپ نے کتاب انجام آتھم میں سے جو الہام انا نبشر ك بغلا م حليم وغیرہ کا حوالہ دے کر دریافت کیا ہے کہ یہ کس لڑکے کے متعلق ہے، تو اس کا جواب یہ ہے کہ یہ اس لڑکے کے متعلق ہے جو ان کا مصداق ہوگا خود حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے لڑکے مبارک احمد کی نسبت قیاس کیا تھا کہ وہ ان کا مصداق ہوگا۔ لیکن وہ چھوٹی عمر میں فوت ہوگیا اور ان کا مصداق نہ بنا تو حضرت (مرزا غلام احمد

)صاحب کو الہام ہوا انا نبشر ك بغلام حليم ينزل منز ل المبا رك یعنی ہم نے تجھے ایک حلیم لڑکی کی بشارت دیتے ہیں جو مبارک کی جگہ لے گا۔ پس میاں محمود احمد تو مصلح موعود نہیں ہو سکتے خواہ وہ اب دعوی بھی کر رہے ہوں کیونکہ وہ مبارک احمد کے بعد نہیں پیدا ہوئے۔صرف دعوی کرنے سے کوئی مصلح موعود نہیں بن سکتا اس کے لئے کوئی ثبوت چاہیے۔اور علاوہ ازیں میاں محمود احمد صاحب کا تو مذہب ہی حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے مذہب کے خلاف ہے وہ ان کے خلیفہ کیسے ہو سکتے ہیں۔

ہاں چونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) مثیل نوح بھی تھے،اس لئے وہ نوح کے بیٹے کے مثیل ہیں جو ان کی تعلیم کو نہیں مانتا تھا۔...حضرت (مرزا قادیانی) صاحب تو مباحثہ عبدالحکیم (کلانوری) میں لکھ دیں کہ میرا دعوی نبوت کا نہیں،محدثیت کا ہے اور میاں (محمود احمد) صاحب کہیں کہ حضرت (غلام احمد) صاحب کا دعوی نبوت کا تھا اور انکار صرف اس لئے کرتے تھے کہ آپ کو نبی کی تعریف نہ آتی تھی۔اور جب ۱۹۰۱ء میں نبی کی تعریف سمجھ میں آئی تو آپ نے نبی ہونے کا دعوی کر دیا،اور نبی کی تعریف بدل دی۔

شاباش! اچھے خلف الرشید اور مصلح موعود ہیں کہ اپنے والد بزرگوار (غلام احمد) کو نادان بھی قرار دیں اور چالاک بھی۔ایسے شخص کی تو صحبت سے بھی گریز کرنا چاہیے نہ کہ اس کی بیعت کر کے اس کو مصلح موعود مان لینا... عزیز بخش آنریری جائنٹ سکرٹری احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور (پیغام ۲۱ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۷)

لاہوری امیر کی رائے قادیانی جماعت کے متعلق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء کے پیغام صلح لاہور میں مولوی محمد علی لاہوری کا خطبہ جمعہ قادیانی جماعت کے متعلق شائع ہوا ہے جس میں پہلا ہی فقرہ یہ ہے:

پیر پرستی لعنت ہے۔

ہم بھی اس کو لعنت ہی سمجھتے ہیں مگر اس کی تشریح کیا ہے؟ اسکی تشریح وہی ہے جو حدیث میں آئی ہے کہ کسی پیرومرشد کی بات کو خدا اور رسول کے مقابلہ میں ماننا پیر پرستی ہے۔اگر یہ تعریف صحیح ہے اور یقیناً صحیح ہے تو ہم مولوی صاحب موصوف کی پیر پرستی کا ذکر بعد میں کریں گے پہلے ناظرین ان کا مضمون غور سے پڑھیں۔ مولوی محمد علی

صاحب اپنے خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں

قادیانی جماعت کی موجودہ حالت:

پیر پرستی ایک لعنت ہے کیونکہ یہ شرک ہے آپ قادیان کی جماعت کو دیکھیں گے کہ اب ان کو دلیل کی ضرورت نہیں رہی اس بات پر فخر کیا جاتا ہے کہ میاں صاحب (مرزا محمود احمد) کی ایسی وفادار جماعت پیدا ہوگئی ہے کہ وہ جو چاہیں ان سے کام لیں اور کہا جاتا ہے کہ یہ میاں صاحب کا کمال ہے۔لیکن میں کہتا ہوں کہ کیا پیر پگاڑو سے زیادہ وفادار جماعت پیدا ہوگئی۔کیا انہوں نے سر آغا خان سے زیادہ وفادار جماعت بنالی ہے؟ جو کچھ ان جماعتوں میں ہوتا ہے وہی کچھ ان کی جماعت میں ہو رہا ہے۔میاں صاحب نے لوگوں کی قوت متفکرہ کو بے کار کرنے والی باتوں پر زور دیا ہے۔انہوں نے کہا کہ جو شخص مجھ پر سچے اعتراض کرتا ہے وہ بھی جہنم میں جائے گا کیونکہ اس نے خلیفہ کی ذات پر اعتراض کیا ہے۔اصول تو یوں ہونا چاہیے جیسا کہ آنحضرتﷺ نے فرمایا۔قال النبی و احب الجهاد الی الله کلمة حق یقال لا مام جائر۔ آنحضرتﷺ فرماتے ہیں خدا کے نزدیک سب سے محبوب جہاد وہ کلمہ حق ہے جو کسی ظالم امام کے سامنے کہا جائے، مگر آج ایک شخص کہتا ہے کہ مجھ پر اگر سچا اعتراض بھی کرو گے تو جہنم میں جاؤ گے۔آج جو قادیان میں ہو رہا ہے وہ اس بات کا نتیجہ ہے کہ لوگوں کی قوت متفکرہ بے کار کر دی گئی ہے۔ (پیغام صلح ۲۲ مارچ ۱۹۴۴ء ص ۲)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں، مولوی محمد علی صاحب نے جو کچھ کہا ہے وہ بالکل صحیح ہے۔ہم دیکھتے ہیں کہ لاہوری جماعت بھی اس وصف میں قادیانیوں کے ساتھ شریک ہے۔مثلاً مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے میرے ساتھ آخری فیصلہ کے متعلق جو اشتہار دیا تھا وہ محض دعا تھی جسکا مختصر مضمون یہ تھا کہ

اے خدا! ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ امرتسری) میں سے جو جھوٹا ہے اسکو سچے کی زندگی میں مار دے۔

لیکن جب یہ دعا قبول ہوگئی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر گیا تو نہ قادیانی جماعت نے مانا، اور نہ لاہوری جماعت نے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء مطابق ۵ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۳ ص ۴۔۵)

پیر پرستی لعنت ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ فقرہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا خطبہ جمعہ میں بولا ہوا پیغام صلح میں نقل ہو کر اہل حدیث امرتسر ۳۱ مارچ ۱۹۴۴ء میں درج ہو چکا ہے۔ پیر پرستی کے معنی بھی ہم نے وہاں بتا دیئے تھے کہ پیر کی بات غلط ثابت ہونے پر بھی اس کو صحیح ماننے جانا۔ پرچہ مذکورہ پر ہم نے ایک طرح سے نظر ڈالی تھی آج دوسری طرح نظر کرتے ہیں۔ ہماری اس نظر کا باعث الفضل قادیان کی عبارت مندرجہ ذیل ہے:

خدا کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کی پیش گوئی کے مطابق یہ عید کا دن ہمیں نصیب ہوا کہ سیدنا حضرت مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفۃ المسیح کے وجود مبارک میں اس بشارت کو پورا ہونا ہم نے اپنی آنکھوں دیکھ لیا۔

سو اے وہ لوگوں جو صحابی حضرت مسیح موعود ہو، آج سب ملکر عید مناؤ اور خوشی سے اچھلو اور سب مل کر اس سلامتی کے شاہزادے کے لئے یہ آواز بلند کرو

مبارک برتو اے مرد مبارک۔ سلامت برتو اے مرد سلامت۔

کرامت برتو اے مرد کرامت۔ (الفضل ۱۶ مارچ ۱۹۴۴ء صفحہ اول)

الفضل نے اس مسرت نامہ میں جس اشتہار کا حوالہ دیا ہے اس کے ضروری فقرے ہم ناظرین کے سامنے رکھتے ہیں جو یہ ہیں:

سو تجھے (اے مرزا قادیانی) بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا۔ ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا۔ وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اسکا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے۔ اسکو مقدس روح دی گئی ہے ... کیونکہ خدا کی رحمت و غیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے۔ وہ سخت ذہین و فہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری سے پر کیا جائے گا اور وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ (تبلیغ رسالت۔ ص ۵۹۔۶۰)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اعلان کے بعد کیا ہوا اس کا ذکر ہم اخبار

اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ مارچ میں کر چکے ہیں جسکے اعادہ کی ضرورت نہیں ۔ یہاں پر ہم صرف اتنا بتاتے ہیں کہ اسی الہام کے مطابق مرزا صاحب قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں مندرجہ ذیل عبارت لکھی تھی:

پھر ایک اور الہام جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کرے گا۔ اس وقت ان تین لڑکوں کا جو اب موجود ہیں، نام ونشان نہ تھا۔ اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے پھر ایک اور ہوگا جو تین کو چار کرے گا ۔سو ایک بڑا حصہ اسکا پورا ہوگا یعنی خدا نے تین لڑکے مجھ کو اس نکاح سے عطا کئے جو تینوں موجود ہیں، صرف ایک کی انتظار ہے جو تین کو چار کرنے والا ہوگا۔

اب دیکھو کہ یہ کیسا بزرگ نشان ہے ۔کیا انسان کے اختیار میں ہے کہ اول افتراء کے طور پر تین یا چار لڑکوں کی خبر دے اور پھر وہ پیدا بھی ہو جائیں

اس منقولہ عبارت میں مرزا صاحب نے دو باتوں کا اظہار کیا ہے:

اول: تین لڑکے پیدا ہو چکے ہیں جن میں محمود احمد موجودہ خلیفہ قادیان مدعی مصلح موعود نمبر اول پر ہے ۔ دوسرے، تین کو چار کرنے والا یہ فقرہ الہامی ہے حالانکہ پورا نہیں ہوا ۔ پس قادیانیوں سے ہمارا سوال صرف یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے اس قول کے مطابق میاں محمود احمد مصلح موعود کیسے ہو سکتے ہیں۔ مصلح موعود ان کے علاوہ ان کے دو بھائیوں کے بعد پیدا ہونے والا تھا جو نہیں ہوا، اس لئے تمہارا دعوی غلط۔

اس کے بعد قادیانی اور لاہوری دونوں پارٹیوں سے مشترک سوال یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی یہ الہامی پیشین گوئی کب پوری ہوئی جب کہ مرزا صاحب قادیانی کا کوئی لڑکا ایسا نہیں ہے جو حسب بیان مرزا صاحب قادیانی تین کو چار کرنے والا ہو۔ اس سوال کیلئے دونوں فریق ہمارے مخاطب ہیں کیونکہ اس کا اثر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامی دعوی پر پہنچتا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ پیشین گوئی کے مطابق چوتھا لڑکا اگر پیدا ہوا ہے تو اس کا نام ونشان بتائیں اور اگر نہیں ہوا تو پیر پرستی کی لعنت سے بچنے کیلئے مرزا سے اپنا تعلق ہٹا لیں۔

من نہ گویم کہ ایں مکن آں مکن
مصلحت بیں و کار آساں کن

اس بارے میں ہم قادیانیوں کی جرأت کی داد دیتے ہیں کہ وہ اس سوال کا جواب دینے کی بجائے مختلف شہروں میں جلسوں کی دھوم مچا رہے ہیں۔ ان جلسوں میں یہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ یہی نا کہ خلیفہ قادیان (محمود) کی آواز دنیا کے ہر کونے میں پہنچ گئی ہے بس یہی انکے مصلح موعود ہونے کا ثبوت ہے یہ بات سن کر ہمیں حیرت ہوتے ہے کہ یہ لوگ علم کلام سے ایسے ناواقف کیوں ہو رہے ہیں عرب میں ایک سنہری مقولہ ہے

ثبت العرش ثم انقش (پہلے تخت بناؤ پھر اس پر نقش کرو)

اس مقولہ کے مطابق جماعت احمدیہ (بہر دو صنف) کا فرض اولین ہے کہ وہ حسب مضمون ضمیمہ انجام آتھم چوتھے لڑکے کا نام و نشان بتائیں، پھر اس کی شہرت کا ذکر کریں بغیر نام و نشان بتانے کے یہ سب کچھ ہوائی قلعہ سمجھا جائے گا۔

بے جا شکایت: اخبار الفضل قادیان سخت شاکی ہے کہ لدھیانہ کے احراری مسلمانوں نے ہمارے جلسہ کے ایام میں سخت اوباشانہ حرکتیں کیں۔ مرزائیت کا مصنوعی جنازہ بنا کر بازاروں میں پھرایا، اور کلمات ناشائستہ منہ سے نکالتے رہے۔

ہم کہتے ہیں یہ طریقہ ہمیں بھی پسند نہیں مگر واقعات بتا رہے ہیں کہ اس حرکت کی ابتداء بھی قادیانی جماعت نے کی ہوئی ہے۔ کیا قادیانی جماعت ان مظالم کو بھول گئی ہے جو اس نے قادیان میں اسلامی جلسہ پر توڑے تھے جو احرار کے ظہور سے پہلے وہاں ہوا کرتا تھا۔ گیس لیمپ توڑ دیئے۔ شیم شیم کہتے ہوئے جلسہ گاہ میں سوئے ہوئے اشخاص پر ٹوٹ پڑے۔ اور ان کو خوب مارا۔ یہاں تک کہ بعض ملزم عدالت سے سزایاب بھی ہوئے۔

کیا یہ بھی ان کو یاد نہیں کہ گورداسپور سے چلی ہوئی لاری میں ان کے ایک غازی نے ایک مسلمان کو قتل کر دیا، دوسرے کو سخت زخمی کیا۔ جب اس سزا سے وہ ہائی کورٹ تک پہنچ کر بھی بری نہ ہو سکا، تو تم لوگ اس کا کیس پریوی کونسل لندن تک لے گئے۔ جب وہاں سے بھی نہ چھوٹا تو تم نے اس کی پھانسی کی سزا پر ایک الہام بنایا جو نہایت مضحکہ خیز ہے۔ اس کے علاوہ اس قسم کے کئی ایک واقعات تمہارے قادیان میں ہوئے اور ہو رہے ہیں جن پر یہ کہنا بجا ہے

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷۔اپریل ۱۹۴۴ء مطابق ۱۲ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۴ ص ۴۔۵)

احمدیت کے غلبہ کے لئے دعا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی نے ابتداء ہی سے قبولیت دعا کو اپنا بڑا معجزہ قرار دیا ہوا ہے۔ ایک جگہ آپ فرماتے ہیں کہ

قبولیت دعا ہی بڑی کرامت ہے۔ (اخبار بدر قادیان ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء)

اسی اصول کے مطابق خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی آج کل دعاؤں میں بڑے مشغول ہیں۔ بیوی کی بیماری میں بھی دعاؤں میں مشغول رہے اور اپنے اتباع کو بھی دعا کرنے کا حکم دیتے رہے۔ اسی طرح اپنے ماموں میر اسحاق کی بیماری میں بھی دعاؤں پر بڑا زور دیتے رہے۔ نتیجہ جو کچھ ہوا ناظرین نے سن لیا ہوگا۔ اب ایک اور کام کے لئے دعاؤں کا سلسلہ شروع کیا ہے اس کے متعلق الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت امیر (خلیفہ) نے کل بعد نماز مغرب اعلان فرمایا تھا کہ میں آئندہ چالیس روز تک اسلام واحمدیت کی کامیابی غیر معمولی کامیابی کے لئے خاص دعائیں کروں گا۔ احباب بھی میرے ساتھ شریک ہوں۔

چنانچہ آج مورخہ ۸۔امان (مارچ) کو بعد نماز عصر حضور خدام کی ایک بڑی تعداد کے ساتھ بہشتی مقبرہ میں تشریف لے گئے۔

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے مزار کی چار دیواری میں داخل ہونے سے قبل دروازہ پر کھڑے ہوکر حضرت نے تمام خدام سے خطاب فرمایا جسکا ملخص میں اپنے الفاظ میں درج کرتا ہوں۔

حضور (مرزا محمود احمد) نے فرمایا کہ ہمارا مقصد یہ ہے کہ ساری دنیا اسلام و

احمدیت کی حلقہ بگوشی میں داخل ہوجائے اور الٰہی قانون یہ ہے کہ امت کو وہی فتوحات حاصل ہوتی ہیں اور وہی ملک دیئے جاتے ہیں جو اس امت کے نبی کو حاصل ہوتے ہیں۔ اس لئے اسلام کی فتوحات کے لئے دعا سے پیشتر یہ نہایت ضروری ہے کہ آنحضرتﷺ پر درد دل سے درود پڑھا جائے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر درود بھیجا جائے تا اللہ تعالیٰ ان کیلئے دنیا کے ممالک اور اقالیم فتح مقدر فرمائے جس جس ملک کے متعلق آسمان پر فیصلہ ہوتا جائے گا کہ وہ آنحضرتﷺ اور حضرت مسیح موعود کی غلامی میں داخل ہوجائے وہ ملک ہماری تبلیغ کے لئے کھل جائے گا اور اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے اس میں احمدیت کو غلبہ اور کامیابی عطا فرماتا جائے گا۔

(الفضل ۱۴ مارچ ۱۹۴۴ء ص۔ اول)

اس اقتباس کو پڑھ کر ہمیں بہت خوشی ہوئی۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعاؤں کی قبولیت کے ہم پہلے ہی سے قائل ہیں کیونکہ ان کی دعا جو ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو انہوں نے کی تھی یقیناً قبول ہوئی۔ جسکا ملخص یہ تھا کہ

اے خدا اگر میں جھوٹا ہوں تو مولوی ثناء اللہ کے سامنے مجھے موت دے میری موت سے اس کو اور اس کی جماعت کو خوش کر۔،

یہ میں نہیں کہہ سکتا کہ مرزا صاحب قادیانی کے انتقال پر کون خوش ہوا۔ ہاں یہ کہہ سکتا ہوں کہ ان کی دعا خدا تعالیٰ نے منظور فرمائی۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا مندرجہ ذیل قول جو منقولہ بالا عبارت سے ملتا ہے ہمارے لئے بھی موجب مسرت ہے بلکہ حق و باطل کا معیار ہے۔ آپ فرماتے ہیں:

الٰہی قانون یہ ہے کہ امت کو وہی فتوحات حاصل ہوتی ہیں اور وہی ممالک دیئے جاتے ہیں جو اس امت کے نبی کو حاصل ہوتے ہیں۔ الخ

نبی اسلامﷺ کو جو فتوحات حاصل ہوئیں ان کی نوعیت کیا تھی۔ کسی سے مخفی نہیں کہ یہ فتوحات ملکی سیاسی اور دینی نوعیت کی تھیں جو امت محمدیہ کو حاصل ہوئیں قرآن مجید میں اسی کی طرف اشارہ ہے

الّذین ان مکناھم فی الارض اقاموا الصلوۃ و اتوا الزکوۃ و

امروابالمعرو ف و نهوا عن المنکر(الحج :٤١) (یعنی مسلمان فتوحات حاصل کر کے نماز قائم کرائینگے اور نیک کاموں کا حکم دینگے اور برے کاموں سے روکیں گے)

نبی اسلام ﷺ کی فتوحات محض تبلیغی نہ تھیں، بلکہ تبلیغ اس پر مرتب تھی۔ دراصل وہ فتوحات سیاسی تھیں اور یہ کوئی ایسی بات نہیں ہے کہ اس سے کسی اپنے بیگانے کو اختلاف ہو۔

پس ہم منتظر ہیں کہ وہ دن جلدی آئے کہ احمدیت کا ملکی جھنڈا قادیان کے مسیحی منارہ پر لہرایا جائے اور قادیانی فوج مسلح ہوکر ملکی فتوحات حاصل کرے۔ دنیا کو دکھادے کہ یہ ہماری سچائی کا نشان ہے کہ ہم عرب کی مسلم افواج قاہرہ کی طرح ممالک غیر کو اسلام کے جھنڈے تلے لا رہے ہیں

خلیفہ قادیان نے جس تبلیغ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا ہے کہ:

وہ ملک ہماری تبلیغ کیلئے کھل جائے گا۔

یہ کوئی فتوحات نہیں کیونکہ یہ کلام اس معیار کے خلاف ہے جو خلیفہ نے خود بتلایا ہے کہ امت کو وہی فتوحات حاصل ہوتی ہیں جو نبی کو حاصل ہوتی ہیں۔

پس یہ معیار ان بڑے معیاروں میں ایک ہے جو قادیانی تحریک کو سچا یا جھوٹا ثابت کرنے کیلئے پیش ہوسکتے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ یہ معیار قادیانی جماعت کو ملحوظ رہے اور وہ اسکے نتیجہ سے فائدہ حاصل کریں اس معیار کے ساتھ بھی ویسا ہی برتاؤ نہ کریں جیسا کہ اس سے پہلے معیاروں کے ساتھ کر چکے ہیں جو ان کے خلاف منشاء ظاہر ہوئے۔

مثلاً پندرہ ماہ کے اندر آتھم کی موت کی پیشگوئی، منکوحہ آسمانی کے خاوند کے مرنے کی پیش گوئی، اور منکوحہ آسمانی کے نکاح میں آنے کی پیش گوئی، اور اپنے آخری فیصلہ مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء والی پیش گوئی۔ یہ سب کے سب معیار اس شعر کے مصداق ثابت ہوئے

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۴۴ء مطابق ۱۹ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۵ ص ۵۔۶)

پیغام صلح کیوں نہیں بولتا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
داناؤں کا قول ہے

دو چیز طیرہ عقل است دم فرو بردن
بوقت گفتن و گفتن بوقت خاموشی

یعنی بے عقلی کے دو نشان ہیں:
اول، بولنے کے وقت خاموش رہنا۔
دوم، خاموش رہنے کے وقت بولنا۔

اس حکیمانہ شعر کے معنی یہ ہیں کہ جس وقت انسان کا بولنا ضروری ہو، اس وقت چپ نہ کرے۔ اور جب چپ رہنا مفید ہو، تو نہ بولے۔ اگر اس کے خلاف کرے گا تو بے عقل ہوگا۔

ہم دیکھتے ہیں کہ لاہوری جماعت مرزائیہ کا پیغام صلح اس کے خلاف کر رہا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

قادیانی جماعت اپنی خاص غرض کے تحت مختلف شہروں میں جلسے کر رہی ہے جن میں صرف میاں محمود خلیفہ قادیان کے مصلح موعود ہونے کا ڈنڈھورہ پیٹا جاتا ہے۔ قادیان کی یہ آواز لاہوری جماعت کے بالکل خلاف ہے۔اسی طرح اہل حدیث کے بھی مخالف ہے۔ پیغام صلح لاہور نے معمولی طریق سے اس پر توجہ کی ہے مگر پوری نہیں کی۔ اہل حدیث امرتسر نے اپنا فرض پورا ادا کرنے کو اہل حدیث ۱۱ فروری اور ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء میں مرزا صاحب قادیانی کی عبارات نقل کی ہیں جن کا مضمون یہ ہے کہ تین لڑکوں کے بعد یعنی محمود احمد (موجودہ خلیفہ) بشیر احمد اور شریف احمد کے بعد جو لڑکا پیدا ہوگا وہ مصلح موعود ہوگا۔ (انجام آتھم ضمیمہ ص ۲۰)۔ پرچہ مذکور میں ہم نے پوچھا تھا کہ چوتھا لڑکا جو محمود کے بعد چوتھے درجے پر پیدا ہونے والا تھا وہ کہاں ہے؟

ہماری غرض اس سے یہ تھی کہ چوتھا لڑکا پیدا ہی نہیں ہوا۔ اگر پیدا ہو کر مر گیا تو بانس رہا، نہ بانسری بجی، سارا قصہ ہی ختم ہوا۔

یہ ایک ایسا صاف اور سیدھا راستہ ہے کہ پیغام صلح لاہور کو بھی ہماری تائید کرنی چاہیے تھی، لیکن چونکہ اس سے بڑے میاں کی پیش گوئی پر بھی زد پڑتی ہے اس واسطے پیغام صلح ہماری تائید کرنے سے خاموش رہا۔ مگر کیا اس خاموشی سے واقعہ بدل سکتا ہے۔ عرب کا مشہور شاعر صاحب معلقہ کہتا ہے

مهما يكن في امرءٍ من خليقة
و ان خالها تخفى على الناس تعلم

(کسی انسان میں کوئی بات بھی ہو وہ اگر چہ سمجھے کہ چھپی رہے گی مگر وہ ظاہر ہو جائے گی)

پیغام صلح لاہور کی اس خاموشی سے چھپی نہیں رہ سکتی۔ پس اگر وہ اس مصلحت سے خاموش ہے کہ اس سے بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کی پیش گوئی پر زد پڑتی ہے، تو وہ تسلی رکھے کہ خاموش رہنے سے وہ اس زد سے نہیں بچ سکتے کیونکہ اہل حدیث بفضلہٖ تعالیٰ زندہ ہے، وہ اس کو مرزا غالب مرحوم کے الفاظ میں توجہ دلاتا رہے گا

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اپریل ۱۹۴۴ء۔ مطابق ۲۶ ربیع الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۶ ص ۳۔۴)

امیر جماعت لاہوری کا فیصلہ

مرزا صاحب مسیح موعود نہ تھے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا کی شان ہے کبھی کبھی سخت سے سخت متعصب کے منہ سے بھی صحیح بات نکل جاتی ہے۔ اسی مضمون کو شعراء نے اس پیرائے میں بیان کیا ہے

گاہ باشد کہ کودکِ ناداں۔ بغلط بر ہدف زند تیرے

امیر جماعت لاہور (مولوی محمد علی) کے منہ سے ایک بات ایسی نکل گئی ہے جو اس شعر کی پوری مصداق ہے، اور جو مرزا صاحب قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ پر کافی روشنی ڈالتی ہے۔خلیفہ قادیان نے اپنے مصلح موعود ہونے کے متعلق جو خواب بیان کیا تھا، اس میں مثیل موعود کا لفظ تھا۔اس پر پیغام صلح لاہور، قادیانی خلیفہ کو آڑے ہاتھوں لیتا ہوا لکھتا ہے کہ:

(خلیفہ کے جواب میں) موعود کا لفظ مفقود ہے.... خلیفے اور مثیل تو سینکڑوں ہو سکتے ہیں۔فرض کر لیجئے کہ وہ مثیل ہیں تو وہ مثیل ہونے سے موعود کس طرح بن گئے۔مثیل اور چیز ہے اور موعود اور چیز ہے۔(پیغام صلح ۸ مارچ ۱۹۴۴ء ص ۲)

مولوی محمد علی صاحب لاہوری کا یہ قول صحیح ہے اور بالکل صحیح ہے۔اصل اور چیز ہے اور اس کی مثل یا مثیل اور چیز ہے۔اس مضمون کو فارسی شاعر نے بڑی خوبی سے یوں ادا کیا ہے:

ترا دیدہ و یوسف را شنیدہ
شنیدہ کے بود مانند دیدہ

اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حق میں مثیل مسیح موعود لکھا ہے اور اپنے حق میں مسیح موعود رکھنے والوں کو نادان قرار دیا ہے۔فرماتے ہیں:

اس عاجز نے مثیل موعود ہونے کا دعوی کیا ہے جس کو کم فہم لوگ مسیح موعود خیال کر بیٹھے ہیں۔(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۱۹۰)۔

مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اس عبارت میں دو باتیں کہی ہیں:

ایک تو یہ کہ میں مثیل مسیح موعود ہوں۔

دوسری یہ کہ مجھ کو نادانوں نے مسیح موعود سمجھ لیا ہے۔

مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے قول کے مطابق بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود نہیں ہو سکتے اگر کوئی ان کو مسیح موعود کہے تو وہ بقول مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کم فہم یعنی نادان ہے۔

تعجب ہے کہ باوجود اس کے مولوی محمد علی صاحب لاہوری اپنے رسالے کا نام مسیح موعود رکھتے ہیں اور مرزا صاحب قادیانی کو مسیح موعود مانتے ہیں۔اس لئے مرزا

صاحب قادیانی گویا ان کو مخاطب کر کے کہتے ہیں

ناصحا ! اتنا تو دل میں تو سمجھ اپنے کہ ہم
لاکھ نادان ہیں کیا تجھ سے بھی ناداں ہوں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۴۴ء مطابق ۳ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۷ص ۴)

مکتوب مفتوح بنام چوہدری ظفر اللہ قادیانی

بخدمت آنریبل چوہدری سر ظفر اللہ خاں صاحب جج فیڈرل کورٹ دہلی

چوہدری صاحب! اس خط کے لکھنے کا باعث یہ ہے کہ مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے اپنے مصلح موعود ہونے کے متعلق جو جلسہ دہلی میں کیا حسب بیان اخبارات آپ بھی اس میں شریک تھے۔اس سے میں سمجھا کہ اس امر میں آپ کو خاص دلچسپی ہے۔

میں جانتا ہوں کہ آپ مرزا صاحب قادیانی کے راسخ مرید ہیں، اور میں یہ بھی جانتا ہوں کہ آپ ملک کی سب سے بڑی عدالت کے جج بھی ہیں۔ اس لئے میں آپ کو اپنے خاص معاملہ میں جج تجویز کرتا ہوں۔

معاملہ یہ ہے کہ مرزا محمود احمد اپنے والد کی زبانی مصلح موعود ہونے کے مدعی ہیں اور اسی دعوی کا اعلان کرنے کو متعدد شہروں میں جلسے کر چکے ہیں۔

میرا دعوی ہے کہ آپ مصلح موعود والی پیش گوئی کے مصداق نہیں ہیں، بلکہ وہ پیش گوئی سرے سے صحیح بھی ثابت نہیں ہوئی۔

آپ ہم دونوں کے بیانات باقاعدہ سن کر فیصلہ دیں کہ حق بجانب کون ہے ۔غالباً اس امر کے اظہار کرنے کی ضرورت نہیں کہ آپ فیصلہ کرتے ہوئے اپنے عقیدہ سے الگ ہو کر محض فریقین کے بیانات پر فیصلہ دیں گے۔

اس امر کے ظاہر کرنے کی بھی ضرورت نہیں کہ فریقین کے بیانات کا خلاصہ بیان کر کے فیصلہ تحریر فرمائیں گے۔

یہ بیانات تحریری ہوں گے۔فریق ثانی کی منظوری آنے پر میں اپنا پرچہ آپ کی خدمت میں بھیج دونگا۔
پرچوں کی تعداد مقرر کرنے میں عدالتی قانون ہم دونوں کو مسلّم ہونا چاہیے۔
نوٹ: تاریخ اشاعت سے دس روز تک میں جواب کا منتظر رہوں گا اس کے بعد نا امید ہو کر اس تجویز کو چھوڑ دونگا۔

آپ کا ہوا خواہ: ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل۱۹۴۴ء مطابق ۳ جمادی الاول۱۳۶۳ھ جلد۴۱ نمبر۱۷ص ۷)

بہائیہ اور مرزائیہ میں مشابہت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہماری تحقیق تو یہ ہے کہ تحریک مرزائیہ تحریک بہائیہ کی فرع یا اس کی نقل ہے۔ ہماری اس رائے سے کسی کو اختلاف ہو تو ہم اسے منع نہیں کر سکتے، مگر اس امر میں تو کسی کو اختلاف نہ ہوگا کہ ان دونوں تحریکوں میں ایک خاص وصف ضرور مشترک ہے، وہ ہے طول کلامی اور قلیل معانی۔

اخبار کی ضخامت اجازت نہیں دیتی، ورنہ ہم ان دونوں تحریکوں کی بے معنی طول کلامی کی مثال اخبار الفضل مورخہ ۲۷۔اپریل ۱۹۴۴ء اور رسالہ پیامبر جنوری ۱۹۴۴ء سے دکھاتے۔ یہ ان دونوں جماعتوں کا خاص طرہ امتیاز ہے۔

ہم اپنے رسالہ تحریک خاکساری میں اس بات کا ثبوت دے چکے ہیں کہ ہمارے زمانہ کے بعض اہل قلم اس وصف میں خاص امتیاز رکھتے ہیں۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس میں اول نمبر پر ہیں۔ بہائی بھی ان سے کم نہیں ہیں۔ پادری برکت اللہ اور لیڈر خاکساران بھی انہیں کے ہم وزن ہیں۔ خیر اس بنا پر تو ہم ان کو مورد طعن نہیں بناتے کیونکہ ہر ایک کا مسلک جداجدا ہے۔بعض اہل قلم کا اصول ہے خیر الکلام ما قلّ و دلّ اور بعض کا اصول اسکے برعکس وہ ہے جس کی مرزا غالب

نے خواہش کی ہے

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

الفضل کے پرچہ مذکور میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا خطبہ جمعہ چھپا ہے۔ مرید تو سر دھنتے ہوئے کہتے ہوں گے سبحان اللہ مرحبا کیا علم کا دریا بہہ رہا ہے۔ مگر ہم سمجھتے ہیں کہ خلیفہ قادیان کو یہ وصف آبائی وراثت میں ملا ہے۔ مضمون صرف اتنا ہے کہ نبی کی بعثت بھی ایک قسم کی قیامت ہے جو بہائی عقیدہ کی موافقت ہے

بہائی ممبرو! قادیان کا توافق تمہارے ساتھ مبارک ہو

میرے پہلو سے گیا پالا ستم گر سے پڑا
مل گئی اے دل تجھے کفران نعمت کی سزا

مگر طول کلامی اتنی ہے کہ الامان والحفیظ

اسی طرح رسالہ پیامبر کی اشاعت مذکورہ میں کتاب الفرائد سے ایک مضمون کا ترجمہ نقل ہوا ہے جسکی سرخی ہے:

عقائد اہل بہاء اور دلائل۔

اس میں پہلا عقیدہ یہ بتایا ہے کہ سارے ادیان کے موعود دو شخص ہیں۔ ایک علی محمد باب (مہدی) اور دوسرا بہاء اللہ (مسیح موعود)۔

خیر ہمیں اس سے کیا مطلب؟ کوئی اپنے لڑکے کا نام یوسف رکھے، کوئی اس کو حاتم طائی کہے:

نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

ہمیں تو دو باتوں سے مطلب ہے۔ ایک طول کلامی جو اتنی ہے کہ پڑھتے پڑھتے طبیعت ملول ہو جاتی ہے۔ دوسرے اصل مدعا، جس پر ہمیں نظر کرنا ہے طول کلامی دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے۔

اصل مدعا بہت مختصر ہے۔ اس میں کچھ شک نہیں حدیثوں میں دو بزرگوں کی بابت وعدے آئے ہیں۔ امام مہدی اور حضرت مسیح ابن مریم۔، یہی دعوی بہائیوں کا اپنے ان دونوں بزرگوں کے حق میں ہے لیکن غضب یہ ہے کہ جس زبان مبارک سے

موعود کا لفظ حاصل کرتے ہیں اسی زبان فیض ترجمان سے اس کی جو تفسیر آئی ہے اسے قبول نہیں کرتے تلك اذا قسمة ضيزى (النجم:۲۲)

مثلاً امام مہدی اور مسیح موعود کے حق میں یقیناً ایسے الفاظ آئے ہیں جن سے ان کا باسیاست ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مثلاً ارشاد ہے

فيملأ الارض قسطاً و عدلاً كما ملئت جوراً و ظلماً

(زمین جس طرح ان سے پہلے ظلم سے بھری ہوگی اسی طرح وہ اس کو انصاف سے بھر دینگے)

یہ قدر مشترک دونوں بزرگوں کے حق میں ہے۔ یہ نہیں ہے کہ مہدی مسعود ایسے کمزور ہوں گے کہ حکومت کرنے کے بجائے خود حکومت وقت کے حکم سے قتل کئے جائیں گے جیسے علی محمد باب قتل ہوا۔ مسیح موعود ایسے کمزور ہوں گے کہ چالیس سال کا طویل عرصہ جیل میں مقید رہیں گے جیسے شیخ بہاء اللہ ایرانی عکہ میں مقید رہے۔ اصل مہدی اور مسیح کے مقابلہ میں ایسے مہدی اور مسیح کے حق میں یہ کہنا بالکل بجا ہے

شیر قالین دگر است شیر نیستان دگر

لطیفہ: بہائیوں نے یہ دونوں منصب مہدی اور مسیح الگ الگ دو اشخاص کے حق میں تسلیم کئے ہیں، مگر قادیانیوں نے حسب تعلیم مرزا صاحب قادیانی یہ کمال کیا کہ یہ دونوں منصب ایک ہی بزرگ کے حق میں تجویز کر لئے۔

ہمیں اس پر بھی کلام نہیں۔ ہاں ہمیں یہ کہنے کا حق حاصل ہے کہ جس زبان مبارک سے یہ الفاظ نکلے ہیں ان کی تفسیر اور تشریح بھی اسی زبان سے نکلی ہوئی منظور کرنی چاہیے ورنہ مثال مشہور آدھا تیتر آدھا بٹیر صادق آئے گی ان دونوں گروہوں (بہایوں اور قادیانیوں) کا یہ کہنا کہ ہمارے بزرگ (باب بہاء اللہ اور مرزا صاحبان) بزبان رسالت مآب موعود ہیں مگر رسالت مآب کی تشریح کو نہ ماننا اس شعر کا مصداق ہے

اکرم بها خلة لو انها صدقت
موعودها او لو ان النصح مقبول

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ مئی ۱۹۴۴ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۸ ص ۳۔۴)

خلیفہ قادیان کا چیلنج تفسیر نویسی

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳۔ اپریل ۱۹۴۴ء سے معلوم ہوا کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے دہلی کے جلسہ میں علماء اسلام کو اپنے مقابلے میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا ہے۔ ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ان کا یہ چیلنج نیا نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے آپ کے والد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں علماء اسلام کو عموماً اور پیر مہر علی شاہ مرحوم ساکن گولڑہ (راولپنڈی) اور مجھ خاکسار کو خصوصاً تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا مگر جب میں اور دیگر علماء مقررہ تاریخ کو لاہور پہنچ گئے تو آپ قادیان سے نہ نکلے۔

اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے باپ (مرزا غلام احمد) کی ریس میں علماء اسلام کو چیلنج دیا۔ اس کے جواب میں ہم نے صاف لکھ دیا کہ ہم اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں۔

بے شک آپ سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں جو آپ سے قریب ہے، آجائیں اور میرے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھیں۔ ترجمہ والا قرآن شریف بھی ہاتھ میں نہ ہو، اور کوئی تفسیر بھی ساتھ نہ ہو اور تفسیر عربی زبان میں لکھی جائے۔

اس کے جواب میں آپ نے لکھا تھا میں کوئی عربی دان عالم نہیں ہوں۔ میں تو کلید قرآن بھی ساتھ رکھوں گا اور تفسیر بھی رکھوں گا پھر اپنے والد ماجد (مسیح موعود مرزا) کے لکھے ہوئے نکات بتاؤں گا۔

اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ والد کے بتائے ہوئے نکات لکھنا اور ان کو اپنی لیاقت کا ثبوت بنانا (معاف کیجئے) آریوں کے نیوگ کے مشابہ ہے۔

یہ سلسلہ کلام جولائی ۱۹۲۵ء سے ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء تک جاری رہا۔ اسی عرصہ

میں بعض مخلص احمدیوں (بابو عمر دین وغیرہ) نے خلیفہ قادیان کو غیرت بھی دلائی۔ جلسہ سالانہ میں ایک رقعہ بھی دیا کہ آپ اس امر کا ذکر بھی کریں کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو جو چیلنج دیا تھا اسکا انجام کیا ہوا۔ مگر آپ اس پر بھی خاموش رہے۔ کیوں:

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آ گئی

اس سارے مکالمے کی روئیداد مرقع قادیانی بابت جنوری ۱۹۳۲ء میں درج ہے۔ شائقین اس کا ملاحظہ کر کے صحیح رائے قائم کریں۔

دوبارہ اب جو خلیفہ قادیان نے علماء اسلام کو عام طور پر چیلنج دیا ہے سب سے پہلے ہم اس کی قبولیت میں سبقت کرتے ہیں۔ کیوں

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

پس خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اوران کے مریدین سن رکھیں۔ ہم اس چیلنج کی قبولیت میں بسہ شروط سبقت کرتے ہیں:

اول: اپنے والد یا کسی اور مصنف کے بتائے ہوئے نکات نقل نہیں کرنے ہوں گے، کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کے نکات بیان کر دینے میں کون سا کمال ہے۔ یہ تو ہر ایک مرزائی کرسکتا ہے اور اس میں نیوگ کا اشتباہ بھی ہے۔

دوم: اس مقابلہ میں لکھی ہوئی تفسیروں کی صحت کے کیلئے کوئی غیر جانبدار منصف ہونا چاہیے۔

سوم: اس تفسیر نویسی کے مقابلہ میں کوئی فریق غالب آ جائے (میں یا آپ) تو اس کے مذہبی عقیدے پر اثر نہیں پہنچ سکتا۔ مثلاً میں غالب آ گیا تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میرا مذہبی عقیدہ قادیانی صحیح ہے یہ کمزوری میری علمی کمزوری ہے عقیدہ کی نہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ اس مقابلے کے بعد آپ کے عقیدہ کے بنیادی پتھر پر بھی بحث کی جائے، وہ ہے مرزا صاحب قادیانی کی مسیحیت موعودہ کا موضوع۔

اس موضوع پر اچھی بسیط بحث ہونی چاہیے اور اس کے لئے بھی کوئی ذی فہم اور ذی علم منصف مقرر ہونا چاہیے۔ میری رائے میں اس بحث کے لئے کوئی ایسا شخص منصف ہو جو ہائی کورٹ کا جج یا سیشن جج رہ چکا ہو یا اتنی قابلیت رکھتا ہو۔

ارخاء عنان۔ اگر مسیحیت موعودہ پر بحث کرنا آپ کو ناگوار یا مشکل معلوم ہوتا ہو تو آپ

اپنے مصلح موعود ہونے پر بحث کر لیں۔ ہم اس کے ابطال کے لئے بھی تیار ہیں۔
مختصر یہ ہے کہ ہم ٹھوس کام کرنا چاہتے ہیں جس سے ہمارے اور آپ کے مذہبی اختلاف میں فیصلہ ہو سکے اور کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق نہ ہو۔ پس آپ تیار ہو کر اور ہوش سنبھال کر آیئے اور میں آپ کو اعلان کر دوں تو بے جا نہ ہوگا

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ مئی ۱۹۴۴ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۸ ص ۴)

(تفسیر نویسی کے مرزا محمود احمد کے چیلنج کو احمدیوں کے لاہوری گروپ نے بھی قبول کیا تھا۔ جیسا کہ ذیل کے مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ شیخ عبدالرحمٰن مصری احمدی نے اس چیلنج کے قبول کرنے کا اعلان کیا تو میاں محمود احمد صاحب نے بذات خاموشی اختیار کر کے اپنے مریدوں کو شیخ صاحب مصری کے پیچھے لگا دیا۔ بنابریں شیخ عبدالرحمٰن مصری صاحب نے پیغام صلح لاہور میں لکھا:

<u>مولوی اللہ دتا و مولوی جلال الدین شمس صاحب کا چیلنج تفسیر نویسی کن شرائط پر قبول کیا جا سکتا ہے</u>

جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے دنیا کے تمام علماء کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا۔ اس چیلنج میں یہ دعوی تھا کہ انہیں تمام کا تمام قرآن دیگر تمام مسلمانوں سے زیادہ آتا ہے۔ چونکہ یہ دعوی میرے نزدیک بے جا تعلّی پر مبنی ہونے کی وجہ سے بالکل غلط اور خلاف واقع تھا اس لئے میں نے اس کو قبول کر لیا تھا۔
جناب میاں (محمود احمد) صاحب کو تو میدان مقابلہ میں آنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی لیکن ان کے دو رفیقوں یعنی مولوی اللہ دتا صاحب و مولوی جلال الدین صاحب شمس نے مجھے مقابلہ کے لئے للکارا ہے۔
تمام احباب جانتے ہیں کہ میں نے تو جناب میاں (محمود احمد) صاحب کی طرح اس قسم کی کوئی تعلّی نہیں کی کہ میں دنیا کے تمام مسلمانوں سے بڑھ کر قرآن کا علم رکھتا ہوں۔ میں نے تو صرف جناب میاں (محمود احمد) صاحب کا غرور و تکبر توڑنے کے لئے ان کے چیلنج کو قبول کیا تھا، سو خدا کے فضل سے اس میں مجھے کامل اور نمایاں کامیابی حاصل ہوئی ہے۔ دنیا نے دیکھ لیا کہ جناب میاں (محمود احمد) صاحب کا چیلنج تفسیر نویسی ایک ناواجب تعلّی سے بڑھ کر کوئی حقیقت نہ رکھتا تھا۔
ان کے چیلنج کو قبول کر لینے کے بعد انہیں مقابلہ میں آنے کی جرأت ہی نہیں ہوئی بلکہ میں تو سمجھتا ہوں کہ مولوی جلال الدین صاحب شمس نے بھی ایک رنگ میں ان کے دعوی کو توڑ دیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ سورہ

یاسین دوسرے رکوع کی تفسیر جو انہوں نے لکھی ہے، وہ پہلے کسی نے نہیں لکھی۔ اس کے معنی یہ ہوئے کہ جناب میاں (محمود احمد) صاحب نے بھی نہیں لکھی۔ اگر وہ تفسیر درست ہے تو کم از کم قرآن کے اس حصہ کا علم تو ان کا جناب میاں (محمود احمد) صاحب سے بڑھ گیا ہے جس سے جناب میاں صاحب کا یہ دعویٰ کہ وہ تمام مسلمانوں سے قرآن کا علم بڑھ کر رکھتے ہیں ٹوٹ گیا۔ گو میں نے نہ کوئی چیلنج دیا ہے، اور نہ مجھے کسی قسم کی تعلّی کا ادعاء ہے، تاہم میں ان دونوں صاحبان کے چیلنج کو دو شرطوں سے قبول کرنے کیلئے تیار ہوں:

شرط اول: یہ (جلال دین شمس اور اللہ دتا قادیانی) بھی جناب میاں (محمود احمد) صاحب کی طرح سب سے بڑھ کر قرآن دانی کا دعویٰ کریں۔ پھر میں ان کے دعویٰ کو توڑنے کے لئے بھی میدان میں انشاء اللہ و بتوفیقہ نکل آؤنگا۔ آیت خاتم النبیین اور آیت استخلاف کی تفسیر سے اگر یہ لوگ گریز کریں گے، تو قرعہ اندازی کے ذریعہ انتخاب شدہ آیات کی تفسیر لکھنے کے لئے اللہ تعالیٰ مدد سے خاکسار تیار ہو جائے گا۔

دوسری شرط۔ اگر یہ نہیں تو جناب میاں (محمود احمد) صاحب سے یہ شائع کرا دیں کہ اگر مولوی اللہ دتا صاحب یا مولوی جلال الدین صاحب شمس تفسیر نویسی کے مقابلہ میں شکست کھا گئے تو یہ شکست جناب میاں (محمود احمد) صاحب کی متصور ہوگی اور آئندہ کے لئے وہ تسلیم کرلیں گے کہ قرآن دانی کا جو دعویٰ ان کا ہے وہ غلط ہے۔ ان شرائط کے پورا ہوتے ہی خاکساران کے مقابل میں تفسیر نویسی کے میدان میں نکل آئیگا۔

(پیغام صلح لاہور یکم نومبر ۱۹۴۴ء ص ۵)۔

ظفر اللہ کا جواب اور میرا جواب الجواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

میں نے ایک کھلی چٹھی سر ظفر اللہ خان صاحب کے نام اخبار اہل حدیث مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۴۴ء میں درج کی تھی۔ مجھے امید تھی کہ سر ظفر اللہ خان صاحب میری درخواست کو قبول کر کے بحیثیت ہمدرد اسلام فریقین میں فیصلہ فرمائیں گے۔ آپ نے میرے معروضہ کا جواب اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲ مئی ۱۹۴۴ء میں دیا ہے۔ شکریہ۔ مگر فریقین میں منصف بننے سے انکار کر دیا۔ کیوں انکار کیا، اس کا جواب انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے۔ آپ لکھتے ہیں:

اہل حدیث کے پرچہ مورخہ ۲۸ اپریل ۱۹۴۴ء میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے خاکسار کو مخاطب کر کے ایک کھلی چٹھی شائع کی ہے جس میں وہ تحریر فرماتے ہیں کہ اگر چہ انہیں میرے عقاید کا علم ہے لیکن پھر بھی وہ چاہتے ہیں کہ میں حضرت مسیح موعود کی پیش گوئی بابت مصلح موعود کے متعلق جماعت احمدیہ کے دلائل اور مولوی صاحب کے دلائل کا موازنہ کر کے محض دلائل کی بنا پر فیصلہ دوں کہ کون سا فریق حق پر ہے۔

مولوی صاحب کی غرض اس دعوت سے صرف اس قدر تو ہو نہیں سکتی کہ وہ اپنے دلائل پر مجھے غور (بے شک میری یہی نیت ہے کہ آپ میرے دلائل پر غور کریں مگر فیصلہ سے پہلے فریق ثانی کا بیان بھی میرے جواب میں ملاحظہ فرمالیں جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے اور قانون عدالت بھی یہی ہے۔ ثناء اللہ) کرنے کا موقعہ مہیا کریں کیونکہ اگر چہ یہی غرض ان کے پیش نظر ہو تو یہ تو اس طرح پوری ہوسکتی ہے کہ وہ اپنے دلائل مجھے بھیج دیں (آپ کے حسب منشاء بھیجتا ہوں۔ ثناء اللہ) اور میں اپنے طور پر ان پر غور کر لوں۔ مجھ سے دلائل کی بنا پر فیصلہ چاہنے کی غرض تو یہی ہوسکتی ہے کہ اس فیصلہ کی بنا پر کسی تنازعہ یا قضیہ کو ختم کیا جائے اور فریقین یا ان میں سے کسی کو پابند کیا جائے۔ جماعت احمدیہ کو تو مجھ سے ایسے کسی فیصلہ کی احتیاج نہیں اور نہ انہوں نے مجھ سے ایسا فیصلہ (جب فریق احمدیہ نے آپ سے فیصلہ طلب نہیں کیا اور نہ وہ اس کا خواہش مند ہے تو پھر آپ کا فیصلہ دراصل فیصلہ بین الفریقین نہ ہوگا بلکہ یک طرفہ محض اظہار رائے ہوگا۔ ثناء اللہ) طلب کیا ہے۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب کو میرے فیصلہ پر اعتماد ہے اور وہ اپنے تئیں اس کا پابند کرنے کو تیار ہیں تو میں ان کی طرف سے یہ اعلان ہونے پر انشاء اللہ جس قدر وقت ضروری ہوگا فریقین کے دلائل پر غور کرنے کیلئے نکال کر اللہ تعالی عطا کردہ توفیق سے محض ان دلائل کی بنا پر فیصلہ صادر کرنے کے لئے تیار رہوں گا اور اگر مولوی صاحب کی یہ غرض نہیں یا انہیں میرا فیصلہ قبول کرنے میں کوئی تامل ہے تو پھر محض ایک مشغلہ کے طور پر ان کا میرے وقت (اسی طرح مرقوم ہے۔ ثناء اللہ) کا مطالبہ کرنا کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا۔

خاکسار۔ ظفر اللہ خان (الفضل قادیان ۲ مئی ۱۹۴۴ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سر ظفر اللہ خان صاحب نے کمال بلاغت سے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو

فریق نہ بننے کا ایماء کیا ہے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ آپ میری چٹھی پڑھنے کے بعد خلیفہ موصوف کو لکھتے کہ آپ بھی مجھ کو منصف مانتے ہیں تو منظوری دیجئے۔ پھر وہ جو کچھ کہتے اس کی اطلاع مجھے دیتے۔ مگر انہوں نے کسی مصلحت سے ایسا نہیں۔ قانون شریعت اور قانون عدالت تو یہ ہے کہ فریق مدعی کا بیان مع وجوہات کے فریق ثانی کو دیا جائے۔ ان وجوہات کے جواب میں فریق ثانی جو کچھ کہے اس کو ملحوظ رکھ کر دونوں پر غور کیا جائے۔ یہ تو ہے فیصلے کا اصل طریق جس سے سر (ظفر اللہ) موصوف نے انکار کیا۔ باوجود اس کے کہ آپ کا یہ فرمانا کہ

فریقین کے دلائل پر غور کر کے فیصلہ صادر کروں گا۔،

میری سمجھ سے بالا ہے۔ کیونکہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) جب تک میرے دلائل کا جواب نہ دیں وہ فریق ثانی کے نام سے موسوم نہیں ہو سکتے۔ ان کو میرے ساتھ ملا کر فریقین کہنا کیا معنی رکھتا ہے۔

خیر بین الفریقین باقاعدہ فیصلہ کرنے سے تو موصوف (سر ظفر اللہ) نے انکار کر دیا، مگر میرے دلائل مجھ سے طلب کئے ہیں۔ اسکا بھی شکر یہ ہے۔

میں اپنے دلائل کا مفصل بیان بصورت اشتہار بھیجتا ہوں۔ جسکا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب متوفی نے ضمیمہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء میں مصلح موعود کے حق میں لکھا ہے کہ وہ موجودہ تین بیٹوں کے بعد چوتھے درجے میں پیدا ہوگا اور موجودہ تین بیٹوں کے نام یہ بتائے ہیں: محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد۔

میرا سوال یہ ہے کہ ان تینوں بیٹوں کے علاوہ چوتھا بیٹا جو مصلح موعود ہونا تھا کون ہے اور کہاں ہے؟

اس کے جواب میں جو کچھ آپ فرمائیں گے وہ فیصلہ بین الفریقین نہ ہونے کی وجہ سے کسی فریق پر حجت نہیں ہوگا بلکہ آپ کی طرف سے محض اظہار رائے ہوگا۔

سر! اعدلوا هو اقرب للتقوى

پس اب میں آپ کے جواب کا منتظر ہوں، ابوالوفاء

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ مئی ۱۹۴۴ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۹ ص ۵)

واقعہ دہلی کا اثر خلیفہ قادیان کے دماغ اور زبان پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

دہلی میں بتاریخ ۱۶۔ اپریل ۱۹۴۴ء قادیانیوں نے مصلح موعود کے متعلق جو جلسہ کیا تھا اس میں جو ہنگامہ اور زدوکوب ہوئی اس کی تفصیل بیان کرنا ہمارا مقصود نہیں اور نہ یہ بیان کرنا مطلوب ہے کہ ابتداء کس فریق نے کی۔ بلکہ ایک خاص بات کا اظہار کرنا مقصود ہے کہ خلیفہ قادیان پر اس واقعہ ہائلہ کا اس قدر اثر ہوا کہ باوجود کئی روز گذر جانے کے ان کی زبان اور دماغ ٹھکانے پر نہیں آئے (اسی پریشانی کا اثر ہے کہ آپ کو ۴ مئی کی شب کو بھی ایک منذر خواب آیا جو الفضل قادیان ۱۱ مئی میں چھپا ہے۔ اس میں بھی آپ نے اپنی جماعت احمدیہ کو مع عورتوں کے پٹتے ہوئے پایا۔ اگر یہ خواب واقعہ دہلی کا اثر نہیں ہے تو شائد آئندہ کیلئے پیش گوئی ہے بہرحال آپ کے دماغ میں ابھی پریشانی باقی ہے۔ ثناء اللہ) ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقریر کرتے ہو سنبھلنے کی بہت کوشش کرتے ہیں، مگر سنبھل نہیں سکتے۔ شائد اس کی وجہ ہے کہ ان کے داماد عبدالرحیم احمد کو اور بعض دیگر تعلق داروں کو بڑی خطرناک چوٹیں آئی ہیں۔ ہمیں اس تکلیف میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) سے ہمدردی ہے۔ اسی ہمدردی میں ہم کہتے ہیں کہ آپ نے مصلح موعود ہونے کا جو منصب اختیار کیا ہے اس کا لازمی نتیجہ ہے کہ آپ ان تکلیفوں میں مبتلا ہوں۔ بقول:

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا۔ آگے آگے دیکھئے ہوتا ہے کیا

آپ کو اپنے منصب (مصلح موعود) کا لحاظ کر کے اپنے دماغ اور زبان کو قائم رکھنا چاہیے۔ ایسی بہکی بہکی باتیں نہیں کہنی چاہییں جن سے مخالفوں کو ہنسی کا موقع ملے

آپ نے ۲۱۔ اپریل کو خطبہ جمعہ میں واقعہ دہلی (جلسہ دہلی کے فساد کی بنا یہ ہوئی خلیفہ قادیان کے بیٹے ناصر احمد نے آیت کریمہ انّ قرآن الفجر کان مشھودا کی تلاوت کرتے ہوئے قرآنِ الفجر پڑھ دیا تھا۔ ثناء اللہ) بیان کرتے ہوئے جو کہا ہے اس کے چند فقرات بطور نمونہ نقل کرتے ہیں

عزیزم مرزا ناصر احمد نے تلاوت قرآن کریم شروع کی تو ایک لفظ میں زیر

کی جگہ زبر ان کے منہ سے نکل گئی انہوں نے قرآن الفجر کی بجائے قرآنِ الفجر کہہ دیا۔ بس یہ الفاظ ان کے منہ سے نکلنے تھے کہ یہ لوگ جو منتظر تھے کہ شور وغیرہ کرنے کا کوئی موقعہ مل سکے فوراً کھڑے ہو گئے اور شور مچانے لگے کہ قرآن کریم غلط پڑھا جا رہا ہے (الفضل ۲مئی ۱۹۴۴ء ص۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس چھوٹے سے فقرے میں کتنا تضاد ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کا صحیح لفظ خلیفہ جی کے نزدیک اصل میں مکسور (زیر والا) ہے بقول آپ کے غلطی سے ناصر احمد کے منہ سے زیر نکل گئی حالانکہ قرآن میں زبر ہی صحیح ہے۔ پھر اس کو غلط کہنا خلیفہ جی کی زبان کا اضطراب ہے یا قرآن سے ناواقفی نہیں تو اور کیا ہے۔ علاوہ اس کے اگر زیر پڑھی ہوتی تو مسلمان سامعین اس پر شور کیوں مچاتے۔

ناظرین! دوسرا فقرہ ملاحظہ ہو آپ فرماتے ہیں:

اس میں تو کوئی شبہ نہیں کہ ان کے منہ سے زبر کی بجائے زیر نکل گئی مگر اس پر اتنا شور مچانے کی تو کوئی وجہ نہ تھی۔ اتنا کافی تھا کہ ان میں سے کوئی صاحب کھڑے ہوتے اور کہہ دیتے کہ قاری صاحب قرآن کے لفظ پر زبر نہیں بلک زیر ہے تو ہم لوگ ان کے ممنون ہوتے۔ (الفضل تاریخ مذکور)

ناظرین اس فقرے سے معلوم ہوتا ہے کہ خلیفہ جی کے نزدیک اصل لفظ زبر سے ہے اور یہی صحیح ہے انّ قرآن الفجر کان مشھو داً، اگر صاحبزادہ نے زبر سے پڑھا تو واقعی غلطی کی۔ لیکن پہلے اقتباس میں خلیفہ جی کہہ آئے ہیں کہ اصل قرآنی لفظ زیر سے ہے اس کی بجائے ناصر احمد نے زبر پڑھ دی اور یہ غلطی کی۔ سبحان اللہ! زیر بھی غلط اور زبر بھی غلط۔ اب اس کی اصلاح سنئے فرماتے ہیں

معترض کہہ دیتے کہ قاری صاحب زبر نہیں زیر ہے

کیا خوب اصلاح ہوتی خلیفہ جی کا مطلب یہ ہے کہ سامعین بھی زبر کی بجائے زیر بتا کر ان کی طرح اپنے دماغی اضطراب کا ثبوت دیتے مگر سامعین ایسی کچی گولیاں نہیں کھیلے تھے کہ خلیفہ جی کے حسب منشاء غلطی کر کے اپنے دماغی توازن کا ثبوت دیتے۔

لطیفہ: ایک طالب علم کا قصہ مشہور ہے کہ وہ فقہ کی کتاب کنزالدقاق پڑھتا

تھا۔ کسی نے پوچھا کیا پڑھتے ہو؟ کہا کِنز الدقائق۔
اس نے کہا، کیا، کہ نہیں کنز الدقائق (ک کی پیش کے ساتھ)
اس نے پھر زور سے کہ کیا کہتے ہو۔
طالب علم نے سمجھا اب تیسری صورت رہ گئی غالباً یہی صحیح ہوگی کہا کہ کنز الدقائق

ناظرین: مزید لطیفہ سنئے خلیفہ جی اپنے بیٹے (ناصر احمد) کی غلطی کو معمولی قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں:

پھر جو غلطی ہوئی وہ ایسی نہ تھی جو صرف ونحو کے اصول سے بالکل ناجائز ہوتی۔ یہ عربی میں جوار کے لحاظ سے بھی اعراب آجاتے ہیں اور قرآن کریم میں اس کی بعض مثالیں موجود ہیں پس اگر قاری کے منہ سے ایسی غلطی نکل جائے تو یہ کوئی ایسی غلطی نہیں جو علمی لحاظ سے زیادہ قابل اعتراض ہو (الفضل تاریخ مذکور)

اس فقرے میں آپ نے علم نحو کے ساتھ صرف ملا کر اپنی ناواقفی کا پورا ثبوت دیا ہے جر جوار کا مسئلہ علم نحو میں تو ہے لیکن علم صرف سے اسکا کوئی تعلق نہیں ہاں ایک شعر یاد آیا اسی طرح کا تعلق ہوگا

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایّھا السّاقی ادر کأسا و ناولھا

اچھا صاحب! یہاں کون سا جوار (پڑوسی) ہے جس کی وجہ سے قرآن الفجر کے نون کے نیچے جرّ آسکتی ہے اور یہ علم نحو کا کون سا قاعدہ ہے کہ حرف انّ کا اسم مجرور ہوسکتا۔

رفع تعجب: ناظرین خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) کی اس علمی قابلیت سے تعجب نہ کریں، آپ کے والد ماجد بھی خیریت سے ایسی ہی باتیں کہہ دیا کرتے تھے آپ کے قصیدہ اعجازیہ میں ایک شعر ہے جو اس کی مثال کے لئے کافی ہے

أ آخیت ذئبا عایشاً او ابا الوفاء
أ وافیت مدّا او رأیت امرتسر

رأیت کا مفعول بہ (امرتسر) مرفوع بنانا قادیانی اعجاز کا نمونہ ہے

ناظرین کرام! یہ وہی خلیفہ جی ہیں جو دنیا بھر کے علماء اسلام کو اپنے مقابلہ

میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا کرتے ہیں جن کے اضطراب اور علمی قابلیت کا کچھ نمونہ آپ کو دکھایا گیا ہے۔

حق تو یہ ہے مجھے خلیفہ جی کی ایسی مضطربانہ باتوں سے تعجب نہیں ہوتا کیونکہ وہ خیریت سے اسی ذہنیت اور قابلیت کے مالک ہیں جسکا ذکر لائل پور کی تقریر میں آپ نے خود ہی کیا تھا کہ میں پانچویں جماعت سے دسویں تک برابر فیل ہوتا رہا بلکہ تعجب قادیان کے ان علماء سے ہے جو باوجود معقول مشاہرات پانے کے خلیفہ جی کی ایسی بہکی بہکی باتوں کی اصلاح نہیں کرتے شاید اس لئے نہیں کرتے کہ بقول اخبار پیغام صلح لاہور وہ اپنی عقلوں کو خلیفہ جی کے ہاتھ پر بیچ چکے ہیں۔ اس لئے ان کے حق میں یہ شعر موزوں ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء مطابق ۲۵ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۰ ص ۴-۶)

ثناءاللہ کا انجام کیا ہوگا

اچھا ہوگا، ان شاءاللہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اظہار کیا ہے کہ خواب میں مجھے میرے والد ماجد (بڑے مرزا صاحب قادیانی) کی زیارت ہوئی۔ کیا سوال جواب ہوئے۔ اس کا ذکر انہی کے الفاظ میں درج ذیل ہے:۔

> حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کی وفات کے قریباً دو سال کے بعد جب یہ سوال اٹھا ہوا تھا کہ مولوی ثناءاللہ صاحب کا انجام کیا ہوگا۔ میں نے رؤیا میں دیکھا کہ حضرت مسیح موعود تشریف لائے ہیں۔
> میں دوڑ کر گیا تا کہ آپ کے آنے کی لوگوں کو خبر دوں۔

جب آپ پہونچے اور گفتگو فرمانے لگے تو میں نے پوچھا: ثناء اللہ کا انجام کیا ہوگا۔ آپ نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اور دوسری بات شروع کر دی۔ میں نے پھر پوچھا۔ پھر آپ نے اسی طرح کیا۔ مگر میں نے اصرار سے پوچھا۔ تو آپ نے فرمایا۔ انجام کیا ہوگا۔ انجام کیا ہوگا۔ انجام کیا ہوگا۔ میرے الہام میں جو موجود ہے کہ طاعون سے ہلاک ہوگا۔

طاعون کا مفہوم کئی رنگ میں پورا ہوسکتا ہے۔ گویا تین دفعہ آپ نے انجام کیا ہوگا، کے الفاظ دہرائے اور پھر اپنے ایک الہام کی طرف اشارہ فرمایا۔ اس کے بعد میں نے آپ کی ایک کاپی دیکھی جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق بقیۃ الطاعون الہام درج تھا۔ (الفضل ۱۰ مئی ۴۴۔۶)

مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں ہم اس کی تحقیق سناتے ہیں۔ مواہب الرحمٰن کے صفحہ ۱۰۸ پر یہ الہام درج ہے جس کے متعلق مرزا صاحب کے اپنے الفاظ یہ ہیں

اُرِیت قرطاساً من ربی العلام و اذا نظرت فوجدت عنوانه بقية الطاعون (مجھے ایک کاغذ دکھایا گیا جس پر بقیۃ الطاعون لکھا تھا)

یہ کتاب ۱۹۰۳ء میں چھپی ہوئی ہے۔ غالبًا الہام اس سے پہلے کا ہوگا۔ اس میں میرا یا کسی اور کا کوئی ذکر نہیں (اس وقت آخری فیصلہ کا کوئی اشتہار نہیں تھا) علاوہ اس کے یہ بھی معلوم نہیں ہوتا کہ بقية الطاعون کی ترکیب کیا ہے۔ مبتداء ہے یا خبر۔ فاعل ہے یا مفعول ہے۔

میری وجہ سے قادیانی امت میں جو اضطراب ہے وہ مرزا صاحب قادیانی کے اعلان آخری فیصلہ کی وجہ سے ہے جس میں آپ نے لکھا تھا کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہیضہ یا طاعون سے ہلاک ہو جائے گا۔

یہ اعلان ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو کیا تھا اس لئے ۱۹۰۳ء والے الہام کو ۱۹۰۷ء والے واقعہ پر چسپاں کرنا سخت بے انصافی ہے۔

بہت اچھا یہ بھی سہی۔ مرزا غلام احمد صاحب ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے۔ آج اس پر ۳۶ برس گزر گئے۔ خدا کے فضل سے اس الہام کا ظہور اب تک نہیں ہوا۔ (ویسے جب ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب مر کر اپنا جھوٹا ہونا ثابت کر گئے تو اس بات کی کوئی اہمیت نہیں رہتی کہ ثناء اللہ

اگلے ہی روز کسی بھی مرض سے مر جاتے ، کیونکہ فیصلہ تو ہو چکا۔ مزید یہ کہ مولانا کی وفات جب ہوئی تو طاعون کا دور دور تک نشان نہیں تھا۔ بہا)۔ خلیفہ جی کو چاہیے تھا کہ اپنے والد سے یہ بھی کہہ دیتے کہ ثناء اللہ ہیضے سے مرے یا طاعون سے۔ اس سے ہمیں کیا فائدہ؟ فائدہ تب ہوتا اگر وہ آپ کے بقول آپ سے پہلے مرتا۔ اب وہ طاعون سے مرے یا بخار سے ہمیں اس سے کیا مطلب۔

خلیفہ جی کہتے ہیں کہ بڑے مرزا صاحب کے انتقال کے دو سال بعد خواب میں مجھ سے یہ بات چیت ہوئی تھی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وفات مرزا کے دو سال بعد تک بھی قادیان میں اضطراب باقی تھا کہ مرزا صاحب قادیانی کا اعلان بابت وفات ثناء اللہ کیوں غلط ہو گیا۔ اس کی کوئی صحیح توجیہ چاہیے۔ اسی لئے خلیفہ جی نے پریشانی کی حالت میں اپنے والد صاحب سے اس عقدہ کو حل کرانا چاہا۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ حل نہیں ہو سکا۔

تمثیل: عرب کا ایک شاعر کسی دوکان پر بیٹھا تھا۔ ایک بڑھیا لاٹھی ٹیکتی ہوئی جا رہی تھی۔ اس نے پوچھا بڑی اماں کہاں جا رہی ہو۔ بڑھیا نے کہا سر کے سفید بالوں کیلئے وسمہ لینے جا رہی ہوں۔ شاعر نے کہا:

تروح الی العطار تبغی شبابها
و لن یصلح العطار ما افسد الدهر

(یہ بڑھیا عطار سے اپنی جوانی لینے جا رہی ہے بھلا جس چیز کو زمانہ کے دور نے خراب کر دیا ہو عطار اس کی کیا اصلاح کرے گا)

یہی مثال خلیفہ قادیان کی ہے۔ خدائی واقعات کا جواب مرزا صاحب متوفی سے پوچھتے ہیں۔ بھلا ان کے اختیار میں ہوتا تو مولوی ثناء اللہ سے پہلے مرتے ہی کیوں، حالانکہ ان کا الہامی قول ہے اعطیت صفت الا حیاء و الا فناء (خطبہ الہامیہ) مجھے زندہ کرنے اور مار دینے کی طاقت دی گئی ہے۔

پھر یہ طاقت یہاں کیوں استعمال نہیں کی؟ قادر و قیوم کے تصرف سے نہیں کر سکے۔

اظہار تعجب: ہمارے ناظرین مولوی ظفر علی آف زمیندار لاہور کو جانتے ہونگے۔ آپ نے ایک دفعہ قادیانیت کے متعلق قصیدہ لکھا تھا۔ اس میں ایک شعر تھا

جسے اس وقت شاعرانہ تخیل سمجھا گیا مگر اب اسکی حقیقت کھل گئی موصوف لکھتے ہیں:

خدا شرمائے اس ظالم ثناء اللہ کو جس نے
نہ چھوڑا قبر میں بھی قادیانیت کے بانی کو

قبر کے مضمون کو شعراء نے کئی طرح باندھا ہے، مگر میرے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی متوفی کے حق میں وہ مصرع بڑا موزوں ہے جو مرزا صاحب زبان حال سے کہتے ہیں

قبر میں تیرے خنجر کا مزہ یاد آیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء مطابق ۲ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

لاہور قادیان اور دہلی کیوں خاموش ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے خلیفہ قادیان (محمود ا) نے مصلح موعود ہونے کا دعوی کیا ہے لاہوری اور قادیانی جماعتوں میں اس موضوع پر ایک حرکت پیدا ہوگئی ہے۔ جس قدر قادیانی جماعت ،خلیفہ قادیان کے دعوی پر مصرّ ہے، اسی قدر لاہوری جماعت اس سے متنفر ہے۔

اسی زمانہ سے ہم یہ مطالبہ کرتے آئے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی عبارت مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۲۰ کا مصداق چوتھا لڑکا کون سا ہے اور کہاں ہے۔

یہی سوال ہم نے سر ظفر اللہ خان جج فیڈرل کورٹ دہلی کی خدمت میں بھی بذریعہ اخبار اہل حدیث پیش کر کے جواب طلب کیا تھا۔ مگر وہ بھی خاموش رہے۔

ایک مثال: شیعہ اور سنی دو گروہ خلافت صدیقیہ پر جھگڑ رہے ہیں۔ اتنے میں ایک آریہ آ کر یہ سوال کرنے لگے کہ تم لوگ تو خلافت صدیقیہ پر جھگڑتے ہو جو دراصل رسالت محمدیہ کی فرع ہے، مجھے تو نفس رسالت پر ہی اعتراض ہے۔ پہلے اسے تو دفع کرو۔

کیا اس وقت ان دونوں گروہوں شیعہ سنی برادران اسلام کا فرض نہ ہوگا کہ وہ خلافت کا جھگڑا چھوڑ کر منکر رسالت کی طرف متوجہ ہوں اور اس کی تشفی کریں۔

اگر ایسا نہ کریں گے تو ان کے دعوی اسلام پر کہا جائے گا:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسماں کیوں ہو

اس مثال کی تکمیل کے لئے میں کہتا ہوں کہ مولوی محمد علی لاہوری بار بار خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو مباحثہ کا چیلنج دیتے ہیں۔ چنانچہ پیغام صلح لاہور ۱۷ مئی ۱۹۴۴ء میں ایک چیلنج شائع ہوا ہے جس کا عنوان ہے:

میاں صاحب (خلیفہ قادیان) مقابلہ میں کیوں نہیں نکلتے (پیغام صلح مذکور۔ص ۳)

میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے الفاظ کو تھوڑی سی تبدیلی کے ساتھ پیش کر کے کہتا ہوں کہ:

مولوی محمد علی لاہوری اور میاں محمود احمد قادیانی میرے مقابلے میں کیوں نہیں نکلتے؟

میرا دعوی ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی اصل پیش گوئی جو چوتھے بیٹے (مصلح موعود) کے متعلق تھی سرے سے غلط ثابت ہوئی۔

اس گفتگو کیلئے بٹالہ، امرتسر، لاہور تینوں شہروں میں سے جو شہر وہ پسند کریں وہیں میں پہنچ جاؤں گا۔ مناظرے کا طریق وہی ہوگا جو مرزا غلام احمد صاحب اور ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے مابین ۱۸۹۳ء میں تھا۔ اگر اس پر بھی فریقین خاموش رہیں گے تو ہم مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر ان کی نذر کریں گے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

لاہوری مصلح موعود خبردار:

اخبار اہل حدیث امرتسر کے ناظرین واقف ہوں گے کہ لاہوری جماعت میں سے ایک صاحب شیخ غلام محمد مصلح موعود اور صاحب الہام ہونے کے مدعی لاہور میں رہتے ہیں۔ ان کا ایک منذر الہام اخبار اہل حدیث ۲۴ مارچ ۱۹۴۴ء میں شائع ہوا تھا جس میں انہوں نے لکھا تھا کہ ۳۱ مئی ۱۹۴۴ء تک مولوی محمد علی لاہوری اور میاں محمود احمد قادیانی دونوں وفات پا جائیں گے۔

۳۱مئی گزر چکی ہے ان دونوں کی وفات کی خبر ہم تک نہیں پہنچی ۔

کیا شیخ غلام محمد صاحب مصلح موعود اس کی کوئی تاویل کریں گے ۔ ہم جانتے ہیں کہ فن تاویل میں شیخ صاحب، مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے شاگرد رشید ہیں، مگر ہم ان کی زبانی سننا چاہتے ہیں :

کچھ تو کہیے کہ لوگ کہتے ہیں
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ جون ۱۹۴۴ء مطابق ۹ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۲ ص ۳۔۴)

یہ تصحیح ہے یا تسلیم؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۴۴ء میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے خطبہ متعلقہ فساد دہلی پر جو نکتہ چینی کی گئی تھی، اس کے جواب میں الفضل قادیان نے کتابت کی غلطیاں تسلیم کر کے تصحیح کی ہے ۔ مگر تصحیح ایسی کی ہے جو تسلیم کے برابر ہے ۔ لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب نے یہ کہا تھا کہ ناصر احمد نے زبر کی جگہ زیر پڑھ دی، تو مخالفوں نے شور مچایا ۔ حالانکہ اتنا کہنا کافی تھا کہ قاری صاحب زیر نہیں زبر ہے صحیح انّ قرآن الفجر ہے ۔

بہت اچھا تمہارے کاتب کی غلطی ہو، یا مرتب خطبہ کی، یا خود خطیب کی، اسے ہم نظر انداز کئے دیتے ہیں ۔ مگر خلیفہ جی کا یہ علمی نکتہ کیا معنی رکھتا ہے کہ

صرف نحو کے قواعد سے بعض وقت جر جوار بھی ہوا کرتی ہے

ہم نے پوچھا تھا یہاں کون سا جوار ہے جس کی وجہ سے بقاعدہ علم صرف نحو جر (زیر) کا آنا جائز ہوسکتا ہے ۔ الفضل نے اس ضروری سوال کا جواب بھی نہیں دیا ۔ ہم اس کا جواب دیتے ہیں الفضل کو پسند ہو تو اسے شائع کر دے ۔

شائد خلیفہ قادیان کے نزدیک جرّ جوار سے انّ قرآن الفجر میں انّ کے ہمزہ (الف) کا کسرہ مراد ہے بہت ٹھیک ہم بھی اس کی داد دیں گے اگر خلیفہ جی تسلیم کر کے

اخبار الفضل میں شائع کرادیں تو ان کو انعام بھی دیں گے۔

قادیانی ممبرو! تم کہا کرتے ہو کہ ثناء اللہ ہماری مخالفت کی کوششوں میں نامراد ہے۔ کیا کوئی مسلمان قرآن خوان آیت شریفہ قتل داؤد جالوت پڑھ کر بھی حضرت داؤد کو ناکام کہہ سکتا ہے۔ سوچ سمجھ کو جواب دو۔

تمہارا خلیفہ اپنے والد ماجد (مرزا غلام احمد قادیانی) کو گھبراہٹ سے پوچھتا ہے کہ ثناء اللہ نے جو ہمیں بہت ستایا ہے اس کا انجام کیا ہوگا۔ والد بزرگوار جواب دیتے ہیں وہی ہوگا جو میرے الہام میں درج ہے کہ طاعون سے مرے گا۔ خلیفہ جی کو اس پر بھی تسکین نہیں ہوتی اس لئے طاعون کو وسیع معنوں میں لے کر کہتے ہیں کہ: طاعون کا مفہوم کئی رنگ میں پورا ہوسکتا ہے (الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء مندرجہ اہل حدیث ۲۶ مئی ۱۹۴۴ء)

کیا خوب! طاعون ایک بیماری کا نام ہے۔ اس کو بھی عام کر کے دکھانا گویا اپنے الہام کی خود تردید کرنا ہے۔ کیا ایسے مخالف کو بھی ناکام کہا جاسکتا ہے جس سے تنگ آکر بڑے میاں نے چیختے چلاتے دعا آخری فیصلہ میں اسکی کی موت کا اعلان کیا ہو، مگر بحکم لایحق المکر السیء الا با ھلہ عزرائیل امرتسر آتا آتا احمدیہ بلڈنگ لاہور میں چلا گیا، جہاں سے مرزا صاحب کی نعش مبارک کو اٹھا کر قادیان میں لاکر دفن کیا گیا۔ اب تو مرزا صاحب قادیان کے قبرستان سے گویا مجھے آواز دے رہے ہیں

کبھی تو شہیدوں کی قبروں پہ آؤ
یہ سب گھر تمہارے بسائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ جون ۱۹۴۴ء مطابق ۱۶ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۳ ص ۴)

صداقت مرزا

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: رسالہ ریویو آف ریلی جنز قادیان میں عنوان بالا کے تحت ایک مضمون نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ: مرزا صاحب اپنے دعوی میں اسلئے سچے تھے کہ وہ کسی کے ہاتھ سے قتل نہیں ہوئے بلکہ انکی جماعت ان کے قائم مقام ہوکر کام کر رہی ہے یہ ان کی سچائی معیار ہے۔ (ریویو مذکور۔ جون ۱۹۴۴ء)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ کسی وکیل کا بیان موکل کے بیان کے خلاف صحیح نہیں سمجھا جا سکتا ہم مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں مدعی کا معیار صدق کذب بتاتے ہیں۔ آپ اپنے اشتہار آخری فیصلہ میں لکھتے ہیں:

اگر میں جھوٹا ہوں جیسا کہ مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار میں میری نسبت لکھتے ہیں تو میں ان کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤ نگا کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہو جاتا ہے۔

(اشتہار آخری فیصلہ مطبوعہ اپریل ۱۹۰۷ء)

ناظرین یہ ہے معیار صدق کذب مسلمہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، قرآن شریف بھی اس کی تائید کرتا ہے۔ ارشاد ہے: فمن اظلم ممن افتری علی الله کذباً او کذب بآیاته انه لا یفلح المجرمون (یونس:۱۷)۔

اس معیار کے مطابق بتائیے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے اشد مخالف کے سامنے فوت ہوئے یا نہیں۔ اشد دشمن کون تھا؟ وہی تھا جس کی موت اپنی زندگی میں بتا کر اپنی صداقت کا ثبوت دیا تھا۔

ذلت کی موت سے مراد وہی موت ہے جو ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو لاہور میں ہوئی جس کے جنازہ پر اینٹ پتھر کے علاوہ کچھ اور بھی ڈالا گیا تھا اور یہ نعرہ لگایا:

عاشق کا جنازہ ہے ذرا دھوم سے نکلے

ان فی ذلك لعبرة لاولی الابصار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۴۴ء مطابق ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۴ ص ۳،۴)

(پیغام صلح لاہور میں میں کامیابی اور ناکامی سے متعلق ذیل کا مضمون شائع ہوا:

حضرت مسیح موعود اور آپ کے مخالفین: کامیاب کون ہے؟

کسی شخص کی کامیابی کی سب سے بڑی علامت یہ ہے کہ جس مقصد کو لے کر وہ دنیا میں آئے اس میں ہر قسم کی مخالفت کے باوجود اسے پوری کامیابی حاصل ہو۔ اسی سے اس تحریک کے بانی

کی کامیابی و ناکامی کو پرکھا جا سکتا ہے کہ آیا وہ اپنے مقصد و مراد میں کامیاب ہوا یا نہیں ۔

(مرزا صاحب کی بعثت کے مقاصد خود ان کی زبانی کسر صلیب، وغیرہ ہیں ۔ مرزا صاحب چل بسے، صلیب بھی موجود ہے، عیسی پرستی بھی موجود ہے ۔ بنا بریں مرزا صاحب کی ناکامی واضح ہو جاتی ہے ۔ بہاء)

اس کے بیسیوں نظائر ہمارے سامنے ہیں حضرت مسیح موعود ایک تحریک لے کر اٹھے ...مولوی محمد حسین بٹالوی کی فتوی بازی نے تمام طول وعرض ہند بلکہ دوسرے مسلمان ملکوں میں بھی ایک آگ لگا دی ایک ہیجان برپا کر دیا جس کے ہلاکت خیز نتائج سے حضرت مسیح موعود اور آپ کے ساتھیوں کا بچ نکلنا بظاہر ناممکن نظر آتا تھا لیکن وہ قادر خدا جس نے اپنے مامور کو دنیا کی ہدایت و رہنمائی کے لئے بھیجا تھا اس فتنہ وفساد کی آگ بجھانے اور اپنے پاک بندوں کو صحیح سلامت باہر نکالنے کا موجب ہوا یا نار کونی برداوسلاما علی ابراہیم کا نظارہ پھر ایک دفعہ دنیا نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ۔اوراس کے ساتھ ہی وہ جو اس آگ کو مشتعل کرنے کا موجب تھے خود اس کے بھڑکتے ہوئے شعلوں کی نذر ہو گئے ۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کی جس نے کہا تھا کہ میں نے مرزا کو اٹھایا اور میں ہی اس کو گراؤں گا ذلت وخواری کا عبرت ناک نظارہ دیکھنے والے اب تک موجود ہیں ۔

نذیر حسین دہلوی، عبدالحق غزنوی، چراغ دین جمونی، الٰہی بخش لاہوری، مہر علی شاہ گولڑوی اور اسی قسم کے بیسیوں مخالفین کے نام آج کون جانتا ہے، سوائے اس کے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا) کی کتابوں میں ان کی افسوس ناک کرتوتیں اور عبرت ناک انجام کا ذکر ہے، کون ان کے ناموں سے واقف ہے۔

بالمقابل خدا کا وہ مامور جس کی مخالفت میں ان لوگوں نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا آج بھی زندہ ہے اس کے شاندار کارنامے آج بھی نوک زبان ہیں...

اوراس کی جماعت کے شاندار کارنامے جو آج زبان زد خلائق ہیں رہتی دنیا تک اس کے نام لکھے جائیں گے۔

ہاں ایک مخالف مولوی ثناء اللہ امرتسری اب تک زندہ ہے اور اپنی زندگی سے آپ کی صداقت کو ثابت کر رہا ہے اس نے خود کہا تھا اور مسیح موعود کی دعوت مباہلہ کا یہ جواب دیا تھا:

بدکاروں کو خدا کی طرف سے مہلت ملتی ہے ...خدا تعالی جھوٹے دغا باز اور نافرمان لوگوں کو

بھی لمبی عمریں دیا کرتا ہے ۔،

پس اس نے اپنی زندگی اور لمبی عمر پا کر یہ ثابت کر دیا کہ اس کو خدا کی طرف سے جو مہلت ملی ہے وہ اس کو جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں میں شامل کرنے کے لئے ہے۔

لیکن صرف یہی نہیں کہ محض اس کا لمبی عمر پانا ہی اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہے بلکہ دیکھنا چاہیے کہ اس نے اس زندگی اور لمبی عمر سے کیا فائدہ اٹھایا اور کون سے ایسے کام سرانجام دیئے جو اس کی پاکیزگی اور نیکی پر دال ہیں کیا اس کو کوئی خدمت اسلام کی توفیق ملی کیا اس نے اعلائے کلمۃ اسلام کے سلسلہ میں کوئی ایسا کام کیا جو خدا اور اس کے رسول کی خوشنودی کا موجب ہوا کیا الہامات مرزا وغیرہ کتب اس کے اسلامی کارناموں میں شمار ہو سکتی ہیں...

(اس مضمون میں مرزا غلام احمد صاحب کی کامیابی کے جو دلائل دیئے گئے ہیں، اس سلسلہ کتب میں جا بجا ان کے جوابات دیئے جا چکے ہیں۔ قادیانیوں کا یہ کمال تھا کہ وہ ایک جھوٹ کو دوہرائے جاتے تھے۔

نیز مرزا صاحب نے اس کے علاوہ کیا کیا کہ چند قادیانیوں کے سوا دنیا بھر کے مسلمانوں کو کافر بنا دیا۔ یہ اتنی اتنی بڑی خدمت ہے کہ جس کی مثال تاریخ میں نہیں مل سکتی ؟ بہا)

(پیغام صلح لاہور ۴۔ اپریل ۱۹۴۵ء ص ۳۔ ۲۰ ربیع الثانی ۱۳۶۴ھ)

لاہوری مصلح موعود کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شیخ غلام محمد لاہوری جماعت کے ایک فرد ہیں انہوں نے مرزا صاحب کلاں کی پیش گوئی کے ماتحت مصلح موعود ہونے کا دعوی کیا تو لاہوری جماعت نے ان کو علیحدہ کر دیا۔ شیخ صاحب موصوف نے پیش گوئی کی مولوی محمد علی صاحب لاہوری اور میاں محمود احمد قادیانی ۳۱ مئی تک مر جائیں گے۔ جب وہ نہ مرے تو ہم نے اہل حدیث ۲ جون ۱۹۴۴ء میں لاہوری مصلح موعود سے سوال کیا کہ آپ کے دونوں مخاطب نہیں مرے۔ آپ اس کی صحیح تاویل کیجئے۔

شیخ غلام محمد صاحب کا جو مراسلہ آیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل اللہ کے

نزدیک زندگی روحانی ہوا کرتی ہے جسمانی زندگی کوئی چیز نہیں۔ بقول استاد

زندگی زندہ دلی کا نام ہے
مردہ دل خاک جیا کرتے ہیں

آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

آپ کو خوب معلوم ہے کہ خلیفہ قادیانی و امیر لاہوری نے مارچ سے مئی تک کے تین مقررہ مہینوں میں میرے مقابل اپنی روحانی زندگی کا قطعاً کوئی ثبوت نہیں دیا بلکہ قتل و موت کے خوف سے پامال و مضطرب ہوکر اپنے حیوانی دن کاٹے ہیں اور میری پیش گوئی کی آخری غرض اس دفعہ یہی تھی جسے خدا تعالیٰ نے پورا فرما لیا ہے۔ شیخ غلام محمد از لاہور ۳ جون ۱۹۴۴ء

مولانا ثناءاللہ فرماتے ہیں: حق یہ ہے کہ ہم ظاہر بین قادیانی روحانیت کو نہیں سمجھ سکتے اس کا سمجھنا انہی لوگوں کا کام ہے جنکے حق میں کہا گیا ہے

سرّ مستاں منطق الطیر است جامی لب بہ بند
جز سلیمانے نہ باید فہم ایں گفتار را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ جون ۱۹۴۴ء مطابق ۲۳ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۴ ص ۴)

قادیان میں تقسیم کار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

امت مرزائیہ میں ایک خاص وصف یہ ہے کہ وہ تقسیم کار کے اصول پر کام کرتی ہے۔ یعنی ہر صیغہ کے لئے الگ الگ آدمی رکھے ہوئے ہیں۔ ایک صیغہ ان میں دشنام طرازی بھی ہے۔ اس کے انچارج منشی قاسم تھے۔ ان کے انتقال کے بعد معلوم نہیں کون مقرر ہوا ہے۔ ایک صیغہ ان میں تقسیم انعام بھی ہے۔ اس کے انچارج سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی ہیں۔ جب سے وہ اس صیغہ کے انچارج ہوئے ہیں لاکھوں کے وعدے دے چکے ہیں۔ گو ان کے وعدے عرب کی محبوبہ سعاد سے کم نہیں ہیں جس کی بابت کیا گیا ہے ما موا عید ھا الا الاباطیل

آپ نے الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء میں ایک انعامی چیلنج شائع کرایا ہے جس میں بیالیس ہزار روپیہ میرے حصے میں رکھا ہے آپ کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سب سے بڑے مخالف سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ اس سلسلہ کے خلاف جو عقاید رکھتے ہیں، وہی عقاید ایک پبلک جلسہ میں حلفاً بیان کریں، تو ان کو اکیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا مگر اکیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ وہ ٹالتے ہی رہتے ہیں۔...

مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے دوسرا انعام:

آخری فیصلہ کی دعا کے متعلق حلف اٹھانے پر گیارہ ہزار روپیہ انعام۔

(الفضل قادیان ۱۱ جون ۱۹۴۴ء ص ۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے اس بیان میں وہی کرتب دکھایا ہے جو بڑے میاں مرزا صاحب کلاں نے دکھایا تھا کہ کتاب اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۹۰۲ء میں مجھے قادیان پہنچ کر مباحثہ کرنے کا چیلنج دیا اور کل انعام ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ رکھا۔ جس کی تفصیل یہ بتائی کہ اس وقت میری ڈیڑھ سو پیش گوئی ہے۔ ہر پیش گوئی کے ابطال پر سو روپیہ یعنی کل پندرہ ہزار روپیہ جیب خاص سے دوں گا۔ اس کے علاوہ اس وقت ایک لاکھ اشخاص میرے مرید ہیں، ان سے بھی ایک ایک روپیہ بطور انعام تم کو دلا دونگا۔ کل ایک لاکھ پندرہ ہزار ہوگا۔

اور یہ بھی فرمایا کہ تم (ثناء اللہ) دو دو آنے کا کفن بیچ کر گزارہ کرتے ہو، ایک لاکھ ۱۵ ہزار تمہارے لئے بہشت ہو جائے گا۔

موصوف نے سمجھا ہوگا کہ میں قادیان پہنچنے سے ڈر جاؤنگا۔ ڈرتا کیوں؟ میں تو سبعہ معلقہ پڑھا ہوا ہوں جس میں شاعر کہتا ہے

اذا القوم قالوا من فتی قلت اننی
اتیت فلم اکسل و لم اتبلد

میں اور پیچھے رہوں؟ حالانکہ لوگ مجھے شیر پنجاب کہتے ہیں۔

پیچھے رہتا تو شیر پنجاب نہ ہوتا، شیر قالین ہوتا۔

پس مورخہ ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو بوقت دو پہر قادیان جا پہنچا۔ جاتے ہی اطلاعی خط لکھا کہ میں حسب دعوت حاضر ہو گیا ہوں ۔ بس آپ میدان میں تشریف لائیے۔ جواب قلمی خط میں آیا (یہ خط آج تک میرے پاس موجود ہے اگر ضرورت ہوئی تو بطور تبرک کسی نمائش میں رکھوادونگا) خط کا لہجہ بہت ہی شریفانہ تھا۔ فرماتے ہیں کہ

تم چوروں کی طرح خاموشی سے آ گئے تمہیں مباحثہ کا موقعہ نہیں دیا جائے گا کیونکہ میں نے خدا کے ساتھ وعدہ کر لیا ہے کہ میں مولویوں کے ساتھ مباحثہ نہیں کرونگا۔ (حالانکہ یہ بھی غلط ہے کبھی وعدہ نہیں کیا کوئی مرزائی یا احمدی اس وعدے کا ثبوت دے تو ہم سے ایک سو روپیہ انعام لے)

ناظرین! ایک لاکھ پندرہ ہزار لینے کے لئے جب میں قادیان گیا تو وہی محبوبہ سعاد والا جواب ملا۔ بڑے میاں (مرزا غلام احمد) نے جب اپنا وعدہ پورا نہیں کیا تو ان کے کسی مرید سے کیا امید ہوسکتی ہے۔

ہاں میں غلط بیانی کا مرتکب ہونگا اگر اعتراف نہ کروں کہ انعامی وعدہ سچا کر دینے والے مرزا غلام احمد صاحب کے مریدوں میں سے دو صاحب ہیں۔ ایک منشی قاسم علی قادیانی دوسرے بابو عمر الدین جالندھری جنھوں نے تین سو روپیہ اپنی شکست کی صورت میں انعام رکھا تھا جسے انہوں نے اپریل ۱۹۱۲ء میں بمقام لدھیانہ منصفوں کے فیصلے سے مجھے ادا کر دیا۔ جس پر کسی اہل قلم نے کہا ہوا ہے :

مال موذی نصیب غازی

اب سنئیے سیٹھ عبد عبداللہ سکندر آبادی کا قصہ۔ اس کا جواب موصوف نے تو اپنے پیشوا رسول قادیانی سے بھی زیادہ کمال دکھایا ہے۔ اس کی تفصیل سنئیے ۔

۱۹۲۳ء میں جب میں حیدر آباد دکن گیا اور وہاں تقریروں کا غلغلہ ہوا تو قادیانی کیمپ میں بھی حرکت عظیمہ پیدا ہوئی ۔ سیٹھ عبداللہ نے اشتہار دیا کہ حلف اٹھاؤ حلف کے بعد ایک سال تک اگر زندہ رہے، تو تم انعام کے مستحق ہوگے۔

میں نے فوراً اسی جگہ جواب دیا جو ہزار ہا کے جلسہ میں پبلک سے منظور کرا کر شائع کیا اس کا خلاصہ یہ تھا کہ

سیٹھ صاحب! آپ نے میری زندگی کی حد بعد حلف سال بھر لگائی ہے آپ کی اس تحریر کے مطابق اگر میں سال کے اندر مر گیا تو یقیناً جھوٹا، لیکن سال پورا ہونے کے بعد ایک دن بھی زندہ رہا تو پھر میں سچا ٹھہرونگا۔

بس آپ اپنا روپیہ اپنے پاس رکھئے مجھے اس سے مطلب نہیں، مجھے صرف یہ لکھ دیجئے کہ حلف کے بعد پورا سال گزار کر مولوی ثناء اللہ سچا ٹھہرے گا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ آپ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جایئے گا۔ میں آپ کے روپئے کو چھوتا بھی نہیں۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے زبانی جواب دیا کہ میں روپیہ دیتا ہوں، تو پھر دوسری شرط کیوں لکھوں۔ میں یہی کہتا رہا کہ میں آپ کو لینا چاہتا ہوں آپ کا روپیہ لینا نہیں چاہتا۔

ناظرین کیسا بے لاگ اور بے طمع جواب ہے۔ مگر سیٹھ صاحب جیسے منصف مزاج نے اس کو نہیں مانا۔ کیوں نہیں مانا اسلئے کہ صیغہ تقسیم (فرضی) انعام کے خاص انچارج ہیں۔ اسی لئے وہ اپنا اشتہار انعامی میرے نام بلکہ مولوی محمد علی لاہوری کے نام پر بھی وقتاً فوقتاً شائع کرتے رہتے ہیں جس کی حقیقت صرف اتنی ہوتی ہے:

لینے دینے کے سر خاک ڈالو پاک محبت اچھی ہے

اچھا صاحب پچھلا قصہ جانے دیجئے۔ آپ اپنی نئی عبارت مندرجہ ذیل کو سامنے رکھئے:

> مولوی ثناء اللہ کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ اس سلسلہ کے خلاف جو عقاید رکھتے ہیں وہی عقاید ایک پبلک جلسہ میں حلفاً بیان کریں تو ان کو ۲۱ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (الفضل قادیان ۱۱ جون ۱۹۴ء ص ۳)

اگر آپ کی اس دعوت میں کچھ صداقت ہے تو آپ موعودہ رقم کسی معتبر آدمی کے پاس دہلی امرتسر یا لاہور میں رکھوادیں، بایں شرط کہ میں (ثناء اللہ) تحریر بالا کے مطابق حلف اٹھا جاؤں تو روپیہ مجھ کو مل جائے گا۔

اس کے بعد بٹالہ تحصیل قادیان امرتسر یا لاہور جو شہر آپ معین کریں گے میں وہاں پہنچ کر حلف اٹھالوں گا۔ ان شاء اللہ

بس اب دیر نہ کیجئے ۔ میں مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں آپ کو تنبیہ کرتا ہوں لعنۃ اللہ علی من تخلف

میرا مطالبہ بھی سنئیے ۔ اس فیصلہ حلف کے بعد میں آپ سے اور آپ کی ساری جماعت سے مطالبہ کروں گا کہ آپ لوگ جو آج کل خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے مصلح موعود ہونے کا ڈھنڈورہ پیٹ رہے ہیں جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۲۰ پر جس چوتھے بیٹے کو مصلح موعود لکھا ہے وہ کون ہے۔ اور کہاں ہے۔

میرا مطالبہ پورا کرنے والے کو لدھیانہ میں تین سو روپیہ لیا ہوا واپس دے دوں گا۔ پس آپ جلدی کیجئے اور یہ بات دل سے نکال دیجئے کہ میں یا میرے دوست اس مطالبہ کو چھوڑ دیں گے

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ جون ۱۹۴۴ء مطابق ۳۰ جمادی الآخر ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۵ ص ۳۔۵)

مولوی محمد علی لاہوری کو دعوت بیعت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان ۱۸ جون ۱۹۴۴ء میں مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے نام ایک خط شائع ہوا ہے جس میں ان کو مصلح موعود (محمود احمد) کی بیعت کرنے کی دعوت دی گئی ۔ دعوت کے الفاظ یہ ہیں :

> مولوی محمد علی صاحب سے عرض ہے کہ آپ جلد مصلح موعود کی بیعت کرلیں۔(الفضل قادیان ۱۸ جون ۱۹۴۴ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں : مولوی محمد علی صاحب سے امید ہے کہ آپ اس دعوت پر کامل غور وفکر سے کام لے کر کوئی رائے قائم کریں گے ۔

آج کئی ہفتوں سے اہل حدیث ، امت مرزائیہ کے دونوں گروہوں سے تقاضا کر رہا ہے۔اگر آپ نے مصلح موعود کی بیعت کر لی تو دونوں فریقوں کا بوجھ آپ کے کندھوں پر آپڑے گا۔ یعنی اہل حدیث کے اس سوال کا جواب دینا آپ ہی کے ذمہ ہوگا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے انجام آتھم ضمیمہ کے صفحہ ۱۶ پر مصلح موعود کی جو پیش گوئی کی ہوئی ہے جس کی رو سے موجودہ تین بیٹوں کے علاوہ چوتھا بیٹا پیدا ہونا مقدر تھا، وہ کون ہے؟ اور کہاں ہے؟ بیعت کرنے کے بعد آپ کا یہ عذر نہیں سنا جائے گا کہ میاں محمود احمد کے مریدوں نے اپنی عقل میاں صاحب کے ہاتھ بیچ دی ہوئی ہے۔

احمدی دوستو ! کیا اہل حدیث تمہاری نظروں سے نہیں گزرتا۔یا کیا اس کی زبان چینی یا جاپانی ہے، جسکا سمجھنا آپ لوگوں کو مشکل ہے۔پھر کیا وجہ ہے کہ اس سوال کا جواب نہیں دیتے۔

کیا اس سوال کو حل کیے بغیر مولوی محمد علی صاحب کو بیعت میں داخل کر لینا تم کو کچھ مفید ثابت ہوگا۔ ہرگز نہیں، بلکہ مولوی محمد علی صاحب پر ہماری گرفت موجودہ حالت کی نسبت ڈبل ہو جائے گی۔

دیکھئے مولوی محمد علی صاحب لاہوری اس کا کیا جواب دیتے ہیں اور امت مرزائیہ بہر دونوع ہمارے اس سوال کو حل کرنے پر کب توجہ کرتی ہے

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسی سے سوا ہو
جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ جون ۱۹۴۴ء مطابق ۸ رجب ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۶ ص ۳-۴)

قادیان میں علم و عرفان کی بارش

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یوں تو قادیان میں علم وعرفان کے دریا سالہا سال سے جاری ہیں مگر آج کل بقول اخبار الفضل (چاہے لاہوری جماعت اس کو برا منائے) بڑے جوش سے بہہ رہے ہیں۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے ملفوظات اور الہامات اور تفسیرات شائع ہوتی

ہیں ۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو اپنے حق میں سارے انبیاء اور اسماء اور القاب چسپاں کر کے کہا کرتے تھے

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

مگر حال ہی میں قادیان کے دریائے عرفان میں بہتا ہوا ایک جدید موتی ہمارے پاس پہنچا ہے۔قادیانی اخبار الفضل خلیفہ قادیان کے ملفوظات میں لکھتا ہے کہ

انا اعطینا ك الکوثر میں جو الکوثر ہے اس سے مراد مرزا صاحب ہیں۔

اس سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کچھ کمی نہیں چھوڑی تھی ۔ کل انبیاء کرام کے اسماء و القاب اپنے حق میں لینے کے علاوہ جملہ اولیاء کو اپنے اندر دکھاتے ہوئے درثمین میں کہا تھا :

آدم نیز احمد مختار در برم جامہء ہمہ ابرار

بلکہ اپنی ذات کو ایک ایسی چیز کا مصداق بھی بتایا تھا جس کا مصداق اپنے کو کسی نہیں بتایا اور نہ کوئی ایسا کہہ سکتا ہے۔آپ نے اپنے استفتاء عربی کے صفحہ ۴۱ پر لکھا تھا کہ: حجر اسود میں ہوں

پس جب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے تو اب اس پر کوئی کیا کہہ سکتا ہے :

جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی

مرزا صاحب قادیانی کے مریدو! تم سے اتنا بھی نہ ہو سکا کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کی ساری نعش مبارک نہ سہی، صرف سر مبارک الگ کر کے اس کے اندر مشک عنبر بھر کر کعبہ شریف کی دیوار میں حجر اسود کے اوپر جڑ وا دیتے اور اس پر مرزا صاحب قادیانی کے یہ عربی الفاظ لکھوا دیتے

لا له الا الله مرزا حجر اسود رسو ل الله (حقیقۃ الوحی، الاستفتاء قادیانی)

اس سے آریہ اور دیگر مخالفین کا اعتراض (حجر اسود کے متعلق) اٹھ جاتا اور آپ کا نام بھی روشن ہوتا ،اور کسی شاعر کی یہ تمنا بھی پوری ہو جاتی

ثنا خوانوں کو تیرے رخ پہ گر کندہ کیا ہوتا
ہمارا ذکر بھی ہوتا تیرا چرچا جہاں ہوتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جولائی ۔۱۹۴۴ء مطابق ۱۵ رجب ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۷ ص ۳۔۴)

مباہلہ کہاں ہوگا؟ امرتسر میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ دراز سے جماعت احمدیہ کے دونوں گروہوں میں ایک نزاع چلی آ رہی ہے۔ لاہوری جماعت کے امیر مولوی محمد علی کہتے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے چونکہ مرزا غلام احمد صاحب کی رسالت کو بھی جز و ایمان بنالیا ہے اس لئے کلمہ اسلام لا اله الا الله محمد رسو ل الله ان کے نزدیک نجات کے لئے نا کافی ثابت ہو کر گویا منسوخ ہو گیا ہے۔

خلیفہ قادیان کی طرف سے اس کے متعلق جوابات نکلتے رہے۔ آخرکار بحکم تنگ آمد بجنگ آمد، خلیفہ قادیان نے مولوی محمد علی صاحب کو اس مضمون کا چیلنج دیا ہے کہ آپ کہتے ہیں کہ میں کلمہ طیبہ کو منسوخ کہتا ہوں، میں اس کو افتراء جانتا ہوں۔ اس لئے میں آپ کو دعوت دیتا ہوں کہ آپ اس موضوع پر میرے ساتھ مباہلہ کر لیں۔ اپنی جماعت اور بیوی بچوں کو میدان میں لے آئیں، میں بھی لے آؤنگا اور پھر مل کر مباہلہ کریں گے۔ (الفضل مورخہ ۷ جولائی ۱۹۴۴ء)

دوم تحریر ۱۱ جولائی تک (اس کے بعد پیغام صلح ۱۲ جولائی ۱۹۴۴ء میں دعوت مباہلہ کا جواب نکلا ہے لیکن بات طے نہیں ہوئی۔ آئندہ جو کچھ ہوگا ناظرین تک پہنچایا جائے گا۔ ثناء اللہ)

ہم نہیں کہہ سکتے کہ مولوی محمد علی اس کا کیا جواب دیں گے اور مباہلہ ہوگا بھی یا نہیں۔ ہاں ہم اتنا ضرور کہتے ہیں کہ اگر یہ مباہلہ ہو تو امرتسر میں ہونا چاہیے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب نے ساری عمر میں ایک ہی مباہلہ کیا تھا جو صوفی عبدالحق غزنوی کے ساتھ ۱۸۹۳ء میں امرتسر ہی میں ہوا تھا۔ اس لئے مرزا صاحب قادیانی کی نسبت دونوں فریقوں کے لئے بحکم کفی به قدوة واجب العمل ہے۔

ہم خوشی سے اس بارے میں اپنی خدمات پیش کرتے ہیں۔ میدان مباہلہ میں انتظام ہم کریں گے۔ فریقین کا ایک ایک نمائندہ ہمارے پاس آ جائے، وہ نشست

کا جو نقشہ ہمیں بتائے گا ہم اسی کے مطابق تیار کرا دینگے۔

اس میں ہماری کوئی ذاتی غرض نہیں ہے۔ بلکہ صرف امرتسری ہونے کی حیثیت سے ہم یہ خدمت اپنے ذمہ لیتے ہیں۔

ہاں آپ دونوں فریق اگر اجازت دیں گے تو بعد مباہلہ اسی میدان میں ہم درخواست کریں گے کہ آج کل جو مصلح موعود والی پیشگوئی کا چرچا ہو رہا ہے، اس کے متعلق ہمارے ساتھ بھی گفتگو کر لی جائے۔

ہمارا دعویٰ ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ میں یہ پیش گوئی بالبداہت غلط ثابت ہوئی ہے۔

اس گفتگو کا ایک عمدہ نتیجہ آپ دونوں فریقوں کے حق میں یہ ہوگا کہ آپ دونوں فریق (لاہوری قادیانی) باوجود بین مخالفت کے ہمارے مقابل میں یک جا نظر آئیں گے کیونکہ ہمارا اعتراض قادیانی یا لاہوری مصلح پر نہیں ہوگا بلکہ سرے سے اس کی زد شجر قادیان کی بیخ پر پڑے گی جس کی حفاظت کرنا آپ دونوں کا فرض ہے۔ پس اس درخواست کو نامنظور نہ کیجئے گا بلکہ موجب خیر و برکت جان کر قبول کیجئے گا۔ شاید بحکم

خدا شرے برانگیزد کہ درآں خیر ما باشد

آپ کے لئے یہ گفتگو خیر و برکت کا باعث ہو، اور آپ دونوں فریق ایک دوسرے کو اس کام کیلئے یوں بلائیں جیسے شاعر بلبل کو بلاتا ہے

آ عندلیب مل کے کریں آہ و زاریاں
تو ہائے گل پکار میں چلاؤں ہائے دل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جولائی ۱۹۴۴ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۹ ص ۴-۵)

متفرقات مرزائیہ

بہائیوں اور مرزائیوں میں مباحثہ

حشمت اللہ صاحب بہائی نے خلفہ قادیان کو چیلنج دیا ہے کہ ہم سے بحث کرلو کہ بہاء اللہ ایرانی اور مرزا صاحب قادیانی میں سے کون سچا موعود ہے۔

ہم بھی اس مباحثہ کو سننا چاہتے ہیں بلکہ ہمارے متعلق کوئی خدمت ہو تو ہم اس کو بھی انجام دینے کے لئے تیار ہیں ۔فریقین اگر منظور کریں گے تو ہم بھی اپنا حصہ ڈالیں گے ۔ مدیر اہل حدیث امرتسر

قادیانیوں کا مباحثہ سے فرار:

دہلی میں مسٹر عابد مرزائی سے میری قرارداد ہوئی کہ ہم میں ان تین باتوں پر مباحثہ ہوگا:

۱۔خلیفہ قادیان اعلم الناس ہیں اوران کے مقابلے میں تفسیر لکھنے کے لئے کوئی تیارنہیں

۲۔سیٹھ عبداللہ الہ دین،مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کوحلف دیتے ہیں وہ کیوں حلف نہیں اٹھاتے۔

۳۔مرزا صاحب کا آخری فیصلہ

باوجود قرارداد کے مسٹر عابد مذکور بحث مباحثہ کرانے سے منحرف ہو گئے افسوس ۔ راقم: حافظ گوہر دین آف ورک ۔گورداسپور

(نوٹ از نائب اڈیٹر: سیٹھ عبداللہ الہ دین والے معاملے کا جواب اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۴ء میں دیکھئے ۔مولانا نے اس پر پوری آمادگی ظاہر کی ہے)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ جولائی ۱۹۴۴ء مطابق ۲۹ رجب ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۲۹ ص ۸)

شانِ محمدیہ سے بڑھنا ممکن ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے توکسی خاص غرض کے ماتحت اپنی کتاب فتح اسلام میں یہ مدحیہ شعر لکھا تھا

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آنچناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

یعنی رسول کریم احمد مصطفیٰ کی شان خدا کے سوا کون جان سکتا ہے وہ تو اتنی ترقی کر گئے ہیں کہ آپ کے نام احمد سے میم نکل گئی یعنی آپ ھو اللہ احد کے مصداق ہو گئے۔

یہ وہ مبالغہ ہے جو عیسائیوں نے حضرت عیسیٰؑ کے حق میں کیا اور کر رہے ہیں آپ کے صاحبزادہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ۱۳ جون کو ایک خطبہ دیا جو ۱۶ جون کے اخبار الفضل قادیان میں چھپا ہے۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر آدمی جو چاہے وہ آنحضرت ﷺ سے بڑھ سکتا ہے۔

اس پر مسلمان اخباروں میں بے چینی کی لہر دوڑ گئی۔ بلکہ قادیانیوں کے علاتی بھائیوں (لاہوریوں) میں بھی ناراضگی کا جوش پیدا ہوا۔ پیغام صلح لاہور نے اس کو آنحضرت ﷺ کی توہین قرار دیا اس پر قادیان کا اخبار الفضل اور خلیفہ بہت بگڑے۔ بجواب پیغام صلح غصہ میں آ کر متضاد باتیں بھی کہہ گئے۔ مثلاً

۱۔ ہم (قادیانی) یہ کہتے ہیں کہ اگر محمد ﷺ سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے، خدا نے اس دروازے کو بند نہیں کیا۔ (الفضل قادیان ۹ جولائی ۱۹۴۴ء ص ۱)

۲، اڈیٹر الفضل نے اس کی تشریح میں لکھا ہے:

> آج تک آنحضرت ﷺ سے بڑا مرتبہ پانے والا انسان کسی ماں نے نہیں جنا اور نہ قیامت تک جنے گی۔ یہ امر نہ صرف بلحاظ واقعہ محال ہے بلکہ عقلاً بھی محال ہے۔ (الفضل ۹ جولائی ۱۹۴۴ء ص ۱)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ خلیفہ کا کلام، بڑھ سکتا ہے، جو قضیہ ممکنہ عامہ ہے اور اڈیٹر لکھتا ہے کہ ایسا واقع ہونا عقلاً محال ہے۔ یہ دونوں بلکہ شائد سارے قادیان کے اہل علم بھی بھول گئے ہوں گے کہ مادہ محال قضیہ ضروریہ ہوتا ہے اور ضروریہ اور ممکنہ میں تناقض ہوتا ہے پھر ان دونوں متناقض کلام بولنے والوں کے حق میں یہ مقولہ کیوں صحیح نہ ہو: من چہ مے سرائم وطنبورہ من چہ سرائد

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا مذہب تو معلوم ہو گیا کہ وہ رسول کریم ﷺ سے

کسی شخص کا بڑھ جانا ممکن سمجھتے ہیں۔ اس دعوی پر آپ کی دلیل قابل غور بلکہ مضحکہ خیز ہے۔ پیغامیوں پر خفگی کے لہجہ میں فرماتے ہیں کہ:

> تم میرے سامنے وہ آدمی لاؤ جو محمد ﷺ سے مقاماتِ قرب کے حصول میں زیادہ سرعت اور تیزی کے ساتھ اپنا قدم اٹھانے والا ہو۔ ہوسکتا اور چیز ہے اور ہونا اور چیز ہے۔قرآن کریم میں اللہ تعالی رسول کریم ﷺ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ تو عیسائیوں سے کہدے کہ اگر خدا کا بیٹا ہوتا تو میں سب سے پہلے اس کی عبادت کرنے والا ہوتا۔
>
> اب اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ واقعہ میں خدا کا کوئی بیٹا ہے۔
>
> اسی طرح ہم یہ نہیں کہتے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا ہے جو محمد رسول اللہ ﷺ سے اپنے درجہ میں آگے نکل گیا۔(الفضل قادیان ۹ جولائی ۱۹۴۴ء ص ۱)

یہ سوال علم منطق سے ناواقفی پر مبنی ہے خلیفہ جی کا کلام قضیہ ممکنہ کا مادہ ہے اور قضیہ ممکنہ کے وقوع سے سوال کرنا علم منطق کو نہ جاننے کا اقرار کرنا ہے۔

آپ کو معلوم نہیں یا دانستہ تجاہل کرتے ہیں کہ آپ کے بھائی پیغامی اور دیگر مسلمان آپ کے قضیہ ممکنہ ہی کو غلط سمجھتے ہیں ۔ یہ نہیں ہے کہ اسکے وقوع پر بحث کرتے ہیں۔ اوراس کے علاوہ آپ کا اپنے دعوی پر ان کان للر حما ن ولد آیت کریمہ کو پیش کرنا بھی بے علمی کا اعتراف کرنا ہے کیونکہ آیت موصوفہ قضیہ شرطیہ ہے اور شرطیہ میں مقدم کا محال ہونا بھی جائز ہے کیونکہ قضیہ شرطیہ کی صحت کا مدار شرط اور جزاء کے تلازم پر ہے اور یہ تلازم آیت موصوفہ میں موجود ہے۔

ناظرین کرام ! یہ ہیں وہ خلیفہ جی جن کا دعوی ہے کہ دنیا کے علماء میری تصنیفات سے فائدہ اٹھاتے ہیں میری ہی تصنیفات سے اسلام کو غلبہ حاصل ہے اور ہوسکتا ہے کیا ہی سچ ہے

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جولائی ۱۹۴۴ء مطابق ۶ شعبان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۰ ص ۴۔۵)

مصلح موعود کی پیشگوئی مرزا کی صداقت کیلئے تھی ،تو نتیجہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اہل منطق کا قول ہے کہ ہر قضیہ کا عکس لازم ہے اسی طرح ہر مدعی کے بیان کے دو پہلو ہوتے ہیں بیان سچا ہے تو قائل سچا۔ بیان جھوٹا ہے،تو قائل بھی جھوٹا۔

محدثین کرام کا اصول ہے کہ جس راوی کا کذب ایک دفعہ معلوم ہو جائے اس کی کوئی روایت معتبر نہیں ہوتی یہ اصول مرزا صاحب قادیانی کو بھی مسلّم ہے (حقیقت الوحی) شکر ہے کہ ہم میں اور ان میں بناء کلام مسلّم ہے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے ایک خطبہ میں کہا ہے کہ:

> حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے پسر موعود اور مصلح موعود کے متعلق جو پیش گوئی کی ہے وہ اپنے دعویٰ کی صداقت کے ثبوت کے لئے کی ہے جب ہوشیار پور میں آپ نے دعا کی تو یہی کی کہ الٰہی میں جو دعویٰ صداقت اسلام اور برتری کا دنیا کے سامنے پیش کرتا ہوں لوگ اسے نہیں مانتے ۔اے خدا تو میری صداقت کا کوئی زندہ نشان دکھا۔ اس دعا کی قبولیت میں آپ کو پسر موعود کا نشان دیا گیا۔ اب پسر موعود کا ظہور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے دعویٰ کی تکمیل کے لئے ہے اس سے علیحدہ کوئی چیز نہیں...
>
> جہاں تک اس کے نام مصلح موعود کا تعلق ہے وہ غیر احمدیوں کے لئے ہے۔
>
> (الفضل ۵ جولائی ۱۹۴۴ء ص ۳)

چونکہ یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ اس پیش گوئی کے مخاطب ہم محمدی مسلمان ہیں اس لئے ہمارا حق ہے کہ ہم اس کی تحقیق کریں۔ خلیفہ جی اور ان کے اتباع بلکہ کل اتباع مرزا کا فرض ہے کہ وہ ہماری تسلی کریں۔

ہم صرف یہ پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے مصلح موعود بیٹے کا نمبر شمار اپنے بیٹوں میں چہارم بتایا ہے اور اس بیٹے نے اپنی ماں کے پیٹ میں سے دو

مرتبہ اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ میں تمہارے پیچھے آتا ہوں۔ (فرمایئے یہ قول کس نے سنا۔ ماں نے، یا باپ نے، بھائی نے، اور وہ کس زبان میں تھا۔ پنجابی میں، اردو میں، وہ زبان اس نے کیسے سیکھی تھی یہ سوالات معقول ہیں جن کا دفعیہ کرنا اتباع مرزا کا فرض ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) اسی بیٹے کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۵ پر مصلح موعود قرار دے کر انتظار کا حکم دیا ہے۔

ہم پوچھتے ہیں کہ چوتھا لڑکا (مصلح موعود) کہاں ہے اور اس کا نام کیا ہے۔

جواب دینے سے پہلے تریاق القلوب مصنفہ مرزا صاحب قادیانی کو بھی مطالعہ کر لیں ورنہ ہمیں عبارت نقل کرنے پڑے گی۔ پھر کیا ہوگا

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۱۳ شعبان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۱ ص ۴۔۵)

<u>خلیفہ قادیان کی چوتھی شادی</u>

مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان نے چوتھی شادی ۲۹ سالہ باکرہ لڑکی سے کی ہے۔ اسی روز ضعف قلب کے باعث بے حس ہو گئے۔ مقویات و مفرحات دی گئیں۔ ایسی حالت میں کون دانا خلیفہ صاحب کو مبارک باد کہہ سکتا ہے، دیکھئے اہل پیغام کیا کہتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۱۳ شعبان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۱ ص ۷)

فتاوی

سوال: یا بنی آدم امّا یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی فمن اتقی و اصلح فلا خوف علیھم و لا ھم یحزنون (الاعراف:۳۵)

مذکورہ بالا آیت سلسلہ نبوت کے جاری رہنے پر صریح دال ہے کیونکہ اس میں مخاطب لفظ بنی آدم سے امت محمدیہ ہی ہے اور نون مشدّد کا استعمال یہ بتا رہا ہے کہ رسولوں کی آمد ضروری ہوگی یقصون علیکم. الخ وہ ہماری آیتیں سناتے رہیں

گے۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نبوت کا دروازہ بند نہیں ہے کیونکہ خود نبی کریم ﷺ پر یہ آیت نازل ہو رہی ہے اور آپ اس کو صحابہ کے سامنے سنا رہے ہیں۔اور اس کے بعد کسی قسم کی صراحت مذکور نہیں۔اسلئے اس آیت کو قادیانی اپنے دعوی کی دلیل بنا رہے ہیں اور حقیقت یہ ہے کہ اس میں کوئی تاویل اور تحریف نہیں ہے۔لہذا جواب سے مطلع فرمائیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً لکھتے ہیں:

قادیانی مباحث میں یہ آیت بہت مدت سے زیر بحث ہے۔ اس کے جوابات کئی دفعہ دیئے گئے ہیں اما یأتینکم دولفظوں سے مرکب ہے امّا یہ اصل میں ان ما ہے۔دوسرا لفظ موکد با نون ثقیلہ ہے اس آیت کی مثال دوسری آیت ہے امّا ینزغنك من الشیطان نزغ ان دونوں آیتوں کا مضمون شرطیہ ہے۔

منطقی قانون میں یہ مسلّم ہے کہ شرطیہ میں مقدم کا امکان بھی ضروری نہیں ہوتا کجا تحقق۔

پس اگر سائل کی پیش کردہ آیت سے بعد ختم رسالت وقوع یا امکان نبوت کا ثبوت ملتا ہے تو ہماری پیش کردہ آیت سے نزغ شیطان بحق رسالت کیوں ثابت نہیں حالانکہ یہ عقیدہ (نزغ شطان بحق رسالت) قرآن وحدیث کے خلاف ہے۔

قرآن میں ہے ان عبادی لیس لك علیهم سلطان

حدیث میں آیا ہے لکنّ الله اعاننی علی الشیطان فاسلم،

پس قادیانیوں کا فرض ہے کہ اس آیت کا جواب دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ قادیانی مباحث میں اس قسم کے مضمونوں کو زیر بحث لانا قادیانیوں کی ایک حکمت عملی ہے۔حق یہ ہے کہ جس شخص کی نبوت کی بابت بحث کی جاتی ہے اس کو پرکھا جائے کہ وہ کیا ہے۔قیاس کا صغری ہی جب صحیح نہیں ہے، تو کبری کیا کام دے گا۔ مگر قادیانی اپنی عقل مندی سے اس مضمون کو زیر بحث لاتے ہیں اور ہمارے دوست اپنی سادہ لوحی سے اس میں الجھ جاتے ہیں فا فهم و تد بر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اگست ۱۹۴۴ءمطابق ۲۰ شعبان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۲ص ۲)

مرزا محمود کا خطبہ نکاح خلاف سنت، اور نکاح ناجائز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے نکاح کا خطبہ بھی آپ ہی پڑھا اور قبول بھی آپ ہی کیا (بہت اچھا)۔

آپ کا خطبہ اخبار الفضل قادیان یکم اگست ۱۹۴۴ء کے آٹھ صفحات پر شائع ہوا ہے۔ خطبہ کیا ہے، الف لیلہ کا پورا مقابلہ ہے۔ نہ کوئی آیت ہے اور نہ حدیث۔ اپنے خواب اور حالات اور سسرال جدید کے حالات کہ فلاں مرد نے یہ کہا اور فلاں عورت نے یہ کہا۔ اس نے وہ خواب دیکھا، میں نے یہ خواب دیکھا۔ ساری دنیا کی بے جوڑ باتیں جمع کر کے خطبہ مرتب کیا گیا ہے۔

ہم سفارش کرتے ہیں کہ مخالفین خلیفہ قادیان یعنی لاہوری جماعت کے ممبر جب کبھی مجلس میں تفریح کرنا چاہیں تو اس خطبہ کو پڑھ لیا کریں۔
اہل قادیان کے کسی فعل کو خلاف سنت کہنے کی حاجت نہیں کیونکہ مرزا غلام احمد کا اصل دعوی ہی خلاف سنت ہے، تو فرع کا کیا کہنا۔ مگر چونکہ یہ لوگ اسلام اور سنت کے مدعی ہیں، اس لئے ان کے اقوال وافعال کی تنقید کرنے کا خیال آجاتا ہے۔

حدیثوں میں صاف ملتا ہے کہ خطبہ نکاح آنحضرت ﷺ یوں پڑھا کرتے تھے۔ حمد وصلوۃ کے بعد تین آیات مندرجہ ذیل تلاوت فرماتے

یا ایھاالناس اتقوا ربکم۔
یا ایھا الذین آمنوا اتقوااللہ حق تقاتہ
یاایھا الذین آمنوا اتقوااللہ و قولوا قولاً سدیداً

اس کے بعد ایجاب وقبول ہوتا۔ ایجاب لڑکی یا لڑکی کے ولی کی طرف سے درخواست کا نام ہے، اور قبول ناکح کی طرف سے قبولیت کا نام ہے۔ ایجاب قبول مجلس نکاح میں گواہوں کے سامنے ہونا چاہیے۔ صرف ایجاب یا محض قبول سے نکاح منعقد نہیں ہوتا۔

خلیفہ قادیان نے کیا کیا۔ الف لیلہ کی طرح طویل لیکچر دے کر اخیر میں کہا میں اس نکاح کو قبول کرتا ہوں۔ منکوحہ یا ولی منکوحہ کی طرف سے مجلس نکاح میں ایجاب کا ذکر نہیں ملتا۔ پس کیا فرماتے ہیں علماء لاہور اور قادیان کہ بغیر ایجاب کے صرف ناکح کے قبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے؟

ہم جانتے ہیں کہ یہ کہا جائے گا کہ مجلس نکاح منکوحہ کے ولیوں کی منشاء سے منعقد ہوئی تھی، یہی ان کی طرف سے ایجاب ہے۔ میں کہتا ہوں یہ جواب غلط ہے۔ اگر مجلس کا انعقاد فریق منکوحہ کی طرف سے ایجاب ہے، تو فریق ناکح کی طرف سے قبول بھی یہی ہوگا۔ پھر ناکح کو قبول کہنے کی حاجت کیا۔ اصل یہ ہے کہ دونوں رکن ایجاب اور قبول مجلس نکاح میں واقع ہونے چاہییں جو نہیں ہوئے۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے نکاح کی علت یہ بتائی ہے کہ پہلی بیوی کے بچوں کی حفاظت یہی منکوحہ کر سکے گی کیونکہ یہ اس کی بھتیجی ہے۔

میں کہتا ہوں یہ عذر بھی خلاف شرع ہے۔ جس بچے کی ماں انتقال کر جائے اس بچے کی پرورش کا حق شرع نے نانی کو دیا ہے۔ ان بچوں کی نانی زندہ ہے، اسکو اس حق سے محروم کر کے دوسری کے سپرد کرنا قادیانی شریعت میں جائز ہوگا اسلامی شریعت میں نہیں۔

خاص اس خطبہ نکاح کو ہم نے خلاف سنت کہا ہے حالانکہ خلیفہ جی کے سارے خطبے خلاف سنت ہوتے ہیں۔ قادیان میں خطبہ کا یہ طریق وضع کیا گیا ہے کہ سورہ فاتحہ پڑھ کر کسی مضمون کا لیکچر دے دیتے ہیں حالانکہ حدیثوں میں آنحضرت ﷺ کے خطبہ کے متعلق یہ الفاظ آئے ہیں

كانت لرسول الله ﷺ خطبتان يقرأ القر آن ويذكر الناس فيهما ۔ آنحضرت ﷺ جمعہ کو دو خطبہ دیتے ان میں قرآن پڑھتے اور مخاطبین کو نصیحت فرماتے

قادیان کے خطبے سننے والے کوئی صاحب ہمیں بتائیں کہ قادیان کے خطبے اس حدیث کے مطابق ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں ہوتے۔ پس اہل قادیان شیخ سعدی کی نصیحت غور سے سن لیں

مپندار سعدی کہ راہ صفا۔ تواں رفت جز درپئے مصطفیٰ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۲۰ شعبان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۲ ص ۵۔۶)

قادیانیوں کے سات تبلیغی مراکز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) نے اعلان کیا ہے ہمیں ضرورت ہے کہ ہم بڑے بڑے شہروں میں تبلیغی مرکز قائم کریں۔ بمبئی، کراچی، کلکتہ، دہلی، لاہور، پشاور اور مدراس۔ ان مقامات پر ہماری کوئی بڑی مسجد ہو۔ کتب خانہ ہو۔ مہمان خانہ ہو۔ اور مبلغ خانہ ہو۔ ہر ایک مرکز کی تعمیر کے لاکھ لاکھ روپئہ کے حساب سے سات لاکھ روپئہ تجویز کیا ہے جس میں سے بہت سی رقم وصول ہونے کا اعلان کیا ہے اور بہت سے وعدوں کا بھی اظہار کیا ہے۔

ان مرکزوں میں کیا ہوگا، وہی جو آج کل قادیان میں ہو رہا ہے۔ یعنی صوبوں کا ہیڈ آفس مقامات مذکورہ میں ہوگا۔ باقی اردگرد مقامات پر مبلغین پھرتے رہیں گے۔ یہ انتظام ایسا ہی ہے جیسے عیسائیوں کے مشن کا۔

ہم بحیثیت انتظام اور بلحاظ ہمت کے اس سکیم کی تحسین کرتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے کہ قادیانی مشن میں جو ضعف اور کمزوریاں ہیں، ان میں قوت کیسے آئے گی۔

عیسائیوں کی طرف سے کوئی مناظر آ پہنچا اور اس نے آ کر آتھم والی پیشگوئی پیش کر دی تو مبلغ صاحب کیا جواب دیں گے۔

دوسرے مرکز میں کوئی معترض آ پہنچا اور اس نے آ کر آسمانی نکاح والی پیش گوئی پیش کر دی تو کیا جواب ہوگا۔

تیسرے مرکز میں کوئی آریہ معترض آ پہنچا اور اس نے ہمارا رسالہ لیکھ رام اور مرزا ہاتھ میں لے ثابت کر دیا کہ پنڈت لیکھ رام کا قتل ہونا کذب مرزا کی دلیل ہے۔ پھر کیا جواب ہوگا۔

چوتھے پانچویں چھٹے مرکز میں آ کر کوئی صاحب مرزا صاحب قادیانی کا آخری فیصلہ لے بیٹھا تو کیا جواب ہوگا۔

ساتویں مرکز میں کوئی شخص مصلح موعود والی پیش گوئی لے کر پوچھ بیٹھا کہ یہ چوتھا بیٹا کون ہے جو مصلح موعود ہونا تھا۔اس کا جواب کیا ہوگا۔

یہ مصلح موعود والا سوال اگر ساتوں مرکزوں میں پیش ہوگیا تو سب مراکز کے لئے مشکلات پیدا کردے گا۔بہتر ہے اس کا فیصلہ بٹالہ امرتسر یا لاہور میں ہمارے ساتھ کرلیں۔سوال صرف اتنا ہی ہے کہ بقول مرزا صاحب (ضمیمہ انجام آتھم) مصلح موعود جو ان موجودہ بیٹوں کے بعد پیدا ہونا تھا وہ کب پیدا ہوا اور کہاں ہے؟

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اس کے بعد ہم مسلمانان ہندوستان سے عموماً اور دینی غیرت رکھنے والے اہل حدیثوں سے خصوصاً سوال کرتے ہیں کہ اس قادیانی حملہ کی روک تھام ان کے خیال میں بھی کچھ ضروری ہے یا نہیں۔ہم نے سردست اس کے متعلق ایک رسالہ لکھا ہے جس کا نام ہے مصلح موعود۔ہمارا خیال ہے کہ وہ قادیانی زہر کے لئے تریاق کا کام دے گا۔انشاء اللہ کاغذ کی تنگی کی وجہ سے سردست اس کے معدود نسخے چھپوانے کا خیال ہے۔اگر فضا اچھی ہوگئی اور احباب کرام نے توجہ کی تو لاکھوں کی تعداد میں چھپوا کر مفت شائع کیا جائے گا۔انشاء اللہ

مسلمان اور اہل حدیث دوستو! ہم نے قبل از وقت آپ لوگوں کو اس حملہ کی اطلاع دے کر اپنا فرض ادا کر دیا ہے۔اب ہم دیکھیں گے کہ آپ لوگ اپنا فرض کیا ادا کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۲۷ شعبان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۳ ص ۴)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں اختلاف شدید

بابت شان محمدیہ علی صاحبھا الصلوۃ والتحیۃ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں جو بھی اختلاف رونما ہوتا ہے، وہ شدت اور غلاظت اختیار کر جاتا ہے۔ہم یہ فیصلہ نہیں کر سکتے کہ شدت کی ابتداء کس کی طرف

سے ہوتی ہے۔ ہاں اتنا ضرور کہتے ہیں کہ شدت کسی کی طرف سے بھی ہو اچھی نہیں۔ شدت کی ابتداء کرنے والے کے حق میں حدیث شریف میں آیا ہے

ا لمستبا ن ما قا لا فعلی البادی منهما مالم یعتدی المظلو م .

یعنی دو بدگوئی کرنیوالوں کا سارا گناہ شروع کرنیوالے پر ہے جبتک کہ مظلوم زیادتی نہ کرے

مظلوم کے حق میں عارفان خدا نے کہا ہے:

درعفولذ تے است کہ درانتقام نیست

سچ تو یہ ہے کہ ہم ان دونوں فریقوں کو سمجھا بھی نہیں سکتے کیونکہ ہر ایک امت اور قوم اپنے نبی اور پیشوا کی سنت پر چلنے کی شائق ہوتی ہے۔دونوں فریقوں کے پیشوا مرزا غلام احمد قادیانی کا خلق یہ تھا کہ علماء کو کھلے لفظوں میں کہا کرتے تھے:

او بدذات فرقہ مولویاں۔ او یہودی خصلت مولویو!۔ (انجام آتھم ص ۱۲)

اسلئے دونوں فریق اتباع سنت مرزا قادیانی کے رنگ میں رنگے ہوئے جو چاہیں کہیں ہم کون ہیں کہ اس سنت مرزا سے ان کو روک سکیں۔خطرہ ہے کہ وہ ہمیں یہ شعر سنا دیں

یا عازل العاشقین دع فئةً

اضلّها الله کیف ترشدها

ان دونوں جماعتوں میں جو جدید اختلاف پیدا ہوا ہے اس کی بنیاد ہم پہلے بھی بتا چکے ہیں آج مکرر بتاتے ہیں۔خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بلند آواز سے خطبہ جمعہ میں کہا تھا کہ:

اگر محمد ﷺ سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے خدا نے اس دروازے کو بند نہیں کیا۔(الفضل قادیان ۹ جولائی ۱۹۴۴ء ص ۱)

لاہوری جماعت اس کے مخالف ہے۔خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اس فقرہ میں دو باتوں کا اظہار کیا ہے سب سے بڑی اور پہلی بات یہ ہے کہ کمالات محمد یہ کو یا ان کے امثال کو کسبی قرار دیا ہے حالانکہ اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ یہ ہے کہ کسبی نہ تھے بلکہ وہبی تھے۔

دوسری بات یہ کہی ہے کہ ان کمالات کے برابر کیا، ان سے بڑھ جانا بھی ممکن ہے۔ یہ بھی اہل اسلام کے عقیدہ کے خلاف ہے۔

اس پر لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح اور دیگر اسلامی اخباروں نے مخالفت کی آواز اٹھائی ہے۔ ہم سمجھتے ہیں کہ یہ عقیدہ گو غلط ہے، مگر دراصل اس کے بانی بھی مرزا غلام احمد صاحب متوفی ہیں جنہوں نے اپنے حق میں لکھا ہوا ہے کہ:

خدا نے مجھے کہا تیرا تخت سب تختوں سے اونچا بچھایا گیا۔

(اشتہار ملحق بہ تریاق القلوب)

سب سے اونچا، کا لفظ ان سب با کمال انسانوں کو شامل ہے جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پہلے گزرے ہیں۔

ایک اور مقام پر مرزا قادیانی نے کہا ہے

انّ قدمی ھذہ علی منارۃٍ ختم علیھا کل رفعۃٍ

یعنی میرا قدم اس روحانی منارہ کے اوپر ہے جہاں سارے روحانی کمالات ختم ہو جاتے ہیں

اس لئے میاں محمود احمد کا یہ کہنا غالبًا اپنے باپ کے اقوال پر مبنی ہے۔ فرق اتنا ہے کہ باپ نے اپنا کمال بتایا ہے، اور بیٹے نے غیر کی شکل میں اظہار کیا ہے۔ مطلب دونوں کا ایک ہی ہے۔

ہم عقیدۃً لاہوری جماعت کو اس خصوص میں حق پر سمجھتے ہیں اور قادیانیت کے بانی کو غلط رو جانتے ہیں۔ مگر موجودہ خلیفہ قادیان کی غلط روی کو بانی سلسلہ کی غلطی پر متفرع سمجھتے ہیں کیوں:

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا مے رود دیوار کج

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔ اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۵ رمضان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۴ ص ۴)

مولوی محمد علی لاہوری جواب دیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پیغام صلح لاہور ۹۔ اگست ۱۹۴۴ء میں مولوی محمد علی کا ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے: میاں محمود صاحب جواب دیں۔

اس میں موصوف نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو مباحثہ اور مباہلہ کی دعوت دی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر جو افتراء میاں محمود احمد نے کئے ہیں میں ان کو افتراء ہی کہتا رہا ہوں اور کہتا رہونگا۔ اگر وہ مجھے جھوٹا سمجھتے ہیں تو ان کا فرض ہے کہ وہ میری اس دعوت کو قبول کریں اور مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں میں بھی مؤکد بعذاب حلف اٹھا آنگا ورنہ جو الزام میں ان پر دے رہا ہوں وہ ایک ثابت شدہ حقیقت قرار پائے گا۔ دیکھئے میں پھر صاف الفاظ میں ان الزامات کو دہراتا ہوں

۱۔ جناب میاں محمود احمد صاحب نے یہ جھوٹ بولا ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) پر یہ افتراء کیا ہے کہ ۱۹۰۱ء میں آپ نے اپنے دعوی میں تبدیلی کی کہ انکار نبوت کرتے کرتے اور مدعی نبوت پر لعنتیں بھیجتے بھیجتے خود دعوی نبوت کر دیا اور اپنی سابقہ سال ہا سال کی انکار نبوت کی تحریروں کو منسوخ کر دیا۔

۲۔ جناب میاں محمود احمد صاحب نے یہ جھوٹ بولا ہے اور حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر یہ افتراء کیا ہے کہ آپ خود یہ فرمایا کرتے تھے ۱۹۰۱ء سے پہلے میں لفظ نبی کی غلط تشریح کیا کرتا تھا۔

۳۔ جناب میاں محمود احمد نے یہ جھوٹ بولا ہے اور حضرت مسیح موعود پر افتراء کیا ہے کہ ۱۹۰۱ء کے قریب حضرت مسیح موعود کی مجالس میں یہ چرچا رہتا تھا کہ حضرت صاحب کا سابقہ اجتہاد دربارہ نبوت درست نہیں نکلا۔

اگر جناب میاں صاحب کو یہ جرأت ہے تو ان الزامات کی بنیاد پر چاہیں وہ مجھ سے بحث کر لیں جن میں میں ان کے اپنے مریدوں کو ثالث بناؤنگا اور چاہیں تو بحث کے بعد مباہلہ بھی کر لیں۔ یعنی وہ مؤکد بعذاب حلف اٹھائیں کہ ان کے عقاید جو آئینہ صداقت کے صفحہ ۳۵ پر درج ہیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے عقاید کے مطابق ہیں۔ اور میں مؤکد بعذاب حلف اٹھاؤنگا کہ ان کے یہ عقاید حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے قطعی

خلاف ہیں۔مگر مباہلہ سے پہلے مباحثہ بہرحال ضروری ہوگا۔

(پیغام صلح لاہور۔۹۔اگست ۱۹۴۴ء ص ۴)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بھی مولوی صاحب لاہوری کے تتبع میں موصوف کو مباحثہ کی دعوت دیتے ہیں مضمون مباحثہ آخری فیصلہ یا مصلح موعود والی پیش گوئی ہوگا۔ دونوں میں سے جو آپ پسند کریں، آپ کی آسانی کے لئے ہم اپنا سوال قبل از انعقاد مجلس پیش کئے دیتے ہیں پس آپ توجہ سے سن کر جواب کیلئے تیار ہو جائیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ۱۴، ۱۵ پر جس چوتھے بیٹے کا الہامی مصلح موعود ہونا بتایا ہے وہ کون ہے اور کہاں ہے۔اس کا انتظار کب تک ہے۔

اس مباحثہ کے لئے آپ امرتسر آ جائیں یا مجھے لاہور بلالیں میں حاضر ہو جاؤنگا۔

ہم قادیانیوں اور لاہوریوں کی طرح بنیوں کی سی لڑائی لڑنا نہیں چاہتے بلکہ ہم فوراً میدان میں پہنچ جانے والے ہیں۔ آپ کو یاد ہوگا کہ ۱۹۰۲ء میں بذریعہ کتاب اعجاز احمدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مجھے قادیان میں بالمشافہ گفتگو کے لئے بلایا تھا۔میں فوراً وہاں پہنچ گیا

اذا القوم قالوا من فتی قلت اننی
عنیت فلم اکسل و لم اتبلّد

مولوی محمد علی صاحب لاہوری نے میاں محمود احمد کو چیلنج قبول نہ کرنے کی صورت میں مندرجہ ذیل الفاظ سے یاد کیا ہے:

اور اگر میاں صاحب اب بھی خاموش رہیں تو دیکھئے میں ان الزامات کو دہراتا رہوں گا یہاں تک کہ ان کے مریدوں میں یہ ایمانی جوش پیدا ہو کہ وہ میاں صاحب سے ان الزامات کی بریت کے متعلق سوال کریں۔ (پیغام صلح تاریخ مذکور)

کیا مولوی محمد علی صاحب لاہوری مجھے بھی اجازت دیں گے کہ میں بھی آپ سے یہی سوال دہراتا رہوں اور آپ کے انکار کرنے پر آپ کو کہتا رہوں:

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اگست ۱۹۴۴ء مطابق ۵ رمضان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۴ ص ۴۔۵)

یہ جواب ہے یا تسلیم اعتراض

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی اخباروں کا عام طرز کلام خصوصاً اہل حدیث امرتسر کے ساتھ یہ ہے کہ جواب دینے سے پہلے دو چار خوش کلامیاں کر کے اپنے ناظرین کو قابو رکھنے کی کوشش کیا کرتے ہیں۔ مثلاً میری نسبت عام طور پر ان کے اصطلاحی الفاظ یہ ہیں:

سلسلہ احمدیہ کا ناکام دشمن، جھوٹ بولنے والا، افتراء کرنے والا وغیرہ

اگر ان سب الفاظ کی بجائے الفاظ ذیل لکھ دیا کریں تو کافی ہے کیونکہ ان کا ثبوت بھی تو مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں میں ملتا ہے۔ وہ یوں لکھ دیا کریں:

ہمارے اعلیٰ حضرت کو ستانے والا، اور ان کو سخت تکلیف پہنچانے والا، اور ان کی زبانی آخری فیصلہ کرانے والا، اور پھر کوشش کر کے عزرائیل کو امرتسر سے قادیان بھجوانے والا۔

یہ القاب ایسے صحیح ہیں کہ ہم کیا کوئی بھی ان کی تردید نہیں کرسکتا۔

خیر! یہ تو ہمارا مشورہ ہے آگے ان کو اختیار ہے جو چاہیں لکھیں۔ ان کی خوش کلامی اور دل آزاری ہمارے نزدیک کوئی نئی چیز نہیں ہے۔ جب یہ لوگ بڑے میاں کے معتقد ہیں تو انہی کی چال چلیں گے: روبسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

آج کے نوٹ کی اصل بنا یہ ہے کہ ہم نے لکھا تھا خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا نکاح جو حال ہی میں ہوا ہے، ناجائز ہے کیونکہ نکاح کے دو رکن ایجاب اور قبول ہیں، جو مجلس میں سب کے سامنے ہونے چاہییں۔ خلیفہ جی کے مطبوعہ خطبہ میں تو ایجاب کا ثبوت نہیں ملتا۔

اڈیٹر الفضل قادیان نے بہت سی آئیں بائیں کے بعد جواب دیا ہے کہ ایجاب کا ذکر اخبار میں نہیں ہے، مگر عدم ذکر سے عدم شیئ لازم نہیں آتا۔ یعنی منکوحہ کی جانب سے ایجاب ہو گیا تھا مگر اخبار میں ذکر نہیں ہے۔ (الفضل ۱۷، ۱۸۔ اگست ۱۹۴۴ء)

ہمارا خیال ہے کہ ہمارا اعتراض کمیٹی میں پیش ہوا ہے۔ بعد حیص وبیص کے پاس کر کے یہ بات بنائی گئی ہے کہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ یہ مقولہ براہین احمدیہ سے نقل کیا گیا ہے جسے نہ اعلیٰ حضرت نے سمجھا اور نہ ان کے اتباع نے۔

اگر عدم شئے لازم نہیں آتا تو عدم ذکر سے ثبوت بھی تو نہیں ہوتا۔ ہمارا اعتراض مطبوعہ مسل پر تھا جس کی مثال محکمہ اپیل ہے کہ جو کچھ مسل میں ہوتا ہے محکمہ اپیل اسی پر فیصلہ کرتا ہے۔ بہر حال ثابت ہوا کہ ہمارا اعتراض مطبوعہ تحریر پر صحیح ہے، اور الفضل کا جواب ثبوت طلب واقعہ پر مبنی ہے۔ میں ایک مثال پیش کر کے قادیانی علماء اور وکلاء سے پوچھتا ہوں وہ اس کا جواب دیں۔

خون کے مقدمہ میں ملزم سیشن سپرد ہو گیا۔ سیشن جج کہتا ہے کہ مسل میں قاتل ومقتول کی عداوت کا ثبوت نہیں ملتا۔ اس لئے مقدمہ بناوٹی معلوم ہوتا ہے۔

وکیل استغاثہ اگر کہے کہ حضور عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا، تو سیشن جج اپنے فیصلہ میں صاف لکھے گا کہ وکیل استغاثہ قانون نہیں جانتا، لہذا ملزم بری ہے۔

ہم نے اخبار الفضل کی بنا پر اعتراض کیا تھا جیسے ہماری پیش کردہ مثال میں سیشن جج نے مسل کی بنا پر ملزم کو بری کر دیا اور اس قاعدہ کو نہیں مانا کہ عدم ذکر سے عدم شئے لازم نہیں آتا۔ دراصل بات یہ ہے کہ جہاں ذکر کی ضرورت ہو، وہاں ذکر ہونا چاہیے عدم لزوم کا موقعہ اور ہے۔

مختصر یہ ہے کہ ہمارے اعتراض کی صحت الفضل نے تسلیم کر لی۔ واقعی الفضل میں ایجاب کا ذکر نہیں ہے، اس لئے نکاح ناجائز ہے۔ یہی ہمارا مقصد تھا اور اگر واقعہ میں ایجاب ہوا ہے تو ہمیں کیا۔ یہ قصور تو مضمون نگار کا ہے۔ اخبار الفضل چونکہ خلافت قادیان کا جانب دار گواہ ہے، اس لئے ہم اس کی روایت کو صحیح نہیں سمجھتے۔ اس کا جدید ثبوت خود اس کے اسی بیان میں ملتا ہے۔ ہم نے عدم جواز نکاح کی دلیل عدم ایجاب بتائی تھی چنانچہ استفتاء بخدمت علماء قادیان میں ہمارے الفاظ یہ تھے:

> کیا فرماتے ہیں علماء قادیان کہ بغیر ایجاب کے صرف ناکح کے قبول کرنے سے نکاح منعقد ہو جاتا ہے۔ (اہل حدیث امرتسر ۱۱۔ اگست ۱۹۴۴ء ص ۶)۔

مگر اڈیٹر الفضل اپنی معمولی دیانت سے عدم جواز نکاح کی علت ہماری

طرف منسوب کرتا ہے۔ ناظرین اس کے الفاظ یہ ہیں: اب نکاح کے ناجائز ہونے کی دلیل بھی سن لیجئے، یعنی نانی کا ہونا۔ (الفضل قادیان ۱۸، اگست ۱۹۴۴ء ص ۱)

حالانکہ ہم نے نانی کا وجود عدم جواز نکاح کی دلیل نہیں ٹھہرایا۔ یہ معمولی قادیانی صنعت ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے۔

ہم اخبار الفضل قادیان کی کوئی روایت بلا تحقیق قبول نہیں کر سکتے۔ یہی طریق محدثین کا ہے۔

نوٹ: اخبار الفضل قادیان نے اس مضمون کا جواب دینے کی تو جلدی کی مگر مصلح موعود کے متعلق جو سوال ہم فروری ۱۹۴۴ء سے لے کر آج تک کر رہے ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے:

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر مورخہ ۱۸۹۷ء کے مطابق چوتھا لڑکا جو مصلح موعود ہونا تھا، وہ کہاں رہتا ہے؟ ابھی بالغ ہوا ہے یا نابالغ ہی ہے؟
غار سرمن رائے میں ہے، یا قادیان میں؟

اس سوال کے جواب میں اتنی لمبی خاموشی کیوں ہے۔ کیا مرزا غالب مرحوم کا یہ شعر تو صادق نہیں ہے:

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم ستمبر ۱۹۴۴ء۔ ۱۲ رمضان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۵ ص ۴)

خلیفہ قادیان کے خطبے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان میں پیر پرستی کا اتنا غلبہ ہے کہ اتنا پیران کلیر اور اجمیر میں بھی نہ ہوگا۔ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کوئی فعل کتنا ہی خلاف سنت کرے مگر آپ کے مرید اس کو صحیح ثابت کرنے کے لئے تیار ہو جاتے ہیں۔ شائد اس لئے کہ بقول مولوی محمد علی

صاحب لاہوری خلیفہ قادیان کے مرید اپنی عقل خلیفہ کے ہاتھ بیچ چکے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ شائد بالکل معدوم کر چکے ہیں۔ ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۱۔ اگست ۱۹۴۴ء میں لکھا تھا کہ قادیان میں جمعہ کے خطبہ کی صورت یہ ہوتی ہے کہ خلیفہ قادیان سورہ فاتحہ پڑھ کر اپنی جماعتی ضروریات پر ایک لمبی تقریر کر دیا کرتا ہے جو خاص ان کے فرقہ سے تعلق رکھتی ہے۔ کبھی کسی پر حملہ ہوتا ہے، اور کبھی کسی کا جواب ہوتا ہے۔ کبھی کانگریس کا ذکر ہوتا ہے، تو کبھی لیگ کا۔ ہم نے ایسے خطبوں کو خلاف سنت قرار دیا تھا اور یہ حدیث لکھی تھی:

کانت لرسول الله ﷺ خطبتان یقرأ القرآن و یذکّر الناس فیهما

اور یہ ثابت کیا تھا کہ قادیانی خطبوں میں یہ نمونہ نہیں ملتا کہ قرآنی آیات مقررہ کے ماتحت تقریر کی جائے۔

الفضل نے اس کا جواب دیا ہے کہ خلیفہ صاحب سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد اس کے نکات بیان کرتے ہیں اسلیئے قادیانی خطبہ خلاف سنت نہیں ہوتا۔

ہم خوش ہوتے اگر واقعی ایسا ہوتا، حالانکہ نہیں ہے۔ الفضل کسی مہینے کے سارے خطبے جمع کر کے ہمیں دکھائے کہ اس میں سورہ فاتحہ کے فلاں فلاں نکات بیان ہوئے ہیں۔ اگر وہ ایسا نہ کر سکے تو ہم یہ شعر پڑھنے میں حق بجانب ہوں گے

گر ز عشقت خبرے ہست بگوائے واعظ

تقاضا: تعجب ہے کہ الفضل ایسی باتوں کا جواب تو فوراً لکھتا ہے اگر نہیں لکھتا تو اس تقاضا کا جواب نہیں لکھتا کہ مرزا صاحب قادیانی کے قول مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۷ء کے مطابق محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد کے بعد چوتھا لڑکا مصلح موعود کون ہوا تھا اور وہ کہاں ہے؟ اخبار الفضل قادیان یاد رکھے کہ اس کی خاموشی سے ہمارا تقاضا ٹلے گا نہیں کیونکہ یہ تقاضا اس شعر کا مصداق ہے

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ ستمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۱۹ رمضان ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۶ ص ۳۔۴)

خلیفہ قادیان کا بڑا بول

کبرت کلمة تخرج من افوا ههم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جب سے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے خطبہ میں کہا ہے کہ کوئی شخص جو آنحضرت ﷺ سے مراتب میں بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے، جس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر میں بھی کئی دفعہ آیا ہے۔ اسلامی جرائد میں عموماً اس فقرہ پر نفرت کا اظہار کیا گیا ہے۔ پٹی کا اخبار، ایمان، جو اسلامی فرقوں کے جھگڑوں سے بالکل الگ تھلگ رہا کرتا ہے، ان الفاظ پر خاموش نہیں رہ سکا مندرجہ ذیل مضمون اسی سے ماخوذ ہے۔

کائنات کا دل کباب ہو گیا

محمود! اپنے الفاظ واپس لو

تاریخ انسانی کے سب سے بدتر الفاظ یہ ہیں: بلکہ سچ تو یہ ہے کہ بعض صحابہ سے بھی بڑا درجہ حاصل کرنا چاہیں تو حاصل کر سکتے ہیں۔ بلکہ ہم اپنے درجے میں ترقی کر کے وہ مقام بھی حاصل کر سکتے ہیں جب ہم رسول کریم ﷺ کے بروز بن جائیں، بلکہ اگر کوئی مجھ سے پوچھے کیا محمد رسول اللہ ﷺ سے بھی کوئی شخص بڑا درجہ حاصل کر سکتا ہے؟ تو میں (محمود قادیانی) کہا کرتا ہوں خدا نے اس مقام کا دروازہ بند نہیں کیا۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ محمد ﷺ سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے (مرزا محمود خلیفہ قادیان)

اخبار ایمان:

اسلام بلکہ کفر کی گود میں آج تک کوئی ایسا کم ظرف اور سفلہ انسان پیدا نہیں ہوا جو مخدوم انسانیت، برگزیدہ ہستی خواجہ کائنات حضرت محمد ﷺ کی بزرگی کے ساتھ اس طرح کھیلا ہو جس طرح بشیر الدین محمود کھیلا ہے۔ قرآن کہتا ہے: قیامت کے دن بارگاہ الٰہی

میں حضرت عیسیٰ معذرت پیش کریں گے۔، اے رب العالمین! میں نے عیسائیوں کو یہ تعلیم نہیں دہ تھی کہ وہ مجھے خدا کا بیٹا کہیں میں ان کے اس قول سے بری ہوں۔،
لیکن اب حضرت عیسیٰ سے زیادہ حضرت آدم اور حضرت حواء کو بارگاہ الٰہی میں معذرت پیش کرنی ہوگی کہ ان کی نسل میں ایک ایسی شخص کو جگہ مل گئی جو سرور موجودات عالم کے متعلق ایسے الفاظ کہہ رہا ہے جو سر بسر انسانیت سوز ہیں۔
قرآن عظیم عیسائیوں کی زبان درازی کا شکوہ سنج تھا مگر خدا کی قسم! مرزا محمود کی تازہ زبان درازی ان سے بھی میلوں آگے نکل گئی ہے۔
مرزا محمود نے وہ بوجھ اٹھایا ہے جس کے اٹھانے کی کوئی بھی انسان جرأت نہیں کر سکتا۔
مرزا محمود نے وہ الفاظ کہے ہیں جو انسانیت کی حد سے باہر ہیں ان الفاظ نے چہرہ انسانیت کو سیاہ کر دیا ہے۔ یہ الفاظ قیام قیامت کا نشان ہیں:
میں کہا کرتا ہوں کہ اگر کوئی شخص رسول اللہ ﷺ سے بھی بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے۔،
میں کہا کرتا ہوں، یہ کس قدر ذلیل فقرہ ہے، میں کہا کرتا ہوں، یہ کس قدر منحوس اور ناپاک الفاظ ہیں۔ میں کہا کرتا ہوں، یہ کس قدر نجس اور مکروہ قول ہے۔
اے ہندی غلام کے بیٹے! تم اپنے گریبان میں منہ نہیں ڈالتے؟ تم حضرت محمد ﷺ پر حکم لگاتے ہو۔ اے محمود! اپنے الفاظ واپس لو۔ وہ ہوا جس میں تمہارے الفاظ جذب ہوئے رو رہی ہوگی، وہ فضا جس میں تمہاری صدا گونجی، تڑپ رہی ہوگی۔
وہ زمین جس پر کھڑے ہو کر تم نے یہ ناروا تعلّی کی، فرط حیرت سے جاں بلب ہوگی۔
وہ سورج کی کرنیں جنہوں نے تمہارے الفاظ سنے غش کھا گئی ہوں گی،
اے محمود! اپنے الفاظ واپس لو، اور خدا کی معصوم ہوا کو، بے گناہ فضا کو، اور اس پاک زمین کو درد و مصیبت سے بچالو۔۔اے محمود! میں تمہارے سامنے اس پوری انسانیت کا نہیں بلکہ اس پوری کائنات کا مطالبہ پیش کر رہا ہوں: اپنے الفاظ واپس لو، بلا تاویل واپس لے لو۔۔ اس دنیا میں کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک مکھی ستارے توڑنے کے لئے اڑی ہو۔ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ ایک مچھر چہرہء ماہتاب پر ڈنگ چلانے کیلئے دوڑا ہو۔
اے قادیانی! تم میں اور رسول جن وانس میں تو مچھر اور ماہتاب کی نسبت بھی نہیں، پھر زبان درازی کا کیا مطلب؟ کیا تم اپنے بعد ایسے برے الفاظ کا ورثہ چھوڑ رہے ہو جن

پر اس کرہ ارض کا ہر ذرہ قیامت تک لعنت کرے گا۔ محمود! اپنے الفاظ واپس لو
(اخبار ایمان، ۲۰۔ اگست ۱۹۴۴ء ص ۷) (اہل حدیث امرتسر ۸ ستمبر ۱۹۴۴ء جلد ۴۱ نمبر ۳۶ ص ۴۔۵)

مصلح موعود اور ہماری ذمہ داریاں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے:
ظہور مصلح موعود اور ہماری ذمہ داریاں۔
اس میں مصلح موعود کے زمانہ کی فتوحات لکھتے ہوئے راقم مضمون بڑی مسرت سے (بالفاظ خلیفہ) لکھتا ہے:

اللہ تعالیٰ یقیناً ایسا دن لائے گا جب دنیا کی حکومتیں اور طاقتیں ہمارے قبضہ میں آجائیں گی مگر جب ان حکومتوں کو سنبھالنے کی ہمارے اندر قابلیت نہیں ہوگی جب تعلیم کے لئے ہمارے پاس مدرس نہیں ہوں گے، جب وعظ و نصیحت کے لئے ہمارے پاس علماء نہیں ہوں گے، جب روحانیت کا درس دینے کے لئے ہمارے پاس عارف نہیں ہوں گے۔ جب تبلیغ و تربیت کے لئے ہمارے پاس مبلغ نہیں ہوں گے، جب زہد و اتقا کی روح قائم کرنے کے لئے ہمارے پاس سالک اور عابد نہیں ہوں گے، تو اس وقت ہم کیا کر سکیں گے۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ چونکہ اس جائیداد کو ہم سنبھال نہیں سکیں گے، اس لئے وہ اسلام کے لئے فتح کئے ہوئے دل، وہ اسلام کیلئے فتح کی ہوئی جانیں، وہ اسلام کے لئے فتح کئے ہوئے قبائل، وہ اسلام کے لئے فتح کی ہوئی قومیں کچھ دن تو ہمارا انتظار کریں گی مگر پھر ان کے دلوں میں زنگ لگنا شروع ہو جائے گا پھر خدا کی جائیداد دوبارہ شیطان کے قبضہ میں جانی شروع ہو جائے گی۔ (ریویو آف ریلی جنز۔ ستمبر ۱۹۴۴ء ص ۸)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛ واقعی یہ دور اندیشی کی بات ہے جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بتائی ہے۔ لیکن سوال یہ ہے کہ اس وقت جو آپ کے فرائض ہوں گے وہ ملک داری اور سیاست مدن کے لحاظ سے ہوں گے جس کے حق

میں ہم بڑی خوشی سے کہتے ہیں:

خدا ترا بت کافر دراز سن تو کرے
جفا کے تو بھی ہو قابل خدا وہ دن تو کرے

مگر آج کل آپ کے فرائض اس بارے میں کچھ نہیں ہیں ۔سب سے اول آپ کا فرض یہ ہے کہ آپ ہمیں بتائیں کہ آپ مرزا غلام احمد کی تصریحات مندرجہ ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۴، ۱۵ کے مطابق مصلح موعود کیسے بن سکتے ہیں؟

کیا اخبار اہل حدیث کا تقاضا فروری سے آج تک آپ کے سمع مبارک تک نہیں پہنچا۔سنو اور یاد رکھو:

مفت اٹھنے کے نہیں در سے تیرے یار کبھی
ایک مطلب کیلئے باندھ کے اڑ بیٹھے ہیں

(اہلحدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۶ رمضان ۳ شوال ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۷۔۳۸ ص ۴۔۵)

قادیانی وعدے اور عرقوب عرب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: عرب میں ایک شخص عرقوب نامی مشہور تھا جس کی وعدہ خلافی کی اتنی شہرت تھی کہ شعراء اپنی محبوبہ کی وعدہ خلافیوں کو اس کے وعدوں کے ساتھ تشبیہ دیا کرتے تھے قصیدہ بانت سعاد کا مصنف لکھتا ہے

كانت مواعيد عرقوب لها مثلاً
و ما مواعيدها الا الاباطيل

یہی حال قادیانی وعدوں کا ہے ۔قادیانی امت نے اپنی نبی سے یہی سیکھا ہے کہ وعدے کئے جاؤ اور وفا کی بابت وہی کہو جو متنبّی شاعر نے اپنی محبوبہ کی وعدہ شکنی کے متعلق کہا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها الا يدوم لها عهد

(محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو اس کو وعدہ وفائی سمجھو کیونکہ اس کے وعدہ میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ وعدہ پورا نہیں کرے گی)

مرزا صاحب نبی قادیان نے کئی ایک لوگوں سے انعام دینے کا وعدہ کیا۔ منجملہ ان کے مجھ سے کتاب اعجاز احمدی میں ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ دینے کا وعدہ فرمایا تھا۔لیکن جب دینے کا وقت آیا تو جواب ملا

لینے دینے کے سر خاک ڈالو پاک محبت اچھی ہے

سکندر آباد متصل حیدر آباد دکن میں ایک مسنّ بزرگ رہتے ہیں۔قادیانی امت میں آپ بہت بڑے سخی واقع ہوئے ہیں۔ ہر ایک مخالف کو ہزاروں روپیہ دینے کا وعدہ، یہاں تک کہ اپنے علاتی بھائی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو بھی ہزاروں دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔معلوم نہیں وہ لیتے ہیں یا نہیں۔ ہم اپنا معاملہ سمجھیں تو یہی کہیں گے کہ دیتے ہی نہیں۔

۱۹۲۲ء میں میں حیدر آباد دکن گیا تھا تو موصوف نے انعامی اشتہار میرے حق میں دیا تھا۔اس کے بعد بھی کبھی کبھی یاد فرماتے رہے۔پچھلی مرتبہ آپ نے (سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے) مجھے الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء میں یاد کیا تھا جس کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳ جون ۱۹۴۴ء میں بالفاظ ذیل دیا گیا

میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں

اچھا صاحب! پچھلا قصہ جانے دیجئے آپ اپنی نئی عبارت مندرجہ ذیل سامنے رکھئے کہ: مولوی ثناء اللہ کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ اس سلسلہ کے خلاف جو عقائد رکھتے ہیں وہی عقائد ایک پبلک جلسہ میں حلفاً بیان کریں تو ان کو اکیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا ۔ (الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء ص ۳)

سیٹھ صاحب! اگر آپ کی اس دعوت میں کچھ صداقت ہے تو آپ یہ رقم موعودہ دہلی امرتسر یا لاہور کے کسی معتبر آدمی کے پاس امانت رکھوا دیں بایں شرط کہ میں (ثناء اللہ) تحریر بالا کے مطابق حلف اٹھاؤں تو روپیہ مجھ کو مل جائے اس کے بعد بٹالہ (تحصیل قادیان) امرت سر یا لاہور جو شہر آپ معین کریں میں وہاں پہنچ کر حلف اٹھا لوں گا۔ انشاء اللہ۔بس آپ دیر نہ کیجئے میں مرزا صاحب کے الفاظ میں آپ کو تنبیہ کرتا ہوں

لعنت الله علی من تخلف (اہل حدیث امرتسر ۲۳ جون ۱۹۴۴ء ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث کے متعدد پرچے قادیان میں تو جاتے ہی ہیں، سیٹھ صاحب کو بھی یہ خاص پرچہ سکندرآباد بھیج دیا گیا۔ اسکے بعد ہم منتظر تھے کہ رقم مذکور (۲۱ ہزار) کسی معتبر شخص کے پاس رکھوا کر ہم کو حلف اٹھانے کیلئے بلایا جائے گا اور ہم مندرجہ بالا الفاظ میں حلف اٹھا کر یہ حقیر رقم وصول کرلیں گے۔

سیٹھ صاحب کو بذریعہ خط بھی توجہ دلائی مگر سیٹھ صاحب نے بجائے رقم موعودہ رکھوانے کے اور دعوت دینے کے دوسرا پہلو اختیار کیا۔ یعنی الفضل ۸ ستمبر ۱۹۴۴ء میں پھر ایک انعامی چیلنج شائع کردیا جس میں اپنے پہلے چیلنج اور ہمارے جواب کا مطلق کوئی ذکر نہیں کیا، گویا جواب ہی نہیں دیا۔ اس کی دو وجوہات ہیں۔

اول سیٹھ صاحب بوڑھے ہیں، کان سے بہرے ہیں۔ ان کے سر پر قادیان کے ایک دو پولیٹکل ایجنٹ بشکل مبلغ بیٹھے رہتے ہیں، جو کان بھرتے رہتے ہیں۔ چندروز گزرنے کے بعد کوئی مضمون لکھ کر سیٹھ صاحب کی طرف سے بھجوا دیا کرتے ہیں۔ بس یہ ہے ان کے پہلو بدلنے کی حقیقت۔

پہلو بدلنے کی دوسری وجہ یہ ہے کہ ہم نے مذکورہ پرچہ اہل حدیث میں سیٹھ صاحب اور تمام قادیانی امت سے ایک مطالبہ کیا تھا جس کے الفاظ یہ ہیں۔

میرا مطالبہ: بھی سنیئے اس فیصلہ حلف کے بعد میں آپ سے اور آپ کی ساری جماعت سے مطالبہ کرونگا کہ آپ لوگ جو آج کل خلیفہ قادیان کے مصلح موعود ہونے کا ڈھنڈورہ شہر بشہر پیٹ رہے ہیں مرزا متوفی نے ضمیمہ انجام آتھم صفحہ ۱۵ پر جس چوتھے بیٹے کو مصلح موعود لکھا ہے وہ کون ہے اور کہاں ہے۔ میرا یہ مطالبہ پورا کرنے والے کو لدھیانہ میں بطور انعام حاصل کیا ہوا تین سو روپیہ واپس دیا جائیگا۔ (اہل حدیث ۲۳ جون ۱۹۴۴ء ص ۵)۔

مولانا امرتسری فرماتے ہیں چونکہ یہ کام قادیانی جماعت پر مشکل بلکہ محال ہے اس لئے آپ نے ہمارے جواب کو لاجواب سمجھ کر چھوا بھی نہیں۔

سیٹھ صاحب! دنیا چندروزہ نہیں بلکہ چند سانس ہے، بلکہ کسی سانس کا بھی یقین نہیں۔ آپ کب تک قادیانی بھول بھلیوں میں پھنسے رہیں گے اور اپنے مبلغین کو

پھنسائے رکھیں گے، کیوں سیدھی سڑک پرنہیں آ جاتے۔ آپ حلف دیجئے ہم حلف اٹھانے کو تیار ہیں۔ ہمارا مطالبہ پورا کیجئے پس زیادہ باتوں کی ضرورت نہیں :

نہ دے نامے کو اتنا طول غالب مختصر لکھ دے
کہ حسرت سنج ہوں عرض ستم ہائے جدائی کا

(اہلحدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ستمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۶ رمضان ۳ شوال ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۳۷۔۳۸ ص ۵۔۶)

قادیانی تلون

لا تدوم علی حال تکون بها
کما تلوّن فی اثوابها الغول

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ درج بالا شعر میں عرب کا شاعر اپنی محبوبہ کی تلون مزاجی کا ذکر کرتا ہوا کہتا ہے کہ وہ کبھی ایک بات پر قائم نہیں رہتی، جنگلی چھلاوے کی طرح مختلف شکلیں بدلتی رہتی ہے۔

محبوب اور معشوق کے لئے یہ وصف حسن رکھتا ہے، مگر کسی مذہبی جماعت اور مذہبی اشخاص کے لئے نہایت قبیح ہے۔ جو لوگ مذہبی کاموں میں اس قسم کی تلون مزاجی کریں ان کا اعتبار نہیں رہتا۔ قادیانی جماعت اپنے نبی کی متبع ہے اس لئے لازمی ہے کہ اس میں بھی وہ وصف پایا جائے جو متوفی مرزا غلام احمد میں تھا۔ بات کہہ کر پھر جانا اور وعدہ کر کے مکر جانا، یہ معشوقانہ انداز متبوع اور تابع دونوں میں پایا جاتا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں اور اپنے دعوی پر شہادات رکھتا ہوں کہ میں قادیانی وعدے سنتے سنتے اس حد تک پہنچ گیا ہوں کہ میرے منہ سے یہ شعر بے ساختہ نکلتا ہے :

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۹۰۲ء میں ایک کتاب اعجاز احمدی لکھی اس میں مجھے دعوت دی کہ میں قادیان پہنچ کر آپ سے آپ کی پیش گوئیوں پر گفتگو کروں۔ جب میں حسب دعوت مرزا غلام احمد صاحب ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ

گیا تو فوراً معشوقانہ انداز میں مجھے فرمایا:

میں تم سے مباحثہ نہیں کرسکتا کیونکہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ علماء سے بحث نہیں کرونگا (حالانکہ یہ بھی غلط ہے اور بالکل غلط)

یہ تو متبوع کے وعدے کی مثال ہے۔ اب تابعین کی مثال بھی سنئے

۱۹۲۲ء میں میں حیدر آباد دکن گیا تھا۔ وہاں قادیانی خیالات کا ذکر وعظوں میں ہوتا رہا۔ وہاں کی قادیانی جماعت میں سیٹھ عبداللہ الہ دین بڑے سیدھے سادھے بزرگ ہیں، انہوں نے اشتہار دیا کہ میں اپنے عقائد کی تصدیق پر اور مرزا صاحب کے عقاید کی تکذیب پر حلف اٹھاؤں۔ اس کے بعد سال تک زندہ رہوں تو دس ہزار روپیہ وہ مجھے انعام دیں گے۔ میں نے وہیں جواب شائع کر دیا کہ دس ہزار روپیہ آپ اپنے پاس رکھیں مجھے اس کی حاجت نہیں ما آتانی اللہ خیراً ہاں یہ لکھ دیں اور اپنے خلیفہ سے بھی اس کی منظوری لے دیں کہ اگر میں حلف کے بعد سال تک زندہ رہا تو آپ اور خلیفہ قادیانی، قادیانی نبی کو چھوڑ کر میرے ساتھ ہو جائیں گے۔

اس شرط کو خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) نے ماننے سے انکار کر دیا بلکہ سیٹھ صاحب کو بھی ماننے سے منع کر دیا۔ اس کا مفصل ذکر ایک رسالہ کی صورت میں ملتا ہے جس کا نام ہے: قادیانی حلف کی حقیقت۔ اس کو انجمن اہل حدیث سکندر آباد نے شائع کیا تھا اس کے بعد قادیانی تلون مزاجی نے دوسرا رنگ دکھایا۔ یعنی سیٹھ عبداللہ الہ دین نے اخبار الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء میں یہ اعلان شائع کیا کہ مولوی ثناء اللہ اپنے ان عقاید پر جو وہ احمدیوں کے خلاف رکھتے ہیں، حلف اٹھائیں تو ۲۱ ہزار روپیہ انعام دیا جائیگا۔

اس کے جواب میں ۲۳ جون ۱۹۴۴ء کے اہل حدیث امرتسر میں، میں نے قبولیت کا اعلان شائع کر دیا۔ میری اس قبولیت پر انعامی رقم امانت رکھنے کی بجائے قادیانی محبوب نے پھر رنگ بدلا، یعنی الفضل ۱۲ ستمبر ۱۹۴۴ء میں مولوی اللہ دتہ قادیانی نے سیٹھ عبداللہ صاحب کی وکالت میں ایک مراسلہ میرے نام شائع کیا جس کا مضمون یہ ہے کہ میں موکد بعذاب حلف اٹھاؤں اور سال تک انتظار کروں۔ ایک سال کے اندر مر جاؤں تو جھوٹا ٹھہروں، سال گزرنے بعد زندہ رہوں تو انعام پاؤں۔

اس امر کی شرائط طے کرنے کے لئے مولوی اللہ دتہ صاحب، سیٹھ مذکور کی

طرف سے امرتسر آئیں گے۔

میں کہتا ہوں بہت اچھا آیئے تشریف لایئے۔ میری طرف سے منشی محمد عبداللہ معمار مصنف محمدیہ پاکٹ بک وکالۃً گفتگو کریں گے۔ گفتگو مندرجہ ذیل امور پر ہوگی:

اول: الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء میں شائع شدہ سیٹھ عبداللہ کا چیلنج اور اہل حدیث ۲۳ جون میں شائع شدہ مولوی ثناءاللہ کا جواب کیوں چھوڑا جائے۔

دوم۔ منکر رسالت یا منکر دعوی ملہم کو حلف دینے کا ثبوت کتاب وسنت میں کہاں ہے

سوم: سال کی مدت کا ثبوت کہاں ہے۔

چہارم: سال گزر جانے پر حلف اٹھانے والے فریق کو کیوں سچا نہ مانا جائے۔

پنجم: اگر سچا ہے تو اس کے ہاتھ پر بیعت کیوں نہ کی جائے۔

یہ امور زیر بحث ہوں گے۔ پس آپ یا آپ کے وکیل امرتسر میں ڈاکٹر منیر امیر جماعت احمدیہ کے مطب میں (جو دفتر اہل حدیث کے قریب ہی ہے) بیٹھ کر گفتگو کریں ان دونوں صاحبوں کو اختیار ہوگا کہ یہ گفتگو خاص مجلس میں کریں یا عام میں۔ ہاں جو شرط طے ہوجائے وہ دونوں کے دستخطوں سے قلم بند ہوجائے۔

کیا قادیانی حضرات وعدہ پورا کریں گے؟

ہم اپنا خیال ظاہر کئے دیتے ہیں کہ نہیں کریں گے۔ کیوں؟ مرزا غالب اس کے جواب میں کہتا ہے

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

نوٹ۔ قادیانی نبی کی غلط بیانی پر حلف اٹھانا میرے لئے کوئی نئی بات نہیں (قادیان کے جلسہ اسلامیہ میں) ایک دفعہ قادیانیوں نے مجھے حلف اٹھانے پر دوسو روپیہ انعام دینے کا چیلنج کیا۔ بلکہ منشی قاسم روپیہ لینے کے لئے گھر بھی چلے گئے۔ مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے مجھے مشورہ دیا کہ روپے کا خیال بھی مت کرو اور بغیر روپیہ لئے حلف اٹھالو۔ چنانچہ میں نے حلف اٹھائی کہ:

مرزا صاحب اپنے دعوی میں سچے نہ تھے۔

جس کا ذکر الفضل قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں درج ہے۔

اس کے بعد پھر کسی تقریب پر اخبار اہل حدیث امرتسر میں اس مضمون پر حلف اٹھائی پھر اسی مضمون کو اشتہار کی صورت میں بھی شائع کر دیا جس کی سرخی ہے:

خدا کی قسم مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں صادق نہ تھے

اس کے باوجود سیٹھ عبداللہ الہ دین کا ان حلفوں کو بھول جانا اور نئے حلف کا تقاضا کرنا بالکل دفع الوقتی یا بالفاظ دیگر تلون مزاجی ہے جس کی تہ میں یہ راز ہے کہ اپنے حلقہ کے لوگوں کو کسی نئے شغل میں رکھا جائے اور یہ شہرت دی جائے کہ دیکھو ہمارا عقیدہ ایسا صحیح ہے کہ مخالف باوجود انعام کثیر کے حلف اٹھانے پر جرأت نہیں کرتا۔ یہ ہماری سچائی کا ثبوت ہے۔

میں کہتا ہوں یہ سچائی کا ثبوت نہیں بلکہ کسی اور وصف کا ثبوت ہے جس کا ذکر حدیث شریف اذا لم تستحی فا صنع ما شئت میں آیا ہے۔ میں چونکہ اپنے دعوی پر پختہ ہوں، میں دیکھتا ہوں کہ خدا نے اس میں میری بار بار مدد کی ہے، اور کر رہا ہے، اس لئے میں بغیر کسی ایچ پیچ کے آج پھر وہی اپنا حلف شائع کرتا ہوں:

خدا کی قسم مرزا صاحب قادیانی اپنے دعوی نبوت و الہام میں صادق نہ تھے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ ستمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۱۰ شوال ۱۳۶۳ھ ص ۴-۵)

مرزا صاحب کا حسب نسب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہر تحریر اور ہر دعوی اپنے اندر دو رنگی بلکہ سو رنگی رکھتا ہے۔ اسی دورنگی سے آپ کے اتباع میں یہ شگاف پیدا کر دیا ہے کہ وہ دو گروہوں (لاہوری اور قادیانی) میں منقسم ہو گئے ہیں۔ لاہوری مرزا صاحب قادیانی سے نبوت کی نفی کرتے ہیں۔ مرزا صاحب صاحب کے کلام کو اپنے دعوی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ قادیانی اثبات نبوت کرتے ہیں۔ وہ بھی ممدوح ہی کے کلام کو پیش کرتے ہیں۔ آج ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حسب نسب کے متعلق ایک مضمون الفضل سے نقل کرتے ہیں جو قادیانی جماعت کے ایک معزز رکن (ڈاکٹر میر محمد

اسماعیل ماموں خلیفہ قادیان مرزا محمود) کا لکھا ہوا ہے۔

آج تک ناظرین سنتے آئے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی، مغل تھے۔ آپ کے گاؤں کو اسی بنا پر قادیان مغلاں کہا جاتا تھا۔ ڈاکٹر اسماعیل صاحب نے نیا انکشاف کیا ہے کہ مرزا صاحب مغل نہ تھے بلکہ پٹھان تھے۔ آپ کا یہ مضمون دیکھنے سننے کے قابل ہے، اس لئے ہم اس کو نقل کرتے ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں اور قادیانی محققین کی داد دیں اسکے بعد ہمارا جواب بھی پڑھیں۔ ڈاکٹر اسماعیل صاحب لکھتے ہیں

سوال۔ محمود آباد جہلم کے ایک دوست دریافت کرتے ہیں کہ حضرت مسیح موعود مرزا صاحب تو سلمان فارسی کی آل سے ہیں بنی فاطمہ میں سے کس طرح ہو سکتے ہیں۔ سلمان فارسی کس قوم میں سے تھے۔

جواب: حضرت مسیح موعود (مرزا) سلمان فارسی کی نسل میں سے نہیں ہیں۔ آنحضرت ﷺ نے صرف یہ فرمایا تھا کہ:

جب ایمان ثریا پر چلا جائے گا (۱) تو اہل فارس میں سے ایک شخص یعنی فارسی الاصل انسان اسے ثریا سے زمین پر واپس لائے گا۔ اور ساتھ ہی سلمان فارسی پر ہاتھ رکھ کر ارشاد فرمایا کہ وہ انسان ان لوگوں میں سے ہوگا۔

اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ سلمان فارسی کی اپنی اولاد میں سے ہوگا بلکہ یہ مراد ہے کہ جس طرح سلمان فارسی اہل عرب میں سے نہیں ہیں بلکہ فارس والوں میں سے ہیں اسی طرح مسیح موعود بھی عرب نہ ہوگا بلکہ فارس والوں میں سے ہوگا

اہل فارس ہونے سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے قدیم بزرگ یا اصل ان لوگوں میں سے تھی جو فارس کے متوطن تھے...

اور مراد اس حدیث سے یہ ہے کہ جس طرح سلمان فارس کے رہنے والے ہیں اسی طرح مورث اعلیٰ (۲) حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے بھی ملک فارس کے رہنے والے ہوں گے۔

اب رہا یہ سوال کہ حضور بنی فاطمہ بھی ہیں، یہ اس طرح سے ہے کہ حضور کی بعض دادیاں سادات میں سے تھیں، اس وجہ سے آپ بحیثیت نسل بنو فاطمہ

سے بھی تعلق رکھتے ہیں کیونکہ سیدوں کی نسل آنحضرت ﷺ کے کسی لڑکے کی معرفت نہیں چلی تھی بلکہ ایک لڑکی حضرت فاطمہ کی وساطت سے چلی تھی ۔ پس جب اور بنی فاطمہ سید کہلاتے ہیں اسی طرح حضرت مسیح موعود بھی سید کہلا سکتے ہیں اور وہ جو مہدی کیلئے بعض احادیث میں آیا ہے کہ وہ بنی فاطمہ میں سے ہوگا وہ بات حضور میں پوری ہو جاتی ہے۔

سوال ۲: نبی ہونے کی رو سے مسیح موعود تو سید ہیں مگر سادات خاندان میں سے نہیں ہیں۔ اگر حضور خاندان سادات میں سے ہوتے تو اپنے نام کے پہلے بجائے میرزا کے سید ضرور لکھا کرتے۔

جواب: یہ صحیح ہے کہ بحیثیت نبی ہونے کے حضور سید بمعنی سردار ہیں اور عرفاً سادات کے خاندان سے نہیں ہیں لیکن آل رسول یا بنی فاطمہ ضرور ہیں کیونکہ بعض سید عورتوں کی وجہ سے آپ نے آنحضرت ﷺ کا خون اور اثر اپنے اندر لیا ہے لیکن نسباً چونکہ دنیا کے خاندان نرینہ لائن پر چلتے ہیں اس وجہ سے آپ نے بھی اپنے تئیں اپنے آباء کی طرف ہی منسوب کیا ہے نہ کہ امہات کی طرف۔

سوالات کے جواب کے بعد میں یہ بتاتا ہوں کہ مرزا صاحب کو الہاماً معلوم ہوا تھا کہ حضور مغل بھی نہیں ہیں میرزا کا لفظ عزت وتکریم کے طور پر حضور کے آباء واجداد کو بادشاہان وقت کی طرف سے ملا ہوا تھا نہ یہ کہ حضور خاندان مغلیہ میں سے تھے۔ چنانچہ حضور نے حقیقۃ الوحی میں لکھا ہے :

کہ ان تمام کلمات الہیہ سے ثابت ہے کہ اس عاجز کا خاندان دراصل فارسی ہے نہ مغلیہ نہ معلوم کس غلطی سے مغلیہ خاندان کے ساتھ مشہور ہو گیا۔

اب یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ حضور اپنی اصلیت کے لحاظ سے ملک فارس سے تعلق رکھتے ہیں، مگر اسے ذات یا قوم نہیں کہا جاتا۔ اور الہام الٰہی نے یہ بتایا کہ آپ مغل نہیں ہیں، پھر آپ کی ذات کیا ہوئی؟

اس سوال کے جواب میں میں خود کچھ مدت سرگرداں رہا اور آخر یہ سمجھ میں آیا کہ جب الہام الٰہی نے مغل ہونے کی نفی کی ہے تو ضرور ہے کہ الہام الٰہی

ہی حضور کی ذات بتائے اور کوئی نہیں بتا سکتا۔ اسکے بعد میں اس معاملہ کی نسبت الہامات کی پڑتال کرتا رہا اور اشارۃ النص کے طور پر یہ معلوم کیا کہ حضرت مسیح موعود کے فرزند موعود کا نام خدا کی وحی میں کلمۃ اللہ خان، اور شادی خان، رکھ کر کلام الٰہی نے یہ اشار کر دیا ہے کہ حضور کی ذات دراصل پٹھان ہے (جو بنی اسرائیل ہی کی ایک شاخ ہے) اور مزید غور کرنے پر معلوم ہوا کہ دو اور قرینے بھی اس بات کی تائید میں موجود ہیں ایک یہ کہ حضور کی دونوں لڑکیاں منشائے الٰہی کے ماتحت پٹھانوں میں بیاہی گئیں ہیں گویا خداتعالی نے حضور کی لڑکیاں حضور کے اپنے اصلی اہل کفو میں دلوائی ہیں بلکہ دو بیٹے بھی۔ اور جیسے کہ خان سے مخاطب کرنا الٰہی قول تھا اسی طرح پٹھانوں سے لڑکیوں کا رشتہ کرانا الٰہی فعل ہے۔

دوسرا تائیدی قرینہ یہ ہے کہ حضور (مرزا قادیانی) کے خاندان میں پٹھانوں والی نمایاں خاصیتیں پائی جاتی ہے نہ کہ مغلوں والی۔

مغل بادشاہوں کی بڑی مشہور خاندانی بات یہ ہے کہ وہ اپنے بھائیوں کے جانی دشمن اور خون کے پیاسے ہوا کرتے تھے بلکہ اکثر باپ کے بھی۔ اور تخت پر بیٹھتے ہی پہلے اپنے خاندان کا صفایا کیا کرتے تھے اور اس کا نام انصاف تیموری رکھا ہوتھا۔

برخلاف اس کے پٹھان بادشاہ اپنے بھائیوں کو اپنا دست راست اور قابل تعظیم و محبت سمجھتے تھے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے جس محبت اور عزت سے اپنے بڑے بھائی صاحب کو یاد کیا ہے اور حضور کی اولاد میں جس قدر بھائیوں کا آپس میں تعلق اور سلوک ہے وہ مغلیہ سلوک نہیں ہے، بلکہ پٹھانوں والا سلوک ہے حتی کہ مرزا سلطان احمد صاحب جو سوتیلے بھائی تھے ان کو بھی رام اور گرویدہ کر کے جنت میں پہنچا دیا۔ پس یہ سلوک قومی خاصیت کی طرف اشارہ کرتا ہے ان وجوہ سے میرا کچھ مدت سے یہی خیال ہے کہ ملک و وطن کے لحاظ سے آپ کی اصلیت فارس کی ہے اور نسب کے لحاظ سے آپ پٹھان ہیں۔

اب مجھے دو اعتراضوں کا جواب دینا ہے۔ پہلا یہ کہ حضور کے الہامات میں مرزا کا لفظ بھی آیا ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ محض عرف کی پابندی ہے جو جس نام سے مشہور ہوتا ہے اسی نام اور عرف سے الہام میں بھی پکارا جاتا ہے لیکن خدا کی وحی نے حضور کو یہی بتایا ہے کہ آپ مغل نہیں ہیں۔

دوسرا اعتراض یہ ہے کہ خان کا لفظ بھی صرف اعزازی لفظ ہے جیسے مرزا کا۔ اس سے ذات کیوں کر ثابت ہوئی۔

اس کا جواب یہ ہے کہ پرانے زمانہ میں تو خان کا لفظ اعزاز کا لفظ ہی تھا مگر اس زمانہ میں تو وہ پٹھان قوم کیلئے مخصوص ہو گیا ہے اور الہام بھی اسی زمانہ کا ہے نہ کہ قدیم زمانہ کا۔ پس موجودہ زمانہ کا الہام جسے خان کہے اس سے مراد ہم افغان یا پٹھان ہی لیں گے۔

غرض بنیاد اس سارے استنباط کی یہ ہے کہ حضور کو وحی الٰہی نے کہا ہے کہ آپ بنی فارس ہیں مگر بنی فارس ہونا نسباً کوئی ذات یا قوم نہیں ہے صرف اصلی اور قدیم ملک کی طرف نسبت ہے جیسے کسی کو ہندوستانی یا جاپانی کہنا۔ ساتھ ہی حضور کو وحی الٰہی نے سمجھا دیا تھا کہ تم مغل نہیں ہو۔،

اب ہم اپنے پاس سے حضور کی ذات یا قوم نہیں بتا سکتے جب وحی نے ہی انکار کیا ہے تو وحی الٰہی ہی صحیح قوم بھی بتا سکتی ہے اور وہ خان بتائی گئی ہے اور نہ صرف الٰہی قول سے ثابت ہے بلکہ کفو کے متعلق خدا کے فعل سے بھی ثابت ہے اور ایک بڑی قومی خصوصیت سے بھی ثابت ہے۔ ہاں اگر کسی دوست کے پاس کچھ دلائل اس کے برخلاف ہوں تو مہربانی کر کے آگاہ فرما کر مشکور کریں۔ (الفضل قادیان ۲۱ ستمبر ۱۹۴۴ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں: مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے اس مضمون میں بھی عجیب دورنگی دکھائی ہے۔ آپ کو خیال ہوا کہ میں شیخ محی الدین ابن عربی کی پیشگوئی کا مصداق ہوں جس میں شیخ موصوف نے ظاہر کیا کہ قیامت کے قریب جو آخری بچہ پیدا ہوگا وہ چین میں ہوگا اس کے بعد کوئی انسانی بچہ پیدا نہیں ہوگا یکون مولدہ بالصین ولغتہ لغت بلدہ اس کی پیدائش چین میں ہوگی اور اسکی

زبان بھی چینی ہوگی۔ ..

یہ اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ وہ قوم مغل اور ترک سے ہوگا پھر اس پیش گوئی کو اپنے حق میں لگایا ہے (ملاحظہ ہو تریاق القلوب طبع اول۔ص ۱۵۸)۔

اس کے بعد جب آپ کو خیال ہوا کہ میں حدیث سلمان کا مصداق ہوں جس کے الفاظ یہ ہیں لوکا نت الدین عند الثر یا لنا له ر جل من ابناء فارس۔ جسکا ترجمہ ڈاکٹر اسماعیل نے یوں کیا ہے:

جب ایمان ثریا پر چلا جائے گا تو اہل فارس میں سے ایک شخص یعنی ایک فارسی الاصل انسان اسے ثریا سے زمین پر واپس لائے گا۔

یہ غلط ترجمہ کرنے سے مرزا صاحب قادیانی نے اور ان کے اتباع نے یہ ثابت کرنا چاہا کہ مرزا صاحب فارسی الاصل ہیں حالانکہ صحیح ترجمہ کرنے سے پہلے یہ دیکھنا چاہیے کہ حرف لو جو اس حدیث کے سر پر ہے اس کی اصل وضع ماضی کیلئے ہے نہ کہ مستقبل کیلئے قرآن مجید میں اس کی کئی ایک مثالیں ملتی ہیں۔ارشاد ہے

لوكان فيهما آلهة الاالله لفسدتا (الانبیاء:۲۲)

(یعنی اگر آسمان زمین میں متعدد معبود ہوتے تو دونوں برباد ہو گئے ہوتے)۔

چونکہ ان معنی سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کام نہیں بنتا تھا اس لئے انہوں نے اور ان کے مریدوں نے خلاف قاعدہ عربیت بجائے ماضی کے مستقبل کے معنی کر کے فارسی الاصل بنا دیا۔

ایک اور لطیفہ سنئیے ! مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹے کتاب سیرۃ المہدی میں مرزا صاحب قادیانی کو برلاس کے خاندان سے بتاتے ہیں جس کی بابت مرزا صاحب قادیانی، براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں کہ یہ مغل تھے۔

یہ سب کچھ جو ہو ہوا کر ڈاکٹر اسماعیل نے اپنی تحقیق یہ بتائی ہے کہ مرزا صاحب پٹھان تھے کیونکہ ان میں پٹھانوں کی علامت پائی جاتی ہے۔ وہ علامت اولاد کی باہمی محبت ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ علامت ڈاکٹر اسماعیل صاحب کی تجویز کردہ ہے مرزا صاحب نے پٹھان قوم کی جو خاص علامت بتائی ہے وہ کچھ اور ہے وہ یہ ہے کہ ان میں جس لڑکے اور لڑکی کی باہمی نسبت ہو جاتی ہے وہ بسا اوقات آپس میں ملنا جلنا

بھی شروع کر دیتے ہیں موصوف کے الفاظ یہ ہیں:

بسا اوقات آبتنی مے شود (کتاب ایام الصلح فارسی)

یعنی قبل از نکاح منسوبہ لڑکیوں کو حملہ بھی ہو جاتا ہے

کیا ڈاکٹر اسماعیل صاحب یہ مخصوص علامت خاندان مرزائیہ کے افغانوں میں دکھا سکتے ہیں۔ ہمارا گمان ہے کہ نہیں۔

قادیان سے ایک کتاب احمدی جنتری شائع ہوئی تھی اس میں بھی مرزا صاحب کو خاندان مغلیہ سے لکھا تھا ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ بات کہنے سے نہیں رکتے کہ مرزا صاحب قادیانی کے کمالات میں سے دو وصف تھے متضاد کلامی اور غلط بیانی۔

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء مطابق ۱۷ اشوال ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۰ ص ۳۔۵)

مصلح موعود والا الہام پورا ہو گیا؟

ایں کرامت ولی ما چہ عجب گر بہ شاشید گفت باراں شد

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

خدا اس پیری مریدی کی غلط عقیدت کو دنیا سے اٹھا لے تو دنیا راستی سے بھر جائے۔ شعر مذکور پیری مریدی کی عقیدت کا مظہر ہے کسی پیر نے اپنا الہام ظاہر کیا تھا کہ کل بارش ہو گی۔ بارش تو نہ ہوئی پختہ مکان میں بلی نے پیشاب کر دیا۔ مریدوں نے اسی کو بارش قرار دے کر خوشی کا اظہار کیا۔ یہ شعر اسی مضمون کو ادا کر رہا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء جو ایک الہام شائع کیا تھا کہ میری اولاد میں ایک لڑکا مصلح موعود پیدا ہو گا جو ایسا اور ویسا ہو گا۔ اسیروں کو نجات دلائے گا اس کے کمالات کا شمار ہی کیا کانّ اللہ نزل من السماء۔ (گویا خدا آسمان سے اتر آیا)

اسی الہامی پیش گوئی کا ذکر کرتے ہوئے ۱۸۹۷ء میں ضمیمہ انجام آتھم میں لکھتے ہیں مصلح موعود لڑکا ان تینوں لڑکوں (محمود، بشیر، شریف) کے بعد پیدا ہوگا۔

مطلب یہ کہ ان تینوں میں سے کوئی بھی مصلح موعود نہیں ہے، بلکہ ان تینوں کے بعد چوتھا پیدا ہوگا۔

ہم فروری سن رواں سے آج تک لگا تار پوچھتے رہے کہ وہ چوتھا لڑکا جو مصلح موعود بننے والا تھا۔ کہاں ہے۔ احمدیت کی دونوں پارٹیاں اس کے جواب سے خاموش ہیں .. بہت اچھا ان کی مرضی جواب سے خاموش رہیں ہم تو یہی کہیں گے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اخبار الفضل قادیان ۲۸ ستمبر ۱۹۴۴ء میں ایک مضمون نکلا ہے ممکن ہے کوئی ذکی الحس اس کو ہمارا جواب سمجھ لے۔

راقم مضمون نے کمال مریدانہ عقیدت مندی سے افریقہ کی بعض وحشی قوموں کا ذکر لکھا ہے جس میں بتایا ہے کہ وہ لوگ بالکل وحشت اور جہالت میں مبتلا تھے ہماری تعلیم سے وہ ہوش میں آ گئے۔ یہی معنی ہیں اسیروں کو رہائی دلانے کے۔
کیا اب بھی کسی کو شعر مذکور کا مصرع ثانی صادق آنے میں کچھ شبہ ہے، حالانکہ خود ہی لکھتے ہیں کہ وہ لوگ احمدیت کی وجہ سے قید بھی ہوئے مگر روحانی طور پر آزاد ہو گئے۔

ہم نے سمجھا تھا کہ افریقہ کی جنگ میں (جو حبشہ اور اٹلی کے درمیان ہوئی تھی) فریقین کے جو لوگ قید ہوئے تھے شاید وہ چھوٹ گئے ہوں مگر نہیں قادیان کا بابا آدم ہی نرالا ہے۔ یہاں اسیری کے معنی بھی اور ہیں اور آزاد کے معنی بھی اور۔ بہرحال ہمارا سوال حل نہیں ہوا۔ ناظرین کی خاطر ہم اپنا سوال پر دہراتے ہیں پس وہ غور سے سنیں؛

ہم پوچھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جو تین بیٹوں کے بعد چوتھا بیٹا مصلح موعود بتایا تھا وہ کون ہے اور کہاں ہے۔

اب ہم حوصلہ کر کے بتانے والے کے لئے ایک بہت بڑا انعام مقرر کرتے ہیں یعنی ایک روپیہ۔ قادیانی ممبرو! انعام کے لئے دوڑو بھاگو۔ کوئی مشکل کام نہیں۔ صرف نام بتا دینا کافی ہے، بشرطیکہ وہ ان تینوں کے بعد پیدا ہو۔

ادا سے دیکھ لو جاتا رہے گلہ دل کا
بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

اعلان: مصلح موعود رسالہ چھپ گیا ہے جس میں اس پیش گوئی پر مفصل بحث کی گئی ہے ...جواب دینے والے کے لئے سو روپیہ انعام۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔اکتوبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۴ شوال ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۱ ص ۴۔۵)

قادیان میں دواء اور شفاء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

ایک زمانہ تھا کہ قادیان کی تحریک جدید میں یہ شعر لکھا جاتا تھا

چہ گویم، با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
دوا بینی شفا بینی غرض دار الاماں بینی

یہاں تک دعوی کیا جاتا تھا کہ طاعون کے مریض بھی قادیان میں آجائیں تو اچھے ہو جاتے ہیں (دافع البلاء مصنفہ مرزا صاحب) اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام تھا انی احافظ کل من فی الدار (میں تیرے گھر کے رہنے والے سب لوگوں کو بیماریوں سے محفوظ رکھوں گا)۔

خدا جانے قدرت کو کیا ضد ہے کہ جو بات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے منہ سے نکلی قدرت نے اسکا جواب دیا۔

تقسیم بنگالہ کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب نے الہام شائع کیا کہ یہ تقسیم منسوخ نہیں ہوگی، البتہ بنگالیوں کی دل جوئی کی جائے گی۔ قدرت نے اس کے جواب میں شاہ جارج پنجم کو دہلی بھیج کر اس کی منسوخی کا اعلان کرا دیا۔

۲۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے الہام شائع کیا کہ حجاز میں جو ریل بن رہی ہے، یہ میری مسیحیت موعودہ کی دلیل ہے۔ (اعجاز احمدی)۔

قدرت نے کہا گو اس میں فائدہ عامہ ہے مگر مرزا قادیانی کی تردید کرنے

میں اس سے زیادہ دینی فائدہ ہے، اس لئے قدرت نے حجاز ریلوے کو بند کرا دیا۔
ٹھیک اسی طرح قادیان کی دارالشفاء ہونے کی تردید آج کل خوب ہو رہی ہے۔ قادیانی نبوت کے خاندان کے ممبروں کی بیماری کا ذکر اخبار الفضل قادیان میں روزانہ چھپتا رہتا ہے۔ آج ہم بطور نمونہ یکم اکتوبر سے ۱۲۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء تک نقل کرتے ہیں:

الفضل یکم اکتوبر۔ نواب محمد علی خان (داماد مرزا صاحب کلاں جو عرصہ سے بیمار چلے آئے ہیں ان کی بابت لکھتے ہیں) خدا کے فضل سے خون میں (جو پیشاب کے راستے آتا ہے) اب کمی ہے مگر درد زیادہ ہے۔

الفضل ۲۔ اکتوبر بوجہ تعطیل شائع نہیں ہوا۔

الفضل ۳۔ اکتوبر حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو پاؤں میں نقرس کا درد زیادہ ہے۔ بیگم مرزا بشیر احمد (ولد مرزا کلاں) کو دل کے دورہ کی تکلیف ہے اور بلڈ پریشر بھی کچھ بڑھ گیا ہے۔ صاحبزادی امۃ الوکیل کی طبیعت پھر زیادہ خراب ہوگئی ہے بخار بھی ہو گیا ہے اور کمزوری بھی زیادہ ہے اور ساتھ ہی بے چینی بھی۔

الفضل ۴۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) پر جمعہ و ہفتہ کی درمیانی رات دانت درد کا شدید ترین حملہ ہوا جو تقریباً چار سے پانچ گھنٹے تک رہا۔ ہفتہ کی صبح کو دائیں ٹخنے کے جوڑ پر درد نقرس کا حملہ ہوا جو رات کے آخری حصہ میں شدید ہو گیا۔ بیگم مرزا بشیر احمد کی طبیعت ابھی تک پوری صاف نہیں ہوئی۔

الفضل ۵۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی طبیعت ناساز ہے۔ صاحبزادی امۃ الوکیل کی طبیعت بدستور خراب اور تشویشناک ہے۔ اہلیہ مولوی عبدالسلام بن حکیم نور الدین بعارضہ بخار بیمار ہیں۔

الفضل ٦۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے درد نقرس میں پہلے کی نسبت کمی ہے لیکن اب تک پاؤں پر بوجھ ڈال کر کھڑے نہیں ہو سکتے۔ زوجہ مرزا صاحب کلاں کی طبیعت بوجہ سر درد اور قبض ناساز ہے۔ صاحبزادی خلیفہ قادیان کے بخار میں کمی ہے لیکن ابھی حرارت ہو جاتی ہے۔

الفضل ۷۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے درد نقرس میں کمی ہے مگر پورے طور

پر رفع نہیں ہوا گذشتہ رات سے گلے میں بھی تکلیف ہے۔ زوجہ مرزا کلاں کو زکام کی شکایت ہے۔

الفضل ۸۔ اکتوبر۔ صاحبزادی امۃ الوکیل بدستور علیل ہے بخار اور بے چینی کسی قدر زیادہ ہے۔

الفضل ۹۔ اکتوبر بوجہ تعطیل شائع نہیں ہوا۔

الفضل ۱۰۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو دانت درد کی تکلیف ہے۔ پاؤں کے درد میں نسبتاً آرام ہے۔

الفضل ۱۱۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ (محمود احمد) کی طبیعت دانت کے درد کی وجہ سے زیادہ خراب ہے اور حرارت بھی ہے۔ زوجہ مرزا کلاں کو سر درد کی شکایت ہے۔ صاحبزادی امۃ الوکیل کو ٹیکے لگائے جا رہے ہیں لیکن بخار اور بے چینی کی کیفیت وہی ہے۔

الفضل ۱۲۔ اکتوبر۔ حضرت خلیفہ (مرزا محمود احمد) کو ابھی دانت درد کی تکلیف بدستور ہے اور بخار بھی ہے۔ زوجہ مرزا کلاں کی طبیعت ناساز ہے سر درد اور نزلہ ہے۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ان واقعات ہائلہ اور امراض شتی کی وجہ سے ہمیں خاندان قادیان سے ہم دردی ہے مگر واقعات ہی کی بنا پر ہم مجبور ہیں کہ شعر مذکور کی ترمیم یا اصلاح یوں کریں جو بالکل صحیح ہے

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
وبا بینی، خزاں بینی ،غرض دار الزیاں بینی

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۰۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲ ذی قعد ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۲ ص ۵۔۶)

ناظرین اہل حدیث ہوشیار ہو جائیں

مرزائیت کا بم آتا ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

خلیفہ قادیان نے اپنے مریدوں کو سخت ہدایت کی ہے کہ وہ اپنے رشتہ داروں کے گھر جائیں اور ان کو احمدیت کی تبلیغ کریں اور کہہ دیں کہ :

اب مجھے یہاں سے مرکر ہی اٹھنا ہے ورنہ یا تم مجھ کو سمجھا دو کہ میں غلط راستہ پر ہوں یا تم خود سمجھ لو کہ تم غلط راستہ پر جا رہے ہو (الفضل ۲۰۔اکتوبر ۱۹۴۴ء ص۲)

ناظرین اہل حدیث مرزائیت کی اس تعلیم کو معمولی نہ سمجھیں بلکہ یوں سمجھیں کہ دشمن نے اپنے خیال میں ایک بم تجویز کیا جس کا توڑ ہمارے پاس بحمد اللہ موجود ہے۔ جدید رسالہ مصلح موعود ہر ناظر اہل حدیث جس کو مرزائیوں سے رشتہ داری ہو یا نہ ہو وہ اس کے پاس آئیں یا نہ آئیں، خود مرزائیوں کو تلاش کرے جہاں کوئی مرزائی اسے ملے اس کو پکڑ کر محبت سے کہے کہ تم اپنے خلیفہ کی ہدایت کے مطابق ہم کو سمجھا دو کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ضمیمہ انجام آتھم میں جس چوتھے لڑکے کو مصلح موعود بتایا تا وہ کہاں ہے۔ جب تک وہ نہ بتائے اس کو چھوڑے نہیں ۔موعود لڑکے کا پتہ بتائے یا مرزائیت سے توبہ کرے۔صحیح بتائے تو حسب اشتہار ایک سو روپیہ انعام بھی پائے زیادہ بحث مباحثہ کی ضرورت نہیں۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳ نومبر ۱۹۴۴ء مطابق ۱۶ ذی قعد ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۴ ص ۶)

سکندر آبادی سیٹھ کو چیلنج

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب! آپ تو سیٹھ ہیں جو ہزاروں بانٹتے ہیں۔ ہم تو غریب آدمی ہیں ہم تو اتنا انعام تجویز کرتے ہیں جتنا ہم دے سکیں۔یعنی یک صد چہرے دار۔پس آپ ہماری جدید تصنیف (محمود مصلح موعود؟) کا جواب لکھ دیں یا لکھا دیں تو ہمارے اعلان کے مطابق یک صد چہرے دار ہم سے وصول کرلیں۔

اسی پرچے کے ساتھ رسالہ بھی بھیجا جاتا ہے۔ اخبار کی اشاعت کے بعد ۱۵ روز تک آپ کے جواب کا انتظار کیا جائے گا۔اس مختصر سے کام کے لئے یہ وقت کافی ہے جواب میں طول طویل بحث کی ضرورت نہیں ۔صرف یہ دکھا دینا ہوگا کہ حسب تحریر ضمیمہ انجام آتھم چوتھا لڑکا کون ہے جو مصلح موعود بننے والا تھا

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۳ نومبر ۱۹۴۴ء مطابق ۱۶ ذی قعد ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۴ ص ۶)

مکذوبہ پیش گوئی، صادقہ کی شکل میں قادیان سے ہم کو دو انعام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مدینہ شریف میں ایک شریف قوم رہتی تھی جس میں ایک بڑا وصف یہ تھا کہ وہ آدھی بات ظاہر کرتی اور آدھی کو چھپا جاتی، جس کے حق میں قرآن مجید میں آیت کریمہ تبدونھا و تخفون کثیرا (کچھ ظاہر کرتے ہو اور کچھ چھپا جاتے ہو) نازل ہوئی۔ اس قوم کا نمونہ جو صاحب دیکھنا چاہیں وہ قادیان میں دیکھ سکتے ہیں۔

قادیانی جماعت میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ اپنے ناظرین کی آنکھوں پر مضبوط پٹی باندھ کر ان کو مغالطہ میں رکھتی ہے۔ اس کا فیصلہ ہم نہیں کرتے کہ علی ابصارھم غشاوۃ کا وصف لکھنے والوں میں ہے یا سننے والوں میں بھی ہے۔ آج جس مضمون کو ہم پیش کرتے ہیں وہ ہمارے دعوی کا ایک بین ثبوت ہے۔

اخبار الفضل قادیان کے ایک نامہ نگار وکیل صاحب نے موجودہ جنگ (جنگ عظیم دوم) کے متعلق ایک مضمون لکھا ہے جو نہایت دلفریب ہے۔ اور عجیب پیرائے میں چراغ بکف داشتہ، مدینہ کی شریف قوم کی مثال دکھائی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ایک پیش گوئی سخت زلزلہ کے متعلق کی تھی ۔لکھا تھا کہ ظاہر تو اس سے مراد زلزلہ ہی ہے، مگر کوئی اور مصیبت بھی مراد ہوسکتی ہے۔

ہم اس وقت اس بحث میں جانا نہیں چاہتے کہ اس مرزائی پیش گوئی میں خاص زلزلہ (بھونچال) ہی مراد ہے یا کوئی اور مصیبت ۔ بلکہ جو کچھ بھی مرزا غلام احمد صاحب خود یا الفضل کے نامہ نگار صاحب مراد لیں، ہم وہی مانے لیتے ہیں۔ اور اس کا جواب خود نہیں دیں گے بلکہ مرزا صاحب قادیانی کے کلام سے پیش کریں گے۔

اب ناظرین الفضل کے نامہ نگار وکیل صاحب کی وکیلانہ تحریر سنیں۔ آپ لکھتے ہیں:

تمام دنیا جو اس وقت اللہ تعالی کی عبرت ناک سزا کا مورد بنی ہوئی ہے

یہ آخر کیوں ہے۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ما کنا معذّبین حتّی نبعث رسو لا جب خدا کی طرف سے شیطان اور اس کی ذریت سے جنگ چھڑی ہوئی ہو تو یہ (بغیر) الٹی میٹم دینے والے سفیر کے نہیں چھڑ سکتی۔ عذاب تو اس وقت موجود ہے۔ سوچنا چاہیے کہ وہ سفیر کہاں ہے۔

خدا کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے آج سے ۳۸ سال پہلے اس عذاب کی ہو بہو تصویر الفاظ میں کھینچی ہے۔ اب جائے غور ہے کہ جب بالکل مطابق پیش گوئی وہ عذاب واقع ہو رہا ہے، تو یہی ماننا پڑے گا کہ اس کے موجبات بھی وہی ہیں جو پیش گوئی کرنے والے نے بیان فرمائے۔

میں یہاں اس پیش گوئی کے الفاظ حضور (مرزا قادیانی) کی کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۵۷ سے نقل کر دیتا ہوں تا جس کے کان ہوں سنے، اور فائدہ اٹھائے۔ حضور (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ خدا نے بھی عام طور پر زلزلوں کی خبر دی ہے۔ پس یقیناً سمجھو کہ جیسا کہ پیش گوئی کے مطابق امریکہ میں زلزلے آئے، ایسا ہی یورپ میں بھی اور نیز ایشیا کے مختلف مقامات میں آئیں گے۔ اور بعض ان میں قیامت کا نمونہ ہوں گے۔ اور اس قدر موت ہوگی کہ خون کی نہریں چلیں گی۔ اس موت سے پرند چرند بھی جان بر نہیں ہوں گے۔ اور زمین پر اس قدر سخت تباہی آئے گی کہ اس روز سے کہ انسان پیدا ہوا ہے ایسی تباہی کبھی نہیں آئی ہوگی۔ اور اکثر مقامات زیروزبر ہو جائیں گے کہ گویا ان میں کبھی آبادی نہ تھی۔ اور اس کے ساتھ اور بھی آفات زمین و آسمان میں ہولناک صورت میں پیدا ہوں گی۔ یہاں تک کہ ہر ایک عقل مند کی نظر میں وہ باتیں غیر معمولی ہو جائیں گی اور ہیئت اور فلسفہ کی کتابوں کے کسی صفحہ میں ان کا پتہ نہ لگے گا۔ تب انسانوں میں اضطراب پیدا ہوگا کہ یہ کیا ہونے والا ہے۔ اور بہتیرے نجات پائیں اور بہتیرے ہلاک ہو جائیں گے۔

اور وہ دن نزدیک ہے لیکن میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہے کہ دنیا ایک

قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے اور کچھ زمین سے۔

یہ اس لئے کہ نوع انسانی نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔

اگر میں نہ آیا ہوتا تو ان بلاؤں میں کچھ تاخیر ہو جاتی، پر میرے آنے کے ساتھ خدا کے غضب کے مخفی ارادے جو ایک بڑی مدت سے مخفی تھے، ظاہر ہو گئے۔ جیسا کہ خدا نے فرمایا ماکنّا معذّ بین حتّی نبعث رسو لا اور توبہ کرنے والے ایمان پائیں گے اور وہ جو بلا سے پہلے ڈرتے ہیں، ان پر رحم کیا جائے گا۔

کیا تم خیال کرتے ہو کہ تم ان زلزلوں سے امن میں ہو گے، یا تم اپنی تدبیروں سے اپنے تئیں بچا سکتے ہو۔ ہر گز نہیں۔ انسانی کاموں کا اس دن خاتمہ ہو گا۔

یہ مت خیال کرو کہ امریکہ وغیرہ میں سخت زلزلے آئے اور تمہارا ملک محفوظ رہیگا۔ میں تو دیکھتا ہوں کہ شائد ان سے زیادہ مصیبت کا نمونہ دیکھو گے۔

اے یورپ! تو بھی امن میں نہیں۔ اور اے ایشیا! تو بھی محفوظ نہیں۔ اور اے جزائر کے رہنے والو! کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔

میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا۔ مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔

میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں۔ یہ ضروری تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس ملک کی نوبت بھی قریب آتی جاتی ہے۔ نوح کا زمانہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آ جائے گا اور لوط کی زمین کا واقعہ تم بچشم خود دیکھ لو گے۔ مگر خدا غضب میں دھیما ہے۔ توبہ کرو، تا تم پر رحم کیا جائے جو خدا کو چھوڑتا ہے وہ ایک کیڑا ہے نہ کہ آدمی

اور جو اس سے نہیں ڈرتا وہ مردہ ہے نہ کہ زندہ۔

(الفضل قادیان ۱۵۔اکتوبر ۱۹۴۴ء ص ۶۔۷)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ ہے نامہ نگار مذکور کی ساری کوشش۔کس ہوشیاری سے اپنے ناظرین کے ذہن نشین کرتے ہیں کہ اس وقت دنیا میں جنگ کی صورت میں جو کچھ ہو رہا ہے مرزا صاحب قادیانی کا بتایا ہوا ہے۔

نامہ نگار چونکہ وکیل ہیں اس لئے جواب دینے سے پہلے میں ایک عدالتی مثال پیش کرتا ہوں۔

مدعی دعوی کرتا ہے کہ زید نے مجھ سے سو روپیہ یکم جنوری ۱۹۴۴ء کو قرض لیا تھا قرضدار کی رسید اور شہادت بھی پیش کرتا ہے۔

وکیل صاحب بھی دھواں دھار تقریر کر کے حاکم کے ذہن نشین کرتے ہیں کہ میرے موکل کا دعوی ثابت ہے۔اس لئے ڈگری ملنی چاہیے۔

مدعا علیہ نہایت متانت کے ساتھ شہادت کا بیان اور وکیل کی تقریر سنتا ہے۔

حاکم جب اس کی طرف خود متوجہ ہو کر جواب پوچھتا ہے تو وہ چپکے سے مدعی کی نوشتہ رسید مورخہ یکم فروی ۱۹۴۴ء پیش کر کے کہتا ہے کہ حضور یہ ملاحظہ فرمالیں۔

مدعی تو جانتا ہی تھا کہ اس نے رسید دی ہوئی ہے، مگر وکیل صاحب اس رسید کو دیکھ کر حیرت زدہ ہو کر کمال ایمان داری سے گویا ہوتے ہیں کہ میرے موکل کا دعوی صحیح نہیں۔اس نے مجھ سے اس رسید کا ذکر کیا ہوتا تو میں آج یہ مقدمہ لے کر شرمندہ نہ ہوتا۔

ناظرین اس مثال کو سامنے رکھ کر مرزا صاحب قادیانی کا بیان سنئے جو غالباً نامہ نگار مذکور کی نظر سے اوجھل رہا ہے یا دانستہ انہوں نے نظر انداز کر دیا ہے۔بہر حال مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان درج ذیل ہے۔آپ اس زلزلہ کا زمانہ اور مقام دونوں بتاتے ہیں، مرزا صاحب قادیانی مذکورہ پیش گوئی کا مفصل ذکر کر کے فرماتے ہیں:

اب ذرا کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت جو میری پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال

سراسر غلط ہے کہ جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے کیونکہ بار بار وحی الٰہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد پنجم۔ص ۹۷)

ناظرین ملاحظہ فرمایئے زلزلہ کی پیش گوئی کو جنگ یورپ پر چسپاں کرنا بحالیکہ نہ مرزا صاحب قادیانی اس وقت زندہ ہیں، نہ یہ جنگ مرزا صاحب کے ضلع گورداسپور یا ملک پنجاب میں ہے۔ بالکل اس شعر کا مصداق ہے

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا

الا یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناولھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۳ ذی قعد ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۵ ص ۴۔۶)

قادیان سے ہم کو دو انعام

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی کبھی کبھی ہم کو انعام دیا کرتے ہیں۔ ۱۹۱۲ء میں تین سو روپیہ لدھیانہ میں انعام دیا تھا، اس کے بعد خاموشی رہی۔

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء کو تقسیم انعام کا پھر ولولہ اٹھا۔ اخبار الفضل کے مذکورہ پرچے (یعنی الفضل مورخہ ۱۵۔اکتوبر ۱۹۴۴ء) میں ہمارے لئے دو انعام تجویز ہوئے ہیں۔ رقم قلیل ہے، مگر خیر انعام دینے والے کی حیثیت اتنی ہی ہوگی۔ پانچ پانچ روپے کے دو انعام رکھے ہیں۔

اول سائل احمد علی سیالکوٹی کہتے ہیں کہ تم (اہل حدیث) نے جو لکھا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام تھا کہ تقسیم بنگالہ منسوخ نہیں ہوگی، اگر یہ مضمون دکھا دو تو پانچ روپیہ انعام پاؤ۔

دوم، قادیان میں طاعون کے متعلق پرچہ (اہل حدیث) ۲۰۔اکتوبر ۱۹۴۴ء

میں جو دعویٰ کیا ہے وہ دکھا دو، تو پانچ روپئہ انعام پاؤ۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں؛

سر دست ہم ایک حوالہ پیش کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حقیقۃ الوحی میں صفحہ ۲۹۶ پر تقسیم بنگالہ کی بحالی کو الہامی بتایا ہے۔ پس اس حوالہ کو دیکھ کر پانچ روپئہ کا منی آرڈر بھیج دیں۔

ہم دوسرا حوالہ پیش کر کے دوسرا انعام بھی حاصل کرینگے۔ انشاء اللہ۔ خدا نہ کرے کہ آپ بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی طرح ایک لاکھ پندرہ ہزار انعام (اعجاز احمدی میں) کا وعدہ کر کے پھر جائیں جس پر مجھے کہنے کا موقع ملے

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کرکے مکرنا نہیں آتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ نومبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۳ ذی قعد ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۵ ص ۶)

مصلح موعود کے دو جھوٹ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور سخت شاکی ہیں کہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے دو جھوٹ بولے ہیں۔ مولوی محمد علی صاحب، خلیفہ صاحب قادیان سے پوچھتے ہیں کہ تم جو کہتے ہو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے دعویٰ نبوت کیا تھا یا غیر احمدیوں کا کافر کہا تھا وغیرہ، یہ مرزا صاحب قادیانی کے حق میں جھوٹ ہے۔

اس سوال کو بار ہا دہرایا اور دہراتے چلے جارہے ہیں اور سوال پر سوال کررہے ہیں۔ ہمیں ان دو جھوٹوں سے کوئی سروکار نہیں: محتسب را درون خانہ چہ کار

ہم تو صرف یہ پوچھتے ہیں اور دونوں صاحبوں سے عرصہ دراز سے پوچھ رہے ہیں اب پھر دونوں کو ایک ہی صف میں کھڑا کر کے پوچھتے ہیں کہ مہربانی کرکے اپنے اختلافات کو الگ رکھو اور ہمارے سوال کا جواب دو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ضمیمہ

انجام آتھم کے صفحہ ۱۵ پر جس چوتھے بیٹے کو مصلح موعود قرار دیا تھا وہ چوتھا بیٹا کہاں ہے؟

دونوں صاحب مل کر اس سوال کو حل کیجئے۔ یہ سوال کسی خاص فریق پر نہیں ہے، بلکہ آپ دونوں پر ہے۔

ایسا موعود بیٹا جس نے باپ کی پشت سے اور ماں کے پیٹ سے بھائیوں کو آواز دی تھی کہ میں عنقریب تمہارے بعد آتا ہوں۔ اسکا نام ونشان کیوں نہیں بتایا جاتا۔ آخر وہ پیدا ہوا کہ نہیں۔ کیا پیدا ہو کر مر گیا، یا کیا ہوا؟

جو کچھ ہوا ہو ہمیں اس کی اطلاع دیجئے تا کہ ہماری تسلی ہو۔

ایک فریق خود مصلح موعود بنتا ہے دوسرا اس کو اس دعوی میں جھوٹا کہتا ہے۔ ہم خاموشی سے دونوں کی باتیں سنتے ہیں اور دل میں سوچتے ہیں کہ الٰہی ان کو کیا ہو گیا کہ ہماری طرف توجہ ہی نہیں کرتے حالانکہ ہمیں دونوں سے مساوی نسبت ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ نومبر ۱۹۴۴ء مطابق ۳۰ ذی قعد ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۶ ص ۴)

قادیانی پیش گوئیوں کی حقیقت

خلیفہ قادیان کے الفاظ میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

کسی نجومی نے کسی عورت کا پیٹ ابھرا ہوا دیکھ کر بچہ پیدا ہونے کی پیش گوئی کی تھی اور کہا تھا کہ ہو سکتا ہے کہ لڑکا پیدا ہو، اور ممکن ہے کہ لڑکی پیدا ہو۔

ایسی پیش گوئیوں کو جو اپنے اندر دونوں پہلو رکھتی ہیں کون جھوٹا کہہ سکتا ہے کیونکہ وہ اس شعر کی مصداق ہوتی ہیں

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

اسی طرح بڑے مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیاں بھی گول مول ہوتی تھیں۔ مثلاً دو بکریاں ذبح کی جائیں گی،

یا، بڑے بڑے لوگ قبروں میں چلے جائیں گے،
یا، میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ وغیرہ وغیرہ

اس لئے ان کی کوئی مثال بتانے کی ضرورت نہیں مگر آج ہم دکھاتے ہیں کہ خود خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) بھی مرزا غلام احمد صاحب کی پیش گوئیوں کو ایسی ہی گول مول بتاتے ہیں۔ اخبار الفضل کا مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ ہو:

آنرایبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے عرض کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) صاحب نے تحریر فرمایا ہے کہ میرے ذریعہ اسلام کو جو غلبہ حاصل ہوگا وہ ہمیشہ رہے گا یہاں تک کہ قیامت آجائے گی (تذکرۃ الشہادتین۔ ص ۶۵) اس سے مراد آیا جسمانی غلبہ ہے یا روحانی؟

حضرت امیر المومنین (خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد) نے فرمایا اس غلبہ سے جسمانی غلبہ بھی مراد ہوسکتا ہے جیسے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے تحریر فرمایا ہے کہ جو بزرگ ہماری جماعت میں شامل نہیں ہوں گے، رفتہ رفتہ وہ ایسے ہی ذلیل اور بے حیثیت ہو جائیں گے جیسے چوڑھے چمار ہوتے ہیں۔ اور اس سے روحانی غلبہ بھی مراد ہے۔ اور پھر ممکن ہے کہ تنزل سے مراد صرف روحانی تنزل ہی نہ ہو بلکہ ظاہری تنزل بھی ہو۔

درحقیقت انبیاء کی پیش گوئیاں اپنے وقت پر ہی کھلتی ہیں۔ وقت سے پہلے ان کے متعلق کچھ نہیں کہا جاسکتا۔

حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اگر ایک طرف یہ تحریر فرمایا ہے کہ یہ غلبہ قیامت تک رہے گا، تو دوسری طرف آپ نے یہ بھی تحریر فرمایا ہے کہ ایک زمانہ گذرنے کے بعد پھر دنیا میں فساد اور شرک اور ظلم عود کرے گا، اور بعض بعض کو کیڑوں کی طرح کھائیں گے، اور جاہلیت غلبہ کرے گی اور دوبارہ مسیح کی پرستش شروع ہوجائے گی، اور یہ سب فساد عیسائی مذہب سے اس زمانہ کے آخری حصہ میں دنیا میں پھیلیں گے (تذکرہ۔ ص ۲۱۳)...

پس حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بھی جہاں یہ فرمایا ہے کہ ایسا غلبہ قیامت تک رہے گا اس سے بھی موجوہ دور کا آخر ہے ورنہ حضرت مسیح موعود(

مرزا قادیانی) یہ کیوں فرماتے کہ ایک زمانہ پھر ایسا آئے گا جب عیسائیت دنیا پر غالب آجائے گی۔

جہاں تک میں سمجھتا ہوں عیسائیت سے مراد احمدیت سے پیدا ہونے والی خرابیاں ہیں یہ مطلب نہیں کہ موجودہ عیسائیت پھر دنیا پر غالب آجائے گی۔ اس مسیح کا جہاں تک تعلق ہے وہ مر گیا اور اب دوبارہ اسکی قوم کو عروج حال نہیں ہوسکتا مگر چونکہ الفاظ ایسے ہیں جن سے عیسائیت کی طرف خیال جاتا ہے اسلئے میرا خیال ہے اس زمانہ میں جب لوگوں کو ان کی گمراہی کی طرف توجہ دلائی جائے گی اور کہا جائے گا کہ اس کی پہلے سے خبر موجود تھی تو وہ یہی کہیں گے کہ اس سے مراد ہم کہاں ہیں یہاں تو عیسائیت کی خرابیوں کا ذکر کیا گیا ہے ہم تو ان غلطیوں سے پاک ہیں۔

پس میرے نزدیک اس جگہ عیسائیت کی خرابیوں سے مراد احمدیوں کے آخری دور کی خرابیاں ہیں کیونکہ ہر جماعت کے آخر ایک تنزل کا وقت بھی ہے یہ تنزل کسی زمانہ میں جماعت احمدیہ پر بھی آئے گا اور وہ غالبًا ان لفظوں سے ناجائز فائدہ اٹھائیں گے۔ (الفضل قادیان۔ ۷ نومبر ۱۹۴۴ء صفحہ اول)

مولانا امرتسری لکھتے ہیں: مرزائیوں کو شاباش! جن کا قول ہے کہ:

پیرمن خس است واعتقادمن بس است

وہ کیوں کسی بات میں شک کرنے لگے۔ لیکن غیر جانبدار لوگ الگ رہ کر غور کریں کہ ایسی گول مول پیش گوئیوں کو جو اپنے اندر کئی کئی پہلو رکھتی ہیں، فریق مخالف کیسے قبول کرسکتا ہے۔

بہت اچھا! ہم اس بحث کو یہیں چھوڑ کر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) سے ایک سوال کرتے ہیں جس کو حل کرنا آپ کا فرض ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی تھا کہ میں بروز محمد ہوں یعنی آنحضرت ﷺ کی مثل ہوں چنانچہ درثمین میں آپ کا شعر ہے

آدم نیز احمد مختار۔ در برم جامہء ہمہ ابرار

چونکہ ہم پوچھنے کا حق رکھتے ہیں اس لئے پوچھتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کا زمانہ

شروع نبوت سے لے کر انتقال فرمانے تک ضلالت (گمراہی) ہی رہا، یا ہدایت سے پر ہو گیا۔ اور قرآن مجید میں جو آیا ہے کہ اذا جاء نصر الله والفتح و رأیت الناس ید خلو ن فی دین الله افوا جاً جب اللہ کی مدد اور فتح آئے گی تم دیکھو گے کہ لوگ جوق در جوق اللہ کے دین میں داخل ہوجائیں گے، یہ وعدہ آنحضرت ﷺ کی زندگی میں پورا ہوا یا نہیں۔

اس تمہید کو ہم یہیں چھوڑ کر آگے بڑھ کر کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے براہین احمدیہ کے صفحہ ۴۹۹ پر لکھا ہے:

مسیح موعود کے زمانہ میں اسلام اطراف واکناف عالم میں پھیل جائے گا۔

اس فقرہ کو ملحوظ رکھ کر ہم اصل اور بروز (محمد ﷺ اور مسیح قادیانی) کے زمانوں کا مقابلہ کر کے دیکھتے ہیں تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے:

شیر قالین دگراست وشیر نیستان دگر

زمانہ محمدی کا جو نقشہ ہم پاتے ہیں اس کا اظہار ان لفظوں میں کرتے ہیں

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی
عرب کی زمین جس نے ساری ہلا دی
نئ اک لگن سب کے دل میں لگا دی
اک آواز سے سوتی بستی جگا دی
پڑا غل یہ ہر طرف پیغام حق سے
کہ گونج اٹھے دشت و جبل نام حق سے

مگر جب ہم بروز محمد کا زمانہ دیکھتے ہیں تو اسلام میں کفار کا داخلہ تو الگ رہا، برعکس بت خانوں کی طرح مزارات آباد ہیں۔ مخلوق کو سجدے ہو رہے ہیں۔ شراب نوشی، قمار بازی اور زنا کاری کا عام رواج ہے۔ بداخلاقی کی حد نہیں رہی۔

غرض مسلمانوں مسلمانوں کی حالت اس شعر کی مصداق ہے

رہا دین باقی نہ اسلام باقی
اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

کیا مسیح موعود کا اتنا ہی کام تھا کہ اپنی تعریفمیں چند کتابیں اور چند اشتہارات

لکھے اور چلتے بنے۔

آیئے ہم آپ کو ایک غیرمدعی الہام بندہء خدا کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا مقابلہ کر کے دکھائیں۔ تعصب اور سخن پروری کو الگ رکھ کر سنئیے مولانا اسماعیل شہید قدس سرہ کی آواز نے ایسا اثر کیا کہ لاکھوں نہیں کروڑوں بندگان خدا کو توحید کی سمجھ آ گئی۔ خدا پرستی اور قبر پرستی وغیرہ میں امتیاز حاصل ہوگیا۔

اے کاش! مسلمانوں سے صرف مزار پرستی کی بیماری ہی رفع ہوجاتی تو بھی ہم مرزا صاحب قادیانی کے حق میں کہہ سکتے: اے آمدنت باعثِ آبادی ما

مگر افسوس کہ کچھ نہ ہوا۔ مزارات پہلے کی طرح مرجع خلائق بنے ہوئے ہیں۔ لاہور، اجمیر، پیران کلیر، گونڈہ (مزار سالار غازی) وغیرہ میں بڑے بڑے معبد نظر آتے ہیں، جن کو دیکھ کر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل جاتا

ہمیشہ سے اسلام تھا جس پہ نازاں
وہ دولت بھی کھو بیٹھے آخر مسلمان

(اہلحدیث امرتسر ۲۴ نومبر۔ یکم دسمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۷۔۱۴ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۷۔۴۸۔ ص ۳۔۵)

خلیفہ قادیان کا دوبارہ تاکیدی حکم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) اوران کی وزارت آئے دن ایسے تاکیدی حکم جاری کرتے رہتے ہیں جن سے مرزائیت ترقی کرے۔ ہمارے دوست ان تدبیروں کے جوڑ توڑ سے غافل ہیں۔ غفلت کا نتیجہ جو ہوتا ہے وہ ظاہر ہے۔

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے پہلے بھی اپنے مریدوں کو ایک حکم دیا تھا کہ اپنے رشتہ داروں پر زور ڈالو کہ وہ احمدیت قبول کریں۔ ان کے ہاں جاؤ ان کو پکڑ لو، اور چھوڑو نہیں جب تک وہ ہمارے ساتھ متفق نہ ہوجائیں۔ اس کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳ نومبر ۱۹۴۴ء میں ہو چکا ہے۔ اب پھر انہوں نے تاکیداً یہی حکم جاری

کیا ہے، اس لئے یہاں ہم زمانہ سلف کا ایک واقعہ سنا کر اپنا جواب دہراتے ہیں۔

صحابہ کرام کے زمانہ میں ایران کے ساتھ جو جنگ ہوئی اس میں ایرانی فوج کے افسر کی لڑکی بڑی خوش شکل اور جمیلہ تھی۔ اس کو بڑے بڑے تاجدار اپنے لئے چاہتے تھے۔ اس افسر نے یہ چال کی کہ اعلان کر دیا کہ جو ایرانی سپاہی مسلمان افسر کا سر کاٹ کر میرے پاس لائے گا، میں اس کے ساتھ اپنی لڑکی بیاہ دوں گا۔

اس کا اثر مسلمان افسر کے دل پر بہت گہرا ہوا۔ وہ متفکر تھا کہ اس کا کیا انتظام کیا جائے کیونکہ ایرانی فوج میں اس طمع کی وجہ سے غیر معمولی جوش پیدا ہو گیا تھا۔

مسلم افسر کے مشیر نے مشورہ دیا کہ اس کا جواب آسان ہے۔ آپ بھی اعلان کر دیجئے کہ جو مسلمان سپاہی ایرانی افسر کا سر کاٹ کر لائے گا، میں اس ایرانی افسر کی لڑکی اس کے ساتھ بیاہ دوں گا۔

اس اعلان کا نتیجہ خاطر خواہ ہوا۔

اسی قصہ کے تتبع میں ہم بھی اعلان کرتے ہیں کہ

خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے حکم کے مطابق کوئی مسلمان کسی مرزائی رشتہ دار سے ملے، یا کوئی غیر رشتہ دار مرزائی سامنے آئے، تو اس کو روک لے، اور بڑی نرمی سے پوچھے کہ مرزا صاحب کلاں نے جو پیشگوئی کی تھی کہ میرے تین بیٹوں کے بعد چوتھا بیٹا مصلح موعود ہوگا، وہ چوتھا بیٹا کون ہے؟

یہ سوال جب تک حل نہ ہو جائے اس مرزائی شخص کو محبت اور نرمی کے ساتھ روک رکھے اور نہ چھوڑے جب تک اس سوال کا صحیح جواب نہ دے یا مرزائیت سے تائب نہ ہو جائے۔ اس کام کے لئے رسالہ مصلح موعود دفتر اہل حدیث امرتسر سے منگوالیں۔

اس مرزائی کو کہہ دیں کہ بس ہمارا سوال صرف اتنا ہے۔ زیادہ کرید کرنے کی ضرورت نہیں۔

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ دسمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۱ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۴۹ ص ۴)

قادیانی انعام کی حقیقت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان سے ہمارے لئے دو انعام پانچ پانچ روپے کے تجویز ہوئے تھے جن کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۴۴ء میں ہو چکا ہے۔

انعام دینے والے صاحب نے جو حوالہ طلب کیا تھا ہم نے اس حوالہ کا پتہ مع صفحہ کتاب بتا دیا تھا۔ ملاحظہ ہو اہل حدیث مذکور۔

اس کے جواب میں انعام دہندہ نے اصل عبارت نقل کرنے کا مطالبہ کیا تھا ہم اس کا مطالبہ پورا کرنے کو بھی تیار ہیں مگر چونکہ خطرہ ہے کہ کوئی کج فہم اس عبارت میں تحریف نہ کرے، اسلئے اس عبارت کے صحیح معنی بتانے کیلئے ہم مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت لاہور کو تجویز کرتے ہیں۔

مولوی محمد علی آج کل کا محمد علی نہیں، بلکہ اسی زمانہ کا محمد علی ہے جب وہ پیش گوئی شائع کی گئی تھی۔ یعنی بقول، مرزا صاحب کلاں تقسیم بنگالہ منسوخ نہ ہوگی۔،

دیکھئے فریق ثانی اس قابل منصف کو مانتا ہے یا نہیں۔

اس فیصلہ کے بعد انعام پہنچنے پر ہم دوسرا مطالبہ طاعون قادیان بھی پورا کر دیں گے۔ پس جلدی کیجئے جتنی دیر ہوگی آپ کی طرف سے ہوگی۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۸ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۵۰ ص ۴)

مردہ باپ کا جنازہ اور استغفار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جو اصحاب پوچھا کرتے ہیں کہ قادیانی مردہ کا جنازہ پڑھنا چاہیے یا نہیں، ان

کے جواب کیلئے اخبار الفضل قادیان سے ایک فتویٰ نقل کرتے ہیں۔غور سے پڑھیں۔

سائل پوچھتا ہے کہ:

جب میرے والد صاحب فوت ہوئے تو میں نیا نیا احمدی تھا۔ میں نے لاعلمی میں ان کا جنازہ بھی پڑھا۔اور اس کے بعد ان کی قبر پر جا کر فاتحہ بھی پڑھا کرتا تھا کہ ایک دوست نے بتایا کہ غیر احمدی باپ کی قبر پر جا کر فاتحہ پڑھنا اور ان کی مغفرت کی دعا کرنا منع ہے۔ اب میں کیا کروں؟

جواب: جو غلطی آپ لاعلمی سے کرتے تھے اور علم ہونے پر آپ نے وہ چھوڑ دی تو گویا آپ نے سچی توبہ کرلی۔اب مزید کسی کارروائی کی ضرورت نہیں سوائے اس کے کہ والد کی جگہ اپنے لئے استغفار کریں۔

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی مفتی نے یہ نہیں بتایا کہ تم اپنے باپ کے ترکہ سے بھی کچھ نہ لینا کیونکہ علم الوراثت کی کتابوں میں لکھا ہے کہ مورث اور وارث کے دین کا اختلاف بھی مانع ارث ہوتا ہے۔

ہمارے احباب متنبہ رہیں کہ جہاں کسی متوفی کی اولاد میں کوئی وارث مرزائی ہو گیا ہو اور وہ متوفی کے جنازہ میں شریک نہ ہو جیسا کہ ان کو حکم ہے،تو مورث کے ترکہ سے اسکو حصہ نہ دیں ۔یہ کوئی انصاف نہیں ہے کہ جنازہ کے مسئلہ میں باپ کو کافر سمجھا جائے اور ترکہ کے مسئلہ میں اس کو مسلمان سمجھ کر اس کا مال لیا جائے تلك اذاقسمة ضيزى

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ دسمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۲۸ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۵۰ ص ۴)

ہٹلر آف جرمنی اور سیٹھ عبداللہ سکندر آبادی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خدا جانے ہٹلر کو اسکا کیا بدلہ ملے گا جو اس نے اپنی کتاب (میری جدوجہد) میں یہ اصول لکھ مارا ہے کہ جھوٹ کو باور کرانے کا یہی طریقہ ہے کہ کہ بار بار کہتے جاؤ

یہاں تک کہ اس کے سننے والے باور کر لیں۔

اسی طریق کو قادیانیوں کے وکیل سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی نے اپنا معمول بنا رکھا ہے۔ بار ہا لکھ چکے ہیں پھر بھی لکھتے چلے جاتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ کو اکیس ہزار روپیہ انعام، مولوی محمد علی صاحب کو بیس ہزار روپیہ انعام، فلاں صاحب کو اتنے ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ کس کام پر؟ صرف اس بات پر کہ مولوی ثناء اللہ اپنے عقاید کی صحت اور ہمارے عقائد کی غلطی پر حلف اٹھائے تو اکیس ہزار روپے انعام لے۔ حالانکہ ہم کئی دفعہ حلف اٹھا چکے ہیں یہاں تک کہ قادیان کے جلسہ اسلامیہ میں بھی حلف اٹھایا تھا۔ مگر یہ ہٹلر کی طرح اپنی ہی رٹ لگائے جاتے ہیں تاکہ لوگ ان کی غلط بیانی کو باور کر لیں چنانچہ ہمارے جواب میں لکھتے ہیں کہ:

> مولوی ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں کہ انہوں نے حلف اٹھایا ہے مگر ہماری شرط تو یہ ہے کہ حلف موکد بعذاب ہو، اور ایک خاص پبلک جلسہ میں ہو۔ مگر یہ ان کے لئے موت ہے۔ اسی لئے تو وہ اکیس سال سے ٹالتے ہی رہتے ہیں اور مرتے دم تک ٹالتے ہی رہیں گے۔
>
> عبداللہ الہ دین سکندر آباد دکن۔ (الفضل ۱۱ دسمبر ۱۹۴۴ء ص ۶)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس اقتباس میں سیٹھ صاحب کو تسلیم ہے کہ میں نے حلف اٹھایا مگر ان کی شرط کے مطابق نہیں۔ وہ شرط کیا ہے۔ شرط یہ ہے کہ درصورت جھوٹا ہونے کے اپنے لئے عذاب طلب کروں۔

عذاب ان کی اصطلاح میں ایسی کلی مشکک ہے کہ امرتسر سے لاہور کا سفر بھی اس کا ایک فرد ہو سکتا ہے۔ نزلہ اور زکام تو بہت بڑے اکمل فرد ہیں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے عبداللہ آتھم عیسائی کے متعلق پیش گوئی کی میعاد میں ان کے امرتسر سے فیروز پور تک آنے جانے کو ہاویہ قرار دیکر فرمایا تھا کہ یہی وہ ہاویہ ہے جسکے متعلق میری پیش گوئی تھی۔ (رسالہ ضیاء الحق وانوار الاسلام)

ایسے لوگوں کا صحیح اور پختہ جواب یہی ہے کہ ان کو قرآنی نصوص سے انچ بھر بھی ادھر اودھر نہ جانے دیا۔ ان کو کہا جائے کہ اپنے خیالات اور شرائط اپنے پاس رکھئے اور مولوی محمد علی صاحب کے سامنے پیش کیجئے ہمارے نزدیک ان کی قیمت پر کاہ کے

برابر بھی نہیں۔ ہم تو قرآن مجید اور حدیث شریف کے پابند ہیں۔ سنئیے:

قرآن شریف کافروں کا انکار متعلقہ رسالت محمد یہ ﷺ نقل کرتا ہے مگر ان سے کسی قسم کی حلف خصوصاً موکد بعذاب کا کوئی مطالبہ نہیں کرتا کیونکہ کافر کا کفر ہی اس کی سزا کے لئے کافی ہے حلف کی کیا ضرورت ہے غور سے پڑھو:

یقول الّذین کفروا لست مر سلا ۔ قل کفی باللہ شھیداً بینی و بینکم ۔ (الرعد:۴۳) یعنی کافر آنحضرت ﷺ کو کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے تم (ان کو) کہو کہ میرے تمہارے درمیان خدا کافی ہے۔

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کافر پر انکار کے ساتھ قسم نہیں ہے، بلکہ نبی پر قسم ہے کہ وہ اپنا بیان حلفیہ شائع کرے۔ پس آئندہ کو مرزائی لوگ ہشیار ہو جائیں اور ہم سے وہ مطالبہ نہ کریں جو قرآن و حدیث میں ہے۔ ورنہ:

آنچہ نہ قال است نہ قال الرسول
فضل بود و فضل مخواں اے فضول

رہا پبلک جلسہ تو قادیان کا جلسہ اسلامیہ بھی تو پبلک تھا جس میں ہم نے حلف اٹھایا تھا جسکا ذکر اخبار الفضل میں ملتا ہے۔

تازہ حلف: حلف کوئی کوئی روٹی یا چائے نہیں ہے جو روز کھائی جائے تاہم ہم جماعت قادیانیہ کی خاطر تازہ حلف اٹھاتے ہیں کہ:

خدا کی قسم ہم مرزا صاحب قادیانی کو ان کے الہامی دعوی میں سچا نہیں سمجھتے۔

بتائیے! ہمارا یہ بیان آیت کریمہ لست مر سلا کے مطابق ہے یا نہیں۔

اور یہ بھی بتائیے کہ قرآن مجید کی آیت پر اپنی طرف سے اضافہ کرنا کس کا کام ہے۔

پس اگر آپ انعامی وعدے میں سچے ہیں تو اکیس ہزار کی رقم یوں تقسیم کر دیجئے کہ دس ہزار روپیہ ہمیں بھیج دیجئے اور پانچ ہزار پیغام بلڈنگ لاہور میں بھیج دیا جائے اور پانچ ہزار قادیانی مصلح موعود ((مرزا محمود احمد جو ہمیشہ بیمار رہتے ہیں)) کی اور ان کے اہل و عیال کی ضرویات طبیہ کیلئے محفوظ رکھیں اور ایک ہزار غریب احرار قادیان کو دے دیجئے۔

دیکھئے سیٹھ عبداللہ سکندر آبادی صاحب اپنا وعدہ پورا کرتے ہیں یا نہیں۔ ہمارا تو ان کی نسبت یہ پرانا حسن ظن ہے

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۵ محرم ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۵۱ ص ۴)

قادیانیوں کی نئی چال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس میں شک نہیں کہ قادیانی جماعت کے افراد یورپین مدبرین کی طرح نئی نئی چالیں سوچتے رہتے ہیں۔ ہمارے ناظرین اور عام مسلمانوں کا فرض ہے کہ وہ ان سے واقف رہیں اور ہمارا فرض ہے کہ ہم اپنے ناظرین کو متنبہ کریں۔

قادیانیوں نے دیکھا کہ ہمارے مقابلے میں جو مسلمان مناظر پیش ہوتے ہیں، وہ پرانے طریق کے تعلیم یافتہ ہوتے ہیں۔ مولوی فاضل کی ڈگری ان کے پاس نہیں ہوتی۔ اگر ہوتی ہے تو بہت کم۔

ہمیں اطلاع ملی ہے کہ آجکل مناظرات میں قادیانیوں کی طرف سے منجملہ دیگر شرائط کے یہ شرط ضروری ہوتی ہے کہ ہمارے مقابل مناظر مولوی فاضل کی سند رکھتا ہو۔ اگر ایسا نہیں تو وہ قابل خطاب نہیں۔

اسکا جواب ہمیں ذاتی طور پر سوچنے کی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہم فضلہ تعالی بہت پرانے مولوی فاضل ہیں۔ ہاں عام مسلمانوں کو اس کا جواب یہ دینا چاہیے کہ:

جناب مرزا غلام احمد صاحب مولوی فاضل نہ تھے۔ حکیم نورالدین مولوی فاضل نہ تھے۔ مولوی محمد احسن، مولوی عبدالکریم یہاں تک کہ خلیفہ وقت میاں محمود احمد بھی مولوی فاضل نہیں ہیں، بلکہ وہ انٹرنس تک تمام جماعتوں میں فیل ہوتے رہے ہیں جس کا اعتراف انہوں نے جلسہ لائل پور کی تقریر میں کیا ہوا ہے۔ پھر یہ شرط کیوں

پیش کی جاتی ہے۔

دوسرا جواب ان سے قدرت نے یوں دلوایا ہے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنے خطبہ میں بصراحت کہتے ہیں:

اس زمانہ کے مولوی فاضل پاس اور پرانی طرز کے علماء میں بہت بڑا فرق ہے۔ مولوی فاضل کا امتحان ایک خاص قسم کا نصاب پڑھ کر دیا جا سکتا ہے، مگر اسے پاس کر کے کوئی شخص ایسا عالم نہیں ہو سکتا کہ ہر قسم کی علمی مشکل کو حل کرنے کے قابل ہو۔ بہت سی علمی کتابیں ایسی ہیں کہ جنہیں نہ وہ پڑھتے ہیں اور نہ ہی ان کے پڑھنے کا ان کو موقعہ مل سکتا ہے۔

(الفضل قادیان ۲۸ نومبر ۱۹۴۴ء)

ناظرین اس شرط کو ہرگز منظور نہ کیا کریں بلکہ یہ کہا کریں کہ یہ شرط تمہارے مذہب کے بانی اور ان کے جانشینوں میں بھی نہیں پائی جاتی اس لئے ہم اس کو تسلیم نہیں کرتے۔ بلکہ یہ کہیں کہ ہم مولوی فاضلوں کو حسب فتوی خلیفہ قادیان نا قابل سمجھتے ہیں ہمارے علماء تعلیم میں ان سے بدرجہا اچھے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ دسمبر ۱۹۴۴ء مطابق ۵ محرم ۱۳۶۴ھ جلد ۴۱ نمبر ۵۱ ص ۴۔۵)

....

تعلیمات مرزا

پہلے مجھے دیکھئے

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی آج پنجاب میں خصوصاً اور ہند میں عموماً بلکہ بیرون ہند بھی زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کا دعوی تھا کہ میں مہدی مسعود اور مسیح موعود ہوں۔ خدا سے ہم کلام ہوں۔ نبی ہوں۔ رسول ہوں۔ اس کے سوا

انہوں نے کوئی شرعی حکم ایجاد نہیں کیا بلکہ احکام شرعیہ سابقہ ہی پر عمل کرتے اور بتاتے رہے۔ ہاں ساری عمر ان کی محض اپنی شخصیت منوانے میں گذری۔ یہی کہتے رہے کہ میری دعوت کا قبول کرنا ہر مسلمان بلکہ ہر انسان پر فرض ہے۔ چونکہ انہوں نے سب دنیا کو اپنی طرف بلایا اور ایمان لانے کی دعوت دی، لہذا سب لوگوں نے ان کے دعوی کو جانچنے پر توجہ کی۔ بہت سی کتابیں لکھیں۔ مباحثات کئے۔ کسی صاحب نے حیات مسیح پر کتابیں لکھیں۔ کسی نے آثار قیامت پر۔ خاکسار (ثناءاللہ) نے جو کچھ لکھا اس کا بیشتر حصہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی کے متعلق ہے۔ یہ رسالہ بھی اسی قسم کا ہے اس رسالہ میں پانچ ابواب ہیں جن میں پانچ مضمون درج ہیں جن کے نام یہ ہیں:

صفات مرزا۔ اختلافات مرزا۔ کذبات مرزا۔ نشانات مرزا۔ اخلاق مرزا

ناظرین سے استدعا ہے کہ رسالہ ہذا کو پڑھ کر بھٹکے ہوئے انسانی برادران (مرزائیوں) کو صراط مستقیم پر لانے کی کوشش کریں۔ وہ ضد کریں تو ان کے حق میں دعائے خیر کریں کہ خدا ان کو غلطی سے نکالے۔

نوٹ: مرزائی اخبار اور مرزائی لیڈر خاکسار کو اپنا بدترین دشمن لکھا اور کہا کرتے ہیں۔ میں اس کے جواب میں کہا کرتا ہوں میں دشمن نہیں، بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی اور امت مرزائیہ کا آنریری مبلغ ہوں، جو کلام مرزا کو ناواقفوں تک بے تنخواہ پہنچاتا ہوں۔ ناظرین اس رسالہ کو بغور پڑھ کر امید ہے میرے دعوی کی تصدیق کریں گے۔

ربنا تقبل منّا انّك انت السميع العليم

طباعت کے بعد اس رسالہ کا اثر عوام پر جتنا ہوا، اتنا ہی اتباع مرزا کو صدمہ ہوا۔ اس لئے انہوں نے اس کا جواب لکھا جس کا نام تجلیات رحمانیہ۔ مصنف کا نام ہے مولوی اللہ دتا جالندھری مبلغ قادیان

طبع ثانی کتاب ہذا میں اس جواب کا جواب الجواب بھی دیا گیا ہے۔ ناظرین بغور ملاحظہ کریں۔

احباب کرام یہ رسالہ جملہ تصانیف متعلقہ مشن قادیان سے مفید تر ہے۔ آپ صاحبان بھی اس کو مفید پائیں تو اس کام میں حصہ لیں جس کی صورت یہ ہے کہ

آپ خود دیکھیں اور مرزا قادیانی کے مریدوں کو دکھائیں ہمدردان اسلام سے بہت کچھ خیر کی امید ہے۔ والسلام۔

ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسر محرم ۱۳۵۱ھ مئی ۱۹۳۲ء

باب اول: صفات مرزا

۱۔ میرا قدم اس منارہ پر ہے جہاں تمام بلندیاں ختم ہیں۔ (خطبہ الہامیہ۔ ص ۷۰)

۲۔ میرا تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا۔ (حقیقت الوحی۔ ص ۸۹)

۳۔ میرے آنے سے پہلوں کے سورج ڈوب گئے۔ (خطبہ الہامیہ۔ ص ۳۲۰)

۴۔ میں خواب میں اللہ ہوگیا اور میں نے یقین کرلیا کہ میں واقعی اللہ ہوں۔ پھر میں نے آسمان بنایا اور زمین بنائی۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۶۴)

۵۔ خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے۔ (انجام آتھم۔ ص ۵۵)

۶۔ میں خدا کے نزدیک اس کی اولاد کے رتبہ میں ہوں۔ (اربعین نمبر ۴ حاشیہ ص ۱۹)

۷۔ میرے منکر مسلمان حرام زادے ہیں۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۵۴۸)

۸۔ مجھے مردوں کو زندہ کرنے اور زندوں کو مارنے کی قدرت دی گئی ہے (خطبہ الہامیہ ص ۵۶)

۹۔ میری شان میں ہے و ما ینطق عن الھوی یعنی مرزا قادیانی اپنی خواہش سے نہیں بولتا۔ (قادیانی اربعین نمبر ۳ ص ۳۶)

۱۰۔ اعلموا ان فضل اللہ معی و ان روح اللہ ینطق فی نفسی (جان لو کہ اللہ کا فضل میرے ساتھ ہے اور اللہ کی روح میرے نفس میں بولتی ہے)۔ (انجام آتھم ص ۱۷۶)

باوجود ان دعاوی کے جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال ملاحظہ کئے ہیں وہ قرآنی اصول کی تصدیق کرنے پر مجبور ہیں

لوکان من عند غیر اللہ لو جدوا فیہ اختلا فا کثیرا

(جو کلام غیر خدا سے ہو اس میں بہت اختلاف ہوتے ہیں) (النساء: ۸۲)

پس مندرجہ ذیل اقوال مرزا غلام احمد قادیانی ملاحظہ ہوں

دوسراباب: اختلافات مرزا

اس باب کے جواب میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی) نے جو علمی جوہر دکھائے ہیں وہ اہل علم کے سننے اور دیکھنے کے قابل ہیں۔ مجیب نے اصولی جواب دوطرح دیئے ہیں:

ایک یہ کہ جس طرح قرآن میں نسخ ہے اسی طرح اقوال مرزا میں بھی نسخ ہو سکتا ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص۲۶۔۲۷)

فاضل مصنف (مولوی اللہ دتا جالندھری) کو غالباً دھوکا لگا ہے۔ وہ جملہ خبریہ اور انشائیہ میں تمیز نہیں کر سکے۔ اہل علم جانتے ہیں کہ نسخ احکام یامنا ہی میں ہوتا ہے جو جملہ انشائیہ ہوتے ہیں۔ جملہ خبریہ میں اختلاف ہوتو نسخ نہیں کہا جاتا۔ بلکہ دو میں سے ایک کو جھوٹ کہا جاتا ہے۔

مثلاً کوئی شخص کہے کہ کل ٹھیک بارہ بجے بارش ہوئی تھی، پھر کہے کل بارہ بجے بارش نہیں ہوئی تھی۔ یہ دو جملے خبریہ ہیں۔ یقیناً ان کے اختلاف کا جواب نسخ سے نہیں دیا جاسکتا، بلکہ یقیناً ماننا پڑے گا کہ دو کلاموں میں سے ایک جھوٹ ہے۔

ناظرین کرام! مجیب صاحب مولوی اللہ دتا قادیانی یوں تو مولوی فاضل کا امتحان پاس کردہ ہیں، مگر قادیانی قصر نبوت کی حفاظت کا کام بھی تو بہت مشکل ہے۔ اس لئے مجیب صاحب اگر جملہ خبریہ اور انشائیہ میں تمیز کرنا بھول جائیں تو محل تعجب نہیں۔ اسی لئے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے بزبان حال کہتے ہیں

ساحری کرد و چشم تو وگرنہ زیں پیش
بود ہشیار از دو دل دیوانہ ما

مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے ایک جواب یہ بھی دیا ہے کہ مرزا غلام احمد کے اقوال میں اختلاف ہوتو الہامات میں اختلاف نہیں (تجلیات رحمانیہ۔ص ۶۵)

جواب الجواب:

ہم جانتے ہیں کہ ملہم کے ذاتی اقوال اور الہام الگ الگ ہوتے ہیں ملہم کے ذاتی قول میں غلطی ممکن ہے کیونکہ ملہم پر ہر وقت وحی الٰہی نازل نہیں ہوتی مگر مرزا غلام

احمد قادیانی ایسے ملہم ہیں کہ ہر وقت اور ہر لحظہ روح القدس ان کے ساتھ رہتا تھا۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں:

اس عاجز کو اپنے ذاتی تجربہ سے معلوم ہے کہ روح القدس کی قدسیت ہر وقت اور ہر دم اور ہر لحظہ بلافصل ملہم کے تمام قوی میں کام کرتی رہتی ہے ... اور انوار دائمی اور استعانت دائمی اور محبت دائمی اور عصمت دائمی اور برکات دائمی کا یہی سبب ہوتا ہے کہ روح القدس ہمیشہ اور ہر وقت ان کے ساتھ ہوتا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص۹۳۔۹۴)

یہ تو ہوا مرزا غلام احمد قادیانی کا بر بنائے تجربہ عام قانون جس میں خود بھی داخل ہیں۔ اب ایک اور ثبوت سنئے، مرزا قادیانی تو اپنے پر روح القدس کو اس قدر متولی اور حاوی جانتے ہیں کہ عبارتی غلطی بھی ان سے نہیں ہوسکتی۔ فرماتے ہیں:

یہ بات بھی اس جگہ بیان کر دینے کے لائق ہے کہ میں (مرزا غلام احمد) خاص طور پر خدا تعالیٰ کی اعجاز نمائی کو انشاء پردازی کے وقت بھی اپنی نسبت دیکھتا ہوں کیونکہ جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔

(نزول المسیح۔ص ۵۶۔قادیانی خزائن ج ۱۸ص ۴۳۴)

ناظرین کرام! ایسا ملہم جو ہر وقت بلافصل دائم روح القدس کی حفاظت میں ہو جس کی حفاظت خدا اتنی کرے کہ عبارت بھی اسے خود بتائے، اس کی نسبت اقوال اور الہام میں فرق کرنا اس ملہم کی ہتک کرنا نہیں تو کیا ہے؟ اس لئے ہم نے اقوال مرزا قادیانی کے اختلاف پر آیت قرآنی لوجدوا فيه اختلا فا كثيرا لکھی جس پر مجیب نے غور نہیں کیا کیونکہ دل پر بے جا محبت نے غلبہ کر رکھا ہے۔

ا۔حضرت مسیح دوبارہ خود آئیں گے

هو الذى ارسل رسو له بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح

کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا اور جب مسیح علیہ السلام دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے ...تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائیگا (مسیح موعود کے دوبارہ آنے کا اعتراف) (براہین احمدیہ۔ج ۴ص ۴۹۸۔۴۹۹)

اس کے خلاف:

پس دنیا میں مسیح ابن مریم ہرگز نہیں آئے گا۔

(ازالہ اوہام۔ص ۶۱۴۔قادیانی خزائن ج ۳ص ۴۳۲)

حضرت مسیح علیہ السلام نہیں آئیں گے میں ہی مسیح موعود آ گیا ہوں

اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجا ست تا بنہد پا بمنبرم

(ازالہ اوہام ص ۱۵۸ قادیانی خزائن ۳ص ۱۰)

مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے اس کا جواب دیا کہ براہین احمدیہ میں مرزا قادیانی نے رسمی عقیدہ لکھ دیا تھا اس کے بعد جو لکھا وہ تحقیقی لکھا (تجلیات رحمانیہ ص ۴۷۔۴۸)

جواب الجواب:

مرزا غلام احمد قادیانی زمانہ تالیف براہین احمدیہ میں بھی مدعی مجددیت تھے اسی تجدید میں انہوں نے براہین احمدیہ لکھی، اور جناب مسیح کے متعلق جو کچھ لکھا وہ آیت مرقومہ سے استدلال کر کے لکھا، نہ کہ رسمی وشنیدی۔ بلکہ تحقیقی اور تنقیدی علی وجہ البصیرت لکھا۔ چنانچہ براہین احمدیہ کے اخیر میں لکھتے ہیں یہ کتاب خدا مجھ سے لکھا تا ہے۔ یہ بھی مرزا قادیانی کا دعوی تھا کہ میں اس قدر خدا کی حفاظت میں ہوں کہ:

جب میں عربی یا اردو میں کوئی عبارت لکھتا ہوں تو میں محسوس کرتا ہوں کہ کوئی اندر سے مجھے تعلیم دے رہا ہے۔ (نزول المسیح۔ص ۵۶)

معلوم ہوا کہ براہین کی عبارت بھی اسی اندر کی تعلیم کا نتیجہ ہے نہ کہ رسمی عقیدہ مرزائی دوستو! کیا یہ دعوی مرزا غلام احمد قادیانی کا محض بور کے لڈو ہیں۔

۲۔حضرت داؤد کا تخت بحال کرنے آیا ہوں ...قول مسیح

یسوع نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ میں داؤد کے تخت کو قائم کرنے آیا ہوں اور

اس طرح پر یہود کو اپنی طرف کھینچنا چاہا تھا کہ دیکھو میں تمہاری بادشاہی پھر دنیا میں قائم کرنے آیا ہوں اور رومی گورنمنٹ سے اب جلد تم آزاد ہونا چاہتے ہو۔ مگر وہ بات نہ ہوئی اور یسوع صاحب نے نہایت درجہ ذلت دیکھی منہ پر تھوکا گیا اور آپ کے اس حصہ جسم پر کوڑے لگائے گئے جہاں مجرموں کو لگائے جاتے ہیں اور حوالات میں کیا گیا پس یہود اور بہت سے لوگوں نے سمجھ لیا کہ اس شخص کی پیش گوئی صاف جھوٹی نکلی اور یہ خدا تعالی کی طرف سے نہیں ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۱۲)

اس کے خلاف:

ایسا ہی حضرت عیسی علیہ السلام کو خدا نے خبر دی تھی کہ تو بادشاہ ہو گا۔ انہوں نے اس وحی الہی سے دنیا کی بادشاہی سمجھ لی اور اسی بنا پر حضرت عیسی نے اپنے حواریوں کو حکم دیا کہ اپنے کپڑے بیچ کر ہتھیار خرید لو۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ یہ حضرت عیسی کی غلط فہمی تھی اور بادشاہت سے مراد آسمانی بادشاہت تھی نہ کہ زمین کی بادشاہت۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۸۹۔ قادیانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۵۰)

پہلے بیان میں اس پیش گوئی کو یسوع کی بناوٹی بنا کر موجب ذلت بتائی دوسرے میں خدا کی طرف سے بتا کر بتاویل پوری ہونیکی اطلاع دی۔ کیا خوب اس اختلاف کا جواب قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے یہ دیا ہے کہ پہلا بیان عیسائیوں کے خیال پر ہے دوسرا بیان واقعیت پر۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۴۹)

جواب الجواب:

اس تاویل سے دونوں کلاموں کا مضمون کیا ہوا؟ یہ کہ عیسائیوں کے جس خیال کی ہنسی اڑائی تھی خود اسی کو واقعی جان کر تسلیم کر لیا۔ تعجب نہیں عیسائی آپ کا جواب سن کر مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ مصرعہ نذر کریں:

خود غلط بود آنچہ تو پنداشتی

ممکن ہے اسی طرح مجیب بھی آئندہ کبھی اپنے عندیہ میں ہمارا بیان تسلیم کر لیں خدا وہ دن کرے۔

۳۔ حضرت مسیح کی سخت کلامی

حضرت عیسی علیہ السلام نے خود اخلاقی تعلیم پر عمل نہیں کیا۔ انجیر کے درخت کو بغیر پھل کے دیکھ کر اس پر بددعا کی اور دوسروں کو دعا کرنا سکھایا اور دوسروں کو یہ بھی حکم دیا کہ تم کسی کو احمق مت کہو۔ خود اس قدر بدزبانی میں بڑھ گئے کہ یہودی بزرگوں کو ولد الحرام تک کہہ دیا اور ایک وعظ میں یہودی علماء کو سخت گالیاں دیں اور برے برے ان کے نام رکھے۔ اخلاقی معلم کا فرض ہے کہ پہلے آپ اخلاق کریمہ دکھلاوے۔ (چشمہ مسیحی۔ص ۱۱)

قادیانیو! سنتے ہو حضرت عیسی اور علیہ السلام، اسلامی اصطلاح میں یہ لقب اس ذلت کے ہیں جن کو روح اللہ وجیہا فی الدنیا والآخرۃ کہا گیا ہے۔ اسی کے حق میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ گوہر افشانی ہے

اس کے خلاف:

کبھی معالجہ کے طور پر سخت لفظ بھی استعمال کر لیتے ہیں لیکن اس استعمال کے وقت نہ ان کا دل جلتا ہے نہ طیش کی صورت پیدا ہوتی ہے، نہ منہ پر جھاگ آتی ہے۔ ہاں کبھی بناوٹی غصہ رعب دکھلانے کے لئے ظاہر کر دیتے ہیں اور دل آرام وانبساط اور سرور میں ہوتا ہے یہی وجہ ہے کہ اگرچہ حضرت عیسی علیہ السلام نے اکثر سخت لفظ اپنے مخاطبین کے حق میں استعمال کئے ہیں جیسا کہ سور، کتے، بے ایمان، بدکار وغیرہ وغیرہ لیکن ہم نہیں کہہ سکتے کہ نعوذ باللہ آپ اخلاق فاضلہ سے بے بہرہ تھے کیونکہ وہ تو خود اخلاق سکھاتے اور نرمی کی تعلیم کرتے ہیں بلکہ یہ لفظ جو اکثر آپ کے منہ پر جاری رہتے تھے یہ غصہ کے جوش اور مجنونانہ طیش سے نہیں نکلتے تھے بلکہ نہایت آرام اور ٹھنڈے دل سے اپنے محل پر یہ الفاظ چسپاں کئے جاتے تھے (ضرورۃ الامام ص ۷)

پہلے اقتباس میں حضرت عیسی علیہ السلام کے جس قول کی مذمت ہے دوسرے میں اسی کی تحسین ہے۔

مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی) نے یہاں بھی دورنگی دکھائی ہے۔ کہتے ہیں حضرت

مسیح کے قول پر اعتراض عیسائی نقطہ نگاہ سے ہے اور تحسین اسلامی عقیدہ سے ہے۔
کیا مجدد اور مسیح موعود کی یہی شان ہے کہ اپنا مضمون دربطن رکھے حالانکہ حضرت مسیح کا نام بھی اسلامی اصطلاح میں لکھا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس معزز نام کے ساتھ برائی کو ملا کر ذکر کرنا مجیب کے جواب کو رد کرتا ہے فافہم۔

یسوع مسیح نیک کیوں نہ کہلایا، بدچلن تھا

یسوع اسلئے اپنے تئیں نیک نہیں کہہ سکا کہ لوگ جانتے تھے کہ یہ شخص شرابی کبابی ہے۔ اور یہ خراب چال وچلن نہ خدائی کے بعد بلکہ ابتداء ہی سے ایسا معلوم ہوتا ہے چنانچہ خدائی کا دعویٰ شراب خوری کا بدنتیجہ ہے۔ (ست بچن حاشیہ ص ۱۷۲۔ خزائن ج ۱۰ حاشیہ ص ۲۹۶)

اس کے خلاف: جس کو عیسائیوں نے خدا بنا رکھا ہے کسی نے اس کو کہا اے نیک استاد۔ تو اس نے جواب دیا کہ تو مجھے کیوں نیک کہتا ہے۔ نیک کوئی نہیں مگر خدا۔ یہی تمام اولیاء کا شعار رہا ہے۔ سب نے استغفار کو اپنا شعار قرار دیا ہے۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ ج ۵ ص ۱۰۷۔ قادیانی خزائن ج ۲۱ ص ۲۷۱)

ایضاً: حضرت مسیح تو ایسے خدا کے متواضع اور حلیم اور عاجز اور بےنفس بندے تھے کہ انہوں نے یہ بھی روا نہ رکھا کہ کوئی ان کو نیک آدمی کہے۔ (مقدمہ براہین احمدیہ حاشیہ ص ۱۰۴۔ قادیانی خزائن ج ۱ حاشیہ ص ۹۴)

نوٹ: پہلے حوالہ میں یہ فقرہ موجب مذمت بتایا دوسرے اور تیسرے میں وہی فقرہ بباعث مدح قرار دیا۔ اس جگہ بھی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے عیسائیوں کی پناہ لی۔ چنانچہ لکھا ہے: اس فقرہ (منقولہ ست بچن) پر عیسائی نقطہ خیال سے اعتراض ہے دوسرے میں اسلامی نقطہ نگاہ۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۵۶)

جواب الجواب:

کیا یہ جواب ہے یا تسلیم؟ کیا ایسا کرنے پر عیسائی پادری مرزا غلام احمد کا مذاق نہ اڑائیں گے کہ بھلے آدمی جس کلام پر اعتراض کرتے ہو جب اپنی نظر سے دیکھتے ہو تو اسی کی احسن تاویل کرتے ہو۔ کیا اس سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ تمہارا اعتراض غیریت کی نظر سے ہے جو امانت اور دیانت کے خلاف ہے۔

۵۔ یسوع کا ذکر قرآن میں نہیں

مسلمانوں کو واضح رہے کہ خدا تعالی نے یسوع کی قرآن شریف میں کوئی خبر نہیں دی کہ وہ کون تھا (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۹ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۹۳)

اس کے خلاف: اسی وجہ سے خدا تعالی نے یسوع کی پیدائش کی مثال بیان کرنے کے وقت آدم کو ہی پیش کیا جیسا کہ وہ فرماتا ہے: ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم خلقه من تراب ثم قال له کن فیکون۔ (یعنی عیسی کی مثال خدا تعالی کے نزدیک آدم کی ہے کیونکہ خدا نے آدم کو مٹی سے بنایا پھر کہا کہ تو زندہ ہو جا۔ پس وہ زندہ ہو گیا)۔ (چشمہ معرفت ص ۲۱۸۔ قادیانی خزائن ج ۲۳ ص ۲۲۷)۔ اس کا جواب بھی وہی دیا کہ جس یسوع کی طرف عیسائیوں نے بہت خرابیاں منسوب کر رکھی ہیں اس کا ذکر قرآن میں نہیں اور عیسی کا ذکر ہے۔: یسوع اور عیسی دو ذاتیں نہیں ذات ایک ہی ہے مگر ذات کی دو حیثیتیں ہیں

(تجلیات رحمانیہ۔ ص ۵۷)

جواب الجواب:

معلوم ہوتا ہے کہ قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) جواب نہیں دیتا بلکہ فرض منصبی ادا کرتا ہے۔ کوئی پوچھے یہ کس نے کہا ہے کہ یسوع اور عیسی دو ہیں یا ایک۔ ہمارا مدعا تو یہ ہے کہ دونوں جگہ یسوع کا نام ہے ایک جگہ کہا ہے کہ یسوع کا ذکر قرآن شریف میں نہیں دوسری جگہ آیت قرآنی یسوع پر لگا کر قرآن شریف میں مذکور بتایا ہے یا للعجب۔ یہ اختلاف کیوں۔

۶۔ حضرت عیسی علامت قیامت تھے

جان رکھو کہ اللہ تعالی فرماتا ہے انّه لعلم للساعة تحقیق وہ (عیسی مسیح) قیامت کی علامت ہے یہ نہیں کہا کہ آئندہ کو علامت ہوگا۔ پس یہ آیت اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ وہ (مسیح) علامت قیامت کسی ایسی وجہ سے ہے جو اس کو اس وقت حاصل تھی نہ یہ کہ آئندہ کسی وقت حاصل ہوگی اور وہ وجہ جو حاصل تھی وہ اس کا بے باپ پیدا ہونا تھا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ یہودیوں میں ایک فرقہ تھا صدوقی۔ وہ قیامت کا منکر تھا۔ خدا نے بعض انبیاء کی معرفت ان کو خبر دی تھی کہ ایک لڑکا بلا باپ ان کی قوم میں

پیدا ہوگا وہ ان کے لئے قیامت کے وجود کی علامت ہوگا اسی طرف خدا نے اس آیت وانہ لعلم للساعۃ میں اشارہ کیا ہے۔ (حمامۃ البشریٰ۔ص۹۰)

نوٹ: مطلب صاف ہے کہ حضرت عیسیٰ کی بے باپ پیدائش علامت قیامت ہے۔

اس کے خلاف: پھر (یہ علماء) کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ (علیہ السلام) کی نسبت ہے و انه لعلم للسا عة جن لوگوں کی یہ قرآن دانی ہے ان سے ڈرنا چاہیے کہ نیم ملاں خطرہ ایمان ... کیسی بد بودار نادانی ہے جو اس جگہ ساعۃ سے قیامت سمجھتے ہیں اب مجھ سے سمجھو کہ ساعۃ سے مراد اس جگہ وہ عذاب ہے جو حضرت عیسیٰ کے بعد طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں پر نازل ہوا تھا۔ (اعجاز احمدی۔ص۲۱)

۷۔حضرت عیسیٰ نے الوہیت کا دعویٰ کیا

مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعویٰ کرنے والا (مکتوبات احمدیہ۔ج ۳ص۲۳۔۲۴)

اس کے خلاف:

انہوں (مسیح) نے اپنی نسبت کوئی ایسا دعویٰ نہیں کیا جس سے وہ خدائی کے مدعی ثابت ہوں۔ (قادیانی لیکچر سیالکوٹ۔ص۴۳)

قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے یہاں بھی وہی کہا ہے جو پہلے کہہ آئے ہیں کہ پہلا قول علی زعم النصاری ہے یعنی عیسائیوں کا قول ہے کہ مسیح نے خدائی دعویٰ کیا تھا مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا خیال نہیں (تجلیات رحمانیہ۔ص۶۰) حالانکہ مجیب نے بطور کلیہ کے یہ لکھا ہے: لفظ مسیح اس حیثیت کی نمائندگی کرتا ہے جو اسلام نے پیش کی ہے اور لفظ یسوع اس حیثیت کا مظہر ہے جو عیسائیت پیش کرتی ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۳۰)

پس اس تسلیم سے صاف معلوم ہوگیا کہ مرزا قادیانی پہلے قول میں بھی اس مسیح کا (دوستو! اس نام (مسیح) سے تمہارے وہ اوہام دور ہوگئے جو تم لوگ کہا کرتے ہو کہ مرزا نے جہاں جہاں برائی سے یاد کیا ہے وہ یسوع کو کیا ہے اور یسوع اسلامی نام نہیں ذرا اس عبارت کو دیکھو اور اس کے ساتھ ایک اور حوالہ بھی ملا لو جس کے الفاظ یہ ہیں: حضرت عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے (کشتی نوح ص۶۵ خزائن ج۱۹ حاشیہ۷۱) ذکر کرتے ہیں جو اسلام کی نمائندگی کرنے والا ہے اس لئے

مجیب کا جواب مرزا قادیانی کی تصریح کے خلاف ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں۔

اب بتاؤ کہ تمہارا ایمان ایسے قائل کے حق میں کیا فتوی دیتا ہے ایمان سے کہنا۔ایمان ہے تو سب کچھ۔

۸۔ مسیح کی آمد کا وقت تیرہ سو سال بعد

مثیل مسیح ابن مریم سے بڑھ کر اور وہ مسیح موعود نہ صرف مدت کے لحاظ سے آنحضرت ﷺ کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا جیسا کہ مسیح بن مریم موسی کے بعد چودھویں صدی میں ظاہر ہوا تھا۔(کشتی نوح ص۱۳۔ خزائن ج۱۹ص۱۴)

اس کے خلاف: اس لحاظ سے کہ حضرت موسی سے چودہ سو برس بعد آئے یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ مسیح موعود کا اس زمانہ میں ظہور کرنا ضروری ہو۔(شہادۃ القرآن۔ص ۶۹۔قادیانی خزائن ج ۶ص ۳۶۵)

نوٹ: پہلے اقتباس میں چودھویں صدی لکھا ہے دوسرے میں چودہ سو سال کے بعد یعنی پندرھویں صدی لکھا۔چودھویں صدی میں، اور چودھویں صدی کے بعد، ان دو میں جوفرق نہ جانے وہ بعد میں مسیح موعود اور مہدی مسعود بن جائے۔

لطیفہ: مرزا قادیانی چونکہ چودھویں صدی ہجری کے شروع میں آئے تھے حالانکہ ان کو پندرھویں صدی میں آنا چاہیے اس لئے آپ جلدی تشریف لے گئے اب حسب وعدہ پندرھویں میں مکرر تشریف لاویں خدا خیر کرے۔

قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے یہاں جو کچھ بھی مرزا قادیانی کی تائید میں لکھا ہے وہ تائید نہیں تردید ہے۔تردید بھی ایسی کہ کوئی مخالف بھی نہ کرے۔ ناظرین ہمارے دعوی کا ثبوت سنیں

قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے ہمارے پیش کردہ حوالہ نمبر اول کو یہودی تاریخ بتایا اور حوالہ نمبر دو کو عیسائی تاریخ کہہ کر بتایا کہ

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بکرات ومرات اس بات کی وضاحت فرمائی ہے کہ حضرت مسیح (علیہ السلام) حضرت موسی (علیہ السلام) کی چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے (یہ بھی مجیب نے لکھا ہے کہ) چودہ سو برس بعد ظاہر، ہونے کا مطلب یہ ہے کہ

چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے تھے کیونکہ حضرت (مرزا قادیانی) بھی مانتے تھے کہ حضرت مسیح چودھویں صدی میں ظاہر ہوئے (تجلیات رحمانیہ۔ص۶۲)

ناظرین! خصوصاً مرزائی دوست اس عبارت کوخوب یادرکھیں کہ مجیب نے مرزا غلام احمد کا عندیہ اوراعتقاد یہ ظاہر کیا ہے کہ حضرت عیسی (علیہ السلام) حضرت موسی (علیہ السلام) کے بعد تیرھویں صدی کے بعد چودھویں صدی کے اندر آئے تھے

اب اس کیخلاف سنئے۔خلاف بھی ہمارا استنباطی نہیں بلکہ الہامی۔ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اپنا الہامی فیصلہ خودفرماتے ہیں:

مجھ پر خدا تعالی نے اپنے الہام کے ذریعہ کھول دیا کہ حضرت مسیح ابن مریم بھی درحقیقت ایک ایمان کی تعلیم دینے والا تھا جوحضرت موسی سے چودہ سو برس بعد پیدا ہوا۔ (فتح اسلام حاشیہ۔ص۱۴)

مرزائی دوستو! ایمان سے بتاؤ کوئی مرزائی تم میں ایسا ہے جوحضرت مرزا صاحب قادیانی کے الہام کے خلاف کوئی بات قبول کرے۔ ہمارا تو یقین ہے کہ تم لوگ ایسے مرزائی کواحمقی کہوگے احمدی نہیں کہوگے۔ پھر یہ کیا جواب ہے جوتمہارے لائق وکیل اللہ دتا قادیانی نے دیا ہے مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامی فیصلہ کے خلاف ہے یانہیں۔ ذرہ انصاف سے کہیو خدالگتی کیا یہی کتاب ہے جس کی تعریف تمہارے اخبارات بےحد کرتے ہیں سچ تو یہ ہے کہ ایسے ہی دوست ہیں جن کی بابت حضرت شیخ سعدی نے گویا مرزا غلام احمد قادیانی کومخاطب کرکے کہا ہے

ترا اژدہا گر بود یار غار
ازاں بہ کہ جاہل بود غم گسار

اور سنئے! مجیب نے بڑا زور لگا کر ہلارے پہلے حوالے کومحض یہودیوں کا خیال بتایا ہے حالانکہ مرزاغلام احمد خوداس کوبھی خدائی الہام بتاتے ہیں غور سے سنئے فرماتے ہیں:

سلسلہ موسویہ کی آخری خلافت کے بارے میں توراۃ میں لکھا تھا کہ وہ سلسلہ مسیح موعود پرختم ہوگا یعنی اس مسیح پر جسکا یہودیوں کو وعدہ دیا گیا تھا کہ وہ اس سلسلہ کے آخر میں چودہ سو برس کی مدت کے سر پرآئے گا۔ (ایام الصلح اردو۔ص۵۲: خزائن ج۱۴ص۲۸۴)

صاف اقرار ہے کہ یہودیوں کوخدا نے بتادیا تھا کہ مسیح موعود (حضرت عیسی مسیح

) چودھویں صدی کے سر پر آئے گا، یہ مضمون اگر چہ یہودیوں کے حق میں الہامی تھا مگر مرزا غلام احمد قادیانی جیسے الہامی (مدعی الہام) شخص نے جب اس کی تصدیق کر دی تو ان کے حق میں بھی الہامی ہو گیا حالانکہ اپنا الہام خود لکھ چکے ہیں کہ:

حضرت مسیح بعد موسیٰ کے پندرھویں صدی میں آئے تھے۔

اب تو مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی کو بھی ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی سچے ملہم نہ تھے کیونکہ سچے الہاموں میں تعارض اور تخالف نہیں ہوتا (ص۲۳)

پس ہمارا نتیجہ صحیح رہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حضرت مسیح اول کی طرح پندرھویں صدی میں آنا چاہیے تھا اور وہ قبل از وقت چودھویں صدی کے اندر آ گئے تھے اسی لئے وہ جلدی چلے گئے۔ آئندہ پندرھویں میں تشریف لائیں گے تو جو لوگ زندہ ہوں گے وہ مشرف بہ زیارت ہوں گے۔ سر دست تو ہمارا قول یہی ہے کہ:

روئے گل سیر ندیدم و بہار آخر شد

۹۔اذ ماضی کے لئے ہوتا ہے

و اذ قا ل اللہ یا عیسی ابن مر یم ء أنت قلت للناس ...اور ظاہر ہے کہ قال کا صیغہ ماضی کا ہوتا ہے اور اس کے اول اذ موجود ہے جو خاص واسطے ماضی کے آتا ہے جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ یہ قصہ وقت نزول آیت زمانہ ماضی کا ایک قصہ تھا، نہ زمانہ استقبال کا۔ (ازالہ اوہام ص۶۰۲۔قادیانی خزائن ج۳ص۴۲۵)

اس کے خلاف: ایسے مقامات میں جب کہ آنے والا واقعہ متکلم کی نگاہ میں یقینی الوقوع ہو مضارع کو ماضی کے صیغہ پر لاتے ہیں تا اس امر کا یقینی الوقوع ہونا ظاہر ہو اور قرآن شریف میں اس کی بہت نظیریں ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و نفخ فی الصور فا ذا ھم من ا لا جداث الی ربھم ینسلو ن۔اور جیسا کہ فرماتا ہے و اذا قا ل اللہ یا عیسی ابن مر یم ء أنت قلت للناس اتخذونی و امی الھین من دو ن اللہ قا ل اللہ ھذا یو م ینفع الصادقین صد قھم

(ضمیمہ براہین پنجم ص۶ خزائن ج۲۱ص۱۵۹)

نوٹ۔ مباحث مرزائیہ میں وفات مسیح کا مسئلہ بھی پیش آیا کرتا ہے اور مرزائی مناظر

وفات مسیح پر عموماً یہی آیت پیش کیا کرتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے فیصلہ کردیا کہ یہ روز قیامت کی گفتگو ہے۔ پس اس آیت سے اس وقت وفات مسیح ثابت نہ ہوئی

مجیب (مولوی اللہ دتا قادیانی) اس جگہ بہت پریشان ہوا ہے اسی لئے اس نے نہ مرزا غلام احمد کا مطلب سمجھا نہ ہمارا اعتراض جانا۔ چنانچہ لکھا ہے کہ:

اذ..از روئے قواعد نحو یہ ماضی ہے اور قرآنی اسلوب سے روز قیامت مراد ہے۔

ہمارا مقصد یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک ہی آیت اذ قال اللہ کو گزشتہ زمانہ (ماضی) سے لگایا ہے اور دوسرے حوالہ میں روز قیامت (مستقبل) سے ملایا ہے یہی اختلاف محل اعتراض ہے۔ کیا مجدد اور مہدی اور مسیح قرآن مجید اسی طرح سمجھا سمجھایا کرتے ہیں جس سے معلوم ہو کہ خود ہی نہیں سمجھے۔

۱۰۔ ایک شریر میں یسوع کی روح تھی

ایک شریر مکار نے جس میں سراسر یسوع کی روح تھی لوگوں میں یہ مشہور کیا

(ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص۵۔ قادیانی خزائن ج ۱۱ حاشیہ ص ۲۸۹)

یسوع کی روح مرزا قادیانی میں تھی:

مجھے یسوع مسیح کے رنگ میں پیدا کیا اور توارد طبع کے لحاظ سے یسوع کی روح میرے اندر رکھی تھی اسلئے ضرور تھا کہ گم شدہ ریاست میں مجھے یسوع مسیح کے ساتھ مشابہت ہوتی؛ (تحفہ قیصریہ ص۲۰۔ قادیانی خزائن ج ۱۲ اص ۲۷۲)

قادیانی دوستو! یسوع کی روح جس انسان میں ہو وہ شریر ہو جاتا ہے تو دوسرے قول کا قائل کون؟

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ: پہلی عبارت میں یسوع کی اس حیثیت کا ذکر ہے جو اسے پادریوں نے دے رکھی ہے دوسری میں اس عبارت کا تذکرہ ہے جو اسے فی الواقع بلحاظ نبی اور رسول ہونے کے حاصل ہے۔ پہلی صورت قابل نفرت ہے دوسری صورت قابل رشک ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ٦٦)

جواب الجواب: ہم تو جانتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی ہی کے کلام میں اختلاف ہوتا تھا۔ اب معلوم ہوا کہ ہمارے فاضل مخاطب مصنف بھی ان (مرزا غلام احمد) سے اس وصف میں فیض یاب ہیں ابھی چند صفحات پہلے لکھ چکے ہیں، مسیح اسلامی حیثیت کا نمائندہ ہے اور یسوع عیسائیت کا مظہر۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۲۰)

اس تقسیم سے صاف پایا جاتا ہے کہ یسوع نام بہمہ وجود (مرزا) کے نزدیک شریر النفس آدمی ہے پھر ایسے نام کو اپنے حق میں کہنا اعتراف حقیقت ہے یا کیا؟

۱۱۔ مسیحی چڑیوں کا پرواز قرآن سے ثابت ہے

حضرت مسیح کی چڑیاں باوجودیکہ معجزے کے طور پر ان کا پرواز قرآن کریم سے ثابت ہے مگر پھر بھی مٹی کی مٹی ہی تھی (آئینہ کمالات اسلام۔ص۶۰)

اس کے خلاف:

اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ان پرندوں کا پرواز کرنا قرآن شریف سے ہرگز ثابت نہیں ہوتا (ازالہ اوہام۔ص۳۷۔ قادیانی خزائن جلد۳ حاشیہ ص۲۵۶۔۲۵۷)

مجیب نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ جس پرواز کا انکار ہے وہ اصلی زندگی سے پرواز ہے اور جس کا اقرار ہے وہ غیر حقیقی اور عارضی ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص۷۶)

جواب الجواب:

اس جگہ ہم علم منطق کے قاعدہ تناقض سے موافق مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ دکھاتے ہیں۔ پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ثابت ہے۔، پرندوں کا پرواز قرآن شریف سے ثابت نہیں۔، موضوع ایک، محمول ایک، نسبت ایک، وغیرہ، جو اس کو تناقض نہ کہے اس کا دماغ صحیح ہے یا ماؤف۔ ناظرین خود فیصلہ کریں۔

۱۲۔ حضرت مسیح کی عمر ۱۲۰ برس تھی

حدیث صحیح سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی کی ایک سو بیس برس کی عمر تھی لیکن تمام یہود و نصاری کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت ممدوح کی ۳۳ برس کی تھی اس دلیل سے ظاہر ہے کہ حضرت عیسی علیہ السلام نے صلیب سے بفضلہ تعالی نجات پاکر باقی عمر سیاحت میں گزاری تھی۔ (راز حقیقت حاشیہ۔ص۲۔۳)

ایک سو پچیس برس

حضرت مسیح صلیب سے نجات پا کر نصیبین کی طرف آئے اور پھر افغانستان کے ملک میں ہوتے ہوئے کوہ نعمان میں پہنچے اور جیسا کہ اس جگہ شہزادہ نبی کا چبوترہ اب تک گواہی دے رہا ہے وہ ایک مدت تک کوہ نعمان میں رہے اور پھر اس کے بعد پنجاب کی طرف آئے آخر کشمیر میں گئے اور کوہ سلیمان پر ایک مدت عبادت کرتے رہے اور سکھوں کے زمانے تک ان کی یادگار کا ایک کتبہ موجود تھا آخر سری نگر میں ایک سو پچیس برس کی عمر میں وفات پائی۔ (مجموعہ اشتہارات۔ج ۳ص ۱۴۹)

ایک سو ترپن سال عمر پائی

تمام یہود و نصاریٰ کے اتفاق سے صلیب کا واقعہ اس وقت پیش آیا تھا جب کہ حضرت عیسیٰ کی عمر صرف ۳۳ برس تھی (راز حقیقت حاشیہ ص ۳)

ایضاً: اور احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو برس کی عمر پائی اور پھر فوت ہو کر خدا سے جا ملا۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص ۲۷۔)

واقعہ صلیب تک ۳۳ سال اور واقعہ صلیب کے بعد ۱۲۰ جملہ ۱۵۳ ہوئے۔ پس عمر مسیح ۱۲۰، ۱۲۵، ۱۵۳ سال ہوئی۔

اس کا جواب مصنف (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے ایسا دیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ فرض مفوضہ خلافت ادا کرتا ہے ورنہ دل میں شائد ایسا نہ ہو۔ کہتے ہیں:
تذکرۃ الشہادتین میں یہ بتایا ہے کہ صلیب کے بعد بھی مسیح زندہ رہے اس عبارت کا ہرگز یہ منشاء نہیں کہ حضرت مسیح نے ۱۵۳ سال عمر پائی۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۶۹)

جواب الجواب:

ہم فقرہ مرزائیہ ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں پھر جو بات ان کے فہم عالی میں آئے مانیں، وہ فقرہ یہ ہے:

احادیث میں آیا ہے کہ اس واقعہ (صلیب) کے بعد عیسیٰ بن مریم نے ایک سو بیس برس کی عمر پائی۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص ۲۷)

حضرات! اس عبارت میں بعد کا لفظ، پائی، کے متعلق ہے یقیناً یہی ہے۔

پس عبارت ہذا کے معنی اس عبارت کی طرح ہیں
حکیم نورالدین (خلیفہ قادیان) نے بعد وفات مرزا قادیانی سات سال عمر پائی۔
کیا اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ حکیم صاحب کی عمر ساری سات سال تھی اگر اس مثال میں یہ نہیں تو اس میں بھی نہیں۔ اس میں اگر سات سال بعد وفات کے مراد ہیں تو اس عبارت میں بھی ۱۲۰ سال بعد واقعہ صلیب کے مراد ہے جو پہلی عمر ۳۳ سال ملا کر ۱۵۳ ہوتے ہیں هذا ما اد عينا اس کے سوا تاویل کرنا اس مصرع کا مصداق ہے

و لن يصلح العطار ما افسد الدهر

۱۳۔ کتب سابقہ سب محرف ہیں

جیسا کہ کئی جگہ قرآن میں فرمایا گیا ہے کہ وہ کتابیں محرف مبدل ہیں اور اپنی اصلیت پر قائم نہیں چنانچہ اس واقعہ پر اس زمانہ میں بڑے بڑے محقق انگریزوں نے بھی شہادت دی ہے (چشمہ معرفت ص ۲۵۵۔ خزائن ج ۲۳ ص ۲۶۶)

اس کے خلاف: یہ کہنا کہ وہ کتابیں محرف ومبدل ہیں ان کا بیان قابل اعتبار نہیں ایسی بات وہی کہے گا جو خود قرآن سے بے خبر ہے۔ (چشمہ معرفت۔ص ۷۵)

اس کے جواب میں بھی مجیب نے کمال دکھایا ہے فرماتے ہیں:
تورات انجیل کے محرف ہونے کا بایں معنی انکار ہے کہ ان میں کوئی بھی صداقت نہیں۔ بایں معنی اقرار ہے کہ ان میں جھوٹ ملائے گئے تھے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۷۳)

ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ اپنی جماعت کی آنکھوں میں کنکریاں دارمٹی کیوں ڈالتے ہیں۔ ایک غیر الہامی کی غلط بات کو منوانے کے لئے اتنا زور مارنا جو داناؤں کی نظر میں حالت اضطراری تک پہنچا دے کہاں کی عقل مندی ہے۔ کیا کسی کتاب میں ایسی تحریف کبھی ہوئی بھی؟ جو مجیب کہتا ہے۔ مجیب نے اپنے دعوی پر مرزا غلام احمد کی جو تحریر نقل کی ہے وہ خود مجیب کے خلاف ہے کیونکہ اس میں یہ فقرہ بھی ہے:

سچ تو یہ بات ہے کہ وہ کتابیں آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک ردی کی طرح ہو چکی تھیں۔ (کتاب چشمہ معرفت ص ۲۵۵ مندرجہ تجلیات رحمانیہ۔ص ۷۱۔۷۲)

بتایئے جو مضمون یا کتاب ردی کی ٹوکری میں پھینک دیا جائے یا پھینکنے کے لائق ہو اس کو کسی سند میں پیش کیا جا سکتا ہے جب وہ ایسی ردی ہو چکیں تو اب ان کی بات اتنی دوراز کار تاویل کرنا جو مجیب نے کی ہے کیا مفید ہو سکتا ہے اسی لئے ہم کہتے ہیں کہ مجیب مع اپنی پارٹی کے فرض منصبی (خدمت خلافت قادیان) ادا کرتے ہیں تحقیق حق سے ان کو مطلب نہیں: نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

۱۴۔ طاعون سے فرار منع ہے

چونکہ شرعاً یہ امر ممنوع ہے کہ طاعون زدہ لوگ اپنے دیہات کو چھوڑ کر دوسری جگہ جائیں ،اسلیئے میں اپنی جماعت کے ان تمام لوگوں کو جو طاعون زدہ علاقوں میں ہیں،منع کرتا ہوں کہ وہ اپنے علاقوں سے قادیان یا دوسری جگہ جانے کا ہرگز قصد نہ کریں اور دوسروں کو بھی روکیں اور اپنے مقامات سے نہ ہلیں ۔(اشتہار لنگر خانہ کا انتظام حاشیہ مجموعہ اشتہارات ۔ج ۳ص ۴۶۷)

اس کے خلاف: مجھے معلوم ہوا ہے کہ وائسرائے اس تجویز کو پسند فرماتے ہیں کہ جب کسی گاؤں یا شہر کے کسی محلّہ میں طاعون پیدا ہو تو یہ بہترین علاج ہے کہ اس گاؤں یا اس شہر کے محلّہ کے لوگ جن کا محلّہ طاعون آلودہ ہے فی الفور بلا توقف اپنے اپنے مقام کو چھوڑ دیں اور باہر جنگل کسی ایسی زمین میں جو اس تاثیر سے پاک ہے رہائش اختیار کریں سو میں دلی یقین سے جانتا ہوں کہ یہ تجویز نہایت عمدہ ہے اور مجھے معلوم ہے کہ آنحضورﷺ نے فرمایا کہ جب کسی شہر میں وبا نازل ہو تو اس شہر کے لوگوں کو چاہیے کہ بلا توقف اس شہر کو چھوڑ دیں ورنہ خدا سے لڑائی کرنے والے ٹھہریں گے عذاب کی جگہ سے بھاگنا انسان کی عقل مندی میں داخل ہے ۔(تمام مریدوں کے لئے عام ہدایت ۔مندرجہ ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۰۷ء ص ۳۶۵)

نوٹ: اس عبارت کا مطلب صاف ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی حکم دیتے ہیں کہ مقام طاعون کو چھوڑ دو اور کسی محفوظ زمین پر جا بسو۔ پہلی عبارت میں کہتے ہیں اپنے مقامات سے نہ ہلیں ،دوسری میں کہتے ہیں شہر چھوڑ دیں

مرزائی دوستو! یہ حدیث دیکھنے کے ہم بھی مشتاق ہیں تلاش کر کے بتاؤ

اس مقام پر مجیب نے بغیر تحقیق حق کے محض اپنا فرض منصبی (خدمت خلافت) ادا کیا ہے لہذا اس نے بوجہ محبت مرزا نہ ہماری منقولہ عبارتوں کو دیکھا ہے نہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ پر غور کیا۔ اسی لئے ہم نے خلاف کی عبارت بہ نسبت سابق کے زیادہ درج کی ہے تاکہ سیاق وسباق نظر آ جائے۔

مجیب کہتا ہے کہ طاعون زدہ علاقہ اور شہر میں فرق ہے علاقہ سے مراد لیتا ہے مع حوالہ شہر، یا، اراضی دہ، کہتا ہے جہاں منع ہے اس سے مراد ہے کل علاقہ سے۔ یعنی آبادی مع اراضی سے مع نکلو۔ اور جہاں حکم ہے اس سے مراد ہے خاص مقام طاعون۔، یعنی آبادی۔ چنانچہ اس کی اپنی عبارت یہ ہے:

> پہلی عبارت میں طاعون زدہ علاقہ، ہے اور دوسری میں، اس شہر کو چھوڑ دیں، نیز پہلی عبارت میں دوسرے علاقہ میں جانے کی ممانعت ہے اور دوسری جگہ یہ نہیں کہا کہ دوسرے علاقے میں چلے جاؤ بلکہ میدان اور کھلی فضا میں جو شہر کی دیواروں سے باہر ہو چلے جانے کا حکم ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۴۷)

جواب الجواب: ہم ناظرین کو زیادہ تکلیف دینا نہیں چاہتے، صرف اتنی توجہ دلاتے ہیں کہ پہلی عبات جہاں ختم ہے ان الفاظ پر نظر دالیں کہ، اپنے مقامات سے نہ ہلیں، ان مقامات سے مراد یقیناً وہی جگہ ہے جن کو آبادی کہا جاتا ہے جہاں وہ رہتے ہیں دوسرا قول اس کے برخلاف ہے جس کے الفاظ ہیں، بلا توقف اس شہر کو چھور دیں، بتائیں اس کا کیا جواب؟

نوٹ: ہمارے اس سوال کا جواب مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے نہیں دیا کہ یہ حدیث کہاں ہے جس میں آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ جب کسی شہر میں طاعون پڑے تو اس شہر کو چھوڑ دو۔

قادیانی دوستو! تمہارے حدیث کا پتہ نہ دینے سے کیا ہمارا حق ہے کہ آئندہ ہم مرزا کو واضع حدیث (حدیثیں گھڑنے والا) کا لقب بھی دیا کریں۔ اس کا فیصلہ تمہارے ہاتھ ہے حدیث مطلوبہ کا پتہ نہ دینے سے تمہاری طرف سے اجازت سمجھی جائے گی۔

ناظرین کرام! یہ چند اختلافات بطورنمونہ دکھائے ہیں ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کا بیان سراپا بے نظام ہوتا تھا دریائے غازی (دریائے سندھ) خان کی طرح جوش

مارتا ہوا نہ بستی دیکھتا ہے، نہ ویرانہ۔ بہتا ہی چلا جاتا ہے۔ حقیقت یہ کہ آپ کا دماغ ایسا ماؤف تھا کہ اس میں حفظ کی طاقت نہ رہی تھی مزید شہادت کی ضرورت ہو تو ہمارا شائع کردہ رسالہ مراق مرزا (مصنفہ بابو حبیب اللہ امرتسری) ملاحظہ کریں۔

مجیب ہماری اس رائے پر بھی خفا ہے کہ ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں ماؤف الدماغ کیوں لکھا۔ افسوس ہے کہ یہاں بھی مجیب نے ہماری پوزیشن کو نہیں سمجھا۔ سنیئے ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال دکھا رہے ہیں اور انہی سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں۔ نتیجہ بھی اپنی طرف سے نہیں بلکہ وہی جو ایسے کلاموں سے مرزا قادیانی نے نکالا ہوا ہے چنانچہ وہ فرماتے ہیں؛

> صاف ظاہر ہے کہ کسی سچیار (یہ لفظ قادیانی اردو میں آیا ہے شائد الہام سے آیا ہو) اور عقل منداور صاف دل انسان کے کلام میں ہرگز تناقض نہیں ہوتا ہاں اگر کوئی پاگل اور مجنون ایسا منافق ہو کہ خوش آمد کے طور پر ہاں میں ہاں ملا دیتا ہو اس کا کلام بے شک متناقض ہو جاتا ہے (کتاب ست بچن۔ص ۳۰)

ناظرین کرام جس صورت میں ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں تناقض ہے، تناقض بھی ایسا کہ ان کی اتباع کی ساری کوشش سے بھی رفع نہ ہوسکا۔ تو پھر ہماری رائے پر کیا ملال؟ ہم نہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کلام میں اختلاف پیدا کریں، نہ ان کو (از خود) پاگل کہیں۔ بلکہ جو کچھ ہم کہتے ہیں وہی ہے جو وہ خود فرما گئے۔ انہی معنی میں ہم کہا کرتے ہیں کہ قادیانی مسیح کے مبلغ ہیں مخالف نہیں انّما الاعمال بالنّیّات

تیسرا باب: کذبات مرزا

انما یفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات الله (النحل: ۱۰۵)

ہمارے ہیرو (پنجابی مسیح) مرزا غلام احمد قادیانی کی اختلاف بیانی تو ناظرین نے سنی، اب ان کی غلط بیانیاں بھی ملاحظہ ہوں

کذب نمبر ۱۔ پیغمبروں نے میرے دیکھنے کی خواہش کی

اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے

اور اس شخص (مرزا قادیانی) کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی اس لئے اب ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔ (اربعین نمبر۴ص۱۳۔قادیانی خزائن ج ۱۷ص۴۴۲)

جن پیغمبروں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زیارت کا شوق ظاہر کیا ہے ان کے اسمائے گرامی سننے کے ہم بھی شائق ہیں۔

قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے اس باب کے تین نمبروں ۱، ۶، ۹ کا مشترک جواب دیا ہے مگر جواب میں باتباع مرزا کمال تدلیس سے کام لیا ہے اس کے الفاظ اس کے دلی ضعف کا حال بتاتے ہیں۔قرآن مجید سے شہادت دی ہے کہ بہت سے انبیاء کا ذکر ہم کو نہیں بتایا گیا۔

اس سے ظاہر ہے کہ مولوی (ثناءاللہ) صاحب کا آج یہ مطالبہ کرنا کہ ان نبیوں کے اسماءگرامی بتاؤ سراسر غلط مطالبہ ہے ہاں مطلق وعدہ اور عمومی ذکر موجود ہے چنانچہ صحاح ستہ میں یہ حدیث متعدد مرتبہ آئی ہے کہ دجال کے ذکر پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا

انی لا نذر کموہ ما من نبی الا وقد انذر قومہ و لقد انذرہ نوح قومہ۔ میں تمہیں دجال سے ڈراتا ہوں اور کوئی نبی نہیں گذرا مگر اس نے اپنی قوم کو اس سے ڈرایا ہے(صحیح مسلم ج ۲ص ۳۹۹۔ترمذی ج ۲ص ۴۶۔ابواب الفتن)

گویا سارے نبیوں نے بذریعہ وحی خبر پا کر اپنی اپنی قوم کو دجال سے ڈرایا ہے کہ اس کا فتنہ بہت بڑا ہے اب یہ کس طرح ممکن تھا کہ اللہ تعالی ان کو دجال کی تو خبر دے مگر دجال کے قاتل (حضرت مسیح موعود) کی خبر نہ دے پس لازماً ماننا پڑے گا کہ تمام نبیوں کو مسیح موعود کی بھی خبر دی گئی تھی چنانچہ آنحضرت ﷺ نے مسلم شریف کی مشہور حدیث روایت (نواس بن سمعان) میں حضرت مسیح موعود کو اس کا قاتل قرار دیا ہے... ان احادیث سے ظاہر ہے کہ دجال کی آمد سے ہر نبی ڈراتا آیا ہے اور دجال کا قاتل مسیح موعود ہے اور یہ تو واضح ہی ہے کہ دجال سے ڈرانے کے معنی یہی ہیں کہ اس کے مکرو دجل سے آگاہ کر کے اس سے بچنے کی ہدایت کرنا اور اس کے حشر کا بتانا منظور ہے اور اس بیان کے لئے مسیح موعود کا ذکر ایک جزو لاینفک ہے چنانچہ کتب سابقہ موجودہ میں بھی جہاں دجال کا ذکر ہے وہاں پر مسیح موعود کا بھی ساتھ ذکر موجود ہے پس ان

احادیث سے اشارۃً النص (اشارۃ النص میں لفظی ترجمہ مفہوم ہوتا ہے یہاں یہ نہیں معلوم ہوتا مجیب نے سنے سنائے حقیقت سے ناواقفی میں اشارۃ النص لکھ دیا جیسے ان کے نبی (مرزا) سنے سنائے دلیل انی اور لمی لکھ گئے ہیں چشمہ معرفت ص ۵۶) کے طور پر ثابت ہے کہ ہر نبی نے مسیح موعود کے متعلق وعدہ کیا تھا اگر مولوی ثناء اللہ تمام نبیوں کا انذار عن الدجال نام بنام دکھاویں گے تو ہم اسی جگ سے نام بنام نبیوں کی طرف سے مسیح موعود کی بعثت کا وعدہ بھی دکھا دیں گے انشاء اللہ تعالی۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۸۳۔۸۴)

جواب الجواب:

ہم اس موقع پر متردد ہیں کہ مجیب کو دھوکہ خور کہیں یا دھوکہ دہ نام رکھیں۔ مناسب ہے کہ اصل حقیقت کھول کر اس کا فیصلہ ناظرین اور خود مجیب پر چھوڑ دیں سنئے آنحضرت ﷺ کے منہ سے سابقہ انبیاء کی تعلیم دوطرح سے ذکر ہوتی تھی ایک بطور دلیل دوم بطور تعلیم اعتقاد۔ اعتقاد متفرع ہوتا ہے ایمان پر ایسی صورت میں ان سابقہ انبیاء کا جاننا ضروری نہیں بلکہ فرمان نبوت محمدیہ ﷺ کافی ہے مثلاً ارشاد ہے

و لقد وصّینا الّذین او تو الکتاب من قبلکم و ایاکم ان اتقوا الله (النساء۱۳۱) (یعنی ہم (خدا) نے تم سے پہلوں کو اور تم کو بھی یہی ہدایت کی ہے کہ تم اللہ سے ڈرتے رہو)

اس قسم کی تعلیم میں سابقہ انبیاء کا یا قوموں کا ذکر دراصل تعلیم اعتقاد ہے مخالفوں کے سامنے بطور دلیل و برہان نہیں اس لئے ایسے مواقع میں ان انبیاء کا جاننا کہ کون کون تھے ضروری نہیں لیکن جہاں کسی نبی کا قول بطور دلیل نقل ہو وہاں ان کا جاننا ضروری ہے جیسے حضرت مسیح کا قول نقل ہے: مبشّراً برسول یأتی من بعدی اسمه احمد
اب یہ معلوم کرنا باقی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے سابقہ انبیاء کرام کا ذکر کس پیرائے میں کیا ہے آیا بطور دلیل کیا ہے یا بطور تعلیم اعتقاد کیا ہے؟ اس کے لئے خود مرزا غلام احمد قادیانی کی عبارت کافی ہے جو یہ ہے: میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے ماننے کے لئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دیں پس اگر یہ کاروبار

انسان کا ہوتا تو اس قدر دلائل اس میں کبھی جمع نہ ہوسکتے ۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص ۶۲)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مخالفوں کے سامنے بطور دلیل صداقت سابقہ انبیاء کرام کا ذکر کرتے ہیں نہ بطور تعلیم عقیدہ اس لئے ضروری ہے کہ مخالفوں کو ان انبیاء کرام ا اوران کے فعل کا علم ہوتا کہ وہ اس علم کے بعد مرزا قادیانی پر ایمان لائیں۔

برخلاف اس کے مجیب نے جتنے حوالے نقل کئے ہیں وہ سب بطور تعلیم اعتقاد ہیں ان میں ایسا جاننا ضرور نہیں کیونکہ وہ ایمان پر متفرع نہیں۔ناظرین جوان دو میں فرق نہ کرے وہ دھوکہ خور یا دھوکہ دہ ہے اس کا فیصلہ آپ ہی فرما دیجئے

کذب نمبر۲۔ سوسال تک قیامت آئے گی

ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرتﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آئے گی

(ازالہ اوہام۔ص ۲۵۲۔قادیانی خزائن ج ۳ص ۲۲۷)

نوٹ : آنحضرتﷺ کے زمانہ سے سو برس تک قیامت بتانے والی حدیث کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔امت مرزائیہ اس حدیث کا پتہ دے ورنہ مشہور حدیث

من کذب علیّ متعمّدا فلیتبوأ مقعده فی االنّار

جوکوئی مجھ (محمد رسول اللہﷺ) پر جھوٹ لگائے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنائے

سے خوف کریں

اس کے جواب میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے تسلیم کیا ہے کہ:

یہاں قیامت کبری مراد نہیں بلکہ قیامت صغری یعنی موجودہ قرن (طبقہ) کی قیامت ۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۸۶)

جواب الجواب:

اگر مرزا غلام احمد قادیانی ایسا لکھتے جو مجیب نے لکھا ہے تو ہم ان پر کذب کا الزام کیوں لگاتے مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ یہ فقرہ لکھ مارا:

سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آ جائے گی۔

ہمیں تو یہ فکر ہوئی کہ منکرین اسلام مرزا قادیانی جیسے مسیح اور مہدی اور سلطان المتکلمین کا یہ بیان سن کر اسلام اور پیغمبر اسلام کی تکذیب پر اس بیان کو ایک زبردست دلیل نہ بنالیں اور کھلے لفظوں میں کہتے پھریں:

دیکھو جی پیغمبر اسلام کی پیش گوئی کیسی جھوٹی نکلی کہ بجائے سو برس کے آج ساڑھے تیرہ سو سال ہو گئے قیامت نہ آئی پھر اس کے کذب میں کیا شبہ؟ پھر ہم اس کے جواب میں کہتے پھرتے کہ: اصل بیان کذب نہیں اس کے ناقل میں کذب ہے۔ فافہم

کذب نمبر۳۔ هذا خليفة الله

اگر حدیث کے بیان پر اعتبار ہے تو پہلے ان حدیثوں پر عمل کرنا چاہیے جو صحت اور وثوق میں اس حدیث پر کئی درجہ بڑھی ہوئی ہیں مثلاً صحیح بخاری کی وہ حدیثیں جن میں آخری زمانہ میں بعض خلیفوں کی نسبت خبر دی گئی ہے خاص کر وہ خلیفہ جس کی نسبت بخاری میں لکھا ہے کہ آسمان سے اس کے لئے آواز آئے گی کہ هذا خليفة الله المهدى اب سوچو کہ یہ حدیث کس پایہ اور مرتبہ کی ہے جو ایسی کتاب میں درج ہے جو اصح الكتب بعد كتاب الله ہے۔ (شہادۃ القرآن۔ص ۳۱)

نوٹ: یہ حدیث بخاری میں نہیں۔ اتباع مرزا دکھائیں تو ہم مشکور ہوں گے

اس نمبر کے جواب میں بھی مجیب (مولوی اللہ دتا) نے صاف صاف اقرار کیا ہے کہ:

بخاری کے حوالہ کا ذکر صرف سبقت قلم ہے اسے کذب قرار دینا ظلم ہے۔

ہمارے پنجاب کے جاٹ کسی شخص کی تکذیب کرتے ہوئے صاف صاف کہہ دیتے ہیں:

تمہاری بات جھوٹی ہے، یا تم جھوٹ بکتے ہو۔

مگر لکھنوی نزاکت پسند اور لطافت گو کہا کرتے ہیں:

واللہ میں افسوس کرتا ہوں کہ میں جناب کے ارشاد سے متفق نہیں،

مطلب دونوں کا ایک ہی ہے کہ آپ کی بات جھوٹ ہے قادیانی مجیب نے

قادیان کے نمک کا لحاظ رکھ کر کیا لطافت سے کہا ہے: بخاری کا نام سبقت قلم ہے۔، اللہ اکبر! سبقت بھی دست مرزا کی نہیں قلم مرزا کی۔ کسی عاشق نے کیا خوب کہا ہے

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل
لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے
کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

اگر مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی سے سبقت قلم ہوئی ہے تو ان کے اتباع اسے درست کر دیں۔ مگر وہ بھی کیسے کریں ان کا تو اصول ہی یہ ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

کذب نمبر۴۔ یخرج دجال

نسائی نے ابو ہریرہ سے دجال کی صفت میں آنحضرت ﷺ سے یہ حدیث لکھی ہے: یخر ج آخر الز ما ن د جا ل یختلو ن الد نیا بالدین یلبسو ن للناس جلود الضان السنتهم ا حلی من العسل و قلوبهم قلو ب الذ ئا ب یقو ل الله عز و جل ابی یفترو ن ام علی یجترون (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص۷۳)

نوٹ: یہ حدیث (دال) کے ساتھ (دجال کی صورت میں) حدیث شریف کی کسی کتاب میں نہیں البتہ ر کے ساتھ (رجال کی صورت میں) آئی ہے۔

اس نمبر میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے جس کیفیت سے اپنی دیانت اور امانت کا جنازہ اٹھایا ہے قابل افسوس ہے لکھا ہے:

گویا (گویا نہیں یقیناً) صرف دجال اور رجال کے دال اور راء کا اختلاف ہے اور مولوی صاحب کا دعوی ہے کہ دال کے ساتھ دجال کی صورت میں یہ حدیث شریف کی کسی کتاب (کسی صحیح کتاب میں نہیں) میں نہیں۔ اس لئے ہم کتاب کا حوالہ لکھ دیتے ہیں ملاحظہ ہو (کنز العمال جلد ۷ مطبوعہ دائرۃ المعارف

نظامیہ حیدر آباد دکن) جلد سابع ص۸ یخر ج فی آ خر الز ما ن د جال یختلو ن بالدین یلبسو ن للناس جلود الضا ن ... الخ ن عن ابی هریره۔ قلمی نسخہ میں بھی د جا ل بالدال صاف طور پر لکھا ہوا ہے مخدوم بیگ عفی عنہ مدرس مدرسہ نظامیہ۔(تجلیات رحمانیہ۔ص۹۲)

(خدا کی شان ہے چونکہ مجیب نے مرزا قادیانی کے کذب کوصدق ثابت کرنے تہیہ کیا۔ اس لئے خدا نے اس کوبھی کذب سے آلودہ کیا یعنی صفحہ ۸ پر یہ روایت نہیں بلکہ صفحہ۱۷۴ پر ہے۔مولف)

جواب الجواب:

ہم جانتے ہیں اور اعتراض کرنے سے پہلے ہی جانتے تھے کہ کنز العمال مطبوعہ حیدرآباددکن میں یہ روایت دال کے ساتھ ہے مگر یہ گمان ہم نہ کرتے تھے کہ کوئی قادیانی کذب کا اتنا حامی ہوگا جو اس دال کی حمایت بھی کریگا الی اللہ المشتکی سنئے جس مطبوعہ کتاب سے آپ نے یہ روایت نقل کی ہے اس کے چھاپنے والوں نے اس کتاب کے غلط ہونے کے حق میں خود اعتراف کیا ہے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

حیث ان النسخ المنقو لة عنها کثر ت فیها التصا حیف و الاغلا ط و لم نجد نسخه جمع الجوا مع و لا الز یا دا ت فلم نقدر علی التصحیح التا م و املا ء البیاضا ت التی تر کت فی الا صل فالما مو ل ممن قدر علی ذ لك ان یکملها و یصحها و لا یجعلنا هذا فلسها م الظعن هذا و السلا م (جلد ۸ ص ۳۵۰)

بتائیے جس کتاب کا ناشر (پبلشر) اس کی صحت کا ذمہ دار نہ بنتا ہو آپ ایسی کتاب کوسند میں کیوں کر پیش کرتے ہیں۔اور سنئے

اسی کنز العمال کا ملخص مسند احمد کے حاشیہ پر مصر میں چھپا ہے یہ تو یقینی بات ہے کہ مصر میں بہ نسبت ہندوستان کے تصحیح زیادہ ہوتی ہے اس ملخص میں یہ حدیث درج ہے اس میں رجال (بالراء) مرقوم ہے (مسند احمد ج۶ ص۱۱)

علاوہ اس کے خود لفظ بتا رہا ہے کہ مرزا قادیانی کی منقولہ عبارت غلط ہے کیونکہ دجال (بالدال) صیغہ مفرد ہے اس کیلئے صیغہ جمع (یختلسو ن) نہیں آ سکتا۔اس بات کو ادنی طالب علم بھی جانتے ہیں لیکن خودغرضی کا برا ہو کہ وہ باخبر انسان کوبھی بے خبر کر دیتی ہے

کذب نمبر ۵۔ حضرت ابو ہریرہ

تفسیر ثنائی میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص تھا۔

(ضمیمہ براہین ج ۵ ص ۲۳۴۔ قادیانی خزائن ج ۲۱ ص ۴۱۰)

نوٹ: تفسیر ثنائی سے مراد اگر وہ تفسیر ہے جو علم کے لحاظ سے ثنائیہ (مصنفہ خاکسار ابوالوفا ثناء اللہ) ہے تو صریح جھوٹ ہے اور اگر تفسیر ثنائی سے مراد وہ ہے جو مصنف کے لحاظ سے ثنائی ہے یعنی مصنفہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم موسومہ تفسیر مظہری تو بھی جھوٹ ہے اس میں بھی یہ فقرہ ہرگز نہیں قادیانی دکھائیں تو شکریہ لیں۔

اس کے جواب میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے کمال .. بہت سی ادھر ادھر کی کہتے ہوئے لکھا ہے کہ:

> حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ابو ہریرہ کو ناقص فہم کہنے اور تفسیر ثنائی کی طرف نسبت کرنے الفاظ کا دعوی تو یہ کیا تھا بلکہ ایسی عبارتوں میں مفہوم مراد ہوتا ہے تفسیر مظہری (ثنائی) میں حضرت ابو ہریرہ کی اس تاویل کو ان کی خطا قرار دیا گیا ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۹۴)

مطلب یہ ہے کہ چونکہ ایک جگہ قاضی ثناء اللہ پانی پتی مرحوم نے حضرت ابو ہریرہؓ کی تفسیر سے اختلاف کیا لہذا مرزا غلام احمد قادیانی کو حق حاصل ہو گیا کہ ابو ہریرہ صحابی کو ناقص الفہم لکھ دیں بہت خوب

مرزائی دوستو! ذرہ ہوش سے سننا

مرزا غلام احمد نے سورہ مریم کی آیات متعلقہ ولادت مسیح سے یہ سمجھا ہے کہ، حضرت مسیح بے باپ پیدا ہوئے تھے (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۶۸)۔ ان کے راسخ الاعتقاد مرید محمد علی لاہوری اور ڈاکٹر بشارت احمد وغیرہ کہتے ہیں یہ خیال غلط ہے کہ بے باپ پیدا ہوئے تھے بلکہ باپ سے تولد ہوئے تھے۔ اس پر ہمارا حق ہے کہ ہم یہ لکھ دیں کہ:

> محمد علی لاہوری کہتے ہیں مرزا قادیانی قرآن فہمی میں ناقص الفہم تھے؟

مرزائیو! آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

کذب نمبر۶۔ سارے نبیوں کی زبانی

ہاں! میں وہی ہوں جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا اور پھر خدا نے ان کی معرفت بڑھانے کے لئے منہاج نبوت پر اس قدر نشانات ظاہر کئے کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں۔ (فتاوی احمدیہ جلد اول۔ص ۵۱)

نوٹ: سارے نبیوں کے وعدہ کو ہم بھی دیکھنا چاہتے ہیں۔

کذب نمبر۷۔ میں خدا کی مانند ہوں

اور اس جگہ جو میری نسبت کلام الٰہی میں رسول اور نبی کا لفظ اختیار کیا ہے کہ یہ رسول اور نبی اللہ ہے اطلاق مجاز اور استعارہ کے طور پر ہے کیونکہ جو شخص خدا سے براہ راست وحی پاتا ہے اور یقینی طور پر خدا اس سے مکالمہ کرتا ہے جیسا کہ نبیوں سے کیا اس پر رسول یا نبی کا لفظ بولنا غیر موزوں نہیں ہے بلکہ یہ نہایت فصیح استعارہ ہے اسی وجہ سے صحیح بخاری اور صحیح مسلم اور انجیل اور دانیال اور دوسرے نبیوں کی کتابوں میں بھی جہاں میرا ذکر کیا گیا ہے وہاں میری نسبت نبی کا لفظ بولا گیا ہے اور بعض نبیوں کی کتابوں میں میری نسبت بطور استعارہ فرشتہ کا لفظ آگیا ہے اور دانیال نبی نے اپنی کتاب میں میرا نام میکائیل رکھا ہے اور عبرانی میں لفظی معنی میکائیل کے ہیں خدا کی مانند

(قادیانی اربعین نمبر۳ حاشیہ ص ۲۵۔ قادیانی خزائن ج ۱۷ حاشیہ ص ۴۱۳)

اس کے جواب میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) بڑا پریشان ہوا ہے جو کچھ کہا اس کا ملخص یہ ہے:

حدیث میں آنحضرت ﷺ فرماتے ہیں تخلقوا باخلاق اللہ اللہ تعالے کے اخلاق اپنے اندر پیدا کرو۔ تو کیا اس آیت اور اس حدیث کا یہ منشاء ہے کہ خدا بن جاؤ، نہیں بلکہ علی قدر مراتب مشابہت پیدا کرنا مراد ہے۔ اسی طرح دانیال کی پیش گوئی میں ہے اس پر اعتراض کیسا؟ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۰۰)

جواب الجواب

تخلقوا والی حدیث شریف کے معنی یہ ہیں کہ جس طرح خدا تعالی مخلوق پر

رحیم ہے تم بھی حسب مقدور رحم کیا کرو ۔ جس طرح خدا ستار العیوب ہے تم بھی حتی المقدور پردہ پوشی کیا کرو ۔ یہ تو نہیں کہ تم خدا کی مانند بن جاؤ۔ اچھا اگر کوئی شخص کسی مرزائی عالم کو کہے کہ تم بھی مرزا قادیانی کے اخلاق سیکھو تو کیا اس کے یہ معنی ہوں گے کہ تم مرزا قادیانی کی طرح نبی، رسول، مہدی، مسیح، کرشن وغیرہ بن جاؤ؟ ہرگز نہیں پس تخلقوا کے معنی بھی یہ نہیں کہ خدا کی مانند بن جاؤ بلکہ یہ ہیں کہ خدا کی صفات میں سے حسب طاقت بشریہ بہرہ یاب ہو۔ نہ کہ خدائی کے مدعی بن بیٹھو

کذب نمبر ۸ ۔ میں خواب میں اللہ ہو گیا

ر أیتنی فی المنام عین اللہ و تیقنت اننی ھو. میں نے خواب میں دیکھا میں (مرزا) اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں

(آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۵۶۴)

اس نمبر کے جواب میں مجیب نے ایک حدیث پیش کی ہے جس میں ذکر ہے مومن جب نوافل بہت پڑھتا ہے تو خدا اس کے کان آنکھ ہو جاتا ہے اسی کے ساتھ مولانا اسماعیل شہید کا قول لکھا ہے کہ عشق الٰہی کے دریا میں تیرنے والا کبھی انا الحق کہہ اٹھتا ہے کبھی لیس فی جبتی سوی اللہ کہتا ہے ۔اس سے نتیجہ نکالا ہے:

یہ ایک فناء الفنا کا مقام ہے جس سے خشک زاہدوں کو کوئی نسبت نہیں

جواب الجواب:

حدیث شریف کا مطلب تو یہ ہے کہ یہ بندہ اپنے کانوں آنکھوں اور ہاتھوں کو میرے کام میں لگا دیتا ہے میری مرضی اس کی مرضی ہوتی ہے اس سے یہ کسی طرح ثابت نہیں ہوتا کہ وہ خود خدا بن جاتا ہے مولانا اسماعیل شہید مرحوم نے بھی دراصل وہی کہا ہے جو حدیث کا مطلب ہے لیس فی جبتی سے مراد دل ہے یہ حضرت جنید کا قول ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ میرے دل میں اللہ تبارک وتعالیٰ کے سوا کوئی چیز نہیں آمنا و صدقنا

انا الحق کہنے کی صحیح تشریح یہ ہے کہ دراصل حکایت من الواجب ہوتی ہے یعنی قال اللہ انا لحق لا غیری بالکل صحیح ہے ۔ہم حیران ہیں کہ مرزا غلام

احمد قادیانی منہاج نبوت پر آنے کے مدعی ہیں لیکن وہ ایسے الفاظ موہم شرک بولتے ہیں جو کسی نبی کے منہ سے کبھی نہ نکلے ہوں لطف یہ ہے کہ اسی حوالے کے قریب ہی یہ بھی لکھا ہے کہ میں نے اسی حالت خدائی میں آسمان اور زمین بنا دیئے اور میں نے کہا اب ہم آدم کا سلسلہ پیدا کریں گے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۶۵)

کیا یہ فناء الفناء ہے یا ادعا بقا؟

کذب نمبر۹۔ تمام نبیوں نے میرے آنے کی خبریں دیں

میرے خدا نے عین صدی کے سر پر مجھے مامور فرمایا اور جس قدر دلائل میرے سچا ماننے کیلئے ضروری تھے وہ سب دلائل تمہارے لئے مہیا کر دیئے اور آسمان سے لے کر زمین تک میرے لئے نشان ظاہر کئے اور تمام نبیوں نے ابتداء سے آج تک میرے لئے خبریں دی ہیں۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص ۶۲)

کذب نمبر۱۰: خدا قادیان میں

خدا قادیان میں نازل ہوگا۔ (تذکرہ۔ص ۴۳۷ طبع سوم)

کذب نمبر۱۱۔ خدا خود اتر آئے گا

اور میرے وقت میں فرشتوں اور شیاطین کا آخری جنگ ہے اور خدا اس وقت وہ نشان دکھائے گا جو اس نے کبھی نہیں دکھائے گویا خدا زمین پر خود اتر آئے گا جیسا کہ فرماتا ہے یوم یأتی ربک فی ظلل من الغمام۔ یعنی اس دن بادلوں میں تیرا خدا آئے گا یعنی انسانی مظہر کے ذریعہ سے اپنا جلال ظاہر کرے گا اور اپنا چہرہ دکھائے گا۔ (حقیقت الوحی۔ص ۱۵۴)

یہ آیت کون سے پارہ کی ہے؟

ناظرین کرام یہ نمونہ ہے ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی کے کذبات تو بے حساب ہیں۔ باب دوم اور باب سوم کو خوب یاد رکھئے کیونکہ

میرے محبوب کے دو ہی پتے ہیں
کمر پتلی صراحی دار گردن

قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے نمبر ۱۰ کا جواب نہیں دیا۔نمبر ۱۱ کی بابت ادھر اودھر کی بتا کر مطلب کی بات اتنی کہی کہ

قادیان کو رحمت الٰہی اور انوار آسمانی کا مہبط بنایا گیا ہے ایسا ہی نشانات کیکثرت نزول الرب کی ظاہری علامت ہے (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۱۰۵)

مطلب یہ کہ ظاہر الفاظ مراد نہیں بلکہ تاویل ہے ہم سمجھتے ہیں کہ مجیب نے ہماری بات نہیں سمجھی۔آپ پھر غور کریں مرزا غلام احمد قادیانی کا قول ہے

گویا خدا زمین پر خود اترے گا جیسا کہ وہ فرماتا ہے

یو م یا تی ر بك فی ظلل من الغما م۔

اس عبارت میں دو کذب ہیں۔

۱۔ بڑا بھاری کذب یہ ہے کہ جو الفاظ خداوندی کہہ کر نقل کئے ہیں یعنی یو م یا تی یہ قرآن مجید میں نہیں۔

۲۔دوسرا کذب یہ ہے کہ اس مکذوبہ آیت کو مکذوب مصداق پر لگایا یعنی اس کو اپنے حق میں چسپاں کیا ہے حالانکہ قرآن مجید میں اس کا ذکر ہی نہیں کہ خدا بادلوں میں آئے گا مختصر یہ کہ آیت جھوٹی بنائی ایک کذب، اس کو اپنے حق میں لگایا دوسرا کذب۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کذب کو صدق بنانے کے لئے مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے بڑی جرأت کی مگر اس جگہ اس سے یہ ہمت نہ ہوئی کہ ہماری مطلوبہ آیت قرآن مجید میں دکھا دیتے، حالانکہ ہم نے اسی صفحہ پر تقاضا کیا تھا جو مجیب نے پڑھا اور (حقیقت الوحی۔ص ۱۵۴) سے عبارت نقل کی، مگر مکذوبہ آیت کو ہاتھ بھی نہ لگایا، باوجود اس کے کہتے ہیں:

ہم جملہ اعتراضات سے فارغ ہو گئے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۰۵)

آپ نے جو جواب دیئے استاد غالب ان کی پہلے ہی تصدیق کر گئے ہیں

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

نوٹ: فاضل مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے خوب لکھا ہے:

مصنف تعلیمات مرزا نے ساری عمر کی کدوکاوش کے باوجود جو تعداد

(کذبات) درج کی ،وہ گیارہ ہے ۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۸۰)

محدثین کے اصول پر کسی راوی کا حدیث میں ایک جھوٹ بھی ہمیشہ کیلئے باعث ذلت ہوتا ہے آج کل کی عدالتوں میں بھی ایک جھوٹ باعث رسوائی ہے مگر قادیانی عرف عام میں گیارہ کی تعداد بھی کم ہے کیوں؟

پنجابی کہا کرتے ہیں: جاٹ کی ۴۵ پتیں ہوتی ہیں ۔

یعنی جاٹ کی ۴۵ عزتیں ہوتی ہیں اس لئے ایک دو کے جانے سے اس کا کوئی خاص نقصان نہیں ہوتا

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

اطلاع: ناظرین یقین کیجئے یہ گیارہ کا عدد بطور مثال ہے ان میں حصر نہیں ۔

چوتھا باب: نشانات مرزا

اس باب میں وہ امور ذکر ہوں گے جن کو مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی صداقت کا معیار بتا کر ملک کی عام زبان (اردو) میں شائع کئے ہیں ہم ان کو بلا تاویل وتحریف اصلی صورت میں پیش کرتے ہیں

ا۔ مسیح موعود کے وقت اسلام ساری دنیا میں پھیل جائے گا

هو الذى ارسل رسوله بالهدى و دين الحق ليظهره على الدين كله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا ۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا ۔' (براہین احمدیہ حاشیہ۔ص ۴۹۹۔۴۹۸)

اس نمبر کا جواب الگ نہیں دیا کیونکہ اس میں گنجائش نہیں عبارت صاف ہے

۲۔میرے زمانے میں تمام اقوام ایک قوم مسلم ہو جائے گی

چونکہ آنحضرتﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرتﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہو گیا۔کیونکہ جو آخری کام آپ کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں ۔زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔اور اس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرتﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین كله

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئیگا' (چشمہ معرفت ص۸۳۔۸۲)

نوٹ: ناظرین ! کیا ایسا ہو گیا کہ تمام اقوام دنیا اس مدعی مسیح موعود (مرزا) کے وقت میں ایک ہی قوم بن گئیں۔فیصلہ با انصاف ناظرین کے ہاتھ میں ہے

اس کے جواب میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے اتنا تو تسلیم کیا ہے کہ:

مسیح موعود کے زمانہ میں وحدت مذہبی ہونی مقدر ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۰۷)

مگر:

مسیح موعود (مرزا) کے زمانہ سے مراد تین سو سال ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۰۰)

جس سے غرض مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی بھی یہ ہے کہ موجودہ معترضین تین سو سال تک خاموش رہیں بعد میں جو ہوگا دیکھے گا ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ مخلوق خدا کو اتنا کم عقل کیوں جانتے ہیں یا خود اتنی کم عقلی کا ثبوت دیتے ہیں کیا کوئی پرائمری لڑکا بھی اس عبارت کا مطلب یہ سمجھ سکتا ہے کہ مسیح موعود کے وقت سے مراد تین سو سال بعد کا زمانہ ہے۔

ناظرین کرام! ہماری منقولہ عبارت کا آخری فقرہ ملاحظہ کریں جو یہ ہے:

یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔

نوٹ: ناظرین مزید توضیح کے لئے اسی باب کا نمبر ۱۴ ملا کر پڑھیں تو مضمون بالکل واضح ہو جائے گا۔ان شاءاللہ

۳۔ مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے

یادرہے کہ اسی زمانہ کی نسبت مسیح موعود کے ضمن بیان میں آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبر دی ہے جو صحیح مسلم میں درج ہے اور فرمایا

لیترکن القلاص فلایسعی علیھا

یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنی کی سواری موقوف ہو جائے گی۔کوئی ان پر سوار ہو کر ان کو نہیں دوڑائے گا۔اور یہ ریل کی طرف اشارہ تھا کہ اس کے نکلنے سے اونٹوں کے دوڑانے کی حاجت نہیں رہے گی۔

اور اونٹ کو اس لئے ذکر کیا کہ عرب کی سواریوں میں سے بڑی سواری اونٹ ہے جس پر وہ اپنے مختصر گھر کا تمام اسباب رکھ کر پھر سوار بھی ہو سکتے ہیں۔اور بڑے کے ذکر میں چھوٹا خود ضمناً آجاتا ہے۔

پس حاصل مطلب یہ تھا کہ اس زمانہ میں ایسی سواری نکلے گی کہ اونٹ پر بھی

غالب آ جائے گی جیسا کہ دیکھتے ہو کہ ریل کے نکلنے سے قریباً تمام کام جو اونٹ کرتے تھے اب ریلیں کر رہی ہیں۔

پس اس سے زیادہ صاف اور منکشف اور کیا پیش گوئی ہوگی۔ چنانچہ اس زمانہ کی قرآن شریف نے بھی خبر دی ہے جیسا کہ فرماتا ہے

و اذا العشار عطلت

یعنی آخری زمانہ وہ ہے جب کہ اونٹنی بے کار ہو جائے گی۔

یہ بھی صریح ریل کی طرف اشارہ ہے۔

اور وہ حدیث اور یہ آیت ایک ہی خبر دے رہی ہیں اور چونکہ حدیث میں صریح مسیح موعود کے بارے میں یہ بیان ہے اس لئے یقیناً یہ استدلال کرنا چاہیے کہ یہ آئت بھی مسیح موعود کے زمانہ کا حال بتلا رہی ہے۔

اور اجمالاً مسیح موعود کی طرف اشارہ کرتی ہے پھر جو لوگ باوجود ان آیات بینات کے جو آفتاب کی طرف چمک رہی ہیں ان پیش گوئیوں کی نسبت شک کرتے ہیں۔ (شہادۃ القرآن ص۱۲۔۱۳۔قادیانی خزائن ج۶ ص ۳۰۸۔۳۰۹)

۴۔اس کی تائید میں:

آسمان نے بھی میری لیے گواہی دی اور زمین نے بھی۔مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا۔ میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ وَاِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر : ۴) پوری ہوئی۔ اور پیش گوئی حدیث ولیترکن القلاص فلا یسعی علیھا نے اپنی پوری چمک دکھلا دی۔ یہاں تک کہ عرب اور عجم کے ایڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے‘(اعجاز احمدی ص۲)

قادیانی دوستو! کیا مکہ مدینہ کے درمیان مرزا قادیانی کی زندگی میں یا بعد ان کے آج تک ریل جاری ہوئی۔کیا راجپوتانہ، بلوچستان، مارواڑ، سندھ، عرب،

مصر اور سوڈان وغیرہ مما لک میں اونٹ بے کار ہو گئے ۔ فیصلہ آپ کے ہاتھ ہے۔

اس نمبر کا جواب مجیب نے دیا ہے کہ اونٹنیاں ترک کرنے کی بابت:

احادیث میں کسی ملک کا نام نہیں آیا عام پیش گوئی ہے مسیح موعود (مرزا) نے بھی اس پیش گوئی کو مطلق ہی قرار دیا ہے کسی ملک سے مخصوص نہیں فرمایا لہذا مولوی (ثناء اللہ) صاحب کا مخصوص مقامات (مکہ مدینہ وغیرہ) کے متعلق استفسار در حقیقت پیش گوئی کی حقیقت اور حضرت مسیح موعود کی عبارت سے ناواقفی کی بنا پر ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۱۱۔۱۱۲)

اسکے جواب میں ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک طویل عبارت نقل کرتے ہیں جو فیصلہ کن ہے۔ ناظرین اسے بغور ملاحظہ کر کے اس فیصلہ پر بھی قادر ہو جائیں گے کہ مرزا قادیانی کی تصنیفات سے کون ناواقف ہے اور کون محرف ۔ بہر حال وہ عبارت یہ ہے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے حق میں آسمانی نشان کسوف وخسوف بیان کر کے لکھتے ہیں؛

زمین کا نشان وہ ہے جس کی طرف آیت کریمہ قرآن شریف کی یعنی و اذا العشار عطلت اشارہ کرتی ہے جس کی تصدیق میں مسلم میں یہ حدیث موجود ہے و یترك القلاص فلا یسعی علیھا .

خسوف کسوف کا نشان تو کئی سال ہوئے جو دو مرتبہ ظہور میں آ گیا ، اور اونٹوں کے چھوڑے جانے اور نئی سواری کا استعمال اگر چہ بلاد اسلامیہ میں قریباً سو سال سے عمل میں آ رہا ہے، لیکن یہ پیش گوئی اب خاص طور پر مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کی ریل تیار ہونے سے پوری ہو جائے گی کیونکہ وہ ریل جو دمشق سے شروع ہو کر مدینہ میں آئے گی ، وہی مکہ معظّمہ میں آئے گی اور امید ہے کہ بہت جلد صرف چند سال تک یہ کام تمام ہو جائے گا۔ تب وہ اونٹ جو تیرہ سو برس سے حاجیوں کو لے کر مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے ، یک دفعہ بے کار ہو جائیں گے اور ایک انقلاب عظیم عرب اور بلاد شام کے سفروں میں آ جائے گا۔ چنانچہ یہ کام بڑی سرعت سے ہو رہا ہے اور تعجب نہیں کہ تین سال کے اندر اندر یہ ٹکڑا مکہ اور مدینہ کی راہ کا تیار ہو

جاوے اور حاجی لوگ بجائے بدووں کے پتھر کھانے کے طرح طرح کے میوے کھاتے ہوئے مدینہ منورہ میں پہنچا کریں۔ بلکہ غالباً معلوم ہوتا ہے کہ کچھ تھوڑی ہی مدت میں اونٹ کی سواری تمام دنیا میں سے اٹھ جائے گی اور یہ پیش گوئی ایک چمکتی ہوئی بجلی کی طرح تمام دنیا کو اپنا نظارہ دکھائے گی اور تمام دنیا اس کو بچشم خود دیکھے گی اور سچ تو یہ ہے کہ مکہ اور مدینہ کی ریل کا تیار ہو جانا گویا تمام اسلامی دنیا میں ریل کا پھر جانا ہے کیونکہ اسلام کا مرکز مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ ہے .. ذرا اس وقت کو سوچو کہ جب مکہ معظّمہ سے کئی لاکھ آدمی ریل کی سواری میں ایک ہیئت مجموعی میں مدینہ کی طرف جائے گا یا مدینہ سے مکہ کی طرف آئیگا تو اس نئی طرز کے قافلہ میں عین اس حالت میں جس وقت کوئی اہل عرب یہ آیت پڑھے گا کہ و اذا العشا ر عطلت یعنی یاد کر وہ زمانہ جب کہ اونٹنیاں بے کار کی جائیں گی اور ایک حمل دار اونٹی کا بھی قدر نہ رہے گا جو اہل عرب کے نزدیک بڑی قیمتی تھی اور یا جب کوئی حاجی ریل پر سوار ہو کر مدینہ کی طرف جاتا ہوا یہ حدیث پڑھے گا و يترك القلاص فلايسعى عليها یعنی مسیح موعود کے زمانہ میں اونٹنیاں بے کار کی جائیں گی اور ان پر کوئی سوار نہ ہوگا، تو سننے والے اس پیش گوئی کو سن کر کس قدر وجد میں آئیں گے، اور کس قدر ان کا ایمان قوی ہوگا۔ جس شخص کو عرب کی پرانی تاریخ سے کچھ واقفیت ہے وہ خوب جانتا ہے کہ اونٹ اہل عرب کا بہت پرانا رفیق اور عربی زبان میں ہزار کے قریب اونٹ کا نام ہے۔ اور اونٹ سے اس قدر قدیم تعلقات اہل عرب کے پائے جاتے ہیں کہ میرے خیال میں بیس ہزار کے قریب عربی زبان میں ایسا شعر ہوگا جس میں اونٹ کا ذکر ہے۔ اور خدا تعالی خوب جانتا ہے کہ کسی پیش گوئی میں اونٹوں کے ایسے انقلاب عظیم کا ذکر نا اور اس سے بڑھ کر اہل عرب کے دلوں پر اثر ڈالنے کیلئے اور پیش گوئی کی عظمت ان کے طبیعتوں میں بٹھانے کے لئے اور کوئی راہ نہیں۔

اسی وجہ سے یہ عظیم الشان پیش گوئی قرآن شریف میں ذکر کی گئی ہے جس

سے ہر ایک مومن کو خوشی سے اچھلنا چاہیے کہ خدا نے قرآن شریف میں آخری زمانہ کی نسبت جو مسیح موعود اور یاجوج ماجوج اور دجال کا زمانہ ہے، یہ خبر دی ہے کہ اس زمانہ میں یہ رفیق قدیم عرب کا یعنی اونٹ جس پر وہ مکہ سے مدینہ کی طرف جاتے تھے اور بلاد شام کی طرف تجارت کرتے تھے ہمیشہ کے لئے ان سے الگ ہو جائے گا۔ سبحان اللہ کس قدر روشن پیش گوئی ہے یہاں تک کہ دل چاہتا ہے کہ خوشی سے نعرے ماریں کیونکہ ہماری پیاری کتاب اللہ قرآن شریف کی سچائی منجانب اللہ ہونے کے لئے یہ ایک ایسا نشان دنیا میں ظاہر ہو گیا ہے کہ نہ توریت میں ویسی بزرگ اور کھلی پیش گوئی پائی جاتی ہے، نہ انجیل میں اور نہ دنیا کی کسی اور کتاب میں۔

(تحفہ گولڑویہ۔ ص ۶۴۔ قادیانی خزائن۔ ج ۱۷ ص ۱۹۶۔ ۱۹۷)

قادیانی دوستو! سنتے ہو تمہارے نبی مرزا غلام احمد قادیانی نے عرب کی خصوصیت کس طرح فرمائی ہے اور تمہارے قابل مصنف مجیب نے اس خصوصیت کو کیسے دکھایا ہے اسی کو کہتے ہیں: من چہ گوئم وطنبورہ من چہ گوید

۵۔ مسیح موعود بعد دعوی چالیس سال زندہ رہے گا

حدیث سے صرف اس قدر معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود اپنے دعوی کے بعد چالیس برس تک دنیا میں رہے گا۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۲۷)

۶۔ مرزا قادیانی نے کب دعوی کیا

لطیفہ: چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے...

... مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام پر توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں۔ بلکہ (مولانا امرتسری حاشیئے میں لکھتے ہیں؛

اہل علم اہل انصاف اس بلکہ کو ملاحظہ کریں ۔ نام تو ہے غلام احمد ۔ چنانچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں ۔مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام بتاتے ہیں ۔ سچ ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب گر بہ شاشید گفت باراں شد) میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں ۔

(ازالہ اوہام طبع اول ۔ص ۱۸۶ ۔ ۱۸۵)

نوٹ : بقوائے عبارت ہذا ۱۳۰۰ ہجری مرزا قادیانی کی بعثت کا زمانہ ہے انتقال آپ کا ربیع الثانی ۱۳۲۶ھ مطابق ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا حساب لگا لیجئے بعد دعوی ۲۶ سال رہے ۔

ان دونمبروں کے جواب میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) بہت پریشان ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس کے قلم اور دل میں سخت نزاع ہو رہی ہے آخر قلم چونکہ ظاہری آلہ ہے اس لئے ظاہری دباؤ سے متاثر ہو کر روانی میں مندرجہ ذیل عبارت لکھ گیا:

حضرت مسیح موعود کو ۱۲۹۰ھ سے قبل ہی سلسلہ الہامات شروع ہو چکا تھا براہین احمدیہ کی اشاعت سے بھی قریباً چھ سات سال پیشتر کشوف رؤیا اور اللہ تعالیٰ کا کلام نازل ہو رہا تھا اور ۱۲۹۰ کے آنے پر حضور ماموریت کے مکالمہ مخاطبہ سے مشرف ہوئے جیسا کہ حضور (قادیانی) نے خود تحریر فرمایا ہے :

یہ عجیب امر ہے اور اس میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ نوّے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا۔ (حقیقت الوحی) ۔

اس حساب سے سلسلہ الہام کی عمر چالیس سال ہوتی ہے اور اگر صرف ماموریت کے الہامات سے ہی ابتداء مانی جائے تو بھی ۳۷ سال کے قریب بن جاتے ہیں اور عربی کے عام دستور کے مطابق کسروں کو حذف کر کے اسے اربعین (چالیس سال) کہنا بھی درست ہے ۔ پس اگر براہین احمدیہ کے الہامات سے ہی دعوی کی ابتداء ہو تو بہر صورت چالیس برس بن جاتے ہیں اور اعتراض کرنا غلطی ہے (تجلیات رحمانیہ ۔ص ۱۱۵)

جواب الجواب

ہم نے ان لوگوں پر احسان کیا تھا کہ اصل مدت نہیں لکھی بلکہ زیادہ لکھی چونکہ یہ لوگ ناسپاس ہوئے ہیں اس لئے ہم اصل بات لکھتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے ادعا کے مطابق ان کی عمر کے تین حصے ہیں

ا۔کشف ورؤیا۔۲۔ ماموریت الٰہیہ۔۳۔ دعوی مسیحیت موعودہ

یہاں سوال دعوی مسیحیت موعودہ ہے۔اسی کے متعلق حدیث مرقومہ آئی ہے چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

مسیح موعود اپنے دعوی کے بعد چالیس برس تک دنیا میں رہے گا۔

اس امر کی تحقیق کرنی ہو تو مرزا قادیانی کی تصنیفات دیکھئے براہین احمدیہ جو ۱۲۹۷ھ میں چھپی اور ملک میں شائع ہوئی اس میں مرزا قادیانی، مسیح موعود حضرت عیسی مسیح علیہ السلام کو مانتے ہیں۔ (براہین احمدیہ۔ص ۴۹۹)

اس کے بعد سب سے پہلی کتاب جس میں مسیح موعود کا دعوی آپ نے کیا ہے فتح اسلام ہے جس کے سرورق پر ۱۳۰۸ھ لکھا ہے۔

اس رسالہ کی اشاعت پر شور ہوا تو آپ نے اپنے دعوی کے اثبات کے لئے ازالہ اوہام طبع کرایا جس پر ۱۳۰۸ھ لکھا ہے۔

ان دو کتابوں سے پہلے کسی تحریر مرزا میں دعوی مسیحیت موعودہ نہیں ملتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا انتقال ۱۳۲۶ھ میں ہوا۔

اس تحقیق انیق سے مرزا آنجہانی بعد دعوی مسیحیت موعودہ صرف اٹھارہ سال دنیا میں رہے حالانکہ آپ کو چالیس سال تک رہنا چاہیے تھا۔

قادیانی مجیب نے جو حوالے نقل کئے ہیں وہ کشف اور الہام کے متعلق ہیں دعوی مسیحیت کے متعلق نہیں دعوی مسیحیت موعودہ ۱۳۰۸ھ میں کیا ہے، اس سے قبل نہیں۔ ہے تو دکھاؤ

گر ز عشقت خبرے ہست بگو اے واعظ
ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغان چیزے نیست

۷۔ مسیح موعود کی وفات کا وقت ۱۳۳۵ ہجری ہے

پھر آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال تیرہ سو پینتیس برس لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت یہاں فرمایا ہے

(حقیقت الوحی۔ص۲۰۰)

۸۔اس کی تشریح

دانی ایک نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخرالزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفیٰ ﷺ) جب بارہ سونوے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور ۱۳۳۵ ہجری تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی کی ۳۵ برس برابر کام کرتا رہے گا اب دیکھو اس پیش گوئی میں کس قدر تصریح سے مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی قرار دی گئی۔اب بتلاؤ کیا اس سے انکار کرنا ایمان داری ہے۔

(تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۶)

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی ۱۳۲۶ ہجری مطابق ۱۹۰۸ء میں انتقال کر گئے

قادیانی دوستو! ۲۶، اور ۳۵ میں نو سالوں کا فرق ہے پھر اتنی جلدی کیا تھی کہ مرزا غلام احمد قادیانی تشریف لے گئے تم لوگوں نے عرض نہ کیا؟

آتے ہی کہتے ہو جانا جانا
ایسا جانا تھا تو جاناں تمہیں کیا تھا آنا

ان نمبروں کے جواب میں جو مجیب نے اپنا ضعف دکھایا قابل رحم ہے۔ اس کی ساری کوشش یہ ہے کہ مرزا قادیانی کے ظہور کو ذرہ اوپر کو کھینچ کر لے جائے پھر ۱۳۲۶ھ ہی ۱۳۳۵ھ بن جائے گا چنانچہ اس کے الفاظ یہ ہیں:

دانیال کی پیش گوئی اور تحفہ گولڑویہ کے الفاظ میں اس مدت کی انتہاء نبی آخرالزمان کے ظہور سے بتائی گئی ہے اور حضور علیہ السلام کا ظہور تاریخ ہجرت سے تیرہ سال اور بعض نے نزدیک دس سال قبل ہوا تھا اس لحاظ سے جب ۱۳۲۶ھ تھا تو آنحضرت ﷺ کے ظہور پر ۱۳۳۵ برس بہر حال گزر چکے تھے اندریں صورت تحفہ گولڑویہ کی عبارت میں لفظ ہجری عام طریق

کے مطابق لکھا گیا ہے وبس۔ اس توجیہ کی صورت میں ابتداء اس کشف سے ہوگی جو حضرت مسیح موعود نے براہین کی تصنیف اور اسلام کے احیاء کے متعلق ۱۸۶۴ء کے قریب دیکھا تھا۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۱۷۔۱۱۸)

جواب الجواب

اس نمبر میں ہمیں اس سے مطلب نہیں کہ مرزا قادیانی کا ظہور کب ہوا۔ ہمارا مطلب تو اس عبارت کو غلط ثابت کرنا ہے جو انہوں نے مسیح موعود کے کام کرتے رہنیکا انتہائی وقت ۱۳۳۵ ہجری لکھا ہے۔ ابتداء کی طرف جتنا چاہو کھینچ لو انتہاء اسکی ۱۳۳۵ھ پر ہونی چاہیے حالانکہ ۱۳۲۶ پر ہوئی (یہی جھوٹ ہے)

۹۔ مسیح موعود حج کرے گا

آنحضرت ﷺ نے آنے والے (مسیح) کو ایک امتی ٹھہرایا اور خانہ کعبہ کا حج کرتے اس کو دیکھا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۴۰۹)

نوٹ: صحیح مسلم شریف میں حدیث ہے کہ مسیح موعود حج کرے گا، مرزا غلام احمد قادیانی اس کو تسلیم کرتے ہیں۔

۱۰۔ مسیح موعود کب حج کرے گا

ہمارا حج تو اس وقت ہوگا جب دجال بھی کفر اور دجل سے باز آکر طواف بیت اللہ کرے گا...اور آخر دجالی کا ایک گروہ ایمان لاکر حج کرے گا۔

(ایام الصلح ص ۱۶۹۔قادیانی خزائن ج ۱۴ص ۴۱۶۔۴۱۷)

یعنی مسیح موعود (مرزا قادیانی) دجال (قوم نصاری) کو مسلمان کر کے ان کو ساتھ لے کر حج کریں گے۔

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی نے حج نہیں کیا حالانکہ مسیح موعود کا حج کرنا لازمی ہے جیسا کہ ان کو خود مسلّم ہے۔ ہم بغرض تفہیم ایک الزام کو دو نمبروں میں بیان کرتے ہیں تاکہ مرزا قادیانی کی عبارات پر غور کرنے والے خوب غور کریں مگر مجیب اپنے فرض (جواب دہی) کو جانتا ہے حق کا پہچاننا اس کے فرائض میں نہیں ہے اس لئے وہ بے تامل ہمارے اعتراضات کو محض باتوں میں ٹال دیتا ہے چنانچہ لکھتا ہے:

احادیث میں جہاں مسیح موعود کے طواف خانہ کعبہ کا ذکر ہے اس سے مراد اشاعت دین ہے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے بھی یہی مراد لی ہے۔

(تجلیات رحمانیہ۔ص۱۲۰)

ناظرین للہ غور کریں احادیث رسول پاک ﷺ پر ہاتھ صاف کرنا ان کے بزرگ نے ان کو سکھایا ہے اسی کا اثر ہے کہ اسی طرح اپنے بزرگ کے اقوال پر بھی ہاتھ صاف کرنے لگ گئے۔ کتنا ظلم ہے کہ ہم تو مرزا غلام احمد قادیانی کی تصریح دکھاتے ہیں کہ ایام الصلح میں مسیح موعود کا حج کرنا مانتے ہیں ہاں اس کا وقت وہ بتاتے ہیں جب عیسائی (دجال) مسلمان ہو کر مسیح کے ساتھ حج کو جائیں گے۔ بھلا اس فارسی عبارت کا ترجمہ کیا ہے:

مارا وقتے حج راست وزیبا آید کہ دجال از کفر و دجل دست باز داشتہ ایماناً و اخلاصاً در گرد کعبہ گردد۔ (ایام الصلح حوالہ مذکور)

بتایئے دجال (قوم نصاری) کے اسلام کے بعد مرزا قادیانی کو حج کرنا مناسب اور موزوں تھا پھر اس (حج) سے اشاعت اسلام کیسے مراد ہوئی اشاعت اسلام کرنے سے تو دجال مسلمان ہوگا اور اس کے مسلمان ہو جانے کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا حج کرنا تھا کیا یہ تقدم الشیء علی نفسہ ہے یا تقدم المتا خر علی المتقدم نہیں ہے

اصل جواب قادیانی دوستوں سے یہ تو امید نہیں کہ وہ شکر گزار ہوں تاہم بغیر امید شکریہ ہم اس سوال کا معقول جواب دیتے ہیں وہ یہ ہے

دجال (قوم نصاری) ایسی ضدی اور سڑی ہے کہ مرزا قادیانی کی ساری کوشش پر بھی مسلمان نہ ہوئی تو کیا کرتے۔ آخر کار ان کو اسی ضد میں چھوڑ کر چلے گئے۔

ابھی آ کر کے بیٹھے ہیں، ابھی دامن سنبھالا ہے

مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) صاحب کی جرأت دیکھئے مرزا قادیانی کے حج نہ کرنے کا عذر کس خوبی سے کرتے ہیں؛

سیدنا مسیح موعود پر امن راہ نہ ہونے، صحت کی کمزوری کے باعث نیز زادراہ بصورت نقد جمع نہ ہونے کی وجہ سے حج فرض نہ تھا۔ لہذا آپ کا حج نہ کرنا

مورد اعتراض نہیں ۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۲۲)

جواب الجواب

ہم فاضل مخاطب (مولوی اللہ دتا جالندھری) کے شکرگزار ہیں کہ انہوں نے جو عذر کیا اس سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ خدا تعالی کو منظور تھا کہ مرزا قادیانی حج نہ کر کے عہدہ مسیحیت سے محروم رہیں۔

ناظرین ہم جو بار بار لکھتے ہیں کہ مجیب جواب دینے میں اپنا فرض (نوکری) ادا کرتا ہے تحقیق حق سے اسے مطلب نہیں تحقیق حق منظور ہوتی تو یہ سوچتا کہ جس صورت میں علم الٰہی میں مقدر ہے جس کا اظہار زبان رسالت ﷺ سے ہو چکا ہے کہ مسیح موعود حج کریں گے یہاں تک کہ ان کے احرام کی جگہ (فج الروحاء) بھی بتا دی ہے باوجود اس کے آج کل کے مدعی مسیحیت موعودہ اس سے محروم رہے چاہے بیماری سے رہے یا بدامنی سے رہے بہرحال محروم رہے اس سے صاف ثابت ہوا کہ جس مسیح کے حق میں حج مقدر تھا مرزا غلام احمد قادیانی وہ مسیح نہیں وہ ہوتے تو قدرت خداوندی موانع حج کو خود ہی اٹھا دیتی اور مرزا غلام احمد قادیانی اسی معینہ جگہ سے احرام باندھ کر حج کرتے پس ہمارا حق ہے ہم یہ کہیں کہ مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے ہمارے دعوی کی تردید نہیں کی بلکہ تائید کی ہے۔کیا خوب

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

قابل مجیب نے ایک فقرہ ایسا بھی لکھا ہے جو دراصل حدیث پر اعتراض ہے لیکن درحقیقت وہ ان کے فہم کا قصور ہے۔ مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے لکھا ہے کہ

فج الروحا میقات نہیں مسیح اس جگہ سے احرام کس طرح باندھے گا اس لئے یہ ایک کشف ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۲۲)

جواب: خرابی ساری یہ ہے کہ یہ لوگ جس قدر مرزا غلام احمد قادیانی کی کتابوں پر محنت کرتے ہیں احادیث نبویہ پر اتنی محنت کریں اور کسی واقف فن استاد سے پڑھیں تو حدیث فہمی میں دھکے نہ کھائیں۔

سنئے! میقات جتنے ہیں یہ ان لوگوں کیلئے ہیں جو ان سے باہر کے لوگ ہیں اور جو اندر

ہوں وہ جہاں ہوں وہیں سے احرام باندھ لیں۔مثلاً اہل مدینہ کیلئے ذوالحلیفہ میقات ہے،تو کیا جو ذوالحلیفہ سے اندر مکہ کی جانب رہتے ہیں وہ بھی ذوالحلیفہ جا کر احرام باندھ کر آئیں؟نہیں بلکہ وہ جہاں کہیں ہوں وہیں احرام باندھ لیں۔

حدیث شریف کے الفاظ کا مقتضا یہ ہے کہ ایام حج میں حضرت مسیح موعود دورہ کرتے ہوئے فج الروحا کے قریب ہوں گے اس لئے وہیں سے احرام باندھ لیں گے۔یہی شرعی حکم ہے فا ند فع ما تو هم۔

یوں تو ہر مخالف حدیث کو کشف بنا لینا اور کشف بنا کر اپنے منشاء کے موافق تاویل کر لینا قادیانیوں کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے مگر سمجھ دار بھی دنیا میں موجود ہیں الحمدللہ

۱۱۔آسمانی منکوحہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی

> نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالیٰ کا کلام باطل ہوتا ہے۔(مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ج ۲ص۴۳)

نوٹ: جناب مرزا قادیانی نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی لڑکی کی بابت کہا تھا کہ میرا اس سے نکاح آسمان پر ہو چکا ہے اسی کی بابت فرماتے ہیں کہ آسمانی منکوحہ میرے نکاح میں ضرور آئے گی (انجام آتھم۔ص ۲۱۶)

قادیانی دوستو! کیا یہ نشان پورا ہوا۔ہم تمہاری تحریفات اور تاویلات نہیں سنیں گے۔مرزا قادیانی کہتے ہیں نکاح ٹل جانے سے خدا کا کلام باطل ہو جائے گا خدا کے کلام کو باطل کہنا کفر ہے۔تمہاری مرضی

مجیب نے یہاں وہ کمال کیا جو قادیانی جماعت کے زوال کا باعث ہوگا انشاء اللہ۔لکھا ہے کہ یہ نکاح اس لئے نہ ہوا کہ سلطان محمد (ناکح منکوحہ آسمانی) نہ مرا۔جب وہ مرا نہیں تو نکاح نہ ہونے پر کوئی اعتراض نہیں۔چنانچہ مجیب کے اصلی الفاظ یہ ہیں:

> بے شک حضرت اقدس نے محمدی بیگم کا نکاح میں آنا ضروری بیان فرمایا ہے اسے اٹل قرار دیا ہے مگر کس صورت میں؟ جب کہ سلطان محمد کی موت واقع

ہو جائے (دیکھو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء بار دوم کرامات الصادقین) اگر یہ صورت پیدا ہو جاتی اور نکاح نہ ہوتا تو بے شک خدا کا کلام باطل ٹھہرتا مگر جب سلطان محمد کی موت ہی واقع نہ ہوئی تو یہ اعتراض کرنا خلاف دیانت ہے۔

(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۲۴)

مطلب اس کا یہ ہے کہ یہ ساری روک مرزا سلطان محمد نے ڈالی جو مرا نہیں۔ ہم اس مضحکہ خیز جواب پر کیا لکھیں۔ واللہ! جب ہم اس جماعت کو بحیثیت متکلمین دیکھتے ہیں تو ہماری حیرت کی حد نہیں رہتی۔ کیا متکلمین ایسی کچی باتیں کیا کرتے ہیں کہ مرزا سلطان محمد چونکہ مرا نہیں اس لئے خدائی حکم کو روک ہو گئی۔

سنئے ہمارا دعوی ہے کہ ہم ہر جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی ہی کو پیش کر سکتے ہیں۔ پس سنئے مرزا قادیانی نے اس قسم کے طفلانہ جوابات کو یوں ردّ کیا ہے

یرد بنت احمد الی بعد اهلاك الما نعین یعنی خدا احمد بیگ کی لڑکی کو بعد مار دینے مانعین کے میری طرف لائے گا۔(انجام آتھم۔ص ۲۱۶)

یہ ہے تمہاری سب باتوں کا جواب کہ مانعین کا مار دینا بھی خدا نے اپنے ذمہ لیا ہوا ہے، اور مار کر آسمانی دلہن کو الہامی دلہا کے پاس لانے کا وعدہ ہے۔

مرزائی دوستو! اللہ سے ڈر کر کہو کہ ایسا ہوا کہ سب مانعین ہلاک ہو کر آسمانی منکوحہ مرزا قادیانی کے پاس آ گئی ہو؟ آہ! مرزا غلام احمد قادیانی آخری لمحہ زندگی میں یہ شعر پڑھتے ہوئے رخصت ہوئے

پوچھے اگر وہ قاصد کہہ دیجئو یہ صاف
سینے میں دم ہے آنکھ ہے در پر لگی ہوئی

۱۲۔آسمانی منکوحہ سے اولاد ہوگی

اس پیشگوئی کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں۔ کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس

میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرمارہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی۔
(ضمیمہ انجام آتھم۔ص ۵۳)

ایمان سے کہو ایسا ہوا؟

بعض قادیانی مناظر کہا کرتے ہیں نکاح تب ہوتا جب منکوحہ کا خاوند مرزا سلطان محمد ساکن پٹی مرتا۔ جب وہی مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں نہ مرا، تو نکاح کیسے ہوتا۔ اس کا جواب بھی مرزا قادیانی کے کلام میں موجود ہے

۱۳: مرزا سلطان محمد میرے سامنے ضرور مرے گا

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد مرزا احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔ (انجام آتھم۔ص ۳۱ حاشیہ)

نمبر ۱۲، ۱۳ کا جواب الجواب اسی میں آ گیا کیونکہ اس پیش گوئی کو پورا ہونے میں جو مانع تھے جن میں مرزا سلطان محمد بھی سخت مانع ہے ان سب کو ہلاک کر کے مرزا قادیانی کا گوہر مقصود حاصل کرانے کا خدا نے وعدہ کیا ہوا ہے جو پورا ہونا ضروری تھا مگر نہ ہوا

نتیجہ کیا ہوا؟ خاب من افتری۔ مفتری نامراد رہتا ہے۔ سچ ہے

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

۱۴۔ میں تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں گا ورنہ جھوٹا کہلاؤں گا

طالب حق کے لئے میں یہ بات پیش کرتا ہوں کہ میرا کام جس کیلئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہ ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کروں۔ پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر

ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں ۔ پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی ۔ اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب لوگ گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں ۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

۱۵۔ اس کی تائید:

دمشق کا ذکر اس حدیث میں جو مسلم نے بیان کی ہے اس غرض سے ہے کہ تین خدا بنانے کی تخم ریزی اول دمشق سے شروع ہوئی اور مسیح موعود کا نزول اس غرض سے ہے کہ تا تین کے خیالات کو محو کر کے پھر ایک خدا کا جلال دنیا میں قائم کرے ۔ (اشتہار چندہ منارۃ المسیح ۔ مجموعہ اشتہارات ج ۳ ص ۲۸۷۔۲۸۸)

۱۶۔ اس کی مزید تائید:

(آنحضرت ﷺ نے) نے مسیح موعود کے آنے کی خبر دی اور فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے عیسائی دین کا خاتمہ ہوگا اور فرمایا کہ وہ ان کی صلیب کو توڑے گا (شہادۃ القرآن ۔ ص ۱۱)

مرزائی دوستو! مسیح موعود آیا اور چلا گیا تثلیث اور عیسائیت بجائے فنا ہونے کے ترقی پر ترقی کر رہی ہے ۔ کیا ہم اس پر یہ شعر مرزا قادیانی کی نذر نہ کریں

وفا کیسی کہاں کا عشق جب سر پھوڑنا ٹھہرا
تو پھر اے سنگ دل تیرا ہی سنگ آستاں کیوں ہو

نمبر ۱۴، ۱۵، ۱۶ ان ضروری نمبروں کا جواب مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے ایسا دیا کہ نہ دینے سے برا ۔ گویا اقرار کیا کہ آج تک تو یہ کام ہوئے نہیں، آئندہ تین سو سال تک ہو جائیں گے

تا تریاق از عراق آوردہ شود مار گزیدہ مردہ شود

چنانچہ مجیب کی اصلی عبارت یہ ہے:

اس قسم کے جملہ اعتراضات کا جواب یہ ہے کہ سنت الٰہی اسی طرح پر واقع ہوئی ہے کہ وہ اپنے برگزیدوں کو روحانی غلبہ تو فی الفور دے دیتا ہے ان

کے دشمن دلائل اور براہین کی رو سے عاجز و تہید ست ہو جاتے ہیں لیکن ظاہری غلبہ تدریجاً دیا کرتا ہے...

سیدنا حضرت مسیح موعود کی کامیابی بھی اسی منہاج پر ہے دلائل و معقولات کا وہ ذخیرہ آپ نے پیدا کیا ہے کہ غیر احمدی بھی دشمنان اسلام کے مقابلہ میں اس سے کام لیتے ہیں اور ظاہری طور پر بھی احمدیت کو جو دن دگنی اور رات چوگنی ترقی حاصل ہو رہی ہے یہ اس کی صداقت کا زبردست ثبات ہے عیسیٰ پرستی کا ستون ٹوٹ چکا ہے اور تثلیث کا بت مسیحائے زمان کی ضرب کاری سے ریزہ ریزہ ہو رہا ہے اور عیسائی دنیا خود ان عقاید کو نفرت سے ترک کر رہی ہے اور احرار یورپ بھی تین کے خیالات کو چھوڑ کر توحید کی طرف آ رہے ہیں صلیب شکستہ ہوگئی کیونکہ ثابت ہوگیا کہ حضرت مسیح مصلوب نہ ہوئے تھے اور وہ دن دروازے پر کھڑے ہیں جب کہ عیسائی مذہب دنیا سے پورے طور پر مٹ جائے گا مبارک ہیں وہ جو وقت کو شناخت کریں اور مسیحائے وقت کی آواز پر لبیک کہیں۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۱۳۰)

جواب الجواب

گو ہماری منقولہ عبارات میں فقرہ کافی ہیں

میں اس میدان میں کھڑا ہوں کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں وغیرہ

یہ واحد متکلم کا صیغہ اور مضمون کی ادائیگی بزمانہ حال ناظرین کے لئے غور طلب ہے کہ کیا یہ عبارت زمانہ حال کے لئے ہے یا آئندہ کے لئے۔ باوجود اس کے ایک اور عبارت مرزا غلام احمد قادیانی کی ہم دکھاتے ہیں جو تمام عذرات باردہ کا مہلک جواب ہے مرزا قادیانی اپنی مسیحیت کا زمانہ اور کام بتاتے ہیں:

چونکہ آنحضرت ﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوامی آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہوگیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ

کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔ اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں۔ زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے۔ اور اس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنخضرتﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اور ضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہولے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله

یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنخضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئیگا (چشمہ معرفت۔ص۸۳۔۸۲)

ناظرین کرام اس فیصلہ کن عبارت کو بغور دیکھیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس میں اپنی خدمت خاصہ کا ذکر اپنی زندگی میں کیسے صاف الفاظ میں فرماتے ہیں کہ وحدت اقوام، مسیح موعود کے وقت میں ہو جائے گی۔ ملاحظہ ہو

یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا

اگر یہ کام تین سو سال تک ہونا ہے تو اس کو مسیح موعود کے وقت میں ہونا نہ کہا جاتا نیز حاضرین سامعین کو اس سے کیسے تسلی ہوتی۔ یقیناً اس کام کا تعلق حیات مرزا غلام احمد قادیانی سے ہے۔ مگر واقعات نے ثابت کر دیا کہ مرزا قادیانی کا یہ وعدہ معشوقانہ وعدے سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتا جس کی بابت کہا گیا ہے

نہیں وہ قول کا پورا ہمیشہ ہاتھ دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

۱۷۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحیم ۔ نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ۔ یستنبئونك احق هو ۔ قل ای و ربی انه لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے ۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں ۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعوی مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے ۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی سخت نہیں ہوسکتا ۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا ۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہوجاتا ہے ۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے ۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے

طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے ۔ آمین ۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا ! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں ، تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر ۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے ۔

انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما لیس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا ۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بد آدمی ہے ۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بد اثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا ۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے

والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھالے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق و انت خیر الفاتحین۔ آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے الراقم: عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ واید

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

یہ مضمون جماعت مرزائیہ کے لئے موت و حیات کا سوال ہے مضمون تثلیث عیسائیوں کے لئے اتنا مشکل نہیں جتنا آخری فیصلہ امت مرزا کے حق میں مشکل ترین ہے اس مضمون پر جماعت مرزائیہ کے بحث کرنے کی مثال بالکل یہ ہے جو مکھی شہد میں پھنس جائے جتنی وہ نکلنے کی کوشش کرتی ہے اتنی ہی اس میں پھنستی ہے۔ چنانچہ مجیب نے بھی اس میں بڑی محنت سے کام کیا ہے۔ ساری محنت کا نچوڑ یہ ہے کہ یہ محض دعا نہیں بلکہ دعا مباہلہ ہے چونکہ مولوی ثناء اللہ کے انکار کرنے سے مباہلہ نہیں ہوا اسلئے مولوی ثناء اللہ امرتسری کی حیات، شرعی حجت نہیں۔ قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا) کے الفاظ یہ ہیں:

میں ثابت کر چکا ہوں کہ حضرت جری اللہ فی حلل الانبیاء کا اشتہار ۱۵۔ اپریل دعا مباہلہ تھا، یک طرفہ دعا نہ تھی۔ اس لئے مولوی ثناء اللہ صاحب مباہلہ سے انکار کر کے بچ گئے ہیں۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۷۰)

اس کا مکمل اور جامع جواب یہ کافی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی ہی میں قادیان سے اس مضمون کا اعلان ہو چکا تھا کہ:

حضرت اقدس مسیح موعود نے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ کے عنوان

سے ایک اشتہار دے دیا جس میں محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہا گیا ہے نہ کہ مباہلہ کیا ہے (بدر۔قادیان ۲۲۔اگست ۱۹۰۷ء ص ۸)

چونکہ دعا مرزا کا اثر حق بجانب ہوا یعنی جو فریق عنداللہ ناحق پر تھا وہی لقمہ موت ہوا، تو جماعت مرزائیہ نے یہ حجت نکالی کہ یہ اشتہار محض دعا نہ تھا بلکہ دعاء مباہلہ تھا۔ایسی حجتوں کے حق میں کہا گیا ہے

مشتے کہ بعد از جنگ یاد آید برکلہ خود باید زد

باب پنجم ۔اخلاق مرزا

حسن خلق ہر شخص خاص کر ہر ریفارمر (مصلح) کے لئے ضروری ہے انبیاء کرام چونکہ دنیا کے سب لوگو کے لئے رہنما ہوتے ہیں اس لئے ان کے اخلاق کریمہ بھی اعلیٰ درجہ کے ہوتے ہیں نبی اسلام رسول اکرم ﷺ کی شان والا شان کی بابت تو صاف ارشاد ہے انك لعلی خلق عظیم ۔اے رسول آپ خلق عظیم پر ہیں

ہماری تصنیف کے ہیرو (مرزا) کا دعویٰ ہے کہ میں محمد ثانی ہوں اس لئے لازم تھا کہ آپ کے اخلاق اعلیٰ درجہ کے ہوتے۔مگر افسوس ہے کہ ہم اس خصوص میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بہت گرا ہوا پاتے ہیں۔ حسب روایت ہم خود کہنا نہیں چاہتے بلکہ مرزا قادیانی ہی سے حقیقت اگلوا دیتے ہیں۔ناظرین بغور سنیں۔

حسن خلق کے معیار بتانے میں اخلاق نویسوں کا اختلاف ہے مسلمان مومن بالقرآن کے نزدیک وہی معیار صحیح ہے جو قرآن مجید نے ارشاد فرمایا

قل لعبادی یقو لوا الّتی ھی احسن انّ الشیطا ن ینزع بینھم انّ الشّیطا ن کا ن للا نسا ن عدواً مبیناً (بنی اسرائیل)(یعنی میرے بندو ایسی بات کہا کرو جو سب سے اچھی ہو شیطان ہر وقت تم میں لڑائی کرانے پر آمادہ ہے کیونکہ وہ انسان کا صریح دشمن ہے)

حسن خلق کی تعریف جو معلوم ہوتا ہے وہ ظاہر بلکہ اظہر ہے مرزا غلام احمد چونکہ قائل اسلام اور بروزی نبوت محمدیہ کے مدعی تھے ان کا حسن خلق اسی معیار پر پرکھنا چاہیے۔

نوٹ: ہر کہ ومہ جانتے ہیں کہ کسی انسان کو حلال زادہ یا حرامزادہ ہونا اس

وقت سے ہوتا ہے جس وقت اس کے وجود کی بنیاد اس کی ماں کے پیٹ میں بشکل نطفہ رکھی جاتی ہے۔وہ اگر باجازت شرعی ہے تو حلال زادہ ہے، بے اجازت ہے تو حرام زادہ۔مگر مرزا غلام احمد قادیانی کا خلق یہ ہے کہ جوان کو مانے وہ حلال زادہ، جو نہ مانے وہ حرام زادہ۔چنانچہ فرماتے ہیں:

كل مسلم يقبلني و يصدق دعوتي الا ذرية البغايا

(یعنی سب مسلمان مجھے قبول کرتے ہیں اور میری دعوت کو مانتے ہیں مگر زانیہ عورتوں کی اولاد یعنی حرام زادے نہیں مانتے)۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷۔۵۴۸)

نتیجہ صاف ہے کہ نہ ماننے والوں کی مائیں زانیہ ہیں اور وہ حرام زادے ہیں

سوال: اس حسن خلق سے قطع نظر ہمیں ایک سوال سوجھتا ہے اتباع مرزا قادیانی اس پر غور کریں گے ایک شخص بہت عرصہ تک مرزا غلام احمد قادیانی کا مخالف رہا اتنا عرصہ وہ حرام زادہ رہا مگر بحکم، انقلاب، وہ بجائے منکر کے معتقد ہوگیا تو اب وہ حلال زادہ ہو جائے گا؟

عکس القضیۃ: اس کے برعکس ایک شخص عرصہ تک معتقد رہا آخر کار وہ تائب ہوکر منکر ہوگیا جیسا ہوتا رہتا ہے تو اب وہ حلال زادہ سے منقلب ہوکر حرام زادہ ہو جائے گا۔علمائے مرزائیہ بينوا توجروا

مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے اس موقعہ پر کمال ہوشیاری سے اخلاق مرزا قادیانی کی حمایت کی ہے بجائے ندامت کے الٹا لکھتے ہیں:

نبی اہل دنیا کے سامنے جج کی حیثیت سے پیش ہوتا ہے کہ تاریکی کے فرزندوں پر فرد جرم لگانے سے پہلے ان کے جرموں سے ان کو آگاہ کرے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص۳۳)

مطلب یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ نبی تھے اس لئے ان کا حق تھا کہ اپنے منکروں کو سخت سے سخت الفاظ سے یاد کریں جیسے جج فرد جرم لگاتے وقت سخت الفاظ بولتا ہے ہم مانتے ہیں نبی ہو مصلح افعال قبیحہ کہہ کر کرنے والوں کو تنبیہ کرتا ہے مثلاً کافر فاسق فاجر اصحاب النار وغیرہ الفاظ ان کے حق میں کہتا ہے مگر ایسی طرح کہ سننے میں نہ مکروہ ہوتے ہیں نہ کسی خاص شخص یا جماعت کے حق میں دل آزار۔

برخلاف مرزا غلام احمد قادیانی کے ان کے الفاظ سنتے ہی ہر شخص کا ضمیر جوش میں آ کر انتقام کی طرف متوجہ ہوتا ہے مثلاً

اے بد ذات فرقہ مولویاں۔(انجام آتھم ص ۲۱)

ناظرین ایک طرف یہ مکروہ الفاظ رکھئے اور دوسری طرف وہ رکھئے جو مجیب نے تجلیات رحمانیہ کے صفحہ ۱۳۴ پر قرآن مجید کے مختلف مقامات سے نقل کئے ہیں مثلاً قردۃ (بندر) خنازیر، حمر زنیم، ولدالزنا، نجس، ناپاک، شرالبریہ وغیرہ۔

اس لئے ہم مثال کے طور پر وہی آیت سامنے رکھتے ہیں جس میں سخت سے سخت مکروہ الفاظ مجیب کو نظر آئے ہیں ارشاد ہے

و لا تطع کلّ حلاّ فٍ مهينٍ۔ همّازٍ مشّا ءٍ بنميم۔ منّا ع للخير معتدٍ ا ثيم۔ عتلٍّ بعد ذا لك زنيمٍ۔(القلم ۱۰۔۱۴)

خدا اپنے نبی کو اور نبی کی وساطت سے سب بندوں کو حکم دیتا ہے:

تم مت کہا مانا کرو بڑے جھوٹے نکتہ چین چغل خور مانع خیر حد سے بڑھے ہوئے بداعمال متکبر اور نسل بدلنے والے کا۔

بتایئے اس میں کیا سختی ہے۔

یہ ہے اصل فرد جرم جو نبی بحیثیت جج لگایا کرتا ہے۔یعنی ان فاعلوں کی صحبت سے منع کیا۔لیکن دراصل ان افعال سے منع کرنا مقصود ہے۔ سنئے کسی محلّہ میں چند لوگ بدکار بدمعاش آوارہ گرد ہوں، وہاں کا نیک صالح بندہ اپنی اولاد کو یوں نصیحت کرے کہ:

تم بدکاروں آوارہ گردوں کی صحبت سے پرہیز کیا کرو،

اس میں کیا خرابی اور کیا بداخلاقی ہے۔

برخلاف اس کے اہل محلّہ کو مخاطب کر کے یوں کہے:

او بد ذاتو، شریرو، خبیثو، جیسے تم خود خبیث ہو، ویسے میری اولاد کو بنانا چاہتے ہو

مرزا غلام احمد قادیانی کا قول ہے:

اے بد ذات فرقہ مولویاں! تم کب تک حق کو چھاؤ گے کب وہ وقت آئے گا کہ تم یہودیانہ خصلت کو چھوڑو گے ظالم مولویو تم پر افسوس ہے کہ تم نے جس بے ایمانی کا پیالہ پیا وہی عوام کالانعام کو بھی پلایا۔(انجام آتھم ص ۲۱)

ناظرین کرام! یہ ہیں وہ شیریں الفاظ جن کو قادیانی خلافت کے تنخواہ دار جج کا فرد جرم قرار دیتے ہیں ماشاءاللہ چشم بد دور

لیکن معاف فرمائیے کیا ہم بھی ایک لفظ کی زیادتی کر کے یہی عبارت کہہ سکتے ہیں جو یوں ہے:

اے قادیانی بدذات فرقہ مولویاں تم کب تک حق چھپاؤ گے ...الخ

مرزائی دوستو! یقیناً یہ ترمیم تم کو بری معلوم ہوگی پھر کیا یہ صحیح نہیں ہے

آنچہ بخود نہ پسندی بدیگراں مپسند

۲۔ لدھیانہ میں ایک شخص صاحب سعادت از لیہ مولوی سعد اللہ نومسلم تھے جنہوں نے تمام گھر بار برادری چھوڑ کر اسلام قبول کر کے علم دین حاصل کیا اور تمام عمر توحید وسنت کے شوق اور اشاعت میں گذاری مگر مرزا غلام احمد قادیانی کے منکر تھے۔ مرزا قادیانی اسی مذکورہ اصول کے ماتحت ان کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں

اذیتنی خبثاً فلست بصادق

ان لم تمت با لخزی یا ابن بغاء

(تتمہ حقیقت الوحی ص ۱۵ خزائن ج ۲۲ ص ۴۴۶) (تو نے مجھے تکلیف دی ہے اے زانیہ کے بیٹے (یعنی حرام زادے) اگر تو ذلت سے نہ مرا تو میں جھوٹا)

اس خبیث لفظ (ذریة البغا یا) نے امت مرزائیہ بہر دوصنف کو ایسا پریشان کر رکھا ہے کہ بہت بہکی بہکی باتیں کہتے ہیں۔

کہہ دو کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے غصہ کی حالت میں لکھ دیا اب جانے دو۔ یہ کیا ہے کہ اس کی تصحیح کرنے بیٹھے ہو کہ ذریة البغا یا سے مراد شریر لوگ ہیں، مرکب اضافی مراد نہیں، جیسے ابن السبیل کے معنی ہیں مسافر، وغیرہ (تجلیات رحمانیہ۔ ص ۳۷)

ہاں جناب ہر لفظ اپنے معنی میں مستقل حقیقت رکھتا ہے الا جس کو اہل زبان مجازی شکل میں استعمال کریں۔ ابن السبیل کے معنی مسافر کے اہل زبان مراد لیتے ہیں مگر ذریة البغا یا کے معنی سوائے، حرام کاروں کی اولاد، کے اور مراد نہیں لیتے۔ لیتے ہیں تو دکھاؤ۔

مرزائی دوستو! ہم تمہارے ضمیر سے ایک سوال کرتے ہیں خدا سے ڈر کر صحیح

جواب دینا جس طرح تم لوگ منکرین مرزا کو بوجہ انکار ذرية البغا یا بمعنی شریر بدکار کہتے ہیں وہ بھی تم کو بوجہ اقرار مرزا کے ایسا مانتے ہیں تو کیا تم لوگ پسند کرو گے کہ تمہارے مخالف یوں کہیں

كل امرء لا يقبل دعوة المرزا ا لا ذرية البغا يا

یعنی ہر آدمی مرزا کی دعوت کو رد کر دیتا ہے سوائے ذریۃ البغایا کے (وہ قبول کرتے ہیں)

اگر تم اس کو مکروہ سمجھتے ہو تو منکروں کو بھی مکروہ سمجھنے دو۔ ناحق جواب نویسی میں وقت کیوں ضائع کرتے ہو۔

۳۔ اور سنئے ۱۸۹۵ء میں پادری آتھم کے متعلق مرزا قادیانی کی پیش گوئی ختم ہونے پر مخالفوں نے مشہور کیا تو مرزا قادیانی نے ان کے حق میں احسن خلق کا اظہار کیا۔

جو شخص اپنی شرارت سے بار بار کہے گا (کہ پادری عبداللہ آتھم کے زندہ رہنے سے مرزا قادیانی کی پیش گوئی غلط اور عیسائیوں کی فتح ہوئی) اور کچھ شرم وحیا کو کام میں نہیں لائے گا اور بغیر اس کے کہ ہمارے اس فیصلہ کا انصاف کی رو سے جواب دے سکے انکار اور زبان درازی سے باز نہیں آئے گا اور ہماری فتح کا قائل نہیں ہوگا تو صاف سمجھا جائے گا کہ اس کو ولدالحرام بننے کا شوق ہے اور حلال زادہ نہیں۔ پس حلال زادہ بننے کے لئے واجب یہ تھا کہ اگر وہ مجھے جھوٹا جانتا ہے اور عیسائیوں کو غالب اور فتح یاب قرار دیتا ہے تو میری اس حجت کو واقعی طور پر رفع کرے جو میں نے پیش کی ہے ... ورنہ حرام زادہ کی نشانی یہی ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہ کرے۔

(انوار الاسلام۔ص ۳۰۔ قادیانی خزائن ج ۹ ص ۳۱۔۳۲)

حلال زادہ اور حرام زادہ بننے کا کیا ہی اچھا طریقہ ہے۔ مرزائی دوستو! کسی مخالف مرزا کا بھی یہ حق ہے کہ وہ یوں کہے کہ مرزائیو حلال زادہ بننا ہے تو اس رسالہ کو غور سے پڑھو ہمارا خیال ہے کہ ایسا کہنے کا حق نہیں۔

اس نمبر میں مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے کمال دلیری سے چراغ داشتہ جواب دیا ہے پہلے تو یہ جھوٹ بلکہ افتراء علی الرسول کیا ہے کہ:

آنحضرت ﷺ نے ولید نامی ایک شخص کو ولدالزنا قرار دیا ہے۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۴۱)

ہم اس کذب بلکہ افتراء کا جواب نہیں دے سکتے۔ ہاں مطالبہ کرتے ہیں کہ الفاظ نبوی دکھاؤ جن میں ولید کو ولد الزناء قرار دیا ہو۔

دوسرے جواب میں اس سے بھی زیادہ دون کی لی ہے لکھا ہے:

سعد اللہ ہندوؤں کا لڑکا تھا۔ ان کو اتقیاء صلحا تو نہیں کہا جا سکتا تھا۔ پس مسیح موعود (مرزا) نے جو کچھ فرمایا، بالکل بجا فرمایا۔ (تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۴۰)

ہائے جانب داری تیرا ستیاناس!

کیا ہندو کے لڑکے کو ابن بغا (نسل بدکاراں) کہہ سکتے ہیں۔ اگر تم ہندوؤں کو نسل بدکاراں کہہ سکتے ہو تو ان کو تمہارے حق میں ایسا لکھنے سے کیا امر مانع ہے۔ پس اللہ تعالی سے ڈرو اور بے جا حمایت نہ کرو۔ میدان محشر میں یہ کچھ کام نہ آئے گا۔

۴۔ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے مخالفوں پر ناراضگی کا اظہار ان لفظوں میں فرماتے ہیں

ان العدی صاروا خنازیر الفلا
ازواجھم من دونھن الاکلب

میرے مخالف جنگلوں کے سور ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر ہیں۔

(رسالہ نجم الہدی ص ۱۰۔ قادیانی خزائن ج ۱۴ ص ۵۳)

۵۔ اپنے منکرین علماء اسلام چھوٹے اور بڑے سب کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں:

اے بدذات فرقہ مولویاں اے یہودی خصلت مولویو۔

(انجام آتھم ص ۲۱۔ قادیانی خزائن ج ۱۱ ص ایضا)

مرزا غلام احمد قادیانی کے حسن خلق کا ظہور کسی مخالفت یا عداوت پر موقوف نہ تھا بلکہ جدھر نظر عنایت ہوئی اسی کو کوسنے لگ جاتے۔ مسلمانوں میں ایسے لوگ بھی ہیں جو کسی خاص شخص یا اشخاص سے ناراضگی کی وجہ سے بدگو ہیں، مگر ایسا فرقہ یا شخص کوئی نہ ہوگا جو منصوص رسول کے حق میں بدزبان ہو ہاں مرزا قادیانی اس میں یکتا ہیں چنانچہ آپ کے جواہر ریزے یوں ہیں:

۶۔ مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد نہ عابد نہ حق کا پرستار، متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا۔

(مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳ ص ۲۳۔ ۲۴)

۷۔اور سنئے اور غور سے سنئے

یورپ کے لوگوں کو جس قدر شراب نے نقصان پہنچایا ہے اس کا سبب تو یہ تھا کہ عیسیٰ علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے شائد کسی بیماری کی وجہ سے یا پرانی عادت کی وجہ سے۔ (کشتی نوح۔ص ۶۵)

ناظرین کرام اس موقعہ پر ہم خاص اہل اسلام سے نہیں بلکہ ہر انسان سے انسانیت کی اپیل کرتے ہیں کہ کیا یہ حسن اخلاق ہے کہ ایک شخص جس نے ہمیں کچھ کہا نہیں نہ ہماری بدگوئی کا جواب دے سکتا ہے اس کو ایسے لفظوں سے یاد کیا جائے

بندہ پرور منصفی کرنا خدا کو دیکھ کر

۸۔غور سے سنئے

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے ہیجڑا بتایا ہے۔

کیا تمہیں خبر نہیں کہ مردمی اور رجولیت انسان کی صفات محمودہ میں سے ہے ہیجڑا ہونا کوئی اچھی صفت نہیں ہے جیسے بہرہ اور گونگا ہونا کسی خوبی میں داخل نہیں ہاں یہ اعتراض بہت بڑا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام مردانہ صفت کی اعلیٰ ترین صفت سے بے نصیب محض ہونے کے باعث ازواج سے سچی اور کامل حسن معاشرت کا کوئی عملی نمونہ دے سکے اس لئے یورپ کی عورتیں نہایت قابل شرم آزادی سے فائدہ اٹھا کر اعتدال کے دائرہ سے ادھر ادھر نکل گئیں اور آخر ناگفتنی فسق و فجور تک نوبت پہنچی...

مسیح نے اپنے نقص تعلیم کی وجہ سے اپنے ملفوظات اور اعمال میں یہ کمی رکھ دی مگر چونکہ طبعی تقاضا تھا اسلئے یورپ اور عیسویت نے خود اس کیلئے ضوابط نکالے اب تم خود انصاف سے دیکھ لو کہ گندی سیاہ بدکاری اور ملک ملک رنڈیوں کا ناپاک چکلہ بن جانا ہائیڈ پارکوں میں ہزاروں ہزار کا روز روشن میں کتوں اور بلیوں کی طرح اوپر تلے ہونا اور آخر اس ناجائز آزادی سے تنگ آ کر آہ و فغاں کرنا اور برسوں دیوثیوں اور سیاہ روئیوں کے مصائب جھیل کر اخیر میں مسودہ طلاق پاس کرایا یہ کس بات کا نتیجہ ہے کیا اس مقدس مطہر مزکی نبی امی ﷺ کی معاشرت کے اس نمونہ کا جس پر خباثت باطنی کی

تحریک سے آپ معترض ہیں یہ نتیجہ ہے اور مما لک اسلامیہ میں یہ تعفن اور زہریلی ہوا پھیلی ہوئی ہے یا ایک سخت ناقص نالائق کتاب پولوسی انجیل کی مخالفت فطرت اور ادھوری تعلیم کا یہ اثر ہے۔(مکتوبات احمدیہ ج ۳ ص ۲۸)

نوٹ: ناظرین ملاحظہ کریں کس جرأت سے حضرت مسیح علیہ بالسلام کو ہیجڑا اور ناکارہ کہا ہے۔ الی اللہ المشتکی

نمبر ۶، ۷، ۸۔ ان سب نمبروں کو مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) نے یکجا کر کے گلے سے اتار دیا ہے سب کے جواب میں ایک ہی لفظ کافی جانا ہے کہ:

ہر سہ حوالجات عیسائیوں کے مسلمات اور ان کی کتب سے اخذ کردہ نتائج ہیں۔(تجلیات رحمانیہ۔ص ۱۴۸)

ناظرین کرام! اس بے چارگی کی مثال بھی کہیں ملے گی کہ مجیب خود تجلیات رحمانیہ کے صفحہ ۳۰ پر کہہ آیا ہے کہ:

یسوع اس حیثیت کا مظہر ہے جو عیسائیت پیش کرتی ہے اور مسیح اس حیثیت کی نمائندگی کرتا ہے جو اسلام نے پیش کی ہے (تجلیات رحمانیہ۔ص ۳۰)

ناظرین کرام بس دیکھ لیجئے کہ مرزا قادیانی نے مسیح کو مسیح کے نام سے یاد کیا ہے یا یسوع کے نام سے۔ ایک دفعہ اس کفریہ عبارت کو پھر پڑھ لیجئے یا سن لیجئے

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنیوالا (مکتوبات احمدیہ۔ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

علاوہ اس کے ہم پوچھتے ہیں یہ کس عیسائی کا مسلمہ ہے کہ:

مسیح کا چال چلن کیا تھا۔ ایک کھاؤ پیئو، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، متکبر خود بین خدائی کا دعوی کرنے والا۔

مسیحی ممبرو! کیا قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا جالندھری) سچ کہتا ہے

تمہیں تقصیر اس بت کی جو ہے میری خطا لگتی
ارے لوگو ذرہ انصاف سے کہیو خدا لگتی

حقیقت یہ ہے کہ ایک غلطی کو ثابت کرنے کے لئے آدمی بہت سی غلطیاں کر جاتا ہے۔ یہی حال ان لوگوں کا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی بے بس طبیعت سے ایسے مکروہ

اور نا شائستہ الفاظ نکل گئے اب یہ لوگ ان کی اصلاح کرنے بیٹھیں تو یہی جواب ملے گا

لن یصلح العطار ما افسد الدھر

الحمدللہ ہم جواب الجواب سے فارغ ہو گئے فللہ الحمد

ناظرین کرام! یہ نمونہ ہے مرزا قادیانی کے حسن اخلاق کا جو صاحب مفصل دیکھنا چاہیں وہ ہمارا رسالہ ہندوستان کے دو ریفارمر ملاحظہ کریں جس میں سوامی دیانند اور مرزا قادیانی کے اخلاق حسنہ مساوی دکھائے گئے ہیں۔

نوٹ: یہ سچ ہے کہ مرزا قادیانی کے مخالفوں نے بھی مرزا قادیانی کے حق میں سخت وسست الفاظ لکھے، مگر ان کا ایسا لکھنا مرزا قادیانی کے لکھنے کو جائز نہیں کرسکتا اسلئے کہ مرزا قادیانی من جانب اللہ مصلح بن کر آئے تھے اور لوگوں کی یہ حیثیت نہیں۔ بیمار کی ریس طبیب کرے تو طبیب نہیں۔ علاوہ اس کے دنیا میں موجودہ لوگوں نے تو جو کہا وہ سنا مگر حضرت عیسی علیہ السلام نے مرزا قادیانی کو کچھ نہیں کہا تھا ان پر کیوں ایسے تیر پھینکے۔ کیا اس لئے کہ ان کو اپنا رقیب جانتے تھے۔

انصاف یہ ہے کہ مرزا قادیانی کی یا کسی اور صاحب کی ساری عمر کی نیکی ایک پلڑے میں اور حضرت عیسی علیہ السلام کے حق میں مرقومہ بدگوئی دوسرے پلڑے میں رکھی جائے گی، تو یہ دوسرا پلڑا بحکم شریعت بہت جھکنے والا ثابت ہو گا۔

عذر بارد: حسن عقیدت ایسی چیز ہے کہ بعض اوقات حق و باطل میں امتیاز کرنے کا ملکہ چھین لیتی ہے۔ مرزا قادیانی کے معتقد کہا کرتے ہیں کہ ہمارے حضرت صاحب نے اس عیسی مسیح کو برا نہیں کہا جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے، بلکہ اس کو کہا ہے جسکی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ یہ ہے کہ وہ اپنی الوہیت اور تثلیث کی تعلیم دے گئے

اس کا جواب یہ ہے کہ ہم نے جو حوالے نقل کئے ہیں ان میں تین لفظ خاص قابل غور ہیں عیسی مسیح اور علیہ السلام یہ تینوں اسلامی اصطلاح کے لفظ ہیں انہی ناموں سے برا کہا گیا علاوہ اس کے قرآن مجید میں یہ بھی ایک اخلاقی سبق ہے

ولا تسبّوا الّذین یدعو ن من دو ن اللّٰہ فیسبّوا اللّٰہ عدوا بغیر علم (الانعام: ۱۰۸) (یعنی جن لوگوں کو غیر مسلم پکارتے ہیں تم مسلم لوگ ان کو برا نہ کہا کرو، ورنہ ضد اور جہالت میں وہ خدا کو برا کہیں گے)

فرض کر لیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے عیسی مسیح مسلمہ اسلام رسول کو برا نہیں کہا بلکہ عیسائیوں کے مصنوعی معبود کو برا کہا ہے تو بھی بحکم آیت مرقومہ بالا ناجائز فعل ہے۔

ناظرین کرام! مرزا قادیانی کو مصلح سمجھ کر اخلاق میں ان کی ریس کرنے کا خیال نہ کریں بلکہ قرآن مجید کے احکام کی تعمیل کریں اور اس بات کا خیال رکھیں جو کسی استاد نے کہا ہے

بد نہ بولے زیر گردوں گر کوئی میری سنے
ہے یہ گنبد کی صدا جیسا کہے ویسی سنے

امید ہے ناظرین اس رسالہ کو خود دیکھ کر مرزا قادیانی کے اتباع کو ضرور دکھائیں گے اور ہر ایک حوالہ کا جواب ان سے طلب کریں گے۔

چورن کا اشتہار

چورن فروشوں کا دستور ہے کہ بازاروں میں کھڑے ہو کر اپنے چورن کی بابت ایسا پرزور اعلان کرتے ہیں کہ ساری بیماریوں کی شفا اسی میں بتا دیتے ہیں۔ امت مرزائیہ کی بھی یہی عادت ہے۔کوئی کیسی ہی زٹل تحریر جو ہمارے جواب میں نکلے بس اس کی تعریف کرتے ہوئے چورن فروشوں کو مات کر دیں گے۔اسی کتاب تجلیات رحمانیہ کی بابت جس کے جواب سے ہم فارغ ہوئے، خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے بھی بڑی تعریف کی۔(الفضل ۴ جنوری ۱۹۳۲ء ص ۵)۔اس کے بعد دیگر چورن فروشوں نے تو کمال ہی کر دیا۔ چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی اللہ دتا نے ایسے پختہ اور قوی دلائل دیئے ہیں جو مولوی ثناء اللہ کی پھکڑ بازیوں کو جو ان کی تمام تحریرات میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے برخلاف ملتی ہیں اس طرح تار عنکبوت کی طرح بکھیر کر رکھ دیا ہے جس کا جواب مولوی ثناء اللہ امرتسری سے اب تک نہ بنا ہے نہ بنائے بنے گا۔اگر چہ ان کے دوسرے مددگار روح الخبث اور کج رفتار بھی کیوں نہ مولوی صاحب کی پیٹھ ٹھونکیں لو کان بعضا لبعضه ظهيرا

اور بارہ دلائل مولوی اللہ دتا قادیانی کی طرف سے ایسے دیئے گئے ہیں جن

کی طرف مولوی صاحب نے رخ تک نہیں کیا۔کیا یہ ان کی عاجزی کا ثبوت نہیں۔اگر نہیں تو ذرہ ان کا نمبر وار جواب تو دے کر بتائیں۔دیدہ باید

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

(اخبار فاروق قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۲ء ص ۸)

ناظرین اس چورنی اشتہار کی صداقت کتاب اور جواب کتاب سے ملاحظہ فرما چکے ہیں ہمارا تو عقیدہ ہے، قادیانی اور جواب؟

ضدان مفتر قا ن ای تفرق۔

چونکہ غرض فاسد کے لئے آیت بے موقع لکھی ہے اس لئے تصرف الٰہی سے صحیح لکھنے کی توفیق نہیں ملی۔صحیح یوں ہے ولو کا ن بعضھم لبعض ظھیرا۔ جو لکھا ہے، آیت تو کجا، عربی عبارت بھی صحیح نہیں۔

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین ۔ ۶۔اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ شصت ونہم (٦٩)

قادیانی مشن اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۷ء (۲۸)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب تحریک ختم نبوت حصہ شصت ونہم (٦٩)
قادیانی مشن اخبار اہل حدیث ۱۹۴۵ء تا ۱۹۴۷ء (۲۸)
مولف ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات ۳۰۴
سال اشاعت ۲۰۲۰ء
زیراہتمام احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

فاتحۃ الکتاب	۹
اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۵ء سے	۱۱
مصلح موعود کون ہے	۱۱
عقاید مرزائیہ	۱۲
مرزا کے گول مول الہامات	۱۴
خلیفہ قادیان کی بلند پروازی	۱۵
آخری فیصلہ کا اثر قادیانی جماعت پر	۱۸
مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی اور مرزا قادیانی	۲۰
قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود۔۱	۲۲
قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود۔ ۲	۲۳
کیا اب بھی مسلمان پوچھیں گے قادیانی مسلمان ہیں؟	۲۵
قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود۔۳	۲۹
مرزائی اور بہائی	۳۱
مرزا کی تکذیب کی آواز : قادیان سے	۳۴
قادیان سے چورن کا اشتہار	۳۵
قادیانی تحریک کی بنا	۳۶
قادیانی مصلح موعود کی تکذیب	۳۸
بہائی دعوی	۴۰
مسٹر چرچل اور مرزا محمود: خاتمہ جنگ کے متعلق	۴۳
خلیفہ قادیانی کی دعا متعلق جنگ عظیم	۴۵
گورنمنٹ برطانیہ کو جنگی مصائب کیوں پیش آئے	۴۷
خاتمہ جنگ سے متعلق خلیفہ قادیان کی پیش گوئی	۴۹
باپ بیٹا دونوں ابراہیم	۵۲

مرزا محمود کے ابراہیمی دعوی پر پیغام کا اظہار غضب	۵۴
قادیان میں طاعون	۵۶
قادیانی کی شان میں ایک عرب کا قصیدہ	۵۷
مرزا صاحب کی صداقت کا نشان	۵۸
ما انا علیه و اصحابی: کون مراد ہیں	۶۰
یورپ کی جنگ میں قادیانی کی تکذیب	۶۲
انگلستان میں تبدیل وزارت اور مرزا محمود کی کرامت	۶۵
بہاء اللہ موعود کل ہے؟ ۔ا	۶۶
ناجی فرقہ کون ہے	۶۹
شیخ بہاء اللہ موعود کل ہے؟ ۲	۷۱
خلیفہ قادیان، مسٹر ماریسن اور محمد علی لاہوری	۷۳
محمد علی لاہوری اور خلیفہ قادیان کا مباحثہ	۷۹
قادیانی خلیفہ کی کرامت بلکہ معجزہ	۸۰
قادیان میں الہام بافی	۸۱
ناجی فرقہ کون ہے	۸۲
جاپان کی شکست قادیان کی شکست کے ہم معنی ہے	۸۴
جاپانی شکست قادیانی تکذیب کی صریح دلیل ہے	۸۷
مولوی اللہ دتا جالندھری کے خط کا جواب	۸۸
جماعت احمدیہ کو انعامی چیلنج	۸۹
کسر صلیب اور مسیح موعود	۹۰
جھوٹ کی تائید بھی جھوٹ ہے	۹۲
عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کے نام کھلا خط	۹۴
قادیان میں الہام بافی	۹۵
قادیانی کی ملہمیت اور مسیحیت کا ثبوت	۹۷
مرزا قادیانی اور سوامی دیانند سرستی	۱۰۰

مرزا کی تردید پر قادیان سے آواز	۱۰۳
قادیانی تفسیر نویسی	۱۰۴
جاپان پر مشنریوں کا حملہ: مرزا کے دعویٰ کا ابطال	۱۰۶
مرزا قادیانی اوراس کی براہین احمدیہ	۱۰۹
قادیانی تفسیر نویسی کا ڈھونگ	۱۱۱
ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۶ء سے	۱۱۳
مرزا قادیانی اور یاجوج ماجوج برطانی	۱۱۳
مرزا قادیانی اور مولوی سعد اللہ لدھیانوی	۱۱۴
سیٹھ عبداللہ الہ دین کی دعوت منظور	۱۱۶
بندہ نے سالانہ جلسہ قادیان پر کیا دیکھا	۱۱۸
مرزا کے خلاف آواز، قادیان سے	۱۲۱
عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کو جواب الجواب	۱۲۳
قادیانی مسیح کے آنے سے کیا فائدہ ہوا؟	۱۲۶
مرزا قادیانی اپنے مشن میں قطعاً ناکام رہے	۱۲۸
مباحثہ شملہ کے متعلق قادیانی غلط بیانی	۱۲۹
سواد اعظم اور مرزا اعظم	۱۳۰
مسلم لیگ اور قادیانی جماعت	۱۳۲
قادیانی انعاموں کی حقیقت	۱۳۴
مرزا قادیانی اور مولوی داؤد غزنوی	۱۳۶
قادیانی کذب بیانی	۱۳۶
قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود	۱۳۸
اقوال مرزا کا حافظ کون ہے؟	۱۳۹
قادیان سے چند سوال علماء کی خدمت میں۔ا	۱۴۱
کھسیانی بلی کھمبا نوچے	۱۴۳

قادیان سے چند سوال علماء کی خدمت میں ۔۲	۱۴۵
قادیان سے چند سوال علماء کی خدمت میں ۔۳	۱۴۸
قادیانی مسیح موعود کی تکذیب پر قادیان سے آواز	۱۵۱
ثناءاللہ کی وجہ سے تین نشان کذب مرزا پر	۱۵۲
سمندر میں خوفناک طوفان: قادیان خبردار	۱۵۳
لمبی عمر پانے والا کون	۱۵۴
قادیانی مسیح اور اس کا صاحبزادہ خلیفہ قادیان	۱۵۵
امن کا شہزادہ آیا اور دنیا کو بے امنی میں چھوڑ گیا	۱۵۸
مرزا کا آخری فیصلہ مباہلہ نہیں تھا	۱۵۹
نزول مسیح کی حدیث اور قادیانی دست تصرف	۱٦۱
قادیانیوں کی دور بینی	۱٦۲
قادیانی مسیح کا ذکر قرآن مجید میں	۱٦۵
ہندوؤں کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی	۱٦۸
خلیفہ قادیان کے خواب	۱۷۱
قادیان میں ایک نبوت کی بنیاد	۱۷۴
قادیانی غلط بیانی	۱۷۵
قادیانی مسیح سچا یا خلیفہ قادیان سچا	۱۷۸
آریہ اور مرزائیہ	۱۷۸
قادیانی مسیح کے برخلاف قادیان سے آواز	۱۷۹
مباحثہ منظور ہے	۱۸۲
اخلاق مرزا	۱۸۳
وید، مرزا، اور آریہ	۱۸۴
براہین احمدیہ کی ابتدا اور انتہا بحکم خدا ہے؟	۱۸٦
مرزا صاحب کا ایک مکتوب	۱۸۸
خلیفہ قادیان اور نیکی کا معیار	۱۸۹

افریقہ میں اشاعت احمدیت	۱۹۱
قادیانی علم کلام	۱۹۲
قادیانی لاہوری اورامرتسری التثلیث حق	۱۹۴
قادیانی علماء سے ایک سوال	۱۹۶
مرزا صاحب اور فلسفہ	۱۹۷
ابوالکلام اور مرزا	۱۹۹
قادیان میں اونٹوں کی مانگ	۱۹۹
قادیانی اور آتھم کا مناظرہ ۱۸۹۳ء	۲۰۱
معیار صداقت اور مامورین	۲۰۵
قادیانی مسیح کا عمل	۲۰۷
مکالمہ احمدیہ	۲۰۹
مکالمہ احمدیہ بابت مباحثہ باہمی	۲۱۱
مسلمان ترقی کیوں کر کر سکتے ہیں	۲۱۳
احمدی مبلغ یاجوج ماجوج کی حمایت میں	۲۱۴
اللہ تعالی کے نشانات مرزا کے حق میں	۲۱۵
قادیانی حدیث دانی۔ا	۲۱۷
دنیا کو فتح کرنا قادیانیوں کا نصب العین ہے	۲۲۰
قادیانی حدیث دانی۔۲	۲۲۱
قادیانی حدیث دانی۔۳	۲۲۳
خلیفہ قادیان کا خواب غلط ہوا	۲۲۶
قادیان اور لاہور میں حلفیہ فیصلہ	۲۲۸
آخر وہی ہوا جو ہم نے لکھا تھا	۲۳۰
جلسہ سالانہ میں خلیفہ قادیان کی تقریر	۲۳۱
خلیفہ قادیان کی جلسہ میں آمد	۲۳۳
قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں مخالفہ	۲۳۶

قادیانی اور لاہوریوں میں مباحثہ اور مباہلہ	۲۴۳
کیا یہ مطالبہ حلف ہے یا پانی بلونا	۲۵۰
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۱	۲۵۱
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۲	۲۵۳
خلیفہ قادیان سے ایک سوال	۲۵۶
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۳	۲۵۶
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۴	۲۶۰
مرزا قادیانی اور مولوی محمد علی لاہوری	۲۶۳
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۵	۲۶۴
بہائی اور مرزائی۔۱	۲۶۷
قادیانی مشن کی ابتداء اور انتہاء۔۶	۲۷۰
بہائی اور مرزائی۔۲	۲۷۴
قادیانی مجدد کے دلائل صدق یا کذب	۲۷۶
ولایتی مرزائی کا چیلنج منظور	۲۷۸
بہائی اور مرزائی۔۳	۲۷۹
مرزا صاحب کا ارشاد دعا کے متعلق	۲۸۱
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۷	۲۸۳
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۸	۲۸۶
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۹	۲۸۸
قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۱۰	۲۹۰
عیسائی اور مرزائی مناظرہ	۲۹۲
امیر جماعت احمدی لاہوری متوجہ ہوں	۲۹۳
علماء ربانی اور مرزا صاحب قادیانی	۲۹۴
مذہب کی اشاعت	۲۹۶
پیغام صلح کو جواب	۲۹۷

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام على سيد الانبياء ـ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد انہتر (۶۹) (اور قادیانی مشن کی جلد ۲۸) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں ۱۹۴۵ء ۔ ۱۹۴۶ء ۔ اور ۱۹۴۷ء کے اخبار اہلحدیث امرتسر کے دست یاب شماروں میں شائع ہونے والی شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تحریروں کے علاوہ جناب محمد صادق حسین بانسڈیہہ ضلع بلیا، حکیم عبدالرحمٰن خلیل قریشی نظام آبادی، مولوی غلام رسول مجاہد گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ، ڈاکٹر محمد حسن سیالکوٹی، منشی محمد عبداللہ معمار، جناب شفا مبارک پوری اعظمی، مولانا محمد رفیق خطیب جنڈیالہ گورو، ماسٹر محمد خان سیف منڈی بہاء الدین، مولانا محمد عبداللہ ثانی امرتسری، حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری مقام بدوملہی، حکیم غلام قادر آف مخدوم پور، مولوی محمد صدیق مدرسہ دارالحدیث لدھیانہ، مولانا رضاء اللہ ثنائی وغیرھم کی نگارشات بھی نقل ہوئی ہیں ۔ نیز لاہوری احمدیوں کے پیغام صلح سے کی چند تحریریں بھی شامل اشاعت ہیں ۔

(مولانا محمد رفیق تقسیم ہند کے بعد پسرور میں آباد ہوئے، رانا محمد رفیق خان پسروری کے نام سے رد قادیانیت کے معروف مصنف و مناظر کے طور پر سامنے آئے ۔ رانا محمد شفیق خان پسروری اڈیشنل جنرل سکرٹری مرکزی جمعیت اہل حدیث پاکستان آپ کے صاحبزادہ گرامی قدر ہیں ۔)

نومبر ۱۹۰۳ء میں اخبار اہل حدیث امرتسر جاری ہوا، اور اگست ۱۹۴۷ء میں بند ہوا۔ اس اخبار کے صفحات پر ردّ قادیانیت میں شائع ہونے والی جو تحریریں مجھے ملی ہے انہیں تحریک ختم نبوت کے سلسلہ کتب کے ذریعہ اہل علم کے سامنے پیش کر دیا گیا ہے۔ کچھ تحریریں اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہونے کے باوجود آپ کو یہاں دکھائی نہیں دیں گی کیونکہ (۱) یا وہ شمارہ نہیں ملا جس میں وہ تحریر موجود ہے (۲) یا شمارہ

تو مل گیا ہے، لیکن اس تحریر والے صفحات کسی صاحب ذوق نے نکال لئے ہوئے ہیں (۳) یا موجود شمارے میں ردقادیانیت والے مضمون کا معتدبہ حصہ کاغذ کے خستہ یا کرم خوردہ ہونے کی وجہ سے پڑھا نہیں جا سکا ہے۔ بنا بریں درخواست کی جاتی ہے کہ اگر کسی کو ایسا شمارہ ہاتھ لگ جائے جس کا مضمون متعلقہ قادیانیت ہمارے سلسلہ کتب میں نہ ہو، تو اس شمارے کی طرف رہنمائی فرما دی جائے تا کہ کسی مناسب موقع پر تلافی مافات کی صورت بن جائے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کیلئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی۔ **محمد بہاء الدین** ۔ ۸۔اپریل ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۵ء سے

مصلح موعود کون ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیان اور لاہور کے سالانہ جلسوں کے موقع پر اہل حدیث کے شعبہ اشاعت فنڈ سے اشتہار نکلا کرتا ہے جو قادیانیوں اور لاہوریوں کے جلسوں میں تقسیم کیا جاتا ہے۔امسال جو اشتہار شائع ہوا، وہ درج ذیل ہے۔

جماعت احمدیہ سے ایک فیصلہ کن سوال بتقریب جلسہ ہائے سالانہ

اس سال جماعت احمدیہ میں مصلح موعود کا سوال بہت زیر بحث رہا ہے، اس لئے میں بھی جماعت احمدیہ سے اسی پر ایک سوال کرتا ہوں جو فیصلہ کن ہے جناب مرزا صاحب متوفی نے مصلح موعود کی بابت جولکھا ہے وہ یہ ہے: میرے تین لڑکے اس وقت موجود ہیں محمود بشیر اور شریف۔ چوتھا لڑکا (مصلح موعود) ان تینوں کے بعد ہوگا۔(ضمیمہ انجام آتھم مصنفہ ص۱۴۔۱۵)۔سوال: صرف یہ ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے جلسوں میں بتائے کہ وہ چوتھالڑکا (مصلح موعود) کون ہے اس کا نام کیا ہے، وہ کہاں رہتا ہے۔تاکہ یہ فیصلہ ہوسکے کہ پیش گوئی سچی ہے یا جھوٹی۔اور خلیفہ قادیان کا دعوی مصلح موعود ہونے کے متعلق صحیح ہے یا غلط؟ میرے اس سوال کے مخاطب قادیانی اور لاہوری دونوں جماعتیں ہیں۔

اطلاع: دفتر اہل حدیث سے ایک مختصر سار سالہ مصلح موعود شائع ہو چکا ہے جسکے مجیب کیلئے ایک روپئہ انعام تجویز کیا گیا ہے اعیان احمدیہ اگر چاہیں تو ہمت کر کے انعام بھی

حاصل کر سکتے ہیں خاموش رہنے سے یہ سوال ٹل نہیں جائے بلکہ ہمیشہ کیلئے بحال رہیگا۔

قریب ہے یارو روزِ محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

المشتہر۔ رضاء اللہ مینجر دفتر اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۵ دسمبر ۱۹۴۴ء

مدیر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں: افسوس کی بات ہے کہ ایسے آسان سوال کا جواب نہ قادیانیوں نے دیا، نہ لاہوریوں نے۔ لطف یہ ہے کہ قادیانی جماعت میں سے بہت بڑے بڑے انعامات تقسیم کرنے والے سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی بھی ایسے خاموش رہے گویا انہوں نے سنا ہی نہیں۔ اب ہم ان کو پھر یاد دلاتے ہیں کہ وہ دوسروں کو انعام دینے کی بجائے خود انعام حاصل کرنیکی کوشش کریں۔ آخر دقت ہی کیا ہے۔ مرزا صاحب کے اتباع اس آسان سوال کا جواب کیوں نہیں دیتے۔ ہمارا سوال بالکل مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ وہ چوتھا لڑکا (مصلح موعود) کون سا ہے اسکا نام بتاؤ اور شرط مذکورہ اس پر صادق کر کے دکھاؤ ورنہ ہم یہ کہنے پر مجبور ہوں گے

بے خودی بے سبب نہیں غالب
کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۱۹ محرم ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱ ص ۴،۵)

عقاید مرزائیہ

جناب ماسٹر محمد خان سیف منڈی بہاء الدین سے لکھتے ہیں:

برادران ملت! راقم التحریر آج کی صحبت میں امت مرزائیہ کے چند عقاید بیان کرتا ہے
۱۔ میرا منکر کافر ہے۔ (حقیقۃ الوحی، ص ۱۶۳) ۲۔ خدا عرش پر میری تعریف کرتا ہے۔ (انجام آتھم۔ص ۵۵) ۳۔ میں خدا کے نزدیک اس کی اولاد کے رتبہ میں ہوں۔ (اربعین وغیرہ)
۴۔ میرے تمام دشمن سؤر ہیں اور ان کی عورتیں کتیوں سے بڑھ کر۔ (نجم الہدیٰ ص ۱۷)
۵۔ مجھے مردوں کو زندہ کرنے اور زندوں کو مارنے کی قدرت دی گئی ہے (خطبہ الہامیہ)
۶، میرا قدم اس منارہ پر ہے جہاں تمام بلندیاں ختم ہوتی ہیں۔ (خطبہ الہامیہ)

۷۔مرزا دنیا کا باوا آدم ہے۔ (الفضل ۱۴۔فروری ۱۸۴۴ء) (گویا حضرت آدم کا درجہ معمولی ہے)
۸۔مرزا کی ذہنی ترقی آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھی (ریویو قادیان بابت جون ۱۹۲۹ء قول محمود)
۹۔مرزا کی اولاد میں انبیاء پیدا ہوں گے۔(الفضل خاتم النبیین نمبر۔ص ۱۰۸)
۱۰۔مجھ کو خدا نے وہ معرفت ونور دیا جو تمام جہان میں کسی کو نہیں دیا۔(خطبہ الہامیہ)
۱۱۔آنحضرت ﷺ کے تین ہزار معجزات تھے (چشمہ مسیحی۔ص ۱۲) مگر میرے دس لاکھ معجزات ہیں۔(تذکرۃ الشہادتین)۔۱۲۔میں مسیح موعود ہوں نبی اللہ، رسول اللہ ہوں (حقیقۃ الوحی وغیرہ) (کیا لاہوری جماعت کے لئے نبی اور رسول نہ تھے۔سیف)
۱۳۔میرے آنے سے پہلوں کے سورج ڈوب گئے۔(خطبہ الہامیہ)
۱۴۔میں خواب میں اللہ ہو گیا اور میں نے یقین کر لیا کہ واقعی میں اللہ ہوں (انجام آتھم)
۱۵۔غیر احمدی سب ہمارے دشمن ہیں۔(الفضل ۲۵۔اپریل ۱۹۳۱ء)

مسلمانو! سوچو اور بتاؤ ہم مرزائیوں کے نزدیک کیا درجہ رکھتے ہیں۔کیا اب بھی مرزائیوں کو مسلمان سمجھو گے۔

۱۶۔مرزا کے اتباع میں اولوالعزم نبی پیدا ہوں گے۔(الفضل خاتم النبیین نمبر ص ۲۸)
۱۷۔ہمارا جلسہ بھی حج کی طرح ہے۔خدا نے قادیان کو اس کام (حج) کیلئے مقرر کیا ہے اب حج کا مقام قادیان ہے۔(برکات خلافت)
۱۸، یہ بالکل صحیح ہے کہ ہر شخص ترقی کر سکتا ہے اور بڑے سے بڑا درجہ پا سکتا ہے حتی کہ حضرت محمد ﷺ سے بھی بڑھ سکتا ہے۔(ڈائری خلیفہ قادیان)

جہاد اسلامی کے متعلق مرزا صاحب فرماتے ہیں شعر ملاحظہ ہو

دشمن ہے وہ خدا کا جو کرتا ہے اب جہاد
دین کے لئے حرام ہے اب جنگ و قتال

۱۹۔غیر احمدی (مسلمانوں) کا جنازہ پڑھنا جائز نہیں۔(انوار خلافت۔ص ۹۸۳)
۲۰۔غیر احمدی (مسلمان) معصوم بچے کا جنازہ بھی پڑھنا جائز نہیں۔(ایضاً)
۲۱۔مرزا صاحب کا دعوی تھا کہ حوض کوثر مجھے ملا ہے۔الفاظ یہ ہیں۔ انا اعطینا ك الکوثر (انجام آتھم۔ص ۵۸)۔۲۲۔سب مسلمانوں نے مجھے مان لیا مگر بدکار اور فاحشہ عورتوں کی اولاد نے نہیں مانا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۴۷)

۲۳۔ ہمارا فرض ہے کہ غیر احمدیوں کو مسلمان نہ سمجھیں اور ان کے پیچھے نماز نہ پڑھیں۔
مسلمانو! امت مرزائیہ کا ایک اور عقیدہ سینہ تھام کر سنئے

۲۴۔ حضرت مسیح موعود (مرزا) کا ذہنی ارتقاء آنحضرت ﷺ سے زیادہ تھا۔ اس زمانہ میں تمدنی ترقی زیادہ ہے اور یہ جزوی فضیلت ہے جو صرف مسیح موعود (مرزا) کو آنحضرت ﷺ پر حاصل ہے نبی کریم ﷺ کی ذہنی استعدادوں کا ظہور تمدن کے نقص کے باعث نہ ہوا اور نہ قابلیت تھی۔ (ریویو آف ریلی جنز قادیان جون ۱۹۲۹ء)

ناظرین! کس دیدہ دلیری سے سردار دوجہان رئیس الانبیاء کی شان گرامی میں گستاخی سے کام لیا گیا ہے اعاذنا اللہ منه۔ بھائیو! آپ نے امت مرزائیہ کے عقاید ملاحظہ فرما لئے۔ دعا ہے کہ اللہ میاں ہر مسلمان کو ان سے محفوظ و مصئون رکھے، اور شریعت محمدیہ پر کاربند ہونے کی توفیق بخشے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۲۶ محرم ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲ ص ۳۔۴)

مرزا کے گول مول الہامات

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: کوئی مانے یا نہ مانے ہم تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مداح ہیں کہ آپ ایسی گول مول بات کیا کرتے تھے جس کے کئی پہلو ہوا کرتے تھے۔ مثلاً فرمادیا کہ دو بکریاں ذبح ہوں گی۔
اس الہام کو کبھی کہیں لگا دیا اور کبھی کہیں۔

انہی میں ایک پیش گوئی یہ بھی ہے کہ میری چار دیواری میں رہنے والے طاعون سے نہیں مریں گے (انّی احافظ کل من فی الدّار)۔

اس میں دو قسم کی وسعتیں ہیں۔ چار دیواری کے معنی کیا ہیں۔ اس سے چونے اور اینٹوں کی دیوار مراد نہیں، بلکہ ارادت اور عقیدت کی دیوار مراد ہے۔ (کشتی نوح از مرزا قادیانی)
دوسرے قادیان میں جو کوئی رہتا ہو وہ مرزا قادیانی کی چار دیواری ہی میں رہتا ہے۔

پیغام صلح لاہور مورخہ ۶ دسمبر ۱۹۴۴ء دوسری وسعت کو تو قبول کر لیتا ہے مگر پہلی وسعت کا ذکر نہیں کیا کیونکہ وہ جانتا ہے کہ بہت سے مرید بیرون قادیان طاعون سے مر

چکے ہیں اور بہت سے قادیان میں بھی مرے ہیں اس لئے یہ پیش گوئی بھی اپنے معنی میں بالکل غلط ثابت ہوئی ہے۔اسی پر ہی کیا موقوف ہے مرزا صاحب قادیانی کی کل پیش گوئیاں ایسی ہی ہیں لیکن اس پر یہ کہنا صحیح ہے

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

اس کی مفصل تشریح ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں ملاحظہ فرمائیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۴ صفر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان کی بلند پروازی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ماضی میں ایک صاحب، شیخ چلی ہوئے ہیں۔ جو اپنی بلند پروازی میں بہت مشہور رہے۔ بڑے بڑے بلند حوصلے رکھتے تھے۔ بڑی بڑی سکیمیں سوچتے تھے۔ اسلئے بڑے نام آور اور ضرب المثل تھے۔ لوگ ان کا نام بڑی عزت سے لیتے تھے۔ جہاں کہیں کسی شخص نے بلند خیال سوچا، بس لوگوں نے کہہ دیا حضرت شیخ چلی کی بڑ ہے۔

دراصل انسان میں بلند خیالی کا وصف قابل تعریف ہے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) میں یہ وصف کمال درجہ تک پایا جاتا ہے جو دراصل ان کو باپ سے وراثت میں ملا ہے آج ہم خلیفہ صاحب کی بلند خیالی کی ایک مثال ناظرین تک پہنچاتے ہیں تا کہ جو لطف ہم نے ان کی سکیم سے حاصل کیا ہے، اسے ناظرین بھی حاصل کریں۔

آپ نے عراق عرب میں احمدیت کی اشاعت کا مضمون سوچا ہے جس کو بڑی خوبی سے بیان کیا ہے جسے پڑھ کر ہمیں خیال گذرا کہ حضرت شیخ چلی گو مر گئے ہیں مگر بلند خیالی کا وصف ابھی دنیا میں موجود ہے۔ خلیفہ قادیان کہتے ہیں:

ہماری طرف سے اس وقت تک شام، فلسطین اور مصر میں تو تبلیغ جاری ہے لیکن میں سوچ رہا تھا عراق میں ابھی تک ہماری طرف سے تبلیغ نہیں شروع کی گئی۔ حضرت مرزا صاحب کا ایک الہام ہے کہ يدعون لك ابدال الشام۔ (تذکرہ۔ص ۱۳۱)

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالی شام کی طرف ہماری جماعت کی ترقی کی صورت پیدا کرنے والا ہے۔لیکن آج مجھے یہ خیال آیا کہ عراق کا بھی حضرت مرزا صاحب کے الہام میں ذکر آتا ہے چنانچہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کا ایک الہامی نام عبدالقادر رکھا ہے۔ (تذکرہ۔ص۹۱، ۵۰۷، ۶۵۷)

اور سید عبدالقادر صاحب جیلانی بغداد میں رہتے تھے۔

گویا شام کے متعلق یہ الہام ہے کہ یدعون لك ابدال الشام شام کے ابدال تیرے لئے دعائیں کرتے ہیں تو عراق کے متعلق یہ الہام ہے کہ تم ابدال العراق میں سے ہو یعنی جو کام عبدالقادر جیلانی نے کیا تھا وہی کام اس علاقہ میں ہم تم سے لیں گے (مدیر اہل حدیث حاشیہ میں لکھتے ہیں: اسی لئے حیدر آباد کے مرزائیوں کی طرف سے ایک نظم چھپی تھی جس میں مرزا صاحب قادیانی اور شیخ عبدالقادر جیلانی کا مقابلہ اس طرح دکھایا تھا

سرمہء چشم بناتے تیری خاک پا کو۔غوث اعظم شاہ جیلانی رسول قدنی) کیونکہ سید عبدالقادر صاحب جیلانی ساری دنیا کے لئے نہیں بلکہ ایک مخصوص علاقہ کی ہدایت کیلئے بھیجے گئے تھے اس طرح اللہ تعالی نے آپ کو عبدالقادر قرار دے کر اس امر کی طرف اشارہ فرما دیا کہ جیسے عبدالقادر صاحب عراق کے لوگوں کی ہدایت کا ذریعہ ہوئے تھے ویسے ہی حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ذریعہ عراق کے لوگ احمدیت کو قبول کریں گے۔

پھر میں نے سوچا کہ اللہ تعالی نے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کو ہندوستان میں پیدا کیا ہے اور ہندوستان میں جہاں مغلوں کی جسمانی حکومت رہ چکی ہے اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ پھر ایک روحانی حکومت مغلوں کی قائم کر دی ہے۔ دنیوی بادشاہ جب دین سے غافل ہوجاتے ہیں تو کئی قسم کے مظالم پر اتر آتے ہیں، لیکن مغلوں کو یہ ایک بہت بڑی خوبی نصیب رہی ہے کہ انہوں نے فاتح ہوکر بڑی جلدی اسلام قبول کر لیا اور اس کی اشاعت میں مشغول ہو گئے۔ جب کسی قسم میں کوئی نیکی ہوتی ہے تو اللہ تعالی کسی نہ کسی رنگ میں اسے بدلہ دے دیتا ہے....

شاید انکی اس نیکی کی وجہ سے ہی اللہ تعالی نے اس زمانہ میں اپنا مامور مغلوں میں سے بھیجا ہے (خود مرزا صاحب قادیانی اپنے مغل ہونے سے انکاری ہیں۔ قادیانی ممبرو! بتاؤ باپ سچا ہے یا بیٹا احدھما کاذب۔ اڈیٹر اہل حدیث) اور تاریخ سے یہ امر ثابت ہے کہ مغلوں کا پہلا خروج بغداد

پر ہوا جس کو انہوں نے تباہ و بر باد کر دیا تھا۔ پس جیسے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے یہ لکھا ہے کہ پہلا آدم آیا اور اسے جنت سے نکالا گیا مگر یہ دوسرا آدم اسلئے آیا ہے تا کہ شیطان کو جنت سے نکال دے (مرزا صاحب تو لکھ چکے ہیں کہ میں شیطان کو مارڈالنے کیلئے آیا ہوں خلیفہ صاحب لکھتے ہیں جنت سے شیطان کو نکالنے کیلئے آئے ہیں دونوں میں سے کون سچا ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) اور خود اس میں داخل ہو جائے پہلا مسیح آیا اور اسے دشمنوں نے صلیب پر لٹکا دیا لیکن یہ دوسرا مسیح اس لئے آیا ہے تا کہ صلیب کو ٹکڑے ٹکڑے کر دے (عیسائیوں کی مردم شماری دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ صلیب دن بدن ترقی پذیر ہے۔ براہین احمدیہ کی تصنیف کے زمانہ میں عیسائیوں کی آبادی پانچ لاکھ تھی آج نصف کروڑ سے بھی زیادہ ہے۔ کیا صلیب توڑنا اسی کو کہتے ہیں۔ اڈیٹر اہل حدیث) پہلا یوسف آیا اور اسے لوگوں نے زندان میں ڈالا لیکن یہ دوسرا یوسف اسلئے آیا ہے کہ لوگوں کو کاندان (غالباً یہ لفظ غلط چھپا ہے صحیح زندان ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) میں سے نکالے۔ اسی طرح ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں مغلوں کو (گو وہ مسلمان نہیں تھے) اللہ تعالیٰ نے اس بات پر مامور کیا کہ وہ سزا کے طور پر بغداد میں داخل ہوں مگر اس زمانہ میں مغلوں کیلئے خدا نے یہ مقدر کر دیا ہے کہ وہ انعام کے طور پر بغداد میں داخل ہوں اور اسکے لئے ایک نئی زندگی کا موجب ہوں۔ ان دونوں نسبتوں سے میں نے یہ سمجھا کہ عراق بھی خدائی سکیم سے باہر نہیں بلکہ اس میں شامل ہے اگر ہمیں شام کے متعلق بعض الہامات نظر آتے ہیں تو عراق کے متعلق بھی ایسے الہامات پائے جاتے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ احمدیت کا وہاں پھیلنا مقدر ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ عرب پر غلبہ حاصل کرنے کی پہلی سیڑھی عراق ہے اور ضروری ہے کہ اس علاقہ میں احمدیت کی اشاعت کی طرف توجہ کی جائے اگر عراق میں احمدیت کا غلبہ ہو جائے تو بحرین کے جزائر جو اس کے قرب میں ہی ہیں وہاں اثر پہنچ سکتا ہے اور پھر وہاں سے آہستہ آہستہ سارے عرب میں احمدیت پھیل سکتی ہے پھر اگر عراق میں احمدیت پھیل جائے تو افغانستان اور ایران دونوں گھر جاتے ہیں اور ان دونوں ممالک پر ایک طرف ہندوستان سے اور دوسری طرف عراق سے ایسا تبلیغی اثر ڈالا جا سکتا ہے کہ ان ممالک کے لئے احمدیت میں داخل ہونے کے سوا کوئی چارہ ہی نہ رہے۔

(الفضل قادیان ۱۵ جنوری ۱۹۴۵ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: کیسی دلفریب سکیم ہے۔ ہمیں اس سے بحث نہیں ہے کہ یہ سکیم پوری ہوگی یا نہیں، بلکہ ہماری نظر اس موقع پر یہ ہے کہ جس بنا پر یہ سکیم تیار کی گئی ہے وہ سرے سے ہی غلط ہے۔ بنا یہ کہ مرزا صاحب قادیانی مغل قوم سے تھے اور خدا تعالی مغلوں سے روحانی خدمت لیتا رہا ہے اور اسی طرح احمدیت کی اشاعت بھی ان سے کرائے گا حالانکہ خود مرزا غلام احمد صاحب کتاب حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۸۷ پر اپنے مغل ہونے سے انکار کرتے ہیں۔

جس کی اصل ہی نہیں ہے اس کی فرع کہاں ہوگی۔ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ قادیانی اہل علم مرزا کے مقالات کے حوالے ہم سے پوچھ لیا کریں تاکہ انہیں شرمندگی نہ ہو مگر وہ اپنی تعلیٰ اور خودرائی سے کام لیتے ہیں اس لئے غلطی کر جاتے ہیں ہمیں مرزا کی کتابوں کے حوالے بتانے میں کبھی بخل نہیں ہوگا دیکھئے سردست ایک حوالہ کیسا صحیح بتاتے ہیں آپ نے فرمایا تھا کہ میں نے مولوی ثناء اللہ کی بابت دعا کی تھی کہ ہم میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے خدا نے مجھے الہام کیا اجیب دعوۃ الداع خدا فرماتا ہے کہ میں نے تیری دعا قبول کر لی یعنی جھوٹا پہلے مریگا (بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء) نتیجہ کیسا صحیح نکلا

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر
کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جنوری ۱۹۴۵ء مطابق ۱۱ صفر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

آخری فیصلہ کا اثر قادیانی جماعت پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے میرے مواخذات سے تنگ آ کر ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو ایک دعا شائع کی تھی جس کا مضمون یہ تھا کہ ہم دونوں (مرزا غلام احمد صاحب و مولانا ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے، وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔ اسکا نتیجہ جو ہوا وہ اظہر من الشّمس ہے۔ اللہ تعالی نے مرزا قادیانی کی دعا قبول فرمائی۔

اس الٰہی فیصلہ کا اثر یہ ہونا چاہیے تھا کہ جماعت مرزائیہ مرزا صاحب کے

حق میں وہی رائے رکھتی جس کا اظہار خود مرزا صاحب قادیانی کر گئے تھے ..مگر جماعت مرزائیہ نے پہلے تو اس مضمون پر بحث اٹھائی جس میں حسب فیصلہ منصفان ان کو تین سو روپیہ مجھے انعام دینا پڑا۔ یہ واقعہ اپریل ۱۹۱۲ء کا ہے۔ اس کے بعد بھی وہ کچھ نہ کچھ کہتے ہی رہے، یہاں تک کہ اخبار الفضل ٦ فروری ۱۹۴۵ء میں ایک بسیط مضمون اس کے جواب میں نکلا ہے جس کے اصل مطلب کا جواب اخبار اہل حدیث امرتسر میں کئی دفعہ دیا گیا ہے مگر اب پھر الفضل میں بصورت جدیدہ یہ مضمون کیوں دیا گیا؟ صرف اس لئے کہ ۲ فروری کے اہلحدیث میں میری بیماری کا ذکر دیکھ کر اچھل پڑے اور مارے خوشی کے نعرے لگانے لگے۔ الفضل کے سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے:

۱۔ مرزا صاحب کا مضمون دراصل مباہلہ تھا۔ ۲۔ مولوی ثناء اللہ نے اس کو قبول نہ کیا لہذا مباہلہ منعقد نہ ہوا۔ ۳۔ مولوی ثناء اللہ اپنی زندگی پر فخر کرتا ہے حالانکہ اس کی زندگی بقول اس کے بدکاروں کی زندگی ہے۔ ۴۔ اب وہ اپنی بیماری کا اعتراف ۲ فروری کے پرچہ اہل حدیث میں خود کرتا ہے۔

خدا جزائے خیر دے میاں محمود احمد گدی نشین کو جنہوں نے ان سب باتوں کا جواب خود دیا ہوا ہے، اسلئے مجھے کچھ کہنے کی ضرورت نہیں۔ موصوف نے اپنے رسالہ تشحیذ الاذہان بابت جون جولائی ۱۹۰۸ء میں لکھا تھا کہ جب حضرت صاحب کلاں نے ثناء اللہ کی بابت دعا کی اور خدا کی طرف سے اس کی قبولیت کا الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع، یہ دعا انذاری پیش گوئی ہوگئی۔

مطلب یہ کہ دعا جملہ انشائیہ ہوتی ہے جو صدق یا کذب سے موصوف نہیں ہوتی مگر پیش گوئی جملہ خبر یہ ہوتی ہے جس کے لئے احد الوصفین (صدق یا کذب) ضروری ہوتا ہے۔ پس میاں محمود احمد کی تشریح کے مطابق کلام مرزا کا مطلب یہ ہوا کہ: ہم میں سے جھوٹا ضرور سچے کی زندگی میں مرے گا۔ اہل علم مرزائیو! میں تم کو تمہارے علم کا واسطہ دے کر پوچھتا ہوں ان دونوں باپ بیٹے کے متن سے اور شرح سے جو نتیجہ میں نے پیش کیا ہے آپ لوگ اس کی بابت کیا رائے رکھتے ہیں۔

الفضل کا میری علالت پر خوشی منانا بہت ہی بے موقع ہے کیونکہ ان کا نبی ہمیشہ بیمار رہتا تھا۔ آج بھی اس کا خاندان لاہور کے میو ہسپتال کا نمونہ نظر آتا ہے۔ کہیں خلیفہ جی (

محمود احمد) کو کھانسی کا عارضہ ہے، کہیں ان کے بھائی کو نقرس کا دورہ ہے۔ کہیں بہنوئی دم شماری کر رہا ہے۔ اگر ان کی روزانہ رپورٹیں غلط نہیں ہیں ،تو یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ قادیان دارالایمان بالکل لاہور کا میوہسپتال ہے جس پر یہ شعر بخوبی صادق آتا ہے

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیان بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ فروری ۱۹۴۵ء جلد ۴۲ نمبر ۷ ص ۴۔۵)

مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی اور مرزا قادیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عنوان میں مذکور پنجاب کے یہ دونوں مشہور مصنف کسی زمانہ میں ایک دوسرے کے بڑے دوست اور یار غار تھے ۔ جوں ہی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خلاف شریعت دعوی کرنے شروع کئے مولانا محمد حسین موصوف ان سے علیحدہ ہونے لگے یہاں تک کہ مولانا موصوف نے مرزا صاحب قادیانی کے حق میں ایک فتوی مرتب کر کے علماء سے دستخط حاصل کئے۔ پھر تو ایسی بگڑی کہ قادیان کو چھوٹے کاف سے کادیان، یعنی مکرو فریب کا مقام لکھنے لگے۔ ادھر مرزا صاحب بٹالہ کو ط کے ساتھ بطالہ یعنی جھوٹ کا مقام لکھنے لگے۔

میں ایک دفعہ دینانگر کے جلسہ پر جارہا تھا کہ دو اچھے تعلیم یافتہ مرزائی میرے ساتھ بیٹھے ہوئے تھے۔ مختلف قسم کی باتیں متضمن مذاق کرتے رہے۔ بٹالہ کا سٹیشن آیا تو قادیان کی گاڑی پر بیٹھنے کے لئے اترنے لگے۔ ان میں سے ایک نے مجھے سنانے کے لئے کہا کہ بطالہ آ گیا۔ میں نے کہا: جناب ! قادیان کس تحصیل کے ماتحت ہے۔، اس کا جواب وہ نہیں دے سکے کیونکہ قادیان تحصیل بٹالہ کے ماتحت ہے۔

خیر دنیا میں تو ان دونوں صاحبوں کے آپس میں تعلقات رہے آخر بحکم کل من علیها فان دونوں اس دار فانی سے تشریف لے گئے ۔دونوں کا انجام خدا کو معلوم ہے مگر بظاہر ہم دیکھتے ہیں کہ دونوں میں بہت فرق ہے مولانا محمد حسین بٹالوی کو

اگر کوئی شخص کلماتِ تحسین کے ساتھ یاد نہیں کرتا، تو مذمت بھی نہیں کرتا۔

مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا حال عیاں راچہ بیان، سب جانتے ہیں۔ چاروں طرف سے آوازے کسے جارہے ہیں۔ کوئی کسی نام سے یاد کرتا ہے، کوئی کسی سے۔ کوئی نظم لکھتا ہے، کوئی نثر لکھتا ہے۔ غرض آئے دن یہ ہنگامہ بپا ہے۔

باوجود اس نمایاں فرق کے قادیانی گروہ مرزا صاحب قادیانی کو فوقیت مولانا موصوف پر ظاہر کرتا ہے۔ مثلاً ۲۳ فروری کے اہل حدیث میں کسی صاحب نے پوچھا کہ مولانا محمد حسین مرحوم کی تاریخ وفات کیا ہے؟

معمولی بات تھی جسکا جواب اہل حدیث ہی کی فائل سے مل سکتا تھا۔ بس الفضل قادیان نے اس کورائی کا پہاڑ بنادیا اور اس کے متعلق ایک لمبا مضمون لکھ مارا کہ مولوی محمد حسین کی یہ عزت ہے کہ ان کی تاریخ وفات بھی کسی کو یاد نہیں۔ ہمارے حضرت صاحب ایسے اور ویسے ساری دنیا میں مشہور ہیں۔

حیرت ہے کہ اس قسم کے واقعات سے کیا ثابت ہوتا ہے۔ کیا مرزا قادیانی کے مقابل سوامی دیانند پنڈت لیکھ رام اور ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کی تاریخ وفات لوگوں کو معلوم نہیں ہے۔ تعجب ہے کہ ایسا دعوی وہ لوگ کرتے ہیں جو اپنے نبی کی تاریخ پیدائش، وہ خود بھی صحیح نہیں بتاتے، کبھی چار سال آگے کر دیتے ہیں اور کبھی پانچ سال پیچھے۔

امرتسر میں حضرت عبداللہ غزنوی رحمۃ اللہ علیہ بڑے باکمال بزرگ گذرے ہیں۔ جن کے کمال اور بزرگی کا اعتراف خود مرزا صاحب قادیانی بھی کیا کرتے تھے۔ ان کی تاریخ وفات بھی کسی کو معلوم نہیں ۔، اور اوپر چلئے آنحضرت ﷺ کی تاریخ وفات اور ولادت میں اختلاف ہے۔ تاریخ ابن خلدون وغیرہ ملاحظہ ہو۔، پھر یہ کیا کمال ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی تاریخ وفات لوگوں کو معلوم ہے اور مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی تاریخ وفات معلوم نہیں، حالانکہ اخبار اہل حدیث میں ملتی ہے۔ یہ فضیلت اور کرامت تو اسی وزن کی معلوم ہوتی ہے جو کسی شاعر نے اپنے پیرومرشد کی بتائی ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشد گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مارچ ۱۹۴۵ء مطابق ۲۳ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۰ ص ۴)

قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود۔۱

(الثمرة تبنیء عن الشجرة)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: درج بالا مثال کا مفہوم اردو زبان میں یوں ادا کیا جاتا ہے: درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی مسیح موعود ہونے کا تھا، جو ہمارے نزدیک بالتحقیق غلط اور افتراء علی اللہ ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی پیشگوئی میں اپنے ایک بیٹے کو مصلح موعود قرار دے کر اعلان کیا کہ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔ یہ اعلان بھی اسی طرح غلط ثابت ہوا جس طرح مرزا قادیانی کا اپنا دعوی غلط تھا۔ اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بقول درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے، مرزا کی مسیحیت موعودہ کو بھی اس کا اثر پہنچا۔ اس کا مفصل ذکر ہمارے رسالہ مصلح موعود میں ہے۔ ناظرین اسے دیکھ سکتے ہیں۔ رسالہ مذکور میں جو کچھ لکھا ہے اسکا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب نے مصلح موعود بیٹے کے حق میں لکھا ہے :۱۔ وہ تین کو چار کرنے والا ہوگا۔۲۔ محمود، بشیر احمد، شریف احمد جو اس وقت زندہ ہیں وہ ان کے بعد پیدا ہوگا۔ (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴۔۱۵)۔

بس ساری گفتگو کا مدار ان دو فقروں پر ہے۔ ظاہر ہے کہ دونوں فقرے اپنے معنی اور زبان اردو کے قاعدہ سے اپنے مفہوم میں بالکل صاف ہیں۔ میں قادیانی اہل قلم کی ہمت کی داد دیتا ہوں کہ ان میں یہ خاص ملکہ ہے کہ وہ علی الاعلان کہہ سکتے ہیں

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

باوجود اس کے کہ ان کے سب اہل قلم اس فن میں باکمال ہیں، مگر کلی مشکک کے ماتحت بعض افراد بعض پر فضیلت رکھتے ہیں۔۔ بہ نسبت دوسروں کے مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کو اس فن میں خاص امتیاز حاصل ہے۔ وہ اس امتیاز میں اس درجہ ترقی کر گئے ہیں کہ استاد داغ کا شعر ان پر صادق آتا ہے

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور۔ شکل ہے دنیا میں لا ثانی مری

موصوف نے ہمارے رسالہ کے جواب میں قلم اٹھایا، اس کا پہلا نمبر جنوری ۱۹۴۵ء میں

اخبار الفضل میں نکلا۔ اس کے بعد نمبر دوم ایسا گم ہوا کہ ہم نے سمجھا کہ براہین احمدیہ کے باقی حصص کے ساتھ شائع ہوگا۔ آخر دوسرا نمبر ۹ فروری کے پرچہ میں شائع ہوا۔

نمبر اول میں براہین احمدیہ جلد اول کی طرح ادھر اودھر کی باتیں بھری ہوئی ہیں۔ نمبر دوم میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ انبیاء کے کلام میں آیات متشابہات بھی ہوتی ہیں اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کے کلام میں بھی بعض الہام متشابہہ ہوتے تھے۔ مقصود متکلم کا یہ ہے کہ مصلح موعود والا الہام بھی متشابہہ ہے۔

جواب یہ ہے کہ خود متکلم جس حصہ کلام کو محکم کہتے ہیں اس کو متشابہہ کہنے والا کون۔ اگر اس کو بھی متشابہہ کہا جائے تو پھر اس مقولہ معقولہ کے کیا معنی ہوں گے تاویل الکلام بمالایرضی به قائله (فاندفع ما توهم) یعنی متکلم کی تصریح کے خلاف کسی کلام کے معنی بیان کرنا غلط ہے۔ یہ تو نمبر دوم کا اصل جواب ہے۔ باقی مولوی اللہ دتا کا میرے حق میں طعن تشنیع کرنا یا اہل حدیث کانفرنس کے کاموں کا ناقدری سے ذکر کرنا اصل مضمون سے کوئی تعلق نہیں رکھتا۔ تاہم مولوی صاحب میرے جواب کے منتظر ہوں تو سن لیں کہ میاں محمود احمد خود معترف ہیں کہ مرزا غلام احمد نے جن جن کاموں کے کرنے کے وعدے کئے تھے، ابھی تک ان کا اربواں حصہ بھی پورا نہیں ہوا استاد داغ اپنے محبوب کے مواعید میں سے ہزارویں حصہ پر اکتفا کرتے ہوئے کہتے ہیں

ہزار وعدوں میں گر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

مگر خلیفہ قادیان قادیان اور ان کے اتباع اپنے نبی کے مواعید میں سے اربواں حصہ بھی پورا نہ ہونے پر ان کو باوفا ہی سمجھتے ہیں۔ سچ ہے: نظر اپنی اپنی پسند اپنی اپنی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مارچ ۱۹۴۵ء مطابق ۳۰ ربیع الاول ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۱ ص ۳۔۴)

قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود۔ ۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا) نے مرزا غلام احمد صاحب کے مصلح موعود

والے الہام کو متشابہ بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس کا جواب پہلے نمبر میں آ چکا ہے۔ اسی ضمن میں قادیانی مجیب نے اپنے جواب میں بڑے طمطراق سے الزام لگایا ہے کہ میں نے مرزا صاحب قادیانی کی عبارت میں سے تین کو چار کرنے والا فقرہ نقل کیا ہے۔ اور مرزا صاحب کا یہ کہنا کہ، اس جملہ کے معنی سمجھ میں نہیں آئے، نقل نہیں کیا۔

اس سے آپ کا مقصد غالبًا یہ ہے کہ یہ فقرہ اس پیش گوئی کو متشابہ قرار دیتا ہے۔ یہ الزام غلط ہے کیونکہ میں نے اپنے رسالہ مصلح موعود میں وہ فقرہ نقل کیا ہے جو مرزا قادیانی نے کہا تھا کہ اس لڑکے نے میری پشت اور ماں کے پیٹ میں اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے کہا ہے کہ میں تمہارے پیچھے ایک دن کے بعد آتا ہوں۔ (رسالہ مصلح موعود۔ ص ۸)

اور وہ تینوں بھائی یہی ہیں جن کے نام محمود، بشیر، شریف، مرزا صاحب نے لکھے ہیں۔ بس اس سے زیادہ تشریح کیا ہو گی۔، محدثین کا اصول ہے کسی ایک حدیث سے عدم علم ثابت ہو اور دوسری سے علم تو علم والی حدیث موخر ہوتی ہے فا ندفع ما اورد

اسی نمبر میں مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری نے بڑا زور اس بات پر دیا ہے کہ تین کو چار کرنے والا فقرہ متشابہات سے ہے۔

میں کہتا ہوں یہ دعوی علم شریعت اور اقوال مرزا صاحب قادیانی کے سراسر خلاف ہے۔ جب خود صاحبِ وحی اس فقرے کو محکم اور مفصل قرار دے تو اس کو متشابہ کہنے والا صاحبِ وحی کی مخالفت کرتا ہے۔ مرزا صاحب نے صاف الفاظ میں تین کو چار کرنے والے سے بیٹا مراد لے کر لکھا ہے کہ وہ محمود، بشیر اور شریف کے بعد پیدا ہو گا (ضمیمہ انجام آتھم) اب کس کو یارا ہے کہ وہ احمدی ہو کر اس کے خلاف کہہ سکے۔ مرزا غلام احمد صاحب کی تصریحات صاف بتا رہی ہیں کہ تین کو چار کرنے والا جملہ متشابہ نہیں ہے بلکہ محکم ہے۔ اس کو متشابہ کہنے والا اہل زیغ ہی نہیں بلکہ اہل تحریف ہے۔

اس نمبر میں مولوی اللہ دتا صاحب نے تین کو چار کرنے والے کے متعلق جو کمال دکھایا ہے، وہ انہی کا حصہ ہے۔ آپ کی ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے سارے بیٹوں (سلطان احمد، فضل احمد، بشیر اول، محمود، بشیر ثانی، اور شریف) میں سے چوتھا لڑکا محمود ہے۔ یہی معنی ہیں تین کو چار کرنے والہ کے۔

حالانکہ اس وقت فضل احمد اور بشیر اول مر چکے تھے۔ موئے ہووں کو شمار میں

لے کر محمود احمد کو چوتھا قرار دینا مرزا صاحب قادیانی کی تاویلات سے بڑھ کر رکیک تاویل ہے جو اس پنجابی مثل کی مصداق ہے: گورو جنہاں دے ٹپنے چیلے جانھ شڑپ قبل از جواب ناظرین کو یہ بتانا مفید ہوگا کہ بشیر اول کون تھا۔ بشیر اول وہ لڑکا تھا جس کی بابت مرزا صاحب نے بڑے زور دار الفاظ میں پیش گوئی کی تھی کہ ایسا ہوگا، ویسا ہوگا، کانّ الله نزل من السماء گویا خدا آسمان سے اتر آئیگا۔، وہ پیدا ہوا۔ چند مہینے زندہ رہ کر مر گیا۔ جس پر مخالفوں نے نظم ونثر میں اشتہار لکھے، جس کا ایک شعر یہ تھا

بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا۔ تیرا اعزاز اور اکرام مرزا

اس واقعہ کی بنا پر ہمیں یقین تھا کہ کوئی قادیانی بشیر اول کا نام نہیں لے گا۔ مگر قادیانیوں کو سب کچھ روا ہے۔ مولوی اللہ دتا صاحب جالندھری کی تاویل کی خبر مرزا صاحب کو ہو جائے تو وہ سخت ناراضگی سے کہیں گے کہ جالندھری کو اس علمی اصول کی بھی خبر نہیں کہ تاویل الکلام بما لا یرضی به قائله باطل یعنی متکلم کے خلاف منشاء کسی کلام کے معنی کرنا غلط اصول ہے۔ میں (مرزا کلاں) جب کہ صاف لفظوں میں کہہ چکا ہوں کہ چوتھا لڑکا جو مصلح موعود ہوگا، وہ ان تین لڑکوں محمود، بشیر اور شریف کے بعد ہوگا، پھر کون ہے جو احمدی ہو کر میرے کلام کو بگاڑے۔ ایسے نادان دوست کے حق میں، میں (مرزا غلام احمد) کہوں گا

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۴۵ء مطابق ۸ ربیع الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۲ ص ۴)

کیا اب بھی مسلمان پوچھیں گے قادیانی مسلمان ہیں؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی تحریک کو پچاس سال سے زیادہ عرصہ گزر رہا ہے ہر قسم کی تحریریں فریقین کی طرف سے شائع ہو چکی ہیں۔ یہاں تک کہ علماء اسلام کا متفقہ فتوی بابت تنسیخ نکاح مرزائیاں بھی شائع ہو چکا ہے۔ غرض قادیانی تحریک کا مسئلہ قد تبين الرشد من الغی کے ماتحت آ چکا ہے۔ باوجود اس کے کسی نہ کسی جانب سے یہ سوال

آجایا کرتا ہے کہ قادیانی مسلمان ہیں یا غیر؟ ہم ایسے سائلوں کے جواب کے لئے آج ایک مضمون الفضل سے نقل کرتے ہیں۔ ایسے سائل، اس کو پڑھیں اور خود ہی فیصلہ کر لیں کہ قادیانی کیا ہیں۔ خود قادیانی مسلمانوں کو کس نظر سے دیکھتے ہیں اور ان کی نسبت کیا اعتقاد رکھتے ہیں۔ مضمون مندرجہ ذیل کا خلاصہ یہ ہے کہ اہل قادیان اپنے اور مسلمانوں کے درمیان مرزا غلام احمد کی شخصیت کو حد فاصل جانتے ہیں جو ان کی طرف ہو وہ مومن جو اس طرف ہو وہ کافر۔ جس طرح نبوت محمد یہ مسلمانوں اور غیر مسلمانوں میں حد فاصل ہے ۔ پس اس تمہید کے بعد ناظرین مندرجہ ذیل مضمون پڑھیں اور قادیانیوں کے اسلام اور غیر اسلام کا سوال چھوڑ دیں۔ وہ مضمون یہ ہے:

احمد یہ سلسلہ کی عورتوں پر جو ذمہ داریاں خداتعالی کی طرف سے ڈالی گئی ہیں ان میں سے ایک یہ بھی ہے کہ کسی احمدی لڑکی کا نکاح غیر احمدی مرد کے ساتھ نہ ہونا چاہیے۔ یہ مسئلہ آج کا نہیں، بلکہ قدیمی ہے اور کسی نے کبھی یہ نہ سنا ہوگا کہ اگلے زمانہ میں کسی مسلمان عورت کا کسی ہندو عیسائی یہودی مجوسی یا مشرک سے نکاح کیا گیا ہو، اور مسلمان قوم نے اس کو برداشت کرلیا ہو۔ مسئلہ یہ ہے کہ مسلمان مرد تو اہل کتاب عورت سے شادی کرسکتا ہے لیکن مسلمان عورت نہ کسی کافر سے شادی کرسکتی ہے، نہ اہل کتاب مرد سے ۔ اہل کتاب سے مراد یہودی عیسائی ہندو پارسی وغیرہ قومیں ہیں جو کسی شریعت پر چلتی ہیں اور کوئی کتاب ان کے پاس ہے ۔ مرد چونکہ عورت کے ماتحت نہیں ہوتا اس لئے اس کو اجازت دی گئی ہے کہ وہ بوقت ضرورت کتابی عورت سے شادی کرلے، لیکن عورت چونکہ مرد اور اس کے خاندان کے دباؤ کے نیچے زندگی بسر کرتی ہے اس لئے اس کا دین محفوظ رکھنے کے لئے شریعت اسلامیہ کا یہی حکم ہے کہ وہ نہ کافر کے ماتحت ہو اور نہ اہل کتاب کے ورنہ اس کے بچے بے دین ہو جائیں گے اور خود اس کا ایمان بھی خطرہ میں پڑ جائے گا۔ یہاں تک ... لینا تو بالکل صاف بات ہے اب اس زمانہ میں جب خدا تعالی نے احمدیت کو دنیا میں ظاہر کیا تو اس سلسلہ نے بھی اسی مسئلہ پر عمل کرنا شروع کیا اور صرف اتنا زیادہ کر دیا کہ جس طرح احمدی عورت کسی ہندو عیسائی اور یہودی مرد سے نہیں بیاہی جاسکتی اسی طرح غیر احمدی مرد سے بھی اس کی شادی نہیں ہوسکتی ورنہ اس کے دین کی تباہی ہے اس لئے اس سلسلہ کے مقتداء اور خلفاء نے بار بار یہ حکم دیا کہ کوئی

احمدی لڑکی غیر احمدی سے نہ بیاہی جائے کیونکہ مذہب کا کفو سب سے زبردست کفو ہے اور بغیر اس کے نکاح جائز نہیں ہوتا اور ہمارا مذہب وہ مذہب ہے جسے لوگ احمدیت کہتے ہیں اس پر بعض مردوں نے یہ چالا کی کرنی شروع کی کہ نکاح کے لئے وہ بظاہر احمدی ہو جاتے تھے اور نکاح کے بعد پھر غیر احمدی کے غیر احمدی، اس بات کی روک تھام یوں کی گئی کہ کسی ایسے احمدی سے کسی احمدی لڑکی کی شادی نہ کی جائے جسے بیعت کئے ہوئے ایک سال کا عرصہ نہ گزر گیا ہو اور اس ایک سال میں اس مرد نے اپنے تئیں عملی طور پر جماعت کا کار آمد فرد اور سچا احمدی ثابت نہ کر دیا ہو مگر باوجود اس کے کہیں کہیں اب بھی کمزور والدین یا دوسرے رشتہ دار کسی دباؤ کے ماتحت غریب احمدی لڑکیوں کا رشتہ غیر احمدیوں میں دیدیتے ہیں لڑکی چونکہ قدرتاً ایسے رشتہ داروں کے زیر اثر ہوتی ہے اور شائد جانتی ہے کہ میں اب کیا کر سکتی ہوں کچھ شرم و حجاب بھی مانع ہوتا یا دین کی واقفیت نہیں ہوتی اس لئے وہ بھی خاموش رہتی ہے اور اس طرح اپنی اور اپنی آئندہ نسل کی زندگی تباہ کر لیتی ہے۔ اس لئے اب وقت آگیا ہے کہ لڑکیاں خود اس معاملہ میں دلچسپی لیں۔ اور اپنے سلسلہ کے مفاد اور وقار کی خاطر اور اپنے دین و مذہب کے بچاؤ کے لئے اس اصلاح کی طرف خود متوجہ ہوں۔ اور جب بھی وہ دیکھیں کہ ہمارا رشتہ کسی غیر احمدی مرد سے تجویز ہونے لگا ہے، تو وہ فوراً اپنے والدین یا بزرگوں سے کہہ دیں کہ یہ بات ناممکن ہے ہمیں ساری عمر کنوارا رہنا منظور ہے مگر ہم خلاف شریعت بات کبھی نہ ہونے دیں گے۔ یہ محال ہے کہ ہم کسی غیر احمدی سے نکاح کریں ہمیں اپنا دین اور مذہب تباہ کرنا کسی صورت میں منظور نہیں۔

اور اس قسم کے اعلان کو اپنی بہنوں سہیلیوں ماؤں اور خالاؤں وغیرہ رشتہ داروں کی معرفت اس طرح مشتہر کر دیں کہ سرپرست مجبور ہو جائیں کہ ایسی حرکت نہ کر سکیں اگر پھر بھی کامیابی کی صورت نظر نہ آئے تو ایسی مظلوم لڑکی کا فرض ہے کہ وہ اپنے مقامی جماعت کے امیر تک تحریری یا بوساطت کسی احمدی عورت کے اطلاع پہنچائے کہ میرا باپ یا ماں یا چچا یہ غضب کرنے لگے ہیں آپ لوگ میری مدد کریں یا مرکز میں امیر کی معرفت اطلاع کرائے یا خود اطلاع دے اور واقعات کا اظہار صفائی سے کرے تب وہ خدا کے روبرو بے قصور ٹھہر سکتی ہے ورنہ وہ خود بھی ایسی ہی گنہ گار ہو گی جیسے اس کے رشتہ

دار۔ نیز اس طرح سے ہمارے سلسلہ کی خواتین کی مذہبی غیرت بھی بیدار رہے گی کیا یہ شرم کی بات نہیں کہ اگر کسی احمدی لڑکی کا رشتہ کسی ہندو یا عیسائی یا سکھ سے ہونے کا ذکر آئے تو لوگ ایسے آدمی کی گردن توڑنے کے لئے مستعد ہو جائیں مگر وہی رشتہ اگر غیر احمدیوں میں تجویز کیا جائے جن کے پیچھے نماز تک حرام ہے جن کا جنازہ تک پڑھنے کی ممانعت ہے جن کے عقاید مشرکانہ ہیں جو خدا کی جماعت سے بالکل الگ ہیں اور جن کا سلوک احمدیوں کے ساتھ گذشتہ پچاس سال سے نہایت ظالمانہ چلا آ رہا ہے تو کہہ دیا جائے کہ کیا ہرج ہے لڑکی غیروں میں تو نہیں جا رہی اپنے غیر احمدی چچا کے ہاں ہی جا رہی ہے۔ ایسی مشکلات کا علاج اب یہی ہے کہ لڑکیاں خود دینی جرأت اور غیرت دکھائیں اور ایسے نالائق اور بزدل والدین یا رشتہ داروں کے مقابلہ میں سد سکندری کی طرح کھڑی ہو جائیں کہ ہمیں مرنا منظور ہے ہمیں کنوارا رہنا منظور ہے، مگر یہ ناجائز امر جو شرعاً حرام اور سلسلہ کے احکام کے برخلاف ہے کرنا منظور نہیں۔

(الفضل قادیان ۱۹ مارچ ۱۹۴۵ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: کیسا صاف بیان ہے۔ ہم راقم مضمون کی صاف گوئی کی داد دیتے ہیں اور مسلمانوں کو بھی غیرت دلاتے ہیں کہ وہ ایسی جماعت کے حق میں اسلام کا سوال کرنا چھوڑ دیں۔ آج تک اسلامی دنیا میں جتنے فرقے ہوئے ہیں سب کا تنا نبوت محمدیہ ﷺ ہی رہا ہے، باقی سب اس کی شاخیں ہیں گو وہ شاخیں آپس میں بہت مختلف رہیں اور ہیں مگر تنا کی وحدت کی وجہ سے دین اسلام ایک ہی رہا لیکن قادیانیوں کے غلو کی وجہ سے تنے دو ہو گئے ہیں جب تنے دو ہو گئے ہیں تو اسلام بھی ایک نہ رہا، بلکہ دو ہو گیا۔ ایک مدنی دین ایک قادیانی دین۔ ایسا کہنے میں ہم کسی قسم کی غلطی اور جانبداری نہیں کرتے بلکہ حق یہ ہے کہ اس میں ہم قادیانیوں کی ترجمانی کرتے ہیں بس مختصر یہ ہے کہ جس طرح قادیانی مسلمانوں کو غیر مومن سمجھتے ہیں مسلمانوں کا بھی حق ہے کہ وہ قادیانیوں کو غیر سمجھیں۔

آہ مرزا قادیانی! آپ نے آ کر اسلام کو جو فائدہ پہنچایا اسکی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶۔ اپریل ۱۹۴۵ء مطابق ۲۲ ربیع الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۴ ص ۵۔ ۶)

قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہمارے رسالہ مصلح موعود کا جواب جو مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی نے دیا ہے وہ بالکل قادیانی لٹریچر کے مطابق ہے۔ قادیانی امت میں یہ کمال ہے کہ کوئی واقعہ خواہ کھلم کھلا ان کی تکذیب اور تردید کرتا ہو، وہ اپنے زورِ قلم سے اس کو اپنا لیا کرتے ہیں۔ عبداللہ آتھم کی پیش گوئی کا انجام کیسا صریح اور صاف تکذیب مرزا پر ہوا تھا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کمال ہے کہ انہوں نے اس کو اپنی تائید بنانے کیلئے ہر طرح کی کوشش کی۔ یہاں تک لکھ دیا کہ ۱۵ ماہ کے اندر مرنے سے مراد یہ ہے کہ پیش گوئی کا مفہوم یہی تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا چنانچہ وہ مجھ سے پہلے مر گیا۔ مرحبا ہے ماننے والوں کو کہ انہوں نے بھی بقول: پیرمن خس است و اعتقادمن بس است، اسی کو تسلیم کر لیا۔

اسی طرح مرزا صاحب قادیانی کی ہر پیش گوئی جو صاف لفظوں میں غلط ثابت ہوئی، مریدان باصفا نے اس کو صحیح مان کر اپنے ایمان کا ثبوت دیا۔

اس لئے قادیانی مجیب (مولوی اللہ دتا) کا اپنے مضمون کو ہمارے رسالہ مصلح موعود کا جواب سمجھنا کوئی نئی بات نہیں ہے، اصل مرکزی نقطہ اس بحث کا اتنا ہے کہ مصلح موعود فرزند کے لئے کیا کیا لفظ آئے ہیں۔ ہم نے وہ الفاظ اپنے رسالہ مصلح موعود کے صفحہ ۶، ۷ پر نقل کئے ہیں جو یہ ہیں؛

سو تجھے بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا تجھے دیا جائے گا ایک زکی غلام (لڑکا) تجھے ملے گا وہ لڑکا تمہارا مہمان آتا ہے اس کا نام عنموائیل اور بشیر بھی ہے اس کو مقدس روح دی گئی ہے اور وہ رجس سے پاک ہے اور وہ نور اللہ ہے بزرگ وہ جو آسمان سے آتا ہے اس کے ساتھ فضل ہے وہ صاحب شکوہ اور عظمت اور دولت ہوگا وہ دنیا میں آئے گا اور اپنے مسیحی نفس اور روح الحق کی برکت سے بہتوں کو بیماریوں سے صاف کرے گا وہ کلمۃ اللہ ہے کیونکہ خدا کی رحمت وغیوری نے اسے کلمہ تمجید سے بھیجا ہے وہ سخت ذہین وفہیم ہوگا اور دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے اور وہ تین کو

چار کرنے والا ہوگا۔ (تبلیغ رسالت جلد اول۔ص ۵۹۔۶۰)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں ؛ ہماری منقولہ عبارت پر مجیب نے تو کوئی اعتراض نہیں کیا البتہ ایک خام الزام ہم پر لگایا ہے کہ ہم نے مرزا کا فقرہ: تین کو چار کرنے والا ہوگا، اس کے معنی سمجھ میں نہیں آئے ، نقل نہیں کیا۔ مجیب نے اپنی عادت کے مطابق اس پر بہت سی زبان درازی کی ہے، حالانکہ یہ اس کی نافہمی یا ناانصافی کا ثبوت ہے کیونکہ ایک موقعہ پر اس فقرے کے معنی مرزا صاحب قادیانی کی سمجھ میں نہیں آئے تو دوسرے موقعہ پر آ گئے جو ہم نے رسالہ مصلح موعود کے صفحہ ۸ پر ضمیمہ انجام آتھم سے نقل کیئے ہیں۔ اس میں صاف ذکر ہے کہ تین بیٹوں کو شمار کر کے چوتھے بیٹے کا وعدہ کیا ہے۔ پھر مبارک احمد پیدا ہوا، تو مرزا قادیانی نے اس کو کھلے لفظوں میں تین کو چار کرنے والے کا مصداق قرار دیا۔ ملاحظہ ہو مصلح موعود صفحہ ۵، ۶ منقول از تریاق القلوب

مجیب کے رویہ سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تین کو چار کرنے والا حصہ مصلح موعود سے الگ کرتا ہے اور مصلح موعود اپنے خیال میں اور محض اپنی ذاتی رائے سے مرزا محمود احمد کو بناتا ہے۔ حالانکہ ساری بحث کا نچوڑ اتنا ہی ہے کہ تین کو چار کرنے والا ہی آسمانی برکتوں کے ساتھ آئے گا اور وہ دنیا میں نور پھیلائے گا۔ وغیرہ

یہی اوصاف مصلح موعود کے ہیں ان کو الگ الگ کرنا بال کی کھال اتارنے کے مشابہ ہے اسی کو کہتے ہیں: کون کندن وکاہ برآوردن

اب دیکھنا یہ ہے کہ تین کو چار کرنے والا مبارک احمد کو قرار دیا تھا اور سب اوصاف اس پر چسپاں کیئے تھے جسکا حوالہ ہم نے رسالہ مصلح موعود کے صفحہ ۵ ، ۶ پر پورا کر دیا لیکن وہ فوت ہوگیا۔ اب اگر اس کی جگہ کوئی آئے تو اسپر بحث ہوگی۔

اس ساری بحث کا اختصار یہ ہے کہ تین کو چار کرنے والا حسب تصریح اشتہار بیس فروری مصلح موعود ہوگا اور وہ ان تینوں موجودہ بیٹوں کے بعد آنے والا تھا (ضمیمہ انجام آتھم ص۱۴، ۱۵) اور تینوں بیٹے محمود احمد، بشیر احمد، شریف احمد ہیں۔ان کے بعد چوتھا لڑکا جو تین کو چار کرنیوالا مصلح موعود کا لقب پانیوالا پیدا ہونا مقدر تھا وہ کون ہے؟ اگر مبارک احمد مصلح موعود نہیں تو ہماری بلا سے۔ اب بتاؤ ان تینوں کے بعد چوتھا لڑکا کون ہے۔ اگر کوئی نہیں ہے، تو پیشگوئی سرے سے غت ربود ہوگئی۔ یہ ہے بحث کا مرکز جسکا جواب

دینا مجیب کے ذمہ تھا جو اس نے پورا نہیں کیا۔بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا
نوٹ: ہماری مذکورہ تحریر سے مجیب کے باقی حصہ کا جواب بھی آ گیا جو الفضل مورخہ ۱۳و ۲۶ فروری ۱۹۴۵ء میں لکھا ہے ۔مجیب مطلع رہے کہ ضمیمہ انجام آتھم نے مہر لگا دی ہے کہ تین کو چار کرنے والا بیٹا موجودہ بیٹوں (محمود، بشیر، شریف) میں سے کوئی نہیں ہے۔

اطلاع: رسالہ مصلح موعود کے سرورق پر ہم نے بطریق عدالت فیصلہ ہونے پر سو روپیہ روپیہ مجیب کے لئے رکھا ہے۔ بطریق عدالت یہی ہے کہ فریقین کی تقریریں ہوتی ہیں، دو مدعی کی ایک مدعی علیہ کی۔ چوتھی کوئی نہیں ۔تینوں تقریریں ہو چکیں، فریقین چاہیں تو مسلّمہ ثالث مقرر کر کے فیصلہ کرا لیں ہم فیصلے کے لئے تیار ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔اپریل ۱۹۴۵ء مطابق ۲۹ ربیع الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۵ ص ۴)

مرزائی اور بہائی

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا ظاہر کر چکے ہیں کہ قادیانی تحریک دراصل بہائی تحریک کی متبع ہے ایک، دوسرے سے ایسی مشابہت رکھتی ہے گویا ایک ہی تنا کی دو شاخیں ہیں۔ اس بارے میں ہمارا رسالہ: بہاء اللہ اور مرزا، قابل دید ہے۔

آج ہم ایک بڑی مشابہت پیش کرتے ہیں جو ناظرین کے لئے موجب بصیرت ہوگی ۔قادیانی تحریک کے بانی اور پیرو ہمیشہ یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم دنیا پر چھا جائیں گے ۔ایک وقت آتا ہے کہ حکومتیں ہمارے ہاتھ میں ہوں گی۔ غیر احمدی ہمارے مقابلے میں اچھوتوں کی طرح کم تعداد اور کم حیثیت ہو کر رہیں گے۔

لیکن جب پوچھا جاتا ہے کہ کب ایسا ہوگا؟ تو جواب ملتا ہے کہ تین سو سال تک ۔کیا خوب! ضرورت آج ہے، اور وعدہ تین سو سال کا۔آج ہم بہائی رسالہ پیامبر سے کچھ اقتباس نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوگا کہ اس بیان میں قادیانی اور بہائی آپس

میں پوری مشابہت رکھتے ہیں بلکہ دراصل ایک ہی ہیں:

آج سے ایک صدی پہلے اسلام کے امام مہدی نے قیام فرمایا اور دنیا کو آگاہ کر دیا کہ امت مسلمہ کا آخر اور نئے دور کا آغاز ہو گیا۔ جیسا کہ فرمایا تھا آشکارا ہو کر رہا۔ آخر میں ایران کی سرزمین سے نکل کر بجلی کی طرح ایک تھوڑے ہی عرصہ میں سارے عالم میں پھیل گیا۔ آج یہ حالت ہے کہ اس کے مقابلے میں دنیا بھر کے بڑے بڑے علماء اور رہبران دین حیران اور سرنگوں ہیں امریکہ اور یورپ اور دیگر ممالک کو جانے دیجئے (کہ جہاں اہل بہا کی بڑی بڑی سوسائیٹیاں وہاں کے باشندوں ہی نے قائم کر رکھی ہیں) اپنے ملک ہندوستان کو ہی لیجئے کہ نصف صدی سے پہلے اہل بہاء کو بہت کم لوگ جانتے تھے۔ ان کی حد یہاں چند بندرگاہوں تک تھی۔ آج سارے ہندوستان میں پھیلے ہوئے ہیں اور کئی بڑے بڑے شہروں میں بہائی محافل قائم ہو گئی ہیں جن میں ہر مذہب وملت کے لوگ شامل ہو کر آپس میں متحد ہیں۔

یہ آثار گواہ ہیں کہ بہت جلد امر الٰہی تمام قلوب انسانی پر غلبہ حاصل کر کے رہے گا کیونکہ اس دین کا مدعا اور مقصود محبت ما بین بشر اور صلح عمومی ہے جس کے لئے آج کے دن ہر روح انسانی بے قرار ہو رہی ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر کا سوال ہے کہ یہ وعدہ اتحاد کب پورا ہو گا جس کی طرف دین بہائی اشارہ کر رہا ہے (اہل حدیث ۲۴ فروری ۱۹۴۵ء ص ۳)۔ اس کا جواب یہ ہے کہ عسی ان یّکون قریباً (بنی اسرائیل) بہت جلد عنقریب ہی ہو گا۔ یہی سوال منکرین قرآن کی طرف سے بھی ہے کہ

متی هذا الوعد ان کنتم صادقین (اگر تم سچے ہو تو بتاؤ یہ وعدہ کب پورا ہو گا) (۲۵:۶۷)

اس کا جواب یہ دیا جاتا ہے کہ قل انّما العلم عند الله و انّما انا نذیر مبین کہہ دو کہ علم تو صرف خدا ہی کو ہے اور میں تو صاف صاف ڈرانے والا ہوں (۲۶:۶۷)

اہل حدیث کو تعجب ہے کہ وحدت ادیان کا وعدہ کیوں کر پورا ہو سکتا ہے جب کہ حالت یہ ہے کہ بجائے سابقہ ادیان مٹنے کے نئے نئے ادیان پیدا ہو گئے ہیں (حوالہ مذکور)

ایسا ہی تعجب قرآنی وعدوں پر بھی لوگوں کو ہوا کرتا تھا۔ آؤ تم کو ایسا آدمی بتلائیں جو کہتا ہے کہ تم جو آپس میں بوجہ دشمنی الگ تھلگ ہو گئے ہو (امر الٰہی کے ماتحت) یقیناً نئے انسان

بن جاؤ گے (اذا مزّ قتم کل ممزّ ق انکم لفی خلق جد ید(سبا:۷)لیکن مومن کیلئے یہ تعجب کی بات نہیں کیونکہ وہ جانتا ہے کہ خدائی وعدے ضرور پورے ہوکر رہتے ہیں ہندوؤں اور مسلمانوں کے جن نئے نئے فرقوں کا ذکر اہلحدیث نے کیا ہے وہ سبکے سب اسی امر کی تلاش میں ہیں کہ جس سے دنیا صلح واتحاد پر قائم ہو جائے (پیامبر اپریل ۱۹۴۵ء ص ۱۳)

ناظرین ملاحظہ فرمائیں کہ کس قدر بلند دعوی ہیں ۔حالانکہ بقول مضمون نگار ایک صدی گذر چکی ہے مگر بہائی تحریک ہنوز روز اول میں ہے۔اگر ہم اپنے شہر امرتسر سے شروع کر کے سارے ملک پنجاب میں بہائی تحریک پر نظر ڈالیں اور دوسری طرف خدا کے منکروں دیوسماجیوں کو دیکھیں ،تو ان کی تعداد بہائیوں سے بہت زیادہ ملتی ہے حالانکہ یہ لوگ جمعہ جمعہ آٹھ روز کی پیدائش ہیں ۔

اسی طرح سارے ملک ہندوستان میں اور اسکے بعد کل دنیا میں ان دونوں گروہوں قادیانی اور بہائیوں کا محاسبہ کریں تو شرح چغمینی کی رو سے سبع عرض عشیر کی نسبت بھی نہیں ملتی (شرح چغمینی عربی میں علم ہیئت کی کتاب ہے۔اس میں پہاڑوں اور سطح زمین کی نسبت کا ذکر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ سب سے بلند پہاڑ جو زمین پر ہے وہ زمین کے کرہ کے سامنے وہی نسبت رکھتا ہے جو نسبت جو کی چوڑائی کا ساتواں حصہ اس کرہ کے ساتھ رکھتا ہے جس کا قطر نصف گز اور محیط ڈیڑھ گز ہو۔اس کرہ پر جو کی چوڑائی کا ساتواں حصہ رکھنے سے جو نسبت معلوم ہوگی، وہی نسبت بلند سے بلند پہاڑ کو کرہ ارض سے ہوگی ۔یعنی قریب نقی کے۔اسی طرف ہم نے اشارہ کیا ہے ۔ثناء اللہ امرتسری) کہنے کو تو دونوں گروہ کہتے ہیں کہ ہم مارتے مارتے دہلی تک جا پہنچے ۔کسی شاعر نے اسی قسم کا بہت خوب دعوی کیا ہے

آج میں وہ ہوں کہ رستم کو بھی گرا ڈالوں
پہاڑ ہو تو اک آن میں ہلا ڈالوں

بہائی قابل مضمون نگار نے اس مضمون میں کچھ اچھی قابلیت کا اظہار نہیں کیا کیونکہ جو آیتیں اس نے وعدہ موعودہ کے متعلق نقل کی ہیں وہ قیامت کا وعدہ ہے اس کی تاریخ کسی کو معلوم نہیں ۔لیکن ترقی کے وعدہ کی نشانی واضح الفاظ میں بتا دی ہے غور سے سنو۔ ارشاد ہے: اذا جاء نصر الله و الفتح و ر أیت الناس ید خلو ن فی دین الله افوا جاً۔(عنقریب لوگ اسلام میں جوق در جوق داخل ہوں گے (النصر۔۱۔۲) چنانچہ ہو گئے

اور سنئے یہ تو آئندہ کی خبر تھی، اب میں ماضی کے الفاظ میں وعدہ وفائی کا ذکر سناتا ہوں ۔ارشاد ہے الم نشر ح لك صدر ك۔ و و ضعناعنك وز ر ك ۔الذی انقض ظهر ك۔ و ر فعنا لك ذكر ك ۔ فا ن مع العسر يسراً۔ (اے پیغمبر ہم نے تیرا سینہ کھول دیا اور تیرا بوجھ جس نے تیری کمر توڑ رکھی تھی بالکل اٹھا دیا اور تیرا نام بلند کر دیا۔تنگی کے ساتھ آسانی ہوا کرتی ہے)(الشرح:۱۔۵) یہ ہے وہ وعدہ وفائی جسکا آپ نے ذکر نہیں کیا جو آپ کو کرنا چاہیے تھا۔قرآن سے ثابت ہوتا ہے کہ ایک وعدہ ترقی اسلام ہے اور دوسرا وعدہ قیامت وعدہ ترقی اسلام پورا ہو گیا دنیا نے دیکھ لیا ایسا پورا ہوا کہ جس پر یہ کہنا بالکل بجا ہے

چمکا جو اس جہان میں ستارہ محمدی
لاکھوں ہوئے یہود و نصاری محمدی

قادیانی ممبرو! اپنے رقیب بہائیوں کے دعاوی سن کر جواب دو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۴۵ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۶ ص ۴۔۵)

مرزا کی تکذیب کی آواز : قادیان سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں :

کوئی اور کہے تو کہا جائے گا کہ اس کی مخالفت ہے اور مخالفت کی وجہ سے مخالف رائے کا اظہار کر رہا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ اہل قادیان بھی کبھی کبھی واقعات سے مغلوب ہوکر مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب کی آواز اٹھا دیا کرتے ہیں ۔

زلیخا کے خاندان میں سے جو گواہ حضرت یوسفؑ کی بریت میں گذرا تھا، اس کا کلام گو واقعہ کے مطابق تھا مگر شرطیہ تھا ،قادیانی شہادت جو آج ہم پیش کریں گے وہ شرطیہ نہیں بلکہ تصدیق ہے اس امر کی کہ مرزا غلام احمد کا دعوی متعلقہ مسیحیت موعود غلط ہے۔

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۶۔ اپریل ۱۹۴۵ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلمانان دنیا کی حالت عموماً اور عرب کی خصوصاً بہت خراب ہے۔ الفضل کے الفاظ اس بارے میں یہ ہیں : کچھ عرصہ ہوا ہم نے یہ بتانے کے لئے کہ دنیا کا وہ مقدس خطہ جہاں سے اسلام کا چشمہ پھوٹا، روحانیت کی شعاعیں نکلیں ،اور رسول کریم

ﷺ رحمۃ للعالمین بن کر رونما ہوئے، اس کے مقدس ترین شہر مکہ اور مدینہ میں بھی اسلام بے حد غربت اور کس مپرسی کی حالت میں ہے ..عرب ممالک میں اسلامی شریعت آہستہ آہستہ ختم ہورہی ہے۔ اور وہ نہ صرف خود اس بات کو نا قابل اعتنا سمجھتے ہیں بلکہ دوسروں کو بھی تلقین کرتے ہیں کہ کوئی پرواہ نہ کریں (الفضل ۱۶ اپریل ۱۹۴۵ء ص ۱)

مرزا غلام احمد کا دعوی بلکہ اعلان تھا کہ میں دو کاموں کے لئے مبعوث ہو کر آیا ہوں، ایک یہ کہ صلیب مسیح کو توڑ دوں۔ دنیا میں کوئی نہ جانے کہ مسیح بھی کوئی معبود تھا۔ دوسرا مقصد یہ کہ مسلمانوں کو پورا کامل متقی بنا دوں جو خدا کے نزدیک بھی متقی ہوں اخبار الفضل کی یہ عبارت جو ہم نے نقل کی ہے مرزا غلام احمد کے اس دعوی کی تکذیب کرتی ہے۔ جب عرب جیسے مقدس ملک کی حالت خراب ہے اور ساتھ ہی اسکے ممالک اسلامیہ سے شریعت اٹھتی جاتی ہے۔ الفضل خود ہی بتائے کہ مرزا صاحب قادیانی کے آنے کا کیا فائدہ ہوا۔ کیا یہ کہاوت صادق نہیں آتی کہ: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

مرزا غلام احمد صاحب کے گدی نشین خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے بھی ایک دفعہ کہا تھا کہ بڑے میاں نے جو وعدے کئے تھے ان کا ار بواں حصہ بھی ابھی تک پورا نہیں ہوا۔

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا۔ نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷۔ اپریل ۱۹۴۵ء مطابق ۱۳ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۷ ص ۴)

قادیان سے چورن کا اشتہار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین نے دیکھا ہوگا کہ چورن فروش بازاروں میں ڈھنڈورہ پیٹتے ہوئے چورن کا اشتہار دیا کرتے ہیں۔ وہ چورن کیا ہوتا ہے؟ اجوائن، نمک سلیمانی اور بادیان وغیرہ۔ مگر وہ اشتہار میں اس چورن کی خوبیاں اتنی بتاتے ہیں گویا یہ کل امراض انسانی کے لئے نسخہ اکسیر معلوم ہوتا ہے۔ یہی مثال ہے قادیانی چورن کی۔

۱۹۲۲ء کو میں حیدر آباد دکن گیا تھا۔ وہاں قادیانی مذہب کے متعلق بہت تقریریں ہوئیں۔ حیدر آباد کی جماعت قادیانیہ کی طرف سے سیٹھ عبداللہ الہ دین نے اشتہار دیا

کہ: مولوی ثناء اللہ، مرزا کے متعلق حلف اٹھائیں جس میں فلاں فلاں الفاظ ہوں ہم ان کو دس ہزار روپیہ انعام دینگے بشرطیکہ وہ حلف کے بعد ایک سال تک زندہ رہیں۔،

اس کا جواب ہم نے وہیں دے دیا۔ بلکہ حلف بھی اٹھا لیا۔ جس کا مفصل ذکر انجمن اہل حدیث سکندرآباد نے رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا جو انجمن موصوف اور دفتر ہذا سے جوابی کارڈ محصول ڈاک آنے پر مفت مل سکتا ہے۔ مگر سیٹھ موصوف نے نہ رقم دی اور نہ توبہ کی، بلکہ سلسلہ اشتہار چورن فروش کی طرح جاری رکھا۔ یہاں تک کہ ہم نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۲ دسمبر ۱۹۴۴ء میں حلف اٹھانے پر آمادگی کا اظہار کیا مگر چورن فروشوں نے ہمارے جواب پر توجہ نہ کی۔ ڈھنڈورا پیٹتے رہے۔ کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ ہمارے حلقہ میں آئے ہوئے لوگ دوسرے کی نہیں سنتے ان کا قول ہے

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جا

اس لئے ان کی کوشش یہی رہی کہ جواب تک برابر جاری ہے۔ زبانی بھی کہتے پھرتے ہیں کہ ہم ہزاروں روپیہ انعام دیتے ہیں مگر مولوی ثناء اللہ صاحب حلف اٹھا کو تیار نہیں ہوتے۔ اس لئے وہ جھوٹ پر ہیں۔ ان کو حوصلہ نہیں ہوتا۔

میں کہتا ہوں گذشتہ حلفوں کے علاوہ مرزا صاحب قادیانی کے متعلق میں اب بھی شرعی الفاظ میں حلف اٹھانے کے لئے تیار ہوں۔ میں پیش گوئی کرتا ہوں کہ چورن فروش میرے سامنے نہیں آئیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ مئی ۱۹۴۵ء مطابق ۲۰ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۸ ص ۴)

قادیانی تحریک کی بنا

درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے

مولانا ثناء اللہؒ لکھتے ہیں: دہلی سے ایک اشتہار ہم کو پہنچا ہے جسکی سرخی یہ ہے:

احمدیت کی غرض و غایت، اس میں بتایا گیا ہے کہ احمدیت یعنی قادیانی مذہب کوئی نیا دین نہیں ہے۔ پس اس مضمون کی تفصیل اور تشریح کرنا آج ہمارے مضمون کا

اصل مقصد ہے۔اس امر کی تحقیق کیلئے ناظرین کو اخبار اہلحدیث مورخہ ۶۔اپریل پر توجہ دلاتا ہوں جس میں الفضل سے مفصل مضمون نقل ہوا ہے اس مضمون کا ملخص یہ ہے کہ: عامہ مسلمین قادیانیوں کے نزدیک یہود و نصاری کے مرتبہ کے برابر ہیں اور قادیانی احمدی پکے مسلمانوں کے رتبہ میں۔،پس اب اس امر کا فیصلہ آسان ہے کہ قادیانی اور عامہ مسلمین دو مختلف دینوں کے پیرو ہیں یا ایک ہی دین کے۔کس قدر ظلم ہے کہ ادھر تو کہا جائے کہ دین ایک ہے، کوئی شریعت ہم پیش نہیں کرتے، ادھر کہا جائے کہ غیر احمدیوں سے رشتہ ناطہ کرنا بھی جائز نہیں ہے۔، بہت اچھا! اب ہم قادیانی تحریک کے اجزاء بتاتے ہیں۔سب سے پہلے توحید کو لیجئے۔توحید و رسالت کا مضمون جو کلمہ طیبہ کا مضمون ہے مرزا غلام احمد قادیانی کے اس شعر سے معلوم ہوتا ہے

شان احمد را کہ داند جز خداوند کریم
آن چناں از خود جدا شد کز میاں افتاد میم

یعنی آنحضرت ﷺ کی شان مبارک یہ ہے کہ آپ کے اسم مبارک احمد میں سے میم نکل کر احد رہ گیا۔، ایسا کہنا یا سمجھنا اسلام کے صریح خلاف اور نیا دین ہے۔

پھر مرزا صاحب قادیانی کا اپنے حق میں درثمین میں یہ کہنا

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

پھر تریاق القلوب میں مرزا صاحب قادیانی کا یہ کہنا

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

یعنی میں مسیح ہوں میں موسی ہوں، میں محمد ہوں، میں احمد ہوں۔، ایسا کہنا اسلام کے بالکل خلاف ہے۔، پھر آئینہ کمالات اسلام میں آپ کا یہ کہنا

ر أیتنی فی المنام عین الله و تیقنت اننی هو

یعنی مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں اللہ ہوں اور مجھے یقین آ گیا کہ میں وہی ہوں۔، یہ بھی اسلام کے صریح خلاف ہے۔

غلام احمد کی کوئی کتاب اٹھا کر دیکھئے اس سے یہی ثابت ہوگا کہ میں سب انبیاء سے

افضل ہوں۔ چنانچہ درثمین فارسی میں آپ کا یہ شعراس مطلب کوادا کرنے کو کافی ہے

آدمم نیز احمد مختار ۔ در برم جامہ ہمہ ابرار

ایک جگہ انوکھی بات لکھتے ہیں کہ شیطان لعین ہر زمانہ کے انبیاء سے بھاگ کر جان بچاتا رہا مگر میرے زمانہ میں وہ جان نہیں بچا سکا میں نے اس کوقتل کر دیا۔ یہ دعوی سابقہ انبیاء میں سے کسی نبی نے نہیں کیا۔اس لئے یہ بھی اسلام کے خلاف اور قادیانی تحریک کے نیا دین ہونے کا ثبوت ہے۔قادیانی ممبرو! سچ بتاؤاوراپنے ایمان سے بتاؤ کہ مرزا کو ماننے کے بغیر کسی مسلمان کی نجات ہوسکتی ہے؟ یہی کہو گے کہ نہیں۔، اگرنہیں ہوسکتی ہےتو پھرقادیانی تحریک کے نیا دین ہونے میں کیا شبہ ہے؟ غیرقادیانی مسلمان تمہارےنزدیک اس قدر مجرم ہیں کہ انکے بے گناہ بچوں کا جنازہ بھی تم جائزنہیں سمجھتے ، بلکہ اپنے غیراحمدی والدین کا جنازہ بھی نہیں پڑھتے۔ پھرکس منہ سے کہتے ہوکہ ہمارا دین الگ نہیں ہے بلکہ وہی اسلام ہے جو پہلے سے چلا آیا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱مئی ۱۹۴۵ء مطابق ۲۷ جمادی الاول ۱۳۶۴ھ جلد۴۲ نمبر۱۹ص۳،۴)

قادیانی مصلح موعود کی تکذیب: مرزا کلاں کے قلم سے

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہم اس امر کے معترف ہیں کہ قادیانی جماعت کو اس امر کا پورا ملکہ حاصل ہے کہ یہ دعوی کرسکتی ہے

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

دن دیہاڑے ڈاکہ مارنا بڑے دلیر ڈاکوؤں کا کام ہے،مگر قادیانی جماعت حق کو چھپانے اور باطل کوظاہر کرنے میں ان سے بھی دلیر ہے۔آج کا نوٹ ہم اس بات کو ثابت کرنے کیلئے لکھتے ہیں۔قادیانی جماعت اور ہمارے ناقدین غور سے سنیں اور داد انصاف دیں۔ ایک حدیث میں عیسی مسیح موعود کے حق میں یہ الفاظ آئے ہیں یتزوج و یولد له (آپ دنیا میں آکر شادی کریں گےاوران کے ہاں اولاد پیدا ہوگی)

اس حدیث کومرزا صاحب کلاں نے ضمیمہ انجام آتھم میں آسمانی منکوحہ کے نکاح کی تصدیق میں نقل کیا ہے۔اس حدیث کو اخبار الفضل مورخہ ۴مئی ۱۹۴۵ء میں

بھی درج کیا گیا ہے جس کے الفاظ مندرجہ ذیل ہیں:
حضرت امیر المومنین خلیفہ قادیان کی شان صداقت نہ صرف خدا تعالی کی فعلی شہادت سے ثابت ہے بلکہ خاتم النبیین ﷺ اور حضرت مسیح موعود کے الہامات اور پاک وحی سے بھی ہوتی ہے۔ چند پیش گوئیاں بطور نمونہ درج ذیل ہیں۔
ا۔ حضرت خاتم النبیین محمد رسول اللہ ﷺ نے حضرت مسیح موعود کے متعلق فرمایا ہے یتزوج و یولد له یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کی اولاد ہوگی۔ یہ مختصر الفاظ اپنے اندر خاص حقیقت پنہاں رکھتے ہیں۔(عام طور پر انسان شادی کرتے ہیں اور انکی اولادیں بھی ہوتی ہیں) مگر رسول اللہ ﷺ کے ان کلمات میں یہ حقیقت پنہاں ہے کہ مسیح موعود جن نوروں کو پھیلانے کے لئے بھیجا جائے گا اور جو کام اس کے سپرد کیا جائے گا ان نوروں کو دنیا میں ظاہر کرنے اور اس کے مفوضہ کاموں کی تکمیل تک پہنچانے کے لئے خدا تعالی اس کو اولاد عطا کرے گا۔ (الفضل ۴ مئی ۱۹۴۵ء ص ۳)

الفضل کی منقولہ عبارت میں جن لفظوں کو ہم نے خطوط وحدانی میں ڈالا ہے ان کو ملحوظ رکھ کر ہمارا جواب سنیں۔ مرزا صاحب متوفی نے ضمیمہ انجام آتھم میں مسمات محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ یعنی آسمانی منکوحہ کی بابت لکھتے ہوئے حاشیہ میں یہ حدیث درج کی ہے جس کے پورے الفاظ یہ ہیں: اس پیشگوئی (آسمانی نکاح) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ یتزوج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہو گا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہوگی جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۵۳ کا حاشیہ)

مرزا غلام احمد کے یہ الفاظ پڑھنے والا صاف سمجھ سکتا ہے کہ یہ نکاح وہ نکاح ہے جس کو آسمانی نکاح کہا جاتا ہے یعنی محمدی بیگم کے ساتھ، اور اولاد اسی کے بطن سے

مراد ہے۔ لیکن واہ شومیء قسمت کہ مرزا صاحب قادیانی کو یہ نکاح نصیب نہ ہوا۔ ہمیشہ آپ کی زبان پر یہ شعر جاری رہا

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

جب فی الواقع نکاح ہی نہ ہوا، اور نہ اس سے اولاد پیدا ہوئی، تو ہمارے دو دعوی ثابت ہو گئے۔ نہ مرزا صاحب مسیح موعود اور نہ محمود مصلح موعود۔

قادیانی ممبرو! ہماری دلیل کے کسی مقدمہ پر اعتراض کر سکتے ہو؟ ہرگز نہیں، کیونکہ وہ تمہارے مسلمات، اور تمہارے ہی نبی کے اقوال سے ماخوذ ہے۔ ہمت ہے تو آگے آیئے اور اعتراض کیجئے۔ مگر یہ سمجھ کر آیئے کہ سامنے کون ہے

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ مئی ۱۹۴۵ء مطابق ۵ جمادی الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۰ ص ۳۔۴)

بہائی دعوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں۔ ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں
اپنا تو یہ ہے قول آئے ہیں آیئے۔ دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

ہمیشہ سے اہل علم اور اہل دیانت کا طریق کار یہ رہا ہے کہ اپنے دعوی کا ثبوت پیش کیا کرتے ہیں۔ مگر آج کل کے بعض مدعیان نے احسن طریق یہ سمجھ رکھا ہے کہ دعوی پر دعوی کئے جاؤ دلیل دینے کی حاجت نہیں۔

بہائی اور قادیانی دونوں گروہوں کا یہی طریق عمل ہے۔ ہم حیران ہیں کہ ان دونوں گروہوں کے علم کلام کو کس اصول پر جانچیں۔ اہل علم کے نزدیک دعوی کے ثبوت میں دعوی کئے جانا مصادرہ علی المطلوب کہلاتا ہے جو سخت معیوب ہے۔ افسوس ہے کہ ان دونوں گروہوں کا علم کلام اسی معیوب چیز سے بھرا پڑا ہے، جس

کا ذکر موقعہ بموقعہ ہم کیا کرتے ہیں۔آج بھی اسی کا نمونہ پیش ہے۔
بہائی رسالہ پیامبر مئی ۱۹۴۵ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس کی سرخی

یوم اللہ الیوم الموعود

ہے۔ جس سے مراد راقم مضمون کی بہاء اللہ کا ظہور ہے ۔مگر ایسی خوبی سے ایسی وضاحت سے اور ایسی طلاقت لسانی سے کہ بے اختیار شاباش کہنے کو جی چاہتا ہے

ایں کار از تو آید و مرداں چنیں کنند

ہم ناظرین کی پوری آگاہی کے لئے پیامبر کے اصل الفاظ نقل کر دیتے ہیں تا کہ معلوم ہو جائے کہ ان کا علم کلام کیا وزن رکھتا ہے۔ راقم مضمون لکھتے ہیں:

خداوند علام غیوب کی جانب سے ایسا ہی فیصلہ ہوا ہے۔خدا کی قسم اس ظہور کو کسی گذشتہ اور آئندہ ظہور پر قیاس نہیں کیا جا سکتا۔مقرب بندے اس کے گواہ ہیں۔خدا کی قسم وہ آ گیا ہے جو انبیاء کے سینوں میں مستور اور خدائے رب العالمین کی کتابوں میں قلم اعلی سے مسطور تھا۔ کہہ دو یہ وہ ظہور ہے کہ اگر یہ نہ ہوتا تو نہ کوئی رسول بھیجا جاتا، نہ کوئی کتاب نازل کی جاتی۔ تمام اشیاء اس امر کی گواہ ہیں۔ یہی وہ ظہور ہے جس کے نقطہ بیان (حضرت باب) نے دور بیان میں عہد و میثاق لیا تھا، اور محمد رسول اللہ نے دور فرقان میں روح اللہ نے دور انجیل میں کلیم اللہ نے دور تورات میں۔خلیل اللہ نے اپنے دور امر میں اسی کا عہد لیا تھا۔(پیامبر دہلی مئی ۱۹۴۵ء ص ۱۱)

اس اقتباس میں چار اولوالعزم انبیاء کا نام لیا گیا ہے اور ان کی طرف سے بہاء اللہ ایرانی کے حق میں پیش گوئی کا دعوی کیا ہے۔

سب سے پہلے ہمارے نبی اکرم ﷺ کا نام نامی پیش کیا ہے اس لئے ہم بھی پہلے آنحضرت ﷺ سے شروع کرتے ہیں۔فرمایئے جناب قرآن مجید کے کس پارے میں اور فرقان حمید کی کس سورت میں بہاء اللہ ایرانی کے ظہور کا ذکر ملتا ہے۔،دیکھنا جواب دیتے ہوئے مصادرہ علی المطلوب نہ کرنا جو اہل علم کے نزدیک سخت معیوب ہے۔

ہم بڑے تپاک سے یہ حوالہ سننا چاہتے ہیں جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے دعوی کا ثبوت دیتے ہوئے بتایا ہے کہ سورۃ والعصر کے عدد تیرہ سو

نکلتے ہیں جو غلام احمد قادیانی کے اعداد کے برابر ہیں (ازالہ اوہام)، اس قسم کا ثبوت لا یسمن و لا یغنی من جوع کی قسم کا ہوتا ہے۔

بہر حال جو کچھ بھی ہو ہمیں تو ثبوت چاہیے جس پر ہم یقین کر سکیں کہ واقعی یہ الفاظ شیخ بہاء اللہ ایرانی کے حق میں پیش گوئی ہیں۔ اسکے بعد ہم حضرت روح اللہ (عیسی مسیح) کے کلام سے ثبوت طلب کرینگے۔ اس کے بعد حضرت موسی کلیم اللہ کے الفاظ سے ثبوت مانگیں گے۔ پھر ہم دیکھیں گے کہ کون سر پھرا ہے جو ان حضرات کی تعلیم سے سر پھیرتا ہے یا کون غلط گو ہے جو ان حضرات پر افتراء کرتا ہے۔ اگر اس دعوی کا ثبوت نہیں ہے تو ہم کہیں گے کہ یہ مصادرہ علی المطلوب ہے آپ ہی کو مبارک۔

ناظرین کرام! کس قدر جرأت آمیز کلام ہے کہ اگر بہاء اللہ کا ظہور نہ ہوتا تو نہ کوئی رسول بھیجا جاتا، نہ کوئی کتاب نازل کی جاتی۔ سچ ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور۔شکل ہے دنیا میں لا ثانی مری

دوسرا اقتباس اس سے بھی لطیف تر ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

اگر یہ وجود حق نہ ہوتا تو بقعہء طور پر موسی کے لئے سدرہء سینا کی آگ مشتعل نہ ہوتی اور نہ یہ ہمارے نام خلیل کے لئے نور بنتی اور نہ خدا کا امر خلق میں ثابت و قائم ہوتا، اور نہ تمہارے پروردگار علی اعلی کے نام سے افق قدس سے بقا کا آفتاب درخشاں ہوتا۔ یہ وہ جوان ہے جس کی محبت میں انبیاء و مرسلین کے خون بہائے گئے۔ کہہ دے خدا کی قسم قلم قدس نے روشنائی مشک سے میری نورانی پیشانی پر روشن ترین حروف میں یہ لکھ دیا ہے کہ، اے زمین و آسمان والو یہ (بہاء اللہ) وہ محبوب ہے جس کی نظیر چشم عالم نے نہیں دیکھی اور نہ عالم ایجاد کی آنکھ نے اس کا ہمسر دیکھا ہے اور یہی وہ ہے جسکے جمال سے خدائے ملک عزیز و جمیل کی آنکھیں ٹھنڈی ہوئی ہیں۔

اس سمندر کے ساحل پر ایسا میدان بنایا گیا ہے جس کے اول و آخر کو کوئی نہیں پا سکا اور اس میں ہر سمت سے خدائی نداء بلند ہے اور جب اس وادی میں کوئی نبی و رسول گزرتا ہے تو اسے نفحات الہی گھیر لیتے ہیں اور جب وہ اس قبلہ الہی تک پہنچتے ہیں جو اس وادی کے وسط میں نور ذات سے پیدا کیا گیا ہے تو سب کے سب اس جمال کے آگے خشوع و خضوع کرتے ہوئے زمین پر منہ کے بل گر جاتے ہیں جو کہ واقعی اس

قمیص میں ظاہر ہوا ہے جس سے مخلصین خداوندِ رحمان کی خوش بو پاتے ہیں۔
اوراسی طرح امر کا فیصلہ ہوا ہے یہ وہ ظہور ہے ہر پانچ لاکھ سال میں ایک مرتبہ اپنے آپ کو ظاہر کرتا ہے۔ (پیامبر مئی ۱۹۴۵ء ص ۱۱)

کس قدر تعلیٰ اور بے ثبوت دعوی ہیں جو کسی عالم علم کلام کے منہ سے نہیں نکل سکتے۔ ہمیں تو اس کا جواب دینے کی ضرورت محسوس نہیں ہوتی کیونکہ یہ دعوی خود اپنا جواب ہے۔علم منطق میں ایک بحث آیا کرتی ہے جس کو کہا کرتے ہیں قضا یا قیا سا تھا معھا۔ یعنی ایسا دعوی جس کی دلیل خود اس کے اندر موجود ہو۔جس کی مثال میں یہ آیت پیش ہوسکتی ہے یا ایھا النّاس اعبدوا ربّکم (اے لوگو اپنے رب کی عبادت کرو)۔دلیل خود اس کے اندر موجود ہے: کیونکہ وہ تمہارا رب ہے۔ اسی طرح یہ جملہ ہے اطع اباك (اپنے باپ کی فرمان برداری کر) کیونکہ وہ تیرا باپ ہے۔

جتنی عبارت ہم نے رسالہ پیامبر سے نقل کی ہے یہ بھی اسی قسم سے ہے کہ اس کے بطلان کی دلیل خود اس میں موجود ہے۔اس لئے کسی مزید جواب دینے کی ضرورت نہیں۔ لہذا رباعی مندرجہ عنوان کا دوسرا شعر نقل کر دینا کافی ہے

اپنا تو یہ ہے قول آئے ہیں آیئے۔دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

باقی بھی اسی طرح سمجھ لیجئے : قیاس کن زگلستان من بہار مرا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۴۵ء مطابق ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۱ ص ۳۔۴)

مسٹر چرچل اور مرزا محمود: خاتمہ جنگ کے متعلق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

شملہ میں حکومت نے محکمہ آب و ہوا قائم کیا ہوا ہے۔ وہ ہوا کا رخ دیکھ کر بارش کے متعلق پیش گوئی کیا کرتا ہے جو کبھی ٹھیک اور کبھی غلط نکلتی ہے۔
اسی طرح قادیانی جماعت کے خلیفہ (مرزا محمود احمد) بلکہ ان کے مورث اعلی مرزا صاحب کلاں ہوا کا رخ دیکھ کر پیش گوئیاں کیا کرتے تھے اور کیا کرتے ہیں۔ دانا سمجھتے ہیں کہ یہ پیش گوئیاں الہامی یا القاء خداوندی نہیں ہوتیں بلکہ محض ہوا کا رخ ہوتا ہے۔

وزیر اعظم برطانیہ شروع سے کہتے آئے ہیں کہ جنگ میں آخری فتح ہماری ہو گی۔ اسی آواز کو لے کر فونوگراف کی طرح خلیفہ قادیان نے آواز دینا شروع کیا کہ فتح انگریزوں کی ہوگی۔ چنانچہ اب اس پر فخر کیا جاتا ہے کہ ہمارے خلیفہ کی پیش گوئی سچے ثابت ہوئی، اس لئے ہمارا مصلح موعود بھی سچا اور مسیح موعود بھی سچا۔ مگر دراصل اس قسم کے دعوی ملمع سازی اور فریب کاری ہوتے ہیں۔ انگریزوں کی فتح ہوگی، سب سے پہلے یہ آواز مسٹر چرچل وزیر اعظم برطانیہ کی تھی جو پوری ہوئی۔ اس میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا کوئی حصہ نہیں۔ ہاں خلیفہ قادیان نے اس فتح کا جو ذریعہ بتایا تھا وہ قابل ذکر ہے اور اس کا بتانا خاص اخبار اہل حدیث امرتسر کا کام ہے۔

میاں محمود احمد خلیفہ قادیان نے کہا تھا کہ انگریز ہم سے درخواست کریں کہ ہم ان کی فتح کے لئے دعا کریں تو فتح ضرور ہوگی۔ مگر انگریزوں جیسی عالی دماغ قوم خلیفہ قادیان سے درخواست کیوں کرتی؟ یہ تو پنجاب کے ایک گاؤں کے خلیفہ ہیں۔ بلکہ وہ ایسی گفتگو پر آپ کو پاگل سمجھتی ہوگی جس کا ثبوت آئندہ پرچہ میں درج ہوگا۔ انشاء للہ

کیا خلیفہ قادیان یا ان کا کوئی مرید ہمیں بتا سکتا ہے کہ ذمہ دار انگریزوں نے ان سے دعا کی درخواست کی۔ اور اس درخواست پر خلیفہ قادیان (مرزا محمود) اور ان کے مریدوں نے دعا کی تو فتح ہوئی۔ ہرگز نہیں۔ پس فتح کے متعلق قادیان کا جس قدر حصہ ممکن تھا وہ تو ہوا نہیں، پھر لیموں نچوڑ (ایک شخص ہوٹل میں بیٹھا تھا جو کوئی کھانے لگتا تو وہ جھٹ لیموں نچوڑ کر سالن میں ڈال دیتا اور کھانے میں شریک ہو جاتا۔ لیموں نچوڑ اس بات کی طرف اشارہ ہے۔ ثناء اللہ) کی طرح قادیانی لوگ حصہ دار کیوں بنتے ہیں۔

اب ہم بتاتے ہیں کہ خلیفہ کے مشتہرہ الفاظ ہی ان کی تردید کیلئے کافی ہیں۔ الفضل کیا مزے سے لکھتا ہے: ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء کے خطبہ جمعہ میں فرمایا: اب چونکہ جنگ ختم ہونے والی ہے اور ایسے آثار ظاہر ہو رہے ہیں کہ چھ ماہ یا سال کے اندر، یا سال سے کچھ کم یعنی سات آٹھ ماہ کے اندر اندر جنگ ختم ہو جائیگی۔ (الفضل ۳ نومبر ۱۹۴۴ء)

۲۴ نومبر ۱۹۴۴ء کو خطبہ جمعہ میں حضور (مرزا محمود احمد) نے فرمایا: امید ہے کہ سال ڈیڑھ سال میں اب ختم ہو جائے گی۔ چھ سات ماہ تک جنگ یورپ ختم ہو جانے کی امید ہے۔ (الفضل ۸ مئی ۱۹۴۵ء ص ۳)

یہ الفاظ بتا رہے ہیں کہ یہ الفاظ الہامی نہیں بلکہ سیاسی اور قیاسی ہیں۔اس قسم کے الفاظ عموماً اخباروں میں مبصرین کی طرف سے شائع ہوتے رہے ہیں جن کے ماتحت خلیفہ قادیان بھی بولتے رہے۔ سچ ہے: آنچہ استاد ازل گفت ہماں مے گوئم۔سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ کس بات پر فخر کرتے ہیں۔ اس میں کیا کمال ہے کہ یورپ اورامریکہ وغیرہ کے جنگی مبصرین نے جو کچھ کہا وہی انہوں نے کہہ دیا۔فرق اتنا ہے کہ یہ لوگ اس کوالہامی پیش گوئی بنا کر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی کرامت کا اظہار کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۴۵ء مطابق ۱۲ جمادی الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیانی کی دعا متعلق جنگ عظیم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچہ میں ہم نے ذکر کیا تھا کہ خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) اوران کے حواری اتحادیوں کی فتح پر اپنی شیخی بگھارتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ ہمارے خلیفہ نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ فتح اتحادیوں کی ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پرچہ مذکورہ میں ہم نے بتایا تھا کہ فتح کی پیش گوئی وزیر اعظم برطانیہ بھی کرتے رہے،آپ نے اگر ان کی آواز میں اپنی آواز ملا دی،تو کیا کمال کیا۔

ہاں آپ کا کمال یہ ہوتا کہ آپ کی دعا سے فتح ہوتی اور دعا سے بھی اس طرح کہ انگریز آپ سے دعا کی درخواست کرتے ،اور اس پر آپ دعا کرتے اور انگریزوں کی فتح ہوتی تو آپ کا کمال ثابت ہوتا۔ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ انگریز آپ کی ایسی باتیں سن کر آپ کو پاگل کہتے ہیں۔آج کے پرچے میں ہم اس بحث کو مفصل لکھتے ہیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ قادیانیوں کی مثال وہی لیموں نچوڑ کی سی ہے جوتھوڑا سا لیموں مسافر کے کھانے میں نچوڑ کر خود اس میں شریک ہو جاتا تھا۔

پس ناظرین نمبر وار سنیں خلیفہ قادیان کا قول ہے: نمبر اول: اور یہ جو آفتیں آنے والی ہیں ان پر اصل غلبہ دعا کے ذریعہ ہی ہوگا اور کیا تعجب ہے کہ اس جنگ میں ایک وقت ایسا آجائے جب کہ اتحادی ہم سے دعا کی درخواست کریں۔اور جیسا کہ رؤیا بتاتی ہے

اگر وہ اخلاص سے اس طرف توجہ کریں تو خدا تعالی میری دعا کی برکت سے یہ مصیبت ان سے دور کر دے گا۔ لیکن ابھی ان کے دماغ ایسے مقام پر نہیں آئے کہ وہ اس حقیقت کو سمجھیں۔ بلکہ اس وقت اگر کسی انگریز کے سامنے میری اس تقریر کا یہ حصہ رکھ دیا جائے تو وہ کہے گا کہ یہ کوئی پاگل ہے جو پاگل خانہ سے چھوٹ کر آیا ہے۔ کیا ہماری حفاظت کے لئے ہمارے پاس توپ خانے اور بحری بیڑہ اور ہوائی جہاز اور بڑے بڑے اسلحہ موجود نہیں۔ اور اگر ان ہتھیاروں کے باوجود ہمیں فتح حاصل نہ ہو تو اس کی دعا سے فتح کس طرح حاصل ہوسکتی ہے۔ (الفضل ۱۶ مئی ۱۹۴۵ء بحوالہ ۶۔ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

ناظرین! کتنی صاف اور واضح بات ہے کہ انگریزوں کی فتح کو اپنی دعا سے وابستہ کیا جاتا ہے، اور اپنی دعا کو انگریزوں کی درخواست پر مبنی کیا گیا ہے۔

اور انگریزوں کا دعا کرنا تو کجا انگریزوں کے قول میں معاذ اللہ خلیفہ صاحب کو پاگل اور مجنون بتایا گیا ہے (ہم اس کی تصدیق نہیں کرتے۔ ثناء اللہ)

اس مضمون کی مزید تائید مندرجہ ذیل اقتباس میں ملتی ہے۔ خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) فرماتے ہیں: میں نے انگریزوں کو بارہا توجہ دلائی ہے کہ اگر وہ چاہیں اور جماعت احمدیہ سے دعا کی درخواست کریں، تو اللہ تعالی ہماری دعا سے ان کی مشکلات کو دور کر دے گا... اگر وہ ہماری طرف دعا کے لئے دل سے متوجہ ہوں تو اللہ تعالی اس فتنہ کو دور کر دے گا اور ان کے امن و آسائش کے ایام واپس لے آئے گا۔ مگر باوجود اس کے کہ ایک عرصہ سے یہ اعلان ہماری جماعت کی طرف سے ہو چکا ہے گورنمنٹ نے اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھایا، (الفضل ۱۶ مئی ۱۹۴۵ء بحوالہ ۱۲ نومبر ۱۹۴۲ء)

مولانا ثناء اللہؒ فرماتے ہیں: یہ عبارت کیسی صاف ہے جو اپنے معنی بتانے میں بالکل واضح ہے۔ انگریزی حکومت نے خلیفہ جی کی درخواست کو بڑی توہین سے ٹھکرا دیا ہے جس کی شکایت خود خلیفہ کرتے ہیں۔ پھر کیوں کہا جاتا ہے کہ انگریزوں کی فتح ہماری دعا سے ہوئی۔ حالانکہ انگریزوں نے نہ دعا کی درخواست کی، اور نہ توجہ کی بلکہ اپنی درخواست کو نامقبول پا کر خلیفہ قادیان، غالب کا یہ شعر پڑھتے ہوئے خاموش ہو گئے

بے نیازی حد سے گذری بندہ پرور کب تلک
ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

مرقومہ بالا دونوں اقتباسوں کی مزید وضاحت مندرجہ ذیل اقتباس سے ہوتی ہے۔خلیفہ قادیان کہتے ہیں: ہم دعائیں تو اب بھی کرتے ہیں اور میں جماعت کو ہمیشہ کہتا رہتا ہوں کہ انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعائیں کیا کرے۔مگر ان دعاؤں میں اور اس دعا میں بہت بڑا فرق ہے۔بعض نادان کہا کرتے ہیں کہ اگر تمہاری دعاؤں سے ہی یہ لڑائی دور ہوسکتی ہے تو تمہارے دلوں میں دعا کے لئے کیوں جوش پیدا نہیں ہوتا۔دنیا میں اتنا خون خرابہ ہو رہا ہے اور تم دعا نہیں کرتے۔وہ نادان اور احمق یہ نہیں سمجھتے کہ دعا کے لئے جوش پیدا ہونے کے مختلف اسباب میں بہت بڑا فرق ہوتا ہے۔اور اس فرق کی وجہ سے وہ جوش کبھی کم پیدا ہوتا ہے اور کبھی زیادہ پیدا ہوتا ہے۔اس وقت بھی ہم بے شک انگریزوں کی کامیابی کے لئے دعا کرتے ہیں، مگر اس لئے کہ ہمارے نزدیک انگریز مظلوم ہیں اور ان کا دشمن ظالم ہے۔ ہم نہیں چاہتے کہ ظالم کو فتح حاصل ہو لیکن اگر انگریز ہم سے دعا کی درخواست کریں تو چونکہ اس درخواست کے نتیجہ میں اسلام اور احمدیت کی سچائی ظاہر ہوگی اس لئے اسلام کی فتح احمدیت کی فتح کے لئے ہمارے دلوں میں دعا کے لئے جس قدر جوش پیدا ہوسکتا ہے وہ جوش موجودہ صورت میں کہاں پیدا ہوسکتا ہے۔ (الفضل قادیان۔تاریخ مذکور)

یہ مقولہ بالکل فیصلہ کن ہے کہ احمدیت اس صورت میں فخر کرسکتی ہے جب حکومت انگریزی خلیفہ (محمود) سے دعا کی درخواست کرتی۔ وہ تو بقول خلیفہ اپنے سازوسامان اور اسلحہ جنگ کے گھمنڈ میں مگن رہی۔ دعا کی درخواست کی بجائے خلیفہ جی جیسے مصلح موعود کو پاگل اور مجنون سمجھتی رہی۔ پھر یہ کیونکر صحیح ہوسکتا ہے کہ انگریزوں کی فتح سے احمدیت کی صداقت کا نشان ظاہر ہوا۔

(اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۴۵ء مطابق ۱۹ جمادی الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۲ ص ۴۔۵)

گورنمنٹ برطانیہ کو جنگی مصائب کیوں پیش آئے

جماعت احمدیہ کو ستانے کی وجہ سے (کلام محمود)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: گذشتہ پرچہ میں ہم بتا آئے

ہیں کہ خلیفہ قادیان (محمود) کے اطلاع دینے کے باوجود انگریزوں نے ان سے دعا کی استدعا نہیں کی، بلکہ اپنے سامان جنگ کے گھمنڈ میں انکو (معاذ اللہ) پاگل سمجھتے رہے۔

آج ہم ایک بڑے مخفی راز کا انکشاف کرتے ہیں وہ یہ کہ گورنمنٹ برطانیہ کو جنگ میں جو شدید تکالیف پہنچیں (جن کا ذکر آئندہ سطور میں آئے گا) یہ دراصل جماعت احمدیہ کو تکلیف دینے کی وجہ سے تھیں۔ چنانچہ خلیفہ قادیان کے الفاظ یہ ہیں:

گورنمنٹ کی طرف سے ہماری جماعت کو جو تکایف دی گئی ہیں انکے نتیجہ سے یہ ابتلاء پیش آیا ہے اور تحریک جدید کے ساتھ اسکی وابستگی ہے (الفضل ۸؟؟ ۱۶ مئی ۱۹۴۵ء ص ۴)

ہمیں تو معلوم نہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے جماعت احمدیہ کو کیا تکلیفیں پہنچیں جن کی وجہ سے گورنمنٹ مبتلاء جنگ ہوئی، جس سے کروڑوں پونڈ خرچ ہوئے اور لاکھوں آدمی کام آئے اور ملک تباہ ہوا، اور بقول خلیفہ قادیان انگریزی حکومت امریکہ کے ماتحت ایک ریاست سی بن گئی، جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

ہم تو آئے دن دیکھتے اور سنتے ہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے قادیانی جماعت کی وفاداری کے بدلہ میں بڑی بڑی نوازشیں ہوتی ہیں۔ مگر ہمیں یہ معلوم نہیں کہ وہ کیا بات ہے جس کی شکایت خلیفہ قادیان (محمود) کرتے ہیں۔ پھر حکومت کو یہ بھی کہتے رہے کہ تم ہم سے دعا کی درخواست کرو، تو ہم تمہارے لئے دعا کریں گے اور تمہاری فتح ہوگی یہ تو وہی بات ہوئی جو غالب نے اپنے معشوق کے حق میں کہا ہے:

اسد بسمل ہے کس انداز کا قاتل سے کہتا ہے
تو مشق ناز کر خون دو عالم میری گردن پر

اب ہم بتاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان کی نظر میں انگریزوں کی فتح کی کیا قدر ہے۔ خلیفہ جی کہتے ہیں: انگریزوں کو فتح حاصل ہو جائے گی مگر مالی لحاظ سے وہ کچلے جائیں گے۔ اوران کے لئے جنگ کے بعد سر اٹھانا مشکل ہوگا۔ دراصل جنگ کے بعد مالی لحاظ سے انگریز امریکنوں کے ہاتھ میں ہونگے اوران کی حالت اقتصادی طور پر جنگ کے بعد چند سالوں تک امریکہ کے مقابل ایک ماتحت کی سی رہ جائیگی (الفضل ۲۹۔ اگست ۱۹۴۴ء)

اس پولٹکل اور اقتصادی مسئلہ کا جو انکشاف خلیفہ جی نے کیا ہے ہم اسے نہیں سمجھ سکتے۔ ہم تو یہی سمجھے ہیں کہ انگریزوں کو افریقہ میں فتح ہوئی۔ یورپ میں بہت بڑی فتح ہوئی

۔حکومتوں میں انکی ساکھ بیٹھ گئی۔ رعب داب جم گیا۔ اگر خلیفہ کی یہ تحریر جاپانیوں تک پہنچ جائے تو ان کو کتنی جرأت ہوگی۔ بہر حال یہ بات قابل غور ہے اور یہ سارا خمیازہ بقول خلیفہ قادیان انگریزی حکومت کو جماعت احمدیہ کوستانے کیوجہ سے بھگتنا پڑا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ جون ۱۹۴۵ء مطابق ۲۶ جمادی الآخر ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۳ ص ۴۔۵)

خاتمہ جنگ سے متعلق خلیفہ قادیان کی پیش گوئی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی جماعت کے بانی اور خود جماعت قادیانی بات بنانے میں ایسے مشاق ہیں کہ ان کی مثال ملک میں شائد ہی کوئی ملتی ہو۔ مشہور قصہ ہے کہ بادل اٹھتے ہوئے ایک ظریف کہا کرتا تھا کہ میں کہتا ہوں مینہ برسے گا، اور میری بیوی کہتی ہے کہ نہیں برسے گا۔ آخر دونوں میں سے ایک کی بات صحیح نکلتی ہے تو کرامت گھر کی گھر ہی میں رہتی ہے۔

قادیانی جماعت مع اپنے ہیرو کی اسی طرح کی کرامتیں پبلک کو سناتی رہتی ہے۔

ناظرین مندرجہ ذیل اقتباس ملاحظہ فرمائیں گے تو ہمارے دعوی کا ثبوت پائیں گے:

میرے اس استدلال کی بنیاد کہ جنگ اپریل ۱۹۴۵ء میں ختم ہو جائے گی اس بات پر تھی کہ اللہ تعالی کی طرف سے تحریک جدید کے بواعث کے نتیجہ میں یہ جنگ پیدا کی گئی ہے۔ چنانچہ اس مضمون کے متعلق کثرت سے میرے خطبات موجود ہیں کہ گورنمنٹ کی طرف سے ہماری جماعت کو جو تکالیف دی گئی ہیں ان کے نتیجہ میں اسے یہ ابتلاء پیش آیا ہے۔ اور تحریک جدید کے ساتھ اس کی وابستگی ہے۔ چنانچہ میں نے جو یہ کہا تھا کہ جنگ اپریل ۱۹۴۵ء کے آخر میں ختم ہو جائیگی یہ اسی بنا پر کہا تھا کہ تحریک جدید کا آخری سال وعدوں کے لحاظ سے تو ۱۹۴۴ء میں ختم ہوتا ہے لیکن جہاں تک سارے ہندوستان کے لئے چندوں کی ادائیگی کا تعلق ہے اس لحاظ سے یہ مدت اپریل ۱۹۴۵ء میں ختم ہوتی ہے ... اب یہ عجیب بات ہے کہ چندوں کی ادائیگی کی آخری تاریخ جو مقرر ہے وہ سات ہوتی ہے ...ہندوستان کے ان علاقوں کیلئے جہاں اردو بولی اور سمجھی نہیں جاتی وعدوں کی ادائیگی کی آخری میعاد سات مئی مقرر ہے۔ اب یہ عجیب بات ہے کہ جس

دلیل پر میری بنیاد تھی کہ تحریک جدید کے آخری سال کے اختتام پر یہ جنگ ختم ہو گی میری وہ بات اسی رنگ میں پوری ہوئی کہ جنگ نہ صرف اسی سال اور اسی مہینہ میں ختم ہوئی جو میں نے بتایا تھا بلکہ عین سات مئی کو آکر سپردگی کے کاغذات پر دستخط ہوئے ...گویا قانونی طور پر عین اسی تاریخ آکر جنگ ختم ہوئی جو تحریک جدید کے چندوں کی ادائیگی کے لحاظ سے سارے ہندوستان کیلئے آخری تاریخ ہے (الفضل ۱۴مئی ۱۹۴۵ء)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ناظرین خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) کی کیسی صاف کرامت ہے مگر لاہوری جماعت کچھ ایسی سخت دل واقع ہوئی ہے کہ وہ اس پر بھی خلیفہ جی کو مصلح موعود نہیں مانتی۔ ہمارا پہلا سوال اس حوالہ پر یہ ہے کہ اس جنگ سے کون سی جنگ مراد ہے صرف جرمنی کی جنگ یا ساری حکومت انگریزی کا ابتلاء میں پھنسنا جو بقول آپ کے آپ کو ایذا رسانی کی وجہ سے اس کو پیش آیا ہے یہ ابتلاء جاپانی جنگ کو بھی شامل ہے یا نہیں۔ بحالیکہ جاپان کے ساتھ جنگ میں انگریزی حکومت کو جو نقصان (سنگاپور وغیرہ ہاتھ سے نکل جانے سے) ہوا وہ جرمنی کی جنگ میں نہیں ہوا۔

واقعات بتا رہے ہیں کہ برطانیہ کے لئے ابھی بہت سے مصائب باقی ہیں۔ چنانچہ ہندوستان میں بھی ان کا اثر باقی ہے۔ غلہ کا راشن ہے۔ کپڑا گویا ندارد ہے۔ دن بدن قحط کی شدت ہے۔ آدمیوں کی بھرتی جاری ہے۔ پھر معلوم نہیں کہ خلیفہ جی کس جنگ کو ختم کر چکے ہیں اور کس کے خاتمہ پر خوشی سے بغلیں بجا رہے ہیں۔ خلیفہ جی کی عبارت میں کوئی ایسا لفظ ہم کو نہیں ملتا جو جنگ موعود کو جرمنی کے ساتھ مخصوص کر سکے۔ بہر حال جنگ جاری ہے اور خلیفہ کی پیش گوئی متعلقہ اختتام جنگ غلط ہے۔ خلیفہ کی عبارت سے ہم یہ نتیجہ پیدا کریں تو حق بجانب ہونگے کہ حکومت انگریزی قادیانیوں کو تکلیف دینے سے جب تک دست بستہ توبہ نہ کرے جنگ ختم نہیں ہو گی۔

لطیفہ گذشتہ: ۱۸۸۶ء میں ہوشیار پور پنجاب میں جہاں مرزا صاحب قادیانی نے چلہ کیا تھا ہندو مسلم فساد ہوا۔ اس فساد میں وہاں کے معزز مسلمان رئیس شیخ مہر علی مرحوم بھی گرفتار ہو کر سزایاب ہوئے۔ آخر کار چیف کورٹ سے بری ہو گئے۔ بس پھر کیا تھا بڑے مرزا صاحب قادیانی نے شیخ مہر علی صاحب پر زور ڈالا کہ چونکہ میری دعا سے آپ بری ہوئے ہیں، اس لئے میری تصدیق کرو ورنہ میں دعا واپس لوں گا۔

شیخ مہر علی صاحب مرحوم پرانی وضع کے سنی مسلمان تھے انہوں نے اس مطالبہ کا جواب خاموشی سے دیا۔ یہ طریقہ قادیانی جماعت کا بہت پرانا ہے۔

دوسری مثال: بڑے میاں لکھتے ہیں کہ مجھے ایک دفعہ روپئے کی ضرورت پیش آئی۔ میں نے قادیان سے باہر جاکر بہت دعا کی۔ مکان پر آیا تو پوسٹ مین نے آواز دی کہ منی آرڈر آیا ہے لے لو۔، یہ منی آرڈر لدھیانہ سے آیا تھا۔ اس منی آرڈر کا پہنچنا آپ نے اپنی دعا کی قبولیت کا نشان بتایا مگر دانا سمجھ سکتے ہیں کہ یہ منی آرڈر لدھیانہ سے چلا کب تھا۔ حالانکہ اس وقت ما بین امرتسر بٹالہ اور قادیان ریل بھی نہ تھی، دعا سے کتنے روز پہلے چلا ہوگا۔ حقیقت یہ ہے کہ دعا سے پہلے دعا کا قبول ہونا ڈبل کرامت ہے۔ کسی پنجابی شاعر نے ایسا ہی کہا ہے۔ اسیں آدم تھیں اگّے ہوئے دادا گود کھڈایا۔ یعنی ہم آدم سے بھی پہلے تھے اور اپنے دادا کو گود میں کھلایا تھا

دوسری طرح: خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) نے خاتمہ جنگ کا زمانہ اپریل ۱۹۴۵ء تا جون ۱۹۴۵ء مقرر کیا تھا، مگر واقعہ میں کیا ہوا؟ جنگ مئی ۱۹۴۵ء میں ختم ہوگئی اگر اس کو ختم کہہ سکیں۔ اس کی ایک مثال ہم پیش کرتے ہیں: حیدرآباد میں ایک معزز ہندو مقبول فریقین تھے اس لئے ہندو ان کو جلانے کے متعلق سوال کرتے تھے اور مسلمان دفنانے کے متعلق۔ انہوں نے کہا میں وصیت میں لکھ جاؤں گا اس پر عمل کرنا جھگڑا نہ کرنا۔

وصیت میں لکھا: جلانا مت گاڑنا۔

انتقال پر جھگڑا ہوا کیونکہ عبارت ذو وجہین تھی، مت کو پہلے لگانے سے جلانے کی نفی ہوتی تھی اور گاڑنا سے آگے لگانے سے گاڑنے کی نفی۔

یہی کیفیت خلیفہ جی کی پیش گوئیوں کی ہے۔ گفتگو صلح اخباروں میں آرہی تھی، اس لئے آپ نے اس فیصلے کے لئے تین مہینوں کو گھیر لیا تھا، تاکہ وہ شعر صادق آجائے جو کسی شاعر نے اپنے معشوق سے درخواست کرتے ہوئے کہا تھا کہ

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ جون ۱۹۴۵ء مطابق ۳ رجب ۱۳۶۴ جلد ۴۲ نمبر ۲۴ ص ۴۔۵)

باپ بیٹا دونوں ابراہیم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

لاہور میں ایک مقدمہ ہوا تھا جو کسی شخص کی قومی سیادت کے متعلق تھا۔ یعنی مدعی کا دعوی تھا کہ میں قوم سید سے ہوں۔ اس کے ایک گواہ نے بڑی دلیری سے عدالت میں کہا: ہاں جناب یہ واقعی سید ہیں۔ سوال ہوا: تمہیں کیسے معلوم ہوا کہ یہ سید ہیں۔ بولا: ہمارے سامنے بنے ہیں۔، گویا اس شعر کے پورے کے مصداق ہیں

یار ما امسال دعوی سیادت کردہ است
سال دیگر گر خدا خواہد خدا خواہد شدن

یہی حال قادیانی جماعت اور اس کے ہیرو کا ہے۔ بڑے مرزا صاحب ہمارے سامنے ملہم بنے۔ مجدد بنے۔ مہدی بنے۔ مسیح موعود بنے۔ کرشن بنے۔ آپ کے دعوی کا مظہر، درثمین میں آپ کا یہ شعر کافی ہے

میں کبھی آدم کبھی موسی کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

تریاق القلوب میں آپ کا دعوی ہے:

منم مسیح زمان منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

درثمین میں یہ بھی دعوی کیا:

آدم نیز احمد مختار ۔ در برم جامہ ہمہ ابرار

غرض آپ ہمارے سامنے سب کچھ بنے اور مریدوں نے آپ کے دعاوی کی تصدیق میں یہ شعر پڑھا

حسین ہو، مہ جبین ہو دل نشین ہو
لقب جن کے ہیں اتنے وہ تم ہی ہو

آج ہم دیکھتے ہیں کہ بیٹا بھی باپ کی روش پر چل رہا ہے۔ سو جس طرح لاہوری مقدمہ میں گواہ نے شہادت حقہ دی تھی کہ مدعی بیشک سید ہے کیونکہ ہمارے سامنے بنا

ہے، اسی طرح ہم بھی شہادت دیتے ہیں کہ بڑے مرزا چونکہ ہمارے سامنے بنے ہیں اسلئے وہ بیشک ان القاب کے مصداق ہیں کوئی ہے جو ہماری شہادت کی تردید کر سکے۔

چھوٹے میاں یعنی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی تقریر الفضل ۸ جون ۱۹۴۵ء میں شائع ہوئی ہے جس میں آپ نے آیت قرآنیہ فيه آيات بينات مقام ابراهيم سے استدلال کیا ہے کہ ہر زمانہ میں ابراہیمی درجے کے لوگ ہوتے آئے ہیں۔ مجھ سے پہلے بڑے مرزا صاحب تھے۔ اس زمانہ کا ابراہیم میں ہوں۔ چنانچہ آپ کے اصلی الفاظ یہ ہیں: میں نے ایک دفعہ رؤیا میں دیکھا کہ میں بیت الدعا میں بیٹھا دعا کر رہا ہوں کہ یک دم اللہ تعالیٰ کی طرف سے مجھ پر ظاہر کیا گیا کہ اس امت میں کئی ابراہیم ہوئے ہیں۔ چنانچہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے متعلق بتلایا گیا کہ آپ بھی ابراہیم ہیں۔ حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین بھیروی) کے متعلق بتایا گیا کہ آپ بھی ابراہیم ہیں۔ اور مجھے اس کے متعلق بتایا گیا کہ ایک ابراہیم میں بھی ہوں۔ ہم تین ابراہیم تو اکٹھے ہی ہو گئے۔ نہ معلوم اور کتنے ابراہیم اس امت میں گذرے ہیں اور کتنے ابراہیم قیامت تک اس امت میں آئیں۔ (الفضل ۸ جون ۱۹۴۵ء ص ۲)

ہم تو آپ کے کمالات کا یقین اس روز سے کئے ہوئے ہیں جس روز آپ شملہ سے واپسی پر انبالہ میں اترے تھے اور وہاں سے ہر دوار پسنجر سے سوار ہو کر امرتسر آنا تھا اور امرتسر سے قادیان پہنچنا ہوتا۔ چونکہ قدرت کو منظور تھا کہ آپ کا معجزہ ظاہر کرے اس لئے ہر دوار پسنجر نصف گھنٹہ لیٹ ہو کر انبالہ چھاؤنی پہنچی جو بالکل معمولی بات ہے۔ مگر آپ کے مریدوں اور درباریوں نے مریداں ہمے پرانند کے ماتحت اس معجزہ کا اظہار اس طرح کیا کہ: ہر دوار پسنجر کو معلوم تھا کہ آج مملکت روحانیہ کا بادشاہ مجھ پر سوار ہونے والا ہے اس لئے وہ لیٹ ہونے کا عذر کرتی ہوئی چیختی چلاتی گنگا میں اشنان کر کے انبالہ پہنچی۔ (الفضل ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۱۷ء)

ناظرین! کسی زمانہ میں شاہی دربار میں ایک باکمال بزرگ رہا کرتا تھا جو بادشاہ کی باتوں کو بہت سجا دیا کرتا تھا۔ اس کا نام تھا جناب ملا دو پیازہ۔ ہم سمجھتے ہیں کہ وہ فوت ہو جانے کے بعد اپنے بہت سے شاگرد چھوڑ گیا۔

جس جوان کی یہ کرامت یا معجزہ عنفوان شباب میں ظاہر ہوا ہو وہ بڑے ہو کر

ابراہیمی دعوی کر کے لوہا ڈبودے اور بھس تیرا دے تو کیا تعجب ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس خاندان میں یہ کمال ہے کہ اپنی بات بنانے اور منوانے کے لئے ہر قسم کی کوشش کیا کرتے ہیں اور دل میں جانتے ہیں کہ کہے جاؤ دنیا سننے والوں سے خالی نہیں ہے؟ اس لئے ہماری دعا ہے ناظرین بھی ہماری دعا پر آمین کہیں

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔ خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ جون ۱۹۴۵ء مطابق ۱۰ رجب ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۵ ص ۳۔۴)

مرزا محمود کے ابراہیمی دعوی پر پیغام کا اظہار غضب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گزشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں یہ ذکر آچکا ہے کہ خلیفہ قادیان نے اپنے باپ کی طرح ابراہیمی لقب اختیار کیا ہے۔ ہم نے تو اپنے طرز پر اس کا ذکر کیا تھا قادیان کی دوسری شاخ لاہوری جماعت کے اخبار پیغام صلح نے برادرانہ طور پر غیظ وغضب کا اظہار کیا ہے جو اس کا حق ہے۔ ناظرین کی آگاہی کے لئے ہم اس مضمون کا ملخص نقل کرتے ہیں۔ پیغام صلح لکھتا ہے:

خلیفہ صاحب قادیان کی ایک نئی تعلیٰ

حضرت ابراہیمؑ جیسے عظیم الشان پیغمبر کی عظمت پر حملہ

ملفوظات کے عنوان سے خلیفہ صاحب قادیان (محمود) کی ایک نئی تعلیٰ الفضل مورخہ ۸ جون میں شائع ہوئی ہے جس میں فیہ آیات بینات مقام ابراہیم (آل عمران ۔ع ۱) ۔ کی ایک طویل تشریح فرمائی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ آیات بینات سے مراد درجہ ابراہیمی ہے۔ کئی ابراہیم امت محمدیہ میں پیدا ہوں گے اور درجہ ابراہیمی تواتر و تکرار سے ظاہر ہوتا رہے گا۔ امت محمدیہ میں ابراہیم کثرت سے پیدا ہو کر حفاظت اسلام کا فرض سرانجام دیتے رہیں گے یعنی بار بار امت محمدیہ میں ایسے لوگ پیدا ہوتے رہیں گے جو ابراہیمی نمونہ پر آئیں گے اور ان کے ذریعہ بار بار خانہ کعبہ کی تعمیر ہوتی رہے گی

گویا جب بھی اسلام پر کوئی مصیبت کا وقت آئے گا اللہ تعالی کی طرف سے ایک ابراہیم کھڑا کیا جائے گا جو اسلام کے احیاء کا باعث ہوگا اور لوگوں کے دلوں میں جو شکوک و شبہات پیدا ہو چکے ہیں ان کو دور کرے گا..... محض خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے اپنی ایک تعلٰی کے لئے قرآن مجید کی اس آیت کے متعلق ایچا پیچیاں کی ہیں۔ خلیفہ صاحب اپنی مغالطہ آمیز منطق سے قرآن مجید کی آیات سے کھیلنے کی کوشش کرتے ہیں انہوں نے دین کو بازیچہ اطفال بنا کر رکھ دیا ہے جو منہ میں آتا ہے کہتے چلے جاتے ہیں۔ انکی یہ دیرینہ عادت ہے کہ گزشتہ انبیاء کے مقام عظمت اور اثر ونفوذ پر حملے کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ حضرت محمد ﷺ کی علانیہ توہین سے بھی نہیں چوکتے۔ چنانچہ انہوں نے گزشتہ سال یہ کہہ کر: محمد ﷺ سے کوئی شخص بڑھنا چاہے تو بڑھ سکتا ہے خدا نے اس دروازے کو بند نہیں کیا۔، ساری اسلامی دنیا میں ایک آگ لگا دی اور شائد ابھی تک فضا میں اس آگ کے شرارے موجود ہیں اس واقعہ پر ایک سال نہیں گزرنے پایا تھا کہ آپ نے حضرت ابراہیم جیسے عظیم الشان پیغمبر کی عظمت پر حملہ کر دیا اور انکی شان کو کم کرنے کے لئے مقام ابراہیم کو عام کر دیا۔ اور یہ صرف اس لئے کیا تا کہ یہ تعلٰی کرنے کی گنجائش پیدا ہو جائے کہ درجہ ابراہیمی کے تسلسل کی ایک کڑی خلیفہ صاحب خود ہیں۔ لیکن ہم سوال کرتے ہیں کہ اگر درجہ ابراہیمی کے تواتر سے احیائے اسلام مراد ہے تو میاں صاحب نے کون سا احیائے اسلام کا کام کیا ہے؟ کیا قرآن وحدیث کی صریح تعلیم کے خلاف اجرائے نبوت کا عقیدہ تراشنا احیائے اسلام ہے، یا دنیا کے ساٹھ کروڑ مسلمانوں کو دائرہ اسلام سے خارج کرنا تجدید دین ہے، یا حضرت نبی کریم ﷺ کی علانیہ توہین کرنا اسلام کی حفاظت ہے۔

آخر ہمیں بتایا جائے کہ خلیفہ صاحب نے کون سے کارہائے نمایاں کئے ہیں۔ ان کی فرد عمل کے ہر خانہ میں صفر لکھا ہوا ہے۔ ان کا دور قیادت ایک ترقی معکوس ہے۔ وہ تحریک احمدیت جیسی ثقافتی اور حرکی قوت کے راستہ میں سنگ گراں ہیں۔ احمدیت کو جتنا نقصان انکی وجہ سے پہنچا ہے شائد معاندین سلسلہ کی وجہ سے نہیں پہنچا اس نقصان کی تفصیلات میں جاتے ہوئے انگلیاں فگار اور خامہ خوں چکاں ہے.... خلیفہ صاحب نے آج تک کوئی تخلیقی اور تعمیری کام نہیں کیا اس لئے ان کے گرد ایک عملی خلا پیدا ہو گیا

ہے جس کو پر کرنے کیلئے وہ یہ تعلیاں کرتے ہیں اور اپنے مریدوں کو خوابوں کی افیون کھلا کر پینک میں رکھتے ہیں وہ اپنی بعض مصالح کے پیش نظر جو چاہیں کریں لیکن انہیں گزشتہ انبیاء کے منہ آنے سے گریز کرنا چاہیے کیونکہ اس کے نتائج کبھی بہتر نہیں ہو سکتے بلکہ خطرناک یقیناً ہو سکتے ہیں (پیغام صلح لاہور ۱۳ جون ۱۹۴۵ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

سچ کہنا اگر جرم نہ ہو اور سننے والوں بھی تلخ معلوم نہ ہو، تو ہم یہ کہنے سے نہیں رک سکتے کہ اگر پیغام صلح لاہور کی خفگی چھوٹے مرزا (مرزا محمود احمد) پر دینی خدمت نہ کرنے کی وجہ سے ہے، تو بڑے مرزا صاحب (غلام احمد) پر مسلمانوں کی خفگی بھی اسی وجہ سے ہے کہ انہوں نے دین کی کوئی خدمت نہیں کی، صرف اپنے آپ کو بڑھا چڑھا کر پیش کرتے رہے کہ میرا تخت سب تختوں سے اوپر بچھایا گیا ہے (حقیقۃ الوحی۔ص ۸۹)

ان کی ساری تصنیفات میں سے انکے ذاتی کمالات کو الگ کر دیا جائے تو دینی خدمت صفر کے درجہ میں رہ جاتی ہے۔ براہین احمدیہ اور آئینہ کمالات اسلام کو بطور فخر پیش کیا جاتا ہے ان کی حقیقت ہم ناقابل مصنف مرزا میں دکھا چکے ہیں۔ مختصر یہ کہ بڑے مرزا (غلام احمد) اور چھوٹے مرزا (مرزا محمود احمد) دونوں کو ہم اس شعر کا مصداق سمجھتے ہیں

نہ عارض نہ زلف دوتا دیکھتے ہیں
خدا جانے ہم ان میں کیا دیکھتے ہیں

(اہل حدیث امرتسر ۲۹ جون ۱۹۴۵ء مطابق ۱۷ رجب ۱۳۶۴ھ ص ۴۔۵)

قادیان میں طاعون

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی جماعت کا یہ کمال ہم مانتے ہیں کہ جو واقعہ مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی کے متعلق اپنے اندر صاف تکذیب اور تردید رکھتا ہو، جماعت قادیان اسی کو اپنی تصدیق میں لینے کی کوشش کرتی ہے۔ یہ کوئی نئی بات نہیں ہے ہمیشہ سے مدعیان کا یہی طریق چلا آیا ہے۔ مرزا صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ قادیان میں طاعون نہیں آئے گا۔ الہام کے

الفاظ یہ شائع کئے تھے انہ آوی القریۃ (یعنی خدا نے قصبہ قادیان کو طاعون سے محفوظ کرلیا)

آخر جب قادیان میں طاعون آیا تو مرزا غلام احمد کے قلم سے قدرتی تصرف سے لکھوایا گیا کہ جن دنوں قادیان میں طاعون کا زور ہوا۔ (حقیقۃ الوحی)

اس پر بھی مرزا صاحب قادیانی نے خاموشی اختیار نہ کی بلکہ اعلان کیا کہ قادیان میں طاعون نہ آنے سے مراد یہ تھی کہ ہمارے مریدوں کو طاعون نہ ہوگا۔

قدرت نے اس کی بھی تکذیب کر دی۔ افضل اڈیٹر اخبار بدر طاعون سے مرا۔ محمد یامین سہارن پوری طاعون سے مرا۔ بھیرے کے قاضی ... کا بیٹا طاعون سے مرا۔ اسی طرح کئی ایک مریدین با صفا طاعون سے مرے۔ یہاں تک کہ مرزا غلام احمد صاحب نے طاعون کے خوف کی وجہ سے اپنے مکان کی چھت پر سائبان لگا کر ڈیرہ لگا لیا تا کہ طاعون سے محفوظ رہیں۔ اس زمانہ کے یہی واقعات اخبار اہل حدیث میں مفصل درج ہو چکے ہیں۔ باوجود اس کے اخبار الفضل مورخہ ۲۶ جون ۱۹۴۵ء میں ایک مضمون مولوی غلام رسول راجیکی کی طرف سے شائع ہوا ہے جس میں بڑی دلیری سے قادیانی طاعون کی تکذیب کی گئی ہے۔ اسی کو کہتے ہیں

جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۴۵ء مطابق یکم شعبان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۲۸ ص ۴)

قادیانی کی شان میں ایک عرب کا قصیدہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ۱۸۹۳ء کا واقعہ ہے جن دنوں مرزا غلام احمد صاحب کا مباحثہ ڈپٹی آتھم عیسائی سے مناظرہ ہوا۔ ان دنوں ایک شامی طالب علم مرزا صاحب قادیانی کی جماعت میں پھرتا نظر آیا، جس پر جماعت مرزائیہ کو بڑا فخر تھا کہ یہ ملک شام سے حضرت صاحب کی بیعت کرنے آیا ہے۔ میرا نام سن کر وہ مجھے ملنے آیا۔ باتوں باتوں میں ذکر کیا کہ میں نے مرزا قادیانی کے حق میں ایک قصیدہ لکھا ہے جس کے صلہ میں انہوں نے مجھے دوسو روپیہ انعام دیا ہے۔ وہ قصیدہ اس نے مجھے سنایا۔ اس کا ایک شعر تھا

انت الذی وعد الرسول و حبّذا
و عدّ به قد صحت الانباء

یعنی تو وہ شخص ہے جس کا رسول نے وعدہ دیا تھا۔ یہ وعدہ کیا اچھا ہے جو وقت پر پورا ہوا ۔ گفتگو عربی میں ہورہی تھی ۔ میں نے کہا، پھر یہ شخص مسیح موعود ہے؟ بولا نہیں ۔ میں نے کہا: پھر تو نے یہ کیوں کہا کہ تو وعدہ رسول کے مطابق آیا ہے؟ بولا، کیا دجال کا وعدہ نہیں کیا تھا؟ ۔ میں نے ذرا غور کر کے جواب دیا کہ دجال کا وعدہ بھی تھا مگر تو مدح کرتا ہے ۔ مقام مدح چاہتا ہے کہ دجال مراد نہیں بلکہ مسیح موعود مراد ہے ۔ شاطر شاعر نے کہا تم نے غور نہیں کیا ۔ میں وعدہ کی تعریف کرتا ہوں ،موعود بہ کی نہیں کرتا ۔ وعدہ اور موعود بہ دو الگ الگ چیزیں ہیں ۔آ خر میں اس کا مطلب سمجھ گیا کہ یہ شاعر ہے جن کی بابت فرمان خداوندی ہے فی کل وا دٍ یھمیو ن ۔ ہر جنگل میں پھر جاتے ہیں ۔ یہ قصہ میں نے اس غرض سے بیان کیا ہے کہ موعود کے بھی دو معنی ہیں ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جولائی ۱۹۴۵ء ص ۴)

مرزا صاحب کی صداقت کا نشان

یاجوج ماجوج اور مسیح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیثوں میں بصراحت ملتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں یاجوج ماجوج خروج کریں گے ۔ رہا یہ سوال کہ یاجوج ماجوج کون ہیں، اس پر آج کا نوٹ ہم نے لکھا ہے جو دراصل الفضل مورخہ ٦ جولائی ۱۹۴۵ء کا جواب ہے ۔

الفضل پرچہ مذکور میں لکھتا ہے کہ یاجوج ماجوج انگریز اور روسی دو قومیں ہیں ۔ یہی مضمون مرزا صاحب نے حمامۃ البشریٰ میں لکھا ہے ۔

الفضل کہتا ہے کہ چونکہ یاجوج ماجوج کا خروج ہو چکا ہے لہذا مسیح موعود کا خروج بھی ہونا چاہیے ۔ میں کہتا ہوں کہ اول تو یہ ترتیب ہی غلط اور حدیثوں کے خلاف ہے حدیث میں مفصل ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود کو حکم پہنچے گا میرے بندوں کو پہاڑ پر لے

چلو میں ایسی قوم بھیجونگا جس کے مقابلے کیلئے کسی کو طاقت نہ ہوگی۔ یہ بھی ذکر ہے کہ حضرت مسیح موعود کی دعا سے سب مر جائیں گے۔ تفصیل اسکی صحیح ترمذی میں ملاحظہ ہو۔

مگر یہاں یہ بات ہے کہ انگریز اور روسی مرزا صاحب قادیانی کی پیدائش سے پہلے ہی دنیا میں موجود بلکہ برسرحکومت تھے۔ یہ بھی ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی بد دعا سے یہ دونوں قومیں فنا نہیں ہوئیں بلکہ مرزا صاحب ان کی موجودگی میں ختم ہو گئے۔ علاوہ اس کے یا جوج ماجوج دو قومیں اپنی برائی کی وجہ سے مشہور ہیں۔ باوجود اسکے مرزا صاحب قادیانی اپنی امت کو ہدایت کرتے ہیں کہ تم انگریزوں کو اولی الامر منکم کا مصداق سمجھ کر ان کی اطاعت کرو (رسالہ ضرورت الامام)

اب کلام مرزا قادیانی کے یہ دو جملے ہمارے سامنے ہیں: ۱۔ انگریز اور روسی یاجوج ماجوج ہیں ۔۲۔ انگریزوں کو اولی الامر سمجھ کر ان کی اطاعت کرو۔

نتیجہ صاف ہے کہ جماعت احمدیہ یاجوج ماجوج کی قسم سے ہے

احمدی دوستو! کیا علم منطق کی رو سے یہ نتیجہ غلط ہے؟

اسی طرح باقی نشانات بھی لا یسمن و لا یغنی من جوع کے مصداق ہیں۔ مثلاً رمضان میں چاند سورج کا گرہن مسیح موعود کا نشان ہونا کسی مرفوع حدیث میں نہیں آیا اور جو واقعہ ہوا ہے ایسا پہلے بھی ہو چکا ہے۔

ہاں مرزا صاحب قادیانی نے موقعہ شناسی سے کام لیتے ہوئے ایک بڑا دعوی کیا تھا جس میں خدا تعالی کی قدرت نے انکو خوب مزہ چکھایا۔ عبدالحمید خان مرحوم سلطان ترکی کے زمانہ میں حجاز میں ریل جاری ہونے کا امکان پیدا ہو گیا تھا۔ دمشق سے چل کر مدینہ منورہ تک سڑک (پٹڑی) تیار ہو کر گاڑی بھی چلنے لگ گئی تھی۔ بس پھر کیا تھا، مرزا صاحب قادیانی نے اعجاز احمدی میں فوراً لکھ دیا کہ مکہ مدینہ میں ریل جاری ہوگئی ہیں وہ میری صداقت کا نشان ہے۔

قدرت نے ایسا تصرف کیا کہ گاڑی مع انجن مدینہ شریف میں پہنچ کر وہیں رک گئی جو آج تک کھڑی ہے (۱۹۴۵ء تک) تاکہ مرزا صاحب قادیانی کا دعوی غلط ثابت ہو جائے۔ کوئی احمدی ہے جو سامنے آئے اور اس نشان کو پورا کر کے دکھائے۔ بس مکہ مدینہ کے درمیان ریل گاڑی کا جاری ہونا اگر بقول مرزا صاحب، مسیح موعود کی

صداقت کی دلیل تھی تو اس کا رک جانا مرزا صاحب قادیانی کے کذب کی دلیل ضرور ہوگا۔ یہ ایسی دلیل ہے کہ مرزا صاحب نے خود اس کو تسلیم کیا ہوا ہے۔

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ٢٠ جولائی ١٩٤٥ء ص ٤۔٥)

ما انا علیہ و اصحابی: کون مراد ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم اس بات کا اعتراف کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کو نکتہ آفرینی میں کمال حاصل تھا۔ ایسی بات کہتے تھے جو کوئی نہ کہہ سکے۔ مثلاً حدیث شریف میں ہے کہ دجال کی سواری کے لئے ایک گدھا ہوگا۔ چونکہ آپ نے انگریزوں کو دجال کہا ہوا ہے، اس لئے لازمی تھا کہ ان کے لئے کوئی گدھا بھی تجویز کرتے۔ فرمایا ان کا گدھا ریل گاڑی ہے (ازالہ اوہام)۔ اس نکتہ آفرینی کی داد دیتے ہوئے کسی بذلہ سنج شاعر نے کیا خوب کہا ہے

یہ کیسا خر دجال ہے کہ عیسی بعز و شان
بصد منت بصد خواہش کرا یہ دے کے چڑھتا ہے

مرزا غلام احمد صاحب ایسی نکتہ آفرینی کو ختم نہیں کر گئے بلکہ اپنی امت کو ورثہ میں دے گئے ہیں۔ اخبار الفضل قادیان مورخہ ١٢ جولائی ١٩٤٥ء صفحہ ٣ پر ایک حیدر آبادی نامہ نگار کا مضمون نکلا ہے جس کا ملخص مفہوم یہ ہے کہ: فرقہ ناجیہ کے متعلق جو حدیث آئی ہے کہ ناجی فرقہ وہ ہے جس پر میں (ذات رسالت) اور میرے اصحاب قائم ہیں۔ اس سے مراد جماعت احمدیہ ہے کیونکہ یہ جماعت آنخضرت ﷺ اور صحابہ کرام کی طرح تبلیغ اسلام کرتی ہے اور ان کا ایک امام بھی واجب الاطاعت ہے۔ یہی مراد ہے ما انا علیہ و اصحابی سے، ہمارے سوا کوئی بھی اس حدیث کا مصداق نہیں۔

نقض اجمالی: ہماری طرف سے نقض اجمالی اس پر یہ ہے کہ اس تشریح کے ماتحت تمہاری لاہوری جماعت بھی اس حدیث کی مصداق ہے یا نہیں؟ کیونکہ وہ بھی یہی

کہتی ہے کہ ہم بھی تبلیغ اسلام کرتے ہیں اور ہمارا بھی ایک واجب الاطاعت امیر ہے ۔اگر یہی بات ہے تو آپس میں دال روٹی کیوں بانٹا کرتے ہو۔

منع : بقاعدہ علم مناظرہ اس پر منع ہماری طرف سے یوں وارد ہے کہ امت مرزائیہ (بہر دوصنف) انبیاء کے طریق پر تبلیغ اسلام نہیں کرتی۔انبیاء کا طریق جو قرآن وحدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے یہ تھا کہ سب سے پہلے مشرکوں کو خطاب کیا جاتا تھا

یا قوم اعبدوا الله ما لکم من اله غیری (۱۱:۸٤)

قادیانی تحریک میں ہم دیکھتے ہیں کہ انبیاء کرام کا یہ طریق تبلیغ مفقود ہے بت خانے تو بجائے خود رہے، اسلامی مزارات جو پوجے جارہے ہیں ان کی طرف نہ قادیانی نبی نے توجہ کی ،اور نہ قادیانی امت نے ۔پنجاب کے ہر شہر میں متعدد مزارات پوجے جارہے ہیں ۔ دارالحکومت (لاہور) میں حضرت علی ہجویری عرف داتا گنج بخش کا مزار معبود خلائق بنا ہوا ہے ۔ پیران کلیر رڑکی میں علاء الدین علی صابر کا مزار اجمیر میں خواجہ معین کا مزار گونڈہ میں سالار غازی کا مزار خصوصا قابل ذکر ہیں اور باعث ندامت ہیں (میں ایک دفعہ کسی مذہبی مقدمہ کی پیروی کے لئے ضلع اجمیر گیا۔ وہاں مولوی معین الدین مرحوم مدرس عثمانیہ اجمیر سے ملاقات ہوئی۔ مرحوم حنفی مذہب کے ذی علم بزرگ تھے۔ اثناء گفتگو میں فرمایا میں ان لوگوں کو جو مزار خواجہ معین الدین پر آتے ہیں، کہا کرتا ہوں کہ تم مشرک نہیں ہو۔ جو تمہیں مشرک کہتا ہے وہ غلط کہتا ہے ۔ کیونکہ مشرک اس کو کہتے ہیں جو خدا سے مانگے اور غیر خدا سے بھی مانگے۔ تمہیں تو خدا سے واسطہ ہی نہیں ،تم جو کچھ مانگتے ہو خواجہ غریب نواز سے مانگتے ہو۔ اس لئے تم مشرک نہیں ہو۔ میں نے کہا خوب۔ آپ کی ہجو ملیح بھی اس شعر کے مصداق ہے

واعظ شہر کہ مردم ملکش مے خوانند
قول ما نیز ہمیں است کہ او مردم نیست

ملاحظہ فرمایئے ان لوگوں کی حالت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ وہ مشرک نہیں بلکہ دہری ہیں۔ اس پر بھی قادیانی نبی اور ان کے اتباع کہتے ہیں کہ ہم تبلیغ اسلام کرتے ہیں جس پر بے ساختہ منہ سے نکلتا ہے

گر مسلمانی ہمیں ست کہ ایشاں دارند
وائے گر از پس امروز بود فردائے)

کوئی احمدی خدا کا خوف دل میں رکھ کر ہمیں بتائے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

اوران کی جماعت نے ان مزارات کی خرابیوں کی طرف کبھی توجہ کی۔ ہرگز نہیں کی۔ وہ تو تمام عمر اسی بات سے فارغ نہیں ہوئے کہ میں ایسا ہوں، میں ویسا۔

آدمم نیز احمد مختار۔ در برم جامہ ہمہ ابرار

آیئے ہم آپ کو بتائیں کہ اس حدیث کے مصداق اہل حدیث ہیں جن کی تحریک کا رخ سب سے پہلے شرک کی طرف رہا ہے۔ تسلی کیلئے کتاب تقویۃ الایمان دیکھئے۔ پھر مرزا صاحب قادیانی اوران کی جماعت کی تصنیفات میں سے کوئی کتاب اس کے پلے کی دکھایئے جس نے شرک وبدعت کی ایسی بیخ کنی کی ہو جیسی اس کتاب کے مصنف اوراس کے ماننے والوں نے کی ہے۔

امام کی بابت پوچھتے ہوتو اس جماعت کا امام وہ ہے جو صاحب سیف وسنان ہے جس کی شان میں حدیث وارد ہے الامام جنة یقاتل ورائه یعنی جلالۃ الملک سلطان ابن سعود ایدہ اللہ بنصرہ۔ اس جماعت کا امام ایسا نہیں ہے جو ایازی مذہب کا مقتدی ہوکر غیر کا غلام بنے، اور چھوٹی سی عدالت کا سمن آنے پر لبیک کہتا ہوا حاضر ہو جائے۔ نہ ایسا امام ہے جو کسی معمولی افسر ضلع کے منع کرنے پر مخالفوں کی موت وحیات کے متعلق الہامات شائع کرنے سے رک جائے۔

ایسے شخص کو ہم امام نہیں کہہ سکتے، چاہے قادیان کا ہو، یا دہلی کے صدر بازار کا۔ ایسے امام ہمارے امام کے مقابلے میں وہی نسبت رکھتے ہیں جو اس مصرع میں بتائی گئی ہے

شیر قالین دگر است وشیر نیستان دگر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ جولائی ۱۹۴۵ء مطابق ۱۷ شعبان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۰ ص ۴۔۵)

یورپ کی جنگ میں قادیانی کی تکذیب

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہٹلر آف جرمنی نے اپنی کتاب: میری جدوجہد، میں لکھا ہے کہ جھوٹ کو سچ باور کرانے کا یہی طریقہ ہے کہ اس کی اشاعت کرتے جاؤ۔ دنیا سننے اور ماننے والوں سے خالی نہیں۔

لوگوں کا خیال ہے کہ یہ طریقہ قبیحہ ہٹلر کا ایجاد کردہ ہے مگر ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس

طریقے کے موجد بھی قادیانی نبی (مرزا) اور انکے اتباع ہیں۔ ان کی کوئی بات خواہ کیسی ہی غلط ثابت ہوچکی ہو، قادیانی نبی اور انکے اتباع بس اپنی ہی کہتے جائیں گے۔

قادیانی نبی نے پیش گوئی کی تھی کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر ۱۵ مہینے کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں ڈالا جائے گا۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ وہ مدت معینہ کے بعد قریباً دوسال تک زندہ رہ کر مرا۔ قادیانی نے پھر بھی یہی کہا کہ میری پیشگوئی سچی ثابت ہوئی کیونکہ پیش گوئی کا مطلب یہ تھا کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے گا، چنانچہ وہ میرے سامنے مرگیا۔ یعنی کوئی مدت مقررہ نہ تھی۔ نہ ۱۵ ماہ، نہ ۲۵ ماہ، بلکہ صرف سچے جھوٹے کی موت کا تقدم وتاخر تھا۔ اسی طرح پنڈت لیکھ رام کے متعلق بھی لکھا تھا۔ حالانکہ اس کا قتل ہونا مرزا قادیانی کی تکذیب کیلئے کافی ہے (تفصیل کیلئے رسالہ لیکھ رام اور مرزا، ملاحظہ ہو جولا جواب ثابت ہوا ہے۔ ثناء اللہ) مگر مرزا صاحب اور اتباع مرزا اس کو واضح تر معجزہ ظاہر کیا کرتے ہیں حالانکہ یہ واقعہ اتنا بھی نہیں جو اس شعر کا مصداق ہو سکے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

اتباع مرزا آج کل جنگ یورپ کے متعلق کئی ایک فخریہ مضامین شائع کر چکے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ پیش گوئیاں یورپ کے متعلق ہیں اور واقعہ بھی ایسا ہی ہوا ہے۔ چنانچہ سب سے آخر الفضل مورخہ ۱۶ جولائی ۱۹۴۵ء میں جو مضمون نکلا ہے اس کا اقتباس یوں ہے: اللہ تعالیٰ نے اس زمانہ میں اصلاح خلق اور گم گشتگان راہ کو جادہ مستقیم پر گامزن کرنے کیلئے اپنے مامور ومرسل مرزا غلام احمد قادیانی کو مبعوث فرمایا مگر لوگوں نے سمجھتے اور دیکھتے ہوئے آپ کی مخالفت کی اور سخت سرکشی کا اظہار کیا۔ اس پر خدا تعالیٰ کی قہری تجلی کا ظہور ہوا، اور کئی بار بڑے زور آور حملوں سے حضرت مسیح موعود کی سچائی ظاہر کی۔ چنانچہ موجودہ جنگ کا عالمگیر عذاب بھی نتیجہ ہے اس مرسل و مصلح یزدانی کی تکذیب وانکار کا ... حضرت مسیح موعود نے قریباً نصف صدی قبل اہل دنیا کو خدائی الہامات سے خبر پاکر بتا دیا تھا کہ: اے یورپ تو بھی امن میں نہیں، اور اے ایشیاء تو بھی محفوظ نہیں، اور اے جزائر کے رہنے والوں کوئی مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ میں شہروں کو گرتے دیکھتا ہوں اور آبادیوں کو ویران پاتا ہوں۔ اور یہ سب کچھ اس لئے ہوگا کہ وہ واحد یگانہ ایک مدت تک خاموش رہا اور اس کی آنکھوں

کے سامنے مکروہ کام کئے گئے اور وہ چپ رہا مگر اب وہ ہیبت کے ساتھ اپنا چہرہ دکھائے گا۔ جس کے کان سننے کے ہوں سنے کہ وہ وقت دور نہیں۔ میں نے کوشش کی کہ خدا کی امان کے نیچے سب کو جمع کروں پر ضرور تھا کہ تقدیر کے نوشتے پورے ہوتے۔ (حقیقۃ الوحی طبع ۱۹۰۷ء ص ۲۵۷) نیز حضور (مرزا غلام احمد) نے پہلے ہی بتا دیا تھا کہ وہ دن نزدیک ہیں بلکہ میں دیکھتا ہوں کہ دروازے پر ہیں کہ دنیا ایک قیامت کا نظارہ دیکھے گی اور نہ صرف زلزلے بلکہ اور بھی ڈرانے والی آفتیں ظاہر ہوں گی۔ کچھ آسمان سے، کچھ زمین سے۔ یہ اس لئے کہ نوع انسان نے اپنے خدا کی پرستش چھوڑ دی اور تمام دل اور تمام ہمت اور تمام خیالات سے دنیا پر ہی گر گئے۔ (ایضاً ص ۲۵٦)۔

(الفضل ١٦ جولائی ۱۹۴۵ء ص ۳)

مدینہ شریف میں ایک معزز و شریف قوم بستی تھی۔ وہ لوگ ایک دفعہ مسئلہ رجم کی تحقیق کے لئے دربار رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ نے فرمایا: تم تورات کھول کر پڑھو۔، وہ پڑھنے لگے تو رجم کے حکم پر ہاتھ رکھ کر پڑھنا شروع کیا۔ ،عبداللہ بن سلام صحابی نے کہا ہاتھ اٹھاؤ۔ دیکھا تو ہاتھ کے نیچے وہ آیت مرقوم تھی۔،

ہم نے سمجھا تھا کہ یہ عادت قبیحہ اسی شریف قوم کے ساتھ مخصوص تھی، لیکن قادیانی رویہ سے یہ معلوم ہوا کہ یہ اس قوم کا خاصہ نہیں ہے بلکہ عرض عام ہے جو قادیان کو بھی شامل ہے۔، ناظرین کرام! مرزا غلام احمد صاحب نے ایک پیش گوئی زلزلہ کے متعلق کی تھی جس کا ذکر کتاب حقیقۃ الوحی میں ہے جہاں سے الفضل کے نامہ نگار نے یہ اقتباس نقل کیا ہے۔ اسی پیش گوئی کو مرزا نے ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم میں یوں لکھا ہے:

اب ذرہ کان کھول کر سن لو کہ آئندہ زلزلہ کی نسبت میری جو پیش گوئی ہے اس کو ایسا خیال کرنا کہ اس کے ظہور کی کوئی بھی حد مقرر نہیں کی گئی، یہ خیال سراسر غلط ہے کہ جو محض قلت تدبر اور کثرت تعصب اور جلد بازی سے پیدا ہوا ہے، کیونکہ بار بار روحی الہی نے مجھے اطلاع دی ہے کہ وہ پیش گوئی میری زندگی میں، اور میرے ہی ملک میں، اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (براہین احمدیہ حصہ پنجم ص ۹۷ ضمیمہ)

ناظرین کرام! یہ کیسی کھلی عبارت ہے جو خود مرزا غلام احمد صاحب کے الفاظ میں ہم نے نقل کی ہے۔ یہ عبارت چار طرح سے اہل قادیان کی تکذیب کر رہی ہے۔ اول یہ کہ

یہ پیش گوئی سخت زلزلہ کے متعلق ہے جنگ کے متعلق نہیں۔ دوسرے یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب کے ملک پنجاب کے متعلق ہے۔ تیسرے یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی کے متعلق ہے۔ چوتھے یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب کی تکذیب سے متعلق ہے۔
پس ان چاروں وجوہات کا نتیجہ یوں ہونا چاہیے تھا کہ مرزا غلام احمد کے ملک پنجاب میں سب سے پہلے مرزا صاحب کے منکروں پر یہ عذاب آتا، حالانکہ ایسا نہیں ہوا۔ عذاب نازل ہوا تو یورپ پر، تباہی نازل ہوئی تو یورپ پر۔ آباد شہر کھنڈرات ہوئے تو یورپ کے ہوئے۔ سب سے بڑی بات یہ ہے کہ یہ عذاب مرزا غلام احمد صاحب کی وفات کے بعد آیا، تو اس پر یہ عربی شعر کیوں نہ پڑھا جائے جو عرب کے ایک شاعر نے اپنی محبوبہ سعاد کے حق میں کہا ہے

لا یغرنك ما منت و ما وعدت
ان الامانی و الاحلام تضلیل

کوئی ہے جو ہمیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس عبارت کا مطلب سمجھائے جو ہم نے ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم سے نقل کی ہے۔ ہم اس بحث کو بھی چھوڑتے ہیں کہ زلزلہ سے مراد زلزلہ ہے جنگ ہے یا بھونچال۔ ہم اس بات کو بھی بھول جاتے ہیں کہ عذاب کے لئے ملک پنجاب مراد ہے یا یورپ۔ مگر ہم اس امر کو نہیں بھول سکتے کہ یہ واقعہ مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں ہونا ضروری تھا، جو نہیں ہوا۔
یہ بات خاص اسی پیش گوئی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ مرزا غلام احمد کی کل پیش گوئیاں ایسی ہی ہوا کرتی تھیں۔ اس لئے ہم غالب کا یہ شعر آپ کے حق میں پڑھا کرتے ہیں

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ٣۔ اگست ١٩٤٥ء مطابق ٢٤ شعبان ١٣٦٤ھ جلد ٤٢ نمبر ٣١ ص ٣، ٥)

انگلستان میں تبدیل وزارت اور مرزا محمود کی کرامت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

انگلستان اور دیگر ممالک یورپ بلکہ جاپان وغیرہ ممالک متمدنہ کے حالات جاننے والوں سے مخفی نہیں کہ ان ملکوں میں آئے دن وزارتوں میں تبدیلیاں ہوتی رہتی ہیں۔ جنگ رواں کے دوران میں جاپان میں کئی دفعہ وزارتیں بدلیں۔ ان ممالک میں وزارتوں کا بدلنا ایک معمولی سی بات ہے۔ شرعیات میں اس کی مثال کوئی چاہے تو یہ ہے کہ ایک امام مسجد جو مقررہ اور منصوب امام ہے، اگر کسی وقت جماعت میں حاضر نہ ہو اور دوسرا شخص اس کی جگہ امامت پر کھڑا ہو جائے تو مقرری امام صاحب اس دوسرے امام کے پیچھے اقتدا کر کے نماز پڑھ لیتے ہیں۔ اس کی کوئی اہمیت نہیں جس کے ووٹ زیادہ ہوتے ہیں وہ وزیراعظم بن جاتا ہے.. انگلستان میں متعدد پارٹیاں ہیں۔ لبرل (آزاد پارٹی) لیبر (مزدور پارٹی)۔ اس دفعہ لیبر پارٹی کامیاب ہوگئی۔ وزارت عظمی انہی کے ہاتھ میں آئی۔ یہ تبدیلی کوئی آج نہیں ہوئی گذشتہ جنگ عظیم کے بعد بھی لیبر پارٹی کو غلبہ ہوا تھا۔ ہندوستانیوں کی گول میز کانفرنس انہی کی وزارت میں ہوئی تھی۔ اس تبدیلی وزارت کو قادیانی گروہ نے خلیفہ کا ایسا زبردست معجزہ قرار دیا ہے کہ ان کے باپ سے ایسا نہ ہوا۔ اخبار الفضل مورخہ ۲۸ جولائی سنہ رواں میں بڑے طمطراق سے لکھا ہے کہ خلیفہ صاحب مصلح موعود نے ۴ مئی کے خطبہ جمعہ میں بتایا تھا کہ انگلستان میں ایک بڑا سیاسی تغیر آنے والا ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ مسٹر چرچل کی وزارت ختم ہوکر لیبر پارٹی میں چلی گئی۔، ناظرین حیرت سے سنیں گے کہ عیسی نے جو پیشگوئیاں کی کہ میرے بعد جنگیں ہوں گی، زلزلے آئیں گے، ان پر تو مرزا کلاں استہزاء کریں کہ: لو صاحب! یہ بھی کوئی پیش گوئیاں ہیں، کیا جنگیں نہیں ہوتیں، کیا زلزلے نہیں آتے۔ ،لیکن اگر انگلستان میں وزارت تبدیل ہو تو خلیفہ صاحب کا معجزہ بن جائے

ہم جو چپ ہوں تو سڑی کہلائیں۔ شیخ جو چپ ہو تو توکل ٹھہرے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ١٠۔ اگست ١٩٤٥ء مطابق یکم رمضان ١٣٦٤ھ جلد ٤٢ نمبر ٣٢ ص ٣)

بہاء اللہ موعود کل ہے؟۔ا

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: بہائی اور قادیانی تحریکیں ہمارے سامنے ہیں۔ ایک

بات پر دونوں متفق ہیں وہ یہ کہ ہر فریق یہ دعوی کرتا ہے کہ ہمارا نبی بہاء اللہ ایرانی اور مرزا غلام احمد قادیانی ایسے بلند پایہ بزرگ ہیں کہ ان کی بابت کل انبیاء کرام نے پیش گوئیاں کی ہوئی ہیں، یعنی یہ دونوں موعود کل ہیں ۔حق تو یہ ہے کہ ان دونوں کے دعاوی سن کر اور ان کے حالات دیکھ کر بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے

بت کریں آرزو خدائی کی ۔شان ہے تیری کبریائی کی

ان کے اتباع میں بھی یہ وصف خاص قابل ذکر ہے کہ وہ دعوی کو ثبوت کی شکل میں پیش کرتے ہیں جس کو اہل علم مصادرہ علی المطلوب کہتے ہیں۔ ہم نے بار ہا پوچھا ہے اور اب بھی پوچھتے ہیں کہ موعود کل کے دعوی کو بالاختصار موعود محمدی کی شکل میں بتا دیجئے تو ہم بھی غور کریں گے۔ صحیح ہونے کی صورت میں بخوشی مان لیں گے۔ مگر افسوس ہماری درخواست یہ دونوں گروہ قبول نہیں کرتے۔ کرتے ہیں تو ایسے لفظوں میں کرتے ہیں جو نہ کرنے سے بدتر ہے۔ آج ہمارے سامنے رسالہ پیامبر رکھا ہے۔ اس میں شیخ بہاء اللہ کے متعلق قرآن مجید سے پیش گوئی بتائی گئی ہے۔ ہماری خوشی کی حد نہ ہوتی اگر ہم اس کو صحیح پاتے ۔یہ بات بھی دونوں گروہوں میں مشترک پائی جاتی ہے کہ قرآن وحدیث کے معنی ایسے بیان کرتے ہیں جو قواعد لسانیہ اور محاورات زبان سے بالکل بعید ہوتے ہیں اور ہمیں مجبور کرتے ہیں کہ ہم ان کو تسلیم کریں۔ مثلاً قادیانی کہتے ہیں کہ جس حدیث میں مسیح موعود کے دمشق میں آنے کا ذکر ہے اس سے مراد قادیان ہے۔ کیا ہم یہ معنی ماننے پر مجبور ہیں۔ حاشا وکلا۔

پھر آپ نے لکھا ہے کہ مسیح موعود کے آنے کا ذکر قرآن کی سورۃ والعصر میں ملتا ہے جس کا ثبوت یہ ہے کہ: والعصر کے اعداد ١٣٠٠ ہیں اور غلام احمد قادیانی کے بھی ١٣٠٠۔ اور مجھے بتایا گیا ہے کہ اسوقت غلام احمد قادیانی میرے سوا کسی کا نام نہیں (ازالہ اوہام)

کیسی ہوشیاری ہے کہ قادیانی کا لفظ جو مقامی نسبت کے لئے ہے، اس کو نام کا جز و بنا کر دعوی کیا گیا ہے کہ اس نام کا کوئی آدمی دنیا میں نہیں ہے۔ اس طرح تو میں بھی دعوی کرسکتا ہوں کہ بجز میرے ابوالوفاء ثناء اللہ امرتسری کسی کا نام نہیں ہے۔ اسی طرح شیخ بہاء اللہ کے مریدین کوشش کرتے ہیں کہ قرآن سے شیخ بہاء اللہ ایرانی کے متعلق کوئی پیش گوئی دکھا دیں۔ بہائی رسالہ پیامبر میں ایک قابل مضمون نگار نے

بحث کی ہے ہم اسی کے الفاظ ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے:

سب سے پہلے یہ عرض ہے کہ شریعت قرآن شریف کے بعد ایک نئی شریعت کے آنے کا وعدہ قرآن و حدیث میں موجود ہے؛ جس کے متعلق ایک جگہ فرمایا اتی امر الله فلا تستعجلو ہ (نحل:١)۔(خدا کا حکم (شریعت) آنے والا ہے تم جلدی مت کرو)۔ اس آیت میں نئی شریعت ہی کے آنے کا بیان ہے کیونکہ اس کا سیاق یہی بتاتا ہے اور یہ اعتقاد کہ امر اللہ کا مطلب دنیا کا فنا ہونا ہے، بے ثبوت ہونے کی وجہ سے قابل قبول نہیں ہے۔ چنانچہ صحیحین کی حدیث میں ہے لا یزا ل من امتی امة قا ئمة با مر الله (١) یعنی میری امت میں ہمیشہ ایک گروہ اللہ کے حکم (قرآن و حدیث) پر ثابت قدم رہے گا حتی یا تی امر الله یہاں تک کہ اللہ کا حکم یعنی نئی کتاب و شریعت آ جائے گی (مشکوۃ باب ثواب ہذہ الامہ) اس حدیث نے امر اللہ کے معنی صاف کر دیئے کیونکہ جب پہلے امر اللہ کے معنی جمہور کے نزدیک شریعت ہے تو دوسرے امر اللہ کا مطلب فنائے عالم کیسے ہوسکتا ہے۔ پس یہاں بھی صاف طور پر آنے والی شریعت ہی کا بیان ہے جب یہ ثابت ہے کہ امر الٰہی کا آنا ضرور ہے تو صاحبِ امر کی آمد خود بخود ثابت ہوگئی (پیامبر دہلی اگست ١٩٤٥ء)

افسوس ہے ہم اس تقریر کو علم میزان سے گرا ہوا پاتے ہیں۔ مدعی کا یہ کہنا کہ امر اللہ سے مراد نئی شریعت ہے، یہ خود محتاج ثبوت ہے۔ اسی طرح حدیث کے الفاظ کے معنی بھی نئی شریعت قائم کرنا محتاج ثبوت، بلکہ متکلم قرآن و حدیث کے صریح خلاف منشاء ہے۔ آیئے ہم آپ کو آپ کی پیش کردہ آیت کے صحیح معنی بتائیں کفار مکہ کا قول قرآن مجید میں نقل ہوا ہے۔١۔ یستعجلو نك بالعذا ب ۔اے پیغمبر کفار تجھ سے عذاب جلدی چاہتے ہیں (العنکبوت:٥٤)۔٢۔ قا لوا ر بنا عجّلنا قطّنا قبل یوم الحسا ب۔ اے اللہ ہمارے عذاب کا حصہ یوم الحساب سے پہلے ہی دے دے (سورہ ص:١٦) ان دونوں آیتوں میں کفار کی عجلت پسندی کا ذکر ہے جسکے جواب میں ارشاد ہوا ہے۔ اتی امر الله فلا تستعجلو ہ ۔(دیکھو (تمہاری درخواست کے متعلق) خدائی حکم آنے والا ہے پس جلدی مت کرو)

یہ ہے قرآن مجید کی تفسیر قرآن کے ساتھ۔ ہم نے دونوں آیتوں میں عجلت کا لفظ دکھا دیا ہے، اس کے ساتھ لا تستعجلو ہ کی نہی کا صیغہ موزوں معلوم ہوتا ہے برخلاف اس کے بہائی نامہ نگار کا یہ کہنا کہ اس سے مراد نئی شریعت ہے اس امر پر

موقوف ہے کہ کفار عرب کا قول کسی مقام سے دکھایا جائے کہ انہوں نے نئی شریعت کے متعلق عجلت ظاہر کی تھی یعنی جلد طلب کی تھی تا کہ لا تستعجلوہ اس کے متعلق ہو سکے۔ اگر ایسا نہیں ہے تو معاذ اللہ یہ کلام موزونیت سے گرا ہوا ہے۔ اس کی مثال بالکل ایسی ہوگی کہ کسی مجلس دعوت میں مہمان کھانا جلدی مانگیں تو ان سے کہا جائے کہ جلدی مت کرو پان ابھی آتا ہے؛ کیا خوب! اس پر تو یہ شعر صادق آئے گا

چہ خوش گفت سعدی در زلیخا
الا یا ایها السّاقی ادر کأساً و ناولها

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۴۵ء م طابق رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۳ ص ۳۔۴)

ناجی فرقہ کون ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: عرب کا ایک شعر ہے

کل یدّعی وصلا للیلی-و لیلی لا تقر لهم بذاکا

یعنی ہر ایک عاشق لیلی کے وصال کا دعویدار ہے مگر لیلی کسی سے اقرار نہیں کرتی

یہ شعر دنیا کے ادیان پر عموماً اور مذاہب اسلام پر خصوصاً پورا آتا ہے۔ دنیا کا ہر ایک دین دعوی کرتا ہے کہ میں ہی خدا کا راستہ ہوں یہاں تک کہ بت پرست بھی کہہ سکتا ہے: بت کو بٹھا کے سامنے یاد خدا کروں

اسی طرح اسلامی فرقوں میں سے ہر ایک فرقہ مدعی ہے کہ میں ہی اصل اسلام پر ہوں۔ حق یہ ہے اگر ان مختلف فرقوں کو یہ خیال نہ ہو تو اپنے اپنے عقائد پر ٹھہر نہیں سکتے۔ قرآن مجید نے ان کی حقیقت اور نتیجہ خود بتا دیا ہے۔ ارشاد ہے: و علی الله قصد السبیل و منها جا ئر۔ (۹:۱۶) یعنی خدا کا ملنا ہی سب کو مقصود ہے مگر بعض ان میں سے ٹیڑھے ہیں اور تو اور قادیانی گروہ بھی یہی دعوی کرتا ہے جس کو پیدا ہوئے ابھی بقول جمعہ جمعہ آٹھ روز بھی نہیں ہوئے۔ اسی لئے ان کے حق میں یہ کہنا بجا ہے: کے آمدی و کے پیر شدی قادیانی اخبار الفضل میں اس قسم کے مضامین نکل رہے ہیں کہ حدیث شریف ما انا علیه و اصحابی کے مصداق ہم ہی ہیں۔ اس مضمون کا ایک نمبر اہل حدیث ۲۷

جولائی میں شائع ہو چکا ہے دوسرا آج درج ہے۔ اخبار الفضل مورخہ ۲۳ جولائی ۱۹۴۵ء میں اس مضمون کا دوسرا نمبر شائع ہوا ہے جس میں راقم مضمون نے یہ دعوی کیا ہے کہ حدیث ما انا علیه و اصحابی (یعنی آنحضرت فرماتے ہیں کہ فرقہ ناجیہ وہ ہے جو میرے اور میرے صحابہ کے طریق پر ہوگا) کی مصداق احمدیہ جماعت ہے۔ وجہ یہ بتائی ہے کہ اس فرقہ کے بانی نبی اور مہدی خود ہوں گے چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں کہ: ناجی فرقہ خود مسیح موعود کا اپنا قائم کردہ فرقہ ہوگا۔، حالانکہ حدیث شریف میں اس فرقہ ناجیہ کی پہچان یہ آئی ہے: لا تزال طائفة من امتی قائمة بامر الله لا یضرهم من خذلهم و لا من خالفهم حتی یاتی امر الله و هم علی ذلك (مشکوۃ باب ثواب هذه الامة) (یعنی میرے امت میں ایک فرقہ ضرور حق پر رہے گا ان کا مخالف ان کو ضرر نہیں دے سکے گا یہاں تک کہ حکم (قیامت) آجائے وہ اسی حالت پر ہوں گے) یہ حدیث صاف بتا رہی ہے کہ فرقہ ناجیہ کا وجود قضیہ مطلقہ عامہ کی شکل میں رہیگا۔ یعنی ہر زمانہ میں اس کا وجود پایا جائے گا۔ چاہے کسی ملک میں ہو۔ قادیانی نامہ نگار کو چاہیے تھا کہ قلم اٹھانے سے پہلے اس بات پر غور کر لیتا کہ قادیانی تحریک سے پہلے کتنی تحریکیں اس قسم کی دنیا میں پیدا ہو چکی ہیں۔ دور نہ جائیے سید محمد جونپوری مہدی کا فرقہ مہدویہ احمدیت سے پہلے اسی تعریف کے ماتحت فرقہ ناجیہ ہو چکا ہے یا نہیں؟ اس کے بعد سوڈان کا فرقہ مہدویہ اسی حدیث کے ماتحت بقول نامہ نگار آسکتا ہے یا نہیں۔ اس کے علاوہ ایرانی بہائی اور بابی یہ دعوی کر سکتے ہیں یا نہیں ؟ مختصر یہ ہے کہ قادیانی مضمون نگار کی تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ اول، فرقہ ناجیہ صحابہ کرام کا تھا دوسرا فرقہ قادیان میں تیرہ سو سال کے بعد پیدا ہوا ہے۔ ان تیرہ سو سال کے عرصہ میں فرقہ ناجیہ اپنی ہستی کے لحاظ سے معدوم رہا، حالانکہ حدیث کی رو سے فرقہ ناجیہ قضیہ دائمہ مطلقہ کی شکل میں مستمر معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ قادیانی فرقہ اپنی ہستی کے لحاظ سے جدید اور حادث ہے اسلئے اس حدیث کا مصداق نہیں ہے کل محدث بدعة کل بدعة ضلالة لہذا احمدی فرقہ اس حدیث کا مصداق نہیں ہوسکتا بلکہ اس حدیث کا مصداق وہی جماعت ہوسکتی ہے جس کا قول ہے

اصل دین آمد کلام اللہ معظم داشتن۔ پس حدیث مصطفیٰ بر جاں مسلّم داشتن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷۔ اگست ۱۹۴۵ء مطابق رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۳ ص ۴)

شیخ بہاء اللہ موعود کل ہے؟ ۲

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: گذشتہ نمبر میں اس سلسلہ کا ایک نمبر شائع ہو چکا ہے اور یہ بھی ذکر ہو چکا ہے کہ فرقہ بہائیہ اور جماعت مرزائیہ میں یہ وصف کمال ہے کہ اپنے دعوی کی دلیل ایسی پیش کرتے ہیں جو خود محتاج دلیل ہوتی ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دونوں جماعتیں پرانے علم کلام سے بالکل الگ ہو کر جدید علم کلام کی بانی بنتی ہیں اس جدید علم کلام میں مصادرہ علی المطلوب (جو پہلے علم کلام میں منع تھا) انکی کوشش سے جائز ہو گیا ہے مختصر یہ ہے: روا ہے انہیں سب کو جو ناروا ہے

بہائی پیامبر سے دوسری قسط جو آج ہم نقل کرتے ہیں ایک قابل اہل علم کی لکھی ہوئی ہے مگر ماحول کا اثر جو ہونا چاہیے تھا ان پر بھی نظر آتا ہے۔ ذیل کا اقتباس ملاحظہ ہو:

اب سنئے کیسے صاف الفاظ میں آنے والے صاحب امر کی بزرگی عظمت اور جلال کا اظہار کرتے ہوئے قرآن مجید فرماتا ہے۔ يأتي ربك و جاء ربك (اے محمد تیرا رب آئے گا)۔ يوم يقوم الروح و الملائكة صفاً۔ (جس دن روح (الہی) اور فرشتے (مومنین) صف باندھ کر کھڑے ہوں گے)، اسی روح یا ظہور الہی کو دوسری جگہ اظہار کیا گیا ہے اور مقام ظہور کا صحیح نشان بتا دیا ہے جیسا کہ فرمایا: و استمع يوم يناد المناد من مكان قريب يوم يسمعون الصيحة ذلك يوم الخروج (اور سنئے گا (اے محمد) جس دن ایک پکارنے والا پاس ہی سے پکارے گا اس دن حق کی آواز بلند کو سب سنیں گے یہی نکلنے کا دن ہوگا)۔ مکانِ قریب سے مراد بیت المقدس کا پتھر (کوہ کرمل) ہے (موضع القرآن)۔ توریت شریف میں بھی مقام ظہور کو بہت وضاحت سے بیان فرمایا ہے جیسا کہ لکھا ہے۔ وا تی من ربواۃ القدس (استثنا ۳۳۔۲) (کہ وہ ظہور الہی قدس کی بلندیوں (یعنی کوہ کرمل) سے آئے گا)۔ اور وہ بہاء اللہ ہوگا جیسا کہ فرمایا: هم يرون مجد الرب بهآ الهنا (اشعیاہ ۳۵:۱،۲)۔ (وہ دیکھیں گے رب ذوالجلال ہمارے بہاء اللہ کو)۔ قرآن نے بھی بڑے لطیف پیرائے میں اسم مبارک کا پتہ دیا ہے جیسا کہ فرمایا: و اشرقت الارض بنور ربها۔ (اور زمین اپنے رب کے نور سے روشن ہو جائے گی)۔ یہاں از روئے لغت نور

سے مراد بہاء اور رب سے مراد اللہ ہے اس طرح صاف بتا دیا کہ آنے والا ظہور بہاء اللہ ہوگا۔ (پیامبر دہلی اگست ۱۹۴۵ء ص ۱۶)

ہم بار ہا لکھ چکے ہیں اور آئندہ بھی لکھتے رہیں گے کہ یہ جدید جماعت متکلمین دل سے یہ بات نکال دے کہ ہم ان کے پیش کردہ معانی قرآن کے ماننے پر مجبور ہیں۔کئی آیات قرآن یہ ایسی ہیں جن کے معانی اور تفسیر یہ دونوں فریق کرتے ہیں اور ان کو ایسا صحیح سمجھتے ہیں کہ ہمیں بھی ان کے ماننے پر مجبور کرتے ہیں حالانکہ ان کو قدیم علم کلام کی اصطلاح میں کلام شعری کہنا موزوں ہے۔ مثلاً اسی حوالہ میں یأتی ربك و جاء ربك سے شیخ بہاء اللہ کی آمد پر استدلال کرنا علم کلام کو بدنام کرنا ہے ہم پوچھتے ہیں کہ کون سی وجہ استدلال ہے جس سے یہ ثابت ہو کہ ان آیات سے بہاء اللہ ایرانی کی بعثت مراد ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے جیسا مرزا صاحب قادیانی نے سورہ فاتحہ سے اپنے دعوی کا ثبوت دیا ہے کہ اس سورۃ سے دو احمد ثابت ہوتے ہیں پہلے احمد سے تو محمد رسول اللہ ہیں دوسرا احمد میں ہوں جس کا نام ماں باپ نے (غلطی سے) غلام احمد رکھ دیا۔اور مرزا صاحب نے خود بھی اسی غلطی کا تتبع کرتے ہوئے اپنی مہر میں یہ کندہ کرایا تھا الیس اللہ بکاف عبدہ مرزا غلام احمد

خیر اس بحث کو ہم یہیں چھوڑتے ہیں اس جگہ ہمارا روئے سخن بہائیوں سے ہے۔ وہ ہمیں بتائیں کہ جتنی آیات انہوں نے نقل کی ہیں عربی زبان کے قواعد کی رو سے ان کا ترجمہ وہی ہے جو وہ کہتے ہیں یا کچھ اور ہے۔ وہ تو نہیں ہے پس جب اور ہے تو ان کے پیش کردہ ترجمہ اور تفسیر کو ماننے کی کیا ضرورت ہے۔ پس یہی ایک اصول کلام ہے جو ہم میں اور ان میں مختلف ہے۔ یہ لوگ اپنی تفسیر کو وحی الٰہی قرار دے کر ہمیں اس کے ماننے پر مجبور کرتے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی حیثیت بتا کر دوسروں پر رعب ڈالنے کو لکھا ہے کہ: میں جس حدیث کو صحیح کہوں وہ صحیح ہے جس کو غلط کہوں وہ غلط ہے کیونکہ میں خدا کی طرف سے حکم عدل ہو کر آیا ہوں چاہے میرا فیصلہ سارے محدثین کے خلاف ہو۔ (اعجاز احمدی)۔ کیا ہی سچ ہے

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور۔شکل ہے دنیا میں لاثانی میری

اسی اقتباس میں آیت اشرقت الارض بنور ربھا سے استدلال

کرنا کہ اس سے مراد بہاء اللہ ہے، محل تامل بلکہ مقام تعجب ہے۔ کوئی شخص عبداللہ نامی آیت کریمہ انه لما قام عبد الله يدعوه (سورہ جن:۱۹) سے استدلال کر کے کہے کہ اس سے مراد میں عبداللہ ہوں، تو اس کا یہ استدلال شیخ بہاء اللہ کے استدلال سے تو قوی ہوگا مگر یہ دونوں استدلال بور کے لڈو اور ہوائی قلعوں سے کم نہیں ہوں گے۔

بہائیہ فخر یہ کہا کرتے ہیں کہ علماء اسلام ہمارا جواب نہیں دیتے بلکہ دے نہیں سکتے۔ میں کہتا ہوں یہ بالکل صحیح ہے۔ اس لئے کہ ان کو جواب دینے میں دو امر مانع ہیں۔ ایک علماء کلام کا یہ اصول ليس كل خطاب يستحق الجواب (ہر کلام جواب کا حق دار نہیں ہوتا) دوسری وجہ سعدی کا کلام ان کو جواب دینے سے روکتا ہے مرحوم فرماتے ہیں

آں کس کہ بقرآن و خبر زد نہ رہی
این است جوابش کہ جوابش نہ دہی

با وجود اسکے اہل حدیث ان دونوں جماعتوں پر متوجہ ہوتا ہے کیونکہ اس کا مسلک ہے

ذكّر به ان تبسل نفس بما كسبت (الانعام:۷۰)

وہ یہ نہیں چاہتا کہ بنی آدم میں سے کوئی بھی غلطی میں پڑا رہے۔ یہ ایک خاص مسلک ہے۔ اسی لئے اہل حدیث کہہ سکتا ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۴۵ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۴ ص ۳۔۴)

خلیفہ قادیان، مسٹر ماریسن اور محمد علی لاہوری

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) آخر اپنے باپ کا بیٹا ہے۔ انہوں نے جو کچھ حاصل کیا ہے اپنے باپ ہی سے کیا ہے۔ بات کا بتنگڑ بنانا اور رائی کا پہاڑ دکھانا ان کے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے۔ مرزا صاحب کلاں کبھی کبھی اپنے الہام میں ایسے الفاظ سنایا کرتے تھے جو بڑے ہی جامع ہوتے تھے۔ مثلاً یہ الہام تخرج الصدور الى

القبور یعنی بڑے بڑے لوگ سب قبروں میں چلے جائیں گے۔ جب کبھی کوئی مشہور اور نامی مخالف مرتا آپ اس الہام کو اس پر چسپاں کر دیتے۔ بات بالکل صاف ہے جس میں ذرا بھی غلطی کا احتمال نہیں۔

لطیفہ: مرزا غلام احمد صاحب کا ایک الہام تھا: غزنوی۔

میں ایک جلسہ میں قادیانی مشن پر تقریر کر رہا تھا اس میں مولوی داؤد غزنوی بھی موجود تھے۔ اور اتفاق یہ تھا کہ وہ کرسی پر بیٹھے ہوئے سو رہے تھے۔ میں نے مرزا صاحب قادیانی کے اس الہام کو تھوڑی سی تشریح کے ساتھ بیان کرتے ہوئے کہا دیکھئے اس الہام کا صدق اس جلسہ میں بھی ہو رہا ہے کیوں کہ یہ مبتداء اپنی محذوف خبر کے ساتھ مل کر فقرہ یوں بنتا ہے: غزنوی سو رہا ہے۔، مولوی داؤد صاحب غزنوی کی طرف ہاتھ سے اشارہ بھی کر دیا۔ ایسا کرنے سے ان کی میٹھی نیند تو خراب ہوگئی مگر میری تقریر میں لطف پیدا ہو گیا۔، اس طرح آج کل قادیانی اخباروں میں خلیفہ قادیان کا ایک خواب بڑے زور سے مشہور کیا جاتا ہے۔ وہ خواب کیا ہے بالکل اس کہاوت کا مصداق ہے۔ سپنے اندر راجہ بھو جاگت بھیو کنگال

خلاصہ اس خواب کا یہ ہے کہ مسٹر ماریسن کوئی انگریز ہے جس کو کانگڑے کے پہاڑوں میں خلیفہ جی نے بحالت خواب یہ کہتے ہوئے سنا تھا کہ چالیس سال کے عرصہ تک میرے جیسا عقل مند آدمی نہیں ہوگا۔ انگلستان میں وہ لیبر پارٹی کا ممبر ہے۔ حال ہی میں جو چرچل پارٹی مغلوب ہو کر لیبر پارٹی غالب آئی تو خلیفہ جی کو اپنے خواب کی تعبیر سوجھی۔ کہتے ہیں ماریسن سے مراد ہے ساری لیبر پارٹی اور کانگڑہ میں آتش فشاں پہاڑ ہیں انگلستان میں جو تبدیلی رونما ہوئی ہے یہ اس کی طرف اشارہ ہے۔

ہم پر قادیانی خوابوں کا اثر کیا ہوتا، ہم تو چھوٹے میاں کو بڑے میاں کی شاخ ہی سمجھتے ہیں۔ لاہوری جماعت مرزائیہ خصوصاً ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب نے اس خواب کو اچھا خاصا ضحكة الصبيان (بچوں کی ہنسی) بتا کر پیغام صلح میں شائع کرایا ہے؛ خلیفہ جی (مرزا محمود احمد) کہتے ہیں:

تین دن کی بات ہے ڈلہوزی میں میں نے ایک رؤیا (خواب) دیکھا کہ کوئی شخص ماریسن نامی انگریز ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ چالیس سال کے عرصہ تک کانگڑہ کے ضلع میں

میرے جیسا اور عقل مند آدمی پیدا نہیں ہوگا۔ یا شائد یہ کہا ہے کہ پایا نہیں جائے گا۔ میں اس وقت رؤیا میں سمجھتا ہوں کہ ماریسن سے وہ وزیر مراد ہے جو لیبر پارٹی کی طرف سے وزارت میں شامل ہیں ... پھر ساتھ ہی میرے دل میں یہ سوال بھی پیدا ہوا ہوگا کہ کانگڑے کیساتھ اس کا کیا تعلق ہے۔ کانگڑہ ہندوستان کا علاقہ ہے اور یہ انگلستان کے رہنے والے ہیں۔ اس سوال کے پیدا ہوتے ہی میرے دل میں یہ بات ڈالی گئی کہ کانگڑے کا لفظ استعارۃً انگلستان کے لئے بولا گیا ہے۔ اور کانگڑے میں چونکہ آتش فشاں پہاڑ ہیں اس لفظ میں انگلستان کی آئندہ حالت کو ظاہر کیا گیا ہے کہ انگلستان میں بہت کچھ ردّ و بدل اور اتار چڑھاؤ کا زمانہ آرہا ہے۔ اور جس طرح آتش فشاں علاقے میں زلزلے آتے ہیں، اسی طرح انگلستان میں بھی سیاسی اور اقتصادی اتار چڑھاؤ رونما ہونے والے ہیں۔ اور مسٹر ماریسن کے قول کا مطلب یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایسے تغیرات اور فساد کے وقت میں سب سے اچھا کام کرنے والا ثابت ہوں گا۔ (خطبہ جمعہ مندرجہ الفضل مورخہ ۱۱ مئی ۱۹۴۵ء)

اسی خطبہ جمعہ میں میاں محمود احمد فرماتے ہیں: میں اس سے پہلے مسٹر ماریسن کے متعلق ذاتی طور پر کوئی واقفیت نہیں رکھتا مجھے ان کے متعلق بہت ہی کم ذاتی واقفیت ہے جو نہ ہونے کے برابر ہے۔ (اخبار الفضل قادیان ۱۱ مئی ۱۹۴۵ء)

ہمیں بعض ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ خواب آنے سے پیشتر خلیفہ صاحب کو مسٹر ماریسن کے متعلق معلومات حاصل تھیں اور ان کی خواب ساز قوت متخیلہ کو کافی مواد مل چکا تھا اور ان کا خوابوں والا فرشتہ جناب چوہدری ظفر اللہ خان صاحب کے نطق سے ان کے قلب خواب پرست پر نازل ہوا تھا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے:

قادیانی مجلس مشاورت کے موقعہ پر ایک ملاقات کے دوران سر ظفر اللہ نے انگلستان کے سیاسی اتار چڑھاؤ کا ذکر کرتے ہوئے خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کو مسٹر ماریسن کے متعلق جملہ معلومات بہم پہنچائیں۔ چودھری صاحب کی گفتگو کا خلاصہ یہ ہے کہ انگلستان میں انہیں مسٹر ماریسن سے ملنے کا اتفاق ہوا۔ مسٹر ماریسن نا ملائم لیکن مضبوط شخصیت کے آدمی ہیں۔ لیبر پارٹی میں ان کا اثر و نفوذ غیر معمولی ہے۔ اگر لیبر پارٹی برسر اقتدار آ گئی تو ممکن ہے انہیں وزیر اعظم بنا دیا جائے یا کسی دوسرے ممتاز عہدے پر

فائز کر دیا جائے۔ وغیرہ۔

یہ مارچ کی آخری تاریخوں کا واقعہ ہے، اور خواب مئی کے پہلے عشرہ میں بیان کی گئی ہے۔ان واقعات کے ہوتے ہوئے جناب خلیفہ صاحب کا یہ کہنا کہ اس سے پہلے مسٹر ماریسن کے متعلق کوئی ذاتی واقفیت نہیں رکھتا ، مجھے ان کے متعلق بہت ہی کم ذاتی واقفیت ہے، کتنی بڑی غلط بیانی ہے۔کیا خلیفہ صاحب برسرمنبر یہ اعلان کر سکتے ہیں اور حلفیہ بیان دے سکتے ہیں کہ اس خواب سے پیشتر ان کو چودھری ظفر اللہ خان صاحب کے ذریعہ مسٹر ماریسن کے متعلق کوئی معلومات حاصل نہیں ہوئیں ، یا چودہری صاحب موصوف یہ اعلان فرما سکتے ہیں کہ انہوں نے مسٹر ماریسن کا ذکر خلیفہ صاحب کے سامنے نہیں کیا۔ ہمارے خیال میں ہرگز نہیں۔

اس کے علاوہ جناب خلیفہ کے اس خواب کے پس منظر پر غور کرتے ہوئے یورپ کی موجودہ بحرانی کیفیت کو بھی اچھی طرح ذہن نشین کر لینا چاہیے کہ یورپ میں یہ سلطانی جمہور کا زمانہ ہے۔اشترا کیت کی زبردست معاشی رو جو جرمنی کی آہنی دیوار کی وجہ سے یورپ پر چھانے کی وجہ سے رکی ہوئی تھی وہ اب جرمنی کی شکست کے بعد بڑی تیزی کے ساتھ یورپ کو اپنی لپیٹ میں لے رہی ہے۔سارے یورپ کے نظام میں حیرت انگیز انقلاب رونما ہو رہا ہے اور روس کی فتح نے اس سمند انقلاب پر تازیانہ کا کام دیا ہے۔صرف انگلستان ہی کانگڑے کی مانند نہیں بلکہ سارا یورپ شعلہ جوالا بن رہا ہے۔ اور اس شعلہ سے یورپ کے ہر ملک کو خطرہ ہے۔انگلستان کے جزیرہ میں رہنے والے بھی اس سے محفوظ نہیں۔لیکن انگریز قوم کا مزاج عقلی اور دستور اساسی باقی اقوام یورپ سے مختلف ہے۔اس قوم کے مزاج عقلی میں ہر سیاسی اور معاشی خطرہ کو برداشت کرنے اور اس خطرہ کی رو کو جذب کرنے کی غیر معمولی صلاحیت موجود ہے۔اس قوم کے دستور میں ایک لچک ہے جس سے یہ حالات کے مطابق ڈھل جاتا ہے اور وہی سیاسی جماعت برسر اقتدار آ جاتی ہے جو بدلے ہوئے حالات کی حریف ہو سکے۔چنانچہ موجودہ حالات کا تقاضا یہی تھا کہ لیبر پارٹی کو اقتدار حاصل ہوتا اور اس قتدار میں مسٹر ماریسن کے اثر ونفوذ کا بروئے کار آنا بھی یقینی امر تھا، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔یورپ کی اشترا کی رو انگلستان کے بدلے ہوئے حالات اور لیبر پارٹی کی موجودگی اور اس پارٹی

میں مسٹر ماریسن کا اثر ونفوذ اور پھر چودھری سر ظفر اللہ خان جیسے بلند پایہ انسان سے نہایت وقیع معلومات کا حصول یہ وہ عناصر ہیں، جن کے ملبے سے خلیفہ صاحب کے خواب اور پیش گوئی کی تشکیل ہوئی اور ان کے دماغ کے مخصوص ڈھانچے میں ڈھل کر خواب بن گئی اور آج اس خواب یا پیش بینی کو چرچل پارٹی کی شکست اور لیبر پارٹی کی فتح اور پھر مسٹر ماریسن کے ایک نمایاں مقام پر فائز ہونے پر چسپاں کرنے کا زریں موقعہ ہاتھ آ گیا اور اس خواب کو انگلستان کے اس سیاسی تغیر پر چسپاں کرتے ہوئے اپنے تعلق باللہ اور قرب الٰہی کی دھاک بٹھائی جا رہی ہے....

اور ناظر اعلیٰ صاحب تقریر کرتے ہوئے کہتے ہیں: ہماری خوش قسمتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس قسم کے ایمان افروز مواقع حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے عہد مبارک کی طرح دوبارہ ہمیں عطا فرما رہا ہے۔ (الفضل ۳۱ جولائی ۱۹۴۵ء)

کیا حضرت مسیح موعود بھی نعوذ باللہ پیش از وقت معلومات حاصل کر کے پیش گوئی فرمایا کرتے تھے۔ انتہائی افسوس کا مقام ہے کہ سرزمین قادیان کے پیر پرست آج مرزا صاحب کلاں کی پوزشن کو مشتبہ کر رہے ہیں اور اتنی بڑی باتوں کو منہ سے نکالتے ہوئے انہیں کچھ بھی خدا تعالیٰ کی گرفت سے خوف معلوم نہیں ہوتا۔ آخر میاں صاحب کی پیچیدہ زندگی کو حضرت مرزا صاحب کے مبارک زمانہ سے نسبت ہی کیا ہے۔ خلیفہ صاحب اپنی شخصیت اور روحانی قوت سے نہیں بلکہ پروپیگنڈہ کے زور سے اپنی روحانیت کا سکہ جمانا چاہتے ہیں لیکن ان پر روشن ہونا چاہیے کہ ان مصنوعی طریقوں سے ولایت حاصل نہیں ہوا کرتی۔ اولیاء اللہ کے تیور کچھ اور ہوتے ہیں ہمارے نزدیک جناب خلیفہ صاحب کی مثال ایک زوالی پیکر کی ہے جو موجودہ اجتماعی نفسیات کی ٹیکنیک سے کام لے کر ایک احیائی تحریک کے راستہ میں سد سکندری بن کر کھڑا ہے جس کا ہر سانس زوال کی پھنکار اور جس کا ہر قدم رجعت قہقری ہے اور جس کی مغالطہ آمیز منطق روحانی اقدار سے کھیلنے اور ان سے ناجائز فائدہ اٹھانے کے لئے بروئے کار آتی ہے اور جس نے اپنے گرد خوابوں تعلیوں اور دعووں کا حصار کھینچ رکھا ہے یہ حصار روحانی جمود اور قوت عمل کے فقدان کا آئینہ دار ہے اور اسے توڑ کر قوم کے اندر صالح رجحانات اور حرکی قوت پیدا کرنے کے لئے خود ایک روحانی انقلاب کی ضرورت

ہے ۔، (پیغام صلح لاہور ۸ ۔اگست ۱۹۴۵ء ص ۳)

مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ جس طرح مولوی محمد علی نے اپنی رائے ظاہر کرنے میں دلیری سے کام لیا ہے ہم بھی انہی کی طرح بلاخوف تردید اپنی رائے کا اظہار کرتے ہیں۔ ، ہماری تحقیق یہ ہے کہ عرب کا مشہور مقولہ ہے الو لد سر لا بیه (بیٹا باپ کی مانند ہوتا ہے) ۔ خلیفہ قادیان اس فن میں اپنے باپ کے مانند ہیں۔ ہمیں اجازت دیجئے کہ ہم بھی اپنا دلی خیال واقعات کی شکل میں ظاہر کریں۔ ڈپٹی آتھم عیسائی مناظر کی بابت جو پیشگوئی مرزا صاحب نے کی تھی کہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ جب ایسا نہ ہوا تو اس پیش گوئی کی مرزا صاحب نے کیا کیا تاویلیں کیں اور کس کس شکل میں اس کو ظاہر کیا یونانیوں کا ہیولی بھی اس کے سامنے مات نظر آتا ہے۔ اس کی تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ ہو۔ پھر محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ کے نکاح کے متعلق جو پیش گوئی کی اس کا جو حشر ہوا وہ بھی پبلک سے مخفی نہیں۔ مسٹر ماریسن والا خواب اس کے سامنے ہیچ ہے۔ مولوی محمد علی صاحب کو یاد ہوگا کہ ان کی جماعت کے رکن اعظم اور ان کے خسر معظم ڈاکٹر بشارت احمد نے اس الہام کی کیا تشریح کی تھی۔ بھولے ہوں تو میں بتا تا ہوں، انہوں نے کہا تھا: اس محمدی بیگم سے مراد کوئی خاص خاتون نہیں ہے اور اس نکاح سے مراد کوئی عقد نکاح نہیں ہے بلکہ انگلستان میں ہمارے مبلغوں کی کوشش سے جو انگریز امت محمدیہ میں داخل ہو رہے ہیں یہی محمدی بیگم ہیں ۔، حالانکہ مرزا صاحب کلاں خود لکھ چکے تھے کہ محمدی بیگم کے بطن سے اولاد پیدا ہوگی اور اس پر دلیل ایک حدیث نبوی بھی پیش کر چکے ہیں (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۳) کیا اچھا ہوتا ڈاکٹر بشارت صاحب محمدی بیگم کی اولاد کا پتہ بھی بتاتے۔

لاہوری جماعت کے ممبرو! انصاف سے کہنا تمہارے ڈاکٹر کی یہ تاویل اور میاں محمود کی یہ تحریف آپس میں کیا نسبت رکھتی ہیں۔ ہم سے پوچھو تو ہم یہی کہیں گے یہ سب کرشمے بڑے میاں کی کرامت نمائی کے ہیں۔ پکا مرزائی یا بالفاظ دیگر پختہ احمدی وہی ہے جس کے منہ سے دو دونے پانچ نکل جائے پھر بھی اس کو ثابت کرنے کی پوری کوشش کرے گویا یہ مصرع انہی پر صادق ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اگست ۱۹۴۵ء مطابق ۱۵ رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۴ ص ۴۔۶)

محمد علی لاہوری اور خلیفہ قادیان کا مباحثہ

میں ثناءاللہ اس میں ثالث ثلاثہ

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: پیغام صلح ۸۔ اگست ۱۹۴۵ء میں مولوی محمد علی کا ایک مضمون نکلا ہے جس میں خلیفہ قادیان کو مخاطب کر کے شکایت کی گئی ہے کہ میں ان کو کئی دفعہ مباحثہ کے لئے بلکہ مباہلہ کے لئے بھی بلاتا رہا ہوں مگر وہ ٹالتے رہے ہیں۔،

میں (ابوالوفا) کہتا ہوں کہ آپ دونوں کا اختلاف مرزا صاحب کلاں کی تصدیق کے بعد ہے۔ اور، میرا آپ کا اختلاف مرزا صاحب کی تصدیق میں ہے۔ اس کی مثال شیعہ سنی کا اختلاف ہے جو نبوت محمدیہ کی تصدیق کے بعد پیدا ہوا، اور ہوتا چلا آیا ہے۔ میرے اختلاف کی مثال مسیحیت اور اسلام کا اختلاف ہے جو سرے سے نبوت محمدیہ سے منکر ہیں۔ میں مولوی محمد علی صاحب اور ان کے ساتھیوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ صاحبوں کے سامنے دو شخص مناظرے کے لئے آئیں: ایک شیعہ ہے اور ایک عیسائی۔ ان دونوں میں سے آپ اہم اور مقدم کس کو سمجھیں گے۔ خاص کر اس صورت میں کہ شیعہ مناظر کے ساتھ شرائط میں آپ کا اختلاف بھی مانع ہو۔

پس میں بآواز دہل آپ تک یہ آواز پہنچانا چاہتا ہوں اور پہلے بھی پہنچا چکا ہوں کہ میں آپ کے مجدد، مسیح موعود، مرزا غلام احمد کو دعوی الہام وغیرہ میں صادق اور مصدق نہیں جانتا۔ پس آپ مجھ سے اس امر میں مباحثہ کیوں نہیں کرتے۔ مباحثہ کی سرخی ہوگی: مرزا صاحب کا آخری فیصلہ۔، کیونکہ یہ میرا اور مرزا صاحب کا خاص کیس ہے، اس کے لئے منصف کی تجویز ہو تو میں ہائی کورٹ کے کسی جج کو یا کم از کم کسی سیشن جج (مسلم یا غیر مسلم) کو ثالث ماننے کو تیار ہوں۔ میں مقام مباحثہ لاہور ہی کو مان لیتا ہوں جہاں آپ کو ہر طرح کی آسانی ہوگی۔ اگر اب بھی آپ نے میری اس درخواست کو مسترد کیا، تو جس طرح آپ خلیفہ قادیان کے شاکی ہیں کہ وہ مباحثہ نہیں کرتے اسی طرح میں بھی آپ کی شکایت کروں تو حق بجانب ہوگا یا نہیں

(اہل حدیث امرتسر ۳۱۔ اگست ۱۹۴۵ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۵ ص ۴)

قادیانی خلیفہ کی کرامت بلکہ معجزہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج کل قادیانی اخبارات اسی مضمون سے بھرے نظر آتے ہیں کہ ہمارے خلیفہ نے جو پیشگوئی کی تھی وہ صحیح نکلی۔ وہ کیا تھی، یہ کہ: انگلستان کے لیبر لیڈر مسٹر ماریسن کو خلیفہ جی نے خواب میں کانگڑہ کے پہاڑوں میں دیکھا تھا۔ کانگڑہ کے پہاڑوں میں چونکہ آتش فشان پہاڑ بھی ہیں، اس لئے اس خواب سے مراد یہ ہے کہ انگلستان میں زلزلہ عظیمہ آئے گا، یعنی وزارت بدلے گی۔

ایسے خوابوں اور الہاموں کو سچا جاننے والے مریدوں کی حسن عقیدت کی ہم تعریف کرتے ہیں کیونکہ انکا عقیدہ اس قول کا مصداق ہے۔ پیرمن خس است اعتقاد من بس است ہم لکھ چکے ہیں کہ انگلستان میں وزارتوں کی تبدیلی ایک معمولی بات ہے۔ اخبار الفضل ۱۰۔ اگست ۱۹۴۵ء اس کو بڑی اہمیت سے بتاتا ہے مگر وہ اہمیت کی وجہ نہیں بتاتا اور یوں ہی ایک بات کو اہم کہہ لینا اس کا ذاتی خیال ہے۔ گذشتہ سے پیوستہ انتخاب میں جب لیبر وزارت برسر اقتدار آئی تھی اس انتخاب میں پارٹی کا پانچ کروڑ روپئہ خرچ آیا تھا۔ ان کی جانب سے مسٹر میکڈانلڈ وزیر اعظم بنے تھے جنہوں نے ہندوستانیوں کو گول میز کانفرنس پر بلایا تھا۔ کیا وہ انتخاب اہم نہ تھا۔ یقیناً تھا ہمارے خیال میں خلیفہ کے اس خواب کو لیبر وزارت پر چسپاں کرنا اس کی مثال تاریخ اسلام کے اس واقعہ سے ملتی ہے کہ ایک شخص نے اپنا نام لا مشہور کر رکھا تھا کچھ دنوں بعد نبوت کا دعوی کر بیٹھا مخالفوں نے کہا حدیث میں آیا ہے لا نبی بعدی ۔ ہوشیار اور عیار متنبّی بولا تم نے حدیث کو سمجھا ہی نہیں حدیث کے الفاظ ہیں لا نبی بعدی یعنی میرے بعد جس شخص کا نام لا ہو ہوگا وہ نبی ہوگا یہ دراصل مبتداء خبر ہے لا نفی جنس کا نہیں ہے۔

قادیانی ممبرو! جتنا بھی تم میں زور ہے لگاؤ۔ جتنی بھی طاقت ہے خرچ کرو۔ یادرکھو نہ مرزا کلاں نبی ہوسکتا ہے اور نہ اس کا بیٹا مصلح موعود بن سکتا ہے۔ اہل حدیث خدا کے فضل سے زندہ ہے، اپنی زندگی میں تمہارے بخئے ادھیڑتا رہے گا۔ انشاء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱۔ اگست ۱۹۴۵ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۵ ص ۴۔۵)

قادیان میں الہام بافی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

بڑے میاں کی زندگی میں ہم اس عنوان کے ماتحت مضمون لکھا کرتے تھے جو موزوں ہوتے تھے کیونکہ بڑے میاں کے کلام میں گوکئی طرح کے سقم ہوتے ہیں، مگر اللہ کی طرف سے الہام کا نام ضرور درج ہوتا تھا۔ لیکن ہمیں معلوم نہ تھا کہ آئندہ زمانہ میں بھی اس قادیانی بارگاہ میں مصنوعی اور بناوٹی الہام بنائے جائیں گے۔ اس کی مثال آج قادیان کے اخبار الفضل میں ملتی ہے۔ ناظرین اخبار الفضل ۲۷، ۲۸، اگست ۱۹۴۵ء سامنے رکھ کر غور سے پڑھیں، ان کو یقین ہو جائے گا کہ قادیان میں آج کل الہام بافی کا اصلی سوت ختم ہو چکا ہے، صرف اکبر بادشاہ کے اونی کپڑے بنے جاتے ہیں جن میں سوت کی ضرورت نہیں۔ ان دونوں پرچوں کا خلاصہ یہ ہے کہ جنگ کے متعلق بڑے میاں نے جو کہا تھا کہ: اے یورپ کے رہنے والو! تم بھی امن میں نہیں ۔اے امریکہ کے رہنے والو! تم بھی امن میں نہیں۔ اے جزائر کے رہنے والو! تم بھی امن میں نہیں کیونکہ سچا خدا تم پر خفا ہے اور مصنوعی خدا تمہاری مدد نہیں کرے گا۔ وغیرہ

اس پیش گوئی کا مفصل جواب ہم اخبار اہل حدیث ۳۔ اگست ۱۹۴۵ء میں دے چکے ہیں۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ بڑے میاں کی پیش گوئی زلزلہ کے متعلق تھی وہ بھی ان کی زندگی میں مقدر تھا بعد ان کے یہ کہنا بالکل صحیح ہے: آں قدح بشکست آں ساقی نماند

ہم ان لوگوں کو جو مرزا صاحب کو سچا ملہم مانتے ہیں لاہوری ہوں یا قادیانی دکھنی ہوں یا پوربی چیلنج دیتے ہیں کہ وہ میدان میں آ کر اس پیش گوئی کو سچا ثابت کریں ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ وہ سامنے نہیں آئیں گے۔ کیوں: وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

یہ تو ہے بڑے میاں کے الہاموں کی کیفیت جن کو وہ الہام کے نام سے شائع کیا کرتے تھے، چھوٹے میاں کا تو کہنا ہی کیا، ان کی تو ہر بات الہام ہے۔ چاہے ابتداء میں نہ ہو انتہاء میں الہام بن جاتی ہے۔ جنگ کے خاتمہ کی نسبت کہتے ہیں

اپریل یا مئی جون میں ختم ہو جائے گی

آخر کار اسی کا نام الہام اور خدا کا بتایا ہوا کلام رکھتے ہیں۔

اصلی بات یہ ہے کہ چھوٹے میاں، بڑے میاں کے صاحبزادے ہیں جو بحکم الو لد سر لا بیه ضروری ہے کہ بڑے میاں کا نشان اپنے اندر دکھائیں۔ جب بڑے میاں کا الہام ان کی اپنی عمر کے متعلق یہ تھا کہ میری عمر اسّی سال یا پانچ چار سال کم یا پانچ چار سال زیادہ ہوگی (براہین احمدیہ جلد ۵) کیا اچھا الہام ہے جو کبھی جھوٹا نہ ہو مگر قدرت کو آپ کے الہاموں سے کچھ ایسی ضد تھی کہ ایسے واضح الہام کو بھی قدرت نے جھوٹا ثابت کر دیا کہ آپ کی عمر کل انہتر ۶۹ سال ہوئی (ملاحظہ ہو کتاب نورالدین مصنفہ خلیفہ اول قادیان) ہم تو... چھوٹے میاں کی بجائے بڑے میاں کے قائل ہیں (مفہوماً)... ہیں ہمارے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے

زفرق تا بقدم ہر کجا کہ مے نگرم۔ کرشمہ دامن میکشد کہ جا ایں جا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۹ رمضان ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۶۔ ص ۴۔۵)

ناجی فرقہ کون ہے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج کل قادیانی اخبار الفضل میں یہ بحث خوب چل رہی ہے کہ فرقہ ناجیہ کون ہے۔ قادیانی کہتے ہیں کہ ہم مرزائی لوگ ناجی فرقہ ہیں۔ قادیانیوں کے اس دعوی کا ذکر مع جواب اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۷ جولائی، پھر ۱۷۔ اگست ۱۹۴۵ء میں شائع ہو چکا ہے۔ اس کے بعد پرچہ الفضل مورخہ ۲۹۔ اگست ۱۹۴۵ء میں یہ مضمون درج ہوا ہے جس کا جواب دینا آج ہمارا مقصود ہے۔ اس ساری بحث کا فیصلہ حدیث پر نظر کرنے سے بآسانی ہوسکتا ہے جو ہم نے پہلے بھی نقل کی ہے اسکے الفاظ یہ ہیں لا تزال طائفة من امتی قائمة بامر الله لا يضرهم من خذلهم و لا من خالفهم حتى يأتی امر الله و هم علی ذلك ،اسی حدیث کی دوسری روایت میں اس فرقہ کے حق میں یہ لفظ بھی آئے ہیں منصورين لا يضرهم من خذلهم حتی تقوم الساعة۔ (مشکوة باب ثواب هذه الامة)

یہ سارے الفاظ اس فرقہ کے حق میں مدحیہ ہیں اور ساتھ ہی اس فرقہ کا زمانہ

بھی بتاتے ہیں کہ وہ زمانہ رسالت سے لے کر قیام قیامت تک موجود رہے گا۔

ہم نے پہلے مضمون میں یہ بھی اشارہ کیا تھا کہ مختلف ملکوں میں مختلف اوقات میں اس کا وجود ہوگا۔ مثلاً ابتداء میں اس کا وجود عرب میں تھا۔ ہوسکتا ہے کسی زمانہ میں مصر میں اس کا ظہور ہو۔ اسی طرح ہوسکتا ہے کہ ہندوستان کے صوبہ بنگال میں ہو۔ پھر پنجاب میں بھی ہو جائے۔ یہ مفہوم یقیناً اپنے وجود مستمر کی حیثیت سے قضیہ دائمہ مطلقہ ہے۔ اور مختلف ممالک کا مفہوم ایک حیثیت سے قضیہ مطلقہ عامہ ہے۔ الفضل کے قابل مضمون نگار نے ہماری اس منطقی اصطلاح کو نہیں سمجھا۔ ہماری اس اصطلاح کا قرینہ وہ لفظ ہے جو اہل حدیث مورخہ ۱۷۔ اگست سن رواں میں ملتا ہے کہ، چاہے کسی ملک میں ہو۔، اب ایک طرف حدیث کے الفاظ لا تزال ... الخ اس فرقہ کی ابتداء زمانہ رسالت سے تا قیامت بتاتے ہیں دوسری طرف اخبار الفضل کے لائق نامہ نگار بڑی راست گوئی اور راست پسندی سے فرقہ احمدیہ کی ابتداء مرزا غلام احمد قادیانی سے بتلاتے ہیں چنانچہ ان کے الفاظ یہ ہیں: جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعود کی قائم کردہ جماعت ہے۔ (الفضل ۲۹۔ اگست ۱۹۴۵ء کالم ۳)

مضمون نگار کا یہ اعتراف ان کی تردید کیلئے کافی ہے کیونکہ بقول ان کے فرقہ احمدیہ کی ابتداء زمانہ رسالت سے نہیں بلکہ تیرہ سو سال بعد کی ہے۔ اب ہم ایک آیت مثال کے طور پر پیش کرتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ لا تزال کا لفظ زمانہ متکلم سے شروع ہوتا ہے جس کے الفاظ ہیں لا تزال تطلع علی خائنة منهم تم ان کی خیانت پر مطلع ہوتے رہو گے۔ (المائدہ:۱۳) یعنی نزول آیت سے اس کی اطلاع کی ابتداء ہوگی۔ اس آیت کے یہ معنی نہیں کہ ہزار بارہ سو سال کے بعد اس اطلاع کی ابتداء ہوگی۔ پس حدیث میں فرقہ ناجیہ کا موضوع وجود کے لحاظ سے تو قضیہ دائمہ مطلقہ کا موضوع ہے مگر مختلف زمانہ میں مختلف ممالک کے اندر ظہور ہونے سے اس کو مطلقہ عامہ کہہ سکتے ہیں۔

اس کی مثال قمر کا وجود ہے جو اپنے اصلی وجود مستمر کے لحاظ سے قضیہ دائمہ مطلقہ کا موضوع ہے بعض ممالک میں غائب ہو جانے کی حیثیت سے اس کو مطلقہ عامہ بھی کہہ سکتے ہیں فاندفع ما اورد

یہ دوسری حدیث (مطلقہ عامہ والی) جو ہم نے بتائی ہے حدیث کی منصوصہ

علامت لا یزال کو مٹا نہیں سکتی وہ بہر حال قضیہ دائمہ مطلقہ ہے اس قضیہ کے مطلقہ عامہ ہونے سے کسی کو انکار ہو تو ہوسکتا ہے لیکن دائمہ مطلقہ ہونے سے انکار نہیں ہوسکتا جس کا اظہار لا تزال کرتا ہے۔ پس احمدیہ فرقہ کا ہمارے زمانہ میں پیدا ہونا قضیہ دائمہ مطلقہ کے خلاف ہے کیونکہ قضیہ دائمہ مطلقہ، قضیہ مطلقہ عامہ کی نقیض ہوتا ہے۔ پس قادیانی گروہ اگر اس حدیث کا مصداق بننا چاہتے ہیں تو ہم اس کو یہ شعر پیش کریں گے

عشق کی راہ کٹھن کوئی ہم سے پوچھے
قیس کیا جانے غریب اگلے زمانہ والا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۶ شوال ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۷ ص ۴-۵)

جاپان کی شکست قادیان کی شکست کے ہم معنی ہے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج کل قادیانی اخباروں میں بڑے زور سے چورن کا اشتہار دیا جا رہا ہے۔کل بیماریوں کی دوا یہی چورن بتائی جاتی ہے حالانکہ اس چورن سے اتنی ہبک آتی ہے جس سے ہر قسم کی بیماریاں پیدا ہوں۔مگر چورن فروش اس کو شہرت دیئے جاتے ہیں اور شہرت دیتے ہوئے کہتے جاتے ہیں

جو چورن میرا کھائے اس کا دکھ درد سب جائے

تشریح اس اجمال کی یہ ہے کہ آج کل قادیانی اخباروں میں مرزا صاحب کی ایک پیش گوئی کا ذکر بڑے طمطراق سے ہو رہا ہے۔حق یہ ہے کہ ہونا بھی چاہیے کیونکہ دنیا کے جتنے بڑے بڑے واقعات ہیں ان میں مرزا صاحب کی تکذیب مضمر ہوتی ہے۔قادیانی پریس اس کو بھانپ جاتا ہے اس لئے وہ پہلے ہی پروپیگنڈہ شروع کر دیتا ہے جس سے اس کی صداقت پر حرف نہ آئے۔، الفضل اس بات پر بڑا زور دے رہا ہے کہ مرزا صاحب کلاں نے اپنی پیش گوئی میں یہ کہا تھا کہ: جزائر کے رہنے والو! تم بھی امن میں نہیں ہو۔تمہارا مصنوعی خدا بھی اس سخت تباہی میں تمہارے کام نہیں آئے گا۔،

اس پر بھی زور دیتا ہے کہ جاپانی لوگ بادشاہ کو خدا سمجھتے ہیں گویا وہ ان کا مصنوعی خدا ہے جس نے ان کو کچھ کام نہیں دیا۔ (الفضل ۱۳ ستمبر ۱۹۴۵ء)

میں کہتا ہوں اس بیان میں قادیانی پریس اظہار حق سے بالکل آنکھیں بند کر رہا ہے، حالانکہ اہل حدیث ۳۳۔ اگست اس کو یاد دلا چکا ہے اور بڑے مرزا صاحب کی پیش گوئی کے اصل الفاظ بھی پیش کر چکا ہے۔ جن کا خلاصہ یہ ہے کہ بقول مرزا صاحب ایک سخت زلزلہ آئیگا جس سے دنیا تہ و بالا ہو جائے گی۔ امریکہ اس سے محفوظ نہیں، جزائر بھی محفوظ نہیں، کوئی ان کا مصنوعی خدا کام نہیں آئیگا (ضمیمہ براہین ج ۵ ص ۹۶)

یہ پیش گوئی مرزا صاحب کی ساری پیش گوئیوں سے بڑھ کر مکذب ہے کیونکہ کوئی ایسا زلزلہ (جس کا ذکر مرزا صاحب نے ان سطور میں کیا ہے) نہیں آیا۔ سب سے بڑھ کر وجہ تکذیب یہ ہے کہ موصوف الذکر اس زلزلہ کے لئے اپنی زندگی کا زمانہ اور مکان کے لئے اپنا ملک یعنی پنجاب بتاتے ہیں۔ چنانچہ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

وہ (زلزلہ والی) پیش گوئی میری زندگی میں اور میرے ہی ملک میں اور میرے ہی فائدہ کے لئے ظہور میں آئے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۹۷)

ناظرین کرام! مدینہ میں ایک شریف قوم بستی تھی جن کو مخاطب کر کے ارشاد الٰہی پہنچا تھا لا تلبسوا الحقّ بالباطل و تکتموا الحقّ و انتم تعلمون ،(۲:۴۲) سچ کو جھوٹ سے مت ملاؤ اور خالص حق کو مت چھپایا کرو حالانکہ تم جانتے ہوا ایسا کرنا اچھا نہیں ہے

ہم نے سمجھا تھا کہ یہ شریف قوم حق کو چھپانے والی اب دنیا میں نہیں ہوگی، مگر قادیانی تحریک سے معلوم ہوتا ہے کہ اس قوم کا وجود ابھی قادیان اور اس کے گرد ونواح میں ملتا ہے۔ کس قدر افسوس اور حیرت کا مقام ہے کہ جس شخص کی نبوت اور مسیحیت ثابت کرنے کو یہ لوگ پاؤں کے ناخنوں سے لے کر سر کی چوٹی تک زور لگا رہے ہیں اسی کا کلام پیش کیا جاتا ہے تو آنکھیں بند کر کے ایسے چلے جاتے ہیں کانھم لا یعلمون

ہر دو صنف احمدی دوستو! میدان میں آؤ اس پیش گوئی کے متعلق ہمارے ساتھ مباحثہ کر لو۔ ہم بتائیں گے مرزا کی جتنی پیش گوئیاں ہیں ان سب سے اصرح اور واضح تر غلط پیش گوئی یہی ہے جس کو موجودہ جنگ کے متعلق لگایا جاتا ہے۔ یہ مباحثہ امرتسر میں اسی طرح ہوگا جس طرح مرزا کلاں نے ڈپٹی عبداللہ آتھم کے ساتھ کیا تھا۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین جو ہزاروں روپئے کا فرضی انعام میرے اور مولوی محمد علی لاہوری وغیرہ مخالفوں کیلئے بور کے لڈووں کی طرح بانٹا کرتے ہیں وہ بھی اس چیلنج کے مخاطب

ہیں۔ ہمت ہے تو مرد میدان بن کر سامنے آئیں اور ضرور آئیں تا کہ روز کا جھگڑا ختم ہو جائے اور ان کا مفروضہ انعام بھی ان کے پاس جمع رہے۔ انہیں اختیار ہو گا کہ اس کام کے لئے لاہوری پارٹی کو اپنا شریک کر لیں تا کہ فیصلہ قطعی ہو جائے۔.

کس قدر ظلم اور حق پوشی ہے جو کہ الفضل میں کی جاتی ہے کہ شاہ جاپان کو جاپانیوں کا مصنوعی خدا بتایا جائے اور یہ ثابت کیا جائے کہ اس نے ان کی کوئی مدد نہیں کی۔ افسوس کا مقام ہے کہ جماعت مرزائیہ بہر دو صنف اپنے نبی اور مجدد کے کلمات ذاتی غرض کے وقت بھول جاتی ہے۔ آؤ ہم مرزا غلام احمد کا ایک صریح کلام ان کو سنائیں۔

۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر مرزا صاحب کا مباحثہ جو ڈپٹی آتھم عیسائی سے ہوا تھا اس کے اخیر میں مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی کی تھی کہ خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ ہر دو فریق مباحثہ میں سے جو فریق انسان کو مصنوعی خدا بناتا ہے وہ ۱۵ ماہ کی مدت میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔ (کتاب جنگ مقدس صفحہ اخیر)

اس عبارت میں مرزا صاحب نے عیسائی مناظر کو مصنوعی خدا بنانے والا اقرار دیا۔ اس الہام کی روشنی میں ہر اہل عقل بلکہ بے عقل بھی سمجھ سکتا ہے کہ یورپ اور امریکہ کی ساری عیسائی اقوام جو مسیح کو مصنوعی خدا بنا رہی ہیں وہ کیوں اس الہام کے مصداق نہ ہوں، خاص جاپان ہی کیوں ہو تلك اذا قسمة ضيزى۔

احمدی ممبرو! کیا تم سمجھتے ہو کہ مرزا غلام احمد کی تحریرات دنیا میں کسی کے پاس نہیں ہیں۔ اگر اور کہیں نہیں، تو نہ ہوں مگر دفتر اہل حدیث تو ان سے مزین ہے۔ اسی لئے دفتر ہذا بآواز بلند کہہ رہا ہے: بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

پس الفضل کا یہ کہنا کہ: خوف خدا رکھنے والے انسانوں کا فرض ہے کہ خدا تعالی کے اس مامور و مرسل پر (جسکی پیشگوئی پوری ہوئی ہو) ایمان لائیں۔، یہ فقرہ اپنے اندر صداقت رکھتا ہے تو اس کا عکس القضیۃ بھی اپنے اندر پوری صداقت رکھتا ہے جو یہ کہ اس مامور و مرسل پر جس کی پیش گوئی سچی نہ نکلی ہو یقین نہ لائیں بلکہ کھلے لفظوں میں کہہ دیں

خدا محفوظ رکھے ہر بلا سے۔ خصوصاً آج کل کے انبیاء سے

نوٹ: الفضل مورخہ ۱۳ ستمبر سنہ رواں کا جواب ہم آئندہ دیں گے۔ ان شاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۳ شوال ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۸ ص ۵۔۶)

جاپانی شکست قادیانی تکذیب کی صریح دلیل ہے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۱ ستمبر اور ۳۔ اگست میں درج ہوا ہے۔ ناظرین اسے ایک دفعہ پھر پڑھیں۔ مضمون مذکور میں ہم نے دو دلیلوں سے ثابت کیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب کی یہ پیش گوئی غلط ثابت ہوئی ہے۔ ایک یہ کہ زلزلہ عظیمہ جس کے معنی قادیانی گروہ کچھ بھی کرے مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں اور ان کے ملک میں آنا چاہیے تھا۔ یہ دونوں باتیں واقع نہیں ہوئیں۔ شائد اس لئے کہ قادیانی تحریک کی تردید اس ملک میں کافی ہوتی ہے خدا نے اس تردید کی برکت سے اس ملک کو محفوظ رکھا یا محض اپنے فضل سے ہمارا یہ ملک اس عذاب سے جو قادیانی پیش گوئی میں مذکور ہے محفوظ رہا۔ (للہ الحمد)

ان دو تردیدی دلیلوں میں سے ایک دلیل کا جواب اخبار الفضل مورخہ ۱۳ ستمبر میں نکلا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے خود اس عذاب کی تاخیر کے لئے دعا کی تھی۔ اس لئے یہ عذاب خدا کی مصلحت سے متاخر ہو کر آج کے زمانہ میں ظاہر ہوا۔

میں کہتا ہوں کہ اس جواب میں قادیانی مجیب نے یہودیوں سے بڑھ کر تحریف کی ہے۔ بے شک مرزا غلام احمد صاحب نے اس عذاب کی تاخیر کے لئے دعا کی تھی مگر یہ تاخیر ان کی عمر سے متجاوز نہ تھی چنانچہ وہ خود لکھتے ہیں کہ

یہ تاخیر سولہ سال سے تجاوز نہ کرے گی۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ص ۹۷)

کیونکہ اس وقت سولہ سال مرزا صاحب کی عمر سے باقی تھے۔ اب بتایئے کہ یہ سولہ سال کا عرصہ گذرے آج سینتیس (۳۷) سال گزر چکے ہیں کیا قادیانی (حساب)... میں وہ سولہ سال ابھی پورے نہیں ہوئے؟

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا۔ ہم الٹے، بات الٹی یار الٹا

دوسری دلیل یہ تھی کہ یہ عذاب آپ کے ملک میں آئے گا۔ اس کا جواب الفضل نے نہیں دیا اگر... کچھ انعامی رقم بھیج دے تو ہم خود اس کو جواب سمجھا دیں گے..

نوٹ: اس مضمون پر ہم نے قادیانیوں کو اہل حدیث مورخہ ۲۱ ستمبر میں مباحثہ کا چیلنج دیا ہوا ہے، اس کا انتظار کر کے یہ مضمون اشتہار کی شکل میں شائع ہو جائیگا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۰ شوال ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۳۹ ص ۴۔۵)

مولوی اللہ دتا جالندھری کے خط کا جواب

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مولوی اللہ دتا جالندھری قادیانی نے ایک کھلا خط الفضل مورخہ ۱۴ ستمبر ۱۹۴۵ء میں میرے نام شائع کیا ہے۔ جس کی سرخی یہ ہے:

کیا آپ انعامی حلف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔

سیٹھ عبداللہ سکندر آبادی جو اخبار الفضل میں ہر ہفتے انعامی اشتہار میرے حق میں دیتے رہتے ہیں اس کی بابت میں نے ایک شخص سے کہا تھا کہ میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔ اس گفتگو کی ابتداء یوں ہوئی تھی کہ ایک شخص سراج الدین گجراتی میرے پاس آئے انہوں نے ان انعامی اشتہاروں کا ذکر کیا۔ میں نے کہا میں حلف کئی دفعہ اٹھا چکا ہوں مگر وہ پھر بھی حلف کا تقاضا کرتے رہتے ہیں۔ میں نے ان کو بتایا کہ اخبار الفضل مورخہ ۱۱ جون ۱۹۴۴ء میں جس مضمون پر حلف اٹھانے کو لکھا تھا میں نے وہ مضمون پورا نقل کر کے اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۴ء میں آمادگی ظاہر کر دی کہ میں اس مطالبہ پر حلف اٹھانے کے لئے تیار ہوں اور اب بھی تیار ہوں۔

پس مولوی اللہ دتا صاحب کو میں حلفیہ پوچھتا ہوں کہ وہ مجھے بتائیں کہ میں نے اخبار الفضل مورخہ مذکور سے ان کا جو مطالبہ نقل کیا تھا وہ پورے کا پورا میں نے تسلیم کر لیا تھا یا نہیں۔ اور پھر وہ انعامی رقم لے کر میرے سامنے مقام مقررہ پر کیوں نہیں آئے۔

اس مطالبہ کے علاوہ انعامی حلف کا وہ کون سا مسودہ ہے جو آپ لے کر آئیں گے۔ پرچہ مذکور میں حلف کا مسودہ بھی مذکور ہے اور میرے جواب میں میری تسلیم بھی مذکور ہے۔ اس لئے آپ میرے نام کھلی چٹھی لکھنے کی بجائے سیٹھ عبداللہ کو مجبور کیجئے کہ وہ اپنی اور اپنی جماعت کی لاج رکھنے کو عیدگاہ امرتسر میں جہاں مرزا صاحب قادیانی اور صوفی عبدالحق غزنوی کا مباہلہ ہوا تھا مجھ سے مطلوبہ حلف لیں اور

رقم انعامی بذریعہ امین میرے حوالے کردیں۔
پس اب باتیں بنانے کا وقت نہیں رہا۔قادیان میں ایک دفعہ حلف اٹھا چکا ہوں جس کا ذکر اخبار الفضل ۴۔اپریل ۱۹۲۱ء میں درج ہے۔اس کے بعد بھی کئی دفعہ میں حلف شائع کر چکا ہوں۔بار بار حلف پکارتے رہنا ٹھیک نہیں ایک ہی دفعہ فیصلہ ہو جانا چاہیے۔پس سیٹھ صاحب مع اپنی پارٹی کے تاریخ مقررہ پرتشریف لے آئیں

لگا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

جناب اڈیٹر صاحب الفضل: آپ کے پرچہ مورخہ ۱۴ستمبر ۱۹۴۵ء میں کھلی چٹھی مولوی ثناءاللہ کے نام جاری ہوئی ہے۔اس کا جواب موصوف کی طرف سے ارسال ہے۔ صحیفہ الفضل میں اس کو درج کر کے اپنے ناظرین تک پہنچا کرشکریہ کا موقع دیں۔

رضاءاللہ نائب مدیراہل حدیث امرتسر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔اکتوبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۷ شوال ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۰ ص ۳۔۴)

جماعت احمدیہ کو انعامی چیلنج

ہم نے بارہا دفعہ تقریروں اورمناظروں کے دوران جماعت احمدیہ کو نہایت درد بھرے دل اورمودبانہ لہجہ میں چیلنج دیا ہے جسے اب اخباری طور پر پیش کیا جاتا ہے امید ہے کہ جماعت احمدیہ کی ہر دو پارٹیاں اسے قبول فرما کرتمام مذہبی دنیا پر احسان کریں گی۔

چیلنج

آپ لوگ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو مصلح دنیا،مجدد زمان،مہدی دوراں، مسیح موعود، نبی اللہ مانتے اورتمام لوگوں سے منوانے کی دن رات کوشش کرتے ہیں، اوراس پرلکھو کہا روپیہ صرف فرما رہے ہیں حالانکہ فیصلہ آسان ہے کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی کتب تذکرۃ الشہادتین وغیرہ میں آیت فقد لبثت فیکم عمراً من قبلہ کو پیش فرما کر علی الاعلان لکھا ہے کہ میری لائف (زندگی) میں کوئی عیب تلاش کرو۔لہذا ہم اس پرآمادگی کا اظہار کرتے ہوئے اعلان کرتے ہیں کہ آپ لوگ تین

یا پانچ غیر جانبدار جوں یا وکلاء کے روبرو جماعت احمدیہ کے لٹریچر کی روشنی میں مرزا صاحب کو معمولی مسلمان بلکہ شریف، صحیح المزاج انسان بھی ثابت کر دیں تو ہم نہ صرف آپ کو یک صد روپیہ انعام دیں دیں گے، بلکہ آئندہ تکفیر مرزا سے واضح اعلان کے ساتھ رجوع کریں گے۔ کوئی ہے جو اس صاف سیدھے بلکہ خود مرزا صاحب کے پیش کردہ فیصلہ کن اور آسان ترین چیلنج کو قبول کرے۔

نوٹ: اس چیلنج کی مخاطب تمام جماعت احمدیہ اور خاص کر سیٹھ عبداللہ الہ دین، مولوی محمد علی لاہوری اللہ دتا جاندھری وغیرہ ہیں۔ خادم امت مرزا: محمد عبداللہ معمار امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۷ شوال ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۰۔۵)

کسر صلیب اور مسیح موعود

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حدیثوں میں آتا ہے مسیح موعود کسر صلیب کریں گے، یعنی مسیحی مذہب کو شکست دیں گے۔ جب کہ مرزا غلام احمد صاحب نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو لازم آیا کہ وہ کسر صلیب کے متعلق بھی بتائیں کہ انہوں نے کیسے کسر کیا۔

چونکہ یہ سوال بڑا اہم تھا، اس لئے مرزا غلام احمد نے خود بھی اس سوال کے دفعہ کرنے پر توجہ کی اور ان کے اتباع بھی کر رہے ہیں۔ مگر ان کے توجہ کرنے سے یہ سوال بجائے دفعہ ہونے کے الٹا پختہ ہو رہا ہے۔ واقعات سے بھی اس کی پختگی معلوم ہوتی ہے۔

اخبار الفضل ۲۲ ستمبر ۱۹۴۵ء میں ایک مضمون اس بارے میں نکلا ہے جس کی سرخی: کسر صلیب، ہے۔ راقم کی ذہانت کی ہم داد دیتے ہیں کہ انہوں نے دھوکہ دہی یا دھوکہ خوری میں کمال کیا ہے۔ سوال تو یہ ہے کہ آپ کے مسیح موعود مرزا کے آنے سے عیسائی قوم کو کیا نقصان ہوا۔ جواب دیا جاتا ہے کہ یورپ میں عیسائیت کا نام مٹتا جا رہا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ یہ غلطی یا دھوکہ ہے کہ عیسائیت کا نام مٹنا قادیانی مسیح کا اثر قرار دیا جاتا ہے، حالانکہ واقعہ یہ ہے کہ یورپ میں عیسائی مذہب عیسائی اقوام یا مسیحی اشخاص کی غفلت اور عیش پرستی یا دنیا پسندی کی وجہ سے کم ہو رہا ہے۔ اس کی مثال

مسلمانوں میں خود ملتی ہے۔ مولانا حالی مرحوم مسلمانوں کی بے دینی اور ضعف ایمانی کا ذکر ایک بیت میں یوں کرتے ہیں

رہا دین باقی نہ ایمان باقی۔ اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

تو کیا اسلام اور مسلمانوں کی یہ کمزور حالت کسی پادری یا بشپ کی کوشش سے ہے؟ نہیں بلکہ مسلمان کے زوال (کی وجہ قرآن وسنت سے دوری ہے (مفہوماً) حالی فرماتے ہیں

قرآن اور سنت کا ہے نام باقی۔ خدا اور نبی سے نہیں کام باقی

حقیقت یہ ہے کہ مسیحی مذہب خاص ہندوستان میں بحیثیت قوم جتنی ترقی کر گیا ہے اتنی کسی دوسری قوم نے نہیں کی۔ مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی شہادت ہے کہ زمانہ تصنیف براہین احمدیہ میں عیسائی ہندوستان میں پانچ لاکھ تھے (مقدمہ براہین احمدیہ ص ۵ جلد دوم)۔ تصنیف براہین کا زمانہ ۱۲۹۷ھ ہے جو بقول مرزا صاحب ۱۸۸۰ھ کے مطابق ہے (براہین جلد ۵ ص ۵۱)، (اور اب حالت یہ ہے کہ) مسیحی رسالہ المائدہ لاہور بابت اگست ۱۹۴۲ء میں ہندوستانی مسیحیوں کی مردم شماری ایک کروڑ تک لکھی گئی ہے۔

قادیانی ممبرو! باوجود ہزار کوشش کے تم لوگ بھی کروڑ تک پہنچ گئے ہو یا نہیں۔ صحیح تعداد تمہاری دو اڑھائی لاکھ ہے، جو تمہارے خلیفہ کے بیانوں سے ثابت ہوتی ہے، تو بتاؤ کہ تم نے ترقی کی یا عیسائیوں نے۔ رہی یہ بات کہ مرزا صاحب نے دلائل سے کسر صلیب کیا چنانچہ تمہارا دعوی ہے کہ: حضرت مسیح موعود نے عیسائیت کی ناکامی کے لئے وہ کام کیا کہ آنے والی نسلیں آپ پر درود بھیجیں گی۔ (الفضل ۱۱ ستمبر ۱۹۴۵ء ص ۳)

تو اس کا ثبوت ہمیں درکار ہے۔ زبانی دعوی تو ہم مدت سے سنتے آئے ہیں مگر واقعات سے ہماری تسلی نہیں ہوتی۔

ہمارا دعوی یہ ہے کہ مرزا صاحب کلاں نے اسلام کی کوئی علمی خدمت نہیں کی، بلکہ فن تصنیف کی حیثیت سے بھی ہم ان کو بہت گرا ہوا پاتے ہیں۔ اس کا مکمل ثبوت ہم اپنی کتاب ناقابل مصنف مرزا، میں دے چکے ہیں۔

ہاں مرزا صاحب میں یہی ایک کمال تھا کہ وہ ہر دعوی اور ہر دلیل میں اپنی شخصیت پیش کرتے تھے۔ ۱۸۹۳ء میں بمقام امرتسر عیسائیوں سے جو ان کا مباحثہ ہوا تھا، وہ ایک تاریخی اور قادیانیوں کے نزدیک قابل فخر مباحثہ ہے۔ اس کے خاتمہ پر

بھی مرزا صاحب نے مباحثہ کو معمولی کہہ کر اپنی شخصیت ہی کو پیش کیا کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام بتایا ہے کہ عیسائی مناظر ۱۵ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔لیکن انجام کیا ہوا؟ ۱۵ ماہ میں مرنے کی بجائے میعاد مقررہ گزار کر قریباً دوسال بعد مرا،جس پر واقفان حال کو یہ کہنے کا موقعہ ملا

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسے سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔اکتوبر ۱۹۴۵ء مطابق ۴ ذی قعد ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۴ ص ۴۔۵)

جھوٹ کی تائید بھی جھوٹ ہے

مولانا ثناءاللہؒ لکھتے ہیں:عرصہ ہوا دفتر اہل حدیث سے ایک اشتہار شائع ہوا تھا جس میں اتباع مرزا سے ایک سوال کیا گیا تھا جو دراصل مرزا غلام احمد کی مرقومہ عبارت پر تھا۔اس کے الفاظ یہ تھے:آنخضرتﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی تو آپ نے فرمایا کہ آج کی تاریخ سے سو برس تک قیامت آجائیگی (ازالہ اوہام۔ص ۲۵۲ تقطیع خورد)

اس پر سوال تھا کہ اتباع مرزا بتائیں کہ یہ حدیث کہاں ہے اور یہ بھی بتائیں کہ جس وقت آنخضرتﷺ کے دہن مبارک سے یہ حدیث نکلی تھی اسکے ٹھیک سو سال بعد قیامت آگئی تھی۔،نیز یہ بھی بتائیں کہ مخالفین اسلام اس حدیث کے مطابق قیامت نہ آنے پر پیغمبر اسلام کو معاذ اللہ کیا کہیں گے۔،یہ بھی بتائیں اگر یہ حدیث نہیں ہے تو مرزا یہ غلط حدیث بیان کرنے سے کس انعام کے مستحق ہوئے ہونگے۔،امید ہے کہ مقولہ الانصاف خیر الاوصاف کے ماتحت اتباع مرزا جواب دیکر سبکدوش ہونگے۔

عرصہ دراز کے بعد اس کا جواب اخبار الفضل مورخہ ۵۔اکتوبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا جس کے راقم مولوی غلام رسول آف راجیکی ہیں۔آپ نے حسب اتباع مرزا صاحب کلاں اور اپنی عادت کے ماتحت پہلے تو سائل کو خوب کوسا ہے (جیسا کہ مرزا صاحب کی عادت مبارکہ تھی)۔نمونہ کے لئے ہم مرزا صاحب کا ایک نہایت شیریں شعر پیش کرتے ہیں جس کی تلخی اندرائن سے بھی زیادہ ہے۔عرب کا مشہور شاعر امرءالقیس زندہ ہوتا تو

بجائے حنظل کے شعر مرزا لکھتا امرالقیس کہتا ہے

کانی غداۃ البین یوم تحمل
لدا امرات الحی ناقف حنظل

(جس روز میری محبوبہ اور اس کا گھرانہ سوار ہو کر چلے گئے اس روز میری حالت یہ تھی کہ میں گویا کیکروں کے نیچے بیٹھا حنظل توڑ رہا تھا)۔(آنکھوں سے روتے وقت نکلتے ہوئے آنسوؤں کے پانی کو حنظل توڑنے کے آنسوؤں سے تشبیہ دیتا ہے کیونکہ وہ کڑوا ہوتا ہے)

مرزا صاحب قادیانی کا حنظلی شعر ان کے رسالے نجم الہدی سے سنئے

ان العدی ساروا خنازیر الفلا۔ازواجھم من دونھن الاکلب

(ہمارے مخالف جنگلوں کے سور ہیں ان کی بیویاں کتیوں سے بھی بڑھی ہوئی ہیں)

خیر یہ تو نرم کلامی کی مثال ہے، اس لئے مولوی غلام رسول موصوف نے جواب میں اگر مخاطب کو برا بھلا کہا ہے تو ہم ان کو معذور سمجھتے ہیں۔ کیوں

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

اس تمہیدی نوٹ سے گزر کر اصل مطلب پر ہم آتے ہیں۔

ناظرین کرام ہماری پیش کردہ عبارت منقولہ از ازالہ اوہام سامنے رکھئے۔ آپ نے دو حدیثیں صحیح مسلم سے ہمارے جواب میں نقل کی ہیں یہ سمجھ کر کہ گویا ہمارا سوال ان حدیثوں سے حل ہو گیا۔وہ حدیثیں یہ ہیں: ۱۔ قال النبی ﷺ قبل ان یموت بشھر تساءلونی عن الساعۃ و انما علمھا عند اللہ و اقسم باللہ ما علی الارض من نفس منفوسۃ تأتی علیھا مأۃ سنۃ ۔۲۔ عن النبی ﷺ انہ قال ذلك قبل موتہ بشھر او نحو ذالك ما من نفس منفوسۃ الیوم تأتی علیھا مأۃ سنۃ و ھی حیۃ ۔ (الفضل ۵۔اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۵)

مولوی غلام رسول تو بکف چراغ داشتہ ان احادیث کا ترجمہ کئے بغیر اپنے ناظرین کو تسلی دے کر چلتے بنے، مگر ہم ان کا ترجمہ کرتے ہیں۔پہلی حدیث کا ترجمہ یہ ہے:

آنحضرت ﷺ نے وفات سے ایک ماہ پہلے فرمایا تم لوگ مجھ سے قیامت کا وقوع پوچھتے ہو، اس کا علم تو خاص خدا کو ہے، میں ایک اور بات بتاتا ہوں کہ جتنے نفوس اس وقت

دنیا میں زندہ ہیں وہ سوسال گزرنے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے۔

دوسری حدیث کا ترجمہ یوں ہے: فرمایا جتنے اشخاص آج کے دن زندہ ہیں سوسال گزرنے سے پہلے ہی ختم ہو جائیں گے۔

ان دونوں حدیثوں کا مطلب ایک ہی ہے کہ آنحضرت ﷺ قیامت کا علم تو بحوالہ خدا کرتے ہیں، ہاں ایک پیش گوئی بھی فرماتے ہیں کہ موجودہ اشخاص سوسال تک بالکل ختم ہو جائیں گے آئندہ اور پیدا ہوں گے۔ یہ دونوں حدیثیں اپنے معنی میں بالکل صحیح ہیں لا غبار فیهما۔ لیکن جو عبارت مرزا صاحب کی ہے وہ صحیح ثابت نہیں ہوتی، بلکہ اس سے نبوت محمدیہ ﷺ پر حملہ ہوسکتا ہے۔ مگر قادیانیوں کو اس کی کیا پرواہ ہے۔ پس ہم دونوں حدیثوں کا ترجمہ اور مولوی صاحب کا جواب ناظرین کے سامنے رکھ دیتے ہیں۔ یہ ہے ان لوگوں کی دیانت اور یہ ہے ان کی صداقت مرزا صاحب تو سوسال قیامت کی مدت بتا کر اس کو حدیث کا مضمون کہتے ہیں حالانکہ یہ بات غلط در غلط ہے اور دونوں احادیث نبویہ ﷺ تو اس وقت کے موجودہ اشخاص انسانیہ کا سوسال تک خاتمہ بتاتی ہیں۔ لطف یہ ہے کہ دوسری حدیث میں الیوم کا لفظ موجود ہے جو مضمون کو بالکل واضح کرتا ہے۔ لیکن مولوی غلام رسول تو بہ اتباع مرزا ان احادیث کو مرزا صاحب کی منقولہ حدیث سے ملا کر تینوں کو غلط ثابت کر رہے ہیں الی اللہ المشتکی

میں مرزا صاحب کی روایت اور دونوں حدیثوں کے متعلق قادیان کے اکبر العلماء مولوی سرور شاہ اور لاہور کے اعلم العلماء مولوی عبدالرحمٰن مصری سے استفسار کرتا ہوں کہ دونوں صاحب بتائیں کہ مرزا صاحب نے جو روایت پیش کی ہے اس کا جواب یہ حدیثیں ہوسکتی ہیں: ارے لوگو! ذرا انصاف سے کہیو خدا لگتی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۱ ذی قعد ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۲ ص ۴۔۵)

عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کے نام کھلا خط

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: حاجی عبداللہ صاحب! آپ عرصہ دراز سے میرے متعلق انعامی اشتہار شائع کرتے آئے ہیں جس کی حقیقت میں اس مصرعہ سے زیادہ

نہیں پاتا: کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

اس سلسلے کا آخری اشتہار قادیانی اخبار الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۵ء میں درج ہوا تھا جس کا خلاصہ یہ تھا: مولوی ثناء اللہ صاحب اس سلسلہ کے خلاف جو عقاید رکھتے ہیں وہی عقاید ایک پبلک جلسہ میں حلفاً بیان کریں تو ان کو اکیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا مگر اکیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ وہ ٹالتے ہی رہتے ہیں۔ (الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۵ء ص ۳)

اس دعوت کی منظوری میں اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۵ء میں دے چکا ہوں جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں۔

میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں آپ انعامی رقم لے کر چلے آیئے

اس کے بعد آپ ایسے خاموش ہوئے کہ گمان ہوا کہ آپ کسی طویل سفر پر چلے گئے ہیں، مگر سننے میں آیا ہے کہ آپ اپنی جگہ پر ہیں اس لئے آپ کو اس کھلے خط کے ذریعہ متوجہ کرتا ہوں کہ آپ کی اشتہاری دعوتوں میں اگر کچھ صداقت ہے اور وہ چورن کے اشتہاروں کی طرح نہیں ہیں، تو آپ سامنے آنے میں دیر نہ کیجئے۔ میں اس بارے میں کسی اور کو مخاطب نہیں کروں گا اور نہ کسی کو جواب دوں گا۔ بلکہ اسے شیخ سعدی کا فتوی سنا دوں گا کہ دو اشخاص کی باتوں میں دخل دینے والا احمق ہے۔ پس آپ توجہ کیجئے اور اپنے اشتہاروں کو بور کے لڈو نہ بنایئے۔ انعامی رقم لے کر فوراً مقام حلف پر پہنچ جایئے تا کہ حق و باطل میں تمیز ہو سکے میں اب ارادہ کر چکا ہوں کہ آپ کے استحلاف (حلف دینا) کی حقیقت کھولتا رہونگا، یہاں تک کہ آپ کو بھی معلوم ہو جائے کہ آپ کے پاس جو قادیانی مبلغ بیٹھ کر آپ سے ایسے اشتہارات شائع کرواتے ہیں وہ آپ کے حقیقی دوست نہیں ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۸ ذی قعد ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۳ ص ۵۔۶)

قادیان میں الہام بافی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی کارگاہ ہمارے سامنے بنی ہے اس کے پہلے بانی (بڑے میاں) کے

زمانے میں تو الہام بافی کثرت سے ہوتی تھی۔ عجیب عجیب الہامات مارکیٹ میں آتے تھے، جن کو دیکھنے سے دل میں ایک خاص کیفیت پیدا ہوتی تھی۔ مثلاً موصوف کو ایک دفعہ الہام ہوا تھا: اللہ اللہ سدّھا ہو یا اولاّ ۔ ایک دفعہ یہ الہام بھی ہوا تھا: میں سوتے سوتے جہنم میں پڑ گیا۔ کبھی کبھی ایسے الہام بھی ہوتے تھے جو خدا کی شان علمیت کے بظاہر مخالف بلکہ صریح مناقض معلوم ہوتے ہیں۔ مثلاً فرمایا: خدا نے مجھے الہام کیا کہ میری عمر اسّی (۸۰) سال یا کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی۔ کون ایمان دار ہے جو ایسے مشکوک الہام کو خدا کا الہام سمجھے۔ اس قسم کے الہام سنتے سنتے ہم کافی سیر ہو چکے تھے۔ ضرورت نہیں تھی کہ اس قسم کے مزید الہاموں کو اپنے ذہن میں جگہ دیں۔ مگر اس کا کیا علاج کہ قادیانی کارگاہ ایسے ہی الہام بنا کرتی ہے۔۔

خلیفہ قادیان بھی جب اس کارگاہ پر بیٹھے انہوں نے بھی ایسے ہی الہام بننے شروع کئے۔ شائد ان کی مارکیٹ میں ایسے ہی مال کی مانگ ہوتی ہے۔ چنانچہ آپ خطبہ جمعہ میں فرماتے ہیں اور بڑے مزے سے فرماتے ہیں

میں نے وقت پر خدا سے خبر پا کر جماعت کو ۲۔۳ سال ہوئے ۱۹۴۲ء کے آخر یا ۱۹۴۳ء کے شروع میں اطلاع دی تھی اور جلسہ سالانہ قادیان کے موقعہ پر اس خواب کو بیان بھی کر دیا تھا اور ہدایت کی تھی کہ ہماری جماعت کے لوگوں کو خود اپنے گھروں میں کپڑے بنانے کی کوشش کرنی چاہیے اور اس دستکاری کو جاری کرنا چاہیے کیونکہ آئندہ کپڑے کے قحط کا امکان ہے۔ اس وقت بازاروں میں ہر قسم کا کپڑا ملتا تھا گو مہنگا تھا مگر جہاں تک میرا خیال ہے ساری جماعت میں سے درجن دو درجن آدمیوں کے سوا کسی نے اس امر کی طرف توجہ نہ کی۔ (الفضل ۱۱۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱ کالم ۴)

ناظرین یہ الہام بھی مرقومہ الہاموں سے کم نہیں اس کی بابت اول تو ہم الفضل سے اس کی تاریخ پوچھتے ہیں کیونکہ قادیان میں یہ قانون جاری ہے جو قرآن مجید میں مذکور ہے: ما یلفظ من قول الا لدیہ رقیب عتید (۵۰:۱۸)۔ جو لفظ بھی انسان بولتا ہے کاتب قدرت اس کو ضبط کر لیتا ہے۔

قادیان میں اس قانون پر یوں عمل ہوتا تھا اور اب بھی ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد کلاں کا ہر قول و فعل ضبط تحریر میں آ جاتا تھا۔ یہاں تک کہ آپ جنگل میں سیر کو جاتے تھے، تو

بھی کراماً کاتبین ساتھ ہوتے ۔ چنانچہ ان کے ملفوظات کا مجموعہ کتاب تذکرہ کی صورت میں شائع ہو چکا ہے۔ اب بھی خلیفہ جی جو کچھ بولتے ہیں وہ سب کچھ لکھا جاتا ہے ۔ پس الفضل ہمیں اس الہام کی (جو خلیفہ نے خدا سے اطلاع پا کر شائع کیا تھا) تاریخ بتائے ورنہ ہم اس کو نکتہ بعد الوقوع (واقعہ ہو جانے بعد بات بنانا) قرار دینے میں حق بجانب ہوں گے۔ کیا مزے سے فرماتے ہیں : میں نے وقت پر خدا تعالی سے خبر پا کر جماعت کو ۲ سال ہوئے ۱۹۴۲ء کے آخر میں یا ۱۹۴۳ء کے شروع میں اطلاع دی تھی۔

خدائی اطلاع بالفاظ دیگر الہام ہوا، اور جماعت احمدیہ کی علمی حالت یہ ہو کہ سوائے چند آدمیوں کے (درجن یا دو درجن) کے کوئی عمل نہ کرے تو کس منہ سے الفضل کہا کرتا ہے کہ جماعت احمدیہ اپنے مطاع کے حکم پر اپنا خون گرانے کو تیار رہتی ہے۔

گاندھی اور خلیفہ قادیان:

احمدی دوستو! برا نہ منائیے گا بلکہ ٹھنڈے دل سے غور کیجئے گا کہ گاندھی جی کی کھدر کی تحریک کریں تو ان کے اتباع سینکڑوں ہزاروں بلکہ لاکھوں سے بھی متجاوز تعمیل کریں، اور تمہارے امیر المومنین خلیفۃ المسیح صاحبزادہ محمود احمد خلیفہ قادیان یہی تحریک کریں تو بجز چند آدمیوں کے کوئی تعمیل نہ کرے۔ اب بتائیے کہ کانگرسیوں اور احمدیوں میں کتنا فرق ہے۔ پس خلیفہ قادیان کو کہہ دو

بس ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھی امتیاز۔ آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ نومبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۵ ذی قعد ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۴ ص ۴-۵)

قادیانی کی ملہمیت اور مسیحیت کا ثبوت

مختلف طریق سے۔ا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں : قادیانی علم کلام میں ایک خاص وصف اور کمال یہ ہے کہ واقعات گذشتہ کو اخفا ہی نہیں بلکہ بہت بڑی تبدیلی سے پیش کرتے ہیں۔ عرب کا مشہور شاعر اپنی محبوبہ سعاد کے حق میں لکھتا ہے

لا یغرنك ما منّت و ما وعدت
ان الامانی و الاحلام تبدیل
(میری محبوبہ کے وعدے سب دھوکے کی ٹٹی اور مبدل ہیں)

ہم بلاتعصب نہایت راستی سے کہتے ہیں کہ یہ شعر قادیانی جماعت پر پورا چسپاں ہوتا ہے۔ بانی سلسلہ ہر موقعہ پر ایک بات کو صاف لفظوں میں پیش کرتے تھے جوں ہی اس کا ظہور ان کے خلاف وقوع پذیر ہوتا تو فوراً تبدیل کر دیتے۔ مثلاً آتھم کے حق میں لکھا کہ وہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائیگا۔ یہ مضمون ایسا صاف تھا کہ بانی سلسلہ اور ان کے اتباع دن شماری کرتے کرتے تھک گئے تھے۔ آخر جب آتھم یہ مدت گزار کر عرصہ دراز کے بعد مرا (مگر مرزا کی زندگی میں مرا) تو موصوف نے کمال جرأت سے لکھ مارا کہ: پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدے کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو وہ (آتھم) مجھ سے پہلے مر گیا (کشتی نوح)

حالانکہ پیش گوئی میں اس قسم کا کوئی لفظ نہیں تھا بلکہ صاف لکھا تھا کہ عیسائی مناظر ۱۵ ماہ کے اندر بسزائے موت ہاویہ میں گرا دیا جائے گا۔

اللہ اکبر! بانی سلسلہ کی (اپنے کلام بگاڑنے میں) کس قدر دلیری ہے اور کس قدر خوش اعتقادی ہے اتباع مرزا کی جو تسلیم کر لیتے ہیں۔ سچ ہے: وزیرے چنیں شہر یارے چناں

آج جس مضمون پر ہم نظر کر رہے ہیں وہ اخبار الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہوا ہے اس میں مرزا صاحب کی مسیحیت کے دلائل میں یہ لکھا ہے کہ آپ میں علمی کمال یہ تھا کہ آپ نے براہین احمدیہ لکھی اور بڑے زور سے مخالفین کو جواب دینے کے لئے چیلنج کیا مگر کوئی مقابلہ پر نہ آیا۔ چنانچہ الفضل لکھتا ہے: براہین احمدیہ کی نصف یا ثلث یا سدس دلائل کے توڑنے والے کیلئے دس ہزار روپیہ نقد انعام رکھا۔ لیکن آج تک کوئی شخص کسی قوم یا ملک کا اس کا جواب دینے کا دم نہ مار سکا۔ (الفضل ۲۸ ستمبر سنہ رواں۔ ص ۳)

ہم نے بارہا پوچھا کہ جو دلائل براہین احمدیہ میں لکھے گئے ہیں جن کو توڑنے کے لئے مخالفین کو انعامی چیلنج دیا گیا، وہ دلائل کہاں ہیں اور کس صفحہ سے شروع ہو کر کہاں ختم ہوتے ہیں۔ مہربانی کر کے ان کا حوالہ دیجئے۔

براہین احمدیہ ہمارے سامنے ہے اور ہم دیکھتے اور بغور پڑھتے ہیں تو ہمیں ایک دلیل

بھی مکمل اس میں نہیں ملتی ۔محض الفاظ کی بھر مار سے کتاب کو بھر دیا ہے۔مخالف منتظر تھے کہ مرزا صاحب دلائل ختم کر لیں تو ہم ان پر توجہ کریں۔مگر مرزا صاحب ایسے ہوشیار تھے کہ انہوں نے تین سو دلائل تو کہا، ایک دلیل بھی نہیں لکھی جس پر مخالفوں کو جواب کا موقعہ ملتا۔نصف یا ثلث کا تو ذکر ہی کیا وہاں تو ایک دلیل بھی نہیں ہے۔مرزا جی کے مریدو! ہمت ہے تو پہلی ہی دلیل کی ابتداء اور انتہاء کے صفحات کا نمبر بتائیے

یہ مضمون کوئی طویل بحث طلب نہیں ہے۔ہم مکرر اتباع مرزا سے صرف اتنا دریافت کرتے ہیں کہ وہ دلائل کہاں ہیں۔مہربانی کر کے ہمیں ان صفحات کا حوالہ دیجیئے ورنہ ہمیں معاف فرمائیے کہ ہم یہ کہیں: ما موا عید ھا ا لا الا با طیل

نوت: مرزا صاحب کا کمال تصنیف ہم نے کتاب نا قابل مصنف میں مفصل دکھا دیا ہے جس کا جواب آج تک نہیں ہو سکا، نہ ہو سکے گا۔

دوسری دلیل نامہ نگار نے یہ بتائی ہے کہ مرزا صاحب نے اپنے مخالفین یا مخالفین اسلام کو لکھا: جو شخص اسلام کی صداقت پر شبہ رکھتا ہو یا جسے میرے دعوی الہام اور مجددیت پر کوئی بدظنی ہو یا مطلقاً خوارق کا منکر ہو، میں خدا سے وعدہ پا کر اسے دعوت دیتا ہوں کہ اگر وہ طالب حق بن کر ایک سال تک میرے پاس قادیان میں رہے گا، تو ضرور کوئی نہ کوئی نشان دیکھ لے گا اور اگر اس عرصہ میں کوئی خارق عادت نشان ظاہر نہ ہو، تو میں بطریق حرجانہ یا جرمانہ دوصد روپیہ ماہوار کے حساب سے مبلغ چوبیس سو روپیہ نقد ایسے صاحب کے حوالہ کر دوں گا جس طرح چاہیں اپنی تسلی کرا لیں۔اب دیکھئے یہ طریق فیصلہ کیسا راستی پر مبنی تھا مگر کوئی مرد میدان نہ بنا۔(الفضل ۲۸ ستمبر ۱۹۴۵ء ص ۳)

اس میں بھی اخفا اور تبدیلی سے کام لیا گیا ہے۔ مخالفین اسلام میں ان دنوں پنڈت لیکھ رام مشہور تھا۔اس نے ہر چند نشان دیکھنے کی کوشش کی۔قادیان بھی پہنچ گیا مگر مرزا صاحب اس کو نہایت معشوقانہ انداز میں ٹالتے رہے۔یہ ساری خط و کتابت شائع شدہ ہے۔کسی قدر اس کا ذکر کتاب نسخہ خبط احمدیہ میں ملتا ہے۔

ہاں علماء اسلام کے مقابلہ کا ذکر بھی لطف سے خالی نہ ہوگا۔ایک وقت مرزا صاحب کو کسی خاص وجہ سے یہ خیال آیا کہ دہلی جا کر مولوی نذیر حسین محدث دہلوی کو مباحثے کی دعوت دوں۔وہ خاص وجہ یہ تھی کہ مولوی صاحب موصوف بہت سن رسیدہ تھے اور

ساری عمر درس و تدریس کے علاوہ کبھی میدان مناظرہ میں نہیں آئے تھے۔ مگر وہ مرد باخدا باوجود کبرسنی اور انتہائی ضعف کے میدان میں کھڑے ہو گئے اور حسب قرار داد..... جامع مسجد میں پہنچ گئے ...(مگر مرزا صاحب حسب وعدہ اپنے عقائدان کے سامنے بیان کرنے سے قاصر رہے۔ بہاء)۔ دور کیوں جائیں میں اپنا واقعہ بھی سنا دوں تو شائد لطف انگیز ہوگا جس سے معلوم ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کہاں تک اپنے وعدہ میں پکے تھے یعنی اپنے مخالفین کو دعوت مباحثہ دے کر کہاں تک انجام دیتے تھے۔ آپ نے ۱۹۰۲ء میں اعجاز احمدی لکھی جس میں مجھے متعدد دفعہ دعوت مباحثہ دی کہ قادیان آکر مجھ سے گفتگو کرلو۔ میری ڈیڑھ سو پیش گوئی ہے۔ ہر پیشگوئی کے ابطال پر سو روپیہ انعام دیتا جاؤں گا۔ میں اس دعوت پر ۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ گیا۔ مرزا غلام احمد صاحب کے مریدوں نے جناب کو اطلاع دی کہ: ثناء اللہ آگیا ہے۔، یہ سن کر آپ نے کس انداز سے فرمایا: ہمیں کیا! ہزاروں راہ رو آتے ہیں اور جاتے ہیں۔،کمال ہوشیاری سے اپنا وعدہ دعوت بھول گئے۔ ناظرین! یہ ہیں ان رئیس **المتکلمین** کے چیلنج۔..

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ نومبر ۱۹۴۵ء مطابق ۳ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۵ ص ۴۔۶)

مرزا قادیانی اورسوامی دیانندسرستی

(۹ نومبر ۱۹۴۵ء میں شائع ہونے والا یہ مضمون بارِ دگر شمارہ زیرنظر میں مع چند اضافات شائع ہوا۔ بہاء)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہمارے ملک ہندوستان میں یہ دو نامی بزرگ ایسے گذرے ہیں جن کو کئی باتوں میں باہم مشابہت حاصل ہے۔ سب سے بڑی بات ان میں جو مشترک تھی یہ تھی کہ غصہ میں ان کی زبان اور قلم قابو میں نہیں رہتے تھے گویا دونوں صاحب اس شعر کے پورے مصداق تھے

دریائے فراواں نشود تیری بسنگ
عارف کہ برنجد تنک آب است ہنوز

سوامی دیانند کی سوانح عمری میں لکھا ہے کہ آپ کی ایک تقریر میں اس علاقہ کے کمشنر صاحب بھی آئے۔ کمشنر صاحب کے ساتھ اور افسر بھی تھے۔ جلسہ کا انتظام

ایک سرکاری ملازم کے ہاتھ میں تھا۔ واپس جاتے ہوئے کمشنر صاحب نے سوامی جی کی تقریر پر اظہار رائے کرتے ہوئے منتظم جلسہ کو یوں کہا کہ آپ کے سوامی کی تقریر میں سختی بہت ہوتی ہے۔ بانیء جلسہ چونکہ سرکاری ملازم تھا اس پر کمشنر کے کہنے کا اثر ہونا لازمہ تھا۔ صبح کو سوامی جی کے سامنے حاضر ہوا اور کمشنر کے آنے کا بھی ذکر کیا اور ہاتھ باندھ کر کہا: حضور کمشنر صاحب ...(اس) کے آگے میں بول نہ سکا، تو سوامی جی نے کہا کیا کہتے ہوئے ڈرتا کیوں ہے؟ یہی کہا ہوگا کہ تمہارا سوامی سختی کرتا ہے۔ ہم کوئی سختی نہیں کرتے۔ اتنا کہہ کر خاموش کر دیا۔

اسی طرح مرزا صاحب قادیانی اپنی تحریر و تقریر میں ہمیشہ سختی کرتے بلکہ گالی گلوچ سے تک سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے اور اذا خاصم فجر کا پورا نمونہ دکھاتے تاہم جواب دیتے کہ ہم جو کچھ کہتے اور لکھتے ہیں واقعہ کے مطابق کہتے ہیں چنانچہ اخبار الفضل مورخہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء میں اس کا ذکر یوں آیا ہے: مخالفین کی طرف سے اور خاص کر علماء کہلانے والوں کی طرف سے حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) پر ایک اعتراض یہ کیا جاتا ہے کہ آپ نے علماء کو گالیاں دیں اور بہت برا بھلا کہا۔ اس میں شک نہیں کہ آپ کی بعض تحریروں میں علماء سوء کے متعلق ایسے الفاظ استعمال ہوئے ہیں جنہیں سخت تو کہا جا سکتا ہے مگر گالیاں کسی صورت میں بھی قرار دیا جا سکتا۔ اور سختی بھی ایسی جس کے سوا چارہ نہ تھا۔ یہ بات خود حضرت مسیح موعود نے تسلیم کی ہے چنانچہ رقم فرمایا ہے:

یہ بات میں بھی تسلیم کرتا ہوں کہ مخالفوں کے مقابل پر تحریری مباحثات میں کسی قدر میرے الفاظ میں سختی استعمال میں آئی تھی، لیکن وہ ابتدائی طور پر سختی نہیں ہے بلکہ وہ تمام تحریریں نہایت سخت حملوں کے جواب میں لکھی گئی ہیں مخالفوں کے الفاظ ایسے سخت اور دشنام دہی کے رنگ میں تھے جن کے مقابل پر کسی قدر سختی مصلحت تھی۔ (کتاب البریہ۔ ص ۱۰)۔ لیکن آپکے استعمال فرمودہ کسی سخت سے سخت لفظ کو گالی اور بدگوئی اس لئے نہیں کہا جا سکتا کہ آپ نے کسی مغلوب الغضب انسان کی طرح جو زبان پر آیا وہ نہیں کہہ دیا بلکہ جو کچھ بھی کہا اظہار واقعہ کے طور پر کہا۔ (الفضل ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء ص ۱)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری ؒ لکھتے ہیں: الفضل کے اس اقتباس میں اس بات کا ثبوت یقینی ملتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے سخت کلامی سے کام لیا اور ضرور لیا

مگر ان کا غصہ مغلوب الغضب کی طرح نہیں تھا بلکہ اظہار واقعہ تھا۔

ہم اس کے متعلق ایک دو مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے فیصلہ ہو سکے گا کہ یہ کلام اصلاحی ہے یا مغلوب الغضبی کا نمونہ ہے۔

لدھیانہ کے مولوی سعد اللہ نومسلم مرحوم مرزا صاحب کے خلاف لکھا کرتے تھے مگر انہوں نے ہمیشہ شریفانہ لہجہ ملحوظ رکھا کبھی مرزا صاحب قادیانی کی والدہ ماجدہ یا کسی دیگر خاتون کا ذکر برائی سے نہیں کیا۔ ان کے حق میں مرزا صاحب ایک شعر بطور نمونہ ہم پیش کرتے ہیں مرزا صاحب قادیانی انجام آتھم میں لکھتے ہیں:

آذیتنی خبثاً فلست بصادق۔ان لم تمت بالخزی یا ابن بغائی

اے زانیہ کے بیٹے سعد اللہ تو نے مجھے بہت تکلیف دی ہے اگر تو ذلت سے نہ مرا تو میں جھوٹا ٹھہروں گا۔

الفضل اور قادیان کے ممبرو! بتاؤ کیا یہ گالی نہیں ہے اگر نہیں ہے تو کیا مولوی سعد اللہ اور ان کے یار دوستوں کو بھی حق ہے کہ وہ بھی قادیانی مخالفوں کو ایسا کہہ سکیں۔ اس کے بعد تمام مخالفوں کے حق میں آپ یہی لفظ استعمال کرتے ہیں۔ کتاب آئینہ کمالات اسلام میں لکھتے ہیں؛ کل مسلم یقبلنی ا لا ذریة البغا یا،(صرف بدکار عورتوں کے بیٹے مجھ کو نہیں مانتے)۔ بتائیے یہ بھی گالی ہے یا نہیں؟ یہ خوش کلامی از راہ جوش یا یا از راہ محبت ۔مرزا جی کے مریدو! انصاف سے کہنا اور خدا سے ڈر کر کہنا ان مسلمانوں (ذریة البغا یا) کی مائیں عموماً اور سعد اللہ مرحوم کی ماں خصوصاً روز جزاء مرزا غلام احمد پر اگر الزام زنا کا استغاثہ کریں گی تو کیا فیصلہ ہو گا۔ یہی نا، جو کسی شاعر نے کہا ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ ۔وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کیلئے

نوٹ؛ ان دونوں لیڈروں (سوامی دیانند اور مرزا صاحب قادیانی) کی شیریں کلامی اور دشنام دہی کا نمونہ دیکھنا ہو تو ہماری کتاب ہندوستان کے دو ریفارمر ملاحظہ کیجئے۔ پھر انصاف کیجئے جن لوگوں نے ان دونوں صاحبوں کے حق میں سخت کلامی سے کام لیا ہے وہ کہاں تک حق بجانب ہیں ۔ایران کے اخلاق نویس استاد صائب نے سچ کہا

دہن خویش بدشنام میالا صائب
ایں زرِ قلب ہر کس کہ دہی باز دہد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۰ ذی الحج ۱۳۶۴ھ ص ۵۔۶)

مرزا کی تردید پر قادیان سے آواز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین اس عنوان کو حیرت سے پڑھیں گے اور سنیں گے کہ قادیان سے مرزا غلام احمد صاحب کی تردید کیسی، جب کہ مریدان مرزا صاحب کا گویا یہ قول ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

بے شک یہ صحیح ہے مگر تصرف قدرت بھی کوئی چیز ہے جو اندر ہی اندر اپنا کام کر جاتا ہے۔ اخبار الفضل مورخہ ۹ نومبر ۱۹۴۵ء میں ایک مضمون بڑا دلچسپ شائع ہوا ہے جس میں یہ ظاہر کیا گیا ہے کہ بیت المقدس کے قریب ایک کتبہ ملا ہے جس سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی ہے۔ چنانچہ الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

پچھلے دنوں اخبارات میں لندن کے ایک اخبار ڈیلی ہیرلڈ کے نامہ نگار مقیم بیت المقدس کے حوالہ سے یہ خبر شائع ہو چکی ہے کہ قدس کے قریب ایک غار کے اندر مقبرہ کی کھدائی کرتے ہوئے ایک ایسی تحریر یونانی زبان میں ملی ہے جو تاریخ مذہب میں انتہائی اہمیت کی حامل ہے کیونکہ یہ تحریر یسوع مسیح کی مصلوبیت کے چشم دید گواہ کا بیان سمجھی گئی ہے اور اس کے متعلق یہ خیال کیا جاتا ہے کہ واقعہ صلیب کے بعد غالباً چند ہفتوں کے اندر اندر لکھی گئی اس میں لکھا ہے کہ فلاں اور فلاں (دو مجرموں) کے ساتھ یسوع مسیح کو سولی دی گئی۔ (الفضل ۹ نومبر ۱۹۴۵ء صفحہ اول)

بس اتنا سننا تھا کہ قادیان میں گھی کے چراغ جل گئے۔ وہ مارا، وہ مارا، کی آوازیں آنے لگیں، حالانکہ کتبہ اور اس کی تحریر مرزا صاحب کلاں کی تصریحات کے بالکل خلاف ہے کیونکہ مرزا صاحب نے کئی مقامات پر صاف لکھا ہے کہ مسیح سولی پر فوت نہیں ہوا۔ مسیح کو حاکم وقت نے سولی پر چڑھایا تھا مگر مسیح صلیب پر نہیں مرے تھے بلکہ زندہ صلیب سے اتر کر کشمیر چلے گئے تھے۔ چنانچہ اڈیٹر الفضل نے بھی مرزا صاحب کے اس قول کو تسلیم کیا ہے۔ مگر اس کتبہ کے الفاظ جو نقل کئے ہیں ان سے جو مفہوم ہوتا

ہے ان سے ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں کہ مسیح صلیب پر مر گئے کیونکہ الفضل قادیان کے منقولہ الفاظ یہ ہیں: مسیح کی مصلوبیت کے چشم دید گواہ۔،

اردو دان اصحاب جان سکتے ہیں کہ اس عبارت کا کیا مطلب ہے۔ یہی نہ کہ مسیح صلیب پر فوت ہوئے اس لئے مصلوب کہلائے جیسے مقتول وہی شخص ہے جس پر قتل کا فعل وارد ہو کر پنا کام پورا کر جائے۔ استاد ذوق کا شعر ہے

تیرے قتیل بتاتے نہیں تجھے قاتل
جب ان سے پوچھو اجل ہی کا نام لیتے ہیں

اس کتبہ کی عبارت گو ہمارے بھی خلاف ہے کیونکہ ہم بقول اخبار صدق، اور بتعلیم قرآن مجید ما صلبوہ مسیح کو مصلوب نہیں مانتے۔ مگر ہم اس پر اظہار خوشی نہیں کرتے جیسا کہ الفضل نے کیا ہے اسی لئے اخبار الفضل کو سوچ سمجھ کر قدم رکھنا چاہیے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۷ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۷ ص ۵)

قادیانی تفسیر نویسی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی تحریک کے بانی اور ان کے اتباع میں یہ کمال ہے کہ وہ شکست پر شکست کھا کر بھی دل برداشتہ نہیں ہوتے، یا دل برداشتگی ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ جس کی مثالیں ان کی تحریک میں بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کی متعلق جو پیش گوئی تھی کہ ۱۵ ماہ میں مر جائے گا، جب وہ میعاد کے اندر نہ مرا، تو مرزا صاحب مرد میدان بن کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بات منوانے کے لئے وہی عذر کیا جو متنبّی نے اپنی محبوبہ سعاد کی طرف سے وعدہ خلافی ہونے پر کیا تھا

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

محبوبہ وعدہ خلافی کرے تو خلاف نہ سمجھو کیونکہ اس کے وعدہ میں یہ داخل تھا کہ پورا نہ کرے گی

اسی طرح مرزا جی نے کہا کہ ڈپٹی آتھم دل میں ڈر گیا ہے (وغیرہ) اس لئے نہیں مرا۔

اسی طرح جب محمدی بیگم سے نکاح نہ ہوا، تو کہہ دیا کہ نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا محمدی بیگم کا خاوند مرزا سلطان محمد میعاد کے اندر فوت نہ ہوا تو کہہ دیا اس نے بھی مرزا غلام احمد صاحب کو بزرگ سمجھ لیا، اس لئے بچ گیا۔

اسی طرح کئی ایک واقعات ہیں جن کی بابت جب ان کو یقین ہوا کہ پبلک کی یاد سے نکل گئے ہیں تو آئیں بائیں کر کے خاموش کرنے کی کوشش کی۔

آج ہم جس واقعہ کا ذکر کرنے کو ہیں وہ بالکل چراغ بکف داشتہ کی مثال ہے۔ اخبار الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء نے خلیفہ قادیانی کی تفسیر نویسی کے متعلق ایک ڈینگ بلکہ ڈانگ ماری ہے کہ: حضرت امیر المومنین خلیفہ قادیان نے اپنے مخالفین کو بارہا یہ چیلنج دیا ہے کہ معارف قرآنی بیان کرنے کو میدان میں میرے مقابلہ میں آئیں۔ مگر آج تک کسی کو سیدھی راہ سے یہ چیلنج قبول کرنیکی جرأت نہیں ہوئی (الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۵)

یہ دعوی ایسا سفید جھوٹ ہے کہ عرب کا مشہور و معروف کاذب جس کا نام عرقوب تھا، اس کو یہ بھی نہیں سوجھا تھا اور جس کی بابت شاعر نے کہا ہے

کانت مواعید عرقوب لها مثلا

اس کے جواب میں گذشتہ واقعات پیش کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں۔ جس طرح قادیانی گروہ اخفاء حق میں خاص ملکہ رکھتا ہے ہم بھی اظہار حق میں بفضلہٖ تعالی کمال رکھتے ہیں۔ پس ناظرین عموماً اور قادیانی اتباع خصوصاً غور سے سنیں۔

۱۹۲۵ء میں خلیفہ قادیانی نے تفسیر نویسی کا علمائے اسلام کو چیلنج دیا جس کو مدیر اہل حدیث امرتسر نے یہ کہتے ہوئے کہ: بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے ، بآواز بلند قبول کیا۔ اس کے بعد بمرّات و کرّات ادھر ادھر سے مضامین نکلتے رہے یہاں تک کہ خلیفہ قادیان نے اپنی بے بضاعتی اور عدم لیاقتی کا اظہار ان لفظوں میں کیا کہ میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں میں تفسیروں کو بھی دیکھوں گا۔ نجوم الفرقان بھی پاس رکھوں گا۔ وغیرہ۔ آخر یہاں تک اعتراف کر گئے کہ میں معارف قرآنیہ اپنے والد کے بتائے ہوئے بیان کروں گا۔ چنانچہ الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء میں مرقوم ہے: غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔ پھر میں ان کے

مقابلہ پر کم سے کم دو گنے معارف قرآنیہ بیان کروں گا۔یعنی جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں ۔ وہ ان مولویوں کو تو کیا سوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے ۔اگر میں کم سے کم دو گنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بیشک مولوی صاحبان اعتراض کریں (الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء)۔ بس یہ ہوا تھا انجام اس چیلنج کا

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

باوجود اس کے الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء میں یہ کہنا کہ تفسیر نویسی کے چیلنج کو کسی نے قبول نہ کیا، قادیانی محاورے میں کچھ معنی رکھتا ہوگا مگر عام محاورے میں سفید جھوٹ ہے۔

قادیانی ممبرو! ہم سے پوچھو تو ہم تم کو اس کا جواب سکھا دیتے ہیں صاف ے لکھ دو کہ ہم تو خلیفہ جی کی بات کو کبھی گرنے نہیں دیں گے۔ کیوں

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جائے
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جائے

قادیانی ممبرو! خلیفہ کو تفسیر نویسی کے لئے جامع مسجد بٹالہ میں سامنے لاؤ۔سادہ قرآن ایک ہاتھ میں اور کاغذ و قلم دوسرے ہاتھ میں لے کر بالمقابل دس دس قدم کے فاصلہ پر بیٹھ جائیں۔اس قدر فاصلہ کو کوئی مشیر یا مددگار نہ ہو۔اور جو تفسیر ہم دونوں لکھیں وہ علوم عربیہ کے ماتحت ہو۔ پھر دیکھا جائے گا کہ کون تفسیر لکھتا ہے اور کون تحریف کرتا ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۴ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۸ ص ۴۔۵)

جاپان پر مشنریوں کا حملہ
مرزا کے دعوی کا ابطال

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ بات تو ہر ایک واقف حال جانتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے اتباع ہوائی قلعے بنانے میں بڑے مشاق ہیں۔گو وہ قلعے ایسے کمزور ہوتے ہیں کہ ادھر بنے، ادھر دھڑام سے گر پڑے۔

جب سے مرزا غلام احمد نے مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا مسلمانوں کو یہی خوش خبری سناتے

رہے، بس میرے آنے سے اسلام سب دنیا پر غالب آ جائے گا۔ میں یہ کروں گا، وہ کروں گا۔ چنانچہ مرزا کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز میں ایک دفعہ مضمون نکا تھا:

مرزا صاحب کی بعثت سے پہلے عیسائی بڑے غالب آ رہے تھے علماء اسلام عیسائیوں سے دبے ہوئے تھے کوئی جواب نہیں دیتا تھا۔ کئی سادات خاندان عیسائی ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب مرد میدان بن کر مقابلہ میں اٹھے کتاب براہین احمدیہ لکھ کر شائع کی اور اس کی بابت لکھا کہ جو اسکے پانچویں حصہ کا بھی جواب دے اس کو دس ہزار روپیہ انعام دوں گا کسی کو جواب دینے کی جرأت نہ ہوئی۔ (ریویو آف ریلی جنز نومبر ۱۹۳۵ء ص ۵۔۶)

کس قدر تعلیٰ آمیز کذب ہے جو سوائے قادیانیوں کے دوسرے کے قلم سے نہیں نکل سکتی۔ ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ براہین احمدیہ میں تین سو دلائل دینے کا جو وعدہ تھا کوئی مرید مرزا ایک دلیل بھی ہمیں دکھائے تو ہم اس کو بھی انعام دیں گے۔

حق یہ ہے کہ جو ہم ڈنکے کی چوٹ سے کہتے ہیں کہ مرزا کی کتاب براہین احمدیہ کے دوسرے جزء کا نام علی صدق النبوۃ المحمد یہ ہے، اس کے بجائے اس کا نام ہونا چاہیے دلائل البینہ علی کذب الدعوی المرزائیہ۔ ہم نے یہ مضمون اپنی کتاب ناقابل مصنف مرزا میں مفصل درج کر دیا ہے ہمارے نزدیک براہین احمدیہ کا نام فخر سے لیتے ہوئے جماعت احمدیہ کو شرم آنی چاہیے۔ خیر ہم اس بحث کو یہیں چھوڑ کر اصل مطلب پر آتے ہیں۔ ایک زمانہ تھا مرزا صاحب نے اپنی زندگی کا پروگرام یوں شائع کیا تھا کہ:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں۔ مسلمانوں کے لئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی چاہتا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے۔ دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ (الحکم قادیان ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

مرزا غلام احمد کے اس ادعا کو سن کر ہم بلکہ کل دنیا کے مسلمان منتظر تھے کہ وہ وقت کب آئے گا کہ بقول مرزا صاحب مسیح کی الوہیت دنیا سے اٹھ جائے گی اور آنحضرت ﷺ کی رسالت یعنی اسلام دنیا میں مکمل طور پر پھیل جائے گا اور بڑی بات یہ کہ مسلمان کامل متقی بن جائیں گے۔ مگر نتیجہ جو نکلا وہ اخبار الفضل کے لفظوں میں درج ذیل ہے:

اخبارات میں شائع ہو چکا ہے کہ جاپان کے شکست کھاتے ہی پانچ سو عیسائی مشنریوں

کی ایک فوج وہاں جانے کے لئے تیار ہو کر روانہ بھی ہو چکی ہے اور اب یہ اطلاع آئی ہے کہ اتحادی ہیڈ کوارٹر نے جاپانیوں کو حکم دیا ہے کہ وہ عیسائی گرجوں کو واگزار کر دیں اور انہیں آئندہ کسی اور مقصد کے لئے استعمال نہ کریں ... مسلمانوں کو کبھی اس بات کا خیال تک نہیں آتا کہ انہیں بھی تبلیغ اسلام کرنی چاہیے یہی وجہ ہے کہ جہاں قریبا قریبا تمام عیسائی ممالک کے مشنری ساری دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں اور تمام عیسائی ممالک ان کو ہر قسم کی امداد دیتے ہیں وہاں کسی ملک کے مسلمانوں کی طرف سے (سوائے احمدیہ کے) کہیں بھی کوئی مبلغ اسلام کی تبلیغ واشاعت کے کام پر مقرر نہیں ہے اور نہ مسلمان کہلانے والے کروڑوں انسانوں کو اس کا خیال آیا ہے۔ (الفضل ۲۰ نومبر ۱۹۴۵ء ص اول)

ناظرین کرام! مرزا صاحب کا دعوی منقول از اخبار الحکم ملاحظہ کریں۔ اس کے ساتھ الفضل کی لن ترانی بھی سامنے رکھیں، تو ان کو فیصلہ کرنا بہت آسان ہو جائے گا کہ مرزا صاحب کا دعوی اور وعدہ کہ میں ایسا کروں گا ویسا کروں گا بالکل استاد غالب کے شعر کا مصداق ہے جو اپنے محبوب کو کہتے ہیں

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

کیا کوئی احمدی مرزائی بتا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کا دعوی عیسائی مذہب کے بالکلیہ معدوم ہو جانے کے متعلق قضیہ دائمہ مطلقہ کے مادہ میں ہے اور جاپان میں عیسائی مبلغوں کا اس کثرت سے جانا اس کی نقیض نہیں ہے؟ پھر الفضل کی یہ منہ زوری ملاحظہ ہو جو لکھتا ہے سوائے جماعت احمدیہ کے کوئی جماعت عیسائیوں کا جواب نہیں دیتی۔

شرم و حیا کا تقاضا تو یہ ہونا چاہیے تھا کہ عیسائیوں کی تبلیغ کا نام تک نہ لیا جاتا بلکہ یہی کہا جاتا کہ عیسائی دنیا میں ہیں کہاں کیونکہ وہ مرزا کے آنے کے بعد دنیا میں ختم ہو گئے مرزا غلام احمد نے اپنے مسیحائی دم سے ان کو ختم کر دیا جس پر یہ شعر بالکل صادق ہے

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء مطابق یکم محرم ۱۳۶۵ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۹ ص ۴۔۵)

مرزا قادیانی اوراس کی براہین احمدیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب اوران کی جماعت کتاب براہین احمدیہ پر بہت فخر کیا کرتی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ جن دنوں یہ کتاب تصنیف ہوئی تھی اس کی تصنیف کا اشتہار مرزا صاحب قادیانی نے اتنا لمبا چوڑا دیا کہ اشتہار ہی کی ایک جلد بن گئی۔

وہ اشتہار ایسا تھا جیسے چورن فروش چورن بیچتے ہوئے بازاروں میں منادی کیا کرتے ہیں جس کا مختصر مطلب یہ ہوتا ہے کہ میرا چورن ایسا مفید ہے جس سے سب بیماریاں دور ہو جاتی ہیں۔ سننے والے کو یہاں تک گمان ہوتا ہے کہ حکومت موجودہ ہسپتالوں میں یہی چورن رکھے گی، باقی سب دوائیں اٹھا دے گی۔، مولانا محمود حسن دیوبندیؒ نے ایک دفعہ برسبیل تذکرہ فرمایا تھا کہ ہمارے شہر دیوبند میں وبا پڑی۔ ایک ہندو عطار ایک ہی بوتل سے ہر قسم کا شربت دے دیا کرتا تھا۔ نیلوفر ہو یا بنفشہ ہو.. کسی سمجھ دار نے کہا لالہ یہ تو کیا کرتا ہے؟ ایک ہی بوتل سے سب کچھ نکالتا ہے۔ بولا میاں کیا پوچھتے ہو، شربت میں کیا رکھا ہے، سفا (شفا) پرمیسر کے ہاتھ میں ہے۔

یہی مثال مرزا صاحب کی براہین احمدیہ کی ہے۔ مرزا صاحب بھی اسی میں سے سب کچھ نکالتے ہیں۔ مگر حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔ اشتہار کی دلفریب عبارت کو دیکھ کر لوگ اس کتاب کے مشتاق ہو گئے تھے کیونکہ اشتہار میں درج تھا کہ تین سو دلائل صداقت اسلام کے درج کئے گئے ہیں، جن کے جواب کے لئے مخالفین اسلام کے واسطے مولف کی طرف سے دس ہزار روپئہ انعام مقرر ہوا ہے۔

نتیجہ یہ ہوا کہ ہمدردان اسلام نے قیمت فی نسخہ پانچ روپئہ سے سو روپئہ تک حسب حیثیت پیشگی بھیج دی اور یہی مرزا صاحب کا مقصد تھا کیونکہ:

ایں ہمہ از پئے آں ست کہ زر مے خواہد

آخر یہ کتاب چار جلدوں میں شائع ہو گئی۔ ارباب بصیرت نے اس کو غور سے دیکھا تو سوائے اپنی نبوت کی تمہید کے اور کچھ نہیں پایا۔ اس کے اخیر میں آپ نے

صفحہ۵۱۲ سے پہلی دلیل شروع کی جس کے متعلق چند آیات لکھیں ان کا ترجمہ بھی پورا نہ ہوسکا کہ چار جلدیں ختم ہوگئیں اور اس دلیل کو بالکل ادھورا تشنہ تفصیل چھوڑ دیا۔

تقاضا ہوتا رہا کہ وہ تین سو دلائل کہاں ہیں جن پر بڑا ناز ہورہا تھا۔ آخر ۲۳ سال کے بعد پانچویں جلد شائع ہوئی تو جس طرح صورت شکل میں پہلی جلدوں سے مختلف تھی اسی طرح مضمون میں بھی غیر تھی۔ نہ اس میں صداقت قرآن پر بحث ہے، نہ نبوت محمدیہ کا ذکر۔ بلکہ محض اپنے ذاتی دعاوی اس میں مذکور ہیں۔ میں ایسا، میں ویسا۔ اسلئے ہم نے بارہا جماعت مرزائیہ سے پوچھا کہ: براہین احمدیہ میں تین سو دلائل کی ابتداء اور انتہاء بتایئے۔، تین سو چھوڑیئے صرف تین ہی دلائل بتایئے۔ تین بھی چھوڑیئے صرف ایک ہی دلیل کا پتہ دیجئے کہ فلاں صفحہ سے شروع ہو کر فلاں صفحہ پر ختم ہوتی ہے۔ اس کے جواب میں اخبار الفضل وغیرہ یہی کہتے رہے چنانچہ حال ہی میں الفضل ۲۹ نومبر ۱۹۴۵ء میں ایک نامہ نگار نے بڑے زور سے ہم پر دباؤ ڈالا ہے کہ اگر براہین احمدیہ میں دلائل نہیں ہیں تو مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی نے اسکی تعریف کیوں کی تھی

میں کہتا ہوں کہ اس کا جواب مرحوم سے پوچھنا چاہیے۔ پس آپ نامہ نگار عالم برزخ میں چلے جائیں۔ وہاں یہ دونوں مرزا غلام احمد صاحب اور مولوی محمد حسین صاحب آپ کو ملیں تو ان سے پوچھئے کہ: مرزا صاحب آپ نے دلائل کس کس صفحہ پر لکھے ہیں۔، مولوی صاحب آپ بتائیں گے کہ جن دلائل کی بنا پر آپ نے ریویو کیا تھا وہ دلائل کہاں ہیں۔ جواب جو ملے وہ اخبار الفضل میں شائع کر دیجئے

ناظرین! ہمارا سوال کیسا صاف ہے ہم کتاب کے اندر سے جواب مانگتے ہیں اور جواب ہم کو بیرون کتاب سے دیا جاتا ہے۔ یا للعجب

قادیانی اور لاہوری ممبرو! ہماری تمہاری مثال یہ ہے کوئی سوداگر پیشہ شخص تجارتی شکل میں کسی پر سو دوسو روپے کا دعوی کرتا ہے۔ مدعا علیہ سوال کرتا ہے کہ آپ کا روزانہ آمد وخرچ لکھا جاتا ہے۔ مدعی جواب دیتا ہے کہ ہاں سب کچھ لکھا جاتا ہے۔ مدعا علیہ بڑی خوبی سے کہتا ہے کہ میرا حساب جس صفحہ پر ہے وہ پیش کر دیجئے ۔مدعی بڑے زور سے کہتا ہے فلاں فلاں سوداگر میرے گواہ ہیں۔ مدعا علیہ کہتا ہے گواہوں کی حاجت نہیں آپ اپنا کھاتہ بہی پیش کر دیجئے میں اسی پر کفایت کرلوں گا۔

مدعی جھنجلا کر کہتا ہے تم نے بھی تو فلاں وقت دینے کا اقرار کیا تھا یعنی قادیان میں مرزا صاحب کی زیارت کے لئے آئے تھے مدعا علیہ کہتا ہے ہاں میں زیارت کے لئے آیا تھا زیارت کرنے کے بعد ہی اس نتیجہ پر پہنچا کہ

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامے کے سوا ہیچ

اس مضمون کے متعلق مفصل بحث ہماری کتاب نا قابل مصنف مرزا میں دیکھئے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ دسمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۸ محرم ۱۳۶۵ھ جلد ۴۲ نمبر ۵۰ ص ۴۔۵)

قادیانی تفسیر نویسی کا ڈھونگ

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء کو چیلنج دیا تھا کہ میرے سامنے بیٹھ کر تفسیر نویسی کیجئے۔ جن علماء کو آپ نے مخاطب کیا تھا، ان میں خاکسار بھی ایک تھا، مگر اول مخاطب پیر مہر علی شاہ صاحب مرحوم گولڑہ والے تھے۔ میدان مقابلہ مع تاریخ لاہور مقرر ہوا۔ پیر مہر علی صاحب موصوف تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ گئے مگر مرزا غلام احمد، جن کا دعوی تھا: ا لا اننی فی کل حرب غالب۔ (میں ہر مقابلے میں غالب رہونگا)، بغرض مقابلہ تاریخ مقررہ پر لاہور نہ پہنچے۔ اہل اسلام نے شاہی مسجد میں جلسہ کر کے حالات پبلک کو سنا دیئے۔

بحکم الولد سر لا بیہ مرزا غلام احمد کے فرزند میاں محمود احمد نے بھی علماء کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ یہ سمجھ کر کہ چیلنج دینے میں کیا حرج ہے۔ آخر ہمارے مرید بات تو وہی مانیں گے جو ہم کہیں گے کیونکہ وہ تو اپنے عقیدہ کے ایسے پکے ہیں کہ ان کا قول ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

بڑے میاں تو خیر کم وبیش عربی جانتے تھے چھوٹے میاں سبحان اللہ، عربی تو کجا انٹرنس تک ہر ایک جماعت میں فیل ہوتے رہے (لیکچر لائل پور)۔ یہ ابا جی سے بھی بڑھ گئے۔ میرے ساتھ ہی اپنے سگے بھائی مولوی محمد علی کو بھی بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔

انہوں نے کیا جواب دیا، یہ تو وہی بتائیں گے، میں نے تو صاف لفظوں میں چیلنج قبول کیا۔ چنانچہ پرانے حوالے اخبار اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر میں شائع کر چکا ہوں۔ ناظرین انہیں غور سے پڑھیں۔ ان کے جواب میں الفضل کے نامہ نگار نے الفضل ۸ دسمبر ۱۹۴۵ء میں ایک نوٹ درج کرایا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے چیلنج منظور کیا مگر سیدھی راہ سے نہیں۔ سیدھی راہ سے ان کی مراد یہ تھی اور اب بھی ہے کہ میاں محمود احمد کتب لغت اور نجوم الفرقان وسابقہ تفسیریں بھی ساتھ رکھیں گے، مولوی ثناء اللہ نے ان باتوں سے انکار کر کے گویا سیدھی راہ سے چیلنج قبول نہیں کیا۔

حکماء کا قول ہے کہ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے آدمی کو بہت سے جھوٹوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ میں انہی دنوں کا ایک حوالہ پیش کر دیتا ہوں جن دنوں میاں محمود احمد کو تفسیر نویسی کا شوق ہوا تھا اور آپ نے اپنے کمال علم اور لیاقت کا اظہار کرنے کو یہ لکھا تھا میرا دعوی یہ نہیں کہ میں عربی میں ماہر ہوں یا میں ایسا ہوں ویسا ہوں اس لئے میں کتب لغت اور نجوم الفرقان و کتب تفسیر بھی ساتھ رکھوں گا۔ میں نے مرزا محمود احمد کو دروازے تک پہنچانے کیلئے آخری نوٹ جو لکھا وہ ناظرین کیلئے عموماً اور قادیانیوں کے لئے خصوصاً قابل دید اور لائق غور ہے وہ نوٹ یہ ہے

پس اے احمدی دوستو! سن رکھو ہم اور علماء کی طرح تمہارے بے قدر نہیں کہ تمہاری آواز کو ہواء شتر جان کر خاموش رہیں بلکہ تمہارے دل سے قدردان ہیں۔ پس سیدھے ہو کر چلو اور بٹالہ، امرتسر یا لاہور میں آجاؤ اور سادہ قرآن شریف لے کر ہمارے سامنے تفسیر القرآن لکھو۔ لو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ حسب خواہش خود کلید قرآن عربی اور اردو تفسیرات سابقہ بھی ساتھ رکھ لو۔ مگر وقت محدود ہوگا، تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد۔ (مرقع قادیانی جنوری ۱۹۳۲ء ص ۳۰)

قادیانی ممبرو! سنتے ہو اور جانتے بھی ہو میں کون ہوں ؟

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ وہ نکات اور معارف جو فریقین بتائیں گے لغت عرب کے ماتحت ہوں گے۔ ایسا نہیں کہ مولوی عبدالرب دہلوی کے وعظ کی طرح

ہوں (مولانا احمد حسن کانپوری مرحوم جو استاد منطق تھے صدرا ، یا قاضی مبارک وغیرہ میں جہاں کہ سبق آسان آتا،فرماتے جلدی چلو آج مولوی عبدالرب کا وعظ ہے۔ہم پوچھتے کہ حضرت اس مثال کے کیا معنی ۔فرماتے مولوی صاحب مرحوم کا وعظ یہ ہوتا تھا کہ فالعا دیات ضبحا کا مطلب ہے محرم کا حلوہ پکایا کرو۔ مجھے یقین ہے کہ خلیفہ قادیان کے معارف ونکات بھی ایسے ہی ہونگے جن کا نمونہ ان کی تفسیر کی جلد اول میں ملتا ہے جو بالکل اس شعر کا مصدق ہے

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ یا ایھا الساقی ادر کاسا و نا و لھا) و العادیات ضبحا کا نکتہ معرفت یہ ہے کہ محرم کا حلوہ پکایا کرو۔ پس اس شرط کو ملحوظ رکھ کر آؤ اور جلدی آؤ ،مگر میں کہے دیتا ہوں کہ نہیں آؤ گے اور ہرگز نہیں آؤ گے کیوں

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۶۵ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۵ ص ۴۔۵)

....

ہفت روزہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۹۴۶ء سے

مرزا قادیانی اور یاجوج ماجوج برطانی

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء میں مولانا مودودی کے خطاب میں لکھا گیا تھا کہ قرآن مجید سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوسفؑ کافر بادشاہ کے ماتحت انتظام حکومت کرتے تھے۔اس سے یہ نتیجہ برآمد ہوتا ہے کہ حکومت کافرہ کی ملازمت جائز ہے ۔ اس پر اخبار الفضل ۱۲ دسمبر ۱۹۴۵ء میں ایک قابل نامہ نگار نے اہل حدیث پر اعتراض کیا ہے کہ غیر احمدی مسلمان مرزا صاحب قادیانی پر جو اعتراض کرتے آئے ہیں کہ مسیح موعود ایک غیر مسلم سلطنت میں کیوں رہے، یہ اعتراض اہل حدیث کے اس فقرہ سے ملیا میٹ ہو جاتا ہے۔

مطلب آپ کا یہ ہے کہ جیسے حضرت یوسفؑ غیر مسلم حکومت میں رہے ویسے ہی ہمارے مرزا صاحب بھی غیر مسلم حکومت میں رہے تو اس میں کیا حرج ہے۔

میں (ثناء اللہ) کہتا ہوں کہ یہ جواب غلط ہے۔ اس وجہ سے کہ مرزا

صاحب قادیانی نے انگریزوں اور دیگر اقوام یورپ کو یاجوج ماجوج لکھا ہوا ہے (حمامۃ البشری) حضرت یوسفؑ کی حکومت غیر مسلم یاجوج ماجوج نہ تھی۔ یاجوج ماجوج کے لئے قرآن مجید میں الفاظ مفسدون فی الارض آئے ہیں۔ پس اس لحاظ سے انگریزی حکومت بقول مرزا صاحب قادیانی قضیہ مشروطہ عامہ کے حکم میں ہے حضرت یوسفؑ والی حکومت غیر مسلم مطلقہ کے حکم میں تھی مشروطہ عامہ پر جو حکم لگایا جائے بسا اوقات مطلقہ عامہ اس کا متحمل نہیں ہوتا

قادیانی علم وفضل کے دعویدارو! الیس منکم رجل رشید۔

الفضل کے قابل نامہ نگار نے دوسری بات یہ کہی ہے کہ ہمارے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ کہا تھا کہ مجھ پر کوئی اعتراض ایسا نہ کرو جو پہلے نبیوں پر وارد ہوتا ہو۔ بے شک ہم ایسا اعتراض نہیں کرتے اور نہ کرنا جائز سمجھتے ہیں۔ پس آپ ہوشیار ہو کر اور سینے پر پتھر باندھ کر سنیئے! ہم صرف ایک ہی بات کہتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کے وعدے محبوبہ سعاد سے بڑھ کر نہ تھے جس کی بابت اس کے عاشق صادق نے کہا ہے:

لا يغرنك ما منّت وما وعدت
ان الامانی و الاحلام تضليل

یعنی میری محبوبہ سعاد جو وعدہ کرے اس سے فریب نہیں کھانا چاہیے کیونکہ اس کے وعدے سراسر جھوٹ اور اغلاط کے طومار ہوتے ہیں

قادیانی ممبرو! کیا اس اصول کو پختہ پکڑ کر ہمارے سامنے آسکتے ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۲۹ محرم ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱ ص ۵۔۶)

مرزا قادیانی اور مولوی سعد اللہ لدھیانوی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۶ نومبر ۱۹۴۵ء میں اس بات کا ذکر آگیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی غصہ میں بدگوئی کرتے ہوئے آپے سے باہر نکل جاتے تھے۔ مولوی سعد اللہ لدھیانوی کو انہوں نے زانیہ کا بیٹا لکھ دیا، حالانکہ مولوی سعد اللہ مرحوم

نے ان کی والدہ ماجدہ کو ایسے مکروہ الفاظ سے کبھی یاد نہیں کیا۔

اس کے جواب میں الفضل قادیان کے ایک نامہ نگار نے قادیانی علم کلام کے طریق پر سوال از آسماں جواب از ریسماں، کے مطابق یہ جواب دیا ہے کہ مولوی سعد اللہ نے اپنی نظموں میں بہت برے لفظوں سے مرزا صاحب قادیانی کا ذکر کیا ہے چنانچہ مولوی سعد اللہ مرحوم کے چند اشعار بھی نقل کئے ہیں جو یہ ہیں:

ارے او بے وفا غدار مرزا۔ارے پر فتنہ و مکار مرزا
ارے او خود غرض خود کام مرزا۔ارے منحوس نا فرجام مرزا
مسیح کاذب و مہدیء کذاب۔سراپا جھوٹ کے انبار مرزا
ڈبویا قادیان کا نام تو نے۔کہیں کیا اے بدو بدنام مرزا
ہوا بحث نصاری میں بآخر ۔مسیحائی کا یہ انجام مرزا

(الفضل قادیان ۲۹ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۳)

حضرت مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ ان اشعار سے راقم مضمون نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ مولوی سعد اللہ، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں سخت بد گو تھے۔ ہم بھی مانتے ہیں وہ سخت گو تھے لیکن ہمارا سوال یہ تھا کہ سعد اللہ مرحوم نے مرزا صاحب قادیانی کی والدہ ماجدہ کو ان الفاظ سے یاد نہیں کیا جن لفظوں سے مرزا غلام احمد نے مولوی سعد اللہ کی والدہ کا ذکر کیا ہے۔ یعنی اس کو بغاء (زانیہ) لکھا ہے۔

قانون رائج الوقت کی دفعہ ۵۰۰ میں ذکر ہے کہ کسی مصنف کے حق میں بدگوئی کرنا جو اس کی تصنیف اور دعوے سے تعلق رکھتی ہو توہین نہیں ہے، مگر اس حد سے تجاوز کر کے اس کو حرام زدہ وغیرہ کہنا، یہ سزا کا مستوجب ہے۔ قادیانی ممبرو! قرآن و حدیث سے تم اگر دور ہٹ گئے ہو، تو قانون وقت سے تو دور نہیں ہو سکتے۔ مرزا غلام احمد مولوی سعد اللہ پر ان کے الفاظ مذکورہ کی بنا پر دفعہ ۵۰۰ کے ماتحت استغاثہ نہیں کر سکتے تھے، مگر سعد اللہ مرحوم، مرزا غلام احمد کے الفاظ کی بنا پر استغاثہ کر سکتا تھا۔ اور اگر اس نے زندگی میں نہیں کیا مگر یوم الجزاء کو جب منشی سعد اللہ لدھیانوی کی والدہ قذف (تہمت زنا) پر استغاثہ دائر کرے گی، تو مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے حواری کیا جواب دیں گے۔ یہی نا، جو کسی شاعر نے اپنے ظالم معشوق کے حق میں کہا ہوا ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۲۹ محرم ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ا ص ۶)

سیٹھ عبداللہ الہ دین کی دعوت منظور

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کو ہمارے ناظرین جانتے ہوں گے۔ آپ بھولے بھالے بزرگ ہیں۔ قادیانی محبت میں ایسے گرویدہ ہیں کہ شعر مندرجہ ذیل گویا ان کی زبان پر جاری ہے۔ آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو مخاطب کر کے کہتے ہیں:

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جا

جنوری ۱۹۲۳ء میں جب میں حیدر آباد دکن گیا تو انہوں نے مجھے بتکذیب مرزا حلف اٹھانے کا انعامی اشتہار دیا جس کو میں نے وہیں منظور بھی کر لیا مگر آپ دعوت دے کر سامنے نہ آئے۔ اس کے بعد قادیانی اخبار الفضل کے ذریعہ چورن فروشوں کی طرح اشتہار دیتے رہے، جن کے جوابات ناظرین کی نظر سے گذرتے رہے ہیں۔ آج ایک خاص مضمون اسی سلسلہ کا ناظرین کے سامنے لاتا ہوں۔:

مولوی ثناء اللہ صاحب سلسلہ عالیہ احمدیہ کے سب سے بڑے مخالف سمجھے جاتے ہیں۔ ان کو یہ چیلنج دیا گیا کہ وہ اس سلسلہ کے خلاف جو عقاید رکھتے ہیں وہی عقاید ایک پبلک جلسہ میں حلفاً بیان کریں تو ان کو اکیس ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر اکیس سال کا عرصہ ہوتا ہے کہ وہ ٹالتے ہی رہتے ہیں... مولوی ثناء اللہ کیلئے دوسرا انعام، آخری فیصلہ کی دعا کے متعلق حلف اٹھانے پر گیارہ ہزار روپیہ انعام (الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء ص ۳)

اس مضمون کے پہلے حصے کا جواب اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۴ء میں دیا گیا تھا کہ میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں، آپ رقم لے کر مقام دہلی امرتسر لاہور

یا بٹالہ آ جایئے۔اس پر بھی وہ نہ آئے تو میں نے شعر مندرجہ ذیل پر مضمون ختم کر دیا

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کرو گے
کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

اس سے فراغت پا کر میں دوسرے حصہ کا ذکر کرتا ہوں جو آخری فیصلہ کے متعلق ہے۔سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے دعوی کے الفاظ مکرر پیش کرتا ہوں۔ ناظرین اسے دوسری دفعہ پڑھ کر ذہن میں رکھیں

مولوی ثناء اللہ صاحب کے لئے دوسرا انعام۔آخری فیصلہ کی دعا کے متعلق حلف اٹھانے پر گیارہ ہزار روپیہ انعام۔(الفضل ۱۱ جون ۱۹۴۴ء)

موصوف نے اس حلف کی تفصیل نہیں بتائی کہ اس کا مضمون کیا ہوگا۔کیا یہی ہوگا کہ آخری فیصلہ کا اشتہار مرزا صاحب قادیانی کا ہے یا نہیں یا کچھ اور۔ بہر حال آپ اسکی تفصیل شائع کریں تو میں اس کے متعلق اپنی آمادگی کا اظہار کرونگا۔

میں اس میں حیران تھا کہ آخری فیصلہ کا مضمون بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے کیونکہ احمدیت اور محمدیت کا فیصلہ اسی پر موقوف ہے مگر لدھیانہ کے مباحثہ میں جو اپریل ۱۹۱۲ء میں ہوا تھا فریق ثانی کی شکست پر مجھے تین سو روپیہ انعام ملا تھا۔ جو کام کی حیثیت سے بہت کم تھا۔اب معلوم ہوا کہ قدرت کو منظور ہے کہ کام کی اہمیت کے مطابق مجھ کو انعام دلوائے۔اس لئے خدا نے سیٹھ عبداللہ الہ دین کے دل میں ڈالا کہ اس مضمون کے متعلق گیارہ ہزار روپیہ انعام کا وعدہ شائع کرے۔اس لئے میں بلند آواز سے اعلان کرتا ہوں، آپ اس کے متعلق اپنی مطلوبہ حلف کے الفاظ شائع کر دیں مگر یہ یاد رہے کہ وہ الفاظ ایسے ہوں جن کی شرع محمدی اجازت دیتی ہو۔ یہ نہیں کہ آپ اپنی من مانی باتیں اس میں درج کر دیں۔آپ کو یاد ہوگا نہیں تو آپ یاد رکھیں کہ میں کون ہوں؟ میں وہی ہوں جس کی بابت عرب کے شاعر نے کہا ہے

اذا القوم قالوا من فتی قلت اننی
اتیت فلم اکسل ولم ابتلد

ترجمہ اس شعر کا قادیانی علماء سے پوچھئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۶ صفر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲ ص ۴)

بندہ نے سالانہ جلسہ قادیان پر کیا دیکھا

بندہ امسال جب سالانہ جلسہ قادیان پر گیا تو جماعت احمدیہ دو فرقوں میں منقسم دیکھی۔ ایک انجمن خدام الاحمدیہ۔ دوسری انجمن انصار الاحمدیہ۔

انجمن خدام الاحمدیہ کا سالانہ جلسہ دیکھا

ان کے خلیفہ وقت کی تقریر بھی سنی۔ مگر خدا کو حاضر ناظر جان کر ذوالجلال کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے فقط احمدیہ حضرات کا جلسہ دیکھ کر جتنی مرزائیت سے نفرت ہوئی اتنی احرار کا جلسہ دیکھنے اور اس میں خلاف مرزائیت تقریریں سننے سے نہیں ہوئی۔

انجمن انصار الاحمدیہ کی طرف سے (مرزائیوں کا دوسرا گروہ جو موجودہ خلیفہ قادیان کو قابل خلافت نہیں سمجھتے، جو وہاں قادیان ہی میں مقیم ہے) ایک پوسٹر قلمی جو برسر بازار بورڈ پر چسپاں تھا، دیکھا جس کی من وعن بندہ نے نقل کر لی تھی اور میرے ساتھ ڈائری لینے والوں نے بھی نقل کی تھی، وہ اخبار اہل حدیث میں بغرض اشاعت بھیج رہا ہوں۔

مرزا محمود احمد مصلح موعود قادیان کو مبلغ ایک ہزار روپئہ کا انعامی چیلنج

فتمنوا المو ت ان كنتم صادقين۔ ترجمہ۔ اگر تم سچے ہو تو موت کی تمنا کرو۔ یعنی میدان مباہلہ میں نکلو۔ آپ نے ہمارے سیدو آقا حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد متونی) کی عظیم المرتبہ پیشگوئی المصلح الموعود کا مصداق ہونیکا دعوی کر دیا ہے حالانکہ مصلح موعود کی تعریف یہ بیان کی گئی ہے کہ وہ پاک ومطہر اور راست بازوں اور پاکوں کا بروز کامل ہوگا۔ اس کی آمد گویا خدا تعالی آمد ہوگی۔ لیکن آپ کے چال چلن کے متعلق آپ کے مخلص اور مرید اور مریدنیاں اپنے چشم دید واقعات کی بنا پر سخت سے سخت الزامات عائد کر رہے ہیں۔ جیسے بیان شیخ عبدالرحمن صاحب مصری۔ اگر چہ آپ کے نزدیک وہ تمام الزامات غلط اور جھوٹے ہیں تو حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے فتوی کا مندرجہ الحکم ۲ مارچ ۱۹۰۲ء۔ غرض مباہلہ صرف ایسے لوگوں سے ہوتا ہے جو اپنے قول

کی قطع اور یقین پر بِنا رکھ کر دوسرے کو مفتری یا زانی قرار دیتے ہیں۔، کے مطابق میدان مباہلہ میں نکلیں۔ اگر آپ مباہلہ کے لئے نکلیں تو ہم کم از کم بیس افراد ساتھ لے کر مباہلہ کرنے کو تیار ہیں تا کہ آپ کے سچا ہونے کی صورت میں آپ کے بیس مخالفین کی تباہی و بربادی سے ہمیشہ ہمیش کے لئے آپ کی پاکیزگی تقوی طہارت اور تعلق باللہ پر مہر لگ جائے اور آئندہ کسی بد باطن کو آپ کی ذات والاصفات پر جھوٹا الزام لگانے کی جرأت نہ ہو۔ مباہلہ کرنے کی صورت میں مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد اسی وقت آپ کو بطور انعام پیش کریں گے۔ اگر آپ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) کے فتوی کے مطابق الزامات سے بریت نہ فرماویں تو اس صورت میں آپ جھوٹے ثابت ہوں گے۔ اور آپ کے تمام تر بلند بانگ دعاوی غلط اور بے بنیاد تصور کئے جائیں گے۔ نیز جو دوست جناب خلیفہ صاحب کو مباہلہ کے لئے آمادہ کریں ان کو بھی بطور انعام مبلغ دوسو روپیہ پیش کیا جائے گا۔ پس گواہ رہ اے زمین و آسمان، اور گواہ رہ اے زمین و آسمان کے خالق و مالک کہ ہم نے اپنی طرف سے فیصلہ میں کوئی کوتاہی نہیں کی۔ ہم اپنے فرض سے سبکدوش ہیں۔ وماعلینا الا البلاغ

(نوٹ: بارہ سو روپیہ کے بارہ میں ہر طرح سے تسلی کرائی و دلائی جاسکتی ہے۔ سکرٹری ڈاکٹر محمد عبداللہ کامل)

۔المشتہر: پریذیڈنٹ انجمن انصار الاحمدیہ۔ حکیم عبدالعزیز قادیان،،

الراقم۔ شیر محمد معمار مخدوم پوری ضلع ملتان ۲ جنوری ۱۹۴۶ء

سیٹھ عبداللہ الہ دین کہاں ہیں؟ کیوں یہ انعام حاصل نہیں کرتے کیا اپنے غلط انعامی اعلان کی طرح اس کو بھی غلط سمجھتے ہیں۔ یہ تو مقدس مقام قادیان سے شائع شدہ ہے۔

دوسری شہادت:

میں بزعم خود اسلامی فرقوں میں احمدیہ جماعت کو مقرر مبلغ اور کارکن فرقہ سمجھتا تھا۔ میں بڑے شوق ذوق سے بہت سی امنگیں دل میں رکھ کر سفر کے مصائب اور موسم کی جانکاہ سردی کی مزاحمت جھیل کر وہاں پہنچا، تو کیا دیکھا کہ مثل سراب ایک دھوکہ تھا۔ میں سمجھتا تھا کہ نئی روشنی کے ذریعہ جو عامۃ الناس میں الحاد پھیل رہا ہے اور ارکان اسلامی سے تغافل و تساہل کی وبا عام ہو چکی ہے، یہ لوگ توحید اور جملہ ارکان

اسلامی پر فلسفیانہ اور نیچرل (قدرتی) طور خداوند تعالی کا جملہ پیغمبروں کو یکے بعد دیگرے مبعوث کرنا مقصد ذوالجلام کی وضاحت بالبداہت بطریق احسن فرمائیں گے۔مگر وہاں جا کر کیا دیکھا کہ ان کے متعلق تذکرہ کیا نام تک بھی نہ تھا۔ جس سے بخدا یقین ہو گیا کہ یہ اسلامی فرقہ کیا بلکہ اسلام سے متضاد گروہ ہے:

ہم نے تو سمجھا تھا کہ جلسہ سے کچھ جانیں گے
پر جانا تو کیا جانا کہ کچھ نہ جانا

مگر نہیں، بہت کچھ جانا۔ان کا مختصر اسلامی مزعومہ اصول فقط یہی دیکھا کہ مرزائی مردم شماری بڑھائی جائے اور اس میں چندہ زیادہ سے زیادہ دیا جائے۔فقط۔

حضرت صاحب جن کو کہتے تھے، ان کی تقریر سنی۔آپ نے نہایت عمدہ طریق سے واضح کر کے جماعت کے مبلغین کے خرچ کو زیادہ سے زیادہ دکھانے کی کوشش کی اور اپنے مریدوں کو تحریک جدید میں زیادہ سے زیادہ حصہ لینے کی تاکید فرمائی۔ان سے پہلے احمدیہ جماعت کی صاحب اقتدار ہستی اٹھی جن کا اسم گرامی سر ظفر اللہ تھا انہوں نے اپنی ایک تصنیف شدہ کتاب کے متعلق مؤثر انداز میں خرید کرنے کی جماعت کو تلقین فرمائی۔اور اس بات کے سوا مطلق کوئی تذکرہ نہ کیا۔

دوسرے دن پھر حضرت صاحب جن کو جماعت مذکورہ کے لوگ سیدنا حضرت امیر المومنین کہتے ہیں، آپ نے اپنی تفسیر خود ساختہ کے متعلق وہ مضمون نویسی دکھلائی کہ ایک ہوشیار دوا فروش جو بازاروں میں کھڑے ہو کر عجیب انداز سے لوگوں کو اپنی ادویہ خریدنے پر مجبور کرتا ہے، ویسے ہی آپ نے فرمایا کہ یہ تفسیر فقط ڈیڑھ ہزار باقی ہے، پھر تو آپ کو پچیس تک بھی ملنی محال ہو جائے۔کاغذ اگرچہ سستا ہو گیا تو بھی تقریباً یہی موجودہ قیمت ہو گی۔لہذا کاغذ سستا ہونے کا بھی انتظار نہ کرو۔ابھی خرید لو۔

الغرض سارے جلسہ کا خلاصہ مرزا غلام احمد کی نبوت کا ڈھونگ۔مرزا محمود احمد کی رؤیا صادقہ میں فرشتوں کا آنا، اور مرزائی تصنیفات کی خریداری کی اپیل بانگ دہل تھی۔ اسکے سوا کچھ نہ تھا۔ راقم: حکیم غلام قادر سند یافتہ پنجاب یونیورسٹی لاہور۔مخدوم پور ضلع ملتان (اہل حدیث امرتسر ۱۸ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۱۳ صفر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳ ص ۴-۵)

مرزا کے خلاف آواز، قادیان سے

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم دیکھتے ہیں دنیا میں بہت سے پیشہ ورغلط گو بھی اپنی غلطی کو ثابت کرنے کے لئے ملمع سازیاں کرتے ہیں، مگر کبھی کبھی قدرت بھی اپنا تصرف دکھاتی ہے کہ ان کے منہ سے بھی سچی بات نکل جاتی ہے۔ اس کا ثبوت ہم کو یوسف زلیخا کے قصے میں ملتا ہے۔ ہر چند زلیخا نے اپنی غلط گوئی کو حق گوئی کی شکل میں دکھایا لیکن آخر اس کے منہ سے نکل گیا راودته عن نفسه (سورہ یوسف:۳۲) میں نے ہی اس کو گمراہی کی طرف مائل کیا۔ اسی طرح قادیانی اخبار بلکہ خود قادیانی تحریک کے بانی اپنی طاقت لسانی سے اپنے غلط دعوے کو صداقت کی شکل میں دکھانے کے مشاق ہیں، مگر قدرت ان پر بھی متصرف ہے کہ وہ ان سے بھی کبھی کبھی ایسے طریق سے حق کا اظہار کرا دیتی ہے کہ انہیں خبر بھی نہیں ہوتی

لطیفہ اظہار حق: ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قادیانی اہل قلم اور اہل زبان تحریرات مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پورے واقف نہیں ہیں۔ اگر ہیں تو دانستہ حق چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ یہ بھی کئی دفعہ بطور ہمدردی کے اظہار کر چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کسی تحریر کا حوالہ پوچھنا ہو تو ہم سے پوچھ لیا کریں

ناظرین کرام! گذشتہ واقعات کے علاوہ آج بھی ہم اپنے دعویٰ کا ثبوت پیش کرتے ہیں۔ ہمارا یہ دعویٰ متکبرانہ نہیں ہے بلکہ ابوحمید ساعدی صحابیؓ کے دعوے کی طرح ہے جس نے صحابہ کے مجمع میں کہا تھا۔ انا اعلمكم بصلوة رسول الله صَلیَ اللہ علیہ وسلم (سنن ترمذی) (میں تم سب سے زیادہ آنحضرت ﷺ کی نماز جانتا ہوں)۔ موصوف کا یہ دعویٰ متکبرانہ نہیں تھا بلکہ اظہار واقعہ کے لئے تھا۔ اسی طرح میں بھی کہتا ہوں انا احفظكم بكلام مرزا۔ کیوں: عمر گذری ہے اسی دشت کی سیاحی میں

پس ناظرین توجہ سے سنیں۔ الفضل قادیان مورخہ ۷ جنوری ۱۹۴۶ء میں مسلمانوں کی گمراہی اور بدحالی کا ذکر ان لفظوں میں کیا گیا ہے:

موجودہ زمانہ تو انتہائی گمراہی اور جہالت کا ہے۔ ایک طرف دنیا میں مادہ پرستی الحاد اور

دہریت کا زور ہے خود مذاہب کے ماننے والوں میں بھی خدا تعالی پر کامل ایمان نہیں اور وہ اس کے عرفان سے محروم ہیں اور دنیا کی سفلی زندگی کو اپنا مقصد بنا رہے ہیں مسلمان اپنی حالت پر خود مرثیہ خوان ہیں۔ (الفضل ۷ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۶)

ہم مانتے ہیں یہ اقتباس مسلمانوں کی حالت زار کا آئینہ دار ہے۔ خواجہ حالی مرحوم نے بھی سچ کہا ہے جن کا شعر الفضل نے خود نقل کیا ہے:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی۔ اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

اب ہمارا سوال یہ ہے کہ حالت موجودہ کے متعلق جناب مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے کیا فرمایا ہوا ہے۔ وہ غور کے قابل ہے۔ الفضل جو چاہے سو کہے اس کی بات سند نہیں ہے، سند تو بڑے میاں کا کلام ہے۔ اسے ہم پیش کرتے ہیں۔ موصوف نے دنیا کی عمر آدم سے لے کر فنا دنیا تک سات ہزار سال لکھی ہے۔ پھر ان سات ہزار کو ہدایت اور گمراہی کے لحاظ سے تقسیم کیا ہے۔ چھٹے ہزار کو بزبان رسالت فیج اعوج (سخت گمراہی کا زمانہ) بتایا ہے اس کے بعد ساتویں ہزار کی بابت یوں ارشاد کرتے ہیں:

ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۶۔۷)

ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی کے اس کلام کو ملحوظ رکھیں اور الفضل اور دیگر اتباع مرزا سے پوچھیں کہ مرزا صاحب کا فرمان کہ ساتواں ہزار ہدایت کا ہے، اور الفضل قادیان کا یہ کہنا کہ اس زمانہ میں سراسر گمراہی ہے، ان دونوں میں سے سچا کون ہے۔ ہم سے کوئی سچی شہادت پوچھے تو ہم الفضل کی تصدیق اور تائید کریں گے۔ اس کے بعد ہم الفضل اور اتباع مرزا سے پوچھیں گے کہ وہ کس کلام کی تصدیق کرتے ہیں۔ یعنی ساتویں ہزار کو جو موجودہ زمانہ ہے ہدایت کا زمانہ مانتے ہیں یا گمراہی کا۔ گمراہی کا زمانہ مانتے ہیں تو مرزا غلام احمد کا کلام غلط ٹھہرتا ہے۔ ہدایت کا مانتے ہیں تو واقعات اس کی تردید کرتے ہیں اسلئے ہم امت مرزا کے بیان کے منتظر ہیں کہ وہ کیا کہتی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرزائیوں سے مرزا غلام احمد کی جانبداری پا کر پبلک کو یہ کہنے کا موقع ملے:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہء خمار دارد پیر ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء مطابق ۲۰ صفر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴ ص ۴۔۵)

عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کو جواب الجواب

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب ان لوگوں کے سے دل و دماغ کے بزرگ ہیں، جن کا قول تھا قلو بنا غلف (ہمارے دل بالکل محفوظ ہیں)۔

وجہ یہ ہے کہ اپنی رائے سے تو کچھ کرتے نہیں، قادیانی مبلغ ان پر مسلط ہیں جو چاہتے ہیں ان سے لکھوا دیتے ہیں اور شائع کر دیتے ہیں۔ اس میں نہ ان کو صدق کلامی سے مطلب ہوتا اور نہ غلط بیانی سے اعراض۔

کیوں نہ ہو، آپ اس نبی کے امتی ہیں جن کو اس وصف میں خاص کمال تھا جس کی مثال یہی کافی ہے کہ ۱۹۰۲ء میں موصوف نے بذریعہ کتاب اعجاز احمدی مجھے قادیان پہنچ کر گفتگو کرنے کی دعوت دی۔ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ میرے لئے انعام بھی رکھا۔۱۲ جنوری ۱۹۰۳ء کو میں قادیان جا پہنچا اور اپنے پہنچنے کی اطلاع دی۔کسی نے حضرت مرزا صاحب کو بھی خبر کر دی کہ ثناء اللہ آ گیا ہے۔فرمایا:

ہمیں کیا؟ ہزاروں رو آتے ہیں (بدر جنوری ۱۹۰۳ء) اور جاتے ہیں۔

جس پر میرے منہ سے بے ساختہ نکلا

مجھے قتل کر کے وہ بھولا سا قاتل۔لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے

میرے اطلاعی خط کے جواب میں ایک معزز آدمی بسر کردگی مولوی سرور شاہ مرزا غلام احمد کا خط لے کر آیا، جو آج تک میرے پاس محفوظ ہے۔شائد موقعہ ملا تو کسی نمائش میں رکھ کر ناظرین کو زیارت کرنے کا موقعہ دونگا۔اس خط میں لکھا تھا کہ: میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا۔(حالانکہ جھوٹ سراپا کذب اورافتراء ہے۔جو مرزائی اس وعدے کا ثبوت دے ہم اس کو سو روپیہ انعام دینے کا اعلان کئی دفعہ کر چکے ہیں۔ثناء اللہ) تمہارے منہ میں لگام دے کر تم کو بٹھایا جائیگا تم کو صم بکم ہو کر میرا بیان سننا ہوگا۔

اس پر میرے منہ سے بے ساختہ نکلا

کیونکر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کرو گے۔کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

سکندر آبادی سیٹھ صاحب اس نبی کی امت کے اعلی رکن ہیں، پھر کیوں نہ

اپنے نبی کی سنت کا اتباع کریں جن کی شان میں یہ شعر بہت موزوں ہے:

لا تدوم علی حال تکون بھا
کما تلون فی اثوابھا الغول

(میری محبوبہ اپنے وعدے پر پختہ نہیں رہتی بلکہ وہ جنگلی چھلاوے کی طرح مختلف شکلیں بدلتی رہتی ہے)

۱۹۲۳ء میں جب میں حیدرآباد دکن گیا، آپ نے انعامی اشتہار دینا شروع کیا۔ جس کا جواب میں نے حیدرآباد ہی میں دے دیا جو کئی دفعہ اخبار اہل حدیث میں شائع ہو چکا ہے۔ ان سب جوابوں میں آپکی انعامی رقم کو نظر انداز کر کے آپکے ایمان کی خیر مناتا رہا۔ یعنی یہی کہتا رہا کہ آپ اپنی انعامی رقم اپنے پاس رکھئے ما آتانی الله خیر مما آتاکم مجھے اس سے مطلب نہیں۔ مگر جب آپ زیادہ ہی مصر ہوئے اور اخبار الفضل قادیان مورخہ ۱۱ جون ۱۹۴۴ء میں آپ نے ایک مضمون حلف میرے سامنے پیش کیا، تو میں نے فوراً اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۴ء میں اس چیلنج کو قبول کر لیا اور لکھا کہ آپ اپنی موعودہ رقم لے کر دہلی یا لاہور یا امرتسر میں آجائیے۔

اس کے جواب میں آپ نے پھر قادیانی نبی کی طرح پہلو بدلا۔ چنانچہ ایک اشتہار حیدرآباد سے چھپا ہوا میرے پاس پہنچا ہے جس میں آپ نے اخبار اہل حدیث ۲۶۔ اکتوبر ۱۹۴۵ء نہ پہنچنے کی شکایت کی ہے۔

جواباً عرض ہے کہ دفتر اہل حدیث امرتسر میں عام قانون ہے کہ جس کے متعلق کچھ لکھا جائے اس کو پرچہ بھیجا جاتا ہے۔ ہمارا دستور العمل پنجابی نبی کی طرح نہیں ہے جنہوں نے حقیقۃ الوحی مجھے بھیجنے کا وعدہ کیا تھا مگر جب چھپ گئی تو کتاب بھیجنے سے انکار کر دیا (الحکم ۱۳ جون ۱۹۰۷ء)۔ ممکن ہے اخبار اہل حدیث امرتسر ڈاک کی غلطی سے نہ ملا ہو، لہذا آپ کی شکایت بے جا نہیں ہے تو قابل توجہ بھی نہیں ہے۔

اب سنیئے اصل مسئلہ: کسی منکر نبوت کا انکار کرنا، محض انکار ہی موجب سزا ہے۔ خاص کر جب وہ تکذیب رسالت پر حلف بھی اٹھائے تو مزید سزا کا مستوجب ہو جاتا ہے۔

اس کے لئے سال یا چھ ماہ یا ہفتے کی حد لگانا کسی آیت اور حدیث سے ثابت نہیں ہے۔ نصاریٰ نجران جب آنحضرت ﷺ کے مقابلے کے لئے آئے اور آپ نے ان کو مباہلے کی دعوت دی انہوں نے مباہلہ سے انکار کیا۔ اس موقعہ پر حضور ﷺ نے ارشاد

فرمایا اگر وہ مباہلہ کرتے لا ضطر م علیھم الوادی (تفسیر معالم)۔ وہی میدان ان کے لئے آگ ہو کر ان کو بھسم کر دیتا۔

قرآنی آیات احادیث اوران واقعات سے ثابت ہوتا ہے کہ اول تو منکر رسالت پر حلف لازم نہیں ہے۔ اگر وہ کسی وجہ سے حلفیہ انکار کرے، تو فوراً اس کو سزا مل جائے گی۔ اس کے بعد آپ غور کیجئے کہ میں نے مرزا غلام احمد کے الہامی دعوے کی تکذیب پر ۱۹۲۱ء میں قادیان میں حلف اٹھایا جس کا ذکر اخبار الفضل ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں ملتا ہے۔ اس کے بعد اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء میں میں نے حلفیہ مضمون شائع کیا جس کو احباب دکن نے اشتہار کی صورت میں طبع کرا کر حیدر آباد اور دیگر اضلاع میں شائع کر دیا۔ اس کے علاوہ کئی دفعہ حلف کے تقاضے پر حلف اٹھایا۔

ان واقعات کے بیان کرنے کے بعد میں سیٹھ عبداللہ الہ دین اور ان کے دوستوں سے پوچھتا ہوں کہ میرے حلف اٹھانے کا اثر مجھ پر کیوں نہ ہوا۔ برخلاف اس کے مرزا غلام احمد اس دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس کا جواب قرآن شریف سے یہ ملتا ہے: امّا ما ینفع الناس فیمکث فی الا ر ض (الرعد:۱۷)۔ اسی کو کہتے ہیں: ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما۔ مختصر یہ ہے کہ حلف منکر رسالت پر لازم نہیں ہے۔ پڑھو آیت و یقو ل الذ ین کفروا لست مر سلاً (الرعد:۴۳)

جس امر پر شرع میں حلف واجب نہیں ہے، تم کون ہو اس پر حلف واجب کرنیوالے۔ اور اگر آپ حلف کی ضرورت ہی سمجھتے ہیں تو میں حلف بھی کئی دفعہ اٹھا چکا ہوں۔

قادیانی ممبرو! سن لو اور کان لگا کر سن لو میں اب بھی کہتا ہوں

خدا کی قسم مرزا صاحب اپنے دعوی الہام میں سچے نہ تھے۔

پس اپنا انعام فوراً بذریعہ منی آرڈر میرے پاس بھیج دو۔ میں اس میں سے خمس نکال کر باقی مصارف قرآنیہ پر خرچ کروں گا کیونکہ ہمارے ہاں لکھا ہے:

مال موذی نصیب غازی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم فروری ۱۹۴۶ء مطابق ۲۷ صفر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۵ ص ۴۔۵)

قادیانی مسیح کے آنے سے کیا فائدہ ہوا؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی پریس اپنے کام میں بڑا ہوشیار ہے۔ زمین و آسمان کے ایسے قلابے ملاتا ہے کہ شیخ چلی کی یاد تازہ ہو جاتی ہے۔ مثلاً کہا جاتا ہے کہ عیسائی مذہب کو ہم نے فنا کر دیا، آریہ سماج ہمارے سامنے مر گئی، مسلمان مباہلہ کرنے والا کوئی زندہ نہیں رہا۔ الغرض دہلی تک مارتے چلے گئے کوئی سامنے نہیں آیا۔

حال یہ ہے کہ تمام دنیا کفر و شرک بدعات اور بے دینی سے بھر پور ہے، بے دینی دن بدن غالب آ رہی ہے۔ حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب کا یہ دعوی تھا کہ یہ زمانہ جس میں ہم ہیں، دنیا کی عمر کا ساتوں ہزار ہے اور یہ ہدایت کا سال ہے (لیکچر سیالکوٹ)

اس کے برخلاف اخبار الفضل کا بیان سنیئے جو یہ ہے:

اس جنگ کے تھپیڑوں نے ان کی توجہات کو اور زیادہ ٹیڑھے رخ پر کر دیا ہے۔ پہلے سے زیادہ دہریت مادیت اور مذہب سے بے گانگت کا اظہار پایا جاتا ہے۔ مذہب سے دلچسپی میں کمی اور لا مذہبیت کی طرف میلان میں زیادتی ہوگئی ہے...

ذیل کے چند امور سے برطانیہ کی مذہبی حالت کا کچھ تصور ہو سکتا ہے

سب سے پہلی بات اس سلسلہ میں یہ ہے کہ چرچ کو ملک کی موجودہ مذہبی حالت سے بہت تشویش پیدا ہوگئی ہے ایک روز ریڈیو پر یہ خبر نشر کی گئی کہ چرچ کے ذمہ دار ارکان کی رائے میں چرچ کی روحانیت کا دیوالہ نکل گیا ہے اس لئے اس صورت حالات کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک مہم عظیم شروع کی جائے گی یہ خبر اخبارات نے چرچ کی طرف سے کفار کے خلاف مذہبی جنگ، کے عنوان سے یوں شائع کی ہے:

کل چرچ اسمبلی نے تبلیغ کے بارہ میں کمیشن کی ایک رپورٹ کو منظور کیا۔ اس رپورٹ میں یہ مطالبہ کیا گیا تھا کہ لا مذہبیت کے خلاف ایک وسیع اشاعتی مہم جاری کی جائے یہ تجویز کیا گیا کہ اشاعت و اشتہار پر دس لاکھ پونڈ کی رقم خرچ کی جائے۔ اس رپورٹ کو

بالاتفاق منظور کیا گیا۔ (الفضل قادیان ۲۳ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۶)

برطانیہ وہ ملک ہے جہاں قادیانیوں کے مبلغ کام کررہے ہیں بلکہ بقول اخبار قادیان خلیفہ قادیان (محمود) نے انگلستان جا کر ایک ہی لیکچر سے سارے انگلستان کو فتح کرلیا تھا جس کی وجہ سے قادیانی جماعت نے اپنے خلیفہ کو کنکرر آف انگلینڈ (فاتح انگلستان) کا خطاب دے دیا تھا۔ دوسرا ملک برطانیہ کا ہم پلہ امریکہ ہے، اس کو بھی مفتی محمد صادق نے اپنے لیکچروں سے فتح کیا تھا جس کی وجہ سے اس کو فاتح امریکہ کا لقب دیا گیا تھا۔

لطیفہ: جس کے مقابلے میں قادیان کا ہیرو (مرزا غلام احمد) شکست فاش کھا کر دنیا سے رخصت ہو گیا اس کو فاتح قادیان کہتے ہوئے کیوں ہچکچاتے ہیں۔ اس کا جواب قادیانی جماعت کا فرض ہے۔

خیر یہ جملہ معترضہ بطور لطیفہ کے ذکر کیا گیا ہے اب ہم اصل بات کا ذکر کرتے ہیں۔

برطانیہ کے بعد روس کا ملک خاص قابل توجہ ہے جس میں ایک دفعہ خدا کا بت بنا کر اس پر سنگین مقدمہ بنایا گیا تھا، اس جرم میں کہ تم نے اپنی مخلوق میں سے بعض کو امیر اور بعض کو غریب کیوں بنایا اس لئے تم پھانسی کے مستحق ہو۔ چنانچہ اس مصنوعی خدا کو پھانسی دی گئی۔

اس کے بعد فرانس، جرمنی، اٹلی وغیرہ چھوٹے موٹے ممالک گمراہی اور بے دینی میں ایک دوسرے سے بڑھے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی حال جاپان اور چین کا ہے جو خدا سے بھی منکر ہیں۔ آیئے ہندوستان میں، یہاں بھی دہریوں کی کمی نہیں ہے۔ دہریت کے علاوہ بت خانے بھی آباد ہیں۔ قبر پرستی مزار پرستی بکثرت ہو رہی ہے۔ اس کے علاوہ شراب خوری، جوا بازی، زنا کاری اور بدکاری کی بھی کمی نہیں ہے۔ بلکہ دن بدن زیادہ ہوتی جارہی ہے۔ ان سب واقعات کو سامنے رکھ کر قادیانی جماعت ہم کو بتائے کہ مسیح موعود کے آنے سے کیا فائدہ ہوا:

یہ مان لیا ہم نے کہ عیسیٰ سے سوا ہو۔ جب جانیں کہ درد دل عاشق کی دوا ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ فروری ۱۹۴۶ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۶ ص ۴-۵)

مرزا قادیانی اپنے مشن میں قطعاً ناکام رہے

اخبار الفضل قادیان کی شہادت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۴۵ء میں یہ مضمون شائع ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد نے جو دعوی کیا تھا اور اپنی بعثت کا انتہائی مقصد بتایا تھا، وہ پورا نہیں ہوا، اس لئے مرزا صاحب کو ہم کھلے لفظوں میں ناکام (فیل شدہ) سمجھتے ہیں کیونکہ انہوں نے بتایا تھا:

میرے آنے کا مقصد یہ ہے کہ کفر مٹ جائے گا اور مسلمان کامل متقی بن جائیں گے۔

نتیجہ جو نکلا اس کا ذکر ہم پرچہ مذکور میں کر چکے ہیں۔ اس کا جواب الفضل نے خوب دیا ہے۔ جواب کا خلاصہ یہ ہے کہ لوگوں نے مرزا غلام احمد صاحب کی اطاعت نہیں کی۔ قصور ان کا ہے مرزا صاحب کا نہیں (الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۴۶ء ص۲)

یہ جواب قادیان سے کوئی نیا نہیں آیا۔ آسمانی نکاح والی پیش گوئی پر جب اعتراضات ہوئے کہ آسمانی منکوحہ مرزا صاحب کے نکاح میں کیوں نہ آئی، تو مولوی اللہ دتا نے جواب دیا کہ اس کا خاوند مرا ہی نہیں، مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں کیونکر آتی۔

یا للعجب۔ ان لوگوں کا کیا ہی علم کلام ہے۔ کس قدر افسوس کا مقام ہے کہ یہ لوگ اتنا بھی نہیں جانتے، یا نہیں سمجھتے کہ جو امور تکوینی ہوتے ہیں یعنی قضا اور قدر میں مقرر ہو چکے ہوتے ہیں، ان کے اسباب خدا تعالی خود پیدا کر دیتا ہے۔

سنیئے! مسلمانوں کو غلبہ دینا مقدر تھا۔ سبب یہ بنایا کہ آنحضرت ﷺ کو کافروں کی جماعت خواب میں تھوڑی دکھائی گئی اور مسلمان کافروں کی نظر میں تھوڑے دکھائے گئے تا کہ فریقین جرأت کے ساتھ آگے بڑھیں اور زور کا رن پڑے لیقضی اللہ امراً کان مفعولاً (الانفال:۴۲)۔ یعنی نتیجہ اس کا یہ ہو کہ جو کام خدا کے ہاں مقدر ہو چکا ہے، وہ وقوع پذیر ہو جائے۔ یہ ہے قرآن مجید کی تعلیم۔ یہ نہیں کہ خدا تعالی کی تقدیر اسباب ظاہر نہ ہونے سے رک جاتی ہے۔

اسی لئے تو خدا کو مسبب الاسباب کہتے ہیں یعنی اسباب کا پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ اسباب کا محتاج ہے۔آسمانی نکاح اگر خاوند (مرزا سلطان محمد) کے زندہ رہنے سے رک گیا تو اس خاوند کو پہلے ہی کیوں نہ اٹھالیا۔چنانچہ اس کا مرنا بھی پیش گوئی کا جز تھا۔ضمیمہ انجام آتھم ملاحظہ ہو ۔ جو پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو،اس کے لئے ہمیشہ یہی عذر لنگ پیش ہوتا ہے ۔حقیقت میں یہ سارے عذر اس شعر کے مصداق ہیں جو عرب شاعر نے اپنی محبوبہ کے حق میں کہا ہوا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو اس کو خلاف نہ سمجھو کیونکہ اس کے وعدے میں یہ داخل ہوتا ہے کہ اس کو پورا نہیں کرے گی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۷ ص ۴۔۵)

مباحثہ شملہ کے متعلق قادیانی غلط بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل مورخہ ۲۱ جنوری ۱۹۴۶ء میں مباحثہ شملہ کا ذکر شائع ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ مسلم فریق کی طرف سے یہ دعوی کیا گیا تھا کہ احمد، آنحضرت ﷺ کا ذاتی نام ہے۔مگر جب جماعت مرزائیہ مباحثہ کے لئے پہنچی تو فریق ثانی نے اس مضمون پر مباحثہ کرنے سے انکار کردیا۔

فریق ثانی کی طرف سے بابو رحمت اللہ صاحب اطلاع دیتے ہیں کہ یہ دعوی قادیانی اخبار نے بالکل غلط شائع کیا ہے۔اصل مضمون تھا آنحضرت ﷺ کا نام تھا۔ یہ نہیں تھا کہ ذاتی نام ہے ۔ یہ ہمارے دعوے کا جزء بھی نہیں ۔انھوں نے اس مضمون پر مباحثہ کرنے سے انکار کردیا۔اصل واقعہ اتنا ہی ہے۔

مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ کہتے ہیں: اصل بات تو یہ ہے کہ دونوں فریق یعنی محمدی اور احمدی میں سے، احمد کے نام کو ذاتی کوئی نہیں کہتا۔ ذاتی کے معنی ہیں جو نام ماں باپ

تجویز کرے۔ مسلمان یہ نہیں کہتے کہ احمد کا نام آنحضرت ﷺ کے لئے ماں باپ نے تجویز کیا تھا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنا نام احمد لکھا ہے (حمامۃ البشری) وہ بھی ذاتی یعنی پیدائشی نہیں ہے کیونکہ پیدائشی نام کی نسبت ان کا اپنا قول ہے

غلام احمدم کہ ہرجا کہ باشم

بلکہ ان کی مہر کا سجع یوں ہے۔ الیس اللہ بکا ف عبدہ مرزا غلا م ا حمد

پس دونوں فریقوں کا اس پر اتفاق ہے کہ یہ نام مبارک نہ آنحضرت ﷺ کا ذاتی ہے، اور نہ مرزا صاحب قادیانی کا۔ دیکھنا یہ ہے کہ قرآن شریف میں جہاں یہ آیت آئی ہے وہاں کس ذات پر چسپاں ہوتا ہے

فلمّا جاء ھم با لبیّنا ت قا لوا ھذا سحر مبین (الصف:٦)

یعنی وہ احمد جب ان کے پاس کھلے نشان لے کر آ گیا تو انہوں نے اس کو جادوگر کہا۔

یہ دونوں صیغے ماضی ہیں اور یہ بتا رہے ہیں کہ یہ واقعہ ہو چکا، یہ نہیں ہے کہ تیرہ سو سال تک اس کا انتظار کیا جائے۔ پھر جب پیدا ہو تو پھر وہ دعوی کرے کہ اس کا مصداق میں ہوں۔ اور ہم اس کی تصدیق کریں: ایں خیال است ومحال است وجنوں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء مطابق ۱۲ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۷ ص ۵-۶)

سوادِ اعظم اور مرزا اعظم

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ایک حدیث شریف میں یہ الفاظ ہیں اتبعوا السوا د ا لا عظم بڑی جماعت کی تابعداری کیا کرنا۔

یہ حدیث اگرچہ صحت کو نہیں پہنچتی تاہم اپنے اندر ایک سیاسی اصول رکھتی ہے کیونکہ اس میں جمہوری حکومت کی طرف اشارہ ہے۔ آج تک ہم اس حدیث کو مقلدین حضرات سے ان کے حق میں سنتے رہے کیونکہ وہ اپنی کثرت تعداد کو اپنے متبوع ہونے کی دلیل میں پیش کیا کرتے تھے۔ کہتے تھے کیونکہ ہم سوادِ اعظم (بڑی جماعت) ہیں اس لئے تم ہمارا اتباع کرو۔ ادھر سے مختلف جوابات دیئے جاتے رہے منجملہ ان کے ایک جواب یہ بھی ہوتا تھا قلیل من عبادی الشکور (سبا:۱۳) (میرے شکرگذار بندے تھوڑے ہیں)

حقیقت میں یہ حدیث جمہوری حکومت کی بنیاد بتاتی ہے۔ مطلب اس حدیث کا یہ ہے کہ مجلس شوریٰ کے ممبروں میں جدھر اکثریت ہو رعایا کے لوگو! تم اس کی پیروی کرنا۔ یہی جمہوریت کا بنیادی پتھر ہے جس پر آج یورپ اور دیگر مما لک متمدنہ فخر کرتے ہیں اور اسلام کہتا ہے کہ اس جمہوری حکومت کا بانی میں ہوں۔

لے اڑی طرز فغاں بلبل نالاں ہم سے
گل نے سیکھی روش چاک گریباں ہم سے

خیر یہ تو اس حدیث کا مجمل بیان ہے، جس غرض کے لئے ہم نے یہ نوٹ لکھنا شروع کیا ہے وہ قابل ذکر اور لائق غور ہے کیونکہ اس سے ہمارا اور اہل قادیان کا فیصلہ بآسانی ہوسکتا ہے۔ قادیان کے اخبار الفضل مورخہ ۶ فروری ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں اتباع مرزا میں سے قادیانی جماعت کی اکثریت دکھا کر لاہوری جماعت پر دباؤ ڈالا ہے کہ تم سواد اعظم کے تابع ہو جاؤ کیونکہ حدیث میں سواد اعظم کی پیروی کا حکم آیا ہے۔ معلوم نہیں لاہوری جماعت کیا جواب دے گی۔ ہم اس دلیل کو اپنے حق میں بہت مفید پا کر اس کا اجراء یوں کرتے ہیں کہ امت مسلمہ کے مقابلے میں اتباع مرزا قادیانی کا شمار آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں بلکہ علم ہیئت میں جو سبع عرض شعیر کا مسئلہ ہے اس کے برابر بھی نہیں۔

ضمنی تشریح: شرح چغمینی جو علم ہیئت کی کتاب ہے اس میں ذکر ہے کہ زمین کا کرہ اتنا بڑا ہے کہ اونچے سے اونچا پہاڑ بھی اس کے مقابلے میں وہی نسبت رکھتا ہے کہ ایک ہاتھ قطر کے کرہ پر جو کی چوڑائی کا ساتواں حصہ رکھ دیا جائے تو اس کی کرویت میں جو کا یہ حصہ خلل انداز نہیں ہوگا۔

قادیانیوں کا شمار اڑھائی لاکھ نہ سہی، پانچ لاکھ سہی، بلکہ زیادہ بھی مان لو، تاہم امت مسلمہ کے مقابلے میں وہ کچھ بھی نہیں ہیں۔ کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے خود لکھا ہے کہ مسلمانوں کا شمار دنیا میں نوّے کروڑ ہے۔ کروڑ ہا کے مقابلے میں دو تین یا پانچ لاکھ افراد کیا وقعت رکھتے ہیں۔ پس الفضل قادیان اور اس کے نامہ نگار نے جس پیمانے سے وزن کر کے اپنے بھائیوں کو دیا ہے، اسی پیمانے سے وہ ہم سے لے لے یعنی قادیانی جماعت قلیلہ کو چھوڑ کر مسلم سواد اعظم کی پیروی کرے۔ کیا ہی سچ ہے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۸ ص ۵)

مسلم لیگ اور قادیانی جماعت

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: بہت سے غیرت مند مسلمان مذہبی جوش میں مسلم لیگ پر یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اس نے قادیانیوں کو بھی اپنے اندر شامل کر لیا ہے حالانکہ پاکستان کے اول محرک ڈاکٹر اقبال مرحوم نے اپنی صدارت کے زمانہ میں انجمن حمایت اسلام سے قادیانیوں کو نکلوا دیا تھا۔

یہ بالکل صحیح ہے اس میں بھی شک نہیں کہ قادیانی جماعت جمہور مسلمانوں سے جس قدر علیحدہ ہے اور کوئی فرقہ اس قدر علیحدہ نہیں ہے۔ ہاں اس میں شک نہیں کہ سیاسی حیثیت میں قوموں کا شمار منطقی اصول سے نوع کی شکل میں ہوتا ہے اصناف کی شکل میں نہیں ہوتا۔ ورنہ قادیانیوں میں اسلام سے جس قدر دوری پائی جاتی ہے، شیعوں میں ان سے کم نہیں پائی جاتی جن کا قول ہے (معاذ اللہ) ابوبکر فرعون بود و عمر ہامان (حیات القلوب)۔ اسی طرح اصحاب القبور میں بھی اسلام برائے نام ہے، غرض اصل اسلام ان غلط رو فرقوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے:

جگہ کس کس کو دوں دل میں تیرے ہاتھوں سے اے قاتل
کٹاری کو چھری کو بانک کو خنجر کو پیکاں کو

اس لئے سیاسی مفکر مجبور ہوتے ہیں کہ ان امور کو زیر بحث نہ لائیں بلکہ نوع من حیث النوع پر نظر رکھیں۔ یہ تو ہے سیاسی نظریہ، مگر صحیح واقعہ جو بعد میں منکشف ہوا یہ ہے کہ مسلم لیگ نے قادیانیوں کو بحیثیت جماعت شامل نہیں کیا چنانچہ خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد خود اعلان کرتا ہے: میں نے تو پنجاب میں مسلم لیگ کو یہاں تک پیش کش کر دی تھی کہ اگر وہ یہ فیصلہ قطعی طور پر کر دیں کہ مسلم لیگ میں احمدی شامل ہو سکتے ہیں، اور اسی طرح ان کے حقوق ہوں گے جس طرح دوسرے لوگوں کے تو میں سب احمدی

امیدواروں کو بٹھا دیتا ہوں۔مگرافسوس کہ احرار وغیرہ سے ڈر کرانہوں نے اس فیصلہ کی بھی جرأت نہ کی۔ (الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۱)

خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) کے یہ الفاظ صاف دلالت کرتے ہیں کہ غیرت مند مسلمانوں کو جو شکایت تھی وہ سنی سنائی تھی۔ اس کے علاوہ ہم اور دو حوالے پیش کرتے ہیں جن سے حقیقت حال معلوم ہو جائے گی۔

پنجاب کے ضلع سیالکوٹ میں ایک احراری لیڈر جس کا نام صاحبزادہ فیض الحسن ہے پنجاب اسمبلی کے لئے امیدوار کھڑا ہوا۔جس کی بابت اخبار الفضل میں اس نواح کے قادیانیوں کو یہ ہدایت شائع ہوئی تھی: تحصیل ڈسکہ کی جماعتوں کواطلاع دی جاتی ہے کہ تمام احمدی ووٹ نیزان کے زیراثر ووٹ صاحبزادہ فیض الحسن صاحب آلومہار کے حق میں گذارے جائیں۔(الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۱۲)

جولوگ مسلم لیگ کے قواعد سے واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ مسلم لیگ اپنی شاخوں کو اجازت نہیں دیتی کہ وہ اپنے حریف کو ووٹ دیں۔ احرار تو مسلم لیگ کے بڑے بھاری حریف ہیں۔پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) مسلم لیگ میں شامل ہونے کے باوجود ایسا کرنے کی جرأت کرتا۔

اس نفی کا تیسرا ثبوت یہ ہے:بعض احمدی دوست بھی بطور امیدوار کھڑے ہوئے ہیں۔ جن جن حالات میں اور جس جس پارٹی کے متعلق ہم نے مناسب سمجھا اس کی مدد کرنے کا وعدہ کیا ہے بعض جگہ ہم نے مسلم لیگ کی مدد کی ہے اور بعض جگہ یونینسٹ پارٹی کی مدد کی۔ (الفضل ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء ص ۱)

یہ اقتباس بھی بتا رہا ہے کہ قادیانیوں کو مسلم لیگ نے اپنے اندر داخل نہیں کیا اور نہ وہ اس میں مدغم ہوئے بلکہ اپنی ہستی میں آزاد ہیں،جس سے چاہیں ملتے ہیں جس سے چاہیں الگ ہو جاتے ہیں۔ یا بالفاظ دیگر وہ اپنی غرض کے بندے ہیں جن کی بابت یہ شعر ہے: معشوق مابمذہب ہرکس برابراست

اصل بات یہ ہے کہ ہمارے غیور مسلمانوں نے جماعت مسلم لیگ کو صالحین کی جماعت سمجھ لیا ہے،اس لئے وہ اپنی غیرت دینی کی وجہ سے مسلم لیگ پر مذہبی نکتہ چینی کرتے ہیں،حالانکہ مسلم لیگ بحیثیت جماعت کوئی صالحین کی جماعت نہیں ہے

بلکہ اس قوم کا ایک حصہ ہے جس کا شمار ہندوستان میں نو دس کروڑ تک کیا جاتا ہے اور ساری دنیا میں چالیس سے نوے کروڑ تک ہوتا ہے، جس کی بابت حدیث شریف میں وارد ہے الناس کالمأة الا بل لا تکاد تجد راحلة

ہم اہل علم دوستوں کو اس امر کے متعلق مشورہ دیتے ہیں وہ قبول کریں تو ان کو فائدہ ہوگا اور ہمیں خوشی ہوگی ۔ وہ مشورہ یہ ہے کہ مہربانی کر کے مشکوۃ میں باب تغیر احوال الناس دیکھیں تو اس کی روشنی میں وہ دنیا کے لوگوں کو عموماً، ہندوستان کے لوگوں کو خصوصاً اور مسلم لیگ کی جماعت کو اخصاً حالی مرحوم کے اس شعر کا مصداق پائیں گے

رہا دین باقی نہ اسلام باقی ۔ اک رہ گیا اسلام کا نام باقی

پھر ان کے حق میں یہ دعائے خیر کیا کریں اللھم اصلح امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء مطابق ۱۹ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۸ ص ۹)

قادیانی انعاموں کی حقیقت

ما مواعیدھا الا الا باطیل

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء میں بطور مذاق ایک فقرہ دوستانہ لکھا گیا تھا کہ مولانا ابراہیم میر صاحب سیالکوٹی اوروں کو انعام دیتے ہیں ہمیں یاد نہیں فرماتے ۔

مولانا سیالکوٹی آج کل انعام تقسیم کرنے میں بہت فیاضی سے کام لے رہے ہیں مسلم لیگ کے متعلق ایک مضمون کا جواب دینے والوں کے لئے آپ نے تین ہزار انعام رکھا ہے خدا جانے کسی نے وصول کیا ہے یا نہیں ۔ اب مولانا حسین احمد مدنی اور مولانا ابوالکلام آزاد کے لئے پانچ ہزار روپئہ انعام رکھا ہے دیکھیں کون وصول کرتا ہے ۔

ایسے فیاضانہ انعامات کے اعلانات سن کر ہمارے منہ سے بے ساختہ نکلتا ہے:

گل پھینکے ہیں اوروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
اے ابر کرم مہر وفا کچھ تو ادھر بھی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء ص ۸)

اس پر الفضل ۱۱ فروری ۱۹۴۶ء میں دخل در معقول دے کر کہا گیا ہے کہ مولوی ثناء اللہ ہم قادیانیوں سے انعام کیوں نہیں لیتے۔ اس کا جواب ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قادیانی ہیرو نے ۱۹۰۲ء میں بذریعہ کتاب اعجاز احمدی ہم کو بغرض تحقیق الہامات خود قادیان پہنچنے کی دعوت دی۔ انہیں کیا خبر تھی کہ میں جس کو بلاتا ہوں وہ وہی ہے جسکا قول ہے

اذا القوم قالوا من فتی قلت اننی
اتیت فلم اکسل فلم ابتلدی

اس پر مرزا غلام احمد صاحب نے ایک لاکھ پندرہ ہزار روپیہ میرے لئے انعام بھی رکھا۔ میں ایسے انعاموں کی حقیقت جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں، تاہم میں نے ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو قادیان پہنچ کر خط لکھا کہ میدان میں تشریف لایئے۔

جواب وہی ملا جس کی ان سے امید تھی کہ ہم نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ ہم مولویوں سے مباحثہ نہیں کریں گے۔ تم لعنتی ہو چلے جاؤ۔

مرزا غلام احمد صاحب کا یہ جواب دراصل اس سوداگر کی طرح تھا جس کی ہنڈی وصول کرنے کو قرض خواہ آن پہنچے اور وہ اپنی ناداری چھپانے کو بیوی کی علالت کا بہانہ کرے۔ آخر میں یہ کہتا ہوا قادیان سے واپس آیا:

خودسوئے ماندید حیارا بہانہ ساخت

جس قوم کے ہیرو ایسے وعدہ شکن، نادار بلکہ دیوالیہ ہوں ان کے مریدوں سے کیا امید وفا ہوسکتی ہے۔ چاہے وہ اپنے آپ کو کتنا ہی سیٹھ کہلائیں۔ آخر ہیں تو قادیانی۔ اس لئے سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی اگر ہمیں حلف اٹھانے پر انعام نہ دیں تو کوئی تعجب نہیں، کیونکہ پنجابی میں ایک فلسفیانہ مثال ہے

گوروجنہاں ندے ٹپنے چیلے جانھ شڑپ

اسی مضمون کو حافظ شیرازی نے ایک شعر میں یوں ادا کیا ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

پس الفضل کا یہ کہنا کہ مولوی ثناء اللہ ہم سے انعام کیوں نہیں لیتا۔ کیا اس سے لیتے جو دینا نہیں جانتا:

تم کو ان سے ہے وفا کی امید۔ جونہیں جانتے وفا کیا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۶ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۹ ص ۵،۶)

مرزا قادیانی اور مولوی داؤد غزنوی

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد کے الہامات میں خاص خوبی یہ تھی کہ الہام کے الفاظ کم اور معانی بہت ہوتے۔ مثلاً یہ الہام تخرج الصّدور الی القبور (بڑے بڑے لوگ قبروں میں چلے جائیں گے)۔ یہ الہام ایسا ہے کہ مولوی نور الدین قادیانی سے لے کر ہٹلر تک سب کو شامل ہے۔ لطف یہ ہے کہ اس الہام کی تصدیق قرآن شریف بھی کرتا ہے۔ ارشاد ہے کلّ من علیھا فا ن (سورہ رحمان)

آج ہم آپ کے جس الہام کا ذکر کرتے ہیں وہ بھی اسی قسم کا پرمعنی الہام ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: غزنوی، (اخبار بدر قادیان ۱۸۔اپریل ۱۹۰۷ء)

یہ ایک ایسا مبتداء ہے کہ اس کی خبریں جتنی چاہو بنا لو۔ مثلاً مولوی عبدالواحد غزنوی فوت ہو گئے۔ ،اب جو مولوی داؤد غزنوی پنجاب اسمبلی کے انتخاب میں کامیاب ہو گئے تو اس کی خبر یوں ظاہر ہوگی: مولوی داؤد غزنوی کامیاب ہیں۔، پس انکی کامیابی میں مرزا غلام احمد کو بھی دخل ہے۔ اس لئے مولوی داؤد کو چاہیے کہ اپنی پارٹی کو لے کر مرزا کے مزار شریف پر جا کر عقیدت کے پھول چڑھائیں اور سب مل کر یہ شعر پڑھیں

بادہ خواری کا کیا قبرِ مغاں پہ جلسہ
ہم نے امسال بڑی دھوم سے توڑی توبہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم مارچ ۱۹۴۶ء مطابق ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۹ ص ۹)

قادیانی کذب بیانی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۱ فروری ۱۹۴۶ء میں ایک واقعہ کاذبہ لکھا گیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: سکندر آباد سے ایک اہل حدیث صاحب امرتسر مولوی ثناء اللہ صاحب

کے پاس محض اس غرض سے پہنچے کہ ان سے حلف اٹھوائیں مگر جس طرح اوروں کو ٹالتے رہے اس طرح ان کو بھی ٹال دیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ صاحب بھی احمدی ہو گئے۔ اگر اہلحدیث بھائی اپنے عقاید صحیح سمجھتے ہیں تو مولوی ثناء اللہ صاحب کو مجبور کریں کہ وہ حلف اٹھائیں ورنہ ان کو چاہیے کہ احمدیت کی طرف رجوع کریں۔ یہ احمدیت کی عظیم الشان فتح ہے کہ غیر احمدیوں کا ایسا مشہور مولوی اس طرح مغلوب ہو گیا اور حلف اٹھانے سے صاف انکار کر رہا ہے جس کا نتیجہ یہ نکل رہا ہے کہ کئی اصحاب احمدی ہو چکے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۱ فروری ۱۹۴۶ء ص ۲)

اس واقعہ کی اصلیت یہ ہے کہ اخیر دسمبر ۱۹۴۵ء میں جلسہ سالانہ قادیان کے موقع پر سیٹھ عبداللہ سکندر آبادی ایک صاحب کو جن کا نام مولوی عبدالصمد حیدر آبادی ہے، گھیر کر لائے اور یہ سبق پڑھاتے آئے کہ مولوی ثناء اللہ ہمارے طلب کرنے پر حلف نہیں اٹھاتے۔ جلسہ سے واپسی پر جب وہ ایک اور قادیانی کے ہمراہ میرے پاس آئے اور کہا کہ اصل قصہ کیا ہے، آپ حلف کیوں نہیں اٹھاتے۔ میں نے ان کے سامنے اخبار اہل حدیث کے پرچے رکھ کر کہا آپ ان کو پڑھ لیجئے۔ میں کتنی دفعہ قسم کھا چکا ہوں اور آئندہ بھی حلف اٹھانے کو تیار ہوں۔، وہ صاحب پرچہ ہائے اہل حدیث خصوصاً اہل حدیث مورخہ ۲۳ جون ۱۹۴۴ء دیکھ کو بولے میری تسلی ہو گئی۔ فریق ثانی نے مجھے گھبراہٹ میں ڈالا تھا اب پرچہ دیکھنے سے میری گھبراہٹ رفع ہو گئی۔ الحمد للہ۔

نتیجہ یہ ہوا کہ انہوں نے سیٹھ عبداللہ الہ دین کا ساتھ چھوڑ دیا۔ وہ اکیلے یہاں رہ گئے۔ یہاں سے مولانا ابراہیم صاحب کی ملاقات کرنے کے لئے سیالکوٹ گئے۔ وہاں سے اپنے رشتہ داروں کی ملاقات کرنے کو پشاور گئے۔ وہاں سے پھرتے پھراتے کئی دنوں کے بعد پھر امرتسر آ کر مجھ سے ملے، اور ملتے ہی کہا کہ میری بیوی کا خط آیا ہے کہ یہاں کے لوگوں میں مشہور ہو گیا ہے کہ آپ احمدی ہو گئے ہیں۔ کیا یہ صحیح ہے۔ بولے میں نے لکھ دیا ہے کہ یہ بات غلط ہے۔ کئی دنوں تک یہاں امرتسر میں ٹھہرے رہے۔ گھر کے خط کا انتظار تھا بچوں کو بیمار چھوڑ آئے تھے، پتہ دفتر اہل حدیث کا دیا ہوا تھا۔ آخر انہوں نے سیٹھ عبداللہ کے ماموں میاں پیر محمد صاحب کو تار دیا کہ میرے متعلقین کا حال بتائیے۔ پیر محمد صاحب کا تار ۲۱ فروری کو پہنچا جس میں لکھا تھا

کہ سب اچھے ہیں۔مگر مولوی صاحب اس وقت دہلی جا چکے تھے۔ دفتر ھذا کی طرف سے ان کا تار بذریعہ ڈاک حاجی حافظ حمید اللہ کو دہلی بھیجا گیا۔

یہ واقعہ بتا کر میں کہتا ہوں کہ اگر وہ میری وجہ سے مرزائی ہو گئے ہوتے تو میرے پاس کیوں ٹھہرتے اور میرے پتہ پر کیوں اپنی ڈاک منگواتے میں۔ ناظرین تک اس کا نتیجہ پہنچاتا ہوں جو عربی کا مقولہ یوں ہے: الشجرة تنبیء عن الشجرة (یعنی پھل اپنے درخت کا پتہ دیتا ہے)۔ناظرین کرام! ان لوگوں کی اطلاعات جو اخباروں میں چھپتی ہیں کہ فلاں ملک یورپ میں اتنے احمدی ہو گئے، فلاں میں اتنے ہو گئے، ان اطلاعات کو بھی اسی کی مثال سمجھا کریں۔مرزا غالب مرحوم نے کیا ہی سچ کہا ہے

تیرے وعدے پر جئے ہم تو یہ جان جھوٹ جانا
کہ خوشی سے مر نہ جاتے اگر اعتبار ہوتا

نوٹ۔ اگر مولوی عبدالصمد حیدرآباد پہنچ گئے ہوں، تو مرزا محمود علی سکرٹری انجمن اہل حدیث ان کے قلم سے اصلی حالات لکھوا کر ایک کالم میں الفضل کی عبارت دوسرے کالم میں مولوی صاحب کی عبارت بصورت اشتہار چھپوا کر شائع کر دیں اور چند اشتہار بطور نمونہ یہاں بھیج دیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۵)

قادیانی مسیح موعود اور مصلح موعود

(الفضل میں اعلان ہوا تھا کہ ۲۰ فروری ۱۹۴۶ء کو مصلح موعود کے متعلق جلسے کئے جائیں اس کے دفعیہ کیلئے یہ اشتہار شائع کیا ضرورت منداصحاب جوابی کارڈ بغرض محصول ڈاک بھیج کر بیس اشتہار طلب کر سکتے ہیں۔ رضاء اللہ ثنائی)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا جن کی تکذیب کے لئے آیات اور احادیث علماء کی طرف سے بکثرت پیش ہوئیں منجملہ ایک حدیث صحیح مسلم کی روایت میں یوں ہے کہ: حضرت مسیح موعود جب آئیں گے مقام فج الروحاء سے حج کا احرام باندھیں گے۔، مرزا صاحب قادیانی نے نہ فج الروحاء سے احرام باندھا، نہ یلملم سے، بلکہ خدا نے ان کو فریضہ حج سے محروم ہی رکھا تا کہ ان کے دعوے کا

کذب ثابت ہوئے۔، مرزا محمود خلیفہ قادیان نے مصلح موعود ہونے کا دعوی کیا جس کی بابت ان کے باپ مرزا صاحب کلاں نے ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء کو پیش گوئی کی تھی اور اس کو اپنے لڑکے مبارک احمد پر چسپاں کیا تھا۔ ملاحظہ ہو تبلیغ رسالت جلد اول۔ ص ۵۹۔۶۰۔

آخر وہ لڑکا مبارک احمد جن کو مصلح موعود کہا تھا بعمر ۸ سال نا بالغی میں مر گیا (قادیانی اشتہار تبصرہ ۵ نومبر ۱۹۰۷ء) ۔ بات تو یہیں ختم ہو گئی تھی مگر مرزا محمود نے آواز اٹھائی کہ مصلح موعود (جس کی بابت میرے والد نے پیش گوئی کی تھی) میں ہوں ۔ اس کی منادی جگہ بجگہ کرائی گئی چنانچہ ۲۰ فروری ۱۹۴۶ء کو امرتسر وغیرہ بلاد میں جلسے ہوں گے۔ اس لئے ہم بذریعہ اشتہار ہذا مسلمان اور دیگر اصحاب کو مطلع کرتے ہیں کہ مرزا محمود کا یہ دعوی غلط ہے کیونکہ مرزا صاحب کلاں نے ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۱۴ پر صاف لکھا ہے کہ مرزا محمود بشیر اور شریف میرے تین لڑکے ہیں اور مصلح موعود (چوتھا لڑکا) آئندہ پیدا ہوگا (تریاق القلوب ص ۴۳ مطبوعہ ۱۹۰۲ء) ۔ ان دونوں عبارتوں سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مصلح موعود ان تین لڑکوں میں سے کوئی نہیں ۔ مبارک احمد کا لقب مصلح موعود رکھا گیا تھا وہ مر کر قصہ ختم کر گیا۔ اب مرزا محمود کا اپنے متعلق دعوی مصلح موعود کرنا ایسا ہی غلط ہے جیسا کہ ان کے باپ کا مسیح موعود ہونے کا دعوی غلط تھا۔ (نوٹ: مصلح موعود والی پیش گوئی کی تفصیل ایک رسالہ میں ملتی ہے جس کا نام ہے: محمود مصلح موعود؟) ایم رضاء اللہ ناظم شعبہ تبلیغ و اشاعت دفتر اہل حدیث امرتسر (اہل حدیث امرتسر ۸ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۵، ۶)

اقوال مرزا کا حافظ کون ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: معلقہ میں ایک شعر ہے

اذا القوم قالوا من فتی قلت اننی
اتیت فلم اکسل و لم اتبلد

(شاعر کہتا ہے کہ قوم کی طرف سے آواز آئے کہ کون بہادر ہے تو میں سمجھتا ہوں کہ میری طرف اشارہ ہے۔ پھر میں میدان جنگ میں پہنچنے میں نہ سستی کرتا ہوں اور نہ دیر لگاتا ہوں)

بالفاظ دیگر اس شعر کا مطلب یہ ہے کہ ملک پنجاب میں جب آواز اٹھے کہ

اقوال مرزا قادیانی کا حافظ کون ہے، تو میں حق رکھتا ہوں کہ کہوں: میں ہوں۔

ہمارے دوست کہیں گے کہ اقوال مرزا کا یاد رکھنا کیا خوبی ہے؟ میں ایسے دوستوں کو توجہ دلاتا ہوں کہ امام بخاری کو تین لاکھ حدیثیں یاد تھیں، ان میں سے دو لاکھ موضوع اور ضعاف تھیں۔ اس سے غرض تنقید روایت تھی تاکہ وقت پر پیش کر سکیں۔ اسی طرح آج کل اقوال مرزا کا یاد رکھنا بھی مفید ہے کیونکہ قادیانی نبی اور ان کی امت سب کے سب فن روایت میں جابر جعفی سے کم نہیں بلکہ زیادہ ہیں۔

اخبار اہل حدیث ۸ مارچ ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون بعنوان: قادیانی کذب بیانی، شائع ہوا ہے جو مولوی عبدالصمد حیدر آبادی کے متعلق ہے۔ یعنی ان کو حیدر آباد دکن میں مرزائی مشہور کر کے اپنی فتح یابی کا ڈھنڈورا پیٹا گیا۔ اس کے متعلق موصوف کا ایک خط دفتر ہذا میں موصول ہوا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے: یہاں کے قادیانی مجھے بدنام کر رہے ہیں اللہ کی قسم میں نے محمود کے ہاتھ پر بیعت نہیں کی۔ جملہ قادیانی کافر اور ....کا لشکر ہیں۔ بڑے ...اور جھوٹے ہیں۔ عبدالصمد خان ۲۶ ربیع الاول ۱۳۶۵ھ

اس عبارت میں جن الفاظ پر ہم نے نقطے ڈالے ہیں وہ دراصل قادیانیوں کے دعوی متعلقہ عبدالصمد کی کافی تردید ہیں مگر ہم نے ان کو اپنی طبیعت کے تقاضا سے سخت سمجھ کر حذف کر دیا۔ خیر یہ تو ایک تمہید ہے اصل مضمون آج یہ ہے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۵ جنوری ۱۹۴۶ء میں ہم نے قادیانیوں کو ان کی خیر خواہی کے طور پر مشورہ دیا تھا کہ کتب مرزا صاحب کے حوالہ جات ہم سے پوچھ لیا کریں، ہم ان کو خوب جانتے ہیں۔، اس کے متعلق کسی نامہ نگار نے الفضل ۲۲ فروری ۱۹۴۶ء میں ہماری تردید لکھی ہے۔ خلاصہ تردید یہ ہے کہ تم نے جو کہا ہے کہ میں جب ۱۹۰۳ء میں مرزا صاحب کے بلانے پر قادیان پہنچا تو مرزا صاحب قادیانی نے گفتگو کرنے سے انکار کیا، وجہ یہ بتائی کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا، حالانکہ یہ جھوٹ تھا۔، اس کے جواب میں قادیانی مضمون نگار لکھتا ہے کہ یہ ثناء اللہ کی لاعلمی کا ثبوت ہے۔ پھر اس کے ثبوت میں کتاب انجام آتھم سے عبارت نقل کی ہے۔ اس کے عربی الفاظ یہ ہیں: و عز منا ان لا نخا طب العلماء۔، جس کا فارسی ترجمہ مرزا قادیانی نے خود کیا ہوا ہے: قصد کردیم کہ بعد ایں

توضیحات علماء را مخاطب نہ کنیم ۔، قادیانی مجیب نے اردو میں اس کا ترجمہ یوں کیا ہے: ہم نے قصد کرلیا ہے کہ اب ان توضیحات کے بعد علماء کومخاطب نہ کریں۔

یہ ساری عبارتیں سامنے رکھ کر ہم ناظرین سے عموماً اور قادیانی اہل علم سے خصوصاً پوچھتے ہیں کہ ان میں سے کون سالفظ ایسا ہے جس کا مطلب خدا سے وعدہ کرنے کا ہو ۔جومرزا کے الفاظ ہیں: کیا فی نفسہ کسی فعل کا ارادہ کرنا خدا سے وعدہ کرنا ہوتا ہے۔

مرزا صاحب قادیانی نے ارادہ کیا تھا کہ خاتون محمدی بیگم بنت احمد بیگ سے نکاح کرونگا۔کیا یہ وعدہ الٰہی ہوگیا۔

یا کوئی شخص ارادہ کرے کہ میں آج پلاؤ کھاؤں گا۔کیا یہ بھی خدا تعالی سے وعدہ ہے۔

میرے خیال میں ایسا فتوی ملا دو پیازہ یا اس کے قائم مقام بھی نہ دیں گے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ مارچ ۱۹۴۶ء مطابق ۱۰ ربیع الآخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۱ ص ۴)

قادیان سے چندسوال علماء کی خدمت میں ۔ا

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: نصف صدی سے زیادہ عرصہ گذرا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے حق میں مسیح موعود ہونیکا دعوی کیا تھا۔اس عرصہ میں ان کی تکذیب کے وجوہات خدا کے حکم سے اتنے پیدا ہوگئے جو گننے میں نہیں آسکتے ۔بعض وجوہ ایسے بھی ہیں جن میں انہوں نے اقرار کیا ہے کہ اگر یہ نہ ہوا ،تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ مجھے پھانسی دیا جائے، ۔سب سے آخر میں یہ بھی کہا تھا کہ مولوی ثناء اللہ میری زندگی میں نہ مرے ،تو میں جھوٹا سمجھا جاؤں گا۔ پھر ہوا کیا ؟ وہی جو کسی شاعر نے کہا ہے

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر ۔کذب میں پکا تھا پہلے مرگیا

مگر قادیانیوں کے دلوں پر کچھ ایسے نشان لگے ہوئے ہیں کہ بحکم ارشاد خداوندی ان یروا سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلاً سیدھے راستے پرنہیں آتے ، بلکہ ہمیشہ ٹیڑھی چال چلتے ہیں۔چنانچہ اخبار الفضل مورخہ ۲۳ فروری ۱۹۴۶ء میں علماء سے چند سوال کئے گئے ہیں ۔سوالات سے پہلے اپنی طرز پر مرزا صاحب قادیانی کی سچائی کی بڑی ڈینگیں ماری ہیں۔ان سوالوں کے جواب دینے ضروری نہ تھے کیونکہ یہ اسی قسم

کے ہیں جیسے کسی ملاں نے دیہاتی کو کہا تھا تم نماز کیوں نہیں پڑھتے۔اس نے کہا تم نے اپنے بیٹے کی شادی پر کھانے میں زیادہ نمک کیوں ڈالا تھا۔اس قسم کے سوالوں کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں کو اصلی مبحث (صدق و کذب مرزا قادیانی) سے ہٹا کر دوسری طرف لگایا جائے۔دیگر علماء کرام تو قادیانی کام ختم کر چکے اس لئے وہ تو ان کو قابل خطاب ہی نہیں سمجھتے مگر اہل حدیث ابھی ضرورت سمجھتا ہے اس لئے جواب دیتا ہے۔

سوال اول: قرآن مجید میں اللہ تعالی حضرت عیسی کی والدہ مریم صدیقہ کو حضرت عیسی کی پیدائش کی خوش خبری دینے کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے و رسو لاً الی بنی اسرا ئیل۔یعنی وہ رسول ہوں گے بنی اسرائیل کی طرف (آل عمران:۴۹)۔اب اگر جیسا کہ مولوی صاحبان کا عقیدہ ہے یہ مانا جائے حضرت عیسی آخری زمانہ میں مسلمانوں اور دیگر ساری دنیا کی اصلاح کیلئے مسیح موعود بن کر آئیں گے،تو کیا اس وقت یہ آیت نعوذ باللہ منسوخ ہو جائے گی، کیونکہ اس میں تو صرف بنی اسرائیل کی طرف انکے رسول بنا کر بھیجے جانے کا ذکر ہے چنانچہ وہ خود بھی یہی کہتے رہے کہ: میں بنی اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑوں کے سوا اور کسی کے پاس نہیں بھیجا گیا۔(متی ۱۵:۲۳)۔پس وہ ساری دنیا کے رسول کیوں کر ہوں گے ؟ اگر ہوں گے تو اس آیت کو مولوی صاحبان اس وقت کیسے پڑھیں گے۔(الفضل ۲۳ فروری ۱۹۴۶ء ص ۵)۔یہ سوال اسی قسم کا ہے کہ ایک دفعہ شیعہ سنی مباحثہ میں سنی عالم کی طرف سے یہ آیت پیش ہوئی: وعد الله الذ ین آمنوا منکم و عملوا الصا لحا ت لیستخلفنهم فی الا ر ض (نور:۵۵)(یعنی خدا نے مومنوں سے وعدہ کیا ہے کہ وہ ان کو زمین میں خلیفہ بنائے گا)۔شیعہ مناظر نے کہا کہ اس آیت میں مستقبل کا صیغہ ہے۔اب اس آیت کو قرآن سے نکال دو، ورنہ غلط بیانی لازم آئے گی۔اسی قسم کا خود غرضانہ یا جاہلانہ سوال آج ہمارے سامنے آیا ہے۔سنو!

رسو لاً الی بنی اسرا ئیل ماضی کا واقعہ ہے۔مسیح موعود کا دنیا بھر کے لئے آنا مستقبل کا واقعہ ہے۔دو مختلف زمانوں میں تناقض نہیں ہوا کرتا۔اگر تم ہماری نہ سنو، تو آؤ ہم تمہارے نبی کی سناتے ہیں وہ براہین احمد یہ صفحہ ۴۸۹ پر لکھتے ہیں: حضرت مسیح جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائینگے تو ان کی تبلیغ سے اسلام تمام دنیا میں پھیل جائیگا۔

بتاؤ مسیح کے دوبارہ آنے کے وقت آیت کریمہ رسو لاً الی بنی اسرا ئیل

پڑھتے رہو گے یا چھوڑ دو گے۔ سوچ سمجھ کر اپنی پارٹی میں پیش کر کے جواب دیجئے گا
سنو! حضرت عیسی مسیح کی دو حیثیتیں ہیں۔ ایک اپنی رسالت کی جس کا ذکر آیت مرقومہ میں ہے۔ دوسری خلافت محمد یہ کی، جب وہ دوبارہ دنیا میں آئیں گے تو دوسری حیثیت سے کام کرینگے جس کے متعلق حدیث کے الفاظ پڑھو: یاۤمّھم بکتاب الله۔ (مسیح موعود اس زمانہ کے لوگوں کو کتاب اللہ، قرآن، کے ساتھ تبلیغ کریں گے)
اب ہمارا سوال بھی سنو! قادیانی مسیح نے جو براہین احمدیہ میں لکھا تھا کہ مسیح موعود دوبارہ آکر ساری دنیا میں اسلام پھیلا دینگے، کیا تمہارے مسیح موعود نے یہ کام کرلیا؟
بتاتے ہوئے قادیان اور قادیان کی تحصیل بٹالہ اور ضلع گورداسپور سے شروع ہوتے ہوئے پنجاب میں پھرتے پھراتے سندھ، بلوچستان، ایران اور اس سے آگے روس میں چلے جایئے۔ وہاں جا کر دیکھ آیئے۔ پھر ہمیں بتایئے کہ وہاں کوئی اللہ کا نام لینے والا بھی ہے؟ پھر تمہیں پتہ چل جائے گا کہ قادیانی مسیح کے وعدے محبوبہ سعاد کے وعدول سے کچھ زیادہ وقعت نہیں رکھتے جنکی بابت کہا گیا: ما مواعیدها الا الا باطیل
سوال نمبر۲: حدیث شریف میں آتا ہے حضرت رسول مقبول ﷺ نے فرمایا کہ مجھے پانچ ایسی خصوصیتیں دی گئی ہیں جو مجھ سے پہلے کسی اور نبی کو نہیں دی گئیں۔ ان میں سے حضور ﷺ نے ایک یہ بیان فرمائی ہے کہ میں تمام جہان کی طرف بھیجا گیا ہوں اور مجھ سے پہلے سب رسول خاص خاص قوموں کی طرف بھیجے جاتے تھے۔
اب اگر یہ عقیدہ رکھا جائے کہ حضرت مسیح ہی مسیح موعود ہو کر آئیں گے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ ساری دنیا کے لئے مبعوث ہو کر آئیں گے۔ کیا یہ عقیدہ حضرت رسول مقبول ﷺ کی اس خصوصیت کو نہیں توڑے گا۔ (الفضل تاریخ مذکور)
اس سوال کا جواب پہلے نمبر میں آ گیا ہے۔ باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء مطابق ۱۷ ربیع الاخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۲۔ ص ۴۔ ۵)

کھسیانی بلی کھمبا نوچے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: یہ مثال اس موقع پر بولی جاتی ہے جب کوئی شخص

کسی بات میں مغلوب ہو کر بہکی بہکی باتیں کرنے لگ جاتا ہے۔ آج کل یہی مثال قادیانیوں کی میرے حق میں ہے۔ احباب کرام کی دعاؤں سے میں باوجود حملہ قاتلانہ وغیرہ کے زندہ رہ کر قادیانیوں خدمت کر رہا ہوں۔ قادیانی میری زندگی سے اسی طرح ناخوش ہیں جس طرح مرزا غالب مرحوم کے معاصرین ان کی زندگی سے ناخوش تھے جن کے حق میں مرزا غالب نے کہا تھا

ناداں ہیں جو کہتے ہیں کہ کیوں جیتا ہے غالب
قسمت میں ہے اعداء کا جلانا کوئی دن اور

ایک بریلوی مولوی نے مجھے لکھا تھا اب تو عمر کی آخری منزل میں ہو، اب توبہ کرو۔ اس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ آخری منزل تو کیا تو میں بحکم حدیث (عد نفسك من اصحاب القبور) اپنے کو قبر میں پڑا ہوا سمجھتا ہوں۔ میرے اس کہنے پر قادیان میں گھی کے چراغ جلائے گئے کیوں اور کیسے بقول:

میرے مرنے کی خبر سن کر پہلے تو وہ چپ رہے
پھر کہا تو یہ کہا منہ پھیر کر اچھا ہوا

چنانچہ قادیان کے اخبار الفضل ۲۷ فروری ۱۹۴۶ء صفحہ ۹ پر ایک نوٹ شائع ہوا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری خود اقراری ہیں کہ میں تو بحکم حدیث عد نفسك من اصحاب القبور قبر میں ہوں، اہل حدیث ۱۵ فروری ۱۹۴۶ء
گویا خدا نے ان کو لمبی عمر دے کر، قبر میں، اس امر کی حجت پوری کر دی۔

او قادیانی ممبرو! کہتے ہوئے کچھ تو خیال کر لیا کرو کہ ہم کیا کہتے ہیں۔ میرا جواب دیتے ہوئے ایسے کھسیانے کیوں ہو جاتے ہو کہ تمہیں آگے پیچھے کی کچھ خبر ہی نہیں رہتی۔ اپنے اکبر العلماء مولوی سرور شاہ سے پوچھ کر بتاؤ کہ اس حدیث کا مخاطب تمہارا خلیفہ بھی ہے یا نہیں؟ اگر ہے تو اس کو بھی مردہ کہو گے، اور اگر نہیں ہے تو خطاب رسالت سے باہر ہے؟

او بندگان خدا! کہتے ہوئے خدا کا خوف دل میں نہ ہو، تو مخلوق سے تو شرم کیا کرو۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی امت کہلا کر ان کی تعلیم میں تحریف نہ کیا کرو، ورنہ یہ کہنا صحیح ہوگا:

ہوئے تم دوست جس کے دشمن اس کا آسمان کیوں ہو

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء مطابق ۱۷ ربیع الاخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۲ ص ۵۔۶)

قادیان سے چند سوال علماء کی خدمت میں۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عربی میں ایک مثل ہے الغریق یتثبت بالحشیش جس کا مطلب ہے: ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔ کہلانے کو تو یہ لوگ متکلمین کی جماعت کہلاتے ہیں مگر ان کا علم کلام ایسا کمزور ہے کہ دنیا میں کسی گروہ کا نہیں ہوگا۔ اہل حدیث مورخہ ۲۲ مارچ ۱۹۴۶ء میں ان کے دوسوال مع جواب درج ہو چکے ہیں آج اس سلسلے کا تیسرا سوال درج کیا جاتا ہے۔ اس سوال کا اختصار یہ ہے کہ

سوال نمبر۳۔ آنحضرت ﷺ نے معراج کی رات حضرت یحیٰ کو حضرت عیسیٰ کے ساتھ جنت میں دیکھا تھا۔ اگر حضرت عیسیٰ مسیح دنیا میں تشریف لائیں گے تو جنت سے نکل کر آئیں گے حالانکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے کہ جنتیوں کو جنت سے نکالا نہیں جائے گا و ما هم منها بمخرجين ۔ پس اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ نہیں ہیں اور دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ جواباً لکھتے ہیں: مخرج اسم مفعول کا صیغہ ہے جس کے معنی ہیں بطور خفگی کے نکالا ہوا۔ اس کا صیغہ فعل ماضی کی شکل میں یوں آیا ہے کما اخرج ابويكم من الجنة پس معنی یہ ہوئے کہ جنتی جنت سے کسی خطا یا جرم یا ختم میعاد کی وجہ سے نہیں نکالے جائیں گے لیکن کسی ضروری ڈیوٹی کے لئے مامور ہو کر دنیا میں آئیں تو وہ مخرج نہیں ہیں ۔ جیسے کسی ضلع کے افسر کو گورنر کسی دوسرے ضلع میں ڈیوٹی کے لئے بھیجے تو وہ مخرج نہیں ہوتا بلکہ مامور ہوتا ہے۔ اسی لئے مرزا صاحب نے براہین احمدیہ میں لکھا تھا کہ مسیح موعود جب دوبارہ دنیا میں تشریف لائیں گے تو اسلام ان کے ذریعہ سے ساری دنیا میں پھیل جائے گا۔ یہ دراصل ان کی حسن خدمت کا اعتراف ہے۔ جب یہ ڈیوٹی پوری کر چکیں گے تو پھر اصل مقام پر چلے جائیں گے ایسے مامور کو مخرج

کہنا ان لوگوں کا کام ہے جو مسیح اصلی اور مسیح نقلی میں فرق نہ جانتے ہوں انہی کے حق میں کہا گیا ہے۔سخن شناس نہء دلبرا خطا ایں جاست

چوتھا سوال ۔ اس سوال کی عبارت ایسی لطیف ہے جی چاہتا ہے کہ ناظرین کے سامنے ساری رکھ دوں تاکہ وہ خود ان قادیانی متکلمین کی ذکاوت اور ذہانت کا اندازہ لگا سکیں ۔ چنانچہ لکھا ہے: حدیث میں آتا ہے کہ دجال کا فتنہ سب سے بڑا فتنہ ہوگا (مشکوۃ کتاب الفتن) اب مولویوں کے عقیدہ کی رو سے اس سب سے بڑے فتنہ کو دور کرنے کیلئے تمام نبیوں میں سے صرف مسیح کو زندہ رکھنا کیا یہ ثابت نہیں کرتا کہ حضرت مسیح کی روحانی طاقت تمام نبیوں کی روحانی طاقت سے بڑھی ہوئی ہے اور وہی سب سے افضل رسول ہیں ۔حتی کہ نبی ﷺ سے بھی نعوذ باللہ روحانی طاقت میں بڑھ کر ہیں کیونکہ جتنا بڑا فتنہ ہوتا ہے اسے فرو کرنے کے لئے اتنا ہی بڑا آدمی بھیجا جاتا ہے۔اگر حضرت رسول مقبول ﷺ میں بھی اتنی روحانی طاقت ہوتی تو ضرور حضور ﷺ کو زندہ رکھا جاتا اور اس فتنے کو فرو کرنے کے لئے آپ کو بھیجا جاتا۔ (الفضل ۲۳ فروری ۱۹۴۶ء ص ۵)

جواب: اگر یہ اصول صحیح ہے کہ دجال کے مقابلے کے لئے جو آئے گا وہ سب نبیوں سے بڑھ کر روحانی قوت والا ہوگا،تو ہم پوچھتے ہیں کہ تمہارے مرزا غلام احمد جو دجال کے مقابلہ کے لئے آئے اور بڑے تیر مار کر تشریف بھی لے گئے ،کیا وہ سب نبیوں خصوصاً آنحضرت ﷺ سے بھی بڑی قوت والے تھے؟ صاف کہہ دو کہ ہاں مرزا صاحب سید البشر سے افضل تھے تاکہ آئے دن کا یہ جھگڑا ہی ختم ہو جائے اس کے بعد ہمیں یہ کہنے کا حق ہوگا: بازی بازی باریش بابا بازی

اصل حقیقت یہ ہے کہ خدا تعالی کے علم میں جو کام کسی کے سپرد ہوتا ہے، وہی اس کو کرتا ہے۔ اس میں اعلی ادنی کا کوئی امتیاز نہیں ۔ابوجہل جیسے شدید دشمن کا قتل دو بچوں کے سپرد ہوا تھا۔انہوں نے ہی اس کو انجام دیا حالانکہ ان سے بڑی شخصیتیں بھی موجود تھیں۔ ایک بڑے مجدد اسلام کو ایک معمولی مولوی کے مقابلے میں فنا کر دیا حالانکہ اس سے بڑے بڑے علماء موجود تھے۔ سچ ہے:

ایں سعادت بزور بازو نیست تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ مارچ ۱۹۴۶ء مطابق ۲۴ ربیع الاخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۳ ص ۴-۵)

قادیان سے چند سوال علماء کی خدمت میں۔۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی سائل کے سوالوں سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ قرآن شریف کے مضامین سے اتنے ہی ناواقف ہیں جتنے بعض لوگ لحم البقر کے بھاؤ سے۔ دعوی یہ ہے کہ ہم ایسے معارف قرآن جانتے ہیں جو کسی کو معلوم نہیں۔ آج کا سوال ہمارے اس دعوی کا ثبوت ہے ناظرین غور سے پڑھیں۔ ہم سارا سوال نقل کرتے ہیں:

سوال نمبر ۵۔ حدیث شریف میں آتا ہے آنحضرت ﷺ نے فرمایا: میری امت کے لوگ آخری زمانہ میں یہود کے مشابہ ہو جائیں گے (مشکوۃ باب کتاب العلم)

کیا نبی کریم ﷺ کے لئے یہ مقام غیرت نہیں کہ امت تو آنحضرت ﷺ کی بگڑے مگر اس کی اصلاح کے لئے بنی اسرائیل کا ایک رسول دوبارہ دنیا میں بلایا جائے کیا یہ عقیدہ قرآن مجید کی آیت کنتم خیر امة ا خر جت للناس کے صریح خلاف نہیں کیونکہ آیت کا ترجمہ یہ ہے کہ امت محمد یہ تم تمام امتوں سے بہتر امت ہو جو لوگوں کی اصلاح کے لئے پیدا کئے گئے ہو۔ سورہ آل عمران۔ ع ۱۱۔ (الفضل ۲۳ فروری ۱۹۴۶ء ص ۵)

شیخ الاسلام مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ سائل کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ انبیاء کرام کو بھی دنیاوی قوموں کی طرح متبائن سمجھتے ہیں، حالانکہ قرآن مجید ان سب کو ایک قوم قرار دیتا ہے۔ غور سے پڑھو انّ ھذہ امّتکم امّة وا حدۃ (یہ سب انبیاء تمہاری ایک ہی جماعت ہے (الانبیاء:۹۲) حدیث میں آیا ہے الا نبیاء ا خوۃ علا تیة انبیاء (سب ایک باپ کے بیٹے با ہم بھائی بھائی ہیں)، اس لئے عیسی کا اصلاح امت کے لئے آنا کسی اجنبی کا آنا نہیں ہے بلکہ وہ اپنی جماعت کے ایک فرد کی حیثیت سے آئینگے۔

سوال تو یہیں ختم ہو جاتا ہے مگر میں ذرا آپ کے گھر کی بھی بتا دوں تا کہ آپ کو قدر عافیت بھی معلوم ہو جائے۔ بتایئے مغلوں کو اسلام سے کیا نسبت رہی ہے۔

اس کے سمجھنے کے لئے زوال بغداد کی تاریخ سامنے رکھ لینا کافی ہے۔ جو تباہیاں مغلوں کے ہاتھوں اسلام اور اہل اسلام کی ہوئی ہیں وہ گذشتہ جنگ یورپ

میں بھی نہیں ہوئیں۔ اس پر بھی تمہارے مسیح موعود مغلوں کی نسل سے آئے اور مولوی سعد اللہ مرحوم لدھیانوی کو یہ کہنے کا موقع ملا:

چہ گوئم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی
یکے قطاع نسل و یکے امام بھنگیاں بینی
مسیح ابن مریم بچہء چنگیز خان بینی

(مرزا غلام احمد صاحب کا چچازاد بھائی مرزا جمال الدین جس نے فقیر ہوکر اپنا آلہ تناسل کٹوا دیا تھا، اس کی طرف قطاع نسل میں اشارہ ہے۔ نیز مرزا قادیانی کا چچازاد بھائی مرزا امام الدین بھنگیوں کا گورو تھا۔، اس کا ذکر ہے۔ ثناء اللہ)

ایں خانہ ہمہ آفتاب است

چھٹا سوال: قرآن میں نبی کریم ﷺ کو خاتم النبیین کہا گیا ہے اور ہمارے مخالف مولوی صاحبان خاتم النبیین کے یہ معنی بیان کرتے ہیں کہ جس کے بعد کوئی نبی نہ ہو۔ اب اگر آخری زمانہ میں بنی اسرائیل کے رسول حضرت مسیح تشریف لائیں گے تو کیا خاتم النبیین حضرت عیسی ہوں گے یا نبی کریم ﷺ؟ کیونکہ نبی کریم کے بعد حضرت مسیح آئیں گے۔ مگر حضرت مسیح کے بعد کوئی نبی نہ آئے گا، نیا اور نہ پرانا۔ پس اس عقیدہ کی رو سے اصل خاتم النبیین حضرت مسیح ہوں گے، یا حضرت نبی کریم ﷺ۔،

مولانا امرتسری فرماتے ہیں: معلوم نہیں لوگوں کو ایسے سوال کرنے کا کیا چسکا پڑ گیا ہے جو خود ان کے مسلمات کے بھی خلاف ہیں۔ مرزا قادیانی حمامۃ البشری میں آیت خاتم النبیین لکھ کر فرماتے ہیں: فسرہ النبی ﷺ بقولہ لا نبی بعدی یعنی آنحضرت ﷺ نے اس آیت کی تفسیر خود فرمائی ہے کہ میرے بعد کوئی نبی پیدا نہیں ہوگا۔

اس حدیث میں قابل غور بات یہ ہے کہ لا نبی میں جو لانفی جنس کا ہے اس کی خبر کیا ہے۔ ہماری تحقیق یہ ہے کہ اس کی خبر مخلوق ہے یعنی کوئی نبی میرے بعد پیدا نہیں ہوگا۔ اسلئے مسیح موعود اس حدیث کے ماتحت نہیں آسکتے فاندفع ما اورد و ما کاد یرد

ساتواں سوال: یہ بات بالکل صاف ہے کہ حضرت مسیح معبودان باطلہ میں سے ہیں، اور تمام معبودان باطلہ کے حق میں اللہ تعالی فرماتا ہے اموات غیر احیاء و ما یشعرون ایان یبعثون۔(۲۱:۱۶) یعنی وہ مردہ ہیں ہرگز زندہ نہیں۔ اور انکو تو

اتنی بھی خبر نہیں کہ وہ کب اٹھائے جائیں گے ۔ اب یا تو حضرت مسیح کو اس آیت کے مطابق فوت شدہ تسلیم کرو ورنہ ماننا پڑے گا کہ وہ خدا ہیں یا فرشتوں میں سے ہیں ۔ اگر بشر ہیں تو ان کو ماننے سے قرآن شریف کی یہ آیت نعوذ باللہ باطل ٹھہرتی ہے ۔

شیخ الاسلام مولانا امرتسری فرماتے ہیں کہ یہ سوال آیت قرآنی نہ سمجھنے کی بنا پر ہے آیت موصوفہ میں اموات کا جو لفظ آیا ہے جس سے سائل نے استدلال کیا ہے اس کے معنی فوت شدہ کے نہیں ہیں ، بلکہ اس کے صحیح معنی محل موت کے ہیں ۔

سنو اموات کا لفظ میت کی جمع ہے اور میت کا لفظ آنحضرت ﷺ پر زندگی کی حالت میں بھی بولا گیا: انّك ميّت و انهم ميّتو ن(۳۰:۳۹) ۔ بقول آپ کے کیا اس کا یہ ترجمہ صحیح ہے کہ اے پیغمبر تو مر چکا ہے اور تیرے مخالف بھی مر چکے ہیں ۔

ایسی بات کوئی نہیں کہے گا الّا من سفه نفسه بلکہ معنی اس کے یہ ہیں کہ تو بھی محل موت ہو جو اپنے وقت پر آئے گی اور وہ بھی محل موت ہیں ان پر بھی آئے گی ۔

اسی طرح اس آیت موصوفہ کے معنی ہیں جو آپ نے پیش کی ہے ، معبودان باطلہ محل موت ہیں نہ دائم الحیات معبود کے لئے الحی القیوم ہونا ضروری ہے ۔

آؤ ہم تمہارے معنی میں ایک اور غلطی بتائیں ۔ کون نہیں جانتا کہ آیت موصوفہ کے اترنے سے پہلے بھی جس طرح معبودان باطل بنائے گئے تھے اسی طرح اس کے نزول کے بعد بھی سینکڑوں سال تک نئے نئے بنائے گئے اور بنائے جا رہے ہیں ۔ بغداد ، اجمیر ، پیران کلیر ، بہڑائچ (گونڈہ) لاہور وغیرہ میں جن مزارات کو پوجا جا رہا ہے ، یہ تو اس وقت پیدا بھی نہ ہوئے تھے ۔ پھر آیت موصوفہ آپ کے ترجمہ کے مطابق ان کو کیسے شامل ہوئی ۔ پس یا تو ان مزارات والوں کو اس آیت کے ماتحت دکھاؤ یا قرآنی بیان کو ناقص مانو ۔ ورنہ ہمیں کہنے کا موقع دو:

گر تو قرآں بریں نمط خوانی   ببری رونقِ مسلمانی

آٹھواں سوال : حضرت مسیح کو زندہ رکھنے سے اللہ تعالیٰ کی قدرت پر حرف آتا ہے کیونکہ ہر ایک شخص جانتا ہے کہ وہی آدمی کسی چیز کو سنبھال کر رکھتا ہے جس کو یہ خوف ہو کہ اگر میرے ہاتھ سے یہ چیز نکل گئی تو شاید پھر میسر نہ آسکے ۔ امراء کبھی باسی کھانا اٹھا کر دوسرے وقت کے لئے نہیں رکھ چھوڑتے کیونکہ ان کو دوسرے وقت تازہ کھانا

ملنے کا یقین ہوتا ہے یہ کام صرف غرباء ہی کیا کرتے ہیں ۔، پس اللہ تعالی کو حضرت مسیح کا زندہ رکھنا ثابت کرتا ہے کہ خدا تعالی سے ایک دفعہ حضرت مسیح جیسا آدمی بن گیا ہے ،اب اس کو نعوذ باللہ ڈر ہے کہ اگر میں اس کو ماردوں تو شائد اس جیسا انسان پھر مجھ سے پیدا نہ ہو سکے، اس لئے اس کو زندہ رکھوں ۔ ورنہ جس کی قدرت وسیع ہے جو ایک چھوڑ بے شمار حضرت مسیح جیسے انسان پیدا کرنے کی قدرت رکھتا ہے اس کو کیا ضرورت پڑی کہ تمام انبیاء کو تو فوت کر کے اٹھا لے اور حضرت مسیح کے ساتھ سب سے انوکھا معاملہ کرے کہ ان کو زندہ اٹھا لے ۔ (الفضل ۲۳ فروری ۱۹۴۶ء ص ۶)

مولانا ثناءاللہ امرتسری فرماتے ہیں: یہ سوال پڑھ کر ہمارے تعجب کی حد نہیں رہی۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ ایک مصنوعی بت کی پوجا کرانے کو کتنی کوشش کر رہے ہیں۔

اچھا صاحب یہ تو بتایئے کہ حضرت نوح اپنی قوم میں ساڑھے نو سو برس وعظ فرماتے رہے اور بعد نجات بہت سی مدت زندہ رہے۔ اور تمہارے نبی نے کہا تھا میں ۸۵ سال تک عمر پاؤں گا (رسالہ نورالدین) حالانکہ ۶۹ سال تک عمر پائی ۔ یہ اتنی کمی بیشی کیوں ہوئی ۔ کیا حضرت نوح کو اتنی لمبی عمر دینے میں خدا تعالی کو اندیشہ تھا کہ میں ایسا آدمی پیدا نہیں کر سکوں گا اسی کو رہنے دوں ۔، قادیانی ممبرو! تم چاہو تو ہمیں مخالف سمجھو ،مگر ہم تمہارے مخالف نہیں ہیں اس لئے تم کو مشورہ دیتے ہیں کہ ایسے سوالات بغرض اصلاح ہمارے پاس بھیج دیا کرو۔ تمہیں اختیار ہو گا ہماری اصلاح مانو یا نہ مانو، مگر سن تو لیا کرو۔ ورنہ ہمارا حق ہو گا کہ یہ شعر تمہاری خدمت میں پیش کریں

حافظا مے خور و رندی کن و خوش باش ولے
دام تزویر مکن چوں دگراں قرآن را

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵۔ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۴ ص ۴۔۶)

قادیانی مسیح موعود کی تکذیب پر قادیان سے آواز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا لکھ چکے ہیں کہ قادیانی اخبار کتنی ہی حق پوشی کریں تاہم تصرف قدرت ان پر

حاوی ہو کر حق کا اظہار کرا دیتا ہے۔ آج کا حوالہ بھی ناظرین کی دلچسپی کا موجب ہوگا

مرزا غلام احمد صاحب متوفی کا دعوی تھا کہ میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ کفر کی جڑ کاٹنے اور مسلمانوں کو اصلی معنی میں متقی بنانے کے لئے آیا ہوں۔ مگر مسلمانوں کی حالت جو آج کل ہے وہ الفضل کے الفاظ میں درج ذیل ہے:

> اسلام ساری دنیا میں ہی خطرے میں ہے اور ہندوستان کو اس سے مستثنیٰ کرنا کسی صورت میں بھی درست معلوم نہیں ہوتا۔ آج اسلام کو محفوظ سمجھنا ایک مسلمان کی مذہبی حس کی موت کی علامت ہے۔ کیا اسلام کیلئے اس وقت خطرہ پیدا ہوگا جب اس کا نام بھی مٹ جائیگا کیونکہ اس وقت عام مسلمانوں میں سوائے نام کے اسلام کا باقی ہی کیا ہے۔ (الفضل ۲۶ مارچ ۱۹۴۶ء ص ۶)

قادیانی ممبرو! بقول تمہارے مسیح موعود آیا اور آ کر چلا بھی گیا۔ مسلمانوں پر کوئی زمانہ ایسا نہ آیا کہ وہ اچھی حالت میں نظر آتے پھر ایسے مسیح نے آ کر کیا کیا۔

صاف کہہ دو کہ کچھ نہیں کیا تا کہ ہم بھی تمہارے جواب میں یہ شعر پڑھیں:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۵ ص ۳،۴)

ثناء اللہ کی وجہ سے تین نشان کذب مرزا پر

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچوں میں یہ ذکر کئی دفعہ آ چکا ہے کہ ۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد نے بغرض تحقیق الہامات مجھے قادیان میں بلایا تھا۔ میں ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء کو وہاں جا پہنچا مگر مرزا صاحب نے عذر لنگ کیا کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ اب میں آئندہ مولویوں سے مناظرہ نہیں کرونگا۔ حالانکہ یہ کہنا ان کے دعوی مسیحیت کی طرح بالکل غلط تھا۔ کتاب انجام آتھم میں صرف عزمنا کا لفظ ہے جس کے معنی ہیں کہ ہم ارادہ کر چکے ہیں کہ اب آئندہ علماء کو مخاطب نہیں کریں گے۔ اس کے معنی صرف اتنے ہیں کہ ہم

ارادہ کر چکے ہیں ۔، شاباش ہے قادیانی اخباروں پر کہ انہوں نے بت پرستوں کو بھی مات کر دیا۔ بت پرست اپنی بت پرستی کی تائید میں بڑے بڑے دلائل لاتے ہیں منجملہ ان کے ایک مصرع یہ ہے: بت کو سامنے بٹھا کے یاد خدا کروں

اس سے ثابت کرتے ہیں کہ بت کی عبادت یعنی بت میں عبادت خدا کرنے کا ثبوت ملتا ہے۔ الفضل نے کمال کیا ہے اور یہ کمال اس کا کوئی نیا بھی نہیں ہے دراصل ایسے کمالات قادیانی جماعت میں موروثی ہیں ۔ لفظ کچھ ہوتا ہے معنی کچھ کرتے ہیں غرض یہ شعران پر پورا صادق آتا ہے

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا۔ ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

اخبار الفضل ۲۵ مارچ ۱۹۴۶ء میں کئی جگہ زبانی بحث کا لفظ بڑھایا گیا ہے۔ یعنی مطلب اس عبارت کا یہ بتایا گیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ ہم خدا کے ساتھ وعدہ کر چکے ہیں کہ ہم علماء کو زبانی بحث کے لئے مخاطب نہیں کریں گے۔

ان متکلمین کو یہ خبر نہیں ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے اس اعلان سے پہلے کتنے علماء سے زبانی مباحثے کئے تھے جواب تو بہ کرنے لگے۔ جھوٹ بولتے ہوئے خدا کا خوف نہ ہو، تو مخلوق سے شرم آنی چاہیے۔ سیدھی بات ہے کہ وہ میرے مواخذات سے چھوٹنے کی طاقت نہیں رکھتے تھے، وعدہ خدا کا بہانہ کر لیا سچ ہے:

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔ اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۵ ص ۴)

سمندر میں خوفناک طوفان: قادیان خبردار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس ہفتے بحرالکاہل میں بڑا زبردست طوفان آیا جس سے سخت جانی اور مالی نقصان ہوا۔ جزیرہ ہوائی کے بحری حکام کا اندازہ ہے کہ تین سو اشخاص ہلاک ہوئے اور دس ہزار اشخاص بے خانماں ہو گئے ایک سو جہاز لاپتہ ہو گئے۔

ایلا سکا کے سمندر میں جو زلزلہ آیا اس کی وجہ سے جھٹکے پانچ سومیل فی گھنٹہ کی رفتار سے چلتے رہے۔ان جھٹکوں سے سمندر میں بڑی بڑی لہریں اٹھیں جو دو ہزار میل کا فاصلہ طے کرنے کے بعد بھی تباہی مچاتی رہیں۔ درہ خیبر اور راس کماری کے درمیان دو ہزار میل کا فاصلہ ہے۔ اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ لہروں کی رفتار کس قدر تیز تھی ان کی بلندی سو فٹ تک بیان کی جاتی ہے۔

یہ خبر نقل کرنے کے بعد حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

قادیان سے کسی منذر الہام کا انتظار ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲۔اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۹ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۵ ص ۹)

لمبی عمر پانے والا کون

بجواب الفضل مورخہ ۳۔اپریل ۱۹۴۶ء

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قادیانی اخباروں کو جب مضمون نہیں ملتے تو بھرتی سے کام لیتے ہیں۔ بھرتی کے لئے بڑا مضمون انہوں نے یہ رکھا ہوا ہے کہ: مرزا غلام احمد کا اشتہار آخری فیصلہ والا سن کر مولوی ثناء اللہ نے کہا تھا بعض دفعہ جھوٹے آدمی لمبی عمر پاتے ہیں۔ پس مولوی ثناء اللہ اپنی تحریر کے مطابق جھوٹا ثابت ہوا۔

ان بھرتی والوں کی زبان بند ہونے سے تو نہ رہے گی، تاہم ناظرین کے لئے ہم ایک انصاف کی بات بتاتے ہیں۔ وہ یہ ہے کہ جس طرح عدالت میں فریقین کے وکیل ایک دوسرے کے خلاف تقریریں کرتے ہیں، دیکھا یہ جاتا ہے کہ جج نے کس تقریر پر صاد کیا۔ یعنی کس کو صحیح سمجھ کر قبول کیا۔ بس وہی تقریر قابل حجت ہوگی۔ دوسری نہیں۔ یہی قانون محکمہ قضا کا ہے اور یہی طریقہ ہائی کورٹ کا ہے۔

دیکھنا یہ ہے کہ ہمارے معاملہ میں خدائی ہائی کورٹ کا فیصلہ کس جانب ہے مرزا غلام احمد صاحب نے جس روز آخری فیصلہ کی دعا شائع کی تھی جس کا مضمون مختصر یہ ہے کہ الٰہی جھوٹے کو سچے کی زندگی میں موت دے۔ آپ کو فوراً الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع یعنی خدا نے اس دعا کی قبولیت کا وعدہ فرما لیا۔ یہ واقعہ ۲۵۔اپریل

۱۹۰۷ء کے اخبار بدر قادیان میں شائع ہو چکا ہے۔

میرا جواب ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے پرچے میں نکلا ہے۔ یہ تاریخیں اور ہائی کورٹ خداوندی کا جواب بالفاظ اجیب دعوة الداع اس نزاع کو بالکلیہ ختم کرتا ہے کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعا کے لئے ہاتھ بڑھانا، اوراس کی قبولیت کا الہام ہونا بالکل آیت کریمہ قد تبیّن الرّشد من الغی (البقرة:۲۵٦)کا مصداق ہے۔

نادانو! خدا کی شان اوراس کے الہام واجب الاذعان کی قدر کرو ورنہ یادرکھو میں تم کو یقین دلاتا ہوں کہ خدا تمہاری بابت فیصلہ کر چکا ہے اور زمانے کے لوگ بھی فیصلہ کرنے کو ہیں کیونکہ وہ جان چکے ہیں:

بہانہ کرتا ہے ساقیا! کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہ رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹۔اپریل ۱۹۴٦ء مطابق ۱٦ جمادی الاول ۱۳٦۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱٦ ص ۴)

قادیانی مسیح اوراس کا صاحبزادہ خلیفہ قادیان

دونوں میں سے سچا کون ہے؟

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد قادیانی مدعی مسیحیت موعودہ بارہا اظہار کر چکے ہیں کہ میں ساری دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ کفر شرک میرے ہاتھ سے مٹ جائے گا۔مسلمان میرے ذریعہ سے پکے متقی پرہیزگار بن جائیں گے (الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء)

ان کی زندگی میں ان کے معتقدین کا یہ حال خود ان کی زبان وقلم سے سنتے رہے کہ ہماری جماعت کے لوگ کتوں کی طرح ایک دوسرے کو کاٹتے ہیں۔ کھانے پینے کی چیزوں پرلڑتے ہیں (اشتہار ملحقہ بشہادۃ القرآن)۔

ہم سمجھتے رہے کہ تحریک احمدیت ابھی ابتداء میں ہے۔شائد انجام میں مکمل ہوکر پورا اثر دکھا سکے۔مگر افسوس: خود غلط بود آنچہ ماپنداشتیں

قادیانی مسیح کے صاحبزادہ مرزا محمود احمد نے اپنے خطبہ میں جو واقعات ظاہر

کئے ہیں ان کو ہم اخبار الفضل مورخہ ۱۳۔ اپریل ۱۹۴۶ء سے نقل کرتے ہیں۔ ان واقعات کو پڑھنے سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں پر یہ مثال صادق آتی ہے: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔

بڑے دعوے سے کہا جاتا تھا کہ ہماری جماعت ایسی پاک اور مقدس ہے کہ اس کے برابر کوئی جماعت نہیں، مگر خطبہ مذکورہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ استاد ذوق نے جو کہا ہے وہ ان کے حق میں بالکل صادق ہے

سنا کرتے تھے شہرہ ذوق جن کی پارسائی کا
وہ سب رند خرابات نکلے اپنے ہم نوا نکلے

سنیئے! خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب فرماتے ہیں:

سچ تبلیغ کے لئے سب سے بڑا حربہ ہے۔ اگر ہماری جماعت سچ پر کاربند ہو جائے تو ہماری تبلیغ بہت موثر اور نتیجہ خیز ہوسکتی ہے۔ اس زمانہ میں جھوٹ اس قدر عام ہو گیا ہے کہ سچی بات کا تلاش کرنا محال ہو گیا ہے۔ مجالس میں علی الاعلان جھوٹ بولا جاتا ہے اور اگر کوئی شخص وہاں سچ بول دے تو ساری مجلس کی فضا بدل جاتی ہے۔

عدالتوں میں لوگ اپنی دوستی اور لالچ کی خاطر خوب جھوٹ بولتے ہیں اور ایسے طور پر بنا بنا کر جھوٹ بولتے ہیں کہ جج کو ان کے جھوٹ کا علم نہ ہو سکے اور جب عدالت سے باہر نکلتے ہیں تو اپنی چالاکی اور ہوشیاری دوسرے لوگوں کے سامنے بیان کرتے ہیں کہ ہم نے جج کو یوں دھوکہ دیا۔ ہم نے اس طرح بات کو بدلا کر بیان کیا۔ گویا دوسرے لفظوں میں وہ اس بات کا اعلان کرتے ہیں کہ ہم ایسے ایسے جھوٹے ہیں کہ ہمارے جھوٹ کا جج کو بھی پتہ نہیں لگ سکتا.... ہمارے زمانہ میں تو عدالتوں میں سچ بالکل مفقود ہو چکا ہے۔ مدعی اور مدعا علیہ دونوں خوب دل کھول کر جھوٹ بولتے ہیں اور بعض لوگ تو بغیر کسی خطرہ کے اور بغیر کسی وجہ کے بے تحاشا بولتے چلے جاتے ہیں اور جھوٹ ان کی عادت ثانیہ ہو چکا ہوتا ہے۔ میرے نزدیک ہماری جماعت بھی ابھی سچائی کے اس اعلیٰ مقام پر کھڑی نہیں جس پر اسے کھڑا ہونا چاہیے تھا۔ ابھی ہمارے تمام افراد میں سو فیصد سچ بولنے کی عادت پیدا نہیں ہوئی ... ابھی احمدیوں میں بعض ایسے لوگ پائے جاتے ہیں جو یہ خیال کرتے ہیں کہ اگر وہ اس قسم کا فقرہ بولیں جس کے لفظ

بظاہر کم ہوں مگر معانی ؟ غلط ہوتو وہ اس میں حرج نہیں سمجھتے یہ وہ لوگ ہیں جو یہ دعوی کرتے ہیں کہ ہم سچائی کو دنیا میں ..کریں گے مجھے ان کی اس حرکت سے سخت تکلیف ہوتی ہے مومن وہ ہے کہ جو بات اس سے پوچھی جائے اسے صاف طور پر بیان کرے تا کہ پوچھنے والا کسی نتیجہ پر پہنچ سکے۔لیکن آج کل حالت یہ ہے کہ عوام کے نزدیک اس قسم کا جھوٹ جھوٹ سمجھا ہی نہیں جاتا اور سچ بولنے کی وجہ سے جو شرمندگی اور ندامت اٹھانی پڑتی ہے اس کو برداشت کرنے کے لئے لوگ تیار ہی نہیں ہوتے ۔ جھوٹ بول کر سرخ رو ہونے کی کوشش کرتے ہیں...

اور میں بتا دینا چاہتا ہوں کہ جس وقت تک ہماری جماعت ہر رنگ میں اچھا نمونہ قائم نہیں کرتی اس وقت تک کوئی بڑی تبدیلی پیدا کرنا ایک مشکل امر ہے اگر ہماری جماعت کے کارکن سچائی کے پابند ہو جائیں تو ہمیں معاملات کی حقیقت سمجھانے میں وہ مشکلات پیش نہ آئیں جواب ہمیں پیش آتی ہیں ...اور جن لوگوں نے یہ میرا ؟ وقت ضائع کیا اور سچ نما جھوٹ بولنے کی کوشش کی وہ قریباً سارے کے سارے واقف زندگی ہیں (قادیان میں ایک جماعت تیار کی گئی ہے جنھوں نے اپنی زندگی کو دینی خدمت کے لئے بغیر معاوضہ کے وقف کر دیا ہے ۔مرزا محمود نے انہی کی طرف اشارہ کیا ہے ۔ثناء) جو اور بھی قابل افسوس ہے جھوٹی عزت کی خاطر انہوں نے میرے سامنے جھوٹ بول دیا۔ (الفضل قادیان ۱۳۔اپریل ۱۹۴۶ء ص ۱۔۳)

ناظرین کرام ! یہ خطبہ سامنے رکھ کر مندرجہ ذیل تصریحات مرزا غلام احمد کی بھی سنیئے

۱۔مرزا قادیانی نے دنیا کی ساری عمر سات ہزار برس بتائی ہے اور اپنا وجود ساتویں ہزار میں بتایا ہے ۔چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں: یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالی کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا ہے اور اسی دلیل سے میرا دعوی مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس تقسیم کی رو سے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے اس ششم ہزار کے لوگوں کا نام آنخضرت ﷺ نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں ۔(قادیانی لیکچر سیالکوٹ ۔ص ۷)

ناظرین اس عبارت کو غور سے پڑھیں یہ زمانہ بقول مرزا غلام احمد صاحب ہدایت اور رشد کا ہونا چاہیے تھا،مگر خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی زبان سے معلوم ہوا

کہ یہ زمانہ ہدایت اور رشد کا نہیں، بلکہ گمراہی اور ضلالت کا ہے۔

واقعات بھی خلیفہ قادیان کی تائید کرتے ہیں کیونکہ دنیا کی کافر قومیں گمراہی میں عرصہ سے پھنسی ہوئی ہیں مسلمانوں کا بھی اب یہ حال ہو گیا ہے کہ یہ کہنا بجا ہے:

رہا دین باقی نہ اسلام باقی۔اک اسلام کا رہ گیا نام باقی

کیا ان واقعات سے یہ نتیجہ نکالنا غلط ہے کہ قادیانی مسیح اپنے دعوی میں سچے نہیں تھے اس لئے ان کا کوئی کام پورا نہیں ہوا اور مخالفوں کو یہ کہنے کا حق حاصل ہوا

ہزار وعدوں میں اگر ایک ہی وفا کرتے
قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۶۔اپریل ۱۹۴۶ء مطابق ۲۳ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۷ص ۴۔۵)

امن کا شہزادہ آیا اور دنیا کو بے امنی میں چھوڑ گیا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ میں امن کا شہزادہ ہوں اور دنیا میں امن وامان پھیلانے کے آیا ہوں۔ ہم اس آواز کو بڑی خوشی سے سنتے تھے اور کبھی کبھی بطور تفریح کہا بھی کرتے تھے کہ ہمارا ملک پنجاب کیسا خوش قسمت ہے کہ اس میں امن کا شہزادہ پیدا ہوا۔مگر افسوس واقعات نے ہمیں یہ کہنے پر مجبور کیا:

خود غلط بود آنچہ ما پنداشتیم

قدرت الٰہی کا تصرف عجیب عجیب رنگ میں دکھاتا ہے۔قادیان سے گاہے ماہے ایسی آوازیں اٹھتی ہیں جو مرزا کے دعوی کی صریح تکذیب کرتی ہیں۔آج ہم ایک مضمون الفضل سے نقل کرتے ہیں جو قادیان کے اہل قلم کا لکھا ہوا ہے۔ناظرین اس کو دل لگا کر پڑھیں گے تو انہیں معلوم ہو جائے گا کہ قادیانی مسیح موعود کے وعدے اسی قسم کے تھے جیسے عرب کی محبوبہ سعاد کے تھے جس کے حق میں اس کے محبّ صادق نے کہا ہے

اکرم بھا خلّۃ لو انّھا صدقت
موعودھا او لو ان النّصح مقبول

(کیسی اچھی محبوبہ ہے اگر وہ اپنا وعدہ سچا کرے یا ناصح کی نصیحت مان لیا کرے)

قابل نامہ نگار نہایت راستی سے واقعہ نگاری کرتا ہوا لکھتا ہے:

عام انسان خیال کرتے ہیں کہ دنیا میں یہ تغیرات ایک اتفاقی حادثہ ہیں اور یوں ہی خود بخود وقوع پذیر ہورہے ہیں، مگر دنیا کے لاکھوں انسانوں کی یہ ہولناک تباہی اور اس کا تسلسل اتفاق پر محمول نہیں ہوسکتا اور ان سارے اہم حوادث کو کوئی سمجھ دار بلا علت قرار نہیں دے سکتا۔ اس جہان کا ایک خالق ہے اور اس کا کوئی فعل حکمت سے خالی نہیں ہو سکتا ہر چیز اس کے قبضہ واختیار میں ہے۔ اور ہر کام اس کے اذن سے ہورہا ہے پس ناممکن ہے کہ یہ تباہیاں یہ بربادیاں اور یہ کشت وخون عبث ہو اور کسی خارق عادت انقلاب کا پیش خیمہ نہ ہو۔ ظاہر ہے کہ انسانوں کے اعمال میں خرابی پیدا ہو چکی ہے اور فسق وفجور ان کی رگ وپے میں سرایت کر چکا ہے وہ اپنے جرائم کے خمیازہ کے طور پر مستحق عذاب ہیں اور عذاب الٰہی اپنے مختلف رنگوں میں انسانوں پر آرہا ہے۔ یہ عذاب گناہوں کی سزا بھی ہیں اور سنت اللہ کے مطابق ظاہر ہونے والے مامور کے انذار سے لاپرواہی کا ثمرہ بھی، کیونکہ اگر نسل انسان خدا تعالیٰ کی آواز پر کان دھرتی اور اپنے برے اعمال سے توبہ کرتی تو خدا تعالیٰ بڑا حکیم اور کریم ہے وہ ان عذابوں کو ٹال دیتا اور زمین پر رفاہیت اور طمانیت کا دور آجاتا۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ انسانوں کے ظلم کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اور اب قہری تجلی سے ہی انسان روبہ اصلاح ہوں گے۔ بہر حال یہ عذاب آسمانی نوشتہ ہیں اور خدائی پیش گوئیوں کا ظہور ہیں۔ کاش اب بھی آدم زاد اللہ تعالیٰ کے فرستادہ کے شنوا ہوں اور راہ حق کی طرف رجوع کریں۔

(الفضل قادیان ۴۔ اپریل ۱۹۴۶ء)

مضمون ہذا کو حدیث نبوی کے ساتھ ملایا جائے تو قادیانی مباحث نہایت آسانی سے ختم ہو جاتے ہیں۔ حضور ﷺ نے امام مہدی کے متعلق فرمایا

یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت جوراً۔ یعنی امام موعود دنیا کو اسی طرح عدل و انصاف سے بھردے گا جس طرح دنیا اس کے آنے سے پہلے ظلم سے بھری ہوگی۔

ملاحظہ ہو قبل تشریف لانے کا ذکر ماضی کے صیغہ سے ہے اور بعد کا ذکر مضارع کے صیغہ سے۔ یہ دونوں صیغے دونوں زمانوں (قبل اور بعد) کا نقشہ دکھاتے

ہیں۔ خدا جزائے خیر دے مولانا حالی مرحوم کو جنہوں نے بعثت نبوی کا قبل اور بعد بڑی عمدگی سے دکھایا ہے فرماتے ہیں:

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی ۔عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی

نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی۔اک آواز سے سوتی بستی جگا دی

سوتی کے لفظ سے قبل نبوت کا ذکر ہے، اور جگا دی کے لفظ میں بعد نبوت کا اثر دکھایا ہے۔ واقعہ بھی یہی ہے۔عرب میں نبوت صادقہ نے جو اثر دکھایا وہ کسی سے مخفی نہیں اب ہم دیکھتے ہیں مرزا کا دعوی تھا کہ میں بروز محمد (ﷺ) ہوں چنانچہ آپ کا شعر ہے:

منم مسیح زماں منم کلیم خدا

منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

یعنی میں مسیح ہوں میں موسی ہوں میں محمد ہوں میں احمد ہوں (تریاق القلوب)۔

معتقدین نے کہا آ منا و صدقنا فا کتبنا مع الشا ھدین مگر واقعات نے جن کے اظہار پر قادیانی اہل قلم بھی مجبور ہیں ثابت کر دیا کہ مرزا صاحب قادیانی کے دعاوی اسی طرح سچے ثابت ہوئے جس طرح متنبّی اپنی محبوبہ کی صداقت بتاتا ہے:

اذا غدرت حسناء اوفت بعھدھا

و من عھدھا ان لا یدوم لھا عھد

چنانچہ الفضل کے قابل مضمون نگار کو خدا اس جرأت کا اجر عظیم دے۔ اس نے واقعات کی بنا پر اس حقیقت کو ثابت کر دیا کہ دنیا میں امن کا مدعی آیا مگر امن دنیا سے مفقود ہے لہذا اس کا دعوی محض ادعا کے سوا کچھ نہ تھا فا عتبروا یا اولی الا بصار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۳۰ جمادی الاول ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۱۸ ص ۴، ۵)

مرزا کا آخری فیصلہ مباہلہ نہیں تھا

بجواب الفضل قادیان

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ والے اعلان نے مرزائیوں

کو ایسا پریشان کر رکھا ہے کہ جواب دیتے ہوئے انہیں کچھ سوجھتی ہی نہیں ۔ جو کچھ منہ میں آتا ہے کہہ دیتے ہیں، جو کچھ دل میں آتا ہے لکھ دیتے ہیں۔ یہ سمجھتے نہیں کہ ہماری تحریر پر خدا کے ہاں سوال ہو گا اور ہماری تقریر پر پبلک بھی غور کرے گی۔

الفضل قادیان ...میں ایک صاحب نے پھر پرانی باسی کڑی کو ابال دیا ہے کہ مرزا غلام احمد کے آخری فیصلے کا اعلان، مباہلہ تھا جو مولوی ثناء اللہ نے منظور نہیں کیا اس لئے بات آئی گئی ہوگئی۔ یہ بیان سراسر غلط ہے جس کا ذکر ہم بارہا کر چکے ہیں ۔ اورلدھیانہ کے انعامی مباحثہ میں بھی مفصل بیان کر کے اپنے حق میں فیصلہ لے چکے ہیں ۔آج ہم اس کا مختصر جواب دیتے ہیں ۔

اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء میں مرزا غلام احمد صاحب کا قول منقول ہے کہ میں مولوی ثناء اللہ کے ساتھ مباہلہ اس وقت کروں گا جب میری کتاب حقیقۃ الوحی شائع ہو جائے گی ۔ وہ کتاب مولوی ثناءاللہ کے پاس بھیج کر یہ کہوں گا کہ اس کو خوب پڑھو۔اگر اس کے پڑھنے سے تمہاری تسلی نہیں ہوئی تو پھر مباہلہ کرلیں گے۔

یہ کتاب حقیقۃ الوحی ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو شائع ہوئی تھی۔اورآخری فیصلہ والا اعلان ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کا ہے جو ایک مہینہ قبل اشاعت حقیقۃ الوحی شائع ہوا تھا۔ پھر یہ مباہلہ موعودہ کیسے ہوا۔کیا قادیان میں ماہ اپریل مئی کے بعد آتا ہے ۔اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پیغام صلح کا قادیانی جماعت کو ان لفظوں سے مخاطب کرنا: اے عقل کے اندھو، کسی قدر اپنے اندر صداقت رکھتا ہے ۔

بس مقطع کلام صرف یہ ہے کہ آخری فیصلہ مباہلہ نہیں ہے، نہ دعوت مباہلہ ہے اور نہ مضمون مباہلہ ۔سارا اشتہار پڑھ جایئے اس میں مباہلہ کا لفظ تک نہیں ہے ۔ کسی کو ملے تو ہمیں اطلاع دیں ۔ پھر اس کو مباہلہ کہنا خود مرزا صاحب پر بھی افتراء کرنا نہیں تو اور کیا ہے ۔اس کے متعلق ہمارے پاس اور بہت سے دلائل ہیں ۔

جماعت مرزائیہ بہر دو صنف میں اگر کچھ جرأت ہے تو ہمارے سامنے میدان مباحثہ میں آئے، مگر مباحثہ بالمشافہ تحریری ہوگا۔اور فیصلہ کے لئے ہائی کورٹ کا کوئی جج یا کم از کم ڈسٹرکٹ جج منصف ہوگا۔

مباحثہ میں پیش ہونے والا اپنے خلیفہ قادیان (مرزامحمود احمد) سے، اور اپنی

جماعت لاہور کے امیر سے مختار نامہ لا کر ہمارے حوالے کرے گا۔وہ دن ہمارے لئے روز عید ہوگا۔کیونکہ پہلی فتح کے بعد دوسری فتح کے بھی امیدوار ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۷ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ جلد۴۳ نمبر۱۹ص ۵)

نزول مسیح کی حدیث اور قادیانی دست تصرف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی امت نے گویا حلف اٹھا رکھی ہے کہ قرآن ہو یا حدیث ہم اس کو بگاڑ کر اپنے مطلب کے مطابق بنائیں گے۔اس جماعت میں شخص پرستی کا مادہ اس قدر بڑھ گیا ہے کہ ان کو کچھ ہوتے ہوئے نہ خدا کا خوف مانع ہوتا ہے، نہ مخلوق سے ہچکچاہٹ ہوتی ہے۔جو جی میں آتا کہہ جاتے ہیں۔لطف یہ ہے کہ کہتے ہوئے کسی علمی قاعدے کو بھی ملحوظ نہیں رکھتے۔مثال کے طور پر آج ہم یہ مضمون الفضل ۵۔اپریل ۱۹۴۶ء صفحہ ۷ سے دکھاتے ہیں۔ طالب علم اس کو علم نحو کی روشنی میں دیکھیں گے تو ان کو یقین ہو جائے گا کہ یہ مقولہ یطغی فی الروایات عاروھا بالکل صحیح ہے

الفضل مذکور میں گجراتی مضمون نگار حدیث کیف انتم اذ نزل فیکم ابن مریم و اما مکم منکم پر طبع آزمائی کرتا ہوا لکھتا ہے:

مندرجہ بالا حدیث میں واو عاطفہ قرار دے کر ہم یہ مطلب بیان کرتے ہیں کہ اے مسلمو! تمہاری کیسی خوش قسمتی ہوگی جب کہ مسیح ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور وہ تمہارے امام و پیشوا ہوں گے مگر تم میں سے ہی ایک فرد اور خاتم الانبیاء ﷺ کی پیروی کے باعث یہ درجہ حاصل کر لیں گے۔

اس اقتباس میں مضمون نگار نے اپنا کمال علمی دوطرح دکھایا ہے۔ایک یہ کہ ترجمہ میں اما مکم کا مبتداء ھو محذوف ہونے کی طرف اشارہ کیا ہے اور لطف یہ ہے کہ یہاں کوئی دلیل نہیں دی کہ مبتداء محذوف ہے حالانکہ قاعدہ علمیہ ہے
الحذف کا المیتة یعنی کسی لفظ کو محذوف ماننا مردہ خوری کے برابر ہے
یعنی جب تک حلال طیب ملے میت کھانا جائز نہیں، اسی طرح جب تک

موجودہ عبارت کام دے محذوف ماننا جائز نہیں۔

میتہ خوری کی دلیل یہ ہے کہ فمن اضطر فی مخمصة غیر متجا نف ا لا ثم مجبوری کی حالت میں جب موجودہ عبارت کافی نہ ہو، کسی مناسب لفظ کو محذوف مان لینا جائز ہے۔

لیکن یہاں نہ ضروری ہے اور نہ ہی حاجت ہے ۔ بلکہ اما مکم مبتداء ہے احد منکم جار مجرو متعلق کائن ہو کر خبر دیتا ہے۔ یہاں کون سا استحالہ ہے جس کی وجہ سے ھو محذوف مان کر مردہ خوری کا ارتکاب کیا جاوے۔

دوسری غلطی راقم مضمون کی یہ ہے کہ اس نے علم نحو کے اس قانون کو نظر انداز کر دیا ہے کہ صحت عطف کے لئے ضروری ہے کہ معطوف ،معطوف علیہ کی جگہ رکھا جائے تو کلام صحیح ہو جائے۔ جیسے جاء زید وعمر و ، جاء عمر و زید بھی کہہ سکتے ہیں۔ یہاں حدیث مرقومہ بالا میں یہ قانون جاری نہیں ہوسکتا کیونکہ اگر اما مکم کو معطوف کیا جائے نزل پر اور اذا ظرف زمان کے نیچے تو کلام کا نظام یوں ہوگا اذا اما مکم منکم یہ کسی طرح صحیح نہیں ہے۔ کیونکہ اذا ظرف زمان فعل پر آتا ہے اسم پر آئے گا تو اذا مفاجاتیہ ہو جائے گا جیسے خرجت فا ذا لسبع

یہ تو ہے علم نحو کا قاعدہ۔ مگر قادیان میں ہر بات نئی ہے۔ قرآن نیا ہے، حدیث نئی ہے، فقہ نئی ہے، مذہب نیا ہے، رسول نیا ہے۔ غرض سب کچھ نیا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۱۴ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۰ ص ۴)

قادیانیوں کی دور بینی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

مرزائی گروہ کو بہت لوگ جانتے ہیں مگر ان کے جاننے اور میرے جاننے میں وہی فرق ہے جو عرب کا مشہور شاعر متنبیؔ کہتا ہے:

اذا ما الناس جربھم لبیب
فانی قد اکلتھم و ذاقا

قادیانی امت کو میں دور بینی اور ہوشیاری میں یورپ کی بڑی مہذب قوم کے برابر بلکہ اس سے بڑھی ہوئی جانتا ہوں۔ یورپ کی مہذب قومیں جس طرح اپنے کام میں ہشیار ہیں، اسی طرح قادیانی بھی اپنے مقاصد میں بڑے ہوشیار ہیں۔ان کی ہوشیاری کو سمجھنا ہر ایک کا کام نہیں۔ ان کا ظاہر اور باطن بالکل اس حدیث کے مطابق ہے جس کا مطلب مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے یوں ادا کیا ہے:

حالی رہ راست جو چلتے ہیں صدا
خطرہ انہیں نہ گرگ کا نہ شیروں کا
لیکن ان بھیڑیوں سے واجب ہے حذر
بھیڑوں کے لباس میں جو ہیں جلوہ گر

ہم اپنے دعویٰ کے ثبوت میں قادیانیوں کی ایک دور اندیشی پیش کرتے ہیں بڑے مرزا صاحب متوفی نے میرے حق میں دعا شائع کی تھی کہ جھوٹا سچے سے پہلے مرے۔ جس کی بابت ان کو الہام ہوا کہ خدا نے یہ دعا قبول کر لی۔

لیکن جب قبولیت کا اثر ظاہر ہوا تو قادیانی بغلیں جھانکنے لگے اور سوچ بچار کر سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی سے اشتہار دلوا دیا کہ آپ اپنے عقائد اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کذب پر موکد بعذاب حلف اٹھائیں ایک سال زندہ رہے تو دس ہزار روپیہ آپ کو انعام دیا جائے گا۔

اس اشتہار کی ابتداء جنوری ۱۹۲۳ء میں حیدر آباد دکن میں ہوئی تھی۔ میں نے اسی وقت اس کا جواب دے دیا تھا کہ میں ایسی حلف اٹھانیکو طیار ہوں بشرطیکہ تم عبداللہ الہ دین اور خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) یہ لکھ دو کہ اگر میں بخیریت سال پورا کرلوں تو تم دونوں مجھ کو سچا سمجھ کر میرے ساتھ ہو جانا۔

اس کے متعلق بہت سی گفتگو ہوتی رہی جو سکندر آباد کی انجمن اہلحدیث نے رسالہ قادیانی حلف کی حقیقت میں شائع کر دی ہے ۔اس واقعہ پر آج ۲۳ سال گذر چکے ہیں مگر قادیانی گروہ کی ڈھاک کے تین پاتوں میں چوتھا نہیں لگا۔کیسی صاف اور صحیح بات ہے کہ حلف کی وجہ سے جب سال کے اندر مروں تو جھوٹا ٹھہروں لیکن اگر سال کے بعد مروں تو یقیناً سچا ثابت ہوں گا۔مگر آج تک قادیانی جماعت نے اس

معقول شرط کو تسلیم نہیں کیا۔ کیوں نہیں کیا؟ سنیئے! میں آج بفضلہٖ تعالیٰ قمری حساب سے پورے اسّی (۸۰) سال کا ہوں جس کی بابت معلقہ کے شاعر نے کہا ہے

و لقد سئمت من الزمان و من يعش
ثمانين حولاً لا ابا لك يسئم

(میں اسی سال کی تکلیفیں اٹھا چکا ہوں بیٹا جو اسی سال کا ہوتا ہے تکلیف ہی اٹھاتا ہے)

اس اشتہار بازی میں پچپن سے اسّی (۸۰) کو پہنچ گیا۔ آخر کب تک زندہ رہوں گا۔ مرزا غلام احمد صاحب کو الہام ہوا تھا کہ تیری عمر ۷۵ سے ۸۵ سال تک ہوگی لیکن ۶۹ سال کی عمر میں فوت ہو گئے (رسالہ نور الدین) میں اگر ایک سال اور بھی زندہ رہا تو سال بھر کوئی دوسرا شخص کھڑا ہو جائے گا کہ میں بیس ہزار دیتا ہوں تم حلف اٹھاؤ۔ آخر کبھی تو میری عمر پوری ہوگی جس سے اصل شکست جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مرنے کی وجہ سے ان کو ہوئی تھی، ڈھل جائے گی۔

مزے کی بات یہ ہے کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین نے ایک نیا رسالہ شائع کیا ہے جس میں سال تک موت کے ساتھ یہ پچ بھی لگائی ہے کہ سال تک موت وارد ہوگی یا موت کے برابر تکلیف پہنچے گی۔

کیا خوب! ناظرین کو معلوم ہوگا کہ ایک دفعہ بریلوی عقیدہ کے کسی جوان لڑکے نے مجھ پر قاتلانہ حملہ کیا، جو موت کے برابر تھا۔ پھر ۳۱ دسمبر کو ایک چکنے فرش پر گر پڑا جس سے میرا کولہا ٹوٹ گیا جو موت کے برابر تھا۔ پھر اپریل ۱۹۴۶ء میں میری کمر میں ایسا شدید درد ہوا کہ میں نے ایک دفعہ موت کی آرزو کی حالانکہ مجھے یاد تھا کہ حدیث شریف میں موت مانگنے سے منع آیا ہے۔ میں نے فوراً توبہ کی۔

اس قسم کے واقعات خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد)، ان کی والدہ اور ان کے تعلق داروں پر ہر ہفتے پیش آتے رہتے ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ میں اپنے پرانے جواب کو جو حیدر آباد میں دے آیا تھا، دہراتا ہوں اور سیٹھ مذکور کے ...جھگڑے کو ہمیشہ کے لئے ختم کرتا ہوں کہ:

میں تکذیب مرزا پر حلف اٹھانے کو تیار رہوں ایک سال تک موت کی شرط بھی منظور کرتا ہوں بشرطیکہ سیٹھ عبداللہ اور میاں محمود احمد خلیفہ قادیانی اخبار

الفضل کے ذریعہ شائع کر دیں کہ سال گذر جانے پر ہم دونوں مولوی ثناء اللہ کو تکذیب مرزا میں حق پر جانیں گے۔

ادھر آ ستم گر ہنر آزمائیں۔تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

رسالہ قادیانی حلف کی حقیقت دکنی احباب خصوصاً ضرور ملاحظہ کریں جو انجمن اہل حدیث سکندر آباد دکن نے شائع کیا ہے۔ قادیانیوں کی دور بینی یا چالاکی:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی دعا اپنے سے پہلے میری موت کے متعلق بالکل واضح ہے جس کے آخر میں یہ الفاظ ہیں: ربنا افتح بيننا و بين قو منا بالحق۔ اس اشتہار کے سر پر یہ آیت مرقوم ہے۔يستنبئو نك احق هو ۔ قل اى و ربى انه لحق۔اور اخیر میں یہ آیت لکھی ہے۔ اجيب دعوة الداع میں سچ کہتا ہوں اگر میری موت مرزا غلام احمد سے پہلے ہو جاتی تو قادیانی جماعت اس قدر شور مچاتی کہ اس پر یہ مصرع صادق آتا: کہ زمیں شد ششں و آسما گشت ہشت

چونکہ فرمان خداوندی صحیح ثابت ہوا جس کے الفاظ ہیں لا يحيق مكر السىء الّا با هله ،اس لئے ان کی کمپنی نے یہی طے کیا کہ اس فیصلے کو تسلیم نہ کیا جائے۔کیوں نہ کیا جائے بحکم ان يروا سبيل الر شد لا يتخذوه سبيلا (گمراہ لوگ اگر ہدایت کا راستہ دیکھتے ہیں تو اس کو اختیار نہیں کرتے)۔پس مرزا کے مریدو سن رکھو:

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ۔وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

ابوالوفاء۔ امرتسری

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۲۱ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۱ ص ۴۔۵)

قادیانی مسیح کا ذکر قرآن مجید میں

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: انجمن حمایت اسلام لاہور کے سالانہ جلسہ میں ایک دفعہ مولوی ڈپٹی نذیر احمد مرحوم دہلوی نے اپنی تقریر میں کہا تھا کہ ہر فریق قرآن مجید ہی کو پیش کرتا ہے۔ ذرا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے پوچھئے تو وہ کہیں گے کہ نصف قرآن میرے ہی حق میں نازل ہوا ہے۔،

اس وقت تو یہ بات آئی گئی ہوگئی، مگر بعد کے واقعات اور مرزا غلام احمد کی تحریرات دیکھنے سے معلوم ہوا کہ ڈپٹی صاحب مرحوم کا دعویٰ صحیح تھا۔ مرزا صاحب اپنے زمانے میں جو کچھ کہنا چاہتے تھے کہہ گئے۔ افسوس تو یہ ہے کہ ان کے اتباع ایسے صم بکم کیوں ہورہے ہیں کہ ان کی ہر بات کو وحی آسمانی سے بھی مقدم سمجھتے ہیں۔

آج ہم اس کی ایک مثال پیش کرتے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اس مثال کے پیش کرتے وقت ہمیں اس جماعت پر ترس آتا ہے اور ہم غمزدہ ہوجاتے ہیں کہ الٰہی ان کو کیا ہوگیا۔ کیوں تیرے کلام کو ایسا بگاڑتے ہیں کہ آریہ اور عیسائی بھی نہ بگاڑیں۔ کسی اخبار میں یہ مضمون نکلا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب مسیح موعود وغیرہ نہ تھا، اگر وہ ایسے ہوتے تو ان کا ذکر قرآن مجید میں ضرور ہوتا۔ اس کا جواب اخبار الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء میں نکلا ہے جو دراصل مرزا غلام احمد کا رقم فرمودہ ہے۔ اخبار الفضل کے الفاظ یہ ہیں:

قرآن کریم میں اجمالی اور تفصیلی طور پر امت محمدیہ کیلئے ایک عظیم الشان موعود اور مرسل کے آنے کی بشارت کا کئی مقامات پر ذکر ہے اور احادیث میں اسی موعود کو مسیح موعود قرار دے کر اس کے متعلق تفصیلات بیان کی گئی ہیں ایسی حالت میں یہ کہنا کہ مسیح موعود کا ذکر قرآن میں نہیں نہایت افسوس ناک ہے۔ مثال کے طور پر ایک آیت پیش کی جاتی ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے: هو الّذی بعث فی الامیین رسولاً منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین و آخرین منهم لمّا یلحقوا بهم (الجمعة:۲۔۳)

یعنی اللہ ہی ہے جس نے امی عربوں میں ان میں سے ہی رسول مبعوث فرمایا جو کہ ان پر آیات کی تلاوت کرتا ہے اور ان کا تزکیہ کرتا ہے اور انہیں کتاب سکھاتا ہے اور حکمت کی تعلیم دیتا ہے یہ لوگ قبل ازیں کھلی گمراہی میں تھے۔ آئندہ اللہ ہی آخرین میں اس رسول کو مبعوث کریگا، یا یہی رسول آخرین کی تعلیم و تربیت کریگا، اور آخرین ابھی تک صحابہ سے نہیں ملے آئندہ زمانہ میں ملیں گے۔ ان آیات میں دو جماعتوں سے رسول کریم ﷺ کی بعثت کا تعلق بتایا گیا ہے: ۱۔ امیین سے ۔۲۔ آخرین سے۔ بالفاظ دیگر آنحضرت ﷺ کی دو بعثتوں کا بیان ہے۔ پہلی امیوں میں، دوسری آخرین میں۔ سورہ واقعہ میں اسی لئے من الآخرین آیا ہے اور احادیث میں امام مہدی کی

آمد کو آنحضرت ﷺ کی آمد قرار دیا گیا ہے۔(الفضل ۱۰مئی ۱۹۴۶ء ص ۱)

ڈاکٹر اقبال مرحوم نے ایک مجلس میں اپنے ہم نشینوں سے سوال کیا تھا کہ تمہارے خیال میں امام حسینؑ کے بعد ان جیسا مظلوم کون ہوا ہے؟ کسی نے کسی کا نام لیا اور کسی نے کسی کا۔ آپ نے فرمایا میرے نزدیک امام ممدوح کے بعد بڑا مظلوم قرآن مجید ہے جس پر ہر طرف سے حملے ہو رہے ہیں۔ڈاکٹر موصوف کے اس کلام پر جب ہم نے غور کیا تو صحیح پایا۔سب سے بڑا ظلم قرآن مجید پر بہائی اور مرزائی کر رہے ہیں ان دونوں گروہوں کا دعوی ہے کہ ہمارے نبی و رسول بہاء اللہ ایرانی اور مرزا صاحب موعود کل ہیں لیکن جب غور کریں تو ان کے حق میں یہ شعر صادق آتا ہے:

کل یدعی وصلاً للیلی
و لیلی لا تقر لهم بذاكا

(یعنی ہر عاشق لیلی کے وصل کا دعوی کرتا ہے لیکن لیلی کسی سے اقرار نہیں کرتی)۔

ناظرین غور فرمائیں کہ آیت موصوفہ کے متعلق قادیانی ہیرو اور ان کے اتباع جو دعوی کرتے ہیں وہ ذرا ہمارا نقض اجمالی سن کر جواب دیں۔

آیت موصوفہ میں یہ ذکر ہے کہ خدا نے اپنے نبی محمد رسول اللہ ﷺ کو عرب کے ان پڑھ لوگوں میں بھیجا۔یقیناً وہ اس پر ایمان لا کر نجات پائینگے۔ایسے ہی پچھلے لوگوں میں بھی اسی کو بھیجا جو ابھی تک ان امیوں سے نہیں ملے۔قادیانی دعوی ہے کہ اس آیت میں رسول اللہ ﷺ کی دو بعثتوں کا ذکر ہے یعنی دو دفعہ نبی ہو کر آنے کا ذکر ہے۔پہلی بعثت تو امیوں میں ہوئی دوسری بعثت آخرین میں ہوگی۔یہ دوسری بعثت مرزا کی شکل میں ہوئی ہے۔مرزا نے تریاق القلوب میں لکھا ہے کہ جہاز اور تار نے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں عرض کی تھی کہ آپ کے زمانہ میں ہم نہیں تھے اس لئے ہم سے آپ کے دین کی خدمت نہیں ہوسکی۔اب اگر آپ تشریف لائیں تو ہم آپ کے دین کی خدمت کریں۔حضور ﷺ نے فرمایا کہ میں تو نہیں آؤں گا میری شکل میں مرزا قادیانی آئیں گے۔،یہ ہے مرزا اور ان کے مریدوں کا دعوی۔،اب ہمارا نقض اجمالی سنیں اور علم کا دعوی ہے تو جواب دیں لما یلحقوا بهم ، آخرین کی صفت ہے معنی یہ ہیں کہ پچھلی نسلیں جو صحابہ سے ابھی تک نہیں ملیں،ان میں بھی رسالت محمدی

ہی کافی ہوگی، جو بقول قادیانی مرزا صاحب کی معرفت پہنچے گی۔ بہت خوب!

اب بتایئے کہ اس وقت موجودہ نسل کے متعلق حضور ﷺ نے فرمایا تھا کہ جو آج زندہ ہے سو سال تک ختم ہو جائیں گے۔ تو وفات سے دوسری صدی میں جو لوگ پیدا ہوئے ان کے حق میں لما یلحقوا صادق آیا یا نہیں؟ آیا اگر یقیناً آیا تو بتایئے اس وقت مسیح موعود کون تھا پھر تیسری صدی کے شروع میں جو نسل پیدا ہوئی ان پر بھی لما یلحقوا صادق آتا ہے۔ ان میں کوئی مسیح موعود نہ آیا۔ اسی طرح چوتھی پانچویں چھٹی صدی میں علی ہذا القیاس تیرھویں صدی میں، یہ کیا وعدہ ہے جو تیرہ سو سال تک پورا نہ ہوا حالانکہ ان صدیوں میں بقول مرزا صاحب گمراہی کا زمانہ بھی تھا جس کو فیج اعوج کہتے ہیں مگر مسیح موعود نہ آیا۔ اور لوگ انتظار ہی میں چلے گئے ہوں گے۔

اگر آیا تو اس کا نام بتا دیجئے۔ یہ بھی بتا دیجئے کہ کس ملک میں آیا اور کس شہر میں پیدا ہوا کس باپ کا بیٹا تھا۔ یہ تو ہے نقض اجمالی، اب ذرا نقض تفصیلی بھی سنیئے!

ہم آپ کی دلیل کے اس مقدمے کو نہیں مانتے کہ بعث فی الامیین رسولاً میں دو بعثتیں ہیں۔ ہمارا عقیدہ ہے کہ ایک ہی بعثت مراد ہے۔ اس کا ثبوت قرآن کی اس آیت میں ہے و ما ارسلناك الّا كافةً للنّاس اے پیغمبر ہم نے تجھ کو سارے انسانوں کے لئے بھیج دیا ہے۔ بس اے تیری رسالت ساری دنیا میں رہے گی اور تیرے بعد کوئی نیا نبی پیدا نہیں ہوگا چاہے قادیانی ہو یا ایرانی۔، قادیانی ممبرو! کچھ علمی طاقت ہے تو ہمارے ان دونوں نقضوں کو اٹھاؤ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۱ مئی ۱۹۴۶ء مطابق ۲۸ جمادی الآخر ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۲ ص ۴۔۶)

ہندوؤں کے متعلق مرزا صاحب کی پیش گوئی

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد میں یہ کمال تھا کہ مسلمانوں کو باتوں باتوں میں خوش کر کے اپنا مطلب سیدھا کر لیا کرتے تھے۔ چنانچہ انہوں نے ایک دفعہ لکھ دیا کہ میری برکت سے کوئی ہندو پڑھا لکھا نظر نہیں آئے گا۔، چاہیے تو یہ تھا کہ

اس پیش گوئی کو مرزائی گروہ یا ان کے اخبار بھول کر بھی ذکر نہ کرتے مگر آخر وہ بھی اسی نبی کے امتی ہیں جو جھوٹی پیش گوئیوں کو سچی صورت میں دکھایا کرتے تھے۔ مثلاً آسمانی نکاح یا آتھم کی ۱۵ ماہ میں موت یا لیکھرام کے متعلق پیشگوئیاں باوجود جھوٹی ہونے کے سچ کی صورت میں دکھائی جاتی رہیں اور اب بھی دکھائی جاتی ہیں۔ قادیانی اخبار کی جرأت دیکھئے ایسی غلط پیش گوئی کو جس کی غلطی پر زمین و آسمان گواہی دے رہے ہیں، سچائی کی شکل میں دکھاتا ہے اس کے الفاظ ملاحظہ ہوں: ازالہ اوہام اڈیشن دوم صفحہ ۱۶۔۱۷ میں (مرزا قادیانی) تحریر فرماتے ہیں:

یقیناً سمجھنا چاہیے کہ دین اسلام کو سچے دل سے ایک دن وہی قبول کریں گے جو بباعث سخت اور پرزور جگانے والی تحریکوں کے کتب دینیہ کی ورق گردانی میں لگ گئے ہیں، اور جوش کے ساتھ اس راہ کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں، گو وہ مخالفانہ ہی سہی۔ ہندوؤں کا وہ پہلا طریق ہمیں بہت مایوس کرنے والا تھا جو اپنے دلوں میں وہ اس طرز کو زیادہ پسند کے لائق سمجھتے تھے کہ مسلمانوں سے کوئی مذہبی بات چیت نہیں کرنی چاہیے اور ہاں میں ہاں ملا کر گزارہ کر لینا چاہیے۔ لیکن اب وہ مقابلہ میں آ کر اور میدان میں کھڑے ہو کر ہمارے تیز ہتھیاروں کے نیچے آ پڑے ہیں اور اس صید کی طرح ہو گئے ہیں جس کا ایک ہی ضرب سے کام تمام ہو سکتا ہے۔ ان کی آ ہوانہ سرکشی سے ڈرنا نہیں چاہیے، وہ دشمن ہیں وہ تو ہمارے شکار ہیں۔ عنقریب وہ زمانہ آنے والا ہے کہ تم نظر اٹھا کر دیکھو گے کہ کوئی ہندو دکھائی دے، مگر ان پڑھوں لکھوں میں سے ایک ہندو بھی تمہیں دکھائی نہ دے گا۔ سو تم ان کے جوشوں سے گھبرا کر نا امید مت ہو، کیونکہ وہ اندر ہی اندر اسلام کے قبول کرنے کے لئے تیاری کر رہے ہیں اور اسلام کی ڈیوڑھی کے قریب آ پہنچے ہیں۔ میں تمہیں سچ سچ کہتا ہوں کہ جو لوگ تمہیں مخالفانہ جوش سے بھرے ہوئے آج نظر آتے ہیں، تھوڑے ہی زمانہ کے بعد تم انہیں نہیں دیکھو گے۔ حال میں جو آریوں نے ہم لوگوں کی تحریک سے مناظرات کی طرف قدم اٹھایا ہے تو اس قدم کے اٹھانے میں گو کیسی ہی سختی کے ساتھ ان کا برتاؤ ہے اور گو گالیوں اور گندی باتوں سے بھری ہوئی کتابیں شائع کر رہے ہیں مگر وہ اپنے جوش سے درحقیقت اسلام کے لئے اپنی قوم کی طرف راہ کھول رہے ہیں اور ہماری تحریکات کا واقعی طور پر کوئی

بدنتیجہ نہیں ۔ ہاں یہ تحریکات کوتاہ نظروں کی نگاہ میں بدنما ہیں مگر کسی دن دیکھنا کہ یہ تحریکات کیوں کر بڑے بڑے سنگین دلوں کو اس طرف کھینچ لاتی ہیں ۔ یہ رائے کوئی ظنی اور شکی رائے نہیں ہے بلکہ ایک یقینی اور قطعی امر ہے لیکن افسوس ان لوگوں پر جو خیر اور شر میں فرق نہیں کر سکے اور شتاب کاری کی راہ سے اعتراض کرنے کیلئے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔(الفضل ۲۴ مئی ۱۹۴۶ء)

اس پیش گوئی کی تکذیب آسمان زمین سے ہو رہی ہے کیونکہ ہندوستان میں ہندوؤں کی کثرت ان کے مندروں کا وجود بنارس اور اجودھیا میں بت خانوں کی رونق اور پجاریوں کی کثرت اس پیش گوئی کی صریح تکذیب کر رہی ہیں، مگر ہم ان دور دراز بلاد میں مرزائیہ اور اپنے ناظرین کو لے جانا نہیں چاہتے بلکہ قادیان ہی سے ان کو جواب دلوا دیتے ہیں ۔، ناظرین! ہم نے آزمایا ہے بلکہ اچھی طرح آزمایا ہے کہ قادیانی نبی اور ان کے خلیفہ پر قدرت اپنا تصرف کرتی ہے کہ ان کو خبر تک نہیں رہتی کہ وہ اپنے خلاف کہہ جاتے ہیں اور لکھ دیتے ہیں۔ ہم ان کی نسبت یہ گمان نہیں کرتے کہ دروغ گورا حافظہ نباشد، کی مثال ان پر صادق آتی ہے، بلکہ یہ کہتے ہیں کہ قدرت اپنے تصرف سے کام لیتی ہے۔ چنانچہ خلیفہ محمود احمد نے اپنے خطبہ میں بڑی دل سوزی سے فرمایا ہے جو اخبار الفضل ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء میں شائع ہوا ہے چنانچہ لکھا ہے:

اس وقت بھی ہم دیکھتے ہیں جہاں ہندوؤں کی حکومت ہے باوجودیکہ وہ انگریزوں کے ماتحت ہی ہے پھر بھی وہاں مسلمانوں پر سخت مظالم ہوتے ہیں۔ سب ہندو ریاستوں میں تو نہیں مگر اکثر میں ایسا ہی ہوتا ہے ۔ ملکانوں کے ارتداد کے دنوں میں ہمارے دوستوں نے اس کا تجربہ کیا ہوگا۔ بھرت پور میں جبراً ایک مسجد میں غلہ اور بھوسہ ڈال دیا گیا ..بعض علاقوں میں ہندو پولیس افسروں نے پاس کھڑے ہو کر شدھی کروائی اور جب ہمارے مبلغین گئے تو انہیں وہاں سے نکال دیا گیا ..مگر آثار وقرائن سے یہی پایا جاتا ہے کہ ہندو اس کوشش میں ہیں کہ تبلیغ اسلام کو بند کر دیں (الفضل ۲۷ مئی ۱۹۴۶ء ص۱)

ناظرین غور فرمائیں اس اقتباس میں ہندوؤں کا لفظ کتنی دفعہ آیا ہے جو ان کے وجود کا ہی نہیں بلکہ جبر وتشدد کا اظہار کرتا ہے۔ پھر یہ کیوں کر کہا جائے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش گوئی ہندوؤں کو نابود ہونے کے متعلق صحیح ثابت ہوئی۔

باوجود ایسی صریح غلط پیش گوئی کے اس کو صحیح کہنے والوں کے حق میں یہ مصرع کس خوبی سے صادق آتا ہے : جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ان سے سیکھ جائے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ جون ۱۹۴۶ء مطابق ۶ رجب ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۳ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان کے خواب

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: سرسید احمد خان مرحوم نے اپنے ایک سیالکوٹی دوست کو خط لکھا تھا جس میں مرزا غلام احمد کے متعلق یہ ذکر کیا تھا کہ ان کی تصانیف کسی طرح مفید نہیں ۔باقی رہے ان کے الہامات، سو ان کی حقیقت یہ ہے کہ دن کے خیالات رات کو سوجھتے ہیں ۔

مرزا غلام احمد نے اس خط کا آئینہ کمالات اسلام میں ذکر کر کے بڑی خفگی کا اظہار کیا ہے ۔ہم دیکھتے ہیں ان کے صاحبزادے میاں محمود احمد اسی لائن پر چل رہے ہیں چنانچہ وہ اپنے خواب سنا سنا کر مریدوں کو معتقد بناتے ہیں۔ ایک دفعہ آپ نے بیان کیا تھا کہ میں نے خواب میں مسیح موعود کو دیکھا اور پوچھا ثناء اللہ کا انجام کیا ہوگا۔تو آپ نے بہت جھنجھلا کر کہا، کیا ہوگا، کیا ہوگا ، وہی ہوگا جو میرے الہام میں درج ہے کہ طاعون سے مرے گا ۔، میں نے اسی زمانہ میں خلیفہ صاحب (محمود) کو مشورہ دیا تھا کہ تمہیں یہ پوچھنا چاہیے تھا کہ اب اس کے مرنے سے ہمیں کیا فائدہ، جب کہ آپ نے اپنے اعلان آخری فیصلہ کے مطابق دنیا سے تشریف لے جا کر ہم کو ذلت کے جس عمیق گڑھے میں گرایا ہے اس سے نکلنے کی کیا صورت ہے؟ آپ کا یہ فرمانا کہ طاعون سے مرے گا یہ تو ہمیں کچھ مفید نہیں کیونکہ ایک تو وہ آپ کے پیچھے مرا جو سچے کی علامت تھی دوسرے اگر طاعون سے مریگا تو وہ بحکم حدیث اس کیلئے شہادت کا باعث ہوگی ۔

خیر اصل بات یہ ہے کہ خواب میں اپنے والد سے پوچھ کر ان کو ناحق تکلیف دی، ورنہ یہ جواب ان کو کسی طرح مفید نہیں ہے آج کل بھی مرزا محمود نے خوابوں کا سلسلہ شروع کر رکھا ہے کبھی کبھی آپ اپنے مریدوں کو سنایا کرتے ہیں چنانچہ آپ کا ایک خواب بطور نمونہ درج ذیل ہے:

میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں ایک مجمع میں بیٹھا ہوں جو اسی طرز کا ہے جس طرح اس وقت دوست بیٹھے ہیں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میرے پاس بعض مبلغین بھی بیٹھے ہیں میں نے مجمع کو مخاطب کر کے تقریر کرنی شروع کر دی میں اپنی تقریر میں کہتا ہوں کہ آدی باسی لوگوں کی کتابوں میں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور میرے متعلق پیش گوئیاں ہیں ان کا پتہ لگانا چاہیے ۔تقریر کرنے کے بعد ایسا معلوم ہوا کہ مولوی عبد الرحیم صاحب شمال مشرقی کونے میں کھڑے ہیں اور وہ کہتے ہیں کہ اس بات کو معلوم کرنے کے لئے تو آدمی بھیجنے پڑیں گے اور بہت سا روپیہ خرچ کرنا پڑے گا ۔اس طرح کے عذرات انہوں نے بیان کرنے شروع کر دیئے کہ یہ بات آسانی سے معلوم نہ ہو سکے گی بلکہ بہت کوشش کرنی پڑے گی اور بہت سا روپیہ صرف کرنا پڑے گا ۔اس پر میں نے ان کو یہ جواب دیا یہ کون سی بڑی بات ہے جو کام کرنا ہوتا ہے اس کے لئے اس بات کا خیال نہیں کیا جاتا کہ کتنا روپیہ خرچ ہوگا اور کتنے آدمی لگانے پڑیں گے ۔ اسکے بعد میری آنکھ کھل گئی ۔،

آج سے پہلے آپ نے جو دیکھا تھا وہ بھی قابل ذکر ہے ۔روسی ڈکٹیٹر سٹالن کی بابت لکھا تھا کہ میں نے اس کو عورت کی شکل میں قریب المرگ دیکھا ہے ۔ایسے خوابوں کی بنا پر آپ کا چھوٹا بھائی پیغام صلح لاہور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے حق میں لکھتا ہے :
میاں محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان پروپیگنڈہ کے فن میں بڑے ماہر ہیں انہوں نے اپنے نظام کی بنیاد پروپیگنڈہ پر رکھی ہے وہ اپنی جماعت کے اندر اپنی گسٹاپو کے ذریعہ سے اپنے لوگوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے سے گریز نہیں کرتے دوسرے لوگوں کے خلاف پروپیگنڈہ کرتے ہوئے ان سے کسی اخلاقی ضابطے کی توقع رکھنا عبث ہے ان کے پروپیگنڈہ کی تکنیک ابو مسلم خراسانی اور فرقہ باطنیہ کے داعیوں سے ملتی جلتی ہے، یا اس زمانہ میں گوبلز نے جرمنی میں اس فن کو کمال تک پہنچایا ۔ اس طرز کا پروپیگنڈہ کرنا سیاسی لوگوں کا شیوہ قدیم ہے وہ اپنے خالص دنیوی مقاصد کے لئے ایسے اوچھے ہتھیاروں سے کام لیتے ہیں کیونکہ وہ اپنی سیاست کی بنیاد اخلاق پر نہیں رکھتے بلکہ ہتھکنڈوں پر رکھتے ہیں لیکن مذہبی لیڈر جو دنیا میں اخلاق اور روحانیت کے علم بردار ہوں انہیں ایسے طریقوں سے اجتناب کرنا چاہیے ۔

الفضل ۱۷۔ اپریل میں خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کی جلسہ سالانہ ۱۹۴۵ء کی تقریر شائع ہوتی ہے جس میں تمہید اس بات سے اٹھائی ہے کہ جس قسم کے اعتراضات آنحضرت ﷺ کے دشمن آپ پر کیا کرتے تھے، جو اعتراض ابوجہل کرتا تھا جو شخص ان اعتراضوں کو دہراتا ہے وہ مثیل ابوجہل ہے اور جس شخص پر یہ اعتراضات کئے جاتے ہیں وہ مثیل محمد ﷺ ہے۔ پس ہر زمانہ میں مومنوں اور کافروں سے مشابہت ہوتی چلی آئی ہے لیکن دنیا ہمیشہ اس بات کو بھول جاتی ہے اور جب کبھی نیا زمانہ آتا ہے تو نئے سرے سے لوگوں کو یہ سبق دینا پڑتا ہے اور اس اصول کو دنیا کے سامنے دہرانا پڑتا ہے ... پھر فرماتے ہیں کہ جب سے میں نے مصلح موعود ہونے کا اعلان کیا ہے مولوی محمد علی صاحب نے ویسے اعتراض کرنے شروع کر دیئے ہیں جیسے مولوی ثناء اللہ صاحب کیا کرتے تھے۔ میں خواب یا الہام سناتا ہوں اور اللہ تعالی کے اعلام کی بنا پر اعلان کرتا ہوں اور مولوی محمد علی صاحب نہ تو مقابل پر کوئی خواب یا الہام پیش کرتے ہیں اور نہ ہی وہ پیش کر سکتے ہیں ... اس کے بعد فرماتے ہیں کہ مولوی صاحب اس کے قرب سے بہت دور ہیں۔ اسلئے اللہ تعالی نے ان کو الہام نہیں کیا۔ یعنی سچائی کے مقابلہ میں ابتداء سے انکار ہوتا رہا ہے یہ سلسلہ ابتداء سے چلتا آیا ہے اور چلتا رہیگا۔،

خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) کے اس سارے بیان میں ایک مغالطہ ہے اور وہ مغالطہ صرف حضرت مولانا مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ کے خلاف اپنی جماعت میں پروپیگنڈہ کرنے کے لئے دیا گیا ہے خلیفہ صاحب سے جب کوئی دریافت کرتا ہے کہ آپ نبی ہیں تو کہتے ہیں کہ میں نبی نہیں اور جب کوئی پوچھتا ہے کہ آپ مامور ہیں تو کہتے ہیں میں مامور نہیں۔ جب میاں صاحب مامور نہیں تو ان کے الہامات کو دوسرے کی صداقت کو پرکھنے کے لئے بطور معیار اور حجت کے کیسے پیش کیا جا سکتا ہے اور آپ سے اختلاف رکھنے والوں کی مشابہت انبیاء اور مامورین کے دشمنوں سے کیسے ہوسکتی ہے؟

لیکن دن کی روشنی میں یہ مغالطہ دیا جا سکتا ہے اور کوئی میاں صاحب سے پوچھنے والا نہیں کہ آپ یہ مغالطے دیگر حضرت مسیح موعود (مرزا) کے رفقاء اور دوستوں کو بدنام کیوں کرتے ہیں؟ ان کے خلاف نفرت اور عداوت کے جذبات کیوں پھیلاتے ہیں۔

کیا حضرت صاحب کے عظیم المرتبت رفقاء کی مشابہت ابوجہل سے قائم کرنا شرمناک پروپیگنڈہ نہیں ،اور یہ بات ایک مذہبی لیڈر کے شایان شان ہے کہ وہ اپنے باپ کے رفقاء کے خلاف ایسا عامیانہ اور معاندانہ پروپیگنڈہ کرے ۔اور جن خوابوں کی بنا پر خلیفہ صاحب ایسا کرتے ہیں ان کے چیتھڑے تو اب فضائے آسمانی میں اڑ رہے ہیں ۔اب وہ موسیو سٹالن اور سٹالن اور مسٹر موریسن والے خواب کہاں گئے ۔ ذرا انہیں دنیا کے سامنے اس تحدی سے پیش کر کے دیکھیں تو قدر وعافیت معلوم ہو جائے ۔،

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں :معلوم ہوتا ہے خلیفہ قادیانی(محمود) اس باپ کے بیٹے ہیں اور اس درجے میں ہیں کہ کسی خواب میں بھی نہیں پہنچے ایک خواب یہ ہے ر أیتنی فی المنام عین الله و تیقنت اننی هو ...ثم خلقت سماء الدنیا وقلت انا زینا السماء الدنیا بمصابیح (آئینہ کمالات اسلام ۔ص۵۶۴ ۔ ۵۶۵)۔خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں خدا ہو گیا ہوں (مضمون ہذا کے آخر کی چند سطریں پڑھی نہیں جا سکیں ۔ بہاء)...

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴ جون ۱۹۴۹ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۴ ص ۴ ۔ ۵)

قادیان میں ایک نبوت کی بنیاد

لاہوری پارٹی خبردار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم مسلمان تو پہلے ہی خبردار ہیں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے براہین احمدیہ میں اپنے الہامات اور خواب بکثرت درج کر کے اپنے دعوی کی نبوت کی بنیاد رکھی تھی اسی زمانے میں ہوشیار علماء سمجھ گئے تھے کہ یہ بات دور تک پہنچے گی ۔آخر وہی ہوا جس کا ان کو خطرہ تھا ۔حال ہی میں مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان نے اپنے چند خواب بیان کئے ہیں جو قابل دید وشنید ہیں جن کے الفاظ یہ ہیں : تین چار دن ہوئے میں نے رؤیا میں دیکھا کہ میں اسی طرح کی ایک مجلس میں بیٹھا ہوں اور میں دوستوں کو مخاطب کر کے کہتا ہوں کہ اللہ تعالی نے مجھے وحی اولیاء کا بھی علم دیا ہے ۔اور وحی انبیاء کا بھی علم دیا ہے ۔ میں آپ کو وحی اولیاء کے متعلق بتا چکا ہوں اب وحی انبیاء کے متعلق

بتاتا ہوں ۔اس کے بعد میری آنکھ کھل گئی ۔ (الفضل قادیان ۵ جون ۱۹۴۶ء ص ۱)

گذشتہ تاریخ قادیان کوملحوظ رکھا جائے تو نتیجہ صاف نکلتا ہے کہ قادیان میں ایک اور نبی پیدا ہونے والا ہے وہ کون ہوگا وہی جن کو یہ خواب آیا ہے ۔ان باپ بیٹے کے خوابوں اور الہاموں پر اتنا تعجب نہیں جتنا ان کے ماننے والوں پر ہے۔ خدا جانے وہ کس دل و جان کے مالک ہیں کہ وہ ایسی رطب و یابس باتیں قبول کر لیتے ہیں ۔سردست ہم اتنا ہی پوچھتے ہیں قادیانی علماء اور پریس ہم کو جواب دیں کہ وحی اولیاء کا علم اور وحی انبیاء کا علم ان دونوں جملوں میں اضافت کیسی ہے اضافت الی الفاعل ہے یا اضافت الی المفعول ، پھراس کا نتیجہ کیا ہے۔ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم یہ سمجھے ہیں اور صحیح سمجھے ہیں کہ خلیفہ قادیانی نے آئندہ کے لئے اپنی نبوت کی بنیاد رکھی ہے ۔ہمیں تو اس سے خوف نہیں کیونکہ ہم اصل (بڑے میاں) کو دیکھ چکے ہیں اس کی فرع بھی دیکھ لیں گے انشاء اللہ۔ ہاں ہمیں رحم آتا ہے قادیانی جماعت پر جو بے چارے ایسے پھنسے ہوئے ہیں کہ کوئی آواز قادیان سے اٹھے وہ اس کو ماننے کے لئے سب سے پہلے تیار ہو جاتے ہیں کیونکہ بقول اخبار پیغام صلح لاہور وہ اپنی عقل و دانش خلیفہ قادیان کے ہاتھ پر بیچ چکے ہیں ۔(اہل حدیث امرتسر ۲۱ جون ۱۹۴۶ء ۲۴ ص ۴)

قادیانی غلط بیانی

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: قصیدہ بانت سعاد کے شاعر نے اپنی محبوبہ کے حق میں ایک شعر لکھا تھا: (سعاد ایسی محبوبہ ہے کہ اس کے خون میں کذب بیانی اور وعدہ خلافی شامل ہے)

لکنها خلة قد سيط من دمها
وجع و دلع و اخلاف و تبديل

ہم اپنے وسیع تجربے سے کہتے ہیں کہ قادیانی جماعت بھی اسی محبوبہ کی مانند ہے۔ جو بات کریں گے اس میں غلط بیانی، چال بازی، اور دھوکہ دہی ہوگی۔ مزا یہ کہ دانستہ کرتے ہیں۔ اگر نادانستہ کرنے کا عذر کریں، تو ہم ان کو معذور سمجھیں گے، مگر بے سمجھ ۔آج کی صحبت میں ہم اسی قسم کا ایک واقعہ پیش کرتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء میں لکھا گیا تھا کہ آخری فیصلے والا اشتہار مباہلہ نہیں ہے، کیونکہ مباہلہ وہ ہوتا ہے جس میں فریقین بالمقابل دعا کریں۔ یہ بھی لکھا گیا تھا کہ جو صاحب آخری فیصلہ والے اشتہار کو مباہلہ سمجھتے ہیں ان کو اس اشتہار میں لفظ مباہلہ نظر آئے تو ہمیں اطلاع دیں۔

اس کے جواب میں کوئی شخص محمد عبدالحق نامی لکھتا ہے۔ باوجود عبدحق کہلانے کے باطل پرستی کا ثبوت دینے کو میرا کلام نقل کرتا ہے جو یہ ہے: مولوی (ثناءاللہ) صاحب لکھتے ہیں: فریقین اپنے کسی نزاع کا فیصلہ بذریعہ دعا خدا سے چاہیں اسلامی اصطلاح میں اس کا نام مباہلہ ہے۔ (الفضل قادیان ۱۷ جون ۱۹۴۶ء ص ۵)

یہاں تک تو نامہ نگار نے ٹھیک کہا اور یہی میرا قول ہے اور یہی میرا مطلب ہے کہ مباہلہ میں فریقین کی دعا ہونی چاہیے۔ اسی لئے قرآن میں نبتھل جمع کا صیغہ آیا ہے۔ اب ناظرین اس کا جواب سنیں جو عبدحق صاحب نے دیا ہے۔ لکھتے ہیں: اسی اشتہار کی دوسری طرف حضرت مسیح موعود (مرزا) کا اشتہار آخری فیصلہ شائع کیا ہے۔ اس اشتہار میں حضور (مرزا) فرماتے ہیں، محض دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے، اور مولوی صاحب کہتے ہیں، دعا کے طور پر جو فیصلہ چاہا جائے اسکو اسلامی اصطلاح میں مباہلہ کہتے ہیں، قادیانی جماعت تو بہت خوش ہوگئی کہ ہمارا مضمون نگار بہت دور کی کوڑی لایا مگر وہ یہ تو بتائیں کہ میرا دعوی تو یہ تھا اور ہے کہ فریقین کی دعا کا نام مباہلہ ہے اور میرے جواب میں بتایا گیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آخری فیصلہ والے اشتہار کا نام دعا رکھا ہے۔

قادیان والو! اپنے حق پسند نامہ نگار کی سنتے ہو۔ میرا دعوی یہ ہے کہ کپڑا تانے بانے کے مجموعہ کا نام ہے، آپ کے مجیب کا جواب ہے کہ کپڑا صرف تانا ہے۔ اگر تم لوگوں میں کوئی منطق جاننے والا ہے، تو سمجھے کہ میرا دعوی قضیہ موجبہ مرکبہ ہے اور جواب مجھے مطلقہ سے دیا جاتا ہے۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھو،

میں کہتا ہوں کہ زوجین بیوی اور خاوند کا نام ہے، اور آپ کہتے ہیں کہ زوجین کا لفظ صرف بیوی یا خاوند پر صادق آجاتا ہے۔ پڑیں پتھر سمجھ ایسی پہ وہ سمجھے تو کیا سمجھے

حیرت ہے الفضل قادیان کا سٹاف کیوں ایسی تحریریں شائع کرتا ہے۔ کیا

اس لئے کہ روزانہ اخبار پر کیا جائے صدق وصداقت سے کوئی مطلب نہیں ۔

دوسرا جواب اس سے بھی لطیف تر ہے ۔لکھتا ہے : مولوی (ثناء اللہ) صاحب اپنے اسی اشتہار میں لکھتے ہیں ، اصل نزاع جس کے باعث مسلمانوں میں سخت اختلاف ہورہا ہے مرزا قادیانی کے دعوی مسیحیت موعودہ میں صدق وکذب ہے اس کا فیصلہ قدرتی اور انسانی دونوں طریق سے ہو چکا ہے لہذا اب بغرض فیصلہ کسی دوسرے مباہلے کی ضرورت نہیں (الفضل مذکور) ،اس سے بھی یہ ثابت نہیں ہوتا کہ آخری فیصلہ والا اشتہار مباہلہ ہے کیونکہ اس میں دعا مفرد کے صیغے سے ہے جمع کے صیغے سے نہیں ہے چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں ، میں نے دعا سے فیصلہ چاہا ہے ۔اس لئے یہ تو قطعاً مباہلہ نہیں ہے دوسرا طریقہ کوئی اور پیش ہو جیسے ان دنوں احرار اور قادیانیوں کے مابین مباہلہ بازی کے اشتہار نکل رہے تھے تو اس کی بابت لکھا گیا تھا کہ کسی دوسرے مباہلہ کی حاجت نہیں یعنی فیصلہ کن صورت کی حاجت نہیں ہے ۔مرزا غلام احمد صاحب نے خود مولوی غلام دستگیر کی دعا کو مباہلہ لکھا تھا، حالانکہ وہ فریقین کی دعا نہیں تھی بلکہ یک طرفہ دعا تھی ۔ٹھیک اسی طرح اگر ایک فیصلہ کن پہلے ہو چکی ہو، تو دوسری فیصلہ کن صورت بشکل مباہلہ ضروری نہیں ہے ، یہی مطلب اس کلام کا ہے کہ دوسری مرتبہ فیصلہ کرنے کے لئے مباہلہ کی حاجت نہیں ہے کیونکہ پہلے فیصلہ ہو چکا ہے اور وہی کافی ہے جس کی بابت کسی اہل دل نے کہا ہے :

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

ناظرین ! آخری فیصلے کا اشتہار ایسا سخت پتھر ہے کہ قادیانیوں سے اس کا اٹھنا مشکل ہی نہیں محال ہے ۔اس لئے ہم پہلے بھی کئی دفعہ اور اب بھی ببانگ دہل لکھتے ہیں کہ اس مضمون پر ہم سے کھلے بندوں مباحثہ کر لیں ۔ بٹالہ میں ہو یا امرتسر لاہور میں، مگر ہو گا تحریری، جیسا مرزا غلام احمد صاحب اور ڈپٹی آتھم عیسائی کے مابین مباحثہ ۱۸۹۳ء میں ہوا تھا ۔ ہمت ہے تو آیئے اور کچھ جوہر دکھایئے :

ہم وہ نہیں کہ دور سے باتیں کیا کریں ۔ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں

اپنا تو یہ ہے قول آئے ہیں آیئے ۔دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ جون ۱۹۴۶ء مطابق ۲۷ رجب ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۵ ص ۵ ۔ ۶)

قادیانی مسیح سچا یا خلیفہ قادیان سچا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی مسیح بلند آواز سے کہتے اور لکھتے رہے کہ: میرے آنے پر اسلام دنیا میں پھیل جائے گا۔ میرے آنے سے مسلمان پکے متقی بن جائیں گے۔ کفر کا نام مٹ جائے گا میں جس ہزار میں ہوں یہ سراپا ہدایت کا ہزار ہے (۔قادیانی لیکچر سیالکوٹ)

یہ آواز قریباً نصف صدی تک ہمارے کانوں میں گونجتی رہی۔ انجام اس کا یہ ہوا کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) دنیا کے حالات دیکھ کر یہ کہنے پر مجبور ہوئے کہ:

اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ جس قسم کی مذہب سے دوری اور منافرت پیدا ہو چکی ہے اس کی مثال پہلے زمانے میں نہیں ملتی۔ (خطبہ خلیفہ در الفضل ۲۲ جون ۱۹۴۶ء ص ۲)

واقعات خلیفہ قادیانی (محمود) کی تصدیق کرتے ہیں اور بڑے میاں کی تکذیب۔ مگر ہم کیوں اس میں دخل دیں اخبار الفضل بتا دے۔ ہم تو اس بارے میں حدیث نبوی کے الفاظ نقل کر دیتے ہیں: احد کما کاذب۔ (تم دونوں میں سے صرف ایک سچا ہے)۔

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ جولائی ۱۹۴۶ء مطابق ۴ شعبان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۷ ص ۴)

آریہ اور مرزائیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار الفضل قادیان ۲۷ جون ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس میں آریوں سماجیوں کا عقیدہ لکھا ہے کہ ویدوں میں ہر قسم کا گن گیان ہے، پھر اس کی تردید کی ہے کہ:

وید دنیا کی نظروں سے آج بھی اسی طرح مستور ہیں جس طرح پہلے تھے۔ اور بظاہر کوئی صورت نظر نہیں آتی کہ وید منظر عام پر آسکیں، اور حق کے متلاشیوں کو اپنی صداقتوں سے فائدہ پہنچا سکیں.. خود ویدوں کے ماننے والوں کا ویدوں کی زیارت

سے محروم رہنا اس کا ثبوت ہے۔ (الفضل ۲۷ جون ۱۹۴۶ء ص ۱)

ہم حیران ہیں کہ قادیانی جماعت پر ایسا نسیان کیوں غالب آ گیا ہے کہ اپنے نبی کی باتیں بھی بھول گئی ہے۔ ہم نے بارہا لکھا ہے کہ قادیانیوں کو چاہیے کہ اقوال مرزا ہم سے پوچھ لیا کریں۔ ہمیں بخل نہیں ہوگا اور وہ شرمندگی سے بچ جائیں گے۔ دیکھئے الفضل کس زور سے ویدوں کی گم نامی لکھتا ہے حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رسالہ پیغام صلح میں ویدوں کی تصدیق کرتے ہوئے ان کو الہامی مانتے ہیں (رسالہ پیغام صلح از مرزا قادیانی۔ص ۲۳)۔ کیا کسی کتاب کو الہامی ماننا اس کے بغیر دیکھے صحیح ہوسکتا ہے۔ خاص کر ایسے شخص کی طرف سے جو دنیا کی اصلاح کیلئے آیا ہو، یہ کیوں کر ہوسکتا ہے کہ وہ ایک ایسی کتاب کو الہامی مان لے جسکا وجود دنیا میں مفقود ہو اور اسکی تعلیم بھی غلط ہو۔ قادیان کے اہل قلم ممبرو:

ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۲ جولائی ۱۹۴۶ء مطابق ۱۲ شعبان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۸ ص ۵۔۶)

قادیانی مسیح کے برخلاف قادیان سے آواز

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم کئی دفعہ لکھ چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ وعدہ دیتے رہے کہ میری وجہ سے اسلام دنیا میں پھیل جائے گا، اور مسلمان پکے متقی بن جائیں گے۔ عیسی پرستی اور دیگر مذاہب کفر یہ مٹ جائیں گے۔ یہاں تک کہ دنیا میں ایک ہی مذہب اسلام قائم ہو جائے گا۔ احمدیت کو یہاں تک عروج ہوگا کہ دوسرے مذہب ان کے سامنے کالعدم ہو جائیں گے مسلمان اعلی درجہ کے متقی بن جائیں گے۔

واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوی کئے ہوئے آج نصف صدی سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے۔ آپ کے دعوی مسیحیت کی ابتداء ۱۳۰۸ھ سے ہوئی۔ آج ۱۳۶۶ھ ہے۔ حساب لگا لیجئے کہ آپ کی بعثت کو ۵۸ سال ہوتے ہیں۔ ان ۵۸ سالوں میں دنیا کے لوگوں کا رجحان کدھر سے کدھر ہو گیا۔ خصوصاً مسلمانوں کا رخ

کہاں سے کہاں کو ہو گیا۔اس کا ثبوت مندرجہ مضمون سے ملتا ہے جسے ہم الفضل ۸ جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ۲-۳ سے نقل کرتے ہیں۔ ناظرین بغور پڑھیں:

اس مادیت کے دور میں مذہب کے خلاف وہ نئے نئے نظریئے تراشے گئے ہیں کہ الامان والحفیظ۔ کوئی خدا کی خدائی پر قبضہ جماتا ہے، تو کوئی اس پر اپنے احسان جتا جتا کر اپنے خیال میں خدا کو شرمندہ وشرم سار کرنا چاہتا ہے۔ بعض بانیان مذاہب کو تہذیب کا دشمن اور مذہب کو ترقی کے راستے میں روک سمجھتے ہیں۔ اس مادیت نے اپنے وطن یورپ سے نکل کر آوارگی اختیار کی اور کل عالم پر چھا گئی۔ مسلمان بھی جو روحانیت اور مذہب کی فرمانروائی کا سب سے بڑا علم بردار تھا اس کا شکار ہوا، چنانچہ مذہب کو طاق نسیاں میں رکھ دیا گیا اور پیٹ کے دھندے کو مذہب پر فوقیت دی گئی۔ آج دنیا کا ہر شخص اقتصادی بہتری و برتری کے حصول کی خاطر کشمکش حیات کے میدان میں سب سے پہلی قربانی اپنے مذہب کی پیش کرتا ہے کیونکہ اپنے متاع میں سب سے زیادہ حقیر چیز اسکو مذہب ہی نظر آتا ہے۔ چند مجبور و معذور شخصوں کو مذہب مذہب پکارنے کی اجازت اس لئے دی جاتی ہے کہ یہ ڈھونگ ان کے لئے ذریعہ معاش بن کر ان کی اقتصادی حالت کو درست کر سکے، دنیا بگڑ جائے بلا سے، بگڑ بھی گئی افسوس نہیں، کیونکہ دنیا کے تمام مذاہب بجز اسلام کے خاص قوموں کے لئے تھے اور وہ بھی محدود زمانوں کے لئے اس عرصہ کے بعد ان کا بگڑنا ضروری تھا۔ افسوس تو یہ ہے کہ مسلمان بھی بگڑ گیا کہ جو ایک عالمگیر مذہب کا پیرو تھا اور ایک ایسی شریعت کا حامل کہ جس کی قیامت تک حفاظت کا وعدہ خدا تعالیٰ نے خود فرمایا تھا، مسلمان کا بگڑ جانا اس لئے بھی زیادہ قابل افسوس ہے کہ اس میں اب ابھرنے کی خواہش اور امنگ بھی باقی نہیں رہی کیونکہ وہ اپنی زبان سے خود کہتا ہے کہ اب ہماری رہنمائی کیلئے خدا کا کوئی فرستادہ یا مامور نہیں آئے گا جو قسمت میں لکھا تھا وہ پورا ہو گیا اور ہم اس پر شاکر ہیں۔ مغربیت ہی اب ایک ایسی مشعل راہ ہے کہ جو صراط مستقیم کی طرف راہ نمائی کرتی ہے چنانچہ آجکل کے غیر احمدی مسلمان کیلئے خدا ہے تو سیاست اور مذہب ہے تو سیاست

ہندوستان کا مسلمان تو سیاست سے بھی بے بہرہ اور غلبہ وحکومت سے بھی بے نصیب ہے۔ اس لئے اس کی نگاہ میں سیاسی آزادی مذہب سے مقدم ہے۔ اب

کھلے بندوں یہ کہا جاتا ہے کہ غلام کا کوئی مذہب نہیں ہوتا، پہلے آزادی حاصل کی جائے اور پھر مذہب کی تبلیغ ۔ مذہب غلامی کی حالت میں اپنی اصل حالت پر قائم نہیں رہتا ۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان مذہب کو حصول آزادی میں روک سمجھتے ہوئے اس سے بے تعلق ہوتے جا رہے ہیں ۔ صرف اور صرف اس حد تک مذہب سے اپنا رشتہ قائم رکھنے کو تیار ہیں جس حد تک وہ ان کے لئے سیاسی طور پر مفید ثابت ہوتا ہے ۔

اسلام سے ہندوستان کی دیگر اقوام کے مقابلہ میں جداگانہ متحدہ قومیت کی بنیاد پڑتی ہے اور سیاسی طور پر دیگر اقوام کے مقابلے میں زیادہ سے زیادہ حقوق اس علیحدگی سے مل سکتے ہیں ۔ ورنہ جہاں تک اسلام اور شریعت پر اعقاد اور عمل کا سوال ہے، یہ امر ان کے نزدیک مطلقاً قابل التفات نہیں ۔ ان کے نزدیک ایک غلام مسلمان نہیں کہلا سکتا کیونکہ اسلام آزاد کا مذہب ہے، نہ کہ غلام کا ۔ تمام تر توجہات سیاسی فوائد کے حصول پر صرف کرنے کے لئے یہ ایک ایسا حربہ استعمال کیا جا رہا ہے کہ جو دہریت پھیلانے کا موجب بن رہا ہے ۔، (الفضل قادیان مذکور)

شیخ الاسلام مولانا امرتسریؒ لکھتے ہیں : گیارھویں صدی عیسوی کی صلیبی جنگوں میں سے ایک لطیف واقعہ قابل ذکر ہے جو قادیانی مضمون سے تعلق رکھتا ہے ۔

جب سلطان صلاح الدین مرحوم کے مقابلہ میں دول یورپ نے بالاتفاق شکست کھائی ،تو پادریوں نے مشہور کیا کہ یہ فوجی گنہ گار لوگ بالغ تھے، اس لئے ان کو شکست ہوئی ۔ اب ہم نابالغ بچوں کی فوج تیار کریں گے جو بے گناہ ہونے کی وجہ سے یروشلم فتح کریں گے ۔ چنانچہ انہوں نے دس دس بارہ بارہ سال کے بچے بھرتی کئے ۔ جب ان نابالغوں کی فوج یروشلم فتح کرنے چلی تو حکم الٰہی سے ان کے جہاز غرق ہو گئے پھر تو پادری لوگ منہ تکتے ہوئے گویا یہ شعر پڑھنے لگے

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

یہی حال قادیانی وعدوں کا ہے جسے ناظرین اخبار الفضل کے مندرجہ بالا مضمون سے معلوم کر چکے ہیں ۔ ہمارے مخاطب احمدی لوگ باتیں تو بہت کرنی جانتے ہیں، مگر تقوی وطہارت کے واسطے ایک ایک مرکزی نقطہ کافی ہے جس کی طرف قرآن مجید

نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے۔ ان تستفتحوا فقد جاء کم الفتح ۔ (الانفال ۱۹:)(اگر تم فتح چاہتے ہوتو تمہارے پاس فتح آ گئی)

مولانا الطاف حسین حالی مرحوم نے اس کے متعلق یہ بند خوب لکھا ہے

وہ بجلی کا کڑکا تھا یا صوت ہادی۔عرب کی زمیں جس نے ساری ہلا دی
نئی اک لگن سب کے دل میں لگا دی۔اک آواز سے سوتی بستی جگا دی
پڑا غل یہ ہر طرف پیغام حق سے۔کہ گونج اٹھے دشت وجبل نام حق سے

(نوٹ:عبدالحق آف مغل پورہ لاہور کا جواب آئندہ پرچے میں دیا جائے گا۔ ثناء اللہ)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۹ جولائی ۱۹۴۶ء مطابق ۱۹ شعبان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۲۹ ص ۳-۵)

مباحثہ منظور ہے۔شرائط حسب ذیل ہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

آخری فیصلہ والا مضمون جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو شائع کیا تھا وہ مئی ۱۹۰۸ء میں پورا ہوگیا۔یعنی مرزا صاحب قادیانی نے جو دعا کی تھی وہ قبول ہوگئی۔ اس زمانہ کی قادیانی تحریریں اس مطلب کو واضح کررہی ہیں مگر اس فیصلہ کے ظہور سے چونکہ قادیانی قلعہ درہم برہم ہوتا تھا، اس لئے قادیانی مشیروں نے بعد غور وفکر یہ بات بنائی کہ یہ مضمون دراصل مباہلہ ہے چونکہ مولوی ثناء اللہ نے اس کو منظور نہیں کیا تھا اسلئے مباہلہ وقوع پذیر نہیں ہوا لہذا سند نہیں ہے۔

ہم نے اس کے متعلق بار ہا تردیدی مضمون لکھے۔مباحثہ لدھیانہ میں بھی اس کی کافی تردید ہوئی۔مگر حسب ارشاد خداوندی ان یرو سبیل الرشد لا یتخذوہ سبیلاً جماعت مرزائیہ نے اپنی ضد نہیں چھوڑی۔آخر کار خاص اس مضمون پر کہ آخری فیصلہ والا مضمون کیا ہے،صرف دعا ہے یا مباہلہ ہے، ہم نے اہل حدیث مورخہ ۱۰ مئی ۱۹۴۶ء میں مباحثہ کا چیلنج دیا تھا۔ جس کو عبدالحق نامی نے (جس کو ہم نہیں جانتے کہ مولوی ہیں، یا بابو ہیں، یا کیا ہیں) مغل پورہ لاہور سے اس چیلنج کی منظوری دی۔ جو الفضل قادیان مورخہ ۶ جولائی ۱۹۴۶ء میں شائع ہوئی ہے۔

موصوف نے اس میں بڑی دریا دلی سے مباحثہ کی منظوری دی ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ ہم دفتر اہل حدیث امرتسر میں پہنچ جائیں گے ۔ بلکہ شرائط کا طے کرنا بھی میرے سپرد کیا ہے۔اس لئے میں حسب منشا موصوف کے ان کو اور ان کے احباب کو اطلاع دیتا ہوں کہ شروط مباحثہ حسب ذیل ہوں گی

اول ۔مقدم اور ضروری بات یہ ہے کہ آپ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی نیابت میں پیش ہوں ۔ان کی نیابت اخبار الفضل میں ایک ہفتہ پہلے شائع ہو جائے ۔کیونکہ یہ مضمون دراصل ان کے والد ماجد کا ہے ۔اس لئے وہ اس کے ذمہ دار ہیں ۔اور نیز اس میں یہ فائدہ ہے کہ آئے دن کی نزاع ختم ہو جائے گی ۔ دوم ۔گفتگو قلم بند ہوتی جائے گی ۔ بعد دستخط فریقین اور صدر مجلس کے فریق ثانی کو پرچہ دیا جائے گا ۔اس کام کے لئے سارا وقت پندرہ منٹ سے زیادہ نہیں ہوگا ۔ سوم ۔مجلس کا ایک صدر ہوگا جو وقت کی پابندی اور انتظام رکھے گا ۔ چہارم ۔گفتگو بجائے دفتر اہل حدیث امرتسر کے ملحقہ مسجد میں ہوگی جہاں میں درس قرآن دیتا ہوں ۔پنجم اس گفتگو میں میں مدعی ہونگا ۔میرا دعوی ہوگا کہ یہ اشتہار دعا ہے ،مباہلہ نہیں ۔،اس کے علاوہ اور بھی جو ضروری بات ہوگی وہ مجلس میں طے کر لی جائیگی ۔آپ نے میرے جتنے حوالے پیش کئے ہیں ان سب کا جواب دینا میرے ذمہ ہوگا ۔ امید ہے فریق ثانی اس کو جلدی طے کر لیگا ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۴۶ء مطابق ۲۶ شعبان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۰ ص ۴۔۵)

اخلاق مرزا

کپتان حسن محمد سیالکوٹی لکھتے ہیں : اخبار پیغام صلح لاہور ۳ جولائی ۱۹۴۶ء صفحہ ا پر ایک مضمون ملفوظات حضرت مرزا ،درج ہے ۔سجادہ نشینوں کی علوم قرآن سے محرومی ۔ اس مضمون کا لب لباب یہ ہے کہ جو پیر صوفی سجادہ نشین عربی نہیں جانتے وہ:

ا ۔کاذب ۔۲۔نقص الدین ۔۳ ۔منافق ۔۴ ۔مکار ۔۵ مسخرہ شیطان ۔۶ ۔مخذول ۔۷، مردود ہیں ۔کیونکہ وہ اپنے معشوق (اللہ) کی زبان نہیں سیکھے لہذا قرآن مجید نہیں سمجھ سکتے (آئینہ کمالات اسلام ۔ص ۲۹۸۔۲۹۹)

اب جناب کے معشوق (اللہ) نے آپ کو الہام انگریزی سنسکرت عبرانی وغیرہ زبانوں میں کیئے (نزول المسیح۔ص ۵۷)۔آپ یہ زبانیں نہیں جانتے تھے۔آپ کو بھی یہ لازم تھا کہ زبانیں سیکھتے، مگر آپ نے یہ زبانیں نہیں سیکھیں۔لہذا بقول خود کاذب منافق مکار وغیرہ ہوئے۔ کیوں: یار من ترکی ومن ترکی نمی دانم۔، والا معاملہ ہے۔

دوسری عرض یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب عربی کافی اور خوب جانتے تھے مگر اس کے باوجود آپ نے حقیقۃ الوحی میں آیت یا عیسی انّی متو فیك و رافعك الیّ کا ترجمہ بڑے وثوق سے یہ کیا ہے: اے عیسی میں تجھے مارنے والا ہوں، پھر بعد اس کے، نیک لوگوں لوگوں کی طرح اپنی طرف اٹھانے والا ہوں۔، و(عاطفہ) ترجمہ اتنا لمبا یعنی، پھر بعد اس کے، بالکل غلط ہے اور جان بوجھ کر کیا گیا ہے۔

و عاطفہ کا اردو ترجمہ صرف اور ہے اور کچھ نہیں۔ میرے خیال میں پیر صاحبان ان پڑھ اتنے خطرناک نہیں ہیں اور نہ ہی اتنے گنہ گار جتنے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہیں۔آپ نے عربی جانتے ہوئے واوکوف یا ثم بنا دیا جو کہ دیانت کے خلاف ہے۔(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۴۶ء جلد ۴۳ نمبر ۳۰ ص ۵)

وید، مرزا، اور آریہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: الفضل ۲۷ جون ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون نکلا تھا کہ اگر وید دنیا کی نظروں سے مخفی ہیں تو پھر آریہ سماجی ان کی اشاعت کیا کرتے ہیں۔،

اس کا جواب اہل حدیث ۱۲ جولائی ۱۹۴۶ء میں لکھا گیا تھا کہ وید اگر دنیا میں ناپید ہیں تو مرزا صاحب نے اپنی کتاب پیغام صلح میں ان کی تصدیق کیوں کی ہے۔ جو چیز دنیا میں او جھل ہو، اس کا علم مرزا صاحب کو کیسے ہوا۔اور خاص کر ان کے الہامی ہونے کی تصدیق انہوں نے کیوں کی۔ کیونکہ تصدیق علم کا وہ درجہ ہے جس کی بابت اہل منطق کا قول ہے العلم ان کان اذعاناً للنسبة فتصدیق ۔مانا کہ مرزا علوم آلیہ منطق وغیرہ میں ماہر نہ تھے، لیکن قادیان کا تو دعوی ہے کہ آج مجھ میں بڑے بڑے علماء اور بڑے بڑے فضلاء موجود ہیں ام تامرھم احلامھم بھذا ام ھم قوم طاغون

(الطور:۳۲) ۔کیا انکی عقل ان کو یہی فتوی دیتی ہے یا وہ دانستہ جہالت کرتے ہیں
یوں تو ہم قادیانیوں کی روش کے قائل ہیں کہ وہ اپنے ناظرین کو خوب قابو میں رکھتے ہیں۔... انہوں نے تو پختہ ارادہ کر رکھا ہے کہ کچھ بھی ہو مرزا غلام احمد کی ہر بات کو سیدھا ہی کرتے جائیں گے۔ شیخ سعدی مرحوم نے کسی مکتب کے میاں جی کا قصہ لکھا ہے کہ وہ لڑکوں کی سختی کی اصلاح کیا کرتے تھے، مگر ایک لڑکے سے ان کو محبت تھی اس کی اصلاح نہیں کرتے تھے۔ ایک دن لڑکے نے کہا میاں جی! میری غلطیوں کی اصلاح کیوں نہیں کرتے۔ میاں جی نے کہا تمہارا کوئی حرف مجھے غلط نظر نہیں آتا۔

یہ محبت کا تقاضا ہے اس کو عربی میں مثال کے طور پر کہتے ہیں حبك الشیء یعمی و یصم۔مولانا حالی نے ایک شعر میں اس کو یوں ادا کیا ہے

نہیں اس محبت سے کچھ تم کو بہرا۔ کہ جو تم کو اندھا کرے اور بہرا

لیکن اس قسم کی محبت اور عقیدت خدا کے ہاں کام نہیں آتی ورنہ یہ محبت تو بت پرستوں اور قبر پرستوں میں بھی پائی جاتی ہے، خود قادیانی مسیح کے حواری ہیں، ان میں تو سچائی کا ثبوت وہی ہونا چاہیے جو اصل حواریوں میں تھا لیکن ہم اس کے برعکس پاتے ہیں۔
ناظرین پرچہ اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۲ جولائی ۱۹۴۶ء کو سامنے رکھ لیں اور اخبار الفضل قادیان کا جواب بھی سامنے رکھ لیں۔ ہم نے لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد نے ویدوں کی تصدیق کی ہے اور تصدیق بغیر علم کے نہیں ہوتی۔ الفضل ہم سے پوچھتا ہے کہ: تم خود انجیل اور توریت کی تصدیق کرتے ہو مگر اصل توریت اور انجیل کہاں ہیں۔(الفضل قادیان ۱۸ جولائی)۔ اس کا جواب یہ ہے۔ سنیئے اور غور سے سنیئے۔
اصل توریت جس کی تصدیق قرآن مجید نے کی ہے اسکے متعلق الفاظ یہ ہیں و کتبنا له فی الالواح من کل شیء موعظة و تفصیلاً لکل شیء۔(الاعراف:۱۴۵) یعنی ہم نے موسیٰ کو الواح میں احکام لکھ دیئے تھے۔، اس کا ثبوت مروجہ بائیبل کے باب استثنا اور خروج میں ملتا ہے۔ آپ کو نہ ملے تو دفتر اہل حدیث امرتسر میں آکر دیکھ جایئے۔ قادیانی متکلمو! ہمارا سوال سنو۔ قرآن اہل کتاب کو للکار کر کہتا ہے قل فأتوا بالتورات فاتلوها۔(آل عمران:۹۳) (اگر تم سچے ہو، تو توراۃ لاؤ اور میرے سامنے پڑھو)
اگر توراۃ ایسی مفقود ہوتی جیسے تمہارے نزدیک وید ہیں، تو یہ کیوں کہا جاتا۔

اور اہل کتاب ایسا کیوں نہ کہتے کہ معدوم کتاب کا مطالبہ کیوں کرتے ہو حقیقت یہ ہے جہ تورات اور انجیل موجود تھیں اور اب بھی ہیں مگر مروجہ تورات انجیل کے ضمن میں ہے الگ مستقل نہیں پھر قادیانیوں کا یہ کہنا کہ وید بھی اسی طرح معدوم ہیں جس طرح تورات انجیل تھی۔شاید قادیانی علم کلام صحیح ہو کیونکہ قادیان کا اصول ہے:

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے۔ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

اس سے بھی بڑھ کر الفضل نے قدم مارا ہے جو مرزا کے ایمان بالوید کی تشریح میں لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے ویدوں کو اس لئے الہامی مانا ہے کہ ویدوں کی ہندوؤں میں قبولیت ہے اور یہ ان کی سچائی کی نشانی ہے۔اگر یہ صحیح ہے تو مرزا قادیانی نے اس میں سوامی دیانند کا اتباع کیا ہے جو ستیارتھ پرکاش کے چودھویں باب میں لکھتے ہیں:

جس دھرم کو کروڑوں آدمی مانتے ہیں اس کو جھوٹا کہنا خود جھوٹا بننا ہے۔

اچھا ہوا مرزا صاحب قادیانی اور سوامی جی دونوں اس اصول پر متفق ہو گئے اس پر پبلک کو یہ کہنے کا موقع دیا

قیس جنگل میں اکیلا ہے مجھے جانے دو
خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے دیوانے دو

مختصر یہ کہ کسی کتاب کو صحیح ماننا اس کے علم پر مبنی ہے اور بغیر علم کے تصدیق کرنا بے خبروں اور جاہلوں کا کام ہے جو مرزا صاحب کی بابت ہم گمان نہیں کر سکتے کیوں کہ مرزا صاحب قادیانی اس شان کے آدمی ہیں جو آپ فرما گئے ہیں

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اگست ۱۹۴۶ء مطابق ۴ رمضان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۱ ص ۳۔۴)

براہین احمدیہ کی ابتداء اور انتہاء بحکم خدا ہے؟

جناب شفا مبارک پوری اعظمی لکھتے ہیں: مرزا قادیانی براہین احمدیہ جلد پنجم کے دیباچہ میں لکھتے ہیں: پہلے پچاس حصہ لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۵۰ حصے لکھنے کا ارادہ مرزا صاحب کی اپنی مرضی و اختیار سے تھا اور اپنی مرضی و اختیار سے ۵۰ کی بجائے ۵ پر اکتفا کیا اور جو چاہا لکھا۔ غرض مرزا صاحب نے یہ سب کام بارادہ و باختیار خود بلا الہام و بغیر غیبی القاء کے کیا مگر اس کے برخلاف آپ کی ایک اور تحریر سے ثابت ہوتا ہے کہ براہین کی تصنیف اور انتہاء خدائے تعالی کے قبضہ اختیار میں تھی مرزا صاحب کو بہ مرضی خود لکھنے اور ختم کرنے کا کوئی اختیار نہ تھا چنانچہ مرزا قادیانی، براہین ہی میں لکھتے ہیں: مجھے معلوم نہیں کہ یہ کتاب کہاں اور کب ختم ہو گی اس کے ظاہر و باطن کا متولی خدا ہے جو باتیں مجھے سمجھاوے گا لکھوں گا جہاں ختم کر دے گا بند ہو جائے گی۔،

ناظرین کرام! دونوں عبارتوں کو ملحوظ رکھ کر دو باتوں پر غور کریں۔ا۔ یہ کہ مرزا صاحب نے براہین کو اپنی مرضی اور اختیار سے ختم کیا یا اذن خدا سے؟ ہماری تحقیق بنا بر تصریح مرزا قادیانی یہ ہے کہ انہوں نے براہین کو اپنی مرضی واختیار سے ۵۰ کی بجائے ۵ ہی پر ختم کر دیا۔،۲۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں، اس کا ظاہر باطن متولی خدا ہے جو باتیں مجھے سمجھا وے گا لکھوں گا۔، میں کہتا ہوں براہین فن تصنیف اصول مناظرہ وعلم معقول ومنقول کی رو سے بہت سے نقائص وعیوب ہیں۔ (ملاحظہ ہو رسالہ ناقابل مصنف مرزا مصنفہ حضرت مولانا ثناء اللہ) لہذا ان نقائص وعیوب کو دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ براہین الہام الہی کا نتیجہ نہیں ہے اور نہ مرزا غلام احمد کو قابل مصنف وسلطان القلم کہا جا سکتا ہے۔ فاعتبروا یا اولی الابصار

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ ادارتی نوٹ میں لکھتے ہیں: براہین احمدیہ کو مصنف کے دعوی کی روشنی میں دیکھا جائے تو ساری بحث ختم ہو جاتی ہے کیونکہ مرزا غلام احمد نے براہین کے دیباچہ میں لکھا ہے کہ اس کتاب کے مکمل شائع ہونے کے بعد تمام مذہبی جھگڑے ختم ہو جائیں گے۔، مذہبی جھگڑے آئے دن بڑھتے اور ترقی کرتے جا رہے ہیں۔ منطقی طریق پر قیاس استثنائی بنایا جائے تو مطلع بالکل صاف۔ہے حماسہ میں ایک شعر قیاس استثنائی کی شکل میں یوں ہے

لو کنت من مازن لم تستبح ابلی
بنو لقیطة من زحل ابن شیبان

اونٹوں کا عدم سرقہ قبیلہ مازن سے ہونے کو مستلزم بتایا ہے لیکن سرقہ چونکہ ہو گیا، اس سے ثابت ہوا کہ شاعر مازن قبیلہ سے نہیں ہے ورنہ اونٹ نہ چرائے جاتے۔ ٹھیک اسی طرح براہین احمدیہ کے متعلق قیاس استثنائی یوں بنے گا:

لو تم و شاع لن تقع الجدال

لا کن الجدال مو جود فلم یتم الکتاب

جامعہ احمدیہ قادیان کے استادو اور پروفیسرو! علم میزان میں کچھ دخل رکھتے ہو، تو ہمارے قیاس کا جواب دو۔ مگر یہ سمجھ لینا کہ سامنے کون ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹۔ اگست ۱۹۴۶ء مطابق ۱۱ رمضان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۲ ص ۶)

مرزا صاحب کا ایک مکتوب

(از اخبار الفضل مورخہ ۳۰ جولائی ۱۹۴۶ء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ماہ جنوری ۱۹۰۳ء میں میں مرزا صاحب قادیانی کی دعوت پر چند احباب کے ساتھ قادیان گیا تھا۔ اس کی وجہ یہ ہوئی تھی کہ مرزا صاحب نے کتاب اعجاز احمدی میں مجھ کو دعوت دی تھی کہ میں قادیان پہنچ کر ان کی ۱۵۰ پیش گوئیوں کو جھوٹا ثابت کروں تو وہ فی پیش گوئی سو روپیہ انعام مجھ کو دیں گے۔

میں نے جا کر اطلاع دی تو مرزا صاحب قادیانی نے مجھے لکھا کہ میں نے خدا سے وعدہ کیا ہوا ہے کہ مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا۔ یہ خط قادیانی اخباروں نے متبرک سمجھ کر درج کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع کر چکا ہوں کہ میں خدا تعالی کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کرونگا۔ (الفضل ۳۰ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۳)

مرزا صاحب کا کوئی مرید کتاب انجام آتھم سے یہ وعدہ دکھا دے تو میں لدھیانہ میں تین سو روپیہ وصول کیا ہوا، واپس دے دونگا۔ اگر نہ دکھائیں (ہرگز نہیں دکھاسکیں گے) تو الفضل کا اڈیٹر اتنا ہی لکھ دے کہ حضرت صاحب نے آمدہ مصیبت کو ٹالنے کیلئے یہ لکھ دیا تھا، ورنہ آپ کی عادت جھوٹ بولنے کی نہ تھی بلکہ سہو کلام تھا۔ اگر الفضل ایسا لکھ دیگا تو

ہم بھی تسلیم کر کے یوں کہیں گے: انت جمیل الو جه مستحسن الکذ ب
(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔اگست ۱۹۴۶ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۳ ص ۶)

خلیفہ قادیان اور نیکی کا معیار

جناب محمد صادق حسین بانسڈیہہ ضلع بلیا لکھتے ہیں:

۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء کے الفضل میں قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کا ۹ دسمبر ۱۹۳۸ء کا فرمودہ خطبہ نکلا تھا جس میں خلیفہ صاحب جماعت احمدیہ کے سالانہ جلسے کے لئے چندہ کی تحریک کرتے ہوئے یہ بھی بتلا گئے ہیں کہ اصلی نیکی کون سی ہے اور اس کا معیار کیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد ہے: جو بات بے ساختگی میں ہو جائے وہی اصلی نیکی ہے۔، میں خلیفہ جی سے پوچھتا ہوں کہ، جو بات، سے ان کی مراد کیا ہے؟ یعنی، عام بات، یا، خاص بات ۔، اگر عام بات یا عام فعل مراد ہے تو بتلائیں اگر خلیفہ جی کو دیکھ کر کسی شخص کے منہ سے بے ساختگی میں آپ ہی آپ گالی نکل جائے تو یہ اصلی نیکی ہوگی؟ یا کوئی شخص بے ساختگی میں آپ کو سجدہ کرنے کیلئے آپ کے پیروں پر گر جائے، تو یہ بھی اصلی نیکی ہوگی؟ اگر کسی کو بیساختہ آپ ہی آپ پیشاب ہو جائے، تو کیا یہ بھی اصلی نیکی ہوگی؟

اگر آپ کی مراد، جو بات، سے کوئی خاص بات یا خاص فعل ہے یعنی اگر آپ کا مطلب یہ ہے کہ نیکی کی بات یا فعل جو بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہی اصلی نیکی ہے تو اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ بدی کی بات یا فعل جو بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہ اصلی بدی ہے کیونکہ جب آپ کہتے ہیں کہ ، جو (نیکی کی) بات بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے ، وہی اصلی نیکی ہے،۔ تو آپ کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ جب کوئی شخص نیکی کرتے کرتے اس درجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ نیکی کرنا اس کی عادت سی ہو جاتی ہے ۔ اور بلا ارادہ اس سے خود بخود نیکی سرزد ہونے لگتی ہے تو چونکہ یہ نیکی کرنے کی آخری اسٹیج ہے اسلئے یہی اصلی نیکی ہے۔ پس جس طرح کسی شخص سے بلا ارادہ خود بخود نیکی سرزد ہونے لگتی ہے، تو اس شخص کو قابل تعریف اور اسکی اس نیکی کو اصلی نیکی اس بنا پر گردانتے ہیں کہ اس کی قلبی حالت، نیکی کرتے کرتے یا کسی

وجہ سے ایسی ہوگئی ہے کہ اب نیکیاں اس سے خود بخود سرزد ہو رہی ہیں ۔ اسی طرح یہ بھی درست ہوا کہ اگر کسی شخص سے بدی خود بخود بلا ارادہ بے ساختگی کے عالم میں سرزد ہونے لگے تو وہ شخص اس وجہ سے قابل ملامت اور اس کی بدی اس بنا پر اصلی بدی ہے کہ بدی کرتے کرتے یا کسی وجہ سے اس کی ، قلبی حالت ، ایسی ہوگئی ہے جو بدی کرنے کی آخری اسٹیج ہوگی ۔ پس اگر آپ کا یہ کہنا درست ہے کہ ، جو (نیکی کی) بات بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہی اصلی نیکی ہے ، تو یہ بھی درست ہوا کہ ، جو (بدی) کی بات بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہی اصلی بدی ہے ۔

اب آیئے ذرا قاضی امیر حسین کے واقعہ کا ذکر کرتے ہیں بقول آپ کے:

قاضی امیر حسین مرحوم حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے ایک مخلص صحابی تھے ۔ احمدی ہونے سے پہلے وہ کٹر وہابی تھے (غلط ہے ۔ انجمن اسلامیہ امرتسر کے مدرسہ میں مدرس تھے اور پکے حنفی تھے ۔ ثناء اللہ) ۔ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کے زمانے میں جب حضور باہر تشریف لاتے تو دوست کھڑے ہو جاتے تھے ۔ قاضی صاحب مرحوم کا خیال تھا کہ یہ جائز نہیں بلکہ شرک ہے ... میری خلافت کا زمانہ آیا تو ایک دفعہ میں باہر آیا تو وہ معاً کھڑے ہو گئے ۔ میں نے کہا قاضی صاحب یہ تو آپ کے نزدیک شرک ہے ۔ اس پر وہ ہنس پڑے اور کہنے لگے خیال تو میرا یہی ہے مگر کیا کروں ۔ رکا نہیں جاتا اس وقت بغیر رکے کھڑا ہو جاتا ہوں میں نے کہا بس یہی جواب ہے آپکے تمام اعتراضات کا ۔ جہاں بناوٹ سے کوئی کھڑا ہو تو یہ بے شک شرک ہے مگر جب آدمی بے تاب ہو کر کھڑا ہو جائے تو یہ شرک نہیں ۔ (الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۴)

ہم ابھی پہلے بتلا آئے ہیں کہ آپ کے خیال کے مطابق جو (بدی کی) بات بے ساختگی میں آپ ہی آپ ہو جائے وہی اصلی بدی ہے ۔ پس اس اصول کے پیش نظر اگر بناوٹ سے یا قصداً کھڑا ہونا شرک تھا جیسا کہ آپ نے فرمایا ہے تو بیتاب ہو کر کھڑا ہو جانا یا دوسرے الفاظ میں اس شرک کا بے ساختگی میں آپ ہی آپ قاضی صاحب سے سرزد ہو جانا اصلی بدی یا شرک ہے یا نہیں ؟ پھر آپ نے کیسے کہہ دیا کہ یہ شرک نہیں ؟ مجھے تو معلوم ہوتا ہے کہ قاضی صاحب کی یہ عادت مرزا صاحب کے وقت ہی سے مجبوراً پڑ چکی ہوگی ۔ اس لئے بقول اکبرالہ آبادی وہ مجبور تھے :

عادت جو پڑی ہے مدت کی وہ دور بھلا کب ہوتی ہے
رکھی ہے چونی پاکٹ میں پتلون کے نیچے دھوتی ہے

سبحان اللہ! خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے نیکی و بدی کا کیسا اعلیٰ معیار بتلایا ہے کہ خود انہیں کا فیصلہ اس معیار پر جانچنے سے غلط ثابت ہو جاتا ہے

بہت شور سنے تھے سینے میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خون نہ نکلا

مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں: راقم مضمون نے جو کچھ لکھا ہے بجائے خود صحیح ہے مگر قادیانیوں کا اصول کچھ اور ہے وہ اصول وہی ہے جو حافظ شیرازی نے بتایا ہے:

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

یعنی جو کچھ مرزا غلام احمد اور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کہہ دیں وہی صحیح ہے اس کے خلاف غلط ۔ کیونکہ یہ مقولہ بالکل صحیح ہے: پیر من خس است اعتقاد من بس است

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶۔ اگست ۱۹۴۶ء مطابق ۱۸ رمضان ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۳ ص ۶۔۷)

افریقہ میں اشاعت احمدیت

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے کسی گذشتہ پرچہ میں لکھا تھا کہ قادیانی مبلغ افریقہ وغیرہ ممالک بعیدہ میں جا کر مرزا غلام احمد صاحب کی اصلی باتیں چھپاتے ہیں۔ اوپر اوپر کی باتیں کرتے ہیں۔ اسکے جواب میں الفضل ۱۰۔ اگست ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون نکلا ہے کہ مولوی ثناء اللہ غلط کہتا ہے۔ ہم سب اصل حالات بیان کرتے ہیں۔ اسلئے ہم ان سے چند واقعات کی بابت دریافت کرتے ہیں ایمان سے (ان کا نوا مؤمنین) جواب دیں۔

۱۔ مرزا غلام احمد صاحب نے جو انجام آتھم میں لکھا تھا میرے ہاں لڑکا پیدا ہوگا جو ایسا اور ایسا ہوگا گویا خدا آسمان سے اتر آئے گا وہ مصلح موعود ہوگا۔ جب لڑکا پیدا ہوا تو اشتہار بھی دے دیا کہ مصلح موعود پیدا ہوگیا۔ آخر وہ چند ماہ کی عمر پا کر مرگیا جس پر

مولوی سعد اللہ مرحوم نے لکھا تھا:

بشیر آیا تھا کیا کم کر گیا تھا۔ تیرا اعزاز اور اکرام مرزا

کیا یہ واقعہ وہاں لوگوں کو بتایا کرتے ہو۔

۲۔ مرزا غلام احمد نے کہا کہ فلاں عورت سے آسمان پر میرا نکاح ہو چکا ہے وہ ضرور میرے نکاح میں آئے گی۔ نہ آئے تو میں جھوٹا ٹھیروں گا۔ کیا وہ ان کے نکاح میں آ گئی؟ کیا تم یہ بھی بتایا کرتے ہو۔ ۳۔ مرزا غلام احمد نے کہا تھا کہ اس عورت کا نکاح جس روز ہوگا روز نکاح سے اڑھائی سال کے اندر اس کا خاوند مر جائے گا جس کی انتہائی مدت ۱۸۹۴ء تھی مگر وہ آج تک زندہ ہے۔ کیا یہ واقعہ بھی لوگوں کو بتایا کرتے ہو؟ ۴۔ پنڈت لیکھ رام کی بابت جو پیش گوئی کی تھی وہ پوری طرح جھوٹی نکلی۔ کیا یہ بھی بیان کرتے ہو؟ ۵۔ آتھم عیسائی مناظر کی بابت کو پیش گوئی کی تھی کہ ۱۵ ماہ کے عرصہ میں مر کر جہنم میں داخل ہوگا، کیا ایسا ہوا؟ یہ بھی وہاں بیان کرتے ہو؟ ۶ اسی طرح اور کئی ایک واقعات ہیں سب سے آخر وہ واقعہ ہے جو مرزا غلام احمد نے آخری فیصلہ کے عنوان سے شائع کیا تھا جس کا مضمون یہ دعا تھی کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی وثناء اللہ) میں سے جو خدا کے نزدیک جھوٹا ہے وہ پہلے مرے۔ نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد مئی ۱۹۰۸ء میں وفات پا گئے اور سچا آج تک زندہ ہے اور یہ سطور لکھ رہا ہے۔

کیا افریقہ میں یہ واقعہ بھی پورا بیان کیا کرتے ہو۔ اگر کرتے ہو تو وہ اشتہار یا رسالہ ہمیں بھیج دو۔ اگر نہیں کرتے تو ہمیں اجازت دو کہ ہم تمہارے حق میں یہ آیت پڑھیں: تبدونها و تخفون كثيراً۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اگست ۱۹۴۶ء ص ۴۔۵)

قادیانی علم کلام

ہر چہ گیرد علتی علت شود   کفر گیرد کاملے ملت شود

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد نے جو علم کلام ایجاد کیا، قادیانی مصنف سچ کہتے ہیں کہ وہ نہ تو اشاعرہ کے اصول پر ہے اور نہ ماتریدیہ کے۔ اسلئے مرزا صاحب قادیانی کی باتوں کو ان متکلمین کے اصولوں پر نہیں جانچنا چاہیے

بلکہ ان کا علم کلام بالکل جدا تھا جو اس شعر کا مصداق ہے

نہ پیروی ءقیس نہ فرہاد کریں گے۔ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

وہ اس ایجاد میں یہاں تک ترقی کر گئے تھے کہ قرآنی نصوص کی بھی پرواہ نہیں کرتے تھے۔مثلاً مسیح جو قرآن کی ہدایت کے ماتحت و جیھاً فی الد نیا و الآ خرۃ ۔ اور کلمۃ القا ھا الی مر یم ،اور رسو لاً الی بنی اسرا ئیل وغیرہ صفات سے موصوف ہیں ان کے حق میں مرزا صاحب نے یہ الفاظ لکھے ہیں: مسیح کھاؤ پیؤ ،نہ عابد، نہ زاہد، بلکہ متکبر۔ (مکتوبات احمد یہ۔ ج ۳) چونکہ یہ طریقہ شعر مذکورہ بالا کے مصرع دوم کے ماتحت آتا ہے اس لئے خلیفہ قادیان نے خطبہ جمعہ میں اپنے نبی والد بزرگوار کے تتبع میں یہ کہہ دیا: جب بھی کوئی رسول اللہ ﷺ کی عزت پر حملہ کرے گا تو ہم سو دفعہ ان کے موسی وعیسی کی عزت پر حملہ کریں گے (الفضل ۱۴۔اگست ۱۹۴۶ء ص ۳)

ناظرین! یہ ہے قادیانی علم کلام جس کا خلاصہ یہ ہے

محتسب خم شکست و من سر او

السّن بالسّن و الجروح قصاص

کوئی ان سے پوچھے کہ یہودیوں اور عیسائیوں کا موسی عیسی الگ الگ ہیں،تو جواب میں کہتے ہیں: ہاں یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ یہودی جس موسی کو پیش کرتے ہیں وہ قرآن کریم کا موسی نہیں کیونکہ اس نے تو خود رسول اللہ ﷺ کے آنیکی پیش گوئیاں کیں اور اپنے متبعین کو آپ پر ایمان لانے کی تاکید کی ۔اس طرح عیسائیوں کے عیسی وہ عیسی نہیں جنہیں قرآن کریم نے پیش کیا کیونکہ انہوں نے خود رسول کریم ﷺ کے آنے کی پیش گوئیاں کیں اور اپنے متبعین کو ماننے کی تاکید کی۔ (الفضل ۱۴۔اگست ۱۹۴۶ء ص ۳)

حالانکہ قرآن نے ان دونوں بزرگوں کی شخصیت کو محترم قرار دے کر مسلمانوں کو ان پر ایمان لانے کا حکم دیا ہے۔حضرت موسی اور حضرت عیسی کی پیدائش اور ان کے خاندان کا ذکر برابر ایک ہی طور سے آیا ہے مسیحؑ کی شخصیت واحدہ کو سامنے رکھ کر کیسے صاف لفظوں میں ارشاد ہے ان ھو ا لّا عبد انعمنا علیہ (الزخرف:۵۹) وہ ہمارا بندہ تھا ہم نے اس پر انعام کیا)۔اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کے نزدیک ان حضرات کی شخصیت وہی ہے جو عیسائیوں اور یہودیوں کے نزدیک ہے۔ اگر نہ ہوتی تو یہ

معارضہ بالمثل نہ کیا جاتا۔علاوہ اس کے ان دونوں یعنی باپ بیٹے کا مسیح کے حق میں زبان درازی کرنا دوسری آیت کے صریح خلاف ہے جس میں ارشاد ہے لا تسبّوا الذین یدعون من دون الله ۔ (الانعام:۱۰۸)یعنی جن لوگوں کو مشرک پکارتے ہیں تم مسلمان ان کو برا بھلا نہ کہا کرو ۔ ورنہ وہ تمہارے سچے معبود کو برا بھلا کہیں گے ۔کیسا صاف ارشاد ہے ۔یہی مضمون اس حدث کا ہے جس میں ذکر ہے کہ جو شخص دوسرے کے ماں باپ کو گالیاں دے وہ گویا اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتا ہے ایک پرانی مثال: طالب علمی کے زمانہ میں ہم سنا کرتے تھے کہ دو سگے بھائی کچھ منطق پڑھ گئے تھے ۔اتفاقاً ایک روز ان کی باہم سخت کلامی ہوتے ہوتے گالی گلوچ تک نوبت پہنچ گئی ۔ایک دوسرے کی ماں کو گالیاں دینے لگے ۔کسی ثالث بالخیر نے کہا: ارے نادانو! تمہاری ماں تو ایک ہے ۔،دونوں ذہین طالب علموں نے کہا یہاں حیثیت مقیدہ مختلف ہے ۔اس حیثیت سے کہ اس کی ماں ہے، دوسرا کہے کہ اس حیثیت سے کہ اس کی ماں ہے۔ علم حکمت کا مسئلہ ہے لو لا الاعتبارات لبطلة الحکمة قادیانی ممبرو ! کیا مسیح موعود اور مصلح موعود کیلئے اتنا ہی علم کافی ہے یا اس سے زیادہ چاہیے ۔کس قدر غضب ہے اپنی نفسانیت کے ماتحت بدزبانی کریں اور نام رکھیں غیرتِ اسلامی ۔ (اہل حدیث ۳۰ ۔اگست ۱۹۴۶ء مطابق ۲ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۵ ص ۵۔۶)

قادیانی لاہوری اورامرتسری التثلیث حق

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:جماعت احمدیہ کی دو پارٹیاں مشہور ہیں ،قادیانی اور لاہوری ۔ان دونوں جماعتوں میں اخباری چھیڑ چھاڑ کے علاوہ بحث مباحثہ بلکہ مباہلہ کی دعوتیں بھی ہوتی رہتی ہیں۔ چنانچہ آخری مضمون اس خصوص میں مولوی محمد علی امیر جماعت لاہوری کے قلم سے نکلا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں : میں جماعت قادیانی کے پیشوا سے مباحثہ کے لئے تیار ہوں ۔

دونوں فریق اس بات پر متفق ہیں کہ غلام احمد ملہم ربانی اور مسیح موعود تھے۔اختلاف اس میں ہے کہ نبی تھے، یا نہیں ۔اس مضمون پر تحریری مذاکرہ کرتے ہوئے قریباً تیس

سال گذر چکے ہیں ۔نہ مباحثہ ہوتا ہے، نہ فیصلہ۔اس لئے ہم دونوں فریقوں کو بارہا مشورہ دے چکے ہیں کہ آپ سر دست اپنا جھگڑا چھوڑ کر ہماری طرف متوجہ ہوں ۔

یعنی دونوں برادر مل کر ہمارے سامنے آئیں اور مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلہ کے مضمون پر ہم سے بحث کریں ۔ ہم اس بارے میں ایک مثال بھی دے چکے ہیں، اسے اب بھی پیش کرتے ہیں: شیعہ سنی دونوں مباحثے پر تلے بیٹھے ہیں۔مضمون بحث خلافت شیخین ہے۔ایک آریہ یا عیسائی آکر کہےتم کس بات پر جھگڑ رہے ہو، پہلے ہمارے ساتھ نبوت محمدیہ پر تو بحث کرلو ۔خلافت تو نبوت کی فرع ہے ۔ بتایئے اگر فریقین شیعہ سنی میں کچھ ایمانی غیرت ہو،تو اس غیر مسلم کی طرف توجہ کریں گے یا اپنا جھگڑا مقدم رکھیں گے ۔ پس اس مثال کوملحوظ رکھ کر دونوں فریق ہم سے گفتگو کریں۔مضمون بحث یہ ہوگا کہ مرزا اپنی اس دعا کے مطابق کون تھے؟ صادق یا غیر؟ شرائط مباحثہ وہی ہوں گے جو مرزا غلام احمد اور ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کے مابین ۱۸۹۳ء میں تھیں۔ جماعت احمدیہ کی ہر دو اصناف غور کر کے ہمیں جواب دیں کہ یہ سوال معقول ہے یا غیر معقول ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۹ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۶ ص ۵)

قادیانی علماء سے ایک سوال

مولوی غلام رسول مجاہد گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ سے لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں ارشاد ہے: و ما علّمناه الشّعر و ما ينبغي له ان هو الا ذكر و قرآن مبين (یس:۶۹)۔ حضرت شاہ ولی اللہ دہلوی (جن کو مرزا قادیانی بھی مجدد مانتے ہیں) اس کے ترجمہ میں ارقام فرماتے ہیں:

نیاموختیم ایں پیغمبر را شعر و لائق نیست اورا نیست ایں مگر پند و قرآن آشکارا

اور شاہ رفیع الدین فرماتے ہیں: اور نہیں سکھا یا ہم نے اس نبی کو شعر اور نہیں لائق واسطے اس کے،نہیں وہ مگر نصیحت اور کتاب روشن ۔(فتح الرحمٰن)

اس آیت کا صریح مفاد یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کو اللہ تعالیٰ نے فن شعر گوئی نہیں سکھایا اور وہ اللہ کے نزدیک حضور ﷺ کیلئے مناسب بھی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ باوجود انتہائی فصاحت و بلاغت کے آپ سے کبھی ایک شعر کہنا بھی ثابت نہیں۔ بلکہ جب کبھی آپ نے کسی شاعر کا شعر پڑھنا بھی چاہا، تو اس طرح پڑھا گیا کہ اس کی شعریت ختم ہوگئی۔ ایک دوسرے موقع پر نبی ﷺ عباس بن مرداس کا ایک شعر پڑھنے لگے جو آپ سے غیر موزوں پڑھا گیا۔ پس حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا با بی انت و امی یا رسول اللہ ما انت بشاعر و لا راویہ و لا ینبغی لك (اے اللہ کے رسول آپ پر میرے ماں باپ قربان ہوں، نہ آپ خود شاعر ہیں، نہ شعر کے راوی، اور نہ آپ کے لئے یہ سزاوار ہے)۔ (در منثور۔ص۳۳۴)۔ ان حقائق کی روشنی میں یہ حقیقت واضح ہو جاتی ہے کہ آنحضرت ﷺ کی طبع مبارک کو شعر و شاعری سے بہت زیادہ بعد تھا اور حکمت الٰہی میں وہ حضور کے شایان شان بھی نہ تھا۔

اب ہم اس معیار پر مرزا قادیانی کو جانچیں تو بالکل فیل پاتے ہیں۔ آپ کا عربی فارسی اردو پنجابی شاعر ہونا آپ کے قصائد و تالیفات سے روشن اور ظاہر ہے۔ حالانکہ مرزا صاحب کا دعویٰ تھا کہ میں بروز اور عکس محمد، بلکہ عین محمد ہوں۔ مجھے منہاج نبوت پر پرکھو۔ (تریاق القلوب۔ص۳، ۱۰۱)۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے تھا کہ مرزا قادیانی کو شعر و شاعری سے کوئی رغبت اور انس نہ ہوتا جیسا کہ حضور نبی ﷺ کو نہ تھا۔ مگر آہ! مرزا صاحب کی شاعری نے ان کو اس دعویٰ میں بھی ناحق پر ثابت کر دیا۔ و لنعم ما قیل

رسول قادیانی کی رسالت بطالت ہے جہالت ہے ضلالت

قادیانی دوست اس کے جواب میں اگر کچھ لکھیں تو مہربانی کر کے الفضل کا وہ پرچہ مجھے بھی ارسال فرمائیں تاکہ تفصیل سے گفتگو ہو کر مسئلہ صاف اور مبرھن ہو جائے۔ و اللّٰہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۱۶ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۷ ص ۳۔۴)

مرزا صاحب اور فلسفہ

کپتان ڈاکٹر محمد حسن پنشنر سیالکوٹی لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:
نیا اور پرانا فلسفہ بالاتفاق اس بات کو محال ثابت کرتا ہے کہ کوئی انسان اپنے اس خاکی جسم کے ساتھ کرہ زمہریر تک پہنچ سکے۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۴۷ طبع دوم۔ص ۲۰)

وہی مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں: وہ پسر موعود (مبارک احمد) میری صلب میں متحرک ہوا اور اپنے بھائیوں کو مخاطب کر کے اس نے کہا، میرے اور تمہارے درمیان ایک دن کا فاصلہ ہے۔یعنی ایک سال کا۔ میں جلد آؤں گا۔(انجام آتھم۔ص ۱۸۳)

یہی موعودلڑکا (مبارک احمد) دو دفعہ ماں کے پیٹ میں بولا اور بھائیوں مخاطب کر کے کہا کہ مجھ میں اور تم میں ایک دن کا فاصلہ ہے۔اس جگہ ایک دن سے مراد دو برس تھے۔

(تریاق القلوب۔طبع اول۔ص ۴۰)

مرزا صاحب قادیانی نے فلسفہ کی آڑ لے کر حضرت عیسیٰ کو آسمان پر نہیں جانے دیا مگر اپنے لڑکے سے نہیں پوچھا میاں تم صلب میں اور ماں کے پیٹ میں کیسے بول رہے ہو کیونکہ یہاں بھی فلسفہ مانع ہے۔

مرزا صاحب حکیم تھے،طب کی کتب پڑھی ہوں گی۔ان کو معلوم ہونا چاہیے تھا کہ آپ کا لڑکا اگر کوشش بھی کرتا تو بھی ماں کے پیٹ میں بول نہیں سکتا تھا کیونکہ بچہ کے اردگرد پانی سا مادہ ہوتا ہے جو بولنے میں مانع ہوتا ہے۔جیسے کوئی پانی میں ڈبکی لگا کر بولنے کی کوشش کرے تو بول نہیں سکتا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتب میں ایسے بہت سے متضاد مضامین ہیں۔اگلی دفعہ ان شاء اللہ اس سے بھی عجیب تر متضاد بتایا جائے گا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۱۶ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۷ ص ۴)

ابوالکلام اور مرزا

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: آج تک علماء ہندوستان باری باری جماعت مرزائیہ کی زد میں آتے رہے ہیں کبھی منفرداً کبھی مجتمعاً۔انفرادی صورت تو یہ تھی کہ نام

لے لے کر ان کو شرف بخشا جاتا رہا۔ ان میں بفضلہٖ تعالی میرا نمبر اول ہے۔ بقول

سر دوستاں سلامت کہ تو خنجر آزمائی

اجتماعی صورت یہ تھی کہ جب کبھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی علماء پر خفا ہوتے تو ارشاد فرماتے: او بد ذات فرقہ مولویاں۔ (انجام آتھم)

مگر مولانا ابوالکلام آج تک اس شرف سے بے نصیب تھے۔ آخر ان کو بھی خدا نے اس شرف کا کچھ حصہ دیا اب وہ یہ کہنے کے مستحق ہو گئے

مجھ سے میرا ذکر بہتر ہے کہ اس محفل میں ہے

مولانا موصوف کے حق میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو ایک خواب آیا ہے جو ایسا ہی پر معنی ہے جیسے پر معنی ان کے والد ماجد کے الہام ہوا کرتے تھے۔ مثلاً

تخرج الصّدور الی القبور بڑے بڑے لوگ سب قبروں میں چلے جائیں گے۔

یہ الہام ایسا صحیح ہے کہ اس کے ماتحت خود مرزا قادیانی بھی تشریف لے گئے۔ اب سنئیے! خلیفہ صاحب کا خواب جو مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق ہے اسکے الفاظ یہ ہیں:

ابوالکلام صاحب آزاد کے متعلق مجھے بتایا کہ قریب عرصہ میں ان کی ذات کے متعلق ایک عظیم الشان واقعہ ہونے والا ہے۔ میں نے اس رؤیا کی تعبیر یہ بتائی تھی کہ انسانی زندگی میں دو ہی واقعات عظیم الشان ہوتے ہیں، یا تو اس کا مرجانا اور یا جس کام میں وہ مشغول ہو اس میں اسے کسی عظیم الشان کا موقع مل جانا۔ پس میں نے کہا تھا کہ یا تو ان کی موت کی طرف اشارہ ہے یا آزاد ہو جانے اور کسی بڑے کام کا موقع پانے کی طرف۔ (الفضل ۲۳ جون ۱۹۴۵ء)

ناظرین کیسا صحیح خواب ہے کہ کوئی بھی اس کو جھوٹا نہیں کر سکتا یا کر سکتا کہ ان کی ذات کے متعلق ایک عظیم الشان واقعہ ہونے والا ہے۔ خاص کر اس کی تعبیر جو خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) نے کی ہے وہ بہت ہی لطف انگیز ہے۔

خدا جانے یہ لوگ اپنے نبی مرسل کرشن وغیرہ وغیرہ بالقابہ کے اقوال سے ایسے بے خبر کیوں ہو گئے ہیں جیسے برہمن، لحم البقر کے بھاؤ سے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، ازالہ اوہام میں حضرت مسیح کے الہامات اور پیش گوئیوں پر پھبتی اڑاتے ہوئے لکھتے ہیں کہ یہ بھی کوئی الہام ہے کہ زلزلے آئیں

گے، موتیں ہوں گی۔ ایسا تو ہوتا ہی رہتا ہے۔

مسیح کے الہاموں کے حق میں ہوتے رہنا کا لفظ موزوں سمجھا گیا لیکن اگر کوئی خلیفہ قادیان کے رؤیا پر ایسا کہہ دے تو کیوں ناموزوں ہوگا۔ ہم پھر کہتے ہیں کہ مولانا ابوالکلام آزاد کے متعلق جو خواب خلیفہ قادیان نے سنایا ہے مندرجہ ذیل شعر اس سے زیادہ اہمیت رکھتا ہے جو کسی مرید نے اپنے پیر کے حق میں کہا ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۸ ص ۴)

قادیان میں اونٹوں کی مانگ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: خدا کی شان ابھی کل کا واقعہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے کتاب اعجاز احمدی میں لکھا تھا کہ مسیح کے آنے کا زمانہ وہ ہے جب اونٹ سواری کرنے سے چھوڑ دیئے جائیں گے۔ جو ابھی تک پورا نہیں ہوا کیونکہ اونٹ ابھی تک اپنے مواقع پر برابر چلتے ہیں۔ لطف یہ ہے کہ قادیانی اخبار الفضل ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء میں مرزا صاحب کا صاحب زادہ خود اعلان کرتا ہے کہ: جن احباب کے پاس عمدہ اونٹنیاں یا اونٹ سواری کے کام کے قابل ہوں وہ مہربانی کر کے خاکسار کو بواپسی اطلاع دیں۔ ضرورت ہے۔ خاکسار مرزا بشیر احمد قادیان (الفضل ۵ ستمبر ۱۹۴۶ء ص ۲)۔ قادیانی ممبرو! بیٹا اپنے باپ مسیح موعود کے خلاف اعلان کرتا ہے اور تم خاموشی سے سنتے ہو: ہوا تھا کبھی سر قلم قاصدوں کا۔ یہ تیرے زمانے میں دستور نکلا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۸ ص ۴۔۵)

عیسیٰ مسیح خدا کا بیٹا مصلوب ہوا؟

یہ (ثنائی مضمون ردّ عیسائیت میں ہے۔ لیکن ۲۷ ستمبر ۱۹۴۶ء کے شمارے میں مولانا کا ایک مضمون رد قادیانیت پر ہے جس میں اس مضمون کا ذکر کیا گیا ہے، اس لئے نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء)

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: عام طور پر عیسائی اور دوسرے لوگ یہی بیان کرتے چلے آئے ہیں کہ حضرت مسیح، الوہیت میں خدا کے برابر ہیں۔ چنانچہ مقدس اتھاناسیس کا عقیدہ جو عیسائیوں کی نماز کی

کتاب میں درج ہے اس میں یہ الفاظ ہیں: باپ بیٹے اور روح قدس کی الوہیت ایک ہی ہے۔ جلال برابر عظمت ازلی یکساں جیسا باپ ہے ویسا ہی بیٹا۔ اور ویسا ہی روح قدس ہے۔ باپ غیر مخلوق بیٹا غیر مخلوق اور روح قدس غیر مخلوق۔، اس عقیدے کی بنا پر ہم نے کتاب اسلام اور مسیحیت، میں لکھا تھا کہ بقول مسیحان مسیح جب مصلوب ہوئے، اس وقت بھی چونکہ الوہیت سے متصف تھے اس لئے یہ کہنا بجا ہوگا کہ مسیحیوں کا خدا مصلوب ہوگیا۔ پادری برکت اللہ صاحب نے ہمارے اس کلام پر بڑی سختہ سے نکتہ چینی کی ہے۔ کہیں ہم کو مرزا صاحب قادیانی کا متبع بتایا ہے۔ کہیں ہم کو مرزا صاحب کی طرح جاہل بتایا ہے۔ کہیں ہم کو بے سمجھ کہہ کر جی خوش کیا ہے۔ اس ساری سخت کلامی کے جواب میں ہماری طرف سے یہ شعر نذر ہے:

ہاں تامل دم ناوک فگنی خوب نہیں
میری چھاتی ابھی تیروں سے چھنی خوب نہیں

پادری صاحب لکھتے ہیں: اتھاناسیس کا عقیدہ ہو یا کسی اور کا یہ سب مسیحی بدعتی جماعتوں کے عقیدے ہیں۔ قرآن شریف نے انہی بدعتیوں کے عقائد مسیحیوں کی طرف لگا دیئے۔ انجیل ان عقاید بدعیہ کی شہادت نہیں دیتی۔ یہ کہہ کر کہ آپ کا صحیح مذہب یہ بتاتے ہیں: میں خدا قادر مطلق باپ پر ایمان رکھتا ہوں ...اور یسوع مسیح پر جو اس کا ابن وحید اور ہمارا خداوند ہے وہ مجسم ہوا، اور انسان بنا۔ مصلوب ہوا۔ مر گیا۔ تیسرے دن جی اٹھا۔ (رسیوں؟ کا عقیدہ اور نکایا کا عقیدہ) ان عقائد ناموں میں باپ اور بیٹے میں تفریق وتمیز کی گئی ہے۔، خدا قادرِ مطلق باپ، مسلوب نہیں ہوا، بلکہ یسوع مسیح جو اس کا ابنِ وحید ہے، مصلوب ہوا،، باپ بیٹا نہیں اور بیٹا باپ نہیں۔ دونوں اقانیم میں امتیاز کیا گیا ہے، اقانیم مخلوط نہیں کئے گئے اور نہ جوہرِ ذات کو تقسیم کیا گیا ہے۔ باپ کا روپ خدا ہے بیٹے کا روپ الگ ہے۔ پس صحیح مسیحی ایمان کے مطابق خدا باپ مصلوب نہیں ہوا۔ بلکہ ابن وحید یسوع مسیح جو انسان بنا وہ مصلوب ہوا۔ (اخوت۔ لاہور اپریل ۱۹۴۶ء)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں؛ پادری صاحب کے اس بیان سے ہم بہت خوش ہوئے اور مکمل خوشی اس وقت ہوگی جب آپ تثلیثی لباس اتار کر فرقہ یونی ٹیرین (موحد مسیحی) میں جلوہ نما ہوں گے۔ مگر جناب جو صحیح مذہب آپ نے بتایا ہے وہ بھی تشریح طلب ہے۔ ہم اگر اسکی تشریح کریں آپ پھر معترض ہوں گے۔ اس لئے کہ آپ کے مندرجہ بالا کلام میں جو یہ الفاظ ہیں کہ ابنِ وحید مصلوب ہوا، اس کی تشریح کیا ہے۔ یعنی وہ ابنِ وحید اپنے اندر الوہیت کا کچھ حصہ رکھتا تھا یا نہیں۔ یا محض بشر تھا۔ اگر محض بشر تھا تو وہ بشر کفارہ کیسے ہوا۔ کیونکہ محض بشرہ کفارہ نہیں ہوسکتا۔ اگر الوہیت سے متصف تھا تو وہی سوال وارد ہوگا کہ عیسائیوں کا مسیح جو الوہیت سے موصوف تھا مصلوب ہوا۔ اگر واقعی یہی ہے تو اس میں کیا شک رہا کہ مسیحیوں

کا خدا مصلوب ہوگیا۔ باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ قرآن کو غلطی لگی ہے ایسا نہیں ہے۔ دراصل آپ کو غلطی لگی ہے کیونکہ قرآن مجید نے مسیحی مذہب کو دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ ایک صحیح دوسرا غیر صحیح۔ غیر صحیح تو یہ بتایا ہے: لقد کفر الذین قالوا انّ اللہ ھو المسیح ابن مریم۔ اور صحیح یہ بتایا ہے

و قال المسیح یا بنی اسرائیل اعبدوا اللہ ربی و ربکم۔(المائدۃ:۷۲)

پچھلی آیت میں پہلے عقیدے کو غلط بلکہ کفر قرار دیا جس کو آپ بدعی عقیدہ کہتے ہیں۔ اس میں قرآن مجید کی کیا غلطی ہے؟ حقیقت میں غلطی آپ کی ہے جو قرآن مجید کی تعلیم کو سمجھے نہیں۔ جس پر یہ کہنا بجا ہے:

چو بشنوی سخن اہل دل مگو کہ خطا است
سخن شناس نہ ای دلبرا خطا این است

ہم خوش ہیں کہ آپ نے مقدس اتھاناسیس بزرگوں کو بدعتی اور ان کے عقاید کو بدعت قرار دیا ہے۔ یہ دراصل آپ نے قرآن مجید کی خدمت کی ہے۔ اس پر ایک شعر آپ کی نذر کرتا ہوں:

شادم کہ از رقیباں دامن کشاں گذشتی
گو مشت خاک ما ہم برباد رفتہ باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۳ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۸ ص ۳۔۴)

قادیانی اور آتھم کا مناظرہ ۱۸۹۳ء

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہؒ لکھتے ہیں: اس مناظرہ کا بیان سلسلہ وار اخبار الفضل میں چھپا ہے جس کے راوی شیخ نور احمد مالک ریاض ہند پریس امرتسر بتائے گئے ہیں۔

اس میں جو غلط بیانیاں کی گئی ہیں ہمیں ان کا کوئی گلہ نہیں ہے کیونکہ قادیانی مسلک میں یہی ہے کہ سب سے پہلے علماء اسلام کی خوب توہین کرلیا کرتے ہیں۔ حالی مرحوم کا یہ شعر انہی کے حق میں صادق آتا ہے

اوروں کی برائی ہی پہ ہے فخر وہاں
خوبی کوئی باقی نہیں جس امت میں

علماء کو کوسنا اور اپنی بڑائی کرنا اور یہ جتانا کہ اسلام اور دین کے خدمت گار صرف ہم ہی ہیں، انہی کا خاصہ ہے حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب اور ان کے

حواریوں کی تصنیفات میں سے مرزا صاحب قادیانی کی شخصیت کو الگ کر دیا جائے تو باقی کاغذوں کے چند پتنگ بھی نہیں بن سکتے۔

اخبار اہل حدیث امرتسر ۶ ستمبر ۱۹۴۶ء میں ہم نے بہر دوصنف جماعت مرزائیہ کو دعوت مباحثہ دے کر عار دلائی کہ تم دونوں مرزا کی نبوت پر جھگڑتے ہو۔ ہمارا اختلاف تو ان کے اصل دعوی سے ہے کہ وہ اپنے دعوی الہام میں سچے نہیں ہیں۔اس لئے تم دونوں جماعتوں کا فرض ہے کہ آخری فیصلہ والے اشتہار پر ہم سے مباحثہ کرلو جیسا کہ پہلے لدھیانہ میں ہو چکا ہے۔اگر تم اس میں کامیاب ہو گئے تو ہم وعدہ کرتے ہیں کہ کبھی اس مضمون کا ذکر نہیں کریں گے۔آج تک دونوں پارٹیوں کے اخبار ایسے خاموش ہیں کان لم یسمعھا۔گویا سنا ہی نہیں ۔ اسی طرح آج ہم دوسرا نوٹس دیتے ہیں کہ :کہ دونوں جماعتیں اس مضمون پر مباحثہ کرلیں کہ مرزا اوران کی ذریت نے مسلمانوں سے جتنا روپیہ وصول کیا ہے اس کا قریباً سارا حصہ اپنی شخصیت منوانے پر خرچ کیا ہے۔خالص اسلام کی خدمت نہیں کی۔ اس کا ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا۔،

خیر یہ تو جملہ معترضہ تھا،اصل مضمون یہ ہے کہ مرزا صاحب اور ڈپٹی آتھم کا مباحثہ جو۱۸۹۳ء میں امرتسر میں ہوا تھا ہمارا دیکھا ہوا ہے۔اس میں جو واقعات اور نتائج رونما ہوئے تھے ان پر نظر کر کے ہمیں گمان تھا کہ اتباع مرزا اس مباحثے کا کبھی نام بھی نہ لیں گے۔مگر واہ رے جرأت !اس کو بھی بطور فخر بیان کیا جاتا ہے۔مباحثہ دراصل الوہیت مسیح پر تھا جو بالکل آسان اور واضح ہے جس کو قرآن مجید نے معقولی دلائل کے ساتھ رد کیا ہوا ہے جس کے برابر کوئی نہیں کرسکتا۔

عیسائیوں کے اس مباحثے کو مرزائی جماعت چاہے کتنا ہی آسمان پر چڑھائے اورعلماء کی خدمت کو لوگوں کی نظروں سے گرائے اور انا و لا غیری کا نقارہ بجائے لیکن جن لوگوں کو ہندوستان کے علماء اسلام کی تاریخ معلوم ہے وہ کبھی ان کی خدمات بھول نہیں سکتے۔سب سے پہلے عیسائی پادری فنڈر انگریز ہندوستان میں آیا ۔ اوراس نے اپنی علمی استعداد کی وجہ سے علماء اورعوام میں کافی شہرت پیدا کر لی۔ یہ وہ زمانہ تھا جب بائیبل کا اردو ترجمہ ابھی نہیں ہوا تھا اور علماء انگریزی سے ناواقف تھے ۔ایسی حالت میں مولوی رحمت اللہ کیرانوی ضلع مظفر نگر رحمۃ اللہ علیہ کھڑے ہو گئے ۔

اور ڈاکٹر وزیر خان ان کے ساتھ ملے۔ جو انگریزی سے اردو میں ترجمہ کر کے مولوی صاحب کو بتاتے اور مولوی صاحب مناظرہ میں ان سے کام لیتے۔ کتاب اعجاز عیسوی اس زمانہ کی تصنیف موجود ہے۔ یہاں تک کہ پادری فنڈر ہندوستان سے نکل بھاگا۔ مولوی رحمت اللہ صاحب کے بعد حافظ ولی اللہ صاحب لاہوری خدا سے توفیق پا کر اس کام (ردّعیسائیت) کے لئے تیار ہوئے۔ آپ نابینا تھے مگر حافظہ کمال تھا۔ سب کچھ زبان سے بولتے تھے۔ میاں عبدالعزیز صاحب بیرسٹر لاہور کے والد مولوی الٰہی بخش بڑے متقی پرہیز گار بزرگ تھے۔ وہ حافظ صاحب ہی کے شاگرد تھے۔ اسی طرح دہلی میں مولوی عبدالمجید صاحب مالک انصاری پریس اور ابونصر وغیرہ بھی عیسائیوں کے مدمقابل ہوئے۔ بایں ہمہ قادیانی تحریروں میں جب ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مرزا صاحب سے پہلے اسلام کا کوئی خادم (بمقابلہ عیسائیت) نظر نہیں آتا تھا۔ جو کچھ خدمت کی ہے وہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے کی ہے۔ ہمیں حیرت ہوتی ہے اور ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے: آنچہ مے شنوم بہ بیاریست یا رب یا بخواب

خیر اب ہم اصل مضمون پر آتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی کا یہ مناظرہ اور اس کیا نتیجہ کیا ہوا۔ ہم اپنے لفظوں میں نہیں بلکہ مرزا صاحب قادیانی ہی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے مباحثہ کے خاتمہ پر آتھم عیسائی مناظر کے حق میں ایک پیش گوئی کی تھی جس کے الفاظ یہ تھے:

آج رات میں نے جو تضرع اور عاجزی سے دعا کی تو خدا نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا کہ فریق انسان (مسیح) کو خدا بناتا ہے وہ آج سے ۱۵ مہینوں میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے۔

یہ تو مباحثہ کا نتیجہ ہوا۔ اب مباحثہ کی اصل حقیقت مرزا قادیانی کے الفاظ میں سنیئے:

میں حیران تھا اس بحث کے لئے مجھے کیوں آنے کا اتفاق پڑا معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلئے وقت تھا۔

یہ ہے مرزا صاحب قادیانی کا اعتراف کہ مباحثہ اپنی کیفیت میں معمولی تھا اور معمولی لوگ ایسا کیا کرتے ہیں ہاں مزیت اس میں یہ تھی کہ خدا نے مرزا صاحب کو الہام کیا تھا کہ آتھم جو مسیح کی الوہیت پر بحث کرتا ہے اگر وہ حق کی طرف رجوع نہ کرے یعنی

توحید خالص کا قائل نہ ہو جائے تو ۱۵ مہینوں میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا۔، اس کا نتیجہ بھی مرزا غلام احمد ہی کے الفاظ میں ہم پیش کرتے ہیں۔ آپ لکھتے ہیں : آتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں بسزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو میں ہر سزا اٹھانے کیلئے تیار ہوں مجھے ذلیل کیا جائے روسیاہ کیا جائے میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے مجھے پھانسی دیا جائے۔ وغیرہ

پھر اسی مضمون کو حلفیہ بیان کیا ہے کہ: میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا زمین آسمان ٹل جائیں مگر اس کی باتیں نہ ٹلیں گی (کتاب جنگ مقدس)

اب قابل غور بات یہ کہ عیسائی مناظر ۱۵ مہینوں میں مر گیا تھا؟ نہیں ہرگز نہیں۔ ثبوت اس کا یہ ہے کہ پیش گوئی آتھم کی موت کیلئے ۵ جون ۱۸۹۳ء کو مرزا صاحب نے شائع کی جس کی میعاد ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء کو ختم ہو گئی۔ اور آتھم کی موت ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک ہونی تھی اور وہ ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو مرا۔ چنانچہ مرزا صاحب انجام آتھم کے شروع میں لکھتے ہیں: مسٹر عبداللہ آتھم ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں۔

یعنی آتھم کی میعاد مقررہ ۱۵ مہینے تھی اور وہ پندرہ ماہ کی میعاد پوری کر کے بائیس مہینے زائد زندہ رہے۔ گویا انہوں نے اصل رقم سے سود زیادہ لیا۔ اس لئے اسکا نتیجہ جو مرزا نے خود ہی بتایا تھا افسوس کہ وہ کسی عالم یا پادری کے اختیار میں نہ تھا، ورنہ ضرور عمل کیا جاتا وہ نتیجہ یہ ہے: آتھم ۱۵ ماہ کے عرصہ میں نہ مرے تو مجھے ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈال دیا جائے، مجھ کو پھانسی دیا جائے۔ وغیرہ

قادیانی اور لاہوری ممبرو! سچ بتانا اگر خلافت راشدہ کا زمانہ ہوتا تو مرزا صاحب قادیانی کی اس تجویز پر عمل ہوتا یا نہ۔ مگر آج جو اس پر عمل نہیں ہوا اس کی وجہ مولوی سعد اللہ لدھیانوی مرحوم نے اس شعر میں بتائی ہے

ہے سولی اور پھانسی کار سرکار۔ رعایا کا نہیں یہ کام مرزا

ناظرین! یہ ہے وہ تاریخی مناظرہ جو مرزا غلام احمد صاحب نے ساری عمر میں کیا تھا جس کی وجہ سے چھٹی ستمبر کو جو واقعات امرتسر میں پیش آئے اس زمانہ کے اشتہارات بصورت نظم و نثر ہماری کتاب الہامات مرزا میں ملاحظہ ہوں۔

اس سے عجیب تر: ڈپٹی عبداللہ آتھم نے میعاد مقررہ سے بائیس مہینے زیادہ پائے مگر

امرتسری شیر پنجاب نے آج تک ۳۸ سال زیادہ پا لئے اور ابھی خدا جانے کتنے باقی ہیں جس کے حق میں مرزا صاحب قادیانی نے پیش گوئی کی تھی کہ چونکہ وہ جھوٹا ہے مجھ سے پہلے مرے گا۔ نتیجہ کیا ہوا؟ یہی نا :

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر۔ کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۷ستمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۳۰ شوال ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۳۹ ص ۴۔ ۶)

معیار صداقت اور مامورین

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اس عنوان سے ایک مضمون پیغام صلح میں نکلا ہے جو واقعی اس قابل ہے کہ اس پر توجہ کی جائے۔ پیغام صلح کے مضمون نگار نے اگر یہ مضمون سرسری طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر لکھا ہے، تو ہمیں بھی اسی کو مرکز بحث بنانا چاہیے کہ مامورین کی شناخت کن دلائل سے ہونی چاہیے ۔قابل مضمون نگار نے بڑی خوبی سے اظہار کیا ہے کہ: مرزا صاحب نے اپنی ماموریت اور ملہمیت کا ثبوت یہ دیا ہے کہ مخالفوں کو دلائل سے مغلوب کیا اور آسمانی نشانوں سے غالب آئے۔

واقعی بات یہ ہے کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ دونوں وصف تھے کہ اپنی ماموریت کے مخالفوں پر وہ غالب آئے ہیں اور آسمانی نشان دکھائے ہیں تو ہم خدا لگتی کہیں گے آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین

لیکن اگر وہ دونوں باتوں میں ناکام (فیل) ثابت ہوں تو میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ پیغام صلح کا مضمون نگار اور اس کا سٹاف اور اس کی ساری جماعت مرزا صاحب قادیانی کو چھوڑ کر خالص اسلام کی خدمت کریں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے دلائل قاہرہ کا نمونہ بصورت علم مناظرہ اور علم کلام ہم اپنی کتاب ناقابل مصنف مرزا میں دکھا چکے ہیں۔ باقی رہے ان کے آسمانی نشان، سوحسب بیان شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب تین نشان بہت مشہور ہیں جن کو انہوں نے خود ہی تین قوموں پر تقسیم کیا ہوا ہے۔ ۱۔ نکاح آسمانی مسلمانوں کے لئے ۔۲۔ پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی ہندوؤں کے لئے ۔۳۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم والی

پیش گوئی عیسائیوں کے لئے ۔، ان تینوں آسمانی نشانوں کا جو حشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں ۔ سچ تو یہ ہے کہ اتباع مرزا اگر صداقت اور دیانت کی روشنی میں ان نشانوں کو دیکھتے تو آج قادیانی تحریک کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔لیکن افسوس ہے کہ جس طرح ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور ہوتے ہیں اسی طرح مرزا کے اتباع میں بھی دو وصف ہیں جن کو ضد اور تعصب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ دو وصف ایسے ہیں کہ انسان کو ہدایت کی طرف آنے میں بڑی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

ہم پہلے اس پیش گوئی کو لیتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے مسلمانوں کے حصہ میں دی ہے۔ وہ ہے ایک محترمہ خاتون کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا۔جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ خاتون موصوفہ ابھی تک زندہ ہے، لیکن عرصہ ہوا مرزا صاحب چل بسے ۔اس کے متعلق اتباع مرزا نے جس قدر بور کے لڈو اور ہوائی قلعے بنائے ہیں وہ ساری پبلک کو معلوم ہیں۔ان سب کا جواب ایک ہی ہے جو خود مرزا صاحب قادیانی نے بزبان رسالت محمد یہ ﷺ لکھا ہے ضمیمہ انجام آتھم میں آپ لکھتے ہیں: اس نکاح کی تصدیق رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمائی ہوئی ہے جہاں ارشاد ہے مسیح موعود شادی کرے گا ، اس شادی سے میری یہی شادی مراد ہے جس کا انعقاد مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محمدی بیگم) سے مقدر ہے اور اس سے اولاد پیدا ہونے کا بھی ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔،

اس پیش گوئی کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ سب جانتے ہیں نہ مرزا صاحب کی شادی ہوئی (اس خاتون سے) اور نہ اولاد اس سے پیدا ہوئی جس پر یہ شعر صادق آیا

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ کا انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

دوسری پیش گوئی عیسائیوں کے متعلق ہے یعنی ڈپٹی آتھم عیسائی مناظر کا ۱۵ ماہ میں (۶ جون ۱۸۹۳ء سے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک) مر کر جہنم میں پڑ جانا۔سو اس کی تفصیل گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں ہو چکی ہے۔تیسری پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کے متعلق ہے جو ہندوؤں کی قسمت میں دی گئی ہے۔خدا معلوم ہندو اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم نے اس کو بھی صریح بلکہ اصرح طور پر غلط پایا ہے جس کا مفصل ذکر ہمارے رسالہ: پنڈت لیکھ رام اور مرزا، میں درج ہے۔

ان تین پیش گوئیوں کا حشر تو وہ ہوا جو اوپر مذکور ہے، چوتھی پیش گوئی بھی ان کے ساتھ ملا لیجئے جس کا عنوان ہے مولوی ثناء اللہ کے ساتھ آخری فیصلہ۔ اس آخری فیصلے والے اشتہار میں جو کچھ مرقوم ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ: ثناء اللہ میری تکذیب کی وجہ سے مجھ سے پہلے مریگا۔، کیا ایسا ہوا؟ اس کا جواب الفضل اور پیغام صلح کو دینا چاہیے۔ بہتر ہو کہ وہ جواب دینے سے پہلے خلیفہ قادیان اور امیر جماعت لاہور کو بھی دکھا دیا جائے۔

نوٹ؛ ہم نے اس پیشگوئی کے متعلق ٦ ستمبر ۱۹۴٦ء کے اہلحدیث میں فریقین (قادیانی اور لاہوری) کو نوٹس دیا تھا کہ وہ اس مضمون پر ہم سے بحث کر کے کوئی قطعی فیصلہ کر لیں۔ مگر ان کی طرف سے کوئی جواب آج تک اثبات میں نہیں آیا۔ ہمارا خیال ہے کہ آریہ لوگ نیوگ پر مباحثہ کر سکتے ہیں عیسائی تثلیث پر مباحثہ کر سکتے ہیں مگر جماعت مرزائیہ کا کوئی فرد چاہے کتنا ہی قابل ہو بلکہ قابل ترین ہو مضمون آخری فیصلہ پر مجھ سے مباحثہ نہیں کرسکتا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اکتوبر ۱۹۴٦ء ص ۴۔۵)

قادیانی مسیح کا عمل

اور خلیفہ قادیانی کی تعلیم بحق موسیٰ وعیسیٰ

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین کرام خوب واقف ہوں گے کہ قادیانی علم کلام اور علم مناظرہ پرانے طریق پر مبنی نہیں ہے، بلکہ ان کا اصول ہی یہ ہے کہ جو جی میں آیا کہہ دیا بقول استاد:

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے۔ ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

چنانچہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کا قول ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳۰۔ اگست ۱۹۴٦ء میں نقل کیا ہے کہ: جب بھی کوئی رسول کریم ﷺ کی عزت پر حملہ کرے گا تو ہم سو دفعہ ان کے موسیٰ وعیسیٰ کی عزت پر حملہ کریں گے۔ (الفضل ۱۴۔ اگست ۱۹۴٦ء)

یہ قول نقل کر کے ہم نے اعتراض کیا تھا کہ ایسا کہنا تعلیم قرآن شریف کے خلاف ہے۔ مگر خلیفہ قادیان آخر اپنے باپ کا بیٹا اور ان کا جانشین ہے، پھر ان کی روش پر کیوں نہ چلے۔ مگر واقعہ یہ ہے کہ بیٹا باپ سے کم درجہ ہی رہا کیونکہ بیٹے نے عیسائیوں کی تلخ

کلامی کے جواب میں لب کشائی کی اجازت دی ہے لیکن باپ نے تو مخالف کی طرف سے تلخ کلامی کے بغیر خود ہی تلخی کا استعمال پہلے ہی فرما دیا۔ چنانچہ آپ بلا کسی وجہ کے لکھتے ہیں کہ: مسیح کا چال چلن کیا تھا؟ ایک کھاؤ پیؤ، شرابی، نہ زاہد، نہ عابد، نہ حق کا پرستار، خود بین، خدائی کا دعوی کرنے والا۔ (مکتوبات احمدیہ۔ ج ۳ ص ۲۳۔۲۴)

ناظرین کرام! اس سے بڑھ کر سنئیے ۔مرزا جی کی ایسی بدکلامی (بحق مسیح) پر جب اعتراض ہوتا تھا تو آپ کہہ دیتے تھے کہ ہم عیسائیوں کے یسوع کو برا کہتے ہیں اور یسوع اسلامی نام نہیں ہے اسکا جواب خود انہی کے کلام سے حاصل ہوتا ہے جو یہ ہے کہ: حضرت عیسی علیہ السلام شراب پیا کرتے تھے۔ (کشتی نوح۔ ص ۶۵) غور فرمائیے یہ تین لفظ خاص اسلامی اصطلاح کے ہیں، حضرت، عیسی، علیہ السلام، یہ تینوں لفظ صاف بتا رہے ہیں کہ قادیانی علم کلام میں جہاں کہیں بقول خلیفہ (محمود)، حضرت مسیح کے حق میں بدگوئی کی جائیگی وہاں اسی اسلامی اصطلاح کا عیسی علیہ السلام مراد ہوگا۔ ہمارے جواب میں الفضل کے کسی نامہ نگار نے لکھا ہے کہ تم نے خود اہلحدیث کے بعض پرچوں میں عیسائیوں کے مسیح اور اسلامی مسیح کو جدا جدا بتایا ہے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ٹھیک ہے مگر وہ تفریق فریق ثانی کے تصور پر مبنی ہے جیسے کسی عارف باللہ کا شعر ہے

أ ربّ واحد ام الف ربٍ ۔ادین اذا تقاسمت الامور

اس کی تائید حضرت یوسفؑ کے کلام سے بھی ہوتی ہے جہاں فرمایا ہے:

أأر باب متفر قون خير ام الله الوا حد القها ر (یوسف: ۳۹)

اس قسم کی تفریق اور مقابلہ تصوری ہوتا ہے تصدیقی نہیں اس کا ثبوت یہ ہے کہ دونوں کلام شعر اور آیت استفہامی شکل میں ہیں جو جملہ انشائیہ ہے خبریہ نہیں ہے مگر قادیانی مسیح اور خلیفہ قادیانی کے کلام میں خبریہ جملے ہیں اور ان میں فرق سمجھنا ان لوگوں کی سمجھ سے بعید ہے جن کا قول اپنے مصنوع متبوعین کے حق میں یہ ہو

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

علاوہ اس کے یہ بات بھی قابل غور ہے کہ اگر کسی مسلمان سے ایسا فعل سرزد ہو گیا ہو کہ اس نے مسیح قرآنی اور مسیح انجیلی میں فرق کیا ہو تو مسیح موعود اور مصلح موعود کا

فرض یہ ہونا چاہیے تھا کہ اس کی اصلاح کرتے نہ یہ کہ خود مرتکب ہوتے اور اس ارتکاب جرم کی سند یہ پیش کرتے

نہ تنہا من دریں مے خانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۱۴ ذی قعد ۱۳۶۵ھ جلد ۴۴ نمبر ۴۰ ص ۵)

مکالمہ احمدیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اور لاہوری اخباروں میں کبھی کبھی مکالمے کے طور یا یوں کہیے کہ چھیڑ خانی کے طور پر یا بالفاظ دیگر تضیع اوقات کے لئے یا اپنے اپنے حلقہ اثر کو قابو میں رکھنے کے لئے مباہلہ اور مباحثہ کے مضامین نکلتے رہتے ہیں جن کی مثال ہماری نظر میں بنیوں کی لڑائی کی سی ہوتی ہے گذشتہ دنوں میں ہم نے کئی دفعہ دونوں جماعتوں کو مشورہ دیا تھا کہ آپس کی تو تو میں میں چھوڑ کر اور یہ بھی چھوڑ کر کہ مرزا صاحب نبی تھے یا مجدد تھے اور انہوں نے نبوت کی تعریف قائم رکھی یا بدل دی ان سب باتوں کو چھوڑ کر صرف آخری فیصلے پر ہم سے گفتگو کر لو۔

آج بھی ہم ایک مضمون الفضل سے نقل کرتے ہیں جو اس ہمارے اس دعوی کا ثبوت ہے کہ انکی تو تو میں میں بنیوں کی سی ہے جو بالمقابل دکانوں پر بیٹھے ہوئے تو ایسا تو ایسا کہہ کر جی خوش کر لیتے ہیں ناظرین الفضل کا مضمون ملاحظہ فرمائیں۔ الفضل لکھتا ہے:

مولوی محمد علی صاحب کا عجیب طریق:

جناب مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت غیر مبایعین نے کچھ عرصہ سے یہ طریق اختیار کر رکھا ہے کہ وہ حضرت امیر المومنین (مرزا محمود) کو مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج دے دیتے ہیں اور جب جماعت کے کسی فرد کی طرف سے اس چیلنج کی حقیقت واضح کی جاتی ہے اور اس کا محض ڈھونگ ہونا ثابت کر دیا جاتا ہے یا حضرت امیر المومنین (مرزا محمود) کی طرف سے مناظرہ اور مباہلہ پر آمادگی ظاہر کر دی جاتی ہے تو پھر مولوی صاحب

موصوف ایک عرصہ کے لئے خاموش ہو جاتے ہیں پھر جب ان کے چیلنج پر ایک لمبا عرصہ گذر جاتا ہے اور وہ سمجھ لیتے ہیں کہ ہماری طرف سے جو جواب اس چیلنج کا دیا جا چکا ہے اس کی یاد لوگوں کے دلوں سے محو ہو چکی ہو گی، تو پھر مناظرہ اور مباہلہ کا چیلنج دے دیتے ہیں۔ ان کے اس طریق سے یہ حقیقت واضح ہے کہ مولوی صاحب موصوف تہ دل سے مناظرہ کرنا چاہتے ہیں اور نہ مباہلہ۔ ہاں وہ اپنے اس چیلنج سے اپنے رفقاء اور عام پبلک کو یہ دکھانا چاہتے ہیں کہ وہ تو حضرت خلیفۃ المسیح سے مناظرہ کے علاوہ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں مگر حضرت خلیفہ ثانی ان کے مقابلہ میں کسی بات کے لئے آمادہ نہیں۔ مولوی صاحب موصوف کا یہ طریق رہا ہے کہ وہ کسی اصولی بات پر فیصلہ کن مناظرہ اور مباہلہ کے لئے کبھی تیار نہیں ہوئے بلکہ وہ بعض جزوی امور پر یا ایسے امور پر جو ان کے خود تراشیدہ نتائج ہوتے ہیں اور جنہیں وہ دوسروں کے عقاید ظاہر کرتے ہیں مناظرہ اور مباہلہ کی دعوت دیتے ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ میری ان خود تراشیدہ باتوں پر یا غیر اہم جزوی امور پر تو مناظرہ اور مباہلہ کرنے کے لئے دوسرا فریق تیار نہیں ہو گا اسلئے اپنے ہم نواؤں اور رفقاء اور عام لوگوں میں میری بات بنی رہے گی اور وہ سمجھیں گے کہ مولوی صاحب بڑے دل گردہ کے مالک ہیں کہ جماعت احمدیہ کے امام سے مناظرہ کے علاوہ مباہلہ کے لئے بھی تیار رہتے ہیں مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ مناظرہ و مباہلہ کے ایسے چیلنج محض مولوی صاحب موصوف کا ایک ڈھنگ ہوتے ہیں جن کے ذریعہ وہ سمجھتے ہیں کہ ان کے کمزور عقاید پر پردہ پڑا رہے گا۔ (الفضل قادیان یکم اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں: ہم اپنے مافی الضمیر کو پھر ظاہر کرتے ہیں اور فریقین (قادیانی ولاہوری) کو نصیحت کرتے ہیں کہ اپنے وقت کی قدر و قیمت کا احساس کریں اور الا ھم فالا ھم کے اصول پر نظر رکھتے ہوئے مرزا غلام احمد کے آخری فیصلے پر ہم سے گفتگو کریں جسکا نتیجہ اگر انکے حق میں نکلے تو ہم انکے ساتھ ہو جائیں گے۔ اگر ہمارے حق میں نکلے تو وہ ہمارے ساتھ ہو جائیں یہ مباحثہ علماء و شرفاء کی مجلس میں ہو گا جس طرح مرزا قادیانی اور آتھم کے درمیان ہوا تھا۔ مزیت یہ ہو گی کہ فیصلے کیلئے ہائی کورٹ کا کوئی جج یا کم از کم سیشن جج مقرر کیا جائیگا۔ احمدی دوستو!

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۱ ذی قعد ۱۳۶۵ھ جلد۴۳ نمبر۱۴ص۳۔۴)

مکالمہ احمدیہ بابت مباحثہ باہمی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ دراز سے مرزا محمود احمد قادیانی اور مولوی محمد علی لاہوری کے درمیان مباحثہ کی تیاریاں ہو رہی ہیں۔ مندرجہ ذیل مضمون بھی اس تیاری کا ایک نمونہ ہے ناظرین غور سے پڑھیں چنانچہ الفضل میں لکھا ہے:

جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔کل ایک دوست نے مجھے آپ کا وہ اشتہار بھجوایا جس میں آپ نے ہمارے امام ہمام ((محمود) خلیفہ قادیان) سے مباحثہ اور مباہلہ کرنے کی تیاری کا اعلان کیا ہے میں نے اس اشتہار کو ایک سے زیادہ مرتبہ پڑھا ہے مگر افسوس کہ ہر مرتبہ ہی وہ زیادہ افسوس ناک ثابت ہوا۔

میں جناب کو اس خدا کی قسم دیتا ہوں جس کے قبضہ میں ہر جان ہے کہ آپ مجھے مطلع فرمائیں کہ آیا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کے مندرجہ ذیل اعلان آپ کی نظر سے نہیں گذرے۔۔الف۔ میں نے مولوی ابوالعطاء صاحب سے کہا تھا کہ میں مسئلہ نبوت میں مولوی محمد علی صاحب سے خود مباحثہ کرنے کو تیار ہوں آپ ان سے شرائط طے کرلیں۔سو معقول شرائط جن میں کوئی لغویت اور کھیل کا پہلو نہ ہو جب بھی طے ہو جائیں تو مجھے مولوی صاحب سے مباحثہ کرنے میں کوئی عذر نہیں۔ الا ان یشاء اللہ ۔ الفضل قادیان ۲۸ دسمبر ۱۹۳۶ء،۔ب۔ جہاں تک اختلافی مسائل کا تعلق ہے میں مولوی محمد علی صاحب سے تحریری بحث اول انکار مسیح موعود، دوم نبوت مسیح موعود، سوم مسئلہ خلافت کے متعلق کرسکتا ہوں۔ (فرقان بابت اپریل ۱۹۴۳ء)،۔ ج۔ اگر صرف پانچ پرچوں کی بحث ہے تو مجھے پانچ پرچے منظور ہیں تین مدعی کے دو مدعا علیہ کے۔مرزا محمود۔ (فرقان جون ۱۹۴۳ء ص۳)۔، جناب مولوی صاحب! یہ ہر سہ تحریرات ہمارے امام ہمام (مرزا محمود) کے دست مبارک کی ہیں اور سلسلہ کے اخبارات میں شائع ہو چکی ہیں

آپ اللہ تعالی سے ڈر کر بتلائیں کہ جب آپ ان کو پڑھ چکے ہیں تو پھر یہ اعلان کس طرح فرماتے ہیں کہ امام جماعت احمدیہ مجھے جواب نہیں دیتے ۔ یا مسئلہ نبوت کے متعلق مجھ سے بحث پر آمادہ نہیں ۔ (الفضل ۱۲۔اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۵)

حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ اتنی تیاریوں کے باوجود مباحثہ کیوں نہیں ہوتا غالباً دونوں فریق کسی مصلحت سے پیش نہیں ہوتے ہوں گے ۔وہ جانیں اوران کا کام ۔لیکن ہم تو ہر وقت تیار ہیں اوراس تیاری کا اعلان ہم نے بارہا کیا ہے کہ دونوں فریق مل کر یا صرف قادیانی خلیفہ (مرزامحموداحمد) سامنے آکر آخری فیصلہ پر ہم سے گفتگو کرلیں ۔مباحثہ کا طریق اور شرائط وہی ہوں گی جو مرزا غلام احمد صاحب اور ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی کے درمیان تھیں ۔ یا مرزامحموداحمد نے (حال ہی میں) مولوی محمد علی صاحب (لاہور) کولکھی ہیں ۔مباحثہ کا فیصلہ کرانا ہو ہائی کورٹ کا کوئی جج یا سیشن جج ہونا چاہیے۔

قادیانی اور لاہوری ممبرو! تم دونوں کے مباحثے کا نتیجہ مرزا غلام احمد صاحب کے حق میں نبوت کا ثبوت ہوگا یا نہ ہوگا ،جوکہ فائدہ کے لحاظ سے اتنا مفید نہیں جتنا ہمارے ساتھ تمہارا مباحثہ ۔مرزا صاحب قادیانی یا تو سرے سے ہمیشہ کے لئے کاذب ثابت ہوجائیں گے یا ہمیشہ کے لئے مقبول ہوں گے۔اس لئے مرزامحموداحمد اور مولوی محمد علی لاہوری کو چاہیے کہ اس اہم کام پر توجہ کریں جس طرح شیعہ سنی کا مباحثہ نبوت محمدیہ پر اتنا اثر نہیں ڈال سکتا جتنا آریہ اور مسلمان کا ،اسی طرح تم دونوں کا مباحثہ چنداں ضروری نہیں ۔

ضروری یہ ہے کہ تم مرزا غلام احمد کے دامن کو آلودگی سے پاک کرواور بقول سیٹھ عبد اللہ الہ دین سکندر آبادی جو لاکھوں انسانوں کے لئے پتھر کی طرح رکاوٹ بن رہا ہے اس کا اٹھانا تمہارا اولین فرض ہے۔اور اگر تم نے اس خاموشی میں وقت گذار دیا تو قیامت کو کیا جواب دو گے جس کا ذکر مرزا غالب مرحوم نے اس شعر میں کیا ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۸ ذی قعد ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۳ص ۴،۵)

ننگل شاہو میں مباحثہ۔ ہمارے قریب موضع ننگل شاہو میں مسئلہ حیات مسیح پر ۱۳۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء کو مباحثہ ہوا۔ مرزائی مناظر مولوی اللہ دتہ جالندھری اور مسلمانوں کی طرف سے حافظ شریف سیالکوٹی تھے۔ بحمد اللہ اس کا اثر یہ ہوا کہ جو لوگ اس بحث کے محرک تھے اور کچھ تذبذب سے تھے ان کے قلوب کو تسکین اور تشفی ہو گئی اور بعد اختتام مباحثہ انہوں نے قادیانی مناظر کے سامنے عقیدہ حیات مسیح پر استقامت کا اعلان کر دیا۔

راقم: غلام رسول مجاہد از گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۸ ذی قعد ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۳ ص ۸)

مسلمان ترقی کیوں کر کر سکتے ہیں

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار الفضل قادیان مورخہ ۷۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں مسلمانوں کی ترقی کا ذریعہ مرزا صاحب قادیانی کو نبی اور مسیح موعود ماننے اور ان کی رہنمائی میں قرآن پر عمل کرنے میں بتایا ہے۔

قرآن مجید پر عمل کرنا تو بے شک تریاق ہے لیکن مسیح موعود مرزا کی مداخلت سے غلبہ اور فتح کی بجائے شکست اور ذلت پانے کا یقین ہے کیونکہ مرزا صاحب کی ذاتی خصوصیات الہامات ربانی ہیں ان کا جو حال ہے وہ اس قابل نہیں کہ ان کو کسی ثبوت میں پیش کیا جائے۔ اسی لئے اتباع مرزا بھی جب کبھی گفتگو کے میدان میں آتے ہیں ادھر ادھر کی باتوں میں وقت ضائع کر دیتے ہیں، الہامات مرزا پر بحث نہیں کر سکتے۔ ہم نے بار ہا جھنجھوڑ جھنجھوڑ کر جگایا ہے کہ وہ ہم سے آخری فیصلے پر گفتگو کر کے ان کی پیشانی کا وہ داغ دور کریں جو ۳۸ سال سے ان کے دامن صداقت پر لگ رہا ہے۔ کیا ایسے شخص کے اتباع سے کوئی قوم نجات اور ترقی پا سکتی ہے جس نے اپنی زبان اور قلم سے اپنا فیصلہ خود کر دیا ہو اور جس پر یہ شعر پورا صادق آتا ہو

ہزار وعدوں میں اگر ایک ہی وفا کرتے۔ قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

امید ہے امت مرزائیہ آئندہ کو مسلمانوں کی ترقی کی کوئی اچھی تجویز پیش کرے گی، ورنہ یہ تجویز تو ایسی ہے جس پر یہ صادق آتا ہے: ایں زرِ قلب بہر کس کہ دہی باز دہد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۶ ذی الحج ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۴ ص ۴)

احمدی مبلغ یاجوج ماجوج کی حمایت میں

جناب محمد صادق حسین بانسڈیہہ ضلع بلیا لکھتے ہیں: اخبار الفضل قادیان لکھتا ہے:
سنگاپور سے ایک احمدی دوست نے حضرت امیر المومنین (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں عید الاضحیٰ کی تقریب کی کیفیت لکھتے ہوئے مکرم مولوی غلام حسین ایاز مبلغ سنگاپور کا جن مخلصانہ الفاظ میں ذکر کیا ہے ان سے اندازہ لگایا جا سکتا ہے: مولوی صاحب نے تبلیغ احمدیت کا حق کس خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے اور اس کے لئے نہایت استقلال اور پامردی سے ہر قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں۔ (الفضل ۲۳ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۵)

احمدی نوجوان نے اپنی جماعت کے افراد کی تعداد بتلا کر جو بچوں کو ملا کر بھی انگلیوں پر گنی جا سکتی ہے عید اضحیٰ کی نماز کے حالات اور اس کے بعد کے واقعات کو سپرد قلم کیا ہے۔ اس کے بعد مولوی غلام حسین صاحب ایاز کی تبلیغی کوششوں کا ذکر کرتے ہوئے مولوی صاحب کی ان کوششوں کا بھی ذکر کرتا ہے جن کی بنا پر الفضل کو لکھنا پڑا کہ، مبلغ صاحب نے ، نہایت استقلال اور پامردی سے ہر قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں ۔ چنانچہ لکھنے والا لکھتا ہے: پیارے آقا! مکرم مولوی صاحب کی صحت کے لئے دعا کی ضرورت ہے ...گذشتہ سالوں میں جاپان کی حکومت کے خلاف ہونے اور جاپانیوں اور آئی۔این۔اے (آزاد ہند فوج) کے خلاف پروپیگنڈہ کرنے کی وجہ سے مولوی صاحب پر بہت سختیاں کی گئیں اور خوراک کی خرابی کی وجہ سے صحت بہت گر گئی تھی۔

اب مبلغ کی پوزیشن صاف ہے جس کو میں الجبرا کے طریقہ پر ثابت کر کے دکھلانا چاہتا ہوں۔ ملاحظہ ہو: مبلغ صاحب جاپانی حکومت کیخلاف تھے اور انکے خلاف پروپیگنڈہ کرتے رہے۔ مبلغ صاحب۔ جاپان کے دشمن۔ جاپان کا دشمن برطانیہ ، روس۔ مبلغ صاحب ؛ برطانیہ روس۔ معلوم ہوا مبلغ صاحب نے روس و برطانیہ کی حمایت کی ۔ روس و برطانیہ کون ہیں ؟ مبلغ کے پیشوا مرزا کے نزدیک روس و برطانیہ یاجوج ماجوج ہیں۔ پس مبلغ صاحب نے یاجوج ماجوج کی حمایت میں بقول ، الفضل ، نہایت استقلال و پامردی سے ہر قسم کی تکالیف برداشت کی ہیں۔

واقعی میں بھی مانتا ہوں کہ مولوی صاحب نے، تبلیغ احمدیت کا حق، بڑی خوش اسلوبی سے ادا کیا ہے،۔ کیونکہ یاجوج ماجوج کی حمایت کرنا ہی تو تبلیغ احمدیت کا حق ادا کرنا ہے۔ کیا خوب مولوی صاحب تو یاجوج ماجوج کی حمایت کریں اور تکلیفیں برداشت کریں اور قادیانی جماعت کا ترجمان، الفضل، خوش ہوکر ان کے حق میں یہ لکھے:

احباب جماعت دعا فرمائیں کہ خدا تعالی مولوی موصوف کو اپنے فضل سے صحت و عافیت کے ساتھ رکھے اور مزید خدمات دین بجالانے کی توفیق بخشے (حوالہ مذکور)

مرزائیو! جب تمہارے نزدیک یاجوج ماجوج کی حمایت کرنا بھی، خدمات دین بجالانا ہے، تو معلوم ہوا تمہارا، دین، کیا ہے اور تمہارے اس دین کا بانی کون ہے۔ کیا یہی تمہارا اسلام ہے جسکو زندہ کرنے کے لئے تمہارے نبی جی تشریف لائے تھے؟ خوب:

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۶ ذی الحج ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۴ ص ۴۔۵)

اللہ تعالی کے نشانات مرزا کے حق میں

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار الفضل قادیان ۲۵۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں ایک مضمون شائع ہوا ہے جس کی سرخی یہ ہے: اللہ تعالی کی نصرت اور رحمت کے نشانات حضرت مسیح موعود کی صداقت میں ۔،، ہم امید رکھتے تھے کہ اس اہم عنوان کے ماتحت بڑے اہم واقعات ہماری نظر سے گذریں گے لیکن مضمون نگار کا سارا مضمون پڑھ جانے کے بعد بیساختہ ہمارے منہ سے نکلا

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

اصل بات یہ ہے کہ قادیانی اہل علم اس دعوی کے ثبوت میں پیش بھی کیا کر سکتے ہیں جب کہ ان کے اصل امام الزمان اس دعوی کو ثابت نہ کر سکے ساری عمر باتوں باتوں میں گذار دی انہوں نے جو نشان اپنی صداقت کا پیش کیا قدرت نے وہی

نشان ان کی بطالت کا بنا دیا مثلاً ان کا آسمانی نکاح جو آسمان پر ہو چکا تھا وہ ساری عمر اس شعر کا مصداق بنا رہا وہ ساری عمر اس شعر کا مصداق بنا رہا:

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہوں رقیب جدا
ہے اپنا اپنا نصیب جدا مقدر جدا

آخر یہ کہتے ہوئے دنیا سے سدھار گئے: من نہ کردم شما حذر بکنید

قابل مضمون نگار نے اپنے دعوی پر دلیل یہ پیش کی ہے کہ مرزا نے ایک بیٹے کے مصلح موعود ہونیکی پیش گوئی کی تھی جو بالکل سچی ثابت ہوئی کہ مصلح موعود ہم میں موجود ہے۔

قادیانی نبی اوران کے اتباع میں ہم نے یہ کمال دیکھا ہے کہ جو واقعہ فریق مخالف کی دلیل ہواس پر پہلے خود قبضہ کر لیتے ہیں تا کہ فریق مخالف اپنی حیاوشرم کی وجہ سے خاموش ہو جائے لیکن ہرایک کے متعلق ایسا خیال کرنا کہ وہ خاموش ہو جائے گا غلط ہے کیونکہ بعض کا اصول یہ ہے: بدرا بدر باید رسانید

ہم دیکھتے ہیں کہ مصلح موعود کی پیش گوئی سب سے زیادہ (اصرح طور پر) غلط ثابت ہوئی مضمون نگار نے جس پیش گوئی کو اپنے ثبوت میں پیش کیا ہے اس کے الفاظ یہ ہیں:

تجھے (اے مرزا) بشارت ہو کہ ایک وجیہہ اور پاک لڑکا دیا جائے گا...

وہ سخت ذہین وفہم ہو گا دل کا حلیم اور علوم ظاہری و باطنی سے پر کیا جائے گا۔

یہ الفاظ دراصل مبارک احمد کے حق میں ہیں جس کی پیدائش پر مرزا صاحب نے پسر موعود پیدا ہونے کا اشتہار دیا تھا اور یہ الفاظ (سخت ذہین وفہیم ہوگا) اسی میں درج ہیں۔ وہ پیدا ہو کر تھوڑی سی مدت زندہ رہ کر عالم بقا کو سدھارتا ہوا مرزا صاحب کو داغ مفارقت دے گیا۔ (قادیانی اشتہار تبصرہ ماہ نومبر ۱۹۰۷ء)

اب سنیئے! مرزا کی صاف عبارت جو محمود کے مصلح موعود ہونے کی صریح نفی کرتی ہے اور تمام قادیانیوں کو چیلنج کرتی ہے کہ میرے موجود ہوتے ہوئے کون ہے جو محمود کو مصلح موعود کا مصداق قرار دے سکے۔ سنیئے! اسکے الفاظ یہ ہیں: پھر ایک اور الہام ہے جو فروری ۱۸۸۶ء میں شائع ہوا تھا اور وہ یہ ہے کہ خدا تین کو چار کریگا اس وقت ان تین لڑکوں کا جواب موجود ہیں محمود بشیر شریف کا نام ونشان نہ تھا اور اس الہام کے معنی یہ تھے کہ تین لڑکے ہوں گے پھر ایک اور ہو گا جو تین کو چار کریگا (ضمیمہ انجام آتھم ص ۱۴۔۱۵)

وہ تین کو چار کرنے والا مصلح موعود ہونا تھا۔ یہ تینوں بیٹے جن کے نام مرزا صاحب نے خود بتا دیئے ہیں، مرزا صاحب کے موعود مصلح نہیں ہو سکتے۔ ہاں چوتھے لڑکے مبارک احمد کے متعلق مرزا صاحب کا الہام اور یقین یہاں تک تھا کہ آٹھ سال کی عمر میں اس کا نکاح بھی کر دیا۔ اس وقت مرزا صاحب کی جو قلبی حالت تھی اسے دیکھنا ہو تو ہماری کتاب تاریخ مرزا ملاحظہ کیجئے۔

ہم نے ایک رسالہ (مصلح موعود) اس کے متعلق شائع کیا ہوا ہے۔ ہمارا گمان بلکہ یقین تھا کہ اس رسالہ کو دیکھ کر قادیانی اہل قلم مصلح موعود کا نام تک نہیں لیں گے، مگر افسوس ہے کہ قادیانی اپنی عقیدت کی بنا پر جو مرزا صاحب سے ان کو حاصل ہے کسی سچی سے سچی دلیل کو بھی قبول نہیں کرتے اور یہ شعر پڑھ کر کنارہ کشی کر جاتے ہیں

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

قادیانی امت اگر ایسی نہ ہوتی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آخری فیصلہ والے اشتہار کو نظر انداز نہ کرتی مگر یہ لوگ ایسے کہاں کہ سچ کو مان لیں۔ آخری فیصلے والا مضمون بالکل صاف ہے جو اس رباعی میں ادا کیا ہے

گفت مرزا مر ثناء اللہ را۔ میرد اول ہر کہ ملعون خدا است
خود روانہ شد بسوئے نیستی۔ بود خود کذاب لیکن گفت راست

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵ نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۰ ذی الحج ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۵ ص ۴۔۵)

قادیانی حدیث دانی ۔ا

جناب مولوی محمد عبداللہ ثانی صاحب لکھتے ہیں:

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون الفقیہ امرتسر کے جواب میں لکھا تھا جس پر ایک روایت کی صحت کا حال اصول حدیث کے مطابق بریلوی حضرات سے دریافت کیا، اور پوچھا تھا کہ روایت مذکورہ کی سند تحریر کریں۔ اگر سند کا حال معلوم نہ ہو تو اس روایت کی وقعت اس روایت سے بڑھ کر نہ ہوگی جو قادیانی

بحوالہ فتح البیان وغیرہ بیان کرتے ہیں لو کان موسی و عیسی .. الخ

ہمارا مطلب بالکل واضح تھا کہ سند نہ ملے تو ایسی روایت قابل اعتناء نہیں جیسا کہ قادیانی روایت قابل اعتنا نہیں، اور یہ ہمارے بریلوی حضرات کے نزدیک مسلّم ہے کہ حدیث لو کان موسی و عیسی.. الخ صحیح نہیں۔اس ہماری اصولی بحث میں ایک قادیانی ملا بھی آ گھسے۔بقول شخصے

اے ذوق کوئے یار میں گر بھیڑ بھاڑ ہو
تو بھی گھسڑ گھسیڑ کہ گھسڑم گھساڑ ہو

حق تو یہ تھا کہ اگر قادیانی ملاں صاحب تشریف لائے تھے تو اپنی تشریف آوری کا حق ادا کرتے اور اپنی پیش کردہ روایت لو کان مو سی و عیسی .. الخ کی سند پیش کرتے ،مگر وہ کیسے کر سکتے تھے۔

ہم نے موضع ورک ضلع گورداسپور نزدیک پنیاڑ کے تکیہ میں مناظرہ کے وقت مولوی اللہ دتا جالندھری کے سامنے اس حدیث کی صحیح سند پیش کرنے پر مبلغ اسّی (۸۰) روپیہ نقد میز پر رکھے تھے مگر وہ بھی اس سے قاصر رہے ۔ملا فاضل صاحب بھی حدیث تو پیش نہیں کر سکے البتہ بحکم: ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے، لکھتے ہیں:

محض کسی حدیث کی سند معلوم نہ ہونے یا کسی محدث کے ضعیف لکھ دینے سے حدیث کی وقعت اور صحت میں شبہ نہیں ہوسکتا تاوقتیکہ وہ حدیث قرآن کریم یا دیگر احادیث صحیحہ کے خلاف نہ ہو۔ (الفضل ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء ص ۴ کالم ۴)

اس کا مطلب تو یہ ہے کہ کوئی شخص یوں ہی کہہ دے انّ فلا ناً .. کذا ب حدیث بخاری میں موجود ہے۔

چونکہ یہ روایت قرآن و حدیث صحیح کے خلاف نہیں اس واسطے یہ بھی غور کی حاجت نہیں کہ اس روایت کے راوی کون ہیں اور وہ صالح با دیانت ہیں؟ کیونکہ سند کا صحیح یا غیر صحیح ہونا کسی روایت کی وقعت کو ضائع نہیں کرتا۔

ملا صاحب ! کیا یہی حدیث دانی واصول حدیث سے واقفیت ہے جو مولوی فاضل کورس میں آپ نے پڑھی ہے اور کیا یہی وہ اصول ہیں جو آپ نے چودھویں صدی کے مسیح سے سیکھے ہیں (مرزا صاحب آنجہانی بھی ایسی بے اصول باتیں کہہ جایا کرتے تھے

چنانچہ ایک جگہ فرماتے ہیں: بعض دفعہ ایک الہام ہوتا ہے جو کسی پیش گوئی پر مشتمل ہوتا ہے ...تو بسا اوقات مثلاً ایک گھنٹہ کے بعد وہ منسوخ ہو جاتا ہے۔ الحکم ۳۰ نومبر ۱۹۰۷ ص ۱۳ کالم ۱۔
اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی پیش گوئی، جو کسی خبر کا نام ہے، کبھی منسوخ ہو جاتی ہے حالانکہ مسلّمہ اصول ہے کہ نسخ خبروں میں نہیں ہوتا احکام میں ہوتا ہے مگر مرزا صاحب چونکہ انو کھے، بروزی نبی ہیں اس لئے ان کے اصول بھی اچھوتے ہونے چاہییں۔ عبداللہ ثانی) اگر آپ نے صحیح مسلم کے ابتدائی اوراق بھی دیکھے یا پڑھے ہوتے تو آپ حدیث میں سند کی وقعت ضرور یاد رکھتے۔ سنئیے اور غور سے سنئیے:

حدیث کے لئے سند کا ہونا نہائے ضروری ہے علماء حدیث نے یہاں تک لکھ دیا ہے ان الا سناد من الدین (مسلم مع نووی) اور یہ اصول قرآن و حدیث سے ماخوذ ہے۔ قرآن پاک میں ارشاد ہے: یا ایھا الذین آ منوا ان جا ء کم فاسق بنبا فتبینوا ۔ایمان والو! غیر معتمد کی خبر کی تحقیق کیا کرو۔
آیت میں فاسق کی قید اس اصول کو واضح کر رہی ہے۔ حدیث شریف میں ہے:

کفی بالمر ء کذ با ان یحد ث بکل ما سمع (حدیث مسلم)
انسان کے جھوٹ کیلئے یہی کافی ہے کہ ہر سنی ہوئی بات کو بیان کر دے

اس میں بھی اس امر کی وضاحت ہے کہ نقل کے لئے منقول عنہ تک کے سلسلہ کی جانچ پڑتال ضروری ہے۔ مزید وضاحت کے لئے فاضل صاحب، نخبہ اور شرح نخبہ و تدریب الراوی کا مطالعہ فرماویں، اگر کر سکتے ہوں۔ ورنہ مدرسہ محمدیہ گوجرانوالہ یا مدرسہ رحمانیہ دہلی یا دیوبند میں داخل ہو کر اصول حدیث کی ایک آدھ کتاب پڑھ لیں۔
یہ وہ اصولی ٹھوکر تھی جو قادیانی مولوی فاضل کو لگی اس کے بعد وہ سوالات معہ جوابات بھی سن لیجئے جو ملاجی نے تحریر فرمائے ہیں

اول۔ کیا آپ ہر ایک ایسے بیان کو کہ جس کی سند صحیح ہو درست تسلیم کرتے ہو؟ اگر نہیں تو کیوں؟ مثلاً یہ حدیث عائشہ جو بخاری و مسلم میں موجود ہے آپ اسے تسلیم کرتے ہیں: سحر رسول الله صلی اللہ علیہ وسلم الفضل ۲ ستمبر ۱۹۴۶ء ص ۴

جواب۔ ہاں صاحب۔ میں ہر ایسی روایت کو جو اصول محدثین کے مطابق صحیح سند سے ثابت ہو درست تسلیم کرتا ہوں۔

اور میں آپ کی پیش کردہ روایت کو بھی جیسا کہ صحیح بخاری و مسلم میں مروی ہے صحیح مانتا ہوں ہاں یہ بھی سن لیجئے کہ اس کو قرآن شریف کے خلاف کہنے والے کو ظالم یا بے وقوف جانتا ہوں میری دلیل مندرجہ ذیل قادیانی تحریر میں آپ کو مل جاوے گی ناظرین غور سے پڑھیں

حالانکہ قرآن اس کے خلاف یہ گواہی دیتا ہے

و قال الظالمون ان تتبعون الّا رجلاً مسحورا (الفرقان :۸)،

یعنی آنحضرت ﷺ کو مسحور کہنے والے ظالم ہیں۔ الفضل حوالہ مذکور

یہ قادیانی ،یعنی ، اس قدر لایعنی ہے کہ ہر صحیح کو غلط اور غلط کو صحیح بتانے کے لئے خاصہ آلہ ہے۔ مولوی فاضل صاحب کا یہ لایعنی فقرہ ظاہر کررہا ہے کہ آپ الفاظ مذکور میں قرآنی آیت کا ترجمہ کررہے ہیں۔ ہم قادیانی مولوی کو چیلنج کرتے ہیں کہ یہ ترجمہ اگر کسی معتبر مترجم قرآن مجید سے دکھادیں تو مرزا جی کی فاتحہ کی شیرینی کے لئے پانچ پیسے انعام ہم سے حاصل کریں۔ (باقی)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۲ نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۷ ذی الحج ۱۳۶۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۶ ص ۵۔۶)

دنیا کو فتح کرنا قادیانیوں کا نصب العین ہے

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار الفضل، ۱۶ نومبر ۱۹۴۶ء میں خلیفہ قادیان کی تقریر جمعہ چھپی ہے جس میں انہوں نے صاف لفظوں میں اعلان کیا ہے کہ،

ہمارے ذمہ تمام دنیا کو فتح کرنے کا کام ہے۔،

ہمیں یہ فقرہ سن کر تعجب ہوا کہ قادیانی فوج ایک دفعہ تو دنیا فتح کر چکی ہے اب دوبارہ فتح کرنے کا کیا موقع ہے۔ کیا قادیانی دوستوں کو یاد نہیں کہ محمد صادق جب امریکہ کو فتح کر کے آیا، تو اس کا نام فاتح امریکہ رکھا گیا۔ خلیفہ قادیانی بنفس نفیس جب انگلستان فتح کر کے آیا تو اس کا نام کنکرر آف انگلینڈ (فاتح انگلستان) مشہور کیا گیا۔ مرزا کو الہام تو ہوا تھا کہ زار روس کا عصا میرے ہاتھ میں دیا گیا ہے اب یہی تین بڑی سلطنتیں ہیں جو دنیا پر حاوی ہیں جن کو قادیانی جرنیل فتح کر چکے ہیں اب کون سی فتح باقی ہے جس کی

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) توقع دلاتا ہے۔ہم تو آج تک یہی سنتے آئے تھے کہ ابو الحسن ملا دوپازہ مرچکا ہے مگر معلوم ہوا کہ ابھی مرانہیں بلکہ اس شعر کا مصداق ہے:

نوشیرواں نہ مرد کہ نام نکو گذاشت
گرچہ بسا گذشت کہ نوشیرواں نماند

قادیانیو ہم اس بات کے تو قائل ہیں چاہے ہم سے قادیان کی جامع مسجد میں کہلوا لو کہ تمہیں بات بنانی خوب آتی ہے بات ایسی بناتے ہو کہ نقل اور اصل میں فرق نہیں رہتا۔ شاعر زندہ ہوتا تو تمہاری داد دیتا جس نے کمال بلاغت سے اپنی محبوبہ کا ذکر کیا ہے

ارید لانسی ذکرھا فکانّما۔تمثل لی لیلی بکل سبیل

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۴ محرم ۱۳۶۶ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۷ ص ۵)

قادیانی حدیث دانی۔۲

جناب مولوی عبداللہ ثانی صاحب لکھتے ہیں: سحر کے متعلق منکرین حدیث ہمیشہ اس حدیث کو قرآن کے معارض کہتے چلے آئے ہیں ہم چاہتے ہیں کہ اس مسئلہ ہر ذرا تفصیل سے بحث کریں۔ حقیقت یہ ہے کہ منکرین نبوت نے ہمیشہ بشریت اور نبوت میں منافاۃ ہی پیش کی وہ اپنا عقیدہ ہر زمانہ میں یہی پیش کرتے رہے کہ، جو بشر ہے وہ رسول نہیں ہوسکتا، اور جو رسول ہے وہ بشر نہیں ہونا چاہیے۔

اس کی فرع یہ ہے کہ رسول کو عوارض بشریہ لاحق نہیں ہوسکتے محض اس بنا پر انہوں نے چند باتیں رسول اللہ ﷺ کے متعلق پیش کیں جو سورۃ فرقان کی آیات میں ہیں

۱۔ و قا لوا ما لھذا الرسو ل یا کل الطعا م ۔ (منکروں نے کہا کیسا رسول ہے جو کھانا کھاتا ہے)۔۲۔ و یمشی فی الاسواق ۔ (اور بازاروں میں چلتا پھرتا ہے) ۔۳۔ لو لا انزل علیه ملك فیکو ن معه نذ یراً ۔(اس پر فرشتہ اترتا کہ اس کے ہمراہ نذیر ہوتا)۔ ۴ ۔ او یلقی الیه کنز (یا اس پر خزانہ ڈالا جاتا)۔۵ ۔ او تکو ن له جنة یا کل منھا ۔ (یا اس کا باغ ہوتا جس سے کھاتا)۔۶ ۔ و قا ل الظا لمو ن ان تتبعو ن الا رجلاً مسحوراً (الفرقان:۸) (اور ظالموں نے یہ بھی کہا کہ تم لوگ مسحور آدمی کی پیروی کررہے ہو)

کفار کی یہ چھ بودی باتیں ذکر کرنے کے بعد خدا تعالیٰ فرماتا ہے

انظر کیف ضر بوا لك ا لا مثا ل فضلوا فلا یستطیعو ن سبیلاً ۔(الاسراء :۴۸)(اے نبی دیکھو یہ لوآپ کی شان میں کیا کیا مثالیں بیان کرتے ہیں پس وہ گمراہ ہو گئے اور راستے کی طاقت نہیں رکھتے)۔دوسرے مقام پر کفار کا یہ مقولہ اس طرح آیا ہے و اذا ذکر ت ربك فی القر آ ن و حده و لّوا علی اد با ر هم نفو راً ۔نحن اعلم بما یستمعون به اذ یستمعو ن الیك و ا ذ هم نجوی اذ یقو ل الظا لمو ن ان تتبعو ن ا لّا ر جلاً مسحوراً (الاسراء۔۴۶۔۴۷)(جب اے نبی آپ قرآن میں اکیلے خدا کا ذکر کرتے ہیں یہ لوگ پیٹھ دے کر بھاگ جاتے ہیں ۔ہم جانتے ہیں کس لئے سنتے ہیں جب یہ آپ کی طرف کان لگاتے ہیں (نیز) جب وہ سرگوشی کرتے ہیں اور جب وہ ظالم کہہ دیتے ہیں بھائی تم لوگ مسحور آدمی کی پیروی کرتے ہو) یہاں بھی وہی قول فرمایا ا نظر کیف ضر بوا لك الا مثا ل .. ا لآ یه ۔نتیجہ بالکل صاف ہے کہ منکر لوگ یہ کہتے ہیں کہ نبی عوارضات بشریہ سے ملوث نہ ہونا چاہیے اسی لئے انہوں نے اپنی فہرست میں کھانا کھانا اور بازاروں میں چلنا پھرنا بھی ذکر کیا۔

خدا تعالیٰ نے ان کے جواب میں فرمایا اے نبی ! دیکھو یہ لوگ آپ کی نبوت پر کیسی بودی اور بے ہودہ باتیں پیش کرتے ہیں اور انہیں لغویات کے باعث حقانیت کے منکر ہوئے جا رہے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کو صحیح راستہ دکھائی نہیں دیتا۔

اس تقریر سے تو یہ امر نمایاں ہوتا ہے کہ جیسے کھانا پینا عوارضات بشری سے ہے اور وہ نبوت کے منافی نہیں اسی طرح سحر کے اثر سے بیمار ہو جانا بھی نبی کی نبوت کے منافی نہیں ہے۔نبی اگر بشر ہے (اور یقیناً ہے) تو اس کو بخار بھی ہوسکتا ہے زہر کا اثر بھی ہو سکتا ہے سحر کے اثر سے جو مرض وغیرہ پیدا ہو وہ نبی پر بھی پیدا ہوسکتی ہے اس کا ثبوت قرآن مجید میں اور جگہ بھی ملتا ہے۔حضرت موسیٰؑ نے جب جادوگروں کی سوٹیاں اور رسیاں دیکھیں تو ان کے سحر کے اثر سے موسی کو خیال ہوا کہ یہ دوڑ تی ہیں (فا ذا حبالهم و عصیهم یخیل الیه من سحر هم انها تسعی .(طه : ٦٦)) پھر حضرت موسیٰؑ جی میں ان سے ڈرے اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے موسی مت ڈرو۔

یہ ایک معمولی بات تھی کہ موسی پر بحیثیت بشر کوئی ایسا عارضہ ہو جو ہر بشر پر ہوسکتا ہے۔

مگر فرعون ظالم نے اس کو بھی نبوت کے منافی خیال کیا اور انہیں لوگوں کی طرح جنہوں نے انبیاء کو اس لئے نبی نہ سمجھا کہ وہ بشر ہیں اور صاف کہہ دیا ان انتم الّا بشر مثلنا۔ اسی طرح فرعون ظالم نے بھی کہہ دیا انّی لا ظنك یا موسی مسحوراً (بنی اسرائیل:۱۰۱)۔(اے موسیٰ میں تجھ کو جادو کے اثر سے متاثر خیال کرتا ہوں (اسواسطے تم نبی نہیں ہو)۔قادیانی نبی کے امتیو! بتاؤ اگر سید الرسل پر بھی بوجہ بشر ہونے کے سحر کے اثر سے وہی مرض تخیل ہوا جو موسیٰ پر ہوا تھا اور امام بخاری نے اپنی صحیح میں باسند صحیح بیان بھی کر دیا تو تمہیں اس کے مان لینے سے کون سا امر مانع ہے۔پس حدیث رسول ﷺ کو ماننا اور اس پر اعتقاد رکھنا اہل حدیث کا سب سے بڑا فرض ہے اسی واسطے میں اس روایت کو درست تسلیم کرتا ہوں۔(باقی)

(حاشیہ: ہم مرزا جی جیسے بے باک نہیں جو اسی حدیث کے متعلق لکھتے ہیں: آنکھ بند کر کے بخاری مسلم کو مانتے جانا یہ ہمارے مسلک کے خلاف ہے ...معلوم ہوتا ہے کسی خبیث نے اپنی طرف سے اپنی باتیں ملا دی ہیں اخبار الحکم ۱۰نومبر ۱۹۰۷ء ص ۸ کالم ا۔، اگر کوئی اس کے جواب میں کہہ دے کہ معلوم ہوتا کہ کسی ....نے اس حدیث کو سمجھا ہی نہیں اور سمجھنے سے پہلے اعتراض جڑ دیا ہے،تو شائد قابل ملامت نہ ہو)

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹ نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۴محرم ۱۳۶۶ھ جلد۴۳ نمبر۴۷ ص ۵۔۶)

قادیانی حدیث دانی۔۳

جناب مولوی محمد عبداللہ صاحب ثانی لکھتے ہیں:

قادیانی کا سوال دوم ۔حدیث طلب العلم فریضة علی کل مسلم کو آپ صحیح مانتے ہیں یا نہیں، درآنحالیکہ امام بیہقی نے اس کے متن کو مشہور مگر اسناد کو ضعیف قرار دیا ہے۔(الفضل حوالہ مذکور)

قادیانی مولوی نے کنویں کے مینڈک کی مثل کی اچھی طرح تصدیق کی اور ثابت کر دیا کہ آپ مشکوتی ملا تو ضرور ہیں مگر آپ کو یہ پتہ نہیں کہ کتاب مخرج سے باہر اصل سند کو دیکھیں تو شاید کچھ فائدہ پہنچ سکے۔

سنیئے جناب! یہ حدیث سنن ابن ماجہ میں بھی موجود ہے اس کی شرح کا اقتباس حاشیہ

میں دیکھ لیتے تو وہاں آپ کا یہ شبہ رفع ہو جاتا۔امام سیوطی فرماتے ہیں انی ر أیت له خمسین طر یقاً و قد جمعتها فی جزء ۔(اس کے پچاس طرق میں نے دیکھے ہیں جو ایک کتاب میں جمع کر دیئے ہیں)۔حافظ جمال الدین کا قول منقول ہے روی من طرق تبلغ ر تبة الحسن ۔یہ کئی طرق سے مروی ہے اور یہ حدیث حسن کے درجہ تک پہنچتی ہے۔پس یہ حدیث آپ کی روایت کی طرح بے سند نہیں بلکہ بقول سیوطی اس کی ۵۰ سندیں ہیں

سوال سوم ۔ ایسا ہی حضرت امام احمد نے جس حدیث ابی الدرداء کے متن کو مشہور فیما بین الناس قرار دیا ہے کیا اس کی کوئی صحیح اسناد آپ پیش کر سکتے ہیں ۔

جواب ۔قادیانی فاضل کو امام احمدؒ کے اس قول سے نہ جانے کیا فائدہ معلوم ہوا کہ اس کو دلیل بنا لیا حالانکہ امام کے قول لیس له اسناد صحیح ، سے تو صاف پتہ چلتا ہے کہ اس حدیث کی ایک نہیں کئی اسناد ہیں ۔ یہ الگ امر کے موصوف کے نزدیک کوئی سند صحیح نہیں ہے ۔اور آنجناب کا یہ دعویٰ کہ کسی حدیث کی سند نہ معلوم ہونے سے حدیث کی وقعت ضائع نہیں ہوتی ،کیا اچھا ہو آپ بھی اپنی حدیث کی کوئی سند پیش کر دیں تا کہ اس پر کلام ہو سکے ۔

سوال چہارم : نیز مولوی ثناء اللہ سے مشورہ کر کے واضح کریں کہ اصحابی کالنجوم با یهم اقتد یتم اهتد یتم کی بھی کوئی سند موجود ہے اور آپ اس حدیث کو صحیح جانتے ہیں (الفضل مذکور)

سنئے جناب ہم جو کچھ کہیں گے علی وجہ البصیرت کہیں گے۔ ہم اندھے مقلد نہیں کہ مرزا جی الہام شائع کریں الارض والسماء معی کما ھو معک جو صریح عربیت کیخلاف بھی ہو،مگر آپ جیسے مولوی فاضل رٹ لگائے جائیں کہ خدا صرف نحو کا پابند نہیں ۔ہمیں میدان تحقیق میں کسی بزرگ سے مشورہ کی ضرورت نہیں ،میں اپنے علم کی بنا پر صاف کہتا ہوں کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔اس کی سند میں جعفر بن عبد الواحد راوی موجود ہے جو قادیانی مشین کی طرح حدیث خود بنا لیا کرتا تھا۔

امام ذہبیؒ فرماتے ہیں کہ و من بلا یاہ ... اصحابی کالنجوم۔

اس کی آفتوں میں سے یہ حدیث بھی ہے اصحابی کالنجوم

سوال ۵ ۔ بتایئے حدیث علماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل کی نسبت علمائے

اہل حدیث کا اعتقاد اور مذہب کیا ہے
جواب ۔ ان فقرات کو پڑھ کر تو معلوم ہو گیا کہ قادیانی مولوی فاضل بالکل کنویں کے مینڈک ہیں ۔سنئیے جناب یہ حدیث موضوع ہے۔تذکرۃ الموضوعات از علامہ طاہر فتنی حنفی میں نہایت ہی مختصر الفاظ مستور ہیں جو آپ کی تسکین کے لئے کافی ہیں: چنانچہ وہ لکھتے ہیں؛ قال شیخنا و الزرکشی لا اصل له و لا یعرف فی کتاب معتبر ہمارے استاد صاحب اور زرکشی نے فرمایا کہ اس حدیث کی کوئی اصل نہیں اور کسی معتبر کتاب میں نہیں پائی گئی ۔امام شوکانی نے بھی موضوعات میں اس کو موضوع لکھا ہے۔
سوال ٦ : یہ بھی بتایئے کہ حدیث لولاک لما خلقت الافلاک کی بھی علماء اہل حدیث کے نزدیک کچھ وقعت ہے یا نہیں اگر ہے تو اس کی سند پیش کیجئے (الفضل حوالہ مذکور)
جواب ۔ یہ حدیث موضوع ہے تذکرہ الموضوعات میں علامہ محمد بن طاہر بن علی فتنی حنفی لکھتے ہیں: لو لا ك لما خلقت الافلا ك قال الصنعانی مو ضوع ۔حدیث لولاک ،صنعانی فرماتے ہیں موضوع ہے
سوال ۷ : محدثین نے لکھا ہے صلوا خلف کل برّ و فاجر حدیثی نشدہ مگر امرتسری مولوی فاضل ثنا اللہ صاحب لکھتے ہیں نماز ہر نمازی کے پیچھے جائز ہے بحکم حدیث صلوا خلف برّ و فاجر.. کیا آپ یا مولوی ثناء اللہ صاحب احمدی امام کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار ہیں؟ (حوالہ مذکور)
جواب ۔گوش ہوش سے سنئیے ۔محدثین کا یہ قول بالکل صحیح ہے کہ صلو اخلف کل بر.. یہ حدیث ثابت نہیں ۔امام دارقطنی نے حضرت ابو ہریرہ سے بطریق مکحول روایت کی ہے مگر وہ خود ہی فرماتے ہیں مکحول لم یسمع من ابی ھریرۃ ۔مکحول کا سماع ابی ہریرہ سے ثابت نہیں ۔ چونکہ روایت منقطع ہے اس لئے صحیح نہیں ۔اس کی مثال بالکل اسی طرح ہے کہ جیسے میں کہہ دوں کہ مرزا صاحب آنجہانی کی آنکھ میں ٹیڑھا پن تھا یعنی قدرے بھینگی تھی ،تو آپ جیسے مولوی فاضل فوراً بول اٹھیں گے چونکہ عبداللہ (ثانی) نے مرزا جی کو نہیں دیکھا اسلئے یہ روایت نا قابل اعتماد ہے۔اب رہا آپ کا یہ سوال کہ بصورت تسلیم عبارت کیوں میں اور مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھنے کو تیار نہیں ۔حاشا وکلا خدا ہمیں مفتری کی اقتداء سے بچائے ۔

فاضل صاحب! عبارت ہذا میں صلو خلف کل فاجر آیا ہے، مفتر نہیں آیا۔ مفتری بے ایمان ہوتا ہے بحکم انما یفتری الکذب الذین لا یومنون بآیات اللہ۔ اس لئے ہم کسی بے ایمان کو امام بنانے کیلئے تیار نہیں ۔ اس کلام کو برا نہ مانئے یہی سوال آپ کی جماعت کے مفتی صاحب سے بھی ہوا تھا۔ کیا وجہ ہے کہ احمدی کے پیچھے خواہ وہ کیسا ہی ہو نماز پڑھ لینی جائز ہے اور غیر احمدی کے پیچھے اگر چہ وہ پابند صوم وصلوۃ ہو نماز منع ہے۔، اس کا جواب جو مرزائی مفتی نے دیا وہ بالفاظہ درج ذیل ہے:

حدیث شریف میں آیا ہے صلّوا خلف کلّ برّ و فا جر اس واسطے احمدی کے پیچھے جائز ہے صلّوا خلف کلّ کا فر نہیں آیا اس لئے غیر احمدی کے پیچھے جائز نہیں ۔(اخبار بدر ۶۔اپریل ۱۹۰۸ء ص ۹ کالم ۳)

بلکہ اس سے سخت فتوی اعلی حضرت کا سنیئے : جو غیر احمدیوں کے پیچھے نماز پڑھتا ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو (فتاوی احمدیہ ج ا ص ۲۲۔ پیغام صلح لاہور ۲۹ ربیع الاول ۱۳۴۰ھ ص ۱۱ کالم ۱)

امید ہے کہ قادیانی مولوی صاحب کا سینہ اب ٹھنڈا ہو گیا ہوگا، کیوں:

ہے یہ گنبد کی صدا جیسی کہے ویسی سنے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ دسمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۱۱ محرم ۱۳۶۶ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۸۔ص ۴۔۶)

خلیفہ قادیان کا خواب غلط ہوا۔ کوئی نئ بات نہیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اپنے باپ کی روش پر چلتے ہوئے خوابوں کی اشاعت کر رہے ہیں۔ جس سے مقصد ان کا آئندہ زمانہ میں بشرط زندگی نبوت کی بنیاد رکھنا ہے۔ مگر خدا کی شان ہے جو خواب دیکھتے ہیں وہ غلط ثابت ہوتا ہے۔ مثلاً سٹالن روسی ڈکٹیٹر کو بوڑھیا بیمار کی شکل میں دیکھا جس کی بابت اظہار کیا کہ وہ مرنے والا ہے مگر وہ آج تک اچھا بھلا پھرتا ہے۔ پیغام صلح لاہور نے پوچھا بھی تھا کہ سٹالن والا خواب کہاں گیا، مگر اخبار الفضل قادیان منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھ گیا۔

آج ہم ایک نئے خواب کا ذکر سناتے ہیں جو اس سے لطیف تر ہے۔ ہمیں تو

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قادیان میں کوئی ایسا مدرسہ ہے جس میں تعلیم ہی ایسی ہوتی ہے جس کی بابت کہا گیا ہے: جھوٹ کو سچ کر دکھانا کوئی ہم سے سیکھ جائے
عجیب عجیب قسم کی باتیں بتاتے ہیں پھر ان کی تاویلیں گھڑتے ہیں۔ اور اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول ڈالتے ہیں۔ مندرجہ ذیل خواب بھی اسی قسم سے ایک ہے۔

کوئی پانچ سال کا عرصہ ہوا میں (مرزا محمود احمد) نے ایک رؤیا دیکھی تھی جس کی میں نے اسوقت تک پوشیدہ رکھا ہوا تھا (گو بعض مجالس میں میں نے اشارۃً ذکر کر دیا تھا) صرف عزیزم چودھری ظفر اللہ خاں صاحب کو میں نے وہ رؤیا سنائی تھی جس پر انہوں نے عزیزم چوہدری محمد انور کاہلوں کا ایک رؤیا سنایا تھا کہ یہ بھی اسی مضمون سے متعلق معلوم ہوتا ہے وہ رؤیا میں نے یہ دیکھی تھی کہ گویا میں دہلی میں ہوں اور انگریز حکومت چھوڑ کر پیچھے ہٹ گئے ہیں اور ہندوستانیوں نے حکومت پر قبضہ کر لیا ہے اور بڑی خوشی کے جلسے کر رہے ہیں کہ حکومت ہمارے ہاتھ میں آ گئی ہے اور ایک بہت بڑا چوک ہے اس میں کھڑے ہو کر بڑے زور شور سے لوگ تقریر کر رہے ہیں اور خطابات تجویز کر رہے ہیں کہ ہندوستان نے حکومت حاصل کی ہے فلاں کو یہ رتبہ دیا جائے غرض خطابات اور عہدے تجویز کر رہے ہیں میں نے ان کی خوشیوں کو دیکھ کر کھڑے ہو کر ان میں ایک تقریر کی اور کہا کہ یہ کام کرنے کا وقت ہے خوشیاں منانے کا وقت نہیں انگریز تو صرف عارضی طور طور پر پیچھے ہٹے ہیں ایسا نہ ہو کہ وہ پھر لوٹیں اور یہ سب خوشیاں بیکار ہو جائیں۔ اس لئے تقریریں نہ کرو خوشیاں نہ مناؤ تنظیم کرو اور تیاری کرو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کچھ لوگوں پر میری بات کا اثر ہوا ہے لیکن اکثروں پر نہیں ہوا اور وہ اس خوشی میں کہ ہم نے ملک پر قبضہ کر ہی لیا ہے نعرے مارتے ہوئے اپنے گھروں کو واپس چلے گئے اور میدان خالی ہو گیا۔ تو میں نے دیکھا کہ سامنے سے انگریزی فوج مارچ کرتی ہوئی چلی آ رہی ہے اور میں نے کہا دیکھو وہی ہوا جس سے میں ڈرتا تھا اس وقت میرے دل میں یہ خیال آیا کہ اب جبکہ ملک آزاد ہو چکا ہے ملک کی آزادی کو قائم رکھنے کے لئے ہمیں کوشش کرنی چاہیے میں اپنے دل میں سوچتا ہون کہ کتنے آدمی اس موقع پر جمع کر سکتا ہوں اور میں نے خیال کیا کہ اگر ۱۵۰۰، آدمی جمع ہو جائیں تو ہم آزادی کو برقرار رکھ سکیں گے۔ اس پر میری آنکھ کھل گئی۔ (الفضل ۲۶ نومبر ۱۹۴۶ء ص اول)

انگریزوں کے چلے کے بعد دوبارہ انگریزی فوج کا سامنے آنا اور خلیفہ (مرزا محمود احمد) کا ۱۵۰۰، آدمیوں کو اس کے مقابلے کے لئے جمع کرنا بتا رہا ہے کہ یہ خواب جنگی شکست کے متعلق ہے جو آج تک انگریزوں کو نہیں ہوئی۔ یہ عارضی حکومت جو انگریزوں نے دی ہے یہ جنگی شکست نہیں ہے نہ اس کے لئے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے ۱۵۰۰، آدمی کام دے سکتے ہیں۔ دیکھیں خلیفہ کا سرکاری گزٹ الفضل اس کو کہاں چسپاں کرتا ہے۔

بظاہر تو یہ خواب سراسر غلط ہوا لیکن خلیفہ بھی آخر اسی باپ کا بیٹا ہے جس نے خواب میں خلیفہ کو تسلی دی تھی جب اس نے پوچھا تھا کہ مولوی ثناء اللہ کا انجام کیا ہوگا۔ اس نے جھنجھلا کر کہا تھا کہ وہی ہوگا جو میرے الہام میں ہے کہ طاعون یا ہیضہ سے مریگا۔ مگر خلیفہ کو اس وقت یہ نہ سوجھی کہ وہ یہ پوچھتا کہ حضرت اب اسکے مرنے سے کیا فائدہ؟

تقدم زمانی تو بقول الفضل للمقتدم آپ کو حاصل ہو چکا۔ اب وہ طاعون سے مرے یا ہیضہ سے ہمیں کیا فائدہ؟ پھر وہ جو جواب دیتے اسے شائع کرتا تو کوئی عقدہ حل بھی ہوتا۔ اب تو بجز اس کے کیا حاصل جو مولانا ظفر علی خان جیسے مخالف بھی بطور مذاق کہہ گئے ہیں

خدا شرمائے اس ظالم ثناء اللہ کو جس نے
نہ چھوڑا قبر میں بھی قادیانیت کے بانی کو

مختصر یہ ہے کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے خواب جیسے کچھ ہیں وہ اپنے والد کے الہام کے مشابہ ہیں۔ کیوں نہ ہو الولد سر لابیہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۱۸ محرم ۱۳۶۶ھ جلد ۴۳ نمبر ۹ ص ۴-۵)

قادیان اور لاہور میں حلفیہ فیصلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے یہ ذکر اذکار قادیانی اور لاہوری اخباروں میں چل رہا ہے کہ مولوی محمد علی صاحب لاہوری جماعت کا امام سیٹھ عبد اللہ الہ دین سکندر آبادی کے مطالبہ پر حلف اٹھائے تو کئی ہزار روپیہ انعام لے جس کی تعداد ساٹھ ہزار تک پہنچ گئی

ہے۔ اخبار پیغام صلح مورخہ ۴ دسمبر ۱۹۴۶ء میں مولوی محمد علی لاہوری کا اعلان نکلا ہے کہ میں مطلوبہ حلف اٹھانے کو تیار ہوں ہمارے جلسہ میں جو اخیر دسمبر میں ہو رہا ہے سیٹھ صاحب آ جائیں اور ہم سے حلف لے لیں۔

ہمارا خیال یہ ہے کہ حلف کا یہ کام پھر کھٹائی میں پڑنے والا ہے۔ نہ سیٹھ عبد اللہ الہ سکندر آبادی لاہور آئیں اور مولوی محمد علی لاہوری قادیان جائیں گے۔

اس لئے ہم ایک معقول تجویز پیش کرتے ہیں جو دونوں فریقوں میں سنت موکدہ کے حکم میں ہے وہ یہ ہے کہ دونوں فریق امرتسر کی عیدگاہ میں آ کر یہ کام کریں جہاں مرزا صاحب متوفی نے ۱۸۹۳ء میں مباہلہ کیا تھا۔

امرتسر میں آج کل دفعہ ۱۴۴ نافذ ہے جس میں کسی قسم کے اجتماع کی اجازت نہیں اسلئے آنے سے پہلے صاحب ضلع سے اجازت لے لینی چاہیے غالباً اجازت مل جائے گی کیونکہ یہ اجتماع مذہبی ہوگا اس اجتماع میں جو فریق ہم سے کوئی خدمت طلب کرے گا ہم اس کو پورا کریں گے۔ ان شاء اللہ

فریقین کے حلفیہ فیصلہ کے بعد ہم ان دونوں فریقوں کو متحد کرنے اور متفق کرنے کے لئے اپنی شخصیت پیش کریں گے اور کہیں گے کہ تم دونوں آپس میں جنگ کر چکے ہو۔ اب تمہارے اتفاق کی ایک صورت ہم بتاتے ہیں کہ ہمارے سامنے تم دونوں (مرزا محمود احمد، اور محمد علی لاہوری) متحد ہو کر آ جاؤ اور مرزا غلام احمد صاحب کے آخری فیصلہ والے مضمون پر ہم سے بحث کر لو کیونکہ تمہارا باہمی جھگڑا مثل تنازع شیعہ سنی کے ہے اور ہمارے ساتھ تم لوگوں کا معاملہ کفر اور ایمان کا سا ہے۔ یعنی ہم کہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب نے آخری فیصلے والے اشتہار میں جو دعا شائع کی تھی وہ بارگاہ الٰہی میں قبول ہو کر اپنا جلوہ دکھا چکی ہے۔ پس آپ دونوں فریق اس دعا کی قبولیت کو تسلیم کریں یا انکار کی وجوہات بتائیں۔

نوٹ۔ ۱۹۱۲ء میں یہ مباحثہ لدھیانہ میں ہوا تھا۔ جس میں ہم نے فریق ثانی سے حسب فیصلہ ثالثان تین سو روپیہ انعام پایا تھا۔ اس مباحثے سے پہلے ہم نے اعلان کیا تھا کہ فریق ثانی اپنے خلیفہ (حکیم نورالدین) کی اجازت لے کر سامنے آئے۔

فریق ثانی نے ہمارے اس مشورے کو بایں طریق مسترد کیا کہ ہم اپنے طور پر خلیفہ کی

دعا لے کر آئیں گے تم ایسا کہنے والے کون ہو۔ مگر اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ فریق ثانی کے جو افراد اس مباحثہ میں شریک کار تھے وہ بھی فیصلے سے منحرف ہو گئے اور جہلاء فرقہ مرزائیہ نے یہ عذر کیا کہ انہوں نے خلیفہ (نورالدین) کی اجازت سے یہ کام نہیں کیا۔

گذشتہ سال بھی ایسا ہی واقعہ ہوا کہ مولوی محمد عمر حنفی نے کسی مرزائی سے شرطیہ مباہلہ کیا کہ اگر تم سال تک زندہ رہے تو سچے ہو کر انعام کے مستحق ہو گے۔ جوں ہی قادیان میں یہ خبر پہنچی تو وہاں سے اعلان ہوا کہ ایسا کرنے کی اجازت اس احمدی نے خلیفہ سے نہیں لی۔ اس لئے یہ فیصلہ ناطق نہیں ہوگا۔

لہذا یہ شرط ضروری ہے کہ سیٹھ عبداللہ اس مباحثے میں خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی اجازت مطبوعہ شائع کر کے ہمارے سامنے آئے اور جن علماء کو اپنا وکیل بنانا چاہے بنا لے۔ اگر وہ چاہیں تو ہم بٹالہ میں جو قادیان کے قریب ہے پہنچ جائیں گے۔ ہاں یہ شرط ضروری ہوگی کہ اس مناظرہ میں سیشن جج کے درجے کا کوئی شخص منصف ہونا چاہیے۔

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء مطابق ۲۵ محرم ۱۳۶۶ھ جلد ۴۳ نمبر ۵۰ ص ۴)

آخر وہی ہوا جو ہم نے لکھا تھا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ایک قصہ مشہور ہے کہ دو بنیا دکان دار جن کی دکانیں آمنے سامنے تھیں، کسی امر میں جھگڑ رہے تھے۔ جھگڑتے جھگڑتے لڑائی تک نوبت پہنچ گئی۔ دونوں اپنے ہاتھوں میں باٹ لئے ہوئے ایک دوسرے کو للکارتے ہوئے کہتے تھے، اتر تو سہی، آ تو سہی۔ مگر اپنی شریفانہ طبیعت کے ماتحت بازار میں اتر کر لڑتے نہیں تھے۔ ناظرین کا ہجوم تھا جو ان کی شرافت کی داد دیتا تھا۔ یہی مثال قادیانی اور لاہوری جماعتوں کی ہے۔ سالہا سال سے یہ جھگڑا چلا آ رہا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نبی تھے یا غیر نبی۔ اس اختلاف کا فیصلہ کبھی مناظرہ سے کبھی حلف سے کرنا چاہتے رہے، مگر وہ طے نہیں ہوتا۔

ہم نے اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء میں اس کا ذکر کرتے ہوئے

یہ بتایا تھا کہ یہ حلف وقوع پذیر نہیں ہوگی کیونکہ نہ لاہوری قادیان جائیں گے اور نہ ہی قادیانی لاہور میں آئیں گے، اس لئے یہ حلف امرتسر میں ہونی چاہیے جہاں مرزا صاحب قادیانی کا مباحثہ ہوا تھا۔ یہ بھی لکھا تھا کہ اس کے بعد دونوں فریق متفق ہوکر ہم سے مباحثہ کریں۔ ہمارا مضمون مباحثہ آخری فیصلہ ہوگا۔

ہم نے سمجھا تھا کہ گذشتہ جنگ یورپ سے ان دونوں جماعتوں نے یہ سبق حاصل کیا ہوگا کہ مشترک دشمن کے سامنے ایک ہو جانا چاہیے جیسے برطانیہ اور روس جرمن کے مقابلے میں متحد ہوکر فتح یاب ہو گئے تھے۔ مگر ان دونوں جماعتوں نے ہمارے اس نیک مشورہ کو قبول نہیں کیا۔ کیوں قبول نہیں کیا اس کا جواب قرآن مجید میں یوں ملتا ہے جحدوا بھا واستیقنت انفسھم۔ ہم اب بھی ان دونوں جماعتوں کو یہ مشورہ دیتے ہیں کہ آپ لوگ متفق ہوکر اپنا کوئی قابل مناظر مقرر کریں جسکو دونوں جماعتوں کے امیر اپنا وکیل بنا کر بھیجیں اور اس کا ساختہ پرداختہ منظور کریں ورنہ یاد رکھیں میرا یہ تقاضا ختم نہیں ہوگا۔ قادیانی اور لاہوری ممبرو! دل کے کانوں سن رکھو

ستعلم لیلی ای دین تداینت
ایّ غریم فی التقاضی غریمھا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳ جنوری ۱۹۴۷ء مطابق ۹ صفر ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۔ ص ۶)

جلسہ سالانہ میں خلیفہ قادیان کی تقریر

اپنے باپ کے خلاف

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہم بارہا اس بات کا اظہار کر چکے ہیں اور کرتے رہیں گے کہ قادیانی لوگ مرزا صاحب کی تعلیم یا تو بھول گئے ہیں یا جان بوجھ کر چھپاتے ہیں۔ یہ بھی ہم نے کئی دفعہ لکھا ہے کہ مرزا صاحب کے الفاظ بھول گئے ہوں تو ہم سے پوچھ لیا کرو، ہمیں بتانے میں بُخل نہیں ہوگا۔ مگر یہ لوگ ایسے کہاں کہ ہمارے کہنے پر عمل کریں۔ آج ہم بتاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) جس نے ہم کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا اور ہم

نے اسے منظور کرلیا تھا اس شرط سے کہ بٹالہ کی جامع مسجد میں بیٹھ کر سادہ قرآن مجید لے کر ہمارے سامنے تفسیر لکھئے ۔تفسیر ایسی ہوگی کہ عربیت کے مخالف نہ ہو۔ اس کا جواب آیا تھا کہ میں عربی اتنی نہیں جانتا صرف بڑے حضرت صاحب کا کلام نقل کروں گا۔جس کے جواب میں میں نے لکھا تھا کہ ایسا کرنا نیوگ کے مشابہ ہے ۔خیر یہ بات تو رفت گذشت ہوگئی آج ہم خلیفہ مذکور کی تقریر سے جوانہوں نے قادیان کے سالانہ جلسہ میں کی ہے ایک اقتباس سناتے ہیں اس کا شروع یوں ہے:

یہ دنیا اس قدر تیزی کے ساتھ ایک تباہی کے گڑھے کی طرف جارہی ہے کہ جہاں تک دنیا داروں کی عقل کا سوال ہے اس تباہی کے گڑھے سے اسے بچانا بالکل ناممکن نظر آتا ہے انسان ترقی کی دوڑ میں اور اپنی ترقی کے شوق میں ایسی ایسی ایجادات کی طرف قدم بڑھاتا جاتا ہے کہ خود وہی اس بات کا اقرار کرنے پر مجبور ہوگیا ہے کہ جس چیز کو اپنی ترقی سمجھتا تھا اور جسے اپنی کامیابی خیال کرتا تھا وہ درحقیقت میری تباہی کا رستہ تھا اور میری ہلاکت کی تدبیریں تھیں ۔ (الفضل قادیان ۲۷ دسمبر ۱۹۴۶ء ص ۱)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: بڑے مرزا قادیانی نے دنیا کی عمر سات ہزار سال بتائی ہوئی ہے اور اپنی بعثت ساتویں ہزار میں لکھی ہے اور یہ بھی تصریح کی ہے کہ چھٹا ہزار سخت گمراہی کا تھا یہ ساتواں ہزار جس میں ہم ہیں ہدایت کا ہے (قادیانی لیکچر سیالکوٹ)

ناظرین کرام! فرمایئے بقول مرزا صاحب قادیانی دنیا کا ساتواں ہزار سراسر ہدایت کا ہے ۔پھر اس میں بقول خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) یہ گمراہیاں اور ظلم و ستم کی کاروائیاں کیوں ہیں۔ یہ وہی مثل ہے: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا۔

مسیح موعود آکر چلے بھی گئے اور اپنے زمانہ کو ہدایت کا زمانہ بتا بھی گئے مگر بقول خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) دنیا تیزی کے ساتھ ایک تباہی کے گڑھے کی طرف جا رہی ہے۔ ہم سے کوئی پوچھے تو ہم خلیفہ قادیانی کی تصدیق کرتے ہیں۔ واقعی دنیا مذہب اخلاق اور معاشرت بلکہ تمدن میں بھی گمراہی اور تباہی میں دن بدن ترقی کر رہی ہے جس کا نقشہ مولانا حالی مرحوم نے یوں بتایا ہے

پوچھا جو کل انجام ترقیء بشر۔ یاروں سے کہا پیر مغاں نے ہنس کر
باقی نہ رہیگا کوئی انساں میں عیب۔ ہو جائینگے چھل چھلا کے سب عیب ہنر

مگر خلیفہ قادیان (محمود احمد) کی تقریر کے ساتھ ہماری تصدیق نے مل کر ایسے کچھ پیچید گی پیدا کر دی ہے جس کا افسوس سب جماعت مرزائیہ کو ہونا چاہیے کیونکہ اس سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے لیکچر سیالکوٹ کی تکذیب ہوتی ہے اس لئے یہ بالکل اس کے مشابہ ہے جو منطق کی کتاب ملاحسن میں بطور چیستان کے مذکور ہے کہ کسی شخص کا یہ کہنا کہ: کلا می ھذا کا ذب ۔اس کو صحیح کہتے بھی نہیں بنتی، اور غلط کہتے بھی نہیں بنتی۔

سچ تو یہ ہے کہ قادیانی مشن ایسا ہی کچھ گورکھ دھندا ہے جسکی بات یہ کہنا بجا ہے:

بنے کیوں کر کہ ہے سب کار الٹا۔ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ جنوری ۱۹۴۷ء مطابق ۱۶ صفر ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان کی جلسہ میں آمد

جناب مولوی محمد رفیق خطیب جنڈیالہ گورو لکھتے ہیں: میں بتاریخ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کئی اصحاب کی بار بار تاکید کی وجہ سے قادیان ضلع گورداسپور تواریخ مقررہ میں جلسہ دیکھنے گیا اور بتاریخ ۲۵ دسمبر ۲ بجے شام سے ۲۷ دسمبر صبح چھ بجے تک رہا اور جماعت مرزائیہ کا رنگ ڈھنگ بھی دیکھتا رہا۔مگر مجھے مرزا محمود صاحب خلیفہ جماعت مرزائیہ کو دیکھنے کا بہت شوق تھا وہاں پر جو میرے میزبان تھے انہوں نے بتایا کہ ان کی سواری جب آئے گی آپ سے کہہ دیں گے۔ چنانچہ بوقت صبح بہت سی گھنٹیوں اور موٹر کے ہارن بجنے کی آوازیں سنائی دینے لگیں تو میزبان نے مجھ سے کہا کہ اب ان کی سواری آرہی ہے۔

میں دوڑ کر گھر سے باہر آیا تو عجیب منظر تھا۔گلی جو اتنی چوڑی تھی کہ موٹر تانگہ کھلا نکل سکتا تھا اس میں ایک طوفان بدتمیزی برپا ہے بھاگ دوڑ ہو رہی ہے، اور گلی صاف ہو رہی ہے۔لوگ بھاگ بھاگ کر اس گلی کے کنارے پناہ تلاش کر رہے تھے۔ پھر تقریباً پندرہ سائکلیں آئیں، ان کے پیچھے موٹر سائیکل آئے۔ان کے پیچھے ایک کار آئی اس کے بعد مرزا محمود احمد صاحب کی سواری آئی۔آپ کار میں تشریف فرما تھے ۔کار چاروں طرف سے شیشوں سے بند تھی اور پھر بھی پبلک شور مچا رہی تھی السلا علیکم اور حضرت مرزا محمود احمد صاحب کسی کو بھی جواب نہ دیتے تھے۔اس کے پیچھے پھر دو کاریں

تھیں ان کے پیچھے گھوڑ سوار تھے اور ان کے پیچھے تقریباً پچیس نوجوان لاٹھیوں سے مسلح دوڑتے ہوئے جا رہے تھے مگر بہت ہی جوش میں دوڑ رہے تھے۔

پھر دوبارہ واپسی بھی اسی طرح ہوئی۔ میں نے اپنے میزبان سے پوچھا تو معلوم ہوا کہ جب بھی نکلتے ہیں یہی شان ہوتی ہے کیا کوئی بتلاسکتا ہے کہ یہ کیا وجہ ہے آخر یہ سواری اس طرح کیوں نکلتی ہے (اس کی اصل وجہ تو لاہوری جماعت کا پیغام صلح بتائے گا ہمارا خیال تو یہ ہے کہ آج سے پہلے کئی سوسال ایک شخص اسی طرح نکلا کرتا تھا جسکے متعلق قرآن مجید نے بتایافخر ج علی قو مه فی زینته (القصص :۷۹) جسکاانجام بھی بتایا ہے فخسفنا به و بداره الارض (القصص :۸۱) فاعتبروا یااولی الابصار ۔مدیر) میں قادیان کے بازار میں جا رہا تھا کہ ایک بہت بڑا بورڈ دیکھا جس پر بطور اشتہار یہ عبارت لکھی تھی: بیس ہزار روپیہ انعام۔

(ارشاد نبوی ﷺ یبعث لهذه الامة علی رأس کل مأة من یجددلها دینها یعنی یقیناً اللہ تعالی اس امت کیلئے ہر صدی کے سر پر مجدد دین بھیجے گا (از کتاب حجج الکرامة مصنفہ نواب صدیق حسن)

۱۔ پہلی صدی کے مجدد حضرت عمر بن عبدالعزیز۔۲۔ دوسری صدی کے مجدد حضرت امام شافعی واحمد بن حنبل ۔تیسری صدی کے مجدد ابوشرح وابوالحسن اشعری، چوتھی صدی کے مجدد ابوعبید اللہ نیشا پوری ۔ پانچویں صدی کے مجدد امام غزالی ۔چھٹی صدی کے مجدد سید عبدالقادر جیلانی، ساتویں صدی کے مجدد خواجہ معین الدین اجمیری، آٹھویں صدی کے مجدد حافظ ابن حجر عسقلانی وصالح ابن عمر۔نویں صدی کے مجدد سید محمد جون پوری (سید محمد جون پوری مجدد تھے تو قضیہ ہی ختم کیونکہ وہ مدعی مہدویت تھے چنانچہ ان کے اتباع فرقہ مہدویہ کے نام سے آج بھی حیدرآباد میں آباد ہیں مزا یہ ہے وہ بھی تحریک قادیانیہ کے اسی طرح مخالف ہیں جس طرح اور مسلمان ۔اڈیٹر) دسویں صدی کے مجدد امام سیوطی ۔گیارھویں صدی کے مجدد الف ثانی سرہندی ۔ بارھویں صدی کے مجدد شاہ ولی اللہ ۔تیرھویں صدی کے مجدد سید احمد رائے بریلوی ۔ چودھویں صدی....؛

نوٹ: بموجب ارشاد نبی جہاں ہر ایک صدی کے سر پر مذکورہ بالا مجددین میں سے کسی کا مجدد ہونا ثابت اور مشتہر ہے وہاں چودھویں صدی کے سر پر بھی مجدد کا آنا ضروری ہے اگر حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس صدی کے مجدد نہیں تو کوئی

دوسرا مدعی ... پیش کر کے بیس ہزار روپیہ انعام حاصل کریں

(مرزا صاحب چودھویں صدی کے مجدد نہیں ہو سکتے کیونکہ انہوں نے تیرھویں صدی کے اندر ہی بزمانہ تصنیف براہین احمدیہ مجددیت کا اظہار کیا تھا جو زمانہ مجددیت کا نہیں تھا۔ چودھویں صدی کے مجدد مولوی نذیر حسین صاحب اور مولوی رشید احمد صاحب اور مولوی احمد رضا کیوں نہ ہوں جو اپنے نام کے ساتھ مجدد مائۃ حاضرۃ لکھا کرتے تھے بہر حال مرزا غلام احمد اپنی پیش گوئیوں اور اپنی غلط تعلیمات کی وجہ سے نہ مجدد ہیں نہ مہدی ہیں اور نہ مسیح موعود بلکہ بقول مولوی سعد اللہ صاحب مرحوم اس رباعی کے مصداق ہیں

چہ گویم، باز تو گر آئی چہا در قادیاں بینی ۔وبا بینی خزاں بینی غرض دار الزیاں بینی

یکے قطاع نسل یکے امام بھنگیاں بینی۔مسیح ابن مریم بچہء چنگیز خان بینی)

از عبد اللہ الہ دین سکندر آباد

دوسرے نمبر پر یہ لکھا تھا: امتی کا اقرار۔لعنت ہے اس شخص پر جو آنحضرت ﷺ کے فیض سے علیحدہ ہو کر نبوت کا دعوی کرے مگر یہ نبوت آنحضرت کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت اور اس کا مقصد بھی یہی ہے کہ اسلام کی حقانیت دنیا پر ظاہر کی جاوے اور آنحضرت ﷺ کی سچائی دکھلائی جاوے (چشمہ معرفت ص ۳۲۵)

قیمتی حوالے: لا فتی الا علی لا سیف الا ذو الفقار ۔اس کے یہ معنی نہیں کہ علی کے سوا کوئی فتی ہی نہیں بلکہ یہ معنی ہیں کہ نہ اس جیسا کوئی فتی ہے اور نہ اس جیسی کوئی تلوار چنانچہ لا نبی بعدی کا بھی یہی مفہوم ہے۔حضرت عائشہ صدیقہ فرماتی ہیں

قولوا انه خاتم الانبياء ولاتقولوا لا نبی بعده

یعنی کہو خاتم الانبیاء ہیں مگر یہ نہ کہو کہ آپ کے بعد کوئی نبی نہیں (تکملہ مجمع البحار۔ص ۸۵)

آپ فرماتے ہیں لو عاش ابراهيم لكان صديقا نبيا (ابن ماجہ ج ۱ ص ۱۱۰) (یعنی ابراہیم زندہ ہوتے تو ضرور نبی ہوتے)۔

يا بنی آدم اما يأتينكم رسل منكم يقصون عليكم آياتی (الاعراف: ۳۵) (اے آدم کی اولاد جب کبھی آویں تمہارے پاس میرے رسول بیان کرتے ہوئے تم پر میری آیتیں)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: مرزا غلام احمد صاحب حقیقۃ الوحی میں لکھتے ہیں کہ مجھ سے پہلے کسی نے نبی کا لقب نہیں پایا۔

اگر نبوت اور اتباع نبی ﷺ میں لازم ملزوم کی نسبت ہے تو کیا وجہ ہے کہ

جولوگ کامل متبع تھے وہ کیوں نبی نہ ہوئے ۔ لازم وملزوم میں انفکاک کیوں جائز ہوا ۔ اصل یہ ہے کہ یہ باتیں سب بناوٹی ہیں ہمارا مسلک تو یہ ہے کہ ان بحثوں میں کچھ فائدہ نہیں۔ منطقی قیاس میں صغری پر بہت کچھ مدار ہوتا ہے صغری اگر ثابت نہیں ہے تو کبری بھی مفید نہیں ہے ۔ مرزا صاحب قادیانی اس قیاس میں بطور صغری (دلیل کا جزواول) کے ہیں ۔ اگر صغری ثابت نہیں ہے تو دلیل کسی طرح ثابت نہیں ۔ اس لئے ہمارے ناظرین مرزا صاحب کے حالات پر پوری توجہ دیں گے تو ان کو ثابت ہو جائے گا کہ ان کی کوئی الہامی بات بھی سچی نہیں ہوئی تو پھر وہ ہمارے ساتھ یہ کہنے پر متفق ہو گئے

ہزار وعدوں میں اگر ایک ہی وفا کرتے ۔ قسم خدا کی نہ ہم تم کو بے وفا کہتے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۷ جنوری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۳ ص ۴۔۶)

قادیانی اور لاہوری جماعتوں میں مخالفہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: دونوں جماعتیں اپنا یہ عقیدہ ظاہر کرتی ہیں کہ ہمارا نبی مرزا کوئی نئی شریعت نہیں لایا بلکہ شریعت اسلام ہی کے پابند تھے، لیکن اگر ان کا عمل دیکھا جائے تو دونوں کا شریعت اسلام کے خلاف ہے ۔ آج ہم جس امر کا ذکر کرتے ہیں وہ سال ہا سال سے ان میں اختلافی چلا آرہا ہے، وہ ہے حلف کا معاملہ۔

سکندرآباد دکن کے ایک صاحب چورن فروشوں کی طرح ہمیشہ ایک انعامی اشتہار دیا کرتے ہیں ۔ میرے متعلق بھی ان کا اشتہار ۲۳ سال سے جاری ہے ۔ اسی طرح مولوی محمد علی لاہوری مرزائی کے متعلق بھی انعامی اشتہار چھپتا رہتا ہے مگر دل میں چونکہ یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ: لینے دینے کے سر پر خاک ڈالو پاک محبت اچھی ہے،

اس لئے حلف کا مضمون نیا نیا بنایا جاتا ہے ۔ اس سال ماہ دسمبر کے آخری ایام میں جلسہ سالانہ کے موقع پر لاہوری امیر جماعت نے اپنا حلفی مضمون پڑھ دیا ۔ قادیانیوں نے جواب دیا کہ یہ ہماری مطلوبہ حلف نہیں ہے ۔ اسی طرح ہمارے مقابلے پر بھی یہی کہتے رہے ہیں ۔ اسلئے آج ہم ذرا واضح لفظوں میں ان کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ قرآنی تعلیم سامنے رکھ کر حلف کا فیصلہ کریں میرے اور مولوی محمد علی کے عقیدے میں

بہت فرق ہے، مگر اس بات میں ہم دونوں متفق ہیں کہ مرزا نبی یا رسول نہیں تھے جیسا کسی شاعر نے اپنا اور دوسرے لوگوں کا عقیدہ یوں ظاہر کیا ہے

واعظِ شہر کہ مردم ملکش مے خوانند
قول ما نیز ہمیں ست کہ او مردم نیست

اسی طرح مولوی محمد علی، مرزا غلام احمد صاحب کو مجدد یا ملہم مانیں، یہ ان کا عقیدہ ان کو مبارک رہے۔ ہم دونوں کا اسپر اتفاق ہے کہ مرزا صاحب قادیانی رسول نہیں تھے۔

اب آیئے قرآن مجید کی تعلیم دیکھئے۔ یہودیوں عیسائیوں اور عرب کے مشرکوں وغیرھم کو یکجا کر کے قرآن مجید کہتا ہے یقول الّذین کفروا لست مر سلا۔ کافر کہتے ہیں کہ تو رسول نہیں ہے۔، یہ قول کل کفار کا مشترک ہے۔ ناظرین غور کریں یہ آیت کیسے صاف الفاظ میں بتا رہی ہے کہ میرے اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے حلف کا مضمون صرف اتنا ہی ہونا چاہیے ما کان مرزا رسو ل او نبی۔ اس سے زیادہ لمبی چوڑی باتیں کرنا اور حلف کا مضمون نیا نیا تجویز کرنا نئی شریعت بنانے کے برابر ہے۔ پس سکندر آباد کا سیٹھ عبداللہ الہ دین سن لے کہ میں اس قسم کا حلف قادیان میں اٹھا چکا ہوں اور اشتہار میں شائع کر چکا ہوں، اور اب بھی ایسا حلف اٹھانے کو تیار ہوں مگر میں انعامی رقم ان سے نہیں مانگتا بلکہ وہی کہتا ہوں جو حضرت سلیمانؑ نے کہا تھا

ما ا تا نی الله خیر مما آتاکم۔ خدا نے جو مجھے دیا ہے وہ تمہارے دیئے سے اچھا ہے

اور مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو مشورہ دیتا ہوں کہ وہ ادھر اودھر کی لایعنی باتیں چھوڑ کر صرف یہی مضمون رکھیں ما کان مرزا رسو لاً ولا نبیا۔

بلکہ مزید حوصلہ ہو تو یہ بھی کہہ دیں

رسول قادیانی کی رسالت۔ جہالت ہے جہالت ہے جہالت

سکندر آبادی دوست، عبداللہ الہ دین کے سامنے یہ آیت پیش کر کے پوچھیں کہ اس کا مضمون کیا ہے۔ منکرین رسالت کا قول صرف لست مر سلاً منقول ہے۔ تم جو ادھر ادھر کی باتیں بتاتے ہو قرآن مجید کے مقابلہ میں کیوں کر صحیح تسلیم ہو سکتی ہیں۔

پس آیئے دہلی، امرتسر یا لاہور میں مجھ سے حلف لیجئے اور آپ جو رقم لائیں گے اس پر میں ہاتھ رکھ کر واپس کر دوں گا۔

باقی رہی سال کی میعاد جس میں حلف اٹھانے والے کی موت حیات کا فیصلہ ہوگا، یہ بھی تمہاری ایجاد ہے۔ سچے ہو تو قرآن وحدیث سے اس کا ثبوت دو۔ اور اگر اسی پر ضد ہے جس کا اظہار تم سکندر آبادی ہم دونوں کے سامنے کر رہے ہو، تو پھر یہ لکھ دو کہ سال گذر کر ایک دن بھی زیادہ ہم زندہ رہے، تو آپ جھوٹے اور ہم سچے۔ پھر کو نوا مع الصادقین آپ کو سچوں کا ساتھ دینا ہوگا۔ پس آپ اپنے اس اقرار پر اپنے خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے دستخط لے کر شائع کر دیں اور اس میں کسی قسم کا ایچ پیچ نہ ہو۔ وہ پرچہ ہمارے پاس بھیج دیں۔ پس آپ جلدی کیجئے اور یہ میری دریادلی اور استغناءِ قلبی ہے کہ میں روپئے آپ سے نہیں مانگتا بلکہ آپ کو مانگتا ہوں۔ سیٹھ صاحب اور ان کے ملنے جلنے والے دوست اور رشتہ دار ہمیں بتائیں کہ یہ کیا انصاف ہے کہ بعد حلف سال کے اندر مریں تو یقیناً جھوٹے، اگر سال گزر جائے تو پھر بھی ہماری سچائی کا اعتراف نہ ہو۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء جلد ۴۴ نمبر ۴ ص ۳۔۴)

(مولوی محمد علی لاہوری کے موضوع بالا پر پیغام صلح لاہور میں وقتاً فوقتاً مضامین شائع ہوتے رہے ہیں۔ بطور نمونہ چند ایک ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ بہاء

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کا پیش کردہ طریق فیصلہ

(مولوی محمد علی صاحب لاہوری لکھتے ہیں) سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب حیدرآباد دکن کی جماعت کے ایک معزز رکن ہیں۔ میرے قیام حیدرآباد میں سیٹھ صاحب نے مجھ سے نفرت کا اظہار تو یہاں تک کیا کہ انہوں نے اپنے محترم دوست خان صاحب عبدالکریم بابو خان صاحب کی اس دعوت میں شامل ہونا بھی پسند نہ کیا جو میرے حیدرآباد دکن کے معززین سے تعارف کیلئے میرے معزز میزبان نے کی تھی اور جس میں سیٹھ صاحب بھی مدعو تھے۔ مگر عین اس وقت جب میں حیدرآباد سے روانہ ہو رہا تھا، تو ایک خط مجھے بھیجا جو جماعت قادیان کے آرگن الفضل میں بھی چھپوا دیا گیا ہے جسکا ماحصل یہ تھا کہ جن عقائد کا اظہار میں نے حیدرآباد دکن میں کیا وہ حضرت مسیح موعود کے خلاف ہیں اور اس اختلاف کا فیصلہ یوں ہوسکتا ہے کہ میں ان الفاظ میں جو انہوں نے تجویز کئے ہیں موکد بعذاب حلف اٹھاؤں (طویل مضمون ہے پھر لکھا ہے ..)

جہاں تک مجھ سے حلف موکد بعذاب کا مطالبہ ہے میں اس کے لئے صرف ایک بات چاہتا ہوں یعنی یہ کہ سیٹھ صاحب نے جو خدا سے فیصلہ لینے کا طریق ظاہر کیا ہے اس کی کوئی سند خدا کے کلام میں یا اس کے

رسول کی حدیث میں ہے؟...اس طریق فیصلہ کومنظور کرنے سے پیشتر ان دو باتوں کی ضرورت ہے
اول: یہ کہ وہ آیت قرآنی یا حدیث پیش کیجائے جس میں خدا سے فیصلہ لینے کا یہ طریق منظور ہو
دوم: یہ کہ خلیفہ صاحب قادیان ایک اعلان کریں کہ اگر میں اس طریق فیصلہ کومنظور کرلوں تو مجھ پر عذاب نہ آنے کی صورت میں وہ اوران کی ساری جماعت اپنے عقائد باطلہ سے بیزاری کا اعلان کر کے میرے ہاتھ پر بیعت کریں گے۔، مجھے اس پر کوئی اعتراض نہ ہوگا کہ آج سے ساری جماعت قادیان اس حوالہ تلاش میں لگ جائے اور ایک ماہ تک یہ حوالہ نکال کر بھیج دے رہا گیارہ ہزار روپئے کا سوال تو میں جناب سیٹھ صاحب صاحب کواور ان کی نقل کرنے والوں کو یہ مشورہ دوں گا کہ میرے سچا ثابت ہونے کی صورت میں جب جناب خلیفہ صاحب اوران کی جماعت کواس قدر ندامت اٹھانی پڑے گی تو میری طرف سے یہ اجازت ہے کہ یہ روپئہ جناب خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش کردیا جائے البتہ اگر اس طریق فیصلہ کے لئے سیٹھ صاحب کوئی سند قرآن یا حدیث کی پیش نہ کرسکیں تو میں یہ ضرور کہوں گا کہ یہ گیارہ ہزار روپئہ بطور تاوان احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کوتبلیغ کے لئے ادا کریں... (پیغام صلح لاہور ۱۴۔اپریل ۱۹۴۲ءص ۴۔۶)

قادیانی علماء کی سراسیمگی

سیٹھ عبداللہ الہ دین نے موکد بعذاب حلف سے خدا سے فیصلہ لینے کے لے جوطریق تجویز کیا تھا اس کے جواب میں حضرت امیر (مولوی محمد علی) نے سیٹھ صاحب اورتمام قادیانی علماء سے یہ سوال کیا تھا کہ کیا اس کی کوئی سند خدا کے کلام میں یااس کے رسول کی حدیث میں ہے؟
اس سوال کوآج دو ماہ سے زائد ہوگئے لیکن ادھراودھر ہاتھ پیر مارنے کےسوائے کوئی ایسی سند قادیانی علماء یا خود سیٹھ صاحب آج تک پیش نہیں کرسکے جس سے یہ ثابت ہو کہ موکد بعذاب حلف سے ایک سال کے اندر جھوٹی حلف اٹھانے والے پر عذاب نازل ہوجاتا ہے۔(پیغام صلح لاہور ۲۴ جون ۱۹۴۲ءص ۶)۔

سیٹھ الہ دین صاحب کا مطالبہ حلف

(مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں) بعض احباب نے مجھے اس طرف توجہ دلائی ہے کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اپنا مطالبہ حلف اب تک بار بار دوہراتے رہتے ہیں۔اس کا تو میرے پاس کوئی علاج نہیں۔ دوا فروشوں کے انعامی اشتہارات اسی طرح نکلتے رہتے ہیں،خواہ ان کی دوائی سے کوئی مرے یا جیئے۔،
مجھے آج تیس سال یہ حلف اٹھائے گذر چکے کہ نہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کیا، نہ میں نے تبدیل کیا۔، اوریہی قادیانی جماعت اور ہمارے درمیان باعث مابہ النزاع ہے۔ابھی اس قسم کی

حلف گذشتہ سال قادیانی جماعت مانسہرہ کے مطالبہ پر اٹھائی اور اب پھر یہی حلف اٹھائی ہے اور میاں (محمود احمد) صاحب سے مطالبہ کیا ہے کہ وہ حلف اٹھائیں کہ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنا عقیدہ در بارہ حضرت مسیح موعود تبدیل کر لیا تھا اور سابقہ انکار نبوت کی تحریروں کو منسوخ قرار دے دیا تھا۔ سیٹھ صاحب کو چاہیے تو یہ تھا کہ وہ بیس ہزار مجھے دیتے تا کہ مجھے عدالت کے ذریعہ سے طلب کرنے کی ضرورت نہ رہتی اور اس وقت ان کا یہ روپیہ اعلائے کلمۃ اللہ میں لگ جاتا مگر سیٹھ لینے سے بنتے ہیں، دینے سے نہیں۔ سردست انہیں چاہیے کہ جسطرح بیس ہزار انہوں نے مجھے دینے کا وعدہ کیا تھا اگر میں اپنے عقائد کی صحت پر حلف اٹھاؤں اب یہ اعلان کریں کہ اگر میاں (محمود احمد) صاحب اپنے عقیدہ کی صحت پر حلف اٹھائیں کہ حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ در بارہ نبوت تبدیل کر لیا تھا اور اپنی سابقہ تشریحات نبوت کو کہ اس سے مراد محض لغوی اور مجازی معنی ہیں جسے اصطلاح شریعت میں محدثیت کہا جاتا ہے غلط اور منسوخ قرار دیا تھا، اور خود میاں صاحب نے بھی اسی بنا پر اپنا عقیدہ ۱۹۰۱ء میں تبدیل کر لیا تھا اور ان کی جماعت کے لوگوں نے بھی تبدیل کر لیا تھا، اور حضرت (مرزا) صاحب کے انکار نبوت کے حوالوں کو منسوخ سمجھ لیا تھا تو وہ بیس ہزار روپیہ ان کو انعام دیں گے۔ خاکسار محمد علی ڈلہوزی۔ اگست ۱۹۴۵ء (پیغام صلح ۱۵۔ اگست ۱۹۴۵ء ص ۳)۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سکندر آباد کا انعامی چیلنج

حضرت امیر مطلوبہ حلف اٹھانے کو تیار ہیں

سیٹھ عبداللہ الہ صاحب سکندر آباد خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کے غالی مرید ہیں اور خلیفہ صاحب کو خوش کرنے کے لئے حضرت امیر جماعت احمدیہ لاہور (مولوی محمد علی) کو اختلافی عقائد کے متعلق بڑے بڑے انعامی چیلنج دے کر حضرت ممدوح کے متعلق عام پبلک میں عموماً اور جماعت قادیان میں خصوصاً غلط فہمیاں پھیلاتے رہتے ہیں۔ ان کا یہ عامیانہ پروپیگنڈہ عرصہ دراز سے جاری ہے۔ الفضل مورخہ ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں بھی ایک اشتہار: مولوی محمد علی صاحب کو پچپن ہزار انعام، کے عنوان سے شائع ہوا ہے۔ جو درج ذیل ہے۔: مولوی محمد علی صاحب کا یہ عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا صاحب مجدد و مسیح ہیں مگر نبی نہیں اور نہ ان کے انکار سے کوئی کافر ہو سکتا ہے اور یہی عقیدہ حضرت مرزا صاحب کا تھا۔، ہم نے ان کو یہ چیلنج دیا کہ آپ اپنا عقیدہ ایک پبلک جلسہ میں حلفا بیان کرو۔ ہم آپ کو اسی جلسہ میں نقد ۵ ہزار انعام دیں گے۔ اور آپ پر اس غلط عقیدہ اور جھوٹے حلف کی سزا میں خداتعالی کی طرف سے ایک سال کے اندر کوئی عبرت ناک عذاب جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو نہ آیا تو مزید ۵۰ ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔ مگر وہ سالہا

سال سے چیلنج کو ٹالتے ہی رہتے ہیں اگر کوئی صاحب ان کو اسپر آمادہ کریں تو ان کو بھی اس جلسہ میں نقد ۵ ہزار روپیہ دیا جائے گا۔، اس مذکورہ اشتہار کے پیش نظر ہمارے دوست شیخ انعام الحق صاحب حیدرآباد دکن نے سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کو دو مکتوب لکھے جن کی نقول درج ذیل ہیں:

مکتوب نمبر ۱: حیدرآباد دکن ۱۱ نومبر ۱۹۴۶ء بخدمت جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب الہ دین بلڈنگ سکندرآباد دکن۔ ..آپ کا اعلان مطبوعہ الفضل قادیان ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء ص ۶ بعنوان مولوی محمد علی صاحب کو پچپن ہزار انعام، پیش نظر ہے۔ ہمارے امیر جماعت حضرت مولانا محمد علی نے میری درخواست پر ایسا حلف اٹھانا منظور فرمالیا ہے۔ چنانچہ حضرت ممدوح احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے آئندہ جلسہ سالانہ پر جو انشاء اللہ حسب معمول دسمبر ۱۹۴۶ء میں بمقام لاہور منعقد ہوگا ذیل کا حلف اٹھانے کے لئے تیار ہیں؛

میرا عقیدہ ہے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مجدد اور مسیح موعود ہیں مگر نبی نہیں اور نہ ان کے انکار سے کوئی شخص کافر دائرہ اسلام سے خارج ہوسکتا ہے اور یہی عقیدہ حضرت مرزا صاحب کا تھا۔،

بشرطیکہ آپ مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ جناب خان بہادر عبدالکریم بابو خان صاحب سکندرآباد دکن کے پاس اس مضمون کی تحریر کے ساتھ جمع کرا دیں کہ وہ (یعنی عبدلکریم) حضرت مولانا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور کے مذکورہ بالا حلف اٹھانے کے بعد پانچ پانچ ہزار روپیہ حضرت مولانا ممدوح اور اس خط کے راقم شیخ محمد انعام الحق کو فورا ادا کر دیں اور باقی پچاس ہزار روپیہ خان بہادر موصوف ایک سال گزرنے پر حضرت مولانا محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کو ادا کر دیں اگر اس عرصہ میں اللہ تعالی طرف سے کوئی عبرت ناک سزا جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو حضرت ممدوح پر نہ آئے۔،

احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور کے سالانہ جلسے میں ہماری جماعت کے افراد کے علاوہ دیگر اصحاب بکثرت شریک ہوتے ہیں کافی اجتماع ہوتا ہے۔ آپ بھی اس موقع پر تشریف لائیں۔ حضرت مولانا محمد علی صاحب یہی حلف قادیان کے سالانہ جلسہ میں بھی اٹھانے کے لئے تیار ہیں بشرطیکہ آپ اپنے خلیفہ صاحب سے اس کی اجازت حاصل کرلیں اور خلیفہ (مرزا محمود) صاحب سے اس اجازت کا اعلان کرا دیں۔

از راہ کرم آپ اولین فرصت میں مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ جناب خان بہادر عبدالکریم بابو خان صاحب کے پاس مطلوبہ تحریر کے ساتھ جمع کرا دیں اور خان بہادر صاحب کی تصدیق کے ساتھ مجھے مطلع کریں تا کہ میں حضرت مولانا ممدوح کی خدمت اقدس میں اطلاع عرض کرسکوں۔ اس عریضہ کا حتی الامکان جلدی جواب عنایت کریں امید ہے آپ بخیریت ہوں گے۔ نیاز کیش محمد انعام الحق مکان ۱۰۰۔اے کلاس محلّہ اعظم پورہ شرقی ملک پیٹھ حیدرآباد دکن

مکتوب نمبر۲: حیدرآباد دکن ۲۳ نومبر ۱۹۴۶ء

بخدمت جناب سیٹھ عبداللہ الہ دین .... ایک عشرہ سے زائد عرصہ ہوا میں نے ایک نہایت ضروری خط تحریر خدمت کیا تھا (جس کی نقل لف ہذا ہے) ۔خلاف توقع اس کا جواب اب تک موصول نہیں ہوا۔ بذریعہ رجسٹری رسید طلب یاددہانی عرض ہے از راہ کرم بواپسی جواب عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔ مزید تاخیر مناسب نہ ہوگی۔ میری درخواست پر ہمارے امیر جماعت مولانا محمد علی صاحب حلف اٹھانے کے لئے تیار ہیں۔ امید ہے آپ اپنے اعلان مطبوعہ الفضل ۱۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء کا پورا لحاظ رکھتے ہوئے اولین فرصت میں مبلغ ساٹھ ہزار روپیہ اور مطلوبہ عالی جناب خان بہادر عبدالکریم بابو خان صاحب سکندر آباد دکن کے حوالے کر کے ان کی مصدقہ اطلاع سے مجھے ممنون فرمائیں گے۔ اب جب کہ حضرت مولانا محمد علی صاحب میری درخواست پر حلف کے لئے تیار ہو گئے ہیں آپ کی طرف سے کسی قسم کی گریز یا تامل کا اظہار ہرگز نہ ہونا چاہیے ۔ نیاز مند محمد انعام الحق

سیٹھ عبداللہ الہ دین کے مذکورہ اشتہار اور اخویم شیخ انعام الحق کے دونوں خطوط حضرت امیر نے ذیل کی سطور مدیر پیغام صلح کو بھجوائی ہیں اور ہدایت فرمائی ہے کہ وہ حضرت ممدوح کی طرف سے مذکورہ اشتہار اور دونوں خطوط کی نقول کے اندراج کے آخر میں شائع کر دی جائیں وہ سطور درج ذیل ہیں: میں ذیل کی حلف اپنے سالانہ جلسہ ۲۵ دسمبر ۱۹۴۶ء کو اٹھانے کے لئے تیار ہوں جس کا مطالبہ سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندر آبادی کے اشتہار مندرجہ الفضل ۲۶ اکتوبر ۱۹۴۶ء میں بدیں الفاظ کیا گیا ہے ۔ میرا عقیدہ ہے کہ مرزا صاحب مجدد و مسیح ہیں مگر نبی نہیں اور نہ ان کے انکار سے کوئی کافر ہوسکتا ہے اور یہی عقیدہ حضرت مرزا صاحب کا تھا۔،

اور یہی حلف میں قادیان کے سالانہ جلسہ پر بھی اٹھانے کے لئے تیار ہوں بشرطیکہ میاں محمود احمد صاحب ایسے حلف اٹھانے کے لئے مجھے دعوت دیں اور آدھ گھنٹہ وقت اس غرض کے لئے دیں کہ میں اس امر کی تشریح کر دوں کہ ایسی حلف اٹھانے کی ضرورت کیوں پیش آئی ۔ ۔محمد علی ۔

ہم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب کے اشتہار شیخ انعام الحق صاحب کے خطوط اور سیٹھ صاحب کے چیلنج کے متعلق حضرت امیر کے نہایت واضح ارشاد کو پیش کر کے سیٹھ صاحب مذکور کو توجہ دلاتے ہیں کہ وہ بزدلانہ خاموشی کو ترک کر کے میدان میں نکلیں تا کہ اس حلف سے دنیا پر واضح ہو جائے کہ کون سا فریق حق پر ہے اور کون باطل پر۔ اگر اس موقعہ پر سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے کسی قسم کی ایچا پیچی کر کے سامنے آنے سے گریز کیا تو اس سے یہ بات بالکل نمایاں ہو جائے گی کہ وہ آج تک مخلوق خدا کو غلط فہمی میں مبتلا کرنے کے لئے نہایت شرم ناک سوقیانہ اور جھوٹا پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں جو ایک شریف انسان کی شان سے بعید ہے۔

اور سیٹھ صاحب کے قلب اور دماغ میں دیانت اور شرافت کا شائبہ تک بھی موجود ہے تو وہ ضرور میدان میں نکل کر حلف کی شرائط کو پورا کریں گے۔ (پیغام صلح لاہور ۴ دسمبر ۱۹۴۶ء ص۳)

قادیانی اور لاہوریوں میں مباحثہ اور مباہلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ سے یہ بحث دونوں فریقوں میں چلی آ رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نبوت کا دعوی شروع سے کیا تھا یا ۱۹۰۱ء سے کیا۔، اور یہ کہ نبوت کی تعریف پہلے کیا تھی اور پیچھے کیا بتائی؟

خدا کی شان یہ گروہ اپنے خیال میں متکلمین کہلاتا ہے مگر یہ جھگڑا ان میں ختم نہیں ہونے پاتا۔ ختم ہونا تو کجا شروع بھی نہیں ہوتا۔ کبھی مباہلہ کا جھگڑا ہے، کبھی شرائط پر بحث چلی جاتی ہے۔ کبھی حلف کا ذکر آ جاتا ہے۔ سکندر آبادی سوداگر چورن فروشوں کی طرح الگ اشتہار پر اشتہار دیئے جاتے ہیں، ان کا بھی فیصلہ نہیں ہوتا۔

لالہ لاجپت رائے نے تاریخ ہند میں جینیوں کے ذکر میں لکھا ہے کہ ان کے دو گروہوں میں اس مسئلہ پر اختلاف ہوا تھا کہ کچکول جس میں روٹیوں کے ٹکڑے ڈالتے ہیں اس میں پسا ہوا نمک ڈالنا جائز ہے یا نہیں۔ عرصہ تک یہ جھگڑا ختم نہ ہونے پایا۔

ہم دیکھتے ہیں قادیانی مسیح کے ان حواریوں میں بھی ایسا ہی اختلاف ہے جو ختم نہیں ہونے پاتا۔ ایک طرف دونوں جماعتوں کے امیر مولوی محمد علی اور مرزا محمود احمد مقابل ہیں۔ دوسری طرف مولوی اللہ دتا اور ابو عمر الدین مقابل ہیں۔ تیسری طرف اخبار پیغام صلح لاہور اور اخبار الفضل قادیان بھی ہاتھ جوڑی کر رہے ہیں۔ الغرض ہر روز ان کی طبع آزمائی اور زور تقریر و تحریر دیکھنے میں آتا ہے۔ اسلامی فرقوں میں اس کی نظیر تلاش کی جائے تو یہ ہو سکتی ہے جو کسی زمانہ میں معتزلہ اور اہل سنت میں جھگڑا اٹھا تھا کہ حرام کو رزق اللہ کہہ سکتے ہیں یا نہیں۔ مثلاً کوئی شخص زنا کاری یا شراب فروشی کی آمد سے ہمیشہ پیٹ پالتا رہا ہو، اس کے حق میں کہا جا سکتا ہے یا نہیں کہ اسنے خدا کا رزق کھایا۔ بہت دنوں تک یہ بحث چلتی رہی آخر فریقین تھک کر بیٹھ گئے۔

ہمیں حیرت پر حیرت ہوتی ہے یہ حواریان مسیح موعود جو اپنے خیال میں کسی دوسرے فرقے کے عالموں کو علماءسوء کے سوا کسی مستحسن لفظ سے خطاب نہیں کیا کرتے یہ آپس میں کیا کہہ رہے ہیں۔ ایک فریق دوسرے کو جھوٹا کہتا ہے۔ دوسرا فریق اس کو اخلاقی جرائم کا مرتکب بتاتا ہے۔ ہم الگ بیٹھے دیکھتے اور سنتے ہیں تو بے ساختہ ہمارے منہ سے نکل جاتا ہے: تیلی بھی کیا اور روکھا کھایا

تہی دستان قسمت راچہ سود از رہبر کامل
کہ خضر از آب حیواں تشنہ مے آرد سکندر را

مزید لطف یہ کہ ان لوگوں کی مثال وہ ہے جو حدیث شریف میں آئی ہے ارشاد نبوی ہے کہ جب کسی جماعت میں بدکاریوں کی کثرت ہو جائے اور نیک لوگ ان کو منع نہ کریں تو عذاب الٰہی آتا ہے جو ان دونوں کو تباہ کر دیتا ہے۔ اس کی مثال حضور ﷺ نے فرمائی ایک جہاز میں کچھ لوگ نیچے رہتے ہیں، اور کچھ اوپر۔ پینے کا پانی اوپر کی منزل میں ہے، نیچے والے اوپر کی منزل میں پانی لینے جاتے ہیں تو وہ مزاحمت کرتے ہیں۔ آخر نیچے والوں نے کہا اچھا ہم نیچے کا تختہ توڑ کر دریا سے پانی لے لیں گے۔ حضور ﷺ نے فرمایا اوپر والے اگر نیچے والوں سے صلح صفائی نہ کریں گے اور ان کو نہ روکیں گے، تو پانی جہاز میں آکر دونوں کو ڈبو دے گا۔

یہ مثال ہم نے اس لئے دی ہے کہ ان دونوں گروہوں کو سمجھائیں کہ تم اپنی لڑائی ختم کرو یا تھوڑے دنوں کے لئے ملتوی کرو، اور ہمارے ساتھ فیصلہ کرلو کہ مرزا غلام احمد اپنے آخری فیصلہ والے اشتہار کے مطابق کیا تھے؟ اگر تم لوگ ایسے ہی لڑتے رہے، اور مخالف کی طرف توجہ نہ کی تو سمجھ لینا کہ تمہارا جہاز شبے ماند شبے دیگر نمے ماند، کا مصداق ہو جائے گا۔ پھر پچھتائے کیا ہو وت جب چڑیاں چگ گئیں کھیت

(اہلحدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۷ فروری ۱۹۴۷ء ۸۔۱۵ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۵۔۶ ص ۴)

(قادیانی خلیفہ کی تفسیر نویسی چیلنج کے جواب میں پیغام صلح لاہور میں بھی جوابی تحریریں شائع ہوتی رہی ہیں چند ایک یہاں نقل کی جاتی ہیں۔ بہاء

جناب میاں صاحب کا تفسیر نویسی پر چیلنج

(مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں) جناب میاں محمود احمد صاحب کا ذیل کا چیلنج جو اخبار الفضل ۲۳۔ اپریل میں نکلا ہے اس کی طرف مجھے ایک دوست نے توجہ دلائی ہے: میں جسے خدا تعالی نے اس پیش گوئی (مصلح موعود) کا مصداق قرار دیا ہے تمام علماء کو چیلنج دیتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں اور جتنے لوگوں سے اور جتنی تفسیروں سے چاہیں مدد لیں مگر خدا کے فضل سے پھر بھی مجھے فتح ہوگی۔، اس سے پیشتر میں دو طرح پر جناب میاں (محمود احمد) صاحب کو چیلنج دے چکا ہوں اور بار باراس کو دہرا چکا ہوں۔ ایک یہ کہ وہ مسئلہ تکفیر اہل قبلہ و ختم نبوت کے بعد اجرائے نبوت پر بحث کر لیں اوران کے اپنے مریدوں کو اس بحث میں حکم ٹھہراؤں گا۔، اور دوسرا یہ کہ جس طرح پر ہماری جماعت کے ستر آدمی یہ حلف اٹھا چکے ہیں کہ انہوں نے ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود کے دعوی میں کوئی تبدیلی محسوس نہیں کی ان کی جماعت کے لوگ بھی یا وہ خود بھی حلف اٹھائیں کہ ۱۹۰۱ء میں ایک غلطی کا ازالہ نکلنے پر ہم نے اس بات کو محسوس کیا تھا کہ حضرت مسیح موعود اپنے دعوی میں تبدیلی کر رہے ہیں .....میاں صاحب ان دونوں مقابلوں کی طرف توجہ نہیں کرتے اور نہ کوئی جواب دیتے ہیں۔، اس کی بجائے انہوں نے تفسیر نویسی کا یہ چیلنج دیا ہے جس کے متعلق پہلی بات تو یہ دریافت کرنا چاہتا ہوں کہ کیا اللہ تعالی نے انہیں واقعی وعدہ دیا ہے کہ اگر وہ قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر لکھیں گے تو دوسرے سب لوگ ان کے مقابلہ میں مغلوب ہوں گے؟ یا یہ صرف ان کے اپنے نفس کی تعلیٰ ہے... دوسری بات یہ دریافت طلب ہے کہ ان کی فتح صرف اس طرح ہوگی کہ ان کے مرید کہیں گے کہ ہمارے پیر کی تفسیر سب سے بہتر ہے یا کوئی غیر احمدی علماء جو ان کے قول کے مطابق کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہیں اور جن سے ان کے خیال کے مطابق فہم قرآن ہی سلب کر لیا گیا ہے ہے، یہ فیصلہ کریں گے۔ یا عیسائیوں اور یہودیوں سے یہ فیصلہ لیا جائے گا۔ آخر کون جج اس کا فیصلہ کرے گا کہ میاں صاحب کو فتح ہوئی یا ان کی مقابل تفسیر لکھنے والے کو... تیسری بات یہ دریافت طلب ہے کہ لوگوں نے سارے قرآن کی تفسیریں بھی لکھی ہیں۔ میاں (محمود احمد) صاحب اگر خود ایک مکمل تفسیر شائع کر کے یہ دعوی کرتے تو زیادہ موزوں تھا پھر ان کی تفسیر کا دوسری تفسیروں سے موازنہ کرنے کے لئے کوئی رستہ کھلتا... ان تینوں باتوں کے بعد بھی ہیں جن کا جواب میاں (محمود احمد) صاحب سے ملنے کی مجھے امید نہیں۔ ان کے اس چیلنج کو کہ قرآن کریم کے کسی مقام کی تفسیر وہ بھی لکھیں اور دوسرے لوگ بھی لکھیں۔ قبول کرتا ہوں اور سہولت کے لئے صرف ایک ہی آیت ان کے سامنے پیش کرتا ہوں و مبشرا برسو ل یاتی من

بعدی اسمه احمد ۔اس آیت کا انتخاب میں نے اس لئے بھی کیا ہے کہ اس سے پیشتر جناب میاں (محمود احمد) صاحب دنیا کے علماء کو یہ چیلنج دے چکے ہیں کہ اس آیت کی تفسیر کا انہیں سب سے بڑھ کر علم دیا گیا۔
(پیغام صلح لاہور ۳۱مئی ۱۹۴۴ء ص۳)۔

حضرت امیر کی دعوت مباحثہ ومباہلہ ۔خلیفہ صاحب قادیان خاموش کیوں ہیں

خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کی یہ دیرینہ عادت ہے کہ بلند بانگ دعاوی کرتے ہیں تعلّی کرتے ہیں اور دنیا کو مقابلہ میں آنے کا چیلنج دیتے ہیں ۔لیکن جب کوئی مرد میدان ان کا چیلنج قبول کرتا ہے یا کسی مرد خدا کا آہنی قلم ان تار عنکبوت سے بنے ہوئے تعلیوں کے پردے کو چاک کرتا ہے ....تو میاں (محمود احمد) صاحب اپنے آپ کو بے نقاب دیکھ کر اتنے منفعل ہو جاتے ہیں کہ ان میں بولنے کی سکت نہیں رہتی ۔اور ان کی بھبکیاں نزلہ زکام اور کھانسی کے ٹھسکے میں بدل جاتی ہیں ۔کیونکہ عموماً چیلنج کے جواب میں الفضل کے سرورق پر یہی شائع ہوتا ہے کہ حضور (مرزا محمود احمد) کو نزلہ زکام کھانسی کی شکایت ہے۔

میاں صاحب اتنا شور مچانے کے بعد اتنی بے نمکی پیدا کرتے ہیں کہ انسان کو تعجب ہوتا ہے کہ ایک مذہبی لیڈر اتنا بزدل بھی ہوسکتا ہے۔خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب نے دنیا کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا جسے حضرت امیر (مولوی محمد علی) نے قبول کیا۔لیکن میاں صاحب کو مقابلہ میں نکلنے کی جرأت نہ ہوئی۔محترم شیخ عبدالرحمٰن صاحب مصری نے قبول کیا لیکن میاں صاحب خاموش رہے۔ رسالہ البیان امرتسر میں ان کے چیلنج کو قبول کیا گیا، لیکن میاں (محمود احمد) صاحب نے ایسی چپ سادھی جو انسان صرف ایک دفعہ ہی سادھتا ہے۔

ہم میاں (محمود احمد) صاحب سے استفسار کرتے ہیں کہ جب آپ میں مقابلہ میں نکلنے کی ہمت نہیں تو آپ کس برتے پر چیلنج کیا کرتے ہیں۔اس سے تو بہتر ہے کہ آپ ایسے چیلنج نہ دیا کریں تا کہ آپ کا بھرم نہ کھلے ۔میاں صاحب صرف اپنے بھولے بھالے مریدوں پر اپنی علمی سطوت قائم رکھنے کے لئے یہ پاپڑ بیلتے ہیں لیکن درحقیقت ان میں جان نہیں ہوتی اور نہ میاں صاحب اس میدان کے مرد ہیں ،ورنہ وہ چیلنج قبول کر کے ضرور میدان میں نکلیں۔ تفسیر نویسی کے چیلنج کی طرح میاں (محمود احمد) صاحب حضرت امیر (محمد علی) کو تعلّی آمیز اور غلیظ الفاظ میں مباہلہ کی دعوت دی۔حضرت امیر نے اس دعوت کا دنداں شکن جواب دیا اور میاں (محمود احمد) صاحب کے تین جھوٹ پیش کر کے انہیں مباحثہ اور مباہلہ کی دعوت دی اور اس دعوت کو، میاں محمود احمد صاحب جواب دیں ، کے عنوان سے پیغام صلح میں چوکھٹہ کے اندر بار بار شائع کیا۔لیکن میاں (محمود احمد) صاحب کو جواب دینے کی ہمت نہ ہوئی۔صرف الفضل نے مدعی سست گواہ چست کا

مصداق بنتے ہوئے لکھا کہ پہلے ان الزامات کا ثبوت پیش کیجئے۔لیکن کوئی اس عقل کے دھنی سے پوچھے کہ ثبوت پیش کرنے کیلئے ہی تو دعوت مباحثہ دی جا رہی ہے۔اگر ان الزامات کا کوئی ثبوت نہیں ہے تو میاں (محمود احمد) صاحب کو اس چیلنج کے قبول کرنے میں خوف کیوں ہے؟ انہیں فوراً اس چیلنج کو قبول کرنا چاہیے۔ آخر میاں صاحب اس چوکھٹے کا جواب کیوں نہیں دیتے کیا۔ پیغام صلح کا یہ چوکھٹہ انہیں نظر نہیں آتا؟
(پیغام صلح لاہور۔۱۳ستمبر۱۹۴۴ء ص ۳)

میاں صاحب مجھ سے مباہلہ کرلیں (خطبہ محمد علی فرمودہ ۹ مارچ ۱۹۴۵ء)

میں نے میاں (محمود احمد) صاحب کو بحث کے لئے بھی بار بار بلایا اور ساری شرطوں کو چھوڑ دیا مگر وہ نہ نکلے۔مگر اب میں ان کو ایک اور چیلنج دیتا ہوں۔ میں ان امور پر ان سے مباہلہ کرنے کے لئے بھی تیار ہوں کہ حضرت مرزا صاحب نے یہ کبھی نہیں کہا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے میں لفظ نبی کی غلط تشریح کرلیا کرتا تھا۔اور نہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کے مریدوں میں بھی یہ چرچا ہوا کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کا اجتہاد در بارہ نبوت درست نہیں نکلا۔ وہ نکلیں اور میرے ساتھ مباہلہ کرلیں۔

مباہلہ سے پہلے مباحثہ بھی خود ہو جائے گا کیونکہ وہ پہلے اس بات کا ثبوت پیش کریں گے کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے فلاں فلاں جگہ یہ فرمایا ہے کہ میں لفظ نبی کی غلط تشریح کیا کرتا تھا او حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کے مریدوں نے فلاں وقت اکٹھے ہو کر یہ کہا کہ حضرت صاحب کا اجتہاد در بارہ نبوت درست نہیں نکلا اور بعد میں حلف اٹھائیں کہ :۱۔حضرت صاحب نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کرلیا تھا اور اپنی سابقہ تحریروں کو منسوخ قرار دے دیا تھا۔۲۔حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب فرمایا کرتے تھے کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے جو میں لفظ نبی کی تشریح کیا کرتا تھا وہ غلط تھی۔۳۔حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کے مرید آپس میں باتیں کیا کرتے تھے کہ حضرت صاحب کا اجتہاد در بارہ نبوت درست نہیں نکلا۔

اور میں (محمد علی لاہوری) حلف اٹھاؤں گا :۱۔حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل نہیں کیا، نہ اپنی پہلی کتابوں کو منسوخ قرار دیا۔۲۔حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے کہیں نہیں فرمایا کہ ۱۹۰۱ء سے پہلے میں لفظ نبی کی غلط تشریح کیا کرتا تھا۔۳۔حضرت صاحب کے مریدوں میں آپ کی زندگی میں کبھی یہ چرچا نہیں ہوا کہ حضرت صاحب کا اجتہاد در بارہ نبوت درست نہیں نکلا۔،،یقیناً یا میاں صاحب ان باتوں میں جھوٹے ہیں یا میں جھوٹا ہوں یہ واقعات ہیں جن میں ایک فریق ضرور جھوٹ بول رہا ہے اس لئے اگر وہ صرف مباحثہ سے ان باتوں کو ثابت کرنا چاہیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں اور اگر

وہ ان میں مباہلہ کرنا چاہیں تو میں اس کے لئے بھی تیار ہوں۔ (پیغام صلح لاہور ۲۱ مارچ ۱۹۴۵ء ص ۵)

کیا میاں محمود احمد مباہلہ کے لئے تیار ہیں۔ میں نے حلف اٹھائی وہ بھی حلف اٹھائیں

(مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں) دسمبر ۱۹۴۴ء کے سالانہ جلسہ قادیان پر میاں محمود احمد صاحب نے جمع شدہ مریدوں کو خوش کرنے کے لئے بڑے زور سے یہ دعوی کیا تھا کہ میں ان کے ساتھ اختلافی مسائل اور حضرت مسیح موعود کے دعوی نبوت اور تکفیر اہل قبلہ پر بحث کے لئے نہیں نکلتا حالانکہ وہ مجھے بار بار بلا چکے ہیں یہ دعوی چہ دلاور است دز دے کہ بکف چراغ دارد کا مصداق تھا مباحثہ کے لئے ہمیشہ میں انہیں بلاتا رہا۔ دعوتوں پر دعوتیں دیں۔ ایک ایک سال میں دس دس دفعہ بھی دعوت دی گئی مگر انہوں نے ہمیشہ گریز کیا اور اکثر اوقات خاموشی اختیار کی .... (پیغام صلح ۸۔ اگست ۱۹۴۵ء مطابق ۲۹ شعبان ۱۳۶۴ھ جلد ۳۳ نمبر ۳۲ ص ۱)

مولوی محمد علی کا اعلان

میں اس بات پر جماعت قادیان کے پیشوا (مرزا محمود) سے مباحثہ کے لئے بھی تیار ہوں۔ مباہلہ کے لئے بھی تیار ہوں: کیا حضرت مسیح موعود نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ اپنی نبوت کے متعلق یا آنحضرت ﷺ پر نبوت ختم ہونے کے متعلق تبدیل کیا تھا۔ ۱۔ ہم اور جماعت قادیان دونوں اس بات پر متفق ہیں کہ حضرت مرزا (غلام احمد) صاحب نے جب ۱۸۹۱ء میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو نبی ہونے سے انکار کیا اور اپنا دعوی محدثیت قرار دیا۔ اور نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم قرار دیا اور آپ کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو مفتری اور کذاب قرار دیا۔ اختلاف ہم میں اور جماعت قادیان کے پیشوا میں صرف یہ ہے کہ ہم کہتے ہیں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) ۱۸۹۱ء سے لے کر اپنی وفات تک اسی عقیدہ پر قائم رہے، اور جماعت قادیان کا پیشوا (مرزا محمود احمد) لکھتا ہے کہ آپ نے ۱۹۰۱ء میں اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا، خود نبوت کا دعوی کیا اور آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کا دروازہ کھلا قرار دیا۔ ۲۔ ظاہر ہے کہ ۱۹۰۱ء میں تبدیلی عقیدہ کا ثبوت پیشوائے قادیان کے ذمہ ہے۔ اگر وہ اس دعوی کو ثابت نہ کر سکیں تو صاف ثابت ہوگا کہ قادیان والوں کا حضرت مرزا (غلام احمد) صاحب کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا محض افتراء ہے۔ ۳۔ میں نے بارہا جناب میاں (محمود احمد قادیانی) صاحب کو اس بات پر مباحثہ کے لئے دعوت دی ہے اور یہاں تک بھی لکھ دیا کہ میں صرف ان کی جماعت کے پانچ یا سات اصحاب ثالث ٹھہراؤں گا مگر جناب میاں صاحب اس کا کوئی جواب نہیں دیتے۔ ۴۔ میں نے بلکہ ہم میں سے ستر آدمیوں نے اس بات پر حلف اٹھائی کہ ہم نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت کی بیعت کی اور جس عقیدہ پر ہم نے بیعت کی تھی کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہے اسی

عقیدہ پر آپ کی وفات تک قائم رہے اور ۱۹۰۱ء میں حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے اپنا عقیدہ دربارہ نبوت تبدیل نہیں کیا۔۵۔آج تیس سال سے زیادہ عرصہ ہو گیا ہم اس بات کا مطالبہ کر رہے ہیں کہ جماعت قادیان کے ستر آدمی یہ حلف اٹھائیں کہ انہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے حضرت صاحب کی بیعت آپ کے دعوی محدثیت پر ہی کی تھی اور اس وقت وہ نبوت جو آنحضرت ﷺ پر ختم سمجھتے تھے مگر ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا اور اس کے بعد نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم نہیں سمجھتے تھے اور حضرت مرزا صاحب کو نبی ماننا شروع کر دیا تھا کیونکہ ۱۹۰۱ء میں انہیں علم ہو گیا تھا کہ حضرت مرزا صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا ہے خود میاں صاحب (محمود) سے ایسی حلف اٹھانے کا مطالبہ کیا مگر ساری جماعت قادیان تیس سال سے خاموش ہے خود میاں صاحب بھی خاموش ہیں۔٦۔ پھر میں نے آخری حجت شرعی کی طرف رجوع کیا کہ میاں صاحب اس بات پر مجھ سے مباہلہ کر لیں کہ کیا ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ اپنی نبوت کے متعلق اور آنحضرت ﷺ پر ختم نبوت کے متعلق تبدیل کر لیا تھا مگر میاں صاحب پھر بھی خاموش رہے۔۷۔لیکن میاں صاحب کے مرید مجھ سے یہ سوال کرتے چلے جاتے ہیں کہ میں میاں صاحب سے مباہلہ کرنے کے تیار ہوں۔اور کس بات پر مباہلہ کے لئے تیار ہوں۔ تمام شکوک کو رفع کرنے کے لئے پھر اسی بات کا اعلان کرتا ہوں کہ :۸: میں اس بات پر کہ کیا ۱۹۰۱ء میں حضرت مسیح موعود نے اپنا عقیدہ تبدیل کر لیا تھا یعنی ۱۹۰۱ء سے پہلے آپ نبوت کو آنحضرت ﷺ پر ختم مانتے تھے اور آپ کے بعد دعوی نبوت کرنے والے کو مفتری اور کذاب اور ملعون قرار دیتے تھے اور اپنا دعوی صرف محدثیت کا سمجھتے تھے مگر ۱۹۰۱ء میں آپ نے یہ اعلان کیا کہ نبوت آنحضرت ﷺ کے بعد جاری ہے اور خود بھی دعوی نبوت کیا۔میاں صاحب کے ساتھ مباحثہ کے لئے تیار ہوں اور اس کے لئے صرف ان کے مریدوں ہی کو ثالث بنانے کے لئے بھی تیار ہوں جن میں ایک سر ظفر اللہ خان بھی ہوں گے۔۹۔ثالث بنانے سے یہ لازم نہ آئے گا کہ میاں (محمود) صاحب اپنے مریدوں کے فیصلہ کو صحیح تسلیم کرتے ہوئے اپنے عقیدہ سے توبہ کریں مگر لوگوں کی غلط فہمی رفع ہو جائے گی لیکن اگر میاں صاحب اس میں اپنی خفت سمجھتے ہیں تو میں اس شرط کو بھی چھوڑتا ہوں اور بلا شرط ان کے ساتھ ایک مباحثہ کے لئے تیار ہوں جو خواہ مجمع عام میں ہو یا صرف بذریعہ تحریرات ہو۔باقی شرائط وہ جو چاہیں رکھ لیں میری طرف سے صرف یہی شرط ہے کہ موضوع بحث صرف اس قدر ہو گا کہ کیا ۱۹۰۱ء میں حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے اپنا عقیدہ تبدیل کیا یا نہیں

۱۰۔ میاں صاحب چاہیں تو اسی موضوع پر میں مباہلہ کے لئے بھی تیار ہوں۔یہ مباہلہ وہ چاہیں تو تنہاء مجھ سے کر لیں اور چاہیں تو دونوں طرف سے ایسے لوگوں کو بھی شامل کر لیں جنہوں نے ۱۹۰۱ء سے پہلے

حضرت مسیح موعود کی بیعت کی اور اگر وہ اب ۱۹۰۱ء کو تاریخ تبدیلی عقیدہ نہیں مانتے جیسا کہ ان کے بعض مریدوں کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے تو جو تاریخ اس تبدیلی کے لئے تجویز کریں میں اسی پر مباحثہ اور مباہلہ کرنے کے لئے تیار ہوں۔ میں اس تحریر کا جواب میاں صاحب کے اپنے قلم سے مانگتا ہوں۔

خاکسار محمد علی (پیغام صلح لاہور ۲۱۔ اگست ۱۹۴۶ء ص۲)

کیا یہ مطالبہ حلف ہے یا پانی بلونا

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی جماعت میں یہ خاص وصف ہے کہ وہ علم مناظرہ میں گفتگو مرکز پر نہیں لاتی، ادھر اودھر کی باتوں میں وقت ضائع کر کے اپنے ناظرین کی آنکھوں میں دھول بلکہ اشک آور گیس ڈال کر انکی آنکھیں بند کر دیتی ہے۔

۱۹۲۳ء سے یہ جھگڑا چلا آ رہا ہے کہ مجھ سے مطالبہ حلف کیا جا رہا ہے۔ بار ہا اس کا جواب دیا گیا۔ لطف یہ کہ میں ان لفظوں میں حلف اٹھاؤں جو وہ تجویز کریں، نہ کہ خدا و رسول کے فرمودہ الفاظ میں۔

ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۴۷ء میں یہ آیت لکھی تھی یقول الذین کفروا لست مر سلاً اس سے ہمارا مقصد یہ تھا کہ منکرین رسالت کا یہ مقولہ ہے کہ اے پیغمبر تو رسول نہیں ہے۔ یہ ہیں دراصل انکاری الفاظ۔ حلف اگر آئے تو انہی لفظوں پر آنی چاہیے یعنی ما کان مرزا رسو لًا ولا نبیاً۔ حلف کا لفظ لگا کر یوں فقرہ بنے گا و اللہ ما کان مرزا رسولاً و لا نبیاً و لا ملهماً صا دقاً۔ بس اس سے زیادہ اور کوئی لفظ حلف اٹھانے کا نہیں ہے کیونکہ اسی کے جواب میں پیغمبر ﷺ کو حلف یوں سکھایا گیا قل کفی باللہ شھیداً بینی و بینکم

مدیر الفضل کی سمجھ میں یہ بات نہیں آئی یا اس نے تجاہل سے کام لیا ہے لکھتا ہے کہ اس آیت میں کافروں کا قول نقل ہے حلف کے الفاظ نہیں ہیں۔ ان لوگوں کو علم معانی کے اس مسئلہ پر غور کرنا چاہیے کہ حلف تاکید حکم کے لئے ہوتا ہے بس حکم یہاں کیا ہے لست مرسلاً پر حلف لگا کر و اللہ لست مر سلاً کہنے سے حلف ہو گیا

اور مجیب کو کہتے ہوئے یہ بھی نہیں سوجھی کہ اگر یہ مطالبہ حلف نہیں ہے تو آپ منکرین صداقت مرزا سے کیوں حلف طلب کرتے ہیں کیا آپ یا مرزائی شریعت کے بانی ہیں ۔کوئی دلیل پیش کرو جس سے یہ ثابت ہو کہ منکرین صداقت مرسلین سے مطالبہ حلف کرنا چاہیے کیونکہ حدیث شریف میں آیا ہے البیّنة علی المدعی آپ مدعی ہیں دلیل پیش کرو ورنہ مطالبہ حلف چھوڑ دو ۔اس جماعت کی کجروی کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ قادیانی نبی نے جو مضمون حلف کے ساتھ شائع کیا تھا جس کے الفاظ تھے قل ای و ربی انه لحق (اشتہار آخری فیصلہ) اس کو تو مانتے نہیں اور مخالفوں سے مطالبہ حلف کرتے ہیں ۔بس دو ہی باتیں ہیں یا تو مرزا صاحب کے بیان کو جو آخری فیصلہ کی صورت میں شائع ہوا تھا تسلیم کریں جس سے تمام جھگڑے ختم ہو سکتے ہیں یا اپنے مطالبہ حلف کا ثبوت قرآن وحدیث سے دیں

گر ز عشقت خبرے ہست بگو اے واعظ
ور نہ خاموش کہ ایں شور وفغاں چیزے نیست

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء ۔ا

(مطالبہ حلف کے متعلق مولوی عبداللہ صاحب معمار نے ایک بسیط مضمون لکھا ہے جسکا ابتدائی حصہ ذیل کی سطور سے شروع ہوتا ہے ہمارے ناظرین عموماً اور سکندر آبادی (دکن) اور حیدر آبادی (دکن) خصوصاً اس سلسلہ کو پڑھ کر رسالہ کی صورت میں شائع کر دیں تو مفید ہوگا۔ مدیر اہل حدیث امرتسر)

الحمدلله وحده والصلوة و السلام علی من لا نبی بعده

قادیانی تحریک کی خوبیوں میں سے ایک بڑی خوبی یا یوں کہیے کہ یہی ایک خوبی اس مذہب میں ہے کہ اپنے مشن کی جو سراسر اغلاط واباطیل کا مجموعہ ہے تبلیغ ایسے پر پیچ طریقوں سے کرتے ہیں کہ عوام تو عوام بعض خواص بھی بہک و بھٹک جائیں خود اس مذہب کے بانی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا اقرار ہے کہ میں نے ایسے طریقہ سے اپنی میسحیت کی بنیاد رکھی تھی کہ علماء اسلام اس کی تہہ تک نہ پہنچ سکے ، انہوں نے قبول کرلیا اور پیچ میں پھنس گئے (رسالہ اربعین نمبر۲ ص ۲۱)

مگر بحکم ان عبادی لیس لك علیهم سلطان ۔ اکثر علماء جن میں مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری آج کل پیش پیش ہیں مرزا جی کے کسی داؤ میں نہ آئے۔ جب مرزا جی نے کوئی پیچ باندھا انہوں نے اسے تار تار کر کے بکھیر دیا جس سے دن بدن قادیانی رسوائی یا باصطلاح جماعت احمدیہ عزت افزائی الم نشرح ونمایاں ہوتی گئی حتی کہ تنگ آ کر مرزا جی نے مولانا صاحب کو خدا کی قسم دے کر مباحثہ کی دعوت دی کہ آپ قادیان آ کر میری پیش گوئیوں (جن پر آپ ہمیشہ اعتراضات کرتے رہتے ہیں) کی پڑتال کریں میں بھی حلفیہ وعدہ کرتا ہوں کہ میری ہر ایک پیش گوئی (جسے آپ غلط ثابت کر دیں گے) کے عوض ایک سو روپیہ فی پیش گوئی دوں گا مزید برآں یہ کہ ایک لاکھ روپیہ اپنے مریدوں سے بھی دلواؤں گا۔ (خلاصہ رسالہ اعجاز احمدی۔ ص ۲۳)

مرزا غلام احمد صاحب کا خیال تھا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب شائد قادیان آنے سے جھجکیں مگر مولانا صاحب اس فدائے حق گروہ کے امام ہیں جن نے فرائض تو فرائض معمولی سنتوں کے قیام وترویج کی حمایت میں بھی گھر بار لٹا دیا جانوں تک کو قربان کر دیا۔ لہذا آپ اس دعوت کو فتح ونسرت کا پیام آسمانی سمجھ کر بصد مسرت و بصد شان دلیرانہ قادیان میں تشریف لے گئے اور جاتے ہی مرزا صاحب کو اطلاع دی کہ

ہم وہ نہیں کہ دون کی بیٹھے لیا کریں۔ ہم وہ نہیں کہ دور سے دعوے کیا کریں
اپنا تو یہ ہے قول کہ آئے ہیں آیئے۔ دعوی اگر کیا ہے تو کچھ کر دکھایئے

مولوی ثناء اللہ صاحب کی آمد کی اس اطلاع سے جناب مرزا غلام احمد صاحب کے حواس مقدسہ پر جو اثر ہوا اسکا اندازہ ان اخلاقی فقرات سے لگایئے جو مرزا صاحب قادیانی نے استعمال فرمائے کہ

آپ چوروں کی طرح آ گئے آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جائیں گے۔

اس مسیحانہ خوش آمدید کے بعد مباحثہ پر آمادگی بایں الفاظ ظاہر کی کہ:

میں اپنے رسالہ انجام آتھم میں خدا تعالی سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے کوئی بحث نہیں کروں گا۔

(اہلحدیث امرتسر ۳۱ جنوری ۷ فروری ۱۹۴۷ء ، ۸ ۔ ۱۵ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۵ ۔ ۶ ص ۱۴ ۔ ۱۵)

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۲

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

اولاً تو یہی سیاہ نہیں بلکہ چٹّا جھوٹ ہے کہ انجام آتھم کے اندر مرزا غلام احمد صاحب کا خدا سے کوئی اس مضمون کا عہد مرقوم ہے۔ دوم گذارش ہے کہ بفرض محال کوئی ایسا عہد کیا جا چکا تھا تو پھر مرزا صاحب قادیانی اپنے اس عہد پر قائم کیوں نہ رہے کیوں انجام آتھم مرقومہ ۱۸۹۷ء کے بعد تقریباً ۵ سال بعد رسالہ اعجاز احمدی مطبوعہ ۱۹۰۲ء کے اندر مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو مباحثہ کی دعوت دی

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء ہی کریں گے
کیا وعدہ کر کے انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

خیر یہ تو مرزا صاحب کی راست گوئی کا نمونہ تھا آگے ملاحظہ ہو مرزا صاحب نے اس پیالہ کو ٹالنے کی جس طرح کوشش کی اسکا مختصر نمونہ یہ ہے کہ آپ نے لکھا

زبانی مباحثہ تو میں کروں گا نہیں ہاں وہ طریقہ جو مباحثات سے بہت دور ہے وہ یہ ہے کہ ...آپ زبانی بولنے کے ہرگز مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر کر دیں کہ یہ میرا اعتراض ہے ...آپ نے منہ بالکل بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم ... تین گھنٹہ تک میں اسکا جواب دے سکتا ہوں ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جاویگا (کہ مجھ مسیح موعود نبی اللہ ورسول اللہ جس کے بارے میں الہام ہو چکا ہے ماینطق عن الھوی ان ھو الا وحی یوحی یعنی میری زبان خدا کی زبان ہے اس پورے گھنٹہ بھر کی تقریر دل پذیر سے تمہاری) اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام یہ نہیں ہوگا کہ (زبانی بآواز بلند) پڑھ کر سناویں ہم خود پڑھ لیں گے مگر چاہیے کہ وہ (آپ کا سوال بھی) دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ اپنا شبہ (تحریراً) پیش کرتے جاویں گے میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ خدا کی قسم ہے میں اس سے باہر نہیں جاؤنگا۔ آپ آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر لکھ کر (ہمارے دولت خانہ میں) بھیج دیں۔ پھر (جب میں گھر میں بیٹھ کر اسپر اچھی طرح غور کر کے جواب بنالوں گا اور مشیران خوش تدبیر سے صلاح مشورہ لے چکوں گا تو جس دن مناسب سمجھوں گا)

وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع عام کیا جاوے گا اور آپ کو بلایا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاویں گے ۔

(ملخص مکتوب مرزا بنام مولانا ثناء اللہ منقول از الفضل قادیان ۲۹ جولائی ۱۹۴۶ء ص ۳)

قارئین کرام! یہ ہے قادیانی مسیح صاحب کے بلند بانگ اور ایک لاکھ پندرہ ہزار روپئہ کی انعامی دعوت کا نمونہ اور یہ ہے اس کا حشر کہ قسم کھا کر دعوت مباحثہ دی اور قسم کھا کر ہی مباحثہ سے انکار کیا نعم ما قیل: ما مواعید ھا ا لاالاباطیل

ہمیں اس پر کسی مزید تنقیدی تبصرہ کی کوئی ضرورت نہیں یہ مکتوب بجائے خود بلند نظر اصحاب کیلئے قادیانی تصویر کے تمام خدوخال کا بے داغ آئینہ ہے یہاں پہنچ کے بے ساختہ ہماری زبان سے بہ تصرف قلیل وہ شعر نکلا جا رہا ہے جو میر قاسم علی احمدی اڈیٹر اخبار فاروق قادیان کا کثیر الاستعمال تھا یعنی

رہا ٹیڑھا مثال نیش کژدم۔ کبھی کج گام کو سیدھا نہ پایا

ادھر ہمارے محترم مولانا ثناء اللہ کی دریا دلی ملاحظہ ہو کہ آپ نے مرزا صاحب قادیانی کی یہ تمام بے انصافی قبول کرتے ہوئے صرف اتنا لکھا کہ مجھے یہ سب منظور صرف اتنی درخواست ہے کہ مجھے کم از کم یہ اجازت تو مرحمت فرمایئے کہ میں دو تین سطر کا اعتراض آپ کے مجمع عام میں زبانی پڑھ کر سنایا کروں ۔

خدا جانے مولانا صاحب کی صوت میں کون سا ایٹم بم پنہاں تھا کہ قادیانی حضرت قرآن پاک کی آیت یجعلون ا صابعھم فی آ ذانھم من الصواعق حذر الموت کے مصداق بن کر اس آواز کے سننے سے یکسر انکاری ہو گئے ۔

احمدی دوستو! تم لاکھ کان بند کرو فرمان خداوندی واللہ محیط بالکافرین یکاد البرق یخطف ابصارھم کا جلوہ چار دانگ عالم میں ضوء فگن ہو رہا ہے، اور ہوتا جائے گا۔ اس کے بعد کئی سال تک ادھر اودھر سے مضامین لکھے جاتے رہے یہاں تک کہ ۱۹۰۷ء میں پھر قادیان سے آواز اٹھی کہ ہمارے نبی اللہ کو اگر پرکھنا ہے تو مولوی ثناء اللہ قسم کھا کر پرکھ لے ۔ (الحکم قادیان ۱۷ مارچ ۱۹۰۷ء ص ۱۱)

مگر جب مولانا ثناء اللہ صاحب نے اخبار اہل حدیث ۲۹ مارچ ۱۹۰۷ء میں منظوری کا اعلان شائع کیا تو مرزا صاحب نے جھٹ اپنے فرار کا پروگرام مرتب

فرما کر اخبار الحکم ۳۱ مارچ ۱۹۰۷ء و اخبار بدر ۴۔اپریل ۱۹۰۷ء میں لکھ دیا:

خدا کے رسول چونکہ رحیم و کریم ہوتے ہیں حضرت اقدس (مرزا) نے پھر بھی اس پر رحم کر کے فرمایا کہ یہ مباہلہ (ثنائیہ) چندروز کے بعد ہو جب کہ ہماری کتاب حقیقۃ الوحی چھپ کر شائع ہو جائے ... یہ کتاب مولوی ثناء اللہ کو بھیج دی جاوے گی..اس کتاب کے ساتھ ایک اشتہار بھی ہماری طرف سے شائع ہو گا کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کے چیلنج مباہلہ کو منظور کرلیا ہے (یہ فقرہ بھی قادیانی راست بیانی کا گواہ ہے کہ مولوی صاحب کو قادیانی کذب پر حلف اٹھانے کی دعوت خود دی ہے مگر یہاں لکھتے ہیں کہ،مولوی ثناء اللہ کا چیلنج مباہلہ منظور کرلیا ہے، حالانکہ نہ مولانا نے کوئی چیلنج دیا نہ مباہلہ کا لفظ بولا) اور ہم اول قسم کھاتے ہیں کہ وہ تمام الہامات جو اس کتاب میں درج ہیں وہ خدا کی طرف سے ہیں اور اگر یہ ہمارا افتراء ہے تو لعنۃ اللہ علی الکاذبین ایسا ہی مولوی ثناء اللہ بھی اس اشتہار اور کتاب کے پڑھنے کے بعد بذریعہ اشتہار قسم کے ساتھ یہ لکھ دیں کہ میں نے اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور پڑھ لیا ہے اس میں جو الہامات ہیں وہ خدا کی طرف سے نہیں اور مرزا غلام احمد کا اپنا افتراء ہے اگر میں ایسا کہنے میں جھوٹا ہوں تو لعنت اللہ علی الکاذبین ان اشتہارات کے شائع ہونے کے بعد اللہ تعالی خود ہی فیصلہ کر دے گا اور صادق اور کاذب میں فرق کر کے دکھلا دے گا۔

حضرات! ملاحظہ فرمایئے کہ دعوت تو دی تھی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب، مرزا جی کے کاذب ہونے پر قسم کھالیں، مگر ادھر سے آمادگی دیکھ کر اسے حقیقۃ الوحی کی اشاعت پر ٹال دیا۔اور وہ بھی اس پر تزویر رنگ میں کہ یہ مباہلہ چندروز بعد ہو۔یعنی اس کا نام مباہلہ رکھدیا جس میں دونوں فریقوں کا داخل و شامل ہونا لازم ہے۔

کہاں یک طرفہ حلف اور کہاں مباہلہ؟ اس کی تہ میں راز یہ ہے کہ قادیانی حضرت نے اسکا نام مباہلہ رکھ کر کتاب حقیقۃ الوحی کی اشاعت کے بعد تک اسلئے اسے ملتوی کیا کہ وہ اس کتاب کے صفحہ ۶۸ پر لکھ چکے تھے کہ:

میں کافی مقدار دیکھنے کے بعد مباہلہ کی رسم کو اپنی طرف سے ختم کر چکا ہوں

(اہلحدیث امرتسر ۱۴ فروری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۲ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۷ ص ۴۔۵)

خلیفہ قادیان سے ایک سوال

جناب خلیفہ صاحب! الفضل ۱۷ استمبر ۱۹۴۶ء میں آپ کی مجلس علم وعرفان کے تحت جو مضمون شائع ہوا ہے اس میں آپ نے فن لینڈ کے مسلمانوں کے سوال اور ہندواخبارات کی تنقید کا جواب دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ:

ہمارے مذہب میں تو اس سوال کا جواب موجود ہے ایک صحابی نے رسول کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ مسیح موعود کے زمانہ میں جب چھ چھ ماہ کے دن رات ہوں گے تو روزہ کسطرح رکھا جائے اورنماز کس طرح ادا کی جائے تو آپ نے فرمایا اقدروا له قدره یعنی اس صورت میں وقت کا اندازہ کرلو۔ (الفضل مذکور۔ص۲)

آپ کی اس عبارت سے جو آپ نے بحوالہ حدیث بیان کی ہے، صاف معلوم ہوتا ہے کہ مسیح موعود کی علامات سے ایک علامت یہ بھی ہے کہ اس زمانہ میں دن رات چھ چھ ماہ کے ہوں گے اورنماز روزہ اندازے سے کیا جائے گا، حالانکہ آپ کے عقیدے کے مطابق مسیح موعود آ کر چلے بھی گئے، مگر ہم بڑے بڑے لوگوں سے سنتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کے زمانہ میں دن رات صرف ۲۴ گھنٹے کے ہوتے تھے اور نماز روزہ وقت کے اندازے سے نہیں بلکہ سورج کے حساب سے ادا کئے جاتے تھے ۔امید ہے کہ آپ اس سوال کا تسلی بخش جواب عنایت فرمائیں گے۔

نوٹ: یہ سوال بذریعہ ڈاک خلیفہ قادیان کی خدمت میں لکھا گیا ہے۔

راقم: حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری مقام بدوملہی ضلع سیالکوٹ

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۸ ص ۴)

قادیانی حلف کی ابتداء و انتہاء۔۳

جناب منشی محمد عبداللہ صاحب معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

برادران! یہ ہے آپ کے، صادق مسیح ، کی مقدس کاروائیاں کہ ۶ جولائی ۱۹۰۶ء کو جب

کہ آپ کتاب حقیقۃ الوحی کا صفحہ ۶۷۔۶۸ لکھ رہے تھے (یہ تاریخ کتاب مذکور کے ص ۶۸ پر مرقوم ہے) تو اپنی طرف سے رسم مباہلہ کو ختم، کرنے کا اعلان کر دیا مگر ۱۹۰۷ء میں مولوی ثناء اللہ کو دعوت حلف دی اور خود ہ اسکا نام مباہلہ رکھ کر، یہ مباہلہ، کرنے پر آمادہ و تیار ہو گئے اور حقیقۃ الوحی میں کئے ہوئے وعدہ کو مخفی ہوا کے برابر بھی وقعت نہ دی۔

اس پر مستزاد یہ کہ، یہ مباہلہ، پر آمادگی بھی بڑا دکھاوا اور محض دھوکا تھا کیونکہ مباہلہ کا انعقاد حقیقۃ الوحی کی اشاعت و قرأت کے بعد قرار دیا گیا تھا اور اس میں پہلے ہی سے، رسم مباہلہ ختم، کا اعلان موجود تھا۔ اب اگر مولوی ثناء اللہ صاحب بعد ملاحظہ کتاب مذکور مرزا صاحب قادیانی کو بلاتے کہ میں نے اس کتاب کو پڑھ لیا ہے، آپ مباہلہ کے لئے آیئے، تو ادھر سے جواب گھڑا گھڑایا پاتے کہ دیکھو یہ مولوی ایسے اور ویسے ہیں۔ان کو نظر نہ آیا کہ جس کتاب کے پڑھنے کا دعوی ہے اس کے صفحہ ۶۷ پر میں قطعی عہد لکھ چکا ہوں کہ رسم مباہلہ ختم: بس ہو چکی نماز مصلے اٹھایئے

حاصل یہ کہ ایک طرح سے مرزا جی نے بھول بھلیوں کے انداز کے ساتھ مولوی صاحب موصوف سے جان چھڑا لی۔مگر آخر وہ اور ان کے مشیر و معاون جو اس کھیل میں تقریباً سب کے سب با کمال اداکار تھے، اس بات کو اچھی طرح محسوس کرتے تھے کہ حقیقت میں یہ سب چالیں کسی کام کی نہیں، الٹا دن بدن مزید رسوائی کا موجب ثابت ہوں گی اس لئے انہوں نے مولوی صاحب کو پھانسنے کے لئے ایک نیا دام بچھایا جو بفضل خدا بحکم: خدا شرے برانگیزد کہ در آں خیر ما باشد، احمدیت کے حق میں وبال جان اور بلائے بے درماں بن کر رہ گیا۔

وہ یہ ہے کہ مرزا جی صاحب نے مذکورہ بالا اعلان التوائے مباہلہ کے نو دس دن بعد ہی ایک مضمون تجویز کیا جسے ۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو تحریر کر کے اخبارات میں اشاعت کے لئے بھیج دیا، جو اخبار بدر قادیان مورخہ ۱۸۔ اپریل ۱۹۰۷ء کے صفحہ ۴ پر بعنوان مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، شائع کیا گیا۔

یہ اس، مباہلہ، کو ٹالنے کی ایک موثر و مکمل تجویز سمجھی گئی جیسا کہ اسکا نتیجہ یہ نکلا کہ جب ۱۵ مئی ۱۹۰۷ء کو حقیقۃ الوحی طبع ہوئی، تو مولانا ثناء اللہ صاحب نے مورخہ ۳ جون کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نام پر ایک خط روانہ کیا جس میں لکھا کہ حسب

وعدہ مندرجہ اخبار بدر ۴۔ اپریل ۱۹۰۷ء کتاب حقیقۃ الوحی کا ایک نسخہ بھیج دیں تا کہ میں اسے پڑھنے کے بعد آپ کے مجوزہ مباہلہ کی تیاری کروں۔

اس کا جواب یہ ملا کہ: مشیت ایزدی نے (اب) آپ کو دوسری راہ سے پکڑا اور حجۃ اللہ (مرزا قادیانی) کے قلب میں آپ کے واسطے ایک دعا (مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والی) کی تحریک کر کے فیصلہ کا ایک اور طریق اختیار کیا اسواسطے مباہلہ کے ساتھ جو اور شروط تھے وہ سب کے سب بوجہ نہ قرار پانے مباہلہ کے منسوخ ہوئے لہذا اب آپ کی طرف کتاب بھیجنے کی ضرورت نہ رہی۔ (اخبار بدر ۱۳ جون ۱۹۰۷ء ص ۲)

معزز ناظرین! یہ درگت اس مباہلہ کی بناء گئی ہے جو بڑے طمطراق سے لمبی چوڑی ڈینگوں کے ساتھ مقرر کیا گیا تھا۔

مختصر یہ کہ یک طرفہ حلف کو مباہلہ کی بھول بھلیوں میں گم کر دیا اور مباہلہ کو قادیانی، مشیت ایزدی، ایسے وعدہ خور دیوتا کی بھنیٹ چڑھا دیا۔

اب آیئے ہم آپ کو اس نئے فیصلے کی زیارت کرائیں جو بنام آخری فیصلہ مشہور ہے اس میں مرزا صاحب نے بظاہر خداتعالی کو مخاطب کر کے یہ دعا مانگی کہ:

بسم الله الر حمن الر حيم نحمده ونصلى على رسوله الكر يم
يستنبؤنك احق هو قل اى ور بى انه لحق
اے میرے مالک اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے تو مولوی ثناء اللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر دے اگر مولوی ثناء اللہ حق پر نہیں تو میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر طاعون ہیضہ وغیرہ امراض سے۔
اشتہار مرزا قادیانی مورخہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

یہ دعا جیسی کچھ ہے عیاں را چہ بیان۔ صاف صاف ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب یا مرزا قادیانی دونوں میں سے جو کاذب ہے، طاعون یا ہیضہ وغیرہ سے پہلے مر جائے۔

جس دن مرزا غلام احمد صاحب نے اس دعا کا مسودہ تجویز کیا، اسی دن الہام بھی اتار لیا کہ اجیب دعوۃ الداع یعنی دعا قبول ہوگئی۔ اس قبولیت دعا پر اندرونی شہادت یہ ہے کہ مرزا صاحب قادیانی نے ابتداء میں ہی اس پر قرآن مجید کی آیت يستنبؤنك احق هو قل اى و ر بى انه لحق (یعنی سوال کریں گے تجھ سے کہ کیا یہ حق

ہے کہہ ہاں خدا کی قسم یہ سچ ہے) تحریر کر کے اسے حق موکد بقسم لکھا ہے جسکا مطلب یہ ہے کہ یہ ضرور ہی سچ سچ واقع ہو کر رہنے والا فیصلہ ہے اور ہو کر رہے گا۔

چنانچہ جب تک مرزا غلام احمد صاحب زندہ رہے احمدی اصحاب اسے فیصلہ کن قرار دیتے رہے، بلکہ شرطیں بھی لگائی گئیں کہ اگر مرزا صاحب پہلے مر جائیں تو ہم مرزائیت چھوڑ دیں گے (مفصل دیکھو رسالہ مرقع قادیانی بابت ماہ اگست ۱۹۰۷ ص ۷) مگر جوں ہی کہ حسب فیصلہ خود مرزا صاحب قادیانی ہیضہ کی بیماری سے فوت ہوئے (ملاحظہ ہو رسالہ حیات ناصر صفحہ ۱۴ جو مرزا صاحب قادیانی کے خسر کا خود نوشت ہے) جس پر کہا گیا:

لکھا تھا کاذب مرے گا پیشتر۔ کذب میں پکا تھا پہلے مر گیا

وہیں مرزائی مرزائی جماعت نے پلٹا کھایا کہ یہ فیصلہ ہوا بھی نہیں، مولوی ثناء اللہ نے تو اسے مانا ہی نہیں، کبھی کہا ہوا کیا یہ دعا قبول نہ ہوئی۔ آنحضرت ﷺ کی بھی کئی دعائیں قبول نہ ہوئی تھیں (مقولہ فرشتہ مرزا مولوی محمد احسن مندرجہ رسالہ ریویو نمبر ۱۷، ۱۹۰۷ء ص ۲۳۸) (حدیث میں ہے کہ مسیح ابن مریم کے ساتھ فرشتے اتریں گے مرزا صاحب نے کہا کہ ایک فرشتہ محمد احسن ہے۔ اسپر لطف یہ کہ میاں محمود احمد نے اس محمد احسن کو مرتد لکھا ہے، معمار) کبھی یہ کہا کہ چونکہ حضرت کی یہ دعا خدا قبول کر چکا تھا اسلئے وہ وعید کی پیشگوئی ہوگئی (جس میں عند المرزا التواء جائز ہے) چونکہ وعید کی پیش گوئی میں اصلی غرض اصلاح ہوتی ہے اسلئے وہ اسی رنگ میں پوری ہوئی خدا نے اسے (ثناء اللہ کو) ڈھیل دے دی، مگر الہام منسوخ نہیں ہوئے، وہ تو جب تک یہ مرتا نہیں اس کے ساتھ ہیں (مفہوم رسالہ صادقوں کی روشنی مصنفہ میاں محمود احمد۔ ص ۴۱)

کبھی یہ عذر بنایا کہ، حضرت اقدس طریق فیصلہ مندرجہ اشتہار ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء پر حسب ایماء الٰہی قائم نہیں رہے۔ آپ نے شرط مندرجہ اشتہار ...یعنی اس امر سے کہ ثناء اللہ میری زندگی میں ہلاک ہوگا رجوع کر لیا تھا۔ قول منشی صادق حسین احمدی مختار اوٹاوہ مندرجہ اخبار بدر ۲۰ اگست ۱۹۰۸ء۔

غرضیکہ بے چارے عجیب مصیبت میں پھنسے ہوئے بوکھلائے اور گھبرائے ہوئے پھر رہے ہیں مگر دوکان چل چکی ہے، ہزاروں لاکھوں کے وارے نیارے ہو رہے ہیں، ماننے والے بھی بیسیوں اقسام کے صنعتی تجارتی ملازمتی ناطہ داری وغیرہ مفاد کے جکڑ بندوں میں جکڑ ہوئے ہیں، اس لئے توبہ کی توفیق نصیب نہیں ہوتی۔ سر

اڑائے جاتے ہیں، لاکھ سمجھاؤ دلائل سے قائل کرو ان کی ایک ہی اڑ ہے:

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا

(ہفت روزہ اہلحدیث ۲۱ فروری ۱۹۴۷ء مطابق ۲۹ ربیع الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۸ ص ۶)

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۴

منشی محمد عبداللہ معمار سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے فرماتے ہیں:

ادھر مولانا ثناء اللہ صاحب بھی قسم کھا کر پیچھے لگے ہوئے ہیں جب دیکھو آئے دن اخبار میں مرزائیوں کی دونوں پارٹوں کو للکارتے نظر آتے ہیں، مگر مرزائی اصحاب ۱۹۱۲ء کے بعد سے جب کہ لدھیانہ کے اندر فیصلہ ثالثی کی رو سے مبلغ تین صد روپئہ کے سنہری پونڈ مولانا ثناء اللہ صاحب کو بطور جرمانہ و ہرجانہ انعام دے بیٹھے ہیں اس بحث کی طرف رخ کرتے ہوئے کپکپائے جاتے ہیں۔

مگر تا بکے، لوگ بھی تنگ کر رہے ہیں کہ آخر یہ ہوا کیا؟ میاں محمود احمد خود لکھتے ہیں کہ:

آج کل ہمارے بعض دوست گھبراتے ہیں محمد حسین بٹالوی، ثناء اللہ امرتسری عبدالحکیم (پٹیالوی) وغیرہ پر کیوں عذاب نازل نہیں ہوتا۔ (الفضل قادیان ۲۸ ستمبر ۱۹۱۴ء)

میاں محمود احمد صاحب بظاہر اس کا جواب بھی دیتے ہیں کہ ان کی زندگی سے احمدیت کو بڑا فائدہ ہو رہا ہے مگر اندرونی کیفیت یہ ہے کہ: کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

میاں محمود صاحب اس قدر مضطرب و بے چین ہیں کہ کہیں خواب میں بھی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نظر آئیں تو آپ کا پہلا سوال ہی یہ ہوتا ہے کہ:

ثناء اللہ کا کیا انجام ہوگا۔ (الفضل ۱۰ مئی ۱۹۴۴ء ص ۶)

میاں محمود احمد صاحب پر کیا منحصر ہے خود قادیانی مسیح صاحب جو دعوی کرتے تھے کہ مجھے کن فیکون کی طاقت اور مارنے جلانے کے اختیارات عطا کئے گئے ہیں، مولانا ثناء اللہ صاحب کے ہاتھوں اس قدر نالاں تھے کہ ایک دفعہ ایک بڑے معزز احمدی سید عبدالجبار سابق شاہ سوات نے لکھا کہ: حضرت! میری بہن پر جن آتا ہے جن کا نام کیکاؤس ہے۔ وہ اپنے آپ کو احمدی بتلاتا ہے۔ مرزا صاحب نے لکھا کہ اس

جن کو ہماری طرف سے کہنا کہ: ایک عورت کے سر کیوں چڑھے ہو۔ اگر تم میں طاقت ہے تو مولوی ثناء اللہ یا محمد حسین بٹالوی کے سر چڑھو۔ (اخبار الفضل ۲۹۔ اکتوبر ۱۹۴۴ء ص ۵)

مختصر یہ کہ قادیانی حضرات اس آخری فیصلہ والے مضمون سے اس قدر تنگ آئے ہوئے ہیں کہ انہیں کسی کروٹ چین نہیں آتا گویا وہ زبان حال سے کہتے ہیں

کباب سیخ ہیں ہم کروٹیں ہر سو بدلتے ہیں
جو جل اٹھتا ہے یہ پہلو تو وہ پہلو بدلتے ہیں

گو منہ سے لاکھ باتیں بنائیں مگر حقیقت یہ ہے کہ حق و دیانت کے تقاضا کی رو سے وہ اپنے آپ کو علمی اور دلائل کی دنیا میں منہ دکھانے کے قابل نہیں سمجھتے۔ اس لئے وہ کئی سالوں سے لگاتار اس اثر کو مٹانے اور بین شکست کو چھپانے کیلئے نئی بھول بھلیاں تعمیر کر رہے ہیں۔ آئے دن اخبارات و اشتہارات میں جلی سرخیوں کے ساتھ اعلان کیا جاتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب ہمارے حضرت کے کذب پر قسم کھائے ہم ان کو پانچ دس بیس بائیس ہزار روپیہ انعام دیں گے۔

ادھر ہمارے مکرم و مخدوم حضرت مولانا ثناء اللہ کو بھی لدہانہ کا انعام حاصل کر کے مرزائی مال کھانے کی گویا چاٹ لگ گئی کہ وہ ہر وقت تاک میں رہتے ہیں کہ جوں ہی شکار زد پر آئے ایک ہی حملہ میں دبوچ لیں۔

مگر قادیانی اصحاب بھی کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے پورے چوکس کامل چوکنے رہتے ہیں۔ پھنسنے میں نہیں آتے۔ ادھر کا بھلاوا دے کر اودھر نکل جاتے ہیں، اور اودھر سے لگے چھپے ادھر آرخ دکھاتے ہیں۔ انعام بھی ڈبل ہے۔ کاش کہ یہ انعام مرزا محمود احمد صاحب کی جیب سے نکلتا تو بخدا لطف آجاتا، مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس کام کیلئے انہوں نے ایک بھولے بھالے حیدرآبادی بزرگ کو آگے کر رکھا ہے۔

سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآبادی صاحب کئی سال سے مذکورہ بالا انعامی اشتہار شائع کر رہے ہیں مگر رنگ وہی بھول بھلیوں کا ہے یعنی لینے دینے کی نوبت ہی نہ آئے۔

ابتداء اس نئے کھیل کی یوں ہوئی کہ ۱۹۲۳ء میں مولانا ثناء اللہ صاحب حیدرآبادیوں کی دعوت پر وہاں تشریف لے گئے مجالس وعظ میں قادیانی مشن کا تذکرہ ہوتا رہا، تو قادیانی افراد نے اپنی کمزوری اور مولانا ثناء اللہ صاحب کے فولادی دلائل سے چھٹکارا

نہ پا سکنے کا احساس کرتے ہوئے سنت مرزا پر عمل کی ٹھانی اور پبلک کا رخ پھیرنے کیلئے یہ چال چلی کہ سیٹھ صاحب مذکور کے نام سے متذکرہ بالا اشتہار چھاپ کر تقسیم کیا کہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب مرزا صاحب قادیانی کے کاذب ہونے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی حیات پر قسم کھائے اور مدت ایک سال کے اندر درصورت اپنے کاذب ہونے کے عذاب کی موت مانگے تو ہم ان کو مبلغ دس ہزار روپیہ دیں گے۔

مولوی صاحب نے وہیں سکندرآباد میں اس کا جواب دیا کہ چونکہ روپیہ لینے کی صورت میں خطرہ ہے کہ یہ جماعت پروپاگنڈہ کرے گی کہ مولوی صاحب نے روپیہ کے لالچ میں جھوٹی قسم کھائی ہے، اس لئے میں بغیر روپیہ لینے کے قسم کھانے پر آمادہ ہوں مگر اس طرح سے کہ اس حلف کا کوئی فائدہ بھی نکلے۔ یہ تو صریح ظلم ہے کہ حلف اٹھانے کے بعد اگر میں سال کے اندر مر جاؤں تو مجھے جھوٹا مشہور کر کے چار دانگ عالم میں ڈھول پیٹا جاوے اور سال گذار کر زندہ رہوں تو پھر بھی یہ لوگ مجھے صادق مان کر میرے ہاتھ پر مرزائیت سے توبہ نہ کریں۔ پس یہ حلف اسی صورت میں فیصلہ کن اور مفید ہو سکتی ہے کہ خلیفہ قادیان مع اپنی انجمن احمدیہ کے ممبروں کے ایک دستخطی تحریر مجھے لکھ دیں کہ:

> مولوی ثناء اللہ صاحب قسم کھا کر سال تک زندہ رہا تو ہم سب لوگ خلیفہ قادیان سے لے کر سیٹھ عبد اللہ تک مرزائیت کو چھوڑ کر سیدھے سادھے مسلمان ہو جائیں گے۔ مفہوم وملخص

مولوی صاحب کا یہ مطالبہ ایسا منصفانہ اور معقول تھا کہ کوئی شریف الطبع صحیح الدماغ انسان اس سے انکار نہیں کر سکتا تھا۔ چنانچہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب اور انکے دونوں ماموں جو ابھی قادیانی چالوں میں مشاق نہ تھے اس کو مان گئے اور فریقین کے درمیان معاہدات تحریر کئے گئے جو سکندرآباد کے احباب نے قادیانی حلف کی حقیقت، رسالہ کی شکل میں چھاپ دیئے وہ معاہدات درج ذیل ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء مطابق ۶ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۹ ص ۴-۵)

مرزا قادیانی اور مولوی محمد علی لاہوری

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: مولوی محمد علی صاحب موصوف جماعت احمدیہ لاہور کے صدر ہیں آپ نے مسلمانوں سے ایک سوال کیا ہے کہ آپ لوگ مرزا صاحب کو کیوں برا کہتے ہیں وہ نماز پڑھتے تھے، روزہ رکھتے تھے۔ اسلام سے ان کو بڑی ہمدردی تھی وغیرہ (اخبار پیغام صلح ۲۸ فروری ۱۹۴۷ء ص۴)

مدیر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں: ممکن ہے دوسرے مسلمان اس سوال کا جواب کسی اور طرح سے دیں، میں اپنا جواب مختصر لفظوں میں دیتا ہوں کہ مرزا صاحب قادیانی میں یہ برائی تھی جس کی وجہ سے میں ان سے رنجیدہ ہوں وہ جوبات خدا کے نام سے بشکل الہام کہتے تھے وہ جھوٹی ثابت ہوتی تھی تفصیل کیلئے میری کتاب الہامات مرزا ملاحظہ ہو اس لئے موصوف آیت قرآنیہ کے ماتحت آگئے یا کم ازکم میں ان کو اس آیت کے ماتحت سمجھتا ہوں انمایفتری الکذب الذین لا یؤمنون بآیات اللہ ۔

میرا یہ جواب اگر کسی کو تلخ محسوس ہو، تو اس میں میرا قصور نہیں کیونکہ آپ کے پوچھنے پر یہ جواب دیا گیا ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مارچ ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳ ربیع الآخر ۱۳٦٦ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۰ ص۴)

(پیغام ۲٦ مارچ ۱۹۴۷ء ص۴ پر: مرزا صاحب کی برائی کے عنوان سے شائع ہوا:

۷ مارچ ۱۹۴۷ء کے اہل حدیث میں مولوی ثناءاللہ صاحب لکھتے ہیں:

مرزا صاحب میں یہ برائی تھی... تو اس میں میرا قصور نہیں۔،

مولوی صاحب کی تلخ نوائی کا شکر یہ اگر وہ غور کریں تو جو آیت انہوں نے پیش کی ہے وہ حضرت مرزا صاحب کی بجائے خود ان کے مناسب حال ہے کیونکہ اس میں آیات اللہ پر ایمان نہ لانے والوں کو جھوٹے اور مفتری قرار دیا گیا ہے نہ کہ آیات اللہ پیش کرنے والوں کو۔ اس سے پہلی آیات میں ہے قالوا انما انت مفتر بل اکثر ھم لا یعلمون کہتے ہیں کہ تو مفتری ہے بلکہ ان میں سے اکثر نہیں جانتے۔ پس وہ خود سوچ لیں کہ آیات اللہ کا مکذب کون ہے اور کون آیات اللہ پیش کرنے والے کو مفتری قرار دیتا ہے۔ حضرت مرزا صاحب میں مولوی صاحب کو یہ برائی نظر آئی ہے کہ ان کے الہامات جھوٹے ثابت ہوئے حالا

نکہ یہی الہامات ہیں جن سے سینکڑوں اور ہزاروں انسانوں کے ایمان اللہ تعالیٰ کی ہستی پر تازہ ہو گئے اور خدا تعالیٰ اپنے تازہ نشانوں کے ساتھ دنیا پر ظاہر گیا۔ مولوی صاحب کو یہ الہامات جھوٹے نظر آئیں تو اس میں مرزا صاحب کی برائی یا قصور نہیں یہ ان کی اپنی طبیعت کا خاصہ ہے ۔
باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست ۔ در باغ لالہ روئد و در شور بوم وخس)۔

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۵

منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری سلسلہ کلام جاری رکھتے ہوئے لکھتے ہیں :

معاہدہ من جانب احمدی فریق

ا۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب اس چودھویں صدی کے مجدد ہیں اور مسیح موعود اور مہدی ہیں اور نبی ہیں۔ ۲۔ یہ عقیدہ احمدیوں کا ہے اس بارہ میں احمدیوں کے بڑے جناب مرزا محمود احمد صاحب ہے اور وہ مرزا صاحب کی صداقت کے بارہ میں منسلکہ حلف نامہ کے موافق قسم کے ساتھ دعا کرنا چاہیے۔ ۳۔ اگر یہ خلیفہ قادیان اس موافق دعا کرنے کے لئے راضی نہ ہوئے تو مرزا صاحب کے دعوے جھوٹے سمجھے جاویں گے اور احمدیوں کی طرف سے عبداللہ الہ دین صاحب جی ایم ابراہیم صاحب اور الہ دین ابراہیم صاحب احمدیت سے توبہ کر کے غیر احمدی ہوجانے کیلئے قسم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔۴۔ اگر یہ خلیفہ قادیان اس طرح قسم کے ساتھ دعا کرنے کے لئے راضی ہوجائیں اور ان کے مخالف مولوی ثناء اللہ صاحب بھی قبول کریں تو ایک سال تک نتیجہ کا انتظار کریں اگر مرزا محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان وفات پائیں اور مولوی ثناء اللہ صاحب حیات رہے تو مرزا صاحب کو جھوٹے سمجھ کر تینوں احمدی جن کے نام اوپر درج ہوئے ہیں احمدیت سے توبہ کر کے غیر احمدی ہوجانے کیلئے خدا کی قسم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔ المرقوم ۱۷ جنوری ۱۹۲۳ء

دستخط عبداللہ الہ دین ، دستخط جی ایم ابراہیم ، دستخط الہ دین ابراہیم

معاہدہ من جانب محمدی فریق

ا۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہیں نہ مسیح موعود اور نہ مہدی اور نہ نبی ہیں۔۲۔ یہ عقیدہ غیر احمدیوں کا ہے اور اس بارہ میں غیر احمدیوں کے بڑے، جماعت اہل حدیث کے جناب مولانا ثناء اللہ صاحب ہیں اور وہ مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کے بارہ میں منسلکہ حلف نامہ کے موافق قسم کے ساتھ دعا کرنا چاہیے۔
۳۔ اگر رے مولانا ثناء اللہ صاحب اس موافق قسم کے دعا کرنے کو راضی نہ ہوئے تو مرزا صاحب کے دعوے سچے سمجھے جائیں گے اور غیر احمدیوں کی طرف سے خاں صاحب احمد الہ دین غلام حسین الہ دین اور قاسم علی الہ دین غیر احمدیت سے توبہ کر کے احمدی ہو جانے کیلئے قسم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔۴۔ اگر یہ مولوی ثناء اللہ صاحب اس طرح قسم کے ساتھ دعا کرنے پر راضی ہوں اور ان کے مخالف مرزا محمود احمد صاحب (خلیفہ قادیان) بھی راضی ہو جائیں تو ایک سال تک نتیجہ انتظار کریں اگر مولوی ثناء اللہ صاحب وفات پائیں اور مرزا محمود احمد صاحب حیات رہیں تو مرزا صاحب کو سچے سمجھ کر ہم تینوں غیر احمدی بھائی جن کے نام اوپر درج ہوئے ہیں غیر احمدیت سے توبہ کر کے احمدی ہو جانے کیلئے خدا کی قسم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔
۵۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسی قسم نہ کھائیں تو تینوں بھائی ایک سال میں جتنے چاہیں اتنے عالموں کو مرزا محمود احمد صاحب کے مقابلہ میں کھڑا کر دیں گے اور ان کو قسم کہلائیں گے اگر ہم تینوں بھائی کسی کو کھڑا نہ کر سکیں تو خدا کی قسم کے ساتھ احمدی ہو جانے کا اقرار کرتے ہیں۔ المرقوم ۱۷ جنوری ۱۹۲۳ء

دستخط خان صاحب احمد الہ دین، دستخط غلام حسن الہ دین، دستخط قاسم علی الہ دین

مسلمہ و مرتب کردہ حلف نامہ فریقین

برائے مولوی ثناء اللہ صاحب جس پر مولوی صاحب نے دستخط کر دیئے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم ۔
میں ثناء اللہ اڈیٹر اہل حدیث خدا تعالیٰ کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے تمام دعاوی و دلائل کو بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا

اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں اور عبد اللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار روپیہ والا بھی بغور پڑھا مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان ویقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی و دلائل جو چودھویں صدی کے مجدد امام وقت مسیح موعود و امتی نبی ہونے کے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور افتراء و دھوکہ وفریب اور غلط تاویلات کی بناپر ہیں ۔برخلاف اس کے حضرت عیسیٰؑ وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے ہیں اور ہنوز اس جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر موجود ہیں اور وہی آخرہی زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں ۔اور مہدی علیہ السلام کا ابھی ظہور نہیں ہوا جب ہوگا تو وہ امام مہدی حسب ضرورت تلوار اور جہاد سے بھی کام لیں گے مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں، نہ مہدی ہیں، نہ مسیح موعود ہیں، نہ امتی نبی ہیں بلکہ ان غلط دعاوی کے سبب میں میں ان کو مفتری اور دجال سمجھتا ہوں ۔اگر میرے یہ اعتقاد خداتعالی کے نزدیک جھوٹے اور قرآن اور صحیح احادیث کے خلاف ہیں اور مرزا غلام احمد اپنے دعووں میں خدا تعالی کے نزدیک سچے ہیں تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر خدا ذوالجلال خدا تو تمام روے زمین کا مالک واحد ہے اور ہر چیز کے ظاہر وباطن کا تجھے علم ہے تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو قہار و غالب ومنعم حقیقی ہے تو علیم وقدیر و سمیع وبصیر ہے اگر میں اپنے اس حلف میں محض ضد وہٹ دھرمی یا نافہمی سے کام لے رہا ہوں تو تو مجھ پر ایک سال کے اندر موت وارد کر جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہوتا لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق وراستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالی کی طرف سے مجھے یہ سزا ملی ۔آمین آمین آمین

(اس پر مولانا نے ذیل کی عبارت اور بھی چڑھائی کہ) سال تمام ہو کر بھی میں زندہ رہا تو سچا سمجھا جاؤں گا خلیفہ قادیان اسکا اقرار کرے کہ بعد سال قادیانی مذہب سے تائب ہو کر بحکم خداوندی کونوا مع الصادقین میرے ساتھ قادیانی مذہب کی تردید کریں ۔مفصل یہ بات میں پبلک جلسہ میں اور اشتہار ۶ فروری ۱۹۲۳ء میں ظاہر کر چکا ہوں ، دستخط بقلم خود ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری

حلف نامہ تحریر کردہ علمائے کرام حیدرآباد دکن جو ۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو لکھا گیا

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہم مقران خداتعالی کو حاضر ناظر جان کر اس بات کا بالاتفاق اظہار کرتے ہیں کہ احادیث صحیحہ میں جس عیسی بن مریم اور حضرت مہدی موعود کے آنے کا تذکرہ ہے اس کے لحاظ سے ہم حلفیہ لکھتے ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔ اس بارہ میں مرزا غلام احمد کے جتنے دعوے ہیں وہ سراسر جھوٹ اور افتراء دھوکا اور فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں اور وہ مسیح موعود اور مہدی موعود اور چودھویں صدی کے مجدد اور امام وقت امتی نبی ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔ برخلاف اس کے حضرت عیسی وفات نہیں پائے بلکہ وہ آسمان پر اٹھالئے گے ہیں اور ہنوز زندہ موجود ہیں اور وہی قبل قیامت آسمان سے اتریں گے اگر مرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعووں میں خداتعالی کے نزدیک سچے ہیں تو اے قادر ذوالجلال خدا تمام زمین و آسمان کا مالک اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے اور تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں تو ہی قہار جبار اور غالب اور منعم حقیقی ہے اور تو ہی علیم وخبیر اور سمیع و بصیر ہے پس ہم سب تجھ ہی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر ایسی موت وارد کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو اور یہ کہ ہم میں سے کوئی ایک بھی باقی ومحفوظ نہ رہے تاکہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ ہم ناحق پر تھے اور حق وراستی کا مقابلہ کر رہے تھے جس کی پاداش میں خداتعالی کی طرف سے ہم سب کو یہ سزا ملی ہے۔ اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی باقی رہا تو ہم سب تیر پاس سچے، اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے خلیفہ ثانی مرزا محمود احمد جو ہماری قسم کے مدمقابل ہیں جیسا کہ ہمارا دعوی ہے جھوٹے مفتری کافر دجال وخارج از اسلام ہیں۔ آمین۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ مارچ ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳ ربیع الآخر ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۰ ص ۴-۵)

بہائی اور مرزائی۔۱

خوب گذرے گی جب مل بیٹھیں گے فرزانے دو

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ہماری پرانی تحقیق ہے کہ یہ دونوں گروہ (یعنی بہائی اور مرزائی) قرآن مجید کو گو زبانی طور الہامی مانتے ہیں، مگر دراصل قرآن مجید سے وہی برتاؤ کرتے ہیں جو اخوان یوسف نے کیا تھا، یعنی قرآن مجید کی ایسی تفسیر کرتے ہیں جو قرآن بھیجنے والے کے صریح خلاف ہوتی ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان دونوں گروہوں کو اپنے مطلب سے غرض ہے قرآن کی فہم وتفہیم سے مقصد نہیں۔ ہمیں سخت رنج ہوتا ہے جب ان لوگوں کی تحریریں دیکھتے ہیں کہ جھوٹے مدعیان کے دعووں کو ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں۔ قرآن شریف کی تفسیر ایسی کرتے ہیں جسکے لئے قرآن کی زبان عربی متحمل نہیں ہوتی۔ پھر ایسی تفسیر کا نام معارف اور نکات قرآنی رکھتے ہیں۔

زمانہ گذشتہ میں مسلمانوں میں کوئی بھی فرقہ ایسا نہیں ہوا ہوگا جس نے ایسے غلط دعاوی کئے ہوں جیسے انہوں نے کئے ہیں اور کر رہے ہیں۔ جو صاحب اسکے متعلق مکمل بصیرت حاصل کرنا چاہیں وہ قادیانی خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی تفسیر اور ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری مرزائی کی تفسیریں دیکھیں یا انکی تردید میں ہمارے جواب کا انتظار کریں۔ لطف یہ ہے کہ دونوں مفسر ہمیں معاف فرمائیں اگر سچائی سے کام لیتے ہوئے ہم کہیں کہ اگر امام مالک کا زمانہ ہوتا تو ایسی تفسیریں لکھنے کی وجہ سے امام موصوف آپ کو سزا دلواتے کیونکہ ان کا قول ہے کہ عربی نہ جاننے والا شخص اگر قرآن مجید کی تفسیر کرے گا میں اس کو سزا دوں گا۔ (اتقان سیوطی)

یہ دونوں گروہ نبوت جدیدہ کے قائل ہیں مرزائی مرزا قادیانی کی نبوت اور بہائی شیخ بہاء اللہ کی رسالت کے معتقد ہیں۔ قادیانی قرآن مجید کو منسوخ نہیں کہتے بلکہ معمول مانتے ہیں اور بہائی قرآن مجید کو منسوخ اور اپنی کتاب اقدس کو اسکا ناسخ مانتے ہیں۔ آج جس مضمون پر ہم نے قلم اٹھایا ہے وہ مضمون خاتم النبیین کا ہے۔

بہائی رسالہ پیامبر بابت مارچ ۱۹۴۷ء میں ایک مضمون نکلا ہے جس میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی گئی ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں خاتم الرسل نہیں۔ تفصیل اس کی یوں ہے کہ رسول صاحب شریعت جدیدہ ہوتا ہے اور نبی اس کی شریعت کا مطیع ہوتا ہے۔ اے کاش کہ اڈیٹر صاحب ہمیں صرف اتنا بتا دیتے کہ منطقی

اصطلاح میں رسول اور نبی میں کون سی نسبت ہے۔ یعنی تساوی ہے یا تبائن عموم خصوص مطلق ہے یا عموم خصوص من وجہ، تا کہ اس نسبت پر ہم بھی غور کر لیتے۔ ہاں آپ کے مضمون سے بعد غور وخوض تباین معلوم ہوتا ہے کیونکہ آپ لکھتے ہیں؛

پس رسول مطاع ہوتا ہے اور نبی مطیع۔ رسول اور نبی میں یہ فرق کس قدر نمایاں ہے۔ (پیامبر۔ مارچ ۱۹۴۷ء ص ۵)

اور متبائن کا قانون سب جانتے ہیں کہ

لا یجتمعان قط مثلاً الا نسان لیس بحجر و الحجر لیس بانسان۔

حالانکہ بعض پیغمبروں کے حق میں یہ دونوں وصف ملتے ہیں حضرت اسماعیل کے حق میں ہے رسولاً نبیاً۔ اور حضرت ابراہیم کے صحیفے کا ثبوت قرآن مجید کی اس آیت سے ملتا ہے صحف ابراهیم و موسی

اور آپ نے بالفاظ قرآن مجید حضرت ابراہیم کو صدیقا نبیا خود تسلیم کیا بلکہ آنحضرت ﷺ کو بھی بحکم قرآن شریف رسول النبی تسلیم کیا ہے اس سے ثابت ہوا کہ رسول اور نبی میں تبائن کی نسبت نہیں ہے جو آپ کے کلام سے مفہوم ہوتی ہے۔ دوسری نسبت یعنی عموم خصوص مطلق سو وہ بھی نہیں ہے کیونکہ آپ نے رسول کو مطاع اور نبی کو مطیع کہا ہے گویا نبی بمنزلہ امتی کے ہے اور رسول بحیثیت شارع کے ہے۔ یا بالفاظ دیگر رسول بادشاہ ہے اور نبی اس کا وزیر ہے۔ جیسے حضرت ہارون تھے اس لئے حضرت موسیٰ کوہ طور پر جاتے ہوئے حضرت ہارون کو اپنا خلیفہ مقرر کر گئے تھے جب واپس آئے تو قوم کی گمراہی کی وجہ سے حضرت ہارون پر عتاب فرمایا۔ پس بقول آپ کے رسول اور نبی میں چونکہ مطیع اور مطاع کیی نسبت ہے اس لئے ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسول نبی نہیں اور نبی رسول نہیں۔ حالانکہ دونوں کا مادہ اجتماعی قرآن مجید میں جمع نظر آتا ہے پھر بتایئے ان میں نسبت کیا ہوئی۔ ہم سے پوچھیں تو ہم نسبت تساوی کہیں گے اور جن لوگوں نے ان میں کوئی اور نست بتائی ہے اسکو ہم آپ کے مقابلے کیلئے پیش نہیں کریں گے اور جن دو مفہوموں میں نسبت تساوی ہوتی ہے ان میں سے ایک کا رفع ہونا دوسرے کے رفع کو مستلزم ہوتا ہے مثلاً کہا جائے کہ حجر ناطق ہے اس کا مفہوم صاف ہے کہ حجر انسان نہیں ہے پس آیت خاتم النبیین خاتم الرسول کی قوت میں ہے لا ریب۔

آگے چل کر بہائی مضمون نگار نے کمال علمی دکھایا ہے جس پر ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ یہ لوگ باوجود اہل علم کہلانے کے مصادرہ علی المطلوب کی قباحت بھی نہیں جانتے یعنی متنازعہ امر کو دلیل میں پیش کر دیتے ہیں چنانچہ پیامبر کا نامہ نگار لکھتا ہے:

سورہ اعراف اور قرآن کی دوسری سورتوں میں بار بار واضح طور پر اعلان فرمایا کہ رسول صاحب شریعت آتے رہیں گے ۔(پیامبر مذکور۔ص ۶)

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں: ہم منتظر تھے اوراب بھی ہیں کہ ہمیں وہ آیت بتائی جائے جس سے بعد رسالت محمدیہ رسولوں کے آنے کا ثبوت ملتا ہو پس مضمون نگار ثبوت دیں یا اس کو مصادرہ علی المطلوب تسلیم کریں۔ باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء مطابق ۴ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۳ ص ۳۔۴)

قادیانی مشن کی ابتداء اور انتہاء۔ ۶

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

عبداللہ الہ دین صاحب اوران کے تینوں بھائی صاحبان کے مابین یہ معاہدہ ہوا ہے کہ اگر علماء غیر احمدی میں سے چند علماء مندرجہ بالا حلف نامہ پر دستخط کر دیں گے تو اس کے مقابل مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان دوسرے حلف نامہ پر جسکا مسودہ علیحدہ ہے دستخط کر دیں گے اس حلف نامہ کا نتیجہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر غیر احمدی علماء دستخط کنندہ کل علماء میعاد کے اندر فوت ہو جاویں گے تو عبداللہ الہ دین صاحب کے تینوں بھائی احمدی ہو جائیں گے اور اگر کل فوت نہ ہوں یا مرزا محمود احمد صاحب میعاد کے اندر فوت ہو جائیں تو عبداللہ الہ دین صاحب اور انکے دونوں ماموں احمدیت سے توبہ کریں گے اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی بھی فوت نہ ہو یا فریق غیر احمدی میں سے کل فوت ہوں اور ایک بھی بچا رہے تب بھی عبداللہ الہ دین صاحب اوران کے دونوں ماموں احمدیت سے تائب ہو جائیں۔ اس معاہدہ کی بنیاد پر ہم سب اس معاہدہ کے شرائط کے تحت اس حلف نامہ پر بخوشی دستخط کرتے ہیں لیکن اس حلف نامہ کے دستخط کا نفاذ اس تاریخ سے کیا جائے گا جس روز مرزا محمود احمد صاحب کا دستخط شدہ حلف نامہ

غلام حسین الہ دین صاحب کے قبضہ میں آ جائے گا اور جس کی میعاد تاریخ ہذا سے زائد سے زائد ایک ماہ ہوگی۔ المرقوم ۲۶ مارچ ۱۸۲۲ء

دستخط۔مولوی عبدالحی واعظ حیدر آبادی مولوی حکیم مقصودعلی خان صاحب مہتمم شفا خانہ یونانی ،مولوی خدا داد خان صاحب ،مولوی مناظر احسن گیلانی پروفیسر جامعہ عثمانیہ، مولوی ابوالفداءنورمحمد صاحب صدر مدرس مدرسہ دینیات سرکارعالی ،مولوی تاج الدین شاہ قادری، سید عبدالرؤف دہلوی ،محمد عبد الغفور حیدر آبادی، محمد عبد القدیر قادری صدیقی پروفیسر کلیہ جامعہ عثمانیہ وشعبہ دینیات مولانا محمد عبدالرحمٰن حیدرآبادی ،مولوی محمد عمر حیدرآبادی ،سید محمد بادشاہ الحسینی القادرئی واعظ مکہ مسجد حیدرآباد، ی سید حسین رائے بریلوی، سید ابراہیم مددگار پروفیسر جامع عثمانیہ، سید مصطفیٰ قادری مولوی نظام الدین قادری،مولوی عبداللطیف پروفیسر جامعہ عثمانیہ حیدرآباددکن

حلف نامہ مسلّمہ ومرتب کردہ فریقین برائے حلف میاں محمود احمد (جس پراس نے دستخط نہ کیئے)

بسم الله الر حمن الر حيم ۔ نحمده ونصلى على رسو له الكر يم۔

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد خلیفۃ المسیح ثانی خدا تعالی کوحاضر ناظر جان کراس بات کا اظہار کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد صاحب کے تمام دعاوی ودلائل کوبغور دیکھا اور سنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں اور عبداللہ الہ دین صاحب کا چیلنج انعامی دس ہزار والا بھی بغور پڑھا۔ میں نہایت وثوق اورایمان اوریقین سے کہتاہوں کہ مرزا صاحب کے تمام دعاوی و دلائل جو چودھویں صدی کے مجدد و امام وقت مسیح موعود اورامتی نبی ہونے کے ہیں وہ سب درست اورصحیح ہیں اورحضرت عیسی وفات پاگئے ہیں اور وبجسد عنصری زندہ آسمان پراٹھائے نہیں گئے ہیں اور نہ اس جسم خاکی کے ساتھ وہ آسمان پرموجود ہیں اور نہ وہ آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے میرا پکا ایمان ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب ہی مسیح موعود اورمہدی مسعود وامتی نبی ہیں اوران کےسب دعاوی ودلائل کتاب اللہ وصحیح احادیث کے ماتحت ہیں۔

اگر میرے یہ عقاید خدا تعالی کے نزدیک جھوٹے اورقرآن شریف وصحیح احادیث کے خلاف ہیں اور درحقیقت مرزا غلام احمد صاحب اپنے تمام دعووں میں خدا تعالی کے نزدیک جھوٹے ہیں تومیں دعا کرتا ہوں کہ اے قادر ذوالجلال خداجوتو تمام روئے

زمین کا مالک واحد اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے تمام قدرتیں تجھی کو حاصل تو قہار و غالب و منعم حقیقی ہے تو علیم و سمیع وبصیر ہے اگر میں اپنے اس حلف میں محض ضد اور تعصب اور ہٹ دھرمی یا نافہمی سے کام لے رہا ہوں تو مجھ پر ایک سال کے اندر موت دے تا کہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہا تھا جس کی پاداش میں خدا تعالی کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی۔ آمین آمین

معمار : افسوس ہے کہ میاں محمود نے اس حلف نامہ پر دستخط نہ کئے اور ایک اور ہی حلف نامہ تحریر کر دیا جو یہ ہے: خلیفہ قایان کا تحریر کردہ حلف نامہ:

میں مرزا بشیرالدین محمود احمد امام جماعت احمدیہ اللہ تعالی کو حاضر ناظر جان کر اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ تمام مخلوق کا نیک اور بد اسکے اختیار میں ہے اور وہ جسکو چاہے ترقی دے اور جسے چاہے زندہ کرے اور جسے چاہے مارے مؤکد بعذاب قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود کہتا ہوں اور اس پر مجھے کامل یقین ہے میرے نزدیک وہ اپنے دعوی میں سچے راست باز تھے اور خدا تعالی کی وحی کے مہبط تھے اور اس کے مامور اور مرسل تھے اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں یا اخفاء سے کام لیتا ہوں تو اللہ کا غضب مجھ پر نازل ہو اور وہ کوئی عبرت ناک سزا مجھے دے۔ اے خدا تو اپنے بندوں پر رحم فرما اور ان پر حق کھول دے اور سچائی کے قبول کرنے کے لئے ان کے دلوں کو فراخ کر دے۔

دستخط خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ

قارئین کرام! ملاحظہ فرمائیں کہ خلیفہ قادیان نے جو الفاظ تحریر کئے ہیں وہ طے شدہ اور مسلّمہ فریقین معاہدہ کے مطابق نہیں ایک تو اس میں عذاب میعادی ایک سال ندارد، دوم یہ کہ بصورت مولوی ثناء اللہ صاحب کے میعاد ایک سال کے اندر نہ مرنے کے مرزائیت سے تائب ہو جانا وغیرہ۔

حالانکہ یہی امور سیٹھ عبداللہ الہ دین کے چیلنج کی روح رواں اور انہی پر تمام نزاعوں کے خاتمہ کا انحصار رکھا گیا تھا اب سوال یہ کہ خلیفہ نے اس معاہدہ پر دستخط کیوں نہ کئے؟

اگر یہ معاہدہ خلاف شرع تھا یا اسکا مسودہ غیر معقول اور غلط و باطل شرائط پر مبنی تھا جو مذہبی اور دینی نزاع کے معاملات میں فیصلہ کن نہ ٹھہرایا جا سکتا تھا تو کیوں

خلیفہ صاحب نے صاف الفاظ کے اندر اس کو واضح نہ کیا بلکہ گول مول ہی رہنے دیا اس کا جواب صاف ہے کہ خلیفی صاحب دراصل اس قسم کے انعامی چیلنجوں کو محض بھول بھلیاں اور دفع الوقتی جانتے ہوئے عمداً ان کی ترویج وتشہیر کو اپنے باطل مذہب کی اشاعت کے لئے موثر ومفید طریق سمجھتے ہیں پس وہ نہ تو اس کو اپنے مذہب کے صدق وکذب کا معیار مان سکتے ہیں اور نہ ہی اس کو واضح الفاظ میں غلط کہہ سکتے ہیں

خرابی میں پڑاہے سینے والا جیب و داماں کا
جو یہ ٹانکا تو وہ ادھڑا جو وہ ٹانکا تو یہ ادھڑا

الحاصل خلیفہ صاحب نے طے شدہ معاہدہ کی پابندی نہیں کی اب ایمان و دیانت کا تقاضا تو یہی تھا کہ سیٹھ عبداللہ صاحب اور ان کے ماموں صاحبان جو خدا تعالی کی قسم کھا کر دستخط کر چکے تھے کہ اگر خلیفہ صاحب قادیانی (مرزا محمود احمد) نے اس معاہدہ کو تسلیم نہ کیا تو ہم مرزائی مذہب چھوڑ دیں گے اپنے اس وعدہ حلفیہ کو پورا کرتے مگر مرزائی اور دیانت داری ضدان مفترقان

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے نہ صرف قرآن مجید کی آیات مثل ان العهد كان عنه مسؤلا سے ہی کھلم کھلا بغاوت کر کے اپنے دستخطی اور مسلمہ حلفی معاہدہ کی پابندی نہ کی بلکہ اس معاہدہ سے واقف حال ہزار ہا بندگان خدا سے بھی حیا نہ کرتے ہوئے اپنی اس اشتہار بازی کو آج تک جاری کر رکھا ہے اس کے جواب میں ادھر سے مولانا ثناء اللہ صاحب بھی غافل نہیں بلکہ مسلسل جوابات دیتے رہے ہیں جن کی مختصر سی فہرست درج ذیل ہے:

۱۹۲۱ء قادیان کے اسلامی جلسہ میں حلف اٹھائی جس کا ذکر خود قادیانی اخبار الفضل مورخہ ۴۔ اپریل ۱۹۲۱ء میں بایں الفاظ درج ہے کہ: میں (ثناء اللہ) خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرے ایمان میں حضرت عیسی علیہ السلام آسمان پر زندہ ہیں اور مرزا صاحب جھوٹے ہیں۔۔۱۹۲۲ء۔ اخبر اہل حدیث میں دو دفعہ بجواب اشتہار سیٹھ عبداللہ مضمون لکھا (رسالہ: حلف کی حقیقت۔ص ۵)۔۱۹۲۳ء سکندر آباد میں متعدد بار ہزاروں کے بھرے جلسوں میں قسم کھائی نیز فریقین کے طے شدہ معاہدہ کے مطابق قسم کھائی اور اس پر دستخط کئے جیسا کہ اوپر نقل کیا جاچکا ہے نیز ۶ فروری ۱۹۲۳ء کو اس مضمون کا ایک اشتہار بھی

شائع کیا۔ ۱۹۲۶ء۔۲۔اپریل کوایک اشتہار دیا جس کی سرخی ہی یہ تھی: خدا کی قسم ۱۹۳۴ء اخبار اہل حدیث ۲۶ جنوری میں مضمون لکھا نیز ۱۲ اپریل کو ایک مفصل و مدلل اشتہار شائع کیا جو محمد یہ پاکٹ بک طبع دوم کے صفحہ ۶۳۸ تا ۶۴۴ پر ہم نے درج کر دیا ہوا ہے۔ ۱۹۴۰ء اخبار اہل حدیث امرتسر ۹ فروری میں مضمون لکھا۔ دیکھو رسالہ حلف کی حقیقت طبع دوم صفحہ ۲۔۸۔، نیز ۲۹ مارچ ۱۹۴۰ء کو اشتہار، خدا کی قسم، شائع کیا۔ دیکھو: رسالہ حلف کی حقیقت صفحہ ۳۳۔۳۶۔، ۱۹۴۴ء۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵۔۲۲ ستمبر، و ۲۹ ستمبر پھر ۲۷۔ اکتوبر کو مضمون لکھا جسے سکندر آبادی جماعت نے بصورت اشتہار بھی شائع کیا۔۔ ۱۹۴۵ء۔ اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۵۔اکتوبر پھر ۲۰۔اکتوبر میں مضمون لکھا۔۔ ۱۹۴۶ء۔اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۱ جنوری یکم فروری یکم مارچ ۲۴ مئی میں متعدد مضامین لکھے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری اب بھی تیار ہیں۔اگرچہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب ہمیشہ سے ہی یہ روش اختیار کئے ہوئے ہیں جس کی رو سے فیصلہ کی نوبت ہی نہ آئے محض چورن فروشوں کی طرح لفاظی سے بھرے ہوئے اشتہارات کے ذریعہ نام مشہور کرر ہے ہیں یہاں تک کہ قسم کھا ۱۹۲۳ء میں جو معاہدہ کیا تھا اس پر بھی قائم نہ رہے تاہم مولانا ثناء اللہ اب بھی اس پر آمادہ وہ تیار ہیں کہ ۱۹۲۳ء کے اسی طے شدہ معاہدہ پر از سر نو فیصلہ ہو جاوے کہ سیٹھ صاحب اس معاہدہ پر میاں محمود احمد صاحب کے دستخط کرا دیں۔(اہل حدیث امرتسر ۲۸ مارچ ۱۹۴۷ء ص۴۔۵)

بہائی اور مرزائی۔۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

صوبہ یوپی کے صدر مقام الہ آباد کے نزدیک دونوں دریا (گنگا جمنا) مل جاتے، ہیں پھر تھوڑی دور جا کر اپنی اپنی راہ لے لیتے ہیں۔اسی طرح قادیانی اور بہائی اجزاء رسالت میں متفق ہو کر آگے چل کر جدا ہو جاتے ہیں۔ بہائی مستقل رسالت کے قائل ہو گئے ہیں اور قادیانی طفیلی رسالت کے۔یعنی بہائی کہتے ہیں کہ رسول صاحب

شریعت مستقلہ ہوتا ہے اور نبی شریعت سابقہ کا تابع ہوتا ہے۔ چنانچہ بالفاظ بہائی مضمون نگار نبی اور رسول کی تعریف (جامع مانع حدود) ہم پہلے نقل کر چکے ہیں کہ رسول مطاع ہوتا ہے اور نبی مطیع ان دونوں تعریفوں کے علاوہ بہائی مضمون نگار نے رسول کریم ﷺ اور حضرت اسماعیلؑ وغیرہ کو نبی اور رسول دونوں کا مصداق تسلیم کیا ہے اس لئے ہم لکھ چکے ہیں کہ ان دونوں میں نسبت تساوی کی ہے قابل بہائی مضمون نگار اگر کوئی اور نسبت مقرر کریں گے تو ہم اس پر بھی غور کریں گے۔

آگے چل کر آپ لکھتے ہیں: قرآن مجید صاف صاف بتا تا ہے کہ خدا نے دو زمانے مقرر فرمائے ہیں ایک دور نبوت جو آدم سے چل کر حضرت خاتم النبیین پر ختم ہوا اور دوسرا دور خداوندی جسے قرآن مجید (اجل اللہ) الیوم الموعود، الیوم الآخر الطامۃ الکبری، القیامۃ، الساعۃ وغیرہ الفاظ سے ذکر فرمایا ہے تمام نبی نبوت کرتے تھے یعنی آنے والے یوم موعود کی خبر دیتے تھے اور سب امتوں کو اس دور آخر کیلئے تیار کرتے تھے اور سب رسول یہی کام کرتے تھے رسالت یعنی احکام الٰہی کا پہنچانا بھی ان کا فرض تھا جو ان کے ذریعے اپنے اپنے وقت پر خلق کو دیئے جاتے تھے پس رسول شریعت جدیدہ لاتے تھے اور یوم آخر کی بشارت بھی دیتے تھے۔

اسلئے، رسول نبی، کہلاتے تھے اور رسول کے تابع جو نبی تھے وہ نئے احکام شریعت تو نہ لاتے تھے پرانی ہی شریعت کے مطیع ہوتے تھے ہاں یوم آخر کی خبر دیتے رہتے تھے اسلئے وہ صرف نبی رہ گئے اور صرف نبی کہلائے جب انکے سلسلہ کا خاتمہ آنحضرت ﷺ کے ظہور سے ہوگیا کیونکہ یوم آخر کی بشارات دینے والوں میں آنحضرت ﷺ آخری وجود مبارک ہیں آپکے بعد نبی کوئی نہیں بلکہ خود، ظہور یوم آخر ہے (پیامبر مارچ ۱۹۴۷ء ص ۷)

ناظرین کرام: اس اقتباس کو غور سے پڑھیں تو ان دونوں مفہوموں یعنی نبی اور رسول میں کوئی صاف نسبت معلوم نہیں ہوتی۔ ہاں اگر معلوم ہوتی ہے تو تباین کی ہوتی ہے کیونکہ رسول بشرط شیء کا درجہ ہے اور نبی بشرط لاشیء۔

بشرط شیء سے مراد جدید شریعت ہے اور بشرط لاشیء سے مراد عدم شریعت جدیدہ ہے۔

یہ آپ کا اختلاف بیان بتا رہا ہے کہ آپ سوچ سمجھ کر نہیں لکھتے یہاں تک بھی آپ خیال نہیں رکھتے کہ ہمارا قول دعوی ہی دعوی ہے یا دلیل بھئی اس کے اندر ہے۔

ہمیں حیرت ہوتی ہے کہ قادیانی اور بہائی دونوں اس وصف میں کیسے متحد ہیں کہ اپنے بیان دعوی کو بیان دلیل سمجھ لیتے ہیں بھلاغور کیجئے جتنا کلام ہم نے نقل کیا ہے یہ دعوی ہے یا دلیل ہے یا مصادرہ علی المطلوب ہے۔

ان دونوں فریقوں کی عادت مستمرہ ہے کہ بیان دعوی اور بیان دلیل میں فرق نہیں کرتے۔ دعوی کو ایسی شکل میں بیان کرتے ہیں گویا مبرھن ہے یا مسلّمہ خصم ہے حالانکہ دونوں میں سے ایک بھی نہیں ہوتا پس جب نبی اور رسول میں صحیح نسبت بتائیں گے تو ہم آگے چلیں گے۔ (اہل حدیث امرتسر ۴۔اپریل ۱۹۴۷ء ص ۳)

قادیانی مجدد کے دلائل صدق یا کذب

قد تبیّن الرشّد من الغیّ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار پیغام صلح لاہور مورخہ ۵ فروری ۱۹۴۷ء میں مضمون نکلا ہے جس کی سرخی ہے: مجدد وقت کی صداقت کے نشانات۔

مضمون کیا ہے، بالکل لفاظی اور زبان درازی، صداقت سے عاری، قادیانی مجدد کی خدمت گذاری۔ لے دے کے صرف اتنی بات بتائی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے ثابت کیا ہے کہ عیسائی لوگ جس مسیح کو خدا بناتے ہیں وہ فوت ہو چکا ہے۔ واقعی یہ بڑا کام ہے جو قادیانی مسیح نے کیا مگر واقعات کی روشنی میں یہ کام اس شعر سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا جو کسی مرید نے اپنے پیر و مرشد کے حق میں کہا ہوا ہے:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

او سیدھے سادھے لوگو! او بیخبری میں پھنسے لوگو! مسیح کی موت کی شہادت تو عیسائیوں کی انجیل بھی دے رہی ہے جس میں لکھا ہے مسیح نے چلا کر جان دے دی، پھر تمہارے مجدد نے کیا تیر مارا جو انجیل کی تصدیق کر دی۔

اور سنو! تمہارے مجدد سے پہلے سر سید احمد خان مرحوم نے اپنی تفسیر میں وفات مسیح کا مسئلہ مفصل لکھا ہوا ہے۔ اسی سے تمہارے مجدد نے فائدہ حاصل کیا۔ تصدیق چاہتے ہو تو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی کی کتاب دیکھو جس میں تسلیم کیا ہے کہ

وفات مسیح کا مسئلہ سب سے پہلے سر سید نے لکھا ہے۔ تمہارے مجدد نے انہی کی کاسہ لیسی کی ہے۔تم خواہ مخواہ اس کو کارنامہ مجدد بتاتے ہو۔ اگر اتنے سے کوئی مجدد ہوجاتا ہے تو سر سید احمد خان مجدد ہونے چاہییں۔

دوسرا کام یہ بتایا ہے کہ آریہ سماج ہمارے مجدد کے سامنے مغلوب ہوگئی کیونکہ آریہ سماج کا ایک پروفیسر آکر ہمارے جلسہ میں آنحضرت علیہ السلام کی شان میں تعریف آمیز تقریر کر گیا بس آریہ سماج مٹ گئی اور ہمارے مجدد کا الہام صحیح ہوگیا کہ آریہ سماج مٹ جائے گی ۔، اس مضمون نگار(بھولے میاں) کو اتنی بھی خبر نہیں کہ بہت عرصہ ہوا آریہ سماج میں ایسے لوگ بھی ہو چکے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی کی تحریک مجددیت سے پہلے اسلام کی مدح کر چکے ہیں۔ اعتبار نہ ہو تو لالہ لاجپت رائے کے والد مہتہ جی کی تحریریں دیکھئے اور ان کی باتیں سنئیے ۔

لالہ لاجپت رائے ۱۹۰۹ء میں جب گرفتار کر کے مانڈلے بھیجے گئے تھے تو ان کے والد مہتہ جی نے اپنے دوست محمد عمر سے کہا تھا کہ میں نے آیت کریمہ لا الہ الّا انت سبحا نك انی كنت من الظا لمین ایک لاکھ دفعہ پڑھائی تھی تو میرا بیٹا چھوٹ کر آ گیا ۔کیا یہ بھی آپ کے مجدد کی برکت تھی ۔، میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں اور ڈنکے کی چوٹ سے کہتا ہوں کہ تمہارے مجدد کی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ سے شیخ عبید اللہ نو مسلم مرحوم کی کتاب تحفۃ الہند سو گنا بڑھ کر مفید اسلام ثابت ہوئی ہے۔

براہین احمدیہ میں تو سود خوار بنیئے کی بہی کی طرح جو سود در سود کے حساب سے بھری ہو اور کچھ بھی نہیں۔ ہماری بات کو محض مخالف رائے نہ سمجھئے بلکہ ہماری کتاب ناقابل مصنف مرزا سامنے رکھئے اگر ہمت ہو جواب دیجئے ۔ ناظرین کرام ! میں آپ کے ذریعہ ان لوگوں کے سامنے تین کتابیں پیش کر کے پوچھتا ہوں تو بتاؤ تمہارے مجدد اعظم نے ان کا کیا جواب دیا۔ عیسائیوں کی کتاب :عدم ضرورت قرآن، سوامی دیانند کی کتاب : ستیارتھ پرکاش ، اور آریوں کی کتاب: رنگیلا رسول ۔، یہ تینوں کتابیں اسلام کے حق میں کس قدر زہریلی ہیں تمہارے مجدد صاحب نے ان کا کوئی جواب دلوایا یا مفت لاکھوں کا چندہ جمع کر کے کھا گے اور ڈکار بھی نہیں لیا۔ میرے الفاظ تلخ معلوم ہوں تو معاف فرمائیے گا کیونکہ واقعات اس سے بھی زیادہ تلخ ہیں۔ آپ کے

مجدد صاحب نے مسلمانوں کی نہ صرف جیبوں پر ہاتھ مارا بلکہ ان کے عقاید صحیحہ کو بھی بدل دیا جس کا نمونہ یہ ہے آپ خود بھی آریوں کے سامنے زانوئے ادب طے کر کے قدامت دنیا کے قائل ہو گئے جس کی بنا پر مولوی اسحاق قادیانی نے ایک مستقل کتاب لکھ دی جس کا جواب ہم نے کتاب اصول آریہ میں دیا ہے۔

مختصر یہ ہے کہ آپ کے مجدد صاحب اسلام اور توحید وسنت کے حق میں چنگیز خان بادشاہ سے کم نہیں رہے جن کی بابت مولوی سعد اللہ مرحوم خوب کہہ گئے ہیں

چہ گویم با تو گر آئی چہا در قادیاں بینی
وبا بینی خزان بینی غرض دار الزیاں بینی
یکے قطاع نسل یکے امام بھنگیاں بینی
مسیح ابن مریم بچہء چنگیز خان بینی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۴۷ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۴ ص ۳۔۴)

ولایتی مرزائی کا چیلنج منظور

اخبارات میں میاں مشتاق احمد باجوہ احمدی امام لندن کا مسیحیوں کے نام چیلنج شائع ہوا ہے جو یوں ہے: یسوع ہند میں آیا اور منزل بہ منزل کشمیر پہنچا قرآن نے چودہ صدیاں پیشتر اعلان کر دیا تھا کہ یسوع مصلوب نہ ہوا تھا۔ امام صاحب نے یہ تحدی مسیحی جماعت سے کی کہ مجھ سے اس موضوع پر مناظرہ کرلو۔ اگرچہ محفل میں کئی انگریز پادری بھی تھے مگر کسی نے یہ چیلنج قبول نہ کیا۔ (اخبارات سول وپاکستان ۱۴ مارچ)

نہ لینا کوئی سودا مول بازار محبت کا
بلائیں زلف جاناں کی اگر لیتے تو ہم لیتے

مرزائیوں کو اپنی شکست کا احساس ہو گیا ہے چنانچہ انہوں نے ہندوستان میں اس دعوی کا نام لینا چھوڑ دیا ہے اور مولوی محمد عبداللہ وکیل سابق احمدی نے مقبرہ احمدیت نامی رسالہ لکھ کر ان کے چھکے چھڑا دیئے ہیں اب وہ مرغ بسمل کی مانند لندن میں جا کر آخری ہچکیاں لینے لگے ہیں انگلستان کے انگریز پادری بچارے نہ عربی سے واقف نہ

اسلامیات و مرزائیات کے ماہر۔ ، دنیائے اسلام کا کوئی فرد مرزائیوں کے اس عقیدہ کو نہیں مانتا کہ یسوع مسیح مصلوب تو ہوئے یہاں تک کہ صلیب دینے والوں نے انہیں مردہ سمجھ لیا مگر ان میں دم باقی تھا اور وہ یوں قبر سے نکل آئے

مرزائیوں کے اس مناظرہ کا مقام لاہور ہے جو پنجاب کا دارالخلافہ ہے جس صوبہ میں کہ مرزائیت کا صدر مقام ہے اور اسلام اور مرزائیت دونوں بخوبی کو جاننے والے غیر مرزائی مسلمان بھی وہاں رہتے ہیں۔ پس ہم ولایتی مرزائی امام کے اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں ہماری طرف سے پادری عبدالحق صاحب فاتح قادیان پیش ہوں گے۔

اگر لندنی مرزائی امام کو جرأت ہو تو اسے منظور کر کیلا ہور آجائیں ورنہ کسی دوسرے ذمہ دار قادیانی کو مقرر کیا جائے۔ چونکہ یہ موضوع بارہا زیر بحث آچکا ہے لہذا اس جھگڑے کو چکانے کے لئے فریقین کی تراضی سے تین ثالث مقرر کئے جائیں جو طرفین کے بیانات سننے کے بعد تحریری فیصلہ دیں اور فیصلہ پر ثالثوں کے علاوہ ہر دو مناظر صاحبان کے بھی دستخط ہوں۔ اور فیصلہ کو مناسب تعداد میں چھاپ کر تقسیم کیا جائے جس کا خرچ دونوں فریق مساوی طور پر برداشت کریں۔ جواب آنے پر شرائط مناظرہ کی باقی تفصیلات طے کر لی جائیں گی۔ ایم کے خان اڈیٹر المائدہ لاہور ۱۸ مارچ ۱۹۴۷ء

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں ؛ فریقین جو خدمت ہم سے لینا چاہیں گے ہم حاضر ہیں لیکن کیا اڈیٹر صاحب المائدہ یہ یقین کرتے ہیں کہ مرزائیوں سے اس طرح جھگڑا مٹ جائے گا۔ نہیں۔ جھگڑا مٹانے کی صورت یہی ہے کہ فریق ثانی، خلیفہ کے قانونی دستخط شائع کر دے۔ (اہل حدیث امرتسر ۴۔ اپریل ۱۹۴۷ء ۱۴ ص ۶)

بہائی اور مرزائی۔ ۳

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ دونوں گروہ قرآن مجید کے ساتھ وہی برتاؤ کرتے ہیں جو برادران یوسف نے یوسف کے ساتھ کیا تھا خدا جانے ایسا کرنے میں وہ کیا فائدہ سوچتے ہیں اس سے تو بہتر یہ ہے کہ اپنی اپنی کتاب سے جو چاہیں ثابت کریں اپنے مقتداؤں کو رسول

بنائیں یا خدا بنائیں ہم خاس موشی سے سنیں گے لیکن ہم سے یہ گوارا نہیں ہوسکتا کہ ہماری پاک کتاب پر ہاتھ صاف کریں اور ہم خاموش بیٹھے رہیں۔ بہائی رسالہ کا مضمون مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو: خدا نے سب نبیوں سے عہد واثق لیا کہ تمہیں جو کتاب وحکمت ہمنے دی ہے پھر تمہارے پاس رسول آئے گا جو تمہاری نبوتوں یعنی پیش گوئیوں کا مصداق ہوگا جو اپنے ظہور سے تمہاری خبروں کو واقعہ بنا کر سچا کر دے گا تو اسپر ایمان لانا اور اس کی مدد کرنا (از پیامبر مارچ ص ۷)

ناظرین کرام! ملاحظہ فرمائیں مضمون نگار نے اس میں کیا کچھ کمال دکھایا ہے مصدِّق اور مصداق میں فرق نہیں سمجھا اور غالباً وہ سمجھ نہیں سکتا قرآن میں رسول کو مصدِّق قرار دیا ہے مصداق نہیں قرار دیا کیا کسی سے یہ مخفی ہے کہ امت محمدیہ انبیاء سابقین کی مصدق تو ہے مگر مصداق نہیں ہے۔ اس فرق کو جو نہ سمجھے وہ جو چاہے کہے سچ ہے من جهل شيئاً عا داه ۔ یہی حال قادیانیوں کا ہے۔ قادیانی نبی نے ازالہ اوہام میں لکھا ہے: اسمه احمد کا مصداق میں ہوں۔، حالانکہ اپنا نام غلام احمد بتاتا ہے اور اسی کتاب میں لکھتا ہے کہ: مجھے بتایا گیا ہے کہ میرے سوا غلام احمد قادیانی دنیا میں کسی کا نام نہیں۔،

کیا خوب! غلام اور قادیانی کی نسبت کو ملا کر جزء علم بنایا گیا پھر یہ دعوی کیا گیا کہ اس کا نام دنیا میں کوئی نہیں ہے کیا میں نہیں کہہ سکتا کہ میرے سوا مولوی ثناء اللہ امرتسری دنیا میں کوئی نہیں۔ اس قسم کی لچھیدار باتوں میں کون پھنستے ہیں الّا من سفه نفسه حقیقت میں ان لوگوں نے قرآن مجید کو ذریعہ کامیابی سمجھا ہوا ہے ورنہ دل میں تصدیق رکھنے والے ایسی باتیں نہیں کیا کرتے۔ پس آیت موصوف کے معنی سنیئے

خدا نے نبیوں سے وعدہ کیا تھا کہ میں جب تم کو کتاب اور حکمت دے چکوں، اسکے بعد تمہارے پاس کوئی رسول آئے جو تمہاری تعلیم اور کتاب کی تصدیق کرے تم سب مل کر اس کے دین کی اشاعت کرنا اس کی تفسیر قرآن مجید میں یوں فرمائی اذ ارسلنا اليهم اثنين فكذ بو هما فعززنا بثالث فقا لوا انّا اليكم مر سلو ن (سورہ یس:۱۴)۔ (جب کافروں نے دو رسولوں کی تکذیب کی تو ہم نے تیسرا رسول بھیجا ان سب نے کہا ہم تمہاری طرف رسول ہوکر آئے ہیں)۔، یہ ہے لتومنن کے معنی۔ اتنا ہے کہ جب کسی رسول کی زندگی میں دوسرا رسول آجائے تو پہلا رسول اس کے ساتھ مل کر تبلیغ رسالت کرے تفرقہ اور جدائی

کا کبھی خیال بھی نہ کرے چنانچہ ایسا ہی ہوتا رہا اگر بہائی نامہ نگار اور قادیانی نبی ان آیتوں کو دانستہ بگاڑیں تو ان کا بھیجنے والا خود سمجھ لے گا

لاتحسبن الله غافلاً عما یعمل الظالمون ،

پس بہائی نامہ نگار کے مضمون کا دارمدار اتنے فقرے پر ہے کہ وہ بتائیں کہ رسول اور نبی میں منطق کی چار نسبتوں میں سے کون سی نسبت ہے۔ بہائی مضمون نگار کے مضمون سے کبھی عموم خصوص مطلق کی نسبت معلوم ہوتی ہے کبھی تبائن کی کبھی تساوی کی۔ اسواسطے پہلے وہ ان دونوں لفظوں میں نسبت بتائے اور قرآن مجید سے اس کا ثبوت دے ہم سے پوچھے تو ہم ان دونوں کی نسبت تساوی کہتے ہیں جس میں ایک کی نفی کرنے سے دوسرے کی نفی ہوجاتی ہے جیسے الحجر لیس بانسان والحجر لیس بناطق پس اگر آپ کچھ لکھیں تو پہلے نسبت بتائیں اور قرآن مجید سے مدلل کریں پھر جو چاہیں لکھیں اس بات کو دونوں فریق ذہن سے نکال دیں کہ دریا کنوئیں سے بڑا نہیں ہوتا فافہم۔ گر زعشقت خبرے است بگوا ے واعظ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اپریل ۱۹۴۷ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۵ ص ۳)

مرزا صاحب کا ارشاد دعا کے متعلق

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار پیغام صلح لاہوری احمدی راوی ہے کہ حضرت مرزا صاحب نے فرمایا:

دعا کی اہمیت یہ ہے کہ ایک سعید بندہ اور اس کے رب میں ایک تعلق جاذبہ ہے۔یعنی پہلے خدا تعالیٰ کی رحمانیت بندہ کو اپنی طرف کھینچتی ہے پھر بندہ کے صدق کی کششوں سے خدا تعالیٰ اس سے نزدیک ہو جاتا ہے۔اور دعا کی حالت میں وہ تعلق ایک خاص مقام پر پہنچ کر اپنے خواص عجیبہ پیدا کرتا ہے۔سوجس وقت بندہ کسی سخت مشکل میں مبتلا ہو کر خدا تعالیٰ کی طرف کامل یقین اور کامل امید اور کامل محبت اور کامل وفاداری اور کامل ہمت کے ساتھ جھکتا ہے، اور نہایت درجہ کا بیدار ہو کر غفلت کے پردوں کو چیرتا ہوا فنا کے میدانوں سے آگے سے آگے نکل جاتا ہے پھر آگے کیا دیکھتا ہے کہ بارگاہ

الوہیت ہے اور اس کے ساتھ کوئی شریک نہیں جب اس کی روح اس آستانہ پر سر رکھ دیتی ہے اور قوت جذب جو اس کے اندر رکھی گئی ہے وہ خدا کی عنایات کو اپنی طرف کھینچتی ہے تب اللہ جل شانہ اس کام کے پورا کرنے کی طرف متوجہ ہوتا ہے اور اس دعا کا اثر ان تمام مبادی اسباب پر ڈالتا ہے جن سے ایسے اسباب پیدا ہوتے ہیں جو اس مطلب کے حاصل ہونے کیلئے ضروری ہیں۔ (پیغام صلح لاہور ۲۶ مارچ۔ص ۱)

اہل حدیث: واقعی جو کچھ مرزا صاحب نے فرمایا صحیح ہے ایسی ہی دعا قبول ہوتی ہے جو دل اور زبان دونوں کے اتفاق سے کی گئی ہو اس سنہری مقولہ کی تائید میں ہم بھی مرزا صاحب متوفی کا ایک مقولہ پیش کرتے ہیں جو یہ ہے

۱۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا صاحب نے میرے متعلق آخری فیصلہ کا اعلان کیا تھا جس کا مختصر مضمون یہ تھا کہ ثناء اللہ نے مجھے بہت ستایا ہے اس لئے میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سے جو اللہ کے نزدیک جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں مر جائے۔، اس کا نام انہوں نے آخری فیصلہ رکھا ہے اسکے بعد آپ کا ارشاد بدر ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء میں یوں شائع ہوا: ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ایک دفعہ رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے باقی سب اس کی شاخیں ہیں۔،

مدیر اہل حدیث لکھتے ہیں: کیا پیغام صلح کا قابل مضمون نگار مرزا صاحب کے ان دونوں سنہری فقروں کی تصدیق کرے گا کوئی وجہ نہیں کہ نہ کرے ورنہ کہا جائے گا افتؤمنون ببعض الکتاب وتکفرو ن ببعض۔ احمدی جماعتوں کی دونوں قسموں کو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک وقت آئے گا جب یہ دونوں فقرے منقولہ از پیغام اور منقو لہ از بدر مرزا صاحب کے ہاتھ میں دے کر کہا جائے گا اقرأ کتا بك کفی بنفسك الیو م علیك حسیباً آپ لوگ اس دن کیا جواب دیں گے ذرا سوچ لیجئے ایسا جواب ہو کہ خدا کو پسند آجائے اگر غلط جواب دیا میں تو چلاّ کر شکایت کرونگا جسکا ذکر اس شعر میں ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کیلئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اپریل ۱۹۴۷ء مطابق ۱۸ جمادی الاول ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۵ ص ۳۔۴)

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔ ۷

جناب منشی محمد عبداللہ معمار صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اب اس کے بعد بھی اگر انہوں نے فیصلہ نہ کیا تو یہ زبردست دلیل ہوگی مذہب احمدیہ کے جھوٹے ہونے کی۔ احمدیہ جماعت کے لمبے چوڑے مبالغہ آمیز دعاوی کو ملحوظ رکھ کر میاں محمود احمد صاحب اور ان کی پارٹی کے افراد کو ضرور ہی اس عہد شکنی کے سیاہ داغ کو صاف کرنا چاہیے ان کا مذہب و ایمان تو یہ ہے کہ جو انہوں نے شائع کر رکھا ہے کہ: ہمارا ایمان ہے کہ اگر ایک ادنی سا احمدی بھی تمام دنیا کے مقابلہ پر ...حضرت (مرزا) صاحب کی صداقت کے اظہار کی غرض سے میدان مباہلہ میں قدم رکھے گا تو خدا تعالی حضرت کی حقیت کی خاطر اپنے احمدی بندے کو سلامت رکھے گا اور اس کے مقابلہ میں ایک جہان کو ہلاک کر دے گا۔ (اعلام مولوی غلام رسول صحابی مرزا بجواب مولوی محمد علی لاہوری احمدی مندرجہ اخبار الفضل قادیان ۲۶ جنوری ۱۹۱۸ء ص ۶)

اسی طرح خواجہ حسن نظامی صاحب دہلوی نے جب مرزا محمود احمد صاحب کو مقابلہ کی دعوت دیتے ہوئے یہ شرط پیش کی کہ درصورت مباہلہ کا اثر تمہارے خلاف ہونے کے تم کو احمدیت سے توبہ کرنی ہوگی تو میاں صاحب نے لکھا کہ: اس امر میں کیا شک ہے کہ اگر حضرت مسیح موعود کے دعوی پر مباہلہ اور اثر مباہلہ کا ہمارے خلاف ظاہر ہو تو پھر حضرت مرزا صاحب کا دعوی خود بخود باطل ہو جاتا ہے...پس آپ کی شرط معقول ہے۔

(اخبار الفضل قادیان ۸ جنوری ۱۹۱۸ء)

مذکورہ بالا ہر دو حوالے ظاہر کر رہے ہیں کہ جماعت احمدیہ اور میاں محمود احمد صاحب کا سیٹھ عبداللہ الہ دین والے مسلّمہ اور طے شدہ دستخطی طریق فیصلہ سے منہ موڑ کر مولانا ثناء اللہ صاحب کے مقابلہ سے جی چرانا خاص وجوہات کی بنا پر ہے

بے خودی بے سبب نہیں غالب۔ کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اگر یہ عذر کیا جاوے کہ یہ اعلانات صرف مباہلہ سے خاص ہیں اور سکندر آبادی حلف، مباہلہ نہیں ہے تو اس سے یہ صاف ثابت ہوگیا کہ ۱۹۰۷ء میں ثنائی حلف

کا نام جو قادیان کے مسیح موعود اور نبی صاحب نے مباہلہ رکھا تھا وہ صریح جھوٹ تھا ماسوا اس کے اگر صرف مباہلہ ہی فیصلہ کن ہے اور یہ حلف یوں ہی ہے تو پھر میاں صاحب نے اس کی تبلیغ و تشہیر کی اجازت سیٹھ صاحب کو کیوں دے رکھی ہے کیوں مخلوق خدا کو دھوکہ دیا جاتا ہے

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

ناظرین کرام! میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ سکندر آبادی اشتہار محض قادیانی بھول بھلیاں ہیں جن کے چکر میں لوگوں کے ایمان گھولائے جا رہے ہیں ورنہ میاں محمود احمد صاحب اس کو تسلیم کر کے اسپر دستخط کر دیتے مگر انہوں نے نہ صرف دستخط ہی نہ کئے بلکہ جب سیٹھ عبد اللہ صاحب نے دستخطوں کے لئے درخواست کی تو میاں صاحب نے ان کو ایک مضمون بصورت مکتوب لکھ کر دیا وھو ہذا:

مکرمی سیٹھ صاحب السلام علیکم۔ یہ حلف لکھ کر میں بھیجتا ہوں حلف (یہ اسی حلف کا ذکر ہے جو خلاف معاہدہ میاں صاحب نے اپنے خود ساختہ الفاظ میں لکھ کر سیٹھ صاحب کو دی تھی جسے ہم سابقاً درج کر آئے ہیں۔معمار) سے صرف اس امر کا پتہ لگ سکتا ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو دھوکا نہیں دیتا اور جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے اصل حقیقت کے انکشاف کے لئے مباہلہ ہوتا ہے (معلوم ہوا کہ یہ حلف مباہلہ نہیں ہے۔معمار) پس آپ یہ میری حلف لوگوں کے سامنے رکھدیں اور ان سے کہہ دیں کہ اگر وہ پورا فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر مباہلہ کریں اور اس کے لئے ہم یہاں سے بھی آدمی بھیج سکتے ہیں اور وہاں کے لوگوں کو بھی اجازت دے سکتے ہیں جس طرح وہ چاہیں گے کر دیں گے اور اگر دہلی میں آ کر مباہلہ کرنا چاہیں تو میں خود وہاں جا کر ان لوگوں سے بشرطیکہ وہ اس حیثیت کے ہوں کہ اون کی ہلاکت حیدر آباد پر عام اثر کرنے والی ہو اور وہ اہل حدیث اور حنفی سب جماعتوں میں سے ہوں مباہلہ کر سکتا ہوں۔خاکسار مرزا محمود احمد۔(دیکھو رسالہ: حلف کی حقیقت۔ص ۱۸)

یہ سطور مظہر ہیں کہ سیٹھ عبد اللہ الہ دین کا انعامی اشتہار محض دکھاوا اور قطعاً غیر فیصلہ کن محض قادیانی دھوکا ہے۔ بفرض محال سیٹھ صاحب کبھی پھنس بھی جائیں جیسا کہ ۱۹۲۳ء میں اسے منظور کر کے پھنس گئے تھے تو اپنے تمام حلفیہ وعدوں پر مثل سابق دھار

مار کر ہرگز ترک مرزائیت نہ کریں گے۔

خلیفہ قادیانی کی غلط روی:

حضرات غور فرمائیے کہ میاں محمود احمد باوجود اس طریق فیصلہ کو معیار نہ ماننے کے بھی اس کی اشاعت پر خوش ہیں بلکہ اس کی اجازت دے رکھی ہے۔ چنانچہ چند ہی روز ہوئے کہ حیدر آباد کے ایک صاحب محمد مسعود علی نے خلیفہ جی سے چند سوال کئے جن کا جواب مرزا محمود احمد نے دیا جو الفضل ۲۱ ستمبر ۱۹۴۶ء صفحہ ۲ پر شائع ہوئے وہ یہ ہے

سوال ۱: کیا سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب یہ انعامی چیلنج جناب کے حکم کی تعمیل میں دے رہے ہیں۔، جواب: نہیں

۲۔ اگر نمبر ایک کا جواب نفی میں ہے تو بتائیں کہ انہوں نے یہ انعامی چیلنج دینے کی اجازت جناب سے باقاعدہ حاصل کر لی ہے۔، جواب: ہاں

۔اگر نمبر۲ کا جواب نفی ہے تو پھر بتائیں کہ آپ ان کے انعامی چیلنجوں کو شرعی اور اخلاقی اور قانونی حیثیت سے جائز سمجھتے ہیں اور پسند کرتے ہیں۔ ، جواب: جب مولوی صاحب بار بار مقابلہ کا چیلنج دے رہے ہیں تو انہیں چیلنج دینا بھی جائز ہے۔

مذکورہ بالا سوالات کے جوابات سے جہاں یہ ثابت ہو رہا ہے کہ خلیفہ قادیانی صاحب نے سکندر آبادی چیلنج کی اجازت محض اس لئے دے رکھی ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی علمی معقول اور مدلل تحریرات کی طرف سے لوگوں کا رخ پھیر کر انہیں بھول بھلیوں میں پھنسایا جائے وہاں یہ بھی کھل گیا کہ اس گروہ کے چھوٹے بڑے سب اکاذیب و مغالطات کے مجموعے ہیں دیکھئے سائل پوچھتا ہے کہ اس انعامی چیلنج کی شرعی و اخلاقی حیثیت کیا ہے اب میاں صاحب جس صورت میں اس کو مذہبی اور ایمانی معاملہ میں فیصلہ کن نہیں سمجھتے تو حق یہ تھا کہ وہ اسے صاف الفاظ میں ٹھکراتے نہ کہ جائز و پسندیدہ قرار دیتے دیکھئے جب خواجہ حسن نظامی صاحب نے ۱۹۱۷ء میں خلیفہ صاحب کو اسی قسم کا چیلنج دیا کہ: اجمیر شریف میں آستانہ غریب نواز کی مسجد میں مرزا صاحب میرے ساتھ کھڑے ہوں میں صرف یہ کہوں گا کہ اے خدا ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے اس کو اسی وقت ہلاک کر دے۔،

تو میاں صاحب نے اس کے جواب میں علی الاعلان لکھا کہ: یہ طریق فیصلہ کہاں سے

ایجاد کیا گیا۔اس قسم کا مقابلہ کسی ولی کسی بزرگ کسی نبی کے طریق عمل سے ثابت ہے؟ ...خواجہ صاحب نے جو طریق فیصلہ پیش کیا ہے وہ خلاف شریعت خلاف عقل اور یک طرفہ ہے اس لئے ایک مسلمان جسے خدا نے عقل سلیم دی ہو اسے ہرگز تسلیم نہیں کر سکتا (الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء۔ص ۵۔۷۔باقی)۔

(اہل حدیث ۱۸۔۲۵۔اپریل ۱۹۴۷ء جلد ۴۴ نمبر ۱۶۔۱۷ ص ۴۔۵)

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۸

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں: اب خدا را خلیفہ صاحب خود ہی کہیں کہ عبداللہ الہ دین والا انعامی فیصلہ کس نبی کی سنت ہے۔قرآن کے کس پارے، حدیث کی کس کتاب میں لکھا ہے کہ آپ نے اس پر جواز و پسندیدگی کا اظہار کر دیا۔

نیز یہ بھی فرمائیے کہ جب آپ خود لکھ چکے ہیں کہ:

ہم قرآن میں یہی لکھا پاتے ہیں کہ عذاب کا لانا کسی انسان کے اختیار میں نہیں پس جب کسی انسان کے اختیار میں یہ بات ہی نہیں تو اپنی طرف سے اس کے متعلق قواعد بنانے (جیسے عبداللہ الہ دین صاحب نے، حلف موکد بعذاب وہ بھی میعادی ایک سال وغیرہ قواعد بنا رکھے ہیں۔معمار) اور غیبی تصرفات کا دعوی کرنا کس طرح جائز ہوسکتا ہے ... ہمارے رسول کریم سے بڑھ کر کون ... ہوسکتا ہے..کفار مطالبہ کرتے تھے کہ ہم پر فوراً عذاب آجاوے مگر آپ کو حکم ہوتا ہے کہ ان سے کہیں عذاب دینا میرے اختیار میں نہیں ...کیا کوئی انسان ہے جس کیلئے اللہ تعالی، رسول کریم ﷺ سے زیادہ غیرت دکھائے گا جو شخص یہ کہتا ہے کہ میرے لئے اللہ تعالی اس سے زیادہ غیرت دکھائے گا (اور ضرور ہی مولوی ثناء اللہ کو میری دی ہوئی قسم جو ہرگز ہرگز مباہلہ نہیں ہے کے مطابق سال کے اندر اندر فوت کر دے گا۔معمار)...وہ تقدم علی الرسول کرتا ہے اور گستاخ ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔

(الفضل ۱۸ دسمبر ۱۹۱۷ء ص ۶ ملخص بلفظہ)

تو اب جناب خلیفہ صاحب قادیانی خود ہی فیصلہ فرمائیں کہ سیٹھ عبداللہ صاحب کا یہ انعامی چیلنج موکد بعذاب حلف، ایک سال کے اندر اندر موت وغیرہ اس کا

شائع کرنا اور بار بار دنیا میں پھیلانا اور اسے خود آپ کا جائز اور پسندیدہ لکھنا کس طرح شرعاً و اخلاقاً درست قرار دیا جاسکتا ہے۔ کیا سیٹھ صاحب یا خود آپ سال کے اندر مار دینے کا خدا سے ٹھیکہ لے چکے ہیں؟

بھلا جو چیز خدا کے صادق نبیوں کو نہ دی گئی وہ کسی جھوٹے پروپا گنڈے اور اس کے امام کو کب مل سکتی ہے پس خلیفہ قادیانی کے قول ہی سے ثابت ہو گیا سکندر آبادی انعامی چیلنج، تقدم علی الرسول، انتہائی گستاخی اور خروج از ایمان و اسلام، کی بنیادوں پر مبنی ہے اور اسے شرعاً و اخلاقاً جائز کہنے والا بھی اسی مد میں داخل و شامل ہے فللہ الحمد

ممکن ہے اس کے جواب میں کہا جائے، آنحضرت ﷺ نے بحکم خدا مباہلہ کی میعاد ایک سال مقرر کی تھی۔، جواباً عرض ہے کہ اول تو یہ ہے ہی غلط۔ حدیث میں صاف مرقوم ہے کہ حاضر الوقت مباہلہ کرنے والے اسی وقت ہلاک ہو جاتے ہیں اور انکی بقیہ قوم سکی سب سال کے اندر اندر ہلاک ہو جاتی ہے چنانچہ خود مرزا صاحب قادیانی نے بھی یہی لکھا ہے: آنحضرت ﷺ نے انتہائی میعاد اثر مباہلہ کی ایک برس رکھی ہے ہاں یہ سچ ہے کہ آنجناب ﷺ نے خدا تعالی سے وحی پا کر اپنے مباہلہ کا اثر بہت جلد مباہلین پر وارد ہونے والا فرمایا ہے۔ (اشتہار ۲۰ شعبان ۱۳۱۴ھ مندرجہ تبلیغ رسالت جلد ۶ ص ۳)

گو مرزا صاحب کا یہ فقرہ، انتہائی میعاد ایک برس، بالکل جھوٹ ہے جو کسی حدیث میں نہیں ہے، حدیث میں یہ ہے کہ باقی قوم سال کے اندر تباہ ہو جاتی ہے تاہم مرزا جی کو اتنا تو مسلّم ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اپنے مباہلہ کا اثر فوری بتایا تھا و ھو المطلو ب

دوسری گذارش یہ ہے کہ سیٹھ عبداللہ صاحب والا فیصلہ تو خود میاں محمود احمد کے نزدیک بھی غیر از مباہلہ ہے پس ایسے چیلنج کو جو خود قادیانی تحریرات کی رو سے ہی سنت اللہ اور سنت حضور ﷺ کے خلاف ہے، شرعاً و اخلاقاً، جائز کس طرح قرار دیا جاسکتا ہے۔

مکرر یہ کہ جب سیٹھ عبداللہ والا فیصلہ خلیفہ قادیانی صاحب کے روبرو دستخطوں کے لئے پیش کیا گیا تو انہوں نے اسے قبول نہ کیا بلکہ ے لکھا کہ، حلف سے صرف اس امر کا پتہ لگ سکتا ہے کہ کوئی شخص لوگوں کو دھوکہ نہیں دیتا اور جو کچھ کہہ رہا ہے سچ کہہ رہا ہے اصل حقیقت کے انکشاف کے لئے مباہلہ ہوتا ہے

اس کا مطلب ظاہر ہے کہ اس قسم کی حلف معیار صدق و کذب نہیں حالانکہ

سیٹھ صاحب کے چیلنج کا مفہوم ہی یہی ہے کہ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب قسم کھانے کے بعد سال کے اندر فوت ہوگئے تو یہ انکے عقاید کے غلط ہونے اور احمدیت کے صحیح ہونے کی دلیل ہوگی چنانچہ خود سیٹھ صاحب نے ۱۹۲۳ء میں اس مضمون کو معاہدے کی شکل میں تحریر کر کے اس پر دستخط بھی کر دیئے تھے جو خلیفہ صاحب کے نزدیک (جیسا کہ ہم سابقاً آپ کی تحریرات سے ثابت کر آئے ہیں) بھی غلط ہے پھر انہوں نے جائز کیوں قرار دیا:

تمہیں کہو کہ یہ اندازِ گفتگو کیا ہے۔ باقی

(اہل حدیث ۱۸۔۲۵۔اپریل ۱۹۴۷ء جلد ۴۴ نمبر ۱۶۔۱۷ص ۷۔۸)

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء ۔۹

جناب منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں:

قادیانی بھول بھلیاں

ناظرین! آپ اس رسالہ میں قادیانی اکابر کی کئی ایک دو رنگیاں ملاحظہ فرما چکے ہیں بالخصوص خلیفہ قادیانی صاحب کی یہ روش کہ کہیں تو اس قسم کے فیصلوں کو، خلاف شریعت، اور خروج از اسلام، لکھا ہے اور کہیں شرعاً و اخلاقاً جائز، اب اور سنیں کہ ایک جگہ یہی خلیفہ صاحب، پسندیدہ، کی بجائے، بے معنی، اور، جائز، کی بجائے، ناجائز، ٹھہرا کر بھی اسے گول مول کر گئے ہیں۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نومبر ۱۹۴۵ء کو سندھ کے علاقہ تھرپارکر کے ایک موضع گزی میں جماعت احناف اور جماعت احمدیہ کا مناظرہ ہوا جس میں یہ خاکسار بھی مدعو تھا۔ اختتام مناظرہ پر مرزائیوں نے پبلک کا رخ پھیرنے کے لئے اپنے مدمقابل مولوی محمد عمر صاحب حنفی ساکن شیخوپورہ کو حلف موکد بعذاب میعادہ ایک سالہ انعامی پانچ صد روپئہ کا چیلنج دیا۔ مولوی محمد عمر نے اسے منظور کرلیا تو مرزائیوں نے اسی چیلنج سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب والا میں تھوڑا سا تغیر کر کے پیش کر دیا جسے مولوی محمد عمر صاحب نے بعینہ مان کر اس کے مطابق قسم کھالی اور مبلغ پانچ صد روپئہ وصول کرلیا۔ اس کے بعد جماعت مرزائیہ سندھ نے اس حلف نامہ کو قادیان بھیجا کہ اسے الفضل اخبار میں چھاپ دیا جائے۔ جب یہ حلف نامہ قادیان

پہنچا تو اسے اخبار میں درج کرنے سے پہلے خلیفہ صاحب کے سامنے پیش کیا خلیفہ صاحب نے اس پر لکھا کہ: جماعت علماء اس پر غور کرے مجھے تو اس قسم کی قسمیں دینا نہایت بے معنی لگتا ہے۔ خلیفہ جی کے اس انداز تبصرہ اور حکم کے ماتحت سات قادیانی علماء کی کمیٹی نے اس پر یہ فیصلہ دیا کہ: سید احمد علی (احمدی مناظر سندھ) نے جن حوالجات کی بنا پر حلف دیا ہے اور جن حوالہ جات کو اپنے فعل کی تائید میں پیش کیا ہے ...مولوی صاحب نے ان کو سمجھنے میں غلطی کی ہے۔

اس فیصلہ کے بعد پھر دوبارہ یہ معاملہ مرزا محمود احمد صاحب کے رو برو پیش کیا گیا تو انہوں نے لکھا: میں تو ایسے مطالبہ حلف کو جائز نہیں سمجھتا۔ شرائط حلف تو درست ہیں (جو ان سات مولویوں نے تجویز کئے تھے جن کو میں نے بخوف طوالت نقل نہیں کیا۔ معمار) لیکن یہ امر بھی تو واضح ہے کہ شرائط کا وجود صرف بہت بڑا اہل شخص شخص ہی ثابت کرسکتا ہے اس لئے امام یا جماعت مسلّمہ اس کا فیصلہ کرنے کی اہل ہے نہ کہ ایک مبلغ۔

منشی عبداللہ معمار لکھتے ہیں: میاں صاحب باوجود اس قسم کی حلفوں کو ،نہایت بے معنی ، اور ، نہ جائز،قرار دینے کے پھر دورخی اختیار کر گئے ہیں کہ اس کے بعد لکھ دیا ، امام یا مسلّمہ جماعت اس کا فیلہ کرنے کی اہل ہے۔ گویا یہی بے معنی اور نا جائز قسمیں اگر امام یا جماعت مسلّمہ کرے تو پھر یہ قابل قبول اور فیصلہ کن مانی جائیں گی۔

حالانکہ ہم سابقاً میاں صاحب کے صریح اور واضح اعلانات درج کر آئے ہیں جن میں سوائے مباہلہ کے اس قسم کی تمام حلفوں اورف طریق فیصلوں کو خلاف شرع ، تقدم علی الرسول، گستاخی ،خروج از اسلام قرار دے کر خواجہ حسن نظامی کے مقابلہ پر باوجود خود امام وقت اور خلیفۃ المسیح القادیان ہونے کے اسے غیر فیصلہ کن لکھ چکے ہیں۔

بالغ نظر اصحاب جناب خلیفہ صاحب کی اس دورخی سہ رخی پر شائد یہ کہیں کہ

ہم بھی قائل تیری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

مگر ہمارے نزدیک یہ سہ رخی چھوڑ سورخی بھی باعث تعجب نہیں بلکہ جناب خلیفہ صاحب معذور ہیں جناب ڈاکٹر شاہ نواز صاحب احمدی قادیان کے ماہوار رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ اگست ۱۹۲۶ء میں لکھتے ہیں: حضرت (مرزا غلام

احمد) صاحب کا (مرض) مراق گوموروثی نہ تھا مگر منتقل ہوا ہے میں بتا چکا ہوں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کو یہ مرض ورثہ میں نہیں ملی مگر جب خاندان میں اس کی ابتداء ہوچکی تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوا چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی (مرزامحمود) نے فرمایا مجھ کو بھی کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔(ص۱۱ ریویو مذکور)

ناظرین! مراق وہ نامراد مرض ہے کہ جسے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے خلیفہ اول حکیم نورالدین نے اپنی بیاض میں جنون کا ایک شعبہ لکھا۔ باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث ۹ مئی ۱۹۴۷ء مطابق ۱۷ جمادی الثانی ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۱۹ ص ۴۔۵)

قادیانی حلف کی ابتداء اور انتہاء۔۱۰

جناب مولوی محمد عبد اللہ معمار امرتسری لکھتے ہیں: سیٹھ عبد اللہ الہ دین کا انعامی چیلنج سراسر دھوکا اور محض نام آوری کا ذریعہ ہے جو خود خلیفہ قادیان اور جماعت احمدیہ کے نزدیک مذہب کے معاملہ معیار صدق و کذب نہیں بن سکتا بلکہ صریح خروج از اسلام کے مترادف ہے اور احمدی اصحاب نے جیسا کہ میں پہلے ثابت کر آیا ہوں حق کے بالمقابل والغوا فیه کی تازہ کرنے کے لئے اختیار کر رکھا ہے

اسی طرح خلیفہ قادیان کا اس بارے میں دورخی اختیار کرنا بھی یا تو، مراق، کی برکت ہے جو عمداً وارادۃً اختیار کی گئی ہے کہ اگر کبھی یہ معاملہ طے ہوکر قسما قسمی ہو بھی گئی تو بصورت وفات ثنائی اسے یہ کہہ کر فیصلہ کن بنالیں گے کہ ہم نے سیٹھ صاحب کو اس کی اجازت دے رکھی تھی پس یہ ہماری مسلمہ تھی لوگو! مولوی ثناء اللہ کے عقاید غلط و باطل تھے دیکھ لو وہ ہمارے بالمقابل ہلاک ہوگیا حضرت مرزا صاحب نے جو فیصلہ شائع کیا تھا کہ ثناء اللہ مجھ سے پہلے مرے گا خدا کے فعل نے اس کی تفسیر کھول دی کہ اس کا بھی یہی مطلب تھا کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی زندگی میں اس کے مقابلہ پر ثناء اللہ مر جائے گا۔لیکن اگر مولوی صاحب محفوظ وسلامت رہے تو بھی نقد جواب موجود ہے کہ ہم نے تو پہلے ہی اس قسم کے حلفوں کو غیر شرعی خلاف سنت انبیاء سخت درجے کی گستاخی اسلام سے نکل جانے کے برابر بے معنی ناجائز اور کیا کیا کچھ کہہ رکھا ہے۔ پس مولوی

ثناء اللہ صاحب کو اس قسم کی حلف اٹھا کر اسے فیصلہ کن ماننا ہی اس کی موت ہے۔ عام جماعت احمدیہ نے لوگوں کے طعنوں کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے سیٹھ عبداللہ کے مسلمہ اور دستخط شدہ معاہدہ کو بھی ٹھکرا دیا یا محض اس اس لئے کہ اسلام کا احترام قائم ہو جائے حضور علیہ السلام کی سنت پر تقدم نہ کیا جائے پس ہم اس احیاء اسلام کی وجہ سے زندہ ہیں اور حضرت کے آخری فیصلہ والے اشتہار کا یہی مفہوم تھا کہ ثناء اللہ دینی لحاظ سے مر جائے گا مگر میرا سلسلہ دن بدن بڑھتا جائے گا وغیرہ وغیرہ

معزز ناظرین کرام! قادیان والوں کی انہی خارق عادت کارروائیوں کو زیر نظر رکھ کر حضرت مجدد زمان مولانا محمد ثناء اللہ صاحب ہمیشہ اس معاملہ میں یہ شرط پیش کیا کرتے ہیں کہ شریعت محمدیہ کے ماتحت ایک دفعہ چھوڑ لاکھوں دفعہ حلف مجھ سے لے لو کہ:

خدا کی قسم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جھوٹے تھے۔

جیسا کہ بارہا مولوی صاحب نے یہ قسم کھائی ہے لیکن اگر مرزائی اصحاب اپنے تجویز کردہ طریق پر فیصلہ کرنا چاہتے ہیں تو پھر خلیفہ قادیانی اینچ پینچ چھوڑ کر صاف دستخطی تحریر دے کہ اس قسم کے بعد ایک سال گذار کر مولانا ثناء اللہ زندہ رہے تو خلیفہ صاحب بمعہ سیٹھ عبداللہ و دیگر ممبران انجمن احمدیہ قادیان کے مرزا صاحب کو جھوٹا مان لیں گے:

بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

گو میں اس قسم کے حلفوں کا قائل نہیں تاہم میرے بلکہ کل اہل علم و عقل کے نزدیک مولانا ثناء اللہ کا یہ مطالبہ قادیانی پہلوتہیوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے بہت ضروری نہایت ہی معقول ہے۔ دیکھئے ۱۹۲۳ء (مقام حیدرآباد دکن) میں باوجود طے ہو جانے اور متفقہ طور پر تسلیم کئے جانے کے بھی یہ معاملہ حلف بے ڈکار ہضم کیا گیا اسی طرح حال ہی میں سندھ (متعلقہ مولوی محمد عمر حنفی) والے حلف جو اس رنگ کی تھی اور خود قادیانیوں کی مرتبہ و مجوزہ تھی منعقد کئے جانے اور روپئہ ادا کر دیئے جانے کے بعد عین اس وقت کہ کہ مقررہ میعاد ایک سال قریب الاختتام ہو چکی تھی مسترد و مردود کر دی گئی پس ہم بصد عزائم پختہ تہیہ کر چکے ہیں کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب جتنی جی چاہے قسمیں لے لیویں مگر اس شرط کے ساتھ جو اوپر درج ہو چکی ہے۔ اگر انہیں منظور ہے تو شوق سے جہاں چاہیں قسم اٹھوالیویں ہم اس کام کیلئے مولانا موصوف کو سکندر آباد میں ہی لے آویں گے تا کہ والی

حیدر آباد کن کی موجودگی میں یہ معاملہ طے ہو کر اور بھی مستند اور معتبر ہو جاوے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب سے گزارش: بالآخر میں اپنے مخدوم ومکرم استاد حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب کی خدمت میں عرض گذار ہوں کہ آپ خوب جانتے ہیں کہ قادیانیوں نے یہ حلف کا بکھیڑا محض اس لئے ڈال رکھا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مسلمہ اور خدا کے مقبولہ، مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ، جس کی رو سے آپ کی فتح اور مرزا جی کا کذب روز روشن کی طرح عیاں ہو چکا ہے کہ احمدیت پاش اثرات کو مٹایا جائے۔

پس آپ خدائے پاک کی اس بخشی ہوئی فتح ونصرت اور عطا فرمائے ہوئے انعام کی بصد ہزار شکر قدر فرمائیں کہ موجودہ حلف کے معاملے میں ایسی محتاط روش اختیار کریں جو اس، الٰہی فیصلے، کی ناسخ نہ بنائی جا سکے۔ گو وہ ایک ایسا فیصلہ ہے جو مٹایا نہیں جا سکتا کیونکہ وہ تو واقع ہو ہی چکا ہے پھر بھی آپ ...؟ رہیں میرا خیال ہے کہ ایک شرط بھی لازمی ٹھہرائی جائے کہ خلیفہ قادیان اپنی تحریر میں یہ بھی تصریح کرے کہ اس حلف کو آخری فیصلہ پر اثر انداز نہ قرار دیا جائے گا بلکہ درصورتِ اختلاف کے سابقہ فیصلہ ہی مسلم رہے گا کیونکہ وہ بانی مذہب کا مسلمہ ہے جسے خدا قبول بھی کر چکا ہے و آخر دعوا نا ان الحمد للہ رب العالمین۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶، ۲۳، ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی، ۲ و ۸ رجب ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲ ص ۴-۵)

عیسائی اور مرزائی مناظرہ

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: اخبار پیغام صلح وغیرہ سے معلوم ہوا ہے کہ مرزائیوں اور عیسائیوں میں اس مضمون پر مباحثہ ہونے والا ہے کہ حضرت عیسیٰ مسیح صلیب کی موت سے بچ کر کشمیر میں آ گئے اور وہاں طبعی موت سے مرکر دفن ہوئے مرزائی اس کے مدعی ہوں گے اور عیسائی اس سے منکر[

مناظرہ اگر ہوا تو دلچسپ ہوگا مگر ہمیں خیال گذرتا ہے جسے ہم مرزائیوں کی ہمدردی کی نیت سے ظاہر کر دیتے ہیں۔ ۱۸۹۳ء میں جو مباحثہ مرزا صاحب کا ڈپٹی آتھم

عیسائی سے ہوا تھا اس کا انجام جو ہوا (اس میں مرزائیوں کو بہت شرمندگی اٹھانی پڑی تھی کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کی موت کی پیش گوئی کی تھی) انصاف یہ ہے کہ

لہذا ہمیں خطرہ ہے کہ اس مباحثے میں بھی ان لوگوں کو شرمندگی حاصل نہ ہو۔ اس لئے ہم ان کو مشورہ دیتے ہیں کہ وہ عیسائیوں سے ایسا مباحثہ نہ کریں۔ ہمارے ساتھ مرزا صاحب کے آخری فیصلہ والے مضمون پر مباحثہ کرلیں جو بہت حدتک دونوں فریقوں میں فیصلہ کن ہے۔ ہم پہلے بھی لکھ چکے ہیں کہ ہمارے اس مباحثے میں دونوں فریق قادیانی لاہوری بلکہ تیسرا فریق شیخی لاہوری (یعنی شیخ غلام محمد اور اس کے اتباع) سامنے آئیں، اور فیصلے کیلئے ہائی کورٹ کا کوئی جج یا کم سے کم سیشن جج کی لیاقت کا کوئی منصف ہونا چاہیے جو سارے بیانات تحریری سن کر فیصلہ کرے۔ جو فیصلہ وہ کرے وہ منظور ہوگا۔ بہتر ہے کہ دونوں فریق بلکہ سارے احمدی مل کر اس پتھر کو راستے سے اٹھائیں جسکی بابت سیٹھ عبداللہ الہ دین سکندرآبادی نے بھی تسلیم کیا ہوا ہے کہ: مولوی ثناء اللہ لاکھوں کیلئے سدراہ بن رہے ہیں۔، پس

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(اہلحدیث ۱۶، ۲۳، ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء مطابق ۲۴ جمادی الثانی ۲ و ۸ رجب ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲ ص ۸)

بطش قدیر بر انوار وکبیر

امت مرزائیہ کے دوگروہوں لاہوری اور قادیانی نے پارہ عم کی تفسیر اپنے اپنے مذاق کے مطابق لکھی ہے۔ تفسیر کیا ہے پوری تحریف قرآن ہے۔ لاہوری تفسیر کا نام انوار القرآن ہے اور قادیانی تفسیر کا نام تفسیر کبیر ہے،۔اس کا جواب بطش قدیر بر انوار وکبیر ہوگیا ہے ملکی فضا صاف ہونے پر شائع کیا جائے گا۔ ناظرین دیکھیں گے کہ یہ لوگ قرآن پر ایمان رکھتے یا استہزاء کرتے ہیں عا ملهم الله بماهم اهله

(اہل حدیث امرتسر ۱۶، ۲۳، ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء جلد ۴۴ نمبر ۲۰، ۲۱، ۲۲ ص ۸)

امیر جماعت احمدی لاہوری متوجہ ہوں

ڈاکٹر محمد حسن سیالکوٹی لکھتے ہیں: اخبار پیغام صلح مورخہ ۱۴ مئی ۱۹۴۷ء میں آپ نے ارشاد فرمایا ہے اگر سری نگر والی قبر یوز آسف کی کھود کر دیکھی جاوے تو کئی نشانات ظاہر

ہوں گے جس سے ثبوت مل جاوے کہ یہ قبر حضرت عیسی علیہ السلام کی ہے۔ جناب کا فرمان بسر وچشم منظور۔ بندہ بھی قبر کی کھدائی کا خرچہ کا حصہ دینے کو تیار ہے

جناب حدیث صحیح کو تو مانتے ہوں ضرور آپ نے مقام حدیث اور بعض کتب حدیث تصنیف فرمائی ہیں لہذا سنئے حدیث صحیح ہے اللہ تعالی نے پیغمبروں کے جسموں کا کھانا زمین پر حرام کر دیا ہے۔ اس حدیث کو ابو داؤد نسائی ابن ماجہ نے روایت کیا ہے اور امام ابن خزیمہ ابن حسان اور دار قطنی ... نے صحیح کہا۔، یوز آسف والی قبر کا مردہ ویسے کا ویسے صحیح سلامت ہوا اور مردے کے ہاتھ اور پاؤں پر زخموں کے نشان ظاہر ہوئے تو مردہ واقعی حضرت عیسی علیہ السلام ہیں ورنہ آپ لوگ بمعہ مسیح موعود جھوٹے۔

دوسری عرض ایک اور ہے قادیانی جماعت کہتی ہے کہ مرزا صاحب نبی رسول بلکہ نبیوں سے بڑھ کر تھے۔لہذا ان کی قبر بھی کھود کر دیکھی جاوے۔اگر ان کا جسم مبارک زمین نے نہ کھایا ہوگا، تو ہم لوگ اور آپ لوگ لاہوری مرزائی آپ کی نبوت کے فوراً قائل ہو جائیں گے اور آپ پر ایمان لے آئیں گے اور قرآن مجید کی آیت ما قتلوہ و ما صلبوہ کا وہی مطلب سمجھیں گے جو مرزا صاحب نے بتایا ہوا ہے یعنی حضرت عیسی سولی پر چڑھائے گئے تھے مگر مرے آکر کشمیر میں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء مطابق ۲۸ شعبان ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲۳-۲۴-۲۵ ص ۳)

علماء ربانی اور مرزا صاحب قادیانی

مولوی غلام رسول مجاہد گلہ مہاراں ضلع سیالکوٹ لکھتے ہیں:

مرزا صاحب قادیانی نے مسیحیت موعودہ کا دعوی کیا اس کو پرکھنے اور جانچنے کے لئے منجملہ دیگر حقائق اور دلائل کے یہ حدیث بھی پیش ہوئی کہ حضور سرور کائنات ﷺ نے زبان حقیقت ترجمان سے حلفاً فرمایا ہے کہ مسیح موعود مقام روحا سے احرام باندھ کر فریضہ حج بجا لائے گا (صحیح مسلم باب جواز التمتع فی الحج والقران۔ص ۴۰۸)

چونکہ مرزا اس اہم اور ضروری رکن سے یکسر محروم رہے یعنی حج کی توفیق آپ کو نہیں ملی لہذا دعوی مسیحیت میں صادق نہیں اس سلسلہ میں میں علمائے ربانی نے مرزا کی زندگی

میں ہی محض مومنانہ فراست سے وجدانی طور پر جو پیشگوئی فرمائی وہ درج ذیل ہے:

مولانا قاضی محمد سلیمان صاحب مرحوم پٹیالوی: آپ نے ۱۳۱۲ھ میں کتاب تائید الاسلام لکھی جس میں صاف پیش گوئی فرمائی۔ میں بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کونصیب نہیں، میری اس پیش گوئی کوسب یادرکھیں (تائیدالاسلام ص ۱۳۶)۔ یاد رہے کہ سن وفات مرزا ۱۳۲۶ھ ہے یعنی پیش گوئی مذکورۃ الصدر وفات مرزا سے چودہ سال قبل کی ہے۔

مولانا ابوالحسن پنج گراہی سیالکوٹ: آپ نے مرزا صاحب کی حیات میں کتاب بجلی آسمانی برسر دجال قادیانی، پنجابی نظم میں لکھی جسکا ذکر مرزا صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی میں موجود ہے اس میں صفحہ ۸۳ پر مندرجہ ذیل اشعار بطور پیش گوئی موجود ہیں

مرزا بالکل حج نہ کردا نہ ایہہ مکے جاوے
نہ ایہہ حکم ضروری لازم فرض العین اداوے
اللہ چاہے مرزا بالکل حج نہ بالکل کرسی
خبرمطابق اللہ چاہے ہو نصرانی مرسی
ہے ایہہ پیش گوئی میری نال الہام الٰہی
اللہ چاہے سچی ہوسی یاد رکھن مرزائی

علامہ فہیم مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی:

آپ نے مرزا صاحب کے حین حیات میں ہی لکھ دیا تھا: وہ ہے عیسیٰ علیہ السلام کی قبر کی جگہ جو قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (الخبر الصحیح عن قبر المسیح ص ۲۱)

ناظرین کرام! خدا را غور فرمائیں کہ باوجود اس کے کہ علماء حق کو مرزا صاحب کی طرح نبوت یا خوابی خدا ہونے کا قطعی کوئی دعوی نہیں ہے پھر بھی کتاب و سنت کی روشنی میں جو پیش گوئی بحق مرزا فرمائی وہ حرف بحرف پوری ہوئی کہ مرزا صاحب آخری دم تک زیارت کعبہ سے محروم رہے

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا۔ نامرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

بخلاف اس کے مرزا صاحب نے باوجود بڑے بڑے بلند دعاوی کے جو پیش گوئیاں کیں ان کا جوحشر ہوا وہ الہامات مرزا، اور فاتح قادیان مولانا امرتسری

دیکھنے والوں سے مخفی نہیں اللہ تعالیٰ حضرات علماء حق کو جزائے خیر دے جن کی دور رس نگاہ اور مساعی جمیلہ سینکڑوں قلوب کی تسکین و تشفی کا باعث ہو رہی ہیں۔

جزا ہ اللہ خیرا عنی و عن سا ئر المسلمین

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۱۸ جولائی ۱۹۴۷ء مطابق ۲۸ شعبان ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲۳۔۲۴۔۲۵ ص ۳۔۴)

مذہب کی اشاعت

کبر ت کلمة تخر ج من افواھھم ان یقو لون الا کذ باً

مولوی حکیم عبدالرحمٰن خلیل قریشی نظام آبادی لکھتے ہیں

مذہب نیکی دیانت داری راست گوئی اور ایثار کا نام ہے جس مذہب میں جھوٹ اور فریب دہی ہو وہ حقیقت میں لا مذہبی اور دھوکا بازی ہے لوگ اسلام کی تعلیم سے واقف ہو کر اور اس کی خوبیاں معلوم کر کے اس کی طرف کھنچ آتے ہیں اور اپنی زندگی امن سے گذارتے ہیں۔ بعض ہوشیار آدمی عوام الناس کو مذہب کے نام پر دھوکا دے کر دام تزویر میں پھنسا کر اپنا الوسیدھا کر لیتے ہیں۔ ایسے فریب باز اور غلط گو مبلغین کو معلوم ہونا چاہیے کہ کاٹھ کی ہنڈیا ایک ہی دفعہ کام آتی ہے بلکہ خود جل کر راکھ ہو جاتی ہے۔ میں نے اپنے سفروں میں دیکھا کہ بعض جماعتوں کے مبلغین عوام الناس کو اپنے اور ان کے مذاق کے مطابق جھوٹی یا ضعیف حدیثیں سنا کر بھولے بھالے مسلمانوں کو دام فریب میں لے آتے ہیں اور ان کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔ چنانچہ ان کی یہ مغالطہ دہی خود زبان حال سے ان کا کچا چٹھا ظاہر کر دیتی ہے۔ مثلاً ریویو آف ریلی جنز کے کسی رسالہ میں مفتی محمد صادق آف قادیان لکھتے ہیں:

گذشتہ فروری میں جب مولوی محمد علی صاحب بمبئی گئے اور سیٹھ آدم صاحب کے مکان پر ملنے گئے تو اثناء گفتگو میں مولوی صاحب نے فرمایا، اس پر سیٹھ صاحب نے مولوی صاحب سے دریافت کیا کہ یہ جو مشہور حدیث ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تھا کہ ایک وقت آئے گا جب کہ میری امت کے لوگ یہود و نصاریٰ کے مشابہ ہو جائیں گے اور ان کے بہت سے فرقے ہوں گے اس وقت ۷۳ فرقوں میں سے ایک فرقہ صحیح راستہ

پر ہوکر ناجی ہوگا کیونکہ وہ مسیح ابن مریم کے مثیل کو ماننے والا ہوگا اور باقی سب فرقے ناری (جہنمی) ہوں گے کیا آپ اس حدیث کو مانتے ہیں یانہیں مولوی صاحب نے اقرار کیا کہ بے شک یہ حدیث صحیح ہے۔ الخ

بے شک اس حدیث کا اکثر حصہ صحیح ہے لیکن وہ بھی ان الفاظ میں نہیں جس طرح کہ یہاں ذکر ہوا ہے اور یہ لفظ، کیونکہ وہ مسیح ابن مریم کے مثیل کو ماننے والا ہوگا اور باقی سب فرقے ناری جہنمی ہوں گے، بالکل کسی حدیث کا ترجمہ نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی حدیث ہے۔ ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ جو اپنے آپ کو مذہبی مبلغ کہلاتے ہیں کس طرح مغالطہ دہی سے بھولے بھالے مسلمانوں کو مرزائی بنالیتے ہیں۔ بمبئی کے ایک بھولے بھالے مسلمان کو اسی طرح دام تزویر میں پھنسایا گیا خدا کی پناہ! ہم مرزائی مبلغین سے پوچھتے ہیں کہ اگر کوئی صحیح حدیث ان الفاظ میں ان کی کسی کتاب میں موجود ہو جس میں یہ لکھا ہو: کیونکہ وہ مسیح ابن مریم کے مثیل کو ماننے والا فرقہ ہوگا، تو مہربانی فرما کر اسکا حوالہ دیں ورنہ خدا سے دریں اور حدیث کے اس شدید عتاب کو پیش نظر رکھیں کہ فرمایا حضور ﷺ نے من کذب علیّ متعمداً فلیتبوّا مقعده من النار۔ اور عوام الناس کو غلط حدیثیں بنا کر سنانے سے بچیں۔ دعا ہے خدا تعالیٰ ہمیں صراط مستقیم کی ہدایت فرمائے۔ والسلام

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر ۲۵ جولائی ۱۹۴۷ء مطابق ۶ رمضان ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲۶۔۲۷۔۲۸ ص ۵)

پیغام صلح کو جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قرآنی تعلیم ہے ان یرو سبیل الرشد لا یتخذوه سبیلاً یعنی گمراہ لوگوں کی پہچان یہ ہے کہ سیدھی راہ اختیار نہیں کرتے۔ پیغام صلح لاہور مرزائی اخبار کو ہم نے مشورہ دیا تھا کہ عیسائیوں سے مناظرہ کرنے کی بابت تم نے جو تجویز کی ہے ایسا نہ کرو کیونکہ اس سے پہلے بڑے مرزا صاحب عیسائیوں سے مناظرہ کر کے شرمندہ ہو چکے ہیں۔ انہوں نے کہا تھا کہ عبداللہ آتھم پندرہ ماہ میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا

جاوے گا مگر واقعہ میں ایسا نہیں ہوا بلکہ میعاد گذار کر بہت مدت تک زندہ رہا۔

پیغام صلح اپنے غصہ کا اظہار کرتے ہوئے لکھتا ہے کہ یہ شیطانی آواز ہے جو اہل حدیث نے اٹھائی ہے۔ مگر حقیقت یہ ہے کہ شیطانی آواز وہ ہوتی ہے جو جھوٹ ہو۔ سچی آواز کو شیطانی کہنا بحکم قرآن مجید خود شیطانی آواز ہے۔

پیغام صلح ہمیں بتائے اور اپنی بات پر مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے دستخط کرا دیوے یا ہماری بات کو کسی منصف کے پاس پیش کر کے پوچھ لے کہ مرزا صاحب نے نہیں کہا تھا اور ان کی کتاب جنگ مقدس میں نہیں لکھا کہ عبداللہ آتھم پندرہ مہینے میں بسزائے موت ہاویہ میں گرایا جائے گا، اگر لکھا ہے اور یقیناً لکھا ہے تو یہ شیطانی آواز ہے یا پیغام صلح کی۔ اس فیصلے کیلئے میں مولوی محمد علی صاحب کو منصف مانتا ہوں

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں۔ تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اگست ۱۹۴۷ء مطابق ۱۳ رمضان ۱۳۶۶ھ جلد ۴۴ نمبر ۲۹۔۳۰۔۳۱ ص ۶)

(متفرقات میں مینجر کی طرف سے ایک اعلان شائع ہوا ہے کہ ۳۰ مئی ۱۹۴۷ء کے مشترکہ پرچے کے بعد ۱۸ جولائی کا پرچہ شائع ہوا تھا جس پر تین نمبر مرقوم ہیں۔ درمیان میں کوئی پرچہ شائع نہیں ہوا۔ بہاء)

....

باب الاسلام سندھ سے

نازش ملت مورخ اہل حدیث ڈاکٹر بہاءالدین کو خراج تحسین

(تحریر: مولانا عبدالرحمٰن ثاقب۔ سکھر)

عقیدہ ختم نبوت اہل اسلام کا متفقہ عقیدہ ہے جس کے متعلق چودہ سو سال سے کبھی بھی اختلاف آراء نہیں ہوا۔ جھوٹے مدعیان ضرور پیدا ہوتے رہے اور امت مسلمہ نے یک زبان ہو کر ان کو خارج از اسلام قرار دیا اور اس طرح سے گلشن اسلام کو پژمردہ ہونے سے محفوظ رکھا۔ مسلمانوں میں بہت سے فرقے پیدا ہوئے اور ان میں آپس میں زبردست مباحثے، مجادلے اور مناظرے ہوئے لیکن رسول اکرم ﷺ کے آخری نبی ہونے میں کبھی بھی اختلاف نہیں ہوا۔ بلکہ سب نے خاتم النبیین کے معنی یہی کئے کہ لا نبی بعدی آپ ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں۔ مخبر صادق ﷺ نے فرمایا

تھا کہ و انه سیکو ن فی امتی کذا بو ن ثلاثو ن کلهم یز عم انه نبی و انا خا تم النبیین لا نبی بعدی ۔ (ابی داود۔ کتاب الفتن) میری امت میں تیس کذاب نمودار ہوں گے ہرایک کا دعوی ہوگا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں آخری نبی ہوں میرے بعد کوئی نبی (آنے والا) نہیں ۔، چنانچہ اس پیشین گوئی کے مطابق آنحضرت ﷺ کے بعد مختلف مقامات اور مختلف زمانوں میں کئی لوگوں نے دعوی نبوت کیا۔ مسیلمہ کذاب ،اسود عنسی ، سجاح بنت حارث، مختار ثقفی ، میمون، قداح ،طلحہ بن خویلد ، ابن مقنع ، سلیمان قرمطی ، بابک خرمی اور عیسی بن مہرو یہ مشہور دجال اور کذاب گذرے ہیں ۔

اللہ تعالی نے حجۃ الوداع کے موقع پر اعلان فرمایا تھا: الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعتی و ر ضیت لکم ا لاسلا م د ینا (الما ئدۃ) آج کے دن میں نے تمہارا دین تمہارے لئے کامل کر دیا اور تم پر اپنی نعمت تمام کر دی اور تمہارے لئے اسلام کو بطور دین پسند کر لیا۔ اس پر شاہد عدل ہے۔ اس کے معنی بالکل صاف اور واضح ہیں جن میں کوئی دشواری یا ابہا نہیں ہے۔ جو ہدایت یا پیغام جناب محمد عربی ﷺ کے ذریعہ دنیا کو دیا گیا بفحوائے نص قرآنی من کل الوجوہ مکمل ہے جس کے بعد کسی مزید ہدایت یا پیغام کی حاجت باقی نہیں ہے۔ پس الیو م اکملت لکم دینکم عقیدہ ختم نبوت پر نص قطعی الدلالت ہے۔ قرآن مجید خاتم الکتب یعنی آخری کتاب اور حضرت محمد ﷺ خاتم النبیین یعنی آخری نبی ہیں۔ آپ پر ہر قسم کی نبوت کا خاتمہ ہو گیا ہے۔ فرمان الہی ہے ما کا ن محمد ابا ا حد من ر جا لکم و لکن رسو ل الله و خاتم النبیین و کا ن الله بکل شیء علیما (الاحزا ب : ۴۰) محمد ﷺ تمہارے مردوں میں سے کسی کے باپ نہیں ہیں لیکن وہ اللہ کے رسول اور خاتم النبیین ہیں اور اللہ ہر چیز کو خوب جاننے والا ہے۔

هو الذی ارسل رسو له بالهد ی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و لو کر ه المشرکو ن ۔ (الصف : ۹) اللہ وہ ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے تمام ادیان پر غالب کر دے اگر چہ مشرکین اس بات کو نا پسند ہی کریں۔ و ما ارسلنا ك ا لا کا فةً للناس بشیراً و نذ یرا ...

هو الذی ارسل رسو له با لهد ی و دین الحق لیظهره علی الدین کله و کفی با لله شهیداً (الفتح : ۲۸) اللہ وہ ذات ہے جس نے اپنے رسول کو ہدایت اور دین حق کے ساتھ بھیجا تا کہ وہ اسے سب ادیان پر غالب کر دے اور اللہ بطور گواہ کافی ہے۔ ان آیات سے ظاہر ہے کہ یہ دین تمام ادیان سے آخر میں ان سب کے لئے ناسخ بن کر آیا ہے اس کے بعد اب کوئی دین یا شریعت نہیں آئے گی۔ ... یہودی مذہب میں ایسا کوئی اعلان نہیں کہ نبوت ختم ہوگئی اور ہمارے ہاں اس کا صاف اعلان موجود ہے۔ اللہ تعالی نے ہمارے دین اسلام کو یہ خصوصیت عطا فرمائی اور دین کے مختتم محکم اور کامل ہونے کا آخری طور پر اعلان فرما دیا کہ اب دین و شریعت مکمل ہو چکے ہیں۔ اب اس میں کسی قسم کی ترمیم و تنسیخ کی گنجائش اور ضرورت باقی نہیں رہی۔ یہ تکمیل دین کا اعلان ہی ختم نبوت کا اعلان ہے۔ دین میں ترمیم و تنسیخ انبیاء کرام کے ذریعہ سے ہوتی تھی اب جب دین مکمل ہوگیا تو قیامت تک اس میں کسی قسم کی ترمیم کی ضرورت نہ رہی تو نبی آنے کا مقصد پورا ہوگیا اور آپ ﷺ نے ان الفاظ میں اعلان فرمادیا کہ انا آ خر ا لا نبیاء و انتم آ خر ا لا مم (سنن ابن ماجہ) میں سب نبیوں کے آخر میں آنیوالا ہوں اور تم سب امتوں کے آخر میں آنے والے ہو۔

مرزا غلام احمد بھارتی ریاست پنجاب کے قصبہ قادیان ضلع گورداسپور میں ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا۔ یہ موقع شناس اور جاہ طلب شخص تھا۔ اس نے بتدریج مختلف دعاوی کئے۔ مجدد، مہدی، مسیح، ظلی و بروزی نبی، پھر مستقل صاحب شریعت نبی بن گیا۔ اس کو پیش گوئیاں کرنے کا بڑا شوق تھا۔ جب پیشین گوئی جھوٹی ثابت ہوتی تو ڈھٹائی سے اس کی تاویل کرنے لگ جاتا۔ قرآنی آیات میں تحریفات کرتا اور ان میں من چاہی تفسیر وتاویل کرتا تھا۔ اللہ تعالی نے اس کو علمائے حق کے مقابلہ میں ہمیشہ ذلیل و رسوا کیا۔

مرزا غلام احمد سود الله و جهه نے ۱۸۹۱ء (۱۳۰۸ھ) میں مثیل مسیح ہونے کا دعوی کیا تو سرخیل اہل حدیث مولانا محمد حسین بٹالوی میدان عمل میں اترے۔ انہوں نے مرزا غلام احمد کے عقائد کی روشنی میں ایک استفتاء مرتب کر کے اپنے عالی قدر استاد میاں نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں پیش کیا۔ میاں صاحب سے فتوی حاصل کر کے مولانا محمد حسین بٹالوی نے ہندوستان کے بیشتر علمی مراکز کا سفر کر کے

وقت کے مشہور ومعروف دوسو علماء سے اس پر تائیدی دستخط حاصل کئے۔ اور ۱۸۹۲ء میں اسے علماء اسلام کے متفقہ فتویٰ تکفیر مرزا کے طور پر جاری فرمایا۔ مولانا محمد حسین کا یہ بھی اعزاز ہے کہ انہوں نے مرزا قادیانی سے سب سے پہلا مباحثہ کیا جو لدھیانہ میں ۱۲ روز تک جاری رہا۔ اس سے پہلے مولانا لاہور میں مرزا قادیانی کے مریداول حکیم نورالدین سے بھی مناظرہ کر چکے تھے جس میں حکیم صاحب اتنے لاچار ہو گئے تھے کہ مناظرہ درمیان میں چھوڑ کر میدان سے فرار ہو گئے تھے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ وہ شخصیت ہیں جنہیں مسلمانوں کی طرف سے فاتح قادیان کا خطاب دیا گیا۔ مولانا امرتسری نے اپنی زندگی میں جس طرح مرزائیت کی تردید کی اس طرح کی مثال نہیں ملتی۔ آپ نے تحریری، تقریری، مباحثوں مناظروں میں مرزا اور اس کے بعد اس کے مریدوں کا ہر میدان میں للکارا اور شکستوں سے دوچار کیا۔ آپ کے مقابلہ میں مرزا قادیانی نے ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء کو آخری فیصلے کا اشتہار شائع کیا جس میں خدا تعالی سے دعا کی کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جائے۔ اس کے بعد ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرزا غلام احمد قادیانی چل بسا، جب کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ۱۹۴۸ء میں سرگودھا میں فوت ہوئے۔

مشہور سیرت نگار قاضی محمد سلیمان منصور پوری نے مرزا قادیانی کے رد میں دو کتابیں لکھیں۔ پہلی کتاب غایت المرام ۱۸۹۳ء میں چھپی۔ دوسری کتاب اس کے پانچ سال بعد تائید الاسلام ۱۸۹۸ء میں طبع ہوئی۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی آپ کی کسی کتاب کا جواب نہ دے سکا۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی ایک ممتاز عالم دین اور کئی کتب کے مصنف ہونے کے ساتھ ساتھ بہت بڑے مقرر اور مناظر بھی تھے۔ ۱۸۹۱ء میں میں مرزا قادیانی نے دہلی جا کر اپنی مسیحیت کا ڈنڈورہ پیٹا اور مناظرے کے چیلنج کئے تو مولانا سہسوانی نے بھوپال سے دہلی آکر مرزا قادیانی سے گفتگو کی۔ مناظرے کا موضوع حیات وممات مسیح تھا۔ جب مولانا محمد بشیر سہسوانی کی گرفت مضبوط ہوئی تو مرزا صاحب اس تحریری مناظرے کو نامکمل چھوڑ کر دہلی سے فرار ہو گئے۔ مولانا صوفی عبدالحق غزنوی ایک بلند پایہ صوفی مشرب اہل حدیث عالم تھے۔ آپ نے ۱۸۹۱ء میں لاہور میں مرزا

صاحب کے مریدوں سے مباہلہ کیا اور پھر۱۸۹۳ء میں امرتسر میں خود مرزا صاحب سے مباہلہ کیا۔ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء میں دنیا سے رخصت ہو گیا جب کہ مولانا عبد الحق غزنوی کی نو برس بعد ۱۹۱۷ء میں وفات ہوئی۔ یہ واحد مباہلہ ہے جو مرزا نے کسی مسلمان عالم سے اپنی زندگی میں کیا تھا۔ علامہ محمد ابراہیم میر ممتاز عالم دین، مفسر قرآن، زوردار مقرر، بڑے محقق، وسیع المطالعہ، اور رد قادیانیت میں درجن بھر سے زائد کتابوں کے مصنف تھے۔ آپ کی مشہور تصنیف شہادۃ القرآن ہے جس میں حیات عیسی پر بحث کی گئی ہے اور مرزائیوں کے دلائل اور اعتراضات کا رد کیا گیا ہے۔ مولانا محمد حنیف ندوی وہ پہلے اہل علم و اہل قلم ہیں جنہوں نے پاکستان میں ہفت روزہ الاعتصام میں حکومت پاکستان سے مطالبہ کیا کہ قادیانیوں کو اقلیت قرار دیا جائے۔

حافظ محمد ابراہیم کمیر پوری ممتاز علماء اہل حدیث میں سے ایک ہیں۔ آپ بڑے صاحب علم وفضل اور تحقیقی میدان میں یدطبولی رکھتے تھے۔ خصوصاً قادیانیت پر تو آپ کو خصوصی دسترس حاصل تھی جس کا اندازہ اس بات سے لگایا جا سکتا ہے کہ جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں مرزائیوں کو غیر مسلم اقلیت قرار دینے کی بحث چل رہی تھی اس وقت آپ ہی کے مرتب کردہ سوالات نے قادیانی سربراہ مرزا ناصر احمد کو مشکل میں ڈالا، اور وہ لاجواب ہو کر ذلیل ورسوا ہوا۔ علامہ احسان الٰہی ظہیر بلند پایہ خطیب اور ممتاز مصنف اور صحافی تھے۔ آپ نے عربی زبان میں القادیانیة لکھی جو عرب کے بڑے بڑے اہل علم کے مطالعہ میں آئی۔ اسکے اردو، فارسی اور انگریزی ترجمے بھی ہوئے اور دنیا بھر میں وسیع پیمانے پر اس کی اشاعت ہوئی۔

ان بزرگوں کے علاوہ مولانا محمد اسماعیل علی گڈھی، مولانا عبداللہ شاہجہان پوری، مولانا عبدالمجید دہلوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا رحیم بخش چینیانوالی مسجد لاہور، منشی الٰہی بخش لاہوری، منشی سعداللہ لدھیانوی، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، حافظ عبدالعزیز رحیم آبادی، مولانا شمس الحق عظیم آبادی، مولا محمد منیر خان آف بنارس، حافظ محمد یوسف امرتسری، مولانا ابوالحسن سیالکوٹی آف، حافظ گوہر دین آف ورک، مولانا محمد امین امرتسری، سید عبدالرحیم مکھوی، شاہ محمد شریف گھڑیالوی، مولانا عبداللہ ثانی امرتسری، مولانا عبدالعزیز آف قلعہ میہاں سنگھ، مولانا

محمد شفیع آف قلعہ میہاں سنگھ گوجرانوالہ، حکیم محمد الدین امرتسری، حافظ محمد لکھوی، مولانا عبدالرحمٰن محی الدین لکھوی، صوفی عبدالحق کوٹلوی سرہندی، مولانا احمد حسن شوکت میرٹھی، مولانا نوراحمد لکھوی، مولانا محمد علی بھوپڑی، مولانا محمد داودغزنوی، مولانا محمد اسماعیل سلفی گوجرانوالہ، علامہ محمد یوسف آف کلکتہ،، حافظ عبداللہ محدث روپڑی، منشی محمد عبداللہ معمار، مولانا ابوالقاسم سیف بنارسی، مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری، محدث دیارسندھ دسید بدیع الدین شاہ راشدی، مولانا نورحسین گرجاکھی، مولانا حافظ عبد القادر روپڑی، مولانا محمد رفیق پسروری، مولانا محمد صدیق کرپالوی، مولانا عبدالحکیم نصیرآبادی، مولانا محمد بکنوی، مولانا محمد عبداللہ گورداسپوری اور دیگر علماء اہل حدیث کی مساعی جمیلہ بھی ردقادیانیت کی تاریخ کا حسین باب ہیں۔

نازش ملت ممتاز مورخ ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کا اصل نام ڈاکٹر محمد سلیمان اظہر ہے۔ آپ جماعت کے معروف عالم دین اور مبلغ مولانا عبداللہ گورداسپوری رحمہ اللہ علیہ کے فرزند ارجمند ہیں۔مولانا عبداللہ گورداسپوری مرحوم، مفسر قرآن محمد ابراہیم میرسیالکوٹی کے تلمیذ اور فاتح قادیان شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ امرتسری رحمہ اللہ کے خاص مرزائیت کے رد میں تیار کردہ مبلغ تھے جن کی ساری زندگی قادیانیت کے تعاقب اور مسلک حق کے فروغ واشاعت میں گزری۔ان کے صاحبزادے ڈاکٹر بہاءالدین واقعتاً الو لد سر لا بیہ ،اورنمونہ سلف ثابت ہوئے ہیں جنہیں دیارغیر میں بیٹھ کر ختم نبوت اور ردقادیانیت کے حوالہ سے ایک شاندار انسائکلو پیڈیا مرتب کرنے کی سعادت حاصل ہوئی ہے۔

نازش ملت اورمورخ اہل حدیث ڈاکٹر بہاءالدین صاحب کی خدمات جلیلہ کو جس قدرخراج تحسین پیش کیا جائے وہ کم ہے۔موصوف نے جس طرح دیارغیر (برطانیہ) میں بیٹھ کر تاریخ اہل حدیث ،اور ۷۵ جلدوں میں تحریک ختم نبوت مرتب کی وہ اپنی مثال آپ ہے۔

سرزمین سندھ جسے باب الاسلام بھی کہا جاتا ہےاوراس سرزمین کو حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اور تابعین عظام رحمھم اللہ کی قدم بوسی کا شرف حاصل ہے اوراس سرزمین پر بہت سے محدثین بھی پیدا ہوئے جنہوں نے اپنی

زندگیاں خدمت حدیث میں گزار دیں۔ اس سرزمین کے احباب جماعت نے ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی خدمات جلیلہ کو خراج تحسین پیش کرنے کا فیصلہ کیا اور مرکزی جمیعت اہل حدیث سکھر کے تحت ۱۸۔فروری ۲۰۱۹ء بروز پیر سالانہ قرآن وسنت کانفرنس کے موقع پر آپ کو سندھ کا روایتی تحفہ اجرک،ٹوپی اور شیلڈ پیش کی۔آپکے صاحبزادے محترم محمد سہیل اظہر گورداسپوری صاحب سکھر تشریف لائے۔سب سے پہلے حاجی عبدالحنان بندھانی نے اجرک پیش کی۔اس کے بعد راقم الحروف (عبد الرحمان ثاقب) نے سندھی ٹوپی پیش کی۔آخر میں قاری یاسین حیدر، قاری سیف اللہ عابد امیر ضلع خانیوال ، خاکسار عبدالرحمٰن ثاقب ،مولانا محمد عثمان امیر ضلع سکھر، شیخ ضیاء الرحمٰن سیٹھی ، رانا عبدالحفیظ ، حاجی عبدالحنان بندھانی ،مولانا جاوید خان شیروانی نے مل کر ڈاکٹر بہاء الدین کے اعزاز میں شیلڈ پیش کی جو کہ آپ کے صاحبزادے محمد سہیل اظہر نے وصول کی۔راقم الحروف نے اس موقع پر ڈاکٹر صاحب کے اس عظیم انسائکلو پیڈیا کے بارے میں سامعین کو آگاہ کیا اور بتایا کہ اہل حدیث کے اس نامور سپوت نے تحریک ختم نبوت مرتب کر کے ایک تاریخی کارنامہ سرانجام دیا ہے جس پر ہم سب ان کے مشکور اوران کیلئے دعا گو ہیں کہ اللہ انہیں جزائے خیر عطا فرمائے اور اخروی نجات کا ذریعہ بنائے۔آمین

☆☆☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین ۔ ۸۔اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ ہفتاد (۷۰)

ثنائی رسائل

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء الترا ث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ ہفتاد (۷۰) ثنائی رسائل
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین
صفحات	۳۰۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۴
تتمہ نکاح مرزا	۹
مباحثہ سرگودھا	٦٧
چیستان مرزا	۸۸
مباحثہ مالیرکوٹلہ	۹۹
حیدرآباد دکن میں ثنائی معرکہ آرائیاں	۱۱۳
شہادات مرزا	۱۸۴
محمد قادیانی	۲۱۲
فیصلہ مرزا	۲۳۴
قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار	۲۴۲
تتمہ قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار	۲۵۹
عجائبات مرزا	۲٧٦
ضمیمہ عجائبات مرزا	۲۹۸

فاتحة الكتاب

الحمد لله و الصلوة و السلام علی سید الانبیاء۔ اما بعد
سلسلہ تحریک ختم نبوت کی جلد ستر (۷۰) قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں چند ثنائی رسائل در رد قادیانیت نقل کئے جارہے ہیں۔

۹۲-۱۸۹۱ء میں جب مرزا غلام احمد کی تکفیر کا فتوی تحریر وتسوید کے مراحل سے گذر رہا تھا اس وقت مولانا ثناءاللہ امرتسری دیوبند، سہارن پور، کان پور وغیرہ میں زیر تعلیم تھے اس لئے اس فتوی پر آپ کے دستخط نہیں ہیں۔۱۸۹۴ء میں جب مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی بابت موت ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی غلط نکلی، تو اس کی تردید وتکذیب میں جن بزرگوں نے حصہ لیا ان میں مولانا امرتسری (جو اس وقت ایک نوآموز عالم دین کی حیثیت رکھتے تھے) نمایاں طور پر سامنے آئے اور آپ نے ایک اشتہار بھی شائع فرمایا تھا جسے میں نے اپنے سلسلہ کتب میں کسی جگہ نقل کر دیا ہوا ہے۔ ۱۸۹۴ء کے بعد کے دو برسوں میں آپ نے ردّ قادیانیت میں اتنی شدومد سے حصہ لیا کہ جب ۱۸۹۶ء میں مرزا غلام احمد نے اپنے مخالف علماء کو نام بنام مباہلے کا اشتہار دیا تو کل ہند سطح کے مدعووین مباہلہ کی فہرست میں (جو کم بیش ۵۶ علماء کے اسماء گرامی پر مشتمل تھی) مولانا ثناءاللہ امرتسری کا نام گیارھویں نمبر پر نظر آتا ہے جب کہ دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس مولانا محمود حسن، بریلوی مکتب فکر کے سربراہ شاہ احمد رضا خاں، اور شاہ حامد رضا خان، اور سید محمد علی مونگیری، علامہ انورشاہ کشمیری، مولانا مرتضی حسن چاندپوری وغیرھم جیسے اکابرین کے نام اس فہرست میں نظر نہیں آتے۔ گویا مرزا غلام احمد قادیانی اس فہرست کے ذریعہ اپنے مخاطب اہل اسلام اور ان کی آئندہ نسلوں کو بتارہے تھے کہ اس کے خلاف کام کرنے والے سابقون الاولون کون ہیں۔

۱۸۹۶ء کے بعد مولانا ثناءاللہ نے ردقادیانیت میں الہامات مرزا، اور ہفوات مرزا کے نام سے دو رسالے مرتب کئے۔ الہامات مرزا مفصل رسالہ تھا اور آپ نے اس کے جواب پر انعام بھی مقرر کیا تھا۔ مرزا غلام احمد کی زندگی میں یہ رسالہ،

جواب کا انتظار کرتا رہا۔ مرزا غلام احمد کی موت کے بعد اس کے خلیفہ اول حکیم نور الدین کی زیرنگرانی ایک جواب تیار کیا گیا جس کا تار و پود مولانا ثناء اللہ امرتسری نے الہامات مرزا کے بعد کے اڈیشن میں بکھیر کر رکھ دیا۔ الہامات مرزا کا تیسرا اور چھٹا اڈیشن مجھے ملا تھا اور میں نے دونوں کو سامنے رکھ کر ایک نئے انداز میں مرتب کر کے سلسلہ کتب ہذا کی کسی سابقہ جلد میں شامل کر دیا ہوا ہے۔

ہفوات مرزا مولانا امرتسریؒ کا چند صفحات پر مشتمل ایک مختصر سا رسالہ تھا، جو شحنہ ہند میرٹھ کے ضمیمے کی دو قسطوں میں بھی شائع ہوا تھا۔ یہ رسالہ بھی اس سلسلہ کتب کی کسی جلد میں شامل کیا جا چکا ہے۔

انہی دنوں مولانا ثناء اللہ نے اپنی تفسیر ثنائی میں ردّ قادیانیت سے متعلق موضوعات پر خوب لکھا۔ آپ کی یہ تحریریں بھی کسی سابقہ جلد میں نقل ہو چکی ہیں۔

نومبر ۱۹۰۳ء میں مولانا ثناء اللہ نے اہل حدیث کے نام سے اپنا ہفتہ وار اخبار امرتسر سے جاری کیا۔ جو اگست ۱۹۴۷ء تک جاری رہا۔ اس اخبار میں آپ تسلسل کے ساتھ قادیانیت کا ردّ فرماتے رہے۔ چونکہ موضوع یعنی ردقادیانیت، ایک تھا، اور لکھنے والا بھی ایک ہی تھا، یعنی مولانا ثناء اللہ، اور جن لوگوں کے جواب میں لکھا جا رہا تھا وہ بھی مردود دلائل ہی دہراتے رہتے تھے، اس لئے ۴۴ سال پر محیط طویل عرصے میں جنم لینے والی ثنائی تحریروں میں تکرار بہت ہے۔ مثلاً اگر مرزا غلام احمد کے آخری فیصلہ پر لکھا جا رہا ہے، تو اس میں، قادیانی کا اشتہار: آخری فیصلہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء، نقل ہوگا، اس اشتہار کے گردوپیش قادیانی الہامات اور تحریروں کا ذکر ہوگا، جو کچھ اخبار اہل حدیث میں اس اشتہار کے گردوپیش لکھا گیا تھا، وہ نقل ہوگا، جو کچھ قادیانیوں نے مرزا غلام احمد کی موت کے بعد اس اشتہار کے متعلق تاویلات اور عذرات پیش کئے ان کا تذکرہ اور پوسٹ مارٹم ہوگا۔

یعنی آخری فیصلہ کے متعلق اگر مولانا ثناء اللہ نے اخبار اہل حدیث کی ۴۴ سالہ زندگی میں تیس بار لکھا ہے، تو ایک ہی قسم کے مواد کی ۳۰ بار تکرار ہوئی ہے۔

اسی طرح اگر محمدی بیگم سے مرزا غلام احمد کے آسمانی نکاح والی پیش گوئی کے متعلق مولانا ثناء اللہ نے اخبار اہل حدیث میں چالیس بار لکھا ہے، تو اس نکاح

کے بارے میں مرزا قادیانی کی اصل پیش گوئی، اس کی توضیحات، شادی کے لئے محمدی بیگم کے عزیزوں سے مرزا کی خط وکتابت، شادی نہ ہوسکنے پر مرزا قادیانی کی تاویلات اور یقین دہانیاں، اس کی موت کے بعد قادیانیوں کی تاویلات وعذرات وغیرہ کا ذکر بھی چالیس بار ہوا ہوگا۔

پھر یہ بھی ہوا کہ مولانا ثناء اللہ نے اپنے بعض مضامین کو رسائل کی شکل میں شائع فرما دیا تھا تاکہ جو لوگ اخبار اہل حدیث کے خریدار نہیں یا کسی وجہ سے ان کی اس اخبار تک رسائی نہیں ہے، وہ ان رسائل کی صورت میں قادیانی موضوعات سے واقفیت حاصل کرسکیں۔ اس طرح وہ تکرار جو اخباری مضامین میں نظر آتا ہے وہ رسائل میں بھی موجود ہے۔

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ کے رسائل میں سے الہامات مرزا، ہفوات مرزا، صحیفہ محبوبیہ، فاتح قادیان، فتح ربانی، ناقابل مصنف مرزا، نکاح مرزا، مرقع قادیانی دور اول، نکات مرزا، ہندوستان کے دو ریفارمر، فیصلہ مرزا، تعلیمات مرزا، مرقع قادیانی جلد سوم، سابقہ جلدوں میں نقل کئے جا چکے ہیں۔ جلد ہذا میں چیستان مرزا، کذبات مرزا، شہادات مرزا، محمد قادیانی، قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار، عجائبات مرزا، نقل کئے جارہے ہیں۔

رسالہ: قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج، کی اشاعت کے بعد بھی مولانا ثناء اللہ سے قادیانیوں کی اس موضوع پر نوک جھونک ہوتی رہی اور مولانا کی طرف سے بھی اخبار اہل حدیث میں جوابی تحریریں نکلتی رہیں۔ ایسی تحریروں کو میں نے: تتمہ قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار، کا نام دے کر جلد ہذا میں نقل کر دیا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اپنا رسالہ: علم کلام مرزا، شائع فرمایا تو بعض احباب نے انہیں توجہ دلائی کہ اس موضوع پر مزید لکھا جانا چاہیے۔ لہذا آپ نے علم کلام مرزا، کا ضمیمہ: عجائبات مرزا، کے نام سے لکھ کر شائع فرمایا۔

حضرت مولانا ثناء اللہ مرحوم کا رسالہ: نکاح مرزا، شائع ہوا تو اس کے بعد مرزائی پریس میں اس موضوع پر جوابی تحریریں اور نئی نئی تاویلات سامنے آتی رہیں جن کے جوابات مولانا کی طرف سے شائع ہوتے رہے۔ ان مضامین کو: تتمہ نکاح

مرزا، کے عنوان سے میں نے اس جلد کے آغاز میں درج کیا ہے۔

سرگودھا میں مولانا ثناءاللہ مرحوم کا قادیانیوں سے ایک مباحثہ ہوا تھا جس کی روداد قادیانیوں نے شائع کی تھی جس میں، بقول مولانا اللہ وسایا، مولانا امرتسری کے پرچوں کو درست انداز میں درج نہیں کیا گیا۔ مولانا امرتسریؒ کی طرف سے اس مباحثہ کی بطور رسالہ تو کوئی روداد شائع نہیں ہوئی تھی لیکن آپ نے اخبار اہل حدیث میں مختصراً اس مباحثے کی کیفیت بیان فرمائی تھی۔ بعدازاں بابو حبیب اللہ کلرکؒ نے اس مباحثے میں پیش ہونے والے جانبین کے کچھ دلائل مرتب کر کے اہل حدیث میں شائع کئے تھے۔ میں نے ان دونوں تحریروں کو: مباحثہ سرگودھا، کا نام دے کر ایک رسالے کی شکل میں جلد ہذا میں نقل کر دیا ہے۔

قادیانیوں سے حضرت مولانا امرتسری مرحوم کا ایک مباحثہ مالیرکوٹلہ میں بھی ہوا تھا جس کی روداد مہتمم مباحثہ نواب احسان علی خان آف مالیرکوٹلہ نے شائع کرنا تھی۔ مجھے یہ تو معلوم نہیں ہوسکا کہ یہ روداد شائع ہوئی یا نہیں، تاہم اس مباحثے سے متعلق مولانا امرتسری کی ایک تحریر کو، جو اخبار اہل حدیث میں نکلی تھی، مباحثہ مالیر کوٹلہ کا نام دے کر رسالے کی صورت میں جلد ہذا میں درج کر دیا گیا ہے۔

۱۹۲۳ء میں حضرت مولانا ثناءاللہ چند ہفتوں کے لئے حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تھے جہاں قادیانیوں سے ان کے متعدد معرکے ہوئے جن کی روداد آپ کے قلم سے اخبار اہل حدیث کے متعدد شماروں میں شائع ہوئی تھی۔ میں نے اس روداد کو، حیدرآباد دکن میں ثنائی معرکہ آرائیاں، کے عنوان سے رسالے کی صورت میں نقل کر دیا ہے۔ اور دکن کے دوران قیام مولانا کا جو مباحثہ قادیانیوں سے ہوا تھا (جسے مباحثہ دکن کے نام سے انجمن اہل حدیث سکندرآباد نے شائع کیا تھا) اسے بھی اسی کے ساتھ ضم کر دیا ہے۔

تتموں کی صورت میں اصل رسائل کے ساتھ مولانا کے بعض مضامین کے نقل کر دینے کی وجہ میرا یہ خیال ہے کہ مولانا ثناءاللہ مرحوم اگر اپنے رسائل پھر سے شائع کراتے تو ان مضامین میں مذکور بہت سی باتوں کو خود ہی ان میں سمو دیتے۔ اس کی مثال آپ کا رسالہ الہامات مرزا ہے جو حیات ثنائی میں کم از کم چھ مرتبہ

شائع ہوا اور ہر نئی اشاعت میں، اشاعت سابق پر اضافات موجود ہیں۔

یاد رہے کہ ثنائی تحریروں کو نقل کرتے ہوئے میں نے کہیں کہیں محو و اثبات کی جسارت بھی روا رکھی ہے، کہیں کسی عبارت یا شعر کو حذف کر دیا ہے اور کہیں کتابت و طباعت میں رہ جانے والی اغلاط کو درست کیا ہے۔ کہیں کوئی چیز سہو نظر کا شکار ہوتی نظر آئی ہے، تو اسے حذف یا درست بھی کیا ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرما کر مناسب تنبیہ و رہنمائی کے ساتھ اس فقیر کیلئے دعائے خیر کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام۔

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بهاء الدین** ۔۱۰۔اپریل ۲۰۱۹ء

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الرحمن الر حیم

تتمہ نکاح مرزا

(شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے نکاح مرزا کے عنوان سے ایک رسالہ شائع کیا تھا جسے تحریک ختم نبوت کی کسی سابقہ جلد میں نقل کیا جا چکا ہے۔اس رسالے کی اشاعت کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی آسمانی نکاح کی پیش گوئی کے متعلق جو قادیانی تحریریں شائع ہوتی رہیں، شیخ الاسلام امرتسریؒ ان کے جوابات اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں دیتے رہے ہیں۔ آپ کی ایسی تحریریں جو اہل حدیث امرتسر کے دست یاب شماروں سے مجھے ملی ہیں، انہیں رسالہ نکاح مرزا کے تتمہ کے طور پر ذیل میں نقل کیا تاہے۔بہاء)

مرزا غلام احمد قادیانی اور مرزا سلطان محمد آف پٹی

مدت کا تقاضا پورا کیا گیا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہر پیش گوئی ان کے معاملہ کی بابت فیصلہ کن ہے کیونکہ وہ ہر فیصلہ کیلئے ہی پیش گوئی کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ آپ کی وہ پیشگوئی جو منکوحہ آسمانی کے لئے شائع کی تھی، اپنے معنی میں بالکل صاف ہے۔مگر جن صاحب کے ساتھ وہ خاتون بیاہی گئی ان کا نام ہے مرزا سلطان محمد۔ یہ صاحب مقام پٹی ضلع لاہور میں رہتے ہیں۔ ان پر مرزا غلام احمد صاحب کی خاص نگاہ ہونی ضروری تھی کیونکہ حصول مقصود میں وہی مانع تھے۔اسلئے ان کی موت کی بابت بڑی سخت پیش گوئی کی تھی

جس کی میعاد اگست ۱۸۹۴ء تک تھی۔ جب اس میعاد میں وہ نہ مرے، تو جناب مرزا غلام احمد صاحب موصوف نے یہ کہنا شروع کیا کہ ان کے دل پر میری پیش گوئی کا اثر ہوا جس کی وجہ سے ان کو مہلت دی گئی آخر کار یہ لکھا کہ:

سلطان محمد کی بابت پیش گوئی ان ٹل ہے۔ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا۔

لیکن واقعہ یہ ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تو ۱۹۰۸ء میں مر گئے اور سلطان محمد آج (مارچ ۱۹۲۴ء) تک زندہ ہے۔

سکندر آباد دکن میں جب اس پیش گوئی پر مباحثہ ہوا، تو مرزائی مناظر شیخ عبد الرحمٰن مصری نے کہا تھا کہ،

مرزا سلطان محمد خود ایک خط میں لکھتا ہے کہ میں مرزا صاحب کو ایک بزرگ جانتا ہوں۔

گو اس تحریر سے اصل پیش گوئی پر کوئی اثر نہ پہنچتا تھا، تاہم مرزا سلطان محمد صاحب سے سوال کیا گیا، تو انہوں نے زبانی جواب دیا کہ میں،

کبھی مرزا صاحب کا مصدق نہیں ہوا۔

جب اصل حال تحریر کرنے کو کہا تو مرزا سلطان محمد صاحب نے مندرجہ ذیل عبارت لکھدی:

جناب مرزا غلام احمد صاحب نے جو میری موت کی پیش گوئی کی تھی، میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی۔ نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا۔ میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔

سلطان محمد ساکن پٹی۔ ۳ مارچ ۱۹۲۴ء

گواہ شد: مولوی عبد اللہ امام مسجد مبارک مولوی احمد اللہ صاحب مرحوم امرتسری بقلم خود

مولوی مولا بخش خطیب جامع مسجد پٹی ضلع لاہور بقلم خود

مولوی عبد المجید (رشید؟) ساکن پٹی بقلم خود۔

مستری محمد حسین نقشہ نویس پٹی بقلم خود

ہمارے احمدی دوستو! یہ مدت سے تقاضا تھا جو دراصل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تعلیم کا اثر ہے کہ مرزا سلطان محمد سے تکذیب کرادو۔ سو یہ تقاضا بھی ان کا پورا ہوگیا۔ الحمد للہ

ہم مرزائی امت کی دونوں بلکہ تینوں چاروں پارٹیوں، بلکہ کل افراد امت مذکورہ کو چیلنج دیتے ہیں کہ اس تحریر کے متعلق وہ ایک مہینہ تک تحقیق کرلیں کہ یہ تحریر لفظ بلفظ مرزا سلطان محمد صاحب کی ہے یا نہیں۔

اگر ان کی نہ ثابت ہو، تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو، لی ہوئی، واپس دینے کا وعدہ کرتے ہیں۔

احمدی دوستو! مرد میدان بنو۔ ہمت ہے تو آگے آؤ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ مارچ ۱۹۲۴ء مطابق ۷ شعبان ۱۳۴۲ھ ج ۲۱ نمبر ۲۰ ص ۱۔۲)

مرزا صاحب دلہا اور عیسائی قوم دلہن

عیسائیوں کو نکاح مرزا مبارک

ولیمہ کی دعوت کس کے ذمہ؟

محمدی بیگم کے نکاح کی حقیقت

پس از صد سال ایں معنی محقق شد بخاقانی
کہ بورانی ست بادنجان و بادنجان بورانی

ہم اور ہمارے ناظرین تو عرصہ سے اس یقین پر ہیں کہ قادیانی امت، اسلام اور قرآن سے بلکہ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے بھی دل لگی کرتی ہے۔ ایک وقت آئے گا کہ ان کو کہا جائے گا

ابا للہ و آیاتہ کنتم تستھزؤن

(کیاتم اللہ تعالی اوراس کی آیات سے مخول کرتے تھے)

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے رشتہ کی ایک لڑکی محمدی بیگم سے نکاح ہوجانے کا الہام شائع کیا۔جس کے متعلق عربی الفاظ یہ ہیں:

دعوت ربی بالتضرع و الابتھال و مددت الیه ایدی السوال فالھمنی ربی و قال سار یھم آیة من انفسھم و اخبرنی و قال اننی ساجعل بنتا من بناتھم .... ستجعل ثیبة و یموت بعلھا و ابوھا الی ثلاث سنة من یوم النکاح ثم نردھا الیك بعد موتھا و لا یکون احدھما من العاصمین۔

(یعنی میں (مرزا قادیانی) نے بڑی عاجزی سے خدا سے دعا کی تو اس نے مجھے الہام کیا کہ میں ان (تیرے خاندان کے) لوگوں کو ان میں سے ایک نشانی دکھاؤنگا۔خدا تعالی نے ایک لڑکی (محمدی بیگم) کا نام لے کرفرمایا کہ وہ بیوہ ہوجائے گی۔اس کا خاونداور باپ یوم نکاح سے تین سال تک فوت ہوجائیں گے پھر ہم اس لڑکی تیری طرف لاویں گےاور کوئی اس کو روک نہ سکے گا)۔

یہ عبارت کیسی صاف ہے۔یہاں تک کہ اس لڑکی کا نام بھی خدا نے بتادیا۔ مگر چونکہ واقعہ اس کے خلاف ہوا یعنی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا (اس لڑکی سے) نکاح نہ ہوسکا،تو قادیانی امت نے اس کے متعلق جو جو تاویلات کیں ہیں،حقیقت یہ ہے کہ تاویلات نہیں بلکہ ان کو بدحواسیات کہنا چاہیے۔

آج سے پہلے جتنی کچھ انہوں نے تاویلات کی ہیں، وہ تو ہم نے رسالہ نکاح مرزا میں لکھ دی ہیں،آج ایک نئی تاویل یا خواب کی پریشانی ان کوسوجھی ہے جو قادیانی امت کی معقول جماعت لاہوری پارٹی کے اخبار پیغام صلح میں ڈاکٹر بشارت احمد کے قلم سے شائع ہوئی ہے۔اس کو راقم ہی کے لفظوں میں نقل کرتے ہیں۔

راقم (ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری) نے حضرت موسیٰؑ کا مدین کوسفر کرنا اور وہاں حضرت شعیبؑ کی دولڑکیوں کے مویشی کو پانی پلانا۔پھر حضرت ممدوح کا ایک لڑکی سے نکاح ہوجانا،کا ذکر کرکے جولکھا ہے،ناظرین غور سے پڑھیں:

یہ وہی دوعورتیں ہیں جو نبی کی بیٹیاں تھیں اور جن میں سے ایک کے ساتھ

حضرت موسیٰؑ کا نکاح ہوتا ہے اور شرط آٹھ سال اور دس سال مدین میں ٹھہرنے کی ہوتی ہے۔

اس واقعہ کو قرآن نے کیوں ذکر کیا۔ پنگھٹ پر دو عورتوں کے جانوروں کو حضرت موسیٰؑ کا پانی پلانا اور پھر ان میں ایک سے نکاح ہو جانا، معاذ اللہ ناول کے طور پر بیان کیا گیا کہ نعوذ باللہ کورٹ شپ یا عشق مجازی کی جھلک دکھانی مقصود تھی۔ ہرگز نہیں۔ حاشا وکلا نہیں۔

قرآن کریم کی شان اس سے بہت بلند ہے۔

بات یہ ہے کہ یہی واقعات دوسرے رنگ میں نہایت اعلیٰ پیمانہ پر نبی کریم ﷺ کی زندگی میں پیش آنے والے تھے۔

عورت سے مراد تمام علم تعبیر کی کتابوں میں قوم یا امت ہوتی ہے کیونکہ نبی کی امت نبی سے ویسے ہی روحانیت کا بیج لیتی اور اس کے اثر سے متاثر ہوتی ہے جیسے عورت مرد سے۔

حضرت موسیٰؑ کی زندگی میں اگر دو عورتوں سے ان کو مدین میں واسطہ پڑا جو بوجہ اپنی کمزوری اور اپنے باپ کے بڑھاپے کی کمزوری کے سبب جانوروں کو پانی نہ پلا سکتی تھیں، تو نبی کریم ﷺ کو دو قوموں سے واسطہ پڑا جو نبی کی روحانی اولاد تھیں۔ یعنی بنی اسرائیل اور عیسائی۔ ان دونوں قوموں نے عرب کے لوگوں کو جو کالانعام بل ھم اضل یعنی چوپایہ کے لقب کے مصداق تھے، روحانی زندگی کا پانی پلانا چاہا۔ مگر بوجہ اپنی کمزوریوں اور اپنے نبی کے فیضان کی کمزوری کے جو بوجہ امتداد زمانہ کمزور پڑ گیا تھا، اس قوم کو روحانی زندگی سے سیراب نہ کر سکیں لیکن نبی ﷺ نے مدینہ جا کر عرب کے جنگلیوں کو جنہیں یہود و نصاریٰ کی دونوں قومیں روحانی پانی سے زندہ نہ کر سکی تھیں، روحانی زندگی کے پانی سے سیراب کر دیا۔

کیا مزہ آتا ہے اس رکوع میں، موسیٰ کے اس فعل سے نتیجہ نکالا ہے قوی امین۔ اور قرآن کریم میں قوی اور امین نبیوں کے متعلق بھی استعمال ہوا ہے جہاں ان کے تبلیغ و فیضان کا قوی ذکر ہوتا ہے۔

الغرض جہاں عرب کے وحشی لوگوں کو زندگی کے پانی سے سیراب کیا وہاں آپ کا ان دونوں میں سے ایک قوم کے ساتھ آسمانی نکاح بھی ہو گیا اور وہ یہود کی قوم تھی۔

جس طرح بیوی شوہر سے مستفیض اور متاثر اور مغلوب ہوتی ہے اسی طرح یہ قوم آٹھ اور دس سال کے اندر یا تو ایمان لا کر مستفیض ہو گئی اور یا ہمیشہ کیلئے مغلوب ہو گئی، اور اسی طرح حضرت موسیٰ کی نکاح کی مماثلت پوری ہوئی۔ (پیغام صلح لاہور۔ ۲۵ ذی قعد۔ ص ۲۔۳)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں: ناظرین اس چیستان مرزا کے سمجھانے کے لئے چند الفاظ عرض کرنے کی ضرورت ہے۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کہتے ہیں عرب کے یہود جو مسلمان ہوئے تھے وہ گویا آنحضرت ﷺ کی بیوی یعنی محمدی بیگم تھی، کیونکہ امت نبی کی گویا بیوی ہوتی ہے (باریک فلسفہ ہے)۔ یہ ایک تمہید ہے اصل مضمون آگے ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد فرماتے ہیں:

جس طرح وہ نبی کی بیٹی موسوی بیگم بنی تھی، اسی طرح یہ قوم جو ایک نبی کی روحانی بیٹی تھی محمدی بیگم بنی۔ البتہ دوسری قوم جو نبی کی دوسری روحانی بیٹی تھی اس کے محمدی بیگم بننے کا زمانہ یعنی عیسوی قوم کے فیض محمدی سے متاثر و مستفیض اور مغلوب ہونے کا زمانہ مسیح موعود کے زمانہ کیلئے مقدر تھا۔ اسی لئے آنحضرت ﷺ نے یکسر الصّلیب کا ارشاد مسیح موعود کے متعلق فرمایا کہ اس کے ہاتھ سے صلیبی مذہب بکلی مغلوب ہو جائے گا اور مسیح موعود کے متعلق اسی قوم کے ساتھ آسمانی نکاح کی طرف اشارہ تھا جو فرمایا کہ یتزوّج و یولد لہ کہ وہ نکاح کرے گا اور اس سے اس کی اولاد ہو گی۔ اپنے اندر کوئی خصوصیت نہیں رکھتا۔ تو ایسا آپ نے کیوں فرمایا، جب تک کہ اس تزوج میں کوئی خصوصیت نہ تھی۔ اور وہ یہی تھی کہ نبی کی دوسری روحانی بیٹی یعنی مسیحی قوم اس سے تعلق پکڑ کے فیض محمدی سے بہرہ ور ہو گی۔ اور اس سے اس کے روحانی بیٹے پیدا ہوں گے۔

اس اقتباس کا مطلب بھی بہت باریک فلسفہ پر مبنی ہے۔ مضمون اس کا یہ ہے

کہ یہودی قوم سے تو آنحضرت ﷺ کا نکاح ہوا، عیسائی قوم مسیح موعود کے حصہ میں آئی۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی سے عیسائی قوم کا نکاح ہو گیا۔ جو لوگ انگلستان میں اسلام قبول کرتے ہیں وہ مرزا صاحب قادیانی کی اس بیوی سے اولاد ہیں۔ چنانچہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ مسیح موعود شادی کرے گا اولاد پیدا ہو گی۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب یہاں تک پہنچے تھے کہ ناحق آپ کو ایک وہم پیدا ہوا کہ آسمانی نکاح کی اگر یہ حقیقت تھی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود کیوں اس کو ایک خاص لڑکی کی طرف لگایا۔ ڈاکٹر بشارت احمد اس کا جواب دیتے ہیں:

میں یہ مانتا ہوں کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے اپنے اس آسمانی نکاح کو دنیا کی ایک ظاہری محمدی بیگم پر لگایا لیکن کسی رؤیا یا کشف یا الہام کی تعبیر اور تعیین میں اجتہادی غلطی ہو جانا کسی مامور من اللہ کی شان کے منافی نہیں۔ بڑے بڑے نبیوں سے پیش گوئی کے معاملہ میں اجتہادی غلطی ہو جانا ممکن ہے۔ آخر مرزا صاحب تو نبی کریم ﷺ کے ایک غلام تھے اور نبی نہ تھے۔ مجدد تھے۔ لیکن خود ہم سب کے سید و آقا محمد مصطفیٰ ﷺ نے جب ایک سرسبز مقام کو دیکھا جس کی طرف ہجرت ہونی تھی تو آپ نے اسے یمامہ سمجھا اور درحقیقت وہ بعد میں مدینہ ثابت ہوا۔ اسی طرح جب آپ نے ازواج مطہراتؓ سے فرمایا کہ سب سے پہلے وہ بی بی فوت ہوں گی جنکے سب سے لمبے ہاتھ ہیں، تو سب بیبیوں نے آپ کے سامنے ہاتھوں کو ناپا اور آپ نے منع نہ کیا۔ حضرت سودہؓ کے ہاتھ سب سے لمبے نکلے مگر جب سب سے پہلے حضرت زینبؓ فوت ہوئیں تو واقعات نے بتا دیا کہ سب سے زیادہ لمبے ہاتھوں والی بی بی سے سب سے زیادہ فیاض اور سخی بی بی مراد تھیں۔ اسی طرح بعض دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) سے بھی پیش گوئی کی تعیین و تعبیر میں اجتہادی غلطیاں ہوتی رہیں۔ خود پیر منظور محمد والی محمدی بیگم کے تعیین میں بھی اجتہادی غلطی لگی۔ عالم کباب کا پیدا ہونا آپ نے اسی سے سمجھ لیا مگر واقعات نے بتلا دیا کہ یہ غلطی تھی وہ فوت ہو گئی۔

ماشاء اللہ ڈاکٹر بشارت احمد کی تقریر پر کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے اور

حقیقت میں ہو بھی کیا، ایک ناول ہے جو ڈاکٹر صاحب لکھ رہے ہیں۔ یہ الگ بات ہے کہ کسی انجان کو شبہ ہو کہ یہ ڈاکٹر صاحب بریلی کے شفا خانہ میں شائد انچارج رہے ہیں اس لئے ان کو دماغی تکلیف ہے۔ سو ایسے انجانوں کی تو ہم کہتے نہیں، البتہ یہ کہتے ہیں کہ جناب والا مرزا صاحب کی منقولہ عبارت کو دیکھئے اس میں صاف لکھا ہے:

خدا نے اس لڑکی کا نام بتایا اور کہا کہ وہ تین سال میں بیوہ ہو کر تیرے پاس آئے گی۔

ناظرین! ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ کس ہمت اور کس جرأت سے صداقت مرزا کے مدعی ہوتے ہیں۔ کیا یہ ساری دنیا کو بے وقوف جانتے ہیں۔ آنحضرت ﷺ کو خواب میں دکھایا گیا کہ آپ کی ہجرت گاہ وہ زمین ہوگی جس میں کھجوروں کے باغ ہوں گے۔ مکہ معظّمہ میں رہ کر ایسی زمین کی بابت آپ کا خیال یمامہ کی طرف گیا کیونکہ وہاں بھی کھجوروں کے باغ بکثرت ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے فرمایا

فذھب و ھلی الی الیمامۃ۔ (میرا خیال یمامہ کی طرف گیا)

مگر بعد میں مدینہ ثابت ہوا۔ اس کو محمدی بیگم کے نکاح سے کیا تعلق؟ سنئے کھجوروں کے باغ، ایک نوع ہے، یمامہ اور مدینہ دونوں اس کے فرد ہیں۔ یمامہ ہوتا تو بھی صحیح ہوتا مدینہ ہوا تو بھی صحیح ہوا۔ برخلاف اس کے محمدی بیگم ایک عورت کا نام ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں:

خدا نے اس عورت کا نام لیا۔

نام لینے سے اس کی کلیت نہ رہی۔ بلکہ شخصیت مخصوصہ آگئی۔ پھر عیسائی قوم محمدی بیگم کی فرد کیسے ہوگئی؟ ایسا ہی اطول الیدین (لمبے ہاتھوں والی) عرب کے مجازی معنی میں سخی عورت کو کہتے ہیں۔ ازواج مطہراتؓ نے لفظی معنی کے ماتحت اس کی حقیقت سمجھی اور ہاتھ ناپے۔ مگر آنحضرت ﷺ کے سامنے نہیں بلکہ بطور خود۔ لیکن واقعہ یہ ہوا کہ مراد اس سے مجازی معنی تھے۔ یعنی سخی جو لفظ طول الیدین کے فرد ہیں۔

اس سے آگے کا حصہ سابقہ حصہ سے بھی لطیف تر ہے۔ چنانچہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری لکھتے ہیں:

پس کسی الہام یا رؤیا کی تعبیر میں اجتہادی غلطی کا لگ جانا کوئی مستبعد امر نہیں

۔ محمدی بیگم کے معاملہ میں غلطی لگنے کی اصل کو پہلے سمجھ لینا چاہیے ۔ وہ یہ کہ کشف یا رؤیا میں بعض دفعہ ایک شخصیت نظر آتی ہے ۔ کبھی تو اس سے مراد وہ شخص خود ہوتا ہے اور کبھی مراد اس سے صرف اس کا نام ہوتا ہے یعنی وہ حقیقت جو اس کے نام سے ظاہر ہوتی ہے مثلاً اگر کوئی شخص رؤیا میں یہ دیکھے کہ دین محمد نامی کوئی شخص بڑے اعلیٰ اور ارفع مقام پر پہنچ گیا، تو اس سے یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ شخص مذکور کسی اعلیٰ مقام پر پہنچ جائے ۔ اور یہ بھی مراد ہوسکتی ہے کہ دین محمد سے مراد وہ حقیقت ہے جو اس کے نام میں مضمر ہے یعنی محمد ﷺ کا دین ۔ اس صورت میں تعبیر یہ ہوگی کہ اسلام کو اللہ تعالیٰ شوکت عطا کرے گا ۔ اب اس رؤیا کی دونوں تعبیروں کا فیصلہ واقعات ہی کر سکتے ہیں ۔ اگر وہ شخص دین محمد ذلیل ہو گیا تو ظاہر ہے کہ رؤیا میں مراد اس کی شخصیت نہ تھی ۔ بلکہ وہ حقیقت تھی جو اس کے نام میں مضمر تھی ۔ اسی طرح محمدی بیگم کے آسمانی نکاح کے متعلق جو کچھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے آپ پر ظاہر ہوا چونکہ اس زمانہ میں خود ایک عورت محمدی بیگم کا جھگڑا بھی درپیش تھا، اس لئے آپ کا ذہن اسی بی بی کی طرف گیا۔ اس کے دوسرے پہلو کی طرف سے ذہول رہا۔ جس طرح اگر دین محمد نامی کسی شخص کا جھگڑا تعبیر میں درپیش ہو اور رؤیا میں دین محمد کی علو مرتبت دکھائی جائے تو ظاہر ہے کہ ذہن دین محمد کی شخصیت کی طرف منتقل ہو گا ۔ اس کے نام کی حقیقت کی طرف سے ذہول رہے گا لیکن صحیح تعبیر واقعات کریں گے۔ اگر واقعات میں دین محمد کی عزت نہ بڑھی بلکہ پہلے سے بھی گھٹ گئی اور اسلام کی شوکت بڑھی تو ظاہر ہے کہ دین محمد سے مراد اسلام تھا دین محمد کی خصوصیت نہ تھی ۔ کوئی ہرج نہیں اگر ابتداء میں اس طرف ذھول رہا۔

اسی طرح محمدی بیگم کا جھگڑا چونکہ ان دنوں درپیش تھا اور اس کے متعلق بھی ایک مشروط سی پیش گوئی ہو چکی تھی اس لئے محمدی بیگم کے آسمانی نکاح پر آپ کا ذہن انسانی فطرت کے مطابق اس کی شخصیت کی طرف ہی منتقل ہوا (صاف کیوں نہیں کہتے کہ محبت کا تقاضا ہے ۔ جدھر دیکھتا ہوں ادھر تو ہی تو ہے ۔ ثناء اللہ)

حالانکہ واقعات نے بتا دیا کہ درحقیقت محمدی بیگم سے مراد وہ حقیقت تھی جو اس نام میں مضمر تھی ۔ نہ کہ کوئی شخصیت ۔ جو کچھ بھی فیضان محمدی مسیحی اقوام کو یورپ و امریکہ میں آج پہنچ رہا ہے وہ سب آپ کے ہی تعلق اور توجہ سے آپ ہی کے مرید اس فیضان کو پہنچا رہے ہیں ۔ دوسرے فرقے اسلام کے اس سے بےنصیب ہیں ۔

شیخ الاسلام امرتسریؒ فرماتے ہیں: جو بات کی خدا کی قسم لا جواب کی آپ کی قوت استدلالیہ کا اور کوئی قائل نہ ہومگر ہم تو قائل ہو چکے اس سے زیادہ جس نے کہا تھا چاول سفید ہیں لہذا زمین گول ہے۔

اے جناب پھر وہی علمی اور اصولی غلطی ۔ سنئے! دین محمد ایک لفظ ہے جس کے دو معنی ہیں ۔اول ۔مرکب اضافی یعنی لفظی ترجمہ۔دوم ۔علم شخصی یعنی نام ۔

مانا کہ اس صورت میں شخصیت سے گذر کر لفظی معنی مراد ہوئے لیکن محمدی بیگم کے لفظ سے گذر کر عیسائی قوم کیونکر مراد ہوسکتی ہے ۔کیا عیسائی قوم محمدی بیگم کا لفظی ترجمہ ہے۔ مرزائی دوستو!

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱ جولائی ۱۹۲۴ء مطابق ۸ ذی الحج ۱۳۴۲ھ جلد ۲۱ نمبر ۳۷ ص ۴-۶)

خلیفہ قادیان کی غلط بیانی

الفضل مورخہ ۱۹ جون ۱۹۲۸ء میں

ہمارا اعتقاد ہے جسے ہم بار ہا ثابت کر چکے ہیں اور اب بھی ثابت کرنے پر مستعد ہیں کہ قادیانی عمارت کی بنیاد جھوٹ اور افتراء علی اللہ پر ہے اسلئے اس میں جتنا بھی جھوٹ اور افتراء ثابت ہو جائے وہ بحکم

خشت اول چوں نہد معمار کج ۔تا ثریا مے رود دیوار کج

اسی بنیادی کذب و افتراء کا نتیجہ ہوگا۔

ہماری یہ تحریر کوئی صاحب بد کلامی یا تیزی پر محمول نہ کریں۔ آج ہم جس کذب بیانی کے اظہار کرنے کو یہ نوٹ لکھتے ہیں ہم سچ کہتے ہیں کہ قادیانی تحریرات میں بڑے میاں (غلام احمد قادیانی) سے لے کر چھوٹے بھیوں تک جتنا کچھ جھوٹ اور افتراء ہم نے دیکھا ہے اس پر کبھی اتنا رنج نہیں ہوا جتنا اس کذب بیانی پر ہوا جس کا ذکر ہم آج کرنے کو ہیں۔

یہ بھی ہم سچ کہتے ہیں کہ ہمارے دل میں اتنا خوف پیدا ہوا کہ دل ڈرنے لگا کہ آسمان نہ گر پڑے، زمین نہ پھٹ جائے۔ جو صاحب اس خیال کو ہماری ضعیف الاعتقادی یا مبالغہ آفرینی کہیں وہ ذرہ صبر کر کے ہمارے منقولہ کذبات قادیانی پڑھ لیں۔

ناظرین کو یہ تو معلوم ہو گا کہ مرزا صاحب آنجہانی نے ایک پیش گوئی کی تھی کہ ایک لڑکی بنت مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا مجھ سے آسمان پر نکاح ہو چکا ہے۔ لہذا وہ میرے نکاح میں آئے گی اور ضرور آئے گی۔ گو اس کے لئے آپ نے مدت بھی مقرر کر دی تھی اور وہ مدت گذر بھی گئی۔ تاہم بحکم: جب تک سانس تب تک آس، زندگی میں دامن امید ہاتھ سے نہ دیا تھا، بلکہ ہمیشہ یہی کہتے رہے:

کبھی تو ہر جی پوچھیں گے کون کھڑے دربار

لیکن جب مرزا صاحب قادیانی (امیدوار نکاح) کا اس دنیا سے انتقال ہوا تو سوال پر سوال وارد ہوا کہ اب وہ آسمانی نکاح کہاں گیا؟ اس کا جواب ایک تو حکیم نور الدین اول خلیفہ قادیان نے دیا تھا کہ

> مرزا جی کی نسل سے کسی لڑکے کا اس آسمانی منکوحہ کی نسل سے کسی لڑکی کے ساتھ آئندہ چل کر نکاح بھی ہو گیا تو پیش گوئی سچی رہے گی۔

یعنی یہ نکاح مرزا غلام احمد آنجہانی کی ذات خاص اور منکوحہ کی شخصیت کا نہیں تھا بلکہ نسل کا نسل سے ہے۔

دوسرا جواب آج خلیفہ ثانی (مرزا محمود احمد) دیتے ہیں۔

اس سوال کے جواب میں خلیفہ قادیان، امام جماعت قادیان، ہاں قمر الانبیاء، ہاں مصلح اعظم نے چار جھوٹ بولے ہیں۔ جھوٹ بھی کیا خدا پر، انبیاء پر، خاص کر سید الانبیاء پر افترا کر کے منکرین اسلام کو اسلام اور نبی علیہ السلام کی تکذیب

کرنے کی جرأت دلائی۔

ناظرین بغور سنیں خلیفہ قادیان میاں محمود احمد پر سوال ہوا کہ

الہام دربارہ نکاح محمدی بیگم جو آسمان پر پڑھا گیا وہ پورا نہیں ہوا۔

جواب : ایسے آسمان پر نکاح پڑھے ہوئے کئی پورے نہیں ہوئے۔ حضرت نوحؑ نے بھی آسمان سے ہی خبر پا کر کہا تھا کہ میرا بیٹا بچ رہے گا مگر وہ پوری نہ ہوئی۔ (الفضل قادیان ۱۹ جون ص ۵)۔

حکایت مشہور ہے کسی کبڑی کو کسی شخص نے پوچھا کہ بڑی بی تم چاہتی ہو کہ ساری عورتیں تمہاری طرح کبڑی ہو جائیں یا تم اچھی ہو جاؤ۔، بڑی بی نے نہایت صفائی سے اپنے مافی الضمیر کا اظہار کیا کہ:

سب کبڑی ہو جائیں تو میں ان کو دیکھوں۔

یہی حال قادیانی کبار کا ہے جب کبھی ان کے ہیرو (نبی) پر ان کی زندگی میں اعتراض ہوتا تھا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی، تو وہ فوراً کہہ دیتے کہ

چار سو نبیوں کی پیش گوئیاں پوری نہیں ہوئیں۔ (ازالہ اوہام۔ص ۶۲۹)

آج خلیفہ قادیان بھی اپنے باپ کے نقش قدم پر چلتا ہوا کہتا ہے کہ میرے باپ کی کہی ہوئی بات اگر پوری نہیں ہوئی تو کیا ہوا۔ حضرت نوح کی بات بھی تو پوری نہیں ہوئی۔ اس کی بات پوری نہ ہونے سے اس کی نبوت پر اعتراض نہ آیا، تو ہمارے نبی کی نبوت پر اعتراض کیوں؟

نہ تنہا من دریں میخانہ مستم
جنید و شبلی و عطار شد مست

ہم کہتے ہیں قرآن میں خدا نے نوحؑ کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ اس میں تو یہ مضمون منقولہ خلیفہ قادیان ملتا نہیں۔ صرف اتنا ہے کہ حضرت نوحؑ نے پانی دیکھ کر عرض کی

انّ ابنی من اھلی وانّ وعدك الحقّ

(اے خدا! میرا بیٹا میرے اہل میں ہے اور تیرا وعدہ سچا ہے) (ہود: ۴۵)

اس دعا سے معلوم ہوا کہ حضرت نوحؑ کو جو بتایا گیا تھا کہ تجھے اور تیرے اہل کو ہم بچالیں گے، حضرت نوحؑ نے بیٹے کو اہل موعود لہ سمجھا۔ مگر اس سمجھ کا کسی

دوسرے کے سامنے اظہار یا اعلان نہیں کیا۔ بلکہ صرف خدا کے سامنے اپنے فہم کو پیش کیا۔جس کا جواب ملا

انّه لیس من اهلك۔ انّه عمل غیر صالح

(اے نوح تو اہل سے مراد نسلی اہل سمجھا ہے ہماری مراد نسلی نہیں بلکہ تابعدار ہیں اس لحاظ سے وہ تیرا بیٹا تیرے اہل سے نہیں، وہ اچھے کام کرنیوالا نہیں بلکہ بدکار ہے) (ہود:۴۶)

بس بات ختم ہوگئی حضرت نوحؑ نے یہ کہیں نہیں کہا کہ: میرا بیٹا بچ جائے گا۔

خلیفہ قادیان یا علماء قادیان ہم کو اس مضمون کی کوئی آیت بتادیں تو لودھیانہ کی رقم تین سو میں سے ایک سو روپیہ ہم سے انعام لیں ۔ اللہ اللہ! کس دلیری اور جرأت سے کہتے ہیں، پوری نہ ہوئی ۔،الی اللّٰه المشتکی

دوسری غلط بیانی:

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے آسمانی نکاح کے ٹل جانے پر دوسری شہادت کاذبہ یہ پیش کی ہے۔

حضرت موسیٰؑ نے بھی آسمان سے ہی خبر پا کر یہ کہا تھا کہ تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے مگر وہ داخل نہ ہو سکے۔ (ص ۵)

یہ بھی جھوٹ بلکہ افتراء اور توہین انبیاء ہے۔ حضرت موسیٰؑ کا یہ اعلان کہیں نہیں، بلکہ یوں ہے

یا قوم ادخلواا لار ض المقدّسة التی کتب اللّٰه لکم (المائدۃ:۲۱)

(اے میرے بھائیو! اس زمین میں داخل ہو جاؤ جو خدا نے تمہارے لئے مقدر کی ہے)

مگر جب بنی اسرائیل نے اس حکم کی تعمیل کرنے سے انکار کیا تو ارشاد ہوا

فا نّها محرّ مة علیهم ار بعین سنة یتیهو ن فی الا رض فلا تأس علی القو م الفاسقین (کہ اس زمین کا داخلہ ان پر چالیس سال تک حرام ہے اس جنگل میں حیران پریشان گھومتے رہیں گے۔ پس اے موسیٰ توان بدعمل لوگوں کے حال پر افسوس نہ کر) (المائدۃ:۲۶)

اس مدت کے بعد بنی اسرائیل داخل ہوئے۔ بتایئے اس سے حضرت موسیٰ

کی غلط گوئی ثابت ہوئی یا قادیانی کذب بیانی۔

خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب قادیان یہ حوالہ دکھائیں تو یک صد چہرہ دار انعام پائیں۔

تیسری شہادت کاذبہ

آسمانی نکاح مرزا کی تنسیخ پر خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد نے تیسری شہادت کاذبہ یہ دی ہے

رسول کریم ﷺ کو بھی آسمان سے ہی خبر ملی تھی کہ مسیلمہ کذاب آپ ﷺ کی زندگی میں فنا ہو جائے گا۔ مگر وہ فنا نہ ہوا۔ (ص ۶)

اس موقع پر تو ہم اس حدیث کے بیان کرنے پر مجبور ہیں جس میں ارشاد ہے

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوا مقعده من النار

ارشاد ہے: جو کوئی مجھ پر جھوٹ باندھے وہ اپنا ٹھکانہ جہنم میں بنالے۔

دن کی روشنی میں ڈاکہ مارنا آسان ہے، مگر ہندوستان جیسے ملک میں جہاں خدا کے فضل سے احادیث رسول کے جاننے والے، بلکہ یاد رکھنے والے بے شمار ہیں، کسی جھوٹی حدیث کو پیش کر کے دھوکہ دے جانا ڈاکہ زنی سے زیادہ مشکل ہے۔

احمدی دوستو! ہم تمہارے خلیفہ کا گلہ تو کیا کریں جن کا مبلغ علم و فضل ہمیں معلوم ہے۔ آخر وہ وہی تو ہیں، جن کو بھرے جلسہ امرتسر میں مولوی عطاء اللہ نے ایک حدیث پوچھی تھی، جو ان کے مضمون میں درج تھی۔ تو وہ علماء قادیان کی طرف دیکھنے لگ گئے تھے۔ اس لئے ان کی علمی نابالغی کو ہم کیا کہیں۔ کہنا تو آپ لوگوں سے ہے جنہوں نے علم پڑھنے پر کچھ وقت لگایا، اور سمجھنا چاہیں تو سمجھ بھی سکتے ہیں۔ بتائیے یہ حدیث کس کتاب میں ہے جس میں حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا ہو کہ مسیلمہ میری زندگی میں فنا ہو جائے گا۔

بتاؤ تو لودھیانہ کی رقم تین سو میں سے یک صد چہرہ دار انعام لے سکتے ہو۔ نہ دکھا سکو تو ایمان کا تقاضا ہونا چاہیے کہ صاف صاف لفظوں میں اعلان کرو کہ میاں محمود احمد (امام جماعت احمدیہ قادیانیہ) نے جھوٹ بولا اور پیغمبر اسلام علیہ السلام پر افتراء کیا

اور دشمنان اسلام کو تکذیب اسلام پر جرأت دلائی۔

چوتھی شہادت کا ذبہ

اس شہادت میں تو جی کھول کر جھوٹ بولا گیا ہے خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کہتے ہیں:

قیصر وکسری کے خزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر بھی آسمان ہی سے ملی تھی۔ مگر وہ کنجیاں آپ (ﷺ) کی زندگی میں نہ ملیں۔ (ص۶)

اس کے متعلق روایت کے مشرحہ الفاظ ہم نقل کئے دیتے ہیں:

قا ل رسو ل الله ﷺ قد مات كسرى فلا كسرى بعده و اذ هلك قيصر فلا قيصر بعده والذء نفسى بيده لتمفقنّ كنوز هما فى سبيل الله

(یعنی حضور ﷺ نے فرمایا ہے کہ تم مسلمان ان کسری اور قیصر کے خزانوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے)۔

ایک حدیث کے الفاظ یہ ہیں:

سمعت رسول الله ﷺ يقول لتفتحنّ عصا بة من المسلمين كنز آل كسرى (صحیح مسلم۔ج۲ص۳۹۶)

(یعنی حضور ﷺ نے فرمایا مسلمانوں کی ایک جماعت آل کسری کے خزانے کو فتح کرے گی)

احمدی دوستو! بتاؤ اس حدیث میں کیا غلطی ہے۔ کیا خلافت ثانیہ کے زمانہ میں مسلمانوں نے دونوں کے خزانے نہیں توڑے۔ پھر تم جو مرزا غلام احمد آنجہانی کی ایک غلط پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے خدا کے سچے نبیوں کے واقعات ایسے بتاتے ہو جن کی وجہ سے مخالفین اسلام ان سچے پیغمبروں کو بھی تختہ مشق بنائیں، تو تم ہی کہو کہ اس ظلم عظیم کا گناہ کس کی گردن پر ہوگا۔ پس

ذرہ انصاف تو کیجئے نکالا کس نے شر پہلے

قادیانی ممبرو! لودھیانہ کی رقم کل تین سو تھی جو پہلے تین سوالوں میں ختم ہو گئی۔ اس چوتھے جواب کے لئے ہم اپنے پاس سے یک صد چہرہ دار دیں گے۔ پس ہمت کرو میدان میں آؤ۔ اپنے خلیفہ کی لاج رکھ لو۔ دنیا کیا کہے گی کہ خلیفہ قادیانی کے

مریدان کو سچا ثابت نہ کر سکے۔

ان سب شہادتوں کے بعد خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد نے ان سے بھی عجیب تر بات لکھی ہے جس کے الفاظ یہ ہیں:

صحیح بات یہ ہے کہ آسمان کی باتیں تو سچی ہوتی ہیں مگر بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کو روحانی آنکھیں عطا نہیں ہوتیں وہ جب تعصب کے غبار کی عینک لگا کر دیکھنا چاہتے ہیں تو بجز غبار کے ان کی آنکھوں کے سامنے اور کچھ نہیں آتا۔ (ص ۲)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں کہ تعصب بہت برا فعل ہے۔ مگر افسوس ہے کہ خلیفہ صاحب یا تو تعصب کے معنی نہیں جانتے، یا اس فعل بد کو دوسروں کیلئے برا اور قادیانی گروہ کے لئے جائز بلکہ مستحسن جانتے ہیں۔

سنئے! تعصب کے معنی ہیں اپنی ہی بات کو چاہے غلط ہو مضبوط کرتے جانا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ یہ وصف قادیانی نبی اور ان کی امت میں سب سے بڑھ کر ہے۔ اگر نہ ہوتا تو آسمانی نکاح جیسی جھوٹی پیش گوئی کو سچا ثابت کرنے کے لئے کوشش کرتے کرتے قبر شریف میں نہ چلے جاتے۔

سنئیے آپ کے والد صاحب (مرزا غلام احمد قادیانی) فرماتے ہیں:

میں نہیں کہتا کہ یہ کام (نکاح کا) ختم ہو گیا بلکہ یہ کام ابھی باقی ہے اس کو کوئی بھی کسی حیلہ سے رد نہیں کر سکتا اور یہ تقدیر مبرم ہے (یقینی اور قطعی) ہے۔ اس کا وقت آئے گا قسم خدا کی جس نے حضرت محمد رسول اللہ کو بھیجا ہے یہ بالکل سچ ہے تم دیکھ لو گے اور میں اس خبر کو اپنے سچ یا جھوٹ کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔ (رسالہ انجام آتھم)

بتایئے خلیفہ صاحب! اس سے بھی زیادہ کوئی کلام واضح ہوگا۔ کیسی صفائی سے فرماتے ہیں اور حلفیہ فرماتے ہیں وقوعہ نکاح کو تقدیر مبرم (قطعی) قرار دیتے ہیں باوجود اس کے وقوعہ نہیں ہوتا تاہم قادیانی خلیفہ مرزا جی کے ایک جھوٹ کو سچ ثابت کرنے کے لئے حضرات انبیاء بلکہ خود خدا پر افتراء کرنے سے باز نہیں آتے۔

احمدی دوستو! آؤ ہم اس مشکل سوال کا جواب تم کو بتائیں۔ مشہور شاعر

متنبّی کا شعر پڑھ دیا کرو تمہاری طرف سے مخالفوں کو منہ توڑ جواب دیا ہے۔
پس وہ شعر سنو

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها الا يدوم لها عهد

(محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو اس کو وعدہ خلافی نہ جانا کرو بلکہ وہ بھی وعدہ وفائی ہے کیونکہ اس کے وعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ میں وعدہ پورا نہ کروں گی)

جتنی پیش گوئیاں قادیانی مرزا جی کی جھوٹی ہوئیں وہ سب اس شعر کے ماتحت جھوٹی نہیں بلکہ بحکم

انت جميل الو جه مستحسن الكذ ب

صحیح اور مستحسن ہیں۔ اللہ اعلم

ناظرین ہم نے جو شروع مضمون میں اظہار غیظ وغضب کیا تھا کیا مضمون ہذا دیکھ کر بھی آپ لوگ ہمارے غیظ وغضب میں شریک نہ ہوں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء مطابق ۲۴ محرم ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۳۶ ص ۱۔۴)

خلیفہ قادیان کی غلط بیانی کا جواب الجواب

۱۳ جولائی ۱۹۲۸ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں ایک مضمون شائع ہوا جس میں خلیفہ قادیان میاں محمود کے چار غلط دعاوی کی تردید کی گئی تھی اور چاروں کے ثبوت دینے پر چار سو روپیہ انعام کا اعلان تھا

اس کے جواب میں قادیانی اخبار الفضل میں ایک مضمون نکلا ہے جو ہماری تردید نہیں بلکہ تائید ہے۔ بایں ہمہ انعام کا تقاضا کیا گیا (حیرت انگیز جلدی یہ کی کہ کوئی کاغذ چار سو روپیہ کا ویلو کر کے بھیج دیا۔ سچ ہے خلق الانسان من عجل)۔

کیا کسی جواب کی صحت کا فیصلہ راقم مضمون کی رائے سے ہوتا ہے؟ ہرگز نہیں بلکہ کسی مسلمہ منصف کی رائے سے۔ اس لئے حسب قاعدہ ان کو چاہیے تھا کہ

انعام کا تقاضا کرنے سے پہلے تقرر ثالث کا سوال کرتے۔

مگر وہ کیوں کرتے۔وہ جانتے ہیں کہ ثالث کا فیصلہ ان کے حق میں نہ ہوگا۔بھلا کون دانا مان لے گا کہ اہل حدیث کی گرفت سے قادیانی کسی طرح نکل سکتے ہیں۔اب مختصر بتاتے ہیں کہ ہمارے مواخذہ سے قادیانی کیمپ میں کہاں تک بے چینی پیدا ہوئی ہے اور اس بے چینی میں وہ بجائے تردید کرنیکے کہاں تک تائید کر گئے ہیں۔

ناظرین! انصاف سے دیکھئے اور سنیئے:

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) پر اعتراض ہوا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب نے کہا تھا کہ ایک عورت سے میرا نکاح آسمان پر ہوا۔وہ کیوں پورا نہ ہوا؟

اس کے جواب میں خلیفہ (مرزا محمود) نے کہا کہ:

> حضرت نوحؑ نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا میرا بیٹا بچ رہے۔مگر وہ پوری نہ ہوئی۔

اس کا ہم نے مطالبہ کیا تھا کہ خلیفہ قادیانی ہم کو اس مضمون کی کوئی آیت بتا دے تو ایک سو روپیہ انعام لے۔اس کے جواب میں مجیب نے چند آیات لکھ کر نتیجہ بتایا ہے کہ ان آیات سے ظاہر ہے کہ:

۱۔حضرت نوح کو دشمنوں کی غرقابی کا وعدہ دیا گیا تھا

۲۔اپنے ساتھیوں کی نجات کی بشارت دی گئی

۳۔ساتھیوں میں تمام مومن اور اہل میں سے بجز من سبق علیه القول شامل ہیں

ان تین جملوں سے خود ساختہ نتیجہ نکالا ہے کہ:

> کیا حضرت نوحؑ نے ان پیشگوئیوں کو محض راز سر بستہ کی طرح رکھا تھا یا ان کا اعلان بھی کیا تھا۔قرآن مجید فرماتا ہے کہ ان بشارات کے بعد انہوں نے اپنی قوم سے کہا۔
>
> تم جان لو گے کس پر عذاب آئے گا جو اسے رسوا کرے گا۔

(الفضل قادیان ۲۰ جولائی ۱۹۲۸ء)۔

یہ کلام بتا رہا ہے کہ مجیب نے بڑی بے چینی میں جواب دیا ہے۔اسے مطلق احساس نہیں کہ میں تردید کر رہا ہوں یا تائید۔

کیوں صاحب! یہ فقرے جن کا حضرت نوحؑ نے اعلان کیا ہے ان میں کوئی ایسا لفظ ہے جس کے وہ معنی ہوں جو خلیفہ قادیان کا دعوی ہے کہ:

میرا بیٹا بچ رہے گا،

ہے تو، اس پر نشان لگا یئے۔

سنئے! ہم دعوی سے کہتے ہیں کہ حضرت نوحؑ نے بیٹے کی نجات کا اعلان نہیں کیا۔ کیونکہ اگر کیا ہوتا، تو چونکہ وہ منشاء الہٰی کے خلاف تھا، فوراً اسی وقت حضرت نوحؑ کو اس غلطی پر متنبہ کر کے دوسرا اعلان کر دیا جاتا، جیسا کہ حضرت نوح کو اس وقت متنبہ کیا گیا جب انہوں نے کہا تھا: میرا بیٹا میرے اہل سے ہے،۔

فوراً الہٰی جواب ملا: لیس من اھلك (وہ تیرے اہل سے نہیں)۔

اگر حضرت نوحؑ اس خبر کا اعلان کر دیتے کہ میرا بیٹا نجات پائے گا، تو قطعاً اس کی تردید خدا کی طرف سے کرائی جاتی۔ ہمارا مطالبہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) کے ادعائے الفاظ سے ہے جو مجیب کی خاطر مکرر، سہ کرر ہم سامنے رکھتے ہیں کہ:

حضرت نوح نے آسمان سے خبر پا کر کہا تھا کہ میرا بیٹا بچ رہے گا۔،

انعام لینے کا شوق ہے تو یہ الفاظ دکھاؤ۔

دوسری غلط بیانی:

خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے دوسرا غلط دعوی یہ کیا تھا کہ:

حضرت موسی نے بھی آسمان ہی سے خبر پا کر یہ کہا تھا کہ تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے۔ مگر وہ داخل نہ ہو سکے۔

اس دعوی کا ثبوت دیتے وقت تو مجیب کی بے چینی پر ہمیں بھی رحم آتا ہے مجیب کی کوشش کا ملخص یہ ہے کہ:

ارض شام دینے کا وعدہ تھا اسی لئے اس کو ارض المواعید کہتے ہیں۔

حالانکہ سوال ارض شام کے وعدہ سے نہیں تھا بلکہ خلیفہ قادیان کے الفاظ سے تھا جو جملہ خبریہ کی صورت میں ہیں کہ: تم کنعان میں داخل ہو جاؤ گے۔،

اس جملہ خبریہ کا ثبوت مطلوب ہے۔ اگر انعام کا شوق ہے تو دکھاؤ۔

ورنہ خاموش کہ ایں شور و فغاں چیزے نیست

تیسرا دعوی

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے تیسرا دعوی سراپا افتراء یہ کیا تھا کہ:

رسول کریم ﷺ کو بھی آسمان سے خبر ملی تھی کہ مسیلمہ کذاب آپ کی زندگی میں فنا ہو جائے گا۔ مگر وہ فنا نہیں ہوا۔

جس دل میں نبوت محمدیہ ﷺ کا کمزور سا اعتقاد بھی ہے وہ بھی یہ دعوی سن کر کانپ جائے گا اور یقین کرلے گا کہ جس شخص نے یہ دعوی کیا اور جن لوگوں نے اس سراپا بہتان کو شائع کیا اور جو اس کی تائید کرتے ہیں ان لوگوں کے دلوں میں نبوت محمدیہ کا وقار جیسا چاہیے نہیں ہے بلکہ فی قلوبهم مرض فزادهم الله مرضاً (البقرة: ۱۰)۔ غور کیجئے یہ فقرہ مخالفین اسلام کو کتنی جرأت دلاتا ہے۔ وہ تکذیب نبوت محمدیہ میں کہاں تک دلیر ہو کر کہہ سکتے ہیں کہ:

جس شخص کی کہی ہوئی بات سچی نہ ہو وہ نبی کیسے ہوسکتا ہے۔

اس لئے ہم نے اس دعوی مکذوبہ کا ثبوت پوچھا تھا جسکے جواب میں مجیب نے اپنی پریشانی کا پورا ثبوت دیا۔

صحیح بخاری باب علامات النبوت سے روایت نقل کرتا ہے جس میں یہ لفظ ہیں:

فاولتهما كذابين يخرجان بعدي فكان احدهما العنسي و الآخرة مسيلمة الكذاب (یعنی حضور ﷺ نے فرمایا مجھے خواب میں میں جن کی ہلاکت بتائی گئی وہ دو کس ہیں جو میرے بعد ظہور کریں گے۔ ابن عباس (راوی حدیث) کہتے ہیں اپنے بعد جن دو کے ظہور اور ہلاکت کی خبر دی تھی ایک ان میں سے اسود عنسی ہوا دوسرا مسیلمہ کذاب)۔

ناظرین! مجیب کی جرأت دیکھئے کہ اس روایت کو جس میں بعد کا لفظ بھی ہے اپنے ثبوت میں پیش کرتا ہے۔

پھر لطف یہ ہے کہ یخرجان بعدی کا ترجمہ کرتا ہے:

میرے برخلاف کھڑے ہوں گے۔

باوجود ترجمہ کی غلطی کے صیغہ مستقبل ہی رہا۔ مسیلمہ کا دعوی آنخضرت ﷺ کی زندگی میں تھا، مگر خروج جس کے معنی ہیں مقابلہ پر آنا یہ آنخضرت ﷺ کے بعد خلافت صدیقیہ میں ہوا تھا اور اسی خلافت میں وہ مارا گیا۔ بس جیسا اس کا خروج (بمعنی مقابلہ) بعد آنخضرت ﷺ کے ہوا، اس کی موت بھی بعد ہوئی۔ اور یہی فرمایا تھا۔

مقام حیرت ہے کہ امت مرزائیہ کے دلوں میں مرزا غلام احمد کی بے جا محبت یا بالفاظ دیگر پیغمبر اسلام سے بے پرواہی کیوں ایسی پیدا ہوگئی ہے کہ کھلے منہ اور جلی قلم سے ایسے مضامین لکھتے ہیں جو مخالفین اسلام کو تکذیب کا موقع دیں۔ اس طرفہ پر طرہ یہ کہ اشاعت اسلام کرنے کا دعوی ہے:

کئے لاکھوں ستم اس پیار میں بھی آپ نے ہم پر
خدانخواستہ گر خشمگیں ہوتے تو کیا کرتے

چوتھی غلط بیانی:

قیصر وکسری کے خزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر بھی آسمان ہی سے ملی تھی، مگر وہ کنجیاں آپ (ﷺ) کی زندگی میں نہ ملیں۔

اس دعوی کا ثبوت مانگا گیا تھا جس میں قیصر وکسری کے خزانوں کی کنجیاں ملنے کا ذکر ہو اور نہ ملی ہوں۔ ہم نے اس کی تشریح میں دو روایات لکھی تھیں جن میں حضور ﷺ نے قیصر وکسری کے خزانوں کا فاتح مسلمانوں کی ایک جماعت کو قرار دے کر فرمایا تھا کہ تم ان کو فتح کرو گے اور تم ہی خرچ کرو گے۔ اس کے جواب میں کیا چاہیے تھا؟ تقاضاء ایمان تو یہ تھا کہ خلیفہ کو مزید مجبور کرتے کہ آپ اپنی غلطی کا اعلان کریں تاکہ مخالفین اسلام کو طعن کرنے کا موقع نہ ملے لیکن ایسا تو وہ کرے جس کو محمدی اسلام سے محبت ہو۔ جس کو قادیانی نبوے وخلافت سے دل بستگی ہو وہ ایسا کیونکر کرے۔ اس کا تو قول ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسماں ہوا پھر جائے
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جائے

اس لئے انہوں نے اس غلطی کو بھی صحیح کرنے کی کوشش کی۔ اور اس کوشش

میں مندرجہ ذیل روایت لکھی ہے جس میں آنحضرت ﷺ اپنے ایک خواب کا ذکر سنانے کو فرماتے ہیں

بینما انا نا ئم ا تیت بمفا تیح خزا ئن ا لا ر ض فو ضِعت فی یدی (بخاری۔باب نصرت بالرعب)

اس حدیث میں قیصر و کسری کا نام نہیں اور خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے خاص کر قیصر و کسری کا نام لیا تھا۔

مجیب کا مطلب اگر یہ ہے کہ قیصر و کسری کی کنجیوں کو یہ روایت شامل ہے، بیشک ہم مانتے ہیں کہ اس روایت کا سب کو شمول ہے اور قیصر و کسری کا اس میں دخول ہے لیکن ہم نے جو دو روایتیں نقل کی تھیں جن کے لفظ اور مفہوم یہ تھا کہ:

تم مسلمان قیصر و کسری کے خزانے فتح کرو گے،

یہ دو روایتیں بالتصریح فتح کی تفصیل مسلمانوں کو فاعل اور زمانہ مستقبل بتا رہی ہیں تو پھر آج کسی غیر محتاط شخص کا دلیری سے یہ کہنا کہ:

قیصر و کسری کے خزانوں کی کنجیاں دیئے جانے کی خبر آسمان سے ملی تھی مگر آنحضرت کی زندگی میں نہ ملیں۔

کیسے صحیح ہوسکتا ہے جبکہ خود متکلم (ﷺ) بتا رہے ہیں کہ یہ کنجیاں دراصل مسلمانوں کو ملیں گی چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ پھر اس واقعہ کو تمہارے اصل واقعہ (مرزا قادیانی کے نکاح آسمانی) کے ساتھ کیا تعلق؟ اسی لئے قادیانی ہشیار مجیب نے ہماری پیش کردہ دونوں روایتوں کو چھوا بھی نہیں۔

سنو! تمہارا واقعہ تو صاف ہے اس میں نہ کسی خلیفہ کی خلافت جائز ہے، نہ کسی نائب کی نیابت، نہ مرزا صاحب کی مرضی۔ سنئے وہ واقعہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں سب کے سامنے مسماۃ مذکورہ کا خود بدولت مرزا صاحب کے ساتھ نکاح ہو جائے۔ چنانچہ آپ نے اس پیش گوئی (متعلقہ نکاح آسمانی) کے جو اجزاء بتائے ہیں وہ یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ پھر داماد اس کا (منکوحہ آسمانی کا خاوند مرزا سلطان محمد) اڑھائی سال کے اندر

فوت ہو (مرزا سلطان محمد کے نکاح کی تاریخ ۷۔اپریل ۱۸۹۲ء ہے۔اس نکاح سے اڑھائی سال تک مرزا سلطان محمد کو اکتوبر ۱۸۹۴ء تک مرجانا چاہیے تھا۔مگر وہ آج تک، ۱۹۲۸ء، زندہ ہے۔ ثناءاللہ امرتسری)

۳۔ پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔

۵۔ پھر یہ کہ عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔

۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔

(شہادۃ القرآن، از مرزا قادیانی۔ص ۸۱)

احمدی دوستو! ہمیں تمہارے حال پر رحم آتا ہے خدا جانے تم کس بلا میں پھنسے ہو اور کس گناہ کی تم کو یہ سزا ملی ہے۔تم سوچتے نہیں کہ کوئی وکیل اپنے موکل کے بیان اور اقرار کے خلاف نہیں کہہ سکتا۔مگر تم ہو کہ تمہیں نہ کسی قانونی عدالت کی پرواہ ہے نہ قانون شریعت تم کو خلاف کہنے سے روک سکتا ہے۔

للہ فی اللہ تم کسی غیر کے حال پر نہیں اپنے حال پر تو رحم کرو۔سب مخلوق کو دھوکہ دے سکتے ہو، چرب لسانی سے مخالف کی زبان بند کر سکتے ہو، مگر خدا کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ تم اس بگڑی ہوئی بات کو بنانے کی کوشش کرتے ہو جو ایسی بگڑی ہے کہ بنانے سے نہ بن سکے

تروح الی العطار تبغی شبابها
و لن یصلح العطار ما افسد الدهر

ناظرین! غور کیجئے اس مقدس جماعت قادیانی کی یہ ساری کوشش (انبیاء پر بہتان، خدا پر افتراء وغیرہ) محض اس لئے ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کی غلط پیش گوئی کسی طرح صحیح ہو سکے الی اللہ المشتکی

حقیقت یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ہر ایک پیش گوئی خصوصاً

نکاح آسمانی والی پیش گوئی امت مرزائیہ کے لئے سوہان روح بن رہی ہے۔اس لئے ناظرین سے ہم درخواست کریں گے کہ ان لوگوں کو عشق مرزا میں مجنون سمجھ کر ایسی بہتان طرازیوں اورافترا پردازیوں میں معذور سمجھا کریں

یا عاذل العاشقین دع فئة
اضلها الله کیف ترشدها

آخری فیصلہ ۔ہم نے ازالہ اوہام سے ایک حوالہ دیا تھا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے لکھا ہے چارسو نبیوں کی پیش گوئیاں جھوٹی ہوئیں ۔اس کے جواب میں مجیب نے لکھا ہے :

اگر مولوی (ثناءاللہ) صاحب (یہ حوالہ) نکال دیں تو ہم انہیں راست باز تسلیم کرلیں گے

اگر چہ راست بازی کا سرٹیفکیٹ ان لوگوں یا اس شخص سے لینا مفید ہوتا ہے جو خود بھی راست باز ہوں ۔اور جو خود ہی غلط گو ہوں ان کا سرٹیفکیٹ کیا اور ان کی سند کیا۔ بلکہ وہ تو اس مصرعہ کے مصداق ہیں :

پہلے خود حضرت اقدس تو مسلمان ہولیں

تاہم قطع نزاع کے لئے ہم فیصلہ کرانے کو تیار ہیں۔ قادیانی صدر انجمن احمدیہ کے صدر اور ناظم اعلی اس بارے میں ہمارے ساتھ تقرر منصف منظور کریں ۔ مسلمہ منصف ہماری تحریر مندرجہ اہل حدیث ۱۳ جولائی کو مرزا صاحب کی کتاب ازالہ اوہام کے خلاف پائیں تو اپنی غلطی کے قائل ہو جائیں گے ۔ ہماری طرف سے دو اصحاب کے نام پیش ہیں جو دونوں معزز اور غیر جانبدار دیانتدار ہیں ۔

۱۔ڈاکٹر سیف الدین کچلو امرتسر۔

۲۔ چودھری فضل الدین ڈپٹی کلکٹر پنشنر امرتسر ۔

احمدیو! مرد میدان بن کر باہر آو۔انعامی مضمون کا فیصلہ بھی منصفوں سے کرالو :

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۰ ۔ اگست ۱۹۲۸ء مطابق ۲۳ صفر ۱۳۴۷ھ جلد ۲۵ نمبر ۴۰ ص ۱۔۴)

آسمانی نکاح پر نظر

خدا جانے وہ کیسا بابرکت دن تھا جس دن حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا آسمان پر نکاح ہوا تھا (حقیقۃ الوحی۔ص۱۳۲)۔آئے دن اس نکاح کی وجہ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اوران کے اتباع پر پریشانی نازل ہوتی ہے۔

گزشتہ پریشانیاں کم نہ تھیں کہ نئی پریشانی مولوی اللہ دتہ مبلغ قادیان نے پیدا کردی۔آپ نے قادیان کے سالانہ جلسہ میں ایک تقریر کے دوران اس نکاح پر اعتراضات دور کرنے کی کوشش کی۔سچ تو یہ ہے کہ وہ کوشش اس عربی شعر کی مثال ہے جوایسے واقعات کے متعلق کہا گیا ہے۔

ایک بڑھیا سفید گیسو بازار جارہی تھی

شاعر نے پوچھا، بڑی بی کہاں جارہی ہو؟

بڑھیا بولی، سر کے سفید بالوں کے لئے وسمہ لینے جارہی ہوں۔

ظریف شاعر نے فی البدیہہ شعر کہا

تروح الی العطار تبغی شبابها

و لن یصلح العطار ما افسد الدهر

دیکھو جی یہ بڑھیا جوان بننے کیلئے وسمہ لینے جاتی ہے بھلا جسے زمانہ نے بگاڑ دیا ہو اسے عطار کیا سنوار یگا۔

وہی مثال قادیانی مبلغوں کی ہے۔خدا کے بگاڑے ہوئے کوسنوارنا چاہتے ہیں (و لن یفعلوا)۔مولوی اللہ دتہ نے آسمانی نکاح دنیا میں نہ ہونے کی وجہ بیان کی ۔کیا ہی معقول وجہ بیان کی ۔ہم بھی اس کی داد دیتے ہیں اور اپنے ناظرین خصوصاً صابری صاحب بریلوی سے پوری داد کی امید رکھتے ہیں۔آپ نے فرمایا:

اس پیش گوئی میں پہلے مرزا احمد بیگ کی موت ہے۔اس کے بعد اس کے داماد کی۔اورنکاح ان دونوں کے بعد ہے۔

اس لئے جب تک احمد بیگ اوراس کا داماد موت کا شکار نہ ہولیں،تب تک

نکاح کے متعلق کوئی سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا۔
ہاں اگر دونوں مر جاتے اور پھر نکاح نہ ہوتا تو قابل اعتراض تھا۔
مگر اب جب کہ ابھی سلطان محمد نہیں مرا تھا، نکاح کے متعلق اعتراض سراسر غلط ہے۔
پس اب سوال یہ ہے کہ جب پیش گوئی اپنے ظہور کے لحاظ سے یہ نوعیت رکھتی ہے کہ نکاح کے چھ ماہ بعد ہی احمد بیگ مر گیا، تو اس کی پہلی جزء تو دنیا کی نظروں میں قابل اعتراض نہیں۔ اور پیش گوئی کا یہ حصہ تو پورا ہوگیا۔
اب اس کا دوسرا حصہ پورا ہونے کی یعنی سلطان محمد کی وفات کے بعد اگر نکاح نہ ہوتو البتہ قابل اعتراض بات ہوسکتی ہے۔ لیکن جس صورت میں اس کی موت واقعہ نہیں ہوئی، تیسرے حصہ پر اعتراض وارد نہیں ہوسکتا۔

(الفضل قادیان ۱۰ جنوری ۱۹۳۰ء ص ۱۱)

بس اب بات یہاں آ کر ٹھہری کہ مرزا سلطان محمد چونکہ مرا نہیں، اس لئے نکاح نہیں ہوا۔ ہم بھی اس جواب کی داد دیتے ہیں کیونکہ اس جواب سے حقیقتاً قادیانی عمارت کے نیچے ایک بم نہیں، دو بم رکھے گئے ہیں۔
سنئے! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مرزا سلطان محمد کی حیات کی مدت اگست ۱۸۹۴ء تک بتاتے ہیں۔ اس کے بعد سلطان محمد کو دنیا میں رہنے کی اجازت نہ تھی (شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی۔ ص ۸۰) مگر وہ اب تک (۱۹۳۰ء) زندہ ہے۔ ایک بم۔
دوسرا بم اس سے بھی زیادہ سخت ہے۔ مرزا صاحب قادیانی، لکھتے ہیں:
میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیشگوئی داماد احمد بیگ (سلطان محمد) کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں، تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائے گی۔ (انجام آتھم۔ ص ۳۱)
ناظرین! اللہ غور فرمائیں کہ اس عبارت میں مرزا سلطان محمد کی موت کو اپنی زندگی میں تقدیر مبرم کہنے والے آج دنیا میں نہیں ہیں، اور مرزا سلطان محمد باوجود جنگ عظیم (اول) میں گولی لگنے کے آج تک (۱۹۳۰ء) تک زندہ ہے۔ پس سوال یہ ہے کہ مرزا سلطان محمد کو خدا تعالی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ان دو پیش گوئیوں

کے مطابق کیوں نہ مارا؟

ان واقعات کے ہوتے ہوئے یہ کہہ دینا کہ مرزا سلطان محمد چونکہ نہیں مرا اس لئے نکاح نہیں ہوا، قادیانی مشن کی نمک حلالی تو بے شک ہے، مگر حقیقت صادقہ نہیں ہے۔ ہمارے خیال میں ایسا کہنے سے قادیانی مبلغ مع سامعین کے الٹے صیاد کے جال میں پھنس گئے۔ کیا سچ ہے:

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۰ء مطابق ۲۲ رمضان ۱۳۴۸ھ ص ۲۔۳)

محمدی بیگم کا آسمانی نکاح صحیح ہے اور اعتراض غلط

سچ تو یہ ہے کہ آسمانی نکاح والی پیش گوئی نے جماعت احمدیہ کی کمر توڑ رکھی ہے جہاں مقابلہ ہوا مخالفوں نے آسمانی نکاح پیش کر دیا آج ہم امت مرزائیہ کی مشکل حل کئے دیتے ہیں گو ہم جانتے ہیں کہ یہ لوگ شکر گذار نہیں ہوں گے لیکن ہمیں ان سے شکر گزاری کی تمنا نہیں بلکہ محض فرض کی ادائیگی مقصود ہے مسئلہ شرعی تو یہ ہے کہ جس واقعہ کی دو معتبر گواہ شہادت دیں وہ صحیح سمجھا جائے آج ہم اس قانون کی رو سے دو معتبر گواہ پیش کرتے ہیں جو جماعت احمدیہ میں چوٹی کے بزرگ ہیں۔

پہلے بزرگ سے مراد ہماری لاہوری جماعت کے اعلیٰ رکن ڈاکٹر بشارت احمد صاحب ہیں۔ جو اس جماعت میں مصنف ہیں، قرآن مجید کے مدرس ہیں، پنشن یافتہ اسسٹنٹ سرجن ہیں۔ علاوہ بریں آپ مولوی محمد علی امیر جماعت احمدیہ لاہور کے خسر ہونے کی وجہ سے بقول اخبار فاروق، نانائے پیغامیہ ہیں۔ غرض آپ بہت سی عزتوں کے مالک ہیں۔ آپ کی شہادت کا مضمون یہ ہے کہ محمدی بیگم سے مراد کوئی خاص عورت نہیں بلکہ مراد اقوام یورپ ہیں۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ان سے نکاح ہونے سے مراد یہ ہے کہ ان کو مسلمان کر کے ان کی اولاد کو خادمان اسلام بنایا جائے گا چنانچہ

آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

سو ظاہر کہ وہ آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور ماموری من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ نکاح روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا ایک معمولی عورت سے نہیں ہو سکتا صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا تو نہ ہو، آج واقعات حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں ہم ہر روز اسی دلہا کی بارات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں۔ ایسی اعلیٰ شان کی محمدی بیگم کا تزوج جس خوش قسمت کے ساتھ ہو اس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا۔ ثناء اللہ) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا کہ ہمیں ایک گھوڑا ملے گا وہ تو نہ ملا۔ حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آجاتے ہیں۔ پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جس کا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جس کے متعلق خود مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں:

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من نہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے یتزوّج و یولد له کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود سے کسی عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا۔ (پیغام صلح لاہور ۲ جون ۱۹۲۴ء)

گو یہ ایک ہی شہادت ایسی ہے کہ نہ صرف کافی بلکہ اکفی ہے تاہم دوسری شہادت بھی پیش کئے دیتے ہیں کیونکہ درجے اور فضیلت میں یہ پہلی گواہی سے بڑی ہے اس لئے کہ یہ شاہد صاحب وحی اور رسول ہیں ان صاحب سے ہماری مراد مولوی

فضل خان ساکن چنگا بنگیال ضلع راولپنڈی ہیں۔آپ مدعی ہیں کہ میں صاحب وحی نبی ہوں آپ کا بیان ہے کہ:

محمدی بیگم کا نکاح حضرت مسیح موعود (مرزا) سے مورخہ یکم جون ۱۹۳۳ء کو بہشت میں میرے روبرو ہو چکا (مقولہ مولوی فضل خان مدعی نبوت چنگا بنگیال۔ ماخوذ از رسالہ، میرے جنون کی داستان مولفہ شیخ غلام محمد احمدی لاہوری، مدعی الہام)

ناظرین کرام! ہم جانتے ہیں کہ علماء اور فقہاء کو اس بیان پر بہت اعتراض سوجھیں گے ان سب کا جواب ایک ہی ہے وہ یہ کہ یہ سب تمہاری اصطلاحات ہیں۔ امت مرزا ان بدعی اصطلاحات کی قائل نہیں کیونکہ وہاں کی زندگی اور موت اور ہی ہے

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

ہم ان دونوں شہادتوں پر پورا وثوق رکھتے ہیں بلکہ اس بات پر بھی یقین لاتے ہیں کہ:

ملاں دو پیازے کی نسل ابھی دنیا میں باقی ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۳۴ء مطابق ۱۰ صفر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۲۹ ص ۶۔۷)

منکوحہ آسمانی، اور اس کے والد کی موت

قادیان سے اعلان ہوا ہے کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری چونکہ ۳۰ ستمبر کو حسب پیش گوئی فوت ہوا تھا، اسلئے اس کی یادگار میں ۳۰ ستمبر کو اس پیش گوئی کی تبلیغ کی جائے۔ دفتر اہل حدیث امرتسر چونکہ قادیان کے ہر خیر و شر میں شریک ہوتا ہے اس لئے یہ مضمون دس روز پیشتر شائع کیا جاتا ہے تا کہ ناظرین اخبار اہلحدیث بھی ۳۰ ستمبر کو جلسے کر کے اس مضمون کو پڑھ کر سنائیں اور اس کو بطور اشتہار خود چھاپ کر شائع کریں یا دفتر ہذا سے منگالیں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی مشہور پیش گوئیاں تین تھیں جو انہوں نے تین قوموں عیسائیوں، ہندوؤں، اور مسلمانوں پر ایک ایک کر کے تقسیم کی تھیں۔

عیسائیوں کے لئے ڈپٹی عبداللہ آتھم کی موت والی پیش گوئی، ہندوؤں کے لئے پنڈت لیکھ رام کی موت والی پیش گوئی، مسلمانوں کے لئے آسمانی منکوحہ والی پیش گوئی۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی عبارت اس مضمون کے متعلق یہ ہے:

بعض اور عظیم الشان نشان اس عاجز کی طرف سے معرض امتحان میں ہیں جیسا کہ منشی عبداللہ آتھم صاحب امرتسری کی نسبت پیش گوئی جسکی میعاد ۵ جون ۱۸۹۳ء سے پندرہ مہینہ تک اور پنڈت لیکھ رام پشاوری کی موت کی نسبت پیش گوئی جسکی میعاد ۱۸۹۳ء سے چھ سال تک اور پھر احمد بیگ ہوشیار پوری کے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی جو پٹی ضلع لاہور کا باشندہ ہے جسکی میعاد آج کی تاریخ سے جو اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء ہے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔ یہ تمام امور جو انسانی طاقتوں سے بالکل بالاتر ہیں ایک صادق یا کاذب کی شناخت کے لئے کافی ہیں کیونکہ احیا اور اماتت دونوں خدا تعالی کے اختیار میں ہیں اور جب تک کوئی شخص نہایت درجہ کا مقبول نہ ہو خدا تعالی اس کی خاطر سے کسی اس کے دشمن کو اس دعا سے ہلاک نہیں کر سکتا خصوصاً ایسے مواقع پر کہ وہ شخص اپنے تئیں منجانب اللہ قرار دے اور اپنی اس کرامت کو اپنے صادق ہونے کی دلیل ٹھہراوے۔ (شہادۃ القرآن۔ ص ۸۰)

ہماری تحقیق یہ ہے کہ یہ تینوں پیش گوئیاں بلکہ جو پیش گوئی بھی بطور تحدی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے کی تھی، سب غلط ثابت ہوئیں۔ ان سب کی بحث ہماری کتاب الہامات مرزا میں مفصل درج ہے۔ آج ہم صرف تیسری پیش گوئی کا ذکر کرتے ہیں کیونکہ اسی کے متعلق قادیانیوں نے ۳۰ ستمبر کو پروپیگنڈہ کرنا ہے۔

کچھ شک نہیں کہ اس پیش گوئی میں اصل مقصود نکاح تھا۔ چنانچہ لڑکی کا والد مرزا احمد بیگ اور اسکا ناکح مرزا سلطان محمد چونکہ نکاح مرزا میں سنگ راہ تھے، اس لئے ان کی موت بھی ضروری تھی۔ چنانچہ ۳۱ ستمبر ۱۸۹۲ء کو مرزا احمد بیگ فوت ہو گیا (۳۱ ستمبر کی تاریخ مرزا صاحب نے لکھی ہے، کتاب دافع الوساوس صفحہ ۲۸۰۔ ورنہ ہندوستان کیا دنیا کے کسی حصے میں ستمبر کی ۳۱ تاریخ نہ کبھی ہوئی ہے نہ آئندہ ہوگی۔ یہ بھی مرزا صاحب کی الہامی لطافت ہے۔ سچ ہے:

لطف پر لطف املا میں میرے یار کے یار حاء حطی سے گدح لکھتا ہے ھوز سے ھمار) اور مرزا صاحب

نے شہادۃ القرآن بتاریخ ۲۲ ستمبر ۱۸۹۳ء یعنی احمد بیگ کی موت سے ایک سال بعد شائع کی۔ تاہم اس کی موت کو کوئی اہمیت نہ دی بلکہ صاف لکھا کہ کہ اس پیش گوئی کے اجزاء یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔
۲۔ پھر داماد اس کا جو اس کی دختر کلاں کا شوہر ہے اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔
۳۔ اور پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔
۴۔ اور پھر یہ کہ وہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔
۵۔ اور پھر یہ کہ یہ عاجز بھی ان تمام واقعات کے پورے ہونے تک فوت نہ ہو۔
۶۔ اور پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے۔

اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں ہیں۔

(شہادۃ القرآن۔ ص ۸۱)

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ مرزا احمد بیگ کی موت اصل مقصود نہ تھی بلکہ اصل مقصود نکاح آسمانی تھا۔ اور احمد بیگ کی زندگی چونکہ اس میں مانع تھی اس لئے اس کی موت بطور تمہید کے تھی نہ کہ اصل مقصود۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کی تشریح خود فرمائی ہوئی ہے۔ کتاب انجام آتھم میں مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کا ذکر کر کے لکھتے ہیں:

میں نہیں کہتا کہ یہ کام ختم ہو گیا اور اصل پیش گوئی پوری ہو گئی بلکہ اصل کام (نکاح) ابھی باقی ہے اس کو کوئی شخص بھی حیلہ حوالہ سے ٹال نہیں سکتا۔ وہ خدا کی طرف سے تقدیر مبرم ہے۔ (انجام آتھم۔ ص ۳۲۳)

اس سے بھی معلوم ہوا کہ اصل پیش گوئی نکاح کی تھی اور مرزا احمد بیگ اور مرزا سلطان محمد کی موت بطور رفع موانع کے لئے تھی، اصل نہ تھی۔ جن میں سے ایک فوت ہو گیا مگر جو اصل مانع تھا یعنی آسمانی منکوحہ کا خاوند وہ آج تک زندہ ہے۔

حالانکہ اس کی موت کی حد اڑھائی سال تھی جو اگست ۱۸۹۴ء میں ختم ہو گئی جسے آج پورے ۴۰ سال ہو چکے ہیں چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے خود لکھا ہے کہ:

مرزا احمد بیگ کے داماد کی موت کی میعاد آج اکیس ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے۔(کتاب شہادۃ القرآن از مرزا قادیانی ص ۸۰)

ہاں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اس بڑے سنگ راہ (مرزا سلطان محمد کی موت) کی بابت مرزا صاحب قادیانی نے کیا لکھا ہوا ہے۔آپ کا اعلان ہے کہ:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہو گی اور میری موت آجائے گی۔(انجام آتھم۔ص ۳۱)

اورسنو! مرزا قادیانی نے اس پیش گوئی کو رسالہ ضمیمہ انجام آتھم میں خود ہی دو جزؤں سے مرکب مانا ہوا ہے (ص ۵۲)۔اسی کتاب میں پہلے جزء (احمد بیگ کی موت) کا ذکر کر کے دوسرے جزء کی بابت اعلان کیا ہے:

یادرکھو کہ اس پیش گوئی کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ (انجام آتھم۔ص ۵۴)

احمدی ممبرو! خدا کے فضل سے مرزا سلطان محمد آج تک بھی پٹی ضلع لاہور میں زندہ ہیں۔کیا اس کی زندگی میں تم مرزا صاحب قادیانی کے وصف، ہر بد سے بدتر، پر ایمان رکھتے ہو یانہیں۔ایمان سے کہنا ورنہ یادرکھو ایک دن آنے والا ہے جس کی شان ہے یو م تبلی السرا ئر۔ فما له من قوة و لا نا صر (قیامت کے روز سب بھید کھل جائیں گے اس وقت نہ کسی کو قوت ہو گی نہ مددگار ہو گا) (الطارق:۹۔۱۰) ایسا نہ ہو کہ اس روز تمہاری حالت اس شعر کے ماتحت ہو جو کسی مظلوم نے کہا ہے

عجب مزا ہو کہ محشر میں ہم کریں شکوہ
وہ منتوں سے کہیں چپ رہو خدا کے لئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ ستمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۱۱ جمادی الثانی ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۴۶ ص ۳۔۵)

محمدی بیگم کے نکاح کی جدید تشریح

ایک جدید نبی کے قلم سے

ہوشیار پور (پنجاب) میں ایک شخص مرزا احمد بیگ مرزا غلام احمد قادیانی کی برادری میں سے تھا۔ اس کی لڑکی کا نام محمدی بیگم تھا۔ مرزا غلام احمد صاحب نے لڑکی کے والد سے نکاح کی درخواست کی تھی۔ آپ پچاس سال سے متجاوز تھے اور وہ چھوکری تھی (آئینہ کمالات اسلام)۔ لڑکی کے والد نے نہ مانا۔ آپ نے بذریعہ الہام ان پر دباؤ ڈالا کہ اگر اور جگہ اس کا نکاح ہوا، تو لڑکی کا والد اور خاوند (ہر دو) تین سال کے عرصہ میں مر جائیں گے آخر کار وہ لڑکی بیوہ ہو کر میرے نکاح میں آئے گی۔

اولیاء دلہن اس دھمکی میں بھی نہ آئے۔ یہاں تک کہ قادیانی مرزا جی دنیا سے رخصت ہو گئے اور آسمانی نکاح ظہور پذیر نہ ہوا۔ اس پیش گوئی نے قادیانی امت کو سخت پریشان کر رکھا تھا آخر بحکم جوئندہ یابندہ ان کو کامیابی ہوگئی۔

امت مرزا میں اس وقت دو گروہ مشہور ہیں۔ ایک قادیانی دوسرا لاہوری۔ چونکہ اس پیش گوئی کی زد میں مرزا جی کی ذات پر پڑتی تھی اس لئے یہ تکلیف دونوں میں برابر تقسیم ہوتی تھی۔ اس کے جواب کی تلاش میں لاہوری پارٹی پہلے کامیاب ہو چکی ہے چنانچہ اس پارٹی کے ایک اعلی رکن ڈاکٹر بشارت احمد نے بڑی محنت سے جواب پالیا تھا جس سے پبلک کو خاموش کر دیا تھا۔

یہ تو ایک ڈاکٹر کا ذکر ہے جو نہ نبی ہے نہ الہامی۔ دوسرا جواب ایک نبی کا ہے جس کی تفصیل یہ ہے کہ

قادیان میں آج کل ایک شخص احمد نور کابلی ہے جو بظاہر ذکر الہی میں مشغول رہتا ہے اس نے اپنی نبوت و رسالت کا اعلان ایک رسالہ صورت میں کیا ہے جس کا نام حقیقۃ الرسالت، ہے۔ اس پر تاریخ اشاعت ۹ نومبر ۱۹۳۴ء لکھی ہے۔ اس کے

شروع میں اپنی رسالت کا اظہار یوں کیا ہے:

اے پیغمبر احمد نور رسول اللہ تم قرآنی آدمی ہو تم کو قرآن دیا جاتا ہے۔ تم قرآن کے اتم مظہر ہو (ص۲)

اس جدید نبی نے بھی محمدی بیگم کے نکاح کے متعلق ایک بیان شائع کیا ہے۔ ہم ان دونوں ڈاکٹر بشارت احمد اور نبی جدید (احمد نور) کے بیانات نقل کرتے ہیں۔ بغرض تفہیم پہلے دونوں کا خلاصہ بتاتے ہیں۔

ڈاکٹر صاحب کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ محمدی بیگم سے مراد عیسائی قوم ہے اور نکاح مرزا سے مراد مرزا صاحب قادیانی کا ان پر غلبہ ہے جو بذریعہ دلائل قاہرہ مرزا قادیانی کو عیسائی قوم پر حاصل ہوا تھا، یہی نکاح ہے۔

جدید نبی کے بیان کا خلاصہ یہ ہے کہ:

محمدی بیگم سے مراد امت محمدیہ ہے۔ جتنا حصہ امت محمدیہ کا مرزا صاحب کی بیعت میں داخل ہے وہ مرزا صاحب کے نکاح میں آ گیا۔ اس نکاح سے دولڑکے پیدا ہوئے ہیں، نطفہ سے خلیفہ محمود، روحانی اثر سے احمد نور جدید نبی۔

اب ہم ان دونوں بیانوں کو خود ان کے متکلموں کے الفاظ میں ہو بہو نقل کرتے ہیں۔ ناظرین غور سے پڑھیں اور حظ اٹھائیں:

ڈاکٹر بشارت احمد لاہوری کا کہنا ہے:

حضرت مسیح موعود (مرزا) نے بڑا زور اس آسمانی نکاح پر دیا ہے۔ تو ظاہر ہے کہ ہمارے ان پیش نظر الہامات کی بنا پر تو تھا نہیں۔ اس کے علاوہ کچھ اور دکھایا گیا ہوگا۔ سو ظاہر ہے کہ وہ آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور مامور من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اس کا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا، ایک معمولی عورت سے نہیں ہوسکتا۔ صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا تو نہ ہوا، آج واقعات حقیقت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ ہم ہر روز اسی دولہا کی برات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں ایسی اعلیٰ شان کی محمدی بیگم کی تزویج جس

خوش قسمت کے ساتھ ہو اس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا۔ثناء اللہ امرتسری) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا ہمیں ایک گھوڑا ملے گا وہ تو نہ ملا حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آ جاتے ہیں۔

پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جس کا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جس کے متعلق خود حضرت مسیح موعود (مرز غلام احمد اقادیانی) فرماتے ہیں:

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من نہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے ینزوّج و یو لد له کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے، ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود سے اللہ تعالی کسی عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا..الخ

(پیغام صلح لاہور۔۲ جولائی ۱۹۲۴ء ص ۳۔۴)

احمد نور جدید نبی قادیان کا کہنا ہے
خدا کی گواہی بذریعہ مسیح موعود
محمدی بیگم کا نکاح آسمان میں پڑھا گیا

قوم پر خدا نے کس رنگ میں پورا کیا مگر آج احمدی قوم کو بتلا رہا ہے مشاہدہ کراتا ہے۔غور کرو مسیح موعود کے وقت محمدی بیگم آنخضرت کی امت مراد تھی جو آنخضرت کی روحانی بیوی تھی جو حصہ محمدی بیگم کا ابن مریم کے نکاح میں آیا اس حصہ سے محمد نام لڑکا پیدا ہوا (یہ جدید نبی اپنے آپ کو محمد، روحانی ولد، لکھتا ہے اسی طرف اشارہ ہے۔ثناء اللہ) آسمان میں نکاح ہوا اس لئے روحانی نطفہ قرآن سے پیدا کیا گیا آسمان سے ہی نازل ہوا ابن مریم کو دولڑکوں کی بشارت

تھی نام آپ کو محمود بتایا گیا۔ سو خدا نے دونوں پورے کئے ایک ظاہری نطفہ سے اور ایک روحانی نطفہ سے۔ مگر قوم کے لئے مبارک وہ جو آسمان سے آیا ہے جو تین کو چار کرنے والا ہے۔ تین موجود ہیں کہ چوتھا آ گیا۔ یہ اس لئے کہ تا محمدی قوم کے لئے بھی امام ہو کہ وہ امام مہدی ہے۔ عاجز آنحضرت کی قوم اور امت سے بھی ہے اور ان لوگوں سے ہے جو مومن منکوحہ ابن مریم کے ہو چکے تھے۔ (رسالہ حقیقت الرسالت۔ ص ۱۷)

کیسی عمدہ تاویل ہے اور کیسی اچھی تفسیر ہے، غالباً اب کوئی مخالف سے مخالف بھی چوں چرا نہیں کرے گا۔ زیادہ سے زیادہ یہ کہے گا کہ شیخ چلی اور ملا پیازہ ابھی زندہ ہیں۔ سو یہ کوئی عیب نہیں، باکمال لوگ ہمیشہ زندہ رہتے ہیں:

ثبت است بر جریدہ عالم دوام ما

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷ دسمبر ۱۹۳۴ء مطابق ۲۹ شعبان ۱۳۵۳ھ جلد ۳۲ نمبر ۶ ص ۴۔۶)

محمدی بیگم کا نکاح

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

بہت عرصے کے بعد قادیانی اخبار میں محمدی بیگم کے نکاح کا ذکر آیا جس کے دیکھنے سے ثابت ہوتا ہے کہ قادیانی پارٹی نے اس مسئلہ پر بہت غور و فکر کیا ہے۔ مگر اس غور و فکر کا نتیجہ اپنے جملہ اسلاف کے خلاف نکالا ہے۔ اس لئے ہم اس مضمون پر توجہ کر کے ملک کو دکھاتے ہیں کہ محمدی بیگم کا نکاح عیسائیوں کی تثلیث کی طرح عقدہ لاینحل ہے، مگر کوشش دونوں فریق کئے جاتے ہیں۔ جس طرح پادری فنڈر سے لے کر پادری عبدالحق تک نے اثبات تثلیث میں متعدد کتابیں لکھیں جن میں مختلف طریقے اختیار کئے گئے اسی طرح حکیم نورالدین سے لے کر مرزا بشیر احمد (پسر دوم مرزا قادیانی) تک مختلف طریقوں سے اس قضیہ اصم کو حل کیا گیا جس کی تفصیل ہم نے رسالہ نکاح مرزا میں کی ہوئی ہے۔ آج کا مضمون خاص نوعیت کا ہے اس لئے ناظرین اسے توجہ

سے پڑھیں۔ قادیانی اخبار الفضل لکھتا ہے:

اس پیش گوئی کا مرکزی نقطہ محمدی بیگم صاحبہ کی شادی نہیں تھی بلکہ خاندان کے بے دین اعزہ کو ایک رحمت یا غضب کا نشان دکھانا اصل مقصد تھا۔ یعنی ان کے سامنے خدا تعالی نے یہ بات پیش کی تھی کہ اگر بے دینی کو ترک کر کے میرے بھیجے ہوئے مسیح کے ساتھ حقیقی تعلق جوڑو گے، تو خدا تعالی تمہیں بھی علی قدر مراتب ان رحمتوں سے حصہ دے گا جو اس نے مسیح کی آل واولاد اور متعلقین کے لئے مقرر کر رکھی ہیں۔ لیکن اگر تم بدستور بے دینی پر قائم رہے اور خدا کے ماموو مرسل کے ساتھ حقیقی رشتہ نہ جوڑا تو پھر تم بالآخر خدا کے غضب کا نشانہ بنو گے۔

محمدی بیگم صاحبہ کی شادی اس وقت کے حالات کے ماتحت اس تعلق کی صرف ایک ظاہری نشانی تھی جس طرح کہ حضرت صالح علیہ السلام کے زمانہ میں خدا تعالی نے ایک طرف اپنے فضل ورحمت اور دوسری طرف اپنے غضب ولعنت کے دوہرے نشان کے لئے حضرت صالح کی اونٹنی کو ایک ظاہری نشانی قرار دیا تھا (سورہ ہود۔ رکوع ٦)

مگر نادان لوگ ظاہری بات کو لے کر جو محض ایک وقتی رنگ رکھتی ہے، اپنی ضد پر اڑ جاتے ہیں اور بات کی تہہ تک پہنچنے کی کوشش نہیں کرتے۔ بہرحال جہاں تک میں نے اس پیش گوئی کے متعلق غور کیا ہے میں اسی نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ اس پیش گوئی میں محمدی بیگم کی شادی اصل مقصود نہیں تھی بلکہ پیشگوئی کی حقیقی غرض وغایت یہ تھی کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے رشتہ داروں کو ایک ایسا نشان دکھایا جائے جو اپنے اندر دو پہلو رکھتا ہو۔ ایک پہلو رحمت کا جو آپ کو ماننے والوں اور آپ کے ساتھ تعلق جوڑنے والوں کے لئے خاص ہو اور دوسرا پہلو غضب کا جو انکار کرنے والوں اور الگ رہنے والوں کے لئے مخصوص ہو۔

سو خدا تعالی نے اپنا یہ دو دھاری نشان دکھا دیا اور دکھا رہا ہے اور اسوقت تک دکھاتا جائے گا جب تک یہ میدان اپنے اور غیروں کے درمیان امتیاز

پیدا کر دینے کے رنگ میں صاف نہ ہو جائے۔

چنانچہ اس وقت تک اس خاندان میں سے ایک بہت بڑی تعداد خدا تعالی کی مخفی تاروں کے ذریعہ کھینچی جا کر خدا تعالی کی رحمت سے علی قدر مراتب حصہ پا چکی ہے۔ اور کچھ لوگ جو انکار پر فوت ہوئے ہیں وہ پیش گوئی کے دوسرے پہلو کے مظہر ہیں اور ان کے انجام کی تلخی دنیا کے سامنے ہے جس پر کسی تبصرہ کی ضرورت نہیں۔

باقی ایک تیسرا گروہ بھی ہے جو ابھی تک ہم سے جدا ہے۔ لیکن چونکہ یہ لوگ ہنوز بقید حیات ہیں اس لئے ہم ان کے متعلق حسن ظن رکھتے ہیں اور ہماری خواہش ہے اور ہم اسی کوشش میں ہیں کہ وہ بھی خدا تعالی کی رحمت کے وارث بن جائیں و لعل الله یحدث بعد ذلك امرا۔

(الفضل قادیان ۱۱ مارچ ۱۹۳۸ء۔ ص ۴)

یہ ساری تحریر اصل مضمون سے پہلو تہی ہے اور اصول باطل تاویل الکلام بما لا یرضی به قائله کے ماتحت ہے۔ قادیان کے اہل قلم لکھتے وقت بھول جاتے ہیں یا دانستہ اس مضمون سے تجاہل کرتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصنیفات اور مقالات کو جاننے والے ملک میں کافی سے زیادہ ہیں اہل حدیث کا تو خصوصاً یہ دعوی ہے

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

اسلئے ہم اس بارے میں مرزا صاحب ہی کے اقوال پیش کر کے اس مضمون (نکاح محمدی بیگم) کا مرکزی نقطہ بتاتے ہیں مرزا غلام احمد صاحب متوفی لکھتے ہیں:

محمدی بیگم بنت مرزا احمد بیگ کے نکاح کی پیش گوئی کے اجزاء یہ ہیں

۱۔ مرزا احمد بیگ تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ پھر داماد اس (منکوحہ آسمانی کا خاوند مرزا سلطان محمد) کا اڑھائی سال کے اندر فوت ہو

۳۔ پھر یہ کہ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ دختر بھی تا نکاح اور تا ایام بیوہ ہونے اور نکاح ثانی کے فوت نہ ہو۔
۵۔ پھر یہ کہ عاجز (مرزا غلام احمد) بھی ان تمام واقعات کے پورا ہونے تک فوت نہ ہو۔
۶۔ پھر یہ کہ اس عاجز (مرزا غلام احمد قادیانی) سے نکاح ہو جائے۔
اور ظاہر ہے کہ یہ تمام واقعات انسان کے اختیار میں نہیں۔
(شہادۃ القرآن، از مرزا قادیانی۔ص ۸۱)

ان چھ نمبروں میں سے چھٹا نمبر اصل مرکزی نقطہ ہے یعنی خاتون محترمہ کا مرزا صاحب کے نکاح میں آ جانا۔ چنانچہ مرزا صاحب نے کتاب انجام آتھم میں اس امر کی تائید مزید فرمائی ہے۔ جہاں مرزا احمد بیگ کی موت کا ذکر کر کے لکھا ہے

ثم ما قلت لکم ان القضیة علی ھذ القدر تمت و النتیجة الآخرة ھی التی ظھر ت و حقیقة النباء علیھا ختمت بل ا لا مر قا ئم علی حا له و لا یرد ا حد با حتیا له و القدر قدر مبر م من عند الر ب العظیم، وسیأتی وقته بفضل الله الکر یم

(یعنی میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ کام ختم ہو گیا اور آخری نتیجہ یہی تھا جو ظاہر ہوا اور میری الہامی خبر کی حقیقت بھی ختم ہو گئی بلکہ اصل بات اپنے حال پر قائم ہے کوئی بھی اس کو حیلے حوالے سے رد نہیں کر سکتا وہ اللہ رب عظیم کی طرف سے تقدیر مبرم ہے اس کا وقت آنے والا ہے جس خدا نے حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ کو بھیجا ہے اس کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ خبر بالکل صحیح ہے جلد ہی تم دیکھو گے اور اس آسمانی نکاح والی خبر کو اپنے صدق کذب کا معیار بنا تا ہوں اور میں نے جو کچھ کہا ہے خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔ (انجام آتھم ص ۲۲۳)

ناظرین کرام! صاحب الہام کی طرف سے اس مضمون کی یہ تشریح ایسی ہے کہ اس سے زیادہ صراحت نہیں ہو سکتی باوجود اس کے چند لوگوں کے مرزائی ہو جانے پر اس پیش گوئی کو چسپاں کرنا مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات کے صریح خلاف ہے اس سے تو اچھی توجیہہ (عالمانہ فاضلانہ بلکہ ڈاکٹرانہ) وہ ہے جو ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لاہوری نے کی ہے جو یہ ہے:

محمدی بیگم سے مراد کوئی خاتون متعینہ نہیں ہے اور نکاح مرزا سے مراد تزوج (شادی) نہیں ہے بلکہ محمدی بیگم سے مراد وہ نو مسلموں کی جماعت ہے جو ہماری تبلیغ سے انگلستان میں امت محمدیہ میں داخل ہوگئی ہے۔

سبحان اللہ! کیا ہی اچھی توجیہہ ہے اور کیا ہی عمدہ تشریح ہے جس کے حق میں یہ کہنا بے جا نہیں

چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا
الا یا ایها الساقی ادر کاسا و ناولها

مرزائی ممبرو! شیخ عبدالرحمٰن مصری کا قول (دہریت) اگر صحیح نہیں تو سچ بتانا اور ایمان سے بتانا کہ اس قسم کی توجیہات کو تم لوگ قابل قبول جانتے ہو

بھئی ہمارا یقین تو ہر بات میں مرزا صاحب کے قول پر ہے اس لئے ہم تو تمہاری بھول بھلیوں میں آنے کے نہیں۔ وہ بے چارے سیدھے سادھے بزرگ تھے اس لئے صاف الفاظ میں کہہ گئے کہ

رسول اللہ ﷺ نے بھی اس نکاح کی بابت پیش گوئی کی ہوئی ہے جہاں حضور ﷺ نے فرمایا ہے یتزوج و یولد له یعنی مسیح موعود شادی کرے گا اور اس کے لئے اولاد ہوگی یہ اسی نکاح کی طرف اشارہ ہے (ضمیمہ انجام آتھم)

باقی رہا یہ امر کہ یہ نکاح کیوں نہ ہوا اس کا جواب عرفی کے شعر میں مل سکتا ہے

عرفی اگر بگریہ میسر شدے وصال
صد سال مے تواں بتمنا گریستن

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۸ء مطابق ۲۹ محرم ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۲ ص ۴۔۵)

آسمانی نکاح اور قادیان میں اضطراب

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے آسمانی نکاح والی پیش گوئی کیا کی کہ اپنے اتباع کو ایک جھنجھٹ میں ڈال دیا۔ اس کے متعلق اگر ان کے سارے اقوال نقل کئے جائیں تو ٹھیک آیت انکم لفی قول مختلف (الذاریات:۸) کے مصداق بنتے

ہیں۔ مگر آج جس پہلو پر ہماری گفتگو ہو رہی ہے وہ پیش گوئی کا مرکزی نقطہ ہے۔ قادیانی اخبار الفضل بہت دور کی کوڑی لایا ہے کہ اس پیش گوئی میں مرکز نکاح نہیں تھا بلکہ ان لوگوں کو خدا کے دین کی طرف بلانا مقصود تھا۔

اسکا جواب ہم اہل حدیث یکم اپریل میں مفصل دے چکے ہیں جس میں ہم نے کئی ایک حوالے نقل کئے تھے۔ مگر الفضل نے خاموشی اختیار نہیں کی کیونکہ ۸۔ اپریل ۱۹۳۸ء کے پرچے میں پھر ایک مضمون شائع ہوا ہے گو وہ ہمارے مضمون کے جواب میں ہے لیکن تصرف قدرت سے وہی مضمون ہماری تائید کرتا ہے کیونکہ اس میں مرکزی نقطے کی تعریف یوں کی گئی ہے کہ:

مرکزی نقطہ سے مراد وہ محور ہوتا ہے جس کے گرد کوئی چیز چکر لگا رہی ہو

ہمیں یہ تعریف منظور ہے۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ مضامین میں ان معنی کے لحاظ سے محور کیا ہوتا ہے۔ کسی مضمون کا محور وہ ہوتا ہے جو اصل مقصود ہو۔ یعنی مضمون کے اجزاء اور شروط کے بیان میں اصل محل نظر وہی ہو۔ مثلاً نماز میں مرکزی نقطہ رجوع الی اللہ ہے۔ رکوع، سجود، قیام، قعدہ وغیرہ بعض دفعہ ساقط ہو جاتے ہیں مگر اس حالت میں اگر رجوع پایا جائے تو نماز ہو جاتی ہے۔ جیسے بیمار یا عاجز وغیرہ کی نماز میں۔ پس رجوع الی اللہ کسی صورت میں ساقط نہیں ہوتا۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہی مرکزی نقطہ ہے۔ پس مذکورہ تعریف کو ہم (فریقین) صحیح تسلیم کر کے آسمانی نکاح کا مرکزی نقطہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الفاظ میں پیش کرتے ہیں وہ فرماتے ہیں:

خدا تعالی نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی ہے ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ (تبلیغ رسالت۔ ج ا ص ۱۱۶)

قادیانی ممبرو! حضرت مرزا صاحب کے کلمات کہاں تک چھپاؤ گے۔ مگر یاد رکھو کہ تمہارے چھپانے سے وہ چھپنے سے رہے۔ وہ تو ان کا الہی کلام ہے اسی لئے ہم اس کو ظاہر کرتے ہیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ مئی ۱۹۳۸ء مطابق ۵ ربیع الاول ۱۳۵۷ھ جلد ۳۵ نمبر ۲۷ ص ۶۔۷)

مرزا صاحب کا نکاح آسمانی

اخبار الفضل قادیان نے آسمانی نکاح کا قصہ پارینہ پھر چھیڑا ہے ۔ ہم سمجھتے تھے کہ امت مرزائیہ اس نکاح کا تصور کر کے بھی شرمندہ ہوتی ہوگی ۔ نہ اس لئے کہ یہ نکاح دنیا میں ظہور پذیر نہیں ہوا بلکہ اس لئے کہ اس کی تشریحات اعیان احمدیہ نے اتنی مختلف کی ہیں کہ یہ مصرع ان پر صادق آتا ہے

شد پریشاں خواب من از کثرت تعبیرہا

سب سے پہلے قادیانی حکیم الامت (خلیفہ نورالدین) نے اس بیمار (مرزا صاحب) کے لئے یہ نسخہ تجویز کیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے آسمانی خسر مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محترمہ محمدی بیگم جس سے مرزا صاحب کا آسمان پر نکاح ہوا تھا) سے خاص محمدی بیگم مراد نہیں تھی بلکہ اس سے محترمہ محمدی کی بیٹی یا لڑکی کی لڑکی یا اسکی نواسی یا نواسی کی نواسی قیامت تک مراد ہے ...(دیکھئے تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۳۲) ۔ آئندہ زمانے میں قیامت تک دونوں طرف سے جس لڑکی اور لڑکے کا باہم رشتہ ہو جائے تو آسمانی نکاح ثابت ہو جائے گا ۔

حکیم نورالدین صاحب بھیروی نے نسخہ تو عجیب تجویز کیا تھا مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف ہونے کی وجہ سے استاد ذوق نے اس پر اظہار ناپسندیدگی کرنے کو یہ شعر لکھا

بیمار عشق کا جو نہ تجھ سے ہوا علاج
کہہ اے طبیب تو ہی کہ پھر تیرا علاج کیا

اس کا دوسرا جواب مفتی محمد صادق صاحب قادیانی نے یہ دیا کہ یہ نکاح مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں فسخ ہو چکا تھا ۔ اب اعتراض کیا ؟

یہ دو جواب تو قادیانی جماعت کی طرف سے دیئے گئے ۔ لاہوری جماعت مرزائیہ نے اپنا جواب ان کے علاوہ دیا ہے ۔ ان کے امیر جماعت مولوی محمد علی صاحب تو صاف تسلیم کر لیا کہ نکاح کی بابت پیش گوئی تھی مگر حق یہ ہے کہ نکاح نہیں ہوا ۔ لاہوری جماعت میں ایک صاحب بہت بڑے محقق ہی نہیں بلکہ مدقق ہیں ۔ انہوں کافی

سوچ سمجھ کر از خود ایک ایسا جواب دیا ہے جو واقعی ایک مدقق کے شایان شان ہے۔ یہ صاحب چونکہ ڈاکٹر ہیں اور آج کل ڈاکٹری میں تشخیص مرض کا ایک نیا طریقہ جاری ہوا ہے جس کو ایکس رے کہتے ہیں۔ اس عمل سے بیمار کے اندرونی اعضا کی تصویر لے لیتے ہیں۔ یہ طریقہ عموماً سل اور دق کے امراض میں زیادہ مستعمل ہے۔

ڈاکٹر صاحب نے نکاح مرزا کی اندرونی تصویر یہ دکھائی ہے کہ اس پیشگوئی سے مراد گویا عرفی شرعی نکاح نہیں ہے بلکہ ہماری جماعت جو یورپ میں جا کر تبلیغ اسلام کے ذریعے سے انگریزوں کو محمدی کلمہ گو بناتی ہے اس سے یہی مراد ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جتنے لوگ مسلمان ہوئے ہیں وہ گویا محمدی جماعت میں داخل ہو کر محمدی بیگم بن گئے ہیں۔ مرزا احمد بیگ کی لڑکی محمدی بیگم سے مرزا صاحب جو نکاح آسمان پر ہوا تھا اور دنیا میں ظاہر ہونے والا تھا اس سے مراد یہی ہے کہ انگریز مرزائیوں کی تبلیغ سے مسلمان ہو رہے ہیں۔ ہمارے ناظرین یہ توجیہ سن کر جلدی میں یہ نہ کہہ دیں کہ یہ توجیہ تو اس شعر کی مصداق ہے

چہ خوش گفت سعدی در زرادی
الا یا ایھا السّاقی ادر کاساً و ناولھا

ایسے جلد باز معترضین کو پہلے قادیانی لغات اور اصطلاحات سے واقفیت حاصل کر لینی چاہیے۔ دمشق سے مراد قادیان، خنزیر سے مراد پادری، یاجوج ماجوج سے مراد اقوام یورپ، اور دجال سے مراد انگریز، اور خر دجال سے مراد ریل اور مریم سے مراد مرزا صاحب۔ غرض یہ ہے کہ قادیان ایسی بستی ہے جہاں سے یہ آواز آتی ہے

بیا در بزم رنداں تا بہ بینی عالم دیگر
بہشت دیگر و ابلیس دیگر آدم دیگر

ان چار سابقہ جوابات کو الفضل نے کافی نہ جان کر ایک نیا جواب دیا ہے۔ جو پہلے چاروں سے لطیف تر ہے۔ اور طلبائے مدارس کیلئے تفریح کا سامان ہے۔ اس لئے ہم اس کو اسی کے الفاظ میں قریباً پورا نقل کرتے۔ الفضل کا قابل نامہ نگار لکھتا ہے:

’ حضرت مسیح موعود (مرزا صاحب) کی صداقت کے انہیں لاکھوں نشان نظر آسکتے تھے ۔ لیکن خداہی سنت کے ماتحت مخالفین نے اس پر عمل نہ کیا ۔احمدیت پر مخالفین کی طرف سے جو سب سے بڑا اعتراض پیش کیا جاتا ہے وہ محمدی بیگم والی پیش گوئی سے متعلق ہے ۔ حالانکہ جیسا کہ میں نے اوپر عرض کیا ہے مخالفین اس پیش گوئی پر اگر ٹھنڈے دل سے غور کریں تو یہ پیشگوئی بھی حضرت مسیح موعود (مرزاغلام احمد) کی صداقت کی ایک زبردست دلیل ہے ۔اس پیش گوئی پر جتنے بھی اعتراض کئے جاتے ہیں ہماری جماعت کی طرف سے ان کے دنداں شکن جواب دیئے جا چکے ہیں ۔لیکن میں اب ایک اور رنگ میں اس پیش گوئی کے متعلق بعض باتیں کہنی چاہتا ہوں

اس پیشگوئی پر غور کرنے سے قبل مخالفین کو اس بات پر غور کرنا چاہیے کہ کیا کوئی جھوٹا انسان اس قسم کی پیش گوئی کرسکتا ہے ۔ وہ اپنے جھوٹ سے دنیا کو تو دھوکہ دے سکتا ہے لیکن وہ اپنے آپ کو تو خوب جانتا ہے کہ میں دعوی نبوت میں جھوٹا ہوں ۔اور جھوٹا مدعی نبوت کبھی اس قسم کی پیش گوئی کرنے کی جرائت نہیں کرسکتا جس کا پورا ہونا اس کے اپنے اختیار میں نہ ہو...

خدا تعالی کے انبیاء جن کو وہ دنیا کی ہدائت اور رہنمائی کیلئے مبعوث کرتا ہے وہ اپنی طرف سے کچھ نہیں کہتے بلکہ ان کو جو کچھ خدا تعالی کہے اس کو وہ دنیا تک پہنچا دیتے ہیں ۔ وہ اس پیغام میں ایک شوشہ تک نہ گھٹا سکتے ہیں اور نہ بڑھا سکتے ہیں ۔خدا تعالی کی طرف سے جن مبشرات و منذرات کی ان کو خبر ملے وہ دنیا کے سامنے پیش کرنے کے ذمہ دار ہوتے ہیں خواہ ظاہری نگاہ میں وہ باتیں پوری ہونے والی ہوں، یا نہ ہونے والی ہوں ۔

پس اس مثال کو مدنظر رکھتے ہوئے عقلی طور ہر شخص اس نتیجہ پر پہنچ سکتا ہے کہ جھوٹا مدعی نبوت اپنے ہر قول اور فعل اور تحریر و تقریر میں اعتراض کے پہلو سے بچتا دکھائی دیتا ہے ۔ کیونکہ اسکی ساری کاروائی میں اسکی اپنی عقل اور سکیم کا دخل ہوتا ہے ۔ لیکن ایک سچا اور خدا کا مقرر کردہ نبی اس قسم کی ظاہری پابندیوں سے آزاد ہوتا ہے ۔ وہ وہی کہتا ہے جس کا خدا اسے حکم دے اس

امر کو مدنظر رکھتے ہوئے اگر اس پیشگوئی پر غور کیا جائے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) خدا تعالی کے برگزیدہ نبی تھے ۔آپ نے وہی کچھ فرمایا جو ارشاد باری تھا ۔لوگوں کے ہنسی مذاق کی قطعاً کوئی پرواہ نہ کی ۔ اگر کوئی جھوٹا مدعی نبوت ہوتا تو ایسی پیشگوئی ہرگز نہ کرتا جس کا پورا ہونا اس کے اختیار میں نہیں تھا ۔ پس اس امر سے یقینی طور پر یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) راست باز انبیاء کے زمرہ میں شامل ہیں' (بدر سلطان مجاہد تحریک جدید) (الفضل قادیان ۱۹۔نومبر ۱۹۳۹ء ص ۵)

ہمارے ناظرین خواہ کسی مذہب و مشرب کے ہوں للہ ہمیں اطلاع دیں کہ اس سارے مضمون میں فاضل نامہ نگار نے جواب دیا ہے یا جواب سے جواب ہے ۔ عرب کا ایک شاعر اپنے محبوب سے پوچھتا ہے کہ تو مجھے کس جرم پر ستاتا ہے ۔ اس کا محبوب نہائت معقول جواب دیتا ہے

وجودك ذنب لا يقاس به ذنب

(یعنی تیری ہستی ہی گناہ ہے ۔اس کے برابر کوئی گناہ نہیں)

اس جواب کو معیار بنا کر دیکھا جائے تو مضمون نگار کا جواب صحیح ہوسکتا ہے لیکن اگر علم مناظرہ کی عینک لگا کر دیکھا جائے تو یہ جواب اس شعر کا مصداق ہے

غالب تمہیں کہو کہ ملا ہے جواب کیا
مانا کہ تم کہا کئے اور وہ سنا کئے

کیوں صاحب! جماعت احمدیہ کی طرف سے جو دندان شکن جواب دیئے گئے وہ ایسے ہی دنداں شکن تھے؟ ہمارے خیال میں وہ جوابات اگر ایسے معقول نہ تھے تو اس سے کم بھی نہ تھے۔ سارے جواب کی روح رواں یہ فقرہ ہے کہ جھوٹے نبی ایسی پیشگوئی کرنے کا حوصلہ نہیں کر سکتے ۔ اس کا نتیجہ اس کے دل میں یہ ہے کہ چونکہ مرزا صاحب نے ایسی پیشگوئی کی ہے جو جھوٹے نہیں کرسکتے لہذا آپ اپنے دعوی میں سچے ہیں ۔ ہماری دریا دلی دیکھئے کہ ہم آپ کی دلیل کے کسی مقدمہ پر منع وارد نہیں کرتے بلکہ نقیض بھی نہیں کرتے ۔ ہاں اتنا کہنے کی اجازت چاہتے ہیں (اگر آپ لوگ توجہ کریں) کہ

ایسی پیشگوئی کر دینا ہی اگر سچائی کی دلیل ہے تو اس کے ظہور کے انتظار کی کیا ضرورت تھی ۔ کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب متوفی نے گورداسپور کی عدالت ججی میں بضمن شہادت یہ کہا تھا کہ جس روز یہ پیش گوئی پوری ہوگی آج جو لوگ مجھ پر ہنستے ہیں اس روز اپنے حال پر روئیں گے ۔ جو بات آج نامہ نگار نے کہی ہے کہ نفس پیشگوئی کر دینا ہی دلیل صداقت ہے ۔ یہی کہہ دیتے ، پھر کیوں کتاب شہادة القرآن میں مسلمانوں کو اس پیشگوئی کے انجام کا انتظار کرنے کا حکم دیا ۔ حالانکہ بقول نامہ نگار مذکورہ خرق عادت پیشگوئی کر دینا ہی مدعی کی صداقت کا نشان ہے ۔

قرآن مجید اصولاً نامہ نگار کے خیال کی تردید کرتا ہے جہاں ذکر ہے کہ کفار قرآن مجید کی خبروں کو غلط کہتے ہیں ۔ اس کے جواب میں فرمایا: و لتعلمنّ نبا ء ہ بعد حین ۔(ص : ۸۸) یعنی تم لوگ تھوڑے عرصے کے بعد اسکی خبروں کو صحیح پاؤ گے ۔

نامہ نگار مذکور کی طرح یہ نہیں کہا کہ پیشگوئی کی انتہا دیکھنے کی کیا ضرورت ہے نفس پیشگوئی ہی کافی ہے ۔

قادیانی جماعت اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتی کیونکہ اس پیش گوئی نے ان کے دماغوں کو پریشان کر رکھا ہے ۔ اس لئے ان کی مختلف حالتوں پر یہ آیت خوب چسپاں ہوتی ہے

انّکم لفی قول مختلف ۔ یوفك عنه من افك (الذاریات:۸۔۹)

ہم اس امر کا اعتراف کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت باتیں بنانے میں بڑی ہشیار ہے ۔ مگر مرزا قادیانی کی محبت نے ان کو مرزا غالب کے اس شعر کا مصداق بنا دیا ہے ۔

عشق نے غالب نکما کر دیا
ورنہ ہم بھی آدمی تھے کام کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۔ ۱۹ شوال ۱۳۵۸ھ مطابق یکم دسمبر ۱۹۳۹ء جلد ۳۷ نمبر ۵ ص ۵۔۶)

نکاح آسمانی اور امیر پیغامی

مولوی محمد علی صاحب امیر پیغامیاں ان مرزائی اصحاب میں سے ایک بزرگ ہیں جن کا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں گویا اعلان ہے

میں وہ نہیں ہوں کہ تجھ بت سے دل میرا پھر جا
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جا

اس کا ثبوت ہم پہلے بھی کئی دفعہ دے چکے ہیں۔آج ہم اس کے متعلق ایک نیا واقعہ پیش کرتے ہیں۔مولوی صاحب موصوف نے منبر رسول پر (جو نہایت خوف کا مقام ہے) کھڑے ہو کر موجودہ جنگ کا ذکر بڑی رنگ آمیزی سے کرتے ہوئے دفع دخل کے طور پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے آسمانی نکاح کا ذکر بھی کیا اور ایسی خوبی سے کیا کہ اس کے سامنے یہ مصرع بھی ماند پڑ گیا

ہم کہیں گے حال دل اور آپ فرمائیں گے کیا

مولوی محمد علی صاحب لاہوری فرماتے ہیں کہ:

اصل بات یہی ہے کہ جو امور انسان کی اپنی ذات سے تعلق رکھتے ہیں ان کے فہم میں بسا اوقات غلطی لگ جاتی ہے لیکن وہ جو واقعات عالم سے تعلق رکھتے ہیں ان میں فہم اور اجتہاد کا دخل کم ہوتا ہے میں تو محمدی بیگم کی پیش گوئی کو ایک تنکے کے برابر وقعت نہیں دیتا۔کیا یہ صحیح نہیں کہ لیکھ رام کے متعلق پیش گوئی کتنے صحیح طور پر پوری ہوئی۔اگر محمدی بیگم کے متعلق پیش گوئی اس رنگ میں پوری نہیں ہوئی جس رنگ میں حضرت مرزا صاحب نے اسے سمجھا تھا، تو اس سے حضرت مرزا صاحب کی صداقت پر کوئی حرف نہیں آتا۔جب وہ پیش گوئی نہ کی گئی تھی اس وقت صداقت میں کوئی نقص نہ تھا، نہ اس کے اس رنگ میں پورا نہ ہونے سے کوئی بڑا فرق پڑتا اگر وہ پیش گوئی اس طرح پوری ہو جاتی جس طرح آپ نے سمجھا تھا (پیغام صلح ۲۱۔اکتوبر ۱۹۴۱ء ص ۷)

ناظرین کرام! اس اقتباس کے مضمون کے دو حصے ہیں۔

ایک یہ کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے پیش گوئی کا مطلب ہی نہیں سمجھا، دوسرا یہ کہ یہ پیش گوئی کوئی اہمیت نہیں رکھتی، بالکل معمولی پیش گوئی ہے۔

جواب دینے سے پہلے ہم ایک مثال پیش کرنا چاہتے ہیں۔ ناظرین غور سے سنیں

ایک شخص نے کسی سوداگر سے سو روپئے لینے کا دعوی کر دیا۔ مدعا علیہ نے جواب میں اقبالی دعوی کیا، اور مقدمہ کسی وکیل کے سپرد کر دیا۔ وکیل صاحب نے تسلیم دعوی سے انکار کیا۔ حاکم نے کہا کہ آپ کا موکل (اصل مدیون) اقبال دعوی کر چکا ہے یہ اختلاف بیانی کیوں ہے؟

ہوشیار وکیل کہتا ہے کہ میرے موکل نے دعوی کا مضمون نہیں سمجھا، اس کو اسکے سمجھنے میں غلطی لگی ہے۔ علاوہ اس کے یہ رقم بھی بہت قلیل ہے اس قابل نہیں کہ اس پر مزید بحث کی جائے۔

چونکہ مولوی محمد علی صاحب وکیل بھی ہیں اسی لئے میں ان سے ایک قانونی مسئلہ پوچھتا ہوں کہ ایسی حالت میں عدالتی فیصلہ کیا ہوگا۔ مدعا علیہ کا اقبال دعوی معتبر ہوگا یا وکیل کا انکار دعوی؟

ہمارا آئندہ بیان سن کر ناظرین اس امر میں خود ہی فیصلہ دے سکتے ہیں۔ پس سنئے

جس پیش گوئی کو مولوی محمد علی صاحب نہایت حقیر قرار دے کر نا قابل ذکر سمجھتے ہیں اس کو صاحب الہام مدعی کس قدر اہم جانتا ہے، مندرجہ ذیل الفاظ سے معلوم ہوسکتا ہے۔ غور سے سنئے:

نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے کہ لا تبديل لكلمات الله یعنی میری یہ بات ہرگز نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد سوم۔ ص ۱۱۵)

مرزائی دوستو! بقول مولوی محمد علی صاحب پیش گوئی ٹل گئی اور بقول صاحب الہام (مرزا صاحب قادیانی) پیش گوئی ٹل جانے سے کلام الٰہی باطل ہوگیا۔ پھر کیا اس بیان کے دونوں جزوں کا نتیجہ یہ نہیں کہ خود صاحب الہام کا دعوی ہی باطل تھا

آپ ہی اپنے ذرا جور و ستم کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

باقی رہی پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی ہمارے خیال میں وہ بھی غلط ثابت ہوئی ہے۔اس کی تفصیل ہمارے رسالہ الہامات مرزا میں ملاحظہ ہو۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۷نومبر ۱۹۴۱ء مطابق ۱۶شوال ۱۳۶۰ھ جلد ۳۸ نمبر ۴۵ ص ۲)

آسمانی نکاح میں پھر تازگی

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی برادری کے ایک شخص کو اس کی لڑکی کے ساتھ اپنے نکاح کا پیغام دیا تھا۔

لڑکی کے ولی کے انکار کرنے پر آپ نے الہامی پیش گوئی کی کہ خدا نے مجھے الہام کیا ہے کہ زوّ جنا کھا (ہم نے تیرا نکاح اس سے کر دیا)۔اس کا نام ہے آسمانی نکاح۔مگر مرزا غلام احمد صاحب کے انتقال تک یہ نکاح نہیں ہوا۔

اس نکاح کے متعلق اخبارات ورسائل میں بکثرت مضامین لکھے گئے۔اس لحاظ سے یہ نکاح ایک معنی سے تقویم پارینہ ہو گیا تھا مگر اخبار الفضل قادیان نے اس کے متعلق ایک نوٹ شائع کر کے اس کو نئے سرے سے تازہ کر دیا اس پر اہل حدیث امرتسر کا خاموش رہنا کیونکر مناسب ہوتا جس کا قول ہے:

غالب! ہمیں نہ چھیڑ کہ پھر جوش اشک سے
بیٹھے ہیں ہم تہیہ طوفاں کئے ہوئے

اخبار الفضل مورخہ ۳مئی ۱۹۴۲ء میں جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی آسمانی منکوحہ کے والد مرزا احمد بیگ کی وفات کے بعد اس کے عزیز واقارب متوجہ الی اللہ ہو گئے۔خصوصاً مرزا سلطان محمد بیگ ناکح

منکوحہ آسمانی بہت کچھ خائف ہوا۔ وغیرہ۔

کیونکہ پیش گوئی کا اصل مقصد مرزا احمد بیگ کے بے دین گھرانے کو خدا کی طرف متوجہ کرنا تھا اور بس، جو حاصل ہو گیا اس لئے نکاح بھی فسخ ہو گیا۔

اس پیش گوئی کے متعلق ہماری طرف سے متعدد تحریریں شائع شدہ ہیں یہاں تک کہ ایک مستقل رسالہ (نکاح مرزا) بہت مشہور ہوا ہے۔ مگر آج ہم ایک حدیث سے آسمانی نکاح کا فیصلہ سناتے ہیں پہلے قرآن مجید کا ارشاد سنئیے۔

فلا و ربّك لا يؤ منو ن حتّى يحكّمو ك فيما شجر بينهم ثم لا يجدوا في انفسهم حر جاً مما قضييت ويسلّموا تسليماً

(النساء: ٦٥)۔ (اے پیغمبر! واللہ یہ کلمہ گو لوگ ہرگز مومن نہیں ہوں گے جب تک آپ کو اپنے تمام جھگڑوں میں منصف نہ ٹھیرائیں)

اس ارشاد خداوندی کے ماتحت ہم ایک حدیث پیش کرتے ہیں جو اس نزاع میں فیصلہ کن ہے۔ خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس حدیث کو اس مخصوص امر میں پیش کیا ہوا ہے اس لئے ہم یہ حدیث مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ہی کے الفاظ میں پیش کئے دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں:

اس پیشگوئی (آسمانی نکاح) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے کہ یتزو ج و یولد له یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔

اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں۔ بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان (بصورت آسمانی نکاح) ہوگا۔ اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہوگی جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص۵۳ کا حاشیہ)

قادیانی اور لاہوری ممبرو! یہ حدیث نبوی مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیش کردہ ہے۔ اس کا مطلب آپ لوگوں کو سمجھ میں آ گیا ہوگا کہ مرزا صاحب قادیانی

کا آسمانی نکاح کوئی معمولی نکاح نہیں بلکہ یہ نکاح ایسا عظیم الشان ہے جو مدینہ کے دربار رسالت میں رجسٹری ہو چکا ہے۔

اس کے دو جزء ہیں۔ ایک اصل نکاح کا وقوع، دوسرے منکوحہ آسمانی سے اولاد پیدا ہونا۔ کیا تم لوگ بتا سکتے ہو کہ یہ دونوں واقعات جو حدیث میں مذکور ہیں ظہور پذیر ہو گئے ہیں۔ اگر ہو گئے ہیں تو وہ اولاد کہاں ہے؟ اور تاویل یا تحریف کرو تو غلط ہو گی۔ تھوڑے سے تغیر کے ساتھ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ سن لو:

گویا رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل محرفوں کو تنبیہہ فرماتے ہیں کہ یہ باتیں اپنے وقت پر ضرور وقوع میں آنے والی ہیں پس جس مدعی میں یہ نشانات نہ ہوں وہ سچا مسیح موعود نہیں۔

ناظرین کرام! کیا ہمارا یہ استنباط غلط ہے، یا نص صریح کے موافق ہے۔ اسکے باوجود اگر الفضل اور پیغام صلح وغیرہ کچھ ٹیڑھی ترچھی باتیں کہتے جائیں، تو ہم یہ کہنے میں مجبور ہونگے کہ انہیں حق پسندی سے مطلب نہیں بلکہ مرزا پرستی کے متعلق انکا عقیدہ ہے:

پھرے زمانہ پھرے آسمان ہوا پھر جا
بتوں سے ہم نہ پھریں ہم سے گو خدا پھر جا

ناظرین! کس قدر ظلم اور کجروی ہے کہ ایک شخص کو مہدی مسعود اور مسیح موعود مانتے ہیں، قرآن وحدیث کے صحیح معنی بتانے میں اس کو حکم وعدل کہتے ہیں، مگر جب وہ اپنے منصب کے ثبوت میں کسی آیت یا حدیث سے استدلال کرتا ہے اور اسی دلیل سے اس کا منصب غلط ٹھہرتا ہے تو بھی اس کو نہیں چھوڑتے۔

کوئی قادیانی یا لاہوری ممبر ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے استشہاد کے ماتحت اس حدیث کا جواب دے۔ ہاں جس قسم کا جواب وہ دیتے ہیں ہم پہلے ہی بتا دیتے ہیں۔ یہ لوگ اپنے ناظرین کے حواس پر قبضہ کرنے کے لئے تمہید یوں اٹھایا کرتے ہیں:

امرتسری ناکام دشمن ہمیشہ کٹ حجتیں کرتا ہے اور منہ کی کھاتا ہے اور اپنی جہالت کی پردہ دری کرتا ہے حضرت مسیح موعود کے نشانات جو بارش کی طرح برس رہے ہیں دیکھ کر انکار اور استہزاء کرتا جاتا ہے جماعت احمدیہ کی روز

افزوں ترقی اس کی نظر میں کانٹے کی طرح کھٹکتی ہے وہ رات دن آہ و بکا کرتا ہے کوئی اس کی بات نہیں سنتا چنانچہ اس دفعہ بھی اس نے اہل حدیث میں ایک عظیم الشان سچی پیش گوئی (آسمانی نکاح والی) کے متعلق ہرزہ سرائی کی ہے جس کا جواب سلسلہ عالیہ کی طرف سے بار ہا دیا گیا ہے۔ وغیرہ

ناظرین! یہ ہے ان لوگوں کا علم کلام یا ابلہ فریبی۔ ہم اجازت دیتے ہیں کہ ہمارے حق میں جو چاہو کہو کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ تم لوگ مرزا صاحب قادیانی سے زیادہ درشت کلامی نہیں کر سکتے۔ وہ اس فن میں مہارت تامہ رکھتے تھے یا ابن بغاء، او بدذات فرقہ مولویاں، وغیرہ الفاظ ان کے ورد زبان رہتے تھے۔

ہماری درخواست تو صرف یہ ہوگی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس حدیث کو جو اپنے دعوے کے ثبوت میں پیش کیا ہے، آخر اس کا کیا مطلب ہے۔

گالیاں دو یا بدکلامی کرو، ہم اس سے نہیں روکتے نہ گھبراتے ہیں، ہاں صحیح جواب کے خواستگار ہیں۔ ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ دونوں تینوں بلکہ چاروں (قادیانی لاہوری شیخی، تیماپوری) پارٹیوں سے اس کا جواب نہ ہو سکے گا۔ کیوں:

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
وہ بازو میرے آزمائے ہوئے ہیں

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ مئی ۱۹۴۲ء جلد ۳۹ نمبر ۲۰ ص ۴۔۶)

حکیم نور الدین اور ڈاکٹر بشارت احمد

خوب گذرے گی جو مل بیٹھیں گے فرزانے دو

اتباع مرزا قادیانی میں یہ دونوں صاحب بڑی عزت کی نظر سے دیکھے جاتے ہیں۔ حکیم نور الدین کو نور الدین اعظم لکھا جاتا ہے اور ڈاکٹر بشارت احمد کے حق میں مولوی محمد علی صاحب فرماتے ہیں کہ:

ایک معمولی انسان نہ تھے بلکہ اولیاء اللہ میں سے تھے۔

(پیغام صلح لاہور ۲۸۔اپریل ۱۹۴۳ء)

اس لئے ہم بھی ان کی فلسفیانہ تحقیقات دقیقہ کو پبلک کے سامنے لانا چاہتے ہیں تاکہ معلوم ہوسکے کہ مسیح قادیان (مرزا غلام احمد قادیانی) کے اتباع سے انسانی دماغ کہاں تک ترقی کرسکتا ہے۔

حکیم نورالدین صاحب پرانی طب کے ماہر تھے اسلئے ان کا فلسفہ بھی پرانا تھا۔ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب جدید علم طب (ڈاکٹری) کے ماہر تھے، اس لئے ان کا فلسفہ تحقیقات بھی جدید تھا۔ جس طرح یونانی فلاسفر اور جرمن ڈاکٹر کسی مضمون میں باہم مختلف ہوں تو تعجب نہیں اسی طرح یہ دونوں صاحب کسی ایک مسئلہ کی تحقیق میں مختلف ہوں تو مقام تعجب نہیں۔

اب ہم بغیر طول کلامی کے یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک پیش گوئی کے متعلق ان دونوں صاحبوں کی فلسفیانہ تحقیقات باہم مختلف ہونے کے باوجود قابل قدر ہیں۔ ناظرین کو خوب یاد ہوگا کہ مرزا صاحب نے اپنی برادری کی ایک لڑکی کے والد کو پیغام نکاح دیا تھا۔ اس لڑکی کا نام محمدی بیگم اور اس کے والد کا نام احمد بیگ تھا جو ہوشیار پور (پنجاب) کا باشندہ تھا۔ آپ نے پیغام میں کہا تھا کہ اگر یہ لڑکی کنوارپن کی حالت میں میرے نکاح میں نہ آئی تو اسکا خاوند مر جائے گا اور وہ بیوہ ہوکر میرے نکاح میں آئے گی۔

(کتاب شہادۃ القرآن۔ص ۸۰۔۸۱۔ آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۷٦)

اس پیش گوئی کا انجام جو کچھ ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مئی ۱۹۰۸ میں فوت ہوگئے اور مسمات محترمہ آج (مئی ۱۹۴۳ء) تک اپنے خاوند کے گھر میں آباد ہے۔

جب یہ نکاح نہ ہوا تو مخالفوں کی طرف سے اس پیش گوئی پر سخت اعتراضات ہوئے۔ مگر ان ہر دو نامور فلاسفروں نے اس عقدہ لاینحل کو باتوں باتوں میں حل کردیا جس طرح کسی شاعر نے جزء لایتجزی کی تقسیم کا مسئلہ (جس نے بڑے بڑے فلاسفروں اور متکلمین کو پریشان کر رکھا تھا) ایک لمحہ میں حل کر کے رکھ دیا جسکے متعلق اس شاعر کا ایک شعر یوں ہے

تقسیم جزء لایتجزی کی ہو گئی
سہواً سخن جو ان کے دہن سے نکل گیا

جس طرح شاعر نے نے یہ معرکہ آراء مسئلہ بڑی آسانی سے حل کر دیا اسی طرح ان دونوں فلاسفروں نے منکوحہ آسمانی کے مرزا صاحب قادیانی کے نکاح میں نہ آنے پر کئے گئے اعتراضات کو بڑی خوش اسلوبی سے حل کر دیا، ناظرین کی واقفیت کیلئے ہم دونوں صاحبوں کی علمی تحقیقات ذیل میں درج کرتے ہیں۔

حکیم نورالدین صاحب کی تحقیقات کا خلاصہ یہ ہے کہ محمدی بیگم سے مراد اسکی ذات خاص نہیں بلکہ اس کی اولاد در اولاد در اولاد اخیر تک، اسی طرح مرزا غلام احمد صاحب کی بھی خاص شخصیت مراد نہیں بلکہ اسکی اولاد در اولاد در اولاد اخیر تک، جب کبھی مرزا غلام احمد صاحب کے خاندان میں سے کسی لڑکے کا نکاح محمدی بیگم کی اولاد یا اولاد در اولاد سے کسی لڑکی کے ساتھ ہو گیا تو یہ پیش گوئی پوری ہو جائے گی۔

ڈاکٹر بشارت احمد صاحب کے کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ اس نکاح سے مراد عرفی نکاح نہیں ہے بلکہ وہ تبلیغی کوششیں مراد ہیں جن کے ذریعہ سے جماعت احمدیہ انگلستان میں انگریزوں کو امت محمدیہ میں داخل کرتی ہے ان دونوں خلاصوں کے ملحوظ رکھ کر ناظرین موصوفین کے اصل الفاظ ملاحظہ کریں۔

حکیم صاحب نے پہلے وہ آیات لکھی ہیں جن میں بنی اسرائیل کو مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ تم نے یہ کیا، تم نے وہ کیا، حالانکہ ان کے پرانے بزرگوں نے کیا تھا، اس کے بعد حکیم نورالدین صاحب لکھتے ہیں:

> اب میں تمام اہل اسلام کو جو قرآن کریم پر ایمان لائے اور لاتے ہیں ان آیات کا یاددلانا مفید سمجھ کر لکھتا ہوں کہ جب مخاطبت میں مخاطب کی اولاد مخاطب کے جانشین اور اس کے مماثل داخل ہو سکتے ہیں تو احمد بیگ کی لڑکی یا اس لڑکی کی لڑکی کیا داخل نہیں ہو سکتی؟ کیا آپ کے علم فرائض میں بنات البنات (لڑکیوں کی لڑکیوں) کو حکم بنات نہیں مل سکتا (بنات ذوی الفروض ہیں بنات البنات ذوی الارحام ہیں پھر ایک حکم میں کہاں۔ ثناء اللہ) اور کیا مرزا کی اولاد مرزا کی عصبہ نہیں؟ میں نے بارہا عزیز میاں محمود کو کہا کہ اگر حضرت کی وفات

ہوجائے اور یہ لڑکی نکاح میں نہ آئے تو میری عقیدت میں تزلزل نہیں آ سکتا پھر یہی وجہ بیان کی والحمد لله رب العالمین ۔

(ریویو آف ریلی جنز قادیان بابت ۱۹۰۸ء ص ۲۷۹)

اور ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں:

آسمانی نکاح کسی شخصیت کے ساتھ نہ تھا بلکہ اس حقیقت کے ساتھ تھا جو محمدی بیگم کے نام کے اندر مضمر تھی اور مامور من اللہ کی شان کا تقاضا بھی یہی ہے کہ اسکا نکاح آسمان پر اگر کسی سے ہوگا تو وہ نکاح روحانی ہوگا اور کسی امت یا قوم سے ہوگا ایک معمولی عورت سے نہیں ہوسکتا ۔ صحیح تعبیر کی طرف اس وقت ذہن منتقل نہ ہوا، تو نہ ہو (کس کا ذہن، صاحب الہام کا یا آپ کا ۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) آج واقعات حقیقت کو ظاہر کرر ہے ہیں ۔ ہم ہر روز اسی دولہا کی بارات کو یورپ اور امریکہ میں چڑھتے دیکھتے ہیں ایسی اعلی شان کی محمدی بیگم کا تزوج جس خوش قسمت کے ساتھ ہو اس سے مطالبہ کرنا کہ فلاں عورت سے نکاح کیوں نہ ہوا (حالانکہ وہ مشروط بشرائط تھا) ویسا ہی ہے جیسے کسی کو کوئی سلطنت مل جائے اور لوگ اس سے مطالبہ کریں کہ تم نے تو کہا تھا ہمیں ایک گھوڑا ملے گا، وہ نہ ملا ۔ حالانکہ اس بڑے انعام کے سامنے ادنی انعامات کوئی حقیقت نہیں رکھتے بلکہ اسی کے ضمن میں آجاتے ہیں ۔

پس محمدی بیگم سے مراد وہی حقیقت ہے جو اس نام میں مضمر ہے اور یہ آسمانی نکاح ازل سے مقدر تھا جسکا اشارہ قرآن کریم میں تھا جس کی پیش گوئی حدیث میں تھی اور جسکے متعلق خود حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) فرماتے ہیں

چوں مرا نورے پئے قوم مسیحی دادہ اند
مصلحت را ابن مریم نام من بنہادہ اند

اور یہی وہ محمدی بیگم ہے جس سے یتزوّج و یولد له کے ماتحت معلوم ہوتا ہے کہ عالم کباب نے پیدا ہونا ہے یعنی مسیحی قوموں میں سے جو لوگ مسلمان ہوں گے ان میں فیضان محمدی اور تعلق روحانی مسیح موعود سے اللہ تعالی کس عظیم الشان انسان کو پیدا کرے گا یہاں بھی وہی غلطی لگی جو پہلے لگی

تھی ۔(پیغام صلح لاہور ۲ جولائی ۱۹۲۳ءص ۳۔۴)

ناظرین کرام! یہ ہے ان دونوں احمدی بزرگوں کا فلسفہ تحقیقات جس پر جماعت احمدیہ جتنا بھی ناز کرے بجا ہے۔ یہ فلسفہ کیسی عجیب وغریب علمی تحقیقات پر مبنی ہے جوان دونوں نے پبلک کے سامنے پیش کی ہے اور کس قدر تعجب کا مقام ہے کہ جماعت احمدیہ ان دونوں صاحبوں کے تبحر علمی پر فخر کرتی ہے۔ سچ ہے:

آ گیا داغ اس کے دل میں یہ غرور
شکل ہے دنیا میں لاثانی میری

(ہفت روزہ اہل حدیث ۷ مئی ۱۹۴۳ء مطابق یکم جمادی الاول ۱۳۶۲ھ جلد ۴۰ نمبر ۱۹ ص ۴۔۵)

معیار صداقت اور مامورین

اس عنوان سے ایک مضمون پیغام صلح لاہور میں نکلا ہے جو واقعی اس قابل ہے کہ اس پر توجہ کی جائے۔ اخبار پیغام صلح لاہور کے مضمون نگار نے اگر یہ مضمون سرسری طور پر نہیں بلکہ تحقیقی طور پر لکھا ہے، تو ہمیں بھی اسی کو مرکز بحث بنانا چاہیے کہ مامورین کی شناخت کن دلائل سے ہونی چاہیے ۔قابل مضمون نگار نے بڑی خوبی سے اظہار کیا ہے کہ:

مرزا صاحب نے اپنی ماموریت اور ملہمیت کا ثبوت یہ دیا ہے کہ مخالفوں کو دلائل سے مغلوب کیا اور آسمانی نشانوں سے غالب آئے۔

واقعی بات یہ ہے کہ اگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں یہ دونوں وصف تھے کہ اپنی ماموریت کے مخالفوں پر وہ غالب آئے ہیں اور آسمانی نشان دکھائے ہیں تو ہم خدالگتی کہیں گے آمنا و صدقنا فاکتبنا مع الشاھدین

لیکن اگر وہ دونوں باتوں میں ناکام ثابت ہوں تو میں یہ کہنے کا حق رکھتا ہوں کہ پیغام صلح کا مضمون نگار اور اس کا سٹاف اور اس کی ساری جماعت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو چھوڑ کر خالص اسلام کی خدمت کریں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دلائل قاہرہ کا نمونہ بصورت علم مناظرہ اور علم کلام ہم اپنی کتاب نا قابل مصنف مرزا میں دکھا چکے ہیں۔ باقی رہے ان کے آسمانی نشان، سوحسب بیان شہادۃ القرآن مصنفہ مرزا صاحب تین نشان بہت مشہور ہیں جن کو انہوں نے خود ہی تین قوموں پر تقسیم کیا ہوا ہے۔

۱۔ نکاح آسمانی مسلمانوں کے لئے۔

۲۔ پنڈت لیکھ رام والی پیش گوئی ہندؤوں کے لئے۔

۳۔ ڈپٹی عبداللہ آتھم والی پیش گوئی عیسائیوں کے لئے۔

ان تینوں آسمانی نشانوں کا جوحشر ہوا وہ کسی سے مخفی نہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ اتباع مرزا اگر صداقت اور دیانت کی روشنی میں ان نشانوں کو دیکھتے تو آج قادیانی تحریک کا خاتمہ ہو گیا ہوتا۔لیکن افسوس ہے کہ جس طرح ہاتھی کے دانت دکھانے کے اور، کھانے کے اور ہوتے ہیں اسی طرح مرزا صاحب کے اتباع میں بھی دو وصف ہیں جن کو ضد اور تعصب کے نام سے موسوم کیا جاتا ہے۔ یہ دو وصف ایسے ہیں کہ انسان کو ہدایت کی طرف آنے میں بڑی رکاوٹ پیدا کرتے ہیں۔

ہم پہلے اس پیش گوئی کو لیتے ہیں جو مرزا صاحب قادیانی نے مسلمانوں کے حصہ میں دی ہے۔ وہ ہے ایک محترمہ خاتون کا مرزا صاحب کے نکاح میں آنا۔جس کا مختصر بیان یہ ہے کہ خاتون موصوفہ ابھی تک زندہ ہے،لیکن عرصہ ہوا مرزا صاحب چل بسے۔ اس کے متعلق اتباع مرزا نے جس قدر بور کے لڈو اور ہوائی قلعے بنائے ہیں وہ ساری پبلک کو معلوم ہیں۔ ان سب کا جواب ایک ہی ہے جو خود مرزا صاحب قادیانی نے بزبان رسالت محمد یہ ﷺ لکھا ہے ضمیمہ انجام آتھم میں آپ لکھتے ہیں کہ

> اس نکاح کی تصدیق رسول اللہ ﷺ نے بھی فرمائی ہوئی ہے جہاں ارشاد ہے مسیح موعود شادی کرے گا، اس شادی سے میری یہی شادی مراد ہے جس کا انعقاد مرزا احمد بیگ کی بیٹی (محترمہ محمدی بیگم) سے مقدر ہے اور اس سے اولاد پیدا ہونے کا بھی ذکر اس حدیث میں آیا ہے۔

اس پیش گوئی کا جو کچھ نتیجہ ہوا وہ سب جانتے ہیں نہ مرزا صاحب کی شادی ہوئی (اس خاتون سے) اور نہ اولاد اس سے پیدا ہوئی جس پر یہ شعر صادق آیا

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ کا انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھی آرزو نہ ہو

دوسری پیش گوئی عیسائیوں کے متعلق ہے یعنی ڈپٹی آتھم عیسائی مناظر کا ۱۵ ماہ میں (٦ جون ۱۸۹۳ء سے ۵ ستمبر ۱۸۹۴ء تک) مر کر جہنم میں پڑ جانا۔ سو اس کی تفصیل گذشتہ پرچہ اہل حدیث امرتسر میں ہو چکی ہے۔

تیسری پیش گوئی پنڈت لیکھ رام کے متعلق ہے جو ہندوؤں کی قسمت میں دی گئی ہے۔ خدا معلوم ہندو اس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں۔ ہم نے اس کو بھی صریح بلکہ اصرح طور پر غلط پایا ہے جس کا مفصل ذکر ہمارے رسالہ: پنڈت لیکھ رام اور مرزا، میں درج ہے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۴۔ اکتوبر ۱۹۴٦ء مطابق ۷ ذی قعد ۱۳٦۵ھ جلد ۴۳ نمبر ۴۰ ص ۴۔۵)

☆☆☆

مباحثہ سرگودھا

(محترم جناب مولانا اللہ وسایا نے احتساب قادیانیت کی جلد نمبر ۸ کے صفحہ ۶ پر لکھا ہے:

آج کل مباحثہ سرگودھا کے نام سے ایک رسالہ فیصل آباد کے اہل حدیث مکتبہ کا شائع کردہ گشت کر رہا ہے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ قادیانیوں کا ایک مناظرہ سرگودھا میں ہوا۔ قادیانیوں نے اسے مباحثہ سرگودھا کے نام سے شائع کیا۔ اہل حدیث مکتبہ فیصل آباد نے اس قادیانی رسالہ کو حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام سے شائع کر دیا۔ برا ہو جہالت کا کہ یہ رسالہ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نہیں بلکہ قادیانیوں کا مرتب کردہ ہے۔ اس میں حضرت مولانا مرحوم کے مباحثہ کے پرچہ جات کو مختصر اور قادیانی مناظر کے پرچہ جات کو وسیع کر کے شائع کیا ہے۔ بس حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نام دیکھ کر مکتبہ والوں نے مکھی پر مکھی مار دی اور اسے حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری کے نام سے شائع کر دیا قطعاً یہ مولانا مرحوم کا رسالہ نہیں۔،

شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس مناظرے کی مختصر کیفیت اپنے قلم سے مرتب کر کے اہل حدیث امرتسر میں شائع فرمائی تھی، اور بابو حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر نے اس مناظرے میں بعض دلائل بیان فرمائے تھے۔ میں ان دونوں بزرگوں کی نگارشات کو مباحثہ سرگودھا ہی کے نام سے ذیل میں نقل کر رہا ہوں۔ بہا)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

پنجاب کی نو آبادیوں میں مثل لائل پور کے ایک شہر سرگودھا بھی ہے جہاں پر آجکل چند مرزائی اہل کا رجمع ہیں۔ سول سرجن مرزائی، انسپکٹر آب کاری مرزائی، ضلعدار نہر مرزائی وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح بعض وجوہ سے دیہاتی آبادی میں بھی بہت سے مرزائی ہو گئے ہیں۔

چند یوم ہوئے شیخ محمد شریف صاحب امرتسری ڈپٹی کلکٹر نہر وہاں تبدیل ہو کر

پہنچے تو شیخ صاحب ایک پرانی وضع کے محمدی مسلمان تھے۔مرزائیوں نے ان کو بھی تبلیغ کرنی شروع کی،تو انہوں نے اون سے مباحثہ کی ٹھہرائی۔شرط شروط میں گفتگو ہوتے ہوتے قرار پایا کہ ۳ دسمبر (۱۹۱۶ء) کو مباحثہ ہوگا۔مباحثہ کے لئے بحکم: قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔،میرے پاس آدمی آیا اور باوجود میرے انکار کے جو اپنی ضروریات کی وجہ سے تھا مجھے جبراً لے گئے۔شرائط ایسی بے ڈھب تھیں کہ میں نے کبھی ان شرائط سے مباحثہ نہیں کیا تھا۔مثلاً

مسئلے دو ہوں گے:

ختم نبوت،اور نبوت مرزا۔

ہر مسئلہ پر صرف دو دو تحریریں ہوں گی۔

ہر تحریر ڈیڑھ ڈیڑھ گھنٹہ ہوگی۔

تحریریں بالکل الگ مکان میں ہوں گی جہاں تحریر کنندوں اور اون کے معاونوں کے سوا اور کوئی نہ ہوگا۔

پھر وہ ایک عام جلسہ میں سنائی جائیں گی۔

چنانچہ پہلے روز صبح ۸ بجے کے قریب میں پہنچا تو ۹ بجے تحریری مباحثہ شروع ہو گیا۔میں تو اکیلا تھا،فریق ثانی چار کس تھے۔یعنی مولوی میر اسحاق،مولوی فضل الدین ۔مولوی اسماعیل،حافظ روشن علی۔یہ تو چار علماء تھے،انکے سوا اور بھی بہت سے لوگ ارد گرد کے دیہات سے اون کے ہم خیال آ گئے تھے۔

پہلے روز ختم نبوت پر بحث ہوئی میں نے آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی سے ثابت کیا کہ نبوت ختم ہے۔

منقولی بحث کے بعد معقولی طرز سے بھی سوال کیا کہ تم لوگ جو نبوت مرزا کو بواسطہ نبوت محمد یہ مانتے ہو یہ واسطہ فی الثبوت ہے یا فی العروض۔

انہوں نے جواب میں جو کہا اس کا خلاصہ یہ ہے

خاتم النبیین میں النبیین سے ..اور خاتم سے مراد ختم کرنے والا نہیں جو اخیر میں آئے بلکہ مصدق ہے۔پس معنی آیت کے یہ ہوئے کہ آنحضرت نبیوں کے مصدق ہیں جس کی نبوت پر آپ کی مہر تصدیق ہوگی وہ نبی ہوگا۔پس جو شخص کامل اتباع سے

آنحضرت ﷺ کا پیرو ہو، اتباع کے اثر سے نبی ہو جا گا۔

واسطہ کا جواب یہ دیا کہ واسطہ فی الثبوت ہے۔

تو جواب دیا گیا کہ اس آیت کی واضح تر تفسیر خود حدیث مذکور میں آ چکی ہے جس کو مرزا غلام احمد صاحب بھی ... پہلی تحریرات میں قرآن مجید کی آیت کی تفسیر کہتے ہیں۔ وہ حوالے لکھ دیئے۔

اور واسطہ کا جواب دیا کہ اگر واسطہ فی الثبوت ہے، تو واسطہ فی الثبوت میں حرکت ایک ہی نوع کی بلکہ ایک ہی ہوتی ہے، جس سے واسطہ اور ذی واسطہ دونوں متصف ہوتے ہیں۔ جیسے ہاتھ اور کنجی کی حرکت۔

پس اگر مرزا صاحب بواسطہ نبوت محمدیہ بھی ہیں تو نبوت محمدیہ شریعت مستقلہ کی نبوت ہے۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب کے صاحب شریعت مستقلہ ہونے میں کیا شبہ رہا۔ ساتھ ہی اس کے نبوت محمدیہ میں یہ بھی داخل ہے

لا نورث ما ترکنا صدقة (بخاری)۔

(یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہمارا کوئی وارث نہیں ہوگا ہم جو کچھ چھوڑ جائیں وہ صدقہ ہوگا)

پھر آج کل مدعیان نبوت کے خلف کیوں ان کی جائدادوں کے وارث ہوتے ہیں اس کا جواب انہوں نے کچھ نہیں دیا۔

البتہ

شیخ ابن عربی کا ایک قول متعلق عدم ختم نبوت نقل کیا اور ایک روایت ابن ماجہ سے نقل کی جس کے الفاظ یہ ہیں:

لو عاش ابراهيم كان نبياً

(یعنی اگر ابراہیم بن رسول اللہ ﷺ زندہ رہتے تو نبی ہوتے)،

میں نے کہا شیخ ابن عربی مرحوم کی عبارت اصل کتاب میں دکھاؤ جسے وہ نہ دکھا سکے۔ سنن ابن ماجہ کی روایت پر جلسہ عام میں گفتگو کرنے کی بابت ہر چند کہا گیا مگر انہوں نے نہ مانا کیونکہ ابن ماجہ میں جہاں یہ روایت درج ہے اوسی کے نیچے لکھا ہے کہ اس کا راوی ابراہیم عبسی ...متروک ہے یعنی یہ روایت قابل قبول نہیں۔

کتابوں کا حوالہ دیتے تھے مگر کتاب نہ دکھاتے تھے۔ بلکہ یہی کہتے تھے کہ ہم جو اردو رسالہ پیش کرتے ہیں اوسی کو دیکھئے۔ حالانکہ اوس رسالہ میں اصل عبارت بھی غلط تھی، جس کی غلطی کو وہ بھی مان گئے مگر نقل بلاعقل وہی کردی۔ جس پر میں نے اون کو توجہ دلائی کہ آپ لوگوں کی علمیت اور سمجھ کی میں داد دیتا ہوں کہ آپ لوگوں نے خود غرضی میں پھنس کر اتنا بھی نہ سمجھا کہ یہ عبارت غلط ہے یا صحیح، واقعی کمال کی بات ہے

آخر اس تقاضا سے تنگ آکر رات کو جب پرچے سنانے لگے، تو اعلان کیا کہ ہم اصل کتاب میں قادیان سے منگا کر دکھا سکتے ہیں۔ ہم کو دو روز کی مہلت ملے اور مولوی (ثناء اللہ) صاحب دو روز یہاں ٹھہریں۔ اگر دو روز میں ہم نہ دکھا دیں تو سو روپیہ تاوان دیں گے۔

شیخ محمد شریف نے اٹھ کر اعلان کر دیا کہ میں نے مولوی (ثناء اللہ) صاحب سے دو روز تک ٹھہرنے کا وعدہ لے لیا ہے پس آپ کتاب دکھانے کا انتظام کریں۔

جس کا نتیجہ یہ ہوا دوسرے ہی روز انہوں نے اپنی عاجزی کا اقرار کر کے رجوع کیا۔ نہ حوالہ دکھایا، نہ تاوان دیا۔ (چیلنج: جن کتابوں کا مرزائیوں نے حوالہ دیا تھا صرف اونہی پر بحث کرنے کے لئے ہم تیار ہیں۔ امرتسر میں بڑے دنوں کی تعطیلوں میں آجاویں۔ شیخ محمد شریف صاحب سے درخواست ہے کہ وہ اپنے مکان میں تقریری مناظرہ کی اجازت دیں۔ دس دس منٹ ہر فریق تقریر کر سکے گا۔ اگر ہم نے ثابت کر دیا کہ ان حوالوں سے قادیانی موقف ثابت نہیں ہوسکتا تو تاوان جو

سرگودھا میں دینے کا وعدہ کیا تھا وہ بصورت انعام ہم لے لیں گے۔اڈیٹر اہل حدیث امرتسر)

ناظرین اس وعدہ خلافی پر حیران نہ ہوں، قادیانی وعدوں کی بابت عرب کا مشہور شاعر متنبّی چوتھی صدی میں پہلے ہی عذر کر چکا ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

(یعنی محبوبہ جب وعدہ خلافی کرے تو وہ اس کی وعدہ وفائی ہے کیونکہ اوس کے وعدے کے اندر یہ حصہ بھی داخل ہے کہ وہ وعدہ کو پورا نہ کرے گی)

۱۹۰۲ء میں مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے رسالہ اعجاز احمدی میں بھی دعوت دی کہ میں قادیان پہنچ کر ان کی پیش گوئیوں کو غلط ثابت کروں، تو فی پیشگوئی ایک سو روپیہ مع خرچہ آمد و رفت مجھے دیں گے۔ اون کو خیال (بلکہ شائد الہام) تھا کہ میرا دار الخلافہ بڑا محفوظ ہے۔ کسی بیرونی دشمن کا داخلہ محال نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ مگر میں بلائے بے درمان کی طرح جب جا پہنچا، تو فرمان شاہی آیا کہ ہم نے خدا کے ساتھ وعدہ کیا ہوا ہے کہ علماء کے ساتھ مباحثہ نہیں کریں گے جس پر اہل ذوق کے منہ سے نکلا

زاہد نہ تاب داشت جمال پری رخان
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

نہ انعام، نہ اکرام، نہ کرایہ، نہ دعوت، چلو چلتے بنو۔ اس لئے قادیانی انعاموں اور تاوانوں کی ادائیگی اسی طرح ہوتی ہے۔ لودہانہ کا انعامی مباحثہ اس سے مستثنٰی ہے کیونکہ وہ قدرت خداوندی کا ایک کرشمہ تھا کہ بڑا ہوشیار صیاد خود دام میں پھنس گیا۔

خیر دوسرے روز (سرگودھا میں) مرزائی نبوت پر بحث تھی۔ صبح نو بجے ہم منتظر تھے کہ وہ آتے ہیں۔

انگلیاں سر وا ٹھاتے ہیں کہ وہ آتے ہیں

عین وقت پر ایک لمبی چوڑی چٹھی آئی کہ رات یہ ہوا، وہ ہوا، اس لئے ہم وہاں آ کر مباحثہ نہ کریں گے۔ بلکہ آپ کو منظور ہو، تو یہاں ہمارے مکان پر آ جاؤ (بوقت مباحثہ ملک کرم الٰہی ضلع دار نہر سرگروہ فریق ثانی نے صاف الفاظ میں مجھے کہا کہ آج مباحثہ کرنے کا

ہمارا ارادہ نہ تھا۔ بالکل سچ کہا) یہاں تجویز ہوئی کہ خط کا جواب اور جواب الجواب آنے جانے میں ناحق وقت ضائع ہوگا چلئے ہم وہاں ہی چلیں۔ چنانچہ وہاں جا پہنچے۔انہوں نے جب دیکھا تو اہل خیبر کی طرح حواس باختہ ہوکر کہنے لگے (مولوی صاحب آگئے) جگہ تیار نہ تھی آخر کار مسجد میں بیٹھ گئے۔

لطیفہ یہ ہو کہ ہم تو مکان پر بھی پہنچ گئے، مگر پھر بھی انہوں نے شیخ محمد شریف صاحب کو دروازہ مسجد پر روک لیا کہ ہمارے خط کا جواب تحریری عنایت کریں۔وہ ہر چند کہتے رہے کہ خط کا جواب اس سے زیادہ کیا ہوگا کہ ہم نے تعمیل کردی، مگر مرزائی بضد ہوئے کہ جواب لیں گے۔ شیخ صاحب چونکہ ارادہ کر چکے تھے کہ حدیبیہ کی طرح جو شرط بھی پیش کریں گے ہم مان لیں گے، اس لئے شیخ صاحب نے دوحرفی جواب لکھ دیا کہ ہم آگئے ہیں۔

اس روز پہلا پرچہ اون کا اور پچھلا ہمارا تھا۔ پہلا پرچہ ان کی طرف سے ہم کو ساڑھے گیار بجے دن کے ملا۔ جسکا خلاصہ یہ تھا کہ مرزا صاحب قادیانی چھوٹی عمر سے سچے تھے مفتری نہ تھے، یہ تھے وہ تھے۔ گواہ ان سب باتوں کے مولوی محمد حسین بٹالوی۔

چونکہ ان کو خیال تھا کہ مقابلہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحدیانہ پیش گوئیاں پیش ہونگی اس لئے انہوں نے پیش بندی کرنے کو یہ بھی لکھا کہ پیش گوئیوں پر اعتراض کرنے سے پہلے یہ ثابت کرنا ضروری ہے کہ نبیوں کی تمام پیش گوئیاں سچی ہوتی ہیں۔ قرآن شریف بعض پیش گوئیوں کے سچا ہونا ضروری کہتا ہے سب کا نہیں۔

(معاذ الله استغفر الله)

میں نے اس کے جواب میں جو پرچہ لکھا اوس کا خلاصہ یہ ہے کہ علم مناظرہ کے قاعدے کے مطابق سائل کو تین قسم کے حقوق حاصل ہیں۔ منجملہ معارضہ بھی ہے۔ اسلئے میں معارضہ کے طور پر مرزا صاحب کی تحدیانہ پیش گوئیوں میں سے چند پیش کرتا ہوں۔ مدعی کا فرض ہے کہ اس معارضہ کا جواب دے۔

پہلی پیش گوئی آسمانی منکوحہ کی بابت،

دوسری ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی کی موت کی بابت،

تیسری خاکسار (ثناء اللہ امرتسری) سے فیصلہ۔

چوتھی مسیح موعود کے کاموں کی بابت۔

یہ بھی لکھا کہ قرآن شریف خدائی وعدوں کی بابت صاف لفظوں میں فرماتا ہے

فلا تحسبنّ اللّٰہ مخلف وعدہ رسلہ (ابراہیم:۴۷)

(خدا جو اپنے رسولوں سے وعدہ کرے، اوس کو وہ کبھی خلاف نہیں کرتا)۔

اور آیات بھی اسی قسم کی لکھیں۔ بلکہ اخیر پرچہ میں مرزائیوں کو چیلنج دیا کہ وہ کسی نبی کی کوئی پیش گوئی جھوٹی ثابت کریں، تو فی پیش گوئی ایک سو روپئہ انعام لیتے جاویں۔ اور ہم یہ بھی اعلان کرتے ہیں کہ ایسے نبی کو بھی ہم چھوڑ دیں گے۔ اس کے مقابلہ پر مرزا صاحب قادیانی کی پیش گوئیوں کی تکذیب ہم سے سنیں اور فی پیش گوئی ایک روپئہ انعام دیں۔ دیکھئے اس مقابلہ کے لئے قادیانی مشن کب تیار ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس سارے مباحثہ سے جو ہم نے سمجھا اور بعد ملاحظہ ناظرین سمجھیں گے یہ ہے کہ ہم میں اور مرزائی مذہب میں اصولی اختلاف بہت کم اور مختصر ہے، اس لئے جہاں کہیں گفتگو ہو اوسی کو پہلے حل کر لینا چاہیے۔ وہ یہ ہے کہ خدا تعالی اپنے جملہ اقوال اور اخبار میں سچا ہے یا معاذ اللہ بعض میں سچا اور بعض میں جھوٹا اور وعدہ خلاف ہے۔

اگر سچا ہے اور جیسا کہ قرآن مجید شہادت دیتا ہے

انّ اللّٰہ لا یخلف المیعاد (آل عمران:۹)

وغیرہ تو ہم سچے اور ہماری فتح متحقق۔ اور اگر وہ بعض خبروں یا وعدوں میں وعدہ خلاف ہے، تو مرزائی مذہب سچا ہے۔

ہاں اس پر یہ شبہ باقی رہا کہ جھوٹے خدا کا مذہب کیوں کر سچا ہو سکتا ہے۔ سو یہ دوسری بات ہے۔

یہ ہے وہ اصولی مرکز جس پر دونوں مذہبوں کو پہلے گفتگو کر کے فیصلہ کر لینا چاہیے۔ بس اک نگاہ پہ ٹھہرا ہے فیصلہ دل کا

فریقین کا معاہدہ ہے کہ مباحثہ چھپے گا اس لئے ناظرین مکمل مباحثہ دیکھنے کا انتظار کریں اور اگر زیادہ دیر میں ان کو کسی طرح کی بیتابی ہو تو شیخ محمد شریف صاحب

ڈپٹی کلکٹر نہر سرگودھا سے بذریعہ خط وکتابت دریافت کریں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۵۔ دسمبر ۱۹۱۶ء مطابق ۱۹۔صفر ۱۳۳۵ھ نمبر ۶ جلد ۱۴ ص ۱۔۲)

مباحثہ سرگودھا مسئلہ ختم نبوت پر

جناب بابو حبیب اللہ صاحب کلرک امرتسری لکھتے ہیں:

واضح ہو کہ ماہ دسمبر ۱۹۱۶ء میں بمقام سرگودھا مولانا ثناء اللہ امرتسری اور میر محمد اسحاق احمدی کے درمیان ختم نبوت کے مسئلہ پر مباحثہ ہوا تھا۔ احمدیوں کے رسالہ تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۱ء میں یہ مباحثہ درج کیا گیا تھا۔ محمدی مناظر کی دلیل کا جو جواب احمدی مناظر نے دیا ہے۔اس کی تردید ذیل میں درج کی جاتی ہے۔

محمدی مناظر کی دلیل

جناب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے کہا تھا کہ

قرآن کریم کی آیت مشہور ہے و لکن رسول الله و خاتم النبیین۔
اس آیت کی صحیح تفسیر خود آنحضرت ﷺ نے فرمائی ہے چنانچہ ارشاد ہے

قال رسول الله لعلیّ انت منی بمنزلة هارون من موسی الا انه لا نبی بعدی متفق علیه۔(مشکوۃ باب مناقب علیؓ)

یعنی رسول خدا ﷺ نے حضرت علی کو فرمایا تو میرے ساتھ وہی نسبت رکھتا ہے جو ہارون کو حضرت موسیٰ کے ساتھ تھی۔اتنا کہنے سے شک پیدا ہوتا تھا کہ ہارون چونکہ نبی تھے شاید حضرت علی بھی نبی ہوں تو یہ شک رفع کرنے کو فرمایا الا انه لا نبی بعدی فرق صرف اتنا ہے کہ میرے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔اس مضمون کی احادیث بکثرت ہیں۔

(تشحیذ الاذہان۔اگست ۱۹۲۱ء ص ۲)

جواب از احمدی مناظر

میر محمد اسحاق احمدی نے جواب دیا

جواب نمبر ۱۔ یہاں پر ایک لفظ خاتم ہے دوسرا النبیین ۔ خاتم کے متعلق یہ عرض ہے کہ خاتم کے معنی رو کنے والے یا بند کرنے والے کے نہیں ہیں، بلکہ خاتم کے معنی مہر کے ہیں ۔اور مہر کی غرض یہ ہوتی ہے کہ مضمون خط یا کتاب کی تصدیق ہو جائے کہ یہ خط یا مضمون یا کتاب غیر مستند نہیں بلکہ صاحب مہر اس کی تصدیق کرتا ہے ۔ پس ان معنوں کی رو سے آنحضرت ﷺ نبیوں کے خاتم ہیں ۔اللہ تعالی نے آپ کے ذریعہ تمام انبیاء کی تصدیق فرمائی ہے.

جواب الجواب نمبر ۱

سورۃ الاحزاب میں ہے

ما کان محمّد ابا احدٍ من رجالکم و لکن رسول الله و خاتم النّبیین ۔ و کان اللّه بکل شیء علیماً

(کہ نہیں محمد ﷺ باپ کسی کا مردوں تمہارے میں سے اور لیکن خدا کا پیغمبر ہے اور ختم کرنے والہ تمام نبیوں کا اور ہے اللہ ہر چیز کو جاننے والا)

اہل اسلام کا عقیدہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے مراد آپ کا آخرالنبیین ہونا ہے۔یعنی یہ کہ آپ تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا ۔ نہ تشریعی نہ غیر تشریعی ۔ گویا نبوت کا ملنا اب بند ہو گیا۔ ہمارے اس دعوی پر مندرجہ ذیل دلائل ہیں

دلیل نمبر ۱

صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۹۱ ،اور خصائص الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۱۳، فتح الباری جلد ۱۳ صفحہ ۲۸۳ ،قسطلانی جلد ۵ صفحہ ۴۲۱ عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۶

حد ثنی محمد بن بشا ر حد ثنا جعفر بن محمد حد ثنا شعبة عن فرا ت القناز قا ل سمعت ا با حاز م قا ل قا عدت ا با هريرة خمس سنين فسمعت يحد ث عن النبى ﷺ قا ل كانت بنو اسرا ئيل تسو سهم ا لا نبياء كلما هلك نبى خلف نبى و انه لا نبى بعدى و سيكو ن خلفاء فيكثرو ن قا لوا فما تؤ مرنا قا ل فوا بيعة ا لا ول فا لاول اعطو هم حقهم فا ن الله سائلهم عما استر عا هم

دیکھئے اس روایت سے ثابت ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل میں ایک نبی مرتا تھا تو اس کے بعد دوسرا نبی مبعوث کیا جاتا تھا۔مگر امت محمدیہ میں ایسا نہیں ہوگا کہ آپ کے بعد کسی کو نبوت ملے ۔ البتہ خلفاء ہوں گے ۔حضرت موسیٰ کے بعد بنی اسرائیل میں جو نبی ہوئے ہیں وہ تورات پر ہی عمل کرتے تھے یعنی غیرتشریعی نبی تھے پس الفاظ و انه لا نبى بعدى نے صاف بتا دیا کہ آنخضرت ﷺ کے بعد کسی کو غیرتشریعی نبوت بھی نہ ملے گی

دلیل نمبر۲

سنن ترمذی مطبوعہ ۱۳۱۰ھ مطبع اودھ اخبار لکھنو صفحہ ۲۷۶، اور جا ئزۃ الشعوذی جلد۲ صفحہ ۱۳۴

عن انس بن ما لك قا ل قا ل رسو ل الله ﷺ ان الرسا لة و النبوة قد انقطعت فلا رسو ل بعدى و لا نبى بعدى قا ل فشق ذا لك على النا س فقا ل المبشرا ت فقا لوا يا رسو ل الله و ما لمبشرا ت قا ل رؤيا المسلم و هى جزء من اجزا ء النبوة ۔

کہ انس بن مالک روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ رسالت اور نبوت تمام ہوگئی پس اب کوئی رسول نہیں میرے بعد اور نہ کوئی نبی ۔ کہا راوی نے پس گراں ہوئی لوگوں پر یہ بات ۔تب آپ ﷺ نے فرمایا اور لیکن مبشرات باقی ہیں ۔ لوگوں نے عرض کی یا رسول اللہ مبشرات کیا چیز ہے؟ فرمایا خواب مسلمانوں کا اور یہ ٹکڑا ہے نبوت کے ٹکروں میں سے

اس روایت سے تین باتیں معلوم ہوئیں۔

اول کہ آپ ﷺ کے بعد کسی کو رسالت و نبوت نہ ملے گی۔

۲۔ صرف مبشرات باقی ہیں۔

۳۔مبشرات خواب مسلمانوں کا ہے۔

۴۔ خواب مسلم کا یعنی مبشرات ایک ٹکڑا ہے نبوت کے ٹکروں میں سے۔

اس کے علاوہ سنن ترمذی کے صفحہ ۲۷۷ اور جائزۃ الشھو ذی جلد۲ صفحہ ۱۲۳ پر جو روایتیں حضرت ابی رزین العقیلی اور حضرت عبادہؓ بن صامت سے آئی ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مومن کا خواب یعنی مبشرات نبوت کے چھیالیس ٹکروں میں سے ایک ٹکڑا ہے۔

دلیل نمبر۳

سنن ترمذی صفحہ ۲۶۹ ،سنن ابی داؤد جلد۲ صفحہ ۲۳۳۔۲۳۴ ، جائزۃ الشھو ذی جلد ۱ صفحہ ۱۰۳، دلائل النبوۃ جلد۲ صفحہ ۱۹۶، ترجمہ مشکوۃ جلد۴ صفحہ ۸۹ ، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۵۱، لمعات جلد۴ صفحہ۳۱۴ مظاہر حق جلد۴ صفحہ ۳۲۹ ترجمہ ابوداؤد پارہ ۲۶ صفحہ ۱۰۷۱۔۱۰۷۲ ۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۷۳

عن ثوبان قال قال رسول الله ﷺ اذا وضع السيف فی امتی لم ترفع عنها الی یوم القیامة و لا تقوم الساعة حتی تلحق قبائل من امتی بالمشرکین و حتی تعبد قبائل من امتی الاوثان و انه سیکون فی امتی کذابون ثلاثون کلهم یزعم انه نبی الله و انا خاتم النبیین لا نبی بعدی

ثوبان سے روایت ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ جس وقت رکھی جاوے گی تلوار میری امت میں۔نہیں اٹھائے جائے گی تلوار وقتل اس سے قیامت تک۔اورنہیں قائم ہوگی قیامت یہاں تک کہ پوجیں گی ایک قبیلے میری امت سے بتوں کواور تحقیق شان یہ ہے کہ ہوں ہوں گے میری امت میں سے جھوٹے وہ تیس ہوں گے سب یہی کہیں گے کہ ہم خدا کے رسول ہیں، حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں اورنہیں کوئی نبی میرے بعد۔

اس روایت سے معلوم ہوا کہ خاتم النبین سے مراد لا نبی بعدی ہے۔ پس قادیانی مناظر کی تاویل باطل ٹھہری۔

نیز امت محمدیہ میں کتنے اشخاص نبوت و رسالت کے مدعی ہوں گے۔ نیز آنحضرت ﷺ ان سب مدعیان کو جھوٹا کہتے ہیں۔ چونکہ ان مدعیان نبوت میں سے بعض نے نبوت تشریعی اور بعض نے نبوت غیر تشریعی کا دعوی کیا ہے اور آنحضرت ﷺ نے مدعیان نبوت کو جھوٹا کہا ہے۔ پس معلوم ہوا کہ الفاظ لا نبی بعدی میں ہر دو طرح نبوت کے اجراء کی نفی کی ہے۔

نیز اگر ہم الفاظ لا نبی بعدی سے نبوت تشریعی کی نفی اور نبوت غیر تشریعی کا اجراء مراد لیں تو الفاظ کلھم یز عم انه نبی الله کے کیا معنی ہوں گے؟

کیا اس کے یہ معنی ہوں کہ وہ تیس کذاب نبوت تشریعی کے مدعی ہوں گے حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔

دلیل نمبر۴

سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰۷، رفع العجاجة جلد۳ صفحہ ۳۳۳، ۳۳۴۔ تفسیر ابن کثیر جلد۳ صفحہ ۲۳۸ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۱۹۳

عن ابی اما مة البا هلی قا ل خطبنا رسو ل الله ﷺ و کا ن اکثر خطبته حد یثا حد ثنا ہ عن الد جا ل و حذ ر ناہ فکا ن من قو له ان قا ل انه لم تکن فتنة فی ا لار ض منذ ذر الله ذریة آ دم اعظم من فتنة الد جا ل و ان الله لم یبعث نبیاً ا لا حذر امته الد جا ل و انا آ خر ا لا نبیاء و انتم آ خر ا لا مم ۔

کہ ابو امامہ باہلی سے روایت ہے آپ ﷺ نے ہم کو خطبہ سنایا تو بڑا خطبہ آپ کا دجال کے متعلق تھا آپ نے دجال کا حال ہم سے بیان کیا اور ہم کو ڈرایا اس سے تو فرمایا کوئی فتنہ جب اللہ سے اللہ نے آدم کی اولاد کو پیدا کیا زمین کے فتنے سے بڑھ کر نہیں ہوا اور اللہ نے کوئی نبی ایسا نہیں بھیجا جس نے اپنی امت کو دجال سے نہ ڈرایا ہو۔ اور میں تمام انبیاء کے آخر میں ہوں اور تم سب امتوں کے آخر میں ہو

اس روایت سے معلوم ہوا کہ آنحضرت ﷺ آخرالانبیاء ہیں اور امت محمدیہ آخرالامم ہے۔ پس منشی قاسم علی مرزائی مبلغ کی تحریر مندرجہ حاشیہ سراسر غلط ثابت ہوئی اس لئے کہ رسول خدا ﷺ نے خود خاتم النبیین کے معنی لا نبی بعدی اور انا آخر الانبیاء کہہ کر یہ بتا دیئے کہ آپ تمام نبیوں سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی کو منصب نبوت نہیں ملے (منشی قاسم علی لکھتا ہے۔ جو اکثر مسلمان اپنی کج فہمی سے خاتم النبیین کے معنی یہ بتا کر کہ آپ تمام نبیوں کے آخری نبی ہیں کہہ یا کرتے ہیں کہ آپ کے بعد خدا کوئی نبی مبعوث نہیں کرے، ان کا یہ قول کفار بنی اسرائیل کے قول لن یبعث اللہ من بعدہ رسو لا کا مترادف ہے اور اس سے حضور پرنور اعلی وارفع شان کو بے حد گھٹا کر منقصت شان نبوی قولاً کرتے ہیں کیونکہ آخری نبی ہونا اور انعام ورحمت الٰہی کا خاتمہ کر کے خیر الامۃ کو ہمیشہ کے لئے اس انعام سے محروم کر دینا فی نفسہ موجب فضیلت وباعث شرف وبزرگی نہیں۔ النبوۃ فی خیر الامۃ ٹائٹل پیج۔ب)

دلیل نمبر ۵

ترجمہ مشکوۃ جلد ۴ صفحہ ۲۲۸۔۲۲۹، مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۶۱۔ لمعات جلد ۴ صفحہ ۴۹۵، مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۵۰۳، خصائص الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۹۳

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا فضیلت دیا گیا میں نبیوں پر ساتھ چھ خصلتوں کے دیا گیا۔ میں کلمے جامع اور فتح دیا گیا دشمنوں کے دلوں میں رعب ڈالنے کیساتھ، اور حلال کی گئیں میرے لئے غنیمت، اور کی گئی میرے لئے زمین مسجد اور پاک کرنیوالی اور بھیجا گیا میں ساری خلقت کی طرف اور ختم کی گئی میرے ساتھ نبوت (روایت کی یہ مسلم نے)

دلیل نمبر ۶

ترجمہ مشکوۃ جلد ۴ باب فضائل سید المرسلین وفصل اول صفحہ ۲۲۷۔۲۲۸۔ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۳۵۸، لمعات جلد ۴ صفحہ ۴۹۲، مظاہر حق جلد ۴ صفحہ ۵۰۱

روایت ہے ابی ہریرہؓ سے، کہا۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے مثل میری اور مثل

انبیاء کی جیسے ایک محل کی ہے کہ اچھی بنائی گئی اس کی دیوار اس کے مگر چھوڑی گئی اس محل سے ایک اینٹ کی جگہ پھر کہا پھرنے لگے اس کے دیکھنے والے تعجب کرتے تھے اس دیوار کی خوبی سے مگر ایک اینٹ کی جگہ سو میں ہوا کہ بند کی میں نے اینٹ کی جگہ جو خالی تھی ختم کی گئی ساتھ میرے دیوار اور ختم کئے رسول میرے ساتھ۔

ایک اور روایت میں ہے:

پس میں ہوں مثال اس اینٹ کی اور میں ہوں ختم کرنے والا نبیوں کا۔

(روایت کی یہ بخاری اور مسلم نے)۔

دلیل نمبر ۷

ابن جریر طبری کی تفسیر ابن جریر کی جلد ۲۲ کے صفحہ ۱۱ میں ہے

خاتم النبیین الذی ختم النبوۃ فطبع علیھا فلا تفتح لا حد بعدہ۔

عن قتادہ و خاتم النبیین ای آخرھم۔

و قرأ ذالك فیما یذکر الحسن و العاصم خاتم النبیین بفتح التاء بمعنی انہ آخر النبیین۔

سیوطی تفسیر درمنثور جلد ۵ صفحہ ۲۰۴ میں لکھتے ہیں:

اخرج عبد بن حمید عن الحسن قال ختم النبیین بمحمد ﷺ و کان آخر من بعث۔

اخرج عبد الرزاق و عبد حمید و ابن المنذر و ابن ابی حاتم عن قتادہ فی قولہ و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین قال آخر نبی

لسان العرب جلد ۱۵ صفحہ ۵۵ پر لکھا ہے:

و خاتم النبین ای آخرھم

زمخشری کشاف جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، مدارک التنزیل جلد ۳ صفحہ ۴۷۰، جامع الیان

صفحہ۳۶۴، ابی السعود جلد ۷ صفحہ ۴۴۹ ۔مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۱۸۴، ۵۶۴، شرح شفا جلد ا صفحہ ۴۹۴، زرقانی شرح مواہب لدنیہ جلد ۵ صفحہ ۲۶۷، ارشاد الساری شرح صحیح بخاری جلد ۶ صفحہ ۲۱ لمعات جلد ۴ صفحہ ۳۱۴ پر:

خاتم النبیین کے معنی آخر النبیین ہی لئے گئے ہیں۔

ان سات دلائل سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ خاتم النبیین سے مراد یہ ہے کہ آپ ﷺ تمام انبیاء سے آخری نبی ہیں اور آپ کے بعد کسی شخص کو نبوت نہ ملے گی نہ تشریعی نہ غیر تشریعی ۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔اپریل ۱۹۲۲ء مطابق ۱۳ شعبان ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ نمبر ۲۴ ص ۷۔۹)

(یہ مضمون گذشتہ پرچے میں شروع ہو کر مخالف کی ایک دلیل کا ذکر مع جواب درج ہوا مباحثہ سرگودھا میں مولانا ثناء اللہ فاتح قادیان نے ختم نبوت پر آیت خاتم النبیین اور حدیث لا نبی بعدی پیش کی تھی جس کے جواب میں فریق قادیانی کی پہلی دلیل کا جواب سابقہ پرچہ میں آچکا ہے آج دوسری دلیل کا مع جواب ذکر ہے۔حبیب اللہ)

جواب نمبر ۲۔از جانب قادیانی:

جس طرح لا نبی بعدی رسول کریم کا قول ہے اسی طرح رسول کریم ﷺ کا یہ قول بھی بخاری شریف میں ہے

اذا هلك كسرى فلا كسرى بعده و اذا هلك قيصر فلا قيصر بعده ۔

اب اگر یہاں ذات کی نفی ہو تو یہ واقعات کے خلاف ہے۔کیوں کہ موجودہ قیصر کے بعد بھی اس قیصر کا بیٹا قیصر ہوا۔اس لئے لا قیصر کے یہ معنی ہوئے کہ قیصر کا بیٹا پہلے جیسا قیصر نہ ہو گا ۔اسی طرح لا نبی بعدی کے یہ معنی ہوئے کہ میرے جیسا یعنی صاحب شریعت نبی نہیں ہو گا۔

(تشحیذ الاذہان۔ص ۱۴۔۱۵)

جواب نمبر۲ کی تردید از جانب محمدی

بخاری جلد ۱ صفحہ ۵۱۱، مسلم جلد۲ صفحہ ۳۹۶ پر ہے

عن ابی ھریرہ قال قال رسول اللہ ﷺ اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہ و اذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ ہ و الذی نفس محمد بیدہ لتنفقن کنوز ھما فی سبیل اللہ ۔

کہ ابو ہریرہ کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اب جو کسری ہے جب وہ مرے گا تو اس کے بعد کوئی کسری نہ ہوگا اور اب جو قیصر ہے جب وہ مرے گا تو اس کے بعد کوئی قیصر نہ ہوگا۔ قسم اس خدا کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے تم ان کے خزانے اللہ کی راہ میں خرچ کرو گے

فتح الباری جز ۱۴ صفحہ ۳۴۷، عمدۃ القاری جلد ۵ صفحہ ۵۶۳، نووی شرح مسلم جلد۲ صفحہ ۳۹۶، خاتمہ مجمع البحار صفحہ ۴۸۷ اور الجواب الصحیح لمن بدل دین المسیح جلد۴ صفحہ ۱۳۷۔۱۳۸ پر مندرجہ حدیث کے الفاظ اذا ھلك کسری فلا کسری بعدہ و اذا ھلك قیصر فلا قیصر بعدہ کی شرح میں لکھا ہے:

و ان المرا دلا یبقی کسری بالعراق و لا قیصر بالشام و ھذا منقول عن الشافعی قال و سبب الحدیث ان قریشا کانوا یأتون الشام و العراق تجاراً فلما اسلموا خافوا انقطاع سفرھم الیھا لدخولھم فی الاسلام فقال النبی ﷺ ذالك تطیباًلقلوبھم و تبشیرا لھم بان ملکھما سینزل عن الاقلیمین المذکورین

کہ مراد اس سے یہ ہے کہ نہ ہوگا کوئی کسری عراق میں نہ کوئی قیصر شام میں اور یہ منقول ہے شافعی سے کہ سبب اس روایت کا یہ ہے کہ قریش شام و عراق کی طرف تجارت کے سفر کرتے تھے پس جب وہ مسلمان ہوئے تو ان کو خوف ہوا کہ ان کے اسلام لانے سے ان کے سفر شام و عراق کی طرف ٹوٹ نہ جائیں۔ پس آپ ﷺ نے یہ بات ان کی تشفی قلوب کے لئے کہی اور ان کو خوش خبری دی ک کسری اور قیصر کی حکومتیں عراق اور شام سے اٹھ جائیں گی۔

اب اس تشریح کے ہوتے ہوئے مرزائی صاحبان مندرجہ روایت سے کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱۔اپریل ۱۹۲۲ء مطابق ۲۲ شعبان ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ نمبر ۲۵ ص ۵)

جواب نمبر ۳ منجانب قادیانی

خاتم النبیین کے معنی اور لا نبی بعدی کے معنی اگر یہ کئے جائیں کہ رسول اکرم ﷺ کے بعد مطلقاً کوئی نبی نہیں ہوسکتا تو یہ قرآن مجید اور احادیث کے اور مقامات کے بالکل خلاف اور معارض ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ آیت اور حدیث کے یہ معنی نہیں بلکہ وہ معنی ہیں جو قرآن مجید اور نصوص کے مطابق ہو اور وہ نصوص یہ ہیں

قرآن فرماتا ہے

یا بنی آدم اما یأتینکم رسل منکم یقصون علیکم آیاتی۔

یہ آیت نبی ﷺ پر اتری۔ اس زمانہ اور مابعد کے لوگ مخاطب ہیں۔

اس سے معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کسی رسول کا آنا ناممکن نہیں ورنہ یہ فقرہ معاذ اللہ فضول تھا۔

اور اسی طرح دوسرے مقام میں فرمایا

اللہ یصطفی من الملائکۃ رسلاً و من الناس۔

یصطفی مضارع کا صیغہ ہے جو حال اور استقبال پر حاوی ہے یعنی اللہ چنتا ہے اور چنے گا لوگوں میں سے رسول۔ یعنی یہ سنت مستمرہ ہے۔

اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ رسول کریم ﷺ کے بعد رسول آ سکتا ہے ورنہ یہ کیوں فرمایا کہ اللہ چنتا ہے اور چنے گا لوگوں میں سے رسول۔

جواب نمبر ۳ کی تردید از جانب محمدی

قرآن کی سورت الاعراف، رکوع ۱۱ میں ہے

یا بنی آدم اما یأتینّکم رسل منکم یقصّون علیکم آیاتی

فمن اتّقی و اصلح فلا خو ف علیھم و لا ھم یحز نو ن

اے آدم کے بیٹو اگر آ ئیں تمہارے پاس پیغمبر تم میں سے بیان کریں او پر تمہارے نشانیاں میری ۔ پس جو کوئی پر ہیز گاری کرے اور نیکی کرے ۔ پس نہیں ڈر او پر ان کے اور نہ وہ غم گین ہوں گے ۔

میں کہتا ہوں احمدی مناظر کا مذہب تو یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی صاحب شریعت نبی نہیں ہوسکتا (ص ۱۴) یعنی آنخضرت ﷺ کے بعد غیر تشریعی نبی آ سکتا ہے ۔ یاد رہے کہ احمدیوں کے اس عقیدے کے چار جز و ہیں ۔

اول یہ کہ آنخضرت ﷺ کے بعد نبی کا آنا ۔

۲ ۔ اس نبی کا امت محمد یہ میں سے ہونا ۔

۳ ۔ اس نبی کا غیر تشریعی ہونا ۔

۴ ۔ امت محمد یہ میں سے کسی شخص کا فنا فی الرسول ہوکر اس نبوت غیر تشریعی کو پانا ۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ اس آیت کے کن الفاظ سے یہ ثابت ہے کہ آنخضرت ﷺ کے بعد امت محمد یہ میں سے فنا فی الرسول مسلمان کو غیر تشریعی نبوت ملے گی ۔

یاد رہے کہ اگر اس آیت سے آنخضرت ﷺ کے بعد اجراء نبوت پر استدلال کیا جائے تو صرف غیر تشریعی نبوت کے اجراء پر کیوں دلیل پیش کی جاتی ہے ۔ اہل سنت کا مخالف اسی آیت کو تشریعی نبوت کے اجراء پر بھی پیش کرسکتا ہے کیونکہ اس آیت میں جو لفظ رسل آیا ہے

یہ لفظ قرآن میں تشریعی اور غیر تشریعی نبیوں کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ چنانچہ اہل بہا یعنی مرزا حسین علی بہاء اللہ ایرانی مدعی مسیحیت و رسالت کے پیروؤں کی مشہور کتاب الفرائد کے صفحہ ۳۱۴ پر ابو الفضل محمد بن محمد رضا الجرقانی (بہائی عالم) لکھتا ہے

وکذا لک در سورۃ اعراف فرمودہ است یا بنی آدم اما یا تینکم رسل منکم ایں آیت مبارکہ در غایت صراحت است کہ اخبار از مستقل است زیرا کہ لفظ یا تینکم با بون تاکید مؤکد داشتہ و یا تینکم فرمودہ است یعنی البتہ خواہند آمد بر شما رسولانی از جنس شما و آیات غرا بر شما تلاوت وقرئت

خواہند نمود پس ہر کہ پرہیز گار شود ونکوکار باشد خوفے وحزنے براو دارد نیاید

فرقہ مرزائیہ سے پہلے اہل بہاء نے اس آیت سے آنحضرت ﷺ کے بعد نبوت کے اجراء پر استدلال کیا تھا اب احمدیوں نے بھی اس استدلال کو اہل بہاء سے لیا ہے جب کہ آیت خاتم النبیین سے آنحضرت ﷺ کا آخر الانبیاء ہونا اور آپ کے بعد کسی نبوت تشریعی یا غیر تشریعی کا نہ ملنا بخوبی طور پر ثابت کیا گیا ہے تو اس آیت سے آنحضرت ﷺ کے بعد امت محمدیہ سے غیر تشریعی نبی کے آنے پر استدلال کرنا سراسر غلط ہے (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۸۔اپریل ۱۹۲۲ء۔۲۹ شعبان ۱۳۴۰ھ جلد ۱۹ ص ۷۔۸)

جواب نمبر ۴۔از احمدی

میر محمد اسحاق نے عدم ختم نبوت پر دلیل دیتے ہوئے کہا کہ

علاوہ ازیں نبوت خاتم النبیین اور لا نبی بعدی کی آیت اور حدیث سے بند نہیں کیونکہ یہ آیت ۵ ہجری میں نازل ہوئی اور ادھر ۹ ھ میں رسول کریم ﷺ کے گھر ابراہیم صاحبزادہ پیدا ہوا اور وہ ستر روز کے بعد فوت ہوا تو رسول کریم ﷺ نے فرمایا

لو عاش ابراهيم لكان صديقاً نبياً۔(ابن ماجہ ج ۱)(یعنی میرے بیٹے ابراہیم کے نبی ہونے میں صرف اس کی موت روک بنی ورنہ اگر رہتا تو ضرور نبی ہو جاتا)۔

صاحبان اگر آیت خاتم النبیین نبوت کی روک ہو تو رسول کریم ﷺ یہ کیوں فرماتے کہ اگر زندہ رہتا تو نبی ہوتا۔ بلکہ جب آیت خاتم النبیین اتر چکی تھی تو پھر اگر ابراہیم زندہ رہتے تب بھی نبی نہ بن سکتے تھے کیونکہ رسول کریم ﷺ اگر خاتم النبیین سے نبوت بند سمجھتے تو یوں فرماتے

لو عاش ابراهيم لما كان نبياً

کیونکہ نبوت بند ہے اور آیت ختم النبیین اتر چکی ہے اس لئے یہ لڑکا زندہ بھی رہتا تب بھی نبی نہ ہوتا۔

لیکن رسول کریم ﷺ نے برخلاف اس کے یہ فرمایا کہ اس کی موت ہی اس کے نبی ہونے میں روک ہوئی۔ ورنہ خاتم النبيين اور لا نبی بعدی

روک نہیں ۔غرض یہ حدیث آپ کے بعد نبی آ سکنے کی بڑی زبردست دلیل ہے ۔(تشحیذ الاذہان ۔اگست)

جواب الجواب از محمدی

حد ثنا عبد القدوس بن محمد ثنا دا ئود بن شبیب البا هلی ثنا ابرا هیم بن عثما ن ثنا الحکم بن عتیبه عن مقسم عن ابن عباس قا ل لما ما ت ابرا هیم بن رسو ل الله ﷺ صلی علیه رسو ل الله و و قا ل ان له مر ضعاً فی الجنة و لو عا ش لکا ن صدیقاً نبیاً و لو عا ش لعتقت اخوا له القبط و ما استرقّ قبطی ۔

(ترجمہ ۔جب ابراہیم فوت ہو گئے تو آپ نے اس پر نماز پڑھی اور فرمایا جنت میں ان کو دودھ پلا یا جا تا ہے اور اگر یہ زندہ رہتا تو صدیق اور نبی ہوتے اور اگر یہ زندہ رہتا تو ان کے ننہال کے لوگ قبطی آزاد کئے جاتے اور کوئی قبطی غلامی میں نہ لیا جا تا ۔(رفع العجاجۃ ۔ج ا۔ص ۵۱۰)

میں کہتا ہوں کہ یہ روایت غیر معتبر ہے کیونکہ اس روایت کی سند میں ایک راوی ابراہیم بن عثمان ابوشیبہ ہے جو ثقہ نہیں جیسا کہ مندرجہ ذیل کتابوں میں لکھا ہے

رفع العجاجۃ جلد ا صفحہ ۵۱۰ پر لکھا ہے

اس حدیث کی صحت میں محدثین کو کلام ہے اس کی اسناد میں جو ابوشیبہ ابراہیم بن عثمان قاضی واسط کا وہ منکر الحدیث ہے

میزان الاعتدال میں ذہبی نے لکھا ہے کاذب کہا ہے اس کو شعبہ نے ۔روایت کیا ہے عثمان دارمی نے ابن معین سے کہ نہیں ہے ابراہیم ثقہ اور کہا احمد نے کہ ضعیف ہے اور بخاری نے کہ سکوت کیا ہے نقادین رجال نے اس سے اور کہا نسائی نے کہ متروک الحدیث ہے ۔دیکھو کتاب امداد السنۃ ۔طبع مطلع نور ۔کان پور صفحہ ۳۷

عمدہ القاری شرح صحیح بخاری میں عینی لکھتے ہیں

اور ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان الکوفی قاضی واسط جد ابی بکر بن ابی شیبہ کا ہے کاذب کہا ہے اس کو شعبہ نے اور ضعیف کہا اس کو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی وغیرہ نے۔ دیکھو امداد السنۃ صفحہ ۳۴

تہذیب الکمال مصنفہ ابی حجاج المزی میں لکھا ہے

ابو شیبہ ابراہیم بن عثمان اس سے مناکیر ہیں کہ انہیں مناکیر میں سے یہ حدیث ہے کہ تحقیق حضرت ﷺ پڑھتے رمضان مین بیس رکعت اور وتر اور تحقیق ضعیف کہا ہے اس کو احمد اور ابن معین اور بخاری اور نسائی اور ابو حاتم رازی اور ابن عدی اور ابو داؤد اور ترمذی اور احوص بن الفضل الملائی نے اور کہا ترمذی نے کہ اس حدیث میں منکر الحدیث ہے اور کہا جرجانی نے حافظ الحدیث ہے اور کہا ابو علی نیشا پوری نے کہ قوی نہیں ہے اور کہا صالح بن محمد بغدادی نے کہ ضعیف ہے نہیں لکھی جاتی حدیث اس کی اور کہا معاذ عنبری نے کہ لکھا میں نے طرف شعبہ کے کہ پوچھتا تھا میں شعبہ سے آیا روایت کروں میں ابراہیم ابن شیبہ سے پس کہا شعبہ نے کہ نہ روایت کر تو اس سے پس تحقیق وہ مرد برا ہے۔ (امداد السنۃ۔ ص ۳۶)

مسک الختام شرح بلوغ المرام چھاپہ نظامی جلد اصفحہ ۲۸۷ میں ہے

ابی شیبہ ضعیف کیا اس کو احمد اور ابن معین اور بخاری اور مسلم اور ابو داؤد اور ترمذی اور نسائی وغیرھم نے اور کاذب کہا اس کو شعبہ نے اور کہا ابراہیم نے نہیں ہے ثقہ۔

ان تحریروں سے معلوم ہوا کہ ابراہیم بن عثمان ابو شیبہ قاضی واسط کا ضعیف راوی ہے جھوٹا ہے، منکر الحدیث ہے، متروک الحدیث ہے۔ امام یحی بن معین، بخاری نسائی ابو حاتم رازی ابن عدی ابو داؤد ترمذی الاحوص بن الفضل العلائی جیسے اماموں نے اس کو ضعیف کہا ہے۔ پس احمدی مناظر کی پیش کردہ روایت غیر معتبر ثابت ہوئی اور اس سے استدلال کرنا بے جا ہے۔

احمدی مناظر کی تحریروں کا ردّ کرنے کے بعد یہ نتیجہ نکلا کہ آنحضرت ﷺ کے خاتم النبیین ہونے سے یہ مراد ہے کہ آپ آخرالنبیین ہیں۔یعنی یہ کہ سب نبیوں کے پیچھے مبعوث کیئے گئے ہیں اور آپکے بعد کسی کو منصب نبوت (تشریعی وغیرتشریعی) نہ ملے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ شوال ۱۳۴۰ھ ۲ جون ۱۹۲۲ء۔ جلد ۱۹ نمبر ۳۱ ص ۳۔۴)

☆☆☆

چیستان مرزا

انعامی سو اور دو سو روپیہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

یہ مضمون لطیف پیرایہ میں لکھا گیا ہے چونکہ ہمارے یقین میں قادیانی مشن کے لئے یہ ایک فیصلہ کن ہے، اس لئے اس کے جواب پر بہ تفصیل ذیل انعام دینے کا اعلان شائع کرتے ہیں:

لاہوری پارٹی کے سرگروہ مولوی محمد علی جواب دیں تو مبلغ یک صد،

قادیانی پارٹی کے رئیس میاں محمود احمد صاحب جواب دیں تو وہ دوسو روپیہ انعام کے مستحق ہوں۔

ان دونوں سرگروہوں کے سوا کوئی اور صاحب بھی جواب دیں گے تو انعام کے مستحق ہوں گے بشرطیکہ ان دونوں میں مجیب جس کے ماتحت ہو وہ اس جواب پر تصحیح کے دستخط کر دیں۔

فیصلہ کی صورت بالکل وہی ہوگی جو مباحثہ لودہانہ میں تھی۔ یعنی روپیہ امین کے پاس رکھا جائے گا اور تین اصحاب منصف ہوں گے۔ایک ایک فریقین کا، تیسرا سرپنچ غیر مسلم ۔مسلمہ فریقین ایک مجیب کی بجائے کئی ایک ہونگے تو

یہی رقم بانٹ لیں گے۔ تاریخ اشاعت سے پندرہ روز تک مجیب کی طرف سے درخواست آنی چاہیے جس میں اپنے منصف کا نام اور عہدہ اور سرپنچ کیلئے متعدد ناموں کی فہرست ہو جن میں سے کسی ایک کو ہم مقرر کر لیں گے یا کوئی اور بتا دیں گے

نوٹ: تین سو روپیہ ہم نے امین کے پاس رکھوا دیا ہے جن کی رسید بعد تقرر منصفان کے دی جائے گی۔

بعد پندرہ روز کے درخواست جواب سے مایوس ہو کر یہ جواب ٹریکٹ کی صورت میں چھاپا جائے گا۔ انشاء اللہ

مجیب کے جواب پر باستفسار کسی منصف کے مجھے جواب دینے کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ مباحثہ لدھیانہ میں تھا۔

قرآن شریف کا سنہری اصول ہے جو ہر ایک مذہب اور ہر ایک عقل مند کے نزدیک مسلّم اور مقبول ہے کہ الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا۔ یعنی کسی شخص کے کلام میں اختلاف اور تناقض کا ہونا اوسکو الہامی درجہ سے گرانے کو کافی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام میں یوں تو بہت سے مقامات پر اختلاف پایا جاتا ہے مگر آج جس اختلاف کا ہم ذکر کرتے ہیں یہ سب سے نرالا اختلاف ہے کیونکہ یہ مرزا صاحب قادیانی کی تاریخ بعثت (بعثت کے معنی ہیں خدا کی طرف سے ماموریاملہم ہونا۔ اڈیٹر اہل حدیث) اور سنہ وفات کے متعلق خود اون کے الہاموں یا الہامی نتائج میں پایا جاتا ہے۔ پس ناظرین غور سے سنیں اور داد دیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتاب ازالہ اوہام میں اپنی بعثت (ماموریت) کی بابت یوں رقم طراز ہیں:

چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد الما تین ہے ایک یہ بھی منشاء ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے تو مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے

والا تھا۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی۔ اور وہ نام یہ ہے: غلام احمد قادیانی ۔،

اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں ہے۔ بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔

(ازالہ اوہام۔ص ۱۸۵)

اس عبارت میں (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا) صاف دعویٰ ہے کہ میری بعثت سنہ ہجری (۱۳۰۰) پورے ہوجانے پر ہوئی تھی۔ اسی کی تائید میں آپ اپنی کتاب تریاق القلوب میں یوں لکھتے ہیں:

غلام احمد قادیانی اپنے حروف کے اعداد سے اشارہ کر رہا ہے یعنی تیرہ سو کا عدد جو اس نام سے نکلتا ہے وہ بتلا رہا ہے کہ تیرھویں صدی کے ختم ہونے پر یہی مجدد آیا جسکا نام تیرہ سو کا عدد پورے کرتا ہے۔ (تریاق القلوب۔ص ۱۶)

یہ عبارت اور سابقہ عبارت دونوں متفق ہیں کہ سنہ ہجری (۱۳۰۰) پورا ہو جانے کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آئے۔

اسی کی تائید میں مرزا صاحب قادیانی ایک اور مقام پر یوں فرماتے ہیں:

جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالیٰ نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا۔ اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس برس پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا۔ تب خدا نے مجھے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارگر ہے۔

(تریاق القلوب۔ص ۶۸)

اسی کی تائید ایک اور مقام پر بھی کرتے ہیں جہاں فرماتے ہیں:

میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۷)

یہ سب حوالجات بیک زبان متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب کی بعثت سنہ ہجری پورے ۱۳۰۰ ہونے کے بعد چودھویں صدی ہجری کے شروع میں ہوئی تھی۔

اور سنیئے: کتاب حقیقۃ الوحی میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ عجیب امر ہے اور میں اس کو خدا تعالیٰ کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا،

(حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۹۹)

یہ عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت تیرھویں صدی کے اندر خاتمہ سے دس سال رہتے ہوئے ہوئی تھی۔

اور سنیئے: اوسی پہلی کتاب ازالہ اوہام میں لکھتے ہیں:

حدیثوں میں یہ بات بوضاحت لکھی گئی ہے کہ مسیح موعود اس وقت دنیا میں آئے گا جب علم قرآن زمین پر سے اٹھ جائے گا اور جہل شیوع پا جائے گا۔ یہ وہی زمانہ ہے جس کی طرف ایک حدیث میں یہ اشارہ ہے

لو کان الایمان معلّقا بالثّریا لناله رجل من فارس

یہ وہ زمانہ ہے جو اس عاجز پر کشفی طور پر ظاہر ہوا جو کمال طغیان اسکا سنہ ہجری میں شروع ہوگا جو آیت

وانا علی ذهاب به لقادرون

میں بحساب جمل مخفی ہے یعنی ۱۲۷۴ھ ۔(ازالہ اوہام ۔ص ۶۵۷)

یہ عبارت صاف کہتی ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کی بعثت ۱۲۷۴ھ میں ہوئی یا ہونی چاہیے تھی۔ یعنی تیرھویں صدی ختم ہونے سے پورے چھبیس سال پہلے۔ اسی کی تائید اسی کتاب کے دوسرے مقام پر فرماتے ہیں، چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اب اس تحقیق سے ثابت ہے کہ مسیح ابن مریم کی آخری زمانہ میں آنے کی قرآن شریف میں پیش گوئی موجود ہے۔ قرآن شریف نے جو مسیح کے نکلنے کی چودہ سو (۱۴۰۰) برس تک مدت ٹھہرائی ہے بہت سے اولیاء بھی اپنے مکاشفات کی رو سے اس مدت کو مانتے ہیں اور آیت وانّا علی ذهاب به لقادرون (المومنون: ۱۹) جسکے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں، اسلامی چاندکی سلخ کی راتوں (سلخ کی راتیں قمری مہینہ کی آخری راتوں کو کہتے ہیں جن میں چاند بالکل گم ہو جاتا ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث) کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں

نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے(اور وہ یہ آیت ہے هو الذی ارسل رسو له بالهدی ودین الحق لیظهره علی الدین کله ۔(الصف : ۱۰) (ازالہ اوہام ص ۶۷۵)

یہ دونوں مقام متفق ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بعثت کا زمانہ ۱۲۷۴ ہجری یعنی تیرھویں صدی کے خاتمہ سے چھبیس سال پہلے تھا۔

پس اس وقت مرزا صاحب قادیانی کے تین بیان پبلک کے سامنے ہیں۔

۱۔ سنہ ہجری پورے تیرہ سو سال ہونے پر۔

۲۔ تیرھویں صدی سے دس سال رہتے ہوئے ۱۲۹۰ ہجری میں۔

۳۔ تیرھویں صدی کے پورے ۲۶ سال رہتے ہوئے ۱۲۷۴ھ میں آپ مبعوث ہوئے

ان تینوں مقامات میں تطبیق دینا مجیب صاحب کا فرض اولین ہوگا۔

ایک اور طرح سے:

مرزا صاحب اپنی عمر کی بابت لکھتے ہیں جو ناظرین کی مزید توجہ کا مقام ہے

آخری زمانہ اس مسیح موعود کا دانیال (نبی) تیرہ سو پینتیس ۱۳۳۵ برس لکھتا ہے جو خدا تعالی کے اس الہام سے مشابہ ہے جو میری عمر کی نسبت فرمایا ہے (حقیقۃ الوحی: ص ۲۰۰)

اس عبارت کا مطلب یہ ہے کہ دانیال نبی نے مسیح موعود (جس سے مراد مرزا صاحب قادیانی ہیں) کی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ ہجری بتلایا ہے اور مرزا صاحب کا الہام بھی دانیال نبی کی تائید کرتا ہے کہ واقعی مرزا صاحب ۱۳۳۵ھ میں انتقال فرماویں گے۔

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامی الفاظ اون کی عمر کی بابت سناتے ہیں۔ آپ کتاب تریاق القلوب میں لکھتے ہیں:

بقول مرزا غلام احمد صاحب، خدا فرماتا ہے:

میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا۔ (تریاق القلوب حاشیہ ص ۱۳۔)

اس الہام کی خوبی اور لطافت اور خدائی علم غیب سے عدم مناسبت پر کوئی اعتراض کریں

تو ہم اون کو جواب نہ دیں گے بلکہ اون کو مولانا جامی مرحوم کا شعر سنا دیں گے۔

سر مستان منطق الطیر جامی لب بہند
جز سلیمانے نہ بائد فہم ایں گفتار را

یہ تو ہم بحوالہ تریاق القلوب صفحہ ۶۸ پہلے بتلا آئے ہیں کہ تیرھویں صدی ختم ہونے پر آپ کی عمر پوری چالیس سال تھی۔ پس الہام مذکور (مندرجہ تریاق القلوب۔ص۱۳) کا درجہ کم سے کم ۷۵ سال لیں تو آپ کا الہام اور دانیال کے کشف میں ٹھیک مطابقت ہو جاتی ہے کیونکہ ۱۳۰۱ ہجری میں مرزا غلام احمد صاحب چالیس سال کے تھے تیرہ سو پینتیس ہجری میں ۷۵ سال کے جو بالکل حسب الہام (مندرجہ تریاق القلوب) طابق النعل بالنعل (عین بین) ٹھیک ہے۔

ہاں بڑے سے بڑا اعتراض کوئی کرسکتا ہے تو یہ کرسکتا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے بتلائے ہوئے وقت سے پہلے تشریف لے گئے کیونکہ آپ کا انتقال ۱۳۲۶ھ مطابق مئی ۱۹۰۸ء میں ہوا، یعنی کل نو سال پہلے۔ سو یہ کوئی اعتراض نہیں۔ اسکا جواب یہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی دنیاوی بادشاہوں اور افسروں کی طرح اپنے پروگرام کے ایسے پابند نہ تھے کہ سرمو ادھر اودھر نہ سرکیں۔ اس لئے جب آپ کا جی چاہا تشریف لے گئے، کسی کو اس پر اعتراض کرنے کا کیا حق ہے۔ سچ ہے

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها
و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

(شاعر کہتا ہے کہ معشوق جب وعدہ خلافی کرے تو اوس کو وعدہ خلافی نہ جانو کیونکہ اوس کے وعدے میں یہ بھی داخل ہے کہ وہ وعدہ کو پورا نہ کرے گا)

ایک اور طرح سے الہام کی سچائی

سابقہ طریق سے تو قبل از وقت چلے جانے کا اعتراض پیدا ہوا ہے، مگر ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی روح اور مرزائی دوستوں کو خوش کرنے کے لئے مرزا صاحب قادیانی کی ایک اور تحریر سے آپ کی الہامی عمر ٹھیک کئے دیتے ہیں۔ آپ اپنی کتاب اعجاز احمدی صفحہ ۳ میں لکھتے ہیں:

آتھم (ان کا پورا نام پادری عبداللہ آتھم ہے انہی سے مرزا صاحب نے امرتسر میں مباحثہ کیا تھا اور انہی کے حق میں پندرہ ماہ میں مرنے کی پیش گوئی کی تھی جو پندرہ ماہ سے دو سال بعد مرے۔اڈیٹر اہل حدیث) کی عمر میری عمر کے برابر تھی یعنی قریب ۶۴ سال کے۔

آتھم ۱۸۹۶ء میں فوت ہوئے تھے۔ چنانچہ مرزا صاحب خود لکھتے ہیں

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے ہیں۔ (رسالہ انجام آتھم۔ص ۱)

ثابت ہوا کہ مرزا صاحب قادیانی کی عمر ۱۸۹۶ء میں ۶۴ سال تھی اور انتقال آپ کا ۱۹۰۸ء میں ہوا۔ ۱۸۹۶ سے ۱۹۰۰ تک ۴ سال اور ۱۹۰۰ سے ۱۹۰۸ تک ۸ سال کل ۱۲ سال۔ ۱۲ کو ۶۴ میں ملانے سے ۷۶ سال ہوئے جو مرزا صاحب قادیانی کے الہام مندرجہ ذیل کے قریب قریب ہے۔ بقول مرزا صاحب خدا فرماتا ہے:

میں (خدا) تجھے (مرزا کو) اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا ،(ص ۱۳)

الحمد للہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اس الہام کے مطابق اسّی (۸۰) سال سے کچھ کم عمر پا کر دار فانی سے دار بقا کو تشریف لے گئے۔

اعتراف حقیقت:

ہم سے جہاں تک ہو سکا ہم نے مرزا صاحب قادیانی کی عمر کو الہامی عمر کے قریب قریب پہنچا دیا، مگر ہمیں کھٹکا ہے کہ کوئی دور بین صاحب ہمارے اس بیان پر یوں اعتراض کریں گے کہ آپ نے جس طریق سے مرزا صاحب قادیانی کی عمر کو ٹھیک بتایا ہے اس سے نا ٹھیک رہنا ہی اچھا تھا۔ اس لئے کہ اس طرح ٹھیک ہونے سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے جملہ الہامات اور کشوف غلط ہوئے جاتے ہیں کیونکہ مرزا صاحب اپنے نام کے اعداد پورے ۱۳۰۰ بتلاتے ہیں اور اس پر الہام اور کشف کو پیش کرتے ہیں پھر کھلے لفظوں میں تیرھویں صدی کے خاتمہ پر اپنی عمر پورے چالیس سال بتلاتے ہیں پھر دانیال نبی کے کشف اور اپنے الہام سے اپنی عمر کا خاتمہ ۱۳۳۵ھ ہجری

میں فرماتے ہیں یہ سارے الہامات کس طرح متفق ہو سکتے ہیں۔

ہم بڑی سچائی سے اعتراف کرتے ہیں کہ ہم اس کے جواب سے عاجز ہیں مرزا صاحب قادیانی کا کوئی راسخ الاعتقاد مرید ہو، تو جواب دے اور مرزا صاحب کی آبرو قائم رکھنے پر (بشرائط مرقومہ) انعام ہم سے لے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث ۱۵ جون ۱۹۱۷ء مطابق ۲۴ شعبان ۱۳۳۵ھ ج ۱۴ نمبر ۳۲۔ ص ۱۔۴)

(چیستان مرزا کی اشاعت پر قادیانیوں نے کچھ لکھا، تو اس کے جواب میں حضرت مولانا امرتسری کی ایک تحریر اخبار اہل حدیث میں شائع ہوئی تھی جو ذیل میں نقل کی جا رہی ہے۔ بہاء)

چیستان مرزا کا جواب

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۵ جون میں ایک مضمون بعنوان، چیستان مرزا، لکھا تھا جس کے جواب کے لئے بتفصیل ذیل انعام مقرر تھا:

لاہوری پارٹی کے سرگروہ خود لکھیں یا ان کا کوئی ماتحت لکھے جس پر وہ دستخط کر دیں تو بعد فیصلہ اس کو سو روپیہ انعام، قادیانی پارٹی کے سرگروہ خود لکھیں یا ان کا کوئی ماتحت لکھے جس پر ان کے دستخط ہوں تو بعد فیصلہ ان کو دو سو روپیہ انعام۔

اس اطلاع کی میعاد پندرہ روزہ تھی۔ براہ راست تو کوئی اطلاع نہیں آئی البتہ پیغام صلح لاہور مجریہ ۲۴۔۲۷ جون میں ایک جوابی مضمون نکلا ہے مگر راقم مضمون اپنے مضمون کو خود انعامی وقعت کے لائق نہیں سمجھتا۔ اس لئے اس نے نہ منصفوں کا تقرر کیا، نہ ہم سے انصاف کا تقاضا کیا۔

ہم اس مضمون کو دیکھ کر اپنے مضمون پر اور زیادہ متیقن ہو گئے ہیں، اس لئے ہم مجیب صاحب کو اطلاع دیتے ہیں کہ اگر وہ اپنے مضمون کو واقعی ہمارا جواب جانتے ہیں تو ہماری پیش کردہ تجویز کے مطابق منصف مان کر فیصلہ کرا دیں۔ ہم اس مضمون کی

عزت افزائی میں آپ کو بھی بجائے سو روپیہ کے دو سو روپیہ نذر کریں گے۔ ہمیں یہ حوصلہ اس لئے ہوا ہے کہ ہم آپ کے اس مضمون کو اپنی تائید سمجھتے ہیں نہ کہ تردید۔ کیا پیغام کمپنی راقم مضمون کو آمادہ کرے گی؟

آپ کا یہ کہنا کہ منصف کے فیصلہ کا اثر انسان کے مذہب پر نہیں ہو سکتا اگر یہ صحیح ہے تو شملہ کے فیصلہ کو جو آپ کی دونوں پارٹیوں کے مباحثہ میں شیخ محمد عمر صاحب وکیل نے کیا ہے کیوں ... بڑے زور سے شائع کر رہے ہیں۔

اگر چہ اعتقاد فریقین پر اس کا اثر نہیں ہوتا مگر ایک حد تک فریقین میں نزاع تو ختم یا بند ہو جاتی ہے۔ ورنہ آپ کی لاہوری پارٹی بمقابلہ قادیانی کے کیوں منصفوں کے تقرر پر زور دیتی ہے۔ ہاں آپ کا یہ قول عجیب ہے کہ:

> مولوی ثناء اللہ کے پاس اگر کوئی ہتھیار بطلان مسیح موعود کو ثابت کرنے کے لئے ہے، تو وہ میدان میں نکلے اور اصولی طور پر دلائل سے کام لے کر امور متنازعہ کا فیصلہ کرے۔
>
> مسئلہ حیات و وفاۃ مسیح، آمد مسیح موعود اور اس کے دلائل۔ یہ وہ باتیں ہیں جن پر ہر ایک صاحب انسان کو غور اور فکر کرنا چاہیے۔ اپنی عمر کے بیان کرنے میں اگر حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے کہیں غلطی بھی کی ہو جو بفضلہ تعالی مولوی ثناء اللہ کے نقل کردہ بیانات میں ہرگز نہیں کی تو اس میں کیا ہرج ہے اور اس سے آپ کے اصل دعاوی کہاں غلط ثابت ہو جاتے ہیں۔ یہ تخمینے تو اندازاً ہوا کرتے ہیں۔ نہ کہیں مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) نے اپنی تاریخ تاریخ پیدائش لکھی، نہ الہاماً اپنی عمر کو بیان کیا۔ مولوی فاضل کا ان باتوں کے پیچھے پڑنا اپنے کذب کا خود ہی ثبوت دینا ہے۔ کیا وہ اس کا جواب دے گا؟ (پیغام صلح لاہور ۲۷ جون ۱۹۱۷ء)

کیا آج تک وفات و حیات مسیح پر مباحثہ نہیں ہوا۔ کیا رام پور میں نواب صاحب کے سامنے آپ کی جماعت کے زبدۃ الاخوان جمع نہ تھے۔ وہاں کس مسئلہ پر بحث ہوئی تھی ،اور باقی مسائل میں بحث کرنے سے کون بھاگا تھا؟ کیا امرتسر میں گذشتہ سال وفات وحیات وغیرہ پر بحث نہ ہوئی تھی۔ پھر کیا ہوا تھا؟ رسالہ موجود ہے ۔اب بھی اگر آپ لوگوں کو شوق ہے تو ادھر سے بھی انکار نہیں۔ دن اور مکان وغیرہ مقرر کیجئے ہم حاضر ہیں۔آپ اپنے مسیح موعود کی صداقت کے لئے دلائل دیجئے گا۔ہم جس مقدمہ دلیل پر چاہیں گے بحث کر کے مطلوب کی طرف آسان راہ نکال لیں گے۔ ان شاء اللہ۔

آپ لوگوں کو یہ بھی معلوم نہیں کہ قادیانی مباحثہ میں وفات مسیح کو اگر کچھ دخل ہے تو صرف اتنا کہ ان کی دلیل کا ایک مقدمہ ہے۔ دنیا میں کوئی اہل علم نہ ہوگا جو اپنے مخاطب کو کہے کہ آ میری دلیل کے مقدمہ پر بحث کر۔

افسوس ایسے لوگ مرزائی فرقہ میں بتعلیم مرزا قادیانی بہت سے ہیں جو اپنی دلیل کے مقدمہ کو مقصد بنا کر بحث کے لئے پیش کرتے ہیں

فما لھٰؤ لا ء القو م لا یکا دو ن یفقھو ن حد یثاً

(ہفت روزہ اہل حدیث ۲۲۔۲۹ رمضان ۱۳۳۵ھ مطابق ۱۳۔۲۰ جولائی ۱۹۱۷ء ج ۱۴ نمبر ۳۶۔۳۷ ص ۴)

چیستان مرزا پر ریویو

رسالہ چیستان مرزا جو دفتر اہل حدیث امرتسر سے شائع شدہ ہے اوس میں مرزا صاحب قادیانی کے الہامات کی گولائی دکھائی گئی ہے۔ایک زندہ دل ظریف مزاج ریویو نگار نے اوس پر نظم میں ریویو کیا ہے جس کے چند ابیات یہ ہیں

آپ کو سننی اگر ہو داستان میرزا
دیکھنے ہوں اپنی آنکھوں سے نشان میرزا
قادیان میں جا کے چڑھنا ہو اگر مینار پر
اور کرنی ہو وہاں سیر جہان میرزا

وہ جہاں ہے آسماں جسکا جواب ہے ریسماں
جسکے اندر جلوہ گر ہیں قدسیان میرزا
اس نبوت کے پرخچے گر ہوں اڑتے دیکھنے
جس کے قائل میں ابھی تک پیروان میرزا

الغرض پڑھنی اگر ہو قادیانیت کی شرح
مول لے لیجئے ٹکے میں چیستان میرزا
جس میں مولانا ثناء اللہ کا رنگین قلم
لوٹے لیتا ہے بہارِ بوستان میرزا
کوئی مولانا سے پوچھے بندہ پرور کس لئے
آپ نے چھینا ہے انداز بیان میرزا
گرمیء بازار پنجاب از طفیل میرزا ست
مہیں چہ آتش مے زنی اندر دکان میرزا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۱۔اکتوبر ۱۹۱۸ء مطابق ۵ محرم ۱۳۳۷ھ جلد ۱۵ نمبر ۴۹ ص ۱۱)

☆☆☆

(ردقادیانیت سے متعلق مولانا ثناء اللہ امرتسری کے رسائل کی فہرست جومختلف مصنفین نے دی ہوئی ہے، ان میں مباحثہ مالیرکوٹلہ کےعنوان سے مولانا کا کوئی رسالہ نظرنہیں آتا۔ مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ نے مناظرے کی مجمل کاروائی خوداہل حدیث امرتسر میں شائع کی تھی جب کہ مفصل اورمشترک روداد مہتم مناظرہ نواب احسان علی خان آف مالیرکوٹلہ نے شائع کرانا تھی اور نواب احسان علی کی طرف سے اعلان بھی ہوا تھا کہ عنقریب رودادشائع ہونے والی ہے جوکم وبیش ۲۵۰صفحات پرمشتمل ہوگی۔

مجھے یہ رودادکہیں سے مل نہیں سکی، لہذا مولانا ثناءاللہ امرتسری کی اپنی شائع کردہ مجمل رودادکو ہی ذیل میں مباحثہ مالیرکوٹلہ کے زیرعنوان نقل کیا جاتا ہے۔ بہاء)

مباحثہ مالیرکوٹلہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں؛

پنجاب ضلع لدھیانہ میں ایک اسلامی ریاست ہے جسکا نام ملیرکوٹلہ ہے۔ اسکے والی ریاست کے خاندان میں سے بعض لوگ زمین دار رئیس ہیں جن کوخوانین کہاجاتا ہے۔ان خوانین میں بعض شیعہ ہیں بعض سنی۔ایک رئیس میاں محمدعلی خان ہیں جوسر ذوالفقارعلی خان مقیم لاہور کے بڑے بھائی ہیں۔آپ نے قادیانی طریق اختیارکیاہواہے۔یہاں تک ترقی کرگئے ہیں کہ اپنے وطن مالیرکوٹلہ میں قیام چھوڑکر قادیان میں اقامت اختیارکرلی ہے۔مرزاصاحب کی دامادی کا بھی ان کوفخر ہے۔ مرزاغلام احمدصاحب قادیانی کی دوسری لڑکی اپنے لڑکے سے بیاہی ہے۔اپنی لڑکی مرزاصاحب کےلڑکے (نمبرسوم) شریف احمد سے بیاہ دی ہے۔غرض علاوہ عقیدت کے رشتہ داری بھی سخت مضبوط ہے۔آپ نے اشاعت مذہب کے ذیل میں اپنی ہمشیرہ صاحبہ کو (جومذہباً شیعہ ہیں) اوران کے ذریعہ سے اور بیگمات کوبھی مرزائیت سے مستفیض ہونے کی طرح ڈالی۔

آپ کی ہمشیرہ جو بو صاحبہ کے لقب سے مشہور ہیں، والی ریاست کی خالہ اور چچی ہیں۔ اس کے علاوہ خاندان میں بڑی ہونے کی وجہ سے خاص قابل عزت سمجھی جاتی ہیں۔ بو صاحبہ نے جواب دیا کہ میں علماء کو بلا کر مباحثہ کرانے کے بعد صحیح رائے قائم کرسکوں گی۔ چنانچہ بحکم: قرعہ فال بنام من دیوانہ زدند۔

ملیر کوٹلہ کے احباب میں سے تین اصحاب مجھے لے جانے کے لئے تشریف لائے۔ ان صاحبوں کا مجھ سے تعلق مودت تھا اس لئے میں بھی جانے پر مجبور ہوا۔

چنانچہ ۲۸ مارچ کو بو صاحبہ کے سامنے پس پردہ مباحثہ ہوا۔ حاضرین میں چار پانچ اہل علم ادھر تھے اور اتنے ہی اودھر جن میں مرزا صاحب کا لڑکا نمبر سوم بھی تھا اور مستورات میں مرزا صاحب قادیانی کی دختریں بھی بو صاحبہ کی ہم نشین تھیں۔

مباحثہ کی کیفیت یہ تھی کہ اندر سے سوال آیا کہ حضرت عیسیٰ کی زندگی کا ثبوت کیا ہے؟ اس مسئلہ پر دو پہر تک بحث ہوتی رہی۔

اس سے بعد پوچھا کہ سچے نبیوں کی صداقت معلوم کرنے کے معیار کیا ہیں؟ ادھر سے جواب دیا گیا کہ جن کی کوئی غیبی خبر (پیش گوئی) غلط نہ ہو۔

فریق ثانی نے متعدد معیار بتائے مثلاً:

۱۔ وہ دعوی الہام سے پہلے بے عیب ہو۔

۲۔ علمی کمالات رکھتا ہو۔ وغیرہ۔

ہمارے معیار کو بھی تسلیم کیا۔

اسکے بعد ان معیاروں پر مرزا قادیانی کے دعوی کو جانچا گیا اور خوب بحث ہوئی۔ جس میں بفضلہ تعالی اہل حق کو کافی کامیابی ہوئی۔

خاتمہ گفتگو پر میاں محمد علی خان صاحب کے منہ سے نکل گیا کہ ہم پبلک مباحثہ کرنے پر تیار ہیں۔ ادھر سے ان کے بھتیجے میاں احسان علی خان صاحب جو مذہباً شیعہ ہیں، نے کہا پبلک مباحثہ کے انتظام کا میں ذمہ دار ہوتا ہوں۔

مجھ سے پوچھا گیا آپ کب وقت دے سکتے ہیں؟ میں نے کہا میری طرف سے کل ہی شروع کر دیجئے۔ فریق ثانی نے کہا ہم کو خلیفہ صاحب سے اجازت حاصل کرنی ہے اور آپ سے شرائط کا تصفیہ بھی کرنا ہے۔

آخر میں نے اپنے اوقات کا لحاظ کر کے ۱۳، ۱۴، ۱۹، اپریل کی تاریخیں بتا دیں جو مقرر ہو گئیں۔ لیکن شرائط کے آنے میں بہت دیر لگ گئی۔ قریب تاریخ کے شرائط آئیں جن میں مبحث اور شرائط میں بہت الجھن تھی۔

مبحث یوں تھے:

۱۔ حیات و وفاۃ مسیح۔

۲۔ صداقت مرزا صاحب علاوہ پیش گوئیوں کے باقی معیاروں کے لحاظ سے۔

۳۔ پیش گوئیوں پر اصولی بحث۔

۴۔ مرزا صاحب کی پیش گوئیاں اصولی بحث کے لحاظ سے پوری ہوئیں یا نہیں۔

۵۔ مرزا صاحب کا مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اسکے علاوہ شرائط اور طریق بحث میں بہت الجھن تھی میں نے جواب دیا کہ: مضمون زیر بحث یہ ہوگا: مرزا صاحب نبی تھے یا دجال۔ اور طریق بحث وہی ہوگا جو مباحثہ امرتسر میں خود مرزا صاحب اور پادری عبداللہ آتھم کے مابین تھا جس سے انکار کرنے کی فریق ثانی کے پاس کوئی وجہ نہیں۔

امرتسر میں مباحثہ کی صورت یہ تھی کہ فریقین ایک ایک گھنٹہ بولتے تھے محرر لکھتے جاتے۔ مگر فریق مرزائی نے باوجودیکہ ان کے نبی کی سنت تھی کسی خاص مصلحت سے عرصہ تک انکار ہی رکھا آخرکار میں ۱۲۔ اپریل کو پہنچ گیا اور ۱۳ کو بغرض تصفیہ شرائط مجلس ہوئی چونکہ فریقین کے دو دو ہی ممبر ہوتے تھے باوجود ادھر سے اصرار کرنے کے کسی غیر مذہب کو پانچواں ممبر نہ مانا اس لئے فیصلہ نہ ہو سکا۔

لطف یہ کہ دو شرطوں پر زیادہ جھگڑا رہا حالانکہ دونوں یا تو علم مناظرہ میں یا مرزا صاحب کے فعل سے طے شدہ تھیں۔ شرط اول یہ تھی کہ مدعی اور سائل کے حقوق کیا کیا ہوں گے۔ ہماری طرف سے کہا گیا بقاعدہ علم مناظرہ مدعی اور سائل (فریق ثانی) دونوں آزاد ہیں۔ مدعی اپنے اثبات دعوی میں جو کچھ اپنے دعوے میں مفید سمجھے پیش کر سکتا ہے۔ سائل کے تینوں حقوق ہوں گے نقض، منع اور معارضہ۔

جواب ملتا رہا کہ نہیں مدعی کی جانب تو وسعت مانیں کیونکہ خود مدعی تھے، مگر سائل کو بندش کریں۔ اور کس لطافت اور معشوقانہ انداز سے کریں کہ ڈاکٹر جس طرح

چاہے مریض اس کے تابع چلے، مریض اپنی مرضی استعمال نہیں کرسکتا۔ ہم چونکہ تم لوگوں کے معالج ہیں اس لئے جو دلیل ہم پیش کریں اسی پر سوال کرو۔ اپنی طرف سے کوئی دلیل (بصورت معارضہ) پیش نہ کریں۔ اس ظلم بلکہ معشوقانہ بے انصافی پر یہ کہا جاتا ہے کہ علماء محمدی شرائط طے نہیں کرتے۔ اس وقت میرے دل میں یہ شعر آیا کہ:

الٹے ہی شکوے کرتے ہیں اور کس ادا کے ساتھ
ناطاقتی کے طعنے ہیں عذر جفا کے ساتھ

ہر چند فن مناظرہ کی درسی کتاب رشیدیہ دکھائی گئی مگر بقول:

چوں غرض آمد ہنر پوشیدہ شد

ادھر سے کہا گیا اچھا ہم کو سائل کی حیثیت میں پورے حقوق نہیں دیتے ہو، تو ہم بھی تکذیب کے مدعی بنیں گے اور وسعت کے ساتھ بیان ہوگا مسیح موعود کے تعلیم یافتہ ماہرین قرآن و حدیث۔ جھٹ سے بولے تکذیب کے کیسے مدعی؟ جواب دیا گیا جیسے قرآن مجید الوہیت مسیح کی تکذیب کا مدعی ہوکر دلیل بلکہ دلائل پیش کرتا ہے

ما المسیح ابن مریم الّا رسول ...

مگر کون مانے۔

و ان یّروا سبیل الرشد لا یتّخذوہ سبیلاً۔

خدا خدا کر کے یہ بدیہی شرط چوتھے روز کہیں جا کر فیصل ہوئی، اس روز ممبر فریق ثانی حافظ روشن علی تھے۔ محمدی فریق خاکسار۔

دوسری شرط سخت متنازعہ حکم (منصف) کی تجویز تھی۔ اس تجویز پر ادھر سے مرزا غلام احمد صاحب کی تحریرات دکھائی گئیں کہ انہوں نے خود آریوں کے مقابلہ میں منصف مانے تھے۔ جواب ملا ان دنوں وہ احد من الناس تھے، مامور نہ تھے۔ حالانکہ ان کا دعوی ان دنوں بھی مجدد کا تھا۔

خیر یہ سلسلہ آخر تک رہا اور حکم کی تجویز فریق ثانی کے لئے نامنظور رہی۔ دلیل یہ بیان کی کہ مذہبی عقاید میں کسی کے فیصلہ سے تبدیلی کرنی جائز نہیں۔ ان میں اللہ اور رسول کا ہی فیصلہ ہونا چاہیے۔ جواب دیا گیا کہ اگر اقرار نامہ میں لکھا جائے کہ اس فیصلہ کا اثر عقیدے پر نہ ہوگا، بلکہ محض پیش کردہ دلائل پر فیصلہ ہوگا اور منصف یہ بھی

لکھ دے کہ میرے فیصلے سے کسی کے عقیدے پر اثر نہ ہونا چاہیے ایسے منصف کے تقرر پر کیا اعتراض۔

اسکو بھی اسی عذر سے نہ مانا کہ دلائل کے ضعف اور قوت پر فیصلہ ہونے سے بھی عقیدہ پر اثر پہنچے گا۔ یا للعجب۔ مبحث بجائے ایک کے حسب خواہش ان کے پانچ مقرر ہوئے۔

١۔ حیات مسیح۔ مدعی ہم۔

٢۔ معیار صداقت ماموریں۔ مدعی وہ۔

٣، پیش گوئیوں پر اصولی بحث۔ مدعی وہ

٤۔ صداقت مرزا۔ مدعی وہ

٥۔ مولوی ثناء اللہ سے مرزا صاحب کا آخری فیصلہ۔ مدعی ہم

ان مباحث پر مفصل بحث ہوئی فریق ثانی نے شرائط کے تصفیہ میں جو وقت لگایا تھا افسوس عملی طور پر انہوں نے سب شرائط کو بالکل توڑ دیا۔

لطیفہ حیرت انگیز:

مسئلہ حیات مسیح پر ان لوگوں کو بڑا ناز ہے مگر ناظرین حیرانی سے سنیں گے کہ اس مسئلے پر میری پہلی تقریر بیس منٹ ہوئی جس میں، میں نے آیت

ما قتلوہ یقیناً بل رفعه الله الیه

کی تاریخ بنی اسرائیل اور قرآنی علم بلاغت سے تشریح کر کے پورے بیس منٹ میں تقریر ختم کر کے قریباً ١٥ منٹ میں مقابلہ کرا کر پرچہ دے دیا۔

مگر فریق ثانی کے فاضل مقرر شیخ عبدالرحمٰن معروف مصری جو کھڑے ہوئے تو بیس منٹ میں جو لکھایا، پونے تین گھنٹوں میں پرچوں کا مقابلہ اور تصحیح ہوئی یہاں تک کہ لوگ تنگ آ کر چلے گئے دو تین دفعہ میں خود تکان اتارنے کے لئے بازار میں ٹہل آیا ، یہ ہے فریق ثانی کی قوت بیان اور شروط کا:

قیاس کن زگلستان من بہار مرا

باقی مبحث بھی ماشاء اللہ خوب رہے۔سب سے آخری مبحث تو فیصلہ کن تھا اس لئے کہ اس کے تصفیہ کے لئے ہمارے سہ صدی دوست پرانے شکار منشی قاسم علی پیش آئے۔بس پھر تو کیا تھا سارا لدھانہ کا نقشہ ہماری آنکھوں کے سامنے پھر گیا۔

قصہ مشہور ہے کہ ایک گاؤں میں نک کٹے لوگ رہتے تھے، وہاں کوئی سالم ناک والا جا پہنچتا تو اس کے کہنے سے پہلے ہی وہ اسکونکو کہنے لگتے۔اسی طرح منشی قاسم علی صاحب نے ازخود اپنی ابتدائی تقریر میں لدھیانہ کا ذکر کیا۔ بلکہ یہاں تک فرمایا کہ ہم نے تین سو روپیہ دیا تھا اب ہم زیادہ دینے کو بھی تیار ہیں ،وغیرہ ۔ اس وقت مجھے شعر یاد آیا

عجب ہوشیاری کہ نادان بن کر
ہمیں سے ہمارا گلہ ہو رہا ہے

خیر یہ ہوئی ان کی ابتدائی بات مگر معلومات کے لحاظ سے کوئی نئی بات نہ کہی آخر مجھے کہنا پڑا کہ مجھے خیال تھا آپ نے فتح لدھیانہ کے بعد معلومات میں کچھ اضافہ کیا ہوگا۔مگر افسوس:

جو آرزو ہے اسکا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھو آرزو نہ ہو

تیسرا سوال تھا کہ مرزا صاحب جو ایسے رتبے کے مدعی تھے جو کہتے ہیں کہ

آنچہ دادہ است ہر نبی را جام
داد آں جام مرا بتمام
کربلائیست سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم

ایسے مدعی مراتب عالیہ نے جو بڑے سوز وگداز سے یہ دعا کی کہ:

الٰہی مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما جو تیری نگاہ میں جھوٹا اور مفسد ہے اس کو سچے کی زندگی میں موت دے

یہ دعا مرزا صاحب کی قبول ہوئی یا نہیں؟

اسکے جواب میں منشی صاحب نے جو فرمایا ہم ان کے شکر گذار ہیں کہ صاف

لفظوں میں تین دفعہ فرمایا۔قبول ہوئی،قبول ہوئی،قبول ہوئی۔

چونکہ آپ سمجھے تھے کہ اس کی قبولیت کا نتیجہ بہت بے ڈھب ہے۔یہی کہ:

لکھا تھا کاذب مرے پیشتر۔کذب میں سچا تھا پہلے مرگیا

اسلئے آپ نے اس کی پیش بندی کی کہ حضرت صاحب نے تم کو مباہلہ کی دعوت دی تھی جسے تم نے نہیں مانا۔ بلکہ تم نے کہا تھا کہ کہ جھوٹے کو مہلت ملتی ہے، اس لئے تم کو مہلت ملی لہذا تم جھوٹے۔

اس کے جواب میں، میں نے اخبار بدر قادیان ۱۳ جون ۱۹۰۷ء سے دکھایا کہ مباہلہ سے مایوسی کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دل میں خدا نے اس دعا کی تحریک کی۔ثابت ہوا کہ مباہلہ اور انکار کو اس دعا کی شرطیت میں کوئی دخل نہیں۔ الحمدللہ

چیلنج منظور

ہمارے سہ صدی دوست منشی قاسم علی نے بہت دفعہ کہا کہ ہم پھر اسی مسئلہ پر آپ سے انعامی مباحثہ کرنا چاہتے ہیں۔لہذا ہم بھی ان کی حسب خواہش ان کا یہ چیلنج منظور کرتے ہیں بایں شرط کہ

۱۔وہ اپنے خلیفہ کو مقابلہ میں لاویں یا ان سے تحریری نیابت حاصل کر کے شائع کردیں

۲۔سابقہ مباحثہ ۱۹۱۲ء میں ہوا تھا اس زمانہ کی نسبت آج سب چیزوں کا نرخ اوسطاً چارگنہ ہے اس لئے انعامی رقم بھی ایک ہزار ہونی چاہیے۔

ان دو شرطوں کے علاوہ باقی شرطیں بدستور۔سنو:

ہم بھی قائل تری نیرنگی کے ہیں یاد رہے
او زمانے کی طرح رنگ بدلنے والے

مخصوصات مباحثہ ہذا:

مرزائی مباحثات تو اب روزمرہ کے محاورات ہو رہے ہیں اس لئے ناظرین اور سامعین کو خیال ہوگا کہ وہی دلائل پیش ہوئے ہونگے جو عموماً پیش ہوا کرتے ہیں۔

یہ سچ ہے کہ مبحث جب ایک ہی ہو تو دلائل بھی وہی ہوں گے لیکن اس مباحثہ میں چند باتیں نئی بھی پیش آئیں ۔ امید ہے ناظرین کو مفید ہوں گی۔ فریق ثانی کا تو یہ عموماً دعوی ہوا کرتا ہے کہ معیار نبوت پر نبوت مرزا کو پرکھ لو، گو پرکھنے کے وقت وہ معیار نبوت کو اسی طرح بگاڑا کرتے ہیں جس طرح عیسائی توحید کے قائل ہو کر توحید خالص کو، لیکن اس مباحثہ میں بہت بے ڈھب پھنسے۔ معیار صداقت کی بحث میں میں نے پوچھ لیا کہ نبوت کے جملہ معیار تم کو قبول ہیں یا کوئی کوئی۔

جواب ملا، جملہ۔

بہت خوب میں نے نبوت محمد یہ کے معیاروں میں سے دو معیار مندرجہ ذیل پیش کئے:

امی (ان پڑھ) ہونا۔ ثبوت:

وما كنت تتلوا من قبله من كتا ب و لا تخطّه بيمينك اذا لّارتاب المبطلو ن (العنکبوت۔۴۸)...

(اے محمد ﷺ تم اس کتاب (قرآن) سے پہلے نہ تو کوئی کتاب پڑھا کرتے تھے اور نہ اپنے ہاتھ سے لکھتے تھے، ورنہ بے ہودہ لوگ تمہاری صداقت میں شک کرتے)

دوسرا معیار۔ شعر گوئی۔ آیت مندرجہ ذیل ملاحظہ ہو۔

ما علّمناه الشّعر وماينبغي له (یس:۶۹)

(ہم نے نبی کو شعر گوئی نہیں سکھائی، نہ اس کو لائق ہے)

یہ دونوں آیات بتا رہی ہیں کہ جو شخص بروز اور ظل محمدی ہونے کا دعوی کرے جو مرزا صاحب کرتے تھے اور نبوت محمد یہ سے اپنی نبوت کو حاصل کردہ جانے ،ضرور ہے اس میں بھی یہ دونوں وصف : امی ہونا ، اور شعر بنانے کی قابلیت نہ ہونا ،موجود ہوں۔ اب ہم پوچھتے ہیں کیا مرزا صاحب امی (ناخواندہ) تھے ؟ کیا مرزا صاحب شاعر نہ تھے ؟ کیا درثمین ان کی نظموں کا مجموعہ نہیں ہے ؟ یہ سوال الگ ہے کہ مرزا صاحب شاعر پورے تھے یا ادھورے۔ بہر حال شاعر تھے اور شاعری پر فخر کیا کرتے تھے نتیجہ صاف ہے کہ بروز محمدی سے حصہ نہ رکھتے تھے۔

دوسری بات جونئی شکل میں پیش آئی یہ تھی کہ فریق ثانی نے بھولے سے دعوی کرلیا کہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ بنگالیوں کی دل جوئی ہوگی ۔ باوجودیکہ حکومت کی طرف سے صاف صاف جواب مل چکے تھے تاہم بادشاہ نے دربار دہلی میں تقسیم بنگال منسوخ کر کے بنگالیوں کی دل جوئی کی ۔

میں نے کہا میں تو اس پیش گوئی کا شاید ذکر نہ کرتا مگر چونکہ فریق ثانی نے کیاہے اس لئے مجھے بھی کچھ کہنا پڑتا ہے۔ میرا دعوی ہے کہ خدا نے شاہ جارج پنجم کو اس مخفی غرض سے بھیجا تھا کہ ہندوستان جا کراعلان کریں کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی ہے ۔ سامعین ہمہ تن گوش ہوکرمتوجہ ہوئے تو میں نے قادیان کا ماہواری رسالہ ریویوآف ریلی جنز بابت ۱۹۰۶ء.. نکال کر سنایا کہ اس میں صاف لکھا ہے کہ،

بنگالیوں کی دل جوئی ہوگی مگر تقسیم بنگالہ منسوخ نہ ہوگی ۔،

لیکن بادشاہ جارج نے بذات خود دربار دہلی میں تقسیم بنگال کی منسوخی کا اعلان فرمایا تو ثابت ہوا کہ بادشاہ کے آنے میں ملکی مصالح تو جو ہوں سو ہوں مگر خدائی مصلحت اس میں یہ تھی کہ مرزا صاحب کی تکذیب کسی بڑے عزت دار غیر جانبدار سے کرائیں ۔سو الحمدللہ پوری ہوگئی

تیسری خصوصیت اس مباحثہ میں یہ ہوئی کہ تصفیہ کے شرائط کے وقت میاں محمد علی خان صاحب داماد مرزا غلام احمد قادیانی نے کہا،

حکم تو جائز نہیں حلف جائز ہے،

ہم مولوی ثناء اللہ صاحب کی حلف منظور کرتے ہیں کہ بعد مباحثہ وہ حلف اٹھا کر فیصلہ کردیں ۔

میں نے سنتے ہی فوراً ایک تحریر مجلس شوری قضیہ شرائط میں بھیج دی جو یہ ہے:

اگر سال یک معینہ عذاب سے ہم (یعنی میں بمعاہل وعیال) محفوظ رہے تو جتنے ممبران احمد یہ اس بحث میں موجود ہیں سبکو میرے ہاتھ پر توبہ کرنی ہوگی،

بس یہ تحریر دیکھتے ہی خاموشی ہوگئی ۔

بات یہ ہے ان لوگوں کو تحقیق حق سے کوئی مطلب نہیں۔ دفع الوقتی یا برمحل بات بنالینی ایک فن ہے جس میں ان کو کمال مشق ہے۔ سو جو شخص اس فن میں ان کا

واقف ہو اس پر ان کا کوئی اثر نہیں ہو سکتا۔

اطلاع: یہ مباحثہ مشترک شکل میں چھپنے کی بھی ایک شرط ہے۔ چھپنے کی مدت دو ماہ تک ہے۔ جو صاحب اس مباحثہ کی کاپی لینا چاہیں جو غالباً مفت ہو گی یا کچھ دریافت کرنا چاہیں وہ پتہ ذیل سے خط و کتابت کریں:

میاں احسان علی خان صاحب رئیس مالیر کوٹلہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۹۔ اپریل ۱۹۲۱ء ص ۱۔۴)

قادیانی خلیفہ صاحب غور سے سنیں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

میاں محمود صاحب!

۳ مئی سنہ رواں کو منشی قاسم علی نے ایک اشتہار انعامی یک ہزار روپیہ دیا تھا جس کی پیشانی پر آپ کی اجازت لکھی ہے۔

مضمون کا اشتہار یہ تھا کہ میں حضرت عیسیٰ مسیح کی زندگی اور رفع جسمانی اور تکذیب مرزا پر مالیر کوٹلہ کی جامع مسجد میں چل کر قسم کھاؤں جس میں یہ بھی مندرج ہو کہ اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو ایک سال کے اندر مجھے اور میری بیوی بچوں کو برباد کر

چونکہ اس کا نتیجہ صاف ہے کہ اگر ایک سال تک میں برباد نہ ہوا، تو خدا کے ہاں سچا ہونگا، جسکا آپ کو بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ اس لئے میں نے اس کے جواب میں بذریعہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۰ مئی ۱۹۲۱ء اور اشتہار مورخہ ۱۴ مئی سنہ رواں کے اس نتیجہ کو جو بالکل صحیح ہے، آپ کے لفظوں میں ظاہر کیا تھا کہ اگر ایک سال تک میں تباہی سے محفوظ رہا، تو یقیناً خدا کے کے ہاں سچا ہونگا، اس لئے آپ لوگوں کو میرے سامنے توبہ کرنی ہو گی۔

میرا خیال تھا کہ چونکہ یہ تجویز آپ ہی کی طرف سے ہے، اور آپ ایک مدعی نبوۃ کے صاحبزادہ ہیں اور آپ کا لقب قمر الانبیاء ہے، اور آپ بقول اپنے باپ کے مصلح اعظم اور کان اللہ نز ل من السماء (گویا خدا اوپر سے اتر آیا) کے مصداق ہیں،

اس لئے ایسے معقول نتیجہ کو فوراً مان لیں گے، اور ماننا بھی چاہیے تھا کیونکہ ایک سال کے اندر تباہ ہونے سے اگر میں باطل پرست ثابت ہونگا، تو ایک سال تک صحت و سلامتی کے ساتھ زندہ رہنے سے حق پرست ضرور ثابت ہونگا۔ ورنہ اس حلف کے اٹھانے کا کیا فائدہ؟ مگر افسوس میرے خیال کے خلاف آپ نے اس نتیجہ صحیحہ کی تسلیم سے اپنے اشتہار مورخہ ۱۹ مئی ۱۹۲۱ء میں انکار کر دیا۔

میاں (محمود) صاحب! آپ اتنا تو بتائیے اور مختصر لفظوں میں بتائیے کہ جس صورت میں ایک سال کی مدت میری بربادی کے لئے مقرر ہو، گو میرے دعائیہ لفظوں میں ہو مگر ہو آپ کی تجویز سے، تو پھر اگر میں ایک سال میں مع بیوی بچوں کے برباد نہ ہوں، تو میری راست بازی کیوں نہ ثابت ہو۔ اور اگر ثابت ہو تو اسکو ماننے سے آپ کو انکار کیوں ہو؟ کیا آپ اس سے انکار کر کے امید رکھتے ہیں کہ دنیا کے اہل عقل صاحب الرائے آپکے ساتھ متفق ہونگے۔

ہاں آپ نے یہ خوب کہا کہ ہمارے اشتہار میں بطور جملہ خبریہ کے نہیں ہے کہ ثناء اللہ ایک سال تک برباد ہو جائے گا۔

میاں صاحب! آپ تو معذور ہیں کیونکہ آپ علوم عربیہ اور اصولیہ سے واقف نہیں، مگر کیا آپ کے مصاحبین میں بھی کوئی ایسا ذی علم نہیں جو آپ کو اقتضاء النص کے معنی سمجھا دے۔ زیادہ نہیں تو اصول کی کتاب نور الانوار ہی دیکھ لیتے۔

سنئے! جب ایک سال میری بربادی کی مدت ہوئی اور میں برباد نہ ہوا، تو نتیجہ آپ ہی بتائیں کیا ہوا؟ کیا میں بدستور سابق جھوٹا ہی رہا؟ پھر تو اجتماع نقیضین لازم آئے گا۔

ہاں یہ عجیب بات ہے کہ آپ کی اجازت سے منشی قاسم علی لکھتے ہیں کہ اشتہار تو میرا (قاسم علی کا)، پھر میں نے آپکو کیوں خطاب کیا۔ حالانکہ اس کی وجہ میں اسی اشتہار میں لکھ چکا تھا۔ تعجب ہے کہ آپ اور آپ کے مرید باوجود دیکھنے کے دیکھتے نہیں لھم اعین لایبصرو ن بھا۔

سنئے اسکے جواب میں میں اپنے سابقہ اشتہار مورخہ ۱۴ مئی میں سے اپنے الفاظ نقل کرتا ہوں جن کا جواب آپ کی طرف سے نہیں دیا ہے وہ یہ ہیں:

چونکہ اصل مخاطب میرے خصوصاً اس قسم کی دعا گوئیوں میں آپ کے والد (مرزا غلام احمد صاحب) تھے اور آپ اپنے والد کے صحیح قائم مقام ہیں نیز آپ کی اجازت سے اشتہار مذکور نکلا ہے اس لئے میں اس بارے میں آپ ہی کو صحیح مخاطب جانتا ہوں۔

میاں صاحب! یہ میرا احسان ہے کہ میں آپ کو یا آپکی جماعت میں سے کسی فرد کو مخاطب کرتا ہوں۔ ورنہ میرا اصل خطاب تو آپ کے والد صاحب سے تھا جو بانی سلسلہ احمدیہ تھے میں ان کو اور وہ مجھ کو خطاب کرتے تھے۔ لطف صحبت تھا۔ اب تو

آں قدح بشکست وآں ساقی نماند۔

تاہم ... بادل نخواستہ لڑکوں اور ماتحتوں سے بھی گفتگو اور خطاب کرنا کوئی ہتک نہیں بلکہ سنت ہے۔ پس آپ منشی قاسم کو اپنی اجازت اور باپ کی قائم مقامی کو یاد کرکے بنی ا لا میر المد ینه والی مثال کے معنی حدیثوں کے پتلے (مرزا قادیانی نے مولوی محمد احسن صاحب کو حدیثوں کا تھیلہ لکھا ہوا ہے۔ ملاحظہ ہو آئینہ کمالات۔ ص۶۰۳) مولوی محمد احسن صاحب امروہی سے دریافت کریں تو آپ کو یقین ہو جائے گا کہ میرا آپ کو مخاطب کرنا بالکل صحیح ہے اور نتیجہ بھی بہت درست ہے۔

ہاں یہ بات آپ نے ایک معقول کہی ہے جو آب زر سے لکھنے کے قابل ہے جس کو آپ ہی کے الفاظ سے نقل کرتا ہوں جو یہ ہیں:

> اس بھلے مانس (ثناء اللہ امرتسری) کو اتنی بھی خبر نہیں کہ جو شخص ایک ایسی حلف کا معاوضہ ایک ہزار روپئہ دیتا ہے جس حلف کو بلا معاوضہ ایک نہیں سو بار بھی ایک کوئی چاہے تو ایک ایمان دار کا فرض ہے کہ وہ اٹھائے، تو کیا معاوضہ پاکر حلف اٹھانے والے کا بھی حق ہے کہ آگے سے وہ کہے کہ ہزار روپئہ کے علاوہ ایک مکان بھی مجھے ہبہ کردو۔

بے شک اس کا ایسا کہنا نا معقول ہے لیکن اگر حلف دہندہ اس کو دھمکی دے اور بجائے سادہ حلف کے اپنے من گھڑت لفظوں میں حلف پیش کرے کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو ایک سال میں تباہ و برباد ہو جاؤں تو چونکہ یہ حلف سے زائد مضمون ہے، اس لئے اس کا بھی حق ہے کہ وہ اس کے مقابلہ میں زیادہ نہیں تو ایک سال تک بربادی سے بچ رہنے کے نتیجہ سے تصدیق کرانے کی شرط لگائے۔ چنانچہ اسی لئے ہم نے لگائی ہے

ورنہ اگر تم سادہ حلف اتنے مضمون (کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور مرزا صاحب قادیانی اپنے دعویٰ نبوت والہام میں جھوٹے تھے) مجھ سے لینا چاہتے ہیں تو لیجئے علاوہ اس قسم کے جو ۱۹، مارچ ۱۹۲۱ء کو جلسہ قادیان میں بموجودگی ہزار ہا لوگوں کے کھا چکا ہوں اب بھی کہتا ہوں :

واللہ باللہ میرا اعتقاد ہے کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور مرزا جھوٹا۔

ا للھم اشھد اللھم اشھد اللھم اشھد

پس اگر یہی آپ کا تقاضا تھا تو لیجئے بغیر ایک ہزار لئے بھی میں نے پورا کر دیا۔ ہزار روپئے کی صورت میں تو تم لوگ کہتے کہ لالچ کے مارے جھوٹی قسم کھا لی ہے۔ بغیر روپئے لئے تو نہ کہو گے۔ بس ما بخیر شما بسلامت۔ والسلام خیر الختام۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جون ۱۹۲۱ء ص ۴۔۵)

اعلان برائے طبع مباحثہ مالیر کوٹلہ

(از مہتمم اعلیٰ مباحثہ)

مالیر کوٹلہ کے مباحثہ کی سہ روزہ روئداد اب مکمل ہو چکی ہے اور مطبع کو جا رہی ہے۔ عام حالات میں روئداد مذکورہ ایک عرصہ پیشتر مکمل ہو جانی چاہیے تھی لیکن خلاف توقع اس کا مجسم مجوزہ حدود سے تجاوز کر گیا اور اب وہ بصورت مطبوعہ ۲۵۰ صفحات سے کم پر محیط نہ ہو گی۔ علاوہ بریں رمضان المبارک کے باعث کام مسلسل نہ ہو سکا۔

روئداد ہذا میں یہ امر ملحوظ رکھا گیا ہے کہ ہمیں فریقین کے دلائل پر کوئی تنقید یا محاکمہ نہ ہو، اس کا آہنگ بیان سرتاپا غیر جانبدار ہو اور عوام اپنا ذاتی اجتہاد کر سکیں۔

مباحثہ مذکورہ کی شرائط قریباً دو ہفتے میں طے ہوئیں اور اس کے نتائج اور عواقب بھی نہایت دلچسپ ہیں۔ ان تمام امور کا تقاضا تھا کہ جملہ مراحل کو بہ تفصیل تمام بیان کیا جاتا۔ اس لئے روئداد متذکرہ میں واقعات ایک معرا صورت میں بلا تبصرہ اپنے ربط طبعی کے ساتھ مرتب کئے گئے ہیں۔

فریقین کی تقریروں کی مکرر کتابت اور جداگانہ مراتب میں ان کی تقسیم ایک دوسرا مرحلہ تھا جس نے توقف میں اور اضافہ کر دیا کیونکہ اگر تقریروں کو محض کاتب کے

ترحم پر چھوڑ دیا جاتا اور انہیں ابتدائی مسودات کے مطابق نقل کرتا تو ان میں موجودہ دل آویزی پیدا نہ ہوسکتی۔

روئداد کی نسبت یہ اہتمام کیا گیا ہے کہ وہ اس امتیازی مباحثہ کی شان کے شایان ہو اور کتابت وطباعت میں ممتاز ہو۔

نظر بر امور بالا کتاب کے میعاد معینہ میں شائع ہونے کی توقع نہیں تخمینہ کیا گیا ہے کہ اہتمام مجوزہ کے ساتھ کتاب کی اشاعت ماہ ہذا کے آخر تک ہوسکے گی مجھے فریقین سے توقع ہے کہ وہ اس کی اشاعت تک اپنی رواداری کو قائم رکھیں گے اور کسی عجلت سے کام نہ لیں گے اگر چہ انہیں میعاد مقررہ کے بعد جدا گانہ اظہار رائے یا منفردانہ روئداد کی اشاعت کا حق حاصل ہے لیکن میں جانبین اور ان کے صدور سے درخواست کرتا ہوں کہ وہ اپنے استحقاق کو آخر جون تک محفوظ اور معلق رکھیں کیونکہ بصورت دیگر روئداد کی تدوین میں جو کاوش کی گئی ہے وہ یکسر باطل ہوجائے گی دوران مباحثہ میں بھی ہم فریقین کی سہولیت اور مباحثہ کی تکمیل کے لئے شرائط کے اوقات میں توسیع کر چکے ہیں (امر واقعہ یہ ہے کہ جو کچھ توسیع ہوئی تھی وہ احمدیوں کے لئے ہوئی تھی محمدیوں کے لئے نہیں، نہ محمدیوں کو ضرورت ہوئی نہ درخواست کی۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) اور اب کامل توقع ہے کہ طرفین ایک جانبدارانہ روئداد کی اشاعت کیلئے میعاد مذکورہ کی توسیع کو جو حالات کے ناگزیر تقاضا سے پیدا ہوئی ہے گوارا کریں گے اور کسی عجلت کے اظہار سے اپنے ضعف واضطراب کا ثبوت نہ دیں گے۔

میں اسکی اطلاع فریقین کے صدور اور ان کے اخبارات کو بھیج رہا ہوں۔

والسلام، خان محمد احسان علی خان از مالیر کوٹلہ

اڈیٹر اہل حدیث امرتسر لکھتے ہیں کہ:

یہ بھی ذکر ہو چاہیے تھا کہ کتاب مفت ملے گی یا بقیمت۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ جون ۱۹۲۱ء ص ۸)

☆☆☆

حیدرآباد دکن میں ثنائی معرکہ آرائیاں

(جنوری ۱۹۲۳ء میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری، حیدرآباد دکن تشریف لے گئے تھے جہاں چند ہفتے قیام کے دوران میں قادیانیوں سے ان کی خوب معرکے ہوئے۔ان معرکہ آرائیوں کی داستان وقتاً فوقتاً انجمن اہل حدیث سکندرآباد دکن، اور اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوتی رہی۔ ذیل میں حیدرآبادی روداد بقلم شیخ الاسلام مولانا امرتسری درج کی جارہی ہے۔ بہاء)

میں حیدرآباد میں کیا کر رہا ہوں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں:

حیدرآباد دکن اور اسکے مضافات میں چپکے چپکے قادیانی تحریک پھیل رہی ہے جس کی وجہ سے اچھی ایک بھاری تعداد جماعت قادیانی (مرزائی) ہو چکی ہے اس لئے احباب دکن کی خواہش تھی کہ میں اس طرف پہنچوں حالانکہ تصنیفات پہنچ سکتی ہیں مگر احباب کا خیال تھا کہ بہت سے لوگ تصنیفات سے مستفید نہیں ہو سکتے چنانچہ وہ وقت آ گیا جو علم الٰہی میں میرے سفر دکن کے لئے مقرر تھا کہ میں ۱۳ جنوری کو گھر سے نکل کر بذریعہ ڈاک ۱۶ جنوری کو سکندرآباد (حیدرآباد) پہنچا دہلی سے مولوی محمد صاحب اور امرتسر سے مولوی محمد امین صاحب میرے ساتھ پہنچے جلسہ ہائے وعظ کئی ایک ہوئے جنکا ذکر یہاں (حیدرآباد) کے مقامی اخبارات میں ہوتا رہا وہ جلسے کس غیر معمولی رونق کے تھے؟ اور ان میں کیا بیان ہوتا ہے بطور نمونہ ایک جلسہ کا بالاختصار ذکر رہبر دکن سے نقل کیا جاتا ہے۔

پرسوں شب حسب اعلان نواب فیاض علی خان صاحب کی ڈیوڑھی کے صحن میں بصدارت مولوی محمد صاحب دہلوی ایک جلسہ عام منعقد ہوا جس میں مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرزا صاحب کی نبوت پر ایک مبسوط تقریر کی ۷۔۸ ہزار آدمیوں کا مجمع تھا مولوی صاحب موصوف نے اپنی تقریر اقسام توحید کی تشریح فرمائی بتایا کہ توحید دو قسم کی ہے ایک توحید ذات دوسری توحید عبادت ہندوستان میں بہت سے ایسے فرقے ہیں جن میں سے کسی میں توحید ایسی مکمل شکل میں نہیں پائی جاتی جیسی کہ اسلام میں ہے ہندؤوں میں شرک عبادت و شرک توحید ذات دونوں پایا جاتا ہے نصرانیوں میں بھی شرک عبادت و شرک ذات ہے کہ خدا، خدا کے بیٹے، اور روح القدس کو ایک سمجھنے اور ان سب کی عبادت کرنے کی تلقین کی گئی ہے آریہ سماج کی تعلیم شرک عبادت سے بری ہے لیکن شرک ذات یہاں بھی موجود ہے کہ وہ خدا، اور ارواح کو برابر قدیم مانتے ہیں گویا مادہ اور روح پہلے سے موجود تھے اور خدا بھی جو پہلے سے موجود تھا اس نے ان دونوں کو ترکیب دے کے اس کائنات کو پیدا کرلیا لیکن اسلام ایک ایسی ذات واحد کا قائل ہے جو خود مادہ اور ارواح کا بھی خالق ہے اور اس طرح مسلمانوں کا خدا آریہ عقیدہ کے خدا پر ترجیح رکھتا ہے کہ کامل الاختیار ہے اور مادہ اور ارواح کا محتاج نہیں

اس کے بعد آپ موضوع بحث پر اس طرح آئے کہ پنجاب کو بھی ایک ایسے نبی کے پیدا کرنے کا فخر ہے جو اپنے آپ کو خدا میں شامل بلکہ خود خدا دیکھتے ہیں اور پھر ثبوت کے لئے یہ کہتے ہیں کہ میں نے آسمان بھی بنائے اور ستارے بھی بنائے وغیرہ، مولانا نے اثناء تقریر میں مرزا صاحب کے ہر دعوی کی عبارت خود مرزا صاحب کی کتابوں سے پڑھ کر سنائی اور مزید تصدیق کے لئے خود بھی نہ پڑھی بلکہ کتاب کو اوروں کے حوالہ کیا کہ وہ خود حاضرین کو بلند آواز سے سنادیں

اس کے بعد آپ نے مرزا صاحب کے ان الہامات پر بحث فرمائی جو آپ

کی وفات اور پیدائش سے متعلق ہیں اور مولانا کا بیان اس موقع پر نہایت ظریفانہ اور دل نشین تھا آپ نے مرزا صاحب کی کتابوں سے الہام کی عبارت پڑھی اور پڑھوائی تین جگہ اپنی عمر کی نسبت مرزا صاحب نے پیش گوئی فرمائی ہے ایک جگہ تو خدا نے آپ سے بذریعہ الہام فرمایا کہ آپ کی عمر ۸۰ یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی اور دوسرے دو معاونی الہاموں سے مرزا صاحب کی عمر کا تعین ۷۶ سے ۸۶ تک کیا گیا ہے مولوی صاحب نے اول تو حاضرین کی توجہ نفس الہام کی جانب مبذول کرائی کہ اس سے خود خدا کے علم پر حرف آتا ہے گویا اس نے خود اپنے ذہن میں ابھی تک یہ قرار نہیں دیا ہے کہ مرزا صاحب کی عمر ٹھیک کیا ہوگی حالانکہ آنحضرت ﷺ نے جنگ بدر کے وقت پیش گوئی فرمائی تھی کہ ابو جہل فلاں جگہ مر کر گرے گا وہ وہیں مرا سرمو فرق نہ ہوا۔ خدا اپنے نبی کی سچائی کے ثابت کرنے کے لئے جن چیزوں کو حجت قرار دیتا ہے وہ کبھی غلط نہیں ہو سکتیں اور نہ ان میں اس قدر تذبذب ہوتا لیکن اگر اس الہام کو دستور اللہ کے مطابق بھی مان لیا جائے کہ خدا نے ایسا ہی فرمایا تھا تو آپ کی عمر ۷۶ سے ۸۶ کے درمیان کسی ایک سال پر پہنچ کر ختم ہونی چاہیے تھی لیکن یہ بھی پورا نہ ہوا آپ کو گیارہ سال قبل ہی موت آ گئی گویا ۶۶ برس میں عمر کا حساب مولوی صاحب موصوف نے احمدی کتابوں میں اور خود مرزا صاحب کے بتائے ہوئے سنہ سے لگایا اور یہ ایک معمہ ہے کہ مرزا صاحب کی عمر کی گاڑی یہاں وقت سے اس پہلے کیسے چھوٹ گئی اسی طرح آپ نے بتایا کہ حضرت شیخ محی الدین ابن عربی کے ایک کشف کو مرزا صاحب نے اپنے پر عجیب وغریب طرح سے منطبق کرنے کی کوشش کی ہے ابن عربی نے فصوص الحکم میں فرمایا ہے کہ قیامت سے قریب ایک لڑکا توام پیدا ہوگا اوس کے بعد عورتیں بانجھ ہو جائیں گی کوئی لڑکا پیدا نہ ہوگا یہ چین میں ہوگا اس کی زبان چینی ہوگی یہ نیک لوگوں کو خدا کی طرف بلائے گا لیکن کوئی اس کی نہ سنے گا۔ مرزا صاحب نے اس بات کی کوشش فرمائی ہے کہ اس کو اپنے ہی حق میں

ایک پیش گوئی ثابت فرما دیں چنانچہ آپ نے اپنی پیدائش کا قصہ اس طرح بتایا ہے کہ میں توام (جوڑا) پیدا ہوا تھا میرے ساتھ ایک لڑکی تھی جو مجھ سے پہلے نکلی میں اس کے بعد پیدا ہوا یہ لڑکی چھ یا سات مہینوں کے بعد مرگئی اس کا نام جنت تھا مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ یہ لڑکا جس کی ابن عربی نے پیش گوئی کی تھی میں ہی ہوں میں ہی لوگوں کو خدا کی طرف بلاتا ہوں لیکن وہ میری نہیں سنتے لیکن چونکہ دنیا میں عورتیں بانجھ نہیں ہوئی ہیں اور سلسلہ توالد و تناسل برابر قائم ہے بلکہ خود آپ کی بھی اولاد ہے تو آپ نے فرمایا اس سے ابن عربی کی مراد یہ ہے کہ نیک اولاد نہیں ہوگی مولوی صاحب نے کہا کہ اس کے لئے مرزا صاحب نے خود اپنی اولاد کے لئے کوئی استثنا نہیں قائم کیا ہے رہا زبان اور پیدائش کہ چینی ہو اس کے متعلق مرزا صاحب نے جن کی زبان پنجابی تھی یہ فرما دیا کہ چین کے قدیم مغل مراد ہیں اور میں انہیں سے ہوں۔

الغرض ان دونوں باتوں کو تشریح سے بیان کرتے ہوئے آپ نے بعض اور احمدی بھائیوں کے عقائد بھی بیان کئے جو عام مسلمانوں کے لئے دل خراش ہیں۔ مثلاً مرزا صاحب نے عام مسلمانوں کو اپنے متبعین کے سوا کافر کہنا یا ان کا: صد حسین است در گریبانم، بتانا ان کے متبعین کا قادیان میں مشاعروں کے دوران میں جو مرزا صاحب کے مدحیہ اشعار کے لئے منعقد ہوئے تھے ایسی طرحوں میں جسکی ردیف رسول قدنی بروزن رسول مدنی ہے ایسے اشعار لکھنا جس میں حضرت قطب ربانی غوث صمدانی حضرت شیخ محی الدین جیلانی کو مرزا صاحب کی خاک قدم کا سرمہ چشم بنانا، یہ ایسی چیزیں ہیں جن سے عام مسلمانوں کی دلآزاری ہوتی ہے اور یہ گویا ایسا ہے کہ ان بزرگان دین پر جو جنت الماٗوی میں چین سے بسر فرما رہے ہیں پسّو کاٹ رہے ہوں۔

اس کے بعد آپ نے اپنی تقریر کو ختم کرتے ہوئے فرمایا کہ مرزا صاحب کے متعلق آج جو آپ نے کہا ہے وہ تو ابھی بالکل ابتدائی باتیں

ہیں اصلی مقصد تو آگے آئے گا اور کہا کہ آپ سے اکثر یہ سوالات ہو رہے ہیں کہ کیا مناظرہ ہوگا؟ آپ اس کے جواب میں اس اعلان کو پسند کرتے ہیں کہ مناظرہ کے لئے میں تیار ہوں لیکن یہ مناظرہ ایسا قطعی ہو جائے کہ یہ سارے ہندوستان کے لئے نظیر ہو سکے سلطنت حیدرآباد ایک اسلامی ریاست ہے مسلمانوں کو چاہیے کہ اعلیٰ حضرت کے حضور میں درخواست دیں اور محکمہ امور مذہبی کی نگرانی میں ایک قطعی مناظرہ ہو جائے۔ اس میں کوئی کلام نہیں کہ کوئی شریعت یا سلطنتی قانون کسی کو مذہب کے اختیار کرنے یا ترک کرنے پر مجبور نہیں کرسکتا۔ اور اس قطعی مناظرہ کے بعد کسی قادیانی بھائی کو ترک مذہب پر مجبور نہیں کیا جائے گا لیکن یہ ایک ایسا ممتاز فیصلہ ضرور ہوگا جو سارے عالم اسلامی میں پیش کیا جا سکے۔

اس کے بعد ترکوں کی فتح ونصرت کی دعا کے ساتھ کوئی تین گھنٹہ کے تسلسل کے بعد یہ جلسہ برخاست ہوا۔ (رہبر دکن۔۲۳ جنوری ۱۹۲۳ء)۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ فروری ۱۹۲۳ء مطابق ۲۱ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۱۵ ص ۷۔۲۸)

میں حیدرآباد میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ریاست حیدآباد دکن باوجود ایک اسلامی ریاست ہونے کے عام طور پر مذہبی مسائل سے لوگ بے خبر ہیں۔ بے خبری کا نتیجہ ظاہر ہے۔ قادیانی تصنیفات کا اثر ریاست کے بعض عہدہ داروں پر پڑا تو ان کی تحریک سے ماتحتوں میں بھی آیا۔ یہاں تک کہ اچھی خاصی تعداد حیدرآباد دکن میں قادیانی امت کی بن گئی۔ گذشتہ ایام میں خبر نکلی کہ ایک ضلع کے قاضی بھی قادیانی ہو گئے تھے۔ جب اس کی شکایت شہر یار دکن تک پہنچی تو اسے معزول کیا گیا۔ مگر تحریک مذہبی اندر اندر اپنا کام کرتی رہی۔ یہاں تک کہ سکندرآباد متصل حیدرآباد کے ایک سوداگر عبداللہ الہ دین صاحب بھی قادیانی نبی کے امتی ہو گئے۔ یہ صاحب اپنے خیال کے بڑے پکے راسخ ہیں۔ قادیانی ہوتے ہی

انہوں نے ان کو ہر قسم کی قوت پہنچانی شروع کی۔کبھی کوئی رسالہ ہے،کبھی کوئی اشتہار ہے،کبھی دعوت مناظرہ ہے،تو کبھی دعوت مباہلہ۔

اس لئے حیدرآباد اور سکندرآباد وغیرہ کے مسلمان بہت تنگ ہوئے کہ آئے دن کی چھیڑ چھاڑ سے نجات کیونکر ملے۔آخر انہوں نے نجات اسی میں سمجھی کہ امرتسر سے اسی کو بلائیں جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ٹکر کھائے ہوئے ہے اور مرزا صاحب اس کی ٹکر سے دارالفنا چھوڑے ہوئے ہیں۔

چنانچہ ان کا ایک معتمد جلسہ اہل حدیث کانفرنس دہلی منعقدہ دسمبر ۱۹۲۲ء میں پہنچا کہ مجھے لے چلے۔ان دنوں تو میں نے علالت طبع کا عذر کیا۔آخر تقاضا پر تقاضا سے بمجبوری ۱۴ جنوری کو چل پڑا۔۱۶ جنوری ۱۹۲۳ء کو پہنچ کر قیام سکندرآباد میں کیا اور جلسہ ہائے وعظ دونوں شہروں (سکندرآباد اور حیدرآباد) میں ہونے لگے۔میرے ساتھ امرتسر سے مولوی محمد امین اور دہلی سے مولوی محمد صاحب جونا گڈھی بھی پہنچے۔

آکر دیکھا کہ قادیانی مضامین سننے کا لوگوں میں بے حد شوق ہے۔جلسوں میں ہزارہا آدمیوں کا مجمع ہوتا تھا۔ایسا کہ معمولی آواز کا اتنی دور تک پہنچنا مشکل تھا۔پھر لطف یہ کہ اس ہجوم میں ہر مذہب وملت کے لوگ ہوتے تھے۔مسلم،غیر مسلم،مقلد،غیر مقلد،شیعہ،سنی،حتی کہ مہدوی (دکن میں ایک بہت بڑی جماعت ہے جو سید محمد جون پوری کو مہدی موعود مانتی ہے ان کو مہدوی کہتے ہیں۔اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) بھی بکثرت شریک ہوتے۔

میرے ساتھی علماء تو مسائل شرعیہ توحید وسنت پر وعظ فرماتے۔میرے حصہ کا مضمون تھا،اسلام اور قادیانی مشن۔،میں نے اپنی تقریروں میں بارہا یہ تحریک بھی کی جسکو پبلک نے بہت پسند بھی کیا کہ چونکہ یہ ملک ایک اسلامی حکومت کے ماتحت ہے اور یہ ریاست بفضلہ تعالی ایسی فیاض ہے کہ سارے ہندوستان بلکہ بیرون ہندوستان بھی اسکا فیض پہنچتا ہے،اس لئے اس نئے جھگڑے کا فیصلہ بھی اس ریاست میں ہونا اہل اسلام بلکہ تمام اہل ملک کو مفید ہوگا۔جس کی صورت یہ ہے کہ حضور نظام کے حکم سے تین صاحب ماہر علوم جج مقرر کئے جائیں وہ فریقین کے بیانات سنیں میں نہیں کہتا کہ کتنی دفعہ سنیں ہاں یہ کہتا ہوں کہ کہ صحیح معلومات کا کافی ذخیرہ فراہم کرنے کے لئے جتنی دفعہ چاہیں ہر فریق سے تحریری بیان لیں اور مسل مکمل کر کے فیصلہ لکھیں

پر یوی کونسل کی طرح ان تین ججوں کے فیصلہ پر حضور نظام کی شاہی مہر ثبت ہو۔
ہاں اس فیصلے کا نتیجہ صرف اظہار حق ہوگا فریق مغلوب پر جبر نہ ہوگا کہ وہ اپنا مذہب چھوڑ کر غالب کا مذہب اختیار کرے ۔ یہ دونوں امور آیت کریمہ سے ثابت ہوتے ہیں جو یہ ہیں

لااکراہ فی الدّین قد تبیّن الرّشد من الغیّ

یعنی دین کی ہدایت کھل چکی ہے قبول کرانے میں جبر کرنا جائز نہیں

پس اس آیت کے ماتحت اسلامی دنیا کو حقیقت حال بتانے کیلئے فیصلہ شاہی ہو جانا چاہیے جو کتاب کی صورت میں چھپ کر شائع ہو۔ جس سے تمام مسلمانوں کو فائدہ ہو۔ اس کے نظائر بھی بتائیں کہ خلیفہ مامون رشید کے زمانہ میں اس قسم کے مباحثات ہوتے تھے۔ اسی زمانہ میں نواب صاحب رام پور نے بھی یہ مباحثہ کرایا تھا۔

حیدر آباد کی پبلک چونکہ فیصلہ کی متمنی تھی، اس لئے ایک محضر نامہ بدستخطی سینکڑوں مردمان حیدر آباد سرکار عالی میں انہوں نے پیش کر دیا۔ جس کا مضمون یہی تھا کہ قادیانی مذہب سے اہل اسلام میں بڑی بے چینی ہے۔ آج کل اتفاق سے مولوی ثناء اللہ صاحب آئے ہوئے ہیں لہذا درخواست ہے کہ اس نزاع کا فیصلہ بذریعہ مباحثہ کرایا جائے۔

آج ۱۲۔فروری ۱۹۲۳ء تک تو اس کے متعلق کوئی حکم سرکاری صادر نہیں ہوا۔ آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے۔

یہ کاروائی تو یہاں ختم ہوئی، ادھر دوسری کاروائی یہ ہوئی کہ قادیانی امت نے بھی جلسہ وعظ کیا۔ نیت میں اخلاص کی بجائے شر دیکھئے کہ جس بنگلہ میں ہم کو ٹھہرایا گیا تھا اسی کے مالک سے اجازت لے کر اسی کے میدان میں بالکل ہماری قیامگاہ کے سامنے کیا۔ کیوں: اس لئے کہ:

خطا ثابت کریں گے ہم کسی کی اور چھیڑیں گے

اسی روز اہل اسلام کا جلسہ بھی حیدر آباد میں تھا۔ ہم تو ادھر چلے گئے ۔ یہاں لوگ آئے اور قادیانی لیکچراروں پر ہنسی کھلی اڑاتے ہوئے چلتے بنے۔ غالبًا یہ اس شر کا بدلا ملا جو ہمارے قیام گاہ میں جلسہ کرنے سے ان کے دل میں مخفی تھی۔ ہاں جلسہ

سے پیشتر مجسٹریٹ نے بھی ان کو ہمارے قیام گا ہ میں جلسہ کرنے سے روکا مگر انہوں نے فساد کی ذمہ داری اپنے سر لے کے بصد منت اجازت لی۔

دوسرا شر جلسہ میں کیا۔ وہاں بھی جب اس مضمون پر پہنچے کہ حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ایک دو پیش گوئیاں اسی طرح ہوئیں جس طرح آنحضرت ﷺ کی حدیبیہ والی پیش گوئی ہوئی۔

یہ سنتے ہی لوگوں نے شیم شیم کے آوازے کسے۔ بلکہ کسی من چلے نے ایک دو توڑے بھی ادھر ادھر چلائے، جن کی وجہ سے جلسہ میں انتشار پیدا ہو کر لیکچرار صحن سے اٹھ کر اندر چلے گئے۔ وہاں جتنے آدمی سما سکے ان کو تھوڑا بہت سنایا۔ اس کے بعد ان کو جلسہ کرنے کا حوصلہ نہ ہوا کیونکہ حیدر آبادی پبلک کہتی تھی کہ ہم تو اب ان کے حالات سے خوب واقف ہوئے ہیں۔

تیسرا واقعہ یہ ہوا کہ سیٹھ عبد اللہ الہ دین کے قادیانی ہونے سے ان کے بھائیوں سے جو اختلاف ہوا، تو انہوں نے ان کو مجبور کیا کہ قادیانی علماء سے مباحثہ کرائیں۔ چنانچہ ۳۱ جنوری کو ان کے مکان پر ایک مختصر سا خانگی مباحثہ ہوا۔

مباحثہ تحریری تھا۔ اسکی مفصل روداد کتاب کی صورت میں شائع ہوگی جسکا نام ہوگا، قادیانی مباحثہ دکن۔

میں سچ کہتا ہوں کہ میرے مقابلہ میں بفضلہٖ تعالی جتنی دفعہ احمدی دوست آئے ہیں اور (بقول خود) فتحیاب ہوئے ہیں، ان سب کے مجموعہ کے برابر یہاں سکندر آباد میں ان کو فتح یابی یا بالفاظ دیگر ذلت نصیب ہوئی۔ جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ باوجود قرارداد اس امر کے کہ مباحثہ دو روز ہوگا، صرف ایک ہی روز کر کے ایسے خاموش ہوئے کہ، کاٹو تو لہو نہیں۔

ہر چند انجمن اہل حدیث سکندر آباد نے اپنے سلسلہ خط و کتابت سے ان کو بلایا، مگر وہ ایسے سوئے کہ دیکھنے والا کہے،

چناں خفتہ اند کی گوئی مردہ اند۔

سوال صرف یہ تھا کہ مرزا صاحب قادیانی نے اپنی آسمانی منکوحہ کے خاوند مسمی سلطان محمد کی بابت کتاب انجام آتھم کے صفحہ ۳۱ پر لکھا ہے کہ میری زندگی میں اسکا

مرنا تقدیر مبرم (ان ٹل) ہے۔

پھر مرزا صاحب تو مر گئے وہ ابھی تک زندہ ہے۔

لہذا ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی جھوٹے تھے۔

جواب ملا، کہ پیش گوئیوں میں ہمیشہ پردہ اخفا رہتا ہے، اس لئے کہ وہ ایمان بالغیب میں ہوتی ہیں۔ چونکہ مرزا سلطان محمد بیگ، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے حق میں اخلاص مند ہو گیا تھا اس لئے نہیں مرا۔

جواب دیا گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں کہ پیش گوئی کھلی دلیل ہوتی ہے اور یہ کھلی دلیل نہیں ہوئی، لہذا یہ پیش گوئی غلط ہوئی۔

جواب ملا کہ تقدیر مبرم کی بابت حضرت مجدد الف ثانی لکھتے ہیں کبھی ٹل جایا کرتی ہے۔

جواب دیا گیا کہ وہ کتاب پیش کرو۔ علماء کرام (عثمانیہ یونیورسٹی کے اساتذہ) بیٹھے ہیں، ان کے سامنے اگر اس عبارت کا مطلب یہ ثابت ہو، جو تم کہتے ہو، تو میں اپنا دعوی واپس لے لوں گا۔

نہ کتاب پیش کی، نہ عبارت دکھائی، نہ سنائی۔

بس ایک ہی روز کی قوت آزمائی سے ایسے ڈرے کہ پھر سامنے نہ آئے۔

اس بحث کا مفصل رسالہ شائع ہو گا۔ بہت لطیف بحث ہے۔

نوٹ: اس مباحثہ میں علاوہ حیدر آبادی احمدیوں کے قادیان سے بھی دو عالم (مولوی فضل دین وکیل اور شیخ عبدالرحمٰن) آئے تھے۔ مؤخر الذکر مناظرہ کرتے تھے باقی انکی امداد۔

الحمد للہ حیدر آبادی اور اسکے ارد گرد کے جتنے لوگ جلسوں میں آتے رہے حقیقت مرزا کو خوب سمجھ گئے۔ اسی اثنا میں مسائل توحید و سنت بھی پبلک کے کانوں میں پڑتے رہے جن سے وہ پہلے غیر مانوس تھے اب مانوس ہو گئے۔ الحمد للہ

چوتھا پہلو۔

قادیانی امت نے ایک اشتہار دیا کہ مولوی ثناء اللہ اگر تردید مرزا میں سچا ہے تو قسم کھائے۔ جس میں سال تک اپنے لئے عذاب مانگے۔ ہم اس کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔

اس کا جواب بذریعہ اشتہار دیا گیا جو درج ذیل ہے

میں قادیانی کذب پر حلف اٹھانے کو تیار ہوں

برادران دکن ! آپ حضرات نے میری کئی تقریریں قادیانی مشن پر سنیں جن میں ہزاروں کی تعداد میں شرکت کا ہونا ان تقریروں کی پسندیدگی کی دلیل ہے۔اس لئے آپ جان چکے ہوں گے کہ میں اپنی تقریر میں نہ کوئی بات اپنی طرف سے بناوٹ کی کہتا ہوں، نہ کوئی کلمہ ہتک آمیز دل آزار بولتا ہوں۔ بفضلہٖ تعالی ان تقریروں کا اثر سامعین پر بہت اچھا ہوا۔

اس اثر سے رنجیدہ ہوکر جماعت احمدیہ حیدرآباد اور سکندرآباد وغیرہ نے بتوسط سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب ایک اشتہار دیا ہے جو آپ صاحبوں کی نظر سے گذرا ہوگا۔اس اشتہار کا مختصر مضمون یہ ہے کہ:

مولوی ثناء اللہ، مرزا صاحب قادیانی کے کذب اور حضرت عیسیٰ کی حیات پر قسم کھائے۔ مدت ایک سال میں اپنے لئے عذاب مانگے وغیرہ۔تو پانچ سو روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو دیں گے۔

بردران! اس سے پہلے سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے دس ہزار روپیہ کا اشتہار دیا تھا۔ مجھے وہ اشتہار جب امرتسر میں ملا تو میں نے فوراً اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ مبلغ دس ہزار انعامی رقم پہلے مہاراجہ کشن پرشاد صاحب کے پاس جمع کرادو اور جواب کے فیصلہ کے لئے منصف مقرر کرو۔

اس کے جواب میں سیٹھ صاحب کی طرف سے ہم کو کوئی جواب نہ ملا بلکہ ایک اور اشتہار پیلے رنگ کا ملا جس میں بجائے ہماری پیش کردہ تجویز منظور کرنے کے نئے سرے سے پھر دس ہزار کا انعام لکھا گیا۔

اس کا جواب بھی اہل حدیث میں دیا گیا جس کو انجمن اہل حدیث سکندرآباد نے بطور اشتہار حیدرآباد اور سکندر آباد وغیرہ میں شائع کر دیا۔

یہ تو ہے ان کی انعامی رقموں کی حقیقت کہ لودھیانہ کے واقعہ سے ڈر کر دس ہزار سے ایک دم پانچ سو پر آ گئے ۔ خدامعلوم دیتے ہوئے کہاں تک پہنچیں

گے ۔چونکہ روپیہ لے کر حلف اٹھانے میں ان لوگوں سے ایک خطرہ بھی ہے وہ یہ کہ یہ لوگ کہہ دیں کہ مولوی صاحب نے روپیہ کے لالچ میں جھوٹی قسم کھالی ہے ،اسلئے میں بغیر روپیہ کے قسم کھانے کو تیار ہوں جس کی تفصیل سنئے

برادران دکن ! جن صاحبوں نے ۱۹ جنوری مطابق ۲ جمادی الثانی کو میری پہلی تقریر سکندرآباد میں سنی ہوگی، ان کو یاد ہوگا کہ میں نے اس تقریر میں مرزا صاحب قادیانی کے کذب پر صاف لفظوں میں حلف اٹھائی تھی جو ایک بھلے آدمی ایمان دار کی تسلیم کے لئے کافی ہوسکتی ہے۔

مگر قادیانی جماعت نے اپنے اشتہار میں ایک اور قسم کھانے کی تحریک کی جب کہ سزا کی مدت ایک سال تک رکھی ہے، لیکن یہ نہیں بتایا گیا کہ اگر ایک سال تک میں زندہ سلامت رہوں، تو ان پر کیا اثر ہوگا۔

اس لئے میں واضح الفاظ میں لکھتا ہوں کہ چونکہ حلف پر انہوں نے سال تک میری زندگی کی حد لگائی ہے، جو قرآن وحدیث میں تو ثابت نہیں مگر ان کی مسلّمہ ہے ،اسلئے میں سال کے بعد تک اگر زندہ رہا تو مکرر قطعی طور پر ثابت ہو جائے گا کہ میں تکذیب مرزا میں ان کے نزدیک بھی سچا ہوں ۔ پس اس کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ یہ لوگ اسی وقت قادیانی مذہب چھوڑ کر میری طرح تکذیب مرزا میں کمر بستہ ہو جائیں ۔

چونکہ میرا مقابلہ دراصل مرزا صاحب آنجہانی سے تھا ،ان کے بعد بحیثیت قائم مقام ان کے خلیفہ سے ہے ۔اس لئے میں حق رکھتا ہوں کہ یہ شرط لگاؤں کہ خلیفہ قادیان مع اپنی صدر انجمن احمدیہ کے ممبروں کے اس مضمون کی دستخطی تحریر مجھے دیں کہ:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ،مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب اور حضرت عیسی کی حیات پر قسم کھائیں ۔سال تک قدرتی موت سے جس میں انسانی ہاتھوں کا دخل نہ ہو بچ رہیں، تو میں (میاں محمود خلیفہ ثانی مع ممبران صدر انجمن احمدیہ) مرزا صاحب قادیانی کا مذہب چھوڑ کر جمہور مسلمانوں میں بلکہ مرزا

صاحب قادیانی کی تکذیب کیا کریں گے اور اپنے کل مبلغوں کو بھی یہی حکم دیں گے۔،

اس دستخطی تحریر پر میں اپنی پہلی قسموں جو میں قادیان اور سکندرآباد وغیرہ میں کھا چکا ہوں (ان کے علاوہ) نئے سرے سے کذب مرزا۔ حیات عیسیٰ علیہ السلام پر بحولہ و قوتہ قسم کھاؤنگا۔ان شاءاللہ

مسلمانان حیدرآباد .. بمقام شیرآباد ۲۵ جنوری کو جو جلسہ وعظ ہوا تھا اس میں ہزارہا مسلمانوں کے مشورہ سے یہ مضمون پاس ہوکر شائع کیا جاتا ہے، ورنہ میں تو احمدیوں کی حرکات اور حرکات کے مقصودات کو بھی جانتا ہوں۔

جناب مرزا صاحب قادیانی نے دعا کی تھی کہ ثناءاللہ اور مجھ میں سے جو جھوٹا ہے،خداونداس کو سچے کی زندگی میں موت دے۔

چونکہ وہ بڑے میاں تھے ان کی یہ دعا قبول ہوگئی۔جس کا اثر دور دور تک پہنچا۔ باوجود اس الٰہی فیصلہ کے ان لوگوں کا نئے سرے سے مجھے حلف دینا اس غرض سے ہے کہ سابق کے فیصلہ الٰہی سے اسلامی پبلک کی غفلت ہو جائے جس سے ان کی شرمندگی اور بدامت میں کمی واقع ہو:

من انداز قدت راخوب می شناسم

اسلئے اشتہار میں مجھ سے جدید حلف چاہتے ہیں اور ایک سال تک عتاب کی دہمکی دیتے ہیں،تو میں بھی حق رکھتا ہوں کہ ان کی رقم پانچ سوتو ان کو واپس کروں،مگر یہ شرط لکھالوں کہ سال کے بعد ان کا خلیفہ وہ خود اور ساری جماعت قادیانی مذہب کو غلط جان کر بحکم کو نوا مع ا لصادقین میرے ساتھ اشاعت اسلام کریں گے۔

ناظرین کرام! بس اب حلف کا دلوانا جو قادیانیوں نے تجویز کیا ہے خود ان کی منظوری پر موقوف ہے۔ہم اپنے اقرار کو پورا کرنے کا اعلان کر چکے ہیں فلیشهد الثقلان انی صادق

نوٹ: میری طرف سے یہی جواب ہوگا چاہے فریق ثانی ہزار بار بولیں میرے طرف سے یہ معقول شرط ہمیشہ پیش رہے گی انشاءاللہ تعالیٰ جس کے

انکار سے فریق ثانی کی حق پسندی اہل دکن پر بار بار روشن ہو جائے گی جیسی اہل پنجاب پر روشن ہے

اطلاع: گو میرے ذریعہ سے خدا نے اسلامی عقاید کو قادیانی نبوت پر ہمیشہ غالب رکھا، تاہم دکن کے مسلمانوں میں قادیانی مذہب کی وجہ سے جو تفرقہ عظیم ہو رہا ہے میں اس کے رفع دفع کرنے کو ہر وقت تیار ہوں۔ جس کی صورت یہ ہے کہ بتقرر منصف ایک باقاعدہ تحریری مباحثہ ہو جو مع فیصلہ مسلمہ منصف شائع کیا جائے تا کہ ہم مسلمانوں سے یہ تفرقہ دور ہو۔ خدا کرے ایسا ہی ہو۔

ر بنا افتح بيننا با لحق و انت خير الفا تحين ۔

خادم دین اللہ ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری

مرقومہ ۸ جمادی الثانی ۱۳۴۱ھ مطابق ۲۹ جنوری ۱۹۲۳ء

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں کہ اس اشتہار کا جواب نہیں ملا۔

میرے حیدرآبادی قیام پر قادیانی امت کی لاہور پارٹی کا اخبار پیغام لکھتا ہے کہ امرتسری تفریق بین المسلمین میں مشغول ہے۔ حالانکہ یہ صریح غلط ہے، بلکہ جھوٹے نبی کے بوئے ہوئے کانٹوں کو اکھاڑنے میں مشغول ہے۔ اعتبار نہ ہو تو حیدر آباد میں پہنچ کر مسلمانوں سے دریافت کر لے کہ میری تقریروں سے مسلمان کیسے متفق ہوئے۔ الحمد للہ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ فروری ۱۹۲۳ء جلد ۲۰ نمبر ۱۷ص ۱۔۴)۔

میں حیدرآباد میں: ۲

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

عرصہ کے تقاضا پر اصحاب دکن کی دعوت کو قبول کر کے ۱۳ جنوری ۱۹۲۳ء کو چلا۔ ۱۶ جنوری کو سکندر (حیدرآباد) پہنچا۔ اس ملک میں قادیانی مذہب کا چرچا بہت ہے بہت لوگ اچھے عہدوں پر اور بہت لوگ آسودہ بھی اس فرقہ میں شامل ہیں۔ سننے میں آیا ہے کہ ساری ریاست میں تقریباً ۱۵ ہزار مرزائی (قادیانی) ہو چکے ہیں۔ میں جب

پہنچا اورتقریروں کا سلسلہ جاری ہوا، تو جلسہ وعظ میں ہزاروں کی تعداد میں مسلم غیر مسلم ہوتے۔قادیانی تعلیم سن کر بہت خوش ہوتے اورخوشی کے بعد ان کو حیرانی ہوتی کہ اس قسم کے اقوال مرزا ہم سے چھپائے رکھے تھے۔

ان تقریروں میں میں نے مسلمانان حیدرآباددکن کوتوجہ دلائی کہ یہاں ایسی بڑی ذی شان اسلامی ریاست میں اس جھگڑے کا فیصلہ نہ ہوا تو کہاں ہوگا۔حضرت نظام اس کام کو دینی خدمت جان کرمتوجہ ہوکرمرزا صاحب قادیانی کے دعاوی پر فریقین کی تقریریں سنیں، جوتحریر کی جائیں۔جہاں پہنچ کر ذخیرہ معلومات کافی فراہم ہوجائے تقریریں ختم کرا کر فیصلہ لکھ دیں۔وہ فیصلہ مع تقریروں کے جو اصل الفاظ میں ہوں کتاب میں صورت میں چھاپ کر شائع کر دی جائے۔جس کی صورت یہ ہو کہ ہندوستان کے ہر عالم کے پاس اور ہر کتب خانہ عام میں ایک ایک نسخہ بھیج دیا جائے۔ لیکن فیصلہ کا اثر یہ نہ ہوگا کہ فریق مغلوب کوغالب کا مذہب اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے کیونکہ ایسا کرنا آیت قرآنی لا اکراہ فی الدین (دین کے بارے میں جبر کرنا جائز نہیں)، کے خلاف ہے۔

اس تحریک کا نتیجہ یہ ہوا کہ میری بےخبری ہی میں حیدرآبادی مسلمانوں نے حضور نظام کی خدمت میں درخواست دی کہ قادیانی مذہب کے متعلق گفتگو کرا کر فیصلہ کیا جائے تاکہ مسلمانوں میں آئے دن کے جھگڑے ختم ہوں۔اس درخواست کا فیصلہ آج (۱۱فروری۱۹۲۳ء) تک نہیں ہوا آئندہ جو ہوگا ظاہر کیا جائے گا۔ (اس مضمون کے درج ہونے کے بعد اطلاع ملی ہے کہ دکن کے وزیر مذہبی امور نے اس معاملہ میں سرکاری دخل سے انکار کر دیا ہے منیجر اہل حدیث امرتسر)

دوسری طرف قادیانی جماعت نے بسرکردگی حاجی عبداللہ دین صاحب سوداگر سکندرآباد جو ایک پرجوش اورمخیّر احمدی ہیں ایک اشتہار دیا جس میں مجھ کو حلف اٹھانے پر پانچ سو روپیہ انعام دینے کا وعدکیا اورشہرحیدرآباد وغیرہ میں بڑی اشاعت کی کہ میں حلف اٹھاجاؤں۔حلف کے الفاظ بھی خود ہی قلم بند کئے جو یہ ہیں:

میں ثناءاللہ ڈیٹر اہل حدیث خدا تعالی کو حاضر و ناظر جان کر اس بات پر حلف کرتا ہوں کہ میں نے مرزا غلام احمد صاحب کے تمام دعاوی اور دلائل کو

بغور دیکھا اور سنا اور سمجھا اور اکثر تصانیف ان کی میں نے مطالعہ کیں اور عبد اللہ الہ دین کا چیلنج انعامی دس ہزار روپیہ کا بھی بغور پڑھا مگر میں نہایت وثوق اور کامل ایمان اور یقین سے یہ کہتا ہوں کہ مرزا صاحب کے یہ دعاوی والہامات جو چودھویں صدی کے مجدد و امام وقت و مسیح موعود مہدی معہود وامتی نبی ہونے کے متعلق ہیں وہ سراسر جھوٹ اور افتراء اور دھوکہ اور فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں ۔ برخلاف اس کے عیسیٰ وفات نہیں پائے بلکہ وہ بجسد عنصری زندہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز اسی خاکی جسم کے ساتھ موجود ہیں اور وہی آخری زمانہ میں آسمان سے اتریں گے اور وہی مسیح موعود ہیں اور مہدی علیہ السلام کا ابھی تک ظہور نہیں ہوا جب ہوگا تو وہ اپنے منکروں کو تلوار سے قتل کر کے (کیا افتراء ہے۔ اڈیٹر اہل حدیث امرتسر) اسلام کو دنیا میں پھیلاویں گے مرزا صاحب نہ مجدد وقت ہیں نہ مہدی ہیں نہ مسیح موعود ہیں نہ امتی نبی ہیں بلکہ ان غلط دعاوی کے سبب میں ان کو مفتری اور کافر اور خارج از اسلام سمجھتا ہوں۔ اگر میرے یہ عقاید خداتعالیٰ کے نزدیک جھوٹے اور قرآن شریف وصحیح احادیث کے خلاف ہیں اور غلام احمد صاحب قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعووں میں خداتعالیٰ کے نزدیک سچے ہیں، تو میں دعا کرتا ہوں کہ اے ذوالجلال خدا! جو تمام زمین وآسمان کا واحد مالک ہے، اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے، پس تمام قدرتیں تجھی کو حاصل ہیں، تو ہی قہار اور غالب اور منتقم حقیقی ہے اور تو ہی علیم وخبیر سمیع و بصیر ہے۔ اگر میں اپنے اس حلف میں محض ضد و تعصب یا ہٹ دھرمی یا نافہمی سے کام لے رہا ہوں، تو تو مجھ پر ایک سال کے اندر موت وارد کر یا کسی ایسی غضبناک و عبرتناک عذاب میں مبتلا کر کہ جس میں انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو، تاکہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ میں ناحق پر تھا جس کی پاداش میں خداتعالیٰ کی طرف سے یہ سزا مجھے ملی ہے۔ آمین آمین آمین۔ پس یہ حلف ہزار وعظ کا ایک وعظ ہوگا عالم فاضل عوام تمام پر یہ بات جس قدر موثر ہوگی کوئی تقریر یا کوئی دلیل نہیں ہوسکتی۔ براہ کرم مولوی ثناء اللہ

صاحب توجہ فرمائیں۔ ہم پانچ سو روپیہ نقد لے کر تیار ہیں۔ انصاف پسند پبلک سے ہمیں قوی امید ہے کہ وہ بھی مولوی ثناء اللہ صاحب سے خصوصاً مباہلہ کیلئے ورنہ اس پیش کردہ فیصلہ کے لئے بزور استدعا کرے گی۔
یہ تو ایک حلفیہ شہادت ہے۔ پس ہمیں امید ہے کہ و لا تکتموا الشھادۃ کے ماتحت مولوی ثناء اللہ صاحب ضرور ہمارے پیش کردہ آسان فیصلہ کو لاطائل عذرات سے نہ ٹال دیں گے۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:
میں نے اپنے وعظ کے جلسوں میں جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمان ہوتے تھے اس اشتہار کے متعلق ذکر کیا کہ چونکہ یہ معاملہ سب مسلمانوں سے تعلق رکھتا ہے اسلئے آپ لوگ میرے جواب کو پسند کریں تو میں بھی جرأت سے شائع کردوں سب نے اس جواب کو پسند کیا جو یہ ہے:
چونکہ سال تک زندہ اور سلامت رہنے میں میں سچا ثابت ہونگا اس لئے بعد سال خلیفہ قادیان (میاں محمود احمد قادیانی) اور مشتہر عبداللہ الہ دین صاحب بحکم کو نوا مع الصادقین قادیانی مذہب چھوڑ کر میرا ساتھ دیں اگر اس حال میں بھی قادیانی مذہب نہ چھوڑیں تو دس ہزار روپیہ تاوان دیں۔
اسکا جواب آج (۱۱ فروری) تک نہیں پہنچا آئندہ باید
مسلمانان حیدرآباد اقوال قادیانی سننے کے بڑے مشتاق ہیں کہتے ہیں کہ ہم تو آج تک بے خبری میں رہے، الحمد للہ کہ اب ہم خبردار ہوئے یہاں کے مقامی اخبار، رہبر دکن، میں تائبین کی فہرست چھپنی شروع ہوگئی ہے سب سے پہلا تائب کوئی صاحب مولوی مزمل اللہ ہیں آج (۱۱ فروری) کے پرچے میں جن کی توبہ درج ہے۔ امید ہے اور بھی بہت سے سعید الفطرت ظاہر ہوں گے۔ انشاءاللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲ مارچ ۱۹۲۳ء مطابق ۱۳ رجب ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۱۸ ص ۱۔۲)

۳: میں حیدرآباد میں

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

حیدرآباد دکن ایک بڑی اسلامی ریاست ہے۔ بیان کیا جاتا ہے کہ آج جو یہاں کی حالت ہے پہلے کی نسبت بہت بہتر ہے۔ پہلے زمانہ میں حضور نظام کے سامنے سجدہ ہوتا تھا۔ پیروں فقیروں کے سامنے قبروں وغیرہ پر تو عام دستور ہے۔ موجودہ حضور نظام کے سامنے جب سجدہ ہوا، تو آپ نے فوراً حکم جاری فرمایا کہ کوئی انسان کسی انسان کو سجدہ مت کرے۔ عرسوں کی بدعات بھی بہت کم ہوگئیں۔ محرم کی رسوم تو ایسی ہوئیں کہ قریب عدم کے آگئیں۔ لیکن علوم اسلامیہ سے بے خبری عام طور پر جو دوسرے بلاد میں پائی جاتی ہے، یہاں بھی ہے۔ ہمارے خیال میں قرآن مجید کے ترجموں کے حلقہ درس سے عوام کو جو فائدہ ہوتا ہے اس کے برابر کسی سے نہیں ہوتا۔ بڑے بڑے علوم اور درسگاہیں تو خاص طلباء کو مفید ہوتی ہیں لیکن عوام جو ان درس گاہوں میں نہیں جاتے، ان کے لئے درس قرآن مجید جیسی کوئی چیز نہیں۔ حضور نظام کے حکم سے ایک مدرسہ دینیات ایسا بھی جاری ہے جس میں مزدور پیشہ تعلیم پا سکتے ہیں بیشک یہ طریق بھی عمدہ ہے میں نے معلوم کیا کہ تعلیم پر حضور کو بڑی توجہ ہے اس توجہ پر بھروسہ کر کے یہ امید کرنا بالکل صحیح ہے کہ اگر گوش گذار کیا جائے تو جبریہ تعلیم کا حکم ہوجانا کچھ بعید نہیں ورنہ موجودہ رفتار سے اہل ریاست علم سے بہت دور ہیں۔

حیدرآباد میں ایک سوشل سوسائٹی ہے۔ اس نے ایک جلسہ میں میری تقریر قومی تعلیم پر کرائی جس میں میں نے قومی تعلیم کا مسئلہ مفصل بیان کیا۔ جبریہ تعلیم بقدر پرائمری میں مذہبی اور اخلاقی تعلیم کا حصہ کافی رکھنا مفید ہوگا۔

ایک روز میں مکہ مسجد گیا تو دیکھا وہاں بچے قرآن مجید حفظ کر رہے ہیں۔ استاد اکبر نے چند بچوں سے قرآن مجید سنوایا۔ طبیعت خوش ہوئی۔ کتاب الرائے پیش ہونے پر میں نے لکھا کہ ریاست کے نابینا بچے سب اس مدرسہ میں داخل ہو کر حفظ کریں تو بہت مفید ہوگا ذمہ وار افسر حضور نظام کے گوش گذار کر دیں تو ایسا شاہی فرمان جاری ہونا کوئی بعید نہیں۔

ریاست حیدر آباد میں محرم وغیرہ کے موقع پر جتنی خرابیاں ہوتی تھیں، دنیا بھر میں شائد کہیں نہ ہوتی ہوں گی۔ موجودہ فرمانروا نے ان میں اتنی بندش کر دی ہے کہ کہنے والے کہتے ہیں اب تو یہاں محرم گویا ہوتا ہی نہیں۔ میں نے اندازہ لگایا ہے کہ ابھی شاہی توجہ کی ضرورت ہے۔

ریاست میں عرب قوم ایک اچھی تعداد میں بستی ہے اور وہ شافعی ہیں۔ نماز میں سب آمین بلند کہتے ہیں۔ ان کے ایسا کرنے سے یہاں کے لوگ آمین بالجہر سے مانوس ہیں۔ پنجابیوں کی طرح ان کو آمین بالجہر اور رفع یدین سے وحشت نہیں۔ اس لئے اہل حدیثوں کو کسی مسجد میں آمین رفعیدین کر کے نماز پڑھنے میں دقت یا رکاوٹ نہیں۔

ایک دفعہ میں نے شہر حیدر آباد کی مسجد چوک میں جمعہ پڑھا۔ جمعہ کا خطبہ تو اسی طرح تھا جس کے الفاظ کانوں میں پڑیں مگر معنی نہ پڑیں۔ خیر یہ تو ایک عام اسلامی حالت ہے۔ خاص بات جو دیکھی وہ یہ تھی کہ بعد نماز جمعہ خاص شافعیہ نے ظہر احتیاطی کی نماز با جماعت پڑھی۔ میں نے ایک پڑھے لکھے عرب شافعی سے پوچھا کہ یہاں تو بادشاہ بھی مسلمان ہے، پھر کون سی شرط مفقود ہونے سے ظہر احتیاطی پڑھتے ہیں؟ اس نے کہا صحت جمعہ کیلئے ایک ہی جگہ ہونا ضروری ہے۔ چونکہ جمعہ متعدد جگہ ہوتا ہے اس لئے ظہر با جماعت لازم ہے۔ میں نے کہا یہ حکم امام شافعی کا ہے۔ ہنس کر بولا نہیں رسم ہے۔

یہ بات عجیب دیکھی ہے کہ قادیانی مضامین سننے کے لوگ بڑے شائق ہیں گویا مجھ سے پہلے کانوں میں قادیانی آواز پہنچ چکی ہے جس کی وجہ سے بعض لوگ قادیانی نبی کے پیرو ہو چکے ہیں اور اکثر اس کی آواز سے واقف ہو چکے ہیں۔ قادیانی تحریک بھی خفیہ جاری ہے۔ بعض ذی اثر لوگ حاکم وکیل سوداگر قادیانی مذہب قبول کر چکے ہیں۔ میری تقریروں سے مسلمانوں کو ایسی دل چسپی ہوئی کہ ہزاروں کی تعداد میں جلسہ میں آتے اور تقریر کے علاوہ سینکڑوں کتابیں میری تصنیف تردید قادیانی کی خریدتے اور بزبان قال کھلا کہتے ہیں کہ ہم پر خدا نے بڑا فضل کیا ورنہ ہم تو بے خبری میں پھنس جاتے۔

یہ تو اخبار کے ناظرین کو اور میری تقریروں کے حاضرین کو خوب معلوم ہے

کہ قادیانی مذہب کے متعلق میرا یہی طریق ہے کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کے اصلی الفاظ سنایا کرتا ہوں، اپنی طرف سے کچھ نہیں کیا کرتا۔ اگر ان میں تعارض ہو تو لوگ خود بخود سمجھ جاتے ہیں، غلطی ہو، معلوم کر لیتے ہیں۔

حیدر آباد میں میرا یہی طریقہ رہا۔ اخبار الفضل قادیان مورخہ ۸ فروری میں یہاں کی رپورٹ چھپی ہے کہ مولوی ثناء اللہ نے شہر میں گند پھیلا دیا۔ ۱۵ فروری کے جلسہ عام میں میں نے اخبار الفضل کی اس شکایت کا ذکر کر کے حاضرین سے پوچھا کہ میں نے کبھی کوئی بات اپنی طرف سے کہی؟ سب نے کہا نہیں۔ پھر میں نے کہا یہ جو لکھتے ہیں گند پھیلا دیا، اسکی مثال یہ ہے کہ کسی بیمار کے پیٹ میں بندش ہو ڈاکٹر اس کو دستور کر کے اسکے پیٹ سے گند نکالے۔ اس گند کی بد بو سے تنگ آ کر کوئی شخص یوں کہے کہ ڈاکٹر نے گند پھیلا دیا تو کیا یہ ڈاکٹر کا گند ہے؟ یا اس بیمار کا؟

سب نے بالاتفاق کہا بیمار کا۔

پس میں نے یہ کہا میں ان معنی سے الفضل کے رپورٹر کی تصدیق کرتا ہوں کہ میں نے مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ لوگوں تک پہنچا دیئے جو درحقیقت بقول الفضل گند ہے۔ الفضل نے ۱۸ جنوری کے پرائیویٹ مباحثہ کا ذکر کر کے جو دروغگوئی کی ہے اس کی بابت آئندہ اظہار ہوگا۔ انشاء اللہ۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۹ مارچ ۱۹۲۳ء مطابق ۲۰ رجب ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۱۹ ص ۱-۲)

میں حیدر آباد میں: ۴

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسریؒ لکھتے ہیں:

گذشتہ پرچوں میں ناظرین ملاحظہ کر چکے ہیں کہ میں حسب تقاضا احباب دکن ۱۶ جنوری کو سکندر آباد (چھاؤنی حیدر آباد) میں پہنچا اس روز سے آج (۳ مارچ ۱۹۲۳ء) تک کے واقعات بالاختصار درج ذیل ہیں۔

۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء کو پہلا جلسہ وعظ ہوا جس میں ہزاروں کی تعداد میں مسلمانان حیدر آباد شریک تھے۔ بس اس ایک تقریر کا غلغلہ اٹھا کہ اس کے بعد سکندر آباد

کی باری نہ آئی (آج ۳ مارچ کو سکندر آباد میں وعظ ہے)۔

بلدہ حیدر آباد و بیرون بلدہ میں جلسے ہوتے رہے۔ آج (۳ مارچ) تک مختلف مقامات پر ۲۴ جلسہ ہائے وعظ ہوئے جن میں میں اعلان کرتا رہا کہ میں قادیانی نبی کی تردید نہیں کرتا بلکہ ان کے ملفوظات آپ تک پہنچاتا ہوں۔

بس کتب مرزا سے حوالجات پڑھ پڑھ کر سنائے جاتے۔ حیدر آبادی پبلک قادیانی نبی کا کلام سن کر حیرانی میں بزبان حال کہتی ہے:

آنچہ من شنوم بہ بیداری ست یا رب یا بخواب

کیا کوئی شخص کلمہ اسلام منہ پر لا کر ایسے ایسے الفاظ منہ سے نکال سکتا ہے مثلاً قول مرزا:

انبیاء گر چہ بودہ اند کسے
من بعرفان نہ کمترم ز کسے
آنچہ داد ست ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

نوٹ: مرزا صاحب کے یہ ملفوظات ہو بہو پہنچاتے ہوئے کہیں میرے منہ سے یہ بھی نکل گیا کہ میں حضرت صاحب کے الفاظ ہو بہو پہنچانے کا ذمہ دار ہوں اس کا ذمہ دار نہیں ہوں کہ کوئی فقرہ یا لفظ خلاف محاورہ اہل زبان کے کیوں ہے مثلاً اس شعر میں ۔ داد، کے دونوں مفعولوں پر علامت فعولیت (لفظ را) لائے ہیں تو یہ بھی ایک قسم کی تجدید ہوگی۔

قادیانی مبلغوں اور حیدر آبادی جماعت مرزائیہ نے یہ طریق اختیار کر رکھا تھا کہ میری تقریر کا بذریعہ اشتہار جواب دیتے کیونکہ ان کی تقریر سننے کو تو لوگ جاتے نہ تھے۔ چنانچہ اس اعتراض کا جواب بھی انہوں نے خاص طور پر دیا جو اس قابل ہے کہ انہی کے الفاظ میں پہنچایا جائے۔ پہلے تو اعتراض میں تحریف کی جسے دیکھ کر اور سن کر غیر حاضرین کہتے ہوں گے کہ معترض کو کیا ہو گیا کہ ایسا اعتراض کرتا ہے۔

سوال کا مضمون یوں لکھا:

اعتراض (ثنائی) یہ ہے کہ داد کے بعد رائے مفعولیت کا لانا خاص قادیانی بندش ہے (تحفہ احمدیہ ص ۴)

حالانکہ اعتراض یہ نہ تھا بلکہ یہ تھا:
داد کے دونوں مفعولوں پر علامت مفعولیت (را) کا لانا قادیانی تجدید ہے
سوال کو دوسرے لفظوں میں بیان کرنا جتلا رہا ہے کہ اصل لفظوں میں سوال ناقابل حل ہے۔ خیر۔ سوال یہی سہی مگر قادیانی مبلغین، مولوی عبدالرحمٰن (دیسی مصری) اور مولوی فضل الدین وکیل اور دیگر احمدی علماء نامدار حیدرآباد نے جو جواب دیا وہ بھی قابل دید وشنید ہے لکھتے ہیں:
ماشاءاللہ عربی کی طرح آپ کی فارسی قابلیت بھی کچھ کم نہیں مولوی معنوی کا ایک شعر ہے

آرزو میخواہ لیک اندازہ خواہ
بر نتابد کوہ را یک برگ کاہ

فعل کے بعد مفعول پر (را) موجود ہے
معترض کی فارسی قابلیت تو خود اسی سے معلوم ہے کہ مجیب بلکہ مجیبین (جو پردہ مخفی میں رہ کر مجیبات بن رہے ہیں ان) کی سمجھ میں اعتراض بھی نہ پہنچ سکا تو جواب کی حقیقت معلوم۔ اے جناب محض مفعول پر علامت مفعولیت (را) کا دکھانا منظور تھا، تو آپ کو مولوی روم مرحوم کی روح کو صدمہ پہنچانے کی کیا ضرورت تھی؟ یہی کہہ دیتے کہ دیکھو عام مثال مشہور ہے: زید و عمرو را
نہ اس شعر میں فعل (داد) ہے نہ داد کے دوسرے مفعول پر (حرف) داخل، پھر نہیں معلوم یہ جواب ہے یا عجز از جواب۔
نوٹ: مولوی ابوالفدا انور محمد صاحب ملتانی حال مدرس حیدرآباد ایک جلسہ میں اس مرزائی شعر اور اس کے جواب کے پرخچے اڑا رہے تھے تو ضرورت شعری کا ذکر ان کی تقریر میں آ گیا میں نے فوراً اٹھ کر کہا کہ ضرورت شعری یوں پوری ہو سکتی تھی کہ مصرعہ یوں بنایا جاتا: داد آں جام خود مرا بتمام۔ حاضرین اہل علم نے اس اصلاح کی تحسین فرمائی۔ قادیانی جماعت کو یہاں حیدرآباد میں کئی طرح کی مشکلات پیش آئیں سب سے بڑی مشکل یہ پیش آئی کہ ایک روز انہوں نے جلسہ وعظ کیا تو چند لوگ سننے گئے۔ راویان کا بیان ہے کہ اثناء تقریر میں مولوی عبدالرحمٰن (دیسی مصری) نے کہہ دیا کہ

مرزا صاحب قادیانی کی کوئی پیش گوئی غلط ہوئی تو کیا ہوا، آنحضرت ﷺ کی بھی بعض پیش گوئیاں غلط ہوئی تھیں۔ مثال کے طور پر واقعہ حدیبیہ کا ذکر کیا۔ واللہ اعلم انہوں نے خود ایسا کہا یا حاضرین نے ایسا سمجھا اس پر حیدرآبادی مسلمانوں میں جو ایسی دل آزار باتیں سننے کے عادی نہیں ہیں پریشانی پیدا ہوئی تو ایک شور سا اٹھا۔ اسی شور میں خدا جانے کسی محمدی نے یا احمدی نے خود ہی ایک دو ڈلے پھینک دیئے جن کی وجہ سے منتظمین جلسہ نے باہر سے اٹھا کر چھت کے نیچے جلسہ جا جمایا۔ پولیس نے سرکار میں اس کی رپورٹ کی چونکہ احمدی جماعت سے عام پبلک میں ناراضگی ہوگئی تھی اس لئے پولیس نے قادیانی جماعت کی حفاظت جان کے لئے ان کو جلسہ وعظ کی بندش کر دی اس کے بعد حیدرآباد یا سکندرآباد میں ان کی تقریر نہ ہوتی تھی جس کا ہمیں بھی افسوس ہے مگر انہوں نے یہ طریق اختیار کیا کہ سکندرآباد کے ایک احمدی کے بنگلہ میں جلسہ وعظ کرتے رہے جس کے لئے بجائے اشتہار کے رقعہ جات بھیج کر خاص خاص لوگوں کو بلاتے چنانچہ ایک روز قریباً ۷۰۔۸۰، آدمی شریک تھے جس وقت مولوی عبدالرحمٰن نے یہ آیت پڑھی ما نرسل با لآ یات الّا تخو یفاً، تو ایک شخص نے سوال کیا، کیا مرزا صاحب کو رسول مانتے ہیں؟ جواب ملا اسکا جواب تفصیل چاہتا ہے پھر بتادیں گے ۔ یہ کہنا تھا کہ تخمیناً پچاس آدمی بڑبڑاتے ہوئے اٹھ کر چلے گئے۔ اس کے بعد چند ہی منٹ میں جلسہ ختم ہوگیا۔ پھر تو جب کبھی جلسہ کرتے، اس میں خود قادیانی یا اس کے زیر اثر معمولی لوگ ہوتے جن کی تعداد دس پندرہ سے زیادہ نہ ہوتی میرے ساتھی مولوی محمد امین امرتسری ہر جلسہ میں جاتے مگر ان کو پوچھنے پاچھنے کی اجازت نہ ملتی ۔

ادھر بڑے زور کی تبلیغ دیکھ کر قادیانی جماعت نے سوچا کہ آؤ ان مسلمانوں میں تفرقہ ڈالیں تا کہ یہ لوگ ثناء اللہ کی نہ سنیں۔ چنانچہ میرے نام کے ساتھ اہل حدیث اور وہابی لکھنا شروع کیا اور اخبار اہل حدیث امرتسر سے سچے جھوٹے حوالے نقل کر کے حیدرآبادی پبلک میں نفرت اور تفرقہ پیدا کرنے کی کوشش کی۔ اس کوشش کی مثال میں مندرجہ ذیل اشتہار درج ہے جو قادیانی امت کے اندرونہ کی خبر دیتا ہے۔ وہ یہ اشتہار یہ ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب کا مذہب کیا ہے؟

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفلہا

ہمارے ناظرین کو اس بات کا بخوبی علم ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اپنا اصلی مذہب چھپا کر حیدرآباد کی پبلک کے سامنے اپنے لیکچروں میں یہ بیان کیا ہے کہ میں وہابی نہیں ہوں، چونکہ مولوی ثناء اللہ کی اصل غرض لوگوں کو مغالطہ دے کر روپیہ کمانا ہے جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کے دادا استاد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی وہابی کے اس فتوی سے ظاہر ہے جو کتاب اربعین غزنویہ امرتسر میں جسے علماء امرتسر نے شائع کیا تھا، درج ہے۔

اس لئے مولوی صاحب موصوف کو جس رنگ میں احمدیوں کی مخالفت کرنے سے زیادہ فائدہ پہنچ سکتا ہے اس رنگ میں آپ پبلک کے سامنے ظاہر ہوتے ہیں۔ اس وجہ سے ہم چاہتے ہیں کہ مختصر طور پر پبلک پر بھی یہ ظاہر کر دیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب وہابی ہیں یا نہیں اور اپنے اصلی عقاید کو چھپانے سے ان کی یہاں بھی وہی مالی غرض ہے یا نہیں۔ ان کے اخبار اہل حدیث کی مندرجہ ذیل تحریرات سے جو بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں واضح ہو جائے گا کہ ان حضرت کا اصلی مذہب جو حیدرآباد میں آکر مصلحتاً چھپائے بیٹھے ہیں۔ کیا ہے:

۱۔ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے اخبار اہل حدیث ۲۷۔ اگست ۱۹۱۵ء صفحہ ۲۔ کالم۔۱، میں تحریر کرتے ہیں کہ وہابی دراصل ایک بڑے فرقہ کا نام ہے جو دنیا میں کم وبیش پایا جاتا ہے جس کا عنوان یہ ہے:

وہابی کے معنی ہیں رحمان والا۔ سمجھتا ہے کچھ اور شیطان والا

جس سے مولوی ثناء اللہ کا مقصود ہے کہ وہابی تو خدا کے پرستار ہیں مگر شیطانی لوگ وہابی کے معنی اور ہی سمجھتے ہیں

۲۔ اور پھر اسی ۲۷۔ اگست ۱۹۱۵ء کے پرچہ اہل حدیث امرتسر صفحہ ۲ کالم ۳ میں حنفیوں کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

یہ (حنفی) لوگ اہلحدیث یا بالفاظ دیگر وہابیوں کے مذہب سے واقف نہیں،

۳۔ پھر اسی پرچہ اہل حدیث مورخہ ۲۷۔ اگست ۱۹۱۵ء میں مکہ معظّمہ میں چار مصلوں کے متعلق لکھتے ہیں کہ:

ان مصلوں سے امت محمد یہ میں تفرق اتصال پیدا ہو گیا ہے خدا رحم کرے اس شخص پر جو اس تفریق کے مٹانے میں سعی کرے تا کہ کعبہ شریف کی شکل اس اصلی حالت پر آ جائے جو زمانہ نبوت وخلافت میں تھی۔

نمبر ۴۔ پھر ۱۲ فروری ۱۹۱۵ء کے اخبار اہلحدیث صفحہ ۳ کالم ۳ میں لکھا ہے کہ تقلید شخصی آنحضرت ﷺ کی نبوت و رسالت میں دوسروں کو شریک کرنا ہے جو شرک فی النبوت والرسالت ہے۔قرآن مجید کی آیتیں (کہ یہودیوں اور عیسائیوں نے اپنے پادریوں اور درویشوں کو خدا بنا رکھا ہے) کے ماتحت داخل ہے جس کے یہ معنی ہیں کہ تقلید کرنے والوں نے اپنے اماموں کو اپنا رب بنا ہوا ہے۔

۵۔ پھر یہی مولوی ثناء اللہ اپنے اخبار اہل حدیث ۱۰ ستمبر ۱۹۱۵ء کالم ۲ میں آئمہ اربعہ کی تقلید کرنے والوں پر یہ فتوی دیتے ہیں کہ یہ لوگ اہل سنت و الجماعت سے خارج ہیں چنانچہ لکھتے ہیں کہ جب آئمہ اربعہ کا وجود دوسری صدی میں ہوا تو ان سے پہلے لوگ جو افضل الامت تھے ان قیودات مذہبی سے پاک وصاف ہوں گے۔ اس کے بعد جو تعینات مذہبی پیدا ہوئے انہوں نے سابق اجماع کا خلاف کیا لہذا یہ سب مفارق اجماع ہونے کی وجہ سے اہل سنت سے خارج ہونے چاہییں

۶۔ پھر ۱۰ فروری ۱۹۱۱ء کے اخبار اہل حدیث صفحہ ۶ کالم ۲ میں لکھا ہے:

دل ہوا تقلید کی آفت سے غم میں مبتلا
بہر فرحت باغ سنت میں ٹہلنا چاہیے

یہ حملے تو تھے ہی لیکن بالآخر مولوی ثناء اللہ صاحب کے اخبار اہل حدیث میں آئمہ اربعہ کے چار مذہبوں کو آنحضرت ﷺ کے دین میں رخنہ ڈالنے

والے بھی قرار دیا گیا ہے۔

۷۔ چنانچہ اخبار اہل حدیث ۱۷ جنوری ۱۹۱۱ء ص ۳ کالم ۴ میں یوں لکھا ہے کہ۔ واقعہ سیدھا سادھا اور منظور خدا اسلام تو یہی ہے کہ قرآن وحدیث پر عمل کیا جائے اور جس طرح خدا کے رسول فداہ ابی وامی نے اسوہ حسنہ بن کر ہمیں جو راہ بتلائی ہے اس پر چلیں اور کسی غیر کی نہ سنیں اور نہ نئے نئے فرقوں اور متعدد مذہبوں میں اسلام کو تقسیم کریں .... کہا جا سکتا ہے جنہوں نے ایک کو چار حصوں میں منقسم کر دیا ہے:

دین حق را چار مذہب ساختند
رخنہ در دین نبی انداختند

جس کے یہ معنی ہیں کہ ان چار مذہبوں حنفی شافعی مالکی اور حنبلی نے آنحضرت ﷺ کے سچے دین میں رخنہ ڈال ہے

اب ان تمام حوالہ جات سے جو مولوی ثناء اللہ کے اخبار اہل حدیث سے پیش کئے گئے ہیں حیدر آباد کی پبلک کو صاف صاف معلوم ہوسکتا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کا اصل مذہب کیا ہے۔آیا وہ وہابی ہیں یانہیں ۔ اور اپنے اصلی مذہب کو چھپا کر احمدیوں کے خلاف جھوٹی اور بے بنیاد باتیں تقریریں کرنے سے ان کا مقصد سوائے روپیہ کمانے کے اور کیا ہوسکتا ہے۔

کیا مولوی ثناء اللہ صاحب یا کوئی ان کا ثنائی مقلد ایسا ہے جو اس سے انکار کے لئے میدان میں آئے ۔فقط ۔

من جانب جماعت احمدیہ حیدر آباد وسکندر آباد مورخہ ۵ رجب ۱۳۴۱ھ۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین ! یہ تھی قادیانی امت کی انتہائی کوشش! مگر واہ حیدر آبادی مسلمانوں تمہاری غیرت ایمانی کیسی سچی ہے دیواروں پر یہ اشتہار لگے ہیں تو ان پر قلمی لکھا ہوا ہے: خاوند مارتا ہے تو جورو روتی ہے۔

سب کی زبان پر جاری ہے کہ مولوی ثناء اللہ اگر وہابی ہے تو ہم بھی وہابی ہیں ۔

جس روز یہ اشتہار تمام شہر اور بیرون شہر میں کافی شائع ہو چکا تھا اس روز وعظ کا مجمع اتنا تھا کہ اس سے پہلے کبھی نہ تھا۔ اس مجمع میں میں نے پکار کر کہہ دیا کہ اس اشتہار کا جواب حیدر آبادی دے سکتے ہیں، کیونکہ اس میں لکھا ہے کہ روپیہ کمانے کو میں تقریریں اور وعظ کر رہا ہوں۔ حیدر آباد میں جن جن صاحبوں نے وعظ کرائے ہیں وہ بتا دیں کہ انہوں نے مجھے کیا کیا نذرانہ دیا ہے؟ حاضرین سے جواب آیا: جھوٹے ہیں۔

میں نے یہ بھی کہا، روپیہ لینے والا وہ تھا جو کہتا ہے:

مجھے تو دس روپیہ ماہوار کی بھی امید نہ تھی بجائے دس کے تین لاکھ روپیہ مجھے پہنچ چکا ہے (حقیقۃ الوحی)

یہ ہیں دنیا کمانے والے۔

پھر میں نے یہ بھی صاف لفظوں میں کہا کہ نہ میں نے اپنا مذہب چھپایا، نہ مجھے ضرورت چھپانے کی ہے۔ پس سنئے میں اخبار اہل حدیث کا اڈیٹر ہوں میری دعا ہے اصلی معنوں میں خدا ہم کو وہابی (اللہ والا) بنا دے۔ جواب ملا۔ آمین

مباحثہ:

گذشتہ پرچہ میں ملاحظہ کیا ہوگا کہ میں نے تقریروں میں تحریک کی کہ سرکاری طور پر حضور نظام فریقین کے تحریری بیان سن کر فیصلہ فرمائیں اس کے بعد اس مضمون کا ایک محضر (میموریل) حضور ممدوح کی خدمت میں رعایا کی طرف سے پیش ہوا جس پر حضور ممدوح نے وزیر مذہبی اور باب حکومت (ارباب کونسل) کی رائے طلب فرمائی۔

سنا ہے وزیر مذہبی امور (مولانا حبیب الرحمٰن شروانی علی گڈھی) نے انکاری رائے دی ہے لیکن باب حکومت میں ابھی (آج ۱۱ مارچ ۱۹۲۳ء) تک فیصلہ نہیں ہوا۔ اس لئے یہ مباحثہ تو ہنوز نامعلوم۔

سکندر آباد کے ایک سوداگر خاندان میں سے ایک بھائی ۱۹۱۵ء سے قادیانی ہو چکا ہے باقی تین بھائی محمدی ہیں ان بھائیوں نے چاہا کہ ہم اپنا اختلاف مٹانے کو اپنے مکان پر گفتگو کرائیں چنانچہ ۳۱ جنوری کو ان کے مکان پر ایک مختصر سی مجلس ہوئی تحریری مباحثہ ہوا جس ..... میں صرف ایک پیش گوئی پر بحث اٹھائی گئی جس میں ذکر ہے کہ مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور (ناکح منکوحہ مرزا) (بقول قادیانی) مرزا صاحب

کی زندگی میں ضرور مرے گا اگر نہ مرے تو مرزا صاحب جھوٹے حالانکہ وہ آج (۳۱ جنوری ۱۹۲۳ء) تک بھی نہیں مرا اور مرزا صاحب کو مرے ہوئے آج قریباً ۱۵ سال گذرے ہیں۔ اس پیش گوئی پر فریقین کے پانچ پرچے ہوئے جو رسالہ کی صورت میں چھپ کر تقسیم ہو گئے ہیں۔

قادیانی مبلغین جو کچھ کر رہے ہیں وہ تو صرف اتنا ہے جو اوپر ذکر ہوا مگر اخبار الفضل نے ۲۲ فروری میں اپنے مبلغوں کی مصروفیت کا رجس مبالغہ سے لکھی ہے وہ اسی کے الفاظ میں سننے کے قابل ہے لکھا ہے:

حیدر آباد دکن میں بھی ہمارے دو مبلغ یعنی شیخ عبد الرحمٰن (دیسی) مصری و مولوی فضل الدین صاحب اشتہاروں اور پرائیویٹ جلسوں کے ذریعہ سے تبلیغ کر رہے ہیں۔

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں:

واقعی بڑے مصروف ہیں۔ سارا دن کھانے پینے، سیر کرنے اور سر کھجلانے میں فرصت کہاں۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء مطابق ۲۷ رجب ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۲۰ ص ۱-۲)

میں حیدر آباد میں: ۵

قادیان میں دروغ بافی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کی ایک گشتی (سرکلر) ہے جو خدا تعالیٰ کی زبانی جاری ہے کہ

انّی مھین من اراد اھا نتك (جو کوئی اے مرزا تیری اہانت کا ارادہ کرے گا، یعنی وقوع بھی نہیں محض ارادہ پر، میں اس کو ذلیل کرونگا)

یہ الہام اپنے مضمون میں بالکل صاف ہے کہ حضرت مرزا صاحب قادیانی کی اہانت کرنا تو کجا، اہانت کا ارادہ کرنا بھی موجب ذلت وخواری ہے۔

اس الہام کے مقابلہ میں بتعلیم قرآن مجید عرصہ سے مجھے القاء ہے کہ:

انی معین من اراد اھا نتہ

یعنی میں، خدا، اس کی مدد کرونگا جو مرزا، مدعی مسیحیت، کی تردید کرے گا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی ہی میں، میں اپنے القاء کو ان کے الہام کے مقابلہ میں ہمیشہ سچا پاتا رہا۔ یہاں تک کہ ان کے بلانے پر میں نے ان کے دار الحکومت (قادیان) میں جنوری ۱۹۰۳ء کو جا کر ان کو گفتگو کرنے کی دعوت دی، تو جواب آیا کہ ہم نے خدا سے وعدہ کر رکھا ہے کہ علماء سے مناظرہ نہیں کریں گے حالانکہ کوئی وعدہ نہیں۔

کوئی احمدی جوانمرد اس وعدہ کا ثبوت دے تو لدہانہ کے تین سو میں سے ایک سو انعام واپس لے سکتا ہے۔

خیر یہ تو پرانا قصہ تھا۔ تازہ واقعہ یہ ہے کہ حیدر آبادی احباب کے تقاضا پر ۱۶ جنوری کو ریاست حیدر آباد دکن پہنچا۔ چونکہ اصل بات یہی ہے کہ میں تردید مرزا کے لئے گیا تھا، اس لئے اسٹیشن پر مذکورہ دو فقروں کا میں مقابلہ دیکھتا تھا۔ ایک مرزا صاحب کا مذکورہ الہام انی مھین، دوسرا اپنا القاء انی معین۔ پھر آخر کیا ہوا؟

اس کا گواہ خود ایک مرزائی مبلغ غلام احمد (ہیرالال) ہے جو سٹیشن پر نظارہ دیکھ رہا تھا۔ جو غالباً اپنے رسول کے الہام کی صداقت ہی دیکھنے آیا ہوگا۔ وہ دیکھ رہا تھا کہ مخلوق خدا مصافحہ کرنے کو ٹوٹ رہی ہے جس کا نظارہ دیکھ کر در و دیوار سے آواز آ ہی تھیں انی معین من اراد اھا نتك بالکل سچا القا ہے صدق اللہ العظیم

اس کے بعد حیدر آباد میں جو جو کاروائی ہوئی وہ احمدی جماعت کے رکن رکین سیٹھ عبد اللہ دین صاحب سوداگر سکندر آباد کے اس تار سے معلوم ہوسکتی ہے جو انہوں نے سات روپئہ کے خرچ سے قادیان دیا تھا۔ جس میں اپنی جماعت کی حالت زار کا نقشہ کافی لفظوں میں دکھایا تھا جس کا مختصر ذکر اہل حدیث امرتسر کے گذشتہ پرچوں میں ہو چکا ہے۔

مگر واہ ری! قادیان مشین کی دروغ بافی! دنیا بھر کی مشینوں میں کبھی نہ کبھی تعطیل ہو جاتی ہے، لیکن تجھ میں کبھی ناغہ نہیں ہوتا۔

حیدرآبادی ذلت وخواری کو اپنے ناظرین سے دور رکھنے کے لئے قادیان کے اخبار الفضل نے ایڑی چوٹی کا زور لگایا جس کا پول کھولنے کو آج ہم نے یہ مضمون لکھا ہے۔

یہ تو ناظرین کو معلوم ہوگا کہ چھاؤنی سکندرآباد (متصل حیدرآباد) میں ایک خاندان ہے جس کا نام علاء الدین خاندان ہے۔ اس خاندان کے چار بھائیوں میں سے سب سے بڑا سیٹھ عبداللہ ہے۔ جو مرزا صاحب قادیانی کا مصدق (احمدی) ہے۔ باقی تینوں بھائی خان صاحب احمد، غلام حسین، قاسم علی صاحبان، یہ محمدی سنی ہیں۔ ان بھائیوں میں قادیانی مذہب کے متعلق تکرار رہتی تھی۔ ابھی ہمارے عام جلسہ ہائے وعظ شروع نہیں ہوئے تھے کہ ایک روز قبل (۱۸ جنوری کو) ان بھائیوں نے چاہا کہ اپنے مکان پر خاص مجلس میں گفتگو سنیں۔ چنانچہ چاروں برادران کے علاوہ ان کے ماموں حاجی پیر محمد وغیرہ اور دو تین ممبران انجمن سکندرآباد بھی شریک تھے۔ وہاں پر پہلے گفتگو، آخری فیصلہ، والے اشتہار پر چلی۔ ان تین بھائیوں میں سے اول الذکر گویا اس خانگی مجلس کے صدر تھے۔ ایک ایک سوال کا جواب لیتے جاتے تھے۔ جب قادیانیوں کے جواب میں ۱۳ جون ۱۹۰۷ء کا اخبار بدر میں نے پیش کیا کہ اس میں مرزا صاحب اپنی دعا کو بحال رکھ کر میری موت کے منتظر ہیں اس کا جواب خان صاحب نے قادیانی پارٹی سے اس کی تردید کا بارہا مانگا، مگر وہ نہ دے سکے۔ جب بار بار مانگنے کے بھی نہ دے سکے، تو آخر خان صاحب نے مجھ سے کہا کہ اچھا اسے چھوڑیئے، یہ لوگ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ مباہلہ کی بابت کیا فرماتے ہیں۔ میں نے کہا میں تیار ہوں۔ مگر مباہلہ کا اثر مجھ پر فوراً ہونا چاہیے۔ اس دعوی کی دلیل میں نے تفسیر معالم التنزیل سے ایک مرفوع روایت پیش کی جس کے مختصر الفاظ یہ ہیں:

لو لا عنوا لمسخوا قردۃ۔

یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا اگر وہ لوگ مجھ سے مباہلہ کرتے تو فوراً مسخ کئے جاتے

ان معنی پر قادیانی پارٹی نے، جن میں بعض عربی دان بھی تھے، مجھ سے کہا کہ، فوراً، کس لفظ کا ترجمہ ہے۔

میں نے تحریری جواب دیا کہ لو حرف شرط ہے۔ اس کے مدخول اور اس کی جزاء میں فصل جائز نہیں ہے۔ اس کی کئی مثالیں لکھیں جن میں سے ایک یہ تھی

لو کا ن من عند غیر الله لو جدوا فیه اختلا فاً کثیراً (النساء:۸۲)
اس پر خان صاحب علاء الدین صاحب نے کہا ہم اور علماء سے بھی پوچھیں گے۔ چنانچہ دوسرے روز جامعہ عثمانیہ کے علماء کے سامنے یہ سوال بدیں الفاظ پیش ہوا:
سوال: علماء کرام مندرجہ ذیل عبارت کا کیا مطلب بیان فرماتے ہیں:
قا ل و الذی نفسی بیدہ ان الھلا ك قد تد لی علی اھل نجرا ن و لو لا عنوا لمسخوا قردۃ و خنا زیر ....الخ
(اس حدیث کے دو حصے ہیں حصہ اول ان لوگوں کے متعلق ہے جو مباہلہ میں پیش ہوتے ان کے لئے تو یہ ارشاد ہے کہ فوراً ہلاک ہو جاتے۔ حصہ دوم ان لوگوں کے متعلق ہے جو مباہلہ کرنے والوں کے ہم مذہب نصاری تھے ان کے لئے ارشاد ہے کہ سال تک وہ بھی سارے تباہ ہو جاتے مرزائیوں کی بے علمی یا خودغرضی ہے کہ وہ دو حصوں کو ایک ہی سمجھتے ہیں۔)
الجواب: اس عبارت سے واضح طور سے معلوم ہوتا ہے کہ لاعنین پر اثر مباہلہ فوراً بلا مہلت ہوتا۔
مفتی عبداللطیف پروفیسر عربی، محمد عبدالقدیر پروفیسر عربی، عبدالواسع پروفیسر عربی، مناظر احسن گیلانی پروفیسر دینیات۔

اطلاع ہمارے ناظرین کو بھی ایسا موقع ملتا ہوگا کہ مرزائی لوگ گفتگو میں تنگ آ کر فوراً مباہلہ پر اتر آیا کرتے ہیں۔ ان کو مباہلہ سے انکار نہ کرنا چاہیے مگر روایت مذکورہ کے مطابق مباہلہ کا اثر فوراً ہونے کا مطالبہ کرنا چاہیے۔ اگر فوری اثر نہ ہو یعنی مباہلہ کرتے ہی محمدی مباہلین پر عذاب نازل نہ ہو، تو احمدی مباہلین جھوٹے سمجھنے چاہییں۔
خیر اس ساری تمہید لکھنے سے غرض یہ ہے کہ قادیانی دروغ بافی کا ثبوت دیا جائے۔ چنانچہ اسی مباحثہ کا (جو برادران اربعہ کے مکان پر ہوا) قادیانی اخبار الفضل میں یوں ذکر کیا گیا:
۱۶ جنوری کو مولوی ثناء اللہ صاحب وارد حیدر آباد دکن ہو کر ..کو سیٹھ احمد بھائی کے پاس مدعو ہوئے جہاں جماعت احمدیہ سے کوئی چار پانچ گھنٹے تک

مباہلہ کی نسبت بقرار حکم احمد بھائی با قاعدہ گفتگو ہوئی مولوی ثناء اللہ، حضرت اقدس (مرزا) کے مقابلہ میں اپنی کامیابی کے دلائل پیش کرتے تھے اور سید بشارت احمد صاحب تردید دلائل کرتے جاتے حتی کہ اہل مجلس نے بالعموم یہ فیصلہ کیا کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور مولوی ثناء اللہ میں کوئی مباہلہ کا ہونا ثابت نہیں۔ اس پر مولوی ثناء اللہ کھسیانے ہو کر چل دیئے۔

(الفضل قادیان ۸ فروری ۱۹۲۳ء ص ۲)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

اس رپورٹ میں اتنا جھوٹ ہے کہ کچہریوں میں جھوٹی شہادت دینے والے بھی اتنا جھوٹ نہ بولتے ہونگے۔ ہم اس کے ثبوت میں خود ان کے برادر غلام حسین اور قاسم علی صاحبان اور انکے ماموں صاحب کی تحریری شہادت پیش کرتے ہیں

شہادت:

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۸ فروری ۱۹۲۳ء کے ص ۲ کالم اول میں جو اس مباحثہ کا ذکر ہے جو ہمارے مکان واقع سکندرآباد دکن میں ہوا تھا اس میں لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کھسیانے سے ہو کر چل دیئے۔ یہ جھوٹ ہے مولوی صاحب نے بڑی خوبی سے تقریر کی اور قادیانیوں کے چلے جانے کے بعد تشریف لے گئے اس کے علاوہ امباحثہ میں مباہلہ کرنے کا ذکر بھی آیا تھا مولوی صاحب موصوف نے تفسیر معالم التنزیل سے ایک حدیث بھی پیش کی تھی اس حدیث پر بڑی دیر تک بحث ہوتی رہی اسکے بعد علماء حیدرآباد سے اس حدیث کا معنی دریافت کیا گیا تو ان سب نے بالاتفاق وہی معنی بتایا جو مولوی ثناء اللہ صاحب نے بتایا تھا۔ ہمیں افسوس ہے کہ الفضل میں ہمارے سامنے کا واقعہ غلط لکھا گیا ہے۔

غلام حسین اللہ دین، قاسم علی اللہ دین۔ پیر محمد حاجی

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

الفضل کی غلط گوئی کا سکندر آباد حیدر آباد میں چرچا ہوا تو قادیانی جماعت کو بڑی ندامت ہوئی یہاں تک کہ سیٹھ عبداللہ الہ دین وغیرہ نے میرے قیام گاہ پر اعتراف کیا کہ مختصر ہونے کی وجہ سے غلطی ہوئی۔ تو مرزائی پارٹی نے اس غلطی کی تصحیح کی۔ تصحیح جو بے نظیر اور بے مثال ہے لکھتے ہیں:

اخبار الفضل میں مرقوم ہے:

سید بشارت علی کا ایک مراسلہ آج پہنچا کہ الفضل میں جو میری تحریرات کے خلاصہ میں یہ فقرہ چھپا ہے کہ، مولوی ثناء اللہ کھسیانے ہو کر چل دیئے، یہ معنیً تو صحیح ہے کیونکہ اپنے خلاف فیصلہ سن کر کھسیانے ہوئے اور بحث سے چل دیئے البتہ صورۃً وہیں رہے مکان سے باہر نہیں گئے (۲۶۔فروری)

۲۷ فروری کو میری قیام گاہ پر علماء حیدر آباد کی مجلس تھی جب انہوں نے یہ تصحیح دیکھی تو بے اختیار سب ہنسے بولے کہ یہ تصحیح ہے یا عذر گناہ بدتر از گناہ ہے۔

ناظرین ان حواریان مسیح کی باطنی صفائی اور راست گوئی و راست پسندی دیکھئے کہ عذر گناہ بدتر از گناہ کی مثال کو کیسے صحیح کر دکھایا۔ کیا ہی صورۃً اور معنیً میں فرق بتایا ہے۔ حالانکہ نہ مباہلہ مرزا پر بحث تھی نہ فیصلہ خلاف ہوا۔ نہ کوئی کھسیانے ہوا نہ مکان چھوڑا نہ کچھ ہوا نہ کچھ ہوا بلکہ محض بیرونی دنیا سے اپنی ذلت وخواری چھپانے کے لئے ایسی تحریر کی گئی۔

اطلاع: چونکہ کئی مرتبہ ہم ان حضرات کی کذب بیانی کا اندازہ کر چکے ہیں اس لئے بحکم اصول حدیث ان کی وہ روایات جو ممالک غیر میں اپنی اشاعت کی خبریں اڑایا کرتے ہیں وہ بھی اسی طرح کی بے اصل اور بے ثبوت جاننے کے قابل ہیں

دوسرا دروغ۔

الفضل قادیان مورخہ ۲۶ جنوری میں لکھا ہے:

مولوی ثناء اللہ صاحب کو حیدر آباد دکن میں ہمارے مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب نے دس ہزار روپئہ انعام دینا چاہا صرف یہ حلف لے لینے پر کہ حضرت مرزا صاحب کے تمام دعاوی سراسر جھوٹ اور دھوکہ فریب اور غلط

تاویلات پر مبنی ہیں اور عیسی کی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے اور اس جسم خاکی کے ساتھ اب تک زندہ موجود ہیں۔الخ

اس عبارت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ صرف حلف اٹھانے پر دس ہزار روپئہ دیتے ہیں حالانکہ یہ محض جھوٹ افترا اور دھوکہ اور دجل ہے۔اہل حدیث مورخہ ۲ مارچ میں عبداللہ الہ دین کا اشتہار اور میرا جواب درج ہو چکا ہے۔تاہم اگر اڈیٹر الفضل اس بیان میں سچا ہے تو وہ اپنے مکرم سیٹھ عبداللہ کو کہیں کہ دس ہزار روپئہ لے کر امرتسر شیخ خیر الدین مرحوم کی جامع مسجد میں یا اسی عیدگاہ میں آجائیں جہاں مرزا صاحب آنجہانی نے مولوی عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا۔ میں وہاں حلف اٹھا کر روپئہ ان سے وصول کر لونگا۔اگر اڈیٹر صاحب اس عبارت کے معنی کچھ اور کریں تو اس عبارت کی صحیح تفسیر کے لئے ان کی مسلمہ منصف خان بہادر شیخ عبدالقادر صاحب بیرسٹر لاہوری ہم کو منصف منظور ہیں۔باقی

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۲۳ء مطابق ۴ شعبان ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۲۱ ص ۱۔۳)

حیدرآباد کے واقعات بالاختصار

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ناظرین کو یہ تو یاد ہوگا کہ میں ۱۶ جنوری کو سکندرآباد (حیدرآباد دکن) پہنچا۔دو مہینے وہاں رہ کر ۱۶ مارچ ۱۹۲۳ء کو واپس امرتسر آیا۔آتے ہی ۱۷ مارچ جو قادیان کے جلسہ اسلامیہ میں چلا گیا اس عرصہ میں حیدرآباد میں جو کچھ ہوا وہ ناظرین کی آگاہی کے لئے ہر ہفتہ کچھ نہ کچھ نکلتا رہا،جو آج بالاختصار درج ہے۔

۱۹ جنوری ۱۹۲۳ء سے ہماری تقریریں عام جلسوں میں شروع ہوئیں۔چند روز تک مولوی محمد صاحب دہلوی میرے ساتھ رہے۔آپ تو حید وسنت پر مضامین بیان کرتے تھے اور میں قادیانی مذہب پر۔جب آپ مجھ سے جدا ہوکر (مدراس) وغیرہ مقامات کی طرف چلے گئے تو میں اکیلا ہی رہ گیا،تو دوسرے مضامین بیان کرتا۔چونکہ عام رائے قادیانی مضامین سننے کی زیادہ خواہشمند تھی اسلئے زیادہ وقت اس کام پر

خرچ ہوتا رہا۔ دو مہینے پے در پے وعظ ہوتے رہے۔ وعظ میں حاضرین ہزار ہا کی تعداد میں آتے اور بڑی دلچسپی سے سنتے تھے میرے خیال میں واقعات حیدر آباد میں صرف دو تین واقعہ ایسے ہیں جو بطور نتیجہ کے بیان ہو سکتے ہیں۔

حیدر آباد کی تقریروں میں مجھے مرزائی مبلغ کہا جائے تو جائز ہے کیونکہ عام طور پر میرا طریق وعظ یہی تھا کہ جناب مرزا صاحب آنجہانی کی کتابوں سے مضامین سنا دیا کرتا تھا۔ بلکہ بعض اوقات کسی اور شخص کے ہاتھ میں کتاب دے کر پڑھوا دیتا۔ اس لحاظ سے مجھے قادیانی مبلغ کہنا بے جا نہ ہوگا چنانچہ میں اس کا اعلان بھی کرتا رہا۔

میری تبلیغ کے دو طریقے تھے۔ تقریر اور تحریر۔ تقریر تو وعظ گوئی تھی اور تحریر کی دو قسمیں تھیں۔ اشاعت کتب متعلقہ مرزا جو سینکڑوں سے متجاوز شائع ہوئیں اور دوسری قسم کی تحریر اشتہارات تھے جو حسب ضرورت وہاں پر لکھے جاتے تھے۔

میرے ورود کی وجہ: سکندر آباد میں ایک خاندان سیٹھ اللہ دین کا مشہور ہے جن کے چار بیٹے ہیں جن کے نام حسب مراتب یہ ہیں: عبد اللہ اللہ دین۔ احمد اللہ دین۔ غلام حسین اللہ دین۔ قاسم علی اللہ دین۔

ان میں سے اول الذکر ۱۹۱۹ء میں حیدر آبادی تحریک سے احمدی (مرزائی) ہو گیا احمدی ہو کر انہوں نے ہر قسم کی اشاعت شروع کر دی اور گجراتی اور انگریزی زبانوں میں کئی ایک کتابیں اور اشتہارات انہوں نے شائع کئے۔ ہزار ہا روپیہ اس کام میں خرچ کیا۔ برادران کو بھی بڑے زور سے تبلیغ کرتے رہے۔ یہاں تک کہ ان برادران کو خیال ہوا کہ ہم اگر قبول کریں تو تحقیق کر کے قبول کریں، تا کہ تبلیغ بھی کر سکیں۔ چنانچہ انہوں نے بمشورہ دیگر احباب اہل حدیث واحناف مجھے دعوت دی میرے انکار پر جلسہ اہل حدیث کانفرنس کے موقعہ پر بمقام دہلی اپنا وکیل بھیجا کہ مجھے لے جائیں مجھے اپنے روزانہ مشاغل کی وجہ سے حیدر آباد میں جانا پہاڑ معلوم ہوتا تھا مگر آخر کار معلوم ہوا عسی ان تکرھوا شیئاً و ھو خیر لکم

جب تقریروں کی بھرمار اور غلغلہ ہوا تو سیٹھ عبد اللہ الہ دین صاحب نے ایک اشتہار دیا کہ مولوی ثناء اللہ اگر موکد بعذاب حلف اٹھائیں تو ہم ان کو پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ مضمون حلف مع جواب اہل حدیث ۲ مارچ میں درج ہو چکا ہے۔

خلاصہ اس کا یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ اپنے حلف میں سال تک عذاب مانگے۔ حیرانی یہ ہے کہ یہ لوگ کتنا بھول بھلیوں میں پھنسے ہوئے ہیں مخالفوں کو کہتے ہیں عذاب مانگو۔ کیا یہی طریق انبیاء کا تھا؟ حضرات انبیاء تو حسب ضرورت خود دعا کیا کرتے تھے

ربّ لاتذر علی الارض من الکافرین دیاراً

یہ نہیں کہ مخالفوں کو کہیں کہ تم عذاب مانگو تو تم پر عذاب آئے گا۔ قادیانی جماعت کے ایسا کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو اپنی دعاؤں کے قبول ہونے کا یقین نہیں بلکہ وہ جانتے ہیں اور یقین رکھتے ہیں کہ ما دعاء الکافرین الاّ فی ضلال

خیر اس کے جواب میں میں نے اشتہار دیا کہ میں ایسی حلف کے لئے تیار ہوں مگر میرا ایک سوال ہے کہ سال تک میں موت یا عذاب شدید سے محفوظ رہا تو مجھ کو لکھ دیجئے کہ اس وقت میں سچا سمجھا جاؤنگا جس کا نتیجہ یہ ہونا چاہے کہ عبداللہ الہ دین صاحب اور خلیفہ صاحب قادیان (جنہوں نے ایسے اشتہار کی اجازت دی ہے) مرزا غلام احمد قادیانی کے مذہب کو چھوڑ کر توحید وسنت کی اشاعت میں لگ جاویں گے۔ یہ ایک ایسا مطالبہ تھا جسے ہر ایک منصف مزاج تسلیم کرے گا کہ واقعی نزول عذاب کی مدت جب سال تک ہے تو بعد سال سچا جاننے میں کیا عذر ہے۔ اس کے جواب میں عرصہ تک تو خاموشی رہی آخر جب چاروں طرف سے تقاضا ہوا تو عبداللہ الہ دین صاحب نے اشتہار دیا کہ میں بذات خود اس شرط کو ماننے کے لئے تیار ہوں مگر خلیفہ قادیان کو کیوں شریک کیا جاتا ہے اس کا جواب دیا گیا کہ ایک وجہ تو یہ کہ خلیفہ قادیان تمہارے مجیز (اجازت دہندہ) ہیں دوم یہ کہ عبداللہ الہ دین کی ملک میں اتنی وقعت نہیں کہ ان کے کسی فیصلہ کا اثر کسی دوسرے احمدی پر بھی ہو سکے۔ خلیفہ قادیان خود ذمہ دار اور مجیز ہیں بڑی بات یہ ہے کہ باپ کے قائم مقام ہیں ان کو میدان عمل میں آنا چاہیے۔

ایک معقول سوال:

سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب سے ایک سوال ہے صاف صاف لفظوں میں بتاویں کہ اس اشتہار کی بابت انہوں نے خلیفہ قادیان سے اجازت حاصل کی تھی یا نہیں؟ اس

کا جواب حلفیہ مطلوب ہے ۔ اگر کی تھی تو پھر ان کو اس میں شریک ہونے میں کیا عذر ہے۔ اگر نہیں کی تھی تو آپ نے اپنے اصول (اطاعت) کے خلاف کیوں کیا۔

دوسرا پہلو:

یہ تو تھا عبداللہ الہ دین صاحب کا پبلک پہلو، اس کے سوا دوسرا پہلو ان کا یہ ہے کہ بھائیوں کے اصرار سے وہ ایک روز کچھ سمجھنے کو میرے پاس مع برادران کے آئے ۔ اپنی تقریر کا رخ انہوں نے یوں رکھا کہ حدیث شریف میں آیا ہے جو شخص امام وقت کو نہ پہچانے وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔ چونکہ مرزا صاحب قادیانی امامت کے مدعی ہیں ان کو نہ ماننے سے اس وعید کا خطرہ ہے ۔ میں نے کہا امام کے کئی معنی ہیں امام صلوۃ اور امام دین اور سلطان وقت ۔ اس حدیث میں نہ امام صلوۃ مراد ہے نہ امام دین (جیسے آئمہ اربعہ وغیرھم) بلکہ سلطان وقت مراد ہے دلیل اس کی یہ ہے کہ دوسری حدیث میں یوں آیا ہے الا م جنة یقا تل من ورا ئہ یعنی امام مثل ڈھال کے ہیں اس کی اوٹ میں جہاد کیا جاتا ہے۔

یہ اور اس قسم کی اور روایات سننے کے بعد عبد اللہ صاحب نے کہا کہ ان احادیث سے تو بے شک یہی ثابت ہوتا ہے جو آپ کہتے ہیں مگر میں کل ایسی حدیثیں لاؤنگا جن سے ثابت ہوگا کہ امام سے مراد امام روحانی ہے ۔ میں نے کہا بہت اچھا۔ اسی اثنا میں ذکر آیا کہ علماء احمد یہ بھی ساتھ ہوں؟ میں نے کہا ہوں تو خاموش بیٹھے رہیں اور اگر وہ گفتگو کریں تو تحریری ہوگی کیونکہ قادیان کے اخباروں میں واقعات کو بدل پر شائع کیا جاتا ہے نمونہ کے طور پر وہ حوالہ دکھایا جو اہل حدیث ۲۳ مارچ میں صفحہ ۳ پر کھسیانے ہونے کا درج ہے چنانچہ عبد اللہ صاحب نے خود اس امر کی تصدیق کی کہ یہ فقرہ ہمارے مراسلہ میں نہ تھا۔ مگر انہوں نے ہماری مفصل تحریر سے مختصر کرلیا۔ میں نے کہا مختصر نہیں کیا بلکہ جھوٹ لکھا ہے ۔ میرے اس قول کی سب حاضرین مجلس نے تردید کی ۔ دوسرے روز جب نہ آئے، تیسرے چوتھے بھی نہ آئے، تو میں نے ان کو ایک خط لکھا جسکا جواب دیا کہ عند الملاقات آپ نے ہماری جماعت کی سخت ہتک کی تھی اس لئے میں نہ آؤنگا۔

ناظرین! کیا ایسے لوگ بھی دعوے کر سکتے ہیں کہ ہم محقق ہیں (افسوس) مانا کہ آپ کی جماعت کی ہتک ہوئی یا کی گئی لیکن آپ کو تو صاف صاف سمجھایا گیا تھا۔ اگر سمجھنے کی خواہش ہوتی تو اصل مضمون سمجھنے پر متوجہ رہتے زاید باتیں خود ہی حل ہو جاتیں لیکن اس کا خیال تو وہ کرے جس کو تحقیق حق سے غرض ہو۔

انعامی مضمون

دوران قیام حیدر آباد میں ایک ٹریکٹ ملا جس کا نام تھا، حضرت عیسی کی وفات ۔، اس کا مصنف کوئی عبدالرحمٰن ماسٹر (قادیانی) ہے اس میں لکھا ہے کہ، حضرت عیسی کی وفات مولوی ثناء اللہ کے قلم سے۔، اس کے ثبوت میں تفسیر ثنائی جلد۳ کا حوالہ دیا ہے اس پر میں نے اعلان کیا کہ میری تفسیر سے یہ مضمون دکھا دیں کہ حضرت عیسی فوت ہو چکے ہیں تو میں ایک سو روپیہ ابھی انعام دیتا ہوں۔ وہاں تو انعام لینے کو کوئی کھڑا نہ ہوا شاید اب کوئی مرد میدان بن کر نکل آئے۔

قادیانی پارٹی کے ممبرو! راست گوئی اور راست پسندی کا بھی کوئی حکم ہے یا نہیں؟ تمہاری جماعت جو راست پسندی اور راست گوئی کی اتنی مدعی ہے کہ بغیر اپنے کسی دوسرے کو راست گو جانتی ہی نہیں اس کا یہی کام ہونا چاہیے کہ وہ جھوٹے حوالو ں سے اپنا مذہب پھیلائے (تف اے چرخ گردوں تف)

حیدر آباد سے روانگی

دو مہینے کے قیام میں قادیانی خدمات انجام کو پہنچیں تو جلسہ قادیان کے لئے جو ۱۷ تا ۱۹ مارچ ۱۹۲۳ء کو ہونے والا تھا۔ عجلت سے روانگی کا ارادہ ہو رہا تھا۔ حضور نظام کی جانب سے حکم پہنچا کہ کل صبح شرف ملاقات ہوگا۔ اس باریابی اور اس کے نتیجہ کا اظہار حیدر آبادی اخبار شیر دکن مورخہ ۱۵ مارچ میں یوں کیا گیا ہے:

پرسوں جب کہ مولانا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بارگاہ خسروی میں باریاب ہوئے تھے اس وقت آپ نے اپنی تفسیر اور بعض دیگر تصانیف بطور ہدیہ ملاحظہ خسروی میں گزارنے کا شرف حاصل کیا

مولوی ثناء اللہ صاحب کی روانگی وطن کے وقت آپ کی مشایعت کے لئے ریلوے سٹیشن پر بہت سے لوگوں کا مجمع تھا۔ٹرین کے حرکت میں آنے سے کچھ ہی قبل ان کو اطلاع موصول ہوئی کہ بارگاہ خسروی سے از راہ ترحم خسروانہ وعطوفات شاہانہ سوروپیہ کلدار ماہوار کا وظیفہ تاحیات جاری فرمایا گیا ہے۔اس نوید کو تمام حاضرین نے نہایت مسرت وانبساط کے ساتھ سنا اور سب نے بارگاہ باری تعالی میں اعلی حضرت خسرو دکن کے لئے ترقی واقبال اور دینی و دنیوی مقاصد کے برآنے کی قلبی جوش کے ساتھ دعامانگی اور مولانا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب منصور ومسرور اپنے وطن کو تشریف لے گئے۔

اس واقعہ پر حیدرآبادی احباب نے مجھے بذریعہ خطوط اور تار مبارک باددی جس کے جواب میں میں ان احباب کو مبارک باد کہتا ہوں کہ ان کے خادم کی بارگاہ سلطانی میں قدرافزائی ہونا خود ان احباب کی قدرافزائی ہے جو دل سے اس قدرافزائی کے لئے غالبًا دعائیں کرتے ہوں گے کسی کے دل میں اس قدر افزائی کی عزت بحیثیت متاع دنیا کے ہوگی مگر میرے دل میں سب سے بڑی عزت اس کی یہ ہے کہ حیدرآباد اور حیدرآبادی مخلص احباب سے میرا دوسرے مما لک کی نسبت تعلق گہرا ہو گیا گویا ایک معنی سے میں خود بھی حیدرآبادی ہو گیا۔الحمد للہ

اس واقعہ پر قادیانی جماعت نے قادیان کے جلسہ میں جس قسم کی حرکات مذبوحی کی ہیں الامان کبھی کوئی اشتہار سے کبھی کوئی اپنے دل سے ایک منصوبہ گھڑ کر مجھ سے اس کی تصدیق کراتے تھے کہ تم (ثناء اللہ) یہ لکھ دو کہ:

یہ وظیفہ مجھ کو قادیانی مذہب کی تردید کے صلے میں ملا ہے۔

اس کا جواب میں جلسہ ہی میں دے دیا کہ میں نے یہ بات نہیں کہی نہ کہتا ہوں کہ قادیانی تردید کے صلے میں ملا ہے جو سمجھے اسے پوچھو۔میں تو واقعہ کا فقط اظہار کرتا ہوں کہ وظیفہ ملا۔رہا یہ امر کہ کس کے صلہ میں اس کی بابت میں نے کچھ نہیں کہا۔اللہ اعلم

خدا جانے قادیانی اخبار الفضل نے حلف موکد بعذاب اٹھا رکھی ہے کہ سچ کبھی نہ بولوں گا۔اللہ اللہ مسیح کے حواری جماعت صحابہ کرام کے مثیل اور راستی سے عداوت انا للہ چنانچہ ۲ مارچ کی اشاعت میں اڈیٹر الفضل ہاں خلیفہ صاحب کے خاص

مصاحب لکھتے ہیں:

۱۸ تاریخ کو بعد دو پہر (قادیان میں) مولوی ثناء اللہ صاحب کا ذکر ہوا جس میں اس نے حیدرآباد کے متعلق بیان کیا کہ وہاں یہ کامیابی یہ انعام وغیرہ اور یہ سب مرزا صاحب کی خدمت کرنے کا صلہ تھا۔

لیکن دوسرے روز جب کہا گیا کہ یہ لکھ دو، تو اس نے انکار کر دیا کہ میں نے تو یہ نہیں کہا۔ ہاں لوگوں میں مشہور تھا کہ سو روپیہ کا جو منصب ملا ہے وہ احمدیوں کے متعلق لیکچر دینے کی وجہ سے ہے۔ مگر یہ کہتے ہوئے ثناء اللہ دروغ گو را حافظہ نباشد، کا مصداق ہو گیا کیونکہ اس نے بیان کیا تھا کہ جب میں ریل میں سوار ہو گیا اور گاڑی چلنے لگی تو سرکاری ہرکارہ لفافہ لے کر آیا جس میں سو روپیہ دینے کا ذکر تھا جب اس بات کا علم مولوی ثناء اللہ کو آخری وقت میں ہوا تو لوگوں کیلیے یہ کہنے کا کہاں موقع ملا کہ یہ منصب احمدیوں کے خلاف لیکچر دینے کی وجہ سے ملا ہے اور مولوی صاحب نے کب ان سے یہ بات سنی۔ (الفضل قادیان ۲۲ مارچ ۱۹۲۳ء)

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

کسی استاد کا قول ہے

خشت اول چوں نہد معمار کج
تا ثریا میرود دیوار کج

جب بنیاد ہی غلط ہو تو بنا کیا ہو گی۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کی بھی عادت شریفہ تھی کہ مخالف کی بات کو اپنے مطلب کے موافق ڈھالتے، پھر اس پر اپنے مفید مطلب نتائج پیدا کر کے مریدوں کے اذہان میں ایسے جماتے ہیں کہ فرمان خداوندی فھم لا یر جعون ان پر پورا صادق ہو جاتا ہے۔

میں مرزا صاحب کی صورت کو دیکھ کر اور ان کے ایسے افترایات اور کذبات

(مثال کے طور پر غلام دستگیر اور مولوی اسماعیل کا واقعہ کافی ہے ان دونوں مرحوموں کے حق میں لکھا ہے کہ انہوں نے مجھ سے بدیں طریق مباہلہ کیا تھا کہ ہم، مولوی صاحبان اور مرزا، میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے

مرے چونکہ وہ دونوں مر گئے لہذا میں، مرزا، سچا ہوں، حالانکہ یہ مقابلہ ان کا کہیں بھی نہیں۔ انعام لدھیانہ کا تین سو واپس دینے کا وعدہ ہے اگر خلیفہ قادیان اپنے باپ کی عزت رکھنے کو یہ حوالہ دکھا دے۔ اڈیٹر) کو ذہن میں لا کر بے ساختہ وہی کہا کرتا تھا جو عرب کا ایک شاعر اپنے دوست کو کہتا ہے:

تفرد بالاحکام فی اھله الھوی
فانت جمیل الوجه مستحسن الکذب

(یعنی محبت کا اثر عجیب ہے کہ حسین محبوب کا جھوٹ بھی اچھا معلوم ہوتا ہے)

بندہ ءخدا! غالباً تم بھی میری تقریر سنتے ہو گے میں نے یہ کہا تھا کہ:

میں نے تو یہ نہیں کہا کہ قادیانی تردید کے صلے میں یہ وظیفہ جاری ہوا ہاں جن لوگوں نے کہا انہوں نے سمجھا ہوگا لہذا یہ سوال ان سے ہونا چاہیے

بات اصل یہ ہے کہ قادیانی مبلغ مولوی فضل دین وکیل اور شیخ عبدالرحمٰن (دیسی مصری، یہ صاحب اپنے نام کے ساتھ مصری لکھتے ہیں حالانکہ پنجابی ہیں ہم نے ان کی تصدیق کے لئے دیسی کا لفظ بڑھایا ہے کہ ان پر غلط گوئی کا الزام عائد نہ ہو یعنی اپنے دیس ہی میں بنے ہوئے مصری۔ اڈیٹر) چونکہ مجھ سے پیچھے (حیدرآباد میں) رہے تھے انہوں نے عام افواہ سنی ہو گی۔ ان حضرت نے قادیان کی آب و ہوا کے اثر سے وہی افواہ میری نسبت کر دی۔ دگر ہیچ

بہر حال یہ واقعہ ایسا وقوع پذیر ہوا ہے کہ قادیانی جماعت کو بھی اس سے انکار نہیں۔ الحمدللہ...

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ مارچ ۱۹۲۳ء مطابق ۱۱ شعبان ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۲۲ ص ۱۔۳ و ۱۱)

حیدرآبادی خدمت پر خلعت فاخرہ

شیخ الاسلام حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ لکھتے ہیں:

ہمارے ناظرین حضرت مولانا سید محمد علی صاحب مونگیری کو جانتے ہوں گے۔ جو نہ جانتے ہوں وہ جانیں کہ آپ ابتداء زمانہ میں عیسائیوں کے مقابلہ میں بڑے مناظر مصنف تھے۔ بعد ازاں ذکر وفکر میں بہت مشغول ہوئے۔ حضرت مولانا فضل الرحمان مرحوم گنج مرادآبادی کے خلیفہ ہیں۔ اس پیرانہ سالی میں جو دنیا کی آخری

منزل ہے، ممدوح کو قادیانی فتنہ کا خیال بہت رہتا ہے۔

اس کے متعلق بھی آپ نے بہت سی کتابیں لکھیں اور لکھائی ہیں۔ حضرت ممدوح نے، جب حیدرآباد میں خاکسار کی ناچیز خدمات سنیں تو، اپنے سر کی خاص پگڑی (شملہ) اور کرتہ کا کپڑا بذریعہ ڈاک پارسل اس خادم کو بھیجا، جو بلحاظ مذہبی تقدس کے حیدرآبادی منصب سے زیادہ قابل فخر ہے۔

(دونوں مادی اور روحانی) طرح سے معلوم ہوتا ہے کہ حیدرآباد میں میری خدمات خدا کے ہاں قبول ہوئی ہیں لہ الحمد۔ ثناء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مئی ۱۹۲۳ء۔ ۸ شوال ۱۳۴۱ھ جلد ۲۰ نمبر ۳۰ ص ۱۳)

سکندرآباد میں قادیانی مذہب کا خاتمہ

جناب مرزا محمود علی بیگ سکرٹری انجمن اہل حدیث سکندرآباد لکھتے ہیں:

حضرات! سکندرآباد دکن میں ایک خاندان علاء الدین ہے جو چار بھائی ہیں جن کے نام یہ ہیں۔ عبداللہ، احمد، غلام حسین، قاسم علی۔ ان میں سے عبداللہ صاحب چندسال سے قادیانی امت میں شامل ہو گئے تو اپنے دیگر تین بھائیوں کو بھی تبلیغ کرنے لگے۔ اتنے میں مولانا ثناء اللہ جنوری میں ریاست حیدرآباد میں تشریف لائے تو ان بھائیوں میں اس مذہبی نزاع کے فیصلہ کی ایک صورت پیدا ہوگئی جس کی تفصیل یہ ہے۔

عبداللہ بھائی اپنے بھائیوں کو ہمیشہ کہتے تھے کہ تم لوگ اگر سچے ہو تو اپنے علماء کو کہو کہ وہ اپنے صدق اور مرزا صاحب کے کذب پر قسم کھائیں۔ پھر دیکھئے سال کے اندر مر جائیں گے چنانچہ عبداللہ بھائی خفیہ خفیہ ایک معاہدہ تینوں بھائیوں سے بموجودگی دیگر اقرباء لکھوالیا جس کی نقل درج ذیل ہے:

معاہدہ اخوان:

۱۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب چودھویں صدی کے مجدد ہیں نہ مسیح موعود ہیں اور نہ نبی ہیں۔

۲۔ یہ عقیدہ غیر احمدیوں کا ہے اور اس بارے میں غیر احمدیوں کے بڑے

جناب مولوی ثناء اللہ کو جناب مرزا صاحب کے جھوٹے ہونے کے بارے میں اس اردو حلف نامہ کے موافق دعا کرنا چاہیے۔

۳۔ اگر یہ اس موافق قسم کے ساتھ دعا کرنے کو راضی نہ ہوئے تو مرزا صاحب کے دعوی سچے سمجھے جائیں گے اور غیر احمدیوں کی طرف سے خاں صاحب احمد علاء الدین، غلام حسین علاء الدین، اور قاسم علی علاء الدین غیر احمدیت سے توبہ کرکے احمدی ہوجانے کا قسم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔

۴۔ اگر یہ اس طرح کی قسم ساتھ دعا کے کرنے کو راضی ہوجائیں اور ان کے مخالف مرزا محمود احمد بھی راضی ہوجائیں تو ایک سال تک کیا نتیجہ ہوتا ہے وہ دیکھیں اگر مولوی ثناء اللہ صاحب وفات ہوجائیں اور مرزا محمود احمد صاحب حیات رہے تو مرزا صاحب سچے مان کر ہم تینوں غیر احمدی بھائی غیر احمدیت سے توبہ کرکے احمدی ہوجانے کا قسم کے ساتھ اقرار کرتے ہیں۔

۵۔ اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسی قسم نہ کھائیں تو ہم تینوں بھائی ایک سال میں جتنے چاہیں اتنے عالموں کو بمقابل مرزا محمود احمد کے کھڑے کریں گے اور ان کو قسم کھلائیں گے اور اگر ہم ایسا نہ کرسکیں تو قسم کے ساتھ احمدی ہوجانے کا اقرار کرتے ہیں۔

یہی مضمون عبداللہ الہ دین احمدی بھائی کی طرف سے تھا۔ فرق یہ تھا کہ اس میں بجائے علمائے کرام کے مرزا محمود احمد لکھا تھا یعنی اگر مرزا محمود خلیفہ قادیان حسب معاہدہ حلف نہ اٹھائیں تو عبداللہ الہ دین بھائی احمدیت کو چھوڑ دیں گے۔

یہ معاہدہ جب مولانا فاتح قادیان کے سامنے پیش ہوا تو انہوں نے فرمایا کہ میں اس عہد نامہ کے مطابق حلف اٹھانے کو تیار ہوں مگر ایک فقرہ میری طرف سے زائد ہوگا۔ وہ یہ کہ:

سال تک میں زندہ رہوں تو میاں محمود خلیفہ قادیان مجھ کو صادق سمجھ کر آبائی مذہب چھوڑ دیں اور بحکم کونوا مع الصادقین میرا ساتھ اختیار کریں۔

(اس مضمون کی تفصیل اہل حدیث ۲۳ فروری اور ۲ مارچ میں ہوچکی ہے)

اس شرط کو حیدر آباد کی اسلامی پبلک نے بہت معقول سمجھا اور عام جلسوں میں بالاتفاق اظہار رائے کیا کہ واقعی یہ شرط ضرور ہونی چاہیے کیونکہ جب امتیاز ہی کے لئے ہے پھر بعد سال میری صداقت ظاہر ہو جانے کی صورت میں اتفاق ظاہر کرنے میں قادیانیوں کو کیا تامل ہو گا۔اس مزید شرط کے تسلیم کرنے پر قادیانی جماعت تیار نہ ہوئی۔تو عہد نامہ کی آخری دفعہ کے مطابق بھائی غلام حسین وغیرہ کی درخواست علماء حیدر آباد نے ایک مختصر سی ضروری تمہید لکھ کر حلف نامہ پر دستخط کر دیئے۔وہ تمہید مع حلف نامہ درج ذیل ہے۔

تمہید: عبداللہ الہ دین صاحب اور تینوں بھائی صاحبان کے پاس یہ معاہدہ ہوا ہے کہ اگر علماء غیر احمدی میں سے چند علماء مندرجہ بالا حلف نامہ پر دستخط کر دیں گے تو مرزا محمود خلیفہ قادیانی اس کے مقابل دوسرے حلف نامہ پر جسکا مسودہ علیحدہ ہے دستخط کر دیں گے اس حلف نامہ کا نتیجہ یہ تسلیم کیا گیا ہے کہ اگر غیر احمدی دستخط کنندہ کل علماء میعاد کے اندر فوت ہو جائیں تو عبداللہ الہ دین صاحب کے تینوں بھائی احمدی ہو جائیں گے اور اگر کل فوت نہ ہوں یا مرزا محمود صاحب میعاد کے اندر فوت ہو جائیں تو عبداللہ الہ دین اور ان کے دونوں ماموں احمدیت سے توبہ کریں گے۔اور اگر دونوں فریق میں سے کوئی ایک بھی فوت نہ ہو یا فریق غیر احمدی میں سے کل فوت نہ ہوں، اگر ایک بھی بچ رہے، تب بھی عبداللہ الہ دین صاحب اور ان کے دونوں احمدیت سے تائب ہو جائیں گے۔

اس معاہدہ کی بنا پر ہم تمام اس معاہدہ کی شرائط کے تحت اس حلف نامہ پر بخوشی دستخط کرتے ہیں لیکن اس حلف نامہ اور دستخط کا نفاذ اس تاریخ سے سمجھا جائے گا جس روز مرزا محمود صاحب کا دستخط شدہ حلف نامہ غلام حسین الہ دین کے قبضہ میں آجائے گا اور جس کی میعاد تاریخ ہذا سے زائد ایک ماہ ہوگی۔

حلف نامہ:

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

ہم مقران خدا تعالی کو حاضر و ناظر جان کر اس بات کا بالاتفاق اظہار کرتے

ہیں کہ احادیث صحیحہ میں عیسی بن مریم اور حضرت مہدی موعود کے آنے کا تذکرہ ہے اس کے لحاظ سے ہم حلفیہ کہتے ہیں کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی نہیں ہے۔اس بارہ میں مرزا غلام احمد قادیانی کے جتنے دعوے ہیں وہ تمام سراسر جھوٹ اور افتراء دھوکہ اور فریب اور غلط تاویلات کی بنا پر ہیں۔اور وہ مسیح موعود اور مہدی موعود اور چودھویں صدی کے مجدد اور امام وقت امتی نبی ہرگز ہرگز نہیں ہیں۔برخلاف اس کے حضرت عیسی وفات نہیں پائے بلکہ آسمان پر اٹھائے گئے ہیں اور ہنوز زندہ موجود ہیں اور وہی قبل قیامت آسمان سے اتریں گے۔اگر مرزا غلام احمد قادیانی درحقیقت اپنے تمام دعووں میں خدا تعالی کے نزدیک سچے ہیں تو اے قادر ذوالجلال خدا! جو رمام آسمان و زمین کا واحد مالک ہے اور ہر چیز کے ظاہر و باطن کا تجھے علم ہے، تو ہی قہار و جبار اور غالب و منتقم حقیقی ہے اور تو ہی علیم و خبیر و سمیع و بصیر ہے۔

پس ہم سب تجھ ہی سے دعا کرتے ہیں کہ ہم سب پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تکذیب اور ناحق مقابلہ کی وجہ سے ایک سال کے اندر ہی ایسی موت وارد کر جس میں کسی انسانی ہاتھ کا دخل نہ ہو۔اور یہ کہ ہم سے کوئی ایک بھی باقی و محفوظ نہ رہے تاکہ لوگوں پر صاف ظاہر ہو جائے کہ ہم ناحق پر تھے اور حق و راستی کا مقابلہ کر رہے تھے جس کی پاداش میں خدا تعالی کی طرف سے ہم سب کو یہ سزا ملی ہے۔اگر ہم میں سے کوئی ایک بھی باقی رہا تو ہم سب تیرے پاس سچے اور مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کیخلیفہ ثانی مرزا محمود جو ہماری قسم کے مدمقابل ہیں جیسا کہ ہمارا دعوی ہے جھوٹے مفتری کافر و دجال و خارج از اسلام ہیں۔آمین آمین آمین۔

دستخط۔ سید محمد عبدالرؤف دہلوی بقلم خود، و (مولانا) عبدالحی عفا عنہ حیدرآبادی، مقصود علی خان حیدرآبادی، سید حسن رائے بریلوی بقلم خود، محمد عبدالغفور عفی عنی حیدرآبادی، خداداد خان حیدرآبادی تاج الدین حیدرآبادی۔ مناظر احسن گیلانی (پروفیسر نظام کالج۔حیدرآبادی)۔محمد عمر حیدرآبادی، نور محمد (مدرس مدرسہ دینیات) عبدالقدیر صدیقی پروفیسر حیدرآبادی۔سید محمد بادشاہ حیدرآبادی

فریق ثانی کا رویہ

حسب معاہدہ حلف نامہ مکمل کر کے محمدی بھائیوں نے احمدی بھائی عبداللہ کو دے کر تقاضا کیا کہ حسب وعدہ مرزا محمود خلیفہ قادیان سے حلف نامہ پر دستخط کرا کر منگا دیں۔ انہوں بصد مشکل قادیان سے ایک تحریر حاصل کی جو درج ذیل ہے

میں مرزا بشیر الدین محمود احمد یہ امام جماعت احمدیہ اللہ کو حاضر ناظر جان کر اور یہ یقین رکھتے ہوئے کہ تمام مخلوق کا نیک اور بد اس کے اختیار میں ہے وہ جس کو چاہے ترقی دے اور جسے چاہے ذلیل کر دے اور جسے چاہے زندہ کرے اور جسے چاہے مار دے، مؤکد بعذاب قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں حضرت مرزا غلام احمد صاحب کو مسیح موعود اور مہدی مسعود کہتا ہوں اور اس پر مجھے کامل یقین ہے میرے نزدیک آپ کے بعداب کوئی ایسا مسیح نہیں آنے والا جس کی اناجیل اور احادیث میں خبر دی گئی ہے اور میرے نزدیک وہ اپنے دعوی میں سچے اور راست باز تھے اور خدا تعالی کی وحی کے مہبط تھے اور اس کے مامور اور مرسل تھے۔ اگر میں اپنے اس بیان میں جھوٹا ہوں یا اخفاء سے کام لیتا ہوں تو اللہ تعالی کا غضب مجھ پر نازل ہو اور وہ کوئی عبرت ناک سزا مجھے دے۔ اے خدا تو اپنے بندوں پر رحم فرما اور ان پر حق کھول دے اور سچائی کو قبول کرنے کے لئے ان کے دلوں کو فراخ کر دے۔

خاکسار مرزا محمود احمد امام جماعت احمدیہ

ناظرین! ذرہ انصاف فرمائیں محمدی بھائیوں نے معاہدہ اخوان کی پابندی کیسی پوری پوری کی مگر احمدی بھائی کو اس میں کامیابی نہ ہوئی۔

ایک تو حلف نامہ کی تبدیلی کر دی۔، دوم اس میں سال کی مدت کا ذکر چھوڑ دیا۔، سوم، موت کا نام تک نہیں لیا۔

موت دوسروں کے حق میں کیسی آسان چیز ہے مگر اپنے لئے کیسی خوفناک ہے۔ قادیانی امت کی عادت ہے کہ ذرہ کوئی مخالف بولا تو اسے مباہلہ کا نوٹس دے دیا

کہ آؤ مباہلہ کرلو۔ اور یہ بھی دھمکی ساتھ ہی سنا دی کہ مباہلہ کے بعد سال تک ضرور مرو گے۔مگر جب اپنے پر وارد ہوئی تو موت کا نام تک نہیں لیا۔ کیوں: سچ فرمایا اللہ نے

و لن یّتمنّوہ ابداً بما قدّمت اید یھم (یہ لوگ موت کبھی نہیں مانگیں گے)

مگر یاد رکھیں ایسا کرنے سے یہ نہ ہوگا کہ موت کے پنجہ سے بچ سکیں کیونکہ اللہ تعالی کا فرمان ہے و اللّٰہ علیم با لظّا لمین۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۶ جولائی ۱۹۲۳ء۔ ۲۱ ذی قعد ۱۳۴۱ھ ج ۲۰ نمبر ۳۶ ص ۱۔۳)

مباحثہ دکن

(یہ مباحثہ احتساب قادیانیت جلد ۹ سے نقل کیا جارہا ہے۔ بہاء)

بسم اللہ الر حمن الر حیم

الحمد للہ و الصلوۃ و السلا م علی عبادہ الذین ا صطفی

مباحثہ ہذا پر علماء کرام کی آراء

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری اور شیخ عبدالرحمٰن صاحب احمدی میں جو مناظرہ بتاریخ ۳۱ جنوری ۱۹۲۳ء سکندر آباد میں ہوا، زمرہ سامعین میں ہم لوگ بھی شریک تھے۔ دونوں فریق کی گفتگو سننے کے بعد ہم لوگ جس نتیجے پر پہنچے ہیں وہ حسب ذیل ہے۔

بحث اس میں تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنے الہامی دعوی میں سچے تھے یا نہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے مرزا صاحب کی حسب ذیل عبارت پیش کی

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو (انجام آتھم ص ۳۱ حاشیہ۔ قادیانی خزائن جلد ۱۱ ص ایضاً)

اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا آخری فیصلہ ان لفظوں میں درج کیا ہے کہ:

اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آ جائیگی ایضاً

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس کے بعد یہ بیان دیا؛

۱۔ داماد احمد بیگ (مسمی سلطان محمد) اس وقت تک زندہ ہے۔
۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی موت آ چکی۔

احمدی جماعت نے ان کے اس بیان کو تسلیم کیا۔ اس لئے ہم لوگ نہایت آسانی کے ساتھ اس نتیجہ تک پہنچ گئے کہ مرزا صاحب اپنے قول کے موافق جھوٹے ہیں اور یہی مولوی ثناء اللہ صاحب کا دعوی تھا۔

اگر چہ اس کے بعد احمدی مناظر نے جواب دینے کی کوشش کی لیکن واقعہ یہ ہے کہ وہ بجائے مولوی ثناء اللہ صاحب کے خود مرزا صاحب کے اقوال و یقینیات کی تردید میں مصروف تھے۔

مثلاً مرزا صاحب اپنی پیش گوئیوں کے متعلق یہ یقین رکھتے تھے کہ:

میری سچائی کے جانچنے کے لئے میری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔ (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸۔ خزائن ج ۵ ص ایضاً)

مولوی ثناء اللہ صاحب نے تمہید میں ان کے اس نظریہ کا ذکر بھی کر دیا تھا لیکن احمدی مناظر خدا جانے کیوں اس کی تردید کی۔ ان کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

پیش گوئی اصل چیز نہیں۔

مرزا صاحب تو پیش گوئی کو سب سے بڑھ کر محک امتحان خیال کرتے تھے لیکن ان کے وکیل نے دعوی کیا کہ پیش گوئی سے کھرے کھوٹے کا امتیاز مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن ہے۔ ان کے الفاظ یہ ہیں:

پیش گوئی کا ایسا پورا ہونا جس سے غیب کا پردہ اٹھ جائے ناممکن ہے،

حتی کہ سب سے بڑھ کر محک امتحان کو انہوں نے متشابہات میں داخل کر دیا۔

اسی طرح مرزا صاحب نے اس پیش گوئی کو تقدیر مبرم قرار دیا تھا۔ لیکن ان کے وکیل نے اسے مشروط ثابت کرنے کی کوشش کی۔

قطع نظر اس سے کہ یہ خود مرزا صاحب کی تردید تھی، مولوی ثناء اللہ صاحب نے جب شرائط کی تشریح پوچھی، تو انہوں نے ایسی عبارتیں پیش کیں جن سے کسی اور شرط کا بالکل پتہ نہیں چلتا۔ اور زبردستی وہ مرزا صاحب کی بعض عبارتوں سے شرط پیدا کرنا چاہتے تھے لیکن عبارت اس سے اباء (انکار) کر رہی تھی۔

آخر میں انہوں نے کہا کہ اگر اسے، تقدیر مبرم، بھی مان لیا جائے تب بھی اس کا ٹلنا مشکل نہیں۔ ثبوت میں انہوں نے مجدد الف ثانی کا حوالہ دیا کہ انہوں نے لکھا ہے کہ تقدیر مبرم کی ایک قسم ٹل سکتی ہے۔

عبارت مانگی گئی تو انہوں نے دینے سے انکار کیا۔

مولوی ثناء اللہ صاحب نے یہاں تک کہا کہ اگر یہ عبارت مجدد صاحب کے کلام میں نکل آوے، تو میں اپنے تمام دعووں سے باز آ جاؤں گا۔ لیکن اس پر بھی ان کو انکار پر اصرار رہا۔ اور واقعہ بھی یہی ہے کہ مجدد صاحب کے کلاموں میں ہم لوگوں کے نزدیک بھی ایسی کوئی عبارت نہیں ہے من ادعی فعلیه البیان

علاوہ اس کے گفتگو سے بھی یہ بات غیر متعلق تھی۔ سوال تو یہ ہے کہ سلطان محمد کی موت کے ساتھ مرزا صاحب کی صداقت وابستہ تھی۔ جب وہ نہ مرا تو ان کی صداقت بھی قطعی ہوا ہوگئی۔

ہم لوگوں کو اس پر سخت حیرت ہوئی کہ جب سلطان محمد، مرزا صاحب کی دھمکیوں سے اعراض کر کے ان کی منکوحہ آسمانی پر قابض رہا، اور ان کے الہام کے مقابلہ میں اس نے استقلال کے ساتھ احمد بیگ کی لڑکی کو اپنے نکاح میں رکھا، تو پھر اس کے توبہ کے کیا معنی ہو سکتے ہیں۔

لیکن جب خط دیکھا گیا تو اس میں سلطان محمد نے کچھ بھی نہیں لکھا تھا۔ نہ اس نے مرزا صاحب کو نبی مانا ہے، نہ مسیح، نہ مہدی، کچھ بھی نہیں۔ بلکہ اس نے یہ جملہ لکھ کر کہ،

پہلے بھی جو خیال کرتا تھا وہی اب بھی سمجھتا ہوں،

خط کے الفاظ میں ایک دوسرے معنی پیدا کر دیئے ہیں۔ مثلاً اس نے مرزا صاحب کو شریف النفس نیک وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے، اور کہتا ہے ان کو ہمیشہ یہی سمجھتا رہا ہوں تو اب سوال یہ ہے کہ منکوحہ آسمانی سے نکاح کرنے کے وقت اور مرزا صاحب کی دھمکیوں کے بعد نکاح کو قائم رکھنے کے وقت کیا، وہ مرزا صاحب کو اس معنی میں نیک سمجھتا تھا جس معنی میں مرزائی سمجھتے ہیں؟

کس قدر عجیب ہے کہ ایک شخص کسی کو موت کی بددعا دیتا ہے اور کہتا ہے کہ تیرے مرنے کے بعد تیری بیوی سے نکاح کروں گا اور وہ ایسے شخص کو نیک شریف بھی

خیال کرتا ہو۔

مولوی ثناء اللہ صاحب کا یہ بیان کہ اس خط میں تعریضی چوٹیں ہیں، بالکل صحیح ہے۔اوران الفاظ کے وہی معنی ہیں جو اس شعر میں ہے

بڑے پاک باطن بڑے صاف دل
ریاض آپ کو کچھ ہم ہی جانتے ہیں

بہر حال اگر مرزا صاحب کی پیش گوئی کو مبرم نہیں ، بلکہ مشروط بھی مان لیا جائے ، یا مبرم کے ٹل جانے کو بھی بفرض محال تسلیم کرلیا جائے ،اوراخیر میں پھر اس خط کو بھی سلطان محمد کا صحیح خط سمجھ لیا جائے ،اگر چہ اس کی صحت میں کوئی ثبوت نہیں پیش کیا گیا ، پھر بھی توبہ کا ثبوت نہیں ملتا۔ اور ہر حالت میں مولوی ثناء اللہ صاحب کا فیصلہ قضي الرجل على نفسه (مرزا صاحب اپنا فیصلہ خود کر کے دنیا سے تشریف لے گئے ہیں) بالکل صحیح ہے الہام کا دعوی خود مرزا صاحب نے کیا تھا حجت انہی کی بات ہوسکتی ہے دوسروں کو اس میں بولنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

دستخط: حکیم مقصود علی خان ۔محمد عبدالقدیر صدیقی پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔
محمد عبدالواسع پروفیر کلیہ جامعہ عثمانیہ۔ عبدالحی پروفیسر جامعہ عثمانیہ،
مناظر احسن گیلانی پروفیسر کلیہ عثمانیہ۔ابوالفداءنور محمد مدرس مدرسہ دینیات سرکار عالی
سید محمد بادشاہ قادری ،مولوی محمد بن ابراہیم دہلوی ،مولوی محمد امین پنجابی ،
مولوی الہ داد خان۔ مفتی عبداللطیف پروفیسر جامعہ عثمانیہ۔حکیم شیخ احمد

بسم الله الرحمن الرحيم

نحمده و نصلى على النبى و آله الكريم

عرصہ سے ممالک محروسہ سرکار عالی (حیدرآباد دکن وغیرہ اضلاع) میں قادیانی مذہب کی تحریک بڑے زور سے پھیل رہی تھی جس کی وجہ سے دین دار طبقہ مسلمانوں میں سخت پریشانی تھی کیونکہ سیٹھ الہ دین مرحوم سوداگر سکندرآباد کے بڑے بیٹے عبداللہ الہ دین نے قادیانی مذہب قبول کر کے اس کی اشاعت شروع کر دی تو خود ان کے بھائیوں میں اختلاف پیدا ہوا۔اب ضرورت محسوس ہوئی کہ قادیانی مذہب کے متعلق فیصلہ کن

مقابلہ کیا جائے ۔اس خدمت جلیلہ کے لئے دور دراز ملک پنجاب پر نظر پڑی تو مولانا ابوالوفاء ثناء اللہ صاحب امرتسری شیر پنجاب فاتح قادیان کو تکلیف دی گئی ۔جناب ممدوح مع مولانا محمد صاحب دہلوی اور مولوی محمد امین صاحب امرتسری کے ۱۶ جنوری ۱۹۲۳ء وارد سکندرآباد ہوئے ۔پہلی تقریر آپ صاحبوں کی ۱۹ جنوری کو سکندرآباد ہی میں ہوئی، جس میں سکندرآباد اور بلدہ حیدرآباد کے لوگ بکثرت شریک تھے ۔

مولانا فاتح قادیان کی تقریر کا تمام علاقہ میں ایک غلغلہ بلند ہوا ۔حیدرآباد میں کئی جگہ وعظ کے جلسے ہوئے ۔جن میں مولانا محمد صاحب دہلوی اور مولوی محمد امین صاحب امرتسری کی تقریر عموماً توحید وسنت پر ہوتی تھی اور مولانا فاتح قادیان کی تقریر کا اکثر حصہ قادیانی مذہب کے متعلق ہوتا ۔مولانا موصوف کا طرز بیان عجیب دل فریب ہے ۔مرزا صاحب کی کتابیں تو گویا آپ کو حفظ ہیں ۔ ہر بات میں مرزا صاحب کی کتابوں سے حوالہ موجود ۔ان وعظوں کے اثر سے قادیانی جماعت بہت گھبرائی تو عبداللہ الہ دین قادیانی نے قادیان سے مرزائی عالموں کو بلایا اور مباحثہ کی بابت تحریک ہوئی ۔

انجمن اہل حدیث سکندرآباد سے ان کی خط وکتابت ہو رہی تھی جس میں مباحثہ کے بعد مباہلہ کا ذکر بھی آتا تھا ۔انجمن اہل حدیث نے لکھا کہ ہم شرعی مباہلہ کے لئے بھی تیار ہیں ۔ایک روز الہ دین صاحب کے بنگلہ پر چاروں بھائیوں نے مع بعض دیگر اصحاب کے ایک مجلس منعقد کی جس میں مباہلہ کا ذکر بھی آیا تو قادیانی جماعت نے کہا مولانا ثناء اللہ ہم سے مباہلہ کریں تو ایک سال میں خدائی فیصلہ ہو جائے گا ۔

مولانا موصوف نے فرمایا کہ سال کی مدت کا ثبوت قرآن میں یا حدیث میں نہیں، بلکہ حدیث شریف میں تو یہ ثابت ہے کہ مباہلہ کنندگان میں سے جو کاذب ہوتا اس پر فوراً اثر ہوتا اور اس کی ساری قوم ایک سال تک تباہ ہو جاتی ۔

قادیانی جماعت نے انکار کیا کہ اس حدیث سے فوراً نزول عذاب کا ثبوت نہیں ہوتا ۔

مولانا فاتح قادیان نے فرمایا کہ اس حدیث کے معنی کسی اچھے عالم سے

معلوم کئے جائیں۔

بعد ردوکد کے دوسرے روز چار بھائیوں میں سے خان صاحب احمد الہ دین (قادیانی) صاحب نے مولانا مناظر احسن گیلانی پروفیسر عثمانیہ کالج پر حسن ظن ظاہر کیا۔ چنانچہ وہ عبارت عثمانیہ کالج کے علماء کی خدمت میں پیش کی گئی جومع جواب درج ذیل ہے

سوال: علماء کرام مندرجہ ذیل عبارت کا کیا مطلب بیان فرماتے ہیں؟

قا ل و الذی نفسی بیدہ ان العذا ب قد تدلی علی اھل نجرا ن و لو یلا عنوا لمخوا قردۃ و خنا ز یر و لا ضطر علیھم الو ادی نا راً و لا استا صل اللہ نجرا ن و اھلہ حتی الطیر علی الشجر و لما حا ل الحو ل علی النصا ری کلھم حتی ھلکوا

(معا لم التنز یل ج۱ص۱۶۴)

اس عبارت سے موجود ملاعنین کا ذہین پر فوری اثر پہنچنا چاہیے یا بالتراخی؟

الجواب: اس عبارت سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ملاعنین پر اثر مباہلہ فوراً بلا مہلت ہوتا۔

عبد اللطیف پروفیسر۔ محمد عبد القدیر صدیقی، محمد عبد الواسع پروفیسر۔ مناظر احسن گیلانی پروفیسر

خدا کا شکر ہے کہ بجائے ایک عالم کے چار علماء نے عبارت کے وہی معنی بتائے جو مولانا فاتح قادیان کہتے تھے تاہم فریق ثانی نے ان معنی کو تسلیم نہ کیا مگر مباحثہ کرنے پر آمادگی ظاہر کی۔

مولوی ثناء اللہ صاحب اپنے مواعظ کے جلسوں میں باربار فرماتے رہے کہ میں چاہتا ہوں کہ قادیانیوں سے ہمارا مناظرہ فیصلہ کن ہو جس کی صورت یہ بتائی کہ سرکار عالی فریقین کی گفتگو سن کر سرکاری فیصلہ فرمائیں جو اسلامی دنیا میں کارآمد ہو۔ اس کے متعلق کارروائی ہو ہی رہی تھی کہ ان چار بھائیوں کی خواہش سے ایک مختصر سا مباحثہ ان کے مکان پر تجویز ہوا جس کی روئداد درج ذیل ہے۔

مجلس مباحثہ میں جو حضرات علماء کرام تشریف فرما تھے ان کے اسماء گرامی مع ان کی تصدیقات کے اول درج ہو چکے ہیں

مباحثہ شروع ہونے سے پہلے جو واقعات اور اضطرابی حرکات جماعت احمدیہ سے ظاہر ہوئیں ان کو بیان کیا جائے تو طول ہوگا اس لئے ہم ان سب کو چھوڑتے ہیں اور اصل بات پیش ناظرین کرتے ہیں۔

قرار پایا تھا کہ جلسہ کے انتظام کے لئے سید ہمایوں مرزا بیرسٹر حیدر آباد صدر ہوں۔ صدر صاحب کے فیصلہ سے مولانا فاتح قادیان کو پہلا وقت ۲۰ منٹ تحریر پرچہ کے لئے دیا گیا۔ موصوف نے ۱۵ منٹ میں پرچہ پورا کر دیا چنانچہ پرچہ اول یہ ہے

پرچہ اول منجانب مولانا ثناء اللہ امرتسری

جناب مرزا صاحب قادیانی کا دعوی تھا کہ میں خدا کی طرف سے الہام پاتا ہوں میری سچائی کے جانچنے کے لئے میری پیش گوئیوں سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا (آئینہ کمالات اسلام ص ۲۸۸) شہادۃ القرآن صفحہ ۸۰ پر جناب موصوف نے ایک پیش گوئی خاص مسلمانوں کے لئے کی ہے جس کے کئی ایک حصے ہیں چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

۱۔ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری تین سال کی میعاد کے اندر فوت ہو۔

۲۔ اس کا داماد اڑھائی سال کے اندر فوت ہو۔

۳۔ مرزا احمد بیگ تا روز شادی دختر کلاں فوت نہ ہو۔

۴۔ پھر یہ کہ اس عاجز سے نکاح ہو جائے وغیرہ۔ (شہادۃ القرآن۔ص ۸۱)

یعنی داماد مرزا احمد بیگ کی موت کے متعلق اسی حوالہ میں کہا ہے کہ اس کی میعاد ۲۱ ستمبر ۱۸۹۳ء سے قریباً گیارہ مہینے باقی رہ گئی ہے (شہادۃ القرآن ص ۷۹) جو اگست ۱۸۹۴ء کو ختم ہوتی ہے یعنی مرزا صاحب کے الہام کے مطابق مرزا سلطان محمد داماد مرزا احمد بیگ اگست ۱۸۹۴ء کے بعد بقید حیات دنیا میں نہیں رہ سکتا۔ جب وہ اس مدت کے بعد بھی زندہ رہا تو جناب مرزا صاحب نے آخری ایگریمنٹ (اقرارنامہ)

ان لفظوں میں شائع کیا

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے اس کی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کر دے گا جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہوگئی،

(انجام آتھم حاشیہ ص ۳۱۔ خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

(ہمیں ان دونوں کے پورا ہونے پر اعتراض ہے)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مرزا سلطان محمد یعنی اس لڑکی کا خاوند جس سے مرزا قادیانی نے الہامی نکاح کا دعویٰ کیا تھا وہ اگر مرزا صاحب کی زندگی میں نہ مرے تو جناب مرزا قادیانی کے دعویٰ الہام و رسالت وغیرہ بقول ان کے جھوٹے ہوں گے اس کا نام جناب مرزا قادیانی تقدیر مبرم رکھا ہے یعنی ان ٹل فیصلہ الٰہی۔

(حوالہ رسالہ انجام آتھم ص ۳۱)

اسی کتاب ضمیمہ انجام آتھم کے صفحہ ۵۴ پر اس دعویٰ کو دوسرے لفظوں میں یوں شائع کیا ہے فرماتے ہیں:

یاد رکھو اس پیش گوئی (متعلقہ مرزا احمد بیگ) کی دوسری جزء پوری نہ ہوئی (یعنی داماد مرزا احمد بیگ مسمی سلطان محمد ناکح محمدی ساکن پٹی فوت نہ ہوا) تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہروں گا۔

سلطان محمد مذکور اگست ۱۸۹۴ء تک نہ مرا۔ بلکہ وہ آج تک بعد انتقال جناب مرزا قادیانی زندہ ہے۔ حالانکہ اس اثنا میں وہ جنگ عظیم کے دوران فرانس بھی گیا جہاں اس کی گدی میں گولی لگ کر سر سے نکل گئی۔ مگر زندہ رہا اور آج تک بھی زندہ ہے اور اس کی اولاد بھی بہ کثرت آج تک خدا کے فضل سے موجود ہے۔ شریعت اسلامیہ کی تعلیم کا مفہوم ہے یؤخذ المرء باقرارہ۔ یعنی انسان اپنے اقرار پر ماخوذ ہوتا ہے حضرت مرزا صاحب نے اقرار کیا نہ صرف کیا بلکہ شائع کیا کہ مرزا سلطان محمد کا مرنا میری زندگی میں ان ٹل فیصلہ الٰہی ہے یہ بھی فرمایا اگر وہ میری زندگی میں نہ مرے تو میں جھوٹا بلکہ یہ بھی صاف اقرار کیا کہ میں اس صورت میں یعنی مرزا سلطان محمد کے

نہ مرنے کی صورت میں ہر بد سے بد تر ٹھہروں گا ۔جس صورت میں جناب مرزا صاحب کا یہ اقرار ہے اور الہامی اعلان ہے، اب پبلک فیصلہ کر سکتی ہے کہ وہ اپنے دعوے میں کہاں تک سچے تھے قضی الرجل علی نفسہ ۔

ابوالوفاء ثناء اللہ مناظر محمدی سکندر آباد دکن ۔ دستخط سید ہمایوں مرزا صدر جلسہ

(نوٹ ازمولف: اس پرچہ کا مضمون بالکل صاف ہے ۔ حضرت مولانا ثناء اللہ کی تقریر کسی تشریح کی محتاج نہیں ۔مختصراس پرچہ کا دولفظوں میں ہے کہ مرزا صاحب کے اقرار واعلان کے مطابق مرزا صاحب جھوٹے ہیں ۔ اب فریق ثانی کا جواب ملاحظہ ہو)۔

پرچہ اول منجانب مولوی شیخ عبدالرحمٰن احمدی مناظر

اشهد ان لا اله الا الله وحده لا شريك له و اشهد ان محمداً عبده و رسوله

جناب مولوی ثناء اللہ صاحب نے حضرت مسیح موعود کی ایک پیش گوئی پر یہ اعتراض کیا ہے کہ وہ پوری نہیں ہوئی۔ پیشتر اس کے کہ میں اس پیش گوئی کے متعلق جواب دوں ضروری سمجھتا ہوں کہ مختصر طور پر بپابندی وقت پیش گوئیوں کے سمجھنے کے متعلق جو اصل قرآن شریف واحادیث صحیحہ سے معلوم ہوئے ہیں عرض کر دوں ۔

یاد رہے کہ پیش گوئی کوئی اصل چیز نہیں۔اصل چیز انبیاء علیہم السلام کی صداقت ہے اور ان کی اس غرض کا پورا ہونا ہے جس غرض کے لئے وہ اللہ تعالی کی طرف سے دنیا میں بھیجے جاتے ہیں اور وہ غرض خدا تعالی اور اس کی تمام صفات پر کامل ایمان پیدا ہونا ہے پیش گوئی یا کوئی اور دلیل صحیح انبیاء کی صداقت کو ظاہر کرنے والی وہ اس اصل کے خلاف نہیں ہوسکتی اصل چونکہ ایمان ہے اور ایمان کے متعلق شریعت نے قرار دیا ہے کہ وہ ایمان بالغیب ہے اس لئے کوئی دلیل ایسی نہیں ہو سکتے کہ وہ غیب کے پردہ کو اٹھا دے اور پیش گوئی چونکہ دلائل میں سے ایک دلیل ہے اس لئے اس پیش گوئی کا پورا ہونا جس سے غیب کا پردہ اٹھ جائے ناکافی ہے ۔یہی وجہ ہے کہ دنیا میں تمام انبیاء کی پیش گوئیوں کے متعلق لوگوں کو ابتلاء آتے رہے ہیں۔ چنانچہ حضرت عمر

نے حضرت رسول کریم ﷺ کی وفات پر یہ فرمایا کہ اللہ کی قسم نبی کریم فوت نہیں ہوئے اور اس کی وجہ وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ میرے دل میں سوائے اس کے کہ کوئی خیال نہیں گذرتا تھا کہ اللہ تعالی آپ کو ضرور بھیجے گا اور پھر آپ منافقوں کے ہاتھ کاٹیں گے۔ (درمنثور بحوالہ بخاری ونسائی جلد۲ص ۸۱) جس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عمر یہ سمجھتے تھے کہ نبی کریم خود منافقوں کے ہاتھ کاٹیں گے مگر ایسا وقوع میں نہ آیا۔

اسی طرح جب نبی کریم ﷺ کو یہ بتایا گیا کہ آپ خانہ کعبہ کا طواف فرمائیں گے آپ نے اسی وقت صحابہ کو سفر کا حکم دیا چنانچہ تمام صحابہ کرام مدینہ سے مکہ کی طرف روانہ ہوئے راستہ میں مقام حدیبیہ پر کفار مکہ نے آکر روکا اور ایک معاہدہ فریقین کے درمیان قرار پایا جس کی رو سے مسلمانوں کو مدینہ کی طرف لوٹنا پڑا۔ اس پر تمام صحابہ کو شک پیدا ہوا اور حضرت عمرؓ نے حضرت نبی کریم ﷺ سے دریافت کیا کہ کیا آپ خدا کے رسول نہیں ہیں؟ آپ نے فرمایا کہ ہاں میں خدا کا رسول ہوں، تو حضرت عمر نے عرض کیا کہ کیا آپ نے یہ نہیں فرمایا تھا کہ خانہ کعبہ کا طواف کریں گے؟ حضور ﷺ نے فرمایا ہاں کہا تھا مگر یہ نہ کہا تھا کہ اس سال کریں گے۔ صحابہ کو اس سال حج نہ ہونے کی وجہ سے اس قدر ابتلاء آیا کہ رسول کریم نے ان کو حکم دیا کہ قربانیاں ذبح کر دو اور سر منڈ والو۔ تو لکھا ہے کہ ایک صحابی بھی اس حکم کی تعمیل میں نہ اٹھا یہاں تک کہ آپ نے تین بار فرمایا۔ (فتح الباری ج ۵ص ۲۵۴۔۲۵۵)۔ مگر کسی نے تعمیل نہ کی۔ یہ ابتلاء اس لئے آیا کہ یہ سمجھا گیا تھا کہ پیش گوئی اسی طور پر پوری ہونی چاہیے جس طرح کہی جائے یا حضور ﷺ نے جس طرح سمجھا ہے۔ پس پیش گوئیوں کے متعلق یہ یاد رکھنا چاہیے کہ اس میں محکمات بھی ہوتی ہیں اور متشابہات بھی۔ یعنی بعض ایسی پیش گوئیاں ہوتی ہیں جو کئی حصوں پر مشتمل ہوتی ہیں بعض اوقات نبی ایک معنی سمجھتا ہے لیکن اس کے لحاظ سے پوری نہیں ہوتیں اس سبب سے لوگ ٹھوکر کھاتے ہیں حضرت (مرزا) کی یہ پیش گوئی بھی اسی طرح کی پیش گوئیوں میں سے ہے حضرت مسیح موعود کی بہت سی پیش گوئیاں ایسی بھی ہیں جو بیّن طور پر پوری ہوئی ہیں اگر مجھے موقع دیا گیا تو میں انشاء اللہ ان کو پیش کروں گا۔ فی الحال چونکہ مجھے ایسی پیش گوئی کے متعلق بیان کرنا ہے جو متشابہات میں سے ہے اور جس کے متعلق فریق ثانی نے اعتراض کیا ہے اس کے

متعلق یہ بھی یادرکھنا ضروری ہے کہ پیش گوئیوں کی غرض کیا ہے اللہ تعالی قرآن میں فرماتے ہیں

و ما نرسل بالآیات الا تخویفاً

(ہم نشان نہیں بھیجا کرتے مگر ڈرانے کے لئے)۔

پھر فرماتے ہیں:

فاخذنا ھم بالباساء و الضراء لعلھم یتضرعون (ہم لوگوں کو دکھوں اور بیماریوں سے پکڑتے ہیں تاکہ وہ ہمارے حضور عاجزی وگریہ زاری کریں)

ان دونوں آیتوں سے البتہ یہ پتہ لگتا ہے کہ اللہ کی غرض ایسی پیش گوئیوں سے جن میں کسی پر عذاب نازل ہونے کا ذکر ہوتا ہے یہ نہیں ہوتا کہ ضرور اس کو مورد عذاب ہی بنایا جائے بلکہ اصل منشاء الہی خوف پیدا کرنا ہوتا ہے اور توبہ واستغفار کی طرف توجہ دلانی ہوتی ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالی صفت جہاں شدید العقاب ہے یعنی عذاب دینے والا وہاں غافر الذنب و قابل التوب بھی ہے یعنی گناہوں کا بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا۔ اس بات کی تصدیق کہ اللہ تعالی عذاب کو چھوڑ بھی دیتا ہے اس آیت سے ہوتی ہے رحمتی وسعت کل شیء یعنی میری رحمت ہر چیز پر حاوی ہے پس اگر انسان آپ اعمال میں تغیر کرلے تو اللہ تعالی کی رحمت اس کو پکڑ لیتی ہے اور حدیث شریف میں بھی آتا ہے

لا یرد القضاء الا بالدعا خدا کی قضا یعنی تقدیر کو نہیں ٹلاسکتی ہے مگر دعا۔

ان چند باتوں کے بعد میں اصل اعتراض کی طرف آتا ہوں مرزا احمد بیگ اور ان کے داماد کے متعلق پیش گوئی کی جو غرض تھی وہ حضرت مرزا صاحب کے ان الفاظ سے ظاہر ہوتی ہے کہ

اس پیش گوئی کی یہ بنیاد نہ تھی کہ خواہ مخواہ مرزا احمد بیگ کی بیٹی کی درخواست کی گئی تھی بلکہ بنیاد یہ تھی کہ فریق ثانی جن میں مرزا احمد بیگ بھی ایک تھا اس عاجز کے قریبی رشتہ دار مگر دین کے مخالف تھے خداتعالی نے چاہا کہ ان پر اپنی حجت پوری کرے تو اس نے نشان دکھلانے میں وہ پہلو اختیار کیا جس کا ان تمام بے دین قرابتیوں پر اثر پڑتا تھا

اس اصلی غرض کو مدنظر رکھتے ہوئے حضرت مسیح موعود کے مندرجہ ذیل الفاظ کو بھی زیرنظر رکھا جائے ۔:

خدا تعالی نے اپنے الہام پاک سے میرے پر ظاہر کیا ہے کہ اگر آپ اپنی دختر کلاں کا رشتہ میرے ساتھ منظور کریں تو وہ تمام نحوستیں آپ کی اس رشتہ سے دور کر دے گا اور آپ کو آفات سے محفوظ رکھ کر برکت پر برکت دے گا
۲۔ اگر یہ رشتہ وقوع میں نہ آیا تو آپ کے لئے دوسری جگہ رشتہ کرنا ہرگز مبارک نہ ہوگا اور اس کا انجام درد اور تکلیف اور موت ہوگی یہ دونوں طرف برکت اور موت کے ایسے ہیں کہ جن کو آزمانے کے بعد میرا صدق اور کذب معلوم ہوسکتا ہے آپ جس طرح چاہو آزمالو۔

(پرچہ نورافشاں ۱۰مئی ۱۸۸۸ء)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود کو اپنا صدق و کذب بتلانا منظور تھا۔

فریق مخالف نے حضور کے صدق و کذب کو پرکھنے کے لئے دوسرا طریقہ اختیار کیا یعنی لڑکی کی شادی نہ کی اگر اس کے نتیجہ میں ان پر تکالیف اور موت نہ آتی تو اب تک پیش گوئی جھوٹی نکلتی لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ ادھر لڑکی کی شادی دوسری جگہ ہونی تھی کہ مرزا احمد بیگ یعنی لڑکی کا والد حسب پیش گوئی چار ماہ کے اندر ہلاک ہوگیا اور اس کے ساتھ اس کی دو بہنیں اور اس کی ساس جو اس پیش گوئی میں روک پیدا کرنے والی تھیں فوت ہوگئیں۔ اور احمد بیگ کا ایک لڑکا بھی ہلاک ہوا۔ اس قدر زبردست تباہی نے اس خاندان پر ایک سخت ہیبت وارد کی اور اس بھیانک اور خوف ناک نظارہ کو دیکھ کر ان لوگوں کے دلوں میں توبہ اور خشیت کا خیال پیدا ہوا۔ اور قرآن شریف کی آیت کے ماتحت کہ ہم نشان خوف اور تضرع پیدا کرنے کے لئے بھیجتے ہیں ان کے خوف کو دیکھ کر اللہ تعالی جو گناہ بخشنے والا توبہ قبول کرنے والا اور بڑی وسیع رحمت والا ہے اس نے ان پر رحم کیا

(پانچ منٹ اور دیئے گئے) چنانچہ ان لوگوں نے حضرت مسیح موعود (مرزا) کی خدمت میں بیعت کے خطوط لکھنے شروع کئے اور خاندان کے بہت سے لوگ احمدی ہوئے اور پیش گوئی

میں یہ شرط محفوظ تھی۔ چنانچہ پیش گوئی کے الفاظ یہ تھے

رأیت هذا المرأة اثر البکاء علی وجهها فقلت ایتها المرأة توبی توبی فان البلاء علی عقبك و المصیبة نازلة علیك ۔

یعنی میں نے اس عورت کو دیکھا کہ رونے کے نشان اس کے چہرے پر ہیں۔ میں نے کہا اے عورت توبہ کر، توبہ کر، کیونکہ مصیبت تیری لڑکی اور لڑکی کی لڑکی پر آنے والی ہے اور تجھ پر بھی آنے والی ہے۔

چنانچہ حضرت مسیح موعود نے احمد بیگ کے داماد کے متعلق اور اس لڑکی کے نکاح میں آنے کے متعلق ایام الصلح ص۹۰۔ اردو یہ پیش گوئی بھی مشروط بشرائط کی تھی اور ضرور ہے کہ اس وقت تک اس کا دورا حصہ یعنی احمد بیگ کے داماد کی موت اور لڑکی کا نکاح میں آنا معرض توقف میں ہے، جب تک کہ خدا تعالی کی نظر میں اسباب نقض شرائط کے جمع ہوں۔ یعنی جب احمد بیگ کا داماد اس شرط کو توڑے یعنی اپنی توبہ اور رجوع سے باز آجائے تو پھر وہ ضرور مرے گا اور لڑکی نکاح میں آجائے گی لیکن اگر وہ خشیۃ اللہ پر قائم رہا تو ایسا نہیں ہوگا۔ چنانچہ اس بات کا ثبوت کہ احمد بیگ کا داماد خشیة الله پر قائم رہا۔ یہ ہے خط

السلام علیکم، نوازش نامہ آپ کا پہنچا۔ یاد آوری کا مشکور ہوں۔
میں جناب مرزا جی صاحب مرحوم کو نیک بزرگ شریف النفس اسلام کا خدمت گذار، خدا یاد، پہلے بھی اور اب بھی خیال کر رہا ہوں۔ مجھے ان کے مریدوں سے کسی قسم کی مخالفت نہیں ہے۔ بلکہ افسوس کرتا ہوں کہ چند ایک امورات کی وجہ سے ان کی زندگی ان کا شرف حاصل نہ کرسکا۔

نیاز مند سلطان محمد

یہ خط مرزا صاحب کی زندگی کے بعد لکھا گیا ہے۔

دستخط عبدالرحمٰن احمدی مناظر۔ دستخط سید ہمایوں مرزا پریذیڈنٹ جلسہ۔ ۳۱ جنوری ۱۹۲۳ء۔ ختم ۱۰ بج کر ۵ منٹ پر

(نوٹ از مولف: ناظرین اس سارے مضمون میں احمدی مناظر نے ایک لفظ کا جواب بھی دیا؟ مولانا ثناء اللہ کی تقریر کا سارا مدار مرزا صاحب کی بتائی ہوئی تقدیر مبرم پر تھا، تقدیر مبرم کے معنی صاف ہیں، قضا ان ٹل

یعنی نہ ٹلنے والا الحکم الہی ، پھر جس کو خود ملہم اور صاحب الہام ان ٹل کہے وہ کیوں کر ٹل جائے ۔ اس کا جواب کچھ نہیں آیا بہر حال مولانا کا دوسرا پرچہ ملاحظہ کریں)

منجانب مولانا ثناء اللہ دوسرا پرچہ

۱۰ بج کر ۲۰ منٹ پر شروع ہوا۔

لا حول و لا قوة الا با لله العلی العظیم

شیخ عبدالرحمٰن صاحب احمدی مناظر نے اپنے پرچہ میں جو کچھ تحریر کرایا وہ مرزا صاحب کی تصریحات کے بالکل برخلاف ہے۔ میں اصل فریق اس بحث میں مرزا صاحب کو سمجھتا ہوں مناظر کو ایک وکیل کی پوزیشن سے زیادہ نہیں دے سکتا۔ آپ نے پیش گوئی کو ایمان بالغیب کہا ہے۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں :

> پیش گوئی سے صرف یہ مقصود ہوتا ہے کہ دوسروں کے لئے بطور دلیل کام آئے ..پیش گوئی میں وہ امور پیش کرنے چاہییں جن کو کھلے کھلے طور پر دنیا دیکھ سکے اور پہچان سکے (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ ص ۱۲۱ ـ ۱۲۲ ـ خزائن ج ۱۶ ص ۳۰۱

شیخ عبدالرحمٰن کو دراصل غلط مبحث ہو گیا ہے اس لئے میرے سوال کو نکاح کے ساتھ ملا دیا۔ میں نے دانستہ اس لڑکی کے نکاح کو نہیں چھیڑا تھا بلکہ صرف سلطان محمد والا حصہ لیا تھا۔ آپ نے عجیب دورنگی اپنے پرچہ میں دکھائی ہے جو اہل علم کے لئے قابل عبرت ہے۔ آپ اس پیش گوئی کو متشابہ بتلاتے ہیں پھر اس کے معنی کی تشریح بھی کرتے ہیں اور شرط شروط بیان کرتے ہیں

هل هذا الا تهافة قبيح و تناقض صريح۔

میں مطلب کی کہتا ہوں مرزا صاحب کے اصلی عربی الفاظ اس کے متعلق یہ ہیں

> فالهمنی ربی و قال سا ريهم آية من انفسهم و اخبرنی و قال انی سا جعل بنتا من بناتهم آية لهم فسماها انها سيجعل ثيبة و يموت بعلها و ابوها الی ثلاث سنة من يوم النكاح ثم نردها اليك بعد موتهما و لا يكون احد هما من العاصمين (کرامات الصادقین سرورق اخیر خزائن ـ ج ۷ ص ۱۶۲)

(یعنی خدا نے مجھے الہام سے کہا کہ ان لوگوں کی ایک لڑکی تیرے لئے نشان بناؤں گا جس کا نام بھی لیا فرمایا کہ وہ لڑکی بیوہ کی جائے گی اور اس کا خاوند اور باپ نکاح کے دن سے تین سال تک مرجائیں گے پھر فرمایا کہ کا ن ا صل المقصو د ا لا ھلاك

(انجام آتھم ص ۲۱۶۔خزائن ج ۱۱ ص ایضاً)

یعنی اصل مقصود پیش گوئی سے مانعین کو ہلاک کرنا مارڈالنا ہے۔

مرزا صاحب کاالہام ہے شا تا ن تزذبحا ن دوبکریاں ذبح کی جائیں گی پہلی بکریہ سے مراد مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری ہے (جو آسمانی منکوحہ کا باپ تھا) دوسری بکری سے اس کا داماد ہے۔فرماتے ہیں دوبکریوں کے ذبح ہونے کی پیش گوئی اس کے باپ اوراس کے داماد کی طرف اشارہ ہے جو آج سے سترہ سال پیشتر براہین احمدیہ میں شائع ہوچکی ہے۔(ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۷)

میرے مخاطب نے حضرت عمرؓ اور حدیبیہ کا جوواقعہ بیان کیا ہے شکر ہے کہ اس کا جواب خود ہی دے دیا (یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ میں نے یہ نہیں کہا تھا کہ اسی سال ہو جائے۔ مولف) حضرت عمر کو آنحضرت ﷺ کے انتقال پر جو خیال زندگی کا پیدا ہوا تھا وہ ازراہ محبت تھا نہ ازراہ پیش گوئی۔حدیبیہ میں حضرت عمر کے سوال کا جواب دربار رسالت سے مل گیا اور حضرت عمر خاموش ہوگئے بلکہ اس جواب سے ایسے شرمندہ ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کے بعد میں نے کئی خیراتی کام کئے تاکہ میری یہ غلطی خدا کے ہاں رفع ہو جائے۔یہ فقرہ بھی اسی جگہ لکھا ہے جو احمدی مناظر نے (کتاب) پیش کی تھی اس کے علاوہ قرآن شریف میں اس پیش گوئی کے متعلق صاف فیصلہ ہے

لقد صدق الله رسو له الر ؤ یا بالحق یعنی خدا نے اپنی نبی کا خواب سچا کردیا۔

اس فیصلہ الٰہی کے بعد کسی کا حق نہیں کہ وہ اس پیش گوئی کو غلط یا مشتبہ کہہ سکے ورنہ قرآن کا انکار ہے مجھے حیرت ہے کہ احمدی مناظر نے اپنے بیان میں اتنے تناقض اور تضاد کیوں اختیار کئے پہلے تو پیش گوئی کو ایمان بالغیب کے تحت لاتے ہیں اور آگے چل کر کہتے ہیں کہ مرزا صاحب کی کئی ایک پیش گوئیاں بیّن طور پر ظاہر ہوئیں کیا وہ ایمان بالغیب کے ماتحت نہ ہوں گی؟ ذرا سوچ سمجھ کر بات کیجئے اور کم سے کم یہ خیال کر کے کہیے کہ سامنے کون ہے؟

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا بر ہنہ پا بھی ہے

میرے اس جواب میں بہت سے حوالے موجود اور غیر موجود دیئے گئے جن کو جواب سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ میرا مدار دلیل ایک ہی لفظ ہے یعنی تقدیر مبرم جس کے معنی نہ ٹلنے والا الحکم الہی ۔ غیر مشروط ،نا قابل اپیل، نا قابل استرداد ، مبرم اسم مفعول کا صیغہ ہے ابرام سے ، ابرام کے معنی مضبوط کرنا قرآن شریف میں ہے ام اببر موا امرا فا نا مبر مو ن ۔ اگر مبرم تقدیر بھی کسی ایک آدھ چٹھی لکھنے سے ٹل جائے تو وہ مبرم کیا ہوئی ؟ مرزا سلطان محمد کا خط جو پیش کیا گیا ہے وہ خود غیر مصدقہ ہے اس کے باریک نکتہ کو احمدیہ جماعت نہیں پہنچی وہ کس بلاغت سے احمدیہ فریق پر چوٹ کرتا ہے وہ کہتا ہے مجھے مرزا صاحب کی تقدیر مبرم کا شکار ہونا چاہیے تھا مگر نہ ہوا۔

لہذا ضروری ہے کہ میں اس خط کی تشریح کر دوں اس خط میں جو یہ لکھا ہے کہ چند امورات کی وجہ سے شرف حاصل نہ کر سکا اس کے ان امور سے مراد وہی بڑا امر ہے جس کا مرزا صاحب کو ساری عمر صدمہ رہا میں اس صدمہ کا ذکر نہیں کرتا کیونکہ وہ دوسری پیش گوئی ہے ۔ بہر حال میں اپنی تقریر کا خاتمہ اس پر کرتا ہوں کہ مرزا صاحب نے سلطان محمد کا مرنا اپنی زندگی میں تقدیر مبرم یعنی ان ٹل قرار دیا اور اس کے نہ مرنے کو اپنے جھوٹے ہونے کی علامت قرار دیا حالانکہ آج تک وہ مع ایک درجن بچوں اور بیوی موصوفہ کے زندہ موجود ہے میں اس شعر پر اپنے مضمون کو ختم کرتا ہوں

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

میں اخیر میں مرزا صاحب کے ابتدائی اشتہار سے ایک فقرہ سناتا ہوں جو جولائی ۱۸۸۸ء کا ہے۔ مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ وہ لڑکی جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔

نکاح اس لڑکی کا ۷۔ اپریل ۱۸۹۳ء کو ہوا (دافع الوساوس ص ۴۸۰) مجھے بھی حضرت مرزا صاحب کے اس نازک موقع پر بسا اوقات رحم آیا اور احمدی جماعت کے اضطراب پر میں رات دن پریشان رہتا ہوں کہ الٰہی تیرے نام سے ایک اللہ کا بندہ اظہار کرتا ہے اور اسے تقدیر مبرم قرار دیتا ہے تیرے پاس کیا کمی تھی جہاں تیرے حکم سے رات دن ہزاروں لاکھوں انسان مرتے رہتے ہیں سلطان محمد کو بھی مار ڈالتا، مجھے خدا کی طرف سے القائی جواب ملتا ہے انی اعلم ما لا تعلمو ن میں اپنے مخاطب کو اور دیگر حضرات (حاضرین) کو علم اور خشیت الٰہی کا واسطہ دے کر تقدیر مبرم کے لفظ پر توجہ دلاتا ہوں فقط۔

دستخط ابوالوفاء ثناء اللہ مناظر از جانب فریق محمدی۔

دستخط سید ہمایوں مرزا پریذیڈنٹ جلسہ ختم ۱۰ بج کر ۴۰ منٹ پر

(مولف: اس پرچہ کا مضمون ہمارے نوٹ کا محتاج نہیں صاف ہے کہ تقدیر مبرم کے ماتحت مرزا سلطان محمد کو مرزا صاحب قادیانی سے پہلے مرجانا چاہیے تھا مگر مرا نہیں)

جواب منجانب شیخ عبدالرحمٰن مناظر احمد۔ پرچہ دوم

وقت ۱۱ بج کر ۱۰ منٹ

قل جاء الحق و زهق الباطل ان الباطل كان زهوقا

مجھے افسوس ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب میری تقریر سمجھنے کی کوشش نہیں کی اور باوجود اس کے مجھ پر یہ الزام لگایا کہ میرے کلام میں تناقض ہے۔ مولوی صاحب مجھے کہتے ہیں کہ یہ خیال رکھ کر تقریر کرنا سامنے کون بیٹھا ہے۔ جناب مولوی صاحب کو یاد رہے کہ میں اپنے سامنے اپنا شکار سمجھتا ہوں۔ مولوی صاحب کا بڑا زور اس بات پر ہے کہ سلطان محمد کیوں فوت نہ ہوا میں نے قرآن شریف کی آیات کے حوالوں سے اس بات کو ثابت کیا تھا کہ عذاب کی پیش گوئیاں تضرع اور رجوع سے ٹل جایا کرتی ہیں یعنی اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اس شخص کو معاف کر کے عذاب کو ہٹا لیتا ہے اور ان پیش گوئیوں کی صرف اتنی ہی غرض ہوتی ہے۔ ان آیات کا قطعاً مولوی صاحب نے

کوئی جواب نہیں دیا اور ان کے ماتحت میں نے ثابت کیا تھا کہ مرزا سلطان محمد نے خشیة الله کو اپنے دل میں داخل کیا اور وہ حضرت مرزا صاحب کو بجائے کاذب اور مکار خیال کرنے کے خدا پرست اور نیک اور بزرگ یقین کرنے لگ پڑا جس کے ثبوت میں میں نے اس کا ایک خط پیش کیا تھا مولوی صاحب کہتے ہیں کہ یہ خط غیر مصدقہ ہے اس رسالہ میں اس خط کا فوٹو دیا ہوا ہے جس کو ہر ایک شخص دیکھ سکتا ہے اگر یہ خط غیر مصدقہ تھا تو کیوں مرزا سلطان محمد سے اس وقت تک اس کی تردید نہیں کرائی یا خود اس شخص نے اس کی تردید نہیں کی۔

باقی مولوی صاحب کا یہ کہنا کہ چند امورات میں نکاح کا امر داخل ہے خارج از بحث بات ہے مجھے اس خط کے پیش کرنے سے صرف یہ بتلانا مقصود ہے کہ وہ شخص پیش گوئی کے وقوع کے بعد ڈرا اور حضرت مرزا صاحب کے متعلق اس کو یقین ہو گیا کہ آپ خدا پرست اور بزرگ انسان ہیں اگر کوئی کہے رجوع سے تو یہ مراد ہوتی ہے کہ وہ شخص بیعت میں داخل ہو جائے تو اس کے جواب میں قرآن شریف کی یہ آیت مدنظر رہے اللہ تعالیٰ نے فرعون کا ذکر کر کے فرمایا

ما نریهم من آیة الا هی اکبر من اختها و اخذ نا هم بالعذا ب لعلهم یر جعو ن یعنی ہم نہیں دکھاتے ان کو کوئی نشان مگر وہ پہلے نشان سے بڑا ہوتا ہے اور ہم نے ان کو عذاب سے پکڑ لیا تا کہ وہ رجوع کریں (الزخرف:۴۸)

اس کے بعد رجوع کا نقشہ کھینچا گیا ہے وہ ان الفاظ میں ہے

وقالوا یاایهاالساحر ادع لنا ربك بما عهد عند ك اننا لمهتدون۔ فلما کشفنا عنهم العذا ب اذا هم ینکثو ن (الزخرف:۴۹۔۵۰)۔

یعنی انہوں نے موسیٰ کو کہا کہ اے جادوگر تو ہمارے لئے اپنے رب سے دعا کر۔ یہ ہے ان کا رجوع

اس رجوع پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے ان سے عذاب ہٹا دیا۔

جب اتنے رجوع پر بھی عذاب ہٹ سکتا ہے تو مرزا سلطان محمد صاحب کے اس قدر عظیم الشان رجوع پر کیوں عذاب نہیں ہٹ سکتا۔ جب کہ اس کے باقی عام رشتہ دار یعنی لڑکی کی والدہ اور اس کی کئی لڑکیاں اور اس کے داماد اس کے رشتہ دار احمدی

ہو چکے ہیں (ثبوت دربطن قائل ۔مولف) اور اس خاندان کا سب سے بڑا سردار مرزا محمود بیگ صاحب بھی بیعت میں داخل ہو گئے ہیں ۔ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی ہوتی تو سب سے پہلا اثر اس خاندان پر پڑنا چاہیے تھا مگر عجیب بات ہے کہ وہ سارا خاندان (سارے خاندان سے کیا کام ، دیکھنا تو یہ ہے کہ خود مرزا سلطان محمد کا کیا حال ہے کیا اس نے توبہ کی ، کیا اس نے اپنی بیوی مرزا صاحب کی منکوحہ کو چھوڑا بھی ؟ پھر خالی خولی خشیتہ سے کیا فادہ ۔مولف) تو احمدی ہو جاتا ہے اور دوسرے لوگ انکار کر رہے ہیں ۔ میں نے ایام الصلح کے حوالہ سے بتایا تھا کہ یہ پیش گوئی بعض شرائط کے ساتھ معلق تھی اس حوالہ پر جناب مولوی صاحب نے کوئی اعتراض نہیں کیا پھر میں نے اس شرط کے متعلق الہام بھی بتلایا تھا اس کی بھی کوئی تردید نہیں کی گئی ۔ مولوی صاحب نے سب سے بڑا زور تقدیر مبرم کے لفظ پر دیا ہے مگر افسوس مولوی صاحب نے اس کے بعد کی چند سطریں چھوڑ دی ہیں میں ان کو پڑھ دیتا ہوں حضرت مسیح موعود فرماتے ہیں

> فیصلہ تو آسان ہے احمد بیگ کے داماد سلطان محمد کو کہو کہ تکذیب کا اشتہار دے پھر اس کے بعد جو میعاد خدا تعالی مقرر کرے اگر اس سے اس کی موت تجاوز کرے تو میں جھوٹا ہوں (انجام آتھم ص ۳۳)

اگر یہ بات اٹل تھی تو حضرت مرزا صاحب یہ کیوں فرماتے کہ تکذیب کرنے پر عذاب آسکتا ہے ۔ اگر کوئی کہے کہ پھر تقدیر مبرم کیا ہوئی تو یاد رہے کہ تقدیر مبرم نہ تو قرآن شریف کی اصطلاح ہے نہ حدیث کی ۔ یہ صوفیاء کرام کی اصطلاح ہے ۔ پس ہمیں صوفیاء کرام ہی کی کتب سے اس کے معنی تلاش کرنے پڑیں گے ۔ امام مجدد صاحب الف ثانی سرہندی اپنے مکتوبات ۲۷۰ جلد اول ص ۲۴۴ پر فرماتے ہیں کہ تقدیر مبرم کی ایک قسم ایسی بھی ہے جو ٹل جایا کرتی ہے اور اس کی تائید میں حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا قول لائے ہیں اس کے مطابق حضرت مسیح موعود بھی فرماتے ہیں کہ مومن کامل کا خدا تعالی کے نزدیک بڑا درجہ اور مرتبہ ہوتا ہے اور اس کی خاطر سے اور اس کی تضرع و دعا سے بڑے بڑے پیچیدہ کام درست کئے جاتے ہیں اور بعض ایسی تقدیریں بھی جو تقدیر مبرم کے مشابہ ہوں بدل جاتی ہیں (آسمانی فیصلہ ص ۱۴)

پس خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مرزا سلطان محمد صاحب کی وفات شرطی تھی اگر وہ خشیۃ اللہ کو چھوڑ دیتا تو ضرور اس کی موت ہو جاتی مگر چونکہ اس نے خشیۃ اللہ سے کام لیا حتی کہ اس کی یہ خشیۃ اللہ حضرت مرزا صاحب کی وفات کے بعد بھی دور نہ ہوئی تھی اور اس کو حضرت مرزا صاحب کی تکذیب کی قطعاً جرأت نہ ہو سکی پس ایسی حالت میں خدا تعالی کی طرف سے عذاب کا آنا قانون الہی کے بالکل خلاف تھا۔

جناب مولوی صاحب نے میرے بیان پر جو اعتراض کئے ہیں وقت کے ختم ہونے کے خیال سے مفصل جواب نہیں دے سکتا مگر اتنا عرض کر دیتا ہوں کہ جو صاحب بھی میری پہلی تقریر کو غور سے پڑھیں گے اسی میں ان کے جواب پائیں گے

مولوی صاحب نے کہا ہے کہ اصل پیش گوئی مانعین کو ہلاک کرنا تھا۔ میں نے پہلے ہی بتلا دیا ہے کہ تمام مانعین ہلاک کر دیئے گئے تھے۔

مولوی صاحب نے یہ بھی کہا ہے کہ میں ان کی لڑکیوں میں سے ایک لڑکی کو نشان بنا دوں گا سو یہ پیش گوئی واقع میں پوری ہوگئی۔ ان کی لڑکی زبردست نشان بنی اور اس لڑکی کی وجہ سے مطابق پیش گوئی سخت تباہی آئی اور جو باقی بچے ان کو ہدایت نصیب ہوئی۔ باقی اس کا بیوہ بن جانا یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ مشروط تھا سلطان محمد کی وفات کے ساتھ اور سلطان محمد نے رجوع کیا اس لئے وہ قانون اور قرآن شریف کی تعلیم کے ماتحت بیوہ نہیں ہو سکتی تھی پس میں اپنی تقریر کو بوجہ ختم ہونے وقت کے ختم کر دیتا ہوں

دستخط عبدالرحمٰن احمدی۔ دستخط سید ہمایوں مرزا پریذیڈنٹ جلسہ ۳۱ جنوری ۱۹۲۳ء

(نوٹ از مولف: اس تحریر کے سنانے کے وقت عجیب نظارہ تھا۔ مولانا ثناء اللہ نے اعلان کر دیا کہ اگر مجدد صاحب کی کتاب میں یہ مضمون ہو کہ تقدیر مبرم بھی ٹل جاتی ہے، تو میں اپنا دعوی واپس لے لوں گا۔ لائیے کتاب دکھائیے۔ مگر فریق ثانی نے کتاب نہ دکھائی کیونکہ اس میں یہ نہیں لکھا کہ تقدیر مبرم بدل جاتی ہے۔ بلکہ یہ لکھا ہے کہ بعض دفعہ اولیاء اللہ اپنے کشفوں میں کسی امر کو تقدیر مبرم جان جاتے ہیں حالانکہ وہ مبرم نہیں ہوتا۔ اس لئے وہ دعا یا صدقہ سے ٹل جاتا ہے۔ یہ نہیں کہ اصل تقدیر مبرم بھی ٹل جاتی ہے۔ احمدی مناظر کی چالاکی قابل داد ہے کہ آپ خود بھی تقدیر مبرم ٹل جانے کے قائل نہیں ہوئے۔ اس لئے بڑی ہوشیاری سے مشابہ تقدیر مبرم کہتے ہیں۔ اللہ اللہ کس قدر کمزوری ہے کہ خود صاحب الہام بلکہ نبی بلکہ رسول تو

اتنا پر زار دعوی کریں کہ سلطان محمد کا مجھ سے پہلے مرنا تقدیر مبرم ہے۔ یہ بھی کہیں کہ مجھ سے پہلے نہ مرے تو میں جھوٹا، مگر احمدی مناظر کہتے ہیں کہ یہ تقدیر باوجود مبرم ہونے کے ٹل گئی حالانکہ قرآن میں خدا فرماتا ہے لاتبدیل لکلمات اللہ خدا کے حکم تبدیل نہیں ہوسکتے

مباحثہ دو روز ٹھہرا تھا دوسرے روز فریق ثانی نے انکار کر دیا۔ خط پر خط لکھا۔ نہ آئے۔ آخر یہ لکھا گیا کہ سامنے نہ آؤ تو اپنے اپنے مکان میں سے پرچہ لکھ بھیجو۔ اس پر بھی راضی نہ ہوئے۔ تو تیسرا پرچہ بتاریخ ۲۲ فروری ۱۹۲۳ء صبح کے ۹ بجے عبداللہ الہ دین قادیانی کو بھیج کر لکھا گیا کہ آج مغرب تک جواب کا انتظار رہو گا۔ وہ پرچہ انہوں نے واپس کر کے لکھا کہ شیخ عبدالرحمٰن صاحب کو حیدرآباد (ہیں وہاں) بھیج دیں۔ ان کے اس لکھنے پر پرچہ مذکور بذریعہ ڈاک مکتوب الیہ کو بھیجا گیا تھا جو یہاں درج ہے)۔

پرچہ نمبر۳ منجانب مولانا ثناء اللہ امرتسری مناظر محمدی

شیخ عبدالرحمٰن صاحب! راستی موجب رضائے خدا است۔

یہ ایک سنہرا مصرع ہے جس کی پابندی ہر ایک انسان پر فرض ہے۔ میں اس کی پابندی میں آپ کے سامنے آپ کے نبی، رسول، پیشوا، مسیح موعود، حضرت مرزا صاحب کا کلام مختلف مقامات سے رکھ دیتا ہوں۔ ایک تو وہی انجام آتھم صفحہ ۳۱ سے کہ مرزا سلطان محمد کا مرزا صاحب قادیانی سے پہلے مرنا تقدیر مبرم ہے۔

دوسرا کرامات الصادقین کے سرورق صفحہ اخیر خزائن ج ۷ ص ۱۶۲، سے جس کا ترجمہ یوں ہے:

سلطان محمد یوم نکاح سے تین سال میں مرجائے گا

اس کے ساتھ یہ بھی لکھا ہے لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی خدا کے احکام بدلا نہیں کرتے،

چونکہ آپ نے مرزا سلطان محمد کی پیش گوئی اور نکاح والی پیش گوئی دونوں کو ملا دیا ہے کیونکہ ایام الصلح کے جس مقام کا آپ نے حوالہ دیا ہے وہاں نکاح کا ذکر ہے اس لئے میں ان دونوں پیش گوئیوں کے الفاظ یک جا کر کے باانصاف ناظرین کو توجہ دلاتا ہوں

۱۔انجام آتھم صفحہ ۳۱ ...جس میں لکھا ہے کہ مرزا سلطان محمد کا مرزا صاحب قادیانی سے پہلے مرنا تقدیر مبرم ہے۔

۲۔کرامات الصادقین سرورق صفحہ اخیر خزائن ج ۷ ص ۱۶۲ پر مرزا سلطان محمد کا مرنا اور اس کی بیوی کا بیوہ ہونا اور مرزا صاحب کے نکاح میں آنا، تین دعوی کئے گئے ہیں۔ اور ان تینوں دعووں کو مدلل کیا گیا ہے۔اس الہامی عبارت لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی خدا کے حکموں میں تبدیلی نہیں ہوسکتی سے ثابت ہوتا ہے کہ مذکورہ تینوں دعوی غیر متبدل ہیں۔

انجام آتھم صفحہ ۲۲۳ خزائن جلد ۱۱ صفحہ ایضاً کا حوالہ یہ ہے

بل الامر قائم علی حالہ و لا یردہ احد باحتبالہ والقدر قدر مبرم من عند رب العظیم

یعنی یہ کام (نکاح مرزا) ہوکر رہے گا کوئی اس کو نہیں روک سکے گا یہ خدائی تقدیر مبرم ہے ۔آپ نے تقدیر مبرم کو قابل تبدیل بنانے کی کوشش کی ہے قطع نظر اس کے کہ آپ اس میں کامیاب ہوئے ہیں یا نہیں میں آپ کو بتلاتا ہوں کہ یہ کوشش آپ کی مرزا صاحب قادیانی کی تصریحات کے خلاف ہے۔آیئے ذرا خدا کا خوف دل میں رکھ کر اور یہ جان کر کہ ایک دن اس کے سامنے حاضری ہے جس کی شان یہ ہے

لایعذب عذابہ احد و لا یوثق وثاقہ احد

مرزا صاحب کی مندرجہ ذیل عبارت غور سے پڑھیں جو یہ ہے

نفس پیش گوئی یعنی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز (مرزا غلام احمد) کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات ہرگز نہیں ٹلے گی پس گر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہوتا۔

(قادیانی اشتہار ۶۔اکتوبر ۱۸۹۴ء)(مجموعہ اشتہارات ج ۲ ص ۴۳)

یہ ہیں تقدیر مبرم کے معنی اور مراد جو مرزا صاحب نے خود بیان فرمادی ہے پس ان ساری عبارتوں کو ملا کر مندرجہ ذیل نتیجہ غور سے سنئے

محمدی بیگم کا نکاح مرزا میں آنا موقوف ہے مرزا سلطان محمد کی موت پر ۔
قاعدہ اصولی ہے مقدمۃ الواجب واجب ۔نکاح جب اٹل ٹھہرا تو سلطان محمد کی موت بھی مرزا صاحب کی زندگی میں ضرور ہی اٹل ٹھہری ۔چونکہ محمدی بیگم کا بعد انتقال اپنے خاوند سلطان محمد کے بیوہ ہوکر نکاح مرزا میں آنا ضروری تھا، جونہیں ہوا، اس لئے میں آپ کو اس خدائے علیم کے نام کا واسطہ دے کر حوالہ جات مذکورہ کے بعد (ضمیمہ انجام آتھم ص ۵۴ خزائن ج ۱۱ ص ۳۳۸) پر توجہ دلاتا ہوں جس میں مرزا سلطان محمد کی موت نہ آنے پر مرزا صاحب قادیانی نے اپنے حق میں تمام مخلوق سے بدترین بننے کا فیصلہ کے ہوا ہے۔ میں حیران ہوں کہ ایسی منصوصات صریحہ کے ہوتے ہوئے آپ انجام آتھم ص ۳۲ کی عبارت کیوں پیش کرتے ہیں جس میں مرزا سلطان محمد کی اڑھائی سالہ میعاد گذر جانے کا جواب ہے۔ وہ میری پیش کردہ عبارت تقدیر مبرم سے بے تعلق ہے۔
اصل بات یہ ہے کہ سلطان محمد کی بابت جناب مرزا صاحب کی پیش گوئی دوصورتوں میں ہے۔ ایک اڑھائی سالہ جس کی میعاد اگست ۱۸۹۴ء کو ختم ہونے پر اعتراضات شروع ہوئے تو آپ نے اس کو انذاری پیش گوئی قرار دے کر التواء میں پڑ جانے کا اعلان کیا ۔اس التواء کی وجہ سلطان محمد کا خوف بتلایا اور اسی پر اس کو قسم کھانے کا صفحہ مذکور پر ذکر کیا ہے مجھے اس پیش گوئی اور اس کے التواء سے اس وقت بحث نہیں ہے ۔
دوسری صورت اس پیش گوئی کی یہ ہے جس کی عبارت میں نے نقل کی ہے کہ وہ تقدیر مبرم یعنی مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں اس کا مرنا ضروری ہے جس کی دنوں یا مہینوں یا سالوں سے تحدید نہیں کی گئی بلکہ اتنا ہی بتایا گیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں مرے گا اس کے مرنے کے بعد اس کی بیوہ محمدی بیگم مرزا صاحب کے الہام کے نکاح ثانی سے مرزا صاحب کی منکوحہ بنے گی جو نہ بنی، اور نہ سلطان محمد مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں مرا، بلکہ آج تک فوت نہ ہوا۔
ان صحیح واقعات سے چشم پوشی کر کے جو شخص یا جماعت مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کو سچا سمجھے میں ان کے حق میں بجز اس کے کیا کہہ سکتا ہوں

مالھؤلاء القوم لا یکادون یفقھون حدیثاً

اوراس شعر کے سوا میں کیا کہہ سکتا ہوں

الٹی سمجھ کسی کو بھی ایسی خدا نہ دے

دے آدمی کو موت پر یہ بد ادا نہ دے

اطلاع : اس پرچہ کا جواب آج ۲۵ فروری ۱۹۲۳ء تک نہیں آیا۔ ناظرین پرچوں کو ملاحظہ کر کے حق و باطل میں فیصلہ کر سکتے ہیں اللہ تعالی سب کو ہدایت دے۔آمین

خاکسار مرزا محمود علی بیگ سکرٹری انجمن اہل حدیث سکندرآباد دکن۔

مرقوم ۲۵ فروری ۱۹۲۳ء

قادیانیوں کے ہتھ کنڈے اوران کا جواب

ناظرین کرام! پنجابی نبی مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی اوران کی امت کے دعوے اورعقاید یہ ہیں کہ جو شخص مرزا صاحب قادیانی کو نبی رسول مسیح موعود مہدی مسعود امام الزمان اور مجدد وغیرہ نہیں مانتا وہ کافر ہے اوراس کے پیچھے کسی مرزائی کی نماز درست نہیں چاہے مرزا صاحب کا منکر کیسا ہی عالم دین دارموحد متبع سنت ہو وہ کافر کا کافر ہی رہے گا اور جہنم میں جائے گا قادیانی امت نے دنیا بھر کے چالیس کروڑ مسلمانوں کو کافر بنا رکھا ہے عام مسلمان جب مرزا صاحب قادیانی کے جھوٹے دعوے اورالہامات اورغلط پیش گوئیوں کا انکار کرتے اوران ہی کی کتابوں سے ان کا جھوٹ ثابت کرتے ہیں تو قادیانی لوگ تنگ آ کر دو باتیں پیش کیا کرتے ہیں ایک یہ کہ مباہلہ کرلو جس میں دونوں فریق (محمدی اوراحمدی) جھوٹے پرلعنت کریں۔ پھر دیکھو سال تک کیا ہوتا ہے۔اس کا جواب مولانا ثناء اللہ نے یہ دیا ہے کہ سال بھر کی مدت کی روایت کہیں نہیں بلکہ تفسیر معالم التنزیل سے دکھایا کہ مباہلہ کی دعوت دینے والے کا اثر فریق ثانی پرفوراً ہونا چاہیے چنانچہ حدیث کے الفاظ یہ ہیں

لو یلاعنوا لمسخوا (الحدیث) معالم التنزیل۔ج ۱ص۱۶۴۔

یعنی مباہلہ کرنے والے اگر مباہلہ کرتے تو فوراً مسخ کئے جاتے

کیونکہ لو حرف شرط ہتے اور شرط کی جزاء متصل ہوتی ہے۔ پس جب کبھی قادیانی لوگ مباہلہ کی دعوت دیں تو ہمارے برادران اسلام ان سے لکھوالیں کہ مباہلہ ہوتے ہی ہم پر اثر نہ ہوا تو قادیانی جھوٹے ہوں گے اور مرزائی مذہب سے تائب ہوں گے تائب نہ ہونے کی صورت میں اتنی رقم بطور تاوان ادا کریں گے بلکہ اقرار نامہ کے ساتھ ہی رقم تاوان کسی امانت دار کے پاس رکھوالیں

دوسرا ہتھکنڈا ان کا یہ ہے کہتے ہیں کہ آؤ قسم کھاؤ کہ اگر میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر ایک سال تک موت یا عذاب آئے اس کا جواب مولانا فاتح قادیان نے جو دیا ہے وہ مسلمان بھائیوں کے یاد رکھنے کے قابل ہے

قادیانی جماعت کو جواب

ملخص از اشتہار مولانا ثناء اللہ مورخہ ۶ فروری ۱۹۲۳ء

برادران اسلام! میں جب سے آیا ہوں میری تقریریں آپ نے سنیں آپ لوگوں نے دیکھا ہوگا کہ قادیانی مذہب کے جواب میں میں اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا میں تو صرف ان کے نبی رسول قادیان کے الفاظ سنا دیتا ہوں اس پر بھی میرے عنایت فرما قادیانی لوگ خفا ہیں چنانچہ جناب عبداللہ الہ دین صاحب احمدی سوداگر سکندرآباد نے ایک اشتہار دیا ہے جس میں موصوف نے لکھا ہے کہ مولوی ثناء اللہ تکذیب مرزا صاحب پر ہماری پیش کردہ عبارت میں حلف اٹھائیں تو ہم ان کو مبلغ پانچ سو روپیہ انعام دیں گے۔ اس عبارت میں سوائے طول فضول کے کچھ فائدہ نہیں، بات صرف اتنی ہے کہ

میں حلف اٹھاؤں کہ مرزا صاحب قادیانی دعوی مسیحیت وغیرہ میں جھوٹے تھے اگر میں اس حلف میں جھوٹا ہوں تو ایک سال کے اندر ہلاک ہو جاؤں وغیرہ

میں جلسہ ۵ فروری ۱۹۲۳ء میں اعلان کر چکا ہوں کہ میں عبداللہ الہ دین کے الفاظ میں حلف اٹھانے کو تیار ہوں مبلغ پانچ سو روپئے پہلے انعام لوں گا لیکن ایک سال

تک زندہ سلامت رہا تو یقیناً احمدیوں کے نزدیک بھی سچا ثابت ہوں گا۔ پس عبداللہ الہ دین صاحب اور میاں محمود احمد (خلیفہ قادیان) تحریر کردیں کہ بعد سال ہم آپ کو سچا جان کر بحکم قرآن شریف کونوا مع الصادقین مرزا صاحب قادیانی کا مذہب چھوڑ کر مولوی ثناء اللہ امرتسری کے ساتھ ہوکر تبلیغ کریں گے اور دونوں یا کوئی ایک ایسا نہ کریں تو دس ہزار روپیہ انعامی رقم مولوی ثناء اللہ کو دیں گے اگر خیال ہو کہ عبداللہ الہ دین صاحب اس عہد کے ذمہ اس لئے ہوں گے کہ انہوں نے اشتہار دیا خلیفہ قادیانی کیوں عہد لکھیں؟ اس کا جواب یہ ہے کہ اسی مضمون کا ایک اشتہار منشی قاسم علی سہ صدی قادیانی نے دیا تھا تو اس پر لکھا تھا کہ بحکم خلیفہ صاحب قادیان۔ چونکہ حیدرآبادی اشتہار کا مضمون دراصل وہی مضمون ہے نیز خلیفہ قادیان سب کی جڑ بنیاد ہے اس لئے دونوں سے عہد لیا جائے گا۔

اطلاع عام

مولانا امرتسری کا مذکورہ بالا جواب سن کر قادیانی امت چوکڑی بھول گئی اور ہوش میں آکر خاموش بیٹھ گئی اور آئندہ بھی امید نہیں کہ مولانا کے تجویز کردہ شرائط کو قبول کر کے کوئی قادیانی میدان میں آسکے

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری شیخی جاتی رہی دو گھڑی کے بعد

برادران اسلام سے توقع کی جاتی ہے کہ قادیانی لوگ جب کبھی سر اٹھائیں تو ان سے بطریق مذکورہ بالا اقرار نامہ لکھوا لیا کریں تا اس جھوٹے نبی اور اس کے فرقہ باطلہ کی پوری قلعی کھل جائے۔

خاکسار۔سکرٹری جماعت اہل حدیث سکندرآباد حیدرآباد دکن

قادیانی مباحثہ دکن کا اثر

اخبار رہبر دکن مورخہ ۳ رجب ۱۳۱۴ھ مین غلام صمدانی خان صاحب ساکن پل قدیم حیدرآباد نے اپنے اور اپنے ۹ متعلقین کے قادیانی مذہب سے تائب ہونے

کی اطلاع درج کرائی ہے وہ لکھتے ہیں کہ میں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے وعظوں اور خصوصاً سکندر آباد کے مناظرہ کے اثر سے قادیانی مذہب کو ترک کر دیا آپ یہ بھی لکھتے ہیں کہ اگر قادیانی مذہب سچے اصول پر قائم ہوا ہوتا تو کوئی وجہ نہ تھی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب سے یہ لوگ دب جاتے۔ میں نے دیکھا کہ حضرات احمدی کی مناظرے کے روز عجیب حالت تھی کوئی گفتگو ان کی قرینہ کی نہ تھی

مذکورہ بالا دس حضرات کے علاوہ شیخ حسین صاحب ضلع میدک اور مزمل اللہ صاحب اور محمود علی صاحب حیدر آبادی وغیرہ کے قادیانی مذہب سے تائب ہونے کی اطلاعیں اخبار مذکور میں درج ہوئی ہیں۔ الحمدللہ۔ (مولف)

(منقول از احتساب قادیانیت جلد ۹ ص ۵ تا ۲۹)

☆☆☆

شہادات مرزا

پہلے مجھے دیکھئے

ملک پنجاب کے ضلع گورداسپور قصبہ قادیان میں ایک صاحب مرزا غلام احمد پیدا ہوئے ہیں جنہوں نے دعوی کیا ہے کہ جن احادیث میں حضرت عیسی مسیح علیہ السلام کے قبل قیامت آنے کا ذکر ہے، ان سے مراد میں ہوں۔ یعنی میں عیسی موعود ہوں۔

ان کے اس دعوی کی تردید میں خاکسار کی کئی ایک کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ جن میں زیادہ تر توجہ مرزا صاحب کی ان پیشگوئیوں پر ہے جو موصوف نے اپنی صداقت کے اظہار کرنے کیلئے وحی اور الہام کے نام سے کی ہیں۔ اس لئے میرے بعض مخلص

دوستوں نے مجھ سے خواہش ظاہر کی کہ ایسی بھی کوئی کتاب لکھوں جس میں دلائل حدیثیہ سے بھی گفتگو ہو۔ یعنی ان احادیث کا بھی ذکر ہو جن میں حضرت عیسی موعود کا آنا مذکور ہے۔ اس کے علاوہ اور بھی کچھ ہو، تو مضائقہ نہیں۔ اس لئے اس مختصر رسالہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوی کی تردید میں تین طرح کی شہادات ناظرین ملاحظہ فرمائیں گے:

اول: احادیث صحیحہ سے۔

دوم: مرزا صاحب کی وحی اور الہام سے۔

سوم: مرزا صاحب کے اپنے معیار اور اقوال سے۔

امید ہے کہ ناظرین اس رسالہ کو اس بحث میں اچھوتا پائیں گے اور مقدور بھر اس کی اشاعت کر کے خدمت دین بجا لائیں گے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم

ابوالوفا ثناءاللہ ملقب بہ فاتح قادیان

صفر ۱۳۴۲ھ ۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء

دعوی مرزا صاحب

جناب مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی خود انہی کے الفاظ میں نقل کرنا مناسب ہے گو آپ کا دعوی اس قدر مشہور و معروف ہے کہ کسی کو مجال انکار نہیں ۔ گو ان کے دعوی نبوت وغیرہ کے متعلق ان کی امت میں اختلاف ہے لیکن ان کے دعوی مسیحیت کی بابت اختلاف نہیں۔ تاہم ہم انہی کے الفاظ میں انکا دعوی سناتے ہیں ۔ فرماتے ہیں

و کنت اظن بعد هذه التسمية ان المسيح الموعود خارج وما کنت اظن انه انا حتى ظهر السر المخفى الذى اخفاه الله على کثير من عباده ابتلاءً من عنده و سمانی ربی عيسى بن مريم فی الهام من عنده و قال يا عيسى انی متوفيك و رافعك الى و مطهرك من الذين كفروا و جاعل الذين اتبعوك فوق الذين

كفروا الى يوم القيامه انا جعلناك عيسى ابن مريم و انت منى بمنزلة لا يعلمها الخلق و انت منى بمنزلة توحيدى و تفريدى و انك اليوم لدينا مكين امين ۔ فهذا هو الدعوى الذى يجادلنى قومى فيه و يحسبوننى من المرتدين ۔

(حمامۃ البشری ۔ص ۸) (ترجمہ از مرزا صاحب) (خدا نے میرا نام متوکل رکھا۔ میں بعد اس کے بھی سمجھتا رہا کہ مسیح موعود آئے گا، اور میں نہیں سمجھتا تھا کہ میں ہی ہوں گا ۔ یہاں تک کہ مخفی بھید کھل گیا جو بہت سے لوگوں پر نہیں کھلا ۔ اور میرے پروردگار نے اپنے الہام میں میرا نام عیسی بن مریم رکھا ۔ اور فرمایا اے عیسی ہم (خدا) نے تجھے عیسی بن مریم کیا ۔ اور تو مجھ سے ایسے مقام میں ہے کہ مخلوق اس کو نہیں جانتی اور تو (اے مرزا) میرے نزدیک میری توحید اور وحدت کے رتبے میں ہے ۔ اور تو آج ہمارے نزدیک بڑی عزت والا ہے ۔ پس یہی (مسیح موعود ہونے کا) دعوی ہے ۔ جس میں مسلمان قوم مجھ سے جھگڑتی ہے اور مجھ کو مرتد جانتی ہے)

یہ عبارت صاف لفظوں میں مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی بتا رہی ہے کہ آپ اس بات کے مدعی تھے کہ احادیث میں جس عیسی موعود کی بابت خبر آئی ہے کہ وہ دنیا میں قریب قیامت کے ظاہر ہوں گے، وہ میں ہوں۔ یہ بھی اس عبارت سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ مسلمان مرزا صاحب قادیانی سے اسی دعوی میں بحث ونزاع کرتے ہیں ۔ یعنی وہ آپکو عیسی موعود وغیرہ نہیں مانتے ۔ اصلی نزاع یہی ہے اور باقی کوئی ہے تو فرعی ۔

یہ ہے مرزا صاحب قادیانی کے دعوی کی تقریر جو انہی کے الفاظ میں نقل کی گئی ۔ تاہم امت احمدیہ (مرزائیہ) مرزا غلام احمد صاحب کے دعوی مسیحیت موعودہ کے اثبات سے عاجز آکر کبھی وفات عیسی پر بحث کرنے لگ جاتی ہے، کبھی دجال اور اس کے گدھے کی بابت ادھر ادھر کی بات شروع کر دیتی ہے، جس سے اصل مقصد دور ہو جاتا ہے ۔ اس لئے فریقین (محمدی اور احمدی) با انصاف سے امید ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کے اس بیان کو غور سے پڑھ کر بس اسی (دعوے مسیحیت موعودہ) پر مدار بحث رکھا کرینگے ۔

ناظرین سے درخواست ہے کہ اس کتاب کو اول سے آخر تک بغور دیکھیں گے تو بہت سی نئی معلومات پائینگے ۔ اس لئے مصنف کی درخواست ہے کہ اول سے آخر تک بغور مطالعہ فرمائیں ۔

باب اول: متعلق احادیث

چونکہ عیسی موعود کا منصب اور تشریف آوری حدیثوں سے ثابت ہے، اس لئے ہم ذیل میں چند حدیثوں سے شہادات نقل کرتے ہیں تا کہ معلوم ہو سکے کہ ان حدیثوں کے مطابق جناب مرزا غلام احمد صاحب، مسیح موعود ہیں؟

پہلی شہادت

سب سے پہلے بخاری و مسلم کی متفق علیہ حدیث ہے جس کے الفاظ مع ترجمہ یہ ہیں:

عن ابی هريرة قال قال رسول الله ﷺ و الّذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً عدلاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتّی لا یقبله احد حتّی تکون السّجدة الواحدة خیراً من الدنیا وما فیها ثمّ یقول ابو هریرة فاقرئوا ان شئتم : و ان من اهل الکتاب الا لیؤمنن به قبل موته .. الآیه متفق علیه (مشکوۃ شریف ص ۴۷۹ باب نزول عیسی علیہ السلام) یعنی ابو ہریرہؓ کہتے ہیں فرمایا رسول اللہ ﷺ نے قسم ہے اللہ پاک کی بہت جلد ابن مریم منصف حاکم ہو کر تم میں اتریں گے۔ پھر وہ عیسائیوں کی صلیب کو (جس کو وہ پوجتے ہیں) توڑ دینگے اور خنزیر (جو خلاف حکم شریعت عیسائی کھاتے ہیں اس) کو قتل کرائینگے اور کافروں سے جو جزیہ لیا جاتا ہے اسے موقوف کر دینگے اور مال بکثرت لوگوں کو دینگے یہاں تک کہ کوئی اسے قبول نہ کریگا۔ لوگ ایسے مستغنی اور عابد ہوں گے کہ ایک ایک سجدہ انکو ساری دنیا کے مال و متاع سے اچھا معلوم ہوگا (حدیث کے یہ الفاظ سنا کر) ابو ہریرہؓ کہتے تھے کہ تم اس حدیث کی تصدیق قرآن مجید سے چاہتے ہو تو یہ آیت پڑھ لو ان من اهل الکتاب .. الخ (اسکا مطلب یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے اترنے کے وقت کل اہل کتاب ان پر ایمان لے آویں گے)۔

یہ حدیث اپنا مطلب بتانے میں کسی شرح کی محتاج نہیں۔ صاف لفظوں میں حضرت عیسی موعود کو منصف حاکم یعنی بادشاہ قرار دیا ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب کو یہ وصف حاصل نہ تھا۔ چنانچہ اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

دوسری شہادت

اس سے بھی زیادہ صاف اور فیصلہ کن ہے جو صحیح مسلم میں مروی ہے

عن النّبی ﷺ و الّذی نفسی بیده لیهلن ابن مریم بفجّ الرّوحاء حاجاً او معتمراً او لیثنیهما [باب جواز التمتع فی الحج و القران ۔ (مسلم) (یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے مسیح فج الروحاء سے جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے (نووی شرح مسلم) حج کا احرام باندھیں گے)۔

یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے کے لئے مقام کا بھی تعیین کرتی ہے ۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی بابت تو بلا اختلاف مسلمہ ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے ۔ مقام معین سے احرام باندھنا تو کجا۔

حیرت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور انکی احمدی امت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی، چاہے کسی قسم کی ہو، مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریروں میں ہم نہیں دیکھا ۔ حالانکہ اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۵ ۔ شوال (یکم جون ۱۹۲۳ء) میں یہ حدیث نقل کر کے جواب طلب کیا گیا تھا ۔

تیسری شہادت

وہ ہے جسے مرزا صاحب قادیانی نے خود بھی نقل کیا ہے ۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

قال رسول الله ﷺ ینزل عیسی ابن مریم الی الارض فیتزوّج و یولد له و یمکث خمساًو اربعین سنة ثمّ یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر (مشکوۃ باب نزول عیسی)۔

(یعنی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زمین کی طرف اتریں گے پھر نکاح کریں گے اور ان کے ہاں اولاد پیدا ہوگی اور آپ پینتالیس سال زمین پر رہیں گے پھر فوت ہوکر میرے مقبرہ میں میرے ساتھ دفن ہونگے ۔ پھر میں (محمد رسول اللہ) اور حضرت عیسیٰؑ ایک ہی مقبرہ سے قیامت کو اٹھیں گے جبکہ ہم ابوبکر اور عمر کے درمیان ہوں گے)

اس حدیث سے صاف ثابت ہے کہ حضرت عیسی موعود کا انتقال مدینہ طیبہ میں ہوگا۔(حدیث سے مدینہ میں ان کے انتقال کا ذکر نہیں ہے، بلکہ ان کی تدفین کا ذکر ہے کہ وہ مقبرہ محمدی میں ہوگی۔کسی دور کے مقام پر حضرت عیسی کا انتقال ہو جانے کے باوجود مدینہ منورہ میں ان کی تدفین ممکن ہے۔بہاء) اس حدیث کو مرزا غلام احمد صاحب نے خود اپنے استدلال میں لیا ہوا ہے ۔اس میں جو حضرت عیسی موعود کے تزوج (نکاح) کا ذکر ہے اسکی نسبت مرزا غلام احمد صاحب نے بہت کوشش کی ہے کہ یہ ان پر صادق آئے۔

ناظرین کو معلوم ہونا چاہیے کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے ایک نکاح کی بابت الہامی پیش گوئی فرمائی تھی ۔جس کو اعجازی نکاح (اس کی تفصیل آگے آتی ہے) کہتے تھے۔جناب ممدوح لکھتے ہیں کہ یہ نکاح جو حضرت عیسی بن مریم موعود کا مذکورہ حدیث میں آیا ہے اس سے وہی اعجازی نکاح مراد ہے جس کی بابت میں نے پیش گوئی کی ہوئی ہے۔چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

انّه یتزوج و ذالك ایماء الی آیة یظهر (هکذا فی الاصل بصیغة المذکر ۔ ثناء الله) عند تزوجه من ید القدرة و ارادة حضرت الوتر و قد ذکرناها مفصلاً فی کتابنا التبلیغ و التحفة و اثبتنا فیها ان هذه الآیت سیظهر علی یدی ۔(حمامۃ البشری ص ۲۶)۔

(یعنی حضرت عیسی موعود نکاح کریں گے۔یہ اس نشان کی طرف اشارہ ہے جو اس کے نکاح کے موقعہ پر قادر کی قدرت سے ظاہر ہوگا۔اور ہم نے اس نشان کو مفصل اپنی دو کتابوں تبلیغ اور تحفہ میں ذکر کیا ہوا ہے اور ثابت کر دیا ہے کہ یہ نشان میرے ہاتھ پر ظاہر ہوگا)۔

یعنی یہ نکاح وہی ہے جو میرا ہوگا۔تھوڑی سی تفصیل کے ساتھ اسکو دوسری کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں یوں لکھتے ہیں:

اس پیشگوئی (یعنی میرے نکاح) کی تصدیق کیلئے رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے کہ یتزوّج و یولد له ۔یعنی وہ مسیح موعود بیوی کریگا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔

اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر عام طور پر مقصود نہیں۔کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ

تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیشگوئی موجود ہے ۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہونگی ۔ (ضمیمہ انجام آتھم ۔ ص ۵۳)

یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کو اس حدیث کی تسلیم سے انکار نہیں بلکہ اسکو اپنی دلیل میں لایا کرتے تھے ۔ اس لئے ہم بھی اس حدیث سے استدلال کرنے کا حق رکھتے ہیں جو یوں ہے کہ چونکہ مرزا صاحب مدینہ شریف میں فوت ہو کر روضہ مقدسہ میں دفن نہیں ہوئے اس لئے عیسی موعود نہیں ۔

الحمد للہ کہ از روئے احادیث شریفہ ہم نے ثابت کردیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی میسحیت موعودہ کا صحیح نہیں ۔

آں کس کہ بقرآن و خبر از ندہی
این ست جوابش کہ جوابش ندہی

احادیث اس مضمون کی بکثرت ہیں مگر ہم نے بہ نیت اختصار بطور نمونہ انہی تین حدیثوں پر اکتفا کیا ہے ۔ کیونکہ ماننے والے کیلئے یہ بھی کافی سے زیادہ ہیں ۔

اگر صد باب حکمت پیش ناداں
بخوانی آیدش بازیچہ در گوش

مختصر مضمون احادیث ثلاثہ کا تین فقروں میں ہے ۔

۱ ۔ حضرت عیسیٰؑ حاکمانہ صورت میں آئیں گے

۲ ۔ حضرت عیسیٰؑ حج کریں گے انکے احرام باندھنے کی جگہ کا نام فج الروحاء ہے ۔

۳ ۔ حضرت عیسی موعود علیہ السلام نکاح کر کے پینتالیس سال دنیا میں زندہ رہینگے ۔

ان تینوں مضامین کے لحاظ سے مرزا صاحب قادیانی کے حق میں نتیجہ صاف ہے کہ ’ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی عیسی موعود نہ تھے ۔

تتمہ باب اول

شائد کسی صاحب کو خیال ہو کہ جو الفاظ حضرت عیسی موعود علیہ السلام کی بابت آئے ہیں ان سے انکی حقیقت مراد نہیں بلکہ مجاز مراد ہے ۔ مثلاً

بقول ان کے عیسی مسیح سے خاص حضرت عیسی مراد نہیں بلکہ مثل عیسی مراد ہے

یا ' حکم عدل ' سے ظاہری حاکم مراد نہیں بلکہ روحانی مراد ہے ۔

غرض یہ کہ ان جملہ اوصاف مسیحیہ میں سے جو وصف جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی میں نہیں پایا جاتا اس سے مجازی وصف مراد ہے ۔

اس کا جواب آسان ہے کیونکہ علماء بلاغت کا قانون ہے کہ مجاز وہاں لی جاتی ہے جہاں حقیقت محال ہو (ملاحظہ ہو مطول بحث حقیقت مجاز) ۔ اب ہم دکھاتے ہیں کہ ان الفاظ کی حقیقت کی بابت جو حضرت عیسی موعود علیہ السلام کے حق میں آئے ہیں مرزا صاحب قادیانی کیا فرماتے ہیں ۔ کیا ان کی حقیقت کو محال جانتے ہیں یا ممکن؟ پس مرزا صاحب قادیانی کی عبارت مندرجہ ذیل کو بغور ملاحظہ کریں ۔ فرماتے ہیں:

بالکل ممکن ہے کہ کسی زمانہ میں کوئی ایسا مسیح بھی آجائے جس پر حدیثوں کے بعض ظاہری الفاظ صادق آسکیں ۔ کیونکہ یہ عاجز اس دنیا کی حکومت اور بادشاہت کے ساتھ نہیں آیا ۔ درویشی اور غربت کے لباس میں آیا ہے ۔ اور جبکہ یہ حال ہے تو پھر علماء کیلئے اشکال ہی کیا ہے ۔ ممکن ہے کسی وقت انکی مراد بھی پوری ہو جائے ۔ (ازالہ اوہام طبع اول ۔ ص ۲۰۰)

اس عبارت میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو تسلیم ہے کہ حقیقت مسیحیہ محال نہیں ہے، بلکہ ممکن ہے ۔ یہ بھی تسلیم ہے کہ ان کی حقیقت حکومت ظاہریہ ہے جو مجھ میں نہیں ۔ پس جب حقیقت ممکنہ ہے تو امکان حقیقت کے وقت مجاز کیونکر صحیح ہوسکتا ہے ۔ فافہم

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا

گو مرزا غلام احمد صاحب کے اقرار کے بعد کسی شہادت کی حاجت نہیں، تاہم ایک گواہ ایسا پیش کیا جاتا ہے جسکی توثیق جناب مرزا صاحب قادیانی نے خود اعلی درجہ

کی کی ہوئی ہے۔فرماتے ہیں:

مولوی نور الدین صاحب بھیروی کے مال سے جس قدر مجھے مدد پہنچی ہے میں کوئی ایسی نظیر نہیں دیکھتا جو اس کے مقابل پر بیان کر سکوں۔ میں نے ان کو طبعی طور پر اور نہایت انشراح صدر کے ساتھ اپنی خدمتوں میں جاں نثار پایا'۔(ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۷۷۷)

یہی مولوی نور الدین ہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال کے بعد خلیفہ اول ہوئے۔ وہی مولوی صاحب اصولی طور پر ہماری تائید کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ہر جگہ تاویلات وتمثیلات سے، استعارات وکنایات سے اگر کام لیا جائے تو ہر ایک ملحد منافق بدعتی اپنی آراء ناقصہ اور خیالات باطلہ کے موافق کلمات طیبات لا سکتا ہے۔اس لئے ظاہر معانی کے علاوہ اور معانی لینے کے واسطے اسباب قویہ اور موجبات حقہ کا ہونا ضرور ہے۔(ضمیمہ ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۸)

پس ثابت ہوا کہ چونکہ عیسی موعود علیہ السلام کا اپنی اصل حقیقت کے ساتھ آنا ممکن ہے۔ لہذا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی،عیسی موعود نہیں ہیں۔ (الحمدللہ)

دوسرا باب

مرزا قادیانی کے الہامات سے اس کے برخلاف شہادات

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے الہامات تو بکثرت موجود ہیں جن میں امور غیبیہ کا دعوی کر کے انہیں اپنی صداقت کی شہادات بنایا ہے۔ان سب کو دیکھنا ہو تو ہمارا رسالہ الہامات مرزا ملاحظہ کریں۔اس مختصر رسالہ میں ہم چند الہامات پیش کرتے ہیں۔

پہلا الہام: چوتھی شہادت

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی صداقت کے لئے ایک پیش گوئی فرمائی تھی جو دراصل دو حصوں پر منقسم ہو کر دو پیش گوئیاں تھیں۔ان دونوں پیش گوئیوں کی وجہ یہ پیش آئی تھی کہ جناب مرزا صاحب قادیانی نے اپنے قریبی رشتہ میں ایک نوعمر لڑکی سے

نکاح کا پیغام دیا جس کی بابت وہ لکھتے ہیں :

و ھی حدیثۃ السن و انا متجاوز علی الخمسین (یعنی وہ لڑکی ابھی چھوکری ہے اور میں پچاس سال سے زیادہ ہوں) (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۷۴)

اس لڑکی کے والد نے رشتہ کرنے سے انکار کر دیا تو آپ نے اعلان پر اعلان جاری کرنے شروع کر دئے کہ خدا نے مجھے بذریعہ الہام فرمایا ہے کہ اگر یہ لڑکی کسی اور جگہ بیاہی گئی تو تین سال کے عرصہ میں اسکا خاوند مر جائیگا اور وہ بیوہ ہو کر میرے ساتھ بیاہی جائیگی۔ چنانچہ آپ کے اپنے الفاظ یہ ہیں:

اس خدائے قادر مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کیلئے سلسلہ جنبانی کر اور ان کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اسی شرط پر کیا جاویگا اور نکاح تمہارے لئے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا۔ اور ان تمام رحمتوں اور برکتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار ۲۰ فروری ۱۸۸۶ء میں درج ہیں۔ لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہائت ہی برا ہو گا۔ اور (ناظرین اس فقرے کو ذہن میں رکھیں کہ) جس کسی دوسرے شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے اڑھائی سال تک اور ایسا ہی والد اس دختر کا تین سال میں فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی۔ اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لئے کئی کراہیت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔

پھر ان دنوں میں جو زیادہ تصریح اور تفصیل کیلئے بار بار توجہ کی گئی ہے تو معلوم ہوا کہ خدائے تعالی نے جو مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جسکی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک مانع دور کرنے کے بعد آخر کار اسی عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ اور بے دینوں کو مسلمان بنا دے گا۔ اور گمراہوں میں ہدایت پھیلا دے گا۔ چنانچہ عربی الہام اس بارے میں یہ ہے

كذبوا بآياتنا و كانوا بها يستهزئون ۔ فسيكفيكهم الله و يردها اليك لا تبديل لكلمات الله ان ربك فعال لما يريد ۔
انت معي و انا معك عسے ان يبعثك ربك مقاماً محموداً ۔

یعنی انہوں نے ہمارے نشانوں کو جھٹلایا۔ اور وہ پہلے سے ہنسی کر رہے تھے۔ سو خدا تعالی ان سب کے تدارک کیلئے جو اس کام کو روک رہے ہیں تمہارا مدد گار ہو گا۔ اور انجام کار اسکی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ تیرا رب وہ قادر ہے کہ جو کچھ چاہے وہ ہو جاتا ہے۔ تو میرے ساتھ اور میں تیرے ساتھ ہوں۔ اور عنقریب وہ مقام تجھے ملے گا جس میں تیری تعریف کی جائیگی۔

یعنی اول گو احمق اور نادان لوگ بد باطنی و بدظنی کی راہ سے بد گوئی کرتے ہیں اور نالائق باتیں منہ پر لاتے ہیں، لیکن آخر کار خدا تعالی کی مدد دیکھ کر شرمندہ ہوں گے اور سچائی کے کھلنے سے چاروں طرف سے تعریف ہو گی۔

خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء۔

یہ عبارت مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۱۰ جولائی ۱۸۸۸ء کی ہے۔ اس میں مسماۃ مذکورہ کو خطبہ نکاح کے بعد دھمکی دی ہے۔ دھمکی بھی معمولی نہیں بیوہ ہونے کی۔ پھر اس کے بعد اصل مقصود یعنی اپنے نکاح میں آنے کی۔

اس پیشگوئی نے مرزائی امت کو پریشان کر رکھا ہے۔ کوئی کچھ کہتا ہے، کوئی کچھ فرماتا ہے۔ ان سب کا جواب دینے سے جناب مرزا غلام احمد صاحب نے ہم کو سبکدوش فرما دیا ہے۔ کیونکہ آپ بذات خود اس پیش گوئی کے متعلق ایک اعلان دے چکے ہیں جس کے سامنے غیر کی نہیں چل سکتی۔ امت مرزائیہ اللہ تعالی کو حاضر و ناظر جان کر حضرت مرزا صاحب قادیانی کا فرمان سنیں۔ حضرت موصوف فرماتے ہیں:

نفس پیش گوئی اس عورت (محمدی بیگم) کا اس عاجز (مرزا صاحب) کے نکاح میں آنا تقدیر مبرم (ان ٹل) ہے، جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔ کیونکہ اس کے لئے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبديل لكلمات الله یعنی میری یہ بات نہیں ٹلے گی۔ پس اگر ٹل جائے تو خدا تعالی کا کلام باطل ہوتا ہے۔

(قادیانی اشتہار ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء مندرجہ کتاب تبلیغ رسالت ج ۳ ص ۱۱۵)

ناظرین! اس سے بڑھ کر بھی کوئی صاف گوئی ہوگی جو مرزا غلام احمد صاحب نے اس عبارت میں فرمائی ہے۔ بات بھی صحیح ہے کہ خدا جس امر کی بابت خبر دے پھر

اس کی تاکید کیلئے لا تبدیل فرمائے پھر وہ تبدیل ہو جائے تو خدائی کلام کے جھوٹ ہونے میں کچھ شک رہتا ہے؟ خدا جزائے خیر دے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جنھوں نے ایسی صاف گوئی کر کے ہمیں اپنی امت کی بیجا تاویلوں سے چھڑایا۔ عاملهم الله بما هم اهله

اب سوال یہ ہے کہ کیا یہ نکاح مرزا صاحب قادیانی سے ہو گیا؟

آہ! اس کا جواب بڑی حسرت اور افسوس کے ساتھ نفی میں دیا جاتا ہے کہ تا حیات مرزا صاحب کا نکاح نہیں ہوا۔ یہاں تک کہ ۲۶۔ مئی ۱۹۰۸ء کے دن بیچارے اس حسرت کو اپنے ساتھ قبر میں لے گئے۔ اب ان کی قبر سے گویا یہ آواز آتی ہے

جدا ہوں یار سے ہم اور نہ ہو رقیب جدا
ہے اپنا اپنا مقدر جدا نصیب جدا

دوسرا الہام: پانچویں شہادت

جو دراصل اسی پیش گوئی کیلئے بطور تمہید کے تھی یعنی یوں کہ اس لڑکی کا خاوند یعنی جس شخص سے وہ لڑکی باوجود پیغام حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کے بیاہی گئی تھی جس کا نام مرزا سلطان محمد ساکن پٹی ضلع لاہور ہے۔ اسکے حق میں اسی پہلی پیش گوئی میں فرما چکے ہیں کہ روز نکاح سے اڑھائی سال میں مر جائیگا۔ اسکی بابت یہ امر اظہار کرنا ضروری ہے کہ نکاح کس تاریخ کو ہوا، اور اسکی آخری مدت حیات کیا تھی۔ اور وہ اس مدت میں مرا یا نہیں؟

پس واضح ہو کہ نکاح مذکور حسب اطلاع خود مرزا صاحب قادیانی ۷۔ اپریل ۱۸۹۲ء کو ہوا تھا (رسالہ آئینہ کمالات اسلام۔ ص ۲۸۰۔ مصنفہ مرزا صاحب قادیانی)۔ اس حساب سے ۶۔ اکتوبر ۱۸۹۴ء کا دن مرزا سلطان محمد کی زندگی کا آخری روز ہوتا ہے۔ مگر وہ آج (اکتوبر ۱۹۲۳ء) تک زندہ ہے۔ حالانکہ اس عرصہ میں وہ فرانس کی جنگ عظیم میں بھی شریک ہوا جس میں اس کے سر میں گولی بھی لگی، مگر وہ زندہ رہا۔

جب اکتوبر ۱۸۹۴ء گذر گیا اور مرزا سلطان محمد زندہ رہا اور مخالفوں نے طعن و تشنیع کرنے شروع کئے تو حضرت مرزا غلام احمد صاحب نے ان کو ٹھنڈا کرنے کیلئے

ایک آخری اعلان شائع فرمایا۔ جس کے الفاظ یہ ہیں:

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ (مرزا سلطان محمد ناکح منکوحہ) کی تقدیر مبرم (ان ٹل) ہے۔ اسکی انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیشگوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائیگی۔ (رسالہ انجام آتھم۔ص ۳۱)

بس یہ آخری فیصلہ تھا جو خدا کے فضل سے ہوا بھی آخری کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود تو مئی ۱۹۰۸ء میں فوت ہو گئے اور ان کا رقیب جس کی موت کی پیش گوئی تقدیر مبرم کی صورت میں کرتے تھے ان کی دعا سے آج (اکتوبر ۱۹۲۳ء) تک زندہ ہے۔ سچ ہے

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے دعا کو اثر کے ساتھ

تیسرا الہام: چھٹی شہادت

یوں تو مرزا غلام احمد صاحب کے الہامات اتنے ہیں کہ شمار بھی مشکل ہے لیکن ہم شہادت میں ان کو پیش کرتے ہیں جو بطور تحدی (دعوت) کے انہوں نے پیش کئے ہیں۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ میری پیش گوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے ایک عظیم الشان نشان ہوں۔ جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ کتابوں میں یہ پیش گوئیاں کہ میں اسّی (۸۰) برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دونگا۔ اور مخالفوں کے ہر ایک الزام سے تجھے بری کرونگا۔ وغیرہ' (تریاق القلوب۔ص ۱۳ حاشیہ)

یہ عبارت مرزا صاحب قادیانی کی عمر کی بابت پیش گوئی ہے کہ اسّی (۸۰) سال کے اردگرد ہوگی۔ اسی پیش گوئی کو دوسری کتاب میں جو اس کے بعد چھپی ہے بہت اچھے لفظوں میں آپ نے صاف کر دیا۔ فرماتے ہیں:

جو ظاہر الفاظ وحی کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر (۷۴) اور چھیاسی (۸۶) کے اندر اندر عمر کی تعیین کرتے ہیں۔ (ضمیمہ براہین احمدیہ۔ ج پنجم صفحہ ۹۷)

بہت خوب! آخری مدت تو معین ہوگئی ۔اب دیکھنا باقی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیدائش کب کی ہے۔

شکر ہے کہ اس کے متعلق بھی ہمیں دماغ سوزی کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ مرزا صاحب نے ہم کو اس تکلیف سے سبکدوش فرمادیا ہوا ہے۔ چنانچہ آپ کہتے ہیں کہ چودھویں صدی کے شروع ہوتے وقت میری عمر چالیس سال تھی '(تریاق القلوب ص ۶۴)۔

اس کے علاوہ فیصلہ کن شہادت بھی ہمارے پاس ہے جو مرزا صاحب کے خلیفہ اول مولوی حکیم نور الدین صاحب نے مرزا صاحب کی زندگی میں شائع کی تھی ۔ حکیم صاحب موصوف نے مرزا صاحب کی پیدائش سے اکسٹھ سالوں تک کا نقشہ یوں دیا ہے کہ پیدائش ۱۸۴۰ ء بتا کر ۱۹۰۸ء میں آپ کی عمر ۶۹ سال بتائی ہے ۔(ملاحظہ ہو رسالہ نور الدین ۔ص ۱۷۱۔۱۷۰)

پیدائش کا معاملہ صاف ہوگیا ۔ رہا انتقال کا واقعہ،سو یہ تو بالکل صاف ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو انتقال فرمایا ۔ (تحفہ شاہزادہ ویلز ص ۶۲ ۔مصنفہ مرزا محمود خلیفہ قادیان)

ناظرین! خود مرزا غلام احمد صاحب اور مولوی نور الدین خلیفہ اول قادیان کی شہادت سے مرزا صاحب قادیانی کی عمر بمشکل ۶۹ سال تک پہنچتی ہے حالانکہ آپ بوحی الہی فیصلہ کر چکے ہیں کہ میری عمر چوہتر سے چھیاسی سال کے درمیان ہوگی ۔

احمدی دوستو! خدا کو حاضر ناظر جان کر بحکم الٰہی مثنی و فرادی ہوکر سوچو کہ یہ کیا بات ہے کہ جس بات کو مرزا صاحب قادیانی ، وحی الٰہی جتا کر بطور ثبوت پیش کرتے ہیں وہی غلط ثابت ہوتی ہے۔ گویا مرزا صاحب بزبان حال کہتے ہیں

جو آرزو ہے اس کا نتیجہ ہے انفعال
اب آرزو یہ ہے کہ کبھو آرزو نہ ہو

اس مذکورہ عبارت میں قادیانی نے یہ بھی ایک ضمنی پیش گوئی فرمادی ہے کہ

' کہ مخالفوں کے ہر الزام سے تجھے بری کرونگا '۔

اور الزام تو رہے بجائے خود، آپ پر یہ الزام عمر کا بھی بحال رہا۔ سچ ہے

یہ عذر امتحان جذب دل کیسا نکل آیا
میں الزام ان کو دیتا تھا قصور اپنا نکل آیا

ساتویں شہادت: اقوال مرزائیہ سے

مرزا غلام احمد کے اپنے اقوال سے مرزا صاحب کا معاملہ خدا کے فضل سے ایسا آسان ہے کہ کسی بیرونی شہادت کی حاجت نہیں ۔ بلکہ خود ان کے اپنے بیانات ہی ایسے ہیں کہ ان کے مخالف کو بہت کچھ مفید ہو سکتے ہیں ۔ عدالتی اور شرعی طریق پر مدعا علیہ کا اپنا بیان جس قدر کار آمد ہوتا ہے دوسرے گواہوں کا نہیں ۔ اس لئے عدالتی طریق ہے کہ مدعی چاہے تو اپنے مدعا علیہ سے بحیثیت گواہ کے بیان لے سکتا ہے ۔ اس بیان میں مدعا علیہ اگر اقرار کر جائے تو دوسرے گواہوں کی نسبت بہت مفید ہوتا ہے

ٹھیک اسی طرح بفضلہٖ تعالی مرزا صاحب قادیانی کے اپنے بیانات اتنے مفید ہیں کہ بیرونی شہادت اتنی مفید نہیں ۔ کیونکہ مدعا علیہ کے بیان کے متعلق یہ مثل ہے جو بہت صحیح ہے ۔ قضی الرجل علی نفسه (آدمی نے خود اپنے اوپر ڈگری کر لی) پس اس اصول کے ماتحت ہم مرزا صاحب قادیانی کے اقوال بطور شہادت پیش کرتے ہیں ۔ جن سے ہمارا دعوی (تکذیب مرزا) بآسانی ثابت ہو سکے ۔

پہلا بیان: مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

> تیسری مشابہت حضرت عیسی علیہ السلام سے میری یہ ہے کہ وہ ظاہر نہیں ہوئے جب تک حضرت موسی کی وفات پر چودھویں صدی کا ظہور نہیں ہوا ۔ ایسا ہی میں بھی آنحضرت ﷺ کی ہجرت سے چودھویں صدی کے سر پر مبعوث ہوا ہوں ‘ ۔ (رسالہ تحفہ گولڑویہ ۔ ص ۷۱)

اسکی تردید: مرزا صاحب قادیانی ایک دوسری کتاب میں یوں لکھتے ہیں:

> اور منجملہ ان علامات کے جو اس عاجز (مرزا) کے مسیح موعود ہونے کے بارے میں پائی جاتی ہیں ۔ وہ خدمات خاصہ ہیں جو اس عاجز (مرزا) کو مسیح ابن مریم کی خدمات کے رنگ میں سپرد کی گئی ہیں ۔ کیونکہ مسیح اس وقت یہودیوں میں آیا تھا کہ جب توریت کا مغز اور بطن یہودیوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا تھا

۔ اور وہ زمانہ حضرت موسی سے چوداں سو برس بعد تھا کہ جب ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کیلئے بھیجا گیا تھا۔
پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز (مرزا غلام احمد) آیا کہ جب قرآن کریم کا مغز اور بطن مسلمانوں کے دلوں پر سے اٹھایا گیا۔
اور یہ زمانہ حضرت مثیل موسی (یعنی آنحضرت ﷺ) کے وقت سے اسی زمانہ کے قریب قریب گذر چکا ہے جو حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیان میں زمانہ تھا۔ (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۹۳۔۶۹۲)

اس بیان میں جناب مرزا غلام احمد صاحب نے حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیانی زمانہ کو چودہ سو برس سے کچھ زیادہ قرار دیا ہے کیونکہ، چودہ سو برس بعد، کا لفظ چودہ سو پر زیادتی چاہتا ہے ۔عیسائیوں یہودیوں کی شہادت اس بارے میں ۱۴۵۱ ہے (دیکھو تقدیس اللغات)۔ حالانکہ پہلے بیان میں تیرہ سو برس ختم ہو کر چودھویں صدی کے سر پر آنا لکھا ہے ۔ اس دوسرے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب ایک سو سال قبل از وقت تشریف لے آئے ۔ کیونکہ اس بیان کے مطابق مسیح موعود کی تشریف آوری کا وقت چودہ سو سال کے بعد ہے اور آپ چودھویں صدی کے شروع میں آئے ہیں ۔ پس ثابت ہوا کہ آپ ایک سو سال سے بھی کچھ پہلے تشریف لے آئے ہیں لہذا سر دست تشریف لے جائے ہم آپ پر ایمان لانے کو تیار نہیں ہیں ۔

دوسری تردید : مذکورہ بالا تردیدی بیان کے سوا دوسرا ایک بیان مرزا صاحب کا ایسا صاف ہے جو ان دونوں کے مخالف ہے ۔آپ ایک جگہ مسلمانوں کو سمجھاتے ہیں:

پیش گوئیوں میں ہمیشہ ابہام ہوتا ہے ۔ صاف اور مفصل بیان نہیں ہوتا ۔ کیونکہ پیش گوئیوں میں سننے والے کا امتحان (ابتلاء) کرنا منظور ہوتا ہے ۔ چنانچہ توریت میں آنحضرت ﷺ کے حق میں پیش گوئی اسی قسم کی مبہم ہے ۔ جس میں وقت ملک اور نام نہیں بتایا گیا ۔اگر خدا تعالی کو ابتلاء خلق اللہ منظور نہ ہوتا اور ہر طرح سے کھلے کھلے طور پر پیش گوئی کا بیان کرنا ارادہ الہی ہوتا تو پھر اس طرح پر بیان ہونا چاہیے تھا کہ اے موسی میں تیرے بعد بائیسویں صدی میں ملک عرب میں بنی اسماعیل میں ایک نبی پیدا کرونگا جس کا نام محمد

ﷺ ہوگا۔ ' (ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۲۷۸)

اس بیان میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے صاف تسلیم کیا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد سرور کائنات ﷺ پوری اکیس صدیاں گذار کر بائیسویں صدی میں پیدا ہوئے تھے۔

احمدی دوستو! عبارت مرزا قادیانی کو پھر غور سے پڑھو۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ اور حضور سرور کائنات ﷺ کا درمیانی زمانہ کتنا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ آنحضرت ﷺ کی ولادت سنہ عیسوی کے حساب سے ۲۲۔اپریل ۵۷۱ء کو ہوئی اور بعثت [رسالت] ۱۲۔فروری ۶۱۰ء کو ہوئی تھی۔ یہ چھ سو سال اکیس صدیوں سے نکال دیں تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ کا درمیانی زمانہ پندرہ سو سال رہتا ہے۔ پس نتیجہ صاف ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہی بیان کے مطابق مقررہ وقت پر نہیں آئے بلکہ بہت پہلے [بیفور ٹائم] تشریف لے آئے۔ لہذا آپ عیسیٰ موعود نہیں۔ غالباً اسی لئے قبل از تکمیل کار تشریف لے گئے

ایسا جانا تھا تو جاناں تمہیں کیا تھا آنا

آٹھویں شہادت: اقبالی بیان مرزا قادیانی

جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا مسیح موعود ہونا ایک اور طریق سے بھی ثابت کیا ہے۔ آپ کا دعوے ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ چنانچہ لکھتے ہیں:

' بالاتفاق تمام احادیث کے رو سے عمر دنیا کل سات ہزار برس قرار پایا تھا '

(تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۳)

اور آنحضرت ﷺ پانچویں ہزار میں پیدا ہوئے ہیں اور مسیح موعود کا چھٹے ہزار میں پیدا ہونا مقدر تھا۔ اس دعوی کو اس آیت سے ثابت کرتے ہیں جو سورۃ جمعہ میں ہے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم پھر فرماتے ہیں کہ بس میں چونکہ چھٹے ہزار سال میں پیدا ہوا ہوں لہذا میں مسیح موعود ہوں۔ اب سنئے آپ کے اپنے الفاظ۔ جناب موصوف فرماتے ہیں:

' ہمارے نبی ﷺ کے دو بعث ہیں (بعث کے معنی ہیں خلعت نبوت ملنا یعنی نبی ہونا۔

ثناءاللہ) اوراس پرنص قطعی آیت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم ہے ۔ تمام اکابرمفسرین اس آیت کی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس امت کا آخری گروہ یعنی مسیح موعود کی جماعت صحابہ کے رنگ میں ہونگے ۔ اورصحابہ رضی الله عنهم کی طرح بغیرکسی فرق کے آنحضرتﷺ سے فیض اور ہدائت پائیں گے ۔

پس جبکہ یہ امرنص صریح قرآن شریف سے ثابت ہوا کہ جیسا کہ آنحضرتﷺ کا فیض صحابہ پر جاری ہوا ایسا ہی بغیرکسی امتیاز اورتفریق کے مسیح موعود کی جماعت پرفیض ہوگا ۔ تو اس صورت میں آنحضرتﷺ کا ایک اور بعث ماننا پڑا جو آخری زمانہ میں مسیح موعود کے وقت میں ہزارششم میں ہوگا ۔

اوراس تقریر سے یہ بات پایہ ثبوت کوپہنچ گئی کہ آنحضرتﷺ کے دو بعث ہیں ۔ یا بہ تبدیل الفاظ یوں کہہ سکتے ہیں کہ ایک بروزی رنگ میں آنحضرتﷺ کا دوبارہ آنا دنیا میں وعدہ دیا گیا تھا جومسیح موعوداورمہدی موعود کے ظہور سے پورا ہوا۔

غرض جبکہ آنحضرتﷺ کے دو بعث ہوئے تو جوبعض حدیثوں میں یہ ذکر ہے کہ آنحضرتﷺ ہزارششم کے اخیر میں مبعوث ہوئے تھےتو اس سے بعث دوم مراد ہے جونص قطعی آیت کریمہ و آخرین منهم لما یلحقوا بهم سے سمجھا جاتا ہے۔

یہ عجیب بات ہے کہ نادان مولوی جن کے ہاتھ میں صرف پوست ہی پوست ہے حضرت مسیح کے دوبارہ آنے کی انتظار کر رہے ہیں ۔ مگرقرآن شریف ہمارے نبی ﷺ کے دوبارہ آنے کی بشارت دیتا ہے کیونکہ افاضہ بغیربعث غیرممکن ہے اور بعث بغیر زندگی کے غیرممکن ہے اور حاصل اس آیت کریمہ یعنی و آخرین منهم کا یہی ہے کہ دنیا میں زندہ رسول ایک ہی ہے یعنی محمدﷺ جو ہزارششم میں بھی مبعوث ہوکرایسا ہی افاضہ کریگا جیسا کہ وہ ہزارہ پنجم میں افاضہ کرتا تھا اورمبعوث ہونے کے اس جگہ یہی معنی ہیں کہ جب ہزارششم آئے گا اورمہدی موعوداس کے آخر میں ظاہر ہوگا تو گو بظاہرمہدی

معہود کے توسط سے دنیا کو ہدائت ہو گی لیکن دراصل آنحضرتﷺ کی قوت قدسی نئے سرے سے اصلاح عالم کی طرف ایسی سرگرمی سے توجہ کریگی کہ گویا آنحضرتﷺ دوبارہ مبعوث ہو کر دنیا میں آ گئے ہیں ۔ یہی معنی ہیں اس آیت کے و آخرین منھم لما یلحقوا بھم ۔ پس یہ خبر جو آنحضرت ﷺ کی بعث دوم کے متعلق ہے جسکے ساتھ یہ شرط ہے کہ وہ بعث ہزار ششم کے اخیر پر ہوگا اسی حدیث سے اس بات کا قطعی فیصلہ ہوتا ہے کہ ضرور ہے کہ مہدی معہود اور مسیح موعود جو مظہر تجلیات محمدیہ ہے جس پر آنحضرتﷺ کا بعث دوم موقوف ہے وہ چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے'(تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵۔۹۴)

اس عبارت کا مطلب ناظرین کے فہم عالی سے قریب کرنے کو اتنی تشریح کی ضرورت ہے کہ بقول مرزا صاحب آنحضرت ﷺ کا دو دفعہ نبی ہو کر ظاہر ہونا مقدر تھا۔ ایک تو اس وقت جب آپ بصورت محمد مکہ معظّمہ میں ظہور پذیر ہوئے ۔ دوم اس وقت جب بشکل مرزا صاحب بہ عہدہ عیسی موعود قادیان میں رونق افروز ہوئے ۔ پہلی صورت میں آپ کا نام محمد تھا دوسری میں احمد ۔ محمدی صورت جلالی تھی یعنی جنگی اور احمدی صورت جمالی یعنی صلح جو ہے ۔ چنانچہ اس کتاب کے دوسرے مقام پر مرزا صاحب نے اس مضمون کو منجمانہ طریق میں یوں لکھا ہے ۔ فرماتے ہیں:

آنحضرت ﷺ کے بعث اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا ۔ یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کیلئے تھا ۔ مگر بعث دوم جسکی طرف آیت کریمہ و آخرین منھم لما یلحقوا بھم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جلالی ہے جیسا کہ آیت و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے ۔ اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہو گا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرایہ میں ہو کر اپنی تجلی ظاہر فرمائے گا ۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی ۔ یعنی یہ کہ میں

اسم احمد میں آنحضرت ﷺ کا شریک ہوں (شریک نہیں بلکہ اصل مصداق تھا۔ دیکھو ازالہ اوہام طبع اول۔ص ۶۷۳۔ثناء اللہ) ۔اوراس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ انکی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا۔ حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیش گوئی کا زیر و زبر ہو جاتا ہے ۔ بلکہ قرآن شریف کی تکذیب لازم آتی ہے جونعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے ۔لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں ۔ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول الله و الذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم ۔ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے و مبشراًبرسول ياتی من بعدی اسمه احمد (تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۶)

گو اس عبارت کا مطلب صاف ہے تاہم اس کی مزید تشریح کیلئے مرزا صاحب قادیانی اس عبارت پر حاشیہ لکھتے ہیں جو یوں ہے:

یہ باریک بھید یاد رکھنے کے لائق ہے کہ آنحضرت ﷺ کی بعث دوم میں تجلی اعظم جو اکمل اور اتم ہے وہ صرف اسم احمد کی تجلی ہے۔ کیونکہ بعث دوم آخر ہزار ششم میں ہے اور ہزار ششم کا تعلق مشتری کے ساتھ ہے جو کوکب ششم منجملہ خنس کنس ہے اور اس ستارہ کی یہ تاثیر ہے کہ مامورین کو خونریزی سے منع کرتا اور عقل اور دانش اور مواد استدلال کو بڑھاتا ہے۔اس لئے اگرچہ یہ بات حق ہے کہ اس بعث دوم میں اسم محمد کی تجلی سے جو جلالی تجلی ہے اور جمالی تجلی کے ساتھ شامل ہے مگر وہ جلالی تجلی بھی روحانی طور پر جمالی رنگ کے مشابہ ہو گئی ہے کیونکہ اس وقت جلالی تجلی کی تاثیر قہر سیفی نہیں بلکہ قہر استدلالی ہے۔ وجہ یہ کہ اس وقت میں مبعوث پر پرتوہ ستارہ مشتری ہے نہ پرتوہ مریخ ۔اسی وجہ سے بار بار اس کتاب میں کہا گیا ہے کہ ہزار ششم فقط

اسم احمد کا مظہر اتم ہے جو جمالی تجلی کو چاہتا ہے ۔ ' (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۶)

اب تو مضمون صاف ہو گیا کہ مرزا غلام احمد صاحب کا اقرار ہے کہ عیسیٰ موعود دنیا کی عمر سے چھٹے ہزار سال میں آئیں گے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ چھٹا ہزار کہاں تک ہے ۔ ہم مرزا صاحب قادیانی کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس عقدہ کا حل بھی خود فرما دیا ۔ آپ فرماتے ہیں :

آنحضرت ﷺ حضرت آدم سے قمری حساب کے رو سے چار ہزار سات سو انتالیس (۴۷۳۹) برس بعد پیدا ہوئے ۔ اور شمسی حساب کے رو سے چار ہزار پانچسو اٹھانوے (۴۵۹۸) برس بعد ۔ ' (تحفہ گولڑویہ ۔ ص ۹۲)

اب مطلع صاف ہے ۔ پس ہجرت سے پہلے تیرہ سال آنحضرت مکہ معظّمہ میں رہے ۔ اس حساب سے پورے تیرہ سو ہجری ہونے کے وقت آنحضرت ﷺ کا سن نبوت ۱۳۱۳ ہوتا ہے یہ عدد قمری حساب سے ۴۷۳۹ میں ملائیں تو تیرھویں صدی کے اخیر پر دنیا کی عمر چھ ہزار باون سال ہوتی ہے ۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ جناب مرزا صاحب کس سنہ میں مسیح موعود کے عہدہ پر مبعوث (فائز) ہوئے ۔ اس کے متعلق بھی ہمیں کسی بیرونی شہادت کی ضرورت نہیں ۔ بلکہ خود مدعا علیہ کا بیان ہمارے پاس ہے ۔ آپ لکھتے ہیں

' یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر کے چالیس سال پورے ہونے پر صدی کا سر بھی آ پہنچا ۔ تب خدا تعالیٰ نے الہام کے ذریعہ میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے ۔ اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے ۔ ' (تریاق القلوب ۔ ص ۶۸)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب چودھویں صدی کے شروع میں چالیس سال کی عمر کو پہنچ کر مسیحیت پر مامور ہوئے تھے ۔ اسی مضمون کو دوسری کتاب میں مزید وضاحت سے لکھتے ہیں :

مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام پر توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا ۔ پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی ۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی

شخص کا نام غلام احمد نہیں ۔ بلکہ [اہل علم اہل انصاف اس بلکہ کو ملاحظہ کریں ۔ نام تو ہے غلام احمد ۔ چنانچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں ۔ مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام بتاتے ہیں ۔ سچ ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب گر بہ شاشید گفت باراں شد مصنف] میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں ۔ ' (ازالہ اوہام طبع اول ص ۱۸۶ ـ ۱۸۵)

اس عبارت میں پہلی عبارت کی مزید تشریح ہے کہ کسی غبی سے غبی کو بھی شک نہیں رہتا کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب کی بعثت چھٹا ہزار ختم ہو کر ساتویں ہزار میں سے باون سال گذر کر ہوئی ۔ لہذا بقول آپ کے، آپ مسیح موعود نہیں ۔

ایک اور طرح سے:

ہمارے گذشتہ بیان سے (جو درحقیقت جناب مرزا صاحب کا ذاتی بیان ہے) ساتویں ہزار کے باون سال گذرنے پر مرزا صاحب قادیانی مبعوث ہوئے ہیں جو ان کے ' لیٹ ' پہنچنے کی وجہ سے موجب 'فیل ' کے ہے ۔ اب ایک اور حساب سے بھی مرزا غلام احمد صاحب کا لیٹ ہونا ثابت کرتے ہیں ۔ صاحب موصوف لکھتے ہیں کہ

'میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار میں سے گیارہ برس رہتے تھے'

(تحفہ گولڑویہ حاشیہ ـ ص ۹۵)

بہت خوب! اس عبارت سے صاف ثابت ہے کہ چھٹا ہزار مرزا غلام احمد صاحب کی گیارہ سال کی عمر پوری ہونے تک ختم ہو گیا ۔ مگر گیارہ سال کی عمر میں تو مبعوث نہ ہوئے ہوں گے ۔ بلکہ بالغ ہو کر ۔ بلکہ بحکم بلغ اربعين سنة چالیس سال کو پہنچ کر مسیحیت کے درجہ پر مبعوث (مامور) ہوئے تو بھی ساتویں ہزار میں چلے گئے جو خلاف وقت مقرر کے ہے ۔

یاد رہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنی تحریرات میں خود قمری حساب پر بنا کر رہے ہیں ۔ یہاں تک فرما چکے ہیں کہ میں :

چھٹے ہزار میں سے گیارہ سال رہتے میں پیدا ہوا تھا ' ۔

اس لئے کسی ان کے حالی موالی کو یہ حق نہیں کہ وہ شمسی حساب سے چھ ہزار کا شمار کرے ۔ کیونکہ ایسا کرنا ہم کو نہیں ان کو مضر ہوگا ۔ اس لئے کہ شمسی حساب سے چھ ہزار سال ۲۰۱۲ء میں پورے ہوں گے ۔ اس حساب سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی پیدائش ۲۰۱۰ء میں ہونی چاہیے ۔ حالانکہ وہ ۱۹۰۸ء میں انتقال بھی کر گئے ۔

ناظرین ! یہ ہیں وہ دلائل جن کی بابت مرزا صاحب فرماتے ہیں :

یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں ۔ اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں [مرزا] خدا کی طرف سے ہوں ' (تحفہ گولڑویہ ۔ ص ۱۰۲)

کچھ شک نہیں کہ ہم بھی انہی دلائل کی شہادت سے اس مرحلہ پر پہنچے ہیں :

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

نویں شہادت : حرمین شریفین کے درمیان ریل

سلطان عبد الحمید خان مرحوم نے اسلامی دنیا میں تحریک کی تھی کہ حاجیوں کی تکلیف دور کرنے کے لئے حجاز (مکہ، مدینہ) میں ریل بنائی جائے ۔ چنانچہ مسلمانان دنیا نے اس تحریک کو قومی جان کر بطیّب خاطر چندہ بھی دیا ۔ چنانچہ ریل مذکور دمشق سے چل کر مدینہ طیبہ تک پہنچ گئی ۔ آمد و رفت بھی مدینہ منورہ تک شروع ہوگئی ۔ اس وقت کے جوش کو دیکھ کر قرین قیاس بلکہ یقین تھا کہ چند ہی روز میں ریل مکہ معظّمہ سے گذر کر بندر جدہ تک آنے والی ہے ۔ اتنے میں مرزا صاحب قادیانی نے اعلان کر دیا کہ یہ ریل میری صداقت کی دلیل ہوگی کیونکہ قرآن مجید میں ارشاد ہے و اذا العشار عطلت یعنی اونٹ بے کار ہو جائیں گے ۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ مسیح موعود کے آنے کے وقت مکہ مدینہ میں ریل بن کر اونٹوں کی سواری بند ہو جائیگی ۔ چنانچہ حدیث شریف میں بھی آیا ہے کہ لیترکن القلاص فلا یسعی علیها یعنی اونٹ چھوڑ دیئے جائیں گے ان پر سواری نہ کی جائیگی ۔ یہ بھی مسیح موعود کے زمانہ کی طرف اشارہ ہے ۔

پس حجاز میں ریل بننے سے میرے دعوے کا ثبوت ہوتا ہے۔اس تشریح کے بعد مرزا صاحب قادیانی کے اپنے الفاظ سنئے۔آپ فرماتے ہیں:

آسمان نے بھی میرے لئے گواہی دی اور زمین نے بھی۔مگر دنیا کے اکثر لوگوں نے مجھے قبول نہ کیا۔میں وہی ہوں جس کے وقت میں اونٹ بے کار ہو گئے اور پیش گوئی آیت کریمہ و اذا العشار عطلت پوری ہوئی۔اور پیش گوئی حدیث (و لیترکن القلاص فلا یسعی علیھا) نے اپنی پوری چمک دکھلا دی۔یہاں تک کہ عرب اور عجم کے اڈیٹران اخبار اور جرائد والے بھی اپنے پرچوں میں بول اٹھے کہ مکہ اور مدینہ کے درمیان جو ریل تیار ہو رہی ہے یہی اس پیش گوئی کا ظہور ہے جو قرآن اور حدیث میں ان لفظوں سے کی گئی تھی جو مسیح موعود کے وقت کا یہ نشان ہے' (اعجاز احمدی۔ص۲)

اس سال کے حاجی بھی شہادت دیتے ہیں کہ حرمین (مکہ مدینہ) کے درمیان اونٹوں پر سفر کر کے آئے ہیں۔ہم حیران تھے کہ تمام مسلمانان دنیا کی ضرورت کے مطابق ریل کا انتظام ہوا۔بہت سا حصہ اس کا بن بھی گیا مگر عین موقع پر

دو چار ہاتھ جب کہ لب بام رہ گیا

مدینہ شریف پہنچ کر ریل کی تیاری رک گئی۔نہ بانی تحریک عبدالحمید خان رہے، نہ وہاں ترکی سلطنت رہی۔غرض

آں قدح بشکست و آں ساقی نماند

آخر مسلمانوں کی اس ناکامی کی وجہ کیا ہوئی؟ ظاہری اسباب تو درحقیقت باطنی حکمت کی تکمیل کیلئے ہوا کرتے ہیں۔غور کرنے سے ہماری سمجھ میں یہی رمز آئی کہ چونکہ مرزا صاحب قادیانی نے اس ریل کو اپنے غلط دعوے کی دلیل میں پیش کیا تھا۔خدائی حکمت نے ریل کو بند کر کے دکھا دیا کہ مرزا صاحب اس بیان کی رو سے بھی غلطی پر ہیں۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ مسلمانان دنیا کی ضروریات سفر کے مقابلہ میں مرزا صاحب قادیانی کی تکذیب کرانا خدا کے نزدیک زیادہ اہم ہے۔سچ ہے

و اللہ یعلم و انتم لا تعلمون

دسویں شہادت: قطعی فیصلہ

ان فی ذالك لآیات لاولی النهی (طه:٥٤)
قرآن مجید میں ارشاد ہے

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله (التوبة:٣٣)۔ خدا نے اپنا رسول ہدائت اور دین حق کیساتھ بھیجا تا کہ اس کو سارے مذاہب پر غالب کرے۔

اس آیت کی تفسیر کے طور پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اپنی مایہ ناز کتاب براہین احمدیہ میں لکھتے ہیں:

هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یہ آیت جسمانی اور سیاست ملکی کے طور پر حضرت مسیح کے حق میں پیش گوئی ہے اور جس غلبہ کاملہ دین اسلام کا وعدہ دیا گیا ہے وہ غلبہ مسیح کے ذریعہ سے ظہور میں آئے گا۔ اور جب حضرت مسیح دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے تو ان کے ہاتھ سے دین اسلام جمیع آفاق اور اقطار میں پھیل جائے گا۔' (براہین احمدیہ حاشیہ۔ص ۴۹۹۔۴۹۸)

اس جگہ جناب موصوف نے مسیح موعود کیلئے آیت موصوفہ سے یہ بات بتائی کہ وہ با سیاست یعنی ظاہری حکومت کے ساتھ آئینگے (بہت خوب)۔ مگر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی خود کیا۔ تو باوجود سیاست اور حکومت حاصل نہ ہونے کے آپ نے اس آیت پر قبضہ رکھا اور اپنے ہی حق میں اسکو چسپاں کیا۔ وہ بیان ایسا لطیف ہے کہ ہم ناظرین سے اسکو بغور پڑھنے کے لئے سفارش کرتے ہیں۔ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

چونکہ آنخضرتﷺ کی نبوت کا زمانہ قیامت تک ممتد ہے اور آپ خاتم الانبیاء ہیں اس لئے خدا نے یہ نہ چاہا کہ وحدت اقوای آنخضرتﷺ کی زندگی ہی میں کمال تک پہنچ جائے کیونکہ یہ صورت آپ کے زمانہ کے خاتمہ پر دلالت کرتی تھی۔ یعنی شبہ گزرتا کہ آپ کا زمانہ ختم ہوگیا۔ کیونکہ جو آخری کام آپ

کا تھا وہ اسی زمانہ میں انجام تک پہنچ گیا۔اس لئے خدا نے تکمیل اس فعل کی جو تمام قومیں ایک قوم کی طرح کی بن جائیں اور ایک ہی مذہب پر ہو جائیں ۔زمانہ محمدی کے آخری حصہ میں ڈالدی جو قرب قیامت کا زمانہ ہے ۔اور اس تکمیل کیلئے اسی امت میں سے ایک نائب مقرر کیا جو مسیح موعود کے نام سے موسوم ہے اور اسی کا نام خاتم الخلفاء ہے ۔ پس زمانہ محمدی کے سر پر آنحضرتﷺ ہیں اور اس کے آخر میں مسیح موعود ہے۔ اورضرور تھا کہ یہ سلسلہ دنیا کا منقطع نہ ہو جب تک کہ وہ پیدا نہ ہو لے کیونکہ وحدت اقوامی کی خدمت اسی نائب النبوت کے عہد سے وابستہ کی گئی ہے اور اسی کی طرف یہ آیت اشارہ کرتی ہے هو الذی ارسل رسوله بالهدی و دین الحق لیظهره علی الدین کله یعنی خدا وہ خدا ہے جس نے اپنے رسول کو ایک کامل ہدائت اور سچے دین کے ساتھ بھیجا تا اسکو ہر ایک قسم کے دین پر غالب کر دے یعنی ایک عالمگیر غلبہ اس کو عطا کرے اور چونکہ وہ عالمگیر غلبہ آنحضرتﷺ کے زمانہ میں ظہور میں نہیں آیا اور ممکن نہیں کہ خدا کی پیش گوئی میں کچھ تخلف ہو اس لئے اس آیت کی نسبت ان سب متقدمین کا اتفاق ہے جو ہم سے پہلے گذر چکے ہیں کہ یہ عالمگیر غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ظہور میں آئے گا۔ ' (چشمہ معرفت ۔ص ۸۲ ۔۸۳)

اس عبارت کی تشریح یہ ہے کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب زمانہ محمدی کی ابتدا رسالت محمدیہ علی صاحبها الصلوۃ والتحیۃ سے ہوئی پھر وہی زمانہ ممتد ہو کر مسیح موعود کے زمانہ تک ایک ہی رہا۔اس زمانہ کے ایک سرے پر آنحضرتﷺ ہیں تو دوسرے سرے پر مسیح موعود (مرزا صاحب) ہیں ۔زمانہ محمدی سے اشاعت اسلام شروع ہو کر زمانہ مسیح موعود میں تکمیل کو پہنچ جائے گی ۔یعنی دنیا کی کل قومیں مسلمان ہو کر ایک واحد اسلامی قوم (مسلمان) بن جائے گی ۔چونکہ یہ سب کام مسیح موعود کی معرفت ہوگا اس لئے آئت هو الذی ارسل مسیح موعود (مرزا صاحب) کے حق میں چسپاں ہے ۔ بہت خوب ۔اب سوال یہ ہے کیا مسیح موعود (مرزا صاحب) کے زمانے میں یہ نتیجہ پیدا ہو گیا ؟ بترتیب غور کرنے کیلئے ہم مسیح موعود کے گھر سے چلتے ہیں ۔

کیا قادیان کے کل ہندو مسلمان ہو گئے؟ کیا قادیان کے ضلع گورداسپور کے کل غیر مسلم اسلام میں آ گئے؟ کیا پنجاب کے کل منکرین اسلام قائل اسلام بن گئے؟ کیا ہندوستان میں اسلامی وحدت پیدا ہو گئی؟

ہندوستان سے باہر چلو۔ کیا انگلستان، فرانس، جرمنی وغیرہ ممالک یورپ اسلام قبول کر گئے؟ کیا افریقہ اور امریکہ کے سب لوگ مسلمان ہو گئے؟

اگر سب سوالوں کا جواب ہاں میں ہے تو ہمارا یقین ہونا چاہیے کہ حضرت مرزا صاحب مسیح موعود ہیں اور اگر ان سوالوں کا جواب نفی میں ہے تو احمدی دوستو! للہ فی اللہ غور کر کے بتاؤ کہ مرزا صاحب قادیانی کون ہیں؟

ہمیں افسوس ہے کہ مرزا صاحب قادیانی اپنے اس فرض کی ادائیگی میں بہت قاصر رہے اور بغیر ادا کئے فرض (اشاعت) کے جلدی چلدیئے

کیا آگ لینے آئے تھے کیا آئے کیا چلے

فتنہ ارتداد اور سنگھٹن

کفر اور مخالفت کا زور جیسا اب ہے، مرزا صاحب قادیانی کے زمانہ میں نہ تھا۔ خود ہندوستان کو دیکھئے کہیں فتنہ ارتداد ہے تو کہیں سنگھٹن۔ خطرہ ہے کہ کوئی مرزائی دوست گھبرا کر جلدی میں نہ کہہ دیں کہ فتنہ ارتداد میں ہم نے یہ خدمت کی، وہ کی، اس لئے ہم خادمان اسلام ہیں اور ہمارا پیشوا سچا ہے۔

بات کو ذرا سوچ سمجھ کر منہ سے نکالنا چاہیے۔ سنئے۔ فتنہ ارتداد کیا ہے؟ اور اس کی تہ میں کیا ہے؟ ہم سے پوچھو تو یہ بھی مرزا غلام احمد صاحب کے دعوے کی قدرتی تردید ہے۔ کیونکہ مرزا صاحب قادیانی تو کہتے تھے میرے زمانے میں کل کفری قومیں مٹ کر ایک اسلامی وحدت پر آ جائیں گی۔ مگر واقعہ یہ ہوا کہ غیر مسلموں اور اسلام کے دشمنوں نے یہاں تک غلبہ کیا ہے کہ بجائے اس کے کہ داخل ہو کر ایک اسلامی وحدت پیدا کرتے۔ کلمہ گویوں کو داخل کفر کر کے ہندو سنگھٹن بنا رہے ہیں جس سے مرزا صاحب قادیانی کے دعوے کی بہت کافی تردید ہوتی ہے کہ آئے تھے اسلامی وحدت پیدا کرنے اور ہو گئی ہندو سنگھٹن

نوش دارو نے کیا کیا اثر سم پیدا

ناظرین آپ شہادت دے سکتے ہیں کہ ہم نے مرزا صاحب کی دعوے کی تکذیب پر جو شہادات عشرہ پیش کی ہیں ایسی ہیں کہ ہر ایک دانا منصف مزاج ان کو تسلیم کرے گا۔ اس لئے امید ہے کہ احمدی دوست بھی ان سے مستفید ہوں گے۔

اور اگر وہ اس کو قبول کرنے کی بجائے جواب دینے کی کوشش کریں تو میں ان کی محنت کی قدر کرنے کو ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

احمدی دوستو! جواب کا ارادہ کرنے سے پہلے سوچ لینا کہ مخاطب کون ہے ؟

ستعلم لیلی ای دین تداینت
و ای غریم فی التقاضی غریمها

ابو الوفا ثناء الله مولوی فاضل امر تسری

ربیع الاول ۱۳٤۲ھ۔ اکتوبر ۱۹۲۳ء طبع اول

☆☆☆

محمد قادیانی

پہلے مجھے دیکھئے

ناظرین کو اعتراف ہوگا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی تحریرات سے خاکسار (ثناءاللہ) کو خاص شغف ہے۔ اسی شغف کا نتیجہ ہے کہ مرزا قادیانی کے متعلق میں نے متعدد کتب لکھی ہیں جو ملک میں شائع ہوکر قبولیت حاصل کر چکی ہیں۔

کتاب ہذا کی تصنیف کی وجہ یہ ہے کہ قادیانی جماعت مرزائیہ نے ۱۷ جون ۱۹۲۸ء کو ہندوستان کے مختلف مقامات میں جلسے کرائے جن میں آنحضرت ﷺ کی سیرت اور حالات زندگی سنائے اور سنوائے۔ لاہوری جماعت مرزائیہ نے دیکھا کہ مسلمانوں کو اپنی طرف مائل کرنے کا طریقہ یہ بہت اچھا ہے اس لئے انہوں نے بھی اعلان کیا اور ربیع الاول ۱۳۴۷ھ کی بارہ وفات (۲۹۔ اگست ۱۹۲۸ء) کے روز ایسے جلسے کرنے کا اشتہار اخبارات میں دیا جو درج ذیل ہے

چودھویں صد سالہ سالگرہ

یوم میلاد النبی ﷺ جو عام طور پر بارہ وفات کے نام سے مشہور ہے۔ بعض مسلمان کچھ دلچسپی لیتے اور اپنے شہروں میں اس موقعہ پر جلسوں کا انتظام کرتے ہیں۔ لیکن افسوس ہے کہ جس طرح اور امور میں مسلمانوں میں جمود کی حالت ہے، اس موقعہ پر بھی بیشتر شہروں میں بالکل خاموشی رہتی ہے اور علماء اور نیا تعلیم یافتہ طبقہ دونوں اس کی اہمیت سے غافل ہیں۔ ایسے مبارک دن کو یوں ہی گذار دینا اس نعمت کی ناشکری ہے جو رحمۃ للعالمین کے وجود

سے دنیا میں ظاہر ہوئی۔ آپ کے احسانات نسل انسانی پر اس قدر ہیں کہ مسلم اور غیر مسلم دونوں کو مسلّم ہیں۔ دنیا میں کوئی مصلح ایسا نہیں ہوا جس نے تئیس سال کی قلیل مدت میں ایک عظیم الشان ملک کے ملک کو نہائت ہی ذلیل حالت سے اٹھا کر جسمانی علمی اور اخلاقی فتوحات کے لحاظ سے بلند سے بلند مقام پر پہنچا دیا ہو۔ وہ قوم جس کی اصلاح یہودیوں اور عیسائیوں کی صدیوں کی کوشش کچھ نہ کر سکی حالانکہ ان کی پشت پر حکومتیں اور سلطنتیں تھیں، ایک اکیلا انسان اٹھا اور ایک صدی کے چوتھائی عرصہ سے بھی کم میں اس ملک کی ایسی کایا پلٹ دی کہ دنیا ایسے انقلاب کا کوئی دوسرا نمونہ پیش کرنے سے عاجز ہے اور پھر نہ صرف یہ کہ اس ملک اور قوم کی اپنی حالت ہی تبدیل ہوئی بلکہ ان کے ذریعہ سے دوسری قوموں اور ملکوں میں اخلاق تہذیب اور علم کی مشعل روشن ہو کر دنیا کے تاریک سے تاریک کونے منور ہوئے اور توحید الٰہی اور وحدت نسل انسانی کا غلغلہ دنیا میں بلند ہوا آپ کی یہ کامیابی ایک ایسا زبردست اور بے نظیر واقعہ ہے کہ انسائکلوپیڈیا بریٹینکا میں آپ کو دنیا کی سب سے زیادہ کامیاب مذہبی شخصیت قرار دیا گیا ہے بہت سی بدیاں آپ کے وجود سے دنیا سے ناپید ہو گئیں اور نسل انسانی کا قدم ترقی کی شاہراہ پر تیز رفتاری سے اٹھا۔

(سکرٹری احمدیہ اشاعت اسلام لاہور)

اس اشتہار کو دیکھ کر میرا ذہن اس طرف منتقل ہوا کہ جو کمالات اس اشتہار میں آنحضرت ﷺ کے دکھائے گئے ہیں بالکل صحیح ہیں، اس لئے انہی کو معیار صداقت اور محک امتحان مرزا قادیانی بنا کر قادیانی دعوی کا فیصلہ کیا جائے۔

واضح رہے کہ مرزائی دعاوی کی تحقیق کرنے کے لئے کئی ایک معیار ہیں۔

۱۔ ان کی پیش گوئیاں۔

۲۔ ان کی صداقت کلام۔

۳۔ قرآن اور احادیث کی تصریحات، وغیرہ

آج جو معیار ہم پیش کرتے ہیں وہ اچھوتا ہے اس میں ہم صرف اس معیار پر گفتگو کریں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ اپنے آپ کو بروز محمد (ﷺ) کہا کرتے تھے۔اسی لئے وہ محمد ثانی بنتے اور اپنی اتباع کو اصحاب محمد میں داخل کرتے تھے (ملاحظہ ہو خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸۔۲۵۹۔قادیانی خزائن ج ۱۶ص ۱۶)

لہذا دیکھنا ضروری ہے کہ محمد ثانی (مرزا قادیانی۔معاذ اللہ) کو محمد اول (ﷺ) کے کاموں سے کہاں تک مشابہت ہے؟ اسی اصطلاح پر ہم نے اس رسالہ کا نام محمد قادیانی تجویز کیا ہے۔اس میں ہم دکھائیں گے کہ محمد اول (علیہ السلام) نے کیا کام کئے اور ان کے بروز محمد ثانی قادیانی نے کیا کئے، تا کہ ان کاموں کی مطابقت یا عدم مطابقت سے مرزا قادیانی کے صدق وکذب کا ثبوت ہو سکے۔

ان ارید الا الا صلاح و ما تو فیقی الا با للہ ۔

ابوالوفاء ثناءاللہ کفاہ اللہ امرتسر نومبر ۱۹۲۸ء

محمد قادیانی کا دعوی بروز

مرزا غلام احمد قادیانی اپنی نسبت لکھتے ہیں:

فجعلنی اللہ آدم و اعطانی کلما اعطا لابی البشر و جعلنی بروز الخاتم النبیین و سید المرسلین (خطبہ الہامیہ۔ص ۲۵۴)

(خدا نے مجھ کو آدم بنایا اور مجھ کو وہ سب چیزیں بخشیں جو ابوالبشر آدم کو دی تھیں اور مجھ کو خاتم النبیین اور سید المرسلین کا بروز بنایا)۔

اسی کتاب کے دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

و انزل اللہ علیّ فیض ھذا الرسول (محمد) فاتمه و کمله و جذب الی لطفه و جوده حتی صار و جودی و جوده فمن دخل فی جماعتی دخل فی صحابة سیدی خیر المرسلین و ھذا ھو معنی و آخرین منھم ۔خدا نے مجھ (مرزا) پر اس رسول کا فیض اتارا اور اس کو پورا اور مکمل کیا اور میری طرف اس رسول کا لطف اور جود پھیرا یہاں تک کہ میرا وجود

اس کا وجود ہو گیا۔ پس اب جو کوئی میری جماعت (احمدیہ) میں داخل ہو گا وہ میرے سردار
خیر المرسلین کے اصحاب میں داخل ہو جائے گا یہی معنی ہیں و آخرین منھم کے)

(خطبہ الہامیہ، ص ۲۵۸-۲۵۹)

ان دونوں عبارتوں کا مطلب صاف ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی، محمد اول (آنحضرت ﷺ) کی پوری تصویر بلکہ ہو بہو محمد ہیں۔ چنانچہ آپ نے اس مضمون کو ایک اور کتاب میں اس سے زیادہ وضاحت کے ساتھ لکھا ہے جس کے الفاظ نقل کرنے سے پہلے ایک تمہیدی نوٹ کی ضرورت ہے قرآن مجید میں سورہ جمعہ میں ارشاد ہے

هو الذی بعث فی الامیین رسولا منهم یتلوا علیهم آیاته و یزکیهم و یعلمهم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (الجمعہ:۲)۔یعنی اللہ پاک نے اپنا رسول (محمد ﷺ) ان پڑھ عربوں میں بھیجا اللہ کے احکام ان کو سناتا ہے اور اپنی صحبت کے اثر سے ان کو پاک کرتا ہے اور ان کو کتاب اور حکمت سکھاتا ہے کچھ شک نہیں کہ اس سے پہلے وہ صریح گمراہی میں تھے۔

اس کے بعد فرمایا:

و آخرین منهم لما یلحقوا بهم و هو العزیز الحکیم (الجمعہ:۳)
(ان عربوں کے سوا پچھلے لوگوں میں بھی یہی رسول (محمد ﷺ) بھیجا ہے جو ابھی (پیچھے آنے والے ہیں) ان موجودہ لوگوں سے وہ نہیں ملے اور خدا بڑا غالب حکمت والا ہے)۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں ان آیتوں میں جو آنحضرت ﷺ کی بابت فرمایا ہے کہ خدا نے آپ کو عربوں میں رسول کر کے بھیجا ہے، اس سے مراد تو حضور کی ذات خاص ہے اور جو فرمایا کہ پچھلے لوگوں میں بھی حضور کو بھیجا اس سے میری ذات خاص (مرزا قادیانی خود بدولت) مراد ہے یعنی میں بصورت مرزا، محمد ثانی ہوں ۔، اب آپ کے الفاظ۔ سنئے فرماتے ہیں:

اس وقت حسب منطوق آیت

و آخرین منهم لما یلحقوا بهم،

اور نیز حسب منطوق آیت

قل یا ایها الناس انی رسول الله الیکم جمیعا،

آنحضرتﷺ کے دوسرے بعث (رسالت) کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی، آنحضرتﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعوی ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وقت کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرتﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر میں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے، اسی ملک میں اس کو آنا چاہیے تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہوکر دائرہ پورا ہو جائے اور چونکہ آنحضرتﷺ کا حسب آیت و آخرین منھم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرتﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرتﷺ کا ظہور تھا۔ (تحفہ گولڑویہ ص ۱۰۔ قادیانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۲۔۲۶۳)

ایک مقام پر مرزا غلام احمد قادیانی نہایت لطیف پیرایہ میں اپنے آپ کو محل نزول روح محمدﷺ قرار دیتے ہیں۔

نوٹ: یہ تو ناظرین کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود اور مہدی معہود دونوں عہدوں کے مدعیہ تھے اور حدیث شریف میں آیا ہے کہ امام مہدی کا نام محمد ہوگا اور مرزا صاحب قادیانی کا پیدائشی نام غلام احمد تھا اس لئے آپ متصوفانہ ادعا میں فرماتے ہیں

و اما الکلام الکلی فی ھذا المقا م فھو ا ن للا نبیا ء الذین ارتحلوا الی حظیرۃ القدس تد لیا ت الی ا لارض فی کلہ برھۃ من از منۃ یھیج اللہ تقا ر یھا فیھا فا ذا جا ء وقت التدلی صرف اللہ اعینھم الی الد نیا فیجدو ن فیھا فسا دا او ظلما و یرو ن ا لارض قد ملأت شرا و زو را و شر کا و کفرا فلما ظھر علی ا حد منھم ان تلک الشرور و المفاسد من بغی امتہ فتضطر رو حہ ا ضطرا را شد یدا و ید عوا اللہ ان ینز لہ علی ا لا ر ض لیھینی لھم من وعظہ رشدا فیخلق لہ اللہ نا ئبا لیشابھہ فی جو ھر ہ و ینز ل رو حہ بتنز یل انعکا سی علی و جود ذ لک النا ئب و یر ث النائب اسمہ و علمہ فیعمل علی وفق ارا د تہ عملا فھذا ھو المراد من نزول ایلیا فی کتب الاولین و نز و ل عیسی علیہ السلا م و ظھور نبینا محمد ﷺ فی المھدی خلقاً و سیر تاً (آئینہ کمالات اسلام ص ۴۳۹۔ خزائن ج ۵ ص ایضا)

یعنی قاعدہ کلیہ یہ ہے کہ جو انبیاء اس دنیا سے کوچ کر گئے ہیں ان کے لئے ہر زمانہ میں زمین کی طرف توجہات ہوتی ہیں جن میں خدا ان کو زمین کے واقعات پر متنبہ کرتا ہے جب ان کی توجہ کا وقت آتا ہے تو خدا ان کی آنکھیں دنیا کی طرف پھیرتا ہے تو وہ اس میں فساد اور ظلم پاتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ زمین شرارت جھوٹ شرک اور کفر سے بھر گئی ہے جب ان انبیاء میں سے کسی نبی پر یہ ظاہر ہوتا ہے کہ یہ شر اور فساد اس کی امت کی بغاوت سے ہے تو اس نبی کی روح پھڑکتی ہے اور اللہ سے دعا مانگتی ہے کہ مجھے زمین پر بھیجئے تا کہ میں ان لوگوں کو وعظ و نصیحت کے ذریعہ ہدایت کروں تو خدا تعالی اس نبی کا نائب پیدا کرتا ہے جو اس نبی کے اصل جوہر میں اس سے مشابہ ہوتا ہے اور اس کی روح اس نائب کے وجود پر عکسی طور پر اترتی ہے اور وہ نائب اس نبی

کا نام اور علم وراثت میں لیتا ہے اور اس کے ارادے کے موافق عمل کرتا ہے پہلی کتابوں میں ایلیا نبی کے اترنے سے یہی مراد ہے اور عیسی کے اترنے سے بھی اور ہمارے نبی ﷺ کے ظہور کرنے سے امام مہدی میں جو خلق اور سیرت میں ان (محمد ﷺ) جیسا ہوگا۔)

اس آخری اقتباس میں لطیف پیرایہ میں بتایا ہے کہ آنحضرت ﷺ کی روح مبارک مجھ میں نزول عکسی فرما چکی ہے حضور کا نام محمد اور علم معرفت میں وراثت میں پایا ہے اس لئے آپ نے تریاق القلوب صفحہ ۳ پر اپنے حق میں یہ شعر لکھا ہے

منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

آنحضرت ﷺ کے کاموں میں سے صرف ایک کام میں مقابلہ

آج ہم نے جس کام کے کرنے کو قلم اٹھایا ہے سچ تو یہ ہے کہ ہمیں ندامت ہے مکہ ہم کیا کرتے ہیں کن دو ہستیوں کے کاموں کا مقابلہ کرتے ہیں جن کی بابت یہ کہنا بالکل بجا ہے

شیر قالیں دگرست شیر نیستاں دگرست

تاہم چونکہ ہماری نیت حق و باطل میں تمیز کرنے کی ہے اس لئے بظاہر ناپسندیدہ فعل کے عنداللہ پسندیدہ ہونے کی توقع رکھتے ہیں انما الاعمال بالنیات

آنحضرت ﷺ کی زندگی کے کل کاموں میں مقابلہ دکھانا تو بہت طویل کام ہے نیز ان کے ذکر میں ممکن ہے بعض امور پر مرزا قادیانی کے مریدوں کو بحث ہو اس لئے ہم ایک ایسا نمایاں کام پیش کرتے ہیں جس میں کسی کو شک وشبہ کی گنجائش نہ ہو

تمہید کار: دنیا میں ہر ایک اپنا پرایا سب متفق ہیں کہ آنحضرت ﷺ کی تشریف آوری سے پہلے عرب کا ملک جہالت ضلالت فسق وفجور کے علاوہ سیاسی حیثیت سے بھی کوئی وقعت نہ رکھتا تھا۔ چنانچہ خواجہ الطاف حسین حالی مرحوم نے ابیات مندرجہ ذیل میں عرب اور اہل عرب کا نقشہ بتایا ہے

عرب جس کا چرچا ہے یہ کچھ وہ کیا تھا
جہاں سے الگ اک جزیرہ نما تھا
زمانہ سے پیوند جس کا جدا تھا
نہ کشور ستاں تھا نہ کشور کشا تھا
تمدن کا اس پر پڑا تھا نہ سایا
ترقی کا تھا واں قدم تک نہ آیا
کہیں آگ پجتی تھی واں بے محابا
کہیں تھا کواکب پرستی کا چرچا
بہت سے تھے تثلیث پر دل سے شیدا
بتوں کا عمل سو بسو جا بجا تھا
کرشموں کا راہب کے تھا صید کوئی
طلسموں میں کاہن کے تھا قید کوئی
قبیلے قبیلے کا بت اک جدا تھا
کسی کا ہبل تھا کسی کا صفا تھا
یہ عزے پہ وہ نائلہ پر فدا تھا
اسی طرح گھر گھر نیا اک خدا تھا
نہاں ابر ظلمت میں تھا مہر انور
اندھیرا تھا فاران کی چوٹیوں پر
چلن ان جتنے تھے سب وحشیانہ
ہر اک لوٹ اور مار میں تھا یگانہ
فسادوں میں کٹتا تھا ان کا زمانہ
نہ تھا کوئی قانون کا تازیانہ
وہ تھے قتل وغارت میں چالاک ایسے
درندے ہوں جنگل میں بے باک جیسے

نہ ٹلتے تھے ہر گز جو اڑ بیٹھتے تھے
سمجھتے نہ تھے جب جھگڑ بیٹھتے تھے
جو دو شخص آپس میں لڑ بیٹھتے تھے
تو صدہا قبیلے بگڑ بیٹھتے تھے
بلند ایک ہوتا تھا گر واں شرارا
تو اس سے بھڑک اٹھتا تھا ملک سارا
وہ بکر اور تغلب کی باہم لڑائی
صدی جس میں آدھی انہوں نے گنوائی
قبیلوں کی کر دی تھی جس نے صفائی
تھی اک آگ ہر سو عرب میں لگائی
نہ جھگڑا کوئی ملک و دولت کا تھا وہ
کرشمہ اک ان کی جہالت کا تھا وہ
جو ہوتی تھی پیدا کسی گھر میں دختر
تو خوف شماتت سے بے رحم مادر
پھرے دیکھتی جب تھی شوہر کے تیور
کہیں زندہ گاڑ آتی تھی اس کو جا کر
وہ گود ایسی نفرت سے کرتی تھی خالی
جنے سانپ جیسے کوئی جننے والی
جوا ان کی دن رات کی دل لگی تھی
شراب ان کی گھٹی میں گویا پڑی تھی
تعیش تھا غفلت تھی دیوانگی تھی
غرض ہر طرح ان کی حالت بری تھی
بہت اس طرح ان پہ گذری تھیں صدیاں
کہ چھائی ہوئی نیکیوں پر تھیں بدیاں

مختصر یہ کہ عرب کا ملک ہرقسم کے تنزلات انسانیہ کا معدن بنا ہوا تھا۔ خدا سے ہٹ کر ہر ایک برائی ان میں موجود تھی۔ بڑی بات یہ کہ سیاسی دنیا میں ان کی کوئی حیثیت نہ تھی۔ آنحضرت ﷺ نے چند ایام کی محنت سے ان کو مٹی سے سونا بنایا شیطان سے فرشتہ وحشی سے متمدن۔ سب سے بڑی بات یہ کہ تختہ ذلت سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھا دیا کون اس سے انکار کرسکتا ہے کہ آنحضور ﷺ نے جب دنیا سے رحلت فرمائی تو عرب دین اور اخلاق کا مجسمہ نظر آتا تھا اور سیاسی حیثیت میں عرب کی حیثیت ایک بڑی معززا حکومت کی تھی ہمارے اس دعوی کے دونوں جزوں کو خواجہ حالی مرحوم نے کیا اچھا بتایا ہے۔ فرماتے ہیں

جب امت کو سب مل چکی حق کی نعمت
ادا کر چکی فرض اپنا رسالت
رہی حق پہ باقی نہ بندوں کی حجت
نبی نے کیا خلق سے قصد رحلت
تو اسلام کی وارث اک قوم چھوڑی
کہ دنیا میں جس کی مثالیں ہیں تھوڑی
سب اسلام کے حکم بردار بندے
سب اسلامیوں کے مدد گار بندے
خدا اور نبی کے وفادار بندے
یتیموں کے رانڈوں کے غم خوار بندے
رہ کفر و باطل سے بے زار سارے
نشے میں مئے حق کے سرشار سارے
جہالت کی رسمیں مٹا دینے والے
کہانت کی بنیاد ڈھا دینے والے
سر احکام دین پر جھکا دینے والے
خدا کے لئے گھر لٹا دینے والے

ہر آفت میں سینہ سپر کرنے والے
فقط ایک اللہ سے ڈرنے والے

یہ تو ہے ان کی مذہبی اور اخلاقی کیفیت کا نقشہ۔ اب دیکھئے ان کی علمی اور سیاسی تصویر

گھٹا اک پہاڑوں سے بطحا کے اٹھی
پڑی چار سو یک بیک دھوم جس کی
کڑک اور دمک دور دور اس کی پہنچی
جو تیکس پہ گرجی تو گنگا پہ برسی
رہے اس سے محروم آبی نہ خاکی
ہری ہو گئی ساری کھیتی خدا کی
کیا امیوں نے جہاں میں اجالا
ہوا جس سے اسلام کا بول بالا
بتوں کو عرب اور عجم سے نکالا
ہر ایک ڈوبتی ناؤ کو جا سنبھالا
زمانے میں پھیلائی توحید مطلق
لگی آنے گھر گھر سے آواز حق حق
ہوا غلغلہ نیکیوں کا بدوں میں
پڑی کھلبلی کفر کی سرحدوں میں
ہوئی آتش افسردہ آتش کدوں میں
لگی خاک سی اڑنے سب معبدوں میں
ہوا کعبہ آباد سب گھر اجڑ کر
جمے ایک جا سارے دنگل بچھڑ کر
لئے علم و فن ان سے نصرانیوں نے
کیا کسب اخلاق روحانیوں نے

ادب ان سے سیکھا صفاہانیوں نے
کہا بڑھ کے لبیک یزدانیوں نے
ہر اک دل سے رشتہ جہالت کا توڑا
کوئی گھر نہ دنیا میں تاریک چھوڑا
ارسطو کے مردہ فنوں کو جلایا
فلاطوں کو پھر زندہ کرکے دکھایا
ہر اک شہر و قریہ کو یوناں بنایا
مزا علم و حکمت کا سب کو چکھایا
کیا بر طرف پردہ چشم جہاں سے
جگایا زمانہ کو خواب گراں سے
ہر ایک میکدہ سے بھرا جام ساغر
ہر اک گھاٹ سے آئے سیراب ہو کر
گرے مثل پروانہ ہر روشنی پر
گرہ میں لیا باندھ حکم پیغمبر
کہ حکمت کو اک گم شدہ لال سمجھو
جہاں پاؤ اپنا اسے مال سمجھو
ہر اک علم کے فن کے جویا ہوئے وہ
ہر اک کام میں سب سے بالا ہوئے وہ
فلاحت میں بے مثل و یکتا ہوئے وہ
سیاحت میں مشہور دنیا ہوئے وہ
ہر ایک ملک میں ان کی پھیلی عمارت
ہر ایک قوم نے ان سے سیکھی تجارت
کیا جا کے آباد ہر ملک ویران
مہیا کئے سب کی راحت کے سامان

خطرناک تھے جو پہاڑ اور بیاباں
انہیں کر دیا رشک صحن گلستاں
بہار اب جو دنیا میں آئی ہوئی ہے
یہ سب پود انہی کی لگائی ہوئی ہے
یہ ہموار سڑکیں یہ راہیں مصفا
دو طرفہ برابر درختوں کا سایا
نشاں جا بجا میل و فرسخ کے برپا
سر راہ کنویں اور سرائیں مہیا
انہی کے ہیں سب یہ ....
اسی قافلہ کے نشان ہیں یہ سارے
سدا ان کو مرغوب سیر و سفر تھا
ہر اک بر اعظم میں ان کا گذر تھا
تمام ان کا چنا ہوا بحر و بر تھا
جو لنکا میں ڈیرا تو بر بر میں گھر تھا
وہ گنتے تھے یکساں وطن اور سفر کو
گھر اپنا سمجھتے تھے ہر دشت و در کو
جہاں کو ہے یاد ان کی رفتار اب تک
کہ نقش قدم ہیں نمودار اب تک
ہیں سیلون میں ان کے آثار اب تک
انہیں رو رہا ہے ملیبار اب تک
ہمالہ کو ہیں واقعات ان کے ازبر
نشانان کے باقی ہیں جبرالٹر پر

مختصر یہ ہے کہ آنخضرت ﷺ کی اصلاحات مذہبی اور اخلاقی کا کوئی منکر ہو تو ہو مگر اس امر سے کوئی منکر نہیں اور نہ ہوسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی مخاطب قوم کو اپنی زندگی ہی میں تختہ ذلت سے اٹھا کر تخت عزت پر بٹھا دیا گویا اس شعر کا مضمون تھا

دل کس ادا سے لیتے ہیں بتلا دیا کہ یوں
آہن کو مقناطیس یہ دکھلا دیا کہ یوں

ہم نہیں کہہ سکتے کہ اس کامیابی کو کن لفظوں میں بیان کریں کیونکہ نہ اس کا کوئی منکر ہے نہ اس کی کوئی مثال ہے یہ ایک کھلی صداقت ہے۔ حضورﷺ کے ہر کام سے حتی کہ نبوت و رسالت بلکہ صداقت کلام سے بھی کوئی دشمن انکار کرسکتا ہے مگر حضور ﷺ کے اس کام سے انکار نہیں کرسکتا کہ حضورﷺ کو سیاسی حیثیت سے جو کامیابی ہوئی کسی نبی کو نہیں ہوئی

اللھم صل علی محمد و علی آ ل محمد کما صلیت علی
ابراھیم و علی آ ل ابرا ھیم انك حمید مجید

محمد قادیانی کے کارہائے نمایاں

مرزا غلام احمد (محمد قادیانی) نے اپنی بعثت کے مقاصد یوں لکھے ہیں:

۱۔ تمام دنیا میں اسلام ہی اسلام ہو کر وحدت قومی ہو جا ئیگی (چشمہ معرفت ص ۷۶)

۲۔ مسلمانوں کیلئے یہ کہ اصل تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمانوں کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا

۳۔ غیر معبود مسیح وغیرہ کی پوجا نہ رہے گی اور خدائے واحد کی عبادت ہو گی اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اوع ان کا مصنوعی خدا نظر نہ آئے دنیا اس کو بالکل بھول جائے خدائے واحد کی عبادت ہو۔

(مقولہ مرزا در اخبار الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰)

یہ مقاصد کہاں تک پورے ہوئے۔ سر دست ہمیں اس سے بحث نہیں

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ:

میں تمام دنیا کی اصلاح کے لئے آیا ہوں۔ (حقیقۃ الوحی۔ ص ۱۵۱)

اصلاح کہاں تک ہوئی ؟ سب کو معلوم ہے کہ اور تو اور مسلمان بھی دن بدن فسق و فجور میں ترقی کر رہے ہیں مگر ہمارا موضوع اس وقت خاص ہے جو بالکل نمایاں

ہے وہ یہ کہ چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے انتقال کرنے سے پہلے دیکھ لیتے کہ مسلمان یا کم سے کم ان کے اتباع مثل اتباع محمد (ﷺ) تختہ ذلت سے اٹھ کر تخت عزت پر متمکن ہو گئے۔ اسی طرح ان کی اپنی حکومت ہوتی ان کا سکہ رواں ہوتا۔ ان کے نام کے خطبے پڑھے جاتے۔ غرض سیاسی حیثیت میں ان کا وہی رتبہ ہوتا جو محمد اول (ﷺ) اور ان کے اتباع کو بتائید الٰہی حاصل ہوا تھا۔

مگر آہ! ہم دیکھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس بارے میں بالکل فیل نظر آتے ہیں۔ آپ کی سیاسی حیثیت ساری کی ساری عمر اخیر تک یہ رہی کہ آپ انگریزی حکومت کے ماتحت رہے۔ نہ صرف ماتحت رہے بلکہ اس کی غلامی اور خدمت گذاری کو اپنا مقصد وحید ظاہر کرتے رہے۔ چنانچہ اس خدمت گذاری کو بڑے فخر سے بیان کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں

> میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہار شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روایتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔ (تریاق القلوب۔ ص ۱۵۔ قادیانی خزائن ج ۱۵ ص ۱۵۵۔۱۵۶)

ناظرین! ہمیں اسوقت نہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کے اس شاعرانہ مبالغہ پر سوال ہے کہ آپ نے انگریزی حکومت کی خدمت گذاری میں اتنی کتابیں کون سی لکھی ہیں جن سے پچاس الماریاں بھریں، نہ اس خدمت کے حسن و قبح پر بحث ہے۔ بلکہ سوال صرف یہ ہے کہ آپ محمد ثانی ہو کر محمد اول (ﷺ) کے مشابہ بنتے تھے مگر آپ کا یہ کام آپ کے دعوی کی تکذیب کرتا ہے اور بس

آپ ہی اپنے ذرہ عدم وفا کو دیکھو
ہم اگر عرض کریں گے تو شکایت ہوگی

قرآن مجید میں مسلمانوں کو ارشاد ہے:

اطیعوا اللہ و اطیعوا الرسول و اولی الامر منکم (نساء:۵۹)

اللہ کی تابعداری کرو رسول کی اطاعت کرو اور اپنے میں سے حکومت والوں کی اطاعت کرو

اس آیت میں جو لفظ اولی الامر آیا ہے اس کی بابت مرزا غلام احمد فرماتے ہیں؛

میری نصیحت اپنی جماعت کو یہی ہے کہ وہ انگریزی حکومت کی بادشاہت کو اپنے اولی الامر میں داخل کریں (ضرورۃ الامام۔ص۲۳)

یہ عبارت صاف بتا رہی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی انگریزوں کی رعیت تھے اور رعیت ہونے پر قانع بلکہ خوش تھے اور اپنے اتباع کو انگریزی رعیت رہنے کی تاکید کرتے تھے اسی کا نتیجہ ہے کہ جنگ عظیم میں جب ترکوں کی اسلامی حکومت بغداد سے اٹھی اور انگریزی حکومت غالب آئی تو قادیانی اخبار میں مندرجہ ذیل نوٹ نکلا:

میں اپنے احمدی بھائیوں کو جو ہر بات میں غور اور فکر کرنے کے عادی ہیں ایک مژدہ سناتا ہوں کہ بصرہ اور بغداد کی طرف جو اللہ تعالی نے ہماری محسن گورنمنٹ کیلئے فتوحات کا دروازہ کھول دیا ہے اس سے ہم احمدیوں کو معمولی خوشی حاصل نہیں ہوئی بلکہ سینکڑوں اور ہزاروں برسوں کی خوش خبریاں جو الہامی کتابوں میں چھپی ہوئی تھیں آج ۱۳۳۵ھ میں وہ ظاہر ہو کر ہمارے سامنے آگئیں۔

اس بات سے میری غیر احمدی بھائی ناراض ہوں گے لیکن اگر غور کریں تو اس میں ناراضگی کی کوئی بات نہیں کیونکہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) جب دنیا میں تشریف لائے تو اس وقت دجلہ فرات خشک ہو چکے تھے یعنی وہ حقیقی اسلام کا پانی جس نے آسمان سے اتر کران ملکوں کو سیراب کیا تھا آسمان پر اٹھایا گیا جیسا کہ اللہ تعالی نے آیت و انا علی ذھاب بہ لقادرون میں اشارہ فرمایا۔ اور حضرت اقدس اس کے متعلق ازالہ اوہام صفحہ ۳۳۸ میں تحریر فرماتے ہیں:

اورآیت و انا علی ذھا ب به لقا درو ن جس کے بحساب جمل ۱۲۷۴ عدد ہیں اسلامی چاند کی سلخ کی راتوں کی طرف اشارہ کرتی ہے جس میں نئے چاند کے نکلنے کی اشارت چھپی ہوئی ہے جو غلام احمد قادیانی کے عددوں میں بحساب جمل پائی جاتی ہے۔

الغرض مدت کی پیش گوئیاں آج پوری ہورہی ہیں۔ ہمارے بھائیوں کو چاہیے کہ ان پرغور کریں

فشکر الله کل الشکر علی ما امننا من کل خو ف تحت ظل هذه الدو لة البر طا نیة البا ر کة للضعفاء و کهف الله للفقراء و الغر باء و سو ط الله علی کل عبد ذی الخیلاء ...

اللهم فا جز ذ لك الملك منا حیز جزا ئك و انصره علی اعدا ئه اعدا ئك و ا د خله من کل شر فی ذرا ك و ار زقه من نعمائك و اهل قبله و ذرار یه الی دینك دین ا لاسلا م ۔

(اخبار الفضل ۱۰۔۱۴۔اپریل ۱۹۱۷ء ص ۳۔۴)

ناظرین کرام! مرزا غلام احمد کی خدمات خادمانہ متعلقہ حکومت برطانیہ پڑھ کران کا دعوی ایک بار پھر پڑھیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

جب کہ مجھ (مرزا قادیانی) کوتمام دنیا کی اصلاح کے لئے ایک خدمت سپرد کی گئی ہے اس وجہ سے کہ ہمارا آقا مخدوم (یعنی آنحضرت ﷺ) تمام دنیا کے لئے آیا تھا تواس عظیم الشان خدمت کے لحاظ سے مجھے وہ قوتیں اور طاقتیں بھی دی گئی ہیں جواس بوجھ کے اٹھانے کیلئے ضروری تھیں۔(حقیقۃ الوحی ص ۱۵۱)

انصاف! اس عبارت اوراس جیسی متحدیانہ عبارات کو دیکھ کرانصاف کی ضرورت ہے۔ کیا مرزا غلام احمدان دعاوی کوثابت کر گئے؟ انصاف ناظرین پرچھوڑتے ہیں۔

ناظرین! کیا یہی وہ سیاسی غلبہ ہے جس کی بنا پرمحمد قادیانی، محمد اول (ﷺ) سے مشابہت دکھا سکتے ہیں۔

کیا اس واقعہ میں کسی اپنے پرائے کوشک ہے؟ کہ حضرت محمد ﷺ انتقال کے وقت شاہانہ حیثیت رکھتے تھے اورمرزا قادیانی (محمد ثانی) غلامی کا طوق زیب گلو کئے

ہوئے دنیا سے رخصت ہوتے ہیں اور حکومت برطانیہ کو مخاطب کر کے کہہ رہے ہیں

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جائے
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے مرا خدا پھر جائے

قادیانی دوستو! اتنے بڑے دعاوی کا مدعی یوں بے نیل مرام چلا جائے تو اس کے حق میں یہ شعر صادق آئے گا یا نہیں

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

ضمیمہ کتاب ہذا

مرزا غلام احمد (محمد قادیانی) کے دعاوی

۱۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

جاننا چاہیے کہ کمالات متفرقہ اس امت میں جمع کرنے کا کیوں وعدہ دیا گیا اس میں بھید یہ ہے کہ ہمارے نبی ﷺ جامع کمالات متفرقہ ہیں جیسا کہ قرآن شریف میں اللہ تعالی فرماتا ہے
فبھدا ھم اقتدہ یعنی تمام نبیوں کو جو ہدایتیں ملی تھیں ان سب کا اقتداء کر۔ پس ظاہر ہے کہ جو شخص ان تمام متفرق ہدایتوں کو اپنے اندر جمع کرے گا اس کا وجود ایک جامع وجود ہو جائے گا اور تمام نبیوں سے وہ افضل ہوگا۔ پس اس دعا کے سکھانے میں جو سورۃ فاتحہ میں (صراط الذین .. الخ) ہے یہی راز ہے کہ تا کاملین امت جو نبی جامع الکمالات کے پیرو ہیں وہ بھی جامع الکمالات ہو جائیں۔ پس افسوس ہے ان لوگوں پر جو اس امت کو ایک مردہ امت خیال کرتے ہیں اور خدا تو جامع الکمالات ہونے کے لئے ان کو دعا سکھاتا ہے مگر وہ محض مردہ رہنا چاہتے ہیں ان کے نزدیک یہ بڑے گناہ کی

بات ہے مثلاً کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میرے پر مسیح ابن مریم کی طرح وحی نازل ہوتی ہے۔ (چشمہ مسیحی ص ۶۶۔۶۷۔ قادیانی خزائن ج ۲۰ ص ۳۸۱)

اس اجمال کی تفصیل مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یوں کی:

۲۔ خدا تعالیٰ نے مجھے تمام انبیاء علیہم السلام کا مظہر ٹھہرایا ہے اور تمام نبیوں کے نام میری طرف منسوب کئے ہیں میں آدم ہوں، میں شیث ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں یعقوب ہوں، میں یوسف ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ ہوں، اور آنحضرت ﷺ کے نام کا میں مظہر اتم ہوں۔ یعنی ظلی طور پر محمد اور احمد ہوں۔ (حقیقۃ الوحی حاشیہ ص ۷۳۔ قادیانی خزائن ج ۲۲ حاشیہ ص ۷۶)

۳۔ یعنی (ملاحظہ ہو براہین احمدیہ پنجم ص ۱۰۳):

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

۴۔ آپ کا یہ بھی قول ہے:

دنیا میں کوئی نبی نہیں گذرا جس کا نام مجھے نہیں دیا گیا سو جیسا کہ براہین احمدیہ میں خدا نے فرمایا ہے میں آدم ہوں، میں نوح ہوں، میں ابراہیم ہوں، میں اسحاق ہوں، میں یعقوب ہوں، میں اسماعیل ہوں، میں موسیٰ ہوں، میں داؤد ہوں، میں عیسیٰ بن مریم ہوں، میں محمد ہوں یعنی بروزی طور پر (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ ص ۸۴۔۸۵۔ قادیانی خزائن۔ ج ۲۲ ص ۵۲۱)

۵۔

کربلائے است سیر ہر آنم
صد حسین است در گریبانم
آدم نیز احمد مختار
در برم جامہء ہمہ ابرار

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آن جام را مرا بتمام
(نزول المسیح ص ۹۹۔ قادیانی خزائن ج ۱۸ص ۴۷۷)

ترجمہ: میں ہر آن کربلا کی سیر کرتا ہوں۔ سو امام حسین تو میری جیب میں ہیں۔ میں آدم ہوں۔ حضرت احمد ہوں۔ تمام نیکوں کے لباس میں ہوں۔ خدا نے جو پیالیاں ہر نبی کو دی ہیں ان پیالیوں کا مجموعہ مجھے دیا ہے۔

۶۔ جامع الکلام (تریاق القلوب۔ ص۳ پر) فرماتے ہیں
منم مسیح زمان و منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
(ترجمہ: میں زمانہ کا مسیح ہوں۔ میں موسیٰ کلیم اللہ ہوں۔ میں محمد ہوں۔ میں احمد برگزیدہ ہوں)۔

۷۔ میرے آنے کے دو مقصد ہیں مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ اصل تقویٰ اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور ان کا مصنوعی خدا (یسوع مسیح) نظر نہ آئے۔ دنیا اس کو بھول جائے اور خدائے واحد کی عبادت ہو۔ (الحکم ۱۷، ۲۵ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۱۰ کالم ۴)

۸۔ میرا کام جسکے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ میں عیسیٰ پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرت ﷺ کی جلالت اور عظمت اور شان دنیا پر ظاہر کر دوں۔ پس اگر مجھ سے کروڑ نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں پس دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح موعود اور مہدی معہود کو کرنا چاہیے تھا تو پھر میں سچا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مر گیا تو سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔ (اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

نتیجہ: یہ دعاوی مرزا غلام احمد قادیانی کے اصلی الفاظ میں پیش کر کے ہم اپنے ناظرین سے عموماً اور احمدی احباب سے خصوصاً سوال کرتے ہیں کہ کیا مسلمان ایسے متقی بن گئے؟ کیا ان میں صداقت دیانت پاکبازی اور راست گوئی وغیرہ صفات حسنہ سب پیدا ہو گئیں۔ کیا صلیب توڑی گئی؟ کیا عیسی پرستی کا ستون گر گیا؟ کیا عیسائیوں کے معبود، یسوع مسیح، کو دنیا بھول گئی۔ کیا مشرق و مغرب دنیا میں اسلام پھیل گیا۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی مدعی ابھی مرے نہیں۔

ان سوالوں کا جواب صرف ایک ہی ہے جس سے کسی کو انکار نہیں کہ عیسی پرستی اور صلیب پرستی دن بدن بڑھ رہی ہے۔

ہمارا دعوی احمدیوں کو اگر غلط معلوم ہو تو وہ خود اپنا بیان سنیں لاہوری احمدی جماعت کا آرگن پیغام صلح لکھتا ہے:

> آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی۔ آج پچاس لاکھ کے قریب ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۶ مارچ ۱۹۲۸ء)

اور سنئے:

> ۱۹۲۸ء میں عیسائیوں نے ۱۹ لاکھ ۸ ہزار نسخے ہندوستان کی مختلف زبانوں میں بائیبل کے شائع کئے ہیں۔ (پیغام صلح ۱۳ مارچ ۱۹۲۸ء)

اور مفصل سنئے اور دل کے کان لگا کر سنئے۔ آپ کو معلوم ہوگا کہ عیسی پرستی کا ستون کہاں تک گرا ہے یا گڑا ہے۔ پیغام صلح بتاتا ہے:

> اس وقت دنیا میں مسیحیت کی اشاعت کے لئے جو بڑی بڑی انجمنیں سرگرمی اور مستعدی سے کام کر رہی ہیں ان کی تعداد سات سو ہے اور یہ صرف انگلیکن اور پراٹسٹنٹ سوسائیٹیاں ہیں رومن کیتھولک کلیسا کی جمیعتیں ان کے علاوہ ہیں۔ ۱۹۲۳ء میں جن ممالک نے اول الذکر انجمنوں کو مالی امداد دی ان کی فہرست حسب ذیل ہے
>
> امریکہ: ۹۷ لاکھ ۳۶ ہزار ۸۴ پونڈ۔ کینیڈا: ۷ لاکھ ۲۲ ہزار ۹۴ پونڈ۔ برطانی جماعتیں: ۲۷ لاکھ ۶۹ ہزار ۳ سو ۵۳ پونڈ۔ ناروے سویڈن ہالینڈ و سوئزرلینڈ۔ ۷ لاکھ ۸۰ ہزار ۹ سو ۲۰ پونڈ۔ جرمنی: ۶ ہزار ۳ سو ۹۵ پونڈ

میزان: ایک کروڑ ۴۱ لاکھ ۱۴ ہزار ۸ سو ۴۶ پونڈ

یہ اعداد صاف بتا رہے ہیں کہ مسیحی جماعتوں کی منظّم تبلیغی کوشش ایک ایسا سٹیم رولر ہے جو ان کی ترقی اور کامیابی کا راستہ تیار کر رہا ہے۔

(پیغام صلح لاہور ۱۶۔ اکتوبر ۱۹۲۸ء ص ۱)

مرزائی دوستو! مذہب کا تعلق اس خدا کے ساتھ ہے جو دلوں کے مخفی حالات سے بھی واقف ہے جس کے سامنے زبان کی باتیں کام نہ آئیں گی بلکہ دل کے صحیح خیالات کام آئیں گے۔ الا من اتی اللہ بقلب سلیم

پس تم زبانی باتیں کرنے کی بجائے دل میں سوچو کہ محمد اول (ﷺ) نے جو واقعات اپنی زندگی میں ہونے کی خبریں دی تھیں وہ صاف صاف طور پر ہوئے تو محمد (قادیانی) کے بتائے ہوئے پورے کیوں نہ ہوئے؟ حالانکہ مرزا (محمد قادیانی) کا دعوی ہے کہ:

اللہ تعالی نے میرا ایک اور نام رکھا ہے، جو پہلے کبھی سنا بھی نہیں تھوڑی سی غنودگی ہوئی اور الہام ہوا: محمد مفلح ۔ (ملفوظات۔ ج ۷ ص ۳۹۹۔ الحکم ۳۱ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۳)

مفلح کے معنی نجات یا بندہ اور نجات دہندہ ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے اسماء میں محمد اور مفلح کا مرکب ہونا اسی غرض سے ہوسکتا ہے کہ آپ بھی محمد اول (ﷺ) کی طرح مسلم قوم یا کم سے کم احمدیہ امت کو غیر حکومت کی غلامی سے آزادی دلاتے مگر آہ! افسوس کچھ بھی نہ ہوا جس پر ہم نہیں سمجھ سکتے کہ اپنی قسمت پر روئیں یا مرزا صاحب قادیانی کی ناکام تشریف بری پر افسوس کریں۔ اس نامرادی اور ناکامی کا گلہ ہم کن لفظوں میں کریں اس وقت ہمارے دل کو سخت صدمہ ہے اس صدمہ کی حالت میں ہمارے قلم سے یہی شعر نکلتا ہے

کوئی بھی کام مسیحا ترا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے ترا آنا جانا

اس ٹریکٹ کا خاص موضوع اور اختصار تطویل سے مانع ہے۔ ورنہ با تو ماجرا ہا داشتم

و ما علینا الا البلاغ المبین

خادم دین اللہ ابوالوفاء کفاہ اللہ امرتسری

☆☆☆

فیصلہ مرزا

مصنفہ: حضرت مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری رحمۃ اللہ علیہ

دیباچہ:

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۱۲۶۱ھ میں پیدا ہوئے (تریاق القلوب مصنفہ مرزا صاحب قادیانی۔ص ۶۸) اور ۱۳۲۶ھ مطابق ۱۹۰۸ء میں فوت ہوئے۔ جوانی میں آپ کچہری سیالکوٹ میں پندرہ روپے کے محرر مقرر ہوئے تھے (سیرۃ المھدی مصنفہ پسر مرزا صاحب)۔ بعد ازاں آپ نے تصنیف پر توجہ کی تو اس حالت میں آپ الہام کے مدعی ہوئے۔ یہاں تک کہ ۱۳۰۸ھ میں آپ نے اعلان کیا کہ احادیث شریفہ میں جس مسیح موعود اور مہدی کے آنے کی خبر آئی ہے وہ میں ہوں۔

چونکہ مسیح کے حق میں نبی اور رسول کا لقب بھی آئے ہیں، تو آپ نے اپنے حق میں نبی کا لقب بھی اختیار کر لیا۔

آپ نے اپنی مسیحیت موعودہ ثابت کرنے کے لئے دو طریق اختیار کئے۔ایک نقلی دوسرا الہامی۔ نقلی سے مراد یہ ہے کہ آیات اور احادیث سے اس طرح استدلال کیا کہ حضرت عیسیٰؑ چونکہ فوت ہو چکے ہیں وہ دوبارہ دنیا میں نہیں آئیں گے۔ اس لئے جس مسیح موعود کے آنے کی خبر ہے وہ مثیل مسیح ہے جو میں ہوں۔ اور جو مسیح موعود کے ظہور کا مقام دمشق آیا ہے اس سے مراد قادیان ہے (ازالہ اوہام مصنفہ مرزا صاحب ۶۶ ۔ ۷۶)۔ الہامی طریق سے یہ مراد ہے کہ آپ نے اپنے دعویٰ کے اثبات میں کئی ایک الہام شائع کئے جن میں آئندہ زمانے سے متعلق خبریں تھیں جن کی بابت کہا گیا کہ یہ خبریں مجھے خدا نے بتائی ہیں جن کا ظہور میری سچائی کا ثبوت ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام از مرزا صاحب۔ص ۲۸۸) (جو افسوس پوری نہ ہوئیں)۔ اسی ضمن میں کئی ایک مسائل میں علماء اسلام سے انہوں نے اختلاف کیا۔ علماء اسلام نے ان کے جواب میں بکثرت کتابیں

لکھیں ۔خاکسار نے بھی کئی ایک کتابیں ان کے جواب میں شائع کیں جن میں ان کے دونوں طریقوں پر کافی بحث کی گئی ۔کتابوں کے علاوہ اپنے اخبار' اہل حدیث ' میں سالہا سال تک ان کا تعاقب کیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ اعلان شائع کیا گیا جس کا نام ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

اس اشتہار میں انہوں نے خدا سے بڑی عاجزی اور الحاح سے دعا کی کہ ہم دونوں (مرزا قادیانی اور ثناء اللہ) میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرے ۔اس کے بعد وہ جلدی ایک سال ایک ماہ کے بعد اپنی دعا سے فوت ہوکر سارا فیصلہ کر گئے ۔اس آسمانی فیصلہ پر بھی ان کے اتباع سے مذاکرہ ہوتا رہا۔ آخر انہوں نے اعلان کیا کہ مولوی ثناء اللہ کا دعوی اعلان مذکورے سے ثابت نہیں ہوسکتا ۔اگر وہ بفیصلہ ثالث جیت جائیں تو ہم ان کو مبلغ تین سو روپیہ انعام دیں گے ۔ چنانچہ مباحثہ بمقام لودہیانہ ہوا جس کا انجام یہ ہوا کہ مبلغ تین سو روپیہ خاکسار نے ان سے وصول کرلیا۔ له الحمد

ہندوستانی تو مرزا صاحب کے حالات اور مقاصد سے خوب واقف ہیں مگر عرب اور دیگر بلاد اسلامیہ کے لوگ بوجہ نہ جاننے اردو زبان کے ان کے حالات اور خیالات سے واقف نہیں ۔مرزا صاحب نے یہ گر سمجھا تھا کہ بیرون ہند اردو جاننے والے نہیں ہیں انہوں نے اپنے متعلق عربی میں کتابیں شائع کیں جو عربی ممالک میں پہنچیں تو ان ممالک کے علماء نے حالات دریافت کئے ،موصوف کے مفصل حالات اورمباحثات تو بہت طول چاہتے ہیں اس شائقین کے لئے آخری فیصلہ کے متعلق یہ رسالہ اردو اور عربی میں شائع کیا گیا۔ جو صاحب مفصل جوابات دیکھنا چاہیں وہ ہم سے مفصل کتب اردو متعلقہ حیات مسیح اور الہامات مرزا و حالات مرزا طلب فرمائیں ۔اللہ سے ڈرنے والے منصف مزاج محققین سے امید ہے کہ اس مختصر رسالہ کو بنظر غور و انصاف ملاحظہ فرمائیں گے۔

ربنا تقبل منا انك انت السميع العليم ۔

خادم دین ۔ابوالوفا ثناء اللہ کفاہ اللہ ۔امرتسر۔پنجاب ۔جنوری ۱۹۳۱ء

دعاوی مرزا

۱۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۵ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا دعوی ہے:
میں مسیح موعود ہوں

۲۔ ازالہ اوہام صفحہ ۱۵ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا شعر ہے
اینک منم کہ حسب بشارات آمدم
عیسی کجاست تا بہند پاب بمنبرم

۳۔ دافع البلاء صفحہ ۲۰ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں:
ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

۴۔ اشتہار انعامی پانسو کے صفحہ ۲۵ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں؛
آسمان سے کئی تخت اترے۔ سب سے اونچا تیرا تخت بچھایا گیا

۵۔ تریاق القلوب کے صفحہ ۱۶ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا کہنا ہے:
خدا کے عظیم الشان نشان بارش کی طرح میرے پر اتر رہے ہیں اور غیب کی باتیں میرے پر کھل رہی ہیں۔ ہزارہا دعائیں اب تک قبول ہو چکی ہیں

۶۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵، ۱۹۱ پر مرزا صاحب کہتے ہیں کہ خدا نے مجھے کہا:
لو لاك لما خلقت الافلاك

۷۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۰۵، ۱۹۱ پر مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ خدا نے مجھے کہا:
انّما امرك اذا اردت شيئا ان تقول له كن فيكون

۸۔ اربعین صفحہ ۳، ۳۴ پر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں خدا نے مجھے کہا
انت اسمی الاعلی

۹۔ خطبہ الہامیہ صفحہ ۲۰، ۲۳، ۳۵، وغیرہ پر مرزا صاحب قادیانی کا قول ہے:
مجھے کسی دوسرے کے ساتھ قیاس مت کرو اور نہ کسی دوسرے کو میرے ساتھ

۱۰۔ خطبہ الہامیہ ہی میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے:
میں مغز ہوں جس کے ساتھ چھلکا نہیں اور روح ہوں جس کے ساتھ جسم نہیں

اورسورج ہوں جس کو دشمنی اور کینے کا دھواں چھپانہیں سکتا (ایضاً)

۱۱۔ خطبہ الہامیہ ہی میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے:

مجھے خدا کی طرف سے دنیا کو فنا کرنے اور پیدا کرنے کی طاقت دی گئی ہے ۔میں خاتم الاولیاء ہوں میرے بعد کوئی ولی نہ ہوگا مگر وہ جو مجھ سے ہوگا اور میرے عہد پر ہوگا۔

۱۲۔خطبہ الہامیہ ہی میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے:

یہ میرا قدم ایک ایسے منار پر ہے جس پر ہر ایک بلندی ختم ہوگئی۔

۱۳۔خطبہ الہامیہ ہی میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول ہے:

جو میری جماعت میں داخل ہوا درحقیقت وہ میرے سردار خیر المرسلین ﷺ کے صحابہ میں داخل ہوگیا۔

۱۴۔ حدیث شریف میں آں حضرت ﷺ نے اپنے حق میں فرمایا کہ میں قصر نبوت کی آخری اینٹ ہوں۔مرزا غلام احمد صاحب خطبہ الہامیہ میں اپنے حق میں لکھتے ہیں:

پس اے ناظرین میں وہی آخری اینٹ ہوں۔

۱۵۔درثمین میں صفحہ ۲۸۶ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا شعر ہے:

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام

یہ دعاوی سب کے سب گو اعلیٰ مراتب کے ہیں لیکن ہیں تو انسانی درجہ کے۔

اب ہم مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک مقولہ اور پیش کرتے ہیں جس سے ان کی شان انسانیت سے ارفع معلوم ہوتی ہے۔فرمایا

'میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہو بہو اللہ ہوں اور میں نے یقین کرلیا کہ میں وہی ہوں۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۵۶۴)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعوے تو اور بھی ہیں ہمیں ان حوالہ جات سے یہ دکھانا مقصود ہے کہ مرزا صاحب نے ہمارے ساتھ فیصلہ کے لئے دعا شائع کی تھی اس کی قبولیت یقینی ہے کیونکہ مرزا صاحب ایسے رفیع الشان ہونے کے مدعی تھے کہ آپ کی دعا بھی معمولی کسی مریض یا حاجتمند کے لئے نہیں بلکہ حق اور باطل اہل حق اور

اہل باطل میں فیصلہ کرانے کے لئے تھی۔ اس کا قبول ہونا ضروری ہے۔ پس مذکورہ حوالہ جات کو ملحوظ رکھ کر مرزا صاحب کا دعائیہ اشتہار ملاحظہ کیجئے جو نیچے درج ہے

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم الله الرحمن الرحیم ۔ نحمده و نصلی علی رسوله الکریم ۔ یستنبئونك احق هو ۔ قل ای و ربی انه لحق

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی

مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود، دجال، مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افتراء ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لئے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کرکے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی سخت نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے

طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں ۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے ۔ آمین ۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا! اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں ، تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر ۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے ۔ آمین یا رب العالمین ۔

میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گذر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلئے سخت نقصان رساں ہوتا ہے ۔

انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا ۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہائت درجہ کا بدآدمی ہے ۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا ۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے

والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے ۔ اس لئے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر ۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر ۔

آمین ثم آمین ۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين ۔ آمین ۔

با لآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے

الراقم : عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵۔ اپریل ۱۹۰۷ء

ناظرین ! اس اشتہار کو مکرر ملاحظہ فرمائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس میں میرے ذمہ بھی کوئی کام رکھا ہے۔نہیں۔محض دعا کے ذریعہ خدا سے فیصلہ چاہا ہے ۔ چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں کہ

'محض دعا کے طور پر خدا سے فیصلہ چاہا ہے '

اس فقرہ کے بعد اخیر اشتہار میں صاف لکھا ہے کہ

اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے

پس اس اشتہار کی اندرونی شہادت سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ اس دعا کے متعلق میرا کچھ کام نہیں ۔ نہ میرا اقرار قبولیت کے لئے شرط ہے ۔ نہ انکار باعث رد ۔ بلکہ جو کچھ ہے وہ دعا مرزا صاحب قادیانی ہے اور بس ۔

یہ تو ہے اشتہار کا نفس مضمون ۔ اب ہم بتاتے ہیں کہ اس دعا کے قبول ہونے کا کیا قرینہ ہے ۔

پہلا قرینہ ۔ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کہتے ہیں:

’مجھے بار بار خدا نے مخاطب کر کے فرمایا کہ جب تو دعا کرے تو میں تیری سنوں‘ (ضمیمہ تریاق القلوب ۔ص۴)۔

نیز فرمایا کہ خدا کی طرف سے مجھے الہام ہوا

’میں تیری ساری دعائیں قبول کرونگا مگر شرکاء (برادری) کے متعلق نہیں‘

(تریاق القلوب ۔ص ۳۸)۔

یہ تو ہے عام قرینہ

دوسرا قرینہ جو خاص اس دعا سے تعلق رکھتا ہے ۔ مرزا صاحب کے الفاظ ہیں:

’ثناء اللہ کے متعلق جو لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے ۔ ایک دفعہ ہماری توجہ اسکی طرف ہوئی اور رات کو الہام ہوا اجیب دعوة الداع صوفیاء کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہی ہے ۔ باقی سب اس کی شاخیں‘

(کلام مرزا ۔ در اخبار بدر قادیان ۲۵ ۔ اپریل ۱۹۰۷ء)

پس مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی اس دعا میں مرزا صاحب کی شخصیت اور مرتبت کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام اجیب دعوة الداع ملا لیا جائے تو ذرہ بھر اس میں شک نہیں رہتا کہ مرزا صاحب قادیانی کی یہ دعا اللہ کے نزدیک مقبول تھی ۔ چنانچہ وہ اس دعا کے مطابق ۱۳۲۶ھ، ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو مرض ہیضہ سے انتقال کر گئے ۔

☆☆☆☆☆

قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار

ادھر آ پیارے ہنر آزمائیں
تو تیر آزما ہم جگر آزمائیں

(فتنہ قادیانیت اور مولانا ثناء اللہ امرتسری، کے مصنف نے جناب مولانا صفی الرحمٰن صاحب نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کی ردّ قادیانیت پر تصانیف کی فہرست، میں قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار، کے متعلق تحریر کیا ہے کہ، پہلے یہ مضمون اہل حدیث امرتسر کی ۱۳ فروری اور ۳۔ اپریل ۱۹۳۱ء کے دوشماروں میں شائع ہوا۔ بعد میں رسالہ کی صورت میں شائع کر دیا گیا۔

احتساب قادیانیت کے فاضل مرتب جناب مولانا اللہ وسایا نے لکھا ہے کہ انہیں یہ رسالہ نہیں ملا، اس لئے انہوں نے اخبار اہل حدیث امرتسر کے متعلقہ شماروں سے مضامین نقل کر دیئے ہیں۔

یہ مضامین مختصراً ہماری تحریک ختم نبوت کی ایک جلد میں درج ہو چکے تھے، میں نے انہیں وہاں سے اٹھا کر اور احتساب قادیانیت میں موجود متن سے مقابلہ کر کے یہاں درج کر دیا گیا ہے۔ نیز موقع کی مناسبت سے حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے چند دیگر مضامین جو اسی موضوع سے متعلق بعد کے شماروں میں شائع ہوئے تھے، بطور تتمہ شامل اشاعت کر دیئے ہیں۔ بہاء)

قادیانی تفسیر نویسی

مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ خاص ملکہ حاصل تھا کہ ایک جہت سے جب وہ عام رائے اپنے خلاف پاتے تو لوگوں کی توجہ دوسری طرف پھیرنے کی کوشش کرتے۔

جن دنوں پیر مہر علی صاحب گولڑہ نے مرزا غلام احمد صاحب کے برخلاف آواز اٹھائی تو مرزا صاحب قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں ان کو اور ان کے ساتھ مجھ خاکسار

اور دیگر علماء کو بالمقابل تفسیر نویسی کا نوٹس دیا جس کے چند جملے یہ تھے:

ہم دونوں (مرزا قادیانی اور پیر مہر علی) قرعہ اندازی کے ذریعہ ایک قرآنی سورۃ لے کر عربی فصیح بلیغ میں اس کی ایسی تفسیر لکھیں جو قرآنی علوم اور حقائق و معارف پر مشتمل ہو..

فریقین کو اختیار ہوگا کہ اپنی تسلی کے لئے ایک دوسری کی بخوبی تلاشی لے لیں تا کہ کوئی پوشیدہ کتاب ساتھ نہ ہو ...

ہرگز اختیار نہ ہوگا کہ کوئی فریق اپنے پاس کوئی کتاب رکھے یا کسی مددگار کو پاس بٹھائے ...

میں بہر حال اس مقابلے کے لئے جو بالمقابل عربی تفسیر لکھنے میں ہوگا لاہور میں اپنے تئیں پہنچاؤں گا۔

(اشتہار بعنوان: پیر مہر علی شاہ کے توجہ دلانے کے لئے آخری اپیل۔ ۲۸۔ اگست ۱۹۰۰ء، مجموعہ اشتہارات۔ ج ۳ ص ۳۴۹۔۳۵۰)

اس کا نتیجہ یہ ہوا تھا کہ پیر مہر علی صاحب گولڑہ، خاکسار ثناء اللہ اور دیگر علماء اسلام لاہور پہنچ گئے اور مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تشریف نہ لائے۔ شاہی مسجد میں جلسہ ہوا۔ شوخ مزاجوں نے نظمیں پڑھیں جن میں ایک شعر یہ بھی تھا

بنایا آڑ کیوں جورو کا چرخہ۔ نکل دیکھیں تری تفسیر دانی

یہ زمانہ گذرا۔ اس کے بعد میاں محمود احمد خلف مرزا غلام احمد صاحب خلیفہ ثانی قادیان کا دور آیا تو آپ کے حاشیہ نشینوں نے حق الخدمت ادا کرنے کو قادیانی اخبار الفضل ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء میں علماء دیوبند کو بالمقابل تفسیر نویسی کا (مرزا محمود احمد نے) نوٹس دیا۔ تو ہماری غیرت نے تقاضا کیا کہ ہمارے ہوتے ہوئے قادیان کی توجہ اور طرف کیوں؟

جاتا ہے یار تیغ بکف یار کی طرف
او کشتہ ستم تیری غیرت کو کیا ہوا

اس کے جواب میں ہم نے لکھا:

ہم بالمقابل تفسیر نویسی کے لئے تیار ہیں۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۱۔ اگست ۱۹۲۵ء)

الفضل قادیان اس کے جواب میں بولا کہ

ہمارا خطاب دیوبندیوں کو ہے مولوی ثناء اللہ کیوں دخل دیتا ہے۔ پہلے دیوبندیوں سے وکالت نامہ حاصل کرے اگر وہ مخاطب بنتا ہے تو قادیان میں آ کر تفسیر لکھے۔ (الفضل قادیان۔۱۰ستمبر ۱۹۲۵ء)

اس کے جواب میں ہم نے اہل حدیث امرتسر ۲۵ستمبر میں لکھا:

تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیوبندی ہیں۔ہمیں وکالت نامہ کی حاجت نہیں

اس کے بعد اہل حدیث ۱۳ نومبر ۱۹۲۵ء میں فیصلہ کن جواب دیا جو یہ ہے:

سنو جی! ہم زیادہ باتیں کرنا نہیں چاہتے اس لئے آخری اعلان کر کے اس بحث کو ختم کرتے ہیں۔ ناظرین پبلک کو حقیقت معلوم ہو گئی ہے۔ اب اصل بات سنو۔

آپ بتراضی فریقین کوئی تاریخ مقرر کر کے بٹالہ کی مسجد میں آجائیں (بٹالہ امرتسر سے بجانب شمال مشرق ۲۴ میل ہے اور قادیان سے ۱۱ میل بجانب غرب) جہاں آٹھ بجے صبح سے ۱۲ بجے تک مجلس ہو گی جس میں میں اور آپ (خلیفہ قادیان) تفسیر القرآن لکھیں گے اس طرح کہ مجھ سے اور آپ سے قریب دس گز تک کوئی آدمی نہ بیٹھے گا۔ ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم (انڈی پنڈنٹ) ہو گا۔

آپ کو اختیار ہو گا ایک رکوع لیجئے، دو لیجئے، تین لیجئے۔

مریدوں کے خرچ کا اندیشہ ہے تو ان کو منع کر دیجئے کہ وہ ہرگز آپ کو ایسے امتحان میں دیکھنے نہ آئیں۔

ہاں میں ہمدردانہ بات آپ کو سمجھا دوں کہ اس مقابلہ کے لئے آنے سے پہلے اپنے رکن اعظم مولوی سرور شاہ صاحب سے ضرور مشورہ کر لیں۔

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنون
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

اس صاف اور سیدھے جواب کے جواب الجواب میں الفضل قادیان نے پھر وہی رونا رویا کہ:

مولوی ثناء اللہ جو ہمارے چیلنج کے مخاطب نہ تھے اس بحث میں آن کودے۔ ہم نے ان سے مطالبہ کیا تھا کہ دیو بندیوں سے قائم مقامی کی سند لیں جو ہمارے اصل مخاطب ہیں مگر افسوس کہ اس میں وہ کامیاب نہ ہو سکے۔

اصل بات کا جواب یوں دیا:

ہمارے ہاتھ میں صرف سادہ بے ترجمہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم ہوگا بے شک یہ طریق مقابلہ اس وقت درست ہوسکتا تھا جب یہ دیکھنا ہوتا کہ زید عربی زیادہ پڑھا ہوا ہے یا بکر۔ لیکن ہر عقل مند انسان جو ہمارے پہلے مضامین پڑھ چکا ہے اور دیو بندیوں کے اشتہار دیکھ چکا ہے، وہ سمجھ سکتا ہے کہ مقابلہ اس امر میں نہیں ہے کہ حضرت خلیفہ عربی جانتے ہیں یا نہیں۔ یا غیر احمدی مولوی عربی جانتے ہیں یا نہیں۔ بلکہ فیصلہ اس امر کا کرنا ہے کہ اللہ تعالی غیر احمدی مولویوں پر ایسے علوم ظاہر کرتا ہے جو پہلی کتب میں نہیں ،یا حضرت مسیح موعود کے اوپر اس نے ایسے علوم ظاہر کئے ہیں اور جن کے ذریعہ آپ کی جماعت میں بھی رہ طاقت ہے کہ قرآن کریم کے نئے علوم اور معارف ظاہر کر سکے، اس فیصلہ کے لئے بے ترجمہ قرآن کے کیا معنی؟ اور دوسری کتاب کے نہ ہونے کا کیا مطلب؟ (الفضل قادیان۔۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)

ناظرین غور فرمائیں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کے والد یعنی مرزا غلام احمد قادیانی نے پیر مہر علی صاحب گولڑہ کے سامنے عربی کی شرط لگائی اور بے یارو مددگار تلاشی دے کر بے کتاب عربی تفسیر لکھنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ مگر ان کے جانشین عربی دانی کو شرط نہیں مانتے، اور قادیان چھوڑ کر کسی دوسرے مقام پر نہیں آتے۔ تو آخر کار یہ شعر پڑھ کر دوسرا پیراگراف بھی بند کیا گیا۔

تھے دو گھڑی سے شیخ جی شیخی بگھارتے
وہ ساری ان کی شیخی جھڑی دو گھڑی کے بعد

عرصہ دراز اور مدت مدید کے بعد ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء کو پھر ایک آواز آئی۔ الفضل نے قصر خلافت کا اشارہ پا کر مندرجہ ذیل الفاظ لکھے:

حضرت امام جماعت احمدیہ (مرزا محمود احمد) اپنے زمانہ کے سب سے بڑے پاکباز اور خدا تعالی کے مقرب ثابت ہوئے ہیں (بشہادت اخبار مباہلہ) کیونکہ اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور بارہا اس بارے میں چیلنج دے چکے ہیں اور حال ہی میں ایک تقریر میں موجودہ زمانہ کے علماء کے ذکر میں فرمایا کہ میں نے کئی بار چیلنج دیا ہے کہ قرعہ ڈال کر قرآن مجید کا کوئی مقام نکال لو۔ اگر یہ نہیں تو جس مقام پر تم کو زیادہ عبور ہو، بلکہ یہاں تک کہ تم ایک مقام پر جتنا عرصہ چاہو غور کر لو، اور مجھے وہ نہ بتاؤ۔ پھر میرے مقابلے میں آ کر تفسیر لکھو۔ دنیا فوراً دیکھ لے گی کہ علوم کے دروازے مجھ پر کھلتے ہیں یا ان پر۔

(الفضل قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء ص ۷)

پیر کہے اور مرید تائید نہ کریں، ناممکن ہے۔ چنانچہ پیر صاحب کی تائید میں ایک مضمون الفضل ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں نکلا جس کے چند سوقیانہ الفاظ یہ تھے:

یہ کام (تفسیر نویسی) آسان نہیں ورنہ انور شاہ دیو بندی، مولوی ثناء اللہ، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور دیگر کبار کیوں صم بکم کے مصداق بن رہے ہیں۔

اس دعوت ثانیہ کی تحریک پر مولوی نور الہی گھر جاکھی کی ایک مرزائی دوست سے اس بارے میں مکاتبت ہوئی جس پر مجھے توجہ دلائی گئی تو میں نے ان کی چٹھی اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں درج کر کے نیچے لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے دیو بندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیو بندی ہیں۔ پس ایک سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر بالمقابل تفسیر لکھئے۔

جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی، بلکہ انکار کر گئے۔

گزشتہ را صلوۃ۔ اب سہی۔

ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں، صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا اور تفسیر کے معارف

کے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں ۔بس ۔

اس کے بعد اہل حدیث امرتسر ۶ ۔ ۲۷ جون ۱۹۳۰ء میں بھی اسی مضمون کی یاددہانی کرائی گئی ۔ اس پر الفضل قادیان ۲۲ جولائی ۱۹۳۰ء میں ایک نوٹ نکلا :

چند روز ہوئے مولوی ثناء اللہ نے حضرت خلیفہ کے مقابلہ میں تفسیر نویسی پر آمادگی کا ذکر اپنے اخبار میں کیا تھا۔ اس سلسلہ میں پرائیویٹ سکرٹری نے شملہ سے اطلاع ہے کہ پچھلے مضامین کے حوالے نکلوائے جا رہے ہیں۔ انشاءاللہ جلد ہی مولوی صاحب کے مضمون کا جواب لکھا جائے گا۔

حضرت مولانا ثناءاللہ امرتسری کہتے ہیں: لکھا جائے گا، کہ فقرہ پڑھ کر بہت خوشی ہوئی کہ اب ہم قادیان پر چوتھی مرتبہ فتح پائیں گے انشاءاللہ (۱۔مرزا صاحب نے مجھے قادیان پہنچ کر گفتگو کرنے کی دعوت دی میں جنوری ۱۹۰۳ء میں قادیان پہنچا مرزا صاحب نہ نکلے ۔ ایک فتح ۔۲۔ مرزا صاحب نے آخری فیصلہ کا اشتہار دیا کہ مرزا اور مولوی ثناءاللہ میں جھوٹا پہلے مرے گا۔ وہ مرگئے ۔ دوسری فتح ۔۳۔ مرزا صاحب کے مریدوں نے اس مضمون پر انعامی مباحثہ کر کے تین سو روپیہ ہم کو جزیہ دیا، تیسری فتح ۔ انہی فتوحات کی طرف اشارہ ہے ۔ ثناءاللہ)۔ مگر اس اعلان کے بعد ایسے خاموش ہوئے کہ ہمیں خیال گذرا کہ قادیانی وعدہ بھی معشوقانہ وعدہ سے کم نہیں ۔

مریدان باصفا اگرچہ اپنی صفائی میں انتہاء کو پہنچے ہوئے ہیں لیکن دفتروں میں یا شہروں اور دیہات میں فریق مخالف کی چھیڑ چھاڑ سے تنگ آکر اپنی آہ و بکا قصر خلافت میں بھیجتے رہتے ہیں۔ چنانچہ اس مرتبہ بھی ایسا ہی ہوا تو خلیفہ قادیان نے بڑی اہمیت سے سالانہ جلسہ قادیان میں ایک طویل تقریر کی جو بعد انتظار بسیار ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء میں چھپ کر آئی جو درج ذیل ہے:

اس سال جب میں شملہ جانے لگا تو مجھے معلوم ہوا کہ مولوی ثناءاللہ نے بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک مضمون شائع کیا ہے۔ روانگی کے وقت وہ مضمون مجھے ملا۔ شملہ میں چونکہ اور بہت کام تھا اس لئے اس مضمون کی طرف توجہ نہ کر سکا۔ ...

اب میں اصل بحث کو لیتا ہوں ۔ ۷۔ مارچ ۱۹۳۰ء کے الفضل میں میرا ایک مکالمہ ایک غیر احمدی مولوی سے جو بڑے سیاح تھے اور انہوں نے دنیا کے

بڑے حصہ کا چکر لگایا تھا شائع ہوا۔ آخر انہوں نے بیعت کر لی اور حیدر آباد جا کر فوت ہو گئے ۔ انہوں نے مجھ سے کئی سوالات کئے تھے جس کے میں نے جواب دیئے اسی سلسلہ میں انہوں نے پوچھا کیا علماء اندھے ہیں جو ایسی واضح دلائل نہیں مانتے اس کے جواب میں میں جو کچھ کہا وہ الفضل ۷ مارچ ۱۹۳۰ء میں ان الفاظ میں شائع ہوا ہے ...

الفضل میں اس مکالمہ کے شائع ہونے پر غالباً بعض لوگوں کی تحریک پر مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے دیو بندیوں کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا جس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ تعلیمی حیثیت سے ہم بھی دیو بندی ہیں پس ایک سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آ کر بالمقابل تفسیر لکھئے ۔ جس کے جواب میں آج تک ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر گئے ۔ گزشتہ را صلوۃ ۔ اب سہی ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں صرف یہ کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہو گا اور تفسیر کے معارف کے ضروری ہو گا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں ۔ بس ۔ (اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء)

(مرزا محمود احمد کا کہنا ہے کہ) اس تحریر سے یہ امور ثابت ہوتے ہیں:

اول یہ کہ مولوی ثناء اللہ نے تفسیر نویسی کے متعلق میرا وہ چیلنج منظور کر لیا تھا جو میں نے دیو بندیوں کو دیا تھا ۔ دوم یہ کہ باوجود ان کے قبول کر لینے کے میری طرف سے ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر دیا۔

پہلی بات کہ مولوی صاحب نے چیلنج منظور کر لیا تھا خود ان کی اپنی بات سے ہی رد ہو جاتی ہے ۔ وہ چیلنج منظور نہیں کرتے بلکہ ایک نیا چیلنج دیتے ہیں ۔ چنانچہ باوجود یہ لکھنے کے کہ ان کی طرف سے کوئی شرط نہیں پھر شرطیں پیش کرتے ہیں (ہم نے شرطوں کی نفی کی ہے شرط نہیں لگائی ۔ ہم نے تو یہ کہا تھا کہ سادہ قرآن اور کاغذ قلم لے کر آجاؤ۔ اس بیان کو شرط کہنا قادیانی دماغ والوں کا کام ہے ۔ ثناء) حالانکہ شرطیں پیش کرنے کا حق چیلنج دینے والے کا ہوتا ہے چیلنج منظور کرنے والے

کا نہیں ہوتا۔ چیلنج منظور کرنے والا یہ تو کہہ سکتا ہے کہ جو شرائط پیش کی گئی ہیں وہ معقول نہیں غلط ہیں مگر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں اپنی طرف سے یہ شرطیں پیش کرتا ہوں ....

مولوی صاحب نے یہ جو کہا ہے کہ ان کو جواب نہ دیا گیا تھا اور ہماری طرف سے خاموشی رہی۔ یہ بھی درست نہیں۔ ان کو جواب دیا گیا تھا چنانچہ ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کے الفضل میں میری منظوری سے ایک مضمون شائع کیا گیا تھا... (آپ نے ہمارے انکار کہنے کا مطلب نہیں سمجھا۔ آپ نے ۲۷۔ اکتوبر ۱۹۲۵ء کو جو لکھا تھا اس کا جواب اہل حدیث ۱۲ نومبر ۱۹۲۵ء میں دیا گیا تھا جس کو الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء میں نقل کر کے وہ لکھا جو ہم نے اوپر نقل کیا ہے، جس کا شروع،

بے شک سے ہے، ۔

اور خاتمہ: کیا مطلب،

پر ہے۔ اس عبارت سے ہر ایک دانا انکار بلکہ فرار ہی سمجھے گا۔ پس آپ کا ۲۷۔ اکتوبر کا حوالہ دے کر انکار سے انکار کرنا غلط ہے۔ ثناء اللہ امرتسری) میرا اصل چیلنج جو اس وقت دیا گیا تھا اور جواب بھی قائم ہے ۱۶ جولائی ۱۹۲۵ء کے الفضل میں شائع ہو چکا ہے اور وہ یہ ہے :

غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی۔ پھر ان کے مقابلے میں کم سے کم دگنے معارف قرآنیہ بیان کرونگا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں۔ اور ان مولویوں کو تو کیا سوجھتے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے۔ اگر میں کم سے کم دگنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں...

یہ وہ چیلنج ہے جو دیو بندی مولوی کو دیا گیا تھا جس کے جواب میں مولوی ثناء اللہ صاحب نے لکھا تھا کہ میں بھی دیو بند کا پڑھا ہوا ہوں، میں اسے منظور کرتا ہوں۔ لیکن کہتے ہیں سادہ قرآن اور کاغذ قلم دوات لے کر ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا۔ میں کہتا ہوں ترجمہ یا بے ترجمہ کا تو کوئی سوال ہی نہیں۔ معلوم ہوتا ہے مولوی صاحب کی عقل میں اتنی کمی آ گئی ہے

کہ باوجود اس کے کہ انہوں نے میرے متعدد مضامین اور کتابیں پڑھی ہوں گی مخالفین پر میری تحریروں کا رعب بھی جانتے ہیں (آپ کے پیغامی اسے نہیں مانتے ۔ثناءاللہ) مگر خیال کرتے ہیں کہ جب میرے ہاتھ میں بے ترجمہ قرآن آیا تو بس میں ان کے مقابلہ میں رہ جاؤنگا۔ گویا جو کچھ میری طرف سے شائع ہوتا ہے وہ مولوی صاحب لکھ کر مجھے بھیج دیا کرتے ہیں اور میں اپنی طرف سے اسے شائع کر دیتا ہوں۔

مولوی صاحب کو یاد رکھنا چاہیے میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں ۔ اگر کوئی یہ دعوی کرے تو اس کے لئے ایسی بات پیش کر دینا جو اس کی ذاتی قابلیت کی نفی کرتی ہو اس کے دعوی کو رد کر سکتی ہے۔ مگر جو یہ کہتا ہو کہ مجھے خدا تعالی کی طرف سے تائید حاصل ہوتی ہے اس کے لئے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ ایسی چیز پیش کرے جس میں خدا کی تائید شامل ہو... میں نے اردو میں ترجمہ کرنے کا چیلنج نہیں دیا

اب بتاتا ہوں کہ تفسیروں وغیرہ کے دیکھنے کی کیا ضرورت ہے

زیر بحث امر یہ تھا کہ تفسیر لکھنے والے کی تفسیر میں کچھ ایسے معارف ہوں جو پہلی کتابوں میں نہ ہوں مگر میں تفسیروں کا حافظ نہیں ہوں ۔ پھر ان تفسیروں کو دیکھے بغیر یہ کس طرح پتہ لگ سکتا ہے کہ فلاں بات ان میں آئی ہے یا نہیں (یہ تو ثالثوں کا کام ہے۔ ویسے بھی دنیا کی تمام تفاسیر قادیانی کتب خانے میں یا کسی بھی ایک کتب خانے میں موجود ہونے کا دعوی کیسے ہوسکتا ہے۔ اور اگر تمام کتب تفاسیر جمع کرنا ہوں تو ۱۹۲۵ء کے قادیان میں ایسا کرنے میں برسوں، بلکہ عشرے لگ جائیں گے۔ اور یہ ہے نہ نو من تیل ہوگا نہ رادھا ناچے گی۔ ہر وقت یہ بہانہ رہے گا کہ ابھی فلاں فلاں تفسیر ہمارے پاس نہیں پہنچ سکی ۔ بہاء)

اسی طرح کلید قرآن کی بھی ضرورت ہو گی کیونکہ میرا یہ دعوی نہیں کہ میں قرآن کریم کا حافظ ہوں اس لئے قرآن کی کلید کی ضرورت ہو گی۔ وہ مضمون جو میرے ذہن میں ہوتا ہے وہ دوسروں کو معلوم نہیں ہوتا مگر ساری آیت مجھے یاد نہیں ہوتی

...مولوی صاحب نے یہ شرط لگائی ہے کہ تفسیر اور معارف کے لئے ضروری ہو گا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں۔ مگر یہ صاف بات ہے اور ایسا ہی ہونا ضروری ہے ورنہ مثلاً قرآن کریم میں جو ذلك الكتاب آیا ہے، میں کتاب کے معنی کپڑا لکھوں تو ہر شخص سمجھے گا کہ یہ غلط ہے۔ پھر اس شرط کے پیش کرنے کی ضرورت ہی کیا ہے (جن کے بڑے میاں دمشق کے معنی قادیان کر سکتے ہیں ان سے کیا تعجب کہ کتاب کے معنی کپڑے کے کر دیں۔ثناء اللہ امرتسری)...

اگر علوم عربیہ کے خلاف کوئی بات ہو گی تو وہ تو فوراً رد ہو جائے گی..

مولوی صاحب کی تحریر میں ایک اور لطیفہ بھی ہے وہ ایک طرف تو یہ لکھتے ہیں کہ اور کوئی کتاب پاس نہ ہو جس سے مراد ان کی تفاسیر ہیں اور دوسری طرف یہ شرط لگاتے ہیں کہ صرف سادہ قرآن یعنی بے ترجمہ قرآن ہو۔ گویا ان کے نزدیک اگر میرے پاس سادہ قرآن ہوا تو میں کچھ نہ لکھ سکوں گا کیونکہ قرآن کریم عربی میں ہے اور میں عربی نہیں جانتا لیکن ساتھ ان کے خیال میں میرے پاس رازی کی تفسیر نہیں ہونی چاہیے تا ایسا نہ ہو کہ میں اس کے مطالب چرالوں۔

مولوی صاحب کی اس بات سے صاف ظاہر ہے کہ جب خدا کسی کی عقل مار دیتا ہے تو وہ عام بے وقوفوں سے بھی بدتر ہو جاتا ہے کیا کوئی شخص یہ خیال کر سکتا ہے کہ جو شخص قرآن کریم کا ترجمہ نہیں جانتا وہ رازی اور ابن حبان کے مطالب کو سمجھ لے گا اور ان کی تفاسیر سے مضمون چرائے گا۔ اگر مولوی صاحب کی عقل میں یہ بات آ گئی ہے تو گو یہ انتہائی احمقانہ بات ہے میں یہ شرط اپنے چیلنج میں بڑھا دیتا ہوں کہ کوئی اردو کتاب نہ رکھنی ہو گی اور نہ ترجمہ والا قرآن ہو گا...

غرض اگر انہوں نے میرا چیلنج منظور کر لیا ہے تو آئیں معارف لکھیں ان کا خرچ ہم دیں گے۔ اب میں چند کی شرط بھی نہیں رکھتا۔ تمام کے تمام نکات ایسے ہوں گے جو کسی پہلی کتاب میں نہ ہوں گے۔ اور ان تفسیروں میں تو یقیناً نہ ہوں گے جو پاس رکھی جائیں گے وہ صرف اس لئے رکھی جائیں گی

کہ تا معلوم ہو کہ مفسرین نے کیا لکھا ہے تا ہم ان کی لکھی ہوئی باتوں میں نہ پڑیں۔ (الفضل قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء)۔

حضرت مولانا ثناء اللہ کہتے ہیں اس سارے مضمون کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱: میاں محمود تفسیر نویسی کے وقت عربی تفسیریں اور کلید قرآن ساتھ رکھیں گے۔

۲۔ اور معارف جو بتائیں گے وہ اپنے باپ کی تحریرات سے بتاوینگے (دیکھو ص ۱۷ کالم ۳۔

پہلے فقرے کا جواب تو خود مرزا صاحب متوفی کی تحریر سے ملتا ہے جو بوقت تفسیر نویسی جامہ تلاشی دینے اور لینے کی شرط لگا چکے ہیں۔ دوسرا فقرہ آپ کی اصل لیاقت کا کافی اظہار کرتا ہے۔ ایک طرف تو یہ تعلّی ہے کہ :

اللہ تعالی نے حضور (میاں محمود احمد قادیانی) کو قرآن کا ایسا علم عطا کیا ہے کہ کوئی مقابلہ نہیں کرسکتا۔

کیا وہ علم یہی ہے کہ جو باوا جی نے کہا، بیٹا جی نے، درنقل چہ عقل، کہہ کر نقل کر دیا۔ ارے جناب آپ کے والد ماجد کے معارف کے نمونے تو ہم بھی رسالہ نکات مرزا میں دکھا چکے ہیں بلکہ ان معارف کی وجہ سے ہم اس شعر پر ایمان بھی لا چکے ہیں

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ظلم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گر چہ تم سے فتنہ گر پہلے

کیسا افسوس کا مقام ہے کہ سالانہ جلسہ میں ہزاروں کے مجمع میں یہ تقریر کی پھر مہینہ بھر اس تقریر کو مانجھ کر شائع کیا جس میں دنیا بھر کے علماء اسلام کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا آخر بات نکلی تو یہ کہ:

میں معارف قرآنیہ بیان کروں گا جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں۔

مرزا صاحب کے مریدو! ہم تم سے یہ نہیں کہتے کہ تم مرزا صاحب کو چھوڑ دو یہ تو تمہاری مرضی پر موقوف ہے من شاء فلیؤمن و من شاء فلیکفر ہاں یہ کہنا تو ہمارا حق ہے اور ماننا تمہارا فرض ہے کہ، خلیفہ قادیان کا دعوی قرآن دانی کا تھا، اس دعوی کا ثبوت ان کی لیاقت سے ہونا چاہیے۔

معاف رکھنا والد کی تفسیر کو اپنی لیاقت بتانا آریوں کے نیوگ کے مشابہ ہے

بعد اللتیا والتی۔ مختصر یہ کہ آپ سادہ قرآن لے کر میرے مقرر کردہ مقام بٹالہ میں یا

اپنے والد کے مقرر کردہ مقام لاہور میں آکر کسی محفوظ مکان میں بالمقابل عربی میں تفسیر لکھیں۔ عربی میں نہ لکھ سکیں تو اردو بھی منظور کرسکتا ہوں۔ کتاب کلید قرآن کی اجازت بھی دیدونگا بس اب زیادہ باتیں نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ مجھے یہ کہنے کا موقع ملے

نہیں وہ قول کا پکا ہمیشہ قول دے دے کر
جو اس نے ہاتھ میرے ہاتھ پر مارا تو کیا مارا

آپ کا بہی خواہ۔ ابوالوفا ثناء اللہ

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۳۔۲۰ فروری ۱۹۳۱ء ص ۱۴۔ ۱۸)

وہی تفسیر نویسی کا ولولہ

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۱۳۔۲۰ فروری ۱۹۳۱ء میں قادیانی خلیفہ کی بالمقابل تفسیر نویسی کے متعلق ایک بسیط مضمون لکھا گیا تھا۔ اس کا خلاصہ یہ ہے کہ:

مرزا صاحب متوفی کی شروط پر تفسیر لکھی جائے۔ یعنی کوئی کتاب ساتھ نہ ہو، تفسیر عربی میں ہو، تفسیر میں وہ معارف بیان کئے جائیں جو پہلے کسی نے بیان نہ کئے ہوں۔ وغیرہ

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) تو خاموش رہ سکتا ہے مگر مریدین نہیں رہنے دیتے کیونکہ وہ سمجھتے ہیں کہ:

(ہمارا محمود احمد) دنیا کے اسیروں کا رستگار بنا قوموں کا سردار کہلایا اور خاص و عام کا مرجع بن گیا۔ ہر ہاتھ جو ہمارے آقا فضل عمر ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کے خلاف اٹھا، شل ہو گیا۔ ہر انسان جس نے آپ کو گرانا چاہا خود گر گیا۔ اور ہر وہ جس نے آپ کو ذلیل کرنا چاہا، نہایت بری طرح ذلیل و رسوا ہو کر رہا۔ جنہیں اپنے علم پر ناز تھا وہ آپ کے مقابل پر جاہل ثابت ہوئے۔ جنہیں

حسن تدابیر پر گھمنڈ تھا وہ آپ کے سامنے طفل مکتب ثابت ہوئے۔ خدا نے آپ کو ظاہری اور باطنی علوم سے پر کیا۔ آپ کو مسیح پاک کا سچا جانشین ثابت کیا۔ اور آپ کے ہاتھوں پر اسلام کی فتح کو مقدر کر دیا۔ اور آج وہ دن ہے جب کہ وہ اولوالعزم محمود شوکت وظفر کا جھنڈا لئے بصد عزوشان خلیفہ مانا جاتا ہے۔ خدا کی غیرت نے نہ چاہا کہ خلیفہ کا لقب کسی اور کو بھی ملے۔ قدرت خداوندی نے سب کو نیچے گرا کر اسی کو جو برحق خلیفہ تھا دنیا میں رکھا۔ (الفضل قادیان ۱۴ مارچ ۱۹۳۱ء ص ۷)

ہم اس کے جواب میں کیوں بولیں کیونکہ یہ سب اشارات لاہوری پارٹی کی طرف ہیں۔ چنانچہ آگے اس کا نام بھی آجاتا ہے ہاں ہم اتنا ہی کہتے ہیں:

پیراں نمے پرند ومریداں ہمے پرانند

اس لئے مریدوں کی تحریک سے خلیفہ قادیانی متحرک ہوئے۔ مگر حرکت ایسی کی کہ اس سے سکون اچھا تھا۔ اخبار الفضل ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء میں ایک طویل مضمون نکلا ہے جس میں نہ ہاں کا پتہ چلتا ہے، نہ ناں کا۔ بلکہ اس شعر کا مصداق ہے

مجھ کو محروم نہ کر وصل سے او شوخ مزاج
بات وہ کہہ کہ نکلتے رہیں پہلو دونوں

آپ کی تحریر کے الفاظ یہ ہیں:

میرا یہ دعوی نہیں کہ مولوی ثناء اللہ سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میرا یہ دعوی ہے کہ احمدیہ جماعت معارف قرآنیہ کے جاننے میں حضرت مسیح موعود کے فیض سے اور مطابق آیت لا یمسّه الا المطهّرون دوسرے لوگوں سے بڑھی ہوئی ہے؛

کسی شخص کا کسی دوسرے سے کسی امر میں بڑھا ہوا ہونا تائید الہی کا ثبوت نہیں ہوتا۔ بلکہ موید من اللہ ہونے کا ثبوت یہ ہوتا ہے کہ سب قوم یا سب دنیا سے بڑھا ہوا ہو۔

پس مولوی صاحب کا عربی میں تفسیر لکھنے کا چیلنج مجھے دینا یا میرا انہیں دینا محض حماقت ہوگا، جب تک کہ ہم میں سے کسی کا یہ دعوی نہ ہو کہ وہ خدا تعالی

کی تائید سے سب دنیا سے زیادہ فصیح عربی لکھ سکتا ہے۔اور مجھے یہ دعوی نہیں اور جہاں تک میں سمجھتا ہوں مولوی صاحب کو بھی باوجود لاف زنی کی عادت کے ایسا دعوی نہیں ہے۔

پس جس امر میں ہم میں سے کوئی اپنے مؤید من اللہ ہونے کا مدعی نہیں اس میں مقابلہ سوائے پہلوانی کے اور کیا معنی رکھتا ہے۔

اور مولوی صاحب اپنے آپ کو اپنی قومیت اور اپنے شہر کی نسبت سے پہلوان خیال کرتے ہوں، میں اپنے لئے خالی پہلوانی والے زور کو ہتک سمجھتا ہوں اور صرف ایسے ہی مقابلے کے لئے تیار ہوں جس سے اسلام اور سلسلہ کی سچائی ثابت ہوتی ہو۔

لیکن اگر میرا خیال مولوی صاحب کی نسبت درست نہیں بلکہ انہیں عربی تصنیف یا بے نظیر ترجمہ کرنے کا دعوی ہےتو وہ یہ چیلنج شائع کردیں کہ خدا تعالی کی طرف سے مجھے عربی زبان میں ایسی فصاحت عطا ہوئی ہے جس کی نظیر اس دنیا میں موجود نہیں یا قرآن کریم کے اردو ترجمہ کے لئے خاص کمال عطا ہوا ہے۔ پھر ان کی فرعونیت کے لئے خدا تعالی کے فضل سے ایک موسیٰ ضرور کھڑا ہو جائے۔اور شائد اس میں خدا تعالی کوئی نیا نشان ہی دکھا دے۔خاکسار میرزا محمود احمد۔

اس ساری عبارت کا ملخص یہ ہے کہ خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب عربی میں تفسیر لکھنا نہیں چاہتے۔ بہت خوب! ہم بھی آپ کو عربی نویسی کے لئے مجبور نہیں کرتے۔ آپ اردو میں لکھیں۔مگر لکھیں گے کیا؟ وہی جو والد صاحب مکرم آیات قرآنیہ میں تحریف کر گئے ہیں آپ اس تحریف کی تشریح کریں گے۔ چنانچہ الفضل مذکور میں اڈیٹر کے نوٹ، جس کی خلیفہ نے تصدیق کی ہے، کے الفاظ یہ ہیں:

حضرت مسیح موعود کے معارف

سمجھ میں نہیں آتا اس قدر جہالت کے اظہار کی مولوی صاحب کو کیا ضرورت پیش آئی ان کے نزدیک وہ معارف قرآنیہ بیان کرنا جو حضرت مسیح موعود

نے لکھے ہیں معمولی بات ہوگی۔لیکن جماعت احمد یہ خوب جانتی ہے اور خدا کے فضل سے تجربہ رکھتی ہے کہ مرزا محمود ان حقائق اور معارف کی جو تشریح و توضیح فرماتے ہیں وہ بجائے خود فہم قرآن کا بہت بڑا ثبوت ہے اور یہ جماعت احمدیہ میں روحانیت اور تعلق باللہ کے لحاظ سے آپ کے سب سے بلند مقام رکھنے کا ثبوت ہے۔اگر یہ کوئی آسان بات ہوتی تو غیر مبایعین کے امیر صاحب جنہیں، حضرت مرزا صاحب کے علوم کا وارث ۔ ہونے کا دعوی بھی ہے کیوں نہ حضرت مسیح موعود کی سنت پر عمل کر کے مخالفین کو معارف قرآن میں مقابلہ کرنے کا چیلنج دیتے ۔کیا مولوی صاحب نے ان کی طرف سے کبھی چیلنج سنا ہے۔ان کا چیلنج دینا تو الگ رہا حضرت خلیفۃ المسیح ثانی (محمود) خود ان کو چیلنج دے چکے ہیں جسے آج تک منظور کرنے کی انہیں ہمت نہیں ہوئی ۔پس وہ معارف جن کا اشارہ مرزا صاحب کی کتب میں پایا ہے انہیں تفصیل وتشریح کے ساتھ بیان کرنا کوئی معمولی بات نہیں بلکہ مرزا صاحب کے سچے جانشین کی اصلی علامت ہے ۔(الفضل قادیان ۲۱ مارچ ۱۹۳۱ء)

اب بھی کسی کو خیال ہو کہ قادیان میں علم ،خاص کر علم مناظرہ ہے تو وہ اس اقتباس کو پڑھ کر اپنے خیال کی اصلاح کر لے۔

اے جناب ! مرزا غلام احمد صاحب متوفی کے معارف کی تشریح کر کے ان کا جانشین ثابت کرنے کا موقع وہ ہے جب آپ کا مقابلہ لاہوری مرزائیوں سے ہو۔ چنانچہ آپ نے ان پر چوٹ بھی کی ہے۔ہمارے سامنے اس مدعا کو ثابت کرنے کے لئے تفسیر نویسی کرنا بالکل بے کار ہے۔

لیجئے ہم آپ کو ان کا قائم مقام اور جانشین ہونے کا اعلان کئے دیتے ہیں ۔کیا ہم آپ کے سوا عبدالبہاء کو بہاء اللہ کا قائم مقام نہیں مانتے ؟ ایسا ہی آپ کو مانتے ہیں۔

ناظرین غور سے پڑھیئے اس مقابلہ کی انتہاء یہ ہے۔

خلیفہ قادیان ہمارے سامنے معارف مرزائیہ کی تشریح فرمائیں گے اور ہم براہ راست قرآن سے معارف بتائیں گے ۔یعنی خلیفہ اپنی لیاقت سے معارف قرآنیہ نہیں بتائیں گے بلکہ (بماتحت اصول نیوگ) والد ماجد کے بتائے ہوئے کو مشرح بتائیں

گے۔ اب سوال یہ ہے کہ آپ کے والد کے معارف کو جب ہم تحریفات قرآنیہ کا نام رکھتے ہیں تو آپ کی تشریحات کا نام کیا رکھیں گے۔

ناظرین ! ذرہ ٹھہریئے ہم آپ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے معارف اور تشریح خلیفہ کی ایک مثال بتائیں

مرزا غلام احمد قادیانی نے لیکچر سیالکوٹ میں لکھا ہے۔

دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے اس کے بعد دنیا کا خاتمہ ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۶)

مرزا محمود احمد قادیانی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے:

بعض نے غلطی سے مرزا صاحب کی تحریروں سے یہ سمجھ لیا ہے کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے۔ حالانکہ یہ تو ایک دور کا اندازہ ہے۔ جس طرح سات دنوں کا ایک دور ہے، کیا آٹھویں دن قیامت آ جایا کرتی ہے۔ نہیں بلکہ ہر جمعہ کے ساتھ ساتھ ہی ہفتہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایک دور ہے۔

حضرت مرزا نے جس قیامت کی طرف اشارہ کیا ہے اس سے وہ قیامت مراد نہیں جس کے بعد فنا آنے والی ہے۔ یہی وجہ ہے جہاں حضرت مرزا نے سات ہزار سال کا ذکر فرمایا ہے وہاں یہ بھی فرما دیا کہ تعجب نہیں کہ اور ملکوں کے آدم کوئی اور ہوں ممکن ہے کہ افریقہ کے لوگ اس آدم کی نسل سے نہ ہوں جس کی نسل سے ہم ہیں۔ اسی طرح یورپ کے لوگ کسی اور آدم کی اولاد ہوں۔ غرض جہاں آپ نے آدم کا ذکر کیا ہے وہاں اس آدم کا ذکر مراد ہے جس کی موجودہ نسل پائی جاتی ہے۔

پس آپ کا بصورت امکان مختلف آدموں کا تسلیم کرنا بتاتا ہے کہ جب آپ دنیا کی عمر سات ہزار سال بتاتے ہیں اور اس کے بعد قیامت بتاتے ہیں تو اس قیامت سے اور قیامت مراد ہے۔ اس سے مراد اس دنیا کی ایک نسل کا ایک دور ہے جو ختم ہوگا اور آپ پہلے دور کے خاتمہ پر آئے ہیں۔

میرا اپنا عقیدہ یہی ہے کہ مرزا صاحب اس دور کے خاتم اور اگلے دور کے آدم بھی آپ ہی ہیں کیونکہ پہلا دور سات ہزار سال کا آپ پر ختم ہوا، اور اگلا دور آپ سے شروع ہوا۔ اسی لئے آپ کے متعلق اللہ تعالیٰ نے فرمایا

ہے جر ی اللہ فی حلل ا لا نبیاء۔اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ آئندہ نبیوں کے حلوں میں آئے ہیں جس طرح پہلے انبیاء کے ابتدائی نقطہ حضرت آدم تھے اسی طرح مرزا صاحب جواس زمانہ کے آدم ہیں آئندہ آنیوالے انبیاء کے ابتدائی نقطہ ہیں۔(ضمیمہ اخبار الفضل ۱۴فروری ۱۹۲۸ء ص ۴۹)۔

کیسی مرزائی منطق ہے اور کیسی اچھی تشریح ہے۔ ناظرین سن لیں کہ اس تشریح سے ثابت ہوتا ہے کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی اس اینٹ کی طرح ہیں، جو دو دیواروں میں مشترک ہوتی ہے۔یعنی کونے کی اینٹ کی طرح۔ پہلے دور کے خاتم بھی آپ اور دوسرے دور کے بابا آدم بھی آپ۔

اب انبیاء کرام حضرات شیث، الیاس، ابراہیم، موسیٰ، عیسیٰ اور سب سے آخر میں محمد ﷺ مرزا غلام احمد صاحب متوفی کی اولاد سے پیدا ہوں گے۔ غالبًا ابھی تو شیث کا زمانہ ہے، بقول مرزا صاحب قادیانی چھیالیس صدیوں کے بعد اس دور کے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پیدا ہوں گے۔ پھر ابھی سے ان کو کلمہ اسلام لا لہ الا اللہ محمد رسو ل اللہ میں داخل کرنے کی کیا ضرورت۔

پس قادیانی امت کا پہلا فرض یہ ہے کہ اس کلمہ اسلام کی ترمیم کرے۔ اور اس ترمیم کرنے میں ڈرے نہیں بلکہ صاف کہدے

نہ پیروی قیس نہ فرہاد کریں گے
ہم طرز جنوں اور ہی ایجاد کریں گے

ہم ایسے معارف سننے کے لئے خلیفہ سے مقابلہ کریں تو دانایان ملک ہم کو یہ نہ کہیں گے کہ آپ نے: کوہ کندن وکاہ برآوردن، کی مثال سچ کر دکھائی۔

احمدی دوستو! میں دیگر علماء کی طرح تمہارا بے قدر نہیں ہوں کہ تمہاری آواز کو، ہواء شتر، جان کر خاموش رہوں، بلکہ تمہارا قدردان ہوں۔ پس سیدھے ہوکر چلو اور بٹالہ امرتسر یا لاہور میں آجاؤ، اور سادہ قرآن شریف لیکر ہمارے سامنے تفسیر القرآن لکھو۔

لو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ حسب خواہش خود کلید قرآن واردو تفسیرات سابقہ بھی ساتھ رکھو، مگر وقت محدود ہوگا۔ تا سیہ روئے شود کہ درو غش باشد

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۔اپریل ۱۹۳۱ء مطابق ۱۴ ذی قعد ۱۳۴۹ھ ص ۹۔۱۱)

تتمہ قادیانی تفسیر نویسی کا چیلنج اور فرار

تفسیر نویسی کا چیلنج منظور اور خلیفہ قادیانی مفرور

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے حسب عادت پدری و ذاتی جلسہ قادیان میں اپنے مریدوں کو ثابت قدم رکھنے کیلئے تقریر میں اپنی تفسیر نویسی کے متعلق فرمایا:

مجھے بھی قرآن کریم کے ایسے معارف بتائے گئے ہیں جو کسی کو معلوم نہیں '

چونکہ جلسہ عام میں یہ اعلان کیا گیا ہے اسلئے اس کی حقیقت ہم کھولتے ہیں

بتاریخ یکم اگست ۱۹۰۰ء بڑے میاں مرزا غلام احمد نے پیر مہر علی صاحب گولڑوی اور دیگر علماء کو جن میں خاکسار (ثناء اللہ) بھی داخل تھا، تفسیر نویسی کے لئے لاہور بلایا۔ اس شرط پر کہ تفسیر عربی زبان میں لکھی جائیگی اور فریقین جامہ تلاشی دے کر خالی ہاتھ کمرہ میں داخل ہونگے۔ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی اور ہم سب لاہور پہنچ گئے۔ مگر مرزا غلام احمد نہ آئے، اس عذر سے کہ مخالف مجھے مار دیں گے۔

اس کے بعد خلیفہ (محمود احمد) صاحب نے الفضل ۱۶ جنوری ۱۹۲۵ء میں علماء دیوبند کو قرآنی معارف نمائی کا چیلنج دیا۔ جس کے جواب میں ہم نے اخبار اہل حدیث امرتسر میں لکھا کہ ہم اس خدمت کو حاضر ہیں۔ سادہ قرآن لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آکر آمنے سامنے بیٹھ کر باپ کی مجوزہ شروط کے ماتحت تفسیر لکھو

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۳۔ نومبر ۱۹۲۵ء)۔

اس کے جواب میں خلیفہ (محمود احمد) صاحب نے یہ صورت منظور نہ کی۔ بلکہ کہا کہ انہیں کتابوں کی، خاص کر کلید قرآن کی بھی، ضرورت ہوگی۔ (الفضل ۲۵ دسمبر ۱۹۲۵ء)
ہم نے یہ صورت بھی منظور کر لی۔ مگر فریق ثانی خاموش رہا۔

اس کے بعد قادیان سے پھر آواز اٹھی کہ

حضرت امام جماعت (مرزا محمود احمد) کو اللہ تعالی نے قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔ چنانچہ حضور (مرزا محمود احمد) بارہا اس بارے میں چیلنج دے چکے ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء)۔

اس کی منظوری اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء میں ہم نے دیدی تھی۔ بعد ازاں ۳۰ مئی ۱۹۳۰ء کو یاد دہانی بھی کرائی گئی۔ آخر میں یہ کہہ کر خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے جان چھڑائی کہ

میرا یہ دعوی نہیں کہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے زیادہ عربی جانتا ہوں۔ میرا یہ دعوی ہے کہ احمدیہ جماعت معارف قرآنیہ جاننے میں حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد صاحب) کے فیض سے سب دوسرے لوگوں سے بڑی ہوئی ہے۔ (الفضل قادیان۔ ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء)

غور فرمایئے کہ اس جماعت کی ابتداء شیر کی طرح اور انتہا گیدڑ کی مثل۔ نتیجہ سارے آن بان کا یہ ہوا کہ میاں محمود احمد ہمارے مقابلے میں وہ معارف پدری نقل کر دینگے جو ان کے والد بزرگوار نے لکھے ہیں۔ اس سے زیادہ ان کی حیثیت نہیں۔

باوجود اس کے تین سال بعد لائل پور (حال فیصل آباد پاکستان) میں (مرزا محمود احمد نے) ناواقفوں کے سامنے پھر ڈینگ ماری ہے کہ

'میں نے بارہا چیلنج کیا ہے کہ معارف قرآنی میرے مقابلہ میں لکھو۔ حالانکہ میں کوئی مامور نہیں۔ مگر کوئی بھی اس کے ماننے کو تیار نہیں ہوا۔

(الفضل قادیان ۲۴۔اپریل ۱۹۳۴ء ص ۸)

قادیانی ممبرو! خدا لگتی کہو کہ ہم نے جواب میں فوراً ہی نہیں کہا تھا کہ سادہ قرآن اور سادہ کاغذ اور آزاد قلم لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں آجاؤ۔ پھر تم کیوں نہ آئے؟ تم نے اس کے جواب میں کیا کہا تھا؟

اچھا چلو اب کیا حرج ہے ؟ مرزا مرا یا سارنگی ٹوٹی ۔اب بھی آجایئے ۔ہم سادہ قرآن لیکر پہنچ جائیں گے۔آپ کو اجازت ہے جو کتاب چاہیں حتی کہ کلید قرآن بھی ساتھ لے آئیں ۔ بٹالہ میں آئیں ۔ یا امرتسر میں ۔ جہاں آپ کو آسانی ہو، تشریف لے آئیں ۔

انصاف یہ ہے جسے آپ کے سوا تمام سمجھ دار سمجھ سکتے ہیں کہ تفسیر نویسی سے ہمارا اورآپ کا اصلی اختلاف نہیں مٹ سکتا ۔اس سے تو اتنا معلوم ہوسکتا ہے (وہ بھی کسی مسلمہ منصف کے فیصلے کے بعد) کہ ایک فریق تفسیر اچھی لکھ سکتا ہے ۔ اس سے مرزا صاحب متوفی کے دعوی مسیحیت موعودہ پرکوئی اثرنہیں ہوسکتا ۔اس پر اگر اثر ہے تو اس فیصلے کا ہے جس کو خود مدعی (مرزا غلام احمد) نے فیصلہ بلکہ' آخری فیصلہ' قرار دیا ہوا ہے ۔ اس لئے ضروری اور اشد ضروری ہے کہ بعد مقابلہ تفسیر نویسی کے' آخری فیصلہ' پر ہمارے ساتھ آپ کی سیر کن بحث ہونے کے بعد مسلمہ منصف سے فیصلہ کرایا جائے ۔ تاکہ روز کے اختلافات سے امت کو چین نصیب ہو ۔کیا آپ منظور کریں گے ؟

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر یکم جون ۱۹۳۴ء مطابق ۱۷صفر۱۳۵۳ھ جلد۳۱ نمبر۳۰ ص ۳ ۔ ۴)

قادیان میں تفسیر نویسی کا بحران

قادیان سے کبھی یہ آواز نکلی تھی کہ ہم قرآن مجید کے معارف وحقائق ایسے جانتے ہیں جن کو اور کوئی نہیں جانتا،کوئی ہے جو ہمارا مقابلہ کر سکے۔

ادھر سے جواب دیا گیا کہ: ہم ہے۔(مولانا ثناء اللہ فرماتے ہیں کہ ہم تیار ہیں ۔آؤ۔)

اس لئے کہ دوسرے علماء تو قادیان کے بڑے میاں (مرزا غلام احمد) کو قابل خطاب ہی نہ جانتے تھے، چھوٹے بھیئے (مرزا محمود احمد) کو کون پوچھتا۔مگر ہمیں تو قادیان سے خاص تعلق ہے کیونکہ ہم نے تو ان سے سہ صد روپیہ انعام بھی لیا ہوا ہے، جو کسی اور نے نہیں لیا۔ ہمارا یہ کہنا بالکل صحیح ہے :

مجھ سا مشتاق جہاں میں کہیں پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

ہماری پہلی تیاری کے خاتمہ پر سالانہ جلسہ قادیان میں ایک پرانے احمدی بابو عمر الدین شملوی نے خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) کو دو مرتبہ رقعہ لکھا کہ مولوی ثناء اللہ کی آمادگی بابت تفسیر نویسی کا جواب دیجئے۔ مگر خلیفہ صاحب نے ایک ہی بات کہی کہ: ہم نے پی ہی نہیں۔

اس کے بعد قادیان میں پھر جوش اٹھا، تو ہم نے اہل حدیث امرتسر مورخہ یکم جون ۱۹۳۴ء میں پھر للکارا کہ خبردار! ہم جاگتے ہیں۔

بس اتنا کہنا تھا کہ چور بھاگ گیا۔

اب پھر ایک پکا احمدی تنخواہ حلال کرنے کو سامنے آیا چنانچہ لکھتا ہے اور خوب لکھتا ہے اور وہی لکھتا ہے جو ایک پکے احمدی کے شایان شان ہے۔ چنانچہ اس کے الفاظ بطور نمونہ درج ذیل ہیں:

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کو تلبیس اور باطل آرائی میں اس درجہ کمال حاصل ہے کہ یہودیوں میں بھی شاید ہی اس کی کوئی نظیر مل سکے۔ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) یا آپ کے خدام میں سے کسی کے مقابلہ پر آنے کی آج تک آپ کو کبھی جرأت نہیں ہوئی۔ لیکن شہرت پسندی اور جاہ طلبی آپ کو نچلا بھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ اس لئے ہر معاملہ میں خواہ مخواہ ٹانگ اڑا لیتے ہیں۔ مگر جب اظہار حقیقت کا وقت آتا ہے، تو نہایت ہوشیاری اور اور کمال عیاری کے ساتھ پہلو بچا کر نکل جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ آپ کی ابتدائی شوراشوری کو دیکھنے والا جب انتہائی بے نمکی کا مشاہدہ کرتا ہے تو حیران رہ جاتا ہے۔ (الفضل ۵ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۵)

ہمارے خیال میں ایک فقرہ راقم مضمون سے رہ گیا ہے، اگر وہ لکھ دیتا تو ساری عبارت مزین ہو جاتی اور وہ تھا بھی بالکل صحیح، یعنی:

مولوی ثناء اللہ مقابلہ سے بھاگتا ہے تو سیدھا قادیان جا پہنچتا ہے

ناظرین! تکلیف کر کے یکم جون ۱۹۳۴ء کا اخبار اہل حدیث امرتسر ملاحظہ

کریں۔اس میں ہم نے کیا کمی رکھی ہے۔صاف لکھا ہے کہ بلا شرط چلے آ ؤ۔ جو کتاب چاہو ساتھ لے آ ؤ۔ ہاں ،آخری فیصلہ، پر گفتگو کرنے کی منظوری طلب کی تھی ۔ پس اگر خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) خود کہیں گے کہ میں آپ سے بحث نہیں کر سکتا،تو ہم اس ضمیمہ کو چھوڑ دیں گے اور محض تفسیر نویسی میں مقابلہ کریں گے۔

لیکن خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی تازہ تفسیر دیکھ کر ہمارے دل میں ایک ضروری شرط آئی ہے، وہ بھی اس لئے کہ فیصلہ ہو سکے۔ ایسا نہ ہو کہ مقابلہ ادھورا رہ جائے۔ وہ تفسیر آپ کی اس قابل ہے کہ عربی اور فارسی اور ترکی وغیرہ اسلامی زبانوں میں ترجمہ کر کے اسلامی ممالک میں بھیج دی جائے کہ دیکھئے ہمارے ہندوستان میں ایسے ایسے بلند پایہ مفسر ہیں جو قرآن کریم کی تفسیر میں ایسے نکات بتاتے ہیں کہ جو بقول نواب محسن الملک مرحوم ،خدا کو بھی معلوم نہیں (نواب محسن الملک نے سرسید احمد خان کو ایک خط میں لکھا تھا کہ آپ ایسی تفسیر کرتے ہیں جو خدا کو بھی معلوم نہیں ،(یعنی غلط)۔ یہاں اس کی طرف اشارہ ہے۔ثناء اللہ امرتسری)

حضرات ! خلیفہ صاحب قادیان (مرزا محمود احمد) سے سوال ہوا کہ حضرت ابراہیمؑ نے جو مردے زندہ ہونے کا سوال کیا تھا،اس کا کیا مطلب تھا۔خلیفہ صاحب نے جواب دیا اور کیا اچھا دیا:

> فرمایا،حضرت ابراہیمؑ کا ایمان تھا کہ خدا تعالی احیاء موتی کر سکتا ہے مگر وہ اپنی اولاد کے متعلق یہ اطمینان حاصل کرنا چاہتے تھے کہ اس پر بھی فضل ہو گا اور وہ بھی زندہ قوم بن سکے گی اس کے متعلق خدا تعالی نے انہیں بتایا کہ تمہاری اولاد کو چار دفعہ زندہ کیا جائے گا۔ اور چار بار اس پر خاص فضل نازل ہو گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ایک دفعہ حضرت موسی کے وقت ۔دوسری دفعہ حضرت عیسی کے وقت۔ تیسری دفعہ رسول کریم ﷺ کے وقت۔ اور چوتھی دفعہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) کے وقت ۔حضرت ابراہیم کی اولاد پر خدا تعالی نے خاص فضل کیا چار پرندوں کی تمثیل سے یہی بات بتائی گئی تھی۔ (الفضل قادیان ۶ جولائی ۱۹۳۴ء ص ۶)

ماشاء اللہ چشم بد دور۔ اس تفسیر پر مفصل ریمارک تو لاہوری پیغامی کریں گے،ہمیں تو صرف یہ پوچھنا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی برلاسی ،حضرت

ابراہیم کی اولاد کب سے بنے ہیں۔ یہ تو برلاس مغل کی اولاد سے ہیں۔ چنانچہ حال ہی میں جو ایڈریس وائسرائے کو احمدیوں نے دیا ہے اس میں مرزا غلام احمد صاحب بانی سلسلہ کو برلاس مغل کی اولاد سے بتایا ہے۔ لیکن آج وہ حضرت ابراہیم کی اولاد سے سنے جاتے ہیں، حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود آپ ابراہیم بنتے رہے ہیں۔ چنانچہ آپ کا ایک شعر ہے:

میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار

اگر اولاد ابراہیم سے مراد امت محمد یہ پنجابیہ ہے جن کی طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مبعوث ہوئے ہیں تو کیا پنجابی قوم حضرت ابراہیم کی اولاد ہے؟ کہتے ہوئے ذرا عقل و حیا سے کام لیا کرو۔ مگر چونکہ حاشیہ نشینان وظیفہ خوار ہیں، کسی کی مجال نہیں کہ چوں کرے ورنہ تنخواہ بند اور مکان ضبط، ففروا ۔ اس لئے وہ اس خودغرضانہ نصیحت پر عمل پیرا ہوتے ہیں:

اگر شہ روز را گوید شب است ایں
بباید گفت اینک ماہ و پروین

ناظرین کرام! اس قسم کی اعجب العجائب تفسیر کے مصنف کی قدر کرنے والا اگر کوئی نہ ہوا، تو بے قدری میں کیا لطف آئے گا اس لئے تفسیر نویسی کی صحت اور عمدگی کے فیصلے کے لئے کوئی غیر جانبدار عربی دان منصف ہونا چاہیے:

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

کیا اب بھی قادیان کے وظیفہ خوار ہم کو فراری قرار دیں گے۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۰ جولائی ۱۹۳۴ء مطابق ۷ ربیع الآخر ۱۳۵۳ھ جلد ۳۱ نمبر ۳۷ ص ۷۔۸)

قادیانی چیلنج متعلقہ تفسیر نویسی کی حقیقت

منشی محمد عبداللہ معمار امرتسریؒ لکھتے ہیں:

قادیانی اصحاب کا قدیمی شیوہ ہے کہ وہ ہزارہا انسانوں کی موجودگی میں

چاروں شانے چت گرنے کے باوجود اٹھ کر یہی کہتے ہیں کہ :

ہمارا گرنا کیا معنی، کشتی ہی نہیں ہوئی۔

اور اگر چاروں طرف کی لعنت ملامت سے مرعوب و شرمندہ ہو کر اقرار بھی کریں گے، تو فتح اپنی ہی ظاہر کریں گے۔

ان کے اعلیٰ حضرت (مرزا قادیانی) بھی تمام عمر اسی روش پر گامزن رہے۔ کوئی ایک دو نہیں دس بیس بار چھوڑ ہزار دفعہ مرزا جی کی کسی بات کی مکمل و مدلل و معقول و مسکت تردید کرنے کے مرزا غلام احمد صاحب بار بار اپنی اس دلیل کو دہراتے جاتے تھے وہ بھی اس شان میں کہ :

آج تک ہماری اس بات کو رد کرنے کی کسی کو جرأت ہی نہیں پڑی

اخبار اہل حدیث امرتسر کے ناظرین پر واضح ہے کہ قادیان سے جب کبھی مقابلہ جوئی کی صدا بلند ہوئی، اہل حدیث نے فوراً لبیک کہا۔ مگر خدا جانے اہل حدیث امرتسر کی آواز میں کونسا کذب سوز جادو بھرا ہے کہ اس کے بلند ہوتے ہی قادیانی گروہ اموات غیر احیا کا بہروپ بھر لیتا ہے۔

منجملہ بیسیوں امور متنازعہ کے تفسیر نویسی کے معاملہ کو ہی دیکھ لیجئے۔ قادیان سے ہر سال دو سال بعد علماء اسلام کے تفسیر نویسی میں مقابلہ کا چیلنج شائع ہوتا ہے مگر جب ادھر سے آمادگی کا اعلان سنتے ہیں، وہیں اپنے اسلاف کے نقش قدم پر عمل کرتے ہوئے یجعلون اصابعهم فی آذانهم کا مصداق بن جاتے ہیں۔ کچھ عرصہ بعد پھر هل من مبارز کے نعرے لگاتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

۱۹۲۵ء میں قادیانی اخبار الفضل نے اعلان کیا کہ کوئی ہے جو ہمارے خلیفہ کے بالمقابل تفسیر نویسی کے جوہر دکھا سکے؟

اس کے جواب میں ادھر سے جب آمادگی کا اظہار ہوا تو قادیانی صاحب .... جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

اس کے بعد ۱۹۳۰ء میں بولے اور ہزاروں کے مجمع میں بہزار فخر و مباہات بڑی آن بان کے ساتھ بولے (الفضل ۸، ۲۸ مارچ ۱۹۳۰ء۔ ص ۵، ۱۵)

مولانا فاتح قادیان نے اس کے جواب میں بلا کسی بے جا تعلیٰ کے سادہ الفاظ میں یہ شریفانہ نوٹ لکھا:

پہلے بھی خلیفہ قادیان نے (کئی دفعہ) چیلنج دیا اور (ہر بار) ہم نے لکھا کہ بسم اللہ تشریف لایئے بالمقابل تفسیر لکھئے،

جواب میں (قادیانیوں کی طرف سے) آج تک ہاں نہ پہنچی بلکہ انکار کر گئے۔

گذشتہ را صلوۃ۔ اب سہی۔ ہماری طرف سے کوئی شرط نہیں۔ سادہ قرآن، کاغذ قلم دوات لے کر الگ الگ ایک دوسرے کے سامنے بیٹھنا ہوگا۔ تفسیر اور معارف کے لئے ضروری ہوگا کہ علوم عربیہ کے ماتحت ہوں اور بس

(اہل حدیث امرتسر ۲۳ مئی ۱۹۳۰ء)

میاں محمود احمد نے اس پر یہ جواب لکھا کہ:

میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں (الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء)

میرا یہ دعوی نہیں کہ میں مولوی ثناء اللہ صاحب سے زیادہ عربی جانتا ہوں

(الفضل ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء)

ناظرین غور فرمائیں جو شخص علوم عربیہ سے کورا ہوگا، وہ قرآن پاک کی تفسیر کیا خاک کرے گا۔ ہاں اپنے والد (مرزا غلام احمد) صاحب کی طرح الحمد لله بمعنی غلام احمد، مالك يو م الدين بمعنی قادیانی خلافت کا زمانہ بتاوے تو ہوسکتا ہے۔ سائیں بلھے شاہ نے سچ فرمایا:

باجھوں علموں کرے فقیری کا فرمرے دیوانہ ہو

اس کے علاوہ خلیفہ صاحب نے اپنے دیگر مضامین میں گل کھلائے وہ ان کی علمیت کا واضح ثبوت ہیں۔ چنانچہ انہوں نے لکھا:

اول تو میں تفسیر اردو زبان میں کرونگا، عربی دانی کا میرا دعوی نہیں۔

دوم عربی اور اردو تفاسیر میدان مقابلہ میں اپنے پاس رکھ کر تفسیر لکھونگا۔

کلید قرآن بھی ساتھ رکھوں گا اس پر مزید یہ کہ تفسیر بھی وہ کرونگا جو میرے ابا جان اپنی کتابوں میں درج کر گئے ہیں۔ وغیرہ

مولانا ثناء اللہ نے لکھا کہ میاں عقل کی بات کرو۔ تفسیر دانی کا دعویٰ کرتے ہو، اور بوقت مقابلہ اپنے باوا صاحب کی تحریفات (دمشق بمعنی قادیان وغیرہ) کے ناقہ کی حیثیت اختیار کرتے ہو۔ گستاخی معاف، والد کی تفسیر کو اپنانا آریوں کے مشہور مسئلہ کے مشابہ ہے۔

سنو صاحب! اگر تمہیں علوم قرآنیہ سے ذرہ بھر بھی مس ہے تو باتیں بنا کر وقت ضائع نہ کرو۔ میں تمہیں ہر طرح کی سہولت دینے کو تیار ہوں۔ تم کہتے ہو میں عربی کا بڑا عالم نہیں ہوں، چلو تمہیں اجازت ہے کہ اردو ہی میں لکھ لینا۔ تم تفسیرات ساتھ رکھنا چاہتے ہو، جاؤ رکھ لینا۔ کلید قرآن رکھنے کی بھی اجازت ہے اور:

اگر اب بھی نہ تم سمجھے تو پھر تم سے خدا سمجھے۔

(مرقع قادیانی بابت جنوری ۱۹۳۲ء ص ۲۴۔۳۰)

اس تحریر کے بعد قادیانیوں پر کچھ ایسی اوس پڑی کہ گذشتہ کئی سال بالکل امن و امان سے گزر گئے۔ ہم قادیانی بزرگوں کی اس خلاف معمول خاموشی کو ان کی شرافت اور عادت پر محمول کر کے اندازہ لگا بیٹھے تھے کہ اب قادیانی اصحاب راہ راست پر آتے جا رہے ہیں، مگر ناگہاں اخبار الفضل یکم اکتوبر ۱۹۳۸ء کے ایک مضمون نے ہمیں اپنی رائے تبدیل کرنے پر مجبور کر دیا۔ آہ:

رہا ٹیڑھا مثال موئے گیسو
کبھی مرزائی کو سیدھا نہ پایا

ناظرین سابقہ واقعات کو ملحوظ رکھ کر قادیانی الفاظ پڑھیں۔ اخبار مذکور لکھتا ہے:

آپ (خلیفہ قادیان) نے بارہا غیر احمدی علماء اور غیر مبایعین (لاہوری احمدیوں) کو چیلنج دیا کہ ...آؤ میرے مقابلہ میں کسی سورت یا رکوع یا آیت کی تفسیر لکھو... مگر کوئی ان میں سے مقابلہ کیلئے نہ اٹھا۔

ناظرین ان سطور کو پڑھ کر قادیانی ادا کی داد دیں۔ حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کیا ہی سچ فرمایا ہے:

جب انسان حیا چھوڑ دیتا ہے تو جو چاہے بکے کون اس کو روکتا ہے۔ (اعجاز احمدی۔ ص ۳)

مرزائیو! ان چالوں سے کب تک اپنے ہم نواؤں کو اندھیرے میں رکھ سکو گے۔ سنو وہ دن دور نہیں جب کہ حسب فرمان الٰہی یوم تبلی السرائر جھوٹ بولنے والوں کے منہ بند ہو جائیں گے۔ فاتقوا الله ثم اتقوا الله

بالآخر مجھے مولانا فاتح قادیان کی ذات بابرکات سے پوری امید ہے کہ آپ اب کی دفعہ بھی مثل سابق قادیانیوں غلط بیانیوں کو طشت از بام کرنے کے لئے قادیانی چیلنج کی کھلے الفاظ میں منظوری دیتے ہوئے خلیفہ قادیان کو میدان میں نکلنے کے لئے مجبور کر دیں گے۔ واللہ الموفق

مولانا ثناء اللہ امرتسری آخر میں یہ نوٹ لکھتے ہیں:

بے شک بٹالہ کی جامع مسجد میں آجائیں:

ہمیں میداں ہمیں چوگاں ہمیں گوئے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ نومبر ۱۹۳۸ء مطابق ۲ شوال ۱۳۵۷ھ جلد ۳٦ نمبر ۴ ص ۵۔٦)

خلیفہ قادیان کا چیلنج تفسیر نویسی

پھر دوبارہ عشق کا دل میں اثر پیدا ہوا

اخبار الفضل قادیان مورخہ ۲۳۔ اپریل ۱۹۴۴ء سے معلوم ہوا کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے دہلی کے جلسہ میں علماء اسلام کو اپنے مقابلے میں تفسیر نویسی کا چیلنج دیا ہے۔ ناظرین آگاہ ہوں گے کہ ان کا یہ چیلنج نیا نہیں ہے بلکہ اس سے پہلے آپ کے والد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ۱۹۰۰ء میں علماء اسلام کو عموماً اور پیر مہر علی شاہ مرحوم ساکن گولڑہ (راولپنڈی) اور مجھ خاکسار کو خصوصاً تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا مگر جب میں اور دیگر علماء مقررہ تاریخ کو لاہور پہنچ گئے تو آپ قادیان سے نہ نکلے۔

اس کے بعد ۱۹۲۵ء میں خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنے باپ (مرزا غلام احمد) کی ریس میں علماء اسلام کو چیلنج دیا۔ اس کے جواب میں ہم نے صاف لکھ دیا کہ ہم اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں۔

بے شک آپ سادہ قرآن شریف لے کر بٹالہ کی جامع مسجد میں جو آپ سے قریب ہے، آجائیں اور میرے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھیں۔ ترجمہ والا قرآن شریف بھی ہاتھ میں نہ ہو، اور کوئی تفسیر بھی ساتھ نہ ہو اور تفسیر عربی زبان میں لکھی جائے۔

اس کے جواب میں آپ نے لکھا تھا میں کوئی عربی دان عالم نہیں ہوں۔ میں تو کلید قرآن بھی ساتھ رکھوں گا اور تفسیر بھی رکھوں گا پھر اپنے والد ماجد (مسیح موعود مرزا) کے لکھے ہوئے نکات بتاؤں گا۔

اس کے جواب میں ہم نے لکھا تھا کہ والد کے بتائے ہوئے نکات لکھنا اور ان کو اپنی لیاقت کا ثبوت بنانا (معاف کیجئے) آریوں کے نیوگ کے مشابہ ہے۔

یہ سلسلہ کلام جولائی ۱۹۲۵ء سے ۲۴ مارچ ۱۹۳۱ء تک جاری رہا۔ اسی عرصہ میں بعض مخلص احمدیوں (بابو عمر دین وغیرہ) نے خلیفہ قادیان کو غیرت بھی دلائی۔ جلسہ سالانہ میں ایک رقعہ بھی دیا کہ آپ اس امر کا ذکر بھی کریں کہ ہم نے مولوی ثناء اللہ کو جو چیلنج دیا تھا اسکا انجام کیا ہوا۔ مگر آپ اس پر بھی خاموش رہے۔ کیوں:

نام میرا سن کے مجنوں کو جمائی آگئی

اس سارے مکالمے کی روئیداد مرقع قادیانی بابت جنوری ۱۹۳۲ء میں درج ہے۔ شائقین اس کا ملاحظہ کر کے صحیح رائے قائم کریں۔ دوبارہ اب جو خلیفہ قادیان نے علماء اسلام کو عام طور پر چیلنج دیا ہے سب سے پہلے ہم اس کی قبولیت میں سبقت کرتے ہیں۔ کیوں

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

پس خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور ان کے مریدین سن رکھیں۔ ہم اس چیلنج کی قبولیت میں بہ شروط سبقت کرتے ہیں:

اول: اپنے والد یا کسی اور مصنف کے بتائے ہوئے نکات نقل نہیں کرنے ہونگے کیونکہ مرزا قادیانی کے نکات بیان کر دینے میں کون سا کمال ہے یہ تو ہر ایک مرزائی کر سکتا ہے اور اس میں نیوگ کا اشتباہ بھی ہے۔

دوم: اس مقابلہ میں لکھی ہوئی تفسیروں کی صحت کے کیلئے کوئی غیر جانبدار منصف ہونا چاہیے۔

سوم: اس تفسیر نویسی کے مقابلہ میں کوئی فریق غالب آ جائے (میں یا آپ) تو اس کے مذہبی عقیدے پر اثر نہیں پہنچ سکتا۔ مثلاً میں غالب آ گیا تو آپ کہہ سکتے ہیں کہ میرا مذہبی عقیدہ قادیانی صحیح ہے یہ کمزوری میری علمی کمزوری ہے عقیدہ کی نہیں۔ اس لئے لازمی ہے کہ اس مقابلے کے بعد آپ کے عقیدہ کے بنیادی پتھر پر بھی بحث کی جائے، وہ ہے مرزا صاحب قادیانی کی مسیحیت موعودہ کا موضوع۔

اس موضوع پر اچھی بسیط بحث ہونی چاہیے اور اس کے لئے بھی کوئی ذی فہم اور ذی علم منصف مقرر ہونا چاہیے۔ میری رائے میں اس بحث کے لئے کوئی ایسا شخص منصف ہو جو ہائی کورٹ کا جج یا سیشن جج رہ چکا ہو یا اتنی قابلیت رکھتا ہو۔

ارخاء عنان۔ اگر مسیحیت موعودہ پر بحث کرنا آپ کو ناگوار یا مشکل معلوم ہوتا ہو تو آپ اپنے مصلح موعود ہونے پر بحث کر لیں۔ ہم اس کے ابطال کے لئے بھی تیار ہیں۔

مختصر یہ ہے کہ ہم ٹھوس کام کرنا چاہتے ہیں جس سے ہمارے اور آپ کے مذہبی اختلاف میں فیصلہ ہو سکے اور کوہ کندن و کاہ برآوردن کا مصداق نہ ہو۔ پس آپ تیار ہو کر اور ہوش سنبھال کر آیئے اور میں آپ کو اعلان کر دوں تو بے جا نہ ہو گا

سنبھل کے رکھیو قدم دشت خار میں مجنوں
کہ اس نواح میں سودا برہنہ پا بھی ہے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۵ مئی ۱۹۴۴ء مطابق ۱۱ جمادی الاول ۱۳۶۳ھ جلد ۴۱ نمبر ۱۸ ص ۴)

قادیانی تفسیر نویسی

قادیانی تحریک کے بانی اور ان کے اتباع میں یہ کمال ہے کہ وہ شکست پر شکست کھا کر بھی دل برداشتہ نہیں ہوتے، یا دل برداشتگی ظاہر نہیں ہونے دیتے۔ جس کی مثالیں ان کی تحریک میں بکثرت ملتی ہیں۔ مثلاً ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی مناظر کی متعلق جو پیش گوئی تھی کہ ۱۵ ماہ میں مر جائے گا، جب وہ میعاد کے اندر نہ مرا، تو مرزا

صاحب مرد میدان بن کر کھڑے ہو گئے اور اپنی بات منوانے کے لئے وہی عذر کیا جو متنبّی نے اپنی محبوبہ سعاد کی طرف سے وعدہ خلافی ہونے پر کیا تھا

اذا غدرت حسناء اوفت بعهدها

و من عهدها ان لا يدوم لها عهد

محبوبہ وعدہ خلافی کرے تو خلاف نہ سمجھو کیونکہ اس کے وعدہ میں یہ داخل تھا کہ پورا نہ کرے گی

اسی طرح قادیانی مرزا جی نے کہا کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم دل میں ڈر گیا ہے (وغیرہ) اس لئے نہیں مرا۔

اسی طرح جب محمدی بیگم سے نکاح نہ ہوا، تو کہہ دیا کہ نکاح فسخ ہو گیا یا تاخیر میں پڑ گیا۔

محمدی بیگم کا خاوند مرزا سلطان محمد میعاد کے اندر فوت نہ ہوا تو کہہ دیا اس نے بھی مرزا غلام احمد صاحب کو بزرگ سمجھ لیا، اس لئے بچ گیا۔

اسی طرح کئی ایک واقعات ہیں جن کی بابت جب ان کو یقین ہوا کہ پبلک کی یاد سے نکل گئے ہیں تو آئیں بائیں کرکے خاموش کرنے کی کوشش کی۔

آج ہم جس واقعہ کا ذکر کرنے کو ہیں وہ بالکل چراغ بکف داشتہ کی مثال ہے۔ اخبار الفضل مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء نے خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) کی تفسیر نویسی کے متعلق ایک ڈینگ بلکہ ڈانگ ماری ہے کہ

حضرت امیر المومنین خلیفہ قادیان نے اپنے مخالفین کو بارہا یہ چیلنج دیا ہے کہ معارف قرآنی بیان کرنے کو میدان میں میرے مقابلہ میں آئیں۔ مگر آج تک کسی کو سیدھی راہ سے یہ چیلنج قبول کرنے کی جرأت نہیں ہوئی

(الفضل قادیان ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء ص ۵)

یہ دعویٰ ایسا سفید جھوٹ ہے کہ عرب کا مشہور و معروف کاذب جس کا نام عرقوب تھا، اس کو یہ بھی نہیں سوجھا تھا اور جس کی بابت شاعر نے کہا ہے

كانت مواعيد عرقوب لها مثلا

اس کے جواب میں گذشتہ واقعات پیش کرنا ہم کافی سمجھتے ہیں۔ جس طرح قادیانی گروہ اخفاء حق میں خاص ملکہ رکھتا ہے ہم بھی اظہار حق میں بفضلہٖ تعالیٰ کمال

رکھتے ہیں ۔ پس ناظرین عموماً اور قادیانی اتباع خصوصاً غور سے سنیں ۔

۱۹۲۵ء میں خلیفہ قادیانی (مرزا محمود احمد) نے تفسیر نویسی کا علمائے اسلام کو چیلنج دیا جس کو مدیر اہل حدیث نے یہ کہتے ہوئے کہ

بلائیں زلف جاناں کی اگر لیں گے تو ہم لیں گے

بآواز بلند قبول کیا ۔ اس کے بعد بمرّات وکرّات ادھر ادھر سے مضامین نکلتے رہے یہاں تک کہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) نے اپنی بے بضاعتی اور عدم لیاقتی کا اظہار ان لفظوں میں کیا کہ

میری طرف سے یہ چیلنج نہیں کہ میں بڑا عالم ہوں میں تفسیروں کو بھی دیکھوں گا ۔ نجوم الفرقان بھی پاس رکھوں گا ۔ وغیرہ

آخر یہاں تک اعتراف کر گئے کہ میں معارف قرآنیہ اپنے والد کے بتائے ہوئے بیان کروں گا ۔ چنانچہ الفضل ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء میں مرقوم ہے :

غیر احمدی علماء مل کر قرآن کریم کے وہ معارف روحانیہ بیان کریں جو پہلی کسی کتاب میں نہیں ملتے اور جن کے بغیر روحانی تکمیل ناممکن تھی ۔ پھر میں ان کے مقابلہ پر کم سے کم دو گنے معارف قرآنیہ بیان کروں گا ۔ یعنی جو حضرت مسیح موعود نے لکھے ہیں ۔ وہ ان مولویوں کو تو کیا سوجھنے تھے پہلے مفسرین و مصنفین نے بھی نہیں لکھے ۔ اگر میں کم سے کم دو گنے ایسے معارف نہ لکھ سکوں تو بے شک مولوی صاحبان اعتراض کریں ۔

(الفضل قادیان ۳۱ جنوری ۱۹۳۱ء)

بس یہ ہوا تھا انجام اس چیلنج کا جس کا نقشہ کسی شاعر نے اس شعر میں کھینچا ہے

حباب بحر کو دیکھو یہ کیسا سر اٹھاتا ہے
تکبر وہ بری شئے ہے کہ فوراً ٹوٹ جاتا ہے

باوجود اس کے الفضل ۱۳ نومبر ۱۹۴۵ء میں یہ کہنا کہ تفسیر نویسی کے چیلنج کو کسی نے قبول نہ کیا، قادیانی محاورے میں کچھ معنی رکھتا ہو گا مگر عام محاورے میں سفید جھوٹ ہے ۔

قادیانی ممبرو! ہم سے پوچھو تو ہم تم کو اس کا جواب سکھا دیتے ہیں۔ صاف لکھ دو کہ ہم تو خلیفہ جی کی بات کو کبھی گرنے نہیں دیں گے۔ کیوں

میں وہ نہیں کہ تجھ بت سے دل مرا پھر جائے
پھروں میں تجھ سے تو مجھ سے میرا خدا پھر جائے

قادیانی ممبرو! خلیفہ کو تفسیر نویسی کے لئے جامع مسجد بٹالہ میں سامنے لاؤ۔ سادہ قرآن ایک ہاتھ میں اور کاغذ و قلم دوسرے ہاتھ میں لے کر بالمقابل دس دس قدم کے فاصلہ پر بیٹھ جائیں۔ اس قدر فاصلہ کو کوئی مشیر یا مددگار نہ ہو۔ اور جو تفسیر ہم دونوں لکھیں وہ علوم عربیہ کے ماتحت ہو۔ پھر دیکھا جائے گا کہ کون تفسیر لکھتا ہے اور کون تحریف کرتا ہے

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۳۰ نومبر ۱۹۴۵ء مطابق ۲۴ ذی الحج ۱۳۶۴ھ جلد ۴۲ نمبر ۴۸ ص ۴۔۵)

قادیانی تفسیر نویسی کا ڈھونگ

بت کریں آرزو خدائی کی۔ شان ہے تیری کبریائی کی

مرزا غلام احمد قادیانی نے علماء کو چیلنج دیا تھا کہ میرے سامنے بیٹھ کر تفسیر نویسی کیجیئے۔ جن علماء کو آپ نے مخاطب کیا تھا، ان میں خاکسار بھی ایک تھا، مگر اول مخاطب پیر مہر علی شاہ مرحوم گولڑہ والے تھے۔ میدان مقابلہ مع تاریخ لاہور مقررہ ہوا۔ پیر صاحب موصوف تاریخ مقررہ پر لاہور پہنچ گئے مگر حضرت مرزا صاحب جن کا دعوی تھا

الا اننی فی کل حرب غالب (میں ہر مقابلے میں غالب رہونگا)،

بغرض مقابلہ تاریخ مقررہ پر لاہور نہ پہنچے۔

اہل اسلام نے شاہی مسجد میں جلسہ کر کے حالات پبلک کو سنا دیئے۔

بحکم الولد سر لابیہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے فرزند میاں محمود احمد نے بھی علماء کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ یہ سمجھ کر کہ چیلنج دینے میں کیا حرج ہے آخر

ہمارے مرید بات تو وہی مانیں گے جو ہم کہیں گے کیونکہ وہ تو اپنے عقیدہ کے ایسے پکے ہیں کہ ان کا قول ہے

ما مریداں رو بسوئے کعبہ چوں آریم چوں
رو بسوئے خانہ خمار دارد پیر ما

بڑے میاں تو خیر کم وبیش عربی جانتے تھے چھوٹے میاں سبحان اللہ، عربی تو کجا انٹرنس تک ہر ایک جماعت میں فیل ہوتے رہے (لیکچر لائل پور)۔ آخر کار یہ کہتے ہوئے تعلیم ختم کر دی

یہ تو قسمت کہاں تھی کہ کروں کسب کمال
بے کمالی میں بھی افسوس میں کامل نہ ہوا

یہ ابا جی سے بھی بڑھ گئے۔ میرے ساتھ ہی اپنے سگے بھائی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کو بھی بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا۔ انہوں نے کیا جواب دیا، یہ تو وہی بتائیں گے، میں نے تو صاف لفظوں میں چیلنج قبول کیا۔ چنانچہ پرانے حوالے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۳۰ نومبر میں شائع کر چکا ہوں۔ ناظرین انہیں غور سے پڑھیں۔ ان کے جواب میں الفضل کے نامہ نگار نے الفضل ۸ دسمبر ۱۹۴۵ء میں ایک نوٹ درج کرایا ہے جس کا ملخص یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے چیلنج منظور کیا مگر سیدھی راہ سے نہیں۔ سیدھی راہ سے ان کی مراد یہ تھی اور اب بھی ہے کہ میاں محمود احمد کتب لغت اور نجوم الفرقان و سابقہ تفسیریں بھی ساتھ رکھیں گے، مولوی ثناء اللہ نے ان باتوں سے انکار کر کے گویا سیدھی راہ سے چیلنج قبول نہیں کیا۔

حکماء کا قول ہے کہ ایک جھوٹ کو ثابت کرنے کے لئے آدمی کو بہت سے جھوٹوں کا مرتکب ہونا پڑتا ہے۔ میں انہی دنوں کا ایک حوالہ پیش کر دیتا ہوں جن دنوں میاں محمود احمد صاحب کو تفسیر نویسی کا شوق ہوا تھا اور آپ نے اپنے کمال علم اور لیاقت کا اظہار کرنے کو یہ لکھا تھا میرا دعوی یہ نہیں کہ میں عربی میں ماہر ہوں یا میں ایسا ہوں ویسا ہوں اس لئے میں کتب لغت اور نجوم الفرقان و کتب تفسیر بھی ساتھ رکھوں گا۔ میں نے مرزا محمود احمد کو دروازے تک پہنچانے کے لئے آخری نوٹ جو لکھا وہ ناظرین کے لئے عموماً اور قادیانیوں کے لئے خصوصاً قابل دید اور لائق غور ہے۔ وہ

نوٹ یہ ہے:

پس اے احمدی دوستو! سن رکھو ہم اور علماء کی طرح تمہارے بے قدر نہیں کہ تمہاری آواز کو ہواء شتر جان کر خاموش رہیں بلکہ تمہارے دل سے قدردان ہیں۔ پس سیدھے ہو کر چلو اور بٹالہ، امرتسر یا لاہور میں آ جاؤ اور سادہ قرآن شریف لے کر ہمارے سامنے تفسیر القرآن لکھو۔ لو ہم تمہیں اجازت دیتے ہیں کہ حسب خواہش خود کلید قرآن عربی اور اردو تفسیرات سابقہ بھی ساتھ رکھ لو۔ مگر وقت محدود ہوگا،

تا سیاہ روئے شود ہر کہ دروغش باشد

(مرقع قادیانی جنوری ۱۹۳۲ء ص ۳۰)

قادیانی ممبرو! سنتے ہو اور جانتے بھی ہو، میں کون ہوں ؟

انا صخرة الوادی اذا ما زوحمت
و اذا نطقت فاننی الجوزاء

ہاں یہ شرط ضروری ہے کہ وہ نکات اور معارف جو فریقین بتائیں گے لغت عرب کے ماتحت ہوں گے۔ ایسا نہیں کہ مولوی عبدالرب دہلوی کے وعظ کی طرح ہوں (مولانا احمد حسن کانپوری مرحوم جو استاد منطق تھے صدرا، یا قاضی مبارک وغیرہ میں جہاں کہ سبق آسان آتا فرماتے جلدی چلو آج مولوی عبدالرب کا وعظ ہے۔ ہم پوچھتے کہ حضرت اس مثال کے کیا معنی۔ فرماتے مولوی صاحب مرحوم کا وعظ یہ ہوتا تھا کہ فالعادیات ضبحا کا مطلب ہے محرم کا حلوہ پکایا کرو۔ مجھے یقین ہے کہ خلیفہ قادیان کے معارف و نکات بھی ایسے ہی ہوں گے جن کا نمونہ ان کی تفسیر کی جلد اول میں ملتا ہے جو بالکل اس شعر کا مصدق ہے چہ خوش گفت است سعدی در زلیخا۔ یا ایھا الساقی ادر کاسا و ناو لھا) و العادیات ضبحا کا نکتہ معرفت یہ ہے کہ محرم کا حلوہ پکایا کرو۔ پس اس شرط کو ملحوظ رکھ کر آؤ اور جلدی آؤ، مگر میں کہے دیتا ہوں کہ نہیں آؤ گے اور ہرگز نہیں آؤ گے۔ کیوں

بہانہ کرتا ہے ساقیا کیا نہیں ہے شیشے میں مئے کا قطرہ
خدا نے چاہا تو دیکھ لیں گے تیرا سبو بھی نہیں رہے گا

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۱ دسمبر ۱۹۴۵ء مطابق ۱۵ محرم ۱۳۶۵ھ جلد ۴۲ نمبر ۱۵ ص ۴۔۵)

عجائبات مرزا

علماء کرام کی آراء زریں بر رسالہ عجائبات مرزا

مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی

رسالہ عجائبات مرزا جناب مولانا ثناء اللہ صاحب فاتح قادیان نے تقریظ کے لئے ارسال فرمایا۔ مولانا ممدوح کی ذات گرامی تعارف کی محتاج نہیں وہ ملک ہندوستان میں بے مثل جامع عالم ومناظر ہیں۔ بالخصوص قادیانی لٹریچر میں آپ کو بے نظیر قابلیت حاصل ہے۔

مولانا ممدوح نے اس کتاب کا نام عجائبات مرزا رکھنے میں عجب کمال دکھایا جو واقعی اسم بامسمی ہے۔ مرزا قادیانی کی جو تحریریں اس کتاب میں زیر بحث لائی گئی ہیں وہ محض پریشان خیال اور خیالی تک بندیاں ہیں۔ معلوم نہیں مرزا قادیانی اپنا وقت ان تک بندیوں میں کیوں خرچ کرتے تھے۔

والسلام خیر ختام

مولانا غلام محمد گھوٹوی شیخ الجامعہ عباسیہ بہاولپور

مولانا ثناء اللہ صاحب کا فضلاء ہند جو درجہ ہے وہ مزید تعارف کا محتاج نہیں۔ آپ ماشاء اللہ بہت بڑے اسلامی مناظر ہیں۔ تمام فرق کفار کے مذاہب پر آپ کو سیر حاصل عبور حاصل ہے۔ بالخصوص قادیانی اور اس کے اذناب کے دھوکہ دہ بیانات واستدلالات کی قلعی کھولنے میں آپ کو یکتائی کا درجہ ملا ہے۔ آپ نے علم کلام مرزا میں اور اس کے بعد عجائبات مرزا میں جو درحقیقت پہلی کتاب کا بہ تبدیل نام دوسرا حصہ ہے مرزا قادیانی کے

دلائل کا بہترین جواب دیا ہے۔ اللہ تعالی آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کے ان احسانات میں مزید اضافہ کی توفیق عطا فرمائے۔ میں نے ان ہر دو کتب کو پڑھا ہے یہ دونوں کتابیں اس قابل ہیں کہ مسلمان انہیں یاد کرلیں ۔احقر الانام غلام محمد

مولانا احمد اللہ صدر مدرس مدرسہ رحمانیہ دہلی

نحمد الله و نستعينه و نصلی علی رسو له اما بعد

رسالہ عجائبات مرزا مولفہ مولانا ابوالوفاء ثناءاللہ صاحب رئیس المناظرین میں نے مطالعہ کیا خوب ہی مکائد و ہفوات متضادہ مرزا غلام احمد اور ان کے پسر محمود احمد کو واضح فرمایا۔ اللہ سبحانہ مولانا موصوف کی سعی کو مشکور فرمائے ۔ یہ اکاذیب واساطیر باطلہ مرزا غلام احمد ہیں یا مالیخولیا و مسلوب العقل کے مزخرفات کا تودہ ہے۔ تعجب یہ ہے کہ پھر بھی مرسل من جانب اللہ ہونے کا دعوی ہے اف لہ ۔ اور ان کے اتباع ایمان فروشی پر فریفتہ ہیں خلق کے سامنے مکر و فریب کا جال ڈال رکھا ہے جس کا نتیجہ یوم القیامۃ خسران و عذاب دائمی ہے ۔

حررہ : احمد اللہ غفرلہ مدرس مدرسہ دار الحدیث رحمانیہ دہلی

مورخہ ۲۴ رمضان المبارک ۱۳۵۱ھ

قاری محمد طیب صاحب مہتمم دارالعلوم دیوبند

الحمد لله و سلام علی عباده الذين اصطفی اما بعد

رسالہ عجائبات مرزا جس کو شیر پنجاب مولانا ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری کی تصنیف ہونے کا شرف حاصل ہے، احقر کی نظر سے گذرا ۔

یہ رسالہ متنبی قادیان کے تہافت و تلبیس اور مصنف محترم کی صداقت معانی اور موشگافی کا آئینہ ہے ۔ مرزا قادیانی نے اپنی نبوت کو قرون وسنین کے بہت سے پیچیدہ حسابات لگا کر جوڑا تھا لیکن ماشاءاللہ مصنف ممدوح کی

ایک ہی ضرب نے دلیل کی ساری جمع تفریق باطل کردی۔ گومرزا قادیانی کے خلف مرزا محمود احمد نے اس بہی کھاتہ کی جمع بندی کی تصحیح کرتے ہوئے ان فرضی حسابات کو برقرار رکھنے کی سعی کی ہے مگر مصنف کے نکتہ رس قلم نے اس سارے سیاہی پر سیاہی پھیر دی اور حاصل حساب کچھ بھی باقی نہ چھوڑا

جزاہ اللہ عنا وعن جمیع المسلمین خیر الجزاء

رسالہ ہر اعتبار سے نافع اور قابل استفادہ ہے

و آخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین

احقر محمد طیب غفرلہ مہتمم دارالعلوم دیوبند ۲۲ رمضان ۱۳۵۱ھ

مولانا محمد عالم مولف کاویہ مدرس اسلامیہ سکول امرتسر

مرزا قادیانی کو ماؤف الدماغ نہ سمجھنا خود ماؤف الدماغی کا اعتراف ہوگا جسکے ثبوت بہم پہنچانے کو حضرت مولانا شیر پنجاب کی اس تازہ تصنیف کے ہر دو حصوں (علم کلام مرزا و عجائبات مرزا) کا مطالعہ از بس ضروری ہے اس لئے ناظرین کا فرض ہے کہ مولانا کی ایسی تصانیف کو مطالعہ کر کے لطف اندوز ہوں و اللہ الموفق ۔

رقیمہ بندہ آسی مولف کاویہ عفا عنہ

مولانا غلام مصطفیٰ صاحب مفتی احناف امرتسر

الحمد للہ وحدہ و الصلوۃ و السلام علی من لا نبی بعدہ ۔

مرزا قادیانی کو اپنے زور کلام پر بڑا ناز تھا اس کے اذناب بھی اس کو سلطان القلم اور جدید علم کلام کا بانی قرار دیتے ہیں لیکن فی الحقیقت مرزا کا کلام چند اوہام و اختلافات کا مجموعہ ہے۔ مولوی ثناء اللہ صاحب نے رسالہ علم کلام مرزا لکھ کر ایک اچھا کام ہے میں نے اس کا حصہ دوم (عجائبات مرزا) کے چیدہ چیدہ مقامات کا مطالعہ کیا اس باب میں اس کو مفید پایا۔ حق تعالی اس خدمت کو قبول فرمائے اور مسلمانوں کو قادیانی مزخرفات سے محفوظ رکھے

بحر مة النبی الکر یم علیه الصلوة و التسلیم
و انا ا حقر الوری غلام مصطفیٰ الحنفی القاسمی الامرتسری عفا اللہ عنہ
۲۹ رمضان ۱۳۵۱ھ

مولا نا احمد علی صاحب شیرانوالہ دروازہ لاہور

عجائبات مرزا مرتبہ امام المناظرین فخرالمتکلمین عمدۃ المحققین حضرت مولا نا ابوالوفا ثناء اللہ صاحب امرتسری کو میں نے اول سے آخر تک غور سے پڑھا مرزا غلام احمد قادیانی نے عمر دنیا کی تحقیق میں جو انوکھا ثبوت اپنی نبوت کا پیش کیا تھا مولا نا ممدوح نے اس رسالہ میں مرزا قادیانی کی عبارات ہی سے تضاد ثابت کر کے اس تحقیق کی تکذیب اور انہی کے منہ سے ان کی نبوت مخترعہ کی تردید کر کے دکھائی ہے۔ چونکہ مرزا بشیر الدین محمود احمد بھی اس استدلال میں اپنے والد صاحب کے ہم نوا ہیں علاوہ اس کے خلیفہ صاحب اپنے والد (مرزا غلام احمد) کو دور جدید کا باوا آدم قرار دیا ہے حضرت مولا نا نے ثابت کیا ہے کہ خلیفہ بشیر الدین محمود کے استدلال کی بنا پر مرزا قادیانی کی عمر ایک ہزار اکتیس سال ہوتے ہے و ذلك صریح البطلا ن
یہ فضل مولا نا المکرّم ہی کے حصہ میں ازل سے آیا ہے کہ ان کے قلم گوہر رقم کے نکات دور حاضر کے دجال کے دجل کے لئے عصائے موسیٰ کا کام دیتے ہیں دست بدعا ہوں کہ اللہ تعالیٰ اس خدمت عظمیٰ کو قبول فرمائے اور مولا نا ممدوح کو مدت مدید تک دین مبین کے احیاء کے لئے سلامت رکھے۔ آمین
احقر الانام۔ احمد علی عفی عنہ امیر انجمن خدام الدین

مولا نا ابوالقاسم صاحب سیف بنارسی

میں نے رسالہ عجائبات مرزا مصنف مولا نا ابوالوفا ثناء اللہ پڑھا۔ قادیانی متنبّی کی نسبت آپ کی مفید و پراز معلومات تصنیفات پڑھ کر اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مرزا کی باتیں محض مجنون کی بڑ ہیں جو مسیح موعود کو کبھی دنیا کے چھٹے

ہزار میں کہتا ہے اور کبھی ساتویں ہزار میں حالانکہ دنیا کی عمر کی کوئی روایت یا اثر عندالمحد ثین صحیح اور معتبر نہیں اسی طرح عیسوی مذہب کو چوتھے ہزار میں پیدا ہونا بالکل نئی تاریخ یا یکسر غلط اور لغو ہے آخر میں خلیفہ محمود کی جو تحریر منقول ہے وہ اس مثل کی مصداق ہے

بڑے میاں تو بڑے میاں، چھوٹے میاں سبحان اللہ۔

باری تعالی مصنف کے علم وفضل میں برکت دے کہ آپ کے ذریعہ سے ہم لوگ زمانہ حال کے دجاجلہ کے دجل وفریب سے واقف ہوجاتے ہیں آپ کی محنت واقعی قابل داد ہے اللہ تعالی آپ کو بہترین جزاء عنایت فرمائے

محمد ابوالقاسم البنارسی

....

انكم لفى قول مختلف يؤفك عنه من افك

عجائبات مرزا

پہلے مجھے دیکھئے

خدا کی شان ہے میں جب کبھی کوئی کتاب مرزا غلام احمد قادیانی متوفی کے خیالات کی تردید میں شائع کرتا ہوں تو یہ سمجھتا ہوں کہ قادیانی مباحث پر اب کسی اور کتاب کی ضرورت نہ ہوگی، مگر چند روز بعد ایک نیا مضمون دیکھتا ہوں تو جی میں آتا ہے کہ جو لطف میں نے اس سے پایا ہے پبلک کو بھی اس میں شریک کروں۔

چند روز کا واقعہ ہے کہ میں نے رسالہ علم کلام مرزا شائع کیا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو بحیثیت مصنف اور متکلم کے پبلک میں پیش کیا۔ وہ رسالہ اکابر علماء کو بہت پسند آیا۔ چنانچہ علماء کرام نے اس پر پرزور رائیں لکھیں۔ایک عنایت فرمانے تو اس کی تحسین میں یہاں تک لکھا کہ اس موضوع پر کچھ مزید بھی چاہیے۔ انہی کے اشارے سے میرے دل میں ایک باب کا اضافہ ہوا، جو آج ہدیہ ناظرین ہے۔ اس

لحاظ سے اس رسالہ کو علم کلام مرزا کا دوسرا حصہ سمجھنا چاہیے۔ اس میں مرزا غلام احمد کی صرف ایک دلیل پر بحث کی گئی ہے جسکی بابت ان کا دعوی ہے کہ:

وہ میرے مسیح موعود ہونے پر کھلی دلالت کرتی ہے (تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۰۱)

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اس بحث کو بطور مستدل کے پیش کیا ہے، اس لئے علم کلام مرزا میں اس کو جگہ مل سکتی ہے۔ اگر وہ اس کو خالص الہامی صورت میں رکھتے تو ہم بھی اس کو علم کلام میں نہ لاتے بلکہ الہامات مرزا میں رکھتے۔

مزید لطف کے لئے اسی باب کا ایک ضمیمہ لگایا گیا ہے جس میں میاں محمود احمد خلف مرزا غلام احمد قادیانی کے جواہر ریزے دکھائے گئے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ الولد سر لابیہ بالکل صحیح ہے۔

ابوالوفا ثناءاللہ امرتسری شوال ۱۳۵۱ھ فروری ۱۹۳۳ء

دل چسپ قابل دید وشنید

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی مسیحیت موعودہ پر مختلف قسم کی کئی ایک دلیلیں پیش کی ہیں۔ عقلی بھی اور نقلی بھی۔ آج جس دلیل پر ہم بحث کرنے کو ہیں یہ بڑی زبردست عقلی اور نقلی دلائل سے مرکب دلیل ہے اس دلیل کا خلاصہ سنتے ہی سامع کو اس کی نسبت اعتماد ہوسکتا ہے۔ خلاصہ اس کا ہمارے الفاظ میں یہ ہے۔

قرآن اور احادیث اور جملہ انبیاء علیہم السلام کے کلام سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت آدم سے قیامت تک دنیا کی عمر سات ہزار سال (بحساب قمری) ہے کل انبیاء نے بتایا ہوا ہے کہ مسیح موعود دنیا کے چھٹے ہزار میں مامور اور مبعوث ہوکر اہل دنیا کو ضلالت اور بربادی بچائے گا چنانچہ میں (مرزا) اسی چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔(

عربی رسالہ ما الفرق بین آدم و المسیح الموعود خطبہ الہامیہ صفحہ ۳۱۰ خزائن ج ۱۶ ص ایضاً)

مبنی گفتگو حضرت آدم کی تاریخ پیدائش ہے جب کہ وہ تاریخی زمانہ سے پہلے کا واقعہ ہے تو اس کا علم کیسے ہو؟ سو مرزا غلام احمد قادیانی کے ہم شکر گزار ہیں کہ انہوں نے اس سے ہمیں سبک دوش فرمایا۔ چنانچہ لکھا ہے:

آنخضرتﷺ حضرت آدم سے قمری حساب (یاد رہے خدا نے حساب قمری رکھا ہے۔تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۲۵۔قادیانی خزائن ج ۲۲ص ۴۵۷) کے رو سے چار ہزار سات سوانتالیس برس بعد میں مبعوث ہوئے ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص۹۲)

پس اب سارے حساب میں آسانی ہوگئی۔ تیرہ سال اقامت مکہ کے ملائیں ،تو سنہ اول ہجری کو انسانی دنیا کی عمر چار ہزار سات سو باون سال ہوئے۔ ان میں دوسو اڑتالیس ملانے سے پورے پانچ ہزار ہو جائیں گے۔یعنی ۲۴۸ھ کو دنیا کی عمر پورے پانچ ہزار سال ہوگئی تھی۔اس کے بعد چھٹا ہزار چلا جو ۱۲۴۸ھ کو ختم ہوا۔اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کا کلام یکے بعد دیگرے ناظرین کے سامنے اصل الفاظ میں پیش کیے دیتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس خصوص میں اپنے متعلق دو دعوی کئے ہیں۔ ایک یہ کہ میں چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں۔ دوم یہ کہ میری بعثت دراصل آنخضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔اس بیان میں آپ کی تحریر بہت لطیف ہے۔ ناظرین بغور سنیں فرماتے ہیں:

آنخضرتﷺ کی بعثت اول کا زمانہ ہزار پنجم تھا جو اسم محمد کا مظہر تجلی تھا یعنی یہ بعث اول جلالی نشان ظاہر کرنے کے لئے تھا،مگر بعث دوم جس کی طرف آیت کریمہ و آخرین منهم لما يلحقوا بهم میں اشارہ ہے وہ مظہر تجلی اسم احمد ہے جو اسم جمالی ہے جیسا کہ آیت ومبشراً برسول يأتي من بعدي اسمه احمد اسی کی طرف اشارہ کر رہی ہے اور اس آیت کے یہی معنی ہیں کہ مہدی معہود جس کا نام آسمان پر مجازی طور پر احمد ہے جب مبعوث ہوگا تو اس وقت وہ نبی کریم جو حقیقی طور پر اس نام کا مصداق ہے اس مجازی احمد کے پیرائے میں ہوکر اپنی جمالی تجلی ظاہر فرمائے گا۔ یہی وہ بات ہے جو اس سے پہلے میں نے اپنی کتاب ازالہ اوہام میں لکھی تھی یعنی یہ کہ میں اسم احمد میں آنخضرتﷺ کا شریک ہوں اور اس پر نادان مولویوں نے جیسا کہ ان کی ہمیشہ سے عادت ہے شور مچایا تھا حالانکہ اگر اس سے انکار کیا جائے تو تمام سلسلہ اس پیش گوئی کا زیر زبر ہو جاتا ہے بلکہ قرآن شریف

کی تکذیب لازم آتی ہے جو نعوذ باللہ کفر تک نوبت پہنچاتی ہے۔ لہذا جیسا کہ مومن کے لئے دوسرے احکام الٰہی پر ایمان لانا فرض ہے ایسا ہی اس بات پر بھی ایمان لانا فرض ہے کہ آنحضرت ﷺ کے دو بعث ہیں۔

ا۔ ایک بعث محمدی جو جلالی رنگ میں ہے جو ستارہ مریخ کی تاثیر کے نیچے ہے جسکی نسبت بحوالہ توریت، قرآن شریف میں یہ آیت ہے محمد رسول الله و الذين معه اشداء على الكفار رحماء بينهم۔

۲۔ دوسرا بعث احمدی جو جمالی رنگ میں ہے جو ستارہ مشتری کی تاثیر کے نیچے ہے جس کی نسبت بحوالہ انجیل قرآن شریف میں یہ آیت ہے و مبشراً برسول يأتي من بعدي اسمه احمد

(تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۶۔قادیانی خزائن ج ۱۷۔ص ۲۵۳۔۲۵۴)

ناظرین کی تفہیم کے لئے تھوڑی سی تشریح کئے دیتے ہیں۔ قرآن شریف کی سورہ جمعہ میں ہے:

هو الذي بعث في الاميين رسولا منهم يتلوا عليهم آياته و يزكّيهم ويعلّمهم الكتاب و الحكمة وان كانوا من قبل لفي ضلال مبين ۔ و آخرين منهم لمّا يلحقوا بهم و هو العزيز الحكيم (سورہ جمعہ:۲) (ترجمہ: خدا نے عرب کے ان پڑھوں میں رسول بھیجا جو خدا کے احکام ان کو سناتا ہے اور کتاب اور حکمت سکھاتا ہے تحقیق وہ اس سے پہلے گمراہ تھے اور جو ابھی پیدا نہیں ہوئے ان میں بھی یہی رسول بھیجا ہے)

مرزا غلام احمد قادیانی کہتے ہیں کہ اس آیت میں آنحضرت ﷺ کی دو بعثتیں ہیں۔ ایک وہ جس کا تعلق الامیین یعنی عربوں سے ہے۔ دوسری بعثت وہ جس کا تعلق عجم یعنی ہندوستان وغیرہ سے ہے۔ یہ بعثت، و آخرين منهم سے نکلتی ہے۔

مطلب آیت کا یہ بتاتے ہیں کہ خدا تعالی نے آنحضرت ﷺ کو پہلی بعثت کے وقت عربوں میں مبعوث کیا، دوسری میں سب دنیا خصوصاً ہندوستان میں کیا۔ اس دوسری بعثت میں خود تشریف نہیں لائے بلکہ (مرزا قادیانی) کی شکل میں آپ کی بعثت ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ میں یہ تشریح پڑھئے۔ فرماتے ہیں:

اس وقت جب منطوق آیت

و آ خر ین منھم لما یلحقوا بھم ،

اور نیز حسب منطوق آیت

قل یا ایھا الناس انی رسو ل اللہ الیکم جمیعا ،

آنحضرتﷺ کے دوسرے بعث (رسالت) کی ضرورت ہوئی اور ان تمام خادموں نے جو ریل اور تار اور اگن بوٹ اور مطابع اور احسن انتظام ڈاک اور باہمی زبانوں کا علم اور خاص کر ملک ہند میں اردو نے جو ہندوؤں اور مسلمانوں میں ایک زبان مشترک ہوگئی تھی ، آنحضرتﷺ کی خدمت میں بزبان حال درخواست کی کہ یا رسول اللہ ﷺ ہم تمام خدام حاضر ہیں اور فرض اشاعت پورا کرنے کے لئے بدل و جان سرگرم ہیں آپ تشریف لایئے اور اس اپنے فرض کو پورا کیجئے کیونکہ آپ کا دعوی ہے کہ میں تمام کافہ ناس کے لئے آیا ہوں اور اب یہ وقت کہ آپ ان تمام قوموں کو جو زمین پر رہتی ہیں قرآنی تبلیغ کر سکتے ہیں اور اشاعت کو کمال تک پہنچا سکتے ہیں اور اتمام حجت کے لئے تمام لوگوں میں دلائل حقانیت قرآن پھیلا سکتے ہیں۔ تب آنحضرتﷺ کی روحانیت نے جواب دیا کہ دیکھو میں بروز کے طور پر آتا ہوں مگر میں ملک ہند میں آؤں گا کیونکہ جوش مذاہب و اجتماع جمیع ادیان اور مقابلہ جمیع ملل ونحل اور امن اور آزادی اسی جگہ ہے اور نیز آدم علیہ السلام اسی جگہ نازل ہوا تھا پس ختم دور زمانہ کے وقت بھی وہ جو آدم کے رنگ میں آتا ہے، اسی ملک میں اس کو آنا چاہیے تا آخر اور اول کا ایک ہی جگہ اجتماع ہوکر دائرہ پورا ہو جائے اور چونکہ آنحضرتﷺ کا حسب آیت و آ خر ین منھم دوبارہ تشریف لانا بجز صورت بروز غیر ممکن تھا اس لئے آنحضرتﷺ کی روحانیت نے ایک ایسے شخص کو اپنے لئے منتخب کیا جو خلق اور خو اور ہمت اور ہمدردی خلائق میں اس کے مشابہ تھا اور مجازی طور پر اپنا نام احمد اور محمد اس کو عطا کیا تا یہ سمجھا جائے کہ گویا اس کا ظہور بعینہ آنحضرتﷺ کا ظہور تھا لیکن یہ امر کہ یہ دوسرا بعث کس زمانہ میں چاہیے تھا

؟ اس کا یہ جواب ہے کہ چونکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں تناسب واقع ہے اور وضع شی فی محلہ اس کی عادت ہے جیسا کہ اسم حکیم کے مفہوم کا مقتضا ہونا چاہیے اور نیز وہ بوجہ واحد ہونے کے وحدت کو پسند کرتا ہے اس لئے اس نے یہی چاہا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآن خلقتِ آدم کی طرح چھٹے دن کی گئی یعنی بروز جمعہ ایسا ہی تکمیل اشاعت کا زمانہ بھی وہی ہو جو چھٹے دن سے مشابہ ہو لہذا اس نے اس بعث دوم کے لئے ہزار ششم کو پسند فرمایا اور وسائل اشاعت بھی اسی ہزار ششم میں وسیع کئے گئے اور ہر ایک اشاعت کی راہ کھولی گئی ہر ایک ملک کی طرف سفر آسان کئے گئے ۔جا بجا مطبع جاری ہو گئے ۔ ڈاک خانہ جات کا احسن انتظام ہو گیا۔اکثر لوگ ایک دوسرے کی زبان سے بھی واقف ہو گئے ۔اور یہ امور ہزار پنجم میں ہرگز نہ تھے۔ بلکہ اس سے ساٹھ سال پہلے جو اس عاجز کی گذشتہ عمر کے ہیں ان تمام اشاعت کے وسیلوں سے ملک خالی پڑا ہوا تھا۔ اور جو کچھ ان میں سے موجود تھا وہ ناتمام اور کم قدر اور شاذ و نادر کے حکم میں تھا۔

(تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۰۱۔قادیانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۶۲۔۲۶۳)

(جمعہ کو دنیا کا چھٹا روز کہنا عیسائی معمول ہے جو اتوار سے ہفتہ کو شروع کرتے ہیں شرع اسلام میں جمعہ ساتواں دن ہے کیونکہ شرعی ہفتہ سنیچر سے شروع ہوتا ہے چنانچہ عربی میں سنیچر کو یوم السبت کہتے ہیں۔ مرزا قادیانی عیسائیوں کے عیسی بن کر آئے مگر اصطلاحات میں ان کے موافق ہو گئے)

ناظرین کرام آپ سمجھ گئے ہوں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ میں جو چھٹے ہزار میں مبعوث ہوا ہوں یہ میری بعثت درحقیقت آنحضرت ﷺ کی بعثت ثانیہ ہے۔ اسی لئے اس بعثت مرزائیہ سے انکار کرنے والے کو مرزا غلام احمد قادیانی قرآن شریف کا منکر قرار دیتے ہیں ۔چنانچہ آپ کے الفاظ یہ ہیں:

اور جس نے اسبات سے انکار کیا کہ نبی علیہ السلام کی بعثت چھٹے ہزار سے تعلق رکھتی ہے جیسا کہ پانچویں ہزار سے تعلق رکھتی تھی پس اس نے حق کا اور نص قرآن کا انکار کیا۔(خطبہ الہامیہ۔ص ۲۷۱)

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی خود بعثت محمدیہ مبعوث ہوئے ہیں اس کا لازمی

نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ مرزا قادیانی کے اتباع بھی صحابہ کرام کے درجہ پر فائز ہوں۔ چنانچہ آپ نے اس کی تصریح فرما دی ہے:

جو میری جماعت میں داخل ہوا وہ درحقیقت خیر المرسلین (ﷺ) کے صحابہ میں داخل ہوا یہی معنی آخرین منھم کے لفظ کے ہیں۔(خطبہ الہامیہ ص ۲۵۸۔۲۵۹)

(صحابہ کے بعد فضیلت میں دوسرا درجہ تابعین کا ہے جنہوں نے صحابہ کرام کو دیکھا۔ پس جن لوگوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں دیکھا وہ ان کے اتباع کو دیکھ کر تابعین بن سکتے ہیں (مگر ایمان شرط ہے) شیر قالین دگراست شیر نیستاں دگراست)

ناظرین! مرزا غلام احمد قادیانی نے چھٹے ہزار میں مبعوث ہونا پوری تفصیل سے بیان کیا ہے چنانچہ ایک مقام پر آپ کے الفاظ یہ ہیں:

پھر (خدا نے) ارادہ فرمایا کہ پوشیدگیوں کو پورے طور پر ایک ہی شخص میں ظاہر کرے جو ان خصلتوں کا ہو پس آدم کی روحانیت نے جامع کامل تجلی کے ساتھ جمعہ کے دن آخری ساعت میں تجلی میں فرمائی یعنی اس دن جو چھ کا چھٹا ہے اسی طرح ہمارے نبی کریم ﷺ کی روحانیت نے پانچویں ہزار میں اجمالی صفات کے ساتھ ظہور فرمایا اور وہ زمانہ اس روح نے کی ترقیات کا انتہائی نہ تھا بلکہ اس کے کمالات کے معراج کے لئے پہلا قدم تھا پھر اس روحانیت نے چھٹے ہزار کے آخر میں یعنی اسوقت پوری طرح تجلی فرمائی جیسا کہ آدم چھٹے دن کے آخر میں احسن الخالقین خدا کے اذن سے پیدا ہوا اور خیر الرسل کی روحانیت نے اپنے ظہور کے کمال کے لئے اور اپنے نور کے غلبہ کے لئے ایک مظہر اختیار کیا جیسا کہ خدا تعالی نے کتاب مبین میں وعدہ فرمایا تھا پس میں وہی مظہر ہوں پس ایمان لا اور کافروں سے مت ہو اور اگر چاہتا ہے تو اس خدا تعالی کے قول کو پڑھ ھو الذی ارسل رسولہ بالھدی آخر آیت تک۔ پس یہ اظہار کا وقت اور روحانیت کے ظہور کے کمال کا وقت ہے اے مسلمانوں کی جماعت اور اسی لئے آثار میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ چھٹے ہزار میں مبعوث ہوئے حالانکہ آنجناب کی بعثت قطعا اور یقیناً پانچویں ہزار میں تھی پس شک نہیں کہ یہ اشارہ ہے تجلی تام کے وقت

کی طرف اور استیفاء مرام کی طرف اور روحانیت کے ظہور کے کمال کی طرف اور جہاں میں محمدی فیوض کے موج مارنے کے دنوں کی طرف اور یہ چھٹے ہزار کا آخر ہے جوزمانہ کہ مسیح موعود کے اترنے کے لئے مقرر ہے جیسا کہ انبیاء کی کتابوں سے سمجھا جاتا ہے اور یہ زمانہ یقیناً خدا تعالی کی طرف سے آنحضرت ﷺ کے قدم رکھنے کی جگہ ہے جیسا کہ آیت و آخرین منھم اور پاک تحریروں؟ اور دوسری آیتوں سے مفہوم ہوتا ہے پس اگر تو عقل مند ہے تو فکر کر اور جان کہ ہمارے نبی کریم ﷺ جیسا کہ پانچویں ہزار میں مبعوث ہوئے ایسا ہی مسیح موعود کی بروزی صورت اختیار کر کے چھٹے ہزار کے آخر میں مبعوث ہوئے اور یہ قرآن سے ثابت ہے اس میں انکار کی گنجائش نہیں اور بجز اندھوں کے کوئی اس معنی سے سر نہیں پھرتا کیا و آخرین منھم کی آیت میں فکر نہیں کرتے اور کس طرح منھم کے لفظ کا مفہوم متحقق ہو۔ اگر رسول کریم آخرین میں موجود نہ ہوں جیسا کہ پہلوں میں موجود تھے پس جو کچھ ہم نے ذکر کیا اسکی تسلیم سے چارہ نہیں اور منکروں کیلئے بھاگنے کا راستہ بند ہے (خطبہ الہامیہ ص ۲۶۵۔۲۷۱۔قادیانی خزائن ج ۱۷ص ایضاً)

اس کی مزید تشریح بھی سنئے مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

ہم ابھی لکھ چکے ہیں کہ تکمیل ہدایت کا دن چھٹا دن تھا یعنی جمعہ، اس لئے رعایت تناسب کے لحاظ سے تکمیل اشاعت ہدایت کا دن بھی چھٹا دن ہی مقرر کیا گیا یعنی آخر الف ششم جو خدا کے نزدیک دنیا کا چھٹا دن ہے جیسا کہ اس وعدہ کی طرف آیت لیظھرہ علی الدین کلہ اشارہ فرما رہی ہے اور اس چھٹے دن میں آنحضرت ﷺ کے خو اور رنگ پر ایک شخص جو مظہر تجلیات احمدیہ اور محمدیہ تھا مبعوث فرمایا گیا تا تکمیل اشاعت ہدایت فرقانی اس مظہر تام کے ذریعہ سے ہو جائے غرض خدا تعالی کی حکمت کاملہ نے اس بات کا التزام فرمایا کہ جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی چھٹے دن ہوئی تھی ایسا ہی تکمیل اشاعت ہدایت قرآنی کیلئے الف ششم مقرر کیا گیا جو بموجب نص قرآنی چھٹے دن کے حکم میں ہے اور جیسا کہ تکمیل ہدایت قرآنی کا چھٹا دن جمعہ

تھا ایسا ہی ہزار ششم میں بھی خدا تعالی کی طرف سے جمعہ کا مفہوم مخفی ہے یعنی جیسا کہ جمعہ کا دوسرا حصہ تمام مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کرتا ہے اور متفرق آئمہ کو معطل کر کے ایک ہی امام کا تابع کر دیتا ہے اور تفرقہ کو درمیان سے اٹھا کر اجتماعی صورت مسلمانوں میں پیدا کر دیتا ہے یہی خاصیت الف ششم کے آخری حصہ میں ہے یعنی وہ سبھی اجتماع کو چاہتا ہے اسی لئے لکھا ہے کہ اس وقت اسم ہادی کا پرتو ایسے زور میں ہوگا کہ بہت دور افتادہ دلوں کو بھی خدا کی طرف کھینچ لائے گا اور اسی کی طرف اشارہ اس آیت میں ہے ونفخ فی الصور فجمعنا هم جمعا پس یہ جمع کا لفظ اسی روحانی جمعہ کی طرف اشارہ ہے غرض آنحضرت ﷺ کیلئے دو بعث مقدر تھے ایک بعث تکمیل ہدایت کے لئے دوسرا بعث تکمیل اشاعت ہدایت کے لئے اور یہ دونوں قسم کی تکمیل روز ششم سے وابستہ تھی تا خاتم الانبیاء کی مشابہت خاتم المخلوقات سے اتم اور اکمل طور پر ہو جائے اور دائرہ خلقت اپنے استدارات کاملہ کو پہنچ جائے سو ایک تو وہ روز ششم تھا جس میں آیت الیوم اکملت لکم دینکم نازل ہوئی اور دوسرے وہ روز ششم ہے جس کی نسبت آیت لیظھرہ علی الدین کله میں وعدہ تھا یعنی آخری حصہ ہزار ششم اور اسلام میں جو روز ششم کو عید کا دن مقرر کیا گیا ہے یعنی جمعہ کو یہ بھی درحقیقت اسی کی طرف اشارہ ہے کہ روز ششم تکمیل ہدایت اور تکمیل اشاعت ہدایت کا دن ہے اس وقت تمام مخالف مولویوں کو ضرور یہ بات ماننی پڑے گی کہ چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء تھے اور آپ کی شریعت تمام دنیا کے لئے عام تھی اور آپ کی نسبت فرمایا گیا تھا ولکن رسول الله و خاتم النبین اور نیز آپ کو یہ خطاب عطا ہوا تھا قل یا ایھا الناس انی رسول الله علیکم جمیعا سو اگرچہ آنحضرت ﷺ کے عہد حیات میں وہ تمام متفرق ہدایتیں جو حضرت آدم علیہ السلام سے حضرت عیسی علیہ السلام تک تھیں قرآن شریف میں جمع کی گئیں لیکن مضمون آیت قل یا ایھا الناس انی رسول الله الیکم جمیعا صرف آنحضرت ﷺ کی زندگی میں عملی طور پر

پورا نہیں ہو سکا کیونکہ کامل اشاعت اس پر موقوف تھی کہ تمام ممالک مختلفہ یعنی ایشیاء اور یورپ اور افریقہ اور امریکہ اور آبادی دنیا کے انتہائی گوشوں تک آنحضرت ﷺ کی زندگی ہی میں تبلیغ قرآن ہو جاتی اور یہ اس وقت غیر ممکن تھا بلکہ اس وقت تک تو دنیا کی کئی آبادیوں کا ابھی پتہ بھی نہیں لگا تھا اور دور دراز سفروں کے ذرائع ایسے مشکل تھے کہ گویا معدوم تھے بلکہ اگر وہ ساٹھ برس الگ کر دئے جائیں جو اس عاجز کی عمر کے ہیں تو ۱۲۵۷ھ تک بھی اشاعت کے وسائل کاملہ گویا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریکہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دور دور ملکوں کے گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا کالعدم تھے اور اس زمانہ تک امریہ کل اور یورپ کا اکثر حصہ قرآنی تبلیغ اور اس کے دلائل سے بے نصیب رہا ہوا تھا بلکہ دور دور ملکوں کے گوشوں میں تو ایسی بے خبری تھی کہ گویا وہ لوگ اسلام کے نام سے بھی ناواقف تھے غرض آیت موصوفہ بالا میں جو فرمایا گیا تھا کہ اے زمین کے باشندو! میں تم سب کی طرف رسول ہوں عملی طور پر اس آیت کے مطابق تمام دنیا کو ان دنوں سے پہلے ہرگز تبلیغ نہیں ہو سکی اور نہ اتمام حجت ہوا کیونکہ وسائل اشاعت موجود نہیں تھے اور نیز زبانوں کی اجنبیت سخت روک تھی اور نیز یہ کہ دلائل حقانیت اسلام کی واقفیت اس پر موقوف تھی کہ اسلامی ہدایتیں غیر زبانوں میں ترجمہ ہوں اور یا وہ لوگ خود اسلام کی زبان سے واقفیت پیدا کر لیں اور یہ دونوں امر اس وقت غیر ممکن تھے لیکن قرآن شریف کا یہ فرمانا و من بلغ یہ امید دلاتا تھا کہ ابھی اور بہت سے لوگ ہیں جو ابھی تبلیغ قرآنی ان تک نہیں پہنچی ایسا ہی آیت و آخرین منهم لما یلحقوا بهم اس بات کو ظاہر کر رہی تھی کہ گو آنحضرت ﷺ کی حیات میں ہدایت کا ذخیرہ کامل ہو گیا مگر ابھی اشاعت ناقص ہے اور اس آیت میں جو منهم کا لفظ ہے وہ ظاہر کر رہا تھا کہ ایک شخص اس زمانہ میں جو تکمیل اشاعت کے لئے موزوں ہے مبعوث ہو گا جو آنحضرت ﷺ کے رنگ میں ہو گا اور اس کے دوست مخلص

صحابہ کے رنگ میں ہوں گے۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص۹۹۔۱۰۰)

ناظرین! ہم آپ کا وقت زیادہ لینا نہیں چاہتے ورنہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کئی ایک کتابوں میں اس مضمون کو بار بار لکھا ہے کہ میں چھٹے ہزار میں مسیح موعود بن کر مبعوث ہوا ہوں۔اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی باوجود مکرر، سہ کرر، چھ ہزار رٹنے کے چھٹا ہزار ایسا بھول گئے کہ ہمیں یہ کہنے کا موقع ملا:

کیا وعدہ تمہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

ناظرین ہمارے پیش کردہ حوالجات بغور پڑھیں۔مسیحیت کے دعوی کے متعلق سب سے پہلی کتاب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام لکھی ہے۔ اس میں فرماتے ہیں:

لطیفہ: چند روز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المائتین ہے...

... مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام پر توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورے ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا۔پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی ہے اور وہ یہ نام ہے غلام احمد قادیانی ۔ اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا نام غلام احمد نہیں ۔ بلکہ (اہل علم اہل انصاف اس بلکہ کو ملاحظہ کریں ۔نام تو ہے غلام احمد۔ چنانچہ قصبہ میں ہم نام کی نفی کرتے ہوئے صرف غلام احمد ہی لکھتے ہیں ۔مگر جب ترقی کر کے دنیا بھر کی نفی کرتے ہیں تو نام کے ساتھ مقامی نسبت کو بھی داخل کر کے غلام احمد قادیانی پورا نام بتاتے ہیں۔سچ ہے

ایں کرامت ولی ما چہ عجب گربہ شاشید گفت باراں شد۔ثناء اللہ]

میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اس وقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا نام نہیں ۔' (ازالہ اوہام طبع اول۔ص۱۸۶۔۱۸۵)

اسی کی تائید میں ایک حوالہ اور پیش ہے مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

جب میری عمر چالیس برس تک پہنچی تو خدا تعالی نے اپنے الہام اور کلام سے مجھے مشرف کیا اور یہ عجیب اتفاق ہوا کہ میری عمر چالیس برس پورے ہونے

پر صدی کا سر بھی آ پہنچا تب خدا تعالی نے الہام کے ذریعہ سے میرے پر ظاہر کیا کہ تو اس صدی کا مجدد اور صلیبی فتنوں کا چارہ گر ہے اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ تو ہی مسیح موعود ہے پھر اسی زمانہ میں خدا نے میرا نام عیسی بھی رکھا۔ (تریاق القلوب۔ص ۲۸)

ناظرین ورق الٹ کر اس رسالہ پر ملاحظہ فرمائیں جہاں ہم نے ثابت کیا ہے کہ حسب تصریح مرزا قادیانی انسانی دنیا کا چھٹا ہزار ۱۲۴۸ھ میں ختم ہو چکا مگر مرزا قادیانی چودھویں صدی کے شروع میں ماموراور مبعوث ہوئے تو چھٹے ہزار میں کہاں ہوئے بلکہ ساتویں ہزار میں سے باون سال گذار کر مبعوث ہوئے۔

مرزائی دوستو! اپنا اعتقادی حصہ الگ کر کے اپنے رئیس المتکلمین کے علم کلام کو بحیثیت متکلم جانچو گے تو ہمارا قول صحیح پاؤ گے

ہم شیخ کی سنتے تھے مریدوں سے بزرگی
جا کر کے جو دیکھا تو عمامہ کے سوا ہیچ

حضرات! اور سنئے! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی خود لکھتے ہیں:

میری پیدائش اس وقت ہوئی جب چھ ہزار برس میں سے گیارہ برس رہتے تھے۔ (تحفہ گولڑویہ حاشیہ ص ۹۵۔ قادیانی خزائن ج ۱۷ص ۲۵۲)

غور فرمایئے کہ چھٹے ہزار میں سے کل گیارہ سال رہتے تھے تو ساتواں ہزار شروع ہونے تک مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر کل گیارہ سال کی ہوگی حالانکہ آپ فرما چکے ہیں کہ میں چالیس سال کی عمر میں مامور اور مبعوث ہوا، جس کے یہ معنی ہیں کہ انتیس سال ساتویں ہزار میں سے لے کر آپ مبعوث ہوئے۔

اس پر طرفہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب تحفہ گولڑویہ مطبوعہ ۱۹۰۲ء مطابق ۱۳۲۰ھ میں فرماتے ہیں:

ہمارا یہ زمانہ (۱۳۲۰ھ) حضرت آدم علیہ السلام سے ہزار ششم پر واقع ہے یعنی حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے یہ چھٹا ہزار جاتا ہے۔
(تحفہ گولڑویہ۔ص ۹۱)

غور فرمایئے چھٹا ہزار ۱۲۴۸ھ میں ختم ہو گیا تاہم ۱۳۲۰ھ میں یعنی ۵۲ جمع ۲۰

یعنی ۲۷ سال تک بھی وہی چھٹا ہزار جاری ہے ، ابھی آگے بھی۔

اس طرفہ پرطرہ یہ ہے کہ ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ کو مرزا غلام احمد قادیانی ایک عبارت تحریر فرماتے ہیں:

اب چھٹا ہزار آدم کی پیدائش سے آخر پر ہے جس میں خدا کے سلسلہ کو فتح ہوگئی اور روشنی اور تاریکی میں یہ آخری جنگ ہے ۔ (مقدمہ چشمہ مسیحی صفحہ ب۔ خزائن ۔ ج ۲۰ ص ۳۳۶ مورخہ یکم مارچ ۱۹۰۶ء مطابق محرم ۱۳۲۴ھ)

مطلب یہ ہے ۱۳۲۴ھ تک دنیا کی عمر کا چھٹا ہزار ختم نہیں ہوا ۔ اور سنئے فرماتے ہیں:

ضرور ہے کہ مہدی اور مسیح موعود چودھویں صدی کے سر پر ظاہر ہو کیونکہ یہی صدی ہزار ششم کے آخری حصہ میں پڑتی ہے ۔

(تحفہ گولڑویہ ص ۹۵ ۔ قادیانی خزائن ج ۱۷ ص ۲۵۰)

ناظرین مندرجہ ذیل اقتباسات پر غور فرمائیں:

۱ ۔ مرزا قادیانی چھٹے ہزار سے گیارہ سال رہتے پیدا ہوئے ۔
۲ ۔ مرزا قادیانی چودھویں صدی کے سر پر چالیس سال کے تھے ۔
۳ ۔ مرزا قادیانی ۱۹۰۸ء مطابق ۱۳۲۶ھ میں فوت ہوئے ۔
۴ ۔ چودھویں صدی ہزار ششم میں واقع ہے ۔

نتیجہ : چونکہ چودھویں صدی ہزار ششم میں ہے مرزا غلام احمد قادیانی اسی صدی میں فوت ہوئے اور گیارہ سال رہتے ہوئے پیدا ہوئے تھے ، ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر گیارہ سال بھی پوری نہیں ہوئی کیونکہ بوقت انتقال مرزا ہزار ششم ابھی باقی تھا ۔

حضرات ! کتنا کمال ہے کہ اتنی تھوڑی عمر میں مرزا نے علوم پڑھے ۔ سیالکوٹ میں محرری کی ۔ مختار عدالت کا امتحان دیا ۔ مجدد بنے ۔ مہدی بنے ۔ مسیح بنے ۔ کرشن بنے ۔ غرض سب کچھ بنے لیکن ہزار ششم کے گیارہ سال ختم نہ ہوئے ۔ کیا یہ کرامت نہیں ۔

ایں کرامت ولی ما چہ عجب
گربہ شاشید گفت باراں شد

ناظرین کرام ہمارا گمان بلکہ یقین ہے کہ آپ لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کے کلام با نظام سے اکتائے نہ ہوں گے بلکہ ہماری طرح مسرور ومحظوظ ہوتے ہوں گے۔ ہاں طوالت سے ملال ہونے پر استاد غالب کا یہ شعر پڑھتے ہیں

ملے تو حشر میں لے لوں زبان ناصح کی
عجیب چیز ہے یہ طول مدعا کے لئے

اب ہم یہ بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی باوجود بار بار رٹنے کے چھٹا ہزار بھول گئے۔ ایسے بھولے کہ مطلق یاد نہ رہا۔ فرماتے ہیں

تمام نبیوں کی متفق علیہ تعلیم ہے کہ مسیح موعود ہزار ہفتم کے سر پر آئے گا۔

(لیکچر سیالکوٹ مطبوعہ ۱۹۰۴ء ص ۸)

اس تشتت بال اور تہافت مقال پر بھی قادیان کے سلطان القلم فرماتے ہیں

القصہ میری سچائی پر یہ ایک دلیل ہے کہ میں نبیوں کے مقرر کردہ ہزار (ششم یا ہفتم یا کوئی اور؟) میں ظاہر ہوا ہوں اور اگر کوئی اور بھی دلیل نہ ہوتی تو یہی ایک دلیل روشن تھی جو طالب حق کے لئے کافی تھی کیونکہ اگر اس کو رد کر دیا جائے تو خدا تعالیٰ کی تمام کتابیں باطل ہوتی ہیں۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۸)

اب ہم مرزا غلام احمد قادیانی کی ایک فیصلہ کن عبارت پیش کرتے ہیں۔ اس کے بعد ناظرین کو شالا مار باغ کے دوسرے قطعہ کی سیر کرائیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں؛

تمام نبیوں کی کتابوں اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہ معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے آدم سے لے کر آخیر تک تمام دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے اور ہدایت اور گمراہی کے لئے ہزار ہزار سال کے دور مقرر کئے ہیں یعنی ایک وہ دور ہے جس میں ہدایت کا غلبہ ہوتا ہے اور دوسرا وہ دور ہے جس میں ضلالت اور گمراہی کا غلبہ ہوتا ہے اور جیسا کہ میں نے بیان کیا خدا تعالیٰ کی کتابوں میں یہ دونوں دور ہزار ہزار برس پر تقسیم کئے گئے ہیں اول دور ہدایت کے غلبہ کا تھا اس میں بت پرستی کا نام ونشان نہ تھا جب یہ ہزار سال ختم ہوا تب دوسرے دور میں جو ہزار سال کا تھا طرح طرح کی بت پرستیاں

دنیا میں شروع ہوگئیں اور شرک کا بازار گرم ہوگیا اور ہر ایک ملک میں بت پرستی نے جگہ لے لی پھر تیسرا دور جو ہزار سال کا تھا اس میں توحید کی بنیاد ڈالی گئی اور جس قدر خدا نے چاہا دنیا میں توحید پھیل گئی پھر ہزار چہارم کے دور میں ضلالت نمودار ہوئی اور اسی ہزار چہارم میں سخت درجہ پر بنی اسرائیل بگڑ گئے اور عیسائی مذہب تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہوگیا اور اس کا پیدا ہونا اور مرنا گویا ایک ہی وقت میں ہوا۔ پھر ہزار پنجم کا دور آیا جو ہدایت کا دور تھا یہ وہ ہزار ہے جس میں ہمارے نبی ﷺ مبعوث ہوئے اور خدا تعالیٰ نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر توحید کو دوبارہ دنیا میں قائم کیا پس آپ کے منجانب اللہ ہونے پر یہی ایک زبردست دلیل ہے کہ آپ کا ظہور اس ہزار کے اندر ہوا جو روز ازل سے ہدایت کے لئے مقرر تھا اور یہ میں اپنی طرف سے نہیں کہتا بلکہ خدا تعالیٰ کی تمام کتابوں سے یہی نکلتا اور اسی دلیل سے میرا دعوی مسیح موعود ہونے کا بھی ثابت ہوتا ہے کیونکہ اس تقسیم کی رو سے ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور وہ ہزار ہجرت کی تیسری صدی کے بعد شروع ہوتا ہے اور چودھویں صدی کے سر تک ختم ہوتا ہے اس ہزار ششم کے لوگوں کا نام آنحضرت ﷺ نے فیج اعوج رکھا ہے اور ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔ چونکہ یہ آخری ہزار ہے اس لئے ضرور تھا کہ امام آخر الزمان اس کے سر پر پیدا ہو اور اس کے بعد کوئی امام نہیں اور نہ کوئی مسیح مگر وہ جو اس کے لئے بطور ظل کے ہو کیونکہ اس ہزار میں اب دنیا کی عمر کا خاتمہ ہے جس پر تمام نبیوں نے شہادت دی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۶۔۷)

ناظرین اس عبارت میں مرزا صاحب قادیانی نے تین دعوی کئے ہیں:

۱۔ عیسائی مذہب چوتھے ہزار میں پیدا ہوا اور اسی ہزار میں فنا ہوگیا۔

۲۔ دوسرا دعوی یہ ہے کہ ہزار ششم گمراہی کا ہے

۳ تیسرا دعوی یہ ہے کہ ساتواں ہزار زمانہ مسیح موعود کا ہے

دعوی اول کی بابت تو ہم تفصیل سے کہنا چاہتے ہیں۔ پس ناظرین غور سے سنیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کا کتنا دعوی اور کتنی جرأت ہے کہ عیسائی مذہب چوتھے

ہزار میں تخم ریزی کے ساتھ ہی خشک ہوگیا۔ مرزا قادیانی کے جواب میں ہمیں کبھی منطقی فلسفی دلیل یا قرآن وحدیث سے استدلال کرنے کی ضرورت نہیں ہوئی بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا اپنا قول ہی ان کی تردید یا بالفاظ دیگر تکذیب کے لئے کافی ہوتا ہے۔

ناظرین غور فرمائیں: دنیا کی کل عمر کے ۴۷۳۹ میں آنحضرت ﷺ پیدا ہوئے۔ آپ کی پیدائش اپریل ۵۷۱ کو ہوئی۔ قمری حساب سے تخمیناً سولہ سال اور بڑھا لیجئے تو ولادت نبویہ سے پانسوستاسی سال پہلے حضرت مسیح کا زمانہ بالفاظ دیگر دین عیسوی کا زمانہ شروع ہوتا ہے اور یہ پانچ سوستاسی سال دنیا کی عمر ۴۷۳۹ سے تفریق کریں تو پیدائش مسیح تک باقی ۴۱۵۲ سال دنیا کی عمر رہتی ہے جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ دین عیسوی کی ابتداء ہی پانچویں ہزار میں ہوگئی۔

اور طرح سے:

ہم چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے قائل اور مخاطب ہیں اس لئے ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم مولانا شبلی نعمانی وغیرہ کے مرہون منت ہوں جب کہ مرزا قادیانی خود ہی فرماتے ہیں

افضل البشر (محمد ﷺ) مسیح سے چھ سو برس پیچھے آیا۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۴۲)

مرزا غلام احمد قادیانی کی خاطر سے ہم حضرت مسیح کی ایک سو بیس سال عمر بھی ملا لیں تو سارا زمانہ سات سو بیس سال ہوتا ہے۔ ۴۷۳۹ میں سے سات سو بیس تفریق کرنے سے ۴۰۱۹ سال بچے۔ جس کا مطلب یہ ہوا کہ حضرت عیسی کی پیدائش دنیا کی عمر کے حساب سے بحساب قادیانی ۴۰۱۹ میں ہوئی یعنی پانچویں ہزار میں، مگر مرزا صاحب قادیانی دین عیسوی کو چوتھے ہزار میں پیدا کر کے فنا بھی کر چکے ہیں۔

عیسائی ممبرو! کہاں ہو، کیا کہتے ہو۔ اب بھی قادیانی معجزہ پر ایمان لاؤ گے یا نہیں؟ کہ تمہیں پیدا ہونے سے پہلے مرزا قادیانی نے ماردیا یہی معنی ہیں۔

چلی ہے تیغ بل کرتی ہوئی زخم آئے ہیں ترچھے
نہ بول اٹھے کوئی یارب کہ بانکا اس کا قاتل ہے

دوسری دعوی آپ کا عبارت منقولہ از چشمہ مسیحی کے خلاف ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے ۱۹۰۸ء میں انتقال کیا ہے اور عبارت مرقومہ ۱۹۰۶ء کی ہے جس میں ہزار ششم کو جاری مانا ہے تو کہنا پڑے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا سارا زمانہ ضلالت کا تھا۔ گمراہی میں پیدا ہوئے گمراہی میں چلے گئے۔

تیسرا دعوی تو ساری پہلی عبارتوں کے خلاف ہے جن میں ہزار ششم میں بعثت بتائی ہے۔

مختصر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی مسیحیت موعودہ پر بڑی زبردست دلیل یہ پیش کی ہے کہ ہم دنیا کی عمر کے ہزار ششم میں مبعوث ہوئے حالانکہ ہزار ششم انہی کے حساب سے ۱۲۴۸ھ کا ختم ہو چکا ہے۔ آپ اس سے بہت بعد مدعی مسیحیت موعودہ ہوئے۔ یہاں تک کہ آپ اپنے پہلے بیان کو بھول کر ساتویں ہزار میں تشریف لے آئے۔ پھر اس پر بھی قائم نہ رہے یہاں تک کہ ۱۹۰۶ء مطابق ۱۳۲۴ھ کو ہزار ششم کو لا موجود کیا۔

ناظرین یہ وہ زبردست دلائل ہیں جن کے حق میں مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

> یہ وہ ثبوت ہیں جو میرے مسیح موعود اور مہدی معہود ہونے پر کھلے کھلے دلالت کرتے ہیں اور اس میں کچھ شک نہیں کہ ایک شخص بشرطیکہ متقی ہو جس وقت ان تمام دلائل میں غور کرے گا تو اس پر روز روشن کی طرح کھل جائے گا کہ میں خدا کی طرف سے ہوں۔ (تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۰۲)

ہاں ہاں یہی ثبوت ہیں جن کی بنا پر مرزا قادیانی فرماتے ہیں:

> کوئی انسان نرا بے حیا نہ ہو تو اس کے لئے اس سے چارہ نہیں کہ میرے دعوی کو اسی طرح مان لے جیسا کہ اس نے آنحضرت ﷺ کی نبوت کو مانا۔
>
> (تذکرۃ الشہادتین۔ ص ۳۸)

ہم نے مرزا غلام احمد قادیانی کی زبردست دلیل کے بیانات کو بڑی محنت سے یکجا کر کے ناظرین کے سامنے رکھ دیا۔ اب یہ ان کا کام ہے کہ (بقول مرزا قادیانی) بے حیا بنیں یا بقول خدا من یکفر بالطاغوت کامل الایمان

ہم سے پوچھیں تو ہم مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی اور ان کے دلائل پر یہ

شعر بہت موزوں پاتے ہیں۔آہ:

ناز ہے گل کو نزاکت پہ چمن میں اے ذوق
اس نے دیکھے ہی نہیں ناز و نزاکت والے

قادیانی دوستو! فلاسفہ اور متکلمین میں جن امور میں اختلاف ہے ان میں سے ایک امر حدوث کائنات ہے۔متکلمین کل ماسوی اللہ کو اور اس کے سلسلہ کو حادث بالزمان مانتے ہیں۔فلاسفہ یونان چند امور کو قدیم بالزمان کہتے ہیں۔لیکن کیا مجال کہ کوئی متکلم بحث کرتے ہوئے اپنے اصول کو بھول جائے۔ ہرگز نہیں، بلکہ خواب میں بھی وہ اپنے اصول کو نہیں بھولے گا۔ مگر آپ کا متکلم ہاں رئیس المتکلمین ہاں ہاں سلطان القلم کی یہ کیا حالت ہے کہ اپنی دلیل اور اپنے بیان کو یوں بھول جاتا ہے جس طرح ایک شاعر نے اپنے معشوق کی شکایت کی ہے

مجھے قتل کرکے وہ بھولا سا قاتل
لگا کہنے کس کا یہ تازہ لہو ہے
کسی نے کہا جس کا وہ سر پڑا ہے
کہا بھول جانے کی کیا میری خو ہے

خدائی فیصلہ: آؤ ہم تمہیں ایسے اختلافات میں خدائی فیصلہ سنائیں قرآن مجید میں ارشاد ہے

لو کان من عند غیر اللہ لوجدوا فیہ اختلافا کثیرا (نساء:۸۲)(یعنی اگر قرآن کسی غیر اللہ کے پاس سے ہوتا تو لوگ اس میں بڑا اختلاف پاتے)

یہ آیت بتا رہی ہے کہ خدا کے کلام اور خدا کے انبیاء کے الہامی کلام میں اختلاف نہیں ہوتا جس کلام میں اختلاف ہو وہ الہامی یا خدا کی طرف سے نہیں اور جو کلام خدا کی طرف سے نہیں مگر متکلم اس کا اس کو خدا کی طرف سے کہتا ہے تو ایسا کہنے والا ظالم اور مفتری ہے سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون

قادیانی ممبرو!

قریب ہے یارو روز محشر چھپے گا کشتوں کا خون کیوں کر
جو چپ رہے گی زبان خنجر لہو پکارے گا آستیں کا

ضمیمہ عجائبات مرزا

الولد سر لابیہ

میاں محمود احمد خلف مرزا قادیانی کا علم کلام

مرزا غلام احمد قادیانی متوفی کے صاحبزادے میاں محمود احمد خلیفہ قادیان علم و عرفان میں (بقول حاشیہ نشینان) اتنی ترقی کر چکے ہیں کہ بڑے میاں سے بھی بڑھ گئے ہیں آپ کی علمی ترقی کا ذکر حاشیہ نشینان دربار خلافت یوں اظہار کرتے ہیں:

> حضرت امام جماعت احمدیہ اپنے زمانہ کے سب سے بڑے پاک باز اور خدا تعالی کے مقرب ثابت ہوئے ہیں کیونکہ اللہ تعالی نے محض اپنے فضل سے حضور کو قرآن مجید کا ایسا علم عطا کیا ہے جس کا کوئی مقابلہ کر سکتا (الا وہی جس نے آپ کے باپ کا مقابلہ کیا۔ ثناء اللہ) (الفضل قادیان ۲۸۔ ۷ مارچ ۱۹۳۰ء)

اس علمی کمال کے اظہار کے بعد آپ کے روحانی کمالات کا ذکر اس سے بھی عجیب تر ہے۔ آپ ایک دفعہ شملہ سے واپس آرہے تھے، چھاؤنی انبالہ پر ہردوار پسنجر پر سوار ہونا تھا۔ ہردوار پسنجر دریائے گنگا کے پل پر سے گذر کرآتا ہے۔ چند منٹ لیٹ ہو کر آیا جو معمولی بات ہے۔ حاشیہ نشینوں نے گاڑی کے لیٹ پہنچنے کو ایسی خوبی سے بیان کیا جو پڑھنے اور سننے والوں کے لئے اچھا خاصہ منٹوں تک ہنسی کا موقعہ بن جائے گا لکھا ہے:

> چونکہ آج ہردوار پسنجر پر مملکت روحانیہ کا سلطان (مرزا محمود احمد قادیانی) سوار ہونے والا تھا اس لئے گاڑی کو ضرورت محسوس ہوئی کہ گنگا میں اشنان کر کے آئے اس لئے وہ چند منٹ کا عذر کرتی (بذریعہ سیٹی) ہوئی پہنچی۔

(الفضل قادیان ۱۳۔اکتوبر ۱۹۱۷ء ص ۲)

دہلی کے شاعر استاد داغ مرحوم نے بھی ریل گاڑی کا مذاق اڑایا ہے مگر وہ شاعرانہ تخیل میں صحیح ہے۔ کیا خوب مذاق ہے

منزل یار دور اتنی ہے۔ ریل بھی جاتے چیخ اٹھتی ہے

لیکن قادیانی دربار اس سے بڑھ گیا۔ اس کے درباریوں نے ریل کو گنگا میں اشنان کرنے کے لئے اتارا، پھر چڑھایا۔ لطف یا کرامت یہ کہ کوئی مسافر (پسنجر) نہ گنگا میں ڈوبا، نہ اس کے کپڑے بھیگے۔ اسی کو کہتے ہیں:

ایں کرامت ولی ما چہ عجب۔ گربہ شاشید گفت باراں شد

ہم کون جو خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی اس کرامت سے انکار کریں۔ کریں تو لاہوری پارٹی کے سرگروہ کریں جن کو ان سے رقابت ہے۔ ہم تو واقعات سامنے رکھا کرتے ہیں چنانچہ خلیفہ قادیان کی ایک تحریر متعلقہ عمر دنیا پیش کرتے ہیں خلیفہ قادیان فرماتے ہیں:

حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) نے اس پر بہت زور دیا ہے کہ مسیح موعود کا زمانہ جمعہ کے ساتھ مناسبت رکھتا ہے بعض نے غلطی سے حضرت مسیح موعود کی تحریر سے یوں سمجھ لیا کہ دنیا کی عمر سات ہزار سال ہے حالانکہ یہ تو ایک دور کا اندازہ ہے جس طرح سات دنوں کا ایک دور ہے کیا آٹھویں دن قیامت آجایا کرتی ہے نہیں بلکہ ہر جمعہ کے بعد ساتھ ہی ہفتہ شروع ہو جاتا ہے۔ یہ تو ایک دور ہے حضرت مسیح موعود نے جس قیامت کی طرف اشارہ فرمایا ہے اس سے وہ قیامت مراد نہیں جس کے بعد فنا آنے والی ہے یہی وجہ ہے کہ جہاں حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) نے سات ہزار سال کا ذکر فرمایا وہاں یہ بھی فرمایا ہے کہ تعجب نہیں کہ اور ملکوں کے آدم اور ہوں ممکن ہے کہ افریقہ کے لوگ اس آدم کی نسل سے نہ ہوں جس کی نسل سے ہم ہیں اسی طرح یورپ کے لوگ کسی اور آدم کی اولاد ہوں غرض جہاں آپ نے آدم کا ذکر کیا ہے وہاں اس آدم کا ذکر مراد ہے جس کی موجود نسل پائی جاتی ہے پس آپ کا بصورت امکان مختلف آدموں کا تسلیم کر لینا بتاتا ہے کہ جب

آپ دنیا کی عمر سات ہزار سال بتاتے ہیں اوراس کے بعد قیامت بتاتے ہیں تواس قیامت سے مراداس دنیا کی نسل کا ایک دور ہے جوختم ہوگا اورآپ پہلے دور کے خاتم ہیں اوراگلے دور کے آدم بھی آپ ہی ہیں کیونکہ پہلا دور سات ہزارسال کا آپ پرختم ہوا اوراگلادورآپ سے شروع ہوا اسی لئے آپ کے متعلق اللہ تعالی نے فرمایا جری الله فی حلل الانبیاء اس کے یہی معنی ہیں کہ آپ آئندہ نبیوں کے حلوں میں آئے ہیں جس طرح پہلے انبیاء کے ابتدائی نقطہ حضرت آدم علیہ السلام تھے اسی طرح حضرت مسیح موعود جواس زمانہ کے آدم ہیں، آئندہ آنے والے انبیاء کے ابتدائی نقطہ ہیں ۔(ضمیمہ الفضل ۱۴ فروری ۱۹۲۸ء مقولہ مرزا محمود)

قادیانی ممبرو! سنتے ہوخلیفہ صاحب نے اس کلام میں دودعوے کئے ہیں

۱۔ایک یہ کہ سات ہزارسال کے بعد قیامت نہیں آئے گی بلکہ سات ہزارسال ہفتہ کی طرح ایک دور ہے۔

۲۔ دوسری دعوی یہ کیا کہ یہ سات ہزار دورمرزا قادیانی پرختم ہوگیا اس لئے دوسرے دور کے بابا آدم بھی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔

ہمیں کیا ضرورت ہم انکارکریں ہم تو مرزا غلام احمد قادیانی کو مانتے ہیں اور انہی کو جانتے ہیں۔ ناظرین خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے مرقومہ کلام کے نمبر دوم سے صحیح اورصاف دو نتیجے نکلتے ہیں پس آپ غور سے سنیں

(الف): مرزا قادیانی (بقول خود) چھٹے ہزار سے گیارہ سال رہتے پیدا ہوئے اور بقول خلیفہ صاحب ساتواں ہزار پورا پاکرآٹھویں ہزار کے بابا آدم بھی آپ بنے۔

بغرض آسانی ہم فرض کرلیتے ہیں کہ آٹھویں ہزار میں سے بیس سال پائے ہوں گے۔ پس گیارہ چھٹے ہزار کے اور بیس سال آٹھویں ہزار میں سے مل کراکتیس اورایک ہزارہفتم کامل مجموعہ ایک ہزاراکتیس سال مرزا صاحب قادیانی نے عمرپائی۔

ناظرین کرام! اس قسم کی الہامی تقریریں سن کرکوئی باورکرسکتا ہے کہ ملا دوپیازہ کی نسل ختم ہے۔

(ب)۔ دوسرا نتیجہ، نتیجہ اولی سے بہت دلچسپ ہے کیونکہ بقول خلیفہ قادیانی، مرزا

غلام احمد متوفی جب دور جدید کے آدم ہیں تو اس میں کیا شک ہے کہ میاں محمود احمد خلیفہ قادیان حضرت شیث کے درجہ پر ہوں گے جو اول اولاد تھے حضرت آدم علیہ السلام کی۔ان کے بعد نسل مرزا قادیانی میں سے مثل سابق انبیاء کرام (حضرت نوح، صالح، ہود، ابراہیم، اسماعیل، اسحاق، یعقوب ،موسیٰ ،ہارون، داؤد، سلیمان، ذکریا، یحیٰ ،عیسیٰ ،محمد) حسب ترتیب اپنے اپنے اوقات میں پیدا ہوں گے۔

سوال یہ ہے کہ گذشتہ آدم کے بیٹے حضرت شیث کے زمانہ میں کلمہ لا اله الا الله محمد رسول الله پڑھا جاتا تھا؟

ہرگز نہیں۔بلکہ ہر زمانہ میں یہی دستور رہا کہ ان کی اور ان سے پہلے انبیاء کی تصدیق ہوتی تھی ،آئندہ پیدا ہونے والوں کی نہیں۔

حضرت موسیٰؑ کے زمانہ میں لا اله ا لا الله موسی رسول الله پڑھنے کا حکم تھا محمد رسول اللہ ان کے کلمہ کا جزو نہ تھا پھر کیا وجہ ہے کہ قادیان میں بزمانہ شیث (میاں محمود) وہ کلمہ پڑھا جائے جس کا نبی (بقول خلیفہ) آئندہ نسل مرزا سے پیدا ہوگا پس مناسب بلکہ انصاف ہے کہ قادیانی افراد واعیان آج کل کلمہ اسلام لا الہ الا اللہ کے ساتھ محمد رسول اللہ ملانا چھوڑ دیں جیسا کہ سابق شیث کے زمانہ میں تھا مرزائی دوستو!

مٹا نہ رہنے دے جھگڑے کو یار تو باقی
رکے ہے ہاتھ ابھی ہے رگ گلو باقی

لطیفہ: کہتے ہیں کسی مولوی صاحب نے ایک میراسی کو ایک دستار عنایت کی۔دستار شریف بہت پرانی بلکہ بوسیدہ تھی۔میراسی نے لحاظ میں کچھ نہ کہا ،مگر طبعی ظرافت کہاں خاموش ہو۔صبح سویرے سر پر رکھے ہوئے حاضر مجلس ہوتے ہوئے زور زور سے سبحان اللہ سبحان اللہ پڑھتا ہوا آیا۔مولوی صاحب نے اس کا عمل خلاف معمول دیکھ کر پوچھا میر صاحب کیا بات ہے آج تسبیحات بہت پڑھی جاتی ہیں۔ آداب بجالا کر بولا:

حضور کیا عرض کروں۔یہ دستار شریف ساری رات کلمہ شریف لا اله ا لا الله پڑھتی رہی۔میں سنتا رہا۔منتظر رہا کہ کلمہ شریف کا دوسرا جزو محمد رسول الله بھی ملاتی ہے اس نے نہ ملایا آخر میں نے کہا اری کلمہ پورا کرنے کو محمد رسول الله بھی ملا

اس نے ایسا جواب دیا کہ میں لا جواب ہو گیا اس نے کہا میں تو محمد رسول اللہ سے پہلے کی ہوں اس لئے میرے کلمے میں ان کا دخل نہیں۔

میراسی کا مقصد تھا کہ یہ دستار بہت پرانی اور بے کار ہے۔ ہمارے خیال میں اس دستار شریف نے جو اصل الاصول سمجھا وہ قادیانیوں کو بھی سمجھنا چاہیے کہ اس دور جدید میں جو نبی ابھی پیدا نہیں ہوا اس کا کلمہ کیوں پڑھتے ہیں، جو جو پیدا ہوتا جائے گا اس کو داخل کرتے جائیں۔ سر دست کلمہ محمد یہ سے الگ ہو جائیں جس سے ان کا اصول بھی صحیح رہے اور امت مسلمہ کے گلے شکایات بھی دور ہو جائیں۔

فریب خوردہ انسانو!

نہ پہنچا ہے نہ پہنچے گا تمہاری ستم کیشی کو
بہت سے ہو چکے ہیں گرچہ تم سے فتنہ گر پہلے

ناظرین ان نتائج سے فارغ ہو کر ہم اصل مضمون کی طرف توجہ کرتے ہیں آپ بھی توجہ فرمائیے۔ خلیفہ قادیانی کا پہلا دعوی بھی اپنے والد مرزا قادیانی کے خلاف ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے دنیا کی ساری عمر سات ہزار سال لکھی ہے اس کے بعد فنا بلکہ قیامت بتائی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا قول قابل غور ہے۔ فرماتے ہیں

سورہ والعصر کے اعداد سے بھی یہی صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت ﷺ آدم سے الف پنجم میں ظاہر ہوئے تھے اور اس حساب سے یہ زمانہ جس میں ہم ہیں ہزار ہفتم ہے جس بات کو خدا نے اپنی وحی سے ہم پر ظاہر کیا اس سے ہم انکار نہیں کر سکتے اور نہ ہم کوئی وجہ دیکھتے ہیں کہ خدا کے پاک نبیوں کے متفقہ علیہ کلمہ سے انکار کریں پھر جب کہ اس قدر ثبوت موجود ہے اور بلاشبہ احادیث اور قرآن شریف کی رو سے یہ آخری زمانہ ہے پھر آخری ہزار ہونے اور بلا شبہ احادیث اور قرآن شریف کی رو سے یہ آخری ہزار کے سر پر مسیح موعود کا آنا ضروری ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ۔ ص ۹)

مرزائی دوستو! اتنے سے تسلی نہ ہو اور خلیفہ مرزا محمود احمد کی حمایت میں تم کو تاویل کی سوجھے تو اسی کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کا دوسرا قول پڑھئے جو یہ ہے:

یہ جو کہا گیا کہ قیامت کی گھڑی کا کسی کو علم نہیں اس سے یہ مطلب نہیں کہ

کسی وجہ سے بھی علم نہیں اگر یہی بات ہے تو پھر آثار قیامت جو قرآن شریف اور حدیث صحیح میں لکھے گئے ہیں وہ بھی قابل قبول نہیں ہوں گے کیونکہ ان کے ذریعہ سے بھی قرب قیامت کا ایک علم حاصل ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں لکھا تھا کہ آخری زمانہ میں زمین پر بکثرت نہریں جاری ہوں گی، کتابیں بہت شائع ہوں گی جن میں اخبار بھی شامل ہیں اور اونٹ بے کار ہو جائیں گے۔ سو ہم دیکھتے ہیں کہ یہ سب باتیں ہمارے زمانہ میں پوری ہوگئیں اور اونٹوں کی جگہ ریل کے ذریعہ تجارت شروع ہوگئی۔ سو ہم نے سمجھ لیا کہ قیامت قریب ہے اور خود مدت ہوئی کہ خدا نے آیت اقتربت الساعة اور دوسری آیتوں میں قرب قیامت کی ہمیں خبر دے رکھی ہے سو شریعت کا یہ مطلب نہیں کہ قیامت کا وقوع ہر ایک پہلو سے پوشیدہ ہے بلکہ تمام نبی آخری زمانہ کی علامتیں لکھتے آئے ہیں

(قادیانی لیکچر سیالکوٹ۔ص ۹)

الانصاف خیر الاوصاف کا مقولہ قادیانی ممبروں کو بھی مسلّم ہے تو وہ بتائیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کس قیامت کا ذکر کر رہے ہیں۔ ہاں اسی قیامت کا جس کی بابت ارشاد ہے لایجلّیھا لوقتھا الا ھو (الاعراف:۱۸۷)۔ (اس قیامت کو خدا ہی ظاہر کرے گا)۔ ہاں اسی قیامت کا ذکر کرتے ہیں جس کی بابت ارشاد ہے قل انّما علمھا عند اللہ۔ (اعراف ۱۸۷۔ اس کا علم اللہ کے پاس ہے)

پس مرزا غلام احمد قادیانی کے نزدیک سات ہزار سال کے بعد یقیناً قیامت ہے جس کو فنا کہتے ہیں۔ اسی واسطے ہم کہا کرتے ہیں کہ قادیانی جماعت میں سے کوئی بھی ایسا نہیں جو احادیث مرزا قادیانی میں ہمارا مقابلہ کر سکے جس کا ثبوت ہم بارہا دے چکے ہیں اس لئے مرزا متوفی کو ہم مخاطب کر کے کہا کرتے ہیں

مجھ سا مشتاق جہاں میں کوئی پاؤ گے نہیں
گرچہ ڈھونڈو گے چراغ رخ زیبا لے کر

ایک اور پہلو سے:

اب ہم ایک اور طرح سے بتاتے ہیں کہ خلیفہ قادیان مرزا محمود احمد باوجود

جوان ہونے کے ایسے ضعیف الحافظہ ہیں کہ نہ باپ کی یاد رکھیں، نہ اپنی ۔ یہ ہمارا بہت وزن دار دعوی ہے کہ ہم کہتے ہیں خلیفہ قادیان باپ کی عمر کو پہنچنے سے پہلے ہی نسیان میں ان سے بڑھ گئے ہیں۔ بڑے میاں نے ساری دنیا کی عمر سات ہزار برس لکھی، چھوٹے میاں نے سات ہزار تسلیم کی ،مگر چندروز کی ایک عبارت ملاحظہ ہو جس میں سات کی بجائے چھ ہزار رہ جاتے ہیں:

ایک صاحب نے (خلیفہ مرزا محمود احمد کی خدمت میں) عرض کیا یہ جو کہا جاتا ہے کہ دنیا کی عمر صرف چھ ہزار برس ہے کیا یہ درست ہے؟

(خلیفہ نے) فرمایا: یہ عمر تو صرف موجودہ دور کی بیان کی جاتی ہے،ساری دنیا کی عمر تو نہیں اس وقت تک ہزاروں آدم گذر چکے ۔(قول محمود در الفضل ۱۶ جون ۱۹۳۱ء ص ۵)

ناظرین سائل نے دنیا کی عمر چھ ہزار سال پیش کر کے سوال کیا خلیفہ صاحب نے چھ ہزار تسلیم کر کے موجودہ دور کی مدت بتائی جس کو پہلے حوالے میں سات ہزار کہہ چکے ہیں کیا سچ ہے

کیوں کر مجھے باور ہو کہ ایفاء کی کریں گے
کیا وعدہ انہیں کر کے مکرنا نہیں آتا

ناظرین ہم سے جہاں تک ہوسکا ہم نے اس باب میں معلومات فراہم کرنے میں بڑی محنت سے کام لیا ہے اب اس کو قبول کرنا آپ کا فرض ہے و اللہ الموفق

(منقول از احتساب قادیانیت جلد ۹ ص ۳۵۶ تا ۳۸۵)

☆☆☆☆☆

و الصلوۃ و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔ و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین۔ ۱۰۔اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوت

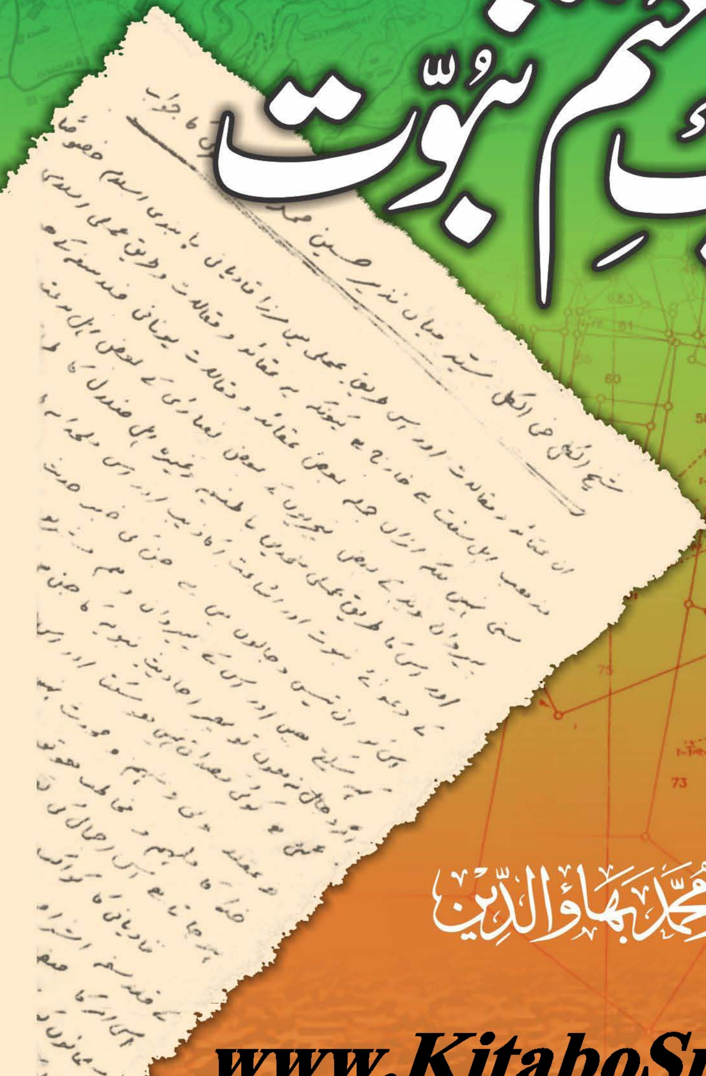

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ ہفتادویکم (۷۱)

توحید امرتسر سے بابو حبیب اللہ کے مضامین
نعم المعانی تردید عقائد قادیانی

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ ہفتاد و یکم (۷۱)
	توحید امرتسر سے بابو حبیب اللہ کے مضامین
	نعم المعانی تردید عقائد قادیانی
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۲۹۳
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	**احیاء التراث پبلی کیشنز**

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر

فاتحۃ الکتاب ۵

توحید امرتسر سے بابو حبیب اللہ کے مضامین

کیا حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے؟ تاریخی معلومات کا اہم ذخیرہ: دلچسپ مکالمہ کی شکل میں (۱) ۷

کیا حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے؟ تاریخی معلومات کا ایک اہم ذخیرہ (۲) ۱۶

کیا حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے۔ تاریخی معلومات کا ایک اہم ذخیرہ۔ (۳) ۲۲

کیا حضرت مسیح مصلوب ہوئے؟ اور ان کے زخموں کو مرہم عیسیٰ سے اچھا کیا گیا؟ ۳۱

مراق مرزا کی تحقیق ۳۷

مرزا غلام احمد کے عارضہ ہسٹیریا کی تحقیق۔ آپ کی خود ساختہ نبوت کی تردید بطرز جدید ۴۳

الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح۔۱ ۴۸

کیا حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے؟ ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دل چسپ بحث۔۲ ۵۴

کیا حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے؟ ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دل چسپ بحث۔۳ ۵۹

کیا حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے۔ ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔ نمبر۴ ۶۵

کیا حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے۔ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دل چسپ بحث۔۵ ۷۳

کیا حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے۔ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔۶ ۸۰

کیا حضرت عیسیٰؑ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے۔ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔۷ ۸۶

حضرت عیسیٰؑ کا رفع جسمانی۔آیہ بل رفعه الله اليه کی تشریح ۹۲

حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۱ ۱۰۰

حضرت عیسیٰؑ کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۲ ۱۰۸

حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۳۔آیت کریمہ بل رفعه الله اليه کی تشریح ۱۱۳

حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۴۔ لو کان موسی و عیسی حیین کی تنقید ۱۱۸

حضرت مسیحؑ کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۵۔ وانه لعلم للساعة کی تفسیر ۱۲۴

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۶۔آیہ کریمہ و انه لعلم للساعة کی تفسیر ۱۳۰

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۷۔آیہ کریمہ و انه لعلم للساعة کی تفسیر ۱۳۶

حضرت مسیح کی حیات پر دل چسپ بحث۔۸۔حضرت عیسیٰ کا حلیہ ۱۴۱

....

نعم المعانی تردید عقائد قادیانی ۱۴۹

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

فا تحۃ الکتا ب

ا لحمد لله و الصلوۃ و السلا م علی سید ا لا نبیا ء ۔ اما بعد

سلسلہ تحریک ختم نبوت کی اکہتر ویں (۷۱) جلد قارئین کی نذر کی جارہی ہے جس میں حضرت مولانا سید محمد داود غزنوی مرحوم کے اخبار توحید امرتسر میں شائع ہونے والے رد قادیانیت پر وہ مضامین شامل کئے جا رہے ہیں جو عالی جناب بابو حبیب اللہ امرتسری کلرک دفتر محکمہ نہر نے رقم فرمائے تھے۔

اس کے علاوہ حیدر آباد دکن کے جناب مولوی عبد الرحیم سلیم وکیل کی تالیف نعم المعانی تر دید عقائد قادیانی، بشکریہ احتساب قادیانیت نقل کی جارہی ہے۔

کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ فرد واحد پر رہا ہے اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرمائیں اور تاریخ تحفظ ختم نبوت کے ان کارکنوں کی نگارشات سے لطف اندوز ہوتے ہوئے اس فقیر کے لئے دعائے خیر بھی فرماتے رہیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام

فقیر بارگاہ صمدی **محمد بہاء الدین۔ ۱۳ ۔ اپریل ۲۰۱۹ء**

انه من سلیما ن و انه بسم اللہ الر حمن الر حیم

ہفتہ وار توحید امرتسر

۲۸ رمضان و ۵ شوال ۱۳۴۶ھ ۔ ۲۱ ۔ ۲۸ مارچ ۱۹۲۸ء

جلد ۲ نمبر ۲۰ ۔ ۲۱

مدیر مسئول

محمد داؤد غزنوی ۔ کوچہ غزنویہ ۔ امرتسر

کیا حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے؟

تاریخی معلومات کا اہم ذخیرہ: دلچسپ مکالمہ کی شکل میں۔(۱)

از قلم: مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرت سر

(مولوی حبیب اللہ صاحب امرتسری جو قادیانی لٹریچر کے حافظ سمجھے جاتے ہیں انہوں نے ہمیں دلچسپ مکالمے کی شکل میں مندرجہ ذیل مضمون بھیجا ہے جس میں حضرت مسیح کی قبر کے متعلق نہایت اہم تاریخی معلومات کا ایک گراں قدر ذخیرہ فراہم کیا ہے چونکہ قادیانی مباحث میں یہ مسئلہ بھی ایک خاص اہمیت رکھتا ہے اس لئے ہم اس کو ہدیہ ناظرین کر رہے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ ناظرین اس سے ضرور مستفید ہوں گے۔ مدیر۔ محمد داود غزنوی)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حضرت عیسیٰ کی وفات کو ثابت کرنے کے لئے جہاں اور بہت سے ایسے دلائل دیئے ہیں جن کے متعلق بلا مبالغہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ او ھن من بیت العنکبوت ہیں، وہاں آپ نے نہایت جرأت کے ساتھ دنیا کی تاریخ میں بھی ایک حیرت انگیز ترمیم کی کوشش کی ہے اور اپنی متعدد تصانیف میں اس چیز کے ثابت کرنے کی سعی ناکام کی ہے کہ حضرت عیسیٰ کی قبر کشمیر میں ہے۔ میں نے اس مسئلہ کے تاریخی پہلوؤں پر روشنی ڈالتے ہوئے ایک دل چسپ مکالمے کی شکل میں اپنے معلومات کے ذخیرے کو ہدیہ ناظرین اخبار توحید امرتسر کیا ہے۔ اس مکالمے میں قادیانی فریق، خادم کرشن قادیانی، کے نام سے تعبیر کیا ہے اور اپنے آپ کو، عاشق احمد مدنی، کے نام سے تعبیر کیا ہے۔

عاشق احمد مدنی

(مرزا غلام احمد قادیانی کے ایک مرید کو مخاطب کرتے ہوئے) آپ ان مسلمانوں کے بارے میں کیا عقیدہ رکھتے ہیں جنہوں نے جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو سچا نبی نہیں مانا ہے۔

خادم کرشن قادیانی

میرے نزدیک غیر احمدی کافر ہیں (اخبار الفضل قادیان ۲۶۔۲۹ جون ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

عاشق احمد مدنی

آپ کے نزدیک غیر مرزائی مسلمان، کیوں کافر ہیں؟

خادم کرشن قادیانی

ہم چونکہ حضرت مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے اس لئے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے غیر احمدی کافر ہیں۔ (الفضل قادیان ۲۶۔۲۹ جون ۱۹۲۲ء صفحہ ۶)

عاشق احمد مدنی

کیا آپ جناب مرزا صاحب قادیانی کو نبی مانتے ہیں؟

خادم کرشن قادیانی

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام (یعنی جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کے کلام سے یہ امور ثابت ہیں کہ

۱۔ حضرت خاتم النبیین ﷺ کے بعد نبی اور رسول ہوں۔

۲۔ تیرہ سو سال میں پہلے نبی حضرت احمد موعود (یعنی مرزا صاحب) ہوئے اور دوسرا کوئی شخص نبی نہ ہوا۔

۳۔ حضرت احمد موعود (یعنی مرزا غلام احمد صاحب) کے بعد تا قیامت ظلی نبوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے اور عند الضرورت نبی اور رسول مبعوث ہوں گے (قاضی محمد یوسف احمدی پشاوری کی کتاب النبوۃ فی القرآن۔ صفحہ ۲۵۶) حضرت مسیح موعود نے (اربعین نمبر ۴ صفحہ ۶ پر) تجدید کے طور پر نزول احکام شریعت ممکن مانا ہے۔ پھر اپنی وحی میں ان کو تسلیم کیا ہے اور اس طرح سے اپنے آپ کو صاحب شریعت نبی بھی مانا ہے۔ (النبوۃ فی القرآن صفحہ ۴۷ کا حاشیہ)

عاشق احمد مدنی

آپ جناب مرزا صاحب کو کس دلیل سے نبی اللہ مانتے ہیں؟

خادم کرشن قادیانی

حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی مسیح موعود و مہدی مسعود ہیں (تحفۃ الملوک۔صفحہ۹۹) حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر دلیل ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے، اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا گیا ہے پس آنحضرت ﷺ شاہد ہیں اس امر کے کہ حضرت مسیح موعود مرزا ہیں۔ (حقیقۃ النبوۃ۔صفحہ۱۸۹)

عاشق احمد مدنی

ہمارا تو یہ اعتقاد از روئے قرآن مجید و حدیث صحیح یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم ہی مسیح موعود ہیں، آپ مقتول و مصلوب نہ ہوئے تھے بلکہ اللہ نے آپ کو زندہ جسم عنصری کے ساتھ آسمان پر اٹھالیا تھا، اور اس پر ایمان و اعتقاد رکھنا واجب ہے آپ ہی دوبارہ قیامت سے پہلے تشریف لائیں گے (الیواقیت والجواہر۔جلد۲صفحہ۲۹۱)

خادم کرشن قادیانی

حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے۔(تحفہ گولڑویہ۔صفحہ۱۹۹)

عاشق احمد مدنی

اگر حضرت مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں تو کیا جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتابوں میں ان کی قبر کا کس جگہ پتہ دیا ہے؟

خادم کرشن قادیانی

حضرت مرزا صاحب نے لکھا ہے کہ سری نگر (ملک کشمیر) میں محلّہ خان یار میں یوذ آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلا شک وشبہ حضرت عیسیٰ کی قبر ہے۔(راز حقیقت۔صفحہ۲۰)

عاشق احمد مدنی

آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے اور کون سی دلیل ہے کہ حضرت مسیح ناصری کی قبر شہر سری نگر (ملک کشمیر) میں ہے؟

پہلی دلیل اوراس کا جواب

خادم کرشن قادیانی

حضرت مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ۵ صفحہ ۲۲۸، ۲۲۹ حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۰۱ حاشیہ، و صفحہ ۲۳۲، تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۷، ریویو آف ریلی جنز نومبر دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۲۹، الحکم ۱۷۔۲۴ نومبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴، اعجاز احمدی صفحہ ۱۹ بدر ۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵۶؟، کشتی نوح صفحہ ۱۶ و ۶۹ کا حاشیہ، ریویو آف ریلی جنز نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴۳۶ و ۴۹۱، الحکم ۲۴ ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۸۔ الحکم ۱۷۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵ پر لکھا ہے:

خدا کا کلام قرآن شریف گواہی دیتا ہے کہ حضرت عیسی مر گیا اور اسکی قبر سرینگر کشمیر میں ہے جیسا کہ اللہ تعالی فرماتا ہے و آ و ینـا هـمـا الی ر بوة ذات قرار و معین (۲۳:۵۰) یعنی ہم نے عیسی اوران کی ماں کو یہودیوں کے ہاتھ سے بچا کر ایک ایسے پہاڑ میں پہنچا دیا جو آرام اور خوش حالی کی جگہ تھی اور مصفی پانی کے چشمے اس میں جاری تھے سو وہی کشمیر ہے۔

(نیز دیکھیے مرزا خدا بخش صاحب احمدی کی کتاب عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۱۹۳، ۵۷۰)

عاشق احمد مدنی :

۱۔ سورہ المومنون میں اللہ تعالی فرماتا ہے

و جـعـلـنـا ابـن مـر یـم و امـه آ یة و آویـنـاهـمـا الی ربوة ذات قرا ر ومعین (۲۳:۵۰) (ترجمہ) اور ہم نے حضرت مسیح عیسی بن مریم اوراس کی ماں مریم صدیقہ کو نشان قدرت بنایا اور ہم نے ان دونوں کو پناہ دی ایک بلند زمین اور رہنے کی جگہ اور جاری پانی کی طرف۔

نوٹ: حضرت عیسی جب اپنی ماں (مریم صدیقہ) سے پیدا ہوئے تھے، اس وقت کے بادشاہ نے نجومیوں سے سنا کہ بنی اسرائیل کا بادشاہ پیدا ہوا۔ وہ دشمن ہوا، ان کی تلاش میں پڑا۔ ان کو بشارت ہوئی کہ اس ملک سے نکل جاؤ۔ نکل کر مصر کے ملک میں گئے ایک گاؤں کے زمین دار نے حضرت مریم کو اپنی بیٹی بنا رکھا۔ جب حضرت عیسی جوان ہوئے اس وطن (ملک شام) کا بادشاہ (یعنی ہیروڈس) مر چکا تھا، تب پھر آئے اپنے وطن کو وہ گاؤں ٹیلے

پرتھا اور وہاں کا پانی خوب تھا (ترجمان القرآن۔جلد ۹صفحہ ۸۴۵)

۲۔اصل میں بات یہ ہے کہ حضرت عیسی ابن مریم بیت اللحم میں پیدا ہوئے (رسالہ التنقید صفحہ ۴۲۔۴۳)اور بیت اللحم اور اسکے علاقہ میں یہودیوں کے بادشاہ ہیروڈیس نے اطفال کے قتل کا حکم دیا تھا (اخبار الحکم قادیان ۱۰دسمبر ۱۹۰۵ء۔صفحہ ۶) اور مریم صدیقہ اپنے بیٹے مسیح کو لے کر مصر کو بھاگ گئی تھیں (الحکم قادیان ۱۰دسمبر ۱۹۰۵ء صفحہ ۶) اور یروشلم سے ناصرہ جہاں حضرت مسیح مصر سے آ کر رہے تھے ..میل اور بیت لحم جوان کا مولد ہے ۴ میل ہے (تفسیر القرآن پارہ۔صفحہ ۱۵ کا حاشیہ) ہیروڈیس کی وفات کے بعد حضرت مریم وحضرت مسیح ملک مصر سے اپنے وطن کو واپس آئے اس وقت اسکے بیٹے ارفلاؤس کی حکومت تھی۔گلیل کے علاقہ میں ایک مشہرہ ناصرہ تھا جو دراصل ایک پہاڑی پر بستا تھا (لوقا ۴ باب آیت ۲۹) اس جگہ کو مریم مقدسہ مصر سے آ کر اپنا جائے قرار بنایا۔ناصرہ بستی کا نام ناصرہ اس لئے ہوا کہ یہ لفظ تنصر سے مشتق ہے جس کے معنی چھوٹا پودا ۔چنانچہ یسیعاہ باب ۱۱ آیت ۱ میں بعینہ یہ لفظ عبرانی میں موجود ہے چونکہ مسیح اور اس کی والدہ مقدسہ مریم ایک مدت تک اس بستی میں ہے تھے اس لئے مسیح بھی ناصری کہلوایا (یوحنا باب اول آیت ۴۵) (ریویو آف ریلی جنز۔اگست ۱۹۱۶ء صفحہ ۲۹۲۔۲۹۳)

۳۔رسالہ ریویو آف ریلی جنز جون ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۲۳ پر لکھا ہے:

جب حضرت مسیح کی پیدائش ہوئی تو ہیروڈیس بادشاہ نے ایک منذر خواب دیکھی جس کی بنا پر اس نے بنی اسرائیل کے تمام نوزائیدہ بچوں کو مار ڈالنے کا حکم دیا اور ہزاروں معصوم لڑکے ہلاک کردیئے گئے مگر مسیح اس ہلاکت سے محض فوق عات پر محفوظ رہا اور خداوند کا فرشتہ یوسف نجار پر ہوا اور کہا کہ تو مریم اور اس کے بیٹے کو لے کر سرزمین مصر کی طرف بھاگ جا۔چنانچہ وہ اس خوف ناک حکم کے اجراء کے زمانہ میں باوجود کڑے پہروں اور سخت نگرانیوں کے محض تائیدایز دی سے صحیح سلامت بچہ اور اس کی والدہ کو لے کر مصر جا پہنچا اور پھر ہیروڈیس کی وفات تک وہاں رہا۔

۴۔کتاب حجج الکرامۃ فی آثار القیامۃ کے صفحہ ۲۹ پر ہے

ومریم عیسی را اول بمصر بردو بعد دوازدہ سال بشا آوردو درقریہ ناصرہ نزول کردو بہا سمیت النصاری چوں عیسی دریں جاسی سالہ شداوراوحی آمد گرفت

۵۔اسلامی تاریخوں میں سے تاریخ الامم والملوک (مصنفہ امام ابوجعفر محمد بن جریر طبری) جلد دوم کے صفحہ ۲۰ و ۲۱، کتاب اخبار الدول صفحہ ۴۷، تاریخ کامل ابن اثیر کی جلد اول صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶۔ تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۴۶، تاریخ ابوالفداء جلد ا صفحہ ۲۵ پر حضرت مریم اور حضرت مسیح کا بادشاہ (ہیروڈیس) کے ظلم سے نجات پا کر مصر کی طرف تشریف لے جانا اور پھر مدت کے بعد اپنے وطن (ملک شام) کی طرف واپس آنا اور ناصرہ نامی گاؤں میں رہائش اختیار کرنا لکھا ہے۔

۶۔کسی اسلامی تاریخ میں یہ نہیں لکھا کہ حضرت مسیح ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے تھے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ حضرت مسیح کے زخموں کا علاج مرہم عیسی سے کیا گیا اور واقعہ صلیب کے بعد ان کا ایران، افغانستان، پنجاب، تبت، ہندوستان اور کشمیر میں آنا اور ملک کشمیر کے شہر سری نگر میں فوت ہوکر دفن ہونا بھی کسی اسلامی تاریخ میں نہیں لکھا ہے۔

اسکے علاوہ قرآن کریم کی آیات مقدسہ احادیث صحیحہ اور تفسیر کی کتابوں میں بھی یہ نہیں آیا ہے کہ:

مسیح ابن مریم صلیب پر لٹکایا ہے مگر وہ صلیب پر مرا ہرگز نہیں بلکہ صلیب پر سے بحالت غشی مشابہ بالموت ہوکر اتارا گیا۔اور پھر مرہم عیسی کے ذریعہ ان کی زخموں کی اصلاح ہوئی اور مختلف ممالک میں سیاحت کرتے ہوئے ملک کشمیر میں شہر سری نگر کے خان یار محلّہ میں فوت ہوکر دفن ہوئے جہاں اب تک ان کی قبر موجود ہے، (الحکم قادیان ۳ دسمبر ۱۹۰۱ء جلد ۵ نمبر ۳۶ صفحہ ۱۲)

دوسری دلیل اور اس کا جواب

خادم کرشن قادیانی

حضرت مرزا صاحب ارشاد فرماتے ہیں اگر روضۃ الصفاء کی روایت پر اعتبار کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کا نصیبین کی طرف سفر کرنا اس غرض سے تھا کہ تا فارس کی راہ سے افغانستان میں آویں اور ان گم شدہ یہودیوں کو جو آخر افغان کے نام سے مشہور ہوئے حق کی طرف دعوت کریں حضرت عیسی افغانستان سے ہوتے ہوئے پنجاب کی طرف آئے اس ارادہ سے کہ پنجاب اور

ہندوستان دیکھتے ہوئے پھر کشمیر کی طرف قدم اٹھائیں۔(کتاب مسیح ہندوستان میں۔صفحہ ۶۷)

حضرت مسیح نے بڑی عقل مندی سے افغانستان کا راہ اختیار کیا تا اسرائیل کی کھوئی ہوئی بھیڑیں جو افغان تھے فیض یاب ہو جائیں اور کشمیر کی مشرقی حد ملک تبت سے متصل ہے اسلئے کشمیر سے آ کر بآسانی تبت میں جا سکتے تھے اور پنجاب میں داخل ہوکران کے لئے کچھ مشکل نہ تھا کہ قبل اسکے جو کشمیر اور تبت کی طرف آویں ہندوستان کے مختلف مقامات کا سیر کریں سو جیسا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں بتلاتی ہیں یہ بات بالکل قرین قیاس ہے کہ حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ مقامات کا سیر کیا ہوگا، اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔ چونکہ وہ ایک سرد ملک کے آدمی تھے اس لئے یہ یقینی امر ہے کہ ان ملکوں میں غالباً وہ صرف جاڑے تک ہی ٹھہرے ہوں گے۔ اور اخیر مارچ یا اپریل کے ابتداء میں کشمیر کی طرف کوچ کیا ہوگا۔ اور چونکہ وہ ملک بلاد شام سے بالکل مشابہ ہے، اس لئے یہ بھی یقینی ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہو گی۔ اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں رہے ہوں گے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسیٰ خیل کہلاتی ہے، کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسیٰ کی ہی اولاد ہوں۔(مسیح ہندوستان میں۔صفحہ ۶۸)

جواب۔ عاشق احمد مدنی

ا۔کتاب روضۃ الصفا جو ایک مشہور تاریخی کتاب ہے جس کا خلاصہ ترجمہ ذیل میں ہم لکھتے ہیں اور وہ یہ ہے:

حضرت عیسیٰ کا مسیح نام اس واسطے رکھا گیا کہ وہ سیاحت بہت کرتے تھے۔ ایک پشمی طاقیہ ان کے سر پر ہوتا تھا اور ایک پشمی کرتہ پہنے رہتے تھے۔ اور ایک عصا ہاتھ میں ہوتا تھا اور ہمیشہ ملک بملک اور شہر بشہر پھرتے تھے اور جہاں رات پڑ جاتی وہیں رہ جاتے تھے۔ جنگل کی سبزی کھاتے تھے اور جنگل کا پانی پیتے تھے اور پیادہ سیر کرتے تھے۔ ایک دفعہ سیاحت کے زمانہ میں ان کے رفیقوں نے ان کے لئے ایک گھوڑا خریدا اور ایک دن سواری کی مگر چونکہ گھوڑے کے لئے آب ودانہ اور چارے

کا بندوبست نہ ہوسکا اس لئے اس کو واپس کردیا۔ وہ اپنے ملک سے سفر کر کے نصیبین میں پہنچے جوان کے وطن سے کئی سو کوس کے فاصلہ پر تھا۔ اور آپ کے ساتھ چند حواری بھی تھے۔ آپ نے حواریوں کو تبلیغ کے لئے شہر میں بھیجا مگر اس شہر میں حضرت عیسی اور ان کی والدہ کی نسبت غلط اور خلاف واقعہ خبریں پہنچی ہوئی تھیں۔ اس لئے اس شہر کے حاکم نے حواریوں کو گرفتار کرلیا۔ پھر حضرت علیہ السلام کو بلایا۔ آپ نے اعجازی برکت سے بعض بیماریوں کو اچھا کیا اور بھی کئی معجزات دکھلائے۔ اس لئے نصیبین کے ملک کا بادشاہ مع تمام لشکر اور باشندوں کے آپ پر ایمان لے آیا اور نزول مائدہ کا قصہ جو قرآن شریف میں ہے وہ واقعہ بھی ایام سیاحت کا ہے ۔(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۱۴؟ و ۶۵)

اس تمام عبارت کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت مسیح ملک شام سے نکل کر ملک عراق کے شہر نصیبین تک تشریف لے گئے۔ مگر یاد رکھنا چاہیے کہ اس تاریخی کتاب، روضۃ الصفا، نامی میں حضرت مسیح کا ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھایا جانا، مرہم عیسی سے آپ کے زخموں کا علاج ہونا، واقعہ صلیبی کے بعد ملک ایران، افغانستان، پنجاب، ہندوستان وکشمیر میں آنا، اور شہر سری نگر میں مر کر دفن ہونا، کہیں نہیں لکھا ہے۔ بلکہ لکھا ہے کہ حضرت عیسی آسمان پر اٹھائے گئے تھے۔ (دیکھو کتاب روضۃ الصفاء صفحہ ۱۳۵، ۱۳۶، ۱۳۷)

۲۔ مرزا غلام احمد صاحب نے یہ نہ بتلایا کہ اس ملک کی پرانی تاریخیں کہاں ہیں، ان کے کیا نام ہیں، ان کے مصنف کون ہیں، اور کس زمانہ میں یہ تاریخیں لکھی گئی تھیں۔

جناب عالی! واقعات کا ثبوت دلائل سے ہوتا ہے قیاسات سے نہیں ہوتا۔ یہ عجیب جملے ہیں:

حضرت مسیح نے نیپال اور بنارس وغیرہ کا سیر کیا ہوگا اور پھر جموں سے یا راولپنڈی کی راہ سے کشمیر کی طرف گئے ہوں گے۔

ان باتوں کا ثبوت ہندوستان یا پنجاب یا کشمیر کی تاریخوں سے دیجئے۔ اس کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب نے یہ بھی خوب لکھا ہے کہ:

یہ یقینی امر ہے کہ اس ملک میں سکونت مستقل اختیار کر لی ہو گی، اور ساتھ اس کے یہ بھی خیال ہے کہ کچھ حصہ اپنی عمر کا افغانستان میں بھی رہے ہوں گے۔ اور کچھ بعید نہیں کہ وہاں شادی بھی کی ہو۔ افغانوں میں ایک قوم عیسی خیل کہلاتی ہے کیا تعجب ہے کہ وہ حضرت عیسی کی ہی اولاد ہیں۔،

سبحان اللہ کیسے زبردست تواریخی دلائل پیش ہو رہے ہیں۔ حضرت مسیح ناصری کا واقعہ صلیبی کے بعد ملک ایران، افغانستان، ہندوستان، تبت، پنجاب و کشمیر کی طرف آنا نہ تو اسلامی تاریخوں میں لکھا ہے اور نہ ان ممالک کی تاریخوں میں ایسا لکھا ہے۔ یہ سب باتیں مرزا غلام احمد صاحب کے دماغ کی ایجاد ہیں۔

۳۔ بے شک افغانوں میں ایک قوم عیسی خیل کہلاتی ہے افغانوں میں محمد زئی، عمر زئی، یوسف زئی، قومیں بھی تو ہیں۔ حضرت مسیح کی بابت خود جناب مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ آپ کی کوئی اولاد نہ تھی (تریاق القلوب۔ صفحہ ۹۹ کا حاشیہ) اور نہ ہی آپ کی بیوی تھی (ریویو آف ریلیجنز مارچ ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۲۴) اس کے علاوہ کتاب تتمہ مجمع البحار صفحہ ۸۵، کنز العمال جلد ۲ صفحہ ۷۱، روضۃ الصفاء صفحہ ۱۳۲، حیات القلوب جلد ۱ صفحہ ۳۶۱، در منثور جلد ۲ صفحہ ۲۹، کتاب منظور الہی صفحہ ۱۶۶، آئینہ کمالات اسلام صفحہ ۲۸۳ کا حاشیہ، تبلیغ رسالت جلد ۱ صفحہ ۱۱۴ کا حاشیہ، الفضل ۲۹ جنوری ۱۹۲۵ء صفحہ ۶، الفضل ۱۷ جولائی ۱۹۱۷ء ص ۵، الحکم ۱۰ اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۵، الحق ۱۲ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۱، اعلام الناس جلد ۱ صفحہ ۵۹، بدر ۲۰ جولائی ۱۹۱۱ء صفحہ ۴، تشحیذ الاذہان نومبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۴ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح نے نہ شادی کی اور نہ آپ کی کوئی اولاد تھی۔

(ہفت روزہ توحید امرتسر ۲۸ رمضان، ۵ شوال ۱۳۴۶ھ۔ صفحہ ۵ تا ۷)

....

کیا حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے؟

تاریخی معلومات کا ایک اہم ذخیرہ (۲)

ازقلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرت سر

تیسری دلیل اور اس کا جواب

خادم کرشن قادیانی:

حضرت مرزا صاحب نے ارشاد فرمایا ہے کہ:

پرانی کتابیں جو دوسری جگہوں میں موجود ہیں اور ایک عربی پرانی کتاب گیارہ سو برس جو کسی فاضل شیعہ کی تصنیف ہے اس میں یوز آسف کو شاہزادہ نبی لکھا ہے اور اس کی قبر کشمیر میں بتلائی ہے اور اس کا وقت بھی وہی لکھا ہے جو کہ حضرت عیسی کا وقت تھا۔ (اخبار بدر ےنومبر ۱۹۰۷ء ص ۳)

حال میں مسلمانوں کی تالیف بھی چند پوران کتابیں دست یاب ہوئی ہیں جن میں صریح یہ بیان موجود ہے کہ یوز آسف ایک پیغمبر تھا جو کسی ملک سے آیا تھا اور شاہزادہ بھی تھا اور کشمیر میں اس نے انتقال کیا اور بیان کیا گیا ہے کہ وہ نبی چھ سو برس پہلے ہمارے نبی ﷺ کے گزرا ہے۔

(راز حقیقت۔ص ۱۲ کا حاشیہ)

صرف یہی بات نہیں کہ بدھ مذہب کی بعض کتابوں میں حضرت عیسی کے ہندوستان اور تبت میں آنے کا تذکرہ ہے بلکہ ہمیں معتبر ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ کشمیر کی پورانی تحریروں میں بھی اسکا تذکرہ ہے ۔ (راز حقیقت ص ۱۱ کا حاشیہ)

حکیم خدا بخش احمدی لکھتے ہیں:

ہم تو اسلامی کتابوں میں بھی اسکا ثبوت پاتے ہیں کہ حضرت عیسی ضرور ملک کشمیر میں تشریف لائے

اور وہیں فوت ہو گئے اور وہیں ان کا مدفن ہوا۔ چنانچہ کتاب اکمال الدین و اتمام النعمة میں جو سعید بن جعفر بن علی کی تصنیف ہے اور اہل تشیع کے نزدیک ایک مستند کتاب مانی جاتی ہے یوں لکھا ہے۔ (خدا بخش احمدی کتاب عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۵۷۴)

حضرت مسیح ارض مقدسہ کو بحکم رب العزت خیر باد کہہ کر عازم سفر افغانستان وتبت وکشمیر و ہندوستان ہو کر اور دشوار گذار گھاٹیوں اور پر صعوبت دشت و بیاباں کو طے کرتے ہوئے بالآخر کوہ نعمان میں پہنچے اور علاقہ شیطان گنبل میں کچھ عرصہ تک قیام کر کے اپنی گم شدہ بھیڑوں کو جمع کیا اور بہت لوگ ان پر ایمان لائے اور اس جگہ وہ مدت تک قیام پذیر رہے وہاں آج تک ایک چبوترہ بنا ہوا ہے جو یوز آسف اور مہتر لام کے نام سے مشہور ہے پھر وہاں سے براہ ایران و افغانستان تبت وکشمیر تشریف لے گئے۔ (عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۵۷۶۔۵۷۷)

جواب۔ عاشق احمد نی:

۱۔ مرزا صاحب کی کتاب راز حقیقت کے صفحہ ۱۸، اخبار الفضل ۱۷ مارچ ۱۹۱۷ء ص ۵، عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۵۷۴، ۵۷۶، غلام رسول راجیکی کے رسالہ التنقید کے صفحہ ۲۵۔۲۷، مباحثہ سار چور کا صفحہ ۴۲، ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۳۹۔ رسالہ کشف الاسرار صفحہ ۱۴، ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۲ ریویو آف ریلی جنز جلد ۲ نمبر ۱۱۔۱۲ صفحہ ۴۷۰ تا ۴۷۴، ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۷۷، پر کتاب اکمال الدین کا حوالہ دیا گیا ہے۔

۲۔ واضح ہو کہ کتاب اکمال الدین و اتمام النعمة فی اثبات الغیب و کشف الخیر ہ کے لکھنے والے حضرت شیخ السعید ابو جعفر محمد بن علی بن الحسین بن موسی بن بابو یہ القمی ہیں۔ یہ کتاب مطبوعہ ہے اور ایران میں ناصر الدین شاہ ایران کے عہد میں چھپی ہے۔ تاریخ طبع ۱۳۰۱ھ ضخامت کتاب علاوہ تقریظات وغیرہ کے ۳۸۳ صفحہ ہے۔ یہ کتاب نایاب تو نہیں، کم یاب ضرور ہے۔ اور یہ کتاب زبان عربی میں ہے
(از اخبار الفضل یکم مئی ۱۹۱۷ء صفحہ ۴)۔

عاجز نے یہ کتاب پہلی بار مئی ۱۹۲۰ء میں مولوی سید علی حائری لاہور مجتہد اہل تشیع کے کتب خانہ میں

دیکھی تھی اوراس کے بعد ماہ دسمبر۱۹۲۲ءکرسمس کی رخصتوں میں مولوی نورالدین بھیروی قادیانی کے کتب خانہ میں قادیان میں دیکھی تھی۔

اس کے علاوہ ایک اور کتاب شہزادہ یوزآسف وحکیم بلوہر، نامی مطبوعہ ۱۸۹۶ءمفید عام پریس آگرہ ہے، جس کے مولف میرزا اصفدرعلی صاحب سرجن فوج سرکارنظام حیدرآباد ہیں۔ یہ کتاب میرے پاس موجود ہےاوراس کا حوالہ مرزاصاحب کی کتاب رازحقیقت کےصفحہ۲۰پر دیا گیاہے۔

تیسری کتاب یوزآسف وبلوہر، نامی ایک ضخیم کتاب اردوزبان میں ہے، اسکےمولف ومترجم جناب مولوی سیدعبدالغنی عظیم آبادی ہیں۔ عاجزنے یہ کتاب کوشملہ پراپنے ایک دوست کے ہاں دیکھی تھی۔

اب خداکےفضل وکرم سےکتاب اکمال الدین واتمام النعمة کےصفحہ۳۱۷تا۳۵۹(جس میں شاہزادہ یوزآسف کے حالات لکھے ہیں) اور کتاب، شہزادہ یوزآسف اورحکیم بلوہر (جو۱۳۱صفحوں کی ایک عمدہ کتاب ہے) کا خلاصہ ذیل میں درج کرتاہوں وما توفیقی الا باللہ

اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ صاحب لشکر جرارو مالک ملک وسیع ہندوستان میں گزراہے۔ بڑارعب اس کارعایا پر چھایاہواتھا۔اور ہمیشہ دشمنوں پرظفریاب رہتا تھا۔ کبروغرور کی روسے دین دارلوگوں کوستانے لگا اور بت پرستوں کواپنامقرب کیااوران کے لئے چاندی اورسونے کے بت بنوائے اوران بتوں کوسجدہ کیا۔ اورلوگوں میں اس طرح بت پرستی پھیل گئی۔اسکے ہاں کوئی اولادنہ تھی۔آخرکارمدت مدید کے بعدایک خوش جمال لڑکا پیداہوا اوراس بادشاہ نے یہ گمان کیا کہ جن بتوں کی ان دنوں پرستش کرتا تھاانہوں نے یہ فرزنداسے عنایت کیا۔ چنانچہ اسی خیال سے اس نے تمام خزانہ اپنابت خانوں پرتقسیم کردیااوراس لڑکے کا نام یوزآسف رکھا۔اورایک منجم نے کہا کہ یہ لڑکاعابدوں اوراہل دین کا پیشواہونے والا ہےاور عقبی کے مرتبوں میں سے مرتبہ بلند پرفائز ہونے کو ہے۔اس لڑکے کے طالع میں جوشرف وبزرگی معلوم ہوتی ہے وہ شرف آخرت ہے۔

بت پرست بادشاہ کو یہ سن کرسخت صدمہ ہوااوراس نے بہت کوشش کی کہ شاہزادہ یوزآسف کوامور دینی وعبادت الہی پر رغبت نہ پیداہو جائے مگروہ اپنے اس ارادہ میں ناکام رہااورشاہزادہ اس عرصہ میں بڑاہوگیااورقوت وقدرت وحسن وجمال وعقل وعلم وکمال کیساتھ سن شعورکوپہنچ گیااورخداوندعالم نے اس کو

ذہن وحافظہ کا وہ مرتبہ عنایت فرمایا تھا کہ لوگوں کی عقل دنگ تھی اور تعجب کرتے۔اس لڑکے کی عقل وعلم وکمال و فکروتدبیروزہدوترک دنیا کا شہرہ دوردور پھیل گیا۔اور ایک شخص نے جو کہ اہل دین واہل عبادت میں سے تھا اور اس کا نام بلوہر تھا یہ خبر لنکا میں سنی۔اور یہ شخص بڑا عابد اور حکیم دانا تھا۔اس نے دریا کا سفر کیا اور ارض سولابط کی طرف آیا۔اور تاجروں کی سی وضع بنا کر کسی بہانے سے شہزادہ کے ہاں آنے جانے لگا۔غرضیکہ حکیم بلوہر کے ساتھ شاہزادہ کی بہت ہی محبت والفت ہوگئی۔آخر کار بلوہر اس سے رخصت ہوا اور شہزادہ یوزآسف نے محلات شاہی،شاہی لباس عیش وآرام ترک کردیا اور یادالٰہی میں مشغول ہوا۔اس کے پاس خدا کا پیغام آیا اور شاہزادہ یوزآسف نے لوگوں کو دین حق کی ہدایت کی۔بعد اس کے پھر سرزمین سولابط میں آیا جو اسکے باپ کا ملک تھا ۔اور سب نے اس کی عزت کی۔اس کے بعد یوزآسف نے وہاں سے کوچ کیا اور لوگوں کو ہدایت کرتا رہا۔بعد ازاں کشمیر میں پہنچا اور وہاں کے لوگوں کو ہدایت کی اور وہیں رہا آخر کار کشمیر میں ہی فوت ہوکر دفن ہوا۔

یوزآسف کا زمانہ:

یہ جو اوپر لکھا ہے یہ کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ کا خلاصہ ہے اور یہی مضمون کتاب شاہزادہ یوز آسف وحکیم بلوہر، میں بھی آیا ہے۔لکھا ہے کہ

پھون جب یوزآسف پر ایمان لایا تھا تو اسوقت تین سو برس بدھ کو ہو چکے تھے اور یہ بھی لکھا ہے کہ یوزآسف کے زمانہ کے دوسو برس بعد کتاب سوانح یوزآسف لکھی گئی ہے۔

اور چونکہ بودھ حضرت عیسی سے قریباً ۵۰۰ برس پہلے گذرا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ کتاب غالبًا حضرت عیسی کے زمانہ سے کچھ ہی پہلے لکھی گئی تھی (کتاب یوزآسف وبلوہر صفحہ۳۔ریویو کتاب کشف الاسرار مصنفہ سید صادق حسین صاحب احمدی صفحہ۲)

نوٹ نمبر۱۔ان تاریخی واقعات کے ہوتے ہوئے شہر سری نگر میں شاہزادہ یوزآسف کی قبر کو حضرت مسیح کی قبر بتلانا سراسر غلط ہے اور جھوٹ بولنا اور خدا کے بندوں کو دھوکہ دینا ہے۔

نوٹ نمبر۲۔حضرت عیسی بن مریم مسیح ناصری کی نسبت جناب مرزا صاحب قادیانی مندرجہ ذیل امور مانتے ہیں حالانکہ شاہزادہ یوزآسف میں یہ باتیں نہ تھیں

ا۔حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے۔یوز آسف کا باپ تھا

۲۔حضرت مسیح کی ماں کا نام مریم تھا۔یوز آسف کی ماں کا نام مریم نہ تھا۔

۳۔حضرت عیسی ملک شام میں پیدا ہوئے۔یوز آسف، ہندوستان کے علاقہ شولا پت یا سولا بط میں ہوئے ہیں

۴۔حضرت مسیح کی پیدائش کو آج ۱۹۲۸ء سال ہوئے ہیں۔ یوز آسف مسیح سے صدیوں پیشتر پیدا ہوئے۔

۵۔حضرت عیسی ۳۳ سال کی عمر میں صلیب پر چڑھائے گئے۔یوز آسف کے ساتھ ایسا واقعہ نہیں ہوا۔

۶۔حضرت مسیح دولت اور امیر کبیر نہ تھے۔ یوز آسف شاہزادہ اور بادشاہ کا بیٹا تھا۔

۷۔حضرت مسیح صلیب پر نہ مرے تھے بلکہ ایک مرہم سے ان کا علاج کیا گیا۔یوز آسف کے ساتھ یہ واقعات پیش نہ آئے۔

مندرجہ بالا تین کتابوں میں شاہزادہ یوز آسف کے حالات درج ہیں،مگر یہ سات واقعات ان کے ساتھ نہیں ہوئے ہیں پس ثابت ہوتا ہے کہ شہر سری نگر میں جو شاہزادہ یوز آسف کی قبر ہے وہ درحقیقت حضرت مسیح ناصری کی نہیں ہے۔

چوتھی دلیل اور اسکا جواب

خادم کرشن قادیانی:

عیسائی اور مسلمان اس بات پر اتفاق رکھتے ہیں کہ یوز آسف نام ایک نبی جس کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا دور دراز سفر کر کے کشمیر پہنچا اور وہ نہ صرف نبی بلکہ شاہزادہ بھی کہلاتا تھا اور جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اسی ملک کا وہ باشندہ تھا اور اس کی تعلیم بہت سی باتوں میں مسیح کی تعلیم سے ملتی جلتی تھی۔ (ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۸)

جواب۔عاشق احمد مدنی

عیسائی اور مسلمان اس بات پر ہرگز اتفاق نہیں رکھتے ہیں کہ یوز آسف نبی کا وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا، اور نہ ہی اس بات پر ان کا اتفاق ہے کہ جس ملک میں یسوع مسیح رہتا تھا اس ملک کا یوز آسف باشندہ تھا۔میں

اس سے پیشتر اسلامی کتابوں سے ثابت کر آیا ہوں کہ شاہزادہ ملک ہندوستان کے کسی حکمران کا بیٹا تھا اور زمین سولابط اس کا وطن تھا۔ اور حضرت مسیح ناصری سے صدیوں پہلے ہوا تھا۔ جناب مرزا صاحب اپنی کتاب چشمہ مسیحی کے صفحہ ۲ ۔۳ پر لکھتے ہیں:

ایک اور امر تعجب انگیز ہے کہ یوز آسف کی قدیم کتاب (جسکی نسبت اکثر محقق انگریزوں کے بھی یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسی کی پیدائش سے بھی پہلے شائع ہو چکی ہے) جس کے ترجمے تمام ممالک یورپ میں ہو چکے ہیں انجیل کو اس کے اکثر مقامات سے ایسا توارد ہے کہ بہت سی عبارتیں باہم ملتی ہیں.... بعض لوگوں کی یہ رائے ہے کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے اور اول سنسکرت میں تھی اور پھر دوسری زبانوں میں ترجمے ہوئے۔ چنانچہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں. مگر ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسی کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی اور ہم نے بہت سے دلائل سے اس بات کو ثابت بھی کر دیا ہے کہ یہ درحقیقت حضرت عیسی کی انجیل ہے۔

(نیز دیکھو اخبار بدر ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۲۔ الحکم ۱۷ مارچ ۱۹۰۶ء صفحہ ۴، ۵)

جب کہ اکثر محقق انگریزوں کے یوز آسف کی قدیم کی نسبت یہ خیالات ہیں کہ وہ حضرت عیسی کی پیدائش سے بھی پہلے شائع ہو چکی ہے تو اس کے معنی یہ ہیں کہ شاہزادہ یوز آسف حضرت عیسی سے بہت پیشتر ہوا ہے۔ اس کے علاوہ بعض محقق انگریز بھی اس بات کے قائل ہیں کہ یہ کتاب گوتم بدھ کی ہے اور اول سنسکرت میں تھی، اس کے معنی بھی یہی ہوئے کہ مسلمانوں اور عیسائیوں کا اس بات پر ہرگز اتفاق نہیں ہے کہ یوز آسف کا زمانہ وہی زمانہ ہے جو مسیح کا زمانہ تھا۔

اب رہا جناب مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ

ہماری رائے تو یہ ہے کہ خود حضرت عیسی کی یہ انجیل ہے جو ہندوستان کے سفر میں لکھی گئی،

سو یہ بھی سراسر غلط ہے اور دعوی بے دلیل ہے ۔ باقی

(ہفت روزہ توحید امرتسر ۱۲ شوال ۱۳۴۶ھ ۴۔ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۶ تا ۸)

....

کیا حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں ہے

تاریخی معلومات کا ایک اہم ذخیرہ۔۳

از قلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

جواب: عاشق احمد مدنی:

۱۔ان تمام تحریروں کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ بقول مرزا غلام احمد صاحب کے

(ا) اہل کشمیر کی پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ شاہزادہ یوذ آسف شام سے آیا تھا

(ب) کشمیر کی پورانی تاریخوں سے ثابت ہے کہ یوذ آسف ایک نبی اسرائیلی تھا۔

(ج) اکمال الدین میں لکھا ہے کہ یوذ آسف نے اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا

(د) کشمیر کی پرانی تاریخی کتابوں میں جو تاریخ آمد لکھی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس بات پر اب ہمارے زمانہ میں ۱۹۰۰ برس گذر گئے جب یہ نبی کشمیر میں آیا تھا۔

۲۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی تصنیفات میں یہ دعوی تو بڑے زور سے کئے ہیں مگر کشمیر کی پورانی تاریخی کتابوں، کے الفاظ لکھنے کے سوا کچھ ثابت نہ کر سکے۔آپ نے یہ نہ بتایا کہ کشمیر کی ان پرانی تاریخی کتابوں کے مصنف کون ہیں، کہاں اور کس شہر میں پیدا ہوئے ہیں، اور کس زبان میں یہ کتابیں لکھی گئیں۔اگر مرزا غلام احمد صاحب کے پاس قادیان میں، کشمیر کی پورانی تاریخی کتابیں موجود تھیں تو کیوں نہ آپ نے ان کی عبارتیں مع مضمون کے حوالہ درج کر کے یہ ثابت کیا کہ شاہزادہ یوذ آسف ملک شام سے آیا تھا وہ اسرائیلی شہزادہ تھا اسکے زمانہ کو اتنی صدیاں ہوگئیں۔فقط کتابوں اور رسالوں کے صفحے سیاہ کر دینے سے کچھ نہیں بنتا جب تک پکی دلیل کیساتھ اپنے دعوی کو ثابت نہ کیا جائے۔

۳۔شہزادہ یوز آسف درحقیقت ایک حکمران کا بیٹا تھا اور وہ حکمران ملک ہندوستان میں ہی تھا چنانچہ مرزا صاحب اورآپ کے مریدوں کی ہی پیش کردہ کتاب اکمال الدین واتمام النعمة کے صفحہ ۳۱۷ اور کتاب شاہزادہ یوزآسف وحکیم بلوہر کے صفحہ ۲ پرشاہزادہ یوزآسف کے والد کے بارے میں یہ الفاظ آئے ہیں:

ان ملکا من ملوك الهند کان کثیر الجیش و واسع المملکة یعنی اگلے زمانہ میں ایک بادشاہ صاحب لشکر جرار و مالک ملک وسیع ہندوستان میں گذرا ہے۔

(نیز دیکھو کتاب یوزآسف وبلوہر ص ۱۲۱وا)

اب بجز اس کے کیا کہا جائے کہ لعنة الله علی الکا ذبین کہو مرزائیو آمین

اسی طرح اس کتاب اکمال الدین واتمام النعمۃ کے صفحہ ۳۲۵، ۳۵۸، ۳۵۹، اور کتاب شاہزادہ یوز آسف وحکیم بلوہر صفحہ ۲۶، ۱۲۸، اور کتاب یوزآسف وبلوہر، کے صفحہ ۲۸، ۲۹، ۲۵۲، اور تاریخ کبیر کشمیر کے صفحہ ۳۴ پر صاف طور پر اس علاقے کا نام سرزمین سولا بط لکھا ہے چنانچہ عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۵۷۶۔ ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۲ پر ہے

فمکث فی تلك البلاد حیناً ثم اتی ار ض سولا بط و بلّغ ساکنیھا ۔یعنی یوز آسف کچھ عرصہ ان علاقوں میں ٹھہرا۔ پھر ایک علاقے میں آیا جس کا نام سولا بط ہے اور وہاں کے لوگوں کو تبلیغ کی۔

۴۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب کا یہ لکھنا کہ (اوران کی پورانی تاریخوں میں لکھا ہے کہ یوزآسف ایک نبی شاہزادہ ہے وبلاد شام کی طرف سے آیا تھا) سراسر جھوٹ ہے اور خدا کے بندوں کو دھوکا دینا ہے۔

میں نے اخبار اہل حدیث امرتسر مورخہ ۲۴ ستمبر ۱۹۲۶ء کے صفحہ ۱۰ اور اہل حدیث امرتسر مورخہ ۷ جنوری ۱۹۲۷ء کے صفحہ ۵۔۶ پر علماء احمدیہ کو چیلنج دیا تھا کہ وہ اہل کشمیر کی پورانی تاریخوں سے یہ الفاظ نکال کر دکھلائیں کہ شہزادہ یوزآسف ملک شام کی طرف سے آیا تھا۔

آج تک کسی احمدی عالم کو میرا مطالبہ پورا کرنے کی جرأت نہ ہوئی اور ان شاء اللہ تا قیامت میرے مخالف اہل کشمیر کی پورانی تاریخوں سے یہ الفاظ نہ دکھلاسکیں گے کہ یوزآسف ملک شام کی طرف سے آیا تھا۔

پس مرزا غلام احمد صاحب نے تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۴ پر جھوٹ بولا ہے اور جھوٹ بولنے والے کی بابت قرآن شریف میں آیا ہے لعنة الله علی الکا ذبین

اس طرح مرزا صاحب قادیانی کا یہ لکھنا کہ،

کشمیر کی پرانی تاریخی کتابیں جو ہمارے ہاتھ آئیں ان میں لکھا ہے کہ یہ ایک نبی، بنی اسرائیل میں سے تھا۔، (ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۱۸۰)

بھی جھوٹ ہے اور کذب بیانی ہے۔

اور خود جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں کہ

جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹ کا حاشیہ)

۵۔ ایک مرزائی مولوی نظام الدین نامی لکھتا ہے:

اور یہ جو بعض تواریخ میں آیا ہے کہ یوز آسف شولا پت سے آیا تھا اور عربی کی تحریروں میں اصل لفظ شولا پت آیا ہے یعنی اصل میں پ کے ساتھ آیا ہے، یہ دراصل صلیب کی بگڑی ہوئی صورت ہے اور کشمیری ملاں آج بھی صلیب کو صولیب کہتے ہیں باوجود اس کے کہ ان کو تنبیہ کی گئی پھر صلیب ان کے منہ سے نہیں نکلتی۔ (ریویو آف ریلی جنز دسمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۲)

سبحان اللہ کیسی عجیب توجیہ سوجھی ہے

اندھے کو اندھیرے میں بہت دور کی سوجھی

کجا ملک ہندوستان کا علاقہ سرزمین سولا بط، کجا لفظ صلیب۔ کہیں کی اینٹ کہیں کا روڑا بھان متی نے کنبہ جوڑا۔ اس سے پہلے ایک احمدی مبلغ جناب مفتی محمد صادق صاحب بھی یوں گوہر افشانی کر چکے ہیں کہ:

پنجابی میں قدیم سے ایک ضرب المثل مشہور چلی آتی ہے۔ اسبو گول تے کجھ نہ پھول۔ غالباً مرور زمانہ سے اور اصلیت مثل کے بھولنے سے کول کا لفظ بدل کو گول بن گیا۔ اصل یوں تھا: ایسو کول، یعنی یسوع ہمارے پاس ہی ہے پنجاب کے متصل کشمیر میں مدفون ہے لیکن کچھ اس کی بابت کھول کر دریافت نہ کرو کیونکہ یہ امر پردے میں رکھنے کے لائق ہے کہ یسوع اہل پنجاب کے پاس ہی ہے۔

(اخبار فاروق قادیان ۱۱۔۱۸۔۲۵ مئی ۱۹۱۶ء صفحہ ۱۱)

کیا کہنا ایسی زبردست دلیل جناب مرزا غلام احمد صاحب کو بھی نہ سوجھی تھی ناظرین ذرا انصاف سے دیکھیں کہ کیسے زبردست دلائل علماء احمدیہ پیش کررہے ہیں خدا ایسے لوگوں کو ہدایت کرے طفل مکتب بھی ایسی باتیں سن کر یقیناً ہنس دیں گے۔

۶۔واضح ہو کہ تاریخ کشمیر اعظمی (مطبوعہ ۱۳۰۳ھ مطبع محمدی لاہور) پر خواجہ محمد اعظم لکھتے ہیں:

در جوار ایشاں (یعنی سید نصیر الدین) سنگ قبرے واقع شدہ در عوام مشہورہ است کہ آنجا پیغمبرے آسودہ است کہ در زمان سابقہ در کشمیر مبعوث شدہ بود ایں مکان بمقام پیغمبر معروفست در کتابے از تواریخ دیدہ شد کہ بعد قضیہ دور دراز از حکایتے مےنویسد کہ یکے از سلاطین زادہا براہ زہد وتقوی آمدہ ریاضت وعبادت بسیار کرد برسالت مردم کشمیر مبعوث شدہ در کشمیر آمدہ بدعوت خلائق اشتغال نمود بعد رحلت در محلّہ انزہ مرہ اسود ودر آں کتاب نام آں پیغمبر را یوذ آسف نوشت۔الخ

(نیز دیکھو تاریخ کبیر کشمیر صفحہ ۳۴)

خود مرزا غلام احمد کی کتاب راز حقیقت کے صفحہ ۲۰، رسالہ کشف الاسرار صفحہ ۱۳ رسالہ ریویو آف ریلی جنز نومبر دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۷۰ ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۷۸، ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۰۶ء صفحہ ۱۷۶، ریویو آف ریلی جنز دسمبر ۱۹۲۵ء صفحہ ۳۰ پر (بحوالہ تاریخ اعظمی ص ۸۲) (تاریخ اعظمی کو لکھے قریباً ۲۰۰ برس ہو گئے ہیں ریویو آف ریلی جنز جلد ۲ نمبر ۱۱،۱۲ صفحہ ۴۷۰) یوں ترجمہ کیا گیا ہے:

سید نصیر الدین کی قبر کے ساتھ ایک نبی کی قبر مشہور ہے وہ ایک شاہزادہ تھا جو غیر ملک سے کشمیر میں آیا وہ زہد وتقوی اور عبادت میں کامل تھا خدا کی طرف سے نبی بنایا گیا اور اہل کشمیر کی دعوت میں مشغول ہوا اس کا نام یوذ آسف تھا۔ بہت سے اہل کشف اور خصوصاً میرے مرشد نے شہادت دی ہے کہ اس قبر سے برکات نبوت ظاہر ہوتے ہیں۔

دیکھئے کشمیر کی اس پورانی تحریر میں یہ کہیں نہیں لکھا کہ:

شاہزادہ یوذ آسف ملک شام سے آیا تھا،

اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ: وہ بنی اسرائیلی نبیوں میں سے تھا
اور نہ ہی اس کے آنے کا وقت اس میں لکھا ہے۔

چھٹی دلیل اور اس کا جواب

خادم کرشن قادیانی

اور اس کتاب اکمال الدین میں یہ بھی لکھا ہے کہ یوز آسف نے جو شاہزادہ نبی تھا اپنی کتاب کا نام انجیل رکھا تھا (ریویو آف ریلی جنز ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۳۹)

کتاب اکمال الدین کا مصنف ایک عجیب واقعہ بیان کرتا ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ شہزادہ نبی جو غیر ملک سے آیا اور کشمیر میں وفات پائی حضرت مسیح ہی تھے اور کوئی نہ تھا کتاب اکمال الدین کے اصل الفاظ یہ ہیں:

حتی بلغ فضاء وا سعا فر فع رأسه فرای شجره عظيمة على عين ماء احسن ما يكون من الشجر و اكثر ها فر عا و غضا و احلا ها ثمرا و قد اجتمع اليه من الطير ما لا يعد كثرة فسر بذلك المنظر و فر ح به و تقدم اليه حتى دنى منه و جعل يعتبره و يفسره الشجرة بالبشرى التى دعا اليها و عين الماء بالحكمة و العلم و الطير با لناس الذين يجتمعو ن اليه و يقبلون منه الدين

مذکورہ بالا بیان میں لفظ بشری قابل توجہ ہے۔اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت یوز آسف حضرت یسوع مسیح ہی تھے۔عبرانی میں انجیل کو بشورے کہتے ہیں اور انگریزی میں گاسپل اور تینوں لفظوں کے معنی ایک ہی ہیں یعنی خوشخبری۔اصل عبرانی بشورے ہے اور چونکہ عبرانی عربی سے پیدا ہوئی ہے اس لئے بشورے وہی لفظ ہے جو کو عربی میں بشرے کہتے ہیں۔پس معلوم ہوا کہ حضرت یوز آسف علیہ السلام انجیل کی طرف لوگوں کو بلاتے تھے جو کتاب ان پر اتاری گئی تھی اس کا نام بشری تھا جو انجیل کا عبرانی نام ہے اس سے ثابت ہوا کہ حضرت یوز آسف حضرت یسوع مسیح کا ہی دوسرا نام ہے اور دونوں نام ایک ہی شخص کے ہیں جس پر بشری یعنی انجیل اتاری گئی تھی (ریویو آف ریلی جنز نومبر دسمبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۷۱، ۴۷۲، رسالہ کشف الاسرار صفحہ ۱۴، ریویو آف ریلی جنز جلد ۳

نمبر۵صفحہ۱۸۴ ریویو آف ریلیجنز جلد۵نمبر۵صفحہ۱۷۷ رسالہ التنقید صفحہ۲۷)

جواب۔عاشق احمد مدنی

۱۔واضح ہو کہ کتاب اکمال الدین و اتمام النعمة فی ا ثبا ت الغیب و کشف الخیره عربی زبان میں ہے۔دیکھو الفضل یکم مئی ۱۹۱۷ء صفحہ۴۔عبران زبان میں نہیں۔اور بے شک اس کتاب کے صفحہ ۳۵۸ پر لفظ بشری موجود ہے جسکے معنی اس جگہ کتاب ،انجیل، کے نہیں ہیں بلکہ اس کے معنی اس موقعہ پر،خوش خبری، کے ہیں جس طرح کتاب شاہزادہ یوز آسف و حکیم بلوہر، کے صفحہ ۱۲۷ پر لکھا ہے اس کے علاوہ اکمال الدین کے صفحہ ۳۵۷ پر لکھا ہے کہ خدا نے کسی فرشتے کو یوز آسف کے پاس بھیجا اس نے کہا:

اتیتك بالتحیة و ا ذكر لك ماغا ب عنك من امر د ینك و آ خرتك فاقبل بشارتی و مشور تی و لا تغفل من قو لی ..یعنی میں تیرے پاس اس لئے آیا ہوں کہ رحمت الٰہی کی تجھے مبارک دوں اور امور دنیا و آخرت کی چند باتیں جو تجھے نہیں معلوم ہیں وہ تعلیم کروں تو میری خوش خبری کو یقین کر اور میرے کہنے سے باہر نہ ہو۔

و نیز دیکھو کتاب شاہزادہ یوز آسف و حکیم بلوہر صفحہ۱۲۴

اس جگہ لفظ ،بشارت، کے معنی محض ،خوش خبری، کے ہیں نہ کہ کتاب انجیل کے۔

۲۔قرآن مجید کی سورہ مائدہ اور سورہ الحدید میں حضرت عیسی کا ذکر خیر کرتے ہوئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے

و آ تیناه ا لانجیل یعنی ہم نے عیسی کو انجیل دی۔

قرآن کریم میں انجیل کی بجائے لفظ بشری ،کہیں استعمال نہیں ہوا ہے۔ہاں آیات مقدسہ مثلاً

و ما جعله الله الا بشری (آل عمران:١٢٦)

لهم البشری فی الحیوة الد نیا و فی ا لآ خرة (یو نس:٦٤)

و نزلنا علیك الكتاب تبیانا لكل شیء و هدی و رحمة وبشری للمسلمین (النحل:٨٩)

قـل نـز لـه روح القدس من ر بك بالحق ليثبت الذين آ منوا و هدى و بشرى للمسلمين (النحل : ۱۰۲)

میں لفظ بشری آیا ہے مگر اس کے معنی ،خوش خبری، کے ہیں نہ کہ کتاب انجیل کے۔

۳۔مرزا غلام احمد کی ایک کتاب کا نام حمـا مة البشری ،ہے۔ آپ کے الہامات کا مجموعہ ،البشری، نامی ایک کتاب میں شائع ہوا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب کا ایک الہام ہے بشـری لك یا ا حمدی ۔ان میں لفظ بشری کے معنی کتاب انجیل کے نہیں ہیں بلکہ خوش خبری کے ہیں۔

ساتویں دلیل اور اس کا جواب

خادم کرشن قادیانی:

اہل کشمیر شاہزادہ نبی کا نام یوز آسف بیان کرتے ہیں یہ لفظ صریح معلوم ہوتا ہے کہ یسوع آسف کا بگڑا ہوا ہے اسف عربی میں اس شخص کو کہتے ہیں کہ جو قوم کو تلاش کرنے والا ہو۔ چونکہ حضرت عیسی اپنی قوم کو تلاش تلاش کرتے کرتے جو بعض فرقے یہودیوں میں سے گم تھے کشمیر میں پہنچے تھے اسلئے انہوں نے اپنا نام یسوع آسف رکھا تھا۔(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۲۲۸ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴)

جواب۔عاشق احمد مدنی

ا۔ان دو کتابوں تو یہ لکھا گیا ہے کہ آسف کے معنی ہیں قوم کی تلاش کرنے والا۔اس کے برعکس کتاب ست بچن حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴،صفحہ و پر ہے:

دراصل یہ لفظ یسوع آسف ہے یعنی یسوع غم گین آسف اندوہ اور غم کو کہتے ہیں چونکہ حضرت مسیح نہایت غم گین ہو کر اپنے وطن سے نکلے تھے اس لئے اپنا نام کے ساتھ آسف ملا لیا...

چنانچہ یوسف جو حضرت یعقوب کا بیٹا تھا اس کی وجہ تسمیہ بھی یہی ہے کہ اس کی جدائی پر اندوہ اور غم کیا گیا جیسا کہ اللہ جل شانہ نے اس بات کی طرف اشارہ فرما کر کہا ہے یااسفا علی یو سف پس

اس بات سے صاف نکلتا ہے کہ یوسف پر اسف یعنی اندوہ کیا گیا اس لئے اس کا نام یوسف ہوا۔

(نیز دیکھو رسالہ نور القرآن صفحہ ۱۷ کا حاشیہ تبلیغ رسالت جلد ۴ ص ۸۷)

اور خود ہی مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں کہ

ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے یا انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق ۔(ست بچن۔صفحہ ۳۱)

اور لطف یہ ہے کہ زبان عبرانی سے مرزا غلام احمد ناواقف ہیں (نزول مسیح۔صفحہ ۵۷)

۲۔قرآن شریف میں آتا ہے

و لما ر جع موسی الی قو مه غضبا ن اسفا (الاعراف:۱۵۰)

اور جب واپس آیا موسیٰ طرف اپنی قوم کے غصہ میں اور افسوس کرتا ہوا

اس طرح سورہ الکہف آیت ۶ میں ہے:

فلعلك باخع نفسك على آ ثا ر هم ان یو منوا بهذا الحد یث اسفا ۔

۳۔جناب مرزا غلام احمد صاحب اپنے مخالفوں کے بارے میں ایک جگہ لکھتے ہیں

یا اسفا انهم اتفقوا على الضلا لة جميعا برایشاں افسوس کہ ایں مردم ہم گناں طریق ضلالت اختیار نمودند (انجام آتھم۔صفحہ ۸۳)

اور دوسری کتاب میں مرزا غلام احمد فرماتے ہیں:

فر جع موسی غضبان اسفا یعنی حضرت موسیٰ غضب اور تاسف کی حالت میں واپس ہوا۔

(حمامۃ البشریٰ مترجم حصہ اول صفحہ ۹۹)

۴۔لغت کی کتابوں مثلاً مجمع البحار جلد ا صفحہ ۳۱۔۳۲، قاموس جلد ۳ صفحہ ۲۱، تاج العروس جلد ۶ صفحہ ۴۰، منتہی

الا رب جلد ۱ صفحہ ۳۶، مفردات القرآن صفحہ ۱۵، المصباح المنیر جلد ۱ صفحہ ۱۰، منتخب اللغات صفحہ ۶۲، غیاث اللغات صفحہ ۲۹۔ اور صراح مع قراح جلد ۲ صفحہ ۳۴۰ پر لفظ آسف کے معنی اندوہ گین، افسوس، غم گین، خشم ناک، آئے ہیں مگر جو معنی مرزا غلام احمد صاحب نے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۴، اور ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۲۲۸ پر لکھے ہیں وہ معنی لغت کی ان کتابوں میں نہیں آئے ہیں۔

۵۔ ایک احمدی مولوی لکھتا ہے کہ چونکہ اس قصہ کے بعض واقعات گوتم بدھ کی زندگی کے واقعات سے مشابہت رکھتے ہیں اس لئے اکثر عیسائی صاحبان کا ہمیشہ یہ خیال رہا ہے کہ شہزادہ یوز آسف گوتم بدھ کا ہی دوسرا نام ہے (ریویو جون ۱۹۱۰ء ص ۲۳۸۔۲۳۹) اور یہ کہ یورپ کے بعض مصنفوں نے جوزافٹ (یوز آسف) اور گوتم بدھ کو ایک ہی شخص ثابت کرنے کی کوشش کی ہے (ریویو آف ریلی جنز جلد ۲ نمبر ۱۱۔۱۲ صفحہ ۴۷۴) عیسائیوں کی تردید میں احمدی مولوی یوں لکھتا ہے

اگر یوز آسف کے قصہ کے بعض واقعات گوتم کے حالات سے ملتے ہوں تو اس سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں۔ (ریویو آف ریلی جنز جلد ۲ نمبر ۱۱۔۱۲ صفحہ ۴۷۴)
اگر سری نگر کی قبر بدھ کی ہوتی تو وہ دنیا کے کل بدھ مذہب کے پیروؤں کا مرجع ہونی چاہیے تھی۔
(ریویو آف ریلی جنز جلد ۹ نمبر ۶ صفحہ ۲۳۹)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

میں کہتا ہوں کہ اگر یوز آسف کے قصہ کے بعض واقعات حضرت یسوع مسیح عیسی بن مریم کے حالات سے ملتے ہوں تو اس سے ثابت نہیں ہو سکتا کہ دونوں ایک ہی شخص کے نام ہیں اگر سری نگر کی قبر حضرت مسیح کی قبر ہوتی تو دنیا کے کل مسیحی مذہب کے پیروؤں کا مرجع ہونی چاہیے تھی پس مرزا غلام احمد کا یہ لکھنا کہ

جو سری نگر میں محلّہ خان یار میں یوز آسف کے نام سے قبر موجود ہے وہ درحقیقت بلا شک وشبہ حضرت عیسی کی قبر ہے۔ (راز حقیقت۔ صفحہ ۲۰)

سراسر جھوٹ ہے اور جھوٹ بولنے کے بارے میں خود مرزا صاحب لکھتے ہیں:

ظاہر ہے کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ صفحہ ۲۲۳)

جھوٹ بولنا اور گوہ کھانا ایک برابر ہے ۔ (حقیقۃ الوحی۔ صفحہ ۲۰۶)

جھوٹ بولنا مرتد ہونے سے کم نہیں۔ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ ص ۱۹ کا حاشیہ)

جھوٹ بولنا ام الخبائث ہے۔ (تبلیغ رسالت جلد ۷ صفحہ ۲۸)۔

(ہفت روزہ توحید امرتسر ۱۹ شوال ۱۳۴۶ھ۔ ۱۱۔ اپریل ۱۹۲۸ء ص ۷ تا ۱۰)

....

کیا حضرت مسیح مصلوب ہوئے؟

اوران کے زخموں کو مرہم عیسی سے اچھا کیا گیا؟

مرہم عیسی کی حقیقت

ازقلم: مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرت سر

مرزا غلام احمد قادیانی کے جہاں اور بہت سے حیرت انگیز دعاوی ہیں اون میں یہ بھی کوئی کم حیثیت نہیں رکھتا جس پر آج ہم ایک سرسری نظر ڈال رہے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے دعوی مسیحیت کی بنیاد اس پر رکھی کہ حضرت مسیح ناصری فوت ہو گئے اوران کی قبر ملک کشمیر میں ہے۔،

توحید کی گذشتہ اشاعتوں میں مرزا غلام احمد صاحب کے دلائل پر ایک مکالمہ کی شکل میں کافی روشنی ڈالی جا چکی ہے آج ہم اسی سلسلہ میں مرزا صاحب کے اس دعوی پر روشنی ڈالنا چاہتے ہیں کہ

حضرت مسیح صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ ان پر غشی کی حالت طاری ہوگئی بعد میں دو تین روز کے بعد غشی دور ہوگئی اور ہوش میں آ گئے اور ان کے زخم مرہم عیسی سے اچھے ہو گئے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام توحید مرہم عیسی کی حقیقت کا دل چسپی سے مطالعہ کریں گے،

مرزا غلام احمد قادیانی کا مذہب

۱۔ ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۸۔۳۸۱، نزول المسیح صفحہ ۱۵۱، مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۹، بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷، کتاب البریہ صفحہ ۲۴۳۔۲۴۴ (حاشیہ) الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۶ (نیز الحکم ۲۸ مئی ۱۹۲۵ء صفحہ ۶) ایام الصلح صفحہ ۱۴۵، راز حقیقت صفحہ ۳ حاشیہ، تحفۃ الندوۃ صفحہ ۱۰، تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۱۰ میں ان امور کو تسلیم کیا گیا ہے کہ

حضرت مسیح ہی گرفتار کئے گئے اور وہی صلیب پر کھینچے گئے تھے یہود و نصاری دونوں اس بات پر یک زبان متفق ہیں کہ مسیح ناصری ہی پکڑا گیا اور اسی کو صلیب پر چڑھایا حضرت عیسی ۳۳ برس کی عمر میں مصلوب کئے گئے۔

۲۔ حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۶، ۳۷، ضمیمہ براہین احمدیہ پنجم ص ۱۰۰ حاشیہ، اور ایسے ہی ایام الصلح، راز حقیقت، ست بچن، مسیح ہندوستان میں، سراج منیر، تریاق القلوب، لیکچر سیالکوٹ، تحفہ گولڑویہ، مواہب الرحمٰن، کشف الغطاء، چشمہ مسیحی اور کتاب البریہ میں اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ

حضرت عیسی صلیب پر فوت نہیں ہوئے مگر غشی کی حالت ان پر طاری ہوگئی تھی بعد میں دو تین روز تک ہوش میں آ گئے اور مرہم عیسی کے استعمال سے ان کے زخم بھی اچھے ہو گئے۔

۳۔ مسیح ہندوستان میں، صفحہ ۵۴۔۵۶، اور ریویو آف ریلی جنز اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۹۶۔۳۹۷ پر جو کچھ لکھا گیا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے:

ایک اعلی درجہ کی شہادت جو حضرت مسیح کے صلیب سے بچنے پر ہم کو ملی ہے جو ایسی شہادت ہے کہ بجز ماننے کے

کچھ بن نہیں پڑتا وہ ایک نسخہ ہے جس کا نام مرہم عیسی ہے جو طب کی صدہا کتابوں میں لکھا ہوا پایا جاتا ہے ...اور یہ خدا کی عجیب قدرت ہے کہ ہر ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی، اور کیا یہودی، اور کیا مجوسی، اور کیا مسلمان، سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسی کیلئے انکے حواریوں نے طیار کیا تھا... بہرحال اس دوا کے استعمال سے حضرت مسیح کے زخم چندروز ہی میں اچھے ہو گئے اور اس قدر طاقت آ گئی کہ آپ تین روز میں یروشلم سے جلیل کی طرف ستر کوس تک پیادہ پا گئے

جواب از مدقق

ا۔ حق بات یہ ہے کہ قرآن مجید کی آیات مقدسہ، احادیث صحیحہ نبویہ، روایات صحابہ، اقوال تابعین، وآئمہ اربعہ، اسلامی تاریخوں اور اسلامی تفسیروں میں مرہم عیسی کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ اور نہ ہی حضرت مسیح کے صلیب پر چڑھائے جانے اور مرہم عیسی سے ان کا علاج ہونے کا کوئی ذکر ہے۔

۲۔ شیخ الرئیس فی الطب بوعلی سینا کی کتاب قانون (مطبوعہ ۱۲۹۴ھ چھاپہ مصری) کی جلد سوم فصل مرہموں کے بیان میں، صفحہ ۴۰۵ پر الفاظ یوں ہیں:

مر هم الرسل و هو شليحا اى امر هم الحوا ر يين و يعرف بمرهم الز هرة و بمر هم مند يا و هو مر هم يصلح بالرفق النواصير الصعبة و ا لخنا زير الصعبة ليس شىء مثله و ينقى الجراحات من اللحم الميت و القيح ويد مل يقا ل انه ا ثنا عشر دوا ء لا ثنى عشر حوار يا

مرہم رسل، اس مرہم کو مرہم شلیحا کہتے ہیں یعنی مرہم حواریین کا اور مرہم زہرہ اور مرہم مندیا کے نام سے مشہور ہے۔ یہ ایسا مرہم ہے کہ بآسانی نواصیر سخت اور خنازیر سخت کی اصلاح کرتا ہے کوئی دوا مثل اس کے نہیں ہے اور پھوڑوں کے مردار گوشت اور پیپ کو نکال دیتا ہے اور اندمال کرتا ہے لوگ کہتے ہیں کہ یہ بارہ دوائیں بارہ حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔

نوٹ: شیخ بوعلی سینا نے اس مرہم کو مرہم عیسی کے نام سے یاد نہیں کیا نہ ہی اس نے یہ کہا کہ اسے حواریوں نے حضرت مسیح کے لئے یعنی آپ کے زخموں کے لئے بنایا بلکہ اس نے یہ لکھا ہے کہ لوگ کہتے ہیں کہ

یہ بارہ دوائیں بارہ حواریوں کی طرف منسوب ہیں۔

اس کو شیخ کا اپنا مذہب لکھنا سراسر دھوکہ دینا ہے ۔پس جناب مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ:

ایک مذہب کے فاضل طبیب نے کیا عیسائی، اور کیا یہودی، اور کیا مجوسی، اور کیا مسلمان، سب نے اس نسخہ کو اپنی کتابوں میں لکھا ہے۔ اور سب نے اس نسخہ کے بارے میں یہی بیان کیا ہے کہ حضرت عیسی کیلئے ان کے حواریوں نے طیار کیا تھا۔ (مسیح ہندوستان میں ۔ص ۵۵)

سراسر غلط ہے۔

جناب مرزا صاحب نے کتاب مسیح ہندوستان کے صفحہ ۵۶ میں اور ریویو آف ریلی جنز اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۹۷ پر بعنوان ،

فہرست ان کتابوں کی جن میں مرہم عیسی کا ذکر ہے کہ وہ مرہم حضرت عیسی کے لئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی،،

سب سے پہلے کتاب قانون، شیخ الرئیس بوعلی سینا کا نام لکھا ہے حالانکہ اس کتاب میں بوعلی سینا نہیں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ مرہم حضرت عیسی کے لئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی۔

۳۔ جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتاب مسیح ہندوستان کے صفحہ ۵۷ پر کتاب منهاج الدکان بدستور الاعیان فی اعمال و ترکیب النافعة للابدان ،تالیف افلاطون زمانہ ابوالمنا ابن ابی نصر العطاء الاسرائیلی الہارونی (یعنی یہودی) کا حوالہ بھی دیا ہے حالانکہ اس کتاب منهاج الدکان (طبع مصر) کے صفحہ ۸۳ پر یوں لکھا ہے

مرهم الرسل و هو مرهم الحواريين و مرم الشلاحين و معنى هذا اللفظة بالعبرانى الرسل ۔

ترجمہ: یعنی مرہم رسل کو مرہم حواریین اور مرہم شلاحین بھی کہتے ہیں اور لفظ شلاحین کے معنی عبرانی میں رسل کے ہیں۔

نوٹ: اس اسرائیلی طبیب نے اس مرہم کا نام مرہم عیسی نہیں لکھا ہے اور نہ ہی یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسی کے لئے ان کے حواریوں نے تیار کیا تھا بلکہ اس بات کا ذکر بھی نہیں کیا کہ مرہم عیسی حضرت عیسی کے لئے یعنی ان کے بدن کے زخموں کے لئے بنائی گئی تھی چونکہ یہ طبیب اسرائیلی تھا زبان عبرانی کا عالم اس نے لفظ شلاحین کے صحیح معنی رسل بتلا دیئے پس جناب مرزا صاحب کا یہ لکھنا کہ

یہ عبرانی یا یونانی لفظ ہے جس کے معنی باراں کے ہیں (ست بچن حاشیہ متعلقہ صفحہ ۱۶۴ بر صفحہ د۔ نور القرآن حصہ اول صفحہ ۶۷ کا حاشیہ، تبلیغ رسالت جلد ۴ صفحہ ۸۵)

اور یہ کہ شلیخا کا لفظ جو یونانی ہے جو باراں کو کہتے ہیں۔ ان کتابوں میں اب تک موجود ہے۔

(مسیح ہندوستان میں صفحہ ۶۰، ریویو اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۴۰۰)

سراسر غلط ہے اور نادرست ہے۔

چنانچہ جناب منشی خادم حسین احمدی ساکن بھیرہ نے اس امر کو تسلیم کیا کہ شلیخا عبرانی لفظ ہے جس کے معنی رسل کے ہیں۔ (الحکم قادیان ۷ انومبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۵)

۴۔ کتاب قرابادین کبیر کی جلد دوم صفحہ ۵۰۸۔ ۵۰۹ پر ہے

مرہم حواری، ایں مرہم را مرہم رسل نیز نامند و ترجمہ کردہ شد در قرابادین رومی برہم سلیخا و معروف بہ مرہم زہرہ و گفتہ کہ ایں مرہم دوازدہ دوست از دوازدہ حواری حضرت عیسی کہ ہر یک یک دوا را اختیار کردہ ترکیب نمودند و ایں مرہم بہترین مرہم ہا است

اس کے بعد اس کتاب میں یہ بھی لکھا ہے

وگفتہ کہ ایں مرہم را مرہم بخار و اثنا عشری نیز نامند

نوٹ: اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اس مرہم کا کوئی ایک نام نہیں۔ بلکہ متعدد نام ہیں۔ مثلاً شلیخا، یا سلیخا، رسل، حواریین، مندیا، اثنا عشری، زہرہ، بخار (مندیا؟) سب سے کم مشہور نام مرہم عیسی ہے جس کو نہ شیخ نے ذکر کیا نہ رومی نے اور نہ اسرائیلی نے اور نہ صاحب قرابادین کبیر نے اور سب سے قدیم اور مشہور نام شلیخا یا سلیخا اور

رسل ہے اور یہ تو بالکل غلط ہے کہ یہ نسخہ حضرت عیسی کے لئے بنایا گیا۔

۵۔جس زمانہ میں فرنگستان میں طب جالینوس رائج تھا صدہا مرکبات کے ایسے ہی شاعرانہ نام وہاں بھی مشہور تھے ایک تریاق تھا جس کا یونانی نام ڈودیکا تھیون ہے بمعنی بارہ دیوتا اس میں بھی بارہ اجزاء تھے جو یونان کے بارہ دیوتاؤں سے منسوب ہوئے مرہم رسل جس کا یونانی نام دوڈیکا فارمیکم یعنی بارہ دوائیں ہے عیسائی اطباء نے یونانیوں کے تریاق، بارہ دیوتا، کے مدمقابل اس کو بارہ رسول کے نام سے منسوب کر کے انگوئٹم اپاسٹولورم زبان لاطینی کہنا شروع کر دیا (دیکھو ڈاکٹر ہوپر کی میڈیکل ڈکشنری) جسکے معنی ہیں، مرہم رسل۔اوراس نام میں محض ۱۲ عدد کی رعایت منظور تھی مسلمان اطباء نے اسی بارہ عدد کی رعایت سے اس کو اثنا عشری کہا اور مجوسیوں نے اس کا نام زہرہ رکھا اور اب مسلمانوں کو بھی حق ہو گیا کہ وہ اس کو بارہ اماموں سے منسوب کریں مگر نہ قرص کوکب

(قرابادین کبیر۔جلد۲صفحہ۳۴۶)

زحل کا دیا ہوا نسخہ تھا اور نہ عطیۃ اللہ نامی دوائی (قرابادین کبیر۔جلد۲صفحہ۳۶۴) خدا نے الہام کی تھی اور نہ مرہم عیسی مرہم رسل، مرہم اثنا عشری حضرت مسیح یا حواریوں یا اماموں کا دیا ہوا ہے۔

۶۔ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب سے قدیم نام اس کا اسم بامسمی دوڈیکا فارمیکم ہی تھا یعنی بارہ دوائیں (موم سفید، راتینج، زنگار، جاؤشیر، زراوند طویل، کندر، مرکی، بیروزہ، مقل، مرداسنگ، روغن زیت) جسکا ترجمہ اثنا عشری ہوا مگر یونانیوں کے تریاق کی ریس میں مجوسیوں نے جو منجم ہوتے تھے اپنے عقیدے کی رعایت سے اس کو مرہم زہرہ کیا۔یہودیوں نے اس کو مرہم شلیحا کہا۔عیسائیوں نے مرہم حوارین یا مرہم رسل، اور مسلمانوں نے اثنا عشری۔غرض جتنے منہ اتنی باتیں حالانکہ دوائیوں میں معجون مسیحی مشہور ہے اور مفرح مسیحی بھی (قرابادین شفائی صفحہ۱۷۳و۱۸۳)۔اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ یہ دوائیں بھی مسیح نے یا حواریوں نے تیار کی تھیں۔

(توحید امرتسر۔ ۴ذی قعد ۱۳۴۶ھ۔ص۴۔۶)

....

مراق مرزا کی تحقیق

از قلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

صحیح حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ میری امت میں تیس جھوٹے آئیں گے۔ان میں سے ہر ایک یہی گمان کرے گا کہ میں اللہ کا نبی ہوں حالانکہ میں خاتم النبیین ہوں یعنی میرے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔

آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی کے مطابق اس امت میں بہت سے لوگوں نے نبوت ورسالت کا دعوی کیا اور پھر خسر الدنیا والآخرۃ ہوکر اپنے کیفر کردار کو پہنچے۔آنحضرت ﷺ کی اس پیش گوئی کو پورا کرنے کے لئے ہمارے ملک پنجاب کی سرزمین سے بھی ایک شخص مرزا غلام احمد قادیانی نکلے اور آپ نے نبوت ورسالت کا دعوی کیا اور ساتھ ہی اسکے یہ کہا کہ میں مسیح موعود ہوں۔یعنی جو حضرت عیسی کی قرب قیامت پر تشریف آوری کا ذکر حدیثوں میں آیا ہے وہ میں ہی ہوں۔حضرت مسیح کے متعلق جو حدیثیں آئی ہیں منجملہ ان کے ایک وہ حدیث ہے جو صحیح مسلم جلد دوئم صفحہ ۳۹۹ تا ۴۰۱ پر بروایت حضرت نواس ؓ بن سمعان آئی ہے اور جس کا ایک حصہ خاص متعلق مسئلہ مجوثہ بالفاظ ترجمہ یہ ہیں

دجال انہیں کاموں میں ہوگا کہ ناگہاں اللہ بھیجے گا حضرت مسیح ابن مریم کو پس وہ مینارہ سفید کے پاس اتریں گے جانب مشرقی دمشق کے درحالیکہ ہوں حضرت عیسی زرد دو کپڑوں کے درمیان حضرت عیسی رکھنے والے ہوں گے اپنی دونوں ہتھیلیاں دو فرشتوں کے بازوں پر۔جس وقت آپ اپنا سر جھکاویں گے آپ کا پسینہ ٹپکے گا۔اور جب سر اٹھاویں گے ان کے سر کے بالوں سے قطرے اتریں گے چاندی کے دانوں کی مانند کہ موتیوں کی مانند ہوں گے۔پس نہ ہوگا کوئی کافر کہ ہوا دم عیسی کی پاوے گا مگر مرجاوے گا اور آپ کا دم پہنچے گا جہاں تک کہ آپ کی نگاہ پہنچے گی۔پس حضرت عیسی علیہ السلام تلاش کریں گے دجال کو یہاں تک کہ اس کو باب لد پر پاویں گے پس دجال کو قتل

کریں گے۔

چونکہ اس حدیث میں صورت نزول اور جائے نزول کا صراحت کے ساتھ ذکر ہے، اور جناب میرزا غلام احمد صاحب خوش قسمتی سے ان میں سے ایک وصف بھی اپنے اندر نہ رکھتے تھے، اس لئے اس حدیث کی تاویل کرنے کی آپ کو ضرورت محسوس ہوئی۔ چنانچہ اس کے متعلق آپ کے اعجوبہ روزگار اقوال جو اپنی نبوت اور مسیحیت کے لئے ضروری سمجھا اور بیان کیا وہ ہیں

اقوال مرزا قادیانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

۱۔ میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع میں آئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح جب آسمان پر سے اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوں گی، تو اسی طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی، اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔

(اخبار بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵۔ رسالہ تشحیذ الاذہان جون ۱۹۰۶ء ص ۵۔ احمدی خاتون ج ۲ نمبر ۴۔ ۵ ص ۳۳)

۲۔ میرا تو یہ حال ہے کہ باوجود اس کے کہ دو بیماریوں میں ہمیشہ سے مبتلا رہتا ہوں، تاہم آج کل کی مصروفیت کا یہ حال ہے کہ دن رات مکان کے دروازے بند کر کے بڑی بڑی رات تک بیٹھا اس کام کو کرتا رہتا ہوں حالانکہ زیادہ جاگنے سے مراق کی بیماری ترقی کرتی ہے اور دوران سر زیادہ ہو جاتا ہے، تاہم میں اس بات کی پرواہ نہیں کرتا، اور اس کام کو کئے جاتا ہوں۔

(منظور الٰہی ص ۳۴۸ بحوالہ اخبار الحکم ج ۵ نمبر ۲۹)۔

۳۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ مجھے مراق کی بیماری ہے۔ (ریویو آف ریلیجنز۔ اپریل ۱۹۲۵ء ص ۴۵)

۴۔ حضرت صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں لکھا ہے کہ مجھ کو مراق ہے

(ریویو آف ریلیجنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۶)

۵۔مراق کا مرض حضرت صاحب میں موروثی نہ تھا بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔
(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۹۔۱۰)

بیمار مرزا

ا۔حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کو بدہضمی اسہال اور دوران سر کی عموماً شکایت رہتی تھی۔
(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ٦)

۲۔حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی تمام تکالیف مثلاً دوران سر، دردسر، کمی خواب، تشنج دل اور بدہضمی، اسہال، کثرت پیشاب اور مراق وغیرہ کا ایک ہی باعث تھا اور وہ عصبی کمزوری تھا۔
(ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۲۷ء ص ۲٦)

مراق کے اسباب

مراق کا اول حقیقی اور سب سے بڑا اسبب ورثہ میں ملا ہوا طبعی میلان اور عصبی کمزوری ہے عصبی امراض کے متعلق یہ امر پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ یہ ہمیشہ ورثہ میں ملتی ہے اور لمبے عرصہ تک خاندان میں چلتی ہے دوسرا اسبب مراق کا غذا کی کمی ہے۔(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۸)

مرزا صاحب کو مراق کیوں ہوا

مرض مراق حضرت صاحب کو ورثہ میں نہیں ملا ان میں مراقی علامات کے دو بڑے سبب تھے اول کثرت دماغی محبت، تفکرات قوم کا غم اور اس کی اصلاح کی فکر، دوسری غذا کی بے قاعدگی کی وجہ سے سوءِ ہضم اور اسہال کی شکایت۔(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۹)

مراق کا مرض حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب میں موروثی نہ تھا، بلکہ یہ خارجی اثرات کے ماتحت پیدا ہوا۔اور اس کا باعث سخت دماغی محنت تفکرات غم اور سوءِ ہضم تھا جس کا نتیجہ دماغی ضعف تھا اور جسکا

اظہار مراق اور دیگر ضعف کی علامات مثلاً دوران سر کے ذریعہ ہوتا تھا۔

(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ صفحہ ۱۰)

مرزا غلام احمد کی بیوی کو مراق

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا:

میری بیوی کو مراق ہے۔ کبھی کبھی وہ میرے ساتھ ہوتی ہے کیونکہ طبی اصول کے مطابق اس کے لئے چہل قدمی مفید ہے ۔ (کتاب منظور الہی۔ ص ۲۴۴)

مرزا غلام احمد کے لڑکے کو مراق

ڈاکٹر چوہدری محمد شاہ نواز خانصاحب احمدی اسسٹنٹ سرجن لکھتے ہیں:

حضرت مسیح موعود کو یہ مرض (یعنی مراق) ورثہ میں نہیں ملی مگر خاندان میں اس کی ابتداء ہو چکی تو پھر اگلی نسل میں بے شک یہ مرض منتقل ہوا۔ چنانچہ حضرت خلیفۃ المسیح نے فرمایا کہ مجھ کو کبھی کبھی مراق کا دورہ ہوتا ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء صفحہ ۱۱)

تشریح مراق از روئے طب

یونانی میں مراق اس پردے کا نام ہے جو احشاء الصدر کے احشاء البطین سے جدا کرتا ہے اور معدہ کے نیچے واقع ہوتا ہے اور فعل تنفس میں کام آتا ہے پرانے سوء ہضم کی وجہ سے اس پردے میں تشنج سا ہو جاتا ہے بدہضمی اور اسہال بھی اس مرض میں پائے جاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ اس مرض میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیریا والوں کی طرح مریض کو اپنے خیالات پر قابو نہیں رہتا۔

(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۶)

ان جملہ حوالجات و نیز خود مرزا غلام احمد صاحب کے بیانات سے یہ بات پایہ تحقیق کو پہنچ گئی کہ مرزا صاحب مراقی تھے۔ آپ کو عارضہ مراق لاحق تھا۔ اور خوب لاحق تھا۔ اور جناب مرزا آنجہانی کے نزدیک یہ

مرض آپ کی مسیحیت اور نبوت کی منجملہ دو دلیلوں میں سے اول دلیل ہے لیکن اب اسی کے مقابل نقشہ ذیل ملاحظہ ہو

نبی: نبی میں اجتماع توجہ بالا رادہ ہوتا ہے جذبات پر قابو ہوتا ہے۔(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۶ نمبر ۵ ص ۳۰)

صاحب مراق: اس مرض (مراق) میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیر یا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات پر قابو نہیں رہتا۔(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۶)

لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

جناب مرزا غلام احمد صاحب و نیز آپ کے چیلوں نے جس چیز کو نبوت کا ثبوت قرار دیا تھا وہی چیز آپ کے دعوی کے بطلان کی دلیل بن گئی اس کے علاوہ اور بھی سنئے اپنے ہی گھر کی شہادت لیجئے

مراق ایک برا مرض ہے

ا۔منشی احمد حسین احمدی فرید آبادی مرزا جی کے خواص میں سے تھے آپ کا قول بھی مرزائیوں کے نزدیک یقیناً حجت ہوگا وہ لکھتے ہیں:

پیسہ اخبار (لاہور) کے کسی پچھلے پرچہ میں قاضی عبدالعزیز تھانیسری نے اس امر کا اعلان کیا تھا کہ میں خلیفہ وقت ہوں جب میں نے اس شخص کا یہ مضمون دیکھا تو ہنس کر ٹال دیا کہ ایسے مراقی اور کمزور طبع آدمی کی بے ربط اور بے سر و پا باتوں کا کیا نوٹس لیا جائے۔(اخبار بدر قادیان۔۶ دسمبر ۱۹۰۶ء ص ۴)

مولوی محمد یعقوب خان احمدی لکھتے ہیں (ڈاکٹر مرزا یعقوب مرزائیوں کی لاہوری پارٹی کے ایک معزز اور سرکردہ رکن ہیں ان کی شخصیت قادیانی اور لاہوری ہر دو صنف میں مسلم ہے، سلسلہ کے اندرونی اختلافات کے ذیل میں اپنے ذاتی تجارب کا اظہار ڈاکٹری رنگ میں یوں کرتے ہیں):

> بدقسمتی سے ہمارے قادیانی بھائی اس حد تک بحث مباحثہ میں مبتلا ہو چکے ہیں کہ میں کہوں گا کہ ان کی حالت مرض مونومونیا تک پہنچ چکی ہے یہ وہ عارضہ ہے جسے غالباً مراق کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے اور اس کا خاصہ یہ ہے کہ جب ایک بات نے دل اور دماغ پر قبضہ جما لیا تو باقی تمام دنیا جہان کی چیزیں اسی رنگ میں رنگین نظر آتی ہیں۔(پیغام صلح لاہور ۱۴۔اکتوبر ۱۹۲۵ء ص ۴)

مرزا صاحب کو اپنے خیالات پر قابو نہیں

میں پیچھے یہ دکھا آیا ہوں کہ اس مرض مراق میں تخیل بڑھ جاتا ہے اور مرگی اور ہسٹیر یا والوں کی طرح مریض کو اپنے جذبات پر قابو نہیں رہتا اور لطف یہ ہے کہ ان امراض (مالیخولیا ہسٹیریا یا مرگی) میں بھی مریض کو اپنے خیالات اور جذبات پر قابو نہیں رہتا۔ (ریویو آف ریلیجنز جلد ۲۵۔ اگست ۱۹۲۶ء ص ۵۔۶)

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد (خدا نے) فرمایا شعنا نعسأ یہ دونوں فقرے شائد عبرانی ہیں اور ان کے معنی ابھی تک اس عاجز پر نہیں کھلے۔ (براہین احمدیہ ص ۵۵۶ کا حاشیہ)

بعض الہامات مجھے ان زبانوں میں بھی ہوتے ہیں جن سے مجھے کچھ بھی واقفیت نہیں جیسے انگریزی یا سنسکرت یا عبرانی وغیرہ جیسا کہ براہین احمدیہ میں کچھ نمونہ ان کا لکھا گیا ہے۔ (نزول المسیح۔ص ۵۷)

اور یہ بالکل غیر معقول اور بے ہودہ امر ہے کہ انسان کی اصل زبان تو کوئی ہو اور الہام اس کو کسی اور زبان میں ہو جس کو وہ سمجھ بھی نہیں سکتا کیونکہ اس میں تکلیف مالا یطاق ہے اور ایسے الہام سے فائدہ کیا ہوا جو انسانی سمجھ سے بالاتر ہے ...پس یاد رکھنا چاہیے کہ قدیم سنت اللہ کے موافق تو یہی عادت اللہ ہے کہ وہ ہر ایک قوم کے لئے اسی زبان میں ہدایت کرتا ہے لیکن اگر کوئی زبان ایسی ہو کہ ملہم کو خوب یاد ہو اور گویا اس کی زبان کے حکم میں ہو تو بسا اوقات ملہم کو اس زبان میں الہام ہو جاتا ہے

(چشمہ معرفت۔ص ۲۰۹۔۲۱۰)

اور ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متناقض باتیں نہیں نکل سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق۔ (ست بچن۔ص ۳۱)

نوٹ: مرزا صاحب قادیانی کی اصل زبان نہ تو سنسکرت ہے نہ انگریزی اور نہ عبرانی اور نہ ہی یہ ایسی زبانیں ہیں جو مرزا صاحب کو خوب یاد ہوں بلکہ عبرانی زبان مردہ ہے۔ (فاروق ۶ مئی ۱۹۲۶ء ص ۵۔ بدر ۲۶ مارچ ۱۹۰۸ء ص ۱۲، یا ۱۳، پیغام صلح ۲۶، ۲۹۔ اگست ۱۹۱۵ء ص ۲) اور اسی طرح سنسکرت بھی ایک مردہ زبان ہے (فاروق ۶ مئی ۱۹۲۶ء ص ۵، ۶)

(توحید امرتسر۔ یکم محرم۔ ۱۳۴۷ھ۔ص ۹۔۱۰)

مرزا غلام احمد کے عارضہ ہسٹیریا کی تحقیق

آپ کی خود ساختہ نبوت کی تردید بطرز جدید

از قلم: مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

جناب مرزا صاحب آنجہانی نبوت کے ساتھ مسیح موعود ہونے کے بھی مدعی تھے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت پہلے نمبر میں مسلم شریف کی وہ حدیث گذر چکی ہے کہ اس میں حضرت مسیح کے نزول کی صورت یہ بتائی گئی ہے کہ وہ دو زرد چادروں میں ملبوس ہو کر آسمان سے اتریں گے اور جناب میرزا صاحب بوجہ مصنوعی نبی اور فرضی مسیح ہونے کے ان دونوں چادروں کے یکدم عاری تھے اور ہونا بھی چاہتا تھا مگر ایسی صورت میں ایسے کھلے نشان کی عدم موجودگی میں آپ کے دعاوی مسیحیت کو کون تسلیم کر سکتا تھا، اسلئے آپ نے ان دو چادروں کو تاویل کر کے دو بیماریاں بتلائیں کہ میرے جسم میں دو بیماریاں ہیں، ایک اوپر کے دھڑ میں، دوسری نیچے کے دھڑ میں۔ گذشتہ نمبر میں اسی سلسلہ میں آپ کے مرض مراق کا ذکر تھا اور آج اسی کا یہ دوسرا حصہ ہے اس میں مرض ہسٹیریا کا ذکر ہے اور خود یہی دو بیماریاں آپ کے دعوی نبوت کے لئے بجائے ثبوت کے تکذیب نبوت کا کام دیں گی۔ ملاحظہ ہو

ڈاکٹر چوہدری شاہ نواز صاحب احمدی اسسٹنٹ سرجن لکھتے ہیں

ایک مدعی الہام کی نسبت اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اسے ہسٹیریا، یا مالیخولیا، یا مرگی کا مرض ہے، تو پھر اس کے دعوی کی تردید کیلئے کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایک ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔ (ریویو آف ریلیجنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۶۔۷)

حضرت صاحب میں مرض مرگی کی علامات نہ تھیں اور نہ ہی کبھی ان کو ہسٹیر یا کا دورہ ہوا تھا۔

(ریویو آف ریلی جنز جلد ۲۵ نمبر ۸ ص ۹)

جناب مرزا مرزا بشیر احمد صاحب ایم اے قادیانی احمدی لکھتے ہیں؛

بیان کیا مجھ (بشیر احمد) سے حضرت والدہ صاحبہ نے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کو پہلی دفعہ دوران سر اور ہسٹیر یا دورہ بشیر اول کی وفات کے چند روز بعد ہوا تھا۔ رات کو سونے کے وقت آپ کو اتھو آیا اور پھر اس کے بعد طبیعت خراب ہوگئی۔ مگر وہ دورہ خفیف تھا۔

پھر اس کے کچھ عرصہ بعد آپ نماز کے لئے ایک دفعہ باہر گئے اور جاتے ہوئے فرما گئے کہ آج طبیعت کچھ خراب ہے۔، والدہ صاحب نے فرمایا کہ تھوڑی دیر کے بعد شیخ حامد علی نے آ کر دروازہ کھٹکھٹایا کہ پانی کی ایک گاگر جلدی گرم کردو۔، والدہ صاحب نے فرمایا کہ میں سمجھ گئی کہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب کی طبیعت خراب ہوگئی ہوگی، چنانچہ میں نے کسی ملازم عورت سے کہا کہ اسے پوچھو میاں کی طبیعت کا کیا حال ہے۔، شیخ حامد علی نے کہا کہ کچھ خراب ہوگئی ہے۔

میں پردہ کرا کر مسجد میں چلی گئی تو آپ لیٹے ہوئے تھے۔ جب میں پاس گئی تو فرمایا کہ میری طبیعت آج بہت خراب ہوگئی تھی، لیکن اب افاقہ ہے۔ میں نماز پڑھ رہا تھا کہ میں نے دیکھا کہ کوئی کالی چیز میرے سامنے سے اٹھی ہے، اور آسمان تک چلی گئی ہے۔ پھر میں چیخ مار کر زمین پر گر گیا اور غشی کی سی حالت ہوگئی۔، والدہ صاحبہ فرماتی ہیں کہ اسکے بعد آپ (مرزا غلام احمد) کو باقاعدہ دورے پڑنے شروع ہوگئے۔

خاکسار نے پوچھا کہ دورہ میں کیا ہوتا تھا۔ والدہ صاحبہ نے کہا کہ ہاتھ پاؤں ٹھنڈے ہو جاتے تھے اور گردن کے پٹھے کھنچ جاتے تھے اور سر میں سر چکر ہوتا تھا۔ اس وقت آپ (مرزا غلام احمد) اپنے بدن کو سہار نہیں سکتے تھے۔ شروع شروع میں یہ دورے بہت سخت ہوتے تھے۔ پھر اس کے بعد کچھ تو دردوں کی ایسی سختی نہ رہی اور کچھ طبیعت بھی عادی ہوگئی۔

خاکسار بشیر احمد نے پوچھا کہ اس سے پہلے تو سر کی کوئی تکلیف نہ تھی۔، والدہ صاحبہ نے فرمایا کہ

پہلے معمولی سر کے دورے ہوا کرتے تھے۔، خاکسار نے پوچھا کہ کیا پہلے حضرت صاحب خود نماز پڑھایا کرتے تھے۔، والدہ صاحبہ نے فرمایا: ہاں مگر پھر دوروں کے بعد چھوڑ دی۔

(سیرۃ المہدی از مرزا البشیر احمد خلف مرزا غلام احمد جلد اول ص ۱۳)

الجھا ہے پاؤں یار کا زلف دراز میں
لو آپ اپنے دام میں صیاد آ گیا

مرزا غلام احمد قادیانی (جو مدعی الہام تھے) کے متعلق یہ ثابت ہو گیا ہے کہ آپ کو مرض مراق کے علاوہ مرض ہسٹیریا بھی تھا اور آپ کو ہسٹیریا کا دورہ بھی ہوا تھا تو آپ کے دعاوی کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو آپ کی صداقت کی عمارت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔

مرزا صاحب کی بیماریاں

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میں ایک دائم المریض آدمی ہوں... اور وہ دو زرد چادریں جن کے بارے میں حدیثوں میں ذکر ہے کہ ان دو چادروں میں مسیح نازل ہوگا وہ دو زرد چادریں میرے شامل حال ہیں۔، جنکی تعبیر الرؤیا کی رو سے دو بیماریاں ہیں سوایک چادر میرے اوپر کے حصے میں ہے کہ ہمیشہ سر درد اور دوران سر اور کمی خواب اور تشنج دل کی بیماری دورہ کے ساتھ آتی ہے اور دوسری چادر جو میرے نیچے کے حصہ میں ہے وہ بیماری ذیابیطس ہے کہ ایک مدت سے دامن گیر ہے اور بسا اوقات سو سو دفعہ رات کو یا دن کو پیشاب آتا ہے اور جس قدر کثرت پیشاب سے جس قدر عوارض ضعف وغیرہ ہوتے ہیں وہ سب میرے شامل حال رہتے ہیں۔ (ضمیمہ اربعین نمبر ۳ و ۴ ص ۴)

ب۔ میں جو خدا تعالی کی طرف سے مسیح موعود ہوں احادیث میں میری جسمانی علامات میں سے یہ دو علامتیں بھی لکھی گئی ہیں کیونکہ زرد رنگ چادر سے بیماری مراد ہے اور جیسا کہ مسیح موعود کی نسبت حدیثوں میں دو زرد رنگ چادروں کا ذکر ہوا ہے ایسے ہی میرے لاحق حال دو بیماریاں ہیں۔ ایک

بیماری بدن کے اوپر کے حصے میں ہے جو اوپر کی چادر ہے اور وہ دوران سر ہے جس کی شدت کی وجہ سے بعض وقت میں زمین پر گر جاتا ہوں اور دل کا دوران خون کم ہو جاتا ہے اور ہولناک صورت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور دوسری بیماری بدن کے نیچے کے حصہ میں ہے جو مجھے کثرت پیشاب کا مرض ہے جس کو ذیابیطس بھی کہتے ہیں اور معمولی طور پر مجھ کو ہر روز پیشاب بکثرت آتا ہے اور پندرہ یا بیس دفعہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور بعض اوقات قریب سو دفعہ کے دن رات میں آتا ہے۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۲۰۱)

ج۔ اور ایک دفعہ یہ ذکر آیا کہ احادیث میں ہے کہ مسیح موعود زرد رنگ کی چادروں میں اترے گا ،ایک چادر بدن کے اوپر کے حصہ میں ہوگی اور دوسری چادر بدن کے نیچے کے حصہ میں، سو میں نے کہا کہ یہ اس طرف اشارہ تھا کہ مسیح موعود دو بیماریوں کے ساتھ ظاہر ہوگا کیونکہ تعبیر کے علم میں زرد کپڑوں سے مراد بیماری ہے اور وہ دونوں بیماریاں مجھ میں ہیں یعنی ایک سر کی بیماری اور دوسری کثرت پیشاب اور دستوں کی بیماری۔ (تذکرۃ الشہادتین۔ص ۴۳۔۴۴)

د۔ ہاں دو مرض میرے لاحق حال ہیں ایک بدن کے اوپر کے حصہ میں اور دوسری بدن کے نیچے کے حصہ میں۔ اوپر کے حصہ میں دوران سر ہے اور نیچے کے حصہ میں کثرت پیشاب ہے اور یہ دونوں مرضیں اسی زمانہ سے ہیں جس زمانہ سے میں نے اپنا دعوی مامور من اللہ ہونے کا شائع کیا ہے میں نے ان کیلئے دعائیں بھی کیں مگر منع میں جواب پایا اور میرے دل میں القاء کیا گیا کہ ابتداء سے مسیح موعود کے لئے یہ نشان مقرر ہے کہ وہ زرد چادروں کے ساتھ دو فرشتوں کے کاندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے اترے گا۔ سو یہ وہی دو زرد چادریں ہیں جو میری جسمانی حالت کے ساتھ شامل کی گئیں۔

(حقیقۃ الوحی۔صفحہ ۳۰۷)

س۔ مجھے کئی سال سے ذیابیطس کی بیماری ہے، پندرہ بیس مرتبہ پیشاب آتا ہے اور بعض وقت سو سو دفعہ دن میں پیشاب آتا ہے اور بوجہ اس کے کہ پیشاب میں شکر ہے کبھی کبھی خارش کا عارضہ بھی ہو جاتا ہے اور کثرت پیشاب سے بہت ضعف تک نوبت پہنچتی ہے۔ ایک دفعہ مجھے ایک دوست نے صلاح دی کی ذیابیطس کے لئے افیون مفید ہوتی ہے پس علاج کی غرض سے مضائقہ نہیں کہ افیون شروع کر دی جائے۔ میں نے جواب دیا کہ یہ آپ نے بڑی ہم دردی فرمائی، لیکن اگر میں ذیابیطس کے لئے افیون کھانے کی عادت کر لوں تو میں ڈرتا ہوں کہ لوگ ٹھٹھا کر کے یہ نہ کہیں کہ پہلا مسیح تو شرابی تھا اور دوسرا افیونی۔ (ریویو آف ریلی جنز جلد ۲ نمبر ۴ بابت اپریل ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۴۹)

نتیجہ: بالآخر مذکور کلام سے یہ ثابت ہوا کہ مرزا غلام احمد قادیانی میں مندرجہ ذیل بیماریاں تھیں
۱۔ دردسر۔ ۲۔ دوران سر۔ ۳۔ کمی خواب۔ ۴۔ تشنج قلب۔ ۵۔ اسہال۔ ۶۔ بدہضمی۔ ۷۔ کثرت پیشاب۔ ۸۔ ذیابیطس شکری۔ ۹۔ مراق۔ ۱۰۔ ہسٹیریا (ڈاکٹر شاہ نواز نے لکھا ہے کہ جناب مرزا صاحب کو ذیابیطس شکری نہ تھی۔ ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۲۷ء ص ۳۔ ۹۔ ۱۰۔ ۱۱، ۱۴، ۱۵، ۲۸۔ حالانکہ ریویو آف ریلی جنز اپریل ۱۹۰۳ء ص ۱۴۹ اور حقیقۃ الوحی ص ۳۶۴ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو مرض ذیابیطس شکری تھا)
اور مراق والے شخص کو اپنے جذبات پر قابو نہیں ہوتا حالانکہ نبی میں اجتماع توجہ بالارادہ ہوتا ہے جذبات پر قابو ہوتا ہے اسی طرح ہسٹیریا والے شخص کو اپنے جذبات پر قابو نہیں ہوتا اور نبی کو قابو ہوتا ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز مئی ۱۹۲۷ء ص ۳۰۔ ۳۱)

پس ثابت ہوا کہ جناب مرزا صاحب قادیانی مرض مراق اور مرض ہسٹیریا میں مبتلا ہونے کے سبب اپنے دعوی رسالت میں سچے نہ تھے بلکہ کاذب تھے۔

(اخبار توحید امرتسر۔ ۱۵ محرم ۱۳۴۷ھ ص ۸۔ ۹)

....

الحق الصریح فی اثبات حیات المسیح ۔ ا

از قلم: مولوی حبیب اللہ کلرک محکمہ نہر امرتسر

الحمد لله رب العالمين و الصلوة و السلام على خاتم النبيين و على آله واصحابه اجمعين

حضرت مولانا مولوی محمد داؤد صاحب غزنوی مدیر اخبار ہذا نے ارشاد فرمایا تھا کہ حضرت مسیح ناصری کی حیات پر ایک مبسوط مضمون لکھا جائے۔ مولانا کے اس ارشاد کی تعمیل کرتے ہوئے اس عاجز نے اس مسئلہ پر ایک مبسوط مضمون لکھنے کا ارادہ کیا ہے جو ناظرین اخبار توحید کے لئے امید ہے کہ ضرور باعث دلچسپی ہوگا، اور ساتھ ہی قادیانی دلائل کا جواب بھی دیا جائے گا ان شاء الله و ماتوفيقی الا بالله عليه توكلت و اليه انيب (حبیب اللہ)

ہمارے اور قادیانی جماعت کے درمیان اس امر کا نزاع ہے کہ آیا حضرت عیسی ابن مریم آسمان پر زندہ اٹھائے گئے تھے یا فوت ہو گئے تھے۔ ہم اہل سنت والجماعت عقیدہ رکھتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ زندہ جسم خاکی کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے تھے اور قیامت کے پہلے آپ دوبارہ تشریف لاکر دجال ملعون کو قتل کریں گے اور فوت ہو جائیں گے۔ برخلاف اس کے قادیانی کہتے ہیں کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے تھے مگر آپ صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ غشی آپ پر طاری ہوگئی تھی مرہم عیسی سے آپ کا علاج کیا گیا اور آپ اچھے ہو گئے۔ بعد ازاں آپ نے مشرقی ممالک کی طرف ہجرت کی اور ملک کشمیر کے شہر سری نگر میں آپ فوت ہو گئے اور محلّہ خان یار میں آپ کی قبر ہے۔ (الحکم ۳۰ ستمبر ۱۹۰۰ء ص ۱۳)

اخبار توحید مورخہ ۲۸ مارچ، ۴و۔ اپریل و ۱۱۔ اپریل ۱۹۲۸ء میں اس امر پر مفصل مضمون لکھا گیا ہے کہ حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں ہے اسی طرح توحید مورخہ ۲۵۔ اپریل ۱۹۲۸ء میں مرہم عیسی کے متعلق بھی

ایک مفصل مضمون لکھا گیا ہے اس لئے اب ان ہر دو امور کی نسبت کچھ لکھنے کی ضرورت نہیں، البتہ حیات مسیح کے مضمون کو شروع کرنے سے پہلے دو امروں کو بیان کرنا نہایت ضروری ہے ان دو امروں کو دو مقدمات سمجھئے

اول یہ کہ نبی قتل ہوسکتا ہے بلکہ بعض انبیاء قتل بھی کئے گئے۔

دوم یہ کہ اس دنیا میں واقعات نادرہ کا وجود ہوسکتا ہے بلکہ اس کا ثبوت بھی ملتا ہے

یہ دونوں مسئلے دو باب میں مذکور ہوں گے۔ان شاءاللہ تعالی

ان ہر دو امور کے سمجھ لینے کے بعد حیات مسیح السلام کا مسئلہ اچھی طرح سمجھ میں آ سکتا ہے

صورت فیصلہ: قرآن مجید میں اللہ تعالی نے فرمایا ہے:

فان تنا زعتم فی شیء فردوہ الی اللہ و الرسول (النساء:۵۹)

پس اگر تم میں کسی امر میں نزاع ہو جائے تو اللہ اور (اس کے) رسول کی طرف اس کا مرافعہ کرو

ہمارے (فرضی) پنجابی نبی یعنی مرزا غلام احمد صاحب بھی خوش قسمتی یا بدقسمتی سے قرآنی فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے کے مدعی ہیں (اگرچہ واقعہ اسکے خلاف ہے) چنانچہ آپ اپنے دعوی رسالت مسیحیت کے صدق و کذب کی نسبت فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ ہمارے اور ہمارے مخالفین کے صدق و کذب آزمانے کے لئے حضرت عیسی کی وفات و حیات ہے۔اگر حضرت عیسی درحقیقت زندہ ہیں تو ہمارے سب دعوے جھوٹے اور سب دلائل ہیچ ہیں اور اگر وہ درحقیقت قرآن کی رو سے فوت شدہ ہیں تو ہمارے مخالف باطل پر ہیں۔اب قرآن درمیان میں ہے سوچو۔(تحفہ گولڑویہ)

جناب مرزا غلام احمد صاحب تو نہ جانے کس نشہ میں قرآن حکیم کو حکم ماننے کو بول گئے مگر آپ کے حواریوں کے تو ہوش اڑ گئے کہ قرآن میں تو ہمارے مزعومات کی سراسر تردید ہے پھر کیوں کر قادیانی بیڑہ اس بھنور سے سلامت بچے گا۔اسکے لئے ان کو سوائے اس کے کچھ نظر نہ آیا کہ آیات قرآنیہ کی تاویل کی جائے اور سب سے پہلے قتل انبیاء کا مسئلہ ہی غلط قرار دیا جائے کہ نہ رہے گا بانس نہ بجے گی بانسری۔چنانچہ مرزا صاحب کے حواری مولوی نورالدین بھیروی اور مولوی عبدالماجد بھاگل پوری دونوں قتل انبیاء کے وجود ہی کے منکر ہیں

دونوں صاحبان کے اقوال ملاحظہ ہوں۔

ا۔ مولوی نورالدین صاحب فرماتے ہیں:

یـقـتـلـو ن الـنـبـیـیـن سے مراد رسول اللہ ﷺ کے قتل کے ارادے اور منصوبے ہیں اس لئے اسکو مضارع کے صیغے سے بیان کیا ہے ورنہ یہ قرآن شریف سے ثابت نہیں ہوتا کہ کوئی نبی قتل کیا گیا ہو۔ (تفسیر القرآن پارہ اول۔ص۹۶و۱۱۶)

حضرت خلیفہ اول (حکیم نورالدین) کا یہ اعتقاد تھا کہ نبی قتل نہیں ہوسکتا۔

(الفضل ۵ فروری ۱۹۲۴ء ص ۵)

۲۔ مولوی عبدالماجد احمدی نے اپنی کتاب القاء ربانی کے صفحہ ۱۳۳ پر لکھا ہے:

سچے نبیوں کے بارے میں قرآن مجید اور اگلی کتابیں متفق ہیں کہ قتل نہیں کئے جاتے ۔

(نیز دیکھو ص ۱۳۴ تا ۱۳۷)

ان مریدان باصفا کی اس ناپاک تاویل کو دیکھ کر ہم نے اس مضمون کے مستقل باب کو متعدد فصلوں میں تقسیم کر دیا ہے اور قرآن وحدیث اور اقوال صحابہ اور تواریخ سے و نیز مرزا غلام احمد اور ان کے مریدوں کے اقوال سے ثابت کر دیا ہے کہ قادیانیوں کا یہ دعوی بالکل غلط اور سفید جھوٹ ہے۔

باب اول: فصل اول، آیات قرآنیہ

سب سے پہلے قرآن مجید کی آیات سے قتل انبیاء کا ثبوت پیش کیا جاتا ہے اور اس کے بعد احادیث نبویہ سے پیش ہوگا

ا . ذ لك با نّهم كا نوا يكفرو ن با يا ت الله ويقتلون النبيين بغير الحق ـ

(بقرہ:۶۱)۔ یہ اس واسطے کہ بنی اسرائیل اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور پیغمبروں کو ناحق مار ڈالتے تھے۔

۲ . افکلما جاء کم رسول بما لاتھوی انفسکم استکبر تم ففریقا کذ بتم و فریقا تقتلو ن ۔(البقرہ:۸۷) کیا پس جب آیا تمہارے پاس رسول ساتھ اس چیز کے کہ نہیں چاہتے تھے تمہارے جی تو تم نے تکبر کیا پس تم نے ایک جماعت کو جھٹلایا اور ایک جماعت کو مار ڈالتے ہو۔

۳. قل فلم تقتلو ن انبیاء اللہ من قبل ان کنتم مو منین (البقرہ:۹۱)
کہہ کیوں مارڈالتے تھے اللہ کے نبیوں کو اس سے پہلے اگر تم ایمان والے تھے۔

۴ . ان الذین یکفرون بایا ت اللہ و یقتلو ن النبیین بغیر حق و یقتلو ن الذین یأمرو ن بالقسط من الناس فبشر ھم بعذاب الیم (آل عمران:۲۱) تحقیق جولوگ کہ کفر کرتے ہیں اللہ کی آیات کیساتھ اور نبیوں کو مارڈالتے ہیں ناحق اور نیز مارڈالتے ہیں ان لوگوں کو جو انصاف کے ساتھ حکم کرتے ہیں لوگوں میں سے پھر خبر دے ان کو دردناک عذاب کی

۵ .ذ لك با نھم کانوا یکفرو ن با یا ت اللہ و یقتلون ا لا نبیاء بغیر حق
(آل عمران:۱۱۲) یہ اس واسطے کہ بنی اسرائیل اللہ کی آیات کا انکار کرتے تھے اور ناحق نبیوں کو قتل کرتے تھے

۶ . و قتلھم الا نبیاء بغیر حق (النساء:۱۵۵)۔اور مارڈالنا ان کا اللہ کے نبیوں کو ناحق

۷ .قل قد جاء کم رسل من قبلی بالبینات و بالذی قلتم فلم قتلتموھم ان کنتم صا دقین ،(آل عمران:۱۸۳)۔تحقیق آئے تمہارے پاس رسول مجھ سے پہلے دلیلوں کے ساتھ اور اس چیز کے ساتھ کہ تم نے کہا پس تم نے ان کو کیوں مارڈالا اگر تم سچے ہو۔

۸. و قتلھم الانبیاء بغیر حق (النساء:۱۵۵)۔ اور بنی اسرائیل کا نبیوں کو ناحق مارڈالنا۔

۹ . کلما جاء ھم رسو ل بما لا تھوی انفسھم فر یقا کذ بوا و فریقا یقتلو ن (المائدۃ:۷۰)، جس وقت کہ ان کے پاس رسول آئے اس چیز کے ساتھ کہ ان کے جی نہ چاہتے تھے ایک فرقہ کی تکذیب کی اور ایک فرقہ کو مارڈالا۔

١٠. ومامحمدالا رسول قد خلت من قبله الرسل افا ن مات او قتل انقلبتم علی اعقا بکم (آل عمرا ن ١٤٤)۔

اورنہیں محمد ﷺ مگر ایک رسول، تحقیق اس سے پہلے بھی رسول ہی ہوتے رہے ہیں۔ پس اگر مر جاوے یا قتل کیا جاوے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

اس جگہ اللہ تعالی کا یہ فرمانا : اگر مر جاوے یا قتل کیا جاوے،،، ثابت کر رہا ہے کہ نبی کا قتل کیا جانا ممکن ہے اور نبوت و رسالت کے منافی نہیں ہے جس طرح نبی کا فوت ہو جانا اس کی نبوت کا منافی نہیں۔

فصل دوم: حدیثوں سے قتل انبیاء کا ثبوت

پہلی فصل میں قرآن مجید کی دس آیات مقدسہ سے اس بات کا ثبوت پیش کیا گیا ہے کہ اللہ تعالی کے بعض انبیاء قتل کئے گئے اب اس امر کا ثبوت حدیثوں سے ذیل میں کیا جاتا ہے ذرا غور سے پڑھئیے

ا۔ حضرت ابوعبیدہ بن الجراح کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ سب سے زیادہ عذاب قیامت میں کس شخص کو ہوگا؟ آپ نے فرمایا اس آدمی کو جس نے کسی نبی کو قتل کیا ہوگا یا ایسے شخص کو قتل کیا ہو جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتا تھا۔ پھر آپ نے یہ آیت تلاوت فرمائی۔ و یقتلو ن النبیین بغیر حق و یقتلون الذین یأمرو ن بالقسط من الناس۔ پھر فرمایا اے ابوعبیدہ بنی اسرائیل نے ۴۳ نبی دن کے اول وقت میں ایک ساعت کے اندر قتل کئے۔ اس پر ۱۷۰ آدمیوں نے ان کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کیا۔ بنی اسرائیل نے دن کے دوسرے وقت میں ان کو بھی مار ڈالا۔ اللہ تعالی نے اس آیت میں انہیں کا ذکر کیا ہے

(ملاحظہ ہو تفسیر ابن جریر پارہ ۳ صفحہ ۱۲۲۔ ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۵۔ درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۳ مواہب الرحمٰن جلد ۳ صفحہ ۱۴۳۔ ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۱۴ فتح البیان جلد ۲ صفحہ ۲۶۔ بحر المحیط جلد ۲ صفحہ ۴۱۴)

۲۔ حدیث حضرت عبداللہ بن مسعود میں مرفوعاً آیا ہے کہ سب سے زیادہ سخت تر عذاب میں قیامت کے دین

وہ شخص ہوگا جس کو کسی نبی نے قتل کیا ہے، یا اس نے کسی نبی کو جان سے مارا ہے، یا پیشوائے ضلالت تھا یعنی امام بدعت یا مورت بنانے والا۔ روایت کیا اس کو احمد نے۔

(دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد اول صفحہ ۱۷۴، ترجمان القرآن جلد اول ۹۹ مواہب الرحمان جلد ا صفحہ ۱۷۹)

۳۔ ایک روز آنحضرت ﷺ جماعت صحابہ پر گذرے اور وہ پیغمبروں کے فضائل بیان کرتے تھے ایک کہنے والے نے کہا حضرت موسی کے ساتھ اللہ نے کلام کیا اور ایک کہنے والے نے کہا کہ حضرت عیسی خدا کی طرف سے ایک روح اور کلمہ ہیں۔ اور ایک نے کہا حضرت ابراہیم اللہ کے خلیل ہیں پس نبی ﷺ نے فرمایا

این الشهید ابن الشهید یلبس و الو بر و یأکل الشجر مخافة الذ نب یحی بن ذکر یا

(دیکھو کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۳۱ تفسیر درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۶۲)۔

۴۔ کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۱۲۴، اور درمنثور جلد ۴ صفحہ ۲۶۲ پر ایک روایت حضرت ابو ہریرہ سے آئی ہے جس میں حضرت ذکریا نبی کا قتل کیا جانا لکھا ہے۔

(ہفت روزہ توحید۔ امرتسر۔ ۱۴ صفر ۱۳۴۷ھ ۔ یکم اگست.... ص ۴۔۵)

....

کیا حضرت عیسی زندہ ہیں یا فوت ہو گئے؟

ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دل چسپ بحث۔۲

از قلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرت سر

(اس مضمون کی پہلی قسط توحید یکم اگست میں شائع ہو چکی ہے آج اسی مضمون کی دوسری قسط ہدیہ ناظرین کی جاتی ہے صرف عنوان مضمون بدل دیا گیا ہے کیونکہ اردو میں لکھے ہوئے مضمون کے لئے عربی عنوان میں پسند نہیں کرتا۔ مدیر۔ محمد داود غزنوی)

اقوال صحابی

تفسیر ابن کثیر جلد ا صفحہ ۱۷۴، در منثور جلد ا صفحہ ۷۳، ترجمان القرآن جلد ا صفحہ ۹۹، ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۴۱۴، ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۱۵، فتح البیان جلد ا صفحہ ۱۲۰ مواہب الرحمٰن جلد ا صفحہ ۱۷۹، مواہب الرحمٰن جلد ۳ صفحہ ۱۴۳، بحر المحیط جلد ا صفحہ ۲۳۶، در منثور جلد ۲ صفحہ ۱۳، در منثور جلد ۴ صفحہ ۲۶۴ پر حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت عبداللہ بن عباس اور حضرت عبداللہ بن زبیر سے جو روایتیں آئی ہیں ان سے قتل انبیاء خصوصاً حضرت یحی کا قتل کیا جانا ثابت ہے۔

کتب تاریخ اسلامیہ

حافظ ابن جریر طبری کی تاریخ الامم والملوک جلد ۲ ص ۱۳، تاریخ ابن خلدون جلد ۲ صفحہ ۱۴۴، تاریخ ابو الفداء جلد ا صفحہ ۳۴، تاریخ الخمیس جلد ا صفحہ ۲۰۰و۴۷، ۲۰۱، اخبار الدول صفحہ ۷۰۔۲۷ تاریخ کامل ابن الاثیر جلد ا صفحہ ۱۳۰، ۱۳۲، ۱۳۳۔ اور روضۃ الصفا جلد ا صفحہ ۱۲۹ میں حضرت یحی اور حضرت ذکریا کا قتل کیا جانا لکھا ہے۔

قادیانیوں کی تصریحات

۱۔مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں

و یقتلو ن النبیین بغیرالحق ذ لك بماعصوا و كانوا یعتدو ن (البقرة:٦١)،
اور خدا کے نبیوں کو ناحق قتل کرتے رہے ہیں یہ اس لئے کہ وہ معصیت اور نافرمانی میں حد سے بڑھ گئے ۔ (براہین احمدیہ۔ص ۲۲۵ کا حاشیہ)

۲۔خداتعالی نے یہودیوں کی نسبت قرآن کریم میں بیان فرمایا تھا کہ

كلما جا ء كم رسو ل بما لاتهوى ا نفسكم (الما ئدة:٧٠)
یعنی اے بنی اسرائیل کیا تمہاری یہ عادت ہوگئی کہ ہر ایک رسول جو تمہارے پاس آیا تو تم نے بعض کی ان میں سے تکذیب کی اور بعض کو قتل کر ڈالا (مقدمہ دافع الوساوس۔ص ۳۴)

۳۔ایسا ہی حضرت عیسی نے بھی یہودیوں کے فقیہوں اور بزرگوں کو سانپوں کے بچے کہہ کر ان کی شرارتوں اور کارسازیوں سے اپنا سر کٹوایا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۱۱۶)

۴۔مسیح ابن مریم رسول اللہ جان بحق ہوا اور خدا کی طرف اٹھایا گیا اور اپنے بھائیوں سے جا ملا اور رسول مقبول ﷺ نے اپنی معراج کی رات میں یحی نبی شہید کے ساتھ دوسرے آسمان میں اس کو دیکھا۔(ازالہ اوہام۔ص ۴۱۲)

۵۔ظاہر ہے کہ محض قتل ہونے سے نبی کی شان میں کچھ فرق نہیں آتا۔اور آنحضرت ﷺ کی دعا میں یہ بات داخل ہے کہ میں دوست رکھتا ہوں کہ خدا کی راہ میں قتل کیا جاؤں اور پھر زندہ کیا جاؤں اور پھر قتل کیا جاؤں ،تو پھر یہ بات قبول کے لائق ہے کہ قتل ہونے میں کوئی ہتک عزت نہیں ورنہ آنحضرت ﷺ اپنے لئے یہ دعا نہ کرتے ...اگر مسیح قتل نہیں کیا گیا تو کیا یحی نبی بھی قتل نہیں ہوا

(تحفہ گولڑویہ ص ۱۷)

۶۔یادرہے کہ اسلام کا بارھواں خلیفہ تیرھویں صدی کے سر پر ہونا چاہیے وہ یحی نبی کے مقابل پر

ہے جس کا ایک پلید قوم کے لئے سر کاٹا گیا (سمجھنے والا سمجھ لے)۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص ۱۰۱)

۷. ثم يظنو ن انه (يعنى عيسى) حى جا لس فى السماء الثا نية مع ابن خا لته يحى النبى الشهيد و لا يتفكرو ن و لاينظرو ن الى ان يحى قد قتل و لحق بالمو تى فكيف جمع الله الحى بالميت (حما مة البشرى .ص ۳۱)

۸ . و كم من نبى قتلوا فى سبيل الله و ما جا ء ذكر قتلهم فى القر آ ن

(حما مة البشرى .ص ٣٦)

۹ . و ما كان مو ت القتل نقصا لا نبيا ئه و كسراً لشا نهم و عزتهم و كاين من النبيين قتلوا فى سبيل الله كيحى و ابيه . (حمامۃ البشری۔ص۵۶ کا حاشیہ)

۱۰۔جس طرح کہ حضرت یحیٰ سے پہلے یوحنا نبی خدا تعالیٰ توحید کی تبلیغ کرتے ہوئے شہید ہوئے تھے اوسی طرح ہم سے پہلے اسی ملک پنجاب میں سید احمد توحید کا وعظ کرتے ہوئے شہید ہوئے۔

(اخبار بدر ۷ نومبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۳)

۱۱۔قرآن شریف کے صریح الفاظ سے یہ بات معلوم نہیں ہوتی کہ خدا تعالیٰ نے قتل نبی حرام کیا ہو بلکہ آنحضرت ﷺ کی نسبت لکھا ہے افا ن مات او قتل جس سے قتل انبیاء کا جواز معلوم ہوتا ہے۔

(بدر ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۵۷)

۱۲۔حضرت یحیٰ کے قتل ہونے سے دین پر کوئی تباہی نہ آسکتی تھی اگر یحیٰ قتل ہوئے تو پھر عیسیٰ ان کی جگہ کھڑے ہو گئے۔ (بدر ۴ ستمبر ۱۹۰۳ء ص ۳۵۸)

۱۳۔اللہ جل شانہ نے آیت قد خلت من قبله الرسل کی تفسیر میں آپ ہی فرما دیا ہے افا ن ما ت او قتل ۔پس اس ساری آیت کے یہ معنی ہوئے کہ پہلے تمام نبی اس دنیا سے موت یا قتل سے گزر چکے ہیں۔ (تحفہ غزنویہ۔ص ۴۲)

۱۴۔اور آنحضرت ﷺ نے یہ بھی خبر دی تھی کہ میں معراج کی رات میں مسیح ابن مریم کو ان نبیوں میں دیکھ آیا ہوں جو اس دنیا سے گزر گئے اور یحیٰ نبی شہید کے پاس دوسرے آسمان میں ان کو دیکھا ہے۔

(حقیقۃ الوحی۔ص ۱۶۴)

۱۵۔اب ان آیات (متی ۲۳، ۳۵، ۳۶) پر اگر نظر غور کرو تو واضح ہوگا کہ ان میں حضرت مسیح نے صاف طور پر کہہ دیا ہے کہ یہودیوں نے جس قدر نبیوں کے خون کئے ان کا سلسلہ زکریا نبی تک ختم ہو گیا اور بعد اس کے یہودی لوگ کسی نبی کو قتل کرنے کے لئے قدرت نہیں پائیں گے۔

(مسیح ہندوستان میں۔ص ۳۲)

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی کے ان ۱۵۔اقوال سے قتل انبیاء کا ثبوت ملتا ہے اور یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ حضرت زکریا اور حضرت یحیٰ قتل کئے گئے۔

علماء احمدیہ کے اقوال

پہلی فصل میں تو جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے ۱۵۔اقوال سے قتل انبیاء کا ثبوت پیش کیا گیا تھا۔اب ذیل میں مرزا صاحب کے مریدوں یعنی علماء احمدیہ کے اقوال سے اس امر کا ثبوت دیا جاتا ہے۔

۱۔میاں محمود احمد قادیانی فرماتے ہیں:

حضرت خلیفہ اول کا اعتقاد تھا کہ نبی قتل ہو سکتا ہے اور خود حضرت مسیح موعود نے بھی لکھا ہے کہ حضرت یحیٰ قتل کئے گئے۔ (الفضل قادیان ۵ فروری ۱۹۲۴ء ص ۵)

۲۔حکیم خدا بخش احمدی لکھتے ہیں:

فخر المسلمین و خاتم النبیین ﷺ قتل کی موت کی خواہش کرتے رہے اور بہت سے نبی قتل بھی ہوئے۔

(عسل مصفی حصہ اول۔صفحہ ۳۴۹)

۳۔عسل مصفی اول صفحہ ۴۳۴ و ۴۳۵ پر ہے:

اور جہاں تک ہم غور کرتے ہیں قتل محض کوئی بری بات نہیں اور نہ اس سے نبی کی شان میں کچھ فرق آ سکتا ہے...کیا یحیٰ حضرت مسیح کے زمانہ میں قتل نہیں کیا گیا۔

۴۔مولوی محمد علی لاہوری ارشاد فرماتے ہیں:

آنحضرتﷺ سے پہلے بعض انبیاء کو لوگوں نے قتل بھی کر ڈالا تھا۔(رسالہ جمع قرآن۔ص۱۰)

۵ مولوی سید محمد احسن امروہی لکھتے ہیں:

اقتراب الساعۃ میں لکھا ہے کہ علامت نویں مہدی موعود کی نکلنا قرن ذی السنین کا ہے محمد بن علی باقر نے کہا.... جب کہ بنی عباس خراسان میں پہنچیں گے دندانہ دار ستارہ مشرق میں نکلے گا اور اول جو وہ نکلا تو ہلاک قوم نوح کے وقت میں نکلا تھا جن کو اللہ تعالی نے غرق کیا اور نیز نکلا تھا جس وقت میں کہ حضرت ابراہیم آگ میں ڈالے گئے تھے اور جس وقت اللہ تعالی نے ہلاک کیا تھا اور جس وقت حضرت یحی بن زکریا قتل کئے گئے۔ (رسالہ مسک العارف۔صفحہ۲۲،۲۳)

۶۔مولوی جلال الدین سیکھوانی فرماتے ہیں:

اہل کتاب خدا تعالی کی آیات کا انکار کرتے تھے اور انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔

(تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء صفحہ۵۹)

۷۔پیر شمس الدین صاحب لکھتے ہیں

وکفر هم با يا ت الله و قتلهم ا لا نبياء بغير حق

اور اللہ کی آیتوں کا انکار کیا اور پیغمبروں کو ناحق قتل کیا (رسالہ فیصلہ اسلام۔ص۲۹)

۸۔مولوی عبدالحق احمدی کا ارشاد ہے:

و ما كا ن مو ت القتل نقصاً لا نبيا ئه و كسر الشانهم و عزتهم و كاين من النبيين قتلوا فى سبيل الله كيحى و ابيه ذكريا۔ (رسالہ تبلیغ الحق۔ص۴۰)

۹۔قاضی محمد یوسف احمدی پشاوری نے لکھا ہے:

ایک خاص قسم کے نبی یا رسول قتل ہوئے (النبوۃ فی القرآن۔ص۷۶)

۱۰۔تفسیر القرآن پارہ ۱۵ صفحہ ۱۶ کے حاشئے پر ہے:

اور اس (ہیروڈیس) کے عہد میں اس کے حکم سے یوحنا یعنی یحی کا سر کاٹ کر اس کے سامنے ایک طشت میں لایا گیا تھا۔ (ہفت روزہ توحید امرتسر ۲۸ صفر ۱۳۴۷ھ۔ص۷۔۸)

کیا حضرت عیسیٰ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے؟

ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دل چسپ بحث۔۳

از قلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرت سر

واقعات نادرہ

جب کبھی حضرت عیسیٰ کی حیات (یعنی رفع آسمانی) وممات (یعنی رفع روحانی) کے مسئلہ پر احمدیوں سے تحریراً یا تقریراً تبادلہ خیالات کا موقع ملتا ہے تو احمدی جماعت کی طرف سے ایک یہ بھی اعتراض پیش ہوا کرتا ہے کہ قانون قدرت بھی آسمان پر جانے سے قطعی مانع ہے اور یہ کہ آسمان پر جانا سنت اللہ کے خلاف ہے۔
(حکیم نور الدین احمدی کی کتاب عسل مصفی حصہ اول ص ۵۰۵) (یہی حکیم خدا بخش اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے دیکھو عسل مصفی ص ۴۹۵، ۴۹۹، ۶۳۸)

اس پر عرض ہے کہ جیسے حضرت مسیح ناصری کا بلا باپ پیدا ہونا امور نادرہ سے ہے (احمدی اخبار الحق دہلی ۶ و ۱۳ نومبر ۱۹۱۴ء ص ۲۔۳) ایسے ہی حضرت عیسیٰ کا رفع جسمانی بھی امور نادرہ میں سے ہے۔ جس طور پر حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا قرآن کریم سے ثابت ہے (یعنی بقول میاں محمود احمد کے حضرت مسیح بن باپ پیدا ہوئے تھے اور خود مسیح کی پیدائش بھی صریح نہیں بلکہ دلالۃ النص کے طور پر بیان ہے۔ از تشحیذ الاذہان ج ۸ نمبر ۴ ص ۱۶۷۔۱۶۸)، اسی طرح حضرت مسیح کی حیات (یعنی رفع جسمانی) بھی فرقان حمید سے ثابت ہے واقعات نادرہ کا قانون قدرت کے خلاف ہونا ان کے وجود اور وقوع کی نفی کی دلیل نہیں ہے واقعات نادرہ بھی کسی قانون کے نیچے ہی ہیں حضرت مسیح کا بلا باپ پیدا ہونا باوجود واقعات نادرہ سے ہونے کے کسی قانون کے ماتحت ہی واقع ہوا نہ خلاف قانون قدرت۔ (احمدی اخبار الحق دہلی ۶۔۱۳ نومبر ۱۹۱۴ء ص ۲۔۳)

ا۔مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مسیح ناصری کی پیدائش کے ذکر پر فرمایا کہ خدا کی سنت دو طرح پر ہوتی ہے۔ ایک کثرت، جیسے عموماً عورتوں سے دودھ نکلتا ہے مگر بعض اوقات نر سے بھی نکلا کرتا ہے۔ایسے واقعات دنیا میں ہوئے ہیں یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادت کہے جاتے ہیں۔(الحکم قادیان ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ۳)

ب۔مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۷، ۶۶۹، حمامۃ البشری صفحہ ۹۰، تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹۸، ۲۰۲، ۳۷، ۳۸، ۱۰۱، ۱۱۰، مواہب الرحمٰن صفحہ ۷۰، ۷۲، ۷۶، ۷۸، ضمیمہ براہین احمدیہ صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲، ایام الصلح صفحہ ۱۳۷، کا حاشیہ، جنگ مقدس صفحہ ۱۸۰، نصرۃ الحق صفحہ ۳۹، خطبہ الہامیہ صفحہ ۴۳، ۴۴، ۴۸، ۴۹، ۵۰ ضمیمہ حقیقۃ الوحی صفحہ ۴۹، مسیح ہندوستان میں صفحہ ۸۸، تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۲۸، ۳۳ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۱۷، چشمہ مسیحی صفحہ ۱۵، ۱۶، رسالہ البشری بجھہ ۲ ص ۶۸، رسالہ ملفوظات احمد صفحہ ۲۶ منظور الٰہی صفحہ ۱۱، ۱۴ ام ۳۴۶ تفسیر خزینۃ الفرقان صفحہ ۳۷۶، ۳۷۷، ۳۷۸، پر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ ابن مریم بغیر باپ کے پیدا ہوئے تھے اور یہ کہ قرآن شریف سے حضرت مسیح کا بن باپ پیدا ہونا ثابت ہے۔

ج۔مولوی محمد علی لاہوری ایم اے نے ریویو آف ریلی جنز جنوری ۱۹۰۸ء کے صفحہ ۱۴۔۱۵ پر لکھا ہے اور فرقان حمید سے اور تمام مفسرین کے اتفاق سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ بن باپ پیدا ہوئے تھے

د۔میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے ایک دفعہ ارشاد فرمایا:

> عام قاعدہ کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ اس میں کوئی استثنا نہیں۔ہم لوگ ہمیشہ یہ کہتے ہیں کہ انسان کی پانچ انگلیاں ہوتی ہیں، لیکن کئی ایسے بھی ہوتے ہیں جن کی چھ انگلیاں ہوتی ہیں یا سات، اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم جھوٹ بولتے ہیں۔قرآن کریم میں انسان کے لئے اللہ فرماتا ہے کہ ہر ایک انسان کو ہم نے دو آنکھیں دیں جیسا کہ فرماتا ہے
>
> الم نجعل له عينين و لسا نا و شفتين وهديناه النجد ين (البلد:۸۔۱۰)

لیکن ہم دیکھتے ہیں بیسیوں آدمی اس قسم کے ہوتے ہیں جن کی ایک آنکھ ہوتی ہے۔کئی ایسی کمزور خلق کے بچے پیدا ہو جاتے ہیں جن کی زبان ہی نہیں ہوتی۔کئی ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کے ہونٹ ہی الگ نہیں ہوتے اور پیدا ہوتے ہی مر جاتے ہیں۔کئی ایسے پیدا ہوتے ہیں جن کو دودھ چوسنا نہیں آتا وہ بھوکے ہی مر جاتے ہیں ان کے اعضا میں کمزوری ہوتی ہے جن کی وجہ سے ان کو دودھ پینے کا طریقہ نہیں آتا چیختے چلاتے مر جاتے ہیں۔

چاروں قسم جو یہاں بیان کئے گئے ہیں ان چاروں کے استثنا ہم کو دنیا میں نظر آتے ہیں تو جب قانون بیان کیا جاتا ہے تو اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ استثنا جب تک اللہ خود نہ بیان کر دے کہ اس میں استثنا نہیں کون سی بات سنت کے خلاف ہے۔اسی طرح اللہ فرماتا ہے

انا خلقنا ا لانسا ن من نطفة امشاج نبتليه فجعلناه سميعابصيرا

(۲:۷۶)۔حالانکہ کئی انسان ایسے پیدا ہوتے ہیں جو بہرے ہوتے ہیں اور گونگے ہوتے ہیں۔

پس اگر خدا کی سنت سے ایک استثنا ہو جائے تو عام الفاظ سے اسکو رد نہیں کیا جا سکتا۔گو قرآن میں لفظاً یہ بات ذکر نہیں ہے کہ مسیح کا کوئی باپ نہیں تھا لیکن ایسے الفاظ قرآن کریم میں پائے جاتے ہیں کہ جن سے استدلال ہوتا ہے کہ کوئی باپ نہ تھا (دیکھو ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ...۱۹۲۳ء ص ۱۲۔۱۳)

حضرت مسیح کے بن باپ پیدا ہونے کے مسئلہ کو بیان کرنے کے بعد اب میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے مریدوں کی تحریر سے بعض واقعات کو ذیل میں درج کرتا ہوں۔

خدا کی قدرت کا نشان اور مرزائے قادیان۔

اپنی کتاب سرمہ چشمہ آریہ کے صفحہ ۳۸،۳۹ پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

یہ قدیم سے عادت اللہ ہے جو امور کثیر الوقوع کے ساتھ نادر الوقوع عجائبات بھی کبھی کبھی ظہور میں آتے رہتے ہیں اس کی نظیریں بہت ہیں...

کچھ تھوڑا عرصہ گزرا ہے کہ مظفر گڑھ میں ایک ایسا بکرا پیدا ہوا جو بکریوں کی طرح دودھ دیتا تھا

۔جب اسکا شہر میں بہت چرچا پھیلا تو میکالف صاحب ڈپٹی کمشنر مظفر گڑھ کو بھی اطلاع ہوئی تو انہوں نے یہ ایک عجیب امر قانون قدرت کے برخلاف سمجھ کر وہ بکرا اپنے روبرو منگوایا۔ چناچہ وہ بکرا جب ان کے روبرو گیا تو شائد قریب ڈیڑھ سیر دودھ کے اس نے دیا اور پھر وہ بکرا بحکم ڈپٹی کمشنر عجائب خانہ لاہور میں بھیجا گیا تب ایک شاعر نے اسپر ایک شعر بھی بنایا اور وہ شعر یہ ہے

مظفر گڑھ جہاں ہے مکالف صاحب عالی

یہاں تک فضل باری ہے کہ بکرا دودھ دیتا ہے

اسکے بعد تین معتبر اور ثقہ مزاج آدمی نے میرے پاس بیان کیا کہ ہم نے بچشم خود چند مردوں کو دیکھا ہے بلکہ ایک نے ان سے کا کہ امیر علی نام ایک سید کالڑکا ہمارے گاؤں میں اپنے باپ کے دودھ سے ہی پرورش پایا تھا کیونکہ اس کی ماں مرگئی تھی۔

۲۔چشمہ معرفت صفحہ ۴۱ پر مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

قرآن میں مذکور ہے کہ آنخضرت ﷺ کے اشارہ سے چاند دوٹکڑے ہوگیا اور کفار نے اس معجزہ کو دیکھا اسکے جواب میں یہ کہنا کہ ایسا واقع میں آنا خلاف علم ہیئت ہے یہ سراسر فضول باتیں ہیں

۳۔تریاق القلوب صفحہ ۴۱ پر مرزا قادیانی نے لکھا ہے:

اور یہ عجیب بات ہے کہ حضرت مسیح نے تو صرف مہد میں ہی باتیں کیں مگر اس لڑکے نے پیٹ میں ہی دومرتبہ باتیں کیں۔

۴۔اخبار الفضل ۲۵۔اپریل ۱۹۲۵ء صفحہ ۵ پر (بحوالہ اخبار سیاست مورخہ ۱۷۔اپریل ۱۹۲۵ء) یوں لکھا ہے:

امرت سر میں ہاتھی دروازہ کے باہر چندروز سے ایک عجیب الخلقت انسان کی نمائش کی جارہی ہے جسکی خلاف معمول تین ٹانگیں ہیں۔نصف حصہ جسم میں اندری (آنتیں) ہے اور نصف حصہ میں عورت کی شرم گاہ ہے۔یعنی یہ مخلوق زنانہ اور مردانہ علامات کا مجموعہ ہے باقی ماندہ اعضا انسانی بدستور حسب معمول ہیں۔

۵۔الفضل ۲۰ مئی ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۱۲ پر ہے:

رائیگا میں آج کل ایک بچہ کی تصویر اخبارات شائع کر رہے ہیں جو ولاڈی واسٹک سے ماسکو آیا ہے اگرچہ اس کی عمر پانچ سال کی ہے لیکن سن بلوغ کو پہنچا ہوا ہے اور داڑھی اور مونچھیں نکلنے کو ہیں۔

۶۔اخبار فاروق ۲۷۔اکتوبر ۱۹۲۴ء کے صفحہ ۸ پر ہے

جزائر ویلکلینک میں پکی پکائی روٹی درختوں کو لگتی ہے اسے بریڈ فوروٹ کہتے ہیں۔

ملاحظہ ہو برٹن انسائیکلو پیڈیا۔ جزائر پالی نیشیا

۷۔اخبار فاروق مورخہ۔۶۔۱۳ جنوری ۱۹۲۶ء کے ص۲ پر ہے

لنڈن کے اخبار مانچسٹر گارڈین میں ایک عجیب غریب بچہ کے حالات چھپے ہیں یہ ۱۹۲۲ء میں کرسمس کی رات کو مسٹر جوزن کاہن ساکنہ ۴۸ ہائی سٹریٹ ہائیک گیٹ لندن کے ہاں پیدا ہوا تھا۔ یہ پیدائش کے وقت ہی سے بوڑھا معلوم ہوتا تھا۔ اسکے چہرے اور جسم پر جھریاں پڑی ہوئی تھیں۔ یہ پیدائش کے دن سے لے کر اب تک کبھی رویا ہی نہیں اب تک اسنے دانت بھی نہیں نکالے۔

اخبار بدر ۱۲ مئی ۱۹۱۰ء ص ۶ پر ہے

صوبجات متحدہ امریکہ کی ہاورڈ یونیورسٹی میں ولیم جیمس سبدین نامی نے لغت طب ہیئت فلسفہ اور ماضی کی تکمیل کی ہے ایسی عمر میں جب وہ صرف دس اور گیارہ سال کا ہے۔ اس نوعمر عالم کی مختصر سوانح عمری دل چسپی سے خالی نہ ہوگی۔ دو سال کی عمر میں ہجے کر کے صحیح عبارت پڑھنے لگا تھا۔ تین سال میں مضمون نگاری کرتا تھا، چوتھے سال میں اس نے ایک قصیدہ لکھا۔ پانچویں میں اس نے ایک ایسا آلہ ایجاد کیا جس سے مہینہ کی تاریخ صرف ہفتہ کے دن سے معلوم ہو جائے۔ چھٹے برس ماہر علم تشریح ہو گیا۔ ساتویں برس علم ریاضی کی تکمیل کی۔ آٹھویں سال فرانسیسی روسی جرمنی یونانی لاطینی اور انگریزی زبانوں میں اچھی طرح باتیں کرنے لگا۔ نویں سال میں علم الافلاک میں ماہر ہو گیا۔ گیارھویں سال یعنی ۱۹۰۹ء میں عام ہندسہ کے اندر بعض نئی باتیں ایجاد کیں۔

۹۔اخبار بدر ۲۳ مئی ۱۹۱۲ء کے صفحہ ۵،۶ پر ہے

۱۹۰۶ء کو مغربی افریقہ میں ایک لڑکا دیکھا گیا جس کی دو فٹ لمبی دم تھی۔ یہ آدمیوں کی طرح نہیں بلکہ جانوروں کی طرح چلتا تھا اور یہ نئی بات ہے کہ وہ گوشت نہیں کھاتا تھا۔

۲۴۔ اگست ۱۹۰۶ کی رات کو ایک میونسپل کمشنر جالندھر کی بھینس کے ایک بچہ پیدا ہوا، جو از خود پیدا نہیں ہوا بلکہ سلوتری ڈاکٹروں کی مدد سے پیٹ چاک کر کے نکالا گیا جس کے دو سر اور ایک دھڑ دو پونچھ اور چھ لاتیں تھیں اور ہر دو سروں اور ہر دو پونچھ میں کوئی تفاوت نہ تھا بالکل یکساں تھے۔

۱۹۰۷ء کو شہر اوٹاوہ میں ایک عورت کے ہاں عجیب قسم کا بچہ پیدا ہوا جسکے تمام دانت تھے اور آنکھیں ماتھے پر تھیں۔ بچہ ایک ہفتہ تک زندہ رہا کثرت سے لوگوں نے اسے دیکھا اس کی آواز بیل کے مشابہ تھی۔

۱۹۰۸ء کو ہاڑپور ضلع ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک کمہار کے گھر میں دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جن کی پشت آپس میں ملی ہوئی تھی دو سر اور چار آنکھیں مگر ٹانگیں دو تھیں۔ لڑکیاں پیدا ہوتے ہی بولنے لگیں، مگر ان کی زبان کچھ سمجھ میں نہیں آتی۔ صرف کلمہ سمجھ میں آتا تھا۔ لوگ جوق در جوق انہیں دیکھنے کے لئے آتے تو لڑکیوں نے انبوہ دیکھ کر رونا شروع کیا اور ٹھنڈی آہیں بھر کر کچھ کہتی تھیں مگر ایک حرف بھی سمجھ میں نہ آتا تھا اور ایک دن زندہ رہ کر مر گئی جسکی لاش غائب ہو گئی۔

۱۹۰۸ء کو نواب معین الدین خان بہادر جاگیردار حیدر آباد دکن نے حضور نظام الملک کو ایک مرگ گزرانا جس کی چار ٹانگیں تھیں

۱۹۰۹ء کو حیدر آباد کے کوتوال نے حضور سرکار نظام کے سامنے ایک لڑکی پیش کی جسکے دو منہ، چار ہاتھ، چار پاؤں، چار آنکھیں تھیں۔

(ہفت روزہ توحید امرتسر۔ ۶ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ۔ ص ۱۴۔۱۵)

....

کیا حضرت عیسیٰ زندہ ہیں یا فوت ہو گئے

ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔ نمبر۴

از قلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

اخبار توحید امرتسر یکم اگست و ۱۵ و ۲۲ میں حیات حضرت مسیح کے متعلق دو مقدمہ کی شکل میں مضامین شائع ہو چکے ہیں۔ پہلا مقدمہ قتل انبیاء کے بارے میں اور دوسرا مقدمہ امور نادرہ کے بیان میں تھا۔ آج اصل مضمون شروع ہوتا ہے۔

حضرت مسیح کے متعلق قرآن کا بیان

سورہ نساء میں ہے

و قولهم انّا قتلنا المسيح عيسى بن مريم رسول الله و ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم و انّ الّذين ا ختلفوا فيه لفى شكٍ منه ما لهم به من علم ا لا اتّباع الظّن و ما قتلوه يقيناً بل رفعه اللّه اليه و كان اللّه عزيزاً حكيما

(النساء:۱۵۷) اور یہود کے یہ کہنے کے سبب کہ ہم نے مار ڈالا مسیح عیسیٰ بن مریم کو جو رسول اللہ کا تھا اور یہود نے عیسیٰ کو نہ قتل کیا نہ پھانسی پر لٹکایا، اور لیکن ان کے واسطے شبہ ڈالا گیا اور تحقیق جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا وہ اس سے شک میں ہیں ان لوگوں کے واسطے اس سے کچھ علم نہیں مگر وہ لوگ گمان کی پیروی کرتے ہیں اور یقیناً یہود نے عیسیٰ کو قتل نہ کیا بلکہ عیسیٰ کو اللہ نے اپنی طرف اٹھالیا اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔،

نوٹ:ان آیات مقدسہ کے الفاظ و ماقتلوہ و ما صلبوہ کا صحیح ترجمہ یوں ہے

ونہ کشتہ انداور ابر دار نہ کردند اورا۔(از شاہ ولی اللہ)

اور نہیں مارا اس کو اور نہ سولی دی۔ (از شاہ رفیع الدین)

اور نہ اس کو مارا ہے اور نہ سولی پر چڑھایا۔(از شاہ عبدالقادر)

مندرجہ بالا آیات کی تفسیر کرتے ہوئے اہل سنت مفسرین نے لکھا ہے کہ

۱۔حضرت عیسی پھانسی پر نہ چڑھائے گئے،

۲۔بلکہ کوئی اور شخص آپ کا ہم شکل ہو کر مارا گیا۔

۳۔اور حضرت مسیح کو اللہ تعالی نے زندہ بجسم عنصری آسمان پر اٹھالیا۔

خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ

مسلمان تو اس بات کے قائل بھی نہیں کہ حضرت عیسی کو صلیب پر کھینچا گیا یا صلیب پر سے ان کو زخم پہنچے۔(کتاب مسیح ہندوستان میں۔ص ۶۱)

مصلوب کے معنی

کتاب منتہی الارب جلد ۲ صفحہ ۵۵۷، صراح مع قراح صفحہ ۳۹ جلد اول، مفردات القرآن صفحہ ۲۸۶، غیاث اللغات صفحہ ۳۰۹ منتخب اللغات صفحہ ۳۳۳ مجمع البحار، قاموس، تاج العروس، لسان العرب (زیر لفظ صلب) مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۴۱۵، سنن نسائی جلد ۲ صفحہ ۱۶۹ کے عمیق مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ لفظ صلب دونوں طرح استعمال ہوا ہے صلیب پر چڑھانا، اور صلیب پر مار ڈالنا۔دونوں میں یہ لفظ آیا ہے

صلیب پر چڑھایا جانا اور صلیب پر مرنا یہ دونوں حالتیں ادنی اور اعلی یا ناقص اور کامل چونکہ شخص مصلوب کی ہی ہیں اس لئے ان دونوں حالتوں کے لئے عربی زبان میں ایک ہی لفظ مصلوب وضع کیا گیا ہے جو بعض قرائن ...صلب کی ناقص یا کامل حالت کی خصوصیت سے مخصوص ہو کر متمیز ہو جاتا ہے (مولوی غلام رسول آف راجیکی کا رسالہ اظہار حقیقت ص ۱۹، ۲۰،) دوسرے الفاظ میں یوں کہتا ہوں کہ ایک شخص صلیب پر چڑھایا گیا اور صلیب پر ہی مر گیا

اسے عرب میں مصلوب کہیں گے اور ایک شخص پھانسی پر چڑھایا تو گیا مگر وہ اس پر نہ مرا بلکہ زندہ ہی اتارا گیا تو اسے بھی مصلوب کہیں گے، پس مرزا صاحب کا اور اس کے مریدوں کا یہ حصر کرنا اور لکھنا کہ جس کی جان صلیب پر نہ نکلے اسے مصلوب نہیں کہتے خواہ وہ صلیب پر چڑھا کر اتار لیا گیا ہو اور یہ کہ مصلوب ہونے کیلئے مقتول ہونا لازمی ہے (بدر ۲۹ا کتوبر و ۲۸ نومبر ۱۹۰۳ء رسالہ جواب باصواب ص ۱۴ و ۲۴ کتاب مسیح موعود ص ۱۴۰، ۱۴۱) سراسر غلط ہے۔

خادم کرشن قدنی:

کتاب مسیح ہندوستان میں صفحہ ۴۹ کتاب نزول المسیح صفحہ ۱۵۱، الحکم مورخہ ۳۰ ستمبر ۱۹۰۱ء ص ۱۲، جواب باصواب صفحہ ۱۱، ۱۳، ۱۷، ۱۸، ۲۱، عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۴۶۹، ۴۷۹، ۴۸۱، ۴۸۵، ۴۸۶، کا خلاصہ یہ ہے کہ: حضرت عیسی بن مریم صلیب پر ضرور کھینچا گیا۔

دلیل نمبر ا۔

مرہم عیسی اس کی (یعنی مسیح کے صلیب پر نہ چڑھائے جانے کی) تکذیب کرتی ہے۔ اگر مسیح کو زخم نہیں آئے تھے تو پھر اس مرہم کا وجود کہاں سے آ گیا حالانکہ طب کی کوئی کتاب اس سے خالی نہیں (عسل مصفی حصہ اول۔ص ۴۷۹)

جواب از عاشق احمد مدنی

اخبار گوہر بار توحید مورخہ ۲۵ اپریل ۱۹۲۸ء کے صفحہ ۴، ۵ پر مرہم عیسی کے متعلق بہت کچھ لکھا جا چکا ہے اب اس کے دوبارہ لکھنے کی ضرورت نہیں ہے قرآن احادیث نبویہ اقوال صحابہ وتابعین اسلامی مفسرین ومورخین سے اس کا ثبوت نہیں ملتا۔

خادم کرشن قادیانی۔ دلیل نمبر ۲

متواتر قوی سے ثابت ہے کہ حضرت مسیح کو یہودیوں نے گرفتار کر لیا تھا اور صلیب پر کھینچ دیا تھا۔
(نزول المسیح۔ صفحہ ۱۵۱)

یہود اور نصاری کی دوز بردست قومیں اس بات پر متفق ہیں کہ خود مسیح بن مریم ہی کو صلیب پر لٹکایا گیا

۔(الحکم ۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۲ ۔ بدر ۲ جون ۱۹۰۸ء ص ۷، عسل مصفی ص ۴۶۹ ۔ ۴۷۹، جواب باصواب ص ۱۱ کا حاشیہ)

جواب از عاشق احمد مدنی

ا۔سورہ نساء میں خدا تعالی نے فرمایا

۱. ان الذین ا ختلفوا فیه لفی شك منه ما لهم من علم ا لا اتباع الظن

(النساء: ۱۵۷) ۔تحقیق جن لوگوں نے اس میں اختلاف کیا البتہ وہ لوگ اس سے شک میں ہیں ان کو صحیح علم نہیں مگر وہ گمان کی پیروی کرتے ہیں۔

ان آیات سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اہل کتاب یعنی یہود و نصاری کا اس بارے میں سخت اختلاف ہے حضرت مسیح کے صلیبی واقعات کے متعلق یہود اور نصاری کا ہرگز اتفاق نہیں ہے۔

ب۔حضرت مسیح کے قتل کے دعوی میں یہودیوں کا اتفاق نہیں کہ وہ کس طرح مقتول اور ہلاک ہوئے بعض کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو تلوار سے قتل کر دیا تھا۔اور بعض کہتے ہیں کہ مسیح کو پہلے سنگسار کیا تھا اور بعد موت عبرت کیواسطے کاٹھ پر لٹکایا گیا

اور بعض کا یہ مذہب ہے کہ پہلے مسیح کو پھانسی دیا گیا اور بعد میں تلوار سے ان کا سر جدا کے گیا۔اور بعض کا خیال ہے کہ صرف پھانسی سے مارا گیا۔ (دیکھو تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۶ ص ۲۴۰)

ج۔حضرت عیسی کے ہلاک کرنے کے بارے میں کہ کس طرح ان کو ہلاک کیا یہودیوں کے مذہب قدیم سے دو ہیں۔ایک فرقہ تو کہتا ہے کہ تلوار سے پہلے ان کو قتل کیا گیا تھا پھر ان کی لاش کو لوگوں کی عبرت کے لئے صلیب یا درخت پر لٹکایا گیا اور دوسرا فرقہ یہ کہتا ہے کہ ان کو صلیب دیا گیا تھا اور پھر بعد صلیب ان کو قتل کیا گیا۔ اور یہ دونوں فرقے آنحضرت ﷺ کے وقت میں موجود تھے اور اب بھی موجود ہیں (براہین احمدیہ پنجم ص ۱۶۹)

اس سے معلوم ہوا کہ یہود کے تمام فرقے ہرگز اس بات پر متفق نہیں کہ حضرت یسوع مسیح ابن مریم صلیب پر چڑھائے گئے

د۔آنحضرت ﷺ کے زمانے کے بہت مدت پہلے عیسائیوں کے بہت سے فرقوں کا یہی اعتقاد تھا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ کھینچے گئے بلکہ آپ کی شباہت ایک اور شخص پر اللہ نے ڈال دی جو آپ کی بجائے ماخوذ ہوکر مصلوب کیا گیا چنانچہ فرقہ بیسلی ڈین جو عیسائیت کے نہایت ابتداء میں تھا مسیح کے مصلوب ہونے سے انکار کرتا تھا اوران کا اعتقاد یہ تھا کہ سائمن (شمعون) آپ کی جگہ صلیب پر لٹکایا گیا تھا۔ایسے ہی فرقہ سیرنتھین جوان سے بھی پیشتر تھا اور کارپکریشن جو مسیح کو صرف انسان ہی مانتے تھے ان کا بھی یہی اعتقاد تھا کہ مسیح خود مصلوب نہیں ہوئے بلکہ آپ کے حواریوں میں سے ایک شخص جو آپ کا ہم شکل تھا صلیب دیا گیا۔مصنف فوٹیس کہتا ہے کہ میں نے ایک کتاب بنام ،رسولوں کے سفرنامے، پڑھی جس میں پطرس، یوحنا، اندریاس، طامس اور پولوس کے اعمال مندرج تھے اور منجملہ دیگر امور کے ایک امر یہ بھی تھا کہ مسیح مصلوب نہیں ہوئے بلکہ آپ کی بجائے کوئی شخص صلیب دیا گیا تھا اور اس لئے حضرت مسیح ان لوگوں پر ہنسے جنہوں نے اپنے زعم میں آپ کو صلیب پر چڑھایا تھا(جارج سیل کا ترجمہ ص۴۱، ۴۲، ۴۳ زیرآیت و مكروا و مكر الله و الله خير الماكرين۔كتاب الفارق بین المخلوق و الخالق ص۲۸۱)

ھ۔گناسٹی فرقہ کے عیسائیوں کا یہ عقیدہ تھا کہ دنیا مادہ سے پیدا ہوئی اور مادہ کے لئے شرارت اور معصیت ضرور ہے اور مسیح مادہ سے نہ پیدا ہوا تھا اس لئے مصلوب نہیں ہوسکتا کیونکہ اس کا جسم نہ تھا۔(رومن تواریخ کلیسا۔ص۹۶)

ناصرین کا فرقہ یہ اعتقاد رکھتا تھا کہ مسیح نہیں مارا گیا بلکہ دوسرا اس کے عوض مصلوب ہوا۔

(کتاب انعام عام از سید محمد ابوالمنصور دہلوی۔ص۲۳، ۳۰)

و۔مانی ایرانی مجوسی تھا مصوری اور موسیقی میں ید طولی رکھتا تھا اس نے دین مسیحی قبول کیا اس نے الہام و نبوت کا بھی دعوی کیا اس سے اس کا فرقہ مانسیہ جاری ہوا یہ لوگ مسیح کے مصلوب ہونے اور دکھ اٹھانے کے منکر تھے۔

(ینابیع الاسلام۔ص۹۱ حاشیہ)

اس سے معلوم ہوا کہ نصاری کے قدیم فرقے بسیلیوس، سیرنتھی انز، کارپکریشن، ناصری، گناسٹی، اور مانسیہ یہ اعتقاد رکھتے تھے کہ حضرت مسیح ناصری صلیب پر نہ چڑھائے گئے نتیجہ یہ نکلا کہ تمام یہود و نصاری کا اس بات پر اتفاق نہیں ہے کہ عیسی ابن مریم صلیب پر کھینچا گیا۔پس قادیانی جماعت کی اس دلیل کی تردید بخوبی ہوگئی

خادم کرشن قادیانی: دلیل نمبر ۳

اناجیل موجودہ میں بصراحۃ النص یہ موجود ہے کہ مسیح صلیب پر چڑھائے گئے اس سے کسی کو بھی انکار نہیں ہوسکتا۔ (رسالہ احمدی ج انمبر ۱۲ ص ۷۹۔۸۰ بابت دسمبر ۱۹۱۱)

صریح واقعات اناجیل کے اندر مذکور ہیں جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے تو گئے مگر صلیب پر انہوں نے جان نہیں دی (کتاب مسیح موعود۔ص ۱۴۳)

اگرچہ موجودہ انجیل الہامی نہیں ہے لیکن کم از کم ایک تاریخ کا درجہ تو اس کو دیا جاسکتا ہے۔

(رسالہ احمدی دسمبر ۱۹۱۱ء ص ۷۷)

عاشق احمد مدنی

عیسائی اس وقت جن انجیلوں کو الہامی مانتے ہیں وہ چار ہیں۔متی،مرقس،لوقا اور یوحنا۔قرآن کی سورہ مائدہ اورالحدید میں اس بات کا ذکر خیر ہے کہ اللہ نے عیسی بن مریم کو انجیل عطافرمائی۔پس فرقان حمید کی رو سے انجیل مقدس وہ کتاب ہے جو اللہ نے حضرت مسیح پر نازل کی۔قرآن نے متی مرقس لوقا اور یوحنا چار انجیلوں کی کہیں تصدیق نہیں کی ہے۔اورمزا یہ ہے کہ ان چاروں انجیلوں میں ان کے لکھنے والوں نے کہیں بھی یہ دعوی نہیں کیا ہے کہ ہمیں الہام ہوا ہے اور نہ ہی اللہ نے ان چاروں انجیلوں میں یہ کہیں کہا ہے کہ یہ کتابیں میری طرف سے ہیں۔اب میں ان اناجیل اربعہ موجودہ کے متعلق مرزا قادیانی کی تحریریں ذیل میں نقل کرتا ہوں

۱۔یہ انجیلیں حضرت مسیح کی انجیلیں نہیں ہیں۔اور نہ ان کی تصدیق شدہ ہیں بلکہ حواریوں نے یا کسی اور نے اپنے خیال اور عقل کے موافق لکھا ہے اسی وجہ سے ان میں باہمی اختلاف ہے۔

(ضرورۃ الامام۔ص ۱۴)

۲۔قرآن شریف نے کبھی یہ دعوی نہیں کیا کہ وہ انجیل یا توریت سے صلح کرے گا بلکہ ان کتابوں کو محرف،مبدل اور ناقص اور ناتمام قرار دیا ہے اور تاج خاص اکملت لکم دینکم کا اپنے لئے

رکھا ہے اور ہمارا ایمان ہے کہ یہ سب کتابیں انجیل توریت قرآن شریف کے مقابل پر کچھ بھی نہیں اور ناقص اور محرف اور مبدل ہیں۔ (دافع البلاء۔ص ۱۹)

انجیل ایک مردہ اور ناتمام کلام ہے۔ (ایضاً ص ۲۰)

۳۔ بہت سی انجیلوں سے یہ چار انجیلیں انتخاب کی گئی ہیں جن کو بعض یونانیوں نے حضرت مسیح سے بہت پیچھے بنا کر حضرت مسیح کی طرف منسوب کر دیا اور کوئی عبرانی انجیل عیسائیوں کے پاس موجود نہیں۔ (تریاق القلوب۔ص ۷)

۴۔ یہ سب انجیلیں حواریوں کے زمانہ کے بعد بعض یونان کے لوگوں نے بے سروپا روایات کی بنا پر لکھی ہیں اور ان میں حضرت مسیح کے ہاتھوں کی کوئی انجیل نہیں بلکہ حواریوں کے ہاتھوں کی بھی کوئی انجیل نہیں۔ (تریاق القلوب۔ص ۵۰)

۵۔ ان کی انجیلیں اس وجہ سے بھی قابل اعتبار نہیں کہ ان میں جھوٹ سے بہت کام لیا گیا ہے۔ ان تحریرات کا الہامی ہونا ہرگز ثابت نہیں کیونکہ ان کے لکھنے والوں نے کسی جگہ یہ دعویٰ نہیں کیا کہ یہ کتابیں الہام سے لکھی گئی ہیں بلکہ بعض نے ان میں سے صاف اقرار بھی کیا ہے کہ یہ کتابیں محض انسانی تالیف ہیں۔ سچ ہے کہ قرآن شریف میں انجیل کے نام پر ایک کتاب حضرت عیسیٰ پر نازل ہونے کی تصدیق ہے مگر قرآن شریف میں ہرگز یہ نہیں ہے کوئی الہام متی یا یوحنا وغیرہ کو بھی ہوا ہے اور وہ الہام انجیل کہلاتا ہے اس لئے مسلمان لوگ کسی طرح ان کتابوں کو خدا تعالیٰ کی کتابیں تسلیم نہیں کر سکتے۔ (کتاب البریہ ص۔۵۱۔۵۲)

۶۔ باقی رہا کہ انہوں نے بحیثیت ایک وقائع نویس کے معجزات کو لکھا ہو، سو وقائع نویسی کے شرائط

بھی ان میں محقق نہیں کیونکہ وقائع نویس کے لئے ضروری ہے کہ وہ دروغ گو نہ ہو، اور دوسرے یہ کہ اس کے حافظہ میں خلل نہ ہو۔ تیسرے یہ کہ وہ عمیق الفکر ہو اور سطحی خیال کا آدمی نہ ہو۔ اور چوتھے یہ کہ وہ محقق ہو اور سطحی باتوں پر کفایت کرنے والا نہ ہو۔ اور پانچویں یہ کہ جو کچھ لکھے چشم دید لکھے محض رطب ویابس کو پیش کرنے والا نہ ہو۔ مگر انجیل نویسوں میں ان شرطوں میں سے کوئی شرط موجود نہ تھے۔ (ایضاً ص ۶۱)

۷۔ پس ثابت ہوتا ہے کہ وقائع نویسی کے شرائط ان میں موجود نہ تھے اور ان کا بیان ہرگز اس لائق نہیں کہ کچھ بھی اس کا اعتبار کیا جائے۔ (کتاب البریہ۔ ص ۶۲)

۸۔ اگرچہ کثرت سے ایسے عیسائی ہیں جو اناجیل کے معجزات کو اب تسلیم نہیں کرتے مگر تاہم ان کا خیال ہے کہ معجزات کے قصوں کو نکال کر بھی ہر چہار اناجیل میں مستند اور تاریخی سوانح یسوع کے موجود ہیں مگر یہ خیال بالکل غلط اور بے بنیاد ہے۔ (ریویو آف ریلی جنز اکتوبر ۱۹۰۲ء ص ۴۱۳)

نوٹ: نتیجہ یہ نکلا کہ اناجیل اربعہ مروجہ کا یہ بیان کہ مسیح صلیب پر کھینچا گیا الہامی طور پر ثابت نہیں اور نہ ہی تاریخی طور پر معتبر ہے۔

(توحید امرتسر ۲۷ ربیع الاول ۱۳۴۷ھ ص ۹۔۱۱)

....

کیا حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو گئے

ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔۵

از قلم: مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر (قسط نمبر ۵)

اس عاجز نے اخبار توحید مورخہ ۱۲ستمبر کے ص ۹۔۱۱ میں اس امر کو ثابت کیا ہے کہ اناجیل اربعہ مروجہ کا یہ بیان کہ حضرت مسیح ناصری پھانسی پر لٹکائے گئے، نہ تو الہامی ہے نہ تاریخی طور پر قابل اعتبار ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد قادیانی نے خود اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ پادریوں کا مذہبی کتابوں کا ذخیرہ ایسا ردی ذخیرہ ہے جو نہایت قابل شرم ہے وہ لوگ صرف اپنی ہی اٹکل سے بعض کتابوں کو آسمانی ٹھہراتے ہیں اور بعض کو جعلی قرار دیتے ہیں ۔چنانچہ ان کے نزدیک یہ چار انجیلیں اصلی ہیں اور باقی اناجیل جو ۵۶ کے قریب ہیں جعلی ہیں مگر محض گمان اور شک کی رو سے نہ کسی مستحکم دلیل پر اس خیال کی بنا ہے چونکہ مروجہ انجیلوں اور دوسری انجیلوں میں بہت تناقض ہے اسلئے اپنے گھر میں یہ فیصلہ کر لیا ہے اور محققین کی یہی رائے ہے کہ کچھ نہیں کہہ سکتے کہ یہ انجیلیں جعلی ہیں یا وہ جعلی ہیں اسی لئے شاہ اڈورڈ قیصر کے تخت نشینی کی تقریب پر لندن کے پادریوں نے وہ تمام کتابیں جن کو یہ لوگ جعلی تصور کرتے ہیں ان چار انجیلوں کے ساتھ ایک ہی جلد میں مجلد کر کے مبارک بادی کے طور پر نذر پیش کی تھی اور اس مجموعہ کی ایک جلد ہمارے بھی پاس ہے۔ پس غور کا مقام ہے کہ اگر درحقیقت وہ کتابیں گندی اور جعلی اور ناپاک ہوتیں تو پھر پاک اور ناپاک دونوں کو ایک جلد میں مجلد کرنا کس قدر گناہ کی بات تھی۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ یہ لوگ دلی اطمینان سے نہ کسی کتاب کو جعلی کہہ سکتے ہیں نہ اصلی ٹھہرا سکتے ہیں۔ اپنی اپنی رائیں اور سخت تعصب کی وجہ سے وہ انجیلیں جو قرآن شریف کے مطابق ہیں ان کو یہ لوگ جعلی قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ برنباس کی انجیل جس میں نبی آخر الزمان ﷺ کی نسبت پیش گوئی ہے وہ اسی وجہ سے جعلی قرار دی گئی ہے کہ اس میں کھلے کھلے طور پر آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی موجود ہے۔ چنانچہ سیل صاحب نے اپنی تفسیر میں اس قصہ کو

بھی لکھا ہے کہ ایک عیسائی راہب اس انجیل کو دیکھ کر مسلمان ہو گیا تھا

(دیکھو مرزا صاحب کی کتاب چشمہ مسیحی ص ۳۔ اخبار بدر ۲۹ مارچ ۱۹۰۶ء ص ۳۔ الحکم ۷ امارچ ۱۹۰۶ء ص ۴۔ ۵)

انجیل برنباس کا بیان

سب سے پہلے میں جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی کتابوں سے ایسی تحریریں ذیل میں درج کرتا ہوں جن میں آپ نے انجیل برنباس کا ذکر خیر کیا ہے

۱۔ انجیل برنباس میں صریح نام آنحضرت ﷺ جو محمد ہے درج ہے (سرمہ چشم آریہ۔ ص ۱۸۳ کا حاشیہ)

۲۔ یہ بات نہایت صاف طور پر ظاہر ہے کہ جس طرح نوکروں کے آنے اور بیٹے کے آنے سے مراد وہ نبی تھے جو وقتاً فوقتاً آتے گئے اسی طرح اس تمثیل (یعنی تمثیل مندرجہ انجیل متی باب ۲۱) میں مالک باغ کے آنے سے بھی مراد ایک بڑا نبی ہے جو نوکروں اور بیٹوں سے بڑھ کر ہے جن پر تیسرا درجہ قرب کا ختم ہوتا ہے وہ کون ہے؟ وہی نبی ہے جس کا نام اسی انجیل متی میں فارقلیط کے لفظ سے وعدہ دیا گیا ہے اور جس کا صاف اور صریح نام محمد رسول اللہ انجیل برنباس میں موجود ہے (سرمہ چشم آریہ۔ ص ۱۸۶ کا حاشیہ) (فارقلیط کے لفظ سے جو وعدہ یا گیا ہے وہ انجیل یوحنا کے باب ۱۴، ۱۵، ۱۶ میں ہے نہ کہ انجیل متی میں)

۳۔ برنباس کی انجیل میں جو غالباً لندن کے کتب خانہ میں بھی ہوگی یہ بھی لکھا ہے کہ مسیح مصلوب نہیں ہوا اور نہ صلیب پر جان دی۔ (مسیح ہندوستان میں۔ ص ۱۸۔ ۱۹)

۴۔ برنباس کی انجیل میں جس کو میں نے بچشم خود دیکھا ہے حضرت عیسی کے صلیب پر فوت ہونے سے انکار کیا گے ہے اور انجیل سے ظاہر ہے کہ برنباس بھی ایک بزرگ حواری تھا۔

(کشف الغطا۔ ص ۲۶ کا حاشیہ)

۵۔ انجیل برنباس میں حضرت مسیح کے سولی ملنے سے انکار کیا گیا ہے۔ (تریاق القلوب۔ ص ۵۰)

نوٹ: جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی تصنیفات میں انجیل برنباس کا ذکر تو کیا ہے مگر آپ نے کھول کھول اس انجیل کے بیان کو درج نہیں کیا ہے اس لئے میں نے مناسب سمجھا کہ انجیل بر نباس کے

اردو ترجمہ مطبوعہ ۱۹۱۶ء حمیدیہ سٹیم پریس لاہور) کے کچھ اقتباسات ذیل میں درج کروں چنانچہ اس انجیل کے بعض مقامات کو ذیل میں درج کرتا ہوں

فصل ۲۱۵:

۱۔ اور جب کہ سپاہی یہودا کے ساتھ اس جگہ کے نزدیک پہنچے جس میں یسوع تھا، یسوع نے ایک بھاری جماعت کا نزدیک آنا سنا۔

۲۔ تب اسی لئے وہ ڈر کر گھر میں چلا گیا۔

۳۔ اور گیارھویں شاگرد سو رہے تھے۔

۴۔ پس جب کہ اللہ نے اپنے بندے کو خطرہ میں دیکھا اپنے سفیروں جبریل میخائیل اور رفائیل اور اوریل کو حکم دیا کہ یسوع کو دنیا سے لے لیویں۔

۵۔ تب پاک فرشتے آئے اور یسوع کو دکھن کی طرف دکھائی دینے والی کھڑکی سے لے لیا

۶۔ پس وہ اسکو اٹھالے گئے اور تیسرے آسمان سے ان فرشتوں کی صحبت میں رکھا جو کہ ابد تک اللہ کی تسبیح کرتے رہیں گے۔ (ص ۲۹۷)

فصل ۲۱۶:

۱۔ اور یہودا زور کے ساتھ اس کمرہ میں داخل ہوا جس میں یسوع اٹھالیا گیا تھا

۲۔ اور شاگرد سب کے سب سو رہے تھے۔

۳۔ تب اللہ نے ایک عجیب کام کیا۔

۴۔ پس یہودا بولا اور چہرے میں بدل کر یسوع کے مشابہ ہو گیا یہاں تک کہ ہم لوگوں نے اعتقاد کیا کہ وہی یسوع ہے۔

۵۔ لیکن اس نے ہم کو جگانے کے بعد تلاش کرنا شروع کیا تھا تا کہ دیکھے کہ معلم کہاں ہے۔

۶۔ اسلئے ہم نے تعجب کیا اور جواب میں کہا اے سید تو ہی تو ہمارا معلم ہے

۷۔پس تو اب ہم کو بھول گیا

۸۔مگر اس نے مسکراتے ہوئے کہا کیا تم احمق ہو کہ یہودا اسخر یوطی کو نہیں پہچانتے۔

۹۔اور اسی اثنا میں کہ وہ یہ بات کہہ رہا تھا سپاہی داخل ہوئے اور انہوں نے اپنے ہاتھ یہودا پر ڈال دیئے اس لئے کہ وہ ہر ایک وجہ سے یسوع کے مشابہ تھا

۱۰۔لیکن ہم لوگوں نے جب یہودا کی بات سنی اور سپاہیوں کا گروہ دیکھا تب ہم دیوانوں کی طرح بھاگ نکلے۔

۱۱۔اور یوحنا جو کہ ایک کتان کے لحاف میں لپٹا ہوا تھا جاگ اٹھا اور بھاگا۔

۱۲۔اور جب ایک سپاہی نے اسے کتان کے لحاف کے ساتھ پکڑ لیا تو وہ کتان کا لحاف چھوڑ کر ننگا بھاگ نکلا اس لئے کہ اللہ نے یسوع کی دعا سن لی اور گیارہ کو آفت سے بچا دیا (ص ۲۹۷)

فصل ۲۱۷:

۷۷۔جب کہ کاہنوں کے سرداروں نے مع کاتبوں اور فریسیوں کے دیکھا کہ یہودا تازیانوں کی ضرب سے نہیں مرا اور جب کہ وہ ڈرتے تھے کہ پیلاطوس اس کو رہا کر دے گا انہوں نے حاکم کو روپئوں کا انعام دیا اور حاکم نے وہ انعام لے کر یہودا کو کاتبوں اور فریسیوں کے حوالہ کر دیا گویا کہ وہ مجرم ہے جو موت کا مستحق ہے۔

۷۸۔انہوں نے اس کے ساتھ ہی دو چوروں پر صلیب دیئے جانے کا حکم لگایا۔

۷۹۔تب وہ لوگ یہود کو جمجمہ پہاڑ پر لے گئے جہاں کہ مجرموں کو پھانسی دینے کی انہیں عادت تھی اور وہاں یہودا کو ننگا کر کے صلیب پر لٹکایا اس کی تحقیر میں مبالغہ کرنے کیلیئے۔

۸۰۔اور یہودا نے کچھ نہیں کہا سوا اس چیخ کے کہ اے اللہ تو نے مجھے کیوں چھوڑ دیا اس لئے کہ مجرم تو بچ گیا اور میں ظلم سے مر رہا ہوں۔

فصل ۲۱۹:

۵۔اور وہ فرشتے جو کہ مریم پر محافظ تھے تیسرے آسمان کی طرف چڑھ گئے جہاں کہ یسوع فر شتوں کی ہمراہی میں تھا اور اس سے سب باتیں بیان کیں

۶۔لہذا یسوع نے اللہ سے منت کی کہ وہ اس کو اجازت دے کہ یہ اپنی ماں سے اور اپنے شاگردوں کو دیکھ آئے۔

۷۔تب اس وقت رحمٰن نے اپنے چاروں فرشتوں کو جو کہ جبریل اور میخائیل اور رافائیل اور اوریل ہیں حکم دیا کہ یہ یسوع کو اس کی ماں کے گھر اٹھا کر لے جائیں۔

۸۔اور یہ کہ متواتر تین دن کی مدت تک وہاں اس کی نگاہ بانی کریں۔

۹۔اور سوا ان لوگوں کے جو اس کی تعلیم پر ایمان لائے ہیں اور کسی کو اسے نہ دیکھنے دیں۔

۱۰۔پس یسوع روشنی سے گھرا ہوا اس کمرہ میں آیا جس کے اندر کنواری مریم مع اپنی دونوں بہنوں اور مرتا اور مریم مجدلیہ اور عاذّر اور اس لکھنے والے اور یوحنا اور یعقوب اور پطرس کے مقیم تھی۔

۱۱۔تب یہ سب خوف سے بے ہوش ہو کر گر پڑے گویا کہ وہ مردے ہیں

۱۲پس یسوع نے اپنی ماں کو اور دوسروں کو یہ کہتے ہوئے زمین سے اٹھایا،تم نہ ڈرو اس لئے میں ہی یسوع ہوں۔،

۱۳۔اور نہ روؤ کیونکہ میں زندہ ہوں نہ کہ مردہ۔ (ص۳۰۴)

فصل ۲۲۰:

۱۴۔پس اسوقت اس لکھنے والے (یعنی برنباس) نے کہا اے معلم اگر اللہ رحیم ہے تو ہم کو یہ خیال کرنے والا کیوں بنایا کہ اس قدر تکلیف دی کہ تو مردہ تھا

۱۵۔تحقیق تیری ماں تجھ کو اس قدر روئی کہ مرنے کے وقت پہنچ گئی

۱۶۔اور اللہ نے یہ روا رکھا کہ تجھ پر حجمبہ پہاڑ پر چوروں کے مابین قتل ہونے کا دھبہ لگے حالانکہ تو

اللہ کا قدوس ہے۔

۱۷۔ یسوع نے جواب میں کہا اے برنباس تو مجھ کو مسیحا مان کہ اللہ ہر خطا پر خواہ وہ کتنی ہی ہلکی کیوں نہ ہو بڑی سزا دیا کرتا ہے کیونکہ اللہ گناہ سے غضب ناک ہوتا ہے۔

۱۸۔ پس اس لئے جب کہ میری ماں اور میرے ان وفادار شاگردوں نے جو میرے ساتھ تھے مجھ سے دنیاوی محبت کی نیک کردار نے اس محبت پر موجودہ رنج کے ساتھ سزا دینے کا ارادہ کیا تا کہ اسپر دوزخ کی آگ کے ساتھ سزا دہی نہ کی جائے۔

۱۹۔ پس جب کہ آدمیوں نے مجھ کو اللہ اور اللہ کا بیٹا کہا تھا مگر یہ کہ میں خود دنیا میں بے گناہ تھا اس لئے اللہ نے ارادہ کیا کہ اس دنیا میں آدمی یہودا کی موت سے مجھ سے ٹھٹھا کریں یہ خیال کر کے کہ وہ میں ہی ہوں جو کہ صلیب پر مرا ہوں تا کہ قیامت کے دن میں شیطان مجھ سے ٹھٹھا نہ کریں۔

۲۰ اور یہ بدنامی اس وقت تک باقی رہے گی جب کہ محمد رسول اللہ آئے گا جو کہ آتے ہی اس دریب کو ان لوگوں پر کھول دے گا جو کہ اللہ کی شریعت پر ایمان لائیں گے۔ (ص ۳۰۵۔۳۰۶)

فصل ۲۲۱:

۱۵۔ اور یسوع نے ان لوگوں میں سے بہتوں کو ملامت کی جنہوں نے اعتقاد کیا تھا کہ یسوع مر کر پھر جی اٹھا ہے یہ کہتے ہوئے، آیا تم مجھ کو اور اللہ کو دونوں کو جھوٹا سمجھتے ہو

۱۶۔ اس لئے کہ اللہ نے مجھے یہ فرمایا ہے کہ میں دنیا کے خاتمہ کے کچھ پہلے تک زندہ رہوں جیسا کہ میں نے تم سے کہا ہے

۱۷۔ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ میں نہیں مرا ہوں بلکہ یہودا فائن (مرا) ہے

۱۸۔ تم ڈرتے رہو اس لئے کہ شیطان اپنی طاقت پھر تم کو دھوکہ دینے کا ارادہ کرے گا۔

۱۹۔ لیکن تم تمام اسرائیل اور ساری دنیا میں ان چیزوں کے لئے جن کو تم نے دیکھا اور سنا ہے میرے گواہ رہو۔

۲۰۔اور یہ کہنے کے بعد اللہ کے مومنوں کی نجات اور گنہگاروں کی تجدید (توبہ وایمان) کے لئے دعا کی۔

۲۱۔پس جبکہ دعا ختم ہوگئی اسنے یہ کہتے ہوئے اپنی ماں کو گلے لگایا: اے میری ماں تجھ پر سلامتی ہو۔

۲۲۔تو اس اللہ پر توکل کر جس نے تجھ کو اور مجھ کو پیدا کیا ہے۔

۲۳۔اور یہ کہنے کے بعد اپنے شاگردوں کی طرف متوجہ ہو، اللہ کی نعمت اور اس کی رحمت تیرے ساتھ رہے۔

۲۴۔پھر یسوع کو چاروں فرشتے ان لوگوں کی آنکھوں کے سامنے آسمان کی طرف اٹھالے گئے

(ص ۳۹۷۔۳۹۸)

نتیجہ

اس انجیل برنباس (جس کا لکھنے والا حضرت برنباس مسیح کے ۱۲ منتخب حواریوں میں سے تھا (دیکھو انجیل برنباس فصل ۱۴ آیت ۱۳ ص ۱۶) کے مندرجہ بالا اقتباسات کو پڑھنے سے معلوم ہوا کہ حضرت عیسی کو صلیب پر نہ لٹکایا گیا بلکہ زندہ آسمان پر اٹھایا گیا آپ کا ہم شکل ہوکر یہودا اسکریوطی صلیب پر مارا گیا مولوی محمد علی لاہوری اپنے رسالہ، احمد مجتبی، کے صفحہ ۸۴ پر لکھتے ہیں:

اسی انجیل برنباس میں مسیح کے زندہ آسمان پر جانے کا قصہ بھی موجود ہے، باقی آئندہ

(توحید امرتسر ۴ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ ص ۱۴۔۱۵)

....

کیا حضرت عیسی علیہ السلام زندہ ہیں یا فوت ہو گئے

ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔ ٦

مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر

٦۔اخبار گوہر بار توحید کے گزشتہ پرچوں میں مرزائی مذہب کے بعض دلائل کی تردید کی گئی ہے اور ثابت کیا گیا ہے کہ مرزائیوں کا یہ عقیدہ کہ مسیح ناصری ضرور صلیب پر کھینچا گیا سراسر باطل ہے اور انجیل برنباس (جس کا ذکر خیر مرزا صاحب نے اپنی بعض کتابوں میں کیا ہے) اس سے بھی اس امر کو ثابت کیا گیا ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ چڑھائے گئے بلکہ زندہ اپنے جسم مبارک کے ساتھ آسمان پر چڑھائے گئے۔اب میں ذیل میں ایک اور طرز سے قادیانی مذہب کی ایک دلیل کی تردید لکھتا ہوں

و ماتو فیقی الابا للہ علیه توکلت و الیه انیب

واضح ہو کہ جناب مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور نے اپنے ترجمہ قرآن (بزبان انگریزی) کے صفحہ ۲۴۱ پر بذیل آیت و ما قتلوہ وما صلبو ہ ولکن شبه لھم و ان الذین اختلفوا فیه لفی شك منه ما لھم به من علم ا لا اتباع الظن ۔ و ما قتلوہ یقیناً۔ (النساء : ١٥٧)۔ یہ بیان فرماتے ہیں کہ

لفظ صلبو ہ سے مسیح کے صلیبی عذاب کی نفی ثابت نہیں ہوتی نفی صرف صلیبی عذاب سے موت کی ہے اس کے متعلق کچھ اور بیان بھی درج ہے جسکا مفہوم یہ ہے کہ مسیح صلیب پر عذاب ضرور دیئے گئے مگر صلیب پر فوت نہیں ہوئے بلکہ بعد ازیں قدرتی موت سے مر چکے ہیں۔

مدت ہوئی کہ اس پر جناب مولانا مولوی ماسٹر غلام حیدر صاحب پنشنر مقیم سرگودھا نے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کی تردید میں قلم اٹھایا تھا اور لکھا تھا کہ

مولوی صاحب مسیح کے صلیبی عذاب میں نصاری کے مقلد ہیں (مولوی محمد علی اوران کے پیرومرشد مرزا قادیانی سے پیشتر ڈاکٹر سرسید احمد مرحوم کا بھی یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیح صلیب پرضرور چڑھائے گئے مگر صلیب پر مرے نہ تھے بلکہ زندہ اتارے گئے تھے اور بعداس کے اپنی موت سے مرگئے ۔تفسیر القرآن حصہ۲ص ۳۵ تا۴۶) اوران کی قدرتی موت کے وقوعہ میں اپنے خیالات کے پابند ہیں قرآن شریف کے پارہ ۹ رکوع ۱۸ میں آیت ذیل نے ہرقسم کی باطل تفسیر بالرائے کورد کردیا ہے اور مسیح کو یہود کے قابو میں ہرگز نہیں دیا اور جب یہود کوان پر قابو ہی نہیں دیا تو ان کے رخساروں پر طمانچے مارنا،منہ پر تھوکنا،اور کانٹوں کا تاج پہنانا ،اورآخرسولی پر چڑھا کرکیل کانٹے ہاتھوں اور پاؤں میں ٹھوک دینا کیا لائق تسلیم ہے؟ اللہ تعالی فرماتا ہے و اذ یمکر بك الذین کفروا لیثبتوك او یقتلو ك او یخر جوك و یمکرو ن و یمکر الله و الله خیر الما کر ین (الانفال:۳۰) یعنی اے محمد ﷺ ہمارے احسان کو یاد کروجس وقت کافروں نے تمہارے گرفتار کرنے یا قتل کرنے یا شہر سے نکال دینے کی تدبیر کی اور وہ تدبیر کرتے ہیں اور اللہ بھی تدبیر کرتا ہے اور اللہ سبکی تدبیروں پر غالب آنے والا ہے۔ اس جگہ تعجیل سے شائد کوئی شخص یہ نہ کہدے کہ یہ آیت تو جناب سرورکونین ﷺ کے بارے میں نازل ہوئی ہے حضرت مسیح کا اس سے کیا تعلق ہے؟ ہاں تعلق تو ایک طرف رہا بلکہ بعینہ یہی آیت حضرت مسیح کی حفاظت کے متعلق نازل ہوئی ہے۔اگرفرق ہے تو صرف یہ ہے کہ حضرت مسیح کا زمانہ چونکہ قرآن کے نزول کے وقت گذر چکا تھا اس واسطے اس آیت (یعنی و مکرو ا و مکر الله و الله خیر الما کر ین (آل عمران:۵۴) میں ہردوافعال ماضی میں ہیں اور جناب رسول اللہ ﷺ کے متعلق جو مذکورہ آیت ہے اسکے ہردوافعال مضارع ہیں کیونکہ آپ نزول آیت کے وقت موجود تھے مگر و الله خیر الما کر ین ہردوآیات کے اخیر میں مساوی ہے و مکرو ا و مکر الله و الله خیر الما کرین (یعنی آیت آل عمران پارہ سوم آیت ۵۴) اورآیت و یمکرون و یمکر الله و الله خیر الما کر ین (الانفال:۳۰) مذکورۃ الصدر ایک ہی قبیل اور مفہوم کے ماتحت ہے۔اور تمام قرآن شریف میں صرف دودفعہ یہ آیت واقع ہوئی ہے اور صرف دوپیغمبروں کے

لئے ۔اب خاکسار کو ظن غالب ہے کہ اہل سنت مسلمان تو ایک طرف رہے لاہوری اور قادیانی مرزائی ہر دو فریق بھی اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ حضرت رسول کریم ﷺ پر کفار قریش قابو نہ پا سکے جب انہوں نے ایک رات آپ ﷺ کے محاصرہ گرفتاری یا قتل کے ارادہ سے کر لیا تھا مگر آپ حضرت امیر المومنین علی کو اپنی چارپائی پر لٹا کر بہمراہ حضرت صدیق چپکے سے غار ثور میں جو مکہ شریف کے قریب ہی مدینہ کے راستہ پر واقع تھا جا چھپے تھے اور محاصرین اس غیبی اور اعجازی فرار کو معلوم کر کے باوجود گرما گرم تعاقب کے آپ کو گرفتار کرنے میں سخت ناکام اور مایوس ہوئے تھے۔ یہ ایک متواتر تاریخی واقعہ ہے جس سے انکار کرنا گویا اللہ تعالی کی غالب تدبیر کو جسکا اظہار اور ثبوت آیت (خیر الماکرین) میں موجود ہے بالکل باطل کر دینے کے مساوی ہے اب اہل باطل کی کل تاویلات کو اس آیت نے بالکل ہباء منثورا کر دیا ہے

نہایت تعجب اور حیرت ہے کہ وہی آیت جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے واسطے وارد ہو تو وہاں یہ نتیجہ اخذ کیا جاتا ہے کہ آپ کفار کے قبضہ میں بموجب وعدہ الٰہی ہرگز نہ آ سکے لیکن بعینہ وہی آیت حضرت مسیح کے بارہ میں وارد ہو تو یہ نتیجہ برآمد کیا جاتا ہے کہ یہودیوں نے حضرت مسیح ابن مریم کو گرفتار کر لیا۔ راستہ میں ہر طرح کی ناگفتنی بے عزتی کی ،اور آخر سولی پر چڑھا کر ان کے ہاتھوں اور پیروں میں کیل کانٹے بھی ٹھونک دیئے ۔ایک ہی قسم کی ہر دو آیات سے دو مختلف نتیجے پیدا کرنا اہل حق اور اہل علم کی شان سے نہایت بعید ہے (از اخبار اہل حدیث مورخہ ۳ ستمبر ۱۹۲۱ء ص ۵۔۷)

اخبار پیغام صلح کی جلد ۹ نمبر ۱۴ مورخہ ۲ صفر ۱۳۴۰ کے صفحہ ۳ پر مندرجہ بالا تحریر کا جواب ناصواب یوں دیا گیا ہے:

اگر ماسٹر غلام حیدر صاحب اس روایت کو ہی پڑھ لیتے جو کتاب استیعاب سے مدارج النبوۃ میں نقل ہوئی ہے کہ بعد نزول سورہ نساء جس میں آیت ما صلبوہ وارد ہوئی ہے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ (جو بدری صحابہ میں تھے) آنحضرت ﷺ کے قاصد ہو کر مقوقس والی اسکندریہ کے پاس جو عیسائی تھا نامہ مبارک آنحضرت ﷺ کو لے کر گئے تو مقوقس نے ان سے یہ اعتراض کیا کہ اگر تمہارا صاحب نبی

ہے تو اس نے کیوں خدا سے دعا نہ کی کہ اس کو مکہ سے ہجرت نہ کرنی پڑتی اس پر حاطب نے فرمایا کہ حضرت عیسی بھی تو نبی تھے انہوں نے کیوں دعا نہ کی کہ دار پر کھینچے جاتے،

تو یہ کبھی نہ کہتے کہ حضرت علامہ سیدنا محمد علی صاحب مسیح کے صلیب پر کھینچے جانے میں نصاری کے مقلد ہیں اگر حضرت عیسی دار پر کھینچے ہی نہ گئے تھے بلکہ آپ نے صلیب کی شکل ہی نہ دیکھی تھی تو حضرت حاطب جو ایک بدری صحابی اور رسول اللہ ﷺ کے قاصد ہیں ایک عیسائی بادشاہ کے سامنے کیوں فرماتے کہ حضرت عیسی نے کیوں دعا نہ کی کہ دار پر کھینچے نہ جاتے معلوم ہوا کہ یہی صحیح معنی اس آیت کے ہیں کہ صلیب پر چڑھانے کی یہاں تردید نہیں بلکہ صلیب پر مارنے کی تردید ہے

آیت و لکن شبہ لھم کے یہ معنی کرنا کہ کوئی شخص حضرت مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا سودائیوں اور وحشیوں کے سے خیالات ہیں۔ (اخبار پیغام صلح لاہور ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء ص ۳)

نوٹ: حکیم محمد حسن صاحب امروہی نے بھی یہی حضرت حاطب والی روایت مندرجہ مدارج النبوۃ کو اپنی کتاب التاویل المحکم فی متشابہ فصوص الحکم کے صفحہ ۳۹۱۔۳۹۲ پر لکھی ہے اور اس کا حوالہ دیتے ہوئے پادری اکبر مسیح نے ینابیع الاسلام کے صفحہ ۸۸۔۹۹ کے حاشیہ اور تجلی لاہور جولائی ۱۹۰۶ء کے صفحہ ۲۷۳ پر پادری برخوردار خان نے اپنے رسالہ مسیح مصلوب، اور قرآن اور انجیل اور برنباس، کے صفحہ ۱۲ پر اور پادری ٹامس ہاول صاحب بشیر نے اپنے رسالہ کاشف الاسرار قیامت، کے صفحہ ۲۰ پر یہی بات لکھی ہے

اقول:

۱۔ سنئے کہ کتاب استیعاب کی جلد اول کے صفحہ ۱۳۴۔ کتاب خصائص الکبری دوم صفحہ ۱۲ کتاب معجزات نبی الوری جلد ۲ صفحہ ۲۱، اسد الغابہ جلد ۲ صفحہ ۲۲۷، اور کتاب حسن المحاضرۃ فی اخبار مصر و القاھرہ قلمی کے ورق صفحہ ۲۶ پر جو عبارت ہے وہ یہ ہے

قال بعثنی رسول اللہ ﷺ الی المقوقس ملک الاسکندریہ فجئتہ بکتاب رسول اللہ ﷺ فانزلنی فی منزلۃ واقمت عندہ لیالی ثم بعث الیّ و قد جمع بطارقہ فقال الی اسألک بکلام احب ان تفھمہ منی قال قلت ھلم قال

اخبـر نی عن صاحبك الیس هو نبیاً قلت بلی هورسو ل الله قال فما له حیث کـا ن هکـذا لـم ید ع علی قو مه حیث اخر جو ہ من بلدة الی غیر ها فقلت له فـعیسـی ابن مر یم اتشهد انه رسو ل الله فما له ا خذه قو مه فا را دوا صلبه ان لا یـکـو ن دعا علیهم بان یهلکهم الله حتی رفعه الله الیه فی سماء الد نیا۔ قا ل ا حسنت انت حکیم جا ء من عند حکیم (ص۱۳۴)

حاطب نے کہا مجھے رسول اللہ ﷺ اسکندریہ کے حاکم مقوقس کے پاس بھیجا میں نے آنحضرت ﷺ کا خط اسکو پہنچایا اس نے مجھے اپنے مکان میں اارا میں اس کے پاس کئی روز ٹھہرا رہا۔ ایک روز اس نے اپنے مذہبی علماء کو بلا کر مجھے بھی مجلس میں بلایا اور کہا کہ میں تجھ سے ایک بات پوچھتا ہوں میں چاہتا ہوں کہ تو وہ بات میری اچھی طرح سمجھ لو۔ میں نے کہا فرمائیے، کہا تو مجھے اپنے صاحب کی طرف سے بتا کیا وہ نبی ہے۔ میں نے کہا ہاں وہ رسول اللہ ہیں۔ یہ سن کر مقوقس نے کہا پھر کیا وجہ ہے کہ جب اس کی قوم نے اسکو اس کے شہر سے نکال دیا تھا تو س نے ان پر بدعا کیون نہ کی؟ میں (حاطب) نے کہا حضرت عیسیٰ کی بابت آپ شہادت دیتے ہوں گے کہ وہ رسول اللہ تھے پھر کیا وجہ ہے کہ جب ان کو ان کی قوم نے پکڑ کر سولی پر چڑھانا چاہا تو انہوں نے ان پر اس مضمون کی بدعا کیوں نہ کی کہ خدا ان کو تباہ کر دیتا یہاں تک کہ اللہ نے ان کو اپنی طرف پہلے آسمان میں اٹھالیا۔ یہ جواب سن کر مقوقس نے کہا تو نے بہت اچھا جواب دیا تو بڑا حکیم (دانا) ہے اور بڑے دانا کے پاس سے تو آیا ہے۔

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت حاطب نے یہ الفاظ بیان فرمائے کہ، کیا وجہ ہے کہ جب عیسیٰ کو ان کی قوم نے پکڑ کر سولی پر چڑھانا چاہا تو انہوں نے ان پر اس مضمون کی بدعا کیوں نہ کی کہ، خدا ان کو تباہ کر دیتا۔ یہاں تک کہ اللہ نے عیسیٰ کو اپنی طرف پہلے آسمان پر اٹھالیا،

اخبار پیغام صلح ۵۔ اکتوبر ۱۹۲۱ء کے ص ۳ پر بحوالہ مدارج النبوۃ جو یہ الفاظ لکھے ہیں:

حضرت عیسیٰ بھی تو نبی تھے تو انہوں نے کیوں دعا نہ کی کہ دار پر کھینچے نہ جاتے،

سو وہ سراسر غلط ثابت ہوئے حضرت حاطب کا اپنا یہی مذہب ہے کہ یہود نامسعود نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھانا چاہا مگر اللہ تعالی نے آپ کو اپنی طرف آسمان میں اٹھالیا۔

۲۔واضح ہو کہ حضرت عبداللہ بن عباس سے بسند صحیح ایک روایت آئی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کا بھی یہی مذہب ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ چڑھائے گئے بلکہ آپ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے اور کوئی اور شخص آپ کا ہم شکل ہو کر مارا گیا۔ دیکھو تفسیر ابن جریر جلد ۲۸ صفحہ ۵۶ ،ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸ ،ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۴۵۲۔درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۸

اس کو ابن جریر کے علاوہ ابن ابی حاتم ،ابن مردویہ،عبد بن حمید،اور سعید منصور نے بھی روایت کیا ہے

(دیکھو فتح البیان جلد ۲ ص ۳۴۲۔۳۴۳)

۳۔تابعین میں سے حضرت قتادہ، حضرت مجاہد، ابن جریج ،سدی ،وھب بن منبہ ،قاسم بن ابی نبرہ ،کا یہی مذہب تھا کہ حضرت مسیح صلیب پر نہ چڑھائے گئے بلکہ کوئی شخص آپ کا ہم شکل ہو کر مارا گیا۔حضرت عیسی کو اللہ نے اٹھالیا۔(دیکھو تفسیر ابن جریر جلد ۶ ص ۸۔۱۰،ابن کثیر جلد ۳ صفحہ ۲۲۸،۲۳۱، درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۸۔۲۳۹)

۴۔اہل سنت والجماعت مفسرین میں سے حضرت امام محمد بن جریر طبری کی تفسیر جامع البیان ،ابوالفداء اسماعیل بن عمر کی تفسیر ابن کثیر ،جلال الدین سیوطی کی تفسیر جلالین ،و،درمنثور ،امام الفرء بغوی کی معالم التنزیل رازی کی تفسیر مفاتیح الغیب ،قاضی نصیر الدین بن ابی سعید عبداللہ بن عمر بیضاوی کی تفسیر بیضاوی ،نسفی کی تفسیر مدارک ، بغدادی کی تفسیر خازن ،خطیب شربینی کی سراج المنیر ،قاضی شہاب الدین کی تفسیر بحر مواج ،سید معین الدین کی تفسیر جامع البیان ،شیخ ابو سعود کی تفسیر ابی سعود ،شیخ سلیمان جمل کی تفسیر فتوحات الھیہ ،تفسیر مواہب الرحمٰن ،قاضی ثناء اللہ کی تفسیر مظہری ،شیخ اسماعیل فیضی کی تفسیر روح المعانی ،بحرالمحیط ،النہرالہاد ،اسدرالقیط ،مداح لبید ،کتاب الوجیز تفسیر فتح البیان ،ترجمان القرآن ،اکسیر اعظم ،تفسیر رؤفی ،تفسیر محمدی ،اور تفسیر نیشاپوری میں آیات مقدسہ

و مکروا و مکر اللہ و اللہ خیر الماکرین (آل عمران:۵۴)،

اور و ما قتلوہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم (النساء:۱۵۷)(پارہ ۶)

کی تفسیر کرتے ہوئے یہ لکھا ہے کہ حضرت عیسی صلیب پر چڑھائے نہ گئے تھے بلکہ کوئی دوسرا شخص آپ کا ہم شکل

ہو کر مارا گیا۔ مطلب یہ ہے کہ اس مسئلے میں مرزا صاحب قادیانی نے اہل سنت والجماعت مفسرین کی مخالفت کی ہے اور نیچری مذہب کا ساتھ دیا ہے اس چودھویں صدی ہجری میں جو کچھ اس مسئلے میں مرزا صاحب اور ان کی جماعت نے لکھا وہ آج تک نہ کسی سنی مفسر نے لکھا ہے اور نہ شیعہ مفسر نے۔

پس اخبار پیغام صلح کے اڈیٹر کا یہ لکھنا کہ آیت ولکن شبه لهم کے یہ معنی کرنا کہ کوئی شخص حضرت مسیح کا ہم شکل بنا دیا گیا تھا سودائیوں اور وحشیوں کے خیالات ہیں، سراسر گستاخی اور بے ادبی کے الفاظ ہیں اور اہل سنت مفسرین پر بڑا حملہ ہے۔

(توحید امرتسر ۲۵ ربیع الثانی ۱۳۴۷ھ ص ۱۰۔۱۱)

....

کیا حضرت عیسی زندہ ہیں یا فوت ہو گئے

ایک مشہور اسلامی عقیدہ پر دلچسپ بحث۔ ے

از قلم: مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر

اخبار گوہر بار توحید کی کسی گزشتہ اشاعت میں مندرجہ بالا عنوان کے ماتحت انجیل برنباس کا ذکر خیر اور اس کا بیان توحید ۱۹ ستمبر میں کیا گیا ہے اور مرزائیوں کی ایک اور دلیل کا جواب دیتے ہوئے حضرت حاطب بن ابی بلتعہ بدری صحابی کا مذہب پیش کیا گیا ہے اب اس سلسلہ کی دوسری کڑی ملاحظہ ہو

آیت قرآنی

و ما قتلو ہ و ما صلبوہ و لکن شبه لهم (النساء: ۱۵۷)

اور بل رفعه الله اليه (النساء: ۱۵۸)

یعنی مسیح نہ تو قتل کئے گئے اور نہ سولی دیئے گئے لیکن ان کی شبیہ بنائی گئی اور بلکہ اللہ نے ان کو اپنی طرف اٹھا لیا

قادیانی عقیدہ:

قادیانی اس آیت کے ماتحت اپنا عقیدہ ان لفظوں میں ذکر کرتے ہیں کہ

جاہل یہ نہیں سمجھتے کہ یہاں تو اللہ تعالی نے حضرت مسیح سے ایک بڑا بھاری الزام دور کیا ہے کیونکہ یہودیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو سچا نبی ہوتا ہے وہ قتل نہیں کیا جاتا اور جو سولی دیا جاتا ہے وہ لعنتی ہوتا اور حضرت مسیح قتل کئے گئے اور سولی دیئے گئے تو معلوم ہوا کہ سچے نہ تھے لعنتی تھے اس لئے اللہ تعالی نے فرمایا کہ، نہ قتل کئے گئے نہ سولی دیئے گئے،

اور یہ بھی یاد رہے کہ لغت میں رفع کے کئی معنی ہیں۔ رفع کے معنی آسمان پر اپنے پاس اٹھالینا تو کہیں نہیں۔ یہ کس قدر حماقت کی بات ہے کہ اللہ تعالی کی نسبت یہ کہا جائے کہ وہ آسمان پر ہے اللہ تو فرماتا ہے کہ نحن اقرب اليه من حبل الو ريد یعنی ہم شہ رگ سے بھی قریب ہیں یہ تو اللہ تعالی کو محدود کرنا ہوا۔ رفع کے معنی یہ کہتے ہیں اوپر اٹھالیا یعنی آسمان پر اٹھالیا اور اللہ تعالی کہتا ہے میں شاہ رگ سے بھی زیادہ قریب ہوں۔ سو یہ دلیل بھی باطل ہوئی رفعه الله اليه کے معنی یہی ہیں کہ مسیح مصلوب ہو کر لعنتی نہیں ہوا بلکہ قتل و صلب سے بچایا جا کر مرفوع ہوا معزز ہوا۔

(اخبار فاروق ۱۳ جنوری ۱۹۱۶ء ص ۱۱)

مرزا صاحب قادیانی کی تحریر

مرزا غلام احمد ازالہ اوہام کے صفحہ ۳۴۶، ۳۷۱، ۳۷۵، و۹۲۳ کے حاشیہ پر۔ لیکچر سیالکوٹ صفحہ ۲۲ نصرۃ الحق ص ۴۱، ۹۵ ،ضمیمہ براہین صفحہ ۱۷۰ کا حاشیہ، وصفحہ ۱۷۶، تحفہ گولڑویہ صفحہ ۱۹، راز حقیقت صفحہ ۲، مسیح ہندوستان میں ص... ست بچن صفحہ ۱۶۴ کا حاشیہ، ایام الصلح صفحہ ۱۱۶ تذکرۃ الشہادتین صفحہ ۱۵، حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۷، اعجاز احمدی صفحہ ۱۳، خطبہ الہامیہ صفحہ ۱۴۴، ۱۴۵، کتاب البریۃ صفحہ ۱۹۷ کا حاشیہ، حمامۃ البشری صفحہ ۶۸ کے حاشیہ اور صفحہ ۱۲۸ پر لکھا ہے کہ

توریت استثناء باب ۲۱ آیت ۲۳ میں لکھا ہے کہ

جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے

اور توریت بیان کررہی ہے کہ جو شخص پھانسی دیا جائے وہ لعنتی ہوتا ہے۔ سو خدا تعالیٰ کو منظور تھا کہ اصل حقیقت ظاہر کرکے ان کے اس قول کو رد کرے۔ سو اس نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم در حقیقت مصلوب نہیں ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا۔

پیر مہرِ علی شاہ کی طرف سے جواب

دریافت کیا جاتا ہے کہ کہاں ہے توریت کا حکم کہ جو کوئی بذریعہ صلیب قتل کیا جائے وہ ملعون عنداللہ ہوگا خواہ بے گناہ ہی ہو۔ کیا مقتول بغیر الحق خواہ پتھر سے ہو یا تیر سے یا تلوار سے یا صلیب وغیرہ اسباب قتل سے شہداء ہیں بموجب احکام توریت وقرآن مجید کے داخل نہیں۔ کوئی مومن بہ کتب سماویہ اس کا انکار کرسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔ مرزا جی کو بمعہ چیلوں چانٹوں اپنے کے آیت توریت کا مطلب سمجھ میں نہیں آیا۔

صرف ۲۳ آیت (کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے) کے ظاہر پر نظر ہے۔ اگر ۲۲ آیت کو پڑھ کر تدبر فرمائیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ حکم ہر ایک مصلوب کے لئے نہیں بلکہ خاص وہ شخص جو جو کسی جرم کی سزا میں پھانسی دیا گیا ہو بائیسویں آیت یہ ہے

۲۲۔ اور اگر کسی نے کچھ گناہ کیا ہو جس سے اس کا قتل واجب ہو اور وہ مارا جائے اور تو اسے درخت میں لٹکا دے۔

۲۳۔ تو اس کی لاش رات بھر درخت پر لٹکی نہ رہے بلکہ تو اسی دن گاڑ دے کیونکہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے،

ظاہر ہے کہ عیسیٰ فی الواقع ماقبل (بل) یعنی قتل اور مابعد اس کے یعنی رفع اعزاز میں تنافی اور تضاد کہاں ہوا بلکہ مقتول غیر مجرم عنداللہ معزز ہوا۔ (سیف چشتیائی ص ۱۱۶)

اڈیٹر فاروق کی طرف سے جواب الجواب

کیا توریت میں یہ نہیں لکھا کہ، جو پھانسی دیا جاتا ہے، خدا کا ملعون ہے۔، یہ جملہ عام ہے اور عمومیت کا حکم رکھتا ہے یا کسی تخصیص کا۔لفظ جو تعمیم کے لئے ہے یا کسی کا استثنا بھی اس میں ہے؟ پھر مجرم اور غیر مجرم کی شرط آپ نے کہاں سے لگائی یہی وجہ تو ہے کہ کوئی نبی یا مومن صلیب کے ذریعہ قتل نہیں ہوا۔

کیا یہ الفاظ جو استثنا ۲۱ باب آیت ۲۳ ہیں کہ اس کی لاش رات بھر درخت پر نہ لٹکی رہے کیونکہ وہ جو پھانسی دیا جاتا ہے خدا کا ملعون ہے، صاف بتا رہا ہے کہ پھانسی دیا ہی وہ جاتا ہے جو مجرم ہو غیر مجرم پھانسی دیا نہیں جاتا اس لئے مصلوب ضرور ملعون عنداللہ ہے۔

(اخبار فاروق ۶، ۱۳، ۲۰، ۲۷ جولائی ۱۹۱۶ء ص ۲۱ کالم نمبر ۱)

قادیانی تاویل کا خلاصہ اوراس کی تردید

جو کچھ احمدی عالم نے کہا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ

۱۔مصلوب ضرور ملعون عنداللہ ہے

۲۔ پھانسی دیا ہی وہ جاتا ہے جو مجرم ہو۔

۳۔غیر مجرم پھانسی دیا ہی نہیں جاتا

۴۔کوئی نبی یا مومن صلیب کے ذریعہ قتل نہیں ہوا۔

اب میں ذیل میں اس امر کو ثابت کرتا ہوں کہ بعض ایمان دار لوگ (یعنی مومن) خدا کے راستہ میں صلیب کے ذریعہ قتل ہوئے یا یوں کہو کہ بعض غیر مجرم پھانسی دیئے گئے

ایک شہزادہ کا مصلوب ہونا

۱۔ صحیح مسلم شریف جلد۲ صفحہ ۴۱۵، ابن جریر جلد۳ صفحہ ۳-۴۷، غرائب القرآن جلد ۳۰ صفحہ ۶۱ سنن ترمذی صفحہ ۴۸۲، تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۳۳۳-۳۳۴، ترجمان القرآن جلد ۱۶ صفحہ ۲۲۳-۲۲۴ اور تحفۃ الاخیار ترجمہ

مشارق الانوار صفحہ ۳۹۳۔۳۹۶ پر حضرت صہیب رومی کے طریق سے ایک صحیح مرفوع حدیث نبی کریم ﷺ سے آئی ہے جس میں ایک ولی اللہ نو جوان کا ذکر ہے۔اس کا یہ حال تھا کہ خدا کے حکم سے اندھے اور کوڑھی کو اچھا کرتا تھا۔اور ہر قسم کی بیماری سے لوگوں کے علاج کرتا تھا۔بادشاہ نے آخر سب لوگوں کو ایک میدان میں جمع کیا اور اس لڑکے کو ایک کھنبے پر سولی دیا۔پھر اس نے اس کی ترکش سے تیر لیا۔پھر تیر کمان کے اندر رکھا۔پھر کہا خدا کے نام سے جو اس لڑکے کا مالک ہے میں مارتا ہوں پھر اس کو تیر مارا،اور اس کی کنپٹی پر تیر لگا۔سو لڑکے نے اپنا ہاتھ اپنی کنپٹی پر تیر کے مقام پر رکھا اور مر گیا۔

حضرت عبداللہ بن زبیر مصلوب ہوئے

۲۔حدیث کی مشہور و معروف کتاب کنز العمال جلد ۷ ص ۵۸ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت عبداللہ بن زبیر پھانسی دیئے گئے۔

حضرت خبیب کا پھانسی پانا

۳۔تاریخ طبری فارسی جلد ۴ ص ۴۰۸،ترجمہ اسد الغابہ جلد ۳ ص ۱۴۱۔۱۴۳،سیرۃ ابن ہشام جلد ۲ ص ۶۱۔۶۲، استیعاب جلد ۱ ص ۱۶۷۔۱۶۸،روض الانف جلد ۲ ص ۱۶۷۔۱۷۱،الاصابہ فی تمییز الصحابہ جلد ۲ ص ۱۰۳۔۱۰۴، ابن اثیر کی تاریخ الکامل جلد ۲ ص ۷۹ شواہد النبوۃ صفحہ ۲۷۔۳۷ اور الحکم قادیان ۱۴ مارچ ۱۹۱۸ء صفحہ ۹۔۱۰ کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت خبیب بن عدی کو ۳ ہجری میں کفار مکہ نے حرم شریف سے باہر تنعیم میں پھانسی پر مار ڈالا۔

حضرت فروہؓ کا پھانسی دیا جانا

۴۔ملک شام کے اطراف میں جو عرب آباد تھے ان میں متعدد ریاستیں تھیں ان میں سے معان اور اس کے اضلاع فردہ بن عمرو کے زیر حکومت تھے لیکن خود فردۃ رومی سلطنت کی طرف سے گویا گورنر تھے۔انہوں نے اسلام سے واقفیت پیدا کی تو مسلمان ہو گئے اور آنحضرت ﷺ کی خدمت میں اظہار اسلام کے ساتھ ایک خچر ہدیہ کے طور پر بھیجا۔رومیوں کو ان کے اسلام کا حال معلوم ہوا تو ان کو گرفتار کر کے سولی دے دی۔

دیکھو کتاب سیرۃ النبی جلد دوم۔ الجزء الثانی من سیرۃ ابن ہشام صفحہ ۳۷۹۔ زاد المعاد جلد ۲ ص ۴۲۔ رحمۃ للعالمین جلد اول صفحہ ۵۱۲۔

۵۔ حضرت پطرس حواری کا پھانسی دیا جانا

سیدنا حضرت عیسی کے حواریوں میں سے حضرت پطرس (۶۵ء) میں پھانسی دیئے گئے۔ دیکھو ابن حزم کی کتاب الفصل فی الملل و الاھواء و النحل جلد ۲ ص ۴ اور قادیانیوں کا رسالہ ریویو آف ریلی جنز جون ۱۹۲۱ء ص ۲۲۸

بعض اولیاء کا پھانسی دیا جانا

۶۔ خود جناب مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب تحفہ بغداد کے صفحہ ۷ اپر لکھتے ہیں

و قد کفر مثلی کثیر من الاولیاء و الاقطاب و الآئمۃ فبعضھم صلبوا و قتلوا

(اور میری طرح بہت سے اولیاء اور قطبوں اور اماموں کو کافر کہا گیا پھر بعض ان میں سے صلیب پر چڑھائے گئے اور قتل کئے گئے۔ (ضمیمہ النبوۃ فی الاسلام ص ۲۹)

ان تمام مندرجہ بالا تحریروں کا مطلب یہ نکلا کہ خدا کے راستے میں بعض غیر مجرم ایمان دار لوگ (یعنی مومن) پھانسی دیئے گئے۔ پس مرزائی مولوی کا یہ کہنا کہ

کوئی نبی یا مومن صلیب کے ذریعہ قتل نہیں ہوا،

پھانسی دیا ہی وہ جاتا ہے جو مجرم ہو غیر مجرم پھانسی دیا ہی نہیں جاتا صحیح نہیں۔

اور جس طرح بعض اولیاء قتل ہوئے ہیں اسی طرح بعض انبیاء بھی قتل ہوئے اور ان کے قتل کا ثبوت ذیل میں درج کیا جاتا ہے

بعض انبیاء کے قتل کا ثبوت تورات سے

یہ جو کہا گیا ہے کہ: یہودیوں کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جو سچا نبی ہوتا ہے وہ قتل نہیں کیا جاتا،، سو اس کی بابت گذارش یہ ہے کہ بائبل کے صحیفہ نحمیاہ نبی باب ۹ آیت ۲۶، سلاطین اول باب ۱۸ آیت ۴۔ اول سلاطین باب

۱۹ آیت ۱۰۔ دوم تواریخ باب ۲۴ آیت ۲۰۔۲۲ میں تو یہ لکھا ہے کہ بعض سچے نبیوں کوان کے دشمنوں نے قتل کیا۔

اس تمام بحث کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کے بعض مومن بندے خدا کی راہ میں دشمنوں کے ہاتھ سے صلیب کے ذریعہ قتل کئے گئے اور بعض سچے انبیاء بھی خدا کے راستے میں دشمنوں کے ہاتھوں سے قتل کئے گئے اللہ کے جو بعض بندے خدا کی راہ میں مصلوب کئے گئے تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ان کا روحانی رفع نہیں ہوا ان کی روح اللہ کی طرف اٹھائی گئی ان کا رفع روحانی ہوا ان کا اللہ کے ہاں بڑا درجہ ہے وہ اللہ کے مقرب اور پیارے ہیں۔

قتل، رفعت کا مانع نہیں:

اس طرح انبیاء اور مومنین کا راہ خدا میں قتل کیا جانا انکے رفع درجات اور رفع روحانی کے منافی نہیں یہ لوگ قتل کئے گئے پھر بھی ان کے درجے بلند ہیں اللہ نے ان کا رفع روحانی کیا، ان کو عزت دی۔ مطلب یہ کہ ایمان دار لوگوں کا خدا کی راہ میں قتل کیا جانا اور صلیب پر مارا جانا ان کے رفع روحانی اور ترقی درجات کے منافی نہیں بلکہ قتل کیا جانا اور پھانسی کے ذریعہ مارا جانا ان کے مقرب الی اللہ اور بزرگ ہونے کی دلیل ہے۔ باقی۔

(توحید امرتسر ۱۵ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ ص ۷۔۸)

....

حضرت عیسیٰ کا رفع جسمانی

آیہ بل رفعه الله الیه کی تشریح

ازقلم مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

اس سے قبل متعدد مضامین میں اس امر کو دلائل اور واقعات کے ساتھ ثابت کیا گیا ہے کہ بعض مؤمنین خدا کے راستے میں دشمنوں کے ہاتھوں سے صلیب کے ذریعہ قتل کئے گئے ہیں اب و ما قتلوہ یقیناً ۔بل رفعه الله الیه (النساء :: ۱۵۷۔۱۵۸) کے معنی ذیل میں درج کئے جاتے ہیں۔ پہلے قادیانی

اقوال کو لکھا جاتا ہے اس کے بعد ان کی تردید کر کے صحیح معنی لکھے جائیں گے

قادیانی عقیدہ

ا۔ مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۴۶ پر لکھتے ہیں:

خدا نے فرمایا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت مصلوب نہیں ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا۔

ب۔ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۳۷۲ پر ہے:

اور وہ خوب جانتے ہیں کہ انہیں یقینی طور پر اس بات کا علم نہیں کہ مسیح پھانسی دیا گیا بلکہ یقینی امر یہ ہے کہ وہ فوت ہو گیا اور اپنی طبعی موت سے مرا اور خدا تعالیٰ نے اس کو راست باز بندوں کی طرح اپنی طرف اٹھالیا

ج۔ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ ۳۸۶۔۳۸۷ پر لکھا ہے:

رفع سے مراد روح کا عزت کے ساتھ اٹھایا جانا ہے جیسا کہ وفات کے بعد بموجب نص قرآن اور حدیث صحیح کے ہر ایک مومن کی روح عزت کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف اٹھائی جاتی ہے

د۔ ضمیمہ براہین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۲۰۵ پر ہے:

قرآن شریف صاف لفظوں میں بلند آواز سے فرما رہا ہے کہ عیسیٰ اپنی طبعی موت سے فوت ہو گیا ہے جیسا کہ ایک جگہ تو اللہ تعالیٰ وعدہ کے طور پر یہ فرماتا ہے یـاعیسی انـی متو فیك و را فعك الـی "اور دوسری آیت میں اس وعدہ کے پورا ہونے کی طرف اشارہ فرماتا ہے جیسا کہ اوس کا یہ قول ہے و مـا قتـلـوه یقینا بل رفعه الله الیه پہلی آیت کے یہ معنی ہیں کہ اے عیسیٰ میں تجھے طبعی موت دوں گا یعنی قتل اور صلیب کے ذریعہ تو ہلاک نہیں کیا جائے گا اور میں تجھے اپنی طرف اٹھاؤں گا۔ پس یہ آیت تو بطور ایک وعدہ کے تھی اور دوسری آیت ممدوحہ بالا میں اس وعدہ کے ایفاء کی طرف اشارہ ہے جس کا ترجمہ مع تشریح یہ ہے کہ یہود خود یقیناً اعتقاد نہیں رکھتے کہ انہوں نے

عیسیٰ کو قتل کیا ہے اور جب قتل ثابت نہیں تو پھر موت طبعی ثابت ہے جو ہر ایک انسان کے لئے ضروری ہے۔،

س، حکیم خدا بخش احمدی، عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۴۳۰ پر لکھتا ہے:

اور وہ خوب یقین رکھتے ہیں کہ مسیح قتل نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے مرا اور اللہ تعالی نے راست باز بندوں کی طرح اس کو اٹھا لیا۔

اسی کتاب عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۴۳۲ پر لکھا ہے:

یقیناً یقیناً یہودیوں نے مسیح علیہ السلام کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ تعالی نے طبعی موت سے مار کر اپنی طرف اٹھا لیا کیونکہ اللہ تعالی عزیز اور حکیم ہے۔

قادیانی عقیدہ اور تاویل کی تردید

اقول: ا۔ یاد رہے کہ ہر زبان میں ایک ایک لفظ کئی معنی میں استعمال ہوتا ہے اور عموماً ایک لفظ کا محل استعمال بتا دیتا ہے کہ وہاں وہ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ اس لئے سب سے پہلے یہ دیکھنا ہے کہ آیا لفظ رفع کے معنی لغت عرب میں ایک ہی آتے ہیں یا زیادہ اور اگر ایک سے زیادہ معنی میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے تو پھر یہ دیکھنا ہے کہ اس خاص موقعہ پر جو یہاں زیر بحث ہے کیا معنی لئے جا سکتے ہیں۔

(دیکھو مولوی محمد علی لاہوری کی کتاب مسیح موعود۔ص ۱۶۵۔۱۶۶)

حکیم خدا بخش عسل مصفی حصہ اول میں لکھتے ہیں:

یہ لفظ رفع ہمیشہ ترقی درجات کے لئے آتا ہے گو لغت عرب میں اس کے کچھ ہی معنی ہوں لیکن کلام اللہ اور احادیث نبی اللہ میں مومنوں کیلئے جہاں اس لفظ کا استعمال ہوا وہاں بجز ترقی مدارج اور علو مرتبت اور قرب الی اللہ کے اور کوئی معنی ثابت نہیں۔ (ص ۳۵۳)۔

پھر لغت کی بعض کتابوں کے حوالہ جات دینے کے بعد لکھتے ہیں:

ان تمام لغت کی کتابوں سے ظاہر ہے کہ رفع میں بلندی مراتب مراد ہوتی ہے اور خاص کر جب لفظ

رفع کے بعد الی کا صلہ آئے تو بجز تقرب کے اور کوئی معنی نہیں آتے ...لغت نے تو قاعدہ باندھ دیا کہ رفع الی کے صلہ کے ساتھ آئے وہاں تقرب ہی کے معنی ہوں گے۔(عسل مصفی۔ص ۳۶۷)

پہلے میں یہ بتاتا ہوں کہ قرآن مجید میں یہ لفظ کن معنوں میں استعمال ہوا پھر اسی جگہ سے آپ کے ڈھول کی پول کھل جائے گی۔

قرآن شریف میں لفظ رفع کا استعمال

ا۔رفع جسمانی کی مثالیں

سب سے پہلے ان آیات کو لیتا ہوں جن میں لفظ رفع کے معنی رفع جسمی کے ہیں۔ ذرا غور سے سنو

ا . و اذ اخذ نا میثاقکم و رفعنا فو قکم الطور ۔(البقرة:٦٣)

اور جب ہم نے تمہارا عہد لیا اور ہم نے تم پر کوہ طور اٹھالیا

۲. و اذ یر فع ابراھیم القواعد من البیت و اسماعیل (البقرة:۱۲۷)

اور جب اٹھائی ابراہیم نبی نے بنیاد کعبہ کی اور اسماعیل نبی نے

۳۔و رفع ابویه علی العرش و خروا له سجداً (یوسف:۱۰۰)۔

اورانہوں نے اپنے ماں باپ کو تخت پر بٹھلایا اور حضرت یوسف کے واسطے سجدے میں گرے

۴ . و الی السماء کیف رفعت (الغاشیة:۱۸)اورطرف آسمان کے کیوں کر بلند کیا

۵ ۔ و السماء ر فعها و و ضع المیزان۔(الرحمٰن:۷)

اورآسمان بلند کیا اسکو اور میزان کو پست کیا

٦ . و اذ کر فی الکتاب اد ریس انه کان صد یقا نبیا۔ و رفعناہ مکا نا علیا۔ (مر یم:٥٦۔٥٧)

نوٹ : ابن جریر طبری جس کو مرزا صاحب نے رئیس المفسرین لکھا ہے (آئینہ کمالات اسلام۔ص ۱٦۸ سطر ۳) اور جس کی بابت مولوی محمد علی لاہوری نے لکھا ہے :

ابن جریر کا پایہ حل لغت میں سب سے بڑھ کر ہے۔(رسالہ آخری نبی۔ص۹ص۱)

اپنی تفسیر میں اس آیت مقدسہ کی تفسیر یوں کرتے ہیں

یقول تعالی ذکرہ و ا ذکر یا محمد فی کتا بنا ھذا اد ریس انه کان صد یقا نبیا لایقو ل الکذب نبیا نو حی الیه من امر نا ما نشاء ورفعنا مکانا علیا ذکر ان الله رفعه و ھی حی الی السماء الرا بعة فذلك معنی قو له و رفعناہ مکانا علیا یعنی به الھی مکان ذی علو و ارتفاع (تفسیر ابن جریر جلد ۱۶۔ص ۶۳)

ب۔رفع بمعنی ترقی درجات کی مثالیں

۱ . تلك الرسل فضلنا بعضھم علی بعض منھم من کلم الله و رفع بعضھم در جات (البقرۃ:۲۵۳) یہ پیغمبر ہیں بزرگی دی ہم نے بعضے ان کے کو اوپر بعض کے ان میں سے وہ ہیں کہ باتیں کیں اللہ نے ان سے اور بلند کیا بعضوں کو درجوں میں

۲ . نرفع در جات من نشاء و فوق کل ذی علم علیم (یوسف:۷)۔ بلند کرتے ہیں ہم درجوں میں جسکو چاہیں اور ہر جاننے والے پر جاننے والا ہے

۳ . و ر فعنا بعضھم فو ق بعض در جا ت (الزخرف:۳۲)
اور بلند کیا ہم نے بعضے ان کے کو اوپر بعض کے درجوں میں

۴ . یر فع الله الذین آمنوامنکم و الذین او توا العلم در جات (المجادلۃ:۱۱)۔ بلند کرے گا اللہ ان لوگوں کے جو ایمان لائے تم میں سے اور ان لوگوں کے کہ دیئے گئے ہیں علم درجے

۵ . و اتل علیھم نبأ الذی آ تیناہ آ یا تنا فانسلخ منھا فاتبعه الشیطا ن فکان من الغا وین. ولو شئنا لر فعناہ بھاو لکنه اخلد الی الار ض و اتبع ھواہ . (الا عرا ف:۱۷۵۔۱۷۶) .

اوران پراس شخص (یعنی بلعم باعور) کا قصہ پڑھ جس کو ہم نے اپنی آیات عطا کیں۔پس وہ اس میں سے نکل گیا۔پس اس کے پیچھے شیطان لگا۔پس گمراہوں میں سے ہوگیا۔اور اگر ہم چاہتے تو اس کے ساتھ اس کو بلند کرتے اور لیکن وہ زمین کی طرف جھک گیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی

نوٹ: اس جگہ الفاظ قرآنیہ فاتبعه الشيطان فكان من الغاوين
اور الفاظ و اتبع هواه اس بات کا قرینہ ہیں کہ یہاں و لو شئنا لر فعناه بها
کا مطلب یہ ہے کہ اگر ہم چاہتے تو اس کے ساتھ بلعم کے درجات بلند کرتے، مگر چونکہ بلعم باعور کے پیچھے شیطان لگا اور وہ گمراہ ہو گیا اور اس نے اپنی خواہش کی پیروی کی اس لئے وہ خدا سے دور کیا گیا، راندہ درگاہ الٰہی ہو گیا۔

قرآن مجید کی ان آیات مقدسہ میں لفظ رفع آیا ہے پہلی چھ آیات مبارکہ میں اس کے معنی رفع جسمی کے ہیں اور دوسری آیات میں اس کے معنی درجات کو بلند کرنا ہیں۔ لیکن قرآن مجید کی کسی ایک آیت میں لفظ رفع کے معنی، طبعی موت سے مرنا، نہیں آئے ہیں اگر کسی احمدی عالم میں ہمت ہے تو قرآن مجید کی کوئی آیت پیش کریں جس میں لفظ رفع کے معنی، طبعی موت سے مرنا، آئے ہوں، جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں کئے ہیں۔

.

احادیث نبویہ اور لفظ رفع

د۔ رفع جسمانی کی مثالیں

ا . عن انس ان رسول الله ﷺ كان ير فع يد يه اذا د خل فى الصلوة و اذا ركع (سنن ابن ماجہ۔ص ۱۳۳) انس بن مالک سے روایت ہے کہ تحقیق رسول اللہ ﷺ اٹھاتے تھے اپنے دونوں ہاتھ جب نماز میں داخل ہوتے اور جب رکوع کرتے۔

۲۔ مشکوۃ مترجم جلد ۲ ص ۲۰۴ باب صفة النار و اهلها فصل دوم میں دوزخیوں کا ذکر کرتے ہوئے یوں لکھا ہے:

فيستغيثون بالشراب فير فع اليهم الحميم ...
پس پانی پینے کیلئے فریاد کریں گے پس اٹھایا جائیگا ان کی طرف گرم پانی ساتھ زنبوروں کے۔
(ا۔ یہاں رفع کا صلہ الی ہے مگر معنی اٹھانے کے ہیں لہذا یہ کہنا کہ رفع کا صلہ جب الی کے ساتھ ہوتا ہے تو صرف تقرب

درجات کے معنی مراد ہوتے ہیں غلط ثابت ہو گیا)

۳۔مشکوۃ باب الحوض والشفاعۃ فصل اول جلد۴ص ۱۵۷ میں تین بار یہ الفاظ آئے ہیں

فيقال يامحمد ارفع رأسك

پس کہا جاوے گا: اے محمد اپنا سر مبارک اٹھا

۴ صحیح بخاری باب اذا وكل رجلا فترك الوكيل شيئا ، میں حدیث وکالۃ ابی ہریرۃ بحفظ زکوۃ رمضان میں الفاظ لارفعنــاك الى رسول الله وارد ہیں (یہاں بھی رفع کے ساتھ الی ہے اور مراد رفع جسمانی ہے) اور فتح الباری جز۹ ص ۴۳۱ میں لا رفعنك کے ذیل میں لکھا ہے

اى لا ذهبن بك اشكوك يقال رفعه الى الحاكم اذا احضره للشكوى

۵۔صحیح بخاری باب فضل الكهف ونزول السكينة ونیز مشکوۃ ص ۱۷۶ حدیث قرأۃ اسید بن حضیر سورہ الکھف میں ہے: رفع رأسه الى السماء

یعنی اس نے اپنا سر آسمان کی طرف اٹھایا۔

۶۔بخاری مسلم نیز مشکوۃ کی کتاب الجنائز کے باب البكاء على الميت ص ۱۴۲ میں رسول اللہ کی بیٹی زینب کے فرزند ارجمند کے فوت ہونے کی حدیث ہے

فرفع الى رسول الله الصبى

(۳۔یہاں بھی رفع الی ہے اور مراد جسمانی رفع ہے) یعنی وہ لڑکا آپ کے پاس اٹھا کر لایا گیا۔

ب۔ترقی درجات کی مثالیں

۱۔ان الله تعالى يرفع بهذا القرآن اقواما و يضع به آخرين رواه مسلم و ابن ماجة عن عمر (کنز العمال۔ج ا ص ۱۲۹)

اللہ تعالی اس قرآن کی برکت سے کئی قوموں کو بلند کریگا اور دوسروں کو اس کے ساتھ ذلیل کرے گا۔

۲. من تواضع لله رفعه رواه ابونعیم فی الحلیة عن ابی ھریرة
(کنزالعمال۔ج۲ص۲۵) جوشخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے،

۳۔من تواضع لله رفعه الله و من تکبرو ضعه الله رواہ ابن مندہ و ابونعیم عن اوس بن خولی (کنزالعمال۔جلد۲ص۲۶) جوشخص اللہ کے لئے تواضع کرتا ہے اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو تکبر کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے ۔

۴۔۔ من تواضع لله تخشعا لله رفعه الله و من تطاول تعظما و ضعه الله۔ رواہ ابو اقلشیخ فی کتاب العظیمة (کنزالعمال۔ج۲ص۲۶) جوشخص اللہ کیلئے اللہ کے خوف سے تواضع کرتا ہے اس کو اللہ رفع دیتا ہے اور جو بڑائی کی وجہ سے زیادتی کرتا ہے اللہ اس کو ذلیل کرتا ہے۔

۵۔علاوہ ان احادیث کے ہم روزمرہ پانچ وقت کی نماز میں دونوں سجدوں کے درمیان یہ دعا مانگا کرتے ہیں۔
اللھم اغفر لی و ارحمنی واھدنی و ارزقنی و ارفعنی و اجبرنی اے اللہ مجھے بخش دے اور مجھ پر رحم کر اور میری رہنمائی کر اور مجھے رزق دے اور میرے درجے بلند کر اور جس قدر مجھ سے قصور سرزد ہوں انکی تلافی کی توفیق عطا کر

نوٹ: مندرجہ بالا روایتوں میں لفظ رفع کا دو معنوں میں استعمال ہوا ہے یعنی رفع جسمی اور ترقی درجات مگر کسی حدیث صحیح مرفوع میں رفع کے لفظ کے معنی، طبعی موت سے مرنا نہیں آئے۔
(توحید۔امرتسر ۲۲ جمادی الثانی ۱۳۴۷ھ ص ۸۔۹)

....

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۱

از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہرامرت سر

اخبارتوحید کی گزشتہ اشاعت میں اس امر پر روشنی ڈالی گئی تھی کہ قرآن مجید کی آیات مقدسہ اور احادیث صحیحہ اور کتب لغت کی رو سے لفظ رفع کے دومعنی آئے ہیں۔ایک رفع جسمی اور دوسرے، درجات و مراتب کا بلند ہونا۔ مگر رفع کے معنی، طبعی موت سے مرنا، نہ تو قرآن سے ثابت ہے، اور نہ کسی حدیث سے۔ پہلے یہ لکھا گیا ہے کہ ایک ایک لفظ کئی کئی معنوں میں استعمال ہوتا ہے اور عموماً ایک لفظ کا محل استعمال بتادیتا ہے کہ وہاں وہ کس معنی میں استعمال ہوا ہے۔ہم نے یہ تو دیکھ لیا ہے کہ قرآن وحدیث میں لفظ رفع مختلف معنوں میں استعمال ہوا ہے پس اب یہ دیکھنا ہے کہ اس خاص موقعہ پر جو یہاں زیر بحث ہے کیا معنی لئے جاسکتے ہیں

مرزاصاحب قادیانی کی تحریریں

و ما قتلوہ یقیناً۔بل رفعه الله الیه (النساء:۱۵۷۔۱۵۸) کا مطلب جناب مرزاغلام احمد صاحب نے یوں بیان کیا ہے

مسیح ابن مریم درحقیقت مصلوب نہیں ہوا اور نہ مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۳۴۷)

یقینی امر یہ ہے کہ مسیح فوت ہوگیا ہے اور اپنی طبعی موت سے مرا، اور خدا تعالی نے اس کو راست باز بندوں کی طرح اپنی طرف اٹھالیا۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۷۲)

مصلوب نہیں ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا۔(ازالہ اوہام۔ص ۳۷۵)

مسیح ابن مریم مقتول اور مصلوب ہوکر مردود اور ملعون کی موت سے نہیں مرا جیسا کہ عیسائیوں اور

یہودیوں کا خیال ہے... بلکہ خدا تعالی نے عزت کے ساتھ اس کو اپنی طرف اٹھالیا۔ جاننا چاہیے کہ اس جگہ رفع سے مراد وہ موت ہے جو عزت کے ساتھ ہو۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۵۹۹)

مولوی محمد علی ایم اے کے اقوال

حضرت مسیح کے جس رفع کا ذکر قرآن کریم نے فرمایا ہے وہ محض رفع قرب تھا، نہ رفع جسم ۔

(کتاب مسیح موعود۔ ص ۱۷۱)

اس رفع سے مراد سوائے بلندی مراتب کے اور کچھ نہیں۔ (مسیح موعود۔ ص ۱۷۹)

قادیانی مذہب کی تردید

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا آیت مقدسہ بل رفعه الله اليه میں لفظ رفع سے مراد، طبعی موت سے وفات پانا، لینا سراسر غلط ہے کیونکہ قرآن وحدیث میں رفع کے معنی، طبعی موت سے وفات پانا، نہیں آیا ہے۔ بلکہ رفع جسمی، اور ترقی درجات، کے معنوں میں یہ لفظ استعمال ہوا ہے۔

اب میں ذیل میں اس امر کو ثابت کرتا ہوں کہ قرآن کریم میں جب کسی بزرگ انسان کی، طبعی موت ،کا ذکر آیا ہے وہاں لفظ، رفع ،استعمال نہیں ہوا ہے۔

حضرت عزیرؑ کی وفات:

سورہ بقرۃ میں حضرت عزیرؑ کا ذکر خیر کرتا ہوا ان کے بارے میں فرماتا ہے:

فاماته الله مأة عام ثم بعثه (البقرة:۲۵۹) پس اللہ نے اس کو موت دے دی سو برس کے بعد پھر زندہ کیا اس کو۔

مولوی حکیم نورالدین صاحب بھیروی کہتے ہیں کہ

میں نے ایک دفعہ جناب مرزا صاحب سے اس آیت کے معنی دریافت کئے تو آپ نے فرمایا میں نے جناب الٰہی میں توجہ کی تو مجھ پر یہی کھلا کہ وہ شخص واقعی مر گیا تھا۔(اخبار بدر ۶ مئی ۱۹۰۹ء ص ۴۸ جلد ۶ نمبر ۲۸)

اب دیکھئے کہ حضرت عزیرؑ کی موت کے بارے میں فاماته الله کہا گیا یعنی موت کا لفظ استعمال کیا گیا فرفعه الله اليه نہیں کہا گیا باوجودیکہ حضرت عزیر واقعی مر گئے تھے ان پر موت طاری ہوگئی تھی مگر خدا نے رفع کا لفظ اس موقع پر استعمال نہ کیا

آنحضرتﷺ کی وفات

سورہ آل عمران میں ہے

و ما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل افأن مات او قتل انقلبتم على اعقابكم۔(آل عمران:۱۴۴)اور محمد سوائے اس کے نہیں کہ خدا کے رسول ہیں اس کے پہلے بھی تو رسول ہو چکے ہیں (جو آج تم میں موجود نہیں) پس اگر یہ نبی (محمد) بھی مر جاوے یا مارا جاوے تو کیا تم اپنی ایڑیوں پر پھر جاؤ گے۔

سورہ الانبیاء میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

و ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد افأن مت فهم الخالدون (الانبياء:٣٤)۔اور ہم نے تجھ سے پہلے کسی بشر کو ہمیشہ زندہ رہنے والا نہیں بنایا۔پس اگر تو مر جائے تو کیا یہ لوگ ہمیشہ زندہ رہیں گے۔

۳۔سورہ زمر میں اللہ تعالی فرماتا ہے: انّك ميّت و انّهم ميتون (الزمر:٣٠)
تحقیق تو بھی بھی مرنے والا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہیں۔

نوٹ:ان تینوں مقامات میں اللہ تعالی نے آنحضرتﷺ کی وفات شریف کا کھلے الفاظ میں ذکر کیا ہے مگر کسی مقام پر بھی اللہ تعالی نے لفظ رفع استعمال نہیں کیا بلکہ الفاظ افان مات و افان مت اور

انك میت فرما کر آپ کی وفات شریف کی خبر موت ہی کے لفظ سے دی ہے پس ثابت ہوا کہ لفظ رفع کے معنی طبعی موت سے مرنا، قرآن کی اصطلاح کے خلاف ہے۔

و ماقتلو ہ یقینا ۔بل رفعه الله الیه و کان الله عزیزا حکیما

(النساء:۱۵۷۔۱۵۸) کا یہ مطلب کر لینا کہ مسیح ابن مریم درحقیقت مصلوب نہیں اور نہ مقتول ہوا بلکہ اپنی موت سے فوت ہوا، سراسر غلط ہے۔

اب دیکھنا چاہیے کہ قرآن میں بل کا حرف کس طور پر استعمال ہوتا ہے سو واضح ہو کہ بل کا حرف ترقی اور....ابطال ماقبل دونوں کے لئے آتا ہے ہر ایک کا ثبوت خود قرآن میں موجود ہے

بل ،ترقی کے لئے

سورہ الزخرف میں اللہ تعالی فرماتا ہے

و لما ضرب ابن مر یم مثلاً اذا قو مك منه یصدو ن۔ و قا لوا ء الهتنا خیر ام هو ما ضر بو ہ لك ا لا جدلا بل هم قو م خصمون (الز خرف:۵۷۔۵۸) اور جب بیان کیا گیا مسیح بن مریم مثال ناگہاں تیری قوم کے لوگ اس سے تالیاں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں ہمارے معبود بہتر ہیں یا مسیح، ابن مریم کو نہیں بیان کرتے مگر جھگڑنے کے لئے بلکہ وہ لوگ جھگڑالوقوم ہیں۔

اس جگہ اللہ نے جملہ ما ضر بو ہ لك ا لا جد لا بل هم قو م خصمو ن ارشاد فرما کر مشرکوں اور کافروں کو جھگڑالوقوم قرار دیا ہے۔پس اس جگہ حرف بل ترقی کے لئے آیا ہے کیونکہ پہلے تو کہا گیا کہ یہ کام جھگڑے کی غرض سے کرتے ہیں اور جھگڑے کا عام خاص ہر ایک سے احیاناً وقوع میں آنا ممکن ہے اور اس سے ترقی کر کے اون لوگوں کو سرے سے جھگڑالوقوم قرار دیا جس کا منشاء یہ ہے کہ عام عادت کے علاوہ یہ لوگ خاص طور پر جھگڑالواواقع ہوئے ہیں۔

بل ابطال کے لئے

سورہ الانبیاء میں ہے:

و قا لوا اتخذ الر حمن و لدا سبحا نه بل عباد مکر مو ن (الانبیاء:۲۶)

اور کافروں نے کہا کہ رحمان کی اولاد ہے اللہ پاک ہے بلکہ وہ مقرب بندے ہیں

یہود حضرت عزیرؑ کو خدا تعالی کا بیٹا کہا کرتے تھے اور عیسائی حضرت مسیح ناصری کو۔ اللہ تعالی نے ان کے باطل عقیدے کی تردید کی اور فرمایا کہ یہ نبی خدا کے مقرب اور محبوب ہیں اور اس کی اولاد نہیں ہیں خدا اولاد سے پاک ہے۔

اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بل ابطالیہ ہے کیونکہ اسکے ذریعہ سے کفار کے عقیدے کا ابطال کیا گیا

۲۔ سورہ لقمان میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

ام یـقو لو ن به جنة بل جا ء هم بالحق کافر کہتے ہیں کہ اس کو جنون ہے بلکہ خدا کا نبی ان کے پاس حق لے کر آیا ہے

یہاں اللہ تعالی نے بتلایا کہ نبی و رسول مجنون نہیں ہے بلکہ خدا کے پاس سے حق لے کر آیا ہے جنون و نبوت ایک دوسرے کے متضاد ہیں۔ مجنون نبی رسول نہیں ہوسکتا۔ نبی رسول کو جنون نہیں ہوتا ہے۔ یہاں بل کے قبل کی بات کا ابطال ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بل ابطالیہ ہے۔

۳۔ سورہ سجدہ میں ہے

ام یـقـو لو ن افترا ہ بل هو الحق من ر بك کیا کافر یہ کہتے ہیں کہ اس نے افتراء کیا ہے بلکہ وہ تیرے رب کی طرف سے حق ہے

اس جگہ اللہ تعالی نے یہ ارشاد فرمایا کہ قرآن خدا کی طرف سے وحی ہے افتراء نہیں کافروں کے الزام کی تردید ہے اور اس کلام اللہ کے وحی الہی ہونے کا اثبات ہے اس سے معلوم ہوا کہ یہاں بل ابطالیہ ہے کیونکہ بل کے قبل کی تردید کی گئی ہے۔

مرزائیوں کا بل ابطالیہ سے غلط استفادہ

حکیم خدا بخش عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۴۱۲۔۴۱۳ پر بـــل کی ابطالی صورت سے غلط فائدہ حاصل کرتے ہوئے ارقام فرماتے ہیں

اس میں شک نہیں کہ حرف بل ابطال ماقبل کے لئے آتا ہے اب دیکھنا یہ ہے کہ یہودیوں کا کیا زعم تھا جس کا ابطال اللہ تعالی کرنا چاہتا ہے۔سو واضح ہو کہ یہودیوں کا زعم یہ تھا کہ مسیح مصلوب ومقتول ہو کر ملعون ہو گیا۔اور حسب منشاء توریت ملعونیت کیلیئے عدم رفع لازم تھا۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالی کو ان کے اس زعم کے ابطال کی ضرورت پیش آئی اور فرمایا و ما قتلـوه يقينا۔ بل رفعه الله اليـه (النساء:۱۵۷۔۱۵۸) اور یاد رہے کہ بل اضرابیہ اور ابطالیہ کا ماقبل اور مابعد باہم متضاد ہوتے ہیں قتل بالصلیب اور رفع جسمی کوئی متضاد نہیں برخلاف اس کے مصلوبیت جسکا مفہوم لعنت ہے اور رفع روحانی جس کا مفہوم قرب الی اللہ ہے باہم متضاد ہیں... یہودیوں اور نصاری کے مابین مسیح کے رفع جسمانی کا کوئی تکرار اور جھگڑا نہیں تھا وہ عدم رفع روحانی کے قائل تھے اور اب بھی اس کے قائل ہیں

مولوی جلال الدین احمدی کے الفاظ:

یہود کے قتل کرنے سے مراد نعوذ باللہ حضرت عیسی کو دعوی میں جھوٹا اور ان کی روح کو ناپاک اور ملعون ثابت کرنا تھا اسی وجہ سے انہوں نے اپنے قول میں رسول اللہ کا لفظ بڑھا دیا ہے اور نیز خدا تعالی کا ان سے وعدہ تھا کہ انـي متو فيك کہ میں تجھ سے طبعی موت سے ماروں گا پس اگر وہ قتل ہو جاتے تو ان کا دعوی باطل ہو جاتا تھا جو رفع روحانی کے منافی ہے اس لئے یہود کے قول کی نفی کرتے ہوئے کہ انہوں نے اس کو قتل نہیں کیا یعنی دعوی میں جھوٹے ثابت نہیں کر سکتے اس کی ضد کہ وہ خدا تعالی کے مقرب ہیں کو لفظ بل سے ثابت کیا ہے (مباحثہ میانی ٹائٹل پیج صفحہ ب)

مرزائیوں کے غلط استفادہ کی تردید

امت مرزا نے حرف بل کے ذریعہ ناجائز فائدہ حاصل کرنے کے لئے جو یہ ناکام سعی کی ہے اس کا جواب ذیل میں لکھا جاتا ہے وماتوفیقی الا باللہ

میں نے اپنے مضمون کے مقدمہ میں قرآن مجید کی آیات مقدسہ احادیث نبویہ اقوال صحابہ کتب تواریخ اور خود مرزا غلام احمد قادیانی کی چند ایک تحریروں سے اس امر کو ثابت کر دیا ہے کہ خدا کا نبی و رسول قتل ہو سکتا ہے اور بعض انبیاء خصوصاً حضرت زکریا و یحیٰ خدا کے راستے میں دشمنوں کے ہاتھوں سے قتل کئے گئے ہیں۔

اس کے بعد اخبار توحید کی کسی گزشتہ اشاعت میں اس بات کو بھی قوی دلائل سے ثابت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ایمان دار بندے خدا کے راستے میں دشمنوں کے ہاتھوں صلیب پر مارے گئے۔

ان دونوں مضمونوں نے اب اس جگہ فائدہ دیا ہے خدا کے ایمان دار بندوں کا خدا کے راستے میں دشمنوں کے ہاتھوں صلیب پر مارا جانا ان کے رفع روحانی اور ان کے مقرب الٰہی ہونے کے منافی نہیں۔ حضرت یحیٰ اور حضرت زکریا کی طرح اگر حضرت مسیح بھی دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہو جاتے یا ان ایمان دار لوگوں کی طرح دشمنوں کے ہاتھوں صلیب پر مارے جاتے تو پھر بھی آپ کا رفع روحانی ہوتا اور خدا کا قرب حاصل ہو جاتا۔ آپ اللہ تعالیٰ کے رسول نبی مقرب اور صالح بندے ہیں۔ مولوی جلال الدین صاحب احمدی کے الفاظ سراسر غلط ہیں کیا حضرت زکریا و یحیٰ اور بعض انبیاء خدا کے راستے میں دشمنوں کے ہاتھوں قتل ہونے سے ان کا دعویٰ باطل ہو گیا ہے؟ اور کیا ان نبیوں کا رفع روحانی نہیں ہوا ہے جو قتل ہو گئے ہیں؟ اور مزے کی بات یہ ہے کہ خود یہی مولوی جلال الدین اس امر کو تسلیم کرتے ہیں کہ: اہل کتاب انبیاء کو ناحق قتل کرتے تھے۔

(رسالہ تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء ص ۶۱)

حرف بل کا صحیح فائدہ

حرف بل ابطال ماقبل کے لئے بھی آتا ہے اس میں شک نہیں کہ بل اضرابیہ اور ابطالیہ کا ماقبل اور مابعد باہم متضاد بھی ہوتے ہیں مگر قتل بالصلیب اور رفع روحانی باہم متضاد نہیں ہیں اسی طرح قتل بالصلیب اور قرب الی اللہ باہم متضاد نہیں ہیں جیسا کہ ہم اوپر بتلا آئے ہیں ہاں البتہ قتل بالصلیب اور رفع جسمی متضاد ہیں سلیب پر مارا جانا اور چیز ہے جسم سمیت آسمان پر اٹھایا جانا اور چیز ہے۔ لہذا اس آیت کا مقصد یہ ہے کہ مسیح کو جو مقتول ومصلوب کہتے ہو یہ غلط ہے کیونکہ وہ تو زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھالیا گیا اور کسی کا زندہ جسم سمیت اٹھایا جانا مقتول ومصلوب ہونے کے بالکل منافی ہے اور ان میں خوب پورا پورا باہم تضاد بھی ہے جس کی بل کے لئے ضرورت تھی۔

یہود ونصاریٰ کا تکرار

حکیم خدابخش احمدی کا یہ لکھنا کہ، یہودیوں اور نصاریٰ کے مابین مسیح کے رفع جسمانی کا کوئی تکرار اور جھگڑا نہیں تھا۔ سراسر غلط ہے احمدیوں کے پیرومرشد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں

یہودی فاضل جواب تک موجود ہیں اور بمبئی اور کلکتہ میں بھی پائے جاتے ہیں عیسائیوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسی آسمان پر چلے گئے بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔

(ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵۔ص ۱۷۰ کا حاشیہ)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہودیوں اور نصاریٰ کے مابین مسیح کے رفع جسمانی کا تکرار اور جھگڑا ہے۔ عیسائیوں کا مذہب ہے کہ حضرت مسیح صلیب پر چڑھائے گئے، صلیب پر مر گئے دفن کئے گئے تیسرے دن زندہ کئے گئے پھر چندروز کے بعد جسم کے ساتھ آسمان پر اٹھائے گئے۔ یہود نا مسعود کہتے ہیں کہ ہم نے مسیح کو قتل کر ڈالا۔

یہودیوں اور مرزائیوں میں مشابہت

اور بقول مرزا غلام احمد صاحب عیسائیوں کے اس قول پر کہ حضرت عیسی آسمان پر چلے گئے ہیں بڑا ٹھٹھا اور ہنسی کرتے ہیں۔ٹھیک یہود کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مرید اہل اسلام کے اس عقیدہ پر کہ حضرت مسیح زندہ جسم سمیت آسمان پر اٹھائے گئے بڑا ٹھٹا اور ہنسی کرتے ہیں۔قرآن مجید نے آن کر یہود و نصاری کے درمیان یہ فیصلہ کیا کہ حضرت عیسی مقتول و مصلوب نہیں ہوا بلکہ اللہ نے اسے اپنی طرف اٹھالیا

عرض یہ ہے کہ آیت مقدسہ و ما قتلو ہ یقینا بل رفعه الله اليه میں رفع سے مرادوہ رفع ہے جو قتل بالصلیب کے متضاد ہو۔رفع درجات قرب الی اللہ اور رفع روحانی ایمان داروں کے مقتول بالصلیب ہونے کے منافی نہیں ہے پس اس جگہ بل رفعه الله اليه میں رفع درجات قرب الی اللہ رفع روحانی معنی لینا صحیح نہیں بلکہ رفع جسمانی مراد ہے۔وھوالمطلوب۔ باقی آئندہ

(توحید امرتسر ۱۳ رجب ۱۳۴۷ھ ص ۷۔۸)

....

حضرت عیسی کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۲

از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

حضرات مفسرین

اب ذیل میں حضرات مفسرین اور اہل علم حضرات کے اقوال درج کئے جاتے ہیں

۱۔امام رازی اپنی تفسیر مفاتیح الغیب جلد ۳ صفحہ ۵۰۴ پر لکھتے ہیں:

اس آیت (و کا ن الله عزيزا حكيما) میں عزت سے کمال قدرت مراد ہے اور حکمت سے

کمال علم مراد ہے۔ پس اس سے خدا نے اس امر پر متنبہ کیا کہ حضرت عیسی کا دنیا سے آسمان کی طرف اٹھایا جانا اگرچہ بشر کی طاقت سے بالاتر ہے لیکن میری قدرت اور حکمت کی نسبت کوئی چیز بھی نہیں۔ اور یہ آیت دوسری آیت سبحان الذی اسری بعبده لیلاً کی نظیر ہے کہ اسراء اگرچہ آنحضرت ﷺ کی قدرت کی نسبت مشکل ہے مگر حق سبحانہ کی قدرت کے آگے بالکل سہل ہے۔

۲۔ تفسیر ابوسعود جلد ۲ صفحہ ۶۸۹ پر ہے:

قال القرطبی و الصحیح ان الله تعالی رفعه من غیر وفات و لا نوم کما قال الحسن و ابن زید و هو اختیار الطبری و هوالصحیح

۳۔ تفسیر ابن جریر جلد ۶ صفحہ ۱۰ پر ہے:

عن مجاهد قال صلبوا رجلاً شبهوه بعیسی یحسبونه ایاه و رفع الله الیه حیا

۴۔ تفسیر ابن کثیر جلد ۲ صفحہ ۲۳۱ پر ہے

قال ابن جریج عن مجاهد صلبوا رجلا شبه بعیسی و رفع الله عز و جل عیسی الی السماء حیا

۵۔ تفسیر درمنثور جلد ۲ صفحہ ۲۳۸ پر ہے

اخرج عبد بن حمید و ابن جریر و ابن المنذر عن مجاهد قال صلبوا رجلا غیر عیسی شبهوه بعیسی یحسبوه ایاه و رفع الله الیه عیسی حیا

۶۔ تفسیر ترجمان القرآن جلد ۲ صفحہ ۷۸۰ پر ہے

حضرت مجاہد نے فرمایا کہ سولی دیا ایک مرد کو شبہ عیسی میں اللہ نے عیسی کو آسمان پر اٹھالیا

۷۔ تفسیر بحر المحیط ج ۲ ص ۳ ۲۷۳؟ پر ہے:

قال ابن عطیة و اجمعت الامة علی ماتضمنه الحدیث المتواتر من ان عیسی فی السماء حی و انه ینزل فی آخر الزمان

۸۔ تفسیر بحرالمحیط جلد۳ صفحہ۳۹۱ پر ہے

بل رفعه الله اليه ، هذا ابطال لما ادعوه من قتله و صلبه و هى حى فى السماء الثانية على ما صح عن الرسول الله ﷺ فى حديث المعراج و هو .. مقيم حتى ينزل له الله الى الارض لقتل الدجال

۹۔ تفسیر مواہب الرحمٰن جلد۳ صفحہ۲۰۴ پر ہے:

صحیح یہی ہے کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسیٰ کو بدون وفات کے دنیا سے اٹھالیا ہے جیسا کہ اکثر مفسرین نے اس کو ترجیح دی ہے اور اس کو ابن جریر طبری نے اختیار کیا ہے

۱۰۔ تفسیر اکسیر اعظم حصہ ۶ صفحہ ۳۹۔۴۰ پر ہے:

اور نہیں قتل کیا مسیح کو یقیناً بلکہ اٹھالیا اس کو اللہ نے اپنی طرف یعنی ایسے مقام پر اٹھالیا کہ جہاں اللہ کے سوا دوسرے کسی کی حکومت نہیں۔ عزیز سے مراد یہ ہے کہ قدرت کاملہ رکھتا ہے پس حضرت عیسیٰ کو زندہ آسمان کی طرف اٹھالینا خدا کو مشکل نہیں۔

۱۱۔ تفسیر النہر الماء من البحر جلد۲ صفحہ۳۷۴ پر ہے:

و اجمعت الامة على ان عيسى حى فى السماء و سينزل الى الارض

۱۲۔ تفسیر روح المعانی جلد۲ صفحہ۲۱۲ پر ہے:

اى بل رفعه سبحانه اليه يقيناً و فيه تقدير مضاف عند ابى حيان اى الى سماءه قال و هو حى فى السماء الثانية

۱۳۔ تاج التفاسیر جلد۱ صفحہ۱۰۳ پر ہے:

بل رفعه الله اليه و رقاه الى السماء الثانية

۱۴۔ تفسیر کشاف جلد۱ صفحہ۲۰۶ پر ہے:

و رافعك الى سمائى و مقر ملائكتى

یعنی میں اپنے سماء اور اپنے فرشتوں کے مقام پر تجھے اٹھانے والا ہوں

۱۵۔سراج المنیر جلد۱صفحہ۲۱۶ پر ہے:

و رافعك الی ، ای الی محل کرا متی و مقر ملا ئکتی

۱۶۔بحرالمحیط۔جلد۲صفحہ۴۷۳ پر ہے:

و را فعك الـی ، الـر فـع نـقـل مـن سـفـل الی علو و الی ا ضا فه تشریف و المعنی الی سمائی و مقر ملا ئکتی

۱۷۔تفسیرمراح جلد۱صفحہ۱۸۴ پر ہے:

بـال رفـعـه الـلـه الیه ، ای الی موضع لا یجری فیه حکم غیر الله و لا یصل الیه حکم ... و ذلك المو ضع هوالسماء الثا لثه (و کان الله عزیزا) ای کامل الـقدرة (حکیما) ای کا مل العلم فر فع عیسی من الارض الی السماء لا تعذر فیی بالنسبة الی قدرة الله تعالی و حکمته

۱۸۔فتوحات مکیہ جلد۳ باب ۳۶۷ صفحہ ۳۴۱،اور یواقیت والجواہر جلد۲صفحہ۱۸۵ پر شب معراج کے ذکر میں لکھا ہے:

فـا سـتـفتح جبر یل السماء الثا نیة کما فعل فی الا و لی و قال و قیل له فلما د خل بعیسی بجسده عینه فا نه لم یمت الی ا لآ ن بل رفعه الله الی هذا السماء و اسکنه بها و حکمه فیها

۱۹۔تفسیر روح البیان جلد۱صفحہ۵۱۴ پر ہے:

بل رفعه الله الیه ، ردو انکار لقتله و ا ثبا ت لر فعه قا ل الحسن البصری ای الی السماء التی هی محل کرامة الله تعا لی و مقر ملا ئکته

۲۰۔غرائب القرآن جلد۶صفحہ۱۹ پر ہے:

و کـان الـه عـزیزا حکیما ، علی ان رفع عیسی الی السماء بالنسبة الی قدر ته

سهل و ان فيه من الحكم و الفوا ئد ما لا يحصيها ا لا هو

۲۱۔الجزءالاول من حاشیۃ الشیخ احمد انصاری مالکی علی تفسیر الجلالین صفحہ ۳۸ پر ہے:

قو له يا عيسى ، اى كذ بوه و لم يتمكنوه من قتله بل رفعه الله الى السماء

۲۲۔الفوز الکبیر مع فتح الخبیر طبع ۱۳۱۶ھ مجتبائی دہلی صفحہ ۱۱ پر ہے:

ونیز از ضلالت ایشاں یکے آنست کہ جزم میکنند کہ حضرت عیسی مقتول شدہ است وفی الواقع درقصہ عیسی اشتباہی واقع شہ بود در رفع برآسمان راقتل گمان کردند کا براعن کا بر ہماں غلط را روایت نمودند خداوند تعالی درقرآن شریف ازالہ شبہ فرمود کہ ما قتلوه و ما صلبوه و لكن شبه لهم

۲۳۔ تفسیر کبیر جلد ۳ ص... پر بل رفعه الله اليه کی تفسیر میں لکھا ہے

رفع عيسى الى السماء ثا بت بهذه الاية نظيرهذه ا لآية قو له فى آل عمران انى متو فيك و را فعك الى

۲۴۔جامع البیان صفحہ ۹۰ پر بل رفعه الله اليه کے یہ معنی لکھے ہیں:

فان ا لسماء محل ظهور سلطا نه

۲۵۔جمل حاشیہ شیخ سلیمان جمل علی الجلالین جلد ۱ صفحہ ۴۲۶ پر ہے:

قو له بل رفعه الله اليه ، اى الى مو ضع لا جرى فيه حكم غير الله تعا لى نظير و الى الله تر جع ا لا مور كما فى الفخر و هذا المو ضع هوالماء الثالثة كما فى حد يث الجا مع الصغير آ دم فى السماء الد نيا تعرض عليه اعمال ذريته و يو سف فى السماء الثا نية و ابنا ء ا لخالة يحى و عيسى فى السماء الثالثة و فى بعض المعار ج انه فى السماء الثا نية

۲۶۔تفسیر خازن جلد اول میں ہے:

و لكن شبه لهم ، يعنى القى شبه عيى على غيره حتى قتل و صلب و قال قتادة ان اعداء الله اليهود زعموا انهم قتلو ا عيسى و صلبوه و ذكر لنا ان

نبی الله عیسی بن مریم قال لا صحا به ایکم یقذف علیه شبهی و له الجنة فـا نه مقتول فقال ر ج منهم ا نایا نبی الله فا خذ ذلك الر جل و قتل و صلب و رفع الله عزو جل عیسی الی السماء (ص۔ ٤١٩)

والمعنی انهم لم یقتلوا عیسی و لم یصلکبوه و لکن الله عزو جل رفعه الیه و طهره من الذین کفروا (ص۔٤٢٠)

۲۷۔تفسیر مواہب الرحمٰن جلد۶ صفحہ۱۰ پر ہے:

بل رفعه الله الیه ، ای الی سما ئه یعنی اپنے آسمان کی طرف اٹھالیا

۲۸۔تفسیر روح المعانی جلد۱ صفحہ۵۹۶ پر ہے

و الصحیح کمال قال القر طبی ان الله تعا لی رفعه من غیر وفا ة و لا نوم و هو اختیار البطری و الروا یة الصحیحه عن ابن عباس

(توحید امرتسر ۲۷ رجب۔۴ شعبان ۱۳۴۷ھ ص ۱۱۔۱۲)

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دلچسپ بحث
آیت کریمہ بل رفعه الله الیه کی تشریح۔۳

از مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر

اخبار گوہر بار توحید کی گزشتہ اشاعتوں میں آیت مقدسہ و ما قتلو ہ یقینا۔ بل رفعه الله الیـــــه (النساء:۱۵۷۔۱۵۸) پر مفصل مضمون لکھا ہے اب مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مریدوں کے ایک اعتراض کا جواب ذیل میں درج کیا جاتا ہے

مرزا صاحب قادیانی کا اعتراض

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنی کتاب ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۵۔ ۳۲۸، ۴۳۸، ۴۳۹، ۶۰۴، ۶۰۵، ۶۱۲، ۶۱۳، تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۵، دافع الوساوس صفحہ ۴۵، اورضمیمہ براہین احمدیہ حصہ ۵ صفحہ ۲۱۶، ۲۱۷، پر جو کچھ لکھا ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے:

آیت جو عام استدلال کے طریق سے مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے یہ آیت ہے و ما جعلنا هم جسدا لا يأكلو ن الطعام و ما كا نوا خا لدين (الانبياء:٨) یعنی کسی نبی کا ہم نے ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانے کا محتاج نہ ہو اور وہ سب مر گئے کوئی ان میں سے باقی نہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب کے اس اعتراض کا جواب دینے سے پیشتر میں ناظرین کی توجہ کو مرزا صاحب قادیانی کے مریدوں میں سے حکیم خدا بخش مصنف عسل مصفی کے ایک دھوکے کی طرف منعطف کرتا ہوں۔ حکیم خدا بخش احمدی کے دھوکے کی تردید کرتے ہوئے مرزا صاحب قادیانی کے مندرجہ بالا اعتراض کا جواب بھی ساتھ ہی آجائے گا۔ و ما تو فيقى ا لا بالله عليه تو كلت و اليه انيب

حکیم خدا بخش کا دھوکہ

حکیم صاحب اپنی کتاب عسل مصفی حصہ اول طبع اگست ۱۹۱۳ء وزیر ہند امرتسر کے آٹھویں باب کی سترھویں فصل میں بعنوان، مسیح کی وفات پر دیگر اشخاص کی شہادت، ص۴، و۵۲۳ پر لکھتے ہیں

شہادت امام شعرانی وہ اپنی کتاب طبقات جلد۲ ص۴۴ لکھتے ہیں

و كان يقو ل ان على بن ابى طالب رفع كمارفع عيسى عليه السلا م و سينزل عيسى

وہ کہتے تھے کہ علی بن ابی طالب بھی اسی طرح اٹھائے گئے جس طرح عیسی اٹھائے گئے۔اس سے ظاہر ہے کہ جیسے حضرت علی اس دنیا سے وفات پا کر اٹھائے گئے ہیں اسی طرح حضرت عیسی بھی

لعنت کی موت سے بچ کر طبعی موت کے بعد آسمان پر گئے۔

نیز دیکھو کتاب محقق صفحہ ۱۱۹، پیغام صلح ۷ اصفر ۱۳۴۰ھ ص ۹، تشحیذ الاذہان نومبر ۱۹۲۱ء صفحہ ۲۳

اس دھوکے کا جواب

خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے حکیم مولوی خدا بخش کے اس دھوکے اور مغالطہ کی تردید ذیل میں درج کی جاتی ہے۔ یہاں غور سے سنئے

حضرت امام عبدالوہاب شعرانی اپنی کتاب طبقات الکبریٰ مطبوعہ ۱۳۱۵ھ مطبع عامرہ مصر جلد دوم صفحہ ۳۹ پر ایک بزرگ سید علی الخواص کا ذکر کرتے ہوئے ان کا مذہب یوں نقل کرتے ہیں:

کان یقول علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ رفع کما رفع عیسی و سینزل کما ینزل عیسی

سید علی الخواص کہا کرتے تھے کہ تحقیق حضرت علی بیٹے ابو طالب کے اٹھائے گئے جیسے حضرت عیسی اٹھائے گے اور حضرت علی نازل ہوں گے جیسے حضرت عیسی نازل ہوں گے

مندرجہ بالا عبارت تو بتا رہی ہے کہ سید علی الخواص نامی کسی بزرگ کا قول امام شعرانی نقل کرتے ہیں۔ یہ نہیں کہ یہ ان کا اپنا عقیدہ ہے۔ ان الفاظ سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ سید علی الخواص حضرت عیسی اور حضرت علی کے رفع اور نزول کے قائل تھے۔ خیر یہ اس بزرگ کا اپنا عقیدہ تھا امام عبدالوہاب کا یہ عقیدہ نہ تھا کہ حضرت علی کا رفع ہوا ہے اور وہ نازل ہوں گے۔ امام عبدالوہاب کا اپنا مذہب دیکھنا ہو تو ان کی مشہور کتاب الیواقیت و الجواہر فی بیان عقائد الاکابر جلد ۲ بحث ۲۵ میں خوب غور سے پڑھو۔

حضرت مسیح کا رفع اور آمد ثانی: امام شعرانی کی زبانی

اب میں ذیل میں حضرت امام شعرانی کا عقیدہ اس بارے میں انکی کتاب الیوا قیت و الجوا ھر جلد ۲ صفحہ ۲۹۰، ۲۹۱ سے نقل کرتا ہوں۔ امام صاحب فرماتے ہیں:

اگر تو سوال کرے کہ جب عیسی آوے گا تو پھر کب مرے گا۔

تو جواب اس کا یہ ہے کہ جیسا کہ شیخ اکبر محی الدین صوفی نے فتوحات کے باب ۳۶۹ میں فرمایا ہے کہ جب وہ دجال کو قتل کرے گا اس وقت فوت ہوگا

اگر تو سوال کرے کہ حضرت عیسی کے نزول پر کیا دلیل ہے،

تو جواب یہ ہے کہ اس کے نزول پر دلیل اللہ تعالی کا یہ قول ہے و ان من اهل الكتاب ا لا ليو منن به قبل مو ته (النساء:۱۵۹) یعنی جس وقت نازل ہوگا اور لوگ اس پر اکٹھے ہوں۔اور معتزلہ (معتزلہ کی طرح بہائی مرزائی نیچری مذہب والے لوگ آج کل اس سے منکر ہیں) اور فلاسفر اور یہود و نصاری جو عیسی کے جسم کے ساتھ آسمان پر جانے کے منکر ہیں اوس وقت یہ سب لوگ ایمان لائیں گے اللہ تعالی نے عیسی کے بارے میں فرمایا و انه لعلم للسا عة (الزخرف:۶۱) (اور عیسی البتہ قیامت کی نشانی ہے) اور قرآن کے لفظ علم کو عین اور لام کے زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور انہ میں جو ضمیر ہے وہ عیسی کی طرف پھرتی ہے کیونکہ اللہ کا قول ہے ولما ضرب ابن مر يم مثلا (الزخرف:۵۷) اور اسکے معنی یہ ہیں کہ تحقیق مسیح کا نازل ہونا قیامت کی نشانی ہے اور حدیث میں دجال کی صفت میں آیا ہے کہ لوگ نماز میں ہوں گے کہ ناگہاں اللہ بھیجے گا حضرت مسیح ابن مریم کو وہ اتریں گے دمشق کی مشرقی طرف سفید منارہ کے پاس۔حضرت مسیح نے زرد رنگ کی دو چادریں پہنی ہوئی ہوں گی اور دو فرشتوں کے بازؤوں پر اپنے ہاتھ رکھے ہوں گے..پس حضرت عیسی کا نازل ہونا کتاب وسنت کے ساتھ ثابت ہو گیا حق یہ ہے کہ عیسی اپنے جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے اللہ نے فرمایا ہے بل رفعه الله اليه (بلکہ اللہ نے اس کو اپنی طرف اٹھالیا)

حضرت ابو طاہر قزوینی نے کہا ہے جان کہ عیسی کے آسمان میں جانے کی کیفیت اور اس کے اترنے اور آسمان میں ٹھہرنے کی کیفیت اور کھانے پینے کے سوا اس قدر ٹھہرنا اس قبیل سے ہے کہ عقل اس کے جاننے سے قاصر ہے اور ہمارے لئے اس میں بجز اس کے کوئی راستہ نہیں کہ ہم اس کے ساتھ ایمان لائیں اور اللہ کی اس قدرت کو تسلیم کریں...

پس اگر کوئی سوال کرے کہ اس قدر عرصہ تک کھانے پینے سے بے پرواہ رہنا یہ کس طرح ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ نے فرمایا ہے و ما جعلنا هم جسدا لا يأكلو ن الطعا م (الانبیاء: ۸) یعنی ہم نے نبیوں کو ایسا جسم نہیں بنایا جو کھانے پینے سے مستغنی ہو،

تو اس کا جواب یہ ہے کہ طعام کھانا اس شخص کے ضروری ہے جو زمین میں ہے کیونکہ اس پر ہوا گرم و سرد غالب ہے اس لئے اس کا کھانا پینا تحلیل ہو جاتا ہے۔ جب پہلی غذا ہضم ہو جاتی ہے تو اللہ اسکو اور غذا اس کے بدلے میں عنایت کرتا ہے کیونکہ اس دنیا غبار آلودہ میں اللہ کی یہی عادت ہے لیکن جس شخص کو اللہ آسمان کی طرف اٹھا لے اللہ اس کے جسم کو اتنی قدرت سے لطیف و نازک کر دیتا ہے اور اس کو کھانے اور پینے سے ایسا بے پرواہ کر دیتا ہے جیسے اوس نے فرشتوں کو ان سے بے پرواہ کر دیا ہے پس اسوقت اس کا کھانا تسبیح ہوگا اور اس کا پینا تہلیل ہوگا جیسا کہ آنحضرتﷺ نے اس سوال کے جواب میں فرمایا جب کہ آپ سے یہ پوچھا کہ کیوں یا رسول اللہﷺ آپ کھانے پینے کے بغیر پے در پے روزے رکھتے ہیں اور ہم لوگوں کو اجازت نہیں دیتے ،تو آپ نے فرمایا کہ میں اپنے رب کے پاس رات گذارتا ہوں میرا رب مجھ کو کھانا دیتا ہے اور پانی پلاتا ہے۔اور مرفوع حدیث میں ہے کہ دجال کے پہلے تین سال قحط کے ہوں پہلے سال میں آسمان تیسرا حصہ بارش کم کر دے گا اور زمین تیسرا حصہ زراعت کا کم لے گی اور دوسرے سال میں دو حصے بارش کے کم ہو جائیں گے اور دو حصے زراعت کے کم ہو جائیں گے اور تیسرے سال میں بارش بالکل بند ہو جائے گی۔ پس اسماء بنت زید نے عرض کی یا رسول اللہ اب تو ہم آٹا گوندھنے سے پکنے تک بھوک سے صبر نہیں کر سکتے اس دن کیا کریں گے۔ فرمایا جو چیز اہل ایمان کو کفایت کرتی ہے یعنی اللہ کی تسبیح و تقدیس کرنا۔ شیخ ابو طاہر نے فرمایا ہے کہ ہم نے ایک شخص نامہ خلیفہ فراط کو دیکھا ہے کہ جو شہر ابہر میں جو (مشرقی بلاد میں سے ہے) مقیم تھا اس نے ۲۳ سال کچھ نہیں کھایا اور دن رات اللہ کی عبادت میں مشغول رہا تھا اور اس سے اس میں کچھ ضعف نہیں آیا تھا پس جب یہ بات ممکن ہے کہ عیسی کے لئے آسمانوں میں تسبیح و تہلیل کی غذا ہو تو کیا بعید ہے اور ان باتوں کا اللہ ہی عالم ہے۔اس کے علاوہ حق تعالی کو کیا مشکل

ہے کہ کھانا بھی کھلا دے۔

نوٹ: اس مندرجہ بالا عبارت سے یہ امر روز روشن کی طرح ثابت ہوتا ہے کہ حضرت امام شعرانی وفات مسیح کے قائل نہ تھے چنانچہ ان کے یہ الفاظ قابل غور ہیں:

حق یہ ہے کہ عیسی اپنے جسم کے ساتھ آسمان کی طرف اٹھائے گئے ہیں اور اس کے ساتھ ایمان لانا واجب ہے۔

مندرجہ بالا عبارت میں مرزا قادیانی کے اعتراض کا جواب بھی آ گیا ہے

واضح ہو کہ اصحاب کہف بھی تو کئی سال سوئے رہے تھے بغیر کھانے پینے کے، جب سو کر اٹھے تو پھر ان کو طعام کی ضرورت پڑی تھی اور بقول مرزا صاحب کے اصحاب کہف تین سو سال تک سوئے رہے تھے دیکھو اخبار بدر ۲۰۔ اپریل ۱۹۰۵ء ص ٦۔

(توحید امرتسر۔۱۱شعبان ۱۳۴۷ء ص ۱۱۔۱۲)

....

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دلچسپ بحث۔۴

روایت لو کان مو سی و عیسی حیین کی تنقید

ازقلم: مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرت سر

توحید جلد۴ نمبر۱۲ میں امت مرزائیہ کے اس اعتراض کا جواب دیا گیا تھا جو انہوں نے آیت و ما جعلنا هم جسدا لا يأكلو ن الطعام و ما كا نوا خالدين (الانبیاء:۸) سے حیات مسیح کا انکار کیا ہے۔

گذشتہ نمبر میں اس آیت کا صحیح مطلب اور حضرت مسیح کی حیات آسمانی کا پورا پورا ثبوت دیا گیا ہے۔ آج کی صحبت میں ان کی ایک اور دلیل کی قلعی کھولنی منظور ہے۔ حیات مسیح سے انکار کرتے ہوئے اس

سلسلہ میں ایک بے سند روایت بھی پیش کرتے ہیں جس کے الفاظ یہ ہیں:

لو کان موسی و عیسی حیین لما وسعهما ا لا اتباعی

اگر (دونوں پیغمبر) موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو ان دونوں کو میری اتباع کے سوا چارہ نہ ہوتا

صحیح حدیث میں تو صرف موسی کا نام آیا ہے مگر مرزا اس غلط اور بے سند حدیث کے ذریعہ یہ ثابت کرتے ہیں کہ جس طرح حضرت موسی وفات پا چکے ہیں اور سب کو ان کی وفات مسلّم ہے اور ان ہی کے ساتھ حضرت عیسی کا بھی آنحضرت ﷺ نے ذکر فرمایا اس سے معلوم ہوا کہ یہ بھی فوت ہو چکے ہیں مرزا صاحب اور ان کے مریدوں نے اس دعوی اور دلیل کے تحت جو کچھ خامہ فرسائی کی ہے وہ درج ذیل ہے

جناب مرزا غلام احمد اپنی تحفہ گولڑویہ۔ص..،ایام الصلح صفحہ۴۲،اتمام الحجہ صفحہ۶، اربعین نمبر۲صفحہ۲۷ اور حمامۃ البشری صفحہ۱۲۷ کے حاشیہ پر لکھتے ہیں:

آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے کہ اگر موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے۔

حکیم خدا بخش احمدی اپنی کتاب عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۲۶۸۔۲۶۹ پر بحوالہ تفسیر ابن کثیر۔ترجمان القرآن، فصل الخطاب، الیواقیت والجوہر، مدارج السالکین، زرقانی شرح مواہب لدنیہ، بشارات احمدیہ۴ و براہین محمدیہ لکھتے ہیں:

بعض حدیثوں میں آیا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے لو کان موسی و عیسی حیین لما وسعهما ا لا اتباعی اس سے صاف ظاہر ہے کہ جس طرح حضرت موسی فوت ہو گیا اسی طرح عیسیؑ بھی مر چکا ہے

مولوی جلال الدین احمدی سیکھوانی مولوی فاضل فرماتے ہیں:

فقہ اکبر مطبوعہ مصرف اڈیشن اول کے ص۱۰۰ پر (حدیث) لکھی ہوئی ہے و یقتدی به لیظهر متابعة نبینا ﷺ کما اشار الی هذا المعنی ﷺ لو کا ن عیسی حیا لما وسعه ا لا اتباعی یعنی مسیح موعود مہدی کی اقتداء کریں گے تا یہ ظاہر کریں کہ آپ آنحضرت ﷺ کے پیرو ہیں جیسا کہ آنحضرت ﷺ نے اپنی حدیث میں اس مدعا کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ اگر عیسی

زندہ ہوتا تو اسے میری پیروی کے سوا کوئی چارہ نہ تھا۔ پس ان کی پیروی نہ کرنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ زندہ نہیں (مباحثہ میانی ص ۵۳)

بہائی اور قادیانی اتحاد

جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے مریدوں نے یہ بے سند روایت پیش کی اسی طرح فرقہ بہائیہ کا مشہور و معروف مبلغ و عالم سید مصطفیٰ بہائی جو مرزائیوں کا بڑا بھائی ہے اس نے بھی اپنی کتاب المعیار الصحیح لمعرفة ظهور المهدی و المسیح مطبوعہ ۱۹۱۰ء مطبع انوار محمدی کلکتہ کے صفحہ ۹۱ پر اس روایت کو ان الفاظ میں نقل کیا ہے

حضرت رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں لو کا ن عیسی حیاً لماوسعه خلا فی

ترجمہ اگر عیسی جیتے رہتے اور میرے زمانہ (بعثت) موجود ہوتے تو انکو ضرور میری شریعت اور دین کی پیروی کرنی پڑتی

بہائی اور مرزائی کی تردید

واضح ہو کہ حدیث کی کسی مستند کتاب میں کوئی ایسی صحیح مرفوع متصل روایت نہیں ہے جن میں الفاظ لوکان موسی و عیسی حیین لما وسعهما الا اتباعی آئے ہوں اسی طرح الفاظ لو کان عیسی حیا لما وسعه ا لا اتباعی حدیث کی کسی کتاب میں صحیح مرفوع متصل روایت میں نہیں آئے ہیں مزید وضاحت کے لئے ہم ہر ایک کی تفصیل کئے دیتے ہیں

صحیح کی تعریف یہ ہے ما ثبت بنقل عد ل تا م الضبط جو عادل تام الضبط کی نقل سے ثابت ہو یعنی جس کے راوی عادل تام الضبط ہوں

مرفوع اس کو کہتے ہیں ما انتهی الی النبی ﷺ جس کی سند رسول اللہ ﷺ تک پہنچتی ہو۔

متصل کی تعریف یہ ہے فان لم یسقط را و من الرواة من البین فالحد یث متصل یعنی اگر راویوں میں سے کوئی راوی درمیان میں رہ نہ گیا ہو تو حدیث متصل کہلاتی ہے

(دیکھو مولوی جلال الدین احمدی کی کتاب تنقید صحیح۔ ص ۵۳۔۵۵)

صحیح مرفوع متصل کی آپ جب تعریف معلوم کر چکے تو اس کے ساتھ یہ بھی سمجھ لینا چاہیے کہ کسی حدیث کو اوس وقت تک محل استدلال میں پیش نہیں کیا جا سکتا تاوقتیکہ اوس کا صحیح مرفوع متصل ہونا نہ پایا جائے اس کے علاوہ یہ ہے کہ روایت معلول بھی نہ ہو۔ اب میں ذیل میں یہ دکھانا چاہتا ہوں کہ یہ روایت غیر صحیح غیر مرفوع غیر متصل ہونے کے علاوہ حدیث کی تمام مشہور کتابوں کے بھی خلاف ہے کیونکہ صحیح حدیث میں اس کے الفاظ یہ ہیں

لو کا ن موسی حیا ما وسعه الا اتباعی

اگر موسی زندہ ہوتے تو اوس کو میری اتباع کے بغیر چارہ نہ ہوتا

کتب حدیث کی معتبر کتابوں میں کسی جگہ عیسی کا لفظ نہیں آیا ہے

ا۔ مسند امام احمد طبع مصر جلد ۳ صفحہ ۳۸۷، مشکوۃ صفحہ ۳۰، مرقاۃ جلد ا صفحہ ۲۰۶۔۲۰۷، اشعۃ المعات جلد ا صفحہ ۱۵۵، مظاہر حق جلد ا صفحہ ۸۹ پر ہے

روایت ہے حضرت جابرؓ سے انہوں نے نقل کی حضرت رسول خدا ﷺ سے اس وقت کہ آپ کے پاس حضرت عمرؓ آئے اور عرض کی کہ ہم یہودیوں کی باتیں سنتے ہیں اور ہم کو اچھی لگتی ہیں کیا آپ اجازت دیں گے کہ ہم ان میں بعض لکھ لیں اس وقت حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا کیا حیران ہو تو تم جیسے یہود و نصاری حیران ہیں تحقیق میں لایا ہوں تمہارے پاس روشن اور صاف شریعت و لو کان موسی حیا ما وسعه ا لا اتباعی ، اور اگر موسی زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے سوا چارہ نہ ہوتا

(اس کو امام بیہقی نے اپنی کتاب شعب الایمان میں روایت کیا)

۲۔ سنن دارمی صفحہ ۶۲، مشکوۃ صفحہ ۳۲، مرقاۃ جلد ا ص ۲۱۴۔۲۱۵، اشعۃ اللمعات جلد ا صفحہ ۱۶۱، مظاہر حق جلد ا صفحہ ۹۴ پر ہے۔

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ، رسول خدا ﷺ کے پاس توریت کا ایک نسخہ لیکر آئے اور عرض کی یا رسول اللہ یہ تورات کا نسخہ ہے۔ پس آنحضرت ﷺ چپ رہے۔ حضرت عمر تورات

پڑھنے لگے۔ حضرت رسول خدا ﷺ کا چہرہ انور متغیر ہوا۔ حضرت ابو بکر نے کہا: اے عمر رونے والیاں تجھے رودیں کیا تو آپ ﷺ کے چہرہ مبارک کو نہیں دیکھتا۔

حضرت عمر نے آپ ﷺ کی طرف دیکھا اور عرض کی میں اللہ کی پناہ پکڑتا ہوں اللہ کے غصے سے راضی ہوئے ہم ساتھ اللہ کے جو رب ہے اور ساتھ اسلام کے جو دین ہے اور ساتھ حضرت محمد ﷺ کے جو نبی ہیں۔

آنحضرت ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس خدا کی جسکے ہاتھ میں محمد ﷺ کی جان ہے اگر تمہارے واسطے موسی ظاہر ہو جاویں پس تم اس کی پیروی کرنے لگو تو گمراہ ہو جاؤ سیدھے راستے سے لو کان موسی حیا و ادرك نبوتی لاتبعنی اور اگر موسی زندہ ہوتے اور میری نبوت پاتا تو ضرور میری اتباع کرتا۔

۳۔ عمدۃ القاری۔ سید بدر الدین محمود عینی کی عمدۃ القاری شرح صحیح بخاری جلد ۱ صفحہ ۷۰ ۵ پر ہے

روایت کیا احمد و ابن ابی شیبہ، و بزاز نے حضرت جابر سے کہ تحقیق عمر ایک کتاب لے کر آئے جس کو انہوں نے بعض اہل کتاب سے پایا تھا.... حضرت عمر نے وہ کتاب پڑھی۔ پس آنحضرت ﷺ غصے ہوئے اور آپ نے فرمایا میں تمہارے پاس لایا ہوں صاف روشن شریعت اہل کتاب سے کچھ نہ پوچھو کیونکہ تم کو حق کی خبر دیں گے پس تم اس کی تکذیب کرو گے یا خبر دیں ساتھ باطل کے پس تم اس کی تصدیق کرو گے

و الذی نفسی بیده لو ان موسی کان حیا ما وسعه ا لا ان یتبعنی قسم ہے اس خدا کی جسکے ہاتھ میں میری جان ہے اگر موسی زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کے بغیر چارہ نہ ہوتا

۴۔ دلائل النبوۃ جلد ۱ صفحہ ۸، اور خصائص الکبری جلد ۲ صفحہ ۱۸۷ پر ہے:

عن عمر بن الخطا ب قا ل اتیت الببی ﷺ و معی کتا ب اصبته من بعض اهل الکتاب فقا ل و الذی نفس محمد بیده لوان موسی کا ن حیاما وسعه ا لا ان یتبعنی

۵۔تفسیر ابن کثیر جلد۲صفحہ۲۴۶،ترجمان القرآن جلد اصفحہ۴۶۱ پر ہے

ابویعلی موصلی حضرت جابر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت رسول خداﷺ نے فرمایا کہ اہل کتاب سے کچھ مت پوچھو وہ تم کو کیا خاک ہدایت دیں گے جب کہ وہ خود گمراہ ہو گئے ہیں۔تم یا تو باطل کی تصدیق کرو گے یا سچ کو جھٹلاؤ گے۔واللہ حال یہ ہے کہ اگر موسی تمہارے درمیان زندہ ہوتے تو ان کو میری پیروی کرنے کے سوا کچھ چارہ نہ ہوتا۔

نوٹ نمبرا:

حدیث کی کتابوں: مثلاً مسند احمد، سنن دارمی، بیہقی، دلائل النبوۃ، ابویعلی، ابن ابی شیبۃ، بزاز، مشکوۃ، مرقاۃ، اشعۃ اللمعات، مظاہر حق، خصائص الکبری، اور عمدۃ القاری، ان سب کتابوں کے الفاظ لو کان موسی حیا ما وسعه ا لا اتباعی آئے ہیں

۲۔حدیث کی کسی مسند یا مخرج کتابوں میں کوئی ایسی مرفوع متصل روایت نہیں آئی ہے جس میں الفاظ لو کان عیسی حیا لما وسعه ا لا اتباعی آئے ہوں اور نہ ہی الفاظ لوکان موسی و عیسی حیین لماوسعهما ا لااتباعی کسی صحیح حدیث نبوی میں آئے ہیں۔

۳۔جن کتابوں میں الفاظ لو کان موسی و عیسی حیین لما وسعهما ا لا اتباعی آئے ہیں ان کتابوں میں حدیث کی مسند کتاب کا حوالہ نہیں دیا گیا۔پس غیر مستند اور بے اصل روایتوں کے ذریعہ وفات مسیح کا دعوی کرنا مرزائی امت کے لئے ہی سزاوار ہے۔

(توحید امرتسر ۱۶رمضان ۱۳۴۷ھ ص ۸۔۱۰)

....

حضرتِ مسیح کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔۵

وانہ لعلم للسا عۃ کی تفسیر

مولوی حبیب اللہ کلرک دفتر نہر امرتسر

خداوند تعالی کے فضل وکرم سے اخبار توحید کی کسی گذشتہ اشاعتوں میں آیت مقدسہ بل رفعه الله اليه پر مفصل مضمون لکھا گیا ہے اور اس آیت مطہرہ سے حضرت مسیح ناصری کی حیات (یعنی رفع جسمانی) کے مسئلے کو ثابت کیا ہے اس کے علاوہ حیات مسیح کے منکروں کے دو اعتراضوں کو جواب بھی مفصل طور پر دیئے گئے ہیں۔ اب آج کی اشاعت میں قرآن مجید کی دوسری آیات مقدسہ احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ سے حضرت عیسی کے دوبارہ نازل ہونے پر کچھ لکھا جاتا ہے۔ و ماتو فيقى ا لا بالله عليه توكلت و اليه انيب

آیات قرآنی

سورہ زخرف میں اللہ تعالی فرماتا ہے:

ولـمـا ضـرب ابـن مر يم مثلاً اذا قو مك منه يصدون۔ و قا لوا ء الهتنا خير ام هـو، مـا ضـر بـوه لك الا جـد لا۔ بـل هم قوم خصمون۔ ان هوالا عبد انعمنا عـليـه و جعلناه مثلا لبنى اسرئيل۔ و لونشاء لجعلنا منكم ملائكة فى الارض يـخـلـفـون۔ و انـه لـعـلم للساعة فلا تمترن بها و اتبعون هذا صراط مستقيم ۔ (الـزخـرف: ۵۷۔ ۶۱)۔ ترجمہ۔اور جب عیسی بن مریم مثال کے طور پر بیان کیا گیا ناگہاہ تیری قوم کے لوگ اس سے تالیاں بجاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے معبود بہتر ہیں یا ابن مریم۔ تیری قوم کے لوگ اس بات کو تیرے واسطے بیان نہیں کرتے مگر جھگڑنے کو بلکہ وہ لوگ جھگڑالو ہیں۔نہیں مسیح مگر ایک بندہ کہ جس پر ہم نے انعام کیا اور ہم نے مسیح ابن مریم کو قوم بنی اسرائیل کے واسطے نمونہ

بنایااورگرہم چاہتےتوالبتہ تم میں سےفرشتے کرتے کہ زمین میں جائےنشین ہوتےو انــه لـعلم لـلسـاعة (الزخرف:۱۶)اورتحقیق عیسی ابن مریم البتہ قیامت کی نشانی ہےپس قیامت کے ساتھ شک متکر واور میری پیروی کرو یہ سیدھی راہ ہے

نوٹ:ان آیات مقدسہ میں حضرت مسیح ناصری کا ہی ذکر خیر ہے۔ضمیریں جو منـه، هـو، ماضر بو ه، علیه ، وجعلناه ،میں آئی ہیں سب حضرت عیسی بن مریم ہی کی طرف پھرتی ہیں پس سیاق وسباق اور قرائن کے لحاظ سے آیت مقدسہ و انــه لـعـلـم لـلسا عة (الزخرف:١٦) کا صحیح ترجمہ یوں ہے:اور تحقیق حضرت عیسی بن مریم البتہ قیامت کی نشانی ہے۔

اس آیت کی صحیح تفسیر آگے چل کرلکھی جائے گی پہلے قادیانی تفسیر ذیل میں درج کی جاتی ہے

اقوال مرزا قادیانی

۱۔ مرزاصاحب نے و انه لعلم للسا عة (الزخرف:۶۱) کے متعلق یوں گوہرافشانی کی ہے

حق بات یہ ہے کہ انہ کاضمیرقرآن شریف کی طرف پھرتا ہےاورآیت کے یہ معنی ہیں کہ قرآن شریف مردوں کے جی اٹھنے کے لئے نشان ہے کیونکہ اس سے مردہ دل زندہ ہورہے ہیں قبروں میں گلے سڑے ہوئے باہر نکلتے آتے ہیں اور خشک ہڈیوں میں جان پڑتی جاتی ہے۔

(ازالہ اوہام ص۴۲۴)

۲ ۔ فـاعـلـم انـه تـعـالـى قال و انه لعلم للسا عة و ما قال انه سيكو ن علما لـلسـا عة فا لآ ية تدل على انه علم للساعة من وجه كان حاصلاً بالفعل الاان يكون من بعد فى وقت من الاوقا ت و الو جه ا لحاصل هو تو لده من غير اب و الـتـفـصـيـل فـى ذلك ان فـر قة مـن اليـهـود اعـنـى الصدوقين كانوا كافر ين بوجود القيا مة فاخبر هم الله على لسا ن انبياء ه ان ابنا من قو مهم يو لد من غـيـر اب وهـذا يـكـو ن آية لهم على وجود القيامة فالى هذا اشار فى آية وانه لعلم للسا عة و كذلك فى آية و لنجعله آية للناس اى للصدوقين

(حما مة البشری۔ ص ۹۰) ۔

۳ . سیقو ل الذین لا یتد برو ن ان عیسی علم للسا عة و ان من اهل الکتاب لیو منن به قبل موته ذ لك قو ل سمعوا من الآباء وما تد بروا ہ کا لعقلاء ما لهم لا یعلمون ان المرا د من العلم تو لده من غیر ابٍ علی طر یق المعجزة کما تقدم ذکره فی الصحف السا بقة (ضمیمه حقیقة الو حی۔ ص ۴۹)

۴۔حضرت مسیح کے متعلق جوقرآن شریف میں آیا ہے کہ انـه لـعـلـم للساعة اس پر فرمایا کہ اس سے مراد یہ ہے کہ حضرت مسیح حضرت رسول کریم ﷺ کے آنے کی خوش خبری دینے والا ایک پیش خیمہ تھا ساعت سے مراد ہے ایک عظیم الشان امر آئندہ آنے والا یعنی مسیح کا ظہور اس بات کا نشان تھا کہ یہ اسرائیلیوں میں آخری نبی ہے اور اب خاتم النبیین اس کے بعد آئے گا

(الحکم ۱۰فروری ۱۹۰۲ء ص ۱۱، اور ملفوظات احمد یہ یعنی ڈائری ۱۹۰۱ء ص ۷)

۵۔پھر کہتے ہیں کہ عیسی کی نسبت ہے ا نه لعلم للسا عة (الزخرف:۶۱) جن لوگوں کی یہ قرآن دانی ہے ان سے ڈرنا چاہیے کہ نیم ملا خطرہ ایمان۔اے بھلے مانسو کیا آنحضرت ﷺ علم للسا عة نہیں ہیں جو فرماتے ہیں کہ بعثت انا و السـاعة کھاتین اور خداتعالی فرماتا ہے اقتـر ب الســاعة و انشـق القمر (القمر:۱) یہ کیسی بد بودار نادانی ہے جو اس جگہ لفظ ساعة سے قیامت سمجھتے ہیں۔اب مجھ سے سمجھو کہ ساعة سے مراد اس جگہ وہ عذاب ہے جو حضرت عیسی کے بعد طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں پر نازل ہوا تھا اور خود خداتعالی نے قرآن شریف میں سورہ بنی اسرائیل میں اس ساعت کی خبر دی ہے اسی آیت کی تشریح اس آیت میں ہے کہ مثلا لبنی اسرئیل یعنی عیسی کے وقت سخت عذاب سے قیامت کا نمونہ یہودیوں کو دیا گیا اور ان کے لئے وہ ساعت ہوگئی قرآنی محاورہ کی رو سے ساعة عذاب ہی کو کہتے ہیں سو خبر دی گئی تھی کہ یہ ساعة حضرت عیسی کے انکار سے یہودیوں پر نزل ہوگی پس وہ نشان ظہور میں آگیا اور وہ ساعة یہودیوں پر نازل ہوگئی اور نیز اس

زمانہ میں طاعون بھی ان پر سخت پڑی اور درحقیقت ان کے لئے وہ واقعہ قیامت تھا جس وقت لاکھوں یہودی نیست ونابود ہوگئے اور ہزارہا طاعون سے مرگئے اور باقی ماندہ بہت ذلت کے ساتھ متفرق ہوگئے قیامت کبری تو تمام لوگوں کے قیامت ہوگی مگر یہ خاص یہودیوں کے لئے قیامت تھی اس پر ایک اور قرینہ قرآن شریف میں یہ ہے کہ اللہ تعالی فرماتا ہے کہ انہ لعلم للساعۃ فلا تمترن بھا (الزخرف:٦١) یعنی اے یہودیو! عیسی کے ساتھ تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ قیامت کیا چیز ہے اس کے مثل تمہیں دی جائے گی یعنی مثلاً لبنی اسرائیل وہ قیامت تمہارے پر آئے گی اس میں شک نہ کرو صاف ظاہر ہے کہ قیامت حقیقی جواب تک نہیں آئی اس کی نسبت غیر موزوں تھا کہ خدا کہتا کہ اس قیامت میں شک نہ کرو اور تم اس کو دیکھو گے اس زمانہ کے یہودی تو سب مرگئے اور آنے والی قیامت انہوں نے نہیں دیکھی کیا خدا نے جھوٹ بولا۔ ہاں طیطوس رومی والی قیامت دیکھی۔ سو قیامت سے مراد وہی قیامت ہے جو حضرت مسیح کے زمانہ میں طیطوس رومی کے ہاتھ سے یہودیوں کو دیکھنی پڑی۔ (اعجاز احمدی۔ص٢٠۔٢١)

نوٹ: بڑے تعجب کی بات کہ جناب مرزا غلام احمد صاحب حمامۃ البشری کے صفحہ ٩٠ پر آیت وانہ لعلم للساعۃ (الزخرف:٦١) کے لفظ ساعۃ کے معنی قیامت کرتے ہیں اور اعجاز احمدی کے صفحہ ٢١ پر لکھتے ہیں یہ کیسی بدبودار نادانی ہے جو اس جگہ ساعۃ سے قیامت سمجھتے ہیں۔

مرزا غلام احمد صاحب نے سچ لکھا ہے اور پنی نسبت شکایت کی ہے کہ،

حافظہ اچھا نہیں، یاد نہیں رہا، (ریویو آف ریلی جنز ج ٢ نمبر ٤ ص ١٥٣ کا حاشیہ)

مرزا صاحب کے بیان کردہ چاروں معانی ایک دوسرے سے مختلف ہیں اصل میں بات وہی ہے جو جناب مرزا صاحب نے خود اپنی نسبت تسلیم کی ہے کہ مجھے مراق کی بیماری ہے (بدر ے جون ١٩٠٦ء ص ٥۔ تشحیذ الاذہان ج ١ نمبر ٢ ص ٥۔ اور اس مرض مراق میں مریض کو اپنے جذبات اور خیالات پر قابو نہیں رہتا (ریویو آف ریلی جنز جلد ٢٥ نمبر ٨ ص ٦) حالانکہ نبی میں اجتماع توجہ بالا رادہ ہوتا ہے جذبات پر قابو ہوتا ہے (ریویو آف ریلی جنز جلد ٢٦ نمبر ٥ ص ٣٠)

مولوی سید سرور شاہ احمدی کی تفسیر بالرائے

۱۔ انه لعلم للساعة (الزخرف:٦١) اس کے یہ معنی بھی اگر کئے جائیں کہ وہ مسیح علامت ہے قیامت کیلئے تو بھی نزول کہاں سے ثابت ہوگا اور پھر بعض مفسرین نے کہا ہے کہ مسیح کی بے باپ ولادت دلیل قیامت ہے ہزار ہا سال بعد ہونے والی بات دلیل کس طرح بن سکتی ہے اور ہمارے نزدیک تو اس کے معنی آسان ہیں کہ وہ مثیل مسیح ساعت کا علم ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر یکم اپریل ۱۹۱۱ء ص ۲۳۵؟)

۲۔ سورہ زخرف میں جو آتا ہے ولما ضرب ابن مریم (الزخرف:٥٧) مثلاً میری یہ تحقیق ہے کہ یہ مسیح موعود کے متعلق ہے ۔(الفضل ۴ جنوری ۱۹۲۳ء ص ۴)

۳۔ مسیح موعود بروز مسیح و محمد ہیں چنانچہ اللہ تعالی فرماتا ہے جب مسیح بن مریم کو بطور مثال کے پیش کیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ اس کا مثیل آخری زمانہ میں آئے گا تو مخالف لوگ کہتے ہیں کہ ہمیں تو کہا جاتا ہے کہ خدا انسان میں حلول نہیں کرسکتا مگر خود یہ کہا جاتا ہے کہ مسیح کا بروز آئے گا۔

(الفضل ۴ جنوری ۱۹۲۴ء ص ۵)

نوٹ: جناب مولوی سرور شاہ نے جو تفسیر و انہ لعلم للساعة کی یہ کی ہے کہ: مسیح کا مثیل آخری زمانہ میں آئے گا، سو یہ مطلب اس آیت کا نہ تو حضرت رسول کریم ﷺ نے بیان فرمایا اور نہ آپ کے کسی صحابی نے بلکہ مولوی سرور شاہ کے پیرومرشد کو بھی یہ تفسیر نہ سوجھی۔

مولوی سید محمد احسن امروہی کی تفسیر بالرائے

دوستو! یہ آیت (و انہ لعلم للساعة)سورہ زخرف میں ہے اور باتفاق تمام مفسرین کے حضرت عیسی کے دوبارہ آنے کے واسطے ہے اس میں کسی مفسر کو اختلاف نہیں۔البتہ ان کے نزول ثانوی کے شان نزول میں اختلاف ہے....اور ہم تسلیم کرتے ہیں کہ اس آیت میں بالضرور مسیح محمدی ہی

کا اللہ تعالیٰ نے ذکر فرمایا ہے... چونکہ اس سورۃ میں مسیح محمدی کے دوبارہ آنے کا ذکر باتفاق مفسرین کے ہے اسی لئے اس کے زمانہ کی طرف ایک بڑے اشارہ لطیفہ کے ساتھ نشان دہی بھی کی گئی ہے تا کہ مومن عبرت پکڑنے والے کو سورہ کے نام سے ہی پتہ لگ جائے کہ مسیح محمدی اس وقت آئے گا کہ زخارف دنیوی کی ایسی کثرت اور ترقی اس آخر زمانہ میں ہوگی کہ کبھی پہلے ویسی ترقی نہ ہوئی ہو گی۔ (الحکم ۲۸ فروری ۱۹۰۹ء ص ۲)

نوٹ: احمدی مولوی صاحب کی، مسیح محمدی، کے الفاظ سے جناب مرزا قادیانی مراد ہیں جن کو وہ مسیح موعود اور مثیل مسیح مانتے ہیں اوپر کا اقتباس جناب مولوی سید محمد احسن امروہی کی اس تقریر کا ہے جو آپ نے ۲۷ دسمبر ۱۹۰۸ء کو سالانہ جلسہ پر کی تھی۔

کسی بھوکے سے پوچھا گیا تھا کہ دو اور دو کتنے ہوتے ہیں۔ اس نے جواب دیا کہ چار روٹیاں۔ یہی حالت ان احمدی مولویوں کی ہے جو تفسیر بالرائے کی وعید سے نہ ڈرتے ہوئے آیہ وانہ لعلم للساعۃ (الزخرف:۶۱) سے جناب مرزا قادیانی کے آنے پر استدلال کرتے ہیں۔ مزے کی بات یہ ہے کہ یہی مولوی سید محمد احسن صاحب احمدی امروہی دسمبر ۱۹۰۸ء سے کئی سال پیشتر آیہ مقدسہ کی تفسیریوں کر چکے ہیں کہ

آیت دوم میں تسلیم کیا کہ ضمیر انہ طرف قرآن مجید یا آنحضرت کے راجع نہیں حضرت عیسیٰ ہی کی طرف راجع ہے تو اس کے ظاہری معنی یہی ہیں کہ حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا مفید ہے علم ساعہ کو یا حضرت عیسیٰ کا مردوں کو زندہ کرنا جو دلالت کرتا ہے اللہ تعالیٰ کے احیاء موتی پر قیامت میں دلیل و موجب علم ہے بعث ونشر قیامت کے وغیرہ وغیرہ۔ (اعلام الناس حصہ دوم ص ۵۔۶)

دیکھئے کہ اعلام الناس نامی کتاب کے حصہ دوم صفحہ ۵ پر آیت مقدسہ وانہ لعلم للساعۃ (الزخرف: ۶۱) سے مراد حضرت عیسیٰ کا بغیر باپ کے پیدا ہونا یا آپ کا مردوں کو زندہ کرنا لکھا ہے ہے۔

(توحید امرتسر ۸ شوال ۱۳۴۷ھ ۱۱۔۱۲)

....

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دلچسپ بحث۔٦

آیہ کریمہ و انه لعلم للساعة کی تفسیر

از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

قادیانی مذہب کی تردید

آیت مطہرہ و انـه لعلم للسا عة (الزخرف:٦١) کی صحیح تفسیر لکھنے سے پیشتر تفسیر قرآن مجید کے اصول ذیل میں درج کئے جاتے ہیں بعد اس کے حضرت مسیح ابن مریم کے نزول پر احادیث نبویہ، اقوال صحابہ و تابعین اور اقوال مفسرین سے بسط کے ساتھ لکھا جائے گا ان شاء اللہ

اصول تفسیر

۱۔ جاننا چاہیے کہ سب سے اول معیار تفسیر صحیح کا شواہد قرآن ہیں ہم قرآن کی ایک آئت کے معنی کریں تو ہمیں دیکھنا چاہیے کہ ان معنونکی تصدیق کیلئے دوسرے شواہد قرآن سے ملتے ہیں یا نہیں۔

۲۔ دوسرا معیار رسول کریم ﷺ کی تفسیر ہے اس میں شک نہیں کہ سب سے زیادہ قرآن کریم کے سمجھنے والے ہمارے پیارے اور بزرگ یعنی حضرت رسول کریم ﷺ تھے پس اگر آپ کوئی تفسیر ثابت ہو جائے تو مسلمان کا فرض ہے کہ بلا توقف اور بلا دغدغہ قبول کرے نہیں تو اس میں الحاد اور فلسفیت کی رگ ہوگی۔

۳۔ تیسرا معیار صحابہ کی تفسیر ہے اس میں کچھ شک نہیں کہ صحابہ آنحضرت ﷺ کے نوروں کے حاصل کرنے والے اور علم نبوت کے پہلے وارث تھے اور خدا تعالی کا ان پر بڑا فضل تھا اور نصرت الہی ان کی قوت مدرکہ کے ساتھ تھی کیونکہ ان کا نہ صرف قال بلکہ حال تھا۔

۴۔ چوتھا معیار۔ اگر صحابہ سے نہ ملے تو تابعین کی تفسیر کو غنیمت سمجھے۔

۵۔ پانچواں معیار لغت عرب بھی ہے لیکن قرآن کریم نے اپنے وسائل آپ اس قدر قائم کر دیئے ہیں کہ چنداں لغات عرب کی تفتیش کی حاجت نہیں۔

الحمدللہ کہ جناب مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتاب برکات الدعا کے صفحہ ۱۳۔۱۵ پر مندرجہ بالا معیاروں سے چار معیار تسلیم کئے ہیں صرف تابعین کی فرمودہ تفسیر کا ذکر نہیں کیا باقی معیار اول دوم سوم پنجم کو مانا ہے بلکہ یہ بھی لکھا ہے کہ تفسیر بالرائے سے نبی ﷺ نے منع فرمایا ہے قرآن کی تفسیر اور اپنے خیال میں اچھی کی تب بھی اس نے بری تفسیر کی۔ (برکات الدعا۔ص ۱۴،۱۵)

ب۔احادیث نبویہ

حضرت مسیح کا نزول قیامت کی نشانی

۱۔مسلم جلد۲ صفحہ ۳۹۳۔المعلم جلد ۶ صفحہ ۲۷۶۷۔۲۷۶۹۔ابن ماجہ صفحہ ۳۴ رفع العجاجۃ جلد۳ صفحہ ۳۱۶،مشکوۃ مترجم جلد۴ صفحہ ۱۰۳ مرقاۃ جلد۵ صفحہ ۱۸۷۔۱۸۸، مظاہر حق جلد۴ صفحہ ۳۴۸ منتخب کنز العمال جلد ۶ ص ۲۴۔۲۵ تفسیر ابن کثیر جلد۷ صفحہ ۲۳۱۔۲۳۲ پر ہے

> حضرت حذیفہ بن اسید سے روایت ہے کہ ہم پر حضرت رسول کریم ﷺ نے جھانکا اس حال میں کہ ہم آپس میں باتیں کرتے تھے آپ نے ارشاد فرمایا تم کیا باتیں کرتے ہو صحابہ نے عرض کیا کہ ہم قیامت کا ذکر کرتے ہیں آپ نے فرمایا قیامت نہ ہوگی یہاں تک کہ تم اس سے پیشتر دس نشانیاں دیکھو گے۔پس آپ نے دھویں کا ذکر کیا۔اور دجال کا نکلنا اور دابۃ الارض کا نکلنا،اور مغرب کی طرف سے سورج کا نکلنا،اور حضرت عیسی ابن مریم کا نازل ہونا،اور یاجوج ماجوج کا نکلنا اور تین خسفوں کا ہونا ایک خسف مشرق میں ایک خسف مغرب میں اور ایک خسف عرب میں اور وہ نشانی کہ سب کے بعد ہوگی ایک آگ ہوگی جو عدن کے پرلے کنارے سے نکلے گی اور لوگوں کو زمین حشر کی طرف ہانکے گی۔

۲۔ بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۰ مسلم جلد ا صفحہ ۸۷ فتح الباری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۸۱ عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۴۵۱، ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ ۴۱۸۔۴۱۹، مشکوۃ مترجم جلد ۴ صفحہ ۱۲۷۔۱۲۸ مرقاۃ جلد ۵ صفحہ ۲۲۰۔۲۲۱ لمعات جلد ۴ صفحہ ۳۷۳۔۳۷۴ مظاہر حق جلد ۴ ص ۳۷۶ پر ہے

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ فرمایا حضرت رسول کریم ﷺ نے قسم ہے اس خدا کی کہ میری جان اس کے ہاتھ میں ہے تحقیق تم میں نازل ہوں گے حضرت ابن مریم درحالیکہ وہ حاکم عادل ہوں گے پس صلیب کو توڑیں گے اور قتل کریں گے سور کو اور جنگ کو بند کردیں گے (اور مسلم میں ہے جزیہ رکھ دیں گے) اور بہت مال ہوگا یہاں تک کہ ایک سجدہ بہتر ہوگا دنیا سے اور ہر چیز سے کہ دنیا میں ہے۔

پھر ابو ہریرہ فرماتے ہیں پس پڑھ لو اگر تم چاہو (یہ آیت کہ) اور نہیں کوئی اہل کتاب میں مگر یہ کہ البتہ ضرور ایمان لائے گا حضرت عیسی کے ساتھ حضرت عیسی کے مرنے سے پہلے اور وہ ان پر دن قیامت کے گواہ ہوگا۔

۳۔صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۴۰۸ پر ہے:

یحدث ابو ھریرۃ عن النبی ﷺ قال والذی نفسی بیدہ لیھلن ابن مریم بفج الروحا حاجا او معتمراً او لیثنیھما حضرت ابو ہریرہ حضرت رسول کریم ﷺ سے بیان کرتے ہیں کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا مجھے قسم ہے اس خدا کی کہ جس کے دست قدرت میں میری جان ہے البتہ ضرور گزرے گا ابن مریم روحاء کے راستے سے حج کرتے ہوئے یا عمرہ کرتے ہوئے یا دونوں۔

(نیز دیکھو کنز العمال جلد ۶ ص ۱۲۶ ومسند احمد جلد ۲ ص ۲۷۲)

۴۔کتاب انتباہ الاذکیا فی حیاۃ الانبیاء کے صفحہ ۴۔۵ پر ہے

ابو یعلی نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ میں نے حضرت رسول خدا ﷺ کو یوں فرماتے سنا ہے کہ قسم ہے اس ذات ک کی جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے کہ ضرور حضرت عیسی ابن مریم اتریں گے پھر

میری قبر پر کھڑے ہو کر پکاریں گے کہ اے محمد، تو میں ضرور ان کو جواب دوں گا۔

نوٹ: اگر کوئی احمدی یہ کہے کہ آنے والے ابن مریم سے حدیث میں مسیح ناصری مراد نہیں ہوسکتا بلکہ کوئی اور ہے کیونکہ مسیح ناصری فوت ہو چکے ہیں بلکہ ابن مریم سے مراد کوئی اور ابن مریم ہے جس کو بوجہ مشابہت تامہ ہونے کے ابن مریم کا نام دیا گیا ہے کیونکہ عربی زبان کا قاعدہ ہے کہ دو چیزوں میں مشابہت کے پا جانے سے مشبہ کو مشبہ بہ کا نام دے دیا کرتے ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی وہ مسیح موعود ہیں

(تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء ص ۱۶، ۱۹، ۲۱، ۳۰ کا خلاصہ)

تو اس کا جواب یہ ہے کہ احادیث مندرجہ صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۹۰، مسلم جلد ا صفحہ ۸۷ انتباہ الاذکیاء صفحہ ۴-۵ میں الفاظ و الذی نفسی بیدہ (قسم ہے اس ذات کی جسکے دست قدرت میں میری جان ہے) اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثنا ورنہ قسم میں کون سا فائدہ ہے چنانچہ اس امر کو مرزا قادیانی ان الفاظ میں تسلیم کرتے ہیں:

پہلے تو تدبر اور انصاف سے مسلم کی حدیث پر نظر کر جابر سے مروی ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ میں نے وفات سے دو مہینے پہلے آنحضرت ﷺ کو یہ کہتے ہوئے سنا ہے کہ تم مجھ سے قیامت کی بابت پوچھتے ہو۔ اس کا علم تو اللہ کو ہی ہے اور میں حلفاً کہتا ہوں کہ اس وقت روئے زمین پر جو لوگ زندہ ہیں صدی کے گذرنے تک ان میں سے ایک جی بھی ہرگز زندہ نہ رہے گا۔

اور ابن مسعود سے مروی ہے کہ صدی کے گزرنے تک موجودہ لوگوں میں سے روئے زمین پر کوئی نہ ہوگا۔ اور بخاری نے بھی اپنی صحیح میں ایسا ہی ذکر کیا ہے۔

اور چونکہ مضمون واحد ہے اعادہ کی ضرورت نہیں۔ پس اس سے ہر ایک مومن پر لازم ہے کہ وہ اس پر ایمان لائے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ کے بعد صدی کے اندر اندر دجال ضرور مر گیا ہے کیونکہ آنحضرت کے ایسے ارشاد کا کب خلاف ہوسکتا ہے جو وحی الٰہی سے اور مؤکد بہ حلف اور قسم صاف بتاتی ہے کہ یہ خبر ظاہری معنوں پر محمول ہے نہ اس میں کوئی تاویل ہے اور نہ استثنا ورنہ قسم میں کون سا فائدہ ہے (حمامۃ البشریٰ مترجم ص ۴۱-۴۳ کا حاشیہ)

مرزا صاحب کی اس تحریر کے ہوتے ہوئے کسی احمدی کی جرأت نہیں ہوسکتی کہ وہ احادیث نبویہ میں ابن مریم سے مراد، مثیل مسیح (جس سے وہ مرزا قادیانی سمجھتے ہیں) لے اور تاویل سے کام کرے۔

۵۔ کنز العمال جلد ۷ صفحہ ۲۶۸ اور کتاب منتخب کنز العمال جلد ۶ صفحہ ۵۶ پر ہے

قا ل ابن عباس قا ل رسو ل الله ﷺ فعند ذ لك ينزل ا خی عيسى ابن مر يم من السماء على جبل افيق اماما ها د يا و حكما عا دلا عليه بر نس له مر بوع الخلق ا سلت سبط الشعر بيده حر بة يقتل الد جال فا ذا قتل الد جال يضع الحر ب اوزا ر ها فكان السلم فليقى الر جل ا لا سد فلا يهجه و يأخذ لحية فلا تضره و تنبت ا لا رض كنبا تها على عهد آ م و يومن به اهل ا لا ر ض ويكو ن الناس اهل ملة وا حدة

روایت کیا اس کو اسحاق بن بشیر وابن عسا کر نے

نوٹ نمبر ۱ اس حدیث میں آسمان کا لفظ موجود ہے اس سے مرزا صاحب کا یہ قول کہ

اس قوم پر سخت تعجب ہے کہ نزول مسیح سے یہی خیال کرتی ہے کہ وہ آسمان سے اترے گا اور آسمان کا لفظ اپنی طرف سے ایزاد کر دیتے ہیں اور کسی حدیث میں اس کا کوئی اثر ونشان نہیں

(حمامۃ البشری ص ۱۸ کا حاشیہ)،

ہاں بعض احادیث میں عیسی بن مریم کے نزول کا لفظ پایا جاتا ہے لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس کا نزول آسمان سے ہوگا (حمامۃ البشری ص ۲۱)

سراسر غلط ٹھہرا۔

ج۔ حضرت ابن عباس کی تفسیر

ذیل میں آیت مقدسہ و انه لعلم للسا عة (الزخرف: ۶۱) کی صحیح تفسیر جو حضرت ابن عباس سے مروی ہے درج کی جاتی ہے اور ناظرین پر واضح ہوگا کہ ابن عباس قرآن کریم کے سمجھنے میں اول نمبر والوں میں سے ہیں اور اس بارے میں ان کے حق میں آنحضرت ﷺ کی ایک دعا بھی ہے۔

(دیکھوازالہ اوہام ۔ص ۲۴۷)

ا۔مسند احمد جلد اصفحہ ۳۱۷۔۳۱۸۔ابن کثیر جلد ۹ صفحہ ۱۴۴ درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰ فتح البیان جلد ۸ صفحہ ۳۱۱۔۳۱۲،
ترجمان القرآن جلد ۱۴ صفحہ ۶۰ مواہب القرآن پارہ ۲۵ صفحہ ۱۴۴ پر ہے

حضرت ابن عباس نے آیت و انہ لعلم للساعة (الزخرف:٦١) کے معنی یہ بیان فرمائے ہیں کہ
قیامت سے پیشتر حضرت عیسی ابن مریم کا آنا ہے

۲۔تفسیر ابن جریر جلد ۲۵ صفحہ ۴۸۔۴۹ کا خلاصہ مطلب یہ ہے

ابن عباس نے آیت انہ لعلم للساعة ۱۰الزخرف:۶۱) کی تفسیر یہ کی کہ قیامت سے پیشتر حضرت عیسی بن
مریم نازل ہوں گے۔

۳۔تفسیر درمنثور جلد ۶ صفحہ ۲۰ پر یوں لکھا ہے

محدثین مثلاً فریابی وسعید بن منصور مسدد وعبد حمید وابن ابی حاتم وطبرانی نے ابن عباس سے روایت کی ہے کہ
و انہ لعلم للساعة (الزخرف:۶۱) کے معنی قیامت سے پہلے حضرت عیسی کا آنا ہے

۴۔مولوی نظام الدین احمدی کتاب المسیح الموعود والامام المہدی المسعو د حصہ اول ص ۴۰ پر ہے

عن ابن عباس انہ لعلم للساعة قال خرو ج علیه قبل یوم القیامة ابن عباس
فرماتے ہیں کہ اس آیت کے معنی یہ ہیں کہ قیامت سے پہلے عیسی خروج کریں گے یعنی نکلیں گے

ان مندرج بالا چار تحریروں سے یہ بات روز روشن کی طرح ظاہر ہوتی ہے کہ حضرت سید المفسرین بداللہ بن
عباس کا یہی مذہب تھا کہ آیت وانہ لعلم للساعة سے مراد قیامت سے پیشتر حضرت عیسی کا آنا ہے

د۔حضرت ابوہریرہ کی تفسیر۔ ا۔تفسیر درمنثو جلد ۶ ص ۲۰ پر ہے: محدث عبد بن حمید نے ابوہریرہ سے روایت
کی ہے (کہ آیت لعلم للساعة کی تفسیر میں فرمایا) یہ حضرت عیسی کا آنا ہے وہ زمین میں چالیس سال
رہیں گے۔

۲،مولوی نظام الدین احمدی نے کتاب المسیح الموعود الامام المہدی المسعو د حصہ اول صفحہ ۴۰۔۴۱ میں بھی تسلیم
کیا ہے کہ حضرت ابوہریرہ آیت و انہ لعلم للساعة (الزخرف:۶۱) سے مراد حضرت عیسی کا آنا لیتے ہیں

تفسیر ابن جریر جلد۲ صفحہ ۴۹ اور در منثور جلد ۶ صفحہ ۲۰ میں حضرت حسن بصری، مجاہد، قتادہ، ضحاک سب سے آیت و انہ لعلم للساعۃ (الزخرف:٦١) کی تفسیر میں بھی مروی ہے کہ اس سے مراد عیسیٰ ہیں اور وہ قریب قیامت نزول فرمائیں گے اور ان کا نزول قرب قیامت ہے۔

(توحید امرتسر ۱۵ شوال ۱۳۴۳ھ ص ۱۱۔۱۲)

....

حضرت مسیح کے رفع جسمانی پر دل چسپ بحث۔ ۷

آیہ کریمہ و انہ لعلم للساعۃ کی تفسیر

از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر (گذشتہ سے پیوستہ)

آیت زیب عنوان کی تشریح میں احادیث نبویہ اور اقوال صحابہ اور اقوال تابعین گذشتہ اشاعتوں میں عرض کر چکا ہوں آج مفسرین میں سے ایک دو کے قول نقل کر کے باقی کے حوالہ جات پر اکتفا کرتا ہوں

حافظ ابن جریر :

اختلف اهل التاويل فى الهاء التى فى قوله (وانه) وما المعنى بها ومن ذكر ما هى فقال بعضهم من ذكر عيسى و هى عائدة عليه و قالوا معنى الكلام و ان عيسى ظهوره علم يعلم بمجىء الساعة لان ظهوره من اشراطها و نزوله الارض دليل على فناء الدنيا و اقبال الآخرة

(ابن جرير ج ٥ ص ٤٨)

حافظ عماد الدین:

و قوله سبحانه و تعال و انه لعلم للساعة تقدم تفسير من اسحاق ان المراد من ذلك مايبعث به عيسى من احياء الموتى و ابراء الاكمه و

الابـرص و غيـر ذ لك مـن ا لاسـقا م و فى هذا نظر و ابعد منه ماحكاه قتا دة عن الحسن البصرى و سعيد بن جيران الضمير فى و انه عا ئد على القر آن بل الصحيح انه عا ئد على عيسى فان السياق فى ذكره ثم المراد بذلك نزوله قبل يـوم الـقيـامة كـمـا ل قـا ل تبـار ك وتعـا لى و ان من اهل الكتـا ب ا لا ليـومـنييـن بـه قبـل مـو ته اى قبل موت عيسى ثم يوم القيا مة يكو ن عليهم شهيـدا ويؤيد هذا المعنى القرء ة الاخرى و انه لعلم للسا عة اى امارة و د ليل عـلـى وقـوع السـا عةُ قال مجا هد وانه لعلم للسا عة اى آ ية للسا عة خرو ج عيسى بن مر يم قبل يو م القيامةو هكذا روه عن ابى هر يره و ابن عباس و ابى العا لية و ابى مالك و عكر مة و الحسن وقتادة والضحاك و غير هم و قد تـوا تر ت الا حا د يث عن رسو ل الله ﷺ انه ا خبر بنزو ل عيسى قبل يوم القيامة اماماعاد لا و حكما مقسطا (تفسیر ابن کثیر جلد۴ص۱۴۵۔۱۴۶)

امام رازی:

و ان عيسى لعلم للساعة اى شر ط من اشرا طها تعلم به فسميى الشرط الدال عـلـى الشىء علمالحصو ل العلم به و قرأ ابن عباس لعلم وهو العلامة و قر ى لـلـعلم و قر أ ابى لز كر و فى الحد يث ان عيسى ينزل على ثنية فى الا رض الـمقدسة يقا ل لها افيق و بيده حر بة و بهايقتل الدجال فياتى بيت المقدس و الـنـاس فـى صـلاه الـصبـح و ا لا مـام يـوم بهم فليتا الا خر ا لا مام فيقدمه عيسـى و يـصـلـى خـلـفـه على شر يعة محمدﷺ ثم يقتل ا لخنا زير و يكسر الصليب و يخر ب البيع و الكنا ئس و يقتل النصا عى ا لا من أمن به

(تفسیر کبیر جلد۷ص۳۰۷)

اس کے علاوہ روح المعانی جلد۸صفحہ۲۶غرائب القرآن جلد۲۵صفحہ۶۴، روح البیان جلد۳صفحہ

۵۸۴، وجیز جلد۲ صفحہ ۲۷۸، خازن جلد۴ صفحہ ۱۰۹، معالم التنزیل جلد۴ صفحہ ۴۷، بحرالمحیط جلد ۸ صفحہ ۲۵ مدارک جلد۴ صفحہ ۱۰۹ بیضاوی جلد۲ صفحہ ۲۸۴ کشاف ج ؟ص ۳۵۵ جامع البیان صفحہ ۴۲۲

حضرات مفسرین کے اقوال سے بھی یہی امر ثابت ہوتا ہے کہ آیت و انه لعلم للساعة (الزخرف: ٦١) کی تفسیر یہ ہے کہ قیامت کی علامتوں میں سے عیسی کا نازل ہونا بھی ہے احادیث نبویہ اقوال صحابہ اقوال تابعین اور الفاظ مفسرین سے عیسی بن مریم کے نزول پر اس سے پیشتر مفصل لکھا گیا ہے۔

قادیانی مغالطّوں کا جواب

آیت مقدسہ وانه لعلم للساعة (الزخرف: ٦١) کی تفسیر صحیح لکھنے کے بعد اب ذیل میں حکیم خدا بخش احمدی کی عسل مصفی کے چند مغالطّوں کا جواب درج کیا جاتا ہے

مغالطہ نمبرا۔

بعض علماء و بعض مفسرین یہ بھی کہتے ہیں کہ آیت و انه لعلم للساعة (الزخرف: ٦١) مسیح کے حق میں ہے اور وہ اس کا مفہوم یہ بتاتے ہیں کہ مسیح قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشان ہے بنا بریں وہ مانتے ہیں کہ ان کا نزول قیامت کے قریب ہوگا لیکن ہمارے نزدیک یہ بات بالکل قابل تسلیم نہیں۔ (عسل مصفی حصہ اول ص ۴۹۳)

جواب: حضرت امام شعرانی لکھتے ہیں کہ

اگر تو سوال کرے کہ عیسی کے نزول پر کیا دلیل ہے تو جواب یہ ہے کہ مسیح کے نزول پر دلیل یہ آیت ہے و ان من اهل الكتاب الا ليؤمنن به قبل موته یعنی جب مسیح نازل ہوگا اور لوگ اس پر اکٹھے ہوں گے۔ اور معتزلہ و فلاسفہ و یہود و نصاری نے حضرت مسیح کے جسم سمیت آسمان کی طرف اٹھائے جانے سے انکار کیا اور اللہ تعالی نے فرمایا ہے حضرت عیسی کے بارے میں و انه لعلم للساعة (الزخرف: ٦١) اور قرآن کے لفظ علم کو لام کی زبر کے ساتھ پڑھا گیا ہے اور انہ میں جو ضمیر ہے وہ حضرت عیسی کی طرف پھرتی ہے (الیواقیت و الجواہر ج۲ ص ۲۹۱)

آیت و انہ لعلم للساعة (الزخرف:٦١) سے حضرت مسیح ابن مریم کے نزول پر استدلال کرنا حضرت ابن عباس اور حضرت ابو ہریرہ جیسے جلیل القدر صحابہ سے ثابت ہے جیسا کہ مسند احمد جلد اص ۳۱۷۔۳۱۸، پر ابن عباس سے بسند صحیح روایت آئی ہے۔

اور آپ کو معلوم ہے کہ حضرت ابن عباس کوئی معمولی انسان نہیں بلکہ وہ بزرگ ہیں جن کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک سے لگا کر یہ دعا کی تھی اللھم فقه فی الدین و علمه التاویل یعنی اے اللہ ابن عباس کو دین کی سمجھ اور قرآن شریف کی حقیقی تفسیر سکھلا دے۔جس شخص کے حق میں خود رسول اللہ ﷺ دعا کریں وہ کیوں کر رد ہوسکتی ہے لہذا حضرت ابن عباس کے معنی اور تمام لوگوں سے بڑھ کر قابل سند ہیں۔(عسل مصفی حصہ اول ص۲۴۴)

اور تابعین میں سے حضرت مجاہد، قتادہ، ابی مالک، حسن بصری، ضحاک سے بھی یہی تفسیر ثابت ہے۔اور حافظ ابن کثیر جیسے جلیل القدر اور بزرگ مفسر (جس کو مولوی سید محمد احسن امروہی اپنی کتاب مسک العارف کے صفحہ ۲۲ پر مقتداء اہل حدیث تسلیم کرتے ہیں) بھی انہی معنوں کو مانتے ہیں اور یہ سب بزرگان دین چودھویں صدی کے احمدی حکیم خدا بخش مصنف عسل مصفی سے زیادہ عالم اور دین دار تھے۔

مغالطہ نمبر۲۔

اور ضمیر انہ کی جب مسیح کی طرف پھیری جائے تو مسیح قیامت کا علم قرار پاتا ہے اور آیت و عندہ علم للساعة و الیہ ترجعو ن (الزخرف:۸۵) ظاہر کرتی ہے کہ قیامت کا علم خدا کے ہاں ہے تو پھر مسیح خدا کے پاس ہوئے اور خدا کے پاس وہی ہوتا ہے جو دنیا سے بالکل قطع تعلق کر کے اس بشری لوازمات سے پاس ہوتا ہے جس کا نام موت ہے (عسل مصفی حصہ اول ص۴۹۳)

جواب: بے شک قرآن مجید کی سورہ زخرف میں و عندہ علم الساعة و الیہ ترجعو ن (الزخرف:۸۵) یعنی قیامت کا علم خدا کے پاس ہے اور اللہ کی طرف پھیرے جائیں گے

اس کا مطلب یہ ہے کہ قیامت کا علم یعنی قیامت کے آنے کا وقت اللہ ہی جانتا ہے خدا کے سوا کوئی اس وقت کو نہیں جانتا حضرت مسیح کا نزول قیامت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی ہے حضرت مسیح کے نزول سے پتہ لگ

جائے گا کہ اب قیامت قریب ہے اس کا یہ مطلب تو نہیں ہے کہ مسیح کو قیامت کے آنے کا علم ہے اور اس کے دن کی خبر ہے جس طرح دابۃ الارض، یاجوج ماجوج، دجال وغیرہ کا آنا قیامت کے قریب آنے کی علامتوں میں سے ہے، اسی طرح حضرت مسیح ابن مریم کا نازل ہونا بھی ایک علامت ہے سنن ابن ماجہ صفحہ ۳۰۹ پر عبداللہ بن مسعود سے ایک روایت آئی ہے اس کا خلاصہ مطلب یہ ہے کہ

شب اسراء میں رسول اکرم ﷺ نے حضرت ابراہیم حضرت موسیٰ اور حضرت عیسیٰ سے ملاقات کی اور قیامت کا ذکر ہوا۔ ان تینوں نبیوں نے صاف صاف فرمادیا کہ قیامت کا علم تو خدا ہی جانتا ہے۔ حضرت عیسیٰ نے اتنا زیادہ کیا کہ دنیا میں دجال خروج کرے گا اور فتنہ پھیلائے گا۔ پھر میں اتروں گا اور اس کو قتل کروں گا۔

یہ روایت مرفوعاً مسند احمد مطبوعہ مصر کی جلد ا صفحہ ۳۷۵ پر ابن مسعود سے آئی ہے اس حدیث شریف سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ قیامت سے پیشتر دجال کو قتل کرنے کے لئے وہی عیسیٰ نازل ہوگا جو آنحضرت ﷺ کو شب اسراء میں آسمان میں ملا تھا۔

مغالطہ نمبر ۳۔

جب خود مفسرین کا اتفاق نہیں کہ مسیح کی طرف انہ کی ضمیر راجع ہے تو اس زمانہ کے علماء کس برتے پر زور دیتے ہیں کہ ضمیر مسیح کی طرف راجع ہے۔ (عسل مصفی حصہ اول۔ ص ۴۹۶)

انہ کی ضمیر قرآن کی شریف کی طرف ہے مسیح کا یہاں کوئی ذکر نہیں (عسل مصفی حصہ اول۔ ص ۴۹۹)

جواب: جب خود مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے کتابوں مثلاً ازالہ اوہام صفحہ ۴۲۴ حمامۃ البشری صفحہ ۱۹، اور اعجاز احمدی صفحہ ۲۱ پر تین مختلف معنی کئے ہیں (جیسا کہ پہلے لکھا جا چکا ہے) تو حکیم خدا بخش نے اہل سنت والجماعت کے مفسرین پر کس طرح اعتراض کر دیا ہے پھر لطف کی بات یہ ہے کہ اسی کتاب عسل مصفی کے صفحہ ۴۹۳، ۴۹۴، ۴۹۵، ۴۹۸، ۴۹۹ پر و انہ لعلم للساعۃ کی ضمیر کو قرآن شریف کی طرف پھیرا گیا ہے اور پھر اسی کتاب کے صفحہ ۴۹۵، ۴۹۶، ۴۹۹ پر وانہ کی ضمیر کو حضرت مسیح کی طرف پھیرا گیا ہے

سورہ زخرف کے رکوع ۱، ۳، ۴، میں بے شک قرآن مجید کا ذکر خیر آیا ہے مگر رکوع ۶ میں قرآن شریف کا کوئی ذکر نہیں ہے۔ (توحید امرتسر ۲۲ شوال ۱۳۴۷ھ ص ۸۔ ۹)

حضرت مسیح کی حیات پر دلچسپ بحث۔۸

حضرت عیسی کا حلیہ

از مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر

اخبار توحید کی گزشتہ اشاعتوں میں آیت مقدسہ و انه لعلم للسا عة کے متعلق مفصل بحث کی گئی ہے اور اس آیت کی صحیح تفسیر لکھی گئی ہے اب احادیث صحیحہ نبویہ سے حضرت عیسی کی حیات پر روشنی ڈالی جاتی ہے اور جناب مرزا قادیانی اور ان کے مریدوں کے ایک اعتراض کا جواب بھی ساتھ ہی لکھا جاتا ہے

قادیانی اعتراض

ا۔مرزا غلام احمد صاحب اپنے تحفہ گولڑویہ صفحہ ۳۲،۳۳ پر لکھتے ہیں:

صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے حضرت عیسی کا حلیہ سرخ رنگ لکھا ہے جیسا کہ عام طور پر شامی لوگوں کا ہوتا ہے۔ایسا ہی ان کے بال بھی خم دار لکھے ہیں۔مگر آنے والے مسیح کا رنگ ہر ایک حدیث میں گندم گوں لکھا ہے۔اور بال سیدھے لکھے ہیں۔اور تمام کتاب میں یہی التزام کیا ہے کہ جہاں کہیں حضرت عیسی کے حلیہ لکھنے کا اتفاق ہوا ہے تو ضرور بالالتزام اس کو احمر یعنی سرخ رنگ لکھا ہے اور اس احمر کے لفظ کو کسی جگہ نہیں چھوڑا۔اور جہاں کہیں آنے والے مسیح کا حلیہ لکھنا پڑا ہے تو ہر ایک جگہ بالالتزام اس کو آدم یعنی گندم گوں لکھا ہے۔یعنی امام بخاری نے جو لفظ آنحضرت ﷺ کے لکھے ہیں جس میں ان دونوں مسیحوں کا ذکر ہے وہ ہمیشہ اس قاعدہ پر قائم رہے ہیں کہ حضرت عیسی بنی اسرائیلی کے لئے احمر کا لفظ اختیار کیا ہے اور آنے والے مسیح کی نسبت آدم یعنی گندم گوں کا لفظ اختیار کیا ہے پس اس التزام سے جس کو کسی جگہ صحیح بخاری کی حدیثوں میں ترک

نہیں کیا گیا بجز اس کے کیا نتیجہ نکل سکتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے نزدیک عیسی بن مریم بنی اسرائیلی تھا اور آنے والا مسیح جو اسی امت میں سے ہوگا اور ہے ورنہ اس بات کا کیا جواب ہے کہ تفریق حلیتین کا پورا التزام کیوں کیا گیا،

۲۔ حکیم خدا بخش عسل مصفی حصہ اول صفحہ ۵۰۸ پر لکھتے ہیں

جب انبیاء سابقین کی ذیل میں مسیح کا ذکر کیا گیا ہے تو ان کا حلیہ یوں ذکر کیا ہے کہ وہ سرخ رنگ گھونگر والے بال اور فراخ صدر ہیں اور جب کبھی مسیح کو دجال کے ساتھ بیان کیا ہے تو اس کا حلیہ الگ ظاہر کیا ہے یعنی گندم گون ہے بال سیدھے لٹکے ہوئے اور میانہ قد ہیں جس سے صاف عیاں ہے کہ بخاری کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے خیال میں دالگ شخصوں سے نراد ہے جو ایک ہی نام سے موسوم کیئے گئے ہیں۔

(نیز دیکھو کتاب مسک العارف۔ص ۳۔۴ اور کتاب تبلیغ ہدایت حصہ اول۔ص ۳۹)

قادیانی اعتراض کا جواب

خدا تعالی کے فضل وکرم سے ذیل میں مندرجہ بالا قادیانی اعتراض کا جواب بطریق احسن لکھا جاتا ہے سب سے پہلے یہ بتایا جاتا ہے کہ حضرت مسیح ناصری اور آنے والے مسیح قاتل دجال کے حلیے میں کوئی فرق نہیں۔

ا۔ صحیحین میں حدیثیں ۔مسیح ناصری کا حلیہ

صحیح بخاری جلد ا صفحہ ۴۵۹ فتح الباری پارہ ۱۳ صفحہ ۱۹۹ عمدۃ القاری جلد ۷ صفحہ ۲۴۹ ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ ۲۷۸ صحیح مسلم جلد ا صفحہ ۹۴ پر لکھا ہے:

عن ابی عالیة قال حدثنا ابن عم نبیکم ﷺ قال رأیت لیلة اسری بی موسی رجل آدم طوا لا جعدا کانه من رجال شنؤة و رأیت عیسی رجلا مربوعا مربوع الخلق الی الحمرة و البیاج سبط الراس

ترجمہ: حضرت ابوالعالیہ سے روایت ہے کہ حضرت عبداللہ بن عباس نے کہا کہ نبی ﷺ نے فرمایا

دیکھا میں نے شب معراج میں حضرت موسیٰ کو ایک مرد ہیں گندم گوں، دراز قد، بدن کے سخت اور مضبوط، گویا کہ حضرت موسیٰ قبیلہ شنوہ کے مردوں میں سے ہیں۔ اور دیکھا میں نے حضرت عیسیٰ کو ایک مرد متوسط پیدائش مائل بسرخی وسفیدی سر کے بال سیدھے لمبے۔

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ حضرت مسیح ناصری اسرائیلی نبی کا حلیہ یوں ہے کہ متوسط پیدائش سر کے بال لمبے اور سیدھے رنگ مائل بسرخی وسفیدی یعنی گندم گوں اور الی الحمرة والبیاض جو فرمایا گیا اس کے معنی صاف ہیں کہ اسمر اللون یعنی گندم گوں ہوں کیونکہ جب کوئی رنگ مائل بسرخی وسفیدی ہوتا ہے اسی کو آدم یا اسمر اللون کہتے ہیں (دیکھو محمد احسن امروہی کی مسک العارف۔ص ۱۴۱)

حضرت مسیح قاتل دجال کا حلیہ

صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۸۹، فتح الباری پارہ ۱۳ صفحہ ۲۷۸۔۲۷۹، عمدة القاری جلد ۷ صفحہ ۴۲۷؟ ارشاد الساری جلد ۵ صفحہ ۴۱۴۔۴۱۶ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۹۶ پر ہے

عن سا لم عن ابیه قا ل لا و الله ما قا ل النبی ﷺ لعیسی احمر۔ و لکن قال: بینما انا نائم اطوف بالکعبة فا ذا ر جل ادم، سبط الشعر، یھادی بین رجلین ،ینطف رأسه ماء او یهراق ر أسه ماءً ۔فقلت من هذا۔ قا لوا ابن مر یم فذهبت التفِت فا ذا رجل ا حمر جسیم جعد الر أس ، أعور عینه الیمنی، کأنّ عنبة طا فیة ،قلت من هذا۔ قا لوا هذا الدجال۔ و أقرب الناس به شبها ابن قطن۔ قال الزهر ی ر جل من خزا عة هلك فی الجاهلیة

(صحیح بخاری : حدیث نمبر ۳٤٤۱)

ترجمہ: روایت ہے سالم بن عبداللہ بن عمر بن خطاب سے کہ اس نے روایت کی اپنے اپ حضرت عبداللہ بن عمر سے کہ کہا اللہ کی قسم ہے کہ نبی ﷺ نے ہرگز نہیں کہا کہ حضرت عیسیٰ سرخ رنگ کے ہیں لیکن فرمایا کہ میں سویا ہوا تھا اور میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ خانہ کعبہ کا طواف کرر ہا ہوں اس وقت

ایک گندم گوں آدمی پر نظر پڑی جس کے بال کندھوں تک لٹکے ہوئے تھے یعنی سیدھے لمبے تھے اور دو آدمیوں کے درمیان چلتا تھا اس کے سر سے پانی ٹپکتا تھا یا اسکے سر پر سے پانی کے قطرات گرتے تھے میں نے پوچھا یہ کون ہے تو جواب ملا کہ ابن مریم ہے پھر میں آگے چلا گیا تو پھر میری نظر ایک سرخ رنگ بھار جسم والے پر پڑی جسکے بال گھونگروالے ہیں اس کی داہنی آنکھ کانی ہے گویا ٹنیٹ نکلا ہوا ہے میں نے پوچھا کہ وہ کون ہے تو جواب ملا کہ یہ دجال ہے اور اس کی شکل ابن قطن سے بہت ملتی جلتی تھی۔ زہری راوی فرماتے ہیں کہ ابن قطن قبیلہ خزاعہ کا ایک آدمی تھا جو جاہلیت میں مر گیا۔

نوٹ: اس حدیث نبوی میں بتلایا گیا ہے کہ آنے والے مسیح قاتل دجال کا رنگ گندمی ہے اور اس کے سر کے بال سیدھے لمبے ہیں۔

ابن جریر طبری اپنی تفسیر پارہ سوم صفحہ ۱۸۴۔۱۸۵، وپارہ ششم کے صفحہ ۱۴ پر لکھتے ہیں:

عن ابی هريرة ان نبی الله ﷺ قال الانبياء اخوة العلات امهاتهم شتی و دينهم واحد انی اولی الناس بعيسی بن مريم لانه لم يكن بينی و بينه نبی و انه نازل فاذا رأيتموه فاعرفوه فانه رجل مربوع الخلق الی الحمرة و البياض سبط الشعر كان رأسه ليقطر و ان لم يصبه بلل بين ممصرتين فيدق الصليب و يقتل الخنزير و يضع الجزية و يفيض المال و يقاتل الناس علی الاسلام حتی يهلك الله فی زمانه مسيح الضلالة الكذاب و الدجال و تقع الامنة فی الارض فی زمانه حتی ترتع الاسود مع الابل و النمر مع البقر و الذءاب مع الغنم و تلعب الغلمان و الصبيان بالحيات لا يضر بعضهم بعضاً ثم يلبث فی الارض ما شاء الله و ربما ؟ قال اربعين سنة ثم يتوفی و يصلی عليه المسلمون و يدفنونه

دیکھئے اس روایت میں بھی آنے والے مسیح عیسی بن مریم کا حلیہ یوں بیان کیا گیا ہے کہ متوسط پیدائش مائل بسرخی وسفیدی یعنی گندمی رنگ اور سر کے بال سیدھے لمبے۔ اور یہی حلیہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ

۴۵۹ اور صحیح مسلم جلد اول صفحہ ۹۴ پر حضرت مسیح ناصری کا آیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آنے والا عیسی بن مریم مسیح ناصری ہی ہے۔

(ب) صحیح مسلم کی روایتیں۔ مسیح ناصری کا حلیہ

مسلم جلد اول صفحہ ۹۵ کتاب المعلم جلد ۱ صفحہ ۳۱۹ مشکوۃ مترجم جلد ۴ ص ۲۱۶ پر ہے

عن جابر ان رسول الله ﷺ قال عرض علی الانبیاء فاذا موسی ضرب من الرجال کانه من رجال شنؤة و رأیت عیسی بن مریم فاذا اقرب من رأیت به شبها عروة بن مسعود

ترجمہ: روایت ہے حضرت جابر سے کہ تحقیق حضرت رسول خدا ﷺ نے فرمایا میرے روبرو انبیاء لائے گئے پس ناگہاں حضرت موسی دبلے پتلے ہیں گویا کہ وہ شنوہ قبیلے کے مردوں میں سے ہیں اور دیکھا میں نے حضرت عیسی بن مریم کو۔ پس ناگہاں قریب ترین ان شخصوں کا کہ دیکھے میں نے مشابہت میں ساتھ اس کے عروۃ بن مسعود ہے،

نوٹ: حدیث نبوی میں حضرت مسیح ناصری کی مشابہت عروہ بن مسعود صحابی کے ساتھ دی گئی ہے نیز مرزائیوں کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز ج ۲۲ نمبر ۱۰۔ بابت اگست ۱۹۲۳ء صفحہ ۱۷ پر اس امر کو تسلیم کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ نے حضرت مسیح ناصری کو عروہ بن مسعود سے مشابہت دی تھی۔

آنے والے عیسی کا حلیہ

صحیح مسلم جلد ۲ صفحہ ۴۰۳، کتاب المعلم جلد ۶ صفحہ ۲۸۰۲، ۲۸۰۳ مشکوۃ مترجم جلد ۴ صفحہ ۱۳۲ پر ہے

عن عبد الله بن عمرو قال قال رسول الله یخرج الدجال فی امتی فیکمث اربعین، لا ادری اربعین یوما، او اربعین شهرا، او اربعین عاماً، فیبعث الله عیسی ابن مریم کأنّه عروة بن مسعود فیطلبه فیهلکه۔ ثمیمکث الناس سبع سنین۔ (صحیح مسلم باب فی خروج الدجال۔ حدیث نمبر ۷۳۸۱)

ترجمہ: حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ کہا فرمایا حضرت رسول اللہ ﷺ کہ دجال نکلے گا پس رہے گا چالیس (عبداللہ کا قول ہے)۔ میں نہیں جانتا چالیس سے چالیس دمراد ہیں یا چالیس ماہ یا چالیس برس۔ نبی ﷺ نے فرمایا پس اللہ بھیجے گا حضرت عیسی ابن مریم کو گویا کہ وہ عروہ بن مسعود ہیں۔ پس وہ تلاش کریں گے دجال کو اور اس کو ہلاک کر ڈالیں گے۔

نوٹ: اس حدیث صحیح نبوی میں آنے والے عیسی بن مریم کی مشابہت عروہ بن مسعود کے ساتھ دی گی ہے چنانچہ مرزائیوں کے رسالہ تشحیذ الاذہان ج ۱۵ نمبر ۸ اگست ۱۹۲۰ء صفحہ ۳۸ پر اس امر کو تسلیم کیا گیا ہے کہ عروہ بن مسعود کے ساتھ آپ نے مشابہت اس ابن مریم کو دی ہے جو آئندہ آنے والا تھا جیسے حدیث مسلم میں آیا ہے۔ پس نتیجہ یہ نکلا کہ آنے والا عیسی بن مریم قاتل دجال حضرت مسیح ناصری ہی ہے۔

اب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی اور ان کے مریدوں کے سوال کا جواب تحقیقی اور التزامی طور پر لکھا جاتا ہے

احمدی کا سوال

ابن مریم کے آنحضرت ﷺ نے دو حلیے بیان فرمائے ہیں۔ ملاحظہ ہو کتاب بدء الخلق بخاری، مجاہد نے ابن عمر سے روایت کی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میں نے عیسی و موسی و ابراہیم کو دیکھا عیسی سرخ رنگ گھنگر یالے بال چوڑے سینے والے تھے

اس ابن مریم کا حلیہ جسے آپ نے اسراء کی رات میں دیکھا سرخ رنگ اور گھنگریالے بال اور چوڑا سینہ فرمایا ہے اور جس کو دجال طواف کرتے دیکھا اس کا حلیہ آپ نے گندمی رنگ اور سیدھے بال بتلایا ہے ہم کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ابن مریم کے دو حلیے بتائے ہیں اس لئے وہ شخص دو ہیں

(تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء ص ۳۴۔۳۵)

محمدی کا اعتراض

مسیح کے دو حلیوں سے جو حدیثوں میں مذکور ہیں دو شخصوں کے مسیح ہونے پر استدلال کرنا غلط ہے ، ورنہ اس طرح تو حضرت موسی بھی دو ہو سکتے ہیں کیونکہ معراج والی حدیث میں موسی کا حلیہ ایک مرد گندم گوں

دراز قد جعد یعنی گھنگریالے بالوں والا مذکور ہے اور ذکر الانبیاء میں جو حدیث ہے اس میں لکھا ہے کہ ایک مرد ہے مضطرب رجل الشعر وہ بال کہ نہ بہت سیدھے ہوں اور نہ گھنگریالے ہوں یعنی ایک روایت میں رجل الشعر آیا ہے اور دوسری میں جعد ۔

احمدی کا جواب

حضرت موسی کے آپ نے دو حلیے نہیں بتائے بلکہ وہ حلیہ ایک ہی ہے کیونکہ دونوں حدیثوں میں حضرت موسی کی تشبیہ رجال شنوۃ کے ساتھ دی گئی ہے یہ بات بھی دلالت کرتی ہے کہ وہ ایک ہی ہیں۔

رہا یہ سوال کہ ایک حدیث میں حضرت موسی کے لئے جعد کا لفظ آیا ہے اور دوسری میں رجل الرأس اور ایک میں جسیم اور طوال آیا ہے ان کے درمیان فتح الباری والے نے یوں تطبیق دی ہے کہ جعودۃ جو صفت موسی میں ہے اس سے مراد جعودت جسم کی ہے یعنی جسم سخت اور مجتمع الخلق ہونا جعودت شعر مراد نہیں کیونکہ اس کے متعلق آچکا ہے کہ آپ رجل الشعر تھے

(تشحیذ الاذہان اگست ۱۹۲۰ء ص ۳۵۔۳۷ کا خلاصہ)

محمدی کا جواب الجواب

جس طرح حافظ ابن حجر اور امام نووی نے حضرت موسی علیہ السلام کے بارے میں حلیوں میں تطبیق دی ہے ذرا غور سے سنئے فتح الباری کے پارہ ۱۳ صفحہ ۲۷۷، اور نووی شرح مسلم جلد اول صفحہ ۹۴، اور کتاب المعلم جلد اول صفحہ ۳۱۷ پر لکھا ہے

و اما قولہ ﷺ فی عیسی جعد و وقع فی اکثر الروا یات فی صفتہ سبط الر أ س فقا ل العلماء المراد بالجعد ھنا جعو دۃ الجسم و ھو ا جتما عہ و اکتنا زہ و لیس المراد جعو دۃ الشعر

ترجمہ: اور اے پر آپ کا قول عیسی کے بارے میں کہ وہ جعد تھے اور واقع ہوا ہے اکثر روایتوں میں کہ عیسی کے سر کے بال لمبے سیدھے ہیں پس علماء نے کہا کہ اس جگہ جعودۃ سے مراد جعودۃ جسم کی ہے یعنی جسم سخت اور مجتمع الخلق ہونا اور بالوں کا گھنگریالے ہونا مراد نہیں ہے،

اس سے صاف معلوم ہوا کہ صحیح بخاری کی جلد اول صفحہ ۴۸۱، ۴۸۹ پر حضرت عیسی کے لئے جو لفظ جعد آیا ہے اس سے مراد بالوں کا گھنگریالے ہونا نہیں بلکہ جسم کا سخت و مضبوط ہونا ہے۔۔

جناب مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۳۲ پر لکھا ہے

صحیح بخاری میں جو اصح الکتب بعد کتاب اللہ کہلاتی ہے حضرت عیسی کا حلیہ سرخ رنگ لکھا ہے جیسا کہ عام طور پر شامی لوگوں کا ہوتا ہے۔،

اور نیز مرزا صاحب قادیانی نے اپنی کتاب مسیح ہندوستان میں، کے صفحہ ۸۱ پر لکھا ہے

اور بدھ نے اپنی پیش گوئی میں اس آنے والے بدھ کا نام بگوا میتا اس لئے رکھا کہ بگوا سنسکرت میں سفید کو کہتے ہیں اور حضرت مسیح چونکہ بلاد شام کے رہنے والے تھے اس لئے وہ بگوا یعنی سفید رنگ کے تھے۔

حضرت مسیح ناصری کے بارے میں ان ہر دو بیانوں میں تطبیق کرتے ہوئے کہا جاتا ہے کہ سفید رنگ سے مراد دودھ کی مانند سفید نہیں ہے اور سرخ رنگ سے مراد خون کی مانند سرخ نہیں ہے بلکہ شامی آدمی کو سرخ رنگ والا اور سفید رنگ والا بھی کہہ سکتے ہیں۔

میں کہتا ہوں کہ صحیح بخاری کی جلد ا صفحہ ۴۸۱، ۴۸۹ پر حضرت عیسی کے لئے جو لفظ احمر آیا ہے اس سے مراد، خون، کی مانند سرخ رنگ نہیں ہے بلکہ مائل بسرخ و سفیدی یعنی گندم گوں جیسا کہ صحیح بخاری جلد اول صفحہ ۴۵۹ کے حوالے سے پہلے لکھا گیا ہے۔

(توحید امرتسر ۶ ذی قعد ۱۳۴۷ھ ص ۹۔۱۱)

....

نعم المعانی

تردید عقائد قادیانی
(۱۳۴۲ھ)

مصنفہ: جناب مولوی عبدالرحیم سلیم وکیل۔دکن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

میں ایک عرصہ سے سنا کرتا تھا کہ قادیان صوبہ پنجاب میں ایک حضرت، مرزا غلام احمد قادیانی نے مہدی موعود ہونے کا دعوی کیا۔اور اس کے بعد یہ سنا گیا کہ مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا۔اور پھر ظلی نبی سے خود کو موسوم کیا۔

چونکہ مجھے ان باتوں سے کچھ دلچسپی نہ تھی، اس لئے میں نے ان کی دریافت کی کوئی کوشش نہیں کی تھی ۔اتفاقاً بماہ تیر ۱۳۳۴ف موسم گرما میں میرے مکرم دوست مولوی فاضل جناب مولوی حافظ عبدالعلی صاحب وکیل ہائی کورٹ سرکار نظام مسافر بنگلہ محبوب آباد ضلع ورنگل میں جو ممالک محروسہ سرکار ممدوح میں واقع ہے فروکش ہوئے میں بھی اسی بنگلہ میں دو روز قبل سے ٹھہرا ہوا تھا۔کیونکہ قصبہ محبوب آباد میں عدالت فوجداری حصہ ضلع موجود ہے اس عدالت میں مجھے بحیثیت وکیل کام کرنے کی ضرورت تھی۔مولوی عبدالعلی صاحب موصوف بھی کسی مقدمہ فوجداری کے رجوع کرنے کے لئے آئے ہوئے تھے۔

شام کے وقت مسافر بنگلہ مذکور کے کمپونڈ میں پانی وغیرہ چھڑکوا کر کرسیاں رکھوا دی گئی تھیں۔ایام گرما

میں اس مقام پر گرمی شدت کی ہوا کرتی ہے۔شام کے وقت بعد غروب آفتاب ان کرسیوں پر ہم سب نماز مغرب سے فارغ ہوکر بیٹھے باتیں کررہے تھے۔دفعتاً مجھے خیال ہوا کہ مولوی عبدالعلی صاحب موصوف بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقدوں میں سنے گئے ہیں، کیا یہ مناسب نہ ہوگا کہ ان سے اس فرقہ قادیانی کے متعلق کچھ دریافت کیا جائے۔

چنانچہ میں نے مولوی عبدالعلی صاحب موصوف سے اپنے اس خیال کو ظاہر کیا۔صاحب موصوف نے فرمایا کہ جو کچھ مجھے معلوم ہے میں بخوشی ظاہر کروں گا میں نے ان کا شکریہ ادا کیا اور یہ سوال کیا:

آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا سمجھتے ہیں؟

انہوں نے جواب دیا کہ: مسیح موعود سمجھتا ہوں۔

میں نے پھر سوال کیا کہ: آپ کے بیان سے وہ نبی ہوئے۔

مولوی عبدالعلی صاحب نے کہا: بے شک۔

میں نے کہا قرآن شریف کی آیت شریفہ ما کان محمد ابا احد من رجالکم و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین (الاحزاب:۴۰) صاف بتلارہی ہے کہ ہمارے سرکار حضرت محمدﷺ کے اوپر نبوت ختم ہوگئی اور ہمارے سرکار دوعالم کے بعد کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔پھر آپکے مرزا غلام احمد قادیانی، نبی کس طرح ہوسکتے ہیں۔

تو مولوی عبدالعلی صاحب نے جواب دیا کہ

جو معنی لفظ خاتم کے آپ لیتے ہیں ہم لوگ وہ معنی نہیں لیتے بلکہ اس لفظ کے معنی ہم لوگ مہر کے لیتے ہیں۔

تو میں نے کہا: لفظ خاتم کے معنی علماء عرب وعجم جو اپنی زبان کے حاکم تھے۔تیرہ سو سال سے اصطلاحاً ختم کرنے والے کے لیتے چلے آرہے ہیں اور اس میں کسی کو آج تک اختلاف کی گنجائش نہ تھی۔اور دوسرے ممالک اسلامی واقع یورپ، ایشیاء وافریقہ کے علماء اور فضلاء بھی یہی معنی کرتے چلے آئے ہیں۔اور زمانہ حال تک بھی یہی معنی لیتے چلے آئے ہیں، تو اس صورت میں کسی ایسے شخص کو جو ملک ہند میں پیدا ہو، اور

جس کی مادری زبان عربی نہ ہو، کیا حق ہے کہ جمہور علماء کے متفقہ مسلّمہ معنی سے اختلاف کرے۔

مولوی حافظ عبدالعلی نے فرمایا۔ قرآن میں ختم کے الفاظ اور جگہ بھی آئے ہیں چنانچہ

ختم الله علی قلوبهم

ختم کے معنی مہر کے ہیں اور لفظ خاتم بھی بمعنی مہر کے مستعمل ہوگا۔

میں نے کہا، تو کیا اس سے یہ مطلب ہے کہ ہمارے سردار محمد مصطفیٰ ﷺ نبوت کے ختم کرنے والے نہیں ہیں؟

مولوی عبدالعلی نے فرمایا: بے شک ختم (تمام) کرنے والے نبوت کے نہیں ہیں بلکہ نبیوں کی نبوت پر مہر کرنے والے ہیں۔

میں نے عرض کیا: جناب تیرہ سو سال سے تیس چالیس کروڑ مسلمانان عالم جس بات کو تسلیم کرتے چلے آئے ہیں اس کے خلاف اگر دس بیس سو پچاس آدمی کچھ کہیں تو ان کا یہ بیان الشاذ کالمعدوم کے حکم میں داخل ہے۔

مولوی عبدالعلی نے فرمایا: کیا تیس چالیس کروڑ آدمی سب کے سب عالم ہیں۔ ان میں جہلاء کا نمبر بہت بڑھا ہوا ہے۔ آپ اپنے ایک انڈیا ہی کو دیکھ لیجئے کہ فیصدی کتنے جاہل ہیں۔ فرقہ احمدی قادیانی کے اکثر ممبر تعلیم یافتہ بلکہ قریب قریب سب کے سب لکھے پڑھے لائق ہیں۔

میں نے عرض کیا: پھر بھی ان کروڑ ہا مسلمانوں میں علماء اور فضلاء کی تعداد لاکھوں کی ہے اور لاکھوں علماء اور امام گزشتہ تیرہ سو برس میں گزر چکے ہیں، لیکن کسی عالم یا امام کو جرأت نہ ہوئی کہ لفظ خاتم سے یہ مطلب نکالتے کہ نبوت ختم نہیں ہوئی۔

مولوی عبدالعلی نے فرمایا: اس سے کیا ہوتا ہے جب کہ خاتم کے معنی مہر کے بھی ہیں تو ہم کیوں یہی معنی نہ لیں۔

میں نے عرض کیا: سیاق عبارت اور فحوائے کلام بھی تو کوئی شئے ہے۔ قرآن کریم کی آیت شریفہ کی سیاق عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ سرور عالم ﷺ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں۔

مولوی عبدالعلی نے فرمایا: آپ کچھ معنی لیتے ہیں ہم کچھ معنی لیتے ہیں جب کہ ایک لفظ کے دو معنی ہیں تو اختیار ہے کہ جو معنی چاہیں، ہم لیں۔

میں نے کہا: یہ بحث ٹھیک نہیں ہے۔ قرآن پاک عربی زبان میں نازل ہوا۔ عرب کے فصحاء اور بلغاء اور عرب کے لغوی جو معنی تیرہ سو برس سے لیتے آرہے ہیں جو اپنی مادری زبان کے حاکم تھے ان کے خلاف دوسرے ملک کے لوگوں کو جن کی مادری زبان عربی نہ ہو، کیا حق ہے کہ ان سے اختلاف کریں۔ اہل زبان اپنی زبان کی فصاحت و بلاغت سے جس طرح واقف ہوا کرتے ہیں اور سیاق عبارت سے اصلی غایت اور منشاء کلام کو سمجھ سکتے ہیں، ممکن نہیں ہے کہ اس طرح دوسرا شخص سمجھ سکے۔

مولوی عبدالعلی نے فرمایا: پہلے آپ ہمارے عقائد سے واقف ہو جائیں تو مناسب ہوگا۔ یہ لیجئے یہ ایک چھوٹی سے کتاب ہمارے عقائد کی ہے، اس کو آپ پہلے خوب پڑھ لیجئے تو پھر آپ بحث کر سکیں گے۔

میں نے کہا: شکریہ۔ بہتر۔ میں اس کو دیکھ لیتا ہوں۔

اس کتاب کا نام عقائد احمدیہ ہے جو مطبع تاج پریس واقع چھتہ بازار میں رجب ۱۳۴۱ھ میں طبع ہوئی ہے۔ اس کتاب کو دیکھنے کے بعد میں نے حسب ذیل اعتراض کئے۔

میں نے کہا: آپ کے پاس اس بات کا کیا ثبوت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مسیح موعود ہیں۔

مولوی عبدالعلی نے فرمایا: یہ امر حدیثوں سے ثابت ہے کہ مسیح موعود ایسے وقت ظاہر ہوں گے جب کہ اسلام میں خرابیاں پھیلی ہوں گی اور وہ ان خرابیوں کو دور کریں گے اور دین محمدی کی تبلیغ کریں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی ایسے زمانہ میں پیدا ہوئے جب کہ دین محمدی میں بہت سی خرابیاں پھیلی ہوئی تھیں۔ آریہ سماج کے ہندو اسلام پر سخت حملہ کر رہے تھے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے آریوں کو ایسے دنداں شکن جواب دیئے کہ وہ لوگ تاب مقاومت کی نہ لا سکے اور بہت سی کتابیں تصنیف کیں جن سے دین کو تقویت ہوئی۔ اور آج کل کیا آپ نہیں دیکھتے کہ نصف ملین لوگ ہمارے فرقہ میں شامل ہیں۔ اور ہمارا مشن دنیا کے مختلف حصوں میں کام کر رہا ہے۔ یعنی یورپ، افریقہ، امریکہ، سیلون وغیرہ وغیرہ مختلف مقامات میں نہایت زور شور سے تبلیغ اسلام کے کام کو اپنے ذمہ لے رکھا ہے۔

میں نے عرض کیا: یہ امور تو ایسے نہیں کہ ان سے حدیث کی پیشین گوئی ثابت ہو سکے یا ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود مان لیں۔

اس بحث کے بعد وقت باقی نہیں رہا تھا ہم دونوں نے کہا انشاء اللہ تعالیٰ پھر گفتگو ہوگی۔ اور اس کے بعد واپسی بلدہ میں نے چند سوالات لکھ کر مولوی صاحب موصوف کے پاس بھیجے۔ میرے سوالات اور ان کے جوابات ذیل میں درج ہیں۔

معزز ناظرین مولوی عبدالعلی صاحب کے جوابات سے خود نتیجہ نکال لیں گے کہ جوابات کس حد تک درست ہیں لیکن ان جوابات کے ساتھ مولوی عبدالعلی صاحب نے مجھے ایک اور کتاب دی جو سابق الذکر مطبع کی اور اسی تاریخ کی مطبوعہ ہے۔ اس کتاب میں بہ نسبت کتاب اول الذکر کے مضامین زیادہ ہیں۔ ان دونوں کتابوں کو جن کے نام عقائد احمدیہ ہیں اور جوابات مذکورہ بالا کو پڑھنے کے بعد مجھے جو اعتراضات ہیں ان کو تا بحد معلومات کے میں لکھتا ہوں۔ لیکن اس سے یہ نہ سمجھنا چاہیے کہ بس یہی جوابات اور اعتراضات ہیں۔ ممکن ہے کہ ہمارے علماء اور فضلاء نے جوابات دیئے ہوں جو میری نظر سے نہیں گزرے ہیں۔ ہر شخص مجاز ہے کہ جس حد تک اس کو معلومات ہیں اس حد تک اعتراض کرے اور اپنے اطمینان کے لئے مخالف سے جواب کا طالب ہو۔

میرے سوالات حسب ذیل تھے جن کا جواب میرے فاضل دوست نے دیا ہے۔ چونکہ میرے عقیدہ کی رو سے دنیا بھر میں مذہب سے زیادہ پیاری کوئی چیز نہیں ہے اور میرے مذہب کے خلاف میں نے باتیں دیکھیں اس لئے مجھے ضرور ہوا کہ میں اس کے متعلق اپنی معلومات کا اظہار آزادانہ طور پر کروں۔ اگر کوئی بات ناگوار خاطر ہو تو میں امید کرتا ہوں کہ مجھے معافی دی جائے گی۔

مولوی عبدالعلی صاحب موصوف کے جوابات پر مجھے جو اعتراضات ہیں ان کو میں نے طبع کرا دیا ہے تا کہ ہمارے برادران اسلام جو خود اعتراض کرنے کی صلاحیت رکھتے ہیں عقائد احمدیہ کو دیکھ کر کوئی مغالطہ نہ کھائیں۔ اور دوسرے برادران اسلام جن کو خدا نے خود ان کے سمجھنے کی لیاقت دے رکھی ہے ان اعتراضات کو ملاحظہ فرمائیں اور اگر مجھ سے اس میں کوئی غلطی ہوئی ہے تو براہ کرم مجھے اطلاع فرمائیں تا کہ میں اپنی غلطی کا علم

حاصل کرسکوں۔

خادم مسلمانان دین رسول کریم۔محمد عبدالرحیم وکیل المتخلص سلیم

مولانا بالفضل اولینا جناب مولوی حافظ عبدالعلی وکیل ہائی کورٹ

السلام علیکم۔محبوب آباد کے مسافر بنگلہ میں آپ سے اور مجھ سے گفتگو ہوئی تھی۔چونکہ اس گفتگو سے میری پوری تشفی نہیں ہوئی، اس لئے چند سوالات ذیل میں کر کے جواب کا طالب ہوں۔اگر آپ کو فرصت ہو اور تکلیف نہ ہو، تو براہ کرم جواب سے مسرور فرمائیں۔مقتضائے فطرت انسانی یہ ہے کہ اچھی بات کی تلاش کرتا ہے۔اور میری طبیعت کا خاصہ یہ ہے کہ میں اچھی بات کے ماننے میں ہٹ دھرمی نہیں کرتا ہوں۔جو بات سچی اور اچھی ہو اس کو مان لینا ہر انسان پر لازم ہے۔

عبدالرحیم

سوالات درج ذیل ہیں:

سوال نمبر۱۔کیا جناب مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعوی تھا کہ میں مہدی اور مثیل مسیح ہو،ں یا صرف مثیل مسیح؟ یا مہدی اور مسیح دونوں کی صفات ان کی ذات واحد میں تھیں۔

سوال نمبر۲۔اس کے ثبوت میں انہوں نے کیا کیا امور دنیا کے سامنے پیش کئے اور کن کن وجوہ اور ثبوت سے انہوں نے دنیا کو اپنے مہدی اور مسیح موعود ہونے پر اطمینان دلایا؟

سوال نمبر۳۔آپ مہدی اور مسیح کو ایک سمجھتے ہیں یا جدا جدا؟ اور اگر ایک سمجھتے ہیں تو اس کا کیا ثبوت ہے؟

سوال نمبر۴۔کیا آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی سمجھتے ہیں یا مسیح بھی، اور اس کے ثبوت کے لئے آپ کے پاس دلائل اور وجوہ کیا کیا ہیں؟

سوال نمبر۵۔اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود یا مسیح موعود ماننے کے لئے ثبوت

مانگے تو اس کے اطمینان کے لئے اور کیا کیا ثبوت دیا جا سکتا ہے؟

سوال نمبر٦۔ کیا معتقدین مرزا غلام احمد قادیانی، مرزا قادیانی کو مسیح موعود ہونے کی وجہ سے نبی سمجھتے ہیں یا کوئی جداگانہ ظلی نبی مانتے ہیں۔ آیا صرف نبی سمجھتے ہیں یا رسول بھی کیونکہ سنا گیا ہے کہ بعض معتقدان کو رسول قدنی کہا کرتے ہیں۔

سوال نمبر٧۔ آیت ما کا ن محمد ابا احد میں جو لفظ خا تم ہے اس سے کیا مراد لی جاتی ہے؟ کیا بعد ہمارے نبی کریم ﷺ کے کسی اور نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے. خا تم النبیین کے معنی اور مطلب صراحت کے ساتھ مطلوب ہیں۔

سوال نمبر٨۔ اگر کوئی شخص مرزا غلام احمد قادیانی پر اعتقاد نہ لائے تو آپ اس کو کیا سمجھتے ہیں؟ میں نے سنا ہے کہ اس کے پیچھے نماز پڑھنا آپ کے ہاں جائز نہیں۔

سوال نمبر٩۔ اگر فرض کیا جائے کہ آئندہ کوئی شخص پیدا ہو، اور وہ دعوی کرے کہ میں مسیح موعود ہوں ، اور مرزا غلام احمد قادیانی سے زیادہ وہ اسلام کی ہمدردی کرے، اور جو خرابیاں اسلام میں پیدا ہوگئی ہوں ان کو دور کرے، اور یورپ اور ایشیاء میں حالت موجودہ سے زیادہ مشن پھیلا دے، اور دین اسلام کے اشاعت میں بہت زیادہ خدمات کرے، اور وہ تمام صفات جو مسیح موعود میں ہونی چاہییں سب اس میں موجود ہوں، تو کیا اس کے مسیح موعود ہونے پر کوئی اعتراض ہو سکے گا؟ اگر ہوگا تو کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر١٠۔ کیا مہدی موعود کے لئے یہ ضروری نہیں ہے کہ وہ اولاد حضرت علیؓ سے ہو اور یبعث الله فی الد نیا ر جل منی او من اهل بیتی اسمه اسمی و کنیته کنیتی و اسم ابیه اسم ابی یملأ الا ر ض قسطاً و عد لاً کما ملئت ظلماً و جو راً و قا ل ایضاً علیه السلا م المهدی من عتر تی و من او لاد فا طمة و قا ل ا یضاً علیه السلا م بلا ء یصیب هذه ا لا مة حتی لا یجد الر جل ملجأ یلجأ الیه من الظلم فیبعث الله من عتر تی من اهل بیتی فیملأ به ا لا ر ض قسطا و عد لاً کما

ملئت ظلماً جوراً و يرضى عنه ساكن السماء و ساكن الارض لا تدع السماء من قطرها شيئاً الا صبته مداراً و لا تدع الارض من نباتها شيئاً الا اخرجته حتى تتمنى الاحياء الاموات يعيش فى ذلك سبع سنين او ثمان سنين او تسع سنين (مصنف عبد الرزاق . ج ۱۰ ص ۳۱۶)۔"

کی نسبت آپ کا کیا جواب ہے۔

امید ہے کہ اس تکلیف دہی کی معافی دی جائے گی براہ کرم ایک جلد اس کتاب کی اور روانہ فرمائیے جو مجھے آپ نے محبوب آباد میں عقائد احمدیہ کے متعلق مرحمت فرمائی تھی۔ وہ کتاب ایک صاحب مجھ سے لے گئے۔

نیازمند عبدالرحیم وکیل۔ یکم شہریور ۱۳۳۲ف

بسم الله الرحمن الرحيم .نحمده و نصلى على رسوله الكريم جناب مولوی عبد الرحیم صاحب زادلطفہ۔ السلام عليكم و رحمة الله و بركاته ۔ جناب کا نامہ فرحت شمامہ پہنچا۔ جناب کی عالی حوصلگی سے دل مسرور ہوا۔ واقعی میں اگر کوئی آدمی عدل وانصاف سے کسی بات کی جانچ و پڑتال میں مشغول ہوتو امید بندھتی ہے کہ وہ کسی صحیح نتیجہ پر پہنچ جائے گا۔ مجھے جناب سے بھی اسی بات کی توقع ہے۔

امید ہے جناب از راہ تحقیق ضرور سلسلہ احمدیہ کی جانب متوجہ ہونگے۔ خدا سے دعا ہے کہ جس طرح اس نے میرے دل پر سلسلہ حقہ کی حقیقت کھول دی ہے، اسی طرح آپ کو بھی اس سے بہرہ ور کرے۔ لیکن ساتھ ہی اس کے میری یہ بھی گزارش ہے کہ آپ انکشاف حق کے لئے خدا تعالی سے بھی دعا مانگا کریں۔ و الله يهدى من يشاء الى صراط مستقيم .

جناب کے دس سوالوں کا جواب بحذف سوالات بہ ترتیب درج ذیل ہے:

جواب سوال نمبر۱:

مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ میں مہدی ہوں اور مسیح بھی۔ اور یہ بات کوئی اعجوبہ نہیں۔ ایک شخص کے بلحاظ صفات و اعتبارات مختلف نام ہو سکتے ہیں۔ مثلاً ایک ہی شخص کو ہم بلحاظ اس کی صفات شجاعت وسخاوت کے رستم دوراں وحاتم زمان کہہ سکتے ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی بلحاظ ہدایت مسلمانوں کے لئے مہدی اور بلحاظ اصلاح نصاری مسیح کے اسم سے موسوم ہوا۔ چونکہ مسیح ناصری کی وفات بدلائل قرآن واحادیث وتاریخ قطعی ہے، اس لئے آنے والا موعود بلحاظ صفات ایک ہی شخص ہے۔ ہاں لفظ مسیح کا اطلاق آپ پر بطور استعارہ کے ہے۔ اس لئے آپ نے بغرض تفہیم مثیل مسیح کے لفظ کو اختیار کیا اور کہیں اس شبہ کے ازالہ کیلئے کہ کوئی لفظ مسیح مندرجہ احادیث سے اصلی مسیح نہ سمجھ لے محض لفظ مسیح استعمال کیا تا کہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مسیح محمدی اور ہے جس کی بعثت کا امت کو انتظار ہے اور مسیح ناصری جو کہ صرف بنی اسرائیل کے نبی تھے رسولا الی بنی اسرائیل اور وہ وفات پا چکے اور جن کی وفات پر آیت ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد (الانبیاء: ۳۴) صریح دلالت کرتی ہے۔

جواب سوال نمبر۲۔

دلائل دعوی مہدویت ومسیحیت سے آپ کی ۸۳ کے قریب کتابیں بھری پڑی ہیں، مگر میں مشتے نمونہ ازخروارے، چند دلائل بیان کرتا ہوں اور میرے خیال میں سردست یہی کافی ہیں۔

ا۔ مہدی کے متعلق احادیث میں آیا کہ اس کی زبان میں لکنت ہوگی، اور وہ بات کرتے وقت رانوں پر ہاتھ مارے گا۔ کشادہ پیشانی اور کشیدہ بینی اس کا حلیہ بتلایا گیا ہے۔

یہ سب امور آپ (مرزا قادیانی) میں موجود تھے۔

اور بڑی صفت اس کی بتلائی گئی ہے کہ عدل سے دنیا کو بھر دے گا۔

یہ صفت بعد رسول کریم ﷺ بجز مرزا غلام احمد قادیانی کے آج تک کسی میں نہ پائی گئی۔ کیا آپ بتلا

سکتے ہیں کہ کسی نے ظلم (ان الشرك لظلم عظیم) یعنی ابنیت عیسی کی تردید اس زور شور سے کی ہو، اور اشاعت توحید کے لئے اس کی جماعت نے ہر بڑے بڑے عیسائی شہر میں اپنا جھنڈا نصب کر دیا ہو۔، ہر گز نہیں ہر گز نہیں۔ پھر آپ کو مہدی تسلیم کرنے میں کیا عذر ہے؟

دلیل نمبر۲۔ مسیح کے متعلق احادیث میں آیا ہے

یکسر الصلیب و یقتل الخنزیر

جس کا معنی علامہ ابن حجر نے یہ بیان کیا ہے:

یبطل دین النصرانیة بالحجج و البراھین

یعنی حجة و برہان سے مسیح، مذہب نصاری کی دھجیاں اڑا دے گا۔

اب بتلایئے کہ یہ صفت مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے متبعین میں موجود ہے کہ نہیں؟ اور ضرور ہے، تو پھر آپ کو مسیح ماننے میں کیا شک ہے؟

جواب سوال نمبر۳۔

ہم مہدی اور مسیح بلحاظ صفات ایک ہی شخص کو سمجھتے ہیں اور ان کے ثبوت میں سر دست دو دلائل کافی ہیں:

دلیل نمبر۱۔ مہدی اور مسیح کے الفاظ حدیث میں موجود ہیں۔ مسیح سے مسیح ناصری سمجھنا یہ بھی ایک غلطی ہے جس میں مسلمان پڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی کو ماننے سے اب تک رکے ہوئے ہیں حالانکہ مسیح کا لفظ استعارةً مہدی پر اطلاق پاتا ہے اور بس۔ اگر کوئی اثنیت مہدی اور مسیح کا قائل ہے تو پہلے وہ حیات عیسی کا ثبوت دے جنہیں وفات پا کر آج دو ہزار برس کے قریب ہوتے ہیں۔

دلیل نمبر۲۔ لا مھدی الا عیسی بن مریم (ابن ماجہ) یعنی ابن ماجہ جس کا صحاح ستہ میں شمار ہوتا ہے اس میں اس مضمون کی حدیث موجود ہے کہ مہدی اور مسیح ایک ہی ہیں۔

سوال نمبر۴

کا جواب غالباً نمبر تین میں آ چکا ہے۔

سوال نمبر۵

کا جواب نمبر دو میں موجود ہے۔

جواب سوال نمبر۶: مسیح موعود کے لئے صحیح مسلم میں عیسی نبی الله کا لفظ چار مرتبہ استعمال ہوا ہے خود رسول اللہﷺ نے موعود کو نبی اللہ کہا ہے۔ چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اس لئے آپ نبی اللہ بھی ہیں۔ ہاں نبی کی تشریح میں آپ نے اس امر کی وضاحت کر دی ہے کہ میں صاحب شریعت نبی نہیں ہوں بلکہ آپ کی شریعت کا متبع نبی یا ظلی نبی ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ سے حضرت عیسی تک صدہا متبع شریعت موسویہ انبیاء گزرے۔ اور عیسی علیہ السلام شریعت موسویہ کے پیرو تھے۔ اور لفظ رسول و نبی با صطلاح قرآن مترادف ہیں اور خود موعود کے لئے حسب قول اکابرین مفسرین آیت هو الذی ارسل رسوله بالهدی میں لفظ رسول موجود ہے۔

جواب سوال نمبر۷

آیت خاتم النبیین پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اس بات پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ جتنے مترجم قرآن و مفسر خاتم کا ترجمہ (مہر) کرتے ہیں وہ نہایت صحیح ہے۔ اب لفظ خاتم کسی متبع نبی کی آمد کا مانع نہیں کیونکہ آنحضرتﷺ کی مہر جس پر ہو، وہ سچا نبی، یعنی رسول کریم جس کو نبی کہہ دیں، اس کی نبوت میں کیا شک؟ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ آنے والے موعود کو نبی، چونکہ رسول اللہﷺ نے بلفظ نبی یاد کیا ہے، اس لئے وہ بھی نبی ہے۔ علاوہ ازیں عرب میں خاتم الشعراء، خاتم المفسرین و خاتم الحفاظ، خاتم المحدثین کا لفظ صدہا مرتبہ مستعمل ہوا کرتا ہے، کیا اس کے یہ معنی ہیں کہ جس کسی کو خاتم الشعراء کہا گیا اس کے بعد کوئی شاعر دنیا میں موجود نہیں۔ یا

یہ کہ کسی کو خاتم المفسرین کہا گیا تو اس کے بعد کوئی مفسر پیدا ہی نہیں ہوسکتا۔علی ہذا القیاس۔ دوسری نظیر بھی۔ بلکہ اس کے معنی یہ ہیں کہ اس کمال کے مفسر یا شعراء پیدا نہیں ہوسکتے یہ صحیح ہے اسی طرح یہ بھی بالکل صحیح اور یقین ہے کہ آنحضرتﷺ کے کمال کا کوئی نبی قیامت تک ہوا ہے، اور نہ ہوگا۔

جواب سوال نمبر ۸۔

کیا ابوبکر اور عمر کا کافر کاذب سمجھنے والوں کے پیچھے سنیوں کی نماز درست ہے؟ ہرگز نہیں۔ پھر مسیح موعود کو کافر کاذب جاننے والوں کے پیچھے ماننے والوں کی نماز کس طرح درست ہوگی؟

علاوہ ازیں مسیح موعود نبی اللہ ہے اور نبی کا منکر کافر ہوتا ہے یہ سنیوں کا متفق علیہ مسئلہ ہے۔اب آپ خود ہی فیصلہ کریں کہ کیا آپ موعود کے منکر کے پیچھے نماز پڑھ لیں گے۔خواہ وہ آپ کے خیال کے مطابق ہی آئے۔

جواب سوال نمبر ۹۔

عرض ہے کہ اس سے علامات مبینہ رسول کریمﷺ مشتبہ ہوں گے جس کو کوئی مسلمان نہیں مان سکتا۔ ایسا سوال ایک عیسائی اور یہودی بھی کرسکتا ہے کہ توریت یا انجیل میں جس نبی (آنحضرتﷺ) کی آمد کی بشارت ہے ممکن ہے کہ ان صفات کا کوئی دوسرا شخص آئندہ پیدا ہو۔

جواب سوال نمبر ۱۰۔

آپ نے جو احادیث درج فرمائے ہیں اس میں راوی کو شک ہے خود راوی کہتا ہے رجل منی او من اہل بیتی۔ بلکہ بعض اسی پایہ کی حدیثوں میں من امتی کا لفظ بھی موجود ہے (دیکھو مشکوۃ) پھر اولاد علی پر ہی یقین کر بیٹھنا اور سب قطعی علامات کو ترک کر کے ایک شکی امر پر تکیہ کرنا کہاں تک درست ہے اور اگر محض نام کی مطابقت ہی صدق مہدویت کی دلیل ہے تو مہدی سوڈانی کو کیوں مسلمانوں نے اب تک مہدی نہ مانا حالانکہ اس کا نام محمد اور احمد اور اس کے باپ کا نام عبداللہ اور اس کی ماں کا نام آمنہ

تھا۔ پڑھو: محاربات مہدی سوڈان۔

حدیث میں موافقت کا لفظ ہے یواطی اسمہ اسمی۔ اور موافقت دو ناموں کے لئے محمد اور احمد یا غلام احمد اور اسمین ابوین کے لئے عبداللہ و غلام مرتضی نام پدر مرزا قادیانی، کچھ نا مجانس نہیں محمد اور احمد میں موافقت ہے۔ اسی طرح غلام اور عبد میں مواطات ہے۔

مختصر اور سرسری طور پر یہ جواب قلم برداشتہ لکھا گیا ہے اگر کوئی بات ناگوار طبع ہو تو معافی کی امید ہے۔ اللہ آپ کو ہدایت نصیب کرے

فقط مرقوم ۸ شہریور ۱۳۳۲ف ۔

خاکسار محمد بہاء الدین خان ساکن دریچہ بوابیر

از جانب حافظ مولوی عبدالعلی صاحب وکیل ہائی کورٹ

الحمد لله رب العا لمين

و الصلوة و السلا م على سيد نا محمد رسو ل الله خا تم النبيين

و على آله الطا هر ين و اصحا به المهد يين الرا شدين ر ضوا ن الله عليهم اجمعين

ر بنا لا تز غ قلو بنا بعد اذ هد يتنا

و هب لنا من لد نك ر حمة انك انت الو ها ب

عقائد فرقہ قادیانی کا کچا چٹھا دیکھنا ہو، تو تکلیف فرما کر آخر تک ملاحظہ فرمایئے۔ بغیر تمام پڑھنے کے خدارا قادیانی نہ ہو جایئے

فرقہ نو جو قادیانی ہے
اس کے غم کی یہ سب کہانی ہے
مسلمو میں نے جو لکھی تردید
آپ سب کو مجھے سنانی ہے

سنئے اور خوب دل لگا کر سنئے

کیا مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی مہدی ہونے کا صحیح تھا؟

میرا پہلا اعتراض یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی مہدی موعود ہونے کا دعوی نہیں کر سکتے تھے اس لئے کہ ان کا دعوی ارشاد حضرت محمد ﷺ کے خلاف ہے۔ وہ ارشاد حسب ذیل ہے

یبعث الله فی الد نیا ر جلاً منی و من اهل بیتی یوا طی اسمه اسمی و کنیته کنیتی و اسم ابیه اسم ابی یملأ ا لار ض قسطاً و عد لاً کما ملئت ظلماً و جوراً .

یعنی اللہ تعالی دنیا میں ایک مرد پیدا کرے گا جو میرے سے ہوگا یا میرے اہل بیت سے اور اس کا نام میرے نام کے موافق ہو گا اور اس کی کنیت میری کنیت ہوگی اور اسکے باپ کا نام میرے باپ کا نام ہوگا۔ دنیا کو انصاف اور عدل سے بھر دیگا جس طرح دنیا میں ظلم اور جور بھر گیا ہے۔

دوسرا ارشاد گرامی یہ ہے

المهدی من عتر تی و من اولاد فا طمة

مہدی میرے رشتہ داروں سے اور اولاد فاطمہ سے ہوگا

تیسرا ارشاد گرامی یہ ہے:

بلا ء یصیب هذه ا لا مة هتی لا یجد الر جل ملجأ یلجأ الیه من الظلم و یبعث الله ر جلاً من عتر تی من اهل بیتی یملأ به الارض ... لا تدع السماء من قطر ها شیئاً ا لا صبته مدا را و لا تدع الارض من ما ئها شیئاً ا خر جته حتی تیمنی ا لا حیا ء ا لا موات فی ذ لك سبع سنین او ثما ن او تسع سنین .

(مصنف عبدالرزاق۔ج۱۰ص۳۱۶)

یعنی اس امت کو بلا پہنچے گی یہاں تک کہ کسی شخص کو پناہ کی جگہ نہیں ملے گی کہ پناہ لے سکے اس کی طرف ظلم سے۔ پھر پیدا کر ے گا اللہ تعالی ایک شخص کو میری اولاد سے اور میرے اہل بیت سے۔ پس بھر دے گا اللہ اس کے سبب زمین کو عدل وانصاف سے جیسی کہ بھر گئی ہے زمین جور وستم سے۔ اس سے راضی ہوں گے آسمان کے رہنے والے اور زمین کے رہنے والے۔ نہ

چھوڑے گا آسمان اپنے مینہ سے قطروں سے کچھ مگر بکثرت اس کو برسائے گا۔ اور نہ چھوڑے گی زمین اپنی روئیدگی سے کچھ مگر کہ نکالے گی اس کو۔ یہاں تک کہ آرزو کریں گے زندے مردوں کی (احیاء کے ہمزہ کو زبر کے ساتھ پڑھو تو مصدر معنی زندہ کرنے کے ہوں گے یعنی مردے آرزو کریں گے زندگی کی) اور رہیں گے (یعنی مہدی) اسی خوشی میں سات برس یا آٹھ یا نو برس۔

اور قول حضرت بندی شیخ سعدی کا یہ ہے

لن یخر ج المهدی حتی یسمع من شی اك؟ علیه اسرا ر التوحید

اور خاتم الاولیاء نیز گوئند

چنانکہ آغاز نبوت از آدم علیہ السلام بود وختم نبوت محمد مصطفیٰ شد آں چناں آغاز ولایت از امیر المومنین علی کرم اللہ وجھہ وختم ولایت بر سید محمد مہدی موعود خواہد شد دو درزمانے کہ او پیدا خواہد شد توازلد وتناسل در دنیا نخواہد بود وقتے کہ مرد وزن جفت خواہند شد مضغہ حمل پیدا خواہد شد باز بہ مدتے اسقاط خواہد شد۔ شکر مر خدائے را کہ ہنوز مسلماناں کلمہ گو ونماز گزار روزہ دار در دین اسلام پیدا می شوند ودم توحید میزنند وخدا را بہ یگانگی پرستش میکنند وقومے کہ دریں عہد بہ دروغ دعوی مہدی موعود میکند یقین بدانند کہ خالی از ہوائے نفس دیگر شیطان نیستند

ا۔احادیث مذکورہ سے ثابت ہے کہ مہدی کا اولاد حضرت فاطمہؓ سے ہونا ضرور ہے۔

۲۔اوران کا ایسے زمانے میں پیدا ہونا ضرور ہے کہ جب کہ مسلمانوں کیلئے دنیا میں پناہ کی جگہ تک نہ مل سکتی ہو۔

۳۔ان کا نام اوران کے باپ کا نام سرور عالم حضرت محمد ﷺ کے اوران کے باپ کے نام کے موافق ہوگا۔

۴۔ان کا آنا ایسے وقت میں ہوگا جب کہ دنیا میں توالد وتناسل کا حسب قول حضرت بندگی شیخ سعدی انقطاع ہو جائے گا اور زمین میں ظلم وجور پھیلا ہوگا اور مہدی علیہ السلام ایسے وقت میں مبعوث ہوں گے اور ساری دنیا سے جور وستم کو دور کریں گے اور دنیا کو عدل وانصاف سے بھر دیں گے جیسا کہ ظلم وجور سے بھری ہوئی تھی۔

مرزا غلام احمد نے کون سا عدل فرمایا؟ عدل کے لغوی معنوں کے اعتبار سے فرمائیں کہ کیا عدل کیا گیا؟ مناظرہ یا مباحثہ کرنا (غیر مذہب والوں سے) عدل نہیں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے تو ۱۸۴۰ء کے بعد پیدا ہو کر دعوی مہدیت کا کیا اور جو عبارت فارسی کی اوپر لکھی گئی ہے وہ ان کی پیدائش سے سو سال قبل لکھی گئی ہے اور اس میں پیش گوئی کر دی گئی ہے کہ جھوٹے مدعیان مہدیت پیدا ہوں گے۔ یقین کرو کہ ایسے دعوی خالی حرص و ہوائے نفس شیطانی کے نہیں ہوں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی ذات کے مغل، نام ان کا غلام احمد، ان کے باپ کا نام غلام مرتضی۔ ایسے زمانے میں وہ پیدا ہوئے جب کہ بفضل خدا چالیس کروڑ مسلمان کلمہ گو اور ایک خدا کے ماننے والے نماز گزار روزہ رکھنے والے اور دوسرے فرائض دین کے ادا کرنے والے موجود ہیں، اور دنیا میں نہ کوئی ایسا جور و ظلم ہے جیسا کہ مقصود حدیث شریف کا ہے، تو تھوڑی سی غور و فکر کے بعد بخوبی سمجھ میں آ سکتا ہے کہ حضرت موصوف کا دعوی بالکل خلاف حدیث کے ہے اور وہ ہرگز مہدی نہیں ہیں۔

میرے فاضل دوست مولوی عبدالعلی صاحب نے جو دلیل نمبر ایک مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی ثابت کرنے کے لئے پیش کی ہے کہ

ان کی زبان میں لکنت تھی، اور رانوں پر ہاتھ مارا کرتے تھے، پیشانی کشادہ اور کشیدہ بینی تھی، اور چونکہ یہی حلیہ مہدی کا حدیث کی رو سے بتلایا گیا ہے اس لئے حضرت مرزا صاحب موصوف، مہدی ہیں،

میں کہتا ہوں کہ کیا یہی علامات دوسرے اور بہت سے اشخاص میں نہیں ہیں؟ محض ان علامات کے لحاظ سے (گو وہ قوم کا افغان ہو) اگر کوئی شخص ذی علم دعوی کر بیٹھے کہ میں مہدی موعود ہوں تو ہم کیوں ماننے لگے؟

بڑی چیز تو یہ ہے کہ مہدی کا اولاد حضرت فاطمہ ؓ سے ہونا ضرور ہے اور وہ سید محمد مہدی نام کا ہوگا اور اس کے باپ کا نام عبداللہ ہوگا جو آنحضرت ﷺ کے والد ماجد کا نام تھا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کے متعلق جو بحث لفظ مواطات کی میرے فاضل دوست (مولوی عبد العلی) نے چھیڑی ہے، میں اس سے اتفاق نہیں کر سکتا۔ مختلف لغتوں میں مواطات کے معنی موافقت کردن کے ہیں۔ اس سے توافق بالمعنی مراد نہیں بلکہ کلی توافق ضرور ہے جیسا کہ منشاء حدیث شریف کا ہے۔ اور منطق میں حمل مواطات اس کو کہتے ہیں کہ جب حمل حقیقت موضوع پر بلا واسطہ ہو اور حمل سے مراد ایک شے ء کا دوسری شئے پر محمول ہونا ہے جیسے انسان حیوان ناطق ہے۔

اگر تحقیق نہ ہو محمول کا کلیتاً موضوع کے لئے جیسے تعریف انسان کی یہ کی جائے ذو بیاض ہے تو یہ حمل اشتقاق ہے۔ میرے دوست نے لفظ مواطات سے جو بحث کی ہے بلحاظ لغوی معنوں کے اور بلحاظ منطق صحیح نہیں ہے۔ باصطلاح منطقیین خبر گشتی چیزے بلا واسطہ مر مبتدا را ئے بدون انضمان کلمہ ذو وغیر آں چنانچہ زید قائم بخلاف زید قیام کہ حمل صحیح نمی باشد مگر بواسطہ ذوا ے زید وز وقیام اسمہ اسمی اسم ابیہ اسم ابی سے یہ امر صاف ہے کہ نام مہدی موعود کا سید محمد ابن عبداللہ ہونا لازم ہے جبھی تو اولا د فاطمہ ہوگا جب وہ سید ہو ۔اگر احمد اور محمد کے اسمائے جلالی اور جمالی سے تعبیر کر کے مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نام کو اسمہ اسمی میں داخل کرلیا تو و اسم ابیہ اسم ابی میں تو کسی طرح داخل نہیں ہو سکتے کیونکہ غلام مرتضی سے کوئی مواطات ،عبداللہ سے نہیں ہے۔ پھر کیوں کر ایک مغل صاحب خلاف حدیث کے صریح مضامین اور مطالب کے مہدی موعود ہونے کا دعوی کر سکتے ہیں۔

یہ بحث اس قدر صاف ہے کہ اس میں الجھنے کی کوئی ضرورت ہی معلوم نہیں ہوتی۔ سیاق عبارت اور فحوائے کلام کے خلاف کھینچ تان کر زبردستی شاخ در شاخ معنی کرنا کیا ضرور ہے۔ یہ کوئی معمے اور پہیلیاں تو ہے ہی نہیں۔عبارت روز روشن کی طرح صاف ہے۔ اگر میرے عالم دوست نے غلام مرتضی سے غلام اور عبد میں مواطات قرار دیا، تو مرتضی اور اللہ میں کیوں کر مواطات قائم فرمائیں گے۔مرتضی بمعنی پسندیدہ ہے اور چونکہ مرتضی لقب حضرت علی کا تھا مسلمانوں نے فخر کے طور پر غلام مرتضی نام رکھنا شروع کر دیا۔لیکن لفظ مرتضی اور اللہ میں تو کچھ بھی مواطات نہیں ہے، مرزا غلام احمد قادیانی کے والد کا نام غلام مرتضی ہے اور ہمارے سرور عالم ﷺ کے والد ماجد کا اسم مبارک عبداللہ۔ پس ان دونوں ناموں میں مواطات کہنا تو کسی طرح صحیح نہیں ہوسکتا

اگر عبدالرحمٰن نام ہوتا، تب بھی ہم نہیں مان سکتے۔رحمٰن رحیم وغیرہ اسمائے صفات ہیں اور اللہ اسم ذات۔جب تک صاف عبداللہ نہ ہو نہیں مانا جاسکتا۔

بحث مواطات کی تو رہنے دیجئے اب صحاح کی حدیث سنئے

قال رسول الله ﷺ المهدی منّی أجلی الجبهة أقنی الانف یملأ الارض قسطاً و عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً و یملك سبع سنین

۔(ابو داؤد۔ حدیث نمبر ٤٢٨٥)

اس حدیث میں الفاظ المهدی منی بہت غورطلب ہیں۔مرزا غلام احمد قادیانی جوقوم کے مغل ہیں منی میں داخل نہیں ہوسکتے۔

میرے فاضل دوست کے استدلال کے بموجب اگر ناک اور پیشانی مرزا غلام احمد قادیانی کی جیسا کہ بیان کی جاتی ہے اسی قسم کی ہو جیسی کہ حدیث میں بیان ہورہی ہے لیکن المهدی منی کا کیا جواب ہوسکتا ہے اور يملك سبع سنين کا کیا جواب ہوسکتا ہے۔

اور سنن ابوداؤد کی دوسری حدیث بھی سنئے

المهدی من عتر تی و من و لد فا طمة (ابوداؤد۔حدیث نمبر۴۲۸۴)

بلحاظ اس حدیث کے کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ جو شخص قوم کا مغل ہو، وہ دعوی مہدی ہونے کا کرسکتا ہے ؟ اس حدیث کی رو سے اور دوسری حدیثوں کے منشاء کے موافق بھی جن کو او پرنل کر چکا ہوں مہدی کا اولاد فاطمہ ہونا ضرور ہے۔

اور سنن ترمذی اور سنن ابوداؤد کی متفقہ متعدد حدیثیں ہیں جن میں زیادہ صراحت اس بات کی ہے کہ مہدی کس ملک سے ہوں گے۔ایک ان میں سے یہ ہے:

لا تـذ هـب الـد نيا حتى يملك العر ب ر جل من اهل بيتى يواطى اسمه اسمی

(ابوداؤد۔ج۲ص۱۳۱)

فرمایا سرور عالم ﷺ نے دنیا فنا نہ ہوگی یہاں تک کہ مالک ہوگا عرب کا ایک شخص اہل بیت سے میرے۔موافق ہوگا اس کا نام میرے نام کے۔

بلحاظ صحاح کی اس حدیث کے مہدی تو وہ ہوں گے جو عرب کے مالک ہوں گے کیا مرزا غلام احمد قادیانی ملک عرب کے مالک تھے۔نام میں تو کھینچ تان کر مواطات پیدا کرنے کی کوشش کی گئی لیکن يـمـلـك العر ب ،عرب کا مالک ہوگا۔سنئے! مرزا غلام احمد قادیانی کو کس طرح متعلق کیا جائے گا۔

میرے فاضل دوست تو وکیل ہیں، میں ان کی بحث کے لحاظ سے ایک مقدمہ پیش کرتا ہوں اور یہ کہتا

ہوں کہ آپ اس مقدمہ میں وکالت کر کے کامیاب کرا دیجئے تو میں معقول مختنانہ دوں گا،تو کیا وہ اس مقدمہ کو عدالت میں پیش کر کے کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں وہ مقدمہ یہ ہے:

زید جو دس لاکھ روپئہ کا مالک تھا، ایک وصیت نامہ لکھ کر مرا۔ وصیت نامہ میں یہ لکھا کہ میرے دس لاکھ روپئہ میں سے ایک لاکھ روپئہ محمد ولد عبداللہ، میرے بھانجہ کو دے دیئے جائیں۔

زید کے دو بھانجے ہیں۔ ایک محمد ولد عبداللہ۔ دوسرا غلام احمد ولد شیخ مرتضی۔

میں فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) سے کہتا ہوں کہ بروئے وصیت لاکھ روپئہ غلام احمد ولد شیخ مرتضی کو ملنے چاہییں اور محمد ولد عبداللہ کو نہ ملنے چاہییں کیونکہ وصیت کرنے والے کا منشاء یہ تھا کہ لاکھ روپئہ غلام احمد ولد شیخ مرتضی کو جو وہ بھی اس کا بھانجہ ہوتا دلایا جائے اور چونکہ محمد اور احمد میں مواطات ہے اور شیخ مرتضی اور عبداللہ میں بھی مواطات ہے اس لئے غلام احمد ولد شیخ مرتضی کی طرف سے آپ وکالت کیجئے اور لاکھ روپئہ وصول کیجئے تو آپ کو بھی دس ہزار روپئہ مختنانہ دیا جائے گا۔

تو کیا میرے فاضل دوست اس بحث کی بنا پر عدالت میں مقدمہ غلام احمد ولد شیخ مرتضی کی طرف سے پیش ہونے پر راضی ہو جائیں گے، اور ان کا ضمیر ان کو ایسا مقدمہ لینے پر مجبور کرے گا۔ اور کیا میرے دوست اس بحث کی بنا پر کامیابی کی امید رکھ سکتے ہیں۔ اور کیا عدالت ہائے انصاف میں ایسی بحثیں کامیاب ہوسکتی ہیں۔

اگر اس قسم کی بحثوں پر کامیابی کی امید نہیں ہوسکتی ہے، تو میں افسوس کے ساتھ فاضل دوست سے اس امر کے ظاہر کرنے پر مجبور ہوں کہ وہ اپنے نبی کی اس قسم کی بحثوں پر کبھی خدا کے پاس بھی کامیابی کی امید نہیں کر سکتے ہیں۔ اور اگر اس قسم کی بحث ان کے نبی نے ہی بتائی ہے اور خود انہوں نے اپنی طبیعت سے اس بحث مواطات کو چھیڑا ہے اور اس بحث کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح یا مہدی موعود مانا ہے تو ان پر لازم ہو جائے گا کہ وہ غور فرمائیں کہ جب ہماری ایسی بحث دنیا کی عدالتوں میں کامیاب نہیں ہوسکتی تو اس عادل ذو الجلال اور منصف حقیقی کی عدالت میں کیوں کر کامیاب ہوگی؟

میرے عالم دوست نے جس حدیث سنن ابوداؤد کے حوالہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود ثابت کرنے کی کوشش فرمائی ہے اس بناء پر کہ ان کی پیشانی ایسی تھی اور ان کی ناک ایسی تھی اور حدیث میں بھی مہدی موعود کی وہی علامات بیان کی گئی ہیں، تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود ماننے میں کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اس بحث کی بنا پر میرے لائق دوست کو ایک اور مقدمہ دیتا ہوں اور دیکھتا ہوں کہ وہ اس مقدمہ میں کامیاب کرادیں گے یا اس مقدمہ کے لینے ہی سے قطعاً انکار کر دیں گے اور مقدمہ والے کو بے وقوف کہیں گے یا عقل مند؟

ایک شخص احمد فاروق کہتا ہے کہ اعلی حضرت غفران مکان علیہ الرحمۃ نے یہ حکم صادر فرمایا تھا کہ ایک شخص سید احمد فاروق جو مالک ہوگا تعلقہ فیض آباد کا آئے تو دس لاکھ روپئہ دے دیئے جائیں، میں نے اس سے ایک ہیرا خریدا تھا، اور اس شخص کی پیشانی کشادہ اور کشیدہ بینی ہے اور جب وہ بات کرتا ہے تو رانوں پر ہاتھ مارا کرتا ہے۔ ایک شخص جس کا مشہور نام محمد عمر خان ہے میرے لائق دوست سے کہتا ہے کہ چونکہ سید احمد فاروق میں ہی ہوں، میری طرف سے دعوی رجوع کر کے روپئہ دلوا دیجئے۔

جب اس سے اعتراض ہو کہ تیرا نام محمد عمر خان ہے تجھے روپئہ کیوں کر ملے گا، تو وہ کہتا ہے کہ احمد اور لفظ محمد میں مواطات ہے، اور فاروق اور عمر میں بھی مواطات ہے۔ اور میری پیشانی کشادہ ہے اور کشیدہ بینی ہے گفتگو کرتے وقت رانوں پر ہاتھ بھی مارا کرتا ہوں، اس لئے سید احمد فاروق میں ہی ہوں۔

جب اس سے کہا گیا کہ تم پٹھان ہو، اور حکم شاہی میں سید احمد فاروق لکھا ہوا ہے۔ اور اس کا مالک تعلقہ فیض آباد ہونا بھی ضرور ہے۔ نہ تم سید ہو، نہ مالک تعلقہ ہو۔

ان اعتراضات کا تو وہ جواب نہیں دیتا لیکن حلیہ کی بنا پر اور نام کی مواطات پر وہ دعوی کرنا چاہتا ہے کیا میرے لائق دوست بلکہ برٹش انڈیا کوئی ایسا وکیل ہے کہ اس بحث کی بنا پر اس کو کامیاب کرادے یا کم از کم مقدمہ ہی رجوع کرے۔

اگر کوئی وکیل اس کو کامیاب نہیں کرا سکتا تو مرزا غلام احمد قادیانی کو کامیاب کرانے میں کس طرح وکالت کی جا سکتی ہے مہدی تو وہ ہوگا کہ جو جو سید ہو، اور اس کا نام محمد باپ کا نام عبداللہ ہوگا اور وہ مالک ہوگا

عرب کے ملک کا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نہ سید، نہ ان کا نام محمد، نہ باپ کا نام عبداللہ، نہ وہ مالک عرب کے ہوئے، اور نہ دوسری حدیثوں کی رو سے وہ مصداق مہدی موعود ہو سکتے ہیں، تو محض اس وجہ سے کہ کشادہ پیشانی اور کشیدہ بینی رکھتے ہیں اور رانوں پر ہاتھ مارا کرتے ہیں مہدی موعود ہو جائینگے، اور باقی الفاظ حدیث کے گاؤ خورد ہو جائیں گے۔

یہ تو اس قدر صاف بحث ہے کہ بچے بھی سمجھ جائیں گے، لیکن افسوس ہے کہ قادیانی حضرات کی سمجھ میں نہیں آئی۔ اللہ تعالی ان کو اب سمجھنے کی توفیق دے۔ البتہ اس موقع پر ایک انگریزی مثال لکھنا ضروری معلوم ہوتا ہے وہ یہ کہ

They said to the hen eat and do not scatter the corn about she replied I cannot leave off my habit.

یعنی مرغی سے کسی نے کہا کہ تو دانہ کھا مگر اس کو بکھیر نا مت۔ وہ بولی جناب میں تو اپنی عادت بدل نہیں سکتی۔

براہ کرم غور اور توجہ سے پڑھیئے اور انصافاً فرمایئے ہم امید نہیں کر سکتے کہ کسی کو مثل متذکرہ بالا کے زبان پر لانے کی بھی ضرورت ہو گی۔

ایک اور مثل مشہور ہے کہ ایک شخص کسی کی ملاقات کو گیا تو اس نے پوچھا تمہارا کیا نام ہے۔ تو اس شخص نے کہا کہ میرا نام حاجی ہے، تو دوسرے شخص نے کہا کہ نہیں تو سگ (کتا) ہے۔ شخص اول الذکر نے حیرت سے پوچھا، جناب میں تو آدمی ہوں اور میرا نام حاجی ہے آپ مجھے (سگ) کس طرح کہتے ہیں۔ تو شخص ما بعد الذکر نے جواب دیا کہ حاجی اور چاچی کی شکل ایک ہے۔ چاچی کمان کو کہتے ہیں۔ کمان گمان کی ایک ہی شکل ہے۔ گمان شک کو کہتے ہیں۔ شک اور سگ کی شکل ایک ہے، اس لئے تم سگ ہو۔

شخص اول الذکر تقریر کو سن کر سخت متعجب ہوا۔ اس مواطات کی تشریح بالکل اسی طریقہ سے کی گئی ہے کہ انسان کو جس کا نام حاجی ہے دوسرے شخص نے سگ بنا دیا الفاظ کی اس تشریح اور تعبیر سے نہ آدمی کتا ہو سکتا ہے نہ مرزا قادیانی جن کا نام غلام احمد ولد غلام مرتضی ہے، محمد بن عبداللہ قرار پا سکتے ہیں۔

میرے فاضل دوست کا یہ اعتراض ہے کہ مہدی سوڈانی کا نام سید محمد اور ان کے باپ کا نام عبداللہ

اور ماں کا نام آمنہ تھا باوجود ان کے دعوی مہدی موعود کرنے کے، آپ نے ان کو کیوں مہدی موعود نہ مانا؟

اس سوال سے خود جواب حل ہو جاتا ہے یہی تو ہم لوگوں کا اعتراض ہے اور نہایت واجبی اعتراض ہے کہ حدیث شریف میں مہدی موعود کے مبعوث ہونے کا جو وقت بتلایا گیا ہے وہ وقت نہیں آیا تھا۔ ان علامات کے ظاہر ہونے سے پہلے مہدی سوڈانی تو کیا اور کوئی بھی دعوی کرے تو ہم لوگ نہیں مان سکتے کیونکہ خدا کے فضل سے اب تک کروڑ ہا مسلمان اپنے سچے دین کے پکے پابند ہیں اور نہ دنیا میں ایسا ظلم و جور بھر گیا ہے جیسا کہ حدیث شریف میں مذکور ہے، اور نہ ساری دنیا کو عدل وانصاف سے اس مہدی نے بھر دیا ہے۔ تو پھر کیوں کر ہم اندھوں کی آنکھوں پر پٹی باندھ کر خلاف منشاء حدیث شریف کے کسی کو مہدی موعود سمجھ لیتے۔

صرف ایک ملک پر ترکوں کے متحدین نے ظلم کیا تو خدا کے فضل وکرم سے آپ نے دیکھ لیا کہ ترک مسلمانوں نے شمشیر بکف ہو کر ان مظالم کو دور کرالیا۔ کسی مہدی موعود نے کیا یا مہدی کے کسی فرقہ نے کوئی مدد کی؟

اللہ تعالی کے فضل سے مسلمانوں میں اب تک اتنی طاقت ہے کہ ظالم کو اس کے ظلم کا نتیجہ دکھلا سکتے ہیں۔ ترکی کے سواد نیا کے مختلف حصص میں مسلمان اچھی حالت میں ہیں اور اپنے خدائے پاک وحدہ لاشریک لہ کی وحدانیت کے قائل ہیں اور اس کے احکام کو ادا کر رہے ہیں ہنوز وہ نوبت نہیں آئی کہ اسلام میں جور وظلم بھر جائے اور مسلمانوں کے لئے پناہ کی جگہ تک نہ باقی ہو جیسا کہ حدیث کا منشاء ہے، تو پھر کیونکر مہدی موعود کا ظہور ہو سکتا ہے۔

میرے فاضل دوست کا یہ ارشاد کی، عدل سے دنیا کو بھر دے گا، یہ صفت بعد رسول اکرم ﷺ کے بجز مرزا غلام احمد قادیانی کے آج تک کسی میں نہیں پائی گئی۔،

کسی طرح ماننے کے لائق نہیں۔ میرے عالم دوست تو مجھے فرماتے ہیں کہ کیا بتلا سکتے ہیں کہ کسی نے ظلم (ان الشرك لظلم عظيم) یعنی ابنیت عیسی کی تردید اس زور شور سے کی ہو۔، میں خود فاصل دوست سے سوال کرتا ہوں کہ کیا آپ بتلا سکتے ہیں کہ دنیا کے مختلف حصص چین، جاپان، روس، مصر، روم، اور ممالک افریقہ کی کون کون سی خبریں آپ کے پاس آیا کرتی ہیں کہ جس سے آپ یہ نتیجہ نکالنے پر مجبور ہوئے کہ ابنیت عیسی کی تردید مرزا غلام احمد قادیانی سے زیادہ زور شور کے ساتھ کسی نے نہیں کی۔ ہم ایک چار دیواری کے اندر

رہ کر سارے عالم کے چار بڑے براعظم ایشیاء، یورپ، افریقہ اورامریکہ کے خواب کیوں کر دیکھ سکتے ہیں۔

چونکہ قادیان سے مرزا غلام احمد قادیانی نے آریوں کا یا عیسائیوں کا جواب لکھا، یا مناظرہ یا مباحثہ یا مباہلہ کیا، تو کیا اس سے یہ لازم آتا ہے کہ ساری دنیا کے تمام براعظم ایسے مباحثوں یا مناظروں سے خالی ہیں۔ ہاں یہ فرمائیے کہ ہمارے پاس ایسے ذرائع نہیں ہیں کہ ہم ساری دنیا کے براعظموں کے تمام چھوٹے بڑے شہروں کے مذہبی علماء کے مباحثوں سے واقف ہوں۔ ایک ملک چین کے آٹھ کروڑ مسلمانوں کو لیجئے۔ ملک چین میں آٹھ کروڑ مسلمانوں کی مردم شماری کا پتہ پیسہ اخبار میں آپ کو ملے گا جس نے بحوالہ تقریر وزیر چین کسی مضمون کی تردید میں لکھا ہے جو امریکہ سے شائع ہوئی تھی کہ مسلمانان چین کی مردم شماری آٹھ کروڑ ہے۔

پیسہ اخبار جو جون یا جولائی ۱۹۲۳ء میں شائع ہوا ہے، اس میں میں نے خود دیکھا ہے کہ آٹھ کروڑ کی مردم شماری بتلائی گئی ہے۔ اور بتلائیے کہ وہاں کے مسلمان علماء سے اور چینی عالموں سے کیا کیا مباحثہ ہو رہے ہیں۔ ہم آپ کچھ نہیں بتلا سکتے، البتہ خبر تو اخباروں میں دیکھی تھی جس کو ایک سال بھی نہیں گزرا کہ نو لاکھ چینی مسلمان ہو گئے۔ نو لاکھ چینی مسلمان ہوئے ہوں یا کم، کیا بغیر علماء کی جان توڑ کوششوں کے ایک دم اتنے لوگ مشرف باسلام ہوئے ہوں گے۔ پھر ان علماء میں معلوم نہیں کہ کتنے عالم ایسے ہوں گے جن کی زبان میں لکنت ہوگی اور بات کرتے وقت رانوں پر ہاتھ مارا کرتے ہوں گے، اور ان کی پیشانی کشادہ اور بینی کشیدہ ہوگی، اور ممکن ہے کہ ان میں سید بھی ہوں، اور ان کے نام محمد بن عبداللہ ہوں، تو کیا وہ سب مہدی موعود کا دعوی کر بیٹھیں گے؟

ابھی تو ہم دنیا کے دوسرے براعظموں کے اسلامی حالات اور وہاں کے علماء کے شغل اور ان کی مذہبی خدمات سے واقف نہیں ہیں۔ معلوم نہیں کہ وہاں علماء کیا کیا خدمات انجام دے رہے ہیں۔ محض اس وجہ سے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے آریہ سماجیوں سے بحثیں کیں اور ان کی تردید میں کتابیں تصنیف فرمائیں، یا ابنیت عیسی کی تردید میں مناظرہ فرمایا، کتابیں لکھیں، یا ان کے فرقہ کے چند اصحاب مختلف مقامات پر بطور مشن کے کام کر رہے ہیں اور تبلیغ میں سعی وافر کام میں لا رہے ہیں، مرزا غلام احمد قادیانی کو مہدی موعود نہیں مانا جا سکتا۔

یہ امور ایسے ہیں کہ ایسے لوگ عنداللہ ماجور اور عندالناس مشکور ہوں گے لیکن یہ امور ایسے نہیں ہیں کہ

مہدی ماننے کے لئے کافی ہوں۔ خصوصاً ایسے روشن زمانہ میں کہ دنیا کے مختلف حصص میں ہزاروں مساجد ہیں اور کروڑ ہا مسلمان اپنے مذہبی فرائض کو باآواز بلند انجام دے رہے ہیں تو مہدی موعود کے پیدا ہونے کا موقع ہی کیا تھا۔ مذہبی احکام بیان کر کے مرزا غلام احمد قادیانی عیسائیوں کا عیسائیوں کی تردید کرنا ثبوت مہدی ہونے کا نہیں ہے ایسے کام علماء بھی کیا کرتے ہیں۔

ایک حضرت خالدؓ بن ولید کے اس جنگ کے مقابلہ میں جو انہوں نے ہرقل شہنشاہ روم کی چار لاکھ عیسائی فوج سے کی تھی مرزا غلام احمد قادیانی کی عمر بھر کی بحثیں جو عیسائیوں اور آریوں سے کی گئیں، کوئی وقعت نہیں رکھ سکتی۔ کیا حضرت سیف اللہ کی اس صلیبی جنگ سے میرے فاضل دوست انکار کر سکتے ہیں۔ ہرگز انکار نہ کریں گے۔ خلیفہ اول امیر المومنین حضرت صدیق اکبرؓ کے حکم سے حضرت خالدؓ بن ولید نے باہان سپہ سالار روم سے جو مباحثے فرمائے اور جس زور کی دھواں دھار تقریر سے ابنیت عیسیٰ کی تردید فرمائی، اور ان کے عقیدہ تثلیث کے خلاف گفتگو فرمائی، کیا میرے فاضل دوست فرما سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی عمر بھر کی کمائی بھی اس کا مقابلہ کر سکتی ہے۔

چار لاکھ صلیبیں شہنشاہ ہرقل کے حکم سے افواج میں تقسیم ہوئیں اور ان صلیبوں کو لے کر عیسائی فوج نے اسلامی فوج کا مقابلہ کیا تھا۔ اور حضرت خالدؓ بن ولید اور دیگر مجاہدین اسلام نے اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے بموجب

و اخرجوهم من حيث اخرجوكم (البقرة: ١٩١)

و قاتلوا المشركين كافة كما يقاتلونكم كافة (التوبه: ٣٦)

(یعنی نکالو ان لوگوں کو وہاں سے جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا۔ اور لڑو تمام مشرکین سے جس طرح کہ وہ تم سے لڑتے ہیں) عیسائی فوج کا مقابلہ ایسی بہادری سے کیا کہ فی الواقع صلیبوں کی جن کی تعداد دو لاکھ چالیس ہزار بیان کی گئی ہے دھجیاں اڑا دیں جن کو عیسائی فوجی شہنشاہ ہرقل کے حکم سے اپنے گلوں میں ڈالے ہوئے تھے۔ اور ایک بڑا صلیبی علم چھین کر اس کے پرخچے اڑا دیئے۔

اس کو کہتے ہیں صلیبوں کے پرخچے اڑانا۔ ایسی جنگوں کو جو خالص اسلامی جنگ تھی اور جس کی غرض یہ

تھی کہ اللہ تعالی کے حکم کے بموجب یا تو جزیہ دیں یا مذہب اسلام قبول کریں اور صلیبوں کو خیر باد کہہ کر تثلیث اور ابنیت عیسی کے خیال کو دماغوں سے دور کریں، یہ کہا جائے کہ ابنیت عیسی کی تردید زور شور سے کی گئی تو مضائقہ نہیں۔ لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت ایسے الفاظ کہنا، جنہوں نے ایک واعظ کی حیثیت سے بڑھ کر کوئی کام نہیں کیا، کسی طرح سے درست نہیں ہوسکتا۔

اگر کوئی یہ کہے کہ پیر من خس است اعتقاد من بس است، تو اس کا تو کوئی جواب نہیں ہوسکتا ۔ آپ انصافاً فرمائیں کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی ساری عمر کے مناظرہ یا مباحثہ اس کے مقابلہ میں کچھ قدر اور قیمت رکھتے ہیں۔ یہ کہہ دینا تو آسان ہے کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کسی نے آج تک عیسائیوں کی تردید اس زور شور سے نہیں کی۔ پھر کہوں گا، ابر کا ٹکڑا ہرگز آفتاب کی روشنی کو نہیں روک سکتا۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے نسبتاً کچھ نہیں کیا۔

اگر میں ایک ایک واقعہ صرف حضرت خالدؓ بن ولید سیف اللہ کا فقط صلیبی جنگوں کے متعلق تحریر کروں اور ان کی تقریروں کا ذکر کروں جو ابنیت عیسی کی تردید میں کی گئیں، تو مضمون بہت بڑھ جائے گا اور دوسرے تاریخی واقعات جو صرف عیسائی عقاید کی تردید اور صلیب کے بطلان میں حضرت خالد بن ولید سیف اللہ نے فرمائے لکھوں تو کئی ورق بھر جائیں گے، تو پھر دوسرے واقعات صلیبی کے بیان کی گنجائش کہاں سے اس چھوٹی سی کتاب میں نکل سکتی ہے؟ اگر آئندہ ضرورت ہوئی تو میں تاریخی واقعات تفصیل سے لکھ کر بتلاؤں گا کہ جن فدایان اسلام نے فی الحقیقت لاکھوں صلیبوں کے پرخچے اڑائے انہوں نے تو دعوی نہیں کیا کہ ہم نے صلیبوں کے پرخچے اڑا ڈالے، تو وائے بہر حال مرزا غلام احمد قادیانی کے جنہوں نے صرف زبانی جمع خرچ پنجاب کی چار دیواری کے اندر کیا اور قادیانی حضرات اس کی نسبت یہ فرمائیں کہ بعد آنحضرت ﷺ کے کسی نے ابنیت عیسی کی تردید آج تک ایسی نہیں کی اور تمام تاریخی واقعات پر پردہ ڈالیں۔

محاربات صلیبی کے متعلق میں نہایت مختصر طور پر کچھ لکھتا ہوں اس کو بھی ملاحظہ فرمائیں۔

سب سے پہلے دسویں صدی عیسی کے آخر میں مسلمانوں سے جنگ کرنے کا خیال پاپائے روم سلوسٹر ثانی کو ہوا۔ جس نے عام گرجا کے نام ایک خط لکھا کہ یروشلم کو تباہی سے بچایا جائے۔

اس کے بعد ایک عیسائی شہنشاہ نے پوپ گریگوری ہفتم کو ۱۰۷۳ء میں بڑے ادب سے خط لکھا۔ گریگوری نے تمام عیسائی بادشاہوں کے نام متعدد خطوط لکھے کہ مسلمانوں کے خلاف سب متفق ہو کر ہتھیار اٹھائیں۔

تمام عیسائی سلطنتوں میں تیاریاں اور مشورے سے ہوتے رہے۔ بالآخر ۱۵۔ اگست ۱۰۹۶ء میں بڑے بڑے سپہ سالاروں کی ماتحتی میں عیسائی فوجیں میدان ہائے... میں پہنچیں۔ بالآخر میدان ہائے (ایشیاء) یہ فوجیں جمع ہوئیں تو ان کی تعداد سات لاکھ تھی۔

اب یہاں سے عیسائیوں کے حملے شروع ہوئے اور مسلمانوں سے مقابلہ رہا۔ بالآخر سلطان صلاح الدینؒ نے عیسائیوں کے چھکے چھڑا دیئے۔

اور یہ جنگ خاص اسلام سے عیسائی بادشاہوں نے کی تھی جو صلیبی جنگ ہائے عظیم کے نام سے مشہور ہے۔ سال ہا سال کے معرکوں میں ہزرہا مسلمانوں کو زخمی اور لاکھوں کو شہید ہونا پڑا۔ تاریخ میں ایک روز کا ذکر ہے:

کل صلیبی فوجیں جب شہر میں داخل ہو گئیں قتل؛ عام شروع ہو گیا۔ مسلمان سڑکوں پر ملے، یا مکانوں میں، ہر جگہ تہ تیغ کئے گئے۔ مسجد، مینار، محلات، سب مسمار کر دیئے گئے۔ سوائے مرنے والوں کی چیخ و پکار اور نالہ وزاری کی آواز کے اور کوئی آواز نہ تھی۔ عیسائی فوج لاشوں کو روندتی جاتی تھی۔ بلا مبالغہ خون کا وہ سیلاب شوارع عام اور سڑکوں پر جاری تھا۔ بیان کیا جاتا ہے کہ جلو خانے کے نیچے صحن ایوان اور مسجد جامع کے صحن میں گھوڑوں کے گھٹنوں اور لگاموں کے برابر خون ہی خون بھرا تھا۔

میرے لائق دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) غور فرمائیں کہ صرف ایک روز کی لڑائی کا یہ حال ہے۔ کس قدر مسلمان شہید ہوئے ہوں گے جب اس قدر خون ہوگا کہ گھوڑوں کی لگاموں اور گھٹنوں تک آتا تھا۔ کیا یہ سب مسلمان اور سلطان صلاح الدین ملک گیری کے لئے تھوڑا ہی لڑے تھے؟

یہ لڑائی صلیب کی تھی اور جب تمام بادشاہان یورپ نے اتفاق کر کے اسلام کی بیخ اکھاڑ کر پھینکنا چاہا تو سلطان صلاح الدین ایوبی کی غیرت نے یہ بات گوارہ نہ کی کہ اسلام یوں بیخ و بن سے اکھاڑ کر پھینک دیا جائے۔ نتیجہ کیا ہوا۔ باوصف اس قدر مسلمانوں کی شہادت کے مسلمانوں نے وہ مقدس صلیب بھی عیسائیوں

سے چھین لی جسکی نسبت عیسائیوں کا عقیدہ تھا کہ یہ اصلی صلیب وہ ہے جس پر حضرت عیسی مصلوب ہوئے تھے۔

یہ تھیں صلیبی لڑائیاں، جن کے پڑھنے سے آنکھوں سے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں کہ اسلام کا جھنڈا قائم رکھنے اور صلیب کی دھجیاں اڑا دینے کیلئے بہادران اسلام کیا کیا کارنامہ چھوڑ گئے ہیں۔ اور ہمارے فاضل دوست مرزا غلام احمد قادیانی کی نسبت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کسی نے اس زور سے عیسائیوں کا مقابلہ نہیں۔

میں خیال کرتا ہوں کہ میرے دوست کا یہ تجاہل عارفانہ تھا۔ پڑھے لکھے لوگوں میں کون ایسا شخص ہے جو مسلمانوں کے ان جنگ ہائے عظیم سے واقف نہیں۔ اکمل العلماء عالی جناب نواب ذوالقدر جنگ بہادر ایم اے ناظم اول عدالت فوجداری بلدہ حال رکن مجلس عالیہ عدالت نے جو تاریخ خلافت اندلس کے نام سے تحریر فرمائی ہے، اس کو ملاحظہ فرمائیں تو معلوم ہوگا کہ مسلمانوں نے عیسائی صلیبوں کا کیا حال کیا۔ اور مسلمانوں نے کس طرح صلیبوں کی دھجیاں اڑائیں۔ اور کیسے کیسے مقابلہ عیسائی افواج سے کر کے اسلام کا جھنڈا اگاڑا اور آٹھ سو سال تک اسلامی جھنڈا ملک اسپین میں لہراتا رہا۔

باوصف اس کے ان مسلمانوں نے بھی ایسا دعوی نہیں کیا جیسا کہ میرے دوست نے لکھا ہے۔ تاریخ جاننے والوں پر یہ امر بھی مخفی نہیں کہ بزرگان دین نے اشاعت اسلام میں کیسی جان توڑ کوششیں کیں۔ مشرکوں سے اور کفار سے کیسی کیسی بحثیں فرمائیں۔ اور کیسے کیسے مناظرہ اور مباحثہ فرمائے۔ ان تاریخی واقعات کو یہاں بیان کر کے میں مضمون کو بڑھانا نہیں چاہتا، لیکن اتنا ضرور کہوں گا کہ صرف ایک کتاب موسومہ علماء سلف مولفہ افضل العلماء نواب صدر یار جنگ بہادر مولانا مولوی محمد حبیب الرحمٰن خان صاحب شروانی کو ملاحظہ فرمایا جائے تو معلوم ہوسکتا ہے کہ علماء نے بھی دین کی کیسی خدمتیں فرمائی ہیں۔

یہ دعوی میرے لائق دوست کا آنحضرت ﷺ کے بعد آج تک بجز مرزا غلام احمد قادیانی کے کسی میں یہ بات نہیں پائی گئی کہ ابنیت عیسی کی تردید اس زور کے ساتھ کی ہو، بلاثبوت ہے۔

اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے زور شور کے ساتھ تردید فرمائی ہے لہذا میرے فاضل دوست فرماتے ہیں کہ حدیث میں جو الفاظ ہیں کہ دنیا کو عدل سے بھر دے گا یہ صفت اسی تردید کی وجہ سے خاص طور پر

مرزا غلام احمد قادیانی سے متعلق ہوتی ہے گویا نصاری کی تردید کرنا دنیا کو عدل سے بھر دینا اور اس سے حدیث کا منشاء پورا ہوجاتا ہے بنابراں ہم کو لازم ہے کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو بے چون وچرا مہدی تسلیم کرلیں۔

میں اس کے جواب میں اس موقع پر صرف اس قدر بیان کروں گا کہ جو مطلب میرے فاضل دوست نے لیا ہے ہرگز صحیح نہیں ہے۔ نصاری سے بحث مباحثہ کرنے سے یہ کیوں کر سمجھا جائے گا کہ دنیا کو مرزا غلام احمد قادیانی نے عدل سے بھر دیا۔

اگر صرف قادیان پر یا پنجاب پر دنیا کی تعریف صادق آتی ہے جہاں مرزا غلام احمد قادیانی نے نصاری سے مناظرہ فرمایا، تو یہ اور بات ہے لیکن مرزا غلام احمد مباحثہ یا مناظرہ کے لئے پنجاب کے دو چار شہروں کے سوا اور کہیں نہیں گئے۔ دنیا میں ممالک ایشیاء یورپ افریقہ امریکہ کیسے بڑے بڑے براعظم میں ان ممالک کی صورت تک انہوں نے نہیں دیکھی، تو پھر کیوں کر یہ دعوی صحیح ہوسکتا ہے کہ دنیا کو انہوں نے عدل سے بھر دیا۔ یہ تو وہی مثل ہے کہ کنویں کا مینڈک جو کبھی اس کنویں سے باہر نہیں گیا اسی کنویں کو دنیا سمجھتا ہے۔ اسی طرح مرزا غلام احمد کا دعوی ہے کہ وہ قادیان میں یا پنجاب کے دو چار شہروں میں چند پادریوں یا آریہ سماج کے پنڈتوں سے مباحثہ کرکے یہ خیال کرتے ہیں کہ میں نے دنیا کو عدل سے بھر دیا۔

میرے لائق دوست کا یہ بیان کہ مسیح کے متعلق احادیث میں یکسر الصلیب آیا ہے اور علامہ ابن حجر نے اس کے معنی یبطل النصرا نیة بالحجج و البرا هین کئے ہیں، چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مذہب نصاری کی دھجیاں اڑادیں اس لئے ان کو مسیح ماننے میں کوئی شک نہیں رہتا، اس لئے صحیح نہیں ہے کہ مسیح سے مسیح ابن مریم مراد ہیں جس کو میں آئندہ تفصیل سے عرض کروں گا کہ جس حدیث کا میرے فاضل دوست نے حوالہ دے کر یکسر الصلیب پر زور دیا ہے وہ حدیث ترمذی کی ہے، اور اس میں صاف الفاظ ان ینزل فیکم ابن مریم درج ہے۔ بحث کا یہ بالکل نرالہ طریقہ ہوگا کہ جو فقرہ اپنے مفید مطلب سمجھیں اس کو معرض بحث میں لایا جائے، اور جو فقرہ خلاف مطلب ہو اس کو نظر انداز کردیا جائے۔

حدیث محولہ میں جب کہ مسیح کے ساتھ ابن مریم کا لفظ ہے تو میرے دوست اس لفظ مسیح سے مرزا غلام احمد قادیانی کیوں کر مراد لے سکتے ہیں۔ ہاں اگر وہ ابن مریم ہوتے تو میرے فاضل دوست کی بحث صحیح ہوجاتی

۔اگر علامہ ابن حجر نے یکسر الصلیب کے یہ معنی لئے ہیں کہ دین نصرانی کو حجت اور دلائل سے باطل کر دینا تو ابن حجر کی یہ رائے محض استدلال کے طور پر ہے اور ان کی یہ ذاتی رائے ہے یکسر الصلیب بصیغہ مستقبل حدیث میں آیا ہے اور کسر کے معنی توڑنے اور شکست کرنے کے ہیں مرزا غلام احمد قادیانی نے کہاں کی صلیب توڑی؟ البتہ حضرت مسیح جب نازل ہوں گے تو محض تقریر سے ہی کام نہ لیں گے بلکہ صلیب کو عملاً توڑ ڈالیں گے۔

کتاب کنز العمال اور کتاب حلیہ ابونعیم میں تو یہاں تک لکھا ہے کہ سرور دو عالم ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے کہ قیامت کے قریب حرم کعبہ میں میری ذریت سے ایک شخص ظاہر ہوگا محمد نام ابوالقاسم کنیت مہدی لقب اس کے زمانے میں حضرت عیسی آسمان سے اتریںگے مہدی امام بنیں گے اور حضرت عیسی انکے مقتدی بنیں گے۔

اگر ان مضامین پر نظر ڈالئے تو یہ اعتراض بھی ہوسکتا ہے کہ حرم کعبہ میں مہدی کا ہونا ضرور ہے۔ ایسے زمانہ میں جب کہ قیامت قریب ہو صحیح مسلم میں یہاں تک لکھا ہے کہ قیامت اس وقت تک نہ ہوگی جب تک اہل قریش سے بارہ شخص خلیفہ نہ ہولیں کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ قریش سے بارہ شخص خلیفہ ہوگئے؟ جب نہیں ہوئے تو ہنوز قیامت کا وقت نہیں آیا جب وقت قیامت کا نہیں آیا تو بعثت موعود ناممکن۔ پھر مرزا غلام احمد قادیانی کیوں کر دعوی مہدی ہونے کا کر سکتے تھے۔

انگریزی مثل مشہور ہے کہ جب تک ابر نمودار نہ ہو بارش نہیں ہوتی۔ قیامت کے آثار ہی نہیں تو مہدی کیسے آسکتے ہیں۔

مہدی موعود کے دعوی کرنے والوں میں ایک مرزا غلام احمد قادیانی ہی نہ تھے بلکہ ان سے پہلے بھی بہت سے دعوے ہوئے۔ ایک مہدی سوڈانی جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ ان سے پہلے ایک صاحب سید محمد جونپور میں پیدا ہوئے۔ انہوں نے بھی دعوی فرمایا۔ چنانچہ ہمارے اس شہر میں ہزار ہا ان کے ماننے والے مہدی پٹھانوں کے نام سے مشہور اور موجود ہیں۔

سب سے پہلے حضرت محمد حنفیہ ابن علی نے یہ دلیل پیش فرمائی کہ محمد تو میرا نام ہے اور کنیت ابوالقاسم میں اختیار کر چکا ہوں اور امام مظلوم شہید کے دشمنوں سے تلوار ہاتھ میں لے کر لڑا، اور بدلہ لے چکا ہوں۔

حضرت محمد حنفیہ کو ان کے گروہ کے لوگوں نے عرصہ تک یہ شہرت دی تھی کہ حضرت ممدوح مہدی موعود ہیں۔

حضرات شیعہ کے اقوال اس مسئلہ میں مختلف ہیں۔فرقہ امامیہ اثناعشریہ کہتے ہیں کہ بارھویں امام محمد بن حسن کنیت ابوالقاسم القاب مہدی یہی مہدی موعود ہیں، دشمنوں کے خوف سے غائب ہو گئے ہیں، مرے نہیں پھر ظاہر ہوں گے، اور زمین کو عدل سے بھر دیں گے۔

فرقہ قرامط کہتا ہے کہ محمد بن اسماعیل بن جعفر اپنے باپ کی وصیت کی رو سے امام ہیں اور یہی مہدی ہیں۔اور نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں۔

باقریوں کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت امام باقر مہدی منتظر ہیں جو نہیں مرے بلکہ زندہ ہیں۔

اور بہت فرقہ ہیں۔ان کے عقائد مختلف ہیں اس موقع پر اس کے بیان کرنے کی ضرورت نہیں۔

تفسیر کواشی میں حضرت علیؓ سے منقول ہے کہ جب بسم اللہ الرحمٰن الرحیم کے حروف کے اعداد پورے ہو جائیں گے تو مہدی کا خروج ہوگا۔

اس میں لامکرر نہ پڑھا جائے تو سات سو چھیاسی عدد نکلتے ہیں اور لا کو بسم اللہ الرحمٰن الرحیم میں مکرر پڑھا جائے تو اعداد گیارہ سو چھیاسی شمار ہوتے ہیں اور یہ زمانہ مہدی کے خروج کا بتلایا گا ہے۔ چنانچہ اس قول کو حضرت محی الدین ابن عربی شیخ اکبر نے دو شعروں میں لکھا ہے

اذا فقد الزمان علی حروف
به بسم الله فالمهدی قاما

و زو رات الخروج عقیب صوم
الا بلغه من عندی سلاما

واضح ہو کہ یہ سب اقوال ان احادیث کے خلاف ہیں جن کا اندراج ہم نے اوپر کیا ہے۔احادیث کے منشاء کے موافق مہدی کا خروج اس وقت ہونا چاہیے جب کہ دنیا میں جور وظلم بھر گیا ہو، تاکہ مہدی موعود

خروج کر کے دنیا میں بجائے جور وظلم کے عدل سے بھر دیں۔پس وہ زمانہ ہنوز نہیں آیا جیسا کہ میں نے اوپر ذکر کر دیا تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعوی کہ میں مہدی موعود ہوں کس طرح صحیح ہوسکتا ہے۔

اگر سنن ترمذی شریف مطبوعہ اصح المطابع لکھنو مطبوعہ ۱۳۱۶ھ کے صفحہ ۳۲۵ باب ما جاء فی فتنة الدجال کے تحت صفحہ ۲۶ تک ملاحظہ کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ بہت طویل حدیثیں ہیں جن میں دجال کے خروج اور حضرت عیسیٰؑ کے نزول وغیرہ کے متعلق حالات درج ہیں۔اوران حدیثوں میں حضرت عیسی ابن مریم کو مسیح کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ اس زمانہ میں دنیا کی کیا حالت ہوگی۔

بخوف طوالت ہم نے ان کل حدیثوں کو یہاں نقل نہیں کیا۔پس یہی وجہ تھی کہ مسیح موعود کے ظاہر ہونے کا زمانہ نہیں تھا اور قبل از وقت دعوی کئے گئے تھے اس لئے ہم نے ان دعووں کو نہیں تسلیم کیا جو اس زمانہ سے قبل بعض حضرات نے کئے تھے۔

سوال نمبر دس کے جواب میں میرے دوست (مولوی عبدالعلی) فرماتے ہیں کہ

راوی کو شک ہے۔خود راوی نے کہا ہے رجل منی او من اهل بیتی بلکہ بعض اسی پایہ کی حدیثوں میں امتی کا لفظ آیا ہے۔

یہ بیان تسلیم کرنے کے قابل نہیں ہے۔اس لئے کہ میں نے چار حدیثوں کا حوالہ دیا ہے۔البتہ ان میں ایک حدیث میں او من اهل بیتی لکھا ہے لیکن دوسری حدیثوں میں صاف یہ الفاظ ہیں

المهدی من عترتی ومن اولاد فاطمة رجلا من عترتی واهل بیتی

ان سب حدیثوں کو ملا کر اس کا مطلب دیکھا جائے جس میں رجلا منی او من اهل بیتی ہے تو صاف طور پر میرے لائق دوست کے اعتراض کی تردید ہو جاتی ہے۔صاف الفاظ کو نظر انداز کر کے یہ بیان کرنا کہ راوی کو خود شبہ ہے کیوں کر صحیح ہوسکتا ہے۔اگر ایک حدیث پر آپ کو شبہ ہے تو دوسری متعدد حدیثوں پر آپ کیا شبہ کریں گے؟اس میں تو کوئی لفظ آپ کی تائید نہیں کرتا۔

آپ کے اعتراض کے لحاظ سے بھی نتیجہ نکلتا ہے کہ مہدی کا منی او من اهل بیتی میں داخل ہونا ضرور ہے۔مرزا غلام احمد قادیانی نہ منی میں نہ اهل بیتی میں داخل ہو سکتے ہیں،تو پھر خواہ مخواہ مہدی

بن بیٹھنا کیا معنی۔

میرے دوست کا یہ بیان کہ بعض حدیثوں میں جو صحاح کی ہم پایہ ہیں مـن امتـی لکھا گیا ہے، بالکل درست نہیں۔ میں دعوی سے کہتا ہوں کہ صحاح کی کسی حدیث میں یہ لفظ نہیں۔ نہ معلوم کس طرح میرے دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) نے ایسا لکھ دیا کہ جس کا حوالہ تک نہیں دیا گیا۔

کیا مہدی اور مسیح ایک ہیں

میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی) کا یہ ادعا کہ مہدی موعود اور مسیح موعود ایک ہی ہیں، اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود بھی تھے، ابن ماجہ کی ایک حدیث پر مبنی معلوم ہوتا ہے یعنی لا مهـدی ا لا عیسی ابن مر یم۔

اس سے نتیجہ نکالتے ہیں کہ مہدی اور عیسی جدا جدا نہیں ہیں اور اس کے متعلق یہ مثالیں دی ہیں کہ بلحاظ صفات کے ایک شخص کے مختلف نام ہو سکتے ہیں، جیسے شجاعت کے اعتبار سے رستم دوراں اور سخاوت کے اعتبار سے حاتم زمان ایک ہی شخص کی نسبت کہا جا سکتا ہے۔

پہلے تو یہ کہ سنن ابن ماجہ نے حدیث ابی امامہ میں اس کی تصریح کر دی ہے اسکے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مہدی موعود اور مسیح موعود جدا ہیں۔ مہدی اور ہیں اور مسیح اور۔

دوسرے علامہ زرقانی نے لا مهـدی ا لا عیسـی کی تردید کی ہے۔ اگر ہم فرض کر لیں کہ کوئی اختلاف اس حدیث سے نہیں، تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ ہمارے عالم دوست کے استدلال کے بموجب تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ مہدی کوئی علیحدہ نہیں ہیں، عیسی ہی مہدی ہیں تو وہ کون سا عیسی آیا ۔ وہ عیسی جو لفظ عیسی کے نام سے قرآن مجید میں بارہا نام لیا گیا ہے یعنی عیسی بن مریم یا کوئی اور عیسی ؟

ہمارے دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) اس سے تو انکار نہیں کریں گے کہ عیسی کے لفظ سے قرآن شریف میں اور امتیان حضرت محمد ﷺ میں تیرہ سو سال سے حضرت عیسی ابن مریم مراد لئے گئے ہیں۔

اگر مہدی اور عیسی ایک ہی شخص ہے، تو حضرت عیسی ہی مہدی ہیں تو مہدی کوئی جدا شخص نہ ہوں گے۔ لیکن بحث کا یہ کون سا طریقہ ہے کہ ہمارے فاضل دوست اپنے مطلب کی حد تک نتیجہ نکالنے میں مہدی اور عیسی جدا نہیں ابن ماجہ کی حدیث استدلال میں پیش فرماتے ہیں اور یہ مطلب اس غرض سے نکالا جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ہی دونوں لقب مہدی اور عیسی سے منسوب ہوسکیں، مگر اس امر میں اختلاف کرتے ہیں کہ حضرت عیسی زمین پر پھر آئیں گے۔ اس لئے حضرت عیسی کے زمین پر پھر آنے کا مسئلہ صحیح مان لیں تو مرزا غلام احمد مسیح موعود ہونے کا دعوی نہیں کر سکتے کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی آسمان سے نہیں آئے اور نہ وہ عیسی بن مریم ہیں۔

محض اپنے آپ کو مسیح ثابت کرنے کے لئے ایسے صاف مسئلہ سے وہ اختلاف فرماتے ہیں اور ابن ماجہ کی حدیث سے مرزا غلام احمد قادیانی جو استدلال فرماتے رہے وہ خود ان کے قول کی تردید کرتی ہے کیونکہ عیسی بن مریم ہی مہدی ہوں گے کوئی جدا نہیں۔ اس سے بھی نتیجہ یہی نکلا کہ مہدی کا لقب حضرت عیسی اختیار کریں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی تو کسی طرح سے اس کی رو سے مہدی نہیں کہلا سکتے۔

نوٹ: مرزا غلام احمد قادیانی، سنن ابن ماجہ کی جس حدیث سے استدلال کرتے ہیں اس میں لفظ ابن مریم صاف لکھا ہوا ہے۔ پس اگر عیسی اور مہدی ایک ہیں جدا نہیں، تو حضرت عیسی ابن مریم مہدی ہوں گے نہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی۔

مرزا قادیانی اپنا یہ مطلب نکالنے کے لئے کہ مہدی اور عیسی ایک ہی شخص کا نام ہے، سنن ابن ماجہ کی حدیث کو سند کے طور پر پیش فرماتے ہیں لیکن اس غرض کے لئے وہ کون عیسی ہیں جو مہدی کا لقب اختیار کریں گے، یہ بات قبول نہیں فرماتے کہ وہ عیسی بن مریم ہوں گے۔ کیونکہ اس کو مان لیں تو ان کے دعوی کی تردید ہو جاتی ہے۔ اور یہ کوئی طریقہ بحث کا نہیں ہے کہ دن کو دن تو کہیں، مگر اس بات کو قبول نہیں فرماتے کہ آفتاب بھی نمایاں ہوگا۔ اگر بغیر آفتاب نکلنے کے بغیر دن کا اطلاق ہوسکتا ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا دعوی بھی صحیح ہے۔

لفظ عیسی کے زبان سے نکلتے ہی، گو اس کے ساتھ ابن مریم کا لفظ نہ کہا جائے، ساری دنیا کا خیال حضرت عیسی ابن مریم کی طرف منتقل ہوتا ہے۔ اسی کو منطق میں دلالت وضعی اور دلالت مطابقی کہتے ہیں کہ جو

لفظ جس غرض کے لئے وضع کیا گیا ہے اس لفظ کے زبان سے نکلتے ہی سامع کا ذہن لفظ موضوع کی طرف منتقل ہو جائے۔ جیسے ہمارے ملک (حیدر آباد دکن) میں لفظ اعلی حضرت یا حضور سے بادشاہ وقت مراد لئے جاتے ہیں ۔اگر کوئی کہے کہ اعلی حضرت نے فرمایا، یا حضور تشریف لائے ،تو ان الفاظ اعلی حضرت یا حضور کے زبان سے نکلتے ہی سامع کا ذہن فوراً ہمارے آقا شہر یار دکن کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

لفظ اعلی حضرت یا حضور کے ساتھ بادشاہ ملک دکن کہنے کی ضرورت نہیں ہوتی۔اسی طرح لفظ عیسی زبان سے نکلا اور سامع کا ذہن حضرت عیسی بن مریم کی طرف منتقل ہوا

اب فرمائیں کہ صحاح کی حدیثوں میں جو لفظ عیسی کا آیا ہے اس سے کیا عیسی علیہ السلام مراد نہیں ہیں ؟ اگر بقول مرزا غلام احمد قادیانی کے مہدی اور عیسی ایک ہی ہیں ،تو مرزا غلام احمد قادیانی پھر مہدی کیوں کر ہو سکتے ہیں۔صحیح مسلم کی حدیث ہے

لا تـزا ل طـا ئفة من امتی یقا تلو ن علی الحق ظا هر ین الی یو م القیا مة قا ل فیـنـز ل عیسی بن مر یم فیقو ل امیر هم تعال صل لنا فیقو ل لا ۔ان بعضکم عـلی بعض امرا ء تکر مة الله لهذه ا لا مة (یعنی میری امت میں ایک گروہ کو زوال نہ ہوگا جو حق کے واسطے حق پر لڑے گا اور قیامت تک مدد دے گا۔فرمایا رسول اللہ ﷺ کہ عیسی ابن مریم نازل ہوں گے۔امیر امت کا (مہدی) اس گروہ کے کہے گا کہ آئیں نماز پڑھائیں ،تو حضرت عیسی فرمائیں گے نہیں، بعضے تم میں سے بعضوں پر امیر ہیں اللہ تعالی نے اس امت کو بزرگی دی ہے)۔

اس حدیث سے صاف معلوم ہوتا ہے حضرت عیسی بن مریم اور ہیں اور امیر یعنی مہدی اور ہیں۔

حضرت مہدی، حضرت عیسی سے خواہش کریں گے کہ آپ نماز پڑھائیں اور حضرت عیسی بلحاظ عظمت امت محمدی امامت سے انکار فرمائیں گے۔اگر حضرت عیسی اور مہدی جدا جدا نہ ہوتے تو آنحضرت ﷺ کی زبان مبارک سے یہ الفاظ نہ نکلتے۔

اس صاف حدیث کے بعد میرے فاضل دوست (مولوی عبد العلی وکیل) لا مهـدی ا لا عیسـی کا مطلب خود سمجھ لیں گے۔مرزا غلام احمد قادیانی تو نہ مہدی قرار پا سکتے ہیں نہ عیسی ،کیونکہ مہدی ہوتے تو ان کے

زمانے میں حضرت عیسی نازل ہوتے۔عیسی مسیح ہونے کا تو ان کوخود دعوی نہ تھا۔پس وہ کسی طرح سے دعوی مہدی ہونے کانہیں کرسکتے۔

ان ہی کے قول کے بموجب اور حسب منشاء حدیث ابن ماجہ اگرمہدی موعود ہونے کا ادعا حضرت عیسی کریں توصیح ہوسکتا ہے۔مرزا قادیانی کو لا مھدی الا عیسی سے کیا فائدہ۔اس حدیث سے یہ امر صاف ظاہر ہے کہ

ایک گروہ کوزوال نہ ہوگا۔حق کے واسطے مدد دے گا۔

اوراس کے بعد آنحضرتﷺ نے ارشادفرمایا کہ عیسی نازل ہوں گے۔

گروہ سے مراد حضرت مہدی موعود کا گروہ ہے پہلے مہدی قبل وقوع قیامت کےحق کے لئےلڑتے رہیں گے اس کے بعد حضرت عیسی نازل ہوں گےاوراس گروہ کےامیر یعنی مہدی فرمائیں گے کہ آپ نماز پڑھائیں۔

حدیث کی تمام عبارت کو پڑھنے سے صاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مہدی اور حضرت عیسی دونوں قیامت سے پہلے آئیں گے۔اورمہدی معہ اپنے گروہ کے قیامت تک مدد دیں گے۔مرزا غلام احمد قادیانی اگر وہی مہدی ہوتے تو قیامت تک زندہ رہ کرمدد دیتے۔وہ تو قیامت کے آثار سے پہلے پیدا ہوئے اور رخصت بھی ہو گئے تو پھر وہ مہدی تو ہرگزنہیں قرار دیئے جاسکتے جن کی نسبت حدیث میں مرقوم ہے کہ قیامت تک مدد دیں گےاور جوحضرت عیسی سے کہیں گے کہ آئیں نماز پڑھائیں۔

اس موقع پرایک واجبی اعتراض ہمارا یہ بھی ہے کہ

مرزا غلام احمد قادیانی اگرمسیح موعود مان لئے گئے تھےتو ان کے نام کے ساتھ تعظیماً وہی لفظ بولنا چاہیے تھا جوحضرت عیسی علیہ السلام کےساتھ قادیانیوں کے باپ دادااور ہمارے باپ دادااستعمال کرتے چلے آئے ہیں یعنی علیہ السلام، اور یہ جملہ انبیاء کرام کے لئے مستعمل ہے۔البتہ آنحضرتﷺ کی نسبت کہ سرور انبیاء ہیں حسب ارشاد باری صلوا علیه و سلموا تسلیما ایک خاص جملہ علیه الصلوة و السلا م ساڑھے تیرہ سوسال سے مسلمانان ہرفرقہ استعمال کرتے چلے آرہے ہیں۔مگرافسوس اورصد ہزارافسوس کہ جو جملہ خاص آنحضرتﷺ کی شان کےشایان تھا وہ جملہ مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے استعمال کیا جاتا ہے۔

اس سے قادیانی حضرات کی محبت کا پتہ چلتا ہے جو آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہے۔ اگر حضرت عیسی علیہ السلام ہی کا پتہ ان مرزا غلام احمد قادیانی کو دیا گیا تھا تو وہی تعظیمی الفاظ جو حضرت عیسی علیہ السلام کے لئے مخصوص تھے استعمال کئے جاتے۔ یہ کیا رنجدہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے کہ سرور عالم کا خاص تعظیمی جملہ درود مرزا قادیانی کے نام کے ساتھ چپاں کر کے فرق امتیازی کو اٹھا دینے یا مساوی کرنیکی کوشش کی جاتی ہے۔

دنیا میں جو اعلیٰ حکومت کار ہیں ان کے لئے بھی خاص الفاظ ہز امپیرئل میجسٹی، ہز مجسٹی، ہز رائل ہائی نس، ہز اگزالٹڈ ہائی نس۔ ہز ہائی نس اسی طرح امیر وزیر نواب شاہ شہنشاہ ہز اکسی لینسی اعلیٰ قدر مراتب استعمال کئے جاتے ہیں۔ جس کے لئے جو تعظیمی جملہ مقرر کر لیا گیا ہے اس کے نام کے ساتھ وہی جملہ بولا جائے گا۔ اگر کوئی شخص اس کے خلاف کہے، تو اس کو جاہل یا بے وقوف یا پاگل کہیں گے۔ مثلاً کوئی شخص نواب صاحب رام پور کو ہز میجسٹی کہیں، تو آپ اس کو ضرور جاہل کہیں گے۔ اسی طرح اگر غلام احمد قادیانی کو علیہ الصلوۃ والسلام کہیں تو قادیانیوں کو ہم کیا کہیں؟ آپ ہی انصاف فرمائیے۔

غنیمت کہ قادیانیوں نے علیہ الصلوۃ والسلام پر اکتفا کیا۔ اگر ان کو حضرت اقدس مرزا صاحب جل جلالہ وجل شانہ فرماتے تو انڈیا کے مسلمان ان قادیانیوں کا کیا کر لیتے جو مرزا غلام احمد قادیانی کو اقدس افضل التفضیل کے مرتبہ میں تو لا چکے تھے۔ اس کے آگے شائد اور کوئی درجہ باقی نہ تھا، ورنہ اس سے بھی درگذر نہ کرتے۔ تو پھر اس بات کا کیا تعجب ہے کہ ان کو مہدی اور مسیح دونوں بنائیں۔ واہ مرزا قادیانی

وصف مہدی دم عیسی رخ زیبا داری
آنچہ دو سہ ہمہ دارند تو تنہا داری

میرے دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) کا یہ قول کہ

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی، مہدی بھی ہیں اور مسیح بھی۔ اور بلحاظ ہدایت مسلمانوں کے مہدی اور بلحاظ اصلاح نصاری المسیح کے اسم سے موسوم ہوئے، اور یہ لفظ بطور استعارہ کے ہے، اور اس لئے آپ نے بغرض تفہیم مثیل مسیح کے لفظ کو اختیار کیا ہے تاکہ لوگوں کو معلوم ہو کہ مسیح محمدی اور ہے جس کے بعثت کا امت کو انتظار ہے اور مسیح ناصری اور جو بنی اسرائیل کے نبی تھے اور وہ وفات پا چکے،

صحیح نہیں ہوسکتا۔ یہ استدلال بھی کسی حدیث پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف مسیح کا لقب اختیار کیا۔ اللہ تعالی نے مسیح کا لقب جس کو دیا ہے، اسکا حال اللہ تعالی کے اس ارشاد سے معلوم ہوگا

انما المسيح عيسى ابن مريم رسول الله و كلمته (النساء:۱۷۱)

اس آیت شریف سے ثابت ہے کہ مسیح کا لقب اللہ تعالی نے خاص حضرت عیسی، مریم کے بیٹے کو دیا ہے۔ اللہ کے حکم کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی اگر مسیح کا لقب اختیار کرلیں تو یہ ان کا ذاتی فعل ہے۔ اس سے وہ فی الواقع مسیح نہیں ہوجاتے۔ اللہ نے ہر شخص کو زبان دی ہے وہ جو چاہے بن بیٹھے۔

بعضوں نے کہا انا الحق (میں اللہ ہوں) تو کیا وہ اللہ ہوگئے؟

اسی طرح اگر کوئی کہے کہ میں مسیح ہوں تو اس کے کہنے سے کیا ہوتا ہے؟

مسیح کا خطاب اللہ تعالی نے مریم کے بیٹے عیسی کو دیا ہے۔ جو حضرت مریم کا بیٹا ہوگا وہ مسیح ہوگا۔ اس کے خلاف جو کہے وہ ارشاد باری تعالی کے خلاف ہے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی کی والدہ کا نام مریم ہوتا، تب وہ بہت زور کے ساتھ استدلال کرسکتے کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں مسیح یا عیسی کا لفظ آیا ہے وہ سب مجھ سے متعلق ہے۔ لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ان کی والدہ کا نام مریم نہیں ہے۔ بنا بریں ان کی یہ عالی ہمتی بیشک قابل تعریف ہے کہ قرآن کریم کے صاف وصریح الفاظ المسيح عيسى بن مريم کو یعنی مریم کے بیٹے کو جو لقب مسیح کا اللہ تعالی نے دیا ہے، وہ اپنے آپ سے متعلق قرار دیتے ہیں اور مریم کے بیٹے حضرت علیہ السلام کا لقب ان سے چھین لے کر اپنے زیب تاج کرنا چاہتے ہیں، اور یہ خیال نہیں کرتے کہ میں حضرت مریم کا کیونکر بیٹا بن سکتا ہوں اور ساری دنیا کی آنکھوں میں کیوں کر خاک جھونک سکتا ہوں۔

البتہ بعض زندہ دلان پنجاب تو حب الوطنی کے جوش میں اور غالباً اس خیال سے کہ پنجاب کے ملک کو بھی یہ شرف حاصل ہو کہ ان کے وطن کی مقدس سرزمین سے بھی نبی اللہ مبعوث ہوئے، مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح تسلیم کرلیں، ان پر ایمان لے آئیں۔ اور اس بات کا خیال نہ کریں کہ مریم کے بیٹے حضرت عیسی کا حق غصب ہوتا ہے۔ اور اسی طرح پنجاب کے پڑوسی یعنی ملک ہند کے بعض حضرات بھی حق ہمسایہ ادا کریں اور

مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لانے والوں کا ساتھ دیں۔لیکن افغانستان، ایران، توران، بلخ، بخارا، ترکستان، روم، شام، مصر، زنجبار اور افریقہ کے دوسرے صوبہ جات اور چین کے آٹھ کروڑ مسلمان جو سب مل کر قریباً ۴۰ کروڑ مسلمان ہوتے ہیں اس حق تلفی کو کیوں کر پسند کریں گے۔اگر پنجاب کے اور اس کے پڑوسی ہندوستان کے بعض ان مسلمانوں کا خدا اور قرآن الگ ہوتا، جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لے آئے ہیں تو ہم کو کچھ کہنے کی ضرورت نہ ہوتی۔لیکن جب کہ ان سب کا اور ممالک مذکور کے مسلمانوں کا خدا اور قرآن پاک ایک ہے، تو ضرور ہوا کہ ہم بھی دریافت کریں کہ اس قسم کی حق تلفی کیوں کی جاتی ہے اور کیوں حضرت مریم کے بیٹے حضرت عیسی علیہ السلام کا خداداد لقب ان سے چھینا جاتا ہے۔

جس قدر حدیثیں میں نقل کر چکا ہوں اور آئندہ نقل کروں گا ان حدیثوں کے الفاظ سے یہ امر صاف ہے کہ مہدی موعود مسلمانوں کی ہدایت کے لئے نہیں آئیں گے اور اسی طرح وہ شخص جو مسیح کے نام سے آئے گا خواہ وہ حسب بیان مرزا غلام احمد قادیانی کے مہدی ہی ہو یا بقول ہمارے حضرت عیسی بن مریم علیہ السلام ہوں صرف نصاری کی اصلاح کے لئے آئے گا، اس وجہ سے کہ مسلمانوں کی ہدایت کہ نہ ضرورت ہے نہ حضرت مہدی مسلمانوں کی ہدایت کے لئے آئیں گے۔مسلمان تو مسلمان ہی رہیں گے ان کی ہدایت کے لئے خدا کیوں مہدی علیہ السلام کو بھیجے گا۔ہاں البتہ جو غیر مسلمان ہوں گے ان کی ہدایت کی ضرورت ہوگی اور غیر مسلموں کی ہدایت کے لئے مہدی علیہ السلام آئیں گے۔ اگر ہدایت مسلمانوں کے معنی مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ لئے ہیں کہ خود اپنے آپ کو مہدی تسلیم کرا لینا ہی داخل ہدایت ہے، تو ہم اس کو ہدایت نہیں سمجھتے۔مہدی موعود کا وہ کام ہوگا جس کا ذکر حدیثوں میں ہے۔کسی حدیث میں یہ نہیں ہے کہ مہدی موعود کا کام مسلمانوں کی ہدایت کرنے کا ہوگا۔مسلمانوں کو ہدایت کرنا تحصیل حاصل ہے وہ خود مسلمان اور دین کے پابند ان کو ہدایت کرنا کیا معنی

اسی طرح یہ دعوی بھی غلط ہے کہ نصاری کی اصلاح کے اعتبار سے مسیح کا لقب اختیار کیا گیا۔مسیح کا کام بھی کسی حدیث کی رو سے یہ نہ ہوگا کہ وہ صرف نصاری ہی کو ہدایت فرمائیں، اور نہ صرف نصاری کی ہدایت کے لحاظ سے مسیح موعود کا لقب اختیار کیا جا سکتا ہے۔

حدیثوں میں جن کا ذکر ہم کر چکے ہیں یا آئندہ کریں گے حضرت مہدی علیہ السلام اور حضرت عیسی کے کام بصراحت بتلا دیئے گئے ہیں۔ ان حدیثوں میں کہیں ایسی صراحت نہیں ہے جیسی کہ میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) نے کی ہے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی طبیعت سے خلاف مضامین حدیثوں کے تشریح فرمائی ہے۔ اگر بقول مرزا قادیانی کے دیکھا جائے کہ مسلمانوں کی ہدایت کے لئے مہدی کا آنا ضروری ہے، تو ہم دریافت کرتے ہیں کہ انہوں نے مسلمانوں کو کیا ہدایت کی۔

اس کے سوا وہ کچھ نہیں بتلا سکتے کہ مسلمانوں سے وہ صرف یہ کہلوانا چاہتے ہیں کہ مجھے مہدی موعود اور مسیح مانو، یا مجھے نبی تسلیم کرو۔ اس کو کوئی بھی ہدایت نہیں کہے گا۔ یہ تو ان کا دعوی ہے جو بلا ثبوت ہونے کی وجہ سے معرض بحث میں ہے۔ ہدایت کے معنی ہرگز یہ نہیں ہیں کہ مہدی موعود جو آئیں گے وہ بھی اپنے آپ کو مہدی منوانے کے لئے نہیں آئیں گے بلکہ وہ تو وہ کام انجام دیں گے جس کا ذکر حدیثوں میں ہے۔

یہ امر کہ آریوں سے بحث کی، یا نصاری قوم کے پادریوں سے مرزا غلام احمد قادیانی نے مباحثہ یا مناظرہ کیا، حضرت مرزا صاحب موصوف نہ مہدی ہو سکتے ہیں نہ مسیح کا لقب اختیار کر سکتے ہیں۔ یہ انکا اختیاری فعل ہے وہ جو چاہیں بن بیٹھیں۔ ایسے کام تو واعظ اور علماء کیا ہی کرتے ہیں۔ مرزا غلام احمد نے پنجاب کی چار دیواری میں بیٹھ کر نصاری اور آریوں سے مناظرہ کیا، تو اس سے حدیث کی پیش گوئی یملأ الارض قسطاً عدلاً کما ملئت ظلماً و جوراً کیا پوری ہوگئی؟

مہدی تو وہ ہوں گے کہ ساری دنیا کو (نہ صرف پنجاب کی چار دیواری کے اندر) عدل اور انصاف سے بھر دیں گے جس طرح دنیا ظلم سے بھر گئی ہو۔

میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی صاحب وکیل) نے میرے سوال نمبر ۶، ۷ کے جواب میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ

چونکہ صحیح مسلم کی احادیث میں عیسی نبی اللہ کا لفظ چار دفعہ استعمال ہوا ہے اور چونکہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں (یعنی نبیوں کی مہر) اور آنحضرت ﷺ نے عیسی کی نسبت نبی اللہ فرمایا، اس لئے آنحضرت ﷺ کی مہر اس امر کے اثبات پر ہوگئی کہ عیسی موعود، نبی اللہ ہیں۔

اور چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوی تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اس لئے وہ نبی ہیں۔اس قسم کی بحث اگر کسی غیر قانون دان شخص کی ہوتی تو مجھے تعجب نہ ہوتا،لیکن میرے فاضل دوست قانون دان اور منطق سے واقف ہیں،اس لئے مجھے نہ صرف تعجب ہوا بلکہ افسوس ہوا۔اس لئے کہ صحیح مسلم کی جس حدیث میں لفظ نبی اللہ کا استعمال ہوا ہے وہ کس عیسی کی نسبت ہوا ہے۔وہ عیسی ابن مریم کی نسبت ہے یا کسی اور کی نسبت۔اور وہ عیسی کیا قیامت کے قریب نازل ہوں گے یا ہندوستان کے قادیان میں،یا دنیا کے کسی اور حصہ میں۔

ان دونوں امور کو میں آئندہ بھی موقع بہ موقع تفصیل سے لکھوں گا،مگر اس موقع پر یہی مختصراً جواب ادا کرتا ہوں کہ حضرت عیسی کی نسبت تو خود خدا نے قرآن میں نبی اور رسول کے الفاظ فرما کر مہر لگا دی ہے اور گویا خدا کی مہر ان کی نبوت کی نسبت ہوگئی ہے اور وہ وہی ہیں جن کی شان میں آیت انما المسیح عیسی ابن مریم رسول اللہ و کلمتہ (النساء:۱۷۱) آئی ہے جب خدا تعالی نے خود نبی اللہ فرما کر مہر لگا دی،تو آنحضرت ﷺ کا حضرت عیسی کی نسبت نبی اللہ فرمانا کچھ تعجب نہیں ہے۔لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے اس لفظ کا مدلول اور موضوع لہ اپنے آپ کو قرار دیا ہے البتہ یہ بہت تعجب کی بات ہے۔پھر لفظ مسیح دبے الفاظ میں کیوں فرمائیں گے،صاف یہ کیوں نہیں کہا گیا کہ میں عیسی ہوں ۔

میرے دوست فرماتے ہیں کہ وہ اس لئے عیسی کے لفظ سے ملقب نہیں ہوئے کہ لوگوں کو دھوکہ نہ ہو اور وہ لوگ عیسی نہ سمجھیں جن کا نام آتے ہی خیال ساری دنیا کے لوگوں کا ابن مریم کی طرف منتقل ہو جاتا ہے۔

یہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کرم کیا کہ لوگوں کو دھوکہ کھانے سے بچایا،لیکن حضرت عیسی علیہ السلام کی جگہ جو خود لے بیٹھے اور صاف وصریح حدیثوں اور آیات میں تاویلات کر کے لوگوں کو غلط باور کرانا چاہا تو اس کو کیا کہا جائے گا۔

میرے فاضل دوست جس حدیث کے حوالہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی کے لفظ سے ملقب ہونے کے مستحق سمجھتے ہیں،پہلے میں اس حدیث کے لفظ نقل کرتا ہوں تا کہ اس بحث کے تصفیہ میں مدد ملے۔

یاجوج ماجوج کے آنے کے بعد کے واقعات اس حدیث میں بیان ہونے کے بعد یہ الفاظ حدیث کے ہیں

و يحصر نبی الله عيسی عليه السلا م و ا صحا به حتی يكون رأس الثو ر لاحد هم خيراً من مأ ـة دينار لا حد كم اليو م، فيرغب نبی الله عيسی و اصحابه فير سل(الله) عليهم النغف فی رقا بهم، فيصبحو ن فر سی كمو ت نفس وا حدة، ثم يهبط نبی الله عيسی و ا صحا به الی ا لا ر ض ،فلا يجدون فی الارض مو ضع شبر الا ملاه زهمهم و نتنهم۔ فير غب نبی الله عيسی و اصحا به الی الله ۔ فير سل الله طيرا عليهم طيراً كا عنا ق البخت فتحملهم فتطر حهم حيث شاء الله (صحیح مسلم حدیث نمبر۷۳۷۳باب ذکرالدجال)(اور روکے جائیں گے اللہ کے نبی (عیسی) اوران کے صحابہ یہاں تک کہ ہوگا سر بیل کا واسطے ایک ان کے بہتر سو دیناروں سے واسطے ایک تمہارے کے آج کے دن پس رغبت کریں گے عیسی نبی اللہ کے اوران کے اصحاب، پس اللہ تعالی بھیجے گا ان پر کیڑے ان کی گردنوں میں۔پس ہوجائیں گے مردے مانند مرنے ایک جان کے۔ پھر اتریں گے عیسی نبی اللہ کے اوران کے اصحاب زمین کی طرف۔پس نہیں پائیں گے زمین میں جگہ ایک بالشت مگر کہ بھردیا ہوگا اس کو چربی اوران کی بدبو نے۔پس دعا کریں گے عیسی نبی اللہ کے اوراوران کے اصحاب اللہ کی طرف،اللہ بھیجے گا پرند جانور کہ گردنیں ان کی مانند گردن اونٹ کے ہوگی۔پس اٹھائیں گے وہ جانوران کواور پھینک دیں گے ان کو جہاں چاہا اللہ نے)۔

اب اس حدیث میں جو لفظ نبی اللہ ہوئے ہیں تو میرے فاضل دوست اس سے یہ حجت پیش کرتے ہیں کہ نبی اللہ کے مدلول مرزا غلام احمد قادیانی ہیں۔مگر میرے عالم دوست اس حدیث کے دوسرے الفاظ کا موضوع لہ معلوم نہیں کس کو قرار دیں گے۔مثلاً

یھبط یعنی اتریں گے۔کون اتریں گے،کہاں سے اتریں گے۔

اگر مرزا غلام احمد قادیانی لفظ عیسی کے موضوع لہ ہیں تو میرے دوست کو یہ بھی بتلانا چاہیے کہ وہ کہاں سے اترے؟ لفظ اترنا اسی صورت میں کہا جائے گا جب کسی مقام سے کوئی آئے جب کہ لفظ ،اتریں گے، کے بعد الی ا لا ر ض زمین کی طرف بھی حدیث میں موجود،تو سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی بلندی سے، جو غیر از زمین کوئی مقام ہے،اس مقام سے زمین پر اترے،اس کا جواب تو یہی ہوگا کہ مرزا قادیانی زمین قادیان میں پیدا ہوئے،کہیں سے نہیں اترے۔تو پھر وہ حدیث کے مدلول اور موضوع لہ نہیں

قرار پاسکتے اور وہ عیسیٰ نہیں ہیں جس کا ذکر حدیث میں ہے بلکہ عیسیٰ بن مریم ہیں جو آسمان سے زمین کی طرف اتریں گے۔افسوس کہ ایسی صاف بات کو کھینچ تان کر مرزا غلام احمد قادیانی سے منسوب کیا جاتا ہے۔

علاوہ اس کے دوسری عبارت حدیث کی کہ بالشت بھر جگہ نہ پائیں گے اور وہ جگہ چربی اور بدبو سے بھری ہوگی۔اور پرندے اتریں گے جن کی گردن اونٹ کی سی ہوگی۔اور وہ پرندا اٹھا کر اٹھا کر پھینک دیں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی بننے کی وجہ سے گاؤخوردہوگئی۔ یہ خوب مزے کی بات ہے کہ نبی بننے کے شوق میں جس عبارت کو چاہا لے لیا اور جس کو چاہا چھوڑ دیا۔کیا یہی طریقہ نبی بننے کا ہوتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ اللہ تعالی کے اس ارشاد کو یادرکھنا چاہیے کہ

لا تغلو فی د ینکم و لا تقولوا علی اللہ ا لا الحق (النساء:۱۷۱)

(یعنی دین کے معاملہ میں غلومت کرو اور اللہ کے اوپر جھوٹ اتہام نہ لگاؤ سوا سچ کے)

اور اللہ تعالی کے اس ارشاد کو کہ

اذ ا قلتم فاعدلوا ولو کا ن ذا قر بی (الا نعا م : ۱۵۲) جب تم لوگ بات کرو تو انصاف کی بات کرو خواہ کوئی تمہارا قرابت دار ہی کیوں نہ ہو۔،

کیا یہ انصاف کی بات ہے کہ حدیث کے یا آیت قرآن کے ایک جزو کو اپنے مفید مطلب سمجھو تو لے لو،اور دوسرے جزو کو چھوڑ دو اور اس پر غور نہ کرو۔خدا تعالی جب پوچھے گا کہ میں نے تو حکم دیا تھا کہ تمہارا کوئی قرابت دار بھی ہو تو انصاف کو ہاتھ سے مت جانے دو،تم نے میرے حکم کی تعمیل کیوں نہ کی اور کیوں کھینچ تان کر معنی لے لے کر انصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دیا تو نہ معلوم کیا جواب دیا جائے گا۔

خواہ مخواہ عیسیٰ بن مریم بن بیٹھنے کی فکر میں الفاظ حدیث کے تمام فقروں کو چھوڑ کر صرف کسی ایک فقرہ کو (جو مفید مطلب سمجھا جائے) لے کر اس سے تمام دنیا کے مانے ہوئے سچے اصول اور مطالب سے اور سیدھے اور صاف معنوں سے اختلاف کرنا خدا ہرگز پسند نہ کرے گا۔

یہ حدیث اور دوسری اسی قسم کی حدیثیں صاف بتلا رہی ہیں کہ مہدی اور عیسیٰ قیامت کے قریب آئیں گے۔ یہ زمانہ خود مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی کی تردید کرتا ہے۔حدیثوں میں وہ مقام تک معین کر دیا

گیا ہے جہاں حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے ملاحظہ ہو صحیح مسلم جلد۲ صفحہ ۴۰۱

اذ بعث الله المسیح بن مریم فینزل عند المنارة البیضاء

شرقی دمشق بھیجے گا اللہ تعالیٰ مسیح ابن مریم کو پس وہ اتریں گے نزدیک منارہ سفید کے جانب مشرقی دمشق کے

اور سنن ابن ماجہ کی حدیث کی رو سے عیسیٰ بیت المقدس میں اتریں گے۔

بیت المقدس جانب شرقی دمشق کے ہے۔ اب فرمایئے کہ اس حدیث میں بھی مسیح بن مریم صاف ہے اور ان کے اترنے کا مقام جانب شرقی دمشق بیت المقدس صاف درج ہے، تو کیا مرزا غلام احمد قادیانی لفظ مسیح کے موضوع لہ قرار پا سکتے ہیں۔ کیا وہ مریم کے بیٹے تھے اور کیا وہ شرقی دمشق میں اترے تھے۔

اب میں صحاح کی چند حدیثیں عرض کر کے دریافت کروں گا کہ حضرات قادیانی کے پاس ان کا کیا جواب ہے۔ بخاری اور مسلم کی حدیث ہے

و الذی نفسی بیده لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما عدلا فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیة و یفیض المال حتی لا یقبله احد حتی تکون السجدة الواحدة خیرا من الدنیا و مافیها

(حضور ﷺ فرماتے ہیں قسم ہے اس خدا کی کہ میری جان کا بقاء اس کے ہاتھ میں ہے، تحقیق اتریں گے آسمان سے تمہارے اہل دین میں بیٹے مریم کے عادل ہوں گے۔ پس توڑیں گے صلیب کو اور قتل کریں گے سور کو، اور اٹھا دیں گے جزیہ کو۔ اور بہت ہو گا مال یہاں تک کہ نہیں قبول کرے گا کوئی یہاں تک کہ سجدہ ایک ہو گا بہتر دنیا سے اور دنیا کی ہر چیز سے)۔

ہمارے لائق دوست فیکسر الصلیب کے لفظ سے مرزا غلام احمد قادیانی کے حق میں یہ فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں کہ چونکہ انہوں نے زور شور سے بحث کر کے اپنی بحث کے ذریعہ سے صلیب کی دھجیاں اڑا دیں اس لئے اس حدیث کے موضوع لہ حضرت مرزا قادیانی ہیں۔

چشم ما روشن دل ما شاد۔ بہت اچھا۔ اگر اس حدیث کے موضوع لہ مرزا غلام احمد قادیانی ہیں تو اس حدیث میں لفظ ابن مریم ہے، کیا مرزا قادیانی ابن مریم تھے؟

اگر ابن مریم نہ تھے، تو وہ اس حدیث کے موضوع لہ نہیں قرار پا سکتے۔

دوسرا ان ینزل فیکم بھی مرزا غلام احمد قادیانی پر صادق نہیں آتا کیونکہ وہ کہیں سے نہیں اترے۔

یقتل الخنزیر سے تو ہم واقف نہیں، شائد میرے لائق دوست واقف ہوں گے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے کتنے سوروں کو قتل کیا۔

اگر وہ یہ جواب دیں کہ مرزا صاحب قادیانی نے سوروں کو حرام بیان کیا، تو ہم نہیں مانتے۔ سور تو پہلے سے حرام تھے جیسا کہ دنیا کے سب مسلمان کہتے ہیں کہ سور حرام ہے، تو اسی طرح مرزا صاحب قادیانی نے بھی بیان کیا تو وہ کوئی چیز نہیں۔ حدیث کے الفاظ کا منشاء دنیا سے سوروں کو نیست و نابود کر دینا اور ساری دنیا پر حرام کر دینا ہے۔ کیا کوئی بتلا سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ کام انجام دیا؟

یضع الجزیہ کیا میرے دوست بتلا سکتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جزیہ کے احکام جاری کئے؟

کیا دنیا میں مال کی ایسی زیادتی ہوگئی کہ لا یقبلہ احد کی تعریف صادق آئی

کیا دنیا میں حدیث کے منشاء کے موافق مال کی ایسی فراوانی ہوئی کہ اس کو کوئی دنیا میں قبول کرنے والا نہ تھا۔

اور کیا دنیا میں سجدہ ہی ایک ایسی بہتر چیز حدیث کے منشاء کے بموجب (مرزا قادیانی کے زمانہ میں) سمجھا گیا تھا کہ انبیاء سے بڑھ کر یعنی دنیا و مافیھا سے بہتر صرف ایک سجدہ ہی ہوگیا تھا۔

جب ان باتوں میں سے کوئی بات نہیں ہوئی تو صرف ایک لفظ یکسر الصلیب کو اس حدیث سے چن کر مرزا غلام احمد قادیانی کے لئے تمغہ فتح قرار دے لینا کوئی عقل کی بات ہے؟

حدیث کے تمام الفاظ گو صادق نہ آئیں صرف ایک لفظ کو جو ستارہ کی طرح اس حدیث میں چمک رہا تھا اور جو مرزا غلام احمد قادیانی کے خیال کے بموجب ان کے نام کو روشن کرنے والا تھا چن کر اٹھا لیا اور اس کے ذریعہ سے یہ کہنے کے لئے تیار ہوگئے کہ میں نے پادریوں سے مناظری کر کے صلیبیوں کو اس طرح توڑا کہ آج تک رسول اکرم ﷺ کے بعد کسی نے نہیں توڑا، تو یہ تو ایک خیالی پلاؤ ہوا۔

جس طرح مرزا غلام احمد نے خیالی پلاؤ پکا کر خیالی نبوت کے معتقدین کے خیالی پیٹ بھروائے، لاؤ ہم بھی ہوا اور پانی پر لکھ کر مرزا قادیانی کی نبوت پر صاد کر دیتے ہیں۔ اگر ہمارا یہ صاد باقی رہ گیا تو مرزا صاحب قادیانی کی نبوت بھی باقی رہے گی ورنہ یہ نبوت ہوا پر لکھی ہوئی تحریر اور پانی پر کھینچے ہوئے نقش کی طرح زائل اور

باطل سمجھنی چاہیے۔

اچھا اب اور ایک حدیث صحیح مسلم کی سن لیجئے جس سے غالباً آپ نے فیکسر الصلیب لے کر میرے سوالات کے جواب میں صراحت کی ہے

قال رسول الله ﷺ و الله لینزلن ابن مریم حکما عادلا فلیکسرن الصلیب و لیقتلن الخنزیر و لیتضعن الجزیة و لیترکن القلاص فلا یسعی علیها و لتذهبن الشحناء و التباغض و التحاسد و لیدعون الی المال فلا یقبله احد. (صحیح مسلم ج ا ص ۸۷)

اس حدیث میں لفظ ابن مریم ہے۔ غلام احمد قادیانی تو ابن مریم یعنی مریم کے بیٹے نہ تھے، اور نہ وہ کہیں اترے تھے۔ البتہ اس حدیث میں یہ الفاظ زیادہ ہیں جو سابق الذکر حدیث میں نہیں ہیں،

اور چھوڑی جائیں گی جوان اونٹنیاں پس نہیں کی جائے سواری اور کام اور طلب حاجات البتہ جاتا رہے گا لوگوں میں سے کینہ اور بغض اور حسد اور البتہ بلائیں گے ابن مریم لوگوں کو طرف قبول کرنے مال کے پس نہیں قبول کرے گا اس کو کوئی۔

اب انصاف فرمایئے کون سی جوان اونٹنیاں مرزا غلام احمد قادیانی نے چھوڑیں جن پر سواری نہیں کی گئی۔

اور فرمایئے کیا لوگوں میں سے دنیا کے کینہ اور بغض اور حسد جاتا رہا۔

اور کیا مرزا غلام احمد قادیانی نے دنیا کے لوگوں کو مال لینے کیلئے بلایا تھا، اور کوئی اس مال کا لینے والا اور خواہش کرنے والا نہ تھا؟

ان ساری باتوں کو چھوڑ کر حدیث کے صرف ایک لفظ کو لینا کہ حدیث میں یکسر الصلیب ہے اور میں نے بحث کر کے صلیبوں کو توڑا، اس لئے میں نبی ہوں، بچے بھی قبول نہیں کریں گے۔

صحیح مسلم کی ایک حدیث ہے

قال رسول الله فیبعث الله عیسی ابن مریم ... فیطلبه فیهلکه ... ثم یرسل الله ریحاً باردة من قبل الشام فلا یبقی علی وجه الارض احد فی

قلبه مثقال ذرة من ایما ن (صحیح مسلم ج۲ص۴۰۳)

(پس بھیجے گا اللہ عیسی بن مریم کوسو وہ ڈھونڈے گا اس (دجال) کو، پھر تباہ کر دیگا اس کو، پھر بھیجے گا اللہ ایک ٹھنڈی ہوا ملک شام کی طرف سے، نہ باقی رہیگا زمین پر کوئی کہ اسکے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو)

انصاف سے فرمائیے کہ جب اس حدیث میں ابن مریم صاف ہے، اور وہ اس وقت اتریں گے کہ دنیا میں کوئی شخص ایسا باقی نہ ہوگا جس کے دل میں ذرہ برابر بھی ایمان ہو، کیا مرزا غلام احمد قادیانی کے زمانہ میں کوئی شخص بھی ایسا باقی نہ تھا کہ ایمان دار ہو۔

حافظ ابن حجر کے قول کے لحاظ سے میرے دوست نے فرمایا ہے کہ یکسر الصلیب و یقتل الخنز یر کے معنی علامہ ابن حجر نے یہ لئے ہیں یبطل دین النصرا نية بالحجج و البرا هين حجت اور برہان سے صلیب کی تردید کرنا ہی یکسر الصلیب ہے۔

میں کہتا ہوں کہ پہلے تو حافظ ابن حجر کا قول کوئی حدیث نہیں۔ دوسرے اگر علامہ ابن حجر نے حدیثوں کے خلاف اپنی رائے ظاہر کی، تو اس کو ہم کیوں کر مان سکتے ہیں۔

قطع نظر اس کے حافظ ابن حجر نے قطعی تصفیہ نہیں کر دیا ہے کہ صرف مرزا غلام احمد کی طرح زبانی جمع خرچ کر دینا ہی یکسر الصلیب کے فحواء اور منشاء میں داخل ہے۔ یکسر الصلیب کے منشاء میں ممکن ہے کہ حجت اور برہان سے بھی کام لینا داخل ہو، لیکن محض حجت اور برہان کو یکسر الصلیب کا پورا مصداق ٹھہرا لینا ناممکن ہے

مجھے میرے دوست کے استدلال پر یہ سوال اور اعتراض ضرور ہے کہ علامہ ابن حجر کی ایک دلیل پر تو آپ ہم کو قائل کرنا چاہتے ہیں اور علامہ ابن حجر کے قول کی تردید میں اگر ہم صحاح کی متعدد حدیثیں پیش کریں تو کیا اس صورت میں بھی آپ ابن حجر ہی کے قول کو ترجیح دیں گے۔

مثل مشہور ہے کہ ڈوبنے والے کو تنکے کا سہارا بھی بہت بڑی چیز ہے۔ ڈوبتے وقت اگر تنکا بھی ہاتھ آ جائے تو انسان یہ سمجھتا ہے کہ میں اس کو پکڑ لوں گا تو بچ جاؤں گا۔ بالکل وہی مثال قادیانی حضرات پر صادق آتی ہے کہ صحاح کی حدیثوں کی زد سے بچنے کے لئے حافظ ابن حجر وغیرہ کے اقوال کو جن کی وقعت تنکے سے کم ہے، پکڑ کر اپنی جان اعتراضوں سے بچانا چاہتے ہیں۔ کجا ابن حجر کا قول اور کجا حدیث شریف۔ کیا ایسے دلائل

اور حجت سے کامیابی ہوسکتی ہے؟ البتہ وہ لوگ ایسے کمزور دلائل کو مان لیں گے جنہوں نے باوصف لائق ہونے کے کامل توجہ نہیں کی اور محض مرزا غلام احمد قادیانی کے اقوال پر کہ جو کچھ وہ کہہ چکے ہیں صحیح ہے بھروسا کرلیا۔

کیونکہ مرزا غلام احمد قادیانی کی لیاقت اکثر لوگوں کو معلوم ہو چکی تھی اور اسی لئے ان لوگوں نے غالبًا حدیثوں کے مضمون کو پوری طرح نہیں پڑھا اور مرزا قادیانی نے جو کچھ لکھ دیا، یا فرما دیا، اس کو صحیح تصور کرلیا۔ مجھے بالکل یقین ہے کہ اگر قادیانی حضرات ہٹ دھرمی، ضد اور تعصب کو دخل نہ دیں، تو اللہ تعالی کے صاف و صریح احکام متعدد حدیثوں کو جن کا حوالہ اس مختصر کتاب میں دیا گیا ہے ٹھنڈے دل سے قبول کریں گے اور مرزا غلام احمد کی بھول بھلیوں سے..جلد باہر نکل آئیں گے۔ خدا اور رسول کے احکام سے معمے اور پہیلیوں کی طرح کھینچ تان کر تاویل در تاویل کر کے مطلب نکالنے کی کوشش نہ فرمائیں گے۔

میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) ان دونوں حدیثوں کے ایک لفظ فیکسر الصلیب کی من مانی تاویلات فرماتے ہیں، اس کا تو ان کو اختیار ہے۔ لیکن انصافاً ان کو حدیثوں کے پورے مضمون سے مطلب لے کر بلحاظ سیاق عبارت کے غور فرمانا چاہیے۔ کیا کوئی وکیل کسی عدالت میں اس طرح بحث کرسکتا ہے کہ کسی دفعہ قانون کا ایک جزو، جو اپنے مفید مطلب سمجھے، عدالت کو سنا کر فیصلہ اپنے موافق کرانے کی کوشش کرے۔ جب کہ ان دونوں حدیثوں میں حضرت رسول اکرم ﷺ نے اللہ کی قسم کھا کر ارشاد فرمایا ہے تو رسول اکرم ﷺ کی قسم کو بھی کیا وہی وقعت دی جائے گی جو بازاری گواہوں کو (معاذ اللہ) جب کہ رسول اکرم ﷺ قسم کھا کر بیان فرماتے ہیں تو ان کے غلامان امت کو لازم ہے کہ ان کے ایک ایک لفظ کو صحیح تسلیم کریں اور ان کے تمام الفاظ سے مطلب اخذ کریں۔

قانون کے الفاظ کی نسبت تو یہ امر تسلیم کرلیا گیا ہے کہ کوئی لفظ قانون کا بیکار اور بے موقع نہیں ہے مگر آنحضرت ﷺ کے وضع کئے ہوئے قانون کی یہ وقعت ہوگئی ہے کہ اس کے دو ایک لفظ کام کے سمجھے جائیں اور باقی الفاظ کو نظر انداز کر دیا جائے جب کہ قانونی دفعات کا منشاء الفاظ کے متروک کر دینے سے صحیح طور پر ادا نہیں ہوسکتا تو حدیث کے الفاظ متروک ہوجائیں گے یا عمداً متروک کر دیئے جائیں تو حدیث کا صحیح منشاء کسی کی زبان سے کیوں کر صحیح طور پر ادا ہوسکتا ہے۔

اگر کوئی شخص خوب شراب پی لے اور کسی کو مار ڈالے اور جب عدالت میں حاضر کیا جائے تو یہ کہے کہ مجموعہ تعزیرات سرکار عالی دفعہ ۳۷ میں یہ لکھا ہوا ہے کہ،

کوئی فعل جرم نہ ہوگا جس کو کوئی ایسا شخص کرے جو اس کے کرتے وقت نشہ میں ہونے کے باعث اس فعل کی ماہیت یا یہ جاننے کے قابل نہ ہو کہ وہ فعل بے جا یا خلاف قانون ہے۔

اور میرے لائق دوست ملزم کے خلاف مستغیث کے وکیل ہوں، تو کیا ملزم کی اس حجت کو قبول کر لیں گے اور اس کو بے جرم سمجھ لیں گے؟

نہیں سمجھیں گے۔ بلکہ اس کی تردید میں دفعہ ۳۷ کی باقی عبارت پڑھ کر عدالت کو سنائیں گے اور استدلال فرمائیں گے کہ ملزم نے پوری عبارت عدالت کو نہیں سنائی بلکہ دفعہ مذکور میں یہ عبارت بھی ہے:

بشرطیکہ وہ شئے جس سے اس کو نشہ ہوا اس کے بلاعلم یا خلاف مرضی اس کو استعمال کرائی گئی ہو۔

چونکہ ملزم نے یہ ثابت نہیں کیا کہ نشہ کی چیز اس کو بلاعلم یا خلاف مرضی اس کے دی گئی ہے، لہذا ملزم مجرم ہے اور سزا کا مستوجب ہے۔

جب قانونی عبارت کا ایک جزء ترک ہو جانے سے مطلب پورا نہیں حاصل ہو سکتا تو حدیث کی اصلی عبارت کی عبارت ترک فرما کر صرف یکسر الصلیب پر زور دیں گے تو مرزا غلام احمد قادیانی کیا معنی، دنیا میں اس طرح مطلب نکال کر جو چاہے نبی اور رسول بن جائے گا۔

چونکہ اس طرح تاویلات کرنے سے دین میں تفرقہ پڑتا ہے اور اسلام میں فرقہ علیحدہ ہو جاتے ہیں اس لئے خداوند کریم نے قرآن میں متعدد مقامات پر تفرقہ ڈالنے سے منع فرمایا ہے۔ اس موقع پر میں صرف ایک آیت لکھوں گا اور باقی آئندہ لکھوں گا

و اعتصموا بحبل الله جميعا و لا تفرّقوا ۔(آل عمران:۱۰۳)۔

(اللہ کی رسی کو مضبوطی سے سب مل کر پکڑ و اور پھوٹ نہ ڈالو)

دیکھو فرقے علیحدہ علیحدہ نہ کرنے کی کیسی سخت تاکید ہے۔ اس قسم کے تفرقوں سے زمین میں فساد پیدا ہوتا ہے اور اس قسم کے فساد پیدا کرنے والے کس قسم کی سزا کے مستوجب قرار دیئے گئے ہیں اس کو میں آئندہ قرآن اور

حدیث سے ثابت کروں گا۔

کیا حضرت عیسی آسمان پر نہیں اٹھائے گئے

اور کیا مرزا قادیانی نبی اللہ اور مسیح محمدی ہیں

بلحاظ میرے عالم دوست کے جوابات کے دو سوال پیدا ہوتے ہیں:

ا۔ کیا حضرت عیسی کی وفات ہوئی اور وہ آسمان پر نہیں اٹھا لئے گئے اور اب ان کا نازل ہونا ناممکن ہے۔

۲۔ کیا مرزا غلام احمد قادیانی عیسی نہیں بلکہ مسیح محمدی ہیں جن کی بعثت کی خبر حدیث میں بلفظ نبی اللہ دی گئی ہے اور اس لئے مرزا قادیانی نبی ہیں؟

حضرت عیسیٰؑ کی ایسی وفات کا کوئی ثبوت قرآن یا حدیث سے میرے دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) نے نہیں دیا کہ جس کے بعد ان کا آسمان پر جانا اور پھر دنیا میں نازل ہونا ناممکن سمجھا جائے۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی وفات اس طرح نہیں ہوئی جیسا کہ قادیانی حضرات بیان کرتے ہیں، بلکہ وہ آسمان پر اٹھا لئے گئے چنانچہ سورہ آل عمران میں ارشاد ہے

اذ قال الله یا عیسی انّی متو فّیك و را فعك الیّ (آل عمران:۵۵)

جیسا کہ اللہ نے فرمایا کہ اے عیسی میں تجھے اپنی موت سے ماردوں گا اور اپنے پاس اٹھالوں گا۔

کب ماروں گا؟ اس کی صراحت اس موقع پر نہیں فرمائی۔ لیکن میں آگے چل کر ثابت کردوں گا کہ حضرت عیسیٰؑ اس دنیا میں اپنی موت سے نہیں مرے، بلکہ اللہ تعالی نے ان کو آسمان پر اٹھالیا، اور قیامت سے پہلے اللہ تعالی ان کو پھر نازل کرے گا، اور دنیا میں رہنے کے بعد فوت ہوں گے، اور گنبد رسول اکرم ﷺ میں مدفون ہوں گے جیسا کہ اس حدیث سے واضح ہے۔ قال رسول اللہ ﷺ

ینزل عیسی بن مریم الی الارض فیتزوج و یولد له و یمکث خمسا و اربعین سنة ثم یموت فیدفن معی فی قبری فاقوم انا و عیسی ابن مریم فی قبر واحد بین ابی بکر و عمر (مشکوۃ۔ص۴۸۰) یعنی فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ اتریں گے عیسی مریم

کے بیٹے زمین کی طرف پس نکاح کریں گے۔اور پیدا کی جائے گی ان کیلئے اولاد۔اور زمین میں ۴۵ سال ٹھہریں گے۔پھر مریں گے اور دفن کئے جائیں میرے نزدیک میرے مقبرہ میں۔پس میں اور عیسی بیٹا مریم کا ایک مقبرہ سے اٹھیں گے درمیان ابوبکر اور عمر کی قبروں کے۔

اس حدیث سے تین باتیں ثابت ہوئیں:

اول یہ کہ عیسی آسمان سے زمین کی طرف اتریں گے (مرزا غلام احمد قادیانی کے اوپر یہ بات صادق نہیں آتی)

دوسرے ان کا نکاح ہوگا اور ۴۵ سال زمین میں رہنے کے بعد مریں گے۔

تیسرے یہ وہ دفن کئے جائیں گے مقبرہ رسول اکرم ﷺ میں بعد مرنے کے۔

اس حدیث سے صاف ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیؑ آسمان سے زندہ اتریں گے اور اس دنیا میں اترنے کے بعد مریں گے اور پھر قیامت میں سب کے ساتھ اٹھیں گے اگر خدا تعالی حضرت عیسی کو اٹھا نہ لیتا جیسا کہ فرمایا گیا ہے را فعك الیّ تو پھر نازل ہی نہ ہوتے۔

میں اپنے فاضل دوست کے اس سوال کے جواب میں، جوانہوں نے میرے سوال نمبر ۳ کے جواب میں مجھ سے حیات حضرت عیسی کا ثبوت طلب کیا ہے، میں ان دلائل کو جن کو میں لکھ چکا ہوں اور آگے بھی لکھوں گا یہ حدیث بھی پیش کرتا ہوں اور بتلاتا ہوں کہ حضرت عیسیؑ میرے دوست کے خیال کے موافق اسی دنیا میں مر گئے ہوتے تو نہ وہ پھر نازل ہوتے، اور نہ پھر دفن ہوتے اور آیت قرآنی

ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد (الانبیاء: ۳۴)

حضرت عیسی سے اس وقت جب کہ نازل ہونے کے بعد مریں گے اچھی طرح متعلق ہو جاتی ہے

پس بلحاظ آیت مذکور کے جو اعتراض میرے فاضل دوست نے کیا تھا وہ رفع ہو جاتا ہے اور عیسیؑ کے دو ہزار برس پہلے مرنے کی اس حدیث سے تردید ہوتی ہے۔

اس قدر بیان کرنے کے بعد پھر میں اس بحث کی طرف توجہ دلاتا ہوں جو متو فّیك اور را فعك الیّ کے متعلق ہے۔سورہ آل عمران میں جو ارشاد تھا اس سے زیادہ صاف اللہ تعالی نے سورہ نساء میں ارشاد فرمایا ہے:

و قو لهم انا قتلنا المسيح عيسى ابن مر يم رسو ل الله و ما قتلو ه و ما صلبوه و لكن شبّه لهم و انّ الذين ا ختلفوا فيه لفی شك منه ما لهم به من علم ا لا اتباع الظن و ما قتلو ه یقیناً بل رفعه الله الیه ۔(النساء:۱۵۷۔۱۵۸)۔

اور کہنے لگے ہم نے عیسی ابن مریم کو جو خدا کا رسول تھا (اپنے کو رسول کہتا تھا) مار ڈالا حالانکہ نہ ان کو مار ڈالا، نہ سولی دی لیکن ان کو شبہ پڑھ گیا اور جو لوگ اس میں اختلاف کر رہے تھے وہ خود شک میں تھے ان کو کوئی یقین نہ تھا مگر گمان سے کہتے تھے (اسکے بعد اللہ تعالی فرماتا ہے) انہوں نے عیسی کو قتل نہیں کیا بلکہ اللہ نے اس کو اپنے پاس اٹھالیا۔

اس کے سوا اور بھی آیات قرآنی ہیں جن سے روز روشن سے زیادہ ظاہر ہے کہ حضرت عیسیؑ کو یہودیوں نے نہ مار ڈالا، نہ سولی دی بلکہ خود اللہ نے ان کو اپنے پاس اٹھالیا۔

رفعه الله الیه اور پہلی آیت میں را فعك الیّ خاص توجہ کے قابل ہے۔لفظ الیّ اور الیه سے ظاہر ہے کہ اللہ نے اپنے پاس اٹھالیا۔ان دونوں الفاظ کی وجہ سے رفع کے معنی اور کوئی نہیں لئے جا سکتے ۔میں نے اور لوگوں سے سنا ہے کہ قادیانی حضرات رفع سے مرتبہ بلند کرنے کے معنی لیتے ہیں۔اگر یہ بات صحیح ہے تو میں کہتا ہوں کہ یہ خیال ان کا درست نہیں۔ایک واقعہ جیسا کہ حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے یہ ہے کہ

حضرت عیسی کو یہودیوں نے جب سولی دینے کا ارادہ کر لیا تو حسب خواہش حضرت عیسی کے ایک حواری نے بجائے حضرت عیسی کے صلیب پر چڑھنا قبول کر لیا جس کا نام شمعون یا یہودا تھا اور اس کی صورت قریب قریب حضرت عیسی کے ہوگئی۔اسی حواری کو عیسی سمجھ کر یہودیوں نے صلیب پر چڑھا دیا اور اللہ تعالی نے ان کو قبر میں سے زندہ اپنے پاس اٹھالیا۔

آیت کے الفاظ شبّه لهم اور لفی شك منه سے بہت اچھی طرح اس روایت کا ثبوت ملتا ہے جو حضرت عبداللہ ابن عباسؓ سے منقول ہے۔البتہ قبر میں سے اٹھالینا جو بیان کیا گیا ہے یہ واقعہ بحث طلب رہتا ہے۔اس کے متعلق صرف اس قدر لکھنا کافی ہے کہ جب صلیب سے حضرت عیسیؑ اتار لئے گئے تو ان کی لاش کو جیسا کہ بعض انجیلوں میں لکھا ہے یوسف نے قبر میں رکھ کر اوپر ایک پتھر رکھ دیا۔صبح کو دوسرے روز اس شبہ کی و

جہ سے کہ مرے یا نہیں (کیونکہ صلیب پر صرف چند گھنٹے رہے تھے) یہودیوں نے دیکھا تو لاش غائب تھی۔ یہ یوسف کو ن تھے، اس موقع پر اس کی بحث غیر ضروری ہے۔ ملاحظہ ہو انجیل یوحنا، انجیل لوقا باب ۲ ورس ۲۷، ۴۱۔ شائد اسی وجہ سے حضرت عبداللہ ابن عباسؓ نے لفظ قبر بیان کیا ہے۔

قرآن کریم کے الفاظ و ما قتلو ہ سے اگر کوئی شخص دوسرا مطلب نکالے تو اس کے سوا اور کچھ نہیں نکلتا کہ اللہ تعالیٰ کو یہ ظاہر کرنا منظور تھا کہ حضرت عیسیٰؑ بذریعہ قتل کرنے کے نہیں مارے گئے۔

اسی طرح و ما صلبو ہ ہے کہ صلیب پر چڑھا کر نہیں مار ڈالے گئے۔ اس سے صلیب پر چڑھانے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ صلیب پر چڑھا کر مار ڈالے جانے کی نفی ہوتی ہے۔ مگر ولکن شبّہ لھم سے میرے بیان کی تائید ہوتی ہے جس کو میں آگے بیان کروں گا کہ یہودیوں کا یہ خیال تھا کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھا کر مار ڈالے گئے تو اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ یہودیوں کا خیال غلط ہے۔ صلیب پر چڑھائے جانے سے یہودیوں کو مر جانے کا شبہ ہوا لیکن وہ صلیب پر چڑھا کر مار نہیں ڈالے گئے بل رفعہ اللہ بلکہ اللہ تعالیٰ نے ان کو اٹھالیا۔

اس موقع پر، مرتبہ بلند کرنے، کے معنی لے کر سیاق عبارت کے خلاف تاویلات کرنا نہ معلوم کیوں کر پسند کیا گیا۔ انجیلوں کے دیکھنے سے اور علماء کے اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسیٰؑ پر یہودیوں نے کفر اور الحاد کا الزام لگایا کہ وہ شریعت موسوی کے خلاف ہو گئے ہیں اس لئے ان کے قتل کے درپئے تھے، تو ایک اور الزام بغاوت با سرکار کا عائد کر کے صلیب کی سزا تجویز کی اور صلیب پر چڑھایا۔ انجیل یوحنا کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعد صلیب چڑھانے کے صرف ہتھیلیوں میں حضرت عیسیٰؑ کے کیل ٹھونکے گئے۔ لیکن لوقا کی انجیل سے معلوم ہوتا ہے کہ پیروں میں بھی کیل ٹھونکے گئے۔ چونکہ اس روز یہودیوں کی عید فصح تھی اور ضرور تھا کہ مصلوب کی لاش مغرب سے قبل دفن کر دی جائے، اس لئے صلیب سے اس روز لاش علیحدہ کر کے حواریوں کے حوالہ کر دی گئی۔ چونکہ صلیب پر اس قدر جلد انسان کا مرنا مشکل ہے، ممکن ہے کہ حضرت عیسی پر غشی طاری ہو گئی ہو، اور ان کو مردہ سمجھ کر یہودیوں نے جلد صلیب سے اتار دیا ہو۔ انجیل متی باب ۲۷۔ انجیل یوحنا باب ۱۹۔ انجیل لوقا باب ۱۵۔ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نے اپنے ہتھیلیوں کے زخم اپنے حوار

یوں کو دکھلائے۔ کسی انجیل سے یا کسی کتاب سے یہ بات ظاہر نہیں ہوتی کہ حضرت عیسی دفن کئے گئے یا ان کی کوئی قبر ہے۔

البتہ عیسائی اعتقاد یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ آسمان پر چلے گئے اور مسلمان بھی یہی عقیدہ رکھتے ہیں کہ رفعه الله اليه اللہ تعالی نے اپنے پاس اٹھالیا۔

اس امر کی تائید کہ حضرت عیسیٰؑ مرے نہ تھے، انجیل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ جب حضرت عیسی کی لاش حواریوں کے حوالہ کرنے کی حاکم سے استدعا کی گئی تو خود حاکم کو بڑا تعجب ہوا کہ صلیب پر اس قدر جلد مر گئے کیونکہ صلیب پر انسان چار پانچ چھ دن تک بھی نہیں مرا کرتے ہیں۔ کیا عجب ہے کہ حضرت عیسی پر ہتھیلیوں میں سوراخ ہونے سے صرف غشی طاری ہوگئی ہو اور لوگوں نے مردہ سمجھ لیا ہو اور دفن کرنے کے لئے حوالہ کر دیا ہو۔

یہ امر کہ صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد اکثر لوگ زندہ پائے گئے متعدد تاریخی واقعات سے ثابت ہے۔ چنانچہ یوسی بیس مورخ اپنی سوانح عمری میں لکھتا ہے کہ یمطوس سے بادشاہ سے سفارش کر کے تین آدمیوں کو صلیب سے اتر والیا۔ اور ان میں سے ایک شخص زندہ رہا۔

ایک اور رومی مورخ ہیرودوٹس نے لکھا ہے کہ دارا کے حکم سے ایک شخص مسمی سندوکیس صلیب پر چڑھایا گیا اور کئی دن کے بعد اتارا گیا وہ زندہ تھا۔ ملاحظہ ہو تفسیر انجیل متی مرتبہ ڈاکٹر کلارک

جب کہ حضرت عیسی صرف پانچ چار گھنٹہ ہی صلیب پر رہے اور بوجہ عید فصح کے جلد اتار لئے گئے تو ان کا زندہ رہنا کچھ تعجب نہیں۔

ابھی حال کے زمانہ میں ایک ایسا ہی واقعہ پیش آیا وہ یہ کہ شہر ہال واقع جرمن میں ایک ایسی لاش ڈاکٹر جونکر کے حوالہ کی گئی تھی جو صلیب سے اتاری گئی تھی۔ یہ لاش ایک افسر فوج کی تھی جو بموجب قانون فوج بعلت خلاف ورزی قانون فوج (کہ وہ جنگ کے وقت فرار ہوگیا تھا) صلیب پر چڑھایا گیا تھا۔ اور اس کی لاش ڈاکٹر جونکر کے حوالہ اس غرض سے کی گئی تھی کہ وہ اپنے شاگردوں کی تعلیم کے وقت اس لاش کو چیر پھاڑ کر عملی تجربہ کر کے بتلائے۔

ڈاکٹر مذکور کہتا ہے کہ رات کے ایک بجے جب اس کمرہ میں کچھ آواز آئی جس میں وہ لاش رکھی گئی تھی تو میں چراغ لے کر اس کمرہ میں گیا تو کیا دیکھتا ہوں کہ اس کی آنکھیں کھلی ہوئی ہیں اور وہ بیٹھا مجھے تاک رہا ہے۔ میں ایسا گھبرایا کہ قریب تھا کہ میرا دم نکل جائے کہ اتنے میں آہستہ آواز آئی کہ

اے نیک جلاد میرے حال پر مہربانی کر۔

تو میں اس وقت سمجھا کہ یہ شخص صلیب پر مرا نہیں۔ پھر میں نے اس کا علاج کیا تو وہ زندہ پایا گیا۔

ان تاریخی واقعات سے ثابت ہے کہ لوگ صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد کئی کئی دن بعد بھی زندہ پائے گئے تو حضرت عیسیٰؑ کا زندہ رہنا کچھ تعجب کی بات نہیں۔

میں کہتا ہوں کہ جب کہ حضرت عیسیٰ کا اللہ تعالیٰ کی قدرت سے بن باپ پیدا ہونا مرزا غلام احمد قادیانی مانتے ہیں (کیونکہ وہ کہتے ہیں کہ قرآن اللہ کا کلام ہے اور اس پر میرا ایمان ہے) اور قرآن میں یہ آیت ہے

انّ مثل عیسی عند اللّٰه کمثل آد م خلقه من ترا ب ثم قا ل له کن فیکو ن

(آل عمران: ۵۹)

تو پھر حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر زندہ اٹھا لئے جانے کے واقعہ کو کیوں تسلیم نہیں فرماتے۔ جس خدا کو یہ قدرت ہے کہ بن باپ کے پیدا کرے، اور اس کے اس ارشاد پر کہ کن فیکو ن یعنی ہو جا، پس ہو جاتا ہے، اس خدا کو کیا یہ قدرت نہیں ہے کہ صلیب پر چڑھائے جانے کے بعد اپنے نبی کو زندہ رکھے، اور لوگوں کو یہ شبہ ہو سکے کہ حضرت عیسیٰ مر گئے اور ان پر غشی طاری کر کے پھر آسمان پر اٹھا لے۔

اور کیا اللہ تعالیٰ کو یہ قدرت نہیں ہے جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے کہ خدا نے طبعی موت اس وجہ سے طاری کی تھی کہ یہودی ان کو مردہ سمجھیں۔

میرے خیال میں اللہ کو یہ قدرت حاصل تھی کہ موت طبعی طاری کرنے کے بعد پھر زندہ کر کے آسمان پر اٹھا لے۔ اس صورت میں حضرت عیسیٰؑ بن مریم کی زبان سے جو الفاظ نکلے اور جن کا ذکر قرآن مجید میں ہے تـو فیتـنی، اور موت بالکل صحیح ثابت ہو جاتے ہیں اور ان الفاظ میں بھی شک کی گنجائش نہیں رہتی۔ تفسیر کبیر جلد ۴ جز ۸ ص ۷۱ میں لکھا ہے کہ

متـو فيك اے مـميتك و هو مر وى عن ابن عباس و محمد ابن اسحاق قا لوا و

الـمـقـصو د ان لا يصل اعدا ؤه من اليهود الى قتلهم انه بعد ذ لك اكر مه با ن

رفعه الى السماء ثم ا ختلفوا على ثلا ثة او جه

ا حد ها قا ل و هب تو فى ثلاث سا عا ت ثم رفع و

و ثـا نيهـا قـا ل مـحمد بن اسحاق تو فى سبع سا عا ت ثم احياه الله و رفعه

الثـا لـث قـا ل الـر بيع بن انس انه تعا لى تو فا ه حين رفعه الى السماء قا ل

تعا لى الله يتو فى ا لا نفس حين مو تها و التى لم تمت فى منا مها

اس سے ثابت ہوتا ہے کہ حضرت عیسیٰ پر موت طاری کرنے سے خدا کو یہ مقصود تھا کہ ان کے دشمن ان کو قتل نہ کرسکیں۔ اور ایسا کر کے اللہ نے آسمان پر اٹھا لینے کے ذریعہ سے ان کو افتخار بخشا۔ اور وہب کے قول کے مطابق صرف تین گھنٹے یہ موت حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر طاری رہی اور اس کے بعد اٹھا لئے گئے۔ اور محمد بن اسحاق کے قول کے بموجب سات گھنٹے تک موت حضرت عیسیٰ پر طاری رہی اور اس کے بعد آسمان پر اٹھا لئے گئے اور ربیع بن انس کا قول یہ ہے کہ آسمان پر اٹھائے جانے کے وقت اللہ نے موت دی۔

بہر حال ان میں سے کوئی بات ہو اللہ تعالیٰ کی قدرت سے کچھ بعید نہیں ہے کہ جس نبی کو اس نے بغیر باپ کے پیدا کیا، اس نبی کو اس کے دشمنوں پر ظاہر کرنے کے لئے کہ حضرت عیسیٰ بن مریم مر گئے، موت طبعی طاری کرنے کے بعد اپنے پاس اٹھا لیا ہو۔ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیوں اس میں شبہ ہے؟

معلوم ہوتا ہے کہ اگر وہ ان واقعات کو تسلیم کرلیں تو ان کے دعاوی نبوت پر اثر پڑتا ہے۔ اس لئے انہوں نے ان واقعات میں سے کسی کو تسلیم نہیں فرمایا اور بس اس بات پر اڑے رہے کہ حضرت عیسیٰ اسی دنیا میں اپنی موت سے مرے اور آسمان پر اٹھائے نہیں گئے۔ ملاحظہ ہو آیت شریف

و الّتـى احـصنت فر جها فنفخنا فيها من رو حنا و جعلنا ها و ابنها آ ية للعا

لمين (الانبیاء:۹۱)

اس آیت میں حضرت مریم کی پاک دامنی اور حضرت عیسیٰ کا بن باپ کے پیدا ہونا ثابت ہے۔

قرآن کریم کی ان آیات کو مرزا غلام احمد قادیانی کا مان لینا اور دیگر آیات قرآنی کو جو ان کے مقصود کے خلاف ہیں تاویلات کر کے تمام علماء سے اختلاف کرنا کیسے درست تسلیم کیا جا سکتا ہے۔

حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے کے متعلق اور متعدد مقامات میں خدا تعالی نے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا ہے کہ جس سے مرزا غلام احمد قادیانی کو انکار نہیں پھر اس واقعہ سے کیوں انکار کرتے ہیں کہ حضرت عیسیٰ آسمان پر اٹھالئے گئے۔

رفعه الله اليه سے بعض لوگ یہ مراد لیتے ہیں کہ روح حضرت عیسی کی اللہ نے اٹھالی تو اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ جب روح حضرت عیسی کی اٹھالی گئی تو جسم کیا ہوا؟

اس کا جواب حضرت عبداللہ ابن عباسؓ کی روایت کے موافق یہ ہوسکتا ہے کہ قبر میں سے اللہ تعالی نے زندہ اٹھالیا۔اور بعض انجیل سے بھی اس کا پتہ چلتا ہے کہ میں پہلے لکھ چکا ہوں یوسف نے لاش کو قبر میں رکھ کر اوپر پتھر رکھ دیا تھا اور صبح کو جو دیکھا تو لاش نہیں تھی۔

ان روایات سے بھی حضرت عیسی کی لاش کا آسمان پر اٹھالینا ثابت ہوتا ہے۔متی انجیل باب ۲۰ ورس ۱۸۔۱۹ میں حضرت عیسی کا صلیب پر مرنے کے تین دن بعد قبر سے زندہ اٹھنا اور چالیس دن تک زندہ رہ کر اپنے شاگردوں اور حواریوں کو تعلیم دے کر ان کے روبرو ابر پر سوار ہو کر آسمان پر عروج فرمانا صاف لکھا ہوا ہے، مگر مرزا قادیانی قرآن شریف کی آیات اور علماء کے اقوال اور روایات کے خلاف اور عیسائی انجیل کے خلاف یہ کہتے ہیں کہ حضرت عیسی آسمان پر نہیں اٹھائے گئے تو کیا مرزا غلام احمد قادیانی کا قول اس بارہ میں سند ہوسکتا ہے؟ ہرگز نہیں

تیرہ سو سال سے علماء اہل سنت اور آئمہ سب کے سب بلا اختلاف اسی طرح مانتے چلے آئے ہیں اور خود سیاق عبارت کلام اللہ کی اس قدر صاف ہے کہ اس میں دلیل کی تو کوئی گنجائش ہی نہیں ہے تو پھر ایک ایسے شخص کو جو ملک ہند میں پیدا ہو، کیا حق ہے کہ اہل زبان نے جو مطلب عبارت قرآن سے لیا، اس سے اختلاف کرے۔عرب وعجم مصر وافریقہ کے تمام علماء اس میں متفق ہیں اور وہ عربی زبان کے استاد اور حاکم تھے۔ہزار ہا علماء اور آئمہ کے متفق علیہ معنی کے خلاف رفع کے معنی دوسرے کرنا یا الیّ کے لفظ کو نظر انداز کرنا، یا

کوئی دوسرے مطالب کھینچ تان کر نکالنا کسی طرح مستحسن معلوم نہیں ہوتا، خصوصاً جب کہ مسلمانوں میں اس اختلاف کی وجہ سے تفرقہ پڑتا ہو۔ اللہ تعالی نے اس قسم کے تفرقہ ڈالنے کی بہت صاف الفاظ میں ممانعت فرمائی ہے۔ اللہ تعالی فرماتا ہے

و لا تکونوا کالّذین تفرّقوا و اختلفوا من بعد ما جاء هم البیّنات و اولئك لهم عذاب عظیم ۔ یوم تبیضّ وجوه و تسودّ وجوه (آل عمران:۱۰۵۔۱۰۶)

اور مت ہو جاؤ ان کی طرح جو علیحدہ ہو گئے (تفرقہ ڈالا) اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم اور ان کے واسطے بڑا عذاب ہے جس دن سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں بعضے منہ۔

اور سورہ انعام میں اللہ تعالی نے فرمایا

انّ الّذین فرّقوا دینهم و کانوا شیعا لست منهم فی شیء

(الانعام:۱۵۹) یعنی جنہوں نے تفرقہ ڈالا دین میں اور ہو گئے کئی فرقہ، تجھ کو ان سے کام نہیں

ان آیتوں کو ملاحظہ فرمائیں کیا۔ اللہ تعالی ایسے لوگوں سے خوش ہوگا جنہوں نے دین میں تفرقہ ڈالا اور اپنا فرقہ علیحدہ کر لیا۔ اور علیحدہ بھی ہوئے اور فرقہ علیحدہ بنا تو اس طرح سے کہ حدیث پوری نہیں لی، پاؤ حدیث سے یا حدیث کے آٹھویں حصہ سے من مانے مطلب لے کر تمام دنیا کے مانے ہوئے سچے مسائل کے خلاف لاکھوں دماغوں پر اپنے ایک دماغ کو ترجیح دی، حالانکہ ایک دماغ سو دماغوں کا مقابلہ نہیں کر سکتا۔ اسی لئے خدا تعالی نے ہر کام میں مشورہ کر کے عمل کرنے کا حکم دیا ہے و امرهم شوری بینهم (ان کا کام آپس کی صلاح اور مشورہ سے چلتا ہے) اور خود رسول اکرم ﷺ کو اللہ نے یہ حکم دیا و شاورهم فی الامر اور خود رسول اکرم ﷺ مشورہ کیا کرتے تھے تو مرزا غلام احمد قادیانی نے کیوں ایسی ضد کی اور مشورہ پر عمل نہیں کیا۔ جب تک خلافت راشدہ رہی اکثر امور مشورہ سے ہوا کرتے تھے۔ مجلس شوری ٹوٹی اور مسلمانوں میں خرابی پڑی فاعتبروا یا اولی الابصار۔ ممالک متمدنہ میں آج جمہور کی رائے پر جو سلطنتوں کا انتظام ہو رہا ہے وہ اسی اصول پر ہے کہ جو کام مشورے سے ہو وہ اچھا سمجھا جاتا ہے۔ دنیا کے تمام علماء نے قرآن اور حدیث کے جو معنی تیرہ سو سال سے لئے اور لاکھوں علماء سے مشورہ سے وہ مطلب صحیح سمجھا گیا اس کو مرزا غلام احمد کا یا ان کے

مریدوں کا دماغ کیسے رد کر سکتا ہے۔غلبہ آراء پر عمل نہ کر کے اپنی عقل پر کیوں اتنا بھروسہ کیا جارہا ہے اور شرک بالنبوت کی ایک نئی شکل پیدا کی جارہی ہے۔

اس موقع پر شرک بالنبوت کے متعلق ایک آیت قرآن کی لکھوں گا اور باقی مضمون شرک بالنبوت کے متعلق آئندہ عرض کروں گا۔اللہ تعالی فرماتا ہے

ام لهم شركاء شرعوا لهم من الدّين ما لم يأذن به اللّه و لو لا كلمة الفصل لقضى بينهم و انّ الظالمين لهم عذاب اليم (الشوری:۲۱)(کیاان کے شریک ہیں جنہوں نے شریعت کی راہ ڈالی ان لوگوں کے لئے دین کی جس کا (جس شرک نبوت کا) اللہ نے حکم نہیں دیا اور اگر یہ بات منصفانہ ہوتی تو فیصلہ کیا جاتا ان لوگوں میں اور بے شک ناانصافوں کے لئے عذاب دردناک ہے)۔

اس آیت کو ملاحظہ فرمایئے۔خدا تعالی نے خود تصفیہ کر دیا ہے۔اور اعتراضاً بندوں سے خدا تعالی سوال کرتا ہے کہ جنہوں نے تمہارے لئے شریعت کی راہ ڈالی کیا ان کے کوئی شریک ہیں؟اس قسم کے شرک کا تو میں نے تم کو حکم نہیں دیا۔اور اس بات کا تو فیصلہ ہو چکا ہے کہ شریک بالنبوت نہیں ہے اگر یہ امر فیصل شدہ نہ ہوتا تو ہم تصفیہ کرتے اگر اس امر منفصلہ کے خلاف کرو گے تو ہم دردناک عذاب دیں گے

اور پھر سورہ شوری میں ارشاد ہوتا ہے

شرع لكم من الدين ما وصى به نوحاً و الذى او حينا اليك و ما وصينا به ابراهيم و موسى و عيسى ان اقيموا الدين و لا تتفرقوا فيه (شوری:۱۲)

شریعت دی یعنی تمہارے لئے دین ٹھہرا،سواس میں تفرقہ نہ ڈالو

آگے چل کر پھر ارشاد ہوا ہے

و ما تفرقوا الا من بعد ما جاء هم العلم بغيا بينهم (شوری:۱۴)

بعد علم ہو جانے کے ضد سے جواختلاف کرنے لگے ۔

اس سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ ان لوگوں کے لئے جو ضد سے علم ہو جانے کے بعد اختلاف کریں گے اور دین میں تفرقہ ڈالیں گے،دردناک عذاب ہوں گے۔

خدا تعالیٰ کو تو یہ بات معلوم تھی کہ امت محمدی میں ایسے فرقہ ہوں گے جبھی تو قرآن میں پیشین گوئی کی گئی تھی جیسا کہ آیات بالا سے ظاہر ہے۔ چنانچہ وہ پیش گوئی پوری ہوئی۔ اللہ تو بار بار فرما چکا تھا لیکن جو ہونا تھا وہ ہو کر رہا۔ ہر ایک فرقہ نے ایک نئی بات نئی بدعت نکالی۔ کوئی خارجی، کوئی ناصبی، کوئی جبری، کوئی قدری، تو کسی نے ان کا کیا کر لیا؟ سب مسلمان جب کہ ایک امر میں متفق ہیں تو ان میں اختلاف ڈلوانا اور تفرقہ پیدا کرنے والی تحریک کرنا کیوں کر اچھا سمجھا جائے گا۔ حدیث ہے

من فرق بین امتی و هم جمع فا قتله من کا ن

فرمایا سرور عالم ﷺ نے جب کہ میری امت میں اتفاق ہو اور اس میں کوئی شخص تفرقہ ڈالے تو اس کو قتل کر دو خواہ وہ کوئی ہو۔

ظاہر ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھا لئے جانے کے متعلق کروڑ ہا امتیان حضرت سرور عالم ﷺ میں اتفاق ہے، اور اس اتفاق میں تفرقہ پڑتا ہے، اس صورت میں یہ حدیث شریف متعلق ہے یا نہیں، غور کے قابل ہے۔ میرے خیال میں تو اللہ تعالیٰ کا کلام بھی صاف ہے۔ قرآن کریم کی اس آیت شریف

انّما جزاء الّذین یحاربون الله و رسوله ویسعون فی الارض فسا داً ان یقتّلوا او یصلّبوا و تقطّع اید یهم و ارجلهم من خلاف او ینفوا من ا لا ر ض (الما ئدة : ۳۳)

کی رو سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان لوگوں کی سزا جو اللہ اور اس کے رسول سے لڑیں یعنی جو اللہ اور رسول کے احکام سے لڑیں، یا زمین میں فساد ڈالیں، قتل اور سولی کے قابل یا نفی بلد کے قابل ہیں۔

اللہ تعالیٰ کے صریح احکام اور رسول کریم ﷺ کے صاف ارشادات کے خلاف تاویلات کرنا اور کروڑ ہا اور اربوں مسلمانوں کے مسلّم مسائل میں اختلاف پیدا کرنے کی کوشش کرنا درآنحالیکہ سب امت میں امن و امان قائم ہے ہرگز مستحسن نہیں سمجھا جا سکتا۔ کیا ایک قوم کے مغل صاحب کو رسول کریم ﷺ کی صاف حدیث کے خلاف کہ مہدی موعود اولاد فاطمہؓ سے ہوگا مہدی موعود تسلیم کر لینا، درآں حالیکہ

ان کے نام اور ان کے باپ کے نام خلاف حدیث ہوں،

اور وقت کا خیال نہ کرنا کہ کیا زمین پر جور و ظلم بھر گیا ہے،

اور کیا مہدی موعود نے ان سب کو دور کر کے عدل سے بھر دیا،

اور آیات قرآنی کے صاف اور صریح الفاظ کے خلاف کھینچ تان کر خلاف علماء اور آئمہ کے مطالب پہنانا ہے،

اور ایک ایسے واقعہ سے جو عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق ہے اور جس کو نہ صرف کروڑ ھا مسلمان مان رہے ہیں بلکہ کروڑوں عیسائی بھی مثل مسلمانوں کے اعتقاد رکھتے ہیں انکار کرنا،

اور قرآن کی آیتوں سے من مانے مطالب اخذ کر کے دنیا بھر کے براعظموں کے مسلمانوں اور عیسائیوں سے اختلاف کرنا،

اللہ، رسول سے محاربہ کرنا نہیں تو اور کیا ہے؟

اللہ تعالیٰ کے ارشاد کے خلاف اس طرح معنی پہنا کر نبی بننے اور اپنے آپ کو دنیا کے تمام لوگوں پر تفوق حاصل ہونے کی کوشش کرنا، اور روئے زمین کے تمام مسلمانوں اور عیسائیوں کے متفق علیہ مسئلہ کے خلاف تقریریں کر کے ان کے دلوں کو مجروح کرنا، اور ان میں اختلاف ڈلوانا، زمین میں فساد ڈالنا نہیں تو کیا ہے۔

روئے زمین کے پردہ پر عرب وعجم، مصر اور روم وشام افریقہ وغیرہ کے ۴۰ کروڑ مسلمانوں میں کوئی ان صفات کا، جیسا کہ حدیث نبوی کی رو سے ہونا لازم ہے، خدا کو نہیں ملا تھا جو خدا نے قادیانی مٹی سے مرزا غلام احمد صاحب مغل کو مہدی موعود اور مسیح موعود بنانے کے لئے منتخب کر کے اپنے حبیب پاک کے ارشاد کو جو اتبیان محمدی کی ہدایت کے لئے تھے معاذ اللہ جھوٹا کرنا چاہا۔

چونکہ میرے فاضل دوست بھی قانون دان ہیں اور میں بھی قانونی پیشہ کرتا ہوں اس لئے اس موقع پر اصول قانون کا بھی ایک مسلّمہ مسئلہ جس پر تمام مقنن روئے زمین کا اتفاق ہے عرض کرنا مناسب سمجھتا ہوں وہ حسب ذیل ہے

سب سے مقدم اور ابتدائی قاعدہ تعبیر الفاظ کا یہ ہے کہ اس امر کو مان لیا جائے کہ قانون کے الفاظ اور

فقرے اصطلاحی معنوں میں استعمال کئے گئے ہیں لیکن اگر ان کے معنی اصطلاحی مطلب خیز نہ ہوں تو سمجھنا چاہیے کہ وہ اپنے عام معنی میں استعمال ہوئے ہیں اس صورت میں ان جملوں اور فقروں کی تعبیر قواعد زبان کے مطابق کرنا چاہیے لیکن یہ کسی صورت میں درست نہیں ہے کہ ان سے ایسے معنی پیدا کئے جائیں جو از روئے زبان کے درست نہ ہوں اور جہاں دوسرے معنی بن سکتے ہوں وہاں صاف وصریح معنوں کو چھوڑ کر اور معنی نہیں لینا چاہییں۔

مقنن ڈیئل کہتا ہے کہ ایسے قانون کی تشریح کرنا جو محتاج تشریح نہیں بالکل نامناسب ہے خود اس کی زبان ہی بغیر کسی تشریح کے واضع قانون کے منشاء کو عمدہ طور سے ظاہر کرتی ہے اور وہی اس کا قطعی فیصلہ ہے بلاتحاشہ واضعان قانون کا منشاء وہی سمجھنا چاہیے جو اس سے صاف صاف ظاہر ہو اور اس لئے اس میں تشریح کی مطلق گنجائش نہیں ہے الفاظ کے جو معنی ہوں یا ہو سکتے ہوں اس کے خلاف مطلب بیان کرنا قانون کی تشریح نہیں بلکہ قانون کا وضع کرنا ہے۔

الفاظ کی تشریح اور تعبیر کرنے کا جو طریقہ میرے فاضل دوست نے تحریر فرمایا ہے، وہ کسی طرح سے بھی درست معلوم نہیں ہوتا کہ

غلام اور عبد میں مواطات ہے۔،

مرتضی اور اللہ میں مواطات ہے۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی کو مسیح موعود قرار دینے کے لئے لفظ عیسی کے صاف وصریح معنوں سے جو قرآن کریم اور حدیثوں میں ابن مریم کے لئے گئے ہیں، اختلاف کر کے دنیا کے مسلمانوں کے مسلمہ مسئلہ سے مختلف ہو کر دوسرے معنی مفید مطلب پہنانا کیوں کر درست ہوسکتا ہے۔

قادیانی حضرات نے غلام احمد ولد غلام مرتضی کو مواطات کے سانچہ میں ڈھال کر محمد بن عبداللہ قرار دینے کی کوشش بے فائدہ فرمائی ہے۔

اگر کوئی جواب میں کہے کہ جس طرح آپ مواطات قائم فرماتے ہیں ہم بھی اسی طرح مواطات قرار دیتے ہیں اور وہ یہ حجت پیش کریں کہ غلام اور علام میں توافق صورتی ہے، اور علام باشہ اور چرغ کو کہتے ہیں

مجنان لاشہ درند مے کہ دستانے کند رستم
میران با شہ در روزے کہ طوفانے کند صرصہ
ز میغ روان چرغ جو یر چرغ
پر آواز را شگران مرغ مرغ

اس لئے مرزا غلام احمد قادیانی، باشہ اور چرغ ہیں، تو کیا قادیانی حضرات اس مواطات کو مان لیں گے۔ اور مرزا قادیانی کو اس قسم کی مواطات کی بنا پر ایک شکاری پرندہ باشہ اور چرغ سے تشبیہ دیں تو وہ قبول کر لیں گے؟

جب قادیانی حضرات اس قسم کی مواطات کو تسلیم نہیں فرماتے، تو ان کی قائم کی ہوئی مواطات کو کیوں کر تسلیم کر لیں گے۔ ترمذی کی اس حدیث کو

و الذی نفسی بیدہ لیو شکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکما مقسطاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجذیہ و یفیض المال حتی لایقبلہ احد
(ترمذی ج ۲ ص ۴۷)

ملاحظہ فرمایئے۔ اس حدیث میں لفظ ابن مریم صاف ہے۔

حضرت ابو ہریرہؓ سے یہ حدیث بیان کی گئی ہے:

قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم من السماء فیکم و امامکم منکم

اس حدیث میں لفظ ابن مریم من السماء ہیں۔

ان کے سوا اور بھی کئی حدیثیں ہیں جن میں لفظ ابن مریم من السماء صاف ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کا صرف یہ فرمانا

صحاح کی حدیثوں کو مانتا ہوں اور بخاری اصح الکتب ہے اور بعد کتاب اللہ کے وہی ہے اور وہ واجب العمل ہے، ان پر میرا یقین ہے،

کس طرح مانا جاسکتا ہے۔

حدیث اول الذکر میں ان امور کا بیان ہے جو حضرت عیسیٰ نازل ہوکر انجام دیں گے اور حدیث آخر الذکر میں الفاظ ابن مریم کے بعد امامکم منکم آئے ہیں اور اس لفظ سے صاف حضرت عیسیٰ مراد ہیں۔

اس سے پہلے بھی مسلم کی حدیثیں لکھ چکا ہوں۔اس میں لفظ امیر هم ہے اور تفصیل سے میں بتلا چکا ہوں کہ امیر سے مہدی مراد ہیں۔اسی طرح حدیث بخاری میں امامکم منکم سے حضرت عیسی مراد ہیں ان حدیثوں سے صاف وصریح مرزا غلام احمد قادیانی کے معتقدین کی محولہ حدیث لا مھدی الا عیسی ابن مریم پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔اور اس ایک حدیث کے مقابلہ میں میں نے متعدد ایسی حدیثوں کا حوالہ دیا ہے جو سب کی سب صحاح ستہ کی ہیں۔پس ان حدیثوں سے ثابت ہے کہ مہدی اور عیسی علیحدہ علیحدہ ہیں۔

سورہ نساء میں اللہ تعالی نے صاف فرمادیا ہے:

من یطع الرسول فقد اطاع الله (النساء : ۸۰)

جس نے حکم مانا رسول اکرم ﷺ کا اس نے حکم مانا اللہ تعالی کا

پس ظاہر ہوا کہ رسول اکرم ﷺ کے صاف احکام کو نہ ماننا اللہ تعالی کے حکم سے روگردانی ہے۔جب کہ حدیث میں صاف الفاظ میں ابن مریم لکھا ہوا ہے،تو ان الفاظ کو نظر انداز کر کے صرف ایک جملہ لا مھدی الا عیسی سے یہ استدلال کرنا کہ اس کا مدلول میں ہوں،خدا کے حکم سے روگردانی اور نافرمانی کرنے کے مماثل ہے جو شخص اللہ کے حکم کی نافرمانی کرے اس کیلئے کیسے سخت احکام ہیں۔حدیث ہے کہ

من رغب عن سنتی فلیس منی (مشکوۃ .ص ۲۷)

جس نے میری نافرمانی کی وہ میری امت سے نہیں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو امتی ہونے کا دعوی ہے اور پھر آنحضرت ﷺ کی صاف حدیثوں سے نافرمانی اور روگردانی کی جاتی ہے۔

عیسیٰؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر نازل ہونیکے متعلق میری رائے

حضرت عیسی ابن مریمؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے اور پھر نازل ہونے کے متعلق علماء کی رائے تو میں لکھ چکا ہوں لیکن میں اپنی رائے بھی اس امر کے متعلق عرض کرنا چاہتا ہوں۔

اصلی واقعہ حضرت عیسیٰؑ بن مریم کے آسمان پر اٹھائے جانے کا مسلمانوں اور عیسائیوں میں ایک متفق مسئلہ ہے البتہ اختلاف ہے تو یہ ہے کہ عیسائی کہتے ہیں کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر چڑھائے گئے اور بغیر صلیب پر چڑھائے جانے اور اسی طرح فدیہ ہونے کے انسانوں کی نجات نہ ہوسکتی تھی۔ مسلمان یہ کہتے ہیں کہ بغیر صلیب پر چڑھانے کے خداتعالی نے زندہ آسمان پر اٹھالیا جیسا کہ خود خدا نے قرآن مجید میں وہ الفاظ ارشاد فرمائے ہیں جو حضرت عیسیٰؑ کی زبان سے نکلے تھے جو حسب ذیل ہیں

و السلا م علیّ یو م ولد ت و یو م امو ت و یو م ابعث حیا (مریم : ۳۳)۔

اور مجھ پر سلامتی ہو جس دن میں پیدا ہوا اور جس دن مروں گا اور جس دن پھر زندہ اٹھایا جاؤں گا

فلماتو فیتنی کنت انت الر قیب علیھم و انت علی کل شیء شھید

(مائدہ:۱۱۷)(پھر جب تو نے مجھے اٹھالیا تو ان پر نگہبان تھا اور تو ہر چیز پر گواہ ہے)

حضرت عبداللہ ابن عباسؓ اور محمد بن اسحاق نے بھی جیسا کہ تفسیر کبیر میں لکھا ہے متـــو فیك کے معنی ممیتك اور اسی طرح تـو فیتنی یعنی جب تو نے مجھے موت دی لئے ہیں۔لیکن اس موقع پر یہ عرض کرنا ضرور ہے کہ البتہ بعض علماء اسلام میں اس امر میں اختلاف رہا۔اکثروں کا خیال یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ زندہ آسمان پر اٹھالئے گئے۔بعض علماء کا قول ہے کہ حضرت عیسیٰؑ صلیب پر نہیں چڑھائے گئے بلکہ اپنی موت سے مرے۔ بلحاظ آیت قرآنی میری رائے یہ ہے کہ حضرت عیسیٰؑ نہ صلیب پر چڑھائے گئے، نہ مارے گئے، بلکہ جیسا کہ خداتعالی نے فرمایا ہے ما صلبو ہ و ما قتلو ہ آسمان پر اٹھالئے گئے۔

مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے واقعہ موت کو تسلیم فرمالیا جس سے ان کے مقصود پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا،لیکن رفعہ اللہ الیہ سے اختلاف فرمایا۔قرآن کریم میں حضرت عیسیٰؑ کے متعلق اس قسم کے الفاظ چار جگہ آئے ہیں۔دو آیتیں اوپر مع ترجمہ لکھ دی گئی ہیں۔ان میں سے پہلی آیت میں لفظ تـو فیتـنی کا

ترجمہ مجھے وفات دی کیا جائے، تو بحث یہ پیدا ہو جاتی ہے کہ حضرت عیسی کو خدا نے جب دنیا میں موت دے دی تو وہ پھر کیسے آسمان پر اٹھالئے گئے۔

متعدد حدیثوں سے اور خود اللہ تعالی کے ارشاد سے جو سورہ النساء میں صاف ثابت ہوتا ہے کہ اللہ نے ان کو اٹھالیا۔ جولوگ تـو فـی کے معنی وفات کے لیتے ہیں وہ چند ایسے ہیں جنہوں نے حضرت عیسیؑ کا مرنا تسلیم کیا ہے۔لیکن تو فی کے لغوی معنی دیکھنا چاہیے کہ لغت عرب میں تین معنی ہیں۔

ا۔مرجانے کے ، جیسے الله یتو فی ا لا نفس حین مو تھا ۔

۲۔سوجانے کے ، جیسے و ھو الذی یتو فا کم با للیل۔

۳۔اٹھالینے اور پھیر لینے کے، جیسے فلما تو فیتنی اور انی متو فیك۔

سورہ مائدہ میں تو فیتنی اور سورہ آل عمران میں متو فیك یہی دولفظ بحث طلب رہتے ہیں۔

میرا خیال یہ ہے کہ جب سورہ نساء کی آیت کے الفاظ

مـا قتـلـو ہ و ما صلبوہ و لکن شبہ لھم و ان الذین ا ختلفوا فیہ لفی شك منہ

(النساء :۱۵۷۔۱۵۸)

کے ساتھ الفاظ تـو فیتنی اور متو فیك دیکھے جائیں تو ان علماء کی رائے صحیح معلوم ہوتی ہے جنہوں نے یہ فرمایا ہے کہ حضرت عیسیؑ زندہ اٹھالئے گئے اور ان دونوں لفظوں کے لغوی معنی اٹھالینے ہی کے کرنے پڑیں گے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ حضرت عیسی بن مریم ؑ نہ مارے گئے نہ صلیب پر چڑھائے گئے بلکہ اللہ تعالی نے ان کو زندہ اٹھالیا۔

میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی) نے ایک آیت پر استدلال کیا ہے

ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد (الا نبیاء : ۳٤)

بے شک خلد تو کسی کے لئے دنیا میں نہیں ہے

یہی منشاء کل نفس ذا ئقہ المو ت کا ہے۔

دنیا میں کوئی نفس ابدالا باد نہیں رہ سکتا۔لیکن جس آیت کا حوالہ میرے دوست نے دیا ہے، اس سے

یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ حضرت عیسیٰ کو موت ہے ہی نہیں۔ بلکہ نزول کے بعد قیامت سے پہلے مریں گے۔اور یہ دونوں لفظ تو فیتنی متو فیك اس وقت صادق آئیں گے اور خدا تعالی کا ارشاد پورا ہوگا۔

سورہ مریم میں لفظ امـو ت آیا ہے یعنی میں ماروں گا۔مگر کب ماروں گا، اس کی کوئی صراحت قرآن کریم میں نہیں ہے۔لیکن میں نے حدیث سے اس سے پہلے ثابت کر دیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کا آسمان سے نزول ہوگا اور اس کے بعد وہ مریں گے۔قرآن کی آیتوں کی جو لوگ من مانی تاویلات کرتے ہیں ان کی نسبت اللہ تعالی نے صاف حکم دیا ہے

فـا مـا الـذيـن فـی قـلـو بهم زيغ فيتّبعو ن ما تشا به منه ابتغاء الفتنة و ابتغاء تـاو يله (آل عمران:۷) جن لوگوں کے دل پھرے ہوئے ہیں (یعنی کجی ہے) باطل کی طرف وہ لوگوں کو گمراہ کرنے کی نیت سے من مانی تاویلات کرتے ہیں

جب کہ اللہ تعالی نے صاف فرمادیا ہے کہ مـا قتـلـو ه ومـا صلبو ه یعنی یہودیوں نے حضرت عیسی بن مریم کو قتل نہیں کیا اور صلیب پر نہیں مارا بل رفعه الله اليه بلکہ اللہ تعالی نے اپنی طرف اٹھالیا، تو اس کے خلاف من مانی تاویل کرنا کہ خود عیسی کہلائیں کس قدر افسوس کے قابل ہے۔ناظرین سیاق عبارت سے آیتوں کے خود نتیجہ اخذ کر سکتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی قرآن کو تو مانتے ہیں لیکن ان کا ماننا اختیاری معلوم ہوتا ہے اس لئے کہ حضرت عیسیٰ کے بن باپ کے پیدا ہونے سے انکار نہیں کرتے ،لیکن اس امر سے انکار ہے کہ وہ دوبارہ دنیا میں نازل ہوں گے۔تعجب ہے کہ خدا کی اس قدرت کو ماننا کہ حضرت آدم کو اللہ نے بن ماں باپ پیدا کیا اور حضرت عیسی کو (جن کی ماں بھی تھیں) بن باپ پیدا کیا اور خدا کی اس قدرت کو تسلیم نہ کرنا جو حضرت عیسی کو آسمان پر اٹھا لئے جانے اور دوبارہ زمین پر نازل کرنے کے متعلق حدیثوں میں بیان کی گئی ہے نہایت تعجب کی بات ہے۔

حضرات قادیانیوں کو حضرت عیسیٰ کا دوبارہ نازل ہونا اس وجہ سے ناممکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ اسی دنیا میں مر گئے۔ پہلے تو یہ کہ اس دنیا میں ان کے مرنے کا خیال ہی غلط ہے، دوسرے یہ کہ اگر فرض کیا جائے کہ وہ اسی دنیا میں مر گئے تو اللہ کے پاس کیا مشکل ہے کہ پھر دوبارہ ہی اس کو دنیا میں پیدا کرے۔

اگلے زمانہ میں بھی لوگ اس قسم کا خیال کرتے تھے کہ حضرت عیسیٰؑ بن باپ کے کس طرح پیدا ہو گئے؟ تو خدا نے قرآن پاک میں ان لوگوں کو اس آیت کے ذریعہ سے مخاطب کر کے فرمایا

انّ مثل عیسی عند الله کمثل آ دم خلقه من ترا ب ثم قال له کن فیکو ن

(آل عمران:۵۹) (بے شک عیسی کی مثال اللہ کے نزدیک ایسی ہے جیسے آدم کی۔ اللہ نے آدم کو مٹی سے بنایا پھر اس سے فرمایا آدم ہو جا، وہ آدم بن گیا)۔

دیکھئے خدا نے خود کیسی مثال دے کر بندوں کو سمجھایا ہے۔ جس خدا کو یہ قدرت ہے کہ مٹی سے انسان ناطق بنائے کیا اس کو یہ قدرت نہیں ہے کہ حضرت عیسی کو مرنے کے بعد پھر دنیا میں لائے۔

یہ امر مرزا غلام احمد قادیانی نے بالکل اپنے اختیار میں کر لیا ہے کہ قرآن شریف کی جس آیت یا جزو آیت کو اپنے مصالح کے لحاظ سے جس طرح متعلق کرنا چاہا متعلق کر دیا۔ اسی طرح حدیثوں کے جزو کو جس طرح چاہا استعمال کیا۔

سورہ مریم میں جو الفاظ یو م امو ت و یو م ابعث حیا (مریم:۳۳) خدا نے فرمائے ہیں تو غالباً یہ استدلال کیا جا سکتا ہے کہ جو لفظ زبان سے حضرت عیسی کے نکلے تھے وہی الفاظ قرآن میں بیان ہوئے ہیں یعنی جس دن پھر زندہ ہوں گا۔ پس حضرت عیسی اس دنیا میں مر گئے۔ یہ استدلال صحیح نہیں ہو سکتا اس وجہ سے کہ میں نے وہ حدیث نقل کر دی ہے کہ جس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعد نازل ہونے کے حضرت عیسی بن مریم اس دنیا میں زندگی بسر کریں گے اور اس کے بعد مریں گے اور اس وقت لفظ امـوت صادق آئے گا اور الفاظ یـوم ابـعـث حیا اس وقت صادق آئیں گے جب سب کے ساتھ قیامت کے دن قبر سے زندہ ہوں گے۔ اس کے مان لینے سے مرزا قادیانی کے ادعائے نبوت پر اثر پڑتا ہے۔ اگر وہ اس طرح مان لیں کہ اللہ تعالی نے حضرت عیسی کو اٹھا لیا تو پھر ان کا دنیا میں آنا ماننا پڑے گا اسی لئے رفـعـه الـله الیه سے دوسرا مطلب لیا گیا ہے۔

اس موقع پر بھی سیاق عبارت سے صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالی نے اپنے پاس اٹھا لیا منزلت بڑھانے کے معنی نہیں لئے جا سکتے۔

کیا مرزا قادیانی، مسیح اور ظلی نبی تھے

اب میں دوسرے نتیجہ سے بحث کرتا ہوں جو میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) کی تحریر سے نکلتا ہے۔ وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی حضرت عیسی نہیں بلکہ مسیح محمدی ہیں، اس لئے وہ ظلی نبی یا شریعت محمدی کے متبع نبی ہیں جن کا ذکر حدیث میں بہ لفظ نبی ہوا ہے۔ خداوند کریم نے مریم کے بیٹے حضرت عیسی کی نسبت مسیح کا لفظ استعمال فرمایا ہے هو المسيح ابن مريم وہ مسیح بیٹا مریم کا۔ اسی طرح قرآن شریف میں اور دوسرے مقامات پر حضرت عیسی کی نسبت مسیح فرمایا۔ لیکن کس قدر افسوس کی بات ہے کہ خدا کے فرمان کے خلاف مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح بننے کی کوشش کی اور اعتراضات سے بچنے کے لئے لا مهدی الا عیسی سے مدد لے کر مہدی اور عیسی کو ایک شخص قرار دینا چاہا اور لفظ مسیح کے ساتھ ایک لفظ محمدی زیادہ کر کے مسیح محمدی کہلانے کی کوشش فرمائی۔ اس امر کا کچھ خیال نہ فرمایا گیا کہ اللہ تعالی نے مسیح کا خطاب خاص حضرت عیسی کو دیا ہے تو میں کیوں کر مسیح یا مثیل مسیح ہو سکتا ہوں۔ لفظ مثیل بھی اعتراضات سے بچنے کے لئے بطور ڈھال کے استعمال کیا گیا اور صرف مثیل مسیح ہی کہہ کر ساکت ہو جاتے، لیکن جب دیکھا کہ اس لفظ پر بھی اعتراضات ہوں گے تو ایک لفظ محمدی اور بڑھا دیا گیا۔ اگر وہ فی الحقیقت مسیح تھے جن کا نام اللہ نے اسمه المسيح عيسى ابن مريم رکھا اور حدیث کے الفاظ نبی الله کے مدلول خود وہ اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں تو خاصے عیسی مسیح ٹھہرتے ہیں پھر لفظ مثیل کی ضرورت کیا تھی۔ اور جب لفظ مثیل استعمال کیا گیا تو نبی الله نہیں قرار پا سکتے کیونکہ مثیل کبھی اصل نہیں ہو سکتا۔ اگر اصل مسیح بننے کی کوشش کرتے تو بے شک حدیث میں جو ۴ جگہ لفظ نبی الله استعمال ہوا ہے اس سے مدد لے سکتے جب اصلی مسیح نہیں بلکہ مثیل مسیح ہیں تو مثل کبھی اصل نہیں ہو سکتی جیسے کہ نقل کبھی اصل نہیں ہو سکتی پھر مثیل کیوں کر نبی ہو سکتا ہے؟

ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ کبھی تو حدیث سے مدد لے کر اصل مسیح بننے کی کوشش کی گئی اور کبھی مثیل مسیح بننے کی فکر کی گئی اور اس سے بھی بڑھ کر لطف کی بات یہ کہی گئی کہ مسیح محمدی، تو مرزا غلام احمد قادیانی کے متزلزل بیانات سے کوئی ایک بات بھی صحیح طور سے ان کے متعلق نہیں کی جا سکتی۔

کبھی تو یہ فرمایا جاتا ہے کہ عیسی اسی دنیا میں مر گئے اور آسمان پر اٹھالئے گئے۔اور کبھی اس حدیث کو جس میں حضرت عیسیٰؑ کے دوبارہ دنیا میں نازل ہونیکا ذکر ہے جس میں نبی اللہ چار جگہ استعمال ہوا ہے اپنے آپ سے منسوب کر کے نبی بننا چاہتے ہیں۔

غرض ایک بات دوسری بات کے خلاف ہے۔بہرحال نبی مشہور کرنا دنیا کو یقین دلانا ہے کہ میں جنتی ہوں کیونکہ نبی کے جنتی ہونے میں کوئی شبہ نہیں کر سکتا گویا مرزا غلام احمد قادیانی نبی مشہور کر کے بالفاظ دیگر یہ فرمانا چاہتے ہیں کہ میں جنتی ہوں لیکن حدیث میں ہے من قال انا فی جنة فھو فی النار ۔جس شخص کو جنتی ہونے کا زعم ہو تو وہ دوزخی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور ان کے معتقد میرے لائق دوست کی تحریرات سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ مرزا قادیانی کو لوگ مثیل مسیح سمجھیں یا مسیح محمدی، یا مسیح ناصری یعنی حضرت عیسی ؟

کبھی ان حضرات کا یہ دعوی ہے کہ مرزا قادیانی مسیح محمدی ہیں، مسیح ناصری یعنی حضرت عیسی نہیں ہیں۔اور کہیں یہ تحریر فرمایا ہے کہ مرزا قادیانی وہ نبی اللہ ہیں۔ جہاں نبی اللہ کا لفظ آیا ہے اسکے ساتھ ہی عیسی کا لفظ بھی ہے جس سے ثابت ہے کہ حضرت عیسی کی نسبت وہ لفظ نبی اللہ کا آیا ہے۔لوگ مرزا قادیانی کو وہ نبی اللہ تو نہیں مان سکتے جن کا ذکر حدیث میں ہے، لیکن مجھے تعجب ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد جو کچھ بننا چاہتے اسی ایک بات پر کیوں نہیں قائم ہو گئے۔

یا تو وہ اس بات پر جمے رہتے کہ میں مسیح ناصری نہیں ہوں جو مریم کے بیٹے تھے بلکہ میں مسیح محمدی ہوں۔یا صاف یہ فرما دیتے کہ عیسی مسیح میں ہی ہوں۔اگر عیسی مسیح ہونے کا دعوی کرتے تو بے شک اس حدیث کے مدلول قرار پا سکتے جس میں لفظ نبی اللہ استعمال ہوا ہے جب کہ ان کو عیسی مسیح ہونے کا دعو نہیں ہے اور ایک نئی مسیحیت موسومہ مسیح محمدی ایجاد کی گئی تو خواہ مخواہ حدیث مذکورہ بالا کو جس میں عیسی اور لفظ نبی اللہ لکھا گیا ہے اپنے آپ سے کیونکر متعلق کر سکتے تھے۔

بقول ان کے حضرت عیسی تو اسی دنیا میں مر گئے اور آسمان پر نہیں گئے تو پھر ان کا نازل ہونا بھی ناممکن ہے۔ان کے اس بیان سے ثابت ہوتا ہے کہ عیسی تو دنیا میں نہیں آسکتے۔اس صورت میں وہ حدیث ہی

سرے سے غلط ہو جاتی ہے۔ جب وہ حدیث غلط ٹھہری جس میں حضرت عیسیٰؑ کے نازل ہونے کا ذکر ہے تو اس حدیث میں جو لفظ نبی اللہ استعمال ہوا ہے وہ مرزا قادیانی سے کیونکر متعلق ہو سکتا ہے۔ ان حالات کے اعتبار سے قادیانی حضرات کا استدلال کہ حدیث مذکورہ بالا میں لفظ نبی اللہ چار جگہ استعمال ہوا ہے اور وہ نبی مرزا غلام احمد قادیانی ہیں، باطل ہو جاتا ہے۔

حدیث کی رو سے اگر نبی بننا چاہیں تو مقدم امر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد، ابن مریم ہونے کا ثبوت دیں ۔اس کے بعد حدیث کے الفاظ نبی اللہ کے مدلول ہونے کا دعوی کریں۔ یہ تو ہو نہیں سکتا کہ دعوی کریں مسیح محمدی ہونے کا، اور ثبوت میں اس حدیث کو پیش کریں جو عیسی مسیح ناصری سے متعلق ہے جب کہ وہ خود فرماتے ہیں کہ مسیح ناصری اور ہے جو اسی دنیا میں مر گئے اور اب وہ نہیں آئیں گے، اور میں مسیح محمدی ہوں اور مثل مسیح کے ہوں، تو اس حدیث سے استدلال کرنا جو صاف طور پر مسیح ناصری سے متعلق ہے اور جس میں مسیح ناصری کے نازل ہونے کا ذکر ہے اور جس میں لفظ نبی اللہ استعمال ہوا ہے کوئی بھی پسند نہیں کرے گا جب کہ خود ان کا دعوی یہ ہے کہ میں مسیح ناصری نہیں ہوں بلکہ مسیح محمدی ہوں تو اس حدیث کو جو مسیح ناصری کی شان میں اور جس میں صاف عیسی لکھا ہوا ہے مرزا غلام احمد قادیانی سے متعلق کر کے حدیث کے الفاظ نبی اللہ کو ان سے منسوب کرنا محض ہٹ دھرمی معلوم ہوتی ہے۔

مجھ کو کمال تعجب ہوتا ہے جب وہ الفاظ سنتا ہوں جو تیرہ سو سال سے کسی نے اسلامی کتب میں نہیں دیکھے اور نہ اسلامی ممالک میں سنے گئے۔ غور کرنے کی جگہ ہے کہ مسیح محمدی یہ کیسا لفظ تراشا گیا۔ اللہ نے پنجاب کی مٹی میں شائد ایسی خاصیت رکھی ہے کہ وہاں ایسے زندہ دل لوگ پیدا ہوتے ہیں کہ نئی باتیں اور نئے لغوی معنی اور نئی اصطلاحات مقرر کریں۔ اسی لئے غالباً سر سید احمد خان نے پنجابیوں کو زندہ دلان پنجاب کے معزز خطاب سے مخاطب فرمایا تھا۔ زندہ دل نئے نبی نے آخر مسیح محمدی کا ایک نیا جملہ دنیا میں رائج کر دیا۔ نہیں نہیں دنیا میں نہیں بلکہ انڈیا میں دنیا کا نام میں نے غلطی سے لیا۔ دنیا کے دیگر اسلامی ممالک میں جا کر ایسے نئے جملے تراشنے کی مرزا غلام احمد قادیانی کی مجال نہیں ہو سکتی تھی وہاں جا کر نئے نبی یا مسیح محمدی بنتے تو فوراً خبر ان کی لے لی جاتی لیکن انڈیا میں سرکار انگریزی نے ہر شخص کو آزادی دے رکھی ہے، یہاں جو چاہے نبی بنے جو چاہے

مسیح محمدی بن جائے یہاں تو کوئی یہ بھی دریافت نہیں کرتا کہ تمہارے منہ میں کتنے دانت ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا نے انڈیا کے لئے ہی غالباً ظلی نبی بنا کر بھیجا اور خاص نام ظلی نبی خدا نے رکھا سبحان اللہ! کیا پاک نام ہے جو ہمارے کان سن رہے ہیں۔

انڈیا کے ظلی نبی کا جادو انڈینز پر کچھ تو آخر چل گیا لیکن یہ جادو دوسرے اسلامی ممالک میں نہیں چل سکے گا۔ وہاں کے لوگ مسیح اور ظلی نبی وغیرہ الفاظ سنیں گے تو انڈیا کی اسلامی حالت کی بڑی تعریف کریں گے بلکہ عجب نہیں کہ خاص قادیان کی مٹی کو پارسل کے ذریعہ سے طلب کر کے کیمیکل انالائز (کیمیاوی طور پر اجزاء کو تحلیل کرنا) کر کے دیکھیں کہ اللہ نے قادیان کی مٹی میں کون سا جزء یا اجزاء زیادہ پیدا کئے ہیں کہ وہاں کی سرزمین سے نبی پیدا ہوتے ہیں بلکہ عجب نہیں کہ ہر موسم بارش پر ایک نبی کے پیدا ہونے کی امید کریں اور یہ خیال کریں کہ جس طرح خاص خاص دھاتیں خاص خاص ملک کی سرزمین میں پیدا ہوتی ہیں اسی طرح نبی کے پیدا کرنے والی دھات قادیان کی سرزمین میں ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح محمدی کی ایک نئی اصطلاح تراش کر اور ظلی نبی کی ایک نئی نبوت نکال کر اپنے آپ کو نبی اللہ بنانے کی کوشش کی رسول کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا جو صحیح مسلم سے مروی ہے

ا ما بعد فا ن خير الحد يث كتاب الله و خير الهدى هدى محمد ﷺ و شر الا مور محد ثا تها و كل بد عة ضلا لة (مشکوۃ ص ۲۷)

یعنی اچھی باتوں سے اچھی بات اللہ کی کتاب قرآن مجید ہے۔ اور بہتر راہوں میں سے بہتر راہ محمد کی ہے۔ اور سب سے برا کام وہ ہے جو نیا ہے، اور نئی چیز گمراہی ہے۔

اس حدیث سے ثابت ہے کہ جو بات قرآن اور حدیث میں نہ ہو یعنی مسیح محمدی اور ظلی نبوت کا کوئی ذکر نہ قرآن میں ہے نہ حدیث میں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی من گھڑت اصطلاح مقرر کی۔ کیا یہ گمراہی نہیں ہے۔ ایک اور حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ہے کہ

من ا حد ث فی امر نا هذا مالیس منه فهو رد

جس شخص نے نئی چیز نکالی ہمارے اس دین میں جو چیز اس میں نہیں، تو وہ چیز باطل اور رد ہے

مرزا غلام احمد قادیانی نے جو نبوت نکالی ہے وہ نہ تو قرآن کی رو سے، اور نہ حدیث کی رو سے ثابت ہوسکتی ہے۔ اپنی من مانی اصطلاحیں قائم فرمائیں اور حدیثوں سے کھینچ تان کر نبی بننے کی کوشش کی تو کیا وہ شیخین کی ان دونوں حدیثوں کی رو سے باطل اور مردود نہیں سمجھی جائیں گی۔

ایک اور حدیث ہے

من عمل عملا لیس علیه امر نا فهو رد

جو کوئی ایسا کام کرے کہ جس کے لئے ہمارا حکم نہیں ہے وہ رد ہے ۔

اس حدیث سے بھی ایسا کام جسکے لئے سرور عالم ﷺ کا صاف حکم نہیں ہے مردود سمجھا جائے گا۔

میں نے متعدد حدیثیں لکھ دی ہیں اور یہ ثابت کر دیا ہے کہ مسیح موعود حضرت عیسی ابن مریم ہیں۔ مرزا غلام احمد قادیانی ہرگز مسیح موعود نہیں ہیں۔ انہوں نے یہ دعوی جو کیا ہے کہ موعود حضرت عیسی بن مریم نہیں بلکہ وہ موعود میں ہوں اور اسی بنا پر ایک نئی اصطلاح مسیح محمدی کی ایجاد کی گئی بالکل غلط ہے اور مرزا قادیانی نے ان حدیثوں کو جو حضرت عیسی کے نزول کے متعلق ہیں زبردستی اپنے آپ سے متعلق کرنے کی بے فائدہ کوشش فرمائی اور مسیح محمدی کا ایک نیا لقب اختیار کر کے آفتاب پر خاک ڈالنے کی کوشش کی ناظرین خود سمجھ سکتے ہیں۔

کتاب عقائد احمدیہ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب مہدی ہونے کا دعوی کیا گیا تو اس امر کا خیال شائد نہ تھا کہ میں نبی کا لقب بھی اختیار کرسکوں گا۔ درثمین فارسی صفحہ ۱۴۴ پر مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک شعر ہے

هست او خیر الرسل خیر الانام

ہر نبوت را برو شد اختتام

مصرع ثانی کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ جب یہ شعر لکھا گیا تو مرزا غلام احمد قادیانی ہر قسم کی نبوت کو مختتم سمجھتے تھے ورنہ لفظ ہر نبوت کبھی نہ لکھتا۔ ہر نبوت سے نبوت تشریعی اور نبوت اتباعی دونوں مراد ہیں یعنی اسوقت تک مرزا قادیانی کے خیال میں ہر قسم کی نبوت ختم ہوچکی تھی آئندہ کوئی نبی خواہ وہ تشریعی ہو خواہ ظلی یا اتباعی کسی قسم کا کوئی بھی آنے والا نہ تھا۔

ایک دوسری اپنی کتاب موسومہ نشان آسمانی صفحہ ۲۸ خزائن ج ۴ صفحہ ۳۹۰ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ تحریر کیا ہے

اس عاجز کی نسبت کفر اور بے ایمانی کا فتویٰ لکھا گیا ہے اور دجال ...اور کافر نام رکھا گیا ہے میں نے بار بار بیان کیا ہے کہ کوئی کلمہ کفر میری کتابوں میں نہیں ہے اور نہ مجھے نبوت کا دعویٰ ہے۔

آگے چل کر بیان کیا ہے:

آنحضرت ﷺ کے بعد اس امت کے لئے کوئی نبی نہیں آئے گا نیا ہو یا پرانا (نشان آسمانی ص ۲۸)

فقط، کوئی نبی، میں وہ نبی جو شریعت لائے اور وہ نبی جو شریعت نہ لائے بلکہ ظلی یا متبع نبی سب داخل ہیں،۔اسکے خلاف ایک جگہ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

میں اس کے رسول پر صدق دل سے ایمان لایا ہوں اور جانتا ہوں کہ تمام نبوتیں اس پر ختم ہوگئیں مگر ایک قسم کی نبوت ختم نہیں یعنی وہ نبوت جو اس کی کامل پیروی سے ملتی ہے اور جو اس کے چراغ میں سے نور لیتی ہے وہ ختم نہیں کیونکہ وہ محمدی نبوت ہے یعنی اسکا ظل ہے اور اسی کے ذریعہ سے ہے۔

میری سمجھ میں نہیں آیا چراغ کے نور کا نام چراغ کیسا ہوگا۔ چراغ کا نور سب کے اوپر یکساں پڑتا ہے۔کوئی اس نور سے فائدہ اٹھاتا ہے،کوئی اس نور میں سوتا رہتا ہے۔ جو شخص نور سے فائدہ اٹھائے وہ خود اپنا نام چراغ کیوں کر رکھ لے گا۔نبوت بمنزلہ چراغ کے ہے جس طرح چراغ کی روشنی سے کوئی شخص فائدہ اٹھاتا ہے یعنی اس کی روشنی میں لکھتا پڑھتا سیتا پروتا ہے دنیا کے کاروبار کرتا ہے۔ اسی طرح نبوت کے نور سے نیک لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اور ثواب کماتے ہیں اور جو شخص اس روشنی میں سو رہا ہے اور دنیا کے عجائبات سے فائدہ نہیں اٹھاتا وہ بدبخت بدنصیب ہے لیکن چراغ نبوت کا نور جیسا ایک ولی کامل پر پڑ رہا ہے اسی طرح ایک فاجر فاسق پر پڑتا ہے لیکن وہ ولی جو چراغ نبوت کی روشنی سے بہرہ ور ہو رہا ہے خود اپنے آپ کو چراغ نبوت کہے تو قابل مضحکہ بات ہوگی۔

پانی کے بڑے ذخیروں سے بہت سے نالے نہریں نکالی جاتی ہیں لیکن کوئی شخص اس نہر یا نالے کو ذخیرہ آب نہیں کہتا۔ نبی کا کام ہے کہ خداتعالی کی طرف سے ہم لوگوں تک خبریں پہنچا کر ہم کو تنبیہ کرے یہ کام تو خاتم النبیین ﷺ کر چکے اب ہم کو پھر نبی کی ضرورت کیا ہے۔ وہ آخر چراغ نبوت منور ہے اور ابدالاباد دنیا کے ہر گوشہ اور چپہ چپہ پر اپنا نور ڈالتا رہے گا اور وہ نور ایسا ہے کہ دنیا کی کوئی آفت اور کوئی ہوا اس کو بجھا نہیں سکتی۔ اس نور سے فائدہ اٹھانے والے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور سونے والے خواب غفلت میں سو رہے ہیں مگر کوئی شخص جو مثل دوسروں کے نور سے فائدہ اٹھا رہا ہے سونے والوں کو جگا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں خود چراغ ہوں یا اس چراغ کا جزو ہوں ۔البتہ چراغ کے نور کے فائدہ ظاہر کرسکتا ہے اور ایسے فائدہ بتلانے والے بہت سے پیدا ہوئے اور پیدا ہوں گے جن کو ہم سب علماء زاہد مجتہد مولوی پرہیزگار ولی آئمہ کہا کرتے ہیں لیکن یہ لوگ محض اس وجہ سے کہ نور سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اپنا نام چراغ نہیں رکھ سکتے۔ ایک انگریزی مثل ہے...

A well is not to be filled with dove.

شبنم کے پانی سے کنواں ہرگز نہیں بھر سکتا

جس طرح شبنم کو بارش نہیں کہہ سکتے اور شبنم سے کنویں نہیں بھر سکتے اسی طرح چراغ نبوت سے نور اخذ کرنے والے خود اپنے آپ کو نبی نہیں کہہ سکتے یہ عجیب منطق مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے کہ نبوت تشریعی کی کامل پیروی سے ظلی نبوت مل جاتی ہے۔

اسکا مطلب تو یہ ہوا کہ چراغ کی روشنی سے کامل طور پر فائدہ اٹھانے والا خود چراغ ہو جائے گا اور جو نبوت تشریعی کی کامل پیروی کرے گا اس کو ظلی نبوت مل جاتی ہے مرزا غلام احمد کے قول سے یہ نبوت بھی ختم نہیں ہوئی نبوت تشریعی کی کامل پیروی سے نبوت محمدی کا سلسلہ قیامت تک جاری رہے گا اور ظلی نبی پیدا ہوتے رہیں گے جو شخص بھی چراغ نبوت سے کامل طور پر فائدہ حاصل کرے وہ محمدی نبی کا ادعا کرسکتا ہے کیونکہ مرزا قادیانی نے کہیں یہ نہیں بتلایا کہ نبوت محمدی میرے اوپر ختم ہوگئی ہے بلکہ وہ صاف کہتے ہیں کہ یہ نبوت ختم نہیں ہوئی۔ بے چاری امت مرحومہ کے لئے بڑی مشکل کا سامنا ہے کہ جو نبی اس طرح آئندہ آتا جائے گا کہے گا کہ میرے اوپر ایمان لاؤ ورنہ تم منکر قرآن ہو تمہارے پیچھے نماز جائز نہیں اور تم دائرہ اسلام سے خارج ہو۔

کیا تکمیل دین کیلئے مرزا قادیانی کی ضرورت تھی

سنن ترمذی کی حدیث بہت صاف ہے کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ

ان الرسالة و النبوة قد انقطعت فلا رسول بعدی و لا نبی قال فشق علی الناس فقا ل لکن المبشرات فقا لوا یا رسو ل الله و ما ا لمبشرا ت قال رؤیا المسلم و ھی جزء من اجزاء النبوة (ترمذی ج۲ص۵۳) نبوت اور رسالت تو بالکل منقطع ہوگئی آنحضرت ﷺ کے بعد نہ پھر کوئی رسول ہے نہ کوئی نبی لیکن مبشرات، تو لوگوں نے عرض کیا کہ مبشرات سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا کہ مسلمان کا رؤیا جو ایک جزو ہے اجزائے نبوت سے

رؤیا کے معنی وہ حالت جو خواب میں دیکھی جائے اس کے بعد کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ کوئی ظلی نبی آنے والا ہے اور تشریعی نبی کا کوئی پتہ چلتا ہے؟ میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں کہ الفاظ خا تم النبیین کے بعد کوئی استثنائی شکل نہیں اسی طرح حدیث میں بھی کسی ظلی نبی یا تشریعی نبی یا متبع نبی کا کوئی لفظ نہیں ہے اگر ایسے کسی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو لا نبی بعدی کے الفاظ خاص استثنیٰ کے ساتھ ارشاد نہ ہوتے بلکہ لا نبی بعدی لکن الظلی فرمائے جاتے صرف لکن المبشرا ت ارشاد نہ ہوتا۔ اس لفظ لکن نے ظلی نبوت بند کردی ان الرسا لة و النبوة قد انقطعت کی سیاق عبارت بھی صاف بتلا رہی ہے کہ کوئی نبوت خواہ وہ تشریعی کے نام سے ہو یا ظلی کے طور پر باقی نہیں رہی۔

جو چیز مستثنیٰ ہے وہ بتلا دی گئی ہے یعنی مبشرات اور حدیث صحیح مسلم کی رو سے تو ایسا شخص نبی نہیں جس نے بیت اللہ کا حج نہ کیا ہو جو نبی ہوگا وہ ضرور حج بیت اللہ شریف سے فارغ ہوگا۔ چنانچہ ما من نبی ا لا حج البیت الله شائد قادیانی ظلی نبی کے لئے حج فرض نہ ہوگا یا وہ مستثنیٰ ہوگا اسی لئے مرزا قادیانی بغیر حج کے نبی ظلی ہوگئے۔ ایک اور حدیث صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی سن لیجئے :

قا ل رسو ل الله ﷺ لعلی انت منی بمنز لة ھا رو ن من موسی ا لا انه لا نبی بعدی ۔فرمایا رسول اللہ ﷺ نے علی کو تو میرا ایسا ہے جیسا ہارون تھا موسی کا لیکن یہ کہ نہیں ہے کوئی نبی بعد میرے۔

اب خیال فرمایئے کہ اس حدیث میں بھی لا نبی بعدی کے ساتھ استثنیٰ کسی ظلی نبی یا متبع کا نہیں ہے اس حدیث کی سیاق عبارت صاف یہ بتلا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے لا نبی بعدی کو کس مصلحت سے اس موقع پر ارشاد فرمایا ہے بادی النظر میں :من موسی تک مطلب ختم ہو جاتا ہے اور ختم ہو سکتا تھا لیکن لوگوں کو شبہ ہوتا کہ جب نبی کریم ﷺ کی زبان مبارک سے حضرت علی کی شان میں یہ الفاظ نکلے کہ تم میرے سے وہی نسبت رکھتے ہو جو ہارون کو موسی سے تھی تو حضرت علی کا رتبہ بھی مثل ہارون کے ہے اور چونکہ حضرت ہارون بھی نبی تھے اس لئے لوگوں کو شبہ ہوتا کہ حضرت علی کا رتبہ بھی نبی کا ہے اور کہیں ایسا نہ ہو کہ بعد نبی کریم ﷺ کے حضرت علی کو لوگ نبی کے درجہ پر پہنچا دیں یہ ارشاد ہوا لا نبی بعدی میرے بعد کوئی نبی نہیں، ورنہ بظاہر اور کوئی قرینہ اس حدیث میں لا نبی بعدی فرمانے کا معلوم نہیں ہوتا ہے۔تو اب خیال کیا جائے کہ اس قدر احتیاط خود رسول اللہ ﷺ نے فرمائی اور صاف حکم ہو گیا کہ میرے بعد کوئی نبی نہیں تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی ظلی نبی کیوں کر ہو سکتے تھے۔خصوصاً اس صورت میں کہ ظلی نبی کا کوئی لفظ کسی حدیث میں نہیں اور ان حدیثوں میں جن کی رو سے نبی کے آنے کی نفی کی گئی ہے کوئی استثنیٰ نہیں ہے۔اگر ظلی نبی کا آنا ممکن ہوتا تو کون امر مانع تھا کہ قرآن کریم میں یا کسی حدیث میں صاف طور پر ظلی نبی کے آنے کا ذکر نہ کر دیا جاتا اور کھینچ تان کر تاویل کرنے کے امکان کا خاتمہ نہ کر دیا جاتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

> خدا ظلی نبوت اس کو عطا کرتا ہے جو نبوت محمدیہ کا ظل ہو کہ تا اسلام ایسے لوگوں کے وجود سے تازہ رہے نادان آدمی نہیں چاہتا کہ اسلام میں سلسلہ مکالمات اور مخاطبات الہیہ کا جاری رہے بلکہ وہ چاہتا ہے کہ اسلام بھی اور مردہ مذاہب کی طرح ایک مردہ مذہب ہو جائے مگر خدا نہیں چاہتا۔نبوت اور رسالت کا لفظ خدا تعالی نے اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے مگر اس لفظ سے صرف وہ مکالمات مخاطبات الہیہ مراد ہیں جو بکثرت ہیں اور غیب پر مشتمل ہیں۔خدا کی یہ اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات اور مخاطبات کا نام اس نے نبوت رکھا ہے یعنی ایسے مکالمات جن میں غیب کی خبریں دی گئی ہوں۔

ان اقوال سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کے خیال میں ظلی نبوت اس لئے ہے کہ اسلام تازہ رہے۔ یہ بات سن کر ہم کو ہنسی آتی ہے اسلام کے تازہ رکھنے کے لئے کیا ظلی نبوت ضروری ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا آج تک ظلی نبی کے نہ ہونے سے خدانخواستہ اسلام باسی یا مردہ ہو گیا تھا؟ اسلام تو قیامت تک تازہ اور زندہ رہے گا کیا مرزا قادیانی ظلی نبی بن کر نہ آتے تو چین کے ۸ کروڑ مسلمانوں کا اسلامی مذہب باسی یا مردہ ہو جاتا؟ اور اب جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ہوا بھی وہاں نہیں پہنچی خدانخواستہ اسلام مردہ ہو گیا؟ یا عربستان اور عراق عرب اور ایران اور افغانستان، بخارہ، روس، شام، ملک افریقہ میں جہاں مرزا غلام احمد قادیانی کا نام تک کو نہیں جانتا خاکش بہ دہن کیا اسلام مردہ ہو گیا یا مردے ہونے کی نوبت پہنچ گئی۔ اور کیا مرزا قادیانی کی ظلی نبوت ان ممالک کے لوگ تسلیم نہ کریں گے تو ان کا مذہب اسلام مردہ ہو جائے گا۔

کیا ظلی نبیوں کے بغیر اسلام تازہ نہیں تھا؟ چہ مرزا قادیانی چہ خفیہ و چہ بیدار ۔ جب مرزا قادیانی نے ظلی نبوت کا دعوی نہیں کیا تھا تو اسلام کیا تازہ نہ تھا۔ جو حالت اسلام کی ان سے پہلے تھی وہی اللہ تعالی کے فضل سے اب بھی ہے اور انشاء اللہ آئندہ بھی رہے گی۔ جو شخص سمجھ دار ہو مرزا قادیانی کی ایسی باتوں کو کبھی تسلیم نہیں کر سکتا۔

مرزا غلام احمد قادیانی جو یہ فرماتے ہیں کہ

خدا نے نبوت اور رسالت کا لفظ اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے

ہماری سمجھ میں نہیں آیا کہ کس طرح اور کس مقام پر اور کس ذریعہ سے صدہا مرتبہ اپنی وحی میں مرزا غلام احمد کی نسبت نبوت اور رسالت کا لفظ استعمال کیا ہے؟

کاش ایک مرتبہ کی اس قسم کی وحی وہ بتلا دیتے، صدہا مرتبہ کی وحی وہ اپنے واسطے محفوظ کر رکھتے۔ کتاب عقائد احمدیہ کے صفحہ ۶، ۷ میں تو ایسا کوئی حوالہ نہیں دیا کہ کس طرح صدہا مرتبہ وحی میں مرزا قادیانی کی نسبت رسالت اور نبوت کا لفظ استعمال کیا گیا۔ شائد یہ زبانی جمع خرچ ہے۔ وحی کا جو دعوی اس موقع پر کیا گیا ہے اس پر تو میں آگے چل کر روشنی ڈالوں گا لیکن یہاں اس قدر بیان کرنا کافی ہے کہ یہ دعوی بے دلیل ہے بلکہ خود مرزا قادیانی کے قول سے اس کی تردید ہوتی ہے

ملاحظہ ہو کتاب عقائد احمدیہ صفحہ ۱۹ جہاں صاف لکھا ہے کہ:

وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول کریم ﷺ پر ختم ہو گئی،

پھر کس طرح صدہا مرتبہ وحی میں خدا نے مرزا قادیانی کی نسبت نبوت اور رسالت کا لفظ استعمال کیا آگے چل کر مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بیان کیا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹ کتاب مذکور

خدا کی اصطلاح ہے کہ کثرت مکالمات و مخاطبات کا نام خدا نے نبوت رکھا ایسے مکالمات جن میں غیب کی خبریں دی گئی ہوں،

یہ اصطلاح خدا کی معلوم نہیں مرزا غلام احمد قادیانی کو کس طرح معلوم ہوئی۔ یہ من گھڑت اصطلاح ہے خدا کی اصطلاح کیوں کر ایسی ہو سکتی ہے۔

کثرت مکالمات کا نام نبوت، حدیث میں ہے نہ قرآن میں۔ ایسی اصطلاح کو من گھڑت نہ کہیں تو ہم اور کیا کہیں؟ خدا کی دی ہوئی خبروں کو بندوں تک پہنچانا نبوت ہے نہ کہ کثرت مکالمات۔ اگر تھوڑی دیر کے لئے فرض کر لیں کہ کثرت مکالمات کا نام نبوت ہے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ عزت مکالمت کی حاصل ہو سکتی تھی یا نہیں اور غیب کی خبریں ان کو دی گئیں یا نہیں۔

اس موقع پر تین دعوی مرزا غلام احمد قادیانی کے لکھنا ضروری ہیں۔ ایک تو یہ ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ:

میرا یعنی مجھ مسیح موعود کا دنیا میں بھیجا جانا اسلامی عمارت کی تکمیل کے لئے ضروری تھا۔

خدا تو قرآن میں اپنے رسول پاک ﷺ کو مخاطب فرما کر یہ ارشاد فرماتا ہے

الیو م اکملت لکم دینکم و اتممت علیکم نعمتی (المائدۃ :۳)

تمہارا دین آج کے روز میں نے تمہارے لئے کامل کیا اور اپنی نعمت تمہارے اوپر تمام کی

مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ جب تک میں مسیح دنیا میں نہ آتا اسلامی عمارت ہی مکمل نہ ہوتی ببیں تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

یہ تو اللہ سے لڑنا ہے۔ اللہ تعالی یہ فرمائے کہ میں نے تمہارے دین کو تمہارے لئے کامل کر دیا لیکن عجب ہے کہ اللہ تعالی نے معاذ اللہ جھوٹ کہا اور تیرہ سو برس تک دین کی عمارت کو نامکمل رکھ کر پہلے سے یہ

فرما دیا کہ میں نے تمہارے دین کو کامل کر دیا اور اب تیرہ سو برس بعد مرزا غلام احمد قادیانی کو بھیج کر دین کی عمارت کو کامل کیا اور اب تک دین کی عمارت ناکامل پڑی تھی ۔

خدا نے اتنے بڑے پیغمبر سرور الانبیاء محمد مصطفیٰ ﷺ کو خاتم النبیین کا لقب دے کر دنیا میں بھیجا اور پھر بھی دین کی عمارت مکمل نہ ہوئی اور یہ عمارت ک ٹوٹی پھوٹی حالت میں چھوڑ کر سرور عالم ﷺ ہم سے رخصت ہوئے اور مرزا غلام احمد نے آ کر اس کو مکمل کیا اور بے چھت کی عمارت کو اپنی ظلی نبوت سے سایہ دار بنا دیا۔ کیا خوب۔

کیا مرزا قادیانی سے خدا ہم کلام ہوتا تھا

مرزا غلام احمد قادیانی کا دوسرا دعوی یہ ہے کہ خدا مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے جس بنا پر میں اپنے تئیں نبی کہلاتا ہوں وہ صرف اس قدر ہے کہ میں خدا تعالی کی ہم کلامی سے مشرف ہوں اور وہ میرے ساتھ بکثرت بولتا ہے اور کلام کرتا ہے اور میری باتوں کا جواب دیتا ہے اور بہت سی غیب کی باتیں میرے پر ظاہر کرتا ہے اور آئندہ زمانہ کے راز میرے پر کھولتا ہے (حقیقۃ النبوۃ ص ۲۷۰۔۲۷۱)

اس سے قبل مرزا قادیانی نے اشتہار مورخہ ۲۔ اکتوبر ۱۸۹۱ء مجموعہ اشتہارات ج ا ص ۲۳۰ میں بھی اسی طرح لکھا تھا جس طرح پنجاب کے اشتہار دینے والے تاجر اشتہار میں گاہکوں کی ترغیب کیلئے اشتہار لکھ دیا کرتے ہیں کہ: لو مال لٹا دیا ہے، اسی طرح مرزا قادیانی نے بھی نبوت لٹوا دی، جس کا جی چاہے تشریعی نبی کی کامل پیروی کرے اور کوڑیوں کے مول ظلی نبوت لوٹ لے۔

ہم اپنے ناظرین کو مرزا قادیانی کے اس فقرہ کی طرف توجہ دلاتے ہیں اور امید کرتے ہیں کہ وہ انصاف فرمائیں کہ یہ فقرہ کس حد تک صحیح وہ فرماتے ہیں:

ایک قسم کی نبوت ختم نہیں ہوئی جو اس (محمد ﷺ) کی کامل پیروی سے ملتی ہے،

میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا حضرت ﷺ کی کامل پیروی گذشتہ تیرہ سو سال میں کسی نے نہیں کی اور صرف مرزا قادیانی ہی نے کامل پیروی کی اور اس کی وجہ سے وہ نبی بن گئے؟ اور کیا جس طرح کامل پیروی مرزا قادیانی نے کی اسی طرح کی کامل پیروی دوسرا شخص کر لے تو وہ بھی نبی بن جائے گا؟

مرزا قادیانی کے بیان سے یہ تو بات ثابت ہوتی ہے کہ جو کوئی بھی کامل پیروی کرے گا نبی ہو جائے گا اور اب مرزا قادیانی موصوف نے کامل پیروی کر کے ایک نظیر قائم فرمادی ہے اور کامل پیروی کا طریقہ بتلا دیا ہے، پس لوگ اسی طرح کی کامل پیروی کرتے جائیں گے اور نبی بنتے چلے جائیں گے اور وہ کامل پیروی یہی ہے جو ہم شروع میں لکھتے چلے آئے ہیں اور آئندہ ہماری تحریر سے ثابت ہوتی جائے گی۔ یعنی مرزا قادیانی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے مسلّمہ مسائل سے اختلاف کر کے قرآن شریف کی بعض آیات اور بعض حدیثوں سے ایک جدا مطلب نکالا، اور نبی بدعت کا آغاز کیا یعنی شرک بالنبوت کہیے یا جداگانہ ظلی نبوت بہر حال ایک نئی اصطلاح قائم کی ، اور مسلمانوں میں ایک جداگانہ فرقہ قائم کر کے اس فرقہ کو سب مسلمانوں سے علیحدہ طریقہ بتلایا، اپنے آپ کو تمام دنیا کے انسانوں پر ترجیح دینے کے لئے ظلی نبی اور مہدی موعود کے لقب اختیار کئے، جس حدیث کو اپنے مطلب کے مفید سمجھا اس کو جزواً یا کلاً لے لیا اور جس کو اپنے مفید نہ دیکھا اس سے اعراض کیا، جو ان کو نبی نہ مانے اس کو دائرہ اسلام سے خارج سمجھنے کی اپنے فرقہ کے لوگوں کو ہدایت کی۔ غرض یہ کہ یہ ہے کامل پیروی آنحضرتﷺ کی جو مرزا قادیانی نے کی اور اسی پیروی سے وہ نبی ہو گئے اگر کامل پیروی یہی ہے تو ایسی کامل پیروی کو ہم تو دور ہی سے سلام کرتے ہیں۔ ایسی کامل پیروی مرزا قادیانی ہی کو مبارک ہو۔ مگر میں ناظرین سے التماس کرتا ہوں کہ کیا کوئی آنحضرتﷺ کی کامل پیروی سے ایسی نبوت ظلی حاصل کرنے کے لئے تیار ہے۔ اور کیا مرزا قادیانی نے ظلی نبیوں کے آنے کیلئے اپنی تقریر مذکورہ بالا سے ایک نیا دروازہ نہیں کھول دیا، اور کیا تیرہ سو سال سے کسی نے کامل پیروی نہیں کی تھی؟ اگر کسی نے کی تو کیا ظلی نبی ہونے کا کسی نے آج تک دعوی کیا ہے۔

پس بلحاظ ان سوالات کے معزز ناظرین نتیجہ نکال لیں گے کہ مرزا قادیانی کے دعاوی اس قسم کی ظلی نبوت کے متعلق کس حد تک صحیح ہو سکتے ہیں

ان کا یہ تحریر فرمانا کہ

میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم صفی اللہ سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہﷺ پر ختم ہو گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ جب وحی کا نازل ہونا حضرت محمد ﷺ کے بعد ختم ہو گیا تھا تو خدا، مرزا غلام احمد قادیانی سے کس طرح ہم کلام ہوتا تھا؟

قرآن کریم میں صاف ارشاد خدا تعالی کا ہے کہ

و ماکان لبشر ان یکلمه الله الا وحیا او من وراء حجاب او یرسل رسولاً فیوحی باذنه ما یشاء (الشوری:۵۱)

اور نہیں طاقت کسی آدمی کی کہ اللہ سے بات کرے مگر وحی کے طور سے یا پردہ کے پیچھے سے یا کوئی پیغام لے جانے والا بھیجا گیا ہو کہ وحی پہنچا دے اللہ کے حکم سے جو کچھ وہ چاہتا ہے

اس سے ظاہر ہے کہ کسی انسان کی یہ طاقت نہیں کہ اللہ سے بات کرے۔ پھر مرزا قادیانی خلاف حکم خدا کے خدا سے کس طرح ہم کلام ہوا کرتے تھے۔ وحی تو حضرت رسول اکرم ﷺ کے بعد ختم ہو چکی جس کو انہوں نے خود تسلیم کیا ہے کہ وحی کا اترنا ختم ہو چکا تھا۔

وحی کے لغوی معنی مرزا قادیانی شائد اب یہ لیتے ہوں کہ جو بات خدا کی طرف سے دل میں پڑتی ہے وہ وحی ہے تو اس کا جواب تو میں اوپر لکھ چکا ہوں اس کے علاوہ یہ بات بھی غور طلب ہے کہ خود مرزا قادیانی نے عام طور پر وحی کا ختم ہونا (آنحضرت ﷺ کے بعد) صاف طور پر تحریر فرما دیا ہے اگر یہ مقصود ان کا ہوتا تو اسی وقت صاف تحریر فرما دیتے کہ مجھ پر وحی اسی طرح ہوتی ہے یا وحی سے میرا یہ مطلب ہے اور دل میں جو بات خدا کی طرف سے پڑتی ہے وہ بھی وحی ہے۔

غرض عام طور پر ایسا نہ فرماتے کہ وحی حضرت رسالت مآب پر ختم ہو گئی افسوس مرزا قادیانی نے یہ نہیں بتلایا کہ ان پر وحی کس طرح ہوتی تھی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اس طرح وحی نازل نہیں ہوتی تھی جس طرح کہ اور دوسرے نبیوں پر ہوا کرتی تھی بلکہ مرزا قادیانی نے اپنے خیال اور تصور کو وحی خیال فرما لیا ہے اس طرح کے تصورات اور خیالات کو وحی من جانب اللہ نہیں کہہ سکتے۔ ایسے تصورات اور خیالات تو ہر شخص کو ہوا کرتے ہیں اس قسم کے تصورات کو لفظ وحی سے تعبیر کرنا اللہ پر بہتان کرنا ہے اسی لئے اللہ تعالی نے فرمایا ہے

لا تغلوا فی د ینکم و لاتقو لوا علی الله ا لا ا لحق (مائدہ:۷۷)

(اپنے دین کے معاملات میں غلومت کرواور اللہ پر مت کہو سواسچ کے)

لیکن آیت مـا کـا ن لبشر سے یہ تو صاف ظاہر ہے کہ انسان اللہ تعالی سے بجز ان تین طریقوں کے جو آیت مذکور میں ارشاد ہوا ہے اور کسی طریقہ سے بات نہیں کرسکتا، اور مرزا قادیانی کے لئے کوئی چوتھا طریقہ اللہ سے بات کرنے کا معلوم نہیں ہوتا پس وہ وحی جو انبیاء کو ہوا کرتی تھی وہ تو مرزا قادیانی کو نہیں ہوتی تھی۔ اس موقع پر اگر وحی کے لغوی معنوں سے متبعین مرزا قادیانی بحث کریں اور وحی کے وہ اصطلاحی معنی جو اللہ تعالی نے مقرر فرما دیئے ہیں چھوڑ دیں، تب بھی مرزا قادیانی کے دعوی کی کوئی وقعت نہیں رہتی۔ وحی کے لغوی معنی اللہ کی طرف سے کسی بات کا دل میں پڑنا ہے، اور وہ وحی تو سب کو ہوتی ہے، مرزا قادیانی کے لئے کوئی خصوصیت نہیں ہے اور وہ وحی تو شہد کی مکھی کو بھی ہوا کرتی ہے جیسا کہ اللہ تعالی نے سورہ نحل میں ارشاد فرمایا

و او حـی ر بّك الـی الـنّـحـل ان اتّـخـذی مـن الـجبال بیوتاً ومن الشّجر ومما یعرشو ن (النحل: ٦٨) ۔

(اور وحی کی تیرے رب نے شہد کی مکھی کی طرف کہ پہاڑوں اور درختوں اور چھتوں میں گھر بنا)

پس یہ وحی تو جس طرح ایک انسان کو ہوتی ہے اسی طرح ایک شہید کی مکھی کو بھی ہوتی ہے تو اس طرح کی وحی پر اگر مرزا قادیانی فخر کرتے ہیں تو کوئی فخر کی بات نہیں ہے لیکن وحی جو انبیاء کرام کو ہوا کرتی تھی وہ تو مرزا غلام احمد قادیانی کو نہیں ہوتی تھی خدا کی اصطلاح میں وہ وحی جو نبیوں کو ہوا کرتی تھی وہ وحی نہیں تھی جو عام طور پر درندوں چرندوں پرندوں کو بھی ہوا کرتی ہے۔

بلکہ وہ وحی جو نبیوں کو ہوا کرتی تھی جس کا ذکر آیت وما کان لبشر میں خدا نے فرمایا ہے اور یہ ارشاد ہوا ہے کہ

انا او حینا الیك کما او حینا الی نو ح و النبیین من بعده (المائدة : ١٦٣)

(بے شک ہم نے وحی کی تیری طرف جس طرح وحی کی نوح کی طرف اور اس کے بعد دوسرے نبیوں پر)

اس آیت میں اور آیت متذکرہ سورہ نحل مذکور بالا میں لفظ وحی خدا نے ارشاد فرمایا ہے اس سے ظاہر ہے کہ وحی جو نبیوں پر کی جاتی تھی وہ وحی نہیں تھی جو عام طور پر درندوں، پرندوں اور چرندوں پر بھی کرتا ہے بلکہ

نبیوں پر جووحی ہوتی تھی وہ وحی ایسی ہوتی تھی جیسی کہ نوح پر اورانکے بعد نبیوں پر ہوا کرتی تھی جس کی نسبت خدانے فرمایا

و کذ لك او حینا الیك رو حا من امر نا ماکنت تدری ماا لکتا ب و لا ا لا یمان و لکن جعلناہ نوراً نھدی به من نشاء من عبادنا (شوری:۵۲)(اوراسی طرح وحی کیا ہم نے تیری طرف روح کواپنے حکم میں سے نہ جانتا تھا تو کتاب کیا ہے اور نہ ایمان لیکن ہم نے اس کونور کیا)

اس آیت شریف کوملاحظہ فرمائیں خدانے کیافرمایاہے۔رسول اکرم ﷺ پر جووحی ہوتی تھی وہ وہ وحی تھی جوخاص پیغمبروں پر ہوتی تھی جس کی غرض یہ تھی کہ اللہ تعالی کی کتاب کوسمجھیں اورسمجھائیں اور یہ معلوم کرائیں کہ ایمان کیاہےاوراللہ نے اس کونور ہدایت کیا۔نیز اس وحی کی یہ غرض ہوتی تھی کہ

وکذ لك او حینا الیك قر آنا عر بیّا لتنذ ر امّ القری و من حولها و تنذ ر یو م الجمع لا ریب فیه فر یق فی الجنّة و فر یق فی السعیر (الشوری:۷)(وحی کی ہم نے تجھ پر عربی زبان کاقرآن دیا تاکہ مکہ والوں کواور جو اسکے اطراف میں رہتے ہیں توڈرائے اوراس دن کی خبرسنا کرڈرائے جس دن لوگ اکٹھے کئے جائیں گے اس میں شک نہیں کہ اس دن ایک فرقہ جنت میں ہوگااورایک فرقہ دوزخ میں)

اس آیت سے بھی ظاہر ہے کہ نبیوں پر جووحی ہوتی تھی اس وحی سے اللہ تعالی کا کیامقصود ہوتا تھا رسول اکرم ﷺ پرعربی زبان میں قرآن کووحی کے ذریعہ سے نازل فرمایا تاکہ آنحضرت ﷺ مکہ والوں کواوردنیا کے لوگوں کوشرک اوربدعات کی گمراہیوں سے نکالیں۔وحدانیت کی روشنی میں لائیں اورعاقبت کی خبریں سنا کر اوربہشت اوردوزخ کے حالات بیان فرما کرکرڈرائیں اورخوش خبری دیں جولوگ ان ہدایت پرعمل کرکے شرک کی تیرہ وتارراہوں سے نکل کروحدانیت کی روشنی میں آئیں گے وہ دوزخ میں نہ جائیں گےاورجولوگ اسی گمراہی میں رہیں گے وہ دوزخ میں جائیں گے۔مرزاغلام احمدقادیانی کوخداکس بات کی وحی کرتا تھااور کس ذریعہ سے کچھ معلوم نہیں ہوتا۔

خداتعالی نےصاف ارشادفرمادیاہے

شر ع لکم من الدین ما و صی به نو حا و الذی او حینا الیك و ما و صینا به

ابراھیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین و لا تتفرقوا فیہ (شوری:۱۳)

(تمہارے لئے خدانے وہ راہ نکالی دین کی جس دین پر نوح کو چلنے کا حکم دیا اور جس دین کا حکم ہم نے تجھ (محمد کو) کو دیا اور جس دین کا ہم نے ابراہیم اور موسی اور عیسی کو حکم دیا دین کو قائم رکھو اور اس میں پھوٹ نہ ڈالو)

اس آیت شریفہ سے بھی واضح ہوگا کہ آنحضرت ﷺ پر بھی خدا نے وحی کی تو اسی طرح وحی کی جس طرح دوسرے انبیاء کرام پر فرمائی مرزا قادیانی پر کس قسم کی وحی کی اس کا حال کچھ معلوم نہیں ہوتا۔محض یہ کہہ دینا کہ میری نسبت خدا نے اپنی وحی میں صدہا مرتبہ نبوت اور رسالت کا لفظ استعمال کیا ہرگز ماننے کے قابل نہیں ہے۔ممکن ہے کہ مرزا قادیانی کو اسی طرح خیال ہوا ہو جس طرح واعظوں کو ہوا کرتا ہے کہ شرک کی برائیاں اور تثلیث کی بے اصول باتوں کی تردید کی جائے ایک واعظ کی حیثیت سے کام کر کے یہ دعوی کرنا کہ خدا نے مجھے وحی کی خیالی پلاؤ پکانا ہے۔

اس جگہ الفاظ شرع لکم من الدین اور اقیموا الدین و لا تتفرقوا بہت غور طلب ہیں۔جب کہ خدا نے خود فرمایا ہے کہ تمہارے دین کے لئے جو شریعت دی اس کو قائم رکھو اور اس میں تفرقہ نہ ڈالو تو پھر مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا نبی کس غرض سے کرتا۔شریعت تو ہم کو دے چکا تھا اور دین کے قائم رکھنے اور اس میں تفرقہ نہ ڈالنے کا حکم بھی دے چکا ہے۔پھر مرزا قادیانی کی نبوت کی ضرورت ہی کیا تھی۔افسوس ہے کہ اللہ تعالی کے حکم کے خلاف دین میں تفرقہ ڈالا گیا اور ایک بدعت نبی نبوت کی ایجاد کی گئی۔

جو بات خدا کی طرف سے کسی غیر نبی کے دل میں اللہ کی طرف سے پڑتی ہے اسے الہام کہتے ہیں ۔چنانچہ خود مرزا قادیانی نے کئی جگہ تحریر فرمایا ہے کہ

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وحی تو مرزا قادیانی کو نہیں ہوتی تھی۔اگر یہ سمجھا جائے کہ الہام ہوتا تھا تو الہام اور لوگوں کو بھی ہوتا ہے اور اگر الہام ہو تو اس کو ہم کلامی نہیں کہہ سکتے تو پھر اللہ تعالی کس طرح ان سے بکثرت بولتا تھا اور ان کی باتوں کا جواب دیتا تھا

من وراء حجاب یعنی پردہ کی آڑ سے بھی خدا نے ان سے بات نہیں کی، نہ مرزا قادیانی کا ایسا دعویٰ ہے۔ پردہ کی آڑ سے اگر خدا نے کسی سے بات کی ہے تو بجز ذات اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ کے یا حضرت موسیٰ کے دنیا میں اور کوئی نہیں۔ شب معراج آنحضرت ﷺ سے خدا نے اس طرح بات کی ہے۔

او یرسل رسولاً فیوحی باذنہ کے بھی مرزا قادیانی مدعی نہیں ہیں کیونکہ جبریل یا اور کوئی فرشتہ اللہ کے پاس سے ان کے پاس وحی نہیں لایا کرتا تھا۔

خدا تعالیٰ نے جو تین طریقہ انسان سے بات کرنے کے قرآن کریم میں ارشاد فرمائے ہیں ان میں سے کوئی طریقہ بھی ہم کلام ہونے کا پایا نہیں جاتا تو پھر مرزا قادیانی خدا سے کس طرح ہم کلام ہوتے تھے اور خدا ان سے کیوں کر بکثرت بولتا تھا، اور ان کو کس طریقہ سے جواب دیتا تھا۔

جواب دینا کے تو یہ معنی ہیں کہ جب کوئی سوال خدا سے مرزا غلام احمد قادیانی کرتا تھا اس کا جواب اللہ ان کو دیا کرتا تھا۔ اور جب کہ مذکورہ بالا تینوں طریقہ ہائے مندرجہ قرآن کریم سے کوئی طریقہ گفتگو کا نہ تھا تو اللہ تعالیٰ نے کیا چوتھا طریقہ کلام کرنے کا خاص مرزا قادیانی کیلئے مخصوص کر رکھا تھا جس کا ذکر کرنا قرآن پاک میں خدا نے مناسب نہ جانا۔ یہ دعویٰ بھی مرزا قادیانی کا ہرگز ماننے کے قابل نہیں ہے کہ خدا ان سے بکثرت بولتا اور جواب دیتا تھا۔

الہام کا ہونا ممکن ہے لیکن الہام ایک ایسی چیز ہے کہ اکثر لوگوں کو ہوتا ہے محض الہام سے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ کوئی شخص دعویٰ کرے کہ خدا مجھ سے بکثرت بولتا ہے اور مجھے جواب دیتا ہے۔ خدا فرماتا ہے

فالھمھا فجورھا و تقواھا قد افلح من زکاھا و قد خاب من دسّاھا (شمس: ۸۔۱۰) پس اس کو الہام کیا (خدا نے) اس کی بری باتوں کا اور اس کی انہی باتوں کا خدا نے جس کو فلاح دی اس نے مراد پائی اور جس کی جان کو دبا دیا وہ نامراد ہوا

خدا تو انسان کو بری باتوں کا بھی الہام کر دیتا ہے اور اچھی باتوں کا الہام بھی کر دیتا ہے۔ معلوم نہیں خدا نے مرزا قادیانی کو کن باتوں کا ملہم کیا تھا۔ یہ تو انسان کا اختیار ہے کہ وہ جس کو چاہے اختیار کرے۔ انسان برے کام کرتا ہے تو خدا کی طرف سے اسے الہام ہو جاتا ہے۔ زمانہ حال میں کانشنس کہتے ہیں چور ڈاکو

بدمعاش جس قدر برے کام کرتے ہیں خدا تو ان کو بھی پہلے الہام کر دیتا ہے کہ یہ کام جو تو کرنا چاہتا ہے برا ہے دنیا میں کوئی انسان ایسا نہ پاؤ گے کہ وہ برے کام کو اچھا کام سمجھ کر کرے۔

برے کام کا کرنا انسان برا جانتا ہے مگر اس کا نفس امارہ اور خواہشات نفسانی اس کو ان جرائم کے ارتکاب کی طرف رجوع کر دیتی ہیں تو وہ کام خود انسان سے منسوب ہوتا ہے مگر اللہ نے تو اس کو پہلے سمجھا دیا تھا اور ملہم کر دیا تھا کہ یہ کام جو تو کرنا چاہتا ہے برا ہے مگر جب انسان برے کام کو برا جان کر کرتا ہے تو یہ خود اسکا فعل ہوتا ہے کیونکہ اللہ نے انسان کو عقل دی ہے وہ اچھے برے کام میں تمیز کر سکتا ہے کیا عجب ہے کہ مرزا قادیانی کو خدا نے الہام کے ذریعہ سے مطلع فرما دیا ہو اور مرزا قادیانی باوجود الہام کے بھی اپنے ارادہ سے باز نہ آئے ہوں تو پس الہام کے ہونے سے تو ہم بھی انکار نہیں کرتے الہام تو سب کو ہوتا ہے انسان کو اس کی بری باتوں کی طرف ملہم کرنے کے بعد خدا کے الہام کے خلاف کرنا یا نہ کرنا یہ اختیاری کام انسان کا ہے

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روئد و در شور بوم خس

خود اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

ما اصابك من حسنة فمن الله و ما اصابك من سيئة فمن نفسك (النساء:۷۹)

(جو بھلائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تو اللہ کی طرف سے ہے اور جو برائی تجھ کو پہنچتی ہے وہ تیرے گناہ کی شامت ہے)۔

یہ امر کہ انسان کوئی برا کام کرتا ہے تو وہ اسکے شامت اعمال سے کیوں منسوب کیا گیا ہے یہاں تفصیل سے بیان نہیں کیا گیا کیونکہ وہ ہمارے مبحث سے متعلق نہیں ہے خلاصہ یہ کہ فالهمها فجورها و تقواها کے بعد انسان فسق و فجور میں مبتلا ہو جائے تو یہ اس کا قصور ہے مگر وہ خاص الہام جو بندگان خدا کو غیر از نبی کے ہوتا ہے وہ تو بموجب حدیث شریف صحیح بخاری اور صحیح مسلم کے بجز حضرت عمر فاروق کے آنحضرت ﷺ کی امت میں سے اور کسی کو نہیں ہو سکتا چنانچہ وہ حدیث شریف یہ ہے

قال رسول الله ﷺ و قد كان فيما قبلكم من الامم محدثون فان يك في امتي احد فانه عمر (مشکوۃ۔ص ۵۵۶ (فرمایا رسول خدا ﷺ نے کہ البتہ پہلی امتوں میں ایسے لوگ تم میں سے

تھے جن کو اللہ تعالی طرف سے الہام ہوتا تھا اور نیک بات ان کے دلوں میں پڑ جاتی تھی سو اگر ایسا میری امت میں کوئی ہوگا تو وہ عمر ہیں)۔

اس حدیث سے مرزا غلام احمد قادیانی کو اور ان کے فرقہ کے لوگوں کو انکار نہیں ہوسکتا کیونکہ حضرت موصوف نے متعدد تصانیف میں یہ امر قبول کیا ہے کہ صحیح بخاری اصح الکتب ہے اور صحیح مسلم کو بھی میں مانتا ہوں اور جب کہ یہ حدیث دونوں اصح الکتب سے نقل کی گئی ہے تو فرقہ قادیانیوں کو اس سے انکار نہیں ہوسکتا۔اور اس حدیث سے یہ بات بخوبی ثابت ہے کہ وہ نیک الہام جسکا درجہ وحی کے بعد ہے اور بجز پہلی امتوں کے نیک لوگوں کے آنحضرت ﷺ کی امت میں سے سوا حضرت عمر فاروق ؓ کے کسی کو نہیں ہوسکتا۔مرزا غلام احمد کو تو نہیں ہوسکتا تھا کیونکہ مرزا قادیانی امت محمدی سے خارج نہیں ہیں اور خود ان کو امت محمدی سے ہونے کا دعوی ہے تو اس صورت میں سب قادیانی حضرات کو ماننا پڑے گا کہ وہ الہام جس کا ذکر اس حدیث میں ہے امتیان محمد رسول ﷺ میں سے اور تو کسی کو ہو نہیں سکتا تھا اس الہام سے تو اللہ تعالی نے خاص حضرت عمر ہی کو معزز فرمایا تھا جس سے حضرت عمر کا مرتبہ ظاہر ہوتا ہے،تو جو الہام مرزا قادیانی کو ہوتا تھا وہ کوئی خاص الہام نہ تھا بلکہ جو الہام سب کو ہوسکتا تھا اسی قسم کا الہام ان کو بھی ہوتا ہوگا تو اس صورت میں مرزا قادیانی کا یہ کہنا کہ مجھے الہام ہوتا ہے کوئی فخر کی بات نہیں۔ہاں البتہ فخر خاص الہام کا حضرت عمر فاروقؓ کو ہے اور اس امر کا ثبوت کہ اس الہام کے بموجب اکثر اوقات حضرت عمر فاروقؓ کی زبان مبارک سے جو بات نکلی آخر وحی بھی اسی طرح رسول اکرم ﷺ پر نازل ہوئی اس موقع پر ان سب کا ذکر ہماری مبحث سے غیر متعلق ہے۔

غرضیکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام کی کوئی غیر معمولی وقعت نہیں ہوسکتی مرزا قادیانی نے خود یہ تحریر فرمایا ہے

کہ جب کہ سید عبدالقادر جیلانی جیسے اہل اللہ اور مرد فرد کو شیطانی الہام ہوا تو عامۃ الناس جنہوں نے ابھی اپنا سلوک بھی تمام نہیں کیا وہ کیونکر اس سے بچ سکتے ہیں۔(ص ۹۔عقائد احمدیہ)

اس بیان سے ظاہر ہے کہ شیطانی الہام ہوا کرتا ہے اور خصوصاً حضرت عبدالقادر جیلانی کو شیطانی الہام کا ہونا مرزا قادیانی قبول فرما کر بطور دلیل کے حجت پیش کرتے ہیں تو میں بھی انہی کا قول ان کے الہام

کے متعلق پیش کر کے کہتا ہوں کہ کیا عجب ہے کہ خود مرزا صاحب قادیانی شیطانی الہام کی وجہ سے غلطی میں پڑ کر تمام دنیا کے مانے ہوئے سچے اصول اور مطالب کے خلاف اپنے آپ کو ظلی نبی کہتے ہوں

حضرت عبدالقادر جیلانی جیسے بزرگ کو کہ جن کی بزرگی کا اعتراف مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی ہے، شیطانی الہام ہوا تھا اور شیطان نے دھوکا دینا چاہا، تو مرزا صاحب قادیانی کو شیطانی الہام کا ہونا اور شیطان کا دھوکہ دینا کچھ عجب نہیں ہے۔ بظاہر تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ جو کچھ ان کو الہامات ہوئے وہ از قبیل الہامات شیطانی تھے اس لئے کہ قرآن کریم اور حدیث شریف کے اور جمہور علماء کرام سابق وحال کے خلاف نبی نبوت کی بدعت نکال کر مسلمانوں میں ایک رخنہ ڈالنا ثابت کرتا ہے کہ وہ شیطانی الہامات تھے۔ اگر مرزا غلام احمد قادیانی یا اور کوئی کسی کو مار ڈالے اور بیان کرے کہ مجھے ایسا کرنے کیلئے الہام ہوا تھا تو کیا اس الہام کو کوئی منصف مزاج قبول کرے گا؟ نہیں کرے گا، بلکہ یہی کہے گا کہ شیطانی الہام ہوا ہوگا۔ اسی طرح مرزا غلام احمد قادیانی کے الہام کی حالت معلوم ہوتی ہے آنکھ بند کی اور عرش معلیٰ پر جا پہنچے اسی طرح کے الہامات وسوسہ شیطانی سمجھے جاتے ہیں الذی یوسوس فی صدور الناس من الجنة و الناس کیا مرزا غلام احمد کو خدا غیب کی باتیں بتلا دیا کرتا تھا اور آئندہ زمانوں کے راز کھول دیا کرتا تھا اس خاص صفت سے مرزا قادیانی ہی کو خدا نے مخصوص کر دیا تھا قرآن کریم میں اللہ تعالی نے اپنے حبیب پاک سے یہ فرمایا کہ

و لو کنت اعلم الغیب لا ستکثر ت من الخیر و ما مسّنی السّوء (اعراف:۱۸۸)

(کہہ دے اور اگر میں غیب کا حال جانتا تو اپنے لئے بہت سی بھلائیاں کر لیتا اور مجھے کوئی برائی نہ چھوتی)

اور سورہ انعام میں آنحضرت ﷺ کو خدا نے حکم دیا ہے کہ سنا دے میرے بندوں کو کہ تو غیب کا حال نہیں جانتا یعنی یہ حکم ہوا

قل لا اعلم الغیب کہہ دے میں غیب کی بات نہیں جانتا۔

حضرت رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک نے بھی یہ دعوی نہیں فرمایا کہ غیب کی باتیں خدا نے مجھ پر ظاہر کر دیں یہ اور بات ہے کہ موقع اور محل پر اللہ تعالی اپنے نبیوں اور رسولوں پر غیب کا حال ظاہر کر دے لیکن اس زور کا دعوی کہ میں ایسا مقبول نبی ہوں کہ خدا غیب کی باتیں عام طور پر مجھ پر ظاہر کر دیتا ہے اور آئندہ

زمانوں کے راز مجھ پر کھول دیتا ہے بجز مرزا قادیانی کے اور کسی نے نہیں کیا بلکہ قرآن پاک میں رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے اللہ نے فرمایا

قل انما الغیب لله (غیب کا حال جاننا خداوند کریم نے اپنے لئے مخصوص کر رکھا ہے)

لیکن بسا تعجب کہ جو بات اس مخصوص صفت کی رسول کریم ﷺ کی زبان مبارک سے امتیان محمدی کو خدا نے سنائی وہ مرزا قادیانی کو عام طور پر بخش دی کفار آنخضرت ﷺ کی خدمت مبارک میں آیا کرتے تھے اور غیب کی باتیں دریافت کرتے تو آنخضرت ﷺ متفکر ہو جاتے تھے تو وحی اترتی تھی کہ

قل ما کنت بدعا من الرسل و ما ادری ما یفعل بی و لا بکم ان اتبع الا ما یوحی الیّ (الاحقاف:۹) کہہ دے... میں نہیں جانتا کہ میرے ساتھ کیا کیا جائیگا اور تمہارے ساتھ کیا میں تو صرف اس کی پیروی کرتا ہوں جسکی وحی ہوتی ہے

میں نے صرف ایک آیت یہاں لکھی ہے، قرآن کریم میں متعدد آیتیں ایسی ہیں کہ جن سے ثابت ہے کہ غیب کا حال صرف خدا کو معلوم ہے۔

جائے غور ہے کہ ایسے جلیل القدر پیغمبر کو یہ نہ معلوم ہو کہ ان کے ساتھ خدا کیا سلوک کرے گا اور دوسروں کے ساتھ کیا کرے گا۔ لیکن تعجب ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو غیب کی ساری باتیں اور سارے راز خدا بتلا دیا کرتا تھا اور سرور انبیاء کو غیب کے حالات پر مطلع نہ فرمایا۔

اگر غور سے دیکھا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ جب خداوند کریم مرزا قادیانی کو غیب کی باتیں اور راز آئندہ کے بتلا دیا کرتا تھا تو وہ غیب کی باتوں کو بتلا بھی سکتے تھے تو یہ ان کا بہت بڑا معجزہ سمجھا جاتا اور غیب کے حالات کا بتلا دینا خرق عادت میں داخل ہے تو وہ ایسے خارق عادت امور بتلا کر اپنی نبوت کا ثبوت دے سکتے تھے یاد رکھنا چاہیے کہ خداوند تعالی نے متعدد مقامات میں فرما دیا ہے کہ ایسے معجزہ بھی بغیر خدا کے حکم کے کوئی نہیں بتا سکتے جب کفار نے آنخضرت ﷺ سے معجزہ طلب کئے تو حکم ہوا

قالوا لولا انزل علیه آیات من ربه قل انما الآیات عند الله

پھر مرزا قادیانی معجزہ کیوں کر دکھلا سکتے تھے۔

ایک مرتبہ کفار آنحضرت ﷺ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سخت قسمیں اللہ کی کھائیں کہ اگر آپ ہم کو معجزے دکھلائیں تو ہم آپ پر ایمان لاتے ہیں تو ملاحظہ کیجئے کہ اللہ تعالی نے کیا جواب دیا

و اقسموا با لله جهدايما نهم لئن جاء تهم آ ية ليو منن بها قل انما ا لآ يا ت عند الله و ما يشعركم انها اذاجاء ت لا يو منو ن (الانعام: ۱۰۹) (اور قسمیں کھائیں اللہ کی سخت قسمیں کہ اگر آپ معجزہ دکھلائیں تو ہم آپ پر ایمان لائیں کہہ دے معجزے تو اللہ تعالی کے پاس ہیں اور اگر ان کو معجزے بتلائے بھی جائیں تو وہ ایمان نہیں لائیں گے)

اللہ تعالی کے اس فرمان کے بموجب پیغمبر بھی معجزے نہیں بتلا سکتے تھے جب تک اللہ تعالی کا حکم نہ ہو تو مرزا قادیانی کو کیونکر خدا اپنا راز دار کر دیتا اور غیب کی سب باتیں بتلا دیتا۔ ہم کو تو مرزا قادیانی کا یہ دعوی بھی محض غلط معلوم ہوتا ہے۔ تعجب ہے کہ اللہ تعالی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو اپنا راز دار اور شریک راز کر لیا تھا اور راز کی باتیں ان کو بتلا دیا کرتا تھا لیکن سرور انبیا ﷺ کو راز کی باتیں نہ بتلائیں۔ صحیح بخاری میں ہے کہ جب عثمان بن مظعون کا انتقال ہوا تو ام العلاء نے کہا اللہ تعالی کے پاس آپ عزت دار ہو میں اس کی گواہی دیتی ہوں تو آنحضرت ﷺ نے فرمایا کہ اے ام العلاء تجھ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ میں اللہ کا پیغمبر ہوں لیکن مجھے یہ معلوم نہیں کہ میرا کیا حال ہوگا اور تمہارا کیا حال ہوگا۔

تو اب فرمایئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو خدا غیب کی باتیں کیسے بتلا دیا کرتا تھا فرمایا رسول اللہ ﷺ نے

و الله لا ادری و انا رسو ل الله ما يفعل بی و لا بكم

میں نے سنا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی پیش گوئی کے بعض ان کے معتقدین قائل ہیں کہ حضرت موصوف نے پیش گوئیاں کی ہیں۔ اگر یہ واقعہ صحیح ہے جیسا کہ میں نے سنا ہے تو وہ سب بلحاظ بحث مندرجہ بالا محض غلط ثابت ہوتا ہے اور اگر مرزا قادیانی نے ایسا بیان کیا تو اللہ پر محض اتہام لگایا۔ میں دعوی سے کہہ سکتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا یہ دعوی محض غلط اور اللہ تعالی پر بہتان تھا ہرگز اللہ تعالی نے ان کو راز کی باتیں نہیں بتلائیں اللہ تعالی نے ایسے ہی بہتان لینے والوں کی نسبت فرمایا ہے

اتقو لو ن على الله ما لا تعلمو ن (الاعراف: ۲۸)

(کیا تم اللہ پر وہ بات (بہتان) کہتے ہو جس کو تم نہیں جانتے)۔

سورہ لقمان میں خدا تعالی نے فرمایا

و ما تدری نفس ما ذا تکسب غدا (لقمان:۳۴) اور نہیں جانتا کوئی کہ کیا کرے گا کل

تو مرزا قادیانی کو خدا نے کیسے مستثنیٰ فرما دیا اور غیب کی باتیں بتلائیں غیب کی باتیں تو اللہ نے کسی کو نہیں بتائیں اسی لئے سورہ انعام میں بھی ارشاد فرمایا

و عنده مفاتح الغيب لا يعلمها الا هو (انعام: ۹۵)

اسی کے پاس ہیں کنجیاں غیب کی ان کو نہیں جانتا مگر وہی یعنی اللہ

غیب کی باتوں کو جاننے کی صفت خدا نے خاص اپنے لئے مخصوص کر رکھی ہے ہمارے پیارے رسول اکرم ﷺ کی زبان مبارک سے ہم کو آگاہ فرما دیا ہے کہ

قل انما الغیب للہ (یونس:۲۰) کہہ دے اپنی امت کو غیط کا حال جاننا تو خدا ہی کیلئے ہے

ملاحظہ ہو سورہ یونس

اور پھر سورہ نمل میں ارشاد فرمایا

قل لا یعلم من فی السما وا ت و ا لار ض الغیب ا لا الله

(النمل:۶۵) کہہ دے (اے محمد) نہیں جانتا کوئی آسمانوں اور زمین میں غیب کی بات کو مگر اللہ۔

اس آیت سے یہ واضح ہے کہ کوئی شخص زمین میں غیب کی بات کو نہیں جانتا فاعتبروا یا او لی الا بصا ر

غیب وانی کی جو صفت خاص اللہ نے اپنے واسطے مخصوص کر رکھی ہے اور جس کو بار بار اپنے رسول مقبول ﷺ کی زبانی بندوں کو سنایا اور جو اپنے رسول مقبول کو بھی عطا نہیں فرمائی مرزا قادیانی کو عام طور پر منوں اور پلوں سے عطا فر دی بھلا ایسے دعوی کو کوئی تسلیم کر سکتا ہے هذا بهتان عظيم

اسی لئے خدا تعالی نے قرآن پاک میں فرما دیا ہے

یفترون علی الله الكذ ب ۔اللہ تعالی پر (جھوٹ) افتراء کرتے ہیں۔

چونکہ ان صریح آیتوں کے خلاف مرزا قادیانی مدعی ہیں کہ غیب کی باتیں خدا بتلا دتا تھا تو بھوائے

البینة للمدعی مرزا غلام احمد قادیانی کو ثبوت دینا چاہیے کہ وہ کن آیات سے ایسا دعوی کرتے ہیں جب کہ انہوں نے کوئی ثبوت اس کا نہیں دیا تو ان کا دعوی یفترو ن علی اللہ الکذ ب میں داخل ہے

کیا اللہ تعالی نے مرزا قادیانی کا نام نبی رکھا؟

تیسرا دعوی مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ ہے کہ:

خدا نے میرا نام نبی رکھا میں خدا کے حکم کے موافق نبی ہوں،

اگر کوئی سوال کرے کہ اس امت میں نبی کس طرح ہوسکتا ہے حالانکہ اللہ تعالی نے نبوت پر مہر کر دی ہے تو اس کا جواب یہ ہے کہ

اللہ تعالی نے میرا نام نبی محض اس لئے رکھا کہ محمد مصطفیٰ ﷺ کی نبوت کا کمال ثابت ہو کیونکہ نبی کا کمال ثابت نہیں ہوسکتا جب تک امت میں بھی وہ کمال ثابت نہ ہو اور کسی شخص پر نبوت ختم ہونے کے صرف یہ معنی ہیں کہ نبوت کے تمام کمالات اس پر ختم ہو گئے اور کمالات عظمی میں سے یہ بات ہے کہ نبی دوسروں کو بھی اس کمال سے فیض یاب کرے اور یہ بات بغیر کسی نمونہ کے جوامت میں پایا جائے ثابت نہیں ہوسکتی

مرزا غلام احمد قادیانی کے اس دعوی پر مجھے چار اعتراض ہیں:

ا۔خدا نے مرزا قادیانی کا نام نبی کیوں کر اور کس ذریعہ سے رکھا، تو کچھ نہیں بتلایا گیا۔ یہ دعوی بے ثبوت ہے کیا چاندی یا سونے یا ہیرے زمرد کے لوح پر لکھ کر مرزا قادیانی کے ہاتھ میں کوئی فرشتہ دے گیا یا آسمان سے وہ لوح مرزا قادیانی کے گود میں گر پڑی جس پر یہ لکھا ہوا تھا :

مرزا غلام احمد ولد غلام مرتضی کا نام خدا نے نبی رکھا۔،

ایسا دعوی تو مرزا قادیانی کا نہیں ہے تو کیا حضرت جبریل نے خدا کا حکم لا کر سنایا؟ یہ دعوی بھی نہیں تو کیا خود خدا نے مرزا قادیانی کے روبرو آ کر کہا؟ ایسا دعوی بھی نہیں ۔ پھر کس طرح اللہ نے نبی نام رکھا۔ میں نے تو بہت غور کیا کہ یا اللہ وہ کون سا طریقہ اس طرح نام رکھنے کا ہوسکتا ہے، تو مجھ سے بھی خدا نے اسی طریقہ سے فرمایا جس

طرح مرزا قادیانی کا نام نبی رکھنا بیان کیا جاتا ہے کہ مرزا قادیانی کا یہ بیان غلط ہے میں نے مرزا قادیانی کا نام ہرگز نبی نہیں رکھا بلکہ خود مرزا قادیانی الفاظ حدیث کو کھینچ تان کر خود ساختہ نبی بن بیٹھے تھے مرزا قادیانی کا دعوی تھا کہ ان کا نام اللہ نے نبی رکھا ہم کہتے ہیں غلط ۔ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں کہ اللہ مجھ سے ہم کلام ہوتا ہے ہم کہتے ہیں محض غلط مرزا قادیانی فرماتے ہیں کہ خدا ان کو راز کی باتیں بتلایا کرتا تھا ہم کہتے ہیں محض بہتان ۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دعووں کا جواب میں نے تفصیل سے دے دیا ہے ۔ ناظرین خود تصفیہ فرما سکتے ہیں کہ ان کے دعوی کس درجہ غلط اور بے بنیاد ہیں کسی شخص کا حدیث کے الفاظ سے یہ نتیجہ بطور خود نکال لینا کہ فلاں فلاں لفظ کا موضوع لہ میں ہوں یہ بالکل اختیاری امر ہے ۔ اگر مرزا قادیانی نے کسی لفظ کا مدلول اپنے آپ کو قرار دے لیا اور اس لحاظ سے اپنے آپ کو نبی یا مسیح کا لقب دے لیں تو معترض پوچھ سکتا ہے کہ آپ کو کیا حق ہے اور آپ دلائل پیش کریں گے وہ اس پر بھی اعتراض کریگا کہ یہ صفات آپ میں نہیں ہیں تو مرزا قادیانی بجز اس کے کہ کھینچ تان کر مطالب نکالیں اور دور دراز کی تاویلات فرمالیں اور کیا جواب دے سکتے ہیں جیسا کہ اب تک ہو رہا ہے ممکن ہے کہ آئندہ کوئی شخص اور پیدا ہو اور ان حدیثوں کا موضوع لہ اپنے آپ کو قرار دے ۔ اس لئے کہ اب مرزا قادیانی نے نبیوں کے آنے کے لئے راستہ صاف فرما دیا ہے، اور نبوت محمدی اور ظلی نبوت کو ما یختم قرار دے دیا ہے تو پھر کیا عجب ہے کہ زمانہ آئندہ میں اور حضرات بھی مدعی نبوت ہوں اور ان حدیثوں کا مدلول اور موضوع لہ اپنے آپ کو قرار دیں اور مرزا قادیانی سے بہتر اور بڑھ کر دلائل اور علامات پیش کریں خود مرزا قادیانی نے تحریر فرمایا ہے کہ

> ہاں محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوتے ہیں اور نبوت تامہ کی بعض صفات ظلی طور پر اپنے اندر رکھتے ہیں اور بلحاظ بعض وجوہ شان نبوت کے رنگ سے رنگین کئے جاتے ہیں اور ان میں سے میں ایک ہوں ۔

اس بیان سے صاف ثابت ہے کہ ایسے لوگ بہت سے آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوں جن میں سے ایک مرزا قادیانی بھی ہے اسی وجہ سے میں نے اپنے لائق دوست سے سوال نمبر ۹ کیا تھا کہ آئندہ

کوئی شخص پیدا ہوا اور دعویٰ مہدویت اور مسیح موعود ہونے کا کرے تو اس کی نسبت آپ کیا کہیں گے،

تو اس کا جواب میرے دوست نے کچھ نہیں دیا لیکن مرزا قادیانی کی یہ تحریر کہ محدث آئیں گے جو اللہ جل شانہ سے ہم کلام ہوا کرتے ہیں کسی آیت قرآن یا حدیث پر مبنی نہیں ہے یہ ان کی ذاتی رائے ہے جو شیخین کی حدیث کے خلاف ہے جسکو میں اوپر لکھ آیا ہوں کہ

لقد من کان فیما قبلکم من ا لامم محدثو ن

پہلی امتوں میں البتہ محدث ہوا کرتے تھے۔ لیکن حدیث مذکور کے جزو دوم کی رو سے امت حضرت محمد ﷺ میں صرف حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کو وہ درجہ ملا ہے جیسا کہ یہ ارشاد ہے

فا ن یك فی امتی ا حد فا نه عمر

اس حدیث کی رو سے مرزا قادیانی کا بیان مذکورہ بالا بالکل غلط قرار پاتا ہے مرزا قادیانی نے قرآنی آیات اور صحاح کی حدیثوں کے خلاف اکثر مواقع پر محض غلط بیان کیا ہے اور ان کے معتقدان کے بیانات کو کالو حی من السماء سمجھ کر ان کے بیانات کے آگے سر تسلیم خم کر دیتے ہیں اور آمنا بہ کل من عند ربنا خیال کرتے ہیں ان حضرات کو غور فرمانا چاہیے کہ اگر ان کے نبی کا بیان قرآن کے اور صحاح کی حدیثوں کے خلاف ہے تو کیا بیان قابل تسلیم ہے؟ ہرگز نہیں

پس صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی حدیث مذکورہ بالا کے خلاف مرزا قادیانی کا یہ بیان کہ محدثون اس امت میں بھی آئیں گے جن میں ایک میں ہوں جب غلط ثابت ہوا تو مرزا قادیانی کا دعویٰ بھی غلط ہو جاتا ہے اگر ان حدیثوں کو جن کو مرزا قادیانی اپنے آپ سے منسوب کرتا ہے کوئی دوسرا شخص اپنے سے منسوب کرے اور علامات وصفات مرزا قادیانی سے زیادہ اس میں ہوں اور دلائل بھی ان سے بہتر پیش کرے تو ہم کس کو سچا اور کس کو جھوٹا سمجھیں۔

اس طرح یہ نبوت تو جھگڑے میں رہے گی اور مرزا قادیانی کا یہ دعویٰ بمصداق ا ثبــا ت الشیء لـنفسه باطل کے باطل ہو جائے گا اور کوئی ثبوت اس امر کا نہیں ہے کہ مرزا قادیانی کا نام خدا نے نبی رکھا اور مرزا قادیانی خدا کے حکم سے نبی ہیں بلکہ آنے والے مدعی نبوت ظلی خود مرزا قادیانی کی تکذیب کریں گے۔

نمبر۲ کے متعلق واضح ہو کہ مرزا قادیانی کا نام اللہ تعالی نے باوصف اس کے کہ نبوت پر مہر کر دی گئی تھی (یا نبوت ختم کر دی گئی تھی) نبی اس لئے رکھا کہ حضرت محمدﷺ کی نبوت کا کمال ثابت ہو، کسی طرح صحیح نہیں مانا جا سکتا کیا تیرہ سو سال سے آنحضرتﷺ کی نبوت کا کمال ثابت نہیں ہوا تھا؟ کیا بغیر نبوت کا کمال ثابت ہونے آج تک ساری دنیا ان کو سرور انبیائے اور خاتم النبیین مانتی چلی آ رہی ہے؟ کیا جب تک مرزا قادیانی کا نام نبی نہ رکھا جاتا آنحضرتﷺ کی نبوت کا کمال ثابت نہ ہو سکتا تھا؟ کیا مرزا قادیانی ہی دنیا میں ایسے شخص برگزیدہ رب تھے کہ ان کے نبی ہونے کے بغیر آنحضرتﷺ کی نبوت کا کمال ثابت نہیں ہوا تھا؟ معاف فرمایئے ہم کو تو ان باتوں کو سن کر سخت تعجب ہوتا ہے کجا آنحضرتﷺ سرور کائنات کی نبوت کا کمال اور کجا مرزا قادیانی کی قیل وقال اللہ اکبر! اس ذات بابرکات کے کمال کا ثبوت منحصر ہو مرزا کے نبی ہونے پر۔ بسا تعجب اس ذات مقدس کی نبوت کا کمال بدرجہ اتم ثبوت کو پہنچ گیا اربوں مسلمانوں کا سینکڑوں سال سے اس بات پر ایمان رہا ہے کہ آنحضرتﷺ کی نبوت کا کمال اسی وقت پایہ ثبوت کو پہنچ چکا تھا جب کہ آنحضرتﷺ نے دعوی نبوت فرمایا۔

نمبر۳، مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ ارشاد کہ

نبی کا کمال ثابت نہیں ہوتا جب تک امت میں بھی وہ کمال ثابت نہ ہو

سب سے زیادہ تعجب میں ڈال رہا ہے۔ وہ کمال جو ذات مقدس رسالت مآب میں ابتداء سے مثل روز روشن کے ثابت اور آفتاب سے زیادہ منور تھا، کیا ممکن ہے کہ اس درجہ کا کمال غلامان امت کو حاصل ہو۔ البتہ بعض صفات اس کمال کے امتیوں میں دیکھے جا سکتے ہیں نہ کہ سالم کمال۔

اس موقع پر میری عقل حیران ہو گئی کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زبان سے یہ فقرے کیوں کر نکلے۔ کیوں نہیں آسمان گر پڑا۔ اور زمین کو زلزلہ آ گیا۔ کیا یہ ممکن ہے کہ غلامان رسول اکرمﷺ میں وہ کمال جو ذات اقدس میں تھا حاصل ہو۔ ناممکن بلکہ محال۔ میں باعتبار مرزا قادیانی کے بیان کے یہ دریافت کرتا ہوں کہ جب خدا نے وحی کے ذریعہ سے ان کا نام نبی رکھا اور رسالت کا لفظ خدا تعالی نے ان کی شان میں ارشاد فرمایا، تو وہ ظلی نبی کس طرح ہوئے۔ وہ تو خود مستقل رسول اور نبی ہوئے۔ اللہ تعالی تو ان کو نبی اور رسول فرمائے اور مرزا قادیانی کسر نفسی سے ظلی نبی بنیں۔ یہ تو سمجھ میں نہیں آتا۔

اگر اللہ کے ارشاد کے خلاف وہ ظلی نبی بننا چاہیں تو خدا کے حکم کے خلاف کرتے ہیں۔ان کو چاہیے تھا کہ وہ نبی کامل ہونے کا دعوی کرتے۔مرزا قادیانی کو کیا اختیار ہے کہ اللہ کے کلام کے خلاف دعوی کریں۔

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ فرمانا کہ

تمام نبوتیں ختم ہوگئیں مگر وہ نبوت ختم نہیں ہوئی جو چراغ نبوت سے نور لیتی ہے اور وہ نبوت مرزا قادیانی کی نبوت ہے،

بالکل متضاد بیان ہے۔جب کہ خدا نے ان کا نام نبی رکھ دیا اور رسالت کا لفظ ان کی شان میں استعمال کیا تو مرزا قادیانی نے براہ مہربانی اس کامل نبوت کے اعلی مرتبہ سے دست بردار ہو کر محض کسر نفسی سے خدا کے ارشاد کے خلاف نبوت حضرت رسول کریم سے محض نور اخذ کرنے پر اکتفا فرمایا؟

یہ فیاضی مرزا غلام احمد قادیانی کی قابل تعریف ہے۔ایسا انسان دنیا میں کہاں ملتا کہ اللہ تو اس کو کامل نبی بنائے اور وہ محض اپنی فیاضی سے خدا پر ناز کرے کہ تو نے تو مجھے نبوت کا اعلی مرتبہ سرفراز فرمایا مگر میں اپنی فیاضی سے اس مرتبہ سے دستبردار ہوتا ہوں اور حضرت محمد ﷺ کے چراغ نبوت سے صرف نور لے کر ظلی بننا گوارا کرتا ہوں۔اے کاش کوئی اس وقت مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس نہ ہوا، ورنہ حضرت موصوف سے کہتا کہ

اے خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی

اے لاڈلے نبی اللہ کے ناز کرنے والے نبی خدا کے اگر آپ کسر نفسی سے نبی کامل نہیں بننا چاہتے تو اس نبوت کو میری ہی طرف منتقل فرما دیجئے

تو کیا عجب ہے کہ مرزا قادیانی اللہ سے ناز و لاڈ سے عرض کرتے اور خدا منظور کر لیتا۔

وہ موقع تو گیا لیکن میں دریافت کرتا ہوں کہ مرزا قادیانی کا یہ دعوی کہ

اللہ تعالی نے میرا نام نبی اس لئے رکھا کہ چراغ نبوت محمد کا کمال ثابت ہو،

کیونکر مانا جا سکتا ہے؟

نور کا کمال یہ ہے کہ وہ منور کرے۔چراغ محمدی کا نور دنیا کو منور کئے ہوئے ہے اور یہی اس کا کمال ہے۔پھر نور کا وہ کون سا کمال ہے جو ثابت نہ تھا جسکے ثابت کرنے کے لئے خدا نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام نبی رکھا؟

اگر فرض کرلیں کہ خدا ہی نے ان کا نام نبی رکھا، تو اس کے ساتھ پھر بھی ماننا پڑے گا کہ مرزا قادیانی کی نبوت کا بھی ایک نور ہے۔ خواہ وہ نور چھوٹا ہو یا بڑا بہر حال نور ہوگا، تو اس نور سے نور نبوت حضرت محمد ﷺ کا ثابت ہونا کیا معنی؟

ہاں البتہ یہ ممکن ہے کہ ایک بڑا چراغ روشن اور منور ہے اور اس کے ساتھ ایک چھوٹا چراغ رکھ دیا جائے تو یہ کہا جائے گا کہ روشنی میں اضافہ ہوا، لیکن یہ نہیں کہہ سکتے کہ چراغ سابق کا نور اس دوسرے چراغ سے ثابت ہوا۔ جس طرح وہ چراغ اولین پہلے منور تھا دوسرے چراغ کے آنے کے بعد بھی منور رہے گا لیکن یہ کوئی نہیں کہہ سکتا کہ اس دوسرے چراغ کے آنے سے چراغ اول کا نور ثابت ہوا، بلکہ یہ ممکن ہے کہ چراغ اول کے ساتھ مل کر نور کو بڑھا دے۔ چراغ اول کے نور کا کمال اس دوسرے چراغ سے ثابت ہونا کیا معنی؟

پس یہ دعوی مرزا غلام احمد قادیانی کا کہ چراغ نبوت حضرت محمد ﷺ کے نور کا کمال ثابت ہونے کے لئے اللہ نے میرا نام نبی رکھا، محض لغو ہے۔

اگر یہ دعوی ہوتا کہ چراغ نبوت محمد ﷺ کے نور کے کمال کا اضافہ کرنیکے لئے اللہ نے مجھے نبی بنا کر بھیجا تو یہ دعوی نتیجہ خیز ہوتا۔ مگر اس دعوی کے تو کوئی معنی نہیں کہ ایک منور شئے کا کمال ثابت ہونے کے لئے دوسری نورانی شئے کی ضرورت ہے۔

البتہ اضافی نور کے لئے مزید نورانی شئے کی ضرورت ہوسکتی ہے جیسے بجائے ایک چراغ کے دوسرے چراغ روشن کر کے روشنی کا اضافہ کیا جا سکتا ہے چراغ کے نور کا کمال یعنی روشنی ایک چراغ سے جس طرح ثابت ہوسکتی ہے اسی طرح اس وقت بھی ثابت ہوسکتی ہے جب کہ اس کے مقابل دوسرا چراغ رکھ دیا جائے۔

خلاصہ یہ کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی اسقدر کمزور ہیں کہ ایک ضرب انگشت کی بھی تاب نہیں لا سکتے۔ آفتاب رسالت و نبوت سرور عالم حضرت محمد ﷺ کا نور ساری دنیا پر پڑ رہا ہے اور کثیف و غیر کثیف ذرات پر یکساں پڑ رہا ہے۔ جو ذرات غیر کثیف اور صاف اور شفاف ہیں اس آفتاب رسالت کے نور سے منور اور درخشاں ہیں۔ اور کثیف ذرات درخشان نہیں ہیں لیکن جو ذرات شفاف اور صاف ہیں نور اخذ کر کے منور

ہوتے ہیں تو کیا ان ذرات کو آفتاب سے کوئی نسبت دی جاسکتی ہے۔ کیا اگر یہ صاف اور شفاف ذرات درخشاں نہ ہوں تو آفتاب کا کمال ثابت نہیں ہوسکتا؟ ضرور ہوسکتا ہے۔

معلوم نہیں مرزا غلام احمد قادیانی کس طرح یہ فرماتے ہیں کہ چراغ نبوت حضرت محمد ﷺ کا کمال ثابت ہونے کے لئے اللہ نے ان کا نام نبی رکھا۔ اگر ہم مرزا قادیانی کو ایک ذرہ تسلیم کرلیں جیسا کہ اکثر ان کی تحریرات سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ اپنے آپ کو آفتاب رسالت حضرت محمد ﷺ کے مقابلہ میں ایک ذرہ بے مقدار سمجھتے ہیں، تو میں دریافت کرتا ہوں کہ کیا ذرات نہ چمکیں تو آفتاب کا کمال ثابت نہیں ہوسکتا؟

آفتاب کا کمال نہ صرف ذرات کے چمکنے سے ثابت ہے بلکہ صدہا ہزارہا چیزوں سے آفتاب کا کمال ثابت ہورہا ہے سب سے بڑا کمال یہ ہے کہ ساری دنیا کو وہ منور کئے ہوئے ہے، اسی طرح آفتاب رسالت ساری دنیا کے شرک و بدعات کے ظلمات اور تاریکیوں پر اپنا نور توحید ڈال کر منور کئے ہوئے ہے۔ اگر ذرات نہ چمکیں تو آفتاب کے کمالات کیا ظاہر نہیں ہوسکتے محض ذرات ہی کمال آفتاب کے ظہور کا باعث نہیں ہوسکتے۔ پس مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ ارشاد کہ نبی کا کمال ثابت نہیں ہوسکتا جب تک امت میں بھی کمال ثابت نہ ہو صحیح نہیں۔

کتاب عقائد احمدیہ صفحہ ۲۰ کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی فرماتے ہیں:

> نبوت کے حقیقی معنوں کی رو سے بعد آنحضرت ﷺ کے نہ کوئی نیا نبی آسکتا ہے اور نہ پرانا۔ قرآن ایسے نبیوں کے ظہور سے مانع ہے مگر مجازی معنوں کی رو سے خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی کے لفظ سے یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے میرے پر یہی کھولا گیا ہے کہ حقیقی نبوت کے دروازے خاتم النبیین کے بعد بکلی بند ہیں اب نہ کوئی جدید نبی حقیقی معنوں کی رو سے اور نہ کوئی قدیم نبی آسکتا ہے

یہ عبارت جو میں نے کوٹ کی ہے اول سے آخر تک خلاف قرآن شریف اور حدیث منیف کے خلاف ہے۔ یہاں نبیوں کی دو قسمیں کی گئی ہیں، ایک حقیقی نبی اور دوسرا مجازی نبی۔ یہ تفریق بالکل من گھڑت ہے۔ اگر خدا تعالی کا ایسا منشاء ہوتا تو قرآن یا حدیث میں کہیں تو ذکر ہوتا۔ افسوس ہے کہ ایسی من گھڑت تقسیم اور تفریق کو جس کا ثبوت قرآن یا حدیث سے نہ دیا جاسکے کون تسلیم کرے گا؟

۲۔ یہ بیان بھی خلاف حدیث ہونے کی وجہ سے محض غلط ہے کہ کوئی قدیم نبی اب نہ رہے گا۔ میں متعدد حدیثیں اوپر لکھ چکا ہوں کہ حضرت عیسیٰ نازل ہوں گے لیکن وہ کوئی نئی شریعت نہ لائیں گے اور قیامت کے قریب زمانہ میں نازل ہوں گے۔

۳۔ یہ دعویٰ بھی غلط ہے کہ خدا کا اختیار ہے کہ کسی ملہم کو نبی یا مرسل کے لفظ سے یاد کرے۔ میرے پر یہی کھولا گیا ہے میں کہتا ہوں کہ میرے پر بھی یہ کھولا گیا ہے کہ ملہم کو کبھی نبی یا مرسل کے لفظ سے خدا یاد نہیں کرتا کیونکہ حضرت محمد ﷺ کی نسبت قرآن کریم میں خدا نے صاف فرما دیا ہے و لکن رسو ل اللہ وخا تم النبیین۔ تو پھر اللہ تعالیٰ اپنے ارشاد کے خلاف ملہم کو نبی کے یا مرسل کے لفظ سے کیسے یاد فرماتا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں سے وعدہ فرمایا ہے آنحضرت ﷺ خاتم النبیین والمرسلین ہیں قرآن کریم میں متعدد مقامات پر خدا نے ارشاد فرمایا ہے

وعد اللہ لا یخلف اللہ وعدہ و لکن اکثر الناس لا یعلمو ن

(روم:٦) (اللہ تعالیٰ نے وعدہ کیا ہے اللہ کبھی اپنے وعدہ کے خلاف نہیں کرتا لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے)

معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی و لکن اکثر النـاس لا یعلمو ن میں داخل ہیں۔ خدا تعالیٰ پہلے سے جانتا تھا کہ بعض لوگ ایسے پیدا ہوں گے مجھ کو وعدہ خلاف ٹھہرائیں گے اس لئے اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میرا وعدہ کبھی خلاف نہ ہو گا لیکن اکثر لوگ اس بات کو نہیں جانتے۔

جب کہ اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ اپنے بندوں سے فرما لیا ہے کہ ہم نے نبوت ختم کر دی اور نبوت پر مہر لگا دی پھر یہ بھی ارشاد فرمایا کہ اللہ کا وعدہ کبھی خلاف نہیں ہوتا تو اس کے بعد مجازی نبی کیسے پیدا کرتا جب کہ فی الحقیقت نبوت ختم کر دی تو پھر مجاز کی بحث کہاں باقی رہ سکتی ہے۔

براہ کرم ناظرین اس عبارت کو ذہن میں رکھیں جس کو میں نے اوپر کوٹ کیا ہے آگے چل کر بتلاؤں گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی اس عبارت کے خلاف معتقدین حضرت موصوف مرزا قادیانی کو مستقل نبی اور رسول بنانے کی کوشش کی ہے۔ اس عبارت کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی تو مجازی نبی بننا چاہتے ہیں لیکن بحوائے پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند کے معتقدین ان کو مستقل نبی و رسول قرار دیتے ہیں اور آیت قرآنی

و ارسل رسوله بالهدی (فتح:۲۸) میں جولفظ رسول ہےاس کے مدلول مرزا غلام احمد قادیانی ٹھہرائے گئے ہیں۔غرضیکہ اس موقع پر یہ بتلانا مقصود تھا کہ مرزا قادیانی نے اللہ کا اختیار ظاہر کر کے اپنے آپ کومجازی نبی اور ملہم قرار دیا ہے۔

اللہ کے اختیار میں کس کو کلام ہے؟لیکن کلام ہے تو اس میں ہے کہ کیا اللہ اپنے وعدہ کے بعد کہ آنحضرتﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں پیدا کرے گا خواہ وہ مجازی سمجھا جائے یاظلی یا تشریعی یا متبع نبی پیدا کرے گا۔

اس حدتک تو میں لکھ سکا،اب میرے قلم میں طاقت نہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے الفاظ کا جواب دوں صرف ایک مثال لکھ دینا کافی سمجھتا ہوں جس کنویں سے تو پانی پیتا ہےاس میں پتھر نہ ڈال۔

نمبر۴ کے متعلق آپ خود خیال فرمائیں کہ کس قدر گستاخانہ لفظ آنحضرتﷺ کی شان میں لکھا گیا ہے،

اور کسی شخص پر نبوت ختم ہو جانے کے یہ معنی ہو سکتے ہیں،

تمام دنیا کے مسلمانوں کا مسلمہ مسئلہ ہے کہ نبوت آنحضرتﷺ کی ذات اقدس پر ختم ہوگئی ہےاور خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی بھی اس کو تسلیم کرتا ہے۔پھر بجائے آنحضرتﷺ لکھنے کے یہ لکھنا کہ کسی شخص پر نبوت ختم ہونا،کیسی گستاخی ہے۔غلامان آنحضرتﷺ کے منہ سے ایسی مقدس ذات کے لئے لفظ شخص،نکالنا نہ معلوم کس طرح گوارہ کیا گیا۔اگر یہ لکھتے کہ آنحضرتﷺ پر نبوت ختم ہونے کے یہ معنی ہیں تو کیا مناسب نہ ہوتا ۔

اسی طرح میرے سوال نمبر ۸ کے جواب میں میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) نے حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کے نام کے ساتھ نہ تو لفظ حضرت استعمال کیا اور نہ رضی اللہ عنہ تحریر فرمایا ہے۔لیکن مرزا غلام احمد قادیانی کے نام کے ساتھ علیہ الصلوۃ و السلام تحریر فرمایا ہے۔اگر عمداً ایسا کیا گیا ہے تو میں کہوں گا کہ اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف کیا گیا کیونکہ حضرت ابوبکرؓ کی تو وہ شان ہے کہ خدا تعالی نے ثانی اثنین اذ ھما فی الغار فرمایا ہے۔اور قرآن شریف میں اللہ تعالی نے اکثر مقامات پران صحابہ کو بہشتی ہونے کی بشارت دی ہے جو اس آیت کے منشاء میں داخل ہے

الـذيـن آمـنوا و ها جروا و جا هدوا فی سبيل الله با موالهم و انفسهم اعظم درجة عـنـد الـله و او لئك هم الفا ئزو ن۔ يبشر هم ر بهم برحمة منه و ر ضوا ن و جـنـات لهـم فيها نعيم مقيم۔ خالد ين فيها ابدا ان الله عنده اجر عظيم

(التو به : ۲۰۔۲۲)

(وہ لوگ جو اللہ پر ایمان لائے اور اللہ کی راہ میں ہجرت کی (ابو بکر نے آنحضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت فرمائی اور جہاد میں شریک رہے) اور جہاد کیا اپنے مالوں اور جانوں کے ساتھ، ان کے درجہ اللہ کے پاس بہت بڑے ہیں اور یہی لوگ ہیں مرادوں کو پانے والے اللہ بشارت دیتا ہے رحمت کی اور بہشت کی اور جنت ان کے لئے ہے جس میں وہ نعمتیں پائیں گے اور مقیم ہوں گے اور اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہیں گے اور اللہ کے پاس ان کے لئے بڑے اجر ہیں

ایک اور مقام پر ارشاد ہوا

و الذين ا تبعو هم با حسان ر ضی الله عنهم و ر ضوا عنه

(توبہ:۱۰۰) (وہ لوگ جنہوں نے نیکی سے اطاعت کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)(اس آیت کے پہلے کی عبارت قرآن یہ ہے:و السا بقو ن ا لا و لو ن من المها جر ين و الا نصا ر)

پس خیال فرمائیں کہ جن کی نسبت اللہ رضی الـلـه عنهم فرمائے ان کی نسبت آپ کا رضی الـلـه عـنـه نہ لکھنا اللہ کے ارشاد کے خلاف ہے یا نہیں؟ خلفائے راشدین عشرہ مبشرہ میں سے ہیں۔اور ہمارے پاس بعد الانبیاء انہی کا رتبہ ہے۔ ان کے ناموں کے ساتھ حضرت، رضی اللہ عنہ نہ لکھنا بہت تعجب اور افسوس کے قابل ہے۔

نمبر۴ کا جواب دینا نامناسب معلوم ہوتا ہے اس کا جواب بھی نمبر ۱،۲،۳ سے مل جائے گا۔

آنحضرت ﷺ بے شک خاتم النبیین تھے

ان کے بعد کوئی نبی نہیں، نہ ظلی نہ متبع

اب میں قرآن شریف کی اس آیت کی طرف توجہ دلاتا ہوں جس سے قریب قریب جملہ مسلمان

واقف ہیں یعنی

ما کا ن محمد ابا ا حد من ر جالکم ولکن رسو ل الله وخا تم النبیین

(الاحزاب:۔۴۰)

سیاق عبارت صاف بتلا رہی ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد پھر کوئی نبی نہ ہوگا۔ خاتم کا لفظ قرآن میں بالفتح ہے۔فصحائے عجم لفظ خاتم کو بالکسر نہیں استعمال کرتے بلکہ بالفتح استعمال کرتے ہیں۔لغات میں لفظ خاتم بالفتح وبکسر صحیح دونوں بتلائے گئے ہیں اور محققین کہتے ہیں کہ خاتم بروزن فاعل جووزن اسم کا آلہ ہے بمعنی ما یختم به عالم بفتح لام بمعنی مایختم به عالم بفتح لا م بمعنی مایعلم به اوراگر زیر سے پڑھیں تو اسم فاعل کے معنی یعنی ختم کرنے والا کے ہیں

قرآن مجید میں بالفتح ہےاور بالفتح پڑھنے کی تاکید حضرت علی نے بھی فرمائی ہے جیسا کہ ابی عبدالرحمٰن بن سلمی سے مروی ہے کہ

کنت اقری الحسن و الحسین فمر نی علی بن ابی طالب و انا اقرئهما فقا ل لی اقر هما خا تم النبیین بفتح التاء

بے شک لفظ خاتم کے معنی مہر یا انگشتری کے ہیں مگر تمامی علمائے عرب وعجم ومصروشام وروم و افریقہ نے اس موقع پر بلحاظ سیاق عبارت مطلب ختم کرنے والے کالیا ہے۔اوران ممالک کے علماء جن کی مادری زبان عربی تھی اوراپنی زبان کے حاکم مانے جاتے تھے تیرہ سوسال سے یہی مطلب لیتے چلے آئے ہیں، تو مرزاغلام احمد قادیانی کو جوملک ہند میں پیدا ہوئے ،اورجن کی مادری زبان عربی نہیں،فصحائے عرب وعجم کے لئے ہوئے مطالب سے کس طرح اختلاف کرسکتے ہیں۔اوران کو کیا حق ہے کہ غیرزبان میں دخل درمعقولات کریں۔عربی پڑھ لینا اور بات ہے اوراہل زبان ہونا اور بات ہے۔

اگر یہ مان لیا جائے کہ لفظ خاتم کے معنی مہر کے اس موقع پر بھی لئے جائیں گے،تب بھی علماء کا منشاءفوت نہیں ہوتا۔مہر کرنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ مضمون بند کردیا جائے۔جب مضمون ختم ہوتا ہے تو لکھنے والا مہر کردیتا ہے۔اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ عبارت ختم ہوگئی۔اوراس کے بعد اگر مضمون زیادہ کیا

جائے گا تو وہ داخل جعل ہوگا۔

اسی طرح لفافہ پر مہر ہو جاتی ہے۔اس سے غرض یہ ہوتی ہے کہ لفافہ بند کر دیا گیا ہے، اور آئندہ کوئی شخص لفافہ کھول کر کوئی نیا مضمون داخل نہ کرنے پائے۔

زمانہ نبوت میں آنحضرتﷺ کے فرامین پر آنحضرتﷺ کی مہر ہوا کرتی تھی۔ یہ رواج بہت قدیم سے چلا آتا ہے۔پس اگر مہر کے معنی بھی لئے جائیں تو سیاق عبارت اور کلام الٰہی کا منشاء یہی ہے کہ آنحضرتﷺ نبوت کے ختم کرنے والے ہیں

قرآن پاک میں استعارات اور کنایات اکثر مقامات پر ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ نے کافروں کو مردوں سے تعبیر کیا ہے

فانك لاتسمع المو تی و لا تسمع الصم الدعا اذا ولوا مد بر ین (روم: ۵۲)

اس آیت میں کافروں کو مو تی کے لفظ سے یاد کیا گیا ہے۔

اور سورہ انعام میں بھی

انما یستجیب الذین یسمعو ن و المو تی یبعثهم الله ثم الیه یر جعو ن
(الانعام : ۳۶)

کافروں کو مو تی کے لفظ سے تشبیہ دی گئی ہے۔

سیاق عبارت بڑی چیز ہے۔منشاء سیاق عبارت صاف بتلا رہا ہے کہ آنحضرتﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔الفاظ ظلی نبی اور متبع نبی، اللہ تعالیٰ کے کلام میں نہیں ہیں۔ یہ الفاظ انسان کے تراشیدہ ہیں۔اگر منشائے خدا تعالیٰ کا ظلی نبی پیدا کرنے کا ہوتا، تو صاف الفاظ میں حکم ہوتا۔خدا تعالیٰ ایسا موقع ہی اپنے بندوں کو نہ دیتا کہ من مانے نبی بن جائیں۔

اگر لفظ خا تم کے معنی مہر کیلئے جائیں اور وہ تعبیر کی جائے جو مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمائی ہے، تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ آئندہ بہت سے نبی پیدا ہوتے چلے جائیں گے کیونکہ لفظ نبیین سے بہت سے نبی آسکیں گے اور حضرت سرور عالمﷺ مہر ان نبیوں کے ٹھہریں گے۔ چونکہ حدیث کی رو سے مسیح کا پیدا ہونا ضرور ہے

بموجب استدلال میرے لائق دوست کے حضرت رسول اکرمﷺ نے اس مسیح کی نسبت نبی اللہ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے تو آپ کی مہر گویا اس کے اثبات پر ہو گئی جس کو رسول اکرمﷺ نبی فرما دیں وہ ضرور نبی ہے۔

میں کہتا ہوں کہ اگر آنحضرتﷺ کا ارشاد صرف مسیح موعود کے لئے ہے اور وہ مسیح مرزا غلام احمد ہیں، تو قرآن شریف میں لفظ نبیین ارشاد نہ فرمایا جاتا، بلکہ خاتم النبیین ہوتا کیونکہ حدیث کی رو سے آئندہ تو صرف ایک ہی مسیح آنے والے قرار پائیں گے جنکی نسبت آنحضرتﷺ نے نبی اللہ کا لفظ ارشاد فرمایا ہے تو پھر نبیوں کی مہر بیان کرنے کا کیا موقع ہو سکتا ہے۔ آنحضرتﷺ کے ارشاد کے بموجب کوئی دوسرا نبی بجز مسیح موعود کے آنے والا تو ہے ہی نہیں، اس لئے خاتم النبی یعنی مہر نبی کی ارشاد ہوتا ۔

معلوم ہوتا ہے کہ جب لفظ خاتم النبیین استعمال ہوا ہے تو بعد مرزا غلام احمد قادیانی کے اور بھی نبی آنے والے ہیں تو اس صورت میں یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح موعود کے پیدا ہونے کے متعلق جو ارشاد رسول کریم کا ہوا ہے اور جس کی نسبت نبی اللہ کا لفظ بھی استعمال ہوا ہے ممکن ہے کہ وہ کوئی اور ہو، مرزا غلام احمد قادیانی کو کوئی خصوصیت کے ساتھ مسیح موعود نہیں کہہ سکتا اور نہ معلوم آئندہ کتنے سو نبی یا کتنے ہزار نبی آنے والے ہوں گے۔

ممکن ہے کہ ان میں کوئی وہ ہو جس کی نسبت پیش گوئی کی گئی ہے کہ ایک مسیح موعود آئے گا اور اگر لفظ خاتم النبیین اگلے تمام نبیوں سے متعلق سمجھا جائے تو آنحضرتﷺ ان کے لئے مہر کیوں کر ہو سکتے ہیں ان پر تو خدا نے نام لے کر تصدیق کی مہر لگا دی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مہر کے بعد آنحضرتﷺ مہر نبیوں کے کیوں کر ہوتے۔ اور اگر پچھلے آنے والے نبی سے، جیسے مرزا قادیانی ہیں اور اگلوں سے دونوں سے وہ الفاظ خاتم النبیین کے متعلق ہوتے تو خاتم النبیین السابقین و الآخر ارشاد ہوتا یا خاتم النبیین الاولین و التابعین ہوتا جیسا کہ مہاجرین کی شان میں خدا تعالیٰ نے فرمایا

و السابقون الاولون من المهاجرین و الانصار و الذین اتبعوهم باحسان رضی الله عنهم و رضوا عنه (توبہ:۱۰۰)

(مہاجرین اور انصار میں سے جن لوگوں نے پہلے ہجرت کی اور ان کے بعد جنہوں نے نیکی کے ساتھ ہجرت کی اللہ ان سے راضی ہوا اور وہ اللہ سے راضی ہوئے)۔

جب کہ ایسی عبارت نہیں ہے اور سیاق عبارت صاف یہ بتلا رہی ہے کہ اللہ کو یہ منظور تھا کہ عام طور پر ظاہر فرمادے کہ اکملت لکم دینکم یعنی تمہارے اوپر تمہارے دین کو میں نے کامل کر دیا۔ اور پھر ارشاد ہوا کہ

محمد رسو ل الله خا تم النبین

یعنی محمد اللہ کے رسول ہیں اور نبیوں کے ختم کرنے والے۔

پس اس قدر صاف وصریح الفاظ کو جو مطلب خیز بھی ہیں، پیچدار کرنا اور دلائل اور براہین سے اپنے مفید مضامین اور معنی نکالنے کی کوشش کرنے کی ضرورت کیا ہے اس لئے خدا تعالی نے فرما دیا ہے

ذلك بان الذین کفروا اتبعوا البا طل و ان الذین آ منوا اتبعوا الحق من ربهم

(محمد: ۳۰) (یہ کہ جو منکر ہیں وہ جھوٹی بات پر چلے اور جو یقین لائے انہوں نے سچی بات مانی جو اللہ کی طرف سے ہے)

ایک مثال ہے: جو مشکل اور ذو معنی بات ہے تو اس کی تاویلات سے درگزر کرا گرچہ کہ وہ سچی ہوں

اس مثل کے بموجب بھی مرزا غلام احمد قادیانی کو ساکت ہو جانا چاہیے تھا بخلاف اس کے ایسے الفاظ کو انہوں نے آلہ نبوت بنالیا اللہ تعالی کے اس ارشاد کو پیش نظر رکھنا فرض ہے

یا اهل الکتا ب لا تغلوا فی دینکم و لا تقو لوا علی الله ا لا الحق (مائدہ: ۷۷)

خداوند کریم کا صاف ارشاد ہے کہ اے اہل کتاب اپنے دین کے امور میں ہر گز غلو مت کرو اور اللہ کے اوپر غلط بات مت کہو مگر سچی بات۔ اللہ تعالی کو معلوم تھا کہ دین محمدی میں ایسے لوگ پیدا ہوں گے جو غلو کریں گے اسی لئے اور مقامات پر بھی لا تغلوا فی الدین ارشاد فرمایا برخلاف ارشاد باری تعالی کے غلو کرتے ہیں۔

یہ تعجب کی بات ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی متعدد تصانیف میں یہ جتاتے ہیں کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی اور اس پر میرا ایمان ہے، اور پھر لفظ خاتم کی تاویلات کر کے اس بات کے ثابت کرنے کی بھی کوشش فرماتے رہے ہیں کہ لفظ خاتم بالکسر نہیں ہے اس لئے نبی کا آنا ممکن ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی کی تحریرا

ت میں اجتماع نقیضین پایا جاتا ہے۔ایک طرف تو یہ فرمایا جاتا ہے کہ آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں۔اس کے خلاف کہنے والے پر خدا کی لعنت بھیجتے ہیں۔اور دوسری طرف بزعم خود وہ ایک حدیث اور مختلف بزرگوں کے اقوال لے کر ظلی نبی بننے کی کوشش کرتے ہیں۔

تردید مرزا قادیانی

اور تشریح ان اقوال کی جن کو مرزا نے اپنی نبوت کے ثبوت میں پیش کیا

سنن ابن ماجہ کی ایک حدیث سے استدلال کیا جاتا ہے کہ

و لو عاش (ابراھیم) لکان صدیقاً نبیا (ابن ماجہ۔حدیث نمبر ۱۵۱۱)

(یعنی اگر میرا بیٹا ابراہیم زندہ رہتا تو سچا نبی ہوتا)۔

اس سے یہ استدلال کیا جاتا ہے کہ اگر آنحضرت ﷺ خاتم النبیین تھے تو پھر آپ ﷺ کے صاحبزادہ نبی کیوں کر ہوتے میں۔

کہتا ہوں کہ نبی کے بیٹے کا نبی ہونا عجب نہیں ہے۔ پہلے بھی نبی کے بیٹے نبی ہوئے ہیں۔اگر آنحضرت ﷺ نے ایسا ارشاد فرمایا تو بجا ارشاد فرمایا۔اگر حضرت ابراہیم زندہ ہوتے تو نبی ہوتے چونکہ اللہ تعالی کو تو یہ منظور تھا کہ آپ ﷺ خاتم النبیین کے اعلی لقب سے ملقب ہوں حضرت ابراہیم نہ زندہ رہے نہ نبی ہوئے۔ اسی طرح کی ایک حدیث مجھ کو یاد آئی ہے سنئے جو صحیح ترمذی کی ہے

لو کان نبی بعدی لکان عمر بن الخطاب (ترمذی۔حدیث نمبر ۳۶۸۶)

اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا ۔

تو کیا اس ارشاد سے آپ ﷺ کے بعد نبی کا آنا لازم ہو جاتا ہے۔ بلکہ اس سے حضرت ابراہیم صاحبزادہ رسول اکرم اور حضرت عمر ؓ کی فضیلت ثابت ہوتی ہے کہ اس درجہ کی فضیلت تھی اور ایسے ان کے مراتب ہیں کہ نبی ہونے کے لائق تھے۔لیکن کاتب ازل نے نبوت کا خاتمہ تو آنحضرت ﷺ کی ذات بابرکات پر موقوف کر دیا تھا اس لئے نہ حضرت ابراہیمؑ بن محمد ﷺ زندہ رہے اور نہ حضرت عمر فاروق ؓ نبوت سے سرفراز

ہوئے۔ بلکہ مرزا غلام احمد قادیانی کے بیان کے خلاف یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوگا۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کے ثبوت میں حضرت علیؓ بن ابی طالب کا وہ قول بھی پیش فرمایا جس کو میں اوپر لکھ چکا ہوں کہ آپ نے لفظ خاتم کو بالفتح پڑھانے کی اس وقت ہدایت فرمائی جب کہ حضرت امام حسنؑ اور حسینؑ پڑھ رہے تھے۔ اس سے وہ نتیجہ یہ نکالتے ہیں کہ حضرت علیؓ کو خوف تھا کہ لفظ خاتم کے بالکسر پڑھنے سے لوگوں کو دھوکا ہوگا اور نبوت کو مختتم سمجھیں گے۔ چونکہ ظلی نبوت ختم نہیں ہوئی تھی اس لئے حضرت علیؓ نے بالفتح پڑھانے کی تاکید فرمائی۔

ہم یہ کہتے ہیں کہ حضرت علی مرتضیٰؓ کو یہ بات معلوم تھی کہ حضرت عیسیٰ بن مریم قریب قیامت پھر آنے والے ہیں، اس لئے انہوں نے بالکسر پڑھانے سے منع فرمایا۔

ہم یہ بھی کہہ سکتے ہیں کہ خاتم بمعنی مہر کے ہیں اور مہر آخر پر ہوا کرتی ہے اور حضرت علی مرتضیٰؓ اس خیال سے کہ خاتم فصیح لفظ ہے اور بالفتح پڑھنے سے اور شدت کے ساتھ دوسرے نبی کے آنے کی تردید ہوتی ہے بالفتح پڑھنے کا حکم دیا ہو حضرت علی کے ارشاد سے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے خیال کی تائید نہیں ہوتی۔

اسی طرح حضرت عائشہ صدیقہؓ کا قول مرزا غلام احمد قادیانی نقل کرتے ہیں کہ اگر نبوت ہر قسم کی ختم ہو جاتی تو حضرت عائشہؓ یہ نہ فرماتیں کہ

قولوا انه خاتم الانبياء ولا تقولوا لا نبي بعده

(درمنثور۔ جلد ۵ ص ۲۰۴) (یعنی یہ کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں لیکن یہ نہ کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں)

اسی طرح حضرت مغیرہؓ بن شعبہ کا وہ قول نقل کرتے ہیں کہ کسی نے حضرت مغیرہؓ کے سامنے یہ کہا کہ صلی الله على محمد خاتم الانبياء لا نبي بعده تو حضرت مغیرہ نے لا نبي بعده کہنے سے منع کیا۔

یہ بالکل سچ کہا اور حضرت عائشہ صدیقہؓ نے بھی بالکل سچ فرمایا۔ حضرت عائشہ صدیقہؓ کے قول کا منشاء تھوڑا سا بار دماغ پر ڈالا جائے تو معلوم ہو جائے گا کہ حضرت عائشہؓ کے قول کے دو جزو ہیں یعنی

قولوا انه خاتم الانبياء ایک جزو ہے

اور دوسرا جزو ہے ولا تقولوا لا نبي بعده

جز اول سے مرزا غلام احمد قادیانی بھی ہمارے ساتھ متفق ہیں۔ اس میں کوئی بحث نہیں۔ البتہ جز و دوم کی وجہ سے مرزا غلام احمد قادیانی یہ فرماتے ہیں کہ جب حضرت عائشہؓ نے فرمایا و لا تقولوا لا نبی بعدہ یعنی یہ مت کہو کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تو اس سے لازمی طور پر یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ آئندہ نبی کا پیدا ہونا ممکن ہے۔ اسی طرح حضرت عائشہؓ نے منع فرمایا اور اگر کوئی نبی آئندہ پیدا ہونے والے نہ ہوتے تو منع نہ فرماتیں۔

قربان شوم بریں عقل و دانش بباید گریست

اصل واقعہ یہ ہے کہ عوام کی زبان پر بجائے اس فصیح فقرہ کے یعنی جز واول خاتم الانبیاء کے ایک غیر فصیح فقرہ عورتوں کی اور عوام کی زبان پر چڑھ گیا تھا یعنی لا نبی بعدہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہیں، تو حضرت عائشہؓ نے جو نہایت عاقلہ اور فصیحہ تھیں، لوگوں کو اس غیر فصیح فقرہ کے کہنے سے روکا، اور فرمایا کہ یہ کیا جملہ تم لوگ لا نبی بعدہ کہا کرتے ہو۔ کیوں نہیں وہ فصیح جملہ استعمال کرتے جو اللہ تعالیٰ کا فرمایا ہوا ہے اور ہدایت فرمائی کہ

قولوا انه خاتم الانبیاء و لا تقولوا لا نبی بعدہ

یعنی اس طرح کہو کہ آنحضرت ﷺ خاتم الانبیاء ہیں اور اس طرح کا جملہ مت کہو کہ لا نبی بعدہ

دراصل تقدیر عبارت یہ ہے کہ

لا تقولوا لا نبی بعدہ بل تقولوا انه خاتم الانبیاء

اب تو غالباً میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) کو مرزا غلام احمد قادیانی کی غلطی معلوم ہو جائے گی۔ مرزا صاحب قادیانی نے تو جو ترجمہ کیا ہے یا ان کی جماعت نے کہ یہ، تو، کہو اس سے لوگوں کو مغالطہ ہوتا ہے۔ لفظ، تو، نہ معلوم کس لفظ عربی کا ترجمہ ہے لفظ، تو، زبردستی ترجمہ میں داخل کر لیا گیا ہے تاکہ مطلب اپنے مقصد کے موافق نکالیں۔

اسی طرح حضرت مغیرہ کی بات کہ کسی نے ان کے سامنے کہا

صلی الله علی محمد خاتم الانبیاء لا نبی بعدہ

تو حضرت مغیرہؓ نے منع فرمایا کہ خاتم الانبیاء کہنے کے بعد پھر لا نبی بعدہ کہنے کی خلاف ارشاد اللہ کے کیا ضرورت ہے۔اللہ تعالی نے خاتم النبیین فرمایا ہے اور لا نبی بعدہ،اللہ کے کلام پاک میں نہیں ہے تو ہم لوگوں کو کیا ضرورت ہے کہ اللہ کے مقرر کئے ہوئے فقرہ میں اور عبارت اضافہ کریں۔اس لئے صرف اسی قدر جملہ کے کہنے کا حکم دیا جس قدر قرآن کریم میں ہے۔اس سے مرزا قادیانی نے جو اپنے مفید مدعا مطلب نکالنے کی سعی فرمائی وہ محض بے کار تھی۔

ہمارے سامنے بھی اگر کوئی کہے کہ بادشاہ ملک ہندوستان شاہ ہند،تو ہم کہیں گے شاہ ہند کہنے کی ضرورت کیا ہے۔بادشاہ ملک ہندوستان کہو،شاہ ہند مت کہو۔اس کہنے سے غرض یہ ہوتی ہے کہ ایک جملہ مکرر نہ کہا جائے اگر کوئی کہے سنگ مرمر کا پتھر تو ہم کہیں گے کہ کیا واہیات بکتے ہو سنگ مرمر کہو، پتھر مت کہو۔

اسی طرح لیلۃ القدر کی شب کوئی کہے تو ہم کہیں گے کہ صرف لیلۃ القدر کہو اور شب مت کہو۔اسی طرح خاتم الانبیاء کہنے سے مطلب نکل آتا ہے تو لا نبی بعدہ کہنے کی ضرورت نہ تھی۔اس لئے حضرت مغیرہ نے منع فرمایا تو کیا برا ہوا۔ہاں البتہ کھینچ تان کر مطلب نکالنے کا موقع مرزا غلام احمد قادیانی کو مل گیا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کے دلائل کے اعتبار سے تمام علماء دین محمدﷺ نبی کہلائیں گے کیونکہ ان کی شان میں تو یہ حدیث موجود ہے العلماء امتی کا نبیاء بنی اسرائیل۔علماء بھی کھینچ تان کر مطلب نکال سکتے ہیں کہ آنحضرتﷺ نے ہم کو مثل بنی اسرائیل کے نبیوں کے سمجھا ہے ہم بھی نبی ہیں۔

بھلا ایسی تاویلات سے کوئی نبی ہوسکتا ہے؟ غرض کہ لا نبی بعدہ کہنے سے حضرت عیسی کے پھر آنے کی تردید بھی ہوتی ہے اور حضرت عیسی کا پھر دنیا میں آنا لازم ہے۔حضرت عائشہ صدیقہؓ اور حضرت مغیرہ ؓ نے اس لئے بھی ممکن ہے کہ لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمایا ہو مرزا قادیانی نے حضرت مغیرہ کے قول کے ایک جزو کو جو انہوں نے مفید مطلب سمجھا لے لیا یعنی لا نبی بعدہ اور ہم سب کو بحوالہ اس قول کے قائل کرنا چاہتے ہیں کہ اگر نبی آئندہ آنے والا نہ ہوتا تو حضرت مغیرہ منع نہ فرماتے کہ یہ نہ کہو کہ آئندہ کوئی نبی نہیں لیکن بہت تعجب اور نہایت افسوس ہے کہ حضرت مغیرہ کے دوسرے قول کو جو اس عبارت کے ساتھ ہے نہیں پڑھتے اس لئے کہ وہ ان کے مقصد کے خلاف ہے اور وہ پوری عبارت یہ ہے

قال رجل عند المغيرة حسبك اذا قلت خاتم الانبياء فانا كنا نحدث ان عيسى عليه السلام خارج فان هو خرج فقد كان قبله و بعده (درمنثور۔ج۵ص۲۰۴)

اس پورے قول سے حضرت عیسی بن مریم کا نزول یقینی معلوم ہوتا ہے لیکن مرزا قادیانی اس کے قائل نہیں کہ حضرت عیسی کا نزول ہوگا۔ استدلال کا یہ بالکل نیا طریقہ مرزا قادیانی نے نکالا ہے کہ ایک فقرہ کا آدھا مضمون جو ان کے مفید مدعا سمجھا گیا، پیش کر کے ہم کو قائل کرنا چاہتے ہیں کہ جب مغیرہ نے لا نبی بعدہ کہنے سے منع فرمایا تو اس فقرہ لا نبی بعدہ کی تردید کیوں کر کر سکتے ہو مگر حضرت مغیرہؓ نے حضرت عیسی کے نزول کے متعلق جو کچھ فرمایا مرزا قادیانی کوئی جواب اس کا نہیں دیتے، اس لئے کہ اس سے ان کے نبی بننے کا مقصود فوت ہو جاتا ہے۔

اور اسی طرح لفظ بعدہ پر بھی جناب مرزا قادیانی نے شائد نظر نہیں ڈالی یا اس سے تجاہل عارفانہ فرمایا۔ اس لفظ سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسی جس طرح آنخضرتﷺ کے قبل نبی آئے تھے اسی طرح آنخضرتﷺ کے بعد بھی وہی حضرت عیسی نبی نازل ہوں گے۔ محض الفاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ کہنا کہ میں وہ نبی ہوں درست نہیں ہو سکتا جب کہ بعدہ کی ضمیر آنخضرتﷺ کی طرف اشارہ کرتی ہے مرزا قادیانی صرف لا تقربوا الصلوۃ کہلوانا چاہتے ہیں تو دوسرے کیوں ماننے لگے وہ تو و انتم سکاری کے ساتھ ہی اس کو پڑھیں گے۔ اسی طرح حضرت مغیرہ کا پورا قول لے کر استدلال کیا جائے تو نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ یہ نہ کہو کہ بعد آنخضرتﷺ کے دنیا میں نبی نہیں آئیں گے بلکہ حضرت عیسی نبی آئیں گے

علماء کے اقوال لا نبی بعدہ کے متعلق:

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی اپنی نبوت کے ثبوت میں چند علماء کے اقوال مندرجہ ذیل نقل کر کے دلیل لاتے ہیں کہ بعد آنخضرتﷺ کے نبوت ختم نہیں ہوئی۔ اگر ختم ہوئی تو وہ تشریعی نبوت ختم ہوئی لیکن ظلی نبوت ختم نہیں ہوئی۔ اس بیان کی تائید میں حضرت ملا علی قاری کا قول نقل کرتے ہیں:

لو عاش ابراهيم و صار نبیا وکذا لو صار عمر نبیا لکان من اتباعه لعیسی و خضر و الیاس علیهم السلام فلا یناقض قوله خاتم النبیین اذا المعنی انه لایأتی بعده نبی ینسخ ولم یکن من امته (یعنی اگر حضرت ابراہیم (بن محمد ﷺ) زندہ ہوتے تو نبی ہوتے۔اسی طرح حضرت عمر، آنحضرت ﷺ کے تابع ہیں۔پس یہ ان کا قول خاتم النبیین کے نقیض نہیں ہے اس کے معنی یہ ہیں کہ آنحضرت ﷺ کے بعد کوئی نبی نہ ہوں گے جو ان کے ملت کو منسوخ کر دیں گے)

اس کے بعد شیخ اکبر محی الدین ابن عربی کا قول استدلال میں پیش کیا گیا ہے

النبوة التی انقطعت بوجود رسول الله ﷺ انما هی نبوة التشریع لامقامها فلا شرع یکون ناسخاً لشرعه ﷺ لایزید فی شرعه حکما آخر و هذا معنی قوله ﷺ ان الرسالة و النبوة انقطعت فلارسول بعدی و لا نبی ای لا نبی بعدی یکون علی شرع یخالف شرعی بل اذا کان یکون تحت حکم شریعتی (فتوحات مکیہ باب ۷۳ ج ۲ ص ۳)

(وہ نبوت جو رسول اللہ ﷺ کے وجود مبارک سے منقطع ہوگئی ہے وہ نبوت تشریعی ہے،اس کا کوئی موقع نہیں ہے۔اب ایسی کوئی شرع نہیں جو رسول اکرم ﷺ کی شرع کو منسوخ کر سکے۔اور نہ ان کی شرع میں دوسرا حکم زیادہ کر سکتی ہے۔اور یہی معنی رسول ﷺ کے قول کے ہیں کہ رسالت اور نبوت منقطع ہوگئی پس میرے بعد کوئی رسول اور نبی نہیں یعنی کوئی نبی میرے بعد میری شریعت کے خلاف نہ ہوگا بلکہ ہوگا تو میری شرع کے تحت ہو)۔

اس کا جواب اور دوسرے مندرجہ ذیل اقوال کا جواب ایک ساتھ لکھوں گا

اس کے بعد عبدالوہاب شعرانی کا یہ قول استدلال میں پیش کیا گیا ہے

فان مطلق النبوة الم یرتفع و انما ارفع نبوة التشریع (الیواقیت والجواہر۔ج ۲ ص ۲۴)
یعنی مطلق نبوت نہیں اٹھادی گئی مگر یہ کہ نبوت التشریع اٹھادی گئی

اس کے بعد حضرت مجدد الف ثانی کا قول نقل کیا ہے :

پس حصول کمالات نبوت مرتابعان را بطریق تبعیت و وراثت بعد از بعثت خاتم الرسل منافی خاتمیت اونیست۔(مکتوبات ج ۱ ص ۴۳۷ مکتوب نمبر ۳۰۱)

(بعد از بعثت خاتم الرسل ﷺ کمالات نبوت کا حاصل کرنا خاص متبعین کے لئے بطور اتباع اور وراثت کے ان کے خاتم نبو ت ہونے کے منافی نہیں ہے)

اس قول سے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی کی تائید نہیں ہوتی مجدد الف ثانی سرہندی نے یہ بیان کیا ہے کہ نبوت کا ختم ہونا اس امر کے منافی نہیں ہے کہ متبعین نبوت کو کمالات نبوت نہ حاصل ہو سکیں اس قول سے یہ لازم نہیں آتا کہ مرزا قادیانی کو نفس نبوت حاصل ہو جائے صفات اور کمالات نبوت کی بحث منصب امامت ترجمہ مولوی عبدالجبار خان صاحب میں بہت تفصیل سے لکھی گئی ہے ۔اگر میں یہاں لکھوں تو مضمون بہت طویل ہو جائے گا لہذا اس سے قطع نظر کر کے ایک مثال دنیا کی پیش کرتا ہوں جس کو آپ ہم دیکھتے چلے آئے ہیں ۔

مثلاً کمالات انسان ۔کیا کمالات انسان اگر طوطا مینا چنڈول کتا بندر وغیرہ جانوروں سے ظاہر ہوں تو وہ انسان کہلا سکتے ہیں ۔جیسے نطق ایک کمال انسانی ہے

طوطے مینا انسان کی سی بولی بولتے ہیں ،تو وہ انسان نہیں کہلا سکتے ۔ یا کتا بندر بہت سے کام انسانوں کے کرنے لگتے ہیں تو وہ انسان کہلانے کے مستحق نہیں ۔

چنانچہ جہاز پر سے ایک بچہ ایک مرتبہ دریا میں گر پڑا اس کے ساتھ ہی کتا بھی کودا ۔جیسے ہی بچہ نے غوطہ کھا کر سطح آب پر آیا ، کتے نے منہ سے پکڑ لیا اور مکرر غوطہ کھانے بچایا ۔اس کے بعد فوراً ملاح کود کر بچہ کو نکال لائے ۔کتے کا نام یابی تھا

یہ قصہ ذیل کا ایک انگریزی کتاب میں ہے

ایک چرواہا اپنے بچہ کو لے کر پہاڑوں میں بکریاں چرانے گیا جب بکریاں متفرق ہو گئیں تو اپنے بچہ کے پاس کتے کو چھوڑ کر خود پہاڑ کے اوپر گیا تا کہ بکریوں کو واپس لائے ۔شام کا وقت تھا (فاگ) کہر نے پہاڑ کو گھیر لیا ۔چرواہا راستہ بھول گیا بڑی مشکل سے بغیر بچہ اور کتے کے گھر پہنچا ۔تمام رات ماں باپ بھائی بہنوں کا برا حال رہا ۔صبح کو تلاش میں نکلے لیکن بچہ اور کتے کا پتہ نہ چلا ۔شام کو چرواہا اور اسکے دوست جو تلاش میں مصروف تھے واپس آئے تو معلوم ہوا کہ کتا آیا تھا روٹی دی گئی تو لے کر چلا گیا ۔غرض دو دن تک کتا آتا اور روٹی

لے کر چلا جاتا۔اور چرواہا بھی تلاش کے لئے پہاڑوں میں جایا کرتا تھا۔تیسرے دن کتے کا انتظار کیا اور پہاڑ کو نہ گیا۔جب کتا آیا اور روٹی لے کر چلا تو پیچھے پیچھے دوڑتا ہوا چرواہا بھی چلا گیا۔تو کتا انہی پہاڑوں سے راستہ کتراتا ہوا ایک نہر کے قریب ایک غار میں گیا تو وہاں بچہ پایا گیا اور کتے نے روٹی اس بچہ کے سامنے ڈال دی تھی اور بچہ نے روٹی کھانی شروع کی۔

تعلقہ نرساپور پائگاہ میں ایک واقعہ مشہور ہے کہ ڈاکو جب لوٹ کر واپس ہوئے تو کتا ان کے پیچھے جا کر تمام واقعات مال مسروقہ کے دفن کرنے کے دیکھنے کے بعد مجرموں کے پیچھے پیچھے جا کر ان کے مکان تک دیکھ آیا۔جب صبح کوتوالی آئی تو کتا بار بار بھونکتا اور ایک طرف دوڑتا۔اس کی یہ عجیب وغریب حرکتیں دیکھ کر سب کو خیال ہوا کہ اس کے پیچھے چلو دیکھو تو یہ کیا کہتا ہے۔جب کوتوالی کے لوگ اور بستی والے کتے کے پیچھے گئے تو وہ بڑی خوشی سے چلا اور ایک نالے کے پاس جا کر اپنے ہاتھوں سے ریتی کھودنی شروع کی۔جب لوگوں نے زمین کھودی تو سارا مال مسروقہ برآمد ہوا۔اس کے بعد کتا ایک سمت کو چلا۔اب تو کوتوالی کے ملازمین کو یقین ہو گیا کہ یہ کچھ پتہ کی بات بتلائے گا۔غرض اس کے پیچھے پیچھے گئے تو دو کوس پر ایک گاؤں کو لے گیا اور ایک مکان کے سامنے ایک شخص بیٹھا تھا فوراً اس کے اوپر گرا اور کوتوالی والوں نے اسے گرفتار کر لیا اور تمام مجرمین کا پتہ اسی طرح مل گیا۔

میں دریافت کرتا ہوں کہ یہ انسانی کمالات نہیں ہیں؟ کیا ایسے کمالات کے حاصل ہونے سے کتا انسان بن گیا؟

اسی طرح اگر انسان حیوانی یا شیطانی کام کرے تو وہ حیوان یا شیطان نہیں ہو جاتا۔اگر بعض کمالات نبوت کسی انسان میں پائے جائیں مثلاً معجزے نبیوں سے ظہور میں آتے ہیں۔دیکھا گیا کہ بعض اولیاء اللہ سے بھی بہت سے کرامات ظاہر ہوئے ہیں جو بالکل معجزوں کے مشابہ ہوتے ہیں۔نبیوں کے معجزے تو معجزے کہلاتے ہیں اور اولیاء اللہ کے کرامات کے نام سے موسوم ہیں۔لیکن اولیاء اللہ نبی کے درجہ کو نہیں پہنچ پاتے۔ پس محض کمالات نبوت کسی میں پائے جائیں تو وہ نبی نہیں ہو جاتا۔

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے مظہر جان جاناں کا قول نقل کیا ہے

ہیچ کمال از غیر نبوت بالا ضافہ ختم نگر دیدہ

یعنی کوئی کمال ختم نہیں ہوا مگر نبوت کا کوئی اضافہ نہیں ہوسکتا۔

اضافہ کے لغوی معنی افزون کردن بر چیزے صاف نہیں ہے لیکن مرزا غلام احمد قادیانی نے جو ترجمہ فرمایا ہے اضافہ کے معنی بلا واسطہ کے لئے ہیں جو ان کے مقصود کے موافق ہوتے ہیں حالانکہ اضافہ کے معنی ہرگز بلا واسطہ کے نہیں ہیں۔

یہ قول مرزا مظہر جان جاناں کا مرزا غلام احمد قادیانی کے دعوی کی تردید کرتا ہے۔ مرزا مظہر جان جاناں نے صاف لکھ دیا ہے کہ کوئی کمال ختم نہیں ہوا لیکن نبوت پر نبوت کو اضافہ کرنا ناممکن ہے اور وہ ختم ہوگئی ہے۔

دوسرے الفاظ میں مطلب یہ ہے کہ کوئی کمال ختم نہیں ہوا سوا نبوت بالا ضافہ کے کہ نبوت بالا ضافہ تو حاصل نہیں ہوسکتی اور وہ ختم ہوگئی۔ باقی ہر کمال حاصل ہوسکتا ہے اور وہ ختم نہیں ہوا۔

اس قول سے تو مرزا قادیانی کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔ اب رہے دوسرے اقوال مذکورہ بالا، پہلے تو ان بزرگوں کے اقوال کوئی حدیث نہیں، ان کی ذاتی آراء ہیں۔ قطع نظر اس کے ان کے اقوال سے کہیں یہ مطلب نہیں نکلتا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی۔ بلکہ ساری دنیا کا یہ مسلمہ مسئلہ ہے کہ حضرت عیسی ظاہر ہوں گے اور اسی اعتبار سے ان علماء نے یہ لکھا ہے کہ یہ خیال نہ کرو کہ کوئی نبی نہ آئے گا یعنی حضرت عیسی آئیں گے مگر وہ کوئی اپنی شرع نہیں لائیں گے بلکہ وہ متبع ہوں گے شریعت محمدی کے۔ اگر مسلمانوں کا عقیدہ مثل مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ ہوتا کہ عیسی اب نہیں آئیں گے تو مرزا قادیانی کا استدلال صحیح ہوجاتا۔ لیکن جب کہ حضرت عیسی کا آنا برحق سمجھا گیا ہے تو کوئی عالم بھی یہ کیوں کر کہتا کہ اب کوئی نبی نہ آئے گا وہ نبی موعود حضرت عیسی تو ضرور آئیں گے لیکن وہ اپنی شریعت ناسخ شریعت محمدی نہ لائیں گے بلکہ وہ خود تابع شریعت محمدی ہوں گے۔ معلوم نہیں کہ اقوال بالا سے مرزا قادیانی نے اپنے مفید مطالب نکالنے کی زحمت کیوں گوارا فرمائی۔ اگر ان بزرگوں کے اقوال سے مرزا قادیانی کی تائید ہوتی بھی تو ہم کہہ سکتے تھے کہ ان بزرگوں کے اقوال حدیث کا درجہ نہیں رکھتے ہیں لہذا وہ قابل تسلیم نہیں ہیں۔

ان چار پانچ بزرگوں کے اقوال کے خلاف ہزار ہا بزرگوں کے اقوال ہیں تو وہی اقوال تسلیم کرنے کے قابل سمجھے جائیں گے جدھر غلبہ ہو۔ صد ہا اقوال کے مقابلہ میں چار پانچ کی کیا وقعت ہوسکتی ہے بہت تعجب کی بات ہے کہ چار پانچ بزرگوں کے اقوال کو تو بطور سند کے پیش کرتے ہیں اور صد ہا بزرگوں کے اقوال کو جو مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کے خلاف ہیں نظر انداز کر دیا جاتا ہے یہ کوئی عقل کی بات ہے؟ غلبہ آراء کو دیکھنا چاہیے

مثنوی مولانا روم سے قادیانی کا استمساک

اس کے بعد مرزا غلام احمد قادیانی نے حضرت مولانا روم کی مثنوی کے چند شعر استدلالاً تحریر فرمائے ہیں

فکر کن و راہ نیکو خدمتے
تا نبوت یابی اندر امتے
چوں از و نور نبی آید پدید
او نبی وقت خویش است اے مرید
مگسل از پیغمبر ایام خویش
تکیہ کم کن بر فن و بر کام خویش
اے مرا چوں مصطفیٰ من چوں عمر
از برائے خدمتش بندم کمر

میرے عالم دوست خود ہی غور فرمائیں کہ مثنوی کے یہ اشعار مرزا غلام احمد قادیانی کے دعویٰ کی کچھ بھی تائید کرتے ہیں؟

مولانا روم کے ان اشعار میں مبالغہ توصیفی ہے۔ شاعروں کے کلام ایسے مبالغوں سے بھرے پڑے ہیں۔ علم عروض میں تشبیہات و استعارات و مبالغات سے کام لینا ایک فن شاعری کا سمجھا گیا ہے۔ مثلاً لوح

سیمیں سے محبوب کی پیشانی مراد لی جاتی ہے۔ سنبل ریحان تازیانہ زنجیر سے زلف کو تشبیہ دی جاتی ہے۔ اور قامت کو سرو سے۔ تشبیہات اور استعارات فن شاعری میں بہت رائج ہیں۔ مشبہ کو متروک کر کے مشبہ بہ کو ذکر کرتے ہیں اور اس سے مشبہ مراد لیتے ہیں۔ مثلاً چاند یا سورج کہہ کر اس سے معشوق کا رخسار یا چہرہ مراد لیں۔

بدر چاچ کے دیوان کو دیکھئے تو سارے کا سارا دیوان استعارات سے بھرا پڑا ہے۔ مثلاً اس کا یہ شعر

چو دوش از سقف مینا رنگ طشت زر نگار افتاد
فلک را کاسہ ہائے نقرہ در دریائے قارا افتاد

اس شعر میں سقف مینا رنگ سے آسمان مراد لیا ہے اور طشت زرنگار سے آفتاب استعارہ ہے۔ اور کاسہ ہائے نقرہ سے تارے مراد لئے ہیں دریائے قار یعنی سیاہ سے رات مراد ہے۔ اسی طرح مبالغات ہیں کہ وصف کی شدت کا اس حد تک دعوی کرنا کہ وہاں تک اس کا پہنچنا محال ہوتا کہ سامع کو یہ گمان نہ رہے کہ اس وصف کی شدت کا کوئی مرتبہ باقی ہے مثلاً

یک نیزہ رفت گریہ من از فلک بر اوج
کشتی درست کرد ز طوبی ملک بر اوج

اس شعر میں غور فرمائیں کہ گریہ آسمان سے بھی ایک نیزہ زیادہ بلند ہو گیا، اور بارش کی ایسی طغیانی ہوئی کہ فرشتوں نے ڈوبنے کے خوف سے طوبے کی لکڑی لے کر کشتی بنالی۔

بلحاظ علم عروض استعارات اور مبالغات کا استعمال نہ صرف جائز بلکہ بڑی خوبی سمجھا تا ہے۔ اگر مولانا روم نے اپنے اشعار میں استعارات اور مبالغات سے کام لیا تو مرزا غلام احمد قادیانی کو موقع مل گیا کہ مولانا کے کلام کو بطور سند کے پیش فرمائیں مولانا روم فرماتے ہیں کہ نیک کام کرتا کہ امت میں تو نبوت کو پائے گا۔ یہ مثال ایسی ہے کہ کوئی عاشق کہے کہ جس باغ میں انتظار کروں گا وہاں میرا چاند آئے گا۔

مطلب شعر کا یہ ہے کہ راہ نیک میں نیک خدمات انجام دے تو نبوت کی جھلک اس امت محمدی میں تو دیکھے گا اور صفات نبوت محمدی کو امت محمد میں بھی پائے گا اور جب اس نیک راہ پر چلنے والے اور نیک خدمات کرنے والے سے انوار نبی ظاہر ہونے لگیں گے، تو گویا وہ بھی اپنے وقت کا نبی ہے۔

جیسا کہ میں اوپر بیان کر چکا ہوں یہ شاعرانہ مبالغہ توصیفی ہے جیسے میر انیس صاحب اور مرزا دبیر صاحب کو فن شاعری مرثیہ گوئی کے اعلیٰ درجہ تک پہنچنے کی وجہ سے لوگ کہا کرتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کے خدائے کلام تھے۔ فردوسی، انوری، خاقانی کو لوگ کہتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کے خدائے کلام تھے، تو کیا اس سے وہ معاذ اللہ خدا ہو گئے۔ مولانا روم نے تیسرے شعر میں تو اس شخص کو جو نیک راہ پر چلے اور نیک کام کرے پیغمبر سے تشبیہ دی ہے اس سے بڑھ کر چوتھے شعر میں اسی کو مصطفیٰ سے تشبیہ دے کر اپنے آپ کو حضرت عمر سے تشبیہ دی ہے کہ جیسے آنحضرت محمد ﷺ کی خدمت حضرت عمر کمر باندھ کر کیا کرتے تھے اسی طرح میں بھی خدمت کروں اس شخص کی جو نیک راہ پر چلنے کی وجہ سے میں اس کو مثل مصطفیٰ سمجھتا ہوں۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے تشبیہات اور استعارات شاعری سے اپنا مطلب اخذ کر کے نبی بننے کی کوشش کی تو کیا وہ نبی ہو جائیں گے؟ ہر گز نبی نہیں ہو سکتے۔

معلوم ہوتا ہے کہ مولانا روم نے سنن ترمذی کی اس حدیث کا ترجمہ اپنے اشعار بالا میں فرمایا ہے جس کو میں پہلے لکھ چکا ہوں

رؤیا المسلم و ھی جزء من اجزاء النبوۃ

یعنی مسلمان کا وہ خواب جس کو رسول اکرم ﷺ نے اسی حدیث میں مبشرات سے ارشاد فرمایا ہے ایک جزء ہے اجزائے نبوت سے۔ اسی بنا پر مولانا روم نے یہ مصرعہ فرمایا : تا نبوت یابی اندر امتے

چونکہ مسلم کا خواب میں حالات نیک کا مشاہدہ کرنا انوار نبوت سے نور اخذ کرنے کے مماثل ہے، لہٰذا مولانا روم نے دوسرے شعر میں یہ لکھا ہے

چوں از و نور نبی آید پدید
او نبی وقت خویش است اے مرید

نیک لوگوں کی نسبت ان کی خدمات کے لحاظ سے اکثر تشبیہ دیا کرتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کا سلیمان ہے۔ یا کسی عادل بادشاہ کو کہا کرتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کا نوشروان ہے۔ یا سخاوت کے اعتبار سے کسی کی نسبت کہہ سکتے ہیں کہ وہ اپنے وقت کا حاتم ہے۔ اسی طرح مولانا روم نے فرمایا ہے: او نبی وقت خویش است

،یعنی گویا وہ اپنے وقت کا نبی ہے،تو ان تشبیہات سے کیا کوئی فی الواقع نبی بننے کی کوشش کر سکتا ہے؟ اگر ایسے دلائل مولانا روم کے کلام میں نہ بھی ہوتے تو ہم کہہ سکتے ہیں کہ مولانا کا کلام اگر خلاف قرآن مجید اور حدیث کے ہے تو وہ ماننے کے قابل نہیں ہے

فرض کیجئے اگر مولانا روم کا یہ شعر ہوتا:

عادل وقت است چوں نوشیروان
شاہ وقت خویش اے عالی نشان

تو کیا مرزا غلام احمد قادیانی شاہ وقت یعنی اپنے وقت کے بادشاہ نوشروان ہونے کا دعوی کر دیتے ؟اس لئے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا آریوں سے مباحثہ کرنا اور پادریوں سے مناظرہ کرنا صلیبوں کو توڑنے اور دنیا کو عدل سے بھر دینے کے مماثل ہے اور جب مرزا قادیانی نے دنیا کو عدل سے بھر دیا تو وہ اپنے وقت کے نوشروان عادل ہوئے ۔اس لئے کیا وہ فرما سکتے ہیں کہ میں نے دنیا کو عدل سے بھر دیا ہے اس لئے میں نوشروان عادل ہوں اور اپنے وقت کا بادشاہ ہوں اور شاہی احکام ملک ایران اور توران پر نافذ فرما دیتے اور اپنے نام کا سکہ سارے ملک فارس میں جاری فرما دیتے ؟

یقیناً کوئی بھی اسکو تسلیم نہ کرے گا کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایسا دعوی بادشاہ ہونے کا کر سکتے بلکہ خود مرزا قادیانی بھی بادشاہ ہونے کا دعوی نہ کر سکتے بادشاہ ہونے کے لئے صرف زبانی جمع خرچ سے کام نہیں نکل سکتا بلکہ اس کے لئے دنیا کی بہت سی طاقتوں کو صرف کرنے کی ضرورت پڑتی نبی بننے کے لئے کسی طاقت کے صرف کرنے کی ضرورت نہ تھی لہذا مولانا روم کے چند اشعار سے استمساک کر کے نبی بن بیٹھے تو اب انکے متبعین کو انصافاً خیال کرنا چاہیے کہ اگر فرض کیا جائے کہ مولانا روم کا شعر وہ ہوتا جو میں نے اوپر لکھا ہے تو کیا مرزا قادیانی بادشاہت کا دعوی کر سکتے (اس شعر کے لحاظ سے بادشاہت کا دعوی نہیں کر سکتے تو دوسرے اشعار مولانا کے جو اسی قبیل کے ہیں ان کو کوئی مدد نہیں دے سکتے مرزا قادیانی کو یا تو شیطانی وسوسہ اور توہمات ہوا کرتے تھے یا ان کے دل و دماغ میں یہ بات جم گئی تھی کہ دنیا کے تمام انسانوں پر درجہ فوق حاصل کرنے کے لئے نبی کا لقب اختیار کیا جائے وہ ایسے صاف احکام خدا اور رسول کے خلاف ایسے دعوی نہ کرتے علم طب کی رو سے جنون کے مختلف اقسام ہوتے ہیں منجملہ ان کے ایک قسم جنون کی یہ بھی ہے کہ انسان کے دل و

دماغ میں ایک خاص بات پیدا ہو جاتی ہے اور وہ اس کو صحیح سمجھنے لگتا ہے اس کو ہزار طرح سمجھایا جائے مگر اس کی سمجھ میں نہیں آتا ایک شخص کو یہ خبط ہو گیا تھا کہ اس کا جسم کانچ کا ہے وہ اپنے جسم کو بڑی احتیاط سے بچاتا پھرتا تھا ایسا نہ ہو کہ کسی کی ٹکر سے اس کا جسم ٹوٹ جائے کیا عجب ہے کہ مرزا قادیانی کو بھی نبی ہونے کا خیال اسی طرح ہو گیا ہو)

جب اگر اللہ تعالیٰ کو منظور ہوتا کہ ہمارے سرور عالم ﷺ کے بعد ان ہی کے غلاموں سے کوئی نبی ہو یا ان کی ذریات سے کوئی ظلی نبی پیدا ہو تو تقدیر کلام کی یہ ہوتی و لکن رسول اللہ و خاتم النبیین التشریعی یا خاتم النبیین الا ظلی نبی یا لا نبی غیر تشریعی جب کہ خاتم النبیین کے ساتھ کوئی استثنیٰ نہیں ہے اور علماء نے اس اعتبار سے کہ آئندہ حضرت عیسیٰ دوبارہ دنیا میں آنے والے ہیں ایسی عبارتیں لکھیں کہ لوگوں کو شبہ نہ ہونے پائے کہ جب نبی آخر الزمان آ چکے تو پھر حضرت عیسیٰ کیونکر آئیں گے اور اس لئے علماء نے اپنی اپنی رائے اور اجتہاد سے کچھ لکھا کہ جس کا مطلب یہ ہو کہ آئندہ نبی آئیں گے (یعنی حضرت عیسیٰ) اور حضرت عائشہ ؓ نے یہ فرمایا کہ لا تقولوا لا نبی بعدہ تو ان تحریرات علماء کو یا حضرت عائشہ کے قول کو تمسک پکڑ کر اور کھینچ تان کر یہ معنی نکالنا کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اس لئے میں ہی وہ نبی ہوں جس کا وعدہ کیا گیا بالکل بعید از عقل ہے۔

نبی کا لفظ نباء سے مشتق ہے جس کے معنی خبر دینے کے ہیں یا نبو سے مشتق ہے جس کے معنی علو اور ارتفاع کے ہیں۔ چونکہ نبی کا مرتبہ دوسری مخلوقات سے ارفع اور اعلیٰ ہوتا ہے اس وجہ سے خدا ان کو معصوم پیدا کرتا ہے اور وہ خدا کے احکام کو جو ان کے پاس وحی کے ذریعہ سے مخلوق انسانی کی ہدایت کے لئے پہنچتے ہیں انسانوں تک پہنچا دیتے ہیں اور ان کی ضلالت سے نور ہدایت میں لاتے ہیں اور گمراہی سے راہ راست پر لاتے ہیں اور خدائے وحدہ لاشریک کی پرستش کی ہدایت کرتے اور بہشت و دوزخ کے حالات ظاہر کر کے امید وار مغفرت کرتے ہیں اور عذاب دوزخ سے ڈراتے ہیں اور بہشت کی نعمتوں کا حال سنا کر ان کو خوش خبری دیا کرتے ہیں، اسی لئے وہ نبی کے پاک اور اعلیٰ وارفع لقب سے اللہ کی طرف سے موسوم اور مشہور ہوتے ہیں اس زمانہ میں جب کہ ہمارے سرور انبیاء ﷺ کی بدولت ہم ان سب امور سے واقف ہیں اور وحدہ لا شریک لہ کی وحدانیت کے قائل اور دوزخ کے عذاب اور جنت کی راحتوں سے واقف ہیں اور اللہ تعالیٰ کا

کلام ہمارے ہاتھوں میں ہے جس کے بعد پھر ہدایت کے لئے اور کسی کلام ربانی کی ضرورت نہیں ہے اور اللہ کے حبیب پاک کے احکام اور اقوال ہماری آنکھوں کے سامنے ہیں تو پھر ہمارے پاس نبی کے آنے کی کیا ضرورت ہے۔

نبی کے لغوی معنوں کے لحاظ سے جیسا کہ اوپر بیان کیا گیا ہے کوئی خبر اللہ کے پاس سے بندوں تک پہنچانے کا کام خدا نے تفویض نہیں کیا تو وہ شخص نبی کہلانے کا مستحق ہی نہیں ہوسکتا نبی ظلی ہو یا تبع لفظ نبی تو ہر حالت میں مرزا غلام احمد قادیانی کے ساتھ منسوب ہے اور وہ لفظ نبی سے ملقب ہوتے ہیں اور جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا نبی تو اشرف الانسان ہے اور خدا کے بعد قوم کے پاس بس نبی ہی کا رتبہ ہے کیا یہ نہیں خیال ہوسکتا کہ دنیا کے تمام انسانوں پر فوقیت حاصل کرنے کیلئے مرزا قادیانی نے ایسا لقب اختیار کیا؟ ضرور ہوسکتا ہے کیونکہ ہم اپنے رسول اکرم ﷺ کی بدولت نور ہدایت میں ہیں اس غرض کیلئے اللہ کے احکام کی ہم لوگ پوری طرح تعمیل کریں ہمارے واسطے واعظ عالم کافی ہیں جس غرض کے لئے نبی ہوا کرتے ہیں ان اغراض میں سے کوئی غرض بھی اس وقت متعلق نہیں ہے البتہ جو لوگ ہنوز شرک اور بدعت میں مبتلاء ہیں ان کی ہدایت کے لئے قرآن کریم اور احادیث موجود ہیں اور علماء اور واعظ ان کو پند و نصیحت کر سکتے ہیں قرآن کی آیتوں کے متفق علیہ مسئلوں میں تاویلات اور دوراز کار تعبیرات اور بعید از قیاس تنازعات پیدا کر کے مسلمانوں میں تفرقہ ڈالنا کس قدر نامناسب امر ہے

اس کو میرے فاضل دوست خود سمجھ سکتے ہیں سچے ہم درد فدائی قوم کا کام یہ ہونا چاہیے کہ اس کو لوگ جاہل کا خطاب بھی دیں تو پرواہ نہ کریں اور قوم کی خدمت کیے جائیں اور غیر اقوام کو دین پاک کے احکام سمجھائے یہ کوئی عقل کی بات نہیں ہے کہ خود آپ نبی کہلوانے کی غرض سے مسلمانوں سے اختلاف کرے یہ ملک تو ہندوستان ہے مرزا قادیانی کی گزر گئی اگر مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ جا کر یا مصر و قسطنطنیہ تشریف لے جا کر ایسا ادعا فرماتے تو بہت جلد نتیجہ نکل آتا۔

قرآن کریم کی آیتوں کو لڑانے والے پہلے بھی ہوئے تھے اور اس زمانہ میں بھی وہی ہو رہا ہے۔ علماء جن آیات سے کچھ معنی لیتے ہیں مرزا قادیانی اس کے مقابل دوسری آیت لاتے ہیں اور اس کی وہ ایسی تعبیر کر

تے ہیں کہ جس کو علماء تسلیم نہیں کرتے حالانکہ آیتوں کو اس طرح لڑانے کی فکر نہ کرنی چاہیے۔قرآنی آیتوں کی ایک دوسرے سے تصدیق ہوتی ہے نہ کہ تکذیب کی جائے۔جمہور علماء کا اتفاق ہے کہ حضرت عیسی کو اللہ تعالی نے اٹھالیا اوراس کے متعلق صریح آیتیں ہیں لیکن قادیانی حضرات نے ان کے مقابل آیت و ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد لا کھڑی کردی گویا یہ آیتوں کو لڑانا ہے

ابن ماجہ کی حدیث سے ظاہر ہے کہ آنحضرتﷺ نے ایسا کرنے سے منع فرمایا

قال سمع النبی ﷺ قوماً یتدا رسون فی القرآن فقال انما هلك من كان قبلكم بهذا ضربوا كتاب الله بعضه ببعض وانما نزل كتاب الله يصدق بعضه بعضاً فلا تكذبوا بعضه ببعض فما علمتم منه فقولوا به وما جهلتم فوكلوه الى عالمه

یعنی رسول اکرمﷺ نے ایک قوم کی نسبت سنا کہ قرآن میں جھگڑا کرتے تھے فرمایا کہ تم سے پہلے جولوگ ہلاک ہوئے وہ اسی سے ہلاک ہوئے کہ خدا کی کتاب کے ایک حصہ کو دوسرے حصہ سے لڑایا خدا کی کتاب تو اس لئے اتری کہ بعض کی بعض سے تصدیق ہو۔پس بعض کی بعض سے تکذیب مت کرو اسمیں سے جو سمجھو تو کہو اور نہ جانو تو اس کو اسکے عالموں پر چھوڑ دو۔

علمائے اسلام ایک آیت کے اور معنی اور مطلب لیتے ہیں اور مرزا قادیانی دوسری آیت سے اس کی تردید کرتے ہیں یا اس کا مطلب کچھ اور لیتے ہیں اور ہر حال میں ان آیتوں سے جو علماء مطلب لیتے ہیں مرزا کو اختلاف ہے اور بعض حدیثوں کا موضوع لہ اپنے آپ کو قرار دیتے ہیں اس حدیث کے منشاء کے موافق مرزا قادیانی کو یہ کرنا چاہیے تھا کہ ان کا تصفیہ علماء وقت پر منحصر فرماتے ایک مثل ہے...

Doubt is sister of the unlawful.

شک جس چیز میں وہ حرام کی بہن ہے۔

consult in your affairs.

اپنے معاملات میں ان لوگوں سے مشورہ لو جو خداترس ہوں

جب کوئی انسان نہ سمجھ سکے یا کسی بات میں اس کو شک ہو تو غلبہ آراء پر عمل کرنا چاہیے عقل کا مقتضاء

بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ جس بات میں تنبیہ ہو اس کو علماء اور خدا ترس لوگوں کی رائے سے حل کرنا چاہیے اپنی مجرد رائے پر بھروسہ نہ کر لینا چاہیے ممکن ہے کہ اس کی رائے غلط ہو یہ امر صاف ہے کہ مرزا قادیانی کو اپنی رائے پر اس قدر بھروسہ کرنے کی کہ فلاں حدیث کا موضوع لہ میں ہوں کوئی وجہ نہیں ہو سکتی جب کہ کثرت رائے علماء کی ان کے خلاف تھی تو ہزار عقول انسانی پر اپنی ایک رائے کو ترجیح دینا اور من مانی ایک نئی نبوت کی بنیاد ڈال کر ایک جماعت میں تفرقہ ڈالنا ہرگز درست نہیں ہو سکتا اور طرح نبی بننے کی کوشش کرنے کی وجہ صرف یہی معلوم ہوتی ہے کہ نبی کا رتبہ سب انسانوں سے افضل اور اعلی ہوتا ہے لہذا مرزا غلام احمد نے عالم پر درجہ تفوق حاصل کرنے کے لئے دعوی کیا۔ چونکہ ان کا مقصود یہ ہے کہ ان احادیث کا مدلول میں ہوں جن کا ذکر اوپر ہو چکا ہے تو یہ سمجھا جائے گا کہ وہ اس معاملہ میں اہل غرض تھے اور صاحب غرض کی رائے صحیح نہیں ہوتی۔

اسی لئے یہ مثل مشہور ہے کہ اهل الغرض مجنون اہل غرض کو کبھی اپنی رائے پر عمل نہیں کرنا چاہیے۔

حدیث متذکرہ بالا کی رو سے اور انگریزی مقولہ کے لحاظ سے مرزا غلام احمد قادیانی کو عالموں کی رائے کے موافق عمل کرنا چاہیے تھا حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نے حجۃ اللہ البالغہ میں باب حقیقت النبوة و خواصها کے تحت ہادی اور پیشواؤں کا مضمون تحریر فرماتا اور ان کے اقسام حسب ذیل بتلائے ہیں

ا۔ جس کو عبادت کے ذریعہ سے تہذیب نفس کے علوم کا القاء اللہ تعالی کی طرف سے ہوتا ہے وہ کامل ہے۔

۲ جس کو اکثر عمدہ اخلاق اور تدبیر منزل کے علوم کا القاء ہوتا ہے وہ حکیم کہلاتا ہے۔

۳۔ جس کو امور سیاست کا القاء ہوتا ہے اور وہ اس کو عمل میں لاتا ہے وہ خلیفہ کہلاتا ہے

۴ جس کو ملاء اعلی سے تعلیم ہوتی ہے اور اس سے کرامات ظاہر ہوا کرتی ہیں مؤید بروح القدس کہلاتا ہے۔

۵ جس کی زبان اور دل میں نور ہوتا ہے اور اس کی نصیحت سے لوگ فائدہ اٹھاتے ہیں اس کے حواریوں اور مریدوں پر نور و سکینہ نازل ہوتا ہے وہ ہادی اور مزکی کہلاتا ہے۔

۶۔ جو قواعد ملت کا زیادہ جاننے والا ہوتا ہے وہ امام کہلاتا ہے

۸۔ جس کے دل میں کسی قوم پر آنے والی مصیبت کی خبر ڈال دی جاتی ہے جس کی وہ پیشین گوئی کرتا ہے یا قبر وحشر کے حالات کا اس پر انکشاف ہوتا ہے اور وہ اس کا وعظ لوگوں کو سناتا ہے وہ منذر کہلاتا ہے۔

۸۔ جب خدا تعالیٰ اپنی حکمت سے ملہموں میں سے کسی کو جو بڑا شخص ہو مبعوث کرتا ہے تاکہ لوگوں کو ظلمات سے نور میں لائے تو وہ نبی کہلاتا ہے۔

(اعلم ان أعلی طبقات الناس المفهمو ن ، و هم ناس اهل ا صطلاح ، ملكيتهم فی غاية العلو ، يمكن لهم ان ينبعثوا الی اقا مة نظا م مطلو ب بدا عية حقا نية ، و يتر شح عليهم من الملأ الاعلی علوم و ا هوال آلهية (كا لشوق و التجريداو غيرهما)

و من سيرة المفهم ان يكو ن معتدل المزاج سوی الخلق و الخلق ليس فيه خبابة (ای اضطرا ب و عدم استقلال) مفرطة بحسب ا لآراء الجز ئية ، و لا ذكاء مفر ط لايجذ به من الكلی الی الجز ئی ، و من الروح الی الشبح سبيلاً ، و لا غباوة مفر طة لايتخلص بها الی الكلی ، و من الشبح الی الروح

و يكو ن الزم الناس بالسنة الراشدةذا سمت حسن فی عبا دا ته ، ذا عدالة فی معا ملته مع الناس ، محباً للتد بير الكلی ، را غباً فی النفع العا م ، لا يؤذی ا حدا ا لا بالعر ض بأن يتو قف النفع العام عليه او يلا ز مه، لا يزا ل ما ئلاً الی عالم الغيب، يحس ا ثر ميله فی كلا مه و وجهه و شأنه كله ، ير ی انه مؤيد من الغيب، ينتفح له با د نی ريا ضة مالا ينفتح لغيره من القرب و السكينة

المفهمو ن علی ا صناف كثيرة و استعدا دات مختلفة

فمن كا ن ا كثر حاله ان يتلقی من الحق علو م تهذ يب النفس بالعبا دات فهوالكا مل

و من كا ن اكثر حاله تلقی ا لاخلاق الفا ضلة و علو م تد بير المنزل و نحو ذا لك فهو الحكيم

و من كا ن ا كثر حا له تلقی السياسيات الكلية ، ثم وفق لا قا مة العدل فی الناس و ذب الجو ر عنهم يسمی خليفة ، و من ألمت به الملأ ا لاعلی ، فعلمته و خا طبته ، و ترا ء ت له ، و ظهر ت انوا ع من كرا ما ته يسمی بالمؤيد برو ح القدس

ومن جعل منهم فی لسا نه و قلبه نور ، فنفع الناس بصحبته و مو عظته ، و انتقل منه الی حوا ريين من ا صحا به سكينة و نور ، فبلغوا بوا سطته مبالغ الكمال ، و كا ن حثيثاً (صفة من الحث ای حر يصاً مسرعاً) علی هدايتهم يسمی ها د يا مز كياً

و من كان اكثر علمه معرفة قواعد الملة و مصالحها ، و كان حثيثا علی اقا مة المندرس منها يسمی اماماً

و من نفث فی قلبه ان يخبر هم با لدا هية المقدرة عليهم فی الدنيا ، او تفطن بلعن الحق قو ماً ،فا خبر هم بذ لك ، أو جر د من نفسه فی بعض او قا ته ، فعرف ما سيكو ن فی القبر و الحشر ، فاخبر هم بتلك الاخبار يسمی منذراً۔

اذا اقتضت الحکمة ا لالهیة ان تبعث وا حداً من المفهمین فهو النبی

حجۃ اللہ البالغہ۔مع حواشی محمد سالم ہاشم دارالکتب العلمیہ بیروت طبع۲۰۰۱۔جلداول ص۱۶۰۔۶۱)

اگر مرزا غلام احمد قادیانی کو یہ منظور تھا کہ دنیا کے لوگوں پر فوقیت حاصل کریں تو بجز ادعائے نبوت کے اور کوئی دعوی کر سکتے تھے گو یہ تفرقہ نہ ڈالتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کہتا ہے کہ

بعض اکابر علماء اس عاجز کو معراج کا منکر بتلاتے ہیں لہذا میں اظھاراً للحق عام وخاص اور تمام بزرگوں کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ یہ الزام مجھ پر سراسر افتراء ہے۔،

اس سے ظاہر ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی معراج کے منکر نہیں ہیں۔معراج کے واقعات صحاح ستہ میں سے صرف سنن ابوداؤد میں نہیں باقی پانچوں میں ہیں تو ہم کو بھی لازم ہے کہ صحیح بخاری سے حدیثوں کو نقل کر کے یہ دریافت کریں کہ مرزا قادیانی واقعہ معراج کو تو مانتے ہیں اور خود صحیح بخاری کا حوالہ دیتے ہیں لیکن اسی حدیث بخاری شریف میں حضرت عیسی کے آسمان پر زندہ موجود ہونے کے واقعات درج ہیں تو ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ جب حضرت عیسی آسمان پر زندہ موجود ہیں اور رسول اکرم ﷺ سے شب معراج ملاقات ہوئی اور ان سے باتیں کیں تو پھر کیوں حضرت عیسی کا دنیا میں پھر آنا ناممکن سمجھا جاتا ہے درآنحالیکہ ان کے دنیا میں آنے کے متعلق حدیث موجود ہے جس کا ہم نے اوپر ذکر کیا ہے۔

صحاح کی ان حدیثوں کا خلاصہ جس سے عیسی کا آسمان پر موجود ہونا آنحضرت ﷺ سے گفتگو کرنا ثابت ہے حسب ذیل ہے

ثم مررت بعیسی فقال مرحبا بالنبی الصالح و الاخ الصالح قلت من هذا قال هذا عیسی (صحیح بخاری ص۴۷۱)

(پھر میں عیسی کے پاس گیا تو انہوں نے کہا اے نبی صالح اور اے برادر صالح۔میں نے پوچھا یہ کون ہیں جبریل نے کہا یہ عیسی ہیں)۔

و رأیت عیسی فاذا هو رجل ربعة احمر کانما خرج من دیماس

میں نے عیسی کو دیکھا اور وہ میانہ قد سرخ رنگ تھے گویا ابھی حمام سے نہا دھو کر نکلے ہیں (صحیح بخاری۔ص۴۸۹)

(و لقيت عيسى فنعته النبى ﷺ فقال : ربعة احمر كانما خرج من ديماس

(صحيح بخارى : ٣٤٣٧)

صحیح بخاری اور صحیح مسلم کی متفقہ حدیث ہے

و انما ازار نزوله من السماء بعد الرفع اليه پھر حضرت عیسی کے نزول میں کیا شک باقی ہے جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی کو حسب قول ان کے صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ صحاح کی حدیثوں پر اعتقاد ہے تو ان کو حضرت عیسی بن مریم کا نزول ماننا لازم ہو جاتا ہے۔

صحیح مسلم کی حدیثیں جو حضرت عیسی کے نزول کے متعلق ہیں میں اس سے پہلے لکھ چکا ہوں۔

کن پر ایمان لانا ضرور ہے

اور کیا ارسل رسول بالھدی کے مصداق مرزا قادیانی ہو سکتے ہیں؟

میرے سوال نمبر ٦ کے جواب میں میرے فاضل دوست نے آیت ھو الذی ارسل رسوله بالھدی کے حوالہ سے مجھے یہ جواب دیا ہے کہ نبی اور رسول مترادف الفاظ ہیں اور چونکہ مسیح موعود کے لئے آیت مذکور میں لفظ رسول استعمال ہوا ہے اس لئے وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو بھی رسول کہہ سکتے ہیں۔

اللہ اکبر! اس خوش اعتقادی کی انتہاء نہیں ہے۔ پہلے تو جواب بالا میں مسیح موعود سے کیا مراد ہے؟ یہی بحث امر طلب ہے۔ اور میں اس سے پہلے ثابت کر چکا ہوں کہ قرآن شریف یا حدیث منیف میں جہاں کہیں لفظ عیسی یا مسیح کا آیا ہے اس سے عیسی ابن مریم مراد ہیں اور مرزا غلام احمد قادیانی نے کھینچ تان کر اس کا مدلول اپنے آپ کو قرار دے لیا ہے۔

ہم اس بحث کو تھوڑی دیر کے لئے ایک طرف رکھ کر سوال کرتے ہیں کہ کیا قرآن شریف میں (سوائے حضرت اسماعیل) کے کسی ایسے نبی کی نسبت رسول کا لفظ استعمال ہوا فرمایا گیا ہے جو صاحب کتاب وشریعت نہیں ہے۔ البتہ رسول کی نسبت نبی کا لفظ متعدد مقامات پر خدا تعالی نے ارشاد فرمایا ہے مگر اس کے برعکس نہیں۔ یعنی جس پر اللہ تعالی نے کتاب نازل نہیں فرمائی وہ رسول کے لفظ سے مخاطب نہیں کئے گئے جیسے سورہ مریم (آیت ۵۱) میں خدا تعالی نے فرمایا ہے

و ا ذ کر فی الکتا ب موسی انه کان مخلصاً و کان رسو لاً نبیاً

اور دوسری آیت

و اذ کر فی الکتا ب ادریس انه کان صد یقا نبیا (مریم : ۵۴)

اہل شریعت نبی کی نسبت تو اللہ ن تعالی ے رسول کا لفظ استعمال فرمایا ہے لیکن جو نبی صاحب شریعت نہیں تھے ان کی نسبت رسول کا لفظ قرآن شریف میں استعمال نہیں ہوا ہے۔ آیت محولہ مولوی عبد العلی صاحب میں جو رسو لہ بالھدی کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں ان کو وہ مسیح موعود سے منسوب کرتے ہیں تو مرزا غلام احمد ہینگ لگے نہ پھٹکڑی بہت آسانی سے رسول ہو جاتے ہیں اس واسطے کہ نبی کا دعوی تو وہ اس بنا پر کر چکے تھے کہ وہ مسیح موعود ہیں اور چونکہ مسیح کی نسبت بموجب ارشاد اللہ تعالی کے قرآن میں رسول اور نبی دونوں الفاظ استعمال ہوئے ہیں اس لئے حضرت مرزا قادیانی رسول ہیں۔ کیا خوب ایں گلے دیگر شگفت

میں نے عقائد احمدیہ میں کسی مقام پر ایسی عبارت نہیں دیکھی کہ مرزا قادیانی نے صاف دعوی رسول ہونے کا کیا ہو، لیکن بقول پیراں نمی پرند و مریدان می پرانند مریدوں نے ان کو رسول بھی بنا دیا۔ اور جو عبارت خاص دین محمدی کی شان میں تھی اس کو حذف کر کے صرف ایک ٹکڑا قرآن کا ھو الذی ارسل رسو لہ بالھدی (فتح:۲۸) کو مرزا غلام احمد قادیانی سے چسپاں کر دیا اور باقی عبارت جو اسی سے ملحق ہے یعنی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ (اور سچا دین تا کہ اس کو اوپر کریں ہر دین کے)، مریدان مرزا غلام احمد قادیانی نے حذف فرما دی۔

اللہ تعالی نے شائد مرزا قادیانی کو الہام کے ذریعہ سے یہ حکم خاص یا ایسی اجازت دے دی کہ قرآن کریم کی آیت سے جس جزو کو چاہیں اپنے پسند اور مرضی سے اپنے آپ سے منسوب فرما لیں اور جس جزو کو چاہیں حذف فرما دیں۔ اور شائد اسی قسم کا الہام مریدان حضرت موصوف کو بھی ہوا ہے ورنہ ہمارے خیال میں تو قرآن شریف کی پوری آیت سے مطلب اخذ کرنا چاہیے تھا اگر پوری آیت سے مطلب لیا جائے جو یہ ہے

ھو الذی ارسل رسو لہ بالھدی و دین الحق لیظھرہ علی الدین کلہ

اور جسکے معنی یہ ہیں کہ، اسی نے بھیجا اپنا رسول ہدایت کے ساتھ اور دین سچا تا کہ اس کو غالب کرے ہر دین پر۔

اب اس آیت کو پڑھنے کے بعد کیا دنیا میں کوئی ایسا مسلمان ہے کہ کہہ سکے کہ آیت کے جزو ل اول کے مدلول مرزا غلام احمد قادیانی ہیں؟

اگر جزو اول کے مدلول مرزا مرزا قادیانی ہیں تو جزو دوم کے مصداق کون قرار پائیں گے؟ کیا مرزا قادیانی کا کوئی ایسا دین تھا جس کی نسبت اللہ تعالی نے فرمایا کہ اس کو غالب کردے ہر دین پر؟ افسوس بلکہ ہزار افسوس اور بے انتہاء افسوس ہے کہ ایسی صاف آیات کا جو روز روشن کی طرح منور ہیں کس بری طرح سے مطلب اخذ کیا جاتا ہے اور آیت مذکورہ کے درمیان جو واؤ عطف ہے اس کا بھی لحاظ نہیں کیا جاتا اور صرف جزو اول کو مسیح موعود سے منسوب کر کے اس کا فائدہ مرزا قادیانی کو دینے کی کوشش کی جارہی ہے۔

اگر جزو اول آیت مذکور کا مسیح موعود کے متعلق ہے تو جزو دوم کے لحاظ سے حضرات قادیانیوں کو یہ بتلانا چاہیے کہ کیا مسیح موعود کا کوئی ایسا نیا دین ہے جو تمام دینوں پر غالب آئے گا؟ اور خصوصاً جب کہ ان کے نبی مرزا قادیانی نے یہ فرمادیا ہے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

مرزا غلام احمد قادیانی نے تو بظاہر صاف کہہ دیا ہے کہ میں رسول نہیں لیکن خفیہ اور در پردہ اپنے مریدوں کو یہ کہہ گئے ہوں کہ میں رسول ہوں اور ظاہرا میں نے ایسا لکھ دیا ہے تو اور بات ہے ورنہ ان کے مریدوں سے تو بعید معلوم ہوتا ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو رسول کہتے اور جو آیت خاص شان محمدی میں نازل ہوئی ہے اور جس سے دین محمدی کی فضیلت کا اظہار اللہ نے کیا ہے اس آیت کو مرزا غلام احمد قادیانی پر چسپاں کر دیتے۔

معلوم نہیں کہ ایسی صاف آیتوں کو بھی کھینچ تان کر نئے نبی سے متعلق کرنے کی جرأت کیوں کر کی جاتی ہے اور لفظ نبی اور رسول کو اپنے نبی کی حدیث من نیستم رسول و نیا وردہ ام کتاب کے خلاف کیسے مترادف قرار دیتے ہیں۔ مرزا قادیانی بھی رسول اسی کو سمجھتے ہیں جو صاحب کتاب و شریعت ہو۔ قادیانی حضرات کے نبی کے دعووں میں جو اجتماع نقیضین ہے اس کو میں آگے چل کر بیان کروں گا لیکن اس موقع پر بھی مجھے ایک بات بتلانے کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ میرے لائق دوست نے جواب نمبر ۶ میں جو بیان کیا ہے کہ مرزا غلام

احمد قادیانی نے اس امر کی صراحت کر دی ہے کہ میں صاحب شریعت نبی نہیں ہوں بلکہ شریعت محمدی کا ظلی نبی ہوں جیسا کہ حضرت موسیٰ سے حضرت عیسیٰ تک صدہا متبع نبی موسوی شریعت کے تابع گذرے۔ تو پھر وہ رسول کیسے ہو گئے۔

اس بیان سے ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کو ان نبیوں کا مماثل سمجھا گیا جو تابع شریعت موسوی گزرے۔ مجھے اس بیان سے سخت تعجب ہے کہ خود مرزا قادیانی تو اپنے آپ کو ظلی نبی کہتے ہیں مگر ان کے مرید ان کو رسول قرار دیتے ہیں وہ انبیاء جو تابع شریعت موسوی تھے ظلی نبی نہ تھے اور نہ ان کی نبوت ظلی نبوت تھی بلکہ وہ ایسے انبیاء تھے جن کا ذکر خدا نے قرآن کریم میں فرمایا ہے۔ اگر بقول قادیانی حضرات کے مرزا غلام احمد قادیانی ظلی نبی تھے تو ان انبیاء کے مماثل کیسے ہو سکتے ہیں۔

اس موقع پر یہ بحث غور طلب ہو جاتی ہے کہ جو انبیاء شریعت موسوی کے تابع تھے ان پر ایمان لانا ہم لوگوں پر فرض ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ بقرہ میں

قو لوا آ منا با لله کے بعد

و ما او تی النبیو ن من ر بهم (البقرہ: ۱۳۶)

ارشاد فرمایا ہے۔ اگر بقول میرے دوست کے مرزا قادیانی ویسے ہی نبی ہوتے جیسے انبیاء تابع شریعت موسیٰ گزرے تھے تو کیا خداوند کریم ایسے نبی پر ایمان لانے کا حکم نہ دیتا؟

یہ بات سمجھ میں نہیں آتی کہ انبیاء موسوی شریعت کے تابع تھے ان پر ایمان لانے کا حکم تو خدا نے دیا اور جو نبی یا انبیاء تابع شریعت محمدی ہوتے ان پر ایمان لانے کا حکم نہ دیتا۔

یہ بات تو بالکل سمجھ میں نہیں آتی کہ بقول میرے دوست اگر مرزا قادیانی ہی کی شان میں آیت هو الذی ارسل رسو له بالهدی نازل ہوتی تو مرزا قادیانی ہی اس آیت کے مصداق ہوتے تو کیا قرآن میں صاف طور پر ایسے رسول کا ذکر نہ ہوتا ان انبیاء پر ایمان لانے کا حکم دنیا جو تابع شریعت موسوی تھے اور ایسے نبی پر ایمان لانے کا ذکر قرآن میں نہ ہونا جس کی شان میں رسول کا لفظ بھی ارشاد ہوا ہو بہت ہی تعجب خیز امر ہے جب کہ مرزا قادیانی پر آنے والے موعود کی تمام تعریفات ہیں اور ان کو خود رسول کریم ﷺ نے بھی چار جگہ حد

یث میں بقول ان کے بلفظ نبی یاد فرمایا ہے تو وہ خاصے مستقل نبی ہوئے ظلی اور غیر ظلی کی صورت میں معرض بحث میں لانا فضول ہے اور پھر مرزا قادیانی کے مریدوں کا یہ استدلال کہ ابن ماجہ کی حدیث لا مھــدی الا عیسی کی رو سے مرزا قادیانی ہی موعود قرار پاتے ہیں تو پھر اعتراضات کے لئے ظلی نبوت کی ٹٹی کی آڑ کیوں ڈھونڈی جاتی ہے۔ ..طور پر نبی ہونے کا دعوی کر دیا جاتا۔ چلو چھٹی مل جاتی ۔یہ نوٹ انگریزی ہے جو سمجھ نہیں آتی کیوں تیار کیا ہے

میں پہلے بھی لکھ چکا ہوں کہ بقول ان کے اگر مہدی کوئی جدا نہیں مرزا غلام احمد قادیانی ہی مہدی ہیں تو عیسی بن مریم مہدی قرار پائیں گے۔

مرزا غلام احمد قادیانی ابن مریم نہیں اس لئے ابن ماجہ کی حدیث سے بھی ان کا استدلال صحیح۔ حضرت سید محمد مہدی، نہیں حدیث کے الفاظ لا مھدی ا لا عیسی ابن مر یم سے ان کے آنے کی نفی نہیں ہوتی بلکہ اس سے مطلب یہ ہے کہ ہدایت کرنے والا جیسے کہ حضرت عیسی ہوں گے دوسرا اس وقت میں کوئی نہیں ہو گا۔ عیسی کی خدمات کا توصیفی ذکر کیا گیا ہے جو حدیث کی رو سے بیان کی گئی۔ مرزائی حضرات کے استدلال کے بموجب جب بھی حضرت عیسی ہی مہدی ہیں لا مھدی ا لا عیسی بـن مر یم یعنی مہدی کوئی دوسرا نہیں عیسی بن مریم کے بیٹے ہی مہدی ہیں۔ پس اس استدلال سے مہدی حضرت عیسی علیہ السلام قرار پاتے ہیں مرزا قادیانی تو اس حدیث کی رو سے مسیح یا مہدی موعود نہیں قرار پا سکتے۔ دنیا میں لوگ جس طرح نام رکھ لیتے ہیں کام اور خدمات کے لحاظ سے اپنے آپ کو خطاب دے لیتے ہیں خادم قوم وغیرہ، اسی طرح کا ایک نام مرزا غلام احمد قادیانی نے بھی ظلی نبی رکھ لیا زعم باطل میں انہوں نے محض اس وجہ سے کہ پادریوں سے مناظرہ کئے مباحثہ کئے ظلی نبی کا تمغہ زیب گلو فرما لیا تو ضرورت ہوئی کہ اعتراضات سے اپنے آپ کو بچائیں تو کھینچ تان کر حدیثوں سے اپنے مفید مطلب نکالے اور دین میں تفرقہ ڈال کر ایک علیحدہ فرقہ قائم فرما لیا۔ اس سے کیا وہ ان نبیوں کے مماثل ہو جائیں گے جن کا ذکر خود اللہ تعالی نے فرمایا ہے؟ ہرگز نہیں ۔۔ اللہ تعالی نے ارشاد فرمایا

قولوا آمنا بالله و اما انزل الینا و ما انزل الی ابراهیم و اسماعیل واسحاق و یعقوب و الاسباط و ما اوتی موسی و عیسی و ما اوتی النبیون من ربھم لا نفرق بین احد منھم و نحن له مسلمون (البقرة: ١٣٦)

(تم کہو ہم اللہ پر اور جو ہم پر اترا (قرآن) اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور ان کی اولاد پر اترا اور جو موسیٰ اور عیسیٰ اور دوسرے پیغمبروں کو اپنے پروردگار اور ان کی اولاد سے ملا سب پر ایمان لائے ہم ان میں سے کسی ایک میں بھی فرق نہیں کرتے اور ہم اس کے تابعدار ہیں)

اس آیت کو ملاحظہ فرمائیں اللہ تعالیٰ کا ہم کو حکم ہے کہ ہم تمام نبیاء پر جو آنحضرتﷺ سے پہلے گذرے ہیں ایمان لائیں اور ان میں فرق نہ کریں۔ اگر ہم ان انبیاء پر ایمان نہ لائیں تو ہم مسلمان نہیں رہتے ۔جن نبیوں پر ایمان لانا فرض ہے ان کی نسبت صاف ارشاد اللہ تعالیٰ کا ہے اور اگر اللہ تعالیٰ کو یہ منظور ہوتا کہ آنحضرتﷺ کے بعد نبی یا انبیاء پیدا ہوں خواہ ظلی ہوں یا غیر ظلی جن پر ایمان لانا فرض ہوتا، تو اللہ صاف ارشاد فرما دیتا جیسا کہ ان نبیوں پر ایمان لانے کا صاف حکم دیا ہے جو آنحضرتﷺ کے پہلے گزر چکے ہیں۔

گزرے ہوئے نبیوں پر ایمان لانے کا حکم دینا اور آنے والے نبی پر ایمان لانے کا حکم نہ دینا، دلیل اس بات کی ہے کہ آئندہ کوئی نبی نہیں آئے گا اور آنحضرتﷺ خاتم النبیین ہیں اور آنحضرتﷺ کے بعد کوئی ظلی نبی نہیں اعتراضات سے بچنے کے لئے جو ایک لفظ ظلی تراش کر ظلی نبی بننے کی کوشش کی گئی ہے اس کی تردید خود اس آیت سے ہو جاتی ہے۔

اور میرے دوست کا یہ بیان کہ ھو الذی ارسل رسول بالھدی مسیح موعود سے متعلق ہے اور مفسرین کا بھی یہی قول ہے، صحیح نہیں ہے

میں نے اوپر تفصیل سے بتلا دیا ہے کہ دین محمدی کی فضیلت اس آیت سے ثابت ہوتی ہے لفظ ارسل بصیغہ ماضی پر مستعمل ہوا ہے اس سے ثابت ہے کہ جو دین بروقت نازل ہونے اس آیت کے موجود تھا یعنی دین محمدی اس کی فضیلت ظاہر فرمائی گئی ہے ارسل رسوله بالھدی سے صاف آنحضرتﷺ کی طرف اشارہ ہے تا کہ ان کے دین کو غالب کرے ہر دین پر البتہ بعض کا خیال ہے کہ چونکہ حضرت عیسیٰ قیامت سے پہلے نازل

ہوں گے اوراس وقت دین محمدی سب ادیان پر غالب آئے گا اور چونکہ اس زمانہ میں دین محمدی سب دینوں پر غالب نہیں ہے اور حضرت عیسی کے نازل ہونے کے بعد صرف ایک ہی دین محمدی ہو جائے گا اس لئے بعض خیال کرتے ہیں کہ ارسل رسو له بالهدی سے حضرت عیسی مراد ہیں

لیکن میں اس بحث کو صحیح نہیں سمجھتا اگر یہی مطلب اور منشاء آیت کا ہوتا تو لفظ یرسل بصیغہ مستقبل ارشاد فرمایا جاتا یعنی بھیجے گا رسول اس کا واسطے ہدایت کے جب کہ اللہ نے ارسل صاف بصیغہ ماضی ارشاد فرمایا ہے اور اس کے ساتھ ہی یہ الفاظ ہیں محمد رسول الله و الذین معه تو اس سے اس خیال کی بخوبی تردید ہو جاتی ہے کہ ارسل رسو له سے مراد حضرت عیسی ہیں۔ سورہ توبہ میں بھی ارسل رسو له بالهدی ہے ۔لیکن حضرات قادیانیوں کا بعض اقوال سے مدد لے کر یہ نتیجہ نکالنا کہ چونکہ ارسل رسو له بالهدی حضرت عیسی سے متعلق ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی چونکہ مثیل مسیح ہیں اور عیسی تو اس دنیا میں مر گئے اور اب وہ آنے والے نہیں ہیں لہذا اس آیت کے مصداق مرزا قادیانی ہی ہیں محض خیالی پلاؤ پکانا ہے۔

میں اوپر تفصیل سے بحث عرض کر چکا ہوں کہ حضرت عیسی نازل ضرور ہوں گے اور بے شک اس وقت دین محمدی سب دینوں پر غالب آئے گا ،لیکن یہ خیال کرنا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اس کے مصداق ہیں محض غلط ہے۔ اگر فرض کیا جائے کہ حضرت عیسی اس آیت کے مصداق ہیں تو اس سے مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ مرزا قادیانی تو اپنے آپ کو ظلی نبی کہتے ہیں اور مثیل مسیح کہتے ہیں مثل کبھی اصل نہیں ہو سکتا اگر آیت مذکورہ بالا حضرت عیسی سے متعلق ہے تو مرزا قادیانی کے مرید مرزا غلام احمد قادیانی کو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتے اور نہ ان کو مسیح بنا سکتے ہیں

لیکن یہ عجیب اور بالکل نرالہ ڈھنگ مرزا غلام احمد قادیانی نے اختیار کیا ہے کہ ظلی نبی کے خطاب سے اپنے آپ کو منسوب کر کے ان آیات اور حدیثوں سے اپنے حق میں فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں جو حضرت عیسی کے متعلق ہیں۔ انصاف سے ملاحظہ فرمائیں کبھی آنحضرت ﷺ کے امتی ہونے کا دعوی کیا گیا ہے اور کبھی ظلی نبی ہونے کا دعوی کیا گیا ہے اور کہیں رسول ہونے سے انکار ہے اگر بقول ہمارے دوست کے آیت ھو الذی ارسل رسو له کے بموجب مرزا غلام احمد قادیانی رسول ہیں تو پھر ظلی نبوت کا دعوی کیوں ہے؟ صاف دعوی نبوت

اور رسالت کا کر دیا جاتا کہ آیت شریفہ میری شان میں ہے اور میں نبی اور رسول ہوں صرف اعتراضات سے بچنے کے لئے کونہ کونہ چھپنے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے۔

کبھی آیت سے کبھی کسی بزرگ کے قول سے مدد لے کر نبی بننے کی کوشش کیوں کی جاتی ہے۔ صاف طور پر رسول بن بیٹھتے۔ وہ کبھی کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی نبی نیا ہو یا پرانا (عقائد احمدیہ ص ۱۹) اور کبھی دبے لفظوں میں رسالت کا دعوی ہے۔ (ص ۶ کتاب مذکور)۔ جس طرح کوئی شخص بے ملک اور رعیت کے بادشاہ ہونے کا دعوی کرے مرزا غلام احمد قادیانی بغیر کسی شریعت اور صحیفہ الٰہی کے اور حکم خدا اور رسول کے دعوی رسالت کا فرماتے ہیں مگر دبے ہوئے الفاظ میں بھلا ایسی کاٹھ کی ہانڈی کہیں چولھے پر چڑھ سکتی ہے؟

مجھے تو مرزا غلام احمد کی اختلاف بیانیوں پر ہنسی آتی ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ پر نبوت کے ختم ہونے کے کبھی قائل ہیں ان الفاظ میں کہ، میں ختم نبوت کا قائل ہوں اور جو شخص ختم نبوت کا منکر ہو اس کو میں بے دین سمجھتا ہوں (عقائد احمدیہ۔ ص ۱۵)

اور کبھی یہ فرماتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی اور اگر نبوت ختم ہو جاتی تو حضرت عائشہ لا نبی بعدہ کہنے سے منع نہ فرماتیں اور اس کی تائید میں مذکورہ بالا اقوال پیش کئے ہیں اور حجت کرتے ہیں کہ نبوت ختم نہیں ہوئی

(عقائد احمدیہ ص ۱۹)

اور کبھی فرماتے ہیں، آنحضرت ﷺ پر وحی ختم ہو گئی ملاحظہ ہو صفحہ ۱۹ کتاب مذکور اور کبھی کہتے ہیں کہ صدہا مرتبہ مجھ پر وحی ہوئی (ص ۷) اور کبھی کہتے ہیں کہ وحی نہیں بلکہ مجھے الہام ہوتا ہے

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب

ہاں ملہم استم و ز خداوند منذرم

درثمین فارسی ص ۸۹ کتاب مذکور ص ۲۔

کبھی تو وہ یہ کہتے ہیں کہ میں ظلی نبی ہوں اور تابع شریعت محمدی ہوں اور اس بنا پر صرف نبوت کا دعوی کرتے ہیں (عقائد احمدیہ۔ ص ۶، ۷)

اور کبھی صاف فرماتے ہیں کہ میں رسول ہوں اور رسالت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی (ص ۲،۱۹)

برخلاف اس کے کبھی رسالت کا بھی دعوی کرتے ہیں کہ خدا نے نبوت اور رسالت کا لفظ اپنی وحی میں میری نسبت صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے۔،یعنی وحی کے ذریعہ سے مرزا کی نسبت رسالت کا لفظ بھی صدہا مرتبہ استعمال کیا ہے (ص ۶ سطر آخر)

کتاب مذکور میں صاف لکھا ہے کہ من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب۔اس کے خلاف یہ کہنا کہ وحی میں خدا نے میری نسبت رسالت کا لفظ استعمال کیا ہے اجتماع ضدین ہے کیا کوئی صحیح العقل ایسی متضاد باتیں کرسکتا ہے؟

کبھی فرماتے ہیں کہ یہ ضروری تھا کہ دنیا ختم نہ ہو جب تک کہ محمدی سلسلہ کے لئے ایک مسیح روحانی رنگ کا نہ دیا جاتا اللہ تعالی فرماتا

منیبین الیه و اتقوه و اقیموا الصلوة و لا تکو نوا من المشرکین ۔ من الذین فر قوا دینهم و کا نوا شیعا کل حز ب بما لدیهم فر حو ن (روم: ۳۱-۳۲)

(یعنی اسی کی طرف رجوع رہو اور اس سے ڈرتے رہو ان لوگوں میں جنہوں نے اپنے دین میں تفرقہ ڈالا کئی گروہ ہوگئے اور ہر گروہ اپنے اعتقاد پر پھولا ہوا ہے)۔

پہلی آیت میں خدا نے لفظ مشر کین فرمانے کے بعد ایسے لوگوں کی نسبت ارشاد فرمایا ہے جو دین میں تفرقہ ڈالتے ہیں جو شرک بالنبوۃ کے متعلق خدا نے ارشاد فرمایا ہے اور اس آیت میں لفظ مشر کین مطلق ہے ذات باری تعالی کے ساتھ شرک کیا جائے یا نبوت میں اس پر لفظ مشرک صادق آئے گا کیونکہ شرک کے اقسام ہیں منجملہ ان کے شرک بالنبوۃ بھی ہے جو شخص شرک بالنبوت کا مرتکب ہو کر اپنے دین میں تفرقہ ڈالے اور گروہ علیحدہ کرے اس کی نسبت ارشاد خدا ہے کہ وہ شخص اپنے اعتقاد پر پھولا ہوا ہے لفظ فر حو ن صاف بتلا رہا کہ اپنے اعتقاد کو سچا اور پکا سمجھ کر غرور سے پھولنا اور اپنے دین میں تفرقہ ڈال کر اپنا گروہ علیحدہ کر لینا اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف کرنا ہے۔

اللہ تعالی تو یہ فرماتا ہے منیبین الیه و اتقوه اللہ سے رجوع رہو اور اس سے ڈرتے رہو اور دین میں تفرقہ نہ ڈالو اور اپنے اعتقاد پر ہرگز مت پھولو اور مشرک مت بن جاؤ جو لوگ شرک بالنبوت کے مرتکب ہو کر اپنے

گروہ علیحدہ کر کے پھول رہے ہیں وہ خدا کے پاس ضرور جوابدہ ہوں گے اللہ تعالی کا ارشاد ہے کہ

فليضحكوا قليلاً و ليبكوا كثيرا جزاء بما كانوا يكسبون (التوبة:۸۲)

ہنس لیں تھوڑا (دنیا میں) اور بہت روئیں گے (آخرت میں) ان کاموں کے عوض جو (دنیا میں) کرتے رہے

اس سے ظاہر ہے کہ لوگ دنیا میں اپنے کئے پر خوش ہوتے ہیں اور ہنستے ہیں لیکن عاقبت میں ان کو بہت رونا پڑے گا جن لوگوں نے اللہ اور رسول کریم ﷺ کے احکام کے مان لینے سے انکار کیا ان کے حق میں یہ آیت شریفہ نازل ہوئی

لا تصل على احد منهم مات ابدا و لا تقم على قبره انهم كفروا بالله و ما توا و هم فاسقون (توبہ:۸۴) ان میں سے کوئی مرجائے تو اس کے جنازہ کی نماز نہ پڑھو اور نہ اس کی قبر پر کھڑا ہو کیونکہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے (احکام) کو ماننے سے انکار کیا

اللہ تعالی کے صاف صریح احکام سے جو موجود ہیں اگر انکار کیا جائے تو ہم نہیں سمجھ سکتے کہ وہ لوگ اللہ کے پاس کس طرح جواب دہی کر سکیں گے غالباً بعض حضرات اس آیت کے شان نزول کے اعتبار سے یہ اعتراض کریں گے کہ میں نے بے موقع اس آیت کا حوالہ دیا لیکن واضح رہے کہ بے شک یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ بعض مسلمانوں نے آنحضرت ﷺ کے حکم کے موافق جہاد پر جانے کی تیاری نہیں کی تھی لیکن الفاظ انهم كفروا سے اعتراض مذکور کا جواب مل سکتا ہے خدا نے خود جواب دے دیا ہے اور اعتراض کی گنجائش ہی باقی نہیں رکھی ان مردوں کی جنازہ کی نماز پڑھنے سے امتناع ہو گیا جنہوں نے اپنی زندگی میں خدا اور رسول کے احکام کی تعمیل سے انکار کر دیا یعنی وہ لوگ جو بہانہ کر کے بیٹھ گئے تھے اور جہاد میں نہیں گئے ان کی یہ حرکت اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے احکام کے نہ ماننے کے مماثل سمجھی گئی

میرے خیال میں وہ لوگ جو اللہ اور رسول ﷺ کے صاف اور صریح احکام کے خلاف حیلہ اور بہانہ کرتے ہیں اور خواہ مخواہ دلائل لا کر صاف احکام کی تعمیل نہیں کرتے گویا وہ اللہ اور اس کے رسول کے احکام ماننے سے انکار کرتے ہیں انهم كفروا عام طور سے ارشاد ہوا ہے جو کوئی بھی کسی وقت دین کے کسی معاملہ میں اللہ اور رسول کے ارشاد کے خلاف حیلے بہانے ڈھونڈیں گے وہ اس آیت کی رو سے انهم كفروا کا

مصداق ہوں گے اگر اللہ تعالی کا مقصود یہ ہوتا کہ اس آیت کو خاص ان ہی اشخاص تک محدود رکھا جائے جنہوں نے جہاد پر جانے سے حیلہ حوالہ کر کے اپنے آپ کو بچایا تو عام طور پر انھم کفروا ارشاد نہ ہوتا بلکہ اس ارشاد سے مقصود اللہ تعالی کا یہ معلوم ہوتا ہے کہ ایک خاص واقعہ کا ذکر کر کے عام طور سے یہ حکم دیا گیا کہ جو کوئی اللہ اور رسول کے حکم کی تعمیل سے حیلہ ڈھونڈ کر انکار کرے وہ اس آیت کا مصداق ہوگا

انگریزی مثل ہے

inquiries lead to separation.

یعنی ہر کام میں کھوج کرنے کا نتیجہ تفرقہ ہے۔ جو کام معین اور اس پر ایک گروہ عام کا اتفاق ہے، اس میں سے نئی باتیں نکالنا گویا تفرقہ ڈالنا ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے دنیا بھر کے مسلمانوں کے متفق علیہ مسئلہ کے خلاف ایسی باتیں نکالیں کہ جس کی وجہ سے مسلمانوں میں یہ تفرقہ پڑا کہ ایک گروہ علیحدہ ہوگیا۔ اور اس گروہ کے سمجھانے کے لئے طے شدہ مسائل کو پھر اعادہ کرنے کی ضرورت پڑی اور انگریزی کی اس مثل کے بموجب

He who talks which does not concern him will hear somethng not pleasing him.

جو شخص ایسی بات کرے کہ اس سے اس بات کا تعلق نہ ہو تو اس کو جواب بھی ایسا سننا ضرور ہے جس کے سننے سے وہ خوش نہیں ہوسکتا۔

دوسرے لوگوں کو تردید لکھنے کی ضرورت پڑی اور جب تردید لکھی گئی تو سن کر ضدی لوگ خوش نہ ہوں کیونکہ حق بات ضدی آدمی کو تلخ معلوم ہوا کرتی ہے مگر اللہ تعالی کے اس ارشاد کو تو یاد رکھنا چاہیے کہ

لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحھا (الاعراف:٥٦)

زمین میں فساد مت ڈالو، بعد اس کے کہ اس کی اصلاح ہوگئی ہے۔

اللہ تعالی کا تو یہ حکم ہے اور مرزا غلام احمد قادیانی نے دنیا میں فساد پھیلانے کی کوشش کی جب کہ دنیا میں اصلاح ہوگئی تھی اور مسلمان امن سے گزر کر رہے تھے نہ معلوم خدا کو مرزا غلام احمد قادیانی کیا جواب دیں گے جو اللہ تعالی کے صریح احکام کے خلاف اور رسول اکرم ﷺ کے ارشاد کے خلاف فساد پھیلایا گیا۔

قادیانیوں کا ایمان اوران کا کلمہ اب کیا ہوسکتا ہے

اب ایک اورامر جو بہت غور طلب ہے وہ یہ ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کے خلیفہ مرزا محمود احمد قادیانی نے جوالفاظ بیعت کے طبع کرائے ہیں اس میں لکھا ہے ملاحظہ فرمائیں صفحہ ۲۵ عقائد احمدیہ۔ ،

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔

پہلے تو مجھے یہ اعتراض ہے کہ بشیرالدین کو خلیفہ کا خطاب دے کر ایک علیحدہ خلافت قائم کی گئی ہے دوسرے مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان لانا فرض کیا گیا ہے اور جو شخص مرزا قادیانی پر ایمان نہ لائے وہ اس جماعت احمدیہ میں شریک نہیں ہوسکتا۔ وہ شخص اس قابل نہیں رہتا کہ اس کے پیچھے نماز جائز ہو گویا مسلمان نہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائے۔

میرے فاضل دوست (مولوی عبدالعلی وکیل) نے میرے سول نمبر ۸ کا جو جواب دیا ہے، اس میں صاف لکھا ہے کہ مسیح موعود نبی اللہ اور نبی کا منکر کافر ہوتا ہے۔

اس جواب سے تو دنیا بھر کے چالیس کروڑ مسلمان سب کافر ٹھہر سکتے ہیں اور صرف پکے اور سچے یہی چٹکی بھر مسلمان ہیں جو مرزا غلام احمد پر ایمان لا چکے ہیں۔

یا اللہ یہ کیا غضب ہے کہ افغانستان، بلوچستان، ترکستان، عربستان، ایران، توران، بلخ، بخاری، روم، شام، مصر، افریقہ، چین اور جاپان کے چار کروڑ اور ہندوستان بھر کے چھ کروڑ مسلمان سب کافر اور بس قادیانی نبی پر ایمان لانے والے چٹکی بھر مسلمان جنت میں مزے کریں گے۔

یہ چالیس کروڑ مسلمان اپنے نبی کریم ﷺ کے کیسے سچے عاشق صادق ہوں مگر دوزخ میں جائیں گے اور جب تک مرزا غلام احمد پر ایمان نہ لائیں بہشت کی صورت نہ دیکھیں گے اللہ تعالی قرآن مجید میں یہ فرماتا ہے کہ

انما المو منو ن الذین آ منوا با للہ و رسو لہ

وہ لوگ ایمان والے ہیں کہ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسول پر

لیکن بسا تعجب کہ قادیانی خلیفہ یہ کہتے ہیں اور مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں کہ کہو:

مرزا غلام احمد مسیح موعود علیہ الصلوۃ والسلام کے تمام دعاوی پر ایمان رکھوں گا۔

قادیانی خلیفہ کی اس ترغیب کو جو اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف ہے اگر کوئی شیطانی ترغیب کہے تو ناجائز نہ ہوگا کیونکہ قادیانی حضرات اللہ کے ارشاد کے خلاف مسلمانوں کو ترغیب دیتے ہیں اور پھر دعوی ہے کہ

چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نبی اللہ ہیں اور نبی کا منکر کافر اس لئے ہم تو قادیانی کے اوپر ایمان لے آئے اور جو لوگ مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہیں لائے وہ سب کافر۔

اس دعوی سے ثابت ہے کہ روم، روس، افریقہ، شام، چین کے سارے مسلمان جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا نام تک نہیں سنا، مفت میں کافر ہو گئے۔ کیا قادیانیوں کا یہ دعوی اللہ تعالی کے ارشاد کے خلاف نہیں ہے؟

خدا ان لوگوں کو ایمان والے کا خطاب دیتا ہے جو اللہ اور رسول اکرم ﷺ پر ایمان لائے اور قادیانی اللہ کے حکم کی ضد میں یہ کہتے ہیں کہ وہ شخص ایمان والا نہیں جو مرزا غلام احمد قادیانی پر ایمان نہ لائے۔

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا،

کتاب موسومہ عقائد احمدیہ کے صفحے کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی نبوت کو نبوت محمدی کا جزو یا اپنے آپ کو شریک نبوت بنالیا ہے، جیسا کہ ان کے اس مقولہ سے ظاہر ہے:

مگر یہ نبوت (میری نبوت) آنحضرت ﷺ کی نبوت ہے نہ کوئی نئی نبوت۔،

مرزا غلام احمد قادیانی کی نبوت کو بھی حضرت رسول اکرم ﷺ کی نبوت قرار دیا ہے، اپنی نبوت کوئی نبی نبوت نہیں سمجھتے۔ بالفاظ دیگر شریک نبوت محمدی ہیں۔ یہی خیال غالبًا قادیانیوں کا کبھی تو مرزا قادیانی پر ایمان لانا فرض قرار دیا ہے اور جب تک ان پر ایمان نہ لائے کوئی اس فرقہ کے پاس اس قابل نہیں رہتا کہ اس کے پیچھے نماز جائز ہو۔ قادیانی حضرات کے جو اس زمانہ میں ہیں ابھی سے ایسے خیالات ہیں تو آئندہ ان کی نسلوں میں تو زیادہ پختگی ہوگی اور تعصب بڑھ جائے گا اگر کچھ عرصہ تک اس اعتقاد کے لوگوں کا سلسلہ جاری رہا تو اغلبًا وہ اور ہی مسلمان سمجھے جائیں گے جس طرح کہ بعض دوسرے فرقہ مسلمانوں کے بالکل ایک علیحدہ گروہ میں ہو گئے ہیں

اللہ تعالی نے قرآن پاک میں ارشاد فرمایا ہے:

و اذا فعلوا فاحشة قالوا و جد نا عليها آ باء نا و الله امر نا بها (الاعراف :
۲۸)اور جب وہ برا کام کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم نے اپنے باپ دادا کو اسی بات پر پایا اور اللہ نے اس کا ہم کو حکم دیا ہے

قادیانیوں کے بچے ضرور اسی طرح کہیں گے کہ ان کو اسی آیت کا دوسرا جملہ سمجھانا پڑے گا

قل ان الله لا يأمر بالفحشاء اتقولو ن على الله ما لا تعلمو ن (الاعراف:۲۸)۔
(کہہ دے بے شک اللہ حکم نہیں کرتا برے کام کا کیا تم اللہ اللہ پر وہ بات کہتے ہو جس کو نہیں جانتے)

بہر حال حضرات قادیانیوں کی اولاد میں اور زیادہ پختہ خیال اس نبوت کا ہو جائے گا خدا رحم فرمائے اور نیک ہدایت دے اب تک ساری دنیا کے مسلمانوں کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر جو ایمان لائے وہ مسلمان ہے اور اس کے مسلمان ہونے پر یہ حدیثیں اور آیتیں ہیں

انما المو منو ن الذين آ منوا با لله و رسو له

من قا ل لا اله ا لا الله د خل الجنة

من شهد اشهد ان لا اله ا لا الله د خل الجنة

اور من كان كلا مه لا اله ا لا الله د خل الجنة

اور ہم سب کا کلمہ ہے لا اله ا لا الله محمد رسو ل الله جو تمغہ اسلام کا ہے لیکن اب یہ اضافہ کیا گیا ہے کہ مسیح موعود (مرزا غلام احمد قادیانی) کے تمام دعووں پر ایمان رکھوں گا ورنہ وہ کافر اور بے دین ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں تقدیر کلام، کلمہ کی اب یہ ہو جاتی ہے

لا اله ا لا الله محمد رسو ل الله و مرزا قا د يا نی ظلی نبی الله

اور اگر آئندہ کوئی اور ظلی نبی پیدا ہوا اور وہ بھی مرزا غلام احمد قادیانی سے زیادہ تاویلات کر کے اپنے آپ کو ظلی نبی کہے اور مرزا غلام احمد قادیانی کی طرح اپنے او پر ایمان لانے کی ہدایت کرے تو جس طرح مرزا غلام احمد قادیانی کا نام کلمہ کے ساتھ پڑھنا لازم ہو گیا ہے اسی طرح اس نبی کا نام بھی جوڑنا پڑے گا تو نہ معلوم اس طرح کتنے نبی پیدا ہوں گے اور ایمان لانے کو کہیں گے اور کلمہ کے ساتھ ان کا نام پڑھنا لازم ہو

جائے گا ظلی نبیوں کے آنے کیلئے مرزا غلام احمد قادیانی نے دروازہ کھول دیا ہے اور صاف فرمادیا ہے ایسے آنے والے ظلی نبیوں میں سے میں ایک ہوں ۔

پس ناظرین خود نظر انصاف سے ملاحظہ کیجئے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا ہر ایک نبی کا کلمہ گو ایک نیا فرقہ ہو جائے گا اور ایک دوسرے پر تکفیر کے فتوی صادر کرے گا خیر مرزا غلام احمد قادیانی اگر ظلی نبی ہو گئے تھے اور مسیح موعود اور مہدی موعود بن گئے تھے تو صرف اسی کا رونا ہوتا لیکن مرزا غلام احمد نے نبیوں کے آنے کیلئے دروازہ ایسا کھول دیا ہے کہ ان کے لئے آئندہ نسلوں کو بھی رونا پڑے گا۔ غور فرمایئے اب کلمہ شہادت میں بھی ترمیم ہونی پڑے گی کہ نہیں اب قادیانیوں کا کلمہ شہادت یہ ہوا جاتا ہے

اشھد ان لا الہ ا لا اللہ و اشھد ان محمد عبدہ و رسو لہ و مرزا غلا م ا حمد قادیا نی ظلی نبیا

کیونکہ جب تک کوئی ان پر ایمان نہ لائے وہ مسلمان نہیں اور اس کے پیچھے نماز جائز نہیں ۔

یا اللہ یہ کیسا غضب ہے کیوں تو نے قرآن پاک میں اس نبی کے آنے کی خبر ہم کو نہ دے دی تا کہ ہم بھی ان کو نبی مان لیتے اور کافر نہ بنتے ۔ یا اللہ تو نے تو قرآن کریم میں یہ ارشاد فرمایا

لا رطب و لا یا بس الا فی کتا ب مبین

(کوئی رطب یا بس ایسا نہیں جو قرآن پاک میں نہیں ہے)

اور ایسا اہم امر کہ جس کے نہ ماننے سے چالیس کروڑ مسلمان کافر ہوئے جاتے ہیں تو نے قرآن پاک میں ارشاد نہ فرمایا۔ اللہ تو اپنے غضب سے بچا اور ہم کو راہ راست جو دکھلا چکا ہے اس پر قائم رکھ۔ اور جو کلمہ پاک ہم سب تیرہ سو سال سے پڑھتے آئے ہیں وہی کلمہ پاک اس وقت تک ہماری زبان پر جاری رکھنے کی ہدایت دے جس وقت تک ہمارا دم نہ نکلے

یا خدا بس توئی رحیم و کریم
خالق دو جہاں قدیر و علیم

کن تو مقبول ایں دعائے سلیم
از طفیل نبی رسول کریم
جان من چون بتو دہم آندم
از زبانم ادا شود پیہم
کلمہ لا الـــــــــــہ الا الــــــلـــــــــــہ
و محمد نبی رسول اللہ
خاتم الانبیاء ست ذات پاک
لا نبـــــــــی ظـــــلـــــــــی تو بگو بے باک

اس موقع پر بڑے لطف کا ایک خیال درج کیا جاتا ہے جو خواب میں ہمارے ایک دوست کو ہوا تھا اور ایک جلسہ میں انہوں نے بیان کیا تھا۔

اگر قادیانی حضرات مکہ معظّمہ یا مدینہ منورہ تشریف لے جائیں تو کیا وہاں بھی ہم میں سے کسی کی اقتداء نماز میں کریں گے یا وہاں بھی ڈھائی اینٹ کی مسجد کوئی علیحدہ بنالیں گے؟

اغلبًا وہاں تو کوئی مسجد بنا نہ سکیں گے پھر آخر کیا کریں گے؟

شائد اپنی نماز علیحدہ پڑھیں گے۔

جب وہاں کے مسلمان دریافت کریں گے کہ تم کیسے مسلمان ہو تو کہیں گے ہم قادیانی ہیں وہ لوگ یہ نیا نام سن کر متحیر ہوں گے۔قادیانی ان سے یہ کہیں گے کہ ہمارے نبی مرزا غلام احمد قادیانی پر تم لوگ ایمان نہیں لائے تم سب کافر ہو، تو وہ اور زیادہ تعجب کریں گے کہ یا اللہ یہ کون سا نبی ہے۔

تو قادیانی حضرات فرمائیں گے کہ یہ وہ نبی ہے جس نے آریوں سے اور نصاری پادریوں سے پنجاب کی چاردیواری کے اندر مناظرہ کرکے صلیب کے پرخچے اڑا دیئے۔اس لئے وہ نبی ہیں۔

تو وہ لوگ کہیں گے کہ سارے یورپ میں لاکھوں صلیب قائم ہیں۔اگر پنجاب میں دو چار پادریوں کے صلیب کے پرخچے بھی (فرض کیا جائے) اڑا دیئے گئے تو وہ کیسے نبی ہو گئے؟

تو معلوم نہیں قادیانی حضرات کیا جواب دیں گے۔

لیکن مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ کے غریب مسلمان یہ سن کر ضرور تھرا جائیں گے کہ وہ سب کافر ہیں اور ہماری قادیانی دوستوں سے سوال کریں گے کہ کیا ہم سب ساکنین مکہ معظّمہ اور مدینہ منورہ اور روم وشام اور عربستان اور افریقہ ملک مصر تیونس وغیرہ کے سب مسلمان جو چوبیس کروڑ سے زیادہ ہیں ناکردہ گناہ کافر ہو گئے۔

تو قادیانی حضرات فرمائیں گے کہ ناکردہ گناہ کیسے، تم نے گناہ عظیم کیا ہے کہ ہمارے نبی پر ایمان نہیں لائے۔ تمہاری سزا بھی یہی ہے کہ تم کو کافر کا خطاب دیا جائے۔

تو وہ کہیں گے آپ کے نبی نے جن صلیبوں کے پرخچے اڑائے ہیں، ان پرخچوں کا ایک آدھ پرخچہ ہی ہم کو دکھلا دیجئے تا کہ ہم اسی کو دیکھ کر ایمان لے آئیں۔

تو قادیانی حضرات معلوم نہیں وہ پرخچہ دکھا سکیں گے یا نہیں۔ اگر دکھلائے تو وہ غریب مسلمان ضرور پریشان ہو جائیں گے اور کہیں گے یا اللہ ہم تیرے گھر میں اور تیرے نبی آخر الزمان کی مسجد میں نماز پنجگانہ پڑھ رہے ہیں، اور تیرے احکام کی تعمیل پوری طرح سے کر رہے ہیں، باوصف اس کے بھی کافر ہو جائیں یہ کیا تیرا بھید ہے؟ ہم نے تو کسی کتاب میں اور کسی اسلامی ملک میں اس نئے نبی کا نام تک نہیں سنا ۔

تو قادیانی حضرات فرمائیں گے ہم سناتے ہیں۔ سنو حضرت اقدس مرزا غلام احمد قادیانی مسیح موعود نبی اللہ علیہ الصلوۃ والسلام

تو وہ گھبرا کر ادھر ادھر دیکھیں گے کہ یہ نیا نام کیسا؟ تو ایک کڑاکے کی آواز غیب سے آئے گی مــــا یضل به ا لا الفا سقين۔

تو اردگرد دیکھنا موقوف کر کے سب کے سب دست دعا دراز کریں گے اور عرض کریں گے یا اللہ یہ لوگ کہتے ہیں کہ تیرے حکم کے موافق وہ نبی تھے اور ان پر تیرے حکم سے یہ ایمان لائے ہیں و ا غـفر لهم و ار حمهم یا ار حم الرا حمين تو جواب ملے گا استغفر لهم اور بخش دے اور ان پر رحم فرمائے بڑے رحم کرنے والے خدا۔ تم ان کے حق میں بخشش او لا تستـغفر لهم ان تستغفر لهم سبعين مرة فلن يغفر الله لهم ذ لك بـا نهـم كـفـروا با لله و رسو له و ا لله لا يهدى القو م الفا سقين ۔ مانگو بخشش یا نہ مانگو

بخشش اگران کے واسطے ستر بار بخشش مانگوتو بھی اللہ ان کو نہ بخشے گا اس لئے کہ انہوں نے انکار کیا اللہ اور رسول کے یعنی احکام خدا اور رسول سے اور اللہ بدکار لوگوں کو راہ نیک نہیں دکھلاتا۔

تو مکہ مدینہ والے اور قادیانی حضرات آپس میں کہیں گے :

وہاں جا کر بیٹھو جہاں تمہارا ہاتھ پکڑیں اور مدارا کریں اس جا نہ بیٹھو جہاں تمہاری ٹانگ پکڑیں اور باہر کھینچیں۔،

خدا تعالیٰ کا تو ارشاد ہے کہ

و لا تلمزوا انفسکم و لا تنا بزوا با لالقاب۔ بئس ا لا ثم الفسوق بعد ا لا یمان و من لم یتب فا ولئك هم الظا لمو ن ۔ (حجرا ت : ١١) یعنی تم آپس میں اپنے عیب مت لگاؤ اور نہ برے لقب دو بعد ایمان لانے کے برا ہے اور جو کوئی توبہ نہ کرے گا وہی لوگ ظالم ہیں

خدا تو یہ فرماتا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول محمد ﷺ پر ایمان لانے کے بعد کسی کو برے لقب نہ دو۔ اور نہ آپس میں عیب لگاؤ۔ ورنہ ظالم ٹھہرو گے۔

مگر ہمارے فاضل دوست ہم کو کافر کا ممتاز لقب دیتے ہیں۔ خدا کا حکم ہے کہ عیب لگانے سے توبہ کریں، ورنہ ظلم کرنے والے ٹھہریں گے۔ اب آئندہ آپ کو اختیار۔ آپ ہم کو جو چاہیں بنا دیں ہم تو یہی کہیں گے :

ان اکر مکم عند الله اتقا کم (حجرات: ١٣)

(اللہ کے پاس تو وہی عزت والا ہے جو تم میں سے زیادہ پرہیزگار ہو)

و من یطع الرسو ل فقد اطاع الله

(جس نے رسول اکرم ﷺ کی اطاعت کی گویا اس نے اللہ کی اطاعت کی)۔

حضرت رسول کریم ﷺ کی حدیثوں کی اطاعت حضرات قادیانی نہ کریں اور دوسروں کو کافر بنائیں العجب ثم العجب

کسی قادیانی کا بے ہودہ کلام

مرزا غلام احمد قادیانی نے ..صرف نبوت ہی کا دعویٰ فرمایا، ان کے کسی مرید نے بمصداق پیراں نمی پرند و مریداں می پرانند کے حضرت ممدوح کو رسول بنا دیا۔ ملاحظہ ہو یہ شعر

سرمہ چشم بناتے تیری خاک پا کو
غوث الاعظم شہ جیلاں، رسول قدنی

یہ شعر پیش کار صاحب نرسا پور نے اپنے تحصیل دار صاحب کو افسوس کرتے ہوئے سنایا کہ سنئے کسی قادیانی نے یہ قصیدہ لکھا ہے جس کا ایک شعر مجھے یاد رہا۔ اس وقت میں بھی تحصیل دار کے پاس بیٹھا تھا۔ مجھے بھی سن کر افسوس ہوا۔ وہی شعر یاد رکھ کر میں نے یہاں لکھا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ رسول مدنی کے جواب میں یا اس کے وزن پر رسول قدنی تراشا گیا ہے۔

گر ہمیں مکتب است وایں ملا کار طفلاں خراب خواہد شد

کے سوا اور میں زیادہ کیا لکھوں۔

رسول تو صاحب شریعت ہوا کرتے ہیں۔ ان پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے کتاب نازل ہوتی ہے۔ اسی لئے ان کی امت کو اہل الکتاب کے لقب سے خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں متعدد مقامات مخاطب فرمایا ہے۔ شائد اپنے ان مرید صاحب کو مرزا غلام احمد قادیانی کوئی کتاب منجانب اللہ دے گئے ہوں جس کی بنا پر وہ ان کو رسول کہتے ہیں۔ نا معلوم بڑھاتے بڑھاتے یہ مرید مرزا غلام احمد قادیانی کو اور کس درجہ پر پہنچا دیں گے۔

یہ بات کیسی دل شکن اور رنج دہ ہے کہ حضرت عبدالقادر جیلانی جیسے ...جلیل القدر بزرگ کی شان میں ایسے گستاخ کلمہ زبان سے نکالنا بجز اس کے کیا سمجھا جائے کہ ہم لوگوں کو رنج دینا مقصود ہے جب کہ ہم لوگ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں مانتے تو ان کی خاک پا کو ایسے جلیل القدر بزرگ کی آنکھوں کا سرمہ بنانا داخل بے ہودگی نہیں تو اور کیا ہے۔ اس کا جواب تو یہ ہوسکتا ہے:

خاک پائے شہ گیلان کو بناتے سرمہ
اپنی آنکھوں کا بنے تھے جو رسول قدنی
ہوتا عزت میں اضافہ تو سعادت ہوتی
ان کو حاصل جنہیں کہتے ہو رسول قدنی
کیا حقیقت شہ گیلان کے مقابل ان کی
ہند میں تم جسے کہتے ہو رسول قدنی
یہ مغل بچہ وہ سید تھے تو سید کیسے
جوتیاں جن کی کریں صاف ہزاروں قدنی
خاک پائے شہ گیلان کا لگا کر سرمہ
دیکھ نادان قدنی راہ رسول مدنی

میں امید کرتا ہوں کہ قادیانی حضرات آئندہ ایسے الفاظ تحریر نہ فرمائیں گے جن کو پڑھنے سے آنکھوں میں خون اتر آتا ہے۔ نتیجہ اس کا یہ ہوگا کہ جواب ترکی بہ ترکی سننے کے لئے ان کو بھی تیار رہنا پڑے گا۔ وہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو رسول، ملک الرسل، سلطان الانبیاء، خدا جو چاہیں کہیں، مگر دل شکن الفاظ کہنے سے احتراز فرمائیں۔ بہرحال ہم کو ایسے لوگوں سے اعراض لازم ہے۔ لہذا میں اپنے اللہ تعالی کے حکم کے موافق یہ کہہ کر ختم کرتا ہوں

و اذا سمعوا اللغو اعرضوا عنه و قالوا لنا اعمالنا و لكم اعمالكم سلام عليكم لا نبتغي الجاهلين

(اور جب سنتے ہیں بے ہودہ بات اعراض کرتے ہیں ان سے اور کہتے ہیں ہمارے عمل ہمارے لئے اور تمہارے عمل تمہارے لئے سلامتی او پر تمہارے ہم نہیں چاہتے جاہلوں کو)

اور دعا کرتا ہوں ربنا لا تزغ قلوبنا بعد اذ هديتنا و هب لنا من لدنك رحمة انك انت الوهاب (آل عمران : ۸)

اور التماس کرتا ہوں کہ دین محمدی کے سچے عاشقو، اور اے دین اسلام کے سچے فدائی مسلمانو، یہ بات آپ سب جانتے ہیں کہ مذہب سے زیادہ پیاری چیز کوئی نہیں ہے۔ مذہب ہی ہم کو راہ نیک دکھلاتا ہے۔ اور اسی کی سچی اطاعت سے ہم نجات پا سکتے ہیں۔ خدارا اپنے مذہب کی رسی کو اپنے ہاتھوں سے مضبوط پکڑے رہو اور کسی کے دھوکہ میں نہ آؤ۔ خودغرضی نے لوگوں کو ولی مہدی نبی تک بنا دیا، مگر ہمارے لئے احکام اور ہدایات بہت صاف ہیں۔ قرآن شریف اور حدیثوں میں ایسے لوگوں کی کیفیت پہلے سے لکھ دی گئی ہے۔ میں نے اپنی معلومات کی حد تک کچھ لکھ دیا ہے اس کے دیکھنے سے مرزا قادیانی کے دعووں کی حقیقت کھل جائے گی

اس کے علاوہ میں یہ بھی عرض کرتا ہوں کہ میں نے سنا ہے کہ ہندوستان کے علماء کرام نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کے نبی اور مہدی ہونے کی بہ دلائل معقول تردید فرمائی تھی۔ ان کتابوں کو بھی ملاحظہ کرلو۔ خدا کے لئے کسی کے بہکانے میں نہ آؤ اور رسول اکرم ﷺ کے صاف احکام کے خلاف کھینچ تان کرتا ویلات کرنے والوں کی اقوال سے بچو۔ خدا اور رسول اکرم ﷺ کے صاف وصریح احکام کی پیروی کرو اسی میں تمہاری نجات ہے۔ اللہ سب کو نیک توفیق دے۔ آمین۔

اور عام طور پر سب سے التماس ہے کہ اگر مجھ سے کوئی غلطی اس میں ہوئی ہو تو اس سے مجھے اطلاع فرمائیں اور مجھے معذور سمجھ کر معاف فرمائیں۔ اسی طرح اگر عبارت میں کوئی لغزش، یا اصطلاح یا محاورات میں کوئی لفظ غلط ہو، تو بھی مجھے معاف فرمائیں کیونکہ میں باشندہ دکن کا ہوں اور اردوئے معلیٰ میری زبان نہیں ہے۔....

(مختصرا۔ از احتساب قادیانیت جلد ۵۳ ص ۴۵۲ تا ۵۷۴)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین۔

و الحمد لله رب العالمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بہاء الدین ۔۱۳۔اپریل ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤ الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

تحریک ختم نبوت

حصہ ہفتاد و دوم (۷۲)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	تحریک ختم نبوت حصہ ہفتاد و دوم (۷۲)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۲۸۸
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

مشمولات کتاب کا تعارف	۴
مسیح الہند	۷
بابا چٹو لاہوری بمقابل مرزا غلام احمد قادیانی	۱۰
قادیانیت اور بہائیت (عبداللہ کشمیری وکیل)	۱۴
مرزا غلام احمد اور میاں محمود احمد (بابو حبیب اللہ کلرک)	۱۷
اباطیل مرزا ۔ (بابو محمد اسحاق امرتسری)	۲۰
بطلان مرزا۔(بابو محمد اسحاق امرتسری)	۳۵
مرزائیت کا جال لاہوری مرزائیوں کی چال (مولانا کرم الدین دبیر)	۴۸
برق آسمانی بر خرمن قادیانی۔(محمد منیر الدین منیر دہلوی)	۶۱
میزان ابجد اور آئینہ مرزا ۔(حافظ عنایت اللہ اثری)	۸۱
قطع الوتین (من) بشیر الدّین۔ا۔ (حافظ عنایت اللہ اثری)	۱۳۹
قطع الوتین من بشیر الدین۔۲۔(حافظ عنایت اللہ اثری)	۱۷۹
الکیل الموفی (حافظ عنایت اللہ اثری)	۲۰۹
سوانح حافظ عنایت اللہ۔ مختصراً	۲۸۰

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

مشمولات کتاب کا تعارف

تحریک ختم نبوت کے سلسلہ کتب کی جلد بہتّر (۷۲) اہل علم کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے جس کا آغاز مصر کے رسالہ المنار مطبوعہ ۱۶ جمادی الاول (۱۳۲۰ھ) میں مسیح الھند کے عنوان سے شائع ہونے والے ایک عربی مضمون کے اردو ترجمہ سے ہوتا ہے جو ضیاء السنہ کلکتہ کی ۱۹۰۲ء کی فائل سے نقل کیا جارہا ہے۔ اس کے بعد بابا چٹو لاہوری کی ایک تحریر ان کے اشاعۃ القرآن جلد ۴ نمبر ۲۔ بابت ۱۵۔ نومبر ۱۹۰۶ء مطابق رمضان ۱۳۲۴ھ سے نقل کی گئی ہے جس میں انہوں نے مرزا غلام احمد کو مولوی عبداللہ چکڑالوی سے مباحثہ کرنے کی دعوت دی تھی۔ بابا چٹو ۱۹۰۶ء میں قادیان بھی گئے تھے جہاں ان کی مرزا صاحب سے مباہلہ بارے چیلنج بازی ہوئی تھی۔ اس موقع پر جو اقرار نامہ تحریر کیا گیا تھا اسے بابا چٹو کے مذکورہ رسالے سے یہاں نقل کیا گیا ہے۔ اس کے بعد مولوی عبداللہ کشمیری وکیل کا ایک مضمون بعنوان: قادیانیت اور بہائیت، شامل اشاعت ہوا ہے جسے مولانا سید محمد داؤد غزنوی مرحوم نے اپنے اخبار توحید امرتسر کے ۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ میں شائع کیا تھا۔ بعد ازاں بابو حبیب اللہ کلرک کی تحریر بعنوان: مرزا غلام احمد اور میاں محمود احمد، خطیب الہند مولانا محمد دہلوی کے اخبار محمدی دہلی کے دسمبر ۱۹۲۸ء کے شمارے سے نقل کی گئی ہے۔

حاجی محمد اسحاق امرتسری تحریک تحفظ ختم نبوت کے متحرک کارکن تھے (آپ تقسیم ہند کے بعد حاجی محمد اسحاق حنیف کے نام سے مغربی پاکستان کی جمیعت اہل حدیث کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہوئے) ان کی دو تحریریں: اباطیل مرزا، بطلان مرزا، نقل کی گئی ہیں۔ اباطیل مرزا، کتب خانہ حقانی امرتسر سے ۲۴ رمضان ۱۳۵۳ھ کو، اور بطلان

مرزا،۱۹۳۵ء میں بصورت رسالہ شائع ہوئی تھیں۔

حافظ منیر الدین منیر دہلوی بھی تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایک نمایاں کارکن رہے ہیں۔ان کا نظم ونثر پر مشتمل رسالہ: برق آسمانی برخرمن قادیانی،شامل اشاعت کیا جارہا ہے۔

تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایک نامور بزرگ حضرت مولانا کرم الدین دبیر جہلمی ہیں۔ان کا ایک مختصر رسالہ،مرزائیت کا جال لاہوری،مرزائیوں کی چال،شامل اشاعت کیا جارہا ہے جو آپ نے لاہوری مرزائیوں کے ایک پمفلٹ کے جواب میں لکھا تھا۔

حافظ عنایت اللہ اثری وزیرآبادی ثم گجراتی بھی تحریک تحفظ ختم نبوت کے اہم کارکن رہے ہیں۔ان کی تصنیف: میزان ابجد اور آئینہ مرزا،شامل اشاعت کی گئی ہے جو عبدالرحیم پرنٹر پبلشر ناظم انجمن محمدیہ پشاور صدر نے نومبر ۱۹۳۴ء میں لاہور سے باراول طبع کرائی تھی۔حافظ عنائت اللہ مرحوم نے اس رسالے کے تعارف میں بتایا ہے کہ

برادران ملت کو معلوم ہے کہ ابتداء سے اسلام میں نبوت کی شان بہت بلند ہے۔اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے احترام کے خیال سے اس کے ہر ایک دعویدار کی آواز کو سن کرانکار نہیں، بلکہ توقف اور غور کے بعد روشن دلائل کی بنا پر سچی نبوت کی تصدیق اور جھوٹی کی تکذیب سعید الفطرت لوگوں کا ہمیشہ سے شیوہ رہا، جو عین دانش مندی ہے۔مگر اب ختم نبوت کے بعد اس روش کی شرعاً ضرورت نہیں کیونکہ ہر ایک دعویدار بحسب ارشاد نبوی جھوٹا اور دجال ہے۔ہاں! اتمام حجت کے طور پر ایسے جملہ دعویداروں کا ہر پہلو سے ابطال لازم ہے،تا وہ اپنے بعض تار عنکبوت کی طرح ادلہ پر غرہ ہو کر کہیں سادہ لوح مسلمانوں کی گمراہی کا موجب نہ ہوں۔مرزا غلام احمد نے ایک نہیں، کئی ایک مناصب کا دعوی کیا اور اپنے صدق وکذب کا معیار بھی خود ہی مقرر فرمایا کہ اس پر مجھے پرکھ لیا جائے، چنانچہ اس رسالہ میں آپ کو ابجدی طریق پر پرکھا گیا ہے جو مرزا صاحب کا پسندیدہ اور الہامی معیار ہے

اس کے بعد حافظ عنایت اللہ کی دو مزید تحریریں: قطع الوتین (من) بشیر الدّین ۔۱ ، گوسالہ سامری اور بئس القرین،خطوط مراسلات ۱۳۵۶ھ،اور قطع الوتین نمبر۲ شامل اشاعت ہیں۔

حافظ عنایت اللہ صاحب بتاتے ہیں کہ لفظ توفّی کی بابت مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا انعامی

چیلنج منظور کرتے ہوئے اس کے فرزند خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کے نام اخبارات میں جو خطوط و دیگر مضامین اس سلسلہ میں طرفین سے شائع ہوئے تھے، انہیں بحسب ترتیب معہ محاکمہ علمائے عرب اس رسالہ میں جمع کر دیا گیا ہے تاکہ آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہوں۔ اور چٹھیوں کا وہ عربی ملخص بھی اس کے ہمراہ ملحق ہے جو ہاروت و ماروت کے نام سے شائع ہو کر عرب میں تقسیم ہوا۔

حافظ عنائت اللہ وزیر آبادی کی قطع الوتین ۱۹۳۷ء میں بار اول، اور ۱۹۶۱ء میں بار سوم شائع ہوئی تھی۔ ۱۹۴۶ء۔ ۱۹۴۷ء کی سرگذشت قطع الوتین نمبر ۲، کے عنوان سے شائع شدہ ہے جسے رسالے کی طبع دوم ۱۹۶۱ء سے نقل کیا جا رہا ہے۔

اس کے بعد حافظ عنایت اللہ کا رسالہ الکیل المو فی نقل کیا جا رہا ہے۔ جس کا سبب تالیف حافظ صاحب بتاتے ہیں کہ اپنی مسجد میں سورہ مائدہ کے آخری رکوع کا درس دیتے ہوئے انہوں نے ذکر کیا کہ بیان عیسوی فلمّا تو فّیتنی آپ کے ما دمت فیھم کے بالمقابل واقع ہوا ہے۔ جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ حضرت عیسی ؑ اپنی زندگی کو دو حصوں پر تقسیم فرما رہے ہیں۔ ایک حصہ جو (آپ نے) لوگوں میں رہ کر گزارا ہے، اسے وہ ما دمت فیھم سے تعبیر فرما رہے ہیں اور دوسرا حصہ جسے فلمّا تو فیتنی کہہ کر بیان فرما رہے ہیں وہ لوگوں سے علیحدہ ہو کر گذارا ہے۔ اگر اس جگہ تو فّی بمعنی موت ہوتی تو موصوف (حضرت مسیح) اس کے مقابل ما دمت حیاً فرماتے مگر انہوں نے تو فّی کا مقابل ما دمت فیھم فرما کر موت کے معنوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔ حافظ عنایت اللہ اثری بتاتے ہیں درس میں اس وقت ایک مرزائی خیال بھی تھے جن کے اعتراض پر ایک تحریری بحث اور خط و کتابت وغیرہ کا آغاز ہوا جس کا انجام الکیل المو فی کی صورت میں ظہور پذیر ہوا۔ جسے جلد ہذا میں نذر قارئین کیا جا رہا ہے۔ کمپوزنگ کے ساتھ ساتھ تصحیح، تخریج، تسہیل اور تنقید وغیرہ کا انحصار بھی چونکہ اسی عاجز پر رہا ہے، اسلئے قارئین سے درخواست ہے کہ غلطیوں سے درگذر فرما کر مناسب تنبیہ و رہنمائی کے ساتھ فقیر کیلئے دعائے خیر کا سلسلہ جاری رکھیں۔ ممنون ہونگا۔

والسلام مع الاکرام: **فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بہاء الدین ۱۵۔ اپریل۔۲۰۱۹ء**

مسیح الہند

مصر کے رسالہ المنار مطبوعہ ۱۶ جمادی الاول (۱۳۲۰ھ) میں مسیح الہند کے عنوان سے مندرجہ ذیل مضمون اڈیٹر کی طرف سے شائع ہوا ہے۔ وھو ہذا

اس شخص نے جو کہ مسیح اور مہدی ہونے کا مدعی ہے دنیا میں شر وفساد برپا کیا ہے۔ جھوٹے دعوی کی تائید میں طرح طرح کے رسالہ ہندوستان اور دیگر بلاد اسلامیہ میں شائع کرتا ہے۔

اس کے مضامین اور تحریرات ایسے ہیں جیسے کاہنوں اور نجومیوں کے شعبدے اور مقفی فقرے بلکہ اس سے بھی بدتر۔

جو شخص مرزا کی عربی تحریر کو تامل سے پڑھے تا کہ اس کا اصلی مطلب معلوم ہو، تو سوا ملمع سازی اور غلو اور اپنی مدح وثنا کے اس میں کچھ نہ پائے۔

یہ شخص بار بار اپنی تعریف، اور جو اس کو مسیح موعود نہیں مانتے ان کی مذمت وہجو کرتا ہے۔

بسا اوقات اس کی طویل وعریض تحریرات میں اس قسم کے مضامین پائے جاتے ہیں جن میں غور کرنے سے صاف طور پر معلوم ہوتا ہے کہ شخص مذکور حصول جاہ وثروت اور برٹش گورنمنٹ سے تقرب ورسوخ پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس کے سوا اور کوئی اس کا مقصد معلوم نہیں ہوتا۔

جہاد کو منسوخ اور مسلمانوں پر حرام کہتا ہے اور انگریزوں کی مدح کرتا ہے اس لئے کہ وہ اس کی حمایت کرتے ہیں۔

ذرا مسیح دجال ہم کو بتائے اور نشان دے کہ اس زمانہ میں جہاد کرنے والے مسلمان کہاں ہیں اور حرام ومنسوخ کہنے کی کیا ضرورت واقع ہوئی۔ وہ مسلمان کہاں ہیں جو اس کام میں مشغول ہیں اور

ان کو اس سے روکنے کے لئے منسوخ کہنے پر زور دیا جاتا ہے۔

کیا اس کو معلوم نہیں کہ مسلمانوں کے ہاتھوں سے بڑے بڑے شہر اور ملک نکل گئے کیونکہ جن امور کی اس لئے ضرورت تھی ان کو مسلمانوں نے یک قلم موقوف کر دیا۔ جو قومیں مسلمانوں پر جنگ و حرب کی وجہ سے طعن وطنز کرتی تھیں، وہی قومیں فنون جنگی میں مسلمانوں سے آگے بڑھ گئیں یہاں تک ان پر حاکم وفرمان روا ہو گئیں۔

شائد مرزا پر وحی نازل ہوئی ہوگی کہ جنگ وحرب مسلمانوں کے لئے عار وننگ اور مسیحی قوم کے لئے خیر وخوبی اور فضیلت کا باعث ہے۔

مرزا گمان کرتا ہے کہ جس قدر روایتیں نزول مسیح کے بارہ میں وارد ہیں، وہ سب مجھ پر صادق آتی ہیں حالانکہ احادیث میں صاف طور پر عیسی بن مریم کے نزول وظہور کا ذکر ہے۔

بھلا کہاں عیسی علیہ السلام اور کہاں مرزا قادیانی مورد لعن وملام۔

احادیث میں وارد ہے کہ عیسی علیہ السلام دو فرشتوں کے درمیان آسمان سے نازل ہوں گے، سو ہندوستان میں آسمان سے نزول کہاں ہوا۔ کہاں فرشتے اور کہاں مرزا کے مرید جاہل واحمق۔

احادیث میں جو مسیح کے اوصاف مذکور ہیں وہ ہرگز مرزا پر منطبق نہیں، اس سبب سے وہ طرح طرح تاویلیں کرتا ہے اور لغو باتیں بناتا ہے۔ کہتا ہے کہ ظاہر قرآن سے حضرت عیسی کا وفات پانا ثابت ہوتا ہے اور لوگوں کو ان کی قبر کا حال معلوم ہوا ہے۔

اگر فرض کیا جاوے کہ عیسی علیہ السلام وفات پا گئے تو اس سے یہ کیوں کر ثابت ہوتا ہے کہ احادیث میں جن کے نزول کا ذکر ہے اس سے مراد غلام احمد قادیانی ہے۔

یا تو احادیث مذکورہ کی صحیح ومقبول تاویل کی جائے یا ان کا ضعیف ہونا بیان کیا جائے کیونکہ قرآن کریم متواتر اور قطعی ہے۔ پس جو قول کہ کسی تاویل اور توجیہ سے بھی اس کے مخالف ہوگا، وہ مقبول نہ ہوگا۔

یہ دجال اظہار معجزات وخوارق عادات کا مدعی ہے کیونکہ اس نے ایک کتاب، جو لوگوں کی نگاہوں

میں نہایت حقیر اور ذلیل ہے، اگر چہ وہ اس کو بزعم خود عظیم الشان سمجھتا ہے، تالیف کی ہے۔ اس میں سوا ہذیان اور خرافات کے اور کچھ نہیں۔

پس جب اس قسم کی لغو اور لچر کتابیں مسیح اور مہدی ہونے کے لئے دلیل ہوسکتی ہیں تو جس کتاب کو تمام عقلاء پسند کرتے ہیں وہ کتاب والے کے معبود ہونے کی دلیل کیوں نہ ہوگی۔

اس بدحواس کو یہ خیال نہیں ہوتا کہ قرآن کا آنحضرتﷺ کے لئے معجزہ ہونا کس وجہ سے ظاہر ہوا۔ کیا اس سبب سے کہ وہ تالیف کی ہوئی کتاب ہے۔ ہرگز نہیں، بلکہ معجزہ ہونے کی وجہ یہ ہے کہ وہ اعلی درجے کے علوم ربانی اور اصلاحی امور پر مشتمل ہے۔ اسی کے صدقہ سے گمراہوں نے ہدایت پائی، ان کے عقائد درست ہوئے، خراب اخلاق عمدہ ہوگئے۔

باوجودیکہ قرآن ایسے شخص کی زبان سے آشکارا ہوا جو محض امی، جس نے استاد سے ایک لفظ بھی نہیں سیکھا، و نیز اس کا بیان اس درجہ فصیح و بلیغ ہے کہ تمام بلغاء اس سے عاجز و مجبور ہوگئے باوجودیکہ جو قرآن لے کر آئے وہ فصاحت و بلاغت میں شہرہ آفاق نہ تھے۔

اور مقام غور و انصاف ہے کہ جو شخص چالیس سال کی عمر تک کسی قسم کے کمال اور جوہر میں مشہور و معروف نہ ہو، پھر وہ دفعتاً ایسے درجہ و مرتبہ پر پہنچ جائے جو سب پر سبقت لے جائے، اس کا سبب سوا اس کے اور کچھ نہیں کہ یہ سچا معجزہ اور حق تعالی کی جانب سے ظہور میں آیا ہے۔

اور مرزا کا یہ کہنا کہ فاتحہ ہمارے مسیح ہونے کی دلیل ہے اور لفظ الرحمٰن الرحیم محمد خاتم الانبیاء پر دلالت کرتا ہے وغیرہ۔ سو یہ قرآن کے ساتھ تمسخر اور نہائت مکروہ لہو و لعب ہے ہر شخص اس قسم کے خرافات پر الفاظ قرآنی کو دلیل ٹھہرا سکتا ہے۔ کیا عجب کہ قادیانی راہ راست پر واپس آجاوے۔

(ضیاء السنہ کلکتہ۔ نمبر ۱۰ جلد ا بابت شعبان المعظم ۱۳۲۰ھ (نومبر ۱۹۰۲ء) ص ۱۱۔۱۳)

بابا چٹو لاہوری بمقابل مرزا غلام احمد قادیانی

لاہور کے شیخ محمد چٹو اپنے رسالہ اشاعۃ القرآن میں لکھتے ہیں:

بسم اللہ الر حمن الر حیم ۔

ایھا النا ظرین میرے اور خلیفہ رجب دین مرید مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مابین مناظرہ ہوا۔ خلیفہ (رجب دین) نے مجھ سے ۱۰۔سوال کیئے اور وہیں میں نے مولوی نورالدین صاحب کے سامنے بالمشافہ جواب دیئے اور مولوی صاحب نے قلم بند کئے۔

چونکہ خلیفہ (رجب دین) صاحب کا اور میرا مباحثہ کافی نہ سمجھا گیا، آج چوتھا روز ہے میاں سراج الدین نے جن کے مکان پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رونق افروز ہیں ایک خط پنسل سے لکھا ہوا بھیجا جس میں مسطور تھا کہ میں مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی کی گفتگو مولوی حکیم نوردین صاحب سے کرادیتا ہوں۔

یہ بات معلوم رہے کہ مولوی نوردین صاحب نے مجھ سے کہا ہوا ہے کہ میں نے قرآن مجید صرف مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب ہی سے سیکھا ہے۔ قبل از بیعت میں قرآن مجید کے نکات اور دقائق کو بخوبی نہ جانتا تھا۔ لہذا اب مرزا صاحب کی موجودگی میں مولوی نورالدین صاحب سے بحث فضول ہے۔ استاد کے ہوتے ہوئے شاگرد کی کیا ضرورت ہے۔

ایک طرف مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دعوی ہے کہ جو کوئی مجھے مامور من اللہ اور امام وقت نہ مانے وہ جہنمی ہے، اور ایک طرف مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی اہل قرآن کو دعوی ہے کہ جو کوئی قرآن مجید کے علاوہ کسی اور کتاب کو دینی معاملات میں اپنا حکم بنائے وہ یقیناً کافر اور راندہ درگاہ ایزدی ہے۔ اور میں یعنی شیخ محمد چٹو مدت مدید اور عرصہ دراز سے علماء کا خادم رہا ہوں اور اب بھی ہوں۔

میں نے دل میں مصمم ارادہ کرلیا ہے کہ جدھر حقانیت اور صداقت دیکھوں اودھر ہی کا ہو رہوں، اور ہمیشہ احکام قرآنی کا پابند رہوں، اور قرآن پر ہی خاتمہ ہو۔ لہذ میں بذریعہ اشتہار عرض پرداز ہوں کہ

مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب اپنا مامور من اللہ اور امام وقت و مہدی و مسیح ہونا قرآن مجید ہی سے ثابت کریں

اور مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی سے محض بحوالہ آیات قرآنی اس مسئلہ میں گفتگو فرمائیں اور خود بھی قرآن کے متعلق جتنے سوال چاہئیں کرلیں۔

اور ہر دو صاحبان کی تقریر بالمشافہ ہو، اور ساتھ ساتھ قلم بند ہوتی جائے۔

بعدہ طبع کرا کے فیصلہ کا دارومدار پبلک پر چھوڑ دیا جائے۔

اور میرے بعض احباب اہل حدیث جو فرقہ احمدیہ میں شامل ہیں مجھے نہایت اصرار سے کہتے ہیں کہ مولوی عبداللہ صاحب (چکڑالوی) اور مرزا غلام احمد صاحب کی باہم گفتگو ہو کر سچائی اور حقانیت ظاہر ہو جائے۔ لہذا میں دل سے چاہتا ہوں کہ مرزا صاحب قادیانی میری استدعا کو ضرور ہی منظور فرمائیں اور انکے خاص الخاص احباب بھی ان کو مولوی عبداللہ صاحب (چکڑالوی) سے گفتگو پر آمادہ کریں۔

تمام لوگ نہایت ہی شوق سے مناظرہ کے منتظر ہیں کیونکہ یہ دونوں صاحب (مرزا قادیانی اور مولوی عبداللہ چکڑالوی) فی زمانا نرالے دعوی کے مدعی تمام دنیا سے الگ اور حقانیت اور صداقت کے دعوے دار ہیں۔

میرے خیال میں انجمن حمایت اسلام لاہور کا مکان مناظرہ کے لئے بہت ہی مناسب ہے اور سرکاری انتظام جو مرزا صاحب (قادیانی) نے اپنے لیکچر کے واسطے کرایا ہے، وہی انتظام کافی اور وافی ہے۔

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين

(اشاعۃ القرآن جلد ۴ نمبر ۲ بابت ۱۵ ماہ نومبر ۱۹۰۶ء مطابق ماہ رمضان ۱۳۲۴ھ)

نیز اسی رسالے میں لکھا ہے:

مباہلہ مرزا صاحب قادیانی بہ اہل قرآن

بابا شیخ محمد چٹو صاحب بمعیت مولوی حکیم محمد یوسف بغدادی انہی گذشتہ دنوں میں خاص اسی غرض و منشاء سے قادیان تشریف لے گئے تھے کہ مرزا (غلام احمد) صاحب اپنی مہدویت وعیسویت وامامت حقہ کا ثبوت اگر کچھ رکھتے ہیں تو قرآن کریم سے نکال کر پیش کریں۔

اس پر بہت کچھ گفتگو فیما بین مرزا (غلام احمد) صاحب و بابا (چٹو) صاحب کے ہوتی رہی لیکن آخر کار مرزا (غلام احمد) صاحب نے تجویز مباہلہ کو پیش کیا جس کی مفصل کیفیت...ایک روئداد کے رسالہ آئندہ میں بلا کم و کاست پیش کی جائے گی بالفعل مرزا صاحب کے اقرار نامہ کی نقل مطابق اصل بمراد ملاحظہ ناظرین درج ذیل ہے وھوہٰذا

مباہلہ کے لئے اقرارنامہ

حضرت اقدس (مرزا غلام احمد) نے فرمایا کہ مباہلہ سے پہلے کتاب حقیقۃ الوحی کو آپ پڑھ لیں، اورخوب غور سے سمجھ لیں۔ اس کے بعد بھی اگر آپ میری تکذیب کریں تو مباہلہ ہوگا۔

مگر پہلے دس سوال اس کتاب سے کروں گا اور ان کے جواب لوں گا تاکہ معلوم ہو آپ نے سمجھ لی ہے۔

جو دس سوال میں کروں گا اس کا جواب انہیں الفاظ میں دینا ہوگا جو میں نے لکھے ہیں۔اور ہر ایک شخص اس وقت لکھتا جاوے گا اور کتاب سے مقابلہ ہو۔اگر موافق نہ ہوا تو پھر کتاب دیکھنی ہوگی اور پھر اسی طرح دس سوال ہوں گے

مکرر یہ بات ہے کہ دس سوالوں سے مراد میری یہ ہے کہ متفرق مقامات کتاب حقیقۃ الوحی سے دس طور کی باتیں میں مولوی حکیم محمد یوسف صاحب سے دریافت کروں گا۔اور یہ ایک لازمی امر ہوگا کہ ہر ایک سوال کا کتاب کے موافق پورا پورا جواب دیں۔کسی حصہ میں کمی نہ ہو۔اور اگر کسی کے جواب کے وہی میں پورا جواب نہ پایا جاوے تو پھر لازم ہوگا کہ دوبارہ کتاب کو اول سے آخر تک دیکھیں اور پھر نئے دس سوال انتخاب کئے جاویں گے۔اگر اس میں بھی کسی جواب کے دینے میں کمی ہوگی تو یہی قاعدہ جاری رہے گا جب تک دس سوال کا پورے طور پر جواب نہ دیں۔

اس کتاب کے پورا دیکھنے سے ایک دن پہلے ہمیں اطلاع دیں تا کہ سوالات کے انتخاب کے لئے وقت مل جاوے۔

حکیم مولوی محمد یوسف صاحب نے یہ بھی اقرار کیا کہ وہ کتاب پڑھ کر جب اس غرض کے لئے آئیں گے تو وہ دن شمار نہ ہوگا اور وہ خود اس مطلب کے لئے آئیں گے

(نویسندہ یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان)

بقلم مرزا غلام احمد

بقلم یعقوب علی اڈیٹر الحکم قادیان مورخہ ۲۸۔اکتوبر ۱۹۰۶ء

....

قادیانیت اور بہائیت

قادیانی حضرات کو ۵۰۰ روپئہ انعام

ازقلم: جناب محمد عبداللہ صاحب وکیل کشمیر

قادیانی اور بہائی اصولاً متحد ہیں صرف الفاظ کا ہیر پھیر ہے۔قادیانی موعود اسلام یا مسیح موعود کو امتی نبی یا غیر تشریعی مان کر عملاً دین جدید کو پھیلانا چاہتے ہیں، اور بہائی موعود اسلام یعنی مسیح موعود کو مظہر الوہیت یا ربوبیت مان کر صفائی اور دلیری کے ساتھ ایک مستقل دین جدید کی اشاعت کرر ہے ہیں۔اس لئے ایک طویل سلسلہ قیل وقال میں، میں نے دعوی کیا تھا کہ بہاء اللہ مسیح موعود اور مامور من اللہ کا مدعی ہے اگر کوئی قادیانی میرا یہ بیان غلط اور جھوٹ ثابت کر دے تو میں پانچ سو روپئہ تاوان ادا کرنے کا ذمہ دار ہوں۔صاف بات یہ تھی کہ جس طرح میرا دعوی تھا اسی طرح مجھ سے ثبوت لیا جاتا اور اگر میں ایفاء نہ کرتا تو رقم کا مطالبہ ہوتا، مگر قادیانیوں نے بجائے اس کے الفضل مورخہ ۱۲۔اکتوبر ۱۹۲۸ء میں ایک نوٹس از جانب مولوی اللہ دتا جالدھری شائع کر کے اپنی طرف سے الفاظ وشرائط بڑھا کر فتح حاصل کر لی۔لہذا اپنے دعوی کو ثابت کرنے کیلئے مختصراً یہ چند سطور اہل قادیان کی خدمت میں پیش کرنا چاہتا ہوں اگر انہوں نے میرا بیان غلط اور جھوٹ ثابت کر دیا تو پانچ سو روپئہ تاوان اہل قادیان کو ادا کروں گا۔

دعوی بہاء اللہ

نمبرا۔قل یا ملأ الفرقا ن قد اتی المو عود الذی وعد ته فی الکتاب

(الواح۔ص۴۳۵)

نمبر۲۔الکتاب قرآن میں موعود کا وعدہ کہاں ہے۔سنو

یو م یأتی ر بك فی ظلل من الغمام

جناب مرزا صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۵۴ میں یأتی ر بك سے مسیح موعود کا آنا مراد لیا ہے اور یہی آیت بہاء اللہ نے کتاب الشیخ صفحہ ۸۲ پر پیش کی ہے۔

نمبر ۳۔ اس بارے میں جناب بہاء اللہ اور حضرت مرزا صاحب متفق ہیں کہ موعود اسلام ربوبیت کا مظہر ہے۔

نمبر ۴۔ یأتی ر بك کے مطابق بہاء اللہ کہتا ہے، دیکھو الواح صفحہ ۲۲۰

قد فتح با ب الفضل و نصبت رأیة العدل مما اتی الوها ب راکبا علی االسحاب

نمبر ۵۔ بہاء اللہ کے نزدیک موعود اسلام الوہیت کا مظہر اتم ہے، نہ خدا۔ اور یہی مذہب حضرت مرزا غلام احمد کا ہے ملاحظہ ہو صفحہ ۳۱ کتاب الشیخ کہ

آں جناب یا غیر گفتہ سورہ تو حید را ترجمہ نمایند تا نزد کل معلوم و مبرھن گردد کہ حق لم یلد ولم یولد است، و بابیھا بربوبیت والوہیت قائل اند۔ یا شیخ ایں مقام مقام فنا از نفس و بقا با اللہ است وایں کلمہ اگر ذکر شود و بدل بر نیتی بحت بات است

نمبر ۶۔ بہاء اللہ مطابق تشریح ضمن نمبر ۵۔ الوہیت کا دعوی کر کے خدا نہیں بنتا بلکہ تمام انبیاء رسل کے زمرہ میں بزعم خود داخل ہوتا ہے۔ ملاحظہ ہو الواح صفحہ ۲۲۲

ہیکل ظہور قائم حق بودہ وہست

نمبر ۷ بہاء اللہ کی لوح ہو الیا ہی پڑھو نبوت کا نہیں مگر رسالت کا دعوی موجود ہے مثلاً

آں جمال عزاحد یہ راز مابین بریہ خود منتخب فرمود و بخلعت تخصیص مخصوص فرمود لاجل رسالت

نمبر ۸۔ بہاء اللہ ایک پہلو سے انسان اور ایک پہلو سے ایسا خدا نہیں بنتا جیسا کہ مسیحی عقیدہ ہے بلکہ خدا کی نسبت اس کا عقیدہ صاف ہے دیکھو کتاب الشیخ صفحہ ۱۰

حق جلالہ از برائے ظہور جواہر معانی از معدن انسانی آمدہ یعنی مشارق امر و مخازن لآلی علم او چہ کہ تعالی اند مکنون و مستور عـن ا لا نظا ر انظر ما انز له الر حمن فی القر آ ن لا تد ر که

الا بصار و هو يدرك الابصار الآيه

نمبر۹۔ بہاء اللہ انبیاء کی طرح ہیکل ظہور یا مظہر ربوبیت کے عنوان سے مامور من اللہ ہونے کا مدعی ہے ملاحظہ ہو

کتاب الشیخ صفحہ۷۔ لعمر الله ان البهاء ما نطق عن الهوى بل انطقه الذى انطق الا شياء بذكره و ثناءه

صفحہ۹۔ انى ما اظهرت نفسى بل الله اظهر نى كيف اراد .. ليس هذا من عندى بل من لدن عزيز عليم ۔ و امر نى با لنداء بين الارض و السماء

الواح صفحہ ۱۹۶ ۔ينطق بما نطق روح الا عظم فى صدره الممرر الا صفى

نمبر۱۰۔ بہاء اللہ کا یہ دعوی برہموسماج کی طرح نہیں بلکہ وہ کہتا ہے دیکھو الواح صفحہ ۵۰

كلما اردنا ان نذكر بيانات العلماء و الحكماء و ما ظهر فى العالم و ما فى الكتب والزبر فى لوح امام وجه ربك نرى و نكتب انه احاطه علمه السماوات و الارضين

پس جب بہاء اللہ بزعم مکاشفہ میں ایک صاف لوح سے دیکھ کر لکھتا ہے تو اگر اس کے نزدیک اس کا نام وحی یا کلام الٰہی نہیں تو اور کیا ہے۔ ہاں وحی کے شؤن جداگانہ ہیں۔

تلک عشرۃ کاملہ:

ان امور عشریہ سے مختصراً ثابت ہو گیا کہ بہاء اللہ کا دعوی موعود اسلام اور مامور من اللہ ہونے کا ہے۔ اب اہل قادیان کا فرض ہے کہ یا تو میرا یہ بیان غلط ثابت کریں اور پانچ سو روپیہ لے لیں، یا خود قادیانیت سے توبہ کر کے جماعت احمدیہ لاہور کے ساتھ مل جائیں

یا صفائی سے دین بہائی اختیار کریں۔ وما علينا الا البلاغ المبين

(توحید ۲۳ جمادی الاول ۱۳۴۷ھ ص۸)

مرزا غلام احمد اور میاں محمود احمد

مولوی حبیب اللہ کلرک محکمہ نہر امرتسر

(اس مضمون میں فاضل مضمون نگار نے باپ بیٹے کے جھگڑے اور ان دونوں کے اختلافی اقوال پر روشنی ڈالی ہے۔ مدیر اخبار محمدی)۔

غلام احمد: براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۵۵۔۵۵۶ پر لکھتے ہیں

کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ

تیری بخششوں نے ہمیں گستاخ کر دیا

محمود احمد:

نادان ہے وہ شخص جس نے کہا کرم ہائے تو مارا کرد گستاخ۔ کیونکہ خدا کے فضل انسان کو گستاخ نہیں بنایا کرتے اور سرکش نہیں کر دیا کرتے بلکہ اور زیادہ شکر گزار اور فرمانبردار بناتے ہیں۔

(الفضل ۲۳ جنوری ۱۹۱۷ء ص ۱۳ کالم ۳)

غلام احمد:

ازالہ اوہام صفحہ ۵۶۲ پر لکھا ہے:

صاحب نبوت تامہ ہرگز امتی نہیں ہوسکتا اور جو شخص کامل طور پر رسول اللہ کہلاتا ہے اس کا کامل طور پر دوسرے نبی کا مطیع اور امتی ہو جانا نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی رو سے بکلی ممتنع ہے اللہ فرماتا ہے

و ما ار سلنا من رسو ل الا لیطاع با ذن الله (النساء:٦٤)

یعنی ہر ایک رسول مطاع اور امام بنانے کے لئے بھیجا جاتا ہے اس غرض سے نہیں بھیجا جاتا کہ کسی دوسرے کا مطیع وتابعدار ہو۔

محمود احمد:

حقیقۃ النبوۃ حصہ اول صفحہ ۱۵۵ پر ہے:

بعض نادان کہہ دیا کرتے ہیں کہ نبی دوسرے نبی کا متبع نہیں ہوسکتا اور اس کی دلیل یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے و ما ارسلنا من رسول الا لیطاع با ذن اللہ (النساء:۶۴) اور اس آیت سے حضرت مسیح موعود کی نبوت کے حالات پر استدلال کرتے ہیں لیکن یہ سب بسبب قلت تدبر ہے

غلام احمد:

انبیاء اس لئے آتے ہیں کہ ایک دین سے دوسرے دین میں داخل کریں اور ایک قبلہ سے دوسرا قبلہ مقرر کرادیں اور بعض احکام کو منسوخ کریں اور بعض نئے احکام بجالائیں۔

(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۳۹)

محمود احمد:

نادان مسلمانوں کا خیال تھا کہ نبی کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ کوئی نئی شریعت لائے یا پہلے احکام میں سے کچھ منسوخ کرے یا بلاواسطہ نبوت پائے لیکن اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کے ذریعہ اس غلطی کو دور کردیا

(حقیقۃ النبوۃ اول۔ص ۱۳۳)

غلام احمد:

حضرت موسیٰ کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔(الحکم ۲۴ نومبر ۱۹۰۲ء ص ۵ کالم ۳)

محمود احمد:

آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی امتی نبی نہیں آ سکتا تھا اس لئے کہ آپ سے پہلے جس قدر انبیاء گذرے ہیں ان میں وہ قوت قدسیہ نہ تھی جس سے وہ کسی شخص کو نبوت کے درجے تک پہنچا سکے اور صرف ہمارے آنحضرت ﷺ ہی ایسے انسان کامل گذرے ہیں جو نہ صرف کامل تھے بلکہ مکمل تھے یعنی دوسروں کو کامل بنا سکتے تھے (حقیقۃ النبوۃ ص ۴۰) (پس مرزا صاحب جھوٹے ٹھہرے جو امت موسیٰ میں ہزاروں امتی نبی ہونے کے قائل ہیں)

غلام احمد:

مسیح موعود جو آنے والا ہے اس کی علامت یہ لکھی ہے کہ وہ نبی اللہ ہوگا یعنی خدا سے وحی پانے والا لیکن اس جگہ نبوت تامہ کاملہ مراد نہیں کیونکہ نبوت تامہ کاملہ پر مہر لگ چکی ہے بلکہ وہ نبوت مراد ہے جو محدثیت کے مفہوم تک محدود ہے جو مشکوۃ نبوت محمدیہ سے نور حاصل کرتی ہے۔(ازالہ اوہام ص ۱۷)

محمود احمد:

دوسری دلیل حضرت مسیح موعود کے نبی ہونے پر یہ ہے کہ آپ کو آنحضرت ﷺ نے نبی کے نام سے یاد فرمایا ہے۔اور نواس بن سمعان کی حدیث میں نبی اللہ کر کے آپ کو پکارا گیا ہے۔

(حقیقۃ النبوۃ ص ۱۸۹)۔ (یعنی باپ محدث کہتا ہے اور بیٹا نبی کہتا ہے)

(اخبار محمدی۔دہلی۔یکم دسمبر ۱۹۲۸ء۔ص ۴)۔

....

اباطیل مرزا

یعنی مرزا قادیانی کے جھوٹ

(جس میں مرزا غلام احمد کے قریباً ۳۳ جھوٹ قلم بند کئے گئے ہیں)

مؤلفہ حاجی محمد اسحاق امرتسری۔ کتب خانہ حقانی امرتسر۔ ۲۴ رمضان ۱۳۵۳ھ

الحمد لله و حده و الصلوة و السلا م علی من لا نبی بعده

بعد حمد و تعریف کے واضح ہو کہ جھوٹ کو اسلام ہی نہیں برا کہتا بلکہ ہر مذہب و ملت کا انسان جھوٹ سے نفرت کرتا ہے۔ مگر افسوس کہ قادیانی مرزا جی باوجود رسالت کے مدعی ہونے کے بھی جھوٹ اور بہتان تراشی ان کی عادت تھی۔ تصانیف مرزا غلام احمد دیکھنے سے پتہ چلتا ہے کہ آنجہانی قادیانی کو افتراء اور کذب بیانی میں کمال حاصل تھا۔

احباب کرام کی آگاہی کے لئے اس رسالہ میں چند ایک جھوٹ درج کئے جاتے ہیں ہمارا مقصود صرف اصلاح ہے۔ بعد مطالعہ کے آپ خود ہی اپنے دل سے دریافت کرنا کہ ایسا شخص نبوت کا مصداق ہوسکتا ہے۔

اگر آپ مرزائیت کی اصلیت سے کما حقہ آگاہی حاصل کرنی چاہتے ہوں تو ہمارا دوسرا رسالہ: حالات مرزا، ملاحظہ فرمائیں ....

دین کا مشتاق: محمد اسحاق۔ امرتسر ۲۴ رمضان ۱۳۵۳ھ

اباطیل مرزا کے معنی ہیں مرزا جی کے جھوٹ ۔ چونکہ اس رسالہ میں مرزا جی کے جھوٹ جمع کئے ہیں اس واسطے اس کا نام بھی اباطیل مرزا انتخاب کیا گیا ہے۔

نمبر۱۔ ناظرین، مرزا جی لکھتے ہیں:

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا۔ میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی کی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ (تریاق القلوب۔ص۵)

پچاس الماریاں کتابوں سے بھرنا خالہ جی کا باڑہ نہیں۔ مرزا جی کی کل کتابیں اسّی (۸۰) کے قریب ہیں۔ دیکھو اخبار پیغام صلح لاہورے۔ اگست ۱۹۲۲ء۔

اور مرزا غلام احمد قادیانی کے صاحبزادے لکھتے ہیں:

حضرت صاحب (مرزا غلام احمد) کے تمام اشتہارات کو بھی جن کی تعداد ۱۸۰ سے زائد ہے۔

(منصب خلافت۔ص ۳۱)

کیا قادیانی احباب بتا سکتے ہیں کہ اگر اسّی (۸۰) کتابیں اور ۱۸۰۔ اشتہارات یک جا جمع کئے جائیں تو کیا ان سے ۵۰۔ الماریاں بھری جا سکتی ہیں۔

نمبر۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ہم مسلمانوں کے کے لئے صحیح بخاری نہایت متبرک اور مفید کتاب ہے۔ یہ وہی کتاب ہے جس میں صاف طور پر لکھا ہے کہ حضرت عیسی وفات پا گئے ہیں۔ (کشتی نوح۔ص ۶۰)

مرزا جی نے بغیر سوچے سمجھے بخاری جیسی متبرک کتاب پر بے جا حملہ کیا ہے۔ حالانکہ بخاری شریف میں صاف لکھا ہے

عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ کیف انتم اذا نزل ابن مریم فیکم و امامکم منکم۔ (حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تمہارا کیا حال ہوگا جب ابن مریم تم میں نازل ہوں گے اور تمہارا امام تم ہی میں سے ہوگا)

نمبر۳۔ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

امام مالک جیسا امام عالم حدیث وقرآن ومتقی اس بات کا قائل ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہوگئے۔
ایسا ہی امام ابن حزم جن کی جلالت محتاج بیان نہیں، قائل وفات مسیح ہے۔
اسی طرح امام بخاری جن کی کتاب بعد کتاب اللہ اصح الکتب ہے وفات مسیح کے قائل ہیں۔
ایسا ہی فاضل ومحدث ومفسر ابن تیمیہ وابن قیم جو اپنے اپنے وقت کے امام ہیں حضرت عیسیٰ کی وفات کے قائل ہیں۔

(کتاب البریہ حاشیہ۔ ص ۲۸۸؟)

یہ بالکل سفید جھوٹ ہے۔ ان بزرگوں میں سے کوئی بھی وفات عیسیٰ کا قائل ہرگز نہ تھا۔ امام ابن تیمیہ لکھتے ہیں:

وکان الروم والیونان وغیرھم مشرکین یعبدون الھیاکل العلویہ و الاصنام الارضیہ فبعث المسیح علیہ السلام رسلہ یدعونھم الی دین اللہ تعالی فذھب بعضھم فی حیاتہ فی الارض و بعضھم بعد رفعہ الی السماء ندعوھم الی دین اللہ تعالی فدخل من دخل فی دین اللہ۔ (الجواب الصحیح جلد اول۔ ص ۱۱۶)۔ روم اور یونان وغیرہ میں مشرکین اشکال علویہ اور بتان زمین کو پوجتے تھے۔ پس مسیح نے اپنے نائب بھیجے کہ وہ لوگوں کو دین الٰہی کی طرف دعوت دیتے تھے پس بعض تو حضرت مسیح کی زندگی میں گئے اور بعض مسیح کے آسمان پر

اٹھائے جانے کے بعد گئے۔پس وہ لوگوں کو دین الہی کی دعوت دیتے تھے ان کی دعوت سے اللہ کے دین میں داخل ہوا جس کسی نے داخل ہونا تھا۔)....

نمبر۴۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

ایک حدیث میں آنحضرتﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے کہ موسی اور عیسی زندہ ہوتے تو میری پیروی کرتے ۔(ایام الصلح ۔ص۴۲)

حدیث کی کسی کتاب میں حضرت عیسی کا لفظ نہیں آتا۔اگر قادیانیوں کے پاس وہ کتاب ہے جس میں حضرت عیسی کا لفظ ہو تو ہم کو بھی دکھادیں۔ورنہ صرف اتنا ہی کہنا کافی ہے کہ لعنت الله على الكاذبين۔

دوستو! یادرکھو حضرت عیسی کا لفظ کسی حدیث کی کتاب میں نہیں ہے اور نہ ہی ان شاءاللہ مرزائی دکھا سکتے ہیں۔حدیث کی معتبر اور مستند کتابوں میں صرف یہ الفاظ ہیں

لو کا ن موسی حیاً ما وسعه ا لا اتباعی

(ملاحظہ ہو مرقاۃ شرح مشکوۃ جلد ا ص ۲۰۶ ۔مسند احمد جلد ۳ ص ۳۸۷)

نمبر۵۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا ہے جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا ہے جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی ۔

(قادیانی اربعین نمبر ۴ ص ۱۴)

مرزائی دوستو! ہم بھی اس بات کے متمنی ہیں کہ ان نبیوں کے اسماء گرامی کی فہرست ہمیں بھی دکھلا کر بتلایئے کہ ان کے نام کس صحیفہ میں ہیں۔

نمبر۶۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

تفسیر ثنائی میں لکھا ہے کہ ابو ہریرہ فہم قرآن میں ناقص تھا۔ (براہین احمدیہ۔جلد۵۔ص۲۳۴)۔

امید ہے کہ امت مرزائیہ اس امر میں اپنے پیغمبر (مرزا قادیانی) کو سچا ثابت کرے گی ورنہ ہماری طرف سے لعنت اللہ علی الکاذبین کا تحفہ قبول کرے۔

نمبر۷۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اسرائیلی نبیوں نے تو شیر خوار بچے بھی قتل کیے۔ایک دو نہیں بلکہ لاکھوں تک نوبت پہنچی

(مکتوبات احمدیہ حصہ سوم)

کیا ہی خوب ہو اگر مرزا جی کی تقلید کرنے والے احباب کرام ان نبیوں کے نام مع حوالہ شائع کر دیں۔

نمبر۸۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مولوی عبداللہ صاحب غزنوی نے خواب میں دیکھا کہ ایک نور آسمان سے قادیان پر گرا (یعنی عاجز پر) اور فرمایا کہ میری اولاد اس نور سے محروم رہے گی۔ (قادیانی اربعین نمبر۲۔ص۳۲)

ہم مرزائی انجمن کے ممبروں سے طلب دریافت ہیں کیا ہی آپ کا شکریہ ہو اگر آپ لوگ اس کا مکمل ثبوت دیں۔یہ واقع حضرت مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم نے کن لوگوں کے درمیان بیان کیا۔ان شاہدوں کی فہرست پیش کی جاوے۔

نمبر۹۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

جواب شبہات الخطاب الملیح فی تحقیق المھدی و المسیح جو مولوی رشید احمد

گنگوہی کی خرافات کا مجموعہ ہے۔(براہین احمدیہ۔ج۵ص ۱۹۹)

مرزا صاحب کا یہ بالکل اعجازی جھوٹ ہے۔ یہ رسالہ مولوی اشرف علی تھانوی صاحب کا تصنیف کردہ ہے۔آنجہانی مرزا قادیانی نے بے سوچے سمجھے لکھ دیا۔افسوس کہ ٹائٹل پر سے مؤلف کا نام ہی پڑھ لیتے۔

نمبر۱۰۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

خدا نے میرے لئے یہ نشان بھی دکھائے کہ اس نے ہر ایک مباہلہ میں میرے دشمنوں کو ہلاک کیا۔(چشمہ معرفت حصہ دوم۔ص ۳۱۸؟)

ہمیں افسوس اس بات پر ہے کہ مرزا جی نے ہلاک شدہ دشمنوں کے نام تحریر نہ کئے۔کیا ہی اچھا ہوتا کہ ان کے نام لکھ دیتے۔کیا مرزائی دوست بتائیں گے ۱۸۹۳ء میں بمقام عید گاہ امرتسر مابین مولانا صوفی عبد الحق صاحب غزنوی اور مرزا قادیانی مباہلہ ہوا تھا،اس کا انجام کیا ہوا۔

کیا صوفی (عبدالحق) صاحب موصوف کرشن جی کی وفات کے بعد پورے نو سال زندہ نہ رہے۔ پھر یہ کہنا کہ،مباہلہ میں میرے دشمن ہلاک ہوئے،کس انصاف پر مبنی ہے۔

نمبر۱۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس پیش گوئی (نکاح محمدی بیگم) کی تصدیق کے لئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے اس سے پیشگوئی کی ہے کہ و یتزوج و یولد لہ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جسکی نسبت اس عاجز (مرزا) کی پیش گوئی موجود ہے۔

گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں

کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ ص ۵۳)

یہ پیش گوئی ہرگز حضور نبی کریم ﷺ نے نہیں فرمائی۔ اگر بالفرض بقول مرزا قادیانی پیش گوئی آنحضرت ﷺ نے کی ہو، تو دنیا اس پر شاہد ہے کہ مرزا غلام احمد، محمدی بیگم سے باوجود اتنی سعی و کوشش کے محروم رہے، تو کیا نعوذ باللہ آنحضرت ﷺ کی پیش گوئی جھوٹی نکلی (شرم)

نمبر۱۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

لیکن کسی حدیث میں یہ نہیں پاؤ گے کہ اس (عیسی) کا نزول آسمان سے ہوگا۔

(حمامۃ البشریٰ از مرزا قادیانی)

کیا امت مرزائیہ سے ہم توقع رکھ سکتے ہیں اگر حدیث میں آسمان کا لفظ موجود ہو، تو مرزا جی کا دامن چھوڑ کر امت محمدیہ میں داخل ہو جائیں گے۔

مرزائیو! ہمارا فرض ہے بھٹکے ہوئے کو راستہ بتانا ہم تمہاری ہمدردی اور مسلمانوں کی آگاہی کے لئے حدیث نقل کرتے ہیں

عن ابن عباس مرفوعاً قال الدجال اول من تبعه سبعون الفاً من اليهود..... قال ابن عباس قال رسول الله ﷺ فعند ذلك ينزل عيسى بن مريم من السّماء (کنز العمال۔ جلد ۷ ص ۲۶۸)

علاوہ اس کے آسمان سے اترنے کی تصدیق خود قادیانی مرزا جی کرتے ہیں۔ چور کی داڑھی میں تنکا۔

دیکھو میری بیماری کی نسبت آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح پر وقوع پذیر ہوئی۔ آپ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہوں گی۔ تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں۔ ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔ (اخبار بدر قادیان ۷ جون ۱۹۰۶ء ص ۵)

نمبر۱۳۔مرزاغلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

خداتعالی نے مجھے صریح لفظوں میں اطلاع دی تھی کہ تیری عمراسّی برس کی ہوگی اور یا یہ کہ پانچ چھ سال زیادہ یا پانچ چھ سال کم (ضمیمہ براہین جلد۵ص ۵۷)

اسی صفحہ مذکورہ میں مرزاصاحب قادیانی اس الہام کا مطلب یوں بیان کرتے ہیں:

اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدہ کے متعلق ہیں وہ تو ۷۴،اور ۸۶ برس کے اندر اندر عمر کا تعین کرتے ہیں۔

مرزاجی کتاب البریہ حاشیہ صفحہ۱۴۴پر لکھتے ہیں:

میری پیدائش ۱۸۳۹ءیا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت ہوئی۔

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزاصاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ءکوفوت ہوئے (عسل مصفی ج۲ص۶۱۲)۔کل عمر ۶۸ سال ہوئی۔

نمبر۱۴۔مرزاغلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ عجیب بات ہے کہ چودھویں صدی کے سرپر اس قدر بجز میرے لوگوں نے مجدد ہونے کے دعوی کیئے جیسا کہ نواب صدیق حسن خان بھوپال اور مولوی عبدالحی لکھنوی، گوسب صدی کے اوائل دنوں میں ہلاک ہوگئے۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۳۰)

رئیس الموحدین عمدۃ المفسرین نواب صدیق حسن مرحوم اور مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم کا دعوی مجددیت آپ نے کس کتاب میں دیکھا۔اگر قادیانی دوستوں کے پاس اس کا حوالہ ہوتو ہمیں بھی درکار ہے۔

نمبر۱۵۔مرزاغلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

سنت جماعت کا یہ مذہب ہے کہ امام مہدی فوت ہوگئے ہیں اور آخری زمانہ میں انہی کے نام پر

ایک اور امام پیدا ہوگا۔ (ازالہ اوہام کلاں حصہ دوم۔ص ۱۹۰)

اہل سنت والجماعت کے جتنے فرقے مثلاً حنفی شافعی مالکی حنبلی اور اہل حدیث وغیرہ ہیں ان کا یہ مذہب نہیں یہ محض افتراء اور بناوٹ ہے۔

نمبر۱۶۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میرا کام جس کے لئے میں اس میدان میں کھڑا ہوا ہوں یہی ہے کہ میں عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور بجائے تثلیث کے توحید کو پھیلاؤں اور آنحضرتﷺ کی جلالت اور عظمت وشان دنیا پر ظاہر کروں۔

پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے پس میں جھوٹا ہوں اور اگر کچھ نہ ہوا اور میں مرگیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں۔

(اخبار بدر قادیان ۱۹ جولائی ۱۹۰۶ء)

اس کے جواب میں اتنا ہی کہہ دینا کافی ہے:

کوئی بھی کام مسیحا تیرا پورا نہ ہوا
نا مرادی میں ہوا ہے تیرا آنا جانا

نمبر۱۷۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری اور مولوی اسماعیل صاحب علی گڈھ والے نے میری نسبت قطعی حکم لگایا کہ وہ اگر کذاب ہے تو ہم سے پہلے مرے گا۔ ضرور ہم سے پہلے مرے گا کیونکہ کذاب ہے مگر جب ان تالیفات کو دنیا کے سامنے پیش کر چکے تو پھر بہت جلد آپ ہی مرگئے۔ (اربعین نمبر۳ ص ۱۱)

مرزا جی کی نبوت تسلیم کرنے والو! وہ کتاب یا اس کا حوالہ سامنے لاؤ جہاں مولوی غلام دستگیر قصوری مرحوم اور مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم نے یہ مضمون تحریر کیا ہے۔ ورنہ یاد رکھو جھوٹ بھی شرک کا ایک حصہ ہے (کشتی نوح۔ص ۲۶)

نمبر۱۸۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ صحابہ کا اسی بات پر اجماع ہو گیا تھا کہ ابن صیاد ہی دجال معہود ہے

(ازالہ اوہام کلاں۔ص ۱۰۲۔۱۰۳)

قادیانی فاضلو! اگر آپ کو اپنے نبی کی عزت کو برقرار رکھنا منظور ہے تو اصحابہ کبار کے اقوال ہمارے سامنے پیش کرو۔

نمبر ۱۹۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

قرآن شریف تو بآواز بلند مسیح ابن مریم کا فوت ہو جانا بیان کر رہا ہے۔(ازالہ اوہام۔ص ۱۰۳)

قادیانی مبلغو! خدا سے ڈرو۔قرآن پاک جیسی متبرک کتاب پر ایمان رکھتے ہو اور اگر قرآن حکیم کو حقیقی معنوں میں خدا کا کلام تسلیم کرتے ہو تو وفات مسیح کا ذکر نکال کر دکھاؤ۔غالباً یہ آیت اس قرآن کے اندر ہو گی جو قادیان کے اندر چھپا ہے۔مطبوعہ لاہوری، امرتسری، کان پوری، دہلوی اور مصری وغیرہ کے اندر تو یہ آیت موجود نہیں۔ہوشیار ہو جاؤ! اپنے پیغمبر کے دامن سے کذب بیانی دور کرو۔قرآن کریم تو للکار کر کہہ رہا ہے: الا لیو منن بہ قبل مو تہ ۔حضرت عیسیٰ تب فوت ہوں گے جب تمام اہل کتاب وغیرہ مسلمان ہو جائیں گے۔چہ جائیکہ ہم مرزا جی کے قول کے مطابق ان کو فوت شدہ تسلیم کر لیویں۔یہ ہرگز نہیں ہو سکتا۔

نمبر ۲۰۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

نبی کی اجتہادی غلطی میں درحقیقت وحی کی غلطی ہے کیونکہ نبی تو کسی حالت میں وحی سے خالی نہیں ہوتا۔پس چونکہ ہر ایک بات جو اس کے منہ سے نکلتی ہے وحی ہے اس لئے جب اس کے اجتہاد میں غلطی ہو گی تو وہ وحی غلط کہلائے گی نہ اجتہادی غلطی۔(آئینہ کمالات اسلام۔ص ۳۵۳)

افسوس مرزا جی خود ہی لکھتے ہیں:

ایک نبی اپنے اجتہاد میں غلطی کر سکتا ہے مگر خدا کی وحی میں غلطی نہیں ہوتی۔

(تتمہ حقیقۃ الوحی ۔ص ۱۳۵)

اس گھر کو آگ لگ گئی گھر کے چراغ سے

ظاہر ہے کہ ایک دل سے دو متضاد باتیں نکل نہیں سکتیں کیونکہ ایسے طریق سے انسان پاگل کہلاتا ہے یا منافق (ست بچن۔ص ۳۱)

نمبر ۲۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پہلے نبیوں کی کتابوں اور احادیث نبویہ میں لکھا ہے کہ مسیح موعود کے ظہور کے وقت یہ انتشار نورانیت اس حد تک ہوگا کہ عورتوں کو بھی الہام شروع ہو جائے گا اور نابالغ بچے نبوت کریں گے اور عوام الناس روح القدس سے بولیں گے۔ (ضرورۃ الامام۔ص ۵)

مرزا صاحب کا یہ صریح جھوٹ ہے احادیث کی کسی کتاب کے اندر یہ لفظ نہیں ہیں۔

نمبر ۲۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

آپ لوگ میری بڑی بڑی کتابوں کو تو نہیں دیکھتے اور فرصت کہاں ہے لیکن اگر میرے رسالہ تحفہ گولڑویہ اور تحفہ غزنویہ کو ہی دیکھو جو پیر مہر علی شاہ اور غزنوی جماعت مولوی عبدالجبار و عبدالحق و عبد الواحد وغیرہ کی ہدایت کے لئے لکھی گئی ہے جس کو آپ کو صرف دو گھنٹہ کے اندر بہت غور اور تامل سے پڑھ سکتے ہیں۔ (قادیانی اربعین)

تحفہ گولڑویہ جو ۲۳۸ صفحات کی کتاب ہے مرزائیو! عقل اور انصاف سے کام لو۔ کیا ۲۳۸ صفحہ کی کتاب صرف دو گھنٹے کے اندر کوئی شخص ختم کر سکتا ہے اور پھر ساتھ ہی تحفہ غزنویہ بھی شامل کر لو۔

نمبر ۲۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مولوی صدیق حسن اپنی کتاب میں لکھتے ہیں: عیسی بن مریم جب نازل ہوگا تو قرآن کریم کے تمام احکام حضرت جبریل کے ذریعہ ان پر کھولے جائیں گے ۔یعنی وحی ان پر نازل ہوا کرے گی وہ حدیث کی طرف رجوع نہیں کرے گا (ازالہ اوہام کلاں ص ۲۳۷۔خورد۔ ص ۵۷۳)

صد افسوس ایسے بزرگوں پر آنجہانی بے جا حملے کر رہے ہیں غضب اس بات پر ہے کہ آنجہانی نے نواب صاحب کا نام تو پیش کر دیا مگر اتنی جرات نہ کی کہ کتاب کا حوالہ پیش کر دیتے۔ مرزا جی کے مقلدو! آپ کا

مذہبی فرض ہے کہ مرزا جی کو اس بات میں صادق کر کے دکھائیں۔نہیں تو جھوٹے پر ہزار لعنت نہیں تو پانچ سو سہی

(ازالہ اوہام۔حصہ دوم۔کلاں،ص۳۵۳۔خورد ۸۶۵)

نمبر۲۳۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

براہین احمدیہ میں خدا نے مجھے بشارت دی ہے کہ ہر ایک خبیث عارضہ سے مجھے محفوظ رکھے گا۔

(اربعین نمبر۳ص ۳۷)

افسوس کہ اسی کتاب کے اندر اپنے مجموعہ امراض ہونے کا ثبوت لکھا ہے۔

نمبر۲۴۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اے عزیزو! تم نے وہ وقت پایا جس کی بشارت تمام نبیوں نے دی ہے اور اس شخص کو یعنی مسیح موعود کو تم نے دیکھ لیا جس کے دیکھنے کے لئے بہت سے پیغمبروں نے بھی خواہش کی تھی اس لئے اب اپنے ایمانوں کو خوب مضبوط کرو اور اپنی راہیں درست کرو۔

جن نبیوں نے مسیح قادیانی کی زیارت کا شوق ظاہر کیا ہے ان کے اسماء گرامی سننے کے ہم بھی مشتاق ہیں۔

نمبر۲۵۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایک اور حدیث بھی مسیح ابن مریم کے فوت ہو جانے پر دلالت کرتی ہے اور وہ یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ سے پوچھا گیا کہ قیامت کب آئے گی؟

تو آپ ﷺ نے فرمایا آج کی تاریخ سے سو برس تک تمام بنی آدم پر قیامت آ جائے گی۔

(ازالہ اوہام۔کلاں ص۱۰۶)

نبی ﷺ کے زمانہ سے سو برس تک قیامت بتانے والی حدیث کے ہم بھی متمنی ہیں۔امت مرزائیہ اس حدیث کو کسی کتاب سے دکھائے ورنہ فرمان محمدی سن لیں

من کذب علیّ متعمداً فلیتبوأ مقعدہ فی النار

یعنی رسول خدا ﷺ نے فرمایا جو شخص عمداً مجھ پر جھوٹ باندھے گا پس وہ اپنا ٹھکانہ دوزخ میں تلاش کرے۔

نمبر ۲۶۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایسا ہی تمام اولیاء کا اس پر اتفاق تھا کہ اس مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی سے تجاوز نہیں کرے گا ۔(چشمہ معرفت۔ج ۲)

مرزائی امت سے مؤدبانہ درخواست کرتے ہیں کہ وہ تمام اولیاء کی فہرست اپنے اخبار الفضل کے اندر شائع کر دیں اور ایک پرچہ بذریعہ رجسٹری خاکسار (محمد اسحاق حنیف امرتسری) کو بھیج دیں۔

نمبر ۲۷۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

قرآن شریف میں اول سے آخر تک جس جس جگہ توفی کا ذکر آیا ہے ان تمام مقامات میں توفی کے معنی موت کے ہیں۔(ازالہ اوہام کلاں جلد اول ص ۱۰۲)

بالکل سفید جھوٹ ہے۔

نمبر ۲۸۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

قرآن مجید میں بلکہ تورات کے بعض صحیفوں میں بھی یہ خبر موجود ہے کہ مسیح موعود کے وقت طاعون پڑے گی بلکہ حضرت مسیح نے بھی انجیل میں یہ خبر دی ہے اور ممکن نہیں کہ نبیوں کی پیش گوئیاں ٹل جائیں۔(کشتی نوح۔ص ۵)

میں بھی اس بات کا متلاشی ہوں کہ مرزائی اس کا پورا پتہ دے کر اپنے نبی کے دامن کو پاک کریں۔

نمبر ۲۹۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

تمام نبیوں کی کتابوں سے اور ایسا ہی قرآن شریف سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ خدا نے حضرت آدم سے لے کر آخر تک دنیا کی عمر سات ہزار برس رکھی ہے (لیکچر سیالکوٹ۔ص ۵ مطبوعہ کریمی پریس لاہور)

تمام نبیوں کی اور قرآن کریم کی تعلیم کو میں بھی دیکھنا چاہتا ہوں۔ ورنہ یاد رکھیں جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے۔

نمبر ۳۰۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایک دفعہ آنحضرت ﷺ کے دوسرے ملکوں کے انبیاء کی نسبت سوال کیا گیا تو آپ نے یہی فرمایا کہ

ہر ایک ملک میں خداوند تعالیٰ کے نبی گذرے ہیں اور فرمایا کان فی الھند نبیا اسود اللون اسمہ کاھناً یعنی ہند میں ایک نبی گذرا ہے جو سیاہ رنگ تھا اور اس کا نام کاہن تھا یعنی کنھیا جس کو کرشن کہتے ہیں۔ (چشمہ معرفت۔ص۱۰۔۱۱)

مسلمانو! یادرکھو کہ محض جھوٹی اور بناوٹی حدیث ہے۔ حدیث کی کسی مستند کتاب کے اندر یہ عبارت نہیں پاؤ گے۔ اے مرزائیو! میں خاص آپ کو مخاطب کر کے للکارتا ہوں کہ مذکورہ حدیث کا حوالہ دکھائیں ورنہ یادرکھیں خدا کی جھوٹوں پر نہ ایک دم کے لئے لعنت ہے بلکہ قیامت تک لعنت ہے (اربعین نمبر۳ص۱۴)

نمبر ۳۱۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

نبی کریم ﷺ نے نہ ایک دلیل بلکہ بارہ مستحکم دلیلوں سے اور قرائن قطعیہ سے ہم کو سمجھا دیا کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو چکا اور آنے والا مسیح موعود اسی امت سے ہے۔ (دافع الوساوس۔ص۱۴)

مرزائیت کے ممبروں کو چاہیے کہ اپنے پیر و مرشد کو اس قول میں سچا ثابت کر کے دکھائیں ورنہ یادرکھیں کہ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس پر اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ص۲۲۲)۔

نمبر ۳۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

بٹالوی صاحب رئیس المتکبرین ہونا میرا ہی خیال نہیں بلکہ ایک کثیر گروہ مسلمانوں کا اس پر شہادت دے رہا ہے۔ (آئینہ کمالات اسلام۔ص۵۹۹)۔

مولانا مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم پر یہ بالکل سفید جھوٹ اور افتراء ہے۔ ہمارا مسلمانوں کا مولانا مرحوم کے متعلق ایسا خیال ہرگز نہیں ہے۔

نمبر ۳۳۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

پھر اس کے بعد تیرہ سو برس تک کبھی کسی مجتہد اور مقبول امام پیشوائے انام نے یہ دعویٰ نہیں کیا کہ حضرت مسیح زندہ ہیں۔ (تحفہ گولڑویہ۔ص۶)

بالکل اعجازی جھوٹ ہے کیا مرزائی دوست اس امر میں آنجہانی کو سچا ثابت کر کے دکھا سکتے ہیں۔ نہایت ہی آپ کا احسان ہوا گر آپ ان مجتہدین کے اسمائے گرامی پیش کریں جو وفات مسیح کے قائل تھے۔ ورنہ حیات مسیح کے جو بزرگ مجتہدین امام صحابہ کرام قائل تھے ان کے نام دکھانے کے لئے ہم تیار ہیں۔

۱۔ جھوٹ بھی ایک حصہ شرک ہے (کشتی نوح)

۲۔ جب ایک بات میں کوئی جھوٹا ثابت ہو جائے تو پھر دوسری باتوں میں بھی اس کا اعتبار نہیں رہتا۔ (چشمہ معرفت۔ص۲۲۲)

۳۔ جھوٹ بولنے سے مرنا بہتر ہے۔ (تبلیغ رسالت۔ج۷ص۳۵)

۴۔ جھوٹے پر خدا کی لعنت لعنت اللہ علی الکا ذبین۔ (ضمیمہ براہین حصہ۵ص۱۱۱)

۵۔ جھوٹ بولنے سے بدتر دنیا میں اور کوئی کام برا نہیں۔ (تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۲۰۶)

۶۔ جھوٹ بولنا اور گوہہ کھانا ایک برابر ہے۔ (حقیقۃ الوحی۔ص۲۰۶)

۷۔ نبی کے کلام میں جھوٹ جائز نہیں۔ (مسیح ہندوستان میں۔ص۱۹)

۸۔ کاذب کا خدا دشمن ہے وہ اس کو جہنم میں لے جائے گا۔ (البشری۔ج۲ص۱۲۰)

۹۔ خدا کی لعنت ان لوگوں پر جو جھوٹ بولتے ہیں۔ (اعجاز احمدی۔ص۳)

۱۰۔ جیسے بت پوجنا شرک ہے ویسے جھوٹ بولنا بھی شرک ہے (الحکم ۱۷، اپریل ۱۹۰۷ء ص۱۳)

۱۱۔ جھوٹ کے مردار کو کسی طرح نہ چھوڑا یہ کتوں کا طریق ہے نہ انسانوں کا (انجام آتھم۔کریمی پریس لاہور ص۴۳ سطر ۱۰۔۱۱)

۱۲۔ جھوٹے پر ہزار لعنت نہیں تو پانچ سو ہی سہی۔ (ازالہ اوہام کلاں۔ص۳۵۴)

۱۳۔ وائیٹ نے کہا لعنت اللہ علی الکا ذبین یعنی جھوٹوں پر لعنت ہو۔ میں نے کہا بے شک جھوٹوں پر لعنت وارد ہوگی۔ (انجام آتھم ص۳۰؟)

☆☆☆

بطلان مرزا

جس میں تحریرات مرزا اور اقوال امت مرزائیہ سے مرزا غلام احمد قادیانی کا بطلان ثابت کیا گیا ہے۔

مؤلفہ محمد اسحاق امرتسری۔۱۹۳۵ء

پہلے مجھے دیکھئے:

لاکھ لاکھ شکر ہے اس خدا تعالی وحدہ لاشریک کا جس نے مجھے اپنے خاص مذہب یعنی دین اسلام کا خادم بنایا، اور جس نے مجھے اس وقت جب کہ مسلمان برائے نام ہی مسلمان رہ گئے تھے، دین کی سمجھ عطا کی۔ مجھ کو اس نے اتنی طاقت عنایت کی کہ فرقہ ضالہ جدیدہ مرزائیہ جو کہ نہایت ہی خطرناک فرقہ ہے اس کی تردید کر سکوں۔

تالیف کا سلسلہ میں نے محض اس لئے شروع کر رکھا ہے کہ امت مرزائیہ جو کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے پیچھے اپنے ایمانوں کا ستیاناس کر چکی ہے، ان کی اصلاح کو مدنظر رکھتے ہوئے اللہ کے فضل و کرم سے میں نے ان کی تردید میں چند رسائل لکھے اور ان کو صحیح معنوں میں اسلام کی دعوت دی۔ خدا کی مہربانی سے میری تصنیف مسمی بہ: حالات مرزا ، پر پنجاب کے بڑے بڑے علماء کرام حنفی اور اہل حدیث نے ریویو لکھے جن میں سے خصوصاً مولانا ثناء اللہ صاحب اڈیٹر اہل حدیث، مولانا محمد عالم پروفیسر اسلامیہ کالج امرتسر اور سید محمد شریف گھڑیالوی کا نام پیش کرتا ہوں ان کے علاوہ دیگر علماء کرام نے بھی رسالہ مذکورہ پر ریویو لکھے جو ملاحظہ سے تعلق رکھتے ہیں

مرزائی احباب کرام نے میرے خیال مذکورہ کا جواب نہ دیا اور نہ ہی انشاء اللہ دے سکتے ہے۔ اسی تمہید کے بعد میں عرض کرنا چاہتا ہوں کہ رسالہ ہذا کے سرورق پر میں نے لکھا ہے کہ اس رسالہ میں مرزا قادیانی

اورامت مرزائیہ سے مرزا جی کی تردید کی گئی ہے۔سو میں انشاء اللہ اپنے وعدہ کو پورا کرنے کی حتی الامکان ضرور کوشش کرونگا۔وباللہ التوفیق

بطلان مرزا

نمبرا ناظرین کرام!مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میرا کام جس کے لئے میں کھڑا ہوں یہی ہے کہ عیسی پرستی کے ستون کو توڑ دوں اور تثلیث کی جگہ توحید پھیلاؤں حضور کی جلالت دنیا پر ظاہر کروں۔پس اگر مجھ سے کروڑوں نشان بھی ظاہر ہوں اور یہ علت غائی ظہور میں نہ آئے تو میں جھوٹا ہوں۔دنیا مجھ سے کیوں دشمنی کرتی ہے،وہ میرے انجام کو کیوں نہیں دیکھتی۔اگر میں نے اسلام کی حمایت میں وہ کام کر دکھایا جو مسیح علیہ السلام یا المہدی نے کرنا تھا تو میں سچا ہوں،اور اگر کچھ نہ ہوا،اور میں مر گیا تو پھر سب گواہ رہیں کہ میں جھوٹا ہوں

(بدر قادیان ۱۹جولائی ۱۹۰۷ء)

یہ بات روز روشن کی طرح واضح ہے کہ مرزا قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء بموقع میلہ بھدر کالی کو لاہور میں فوت ہوئے۔سرسری نظر سے بھی اگر دیکھا جائے کہ کیا مرزا جی اپنی پیش کردہ تحریر کے اندر ثابت قدم نکلے تو صاف جواب نفی میں دینا پڑے گا کیونکہ قرآن مجید تو علانیہ ڈنکے کی چوٹ بیان فرمارہا ہے کہ حضرت عیسی کی وفات سے پیشتر تمام اہل کتاب ان پر یعنی حضرت عیسی پر ایمان لے آویں گے مگر افسوس کے ساتھ بیان کرنا پڑتا ہے کہ مرزا جی پر ایک عیسائی جو کہ مرزا جی کا سخت جانی دشمن تھا یعنی ڈپٹی آتھم مرزا جی کی اشد کوشش کے باوجود بھی مرزا پر ایمان نہ لایا جس کی بابت مرزا جی نے یوں پیش گوئی کی تھی:

آج رات جو مجھ پر کھلا وہ یہ ہے کہ جب میں نے بہت تضرع اور ابتہال سے جناب الٰہی میں دعا کی کہ تو اس امر میں فیصلہ کر اور ہم عاجز بندے ہیں تیرے فیصلے کے سوا کچھ نہیں کہہ سکتے تو اس نے مجھے یہ نشان بشارت کے طور پر دیا ہے کہ اس بحث میں دونوں فریقوں میں سے جو فریق عمداً جھوٹ کو اختیار کر رہا ہے اور سچے خدا کو چھوڑ رہا ہے اور عاجز انسان کو خدا بنا رہا ہے وہ انہی دنوں مباحثہ کے

لحاظ سے یعنی فی دن ایک مہینہ لے کر یعنی پندرہ ماہ تک ہاویہ میں گرایا جائے گا اور اسکو سخت ذلت پہنچے گی بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے اور جو شخص سچ پر ہے اور سچے خدا کو مانتا ہے اس کی اس سے عزت ظاہر ہوگی اور اس وقت جب یہ پیشگوئی ظہور میں آئیگی بعض اندھے سوجا کھے کئے جائیں گے اور بعض لنگڑے چلنے لگیں گے اور بعض بہرے سننے لگیں گے۔

(جنگ مقدس۔ص ۲۰۹۔۲۱۰؛ قادیانی خزائن۔ج ۶ ص ۲۹۱۔۲۹۲)

اور اسی طرح اپنی دوسری کتاب میں لکھتے ہیں:

بلکہ اس پیش گوئی میں یہ صاف شرط موجود تھی کہ اگر وہ عیسائیت پر مستقیم رہیں گے اور ترک استقامت کے آثار نہیں پائے جائیں گے اور ان کے افعال یا اقوال سے رجوع الی الحق ثابت نہیں ہوگا تو صرف اس حالت میں پیش گوئی کے اندر فوت ہوں گے۔ (انجام آتھم۔ص ۱۳)۔

ناظرین! ان مقرر کردہ ۱۵ مہینوں کی میعاد ۶ ستمبر ۱۸۹۴ء کو مکمل ہوئی تھی مگر آتھم قریباً دو سال بعد مرا۔ آتھم کا سن وفات خود مرزا جی لکھتے ہیں:

مسٹر عبداللہ آتھم صاحب ۲۷ جولائی ۱۸۹۶ء کو بمقام فیروز پور میں فوت ہو گئے۔ (انجام آتھم)

افسوس جب مرزا جی اس پیش گوئی میں فیل ثابت ہوئے تو اپنے رسالہ کشتی نوح میں لکھ دیا:

پیش گوئی میں یہ بیان تھا کہ فریقین میں سے جو شخص اپنے عقیدہ کی رو سے جھوٹا ہے وہ پہلے مرے گا سو وہ مجھ سے پہلے مر گیا۔ (کشتی نوح۔ص ۶)

صحیح بخاری جس کو مرزا غلام احمد صاحب بھی کشتی نوح صفحہ ۶۵ پر معتبر کتاب تسلیم کرتے ہیں، اس میں صریح الفاظ میں لکھا ہے :

و عن ابی ھریرۃ قال قال رسول اللہ ﷺ و الذی نفسی بیدہ لیوشکن ان ینزل فیکم ابن مریم حکماً مقسطاً فیکسر الصلیب و یقتل الخنزیر و یضع الجزیۃ و یفیض المال حتّی لا یقبلہ احد۔

حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول خدا ﷺ نے فرمایا قسم ہے اس کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے عنقریب تم لوگوں میں ابن مریم اتریں گے اور وہ ایک باانصاف حاکم ہوں گے صلیب کو توڑ ڈالیں گے اور سور کو قتل کر دیں گے اور جزیہ موقوف کر دیں گے اور مال بہاء بہاء پھرے گا کوئی اسے قبول نہ کرے گا۔

ناظرین کرام! امید ہے آپ نے حقیقت سے آگاہی حاصل کر لی ہو گی مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر ہے کہ جو کام مسیح یا مہدی نے کرنا تھا وہ کام اگر میں نے کر دیئے تو میں صادق ہوں، نہیں تو اس کا الٹ۔

اب مندرجہ بالا تحریر جو آپ کی آگاہی کے لئے لکھی ہے اس سے اظہر من الشمس ہے کہ مرزا جی نے وہ کام نہیں کئے جو المسیح یا المہدی نے کرنے تھے اور ان کا فتوی جو سب سے پہلے گذر چکا ہے وہ بھی آپ غور سے ملاحظہ فرمائیں۔

نمبر۲۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یاد رکھو اس پیش گوئی کی دوسری جز (موت سلطان محمد) پوری نہ ہوئی تو میں ہر ایک بد سے بدتر ٹھہرونگا۔ اے احمقو! یہ انسان کا افترا نہیں۔ یہ کسی خبیث مفتری کا کاروبار نہیں۔ یقیناً سمجھو کہ یہ خدا کا سچا وعدہ ہے، وہی خدا جس کی باتیں نہیں ٹلتیں۔ وہی رب ذوالجلال جس کے ارادوں کو کوئی روک نہیں سکتا۔

(ضمیمہ انجام آتھم۔ص۵۴ ؛ قادیانی خزائن۔ج۱۱۔ص ۳۳۸)

مرزا صاحب نے ایک عورت محمدی بیگم سے نکاح کی مشین چلائی تھی جس پر کئی الہام اور خفیہ کاروائیاں بھی کیں مگر اس عورت محمدی بیگم سے آپ باوجود کوشش وسعی کے محروم رہے۔ برخلاف اس کے اس عورت کے والد نے اپنی لڑکی کی شادی پٹی میں کر دی۔ وہ آج مورخہ ۳ فروری ۱۹۳۵ء تک پٹی ضلع لاہور کے اندر صحیح سلامت موجود ہے اور مرزا جی آج سے قریباً ۲۷ سال گذرے کہ فوت ہو گئے۔ جب یہ پیش گوئی پوری نہ نکلی تو امت مرزائیہ کو لوگوں نے چاروں طرف سے جھوٹا کرنا شروع کر دیا کیونکہ مرزا جی خود لکھ چکے ہیں کہ

ہمارا صدق اور کذب جانچنے کے لئے ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر کوئی امتحان نہیں ہو سکتا۔

(دافع الوساوس۔ص۲۸۸)

تو مرزائی امت خصوصاً حکیم نورالدین خلیفہ اول نے یہ تجویز نکالی کی محمدی بیگم اور مرزا غلام احمد بذات خود مراد نہیں بلکہ مرزا صاحب کے گھر کا لڑکا درلڑکا درلڑکا، اور عورت کے گھر کی لڑکی درلڑکی درلڑکی کہیں نہ کہیں جا کر ان کا نکاح ہو جائے گا۔

پس پیش گوئی پوری ہوگئی۔ مگر دوستو! یہ تاویل کسی حد تک صحیح نہیں ہوسکتی کیونکہ مرزا جی کے خود دستخط موجود ہیں۔ آپ لکھتے ہیں کہ

اس پیش گوئی کی تصدیق کیلئے جناب رسول اللہ ﷺ نے بھی پہلے سے ایک پیش گوئی فرمائی ہے:
یتزوج و یولد لہ ۔ یعنی وہ مسیح موعود بیوی کرے گا اور نیز وہ صاحب اولاد ہوگا۔ اب ظاہر ہے کہ تزوج اور اولاد کا ذکر کرنا عام طور پر مقصود نہیں ہے کیونکہ عام طور پر ہر ایک شادی کرتا ہے اور اولاد بھی ہوتی ہے۔ اس میں کچھ خوبی نہیں بلکہ تزوج سے مراد وہ خاص تزوج ہے جو بطور نشان ہوگا اور اولاد سے مراد وہ خاص اولاد ہے جس کی نسبت اس عاجز کی پیش گوئی موجود ہے۔ گویا اس جگہ رسول اللہ ﷺ ان سیاہ دل منکروں کو ان کے شبہات کا جواب دے رہے ہیں اور فرما رہے ہیں کہ یہ باتیں ضرور پوری ہوں گی۔ (ضمیمہ انجام آتھم حاشیہ صفحہ ۵۳)

تحریر صاف ہے، کسی تشریح کی ضرورت نہیں۔ نتیجہ اس کا یہ ہوا کہ مرزا جی نکاح سے محروم رہے لہذا مسیح نہ ہوئے۔

اور دوسری جگہ کرشن قادیانی لکھتے ہیں:
میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے۔ اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہ ہوگی اور میری موت آجائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالی ضرور اس کو ایسا ہی پوری کردے گا۔ (انجام آتھم حاشیہ ص ۳۱)

اب ہم مرزا جی کا ایک حوالہ سپرد قلم کرتے ہیں۔ پس دیکھئے
پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح بھی ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لئے الہام الہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات اللہ یعنی میری بات

ہرگز نہیں ٹلے گی۔

پس اگر ٹل جائے تو خدا کا کلام باطل ہو جاتا ہے۔اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤنگا اور تجھے دونگا۔اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی۔اور میرے آگے کوئی بات ان ہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھادونگا جو اس کے نفاذ سے مانع ہیں۔(تبلیغ رسالت۔ج۱ص۱۱۵)

ان ساری تحریروں کا لب لباب یہ ہے کہ قادیانی مرزاجی کا دعوی تھا کہ محمدی بیگم (بنت احمد بیگ) ضرور بالضرور میرے نکاح میں آجاوے گی اور اگر نہ آئی تو میں جھوٹا ہوں۔

اب جو نتیجہ ہے صاف ظاہر ہے کہ مرزاجی کو سوائے ناکامی کے کچھ بھی حاصل نہ ہوا،اور خود ہی اپنی تحریروں کے نیچے آ کر جھوٹے نکلے کیونکہ محمدی بیگم کا (مرزا غلام احمد سے) نکاح نہیں ہوا اور بغیر نکاح ہونے کے مرزاجی دنیا سے تشریف لے گئے

ہوا ہے مدعی کا فیصلہ اچھا میرے حق میں
زلیخا نے کیا خود چاک دامن ماہ کنعاں کا

نمبر۳۔حالات مرزا صفحہ ۱۷ پر زیر عنوان مراقی خاندان ہم نے مضمون لکھا ہے جس میں مرزاجی اور اتباع مرزا سے مرزا صاحب کو اور میاں محمود خلف مرزا صاحب اور مرزاجی کی بیوی کو مراقی ثابت کیا ہے۔ہمارا خیال ہے کہ کچھ اس جگہ بھی مراق کے متعلق ذکر کیا جائے۔تو امید ہے کہ مفید ہوگا۔ ان شاء اللہ تعالی

قادیانی مرزاجی تحریر فرماتے ہیں:

دیکھو میری بیماری کی نسبت بھی آنحضرت ﷺ نے پیش گوئی کی تھی جو اس طرح وقوع پذیر ہوئی آپ نے یعنی آنحضرت ﷺ نے فرمایا تھا کہ مسیح آسمان سے جب اترے گا تو دو زرد چادریں اس نے پہنی ہوئی ہونگی۔تو اس طرح مجھ کو دو بیماریاں ہیں ایک اوپر کے دھڑ کی اور ایک نیچے کے دھڑ کی یعنی مراق اور کثرت بول۔(اخبار بدر قادیان۔جون ۱۹۰۶ء ص۵)

آپ کے دل میں اس وقت یہ خیال پیدا ہوسکتا ہے کہ اس جگہ اس تحریر کو زیر قلم لانے کی کیا وجہ ہے۔
اس کا جواب یہ ہے کہ عاجز نے سرورق پر وعدہ کیا ہوا ہے کہ مرزا جی اور امت مرزائیہ سے آنجہانی کی تردید کی گئی ہے۔لہذا وعدہ مذکورہ کا ایفاء کرنے کی غرض سے یہ تحریر سپرد قلم کی گئی ہے۔نتیجہ اس کا یہ ہے ہم نے ثابت کرنا ہے کہ مراقی شخص ملہم یا نبی نہیں ہوسکتا۔

اگر ہم بذات خود یا کسی طب کی معتبر کتاب سے اس کا ثبوت دیتے تو ممکن تھا کہ اس ثبوت کو قبولیت حاصل نہ ہوتی اور قادیانی احباب ہماری محنت کو ٹھکرا دیتے لہذا ہم چاہتے ہیں کہ ان کے گھر کی ہی شہادت پیش کی جائے تو بجا ہوگی۔

ڈاکٹر شاہ نواز خان صاحب مرزائی اسسٹنٹ سرجن لکھتے ہیں:

ایک مدعی الہام کے متعلق اگر یہ ثابت ہو جائے کہ اس کو ہسٹیریا، مالیخولیا، مرگی کا مرض تھا تو اس کے دعوی کی تردید کے لئے پھر کسی اور ضرب کی ضرورت نہیں رہتی کیونکہ یہ ایسی چوٹ ہے جو اس کی صداقت کو بیخ و بن سے اکھیڑ دیتی ہے۔(ریویو آف ریلی جنز اگست ۱۹۲۶ء ص ۶۔۷)

اور اس رسالہ کے نومبر ۱۹۲۹ء کے صفحہ ۹ پر تحریر ہے کہ ہسٹیریا کے مریض کو جذبات پر قابو نہیں ہوتا۔بلکہ خود مرزا جی لکھتے ہیں:

مگر یہ بات تو بالکل جھوٹا منصوبہ اور یا کسی مراقی عورت کا وہم تھا۔(کتاب البریہ حاشیہ۔ص ۲۳۹)

ناظرین! غور کا مقام ہے جب مراقی عورت کی بات قابل اعتبار نہیں ہوسکتی تو مراقی آدمی کی بات کیونکر قابل اعتبار ہوسکتی ہے۔

نمبر ۴۔ڈاکٹر عبدالحکیم خاں صاحب پٹیالوی جو عرصہ بیس سال تک مرزا جی کے مرید رہے اور بعد میں مرزائیت کو ترک کر دیا۔ڈاکٹر صاحب موصوف کی پیش گوئی تھی کہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ۴۔اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جائیں گے جیسا کہ مرزا جی خود اپنی کتاب چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۱ پر لکھتے ہیں:

ہاں آخری دشمن اب ایک اور پیدا ہوا ہے جس کا نام عبدالحکیم خان ہے اور وہ ڈاکٹر ہے اور ریاست پٹیالہ کا رہنے والا ہے جس کا دعوی ہے کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک ہلاک ہو جاؤنگا۔

اور صفحہ ۳۲۲ پر لکھتے ہیں:

اس (عبدالحکیم) نے یہ پیشگوئی کی کہ میں اس کی زندگی میں ہی ۴۔ اگست ۱۹۰۸ء تک اس کے سامنے ہلاک ہو جاؤنگا مگر خدا نے اس کی پیش گوئی پر مجھے خبر دی کہ وہ خود عذاب میں مبتلا کیا جائے گا اور خدا اس کو ہلاک کرے گا اور میں اس کے شر سے محفوظ رہوں گا۔ سو یہ وہ مقدمہ ہے جس کا فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ بلاشبہ یہ سچ بات ہے کہ جو شخص خدا تعالی کی نظر میں صادق ہے خدا اس کی مدد کرے گا

اس مقابلہ کا نتیجہ یہ ہوا کہ ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب موصوف کی بتائی ہوئی پیشگوئی کی مدت کے اندر ہی اندر قادیانی مرزا جی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ء کو وفات پا گئے اور ڈاکٹر عبدالحکیم صاحب آخر ۱۹۱۹ء تک زندہ رہے۔ پس مرزا جی کی یہ پیش گوئی بھی جھوٹی ثابت ہوئی۔

نمبر ۵۔ ناظرین مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

میرے آنے کے دو مقصد ہیں، مسلمانوں کے لئے یہ کہ وہ تقوی اور طہارت پر قائم ہو جائیں وہ ایسے سچے مسلمان ہوں جو مسلمان کے مفہوم میں اللہ تعالی نے چاہا ہے۔ اور عیسائیوں کے لئے کسر صلیب ہو اور دنیا اس کو بھول جائے اور خدا تعالی واحد کی عبادت ہو۔ (الحکم ۱۷ جولائی ۱۹۰۵ء ص ۵)

قادیانی مرزا جی کی اصلی تحریر جو ہم نے نقل کی ہے ناظرین کرام سامنے رکھ کر غور سے مطالعہ کریں، آیا مرزا قادیانی اپنے وعدہ کے اندر پورے نکلے۔

افسوس کسر صلیب کی بجائے عیسی پرستی اور صلیب پرستی دن دوگنی رات چوگنی ترقی کر رہی ہے۔ عیسائیوں کی تعداد بہ نسبت سابق ترقی کر رہی ہے جو کہ مردم شماری سے پتہ لگ سکتا ہے۔

مسلمان آج تقوی اور طہارت پر قائم ہونے کی بجائے گمراہ ہو رہے ہیں اور اپنے مذہب کو سلام کئے جا رہے ہیں۔مختصر یہ کہ مرزا جی نے جو دعوی کیا ہے اس میں ناکامی کے سوائے کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔نہ عیسی پرستی کا ستون گرا، نہ کسر صلیب ہوئی، بلکہ عیسائیوں کی زیادتی تعداد کے متعلق خود مرزا غلام احمد کا مرید لکھتا ہے :

آج سے ڈیڑھ سو سال پہلے ہندوستان میں عیسائیوں کی تعداد چند ہزار سے زیادہ نہ تھی آج پچاس لاکھ کے قریب ہے۔ (پیغام صلح لاہور ۶ مارچ ۱۹۲۸ء)

مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ.

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں۔اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہو سکتا۔اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی (ا)اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تا کہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔پس اگر وہ سزا جو انسان کے

ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون وہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یا رب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگر اب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کے ذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری

نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔

آمین۔

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایدہ۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵، اپریل ۱۹۰۷ء

پھر نائب اڈیٹر اہل حدیث کا نوٹ درج کیا ہے جو یہ ہے..

آپ اس دعوی میں قرآن شریف کے صریح خلاف کر رہے ہیں قرآن تو کہتا ہے کہ بدکاروں کو خدا کی طرف سے بہت ملتی ہے۔ سنو! من كا ن فى الضلا لة فليمدد له الر حمن مدّاً (پارہ۱۶: ع۸)

اور انما نملى ليز دا دوا اثماً(پ۴: ع۹)اور و يمد هم فى طغيا نهم يعمهو ن(پ۱: ع۲)

وغیرہ آیات تمہارے اس دجل کی تکذیب کرتی ہیں اور سنو

لمتعنا هؤلا ء و آ با ء هم حتى طا ل عليهم العمر (پ۱۷: ع۱۴)

جن سے صاف یہی معنی ہیں کہ خدا تعالی جھوٹے دغا باز مفسد اور نافرمان لوگوں کو لمبی عمریں دیا کرتا ہے تا کہ وہ اس مہلت میں اور بھی برے کام کر لیں۔ پھر ایسے من گھڑت اصول بتاتے ہو کہ ایسے لوگوں کو بہت عمریں نہیں ملتی، کیوں نہ ہو دعوی تو مسیح، کرشن، اور محمد، احمد بلکہ خدائی کا ہے اور قرآن میں یہ لیاقت ذلك مبلغهم من العلم۔ نائب اڈیٹر اہل حدیث امرتسر

جواب مولوی ثناء اللہ صاحب

جواب اس ساری لمبی چوڑی تحریر کا جو شیطان کی آنت سے بھی زیادہ طویل ہے خلاصہ یہ ہے کہ کرشن جی دعا کرتے ہیں کہ جھوٹا سچے سے پہلے طاعون یا ہیضہ وغیرہ سے مر جائے۔ اس جواب میں آپ نے کئی طرح

دجل وفریب سے کام لیا ہے:

اول۔ یہ کہ اس دعا کی منظوری مجھ سے نہیں لی اور بغیر میری منظوری کے اس کو شائع کر دیا۔

دوم۔ یہ کہ اس مضمون کو بطور الہام شائع نہیں کیا، بلکہ یہ کہا ہے کہ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ اگر تم مر گئے تو تمہارے دام افتادہ خس کم جہاں پاک کہہ کر یہ عذر کریں گے کہ حضرت صاحب کا یہ الہام نہیں تھا بلکہ محض دعا تھی۔ یہ بھی کہہ دیں گے کہ دعائیں تو بہت سے نبیوں کی بھی قبول نہیں ہوئیں۔ دیکھو حضرت نوح کی دعا قبول نہ ہوئی۔ بلکہ وہ آپ ہی کی دعاؤں میں بہت سی مثالیں دے دیں گے کہ قبول نہ ہوئی ۔آپ نے تین سال کے اندر فیصلہ ہو جانے کی دعا کی تھی جو قبول نہ ہوئی، حالانکہ آپ نے لکھا تھا کہ اگر قبول نہ ہوئی تو میں اپنے آپ کو کافر مردود کذاب اور دجال سمجھوں گا جس کی تفصیل ہو چکی ہے۔

سوم۔ یہ میرا مقابلہ تو آپ سے ہے اگر میں مر گیا تو میرے مرنے سے اور لوگوں پر کیا حجت ہو سکتی ہے۔ جب کہ (بقول آپ کے) مولوی غلام دستگیر صاحب مرحوم قصوری مولوی اسماعیل علی گڈھی مرحوم اور ڈاکٹر ڈوئی امریکن اسی طرح سے مر گئے تو کیا لوگوں نے آپ کو سچا مان لیا؟ ٹھیک اسی طرح اگر یہ واقعہ بھی ہو گیا تو کیا نتیجہ؟

چہارم۔ آپ نے بڑی چالا کی یہ کی کہ دیکھا ان دنوں طاعون کی شدت ہے، خصوصاً پنجاب میں سب صوبوں سے زیادہ ہے۔ بالخصوص پنجاب کے دار السلطنت لاہور میں جو امرتسر سے بہت قریب ہے یہ کیفیت ہے کہ مردوں کا اٹھانا مشکل ہو رہا ہے۔ ایسی صورت میں ہر ایک شخص طاعون سے خائف ہے۔ اور کوئی آج اگر ہے تو کل کا اعتبار نہیں۔ اور دیکھنے میں بھی ایسا آیا ہے کہ وہ ہے تو یہ نہیں یہ ہے تو وہ نہیں۔ ایسے وقت میں طاعون ہیضہ وغیرہ موت کی دعا محض حسن بن صباح کی دعا کی طرح ہے۔ جب اس نے دیکھا کہ جہاز ڈوبنے لگا ہے تو بلند آواز سے کہہ دیا کہ مجھے الہام ہوا کہ جہاز نہیں ڈوبے گا۔ جس سے اس کی غرض یہ تھی کہ اگر ڈوب گیا تو سب مر جائیں گے۔ کون میرے کذب پر مجھے الزام دے گا۔ اور اگر بچ رہا تو سارے معتقد ہو جائیں گے۔ یوں ہی چال تمہاری ہے کہ اگر مخالف مر گیا تو تمہاری چاندی ہے اور اگر خود بدولت خس کم جہاں پاک ہو گئے تو کوئی قبر پر لات مارنے آئے گا۔

پنجم ۔تمہاری یہ دعا کسی صورت میں فیصلہ کن نہیں ہوسکتی کیونکہ مسلمان تو طاعونی موت کو بموجب حدیث شریف کے ایک قسم کی شہادت جانتے ہیں ۔پھر وہ کیوں تمہاری دعا پر بھروسہ کر کے طاعون زدہ کو کاذب جانیں گے ۔

ششم ۔آپ نے ایک چالا کی یہ کی کہ پہلے تو صرف طاعون یا ہیضہ سے موت کی دعا کی مگر اخیر میں آ کر یہ بھی لکھ دیا کہ یا کسی اور نہایت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر ۔اس تعمیم کرنے سے آپ کی غرض وہی ہے جو آتھم کے معاملہ میں آپ نے ظاہر کی تھی کہ موت کی پیش گوئی جب جھوٹی نکلی تو بات بنالی کہ چونکہ وہ امرتسر سے فیروز پور تک چلا گیا اور چھپ کر رہا پس یہی موت کے برابر ہے: من خوب مے شناسم پیر پارسا

ہفتم ۔آپ نے پہلے اپنے گذشتہ مضمون مندرجہ اہل حدیث ۱۹۔اپریل (۱۹۰۷ء) کے فقرہ نمبر ی میں لکھا تھا کہ خدا کے رسول چونکہ رحیم کریم ہوتے ہیں اور ان کی ہر وقت یہی خواہش ہوتی ہے کہ کوئی شخص ہلاکت اور مصیبت میں نہ پڑے ۔مگر آپ کیوں میری ہلاکت کی دعا کرتے ہیں ۔

مرزائیو! بتا سکتے ہو، یہ تہافت اور تخالف کیوں ہے؟ ایک ہی ہفتہ میں اتنا اختلاف کیوں ہوا؟ سچ ہے

لو جدوا فیہ اختلا فاً کثیراً

مختصر یہ ہے کہ میں تمہاری درخواست کے مطابق حلف اٹھانے کو تیار ہوں ۔اگر تم اس حلف کے نتیجے سے مجھے اطلاع دو۔اور یہ تحریر تمہاری مجھے منظور نہیں اور نہ کوئی دانا اس کو منظور کر سکتا ہے ۔

مرزائیو! تمہارا گرو اور تم کہا کرتے ہو کہ مرزا صاحب منہاج نبوت پر آئے ہیں کسی نبی نے بھی اس طرح اپنے مخالفوں کو اس طریق سے فیصلہ کرنے کی طرف بلایا ہے؟ بتاؤ تو انعام لو ۔ورنہ منہاج نبوت کا نام لیتے ہوئے شرم کرو۔شیم شیم شیم ۔میں اب امید کرتا ہوں کہ مرزا صاحب اپنے ماتحتوں کو حکم دیں گے کہ اپنے اخباروں میں میرا جواب بھی نقل کر دیں (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء)

اس ساری طویل بحث کا نتیجہ صرف یہی ہے کہ مرزا جی نے بغیر منظوری مولوی صاحب کے خدا کی جناب میں دعا کی تھی کہ ہم دونوں میں جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں ہلاک کر ۔سو خدا نے مرزا جی کی دعا قبول کی مولوی صاحب کی زندگی میں ہی مرزا جی ہلاک ہو گئے ۔

☆☆☆

مرزائیت کا جال

لاہوری مرزائیوں کی چال

مولانا کرم دین دبیر جہلمی لکھتے ہیں:

ان دنوں ایک ٹریکٹ یک ورقہ لاہوری احمدیہ جماعت کی طرف سے ان کے امیر مولوی محمد علی صاحب ایم اے نے شائع کیا ہے جس میں اپنے عقائد کی فہرست دی گئی ہے۔ اور ظاہر کیا گیا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی و رسول نہیں کہتے،

اور نہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے نہ ماننے والوں کو کافر سمجھتے ہیں،

اس لئے مسلمانوں کو ان سے اتحاد کر لینا چاہیے۔

چونکہ سادہ لوح مسلمانوں کو اس تحریر میں دھوکہ دینا مطلوب ہے اس لئے اس کے متعلق کچھ لکھنے کی ضرورت پڑی۔

مسلمانوں کو خوب معلوم ہے کہ لاہوری و قادیانی مرزائی جماعتیں مرزا غلام احمد قادیانی کی متبع ہیں جب تک مرزا قادیانی زندہ تھے، ہر دو جماعتوں کے ایک ہی اعتقادات تھے۔ ان کی وفات کے بعد ایک جماعت (محمودی قادیانی) خزانہ عامرہ پر جو مرزا غلام احمد قادیانی کا اندوختہ تھا قابض ہو گئی دوسرے حصہ دار خواجہ کمال الدین و مولوی محمد علی صاحبان باوجود دیرینہ خدمات اس سے بالکل محروم رہ گئے۔ انہوں نے اس رنج سے اپنی ڈیڑھ اینٹ کی علیحدہ مسجد بنالی، وہ لاہوری احمدی کہلانے لگے۔ اب بھی دونوں جماعتوں کے ایک ہی عقائد ہیں۔ دونوں مرزا غلام احمد صاحب کے پیرو ہیں۔ ان کی تعلیم کو سچا مانتے ہیں ان کے الہامات اور دعاوی

کے بھی قائل ہیں۔

قادیانیوں نے یہ جرأت کی کہ جیسا مرزا جی کا دعوی تھا کہ

وہ نبی ورسول ہیں اوراس کے نہ ماننے والے کافر ہیں،

ڈنکے کی چوٹ اعلان کر دیا کہ ہمارا بھی یہی عقیدہ ہے

دوسری جماعت (لاہوری) نے بزدلی سے کام لیا۔وہ جانتے تھے کہ ایسے عقیدے کا اظہار کرتے ہوئے وہ دوسرے مسلمانوں کی ہمدردی حاصل نہیں کر سکتے۔ان کو روپیہ کی ضرورت ہے جو عام مسلمانوں سے ملے گا۔انہوں نے طریق منافقت اختیار کر کے لکھنا شروع کر دیا کہ ہم مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ورسول نہیں بلکہ مجدد مانتے ہیں اوران کے نہ ماننے والوں کو کافر نہیں کہتے۔

لاہوری جماعت کا طریق عمل

لاہوری احمدی جماعت کا طریق عمل بتا رہا ہے کہ وہ درحقیقت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی ورسول مانتے ہیں۔ان کے نہ ماننے والوں کو مسلمان نہیں سمجھتے۔ورنہ لاہوریوں کا امیر جماعت (مولوی محمد علی) لاہور میں رہتے ہوئے کبھی مسلمانوں کی شاہی مسجد میں مسلمانوں سے مل کے ان کے امام کے پیچھے نماز پڑھ کر اس امر کا عملی ثبوت دیتا کہ وہ فی الواقع مسلمانوں کو مسلمان سمجھتا ہے اور نمازوں اور جنازوں میں ان سے اشتراک عمل کر سکتا ہے، حالانکہ ایسا نہیں ہے۔یہ ایسا کھلا معیار ہے جس سے ہر ایک مسلمان لاہوریوں کے اصلی عقیدہ سے آگاہ ہو سکتا ہے۔

لاہوری احمدی مرزا قادیانی کی رسالت کے قائل ہیں

اگر لاہوری جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کی رسالت کی قائل نہیں ہے تو وہ صاف اعلان کر دے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان کتابوں اوران کے دعاوی سے ہمیں اتفاق نہیں، یا کم سے کم ان کی تصانیف کے

اس حصہ سے ہم متفق نہیں ہیں جس سے ادعائے نبوت و رسالت پایا جاتا ہے۔ جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے علی الاعلان نبی و رسول ہونے کا دعوی کیا ہے اور یہ دعاوی ان کی کتابوں میں بالتصریح موجود ہیں تو جو شخص مرزا قادیانی کو مجدد تو کیا ایک سچا انسان بھی سمجھے اس کو ان کی نبوت و رسالت کا ضرور قائل ہونا پڑے گا۔

مرزا قادیانی کا ادعائے نبوت و رسالت

مرزا غلام احمد قادیانی کی اول سے آخر تک ایسی کوئی کتاب نہیں جس میں انہوں نے نبی و رسول ہونے کا دعوی نہ کیا ہو۔ ذیل میں ان کے چند رسالہ جات سے عبارات لکھی جاتی ہیں:

۱۔ یس، انّك لمن المر سلين على صرا ط مستقيم (اے سردار تو مرسل ہے سیدھی راہ پر)۔

(حقیقت الوحی ص ۱۰۷۔ قادیانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۱۰)

۲. انا ارسلنا اليكم رسو لًا شاهداً عليكم كما ار سلنا الى فرعو ن رسو لا

(ہم نے تمہاری طرف ایک رسول بھیجا ہے جیسا کہ فرعون کی طرف رسول بھیجا تھا) (حقیقت الوحی۔ ص ۱۰۱)

۳. انا ار سلنا ا حمد الى قو مه فا عر ضوا و قالوا كذا ب اشر

(ہم نے احمد کو اس کی قوم کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے تو انہوں نے کہہ دیا بڑا جھوٹا ہے)

(قادیانی اربعین نمبر ۳ ص ۳۳ قادیانی خزائن جلد ۱۷ ص ۴۲۳)

۴۔ سچا خدا وہی ہے جس نے قادیان میں اپنا رسول بھیجا

۵۔ الہامات میں میری نسبت بار بار کہا گیا ہے کہ یہ خدا کا فرستادہ خدا کا مامور، خدا کا امین، اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ (انجام آتھم۔ ص ۶۲)

۶۔ جب تک طاعون دنیا میں رہے گا، قادیان کو اس کی خوفناک تباہی سے محفوظ رکھے گا کیونکہ یہ اس کے رسول کا تخت گاہ ہے۔ (دافع البلاء ص ۱۰۔ قادیانی خزائن جلد ۱۸ ص ۲۳۰)

۷۔ میں آدم ہوں۔ میں نوح ہوں۔ میں ابراہیم ہوں۔ میں اسحاق ہوں۔ میں یعقوب ہوں۔ میں اسماعیل ہوں۔ میں موسی ہوں۔ میں داؤد ہوں۔ میں عیسی بن مریم ہوں۔ میں محمد ہوں۔

(تتمہ حقیقت الوحی۔ ص ۸۵۔ قادیانی خزائن جلد ۲۲ ص ۵۲۱)

ان عبارات کو پڑھ کر ایک ادنی فہم کا انسان بھی سمجھ سکتا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی خود کو نبی و رسول کہتے ہیں پھر لاہوری احمدی جماعت، مرزا غلام احمد قادیانی کو سچا اور ان کی تصانیف کو درست مان کر اس سے ہرگز انکار نہیں کر سکتی کہ وہ ان کو نبی و رسول مانتے ہیں۔

مرزا قادیانی اپنے نہ ماننے والوں کو کیا کہتے ہیں

مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی کتابوں میں یہ بھی تصریح کر دی ہے کہ جو ان کا انکار اور تکفیر و تکذیب کرے یا ان کی صداقت میں اس کو تردد ہو وہ کافر ہے، اس کے پیچھے نماز درست نہیں۔ حوالہ جات ذیل ملاحظہ فرمایئے:

۱۔ پس یاد رکھو کہ جیسا کہ خدا نے مجھے اطلاع دی ہے تمہارے پر حرام اور قطعی حرام ہے کہ کسی مکفر اور مکذب یا متردد کے پیچھے نماز پڑھو۔ (قادیانی اربعین نمبر ۳ ص ۲۸ خزائن جلد ۱۷ ص ۴۱۷)

۲۔ سوال ہوا کہ کسی جگہ امام حضرت (مرزا) کے حالات سے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہیں۔ فرمایا تمہارا فرض ہے کہ اسے واقف کرو پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز ضائع نہ کرو اور اگر خاموش رہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے تو بھی وہ منافق ہے اس کے پیچھے نماز نہ پڑھو

(فتاوی احمدیہ ص ۲۸۴)

۳۔ جو مجھے نہیں مانتا وہ خدا اور رسول کو نہیں مانتا۔ (حقیقت الوحی۔ ص ۱۶۳۔ قادیانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۶۸)۔

۴۔ کفر دو قسم ہے اول یہ کفر کہ ایک شخص اسلام سے انکار کرتا ہے اور آنحضرت ﷺ کو خدا کا رسول نہیں مانتا، دوسرا یہ کفر کہ مثلاً وہ مسیح موعود کو نہیں مانتا...

پس اس لئے کہ وہ خدا و رسول کے فرمان کا منکر ہے کافر ہے اور اگر غور سے دیکھا جائے تو یہ دونوں قسم کے کفر ایک ہی قسم میں داخل ہیں۔ (حقیقت الوحی ص ۱۷۹۔ قادیانی خزائن جلد ۲۲ ص ۱۸۵)

ان عبارات میں تصریح ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی ایسے شخص کو جو ان کی رسالت کا کلمہ نہیں پڑھتا

کافر سمجھتے ہیں ان کے نزدیک وہ مرزا قادیانی کو سچا نہ ماننے سے ایسا ہی کافر ہو جاتا ہے جیسا اسلام کے انکار اور خدا اور رسول کے نہ ماننے سے۔

مرزا قادیانی اپنی جماعت کو ہدایت کرتے ہیں کہ جو مرزا قادیانی کی تصدیق رسالت نہیں کرتا ہرگز اس کے پیچھے نماز نہ پڑھیں جو ان کی تکفیر و تکذیب کرتا ہو یا ان کے معاملہ میں بالکل خاموش ہو نہ تصدیق کرے نہ تکذیب۔ پھر ہم کیوں کر مان سکتے ہیں کہ ٹریکٹ لکھنے والا (مولوی محمد علی لاہوری) اس دعوی میں سچا ہے کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی و رسول نہیں مانتا یا ان کے نہ ماننے والوں کو مسلمان سمجھنا اور اس کے پیچھے نماز پڑھنا جائز قرار دیتا ہے۔

لاہوری احمدی جماعت کے عقائد

اب ہم ان عقائد احمدیہ (مرزائیہ) پر جو انہوں نے اپنے ٹریکٹ میں لکھے ہیں بالترتیب روشنی ڈالتے ہیں:

عقیدہ نمبر ا

ہم اللہ تعالیٰ کی توحید پر اور محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت پر ایمان لاتے ہیں۔

ہم (کرم الدین) کہتے ہیں کہ یہ محض غلط ہے۔ اگر آپ اللہ تعالیٰ کی توحید کے قائل ہوتے تو مرزا غلام احمد قادیانی کے حسب ذیل کلمات شرک کی تکذیب کرتے:

مرزا قادیانی کے مشرکانہ کلمات:

ا. انت منّی و انا منك (تو مجھ سے ہے اور میں تجھ سے) (دافع البلاء۔ ص ٦)

٢. انت منّی بمنزلة ولدی

(تو بمنزلہ میرے فرزند کے ہے) (حقیقت الوحی۔ ص ٨٦)

٣. انت من ماء نا و هم من فشل

(تو میرے پانی سے ہے اور دوسرے خشکی سے)۔ (قادیانی اربعین نمبر ٣ ص ٣٤)

۴. الارض و السّماء معك كما هو معی

(زمین و آسمان تیرے تابع ایسے ہی ہیں جیسے میرے تابع ہیں)۔ (حقیقت الوحی۔ ص ٧٥)

۵ . يتم اسمك ولا يتم اسمی

(تیرا نام کامل ہوگا اور میرا (خدا) نام ناتمام رہے گا) (قادیانی اربعین نمبر۲ص۶ خزائن جلد ۱۷ص۳۵۳)

۶ . انی مع الرسول اجیب اخطی و اصیب .(میں رسول کے ساتھ ہو کر جواب دیتا ہوں خطا بھی کرتا ہوں اور صواب بھی) (کیا مرزا کا خدا خطا کار بھی ہے۔کرم الدین) (حقیقت الوحی صفحہ۱۰۳)

یہ ایسے کلمات ہیں جو شرک جلی بلکہ اجلی ہیں۔ پھر جب آپ کے مرشد جی شرک میں مبتلا ہوں تو آپ کا دعوی توحید، ہاتھی کے دانت کھانے کے اور دکھانے کے اور، کا مصداق ہے۔

ایسا ہی آپ محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کے قائل ہوتے تو مرزا غلام احمد قادیانی کو جو آپ سے مساوات بلکہ افضلیت کے مدعی ہیں مرشد نہ بناتے

مرزا قادیانی کی توہین رسول

۱ . و ما ارسلناك الا رحمة للعالمين

(ہم نے تجھے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا ہے)۔(حقیقت الوحی۔ص ۸۲)

۲ . لولاك لما خلقت الافلاك

(اگر تجھے پیدا نہ کرتا تو آسمانوں کو پیدا نہ کرتا)۔(حقیقت الوحی۔ص۹۹)

۳ . سبحان الذی اسری بعبده ليلاً (پاک ہے خدا جس نے اپنے بندے کو رات کی سیر (معراج) کرائی)۔ (ضمیمہ حقیقت الوحی ص۷۸،قادیانی خزائن جلد۲۲ ص۸۱)

۴ . اثرك الله على كل شیء (خدا نے تجھے ہر ایک چیز پر ترجیح دی ہے)

(حقیقت الوحی ص۸۳۔قادیانی خزائن جلد۲۲)

۵ آسمان سے کئی تخت اترے پر تیرا تخت سب سے اوپر بچھایا گیا۔

(حقیقت الوحی ص۸۹۔قادیانی خزائن جلد۲۲ص۹۲)

۶ . له خسف القمر المنير و ان لی ... خسفا القمران المشرقان اتنكر

(اعجاز احمدی صفحہ۷۱۔قادیانی خزائن جلد۱۹ص۱۸۳)

نمبر اول میں مرزا غلام احمد قادیانی ،حضور ﷺ کے خطاب رحمۃ للعالمین کے جو آپ سے مختص ہے

ساجھی بنتے ہیں۔

نمبر۲ میں باعث تکوین عالم بنتے ہیں، جس کا مفہوم یہ ہے کہ مرزا قادیانی نہ ہوتے تو حضورﷺ بھی نہ ہوتے (معاذ اللہ)

نمبر۳ میں معراج کے رتبہ اعلی میں جو حضورﷺ کے لئے مخصوص تھا، مرزا غلام احمد قادیانی شریک بنتے ہیں۔

نمبر۴ میں مرزا غلام احمد قادیانی کا تمام چیزوں سے برتری کا دعوی ہے حتی کہ محمد مصطفیٰﷺ سے بھی (استغفر اللہ)

نمبر۵ میں یہ ادعا ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا تخت سب سے بلند ہے حتی کہ رسالتمآبﷺ سے بھی (چھوٹا منہ بڑی بات)

نمبر۶ میں یہ ڈینگ ہے کہ حضورﷺ کیلئے صرف خسوف قمر ہوا، میرے لئے شمس وقمر دونوں کا خسوف ہوا۔

غرض ان کلمات میں نبی اکرمﷺ کی سخت توہین کی گئی ہے پھر ایسے شخص کا متبع آنخضرتﷺ کی رسالت کا کیسے قائل ہوسکتا ہے؟

عقیدہ نمبر۲

ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ حضرت محمدﷺ خاتم النبیین ہیں۔

یہ بھی کہنے کی بات ہے۔ جب مرزا غلام احمد قادیانی آنخضرتﷺ کے بعد اپنی نبوت ورسالت کے قائل ہیں تو جب تک آپ ان کو (اس دعوی میں) جھوٹا نہ سمجھیں خاتم النبیین کے بھی قائل نہیں ہو سکتے۔

عقیدہ نمبر۳

ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ قرآن کریم خدا کا کلام ہے

یہ بھی صرف زبانی بات ہے آپ کے مرشد مرزا غلام احمد کہتے ہیں کہ ان کا کلام بھی مثل قرآن ہے۔ پھر اگر ان کو سچا مانتے ہیں تو قرآن کو خدا کا کلام نہیں مان سکتے جس میں تحدی سے کہا گیا ہے کہ ایسا کلام کوئی بنا نہیں سکتا۔

مرزا قادیانی کا قول ہے:

میں جیسا کہ قرآن شریف کی آیات پر ایمان رکھتا ہوں ایسا ہی بغیر فرق ایک ذرہ کے خدا کی اس کھلی

کھلی وحی پر ایمان لاتا ہوں جو مجھے ہوئی ۔(ایک غلطی کا ازالہ۔صفحہ ۳۔قادیانی خزائن جلد ۱۸ص ۲۱۰)

دوسری جگہ آپ نے لکھا ہے کہ:

میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں ان الہامات پر اسی طرح ایمان لاتا ہوں جیسا کہ قرآن شریف پر اور خدا کی دوسری کتابوں پر، اور جس طرح میں قرآن شریف کو یقینی اور قطعی طور پر خدا کا کلام مانتا ہوں اسی طرح اس کلام کو بھی جو میرے پر نازل ہوتا ہے خدا کا کلام یقین کرتا ہوں۔

(حقیقت الوحی ص ۲۱۱۔قادیانی خزائن جلد ۲۲ص ۲۴۰)

اب آپ ہی فرمائیں کہ جو شخص قرآن کرے کے بعد کسی دوسرے انسان کے کلام کو بھی قرآن کے برابر سمجھتا ہو وہ خدا کے اس فرمان پر کب ایمان رکھتا ہے لا یأتو ن بمثله و لو كان بعضهم لبعض ظهيرا ۔ (الاسراء:۸۸)

عقیدہ نمبر ۴

ہم حضرت مرزا غلام احمد قادیانی کو چودھویں صدی کا مجدد مانتے ہیں، نبی نہیں مانتے۔

یہ غلط ہے ہم جیسا اوپر لکھ چکے ہیں کہ جب تک آپ مرزا غلام احمد قادیانی کی ان تحریرات کو جن میں صریح طور پر ادعا نبوت ورسالت کیا گیا ہے غلط نہ سمجھیں اور اس کا اعلان نہ فرمائیں ہم آپ کے اس قول کو شیعہ کا تقیہ سمجھیں گے۔

عقیدہ نمبر ۵

ہم مانتے ہیں کہ اللہ تعالی اس امت کے اولیاء سے کلام کرتا ہے اور ایسے لوگ اصطلاح شریعت میں مجدد کہلاتے ہیں اسی پر اولیاء کی اصطلاح میں ظلی نبوت کا استعمال ہوتا ہے ورنہ جیسے ظل اللہ ، اللہ نہیں ظلی نبی، نبی نہیں۔

دنیا میں بہت سے اولیاء اللہ ہو گذرے ہیں مگر سوائے مرزا غلام احمد قادیانی کے کسی نے نبوت و رسالت کا دعویٰ نہیں کیا باوجودیکہ کشف وکرامات میں مرزا غلام احمد قادیانی ان کے پاسنگ بھی نہیں۔اور ظلی بروزی کی اصطلاح تو مرزا قادیانی کی ایجاد ہے۔کیا اس اصطلاح کا کوئی پتہ قرآن وحدیث سے دیا جاسکتا ہے۔آپ ظل اللہ اور ظل نبی ایک جیسا سمجھتے ہیں، یہ بھی آپ کی نرالی منطق ہے۔ ظل اللہ مضاف ومضاف الیہ ہے اور ظلی نبی صفت موصوف۔مضاف،مضاف الیہ کا غیر ہوتا ہے جیسا کہ غلام زید میں غلام اور ہے اور زید اور۔لیکن صفت موصوف ایک ہوتے ہیں اسلئے ظل اللہ پر ظلی نبی کا قیاس نہیں کیا جاسکتا۔

عقیدہ نمبر ۶

ہم ہر اس شخص کو جو لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ پر ایمان لاتا ہے مسلمان سمجھتے ہیں۔

آپ بموجب فرمان جناب مرزا غلام احمد قادیانی بحیثیت ان کے متبع ہونے کے مجبور ہیں کہ جو کلمہ گو مسلمان مرزا غلام احمد قادیانی کی رسالت کی تصدیق نہ کرے،اسے مسلمان نہ سمجھیں جیسا کہ گذر چکا۔

عقیدہ نمبر ۷

ہم تمام اصحاب کرام اور تمام بزرگان دین کی عزت کرتے ہیں اور کسی صحابی یا امام یا محدث یا مجدد کی تکفیر کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

مگر آپ کے مرزا غلام احمد قادیانی تو فرماتے ہیں:

ایک تم میں ہے جو علی سے افضل ہے۔ (قادیانی ملفوظات۔ج ۲ص۱۴۲)

دوسری جگہ (نزول المسیح ص۹۹ پر) فرماتے ہیں

کربلائیست سیر ہر آنم

صد حسین است در گریبانم

پھر آپ اگر حضرت علی کرم اللہ وجھہؓ اور حضرت امام حسینؓ کی قرابت رسول ﷺ کے قائل بھی نہ ہوں ان کی صحابیت سے تو انکار نہ کرسکیں گے پھر جو شخص حضرت علیؓ اور امام حسینؓ کی یوں توہین کرتا ہو، اس کو سچا مان کر صحابہ کرام اور بزرگان دین کی کیا عزت کریں گے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے اولیاء تو کیا انبیاء کی بھی وہ عزت کی کہ الامان اور تو کیا حضرت عیسی بن مریم ؑ کو لیجئے جن کے آپ مثیل بھی بنتے ہیں اور ان کو صلواتیں بھی سناتے ہیں۔

حضرت عیسیٰؑ کی توہین

ا۔ آپ کا خاندان بھی نہایت پاک اور مطہر ہے۔ تین دادیاں اور نانیاں آپ کی زنا کار کسبی عورتیں تھیں جن کے خون سے آپ کا وجود ظہور پذیر ہوا (ضمیمہ انجام آتھم ص ۷۔ قادیانی خزائن جلد ۱۱ ص ۲۹۱)

۲۔ آپ کا کنجریوں سے میلان اور صحبت بھی شائد اسی وجہ سے تھی کہ جدی مناسبت درمیان ہے ورنہ کوئی پرہیزگار انسان ایک کنجری کو یہ موقع نہیں دے سکتا کہ وہ اس کے سر پر ناپاک ہاتھ لگائے اور زنا کاری کی کمائی کا پلید عطر اس کے سر پر ملے اور اپنے بالوں کو اس کے پیروں پر ملے

(ضمیمہ انجام آتھم، ص ۷۔ قادیانی خزائن جلد ۱۱ ص ۲۹۱)

تو جب لاہوری احمدی جماعت ایسے شخص کو اپنا ہادی و رہبر سمجھتی ہے جس نے ایک اولوالعزم پیغمبر حضرت عیسیٰؑ جن کی نسبت وجیھا فی الدنیا والآخرۃ و من المقربین قرآنی شہادت موجود ہے، یوں گالیاں دی ہوں اور آپ کی مغلظ گالیوں سے کوئی بزرگ عالم صوفی کسی فرقہ کا نہ بچا ہو، اور جو اپنے نہ ماننے والوں کو جیسا کہ آئینہ کمالات میں ہے ذریۃ البغایا کا خطاب دیتے ہوں بزرگان دین آئمہ و صحابہ کی عزت واحترام کی امید رکھنا بالکل محال ہے۔

عقیدہ نمبر ۸

مسلمانوں کی تکفیر کو ہم سب سے بڑھ کر قابل نفرت فعل سمجھتے ہیں اور جو لوگ کسی مسلمان کی یا کسی مسلمان جماعت کی تکفیر کریں ان سے اظہار نفرت کے طور پر ہم ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھتے اور جو لوگ تکفیر کے فتووں سے متنفر ہیں ان کے پیچھے ہم نماز پڑھ لیتے ہیں۔

اگر آپ فی الواقع مسلمانوں کی تکفیر کو قابل نفرت سمجھتے ہیں تو پھر آپ مرزا غلام احمد قادیانی کو کیا کہیں گے جنہوں نے دنیا کے تمام مسلمانوں کی تکفیر کا فتوی صادر کر دیا ہے جو ان کی تصدیق نہ کریں خواہ تکذیب بھی نہ کرتے ہوں بلکہ خاموش ہوں آپ کا یہ فرمانا کہ کہ جو لوگ تکفیر کا فتوی نہیں دیتے ان کے پیچھے نماز پڑھ لیتے ہیں صرف ایک دھوکہ کی بات ہے آپ تو مرشد جی کے فتوی کے پابند ہیں جب وہ ایسے خاموش لوگوں کو بھی کافر قرار دیتے ہوئے ان کے پیچھے نماز پڑھنے سے روکتے ہیں تو آپ حکم عدولی کب کر سکتے ہیں۔

عقائد جماعت احمدیہ کی بحث ہو چکی اب ہم آپ کو مرزا غلام احمد قادیانی کے چند اعجب العجائب اقوال بھی سنا دیں ۔

مرزا قادیانی کا عورت بن کر حاملہ ہو جانا اور بچہ جننا

مرزا قادیانی کا چونکہ مسیح موعود ہونے کا دعوی تھا حالانکہ آنے والے مسیح نام عیسی بن مریم ہے اور آپ کا یہ نام نہیں نہ مریم کے بیٹے ہیں اسلئے آپ نے عیسی بن مریم بننے کی ایسی توجیہ فرمائی کہ پڑھ کر ہنسی آتی ہے فرماتے ہیں

> جیسا کہ براہین احمدیہ سے ظاہر ہے دو برس تک صفت مریمیت میں، میں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشو ونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گذرے تو جیسا کہ براہین احمدیہ میں ہے مریم کی طرح عیسی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور کئی مہینے کے بعد

جو دس مہینے سے زیادہ نہیں مجھے مریم سے عیسی بنایا گیا۔اس طور سے میں عیسی بن مریم ٹھہرا۔

(کشتی نوح ص ۴۶۔۴۷۔قادیانی خزائن ج ۱۹ص ۵۰)

عیسائیوں کی تثلیث تو سنا کرتے تھے مرزا غلام احمد قادیانی اس سے بھی بڑھ گئے۔آپ مرد سے عورت بن گئے۔دو سال عورت کی صفت میں پرورش پائی۔پھر آپ کو حمل بھی ہو گیا وہ دس مہینے رہا۔پھر بچہ (عیسی) جنا۔

مرزا غلام احمد قادیانی تھے تو ایک ،مگر آپ ہی مرد غلام احمد، آپ ہی عورت مریم ، آپ ہی بچہ عیسی ہیں۔سبحان اللہ ۔ خود کوزہ و خود کوزہ گر و خود گل کوزہ

بھلا ان رازوں کو کون سمجھے۔ کوئی سمجھے تو کیا سمجھے،کوئی جانے تو کیا جانے

پیش گوئیوں پر خدا کے دستخط

اور انبیاء سے تو مکالمہ بذریعہ وحی ہوا کرتا تھا مرزا غلام احمد قادیانی کے پاس (معاذ اللہ) خود اللہ میاں تشریف لاتے۔پیش گوئیوں کی مسل پیش ہو جاتی۔سرخی کے قلم سے دستخط کئے جاتے ہیں۔حقیقت الوحی صفحہ ۲۵۵ میں بالتفصیل اس واقعہ کا ذکر فرماتے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی پیش گوئیوں کی مسل دستخط کرانے کے لئے خدا تعالی کے پیش کی۔اللہ تعالی نے بغیر تامل دستخط کر دیئے۔دستخط کرتے وقت قلم کو چھڑکا تو سرخی کے قطرات اڑ کر مرزا غلام احمد قادیانی کے کرتے اور ان کے مرید عبداللہ (سنوری) کی ٹوپی پر جا پڑے اب تک نشانات موجود ہیں۔

(مرزا قادیانی نے معاذ اللہ) اللہ تعالی کو ایک خام نویس طفل مکتب بنا لیا جو لکھتے ہوئے ہاتھ منہ اور کپڑے سیاہ کر لیتا ہے۔ بریں عقل و دانش بباید گریست

ایک عجیب فرشتہ

مرزا غلام احمد قادیانی بقول شخصے جیسی روح ویسے فرشتے خود بدولت پنجابی نبی تھے،آپ کے پاس

فرشتے بھی پنجابی آتے ہیں۔اوروحی بھی پنجابی ہوتی ہے۔فرماتے ہیں

۵ مارچ ۱۹۰۵ءکومیں نے خواب دیکھا کہ ایک شخص جوفرشتہ معلوم ہوتا تھا،میرے سامنے آیااوراس نے بہت سارو پیہ میرے دامن میں ڈال دیا۔میں نے اس کا نام پوچھا۔اس نے کہا نام کچھ نہیں۔ میں نے کہا آخر کچھ نام تو ہونا چاہیے۔اس نے کہا میرا نام ہے ٹیچی ٹیچی۔
پنجابی زبان میں وقت مقررہ کو کہتے ہیں یعنی عین ضرورت کے وقت پر آنے والا۔تب میری آنکھ کھل گئی ۔

بعداس کے خدا تعالی کی طرف سے کیا ڈاک کے ذریعہ سے اور کیا براہ راست لوگوں ہاتھوں سے اس قدر مالی فتوحات ہوئیں جتنا خیال وگمان نہ تھا اور کئی ہزار روپیہ آیا۔ (حقیقت الوحی ص ۳۳۲)

کیا آج تک کسی نے فرشتہ کا یہ انوکھا نام، ٹیچی ٹیچی سنا؟ مرزا قادیانی نبی بنیں تو فرشتوں کے ایسے ایسے عجیب وغریب نام بتائیں۔واہ کیا کہنا مرزا غلام احمد قادیانی کے یہ الہام نہیں بلکہ اضغاث احلام ہیں۔ پنجابی میں مثل مشہور ہے بلی کا خواب چھیچھڑے۔مرزا غلام احمد قادیانی کو روپئوں کے ہی خواب آتے ہیں اور ایسے ایسے فرشتوں کا نزول ہوتا ہے کہ نام سن کر ہی دنگ رہ جائیں۔

مسلمانو!غور کرو کیا کوئی ذی بصیرت ایک منٹ کے لئے بھی ایسے شخص کو ملہم مجدد یا رسول اور نبی تسلیم کرسکتا ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی نے چندروزا اپنی دکان خوب چلائی۔روپئے خوب ملے۔اولاد کے لئے بھی ایک سبیل پیدا کر گئے۔مقبرہ بہشتی میں جو شخص دفن ہو کر جنت لینا چاہے وہ آپ کی اولاد کے نام اپنی کچھ زمین بیع کردے اور براہ راست بہشت بریں میں چلا جائے۔...

الراقم خاکسار ابوالفضل محمد کرم الدین دبیر متوطن بھین ضلع جہلم

....

دام تزویر قادیانی میں
جو گرفتار بوم خصلت ہیں
فکر ان کو نہیں رہائی کا
کیسے بد بخت شوم قسمت ہیں

برق آسمانی بر خرمن قادیانی

مصنفہ حاجی حافظ محمد منیر الدین منیر دہلوی

باہتمام سید محمد ممتاز ہاشمی مینجر ممتاز بک ایجنسی دہلی

افضل المطابع برقی پریس دہلی حویلی اعظم خان

بسم الله الر حمن الر حیم

الحمد لله و حده و الصلوة علی من لا نبی بعده

عقل سے کچھ کام لے وحشی و سودائی نہ ہو
چھوڑ کر اپنا ٹھکانہ دیکھ حرجائی نہ ہو
مظہر نقص شمائل صورت آئینہ ہو
حیف ہے تجھ میں اگر کچھ نور بینائی ہو
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

جس کو کچھ اسلام سے مطلب نہ ایمان سے غرض
کچھ حدیثوں سے تعلق ہے نہ قرآن سے غرض
نفس بد سے واسطہ یا ہے شیطان سے غرض
مال و زر سے ربط ہے یا راحت جاں سے غرض
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

کوئی پوچھے تو یہ کہتے ہیں جناب میرزا
تھے غلام سرور عالم محمد مصطفیٰ
دل میں حضرت سے بھی لیکن یہ سمجھے ہیں سوا
اور پیغمبر نگاہوں میں جچیں گے ان کی کیا
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

کہتے ہیں چھوڑو بھی ذکر ابن مریم الاماں
اس سے بہتر ہے ہمارا مقتدائے قادیاں
جس پیمبر کی خبر عیسی نے دی تھی اے میاں
وہ یہی تو احمدِ والا صفت ہے بے گماں
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ہم نے یہ مانا وہ ایام سفر تھے بالیقیں
ان تصوموا خیر بھی قرآن میں ہے یا نہیں
شوق روزہ کا نہ تھا کچھ دل میں ان کے جا گزیں
ہو گئے اس پر بھی حضرت از گروہ مرسلین
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ہو سفر جس کا وطن پھر کیا اسے غربت کا ڈر
جس کی اک آواز پر خادم ہوں حاضر بیشتر
وہ رہے اس نعمت عظمیٰ سے غافل جان کر
برف کے پانی پیئے اور کھائے لقمے تر بہ تر
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

انبیاء و اولیاء کا کیا سناؤں تم کو حال
تھا گرفتار مصیبت ان کا ہر دم بال بال
صبر کرتے تھے اٹھا کر صدمہ و رنج و ملال
اور ادا کرتے تھے ہر دم شکر رب ذو الجلال
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

یہ مزے یہ عیش یہ دنیا کی لذت تھی کہاں
اچھے کھانے اچھے پینے ہی میں تھی نیت کہاں
اس قدر پیسے سے الفت اتنی چاہت تھی کہاں
اس جہاں کی زندگی سے ایسی رغبت تھی کہاں
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ان کی ہر سختی جہاں میں ہر کڑی مشہور ہے
جھیلنے فاقوں پہ فاقے مستند دستور ہے
بھوک میں ہر پاک باطن شاد ہے مسرور ہے
زندگی میں اپنی مرزا جس سے کوسوں دور ہے
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

اولیاء کا جو نہ ہو ہمسر وہ بن جائے نبی
کچھ سمجھ میں بات یہ آتی ہے تیری اے اخی
زندگی کے حال جس کے آشکارا ہیں سبھی
ہم کو ثابت ہی کوئی کر کے دکھائے متقی
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

انبیاء کی صحبتوں کا سب پہ ظاہر ہے اثر
خاک کو کندن بنا دینا تھا اک ادنی ہنر
سرور دیں کی پڑی اہل عرب پر جب نظر
ہو گئے بندے خدا کے سب بتوں کو چھوڑ کر
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

خادموں نے آپ کے مردوں کو زندہ کر دیا
حکم سے مولا کے بیماروں کو اچھا کر دیا
جو تھے نا بینا انہیں اک دم میں بینا کر دیا
کوڑیو ں کے تن سے دور اک ایک دھبہ کر دیا
حق پہ رہ ثا بت قدم با طل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

یہ کرشمے میرزا نے بھی دکھائے تھے کبھی
یا دکھا سکتا ہے کوئی آج ان کا امتی
بن گئے کامل مسلمان مان کر ان کو نبی
چشم حق بیں سے نہ دیکھا کیسا ہے یہ آدمی
حق پہ رہ ثا بت قدم با طل کا شیدا ئی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ہونے والے ہیں ابھی تو اس سے بڑھ کر امتحان
سینکڑوں گزریں گے فتنے سامنے سے مہرباں
فتنہ دجال ہے مشہور و معروف جہاں
ہونے والی ہے قیامت ایک زیر آسمان
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

جب نبی مرزا کو مانا اس کو مانیں گے خدا
سر بسجدہ ہو کے اس سے ہی کریں گے التجا
اور کہیں گے رحم کر ہم پر ہمارے کبریا
ہم تو ہیں تیرے ہی بندے تیری کرتے ہیں ثنا
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

پائیں ہم اس کا زمانہ گر خدا نخواستہ
چھوٹتے ہی اس کو کافر ہی کہیں گے برملا
مرزا صاحب ہیں نگاہوں میں ہماری چیز کیا
چشم حق میں بس؟ نہیں مل سکتی ان کو کچھ جگہ
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

حشر کے دن آئیں گے بن ٹھن کے جب روح الامین
ان سے بھی کہدیں گے ہم معبود تم ہرگز نہیں
دیکھنا ہے جس کو ہے وہ اور ہی پردہ نشیں
جب نظر آئے گا وہ سجدے میں رکھ دیں گے جبیں
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

اس یقین کے سامنے جادو کسی کا کیا چلے
کس طرح سرسبز ہو کیوں مکر کوئی پھولے پھلے
سن کے یہ باتیں ہماری خوش ہو یا کوئی جلے
صاف کہنا ہے ہمارا کام خنجر کے تلے
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

بن چکے ہیں آپ عورت آ چکا ہے حیض بھی
پیٹ سے بچے بھی پھر پیدا ہوئے ہونگے کبھی
ابن مریم آپ کا ہے جانشین اچھی کہی
کہ دیا جو منہ میں آیا عقل جب کھوئی گئی
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

اس پر یہ کہنا کہ میں عیسی ہو ں اور مہدی امام
آسمان پر میرا مسکن عرش پر میرا مقام
کیسے کیسے بھیس بد لے، تھا یہ حضرت ہی کا کام
کون سے بہروپ یہ کے تھے ؟ یہ شا گرد و غلام
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

کیسے ہوں گے مقتدی جن کا ہے ایسا مقتدا
ان کی صورت تو مجھے چل کر دکھا دیجئے ذرا
آپ کو تکلیف کیا دوں بے سبب بے فائدہ
ان کی حالت کا پتہ دیتا ہے ان کا پیشوا
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

جو بیان کی آ پ نے اپنی صداقت کی دلیل
منہ کی کھا کر ہو گئے دنیا کی نظروں میں ذلیل
اب کو ئی بولا تو منہ اس کا دیا جائے گا کیل
لب کشا ہونا بھی ہو جائے اک امر ثقیل
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

کیا اثر چکنے گھڑوں کو ماریئے کوڑے ہزار
سامنا کرتے رہیں گے پٹ کے بھی مثل حمار
حق و باطل ہو گیا دنیا پہ لیکن آشکار
اب کوئی مانے نہ مانے اس کی کیا دارو ہے یار
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

خدمت اسلام پر جن کو ہمیشہ ناز تھا
جو یہ کہتے تھے کہ ہم نے یہ کیا اور وہ کیا
پھر گئے ٹرکی سے وہ دی وقت پر کیسی دغا
اور اس پر یہ ستم ہیں دشمنوں کے ہم نوا
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

آج کل ہیں غیر قومیں بھی خلافت میں شریک
مسلم بے خانماں کی ہر مصیبت میں شریک
ہو گئے سب مل کے اس کے رنج و راحت میں شریک
ہیں جدا بس وہ جو کل تھے دین و ملت میں شریک
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

جو نہیں اپنو ں کے وہ غیرو ں کے ہوں گے جاں نثار
اے بے پیندے کے بدقوں کا ہے کیسا اعتبار
ٹھونکتے ہیں پشت ان کی جان کر احسان شعار
لیتے ہیں بڑھ کر بلائیں اور کرتے ہیں پیار
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

قدر دنیا میں منافق کی نہیں ہوتی کہیں
اس کی گلنی دال ہم نے صرف دیکھی ہے نہیں؟
اس کا یہ اعزاز ہے وہ آج ہے کرسی نشیں
اور خطابوں کی کمی کچھ واسطے اس کے نہیں
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

مریم و عیسی کی جو بے حد کرے گستاخیاں
اس کو کچھ کہتے نہیں بلکہ ہیں اس پر مہربان
اپنے پیغمبر کی دل میں ان کے عظمت ہے کہاں
چوٹیں ہوتی ہیں اگر ان پر تو انکا کیا زیاں
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

کون عیسی کون مریم ہے حکومت سے غرض
تاج شاہی سے ہے مطلب مال و دولت سے غرض
جاہ و حشمت عیش و عشرت شان و شوکت سے غرض
یہ بھی لے لیں وہ بھی لے لیں ملکی وسعت سے غرض
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

جو کہیں حق بات ان کو آہ دی جائے سزا
جیل خانوں میں وہ بھیجے جائیں بے جرم و خطا
بیوی بچوں سے وطن سے دوستوں سے ہوں جدا
ایسی نا انصافیوں کا کر تدارک اے خدا
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ہیں میاں والی کے زنداں میں نہاں احمد سعید
آشکارا ہیں جہاں پر جن کے اوصاف حمید
از روئے قرآن کیا کرتے تھے جو گفت و شنید
ان کو افسوس سمجھا لائق قید مزید
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

جھیلتے ہیں سختیاں کیا کیا کراچی کے اسیر
آسمان دین احمد کے ہیں جو بدر منیر
ان کا یہ حال زبوں ہے شان مولائے قدیر
حکمتوں کو جانتا ہے اپنی وہ رب قدیر
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

سرخرو ہو کر رہا؟؟ ہونے ہیں سب ہے امید
غمگساروں کو سنادو میری جانب سے نوید
گو محرم کے یہ دن ہیں ہے مگر نزدیک عید
عاقبت نیکوں کی ہے از روئے قرآن مجید
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ان کو بکنے دو یہ ہے انکار مرزا کا وبال
ہوتا آیا ہے سلف سے نیک لوگوں کا یہ حال
زہر اگلیں لاکھ لیک کرنا دل میں خیال
رتبے پاتے ہیں اسی طرح سے تو اہل کمال
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

ٹوٹے پھوٹے بند جو لکھے تھے حاضر کر دیئے
حکم کی ممتاز کے تعمیل کرنی تھی مجھے
عالمان دین کے اکثر رسالے چھپ چکے
اور جو کچھ دیکھنا ہو ان کو لے کر دیکھئے
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ ہو

دیکھنا اس کی سلاست ہے یہ نظم دل پذیر
یہ مسدس آپ نے لکھا ہے کیا عمدہ منیر
خدمت دین میں جس سے ہوئی ہے بے نظیر
شعر یہ گاتا پھرے گا ہر صغیر و ہر کبیر
حق پہ رہ ثابت قدم باطل کا شیدائی نہ ہو
تجھ کو گر ایمان پیارا ہے تو مرزائی نہ

معزز ناظرین مہربانی فرما کر آپ ایسے شہر اور قصبات و دیہات سے مع ضلع و ڈاکخانہ سے اطلاع دیجئے جس میں کم سے کم پچاس مرزائی آباد ہو گا یا اس میں انجمن مرزائیہ قائم ہو۔ نیز ان حضرات کے ناموں اور پتوں سے بھی مطلع فرمایئے جو مرزائیوں کے خلاف کام کرتے رہتے ہیں تا کہ ہم ان کے نام اپنے اشتہارات و رسالہ جات برابر روانہ کرتے رہیں۔ اور وہ تکلیف فرما کر مرزائی احباب میں تقسیم کر دیا کریں۔

خادم سید ممتاز علی ہاشمی ممتاز بک ایجنسی۔ بھوجلہ پہاڑی دہلی

عقاید مرزا

انت منی بمنز لۃ و لدی

تو اے مرزا مجھ سے بمنزلہ میرے فرزند کے ہے (دافع البلاء)

انی مع الرسو ل اجیب ا خطی و اصیب۔

خدا مرزا سے کہتا ہے، میں رسول؟ مرزا؟ کے ساتھ جواب دونگا غلطی بھی کرونگا اور ٹھیک بھی کہوں گا۔

ان قد می ھذہ علی منار ۃ ختم ...

میرا قدم اس منارے پر ہے جس پر تمام بلندیاں ختم ہیں۔ خطبہ الہامیہ

انا شمس لا .... د خا ن

میں سورج ہوں مجھ کو دھواں نہیں چھپا سکتا۔ تریاق القلوب

منم مسیح زماں و منم کلیم خدا   منم محمد و احمد کہ مجتبی باشد

ہے کرشن رودر گوپال! تیری مہما گیتا میں لکھی ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ ۲ دسمبر ۱۹۰۲ء)

یا شمس یا قمر انت منی و انا منك ۔

اے چاند اور سورج تو مجھ سے ظاہر ہوا اور میں تجھ سے ۔ (حقیقۃ الوحی ص ۷۴)

اسمع ولدی ۔ میرے بیٹے سن۔ (البشری ج ا ص ۴۹)

انت منی بمنز لۃ او لا دی۔

اے مرزا تو میری اولاد کی بجا ہے۔ (الحکم ۱۰ دسمبر ۱۹۰۷ء)

انت من ماء نا و ھم من فشل

اے مرزا تو میرے پانی سے ہے اور وہ ...سے (اربعین ۲ ص ۲۴)

مرزا صاحب کے عقاید باطلہ والہامات شیطانی کا مع حوالہ کتب مرزا مختصر نمونہ درج کیا گیا ہے۔

۲۔ سنن ابن ماجہ اور رفع العجاجہ جلد ۳ صفحہ ۳۴۳ میں عبداللہ بن مسعود سے روایت ہے کہ جس شب کو معراج ہوا

آنحضرت ﷺ نے ملاقات کی حضرت ابراہیم موسی عیسی سے ان سب نے قیامت کا ذکر کیا حضرت ابراہیم سے سب نے پوچھا لیکن ان کو کچھ علم نہ تھا قیامت کا پھر سب نے حضرت موسی سے پوچھا ان کو بھی علم نہ تھا۔آخر حضرت عیسی سے پوچھا انہوں نے کہا مجھ سے وعدہ ہوا ہے قیامت سے کچھ پہلے کا۔لیکن قیامت کا ٹھیک وقت کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے۔پھر بیان کیا انہوں نے دجال کے نکلنے کا حال اور کہا میں اتروں گا اور اس کو قتل کرونگا۔پھر لوگ اپنے اپنے ملکوں کو لوٹ جائیں گے اور آگے آویں گے ان کے یاجوج ماجوج اور وہ ہر اوچان سے خروج کریں گے پس نہ گذریں گے ساتھ کسی پانی کے مگر یہ کہ اس کو پی جائیں گیا ورنہ ساتھ کسی چیز کے مگر یہ کہ خراب کریں گے اس کو۔ اور یہی روائت ابن مسعود کے طریقہ سے آنحضرت ﷺ سے منقول ہے دیکھو تفسیر ابن کثیر جلد۳ص ۲۳۶۔۲۳۷۔تفسیر ابن جریر۔تفسیر درمنثور جلد۴ص ۱۵۶۔مسند احمد جلد اص ۳۷۵ ۔کنز العمال۔اگر بقول مرزائیوں کے مسیح وفات پا چکے ہوتے تو کیوں حضرت مسیح شب معراج میں اس قدر شد و مد سے ارشاد فرماتے کہ میں اتروں گا اور دجال کو قتل کرونگا۔اور سینکڑوں حدیثیں ہیں جن سے مستند طریقہ پر ثابت ہے کہ مسیح نازل ہونگے۔مگر مرزا کو تو خود مسیح بن کر دنیا کا عیش حاصل کرنا تھا وہ کیوں احادیث اور قرآن پر نظر ڈالتا اور اس کو مان کر اپنی میسیحیت و مہدویت کھوتا

۳۔ مسیح کا آسمان پر بجسد عنصری اٹھایا جانا قرآن سے ثابت ہے۔اللہ تعالی فرماتا ہے بل رفعه الله اليه ۔ و ان من اهل الكتا ب ا لا ليؤمنن به قبل مو ته، يا عيسى انى متو فيك و را فعك ...
پس کون شقی ازلی ہے جو حدیث قرآن کے ہوتے مرزا کے الہامات شیطانی کو مان کر اپنے ایمان کو ضائع کرے ۔خدا تعالی ہم کو توفیق دے کہ ہم مسیلمہ ثانی دجال زمانی غلام احمد قادیانی کے دجل وفریب سے محفوظ رہیں۔

۴۔ مرزا صاحب کے خسر ناصر نواب نے اپنے داماد مرزا غلام احمد کے خلاف ایک مسدس لکھا ہے جو بہت طویل ہے اس میں آپ نے دل کھول کر مرزا کی شکم پروری و نفس پرستی کا نقشہ جمایا ہے اور بتایا کہ مرزا کا ہر وقت یہی خیال تھا کہ کسی طرح مال بنائے چنانچہ وہ ایک شعر میں کہتے ہیں

ہو یتیموں کا یا وہ رانڈوں کا ہو
رنڈیوں کا مال یا بھانڈوں کا ہو

چنانچہ مرزا صاحب کے متعلق بتایا جاتا ہے کہ آپ نے اللہ دی کسبی کا سرمایہ جو اس کی ناجائز طریقہ کا پیدا شدہ تھا قبول فرلیا تھا۔

اور مرزا کے مرید خاص ڈاکٹر عبدالحکیم مغفور پٹیالوی مرزا صاحب کو ایک خط میں اس کا کچا چٹھہ اس طرح پر لکھ کر بھیجتے ہیں جس کا مرزا نے دم اخیر تک جواب نہیں دیا۔ دیکھو ذکر الحکیم نمبر ۴ ص ۲۹ ۔لنگر کے واسطے جو روپیہ وصول ہوتا ہے اس کے مصارف کا کوئی معقول حساب اور انتظام نہیں کیا۔ کیا یہ بھی کوئی اسوہ حسنہ ہے کہ قومی روپیہ کا کوئی حساب نہ رکھا جائے بلکہ ایسی بے پروائی اور بے دردی سے اس کو صرف کیا جائے نہ کوئی اس کا حساب کتاب ہو نہ کوئی اس کا نگران ۔ باہر سے روپیہ آیا اور بیوی صاحبہ کے سپرد کر دیا۔ جب جماعت سیالکوٹ نے خط لکھوایا کہ لنگر کے اخراجات کا حساب اور انتظام رہنا چاہیے تو جواب دیا، کیا میں خزانچی ہوں؟ سبحان اللہ اس امانتداری پر مہدی و مسیح بلکہ افضل الرسل ہونے کا دعوی ہے۔ کیا انبیاء و رسل اولیاء اقطاب ابدال ایسے ہی خوش معاملہ اور امین ہوتے تھے ۔نعوذ باللہ۔ امانت کی حفاظت نہ کرنا ابلیس کا کام ہے۔

۵۔ دیکھو الذکر الحکیم نمبر ۴ ۔آپ نے (مرزا) قومی روپیہ اور اسلامی خدمت کے روپیہ پر ایسا عیش کیا اور آپ کے بال بچے نوابوں کی طرح عیش و تنعم میں پلے اگر سفر بھی کیا تو سیکنڈ کلاس میں محض بیوی صاحبہ کی خاطر دہلی کا

۶۔ مرزا غلام احمد لکھتا ہے،

اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص ہوں اور جس قدر مجھ سے پہلے ابدال، اولیاء اقطاب اس امت میں گذر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر نعمت کا نہیں دیا گیا پس اس لئے میں نبی کا نام پانے کے لئے مخصوص کیا گیا۔ (حقیقۃ الوحی ص ۳۹۱)

آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بہ تمام

آنچہ من بشنوم ز وحی خدا
بخدا پاک دانمش ز خطا

ہم چو قرآن منزہ اش دانم
از خطا ہا ہمیں است ایمانم

دیکھو درثمین

میرا ایمان ہے اس بات پر کہ مجھ کو وحی ہوئی ایسا ہی (ایمان) ہے جیسا کہ قرآن انجیل تورات وغیرہ آسمانی کتابوں پر (اربعین نمبر ۴ ص ۱۵)

شریعت کیا چیز ہے۔ جس نے اپنی وحی کے ذریعہ چند امر بیان کئے اور اپنی امت کیلئے ایک قانون مقرر کیا وہی صاحب شریعت ہو گیا۔ اور میری وحی میں امر بھی ہے اور نہی بھی۔ (اربعین نمبر ۴ ص ۶)

مرزا کے ان الہامات سے ثابت ہوتا ہے کہ مرزا نہ صرف نبی بلکہ صاحب شریعت نبی ہیں اور نبی بھی کوئی ادنی درجہ کے نہیں بلکہ انبیاء سے نعوذ باللہ افضل اور اعلی۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

روضہ آدم کہ تھا وہ نامکمل اب تک
میرے آنے سے ہوا کامل بجملہ برگ و بار

۷۔

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بڑھ کر غلام احمد ہے

اے عیسائیو! ربنا المسیح مت کہو۔ دیکھو آج تم میں ایک ہے جو اس مسیح سے بڑھ کر ہے

۸۔ دلی کا مشہور واقعہ ہے۔ بہت سے حضرات موجود ہیں جنہوں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ ایک مرتبہ امرتسر میں بھی مرزا آنجہانی نے دوران تقریر میں دودھ کا گلاس نوش فرمایا تھا اور چونکہ وہ ماہ رمضان تھا جملہ سامعین روزے سے تھے ان کو مرزا کی یہ دلیری اور سینہ زوری ناگوار ہوئی اس پر مجمع نے شور برپا کیا یہاں تک کہ مرزا جی بمشکل وہاں سے نکل کر جوں توں کر کے قادیان فرار ہوئے۔

۹۔ اشاعت اسلام کے لئے دو ماہ کے واسطے بھی گھر سے باہر نہیں نکلے بلکہ لنگر کے نام پر روپئہ جمع کیا خود مزے سے کھایا اور دوسروں کو کھلایا یہاں تک کہ ایک عبدالکریم کی بیماری میں من ڈیڑھ من پختہ برف لگا تار لاہور سے

آتی رہی۔ دیکھوالذکرالحکیم نمبر۴، از ڈاکٹر عبدالحکیم مغفور جو عرصہ تک مرزا کے مرید رہ چکے ہیں۔

۱۰۔ مرزائی اجازت دیں تو ہم مرزا جی کا کچا چٹھہ شائع کر دیں جس سے معلوم ہو جائے گا کہ حقیقت میں مرزا کیا تھے اور مرزا کی حقیقت کیا تھی۔ کس طرح ان کی بسر ہوتی تھی پھر انہوں نے کیوں کر مسلمانوں کو دھوکہ دے کر اس کے سرمایہ سے عیش و راحت اٹھائے اور اپنی اولاد کے لئے دنیوی حشمت کا کتنا ذخیرہ چھوڑا ہے اور یہ مال کس طرح جمع ہوا ہے۔

۱۱۔ مسلمانوں خدا کے لئے ایمان کی قدر کرو اگر اسی طرح مدعیان نبوت کو مانتے رہے تو خدا جانے کیسے کیسے شعبدہ باز، مکار، غدار پیدا ہو چکے ہیں اور ہو رہے ہیں کہاں کہاں ایمان ضائع کرو گے۔ دیکھو اس وقت بھی پنجاب میں چار مدعی نبوت موجود ہیں جو مرزا جی کے مرید ہونے کا دعوی کرتے ہیں۔ پس بہتری اسی میں ہے کہ سوائے خاتم الرسل حضرت محمد ﷺ کے جملہ مدعیان پر لعنت بھیجو اور ایمان کی خیر مناؤ۔ سچ کہا ہے مولانا فقیر دہلوی نے

الہی خیر دور فتنہ آخر الزمان آیا
رہے ایمان و دیں محفوظ وقت امتحان آیا
تمیز خیر شر ہے اب نہ تحقیق حق باطل
عجب ایک فتنہ آشوب میں سارا جہاں آیا

۱۲۔ انشاءاللہ راسخ الاعتقاد مسلمان دجال لعین کا زمانہ بھی پائیں گے تو صاف اسکے مکر وفریب کو دیکھ کر کہیں گے یہ دجل ہے اس کی پیشانی پر کافر لکھا ہے، یہی آخر زمانہ کا دجل اکبر و اکفر ہے۔

۱۳۔ مرزا اپنے الہام پر یر یدو ن ان یروا ....کی تشریح میں لکھتا ہے

بابو الٰہی بخش چاہتا ہے کہ تیرا حیض دیکھے یا کسی پلیدی اور ناپاکی پر اطلاع پائے مگر خدائے تعالی تجھے اپنے انعامات دکھلائے گا جو متواتر ہوں گے اور تجھ میں حیض نہیں بلکہ وہ بچہ ہو گیا ہے۔ ایسا بچہ جو بمنزلہ اطفال اللہ، یعنی حیض ایک ناپاک چیز ہے مگر بچہ کا جسم اسی سے تیار ہوتا ہے (حقیقۃ الوحی ص ۱۴۳)

واہ واہ آج معلوم ہوا کہ مذکر سے مؤنث بھی ہو جاتے تھے اور آپ کا حیض ہی نہیں بلکہ بچہ بھی ہو جاتا تھا کاش

کوئی مرزائی اتنا ہمیں اور بتا دے کہ بچہ بغیر مذکر و مؤنث کے ملے نہیں بنا کرتا تو مؤنث ہونے کی حالت میں مرزا کے لئے مذکر کون سے آسمانی سے نازل ہوتا تھا جس کے ملنے کے بعد حیض کا بچہ بن گیا اور بمنزلہ اطفال اللہ بھی ہو گیا اور وہ کون سا مبارک ومطہر مرزا کا لڑکا ہے۔ کیا یہی خلیفہ وقت مرزا محمود تو بمنزلہ اطفال اللہ نہیں ہیں۔

۱۴۔ مرزا جی اپنی جماعت کے افعال واطوار کی نسبت کیا فتوی دیتے ہیں۔ فرماتے ہیں:

اخی مکرم حضرت مولانا نورالدین بارہا مجھ سے یہ تذکرہ کر چکے ہیں کہ ہماری جماعت کے اکثر لوگوں نے اب تک کوئی خاص اہلیت اور تہذیب اور پاک دلی اور پرہیزگاری اور للہی محبت باہم پیدا نہیں کی سو میں دیکھتا ہوں کہ مولوی صاحب کا یہ مقولہ بالکل صحیح ہے (اشتہار التوائے جلسہ ملحقہ شہادت القرآن)

یہ تو جماعت کا حال ہے جو مرزا کے فیض سے مستفیض تھی اور مرزا جی خود ان میں موجود تھے، اور وہ وہ زمانہ تھا کہ الہامات کی بارش قادیان میں ہو رہی تھی اب جب کہ مرزا کو تو تودہ خاک ہوئے عرصہ ہوا نورالدین بھی چل بسے تو اب جماعت مرزا کا کیا حال ہوگا۔ اگر آپ کو موجودہ مرزائی جماعت کے افعال واعمال کا مطالعہ کرنا ہے تو الفضل قادیان اور پیغام صلح لاہور کے پرچے دیکھئے پھر معلوم ہو جائے گا کہ کس طرح ایک دوسرے کو غاصب خائن فاسق مرتد جاہل وغیرہ بتا رہے ہیں

۱۵۔ دیکھئے ترکی حکومت کے متعلق مرزائی اخبار الفضل کا فیصلہ، وہ لکھتا ہے:

ترکوں کی حالت جب کہ اس درجہ گر گئی ہے اور وہ دین سے ایسے بے بہرہ ونسلی تعصب کے ایسے دلدادہ ہو گئے ہیں تو ان کو مسلمان کہنا یا ان کی حکومت کو اسلامی حکومت کہنا کیسی بے وقوفی ہے جب اسلام ہی نہ رہا تو پھر اسلامی حکومت کیسی۔ اسلامی حکومت وہی ہے جس میں اسلام کا خیال رکھا جائے جو اسلام کی ترقی کا باعث ہو۔

الفضل قادیان کا فیصلہ صاف ہے کہ ترک مسلمان ہی نہیں۔ نعوذ باللہ۔ مسلمانوں کیا ایسی جماعت میں داخل ہو کر تمام دنیا کو کافر مانو گے۔

۱۶۔ مرزا کے ماننے کی یہ برکت اور خوبی ہے کہ مسلمانوں سے مسلمان کہلانے والا فرقہ بغض وکینہ وحسد و

عداوت رکھنا جزایمان جانتا ہے۔تفرقہ ونفاق کواپنا مذہب بنالیا ہے مسلمانوں کی ہلاکت اوران کی بربادی پر خندہ زن ہیں۔خدا جملہ مسلمانوں کوایسی جماعت کے شر سے محفوظ رکھے۔

۱۷۔دہلی کے مشہور ہردلعزیز مولانا احمد سعید واعظ کی طرف اشارہ ہے جومحض فتوی کی حفاظت خلافت کی حمایت میں ضمانت نہ ہونے کے باعث جانکاہ مصائب وتکالیف برداشت کررہے ہیں

۱۸۔آج کل جوگرفتاریوں کا بازار گرما گرم ہےاس کوبھی مرزائی مرزاکے انکارکا سبب بتاتے ہیں چنانچہ دو اشتہارمرزائیوں نے شائع کئے ہیں جن میں مرزاکے یہ الہامی اشعاردرج ہیں

قادر کے کارو بار نمودار ہوگئے
کافر جو کہتے تھے وہ گرفتار ہوگئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہوگئے

کوئی ان سے پوچھے کہ مرزاپرعدالت نے جرمانہ کیوں کیا تھا۔مرزاکے اشدمخالف مولانا محمدحسین بٹالوی، مولانا عبدالحق غزنوی،مولوی غلام محمد(دستگیر)قصوری،ڈاکٹرعبدالحکیم صاحب پٹیالوی پرتو مرزاکےاشعارکا اثر نہ ہوااورپھرلوگ ہمیشہ عمربھرجیل سے محفوظ رہے،مگروہ غریب جن کومرزاکے ذکر سے نفرت،جنہوں نے کبھی کان لگاکرمرزاکانام تک نہ سنا جو یہ بھی نہیں جانتے کہ مرزاکب آیااورکب تو دہ خاک ہوا،ان کے لئے جیل میں جانا مرزاکی صداقت نبوت ورسالت کا باعث بنی۔اے مرزائیو!دورکیوں جاؤ۔دیکھومولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری،مولانا غلام احمد صاحب اخگرامرتسری،مولانا عبدالحق صاحب امرتسری،مولانا میربخش صاحب لاہوری،مولانا محمدابراہیم صاحب سیالکوٹی مولانا ابواحمد صاحب مونگیری رحمانی وغیرہ حضرات جودن رات تمہاری چھاتی پرمونگ دل رہے ہیں اور برابر تردید میں مصروف ہیں ان کا تکیہ کلام ہے کہ مرزاکافرہے؛ ملہم شیطانی مسیلمہ ثانی دجال زمانی ہے،مگرہم دیکھتے ہیں کہ مرزاکے الہامی اشعارکاان پرکچھ اثرنہیں۔

۱۹۔دیکھومولانا ابواحمد صاحب رحمانی مونگیرضلع بھاگلپوری خانقاہ رحمانیہ کی تصنیفات،مولانا ثناءاللہ امرتسری اڈیٹراہل حدیث کی تصنیف،مولانا پیربخش لاہوری ناظم انجمن تائیدالاسلام کی تصنیف۔

....

ذ لك بما قد مت ايد يھم و ان اللہ لیس بظلا م للعبید

میزان ابجداور آئینہ مرزا

مصنفہ حافظ عنائت اللہ وزیرآبادی۔ گجرات

عبدالرحیم پرنٹر پبلشر ناظم انجمن محمدیہ پشاور صدر نے شائع کیا۔

نومبر ۱۹۳۴ء در مطبع پنجابی پریس لاہور باہتمام عبدالرحیم پرنٹر چھپا

عرض حال

برادران ملت کو معلوم ہے کہ ابتداء سے اسلام میں نبوت کی شان بہت بلند ہے۔اور یہ بھی معلوم ہے کہ اس کے احترام کے خیال سے اس کے ہر ایک دعویدار کی آواز کو سن کر انکار نہیں بلکہ توقف اور غور کے بعد روشن دلائل کی بنا پر سچی نبوت کی تصدیق اور جھوٹی کی تکذیب سعید الفطرت لوگوں کا ہمیشہ سے شیوہ رہا، جو عین دانش مندی ہے۔مگر اب ختم نبوت کے بعد اس روش کی شرعاً ضرورت نہیں کیونکہ ہر ایک دعویدار بحسب ارشاد نبوی جھوٹا اور دجال ہے۔

ہاں! اتمام حجت کے طور پر ایسے جملہ دعویداروں کا ہر پہلو سے ابطال لازم ہے، تا وہ اپنے بعض تار عنکبوت کی طرح ادلہ پر غرہ ہو کر کہیں سادہ لوح مسلمانوں کی گمراہی کا موجب نہ ہوں۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی نے ایک نہیں، کئی ایک مناصب کا دعوی کیا اور اپنے صدق و کذب کا معیار بھی خود ہی مقرر فرمایا کہ اس پر مجھے پرکھ لیا جائے، چنانچہ اس رسالہ میں آپ کو ابجدی طریق پر پرکھا گیا ہے جو آپ کا پسندیدہ اور الہامی معیار ہے

و الله يهدى من يشاء الى صرا ط مستقيم (مصنف)

بسم الله الر حمن الر حيم

تاریخ ابجد

و ابـجـد الـى قـرشت و كلمن ر ئيسهم ملو ك مد ين و ضعوا الكتابة العر بية على عدد حرو ف اسماء هم هلكوا يو م الظلة فقا لت ابنته كلمن

كـلـمـن هـد م ر كـنـى ـ هـلـكـه وسط الـمـحـلـه
سيـد الـقـو م اتـاه آل۔ حتف نـا را وسـط ظـلـه
جـعـلـت نـاراً عـليهـم ۔ دا ر هـم كـا لـمضـحـلـه

ثم و جدوا بعد هم ثخذ ضظغ فسموها الروا دف (قا موس)

ابجد نام یکے از بادشاہان مدین وایشان شش کس بودند ابجد ھوز حطی کلمن سعفص قرشت کہ کتابت عربیت را بر عدد حروف اسمائے خود ہا وضع کردند ومہتر ایشان کلمن بود۔ در عہد شعیب علیہ الصلوۃ و السلام ہلاک گرویدند... بعد ازاں ثخذ ضظغ کہ شش حروف دیگر است روادف نام نہادند

(منتہی الارب)

ابـجـد اول ا لالـفـاظ التى جمعت فيها حرو ف الهجاء فى اللغة العر بية و هى ابجد هو ز حطى كلمن سعفص قرشت ثخذ ضظغ و انما جمعت هكذا مرا عاة لـحسا ب الـجـمـل الـذى يستـعـمـل فى التوار يخ خا صة و تر تيبها تر تيب

الاعداد من ا لاحاد فا لعشرات فالمآ ت ثم الالف (المنجد)

خلاصہ یہ کہ حضرت شعیب علیہ السلام کے زمانہ میں شاہان مدین نے اپنے ناموں پر حروف ابجد کو وضع کیا جو اکائیوں دہائیوں اور سینکڑوں اور ہزاروں پر بحسب ترتیب ذیل تاریخ پر دلالت کرتے ہیں

الف ا۔ ب۲ ۔ج ۳۔ د۴۔

ہ ۵۔ و ۶۔ ز ۷۔

ح ۸۔ ط۹۔ ی۱۰۔

ک۲۰۔ ل۳۰۔ م۴۰۔ ن۵۰۔

س۶۰۔ ع۷۰۔ ف۸۰۔ ص۹۰۔

ق۱۰۰۔ ر ۲۰۰۔ ش۳۰۰۔ ت۴۰۰۔

ث ۵۰۰۔ خ ۶۰۰۔ ذ ۷۰۰۔ ض۸۰۰۔ ظ ۹۰۰۔ غ ۱۰۰۰

طبرانی اور حمید بن زنجویہ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ حروف ابی جاد (حضرت رسول اللہ ﷺ نے ابجد کو ابو جاد بطور کنیت ذکر فرما کر اس کے اصل کی طرف اشارہ فرما دیا ہے۔ اور تاج العروس میں ابوزید کا قول ہے کہ ابو جاد ایک حمیری بادشاہ کی کنیت ہے۔ اور زمخشری کا قول ہے کہ ابو جاد مکہ مکرمہ کا بادشاہ ہوا ہے۔ اور ھوز اور حطی دونوں وج میں ہوئے ہیں جو طائف میں ایک مقام کا نام ہے اور باقی سب مدین میں ہوئے۔ اور حفص بن غیاث کا قول ملے کہ ھو ابو جاد و انما حذفت واده و الفه لا نه و ضع لدلالة المتعلم فكره التطو يل و التكرا ر و اعا دة المثل مرتين فكتبوا بغير وا و و لا الف لان الا لف فى ابجد و الوا و فى هوز ابوجاد سے واؤ اور دوسرا الف اڑا کر اسے ابجد اسلئے بنایا گیا ہے کہ اس کے شروع میں الف اور ہوز کے وسط میں واؤ موجود ہے۔ پس اب ان کے تکرار اور اعادہ کی ضرورت نہیں) کا سیکھنا سکھانا بطور مشغلہ ٹھیک نہیں (ہاں کتابوں اور عمارتوں اور اولادوں کا سن تصنیف اور تعمیر اور ولادت محفوظ کرنے کے لئے اگر سرسری طور پر ان سے کام لیا جائے تو بحسب بیان دین خالص فاما تعلمها للتهجى و حسا ب الجمل فلا بأس به کچھ حرج نہیں) کیونکہ اس سے رفتہ رفتہ علم نجوم کی طرف توجہ ہو کر اسرار غیب اور جھوٹی پیش گوئیوں کا سلسلہ شروع ہو جاتا ہے جو بدنصیبوں کا کام ہے۔

ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن منذر، ابن اسحاق ونیز امام بخاری نے اپنی تاریخ میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور جابر عبداللہ وغیرہ سے جو بیان کیا ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بحساب ابجد اعداد وشمار کا رواج

یہودیوں میں عام طور پر شائع و ذائع تھا اور اس علم پر ان کو بہت بڑا وثوق اور ناز تھا مگر رسول اللہ ﷺ نے اس سے کوئی دل چسپی نہیں لی اور نہ ہی علماء اسلام نے اسے اپنا مشغلہ بنایا۔

ہاں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہودی روش پر اس سے بہت کچھ فائدہ اٹھایا۔ بلکہ اسے علم الٰہی اور الہامی بتا کر معارف قرآن کا معجزہ قرار دیا چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۸۶ پر فرمایا:

اس عاجز کے ساتھ اکثر عادۃ اللہ جاری ہے کہ وہ سبحانہ بعض اسرار اعداد حروف تہجی میں میرے پر ظاہر کر دیتا ہے ایک دفعہ میں نے آدم کے سن پیدائش کی طرف توجہ کی، تو مجھے اشارہ کیا گیا کہ ان اعداد پر نظر ڈال جو سورہ العصر کے حروف ہیں کہ انہیں میں سے وہ تاریخ نکلتی ہے۔

اور نزول المسیح کے صفحہ ۴۴ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا:

قرآن شریف کے حروف اور ان کے اعداد بھی معارف مخفیہ سے خالی نہیں ہوتے مثلاً سورہ العصر... اس سورت کے ساتھ یہ ایک عجیب معجزہ ہے کہ اس میں آدم کے زمانہ سے لے کر آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک دنیا کی تاریخ ابجد کے حساب سے یعنی حساب جمل سے بتائی گئی ہے۔

نیز تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۵ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا کہ

خدا نے میرے پر ظاہر کیا کہ سورہ العصر کے عدد جس قدر حساب جمل کی رو سے معلوم ہوتے ہیں اسی قدر زمانہ نسل انسانی کا آنحضرت ﷺ کے عہد مبارک تک بحساب قمری گذر چکا تھا۔

اور براہین احمدیہ نمبر ۵ کے صفحہ ۱۱۶ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا کہ

خدا نے میرے پر یہ الہام کیا ہے کہ آنحضرت ﷺ کے زمانہ تک حضرت آدم سے اسی قدر مدت بحساب قمری گزر چکی تھی جو اس سورت کے حروف کی تعداد میں بحساب ابجد معلوم ہوتی ہے۔

جیسا کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے خادموں نے اس طرف توجہ نہیں فرمائی، ایسا ہی مجھے بھی اس سے کچھ دلچسپی نہیں کیونکہ جب سورہ مائدہ میں جو نزول کے اعتبار سے سب سے آخری سورت ہے تکمیل دین کی بشارت سنا دی گئی ہے تو پھر اسلامی اور خصوصاً عقائد کا ثبوت وابطال ابجد شماری سے عقل مندی اور ایمان داری نہیں۔ مگر چونکہ مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اسے اپنی صداقت پر بطور

معیار پیش کیا ہے اس لئے ہمارا فرض ہے کہ اس معیار پر بھی انہیں پر کھ کر دیکھ لیں

لعل الله يحد ث بعد ذ لك امرا

مسیح دجال اور انبیاء اللہ سے منازعت

ابن ابی شیبہ میں حضرت سفینہؓ سے اور یعقوب بن سفیان میں حضرت معاذؓ بن جبل سے اور عبد بن حمید اور مستدرک حاکم میں حضرت ابوسعید سے اور سنن ترمذی سنن ابوداؤد میں ابوعبیدہ سے اور مسند احمد صحیح بخاری صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ تمام نبی مسیح دجال سے خود بھی خائف رہے اور اپنی اپنی امتوں کو بھی ڈراتے رہے۔

اور مسند احمد میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یوں بھی مرفوعاً آیا ہے کہ

ما بعث اللّه من نبی ا لا و قد ا نذر امته لقد انذر نو ح امته و النبیو ن من بعده .. الحدیث

ہر ایک نبی نے اپنی امت کو مسیح دجال سے ڈرایا سب سے پہلے حضرت نوحؑ نے ڈرایا پھر اس کے بعد تمام نبی اس سے ڈراتے چلے آئے اب سب کے آخر پر میں ایک واضح علامت بتا کر اس سے ڈراتا ہوں کہ وہ کانا ہوگا۔

اس نبوی بیان سے صاف ظاہر ہے کہ دجال نہ صرف مسیح ہی کہلائے گا جو حضرت عیسیٰؑ کا لقب ہے بلکہ وہ جری اللہ فی حلل ا لانبیاء کہلا کر سب نبیوں سے منازعت کرے گا جس سے وہ بچارے اسکے ظہور سے پہلے ہی اپنے اپنے زمانہ میں کبیدہ خاطر ہو کر پناہ مانگ رہے ہیں۔

مسیح دجال اور طاعون وزلزلہ

بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ دجال اور زلزلہ آئے گا۔

نیز صحیح بخاری میں حضرت ابوہریرہؓ اور حضرت انسؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ دجال اور طاعون مدینہ منورہ میں ہرگز داخل نہ ہوں گے۔

نیز صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ آپ ﷺ نے مشرق کی جانب اشارہ فرما کر ارشاد فرمایا کہ

هناك الز لا زل و الفتن و بها يطلع قر ن الشيطا ن (صحیح بخاری حدیث نمبر ۷۰۹۴)

ادھر سے ہی مثیل شیطان مجددیت ومہدویت ومسیحیت ونبوت ورسالت وغیرہ فتنوں کے ہمراہ بمعہ زلزلوں کی مسروقہ پیش گوئیوں کے ظاہر ہوگا۔

دجال کے ساتھ زلزلہ اور طاعون کے تذکرہ سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ظہور کے وقت طاعون اور زلزلہ کا آنا بھی نبوی پیش گوئی کے مطابق نہایت ضروری ہے۔ پس اگر دجال ان نبوی حدیثوں کو پڑھ کر طاعون اور زلزلہ کی پیش گوئی کرے، تو یہ پیش گوئی اس کی اپنی نہ ہوگی بلکہ سرقہ ہوگی۔

پھر جس طرح نبوی پیش گوئی کا مطابق واقع ہونا ضروری ہے، اسی طرح اس پر دجال کی طرف سے زائد شدہ قیاسات اور اجتہادات اور اٹکلوں کا غلط اور خلاف ہونا بھی لازمی ہے جو بحمد اللہ ٹھیک ٹھیک وقوع میں آیا۔

مختار بن ابی عبید ثقفی اور اس کا مثیل

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی قابل قدر تصنیف فتح الباری شرح صحیح بخاری میں ارشاد فرمایا ہے کہ حضرت عبد اللہ بن زبیرؓ کے عہد خلافت کے اوائل ایام میں مختار نے کوفہ پر غالب ہو کر اہل بیت رسول کی الفت کا اظہار کیا جس سے اس کو وہاں پر بہت بڑا رسوخ حاصل ہو گیا۔ پھر جب اس کا حلقہ اثر ورسوخ وسیع ہوا تو اس نے رفتہ رفتہ نبوت کا دعوی بھی کر دیا

ثم انه زين له الشيطان ان اد نى النبوة و زعم ان جبر يل يأتيه

اور کہا کہ میرے پاس جبریل بھی آیا کرتا ہے۔

چنانچہ ابوداؤد طیالسی نے رفاعہ بن شداد سے بسند صحیح روایت کیا کہ میں مختار کی بابت کچھ افواہ سن کر بغرض تحقیق اس کے پاس گیا، تو اس نے صاف اقرار کیا کہ ہاں جبریل میرے پاس آیا کرتا ہے۔

نیز فتح الباری میں بحوالہ یعقوب بن سفیان بسند حسن امام شعبی سے مروی ہے کہ حضرت احنف بن

قیس نے انہیں مختار کی خود اپنی ایک تحریر دکھائی جس میں اس نے نبوت کا دعوی کیا ہوا تھا۔

حافظ ابن حجرؒ صاحب موصوف کے بیان سے صاف ظاہر ہے کہ مختار کوئی آریہ اور عیسائی نہیں بلکہ مسلمان کہلاتا اور بظاہر اہل بیت رسول کی محبت کا دم بھرتا تھا۔ پھر اسکے ساتھ ہی وہ جبریل کے نزول کا قائل ہو کر نبوت کا دعوی بھی کرتا تھا۔ اور آج اس کا مثیل (مرزا قادیانی) بھی یہی کہہ رہا ہے کہ

جاء نی آئل و اختار و ادار اصبعه و اشار ان وعد الله آتی و رکل

ورکی فطو بی لمن وجد و رأی الا مراض تشاع و النفوس تضاع

پھر آئل کی تشریح بھی خود ہی کر دی کہ وہ جبریل ہے جو میرے پاس آیا کرتا ہے۔ اور و اختار کہہ کر اپنے اصل کی طرف اشارہ بھی کر دیا جس کا وہ مثل ہے۔ پس یوں وہ وعدہ الٰہی بھی پورا ہوا جسے ان وعد الله اتی کہہ کر بیان کیا گیا ہے۔ اور حسن اتفاق سے مثیل المختار کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے ۱۸۸۱ ہوتے ہیں جو براہین احمدیہ کی عیسوی تاریخ اشاعت ہے جسکا ذکر آئندہ صفحات پر کیا جائے گا۔

ابن ابی شیبہ اور عبد بن حمید میں سعید بن وہب کا بیان ہے کہ

کنت عند عبد الله بن الز بیر فقیل له ان المختار یز عم انه یوحی الیه فقال

ابن الز بیر صدق ثم تلا هل ... الآیه ۔

عبداللہ بن زبیر کی مجلس میں میرے روبرو مختار کا ذکر ہوا کہ وہ نزول وحی کا دعویدار ہے تو آپ نے فرمایا کہ ارشاد الٰہی هل انبئکم علی من تنزل الشیا طین تنزل علی کل افاك اثیم (جس کی اعداد شماری بحساب ابجد آئندہ صفحات پر ہو گی) ایسے تمام دعویداروں پر حاوی ہے۔

درمنثور اور ابن کثیر میں بحوالہ ابن ابی حاتم اور جمع الفوائد میں بحوالہ طبری مروی ہے کہ عبداللہ بن عمر کی مجلس میں مختار کا ذکر ہوا کہ

ان المختار یز عم انه یو حی الیه قال صدق و ان الشیا طین لیو حون الی اولیاء هم

وہ وحی الٰہی کا دعویدار ہے تو آپ نے فرمایا کہ وحی الٰہی تو نہیں ہاں قرآن مجید کے بیان کے مطابق شیطانی وحی

نازل ہوئی ہوگی۔موحدوں کوختم نبوت کے بعدکسی جدید نبی کی ضرورت نہیں

نیزابن کثیر میں بحوالہ ابن ابی حاتم ،عکرمہ کا بیان ہے کہ

قد مت علی المختا ر فا کر منی و انز لنی حتی کا د یتعا هد مبیتهی باللیل قال فقا ل لی ا خر ج الی الناس فحد ثهم قا ل فخر جت فجاء ر جل فقا ل ما تقو ل فی الو حی فقلت الو حی و حیا ن قا ل الله تعالی او حینا الیك هذا القر آ ن و قال تعالی شیا طین ا لا نس و الجن یو حی بعضهم الی بعض زخرف القو ل غرورا ۔ قا ل فهموا بی ان یأخذو نی فقلت لهم ما لکم ذلك ان مفتیکم و ضیفکم فتر کو نی و انما عر ض عکر مة بالمختا ر و هو ابن ابی عبید قبحه الله و کان یز عم انه یأتیه الو حی و قد کا نت صفیة تحت عبد الله بن عمر و کا نت من الصا لحات

مختار بن ابی عبید (جس کی پارسا ہمشیرہ صفیہ نام حضرت عبداللہ بن عمر کے نکاح میں تھی) نے اپنی بدقسمتی سے نبوت کا دعوی کر دیا۔ایک روز مجھے اس کے پاس مہمان ہوکر آنے کا اتفاق ہوا تو اس نے میری خوب خاطر تواضع کی اور رات کو مجھے نہایت احترام کے ساتھ اپنے یہاں ہی سلایا۔

پھر دوسرے روز مجھ سے کہا کہ آپ کچھ تقریر فرمائیں شائد اس خیال سے میں احسان مند ہوکر اس کے دعوی نبوت کی تصدیق کردوں گا مگر میں نے تقریر میں اس کی طرف اشارہ کر کے صاف طور پر بیان کیا کہ وحی دو قسموں پر منقسم ہے ایک وحی الہی جو قرآن شریف پر ختم ہوچکی ہے، اور دوسری شیطانی وحی ہے جو مختار کو ہوتی ہے۔

بس میرا یہ کہنا تھا کہ چاروں طرف سے اس کے مرید مجھ پر حملہ کرنے کے لئے کچھ اس طرح تیار ہو گئے کہ مجھے اپنی جان کا خطرہ پڑ گیا آخر یہ کہہ کر میں نے ان سے اپنا پیچھا چھڑایا کہ میں تمہارا مہمان ہوں، جسے تنگ کرنا شرعاً درست نہیں۔

درمنثور میں بحوالہ ابن ابی حاتم ابوزمیل سے مروی ہے کہ

کـنـت قـا عدا عند ابن عباس و حج المختا ر بن ابی عبید فجاء ر جل فقا ل یـا ابـا عبـاس ز عم ابو اسحاق انه او حی الیه اللیلة فقا ل ابن عباس صدق فـنـفـر ت و قلت یقو ل ابن عباس صدق فقا ل ابن عباس هما و حیان و حی الله و و حی الشیطان فو حی الله الی محمد ﷺ و و حی الشیطا ن الی اولیا ء ه ثم قرأ و ان الشیا طین لیو حو ن الی او لیا ء هم

حج کے موقع پر ایک شخص نے میرے رو برو عبداللہ بن عباسؓ سے ذکر کیا کہ مختار بھی حج کے لئے آیا ہوا ہے اور دعوی کرتا ہے کہ میری طرف وحی نازل ہوتی ہے۔ تو آپ نے اسے جواباً فرمایا کہ وہ سچ کہتا ہے۔ مجھے آپ کا یہ جواب سن کر سخت تعجب ہوا کہ ختم نبوت کے بعد یہ وحی کیسی ہے جس کی آپ تصدیق فرما رہے ہیں آپ نے فرمایا کہ اس میں تعجب کی کوئی بات نہیں۔قرآن مجید میں وحی رحمانی اور وحی شیطانی دونوں کا ذکر ہے۔ اول الذکر تو ختم نبوت کے بعد ممکن ہی نہیں ہاں دوسری سے مختار کو ضرور حصہ ملا ہے جس کی میں نے تصدیق کی ہے۔

یہودی دجال مسلمان، امتی مسیح نبی

نمبر۱۔سنن ترمذی میں ابوبکر سے اور شرح سنہ میں حضرت جابرؓ سے اور ابن مندہ میں ابن جریج سے اور عبد بن حمید اور ابن ابی حاتم میں ابوعالیہ سے دجال کا عقیدۃً یہودی ہونا ثابت ہے اور مسلم میں مرفوعاً آیا ہے کہ انـــہ یهودی وہ یہودی خیال ہوگا

نمبر۲۔سنن ابوداؤد، مسند احمد، مستدرک حاکم ،طبرانی، ابن ابی شیبہ میں حضرت عمرانؓ بن حصین سے مرفوعاً آیا ہے کہ

ان الـر جل یأ تیه و هو یحسب انه مو من فما یزال به حتی یتبعه مما یری من الشبها ت

دجال کے پیش کردہ موہومی دلائل پڑھ سن کر بظاہر ایسا معلوم ہوگا کہ وہ مسلمان ہے جو اسلام کی حمایت کرر ہا ہے

مگر امر واقع اس کے خلاف ہوگا جیسا کہ مسلم میں ابو سعید سے ابن صیاد کا اقرار مروی ہے کہ انا مسلم میں مسلمان ہوں، مگر پھر بھی اس کی فریب کاریوں کی وجہ سے صحابہ کرام اسے دجال ہی قرار دیتے رہے۔

نمبر۳۔ سنن ابوداؤد، وسنن ترمذی ابن حبان میں حضرت ثوبانؓ سے اور صحیح بخاری، صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ تیس کے قریب دجال ہوں گے اور ہر ایک میرا امتی کہلا کر نبوت کا دعوی کرے گا۔ اور صحیح مسلم میں حضرت عبداللہ بن عمروؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ یخرج الدجال فی امتی۔ دجال ایک طرف نبوت کا دعوی کرے گا اور دوسری طرف میرا امتی کہلائے گا۔

ان تمام نبوی حدیثوں میں اسے مختلف ناموں سے یاد کیا گیا ہے۔ دجال اسے اس لئے قرار دیا گیا کہ وہ ملمع سازی اور فریب کاری سے کام لے گا۔ اور یہودی اس لئے کہ وہ عیسی کی وفات ثابت کرے گا (اصیل یہود کا خیال ہے کہ ان کی کوشش سے عیسی کی موت وقوع میں آئی اور مثیل یہود کا خیال ہے کہ اس کی موت میرے بیان کردہ دلائل کی بنا پر ہوئی پس نفس موت کا خیال دونوں میں مشترک اور بنیادی عقیدہ ہے صرف فرع میں اختلاف ہے) ورنہ وہ اقراری طور پر مسلمان ہوگا اور امتی کہلا کر مسیحیت ونبوت کا دعوی کرے گا جیسا کہ احادیث نمبر۲، ۳ سے ظاہر ہے۔

مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور تحریک احمدیت کے صفحہ ۱۱۸ پر فرماتے ہیں کہ

اگر ذرا غور سے کام لیا جائے تو خود دجال کے نام المسیح الدجال میں یہ حقیقت واضح کردی گئی ہے۔ دجال کو مسیح کیوں کہا ہے اس لئے کہ دجال اپنا کام مسیح کے نام کے نیچے کرتا ہے ورنہ فی الحقیقت مسیح تو ایک پاک نام ہے جو اللہ تعالی نے الہاماً حضرت عیسی کو دیا تو ایک راست باز بندے کا خطاب دجال کو دینا اسی بات کو ظاہر کرنے کے لئے ہے کہ دجال اپنا کام اس راست باز کے نام کے نیچے کرے گا اور یہی درحقیقت اس کا دجل یا فریب سازی ہے۔

تاریخ ظہور اور مختلف دعاوی میں بتدریج ترقی

حافظ ابن حجرؒ نے اپنی قابل قدر کتاب فتح الباری شرح صحیح بخاری میں نعیم بن حماد کی کتاب الفتن کے حوالہ سے حضرت کعب احبار سے بیان کیا ہے کہ

يـظهـر بـالـمشـرق فيـعـطى الخلا فة ثم يظهر السحر ثم يد عى النبوة فتفرق الناس عنه

دجال مشرق سے ظاہر ہوگا پہلے خلافت کا دعوی کرے گا اور ما کرانہ طریق پر کچھ کرامات اور نشان صدق بھی دکھائے گا پھر جب نبوت کا دعوی کرے گا تو اس وقت عقل مند لوگ اس سے علیحدہ ہو جائینگے۔

نیز حافظ ابن حجرؒ صاحب کتاب مذکور میں فرماتے ہیں:

و امـا الـذی یـد عیـه فـا نـه یخر ج اولا فید عی ا لا یمان و الصلاح ثم ید عی النبوة ثم ید عی ا لا لهیه کما ا خر ج البطرا نی من طر یق سلیما ن بن شهاب قـا ل نزل علی عبد الله بن المعتمر و کان صحا بیا فحد ثنی عن النبی ﷺ انـه قـا ل الـد جال لیس به خفاء یجییء من قبل المشرق فید عوا الی الدین فیتبـع و یـظهر فلا یزا ل حتی یقدم الکو فة فیظهر الدین و یعمل به فیتبع و یـحـث عـلـی ذلك ثـم یـد عـی انه نبی فیفز ع من ذلك کل ذی لـب و یـفا رقه فیـکـمـث بـعـد ذ لك فیـقـول انا الله فتغشی عینه و تقطع اذ نه و یکتب بین عیـنیـه کـا فـر فـلا یخفی علی کل مسلم فیفارقه کل ا حد من الخلق فی قلبه مثقال حبة من خر دل من ایما ن(و سنده ضعیف)

سب سے پہلے وہ یہ دعوی کرے گا کہ میں ایمان ثریا سے لاؤں گا اور امت محمدیہ کی اصلاح وتجدید کروں گا پھر کچھ دنوں بعد نبوت کا دعوی کرے گا پھر اس کے بعد خدائی دعوی بھی کرے گا۔ چنانچہ طبرانی میں عبداللہ بن معتمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے دجال کی بابت فرمایا کہ وہ مشرق سے ظاہر ہو کر لوگوں کو پہلے دین اسلام کی دعوت دے گا اور اس کی تبلیغ واشاعت کا علم بلند کرے گا اور فروعی معمولات میں مسائل کوفہ کو ترجیح دے گا جس کی وجہ سے وہ عام مسلمانوں میں اپنا حلقہ اثر و رسوخ وسیع کرے گا پھر جب وہ بتدریج ترقی کرتا ہوا نبوت کا دعوی کرے گا تو اس وقت ہر ایک عقل مند مسلمان اس سے علیحدگی اختیار کرلے گا اور یاد رکھو کہ وہ کانا اور کان کٹا ہوگا اور اس کی پیشانی پر کافر تحریر ہوگا اور وہ خدائی دعوی بھی کرے گا جس سے عامیوں پر بھی اس کی فریب کاری ظاہر ہو جائے گی۔ پس جو شخص یہ سب کچھ دیکھ بھال کر بھی اس سے علیحدہ نہ ہوگا تو سمجھ لو کہ اس کے دل میں رائی برابر بھی ایمان نہیں

خلاصہ مطلب

اس نبوی پیش گوئی میں مندرجہ ذیل امور خاص طور پر قابل غور ہیں:

۱۔مشرق سے ظاہر ہوگا۔

۲۔تجدید واصلاح اور تبلیغ واشاعت کا علم بلند کرے گا۔

۳۔عملاً کوئی مشرب اور حنفی ہوگا تا عوام پر اس طرح قابو پا سکے۔

۴۔بڑے بڑے مسلمان اس کے مداح اور گرویدہ ہوں گے۔

۵۔نبوت کا دعوی کرے گا۔

۶۔عقل مند مسلمان اس سے علیحدہ ہو جائیں گے۔

۷۔کانا اور کان کٹا ہوگا۔

۸۔خدائی کا دعوی کرے گا۔

۹۔اس کی پیشانی پر کافر تحریر ہوگا۔

۱۰۔اس کے مریدوں میں رائی برابر بھی ایمان نہ ہوگا۔(تلک عشرۃ کاملۃ)

مصداق

۱۔مرزا غلام احمد صاحب قادیانی تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۶۷ پر فرماتے ہیں:

حدیث سے ثابت ہے کہ دجال کا ظہور مشرق سے ہوگا۔

نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۲۹ پر مرزا غلام احمد قادیانی نے فرمایا کہ:

دجال مشرق کی طرف سے خروج کرے گا یعنی ملک ہند سے کیونکہ یہ ملک زمین حجاز سے مشرق کی طرف ہے۔متفق علیہ

اور تحفہ گولرویہ کے صفحہ ۱۹۲ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:

وہ پنجاب میں ہی مبعوث ہوگا۔

۲۔ براہین احمدیہ میں اس کا جابجا تذکرہ موجود ہے اور اس کے اشتہار میں جو بیس ہزار کی تعداد میں شائع ہوا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:

مصنف کو اس بات کا علم دیا گیا ہے کہ وہ مجدد وقت ہے۔

۳۔ ازالہ اوہام کے صفحہ ۵۳۰ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:

بعض آئمہ نے احادیث کی طرف توجہ کم کی ہے جیسا کہ امام اعظم کوفی رضی اللہ عنہ جن کو اصحاب الرائے میں سے خیال کیا گیا ہے اور ان کے مجتہدات کو بواسطہ وقت معانی احادیث صحیحہ کے برخلاف سمجھا گیا ہے مگر اصل حقیقت یہ ہے کہ امام صاحب موصوف اپنی قوت اجتہادی اور اپنے علم اور درایت اور فہم وفراست میں آئمہ ثلاثہ باقیہ سے افضل واعلی تھے اور ان کی خداداد قوت فیصلہ ایسی بڑھی ہوئی تھی کہ وہ ثبوت اور عدم ثبوت میں بخوبی فرق کرنا جانتے تھے اور ان کی قوت مدرکہ کو قرآن شریف کے سمجھنے میں ایک خاص دست گاہ تھی اور ان کی فطرت کو کلام الہی سے ایک خاص مناسبت تھی اور عرفان کے اعلی درجہ تک پہنچ چکے تھے اسی وجہ سے اجتہاد واستنباط میں ان کے لئے وہ درجہ علیا مسلم تھا جس تک پہنچنے سے دوسرے لوگ قاصر رہے۔

اور اخبار بدر ۲۰ شعبان ۱۳۲۰ھ میں مرزا غلام احمد کا بیان شائع ہوا کہ

میں ان وہابیوں سے ہمیشہ متنفر رہا ہوں۔

اور سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۵۰ صفحہ ۱۴۳ پر آپ کا صاحبزادہ مرزا بشیر احمد صاحب منشی عبد اللہ سنوری کا بیان درج کرتا ہے کہ:

میں نے حضرت (مرزا غلام احمد قادیانی) صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا آمین بالجہر کہتے نہیں سنا، اور نہ بسم اللہ بالجہر پڑھتے سنا ہے۔

اور مولوی محمد علی ایم اے لاہوری تحریک احمدیت کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں:

حضرت مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب ابتداء سے آخر زندگی تک علی الاعلان حنفی المذہب رہے۔

حنفی بھی ایسے کہ سخت بدعتی۔ چنانچہ سیرۃ المہدی جلد اول روایت نمبر ۱۶۸ صفحہ ۱۶۴ پر منشی عبد اللہ

سنوری کا بیان درج ہے کہ

ایک دفعہ یہ ذکر تھا کہ جو چہلم کی رسم یعنی مردے کے مرنے پر چالیسویں دن کھانا پکا کر تقسیم کرتے ہیں غیر مقلدین اس کے بہت مخالف ہیں اور کہتے ہیں کہ اگر کھانا کھلانا ہو تو کسی اور دن کھلا دیا جائے

اس پر حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے فرمایا کہ چالیسویں دن غرباء میں کھانا تقسیم کرنے میں یہ حکمت ہے کہ مردے کی روح کے رخصت ہونے کا دن ہے پس جس طرح لڑکی کو رخصت کرتے ہوئے کچھ دیا جاتا ہے اسی طرح مردے کی روح کے رخصت ہونے پر بھی غرباء میں کھانا دیا جاتا ہے تا اسے اس کا ثواب پہنچے گویا روح کا تعلق اس دنیا سے پورے طور پر چالیس دن میں قطع ہو جاتا ہے۔

۴۔ براہین احمدیہ نمبر ۵ صفحہ ۱۶۷ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ

مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ میں جہاں اس بات کا میری (یعنی مرزا قادیانی کی) نسبت اقرار کیا ہے کہ میں اس زمانہ میں دین کی حمایت میں متفرد ہوں، اور دین اسلام کی راہ میں فدا ہوں، اور خدا کی راہ میں ایک بے بدل شجاع ہوں، ساتھ اپنی نسبت یہ بھی اقرار کر دیا کہ مجھ سے زیادہ اس شخص کے اندرونی حالات کا کوئی بھی واقف نہیں۔

اور مولوی محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور تحریک احمدیت کے صفحہ ۷ پر فرماتے ہیں:

اس زمانہ میں لوگ آپ کی خدمت اسلام کے کام کو آپ کے زہد اور تقوی کو آپ کی بلند پایہ تصانیف کو آپ کے اعداء اسلام کے ساتھ مقابلہ کو دیکھ کر آپ کے شیدا تھے اور سب مسلمان آپ کی تعریف میں رطب اللسان تھے آپ کی اس وقت کی قبولیت عامہ کی ایک جھلک اس ریویو میں نظر آتی ہے جو مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اہل حدیث کے لیڈر تھے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر کیا۔

۵۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۰ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ

صریح طور پر نبی کا خطاب مجھے دیا گیا۔

اور اخبار بدر ۵ مارچ ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا اعلان شائع ہوا کہ

ہمارا دعوی ہے کہ ہم رسول اور نبی ہیں۔

۶۔ تمام سعید الفطرت علماء خصوصاً ازلی سعید مولانا ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی بحسب پیش گوئی نبوی آپ سے علیحدہ ہو گئے اور خم ٹھوک کر آپ سے آخر عمر تک مقابلہ کرتے رہے۔

۷۔ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۵ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ

میں صرف نبی نہیں بلکہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی بھی۔

۸۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا الہام ہے کہ

انت منی بمنزلة و لدی۔

نیز ر أیتنی فی المنام عین الله

۹۔ اس کا مفہوم مشترک ہے۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے دعوی نبوت کے انکار کی وجہ سے تمام مسلمانوں کو کافر قرار دیا۔ اور ان سے رشتہ ناطہ اور ان کا جنازہ اور ان کی اقتداء میں نماز وغیرہ سب ممنوع قرار دیا۔ گویا اس طرح سے ان کے منہ اور ماتھے پر مسلمانوں کے لئے کفر ہی کفر ہوا، جس سے تنگ آ کر اسلامی علماء کا فتوی تکفیر مولانا محمد حسین صاحب مرحوم نے ان کی پیشانی پر چسپاں کر دیا۔

۱۰۔ یہ نبوی فتوی ہے جس سے مولانا محمد حسینؒ و دیگر علماء اسلام کی سچائی ظاہر ہے

لطیفہ

اس حدیث نبوی میں جو فقرہ فیظهر الدين (۱۲۹۰) آیا ہے کہ اس کا ابتدائی زمانہ بظاہر دین دارانہ ہوگا جس کی وجہ سے بعض اکابر علماء اس کی تحسین اور توصیف کریں گے۔ اس کے اعداد بحساب ابجد پورے بارہ سو نوے ہوتے ہیں جو اس کے ظہور کی تاریخ ہجری ہے۔

اور فقرہ نبوی فيفزع من ذلك كل ذی لب کی اعداد شماری براہین احمدیہ کے ذکر میں ہوگی اور فقرہ نبوی يفارقه كل احد من الخلق کی اعداد شماری فتوی کے ذکر میں ہوگی۔

مرزا قادیانی کا ظہور اور شیطان کی آمد ثانی

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۹۱ میں دانیال کی پیش گوئی کے ذکر پر فرمایا کہ:

اس فقرہ میں دانیال نبی بتلاتا ہے کہ اس نبی آخر الزمان کے ظہور سے (جو محمد مصطفیٰ ﷺ ہے) جب بارہ سو نوے برس گذریں گے تو وہ مسیح موعود ظاہر ہوگا اور تیرہ سو پینتیس تک اپنا کام چلائے گا یعنی چودھویں صدی میں سے پینتیس (برس) برابر کام کرتا رہے گا۔

اور حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۹۹ میں مذکورہ پیش گوئی کے ذکر پر غلام احمد قادیانی نے فرمایا کہ:

میں اس کو خدا تعالی کا ایک نشان سمجھتا ہوں کہ ٹھیک بارہ سو نوے (۱۲۹۰) ہجری میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا۔

ان دونوں حوالوں میں مرزا غلام احمد صاحب نے دانیال نبی کی پیش گوئی مطابق اپنی بعثت اور ظہور کا زمانہ ظهر مسيلمه (۱۲۹۰) کے اعداد کے مساوی بارہ سو نوے (۱۲۹۰) ہجری قرار دیا ہے جس کے خاتمہ پر ۱۲۹۱ھ کے شروع میں شیطانی بروز کی بابت رسالہ فرق ملحقہ بخطبہ الہامیہ میں یوں فرمایا کہ

لا شك و لا شبهة ان انظار الشيطان كان الى آخر الزمان كما يفهم من القرآن اعنى لفظ الانظار الذى جاء فى الفرقان فان الله خاطبه و قال انك من المنظرين الى يوم الوقت المعلوم

مجھے اس عربی کے ترجمہ کی کچھ ضرورت نہیں کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب کی کتاب حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۸ میں صاف ہے کہ

قرآن شریف میں اس شخص کو جس کا نام حدیثوں میں دجال ہے شیطان قرار دیتا ہے جیسا کہ وہ شیطان کی طرف سے حکایت کر کے فرماتا ہے

قال انظرنی الی یوم یبعثون قال انك من المنظرين

یعنی شیطان نے جناب الہی میں عرض کی کہ میں اس وقت تک ہلاک نہ کیا جاؤں جب تک کہ وہ

مردے جن کے دل مر گئے ہیں دوبارہ زندہ ہوں خدا نے کہا کہ میں نے تجھے اس وقت تک مہلت دی۔

نیز حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۹ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی فرمایا کہ

آیت الی یوم یبعثون سے مراد جسمانی بعث نہیں کیونکہ شیطان صرف اس وقت تک زندہ ہے جب تک بنی آدم زندہ ہیں ہاں شیطان اپنے طور پر کوئی کام نہیں کرتا بلکہ بذریعہ اپنے مظاہر کے کرتا ہے۔

مطلب صاف ہے کہ اصل شیطان نہیں بلکہ اس کا کوئی مثل وظل اور مظہر آخر زمانہ میں ظاہر ہونا ہے جو بخیال مرزا غلام احمد صاحب قادیانی صاف ظاہر ہو چکا ہے چنانچہ رسالہ فرق میں فرماتے ہیں

ایریدون ان یطول اجل الشیطان و ان زماننا هذا هو آخر الزمان ....

فالی کم یکون الشیطان من المنظرین

بروزی طور پر شیطان کے ظہور کا زمانہ یہی ہے اگر اب بھی ظاہر نہ ہو تو پھر کب ہوگا

ہاں صاحب اس کے بروزی ظہار کا زمانہ یہی ہے۔اور یہ بھی آپ کا ارشاد سچ ہے کہ وہ ظاہر ہو چکا ہے۔اور ظاہر بھی وہ اپنی مقرر کردہ تاریخ ۱۲۹۰ ہجری گزرنے پر ہوا ہے کیونکہ فانظرنی کے اعداد بحساب ابجد پورے بارہ سو اکانوے ہوتے ہیں جو اس کے ظہور کا شروع زمانہ ہے۔اور خدا تعالی نے بھی اس کی درخواست کو قبول کرتے ہوئے اخرج انك من الصاغرين فرمایا جو صاغر کی جمع ہے اور صاغر (۱۲۸۱) کے اعداد بھی بحساب ابجد پوری ۱۲۰۱ ہی ہوتے ہیں جو اس کے خروج کی ہجری تاریخ ہے

قصیدہ اعجازی صفحہ ۶۵ میں مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ

وکم من عدوٍ کان من اکبر العدا

فلما اتانی صاغراً صرت اصغر

(جب بڑا دشمن شیطان میرے پاس صاغر بن کر آیا تو آخر مجھے بھی اصغر بننا پڑا)

گویا طالب صاغر اور مطلوب اصغر ہوا۔ چلو یوں ہی سہی۔حروف اور اعداد تو دونوں کے مساوی ہیں

جن میں اس تعلق کی تاریخ مضمر ہے۔

نیز سچے رسولوں کا مثیل ہو کر جھوٹی نبوت کے دعویداروں کا صلہ سورہ انعام میں صــغـا ر بیان ہوا ہے جس کے اعداد بحساب ابجد پورے بارہ سوا کا نوے ہوتے ہیں جو اس کے ظہور کی تاریخ ہجری ہے۔(اور وہ آیت کریمہ بمعہ خلاصہ مطلب یہ ہے

و اذا جاء تهم آ ية قالوا لن نومن حتى نؤتى مثل ما او تى رسل الله، الله اعلم حيث يجعل رسا لته سيصيب الذين ا جر موا صغا ر عند الله و عذا ب شد يد بما كا نوا يمكرون ۔(الانعام:۱۲۴) قرآن آیتوں کو پڑھ سن کر بھی جن لوگوں کا یہ مجرمانہ اور ماکرانہ خیال ہے کہ جب تک ہم تمام الٰہی رسولوں کے مثیل نہ ہوں ہم مومن نہیں وہ عنقریب صغار میں مبتلا ہوں گے

اور یہ عجیب بات ہے کہ صغار اور صاغر و اصغر تینوں لفظ حروف اور اعداد کے اعتبار سے مساوی ہیں اور صغیر کی اعداد شماری آئندہ صفحات پر ہوگی۔ یہاں پر مرزا غلام احمد کے مماثلانہ دعاوی ملاحظہ ہوں جن پر ایمان لائے بغیر کوئی قائل قرآن بھی بقول مرزا قادیانی مومن نہیں

منم مسیح زمان منم کلیم خدا
منم محمد و احمد کہ مجتبیٰ باشد
میں کبھی آدم کبھی موسیٰ کبھی یعقوب ہوں
نیز ابراہیم ہوں نسلیں ہیں میری بے شمار
آنچہ داد است ہر نبی را جام
داد آں جام را مرا بتمام
انبیاء گرچہ بودہ اند بسے
من بعرفان نہ کم ترم ز کسے
آدم نیز احمد مختار
در برم جامہء ہمہ ابرار
مقام او مبین از راہ تحقیر
بدورانش رسولاں ناز کردند
کم نیم زاں ہمہ بر وے یقین
ہر کہ گوید دروغ ہست لعین

نیز نزول المسیح کے صفحہ ۴۸ پر اپنی بابت فرمایا کہ خدا نے :اس کو تمام انبیاء کی صفات کاملہ کا مظہر ٹھہرایا ہے

اور نیز نزول المسیح کے صفحہ ۵ پر مرزا غلام احمد فرمایا: اس کو آدم سے لے کر اخیر تک تمام انبیاء کے نام دیئے گئے تا وعدہ رجعت پورا ہو جائے۔

اور نیز صفحہ ۴ پر مرزا غلام احمد قادیانی فرمایا کہ:

اس نے مجھے پیدا کر کے ہر ایک گذشتہ نبی سے مجھے اس نے تشبیہ دی کہ وہی میرا نام رکھ دیا۔ چنانچہ آدم، ابراہیم، موسی، داؤد، سلیمان، یوسف، یحی، عیسی وغیرہ تمام نام براہین احمدیہ میں میرے رکھے گئے۔

نیز مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

مجھے اپنی نسبت الہام ہوا ہے کہ جر ی الله فی حلل ا لا نبیا ءخدا کا بہادر تمام نبیوں کا مثیل ہے۔

نیز مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

ہر ایک شخص جس کو میری دعوت پہنچی ہے اور اس نے مجھے قبول نہیں وہ مسلمان نہیں۔(تشحیذ الاذہان ج ۶ نمبر ۴ ص ۱۴۵)

نیز حقیقۃ الوحی صفحہ ۱۷۹ میں مرزا صاحب نے فرمایا کہ

ہم منکر کو مومن نہیں کہہ سکتے سچ ہے کہ لن نو من حتی نو تی مثل ما او تی رسل الله)

نیز سورہ ناس میں شیطان کا دوسرا نام خــنــا س رکھا گیا ہے کہ وہ چھپ کر مسلمانوں کو گمراہ کرتا ہے اگر وہ بلا تاویل اسلام اور اور اس کے اصولوں کا انکار کرائے تو اس کی سنے کون۔

جب اصیل خــنــاس کا یہ طریق ہے تو پھر : مثیل خــنــاس ،(۱۲۹۱) کی بھی یہی روش ہوگی جسکے بروزی ظہور کی تاریخ بارہ سوا کانوے ہجری ہے جو اسکے نام سے ظاہر ہے۔

اور یہی وہ زمانہ ہے جس میں بمطابق وانہ لحب الخیر لشد ید (۱۲۹۱) طلب زر کا خیال پیدا ہوا اور جوں جوں یہ خیال بڑھتا گیا بمطابقہ وغرابیب سود (۱۲۹۱) دل سیاہ ہوتا گیا اور حسن اتفاق سے ان دونوں آیتوں میں سے ہر ایک کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے بارہ سوا کانوے ہوتے ہیں۔

اور مرزا صاحب کا یہ ارشاد گذر چکا ہے کہ قرآن شریف کے حروف اور ان کے اعداد بھی معارف خفیہ سے خالی نہیں ہوتے۔

بلعم باعور اور اس کا مثیل

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۶ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ارشاد ہے کہ

خدا تعالی قرآن شریف میں بلعم باعور کی نسبت فرماتا ہے

کہ ہم نے اپنی طرف اس کا رفع چاہا، وہ زمین کی طرف جھک گیا

نیز صفحہ ۱۱ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

دنیا میں بعض ایسے لوگ بھی پائے جاتے ہیں کہ وہ کسی حد تک زہد اور عفت اختیار کرتے ہیں اور علاوہ اس بات کے کہ ان میں رؤیا اور کشف کے حصول کیلئے ایک فطرتی استعداد ہوتی ہے اور دماغی بناوٹ اس قسم کی واقع ہوتی ہے کہ خواب و کشف کا کسی قدر نمونہ ان پر ظاہر ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی اصلاح نفس کے لئے بھی کسی قدر کوشش کرتے ہیں۔ اور ایک سطحی نیکی اور راست بازی ان میں پیدا ہو جاتی ہے جس کی آمد سے ایک محدود دائرہ تک رؤیا صادقہ اور کشوف صحیحہ کے انوار ان میں پیدا ہو جاتے ہیں مگر تاریکی سے خالی نہیں ہوتے بلکہ ان کی بعض دعائیں بھی منظور ہو جاتی ہیں مگر عظیم الشان کاموں میں نہیں کیونکہ راست بازی کامل نہیں ہوتی بلکہ اس شفاف پانی کی طرح ہوتی ہے جو اوپر سے تو شفاف نظر آتا ہو مگر نیچے اس کے گوبر اور گند ہو اور چونکہ ان کا تزکیہ نفس پورا نہیں ہوتا اور ان کے صدق وصفا میں بہت کچھ نقصان ہوتا ہے اس لئے کسی ابتلاء کے وقت وہ ٹھوکر کھا جاتے ہیں اور اگر خدا تعالی کا رحم ان کے شامل حال ہو جائے اور اس کی ستاری ان کا پردہ محفوظ رکھے تب تو بغیر کسی ٹھوکر کے دنیا سے گذر جاتے ہیں اور اگر کوئی ابتلاء پیش آ جائے تو اندیشہ ہوتا ہے کہ بلعم کی طرح ان کا انجام بد نہ ہو اور ملہم بننے کے بعد کتے سے تشبیہ نہ دیئے جائیں کیونکہ ان کی علمی اور عملی اور ایمانی حالت کے نقصان کی وجہ سے شیطان ان کے دروازے پر کھڑا رہتا ہے اور ان کی ٹھوکر کھانے کے وقت فی الفور ان کے گھر میں داخل ہو جاتا۔

نیز صفحہ ۱۵۳ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

خدا تعالی کے کاموں کا کوئی انتہاء نہیں پا سکتا بنی اسرائیل میں حضرت موسی علیہ السلام عظیم الشان نبی گذرے ہیں جن کو خدا تعالی نے توراۃ دی اور جن کی عظمت اور وجاہت کی وجہ سے بلعم باعور بھی ان کا مقابلہ کر کے تحت الثری میں ڈالا گیا اور کتے کے ساتھ خدا نے اس کی مشابہت دی۔

نیز چشمہ معرفت کے صفحہ ۳۳۳ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

پھر اس جگہ ایک اور نکتہ ہے کہ چونکہ مدارج قرب اور تعلق حضرت احدیت کے مختلف ہیں اس لئے ایک شخص باوجود خدا کا مقرب ہونے کے جب ایسے شخص سے مقابلہ کرتا ہے جو قرب اور محبت کے مقام میں اس سے بہت بڑھ کر ہے تو آخر نتیجہ اس کا یہ ہوتا ہے کہ یہ شخص جو ادنی درجہ کا قرب الٰہی رکھتا ہے نہ صرف ہلاک ہوتا ہے بلکہ بے ایمان ہو کر مرتا ہے جیسا کہ موسی کے مقابل پر بلعم باعور کا حال ہوا پہلے تو وہ مکالمہ مخاطبہ الٰہیہ سے مشرف تھا اور اسکی دعائیں قبول ہوتی تھیں اور تمام ملک میں ولی کہلاتا تھا اور صاحب کرامات تھا لیکن جب خواہ نخواہ موسی کے ساتھ مقابلہ کر بیٹھا اور اپنے قدر کو شناخت نہ کیا تب ولایت اور قرب کے مقام سے گرایا گیا اور خدا نے کتے کے ساتھ اس کو مثال دی۔

مداری کا پٹارہ:

براہین احمدیہ اور مرزا قادیانی

(مسند احمد، عبد بن حمید بن مردویہ میں حضرت ابو سعید خدریؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ دوزخ کے ھل من مزید پکارنے پر خدا تعالی اس میں ایک ایسا سرکش ڈالے گا جس کے پڑتے ہی وہ مطمئن ہو کر پکار اٹھے گی کہ قد نی قد نی بس اب میرا مطلب پورا ہو گیا ہے۔ جو بیائے نسبت قادیانی کا مخفف ہے اور کتب محولہ کی بعض روایتوں میں صاف طور پر تزدی و تقول قد نی قد نی آیا ہے جس کے اعداد بھی بحساب ابجد ۱۲۹۳ ہوتے ہیں جو براہین احمدیہ کا زمانہ تصنیف ہے اور اس کی اشاعت کا زمانہ ۱۲۹۷ ہے)

براہین احمدیہ کے ٹائٹل پیج پر یا غفور (۱۲۹۷) بارہ سو ستانوے ہجری مرقوم ہے اور اس کے حصہ پنجم نصرۃ الحق کے صفحہ ۵۱ پر بھی اس کی تاریخ اشاعت کی بابت فرمایا کہ وہ :۱۸۰۰ عیسوی یعنی ۱۲۹۷ ہجری میں چھپ کر شائع ہوئی تھی۔

اور یہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وہ ابتدائی تصنیف ہے جس میں انہوں نے برہمو سماج اور آریہ سماج اور عیسائیوں و نیز دیگر جملہ اہل مذاہب کو للکارا ہے کہ بالمقابل اس کی تردید سے دس ہزار روپئہ کا انعام حاصل کریں۔ اور یہی وہ کتاب ہے جس میں آپ نے اپنے تمام دعووں اور الہاموں اور پیش گوئیوں کو

گول مول اور پیچیدہ اور ذو معنی لفظوں میں بیان کیا جو آخر عمر تک آپ کو وقتاً فوقتاً کام دیتے رہے۔ جب کبھی آپ اپنی نسبت کسی نئے منصب اور مرتبت کا دعوی کرتے، یا کسی پیش گوئی کا ذکر فرماتے، تو اس کا حوالہ یوں دیتے کہ

آج سے برسوں پیشتر براہین احمدیہ میں اس کا ذکر ہو چکا ہے۔

گویا یہ کتاب ان کے نزدیک ان کے جملہ دعووں اور تمام لاف زنیوں اور سب پیش گوئیوں اور سارے الہاموں و نیز جمیع اہل مذاہب کے اعتراضوں کی بیخ کنی کے لئے ایک بے بہا خزانہ اور تھیلہ ہے جو لا تبقي و لا تذر کی مصداق ہو کر جامع اور سب باتوں پر حاوی ہے۔

گو بیان کردہ ظاہری مقاصد کی بنا پر کتاب براہین احمدیہ لائق ملامت نہیں بلکہ قابل تعریف ہے جس کی وجہ سے بعض علماء نے حسن ظنی کی بنا پر آپکی حوصلہ افزائی کرتے ہوئے اس پر ریویو فرمایا، مگر اندرونی مقاصد نہایت فاسدہ ہونے کی وجہ سے دور اندیش علماء نے بحسب پیش گوئی نبوی فيفزع من ذلك كل ذی لب سخت پریشان ہو کر اس سے اسی وقت نفرت ظاہر کر دی اور حسن اتفاق سے اس نبوی فقرہ کے اعداد بحساب ابجد پورے ۱۸۸۰ ہوتے ہیں جو اس کی اشاعت کی عیسوی تاریخ ہے۔

کتاب کی نسبت مصنف (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی) کا اعلان تھا کہ اس میں تین سو دلائل ہوں گے اور پچاس جلدوں میں ختم ہو گی۔ اور مخالف کو لازم ہو گا کہ جواب لکھتے وقت اس کی پوری عبارت نقل کرے۔ گویا جوابی کتاب کم از کم سو جلدوں میں ختم ہو، تب وہ انعام کا مستحق ہو گا۔

خدا کی شان ابھی کتاب جلد چہارم تک شائع ہوئی تھی کہ ملک میں آتش فساد بھڑک اٹھی۔ جملہ اہل مذاہب نے اسلام کے خلاف زہر اگلنا شروع کر دیا کیونکہ اس کا طریق بیان اور طرز تحریر نہایت اشتعال انگیز ثابت ہوا اور سورہ مدثر کی پیش گوئی

لا تبقي و لا تذر کہ وہ کسی کو بھی نہیں چھوڑے گی

یوں پوری ہوئی۔ اور حسن اتفاق سے اس کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے ۱۸۸۰ ہوتے ہیں جو اس کی اشاعت کی عیسوی تاریخ ہے۔

اوراس سے آئندہ آیت میں خدا تعالی نے علیھا تسعة عشر فرما کرانیسویں صدی عیسوی کے آخر کا پتہ بھی بتادیا جس میں سینکڑوں اعداد کے حروف ت (۴۰۰) ث (۵۰۰) ش (۳۰۰) ر (۲۰۰) سے بھی تیرھویں صدی کا آخر صاف طور پر معلوم ہورہا ہے۔

اصل غرض کی طرف توجہ کے سبب چار جلدوں کے بعد کتاب کی اشاعت ۲۳ برس تک بند رہی۔ پھر جب آخری زمانہ میں اس کی پانچویں جلد کا کچھ حصہ بمعہ ضمیمہ شائع ہوا تو اس میں بقیہ جلدوں کی وعدوفائی کی بابت یوں فرمایا کہ

پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لئے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہوگیا۔

اس حصہ پنجم کی تکمیل پر تو پھر کبھی کچھ عرض کروں گا یہاں پر تو صرف اس قدر ظاہر کرنا مقصود ہے کہ یہ کتاب جیسا کہ پہلے ہی اسکے لئے مقدر ہو چکا تھا اسلام اور مسلمانوں کے لئے سخت نقصان دہ ثابت ہوئی۔

سورہ مدثر کی آیت لا تبقی و لا تذر جس میں اس کی اشاعت کی عیسوی تاریخ ملحوظ ہے گو دوزخ کی توصیف میں وارد ہوئی ہے کہ وہ سب بدبختوں کو سمیٹ لے گی، مگر اس کتاب کی اشاعت سے بھی جو آگ بھڑک اٹھی وہ دوزخ سے کچھ کم نہیں بلکہ جنھوں نے دوزخ کا شکار ہونا تھا وہ اس کتاب کا شکار ہو گئے کیونکہ یہ بروزی شیطان کا جال ہے جسکی نسبت اس کا خیال تھا کہ

لآ تینھم من بین ا ید ھم و من خلفھم و عن ایمانھم و عن شمائلھم

(الاعراف:۱۷)۔ میں آگے اور پیچھے اور داہنے اور بائیں بلکہ ہر طرح اور ہر طرف سے انہیں گھیر گھار کر اس دوزخ میں ضرور ہی لاڈالونگا۔

جیسا کہ میں پہلے بیان کر آیا ہوں کہ خدا تعالی نے اسے طلب کرنے پر مہلت بھی دے دی اور فرمایا کہ

و استفزز من استطعت منھم بصو تك و اجلب علیھم بخیلك و ر جلك و شارکھم فی ا لاموا ل و ا لاو لاد و عدھم و ما یعد ھم الشیطا ن ا لّا غروراً

(بنی اسرا ئیل : ٦۴)

کا بروزی طور پر ظاہر ہو کر غیر ممالک یورپ اور امریکہ وغیرہ میں (بخیلك) اپنے سوار مبلغ اور کتب و رسائل واخبارات بھیج کر

و نیز اپنے ملک پنجاب و ہندوستان میں (رجلك) اپنے پیادہ مبلغ وغیرہ بھیج کر کندہ ء ناتراشوں کو دعوت دے

اور اپنی (بصوتك) زوردار تقریروں اور شاندار لیکچروں سے انہیں گمراہ کر

اور (شاركهم فى الاموال) ماہواری اور سالانہ چندوں اور ریزرو اور یکمشت فنڈوں اور عشری وصیتوں میں پھانس جکڑ کر اپنا الو سیدھا کر

اور ان کے (و الاولاد) نوجوان لڑکوں اور لڑکیوں سے بحسب ضرورت جیسا بھی ہو سکے اور بن پڑے خلاف حق اپنا مطلب پورا کر

اور جو جو کچھ بھی تجھ سے ہو سکتا ہے تو وہ ضرور ہی کر گزر میرا کیا ہے میں تو تجھ سے اور تیرے تمام ایسے مردوں سے دوزخ بھر دوں گا

لأملأن جهنم منك و ممن تبعك منهم اجمعين (سورہ ص:۸۵)

خدا تعالی کی شان کہ ایسا ہی ظہور میں آیا کہ:

ولقدصدّق عليهم ابليس ظنّه فاتبعو ه الا فريقا من المومنين (سبا : ۲۰)

کتاب براہین احمدیہ کی اشاعت کے بعد دھڑا دھڑ لوگ اس کے شکار ہو کر دوزخ کا ایندھن ثابت ہوئے جن پر ارشاد الٰہی لأملأن جهنم منك و ممن تبعك منهم اجمعين (ص:۸۵) صادق آیا جس کے اعداد ابجد پورے بارہ سو ستانوے ہوتے ہیں جو اس کی ہجری تاریخ اشاعت ہے۔

مولوی محمد حسین صاحب اور براہین احمدیہ پر ریویو

اس میں شک نہیں کہ مولانا ابو سعید محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی بھی شروع شروع میں اس کا شکار ہو گئے تھے، مگر چونکہ بقول مرزا غلام احمد، وہ ازلی سعید تھے اس لئے بعد میں سنبھل گئے۔ چنانچہ مرزا صاحب

اعجاز احمدی کے صفحہ ۵۰ پر فرماتے ہیں

سیبدی لك الرحمن مقسوم حبکم
سعید فلا ینسیه یوم مقدر
و یحی بایدی الله و الله قادر
و یأتی زمان الرشد و الذنب یغفر

براہین احمدیہ پر ریویو کی وجہ سے مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب نے جس گناہ کا ارتکاب کیا ہے وہ عند اللہ قابل معافی ہے کیونکہ بعد میں اس نے اس کا خدا کے فضل و کرم سے ایسا تدارک کیا جس کی وجہ سے وہ ابو سعید ازلی سعادت مند ثابت ہوا (میں نے اشعار کا ترجمہ کرنے میں مرزا صاحب قادیانی کو ایک بہت بھاری زد سے بچالیا ہے جس کی وجہ سے میں قدر دان مرزائیوں کے نزدیک شکریہ کا مستحق ہوں مگر امید نہیں کہ کوئی ناقدرا قدر کرے) اور ضمیمہ براہین احمدیہ نمبر ۵ صفحہ ۱۴۹ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

سیهدیك ربی بعد غیٍّ و شقوة
و ذلك من وحی اتانی فأخبر
و نحن علمنا المنتهی من ولینا
فقرت به عینی و كنت اذكر
اذا احسن الانسان بعد اسائة
فننسی الاسائة و المحاسن تذكر

مولوی محمد حسین صاحب بٹالویؒ نے جب اپنے ریویو کا بعد میں اچھی طرح پر تدارک فرمالیا تو پھر سابقہ چھوڑ اس خوبی کا ذکر مناسب ہے جس پر آپ کا انجام ہے

نیز واضح رہے کہ مولوی محمد حسین صاحب نے تجربہ اور مشاہدہ کی رو سے و الله حسیبه فرما کر باطنی حال خدا کے سپرد کرتے ہوئے اگر مرزا غلام احمد کی بظاہر تعریف فرمائی ہے تو مرزا صاحب قادیانی نے اس سے بڑھ کر مولوی محمد حسین صاحب کی صفائی باطن کی تعریف کی ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ

میں جانتا ہوں کہ اس خلاف میں آپ کی نیت بخیر ہوگی ..... مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں آپ جیسے صاحب مخالفت پر آمادہ ہوں کیونکہ یہ مخالفت رائے بھی حق کے لئے ہوگی ....اور میں جانتا ہوں کہ آپ کی نیت بخیر ہوگی اور اگر چہ مجھے آپ کے استعجال کی نسبت شکایت ہو اور اس کو رو برو یا غائبانہ بیان بھی کر دوں مگر آپ کی نیت کی نسبت مجھے حسن ظن ہے اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء بلکہ اگر آپ ناراض نہ ہوں تو بعض للہی جدو جہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نظیر حسین صاحب سے بھی بہتر سمجھتا ہوں اور اگر چہ میں آپ سے ان باتوں کی شکایت کروں تاہم مجھے بوجہ آپ کی صفائی باطن کے آپ سے محبت ہے۔

اور مولوی محمد حسینؒ کے طرز تخاطب کی بابت مرزا قادیانی نے فرمایا کہ

تحریری بحث کے لئے تمام مخالف الرائے مولوی صاحبوں کی طرف سے آپ منتخب ہوں کیونکہ یہ عاجز نہیں چاہتا کہ خواہ نخواہ لعن طعن اور تو تو میں میں متفرق لوگوں کا سنے ایک مہذب اور شائستہ آدمی تحریری طور پر یہ سوالات پیش کرے کہ اس عاجز کے اس دعوی میں جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے کیا خرابیاں ہیں اور کیا وجہ ہے کہ اس کو قبول نہ کیا جائے سو اس عاجز کی دانست میں اس کام کے لئے آپ سے بہتر کوئی نہیں

اور مولوی محمد حسینؒ کے علم وفضل کی بابت مرزا غلام احمد نے فرمایا کہ

آپ کے معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں ۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل آدمی ہے (جس طرح بحسب ارشاد نبوی من قال انی عالم فھو جاھل ۔ادعاء علم جہالت ہے اسی طرح بقول یحی بن ابی کثیر من قال انی عالم فھو جاھل و من قال انی جاھل فھو جاھل اعتراف جہالت بھی جہالت ہے....) نہ عبادت نہ ریاضت نہ علم نہ لیاقت غرض کچھ بھی چیز نہیں خدا تعالی کی طرف سے ایک امر تھا اور قطعی اور یقینی تھا اس عاجز نے پہنچا دیا ماننا نہ ماننا اپنی اپنی رائے اور سمجھ پر موقوف ہے

نیز مولوی محمد حسین صاحب کو مرزا صاحب قادیانی نے تحریر فرمایا کہ

۲۶ فروری ۱۸۹۱ء کو یہ عاجز انشاء اللہ القدیر لدھیانہ کے ارادہ سے بٹالہ میں پہنچے گا وہاں صرف آپ

کی ملاقات کرنے کا شوق ہے۔

پھر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے مرزا غلام احمد صاحب کی تعریف کرتے وقت یہ ہرگز نہیں فرمایا کہ میں الہام الٰہی کی بنا پر آپ کی تعریف کرر ہا ہوں۔انہوں نے تو ایمانی طور نہیں، امکانی طور پر تصدیق فرمائی ہے (خود مرزا صاحب نے قادیانی بھی ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۹۱ پر اعتراف فرمایا ہے کہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی اپنے رسالہ اشاعۃ السنہ نمبر ۶ جلد ے میں جن میں براہین احمدیہ کا ریویولکھا ہے ان تمام الہامات کی اگرچہ ایمانی طور پر نہیں مگر امکانی طور پر تصدیق کر چکے اور بدل وجان مان چکے ہیں۔

اور صفحہ ۲۶۰ پر فرمایا : مولوی صاحب موصوف نے کھلے کھلے طور پر کوئی اقرار نہیں لیکن امکانی طور پر تسلیم کر گئے) اور وہ بھی کسی جدید دعوی کے متعلق نہیں چنانچہ مولوی محمد حسینؒ فرماتے ہیں:

ریویو کا ایک حرف آپ کے دعوی جدید کا مصدق نہیں ہے نہ آپ نے براہین احمدیہ میں یہ دعوی صراحتاً یا اشارۃً کیا نہ میں نے اس کی تصدیق وتائید میں کوئی کلمہ لکھا آپ سخت غلطی کریں گے اگر میری عبارت ریویو سے اس جدید دعوی کے اثبات کے درپئے ہوں گے میں کیوں کر آپ کے اس دعوی پر اگر وہ ہوتا، سکوت کرسکتا تھا۔

برخلاف اس کے مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے ایک اخص اور باوفا مرید میر عباس علی صاحب لدھیانوی کی بابت ازالہ اوہام کے صفحہ ۷۹۰ پر جو فرمایا ہے کہ

یہ میرے وہ اول دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالی نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لئے آئے وہ یہی بزرگ ہیں۔میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھائی۔اور میرے لئے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں۔اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔

میر صاحب نہایت عمدہ حالات کے آدمی ہیں اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں۔اور ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لئے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو ان کے حق میں

الہام ہوا تھا اصلہ ثابت و فرعہا فی السماء

وہ اس مسافر خانہ میں محض متوکلانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ اپنے اوائل ایام میں وہ بیس برس تک انگریزی دفتر میں سرکاری ملازم رہے، مگر بباعث غربت درویشی کے ان کے چہرہ پر نظر ڈالنے سے ہرگز خیال نہیں آتا کہ وہ انگریزی خوان بھی ہیں۔ لیکن دراصل وہ بڑے لائق اور مستقیم الاحوال اور دقیق الفہم ہیں۔ مگر بایں ہمہ سادہ بہت ہیں۔ اسی وجہ سے بعض موسوسین کے وساوس ان کے دل میں غم ڈال دیتے ہیں لیکن ان کی قوت ایمانی جلد ان کو دفع کر دیتی ہے۔

صریح الہام اور وحی کی بنا پر تعریف ہے مگر میر عباس علی صاحب موصوف بعد میں ایسے بگڑے کہ اس الہام کی دھجیاں بکھیر کر رکھ دیں۔ چنانچہ آپ نے دبدبہ اقبال ربی پریس میں طبع کرا کر شائع فرمایا کہ

اس وقت جو فیصلہ میری طبیعت نے کیا ہے وہ یہ ہے کہ مرزا صاحب صاف اور قطعی طور پر نیچری ہیں معجزات انبیاء وکرامات اولیاء سے مطلق انکار رکھتے ہیں سب معجزات اور کرامات کو مسمریزم قیافہ قواعد طب یا دست کاری پر مبنی جانتے ہیں خرق عادت کوئی چیز نہیں جس کو سب اہل اسلام خصوصاً اہل تصوف نے مانا ہوا ہے اور سید احمد خان اور مرزا غلام احمد کی نیچریت میں بجز اس کے اور کوئی فرق نہیں کہ وہ بلباس جاکٹ وپتلون ہیں اور یہ بلباس جبہ ودستار۔ اور صوفیائے عظام کے دفتر کو درہم برہم کرنے والے ہیں۔

علاوہ اسکے مولوی محمد حسین صاحب مرحوم کا براہین احمدیہ پر ریویو فرما کر مرزا غلام احمد صاحب کی تائید کرنا پھر اسکے بعد آپ کے دعاوی فاسدہ سے بیزار ہو کر آپ کا خوب مقابلہ کرنا، نبوی پیش گوئی کی بنا پر نہایت ضروری تھا جو اپنے وقت پر آخر ہو کر ہی رہا۔ چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالویؒ فرماتے ہیں کہ

اسی اشاعۃ السنہ نے قادیانی کے سابق دعوی حمایت اسلام اور مقابلہ مخالفین اسلام ووعدہ تائید دین بنشا نہائے آسمانی ونصرت اصول التفاقی اسلامی دھوکہ میں آ کر ریویو براہین احمدیہ مندرجہ نمبرے وغیرہ جلدے میں اس کو امکانی ولی وملہم بنایا اور لوگوں میں اس کا اعتبار جمایا تھا جس کو یہ حضرات اپنے اپنے دعاوی مستحدثہ کی تاءید میں اب پیش کر رہے ہیں اور اس کی عبارت اپنی تحریرات ورسائل

میں نقل کر کے ان سے فائدہ اٹھا رہے ہیں اور اپنے دعاوی کی صحت ثابت کرر ہے ہیں۔ اشاعۃ السنہ کا ریویو براہین اسکو امکانی ولی وملہم نہ بنا تا تو وہ اپنے سابقہ الہامات مندرجہ براہین احمدیہ کی وجہ سے تمام مسلمانوں کی نظروں میں بے اعتبار ہو جا تا کیونکہ بہت سے علماء مختلف دیار ہندوستان و پنجاب وعرب کا ان الہامات کے سبب اس کی تکفیر وتفسیق وتبدیع پر اتفاق ہو چکا تھا صرف اشاعۃ السنہ کے ریویو نے فرقہ اہل حدیث اور اپنے خریداروں کے خیال میں اسکے الہام وولایت کا امکان جما رکھا اور اس کو حامی اسلام بنا رکھا تھا

لہذا اسی اشاعۃ السنہ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اسکو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا ویسا ہی ان دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے اور تلافی مافات عمل میں لاوے اور جب تک یہ تلافی پوری نہ ہولے تب تک بلاضرورت شدید کسی دوسرے مضمون سے تعرض نہ کرے۔

مولوی محمد حسین صاحب اور دجال سے تعارف

چونکہ دجال کا اپنے دجل اور فریب کاریوں کی وجہ سے بڑے بڑے مسلمانوں کو بھی اپنے دام تزویر میں لانا مقدر ہو چکا ہے، اسلئے اسکی سیرت اور اندرونی حالات کی توضیح لازم اور نہایت ضروری ہے۔ بلکہ اس وقت اسلام اور مسلمانوں کی سب سے بڑی خدمت ہی یہی ہے کہ اس سے صاف صاف تعارف کرایا جاوے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم وغیرہ میں بطور پیش گوئی ارشاد نبوی ہے کہ اس کے کامل ظہور پر ایک مرد خدا مسلمانوں سے اس کا تعارف کرائے گا اور تقریری اور تحریری طور پر دنیا بھر میں منادی کرے گا کہ

یا ایھا الناس ھذا المسیح الکذاب (الحدیث)۔

یا ایھا الناس ھذا الدجال الذی ذکرہ رسول اللہ ﷺ

لوگو! میں علی وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ یہ وہی جھوٹا مسیح ہے جسکے ظہور کی رسول اللہ ﷺ نے صاف طور

پر پیش گوئی فرمائی ہوئی ہے۔

سو میں ہر جگہ پہنچ کر اس سے مناظرہ کروں گا: لا نطلقن فلا نظر ن هذا (الحدیث)

اور اس کے دجل اور فریب کو لوگوں پر ظاہر کروں گا

فرمایا کہ

هو خير الناس او من خيار الناس (الحدیث) وہ بہترین انسان ہوگا

نیز فرمایا کہ

ذ لك الر جل اقرب امتى منى و ار فعهم در جة (الحديث)

وہ میرے قریب ترین ہو کر اس وقت کے تمام مسلمانوں پر درجہ کے اعتبار سے فائق ہوگا۔

نیز فرمایا کہ

هذا اعظم الناس شهادة عند رب العا لمين (الحديث)

اس کی شہادت اور گواہی بحضور الٰہی نہایت ہی قابل قدر اور لائق وثوق ہوگی

چنانچہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم نے بحسب پیش گوئی نبوی خم ٹھوک کر اس کا خوب مقابلہ کیا اور ہندوستان بھر کے تمام علماء کا متفقہ فتوی تکفیر شائع فرما کر تمام مسلمانوں پر ظاہر کر دیا کہ یہ شخص سچ مچ دجال ہے۔

براہین احمدیہ کی تاریخ اشاعت جیسا کہ بقول مصنف (مرزا قادیانی) پہلے گذر چکا ہے ۱۸۸۰ مطابق ۱۲۹۷ھ ہے اور تحفہ گولڑویہ کے صفحہ ۱۲۱ پر مصنف نے خود بیان کیا ہے کہ اس کے بارہ برس بعد ۱۸۹۲ء میں مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے فتوی شائع فرمایا جس کے اثر سے بحسب پیش گوئی نبوی

فيفارقه كل احد من الخلق فى قلبه مثقا ل حبة من خردل من ايما ن

ہر وہ شخص جس کے دل میں کچھ بھی تھوڑی بہت ایمان کی رمق موجود تھی آپ سے علیحدہ ہو گیا۔

چنانچہ براہین احمدیہ نمبر ۵ کے صفحہ ۶۶ پر مرزا غلام احمد صاحب نے اس فتوی کے اثر کا ذکر کرتے ہوئے صاف صاف اعتراف فرمایا کہ

ایک دنیا میں شور اٹھا اور سب نے ہمارا تعلق چھوڑ دیا اور کافر بے ایمان اور دجال کہنا موجب ثواب

سمجھا

اورحسن اتفاق سے فقرہ نبوی یفارقہ کل احد من الخلق (۱۳۰۰) کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے تیرہ سودس ہوتے ہیں جو اشاعت فتوی اوراس کے اثر کی ہجری تاریخ ہے۔

مثیل آدم و مثیل شیطان

قرآن مجید میں حضرت آدم کا تذکرہ جہاں کہیں بھی ہوا ہے، وہاں پراس کے بالمقابل شیطان کا ذکر بھی ضرور آیا ہے کہ اس نے آپ کے خلاف حاسدانہ طور پر بہت کچھ زہراگلا، اورآپ کی عزت وآبرو پر بہت بری طرح حملہ آور رہوا۔ اورکہا کہ

انا خیر منه خلقتنی من نار و خلقته من طین (ص:۷۶)

میں اس سے ہرطرح بہتر ہوں

سورہ آل عمران میں خدا نے ان مثل عیسی عند الله کمثل آدم فرما کرحضرت عیسی کو مثیل آدم قرار دیا ہے۔ پس جس طرح اصیل آدم کے بالمقابل اصیل شیطان کھڑا ہوا تھا، اسی طرح مثیل آدم کے بالمقابل بھی کسی مثیل شیطان کا کھڑا ہونا ضروری ہے تاکہ حضرت عیسی کی حضرت آدم سے مماثلت پوری ہوجائے۔

اورعجیب بات ہے کہ بروزی ابلیس اورظل شیطان کے کامل ظہور کی تاریخ بھی خوداس کی زبانی و خلقته من طین (۱۳۰۰) مقرر ہوچکی ہے جس کے اعداد بحساب ابجد پورے تیرہ سو ہجری ہوتے ہیں اورمرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ارشاد گذرچکا ہے کہ

قرآن کے حروف اوران کے اعداد بھی معارف مخفیہ سے خالی نہیں ہوتے۔

لطیفہ

اس عنوان سے مرزا غلام احمد ازالہ اوہام صفحہ ۱۸۵ میں فرماتے ہیں کہ

چندروز کا ذکر ہے کہ اس عاجز نے اس طرف توجہ کی کہ کیا اس حدیث کا جو الآیات بعد المأتین

ہے، ایک یہ بھی منشا ہے کہ تیرھویں صدی کے اواخر میں مسیح موعود کا ظہور ہوگا، اور کیا اس حدیث کے مفہوم میں بھی یہ عاجز داخل ہے، اور مجھے کشفی طور پر اس مندرجہ ذیل نام کے اعداد حروف کی طرف توجہ دلائی گئی کہ دیکھ یہی مسیح ہے کہ جو تیرھویں صدی کے پورا ہونے پر ظاہر ہونے والا تھا پہلے سے یہی تاریخ ہم نے نام میں مقرر کر رکھی تھی اور وہ یہ نام ہے: غلام احمد قادیانی۔

اس نام کے عدد پورے تیرہ سو ہیں۔ اور اس قصبہ قادیان میں بجز اس عاجز کے اور کسی شخص کا غلام احمد نام نہیں بلکہ میرے دل میں ڈالا گیا ہے کہ اسوقت بجز اس عاجز کے تمام دنیا میں غلام احمد قادیانی کسی کا بھی نام نہیں۔

اس مرزائی لطیفہ میں چار باتیں خاص طور پر قابل غور ہیں:

اول: یہ کہ اپنے مطلب کیلئے قادیانی کو جو سکونتی نسبت ہے، نام کا جزو قرار دیا گیا ہے۔

دوم: یہ کہ قادیانی نسبت کو قائم رکھ کر اسے قصبہ قادیان کے علاوہ تمام دنیا میں تلاش کرنے کی بے سود کوشش کی گئی ہے۔

سوم: یہ کہ قادیان کا باشندہ نہ ہو کر نسبتی طور پر قادیانی کہلانے کی نفی کو القاء ربانی اور الہام الٰہی سے تعبیر کیا گیا ہے۔

چہارم: یہ کہ اعداد شماری کے اعتبار سے تیرھویں صدی کے آخر پر آپ کے سوا اور کسی کو نامزد نہیں کیا جا سکتا اور یہی ہمارا مطلوب ہے جس کے لئے قرآنی الفاظ و خلقته من طين کی اعداد شماری کی گئی ہے اور یہ شیطان کے خود اپنے الفاظ ہیں جن میں وہ اپنے بروز ثانی کی تاریخ ہجری ظاہر کر رہا ہے کہ اب تو میں نے اصیل شیطان ہو کر اصیل آدم پر برتری کا دعوی کیا ہے کہ انا خير منه میں اس سے بہتر ہوں پھر جب تیرھویں صدی کے آخر پر مثیل شیطان ہو کر مثیل آدم (عیسیٰ) کے بالمقابل کھڑا ہوں گا تو اس پر یوں برتری کا دعوی کروں گا

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰)، اور۔ خلقته من طين (۱۳۰۰) کے اعداد پر خوب کرو کہ حکمت الٰہی

نے انہیں کس طرح برابر کردیا ہے

نیز: انا خیر منه، اور، اس سے بہتر غلام

پر بھی غور کرو کہ کس طرح عربی کا اردو میں ٹھیک ٹھیک ترجمہ کیا گیا ہے۔

گو ظل شیطا ن (۱۳۰۰) کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں جو اس کے کامل ظہور کی ہجری تاریخ ہے اسی طرح مظهر بن ابليس (۱۳۰۰) کے اعداد بھی پورے تیرہ سو ہوتے ہیں جو اس کے کامل ظہور کی ہجری تاریخ ہے۔ مگر یہ ظل خوب ہے کہ اپنے بالمقابل کا ذکر چھوڑا نے پر زور دے رہا ہے جو اس کے اصل سے بھی اپنے مقابل کے لئے نہ ہوسکا پس اس طرح پر مظہر اپنے باپ سے بڑھ کر ثابت ہوا اور اس سے سبقت لے گیا۔

افاک اثیم

چونکہ ختم نبوت کے بعد حصول نبوت کا دروازہ بند ہو چکا ہے اس لئے سورہ شعراء میں خداوند تعالی نے حضرت محمد رسول اللہ ﷺ سے فرمایا کہ آپ کے بعد جس دعوے دار نبوت پر شیطان کا نزول ہوگا ھل أنبّئكم على من تنز ل الشيا طين میں اس کا ابھی سے صاف صاف ذکر کردوں۔

غور سے سنو اور خوب یاد رکھو کہ تنز ل على كل افاك ا ثيم ان کا نزول افاک اثیم پر ہوگا افك کا لفظ عام طور پر ہر ایک جھوٹ اور خلاف واقع پر بولا جاتا ہے مگر اس آیت کریمہ میں جس افك کو جھوٹے نبی کی علامت قرار دیا گیا ہے وہ خدائے لم يلد و لم يو لد کی نسبت و لد کا دعوی ہے جو اظہار قرب و مرتبہ کے خیال سے کیا جاتا ہے۔ چنانچہ سورہ صافات کی آیات (۱۵۱۔۱۵۲)

ا لا انهم من افكهم ليقو لو ن۔ ولد الله و انهم لكا ذبو ن

اور سورہ احقاف کی آیت

فـلـو لا نـصـر هم الذين اتخذوا من دو ن الله قر با ناً ء الهة بل ضلوا عنهم و

ذلك افكهم و ما كا نوا يفترو ن (الا حقا ف :۲۸)

میں افك کا لفظ اسی مطلب کے اظہار کے لئے آیا ہے۔

سچا نبی تو اس خیال کو توڑتا ہے اور یہی اس کی بعثت کی اصل غرض ہوتی ہے مگر جھوٹا چونکہ طالب جاہ و شرف ہوتا ہے اس لئے خود پسندی میں آ کر وہ ایسا بیان ضرور کر دیتا ہے چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب کا الہام انت منی بمنز لة و لد ی اور اسمع و لدی اس پر کافی روشنی ڈال رہا ہے۔

اثـم ، گو عام طور پر ہر لازمی بدی پر بولا جاتا ہے مگر چونکہ یہاں پر جھوٹے نبی کی علامت قرار دیا گیا ہے اس لئے اس سے لوگوں کی جیبوں پر ڈاکہ ڈالنا اور طرح طرح کے حیلوں اور بہانوں سے ان کا مال بٹورنا مراد ہے چنانچہ سورہ بقر کی آیت

ولا تـأ كـلـوا امـوالكم بينكم بالبا طل و تد لوا بها الى الحكا م لتأكلوافريقا من اموال الناس بالاثم وانتم تعلمون۔ (البقرة:۱۸۸)

میں اثم کا لفظ اسی مطلب کے اظہار کے لئے آیا ہے

سچا نبی تو دنیوی مال سے کچھ مطلب نہیں رکھتا بلکہ وہ تو یہ اعلان فرماتا ہوا کہ

نحن معا شر ا لا نبیاء لا نر ث و لا نو ر ث ما تر کنا صدقة

ورثہ لینا اور دینا ہم سچے نبیوں کا شیوہ نہیں اپنی جائداد سے دست بردار ہو کر آئندہ نسل کے لئے اپنی وراثت کا دروازہ بھی بند کر دیتا ہے۔ مگر جھوٹا چونکہ طالب زر ہوتا ہے اس لئے اس کی تمام تر توجہ اسی طرف ہوتی ہے کہ جس طرح بھی ہو سکے میں مال جمع کر لوں۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے نزول المسیح صفحہ ۱۱۸ میں فرمایا کہ

اب تک مجھے دس لاکھ روپئہ آ چکا ہے جس پر میری نبوت کا مدار ہے

پس اس طرح پر یہ پیش گوئی کہ افـــا ك ا ثیم پر شیطانوں کا نزول ہوگا، پوری ہوئی، اور حسن اتفاق سے تـنـز ل علی کل افا ك ا ثیم کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں جو اس کے ظہور کامل کی ہجری تاریخ ہے اور اس کے بیان مطابق خود اس کے اپنے نام میں مضمر ہے۔

تاریخ اور مردم شماری

مستدرک حاکم میں حضرت علیؓ بن ابی طالب سے موقوفاً آیا ہے کہ آپ نے فرمایا کہ آئندہ یہ فتنہ ہوگا اور وہ ہوگا حتی یخرج الدجال (۱۳۰۰) پھر دجال ظاہر ہوگا جس کے اعداد بحساب ابجد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں جو اس کے کامل ظہور کی ہجری تاریخ ہے۔

پھر وہ اکیلا بھی نہیں بلکہ اس کے ہمراہ مولویوں کا ایک گروہ بھی ہے جو اپنی جادو بھری تقریروں، اور فریبانہ تحریروں سے ساحران فرعون کی طرح سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لاکر ارشاد الٰہی جاؤ بسحر عظیم (۱۳۰۰) کے مصداق ہو رہے ہیں جس کے اعداد بحساب ابجد پورے تیرہ سو ہوتے ہیں جو بمعہ جماعت اس کے ظہور کی ہجری تاریخ ہے۔

صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ، ارشاد نبوی ہے کہ

یتبع الدجال من امتی سبعون الفاً

میری امت میں سے ستر ہزار مسلمان دجال کے تابع ہو جائیں گے

اور بعض روائیوں میں علیھم التیجان بھی آیا ہے جو تاج کی جمع ہے کہ وہ حکومت پرست ہوں گے اور بعض روایتوں میں کان وجوھھم المجان المطرقہ فرما کر ان کے چہروں کو ڈھال کی طرح بتایا ہے کہ دلائل اور ثبوتوں کی بنا پر خواہ کتنا ہی انہیں شرمندی کر واور ان کے سر و سر پڑتی چلی جائے مگر وہ ایسے بے شرم ہیں کہ ہرگز شرمندہ نہ ہوں گے۔

انوار الاسلام کے صفحہ ۴۴ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

صحیح مسلم میں حدیث ہے کہ وہ قریب ستر ہزار کے دجال کے ساتھ ہو جائینگے

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۴۹۶ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

اس قدر اس کا بڑا فتنہ ہوگا کہ ستر ہزار مسلمان اس کا معتقد ہو جائے گا

اور پھر نزول المسیح کے صفحہ ۱۴۱ پر خود ہی صاف طور پر اعتراف فرمایا کہ

اب ستر ہزار آدمی میرے ساتھ داخل بیعت ہیں۔

دجال اور اس کا گدھا

حدیثوں میں دجال کے ساتھ گدھے کا ذکر بھی آیا ہے کہ بار برداری کے لئے اس کے ہمراہ ہوگا۔

مرزا غلام احمد نے انگریزوں کو دجال قرار دے کر پھر ان کی حمایت بھی خوب دل کھول کر فرمائی، چنانچہ تریاق القلوب صفحہ ۱۵ میں فرمایا کہ

میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گزرا ہے۔ اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں اور اشتہارات شائع کئے ہیں کہ اگر وہ رسائل اور کتابیں اکٹھی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں۔ ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے۔ اور میری ہمیشہ کوشش رہی ہے کہ مسلمان اس سلطنت کے سچے خیر خواہ ہو جائیں۔ اور مہدی خونی اور مسیح خونی کی بے اصل روائتیں اور جہاد کے جوش دلانے والے مسائل سے جو احمقوں کے دلوں کو خراب کرتے ہیں ان کے دلوں سے معدوم ہو جائیں۔

پچاس الماریوں کا بوجھ کچھ کم بوجھ نہیں جسے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے تجویز کردہ دجال (انگریزوں) کی خاطر اٹھایا ہے جب بمطابق تجعلو نه قرا طیس ۔(الانعام) علمائے یہود کو صرف تورات سے اپنے اغراض فاسدہ پورا کرنے پر کمثل الحمار یحمل اسفاراً فرما کر بمثل گدھا بتایا گیا ہے، تو پچاس الماریوں کا حامل اس کا کیوں مصداق نہ ہوگا۔

پھر حسن اتفاق سے ارشاد الٰہی کمثل الحمار یحمل اسفا را کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے تیرہ سو ایک ہوتے ہیں جو اس کے کامل ظہور کی ہجری تاریخ ہے۔

ظہیر مسیلمہ

حدیثوں میں دجالوں کے ظہور کی پیش گوئی موجود ہے، بلکہ ان کی تعداد بھی بتادی گئی ہے۔ اور ہر ایک کے دجل کا ثبوت اس پر موقوف قرار دیا گیا ہے کہ وہ امتی کہلا کر نبوت کا دعوی کرے گا کہ میں ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی ہوں تا سادہ لوح مسلمانوں کو اپنے دام تزویر میں لا کر گمراہ کر سکے۔ چنانچہ حسب پیش گوئی کئی ایک دعویدار کھڑے ہوئے اور مسیلمہ کذاب اول پر ہے جو بقول مرزا صاحب پہلے مسلمان تھا پھر دعوی نبوت سے مرتد ہو کر لاکھوں مسلمانوں کی مزلت اور گمراہی کا موجب ہوا۔

(ابن ابی شیبہ میں حسن سے مروی ہے کہ مسیلمہ کذاب کسی کو اپنی جماعت میں شامل کرتے وقت پہلے حضرت محمد ﷺ رسول اللہ کی نبوت کا اقرار لے کر پھر اس کے بعد اپنی نبوت کا اقرار لیا کرتا تھا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باقرار خود اسلام اور نبوت محمدیہ کا قائل تھا۔ ہاں دعوی نبوت کی وجہ سے اسے علمائے اسلام نے مرتد بتایا ہے)

چنانچہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۵۹ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

ہاں جو شخص سرسری طور پر رسول اللہ کا تابع ہو گیا اور اس کو شناخت نہیں کیا اور اس کے انوار سے مطلع نہیں ہوا اسکا ایمان بھی کچھ چیز نہیں اور آخر ضرور وہ مرتد ہوگا جیسا کہ مسیلمہ کذاب۔

اور صفحہ ۱۲۴ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا:

مسیلمہ کذاب بھی مرتدین میں سے ایک تھا۔

اور ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۱۷ پر مرزا صاحب قادیانی فرمایا کہ

جن بے سعادت اور بد بخت لوگوں نے ہمارے نبی ﷺ کو قبول نہیں کیا تھا انہوں نے مسیلمہ کذاب کو قبول کر لیا حتی کہ چھ سات ہفتہ کے اندر ہی ایک لاکھ سے زیادہ اس پر ایمان لے آئے۔

اور دوسرے نمبر پر وہ ہے جو اصولی طور پر مسیلمہ کی پشت پناہ ہو کر ظھیر (۱۳۰۰) مسیلمه کا درجہ پائے جس کے اعداد بحساب ابجد صغیر کے مساوی پورے تیرہ سو ہوتے ہیں جو اس کے کامل ظہور کی ہجری تاریخ ہے۔

اصحاب کہف اوران کا کتا

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اصحاب کہف کو قدیم عیسائی بتا کر انگریز قرار دیا ہے کہ وہ آبادی سے دور کوٹھیوں میں رہتے ہیں اور کتا بھی ضرور اپنے ہمراہ رکھتے ہیں جوان سے پیار کرتا ہے اور وہ بھی اسے پالتے اور چومتے چاٹتے ہیں۔

حدیثوں میں سورہ کہف کے اول اور آخر کو جس دجال کی فریب کاریوں کا علاج بتایا ہے وہ مرزا غلام احمد صاحب کے نزدیک چونکہ انگریزی قوم ہے اس لئے دجال کے ہمراہ گدھے کی طرح ایک وفادار کتے کا ہونا بھی ضروری ہے جو بمطابق و کلبهم با سط ذرا عیه با الو صید (۱۳۰۴) ان کے احسان اور سلوک کی دہلیز پر بیٹھ کر ہر وقت ان کے گیت گاتا اور چاپلوسی کرتا رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ازالہ اوہام میں اپنا یہ الہام کلب یمو ت علی الکلب (۵۲) تحریر فرمایا کر یوں ترجمہ کیا ہے کہ وہ کتا ہے اور کتے کے عدد پر باون سالہ ہو کر مرے گا۔

معلوم نہیں کہ یہ الہام کس کی بابت ہے مرزا غلام احمد صاحب کی اپنی عمر تو باون سال سے زائد ہی معلوم ہوتی ہے اگر اس کا یہ مطلب ہے کہ کتے کی حالت پر اپنی قوم کا دشمن اور دوسروں کا خیر خواہ ہو کر مرے گا تو واقع کے مطابق ہے۔

علاوہ اس کے بلعم باعور کی بابت مرزا غلام احمد صاحب کا خود اپنا بیان پہلے گذر چکا ہے کہ وہ ولی اور صاحب الہامات وکرامات ہو کر اسلام دشمنی ارکفر دوسری کی وجہ سے ارشاد الہی فمثلہ کمثل الکلب (۱۳۰۸) کا مصداق ثابت ہوا اور حسن اتفاق سے اول الذکر آیت کے اعداد بحساب ابجد چودھویں صدی کے شروع اور موخر الذکر اس کے ربع اول کے خاتمہ پر دال ہیں جسکی بابت مرزا غلام احمد صاحب نے تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۳۰ پر فرمایا ہے کہ

خدا تعالی کے فضل سے اب تک میں نے صدی کا چہارم حصہ اپنی زندگی کا دیکھ لیا ہے۔،

مباہلہ

سورہ آل عمران میں ارشاد الٰہی ہے کہ

فمن حا جك فيه من بعد ما جا ء ك من العلم فقل تعا لوا ند ع ابناء نا و ابناء كم و نساء نا و نساء كم و انفسنا و انفسكم ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكا ذبين۔ انّ هذا لهو القصص الحقّ وما من اله الا الله و ان الله لهوالعزيز الحكيم ۔ فان تولوا فان الله عليم بالمفسدين (آل عمران: ۶۱۔۶۳)

روشن دلائل سے اتمام حجت ہو جانے پر بھی اگر کوئی الدالخصام سچائی قبول نہ کرے تو اسے عورتوں اور بچوں کے ہمراہ میدان مباہلہ میں بلا کر کہو کہ میں بھی اپنے اہل وعیال کے ساتھ مباہلہ کے تیار ہوں تا ہر فریق دوسرے کے بالمقابل جناب الٰہی میں بصد عجز و نیاز جھوٹے کی تباہی کے لئے دعا کرے

مگر چونکہ اس طرح پر مباہلہ کے بحسب ارشاد الٰہی و لن يّتمنّو ه ابدا (بقرہ) اور و لا يتمنو ه ابدا (جمعہ) کوئی جھوٹا تیار نہیں ہوسکتا اس لئے استفتاح اور آخری فیصلہ مقرر کیا گیا تا سچوں کی استجابت اور تعلق باللہ بہر حال ظاہر ہو جائے۔

استفتاح اور آخری فیصلہ

قرآن مجید سے معلوم ہوتا ہے کہ سچے نبیوں کی تکذیب جب انتہاء تک پہنچ جاتی ہے اور مخالف دلائل سے فائدہ نہیں اٹھاتے اور مباہلہ پر بھی تیار نہیں ہوتے تو وہ بتحریک الٰہی ایک ایسے فیصلہ کی طرف توجہ کرتے ہیں جو قرآنی اصطلاح میں استفتاح کہلاتا ہے، اور عام طور پر وہ آخری فیصلہ کے نام سے مشہور ہے۔ چنانچہ سورہ انبیاء میں ہے کہ: قل رب احكم بالحق

ہر ایک نبی نے کہا اور آخر تجھے بھی کہنا پڑے گا کہ اے بار خدایا تو ہی ہمارا فیصلہ فرما کہ

ان الحكم ا لا لله يقص الحق و هو خير الفاصلين (انعام:۵۷)

و خير الحاكمين (یونس:۱۰۹) تیرا فیصلہ ہی جو آخری فیصلہ ہے ہر طرح بہتر ہوگا

اور سورہ ابراہیم میں ارشاد الٰہی ہے کہ

و استفتحوا و خاب کل جبّار عنید (ابراہیم:۱۵)

قوموں سے تنگ آ کر جب نبیوں نے استفتاح کیا تو ان کے روبرو ان کے مخالف ان کی دعا کا شکار ہو کر تباہ ہو گئے

حضرت نوح علیہ السلام نے صبح و شام ہر طرح کی تبلیغ واشاعت کے بعد الٰہی تحریک سے بطور آخری فیصلہ دعا کی جو جناب الٰہی میں منظور ہو کر مخالفوں کی تباہی اور غرقابی کا موجب ہوئی

رب انی دعوت قومی لیلاً و نهاراً (نوح:۵)

و اوحی الی نوح انه لن یومن من قومك (هود:۳۶)

رب لاتذر علی الارض من الکافرین دیارا (نوح:۲۶)

قال ربّ انّ قومی کذّبون. فافتح بینی و بینهم فتحاً و نجّنی و من معی من المومنین. فانجیناه و من معه فی الفلك المشحون. ثم اغرقنا بعد الباقین. ان فی ذلك لآیة وما کان اکثرهم مومنین. وان ربك لهوالعزیز الرحیم (شعرا:۱۱۷-۱۲۲)

گو حضرت نوح کی دعا کو خود ان کے بیٹے نے ہی فیصلہ کن قرار نہیں دیا بلکہ صاف کہہ دیا کہ

سآوی الی جبل یعصمنی من الماء (هود)

اگر ایسا ہو بھی گیا تو میں پہاڑ پر چڑھ کر اپنی جان بچا لوں گا مگر سچائی کے لئے یہ طریق فیصلہ مجھے ہرگز منظور نہیں۔ اس مخالف کو یہ بھی معلوم نہ ہو سکا کہ اس کی منظوری اور عدم منظوری اس باب میں سب برابر ہے خدا تعالیٰ کے آخری فیصلہ پر اسے کوئی پہاڑ بھی پناہ نہیں دے سکے گا۔

سورہ اعراف میں حضرت شعیبؑ کا استفتاح بمعہ نتیجہ تفصیل سے مذکور ہے کہ آپ نے ہر طرح کی تبلیغ واشاعت کے بعد یہ آخری دعا شائع فرمائی کہ

ربنا افتح بيننا وبين قومنا بالحق وانت خير الفاتحين (الاعراف:۸۹)

اے خدا ہمارا اور ہماری قوم کا تو ہی فیصلہ فرما کہ تیرا آخری فیصلہ ہی بہتر ہوگا

گو قوم نے حضرت شعیبؑ کی اس دعا کو فیصلہ کن قرار نہیں بلکہ یوں کہا کہ

لئن اتبعتم شعیباً انکم اذا لخا سرو ن (البقرۃ:۲۷)

یہ طریق فیصلہ ہم کو ہرگز منظور نہیں۔

مگر چونکہ دعا یک طرفہ تھی جو ان کی منظوری لئے بغیر ہی شائع ہو چکی تھی اس لئے اس کا نتیجہ وہی ہوا جو خاب کل جبار عنید میں بیان ہوا ہے کہ

فاخذ تهم الر جفة فا صبحوا فی دار هم جاثمین۔ الذین کذ بوا شعیباً کان لم یغنوا فیها الذین کذ بوا شعیبا کا نوا هم الخاسرین۔ فتو لی عنهم و قا ل یا قو م لقد ابلغتکم رسالا ت ربی و نصحت لکم فکیف ء ا سی علی قو م کا فر ین (الاعراف ۹۱-۹۳)

وہ نبی کے روبرو تباہ ہو گئے۔ بلکہ نبی نے بطریق مسنون ان کی لاشوں پر کھڑے ہو کر کہا کہ مجھے تمہاری تباہی کا کچھ بھی افسوس نہیں کیونکہ میں نے ہر طرح کی تبلیغ کے بعد یہ آخری حربہ استعمال کیا ہے جس کا نتیجہ میرے روبرو تم نے پالیا ہے

فقطع دا بر القو م الذین ظلموا و الحمد لله رب العا لمین (ا لانعام :۴۵)

سو الحمدللہ کہ یہ قصہ بھی پاک ہوا

سورہ سجدہ میں ہے کہ مخالفوں کے دریافت کرنے پر کہ

متی هذا الفتح ان کنتم صادقین (السجدة ؛۲۸)

اگر تم سچے نبی ہو تو سچوں کی طرح استفتاح کب کرو گے

رسول اللہ ﷺ نے بارشاد الٰہی جواباً فرمایا کہ

قل یو م الفتح لا ینفع الذی کفروا ایما نهم و لا هم ینظرو ن فاعرض عنهم و انتظروا انهم منتظرو ن (السجدۃ:۲۹-۳۰)

ابھی اس کا وقت نہیں انتظار کرو اپنے وقت پر یہ بھی ہوگا

اور جب بھی ہوا قطعی ہو گا تمہارے تسلیم اور عدم تسلیم کو اس میں کچھ دخل نہ ہو گا

اور سورہ سبا میں بارشاد الٰہی آپ نے فرمایا

قل یجمع بیننا ربنا ثم یفتح بیننا بالحق و ھو الفتاح العلیم

(سبا:۲۶) عنقریب خدا تعالیٰ ہمارے اور تمہارے درمیان ٹھیک ٹھیک فیصلہ فرماوے گا کہ اس کا فیصلہ آخری اور قطعی ہے

چنانچہ صحیح بخاری اور صحیح مسلم وغیرہ میں حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے مروی ہے کہ آپ ﷺ نے بحسب ارشاد الٰہی ان تستفتحوا فقد جائکم الفتح چند شریروں سے تنگ ہو کر منظوری لئے بغیر ہی یک طرفہ طور پر جب اب پر نام بنام بددعا شائع فرمائی تو وہ سخت پریشان ہوئے کہ اب کیا کریں۔ کرنا کرانا کیا تھا، آخر وہی ہوا جو ہمیشہ سے ہوتا آیا ہے کہ وہ سب کے سب آپ کے روبرو ہی تباہ ہو گئے۔ ایک بھی ان سے بچ نہ سکا ان میں جن کی لاشوں کو بدر کے گڑھے میں ڈالا گیا ان پر کھڑے ہو کر بطریق مسنون فرمایا کہ ہم کو تو نمایاں طور پر کامیابی ہوئی ہے اب آپ سنائیں کہ کیا حال ہے (جہنم رسید)

خلاصہ یہ کہ مباہلہ بحسب ارشاد الٰہی فریقین کا بمعہ اہل وعیال میدان میں حاضر ہو کر ایک دوسرے کے بالمقابل دعا کرنا ضروری ہے۔ اور استفتاح مباہلہ نہیں بلکہ یک طرفہ دعا ہے جیسا کہ قرآنی مثالوں سے ظاہر ہے۔ ہاں اس کا نتیجہ وہی کا جو مباہلہ کا ہوتا ہے۔

مولوی ثناءاللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ

بسم اللّٰہ الرّحمن الرّحیم۔نحمدہ و نصلّی علی رسولہ الکریم۔ یستنبئونك احقّ ھو۔ قل ای و ربّی انّہ لحقّ.

بخدمت مولوی ثناءاللہ صاحب السلام علی من اتبع الھدی مدت سے آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب اور تفسیق کا سلسلہ جاری ہے۔ ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود دجال مفسد کے

نام سے منسوب کرتے ہیں۔ اور دنیا میں میری نسبت یہ شہرت دیتے ہیں کہ یہ شخص مفتری اور کذاب اور دجال ہے اور اس شخص کا دعویٰ مسیح موعود ہونے کا سراسر افترا ہے۔ میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا اور صبر کرتا رہا۔ مگر چونکہ میں دیکھتا ہوں کہ میں حق کے پھیلانے کے لیے مامور ہوں اور آپ بہت سے افتراء میرے پر کر کے دنیا کو میری طرف آنے سے روکتے ہیں اور مجھے گالیوں اور تہمتوں اور ان الفاظ سے یاد کرتے ہیں جن سے بڑھ کر کوئی مضر نہیں ہوسکتا۔ اگر میں ایسا ہی کذاب اور مفتری ہوں جیسا کہ اکثر اوقات اپنے ہر پرچہ میں مجھے یاد کرتے ہیں تو میں آپ کی زندگی میں ہی ہلاک ہو جاؤں گا۔ کیونکہ میں جانتا ہوں کہ مفسد اور کذاب کی بہت عمر نہیں ہوتی اور آخر وہ ذلت اور حسرت کے ساتھ اپنے اشد دشمنوں کی زندگی میں ہی ناکام ہلاک ہو جاتا ہے۔ اس کا ہلاک ہونا ہی بہتر ہے تاکہ خدا کے بندوں کو تباہ نہ کرے اور اگر میں کذاب اور مفتری نہیں ہوں اور خدا کے مکالمہ اور مخاطبہ سے مشرف ہوں اور مسیح موعود ہوں تو میں خدا کے فضل سے امید رکھتا ہوں کہ آپ سنت اللہ کے موافق مکذبین کی سزا سے نہیں بچیں گے۔ پس اگر وہ سزا جو انسان کے ہاتھوں سے نہیں بلکہ محض خدا کے ہاتھوں سے ہے جیسے طاعون ہیضہ وغیرہ مہلک بیماریاں آپ پر میری زندگی میں ہی وارد نہ ہوئیں تو میں خدا کی طرف سے نہیں۔ یہ کسی الہام یا وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں بلکہ محض دعا کے طور پر میں نے اپنے خدا سے فیصلہ چاہا ہے (اور ۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ء کے بدر میں مرزا غلام احمد صاحب نے شائع فرمایا کہ ثناء اللہ کے متعلق جو کچھ لکھا گیا ہے یہ دراصل ہماری طرف سے نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے اس کی بنیاد رکھی گئی ہے) اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر و قدیر جو علیم و خبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعویٰ مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افترا ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افترا کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔ آمین۔

مگر اے میرے کامل اور صادق خدا اگر مولوی ثناء اللہ ان تہمتوں میں جو مجھ پر لگاتا ہے حق پر نہیں تو

میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ میری زندگی میں ہی ان کو نابود کر۔ مگر نہ انسانی ہاتھوں سے بلکہ طاعون و ہیضہ امراض مہلکہ سے بجز اس صورت کے کہ وہ کھلے طور پر میرے روبرو اور میری جماعت کے سامنے ان تمام گالیوں اور بدزبانیوں سے توبہ کرے جن کو وہ فرض منصبی سمجھ کر ہمیشہ مجھے دکھ دیتا ہے۔ آمین یارب العالمین۔ میں ان کے ہاتھوں سے بہت ستایا گیا اور صبر کرتا رہا مگراب میں دیکھتا ہوں کہ ان کی بدزبانی حد سے گزر گئی وہ مجھے ان چوروں اور ڈاکوؤں سے بھی بدتر جانتے ہیں جن کا وجود دنیا کیلیے سخت نقصان رساں ہوتا ہے۔ انہوں نے اپنی تہمتوں اور بدزبانیوں میں آیت لا تقف ما ليس لك به علم پر بھی عمل نہیں کیا۔ اور تمام دنیا سے مجھے بدتر سمجھ لیا اور دور دور ملکوں تک میری نسبت یہ پھیلا دیا کہ یہ شخص درحقیقت مفسد اور ٹھگ اور دکاندار اور کذاب اور مفتری اور نہایت درجہ کا بدآدمی ہے۔ سو اگر ایسے کلمات حق کے طالبوں پر بداثر نہ ڈالتے تو میں ان تہمتوں پر صبر کرتا۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ مولوی ثناء اللہ انہی تہمتوں کیذریعہ سے میرے سلسلہ کو نابود کرنا چاہتا ہے اور اس عمارت کو منہدم کرنا چاہتا ہے جو تو نے میرے آقا اور میرے بھیجنے والے اپنے ہاتھ سے بنائی ہے۔ اس لیے اب میں تیرے ہی تقدس اور رحمت کا دامن پکڑ کر تیری جناب میں ملتجی ہوں کہ مجھ میں اور ثناء اللہ میں سچا فیصلہ فرما اور جو تیری نگاہ میں حقیقت میں مفسد اور کذاب ہے اس کو صادق کی زندگی میں ہی دنیا سے اٹھا لے یا کسی اور سخت آفت میں جو موت کے برابر ہو مبتلا کر۔ اے میرے مالک تو ایسا ہی کر۔

آمین ثم آمین۔ ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين۔ آمین

(مرزا صاحب قادیانی نے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کی بابت ایک منذر الہام کا ذکر کرتے ہوئے اس آیت کریمہ ربنا افتح ...کو تحریر فرمایا کہ آخر علاج فیصلہ آسمانی ہے۔ مگر آپ کے اس استفتاح (یک طرفہ دعا) اور منذر الہام اور آخری علاج آسمانی فیصلہ کا آپ کے خلاف یوں الٹا اثر ہوا کہ مولوی صاحب آپ کے تقریباً بارہ سال بعد ۲۹ جنوری ۱۹۲۰ء مطابق ۶ جمادی الاول ۱۳۳۸ھ کو فوت ہوئے)

بالآخر مولوی صاحب سے التماس ہے کہ وہ میرے اس مضمون کو اپنے پرچہ میں چھاپ دیں اور جو چاہیں اس کے نیچے لکھ دیں اب فیصلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔(۲۵۔اپریل ۱۹۰۷ کے بدر میں آپ نے اپنی اس دعا کی بابت شائع فرمایا کہ رات کو الہام ہوا اجیب دعوۃ الداع صوفیا کے نزدیک بڑی کرامت استجابت دعا ہے باقی سب اس کی شاخیں)

الراقم عبداللہ الصمد میرزا غلام احمد مسیح موعود عافاہ اللہ وایّد۔

مرقومہ یکم ربیع الاول ۱۳۲۵ھ مطابق ۱۵،اپریل ۱۹۰۷ء

میں قرآنی مباہلہ اور استفتاح تفصیل سے عرض کر آیا ہوں جس سے روز روشن کی طرح صاف عیاں ہے کہ اس طرح پر دعا سچوں کی روش نہیں کیونکہ اس کے شروع میں جو آیت کریمہ مرزا غلام احمد صاحب نے ارقام فرمائی ہے وہ اپنے مقام پر پیش گوئی ہے۔جس سے بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ قرآنی لفظوں میں پیش گوئی فرمارہے ہیں۔مگر آگے چل کر اس کے خلاف آپ یوں تصریح فرماتے ہیں کہ یہ کوئی الہام اور وحی کی بنا پر پیش گوئی نہیں ، بلکہ دعا کے طور پر میں نے خدا سے فیصلہ چاہا ہے۔پھر اس کے آخر میں جو آیت کریمہ آپ نے تحریر فرمائی وہ اپنے موقعہ پر حضرت شعیب کا استفتاح ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ حضرت ممدوح کی طرح یک طرفہ دعا فرمارہے ہیں۔مگر پھر اس کے خلاف آپ نے مقابل پر بددعا کے ساتھ اپنے آپ کو بھی اس میں شامل کر دیا ہے جو مباہلہ کی صورت ہے۔

الحاصل کہ یہ دعا اپنے کئی ایک اندرونی سقموں کی وجہ سے نہ تو صاف طور پر پیش گوئی ہے اور نہ منہاج نبوت پر مباہلہ ہے اور نہ ہی وہ نہج رسالت پر استفتاح اور یک طرفہ دعا ہے بلکہ نادانی یا دجل اور فریب کاری کی وجہ سے ہر سہ امور کے مشابہ خصوصاً مباہلہ کے رنگ میں یک طرفہ دعا ہے اور نتیجہ اور انجام کے اعتبار سے اس کے برابر ہے اور اس طرح پر ایک مباہلہ اور استفتاح پہلے بھی ہو چکا ہے جو تصرف الٰہی سے اب دوبارہ مرزا غلام احمد صاحب کے حصہ میں آیا ہے ۔

چنانچہ آپ خود ہی چشمہ معرفت کے صفحہ ۱۶۶ پر فرماتے ہیں کہ
ایک شخص مسمی عمرو بن ہشام نے جسکا نام پیچھے سے ابوجہل مشہور ہوا جو کفار قریش کا سردار اور سرغنہ تھا ان الفاظ سے دعا کی کہ

اللھم من کان منا افسد فی القوم و اقطع للرحم فا حنه الیوم یعنی اے خدا ہم دونوں میں سے (اس لفظ سے مراد اپنے نفس اور آنحضرت ﷺ کو لیا) تیری نگاہ میں ایک مفسد آدمی ہے اور قوم میں پھوٹ ڈال رہا ہے اور باہمی تعلقات اور حقوق قومی کاٹ کر قطع رحم کا موجب ہو رہا ہے آج اس کو ہلاک کر دے

نیز اس کے صفحہ ۱۶۸ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:
ابوجہل نے درحقیقت ایسی بددعا مباہلہ کے رنگ میں کی تھی

نیز اس کے صفحہ ۱۶۸ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:
درحقیقت یہ قصہ صحیح ہے اور بہت پرانی کتابوں میں اس کا تذکرہ ہے اور کسی مخالف نے اس کا انکار نہیں کیا اور بہت سے طریقوں سے یہ قصہ ثابت ہے یہاں تک کہ لسان العرب میں بھی اسلام کی ایک پرانے زمانہ کی لغت کی کتاب ہے اس میں بھی یہ قصہ لکھا ہے پھر ایسے متواترات سے کیوں کر انکار ہو سکتا ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اس قصہ پر لسان العرب کا حوالہ دیا ہے مگر یہ قصہ ابن ابی شیبہ، احمد، عبد بن حمید، نسائی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابوشیخ، ابن مردویہ، ابن مندہ، حاکم، بیہقی میں بھی آیت کریمہ ان تستفتحوا فقد جاءکم الفتح (انفال) کی تفسیر میں آیا ہے کہ اس نے اپنی طرف سے گویا استفتاح کے طور پر خدا سے فیصلہ طلب کیا فکان ذلك استفتحاً منه

تاریخ کی رو سے سب کو معلوم ہے اور مرزا غلام احمد صاحب کو بھی اقرار ہے کہ ابوجہل اپنی اس بددعا کی بنا پر اپنے مقابل کی زندگی میں ہلاک ہو کر اس کی صداقت ثابت کر گیا۔ اسی طرح پر آج اس کے بروز کی بددعا کا اثر ہوا کہ وہ بھی اپنے مقابل کی زندگی میں ہلاک ہو گیا چنانچہ اس کی تاریخ حسب ذیل ہے۔

مات ابو جهل عمرو بن هشام دعا با هلا (۱۳۲۶)

(عمرو کے بعد اگر واؤ ہو تو اسے بفتحہ اول ورنہ بضمہ پڑھا جاتا ہے مرزا صاحب نے واؤ تحریر نہیں کی جوان کا ذھول ہے یا اس کے اصلی نام سے ناواقفی ہے)

دعی عربی میں اسے کہا جاتا ہے جو اپنی ذات بدل کر بتائے جیسے کوئی مغل برلاس ہو کر یوں ظاہر کردے کہ میں سید آل رسول ہوں)

سورہ اعراف میں خدا نے ضحی اور نیز قا ئلو ن فرما کر شریروں کا وقت عموماً صبح پہلا پہر مقرر فرمایا ہے۔

سورہ صافات میں ارشاد الٰہی ہے

فا ذا نزل بسا حتهم فساء صباح المنذ رين (صافات:۱۷۷)

جب شریروں پر عذاب الٰہی نال ہوتا ہے تو صبح کے وقت ہوتا ہے اور انہیں بہت بری طرح تباہ کیا جاتا ہے۔

مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، سنن ابن ماجہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ میں حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ شریروں کی تباہی پر اس آیت کریمہ کو پڑھا کرتے تھے چنانچہ خیبر کی فتح پر آپ ﷺ نے یوں پڑھا کہ

الله اكبر خر بت خيبر انا اذا انزلنا بساحة قوم فساء صباح المنذ رين

(اس جگہ مد بھی شمار میں آگئی ہے) اور حسن اتفاق سے صباح المنذ رين کے اعداد بھی بحساب ابجد پورے تیرہ سو چھبیس ہوتے ہیں جو وفات کی ہجری تاریخ ہے اور وقت بھی صبح کا موافق ہے۔

مسلمات خصم کی بنا پر اس کے لفظوں میں مولانا ثناءاللہ کا بیان

مرزا غلام احمد صاحب کی تحریر کے مطابق آپ کے کئی ایک مخالفوں نے آپ کے خلاف مباہلہ رنگی یک طرفہ دعا کی جسکے اثر سے وہ آپ کی زندگی میں ہی تباہ ہوگئے تو آپ نے ان کی موت کو اپنی صداقت پر جن لفظوں میں پیش کیا ہے۔ انہیں لفظوں میں آپ کی بابت مولانا ثناءاللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں کہ

۱۔ مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کے لئے چیلنج دوں یا انکے بالمقابل مباہلہ کروں ان کا اپنا مباہلہ جس کیلئے انہوں نے مستعدی ظاہر کی ہے میری صداقت کے لئے کافی ہے ۔(اعجاز احمدی۔ ص۱۶)

۲۔ نام اس کا غلام ...تھا اور ...کہلاتا تھا اس نے مجھے کاذب ٹھہرا کر دعا کے ذریعہ میری ہلاکت چاہی ...وہ اپنی اسی بددعا کے اثر سے ہلاک ہوگیا۔(چشمہ معرفت۔ص۳۲)

۳۔ اپنا اور میرا نام ذکر کر کے خدا تعالی سے دعا کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ ہلاک ہو۔ خدا کی قدرت کہ وہ...ہمیشہ کے رخصت ہوگیا فاعتبروا یا اولی الابصار

(حقیقۃ الوحی۔ص۱۲۳)

۴۔ میرا ذکر کر کے اور بالمقابل اپنے تئیں رکھ کر مباہلہ کے طور پر بددعا کی تھی تا کاذب صادق کی زندگی میں فنا ہو،سووہ میری زندگی میں ناگہانی موت سے مرگیا یہ مقام عبرت ہے

(تتمہ حقیقۃ الوحی۔ص۱۵۹)

۵۔ جب ..غلام ..نے ..تمام پنجاب میں مشہور کردیا تھا کہ میں نے یہ طریق فیصلہ قرار دے دیا ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ پہلے مرجائے گا تو کیا اس کو خبر تھی کہ...بھی فیصلہ اس کے لئے لعنت کا نشانہ ہوجائے گا اور پہلے مرکر دوسرے ہم مشربوں کا بھی منہ کالا کریگا(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ص۱۵)

۶۔ کہاں ہے ..غلام ....جس نے ....میری ہلاکت کے لئے بددعا کی تھی اور مجھے مقابل پر رکھ کر جھوٹے کی ہلاکت چاہی تھی (دیباچہ چشمہ معرفت۔ص۱)

۷۔غلام ...میری زندگی ہی میں قبر میں داخل ہوگئے اور میری سچائی کو اپنے مرنے سے ثابت کرگئے

(اعجاز احمدی۔ص۱۵)

۸۔غلام ...نے میری نسبت یہ ارادہ کیا تھا کہ اس کی بددعا سے میں مرجاؤں ...آخر خدا کے فیصلہ سے غلام ... ہلاک ہوگیا اور میں بفضلہ تعالی اب تک زندہ ہوں اور یہ ایک بزرگ نشان ہے

(حقیقۃ الوحی۔ص۳۳۱)

۹۔اس وقت قریباً...سال غلام..کے مرنے پر گذر گئے ہیں جو ظالم تھا خدا نے اس کو ہلاک کیا...اور میرے پر بد دعا کرنے والا خود مر گیا خدا نے میری عمر تو بڑھا دی کہ..سال سے میں اب تک زندہ ہوں (حقیقۃ الوحی۔ص۳۳۲)

۱۰۔پس خدائے عادل نے یہ فیصلہ کیا کہ اس کو میری زندگی میں ہی بری طرح ہلاک کر دیا مگر اس فیصلہ سے...قوم نے کچھ بھی فائدہ نہیں اٹھایا حالانکہ جھوٹ اور سچ کے پرکھنے کیلئے یہی نشان کافی تھا (چشمہ معرفت۔ص۲۹۰)

۱۱۔بعض نادان مولوی لکھتے ہیں کہ غلام...نے مباہلہ نہیں کیا صرف ظالم پر بد دعا کی تھی مگر میں کہتا ہو ں کہ جب کہ اس نے میرے مرنے کے ساتھ خدا سے فیصلہ چاہا تھا اور مجھے ظالم قرار دیا تھا تو پھر وہ بد دعا اسپر کیوں پڑ گئی اور خدا نے ایسے وقت میں جب کہ لوگ خدائی فیصلہ کے منتظر تھے غلام...کو ہی کیوں ہلاک کر دیا۔(حقیقۃ الوحی۔ص۳۳۱)

۱۲، چاہیے تو یہ تھا کہ ایسے مقابلہ کے وقت میں ہی ہلاک ہوتا میرے پر ہی بجلی پڑتی۔یہ کیا بھید ہے کہ

جس نے مباہلہ کیا وہی تباہ ہوا جس نے میرے پر بد دعا کی وہ بد دعا اسی پر پڑی۔

پس برائے خدا سوچو کہ یہ الٹا اثر کیوں ظاہر ہوا کیوں میرے مقابل پر نیک مارے گئے اور ہر ایک مقابلہ میں خدا نے مجھے بچایا کیا اس سے میری کرامت ثابت نہیں ہوتی (اندرون ٹائٹل حقیقۃ الوحی)

۱۳۔مباہلہ کے رنگ میں میرے پر بد دعا کی تھی (حقیقۃ الوحی۔ص۳۳۰)

۱۴میری ہلاکت کے لئے وہ کئی الہام بھی دیکھ چکے تھے پھر یہ کیا ہوا کہ وہ سب الہام انہیں پر پڑ گئے اور میری جگہ وہ مر گئے کیا یہ عجیب بات نہیں کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے جو بول رہا ہے بلکہ ترقی پر ترقی کر رہا ہے مگر جو موسی (مرزا صاحب نے مثیل موسی ہونے کا دعوی بھی کیا ہے چنانچہ فرماتے ہیں منم مسیح زماں منم کلیم خدا۔منم محمد واحمد کہ مجتبی باشد) کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا وہ کئی سال ہو گئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اس کا زمین پر نام ونشان نہیں یہ کیسا موسی تھا کہ فرعون کے سامنے ہی

اس جہان کو چھوڑ گیا (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۵۷)

۱۵۔ان کی موت نے فیصلہ کر دیا کہ کاذب کون تھا مگر پھر بھی یہ لوگ عبرت نہیں پکڑتے۔

(ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔ص ۸)

۱۶. واللہ لو اوتیت جبلاً من الذھب او الدرر و الیاقوت ما سرنی قط کمثل ما سرنی خبر موت ھذا المفسد الکذاب فھل من منصف ینظر الی ھذا الفتح العظیم من اللہ الوھاب ۔ (استفتاء ملحقہ بحقیقۃ الوحی ص ۷۵)

خدا تعالیٰ کے فضل سے میں اب تک زندہ ہوں (حقیقۃ الوحی۔ص ۳۳۱)

کیا وہ مسیلمہ کذاب کی لاش ہے۔۱۳۲۶ء،

اس شخص کی لاش اسلام کی سچائی کا کھلا کھلا ثبوت دے رہی ہے ،(نزول۔ص ۱۷۵)

مات مسیلمۃ الکذاب قاتلاً

بلاشبہ وہ مسیلمہ کذاب کا بھائی ہے

و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض الہام نزول ص ۲۲۱

اگر خدا اپنے ہاتھوں سے فیصلہ نہ کرے تو صرف باتوں سے کوئی فیصلہ نہیں ہوسکتا۔(تتمہ حقیقۃ الوحی ص ۱۷۰)

۱۔اور میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اے میرے مالک بصیر وقدیر جو علیم وخبیر ہے جو میرے دل کے حالات سے واقف ہے اگر یہ دعوی مسیح موعود ہونے کا محض میرے نفس کا افتراء ہے اور میں تیری نظر میں مفسد اور کذاب ہوں اور دن رات افتراء کرنا میرا کام ہے تو اے میرے پیارے مالک میں عاجزی سے تیری جناب میں دعا کرتا ہوں کہ مولوی ثناءاللہ کی زندگی میں مجھے ہلاک کر اور میری موت سے ان کو اور ان کی جماعت کو خوش کر دے۔آمین

۲۔جو شخص دجال بے ایمان مفتری ہوگا اس کی ہلاکت سے مقولہ مشہورہ کی رو سے خس کم جہان پاک ، دنیا کو راحت حاصل ہوگی (اعجاز احمدی۔صفحہ ۱۶)

۳۔اگر اس مقابلہ میں مغلوب رہا تو میری جماعت کو چاہیے جو ایک لاکھ سے بھی اب زیادہ ہے کہ سب مجھ سے

بیزار ہو کر الگ ہو جائیں کیونکہ جب خدا نے مجھے جھوٹا قرار دے کر ہلاک کیا تو میں جھوٹے ہونے کی حالت میں کسی پیشوائی اور امامت کو نہیں چاہتا اس حالت میں میں ایک یہودی سے بھی بدتر ہوں گا اور ہر ایک کے لئے جائے عار و ننگ (اعجاز احمدی۔صفحہ ۱۶)

۴،دیکھو کیسا صفائی سے فیصلہ ہو گیا (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ۔صفحہ ۱۱)

۵۔دیکھو یہ خدا کا فیصلہ ہے۔(حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۲۰)

۶۔دیکھو یہ خدا کا فیصلہ ہے جس فیصلہ کو...نے اپنے...سے مانگا تھا تا صادق اور کاذب میں فرق ظاہر ہو جائے سو وہ فرق ظاہر ہو گیا ،(چشمہ معرفت۔ص ۱۷۵)

ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ ۲۹ میں آپ نے فرمایا کہ

چونکہ خدا تعالی جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلد مر گیا اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثما نین حو لًا او قر یباً من ذلك او تز ید علیه سنینا و و تری نسلاً بعیداً یعنی تیری عمر اسّی (۸۰) برس کی ہو گی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔

اخبار بدرج ۲ نمبر ۲۷ میں آپ کا ۱۱ دسمبر ۱۹۰۳ء کا فرمودہ شائع ہوا کہ

مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے میرے دل میں خیال آیا کہ آج بہت سی دعائیں امور ضروری کے متعلق مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔آخر میں نے دعائیں مانگنی شروع کیں جن میں سے بعض دعائیں یاد ہیں اور بعض بھول گئیں ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا ایک دعا یہ ہے کہ

الٰہی میرے سلسلہ کو ترقی ہو اور تیری نصرت اور تائید اس کے شامل ہو

اور بعض دعائیں اپنے دوستوں کے حق میں تھیں اتنے میں خیال آیا کہ یہ دعا بھی مانگ لوں کہ میری عمر ۹۵ سال ہو جائے میں نے دعا اس نے آمین نہ کہی میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا پھر میں نے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا

کہ اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۹۵ سال کی ہو جائے اس نے آمین کہی میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا اس دعا پر کیا ہو گیا اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا کہ یہ وجہ تھی فلاں وجہ تھی جو میرے ذہن سے جاتا رہا مگر مفہوم بعض عذروں کا یہ تھا کہ گویا وہ کہتا ہے کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۹۹ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالی کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ ومخاطبہ پا چکا تھا

اور تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۲۹ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا کہ

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس زمانہ میں میں جوان تھا اب میں بوڑھا ہوا اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی اور اس زمانہ پر قریباً پینتیس سال گذر گئے،

گویا ۱۲۹۰ ہجری میں آپ کی عمر ۳۵ سال کی تھی پس جو ۱۲۹۰ میں ۳۵ برس کا ہے وہ تیرہ سو پچاس ہجری میں پچانوے سال کا ہوگا مگر افسوس کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے مباہلہ رنگی دعا کے اثر سے ۲۶ مئی ۱۹۰۶ء مطابق ۲۴ ربیع الآخر ۱۳۲۶ھ کو اپنے مقررہ وقت سے ۲۴ سال پیشتر ہی اپنی طلب کردہ مرض ہیضہ کے ذریعہ داعی اجل کو لبیک کہہ کر بصد حسرت ویاس بروز منگل دن کے سوا دس بجے بوقت قیلولہ احمدیہ بلڈنگ لاہور میں انتقال فرمایا (خطبات نورص ۲۲۸ پر ہے کہ دشمن جو کہتا ہے کہ ہیضہ سے مرے ہیں۔ اچھا مان لیا کہ دشمن سچ کہتا ہے، پھر ہیضہ سے مرنا شہادت نہیں ہے۔

کیا خوب طریقہ ہے ہیضہ سے مرنے کا اعتراف ہے۔ مگر یہ شہادت نہیں کیونکہ اسے صدق وکذب کا معیار قرار دے کر طلب کیا گیا ہے اگر مقابل ہیضہ سے فوت ہوتا تو کیا اسے شہید قرار دیا جاتا)

لطیفہ اور خاتمہ

تتمہ حقیقۃ الوحی کے صفحہ ۱۲۰ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ تذکرہ کرتے ہوئے کہ مولوی الٰہی بخش صاحب اکونٹنٹ اپنے الہاموں کی بنا پر اپنی عمر زیادہ بتایا کرتا تھا مگر جب وہ قریب المرگ ہوا تو اس کے

دوستوں کے بیان کے مطابق اسے الر حیل کا الہام ہوا فرمایا کہ

ان لوگوں کی عقل پر مجھے تعجب آیا ہے کہ الٰہی بخش کی طرف الرحیل کا الہام منسوب کر کے اسکے تمام الہاموں کا بیڑا اغرق (۱۳۰۰) کردیتے ہیں

مرزا غلام احمد صاحب کی خود اپنی عمر بھی ان کے الہام کے مطابق ثما نین حو لاً اسّی سال کے قریب تھی، بلکہ ہاتھا پائی سے لڑ جھگڑ کر انہوں نے ۹۵ سال کرائی تھی۔ مگر آثار موت دیکھ کر وفات سے ۱۶ دن پہلے ۹ مئی ۱۹۰۸ء کو الــر حیل کا الہام آپ کو بھی ہوا، جو آپ کی پیش کردہ اصل کے مطابق آپ کے تمام طول عمری کے سابقہ الہاموں کا بیڑا اغرق کر دیتا ہے بلکہ نومبر ۱۹۰۶ء کو آپ کی زبان پر ایک یہ الہام بھی جاری ہوا کہ کمترین کا بیڑا غرق (۱۳۰۰) ہوگیا۔

بہت خوب اور لطف یہ کہ غرق (۹۲) کے اعداد بھی بحساب ابجد: غلام احمد قادیانی (۱۳۰۰) کے اعداد مساوی پورے تیرہ سو ہوتے ہیں۔ جو ان کی خود اپنی اخراج کردہ ہجری تاریخ ہے (حدیثوں میں مسیح دجال کی توصیف میں غلام اعور بھی آیا ہے جس کا ترجمہ غلام کانا کیا جاتا ہے اگر پوری نبوت کا دعوی کرتا تو اندھا کہلاتا۔ یا پورا امتی ہو کر بینا ہوتا مگر چونکہ وہ ایک پہلو سے نبی اور ایک پہلو سے امتی ہے اس لئے کانا کہلایا پس غلام کے ساتھ احمد لگا کر اسمہ احمد کی بے ادبی ٹھیک نہیں اس کے ساتھ اعــور کا الحاق ہی مناسب ہے) علاوہ اس کے غ سے غلام احمد، اور ر سے رسول اور ق سے قادیان بھی مراد لیا جا سکتا ہے۔

نیز مشکوۃ و دیگر کتب حدیث میں جس یہودی غـر قد کا ذکر آیا ہے اس پر بھی غ ر قد کی تفریق سے کچھ روشنی پڑ جاتی ہے اور حدیث نبوی تز وی و تقول قدنی قدنی بمعہ تشریح گذر چکی ہے (واضح رہے کہ وہ تشریح ضابطہ کے ہرگز منافی نہیں) جس کے بڑے عدد کو حذف کرنے سے صرف قـد نـی قد نی اعداد بحساب ابجد ۳۲۸ ہوتے ہیں جو ایک ہزار کے بعد اسکے فوت ہو کر دوزخ میں پڑنے کی ہجری تاریخ ہے۔

یوں تو قادیان کو جس نام سے بھی موسوم کیا جائے اچھا ہے مگر ریلوے ٹائم ٹیبل میں اسے قادیان مغلاں بتایا گیا ہے جس کے اعداد بحساب ابجد ۱۲۸۷ ہوتے ہیں جو آیت کریمہ استھــو تــہ الشیطــا ن کے اعداد کے مساوی ہیں کہ وہ اس کا تخت گاہ ہے جس پر تیرھویں صدی کے آخر پر شیطانوں کا نزول مقدر ہے۔

امام بیہقی نے کتاب البعث و النشور میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مرفوعاً بیان کیا ہے کہ ما بین اذنیہ سبعون باعاً اس کے دونوں کانوں میں ستر باع کا فاصلہ ہوگا۔ چنانچہ ریلوے ٹائم ٹیبل میں سٹیشن لاہور سے سٹیشن قادیان تک ۶۹ میل کا فاصلہ بتایا ہے۔ اگر احمدیہ بلڈنگ سے لاہور سٹیشن تک اور سٹیشن قادیان سے ترل منارہ تک کا فاصلہ بھی شامل کرلیا جائے تو پورے ستر میل کا فاصلہ ہوجاتا ہے۔

ابن ابی شیبہ میں حضرت مغیرہؓ بن شعبہ سے مرفوعاً آیا ہے کہ

ان معه الطعام و الشراب ۔اس کے پاس لنگر خانہ بھی ہوگا

اور ابن ابی شیبہ میں حضرت سفینہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ

معه واديان احدهما جنة والآخر نار

وہ ایک جگہ لنگر خانہ قائم کرے گا اور دوسری جگہ بہشتی مقبرہ بنائے گا۔

اور ابن ابی شیبہ میں حضرت حذیفہؓ سے مرفوعاً آیا ہے کہ

معه نهران يجريان

اس کے قریب دو نہریں جاری ہیں

خاتمہ ملحقہ بحقیقۃ الوحی میں مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ

و هی واقعة فی الفنجاب بین النهرین الراوی و البیاس

(راوی اور بیاس دو نہروں کے درمیان قصبہ قادیان واقع ہے)

مرزا غلام احمد صاحب نے فرمایا ہے کہ سورہ فاتحہ میں مسیح دجال کا صاف طور پر بیان ہے اور پھر یہ بھی فرمایا کہ اس میں میرا بھی ذکر ہے۔

سورہ فاتحہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ہدایت یافتہ جماعت کے بالمقابل افراط اور تفریط کی راہ اختیار کرنے والوں کو ضال اور مغضوب علیھم کہہ کر پکارا گیا ہے اول الذکر جماعت میں تو جگہ مشکل ہے ہاں اس کے خلاف اگر دوسری جگہوں میں کوئی صاحب تشریف فرما ہوں تو انکار نہیں بلکہ قرین قیاس ہے کیونکہ المغضوب (۱۸۷۹ء) کے اعداد بحساب ابجد اٹھارہ سو اناسی ہوتے ہیں جو قریباً براہین احمدیہ کی

عیسوی تاریخ اشاعت ہے اور اس کی اس طرح پر تقلیب غضب علاہ (۱۹۰۸ء) سے عیسوہی تاریخ وفات بھی ظاہر ہو جاتی ہے اور ھو الکذا ب الخبیث (۱۹۰۸) سے بھی تاریخ وفات واضح ہے جو دجال کا حدیثوں کے بیان کے مطابق لقب ہے اور ارشاد الٰہی و کذلك نجزی الظالمین (۱۹۰۸ء) سے بھی تاریخ وفات ظاہر ہے۔

اب رہی ضالین کی تشکیل۔ سووہ یموت مضل (۱۳۲۶) میں بصورت تاریخ وفات ہجری مضمر ہے اور مات کلباً ضالاً (۱۳۲۶) بھی تاریخ وفات ہجری ظاہر کر رہا ہے کہ بلعم باعور کا مثیل چل بسا۔

مرزا غلام احمد نے اپنی سوانح بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ قادیان پہلے قاضی ماجھی کے نام سے مشہور تھا۔ نیز فرمایا کہ میرا نام الہامی طور پر عبدالحکیم رکھا گیا۔

اور یہ عجیب اتفاق ہے کہ قاضی ماجھی (۹۷۰) کے اعداد بحساب ابجد اضل عن ھدی (۹۷۰) کے اعداد کے مساوی ہیں کہ وہ اھدنا سے نکل کر ضالین میں جا شامل ہوا اور عبدالحکیم ۱۸۵، اپنے اعداد میں مسیلمہ (۱۸۵) سے برابر ہو گیا۔

یأجوج اور مأجوج

یاجوج اور ماجوج جن کی فریب کاریوں کا سورہ کہف اور انبیاء میں ذکر ہے اسلامی نقطہ نگاہ سے خواہ کچھ ہی ہوں مگر مرزائی نقطہ نظر سے وہ دو ایسے گروہ ہیں جن کا دجال سے تعلق ہے۔

یاجوج اج سے مشتق ہو کر آگ اور مأجوج مج سے ماخوذ ہو کر پانی ہے۔ اول الذکر جماعت مسلمانوں کو کافر قرار دے کر ان سے رشتہ و ناطہ اور ان کی اقتداء میں نماز اور ان کے فوت شدہ کا جنازہ حرام ٹھہرا کر گرما گرم مضامیں شائع کرے گی جن سے مسلمانوں میں فتنہ کی آگ بھڑک اٹھے گی۔

اور موخر الذکر جماعت ان امور میں مسلمانوں سے کچھ تھوڑا بہت میل جول اور سمجھوتہ رکھے گی تا سادہ لوح پیاسے پانی کے خیال سے اس طرف متوجہ ہو کر آگ کے قریب ہوں

کسرا ب بقیعةٍ یحسبه الظمآن ماءً حتی اذا جا ء ہ لم یجد شیئا (نور:۳۹)

امیر اور خلیفہ

رزین اور مسند ابویعلی اور مسند احمد بن منیع اور مسند بزاز میں حضرت ابوسعید سے مرفوعاً آیا ہے کہ

ا لا .. بین ید یہ ر جلا ن ینذ را ن اھل القری

دجال کی طرف سے اس کے دو ذمہ دار کارکن دنیا بھر میں تبلیغ کریں گے۔

اور ابن ابی شیبہ اور مسند احمد اور مسند عبد بن حمید اور مستدرک حاکم میں اسی ابوسعید سے مرفوعاً آیا ہے کہ

یتبعہ من کل قو م ید عو نھم بلسا نھم الیھا

تبلیغ بھی وہ اپنے مبلغوں کے ذریعہ رائج الوقت زبانوں میں کریں گے تا مختلف مما لک میں ان کے مشن قائم ہوں۔

فرائض تبلیغ اور علمائے اسلام

آخر پر میں اس بات کو بیان کئے بغیر نہیں رہ سکتا کہ جسطرح پر شیطان نے بحسب وعدہ

ثم لآ تینھم من بین اید یھم و من خلفھم و عن ایمانھم و عن شما ئلھم و لا تجد اکثر ھم شا کر ین (الاعراف:۱۷)

دائیں بائیں اور آگے پیچھے سے بہروپیوں کی طرح کئی ایک بھیس اور بروز بدل کر سادہ لوح مسلمانوں کو بحسب تصدیق الٰہی

و لقد صدق علیھم ابلیس ظنہ فا تبعوہ ا لا فر یقاً من المومنین ۔ (سبا:۲۰)

و لقد ا ضل منکم جبلاً کثیرا افلم تکونوا تعقلو ن (یس)

خوب دل کھول کر بہکایا ہے۔ اس طرح پر مسلمانوں نے بحسب ارشاد الٰہی

ان الذین اتقوا اذا مسهم طا ئف من الشیطا ن تذکروا فا ذا ھم مبصرو ن

(الاعرا ف:۲۰۱)

خم ٹھوک کرابھی تک اسکا پورا پورا مقابلہ نہیں کیا اور نہ بمطابق ارشاد الٰہی

من کل جا نب د حو راً ۔ (صافات:۹)

ہر طرف سے اس کی نا کہ بندی کی گئی جس کا بے حد افسوس ہے۔

بریلوی علماء سے تو علم و دیا نت مفقود ہونے کی وجہ سے کسی بہتری کی توقع نہیں ہاں اگر دیو بندی علماء اپنے اسلاف کی روش پر بغض وعناد چھوڑ کر تبلیغ کے باب میں جماعت حقہ اہل حدیث سے متحد ہوں اور اشاعت کے تمام مناسب اور ضروری طریقوں پر عمل پیرا ہوں تو وہ دن دور نہیں کہ ہندوستان سے جھوٹے دعویداروں کا بکلی استیصال ہو کر ہمیشہ کے لئے نبوت محمدیہ کا جھنڈا الہرانے لگے جو سب مسلمانوں کا اصل الاصول ہے۔

تتمہ: صاحب انجیل اور مصنف براہین

حضرت عیسی نے پیش گوئی کی ہے کہ

خبردار کوئی تمہیں گمراہ نہ کردے کیونکہ بہتیرے میرے نام سے آئیں گے اور کہیں گے کہ میں مسیح ہوں اور بہت لوگوں کو گمراہ کریں گے ...اس وقت اگر کوئی تم سے کہے کہ دیکھو مسیح یہاں ہے یا وہاں تو یقین نہ کرنا کیونکہ جھوٹے نبی اٹھ کھڑے ہوں گے اور ایسے بڑے نشان اور عجیب کام دکھائیں گے کہ اگر ممکن ہو تو برگزیدوں کو بھی گمراہ کرلیں

یہ الفاظ متی باب ۲۴ سے منقول ہیں مرقس باب ۱۳ میں بھی یہی الفاظ ہیں مگر (میں مسیح ہوں) الفاظ کی بجائے اس میں یوں ہے کہ: وہ میں ہی ہوں۔

اور لوقا باب ۲۱ میں بھی یہی الفاظ ہیں

ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۴ پر مرزا غلام احمد صاحب نے اس پیش گوئی کو بحوالہ انجیل نقل فرما کر تحریر فرمایا ہے کہ

تیرہ سو برس میں کبھی کسی مسلمان کی طرف سے ایسا دعوی نہیں ہوا کہ **میں مسیح موعود ہوں** ۔ ہاں عیسائیوں نے مختلف زمانوں میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا۔،

گویا ایسا دعوی آپ کے نزدیک عیسائیوں کا کام ہے مسلمانوں کی شان نہیں۔ بہت خوب مگر تصرف الٰہی دیکھو کہ اسی ازالہ اوہام کے صفحہ ۶۸۳ پر تحریر فرمایا کہ:

میں مسیح موعود ہوں،

اور صفحہ ۳۹ پر مرزغلام احمد صاحب قادیانی نے فرمایا کہ:

وہ مسیح موعود میں ہی ہوں۔

ان ہر دو حوالوں میں جلی حروف والے الفاظ آپ کی طرف سے بطور تشریح کے ہیں کہ اوپر کے ہر سہ انجیلی حوالوں میں جسکے آنے کا وعدہ ہوا ہے اس کا مصداق میں ہی ہوں باقی الفاظ میں اناجیل کا ازالہ سے پورا تطابق ہے۔ علاوہ اس کے متی کے جن الفاظ کو جلی حروف سے لکھا گیا ہے ان کے اعداد بھی بحساب ابجد ۱۸۷۸ء ہوتے ہیں جو براہین احمدیہ کی عیسوی تاریخ تصنیف ہے جس کا ذکر اوائل صفحوں میں مفصل طور پر کر آیا ہوں اور یہاں، اور وہاں، فرما کر اس کے دو مرکزوں کی طرف بھی اشارہ کر دیا کہ ایک مرکز (قادیان) اس کے قریب ہوگا اور ایک مرکز (لاہور) اس کے کچھ دور ہوگا

و فی ذ لك القدر کفاية لمن له من الله درا ية ـ ويسعى اليه کل تقی و سعيد، و لا يـصغی اليه شقی و عنيد ـ بل يو قد للحر ب ناراً ـ و يمکر مکراً کبا راً ـ و من لم يجعل الله نو راً فما له من نور ـ و من ير د الله به خيرا يهد يه الی نور ـ فالحمد لله الذی جعلنی له مسلماً و مصلياً علی رسو له محمدٍ و مسلّماً

واناالعاجز عنایت اللہ الوزیر آبادی۔ الرا جی ر حمة ربه ذوی ا لايا دی

تمت بالخير

....

قطع الوتین (من) بشیر الدّین ۔ ا

گوسالہ سامری اور بئس القرین

خطوط مراسلات ۱۳۵۶ھ

لفظ تــو فّی کی بابت مرزا غلام احمد قادیانی آنجہانی کا انعامی چیلنج منظور کرتے ہوئے اس کے فرزند خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کے نام اخبارات میں جو خطوط و دیگر مضامین اس سلسلہ میں طرفین سے شائع ہوئے تھے، انہیں بحسب ترتیب معہ محاکمہ علمائے عرب اس رسالہ میں جمع کر دیا گیا ہے، تاکہ آئندہ نسلیں اس سے مستفید ہوں۔

اور چٹھیوں کا وہ عربی ملخص بھی اس کے ہمراہ ملحق ہے جو ہاروت و ماروت کے نام سے شائع ہو کر عرب میں تقسیم ہوا۔ اور یہ مجموعہ بھی طبع ہو کر امیر (مولوی محمد علی) اور خلیفہ (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں بمثل سابق رجسٹری ہو کر حاضر ہوا۔

(حافظ) عنائت اللہ وزیر آبادی۔ بار اول ۱۹۳۷ء۔۔۔ بار سوم ۱۹۶۱ء

(حافظ عنایت اللہ وزیرآبادی لکھتے ہیں کہ)

احباب کرام کو معلوم ہے کہ جامع اہل حدیث واقع کٹڑہ شالبا خان گجرات پنجاب میں صبح روزانہ درس قرآن ہوا کرتا ہے۔اس میں عموماً ہر خیال کے لوگ تشریف لاتے ہیں۔اور آخر جنوری ۱۹۳۴ء میں سورہ مائدہ کے آخری رکوع کا درس دیتے ہوئے میں نے ذکر کیا کہ بیان عیسوی

فلمّا توفّیتنی آپ (یعنی حضرت عیسیٰؑ) کے ما دمت فیھم کے بالمقابل واقع ہوا ہے۔

جس کا صاف یہ مطلب ہے کہ وہ اپنی زندگی کو دو حصوں پر تقسیم فرمارہے ہیں۔ایک حصہ جو (آپ نے) ان میں رہ کر گزارا ہے، اسے وہ ما دمت فیھم سے تعبیر فرمارہے ہیں اور دوسرا حصہ جسے فلمّا توفّیتنی کہہ کر بیان فرمارہے ہیں وہ ان سے علیحدہ ہو کر گذارا ہے۔اگر اس جگہ توفّی بمعنی موت ہوتی تو موصوف (حضرت مسیح) اس کے مقابل ما دمت حیاً فرماتے مگر انہوں نے توفّی کا مقابل ما دمت فیھم فرما کر موت کے معنوں کے لئے کوئی گنجائش ہی نہیں چھوڑی۔

درس میں اس وقت ایک مرزائی خیال بھی تھے جو معقول ترجمہ کی تردید تو نہ کر سکے، ہاں یہ دریافت فرمایا کہ

خدا کی طرف سے کسی ذی روح کی توفّی بجز موت اور قبض روح کے بھی اگر ہوسکتی ہے، تو کیا آپ اس کی کوئی اور مثال بھی پیش کر سکتے ہیں۔

میں نے کہا ہاں، ضرور کر سکتا ہوں۔

مگر یہ میرا مطالبہ بحسب بیان ازالہ اوہام انعامی ہے جو بحسب شرط انعام لئے بغیر پورا نہیں کیا جاسکتا۔

اس نے کہا کہ آپ انعام کا مطالبہ کریں۔

میں نے کہا: اچھا کرتا ہوں۔مگر آپ پر اس کا کیا اثر ہوگا۔

اس کا جواب جو اس نے تحریر کر دیا، وہ درج ذیل ہے:

السلام علیکم۔

مرزا صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ ۳۷۵ میں فرمایا ہے کہ باب تفعل سے توفّی کے معنی جب کہ خدا تعالیٰ فاعل اور مفعول بہ انسان یا کوئی اور ذی روح ہو، تو بجز موت یا قبض روح کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ اگر کوئی شخص موت کے علاوہ اس کے معنی ثابت کر دے، تو اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دونگا۔

مرزا صاحب کے اس چیلنج کو اگر آپ منظور فرماویں تو دوسری جانب کو انعامی رقم جمع کرنا ضروری ہوگا ۔ اگر منصف کے فیصلہ سے آپ انعام کے مستحق ہوئے ،تو اس صورت میں میں اپنا عقیدہ وفات مسیح تبدیل کرلوں گا اور اگر آپ کی منظوری پر دوسری جانب سے تیاری نہ ہوئی تو میں وعدہ کرتا ہوں کہ موت مسیح کا عقیدہ چھوڑ دونگا۔

غلام علی ۔ دکاندار کٹ پیس ۔ گجرات ۔ ۲۷ جنوری ۱۹۳۴ء

۲۸ جنوری ۱۹۳۴ء کو میں نے اسے یہ تحریری جواب دیا:

آپ کا رقعہ موصول ہوا۔ آپ کے ارشاد کی تعمیل ہوگی۔

لعل الله يحد ث بعد ذلك امراً .

آپ اپنے اقرار پر قائم رہیں

اور پھر (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء (اخبار) درنجف سیالکوٹ ۸ فروری ۱۹۳۴ء ۔ (اخبار) اہل سنت والجماعت امرتسر یکم مارچ ۱۹۳۴ء، (اخبار) اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء میں مندرجہ ذیل چٹھی شائع کرائی

کھلی چٹھی نمبرا۔ بنام مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانی

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ آپ کے ابا جان مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام میں فرمایا ہے کہ باب تفعل سے توفّی کا معنی جب کہ خدا تعالی فاعل اور مفعول بہ انسان یا کوئی اور ذی روح ہو، بجز موت کے اور کچھ نہیں ہوتا، اگر کوئی اس کے دوسرے معنی ثابت کر دے تو میں اسے مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

مرزا صاحب نے اس چیلنج میں مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے ہم خیال علماء کو خصوصاً اور تمام مسلمانوں کو عموماً مخاطب فرمایا ہے۔

اگر مرزا صاحب آنجہانی کا یہ چیلنج منسوخ نہیں ہوا، تو میں مولوی (محمد حسین) صاحب مرحوم کا ہم خیال اور مسلمان ہونے کی حیثیت سے اسے منظور کرتا ہوں۔

اگر آپ نیابت کے پاس خاطر قابل وثوق امین کے پاس انعامی رقم جمع کرانے پر آمادہ ہوں، اور مسلّمہ منصف کے فیصلہ پر سر تسلیم خم کرنے پر تیار ہوں، تو مہربانی فرما کر امین اور منصف کا مجھ سے تصفیہ فرمالیں۔

امین اور منصف پر اتفاق کے بعد میں اپنا مضمون منصف کے پاس بھیج دونگا، جس پر وہ آپ سے جرح کرائے گا۔

پھر وہ مجھ سے اس کا جواب لے کر فیصلہ تحریر کر دے گا، جسے تسلیم کرنا ہم دونوں پر لازم ہوگا۔

۲ فروری ۱۹۳۴ء۔ عنایت اللہ وزیر آبادی۔ گجرات۔ پنجاب

میاں محمود احمد صاحب کے جواب کی ابھی انتظار ہی تھی کہ مرزا حاکم بیگ گجراتی کے نام پر ایک اشتہار قادیان میں طبع ہو کر شائع ہوا جسے اڈیٹر الفضل قادیان نے ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں درج فرما کر

موصوف کے عجز کا یوں اعتراف فرمایا :

بعض لوگ اس بات کو نظر انداز کرتے ہوئے کہ ان کی اپنی حیثیت کیا ہے، کس قدر مسلمانوں کی نمائندگی انہیں حاصل ہے، کتنے لوگ ان کا ساختہ پرداختہ منظور کرنے کے لئے تیار ہیں، حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کو مخاطب کر کے چیلنج شائع کر دیتے ہیں اور پھر مطالبہ کرتے ہیں کہ حضور (مرزا محمود) بذات خود اس کا جواب دیں، حالانکہ اگر انہیں تحقیق حق سے غرض ہوتی تو حضرت خلیفۃ المسیح الثانی.. سے جواب حاصل کرنے پر اصرار کا کیا مطلب ہے۔ اور اگر حضور ہی سے جواب لینا ہو تو پہلے اپنے آپ کو کسی جماعت کا پیشوا ثابت کرنا چاہیے اور یہ ثبوت دینا چاہیے کہ کس قدر لوگوں کی نمائندگی کا وہ حق ادا کر رہا ہے۔ جو شخص یہ صورت اختیار نہ کرے، اور کسی قسم کا چیلنج دے یا کوئی مطالبہ کرے، اس کیلئے یہی کافی ہے کہ کوئی مقامی احمدی اس کا جواب لکھ دے۔ اور مطالبہ کرنے والے کو یہ کہہ کر راہ فرار اختیار نہیں کرنی چاہیے کہ یہ جواب کسی غیر ذمہ دار شخص نے شائع کیا ہے کیونکہ ہر احمدی اس سے زیادہ ذمہ دار ہونے کی اہلیت رکھتا ہے جو ایک غیر احمدی اپنے طور پر رکھتا ہے۔

پس حافظ عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی حال گجرات نے اخبار سنیاسی گجرات مورخہ ۱۵ فروری میں حضرت خلیفۃ المسیح ... کے نام جو کھلی چٹھی شائع کی، اس کا بہت معقول جواب مرزا حاکم بیگ صاحب احمدی ساکن گجرات نے لکھ کر شائع کر دیا ہے۔ اب حافظ صاحب جو کچھ کرنا چاہیں اس جواب کو پیش نظر رکھ کر کریں ورنہ ان کا فرار سمجھا جائے گا۔

ازالہ اوہام صفحہ ۳۷۴ سے ۳۷۶ تک آنجہانی کے چیلنج سے (جس کے ضروری فقرے منقول ہو کر شائع ہو چکے ہیں) صاف ظاہر ہے کہ انہوں (مرزا غلام احمد) نے مجھے للکار کر بلایا۔

پھر جب میں مسلح ہو کر حاضر ہوا، تو دیکھتا کیا ہوں کہ ان کی گدی پر ان کے صاحبزادے (مرزا محمود) ان کی نیابت فرما رہے ہیں۔ پس میں نے انہیں پکڑ لیا۔ اب مدیر صاحب الفضل کی خامہ فرسائی فضول ہے۔

انہیں اپنا فیصلہ بھی بھول گیا جسے انہوں نے ۱۰ مئی ۱۹۲۴ء کے پرچہ میں شائع فرمایا کہ:

ایک باحیا اور غیرت مند انسان کا کام یہ ہے کہ اول تو کسی سے چھیڑ چھانی نہ کرے، اور اگر کرے تو پھر میدان سے بھاگ کر اعتراف عجز نہ کرے۔

الفضل کے مدیر صاحب کی بیہودہ گوئی قابل جواب نہ تھی۔ مگر پھر بھی ناواقفوں کی آگاہی کے لئے اسکا جواب میری طرف سے (اخبار) اہل حدیث امرتسر ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء، (اخبار) واہل سنت والجماعت امرتسر یکم اپریل ۱۹۳۴ء (اخبار) درنجف سیالکوٹ۔ ۱۵۔ اپریل ۱۹۳۴ء، (اخبار) مسلمان سوہدرہ ۱۵۔ اپریل ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۲۵۔ اپریل ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا۔ جب کہ (اخبار) اہل حدیث (امرتسر) نے اسے مندرجہ ذیل نوٹ دیکر شائع فرمایا کہ:

اہل حدیث ۲۳ مارچ (۱۹۳۴ء) میں صفحہ ۷ پر حافظ عنایت اللہ صاحب گجراتی کا ایک مراسلہ درج ہوا ہے جس میں موصوف نے مرزا صاحب متوفی کے ایک دعوی بلکہ چیلنج کا ذکر کر کے اس کی قبولیت کا اظہار کیا ہے۔ وہ چیلنج یہ ہے کہ اگر تــو فّـی باب تفعل کا فاعل اللہ ہو، اور مفعول بہ ذی روح ہو، وہاں سوائے موت کے کوئی اور معنی ثابت کرنے والے کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا۔

حافظ صاحب موصوف نے خلیفہ قادیان کو بحیثیت ولد اور بحیثیت خلیفہ مخاطب کر کے اس چیلنج کی یاد دہانی کرا کر فیصلہ کرانے پر متوجہ کیا تھا۔ مگر اڈیٹر الفضل نے از خود اس میں دخل دے کر لکھا، کہ آپ کسی جماعت کے نمائندے نہیں۔ لہذا آپ کو خلیفہ صاحب جواب نہ دیں گے۔ بلکہ کوئی احمدی مشتہر (گجراتی) جواب دینے کو کافی ہیں۔ الفضل کے اس جواب کی تردید میں حافظ عنایت اللہ کا مراسلہ درج ذیل ہے (مدیر اخبار اہل حدیث)

اڈیٹر الفضل کے استفسار کا جواب

بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ آپ نے ۲۴ مارچ ۱۹۳۴ء کے پرچہ میں ایک مسترد اور ناقابل ذکر اشتہار بلا وجہ دوبارہ شائع کر کے جو فرمایا ہے کہ گویا میں نے کوئی چیلنج مرزا بشیر الدین محمود احمد

صاحب کے نام شائع کیا ہے جس میں، میں نے اپنی کوئی حیثیت ظاہر نہیں کی۔
اس کی بابت جواباً عرض ہے کہ میری طرف سے ابھی تک کوئی چیلنج موصوف کے نام شائع نہیں ہوا، بلکہ موصوف کے ابا جان کے چیلنج کو منظور کیا ہے، اور اپنی حیثیت بھی چٹھی نمبرا میں ظاہر کر دی ہے جسے آپ نے بھی اسی پرچہ میں درج فرمایا ہے۔ اگر آپ اسے پہلے غور سے پڑھ لیتے، تو آپ کو دریافت کی ضرورت ہی نہ پڑتی۔
مکرر عرض کر دوں کہ چیلنج کرتے وقت میری حیثیت جو مرزا صاحب آنجہانی نے مقرر فرمائی ہوئی ہے، اس کا نا قابل تردید ثبوت میں چٹھی نمبرا میں عرض کر چکا ہوں۔ اس سے زائد کا مطالبہ ہرگز درست نہیں، بلکہ چیلنج کی تنقیص اور تحقیر کے مرادف ہے۔
اگر کوئی بزرگ آپ کی اعزازی دعوت کرے اور آپ کو وقت اور جگہ بھی بتا دے، پھر جب آپ تشریف لاویں تو مکان مقفل اور وہ حضرت غائب ہوں اور ان کا کوئی خادم آپ سے عرض کرے کہ آپ کو روٹی مطلوب ہے، چلو میں اپنے یہاں سے کھلا دیتا ہوں، تو آپ روٹی کے لئے اس کے ساتھ چل پڑیں گے؟۔ اگر نہیں تو پھر آپ دوسرے کو کیا مشورہ دے رہے ہیں۔
آپ خاموش ہو کر سنتے رہیں۔ میں مطابق ضربا بالیمین مرزا (غلام احمد) صاحب کے اولو العزم فرزند (مرزا محمود احمد) کو چٹھی پر چٹھی لکھ رہا ہوں جو ان کی جگہ پر نیابت فرما رہے ہیں اور انہیں بابانگ دہل ما لکم لا تنطقون کہہ کر پکار رہا ہوں۔ آپ ابھی سے مجھے موصوف کی طرف سے مایوس کن خبر لقد علمت ما ھئو لاء ینطقون (الانبیاء:۶۵) پڑھ کر نہ سنائیں۔ اگر آپ کچھ کر سکتے ہوں تو موصوف کو ان کے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ کریں۔ میں آپ سے وعدہ کرتا ہوں کہ رقم موعودہ میں سے مبلغ ایک صد روپیہ میں آپ کو اس خیال سے دونگا کہ آپ نے اس علمی غزوہ میں میرا ہاتھ بٹایا۔

عنایت اللہ وزیرآبادی گجرات پنجاب

(اڈیٹر اہل حدیث امرتسر نے ذیل کا نوٹ بھی لکھا) ۲۳ مارچ کے پرچے میں صاف لکھا تھا کہ انعامی رقم میں

سے پچیس فی صدی اشاعت میں آنا چاہیے۔ حافظ صاحب نے اغیار کو تو ایک صد دینے کا وعدہ کرلیا لیکن اہل حدیث کے اعلان کی منظوری ظاہر نہ کی۔ شائد السکوت فی معرض البیان ، بیان ۔ اہل حدیث امرتسر ۔ ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء۔

اڈیٹر اہلحدیث امرتسر کی زرطلبی کا جواب حکیم عبداللطیف عارف اڈیٹر اخبار سنیاسی نے جو دیا، وہ درج ذیل ہے

بخدمت جناب اڈیٹر صاحب اہل حدیث امرتسر

السلام علیکم ورحمۃ اللہ۔ آپ نے جو ۲۳ مارچ اور ۲۰۔ اپریل ۱۹۳۴ء کے اہل حدیث میں انعامی رقم کے وصول ہونے پر پچیس فیصدی اشاعت فنڈ کے لئے طلب فرمایا ہے۔

اس کے جواب میں حافظ قاری عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے ارشاد فرمایا ہے کہ ہم اس تحریک کے شروع میں ہی اپنے دوستوں میں اعلان کر چکے ہیں اگر مرزا بشیر الدین محمود احمد صاحب خلیفہ قادیان نے ہمارا چیلنج منظور کرلیا (چیلنج مرزا غلام احمد صاحب آنجہانی کا ہے جسے منظور کیا گیا ہے۔ عنائت اللہ) جو بظاہر بہت مشکل معلوم ہوتا ہے، تو ہم یقیناً جیت جائیں گے، اور انعام کی تمام رقم قومی ضرورتوں پر خرچ کریں گے۔ حافظ صاحب اس رقم سے ذاتی فائدہ اٹھانے کے خواہش مند نہیں ہیں۔ آپ تسلی رکھیں اور اگر ہو سکے تو اپنے ہمسایہ (مرزا محمود) کو بھی ذرا میدان میں لانے کی سعی فرماویں۔

سنیاسی ۔ گجرات ۱۹۳۴ء

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ)

کافی انتظار کے بعد میاں محمود احمد صاحب قادیانی کے نام (اخبار) اہل سنت والجماعت امرتسر ۸ مارچ ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵ مارچ ۱۹۳۴ء، (اخبار) اہل حدیث امرتسر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء میں میری طرف سے دوسری چھٹی شائع ہوئی جو درج ذیل ہے:

کھلی چٹھی نمبر۲ بخدمت مرزا بشیر الدین محمود احمد قادیانی

بعد از سلام مسنون۔گزارش ہے کہ آنجناب کے نام ایک عریضہ بعنوان بالا اخبار درنجف سیالکوٹ مورخہ ۸فروری ۱۹۳۴ء، اور اخبار سنیاسی گجرات ۱۵ فروری ۱۹۳۴ء میں شائع ہو چکا ہے۔

مؤخر الذکر کا ایک پرچہ بذریعہ جواب طلب رجسٹری آنجناب کی خدمت میں روانہ کیا گیا جسے آپ نے ۱۵۔فروری کو وصول فرمالیا۔مگر مجھے شکائت کرنے پر آپ کے دستخطوں کی نقل ڈاکخانہ قادیان کی طرف سے ۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو وصول ہوئی۔

گو پرچہ کا رجسٹری ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہونا آپ کی توجہ کو مبذول کرانے کیلئے کافی تھا، مگر احتیاطاً اس کی پیشانی پر قلم سے بھی تحریر کر دیا گیا کہ اس کے فلاں صفحہ اور فلاں کالم کو خاص طور پر ملاحظہ فرمائیں۔آج مورخہ ۹ مارچ ۱۹۳۴ء تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ حیران ہوں کہ اتنی تاخیر کیوں؟

پرسوں ۷۔مارچ ۱۹۳۴ء کو گجرات میں ایک اشتہار مطبوعہ قادیان تقسیم ہوا مگر وہ آپ کی طرف سے نہ ہونے کی وجہ سے قابل توجہ نہیں ہے۔

مرزا (غلام احمد) صاحب نے فرمایا ہے کہ میں یہ رقم اپنی مملوکہ جائداد فروخت کر کے ادا کرونگا تا عبرت ہو، مریدوں پر تاوان نہیں۔نیز اس رقم کے ساتھ آپ نے یہ وعدہ بھی فرمایا ہے کہ میں اس شخص کی قرآن دانی اور حدیث دانی اور علمی کمالات کا علانیہ طور پر اقرار کرونگا۔

چونکہ آپ ان کے فرزند ہیں اور نیابت فرما رہے ہیں اس لئے آپ کو مخاطب کیا گیا ہے۔دوسرا کوئی مالک نہیں، اور نہ اس کا اعتراف علم قابل اعتبار ہے۔اور میں اپنی پوزیشن چیلنج کی منظوری میں واضح کر چکا ہوں۔اور یہ بھی واضح رہے کہ چیلنج کے الفاظ نہیں، خلاصہ عرض کیا گیا ہے۔اور اداء مطلب میں کوئی بات نہیں چھوڑی گئی۔

نیز عسل مصفی کے بیان مطابق مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول نے جو اس کے ثبوت پر مزید پانچ

ہزار روپیہ کا اپنی جیب خاص سے وعدہ فرمایا ہوا ہے، اس کے حصول کی کیا صورت ہے۔

نوٹ ۔ یہ دوسری چٹھی بھی اخبارات میں شائع ہو چکی ہے۔ اور مثل سابق کل ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو رجسٹری ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گی۔ ان شاء اللہ۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات، پنجاب۔

اخباری اشاعت کے بعد اس دوسری چٹھی کو مندرجہ بالا نوٹ دے کر ایک عام اشتہار کی صورت میں بھی شائع کیا گیا اور بحسب وعدہ کئی ایک اشتہارات رجسٹری ہو کر خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے ۔مگر جواب ندارد۔

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ) آخر جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے مجھے تیسری چٹھی بھی ارسال کرنی پڑی۔ جو اخبار اہل سنت والجماعت امرتسر یکم مئی ۱۹۳۴ء، (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۳ مئی ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵ جون ۱۹۳۴ء، (اخبار) مسلمان سوہدرہ ۱۵ مئی ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔

کھلی چٹھی نمبر ۳ بخدمت میاں بشیر الدین محمود احمد قادیانی

ار سلنا اليهم اثنين فكذ بو هما فعزز نا بثا لثٍ ۔(يس:١٤)

فان لم يستجيبوا لك فاعلم انما يتبعون اهوائهم، (القصص:٥٠)

انما يستجيب الذين يسمعو ن و المو تى يبعثهم الله ثم اليه يرجعو ن (الانعام:٣٦)

(پیشتر ازیں) ہم نے ان (حضرت) کی طرف دو (عریضے) بھیجے۔ جن کا انہوں نے (بصورت اعراض) انکار کر دیا ۔تو پھر ہم نے (انہیں جگانے کے لئے یہ) تیسرا (عریضہ) ارسال کیا (ہے کہ شاید وہ اس پر ہی متوجہ ہوں)

پس اگر وہ تجھے اب بھی جواب نہ دیں، تو سمجھ لے کہ وہ علمی زندگی سے محروم ہیں، کیونکہ جواب کی توقع تو ان سے ہوا کرتی ہے، جو زندہ ہوں۔ بھلا مردے کیا خاک جواب دیں گے۔

بعد از سلام مسنون۔ گذارش ہے کہ دوسری چٹھی بھی آپ کے نام سے شائع ہو کر ۲۳ مارچ ۱۹۳۴ء کو بذریعہ جواب طلب رجسٹری آپ کی خدمت میں روانہ ہوئی جسے آپ نے ۲۴ مارچ کو وصول فرمالیا اور ۲۴ کو مجھے آپ کی دستخطی رسید بھی موصول ہوگئی۔ مگر افسوس کہ آج ۲۸۔ اپریل ۱۹۳۴ء تک آپ کی طرف سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی۔ تعجب ہے کہ اتنی تاخیر کیوں؟

آپ کو یاد ہوگا کہ سترہ سال کی عمر میں آپ نے سب سے پہلی تقریر جو بقول خود بے خبری کے عالم میں بہت بڑی امنگ سے ایک امید پر فرمائی تھی کہ میں لقمان ثانی کا فرزند ہوں اور مجھے ابھی سے ہدایت ہو رہی ہے کہ ولا تصعر خدك للناس ۔خلیفہ بن کر لوگوں سے بے رخی نہ کی جئو۔ مگر افسوس کہ آج جری اللہ کا فرزند خلیفہ ہو کر آپ اتنی بے رخی برت رہے ہیں کہ میں اب تک اپنے عریضوں کے جواب سے محروم ہوں۔

خلیفہ اول کو تو اس استقرائی قاعدہ پر اتنا وثوق تھا کہ انہوں نے پانچ ہزار روپیہ اپنی جیب خاص سے اس پر مستزاد فرمایا۔ اگر آپ کو بھی اس پر اسی طرح وثوق ہوتا تو ضرور تھا کہ آپ بھی اس میں دل چسپی لے کر حسب مقدرت اپنی جیب خاص سے اس پر کچھ اور رقم بڑھاتے اور اپنے باپ کا قائم مقام اور صحیح خلیفہ بن کر اس کے چیلنج کی پرزور حمایت کرتے۔ مگر یہاں تو معاملہ ہی برعکس ہے، کہ میں للکارتا ہوں اور آپ خاموش۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ وسعت نظری اور کثرت مطالعہ کی وجہ سے اپنے ابا جان اور خلیفہ اول کی کمزوری محسوس کرتے ہوئے اس کی حمایت پر تیار نہیں ہوتے۔ اور مسند خلافت اور قومی قیادت اس کے اظہار سے آپ کو مانع ہو رہی ہے جو کسی طرح بھی آپ کی شان کے لائق نہیں۔

ہاں یاد آیا کہ اوائل عمر میں آپ نے ایک دفعہ اپنے سے بڑے کا چیلنج منظور فرما کر خالی بندوق سے جب اس کی کنپٹی پر نشانہ لگایا تو بقول آپ کے اس نے شرمندگی سے اپنی غلطی اور بے وقوفی اور آپ کی سچائی کا صاف صاف اقرار کرلیا۔

ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ آپ اپنے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر اس لئے بھی تیار نہ ہوں کہ خدا

نخواستہ تلك بتلك کی صورت میں بمطابق تلك الایا م ندا و لها بین الناس ، کہیں آپ کو علمی چوٹ کھا کر اپنے ابا جان کی غلطی اور میرے علم کا اعتراف نہ کرنا پڑ جائے جو چیلنج کی شرط بمطابق تمام جماعت احمدیہ کے لئے رسوائی کا موجب ہے۔

ابھی کچھ عرصہ نہیں گزرا کہ آپ نے قصور میں تقریر کرتے ہوئے فرمایا کہ: کسی مذہب وملت یا کسی مذہب کے جاننے والے کو میرے سامنے لے آؤ، یا مجھے جہاں کہو میں جاؤ نگا۔،

لیکن جب میں نے خصوصاًوعموماً مخاطب ہونے کی وجہ سے آپ کے ابا جان کا چیلنج منظور کرلیا، جس میں آپ کو نہ کہیں جانے کی ضرورت، اور نہ کسی کو آپ کے پاس آنے کی ضرورت، تو آپ نے خاموش ہو کر اپنا پیچھا چھوڑانے کی ٹھان لی۔

میں جانتا ہوں کہ ہزیمت کا خیال آپ کو آمادگی سے روک رہا ہے۔مگر عقلمندوں کے نزدیک آپ کی اس طرح پر خاموشی بھی تو ہزیمت سے کچھ کم نہیں۔آپ کی ارادت میں جو شاعرانہ تخیل ظاہر کیا گیا ہے

مقابل ہو اس کا یہ طاقت ہے کس میں
غرور اس نے توڑا ہے دشمن کا سارا
عدوّ میں رہی اس کا چیلنج سن کر
نہ اٹھنے کی طاقت نہ چلنے کا یارا
وہ ابن جری ہے وہ شیر خدا ہے
کہ اس کے مقابل جو آیا وہ ہارا

اس کی جس قدر بھی داد دی جائے، کم ہے اور آپ بھی اس پر خوش ہوں کہ یہ گدی نشینی کا ثمرہ ہے۔مگر امر واقع یہ ہے کہ آج تک آپ نے کسی میدان مبارزت میں اتر کر اپنے علم وعرفان کا کبھی ثبوت نہیں دیا۔

جہاں تک مجھے معلوم ہے آپ کو اپنی خلافت کے ایام میں اب تک صرف تین ہی مواقع مبارزت

پیش آئے ،مگر افسوس کہ آپ ان میں سے کسی ایک کے لئے بھی تیار نہ ہو سکے:

ا۔مولانا ثناءاللہ صاحب (امرتسری) کے بالمقابل تفسیر نویسی سے آپ نے اپنی بے بضاعتی کی بنا پر گریز فرمایا۔

۲۔مولانا محمد شریف (گھڑیالوی) کی دعوت مباہلہ کو آپ نے کئی نامناسب حیلوں سے ٹال دیا۔

۳۔اب جب کہ خادم نے آپ کے ابا جان کے چیلنج کی منظوری شائع کر دی تو آپ ایسے خاموش ہوئے کہ گویا جسم میں جان ہی نہیں۔

کیا اولوالعزمی اسی کا نام ہے؟ کیا للکار کر غائب ہو جانا بہادری ہے؟ مگر میں اب بھی مایوس نہیں۔ شائد یہ تیسری چٹھی جو آخری چٹھی ہے،اور بمثل سابق رجسٹری ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہو گی آنجناب میں کوئی حرکت پیدا کر دے۔ورنہ مثل مشہور ہے کہ:

شیر قالین دگراست شیر نیستان دگراست

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔پنجاب

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ) خیال تھا کہ چٹھی نمبر ۳ کا جواب ضرور آئے گا۔ابھی انتظار ہی میں تھا کہ مولانا غلام رسول صاحب (قادیانی راجیکی) ۱۵ جون ۱۹۳۴ء کو میرے پاس تشریف لائے اور بطور استفادہ قرآن مجید کے چند مشکل مقاموں کی بابت دریافت فرمایا،جن کا تسلی بخش جواب سن کر آپ نے تصویب فرمائی ۔اور پھر میری تصنیف کردہ عربی تفسیر طلب فرما کر دیر تک ملاحظہ فرماتے رہے۔پھر واپس جا کر آپ نے میرے نام ایک عربی رقعہ ارسال فرمایا کہ اس مبارزت کے لئے میں تیار ہوں۔

مولوی (غلام رسول) صاحب کے نام سے آج تک کوئی عربی کتاب شائع نہیں ہوئی۔شائد وہ اس رقعہ سے اپنی عربیت کا اظہار چاہتے ہوں،جس کا ان سے کوئی مطالبہ نہیں۔رقعہ جہاں عبارت کے لحاظ سے دل چسپ ہے، وہاں مضمون کے اعتبار سے بھی کچھ کم نہیں۔مگر افسوس کہ میں اسے اس جگہ شائع نہیں کر سکا۔اگر مولوی صاحب اس کی اشاعت ضروری سمجھتے ہوں تو وہ اس کی ٹھیک ٹھیک نقل شائع کر دیں۔میں نے جو کچھ اس

کا جواب دیا وہ درج ذیل ہے۔

مولانا غلام رسول صاحب آف راجیکے

بعد از سلام مسنون۔ آپ کے عربی گرامی نامہ کے جواب میں معروض ہوں کہ توفّی کی بابت مرزا صاحب آنجہانی کے چیلنج کی منظوری میں ان کے فرزند ارجمند میاں محمود احمد صاحب کے نام اخبارات میں شائع کرا چکا ہوں۔ اور پے در پے موصوف کے نام تین مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ جواب طلب رجسٹری روانہ کر چکا ہوں جن کا تا حال موصوف کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔

کل آپ نے میرے پاس تشریف لا کر میری شائع کردہ عربی تفسیر آیات للسائلین کو ملاحظہ فرما لیا کہ اس میں ان دلائل کا کوئی ذکر نہیں جن کی بنا پر آنجہانی کا چیلنج منظور کیا گیا ہے۔ مجھے آپ کا ہر طرح ادب ملحوظ ہے مگر اس باب میں امام صاحب کے سوا کسی دوسرے سے خطاب ہرگز مناسب نہیں۔

اگر آپ کو ان دلائل سے آگاہی مطلوب ہے، تو آپ موصوف (مرزا محمود) کو اپنے ابا جان (مرزا غلام احمد) کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ فرما کر رقم موعودہ میں سے مبلغ یک صد روپیہ کا انعام حاصل کریں جس کا میں اڈیٹر الفضل کے جواب میں اعلان شائع کر چکا ہوں۔

۱۶۔ جون ۱۹۳۴ء، عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔ پنجاب

حکیم عبداللطیف عارف اڈیٹر سنیاسی کی رائے

ایک عرصہ سے اخبار سنیاسی کے کالموں میں حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی کی طرف سے دعوت مناظرہ کے لئے پے در پے تین چٹھیاں شائع ہو چکی ہیں، جو معلوم ہوا ہے کہ حافظ صاحب نے بصیغہ رجسٹری مرزا صاحب موصوف کے نام بھیج کر باقاعدہ رسیدیں بھی حاصل کر لی ہوئی ہیں۔

حافظ صاحب کا دعوی ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی کا یہ دعوی کہ لفظ توفی کے معنی موت کے سوا

کچھ نہیں، اگر کوئی شخص ثابت کر دے تو ہم ایک ہزار روپئہ انعام دیں گے، بالکل غلط ہے۔ میں ثابت کرنے کو تیار ہوں۔ان کے فرزند رشید (مرزا محمود احمد) انعامی رقم جمع کرادیں اور میدان میں اتریں۔

مگر ابھی تک سکوت کامل اور صدائے برنخواست کا معاملہ ہے کیونکہ باوجود ہمارے دریافت کرنے کے بھی مقامی جماعت قادیان کے بڑے کارکن ملک عبدالرحمٰن خادم نے تسلی بخش جواب نہیں دیا۔

ہم نے عرض کیا کہ (اخبار) سنیاسی کے کالم معقولیت کے ساتھ آپ کے مراسلات بھی شائع کرنے کیلئے حاضر ہیں بشرطیکہ مختصر ہوں جیسے حافظ صاحب موصوف کے مدلل اور مختصر ہیں۔

آپ نے وعدہ بھی فرمایا مگر مراسلہ نہیں بھیجا۔اب ناظرین سنیاسی اندازہ فرمالیں کہ یہ خاموشی کیوں ہے۔

البتہ ایک بات جو آپ نے کہی تھی کہ ہم خلیفہ صاحب کی طرف سے ایک شخص کو نمائندگی کی سند کامل دلوا سکتے ہیں، حافظ صاحب بھی اپنی جماعت کی طرف سے سند حاصل کرلیں۔

یہ حجت حافظ صاحب کے سامنے پیش کی گئی تو انہوں نے فرمایا کہ بے شک، چشم ماروشن دل ماشاد۔ (مجھے یاد نہیں، شائد علی سبیل التنز ل ایسا کہا ہوگا۔ ورنہ آنجہانی کے چیلنج میں یہ شرط موجود نہیں۔عنایت اللہ) اس مسئلہ پر بحث کرنے کے لئے سند نمائندگی کی ایک نقل ہمیں بھیج دیں اور ایک الفضل میں شائع کرادیں۔ہم اپنی نمائندگی کی ایک نقل انہیں بھیج دیں گے اور ایک سنیاسی میں شائع کرادیں گے۔اب دیکھنا یہ ہے کہ قادیانی جماعت اور اس کے خلیفہ کیا جواب دیتے ہیں۔

(اخبار) سنیاسی گجرات۔۲۵ جولائی ۱۹۳۴ء۔

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ) پھر میں نے اپنی ہر سہ چٹھیوں کے جواب سے مایوس ہو کر مولوی محمد علی صاحب (لاہوری) کو آنجہانی (مرزا غلام احمد) کے چیلنج کی حمایت پر توجہ دلائی جو بعنوان اطلاع نامہ (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۲۸ جون ۱۹۳۴ء، (اخبار) سنیاسی گجرات ۵ جولائی ۱۹۳۴ء میں شائع ہوئی۔ بلکہ (اخبار) تنظیم (اہل حدیث) نے اسے مندرجہ ذیل نوٹ دے کر شائع فرمایا کہ:

حافظ عنایت اللہ صاحب کو اپنی مطبوعہ چٹھیوں کا قادیان سے جواب نہ آنے کی شکایت ہے۔لیکن ناظرین جانتے ہیں کہ امیر جماعت اہلحدیث (حافظ محمد شریف گھڑیالوی) کے اشتہار مباہلہ نمبر ۴ کو آج دو سال سے زائد عرصہ گذر چکا ہے، مگر خلیفہ قادیان کی طرف سے تا ہنوز کوئی آواز نہیں آئی۔آخر خلیفہ صاحب بے چارے کہاں تک جواب دیتے جائیں۔خیر اب حافظ صاحب نے چھوٹی امت (لاہوریوں) کو بلایا ہے۔دیکھیں کیا ہوتا ہے۔حقیقت یہ ہے کہ

نہ خنجر اٹھے گا نہ تلوار ان سے
یہ بازو مرے آزمائے ہوئے ہیں

اطلاع نامہ بخدمت مولوی محمد علی ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب آنجہانی نے ازالہ اوہام میں توفّی کی بابت جو انعامی چیلنج کیا ہوا ہے، اس کی اندرونی شہادتوں کی بنا پر اس کے ذمہ دار اب میاں محمود احمد صاحب قادیانی ہیں اور میں اس کا صحیح مخاطب ہوں۔

غالباً آپ نے اخبارات میں پڑھا ہوگا کہ میں اس چیلنج کو منظور کر چکا ہوں۔اور پے در پے تین مطبوعہ چٹھیاں میاں (محمود احمد) صاحب کی خدمت میں بذریعہ جواب طلب رجسٹری روانہ کر چکا ہوں جن کی رسیدیں بھی موصوف کے دستخط ہو کر مجھے مل گئی ہیں۔مگر افسوس کہ موصوف کی طرف سے ابھی تک کوئی جواب نہیں آیا۔اور نہ آئندہ اس کی کوئی امید ہے۔اس لئے اب میں بحسب ارشاد نبوی ﷺ و لا یطلب ھا ر بھا ۔(الحدیث) (کہ اگر دشمن جان چرا کر بھاگ نکلے تو اس کا تعاقب مت کرو) موصوف کا پیچھا چھوڑتا ہوں۔

ازالہ اوہام میں جس کا چیلنج منظور کر چکا ہوں، مرزا (غلام احمد) صاحب نے تفسیر القرآن کا تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ :

میں اس بات کو صاف صاف بیان کرنے سے رہ نہیں سکتا کہ یہ میرا کام ہے۔ دوسرے سے ہرگز ایسا نہیں ہوگا جیسا مجھ سے یا جیسا اس سے جو میری شاخ ہے، اور مجھ میں ہی داخل ہے۔

اسے پڑھ کر مجھے خیال آیا کہ میں اتمامًا للحجۃ آپ کو بھی مخاطب کر دیکھوں کیونکہ انگریزی تفسیر القرآن کی وجہ سے آپ اسکے مصداق ہوکر آنجہانی کی شاخ اور ان میں داخل ہیں۔ اور آپ کا اعتراف علم بھی ایک حد تک ان کے اعتراف کا قائم مقام ہوسکتا ہے۔ لہذا اطلاعاً عرض ہے کہ میاں (محمود) صاحب کا ذاتی ذکر چھوڑ کر ہر سہ چٹھیوں کے باقی مضمون میں، میں آپ کو مخاطب کرتا ہوں ۔امید ہے کہ آپ موصوف خائف نہ ہوں گے بلکہ اس قلم کو حرکت دیں گے جو نومبر ۱۹۰۶ء میں آپ کو آنجہانی کی معرفت اس لئے دیا گیا کہ آپ ہمارے خلاف اعلیٰ مضمون تحریر کر سکیں۔

نیز میں اس اطلاع کے ہمراہ احتیاطاً ہر سہ مطبوعہ چٹھیاں بھی بذریعہ جواب طلب رجسٹری آپ کی خدمت میں ارسال کرونگا۔ اور ہر ایک چٹھی کے جواب کے لئے بحسب ترتیب ایک ایک ہفتہ میعاد مقرر کرتا ہوں جو تاریخ وصولی سے شروع ہوگی۔ عنایت اللہ وزیر آبادی۔ گجرات۔

جواب اطلاع نامہ:

مکتوب الیہ (مولوی محمد علی لاہوری) کی طرف سے میرے اطلاع نامہ کا ابھی کوئی جواب نہیں آیا تھا کہ خاں صاحب چوہدری منظور الٰہی سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے پیغام صلح لاہور مورخہ ۷ جولائی ۱۹۳۴ء میں بعنوان بالا ارقام فرمایا:

مولوی عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی (ضلع گجرات، پنجاب) نے اخبار سنیاسی گجرات میں حیات مسیح کے موضوع پر اطلاع نامہ کے نام سے ایک مضمون لکھا ہے جس میں ہمیں بھی مخاطب کیا گیا ہے۔ ان کی تحریر کا جواب عرض ہے (جواب کیا ہے، ازالہ سے آنجہانی مرزا کا اشتہار چیلنج جس کی میری طرف سے بجمیع اجزاء منظوری شائع ہوچکی ہے، بلاضرورت نقل کر کے فرمایا کہ) ظاہر ہے کہ اس اشتہار کے مخاطب خاص طور پر مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے جو اشتہار کی اشاعت کے بعد قریباً بیس سال تک زندہ رہے۔ نہ

ان کو، اور نہ حضرت مسیح موعود کے ہم عصر مخالف مولوی کو، اس مقابلہ کی کبھی جرأت ہوئی۔ اب چونکہ تینتالیس سال کے بعد آپ نے اس مقابلہ میں آنے کی جرأت کی ہے، اس لئے اب طرفین کے دلائل کے موازنہ کی ایک ہی صورت ہوسکتی ہے کہ آپ اس بارہ میں پبلک کے سامنے اپنے دلائل پیش کریں، ہم اس کی تردید میں اپنے دلائل پیش کرینگے۔ پبلک خود غلط یا صحیح کا اندازہ لگالے گی۔

جب انعامی مقابلہ سے اتنا عرصہ آپ کے بزرگ علماء گریز کرتے رہے۔ خصوصاً وہ جو خاص طور پر اس کے مخاطب تھے، تو اب ہمارے ساتھ مقابلہ کی یہی صورت ہوسکتی ہے کہ طرفین اپنے اپنے دلائل پبلک میں پیش کردیں۔ جب آپ کے بڑوں سے ہم خائف نہ ہوئے جنہوں نے تکبر سے بڑے بڑے دعوے کئے تو آپ سے خائف ہونا جس کا کوئی اثر اپنی جماعت پر بھی نہیں، ایک بے معنی بات ہے۔

خدا کے فضل سے جماعت احمدیہ کا ہر ایک عالم ایسے مقابلہ کے لئے تیار ہے۔ اس لئے یہ ضروری امر نہیں کہ سلسلہ کے بزرگ ہی آپ سے مخاطب ہوں۔ اگر مولوی صاحب کے پاس حق ہے تو پبلک کے سامنے پیش کرنے میں ان کو تامل نہ ہونا چاہیے۔ آخر رات دن ان کی جماعت کی طرف سے ہمارے خلاف رطب و یابس شائع ہوتا ہی رہتا ہے، وہ بھی اپنا زور لگالیں۔

محمد منظور الٰہی آنریری جائنٹ سکرٹری

(حافظ عنایت اللہ لکھتے ہیں) میری طرف سے اس کا جواب الجواب، (اخبار) اہل سنت و جماعت امرتسر ۱۶۔ جولائی ۱۹۳۴ء؛ (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۱۲۔ اگست ۱۹۳۴ء۔ (اخبار) سنیاسی گجرات ۱۵۔ اگست ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے:

پیغامیوں کے خاں صاحب کی مداخلت کا جواب

مولوی محمد علی صاحب کے نام تنظیم روپڑ میں شائع شدہ طلاع نامہ معہ ہر سہ چھٹیوں کے بحسب وعدہ ان کی خدمت میں بذریعہ جواب طلب رجسٹری بھیجا گیا جسے انہوں نے ۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو ڈلہوزی

میں وصول فرمایا۔

ادھر چوہدری محمد منظور الٰہی صاحب سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور نے سنیاسی گجرات میں شائع شدہ اطلاع پڑھ کر ۲۷ جولائی ۱۹۳۴ کے پیغام صلح میں (جو ۱۹ جولائی کو ایک دوست نے مجھے عاریۃً لا کر دیا) جلدی سے مولوی صاحب موصوف کو ارشاد الٰہی لا يستجيب له الى يوم القيامة کا مصداق ٹھہرا دیا کہ موصوف ہرگز جواب نہ دیں، جو شائد ان کے قیافہ مطابق درست ہو مگر میں میعاد ختم ہونے ضرور انتظار کرونگا۔ ان شاء اللہ

خان صاحب! آپ کا یہ ارشاد کہ گویا میں نے حیات مسیح پر کوئی مضمون لکھا ہے، سراسر غلط اور خلاف واقع ہے۔

شائد آپ نے اسے بمطابق لا یکادون یفقھون قولا سوچ سمجھ کر پڑھا ہی نہیں یا بحسب ارشاد الٰہی یبغونها عوجا ایک سیدھے اور صاف علمی بحث میں خواہ مخواہ الجھن پیدا کرنے کا خیال ہے، یا پھر بمصداق دو اور دو چار روٹیاں، حیات و ممات کا خیال جو آپ کے دماغ میں سمایا ہوا ہے، اسی کا اظہار ہے۔

مرزا صاحب آنجہانی کا دعوی جسے آپ نے بھی ازالہ اوہام کے حوالہ سے نقل کیا ہے کہ:

جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی ہے کسی قول قدیم وجدید سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا ہو۔

اگر میں مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کی پیدائش سے بھی صدیوں پیشتر کا حوالہ دے کر غلط ثابت کردوں تو اسے حیات و مماۃ مسیح سے کیا تعلق۔

خاں صاحب! آپ کا میری بابت یہ خیال درست اور بجا ہے کہ مجھے اپنی جماعت میں ہبل کا درجہ ہرگز حاصل نہیں اور نہ ہی میں بمنزلہ ہبل ہوں۔ میں تو اپنی جماعت کا بھائی اور خادم ہوں اور وہ آزاد ضمیر بت شکن ہیں، بت پوجک اور ضمیر فروش نہیں۔ آپ خوب بے دھڑک ہو کر اپنے امیر کی بابت اعلی الهبل کا نعرہ لگائیں اور لنا عزى و لا عز لكم کے بعد خوب گیت گائیں۔ موحدوں

کے پاس اللہ اعلی و اجل اور اللہ مو لا نا ولا مو لا لکم سے بہتر اسکا کوئی جواب نہیں خاں صاحب! اگر آپ کبیدہ خاطر نہ ہوں میں نے آپ کو خائف نہیں بتایا۔ ہاں آپ کے امیر صاحب (مولوی محمد علی) کے متعلق عدم خوف کی توقع ظاہر کی ہے مگر شاباش آپ کی ارادت کے کہ آپ نے میری توقع کے خلاف موصوف کو خائف ثابت کر کے چھوڑا ہے۔

نیز آپ کا یہ مشورہ کہ میں اپنے دلائل شائع کر دوں جن کے جوابات شائع ہو کر پبلک پر فیصلہ چھوڑ دیا جائے، کسی طرح بھی ٹھیک نہیں بلکہ تجربہ اور مشاہدہ کے خلا ف ہے کیونکہ کسی نزاع پر بھی کسی فریق کے پاس پبلک کا فیصلہ موجود نہیں جسے بطور نظیر پیش کیا جا سکے۔ برخلاف اس کے منصف کا فیصلہ جس کی طرف میں آپ کے امیر صاحب کو توجہ دلا چکا ہوں، موجود ہے جو طلب کرنے پر بھیجا جا سکتا ہے۔۲۱ جولائی۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات پنجاب

(ہاں اگر آپ کے امیر یا دوسروں کے خلیفہ علمی اور روحانی طور پر زندہ ہوتے اور پھر دیانتاً وہ کوئی ایسی درخواست کرتے تو البتہ میں اسے بحسب ارشاد نبوی لوکان مطعم بن حیاً الحدیث اخرجہ البخاری ۔مناسب طور پر منظور کر لیتا ۔آپ جیسے چیلنج کی رو سے قابل خطاب نہیں)

اس کے ساتھ ہی مولوی محمد علی صاحب لاہوری کے نام بعنوان یاددہانی ایک مکتوب (اخبار) اہل سنت و جماعت امرتسر ۲۶ جولائی ۱۹۳۴ء (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ ۲۔اگست ۱۹۳۴ء (اخبار) سنیاسی گجرات ۵۔اگست ۱۹۳۴ء میں شائع کرایا جو درج ذیل ہے

بخدمت مولانا محمد علی صاحب ایم اے امیر جماعت احمدیہ لاہور

بعد از سلام مسنون گزارش ہے کہ آپ کے نام شائع شدہ اطلاع نامہ معہ ہر سہ مطبوعہ چھٹیوں کے بذریعہ جواب طلب رجسٹری بحسب وعدہ ارسال کیا گیا ہے۔ جسے ۷ جولائی ۱۹۳۴ء کو ڈلہوزی میں آپ نے وصول فرمایا۔ اور ۹ جولائی کو مجھے آپ کی دستخطی رسید موصول ہوگئی۔ مگر آج ۲۱ جولائی تک آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا باعث تاخیر کیا ہے؟ اگر آپکو کچھ اور مہلت درکار ہے تو میں تین ہفتے اور بڑھا دیتا ہوں۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات پنجاب

مولانا عبدالمجید اڈیٹر مسلمان کی رائے۔ا

مرزائیوں کا سکوت

مرزا جی آنجہانی نے ایک موقع پر لکھا تھا کہ لفظ توفی کے معنی موت کے سوا کچھ نہیں اگر کوئی شخص قرآن مجید سے یہ ثابت کردے تو ہم ایک ہزار روپئہ انعام دیں گے

مرزا جی کا یہ اعلان بہت کم لوگوں کی نظروں سے گزرا ہے کیونکہ اس قسم کے اعلان وہ اکثر شائع کر کے محفوظ ہی رکھا کرتے تھے تاکہ عام لوگ اسے پڑھ بھی نہ سکیں اور ہم بھی سچے سچے رہیں کہ شائع کردیا۔

اب حسن اتفاق سے یہ چیلنج کہیں حافظ عنایت اللہ صاحب گجراتی کی نظر سے جو گذرا تو آپ نے جھٹ مرزا جی کے روحانی اور جسمانی جانشین مرزا محمود کو یہ لکھا کہ آپ اپنے باپ کے قائم مقام ہونے کی حیثیت سے ایک ہزار روپئہ بطور امانت جمع کریں میں قرآن مجید ہی سے اس کا ترجمہ دکھانے کے لئے تیار ہوں۔

ایک دوبار نہیں خلیفہ جی کو بذریعہ اخبارات کئی بار متوجہ کیا گیا مگر صدائے برنخواست۔ حافظ صاحب نے مرزا جی کی ڈیوڑھی کا دوسرا دروازہ کھٹکھٹایا یعنی امیر جماعت لاہور کو مخاطب کیا کہ شائد وہی اٹھیں اور مرزا جی کی لاج رکھیں مگر افسوس کہ وہ بھی نہ بولے اور انہوں نے بھی چپ سادھ لی۔

ہم حیران ہیں کہ یہ لوگ کیوں اس سے گریز کر رہے ہے۔ کیا اب انہیں اپنی کمزوری محسوس ہوگئی ہے۔ یا لدھیانہ والے تین سو کی طرح یہ ایک ہزار روپئہ بھی چلے جانے کا اندیشہ ہو رہا ہے۔ آخر کوئی نہ کوئی وجہ تو ضرور ہے۔ کیا خلیفہ محمود یا مولوی محمد علی صاحبان میں سے کوئی صاحب جواب کی تکلیف گوارا فرمائیں گے۔ مسلمان سوہدرہ یکم اگست ۱۹۳۴ء

امیر پیغام (مولوی محمد علی لاہوری) کے جواب کی ابھی انتظار ہی تھی کہ خان صاحب پھر دوبارہ بے بلائے تشریف لائے اور ۱۶۔ اگست ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح لاہور میں آپ نے مندرجہ ذیل مضمون شائع فرمایا:

مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی کے چیلنج کی حقیقت

مولوی عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی گجراتی نے ۲۸ جون ۱۹۳۴ء کے تنظیم اہل حدیث میں ایک اطلاع نامہ بنام حضرت امیر شائع کیا تھا جس میں بڑے تکبر سے لکھا تھا کہ:

امید ہے کہ آپ موصوف کی طرح خائف ہوں گے بلکہ اس قلم کو حرکت دیں گے جو نومبر ۱۹۰۶ء میں آپ کو آنجہانی کی معرفت اس لئے دیا گیا تھا کہ آپ ہمارے خلاف اعلیٰ مضامین تحریر کرسکیں۔

الفاظ کا مطلب صاف ہے کہ گویا مولوی صاحب کو دلائل کا ایسا ذخیرہ ہاتھ آگیا ہے جس سے ہماری جماعت کے بزرگ خائف ہورہے ہیں۔

اس پر میں نے مولوی صاحب اور پبلک کے سامنے حضرت صاحب کے چیلنج کی اصل عبارت رکھ کر لکھا کہ اس کے مخاطب جیسا کہ حوالہ سے ظاہر ہے مولوی محمد حسین صاحب سرگروہ وہابیاں تھے وہ اس چیلنج کی اشاعت کے بعد قریباً بیس سال زندہ رہے۔ ان کو، نہ حضرت مسیح موعود کے ہم عصر مخالف مولویوں کو اس مقابلہ کی کبھی جرأت ہوئی۔ پھر جب نصف صدی کے قریب کوئی وہابی اس مقابلہ کے لئے نہ اٹھا تو اب مولوی عنایت اللہ ایں جہانی کے لئے صحیح راہ یہ ہے کہ اپنے دلائل پبلک کے سامنے پیش کریں خود ان کے چیلنج کی حقیقت ظاہر ہوجائے گی۔ اور یہ کہ جب ہم ان کے بڑوں سے خائف نہیں ہوئے جنہوں نے تکبر سے بڑے بڑے دعوی کئے تو ایسے آدمی سے خائف ہونا جس کا اپنی ہی جماعت پر کوئی اثر نہیں، نہ جس کی کوئی علمی قابلیت ہے، بے معنی بات ہے۔

میری اتنی سی بات پر مولوی صاحب آپے سے باہر ہوگئے ہیں اور ہمیں پیغامی پکارنا شروع کردیا۔ جب میں نے حضرت مسیح موعود کا اصل چیلنج جو توفّی کے بارہ میں تھا بجنسہٖ نقل کردیا تو بقول مولوی صاحب میں نے کون سی سراسر غلط اور خلاف واقع بات کی۔ بدیں وجہ لا یکادون یفقھون قولا یبغونھا عوجاً خود انہیں پر صادق آتا ہے۔ اس کی ایک دوسری وجہ یہ بھی ہے کہ میں نے کسی جگہ بھی ان کو ہبل کا درجہ نہیں دیا لیکن ان کو خود ہبل بننے کا شوق پیدا ہوگیا ہے۔ دوسرے کلمہ گووں کو بت پوجک اور ضمیر فروش کہہ کر مولوی صاحب آزاد ضمیر اور بت شکن بنتے ہیں لیکن حوصلہ

اتنا ہے کہ تیسرا شخص صحیح فیصلہ کی ایک راہ پیش کرے تو اس پر اتنی ناراضگی فرماتے ہیں کہ:
کسی نزاع پر بھی کسی فریق کے پاس پبلک فیصلہ موجود نہیں۔

لیکن کیا مولوی صاحب نے کبھی دوسرا پہلو بھی سوچا کہ منصف کا فیصلہ بھی ضدی فریق نہیں مانتا۔ ذرا محمد عبداللہ روپڑی و مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کی نزاع باہمی میں فیصلہ دہندگان کی رائے پڑھیں۔ کیا ان میں سے کسی نے منصفوں کی بات مان لی۔ بلکہ ہر فریق خود ہی سچا بنتا ہے۔

اس لئے مولوی صاحب کے لئے صحیح راہ فیصلہ یہی ہے کہ اپنے دلائل پبلک میں لائیں۔ دوسرا فریق بھی اپنے دلائل پبلک میں رکھ دے گا۔ اس بات کا کوئی ٹھیکیدار نہیں بن سکتا کہ ساری پبلک ایک شخص کے دلائل مان لے یا ایک منصف کا فیصلہ قبول کر لے۔ تیرہ سو سال سے اسلام اور عیسویت اور خود شیعہ سنی کا اندرونی جھگڑا نہ فریقین کے دلائل سے طے ہوا اور نہ منصفوں کے فیصلوں سے بلکہ برابر طور سابق چلا جا رہا ہے۔

پھر مولوی صاحب ایسے کون سے دلائل اور کونسا منصف لے آئیں گے جسے ساری دنیا قبول کر لے گی۔ باقی میری ارادت حضرت مولانا صاحب سے بطور ایک حق پرست بھائی کے ہے۔ آپ اپنی جماعت کے بھائی اور خادم ہیں تو میں بھی اپنی جماعت کا بھائی اور خادم ہوں۔ آپ دوسروں کے وہ حق کیوں چھینتے ہیں جو اپنے لئے برقرار رکھنا چاہتے ہیں ہم خدا کے فضل سے آپ سے بڑھ کر موحد ہیں آپکی موحدیت میں تو مسیح کی فضیلت نے کئی داغ لگا رکھے ہیں لیکن خدا کے فضل سے ہم نے ان داغوں کو بھی دھوڈالا ہوا ہے۔

ہمیں معلوم ہے کہ حضرت مولانا صاحب خدمت اسلام کے کام میں مصروف رہتے ہیں اس لئے یہ ضروری نہیں کہ ایک ایرے غیرے نتھو خیرے کے لئے وہ وقت ضائع کرتے رہیں، جب کہ ایسوں کی خاطر کے لئے انکے دوسرے بھائی موجود ہیں۔ آپ لوگوں کے نزدیک سب سے زیادہ اہمیت فروعی جھگڑے رکھتے ہیں لیکن ہمیں مجبوراً ان میں دخل دینا پڑتا ہے اور ہم چاہتے ہیں کہ اگر مسلمانوں کو خدا سمجھ دے تو وہ اپنی اپنی جماعتوں کی اندرونی اصلاح میں زیادہ وقت دیں بہ نسبت

دوسروں کے ساتھ الجھنے کے وہابیوں کی اپنی جماعت میں اتنی خانہ جنگی ہے جو اہل حدیث کہلانے والی جماعت کے لئے ننگ ہے۔ بہتر ہوتا کہ مولوی عنایت اللہ صاحب اسے منصفوں کے ذریعہ فیصلہ کراتے، چہ جائیکہ دوسروں کے جھگڑے منصفوں سے طے کراتے پھریں۔،

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ) میری طرف سے خاں صاحب کی اس خامہ فرسائی کا جواب اہل سنت و جماعت امرتسر یکم ستمبر ۱۹۳۴ء، تنظیم اہل حدیث روپڑ ۶ ستمبر ۱۹۳۴ء میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے۔

ایرے غیرے نتھو خیرے کی بے جا مداخلت کا جواب

احباب کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب آنجہانی نے اپنے ازالہ میں جو چیلنج کیا ہوا ہے کہ:

اگر کوئی شخص قرآن کریم یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالی کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذوی الروح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے، یعنی قبض جسم کے معنوں میں مستعمل ہوا ہے، تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ نقد دونگا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی و قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔

میں اس کی منظوری پہلے خلیفہ قادیان کے نام پھر امیر جماعت احمدیہ لاہور کے نام اخبارات میں شائع کرا چکا ہوں اور ہر ایک کے نام پے در پے تین مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ جواب طلب رجسٹری بھیج کر ان کی دستخطی رسیدیں بھی وصول کر چکا ہوں۔

خلیفہ صاحب کو چیلنج کی اندرونی شہادتوں کی بنا پر اور امیر صاحب کو ازالہ کے ایک حوالہ کی بنا پر مخاطب کیا گیا۔ مؤخر الذکر کے لئے ایک مطبوعہ اطلاع نامہ میں تین ہفتہ کی میعاد مقرر کی گئی پھر ایک مطبوعہ یاددہانی کے ذریعہ تین ہفتہ میعاد اور بڑھا دی گئی جو ۱۹۔ اگست ۱۹۳۴ء کو ختم ہو چکی ہے، مگر

اول الذکر کی طرح اس سے بھی خاموشی کے سوااور کچھ جواب نہ ہوسکا۔

اس خجالت کو مٹانے کے لئے خان صاحب چوہدری منظور الٰہی جائنٹ سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور بے بلائے تشریف لے آئے، حق تو نہیں تھا مگر پھر بھی ان کی عزت ہی کر دی گئی اور ساتھ یہ کہہ کر کہ جن کو بلایا گیا ہے ان کی انتظار ہے، اشارہ بھی کر دیا گیا کہ آپ کو نہیں بلایا، اور عقل مند کو اشارہ ہی کافی ہوتا ہے۔

اول الذکر کو بلانے پر بھی کئی ایک اصحاب بے بلائے ایک ایک دفعہ بولے۔ اور جواب سن کر خاموش ہو گئے۔ مگر خان صاحب ہیں کہ ۱۶۔ اگست ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح میں بغیر بلائے دوبارہ بول رہے ہیں۔ اب وہی بتائیں کہ ان سے کیا سلوک کیا جائے۔ چلو میں اب بھی ان کی عزت کرتا ہوں۔ آئندہ احتیاط رہے۔

خان صاحب! آپ کی بار بار یہ شکایت کہ چیلنج مولوی محمد حسین صاحب سے مخصوص ہے، ٹھیک نہیں۔ میں اس کے اوپر ذکر کر آیا ہوں جن کو آپ نے بھی غالباً پڑھا ہے۔ اور غور کے بغیر ہی کاتب سے نقل کرا کرے جولائی ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح میں شائع کرایا ہے۔ کوئی شخص کا ترجمہ مولوی محمد حسین صاحب سے تو نہیں ہوسکتا۔ کوئی شخص تو میں بھی ہوں اور ضرور ہوں تو پھر مجھے آنجہانی نے دعوت دے کر بلایا اور للکارا ہے۔ اور میں اس کا صحیح مخاطب ہوں، آپ کی طرح بلا اجازت کھڑا نہیں ہو گیا۔ اور اتنا عرصہ بعد اس کی منظوری کوئی جائے تعجب نہیں کیونکہ وہ غیر موقت تھا، میعادی نہیں، اور کیا تعجب کہ اس کی کمزوری کے ظاہر کرنے کا یہی وقت ہو بشرطیکہ آپ جیسے سدراہ اور آڑ نہ ہوں۔

خاں صاحب! آپ کا یہ عذر بھی کہ یہ ایک فروعی بات ہے اور امیر جماعت، اسلامی خدمات میں مشغول ہونے کی وجہ سے براہ راست اس کی حمایت کرنے پر تیار نہیں ہو سکے ہرگز ٹھیک نہیں۔ بلکہ یہ عذر امیر صاحب کی ہزیمت پر پردہ پوشی ہے کیونکہ چیلنج کرتے وقت آپ کے مجدد صاحب بزعم خود اس سے بھی کہیں زیادہ اسلامی خدمات میں مصروف تھے جب ان کو موہومی خدمت چیلنج سے نہ روک سکی تو آپ کے امیر صاحب کو اس کی حمایت سے کیوں مانع ہوسکتی ہے۔

گو یہ بات میرے نزدیک اصولی تو کیا فرعی بھی نہیں بلکہ ایک علمی مبحث ہے لیکن اگر آپ کے مجدد صاحب آپ کے مشورہ پر عمل کرتے ہوئے انعامی چیلنج دے کر اپنا اور مسلمانوں کا وقت ضائع نہ کرتے تو آج اس کے ہر دو اماموں کو خاموشی کی وجہ سے علمی اور اخلاقی ہزیمت ہرگز نصیب نہ ہوتی ۔اصل بات یہ ہے کہ انہوں نے اسے اہم اسلامی خدمت سمجھ کر اپنی جائیداد فروخت کرنے کا اعلان کیا جس میں آپ کے امیر صاحب کے لئے بھی اسوہ ہے۔ دیگر علمائے سلسلہ تو چیلنج کے وقت بھی موجود تھے مگر وہ ان کے سپرد نہیں کیا گیا اور نہ اس کی حمایت آج ان کے سپرد ہو سکتی ہے۔

خاں صاحب! جو ہبل توڑنے کے لئے پیدا ہوا ہے وہ ہبل نہیں بن سکتا۔ شکر ہے آپ نے بھی میری طرح اپنے لئے جماعت کا بھائی اور خادم ہونا ہی پسند فرمایا ہے۔ ہاں آپ کا امیر آپ کے لئے ضرور ہبل ہے جس کا آپ سے بھی انکار نہیں ہو سکا و ذلك ما كنا نبغ (الکھف:٦٤) اور بمطابق اشر بوا فی قلو بھم العجل (البقرۃ:٩٣) آپ کو اسے توڑنے کی جرأت بھی نہیں۔

خاں صاحب! آپ منصف کو بے سود قرار دے کر انعامی رقم سے گریز فرماتے ہیں مگر آپ کے مجدد صاحب نے نزول المسیح میں اپنی شاعری پر منصف تسلیم فرما کر انعامی رقم بنک میں جمع کرانے کا وعدہ فرمایا بلکہ ایک دوسرے موقعہ پر انہوں نے مولوی محمد حسین صاحب کو منصف مان کر آپ کے پاس ہی رقم جمع کرانے کو تسلیم فرمایا ہے۔

خان صاحب! میں بھی آپ کے اندرونی حالات سے خوب واقف ہوں مگر مداخلت مناسب نہیں سمجھتا۔ اگر جماعت حقہ اہل حدیث نے آپ کو اپنے اندرونی معاملات میں مداخلت کا موقعہ دیا ہے تو آپ بے شک دخیل ہوں لیکن اگر آپ نے بلا اجازت مداخلت شروع کر دی تو آپ کی جیسی کچھ بھی عزت ہو گی ظاہر ہے۔

خان صاحب! آپ کا یہ خیال کہ مجھے آنجہانی کے خلاف دلائل کا کوئی ذخیرہ مل گیا ہے ،۔

درست اور بجا ہے خود آنجہانی کو بھی اپنی زندگی کے آخری ایام میں اپنے چیلنج کی کمزوری معلوم ہو چکی تھی اور میاں محمود صاحب کی بابت تو میں شائع کر چکا ہوں کہ ان کو کثرت مطالع اور وسعت نظری

کی بنا پر دلائل کا کچھ ذخیرہ مل بھی گیا ہے جسے وہ اپنے مریدوں کے خوف سے ظاہر نہیں کر سکتے۔ ہاں مولوی نور الدین صاحب آخر عمر تک اپنے جمود پر قائم رہے کیونکہ یہ ضابطہ انہیں کا تراشیدہ تھا جسے انہوں نے مرزا (غلام احمد) صاحب کے توسط سے شائع فرمایا۔ اب رہے آپ کے امیر صاحب سوان کی بابت میں ابھی تک کوئی رائے قائم نہیں کر سکا چونکہ تلاش کرنے پر چیلنج کے مطابق ہی دلائل میں کامیابی ہوئی ہے اس لئے اس کا اظہار بھی اس کے مطابق ہی مناسب ہے آپ اپنے امیر صاحب کو تیار کریں اور قدرت خدا کا تماشہ دیکھیں۔ اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات۔ پنجاب

مولانا عبدالمجید اڈیٹر مسلمان کی رائے۔۲

امیر قادیانی و امیر لاہوری کیوں خاموش ہیں

حافظ عنایت اللہ صاحب گجراتی جو کچھ عرصہ سے مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب کی تحریر مطبوعہ ازالہ اوہام کی بنا پر مرزائی پارٹی کے دونوں امیروں کو چیلنج دے رہے ہیں (چیلنج مرزا غلام احمد صاحب قادیانی آنجہانی کی طرف سے ہے جسے منظور کیا گیا ہے۔ عنایت اللہ وزیر آبادی) کہ وہ آئیں اور مرزا (غلام احمد قادیانی) صاحب کے الہامی چیلنج کے مطابق مبلغ ایک ہزار روپیہ جمع کریں اور لفظ توفی کے معنی اپنی شرائط کے مطابق سن لیں۔ مگر دونوں امیر ایسے خاموش ہوئے کہ گوئی مردہ اند

پیغام میں میاں منظور الٰہی کچھ بولے ہیں مگر حافظ عنایت اللہ صاحب ایرے غیرے نتھو غیرے کی بے جا مداخلت کو جائز تصور نہیں فرماتے۔ اس لئے وہ آج بھی پھر دونوں امیروں کو چیلنج دیتے ہیں کہ وہ خود میدان میں نکل کر مرزا (غلام احمد) صاحب کی لاج رکھیں اور ان کی نیابت کریں یا اپنا کوئی مسلّمہ وکیل بھیجیں جس کی فتح وشکست ان کی اپنی فتح وشکست سمجھی جائے۔ دیکھیں میاں محمود اور مولوی محمد علی صاحبان اب کیا کہتے ہیں۔

مسلمان سوہدرہ ۱۵۔ ستمبر ۱۹۳۴ء

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ) امیر (مولوی محمد علی لاہوری) صاحب نے تو اپنی نجات خاموشی میں سمجھ کر یوں ہی میعاد گزار دی جوان کی صاف ہزیمت ہے مگر خان صاحب جن کو اس جواب کے عقلاً وانصافاً خاموش ہو جانا لازم تھا، وہ بے چین ہو کر پھر سہ بارہ بول پڑے اور ۱۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح لاہور میں مندرجہ ذیل مضمون شائع فرمایا

مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی اور قدرت خدا کا تماشہ

مولوی صاحب مذکور اخبارات میں بڑے زور سے اپنا پروپیگنڈہ کر رہے ہیں۔ میں نے ان سے اپنے دلائل پبلک میں رکھنے کا مطالبہ کیا تو مولوی صاحب اسے بے جا مداخلت سمجھتے ہیں۔ حالانکہ انہوں نے خود میرا عہدہ بھی ۳۰۔ اگست ۱۹۳۴ کے تنظیم اہل حدیث میں لکھ دیا ہے، اس لئے بحیثیت عہدہ دار جماعت مجھے حق حاصل ہے کہ میں ان کو مخاطب کروں۔

مولوی صاحب کو یہ بھی معلوم ہے کہ حضرت مسیح موعود (مرزا قادیانی) اور جماعت پر مخالفین کی طرف سے جو اعتراضات ہوتے رہتے ہیں ان کے جوابات مختلف علمائے جماعت کی طرف سے دیئے جاتے ہیں۔ ہمارا اخبار جماعت کا اخبار ہے اس لئے اس میں جو تحریریں جماعت کے سرکردہ لوگوں کی طرف سے شائع ہوتی ہیں وہ ذمہ دارانہ حیثیت رکھتی ہیں۔

مولوی صاحب کے نزدیک جب یہ ایک علمی مبحث ہے تو کیوں اپنی علمیت کا زور باہر نہیں نکالتے اور بات کو لمبا کرتے جاتے ہیں۔ ان کو معلوم ہو جائے گا کہ ان کی نئی تحقیق کا کیا حشر ہوتا ہے، باقی ہزیمت اور فتح کی لفاظیاں تو موقع پر کام آئیں گی۔

حضرت مسیح موعود نے جن لوگوں کے سامنے چیلنج رکھا ہے جن میں سب سے مخاطب مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ انہوں نے اپنی خاموشی سے اپنی ہزیمت تسلیم کر لی۔ اب آپ کے نئے دلائل جب دنیا کے سامنے آئیں گے تو پھر پتہ لگے گا کہ آپ کہاں تک اس میں کے مرد ہیں۔

آپ کو علم ہونا چاہیے کہ خاموشی دو طرح پر ہوتی ہے۔ یا تو بقول جواب جاہلاں باشد خاموشی اور یا

علمی کمزوری کی وجہ سے۔سو میرے خیال میں سابقہ اور موجودہ علماء وہابیہ کی موجودگی میں اگر جماعت احمدیہ کے کسی بزرگ نے آپ کو مخاطب کرنا مناسب نہیں سمجھا تو کیوں نہ اسے وجہ اول قرار دی جائے ۔خصوصاً جب کہ آپ کے دلائل ابھی آپ کے دماغ میں مستور ہیں۔علمی ہزیمت تو طرفین کی علمی قابلیت کے اظہار کے بعد ہوا کرتی ہے جس کا اظہار ابھی آپ کی طرف سے بجز لفاظی ہوا ہی نہیں ۔اس لئے وجہ اول ہی خاموشی کی بنا معلوم ہوتی ہے۔

مولوی صاحب کے منہ میں حضرت مسیح موعود کی انعامی رقومات پڑھ پڑھ کر پانی بھر آیا ہے لیکن اس کا افسوس ان کو اپنے علماء وہابیہ پر کرنا چاہیے جو وقت پر میدان میں نہ نکلے ۔مامور من اللہ نے جن کے مقابل تحدی کی وہ نا کام ونامراد چل بسے۔اب آپ کا اور ہمارا مقابلہ ہے اور برابر کی میزان ہے۔

باقی میرے اندرونی حالات کو اللہ تعالی بہتر جانتا ہے۔ پہلے آپ نے حضرت عیسی کو عالم لغیب بنایا اور اب خود علم غیب کے مدعی بنتے ہیں ۔ذاتیات پر آنے سے بھی آپ کا انشاءاللہ کچھ نہ بنے گا اور سوائے خجالت کچھ نصیب نہ ہوگا۔

باقی اخبار بین حضرات کو اچھی طرح معلوم ہے کہ آپ نے ابھی تک اپنی جماعت کی طرف سے کوئی وکالت نامہ پیش نہیں کیا حالانکہ میں تو اپنی جماعت کا ایک عہدہ دار ہوں آپ کی مداخلت اتنے بڑے بڑے جبہ پوش علماء جماعت ناحقہ کی موجودگی میں بے جا سمجھی جاسکتی ہے۔ میری نہیں۔ خصوصاً اسلئے بھی آپ آپ غالباً جماعت تنظیم وہابیہ سے تعلق رکھتے ہیں ،جن کا موجب آپ کی اصطلاح کے ایک ہبل موجود ہے۔

باقی آپ کے مزعومہ دلائل کے ذخیرہ پر کچھ لکھنا قبل از وقت ہے آپ کا علمی ذخیرہ دیکھ کر ہی رائے قائم کی جائے گی اور پتہ لگ جائے گا کہ آپ کا بڑا بول کیا معنی رکھتا ہے۔جب علمی بحث ہے تو لا یئے دلائل اور پھر اس کے مقابل قدرت خدا کا تماشہ دیکھئے۔اس کے سوا اور کوئی صورت نہیں۔

خاکسار منظور الٰہی

میرا جواب (اخبار) اہل سنت و جماعت امرتسر یکم اکتوبر ۱۹۳۴ء (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ۔۴۔ اکتوبر ۱۹۳۴ میں شائع ہوا جو درج ذیل ہے

پیغامی الدالخصام کا اضطراب

مرزا قادیانی نے اپنے چیلنج میں مجھے للکار کر بلایا اور اپنے فرزند میاں محمود احمد کو اس کا ذمہ دار قرار دیا جو اس وقت اس کی جائیداد پر قابض ہے۔

خان منظور الٰہی سکرٹری انجمن احمدیہ اشاعت اسلام لاہور تو بے چارے کیا ان کے امیر صاحب مولوی محمد علی کا بھی چیلنج میں کہیں ذکر نہیں۔ ان کو تو صرف ازالہ اوہام کے ایک حوالہ کی بنا پر مخاطب کر لیا گیا تھا مگر انہوں نے بھی میاں صاحب کی طرح خاموش رہ کر اپنی ہزیمت پر مہر ثبت فرمائی۔

خاں صاحب نے پہلے تو ان کی خاموشی کی وجہ یہ بیان فرمائی کہ وہ اہم اسلامی خدمات میں مصروف ہونے کی وجہ سے جواب نہیں دے سکے مگر پھر اس نامعقول وجہ کا معقول جواب سن کر ۱۵ ستمبر ۱۹۳۴ء کے پیغام صلح میں آپ نے صاف طور پر یوں اعتراف فرمایا کہ انہوں نے اپنی خاموشی سے اپنی ہزیمت تسلیم کر لی۔

خاں صاحب کی نامعقول اور غیر متعلق باتوں کا جو جواب دیا گیا ہے تو وہ ان کی اپنی تحریر مطابق قوماً لداً کا عہدہ دار سمجھ کر ہی دیا گیا ہے۔ مگر اس بات میں وہ چیلنج کے رو سے ہرگز قابل خطاب نہیں

خاں صاحب کی بے جا مداخلت پر جب ان سے دریافت کیا گیا کہ آپ ہی بتائیں کہ آپ سے کیا سلوک کیا جائے تو آپ نے پیغام صلح کے اسی پرچہ میں مجھے طریق سلوک یہ بتایا کہ جواب جاہلاں باشد خاموشی

خاں صاحب! بہت خوب مگر بالآخر میں مکرر عرض کردوں کہ چیلنج کے مطابق ہی دلائل میں کامیابی ہوئی ہے اور اسی کے مطابق ہی ان کا ظہور بھی مناسب ہے اور بس۔

عنایت اللہ وزیر آبادی گجرات

خلیفہ (مرزا محمود احمد قادیانی) اور امیر (مولوی محمد علی لاہوری) کے نام رجسٹری شدہ ہر شش چٹھیوں کے جواب سے مایوس ہو کر جب میں نے بحسب ارشاد نبوی لا یطلب ھا ر بھا (الحدیث) ان کا پیچھا چھوڑ دیا تو مرزا حاکم؟ بیگ نے ایک اور اشتہار شائع کیا۔ جس میں انہوں نے اپنی فطرت وعادت کے مطابق خاکسار پر کئی ایک ذاتی حملے کرتے ہوئے منظور شدہ چیلنج کے چند ضروری فقرے درج فرما کر آنجہانی کے لفظوں میں اس بات کا صاف اعتراف فرمایا کہ بے شک میں اس کا براہ راست اصل مخاطب ہوں اور خلیفہ اصالۃً نہیں بلکہ وکالۃً اس کا ذمہ دار ہے۔ نیز یہ کہ اسے عیسوی حیات وممات سے کوئی واسطہ نہیں مگر مرید غالی کا حق نہیں کہ وہ اپنے پیر کے خلاف زبان اور قلم کو حرکت دے۔ اس لئے مرزا عبداللہ بیگ نے ان کے قابل رحم حال کی ترجمانی کرتے ہوئے ایک اشتہار شائع کیا جو درج ذیل ہے

قطع الوتین من بشیر الدین ۔ا

شھد علیھم سمعھم و ابصار ھم و جلو د ھم بما کا نوا یعملو ن (فصلت:۲۰)

خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کی خدمت میں اس کے انصاف پسند مریدوں کی بزبان حال اپیل

جیسا کہ پیری مریدی اور مروجہ بیعت کا اقتضاء ہے مناسب نہیں کہ آپ کی خدمت میں کچھ عرض کرنے کی جرأت کی جائے۔ مگر چونکہ واقعات کچھ ایسے پیدا ہو گئے ہیں اور ایسی مشکلات درپیش ہیں جن کا حل آپ کی ذات سے وابستہ ہے اسلئے مجبور ہو کر بادب التماس ہے کہ توفی کی بابت مرزا صاحب آنجہانی کا چیلنج جس کی منظوری حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے آپ کے نام اخبارات میں شائع کرائی تھی قابل تنسیخ ہے اور یا پھر آپ اس کی حمایت پر خود تیار ہوں چونکہ چیلنج کی رو سے حافظ صاحب نے یہ ثابت کر دیا ہے کہ وہ کسی کے نمائندہ اور وکیل ہو کر نہیں بلکہ اس کے اصل مخاطب ہو کر اسے منظور فرما رہے ہیں، اور آپ کو اصل نہیں بلکہ چیلنج کی رو سے آنجہانی کا قائم مقام بتا کر مخاطب کیا ہے۔

آپ کے خادموں نے اس علمی مبحث کو حضرت عیسی کی زندگی اور موت سے وابستہ سمجھ کر خلط مبحث

کی بہت کچھ کوشش کی بلکہ مبارزہ کے لئے حسب ہدایت قدم بھی اٹھایا مگر افسوس کہ چیلنج کے مندرجہ ذیل شائع شدہ الفاظ نے ان کی تمام تر کوششوں کو خاک میں ملا دیا کہ:

جب سے دنیا میں عرب کا جزیرہ آباد ہوا ہے اور زبان عربی جاری ہوئی، کسی قول جدید یا قدیم سے ثابت نہیں ہوتا کہ توفی کا لفظ کبھی قبض جسم کی نسبت استعمال کیا گیا بلکہ جہاں کہیں توفی کے لفظ کو خدا تعالی کا فعل ٹھہرا کر انسان کی نسبت استعمال کیا گیا ہے وہ صرف وفات دینے اور قبض روح کے معنی پر آیا ہے نہ قبض جسم کے معنوں میں۔ کوئی کتاب لغت کی اس کے مخالف نہیں کوئی مثال اور قول اہل زبان کا اس کے مغائر نہیں۔ غرض ایک ذرا احتمال مخالف کے گنجائش نہیں۔ اگر کوئی شخص قرآن کریم سے یا کسی حدیث رسول اللہ ﷺ سے یا اشعار و قصائد و نظم و نثر قدیم و جدید عرب سے یہ ثبوت پیش کرے کہ کسی جگہ توفی کا لفظ خدا تعالی کا فعل ہونے کی حالت میں جو ذی روح کی نسبت استعمال کیا گیا ہو، وہ بجز قبض روح اور وفات دینے کے کسی اور معنی پر بھی اطلاق پا گیا ہے یعنی قبض جسم کے معنوں میں بھی مستعمل ہوا ہے تو میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر اور اقرار صحیح شرعی کرتا ہوں کہ ایسے شخص کو اپنا کوئی حصہ ملکیت کا فروخت کر کے مبلغ ہزار روپیہ نقد انعام دونگا اور آئندہ اس کے کمالات حدیث دانی اور قرآن دانی کا اقرار کرلوں گا۔ (ازالہ اوہام۔ ص ۹۱۹)

۱۔ آنجہانی نے زبان عرب کے شروع سے بلکہ ہر ذی روح سے اس کا ثبوت طلب فرما کر اس مبحث کو مسیح علیہ السلام کی زندگی اور موت سے غیر متعلق قرار دیا ہے۔

۲۔ اور ہر شخص کو للکار کر حافظ صاحب کو اس کی منظوری کا موقعہ دے دیا ہے

۳۔ جائداد کی فروخت اور اعتراف علم میں قائم مقامی آپ سے مخصوص ہے

حافظ صاحب نے اپنی ہر سہ رجسٹری شدہ چٹھیوں کے جواب سے مایوس ہو کر آپ کا پیچھا کبھی کا چھوڑ دیا ہوا ہے۔ مگر عوام میں اس کا چرچا اب تک کثرت سے ہو رہا ہے اور آپ کے خادموں کو بھی چین نہیں۔

اس لئے معروض ہے کہ بحسب ارشاد الہی

ایمسکه علی هو ن ام یدسّه فی الترا ب(نحل :۵۹)

اب یا تو ایک تتمہ لکھ کر چیلنج کے ہمراہ ملحق فرما دیں کہ اس کا وہ حصہ جو اوپر نقل کیا گیا ہے بحسب ارشاد الٰہی یخر بو ن بیو تھم بأ ید یھم و أیدی المؤمنین فا عتبروا یا اولی الا بصار (حشر:۲) منسوخ ہے، تا موجودہ احمدیوں کی طرح ان کی آئندہ نسلیں تو شرمسار اور رسوا نہ ہوں اور یا پھر اس کے اقتضاء مطابق آپ کی حمایت پر خود تیار ہوں۔

حافظ صاحب کی پوزیشن جیسی کچھ بھی ہے وہ آنجہانی کے نزدیک جب منظور اور مسلّم ہے تو پھر آپ کے انکار کی کوئی وجہ نہیں جن کی اپنی پوزیشن آنجہانی سے ہر طرح کم ہے۔

علاوہ اس کے سنا گیا ہے کہ آپ نے حافظ (عنایت اللہ) صاحب کے کسی شاگرد سے کبھی تحریری طور پر کچھ تبادلہ خیال فرمایا ہے۔ اگر یہ سچ ہے تو مطلع بالکل ہی صاف ہے۔ الاّ یہ کہ آپ بقول حافظ صاحب اندرونی طور پر تائب ہو کر چیلنج سے دستبردار ہو چکے ہوں۔

نوٹ : مولوی محمد علی صاحب ایم، اے امیر جماعت احمد یہ لاہور کے نام بھی حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی گجرات پنجاب نے اسی طرح تین مطبوعہ چٹھیاں بذریعہ جواب طلب رجسٹری بھیج کر انہیں للکارا کہ گو چیلنج میں تو آپ کا کہیں ذکر نہیں مگر ازالہ کے ایک حوالہ کی بنا پر میں آپ کو مخاطب کرتا ہوں کہ اگر میاں محمود احمد صاحب جو چیلنج کی رو سے اس کے ذمہ دار ہیں، اس کی حمایت پر آمادہ نہیں تو آپ ہی تیار ہو جائیں۔ مگر یہ کوئی کسی کی طرف سے بیعت کا خط تو نہیں تھا کہ اس کا فوراً جواب آجاتا کہ منظور ہے۔ یہ تو ایک علمی کام تھا جس کے لئے تیار ہونا گدی نشینوں کا کام نہیں۔

۲۲۔ اکتوبر ۱۹۳۴ء مرزا عبداللہ بیگ۔ گجرات پنجاب

(حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی لکھتے ہیں کہ) صحیح بخاری وغیرہ میں حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ محترم خلیفہ اول ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے عہد خلافت میں عام اعلان فرما دیا تھا کہ اگر کسی شخص سے رسول اللہ ﷺ نے کسی قسم کی کچھ انعامی رقم کا کوئی وعدہ فرمایا ہو جو شرط مفقود ہونے کی وجہ سے آپ کی زندگی میں پورا نہیں ہو سکا، تو اسے میں نیابۃً پورا کرنے کو تیار ہوں، چنانچہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ کو بحسب دعوی پندرہ سو کی رقم آپ رضی اللہ عنہ نے عنایت فرمائی۔

نیابت کا حق یہی ہے مگر یہ سچے نبیوں کے خلفاء سے مخصوص ہے۔ حق اور باطل میں التباس کی وجہ سے خدا جھوٹوں کو توفیق نہیں دیتا کہ وہ ایسا کہہ سکیں چنانچہ خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) اور امیر لاہور (مولوی محمد علی) ازخود آمادگی تو کیا میرے بار بار دعوت ناموں پر بھی تیار نہ ہو سکے اور سلسلہ مراسلت یہاں تک پہنچ کر بند ہو گیا۔ پھر کسی طرف سے کچھ بھی اس باب میں شائع نہ ہوا۔

ادھر میرا ارادہ حج بیت اللہ کے لئے مصمم ہو گیا تو میں نے اس ساری مراسلت کا ملخص عربی میں معہ ترجمہ: ہاروت ماروت، کے نام سے شائع کر دیا۔ جسے عرب جا کر وہاں کے علماء وفضلاء میں تقسیم کیا۔ اور حسن اتفاق سے اس دلیل کو بھی ان کی خدمت میں پیش کیا جس کی بابت خود مجھے شبہ ہو کر خیال ہوا کہ میں اسے ان دلائل سے خارج کر دوں۔ جن کی بنا پر مرزا غلام احمد آنجہانی کے چیلنج کو منظور کیا گیا ہے۔ تا ایسی تاویل سے وقت پر یہ دلیل ساقط نہ ہو جائے۔ مگر الحمد للہ کہ علماء نے مخالفانہ جملہ شکوک کے خلاف میرے اختیار کردہ اصل مطلب کی تصدیق فرمائی جو پیش خدمت ہے۔ احباب اس سے اندازہ لگا سکیں گے کہ میرے دیگر دلائل کس قدر وزنی اور مضبوط و محکم ہوں گے۔

۱۔ الشیخ الامام الخطیب فی المسجد الحرام ابو السمح عبد الظاهر المصری المدرس بدار الحدیث بمکة

وللمتوفی معانی ترجع کلها الی استیفاء الشیء و اخذه قاماً فقد یرده التوفی بمعنی الموت و غیره و قد ارانی الشیخ عنایت الله الوزیر آبادی حدیثاً فیه التوفی من الله تعالی لانسان و لیس معناه الموت و الا النوم و الحدیث اخرجه

کتبه ابو السمح امام الحرم المکی و مدیر دار الحدیث بمکة المکرمه

(کتاب کا نام اور حدیث اور اس کا ترجمہ طبع اول میں عمداً حذف کر دیا گیا تھا۔ اثری)

۲۔ الشیخ الفاضل المحدث محمد بن عبد الرزاق من آل حمزه المصری المدرس فی المسجد الحرام و دار الحدیث بمکة المکرمة

قرأت ما كتبه الشيخ ابو السمع و اوافقه

كتبه محمد بن عبد الرزاق آ ل حمزه

٣ ۔ الشیخ الفا ضل سلیما ن بن عبد الر حمن الصنیع النجدی

قرأ ت ما کتبه الشيخ عبد الظا هر ابو السمح و وا فقه ولیه الشيخ محمد بن عبد الرزاق آ ل حمزه و انی ا یضاً اوا فقهما ۔ سليما ن بن عبد الر حمن الصنيع

٤ ۔ الشیخ الفا ضل محمد النصيف رئيس جدة

ما کتبه ا لاستا ذ العلا مة الشيخ عبد الظا هر ابو السمح امام الحر م الشريف المکی هو الصوا ب ۔

محمد نصيف بجدة الحجاز

٥ ۔ الشیخ محمد المصطفی بن ا لا ما م العلوی المدرس فی المسجد النبوی بالمد ینة المنوره

ما کتبه الشيخ ابو السمح فی الحد یث فهو صحیح ۔

محمد المصطفی بن ا لا مام العلوی المدرس بالحر م النبوی

٦ ۔ الشیخ الفا ضل محمد حا مد الفقی المصری من علماء الازهر و رئيس انصار السنة المحمد ية

و انا کذا لك اوا فقهم علی ما قا لوا فی معنی التو فی والتو فية و الله المو فق

کتبه محمد حا مد الفقی من علماء ا لا زهر الشر يف و رئيس جماعة انصار السنة المحمد ية بمصر

٧ ۔ الشیخ الفا ضل عمر حمدا ن المحر سی المد رس فی الحرمين

و انا اوا فقهم علی ذلك کتبه عبد ر به عمر حمدا ن المحر سی خا دم الحد يث

با لحر میں الشر یفین

خلاصہ مطلب: علامہ ابو السمح امام وخطیب حرم فرماتے ہیں کہ شیخ عنایت اللہ وزیرآبادی نے مجھے ایک حدیث دکھائی جس میں لفظ تو فی اپنی فاعلانہ اسنادمیں خداتعالی طرف منسوب ہوکرانسان کے لئے استعمال ہواہے مگر پھر بھی اس کے معنی موت اور نیند کے ہرگزنہیں کئے جاسکتے۔ ...بلکہ اس کے معنی .... نیز دیگر افاضل علمائے عرب نے جن کے اسماء گرامی اوپر درج ہوئے ہیں آپ کے بیان کردہ معنوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

۸ ۔ الشیخ المحد ث محمد بن حسین المد رس بجامع العکا ش بجدة

ان التـو فی فی لغة القر آن و السنة و کلا م العر ب لفظ مشتر ك بین المو ت و الـنو م و ..... فیقا ل تو فاه الله بمعنی اما ته و بمعنی القی علیه النو م و بـمعنی ..... و منه هذا الحد یث الذی کتب علیه الشیخ ابو السمح اذ یمتنع ان یـکـو ن الـمـراد مـن الـتـو فـی با لمو ت او النو م فا ن لفظة .... ۔ املا ه محمد بن حسین بن ابرا هیم المد رس بمسجد عکا ش بجدة الحجاز

خلاصہ: یہ قرآن وحدیث اورکلام عرب میں لفظ تو فی موت اورنیند اور...ہرسہ معنوں میں مشترک ہے پس توفاہ اللہ کے معنی اما ته و القی علیه النو م توعام شائع ہیں اورتیسرے معنوں پر یہ حدیث شاہد ہے جس پرشیخ ابو سمح نے ارقام فرمایاہے کیونکہ اس حدیث میں الٰہی توفی سے موت اورنیند قطعاً مرادنہیں۔

۹۔ الشیـخ الفا ضل المحد ث عبد الر ؤف بن عبد الباقی المدرس فی المسجد النبوی بالمد ینة المنورة

الـحـد یـث ثـا بـت و لا یـمـکـن ان یـفسـر التو فی المسند الی الله لعبده فیه بالموت و لا النو م و لا شك انه تو فی بمعنی ....

کتبه عبد الر ؤف بن عبد الباقی المد رس بـالـحـر م النبوی

خلاصہ: یہ کہ اس ثابت شدہ نبوی حدیث میں انسان پر الٰہی توفی کے ورود سے اس کی موت یا نیند ہرگز مراد نہیں بلکہ....

۱۰ ۔ الشیخ الفاضل صالح بن الفضیل المدرس فی المسجد النبوی بالمدینة المنورة

الحدیث مذکور بمبناہ مسطور بمعناہ و ھو صحیح کما ذکر علاہ ۔ کتبہ

صالح بن الفضیل التیونسی المدرس بالمسجد النبوی

خلاصہ: یہ کہ حدیث صحیح ہے اور اصل کتاب میں موجود ہے اور معنی بھی اس کا وہی ہے جو اوپر بیان ہوا

ہاروت ماروت

حافظ عنائت اللہ وزیرآبادی نے تقریباً سوا دو صفحے کی عبارت لکھ کر (جسے حذف کیا جارہا ہے) اس کا خلاصہ بایں الفاظ لکھا ہے:

مجھے عرب وعجم کے تمام غیر متعصب انصاف پسند ذی علم ایمان داروں سے امید ہے کہ وہ میرا یہ ٹھیک ٹھیک حلفیہ بیان پڑھ سن کر صحیح نتیجہ پر پہنچیں گے

یہ تو سب کو معلوم ہے کہ قواعد عربیہ مسموع ہیں، مگر مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے استقراء کی بنا پر تمام عربوں کے خلاف چیلنج کیا کہ اللہ تعالی کے فاعل اور انسان یا کسی ذی روح کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں توفی کا باب تفعل موت سے مخصوص ہو جاتا ہے، جس کا خلاف ہرگز ممکن نہیں۔ اگر کوئی شخص تخصیص توڑ دے تو میں اپنی جائیداد فروخت کر کے مبلغ ایک ہزار روپیہ اسے بطور انعام دوں گا۔ اور اس کے علمی کمالات کا صاف طور پر اعلان کر دونگا۔

سو میں نے آنجہانی کے اس چیلنج کی منظوری اس کے فرزند ارجمند خلیفہ بشیر الدین محمود احمد صاحب

قادیانی کے نام اخبارات میں شائع کرادی اورعرض کیا کہ اگر آپ کسی قابل وثوق امین کے پاس انعامی رقم جمع کرانے پر آمادہ ہوں اور مسلّمہ منصف کا فیصلہ تسلیم کرانے پر تیار ہوں تو میں خدا کے فضل وکرم سے آنجہانی کی اس لاف وگزاف کو محکم اور روشن دلائل سے توڑتا ہوں اور صرف ایک ہی نہیں بلکہ تین مطبوعہ چٹھیاں پے درپے آپ کی خدمت میں بھیج کر للکارا کہ آپ میدان میں اتر کر قدرت خدا کا تماشہ دیکھیں کہ نصرت الٰہی کس کے شامل حال ہے۔

مگر میاں صاحب ہر سہ چٹھیوں کو پڑھ سن کر کچھ ایسے مبہوت اور خاموش اور خائف ہوئے کہ رعشہ نے آپ کو سر تک اٹھانے کی اجازت نہ دی اور نہ کچھ بول ہی سکے کہ علمی موت کا لقمہ ہوکر ہمیشہ کے لئے رسوائے عالم نہ جاؤں۔اور مجھے توقع بھی اس بہادر زادہ سے یہی تھی کہ وہ اپنے اسلاف کی طرح کسی ایسے طرز مقابلہ کے لئے ہرگز تیار نہ ہوگا کہ جس سے اس کی جمعیت پر اس کے خیال مطابق کوئی برا اثر پڑ سکے۔

جس طرح عیسائیوں نے اپنے گناہوں کا حضرت مسیح کو ذمہ دار قرار دے کر کفارہ ایجاد کرلیا اسی طرح اس نے اپنے مریدوں سے فرمایا کہ تم میں سے کوئی کھڑا ہوکر میرا پیچھا چھوڑائے۔مگر الٰہی قانون اٹل ہے کہ کوئی کسی کے عوض پکڑا نہیں جاسکتا۔

حضرت یوسفؑ کے بھائیوں نے بہتیری کوشش کی کہ ان کے ایک بھائی کے عوض میں کسی دوسرے کو رکھ لیا جائے مگر آپ نے فرمایا کہ ہرگز نہیں،۔ہمیں تو اسی سے مطلب ہے جس کے پاس ہمارا سامان محفوظ ہے۔

حضرت خلیل اللہ نے بھی بتوں کو ٹھکرادیا،اور للکارا کہ اٹھو کچھ بول کر ہی اپنی خدائی اور گدی نشینی کا ثبوت پیش کرو۔مگر ان سے جواب کی امید ہی کہاں تھی۔آخر انکی کمزوری پر پردہ پوشی کیلئے انکے پوجکوں کو بولنا پڑا کہ ہمارے خداؤں کی پوزیشن بہت بلند ہے کہ وہ آپ سے کسی قسم کی بات کریں۔ فرمایا: کہ حیف ہے تم پر،اور تف ہے تمہارے خداؤں اوران کی پوزیشن پر۔یہ کیا ارادت مندی ہوئی کہ تم نے اپنی رہی سہی عقل کو بھی کھودیا۔

ابلیس نے آدمؑ کے مقابل انا خیر منہ کہہ کر اپنی پوزیشن بڑی جتائی تو وہ رسوا ہوا۔

فرعون نے موسیٰؑ کے مقابل جمعیت اور مال کے لحاظ سے اپنی حیثیت بڑی بتائی، تو وہ تباہ ہوا۔

یہودی سرداروں نے عیسیٰؑ کے مقابل اپنی پوزیشن بڑی بتائی، تو ان کا کیا حشر ہوا

اسی طرح حامیان حق وصداقت کے مقابلہ کی تاب نہ لا کر جملہ نخوت پسند گدی نشینوں نے اپنے اپنے مریدوں کی آڑ میں اپنی جان چھوڑائی اور وفادار مریدان کی پوزیشن بڑی بتا کر ان کی طرف سے خود بولتے رہے۔ مگر اس سے ان کے پیر اپنی ذمہ داریوں سے ہرگز سبک دوش نہیں ہو سکے موسوی گوسالہ سامری کی اس کے مریدوں کے نزدیک گو بڑی پوزیشن ہوگی مگر جب وہ کچھ کام تو کیا جواب تک نہیں دے سکا تو اس کی پوزیشن کیا خاک ہوئی۔

خلاصہ یہ کہ ہر طرح بیدار اور ہشیار کرنے کرنے پر بھی میاں محمود احمد صاحب اپنے ابا جان کے چیلنج کی حمایت پر تیار نہ ہوا۔ تو پھر مایوس ہو کر میں نے مولوی محمد علی صاحب امیر جماعت احمدیہ لاہور کی طرف بھی اسی طرح کی تین مطبوعہ چھٹیاں معہ مطبوعہ اطلاع نامہ بھیج کر آنجہانی کے چیلنج کی حمایت پر توجہ دلائی اور جواب کے لئے تین ہفتہ میعاد اور بڑھا دی۔ مگر افسوس کہ انہوں نے بھی میاں صاحب کی طرح اپنے اسلاف کی روش پر خاموش رہ کر اپنی جان چھوڑائی۔

خدا کا شکر ہے کہ جھوٹ بھاگ نکلا اور حق کا بول بالا ہوا۔ اور عنقریب یہ ساری مراسلت یکجا مطبوعہ ہو کر آپ کی خدمت میں حاضر ہوگی۔ ان شاء اللہ تعالی

(حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں)

یہ رسالہ بمعہ ہاروت و ماروت دسمبر ۱۹۳۷ء میں طبع ہو کر بذریعہ رجسٹری خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد) اور امیر صاحب (مولوی محمد علی لاہوی) کے نام بحسب وعدہ روانہ ہوا۔ مگر کوئی جواب نہیں۔ پھر تقریباً اس کے چھ سال بعد میں پشاور گیا تو مسجد احمدیہ میں ذکر ہوا کہ توفی کی بابت ہمارے حضرت اقدس کا چیلنج کسی نے بھی قبول نہیں کیا۔ تو میں نے کہا کہ میں نے اسے منظور کیا ہوا ہے مگر خلیفہ صاحب اس کی حمایت پر تیار نہیں ہوئے۔

چنانچہ یہ سب کچھ بنام گوسالہ سامری رسالہ کی صورت میں شائع ہے تو ایک صاحب نامی عبدالکریم نے کہا کہ ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں ۔اگر رسالہ روانہ فرما دیں تو میں مرکز سے اس کا جواب لیکر آپ کو اطلاع دوں گا۔ میں نے کہا بہت اچھا۔آپ مجھے یہ تحریر کر دیں۔، چنانچہ انہوں نے مندرجہ رقعہ مجھے تحریر کر دیا

بسم الله الر حمن الر حیم نحمده و نصلی علی رسو له الکر یم

مکرمی جناب حافظ عنایت اللہ صاحب وزیرآبادی

سلا م علی من اتبع الهدی

جناب نے لفظ توفی کے چیلنج کے متعلق جو رسالہ شائع فرمایا ہے، برائے مہربانی اس کی ایک کاپی مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر مشکور فرماویں۔ میں اپنے مرکز سے اس کے متعلق خط وکتابت کروں گا۔جو جواب اس کا آئے گا میں جناب کو اطلاع دونگا۔ خاکسار عبدالکریم مسجد احمدیہ پشاور

تاریخ ندارد بلکہ ارشاد الہی و لا تـقو لن بشیء انی فا عل ذلك غداً الا ان یشا ء الله (کہف:۲۳) کے خلاف انشاءاللہ بھی ندارد۔بہرحال گجرات پہنچ کر میں نے رسالہ گوسالہ بصورت بیرنگ روانہ کر دیا جو کہ انہیں موصول ہوا مگر افسوس کہ حسب وعدہ کوئی جواب نہیں۔

بھلا مرید اور پیر کے خلاف حق گوئی، ناممکن بات ہے، کیونکہ بیعت کی وجہ سے علم و دیانت سب کچھ پیر کے ہاتھ پر فروخت ہو کر مرید بے دست و پا اور بے زبان مـا ھئو لاء ینطقو ن (الا نبیاء:٦٥) کا پورا پورا مصداق ہو جاتا۔

قطع الوتین من بشیر الدین۔۲

(یا ٹھاکر توڑ چہل سوال)

مرتبہ حافظ عنایت اللہ وزیر آبادی

(۱۹۴۶ء۔۱۹۴۷ء کی سرگذشت ہے جسے رسالے کی طبع دوم ۱۹۶۱ء سے نقل کی جارہا ہے۔ بہاء)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

محترم مولانا عبدالرحمٰن گورنمنٹ پنشنر کے نام ناظر دعوۃ وتبلیغ قادیان کی طرف سے دعوت نامہ موصول ہوا کہ آپ ہمارے سالانہ جلسہ میں شامل ہوں جو کہ دسمبر ۱۹۴۶ء میں ہورہا ہے۔

موصوف اگرچہ انجمن اہل حدیث گجرات پنجاب کے ناظم ہیں مگر اس دعوت کا انجمن سے کوئی تعلق نہیں۔صرف موصوف کی ذات گرامی کے ساتھ اس کا تعلق ہے،جس کا موصوف نے فوراً جواب دیا جو درج ذیل ہے۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

بخدمت جناب ناظر صاحب دعوت وتبلیغ۔

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین ۔ و السلام علی من اتبع الھدی .

جناب کا ملفوف گرامی موصول ہوا۔آپ نے جو اپنے سالانہ جلسہ قادیان میں مجھے دعوت دے کر یاد فرمایا ہے اس کے لئے میں جناب کا شکر گزار ہوں اور جواباً معروض ہوں کہ مجھے اپنے مشاغل سے اتنی فرصت نہیں کہ میں جلسہ میں حاضر ہوسکوں۔

ہاں یہ تجویز ہے کہ کوئی مطبوعہ یا قلمی مضمون جناب کی خدمت میں روانہ کردوں جسے آپ اپنے جلسہ میں پڑھ کر سنادیں تا اس طرح پر میرا بھی کوئی دنیوی حرج نہ ہو اور جلسہ میں شمولیت بھی ہوجائے۔

اگر میرا مضمون آپ کے خلاف ہوتو سنا کر اس کی تر دید کا آپ کو حق حاصل ہے کہ جلسہ آپ کا ہے۔ نیز مضمون کے ہمراہ میں چند سوالات بھی روانہ کرونگا جن کو جواب بہر حال خاص میاں صاحب کے قلم سے مطلوب ہے اگر آپ ان دونوں باتوں کا پختہ وعدہ فرمائیں تو فوراً اطلاع دیں کہ وقت تنگ ہے۔ ۲۰ دسمبر ۱۹۴۶ء

اس خط کا جواب جو ناظر صاحب کی طرف سے مولانا صاحب کو موصول ہوا وہ درج ذیل ہے:

نظارت دعوت وتبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان پنجاب

بخدمت شریف مکرم جناب عبدالرحمٰن صاحب ظفر گورنمنٹ پنشنر۔ سرکلر روڈ گجرات

السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ

آپ کی چٹھی مورخہ ۲۰ دسمبر موصول ہوئی۔ جواباً تحریر ہے کہ افسوس ہے کہ ہمارے جلسہ میں غیروں کے مضامین معترضانہ نہیں سنائے جاسکتے ہیں۔ نہ آپ کے سوالات جلسہ کے پروگرام میں شامل کئے جاسکتے ہیں۔ ہمارا جلسہ دینی جلسہ ہے اور اس میں دینی مضامین مقررین بیان کرتے ہیں۔ جلسہ کا پروگرام بہت عرصہ پہلے مرتب ہوکر شائع ہو جاتا ہے۔ آپ اگر کوئی مضمون یہاں بھیجیں گے اور سوالات تحریر فرمائیں گے تو ان کے جوابات آپ کو تحریری انشاءاللہ دیئے جائیں گے۔ بہر حال اگر جناب کو تحقیقات کا شوق ہے تو آپ یہاں تشریف لاویں نظارت سے جو کچھ ہو سکے گا، وہ انشاء اللہ حتی الوسع آپ کو مدد دیں گی آپ کے قیام وطعام کا بھی بندوبست کر دیا جائے گا۔ والسلام۔

۷ جنوری ۱۹۴۷ء دستخط بحروف انگریزی (برائے) ناظر دعوت وتبلیغ

مولوی صاحب نے جو اس کا جواب دیا وہ درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم۔ مکرم جناب ناظر صاحب دعوت وتبلیغ۔

السلام علینا و علی عباد اللہ الصالحین ۔ و السلام علی من اتبع الھدی.

گرامی نامہ موصول ہوا۔ اگر آپ ذرا غور سے کام لیتے تو نہایت آسانی سے سمجھ سکتے تھے کہ جو مضمون آپ کے سالانہ جلسہ میں (جسے تبلیغی بلکہ نظیر حج سمجھا گیا ہے) پڑھنے کے لئے روانہ ہوتا لازماً وہ صداقت اسلام اعجاز قرآن اور سیرت رسول ختم نبوت وغیرہ پر مشتمل ہوتا۔ اگر اس کا کوئی حصہ آپ کے مسلک کے خلاف ہوتا تو آپ اس کی بات یوں تردید فرما سکتے تھے کہ مضمون ایک غیر احمدی کا ہے، جو کہ اس نے اپنے خیال کے مطابق بیان کیا ہے، ہمارے نزدیک غلط ہے۔ مضمون پڑھے سنے بغیر اسے معترضانہ سنا دینا ایک صریح بدگمانی ہے جس سے قرآن مجید نے روکا ہے۔

بہر حال آپ کا اتنا بھی شکر ہے کہ آپ نے میرے سوالوں کے جواب کا موقع نکلوایا ہے۔ لہذا سر دست میں چار سوالوں کا جواب خلیفہ صاحب کے اپنے قلم سے تحریر شدہ چاہتا ہوں (جیسا کہ میں آپ کے دعوت نامہ کے جواب میں اسے لازمی شرط قرار دے چکا ہوں) اگر ان کا جواب حسب شرط مقررہ آ گیا، تو انشاء اللہ دوسرے خط میں اپنے سارے سوالات روانہ کر دوں گا اور مخاطب بھی موصوف کو ہی کرونگا۔ اور اگر ان کا جواب خود آپ نے اپنی طرف سے دیا یا دیگر ذی علم سے دلوایا، تو پھر میں خواہ مخواہ سوالات لکھ کر آپ کا اور اپنا قیمتی وقت ضائع کرنا مناسب نہیں سمجھتا۔

سوال نمبر ا۔ مسیلمہ کے خلاف یا موافق جو کچھ بھی مسموع یا مکتوب ہے وہ سب ظنی بتایا جاتا ہے۔ صرف اس کا دعوی نبوت ہی ایک ایسا امر ہے جو کہ تواتر سے موصول ہوا ہے۔ اگر زید اسے اس بنا پر قبول کرے کہ وہ مسلم ہے اور اسلام اس کے نام میں موجود ہے، اور اس پر ایمان لانا اسلامی عقاید و اعمال میں کوئی مخالفانہ اثر پیدا نہیں کرتا۔ اور بکر اس کا صرف اس بنا پر انکار کرے بلکہ اسے کذاب اور کافر قرار دے کہ اس نے نبوت کا دعوی کیا ہے تو احمدی نقطہ نگاہ سے زید اور بکر کا حکم از روئے قرآن مجید کیا ہے؟

سوال نمبر ۲۔ کیا احمدی نقطہ نگاہ سے کسی نبی کا قتل ہونا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل ہو سکتا ہے؟

سوال نمبر ۳۔ امام سیوطی نے در منثور میں سورہ یونس اور صافات کی حسب عادت ناقلانہ تفسیر کرتے ہوئے یونس ؑ کی بابت جو غیر موثق روایات

لا ر جع الی قو م قد کذ بتھم لا ارجع الیھم کذا باً ابداً

درج کی ہیں کہ وہ کذاب تھے، کیا احمدی نقطہ نگاہ سے یہ ٹھیک ہے؟

سوال نمبر۴۔ مشکوۃ باب بدأ الخلق میں بحوالہ بخاری ومسلم مرفوعاً آیا ہے کہ

لم یکذ ب ابرا ھیم ا لّا ثلا ث کذ با ت ۔

ابراہیمؑ نے تین مرتبہ جھوٹ بولا ہے،

احمدی نکتہ نگاہ سے اگر یہ سچ مچ ارشاد نبوی ہے تو اس کا مطلب کیا ہے۔

نوٹ: ان چاروں سوالوں کے جواب میں کوئی الزامی صورت اختیار نہ کی جائے کہ وہ عموماً جاذب نہیں ہوتی۔ نیز اس کے لئے مخاطب کے مسلک سے واقف ہونا بھی ضروری ہے۔

نوٹ۔ میرے پتہ پر چوہدری اور ظفر جو آپ نے تحریر فرمایا ہے وہ عرف اور واقع دونوں کے خلاف ہے، میرا ٹھیک پتہ یہ ہے :

عبدالرحمٰن گورنمنٹ پنشنر سرکلر روڈ نئی منڈی گجرات

ناظر صاحب نے جو اس کا جواب دیا، وہ درج ذیل ہے:

نظارت دعوۃ وتبلیغ سلسلہ عالیہ احمدیہ قادیان پنجاب

۱۵ جنوری ۱۹۴۷ء۔ مکرمی۔

السلا م علیکم و ھدا کم الی صراط المستقیم

... یاد آوری کا شکریہ آپ کے سوالوں کے جوابات ارسال ہیں۔ میرے خیال میں اس بات میں کسی عالم اور محقق کو اعتراض نہیں ہونا چاہیے کہ اسے احمدیہ نقطہ نگاہ کا علم ہو جائے، خواہ کسی بھی ذریعہ سے ہو،

حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی کا وقت گرامی ان سے نہایت اہم امور میں مصروف ہے۔

سوالات کے جوابات نمبروار حسب ذیل ہیں:

۱۔احمدی نقطہ نگاہ نبوت کے متعلق یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ کے بعد تابع یا امتی نبی تو آسکتا ہے (مولوی قاسم سہ صدی نے ازہاق میں بیان کیا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب کو امتی قرار دینا آپ کی توہین اور گستاخی ہے اور مولوی محمد علی ایم اے اپنی تصانیف میں بیان کیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی کو نبی قرار دینا لغو ہے۔اور یہ دونوں بزرگ آپ کے پرانے اور اخص صحابی ہیں۔اول الذکر نے آپ کو امتیوں سے خارج کر دیا اور مؤخر الذکر نے آپ کو نبیوں میں داخل نہیں ہونے دیا۔باوجود طول طویل تشریحوں اور حواشی کے جب وہ اپنا عوی اپنے صحابہ کو نہیں سمجھا سکا تو ہمیں کیا خاک سمجھائے گا۔ ہمارا تو خیال ہے کہ آخر دم تک اسے خود یہ بھی معلوم نہ ہوسکا کہ وہ دراصل کیا ہے۔ہاں اسلام میں ایک فتنہ پھیلانا تھا جسے پھیلا دیا گیا اور بس۔اثری) مگر کوئی غیر تابع یا نئی شریعت کا حامل نبی نہیں آسکتا۔حضرت مسیح موعود نے بھی امتی نبی ہونے کا دعوی فرمایا ہے آپ کے متبوع آنحضرت ﷺ ہیں۔اور آپ کی شریعت قرآن مجید ہے اور آپ اسی لئے مبعوث ہوئے ہیں کہ شریعت اسلامی کو قائم کریں اور دین اسلام کو زندہ کریں۔

مسیلمہ سراسر جھوٹا اور کذاب تھا اور اس نے آنحضرت ﷺ کے وقت میں حضور کے خلاف خروج کیا تھا (یہ مخالفانہ رائے ہے۔مرزا غلام احمد صاحب کی بابت بھی تو مسلمانوں کی رائے ہے کہ آپ کا خروج بھی رسول اللہ ﷺ کے خلاف ہوا ہے۔مگر ان دونوں کذابوں کا کوئی مصدق ہرگز ایسی رائے ظاہر نہیں کرسکتا۔اثری)۔اسے ماننے والا اسلام کا پیرو کیسے ہوسکتا ہے۔

۲۔احمدیہ نقطہ نگاہ سے کسی نبی کا قتل ہونا اس کے جھوٹا ہونے کی دلیل نہیں ، ہاں کوئی نبی ہرگز قتل ہونے سے نہیں بچ سکتا، کیونکہ جھوٹا دعوی نبوت زہر کی مانند ہے۔جو زہر کھائے گا وہ ہلاک ہوگا۔

۳. لا ار جع الیھم کذا باً ، یا الی قو م قد کذ بتھم کا مفہوم یہ ہے کہ قوم تو مجھے یہی سمجھتی ہے کہ میں نے ان سے جھوٹ بولا ، گویا میں ان کے خیال میں کذاب ہوں ، یہ مفہوم نہیں حضرت یونسؑ نے اپنے آپ کو کذاب یا جھوٹ یقین کرلیا۔

(توجیہہ تو قابل قدر ہے مگر مرزا غلام احمد صاحب نے تحفہ غزنویہ صفحہ ۵ پر یہ واقعہ لکھ کر فرمایا ہے کہ:
اگر حدیث پر اعتبار ہے تو درمنثور میں اس موقع کی تفسیر میں حدیثیں دیکھ لو، اور اگر عیسائیوں کی بائبل پر اعتبار ہے تو یونہ نبی کی کتاب کو دیکھو۔

بحسب ارشاد وحوالہ دیکھا گیا تو وہاں یہ مضمون کہ قوم نے انہیں سچا قرار دیا مگر انہوں نے کہا کہ نہیں میں تو جھوٹا ہی ثابت ہوا ہوں۔ صفحہ ۲۴ ؟ میں محولہ کتاب کے اصل الفاظ ملاحظہ ہوں۔ آخر کسی وقت تو شرم چاہیے، بے حیائی اور ایمان جمع نہیں ہو سکتے۔ اس ناانصافی اور ظلم کا خدا تعالی کے پاس کیا جواب دو گے۔ عنائت اللہ اثری)

۴. لم یکذب ابراھیم الا ثلاث کذبات کو درست تسلیم کرنے کی صورت میں اس کے معنی یہ ہوں گے کہ حضرت ابراہیمؑ نے تین ایسی باتیں کیں جو فی الحقیقت تو صدق تھیں مگر بظاہر کذب نظر آئیں۔ اسی کو عربی میں توریہ کہتے ہیں۔ والسلام۔

خاکسار غلام احمد فرخ مولوی فاضل ناظر دعوت وتبلیغ قادیان

جیسے کہ مولانا صاحب نے بطور شرط اپنے خط میں فرمایا کہ اگر خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کے قلم سے جواب مرقوم نہ ہوا تو پھر میں اپنا اور آپ کا وقت ضائع نہیں کرونگا، آپ نے ناظر صاحب کا پیچھا چھوڑ کر خلیفہ صاحب کو براہ راست عریضہ روانہ کر دیا جو کہ ذیل میں درج ہے:

مکرمی جناب خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب قادیان۔

بعد از سلام مسنون عرض ہے کہ میں ایک مسلمان ہوں اور جناب کی خدمت میں مندرجہ ذیل سوالات بھیج کر توقع رکھتا ہوں کہ آپ ان کا جواب اپنے قلم سے ارقام فرما کر مجھے شکریہ کا موقع دینگے۔

۱۔ زید کا بیان ہے کہ مسیلمہ مسلمان اور اسلام اس کے نام میں موجود ہے اور اس نے اسلام اور نبوت محمدیہ علی صاحبہا الصلوۃ والسلام کی تکذیب بھی نہیں کی (نام میں اسلام کا ہونا تو صاف ظاہر ہے اور عدم تکذیب کی بابت عسل مصفی جلد ۱ صفحہ ۵۵۲ میں ہے کہ:

اس نے گو دعوی کیا تھا لیکن اس نے نبی آخر الزمان فداہ ابی وامی کی تکذیب نہیں کی تھی۔

اور یہ وہ کتاب ہے جس کی، زید، بانی سلسلہ نے تصویب فرمائی ہے۔ اور مولوی نور الدین صاحب خلیفہ اول اور میاں محمود خلیفہ ثانی اور دیگر علمائے سلسلہ کے اس پر دستخط تصدیق ثبت ہیں

اور حقیقت الوحی میں مرزا غلام احمد صاحب نے اسے مرتد قرار دیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ آپ کے نزدیک

مسلمان تھا۔

اب اس کے ارتداد کی وجہ یہ تو ہرگز ثابت نہیں کہ اس نے اسلام اور قرآن اور نبوت محمدیہ کا انکار کیا ہے۔ بلکہ صاف وہ یہی ہے کہ اس نے آپ کی طرح نبوت کا دعوی کیا ہے۔ اثری)، **بلکہ روایات میں شائع ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کا عہد پہلے لے کر پھر اپنی تصدیق کا عہد کیا کرتا تھا**

(درمنثور میں بحوالہ ابن ابی شیبہ، حسن سے مروی ہے

ان عيونا لمسيلمة اخذوا رجلين ؟ من المسلمين فاتوهما فقال لاحدهما اتشهد ان محمداً رسول الله قال نعم۔ قال اتشهد انی رسول الله۔ فاهری ؟ الی اذنيه فقال انی اصم فامر به فقتل و قال للآخر اتشهد ان محمداً رسول الله قال نعم۔ قال اتشهد انی رسول الله قال نعم فارسله فاتی النبی ﷺ فاخبره فقال اما صاحبك فمضی علی ايمانه و اما انت فاخذت الرخصة . مسیلمہ کے حواریوں نے رسول اللہ ﷺ کے دو شخصوں کو پکڑ کر اس کے روبرو پیش کیا، تو اس نے ان سے رسول اللہ ﷺ و نیز اپنی نبوت کی بابت دریافت کیا۔ تو ایک نے یوں کہا کہ میں رسول اللہ ﷺ نبی مان کر ختم نبوت کے احترام میں کسی دوسرے دعویدار کی بات ہرگز نہیں سن سکتا۔ اسے اپنی نبوت کے انکار پر کافر سمجھ کر قتل کرا دیا۔

اور دوسرے نے کہا کہ میں آپ دونوں کی بات کو تسلیم کرتا ہوں، تو اسے چھوڑ دیا۔

تو اس نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر سارا قصہ بیان کیا تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ تو نے خائف ہو کر اقرار کیا تو بچ نکلا اور تیرا بھائی دنیا سے ایمان لے کر رخصت ہوا۔ اثری)

اس کے برخلاف جو کچھ بھی شائع ہے اول تو وہ مخالفانہ بیان ہے۔ دوسرے وہ آج صدیوں بعد روایۃً بھی ظنی باتوں میں شامل ہو چکا ہے، اسے قطعی الثبوت ہرگز تسلیم نہیں کیا گیا۔

صرف اس کا دعوی نبوت ہی ایسا امر ہے جو کہ تواتر سے موصول ہوا ہے، جسے قبول کرنا ضروری ہے۔

۲۔ زید کا یہ بیان ہے کہ مسیلمہ اگر فرضاً کسی کے نزدیک جھوٹا بھی ہے تب بھی اسے قبول کرنا ہی بہتر ہے۔ اسکا انکار پھر بھی بہتر نہیں کیونکہ

و ان يك كاذباً فعليه كذبه و ان يك صادقاً يصبكم بعض الذی يعدكم ان الله لا يهدی من هو مسرف كذاب (غافر:۲۸)

اور : فمن اظلم ممن كذّب علی الله و كذّب بالصدق اذ جاءه اليس فی

جهنم مثوى للكافرين (الزمر :٣٢)

فرما کراللہ پاک نے ہرایک سچے نبی کے منکروں کواور جھوٹی نبوت کے دعویداروں کو کافراور دوزخی بتایا ہے۔اور جھوٹے نبی کی تصدیق پر کسی کو کوئی گرفت نہیں فرمائی۔(ایک متدین مسلمان کے لئے میرا اس دعوی پر ایمان لانا جس کی الہام الٰہی پر بنا ہے،کون سے اندیشے کی جگہ ہے۔فرض محال اگر میرا یہ کشف والہام غلط ہے جو کچھ مجھے حکم ہو رہا ہے اسکے سمجھنے میں میں نے دھوکا کھایا ہے،تو ماننے والے کا اس میں حرج ہی کیا ہے۔اس نے کوئی ایسی بات مان لی جس کی وجہ سے اس کے دین میں کوئی رخنہ پیدا ہوسکتا ہے۔مرزا غلام احمد صاحب کا یہ بیان ظہورالمہدی صفحہ ٣٠٢ میں نقل فرما کر مولوی اکمل صاحب فرماتے ہیں کہ

حضور علیہ السلام کا یہ یہ ارشاد ان آیات کے مطابق ہے۔

قال ان افتريته فعلى اجرا مى (ہود) اگر میں اپنی طرف سے گھڑ لیا ہے تو اس کا وبال مجھ پر ہی ہے ۔

و ان يك كا ذباً فعليه كذ به (مومن) اگر جھوٹا ہے تو جھوٹ کا وبال بھی اسی پر ہے۔

اس کے ماننے والوں کو اس میں کچھ خسارہ نہیں۔آدم سے لے کر تا ایں دم منکرین کا ٹولہ ہی خسارہ پانے والا رہا۔کبھی سنا کہ ماننے والوں کا انجام برا ہوا؟

بہت خوب مسیلمہ اول وثانی و دیگر سب دعویداروں کو آپ قبول کریں۔مسلمان سب بکر کے ساتھ ہیں۔اثری)

اور بکر یوں کہہ رہا ہے کہ مسیلمہ کے خلاف شائع شدہ سب کچھ اگر ظنی ہے تو ہوا کرے اس کا دعوی نبوت تو ظنی نہیں،وہ تو قطعی اور یقینی ہے۔بس اس کا یہی ایک دعوی (بایّ وجہٍ کان) اسکے کذاب کافر اور مرتد ہونے کے لئے کافی وافی ہے اور کسی دیگر ثبوت کی کوئی ضرورت ہی نہیں۔

اب یہ دریافت ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے زید وبکر کا حکم از روئے قرآن مجید کیا ہے۔

٣۔ ہر ایک دعویدار نبوت کو کچھ لوگوں نے سچا سمجھ کر قبول کیا۔اور کچھ لوگوں نے اسے جھوٹا سمجھ کر چھوڑ دیا پھر ان سے کوئی قتل بھی ہوا تو اس کے منکروں نے یوں کہا کہ چونکہ وہ جھوٹا ہے اس لئے وہ قتل ہوا جیسے کہ زہر کھا کر کوئی زندہ نہیں رہ سکتا اور اس کے حامیوں نے یوں جواب دیا کہ وہ سچا ہے،اس کا قتل ہونا اس کے سچ کے ہرگز منافی نہیں ہوسکتا۔

پس جب قتل کا اثر دونوں طرف برابر ہے تو پھر یہ بات دریافت ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے کسی دعویدار نبوت کا محض قتل ہو جانا اسکے جھوٹا ہونے کی دلیل ہوسکتا ہے یا کہ نہیں۔

۴۔جس طرح کسی حقیقی نبی کا قائل حقیقی مومن اوراس کا منکر حقیقی کافر ہوتا ہے، کیا احمدی نقطہ نگاہ سے اسی طرح پر مجازی نبی ظلی نبی عکسی نبی کا قائل بھی مجازی ظلی عکسی مومن اوراس کا منکر مجازی ظلی عکسی کافر ہوتا ہے، یا کہ خلاف قیاس وہ بہر حال حقیقی اور کافر ہو جاتا ہے۔

۵۔ایک پھل دار درخت ہے جس کا دھوپ میں سایہ اور آئینہ میں عکس صاف طور پر نظر آ رہا ہے۔ عقل مند لوگ تو اس سے پھل اتار رہے ہیں، جو کہ اس کے عکس اور سایہ سے خود بخود اتر رہا ہے۔ اور دوسرے لوگ اس کے سایہ اور عکس سے جو کہ انہیں دھوپ اور سایہ میں نظر آ رہا ہے، پھل اتارنے کی کوشش کر رہے ہیں۔اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے کیا یہ لوگ کامیاب ہوں گے، یا کہ ناکام۔اور اگر وہ یہ دعوی کریں کہ ہم نے سچ مچ اس کے سایہ اور عکس سے پھل اتارا ہے تو کیا وہ کسی دوسرے مستقل درخت کا پھل نہ ہوگا جسے انہوں نے اپنی غلطی سے پہلے درخت کے سایہ اور عکس کا پھل سمجھ لیا ہے۔

۶۔سلسلہ نبوت کے شروع سے نزول قرآن تک اسلام میں کسی نبی کو ظلی نبی بروزی نبی عکسی نبی مجازی نبی ناقص نبی اعزازی نبی بطور استعارہ نبی ہرگز ظاہر نہیں کیا گیا۔اسلام میں نبوت اور نبی کا لفظ واضح ہے مجمل نہیں۔اب صدیوں بعد اپنی ایک نئی اصطلاح کی بنا کر جو کوئی بھی ان الفاظ کے ساتھ نبی بنے یا بنائے تو کیا احمدی نقطل نگاہ سے اسلام ایسے نبیوں اور ان کی نبوت کا ذمہ دار ہے۔

۷۔انعام اور عطیہ اپنی وسعت اور مرضی اور دوسرے کی ضرورت یا طلب پر دیا جاتا ہے اور اجرت اور معاوضہ میں ضرورت اور مرضی کا سوال ہی نہیں۔وہ تو بہر حال واجب الاداء ہوتا ہے۔کاری گر اور مزدور سے پورا اور ٹھیک کام لے کر اسے مقررہ اجرت نہ دینا، بحسب ارشاد نبوی

ر جل استا جرا جیراً فا ستو فی منه و لم یعطه ا جره

صریح ظلم ہے۔

جب یہ اصول عقلاً بھی مسلّم ہے تو پھر سوال یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے کیا یہ ممکن ہے کہ اللہ پاک جو کہ سراسر عادل ہے، مسلم قوم سے کسی نیک عمل اور سعی پر کسی صلہ اور ثمرہ کا وعدہ فرمائے تو پھر جب

وہ قوم اپنے ٹھیک عمل اور کوشش کے بعد جسے اللہ پاک نے رضی اللہ عنهم فرما کر پسند بھی فرمالیا ہے، اپنا مقررہ صلہ اور ثمر طلب کرنے یا خدائی وعدوں کے سچا اور پورا ہونے پر یقین کرتے ہوئے خاموش رہے، تو اسے اللہ پاک یوں جواب دے کر ٹال دے کہ تمہیں اس کی ضرورت نہیں۔

۸۔بحسب ارشاد الٰہی آمن الرسول بماانزل الیه من ربه (البقرۃ:۲۸۵)

اور: و الذی جاء با لصدق و صدق به .(الزمر:۳۳)۔سچے نبی کیلئے اپنی نبوت پر ایمان لانا ضروری ہے بلکہ وہ تو سب سے پہلے اپنی نبوت پر ایمان لاکر اول المومنین کہلاتا ہے۔

اب سوال یہ ہے جو کوئی اپنے الہاموں میں صاف صریح طور پر اپنی بابت نبی اور رسول کا نام پاکر بھی اپنی نبوت سے انکار کرے تو وہ اپنے منکروں پر فتویٰ کفر لگانے سے پہلے خود آپ اول الکافرین ہوگا کہ نہیں۔

۹۔کسی چیز کی کثرت اور قلت احمدی نقطہ نگاہ سے کوئی مقرر شدہ بات یا کہ یہ نسبتی امر ہے۔

۱۰۔کیا سچے نبیوں میں کوئی ایسا بھی ہوا ہے جسے اللہ پاک نے نبی اور رسول بنا کر مبعوث فرمایا اور اس نے نبوت کا کام بھی کیا۔مگر برسوں تک اسے یہ معلوم نہ ہوسکا کہ وہ نبی اور رسول ہے۔

۱۱۔کسی سچے نبی کے صحابہ کرام کو اس کے دعویٰ نبوت میں بھی اگر کبھی شبہ اور اختلاف ہوا ہے تو اس کی نظیر درکار ہے۔

۱۲۔زید کی زبانی کسی مقصود اور مطلوب پر سب مسلمانوں کا اتفاق سنا گیا، جس پر وہ خود بھی ان سے متفق ہے، مگر وہ ان سے ایک ایسا اختلاف کرتا ہے جسے وہ خود بھی لفظی نزاع قرار دیتا ہے۔ پھر وہ اس لفظی نزاع پر دوسرے سب مسلمانوں کو کافر اور دائرہ اسلام سے خارج بھی قرار دیتا ہے۔

(مرزا غلام احمد صاحب قادیانی چشمہ معرفت صفحہ ۱۹۶ میں فرماتے ہیں کہ:

ہم میں اور ہمارے مخالف مسلمانوں میں صرف لفظی نزاع ہے اور وہ یہ کہ ہم خدا کے ان کلمات کو جو نبوت یعنی پیش گوئیوں پر مشتمل ہوں، نبوت کے نام سے موسوم کرتے ہیں اور ایسا شخص جس کو بکثرت ایسی پیش گوئیاں بذریعہ وحی دی جائیں، یعنی اس قدر کہ اس کے زمانہ میں اس کی نظیر نہ ہو، اس کا نام ہم نبی رکھتے ہیں کیونکہ نبی اس کو کہتے ہیں جو خدا کے الہام سے بکثرت آئندہ کی خبریں دے مگر ہمارے مخالف مسلمات مکالمہ الٰہیہ کے قائل ہیں لیکن اپنی نادانی سے ایسے مکالمات کو جو

بکثرت پیش گوئیوں پر مشتمل ہوں نبوت کے نام سے موسوم نہیں کرتے۔

اور نیز تتمہ حقیقۃ الوحی ص؟ میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں کہ:

صرف مراد میری نبوت سے کثرت مکالمہ ومخاطبہ الٰہی ہے جو آنحضرت ﷺ کی اتباع سے حاصل ہے۔سو مکالمہ اور مخاطبہ کے آپ لوگ بھی قائل ہیں۔پس یہ صرف لفظی نزاع ہوگی۔یعنی آپ لوگ جس امر کا نام مکالمہ ومخاطبہ رکھتے ہیں میں اس کی کثرت کا نام بموجب حکم الٰہی نبوت رکھتا ہوں و لکل ان یصطلح ۔ اثری)

اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے اس کا رویہ ٹھیک ہے، یا کہ فتنہ اور تفرقہ ہے۔

نوٹ۔جواب کے لئے جوابی لفافہ ارسال خدمت کرر ہا ہو ں۔

خاکسار عبد الرحمٰن عفی عنہ۔یکم فروری ۱۹۴۷ء

محترم مولانا نے اپنے ان بارہ سوالوں کے جواب کی کامل ایک ماہ تک انتظار فرمائی۔جب وہ موصول نہ ہوا، تو آپ نے دوسرا عریضہ روانہ فرمایا جس میں مذکورہ سوالوں کی نقل کے علاوہ مزید ۲۴ سوالات بھی تھے جو کہ ذیل میں درج ہیں۔

بسم اللہ الر حمن الر حیم ۔مکرم جناب خلیفہ صاحب قادیان۔

بعد از سلام مسنون گذارش ہے کہ جناب کے ناظر صاحب نے مجھے دعوت دے کر توقع دلائی تو میں نے لبیک کہتے ہوئے پہلے تو ان کے توسط سے پھر براہ راست یکم فروری ۱۹۴۷ء کو ایک ملفوف جناب کی خدمت میں روانہ کیا جس میں کچھ سوالات معروض تھے اور جواب کے لئے چھ پیسہ کا جوابی لفافہ بھی اپنا مکمل پتہ لکھ کر اس میں رکھ دیا تا کہ آپ خواہ مخواہ زیر بار نہ ہوں۔مگر آج کامل ایک ماہ تک کوئی جواب موصول نہیں ہوا۔میرے عریضے کا خدا حافظ ہے امید ہے کہ وہ ضائع نہیں ہوا ہوگا۔ واضح رہے کہ میری طبیعت پر حسن ظنی غالب ہے۔اور یہ ایک بہت بڑی عنایت ہے جو کہ اللہ پاک نے مجھ پر فرمائی ہے۔ ہر ایک صاحب ایسا نہیں ہوتا۔ممکن ہے کہ میرا عریضہ کسی ایسے شاہی وزیر کے سپرد ہوا ہو جو کہ قادیان کی وسیع آبادی کے انتظام میں مشغول ہو، یا وہ بھول گئے ہوں یا شائد سوالات ہی ان سے ضائع ہو گئے ہوں۔

لہذا بطور یاد دہانی عریضہ ہذا ارسال خدمت ہے اور بطور احتیاط میں اسے بصورت جواب طلب رجسٹری روانہ کر رہا ہوں اور موازی چھ آنہ کا ٹکٹ ڈاک بھی روانہ کر رہا ہوں تا کہ آپ بھی اس کا جواب بذریعہ رجسٹری روانہ کریں اور احتیاطاً سابقہ سوالات کی نقل بھی روانہ کر رہا ہوں اور دیگر بقایہ سوالات بھی روانہ کر رہا ہوں جو کہ یہ ہیں:

۱۔ یہ روایت محدثین کے نزدیک تو کوئی قابل وثوق نہیں جیسا کہ مجمع الزوائد جلد ۶ پر مرقوم ہے، مگر احمدی کتابوں میں اسے صحیح سمجھ کر بیان کیا گیا ہے کہ

ا خبر نی اللہ انّہ لم یکن نبی ا لا عا ش نصف الذی قبلہ و اخبر نی ان عیسی بن مر یم عا ش عشرین و مأہ سنہٍ و الا ارانی الا ذا ھباً علی رأس الستین (الحد یث)

رسول اللہ ﷺ کی عمر ساٹھ سال تھی اور عیسیٰؑ کی عمر اس سے دوگنی ایک سو بیس سال۔ اسی طرح ہر ایک نبی کی عمر سلسلہ وار آدمؑ تک دوگنی ہوتی چلی گئی ہے۔ برائے مہربانی اسے اسی طرح پر ایک لاکھ چوبیس ہزار نبیوں پر تقسیم فرما کر اطلاع دیں کہ سب سے پہلے نبی کی کتنی عمر ثابت ہوتی ہے اور کہ وہ خود نیز کئی ایک دیگر انبیاء علیہم السلام اس کے اس ہمراہ اب تک نہیں بلکہ قیامت تک زندہ ثابت ہوتے ہیں یا کہ نہیں۔

۲۔ آیت کریمہ ما لمسیح ابن مر یم ا لا رسو ل قد خلت من قبلہ الرسل ،

(المائدۃ:۷۵) جس کا ترجمہ یوں کیا جاتا ہے: کہ مریم کا بیٹا مسیح ایک رسول ہے۔ اور تم بخوبی جانتے ہو کہ جس قدر رسول اس سے پہلے تھے وہ سب مر چکے۔ اس سے صاف ظاہر ہے کہ اس کے نزول تک موصوف ضرور زندہ تھے۔ پھر اس کے بعد خواہ کوئی انہیں کسی دوسری آیت کی رو سے اگر مار بھی ڈالے جو کہ ہرگز ممکن نہیں، تو یہ سوال بہرحال قابل حل ہے کہ جس کام کیلئے خدا نے انہیں اتنا عرصہ تک زندہ رکھا ہوا تھا، اسے کرائے بغیر انہیں کیوں مار ڈالا۔

۳۔ حامد نے آیت کریمہ ما محمد ا لّا رسو ل قد خلت من قبلہ الرسل

(آل عمران:١٤٤) کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ:

آنحضرت ﷺ صرف انسان رسول تھے، خدا تو نہیں تھے۔ سو جیسے پہلے اس سے سب رسول فوت ہو چکے ہیں، آپ بھی فوت ہو گئے

(یہ الفاظ مرزا غلام احمد قادیانی کے خود اپنے فرمودہ ہیں جو کہ حقیقۃ الوحی ص ۳۴؟ پر درج ہیں۔ اثری)

احمدی نقطہ نگاہ سے اگر یہ ترجمہ ٹھیک ہے تو پھر یہ آیت کریمہ کس پر نازل ہو کر قرآن سے ملحق ہوئی، کیونکہ رسول اللہ ﷺ کی وفات کے بعد اللہ پاک اطلاع دے رہا ہے کہ: آپ بھی فوت ہو گئے۔

۴۔ محمود نے یہ حدیث نبوی بمعہ ترجمہ وثوق سے بیان کی ہے کہ لو کان موسی و عیسی حیین ما وسعهما الا اتباعی ،

(درمنثور۔ صفحہ ۱۲۰ جلد ۵ میں بحوالہ مصنف عبدالرزاق بیہقی حضرت حفصہ ؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ: و الذی نفسی بیده لو اتاکم یوسف و انا بینکم فاتبعوه و ترکتمونی فضللتم

بحوالہ عبدالرزاق، ابن سعد، ابن ؟ حاکم بیہقی، حضرت عبداللہ بن ثابت سے مرفوعاً منقول ہے کہ: لو نزل موسی فاتبعتموه و ترکتمونی لضللتم انا حظکم من النبیین و انتم حظی من الامم۔

اور بحوالہ بیہقی وغیرہ حضرت جابرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ

و الله لو کان موسی حیاً بین اظهرکم ما حل له الّا ان یتبعنی .

درمنثور صفحہ ۴۰ جلد ۲ میں بحوالہ مسند احمد، عبداللہ بن ثابت سے مرفوعاً منقول ہے کہ

و الذی نفس محمد بیده لو اصبح فیکم موسی ثم اتبعتموه فضللتم انتم حظی من الامم و انا حظکم من النبیین .

اور بحوالہ ابویعلی، حضرت جابرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ

و الله لو کان موسی حیاً بین اظهرکم ما حل الله له الا ان یتبعنی .

اور فتح الباری پارہ ۲۰ میں بحوالہ مسند احمد ابن ابی شیبہ، بزاز، حضرت جابرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ: لو ان موسی کان حیاً ما وسعه الا ان تبعنی .

بحوالہ بزاز حضرت عبداللہ بن ثابت سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔ اور بحوالہ مسند احمد، بزاز حضرت جابرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ

و الله لو کان موسی بین اظهرکم ما حل له الا ان یتبعنی .

اور بحوالہ مسند احمد ابویعلی حضرت جابرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ

و الذی نفسی بیدہ لو ان موسی حیاً ما وسعہ الا ان یتبعنی .

اور بحوالہ بطرانی، حضرت جابرؓ سے مرفوعاً منقول ہے کہ : لو کان موسی بین اظھرکم ثم اتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم ضلالاً بعیداً

اور بحوالہ مسند احمد، طبرانی، عبداللہ بن ثابت سے مرفوعاً منقول ہے کہ: و الذی نفسی بیدہ لو اصبح موسی فیکم ثم اتبعتموہ و ترکتمونی لضللتم .

اور دارمی.. میں حضرت جابرؓ سے مرفوعاً مروی ہے کہ : و الذی نفس محمد بیدہ لو ان موسی کان حیاً ما وسعہ الا ان یتبعنی .

اس دنیا دار التکالیف والاتباع میں اگر یوسف علیہ السلام اور موسیٰؑ زندہ ہوتے تو وہ میرے ظاہر کردہ اسلامی اصولوں کی تصدیق اور تعمیل کرتے جیسے کہ بحسب ارشاد الٰہی لتومنن بہ و لتنصر نہ .. الآیۃ (آل عمران) سب نبی ایک دوسرے کے مصدق اور مؤید۔ ان روایات میں موسیٰ اور یوسف کا ذکر آیا ہے عیسیٰ کا نہیں، خلیفہ صاحب کی پیش کردہ روایت پر کسی محدث نے کسی مسند کتاب کا حوالہ نہیں اور نہ اس کی تصحیح فرمائی اور ان اس کی سند نقل فرمائی تا کہ اسے دیکھا جا سکے۔ لہذا وہ قابل وثوق نہیں۔ اثری)

حضرت موسیٰؑ اور حضرت عیسیٰؑ زندہ ہوتے تو ان کی عمر بھی آنحضرت ﷺ کی اتباع میں گزر جاتی اور وہ جو کچھ بھی پاتے آپ کے فیض سے پاتے (اس کے یہ الفاظ بمعہ روایت اس کی اپنی کتاب حقیقۃ النبوۃ میں ص ۱۵۵ و ۱۸۲ پر موجود ہیں۔ اثری) جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی سابق نبی وغیرہ کا رسول اللہ ﷺ کے زمانہ مبارک تک زندہ رہنا شرعاً ممکن ہے اور کہ یہ بات ختم نبوت کے ہرگز منافی نہیں۔ مگر حامد اس کے خلاف عیسیٰؑ کی زندگی کے (معاذ اللہ) مفاسد یوں بیان کرتا ہے کہ

خدا تعالیٰ ایسی ذلت اور رسوائی اس امت کے لئے اور ایسی ہتک اور کسر شان اپنے نبی مقبول خاتم الانبیاء کے لئے ہرگز روا نہیں رکھے گا کہ ایک رسول کو بھیج کر جس کے آنے کے ساتھ جبریل کا آنا ضروری امر ہے، اسلام کا تختہ ہی الٹا دے (یہ الفاظ قادیانی کے ازالہ اوہام میں صفحہ ۲۴۲؟ پر موجود ہیں)

جب لوگ قرآن شریف پڑھیں گے تو وہ انجیل کھول بیٹھے گا اور جب لوگ عبادت کے وقت بیت اللہ کی طرف منہ کریں گے تو وہ بیت المقدس کی طرف متوجہ ہوگا۔ اور شراب پیئے گا اور سؤر کھائے گا

اور اسلام کے حلال وحرام کی کچھ پرواہ نہیں رکھے گا۔

کیا کوئی عقل تجویز کرسکتی ہے کہ اسلام کیلیئے کوئی ایسا نبی بھی آئے گا جو مستقل نبوت کی وجہ سے آپ کی ختم نبوت کی مہر توڑ دے گا۔ اور آپ کی فضیلت خاتم الانبیاء ہونے کی چھین لے گا اور آپ کی پیروی سے نہیں بلکہ براہ راست مقام نبوت حاصل رکھتا ہوگا (یہ الفاظ مرزا غلام احمد صاحب کی حقیقت الوحی کے صفحہ ۲۹ پر موجود ہیں۔اثری)

اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے ان دونوں میں سے کس کا بیان درست ہے۔

۵۔ اگر کوئی یوں بیان کرے کہ موسیٰ علیہ السلام تو آسمان پر زندہ موجود ہیں (حمامۃ البشریٰ ص ؟ اور تحفہ گولڑویہ ص ۱۵ اور نور الحق صفحہ؟ میں مرزا غلام احمد صاحب نے بیان کیا ہے۔اثری) اور عیسیٰ علیہ السلام مر چکے ہیں تو اس کا کیا مطلب سمجھا جائے گا۔ آیا جسمانی زندگی مراد ہوگی یا کہ روحانی زندگی مراد ہوگی۔ اور کہ احمدی نقطہ نگاہ سے موسیٰؑ کیا اب تک آسمان پر زندہ موجود ہیں، یا کہ فوت ہو چکے ہیں۔

۶۔ اگر کوئی یوں بیان کرے کہ مسیح کے نزول کا عقیدہ کوئی ایسا عقیدہ نہیں ہے جو ہماری ایمانیات کی کوئی جزء یا ہمارے دین کے رکنوں میں سے کوئی رکن ہو، بلکہ صدہا پیش گوئیوں میں سے یہ ایک پیش گوئی ہے جس کو حقیقت اسلام سے کچھ بھی تعلق نہیں۔ جس زمانہ تک یہ پیش گوئی بیان نہیں کی گئی تھی، اس زمانہ تک اسلام کچھ ناقص نہیں تھا، اور جب بیان کی گئی تو اس سے اسلام کچھ کامل نہیں ہو گیا، تو اس سے کیا مطلب سمجھا جائے گا .

آیا یہ کہ مسیح ناصریؑ کی نبوت کو تسلیم کرنا کوئی جز و ایمان نہیں، یا کہ ان کی آمد ثانی کا خیال جز و ایمان نہیں، یا کہ اس کے نام پر کسی مثیل مسیح کو تسلیم کرنا جز و ایمان نہیں۔ ان ہر سہ صورتوں میں احمدی نقطہ نگاہ سے کون سی صورت درست ہے۔

۷۔ احمدی نقطہ نگاہ سے خاتم النبیین کے اصل مفہوم میں کیا یہ بات داخل ہے کہ اس سے پیشتر کوئی نبی بھی اس کے بعد پھر دوبارہ واپس نہ آجائے۔ اگر داخل ہے تو پھر اس طرح پر آدمؑ کی بعثت کے بعد محمد رسول اللہ ﷺ کی بعثت تک ہر ایک نبی جو کہ اللہ پاک کی طرف سے مبعوث ہوا ہے، خاتم النبیین

ٹھہرے گا کیونکہ کسی سے پیشتر کا کوئی نبی بھی اس کے بعد دوبارہ واپس نہیں آیا۔ اور اگر ختم نبوت کے مفہوم میں یہ بات داخل نہیں تو پھر صرف دوسری صورت ہی باقی رہ جاتی ہے کہ اس کے بعد کوئی نبی عہدہ نبوت پر فائز نہ ہوگا۔ ان دونوں صورتوں میں احمدی نقطہ نگاہ سے کون سی صورت ٹھیک ہے۔

۸۔ اول الرسل آدمؑ کی بابت یہ بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے شرک کیا اور ایک حدیث بلکہ آیت کریمہ بھی اس کے ثبوت میں پیش کی جاتی ہے۔ پھر یہ تفریق کی جاتی ہے کہ نبی اپنی نبوت سے پیشتر تو شرک کر سکتا ہے، نبی ہو کر نہیں، اور بعض کے نزدیک ہر وقت نبی سے شرک ممکن ہے، جس پر یہ ثبوت پیش کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے غیر اللہ کی قسم کو شرک بتایا ہے، اور پھر غیر اللہ کی قسم خود بھی کھائی ہے۔ اور غرانیق کا قصہ بھی اس کے ہمراہ پیش کیا جاتا ہے۔ بلکہ یہاں تک کہا جاتا ہے کہ سچے نبی کی رحمانی وحی میں کبھی شیطان کا القاء کردہ کلمہ بھی شامل ہو جاتا ہے۔

اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے قبل از نبوت یا ہر وقت شرک ہو سکتا ہے، یا کہ وہ ہر وقت شرک سے پاک اور معصوم ہوتا ہے۔ اور اگر کسی کا شرک ثابت ہو جائے تو کیا وہ عہدہ نبوت پر فائز ہو سکتا ہے، یا کہ نہیں۔

۹۔ حضرت نبی کریم ﷺ کے شروع الہام میں شبہ ثابت کرتے ہوئے حامد نے بطور مثال یوں بیان کیا کہ آنحضرت ﷺ کو دیکھو کہ جب آپ پر فرشتہ جبریل ظاہر ہوا تو آپ نے فی الفور یقین نہ کیا کہ خدا کی طرف سے ہے بلکہ خدیجہ کے پاس دوڑتے دوڑتے آئے اور فرمایا کہ خشیت علی نفسی ۔

اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے کیا سچ مچ رسول اللہ ﷺ کو یہ شبہ ہوا تھا یا نہیں؟

۱۰۔ کیا یہودیوں کے یہاں یہ کوئی کوئی خود ساختہ معیار نبوت ہے کہ اگر اس کو کوئی دعویدار قتل ہو جائے تو وہ لازماً جھوٹا ہے۔ اگر وہ قتل نہ ہو سکے تو وہ سچا ہے۔ جن سچے نبیوں کو بدطینت یہودی جاہلوں اور عالموں اور بادشاہوں نے بصورت دھوکا زہر کھلا کر یا بشکل جنگی مقابلہ یا بطور سزا جھوٹا سمجھ کر قتل کیا اور کرایا تھا، تاکہ وہ قتل ہو کر جھوٹے ثابت ہوں، کیا ایسے ہی لوگوں کی اللہ پاک نے تردید فرمائی ہے کہ

يقتلون النبيين بغير حق . الآ يه

اور : يقتلو ن ا لا نبياء بغير حق .ا لآ يه .

انہوں نے ہمارے نبیوں کو جس خودتراشیدہ معیار پر قتل کیا وہ سراسر ناحق اور نادرست تھی۔

١١۔ختم نبوت کے بعد جس دعویدار کو کسی نے قتل کیا یا کرایا تو اس کے قتل کی اصل وجہ قاتل نے کیا بیان کی ہے ۔آیا صرف دعوی نبوت ہی اس کے قتل کا موجب ہوا ہے (بـایّ و جه کا ن) یا کہ نبوت کی کسی خاص قسم اور کیفیت (تشریعی وغیرہ) کا عوی تھا جو کہ اس کے قتل کا موجب ہوا ہے۔

١٢۔مسیلمہ کا دعوی نبوت تو دنیا بھر میں پھیل چکا ہے۔اور بچہ بچہ اس سے واقف ہو چکا ہے۔اگر آپ اسے کذاب قرار دیتے ہوں تو آپ کے پاس اس کے خلاف ایسے کون سے پختہ اور قطعی دلائل ہیں جن سے وہ جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔اور اس نے کتنی عمر پائی ،اور کہ اس کے سلسلہ کو کتنی ترقی ہوئی ،اور اس کا سلسلہ کسی نہ کسی رنگ میں اب موجود ہے یا نہیں۔

١٣۔ قطع الوتين اور اخـذ باليمين جس کا ذکر سورہ حاقہ میں ہے،کیا وہ سچے ملہم اور نبی کے لئے ہے، جو کہ اپنے الہام اور وحی میں کوئی جھوٹا الہام اور وحی بنا کر داخل کر دے۔یا کہ ایسے شخص کے لئے ہے جو کہ ابتداء سے ہی جھوٹے الہام اور وحی کا دعوی کرے،یا کہ یہ قانون دونوں پر حاوی ہے اور اس کی صورت کیا ہے۔اور دعوی کے کتنے عرصہ بعد قـطع الوتين اور اخـذ باليمين ہوتی ہے۔سورۃ حاقہ مکی ہے۔قطع اور اخذ کا اعلان مکہ میں کون سے سن اور کس تاریخ کو ہوا تا کہ ٹھیک ٹھیک اندازہ لگایا جاسکے۔

١٤۔کیا اس مضمون کی کوئی نبوی حدیث ہے کہ ہندوستان میں ایک دعویدار نبوت پیدا ہوگا جو کہ دل سیاہ اور سیاہ رو ہوگا۔اور وہ رمل جفر کے طرز پر جوتشیانہ رجماً بالغیب پیش گوئیاں شائع کرے گا جو کہ جھوٹی ثابت ہوں گی اور الفاظ اس کے یوں بیان کئے جاتے ہیں

كا ن فى الهند نبى اسود ا للو ن يسمى كا هناً

(مرزا غلام احمد صاحب نے چشمہ معرفت سے ملحقہ رسالہ صفحہ ١٨ میں اسے حدیث نبوی بتایا ہے۔مگر کتب حدیث میں اس کا

کوئی پتہ نہیں۔ہاں قرآن مجید میں ہے

فذ کّر فما انت بنعمة ر بك بکا هن و لا مجنو ن۔ ام یقولون شا عر نتر بص به ریب المنو ن

۔(طور:۲۹۔۳۰)۔

اور و ما هو بقول شا عر قلیلاً ما تو منون ۔ ولا بقو ل کا هن قلیلاً ما تذ کرو ن ۔

(حاقہ:۴۱۔۴۲)۔محمد رسول اللہ ﷺ سچے نبی ہیں کوئی شاعر نہیں کہ وہ شعر بنا کر شائع کرے اور نہ وہ کوئی کاہن ہے جو کوئی جھوٹی پیش گوئیاں شائع کرے۔اور نہ وہ دیوانہ اور مراقی ہے کہ بے جوڑ اور متضاد باتیں شائع کرے۔....

صحیح بخاری،اور صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ انهم لیسوا بشئی کوئی کاہن سچا نہیں۔

اور ابوداؤد احمد ترمذی اور دارمی میں ارشاد نبوی ہے کہ جو کوئی کاہن کی باتوں کی تصدیق کرے گا تو میرا اس سے کوئی واسطہ نہیں

من اتی کا هناً فصدقه بما یقو ل ... **الحدیث**.

و فیه فقد بری مما انزل علی محمد ۔اثری)

متداول کتب حدیث میں اس کا حوالہ درکار ہے تا کہ اس کی سند اور صحت معلوم کی جائے۔

۱۵۔کیا اس مضمون کی کوئی نبوی حدیث (دارقطنی میں اسے حضرت امام محمد باقر کی طرف منسوب کیا ہے۔حدیث تو کیا کسی صحابی کا قول بھی نہیں۔ہاں مرزا غلام احمد صاحب نے اسے اپنی کتابوں میں حدیث نبوی بتا کر بیان کیا ہے اور کہا ہے کہ اس سے مراد میں ہوں ۔اثری) **ہے کہ ایسا شخص پیدا ہوگا** (ہندوستان میں مرزا صاحب قادیانی نے نبوت و رسالت و مسیحیت و مہدویت کا دعوی کیا،تو ۱۳ رمضان ۱۳۱۱ھ میں چاند کو خسوف اور ۲۸ رمضان ۱۳۱۱ھ میں سورج کو کسوف واقع ہوا کہ دعویدار جھوٹا ہے۔اور بقول مرزا غلام احمد صاحب اس کے دوسرے سال رمضان ۱۳۱۲ھ میں یہ گہن امریکہ میں بھی واقع ہوا ہے جہاں کہ آپ کے معاصر ڈاکٹر ڈوئی نے بھی بقول آپ کے نبوت اور مسیحیت کا دعوی کیا،کہ دعویدار جھوٹا ہے۔ڈاکٹر عیسائی کہلاتا تھا،اور حضرت عیسی کی تحسین کرتا۔بلکہ اس کی غلامی کا دم بھرتا تھا۔اور محمد ﷺ کی توہین کرتا تھا۔اور مرزا محمدی کہلاتا ہے،اور محمد رسول اللہ ﷺ کی تحسین کرتا بلکہ آپ کی غلامی کا دم بھرتا ہے،اور آپ کے نواسے امام حسین ؓ و نیز حضرت عیسی ؑ کی توہین کرتا ہے۔پس اس شہادت نے تاریک ہوکر دونوں کو جھوٹا بتایا۔اثری) **جو کہ مہدویت** (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے حقیقۃ الوحی میں اپنے کسی نامعلوم بزرگ کا ایک شعر اپنی طرف سے گویا ثبوت پیش کیا ہے کہ

درسن غاشی ہجری دوقرآن خواہد بود از پئے مہدی ودجال نشان خواہد بود

تاریخ مقرر پر مدعی کی طرف سے چاند اور سورج بطور دو گواہوں کے تاریک ہوکر پیش ہوں گے کہ مدعی دعوی کے اعتبار سے تو مہدی ہے۔اور حقیقت اور نبوت و شہادت اور کلام کے لحاظ سے دجال اور غاشی ہے کہ اندھیر مچا رہا ہے اور حق پر پردہ ڈال رہا

ہے۔اورنورالحق میں یوں بیان دیا ہے کہ

القمر یهد یکم الی نور الهدی و الشمس تد عو کم الی ا لا یما ن صبت علی قمر السماء مصیبت :
و کمثلنا بذوا ؟؟ الی نورٍ یر عب :

مدعا علیھم کے وقتوں میں تو چاندسورج دونوں روشن ہوکرانکےنورایمان کی شہادت دے رہے تھےمگر جب میں نے دعوی کیا اورانہیں اپنے دعوی پر بطور گواہ پیش کیا تو انہوں نے بےنور ہوکرشہادت دی کہ میرا دعوی تاریک ہے اور میرے جیسے دعویداروں؟ کوڈرایا کہ وہ ایسے دعاوی سے دنیا میں تاریکی نہ پیدا کریں۔مگرافسوس کہ آپ نے اس سے کچھ فائدہ نہیں اٹھایا ۔ عنائت اللہ اثری)اورمسیحیت کا دعوی کریگا۔اور ایک پہلو سے امتی اور ایک پہلو سے نبی کہلائے گا

(گویا نصفا نصفی آدھا امتی اور آدھا نبی ہوا جیسے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے حقیقۃ الوحی صفحہ ۳۹۰ وغیرہ میں دعوی کیا، کہ میں ایک پہلو سے امتی ہوں اور ایک پہلو سے میں آنحضرت ﷺ کے فیض نبوت کی وجہ سے نبی ہوں،۔

اورسورج کی شہادت سے بھی یہی ظاہر ہوا کہ کسوف تاریخوں اور دن کے لحاظ سے،نصف درمیان، میں واقع ہوا۔جیسے کہ نور الحق میں مرزا غلام احمد صاحب نے فرمایا ہے۔اگر پورا امتی ہوتا تو کسوف ندارد۔اوراگر پورا نبی ہوتا تو کسوف سالم ہوتا۔یا بالفاظ دیگر پورا امتی تو بینا (سجاکھا)،اوراگر پورا نبی ہوتا تو اندھا ہوتا۔مگراس طرح پر ایک آنکھ سے دیکھتا،اورایک آنکھ سے کانا،دجال، ہوا جیسے کہ سورج کی شہادت سے ظاہر ہے۔اثری)۔اور فیض محمدی کا دم بھرتا ہوگا اور اپنے ثبوت میں چانداور سورج کو بطور دو گواہوں کے پیش کرے گا۔تو وہ دونوں بزبان حال (کسوف وکسوف سے) سیاہ ہوکر گواہی دیں گے کہ جس پہلو سے وہ امتی کہلاتا ہے وہ پہلو روشن ہے اور جس سے وہ نبی کہلاتا ہے، وہ پہلو سیاہ ہے۔اور چاند کی یہ گواہی مزید کوگی کہ تابعیت کا روشن پہلو بھی دراصل تاریک ہے۔ اور بطور ظلیت اور انعکاس بھی دعوی مسترد ہے کیونکہ چاند کا نور سورج سے مستفاد ہے جو کہ تاریک ہو رہا ہے۔

۱۶۔لغت عرب کی رو سے اول رات کا قمر (چاند) تین راتوں تک اور بعض کے نزدیک سات تک ہلال ہلال بھی کہلاتا ہے۔پھر یہ نام اس سے زائل ہوجاتا ہے اور چودھویں رات کو وہ بدر کے نام سے موسوم ہوتا ہے اور بعض کے نزدیک پھر آخری راتوں میں بھی بمثل اول ہلال ہوجاتا ہے۔لیکن قمر اول تاریخ سے آخر تک اس کا اصل نام ہے جس پر قمری تاریخ ۲۹۔۳۰ کا شمار ہوتا ہے اور یہ نام اس سے کبھی زائل نہیں ہوتا چنانچہ سورہ یونس میں ہے

هو الّذی جعل الشّمس ضیاءً و القمر نورا و قدّره منازل لتعلموا عدد السنین و الحسا ب (یونس :۵) ۔

اورسورہ یٰس میں ہے و القمر قدّر ناہ منازل حتی عاد کا لعر جو ن القدیم (یٰس:۳۹)

قمر(چاند) اپنی تاریخ سے شروع ہوکرآخر ماہ تک روزانہ ایک منزل طے کرتا ہے۔جس پر قمری مہینوں اور برسوں کا حساب قائم ہے۔اور ابوداؤد، و ترمذی،نسائی ودیگر کتب حدیث میں نماز عشاء کی بابت نعمان بن بشیر سے مروی ہے کہ

کان رسو ل اللہ ﷺ یصلیھا لسقوط القمرلثالثۃ ؟

رسول اللہ تیسری رات کا قمر غروب ہونے کے بعد اسے ادا فرمایا کرتے تھے

اوردارقطنی میں ابوالبختر ی سے مروی ہے کہ

انا ا ھللنا قمراًضخماً. الحد یث .

پہلی رات کا قمر(جس کا ابتدائی تاریخوں میں دوسرا نام ہلال بھی ہوتا ہے) ہمیں ضخماً نظر آیا کہ شائد آج دوسری یا تیسری تاریخ ہوگی،تو ہمارے دریافت کرنے پر حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ قمر کی ضخمیت کا شرعاً کوئی اعتبار نہیں۔آج قمری ماہ پہلی تاریخ شمار ہے۔

اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے کیا یہ ٹھیک ہے(مرزا غلام احمد صاحب نے اس پر توفی کی طرح ایک ہزارروپیہ انعام رکھا ہوا۔اگراس کا خلف کوئی منصف مان کرکسی مسلمہ امین کے پاس رقم جمع کرادے تو میں لغت سے بھی اس کا ثبوت پیش کردوں گا۔اثری)۔ اگر نہیں تو پھر ان دلائل کا کیا جواب ہے اوران کے خلاف ایسے کون سے دلائل ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ہلال کو قمر ہرگز نہیں کہا جا سکتا۔

۱۷۔اگرکوئی دعویدار نبوت یوں پیش گوئی کرے کہ فلاں شخص جواس وقت میرا اشد ترین مشہور دشمن ہے وہ علانیہ طور پرتائب ہوکر میری جماعت میں شامل ہوجائے گا،اوردشمنی کے ایام میں جوکچھ بھی اس نے میرے خلاف کیا کرایا ہے وہ سب اللہ اسے بخش دے گا اور پھر موت تک اس کی زندگی

پاکیزہ اور میرے تابع ہوگی اور میری جماعت اس کی خوب خاطر خدمت کرے گی اور خوب خوشیاں منائے گی۔اور یہ کہ یہ پیش گوئی قضاوقدر کا ایک اٹل فیصلہ ہے۔اسے خوب یاد رکھو اور سب لوگوں کو سنا دو کہ ان سے جو اس وقت زندہ ہوں رہیں گے وہ اسے اپنی آنکھوں سے پورا ہوتے ہوئے دیکھیں گے (مولانا محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی کی بابت یہ سب کچھ مرزا غلام احمد صاحب نے اعجاز احمدی میں تحریر فرمایا ہے، جو کہ پورا نہیں ہوا)

اب دریافت یہ ہے کہ اتنی زبردست تحدی کے باوجود بھی اگر اس کی یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی ہوتو کیا وہ صاف طور پر جھوٹا ہوگا یا کہ نہیں۔

۱۸۔مشکوۃ شریف صفحہ ۴۸۰ میں رسول اللہ ﷺ کی جو پیش گوئی موجود ہے کہ عیسیٰؑ جب نازل ہوں گے تو و یتزوج ویولد ،نکاح کریں گے اور ان کے اولاد ہوگی۔اس کی بابت اگر کوئی یوں دعوی کرے کہ اس کا مصداق میں ہوں اور بحسب پیش گوئی فلاں عورت سے اگر میرا نکاح ہوا تو میں سچا ورنہ جھوٹا ٹھہروں گا (مرزا غلام احمد صاحب نے انجام آتھم میں فرمایا ہے کہ یہ محمدی بیگم ہے جس کا بحسب ارشاد نبوی مجھ سے نکاح ہوگا۔مگر افسوس کہ مرزا جھوٹا نکلا۔کیونکہ محمدی بیگم سے مرزا کا نکاح نہیں ہوا۔اثری) اب دریافت یہ ہے کہ اس دعویدار کا اس عورت سے اگر نکاح نہ ہو تو کیا وہ بحسب اقرار خود جھوٹا ہوگا یا کہ نہیں۔

۱۹۔حضرت رسول اللہ ﷺ کی طرف صاف اور صریح فرمودہ پیش گوئیوں میں صدیوں بعد کسی کا اپنی طرف سے کوئی شرط اور قید لگانا جس سے کہ وہ ساقط اور ضائع ہوں درست ہے یا کہ نہیں۔

۲۰۔کیا کسی دعویدار نبوت کو یہ حق حاصل ہے کہ وہ اپنی تحدی کے ساتھ للکار کر بطور معیار شائع کی ہوئی کسی پیش گوئی میں عرصہ بعد کچھ آثار ناموافق دیکھ کر کوئی شرط اور قید لگا دے یا کہ اسے منسوخ ٹھہرا دے۔

۲۱۔نبی اور رسول کی جامع مانع تعریف کیا ہے۔اور اس کا اصل کام کیا ہے جس کیلئے وہ مبعوث ہوتا ہے۔

۲۲۔نبی اور رسول کی تعریف میں محدث اور مجدد اور ابدال بھی شامل ہیں یا کہ نہیں۔

۲۳۔ محدث اور مجدد کیلئے الہام اور اس کا دعوی بھی ضروری ہے یا کہ نہیں۔

۲۴۔ یہودی کتاب یوناہ میں اللہ کے سچے نبی یونسؑ کی بابت یہ بیہودہ سرائی درج ہے کہ انہوں نے اللہ پاک سے الہام پا کر پیش گوئی فرمائی (کہ میری قوم پر چالیس دن تک عذاب الہی نازل ہوگا) جو کہ پوری نہ ہوئی، تو آپ کو شرمسار ہو کر وہاں سے کہیں دوسری جگہ بھاگنا پڑا۔ حالیکہ آپ کی سب قوم علانیہ طور پر عذاب سے خائف ہو کر یا اسے اترتا دیکھ کر آپ کو صادق قرار دے چکی تھی۔

اسلامی تفسیروں میں اس کی نقل و حکایت بھی بایں طور درج ہے کہ

فقالوا ماكذب يونس عرفوا انه صدق هم ما وعد هم من العذاب ۔

یونسؑ کی قوم تو اس پیش گوئی کو سچا تسلیم کرتی تھی اور کہتی تھی کہ یونسؑ ہرگز جھوٹا نہیں، مگر یونس ہیں جو کہ اپنی پیش گوئی کی بابت یوں کہتے رہے کہ نہیں ہرگز پوری نہیں ہوئی

لا ارجع الی قوم قد كذبتم ، اور: لا ارجع اليهم كذابا ابداً .

میں تو صاف طور پر جھوٹا ثابت ہو چکا ہوں اور اس قابل نہیں رہا کہ میں اپنی قوم کے پاس جا کر اسے اپنی شکل دکھا سکوں (درمنثور)۔

اب اے خداوند میں تیری منت کرتا ہوں کہ میری جان کو مجھ سے لے لے کیونکہ میرا مرنا میرے جینے سے بہتر ہے ۔(یوناہ)۔

اب دریافت یہ ہے کہ احمدی نقطہ نگاہ سے حضرت یونسؑ نے کیا سچ مچ یہ پیش گوئی فرمائی تھی جو کہ پوری نہ ہوئی یا کہ سب یہود نا مسعود کا ایک ایسا ناپاک الزام اور بدترین افتری اور بہتان ہے جیسا کہ انہوں نے دیگر انبیاء کرام کی شان میں حسب عادت الزام تراشی کی ہوئی ہے اور اسلامی مفسروں نے اپنی تفسیروں میں سادگی سے ایسے بے ہودہ قصے ان سے لے کر نقل کر دیئے ہیں جو کہ شان نبوت کے سراسر خلاف اور جاہلوں کی مزلت کا موجب ہیں۔

خاکسار عبدالرحمٰن عفی عنہ گورنمنٹ پنشنر

سرکلر روڈ نئی منڈی گجرات پنجاب۔ مورخہ ۴ مارچ ۱۹۴۷ء

یہ دوسرا ملفوف جس میں سابق بارہ سوالوں کی نقل کے علاوہ ۲۴ مزید سوالات درج ہیں بذریعہ جواب طلب رجسٹری خلیفہ (مرزا محمود احمد) صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے سفر سندھ میں وصول فرمایا اور آپکے دستخط ہو کر رسید مولانا صاحب کو وصول ہو گئی۔ پھر اس کے بعد خلیفہ صاحب کی طرف سے مولانا صاحب کو مندرجہ ذیل گرامی نامہ موصول ہوا

۱۲۷۷۔ مورخہ ۱۰ مارچ ۱۹۴۷ء ۔مکرمی ۔السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

آپ کا خط مورخہ ۴ مارچ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ....کی خدمت میں پہنچا۔ حضور فرماتے ہیں کہ آپ کے سوالات کا جواب قادیان جا کر دیا جائے گا۔ سفر میں فرصت نہیں۔

مظفر الدین۔ پرائیویٹ سکرٹری

جب خلیفہ صاحب قادیان تشریف لا کر بھی جواب کی طرف متوجہ نہ ہوئے تو کامل تین ماہ تک انتظار کر کے مولانا صاحب نے یاد دہانی کرائی جو کہ درج ذیل ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ۔مکرم جناب خلیفہ صاحب

بعد از سلام مسنون معروض ہوں کہ میں نے ایک عریضہ یکم فروری ۱۹۴۷ء کو جناب کی خدمت میں روانہ کیا جس میں چند سوالات ملفوف تھے۔ اور جواب کے لئے محصول ڈاک بھی روانہ کر دیا تھا۔ مگر کامل ایک ماہ تک جواب نہ پا کر ۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو دوسرا ملفوف روانہ کیا جس میں چند دیگر نئے سوالات تھے اور اس خیال سے کہ شائد میرے سابق سوالات کہیں ضائع نہ ہو گئے ہوں ان کی نقل بھی بطور احتیاط دوبارہ روانہ کر دی۔ یہ دوسرا ملفوف بذریعہ جواب طلب رجسٹری روانہ کیا جس کی رسید بھی آپ کے دستخط ہو کر ڈاکخانہ کی طرف سے مجھے مل گئی۔ پھر اس کے بعد آپ کے پرائیویٹ سکرٹری کی طرف سے اطلاع موصول ہوئی کہ،

حضور فرماتے ہیں کہ آپ کے سوالات کا جواب قادیان جا کر دیا جائے گا، سفر میں فرصت نہیں۔

ایک طرف سوالوں کی اہمیت اور معقولیت اور دوسری جانب آپ کی طرف سے انکے جواب کا وعدہ، اس سے مجھے اطمینان بلکہ یقین ہو گیا کہ مجھے اپنے سوالوں کا جواب ضرور موصول ہوگا ان شاء اللہ اگرچہ میری ڈاک بفضلہٖ تعالی ہر طرح سے محفوظ ہے تاہم بطور احتیاط میں نے محصول رجسٹری بھی ملفوف میں روانہ کر دیا تھا کہ آپ بھی جواب بذریعہ روانہ کریں تاکہ آپ کا قیمتی جواب اضاعت کے خطرہ سے محفوظ ہو کر مجھے مل سکے۔ مگر آج ۵ جولائی ۱۹۴۷ء تک آپ کی طرف سے کوئی جواب نہیں آیا۔ اس لئے بطور یاددہانی معروض ہوں کہ آپ عرصہ سے قادیان تشریف لائے ہوئے ہیں بحسب وعدہ میرے سوالوں کا جواب عنایت فرما کر مجھے شکریہ کا موقع دیں۔

نیز میں سوچ رہا ہوں کہ کسی سائل کے ایسے سوالوں کے جواب میں جو کہ ایمان و اسلام اور نبوت کے متعلق ہوں اتنی تاخیر کہ اگر سائل اس اثنا میں فوت ہو جائے تو کیا اسے قیامت کے دن گرفت ہو گی کہ تو نے بے سوچے سمجھے اور بے تحقیق کئے کیوں نہیں تسلیم کر لیا، یا کہ مجیب کو گرفت ہوگی کہ تو نے سمجھا بجھا کر کیوں اسے اپنی طرف مائل نہیں کیا۔

امید ہے کہ دونوں صورتوں میں دانشمندانہ طور پر غور فرما کر جواب کی طرف متوجہ ہوں گے۔ اور اگر جواب میں ابھی کچھ تاخیر ہے یا خدانخواستہ ایفائے عہد کا ارادہ فسخ ہو چکا ہے تو اطلاع کر دیں۔ اس مطلب کیلئے بھی عریضہ ہذا کے ہمراہ کارڈ ارسال خدمت ہے اور یہ عریضہ بھی میں بمثل سابق بذریعہ جواب طلب رجسٹری روانہ کر رہا ہوں تاکہ بحفاظت تمام آپ کو مل سکے۔

خاکسار: عبدالرحمٰن عفی عنہ گورنمنٹ پنشنر

مورخہ ۵ جولائی ۱۹۴۷ء سرکلر روڈ نئی منڈی گجرات، پنجاب

مولانا صاحب کے کل سوالات جو کہ براہ راست خلیفہ صاحب کی خدمت میں پیش ہوئے ہیں ۳۶ ہیں۔ مگر خدا خدا کر کے مدت کے بعد صرف ۱۱ سوالوں کا جواب موصول ہوا جو کہ ذیل میں ہیں

نمبر۳۰۵۴۔ ۱۹جولائی ۱۹۴۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ...مکرمی عبدالرحمٰن صاحب پنشنر گجرات۔

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔آپ کے سوالات کے جوابات حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ... کے ایماء سے تحریر ہیں۔

جواب،سوال نمبر۱،۲۔(مجیب نے جن سوالوں کا جواب دیا ہے ان کے اصل الفاظ دہرا کر جواب دیا ہے۔مگر میں نے تکرار کے خوف سے ان کو حذف کر دیا ہے کہ ان کی نقل لفظ بلفظ پہلے درج ہو چکی ہے۔اثری)آپ نے ہر دو سوالوں میں زید اور بکر کی طرف ایک بیان منسوب کیا ہے،ہوسکتا ہے کہ ان کو اس سے اتفاق نہ ہو۔اور آپ نے اس کو فرض کر لیا ہو۔نیز جب وہ ہمارے سامنے آئیں گے تو ہم ان کو جواب دے لیں گے۔

آپ اپنے اعتقاد کی رو سے اعتراض صاف الفاظ میں کیجئے تاکہ آپ کی تشفی کرائی جائے

جواب سوال نمبر۳۔ہمارا اعتقاد یہ ہے کہ ہر سچے نبی کے لئے ضروری نہیں کہ وہ قتل نہ ہو۔اور قتل ہونا اس کی شان کے منافی نہیں جیسے حضرت یحیٰ قتل ہوئے۔آپ کے اعتراض سے جو بات مستنبط ہوتی ہے وہ ہمارا اعتقاد نہیں جن لوگوں کا وہ اعتقاد ہے،ان سے سوال کریں۔(اصل چور کا پتہ لگا دیا گیا ہے۔اب تو آپ ان سوالوں کے حواشی ملاحظہ فرما کر این المفر کا نعرہ لگائیں تاکہ خلیفہ صاحب اور ان کے پہلوان وانصار نہایت بہادرانہ طریق پر دارالامان سے نکل کر کسی دوسری جگہ بھاگ جائیں جہاں پر بقول ان کے ابا جان کوئی بے شرم رہتا ہے۔سمجھا میں نے کیا کہا ہے۔اثری)

جواب سوال نمبر۴۔دو قسم کے انبیاء قرآن مجید سے ثابت ہیں۔

۱۔وہ جو شریعت جدیدہ لاتے ہیں۔

۲۔جو شارع نبی کے تابع ہوتے ہیں اور نئی شریعت نہیں لاتے

(آپ نے تمام گذشتہ سچے نبیوں کو قرآن مجید کے حوالہ سے صرف دو قسموں پر تقسیم فرمایا ہے مگر آیت کوئی درج نہیں فرمائی۔اللہ پاک فرماتا ہے۔

شرع لکم من الدین ما وصی بہ نوحاً و الذی اوحینا الیک و ما وصینا بہ ابراہیم و موسی و عیسی ۔(شوری:۱۳)۔تمہارے لئے بس وہی مشروع ہے جو کہ نوح ابراہیم موسیٰ عیسیٰ وغیرہ کے لئے مشروع تھا۔

تمہاری شریعت کوئی نئی شریعت نہیں۔

نیز فرمایا انا او حینا الیک کما او حینا الی نوح و النبیین من بعدہ ۔ (نساء: ۱۶۲)۔ہم نے تیری طرف اسی طرح پر یہ وحی بھیجی ہے جیسے کہ نوحؑ اور اس کے پچھلے نبیوں کی طرف بھیجی تھی۔

نیز اللہ پاک نے نوح، ابراہیم، لوط، اسماعیل، اسحاق، یعقوب، یوسف، موسیٰ، ہارون، ایوب، یونس، الیاس، الیسع، داؤد، سلیمان، زکریا، یحیٰ کا نام ذکر فرما کر رسول اللہ ﷺ کو مامور فرمایا کہ

فبھدا ھم اقتدہ ۔(انعام)۔آپ ان کے متبع ہوکر رہیں۔

نیز آپ کی بابت اللہ پاک کا ارشاد ہے کہ ھذا نذیر من النذر الاولی۔(نجم:۵۶)

ما یقال لک الّا ما قد قیل للرسل من قبلک (حم سجدہ:۴۳) ۔

ما کنت بدعاً من الرسل ۔(احقاف)۔آپ گذشتہ رسولوں کی طرح رسول ہیں۔کسی نئے رنگ اور جدید اصطلاح پر رسول نہیں۔

پس جو تمام سچے نبیوں سے الگ تھلگ ہوکر کسی خاص اصطلاح پر خاص قسم کا نبی بنا ہے تو وہ اپنی نبوت کا خود ذمہ دار ہے اسلامی نبیوں میں اس کے لئے کوئی جگہ نہیں۔اثری)

۔دوسرے مفہوم کو ادا کرنے کے لئے مجازی نبی کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے جن لوگوں کے نزدیک نبی کی یہ تعریف ہے کہ وہ شریعت جدیدہ لائیں اور مستقل ہوں، ان کے نزدیک مجازی نبی (آج تک کسی مسلمان نے کسی نبی کو نبی مان کر مجازی قرار نہیں دیا۔آپ کی یہ بات فرضی ہے۔اثری) کا منکر کافر نہ ہوگا کیونکہ ان کی تعریف کی رو سے حقیقی نبی شارع ہی ہوگا اور جن کے نزدیک نبی کی تعریف یہ ہے کہ کثرت سے اس پر اظہار غیب ہو اور شریعت لانا اس لئے کے لئے ضروری نہیں، ان کے نزدیک دونوں کا منکر برابر درجہ رکھیں گے۔

جواب سوال نمبر ۵۔ ہمارا وہ اعتقاد نہیں جو آپ نے بیان کیا ہے (اگر آپ کا اعتقاد نہیں تو مبارک ہے اصل چور اور ہے۔وہ اپنی کتاب نزول المسیح ص؟ میں رقم طراز ہے:

میں رسول اور نبی ہوں یعنی باعتبار ظلیت کاملہ کے میں وہ آئینہ ہوں جس میں شکل اور محمدی نبوت کا کامل انعکاس ہے۔

اور چشمہ معرفت صفحہ ۳۲۴ میں لکھتا ہے: خدا نے میرا نام نبی رکھا، یعنی نبوت محمد یہ میرے آئینہ نفس میں منعکس ہوگئی اور ظلی طور پر نہ اصل طور پر مجھے یہ نام دیا گیا۔اثری)۔اس لئے آپ ہمارے عقیدہ کو پیش نظر رکھ کر اعتراض کریں تو جواب دیا جا سکتا ہے۔ہم دوسروں کے اعتقادات کے متعلق کیا کہہ سکتے ہیں۔

جواب سوال نمبر ۶۔آنحضرت ﷺ خاتم النبیین ہیں (جس طرح ہر سلسلہ کا اول اور آخر ہوتا ہے اسی طرح پر نبیوں کا بھی اول وآ خر ہے مرزا صاحب نے اشتہار دیا کہ:

میرا یقین ہے کہ وحی رسالت حضرت آدم سے شروع ہوئی اور جناب رسول اللہ ﷺ پر ختم ہوئی

اور ازالہ اوہام میں فرمایا: ما كا ن محمد ابا ا حدٍ من ر جالكم و لكن رسول الله و خا تم النبيين ۔
یعنی محمد ﷺ تم میں سے کسی مرد کا باپ نہیں مگر وہ رسول اللہ ہے اور ختم کرنے والا نبیوں کا۔

اندریں حالت یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوسکتا کیونکہ خاتم النبیین ایک اور صرف ایک ہے اور ایک کے لئے مثال اور نظیر کا مطالبہ نادانی ہے۔اثری)،اور آپ سے پہلے کوئی خاتم النبیین نہیں ہوا تو کیا اگر کوئی معترض یہ اعتراض کرے کہ جب آنحضرت ﷺ سے پہلے کوئی خاتم النبیین نہیں ہوا تو آپ کا دعوی اور ایک نئی اصطلاح کو کیونکر قبول کیا جا سکتا ہے،تو کیا اس کا اعتراض درست ہوگا یا کوئی کہے کہ پہلے زمانہ میں اردو نہیں بولی جاتی تھی،اب کیوں بولی جائے۔(اچھا تو جو نبوت اردو کی طرح ہے وہ بے روک ٹوک اردو بازار میں بکا کرے،مسلمان اس کے خریدار نہیں۔اثری)۔درحقیقت ہر زمانہ کے حالات مختلف ہوتے ہیں ان کے مطابق لوگوں کو خطاب کیا جاتا ہے اس زمانہ میں یہ سمجھانے کے لئے بعض ایسے نبی بھی آیا کرتے ہیں جو شارع انبیاء کے تابع ہیں اور شریعت جدیدہ نہیں لاتے۔مجازی یا ظلی وغیرہ الفاظ سے مفہوم کو اذھان کے قریب کیا گیا ہے تاکہ لوگوں کو حقیقت جلد سمجھ آسکے (اسلام میں نبی کا مفہوم واضح ہے لہذا مسلمانوں کو اس کی کوئی ضرورت نہیں بلکہ فتنہ پڑتا ہے جیسے کہ خود مرزا صاحب نے بھی الحکم نمبر ۲۹ جلد ۳ مورخہ ۱۷،اگست ۱۸۹۹ء میں اس کا اعتراف فرمایا ہے: ایسے لفظوں سے جو محض استعارہ کے رنگ میں ہیں،اسلام میں فتنہ پڑتا ہے اور اس کا نتیجہ سخت بد نکلتا ہے۔،

اب رہا مرزائی گروہ سوا سے بھی اسی پرچہ میں اپنے بانی کی ہدایت ہے کہ:

اپنی جماعت کی معمولی بول چال اور دن رات کے محاورات میں یہ لفظ نہیں آنے چاہییں اور دلی ایمان سے سمجھنا چاہیے کہ نبوت آنحضرت ﷺ پر ختم ہوگئی ہے۔

مولوی محمد علی صاحب تو شاید باز آگئے ہوں گے آپ اپنے خلیفہ کو سمجھائیں۔مگر آج کل یہ بھی مشکل ہے کیونکہ وہ بہادرانہ طریق پر دارالامان چھوڑ کر لاہور چلے گئے ہیں تاکہ اپنے باپ کا الہام سچا کریں کہ ا خرا ج منه اليز يديو ن .ازالہ۔ یزیدی طبع لوگوں کو قادیان چھوڑ کر بھاگنا پڑے گا۔اثری) اور یہ اس زمانہ کی ضرورت کے پیش نظر ایسا کیا

گیا ہے۔ پس اس کے متعلق یہ اعتراض کہ یہ اصطلاحات پہلے نہ تھیں، درست نہیں۔

جواب سوال نمبر ۷۔ آپ نے اپنے اعتراض میں یہ واضح نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے مسلم قوم سے جس صلہ اور ثمر کا وعدہ کیا تھا اور نہ آپ نے یہ واضح کیا ہے کہ کس طرح مسلم قوم نے اپنے فرض کو پوری طرح ادا کیا جب آپ ہر دو امور کی وضاحت کر دیں تو اعتراض کا جواب دیا جا سکتا ہے

(خلیفہ صاحب نے حقیقۃ النبوت صفحہ ۱۵۰،۲۶۳ میں آیت من یطع الله و الرسول ۔ ۱ لآیہ (نساء) اور اھدنا الصرا ط المستقیم ۔ کی بنا پر نبوت کا دروازہ کھلا بتایا ہے۔ اول الذکر میں عمل اور محنت ہے اور مؤخر الذکر میں اس کے صلہ اور ثمرہ کا مطالبہ ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب اپنے ازالہ اوہام صفحہ ۲۴۳ میں فرماتے ہیں کہ:

اس دعا کا ماحصل کیا ہے، یہی تو ہے کہ ہمیں اے ہمارے خدا نبیوں اور رسولوں کا مثیل بنا۔،

اور حقیقت الوحی صفحہ ۱۰۱ میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں: پس اگر یہ امت پہلے نبیوں کی وارث نہیں، اور اس انعام میں سے ان کو کچھ حصہ نہیں تو یہ دعا کیوں سکھائی گئی۔

مگر افسوس کہ صحابہ کرام جن کی مساعی جمیلہ اور اعمال صالحہ قبول فرما کر اللہ پاک نے رضی الله عنهم و رضوا عنه کا اعلان فرما دیا ہے ان میں سے تو کوئی بھی نبی نہ ہوا حالانکہ وہ سورۃ فاتحہ بھی کمال اخلاص سے پڑھتے رہے۔

حقیقۃ الوحی میں مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں کہ: اس حصہ کثیر وحی الٰہی اور امور غیبیہ اس امت میں سے میں ہی ایک فرد مخصوص اور جس قدر مجھ سے پہلے اولیاء اور ابدال اور اقطاب اس امت میں سے گزر چکے ہیں ان کو یہ حصہ کثیر اس نعمت کا نہیں دیا گیا۔ پس اس وجہ سے نبی کا نام پانے کیلئے میں ہی مخصوص کیا گیا ہوں اور دوسرے تمام لوگ اس نام کے مستحق نہیں۔ اب سوال دہرا کر بتائیں کہ عقل بڑی ہوتی ہے کہ بھینس۔ مسلمانوں کے نزدیک نبوت ایک انعام الٰہی ہے جس کا حصول انسانی کوشش سے ممکن نہیں الله اعلم حیث یجعل رسا لته . الانعام۔ اثری)

جواب سوال نمبر ۸، آپ براہ مہربانی ایسے مدعی کا نام لیں جس نے اپنے الہامات میں (ایک غلطی کا ازالہ میں مرزا صاحب فرماتے ہیں کہ، حق یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی وہ پاک وحی جو میرے پر نازل ہوتی ہے اس میں ایسے لفظ رسول اور مرسل اور نبی کے موجود ہیں۔ نہ ایک دفعہ بلکہ صد ہا دفعہ۔ اثری) لفظ نبی پا کر اپنی نبوت سے انکار کیا ہو (مولوی غلام دستگیر قصوری کے جواب میں مرزا صاحب نے اشتہار شائع کیا کہ نبوت کا دعویٰ اس طرف بھی نہیں صرف ولایت و مجددیت کا دعویٰ ہے۔ اور ازالہ اوہام صفحہ ۱۷۴ میں لکھا کہ:

نبوت کا دعویٰ نہیں بلکہ محدثیت کا دعویٰ ہے۔،

اور اس سے پیشتر براہین احمدیہ کے الہاموں میں بقول آپ کے آپ کا نام نبی اور رسول رکھا گیا۔ اثری) ۔ ہو سکتا ہے

کہ اس نے خود اپنی تحریرات میں کوئی ایسی تشریح کی ہو جس سے اس پر اعتراض نہ ہوتا ہو، اور آپکو سمجھنے میں غلطی لگی ہو۔

جواب سوال نمبر ۹۔ چونکہ اللہ تعالی ہی کسی کو نبی بنا تا ہے اس لئے اسی کو صحیح علم ہوتا ہے کہ کسی کے ساتھ اس کا مکالمہ کثرت کے مقام پر پہنچا ہے یا نہیں۔ اس میں کسی بندے کا اندازہ درست نہیں (کثرت مکالمہ جب آپکے نزدیک ثبوت نبوت ہے اور وہ خدا کے پاس ہے تو گویا آپ کا نبی اپنی نبوت کا ثبوت خدا کے پاس چھوڑ کر آیا ہے۔ آپ نے بہت بڑی عقل مندی کا ثبوت دیا کہ ایسے بے ثبوت نبی کو مان لیا۔ عنائت اللہ اثری)

جواب سوال نمبر ۱۰۔ آپ براہ مہربانی سب سچے نبیوں کی لسٹ بنا کر بھیج دیں ہم ان کے حالات کو دیکھ کر آپکے سوال کا جواب دے دیں گے۔ یا اگر آپ کے ذہن میں کسی خاص مدعی کے متعلق سوال ہے تو پھر اس کو واضح طور پر پیش کریں تا کہ آپ کے شک کو رفع کیا جا سکے۔ (جواب نمبر ۴ میں آپ نے انہی نبیوں کو دو قسموں پر تقسیم فرمایا ہے۔ تیسری قسم کا کوئی نبی نہیں تو گویا آپ نے لسٹ تو خود مرتب فرما دی۔ بس اس میں سے کوئی نظیر مطلوب ہے جس کا ملنا قطعاً ناممکن ہے۔ اثری)

جواب سوال نمبر ۱۱۔ حضرت مسیح نے دعوی نبوت کیا تھا لیکن آپ کے ماننے والوں نے آپ کو خدا بنا لیا اور آپ کے صحیح منصب میں اختلاف کیا (نبی کے ماننے والوں کی بابت سوال نہیں ان کا دامن تو قیامت تک وسیع ہے۔ نبی کے صحابہ کرام کی بابت سوال ہے کہ کسی کو اس کے اصل دعوی میں شبہ پڑا اور اختلاف ہوا؟ عیسیٰؑ کے حواریوں میں اختلاف ہوا؟ کہ وہ نبی تھے یا نہیں؟ اور محمد رسول اللہ ﷺ کے صحابہ میں اختلاف ہوا کہ وہ نبی تھے یا کہ نہیں۔ جو لوگ سوال نہ سمجھ سکتے ہوں وہ جواب کیا خاک دیں گے۔ اثری)۔ پھر آنحضرت ﷺ کی ذات مبارک ہے۔ آپ کے متعلق آپ کے ماننے والوں نے ہی عقیدہ گھڑ لیا کہ جبریل کو غلطی لگی تھی اس نے حضرت علی کی طرف آنا تھا لیکن بھول کر وہ آنحضرت ﷺ کے پاس چلا گیا۔

بالآخر یہ بھی لکھ دینا چاہتا ہوں کہ آپ نے سوالات کرنے میں وہ صحیح راستہ اختیار نہیں کیا جو ایک حقیقت کا طلب گار کر سکتا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ ہم یہ سمجھ گئے ہیں کہ آپ کے اعتراض کا اصل منشاء کیا ہے (ان الفاظ سے آپ کی قلبی کیفیت ظاہر ہوتی ہے۔ مگر ہائے تعصب اور لالچ تیرا ستیاناس، تو نے کسی کو بھی دیانتدار نہیں چھوڑا و جحدوا بها و استيقنتها انفسهم ظلماً و علوّا فا نظر كيف كان عا قبة

المفسدین ۔النمل:۱۴۔اثری)لیکن چونکہ اپنے اعتراضات میں صحیح راستہ اختیار نہیں کیا اسلئے مجبوراً ہمیں آپ کے اختیار کردہ دائرہ کے اندر ہی جوابات دیتے ہوئے رہنا پڑا اگر آپ صحیح راستہ اختیار کرتے تو ہم آپکی تشفی کرادیتے

والسلام ۔خاکسار ابوالمنیر نورالحق مولوی فاضل واقف زندگی

مولانا صاحب کا یہ دوسرا ملفوف جو کہ ۲۴ سوالوں پر مشتمل ہے خلیفہ صاحب کی خدمت میں بصورت جواب طلب رجسٹری حاضر ہوا جسے آپ نے سفر سندھ میں وصول فرمایا۔اور قادیان جا کر جواب دینے کا وعدہ فرمایا۔مگر اللہ پاک نے آپ کو جواب کی توفیق نہیں دی۔

مولانا نے حسن ظنی کی بنا پر ایک اور چٹھی روانہ فرمائی جو کہ درج ذیل ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم ۔مکرم جناب خلیفہ صاحب قادیان۔

بعد از سلام مسنون معروض ہوں کہ یکم فروری ۱۹۴۷ء کو میں جناب کی خدمت میں ایک ملفوف رجسٹری روانہ کی تھی جسے آپ نے قادیان میں وصول فرمایا۔اس میں بارہ سوالات درج تھے۔

پھر میں نے ۴ مارچ ۱۹۴۷ء کو دوسری ملفوف رجسٹری روانہ کی جسے آپ نے سفر میں وصول فرمایا۔ اس میں بارہ سوال پہلے بھی اور ۲۴ سوالات زائد درج تھے۔یہ کل ۳۶ سوالات ہوئے جن کی بابت آپ نے وعدہ فرمایا کہ قادیان جا کر ان کا جواب دیا جائے گا۔

پھر میں نے ۵ جولائی ۱۹۴۷ء کو ایک تیسری ملفوف رجسٹری بطور یاد دہانی ارسال خدمت کی تو ۲۳ جولائی ۱۹۴۷ء کو جناب کی طرف سے بلا رجسٹری ایک ملفوف موصول ہوا جس میں رجسٹری اول کے ۱۱ سوالوں کے جواب تھے اور سوال نمبر ۱۲ کا جواب غائب۔

اور دوسری رجسٹری کے ۲۴ سوالوں کا کوئی جواب نہیں۔کیا قسط وار جواب کا ارادہ ہے یا کیا وجہ ہے۔

اب یہ چوتھی رجسٹری ہے جسے بھیج کر میں جناب کی توجہ جوابات کی طرف مبذول کر رہا ہوں اور

محصول رجسٹری کے لئے موازی ٦۔آنے ٹکٹ بھی بطور احتیاط دوبارہ بھیج رہا ہوں۔اگر آپ نے جواب عنایت فرمایا تو خیر ورنہ الی اللہ المشتکی و ھو خیر الحاکمین .

خاکسار عبدالرحمٰن عفی عنہ سرکلر روڈ نئی منڈی گجرات ٢٨ جولائی ١٩٤٧ء۔

مولانا موصوف کی اس آخری چٹھی کا بھی خلیفہ صاحب (مرزا محمود احمد قادیانی) نے کوئی جواب نہیں دیا۔

☆☆☆

الکیل المو فی
لمن یکتا ل علیہ معنی التو فی

مصنفہ: مولانا حافظ عنائت اللہ اثری وزیر آبادی۔گجرات پنجاب

جنوری ١٩٣٤ء کا ذکر ہے کہ میں یہاں (گجرات میں) روزانہ درس کے سلسلہ میں سورہ مائدہ کے آخر پر فلمّا تو فیتنی کا ترجمہ کر رہا تھا کہ یہاں موت نہیں بلکہ زندے کو کسی دوسری جگہ پہنچا دینا مراد ہے، تو ایک مرزائی خیال نے دریافت کیا کہ اس کے اور نیز متو فیك کے علاوہ بھی کوئی ایسی مثال ہے جس میں فاعل ومفعول اور باب کی قید کے ساتھ موت کے سوا کوئی دوسرا ترجمہ کیا جا سکے۔

میں (حافظ عنایت اللہ اثری) نے کہا کہ ہاں ضرور ہے۔ مگر اس پر مرزا غلام احمد قادیانی نے انعامی چیلنج دیا ہوا ہے جسے حاصل کئے بغیر بتایا نہیں جاسکتا۔ تو اس نے کہا کہ پھر آپ طلب کیوں نہیں کرتے۔ میں نے کہا اچھا میں کرتا ہوں۔ اگر شرائط کے ساتھ دوسری طرف تیار نہ ہوئی (مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جس طرح چیلنج میں فاعل مفعول اور باب ہر سہ کی قید لگائی ہے اسی طرح اس کے انعام میں بھی تین باتوں کا ذکر فرمایا ہے:

میں ہزار روپئہ انعام دونگا۔

اسے اپنی جائیداد کی فروخت سے ادا کرونگا تاکہ عبرت حاصل ہو سکے۔

اور مدمقابل کی علمیت کا اخباروں میں صاف صاف اعتراف کرونگا تاکہ مرزائیوں پر اثر پڑ سکے۔

یہ ہر سہ امور مجموعی طور پر انعام ہے۔ لہذا اس وقت اس کا ذمہ دار وہ شخص ہے جو کہ آنجہانی کی جائداد پر قابض ہے اور کہ اس کا اعتراف اس کے سلسلہ میں معتبر ہے۔ اثری) جیسے کہ مجھے اس کا یقین ہے تو اس کا آپ پر کیا اثر پڑے گا۔ جس پر اس نے تحریری وعدہ کیا کہ میں سابق خیال چھوڑ کر آپ کا خیال قبول کرونگا۔

اس تصفیہ کے بعد میں نے مختلف ملکی اخباروں میں میاں محمود احمد صاحب کے نام پے در پے تین مطبوعہ چھٹیاں بذریعہ جوابی رجسٹری روانہ کیں جن کی رسیدات میاں صاحب کے دستخط ہو کر مجھے موصول ہو گئیں۔ مگر افسوس کہ موصوف اپنے باپ (مرزا غلام احمد) کے چیلنج کی حمایت پر آمادہ نہ ہوئے، تو پھر میں نے مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو بھی اسی طرح پر ہر سہ چھٹیوں کے ذریعہ بلایا۔ مگر انہوں نے بھی چھٹیاں وصول فرما کر کوئی جواب نہیں دیا۔

پھر میں نے ہر سہ چھٹیوں کا عربی ترجمہ ہاروت و ماروت کے نام سے شائع کیا، جسے یہاں پر نیز علماء عرب سے بھی تصدیق کرائی۔

پھر میں نے یہاں آکر ان ہر سہ چھٹیوں و نیز اس سلسلہ میں (اخبار) درنجف سیالکوٹ، (اخبار) سنیاسی گجرات۔ (اخبار) اہل حدیث امرتسر، (اخبار) اہل سنت امرتسر، (اخبار) تنظیم اہل حدیث روپڑ، (اخبار) مسلمان سوہدرہ، (اخبار) الفضل قادیان، (اخبار) پیغام صلح لاہور، اور نیز اشتہارات کے ذریعہ تمام شائع شدہ مضامین کو گوسالہ سامری کے نام سے دسمبر ۱۹۳۷ء میں شائع کیا اور اسے بھی رجسٹری کرا کر موصوف کی خدمت میں روانہ کیا مگر پھر بھی وہ خاموش ہی رہے کہ اگر میں بولا تو پھر میری خیر نہیں۔ چپ ہی بھلی۔

۱۹۴۴ء کا ذکر ہے کہ میں ایک شادی کی تقریب پر پشاور گیا تو وہاں کی مسجد احمدیہ میں آنجہانی مرزا غلام احمد قادیانی کے انعامی چیلنج کا ذکر ہوا کہ کسی نے بھی اسے قبول نہیں کیا۔ تو میری طرف سے معروض ہوا کہ میں نے اسے منظور کیا ہوا ہے، بلکہ میاں (محمود احمد) صاحب کے نام رجسٹری شدہ تین مطبوعہ چٹھیاں بھی روانہ کیں، مگر موصوف اس کی حمایت پر کھڑے نہ ہو سکے۔ چنانچہ یہ سب کچھ رسالہ کی صورت میں شائع ہے۔ تو ایک صاحب عبدالکریم نامی نے کہا کہ ہمیں تو اس کا کوئی علم نہیں۔ آپ وہ رسالہ روانہ کریں تو میں اپنے مرکز سے جواب لے کر آپ کو اطلاع دونگا۔ میں نے کہا اچھا آپ اسے تحریر کر دیں چنانچہ انہوں نے مندرجہ ذیل مضمون تحریر کر دیا

بسم الله الر حمن الر حيم .. نحمده و نصلى على رسو له الكريم

مکرمی جناب حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی

السلا م على من اتبع الهدى .

جناب نے لفظ توفی کے چیلنج کے متعلق جو رسالہ شائع فرمایا ہے برائے مہربانی اس کی ایک کاپی مندرجہ ذیل پتہ پر ارسال فرما کر مشکور فرمائیں۔ میں اپنے مرکز سے اس کے متعلق خط و کتابت کرونگا۔ جو جواب آئے گا میں جناب کو اطلاع دونگا۔

خاکسار عبدالکریم مسجد احمدیہ پشاور

گجرات پہنچ کر میں نے تو رسالہ، گو سالہ سامری بصیغہ بیرنگ روانہ کر دیا تا کہ اضاعت سے بچ کر بحفاظت تام آپ کو مل سکے۔ چنانچہ وہ موصول ہوا مگر آپ نے حسب وعدہ مجھے کوئی اطلاع نہیں دی۔

بات اصل میں یہ ہے کہ مریدانہ سلسلہ میں پیر صاحب کے خلاف حق گوئی ممکن نہیں کہ بیعت کے بعد مرید بالکل بے دست و پا اور بے زبان ہو کر ماھئو لاء لا ينطقون کا پورا پورا مصداق ہو جاتا ہے۔

یہ تو پرانا قصہ ہے جس کا رونا رویا گیا ہے۔ آج برسوں بعد پھر مجھے خیال ہوا کہ توفی کی بابت اللہ پاک نے اپنے خاص فضل و کرم سے جو کچھ مجھے پڑھایا سکھایا اور سمجھایا ہوا ہے، اسے میں لکھ کر قطع الوتین (من

)بشیر الدین کے ہمراہ شائع کردوں جس کا تاریخی نام ٹھا کرتوڑ چہل سوال ہے، تو شائد کوئی سعید روح ہدایت پا سکے۔ ورنہ دیگر ذی علموں کے لئے تو وہ انشاءاللہ ضرور مفید ہوگا۔

رہا انعام سو وہ کوئی کیا دے گا۔ بس اللہ پاک کا دیا ہو یہ علمی انعام ہی کافی وافی ہے جس سے حریف قطعاً محروم ہے۔

ابواب الوفا اور لغت عرب

ا۔قاموس میں ہے: و فی با لعھد کو شی ؟ و فاءً ضد غدر کا و فی و الشیء وفیا کصلی تم و کثـر فھو و فی و وا فیه و الد ر ھم المثقال عد له و او فی علیه اشرف و فلا ناً حقه اعطا وا فیاً کو فاه و و ا فاه فاستو فاه و تو فاه ۔

و فا کا مقابل غدر ہے موت نہیں اور اس کا مجرد اور مفاعلہ اور افعال اور تفعیل اور تفعل اور استفعال سب بابوں کا معنی پورا پورا دینا اور لینا ہوتا ہے۔

۲۔لسان العرب میں ہے:و فـی بـا لشئی و او فی و و فی بمعنی ۔وفا کا باب افعال اور تفعیل مجرد ہر سہ ہم معنی ہیں کہ کسی کو کچھ پورا پورا دینا۔

۳۔لسان العرب میں ہے کہ تـو فیت الما ل منه و استو فیته اذا ا خذ ته کله ۔وفا کا باب تفعل اور استفعال دونوں ہم معنی ہیں کہ میں نے اس سے اپنا سارا مال پورا وصول کرلیا۔

۴۔لسان العرب میں ہے کہ تو فاہ ھو منه و استو فاہ لم ید ع منه شیئاً ۔وفا کا باب تفعل اور استفعال دونوں ہم معنی ہیں کہ میں نے اس سے جو کچھ وصول کرنا تھا پورے طور پر وصول کرلیا ہے، ایسا کہ اسکی طرف کچھ بھی باقی نہیں چھوڑا

۵۔اساس البلاغہ میں ہے کہ استو فاہ و تو فاہ استکمله ۔وفا کا باب استفعال اور تفعل دونوں ہم معنی ہیں اس نے اس سے جو کچھ لینا تھا کامل طور پر وصول کرلیا ہے

۶۔مصباح المنیر میں ہے کہ تـو فیتـه و استو فیته بمعنی وفا کا باب تفعل اور استفعال دونوں ہم

معنی ہیں کہ میں نے اس سے جو کچھ لینا تھا پوری طرح سے وصول کر لیا ہے۔

ان شش لغوی حوالوں میں تین باتیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں:

ا۔آئمہ فن نے ان تمام بابوں کو وفا میں بیان فرما کر اس بات کو واضح کر دیا ہے کہ ان سب کا مادہ وفا ہے۔اور وفا داری اور بے وفائی کا مفہوم سب کو معلوم ہے بلکہ وفا مشعر زندگی ہے چنانچہ قاموس وغیرہ میں ہے کہ

ما ت فلا ن و انت بو فاءٍ اے بطو ل عمر تد عو له بذ لك

فلاں شخص تو مر گیا اور تو اب تک زندہ ہے۔

۲۔باب تفعل کو دیگر بابوں کے ہم معنی دے کر اس کی تخصیص کو توڑ دیا گیا ہے

ص ۵۔چنانچہ امام فن زمخشری کشاف سورہ سجدہ میں فرماتے ہیں کہ

تو فیت حتی من فلا ن و استو فیته ا ذا ا خذ ته وا فیاً کا ملاً من غیر نقصان و التفعل و الاستفعا ل یلتقیا ن فی موا ضع منها تقصية و استقصیته و تعجلة و استعجلته .

باب تفعل اور استفعال کئی جگہوں، ایک دوسرے کے معنوں میں آجاتے ہیں لہذا وفا کے ان ہر دو بابوں میں یہ بات ملحوظ ہے کہ میں نے فلاں سے اپنا حق پورے طور پر وصول کر لیا ہے ایسا کہ اس کی طرف اب کچھ بھی بقایا نہیں۔

اور علامہ آلوسی بھی اس مقام پر روح المعانی میں اسی طرح فرماتے ہیں کہ

ا صل التو فی ا خذ الشئی بتما مه و فسربا لا ستیفاء لا ن التفعل و الاستفعال یلتقیا ن کثیراً کتقضية و تعجلته و استعجلته.

وفا کا باب تفعل اور استفعال ہم معنی ہیں جس سے لغوی ضابطہ کے مطابق کسی چیز کو پوری طور سے حاصل کرنا مراد ہے۔

۳۔فاعل اور مفعول بہ کو ضمیروں کی صورت میں بیان فرما واضح کر دیا گیا کہ ان کے تقید کی کچھ ضرورت نہیں خواہ کوئی فاعل ہو اور مفعول بہ اور خواہ کوئی باب بہر حال معنی اس کے پورا لینا اور پورا دینا ہی ہو گے۔

ابواب الوفا اور لغت حدیث

۷۔۱۔فائق زمحشری میں ہے: وفت اے تمت و طالت

۸۔۲۔نہایہ ابن الاثیر میں ہے: و فی الشئی و و فی ا ذا تم و کمل

۹۔۳۔ نیز نہایہ میں ہے: یقال و فی بالشئی و او فی و وفّی بمعنیً

۱۰۔۴۔ نیز نہایہ میں ہے: و استو فیت حتی ا خذ ته تا ماً

۱۱۔۵۔مجمع البحار میں ہے: و فی با لشئی و او فی و و فی بمعنیً

۱۲۔۶۔ نیز مجمع میں ہے: استو فیت حقی اے ا خذ ته تا ماً

(صحیح بخاری صحیح مسلم میں ارشاد نبوی ہے کہ من ابتا ع (اتباع ؟) طعاماً فلا یبعه حتی یستوفیه خرید کردہ مال پوری طرح سے وصول پا کر فروخت کیا جائے جس کا صحیح بخاری صحیح مسلم میں بالفاظ نبوی یوں ترجمہ آیا ہے کہ لا تبعه حتی تقبضه

اور صحیح مسلم میں یوں آیا ہے حتی ینقله من مکا نه

اور صحیح مسلم میں یوں بھی آیا ہے کہ یحمله الی اهله

اور صحیح مسلم میں یوں بھی آیا ہے کہ حتی یکتا له

اور سنن ابوداؤد میں یوں بھی آیا ہے کہ حتی یبلغه الی ر حله

اور سنن ابوداؤد میں یوں بھی آیا ہے کہ حتی یجو ز ها التجار الی ها لهم (ر حا لهم ؟)

اور صحیح مسلم میں یوں آیا ہے حتی یووه الی ر حا لهم

اور مسلم میں یوں بھی آیا ہے کہ حتی یحو لوا ۔حمل و نقل اور احوز وتحویل اور قبض و ابلاغ اور کیل وایفاء ۔گویا ایفاء اور استیفاء کی مختلف تعبیریں ہیں و التو فی بمعناه کما مر هنا ك ۔اثری)

۱۳۔۷۔ نیز مجمع میں ہے: قد تکو ن الو فا ت قبضاً لیس بمو تٍ

ان سات لغوی حوالوں کا مطلب وہی ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے مگر چونکہ یہ لغت حدیث اس لئے انہیں علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔

ابواب الوفا اور لغت قرآن

۱۴۔۱۔مفردات القرآن راغب میں ہے:

الوا فی الذی بلغ التما م یقال در ھم وافٍ و کیل وافٍ واوفیت الکیل و الوز ن

۱۵۔۲۔نیز مفردات میں ہے:

او فی اذا ا تم العھد و لم ینقض حفظه و اشقا ق ضده و ھو الغدر یدل علی ذلك و ھو الترك

۱۶۔۳۔نیز مفردات میں ہے:

و تو فیتاہ الشئی بذ له وا فیاً و استیفاہ تنا وله وا فیاً

ان ہر سہ لغوی حوالوں کا بھی وہی مطلب ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے مگر چونکہ یہ لغت قرآن ہے اس لئے انہیں علیحدہ بیان کیا گیا ہے۔

لفظ توفی بتصریح قیود ثلاثہ و آئمہ لغت

۱۷۔۱۔ علامہ زمخشری (مرزا غلام احمد صاحب اپنی سب سے آخری کتاب براہین احمدیہ جلد پنجم صفحہ ۲۰۹ میں توفی پر بحث کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

یاد رہے کہ علامہ امام زمخشری لسان عرب کا مسلّم امام ہے اور اس فن میں اس کے آگے تمام مابعد آنے والوں کا سر تسلیم خم ہے اور کتب لغت کے لکھنے والے اس کے قول کو سند لاتے ہیں جیسا کہ صاحب تاج العروس بھی جابجا اس کے قول کی سند پیش کرتا ہے۔

نیز اسی کتاب کے صفحہ ۲۰۸ پر فرمایا کہ: زبان عرب کا ایک بے مثل امام جس کے مقابلہ میں کسی کو چوں و چرا کی گنجائش نہیں یعنی علامہ زمخشری)۔

پھر اس پر آپ حاشیہ ارقام فرماتے ہیں کہ: واضح رہے کہ اس جگہ جو ہم نے زمخشری کو علامہ اور امام کے نام سے یاد کیا ہے وہ محض باعتبار تبحر فن لغت کے ہے کیونکہ اس میں کچھ شک نہیں کہ یہ شخص زبان عرب کی لغات اور انکے استعمال کے محل اور مقام اور ان کے الفاظ فصیح اور غیر فصیح اور لغت جدید اور لغت ردی؟ اور مترادف الفاظ کے فروق اور خصوصیتیں اور ان کی ترکیبات اور ان کے الفاظ قدیم اور متحدث اور قواعد لطیفہ صرف و نحو بلاغت سے خوب ماہر اور ان سب باتوں میں امام اور علامہ وقت تھا نہ کہ کسی اور بات میں) نے اپنی کشاف میں متوفی کا ترجمہ مستوفی کیا ہے (اگر کسی لفظ کے لغۃً کئی ایک معنی ہوں اور مفسروں نے یکے بعد دیگر خواہ تحقیقاً یا تقلیداً اسے صرف ایک ہی معنی پر محمول فرمایا ہے تو یہ ذھول ہوسکتا ہے۔ کوئی حرج نہیں اور دوسرا معنی بھی باطل نہیں۔ مگر یہ نہیں ہوسکتا کہ وہ اس کا کوئی ایسا معنی بیان کر دیں جس کا وہ لغۃً متحمل نہیں کہ یہ مسلم مفسروں کی شان سے بعید ہے۔ کشاف کی طرح دیگر تفسیروں میں بھی تصریح ہے کہ اللہ پاک کے فاعل اور انسان کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں باب تفعل کا معنی موت کے علاوہ دوسرا بھی ہوسکتا ہے۔ لہذا یہ مرزائی قاعدہ فرضی ہے،

عربی ہرگزنہیں۔اثری)۔جو باب استفعال ہے۔پس اگر اللہ تعالی کے فاعل اور انسان کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں وفا کا باب تفعل دیگر بابوں سے الگ تھلگ ہو کر موت کے سوا کسی دوسرے معنی کا متحمل نہ ہوتا تو متوفی کا ترجمہ مستوفی ہرگز نہ کیا جاتا کیونکہ باب استفعا ل دیگر بابوں کی طرح موت کے معنوں کا ہرگز متحمل نہیں۔ورنہ مرزا غلام احمد صاحب کے ارشاد مندرجہ آئینہ کمالات اسلام استو فا نی کا ترجمہ یوں کرنا پڑے گا کہ خدا نے مجھے مار لیا، جو خود آنجہانی اور اس کے مریدوں کے نزدیک بھی درست نہیں۔

۱۸۔۲۔امام زمخشری اپنی قابل قدر کتاب اساس البلاغۃ میں فرماتے ہیں کہ

و من المجاز تو فی فلا ن و تو فاہ اللہ و ادر کتہ الو فاۃ۔

باب تفعل سے توفی جب کہ اللہ پاک اس کا فاعل اور انسان یا اور کوئی ذی روح مفعول بہ ہو تو اس وقت اس کے موت کے معنی مجاز ہونگے۔حقیقی ہرگز نہ ہونگے۔

۱۹۔۳۔تاج العروس میں ہے کہ

و من المجاز ادر کتہ الو فاۃ اے المو ت و المنیۃ و تو فی فلا ن ا ذا ما ت و توفاہ اللہ عز و جل ا ذا قبض رو حہ

اللہ پاک کے فاعل اور انسان یا کسی دیگر ذی روح کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں باب تفعیل سے موت کے معنی مجازی معنی ہے حقیقی ہرگز نہیں۔

پس اگر اللہ کے فاعل اور انسان یا کسی دیگر ذی روح کے مفعول بہ ہونے کی صورت میں تو فی موت سے مخصوص ہو جاتا ہے تو آئمہ لغت کا اسے ایسی صورت میں مجازی معنوں پر محمول کرنا بے معنی ہوگا جو کہ اہل لغت کی شان سے ہرگز مناسب نہیں ہے۔

شرائط ثلاثہ کی موجودگی میں جب آئمہ لغت موت کو مجازی معنی قرار دیتے ہیں تو ایسی صورت میں حقیقی معنی کیا ہونگے۔وہی جو کہ مجدد وقت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کیا کرتے تھے۔ورنہ حقیقت کا ابطال لازم آئے گا جو کسی طرح پر بھی مناسب نہیں۔

۲۰۔۴۔قاضی بیضاوی سورہ مائدہ کی تفسیر میں فرماتے ہیں کہ التو فی ا خذ الشئی وا فیاً و المو ت

نوع منه (اس لغوی حوالہ کے یہ الفاظ تفسیر ابوسعود، سراج منیر، جامع البیان، فتح البیان، فتح المنان، کبیر وغیرہ سنی تفسیروں بلکہ صافی شیعہ تفسیر میں بھی موجود ہیں۔ مگر میرے پیش نظر اس وقت ان کی لغوی حیثیت ہے، تفسیری ہرگز نہیں۔ اثری) تو فی لغت میں کسی چیز کو پوری طرح سے پکڑ لینا ہوتا ہے اور موت بھی اس کی ایک نوع ہے۔

لغوی ترجمہ کرتے وقت قاضی صاحب (حوالہ ۱۷، اور ۲۰ نام کے اعتبار سے تفسیری اور مضمون کے لحاظ سے لغوی ہے۔ اول الذکر کی بابت تو گذر چکا ہے کہ مرزا صاحب نے اسے امام فن تسلیم کیا ہے۔ اور مؤخر الذکر عربیت میں اس کی مثل اور نظیر ہے۔ اثری) نے باب تفعل کو خاص طور پر پیش نظر رکھا ہے اور اس کے ذریعہ کسی ذی روح کی موت کے اظہار کو نوعی ترجمہ بتایا ہے جس سے صاف ظاہر ہے کہ ان کے نزدیک شرائط ثلاثہ کی موجودگی میں بھی دیگر انواع ومعانی کا احتمال موجود ہوتا ہے۔ ورنہ شرائط ثلاثہ کی موجودگی میں موت کو نوعی معنی قرار دینا صریحاً غلط ہوگا جو کہ آئمہ لغت کی علمی شان سے بعید ہے۔

ہاں یہ ضروری ہے کہ موت کے اظہار کے لئے دیگر بابوں کو چھوڑ صرف اسی باب کو استعمال کیا جائے کیونکہ دیگر جملہ ابواب موت کے معنوں کے ہرگز متحمل نہیں مگر یہ ضروری نہیں کہ جہاں یہ باب مستعمل ہو، اس جگہ موت ہی مراد لی جائے۔

پس اہل لغت کے نزدیک و فی فلا ن او و فاہ اللہ او اوفاہ و استو فاہ سے موت ہرگز مراد نہیں ہوسکتی۔ اظہار موت کے لئے تو فی فلا ن او تو فاہ اللہ او تو فاہ المو ت او تو فاہ ملك المو ت کہا جائے۔ پہلی صورت میں فاعل اگر چہ مذکور نہیں مگر وہ اللہ پاک ہی ہے اور دوسری صورت میں فاعل ظاہر ہے اور تیسری صورت میں اگر چہ موت اور چوتھی میں فرشتہ ہے، مگر دراصل اللہ پاک ہی فاعل ہے موت اور فرشتہ اصل نہیں، اور ان سب صورتوں میں موت کا معنی پھر بھی مجازی ہے جو کہ کبھی مراد ہوتا ہے اور کبھی نہیں کہ حقیقت دوسروں سے مشترک ہے اور غالباً یہی وہ جگہ ہے جہاں پر مرزا صاحب نے اہل لغت کی بات نہ سمجھ کو ٹھوکر کھائی

فکشفنا عنك غطاء ك فبصر ك اليو م حد يد (ق:۲۲)

ابواب الوفاء اور قرآن مجید

١ ۔ من اوفی بعهده من الله ۔ (توبہ:١١١) ۔ تفعیل

٢ ۔ ثم یجزاه الجزاء الاوفی ۔(نجم:٤١)

٣ ۔ و اذ ابتلی ابراهیم ربه بکلمات فاتمهن ۔ (بقرہ)

٤ ۔ و ابراهیم الذی وفی ۔ (نجم:٣٧) ۔ تفعیل

٥ ۔ و وجد الله عنده فوفاه حسابه ۔ (نور:٢٩) ۔ تفعیل

٦ ۔ یومئذ یوفیهم الله دینهم الحق ۔ (نور:٢٥) ۔ تفعیل

٧۔ لیوفینهم ربك اعمالهم ۔ (هود:١١١) ۔ تفعیل

٨ ۔ نوف الیهم اعمالهم فیهاو هم فیها لا یبخسون (هود:١٥) ۔تفعیل

٩ ۔ و انا لموفوهم نصیبهم غیر منقوص ۔ (هود:١٠٩) ۔ تفعیل

١٠ ۔فیوفیهم اجورهم ۔ (آل عمران:٥٧)۔ تفعیل

١١۔ و انما توفون اجورکم یوم القیامة ۔ (آل عمران:١٨٥) ۔ تفعیل

١٢ ۔ و وفیت کل نفس ما کسبت و هم لا یظلمون ۔ (آل عمران:٢٥) ۔ تفعیل

١٣ ۔ ثم توفی کل نفس ما کسبت و هم لا یظلمون ۔ (آل عمران:١٦١) ۔ تفعیل

١٤ ۔ ثم توفی کل نفس ما کسبت و هم لا یظلمون ۔(بقرہ:٢٨١) ۔ تفعیل

١٥ ۔ و توفی کل نفس ما عملت و هم لا یظلمون ۔ (نحل:١١١)۔ تفعیل

١٦ ۔ یوف الیکم و انتم لا تظلمون ۔ (بقرہ:٢٧٢) ۔ تفعیل

١٧ ۔ لیوفیهم اعمالهم و هم لا یظلمون ۔ (احقاف) ۔ تفعیل

١٨ ۔ یوف الیکم و انتم لا تظلمون ۔ (انفعال ؟) تفعیل

١٩ ۔ و وفیت کل نفس ما عملت ۔(زمر) ۔ تفعیل

۲۰ ۔ انما یو فی الصا برو ن ا جر ھم بغیر حسا ب ۔ (زمر) ۔ تفعیل

۲۱ ۔ لیو فیھم ا جو ر ھم ۔ (فا طر)۔ تفعیل

۲۲ ۔ فیو فیھم ا جو ر ھم ۔ (نساء) ۔ تفعیل

۲۳ ۔ انی او ف الکیل۔ (یو سف) ۔ افعا ل

۲٤ ۔فاو ف لنا الکیل ۔ (یو سف) ۔ افعا ل

۲۵ ۔ او فوا بعھدی ۔ (بقرہ) ۔افعا ل

۲٦ ۔ او ف بعھد کم ۔ (بقرہ) ۔ افعا ل

۲۷ ۔ والمو فو ن بعھد ھم ۔ (بقرہ) ۔ افعا ل

۲۸۔ فمن یمکث فا نما نکث علی نفسه و من او فی بما عا ھد علیه الله ۔(فتح) ۔ افعا ل

۲۹ ۔ من او فی بعھدہ و اتقی ۔ (آل عمرا ن)۔ افعا ل

۳۰ ۔ یو فو ن بعھد الله و لا ینقضو ن المیثا ق۔ (رعد) ۔ افعا ل

۳۱۔ و لیو فوا نذ ور ھم ۔ (حج) ۔ افعا ل

۳۲ ۔ یو فو ن با لنذر ۔ (د ھر) ۔ افعا ل ۔

۳۳۔و بعھد الله او فوا ۔ (انعا م) ۔ افعا ل

۳٤۔ او فوا بعھد الله ا ذا عا ھد تم ولا تنقضون الا یمان بعد تو کید ھا ۔(نحل) ۔ افعا ل

۳۵ ۔ او فوا بالعھد ان العھد کا ن مسئو لاً ۔(بنی اسرا ئیل:۳٤) ۔ افعا ل

۳٦۔ او فو ا الکیل ا ذا کلتم ۔ (بنی اسرا ئیل:۳۵)۔ افعا ل

۳۷ ۔ او فوا بالعقو د ۔ (ما ئدہ:۱) ۔ افعا ل

۳۸ ۔ او فوا الکیل و المیزا ن با لقسط۔ (انعا م:۱۵۲)۔ افعا ل

۳۹ ۔ او فوا الکیل و لا تکو نوا من الخا سرین ۔(شعراء:۱۸۱) ۔ افعا ل

٤۰۔ او فوا المکیا ل و المیزا ن با لقسط و لا تبخسوا الناس اشیاء ھم ۔(ھود:۸۵)۔ افعا ل

٤١۔ او فوا الکیل و المیزا ن و لا تبخسوا الناس اشیاء ھم ۔(اعرا ف:٨٥) ۔ افعا ل ۔

٤٢ ۔ اذا کتا لوا علی النا س یستو فو ن ۔ (تطفیف:٢) ۔ استفعا ل

٤٣ ۔ ھو الذی یتو فا کم با للیل ۔ (انعا م:٦٠) ۔ تفعل

٤٤ ۔ اللہ یتو فی ا لا نفس ۔ (زمر:٤٢) ۔ تفعل

٤٥ ۔ او نتو فینك فا نما علیك البلا غ ۔(رعد:٤٠) ۔ تفعل

٤٦ ۔ او نتو فینك فا لینا مر جعھم ۔(یو نس:٤٦) ۔ تفعل

٤٧ ۔ او نتو فینك فا لینا یر جعو ن ۔ (مو من:٧٧) ۔ تفعل

٤٨ ۔ و تو فنا مع ا لا برا ر ۔(آل عمرا ن:١٩٣) ۔ تفعل

٤٩ ۔ و تو فنا مسلمین ۔ (اعرا ف :١٢٦)۔ تفعل

٥٠ ۔ تو فنی مسلماً و الحقنی بالصا لحین۔ (یو سف:١٠١)۔ تفعل

٥١ ۔ یتو فا کم ملك المو ت الذی و کل بکم ۔ (سجدہ:١١)۔ تفعل

٥٢ ۔ تو فتہ ر سلنا و ھم لا یفر طو ن ۔ (انعا م:٦١) ۔ تفعل

٥٣ ۔ ا ذا جا ء تھم ر سلنا یتو فو نھم ۔(اعرا ف:٣٧) ۔ تفعل

٥٤ ۔ فکیف اذا تو فتھم الملا ئکۃ ۔ (محمد:٢٧) ۔ تفعل

٥٥۔ یتو فی الذ ین کفروا الملا ئکۃ ۔ (انفا ل:٥٠) ۔ تفعل

٥٦ ۔ ان الذین تو فا ھم الملا ئکۃ ظا لمی انفسھم۔ (نساء:٩٧) ۔ تفعل

٥٧۔ الذین تتو فا ھم الملا ئکۃ ظا لمی انفسھم۔(نحل:٢٨) ۔ تفعل

٥٨ ۔ الذین تتو فا ھم الملا ئکۃ طیبین یقو لو ن.. ۔ (نحل:٣٢) ۔ تفعل

٥٩ ۔ولکن اعبد اللہ الذی یتو فا کم ۔ (یو نس:١٠٤) ۔ تفعل

٦٠ ۔ و اللہ خلقکم ثم یتو فا کم ۔ (نحل:٧٠) ۔ تفعل

٦١ ۔ و منکم من یتو فی ۔ (مو من:٦٧) ۔ تفعل

٦٢ ۔ و منكم من يتو فى ۔(حج:٥)۔ تفعل

٦٣ ۔ يا عيسى انى متو فيك ۔ (آل عمرا ن:٥٥) ۔ تفعل ۔

٦٤۔فلما تو فيتنى كنت انت الر قيب عليهم ۔(ما ئده:١١٧) ۔ تفعل

٦٥۔ حتى يتو فا هن الموت ۔ (نساء:١٠) ۔ تفعل ۔

٦٦ ۔ و الذين يتو فو ن منكم و يذرو ن ازوا جاً يتر بصن بانفسهن اربعة اشهر و عشرا۔ (بقره:٢٣٤)۔ تفعل

٦٧ ۔ و الذ ين يتو فو ن منكم و يذرو ن ازوا جاً و صية لازواجهم۔ (بقره: ٢٤٠) ۔ تفعل

آیات کریمات ۳۹، ۹، ۵۲، ۸، ۴۰، ۴۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴، ۱۵، ۱۶، ۱۷، ۱۸، ۳۰، ۳۴، ۲۸ میں وفا کا ترجمہ غیر تخسیر اور غیر منقوص اور عدم تفریط اور عدم نخس اور عدم ظلم اور عدم نقض اور عدم نلث (نکث ؟) فرما کر اللہ پاک نے خود کر دیا ہے جس سے لفظ تو فی کی اصل بنائے لغوی صاف طور پر آشکارا ہو جاتی ہے۔

اور آیت کریمہ ۴ میں جس مفہوم کو وفی فرما کر ظاہر کیا گیا ہے، اسے آیت کریمہ ۳ میں اتم سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وفاء بمعنی تمام و کمال ہے جو سب اہل لغت کرتے چلے آرہے ہیں ۔ بلکہ امام راغب نے مفردات میں ان ہر دو (۳ ، ۴) آیتوں کو ہم معنی قرار دے کر فرمایا ہے کہ فتو فيته انه بذل المجهود فى جميع ما طو لب به خلیل اللہ ابراہیم علیہ الصلوۃ والسلام نے الٰہی مطالبات کو ٹھیک طور پر پورا کیا۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے چیلنج میں موت اور قبض روح کا ذکر فرمایا ہے جس سے بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ موصوف گویا دو معنوں کو مستثنیٰ فرما رہے ہیں حالانکہ یہ ٹھیک نہیں۔ بلکہ قبض روح اور موت ان کے نزدیک ایک ہی چیز کے دو نام ہیں، کوئی الگ الگ مفہوم نہیں چنانچہ ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۴۱ پر فرمایا کہ

> تمام قرآن شریف میں اول سے آخر تک یہ لفظ فقط روح کے قبض کرنے کے معنوں میں استعمال کیا گیا ہے،۔

نیز ازالہ اوہام کے صفحہ ۱۰۲ پر فرمایا:

قرآن شریف میں اول سے آخر تک جس جس جگہ توفی کا لفظ آیا ہے ان تمام مقامات میں توفی کے معنی موت ہی لئے گئے ہیں۔،

پہلے حوالے میں فقط کہہ کر قبض روح کے علاوہ کسی دوسرے معنی کی قرآن میں کوئی گنجائش نہیں چھوڑی اور دوسرے حوالے میں، ہی، بول کر موت کے سوا کسی دوسرے مطلب کو قرآن میں کوئی جگہ نہیں دی۔ اب یا تو ان دونوں حوالوں میں باہمی نفی واثبات کا تخالف اور تضاد تسلیم کرنا پڑے گا اور یا پھر قبض روح اور موت کو ہم معنی قرار دے کر دونوں میں تطبیق دینی پڑے گی اور اسی کو میں نے حسن ظنی کی بنا پر ترجیح دی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اپنے اس اختراعی ضابطہ کو عربوں سے نقل نہیں فرمایا بلکہ صاف صاف اقرار فرمایا ہے کہ کتب حدیث ولغت وادب کے مطالعہ سے میرا یہ استقراء ہے جس کا ابطال ممکن نہیں۔

ممکن ہے کہ آپ نے اس خیال سے متعدد کتابوں کا مطالعہ کیا ہو مگر استقراء ہرگز تام نہیں کیونکہ ازالہ اوہام کی جدول میں قرآن مجید کی تمام آیتوں کو درج کرتے ہوئے ایک آیت کو آپ نے شامل نہیں فرمایا جس کا میں آئندہ چل کر بیان کرونگا۔

غلطی نمبر ۱۔ اگر آپ نے جدول میں اس آیت کے اندراج کو عمداً چھوڑا ہے تو پھر ہم کو کیا وثوق ہوسکتا ہے کہ آپ نے دیگر کتابوں کا مطالعہ کرتے وقت ان مثالوں کو عمداً نظر انداز فرمایا ہو جو آپکے مطلب کے خلاف ہوں۔ جب قرآن جیسی مشہور ومعروف اور محفوظ ومتداول کتاب میں یہ بدترین روش اختیار کی گئی ہے تو دوسری کتابوں کا پھر اللہ ہی حافظ ہے۔

اور اگر عدم اندراج کی وجہ تعمد نہیں بلکہ ذہول اور کوتاہی ہے تو پھر دوسری کتابوں کی بابت کیونکر اطمینان ہوسکتا ہے کہ ان میں ذھول نہیں ہوسکا۔ پس جب قرآن مجید کے استقراء کا یہ حال ہے کہ جس کی آیتوں کو حافظوں سے دریافت کیا جاسکتا ہے اور نجوم الفرقان سے نہایت آسانی سے نکالی جاسکتی ہیں، تو دوسری کتابوں کا استقراء کیونکر کامل ہوسکتا ہے۔

غلطی نمبر ۲۔ نیز آپ نے ازالہ اوہام کی جدول میں آیت شماری کرتے وقت تین آیتوں پر سورہ مومن کا حوالہ دیا ہے حالانکہ سورہ مومن میں صرف دو ہی آیتیں ہیں تیسری کوئی آیت نہیں۔

اگر آپ نے تیسری آیت از خود تجویز فرمائی ہے تو یہ قرآن مجید پر سخت کمینہ حملہ ہے اور اگر نمبر بڑھانے کے لئے ایک آیت کو مکرر تحریر فرمایا ہے تو بھی دیانت کے خلاف ہے اور یہی وجہ غالب معلوم ہوتی ہے کیونکہ ازالہ اوہام کے دیگر اڈیشنوں میں بھی یہ غلطی بدستور چلی آتی ہے جس کی توجہ دلانے پر بھی آج تک اصلاح نہ ہوسکی اور اگر ذہول پر محمول کریں تو پھر آپ کے استقراء کی حقیقت آشکارا ہو جاتی ہے کہ جب قرآن مجید کی بیس پچیس تک آیت شماری کا یہ حال ہے تو دیگر کتابوں سے ہزاروں کی اعداد شماری کیونکر درست ہوئی ہوگی۔

دلائل و براہین

ثبوت نمبر ۱

درمنثور ۳۲۹ جلد ۵ میں بحوالہ ابن ابی حاتم اور ابن منذر، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے مروی ہے

فیتوفی اللہ النفس فی منامہ و یدع الروح فی جسدہ و جوفہ یتقلب و یعیش۔ (الحدیث)۔ اور نیند میں جو اللہ پاک ہر ایک جاندار کی توفی فرماتا ہے تو اس سے سچ مچ موت واقع نہیں ہو جاتی بلکہ وہ بدستور زندہ ہی رہتا ہے اور روح اس کے جسم میں رواں دواں ہوتی ہے جس کی وجہ سے وہ کروٹ بدلتا اور سانس لیتا اور کھانا ہضم کرتا ہے۔

ثبوت نمبر ۲

ھو الذی یتوفاکم باللیل و یعلم ما جرحتم بالنھار ثم یمیتکم فیہ لیقضی اجل مسمی ۔(الانعام:۶۰)۔ وہ ذات پاک ہے جو گزشتہ دن کی تھکاوٹ سے آرام دینے کے لئے تمہیں رات کو سلا دیتا ہے۔ پھر دوسرے دن تمہیں بمثل سابق کاروبار کے لئے جگا دیتا ہے تا اسی طرح پر تمہاری مقررہ زندگی ختم کرے۔

اس آیت کریمہ میں ہر سہ شرائط موجود ہونے پر بھی موت کا ترجمہ ہر گز نہیں ہوسکتا کیونکہ سویا ہوا مردہ نہیں کہ اس کی بیوی دوسرا نکاح کرے یا اس کا ورثہ تقسیم ہو جائے۔ بلکہ زندہ ہے اور ہر روز نیند کی صورت میں

اس کی تو فی فرماتا ہے۔

ثبوت نمبر ۳

الـلـه يتو فى ا لا نفس (نفس کی جمع انفس اور نفوس دونوں طرح قرآن مجید میں وارد ہوئی ہے اور انفس سے اس جگہ تمام ناطق اور غیر ناطق ذی روح مراد ہیں کہ اللہ پاک ان سب کی تـو فـی فرماتا ہے۔انہیں سلاتا اور بے ہوش کرتا ہے اور وقت پر مار بھی دیتا ہے۔تفسیر اکلیل صفحہ ۱۷۶ اور در منثور صفحہ ۱۱ جلد ۳ میں بحوالہ ابوالشیخ حضرت انسؓ بن مالک سے مروی ہے کہ انہوں نے کسی کے دریافت کرنے پر جواباً فرمایا:

انـه سـئـل مـن يـقبض اروا ح البها ئم قا ل ملك المو ت فبلغ الحسن فقا ل صدق و ان ذلك فى كتاب الله ثم تلا هذه ا لآ ية .

انسانوں کی طرح تمام دیگر حیوانوں کی ارواح بھی ملک الموت ہی قبض کرتا ہے۔ جسے حسن بصری نے سن کر فرمایا کہ یہ بالکل ٹھیک ہے اور قرآن شریف سے بھی ثابت ہے۔نیز در منثور صفحہ ۱۸۴ جلد ۴ میں بحوالہ ابوالشیخ عقیل دیلمی انس سے مرفوعاً آیا ہے کہ گھوڑوں خچروں و نیز بہائم کی اور چیونٹیوں و نیز جملہ حشرات کی اور ٹڈی مچھروں اور نیز جملہ پرندوں کی قبـض الـلـه اروا حهـا اللہ پاک ہی قبض فرماتا ہے۔نیز ص ۳۱۷ جلد ۵ میں بحوالہ طبرانی ابونعیم ابن مندہ مرفوعاً ملک الموت کا بیان آیا ہے کہ

و الله ما ار دت ان اقبض بعو ضة ما قدر ت على ذلك حتى يكو ن الله هو يا ذن بقبضها ۔

میں اللہ پاک کے حکم کے بغیر ایک مچھر کی روح بھی قبض نہیں کرسکتا۔مقدمات ابن رشد صفحہ ۱۶۱ جلد ا میں ہے

فملك المو ت يقبض اروا ح كل حيٍ فى البر و البحر .

نیز صفحہ ۱۶۴ میں ہے کہ انه يقبض رو ح كل حى من الجن و ا لا نس و غير هم .

نیز صفحہ ۱۶۲ میں کہ وا ن كـا ن قـا بض ا لا روا ح و متو فى ا لا نفس با ذن ر به فالقابض على الحقيقة و المتو فى هو الله ر ب العا لمين.

بظاہر اگرچہ سب جنوں اور انسانوں بلکہ تمام بری بحری جانداروں کی ارواح ملک الموت ہی توفی اور قبض کرتا ہے مگر دراصل قابض اور متوفی سب کا خود اللہ پاک ہے ملک الموت اور اس کے اعوان وانصار کی طرف قبض اور توفی کی نسبت مجازی ہے۔ اور در منثور جلد ۵ صفحہ ۳۱۷ میں ہے کہ کوئی ملک الموت انسانوں کی اور جنوں کی اور پھر کوئی ان میں سے نیکوں کی اور کوئی بدوں کی اور کوئی پرندوں کی اور کوئی چرندوں کی اور کوئی درندوں کی اور کوئی چیونٹیوں اور کیڑوں مکوڑوں اور حشرات الارض کی اور کوئی مچھلیوں کی اور کوئی فرشتوں کی روحوں کے قبض پر اللہ پاک کی طرف سے مقرر ہے،ہاں شہداء بحر و نیز آخری فرشتہ کا براہ

راست خود اللہ پاک قابض ہے

مرزا صاحب نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۳۸، اور انجام آتھم صفحہ ۱۴۰ میں جو فرمایا ہے کہ توفی کا لفظ غیر انسانوں پر استعمال نہیں ہوا اور یہ کہ ان کی ارواح مقبوض نہیں، سو یہ قرآن مجید اور اس کے علوم سے محرومی ہے اور اسی طرح پر مولوی عبداللہ صاحب چکڑالوی نے اپنی تفسیر کے ص ۴۵۱؟ پارہ ۷ میں جو فرمایا ہے کہ عام حیوان تو کیا کسی جن وانس کی بھی روح قبض نہیں ہوتی بلکہ جیسے کہ وہ پیدائش کے وقت مادہ سے ہی پیدا ہو جاتی ہے کہیں باہر سے آ کر داخل نہیں ہوتی، اسی طرح موت کے وقت بھی وہ اس میں ہی بھسم ہو کر فنا ہو جاتی ہے۔ سو اس کی اصل وجہ نبوی حدیثوں کی تغلیط اور عالم برزخ کا انکار اور عذاب قبر سے فرار ہے۔ اثری) حین مو تھا و التی لم تمت فی منا مھا فیمسك التی قضی علیھا المو ت و یرسل ا لا خری الی ا جل مسمی (زمر:۴۲)۔ ناطق اور غیر ناطق تمام حیوانوں کی توفی بصورت نیند خدا تعالی ہی ہر روز فرماتا ہے۔ پھر اس سلسلہ میں جن کی موت کا وقت آ جاتا ہے ان کی توفی اس وقت موت کی صورت میں فرما کر انہیں دنیا سے رخصت کر دیتا ہے۔

اس آیت کریمہ میں بھی فاعل اور مفعول بہ کے تقیید کے ساتھ تو فی کا استعمال موت اور نیند دونوں معنوں میں مشترک طور پر ہوا ہے اور سوئے پڑے کی بابت صاف فرما دیا کہ لم تمت وہ مردہ نہیں بلکہ ایسی تو فی وارد ہو جانے پر بھی وہ زندہ ہے۔

مرزا غلام احمد آنجہانی نے آیت ۲ و ۳ کو ازالہ جدول میں شامل فرما کر بہت پریشانی اٹھائی کہ کبھی آپ کو نص قرآن کے خلاف نیند کو موت قرار دینا پڑا اور کبھی جسم کو بے کار چھوڑ دینا فرمایا اور کبھی قبض روح کی قید لگا کر اسے مستثنی کرنے کی بے سود کوشش فرمائی اور مطالبہ کیا کہ قبض جسم مع روح اس کا استعمال بتانے پر مبلغ ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا (مرزا غلام احمد صاحب یا اس کے کسی نائب نے تو انعام مقرر کا کبھی یقین نہیں دلایا ہاں میر قاسم علی صاحب سہ صدی دوست نے مجدد وقت مولانا ثناء اللہ مرحوم کے بالمقابل تین صد روپیہ کا چیلنج دے کر روپیہ امین کے پاس جمع کرایا جسے مرحوم نے مسلّمہ منصف کے فیصلہ دینے پر فوراً وصول فرمایا۔ عنایت اللہ اثری)

گو ان ہر سہ مثالوں سے ہمارا دعوی صاف طور پر ثابت ہو چکا ہے کیونکہ قبض روح اور موت جیسا کہ میں ازالہ اوہام کے حوالہ سے پہلے بیان کر آیا ہوں ایک ہے مگر میں جھوٹے کو اس کے گھر تک پہنچانے کے لئے جسم اور روح ہر دو پر بقیود ثلاثہ اس کا استعمال ثابت کرتا ہوں، اور اس کے دیگر معانی پر بھی روشنی ڈالتا ہوں۔

ثبوت نمبر۴

وا مّا نـر يـنك بـعض الذى نعد هم او نتو فينك فا لينا مر جعهم ثم الله شهيد علی ما يفعلو ن ۔(یونس:۴۶)۔

اگر ہم تیری اس مکی زندگی میں تیرے روبرو اہل مکہ پر وعدہ شدیدہ عذاب بھیج دیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ ہم تجھے یہاں سے مدینہ منورہ لے چلیں اور تیرے ہجرت کئے پیچھے انہیں عذاب کریں تو ایسا بھی ہم کر سکتے ہیں بہرحال خدا تعالی مرجع خلائق اور سب افعال نقل و حرکت پر گواہ ہے۔

ثبوت نمبر۵

فـا نّـمـا نـر ينّك بعض الذى نعد هم او نتو فينك فا نما عليك البلا غ و علينا الـحـسـا ب .(رعد:۴۰)۔ اگر ہم تیری اس مکی زندگی میں تیرے روبروہی اہل مکہ پر وعدہ شدیدہ عذاب بھیج دیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں۔یا پھر دوسری صورت یہ ہے کہ ہم تجھے مدینہ منورہ لے چلیں

(مجدد وقت مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے مرزائی چیلنج کا نمبر۲،۳،اور بعض لغوی جوابوں کی رو سے اپنے طرز پر انعام لئے بغیر ابطال فرمایا ہے جیسے کہ ضمیمہ اشاعۃ السنہ نمبر۲ جلد۱۴؟ ۱۸۹۱ء میں شائع ہے۔اب میں نے عرصہ بعد اپنے طرز پر مرزائی چیلنج کا بحسب ارشاد الٰہی و حشر نا عليهم كل شئى قبلاً ما كا نوا ليؤمنوا۔ ۱ لآ يه ۔انعام۔ خصم کی طلب کردہ شرائط اور مطابق دنداں شکن اور قلم توڑ جواب بھی دے دیا ہے مگر امید نہیں کہ خلیفہ صاحب یا امیر صاحب اپنی گدیو ں کی وجہ سے ایمان ظاہر کریں۔اثری)۔اور تیرے ہجرت کئے پیچھے انہیں عذاب کریں تو ایسا بھی ہم کر سکتے ہیں۔بہرحال تیرا کام تبلیغی ڈیوٹی ادا کرنا ہے چاہے مکہ میں رہ کر ہو یا مدینہ میں جا کر،اور تبلیغی نتائج مرتب کرنا ہمارا کام ہے تیرا نہیں۔

ثبوت نمبر۶

فا مّا نر ينّك بعض الذى نعد هم او نتو فينك فا لينا ير جعو ن

(مومن:۷۷)اگر ہم تیری اس مکی زندگی میں تیرے روبرو اہل مکہ پر وعدہ شدہ عذاب بھیج دیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں یا پھر

دوسری صورت یہ ہے کہ ہم تجھے یہاں سے مدینہ لے چلیں اور تیری ہجرت کے پیچھے انہیں عذاب کریں تو ایسا بھی ہم کر سکتے ہیں بہرحال ہم ہی مرجع انام ہیں

ان ہرسہ آیات میں شرائط ثلاثہ موجود ہونے پر بھی موت کا معنی ہرگز مناسب نہیں کیونکہ تـــو فـــی موت کے مقابل نہیں بلکہ رؤیت کے مقابل واقع ہو کر عدم رؤیت ظاہر کر رہا ہے۔ جس سے ہجرت مراد ہے جو جسم اور روح دونوں سے وابستہ ہے۔

تفسیر الٰہی

فـا مّـا نذ هبنّ بك فا نّا منهم منتقمو ن۔ او نر ينّك بعض الذى وعد نا هم فا نّا عـليهـم مـقتدرو ن ۔ فاستمسك با لذى او حى اليك انك على صرا ط مستقيم۔ و انّه لذ كر لك و لقو مك و سوف تسئلو ن ۔(زخرف:۴۱۔۴۴)۔

خواہ تو ہم تجھے یہاں سے مدینہ منورہ لے چلیں تب بھی ہم تیری ہجرت کئے پیچھے ان سے انتقام لیں گے اور خواہ تیری موجود گی میں انہیں عذا ب کریں۔ تب بھی ہم اس پر قادر ہیں۔ پس تو ہر حال میں یہاں اور وہاں بھی وحی الٰہی کی پابندی کر۔ اور قوم کو تذکیر کرتا رہ کہ یہی صراط مستقیم ہے جس کی بابت تم سب کو سوال ہوگا۔

اس آیت کریمہ میں وہی بات بیان ہوئی ہے جس کا ذکر ہرسہ آیات سابقہ میں ہو چکا ہے۔ فرق اس قدر ہے کہ سابقہ آیتوں میں جس مفہوم کو نتو فينك سے ادا کیا ہے اسے اس آیت میں نذ هبن بك سے تعبیر کیا گیا ہے۔ تا معلوم ہو کہ اس تـو فی سے خدا تعالیٰ کا مطلب ذ ھا ب اور ہجرت کروانا ہے، موت ہرگز نہیں اور یہ وہی ذھاب ہے جو حضرت ابراہیم کے کلام میں واقع ہوا ہے کہ انـی ذا هب الى ربى سيهد ين ۔ (الصافات :۹۹)؟ میں تمہیں چھوڑ اپنے خدا کی طرف جاتا ہوں وہ میرا بہتر بندوبست اور انتظام فرمائے گا۔ پھر موصوف نے اپنے ذھا ب کو دوسرے لفظوں میں یوں واضح فرمایا کہ

انّى مها جر الى ر بى انه هو العزيز الحكيم ۔(العنکبوت:۲۶)۔

میں خدا تعالیٰ کی طرف ہجرت کر جاتا ہوں کہ وہ عزیز و حکیم ہونے کی وجہ سے میری عزت محکم فرمائے گا

سنت اللہ اور توضیح الٰہی

انکار نبوت کی وجہ سے جو منکروں پر عذاب آیا کرتا ہے اس سے نبی (ثم ننجی رسلنا و الذین آمنوا کذ لك حقا علینا ننج المو منین (یونس:۱۰۳) ۔جیسے ارشادات میں اس قاعدہ کا مفصل بیان ہوا ہے۔عنایت اللہ اثری) اور اس کے تابعداروں کو ضرور بچا یا لیا جا تا ہے۔خواہ تو انہیں وہاں رکھ کر بچاؤ کی صورت پیدا کر دی جاتی ہے یا پھر انہیں کسی دوسری جگہ بھیج دیا جا تا ہے چنانچہ حضرت نوح ؑ کو قوم میں رکھ کر بچایا گیا کسی دوسری جگہ جانے کی ضرورت نہیں پڑی ۔اور حضرت لوط ؑ کو وہاں سے کسی دوسری جگہ بھیج کر بچا لیا گیا۔اور یہی صورت یونس ؑ کو پیش آئی۔گزشتہ آیتوں میں اسی سنت اللہ کا بیان ہوا ہے چنانچہ ارشاد ہے

و ان کا دو ا لیستفزو نك من ا لا ر ض لیخر جو ك منها و ا ذا لا یلبثو ن خلا فك ا لا قلیلا سنة من قد ارسلنا قبلك من رسلنا و لا تجد لسنتنا تحو یلا اقم الصلوۃ لد لو ك الشمس الی غسق ا للیل و قرآن الفجر۔ ان قر آ ن الفجر کان مشهوداً و من ا للیل فتهجد به نا فلة لك عسی ان یبعثك ر بك مقا ماً محمو داً ۔ و قل رب اد خلنی مد خل صدق و اخر جنی مخر ج صد ق و اجعل لی من لد نك سلطا ناً نصیراً ۔(بنی اسرائیل:۷۶۔۸۰)

یہ لوگ تجھے مکہ سے نکالنے کے درپئے ہو رہے ہیں یہ تجھے کیا نکالیں گے جب تو خود ہمارے حکم کی بنا پر یہاں سے ہجرت کر جائے گا تو پھر تیری ہجرت کئے پیچھے یہ بھی چین سے زندگی بسر نہ کر سکیں گے کیونکہ ہمارا تمام انبیاء کے ساتھ یہی سلوک ہوتا رہا ہے کہ تعذیب کے وقت انہیں خواہ رکھ وہاں کر بچا لیا یا کسی دوسری جگہ روانہ کر دیا گیا ۔پس تو دلوک سے ابتداء رات کے اندھیرے تک نماز ادا کرتا رہ اور تہجد بھی پڑھا کر عنقریب تیرا خدا تجھے یہاں سے کسی بہتر جگہ روانہ کر دے گا (شان نزول کے اعتبار سے مقام محمود مقام شفاعت ہے جیسے کہ حدیثوں میں آیا ہے اور سیاق اور روانگی مضمون کے لحاظ سے وہ مدینہ طیبہ ہے جیسے کہ میرے ترجمہ سے ظاہر ہے اور ہر ایک مطلب اپنی اپنی جگہ درست ہے اور حدیث نبوی سے ثابت ہے۔صرف غور اور توجہ کی ضرورت ہے۔اثری) اور یوں درخواست کر کہ اے خدایا مجھے عزت کے ساتھ یہاں سے نکال اور عزت سے وہاں داخل کر کہ میں منصور اور غالب ہو کر رہوں۔رسول اللہ ﷺ کو خدا نے یہ دعا

سکھا کر ہدایت فرمائی کہ وہ اس کا وظیفہ پڑھیں :

قل رب امّا ترینی ما یو عدو ن۔ رب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین۔ و انّا علی ان نر یك ما نعد هم لقا درو ن ۔ ادفع بالتی هی احسن السیئة نحن اعلم بما یصفو ن (مومنون:۹۳۔۹۵)

گو اہل مکہ تیرے ساتھ کوئی اچھا سلوک نہیں کر رہے مگر تو عفو سے کام لے کر درگذر کرتا رہے۔ ممکن ہے کہ تیرے روبرو انہیں مبتلاء عذاب کر دیا جائے اور چونکہ یہ وقت خوف کا ہوگا اس لئے بمطابق و اتقوا فتنة لا تصیبن الذین ظلموا منکم خا صة ۔ واعلموا ان الله شد ید العقا ب ۔ (الانفال: ۲۵) دعا کرتے رہا کرو کہ خدایا اگر تو میرے روبرو انہیں عذاب کرے تو مجھے اپنی حکمت کاملہ سے بچالینا۔ تو مجھے کسی دوسری جگہ بھجوا دینا۔ چنانچہ بحسب ارشاد الٰہی رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ میں عموماً یہ مذکورہ قرآنی دعا پڑھا کرتے تھے۔

تفسیر نبوی اور ثبوت نمبر ۶

بحسب روایت احمد، عبدالرزاق، طبرانی، حاکم، بزاز، عبد بن حمید، ابن نصر، ابن جریر، ابن مردویہ، بیہقی یہ دعا بھی پڑھا کرتے تھے جو کہ مذکورہ قرآنی دعا کا خلاصہ ہے کہ

واذا اردت بقو م فتنة فتو فنی الیك غیر مفتو ن

اے خدایا جب تو اپنے بندوں کو کسی فتنہ میں مبتلا کرنے لگے تو پہلے میری نگرانی کا بندوبست فرمالے کہ میں غیر مفتون ہو کر اپنی جان بچالوں۔

گویا یہ حدیث نبوی الفاظ الٰہی نتو فینك اور نذ هبن بك کی تفسیر اور ارشاد الٰہی قل رب اما تر ینی ما یو عدو ن۔ ر ب فلا تجعلنی فی القوم الظالمین (المو منون ۹۲۔۹۳) کی پوری پوری تعمیل ہے۔ جس مفہوم کو رسول اللہ ﷺ نے اپنے لفظوں میں فتو فنی بول کر ظاہر فرمایا ہے اسی مفہوم کو اپنے الٰہی لفظوں میں فلا تجعلنی فی القو م الظا لمین کہہ کر فرمایا ہے۔ چنانچہ تفسیر جامع البیان میں اس قرآنی آیت کے ساتھ اس نبوی حدیث کو بیان فرما کر ظاہر کر دیا ہے کہ ان دونوں کا مطلب ایک ہے۔ اور

ظاہر ہے کہ قرآنی الفاظ کسی حال میں بھی کسی کے نزدیک موت پر دلالت نہیں کرتے۔ تفسیر فتح البیان میں ہے

قا ل الز جا ج ا ے ان انز لت بهم النقمة یا ر ب فا جعلنی خا رجاً عنهم

جس کا ترجمان القرآن میں یوں ترجمہ کیا ہے کہ زجاج نے کہا۔ معنی یہ ہیں اگر تو ان پر نقمت و عذاب نازل کرے تو تو مجھے ان سے خارج کر دینا۔ الحاصل کہ اس حدیث میں جو لفظ فتو فنی آیا ہے اس میں شرائط ثلاثہ موجود ہیں۔ مگر موت کے معنی ہرگز چسپاں نہیں ہوسکتے بلکہ فتنہ و فساد سے احتراز اور بچاؤ مراد ہے جو کہ وہاں رہ کر یا کسی دوسری جگہ جا کر ہوسکتا ہے۔ پھر اس فتو فنی کی مزید تشریح دوسری حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے فرما دی ہے کہ

ا ذا ارد ت بعبا د ك فتنة فا قبضنی الیك غیر مفتو ن رواه مالك و التر مذی و البزا ز و فی روا یة و اذا ارد ت بقو م فتنة و انا فیهم فا قبضنی الیك غیر مفتو ن ۔

اس سے اپنی نگرانی اور قبضہ مراد ہے، موت ہرگز مراد نہیں بلکہ اس کی مزید تشریح مجمع الزوائد صفحہ ۱۷۹ جلد ۷ میں بحوالہ طبرانی اور درمنثور صفحہ ۳۲۰ جلد ۵ میں بحوالہ طبرانی اور ابن نصر اور ابن مردویہ ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ

و اذا ار دت فی قو م فتنة فنجنی غیر مفتو ن ۔

(رب نجنی و اهلی مما یعملو ن ۔(الشعراء:۱۶۹)

و نجنی و من معی من المو منین ۔(الشعرا۔۱۱۸)

و نجنی من فر عو ن و عمله و نجنی من القوم الظا لمین ۔(التحریم:۱۱)۔

آیات کریمات ملاحظہ ہوں کہ نجات کے مفہوم میں موت کا خیال پیدا ہوسکتا ہے؟۔

پھر مرزا صاحب نے قصیدہ اعجازی میں فرج کرب اور نجات کی دعا کی ہے کہ

فر ج کربی یا الهی و مز ق خصمی یا نصیری و عفر نجنی ۔

تو کیا انہوں نے اللہ پاک سے موت طلب کی ہے؟ ہرگز نہیں۔ اثری)

اور مستدرک حاکم جلد ا صفحہ ۵۲۱ میں معاذ بن جبل سے مرفوعاً یوں مروی ہے کہ

و اذا اردت فی خلقك فتنة فنجنی الیك منها غیر مفتون ۔

لواب تو رسول اللہ ﷺ نے اپنے فرمودہ توفنی کا ترجمہ نجنی کر دیا ہے جس کے بعد کسی مزید حوالہ کی ضرورت نہیں۔

مزید توضیح

گو اللہ پاک نے یونس، رعد، مومن، ہر سہ مکی سورتوں میں

اما نرینك بعض الذی نعدھم او نتوفینك

فرما کر زخرف مکی سورت میں اس کی تشریح

فاِمّا نذھبن بك فانا منھم منتقمون (الزخرف:٤١)

سے فرما کر اہل مکہ کی تعذیب کا امکانی وقت جیسا کہ ہجرت سے پیشتر بتایا ہے ویسا ہی اس کے بعد بتایا۔ مگر مدنی سورۃ انفال میں

و ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم ۔ (الانفال:٣٣)

فرما کر صاف صاف طور پر اپنا عندیہ ظاہر فرما دیا کہ اس کا ہرگز یہ ارادہ نہ تھا کہ تیری موجودگی میں اہل مکہ پر وعدہ شدہ عذاب نازل کرے۔ ہاں اب چونکہ تو ہجرت کر آیا ہے اس لئے اب انہیں ضرور عذاب کیا جائے گا بلکہ اب تو عذاب کی ایک اور وجہ بھی پیدا ہو گئی ہے کہ وہ نا اہل ہو کر حقداروں کو بیت اللہ سے روکتے ہیں اور تفسیر مواہب الرحمان میں و انّا علی ان نریك ما نعدھم لقادرون (مومنون:٩٥) پر کہا ہے کہ:

> مکہ میں جب تک حضرت ﷺ تھے آپ کو نہ دکھلایا، جب مدینہ ہجرت کر گئے تو بدر کے روز جہاد میں کچھ دکھلا دیا اور اس وقت آپ ان لوگوں میں رہتے نہ تھے۔

اور درمنثور جلد۳ صفحہ ۱۸۱ میں بحوالہ عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، عطیہ سے مروی ہے کہ

ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم یعنی المشرکین حتی یخرجك منھم

جب تک تجھے مکہ سے مدینہ روانہ نہ کردیا جائے۔ان مکی مشرکوں کو عذاب نہ ہوگا اور بحوالہ عبد بن حمید، ابن جریر، ابو مالک سے مروی ہے کہ

انــت فیهم ،یعنی اہل مکہ جب تک تو مکہ والوں میں سکونت پذیر ہے،انہیں عذاب نہ ہوگا اور بحوالہ ابن جریر، ابن حاتم،عبدالرحمٰن بن ابزیؓ سے مروی ہے کہ آیت کریمہ و انــت فیهم مکہ مکرمہ میں نازل ہوئی پھر جب رسول اللہ ﷺ مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تب بھی عذاب ملتوی رہا کہ استغفار کا دروازہ کھلا ہے جو کہ دوسری امان ہے مگر جب انہوں نے آپ کا تعاقب کرتے ہوئے نقمت الٰہی کو ہی پسند کیا تو پھر آیت کریمہ و مـا لهم الا یعذ بهم الله نازل ہوئی تو انہیں عذاب ہوا جو کہ بقول حضرت عکرمہ اور حضرت حسن بصری فتح مکہ کے روز بھوک اور محاصرہ کی صورت میں نازل ہوا۔ رواہ ابن جریر اور ابن ابی حاتم اور بحوالہ عبد بن حمید، ابن جریر ،نحاس، ابوشیخ ،ضحاک سے مروی ہے کہ انــت فیهـم سے مراد اہل مکہ ہیں۔رسول اللہ ﷺ کا وجود باسعود ان کے لئے گویا ایک امان تھی پھر جب مدینہ تشریف لے گئے تب بھی جلد عذاب نازل نہ ہوا کہ استغفار کا دروازہ کھلا ہے جو کہ ان کے لئے گویا دوسری امان تھی۔ پھر جب انہوں نے آپ کا تعاقب کرتے ہوئے نقمت الٰہی کو ہی پسند کیا تو بدر اور فتح کے مواقع پر انہیں کچھ دکھایا گیا جیسے کہ اس باب میں روایات واردہ کا حصول ہے اور صحاح میں در بارہ کسوف جو ارشاد نبوی وارد ہوا ہے

ر بّ الـم تـعـد نـی ا لا تـعذ بهم و انا فیهم ر ب الم تعد نی ان لا تعذ بهم و هم یستغفرو ن ۔ الحد یث ۔

اس کا بھی یہی حصول ہے اور اول سے آخر تک ایسا ہی ہوتا چلا آیا ہے۔ چنانچہ درمنشور جلد ۳ صفحہ ۱۸۲ میں بحوالہ ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم ،نحاس ،بیہقی ، حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے آیت کریمہ و انــت فیهم کی تفسیر میں مروی ہے کہ

ما کا ن الله لیعذ ب قو ماً و انبیاء هم بین ا ظهر هم حتی یخرجوا . (حد یث)

اللہ پاک کی قدیم سنت ہے کہ وہ انبیاء کی موجودگی میں ان کی قوموں پر ہرگز عذاب نازل نہیں فرماتا تاوقتیکہ ان کا اور ان کے خادموں کا پورا پورا انتظام نہ فرمالے خواہ وہاں رکھ کر انہیں بچائے یا کسی دوسری جگہ

انہیں بحفاظت تام پہنچا دے۔

اس بات پر سب کا اتفاق ہے کہ یونس، رعد، مومن، ہر سہ مکی سورتوں میں ارشاد الٰہی نتو فینك کا ٹھیک ٹھیک مطلب وہی ہے جو کہ زخرف مکی سورت میں بالفاظ تــذ هبــن بك بیان ہوا ہے جو کہ موت پر کسی طرح بھی دال نہیں بلکہ صاف صریح طور پر ہجرت ہی مراد ہے۔

اجماعی حوالہ:

مـا اتخذ الله من و لدٍ و ما كا ن معه من اله اذاً لذ هب كل ا له بما خلق و لعلا بعضهم على بعض سبحا ن الله عما يصفو ن ۔(مو منو ن: ۹۱) .

میں ہر فرضی خدا کا اپنی اپنی مخلوق کو جدا کر لینا مراد ہے۔موت ہر گز مراد نہیں۔

سنی حوالہ

تفسیر فتح البیان میں ارشاد الٰہی تذ هبن بك کا ایک یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ نخر جنك من مـكـه اگر ہم تجھے مکہ سے کسی دوسری جگہ لے چلیں تو ہم ایسا بھی کر سکتے ہیں۔اور تفسیر مواہب الرحمان میں بھی اس جگہ ہجرت کا ذکر کیا ہے اور تفسیر ترجمان القرآن میں ہے کہ:

مکہ سے تجھے نکال لیں تو بے شک ان سے بدلہ لینے والے ہیں۔

اور تفسیر حقانی میں بھی اسے ہجرت پر محمول فرمایا ہے۔اور تفسیر روح المعانی میں نـذ هبـن بك اور نتو فينك کو ہم معنی قرار دے کر و القر آ ن يفسر بعضه بعضا فرمایا ہے کہ یہ الٰہی تفسیر ہے جو کہ سب پر فائق ہے۔

شیعی حوالہ

تفسیر صافی اور تفسیر قمی میں ارشاد الٰہی نـذ هبـن بك کا مطلب امام صادق سے یوں منقول ہے کہ فـا ما

نذهبن بك یا محمد من مكه الى المد ینة اگرہم تجھے مکہ سے مدینہ لے چلیں تو ہم ایسا کر سکتے ہیں۔

احمدی حوالہ

قاضی ظہور الدین صاحب اکمل نے شہادۃ الفرقان میں ارشاد الٰہی لنذ ھبن بك کی غرض اور مراد پر بحث کرتے ہوئے صاف طور پر اعتراف فرمایا ہے کہ کسی اور ملک میں بھیج دینا بھی (مراد) ہو سکتی ہے۔

سوال:

درمنثور جلد ۶ صفحہ ۱۸ میں بحوالہ عبدالرزاق، عبد بن حمید، ابن جریر، ابن منذر، حاکم، حضرت انسؓ سے جو مروی ہے کہ

ذهب رسول الله ﷺ و بقيت النقمة فلم یر الله نبيه فلم یر الله نبيه فی امة شيئا یکرهه حتى قبض و لم یکن نبی قط الا وقد رأى العقوبة فى امته الا نبيكم ﷺ رأى ما يصيب امته بعده فما رأى ضاحكاً منبسطاً حتى قبض .

نیز بحوالہ ابن مردویہ، بیہقی، حضرت انسؓ سے مروی ہے کہ

اكرم الله نبيه ﷺ ان يريه فی امته ما يكره فرفعه اليه و بقيت النقمة .

نیز بحوالہ ابن مردویہ علیؓ سے مروی ہے کہ

ذهب نبيه ﷺ و بقيت نقمة فی عدوه .

نیز بحوالہ ابن جریر، ابن منذر، حضرت حسن بصریؒ سے مروی ہے کہ:

لقد كانت نقمة شديدة اكرم الله نبيه ان يريه فی امته ما كان من النقمة بعده .

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ لنذ ھبن سے موت ہی مراد ہے۔

جواب

سادگی سے ایسا سمجھ لیا گیا ہے۔ ورنہ ان روایات میں موت کی کوئی تصریح نہیں بلکہ یہ بھی میرے بیان کردہ مطلب کی مصدق ہیں کیونکہ ان کا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ مکہ مکرمہ چھوڑ کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوتے وقت مکی دشمنوں میں جو کہ آپ کی امت دعوت ہے، نقمت الٰہی چھوڑ گئے۔

گزشتہ انبیاء میں سے بعض کے روبرو دشمنوں پر نقمت الٰہی نازل ہوئی اور بعض کو اللہ پاک نے کسی دوسری جگہ روانہ فرما کر نازل فرمائی۔ مگر محمد ﷺ ان انبیاء میں سے ہیں جن کو نکال کر نقمت کا نزول ہوا۔ ان روایات میں کراہت اس بات کی ہے کہ امت اجابت ہو کر سکھ نہیں بلکہ مجھے نکال کر دکھ پائے گی، جیسے سورہ بنی اسرائیل کی آیتوں میں تصریح ہے۔ پس امت سے مراد کفار مکہ ہیں جیسے کہ عدوہ سے ظاہر ہے اور بعد سے مراد بعد الھجرۃ ہے اور رفع اور قبض کے معنی بحفاظت تام مدینہ طیبہ پہنچا دینا ہے اور مکہ مکرمہ کی نسبت مدینہ منورہ یوں بھی ایک ہزار فٹ کی بلندی پر واقع ہے۔

ان تمام حوالوں کا ذکر اتمام حجت اور اطمینان خصم کے طور پر ہوا ہے۔ ورنہ سیاق وسباق اور روانگی مضمون سے اصل مطلب ایسا صاف اور واضح ہے کہ کسی دیگر حوالہ کی کوئی ضرورت نہیں کیونکہ قرآن مجید اپنی تفسیر آپ کر رہا ہے۔

لفظ توفی اور حتف انف

مرزائی مسلّمات کی بنا پر بھی ان ہر سہ آیات سے موت ہرگز مراد نہیں ہو سکتی کیونکہ توفی کے لفظ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے نزدیک صرف موت ہی مراد نہیں ہوتی بلکہ اس سے طبعی موت سے مرنا مراد ہوتا ہے چنانچہ آپ نے اپنی ابتدائی کتاب میں جسکا چیلنج اس وقت زیر بحث ہے فرمایا ہے کہ:

> اس جگہ توفی کے لفظ میں مصلوبیت سے بچانے کے لئے ایک باریک اشارہ ہے کیونکہ توفی پر غالب یہی بات ہے کہ موت طبعی وفات سے دی جائے یعنی ایسی موت سے جو محض بیماری کی وجہ سے ہو نہ کسی ضربہ سقطہ سے۔ (ازالہ اوہام۔ص ۳۷۷)

پھر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنی آخری کتاب میں توفی کا ذکر کرتے ہوئے یہی فرمایا کہ:

معلوم رہے کہ زبان عرب میں لفظ توفی صرف موت دینے کو نہیں کہتے بلکہ طبعی موت دینے کو کہتے ہیں جو بذریعہ قتل یا صلیب یا دیگر خارجی عوارض سے نہ ہو۔ (براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۲۰۵)۔

نیز براہین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۲۰۸ پر مرزا صاحب نے فرمایا کہ:

لسان العرب اور دیگر کتب لغت سے ظاہر ہے کہ اصل معنی توفی کے یہی ہیں کہ طبعی موت سے کسی کو مارا جائے۔

نیز براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۲۰۸ پر مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

عربی زبان میں توفی کا لفظ استعمال طبعی موت کے محل پر ہوتا ہے اور جہاں کوئی شخص قتل کے ذریعہ سے ہلاک ہو، وہاں قتل کا استعمال کرتے ہیں اور یہ ایسا محاورہ ہے کہ جو کسی عربی دان سے پوشیدہ نہیں۔

پس جب توفی سے ان کے نزدیک صرف موت نہیں بلکہ طبعی موت مراد ہوتی ہے تو پھر ان ہر سہ آیتوں میں ان کے نزدیک رسول اللہ ﷺ کے لئے طبعی موت کی پیش گوئی ہوئی اور آپ کو یقین دلایا گیا کہ آپ قتل وصلب وضرب سے اغتیالاً ہرگز نہیں بلکہ طبعی موت سے فوت ہونگے۔

اگر سچ مچ ان ہر سہ آیتوں میں بار بار حتمی طور پر آپ سے وعدہ فرمایا گیا تھا کہ آپ اغتیالاً قتل نہیں بلکہ طبعی موت سے فوت ہونگے تو پھر آپ ان کے نزول کے بعد ایسے قتل سے کیوں خائف رہے اور صحابہ کرام مدینہ منورہ پہنچ کر بھی آپ کا پہرہ دیتے رہے۔ جیسا کہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ مدنی زندگی کے ابتدائی ایام میں ہم کو آپ کی بابت ہمیشہ خطرہ ہی رہا کرتا تھا کہ

خشينا ان يقتطع دوننا کہیں کوئی دشمن اسلام آپ کو اکیلا دیکھ کر قتل نہ کر دے

بلکہ آپ سے اس خدشہ کا اظہار بھی ہوا کہ

خشينا ان تقتطع دوننا

آپ اکیلے ہرگز باہر اندر آیا جایا نہ کریں۔ ایسا نہ ہو کہ کہیں کوئی شریر قتل نہ کر دے۔

تو آپ ﷺ نے یہ ہرگز نہ فرمایا کہ الٰہی وعدوں کی بنا پر مجھے کامل وثوق ہے کہ میں اغتیالاً قتل

نہیں بلکہ طبعی موت سے فوت ہونگا، بلکہ خاموش رہ کر آپ نے اس امر کا بین ثبوت دے دیا کہ آپ سے ان آیتوں میں کوئی ایسا وعدہ نہیں ہوا کہ آپ طبعی موت سے فوت ہونگے۔

خلاصہ یہ کہ جب خصم بھی اپنے مسلّمہ اصول کو ملحوظ رکھ کر ان آیتوں سے موت ہرگز مراد نہیں لے سکتا تو پھر وہی معنی درست ہونگے جو میں سیاق اور روانگی مضمون ملحوظ رکھ کر بیان کر چکا ہوں کہ اس سے ہجرت مراد ہے۔

مزید توضیح

نمبر۱۔سنن ترمذی، ابن جریر، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن مردویہ، ابونعیم، ابوشیخ، بیہقی، مستدرک حاکم، عبد بن حمید میں حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ آیت کریمہ و اللہ یعصمك من الناس (مائدہ:٦٧) کے نزول سے پیشتر رسول اللہ ﷺ کی نگرانی ہوا کرتی تھی کہ کہیں دشمن آپ پر حملہ آور نہ ہو۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ

یا ایھا الناس انصر فوا فقد عصمنی اللہ .

لوگو اپنی اپنی راہ لو۔ مجھے کسی نگرانی کی ضرورت نہیں رہی۔ کیونکہ اب مجھ سے خداوند تعالی نے اپنی نگرانی کا وعدہ فرمالیا ہے۔

نمبر۲۔ابن جریر ابوشیخ میں حضرت سعیدؓ بن جبیر سے مروی ہے کہ آیت مذکورہ کے نزول کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا کہ

لا تحرسو نی ان ر بی قد عصمنی .

لوگو! آرام سے بیٹھو۔ میری نگرانی کی ضرورت نہیں رہی کیونکہ اب خدا تعالی نے میری نگرانی کا وعدہ فرمالیا ہے۔

نمبر۳۔عبد بن حمید اور ابن مردویہ میں حضرت ربیعؒ بن انس سے مروی ہے کہ صحابہ کرام، رسول اللہ ﷺ کی نگرانی کیا کرتے تھے پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ

لا تحرسونی فا ن اللہ قد عصمنی من الناس
میری نگرانی ہرگز مت کرو کیونکہ خدا نے اب میری نگرانی کا وعدہ فرمالیا ہے

نمبر۴۔ ابن جریر ابن مردویہ میں حضرت عبداللہ شقیقؓ سے مروی ہے کہ ہم لوگ باری باری رسول اللہ ﷺ کا پہرہ دیا کرتے تھے، جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا

یا ایھا الناس الحقوا بملا حقکم فان اللہ قد عصمنی من الناس ۔دوستو! اپنی اپنی راہ لو۔ اب چونکہ خدا نے میری حفاظت کا وعدہ فرمالیا ہے اس لئے تمہاری نگرانی کی اب کوئی ضرورت نہیں۔

نمبر۵۔ طبرانی ابن مردویہ میں حضرت ابوسعید خدریؓ سے مروی ہے کہ آپ ﷺ کا چچا حضرت عباسؓ آپ کی خاص طور پر نگرانی کیا کرتا تھا۔ پھر جب یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو آپ نے اسے بھی نگرانی سے روک دیا۔

نمبر۶۔ طبرانی، ابن مردویہ، ابونعیم میں حضرت عصمہ بن مالک اور حضرت ابوذرؓ سے مروی ہے کہ جب آپ ﷺ سوتے تو ہم لوگ غیلہ کے خوف سے آپ کا پہرہ دیا کرتے۔ پھر جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپکے روک دینے پر ہم نے پہرہ لگانا چھوڑ دیا۔

ان ہر شش نبوی حدیثوں سے روز روشن کی طرح صاف ثابت ہورہا ہے کہ آیت کریمہ و اللہ یعصمك من الناس (مگر قتل فی المعرکہ سے امن امان کا وعدہ پھر بھی نہیں ہوا کیونکہ وہ بہادرانہ اور دلیرانہ قتل ہے جو کہ سینہ سپر ہو کر واقع ہوتا ہے کما قال اللہ لرسولہ افأن مات او قتل انقلبتم علی اعقابکم ۔اثری) سے پیشتر نازل شدہ آیتوں کا مطلب قتل غیلہ سے محفوظ رہ کر طبعی موت سے مرنا ہرگز نہیں سمجھا گیا تھا بلکہ ان کا مطلب یہی اور صرف یہی سمجھا گیا تھا کہ آپ مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ کی طرف ہجرت کریں گے جیسے کہ سیاق وسباق اور روانگی مضمون ملحوظ رکھ کر بمعہ دیگر تفسیری آیتوں کے میں بیان کر آیا ہوں جو کہ مروجہ تراجم اور تفسیروں کے بیانوں سے ہر طرح سے مقدم اور فائق ہے۔ اور مزید برآں یہ کہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۲۸ میں کہ جس کا چیلنج زیر بحث ہے مرزا غلام احمد صاحب نے توفی کا ذکر کرتے ہوئے اس طرز تفسیر کی یہ تحریر فرکر تصدیق بھی فرمادی ہے:

مومن کا یہ کام نہیں کہ تفسیر بالرائے کرے، بلکہ قرآن شریف کے بعض مقامات بعض دوسرے مقامات کے لئے خود مفسر اور شارح ہیں۔

ثبوت نمبر ۸

رب قد ءاتینی من الملك و علمتنی من تا ویل ا لا حا دیث فاطر السما وا ت و ا لا ر ض انـت ولـیّ فی الد نیا و ا لآ خرة توفّنی مسلماً و الحقنی بالصا لحین ۔(یو سف: ۱۰۱)

(جن ذی علموں نے لحوق کو قرینہ صارف قرار دے کر یہاں پر تو فی سے موت مراد لی ہے ان پر قاضی اکمل احمدی نے اپنی شهادة الفر قا ن میں اعتراض کیا ہے کہ لحوق صا لحین سے مراد ضرور موت ہی ہونا کہاں سے نکلا۔ حضرت ﷺ کے الحقنی بالرفیق ا لاعـلی فرمانے میں وقت موت قرینہ ہے اس سے معنی موت لینے پر لحو ق کے اصل معنی موت نہیں۔ قاضی اکمل صاحب کا ارشاد بجا ہے۔ لحوق سے ادراک اور تتابع مراد ہوتا ہے۔ چنانچہ مختار الصحاح میں ہے کہ لحق به ادر ك

اور اساس البلاغہ میں ہے کہ تلا حق القو م و تلا حقت الر کا ب تتا بعوا

اور مصباح المنیر میں ہے کہ الـحـقـت زیـداً بـعمرو اتبعة ایاه ۔ و الحق اتعا ئف الو لد با بیه اجز با نه ابنه لشبه بینما یظهره له فا للحو ق ا للزو م و ا للحاق ا لا درا ك ۔

اور نیز رب هب لی حکماً و الحقنی با لصالحین ۔(الشعرا:۸۳)۔

و آ خر ین منهم لما یلحقوا بهم ۔(الجمعہ:۳)۔

الحقنا بهم ذریتهم۔(طور:۲۱)۔

قل ارو نی الذین الحقتم به شر کا ء کلا ۔(سبا:۲۷)۔

یستبشرو ن بالذین لم یلحقوا بهم۔(آل عمران:۱۷۰)

۔ ہر شش ارشادات الٰہی خاص طور پر قابل غور ہیں۔ بلکہ نمبر ۳ اور نمبر ۴ کے ہمراہ تفسیری طور پر مندرجہ ذیل ہر سہ روایات بھی خاص طور پر قابل توجہ ہیں۔

یا رسول الله من هئو لا ء الذین لم یلحقوا بنا ۔ الحد یث ۔ ا خر جه التر مذی ۔

اذا د خـل الـر جـل الجنة سئل عن ابو یه ودر یة ؟ و ولده فیقا ل انهم لم یبلغوا در جتك و عملك فیقو ل یا رب قد عملت لی و لهم فیو م بالحا قهم به ۔ اخر جه الطرا نی و ابن مردویه۔

و فـی روا یة ۔ فـا ن کـا نـت مـنـازل آ بـا ء هـم من مناز لهم لحقوا با باء هم و لم ینقصو من اعما لهم التی

عملوا اشیاء ا خر جه ابن ابی حا تم ۔

مزید براں مندرجہ ذیل ہرشش روایات بھی مطلوب پر صریحاً دال ہیں۔

١ ۔قال ابو قتا دہ فلحقت بر سو ل الله ﷺ الحد یث بطو له ا خر جه البخاری و مسلم

٢ ۔ و قال سلمة لحق ابو قتا دہ فارس رسو ل الله ﷺ بعبد الر حمن فقتله ۔ الحد یث بطو له ا خر جه مسلم ۔

٣ ۔ یا رسو ل الله کیف تر ی فی ر جلٍ ا حب قو ماً و لما یلحق بهم فقال رسو ل الله المرء مع من ا حب ۔ اخر جه البخاری و مسلم ۔

٤ ۔ لا تقوم السا عة حتی تلحق قبا ئل من امتی بالمشر کین۔ ا خر جه ابو دا ؤد و التر مذی ۔

٥ ۔ من کا نت له ابل فلیلحق باهله ا لحد یث ا خر جه ابو دا ؤد۔ اعلمك کلما ت تد ر ك بهن من سبقك و لا یلحقك من خلفك ۔الحد یث ا خر جه ابو دا ؤد ،

و الا مثلة فی هذا البا ب کثیرة جداً لا یسع المقا م ذکر ها ۔اثری) ۔

یوسفی دعا ہے کہ خدایا تو نے مجھے ملک کا بھی کچھ حصہ جتنا کہ مناسب سمجھا عنایت فرمایا اور کچھ باتوں کی تعبیر بھی سکھائی۔ ابتداء سے اب تک تو ہی میرا نگران اور مددگار چلا آیا ہے۔ اور آئندہ بھی انجام تک تو ہی دوستی کا حق ادا کرتا رہے گا۔ ایسا ہو کہ تو مجھے مسلمان ہونے کی حالت میں مملکت مصر سے باہر بھی حاکمانہ طور پر لے چل تاکہ میں اپنے ملک میں وسعت پیدا کرسکوں اور علمی جواہر میں بھی مجھے دیگر بزرگوں کی طرح وافر اور کامل حصہ عنایت فرما کہ تیری نعمتوں سے کسی وقت بھی بے پرواہی نہیں۔ اس آیت کریمہ میں بھی تو فی سے مراد موت ہرگز درست نہیں کیونکہ موت کی تمنا جب ادنی مسلمان کے لئے درست نہیں تو خدا کا فرستادہ کیونکر کرسکتا ہے ۔ پھر اسے کوئی ضرورت بھی نہیں اور نہ اس نوع کی دعا میں کوئی خوبی ہے اور نہ ہی موت درخواستوں پر موقوف ہے۔ وہ تو اپنے وقت پر منکروں کو بھی آگھیرتی ہے۔ پھر اسے طلب کرنے کی کیا ضرورت۔ اصل بات وہی ہے جو کہ میں نے عرض کردی ہے کہ ملکی حدود وسیع کرتے ہوئے حاکمانہ طور پر مملکت مصر سے باہر جانے کی درخواست ہے جو کہ عین دانائی اور عقلمندی ہے۔

ثبوت نمبر۹

ربنا افر غ علینا صبراً و تو فنا مسلمین ۔(اعراف:١٢٦)۔ موسائیوں نے فرعونی مظالم سے تنگ آ کر

التجا کی کہ خدایا ہمارے قدموں کو مضبوط رکھ کر ہم کو اسلام پر قائم رہ کر باطل کا خوب ڈٹ کر مقابلہ کر سکیں اور ہم کو مصر سے نکال کر کسی دوسری بہتر جگہ پہنچادے کہ ہم بھی امن وامان سے زندگی بسر کر سکیں۔ چنانچہ اللہ پاک نے انہیں مصر سے نکال کر کسی دوسری جگہ پہنچا دیا جس کا آئندہ آیتوں میں ذکر ہے۔علاوہ اس کے خود انہوں نے تو فنا کا مرادف نجنا بول کر اپنا مطلب صاف طور پر ظاہر کر دیا چنانچہ اللہ پاک نے ان کی اس دعا تو فنا کا ترجمہ نجنا نقل فرمایا ہے

علی اللہ توکلنا ربنا لا تجعلنا فتنۃ للقوم الظالمین۔ و نجنا برحمتك من القوم الکافرین ۔ (یونس:۸۵۔۸۶) ۔

پس اس آیت کریمہ میں بھی شرائط ثلاثہ کے موجود ہونے پر موت ہرگز مراد نہیں بلکہ ہجرت کی توفیق طلب کی گئی ہے جو انہیں دی گئی۔

ثبوت نمبر ۱۰

ربنا اننا سمعنا منادیاً ینادی للایمان ان ءامنوا بربکم فآمنّا ربّنا فاغفرلنا ذنوبنا و کفّر عنا سیّآتنا و توفّنا مع الابرار۔(آل عمران:۱۹۳) ۔

جو لوگ مکہ مکرمہ میں عموماً یہ دعا پڑھا کرتے تھے کہ خدایا ہم نے تیرے رسول ﷺ کو تیری طرف سے دعوت دیتے ہوئے سن کر قبول کرلیا ہے پس تو ہماری سابقہ غلطیوں پر پردہ ڈال کر ہماری پوری پوری حفاظت فرما کہ ہم کہیں نیک لوگوں میں جابسیرا کریں۔

فاستجاب لھم ربھم انی لا اضیع عمل عاملٍ منکم من ذکر او انثی بعضکم من بعض فالذین ھاجروا و اخرجوا من دیارھم و اوذوا فی سبیل اللہ و قاتلوا و قتلوا لأکفّرنّ عنھم سیئاتھم و لأدخلنّھم جنات تجری من تحتھا الانھار ثواباً من عند اللہ و اللہ عندہ حسن الثواب(آل عمران:۱۹۵)

سو خدا نے ان کی اس دعا کو منظور فرما کر انہیں ہجرت کی توفیق بخشی کہ وہ مکہ چھوڑ کر مدینہ میں چلے آئے۔

اس درخواست کا یہ مطلب تو قطعاً ہو ہی نہیں سکتا کہ خدایا نیک لوگوں کے ساتھ ہماری تـو فـی فرما، کہ جب کوئی نیک مرنے لگے تو اس وقت ہم کو اس کے ساتھ موت دیدے۔اس طرح پر تو بہت جلد دنیا کا صفایا ہو سکے گا جو کہ سنت اللہ کے بالکل خلاف ہے۔اگر اس درخواست میں تـو فی سے موت مراد ہوتی تو ضرور تھا کہ اس کی استجابت کا ذکر کرتے وقت اللہ پاک یہ فرما دیتا کہ میں نے ان کی درخواست کی بنا پر انہیں موت دیدی۔حالانکہ آئندہ آیتوں میں ایسا کوئی ذکر نہیں بلکہ ہجرت کا صاف صاف ذکر ہے جو کہ اس عقدہ کشائی کے لئے کافی ہے کہ خدایا ہم کو یہاں سے لے جا کر کہیں دوسری جگہ ابرار (مدینہ کا ایک نام ذی الا برار بھی ہے جیسے کہ وفاء الوفاء میں ہے۔اثری) کی معیت میں امن وامان کے ساتھ بسا۔سو خدا نے ان کی دعا قبول فرما کر انہیں اچھی جگہ پہنچا دیا۔

جن ذی علموں نے فرضی قرائن کی بنا پر تـو فـنـا مع ا لا بـرار کو موت پر محمول فرمایا ہے ان سے قاضی اکمل احمدی نے شهادة الفر قا ن میں بطور انکار دریافت فرمایا ہے کہ: تو فنا مع ا لا برار میں کونسا قرینہ صارفہ ہے۔کیا زندہ آدمی ابرار کے ساتھ نہیں رہ سکتا۔قاضی اکمل صاحب احمدی کا ارشاد بجا ہے۔بے شک ہوسکتا ہے بلکہ ہے اور یہاں یہی مراد ہے جیسے کہ بحسب سیاق اور روانگی مضمون میرے ترجمہ سے ظاہر ہے۔

تفسیر الٰہی

نیز اس آیت کریمہ کی تفسیر سورہ نساء میں اللہ پاک نے یوں فرمائی ہے کہ

وما لـكـم لا تـقـا تلو ن فی سبيل الله و المستضعفين من الرجال و النساء و الولدا ن الذين يقو لو ن ر بنا ا خر جنا من هذه القر ية الظا لم اهلها و اجعل لنا من لد نك و لياً و اجعل لنا من لد نك نصيراً .(النساء:۷۵)

اے مدینہ طیبہ کے مسلمانو! کیوں تم لوگ ان مسلمانوں کی حمایت پر کمر بستہ ہو کر نہیں لڑتے جو کہ مکہ میں ظالموں کے ظلم وستم کا تختہ مشق بنے ہوئے ہیں اور دعا کر رہے ہیں کہ خدایا ہم کو یہاں سے کہیں دوسری

اچھی جگہ لے جا کر نیک لوگوں میں بسا، تاہم بھی امن وامان سے زندگی بسر کریں۔

ثبوت نمبر۹ میں جس مفہوم کو توفنا مع الابرار فرما کر بیان کیا گیا ہے اسے اس آیت میں اخرجنا اور اجعلنا سے تعبیر کیا گیا ہے جس سے ظاہر ہے کہ اس جگہ توفی بمعنی موت نہیں بلکہ خروج اور ہجرت مراد ہے۔

تمنی موت کی ممانعت

۱۔علاوہ اس آیت کریمہ توفنا مع الابرار سے موت یوں بھی مراد نہیں ہوسکتی کہ تمنی موت شرعاً منع ہے چنانچہ صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ابوداؤد، جامع ترمذی، سنن نسائی، مستدرک، مسند احمد، طبرانی، بیہقی، ابن سنی و دیگر کتب حدیث میں حضرت انسؓ وغیرہ سے مرفوعاً ارشاد نبوی ہے کہ

لا یتمنین احدکم الموت.. نزل به فان کان لا بد فاعلاً فلیقل اللهم احینی ماکانت الحیوة خیراً لی و توفنی اذکانت الوفات خیراً لی .

خواہ کتنی ہی مصیبت میں مبتلا ہو جائے کوئی شخص بھی مسلمان ہو کر موت کی درخواست ہرگز نہ کرے۔ ہاں اگر بہت ہی کچھ مجبور ولاچار ہو گیا ہے تو البتہ شرطیہ طور یوں کہہ سکتا ہے کہ خدایا اگر میرے لئے زندگی بہتر ہے تو مجھے زندہ رکھ ورنہ پھر مجھے موت ہی دے دے مگر ایسا کرنا پھر بھی کوئی مسنون طریق اور بہتر نہیں صرف رخصت ہے اور جہاں تک بھی ہو سکے بہر حال ایسی دعا سے بچنا ہی بہتر ہے۔

مزید توضیح

۲۔صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، مسند احمد، بیہقی میں حضرت خبابؓ سے مروی ہے کہ اس نے سخت تکلیف کے وقت فرمایا کہ

لو لا ان رسول الله ﷺ نهانا ان ندعوا بالموت لدعوت به .

اگر رسول اللہ ﷺ نے ہم مسلمانوں کو تمنا موت سے روک نہ دیا ہوتا تو میں اپنے لئے اس وقت موت کو ترجیح دیتا

۔مگر چونکہ آپ نے روک دیا ہوا ہے اس لئے میں ایسی دعا ہرگز نہیں کرسکتا جو ایک مومن کی شان سے بعید ہے۔

۳۔مسند احمد، طبرانی میں حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے کہ محفل نبوی میں کسی رقت انگیز ذکر پر حضرت سعدؓ نے روکر دعا کی کہ یا لیتنی مت، تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ یا سعد اعندی تتمنی الموت اے سعد میری موجودگی میں تو موت کی تمنا کرتا ہے۔ تجھے معلوم نہیں کہ نیک عملوں کے ساتھ مومن کی عمر جس قدر بھی زیادہ ہو جائے بہتر ہے۔

۴۔مسند احمد، مستدرک حاکم، طبرانی، مسند ابویعلی میں ام فضلؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ جب اپنے چچا حضرت عباسؓ کے پاس اس کی بیمار پرسی کے لئے تشریف لے گئے تو بوجہ شدت اسے موت کی تمنا کرتے ہوئے سن کر فرمایا کہ

لا تتمن الموت ان كنت محسناً تز داد احسانا الی احسانك خير لك لا تتمن الموت

چچا موت کی تمنا ہرگز مت کرو نیک آدمی زندہ رہ کر احسان میں اور ترقی کرے گا اور اگر کوئی برا بھی ہے تو بھی موت کی تمنا ٹھیک نہیں کیونکہ اسے زندہ رہ کر توبہ کا موقع مل سکے گا اس لئے موت کی تمنا کسی حال میں بھی بہتر نہیں۔

۵۔مسند احمد، مسند بزاز، بیہقی میں بروایت حضرت جابرؓ، ارشاد نبوی ہے کہ

لا تتمنوا الموت فان هول المطلع شديد و ان من السعادة ان يطول عمر العبد و يرزق الله الانابة۔

موت کی تمنا ہرگز مت کرو۔ سعادت مندی کے ساتھ عمر درازی ایک بہترین نعمت ہے

٦۔صحیح بخاری، صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابوہریرہؓ، ارشاد نبوی ہے کہ

لا يتمنى احدكم الموت اما محسناً فلعله يزداد اما مسيئاً فلعله ...الخ

کوئی بھی مسلمان موت کی تمنا نہ کرے اگر وہ نیک ہے تو اس کی نیکی بڑھے گی اور اگر بدکار ہے تو اسے توبہ کی توفیق مل سکے گی اس لئے موت کی تمنا کسی حال میں بھی درست نہیں ہے۔

۷۔صحیح مسلم میں بروایت حضرت ابو ہریرہؓ، ارشاد نبوی ہے کہ

لا یتمنی احدکم الموت و لا یدعوا به من قبل ان یاتیه و انه اذا مات انقطع عمله و انه لا یزید المؤمن عمره الا خیراً

بہرحال عمر درازی بہتر ہے موت کی تمنا کسی حال میں بھی ٹھیک نہیں۔

۸۔ مسند احمد، مستدرک حاکم، ابن حبان، بیہقی میں بروایت جابر ارشاد نبوی ہے کہ

خیارکم اطولکم اعماراً و احسنکم اعمالاً

نیک عملوں کے ساتھ جس قدر بھی عمر زیادہ ہو جائے بہتر ہے۔

۹۔مسند ابو یعلی میں بروایت حضرت انسؓ، ارشاد نبوی ہے کہ خیارکم اطولکم اعماراً اذا سددوا۔ راستی کے ساتھ جس قدر بھی عمر زیادہ ہو جائے بہتر ہے۔

۱۰۔سنن ترمذی، طبرانی، مستدرک، بیہقی میں ابوبکر سے مروی ہے کہ اس کے دریافت کرنے پر کہ ای الناس خیراً کون بہتر ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ

من طال عمره و حسن عمله

جس کی نیک عملوں کے ساتھ عمر دراز ہو وہ بہتر ہے.

۱۱۔سنن ترمذی، طبرانی، مستدرک، بیہقی میں بروایت حضرت عبداللہ ارشاد نبوی ہے

خیر الناس من طال عمره و حسن عمله۔

نیک عملوں کے ساتھ عمر درازی بہترین نعمت ہے۔

۱۲۔مسند احمد، سنن ابن ماجہ، ابن حبان، بیہقی میں ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں دو مسلمانوں کو یک بعد دیگرے کچھ وقفہ کے ساتھ شہادت نصیب ہوئی تو رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ آخری شہیدان نیک عملوں کی وجہ سے فائق رہا ہے جو کہ اس نے پہلے کی شہادت کے بعد کئے تھے۔

۱۳۔ مسند احمد ابو یعلی میں حضرت عبداللہؓ بن شداد سے مروی ہے کہ عہد رسالت میں دو مسلمان یکے بعد دیگرے کچھ وقفہ سے شہید ہوئے اور تیسرا کچھ عرصہ بعد اپنے بسترہ پر فوت ہوا تو حضرت طلحہؓ نے انہیں اپنی ایک

رؤیا میں جنت میں دیکھا تو دوسرے کو اول پر اور تیسرے کو دونوں پر فائق پا کر رسول اللہ ﷺ سے بیان کیا تو آپ نے فرمایا کہ

و ما انکر ت من ذلك ليس ا حد ا فضل عند الله عز و جل من مؤمن يعمر في الاسلا م لتسبيحةٍ و تكبيرةٍ و تهليلةٍ.

مومن جس قدر بھی زیادہ عمر پا کر نیکی میں ترقی کرے، اس کے لئے بہتر ہے۔

مداخلت مقدرہ۔ فرمودہ خداوندی فتمنوا لمو ت ۔(بقرہ:۹۴۔جمعہ:۶)۔

ارشاد الہی۔ و لقد كنتم تمنو ن الموت ۔ (آل عمران:۱۴۳)۔

ارشاد ربانی۔ و لا تمو تن ا لا و انتم مسلمو ن۔(آل عمران:۱۰۲)۔

فرمودہ یعقوب۔ فلا تمو تن ا لا و انتم مسلمو ن۔(بقرہ:۱۳۲)

مقالہ مریمی ۔ يا ليتني مت قبل هذا و كنت نسياً منسياً ۔(مریم:۲۳)

دعائے فاروقی اللهم ار زقني شها دةً في سبيلك و اجعل مو تي في بلد رسو لك (بخاری)

التجا عابسی۔ يا طا عو ن خذ ني۔(احمد)۔

دعائے علوی: اللهم خذ ني اليك فقد سئمتهم و سا مو ني (ابن کثیر)

ودیگر ہم چوں قسم شواہد تمنا موت کی بحث سے خارج ہونے کی وجہ قابل ذکر و بیان نہیں ہاں خصم نے ان کا ذکر کیا تو پھر پوری پوری حقیقت آشکارا کردی جائیگی۔

ہاں یہ سچ ہے کہ بعض علماء نے موہومی دلائل کی بنا پر تمنا موت کو جائز قرار دیا ہے مگر مجھے قرآن و حدیث کے محکم و مضبوط اور صاف و صریح دلائل کی بنا پر ان سے اتفاق نہیں۔

ثبوت نمبر ۱۱

و قا لوا ء اذا ضللنا في الا ر ض ء انا لفي خلق جد يد بل هم بلقاء ر بهم

کافرو ن۔ قل یتو فا کم ملك المو ت (ملک الموت کسی خاص فرشتہ کا بطور علم نام نہیں بلکہ ایک کام اور عہدہ ہے۔جس ملک الموت نے رسول اللہ ﷺ کی روح مبارک قبض فرمائی تھی اس کا نام اسماعیل ہے جیسے کہ مشکوۃ ص ۵۴۹ میں آیا ہے۔عنایت اللہ اثری) الذی وکل بکم ثم الی ر بکم تر جعو ن۔ و لو تری اذ المجرمو ن نا کسوا رؤسهم عند ر بهم ر بنا ا بصر نا و سمعنا فا ر جعنا نعمل صا لحاً انا مو قنو ن۔(سجدہ:۱۲)۔

کافر لوگوں نے کہا کہ جب ہم مرکر خاک دھول ہو جائیں گے تو کیا سچ مچ ہم قیامت کے دن دوبارہ پیدا ہونگے۔جس سے ان کا مطلب اللہ پاک کی درگاہ عالیہ میں حاضری سے انکار ہے۔ان سے کہہ دو کہ ہاں ضرور پیدا ہو گے۔پھر تمہیں تکلیف کا فرشتہ جو تمہارے ساتھ مقرر کیا جائے گا پوری طرح سے پکڑ جکڑ کر خدائے پاک کے حضور پیش کر دے گا تو پھر تمہارے جیسے مجرم اس کے روبرو نہایت شرمندہ ہو کر نگاہ نیچی کریں گے اور کہیں گے کہ اگر ہمیں دوبارہ دنیا میں بھیج دیا جائے تو ہم بہتر اعمال اپنے ساتھ لائیں۔

مجمع البحار میں اس کا مطلب یوں بیان کیا ہے کہ یستو فی عددکم فرشتہ تمہاری پوری اعداد شمار کرے گا۔تو فی کو استفعال میں بیان فرما کر ظاہر کر دیا کہ یہاں پر موت مراد نہیں۔کیونکہ یہ باب اتفاقاً موت کے (الکلیل الموفی۔حصہ دوم) معنوں کا متحمل نہیں۔پھر آیت کریمہ میں موت کا معنی یوں بھی مناسب نہیں کہ وہ بے جوڑ ہے چنانچہ ریویو آف ریلی جنز بابت ماہ جولائی ۱۹۲۲ء میں قاضی اکمل صاحب احمدی نے آیت بالا کے مروجہ ترجمہ کو مندرجہ ذیل لفظوں:

میں بے جوڑ بتا کر کہ کفار پر اعتراض کرتے ہیں کہ جب ہم زمین میں ناپید ہو گئے تو پھر ہم کیونکر نئی پیدائش میں آسکیں گے۔اس کے جواب میں یہ کہنا کہ ملک الموت تم پر متعین ہے وہ تمہیں مارتا ہے اور پھر تم اپنے رب کی طرف رجوع کرو گے، بظاہر بے تعلق سا معلوم ہوتا ہے ۔

اپنے طور پر طول طویل لفظوں میں کچھ نیم سا ربط بتایا ہے جو کہ قریب قریب روح المعانی سے منقول ہے۔مگر میں مروجہ ترجموں کا حامی نہیں اور نہ اکمل صاحب کے تکلفات کی ضرورت سمجھتا ہوں۔آیت کریمہ کا مطلب صاف ظاہر ہے جو کہ میرے ترجمہ سے ظاہر ہے اور دیگر آیتوں سے بھی مؤید ہے۔یہ فرشتہ گویا افسر ہے دیگر

فرشتے بھی اس کے ہمراہ خادمانہ طور پر موجود ہیں جیسے کہ آیات ذیل سے ظاہر ہے۔

سوال

موت کا معنی جو کہ دکھ درد اور رنج وغم کیا گیا ہے کیا قرآن مجید میں اس کی کوئی مثال موجود ہے۔

جواب

ہاں موجود ہے۔اللہ پاک فرماتا ہے:

و استفتحوا و خاب کل جبار عنید۔ من وراءہ جهنم و يسقى من ماء صديد۔ يتجرعه و لا يكاد يسيغه و يأتيه الموت من كل مكان و ما هو بميت و من وراءه عذاب غليظ ۔ (ابراهيم:١٥-١٧)۔

دوزخیوں پر ہر طرح اور ہر طرف سے (موت) یعنی مار پیٹ اور سزا وارد ہوگی مگر اس سے (و ما هو بميت)اصل موت ہرگز واقع نہ ہوگی۔

ولو ترى اذ الظالمون فى غمرات الموت و الملائكة باسطوا ايديهم اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون بما كنتم تقولون على الله غير الحق و كنتم عن ءاياته تستكبرون۔ (الانعام:٩٣)

دوزخیوں کی یہ کیفیت بھی قابل دید و ملاحظہ ہے کہ وہ(الموت)مار پیٹ اور دکھ درد اور سزا کی (غمرات) ناقابل برداشت سختیوں سے تنگ ہو کر دوزخ سے باہر نکلنے کی کوشش کریں گے تو

و الملائكة باسطوا ايديهم (الانعام:٩٣)

فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا بڑھا اور پھیلا پھیلا کر انہیں مارتے پیٹتے ہوئے پھر اندر دھکیل دیں گے اور کہیں گے کہ

اخرجوا انفسكم اليوم تجزون عذاب الهون (الانعام:٩٣)۔

بھلا تم اپنے آپ کو دوزخ سے نکالو تو سہی۔ دیکھیں تو کیسے نکلا جاتا ہے۔ آج ہی تو تمہاری سزاؤں کا دن مقرر ہوا ہے جس سے فرار اور خروج ممکن نہیں۔

كلما ارا دوا ان يخر جوا منها اعيدوا فيها و قيل لهم ذو قوا عذا ب النار الذى كنتم به تكذ بو ن (السجدة : ٢٠) .

اور: كلمـا ارا دوا أن يخـر جـوا مـنهـا من غم أعيدوا فيهـا و ذو قوا عذا ب الحريق (الحج:٢٢)

جیسی آیات کریمات بھی سورہ انعام کی آیت کے مطلب کو واضح کر دیا گیا ہے لہذا اسے قبض ارواح پر محمول کرنا، جیسے عموماً مفسروں نے کیا ہے، ٹھیک نہیں کہ یہ سیاق کے خلاف اور سراسر پیچیدگی ہے۔ ہاں سیاق سے الگ ہو کر انفرادی طور پر آیت کے الفاظ اس مطلب پر بھی منطبق ہو سکتے ہیں۔

ثبوت نمبر ۱۲

و هـو الـقـا هـر فـو ق عبـاده و يـر سـل عليكم حفظة حتى ا ذا جا ء ا حد كم الـمـوت تـو فتـه رسلنا و هم لا يفر طو ن۔ ثم ردّوا الى الله مولهم الحق ألا له الحكم وهو اسرع الحا سبين (الانعام:٦١۔٦٢)

اللہ تعالیٰ کو اپنے سب بندوں پر دنیا اور آخرت میں پورا پورا اقتدار اور غلبہ ہے باوجود اس کے پھر اس نے فرشتوں کا انتظام بھی کیا ہوا ہے جو کہ اس کے اقتدار کے منافی نہیں۔ چنانچہ وقت پر وہ انہیں چوکیدار مقرر فرما کر بھیجے گا جو کہ مفتریوں کو خوب اچھی طرح سے پکڑ جکڑ کر اللہ پاک کے حضور پیش کریں گے کہ وہ سچا حاکم ہے پھر وہ ان کا محاسبہ فرما کر ٹھیک فیصلہ سنا دے گا۔

نیز فرمایا کہ و جـا ء ت كل نفس معها سا ئق و شهيد (ق) ہر ایک کے ساتھ قیامت کے دن سائق ہوگا جو کہ اسے دربار الٰہی میں لا حاضر کرے گا۔ پھر شاہد کی شہادت سے جو فیصلہ ربانی ہوگا وہ اسے سنا دیا جائے گا۔

ثبوت نمبر۱۳

فمن ا ظلم ممن افترى على الله كذ باً او كذّ ب بآ يا ته او لئك ينا لهم نصيبهم مـن الكتا ب حتى اذا جا ء تهم رسلنا يتو فو نهم قا لوا اينما كنتم تد عو ن من دو ن الـلـه۔ قا لوا ضلوا عنا و شهدوا على انفسهم انهم كا نوا كا فر ين۔ قا ل ادخـلـوا فى امـم قد خلت من قبلكم من الجن و الا نس فى النار۔ كلما د خلت امة لـعنت ا ختها ، هتى اذا دّار كوا فيها جميعاً قا لت ا خرا هم لاو لاهم ر بنا هولا ء ا ضلو نا فاتهم عذا باً ضعفاً من النار قا ل لكل ضعف و لكن لا تعلمو ن (الاعرا ف:۳۷۔۳۸)

جھوٹی نبوت کے دعویداروں اور سچی نبوت کے منکروں کو کتاب کے موافق حکم سنا کر جب فرشتوں کے حوالہ کر دیا جائے گا تو وہ انہیں خوب اچھی طرح سے پکڑ جکڑ کر یہ کہتے ہوئے دوزخ کی طرف لے چلیں گے کہ آج تمہارے پیر و مرشد کہاں ہیں جو کہ دنیا میں تمہاری دستگیری کا دم بھرا کرتے تھے۔ تو وہ اپنے کفر کا اعتراف کرتے ہوئے یوں جواب دیتے جائیں گے کہ ان فریب کاروں سے تو آج ہمیں کوئی بھی نظر نہیں آتا ۔حتی کہ یہی ذکر کرتے کراتے دوزخ کے پاس جب آ پہنچیں گے تو فرشتے انہیں دوزخ میں دھکیل دیں گے کہ چلو اس میں داخل ہو تم سے پہلے بھی کئی گروہ اس میں داخل ہو چکے ہیں چنانچہ وہ داخل ہو کر اپنے پیروں سے سوال و جواب اور ان پر لعنت پھٹکار کریں گے جس کا آیتوں و نیز دیگر آیتوں میں ذکر ہے۔ تفسیر کبیر میں امام زجاج اور حضرت حسن بصریؒ سے منقول ہے کہ

يتـو فـو نهـم اے يتـو فـو ن عـد تهـم عـنـد حشر هم الى النار على معنى انهم يستكملو ن عد تهم حتى لا ينفلت منهم ا حد

یہ تـو فی قیامت کے دن ہوگی اور جسم اور روح ہر دو کے ساتھ ہوگی کہ انہیں پوری طرح سے پکڑ جکڑ کر دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا۔

ثبوت نمبر ۱۴

و لو تر ی اذ یتو فی الذین کفروا الملا ئکة یضربو ن وجوھھم و اد با ر ھم و ذو قوا عذا ب الحر یق .(الانفا ل :۵۰)

قیامت کے دن جب فرشتے کافروں کو ان کے چہروں اور پشتوں پر مارتے ہوئے جہنم کی طرف ہانک کرلے چلیں گے تو یوں کہیں گے کہ یہ لو دوزخ کی آگ تمہارے جلانے کے لئے موجود ہے۔(ازالہ اوہام طبع اول میں اس آیت کریمہ پر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سورہ توبہ کا حوالہ دیا ہے جو کہ صریحاً غلط ہے اور عسل مصفی میں اسے جدول میں شامل نہیں کیا گیا۔ چند آیتوں کی اعداد وشمار کا یہ حال ہے، تو ہزاروں کی اعداد وشمار کیسے ہوئی ہوگی۔ عنایت اللہ اثری)

ثبوت نمبر ۱۵

فکیف اذا تو فتھم الملا ئکة یضر بو ن و جو ھھم و اد با ر ھم (محمد :۲۷)

قیامت کے روز جب فرشتے ان کی چہروں اور پیٹھوں پر مارتے ہوئے انہیں ہانک کر پہلے خدا کے حضور، پھر دوزخ کی طرف لے چلیں گے، تو ان کی حالت اس وقت سخت خطرناک ہوگی۔

ثبوت نمبر ۱۶

انّ الّذ یـن تـو فـا ھـم الـمـلا ئـکة ظـا لـمـی انـفسھم قا لوا فیم کنتم قالوا کنا مستـضـعـفیـن فـی ا لا ر ض قا لوا الم تکن ار ض اللہ واسعة فتھا جروا فیھا فأولئك مأ وا ھم جھنم و سا ء ت مصیرا۔(النساء:۹۷)۔

قیامت کے دن جب فرشتے ظالموں کو مار پیٹ کر خدا کے حضور پھر دوزخ کی طرف لے چلیں گے تو ان کا کوئی عذر بھی قابل سماعت نہ ہوگا۔

تفسیر کبیر اور فتح البیان میں حسن بصری سے منقول ہے کہ تـحشـر ھـم الی النـار ۔اس آیت کریمہ میں تــو فـی سے مراد یہ ہے کہ فرشتے انہیں قیامت کے روز دوزخ کی طرف لے جائیں گے جو کہ میرے ترجموں کی صاف صاف تائید ہے۔

ثبوت نمبر ۱۷

ثـم یو م القیا مة یخز یهم و یقو ل این شر کا ء ی الذین کنتم تشا قّو ن فیهم قـا ل الـذ یـن او تـوا الـعلم ان الخز ی الیو م و السو ء علی الکا فرین ۔ الذین تتـو فا هم الملا ئکة ظا لمی انفسهم فا لقوا السلم ما کنا نعمل من سو ء بلی ان الـلـه عـلیـم بـما کنتم تعملو ن۔ فا د خلوا ابوا ب جهنم خا لدین فیها فلبئس مثوی المتکبر ین .(النحل:۲۷۔۲۹)

قیامت کے دن اللہ پاک مشرکوں کو رسوا کرنے کے خیال سے فرمائے گا کہ آج وہ معبودان باطل کہاں ہیں جن کو میرے بالمقابل دنیا میں کھڑا کیا گیا تھا۔ کیوں وہ آج اپنے پرستاروں کی حمایت نہیں کرتے کیونکہ انہیں فرشتے گرفتار کئے ہوئے دوزخ کی طرف لے جا رہے ہیں، جو کہ ایسے ظالموں کے لئے بدترین جگہ ہے۔

تفسیر روح المعانی میں مقاتل اور حضرت حسن بصری ؒ سے منقول ہے کہ

ان ذلك یو م القیا مة و المراد من التو فی و فا ة الحشر اعن تسلیم ا جسا دهم و ایصا لها الی مو قف الحشر من تو فی الشئی اذا ا خذه وا فیاً .

یہاں پر تـو فـی بمعنی موت ہرگز نہیں کہ یہ سیاق کے خلاف ہے بلکہ یہ تـوفـی حسب سیاق قیامت کو ہوگی جہاں پر موت ممکن نہیں۔ اس لئے وہ بمعنی ا خذ الشیء وا فیاً وارد ہوا ہے جو کہ اس کی اصل لغوی بنا ہے۔

ثبوت نمبر ۱۸

و قیـل لـلـذیـن اتـقـوا مـا ذا انـز ل ر بکم قا لوا خیراً للذین احسنوا فی هذه الدنیا حسنة و لدار ا لآ خرة خیر و لنعم دار المتقین۔ جنا ت عدنٍ یدخلونها تـجـر ی مـن تـحتهـا ا لا نهـار لهـم فیها ما یشا ؤن کذ لك یجز ی الله المتقین۔ الـذیـن تتـو فا هم الملا ئکة طیبین یقو لو ن سلا م علیکم اد خلوا الجنة بما کنتم تعملو ن ۔(النحل:۳۰۔۳۲)۔

قیامت کے دن فرشتے ایمان داروں کو بھی نہایت عزت واحترام کے ساتھ پہلے دربار الٰہی میں پھر جنت کی طرف لے چلیں گے جو کہ ایک بہترین جگہ ہے۔

تفسیر کبیر میں کہ گو عام مفسروں نے سادگی سے تـو فی سے مراد موت لی ہے مگر حضرت حسن بصری نے سیاق وسباق اور روانگی مضمون ملحوظ رکھ کر فرمایا ہے کہ

فـا حتج الحسن بهذا على ان المراد بذ لك التو فى و فاة الحشر لا نه لا يقا ل عند قبض ا لا روا ح فى الد نيا اد خلوا الجنة بما كنتم تعملو ن .

یہ تو فی تو قیامت کے دن ہوگی جہاں پر موت کا وہم تک بھی نہیں جیسے کہ سیاق سے ظاہر ہے۔

نمبر ۱۱ سے ۱۸ تک آٹھ مقاموں میں باب اور مفعولیت کا تقید صاف طور پر موجود ہے۔ رہی تیسری شرط سو وہ بھی معناً موجود ہے۔ اس لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ان مثالوں کو ازالہ اوہام کی جدول میں تحریر فرما کر گویا تسلیم فرمایا ہے کہ ملائکہ اور رسولوں (فرشتوں) کی تو فی دراصل خدا تعالیٰ کی تو فی ہے بلکہ اس کے صفحہ ۸۸۶ پر صاف صاف اعتراف فرمایا ہے :

فاعل لفظاً یا معناً خدا تعالیٰ ٹھہرایا گیا ہو یعنی فعل عبد کا قرار نہ دیا گیا ہو اور محض خدا تعالیٰ کا فعل سمجھا گیا ہو۔

اور آیتوں کے سیاق وسباق سے ان کے تراجم اور مطالب خود بخود واضح ہو رہے ہیں کہ یہ قیامت کا ذکر ہے جہاں پر موت کا وجود قطعاً ممکن نہیں۔ پھر قرآن مجید کی دیگر آیتوں میں ان مقامات کی تفسیر بھی موجود ہے چنانچہ ارشاد ہے کہ

و سيق الذ ين كفروا الى جهنّم زمرا ـ حتّى اذا جا ؤ ها فتِحت ابوا بها و قا ل لهـم خـز نتهـا الـم يأ تكم رسل مّنكم يتلو ن عليكم آ يا ت ر بّكم و ينذرو نكم لقاء يو مكم هذا قا لوا بلى ولكن حقّت كلمة العذا ب على الكا فرين۔

(الزمر : ۷۱)

قيـل ا د خـلـوا ابـوا ب جهـنـم خا لدين فيها فبئس مثوى المتكبرين۔ و سيق

الـذين اتقوا ر بهم الى الجنة زمراً حتى اذا جا ؤها و فتحت ابوا بها و قا ل لهم خز نتها سلا م عليكم طبتم فادخلو ها خا لدين ۔(الزمر:۔۷۲۔۷۳)

يـو م نـحشر المتقين الى الر حما ن وفداً ۔و نسو ق المجر مين الى جهنم ور داً ۔(مر يم:۸۵۔۸۶)

ان الـذ يـن قا لوا ر بنا الله ثم استقا موا تتنز ل عليهم الملا ئكة الا تـخا فوا و لا تحز نوا ۔ (حم سجده:۳۰)

و تر ى المجر مين يو مئذ مقر نين فى ا لا صفاد (ابرا هيم:۴۹) ۔

و جا ء ت كل نفس معها سا ئق و شهيد ۔ (ق:۲۱) ۔

کا فروں کوگروہ کے گروہ بنا کر پہلے اللہ پا ک کے حضور میں، پھر دوزخ کی طرف نہایت ذلت اور حقارت کے ساتھ لے جایا جائے گا۔اوراہل تقوی کوکوبھی کئی جماعتوں کی صورت میں نہایت عزت وحترام کے ساتھ وفد بنا کر پہلے دربارالہی میں، پھر جنت کی طرف لے جایا جائے گا۔

سابقہ آیتوں میں جس مفہوم کولفظ تـو فی سے ظاہر کیا گیا ہے اسے ان آیتوں میں سیاقت سے تعبیر کیا گیا ہےاورمحشر کے روز جونیک وبدلوگوں کی تو فی اورسیاقت ہوگی،اس کی کیفیت محتاج بیان نہیں کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ وہ جسم اورروح دونوں کے ساتھ ہوگی۔موت کا خیال اس جگہ ممکن ہی نہیں۔

الحاصل کہ ثبوت نمبر۱۰، ونمبر۱۱ میں بلفظ تـو فـی رحمانی تصریح ہے کہ مجرم لوگ گرفتار ہوکر پہلے اللہ پاک کے حضوراس کی عدالت عالیہ میں پیش ہونگے جیسے کہ سورہ انعام اورسورہ کہف اورسورہ صافات اورسورہ سبا کی آیات و لو ترى ا ذ وقفوا على ر بهم ، اور عر ضوا على ربك صفا ، اور قضو هم انهم مسئولو ن ، اور مو قوفو ن عند ر بهم

میں اس کی تصریح موجود ہے۔اورثبوت نمبر۱۲،۱۳،۱۴،۱۵،۱۶ میں بلفظ تـو فـی ربانی تصریح ہے کہ فیصلہ الہی کے بعد پھرانہیں دوزخ کی طرف لے جایا جائے گا جیسے کہ سورہ انعام اوراحقاف کی آیات

و لو ترى ا ذ وقفوا على النار (ا لا نعام ؛۲۷)

اور : یو م یعر ض الذین کفروا علی النار (الا حقا ف : ۲۰)
میں بھی اس کی تصریح موجود ہے۔

اورثبوت نمبر ۱۷ میں بلفظ تــو فــی الہی تصریح ہے کہ ایمان داروں کو بھی پہلے دربار الہی میں، پھر جنت کی طرف پوری حفاظت سے نہایت اعزاز واکرام کے ساتھ لے جایا جائے گا۔

ثبوت نمبر ۱۹

مسند احمد، صحیح بخاری، صحیح مسلم، سنن ترمذی، سنن نسائی، ابن حبان، ابن ابی شیبہ، ابن منذر، ابن ابی حاتم، ابن جریر، ابن مردویہ، عبد بن حمید، ابوالشیخ، بیہقی میں بروایت حضرت عبداللہ بن عباسؓ وغیرہ ارشاد نبوی ہے کہ بروز قیامت جب وہ لوگ اعر فهم و یعر فو ننی (جن کو میں جانتا پہچانتا ہوں گا اور وہ بھی مجھے پہچانتے ہونگے کہ ایک دوسرے کو دیکھا ہوا ہے،) ادھر ادھر دائیں بائیں گرفتار ہو کر دوزخ کی طرف دھکیلے جائیں گے (جس کی تفصیل سورہ نساء، انعام، اعراف، انفال، نحل، مریم، سجدہ، زمر، محمد، کے حوالہ سے پہلے گذر چکی ہے) تو میں انہیں دیکھ اور پہچان کر کہوں گا کہ یہ لوگ تو میری جماعت میں شامل ہوئے تھے (جیسے کہ صحیح مسلم جلد اص ۲۷۶ میں ہے عمرو بن عبسہ اسلام سے پیشتر بھی بت پرستی سے متنفر تھا۔ رسول اللہ ﷺ کی بعثت کے ابتدائی ایام میں وہ مکہ مکرمہ میں مشرف باسلام ہو کر اپنے گھر کی طرف رخصت ہوا پھر جب آپ ہجرت فرما کر مدینہ طیبہ تشریف لے گئے تو وہ پھر عرصہ بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ یـــا رســو ل الـلـه اتعرفنی ۔حضور آپ مجھے پہچانتے ہیں؟۔تو آپ نے فرمایا نعم انت الذی لقیتنی بمكة ۔ہاں میں پہچانتا ہوں تو وہی ہے جو کہ مکہ مکرمہ میں میرے ہاتھ پر مشرف باسلام ہوا ہے۔ الحمد للہ آپ کی یاداشت خوب ہے مگر اس سے کسی کی تمام زندگی منحصر نہیں ہو جاتی۔ عمروؓ تو آخر تک بفضلہٖ تعالیٰ ٹھیک ہے مگر جن لوگوں کا یہاں ذکر ہو رہا ہے، وہ ہر گز ایسے نہیں۔ اثری)۔انہیں پھر دوزخ کی طرف کیسے؟ تو مجھے یہ جواب دیا جائے گا کہ مکہ مکرمہ چھوڑ کر جب تو مدینہ منورہ مہاجر بن کر چلا گیا تھا (منذ فا رقتهم) تو یہ لوگ تیرے ہجرت کئے پیچھے رفتہ رفتہ کافروں کی صحبت سے متاثر ہو کر ان کی طرف مائل ہو گئے تھے جس کی تجھے خبر نہیں (انك لا تدری ما ا حد ثوا بعد ك) یہ سن کر میں:

فا قو ل کما قال العبد الصا لح

و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علی کل شئی شھید۔ (الما ئدہ:۱۱۷) ۔

حضرت عیسیٰؑ کے لفظوں میں بجناب باری عزاسمہ عرض کرونگا کہ الٰہی میں نے ان کی بابت جو کچھ عرض کی ہے تو وہ اس وقت سے متعلق ہے جو کہ میں نے ان میں رہ کر گزارا ہے۔ پھر جب اس کے بعد تو نے مجھے مدینہ کی طرف روانہ کر دیا تو میں اپنی ہجرت کئے پیچھے ان کی بابت عینی شہادت نہیں دے سکتا۔ تو جان تیرا کام مجھے کوئی مداخلت نہیں۔

ثبوت نمبر۲۰

روایت مذکورہ کا دوسرا مطلب یہ بھی ہوسکتا ہے کہ ان کا یہ رویہ منافقانہ تھا کہ جب تک آپ ان کے پاس اور وہ آپ کی مجلس میں رہا کرتے تب تک وہ

آ منا با للہ و بالرسو ل و اطعنا ۔(نور:۴۷)

اور :ان ار د نا ا لا الحسنی۔(توبہ:۱۰۷)

ان ار د نا ا لا ا حسا ناً و تو فیقا ۔(نساء:۶۲)

کہہ کر آپ کو خوش کر لیا کرتے تھے مگر جب وہ:

ا ذا خر جوا من عند ك(محمد:۱۶)

اور: فا ذا بر زوا من عند ك(نساء:۸۱)

آپ سے الگ ہوا کرتے اور آپ ان سے (فا ر قتھم)جدا ہوا کرتے تو بس پھر

ما ذا قا ل آ نفاً(محمد:۱۶)

انما نحن مستھز ؤن(بقرہ:۱۴)

کہہ کر بیت طا ئفة منھم غیر الذی تقو ل (نساء:۸۱) ۔

تیرے خلاف نئی نئی باتیں تراشا کرتے تھے جن کی

انك لا تدری ما احدثوا بعدك، تجھے خبرنہیں

(ارشادالٰہی و من اهل المدينة مردوا على النفاق لا تعلمهم نحن نعلمهم سنعذبهم مرتين ثم يردون الى عذاب عظيم ۔توبہ۔سے بھی میرے اس بیان کردہ مطلب کی تائید ہوتی ہے۔اثری)

تب میں حضرت مسیح کے لفظوں میں عرض کرونگا کہ جب میرے روبرو ان کا حال وقال وہ ہے جیسے کہ میں نے بیان کیا ہے اور میرے سے جدا ہوئے، پیچھے ان کا حال وقال کچھ اور ہی ہو جایا کرتا تھا تو ایسے منافقوں سے مجھے سخت نفرت ہے۔

نوٹ نمبرا۔

عہد رسالت میں تو ان کا ارتداد مخفی رہا مگر عہد خلافت صدیق میں (جیسے کہ امام بخاری کے استاد قبیصہ کا خیال ہے) وہ صاف صریح اور علانیہ طور پر مرتد ہو گئے۔رہا نفاق سو وہ کسی کا ظاہر ہوا اور کسی کا ظاہر نہیں ہو سکا۔

نوٹ نمبر۲۔

۱۸،۱۹۔دونوں ثبوتوں میں آیت کریمہ تو فیتنی کو میں نے بحیثیت آیت قرآنی پیش نہیں کیا کہ وہ عیسی کی وجہ سے محل نزاع ہے۔بلکہ حدیث نبوی کی حیثیت سے پیش کیا ہے کہ اس میں شرائط ثلاثہ موجود ہونے پر بھی موت کا ترجمہ کرنے کے لئے کوئی معقول وجہ موجود نہیں۔

نوٹ نمبر۳۔

اس آیت کریمہ پر قرآنی حیثیت سے میں پوری بحث اور تفصیل البيان المختار فيما ورد من ابناء الرسل الاخيار میں شائع کر چکا ہوں جو کہ قابل دید ملاحظہ ہے۔

سوال

اس حدیث میں تو فیتنی جو وارد ہوا ہے وہ عبد صالح حضرت عیسیؑ کا مقولہ ہو کر بطور حکایت بیان ہوا ہے۔رسول اللہ ﷺ نے یہ نہیں فرمایا کہ اقول ما قال میں موصوف کے ان لفظوں میں عرض کرونگا۔ بلکہ یوں فرمایا کہ اقول كما قال ، میں اس کے ان لفظوں کی طرح اور ان کے لگ بھگ (چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب نے بھی ازالہ اوہام صفحہ ۲۷ میں یہ تحریر فرمایا ہے کہ تشبیہات میں پوری پوری تطبیق کی ضرورت نہیں بلکہ بسا اوقات ایک ادنی

مماثلت بلکہ صرف ایک جزو میں مشارکت کے باعث ایک چیز کا نام دوسری چیز پر اطلاق کر دیتے ہیں) عرض کرونگا اور یہ ظاہر نہیں فرمایا کہ وہ کون سے الفاظ ہونگے۔

جواب

بے شک یہ تشبیہہ ہے کہ اس کے لگ بھگ عرض کرونگا۔ اور ضروری نہیں کہ رسول اللہ ﷺ اول سے آخر تک مسیح کے پورے الفاظ دہرائیں یا وہ پوری کیفیت بیان کریں جو کہ انہوں نے کی ہے مگر ہاں اس کے کچھ حصہ میں دیگر دلائل سے توافق ثابت ہے بلکہ جو لفظ اس وقت زیر بحث ہے اس کا ذکر بھی صریحاً آیا ہے۔ چنانچہ صحیح مسلم جلد ۱ صفحہ ۲۷۰ میں آیا ہے کہ جناب رسول اللہ ﷺ نے حضرت عبداللہ ؓ بن مسعود سے آیت کریمہ فكيف اذا جئنا من كل امة بشهيدٍ و جئنابك على هئولاء شهيداً (النساء: ٤١) سن کر فرمایا کہ

شهيداً عليهم ما دمت فيهم او ما كنت فيهم .

میں اپنی بابت ان وقتوں کی شہادت دونگا جو کہ میں نے ان میں رہ کر گزارے ہونگے۔

اور درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۶۳ میں بحوالہ ابن ابی حاتم طبرانی بغوی، حضرت رسول اللہ ﷺ کا بیان ہے کہ

يا رب شهد ت على من انا بين ظهر يه فكيف بمن لم اره .

خدایا ان کی بابت تو میں نے شہادت دے دی جن میں میں رہا سہا ہوں اور جن کو میں نے کچھ خلاف کرتے بولتے دیکھا سنا نہیں، ان کی بابت میں عینی شہادت سے قاصر ہوں ہاں اب تیرا بیان سنا ہے تو جان تیرا کام۔

اور درمنثور جلد ۲ صفحہ ۱۶۴ میں بحوالہ ابن جریر، حضرت عبداللہ ؓ بن مسعود سے مروی ہے کہ

اذ جئنا من كل امةٍ شهيد و قال قال رسول الله و لو مت فيهم فا ذا تو فيتنى (اس جگہ جن لوگوں نے موت سے ترجمہ کیا ہے مجھے ان سے اتفاق نہیں۔ اثری) كنت انت الر قيب عليهم .

حضرت رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں یوں عرض کرونگا کہ خدایا جو وقت میں نے ان کے پاس رہ کر گزارا ہے اس کی بابت تو میں نے شہادت دے دی ہے پھر جب تو نے مجھے مدینہ روانہ کر دیا یا کہ جنگوں میں وقتاً فوقتاً

بھجوایا یا دیگر مواقع پر ان سے علیحدہ کرایا جس کی اوپر تفصیل گزر چکی ہے تو ایسے وقتوں کی بابت میں عینی شہادت سے قاصر ہوں اب چونکہ تو نے ان کا حال بتایا ہے لہذا میری طرف سے سحقاً سحقاً معروض ہے۔تو جان تیرا کام

ثبوت نمبر۲۱

قل یا ایھا النا س ان کنتم فی شك من دینی فلا اعبد الذین تعبدو ن من دون الله و لکن اعبد الله الذی یتو فا کم و امر ت ان اکو ن من المؤمنین ۔

(یو نس:۱۰٤)

اے نبی ﷺ تم یہ بات اس طرح پر بتوضیح بیان کرو کہ کسی کو تمہارے مسلک کی بابت کسی قسم کا شک و شبہ باقی نہ رہے کہ میں غیر اللہ نہیں بلکہ اس خدا تعالی کو پوجتا ہوں کہ جو تمہاری (اور میری نیز سب کی) پوری پوری پرورش اور حفاظت اور نگرانی فرما کر شکریہ کا مطالبہ کرتا ہے سو میں ہر وقت اسلام کا پابند ہو کر اللہ پاک کا شکر گزار ہوں۔پس تمہیں بھی غیر اللہ کو چھوڑ کر اسی کی پوجا اور شکر گزاری لازم ہے۔

یہ وہی آیت ہے جسے ازالہ اوہام کی جدول میں درج نہیں کیا گیا۔میں یہ نہیں کہتا کہ مرزا غلام احمد صاحب کو آیت یاد نہ تھی یا یہ کہ وہ اسے تلاوت نہیں فرمایا کرتے تھے اور نہ یہ کہ انہوں نے کبھی اسے تحریر نہیں فرمایا بلکہ صرف اس قدر عرض ہے کہ دیگر آیتوں کے ہمراہ اسے جدول میں شامل نہیں کیا گیا جس کی وجہ میں شروع میں عرض کر آیا ہوں۔پھر اس کے علاوہ عسل مصفی جو کہ مرزا غلام احمد صاحب کی زندگی میں ان کے روبرو ان کے ملاحظہ سے تصنیف ہوئی۔اس میں بھی آیت شماری کرتے وقت اسے جدول میں شامل نہیں کیا گیا۔پھر جب اس کا دوسرا اڈیشن جو کہ بتقاریظ مرزا بشیر الدین محمود احمد اور مولوی محمد علی لاہوری ایم اے اور مولوی محمد احسن امروہی اور مولوی عبدالکریم سیالکوٹی اور مولوی مبارک علی سیالکوٹی اور حافظ روشن علی اور شیخ یعقوب علی اڈیٹر الحکم اور منشی قاسم علی اڈیٹر الحق اور مفتی محمد صادق اڈیٹر البدر و دیگر علمائے سلسلہ خود مصنف کی طرف سے شائع ہوا تو اس وقت بھی یہ آیت کریمہ غائب ہی رہی۔جدول میں اسے شامل نہیں کیا گیا۔آخر کچھ تو دال میں کالا ہے کہ لفظ تو فی کے لئے ہزاروں کتابوں کی ورق گردانی ہو رہی ہے،اور قرآن مجید کی اس آیت کریمہ کی

طرف کوئی توجہ نہیں۔ مثال:

ووصّینا الانسان بوالدیہ احسانا حملتہ امہ کرھاً و وضعتہ کرھا و حملہ و فصالہ ثلاثون شھراً حتی اذابلغ اشدہ و بلغ اربعین سنۃ قال رب اوزعنی ان اشکر نعمتك التی انعمت علیّ وعلی والدیّ وان اعمل صالحاً ترضاہ و اصلح لی فی ذریتی انی تبت الیك وانی من المسلمین (الاحقاف:۱۵)

وو صینا الانسان بوالدیہ حملتہ امہ و ھناً علی وھنٍ و فصالہ فی عامین ان اشکر لی ولوالدیك الی المصیر (لقمان:۱٤)

ارشادالٰہی ہے کہ ہم نے انسان کو (عموماً) اس کے ماں باپ کے ذریعہ پیدا کیا اور دنیا میں بھیجا ہے اور ان کے توسط سے ہی (عموماً) اس کی پرورش بھی فرمائی ہے۔ لہٰذا اس کا فرض ٹھہرا کہ وہ ہمارا شکریہ فرمانبرداری اور عبادت وثناء کی صورت میں اور اپنے والدین کا شکریہ خدمت واحسان اور دعاء کی صورت میں ادا کیا کرے۔ جیسے کہ والدہ کی خدمت اور اطاعت کی وجہ حمل اور وضع اور رضاعت ہر سہ باتوں کو ٹھہرایا گیا ہے۔ ایسے ہی اس آیت کریمہ میں عبادت الٰہی کا سبب توفی کو قرار دیا گیا ہے۔ اور ظاہر ہے کہ سبب اپنے مسبب سے پہلے بہرحال پہلے ہوتا ہے لہٰذا جس طرح ہر سہ امور خدمت سے پہلے واقع ہوتے ہیں ایسے ہی توفی الٰہی بھی اس کی عبادت سے پہلے واقع ہے۔ توفی بمعنی موت کے بعد تو عبادت تکلیف مالایطاق ہے جو کہ کسی طرح بھی ممکن نہیں۔

مروجہ ترجموں میں موت کے ذکر پر جو اشکال پیدا ہوتا ہے اس کے ازالہ کی تفسیروں میں کچھ کوشش کی گئی ہے اور تفسیر روح المعانی میں جو بیان ہے وہ نسبتاً بہتر ہے مگر میرا ترجمہ بالکل صاف اور مربوط ہے جس میں نہ کوئی اشکال پیدا ہوتا ہے اور نہ اس کے ازالہ کی کوئی ضرورت پڑتی ہے۔

ثبوت نمبر۲۲

و اللہ خلقکم ثم یتوفاکم و منکم من یرد الی ارذل العمر لکیلا یعلم بعد علم

شیئاً ۔ ان اللہ علیم قدیر ۔(النحل:۷۰)۔

اللہ پاک ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔، پھر وہی تمہاری پرورش اور حفاظت بھی فرما تا رہتا ہے، ۔اور تم میں سے بعض کے لئے تو اس کی پرورش کا سلسلہ اتنا طول پکڑ جاتا ہے کہ ارزل العمر تک پہنچ کر علم وطاقت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں ۔بس اللہ پاک ہی ایک ایسا ہے جس کے علم وقدرت کو زوال نہیں ۔

تشریح الٰہی

اللہ الذی خلقکم ثم رزقکم ثم یمیتکم ثم یحییکم ھل من شرکاء کم من یفعل من ذلکم من شیء سبحانہ و تعالی عما یشرکون ۔(روم:۴۰)۔

اللہ پاک ہی نے تمہیں پیدا کیا ہے۔، پھر وہی تمہاری پرورش اور نگرانی بھی کرتا رہتا ہے، ۔پھر تمہیں اپنے اپنے وقت پر مار کر مناسب وقت پر زندہ کرے گا ۔کیا کوئی دوسرا ایسے کام کر سکتا ہے۔

متن اور دیئے گئے ترجمہ کے الفاظ پر خوب غور کرو کہ پہلی آیت میں خلق کے بعد یتو فاکم فرمایا اور دوسری آیت میں خلق کے بعد رزقکم فرمایا تو گویا اللہ پاک نے صاف ظاہر کر دیا کہ توفی بمعنی (رزق) یعنی پرورش فرما کر مطالبہ شکر ہے، موت مراد نہیں ۔ پھر اس کے بعد موت پھر اس کے بعد حیات، دونوں کا ذکر فرمایا جن کو پہلی آیت میں حذف فرما دیا گیا ہے کہ ارذل العمر کے بعد بالآخر طبعاً موت ہے اور آخری زندگی کا وعدہ ہے۔

سوال

اس مابین میں جو لوگ فوت ہو جاتے ہیں کیوں یتو فاکم کو اس پر محمول نہ کر لیا جائے تا کہ وہ معدوم الذکر نہ ہوں۔

جواب

جب اللہ پاک نے اس بات کو بتصریح خود بیان فرما دیا ہے تو پھر خواہ مخواہ اسے تکلف سے ثابت

کرنے کی کوئی ضرورت نہیں۔ چنانچہ ارشاد ہے کہ:

یا ایّھا النّاس ان کنتم فی ریبٍ من البعث فا نّا خلقنا کم من ترا بٍ ثم من نطفةٍ ثم من علقةٍ ثم من مضغةٍ مخلّقة و غیر مخلّقة لنبیّن لکم و نقرّ فی الارحا م ما نشاء الی اجلٍ مّسمی ثم نخر جکم طفلاً ثم لتبلغوا اشدّ کم و منکم من یتو فّی و منکم من یردّ الی ارذل العمر لکیلا یعلم من بعدعلم شیئاً۔ (الحج :۵)

اے لوگوں ہم ہی تمہیں کئی طرح کے ردو بدل کے بعد زندہ بچے بنا کر دنیا میں لا کھڑا کرتے ہیں جو کہ خلقکم کی کامل تفسیر ہے۔ پھر تمہیں پرورش کرتے کراتے جوانی تک پہونچاتے ہیں جو کہ یتو فا کم کی ٹھیک تفسیر ہے اور بعض اس اثنا میں اپنے اپنے وقتوں پر فوت بھی ہو جاتے ہیں۔ اور بعض ارذل العمر تک پہونچ کر طبعًا فوت ہوتے ہیں جب کہ علم وطاقت ختم ہو کر خود جواب دے دیتا۔

نیز فرمایا کہ

ھو الّذی خلقکم من ترا بٍ ثم من نطفةٍ ثم من علقة ثم یخرجکم طفلاً ثم لتبلغوا اشد کم ثم لتکو نوا شیو خاً و منکم من یتو فی من قبل و لتبلغوا اجلاً مسمی و لعلکم تعقلو ن۔ ھو الذی یحی و یمیت فا ذا قضی امراً فا نما یقو ل له کن فیکون۔(مو من:٦٧-٦٨)۔

اللہ پاک تمہیں کئی طرح کے ردو بدل سے زندہ بچے بنا کر دنیا میں لا ظاہر کرتا ہے جو خلقکم کی مکمل تفسیر ہے۔ پھر تمہیں پرورش کرتے کراتے جوانی تک پہنچا دیتا ہے۔ جو کہ یتو فا کم کی ٹھیک تفسیر ہے۔ اور بعض تو اس سلسلہ میں انتہائی بوڑھے ہو جاتے ہیں اور بعض اس اثنا میں فوت ہو جاتے ہیں۔ خواہ کوئی کسی سے پہلے فوت ہوا یا کہ اس کے بعد فوت ہوا۔ بہر حال ہر ایک اپنے اپنے مقررہ وقت پر فوت ہوا ہے۔ یہ زندگی اور پرورش پھر موت اللہ پاک کا دنیوی انتظام ہے جو کہ وقفہ کے ساتھ واقع ہوتا ہے اور اخروی زندگی اللہ پاک کے کن پر موقوف ہے کہ ادھر ارادہ سے ارشاد ہوا، ادھر مخلوق معاً پیدا ہوئی۔

ثبوت نمبر ۲۳

بزاز، طبرانی، ابن حبان میں بروایت حضرت عبداللہ بن عمرؓ ایک سائل کے جواب میں ارشاد نبوی ﷺ ہے کہ

و اذا ر مى الجمار لا يدرى ا حد ما له حتى يتو فاه الله يو م القيا مة ۔ الحد يث بطو له .

جب حاجی جمروں کو کنکری مارتا ہے تو اس وقت اسے اس کا اجر وثواب معلوم نہیں ہوسکتا۔ ہاں جب قیامت کے دن اللہ پاک اسے اس کارخیر کا اجر وثواب عطا فرمائے گا، یعنی یہ کہ اسے ایسی بہترین جگہ اور نعمتوں میں لاکر بسائے گا جن کا کہ اسے وہم وخیال تک بھی نہ تھا۔ تب اسے معلوم ہوگا کہ اس کا یہ اجر وثواب ہے۔

اس حدیث نبوی میں بھی شرائط ثلاثہ موجود ہونے پر موت کا ترجمہ ہرگز درست نہیں کیونکہ یہ تو فی قیامت کو ہوگی، جہاں موت کا قطعاً امکان نہیں۔

نبوی تشریح

طبرانی اور بزاز میں ہے کہ آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ

اما رميك الجمار فلك بكل حصاة ر ميتها تكفير كبيرة من المو بقا ت.

رمی جمار سے تیرے کبیرے گناہ معاف ہونگے۔

اورطبرانی میں ہے: تجد ذ لك عند ر بك ا حو ج ما تكو ن اليه.

آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ تو اس کا ثواب قیامت کو حاصل کریگا جب کہ تجھے اس کی اشد ضرورت ہوگی۔

اورابوالقاسم اصبہانی میں ہے:

اما رميك الجمار فا نه مدخور لك عند ر بك ا حو ج ما تكو ن اليه

آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ اس کا صلہ تیرے لئے بطور ذخیرہ جمع ہے جسے تو قیامت کے دن اللہ پاک سے حاصل کرے گا جب کہ تجھے اس کی اشد ضرورت ہوگی۔

اور بزاز میں ہے :ا ذا ر ميت الجمار كا ن لك نو راً يو م القيا مة

آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ اس کے عوض قیامت کے دن تجھے ایک نور عطا ہوگا۔

اور طبرانی میں ہے کہ

اما ر میك الجمار قال الله عز و جل

فلا تعلم نفس ما ا خفی لهم من قر ة اعین جزا ءً بما کا نوا یعملو ن۔(السجدہ:۱۷)

آپ ﷺ نے سائل سے فرمایا کہ اس کے ثواب کا ٹھیک ٹھیک اندازہ تو اس وقت کسی کو بھی معلوم نہیں ہاں جب قیامت کے دن اللہ اس کا اجر و ثواب عطا فرمائے گا تب معلوم ہوگا کہ اس کا یہ ثواب ہے یعنی کہ اسے نہایت اعزاز کے ساتھ جنت میں لے جا کر ایسی جگہ ٹھہرائے گا جو کہ

ما لا عین ر أت و لا ا ذن سمعت و لا خطر علی قلب بشر ۔رواه البخاری و مسلم وغیر هما و فی روا یة لا یعلم ملك مقر ب و لا نبی مرسل کی پوری پوری مصداق ہوگی۔

یہ سب نبوی تعبیریں آپ ﷺ کے ارشاد لا یدری ا حد ما له حتی یتوفاه الله یو م القیا مة کی گویا ٹھیک ٹھیک ترجمانی ہے۔

یہ وہی روایت ہے جس پر علمائے مکہ اور مدینہ اور جدہ اور مصر اور نجد اور تیونس وغیرہ نے تبصرہ فرمایا ہے جسے میں گوسالہ سامری میں بحذف اصل الفاظ حدیث شائع کر چکا ہوں۔اب یہاں پر میں پھر اسے مکرر نقل کرتا ہوں اور حذف شدہ بھی اس کے ہمراہ شامل کر دیتا ہوں تا کہ کسی قسم کا کوئی خدشہ باقی نہ رہے۔

علمائے عرب

۱ ۔ الشیخ الفا ضل ابو السمح عبد الظا هر المصری ا لا ما م و الخطیب فی المسجد الحرا م بمکة المکر مة

و للتو فی معا نی تر جع کلها الی استیفاء الشئی و ا خذه تا ماً فقد یروا التوفی بمعنی المو ت و غیره

و قد ارا نی الشیخ عنا یت الله الوزیر آبادی حد یثاً فیه التوفی من ا الله

لانسان و ليس معناه المو ت و لا النو م و الحد يث (ا خر جه ابن حبا ن و البزا ز و الطبرا نی عن ابن عمر مر فوعاً بلفظ اذا ر می الجمار لا يد ری ا حد ما له حتی يتو فاه الله يو م القيا مة ای يعطيه اجر ه يو م القيا مة وا فياً تا ماً .

كتبه ابو السمح امام الحر م المكی و مد ير دار الحد يث بمكة المكر مة

٢ ـ الشيخ المحد ث محمد بن عبد الرزاق المصری المدرس فی دار الحد يث بمكة المكر مة

قر أ ت ما كتبه الشيخ ابو السمح و اوا فقه . كتبه محمد بن عبد الرزا ق آ ل حمز ه المد رس بالحرم الشر يف و دار الحديث بمكه المكر مة

٣ الشيخ الفا ضل سليما ن بن عبد الر حمن الصنيع النجد ی

قر أ ت ما كتبه الشيخ عبد الظا هر ابو السمح و وا فقه عليه الشيخ محمد بن عبد الرزاق آ ل حمزه و انی ا يضاً اوا فقهما . (سليما ن بن عبد الر حمن الصنيع)

٤ ـ الشيخ الفا ضل محمد النصيف رئيس الجدة

ما كتبه ا لا ستا ذ العلا مة الشيخ عبد الظا هر ابو السمح امام الحر م الشر يف المكی هو الصوا ب (محمد نصيف بجدة الحجاز)

٥ ـ الشيخ محمد المصطفی المدرس فی المسجد النبوی بالمد ينة

ما كتبه الشيخ ابو السمح فی الحد يث فهو صحيح .

محمد المصطفی ابن ا لا ما م العلوی المد رس با لحر م النبوی

٦ ـ فا ضل الجا مع الا ز هر و رئيس انصار السنة المحمد يه الشيخ محمد الحا مد الفقی مصری

و انا كذ لك اوا فقهم علی ما قا لوا فی معنی التو فی و التوفية و الله المو فق

۔کتبہ محمد حا مد الفقی من علماء ا لاز ھر الشریف و رئیس جماعۃ انصار السنۃ المحمد یۃ بمصر

۷ ۔الشیخ الفا ضل عمر حمدا ن المحر س المدرس فی المسجد النبوی بالمدینۃ المنورۃ

و انا وا فقھم علی ذا لك ۔ کتبہ عبد اللہ بن عمر حمدا ن المحرس خا دم الحدیث با لحر مین الشر یفین

خلا صہ مطلب: علامہ ابوا لسمح امام وخطیب حرم شریف فرماتے ہیں کہ شیخ عنایت اللہ وزیرآبادی نے مجھے ایک حدیث دکھائی ہے کہ جس میں لفظ تو فی اپنی فاعلانہ اسناد میں خدا تعالی کی طرف منسوب ہوکر انسان کے لئے استعمال ہوا ہے۔مگر پھر بھی اس کے معنی موت اور نیند ہر گز نہیں کئے جا سکتے بلکہ اس کا معنی پورا پورا اجر وثواب عطا کرنا ہے جو کہ قیامت کے دن واقع ہوگا۔

نیز دیگر افاضل علماء عرب نے جن کے اسماء گرامی اوپر درج ہوئے ہیں آپ کے بیان کردہ معنوں کی تصدیق فرمائی ہے۔

۸ ۔ الشیخ المحد ث محمد بن حسین المدرس فی جا مع العکاش بجدہ

ان التو فی فی لغۃ القر آ ن و السنۃ و کلا م العر ب لفظ مشترك بین المو ت و النو م و ا خذ الشئی وا فیاً و القرینۃ تخصص ا حد ھذہ المعا نی فیقا ل توفاہ اللہ بمعنی اما تہ او القی علیہ النو م و بمعنی و فاہ اجرہ کا ملاً و منہ قو لہ تعا لی یو فی الصا برو ن اجر ھم بغیر حسا ب

و قو لہ تعا لی: و وجد اللہ عندہ فو فاہ حسا بہ

و منہ ھذا الحد یث الذی کتب علیہ الشیخ ابو السمح اذا یمتنع ان یکو ن المراد من التو فی بالموت رد النو م فا ن لفظۃ یو م ظر ف و متعلقہ التو فی فھو ظر ف یقع فیہ التو فی و ھو یو م القیا مۃ

املاہ محمد بن الحسین بن ابرا ھیم المدرس مسجد عکا ش بجدۃ

خلاصہ یہ کہ قرآن وحدیث اور کلام عرب میں لفظ تـو فی موت اور نینداور پورا پورا اجروثواب وغیرہ دینا لینا ہر سہ معنوں میں مشترک ہے۔پس تـو فاہ اللہ کے معنی امـا تـہ و القی علیہ النو م تو عام طور پر شائع و ذائع ہیں اور تیسرے معنوں پر یہ حدیث نبوی شاہد ہے جس پر شیخ ابـو السـمـح نے ارقام فرمایا ہے کیونکہ اس حدیث میں الٰہی تـو فـی سے موت اور نیند قطعاً مراد نہیں کہ اس کا وقوع قیامت کے دن اجروثواب کی صورت میں ظاہر ہوگا۔

۹ ۔ الشیخ الفا ضل المحد ث عبد الر ؤف بن عبد البا قی المدرس فی المسجد النبوی بالمد ینۃ المنورۃ

الحد یث ثا بت و لا یمکن ان یفسر التو فی المسند الی اللہ لعبدہ فیہ بالمو ت و لا النو م و لا شك انہ تو فی بمعنی وفاہ اجرہ یو م القیا مۃ و لذا تحرر ۔

کتبہ عبد الر ؤف بن عبد الباقی المدرس بالحر م النبوی ۔

خلاصہ مطلب۔ یہ کہ اس ثابت شدہ نبوی حدیث میں انسان پر الٰہی توفی کے ورود سے اس کی موت یا نیند ہرگز مراد نہیں بلکہ اس سے اجروثواب دینا مراد ہے جو کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ عطا فرمائے گا۔

۱۰ ۔ الشیـخ الـفـا ضـل صـا لـح بـن الفضیل التیو نسی المدرس فی المسجد النبوی بالمد ینۃ المنورۃ ۔

الـحـد یـث مـذ کـور بـمبنا ہ مسطور بمعناہ و ھو صحیح کما ذکر علاہ۔کتبہ صا لح بن الفضیل التیو نسی المدرس بالمسجد النبوی وفقہ اللہ

خلاصہ مطلب۔ یہ کہ حدیث پیش کردہ روایۃ صحیح ہے اور کہ اصل محولہ کتاب میں بایں الفاظ موجود ہے اور معنی بھی اس کا وہی ہے جو کہ اوپر بیان ہوا ہے۔

۱۱ ۔ الشیـخ الـفا ضل ا لا دیب محمد ا لطیب بن اسحاق الانصاری المدرس فی المسجد النبوی

ان التو فی فی لغة العرب یصح ان یراد به المو ت و النو م و الاعطاء و الاستیفاء و القبض و یصح اسناد جمیعها الی الله تعا لی افمن ز عم انه لا یسند الیه التو فی ا لا ا ذا کا ن بمعنی المو ت اوا النو م فقد جهل لغة العرب و ا خطا طر یقها۔

محمد الطیب بن اسحاق الانصاری السلفی المدرس فی المسجد النبوی

و انا ا صادق علی ما ذکره استا ذ نا الشیخ محمد الطیب انصا ری من معانی التو فی فی لغة العر ب و خطأ من ز عم انه لا یسند الی الله تعا لی ا لا اذا کا ن بمعنی المو ت اوا النو م و جهله بکلا م العر ب و با لله الا عتما د ۔

کتبه محمد بن علی آل حر کا ن المدرس بالمسجد النبوی

خلاصہ مطلب، یہ کہ لفظ تــو فــی موت اور نینداور کسی چیز کو پورا پورا وصول کر لینا یا اسے پوری طرح سے دے دینا یا کسی چیز کو اپنے قبضہ میں کر لینا وغیرہ جملہ معنوں میں مشترک ہے۔اس کا فاعل خواہ خداوند تعالی ہے یا کہ کوئی دیگر۔اس سے کوئی فرق نہیں پڑ تا۔ جو کوئی اسے ایسی صورت میں موت اور نیند سے مخصوص بتا تا ہے وہ کلام عرب سے قطعاً جاہل اور غلط گو ہے۔

الحاصل کہ میرا بیان کر دہ تر جمہ و مطلب بالکل ٹھیک اور درست ہے۔ ہاں یہ بھی واضح رہے کہ میرے بیان کر دہ مطلب کی تصدیق سے پیشتر علمائے عر ب نے مجھے صحت اسناد اور صحت الفاظ کی بابت دریافت فرمایا تو میں نے امر اول کا ثبوت امام ابن حبان کے التزام صحت سے اور امام منذری اور علامہ علی متقی کی تصحیح سے دیا اور امر دوم کا ثبوت تر غیب تر ہیب مصری اور تر غیب تر ہیب ہندی اور تر غیب تر ہیب بر حاشیہ مشکوۃ اور تر غیب تر ہیب شرح شدہ مصری اور تر غیب تر ہیب قلمی نسخہ (یہ نسخہ میں نے مکہ شریف میں محمد بن احمد العمری النجدی من اہل عنیز ہ کے پاس دیکھا ہے جو کہ ۸۷۲ھ کا تحریر شدہ ہے اور کئی ایک علمائے کرام کی تصحیح بھی اس پر درج ہے۔اثری) اور کنز العمال حیدر آبادی اور کنز العمال مصری بر حاشیہ مسند امام احمد سے دیا جو کہ بحمد اللہ مقبول ہوا۔

علمائے ہند

۱۳۔مولوی عبداللہ عرف پیر جی صاحب سنبھلی نے جو رسالہ احکام الحج النبوی لمن یطلب الصراط السوی شائع کیا ہے اس کے پہلے اڈیشن کی بابت تو مجھے معلوم نہیں کہ وہ کب شائع ہوا۔ ہاں اس کا دوسرا اڈیشن میرے پاس موجود ہے جس پر ۱۳۳۱ھ مرقوم ہے۔ گویا آج سے تقریباً چالیس سال پیشتر کا شائع شدہ ہے اور مصنف مرحوم کی بابت مجھے خوب معلوم ہے کہ مرزائی مباحث کا اسے دھواں تک بھی نہیں پہنچا اور حدیث کا ترجمہ انہوں نے ۱۰۲ پر یوں فرمایا ہے:

روایت ہے ابن عمر سے جب حاجی کنکریاں مارتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیا ہے یہاں تک کہ دے اس کو اللہ ثواب اس کا قیامت کے دن۔

۱۴۔مولانا عبدالوہاب صاحب دہلوی کی زیرنگرانی اور ملاحظہ سے یہ رسالہ شائع ہوا ہے، جیسا کہ اس کے دیباچہ میں مذکور ہے۔

نمبر ۱۵۔مجدد وقت مولانا نواب صدیق حسن خان صاحب والی ریاست بھوپال نے اپنے رسالہ طراز الخمرہ من فضائل الحج و العمرہ کے صفحہ ۲۹ پر اس حدیث کا ترجمہ یوں فرمایا ہے:

حدیث صحیح ابن عمر میں آیا ہے جب حاجی رمی جمار کرتا ہے کوئی نہیں جانتا کہ اس کے لئے کیا ہے یہاں تک کہ دے خدا اس کو ثواب اس کا دن قیامت کے۔

اس رسالہ کی تاریخ اشاعت جو کہ اس پر مرقوم ہے ۱۳۰۱ھ ہے گویا آج سے ۶۸ سال پیشتر اور مرزائی چیلنج سے چھ سات سال پیشتر کا شائع ہے۔

فالحمدللہ کہ نئی پرانی عربی ہندی پندرہ شہادتوں سے میرا ترجمہ مؤید و مصدق اور درست ثابت ہوا۔ ثم الحمدللہ

ثبوت ۲۴

سنن نسائی، ابن حبان، مستدرک، میں بروایت رفاعہ بن رافع دعا نبوی منقول ہے کہ

اللھم تو فنا مسلمین و الحقنا بالصالحین غیر خزایا و لا مفترنین۔الحدیث

خدایا ہم کو ہر طرح کی زلتوں اور فتنوں سے بچا کر خوشحال لوگوں میں شامل فرما۔

ثبوت نمبر ۲۵

عمل الیو م و ا للیلة ،ابن سنی میں حضرت زیدؓ بن ثابت سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اسے مندرجہ ذیل دعا تلقین فرما کر بتا کید ہدایت فرمائی کہ وہ اسے ہر روز خود بھی پڑھا کرے اور اپنے اہل وعیال سے بھی پڑھوایا کرے کہ

انت و لی فی الد نیا و ا لآ خرة تو فنی مسلماً و الحقنی بالصالحین . الحدیث

الٰہی ابتداء سے انجام تک تو ہی میرا دوست اور رہنما ہے تو میری حفاظت فرما تا رہے اور مجھے خوشحال لوگوں میں شامل فرما اور فرمائے رکھ۔

ان ہر دو نبوی حدیثوں میں شرائط ثلاثہ موجود ہونے پر بھی موت کا ترجمہ ہر گز نہیں کیا جا سکتا کہ اس سے دعا مہمل ہو جائے گی۔اور پھر موت کی تمنا، جیسے کہ میں پہلے عرض کر آیا ہوں، ہرگز درست نہیں۔ جب رسول اللہ ﷺ نے بصد تا کید اس سے روک دیا ہوا ہے تو پھر خود آپ ہی اپنی ہدایت کے خلاف عمل و تلقین کیونکر فرمائیں گے

ثبوت نمبر ۲۶

امام ابن سعد نے طبقات میں اور امام بخاری نے ادب مفرد میں حضرت عمر فاروقؓ کی جو یہ دعا بیان فرمائی ہے

ا للھم تو فنی مع ا لا برا ر و لا تجعلنی فی ا لا شرار و قنی عذاب النار و الحقنی با لا خیا ر

اس میں چار باتوں کی درخواست ہے کہ دنیا میں مجھے برے لوگوں سے بچا کر بھلے لوگوں میں بسا،اور آخرت میں بھی مجھے دوزخیوں سے بچا کر جنتیوں میں شامل فرما کر

اب ظاہر ہے کہ اس جگہ تو فی بمعنی موت ہرگز نہیں بلکہ لا تجعلنی فی ا لا شرار کے مقابل واقع ہو کر اجعلنی مع ا لا برار کے معنوں کی تصریح کر رہا ہے۔(کنز العمال جلد ا ص ۳۰۲)۔

ثبوت نمبر ۲۷

و الـذ یـن یتـو فـو ن مـنـکم و یذ رو ن ازوا جاً و صیة لازوا جھم متا عاً الی الحو ل غیر ا خرا ج . (البقرة:۲۴۰) .

جولوگ گرفتار ہوکرکسی دوسرے ملک میں محبوس ہوں یا وہ مفقود الخبر ہوکرلا پتہ ہوں یا وہ کسی وجہ سے غیر قادراور کمزور ہوں یا وہ ظلم وتعدی سے عمداً انکی طرف متوجہ نہ ہوں یا وہ نان ونفقہ نہ دیتے ہوں یا نہ دے سکتے ہوں تو ایسے الم ناک مواقع پر انکی جوان منکوحہ عورتیں جس طرح بھی ہوسکے اور بن پڑے کم ازکم ایک سال تک انتظار کے بعد عالم دین سے فتوی اور حاکم وقت سے اجازت لیکر دوسری شادی کی شرعاً مجاز ہیں۔اس اثنا میں ان کا کوئی اپنا یا پرایا انہیں سابق شوہروں کے عقد سے نکال کر اپنا الوسید ھانہیں کرسکتا۔ہاں بعداز میعاد اگر وہ خود اپنی رضا ورغبت سے سابق عقد سے نکل کر اپنا کوئی قانون الٰہی مطابق جدید انتظام کریں تو پھر کسی پر حرج اور گناہ نہیں

اس آیت کریمہ کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام کی جدول میں موت کے خیال سے شامل فرمایا ہے حالانکہ اس سے صرف موت ہی مراد نہیں بلکہ دوسرا مطلب بھی مراد ہوسکتا ہے کیونکہ اس سے سابقہ آیت کریمہ میں فوت شدہ شوہر کی عورت کو چار ماہ دس دن تک دوسری شادی سے روکا ہے اور اس میں ایک سال تک میعاد مقرر فرمائی ہے جو کہ بظاہر تعارض ہے جس سے قرآن شریف پاک ہے۔

بعض علماء نے مؤخر الذکر کو منسوخ قرار دیا ہے اور بعض نے اپنے طور پر کچھ تطبیق بھی دی ہے مگر چونکہ میں کلام الٰہی میں تنسیخ نہیں بلکہ تطبیق کا قائل ہوں اس لئے میرے نزدیک دیگر تطبیقوں کے ہمراہ ایک یہ تطبیق بھی قابل قدر ہے جو کہ میرے ترجمہ سے ظاہر ہے۔مگر دریں صورت وصیت شوہروں کی طرف سے نہیں بلکہ اللہ پاک کی طرف سے ایسے لوگوں کی بیویوں کو وصیت ہے، جیسے کہ تفسیر فتح البیان میں موجود ہے

و العا رد ؟ فی کلا مہ تعا لی مو جود فلا حا جۃ الی التقدیر

گوفقہاء کرام نے مفقود الخبر کی عورت کو نوے سال تک دوسری شادی سے روکا ہے، جیسے کہ کتب فقہ احناف میں مرقوم ہے اور محدثین عظام نے چار سال تک اسے انتظار کرائی ہے جیسے کہ موطا مالک، دارقطنی، عبدالرزاق، سعید بن منصور، ابن ابی شیبہ، بیہقی میں حضرت عمر فاروق ؓ، حضرت عثمان غنی ؓ اور حضرت عبداللہ بن

عمرؓ اور حضرت عبداللہ بن عباسؓ اور حضرت عبداللہؓ بن مسعود سے مروی ہے۔ مگر امام بخاری نے اسے ایک سال تک انتظار کرائی ہے جیسے کہ صحیح بخاری میں موجود ہے جو کہ میرے ترجمہ اور مطلب کی مؤید ہے۔ اور اگر جنگ میں مفقود ہوا ہے تو چار سال کی نسبت ایک سال زیادہ مناسب ہے کہ آیت کریمہ کا سیاق جنگی ہے اور حضرت سعید بن مسیّب سے امام بخاری نے اسے نقل فرمایا ہے۔

(امام موصوف نے اس پر یوں تبویب فرمائی ہے باب حکم المفقود فی اھله و ماله ،جس سے معلوم ہوتا ہے کہ موصوف نے اہل فرما کر وظیفہ زوجیت اور مال فرما کر نان نفقہ کی طرف اشارہ فرمادیا ہے جس کا سلسلہ بند ہے اور اونٹ اور بکری کی حدیث درج فرما کر ظاہر کردیا ہے کہ مرد اپنے طور پر کھا کما سکتا ہے اور ضرورت پر دوسری شادی بھی کرسکتا ہے مگر عورت اپنے طور پر نہ تو کھا کما سکتی ہے اور نہ ضرورت پر دوسری شادی کرسکتی ہے اس لئے ایک سال کے بعد اسے علیحدگی کا شرعاً حق حاصل ہے

و لیستعفف الذین لا یجدو ن نکا حاً حتی یغنیھم اللہ من فضلہ ۔ الآیہ۔(نور)۔جن کو کسی خاص وقت تک شرعاً نکاح سے روک ہے تو وہ اس وقت تک اس سے و نیز زنا سے احتراز کریں۔ہاں وقت مقررہ گزرنے پر نکاح کی رخصت ہے

ذلك لمن خشی العنت منکم ۔الآیہ۔(نساء)۔مگر یہ انکے لئے اجازت ہے جو کہ اپنے نفسوں پر قابو نہ پاسکتے ہوں اور جو پاسکتے ہوں

و ان تصبروا خیر لکم ۔الآیہ۔(نساء)۔ و ان یستحففن خیر لھنّ ۔الآیہ۔(نور)۔

ان کے لئے احتراز بعض حالتوں میں جائز اور بعض میں بہتر ہے۔عنایت اللہ اثری)

سوال

فقہاء کرام نے جو ۹۰ سال یا سو سال یا جب تک اس کی عمر کا کوئی زندہ ہے، اسے نکاح ثانی سے روکا ہے تو یہ کوئی ان کا اپنا فتوی نہیں بلکہ دار قطنی ، بیہقی میں مرفوعاً آیا ہے کہ

امر أة المفقود امر أته حتی یا تیھاالخبر و فی رو ا یة حتی یاتیھا البیا ن

لا پتہ شخص کی بیوی اسی کے نکاح میں بیٹھی رہے جب تک کہ اسے اس کی خبر نہ آجائے کہ وہ مر چکا ہے۔

جواب

یہ تو نہیں ہوسکتا کہ وہ خود لکھ کر روانہ کردے کہ میں مر چکا ہوں آخر کوئی دوسرا ہی اطلاع دے گا۔ مگر دریں صورت وہ لا پتہ نہ ہوا اور ذکر اس کا ہے جو لا پتہ ہے۔ رہی حدیث سو وہ اول تو سخت ضعیف ہے۔

دوم اس میں ان چیزوں کا ذکر نہیں جن کا اوپر بیان ہوا ہے۔

تیسرے اس کا یہ مطلب نہیں جو کہ بیان کیا گیا ہے۔ بلکہ اس کا ٹھیک مطلب یہ ہے کہ جب تک اسے عالم دین کا فتوی اور حاکم وقت کی اجازت نہ ہو جائے، تب تک وہ اپنی دوسری شادی کی بابت کوئی قدم نہ اٹھائے۔ جیسے کہ آیت کریمہ کے ترجمہ میں میں نے بیان کر دیا ہے۔ عالم دین کے فتوی اور حاکم وقت کی اجازت اور عورت کی اشد ضرورت کے موقع پر بھی اسے نکاح سے روک تھام کرا تنے طویل عرصہ تک بٹھائے رکھنا کسی طرح بھی ٹھیک نہیں۔ اللہ پاک فرماتا ہے کہ

و لا تكر هوا فتيا تكم على البغاء ان اردن تحصناً . (النور: ۳۳).

تم اپنی رشتہ دار نو جوان عورتوں کو ان کی ضرورت کے خلاف ترک نکاح پر مجبور مت کرو۔ ورنہ خدانخواستہ ان سے اگر زنا سرزد ہوا تو اسکی تمام تر ذمہ داری تم پر ہی عائد ہوگی۔

الحاصل کہ آیت زیر بحث میں ایسی ضرورتوں کا حل بھی موجود ہے صرف موت ہی پر محمول کرنا ٹھیک نہیں۔

مسلّمات خصم

ثبوت نمبر ۲۸

البشری جلد اول کے صفحہ ۵۱ پر مکتوبات احمدیہ کے حوالہ سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا یہ الہام بمعہ ترجمہ اس طرح پر درج ہے کہ

قل لضيفك انى متو فيك قل لا خيك انى متو فيك

جو تیرا مورد فیض اور بھائی ہے اسے کہہ کہ میں تیرے پر اتمام نعمت کرونگا یا میں تجھے وفات دونگا۔

مرزا غلام احمد صاحب کے اس الہام میں قرآن مجید کا وہی لفظ بتکرار موجود ہے جو کہ ترجمہ کے اعتبار سے محل نزاع ہے مگر الحمد للہ کہ اس جگہ انہوں نے خود ہی اس کا ترجمہ اتمام نعمت فرما کر ہماری تصدیق فرمادی ہے۔

ہاں احتمالی طور پر انہوں نے اس کا ترجمہ موت بھی کر دیا ہے مگر وہ بدیں وجہ ٹھیک نہیں کہ موت ہر ایک نیک و بد کے لئے مقرر ہے۔ بخلاف نعمت کے کہ وہ آپ کے عقیدہ کے مطابق آپ کے بھائیوں اور دوستوں سے مخصوص ہو سکتی ہے۔ اور اگر موت سے طبعی موت مراد لے کر اپنے بھائیوں اور دوستوں کی تخصیص مطلوب

ہے کہ وہ ہرگز مصلوب اور مقتول اور مرحوم نہ ہونگے تو بھی ٹھیک نہیں کیونکہ عبدالطیف اور عبدالرحمٰن کا قتل وقوع میں آچکا ہے، جن کے لئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے سر الشھادتین تصنیف فرمائی ہے۔ پس ترجمہ اول ہی ہر حال قابل ترجیح ہے۔

ثبوت نمبر ۲۹

براہین احمدیہ باب اول صفحہ ۵۵۷ حاشیہ نمبر ۴ پر مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا الہام یا عیسی انّی متو فیك درج فرما کر اس کا یوں ترجمہ کیا ہے:

اے عیسی میں تجھے کامل اجر بخشونگا یا وفات دونگا۔

یہ قرآن مجید کی آیت اور عیسیؑ کا الہام ہے جس میں اللہ پاک نے موصوف کو مخاطب فرمایا ہوا ہے مگر براہین احمدیہ میں وہ بطور الہام مرزا غلام احمد صاحب سے خطاب ہے جس کا ترجمہ خود انہوں نے ہمارے مفید مطلب کر دیا ہے۔

ثبوت نمبر ۳۰

و کنت علیھم شھیداً ما دمت فیھم فلما تو فیتنی کنت انت الرقیب علیھم و انت علی کل شئی شھید .(المائدة: ۱۱۷)

حضرت عیسیؑ کا بدرگاہ الٰہی بیان ہے کہ جب تک میں ان میں رہا ہوں اس وقت تک تو میں عینی شہادت دے سکتا ہوں اور جو وقت میں نے ان سے علیحدہ ہو کر دوسری جگہ گزارا ہے اس کی بابت میں اپنی عینی شہادت سے قاصر ہوں، تو جان تیرا کام۔

اس سے صاف ظاہر ہے کہ حضرت عیسی بن مریم نے اپنی زندگی کو دو حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ ایک حصہ جو کہ اپنی قوم میں رہ گزارا ہے۔ اس کی بابت ما دمت فیھم فرمایا اور دوسرا حصہ جو کہ معاً اس کے بعد شروع ہو گیا اسے فلما تو فیتنی سے تعبیر فرمایا ہے۔ اگر تو فی سے اس جگہ موت مراد لی جائے جو کہ ما دمت فیھم کے معاً بعد واقع ہے تو پھر یہ صاف ظاہر ہو گا کہ موصوف (شامیوں) سے علیحدہ ہو کر کہیں دوسری

جگہ ہرگز تشریف نہیں لے گئے حالانکہ مرزا غلام احمد صاحب نے صاف طور پر تحریر فرمایا ہے کہ شامیوں سے علیحدہ ہوکر آپ نے کشمیر سری نگر میں اپنی عمر کا اکثر حصہ تقریباً ستاسی سال گزارا ہے جو کہ ما دمت فیهم کے بعد فلما تو فیتنی میں بیان کیا گیا ہے اگر موصوف ما دمت حیا فلما تو فیتنی فرماتے : کہ جب تک میں زندہ رہا تب تک تو یہ بات ہے، اور جب تو فی واقع ہوئی تو پھر یہ بات ہوئی، واس وقت البتہ توفی حیات کے مقابل واقع ہونے کی وجہ سے موت ظاہر کرتا۔

مگر یہاں پر توفی ما دمت فیهم کے مقابل ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ ما دمت فیهم کا مقابل موت نہیں بلکہ خروج اور غیر حاضری ہے جیسے کہ آیت کریمہ ما دمت علیه قا ئماً ۔(آل عمران:۷۵)۔اور آیت کریمہ ما دا موا فیها (مائدہ)۔کے مضمون سے صاف ظاہر ہے۔

قاضی اکمل صاحب احمدی نے ظہور المہدی صفحہ ۹۱ پر فرمایا ہے کہ یہاں ما دمت فیهم فرمایا، ما دمت حیاً ، جب تک میں زندہ رہا، نہیں کہا۔ یہ اس لئے کہ آپ پر کچھ ایسا زمانہ بھی گزرا تھا کہ آپ زندہ تھے مگر ان شامیوں میں نہ تھے بلکہ ہجرت الی الکشمیر کر گئے۔

(مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے ازالہ اوہام صفحہ ۱۹۷ میں فرمایا ہے کہ:

مسیح اپنے وطن گلیل میں جا کر فوت ہوگیا۔

اور عسل مصفی میں صفحہ ۶۷۴ میں ہے:

ڈیڈسی کے پاس مسیح کا انتقال ہوگیا اور وہاں ہی ان کو دفن کیا گیا۔

اور چشمہ معرفت صفحہ ۲۵۰، نیز عسل مصفی میں ہے کہ اس کی قبر جماء (حماء ؟) پہاڑ پر واقع ہے جو کہ نواح مدینہ میں ہے

اور مولوی حکیم نورالدین صاحب کی تلقین سے مرزا صاحب قادیانی اور اس کے چیلوں کا بیان ہے کہ وہ محلّہ خان یار میں مدفون ہے۔

گویا دنیا بھر میں جہاں بھی کوئی لاوارث قبر ہے بس اس میں مسیح مدفون ہے۔ ایک شخص اور اتنی قبریں۔ کیا خوب ہے۔

جولائی ۱۹۲۷ء کا ذکر ہے کہ میں سری نگر گیا تو اس محلّہ میں بھی پہنچا جہاں پر یہ قبر بتائی جاتی ہے اس کے پاس ایک پتھر بھی دھرا ہے جس پر ایک قدم کندہ ہے۔ میں نے اسے ناپ کر دیکھا تو وہ ۲۰۔ انگل طویل اور دس انگل عریض نکلا۔ اور بتایا جاتا ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کا قدم شریف ہے۔ کیا خوب ہے۔ جیسے قدم ویسے ہی قبر ہے جو کہ مرزائیوں کے لئے صد غنیمت ہے۔

عقل مندوں کے نزدیک یہ صریح جھوٹ ہے اور و جاؤا علی قمیصه بد م کذ ب۔الآیہ۔(یوسف)۔کا پورا پورا مصداق ہے۔

حدیث شریف میں عیسیٰؑ کی بابت جو آیا ہے کہ یدفن معی فی قبری وہ میرے ہمراہ میری تجویز کردہ قبر میں دفن ہوگا اس کا ترجمہ مرزا صاحب قادیانی نے یوں کیا ہے کہ: آنحضرت ﷺ کے روضہ کے پاس مدفون ہو۔ اثری)

بہت خوب اچھا یہ بات تو دونوں فریق میں مسلّم ہے کہ موصوف نے ما دمت فیھم کے بعد اپنی زندگی کا اکثر حصہ کسی دوسری جگہ (موت اور نیند کے علاوہ توفی کا اصل مفہوم پوری روک تھام اور حفاظت ونگرانی اور اجر وثواب وغیرہ ونیز کسی زندہ کو ایک جگہ سے دوسری جگہ پر لے جانا اور پہنچا دینا ہے۔ جگہ کا تعین اس میں داخل نہیں۔ دیگر مقامی اور غیر مقامی قرائن اور دلائل کی بنا پر جگہ کی تعیین ہوتی ہے۔ لہذا کسی سے ایسا مطالبہ درست نہیں کہ جس کا وہ قائل نہیں۔ اثری) رہ کر گزارا ہے جسے انہوں نے تو فیتنی کہہ کر بیان فرمایا ہے۔ اختلاف اس میں ہے کہ وہ کس جگہ گزارا ہے۔ ایک فریق کہتا ہے کہ وہ کشمیر سری نگر میں رہ کر گزارا ہے اور دوسری جماعت را فعك الی ۔الآیہ۔ (آل عمران)۔ الٰہی وعدہ، اور بل رفعه الله اليه ۔الآیہ۔ (نساء)۔ اس کی الٰہی وفا کی بنا پر کہتی ہے کہ وہ آسمان پر رہ کر گذارا ہے۔ چونکہ اس جگہ رفع کا لفظ زیر بحث نہیں کہ آسمان کا ذکر کیا جائے اور نہ ہی کشمیر کی خصوصیت مطلوب ہے اور نہ یہ مقصود ہے کہ اس وقت عیسیٰ زندہ ہیں یا کہ نہیں۔ مطلب تو یہاں پر صرف اس قدر ہے کہ موصوف نے اپنی قوم سے علیحدہ ہو کر بھی زندگی گزاری ہے جسے وہ الٰہی توفی سے تعبیر فرمارہے ہیں اور اپنے مسلک کے مطابق مجھے یہی ثابت کرنا تھا جو کہ نہایت آسانی سے مسلّمات خصم کی بنا پر ثابت ہوگیا۔ فالحمد لله علی ذلك

مصادرہ علی المطلوب کے طور پر نہیں بلکہ مسلّمات خصم کے طور پر ان ہر دو روایتوں کو پیش کیا گیا ہے ۔اول الذکر نمبر ۲۹ کو آیت کریمہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ خصم کے الہام کی حیثیت سے جس کا ترجمہ اس نے خود ہی کر دیا ہوا ہے اور مؤخر الذکر نمبر ۳۰ کو اس لئے کہ خصم نے ما دمت فیھم کے بعد ہجرت کو تسلیم ہے۔

سوال

صحیح بخاری میں حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے متوفيك کی تفسیر میں جو مميتك منقول ہے، اس کا کیا مطلب ہے۔

جواب

یہ میرے ترجمہ کے منافی نہیں بلکہ مؤید ہے اور زائد معنی کی حامل ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی

نے ازالہ اوہام صفحہ ۲۶۱ میں بحوالہ قاموس مات بمعنی نام تحریر فرمایا ہے۔ لہذا اس سے مراد نیند ہے۔ جیسے کہ تفسیر خازن میں مرقوم ہے اور نبوی دعا بھی جو کہ روزانہ پڑھی جاتی ہے اس کی مؤید ہے

الحمد لله الذی احیا نا بعد ما اما تنا ۔الحدیث۔ رواہ البخاری ومسلم۔

خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں آرام پہنچانے کے لئے مناسب وقت تک سلائے رکھا۔ پھر اس نے مناسب وقت پر جگا بھی دیا ہے۔ جو سفر سوار ہو کر طے ہوتا ہے اس میں سونا بھی ممکن ہے جیسے کہ ریل گاڑی اور دریائی ہوائی جہازوں میں معمول ہے۔

جواب نمبر۲

یہ چار (توفی، رفع، تطہیر، حذف؟) الٰہی وعدوں میں سے ایک وعدہ ہے جن کی وفا کا زمانہ (الی یوم القیامۃ) آخر دنیا تک ممتد بتا کر اللہ پاک نے حضرت عیسیٰؑ کو الہام فرمایا کہ جو کہ قرآن مجید میں حکایۃً درج ہے۔ ہر سہ (۲، ۳، ۴) وعدوں کی وفا کا قرآن مجید نے صریحاً ذکر فرما دیا ہے اور چوتھے وعدہ (نمبر ۱) کی وفا بمعنی ہجرت موجود ہے اور بمعنی موت ہر گز موجود نہیں لہذا اگر حقیقی موت ہی مراد لینی ہے تو بایں معنی انتظار ضروری ہے۔

سوال

کیوں وفا مذکور نہیں فلما تو فیتنی میں اسکا ذکر بطور حکایت ماضی صریحاً موجود ہے

جواب

پھر وہی لفظ جس پر کافی اور اطمینان بخش بحث ہو چکی ہے اور ثابت کر دیا گیا ہے کہ یہ موت کے لئے موضوع نہیں۔ پھر یہ حکایت دوبارہ زندہ ہو کر قیامت کے روز بیان ہوگی جو کہ زیر نزاع نہیں۔

سوال

ان ہر دو مواقع پر توفی کا ترجمہ موت نہیں کیا جاتا تو وہ کیا صرف اس وجہ سے کہ اس سے عیسیٰ کی نزاعی موت ثابت ہو جاتی، ورنہ اس کوشش کی کیا ضرورت ہے

جواب

کل نفس ذائقة الموت میں ہر کوئی داخل ہےاور موت بھی حقیقی ہے تو کیا ہر کوئی مر چکا ہوا ہے۔ ہر گز نہیں؟ لہذا موت کے ترجمہ سے بھی اگرچہ موت نزاعی ثابت نہیں ہو جاتی (کہ فلاں مر چکا ہوا ہے) لیکن یہ ترجمہ چونکہ سیاق کے خلاف ہے اس لئے اسے اختیار نہیں کیا گیا۔ چنانچہ مرزا غلام احمد صاحب کا خود اپنا ترجمہ اوپر منقول ہو چکا ہے جو کہ مرزائی دوستوں کے لئے قابل قدر ہے۔

معذرت

اس مقام پر ایسے سوال اصل موضوع سے خارج اور غیر متعلق ہیں اور حساب کے سلسلہ میں عام طور پر تو دو اور دو کی جمع چار تک ختم ہے مگر چونکہ مرزائی اپنی بھوک سے اضطرار میں چار روٹیاں جمع کرتے ہیں اس لئے ان کا جواب سداً للباب دیا گیا ہے ورنہ توفی کی اس بحث میں عیسیٰ حیات ومماۃ کا کوئی تعلق نہیں۔

مرزائی استقراء

عربی قواعد وضوابط سب سماعی ہیں، اختراعی نہیں جن کی اصل تتبع ہے جو کہ کبھی تام اور اکثر ناقص ہے ۔مگر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا استقراء اس باب میں نہ صرف ناقص بلکہ صریحاً خیانت بھی ہے۔ چنانچہ ازالہ اوہام صفحہ ۳۶۲ جلد دوم میں آپ نے فرمایا ہے:

> کہ امام محمد اسماعیل بخاری نے اس اپنی صحیح میں ایک لطیف نکتہ کی طرف توجہ دلائی ہے جس سے معلوم ہوا کہ کم سے کم سات ہزار مرتبہ توفی کا لفظ آنحضرت ﷺ کے منہ سے بعثت کے بعد آخر عمر تک نکلا ہے اور ہر ایک لفظ توفی کے معنی قبض روح اور موت تھی۔ سو یہ نکتہ بخاری کا من جملہ ان نکات کے ہے جن سے حق کے طالبوں کو امام بخاری کا مشکور ہونا چاہیے۔

مجدد کہلا کر کیسا صاف اور سفید جھوٹ بولا ہے اور کیسی بد دیانتی کی ہے بخاری شریف میں اس کا ذکر تو کیا اشارہ تک بھی نہیں اور یہ آپ کا ابتدائی بیان ہے جو کہ آپ کی ابتدائی کتاب ازالہ اوہام میں درج ہے اور آپ کی انتہائی تحقیق آپ کی آخری کتاب براہین احمدیہ جلد ۵ صفحہ ۲۰۶ میں یوں درج ہے:

> مجھے تین سو سے بھی زیادہ احادیث میں سے ملیں جن سے ثابت ہوا کہ جہاں کہیں توفی کے لفظ

کا خدا فاعل ہو اور وہ شخص مفعول بہ ہو جس کا نام لیا گیا ہے، تو اس جگہ صرف مار دینے کے معنی ہیں نہ اور کچھ۔

ابتدائی زمانہ میں صرف صحیح بخاری سے ہزاروں تک کی اعداد شماری ہو رہی ہے۔ پھر جب دیگر کتب حدیث کو بھی اس کے ہمراہ شامل فرما کر مطالعہ وسیع کیا تو سابق علم سلب ہو کر ہزاروں کی تعداد سینکڑوں میں آ سکڑی۔

جوں جوں کتب بینی فرمائی توں توں معکوس ترقی ہوتی گئی حتی کہ لا یعلم من بعد علم شیئا کی منزل تک جا پہنچے جو کہ ایسے لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ اگر یہ نہیں تو پھر یہ صریح جھوٹ اور صاف بددیانتی ہے۔ یا پھر پہلی بات حکیم نور الدین صاحب نے بتائی ہو گی اور دوسری بات آپ کی ہو گی۔

اور اصل بات یہ ہے یہ قاعدہ حکیم صاحب موصوف کی اختراع ہے جس پر انہوں نے پانچ ہزار روپیہ انعام کا وعدہ فرمایا جیسے کہ عسل مصفی جلد ۲ صفحہ ۲۲۱ میں شائع ہے۔ اور مرزا غلام احمد صاحب نے موصوف کے وثوق اور اعتبار پر اسے ایک ہزار روپیہ انعام سے شائع فرمایا۔

پھر اپنی آخری کتاب براہین احمدیہ جلد ۵ ص ۲۰۰ میں دو صد روپیہ کا اعلان فرما کر انعام کم کر دیا اور چیلنج میں مزید ایک شرط کا اضافہ فرمایا کہ بطور علم کوئی انسان مفعول بہ ہو، جس کا نام زید، بکر، خالد لیا گیا ہو۔ حالانکہ سابق چیلنج میں مفعول بہ کیلئے صرف ذی روح کی قید ہے، خواہ انسان ہو یا جن یا کہ پرند، چرند، درند اور چار پائے ہوں۔

اور اس سے صاف ظاہر ہے کہ کتب بینی سے آپ کو اس کے خلاف کئی ایک دلائل دستیاب ہوئے، جن کو بددیانتی سے ظاہر نہیں کیا اور شرط بڑھا اور انعام گھٹا کر چیلنج کو خود بھی کمزور اور نیم جان کر دیا۔

پھر اس کے بعد اللہ پاک نے رسالہ گوسالہ لکھوا کر اس کی رہی سہی جان بھی نکلوا دی۔

اور اب یہ رسالہ لکھوا کر اس نے بالکل ہی اسے دفن کرا دیا ہے اور قصر خلافت و امارت میں صف ماتم بچھوا دی کہ بیٹھے رویا کریں۔ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید لا معقب لحکمه و هو سریع الحساب

بالآخر میں یہ بھی عرض کر دوں کہ اللہ پاک نے مجھے بتایا ہے کہ اصل حریف (خلیفہ صاحب یا امیر صاحب) کی اسی میں خیر ہے کہ وہ بمثل سابق خاموش رہیں۔ بس بیعت ہی لیا کریں۔ ایسے علمی میدان کے وہ ہرگز اہل نہیں ورنہ اگر انہوں نے اس کے خلاف قلم اٹھایا تو توڑ دیا جائے گا فینسخ الله ما یلقی الشیطان۔

میں نے اس رسالہ کا نام اس کے مضمون کے لحاظ سے کیل الموفی (لمن یکتال علیہ) معنی التوفی تجویز کیا ہے۔...اس کی تاریخ تصنیف ۱۳۷۰ھ ہے۔..

حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی۔تعمیر پرنٹنگ پریس راولپنڈی

....

سوانح حافظ عنایت اللہ مختصراً

ذیل میں حافظ عنایت اللہ صاحب کے علمی اور تحریکی سوانح مختصراً آپ ہی کی مرتب کردہ الجسر البلیغ اور عطر البلیغ سے نذر قارئین کئے جاتے ہیں۔

آپ کی تاریخ ولادت ۲۔اگست ۱۸۹۸ء بمطابق ۱۴ ربیع الاول ۱۳۱۶ھ ہے۔آپ وزیر آباد میں میں پیدا ہوئے۔کپڑے سینا اور کپڑوں پر تلا چڑھانا ان کا ذریعہ روزگار تھا۔سلائی وغیرہ کا انہوں نے ماسٹر کریم بخش سے سیکھا اور پھر عرصہ حافظ غلام محمد وزیر آبادی سے بھی سیکھا جو مرزائی خیال تھے اور انہوں نے ایک مرتبہ آپ کو مرزائیوں کے سالانہ جلسہ قادیان میں شرکت کے لئے بھی بھیج دیا تھا

مارچ ۱۹۱۳ء سے فروری ۱۹۱۴ء تک کے عرصہ میں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا اور اس کے بعد وہ کبھی مختلف اساتذہ سے مختلف مقامات پر بلا ترتیب درسی کتب پڑھتے اور کبھی سلائی و تلہ کاری سے رزق حلال کماتے نظر آتے ہیں۔

آپ نے لکھا ہے کہ جمادی الآخر ۱۳۳۴ھ مطابق اپریل ۱۹۱۶ء مجھے قادیان جانا پڑا تو مولوی عبید اللہ احمدی وزیر آبادی کے یہاں قیام کیا۔چونکہ کئی دنوں تک قیام کا ارادہ تھا اس لئے دیگر سامان کے ہمراہ ایک نیا جوتا بھی لے گیا اور کبھی کبھی اسے بھی استعمال کرتا تھا تا کہ پاؤں کے ساتھ مانوس ہو جائے۔ایک روز مسجد اقصیٰ قادیان سے وہ جوتا چوری ہو گیا اور کافی تلاش پر بھی دست یاب نہ ہوا۔مولوی عبید اللہ نے دوستوں سے ذکر کیا کہ حافظ عنایت اللہ میرے دوست بھی ہیں اور مہمان بھی اور ہیں بھی غیر احمدی،ان پر اس چوری کا کیا اثر ہوگا....حیرت ہے کہ یہاں احمدیوں کے سوا اور کوئی نہیں۔چوری کیسے؟ قادیان کے سالانہ جلسوں میں دستور

ہے کہ کسی کا اگر کچھ کھویا جاتا ہے تو وہ سٹیج پر دستیاب ہو جاتا ہے کیونکہ جلسہ میں احمدی اور غیر احمدی سب شامل ہوتے ہیں اور چوری اور لقطے سب دست یاب ہو جاتے ہیں مگر (عام دنوں میں) جب خالص احمدی ہوں تو چوری ہوتی ہے اور دست یاب نہیں ہوتی۔ کیا یہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح ہیں جو کہ کھانے کے اور ہوتے ہیں اور دکھانے کے اور۔ (الجسر البلیغ ص ۱۱۔۱۲)

حافظ صاحب بتاتے ہیں کہ جب ۱۹۱۸ء میں وہ دہلی میں پڑھتے تھے تو:

انہیں ایام میں مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی دہلی تشریف لائے اور حاجی علی جان مرحوم کے یہاں قیام فرمایا تو میں موصوف کی ملاقات کے لئے حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا کہ کیا پڑھتا ہے۔ میں نے عرض کی کہ بخاری شریف پڑھتا ہوں، فرمایا کہ صرف ونحو بھی کچھ پڑھی ہے یا نہیں؟،

اس کے بعد حافظ صاحب بتاتے ہیں کہ وہ اپنے استاد کے مشورہ سے علم صرف ونحو پڑھنے لکھو کے ضلع فیروز پور مولوی عطاء اللہ صاحب لکھوی کے پاس پہنچے لیکن بوجوہ کسب فیض نہ کر سکے اور واپس دہلی جا کر حدیث پڑھنے لگے اور ۲۶ جون ۱۹۱۹ء مطابق ۲۷ رمضان ۱۳۳۷ء کو دہلی سے فارغ ہو کر بھوانی ضلع حصار مدرس وخطیب مقرر ہو کر چلے گئے (الجسر البلیغ ص ۲۵)

الجسر البلیغ صفحہ ۲۷ پر حافظ عنایت اللہ صاحب نے لکھا ہے

۱۹۱۹ء میں میں نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کو عریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی میری اور آپ کی زندگی میں اسلام پر فوت ہو کر آپ کے باپ (مرزا غلام احمد) کی پیش گوئی کو جھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہو کر مرے گا۔

جب میری یہ پیش گوئی ہر سہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی (یعنی مولانا بٹالوی، حافظ عنایت اللہ صاحب اور مرزا محمود احمد کی زندگی میں حالت اسلام میں خالق حقیقی سے جا ملے) تو میں نے اسے اہلحدیث امرتسر میں (اشاعت کے لئے) روانہ کیا۔

یاد رہے کہ مرزا غلام احمد نے پیش گوئی کر رکھی تھی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہو جائیں گے۔ حافظ عنایت اللہ صاحب کو مرزا قادیانی کے کذب پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ انہوں نے ۱۹۱۹ء میں یعنی درسی

علوم سے فارغ التحصیل ہوتے ہی مرزا محمود احمد خلیفہ قادیان کو چیلنج دے دیا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی انشاء اللہ حالت اسلام میں میری اور تمہاری زندگی میں راہی ملک عدم ہوں گے۔

اس پیش گوئی کی تین شرائط میں سے کوئی بھی الٹی پڑ سکتی تھی۔یعنی حافظ عنایت اللہ صاحب ہی باقی دونوں کی زندگی میں مرجاتے، یا مرزا محمود احمد باقی دونوں کی زندگی میں مرجاتا، یا مولانا بٹالوی خدانخواستہ قادیانی ہوجاتے۔لیکن اللہ تعالی نے حافظ عنایت اللہ صاحب کی پیش گوئی پوری فرما کر مرزا غلام احمد کے کذب پر مہر لگا دی۔

حافظ عنایت اللہ صاحب جو اس واقعہ سے پہلے تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو چکے تھے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

اسی سال (۱۹۱۸ء) کے آخر پر اہل حدیث سلف صالحین کے دوسرے سالانہ جلسہ میں مرزائیوں سے میرا ایک کامیاب مناظرہ ہوا (الجسر البلیغ ص ۲۴)۔

اب مزید جوش وخرش سے متحرک ہو گئے اور پھر تادم زندگی مرزائیت کے خلاف تحریری وتقریری میدان میں سرگرم عمل رہے اس سلسلے میں مرزائیوں سے انکے بیشمار مناظروں کی تفصیلات ان کی سوانح حیات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ان کے مشہور مناظروں میں ۱۹۲۳ء میں دہلی، ۱۹۳۰ء میں نبی پور نزد ننکانہ، ۱۹۳۱ء میں دیونہ ضلع گجرات، ۱۹۳۲ء میں رانی کھیت، ۱۹۳۴ء میں حافظ آباد۔۱۹۳۵ء میں شیخوپور، ۱۹۳۷ء میں جلال پور جٹاں کے مناظرے شامل ہیں۔

۱۹۲۳ء کے واقعات میں حافظ صاحب لکھتے ہیں:

غالباً انہی ایام میں حافظ غلام رسول وزیر آبادی (مرزائی) سے چاندنی چوک میں اتفاقاً ملاقات ہوئی تو میں نے کہا آپ یہاں کیسے؟ فرمایا کہ حضرت اقدس میاں (محمود احمد) صاحب کے ہمراہ خادمانہ طور پر آیا ہوا ہوں، اگر آپ موصوف کی ملاقات کا خیال رکھتے ہوں تو میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔ میں نے کہا کہ کسی مزار پر محض زیارت کے خیال سے حاضری کا مجھے شوق نہیں۔ میں اہل حدیث ہوں، پیر پرست نہیں۔ہاں اگر وہ بات چیت کریں تو میں حاضر ہوسکتا ہوں مگر ان سے اس کی امید نہیں۔ (حافظ غلام رسول مرزائی نے) کہا کہ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں۔تو میں موصوف کے ہمراہ خلیفہ

صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ تھوڑی سی بات چیت کے بعد میاں صاحب نے مولوی شیر علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ ان سے بات چیت کریں اور آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔ میں نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ آپ کس وعدہ پر مجھے یہاں لائے، کہا کہ میاں صاحب کو فرصت نہیں۔ مذہبی بات ...آپ ان (مولوی شیر علی) سے بھی کر سکتے ہیں۔ میں نے کہا آپ لوگوں سے تو بات چیت ہوتی رہتی ہے میاں صاحب سے بات کی ضرورت ہے جسکے لئے آپ مجھے لائے ہیں۔ آپ لوگوں کے علم و دیانت پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے میاں صاحب کو بیعت بازی کی سوا اور کیا شغل ہے۔ (الجسر البلیغ ص ۴۳)

۱۹۳۱ء کے واقعات میں آپ لکھتے ہیں:

غالباً انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں کہیں سے آرہا تھا کہ راستہ میں ایک سنی ایک قادیانی سے کہہ رہا تھا کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کی تکفیر نہ کرتے اور توارث اور نکاح اور نماز اور جنازہ جیسے اسلامی امور میں ان سے مقاطعہ نہ کرتے تو وہ بھی دیگر فرقوں کی طرح اسلام میں مدغم ہو سکتے تھے، اور مرزائی یوں جواب دے رہا تھا کہ مرزا صاحب نے کسی کو بھی کافر قرار نہیں دیا بلکہ علماء نے انہیں کافر ٹھہرایا تو چونکہ حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے وہ اپنی تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے، اس لئے یہ لوگ (مسلمان) اپنی تکفیر سے خود کافر ہوئے، مرزا غلام احمد صاحب کی طرف سے کوئی تکفیر نہیں ہوئی۔

اتنے میں میں بھی قریب آ پہنچا تو انہوں نے مجھ سے اپنا مکالمہ بیان فرما کر دریافت کیا تو میں نے جواب دیا کہ یہ عرصہ کی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں جانتے۔ آپ مجھ سے فیصلہ کریں میں اہل حدیث ہوں اور آپ احمدی ہیں۔، ہم اپنے اپنے مسلک پر قائم رہ کر ایک دوسرے کو مسلم قرار دیں اور اسلامی معاملہ کریں۔، جسے (یعنی اس بات کو) ان لوگوں نے ناپسند کیا جو کہ یہاں جمع ہو گئے تھے، مگر قادیانی اور وہ شخص دونوں تیار ہو گئے، مگر تھوڑی دیر بعد مرزائی نے سوچ کر انکار کر دیا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ مرزا صاحب نبی نہیں (اور یہ کہ) اسے کوئی مانے جب بھی مسلمان، نہ مانے جب بھی

مسلمان،۔

اسے (اس مرزائی کو) کوخیال ہوا ہوگا کہ چونکہ (مرزا قادیانی) ہمارے نزدیک نبی ہے، اسلئے اس کا منکر کافر ہے۔

بس پھر کیا تھا سارا مجمع اسکے خلاف ہو گیا کہ ہمیں دھوکہ دے رہا تھا، اور میری بابت بھی ظاہر ہوا کہ میں نے مداہنت اختیار نہیں کی بلکہ باضابطہ اسے جکڑا ہے (الجسر البلیغ ص۷۶)

۱۹۳۲ء میں رانی کھیت میں ایک مرزائی نے آپ سے بحث کرنا چاہی تو حافظ صاحب نے فرمایا:

مجھے بحث کی ضرورت نہیں، میں احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، مجھے آپ داخل فرمالیں۔

میں اسلام (قرآن وحدیث) کے جملہ اوامر ونواہی کا عموماً اور ارکان خمسہ کا خصوصاً پابند ہوں، اسکے علاوہ جو بات ہے وہ آپ ارشاد فرمائیں آئندہ اس کی بھی انشاءاللہ پابندی کروں گا

اس (مرزائی مبلغ) نے کہا کہ احمدیت میں بھی یہی امور ہیں صرف آپ کو وفات مسیح کا مزید اقرار کرنا پڑے گا۔

میں نے عرض کیا کہ سرسید احمد خان مرحوم وفات کے قائل تھے، کیا وہ احمدی تھے۔

فرمایا کہ نہیں۔، میں نے عرض کیا کہ پھر احمدیت کیا ہے

فرمایا کہ نبوت مرزا صاحب کو آپ تسلیم کریں تو احمدی ہوں گے

میں نے عرض کی کہ مولوی محمد علی ایم اے لاہوری نبوت مرزا کو تسلیم نہیں کرتے کیا وہ احمدی نہیں؟

فرمایا کہ وہ تو احمدی ہے

میں نے عرض کی کہ پھر احمدیت کیا ہے؟ صاف صاف بتائیں میں اس میں داخل ہوتا ہوں

آخر وہ بے چارہ اسی ردوکد میں پریشان ہو کر واپس ہوا

(حافظ صاحب لکھتے ہیں) جب یہ لوگ بحث کئے بغیر بھی احمدیت کا امتیاز ظاہر نہیں کر سکتے تو بحث کیا خاک کریں گے ۔(الجسر البلیغ ص۸۰۔۸۱)

۱۹۶۱ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب رقم طراز ہیں

انہیں ایام میں مسجد احمدیہ مری روڈ راولپنڈی میں، احمدیوں سے علمی مذاکرہ بھی ہوتا رہا ایک مجلس میں میں نے دریافت کیا کہ وفات مسیح کی بابت آپ لوگوں کا خیال قرآن مجید میں منصوص اور مصرح ہے یا کہ استدلالی طریق ہے۔انہوں نے آیت فلما تو فیتنی پڑھ دی میں نے کہا یہ دعوی ہے یا کہ اس کی دلیل ہے۔فرمایا کہ دلیل ہے۔ میں نے کہا میں دعوی دریافت کرتا ہوں، پھر اسکے بعد اگر ضرورت پڑی تو دلیل دریافت کروں گا۔ایک گھنٹہ تک وہ بار بار آیت ہی پڑھتے رہے مطالبہ کے مطابق انہوں نے دعوی نہیں کیا۔اگر وہ استدلال کا دعوی کرتے تو اشتباہ پڑ جاتا اور اگر وہ نص و صراحت کا دعوی کرتے تو میں تحفہ بغداد مرزا کا یہ بیان بیان پیش کر دیتا کہ

قرآن وحدیث اور میرے الہاموں میں اگرچہ وفات مسیح کا ذکر ہے مگر چونکہ وہ صریح اور واضح نہیں اس لئے میں نے وفات مسیح کو تسلیم نہیں کیا اور حیات ہی مانتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اللہ پاک صریح اور واضح طور پر وفات بتائے گا تو میں تسلیم کرلوں گا اور کامل دس سال تک انتظار کی

(حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مرزا کی یہ بات بتا کر میں مرزائیوں سے) دریافت کرتا کہ اس دس سال کے عرصہ میں قرآن وحدیث اور اپنے سابقہ الہاموں کے علاوہ جو صریح اور واضح الہام (مرزا قادیانی پر) نازل ہوا جس کی بنا پر حیات (مسیح) کا خیال چھوڑا گیا وہ کون سا ہے، مگر انہوں (مرزائیوں) نے کوئی شق بھی اختیار نہیں کی جسے بھی اختیار کریں گے خیر نہیں

کسی مجلس میں یہ بھی (ان مرزائیوں سے) دریافت کیا کہ اللہ پاک نے ہمیں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کا حکم فرمایا ہے جسکی ہم قال رسول الله صلى الله و سلم کہہ کر تعمیل کرتے رہتے ہیں۔اور اس کا (یعنی اللہ تعالی کا) بیان ہے کہ میں خود بھی درود بھیجتا ہوں تو وہ (یعنی اللہ تعالی) بھی صلى الله عليه و سلم ہی پڑھتا ہے یا اس کا درود اور طرح سے ہوتا ہے۔

(قادیانیوں نے) نے فرمایا کہ اس کا (یعنی اللہ تعالی کا) درود عملاً ہوتا ہے اس طرح پر نہیں کہ اس سے دوسرا خدا ثابت ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔(اس پر) میں نے کہا کہ مرزا صاحب کا الہام ہے کہ: كل بركة من محمد صلى الله عليه و سلم فتبارك من علم و تعلم ،

(حافظ صاحب کہتے ہیں) بس پھر کیا تھا کہ (وہ مرزائی) لگے جوڑ توڑ کرنے۔ میں نے کہا کہ آپ لوگوں پہلے جو کچھ فرما دیا (کہ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالی کا آنحضرت ﷺ کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ فرمانا، شرک کا ارتکاب کرنا ہے) بس وہی ٹھیک ہے (یعنی مرزا صاحب اس الہام کو بیان کر کے شرک کے مرتکب ہوگئے ہیں) اس کی مرمت کی ضرورت نہیں (العطر البلیغ ص ۱۰۷، ۱۰۸)

اس سے اگلے سال کا ایک واقعہ آپ نے یوں بیان فرمایا ہے:

۹۔اگست ۱۹۶۲ء کو میں ظہر پڑھ کر مسٹر بدرالاسلام سٹوڈنٹ بی ایس سی سال سوم کو بلوغ المرام پڑھا رہا تھا کہ دو مسافر تشریف لائے اور ظہر وعصر دونوں کو بصورت جمع پڑھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ احمدی ہوں گے چنانچہ فارغ ہوکر ایک صاحب نے فرمایا کہ میں ربوہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں کیل المو فی لمن یکتا ل علیه معنی التو فی جو شائع ہوا ہے اس کی حدیث محولہ کتاب ترغیب ترہیب دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کا جواب میرے سپرد ہے...میں نے عرض کی کہ اس وقت دھوپ کی وجہ سے لائبریری میں شدت کی گرمی ہے عصر کے بعد کتاب دکھائی جا سکے گی۔فرمایا بہت اچھا ہم عصر کے بعد حاضر ہوں گے میں نے کہا کہ آپ اپنا نام و پتہ تحریر کر دیں کہ مجھے یاد رہے چنانچہ انہوں نے مندرجہ ذیل پتے تحریر کر دیئے

قاضی محمد نذیر لائلپوری ربوہ۔۱۹۔اگست ۱۹۶۲ء

۲۔حکیم عبداللطیف شاہد مکان نمبر ۴ مین بازار گرالمنڈی لاہور

انہوں نے باتوں باتوں میں یوں بھی فرمایا کہ اکثر اہل حدیث احمدی ہوئے ہیں میں نے کہا مرزا صاحب تو حنفی تھے فرمایا کہ نہیں وہ بھی اہل حدیث ہی تھے، چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کی مولوی محمد حسین سے بحث کے لئے تیار ہوں جب وہ تیار ہوکر بحث کے لئے تشریف لے گئے تو مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے جسے آپ نے سن کر بحث کا خیال چھوڑ دیا۔

میں نے کہا اس میں اتنا اور بڑھا دو کہ اس کے بعد آپ کو الہام ہوا کہ..خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔

فرمایاہاں ٹھیک ہے۔میں نے کہا اچھا ہوا کہ آپ نے میرے دعوی کا ثبوت پیش کردیا ورنہ مجھے اس کی تلاش میں تکلیف ہوتی (اسکے بعد حافظ صاحب ان مرزائیوں کے اس دعوی کا کہ مرزا صاحب اہل حدیث تھے رد کرتے ہوئے انہیں بتاتے ہیں کہ) حنفی ہونیکی حیثیت سے بحث کے لئے تیار ہوئے مگر مولوی (محمد حسین) صاحب کی حسن بیانی سے آپ نے بحث کا خیال چھوڑ دیا جسے بقول موصوف اللہ پاک نے پسند فرمایا۔مگر بعد میں آپ (مرزا) نے مولوی صاحب کا مقابلہ فرما کر اللہ پاک کو ناراض کیا ہے۔پھر اسکے بعد وہ (مرزائی لاجواب ہوکر) اٹھ کر چلے گئے۔عصر کے بعد میں نے مولوی بشیر احمد صاحب طالب علم کو کتاب ترغیب ترہیب دے کر کہا کہ جب وہ واپس ہوں تو انہیں حدیث دکھا کر نقل کرادیں۔چنانچہ انہوں نے میرے بعد کتاب دیکھ کر حدیث نقل کرلی۔

اب رہا اس کا جواب تو وہ برسوں سے دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے و سیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبو ن شعراء، (عطر البلیغ ص ۱۵۷)

حافظ صاحب کے طریق تبلیغ کے مثبت اثرات مرتب ہوتے رہے اور کئی مرزائیوں کو قبول اسلام کی خدا تعالی نے توفیق عطا فرمائی جیسا کہ ۱۹۴۲ء کے واقعات میں آپ لکھتے ہیں:

انہی ایام میں مولوی محمد حسین صاحب وراق گجراتی، اسّی سالہ، اپنے صاحبزادوں بلکہ سب اہل خانہ کے ہمراہ میرے ہاتھ پر مرزائیت سے تائب ہوا۔یہ گجرات کا پرانا مرزائی گھرانہ تھا جسے اللہ پاک نے ہدایت بخشی پنج وقتہ نماز کے پابند اور جمعہ میں حاضر (الجسر البلیغ ص ۱۲۶)

اور ۱۹۳۲ء کے واقعات میں حافظ عنائت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

انہیں ایام کا ذکر ہے...حبیب اللہ درزی پرانا مرزائی تھا جب (میں) ظہر کی نماز پڑھا کر طلباء کو حدیث پڑھاتا تو یہ بھی تنہا نماز پڑھ کر سماعت میں شریک ہوا کرتا۔جب وہ بیمار ہوا تو اس نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ میری چارپائی یہاں سے اٹھا کر اپنے گھر میں لے چلو کہ میں مرزائیت سے تائب ہوں۔ چنانچہ اس کی چارپائی بازار کی راہ سے میرے گھر لائی گئی جسے سب نے دیکھا تو مرزائیوں کی اس کے پاس آمدورفت شروع ہوئی اور انہوں نے بہت کچھ اسے سمجھایا، مگر اس نے کہا کہ نہیں اب میں

سچے دل سے تائب ہو چکا ہوں اب واپس نہیں جاسکتا۔ پھر چند دنوں بعد وہ میرے مکان پر ہی فوت ہوا اور میں نے ہی اس کی تجہیز و تکفین کی اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا جو کہ مرزائیوں کیلئے درس عبرت تھا۔ (الجسر البلیغ۔ص۸۲)

....

ممکن ہے بعض دوستوں کو تحریک ختم نبوت کے سلسلہ کتب میں حافظ عنایت اللہ صاحب کی ردّ قادیانیت سے متعلق سرگرمیوں کا ذکر گراں گذرے کیوں کہ حافظ صاحب، بعض معاملات میں اہل حدیث حضرات کے عمومی عقائد ونظریات سے اختلاف رکھتے تھے۔ لیکن اس سلسلہ کتب میں چونکہ دیو بندی، بریلوی، نیچری، شیعہ، حضرات (بلکہ بہائیوں، عیسائیوں، ہندوؤں) کی ردّ قادیانیت سے متعلق سرگرمیاں بھی بیان ہوئی ہیں، اس لئے حافظ عنایت اللہ صاحب کی کاوشوں کے بیان میں مجھے کوئی تردد نہیں۔ اللہ تعالی ہر مسلمان کو اس کے نیک اعمال کی احسن جزاء سے نوازے۔ آمین

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین

و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

صراط مستقیم برمنگھم میں شائع شدہ مضامین (۱)

تحریک تحفظ ختم نبوت

حصہ ہفتاد و سوم (۷۳)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	صراط مستقیم برمنگھم میں شائع شدہ مضامین (۱)
	تحریک تحفظ ختم نبوت۔ ہفتاد و سوم (۷۳)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۲۷۴
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۵
قسط اول۔تحریک تحفظ ختم نبوت کا نقطہ آغاز	۶
قسط دوم۔تحریک تحفظ ختم نبوت۔۲	۱۱
قسط سوم۔تحریک تحفظ ختم نبوت۔۳	۱۶
قسط چہارم۔تحریک تحفظ ختم نبوت۔۴	۲۳
قسط پنجم۔دہلی میں قادیانی کا چیلنج مباحثہ۔۵	۳۰
قسط ششم۔مباحثہ دہلی۔۶	۴۰
قسط ہفتم۔لکھوی خاندان کی رفیع الشان خدمات۔۷	۴۸
قسط ہشتم۔تحریک کے حقیقی بانی وقائدین کون ہیں؟۔۸	۵۹
تحریک ختم نبوت کے امیر کارواں: پیر گولڑوی یا مولانا بٹالوی؟	۷۶
قسط نہم۔سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی۔۹	۸۷
قسط دہم۔نشان آسمانی۔۱۰	۱۰۴
قسط یازدہم۔فتوی تکفیر۔۱۱	۱۱۳
قسط دوازدہم۔مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم۔۱۲	۱۲۳
قسط سیزدہم۔مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم۔۱۳	۱۳۴
قسط چہاردہم۔منذر الہام بابت مولانا بٹالوی۔۱۴	۱۴۵

قسط پانزدہم ۔لاہوراور امرتسر میں مباہلے۔ ۱۵ — ۱۵۶

قسط شانزدہم ۔قادیانیوں کے ساتھ مباہلہ اورغزنوی خاندان۔۱۶ — ۱۷۰

ہمیں کسی نئے مباہلے کی ضرورت نہیں — ۱۸۱

قسط ہفدہم۔ بٹالوی رجوع قادیانی پیشگوئی ۔۱۷ — ۱۸۶

قسط ہژدہم ۔موسیٰ وفرعون ۔۱۸ — ۱۹۷

قسط نوزدہم ۔سلطنت برطانیہ تاہشت سال ۔ ۱۹ — ۲۰۸

قسط بستم ۔مقابلہ تفسیر نویسی ۔ ۲۰ — ۲۲۲

قسط بست ویکم ۔ براہین احمدیہ اور مولانا گنگوہی ۔ ۲۱ — ۲۳۰

قسط بست ودوم ۔مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمات تحریک ۔۲۲ — ۲۳۷

قسط بست وسوم ۔۱۸۹۶ء کے مدعوین مباہلہ ۔۲۳ — ۲۴۷

قسط بست وچہارم ۔مرزا غلام احمد کا فقہی مسلک ۔۲۴ — ۲۵۶

قسط بست وپنجم ۔نرم گوشہ۔۲۵ — ۲۶۶

افتتاحیہ

تحریک ختم نبوت کی جلد۳۷اور جلد۴۷،ان مضامین پر مشتمل پر ہیں جن کا سلسلہ ربع صدی قبل صراط مستقیم برمنگھم میں شروع ہوا تھا۔جلد ہذا کے افتتاحیہ کے طور پر ان مضامین کے ایک قدردان،اور محررسطور کے بےلوث معاون ڈاکٹر عبد الوہاب آف کا سگنج کا ایک مکتوب مختصراًنقل کیا جاتا ہے جو آپ نے ۱۹۹۷ء میں اڈیٹر صراط مستقیم برمنگھم کے نام ہندوستان سے تحریر کیا تھا۔سلام مسنون کے بعد لکھا ہے:

صراط مستقیم مجھے پابندی سے مل رہا ہے۔شکریہ۔مہینہ کی پہلی تاریخ سے ہی شدت سے انتظار رہتا ہے۔جیسے ہی پوسٹ مین کے ہاتھ میں رسالہ دیکھتا ہوں،آپ سبھی حضرات کے لئے دل سے دعائیں نکلتی ہیں کہ اتنی دور دراز ہوتے ہوئے بھی ہم صراط مستقیم کے مضامین سے محظوظ ہوتے ہیں۔

خط لکھنے کا باعث یہ ہوا کہ تحریک ختم نبوت کا جو مضمون ڈاکٹر بہاءالدین صاحب حفظہ اللہ پیش کر رہے ہیں اس کے متعلق اپنے اور جن لوگوں کو یہ مضمون سناتا ہوں،ان کے قلبی تاثرات پیش کر دوں۔

اللہ تعالیٰ ڈاکٹر صاحب کو جزائے خیر عنایت فرمائے کہ وہ پوری تحقیق اور حق گوئی و تسلسل کے ساتھ قادیانیت جیسے گمراہ فرقہ کا پوسٹ مارٹم کر رہے ہیں۔اس مضمون میں ایسی باتیں سامنے آرہی ہیں کہ شائد سینکڑوں کتابوں کا مطالعہ کرنے کے بعد بھی یہ باتیں سامنے نہ آسکیں۔اور اللہ رب العالمین ادارہ کے تمام حضرات کو جزائے خیر عطا فرمائیں کہ آپ نے یہ مفید سلسلہ شروع فرمایا جو کہ تاریخ اہل حدیث کا ایک سنہری باب ہوگا۔.....مضمون سے ظاہر ہوتا ہے کہ ڈاکٹر صاحب موصوف ایک غیور اہل حدیث ہیں۔اللہ انہیں دین اور دنیا میں ترقی عطا فرمائے۔آمین۔آپ ہماری طرف سے ڈاکٹر صاحب سے گزارش کریں کہ اس مضمون کو خوب وسیع کریں وہ اس طرح کہ تحریک ختم نبوت کے تین ادوار ہیں جن میں اہل حدیث کی خدمات رہی ہیں۔ ۱۸۹۱ء سے ۱۹۰۸تک،اور ۱۹۰۸ء سے ۱۹۴۸ءتک،اور ۱۹۴۸ء سے اب تک۔میں گزارش کرونگا کہ تحریک ختم نبوت میں اہل حدیث کی جو خدمات رہی ہیں اس میں اتنی وسعت پیدا کردیں کہ آج تک کی خدمات کا احاطہ ہو۔ڈاکٹر صاحب کا یہ بہت بڑا کارنامہ ہوگا۔...فقط

والسلام عبدالوہاب انصاری (کاسگنج) یوپی۔انڈیا۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔اپریل ۱۹۹۷ء۔ص ۳۵)

چند گزارشات جلد۴۷ کے فاتحۃ الکتاب میں کی جائیں گی۔ان شاءاللہ

والسلام مع الاکرام: فقیر بارگاہ صمدی۔ محمد بہاءالدین

انه من سليما ن و انه بسم الله الرحمن الر حيم

تحریک تحفظ ختم نبوت کا نقطہ آغاز

(۱)

عہد نبوت کے اخیر زمانے سے دنیائے اسلام میں ایسے فرقوں کا ظہور ہونے لگا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مثلاً شیعہ، باطنیہ، اسماعیلیہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود اسلامی خلافت کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور گزشتہ صدی میں متحدہ ہندوستان کے غلام احمد قادیانی نے گمراہ فرقوں میں فرقہ قادیانیت کا اضافہ کردیا۔ جس کی پروان برصغیر میں انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی۔ مگر علماء حق نے اس قسم کے فرقوں کی اصلیت کو اس کی ابتداء ہی سے کمال بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے پہچانا اور اس کے روک تھام کی حتی المقدور کوشش کی۔ چنانچہ ذیل میں ہم اپنے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے نہایت علمی مقالے کا پہلا حصہ شائع کر رہے ہیں جس میں موصوف نے قادیانیت کی تردید میں اٹھ کھڑے ہونے والے ان علماء حق کا تذکرہ تاریخ وار کیا ہے جن کی اولین خدمات کو رفتار زمانہ نے غبار آلود کردیا تھا۔ اور یوں ان السابقون الاولون کی اس فتنے کی سرکوبی کے ضمن میں کی جانے والی مخلصانہ جدوجہد اور ان کے فداکارانہ جذبات پر موجودہ عہد کی پروپیگنڈہ مشینری نے پردے ڈال دیئے۔ ہمیں امید ہے کہ یہ قیمتی تاریخی دستاویز سلسلہ وار صراط مستقیم کے صفحات کی زینت بنتی رہے گی۔

ادارہ ماہنامہ صراط مستقیم۔ برمنگھم

31 جنوری 1891ء کو حضرت مولانا شیخ محمد حسین بٹالوی ؒ نے لاہور سے ایک خط مرزا غلام احمد قادیانی کو تحریر فرمایا جو کچھ اس طرح ہے۔

آپ کا رسالہ امرتسر میں چھپ رہا تھا کہ میں اتفاقاً امرتسر پہنچا۔ میں نے اس رسالہ کا پروف مطبع ریاض ہند سے منگوا کر دیکھا اور پڑھوا کر سنا۔ اس رسالہ کے دیکھنے اور سننے سے مجھے یہ سمجھ آیا کہ آپ نے اس میں یہ دعوی کیا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت سے پہلے آنے کا خدا تعالیٰ نے اپنی کلام میں اشارہ اور رسول اللہ ﷺ نے اپنے کلام مبارک میں صراحۃً وعدہ دیا وہ آپ ہی ہیں جو مسیح ابن مریم کہلاتے ہیں۔ اگر اس دعوی سے کچھ اور مراد ہے تو اس کی توضیح کریں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے اس کا درج ذیل جواب دیا۔

مخدومی اخویم۔ السلام علیکم۔
آپ کے استفسار کے جواب میں صرف ہاں کافی سمجھتا ہوں۔
والسلام، خاکسار غلام احمد 5 فروری 1891ء۔

مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اس کے جواب میں لکھا:

آپ کا کارڈ میں نے موصول پایا۔ مجھے کمال افسوس ہے کہ مجھے آپ کے اس دعوی کا کہ میں مسیح موعود ہوں، خلاف مشتہر کرنا پڑا۔ اس الہام کو آپ خدا تعالیٰ کی طرف سے سمجھتے ہیں تو خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے اس خلاف سے روکے۔ آپ کا ناصح۔ محمد حسین۔

یہ خط وکتابت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کی 1891ء کی جلد میں موجود ہے اور اس کے علاوہ مکتوبات احمدیہ کی جلد 4 میں بھی ملاحظہ کی جاسکتی ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے درج بالا خط کے جواب میں مولانا محمد حسین بٹالوی کو لکھا:

اگرچہ آپ سے استعجال کی شکایت ہے۔ مگر آپ کی نیت سے مجھے حسن ظن ہے اور آپ کو زمانہ حال کے اکثر علماء، اگر آپ ناراض نہ ہوں تو بعض للہی جدوجہد کے کاموں کے لحاظ سے مولوی نذیر حسین سے بھی، بہتر سمجھتا ہوں۔ غلام احمد۔

(منقول از اشاعت السنۃ جلد 12 صفحہ 356)

اس خط میں مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین بٹالویؒ کو جن مولوی نذیر حسینؒ سے بہتر قرار دیا ہے ان کا ذکر چونکہ آئندہ بھی آئے گا اس لیے یہاں ان کا مختصراً تعارف کروا دینا ضروری ہے۔ شیخ محمد اکرام نے موج کوثر (لاہور، صفحہ 68) میں ان کا بایں الفاظ ذکر کیا ہے:

سید نذیر حسین محدث دہلوی (ف ۱۹۰۲ء) شاہ محمد اسحٰق کے شاگرد اور شمالی ہند کے اکثر علماء اہل حدیث کے استاد ہیں اور اس وجہ سے آپ کو شیخ الکل بھی کہتے ہیں۔

یہ بزرگ، مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے بھی شیخ تھے۔ اس لیے مولانا بٹالوی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو جواباً لکھا کہ

میں اس مدح سے سخت ناراض ہوں۔ مولانا شیخ الکل کے معلومات سے میری معلومات کو وہ نسبت ہے جو بادشاہ سے ایک گداگر کو۔

اس کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی نے لکھا:

دہلی کے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا سید نذیر حسین محدثؒ کے پاس آپ کے رسائل نہیں پہنچے۔ مناسب ہے کہ آپ ان کے پاس رسائل بھیج دیں۔ حکیم (نور دین (جو بعد میں مرزا غلام احمد کے پہلے جانشین ہوئے) صاحب کے سپرد یہ امر نہ کریں وہ ان لوگوں کے پاس رسائل نہ بھیجیں گے جن کو وہ اپنے مزاج کے موافق نہیں سمجھتے۔ (اشاعۃ السنۃ جلد 12)

یہ خط لاہور سے 14 فروری 1891ء کو لکھا گیا اور اس میں مرزا غلام احمد کو ان کے عقائد پر بحث اور گفتگو کی پیش کش بھی مولانا محمد حسین بٹالوی نے فرمائی تھی۔ اس لیے اس کے جواب میں طویل سوچ بچار کے بعد 8 مارچ 1891ء کو بحث کو منظور کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے جنہوں نے اپنے الہامات کے ذریعے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔ اور ایسا کافر جو ہدایت پذیر نہیں ہوسکتا اور مباہلہ کی درخوست کی ہے۔ الہام کی رو سے کافر وملحد ٹھہرانے والے تو مولوی عبدالرحمٰن لکھوی ہیں اور جہنمی ٹھہرانے والے میاں عبدالحق غزنوی ہیں جن کے الہامات کے مصدق و پیرو عبدالجبار (غزنوی جو مولانا داؤد غزنوی کے والد ہیں) ہیں۔ سو ان تینوں کا جلسہ بحث میں آنا ضروری ہے۔ (ماہنامہ اشاعۃ السنہ 1891 جلد 12 صفحہ 370)

مرزا غلام احمد کے اس خط کا جواب مولانا محمد حسین بٹالوی نے لاہور سے 9 مارچ 1891ء کو لکھا۔ معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالجبار غزنوی اس وقت کسی کام سے لاہور میں موجود تھے۔ جیسا کہ مرزا غلام احمد کے اگلے خط سے ظاہر ہوگا۔ لیکن مولانا عبدالحق غزنوی اور مولانا عبدالرحمٰن لکھوی (جو لاہور سے باہر مختلف مقامات پر رہتے تھے) سے رابطہ کرنے میں دیر ہو جانے کے اندیشہ سے مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو لکھا:

یا تو آپ میرے پاس چلے آئیں یا پھر مجھے لکھیے میں آپ کے پاس آ جاتا ہوں اور بحث کے لیے تیار ہوں۔،

اس کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

عنائت نامہ پہنچا۔اس عاجز کے لیے بڑی مشکل بات یہ ہے کہ طبیعت اکثر دفعہ ناگہانی طور پر ایسی علیل ہو جاتی ہے کہ موت سامنے نظر آتی ہے اور کچھ کچھ علامات تو دن رات شامل حال ہے۔اگر زیادہ گفتگو کروں تو وہی دورہ شروع ہو جاتا ہے۔اگر زیادہ فکر کروں تو وہی دورہ شامل حال ہے۔چونکہ آپ کا آخری خط آیا، معلوم ہوتا تھا کہ گویا مولوی عبدالجبار صاحب کی شمولیت سے لکھا گیا ہے، اس لیے جواب اس طرز سے لکھا گیا تھا۔ یہ عاجز غلبہ مرض سے بالکل نکمہ ہو رہا ہے اور طاقت کہاں ہے کہ مباحث تقریری یا تحریری شروع کروں۔محض خدا تعالیٰ کے فضل سے یہ تینوں رسائل لکھے گئے۔(غالباً فتح الاسلام، توضیح مرام، اور ازالہ اوہام کی طرف اشارہ ہے)اور یہ بھی اس طرح کہ دوسرا شخص اس عاجز کی تقریر سن کر لکھتا گیا اور نہایت کم اتفاق ہوا کہ اپنے ہاتھ سے کچھ لکھا گیا ہو۔اتنی فرصت نہیں ہوتی جو عبارت کو عمدگی سے درست کیا جائے۔آپ کی معلومات حدیث میں بہت وسیع ہیں۔ یہ عاجز ایک امی اور جاہل ہے۔نہ عبادت ہے، نہ ریاضت، نہ علم، نہ لیاقت، غرض کچھ بھی چیز نہیں۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 12 شمارہ 12 صفحہ 373-75 مکتوبات احمدیہ جلد 4 صفحہ 9)

اس خط کا جواب مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے 13 مارچ 1891ء کو لاہور سے دیا لیکن مکتوبات احمدیہ کا مرتب لکھتا ہے کہ اس کارڈ کے بعد حضرت مسیح موعود (مرزا) نے اس سلسلہ میں خط و کتابت کو بند کر دیا۔

میرے نزدیک مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا یہ سلسلہ خط و کتابت برصغیر ہند میں تحریک تحفظ ختم نبوت کا نقطہ آغاز ہے۔ (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء ص ۱۴۔۱۵)

تحریک تحفظ ختم نبوت

(۲)

عہد نبوت کے اخیر زمانے سے دنیائے اسلام میں ایسے فرقوں کا ظہور ہونے لگا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مثلاً شیعہ، باطنی، اسماعیلیہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود اسلامی خلافت کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور گزشتہ صدی میں متحدہ ہندوستان کے غلام احمد قادیانی نے گمراہ فرقوں میں فرقہ قادیانیت کا اضافہ کر دیا۔ جس کی پروان برصغیر میں انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی۔ مگر علماء حق نے اس قسم کے فرقوں کی اصلیت کو اس کی ابتداء ہی سے کمال بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے پہچانا اور اس کے روک تھام کی حتی المقدور کوشش کی۔ چنانچہ شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء سے ہم نے اس موضوع پر اپنے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے علمی مقالے کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں موصوف نے قادیانیت کی تردید اور بیخ کنی کی غرض سے اٹھ کھڑے ہونے والے ان علماء حق کا تذکرہ تاریخ کی روشنی میں کیا جن کی اس میدان میں کی جانے والی اولین خدمات کو حالات اور رفتار زمانہ نے غبار آلود کر دیا تھا، ہمیں امید ہے کہ یہ قیمتی اور تاریخی دستاویز تمام علمی اور دینی حلقوں کے لیے باعث استفادہ ہوگی۔

ادارہ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔

مولانا شیخ محمد حسین بٹالوی کے 13 مارچ 1891 کے خط کے بعد مکتوبات احمدیہ کے مرتب لکھتے ہیں:

(اس کارڈ کے بعد حضرت مسیح موعود نے اس سلسلہ میں خط و کتابت کو گونہ بند کر دیا تھا اس لیے کہ مولوی محمد حسین صاحب اصل مطلب کی طرف نہ آتے تھے۔ آپ (مرزا) نے اتمام حجت کے لیے اشتہار 3 مئی 1891ء میں علمائے لدھیانہ (یعنی مولانا محمد حسن لدھیانہ، مولانا محمد لدھیانوی اور مولانا عبدالعزیز لدھیانوی) کو خطاب کیا اور اس میں مولوی محمد حسن صاحب کو آڑ بنا کر پھر خط و کتابت کا سلسلہ شروع کیا۔ ہر چند وہ خطوط مولوی محمد حسن صاحب کے ہاتھ کے تھے لیکن دراصل ان کی تہہ میں مولوی محمد حسین (بٹالوی) صاحب کا ہاتھ اور قلم تھا۔ (مکتوبات احمدیہ جلد 4 بر حاشیہ صفحہ 9)۔

اس جلد میں اس کے بعد مرزا صاحب کے وہ خطوط درج ہیں جو اس طرح بظاہر مولوی محمد حسن صاحب کو لیکن درحقیقت مولانا محمد حسین بٹالوی کو لکھے گئے تھے۔ ان میں سے ایک خط میں جو صفحہ 22 پر موجود ہے۔ مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

اب فتنہ مخالفت ہر جگہ بڑھتا جا رہا ہے اور مولوی محمد حسین صاحب جس جگہ پہنچتے ہیں یہی وعظ شروع کی ہے کہ یہ شخص (مرزا قادیانی) ملحد، دین سے خارج اور کذاب اور دجال ہے۔

اور صفحہ 40 پر موجود ایک خط میں مولانا محمد حسین بٹالوی کو یوں مخاطب کیا ہے:

اے شیخ نامہ سیاہ! اس دروغ بے فروغ کے جواب میں کیا لکھوں اور کیا کہوں۔ خدا تعالیٰ تجھ کو آپ ہی جواب دیوے کہ تو حد سے بڑھ گیا ہے۔،

صفحہ 22 والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ براہ راست خط و کتابت کے ذریعے مرزا صاحب پر ان کے دعاوی کی غلطی آشکارا کرنے کے ساتھ ساتھ مولانا محمد حسین بٹالوی نے ہندوستان بھر کا دورہ کر کے عوا الناس کو بھی اپنی تقاریر کے ذریعے مرزا صاحب کے دعاوی کی حقیقت سے آگاہ کرنے کا کام 1891ء میں ہی پوری قوت سے شروع کر دیا تھا۔ اور صفحہ 40 والے خط سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے دلائل اس قدر مضبوط تھے کہ مرزا صاحب قادیانی ان کے جواب سے عاجز آ چکے تھے۔ اس بات کی مزید وضاحت کرنے کے لیے ہم ایک نامور مقرر مصنف شاعر اور صحافی آغا عبدالکریم شورش مرحوم کی کتاب تحریک ختم نبوت سے

ایک اقتباس پیش کرتے ہیں۔آغا شورش صاحب لکھتے ہیں:

مولانا (محمد حسین) بٹالوی نے 15 اپریل 1891 کو حکیم نوردین سے مباحثہ کیا اوراس کو بھگا دیا۔ اس کے بعد مرزا غلام احمد نے مولانا بٹالوی سے مناظرے کی طرح ڈالی لیکن مرزا نے 2 مئی 1891 تک بے سروپا خط وکتابت کر کے فرار کیا۔ان دنوں مولانا بٹالوی چنیانوالی مسجد (لاہور) کے خطیب تھے۔آپ نے مرزا صاحب کو ان کے دعاوی پر مناظرے کی دعوت دی لیکن مرزا صاحب نے رسید ہی نہ دی۔مولانا بٹالوی نے لدھیانہ پہنچ کر مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے مکان میں 20 جولائی 1891ء کو تحریری مباحثہ کا آغاز کیا۔مباحثہ بارہ روز تک رہا۔آخر مرزا صاحب جھوٹ بول کر فرار ہو گئے۔مرزا صاحب کی بھداڑی تو یکم اگست 1891ء کو مولانا بٹالوی سے حیات وممات مسیح پر مباحثہ کا اشتہار دے دیا اور لاہور میں مناظرہ کرنے کا اعلان کیا۔لیکن مرزا صاحب اس سے بھی بھاگ گئے۔'

آغا شورش صاحب اس کے بعد جن واقعات کا ذکر کرتے ہیں، 1891ء کے بعد سے متعلق ہیں،اس لیے اسے ہم کسی اور موقعہ پر درج کریں گے۔فی الوقت ہم دہلی چلتے ہیں جہاں سے 2 اکتوبر 1891ء کو مرزا صاحب نے ایک اشتہار شائع فرمایا تھا جس کے مخاطب حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ اوران کے شاگرد مولانا عبدالحق (صاحب تفسیر حقانی) تھے۔اس اشتہار میں مرزا غلام احمد نے ان بزرگوں کو مناظرے کا چیلنج دیا۔اس چیلنج کو مذکورہ بزرگوں نے قبول کرلیا تو مرزا صاحب مولانا عبدالحق کے گھر پہنچ گئے کہ آپ کا نام تو غلطی سے اشتہار میں آ گیا ہے۔میں آپ سے مقابلہ نہیں کرنا چاہتا۔میرا مقابلہ تو سید نذیر حسین سے ہے۔مولانا عبدالحق نے فرمایا کہ اگر آپ بذریعہ اشتہار مجھ سے مباحثہ سے دستبردار ہو جائیں تو میں بھی ایسا ہی کروں گا اس پر مرزا غلام احمد نے 6 اکتوبر 1891ء کو یہ اشتہار شائع کیا:

اشتہار

بمقابلہ مولوی نذیر حسین صاحب سرگروہ اہل حدیث

چونکہ مولوی نذیر حسین صاحب نے جو کہ موحدین کے سرگروہ ہیں اس عاجز کو بوجہ اعتقاد وفات مسیح ابن مریم ملحد قرار دیا ہے اور عوام کو شک وشبہات میں ڈالنا چاہا ہے اور حق یہ ہے کہ وہ آپ ہی اعتقاد حیات مسیح میں قرآن و احادیث نبویہ کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ اول اہل حدیث کا دعوی کر کے اپنے بھائیوں حنفیوں کو بدعتی قرار دیا اور امام بزرگ حضرت ابوحنیفہ ﷺ پر یہ الزام لگایا کہ ان کو حدیثیں نہیں ملی تھیں۔ اور وہ اکثر احادیث نبویہ سے بے خبر ہی رہتے تھے۔ اور اب باوجود دعوی اتباع قرآن وحدیث کے حضرت مسیح ابن مریم کی حیات کے قائل ہیں۔ وہذا اعجب العجائب۔

اگر عوام میں کوئی ایسا کچا اور خلاف قال اللہ وقال الرسول دعوی کرتا تو کچھ افسوس کی جگہ نہ تھی لیکن یہی لوگ جو دن رات درس قرآن وحدیث جاری رکھتے ہیں۔ اگر ایسا بے اصل دعوی کریں تو ان کی علمیت اور قرآن دانی اور حدیث دانی پر سخت افسوس آتا ہے۔ یہ بات کسی متنفس پر پوشیدہ نہیں رہ سکتی کہ قرآن کریم اور احادیث نبویہ باواز بلند پکار پکار کر کہہ رہی ہے کہ فی الواقع حضرت مسیح وفات پا چکے ہیں مگر جن لوگوں کو عاقبت کا اندیشہ نہیں خدا تعالیٰ کا کچھ خوف نہیں وہ تعصب کو مضبوط پکڑ کر قرآن وحدیث کو پس پشت ڈالتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اس امت پر رحم فرمائے۔ لوگوں نے کیسے قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیا ہے۔ اور اس عاجز نے اشتہار 2 اکتوبر 1891ء میں حضرت مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب کا نام درج کیا تھا مگر عندالملاقات اور باہم گفتگو کرنے سے معلوم ہوا کہ مولوی صاحب موصوف ایک گوشہ گزین آدمی ہیں اور ایسے جلسوں میں جن میں عوام کے نفاق وشقاق کا اندیشہ ہے طبعا کارہ ہیں۔ اور اپنے کام تفسیر قرآن میں مشغول اور شرائط اشتہار کے پورے کرنے میں مجبور ہیں کیونکہ گوشہ نشین ہیں۔ حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتے اور بباعث درویشانہ صفت کے ایسی ملاقاتوں سے کراہت بھی رکھتے ہیں لیکن مولوی نذیر حسین اور ان کے شاگرد بٹالوی

صاحب جو اب دہلی میں موجود ہیں ان کاموں میں اول درجہ کا جوش رکھتے ہیں۔

لہذا اشتہار دیا جاتا ہے کہ اگر (یہ) ہر دو مولوی صاحب موصوف حضرت مسیح ابن مریم کو زندہ سمجھنے میں حق بجانب ہیں اور قرآن کریم واحادیث صحیحہ سے اس کی زندگی ثابت کر سکتے ہیں تو میرے ساتھ بپابندی شرائط مندرجہ اشتہار 2 اکتوبر 1891ء بالاتفاق بحث کرلیں اور اگر انہوں نے بقبول اشتہار 2 اکتوبر 1891ء بحث کے لیے مستعدی ظاہر نہ کی اور پوچ اور بے اصل بہانوں سے ٹال دیا تو سمجھا جائے گا کہ انہوں نے مسیح ابن مریم کی وفات کو قبول کرلیا ہے۔الی آخرہ۔

المشتہر۔مرزا غلام احمد از دہلی۔بلی ماراں۔کوٹھی نواب لوہارو۔6 اکتوبر 1891ء۔

(منقول از تبلیغ رسالت۔مجموعہ اشتہارات جلد 2)

اس اشتہار کے بعد ہم آج کی نشست کا اختتام مرزا محمود احمد (جو مرزا غلام احمد کے جانشین حکیم نور دین بھیروی کے بعد قادیانیوں کے سربراہ بنے) کی ایک تحریر سے کرتے ہیں۔وہ لکھتے ہیں:

سب سے پہلے آپ (مرزا غلام احمد) لدھیانہ گئے اور یہاں اردگرد سے علماء نے اکٹھے ہو کر لوگوں کو خوب اکسایا مگر ڈپٹی کمشنر نے ان کے سردار (مولانا محمد حسین بٹالوی) کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔پھر آپ (مرزا غلام احمد) دہلی گئے جو اس وقت دارالخلافہ ہے اور وہاں ہندوستان کے مولویوں کا جو سردار (سید نذیر حسین محدث) تھا، اسے آپ نے بالمقابل ٹھہرایا۔

(تحفہ شہزادہ ویلز از مرزا بشیر الدین محمود۔صفحہ 54)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۱۹۹۶ء)

تحریک تحفظ ختم نبوت

(۳)

عہد نبوت کے اخیر زمانے سے دنیائے اسلام میں ایسے فرقوں کا ظہور ہونے لگا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مثلاً شیعہ، باطنی، اسماعیلیہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود اسلامی خلافت کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور گزشتہ صدی میں متحدہ ہندوستان کے غلام احمد قادیانی نے گمراہ فرقوں میں فرقہ قادیانیت کا اضافہ کردیا۔ جس کی پروان برصغیر میں انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی۔ مگر علماء حق نے اس قسم کے فرقوں کی اصلیت کو اس کی ابتداء ہی سے کمال بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے پہچانا اور اس کے روک تھام کی حتی المقدور کوشش کی۔ چنانچہ شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء سے ہم نے اس موضوع پر اپنے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے علمی مقالے کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں موصوف نے قادیانیت کی تردید اور بیخ کنی کی غرض سے اٹھ کھڑے ہونے والے ان علماء حق کا تذکرہ تاریخ کی روشنی میں کیا جن کی اس میدان میں کی جانے والی اولین خدمات کو حالات اور رفتار زمانہ نے غبار آلود کردیا تھا، ہمیں امید ہے کہ یہ قیمتی اور تاریخی دستاویز تمام علمی اور دینی حلقوں کے لیے باعث استفادہ ہوگی۔

ادارہ صراط ماہنامہ مستقیم برمنگھم۔

گزشتہ قسط میں ہم نے دہلی چلنے کا وعدہ کیا تھا لیکن چونکہ مجھے محسوس ہوا ہے کہ ابھی لدھیانہ کا باب نامکمل ہے اس لئے آگے بڑھنے سے قبل مرزا صاحب کے ورود لدھیانہ، مولانا محمد حسین بٹالوی ؒ سے ان کی مولانا محمد حسن لدھیانوی ؒ کے پردے میں خط وکتابت، مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ان کے تحریری مباحثے اور پھر لدھیانہ سے مولانا محمد حسین بٹالوی کے بحکم ڈپٹی کمشنر اخراج کی تفصیلات نذر قارئین کرتا ہوں۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے ۳ مئی ۱۸۹۱ء کو جو اشتہار علماء لدھیانہ کو مخاطب کر کے شائع کیا وہ یوں ہے:

چونکہ اکثر یہ عاجز سنتا ہے کہ لدھیانہ کے بعض مولوی صاحبان جیسے مولوی عبداللہ صاحب، مولوی محمد صاحب، مولوی عبدالعزیز صاحب، مولوی مشتاق احمد صاحب، مولوی شاہ دین صاحب اس مسئلہ میں اس عاجز سے مخالف ہیں کہ حضرت مسیح ابن مریم فوت ہوگئے ہیں اور آنے والا مسیح جس کی خبر دی گئی ہے درحقیقت مسیح ابن مریم نہیں ہے بلکہ مثالی اور ظلی طور پر مسیح ابن مریم کے رنگ میں ہے۔اور اس عاجز نے یہ بھی سنا ہے کہ بعض مولوی صاحباب موصوفین اکثر اوقات منبر پر کھڑے ہو کر بلند آواز سے یہ کہتے ہیں کہ مدعی اس مسئلہ کا ہم سے بحث کرے ہم بحث کے لئے تیار ہیں۔ لیکن افسوس کہ تحریری بحث کو جس میں ہر طرح سے امن ہے قبول نہیں کرتے۔ناچار ایک طریق سہل وآسان تجویز کر کے اشتہار ہذا شائع کیا جاتا ہے لیکن قبل اس کے کہ ہم وہ طریق لکھیں پہلے اس بات کو ظاہر کرنا ضروری ہے کہ سب سے اول بحث کرنے کا حق مولوی عبدالعزیز صاحب کا ہے کیونکہ وہ شہر کے مفتی اور اکثر لوگوں کے پیشوا اور مقتدا ہیں جو بار بار جامع مسجد میں برسر منبر اعلان بھی دے چکے ہیں کہ ہم بحث کے لئے تیار ہیں کیوں ہم سے بحث نہیں کرتے۔اور درحقیقت ان سے بحث کرنا ضروری بھی ہے کیونکہ خاص شہر لدھیانہ کی نظر انہی پر ہے۔سو یہ عاجز بمقابل ان کے بحث کے لئے بغرض اظہار حق تیار ہے۔اب ان کے مریدوں اور معاونوں کو بھی مناسب بلکہ عین فرض ہے کہ مولوی صاحب موصوف کو بحث کے لئے آمادہ کریں۔اور اگر کسی کمزوری کی وجہ سے وہ

گریز کریں تو اس گریز سے ان کی اندرونی حالت اور علمی کمالات کا اندازہ اہل بصیرت خود ہی کر لیں گے۔ ہماری طرف سے تو مولوی صاحب کو بحالت ان کے عاجز رہ جانے کے یہ بھی اجازت ہے کہ اگر آپ بحث کرنے کا حوصلہ نہ دیکھیں تو اپنے برادر حقیقی مولوی محمد صاحب کی بحث کے لئے منت کریں اور اگر وہ بھی بوجہ اپنے کسی حالت ناچاری کے جس کو وہ خوب سمجھتے ہوں گے جواب دے دیویں تو پھر اپنے دوسرے بھائی مولوی عبداللہ صاحب کی خدمت میں التجا لے جائیں۔ اگر وہ بھی نہ مانیں تو پھر بحالت لاچاری مولوی مشتاق احمد صاحب مدرس ہائی سکول کی خدمت میں دوڑ یں۔اور اگر وہ بھی صاف جواب دیں، اور وقت پر کام نہ آئیں تو یقین ہے کہ درجہ دوم کے مفتی صاحب یعنی مولوی شاہ دین صاحب ایسے اضطراب کی حالت میں ضرور کام آئیں گے۔اگر وہ بھی گریز کر جائیں تو پھر مولوی شاہ دین صاحب اپنے استاد مولوی رشید احمد گنگوہی صاحب کی خدمت میں درخواست کریں۔اور اگر وہ بھی خاموش رہیں تو پھر گروہ اہلحدیث کے چیدہ و برگزیدہ حضرت مولوی محمد حسن صاحب رئیس اعظم لدھیانہ ہیں، ان کی طرف سب کو رجوع کرنا چاہیے۔ ان کو اختیار ہوگا کہ چاہیں تو بذات خود بحث کریں اور چاہیں تو اپنی طرف سے مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو بحث کے لئے مقرر کردیں۔

مرزا غلام احمد لودیانہ محلّہ اقبال گنج

(از تبلیغ رسالت ج۲ص ۵۸۔۶۱)۔

مولانا شیخ محمد حسین بٹالوی کو جب لدھیانہ سے جاری ہونے والے مرزا صاحب قادیانی کے چیلنج کا علم ہوا تو انہوں نے مولوی محمد حسن صاحب رئیس لدھیانہ کو لکھا کہ مرزا صاحب کو تحریری اطلاع کر دی جائے کہ محمد حسین بٹالوی ۹ مئی کی صبح پٹیالہ جاتے ہوئے لدھیانہ اترے گا..اگر وہ نہ آسکیں تو محمد حسین، مرزا صاحب کے دولت کدہ پر پہنچ جائے گا۔

اس کے بعد ۹ مئی کو مولانا بٹالوی لدھیانہ پہنچ گئے اور جاتے ہی مولوی محمد حسن کو مرزا صاحب کے پاس بطور سفیر جانے کو کہا اور انہی کی طرف سے اس مضمون کا رقعہ لکھوا کر ان کے ہاتھ بھجوایا کہ

حسن اتفاق سے مولوی محمد حسین لدھیانہ آئے ہوئے ہیں جو آج ہی گیارہ بجے دن کی گاڑی سے پٹیالہ چلے جائیں گے۔ اگر آپ ان سے مناظرہ کرنا چاہیں تو میرے مکان پر تشریف لے چلئے۔ مگر مولوی محمد حسین صاحب گفتگو سے پہلے آپ سے چند بنیادی اصول طے کرائیں گے۔ آپ کو بھی اختیار ہے کہ جو اصول چاہیں ان سے تسلیم کرالیں۔ موضوع بحث یہ ہوگا کہ کیا وہ مسیح جس کے قدوم کی احادیث نبویہ میں بشارت دی گئی ہے آپ ہیں؟

اس کے جواب میں مرزا غلام احمد نے لکھا:

یہ عاجز بسر و چشم تحریری گفتگو کے لئے موجود ہے۔ اصول پیش کرنے کو بھی میں مانتا ہوں۔ چند سوالات آپ کی طرف سے چند سوالات میری طرف سے ہوں اور امر مبحوث عنہ وفات وحیاۃ مسیح ہوگا کیونکہ اس عاجز کا دعوی اسی بنا پر ہے، جب بنا ٹوٹ جاوے گی تو یہ دعوی خود بخود ٹوٹ جاوے گا۔ اصل امر وہی ہے۔ اس وقت بارہ بجے تک مجھے بباعث نج کے کاموں کے بالکل فرصت نہیں۔ بہتر ہے کہ آن مخدوم عید کے بعد یعنی شنبہ کا دن بحث کے لئے مقرر کریں تا کہ فرصت اور فراغت سے ہر شخص حاضر ہو سکے۔

اس کے جواب میں حضرت مولانا بٹالوی مرحوم نے لکھوا بھیجا:

آپ کے اشتہار میں دونوں دعوی ہیں۔ حضرت مسیح ابن مریم کی رحلت کا دعوی، اور آپ کے مسیح موعود ہونے کا دعوی۔ ان دونوں دعاوی میں ایسا تلازم نہیں کہ ایک کے ثبوت سے دوسرا ثابت ہو جائے جیسا کہ آپ کے خط میں مرقوم ہے۔ لہذا میں یہ چاہتا ہوں کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو، پھر حضرت مسیح ابن مریم کی حیات و ممات پر گفتگو ہو۔ آپ اشتہار میں یہ دونوں دعوی کر چکے ہیں تو آپ دوسرے دعوی کی بحث سے کیوں جی چراتے ہیں۔ آپ کو لازم ہے کہ اپنے اعلان

کے بموجب دونوں دعووں پر بحث کرنے کو مستعد رہیں اور ہماری اس تجویز کو کہ پہلے آپ کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہو منظور کر لیں کیونکہ بحکم اصول مناظرہ ہم کو اختیار ہے کہ آپکے جس دعوی پر چاہیں پہلے بحث کریں۔ ہاں اگر آپ اپنے دعوی سے دستبردار ہو جائیں اور اس دست برداری کے متعلق عام اعلان کریں تو ہم آپ کے اسی پہلے دعوی پر بحث کرنے کو تیار ہیں۔

اس کے جواب میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

آپ مسیح کا زندہ ہونا کلام الٰہی سے ثابت کر دیں تو میں اپنے دعوی سے دستبردار ہو جاوں گا اور اپنے الہام کو کہ مسیح فوت ہو گیا ہے شیطانی القاء سمجھ لوں گا۔

مولانا محمد حسین نے لکھوا بھیجا کہ

آپ نے اپنی تمام تحریروں اور اشتہاروں میں یہ دعوے الگ الگ مستقل حیثیت سے کئے ہیں بلکہ اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی دوسرے سے مقدم رکھا ہے۔ لیکن اب اس دعوی کو پہلے دعوی کی فرع اور اس کے تابع قرار دیتے ہیں۔ پس آپ صاف الفاظ میں کہہ دیں کہ ہم نے اس دعوی کو مستقل ٹھہرانے میں غلطی کی ہے اس اقرار و اعتراف کے بعد آپ کا فرض ہوگا کہ آپ وفات مسیح کو ثابت کریں ہم آپ کے دعوی کو توڑیں گے۔

مرزا غلام احمد صاحب نے اس خط کا جواب دینے سے انکار کر دیا اور ۹ مئی سے ۲۷ مئی تک ان کے کیمپ میں خاموشی طاری رہی۔ پھر ۲۷ مئی کو مولوی محمد حسن لدھیانوی کو ان کی تحریر موصول ہوئی جس کے مطابق انہوں نے اپنے دعوی مسیحائی پر مناظرہ منظور کر لیا لیکن ساتھ ہی فرمایا کہ باقی شرائط کا تصفیہ مناظرہ سے ایک روز قبل ہوگا۔

مرزا غلام احمد صاحب کے اس مکتوب کی اطلاع مولانا محمد حسین بٹالوی کو پہنچائی گئی تو ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۳ صفحہ ۹۱ کے مطابق انہوں نے مولوی محمد حسن لدھیانوی کو قبول مناظرہ کے متعلق خط لکھ دیا۔ اور مولوی محمد حسن صاحب کو ہدایت فرمائی کہ مرزا غلام احمد صاحب جو شرائط چاہتے ہوں وہ مناظرہ سے ایک دن پہلے ان کے ساتھ طے کر لیں۔ ایسا نہ ہو کہ عین موقع پر کسی شرط کی نامنظوری کے حیلہ سے انہیں پھر فرار کا موقع

مل جائے۔

اب مرزا غلام احمد صاحب نے ردوقبول کا کھیل شروع کر دیا اور آٹھ مرتبہ نا قابل عمل شرائط پیش فرما کر مباحثے کو ٹالنا چاہا۔ آخر مولانا بٹالوی نے مولوی محمد حسن سے کہہ دیا کہ وہ ان کی ہر شرط منظور فرمالیں۔ اس کے بعد ۲۰ جولائی ۱۸۹۱ء کو مولانا بٹالوی لدھیانہ میں مرزا صاحب کے خسر میر ناصر نواب دہلوی کے مکان پر جہاں مرزا صاحب ان دنوں قیام پذیر تھے، جا پہنچے اور مقابلہ شروع ہوا۔

یہ مباحثہ تحریری تھا جو ۲۰ جولائی سے شروع ہو کر بارہ دن تک جاری رہا۔ پہلے تین دن بٹالوی صاحب مرزا صاحب کے خسر کے مکان پر جاتے رہے اور پھر تین دن مرزا صاحب کو مولانا بٹالوی کی قیام گاہ پر جانا پڑا۔ مولانا نے صرف ایک سوال پیش کر رکھا تھا کہ بخاری و مسلم کی تمام حدیثیں صحیح ہیں یا نہیں؟

مرزا صاحب بارہ روز تک غیر متعلق باتوں میں جواب کو ٹالتے رہے اور جب عام طور پر مشہور ہو گیا کہ وہ اس ایک سوال کا جواب دینے میں لیت ولعل کر رہے ہیں تو ان کا ہر طرف سے مذاق اڑایا جانے لگا۔ اس پر بارہویں روز انہوں نے موقوفیء بحث کی درخواست کر دی۔

اس مناظرہ کی ایک شرط یہ طے ہوئی تھی کہ جب تک امور متنازع فیہ کا تصفیہ نہ ہولے گا مناظرہ جاری رہے اور فریقین اپنی اپنی تحریروں کی نقلیں فریق مقابل کو دیتے رہیں گے، لیکن مرزا صاحب نے اس شرط کی بھی خلاف ورزی کی اور نہ صرف مقابلہ سے راہ فرار اختیار کی بلکہ اپنی آخری تحریر کی نقل دینے سے بھی انکار کر دیا۔

اس مناظرے کی پوری روداد ماہنامہ اشاعت السنہ میں موجود ہے جن لوگوں کی نظر سے مناظرے کی یہ روداد گزری ہے وہ بخوبی جانتے ہیں کہ مرزا غلام احمد صاحب عبرت ناک شکست سے دوچار ہوئے تھے اور مناظرہ ختم ہونے مولانا باعزت اپنے شہر واپس گئے تھے۔ مرزا صاحب نے اپنی خفت مٹانے اور اپنے معتقدین کا حوصلہ بلند رکھنے کے لئے واقعات کی غلط توجیہہ کرنے کے بعد فرمایا:

مولوی محمد حسین بٹالوی اپنی وحشیانہ طرز بحث کی شامت سے لدھیانہ سے شہر بدر کئے گئے۔ (تبلیغ رسالت ج ۲ ص ۷۸)۔

اوران کے بیٹے مرزا محمود احمد نے لکھا کہ:

ڈپٹی کمشنر (لدھیانہ) نے ان کے سردار کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دیا۔

(تحفہ شاہزادہ ویلز ص ۵۴)

لیکن یہ بات بالکل بے اصل تھی۔ جب مولانا محمد حسین بٹالوی کو مرزائیوں کے اس پروپیگنڈے کا علم ہوا تو انہوں نے ڈپٹی کمشنر لدھیانہ سے اس مبینہ حکم اخراج کے متعلق دریافت کیا۔ جواب میں ڈپٹی کمشنر نے ایسے حکم سے لاعلمی ظاہر کی۔ مولانا بٹالوی نے ڈپٹی کمشنر کا خط اشاعت السنہ میں شائع فرما کر اس جھوٹ کا پول کھول دیا۔ مناظرہ لدھیانہ میں ہزیمت اٹھانے کے فوراً بعد مرزا غلام احمد نے یکم اگست ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ

مولوی محمد حسین بٹالوی حیاۃ وممات مسیح کے مسئلہ پر مجھ سے کیوں بحث نہیں کرتے۔ وہ یقیناً ڈرتے ہیں کہ اگر اصل مسئلہ میں بحث شروع ہوگئی تو بڑی رسوائی کے ساتھ انہیں مغلوب ہونا پڑے گا۔ میں ایک دفعہ پھر حجت پوری کرنے کے لئے باآواز بلند مولوی صاحب کو دعوت دیتا ہوں کہ وہ اس مسئلہ کے متعلق میرے ساتھ بحث کریں۔ مگر یہ بحث لاہور جیسے صدر مقام میں منعقد کی جائے جہاں اعلی درجہ کے فہیم، ذکی، تعلیم یافتہ، اور متین اشخاص اور رؤساء شامل ہو سکتے ہیں۔ چنانچہ اہل لاہور میں سے بعض نے یہ درخواست بھی کی ہے۔ امن وغیرہ کا انتظام ہمارے ذمہ ہوگا۔

(تبلیغ رسالت ص ۱۷۔۱۹)

اس کے جواب میں حضرت مولانا بٹالوی نے اعلان کیا کہ

ہم آپ کے مناظرہ کے لئے ہر وقت حاضر ومستعد ہیں۔ لاہور میں کیجئے خواہ پشاور میں۔ اور اگر خاص مسکن و مولد شریف قادیان میں ہو تو زیادہ موزوں ہے، تاکہ مقولہ صادقہ: دروغ گو را تا بخانہ باید رسانید، پر بھی عمل ہو جائے۔ اس کے جواب میں مرزا صاحب ایک مرتبہ پھر پہلو بچا گئے۔ تفصیلات کے لئے دیکھئے ماہنامہ اشاعت السنہ جلد ۱۴۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری ۱۹۹۶ء ص ۲۵۔۲۷)

تحریک تحفظ ختم نبوت

(۴)

عہد نبوت کے اخیر زمانے سے دنیائے اسلام میں ایسے فرقوں کا ظہور ہونے لگا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مثلاً شیعہ، باطنی، اسماعیلیہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود اسلامی خلافت کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور گزشتہ صدی میں متحدہ ہندوستان کے غلام احمد قادیانی نے گمراہ فرقوں میں فرقہ قادیانیت کا اضافہ کردیا۔ جس کی پروان برصغیر میں انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی۔ مگر علماء حق نے اس قسم کے فرقوں کی اصلیت کو اس کی ابتداء ہی سے کمال بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے پہچانا اور اس کے روک تھام کی حتی المقدور کوشش کی۔ چنانچہ شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء سے ہم نے اس موضوع پر اپنے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے علمی مقالے کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں موصوف نے قادیانیت کی تردید اور بیخ کنی کی غرض سے اٹھ کھڑے ہونے والے ان علماء حق کا تذکرہ تاریخ کی روشنی میں کیا جن کی اس میدان میں کی جانے والی اولین خدمات کو حالات اور رفتار زمانہ نے غبار آلود کردیا تھا، ہمیں امید ہے کہ یہ قیمتی اور تاریخی دستاویز تمام علمی اور دینی حلقوں کے لیے باعث استفادہ ہوگی۔

(ادارہ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)۔

مباحثہ لدھیانہ کو ختم کرتے ہوئے مرزا غلام احمد قادیانی نے چیلنج کیا تھا:

اگر حضرت مولوی محمد حسین صاحب چالیس دن میرے مقابل پر خدا تعالی کی طرف توجہ کر کے وہ آسمانی نشان یا اسرار غیب دکھلاسکیں جو میں دکھلاسکوں تو میں قبول کرتا ہوں کہ جس ہتھیار سے چاہیں مجھے ذبح کریں اور جو تاوان چاہیں مجھ پر لگادیں

(روحانی خزائن۔ ج ۴ ص ۱۲۲)

یہی بات مرزا صاحب قادیانی نے اپنے ازالہ اوہام میں یوں بیان فرمائی:

میں نے مولوی محمد حسین بٹالوی سے درخواست کی تھی کہ اگر آپ مجھے مکار اور غیر مسلم خیال کرتے ہو، تو اس طریق سے بھی مقابلہ کرو کہ ہم دونوں شان قبولیت کے ظاہر ہونے کے لئے خدا تعالی کی طرف رجوع کریں۔ جس کے شامل حال نصرت الٰہی ہو جائے اور قبولیت کے آسمانی نشان اس کے لئے خدا کی طرف سے ظاہر ہوں وہ اس علامت سے لوگوں کی نظر میں اپنی قبولیت کے ساتھ شناخت کیا جائے، (روحانی خزائن ج۳ص۵۹۵)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنے یکم اگست ۱۸۹۱ء میں اس چیلنج کا جواب دیتے ہوئے (بروایت مرزا صاحب) فرمایا کہ آسمانی نشان دکھانے کی تمہاری یہ درخواست اس وقت مسموع ہوگی جب تم اول اپنے عقائد کا عقائد اسلام ہونا ثابت کرو گے۔ غیر مسلم خواہ کتنا ہی آسمانی نشان دکھلاوے اہل اسلام اس کی طرف التفات نہیں کرتے۔ (روحانی خزائن۔ج۳۔ص۵۹۵)

یہ کرارا سا جواب سن کر مرزا صاحب سمجھ گئے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بالمقابل ان کی دال نہیں گل سکتی اس لئے انہوں نے مقابلے کے لئے دوسرے لوگوں کی طرف دیکھنا شروع کر دیا۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی کا نام بھی اس سلسلے میں زیر غور آیا جیسا کہ جناب جلال الدین شمس روحانی خزائن جلد۴ کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

پیر سراج الحق نعمانی جو حضرت مسیح موعود کے مخلص مرید تھے اور لدھیانہ میں (مباحثہ لدھیانہ کے گردوپیش) حضور کی خدمت میں حاضر تھے اور وہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کے ہم زلف بھی تھے انہوں نے حضرت مسیح موعود سے عرض کیا کہ اگر حکم ہو تو میں مولوی رشید احمد صاحب کو لکھوں کہ وہ مباحثہ کے لئے آمادہ ہوں۔ چنانچہ پیر صاحب اور ان کے درمیان خط وکتابت ہوئی۔ حیات و وفات مسیح پر وہ بھی بحث کے لئے تیار نہ ہوئے اور لکھا کہ بحث نزول مسیح میں ہوگی۔ اور تحریری نہیں بلکہ زبانی ہوگی۔ لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ اور حاضرین میں جس کسی کے جی میں جو آوے گا رفع شک کے لئے بولے گا اور بحث کا قیام سہارن پور میں ہوگا۔ حضرت

مسیح موعود نے سہارن پور جانا بھی منظور فرمالیا اور لکھوایا کہ حفظ امن کے لئے آپ سرکاری انتظام کر لیں جس میں کوئی یورپئین افسر ہو۔ انتظام کر کے ہمیں لکھ دیں ہم تاریخ مقررہ پر آ جائیں گے۔ تحریری مباحثہ کا جھگڑا حاضرین کی کثرت رائے پر فیصلہ کیا جائے اگر آپ تشریف لاتے تو ہم آپ کے اخراجات اور حفظ امن کے لئے سرکاری انتظام کے بھی ذمہ دار ہوتے۔ مولوی رشید احمد نے جواباً لکھا کہ انتظام کا میں ذمہ دار نہیں ہوسکتا۔ اس پر ان کو دو تین اور خطوط لکھے گئے لیکن انہوں نے جواب نہیں دیا۔ (ص ۱۴)

اس کے بعد بقول جناب جلال الدین شمس قادیانی، مرزا صاحب لدھیانہ سے (بعد مباحثہ لدھیانہ) واپس قادیان چلے گئے۔

مباحثہ لدھیانہ مرزا صاحب کے جس اشتہار کے نتیجہ میں وقوع پذیر ہوا، اسے ہم گزشتہ شمارے میں درج کر چکے ہیں۔ ۳ مئی ۱۸۹۱ء والے اس اشتہار کو دوبارہ پڑھ لیجئے آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ اس اشتہار میں مباحثے کا چیلنج مرزا صاحب نے درحقیقت مولوی عبداللہ، مولوی محمد، مولوی عبدالعزیز، مولوی مشتاق احمد، مولوی شاہ دین جنہیں علماء لدھیانہ کہا جاتا ہے اور ان (میں سے بعض کے) استاد مولانا رشید احمد گنگوہی کو دیا تھا۔ مرزا صاحب نے لکھا تھا کہ اگر یہ لوگ کسی وجہ سے میدان میں نہ نکل سکیں پھر گروہ اہل حدیث کے علماء ان کے سامنے آئیں۔ انجام کار یہ مباحثہ مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا صاحب کے درمیان ہوا۔ اس لیے یہ نتیجہ اخذ کرنا کوئی غلط بات نہ ہوگی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی سے پہلے اس اشتہار میں جن بزرگوں کو مخاطب کیا گیا تھا ان سے مباحثہ وقوع پذیر نہیں ہوا۔ یہ کیوں ہوا؟ ہمیں تفصیلات کا علم نہیں ہے۔ ہاں حکیم محمود صاحب اپنی کتاب علمائے دیوبند کا ماضی کے میں بحوالہ تذکرۃ المہدی حصہ اول صفحہ ۱۲۶ پر لکھتے ہیں کہ مولوی شاہ دین نے مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کو خط لکھا۔ جواب میں مولانا گنگوہی نے فرمایا تمہارا کام نہیں ہے مرزا صاحب سے بات کرنا، اول تو ٹال دیں، جو بات نہ ٹلے اور مباحثہ ہو جائے تو وفاۃ وحیات مسیح میں ہرگز بحث نہ کرنا۔

ہمیں یہ تو معلوم نہیں کہ اس روایت میں کتنی صداقت ہے لیکن یہ بات یقینی ہے کہ مباحثہ لدھیانہ میں مسلمانوں کا موقف پیش کرنے کی سعادت علمائے لدھیانہ کے بجائے اہل حدیث کے ایک نامور فرزند کے

حصہ میں آئی جسے محمد حسین بٹالوی کہتے ہیں۔اس موقع پر اس بات کا ذکر کر دینا عین مناسب ہوگا کہ مباحثوں میں اولیت کے ساتھ مباہلوں میں اولیت کا اعزاز بھی اہل حدیث ہی کو حاصل ہوا ہے اور چونکہ ۱۸۹۳ء میں وقوع پذیر ہونے والے مشہور عالم مباہلے کا ڈول ۱۸۹۱ء میں ڈالا جا چکا تھا اس لیے ہم آگے بڑھنے سے قبل اس خط و کتابت اور اشتہار بازی کا ذکر اس مقام پر کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جو اس سلسلہ میں مباحثہ لدھیانہ سے قبل وقوع پذیر ہو چکی تھی۔

مرزا غلام احمد قادیانی یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق 11 فروری ۱۸۹۱ء کو اپنے مکتوب بنام مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی رقم طراز ہیں:

مشفقی اخویم مولوی عبدالجبار صاحب

السلام علیکم !ایک اشتہار جو عبدالحق کے نام سے جاری کیا گیا ہے جس میں مباہلہ کی درخواست کی ہے،کل کی ڈاک میں مجھ کو ملا۔ چونکہ میں نہیں جانتا کہ عبدالحق کون ہے۔آیا کسی گروہ کا مقتدی یا مقتدا ہے۔اس وجہ سے آپ ہی کی طرف خط ہذا لکھتا ہوں اس خیال سے کہ میری رائے میں وہ آپ ہی کی جماعت میں سے ہے اور اشتہار بھی دراصل آپ ہی کی تحریک سے لکھا گیا ہوگا۔پس واضح ہو کہ مباہلہ پر مجھے کسی طرح سے اعتراض نہیں۔لیکن امور مفصلہ ذیل کا تصفیہ ہونا پہلے مقدم ہے۔

اول یہ کہ چند مولوی صاحبان نام جیسے مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی، مولوی محمد حسین بٹالوی، اور مولوی احمد اللہ صاحب امرتسری بالاتفاق یہ فتوی لکھ دیں کہ ایسی جزئیات خفیفہ میں اگر الہامی یا اجتہادی طور پر اختلاف واقع ہو تو اس کا فیصلہ بذریعہ لعن طعن کرنے اور ایک دوسرے کو بددعا دینے کے جس کا دوسرے لفظوں میں مباہلہ نام ہے، کرنا جائز ہے۔

جزوی اختلاف میں جو ہمیشہ سے علماء وفقراء میں واقع ہوتے رہتے ہیں مباہلہ کی درخواست کرنا یہ غزنوی بزرگوں کا ہی ایجاد ہے۔سو پہلے یہ ضروری ہے کہ فتوی لکھا جاوے اور اس فتوے پر ان تینوں مولوی صاحبان کے دستخط ہوں جن کا ذکر میں لکھ چکا ہوں۔جس وقت وہ استفتاء مصدقہ بمواہیر علماء

میرے پاس پہنچے تو پھر حضرات غزنوی مجھے امرتسر پہنچا سمجھ لیں۔

نیز یہ بھی دریافت طلب ہے کہ جیسا کہ نجران کے نصاری کی ایک جماعت تھی آپ کی کوئی جماعت ہے یا صرف اکیلے میاں عبدالحق صاحب قلم چلا رہے ہیں۔

تیسرا یہ امر بھی تحقیق طلب ہے کہ اس اشتہار کے لکھنے والے درحقیقت کوئی صاحب آپ کی جماعت میں سے ہیں جن کا نام عبدالحق ہے یا یہ فرضی نام ہے۔

اور یہ بھی دریافت طلب ہے کہ آپ بھی مباہلین کے گروہ میں داخل ہیں یا کانوں پر ہاتھ رکھتے ہیں۔ اگر داخل نہیں تو کیا وجہ؟ اور پھر وہ کون سی جماعت ہے جن کے ساتھ نساء و ابناء و اخوان بھی ہونگے۔ جیسا کہ منشاء آیت کا ہے۔

ان تمام امور کا جواب بواپسی ڈاک ارسال فرما دیں اور نیز یہ سارا خط میاں عبدالحق کو بھی حرف بحرف سنا دیں۔ اور میاں عبدالحق نے اپنے الہام میں جو مجھے جہنمی اور ناری لکھا ہے، اس کے جواب میں مجھے کچھ ضرورت لکھنے کی نہیں ہے کیونکہ مباہلہ کے بعد خود ثابت ہو جائے گا کہ اس خطاب کا مصداق کون ہے۔

الراقم: خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور۔ یکم رجب ۱۳۰۸ھ مطابق 11 فروری ۱۸۹۱ء۔

مجموعہ اشتہارات طبع ۱۹۸۶ء جلد 1 کے صفحہ 210-207 پر شائع شدہ اس خط کے بعد مرزا صاحب نے اس سلسلہ میں 12 اپریل 1891ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جس کا عنوان: مباہلہ کے اشتہار کا جواب، رکھا۔ اب ہم اس اشتہار سے چند عبارتیں نقل کرتے ہیں:

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میاں عبدالحق صاحب غزنوی کے پہلے اشتہار کے جواب میں جو مباہلہ کے لیے انہوں نے شائع کیا تھا اس عاجز نے یہ جواب لکھا تھا کہ مسلمانوں کے جزئی اختلافات کی وجہ سے باہم مباہلہ کرنا عندالشرع ہرگز جائز نہیں۔ ہمیں مسنون مباہلہ سے انکار نہیں۔ اگر انکار ہے تو ایسے مباہلہ سے جس کا قرآن و حدیث سے نشان نہیں ملتا۔ (پھر مباہلے کی شرائط کا ذکر کر کے کہتے ہیں) اب ناظرین یاد رکھیں کہ جو مباہلہ مسلمانوں میں باہم ہو وہ عندالشرع ہرگز جائز

نہیں۔ پس میاں عبدالحق اوران کے پوشیدہ انصار کومناسب ہے کہ اگر مباہلہ کا شوق ہے تو سنت نبوی ﷺ اور کلام رب عزیز کا اقتداء کریں۔قرآن کریم کے منشا کے خلاف اگر مباہلہ ہوتو وہ ایمانی مباہلہ نہیں ہوگا۔افغانی مباہلہ ہوتو ہو۔

اب میں ایک دفعہ پھران تمام مولوی صاحبان کوجنہیں پہلے اشتہار میں مخاطب کیا گیا تھا(یعنی ابو سعید محمد حسین بٹالوی، مولوی رشید گنگوہی، مولوی عبدالجبار غزنوی، مولوی عبدالرحمٰن لکھوکے والے، مولوی شیخ عبیداللہ بتی، مولوی عبدالعزیز صاحب لدھیانوی معہ برادران اورمولوی غلام دستگیر قصوری جنہیں اشتہار ۲۶ مارچ ۱۸۹۱ء میں مخاطب کیا گیا تھا، دوبارہ یاد دلاتا ہوں کہ اگر میرے دعاوی اور بیانات کی نسبت انہیں تردد ہوتو حسب شرائط اشتہار سابقہ مجلس مباحثہ کی منعقد کرکے ان اوہام کا ازالہ کرالیں۔ (المشتہر مرزاغلام احمد، مجموعہ اشتہارات جلد۱۔ص ۲۱۱۔۲۱۶)

قارئین مرزا صاحب کے خط اور اشتہار سے صاف معلوم ہورہا ہے کہ وہ مولانا عبدالحق صاحب سے مباہلہ سے گریز کررہے ہیں اورمباہلے کی بجائے مباحثے کی تجویز پیش کررہے ہیں۔اس گریز کا ان کے مریدین پربھی اثر پڑرہا تھا جیسا کہ مولانا رفیق دلاوری صاحب لکھتے ہیں کہ جب سردار محمد علی خان مالیرکوٹلوی نے جو ہرمہینہ 80 روپے بھیج کرقادیانی صاحب کی مٹھی گرم کیا کرتے تھے، دیکھا کہ قادیانی صاحب مباہلہ سے جی چراتے ہیں توان کے نام ایک چٹھی لکھ کرمباہلہ کی تحریک کی۔خاکسار راقم الحروف۔(دلاوری) سردار محمد علی خان کی چھٹی پرتو دسترس نہیں پاسکا البتہ ذیل میں قادیانی صاحب کے جواب کا خلاصہ مکتوبات احمدیہ جلد 5 سے نقل کیا جاتا ہے۔انہوں نے کہا تھا:

میرے پیارے دوست نواب محمد علی خاں۔

آپ کا محبت نامہ عین انتظار میں مجھ کوملا جس کومیں نے تعظیم سے دیکھا اور ہمدردی اوراخلاص کے جوش سے حرف بحرف پڑھا۔یہ عاجز چاہتا ہے کہ ایک مجلس علماء کی جمع ہواوران میں وہ لوگ بھی جمع ہوں جومباہلہ کی درخواست کرتے ہیں۔پہلے یہ عاجز انبیاء کے طریق پرشرط نصیحت بجالائے اور صاف صاف بیان سے اپنا حق ہونا ظاہر کرے۔جب اس وعظ سے فارغ ہوجائے تو درخواست

کنندہ مباہلہ اٹھ کر یہ کہے کہ وعظ میں نے سن لیا مگر میں اب بھی یقیناً جانتا ہوں کہ یہ شخص کاذب اور مفتری ہے۔تب اس کے بعد مباہلہ شروع ہو، مباہلہ سے پہلے کسی قدر مناظرہ ضروری ہوتا ہے تاکہ حجت پوری ہوجائے۔کبھی نہیں سنا گیا کہ کسی نبی نے ابھی تبلیغ نہیں کی اور مباہلہ پہلے ہی شروع ہوگیا۔غرض اس عاجز کو مباہلہ سے ہرگز انکار نہیں۔ یہ عاجز ان شاءاللہ ایک ہفتہ تک کتاب ازالہ اوہام کے اوراق مطبوعہ آپ کے لیے طلب کرے گا۔مگر شرط یہ ہے کہ ابھی آپ کسی پر ان کو ظاہر نہ کریں۔اس کا مضمون اب تک امانت رہے۔خاکسار مرزا غلام احمد۔

(مکتوبات احمدیہ جلد 5 نمبر 3 صفحہ 15-14)

علماء کا مجمع ہو جس میں مرزا غلام احمد صاحب اپنے عقائد بیان کریں، پھر مباہلہ ہو یعنی اس سے قبل علماء کو ان کے عقائد سے واقفیت نہیں تھی جب کہ مرزا صاحب قادیانی عرصہ سے اپنے دعاوی بذریعہ تقریر و تحریر اشتہارات و اخبارات سارے ملک میں پہنچائے جا رہے تھے۔اس پس منظر میں درج بالا شرائط محض بچنے کے بہانے تھے۔وہ مباہلہ چاہتے ہی نہیں تھے۔جیسا کہ وہ اپنے اشتہار میں مباحثے کے لیے علماء کو دعوت دے کر ظاہر کر چکے تھے لیکن چونکہ ایک صاحب حیثیت مرید کو مطمئن رکھنا بھی ضروری تھا اس لیے انہوں نے خط اس انداز میں لکھا اگرچہ اس میں بھی انہوں نے یہ کہیں نہیں لکھا کہ میں مباہلے کی منظوری کا بذریعہ اشتہار اعلان کرنے جا رہا ہوں۔

دوسری طرف مولانا عبدالحق غزنوی اپنی کوششوں میں لگے رہے اور وہ ایک ایک کر کے مرزا صاحب کے تمام بہانے ختم کر کے 1893 میں انہیں امرتسر عیدگاہ کے میدان میں مباہلہ کے لیے کھینچ لانے میں کامیاب ہوگئے۔یہ تفصیلات اپنے مقام پر ان شاءاللہ قارئین کی خدمت میں پیش کی جائیں گی۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔مارچ ۱۹۹۶ء)

دہلی میں قادیانی کا چیلنج مباحثہ

(۵)

عہد نبوت کے اخیر زمانے سے دنیائے اسلام میں ایسے فرقوں کا ظہور ہونے لگا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مثلاً شیعہ، باطنی، اسماعیلیہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود اسلامی خلافت کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور گزشتہ صدی میں متحدہ ہندوستان کے غلام احمد قادیانی نے گمراہ فرقوں میں فرقہ قادیانیت کا اضافہ کردیا۔ جس کی پروان برصغیر میں انگریزی حکومت کے زیرسایہ ہوتی رہی۔ مگر علماء حق نے اس قسم کے فرقوں کی اصلیت کو اس کی ابتداء ہی سے کمال بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے پہچانا اور اس کے روک تھام کی حتی المقدور کوشش کی۔ چنانچہ شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء سے ہم نے اس موضوع پر اپنے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے علمی مقالے کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں موصوف نے قادیانیت کی تردید اور بیخ کنی کی غرض سے اٹھ کھڑے ہونے والے ان علماء حق کا تذکرہ تاریخ کی روشنی میں کیا جن کی اس میدان میں کی جانے والی اولین خدمات کو حالات اور رفتار زمانہ نے غبار آلود کردیا تھا، ہمیں امید ہے کہ یہ قیمتی اور تاریخی دستاویز تمام علمی اور دینی حلقوں کے لیے باعث استفادہ ہوگی۔

(ادارہ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)۔

مباحثہ لدھیانہ جولائی 1891ء کے آخر پر ختم ہوا اور مرزا صاحب کا دہلی میں ورود 8 ستمبر 1891ء کو ہوا۔ درمیانی عرصہ میں مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام 3 ستمبر 1891ء کو شائع ہوئی۔ اس میں انہوں نے علماء اسلام کو بایں الفاظ چیلنج کیا۔

اے حضرات مولوی صاحبان! آپ لوگوں کا یہ خیال کہ ہم مومن ہے اور یہ شخص کافر اور ہم صادق ہیں اور یہ شخص کاذب اور ہم متبع ہیں اور یہ شخص ملحد اور ہم مقبول الٰہی ہیں اور یہ شخص مردود اور ہم جنتی ہیں اور یہ شخص جہنمی۔ اگرچہ غور کرنے والے کی نظر میں قرآن کریم کی رو سے بخوبی فیصلہ پا چکا ہے اور اس رسالہ کے پڑھنے والے بخوبی سمجھ سکتے ہیں کہ حق پر کون ہے اور باطل پر کون ہے۔ لیکن ایک اور بھی طریق فیصلہ ہے جس کی رو سے صادقوں اور کاذبوں، مقبولوں اور مردودوں میں فرق ہوسکتا ہے۔ عادت اللہ اسی طرح پر جاری ہے کہ اگر مقبول و مردود اپنی اپنی جگہ پر خدا تعالیٰ سے کوئی آسمانی مدد چاہیں تو وہ مقبول کی ضرور مدد کرتا ہے اور کسی ایسے امر سے جو انسان کی طاقت سے بالاتر ہے اس مقبول کی قبولیت ظاہر کردیتا ہے۔ سو چونکہ آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعوی کرتے ہیں لہذا آپ پر واجب ہے کہ اس آسمانی ذریعہ سے بھی دیکھ لیں کہ آسمان پر مقبول کس کا نام ہے اور مردود کس کا نام۔ میں اس بات کو منظور کرتا ہوں کہ آپ دس ہفتہ تک اس بات کے فیصلہ کے لیے احکم الحاکمین کی طرف توجہ کریں۔ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کی سچائی کا نشان یا کوئی اعلی درجہ کی پیش گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے۔ آپ کو دی جائے۔

ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور سے میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی۔ میری اس تحریر کے مخاطب مولوی محی الدین عبدالرحمٰن لکھوکے والے اور میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی رشید احمد گنگوہی اور مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری اور مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی ہیں اور باقی انہی کے زیر اثر آجائیں گے۔

(روحانی خزائن جلد 3۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 257-258)

مولانا محمد حسین بٹالوی نے اس کے جواب میں اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ میں لکھا:

قادیانی صاحب پہلے آپ خود ہی اپنا کوئی نشان دکھائیں کسی کوڑھی کو اچھا کریں کسی کانے کو

دوسری آنکھ دیں یا لکڑی کا سانپ بنا دیں یا آسمان سے من وسلوی یا مائدہ اتر وائیں یا جلتی آگ میں کود پڑیں اور بچ جائیں یا کسی خشک درخت کو ہرا کر دکھائیں یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء اور اولیاء سے ظاہر ہوا ہو۔ اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے خلاف ہے چنانچہ حال ہی میں آپ نے جموں کے ایک مشہور ڈاکٹر صاحب کو یہی جواب دے کر ٹلایا، تو یہ عذر فضول اور گریز کا ایک حیلہ ہے۔ یہ عذر انہی لوگوں کے سامنے چل سکتا ہے جو اپنے خیال نیچر یا قانون قدرت کے پھندے میں پھنسے ہوئے ہیں۔ مسلمان ایسے عذروں کو تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور جانتے ہیں۔ آپ اس کے تصفیہ کے لیے پہلے ہم سے بحث کر لیں۔ اگر ہم نے آپ پر ثابت کر دیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے خلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی کی کتابوں سے نکال دیا تو پھر آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہو گا۔

مولانا دلاوری فرماتے ہیں کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی اس تحریر کے شائع ہونے پر مرزائی درو دیوار پر سناٹا چھا گیا۔ اگر الہامی صاحب (مرزا صاحب) بیعت کے غیور ہوتے تو اس موقع پر خاموش رہنا گناہ سمجھتے لیکن انہوں نے اپنی عافیت اسی میں دیکھی کہ معاملہ کو رفت گزشت سمجھ لیں۔ (رئیس قادیان جلد 1 صفحہ 2-3)

مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی سے ایک مرتبہ منہ کی کھانے کے بعد مرزا صاحب نے دہلی جانے کا قصد فرمایا۔ ان کا یہ سفر قادیانی تاریخ میں بہت اہم ہے اور اسے مرزائی حضرات جناب حضور نبی کریم ﷺ کے سفر طائف سے بھی تشبیہ دیتے ہیں جیسا کہ الحق مباحثہ دہلی کے مرزائی مرتب لکھتے ہیں:

آپ 28 ستمبر کو مع الخیر وارد ہوئے۔ کل پنجاب اور ہندوستان کی آنکھیں بڑی بے صبری سے دہلی کی کاروائیوں کو دیکھنے لگیں۔ ان کا یہ موروثی اعتقاد چلا آتا تھا کہ دہلی کے بڑے بڑے نامی علماء اور اجلہ اولیاء کا مسکن و ماوی ہے اس لیے وہاں کما ینبغی احقاق حق و اور ابطال باطل ہو جائے گا۔ مگر افسوس وہ نہ جانتے تھے کہ حسن اعتقاد کے محرک و مرجع جن کی پاک اور برگزیدہ تصنیفات و تالیفات، ان کی دلکش تصاویر کے مرقع کی بجائے قائم مقامی کر کے پڑھنے والوں کے دل میں سوسو

حسرتیں چھوڑتی ہیں۔قبروں میں سو رہے ہیں اوران کے سینوں کو روندنے والے اترا اترا کر چلنے والے وہ لوگ ہیں جو فخلف من بعدھم خلف اضاعوا الصلوۃ کے پورے مصداق ہو رہے ہیں۔بے شک بعض اب بھی ہیں جنہیں مقدس اسلام کی سچی یادگاریں کہنا کچھ بھی مبالغہ نہیں۔الغرض حضرت مرزا صاحب اپنے مخدوم آقا اپنے مقتدا ہادی کامل کی طرح جبکہ وہ اہل مکہ سے ایذائیں سہہ کر طائف ایسے مہذب و شاداب شہر کو تشریف لے گئے تھے کہ کہیں ان میں کوئی طالب حق مل جائے۔ہندوستان کے مہذب شہر دہلی میں آئے مگر کیا ہمیں اس بات کے اظہار پر دلی رنج مجبور نہیں کرتا کہ اہل دہلی نے (الا ماشاء اللہ ومن شاء عصمہ) شائد اہل طائف کی تاریخ پڑھ کر اور اپنی پر زور نخوت و رعونت پر اعتماد کرنا چاہا کہ وہ ایک مرد خدا کے ساتھ بدسلوکی کرنے میں ان گزشتہ مخالفان راستی سے کوئی قدم پیچھے رہ جائیں۔مولوی سید نذیر حسین صاحب اوران کے شاگردوں نے اللہ تعالٰی کے اتمام حجت کی راہ میں عملاً بڑی بڑی چٹانیں ڈالی ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 4 (الحق بحث دہلی) صفحہ 131-132)

دہلی جا کر حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کو چیلنج کرنے سے مرزا غلام احمد کا مقصد یہ تھا کہ حضرت میاں صاحب اپنی بزرگی کے باعث جواب دینا بھی کسر شان سمجھیں گے اور مفت کی شہرت و ناموری پورے ہندوستان میں ان کے حصہ میں آجائے گی۔حضرت میاں صاحب کی عمران دنوں تقریباً 90 سال تھی اور وہ تقریبا پچاس سال سے دہلی میں مسند تدریس کو زینت بخشے ہوئے تھے۔ہندوستان کے گوشے گوشے میں پھیلے ہوئے نامور علماء کی کثیر تعداد ان کی شاگرد تھی۔ایسی شخصیت اشتہار بازی اور اشتہار بازوں سے طبعاً دور رہنا چاہتی ہے اور یہی بات مرزا صاحب کے پیش نظر تھی کہ میاں صاحب تو انہیں منہ لگانا بھی پسند نہیں کریں لیکن انہیں یہ کہنے کا موقع مل جائے گا کہ میں نے ہندوستان کے سب سے بڑے اور نامور عالم کو خاموش کر دیا ہے۔اس پلان کے تحت مرزا صاحب نے 2 اکتوبر 1891ء کو دہلی سے یہ اشتہار شائع کیا:

اے برادران سکنائے دہلی اس عاجز نے سنا ہے کہ اس شہر کے بعض اکابر علماء میری نسبت یہ الزام مشہور کرتے ہیں کہ یہ شخص نبوت کا مدعی ملائکہ کا منکر، بہشت و دوزخ کا انکار اور ایسا ہی وجود جبریل اور لیلۃ القدر اور معراج نبوی سے بکلی منکر ہے۔ یہ الزام سراسر افترا ہے۔ میں نہ نبوت کا مدعی ہوں جو اسلامی عقائد میں داخل ہیں مجھے تو فقط مثیل مسیح ہونے کا دعوی ہے۔

خلاصہ کلام یہ کہ میں محدث ہوں اور مامور من اللہ ہوں۔ صدی چار دہم کے لیے مسیح ابن مریم کی خصلت اور رنگ میں مجدد بن کر آیا ہوں میں حضرت مسیح ابن مریم کو فوت شدہ اور داخل موتی یقین رکھتا ہوں اور جو آنے والے مسیح کے بارے میں پیش گوئی ہے وہ اپنے حق میں یقینی اور قطعی اعتقاد رکھتا ہوں۔ تا آنکہ میں اس وقت شہر دہلی میں وارد ہوں اور افواہ سنتا ہوں کہ اس شہر کے بعض علماء جیسے حضرت سید مولوی نذیر حسین صاحب اور جناب مولوی ابو محمد عبدالحق صاحب حقانی اس عاجز کی تکذیب اور تکفیر کے درپے ہیں اور الحاد اور ارتداد کی طرف منسوب کرتے ہیں اتماماً للحجۃ حضرات موصوفہ کی خدمت میں گزارش کرتا ہوں کہ حیاۃ مسیح ابن مریم کی نسبت مجھے انکار ہے۔ اگر یہ دونوں حضرات مجھے مخطی خیال کرتے ہیں یا ملحد تصور فرماتے ہیں تو ان پر فرض ہے کہ ماسوا خلائق کو فتنہ سے بچانے کے لیے اس مسئلہ میں میرے ساتھ بحث کر لیں۔ تین شرطیں ہوں گی۔

1۔ امن قائم رہنے کے لیے وہ خود سرکاری انتظام کروائیں یعنی ایک انگریز افسر مجلس بحث میں موجود ہو کیونکہ میں اپنی قوم کا مورد عتاب ہوں۔

2۔ بحث تحریری ہو، ہر ایک فریق مجلس بحث میں اپنے ہاتھ سے سوال لکھ کر اپنے دستخط کر کے پیش کرے۔

3۔ بحث حیاۃ و وفاۃ مسیح میں ہو۔ میں اس اشتہار کے بعد ایک ہفتہ تک جواب کا انتظار کروں گا۔

اگر دونوں حضرات شرائط مذکورہ بالا کو منظور کر کے مجھے طلب کریں تو جس جگہ چاہیں میں حاضر ہو جاؤں گا خاکسار غلام احمد قادیانی، حال وارد دہلی، بازار بلی ماراں، کوٹھی نواب لوہارو 2 اکتوبر 1891ء

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد 1 صفحہ 236)

حضرت میاں نذیر حسین محدث مرحوم نے 5 اکتوبر 1891ء کو مرزا غلام احمد صاحب کو ایک خط لکھ کر دعوت دی کہ وہ ان کے ہاں تشریف لے آئیں اور اپنے شکوک پیش کر کے اطمینان کر لیں۔ میاں صاحب جنہیں مرجع عوام وخواص کی حیثیت حاصل تھی ان سے ایسے ہی بزرگانہ جواب کی توقع تھی لیکن مرزا صاحب نے ان کے ہاں جانے سے انکار کر دیا اور کہلا بھیجا کہ جب تک یوروپین افسر موجود نہ ہوگا وہ بات نہیں کریں گے۔ اسی دوران دہلی سے مرزا صاحب کے اشتہار کے ردعمل کے طور پر بہت سے اشتہار بھی شائع ہوئے اور کئی علماء نے ان شرائط کو من وعن تسلیم کرتے ہوئے مختلف مقامات تجویز کرتے ہوئے مرزا صاحب کو بحث کی دعوت دی۔ ایک اندازے کے مطابق جوابی اشتہارات کی تعداد 14 تک پہنچتی ہے لیکن مرزا صاحب اپنی قیام گاہ کے دروازے سے جس پر پولیس کا پہرہ تھا باہر نہیں نکلے۔

اسی دوران پنجاب میں مولانا محمد حسین بٹالوی کو پتہ چلا کہ مرزا صاحب دہلی میں قدم افروز ہیں تو وہ بھی ان کا پیچھا کرتے ہوئے یہاں پہنچ گئے۔ مرزا صاحب کو معلوم ہوا تو انہوں پینترہ بدل لیا۔ انہوں نے اپنے پہلے اشتہار میں سید نذیر حسین صاحب اور ان کے ایک شاگرد مولانا عبدالحق کو مخاطب کیا تھا۔ مولانا عبدالحق مسلکاً حنفی تھے۔ ان کو چیلنج دے کر مرزا صاحب نے اب سوچا کہ انہوں نے خواہ مخواہ محاذ کو وسیع کر لیا ہے۔ بہتر ہے کہ احناف اور اہل حدیث کو نہ صرف الگ الگ رکھا جائے بلکہ انہیں باہم لڑایا جائے تو وہ اپنی لڑائی میں قادیانیت کا تعاقب چھوڑ دیں گے۔ یہ سوچ کر مولانا عبدالحق صاحب سے مصالحتی گفتگو فرمائی اور سید نذیر حسین کے خلاف 6 اکتوبر والا اشتہار شائع کروا دیا جو ہم نقل کر چکے ہیں۔

مرزا صاحب کے 6 اکتوبر والے اشہار کے جواب میں 7 اکتوبر کو حضرت میاں صاحب کے ایک شاگرد مولوی عبدالمجید صاحب نے اشتہار شائع فرمایا اور مرزا صاحب کے تمام عذرات اور حیلوں کا توڑ کرتے ہوئے انہوں نے تجویز پیش کی کہ مرزا صاحب اپنی قیام گاہ کی چھت پر بیٹھ جائیں۔ وہ ان کے بالمقابل دوسرے مکان کی چھت پر بیٹھ جائیں گے۔ درمیان میں بازار بلی ماراں حائل رہے گا اور چھتوں کے اوپر سے گفتگو ہوگی۔ اس طرح کسی کا اندیشہ نہیں رہے گا۔ مرزا صاحب نے یہ تجویز قبول نہیں فرمائی۔

(رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد 14 صفحہ 5)

7 اکتوبر ہی کو مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب نے بھی اشتہار شائع فرمایا اور لکھا کہ قادیانی صاحب آپ نے مجھے اور میاں صاحب سید نذیر حسین محدث کو مقابل اور مباحث بنانا چاہا ہے اور یہ حقیقت ظاہر ہے کہ مباحثہ میں ایک ہی شخص بول سکے گا۔ دونوں مل کر آپ سے ہم کلام نہ ہوں گے۔ لہذا یہ قرار پایا ہے کہ پہلے یہ خاکسار آپ سے گفتگو کرے۔ یہی امر بحکم عقل موزوں ومناسب ہے۔ شاگردوں کے ہوتے ہوئے ایک شیخ الکل اور امام وقت کو زیبا نہیں کہ آپ جیسوں کو اپنا مخاطب بنائے۔ میرے بعد آپ ان سے گفتگو کے مجاز ہوں گے۔ اگر آپ اپنی ہی شرطیں بلاکم وکاست منظور کرانا چاہتے ہیں تو ہم اس کے لیے بھی حاضر ہیں۔ لیجیے 11 اکتوبر 9 بجے دن چاندنی محل میں تشریف لے آیئے۔

یہ اشتہار چھپوا کر متعدد ذرائع سے مرزا غلام احمد قادیانی صاحب تک پہنچا دیئے گئے۔ اس کے بعد 9 اکتوبر 1891 کو مولانا عبدالحق صاحب تفسیر حقانی (جو خود بھی حضرت میاں صاحب کے شاگرد ہیں اگرچہ حنفی المسلک تھے) نے مطبع یوسفی دہلی سے اس مضمون کا ایک اشتہار شائع کرایا کہ جناب قادیانی صاحب نے اپنے 6 اکتوبر والے اشتہار میں میرے ساتھ مناظرہ نہ کرنے کا جو عذر پیش کیا ہے وہ سراسر دروغ آمیز ہے۔ میں واقعی حکام سے میل ملاقات نہیں رکھتا۔ لیکن بالائی انتظام کے لیے اوپر کے لوگ موجود ہیں۔ پس قادیانی صاحب 11 اکتوبر کو ٹاؤن ہال میں آئیں اور مجھ سے مناظرہ کرلیں ورنہ جھوٹے سمجھے جائیں گے۔

(رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد 14 صفحہ 4)

مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا عبدالحق کے اشتہارات میں مرزا صاحب کو ایک ہی دن دو مختلف مقامات پر مباحثے کی دعوت دی گئی تھی۔ جب دونوں بزرگوں کو اس بات کا علم ہوا تو انہوں نے ایک مشترکہ چھٹی مرزا صاحب کو ارسال فرمائی کہ وہ دو مختلف جگہوں پر جانے کی بجائے چاندنی محل تشریف لے آئیں وہاں مشترکہ مناظرہ ہوگا۔

مرزا غلام احمد صاحب چاندنی محل تشریف نہیں لائے اور مباحثہ وقوع پذیر نہ ہوسکا۔ بعد میں قادیانی

کیمپ کی جانب سے مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

میرے مقابلہ پر شیخ الکل نے کیا کیا۔ ہاں ایک یکطرفہ جلسہ مقرر کر کے یہ چال تو ضرور چلے کہ ایک طرف ناگہانی طور پر مجھے بلایا اور دوسری طرف دہلی سے سفہاء اور اوباشوں کو بے اصل بہانوں سے ورغلا کر اس دن میرے گھر کے گرداگرد جمع کر دیا اور صدہا بدسرشت لوگوں کے دلوں میں جوش ڈال دیا جس سے وہ دلیری میں کوہستانی غازیوں کی طرح مارنے کے لیے مستعد ہو گئے اور مجھے باہر قدم رکھنے کی بھی گنجائش باقی نہ رہنے دی اور پھر اس مجبوری کی وجہ سے جو میں اس پہلے جلسہ یکطرفہ میں حاضر نہ ہو سکا تو عام طور پر شائع کر دیا کہ ہم نے فتح پائی۔

(مجموعہ اشتہارات طبع 1986ء جلد اول صفحہ 259)

اور مرزا غلام احمد صاحب کے فرزند مرزا بشر احمد سیرۃ المھدی حصہ دوم صفحہ 87 پر رقم طراز ہیں۔

مولوی محمد حسین اور مولوی سید نذیر حسین صاحب نے خفیہ خفیہ مباحثہ کی تیاری کر لی اور پھر خود بخود مشہور کر دیا کہ فلاں وقت اور فلاں روز فلاں جگہ مباحثہ ہو گا اور عین وقت پر حضرت صاحب کے پاس آدمی بھیجا کہ مباحثہ کے لیے تشریف لے چلیے۔ حضرت صاحب نے جواب دیا کہ یہ کہاں کی دیانتداری ہے کہ خود بخود یکطرفہ طور پر بغیر فریق ثانی کی منظوری اور اطلاع کے اور بغیر شرائط کے تصفیہ پانے کے مباحثہ کا اعلان کر دیا گیا۔ جب تک میں اپنے مکان اور اہل عیال کی حفاظت کا انتظام نہ کر لوں میں نہیں جا سکتا۔ حضرت صاحب کا جواب سراسر معقول اور شریفانہ تھا۔ دہلی والوں نے ایک طوفان بے تمیزی برپا کرنا شروع کیا کہ مرزا مباحثہ سے بھاگ گیا۔

مرزا صاحب نے 17 اکتوبر کو ایک اشتہار شائع کیا اور میاں صاحب کی سخت دریدہ دہنی کی اور لکھا کہ آپ درس قرآن وحدیث میں ریش و برودت سفید کر بیٹھے ہیں مگر آپ کو کسی استاد نے حقیقت تک نہیں پہنچایا اور قال اللہ و قال الرسول کے مغز سے دور، مہجور اور بے نصیب محض ہیں۔ آپ کو شرم کرنی چاہیے کہ شیخ الکل

ہونے کا دعوی اور پھر اس فضیحت کی غلطی کہ مسیح کو قرآن اور احادیث صحیحہ کی رو سے زندہ سمجھ رہے ہیں۔ حیران ہوں کہ آپ کس بات کے شیخ الکل ہیں۔ اگر آپ بحث نہیں کرنا چاہتے تو ایک مجلس میں میرے تمام دلائل وفات مسیح سن کر تین مرتبہ قسم کھا کر کہہ دیجیے کہ یہ دلائل صحیح نہیں۔ اور اگر آپ تقوی کا طریق کار چھوڑ کر ایسی گستاخی کریں گے تو ایک سال تک اس گستاخی کا آپ پر ایسا کھلا کھلا اثر پڑے گا جو دوسروں کیلئے بطور نشانی ہو جائے گا۔ (ملخص از مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 249-241)

اس کے جواب میں 18 اکتوبر کو مسلمانان دہلی کی طرف سے ایک اشتہار شائع ہوا جس میں کہا گیا کہ اپنی بدزبانی کے باعث مرزا صاحب اب اس قابل نہیں رہے کہ ایک امام وقت انہیں اپنا مخاطب بنائے۔ چونکہ مرزا صاحب نے اپنے 6 اکتوبر والے اشتہار میں سید نذیر حسین صاحب اور مولانا محمد حسین بٹالوی صاحب کو مباحثے کا چیلنج دیا تھا اس لیے اب وہ مولانا بٹالوی ہی سے مناظرہ کریں۔ تاہم اگر وہ مباہلہ کرنا چاہتے ہیں تو مولوی عبدالحق صاحب غزنوی یا مولوی عبدالمجید سے کرلیں۔

(رئیس قادیان بحوالہ اشاعۃ السنۃ جلد 14 صفحہ 6)

اس اشتہار کے باوجود حضرت میاں صاحب نے فرمادیا کہ 20 اکتوبر کو جامع مسجد دہلی میں مجلس کے انعقاد کا انتظام کر کے مرزا صاحب کو بلالیں جہاں انہیں ان کے 17 اکتوبر والے اشتہار کے مطابق اپنے وفات مسیح کے دلائل پیش کرنے کا موقع مہیا کیا جائے گا۔ اس پروگرام کے تحت 20 اکتوبر کو جامع مسجد میں مجلس منعقد ہوئی۔ دونوں فریق وہاں پہنچ گئے۔ نماز عصر (جس میں مرزا صاحب نے شرکت نہیں فرمائی) کے بعد نواب سعید الدین احمد خان لوہارو، مولوی عبدالمجید، اور سید بشیر حسین انسپکٹر پولیس سید نذیر حسین محدث کے ایماء پر مرزا صاحب کے پاس گئے۔ انگریز سپرنٹنڈنٹ پولیس بھی ان کے ہمراہ تھا۔ ان لوگوں نے مرزا صاحب سے کہا کہ آپ لکھ دیجیے کہ اگر مولانا سید نذیر حسین صاحب میرے دلائل کو سن کر حلف اٹھا کر مسترد کردیں تو میں اسی مجمع میں توبہ کرلوں گا۔ مرزا صاحب نے کوئی جواب نہیں دیا۔

ان کے ایک ساتھی نے البتہ کہا کہ اگر مرزا صاحب کی بد دعا کا اثر ایک سال تک نہ ہوا تو وہ توبہ کرلیں گے۔ مولوی عبدالمجید صاحب نے پھر کہا کہ آپ نے 17 اکتوبر کے اشتہار میں لکھا ہے کہ مولوی نذیر حسین ایک مجلس میں میرے تمام دلائل سن کر قسم کھائیں۔ سو کیا آپ اپنے دلائل وفات مسیح پیش کر سکتے ہیں۔ اور پھر اگر مولانا نذیر حسین نے آپ کے دلائل کو صحیح تسلیم نہ کیا اور ان کے بطلان حلف اٹھالیا تو کیا آپ توبہ کرلیں گے؟ مرزا صاحب نے ان دونوں باتوں کا کوئی جواب نہ دیا اور فرمایا ہم صرف حیاۃ و وفاۃ مسیح پر گفتگو کرنا چاہتے ہیں۔ اس پر نواب سید سلطان مرزا اور مولوی عبدالمجید صاحب نے مولوی محمد حسین کو مرزا صاحب کے سامنے کردیا کہ سید نذیر حسین صاحب تو آپ کے اشتہار 17 اکتوبر کے جواب میں اس لیے آئے تھے کہ آپ کے دلائل سن کر ان کے باطل ہونے کا حلف اٹھائیں۔ چونکہ آپ اس کے لیے تیار نہیں ہیں اور مباحثہ چاہتے ہیں تو ان سے کر لیجیے۔ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی سے گفتگو کرنے سے انکار کردیا۔ اس پر سپرنٹنڈنٹ پولیس نے جلسہ برخواست کردیا اور فریقین اپنے گھروں کو لوٹ گئے۔

(منقول از رئیس قادیان جلد 1 صفحہ 197-194 ملخصاً)

اس طرح مرزا غلام احمد صاحب نہ تو مولانا محمد حسین بٹالوی سے مباحثہ کر سکے اور نہ ہی مولانا سید نذیر حسین کے روبرو وفاۃ مسیح کے وہ دلائل پیش کر سکے جس کا انہوں نے اپنے اشتہار میں وعدہ دیا تھا۔

بہت شور سنتے تھے پہلو میں دل کا
جو چیرا تو اک قطرہ خوں نہ نکلا

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۲۔۱۵)

مباحثہ دہلی

(۶)

عہد نبوت کے اخیر زمانے سے دنیائے اسلام میں ایسے فرقوں کا ظہور ہونے لگا جو اسلام کے نام پر مسلمانوں کے عقائد کو بگاڑنے اور اسلام کی بنیادوں کو کھوکھلا کرنے میں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے رہے۔ مثلاً شیعہ، باطنی، اسماعیلیہ جیسے گمراہ فرقوں کا وجود اسلامی خلافت کے زمانے سے چلا آرہا ہے اور گزشتہ صدی میں متحدہ ہندوستان کے غلام احمد قادیانی نے گمراہ فرقوں میں فرقہ قادیانیت کا اضافہ کر دیا۔ جس کی پروان برصغیر میں انگریزی حکومت کے زیر سایہ ہوتی رہی۔ مگر علماء حق نے اس قسم کے فرقوں کی اصلیت کو اس کی ابتداء ہی سے کمال بصیرت کا ثبوت دیتے ہوئے پہچانا اور اس کے روک تھام کی حتی المقدور کوشش کی۔ چنانچہ شمارہ نومبر دسمبر ۱۹۹۵ء سے ہم نے اس موضوع پر اپنے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کے علمی مقالے کی قسط وار اشاعت کا سلسلہ شروع کیا ہے جس میں موصوف نے قادیانیت کی تردید اور بیخ کنی کی غرض سے اٹھ کھڑے ہونے والے ان علماء حق کا تذکرہ تاریخ کی روشنی میں کیا جن کی اس میدان میں کی جانے والی اولین خدمات کو حالات اور رفتار زمانہ نے غبار آلود کر دیا تھا، ہمیں امید ہے کہ یہ قیمتی اور تاریخی دستاویز تمام علمی اور دینی حلقوں کے لیے باعث استفادہ ہوگی۔

(ادارہ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)۔

جامع مسجد دہلی میں منعقد ہونے والی اس مجلس کے بعد جس کا ذکر گزشتہ قسط کے اختتام پر ہوا مرزا صاحب مزید کچھ روز دہلی میں مقیم رہے اور اس دوران وہاں ان کا ایک تحریری مباحثہ ہوا جسے مباحثہ دہلی کے عنوان سے یاد کیا جاتا ہے۔ یہ مباحثہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلویؒ کے ایک نامور شاگرد حضرت مولانا محمد بشیر سہسوانیؒ جو ان دنوں بھوپال میں رہتے تھے ہوا تھا۔ ہوا یوں کہ دہلی کے ایک سوداگر حاجی

محمد احمد صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب کے 2 اور 6 اکتوبر والے اشتہارات مولانا محمد بشیر صاحب کو ارسال کر دیئے۔ مولانا بشیر نے حاجی محمد احمد صاحب کے توسط سے مرزا صاحب کے ساتھ مباحثہ کرنا منظور کر لیا اور درج ذیل شرائط طے ہوگئیں۔

حفظ امن کے لیے سرکاری انتظام ہوگا۔

مباحثہ تحریری ہوگا،

ہر فریق مجلس میں سوال لکھ کر اس پر دستخط کر کے پیش کرے، اسی طرح فریق ثانی جواب لکھ کر دے۔

پہلی بحث مسئلہ حیاۃ مسیح پر ہو۔

اگر حیاۃ ثابت ہو، تو اس سے قادیانی صاحب کا دعوی مسیح ثابت نہ ہوگا بلکہ مسیح کے نزول اور مرزا صاحب کے مسیح موعود ہونے پر بحث ہوگی،

طرفین سے جو شخص قبل از تصفیہ مباحثہ سے روگرداں ہوگا اسکی گریز سمجھی جائیگی

ان شرائط کے تصفیہ کے بعد جب مولانا محمد بشیر دہلی چلے آئے تو مرزا غلام احمد صاحب نے نئی شرائط پیش کر دیں کہ

مولوی محمد بشیر صاحب مدعی ہوں گے، حیاۃ مسیح کا بار ثبوت انہی پر ہوگا،

بحث مرزا غلام احمد کی قیام گاہ پر ہوگی۔ جلسہ عام منعقد نہیں ہوگا۔

مولوی محمد بشیر صاحب زیادہ سے زیادہ دس آدمی جو معزز خاص ہوں اپنے ساتھ لا سکتے ہیں لیکن مولوی محمد حسین بٹالوی اور مولوی عبد المجید ہرگز آنے کے مجاز نہ ہوں گے پرچوں کی تعداد پانچ سے زیادہ نہ ہوگی۔

مولانا محمد بشیر سہسوانی کے احباب کا مشورہ یہ تھا کہ ان نئی شرائط کو مسترد کر دیا جائے۔ مگر انہوں نے محض اس خیال سے کہ قادیانی صاحب کو مناظرے سے گریز کا کوئی حیلہ نہ مل سکے، سب شرائط کو تسلیم کر لیا اور 19 ربیع الاول کو بعد نماز جمعہ مناظرہ شروع ہوا۔ اور پانچ روز بعد اس وقت ختم ہوگیا جب مرزا صاحب نے اسے مزید

جاری رکھنے سے انکار کر دیا۔

(رئیس قادیان جلد اول طبع ملتان 1977 صفحہ 197-198)

مولانا محمد بشیر سہسوانی کے پہلے پرچے پر 19 ربیع الاول 1309 ھ دوسرے پر 25 اکتوبر 1891ء اور تیسرے پرچے پر 27 اکتوبر 1891ء کی تاریخ درج ہے۔ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنے پرچوں پر تاریخیں درج نہیں کیں۔ وہ اپنے تیسرے پرچے کے آخر میں لکھتے ہیں:

چونکہ مساوی طور پر ہم دونوں پرچے تحریر کر چکے ہیں۔ تین آپ کی طرف سے اور تین میری طرف سے، پھر یہ بھی یاد رہے کہ تین پرچوں پر طبعی طور پر فریقین کے بیانات ختم ہو گئے ہیں، اور اس مضمون کے شائع ہونے کے بعد جب پبلک کی طرف سے منصفانہ رائیں شائع ہوں گی اور ثالثوں کے ذریعے سے صحیح رائے جو حق کی موید ہو پیدا ہو جائے گی تو اس تصفیہ کے لیے آپ تحریری طور پر دوسرے امور میں بھی بحث کر سکتے ہیں۔ لیکن اس تحریری بحث کے لیے میرا اور آپ کا دہلی میں مقیم رہنا ضروری نہیں۔ جبکہ بحث تحریری ہو تو دور رہ کر بھی ہو سکتی ہے۔ میں مسافر ہوں اب مجھے زیادہ اقامت کی گنجائش نہیں۔ (روحانی خزائن جلد 4 الحق مباحثہ دہلی صفحہ 220)

اسی برتے پر مناظرہ کرنے چلے تھے کہ تین ہی پرچوں پر دلائل کا ذخیرہ ختم ہو گیا۔ پانچ پرچے بھی پورے نہ ہو سکے اور گھر کی یاد ستانے لگی۔ انہیں دہلی آنے کی کسی نے دعوت تو نہ دی تھی۔ وہ خود للکارتے ہوئے اس اکھاڑے میں اترے تھے۔ تحریری بحث اگر گھر میں بیٹھ کر کرنا تھی تو قادیان سے رخت سفر باندھ کر یہاں تشریف لانے کی ضرورت ہی کیا تھی؟

مرزا غلام احمد قادیانی مباحثہ سے فرار تو ہو گئے لیکن اب مسئلہ تھا کہ اپنے مریدوں کو کس طرح مطمئن رکھا جائے۔ اس زمانے میں آج کی طرح نہ ذرائع مواصلات تھے، نہ فون یا ریڈیو اور نہ ہی جدید قسم کے

اخبارات تھے کہ دہلی کے واقعات کی خبر فوری طور پر پورے ملک میں پہنچائی جا سکتی۔ اس خامی سے فائدہ اٹھاتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عادت تھی کہ وہ اپنے مریدوں کو اپنے خطوط اور اشتہارات ارسال کر کے تصویر کا وہ رخ دکھاتے رہتے تھے جو خود ان کے مفاد میں ہوتا تھا اور جہاں جہاں ان کے اشتہارات وغیرہ پہنچتے وہاں وہاں (اصلی حقائق نظروں سے اوجھل ہونے کے باعث) وہ عوام اور مریدوں کو گمراہ کرنے میں کامیاب ہو جاتے۔

یہی کچھ انہوں نے مباحثہ دہلی کے بعد بھی کیا اور لمبے لمبے اشتہار چھپوا کر اپنی فتح کے ڈنکے بجائے۔ مولانا سید نذیر حسین دہلوی، مولانا محمد حسین بٹالوی اور دیگر علماء اسلام کے خلاف بے ہودہ زبان استعمال کرتے ہوئے یہ ظاہر کیا کہ دہلی میں شکست انہیں نہیں بلکہ مسلمانوں کو ہوئی ہے۔ اس پروپیگنڈے کے باوجود جب صحیح خبریں عوام تک پہنچنا شروع ہوئیں تو مرزا صاحب کے کیمپ کے لیے حقائق کو چھپانا ممکن نہ رہا اور انہیں دبے لفظوں میں تسلیم کرنا پڑا کہ مرزا صاحب نے وقت سے پہلے مباحثہ ختم کر دیا تھا (گویا وہ فرار ہو گئے تھے) جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المھدی حصہ دوم صفحہ 90-91 میں لکھا ہے۔

جامع مسجد والے قصہ کے تین چار دن بعد حضرت مسیح موعود کے اپنے ہی مکان پر مولوی محمد بشیر صاحب بھوپال کے ساتھ تحریری مباحثہ ہوا جس میں باہم یہ فیصلہ کیا گیا تھا کہ فریقین کے پانچ پانچ پرچے ہوں گے۔ لیکن جب حضرت مسیح موعود نے دیکھا کہ مولوی صاحب کی طرف سے بار بار وہی دلیلیں دہرائی جا رہی ہیں تو آپ نے فریق مخالف کو یہ بات جتا کر کہ اب مناظرہ کو جاری رکھنا تضیع اوقات ہے، تین پرچوں پر ہی بحث کو ختم کر دیا اور فریق مخالف کے طعن و تمسخر کی کوئی پرواہ نہ کی۔

یہ بھی کیا خوب ہے کہ مناظرہ اس لیے ختم کر دیا کہ مخالف کے پاس دلائل ختم ہو گئے تھے۔ اگر ایسا تھا تو مناظرہ کو اختتام تک پہنچانا خود مرزا صاحب کے اپنے مفاد میں تھا کہ لوگوں پر ثابت ہو جاتا کہ کون مغلوب ہوا ہے۔ جب مخالف کے دلائل ختم ہو جائیں اور وہ بے بس ہو جائے تو مخالفوں پر حجت قائم کرنے کا وہی تو موقع

تھا، نہ کہ خود طعن و تمسخر کی پرواہ نہ کرتے ہوئے فرار ہو جائیں۔

اس مباحثہ میں مرزا صاحب کے حضرت میاں سید محمد نذیر حسین صاحب سے مقابلے سے فرار ہونے کی شہادت بھی ملتی ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد بشیر صاحب اپنے تیسرے پرچے میں مرزا صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

آپ نے حضرت شیخنا و شیخ الکل کی رائے کا ذکر بے موقع کر کے لوگوں کو پھر جتانا چاہا کہ حضرت شیخ الکل بھی اس بحث میں آپ کے مخاطب ہیں۔ حالانکہ شیخ الکل کی بحث سے فرار اختیار کر کے آپ نے مجھے مخاطب بحث بنایا تھا، لہذا شیخ الکل کا ذکر میرے خطاب میں محض اجنبی و نامناسب تھا۔

(روحانی خزائن جلد 4 مباحثہ دہلی صفحہ 205)

14 صفحات پر مشتمل اپنے تیسرے جوابی پرچے میں مرزا صاحب نے اس بارے میں کامل خاموشی اختیار کر کے بات کو تسلیم کر لیا کہ وہ حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین کے مقابلے سے فرار ہو گئے تھے۔ انہوں نے پورے پرچے میں کسی جگہ مولانا محمد بشیر کے اس بیان کی تردید نہیں کی اور نہ ہی کوئی اور بات اس مضمون کی تحریر کی کہ ہم نے تو فرار اختیار نہیں کیا۔ ہم تو ہر طرح تیار تھے شیخ الکل ہی سامنے نہیں آئے تھے۔

مرزا صاحب نے بعد میں اپنے شائع شدہ اشتہاروں میں بہت لاف زنی کی ہے۔ بیہودہ زبان استعمال کی ہے اور حضرت میاں نذیر حسین صاحب کی شان میں دریدہ ذہنی کی ہے لیکن اس موقع پر جب مولانا محمد بشیر سہسوانی نے واضح طور پر لکھا کہ وہ سید نذیر حسین صاحب دہلوی کے مقابلے سے فرار ہو گئے تھے تو مرزا صاحب جواب میں لب کشائی تک نہ کر سکے۔

مرزا صاحب مباحثہ دہلی کے بعد تقریباً 17 سال تک زندہ رہے۔ لیکن وہ زندگی بھر دہلی میں ہونے والی عبرت ناک شکست کو فراموش نہ کر سکے۔ اور پھر کبھی انہوں نے مناظرے، مباحثے یا مباہلے کے لیے دہلی جانے کا نام تک نہ لیا۔ بلکہ ایک مرتبہ انہوں نے ایک اشتہار میں واضح طور پر لکھا:

اب میں دہلی میں بحث کے لیے نہیں جانا چاہتا کہ دہلی والوں کے شوروغوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں۔ ولا یلدغ المومن من حجر واحد مرتین۔

(روحانی خزائن جلد 4 ماخوذ از اشتہار مندرجہ صفحہ 336-311)

اس دہلی والے مباحثے کو اس کے اثرات کے لحاظ سے دیکھا جائے تو ہمیں اس میں مرزا صاحب کی شکست کی ایک اور شہادت بھی ملتی ہے۔ قارئین پہلے پڑھ چکے ہیں کہ مرزا صاحب نے مولانا محمد بشیر سہسوانی سے مباحثہ ختم کرتے ہوئے لکھا تھا کہ دونوں فریقوں کے پرچے شائع ہونے پر پبلک خود ہی فیصلہ کر لے گی کہ کس کے دلائل درست ہیں اور پبلک کا فیصلہ یوں سامنے آیا کہ مرزا صاحب کے ایک خاص الخاص مرید مرزائیت سے تائب ہو کر دائرہ اسلام میں واپس آ گئے۔ اس مرید کا نام میر عباس علی لدھیانوی ہے۔ مرزا صاحب قادیانی کے سلسلہ بیعت میں داخل ہونے والوں میں ان کا نمبر حکیم نوردین بھیروی کے بعد آتا ہے یعنی یہ اولین مرزائیوں کی فہرست میں دوسرے نمبر ہیں۔ ان کی اہمیت کا اندازہ مرزا صاحب قادیانی کی اس تحریر سے ہوتا ہے:

حبی فی اللہ میر عباس علی لدھیانوی۔

یہ میرے وہ اول دوست ہیں جن کے دل میں خدا تعالیٰ نے سب سے پہلے میری محبت ڈالی۔ اور جو سب سے پہلے تکلیف سفر اٹھا کر ابرار اخیار کی سنت پر بقدم تجرید محض للہ قادیان میں میرے ملنے کے لیے آئے، وہ یہی بزرگ ہیں۔ میں اس بات کو کبھی نہیں بھول سکتا کہ بڑے سچے جوشوں کے ساتھ انہوں نے وفاداری دکھلائی اور میرے لیے ہر ایک قسم کی تکلیفیں اٹھائیں اور قوم کے منہ سے ہر ایک قسم کی باتیں سنیں۔ میر صاحب نہایت عمدہ خیالات کے آدمی اور اس عاجز سے روحانی تعلق رکھنے والے ہیں۔ اور ان کے مرتبہ اخلاص کے ثابت کرنے کے لیے یہ کافی ہے کہ ایک مرتبہ اس عاجز کو اس کے حق میں الہام ہوا تھا۔ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء۔

(روحانی خزائن ازالہ اوہام جلد 3 صفحہ 528-527)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

اس میں کچھ شک نہیں کہ میر صاحب موصوف عرصہ دس سال تک بڑے اخلاص اور محبت اور ثابت قدمی سے اس عاجز کے مخلصوں میں شامل رہے۔ اور خلوص کے جوش کی وجہ سے بیعت کرنے کے وقت نہ صرف آپ انہوں نے بیعت کی بلکہ اپنے دوسرے عزیزوں اور رفیقوں اور دوستوں اور متعلقوں کو بھی اس سلسلہ میں داخل کیا اور اس دس سال کے عرصہ میں جس قدر انہوں نے اخلاص اور ارادت سے بھرے ہوئے خط بھیجے ان کا اس وقت میں اندازہ بیان نہیں کر سکتا۔

(مجموعہ اشتہارات طبع 1986ء جلد اول صفحہ 294)

یہ میر صاحب جو کچھ دہلی میں مرزا صاحب نے کیا اور اس سے پہلے جو کچھ لدھیانہ میں ہوا، اسے دیکھ کر مرزائیت سے تائب ہو گئے۔ اس پر مرزا صاحب نے لکھا:

بٹالوی صاحب کی وسوسہ اندازی نے میر صاحب کی حالت کو لغزش میں ڈالا۔ میر صاحب ایک سادہ دل آدمی ہیں جن کو مسائل دقیقہ دین کی کچھ بھی خبر نہیں۔ حضرت بٹالوی وغیرہ نے مفسدانہ تحریکوں سے ان کو بھڑکا دیا۔ اور میر عباس صاحب نے 12 دسمبر 1891ء کو مخالفانہ طور پر ایک اشتہار بھی شائع کیا جو ترک ادب اور تحقیر کے الفاظ سے بھرا ہوا ہے۔ اور میر صاحب کے دل میں دہلی کے مباحثات کا حال خلاف واقعہ جم گیا ہے اور میر صاحب اپنی کسی پوشیدہ خامیوں اور نقص کی وجہ سے آزمائش میں پڑ گئے اور پھر اس ابتلاء کے اثر سے جوش ارادت کے عوض میں قبض پیدا ہوئی اور پھر قبض سے خشکی اور اجنبیت اور اجنبیت سے ترک ادب اور ترک ادب سے ختم علی القلب اور ختم علی القلب سے جہری عداوت اور ارادہ تحقیر و استخفاف و توہین پیدا ہو گیا۔ عبرت کی جگہ ہے کہ کہاں سے کہاں پہنچے۔ کیا کسی کے وہم و خیال میں تھا کہ میر علی عباس کا یہ حال ہو گا۔

(مجموعہ اشتہارات طبع 198 جلد 1 صفحہ 298-294)

ایک دوسری جگہ مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

اس مباحثہ کے وقت جو مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب سے لدھیانہ میں میری طرف سے ہوا تھا اور اس تقریب میں چند دن ان (میر عباس علی) کو مخالفوں کی صحبت میسر آ گئی تو نوشتہ تقدیر ظاہر ہو گیا اور وہ صریح طور پر بگڑ گئے اور پھر ایسے بگڑے کہ وہ یقین دل کا، اور وہ نورانیت منہ کی،، جو تھی وہ سب جاتی رہی اور ارتداد کی تاریکی ظاہر ہو گئی اور مرتد ہونے کے بعد (یعنی حلقہ بگوش اسلام ہونے کے بعد) ایک دن وہ لدھیانہ میں پیر افتخار احمد صاحب کے مکان پر مجھے ملے اور کہنے لگے کہ آپ کا اور ہمارا اس طرح پر مقابلہ ہوسکتا ہے کہ ایک حجرہ میں ہم دونوں بند کیے جائیں اور دس دن تک بند رہیں پھر جو جھوٹا ہوگا مر جائے گا۔ (روحانی خزائن۔حقیقۃ الوحی جلد 22 صفحہ 307)

یعنی وہ شخص جو مرزائیت میں حکیم نورالدین کے بعد سب سے اونچے مقام کا حامل تھا، جس کے دل میں سب سے پہلے مرزا غلام احمد صاحب کی محبت پیدا ہوئی، جو دس سال تک ان کے نہایت مخلص مرید رہے ،اور جن کے حق میں مرزا صاحب کو الہام بھی ہوا، وہ شخص لدھیانہ اور دہلی کے مباحثوں میں مرزا صاحب کا حال دیکھ کر مرزائیت سے تائب ہو کر واپس اسلام کی آغوش میں چلا آیا اور تحریک ختم نبوت کا ایک سپاہی بن گیا۔ ہمارے نزدیک یہ واقعہ لدھیانہ اور دہلی میں مرزا غلام احمد صاحب کی شکست کا منہ بولتا ہوا ثبوت ہے۔مشک آنست کہ خود ببوئد نہ کہ عطار بگوئد

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔مئی ۱۹۹۶ء ص ۲۰۔۲۲)

لکھوی خاندان کی رفیع الشان خدمات

(۷)

اگر چہ مرزا غلام احمد صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں کہ انہیں لفظ مولوی سے سخت نفرت ہے اور وہ نہیں چاہتے کہ یہ لفظ ان کے لیے استعمال کیا جائے تاہم معلوم ہوتا ہے کہ روایتی ملاؤں کی تمام خصوصیات ان میں بدرجہ اتم موجود تھیں۔ خصوصاً وہ: ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود گرچہ دروغ گوید۔ کی مجسم تصویر تھے۔ وہ ہر طرف محاذ کھولے رکھتے تھے۔ کسی ایک میدان میں شکست کو دل سے نہیں لگاتے تھے بلکہ دوسری طرف متوجہ ہو جاتے تھے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی، سید نذیر حسین دہلوی وغیرھما کے مدمقابل مباحثات میں ان کی جو گت بن رہی تھی انہیں اس کی قطعاً پرواہ نہ تھی۔ ہمت آزمائی کے اور میدان بھی موجود تھے۔ ایسا ہی ایک میدان روحانی کرامات، معجزات اور آسمانی نشانات کا تھا۔ انہوں نے ازالہ اوہام میں مخالفین کو مخاطب فرماتے ہوئے کہا تھا کہ

> آپ لوگ اہل حق ہونے کا دعوی کرتے ہیں آپ اللہ کی طرف توجہ کریں کہ اگر آپ سچے ہیں تو آپ کو سچائی کا نشان یا کوئی اعلی درجہ کی پیش گوئی جو راست بازوں کو ملتی ہے۔ آپ کو دی جائے۔ ایسا ہی دوسری طرف میں بھی توجہ کروں گا اور مجھے خدا کی طرف سے یقین دلایا گیا ہے کہ اگر آپ نے اس طور پر میرا مقابلہ کیا تو میری فتح ہوگی۔

مباحثہ دہلی میں شکست کے بعد جب مرزا غلام احمد صاحب کو اپنی زبان پر کنٹرول بالکل ختم ہو گیا تو انہوں نے مخالفین کو نہ صرف خوب جلی کٹی سنائیں بلکہ مذکورہ بالا چیلنج کو دہراتے ہوئے اپنے رسالہ آسمانی فیصلہ میں جو بقول مولوی جلال الدین شمس دسمبر 1891ء کی تصنیف ہے لکھا:

میاں نذیر حسین صاحب دہلوی اگر چہ آپ بھی کفر کے فتوؤں سے بچے ہوئے نہیں ہیں اور خیر سے ہندوستان میں اول الکافرین وہی ٹھہرائے گئے ہیں۔ تاہم ان کو دوسرے مسلمانوں کے کافر بنانے کا اس قدر جوش ہے کہ جیسے راست باز لوگوں کو مسلمان بنانے کا شوق ہوتا ہے۔ ان کے شاگرد میاں محمد حسین بٹالوی انہی کے نقش قدم پر چلے ہیں (ان دونوں نے) صبر نہ کیا جب تک کہ اس عاجز کو کافر قرار نہ دے دیا۔ میاں نذیر حسین صاحب کی حالت نہایت قابل افسوس ہے کہ اس پیرانہ سالی کہ گور میں پیر لٹکا رہے ہیں، اپنی عاقبت کو کچھ پرواہ نہ کی اور اس عاجز کو کافر ٹھہرانے کے لیے دیانت اور تقوی کو بالکل ہاتھ سے چھوڑ دیا۔ اس عاجز کا نام کافر بیدین اور دجال رکھا۔ سو میاں صاحب کی اس پھونک سے عوام الناس میں ایک سخت آندھی پیدا ہوگئی اور ہندوستان اور پنجاب کے لوگ ایک سخت فتنہ میں پڑ گئے۔ خاص کر دہلی والے تو میاں صاحب کی اس اخگر اندازی سے آگ ببولا بن گئے۔ شائد دہلی میں 60 یا 70 ہزار کے قریب مسلمان ہو گا لیکن ان میں سے واللہ اعلم شاذ و نادر کوئی ایسا فرد ہو گا جو اس عاجز کی نسبت گالیوں اور لعنتوں اور ٹھٹھوں کے کرنے یا سننے میں شریک نہ ہوا ہو۔ یہ تمام ذخیرہ میاں صاحب ہی کے اعمالنامہ سے متعلق ہے۔ اگر میاں (نذیر حسین) صاحب لاہور میں آ کر بحث منظور کریں تو میں ان کی خاص ذات کا کرایہ آنے جانے کا خود دوں گا۔ اب میں دہلی میں بحث کے لیے نہیں جانا چاہتا کیونکہ دہلی والوں کے شور و غوغا کو دیکھ چکا ہوں اور ان کی مفسدانہ اور اوباشانہ باتیں سن چکا ہوں

ولا یلدغ المؤمن من حجر واحد مرتین۔

میاں صاحب کے ناحق کے ظلموں سے جو انہوں نے اس عاجز کی نسبت روا رکھے ایک یہ بھی ہے کہ بٹالوی کو انہوں نے بکلی کھلا چھوڑ دیا اور اس بات پر راضی ہو گئے کہ وہ ہر ایک طرح کی گالیوں اور لعن طعن سے اس عاجز کی آبرو پر دانت تیز کرے۔ سو وہ میاں صاحب کی منشا پا کر حد سے گزر گیا۔ ایسی گندی گالیوں پہ آ گیا کہ چوڑھوں چماروں کے بھی کان کاٹے۔ دہلی کی جامع مسجد میں اس عاجز کو فحش گالیاں دیں۔ بطور ... اسٹیشن پر ایک جماعت کے روبرو اس عاجز کی نسبت کہا کہ "وہ کتے کی

موت مرے گا۔ 11 اکتوبر 1891ء کے کارڈ میں جو اس نے منشی فتح محمد اہلکار ریاست جموں کے نام لکھا، بجز گالیوں کے اور کچھ تحریر نہیں۔ لکھا کہ یہ شخص درحقیقت کافر ہے، دجال ہے، ملحد ہے، کذاب ہے، جس قدر میں نے بٹالوی کی سخت زبان لکھی ہے وہ صرف بطور نمونہ کے بیان کی گئی ہے ورنہ اس شخص کی بدزبانی کی کچھ انتہا نہیں اور درحقیقت یہ ساری بدزبانی میاں نذیر حسین صاحب کی ہے کیونکہ استاد کے خلاف منشاء شاگرد کو کبھی جرات نہیں ہوتی۔ میاں صاحب کے مکان میں بیٹھ کر ایک اور اشتہار تکبر کا بھرا ہوا بٹالوی نے لکھا جس میں اس عاجز کی نسبت یہ فقرہ مندرج تھا کہ یہ میرا شکار ہے کہ بدقسمتی سے پھر دہلی میں میرے قبضہ میں آ گیا اور میں خوش قسمت ہوں کہ بھاگا ہوا شکار مجھے مل گیا۔

(اس کے بعد آسمانی فیصلہ کے لیے مرزا صاحب چیلنج کرتے ہیں)

جو صاحب میرے سامنے آنا چاہیں ان میں سب سے اول نمبر میاں نذیر حسین دہلوی کا ہے جنہوں نے 50 سال سے زیادہ قرآن اور حدیث پڑھا کر پھر اپنے علم اور عمل کا یہ نمونہ دکھایا کہ بلا تفتیش و تحقیق اس عاجز کے کفر پر فتوی لکھ دیا اور ہزارہا وحشی طبع لوگوں کو بدظن کر کے ان سے گندی گالیاں دلائیں اور بٹالوی کو ایک مجنون درندہ کی طرح تکفیر اور لعنت کی جھاگ منہ سے نکالنے کے لیے چھوڑ دیا اور آپ مومن کامل اور شیخ الکل اور شیخ العرب والعجم بن بیٹھے۔

لہذا مقابلے کے لیے سب سے اول انہی کو دعوت ہے۔ ہاں ان کو اختیار ہے کہ وہ اپنے ساتھ بٹالوی کو بھی کہ اب تو خواب بینی کا بھی دعوی رکھتا ہے بلا لیں۔ بلکہ ان کو میری طرف سے اختیار ہے کہ وہ مولوی عبدالجبار صاحب خلف عبد صالح مولوی عبداللہ صاحب مرحوم اور نیز مولوی عبدالرحمٰن لکھو کے والے کو جو میری نسبت ابدی گمراہ ہونے کا الہام مشتہر کر چکے ہیں اور کفر کا فتوی دے چکے ہیں اور نیز مولوی محمد بشیر بھوپالی کو جو ان کے متبعین میں سے ہیں، اس مقابلہ میں اپنے ساتھ ملا لیں۔

(روحانی خزائن جلد 4 صفحہ 311-336)

قارئین مرزا صاحب کو مامور من اللہ ہونے کا دعوی تھا، ان کے مخالفوں کو ایسا کوئی دعوی نہ تھا، اس لیے اس طرح کا چیلنج قطعاً غیر مناسب تھا، تاہم اسے بھی قبول کیا گیا اور مرزا صاحب اس میدان سے بھی فرار ہوئے۔ یہ روداد بھی دلچسپ ہے۔ تاہم چونکہ یہ 1892ء کے واقعات سے متعلق ہے اور ہم تا حال 1891ء کی سرگزشت بیان کر رہے ہیں اس لیے اس روئیداد کو کسی آئندہ موقع کے لیے چھوڑ کر آج کی نشست کا کچھ وقت حضرت مولانا عبدالرحمٰن لکھوی کے ذکر خیر کے لیے وقف کرنا چاہتے ہیں اس لیے کہ تحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات انتہائی رفیع الشان ہیں۔

آپ کا پورا نام محی الدین عبدالرحمٰن ہے۔ حافظ محمد لکھوی کے فرزند ارجمند، مولانا عبداللہ غزنوی سے فیض یافتہ اور عارف باللہ سمجھے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی توفیق سے مرزا صاحب کے دعاوی کے آغاز میں ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو گئے اور بقول مولوی نور دین تین افراد شامل ہیں، جن کو پنجاب میں مرزا جی کی مخالفت میں بڑا جوش ہے۔

(دیکھیے روحانی خزائن جلد 3۔ ازالہ اوہام حصہ دوم صفحہ 630)

خود مرزا غلام احمد صاحب نے آپ کا ذکر اپنے اس خط میں کیا ہے جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو مارچ 1891ء میں لکھا تھا جس میں کہا گیا کہ مجمع بحث میں وہ الہامی گروہ بھی ضرور شامل ہونا چاہیے جنہوں نے اپنے الہامات کے ذریعے اس عاجز کو جہنمی ٹھہرایا ہے۔ الہام کی رو سے کافر و ملحد ٹھہرانے والے مولوی عبدالرحمٰن لکھوی ہیں۔

اس خط سے معلوم ہوتا ہے کہ تحریک ختم نبوت کے آغاز ہی میں مولانا لکھوی نے مرزا صاحب کے عقائد کا جائزہ لے کر ان کے گمراہ ہونے کا اعلان کر دیا تھا۔ مرزا صاحب کو اس پر سخت غصہ آیا اور انہوں نے ازالہ اوہام میں آپ کو خوب سخت سست کہا اور آپ کے اعلان کو شیطانی اثرات کا حامل قرار دیا۔ انہوں نے کہا:

جب خدا تعالی نے اس عاجز کو عیسی یا مثیل عیسی کر کے پکارا تو سب کے شدتِ طیش اور غضب کی وجہ سے چہرے سرخ ہو گئے اور سخت درجہ کا اشتعال پیدا ہو کر کسی نے اس عاجز کو کافر ٹھہرا دیا اور کسی نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا۔ جیسا کہ مولوی عبدالرحمٰن صاحب خلف مولوی محمد لکھو کے والا نے اس عاجز کا نام ملحد رکھا۔ اور جا بجا یہ بھی ذکر کیا کہ یہ شخص بہت خراب آدمی ہے۔ چنانچہ ایک شخص عبدالقادر نام شرقپور ضلع لاہور کے رہنے والے کے پاس بھی یہی ذکر کیا کہ یہ شخص ملحد اور بد مذہب اور خراب اور ملاقات کے لائق نہیں۔ علاوہ اس کے ان لوگوں نے اشتعال کی حالت میں اس پر بس نہیں کی بلکہ یہ بھی چاہا کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی اس بارہ میں کوئی شہادت ملے تو بہت خوب ہو۔ چنانچہ انہوں نے غصہ بھرے دل کے ساتھ استخارے کیے اور چونکہ قدیم سے قانون قدرت خدا تعالیٰ کا یہی ہے کہ جو شخص نفسانی تمنا کسی امر غیب کا منکشف ہونا چاہتا ہے تو شیطان اس کی تمنا میں ضرور دخل دیتا ہے۔ بجز انبیاء اور محدثین کے کہ ان کی وحی شیطان کے دخل سے منزہ کی جاتی ہے۔ پس اسی وجہ سے حضرت عبدالرحمٰن صاحب اور ان کے رفیق نیت میاں عبدالحق غزنوی کے استخارہ پر وہ بئس القرین ترت حاضر ہو گیا اور ان کی زبان پر جاری کرا دیا کہ وہ شخص یعنی یہ عاجز جہنمی ہے اور ملحد ہے اور ایسا کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا۔

(روحانی خزائن جلد 3 ۔ ازالہ اوہام حصہ اول صفحہ 228)

اسی کتاب میں ایک دوسرے مقام پر مرزا غلام احمد صاحب نے لکھا:

میاں عبدالحق صاحب غزنوی اور مولوی محی الدین لکھو والے اس عاجز کے حق میں لکھتے ہیں کہ ہمیں الہام ہوا ہے کہ یہ شخص جہنمی ہے۔ چنانچہ عبدالحق صاحب کے الہام میں تو صریح

سیصلی نارا ذات لهب

موجود ہے اور محی الدین صاحب کو یہ الہام ہوا ہے کہ یہ شخص ایسا ملحد اور کافر ہے کہ ہرگز ہدایت پذیر نہیں ہوگا اور ظاہر ہے کہ جس کافر کا مآل کار کفر ہی ہو وہ بھی جہنمی ہی ہوتا ہے غرض ان دونوں

صاحبوں نے کہ خدا انہیں بہشت نصیب کرے اس عاجز کی نسبت جہنم اور کفر کا فتوی دیدیا اور بڑے زور سے اپنے الہامات کو شائع کر دیا۔ ہم اس جگہ ان صاحبوں کے الہامات کی نسبت کچھ لکھنا ضروری نہیں سمجھتے، صرف اس قدر تحریر کرنا کافی ہے کہ الہام رحمانی بھی ہوتا ہے اور شیطانی بھی۔

(روحانی خزائن جلد 3 ۔ازالہ اوہام حصہ دوم۔صفحہ 438-439)

مرزا غلام احمد صاحب کے تڑپنے اور غصے میں پیچ و تاب کھانے سے بخوبی واضح ہو جاتا ہے کہ ان پر کس قدر کاری وار ہوا تھا۔ مولانا لکھوی عارف باللہ تھے۔ مسنون استخاروں کے ذریعے وہ اللہ سے رہنمائی حاصل کرتے تھے اور خدا کی جانب سے ملنے والی رہنمائی کو عوام اہل اسلام تک بھی پہنچا رہے تھے۔ جیسا کہ عوام اہل اسلام کے نام ان کے اس خط سے واضح ہوتا ہے جو مرزائی لٹریچر میں بایں الفاظ محفوظ ہے:

بسم الله الرحمن الرحیم۔ حامدا و مصلیا۔

اما بعد از عبدالرحمٰن محی الدین بجمیع اہل اسلام عرض یہ ہے کہ اس عاجز نے دعا کی یا خبیر اخبرنی. مرزا کا کیا حال ہے۔

خواب میں یہ الہام ہوا ان فرعون و هامان و جنودهما کانوا خاطئین وان شانئك هو الابتر.

مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ

یہ الہام محتمل المعانی ہیں اور اس میں میرا نام نہیں اور بڑے زور سے دعوی کیا: میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا۔

اور ہر دو الہام مذکورہ ماہ صفر کو ہوئے تھے۔ جب مرزا کا جواب آ گیا بعد ازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا:

مرزا صاحب فرعون۔

الحمد لله علی ذالک۔ اب مرزا کا دعوی بھی غلط ہو گیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے۔ اور

جس وقت مجھ کو پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ

فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نور دین۔

مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے اطلاع دینی ضروری تھی۔

العبد عبدالرحمٰن محی الدین لکھو کے بقلمہ بتاریخ 21 ماہ ربیع الاول 1312ھ۔

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 368-367)

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی نہ صرف خود تحریک ختم نبوت میں تا عمر سرگرم رہے بلکہ ان کے خصائل حمیدہ میں یہ بات بھی شامل ہے کہ وہ دوسرے کارکنوں کی حوصلہ افزائی بھی کرتے رہے۔ جیسا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی لکھتے ہیں کہ آپ نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی۔ اس کے جواب میں مجھے یہ الہام ہوا ہے

لکل فرعون موسی

یعنی ہر فرعونے را موسی۔ لہذا آپ اس مقابلہ کے لیے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔

(روحانی خزائن جلد 3 بحوالہ اشاعۃ السنہ جلد 13 صفحہ 25)

عوام اہل اسلام کے نام مولانا عبدالرحمٰن محی الدین لکھوی کے مکتوب گرامی اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے نام جاری کردہ درج بالا فرمان کو ملا کر پڑھا جائے تو معلوم ہوتا کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون اور اس کی بیخ کنی میں کوشاں مولانا محمد حسین بٹالوی کو موسی سے تشبیہ دی ہے۔

موسی و فرعون کے موضوع پر مرزا صاحب نے بھی قلم اٹھایا ہے اور بڑی دلچسپ بحث کی ہے جس پر تبصرہ ہم مناسب موقع پر کریں گے۔ ان شاء اللہ۔ آج کی نشست کا باقی حصہ ہم مرزا صاحب کے فقہی مسلک کی تحقیق کی نذر کرتے ہیں تا کہ آگے بڑھنے سے قبل قارئین کو معلوم ہو جائے کہ اپنے دعاوی سے قبل اور بعد

میں مرزا غلام احمد صاحب کسی فقہی مسلک پر عمل پیرا رہے۔

مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں

مجھے یہ کبھی خواہش نہیں ہوئی کہ مجھے وہابی کہا جائے اور میرا نام کسی کتاب میں وہابی نہ نکلے گا۔ میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں، ہمیشہ لفاظی کی بو آتی رہی ہے۔ یہی معلوم ہوا کہ ان میں نرا چھلکا ہے، مغز بالکل نہیں ہے۔

(ملفوظات مرزا غلام احمد طبع ربوہ 1984 جلد 4 صفحہ 203)

ایک اور موقع پر انہوں نے فرمایا

ہمارا مذہب وہابیوں کے برخلاف ہے۔ ہمارے نزدیک تقلید کو چھوڑنا ایک قباحت ہے کیونکہ ہر ایک شخص مجتہد نہیں ہے۔ ہمارے ہاں جو آتا ہے اسے پہلے ایک حنفیت کا رنگ چڑھانا پڑتا ہے۔

(ملفوظات مرزا غلام احمد طبع ربوہ 1984 جلد 2 صفحہ 333)

اپنے فقہی مسلک کا ایک مرتبہ انہوں نے یوں اظہار فرمایا:

کوئی مسئلہ ان دونوں (قرآن وحدیث) میں نہ ملے تو میرا مذہب یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جائے۔ (ملفوظات مرزا غلام احمد طبع ربوہ 1984 جلد 9 صفحہ 170)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے صاجزادے مرزا بشیر احمد صاحب اپنے باپ کے حنفی ہونے پر یوں شہادت دیتے ہیں:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ احمدیت کے چرچے سے قبل ہندوستان میں اہل حدیث کا بڑا چرچا تھا اور حنفیوں اور اہل حدیث جن کو عموماً لوگ وہابی کہتے ہیں کے درمیان بڑی مخالفت تھی اور آپس میں مناظرے اور مباحثے ہوتے رہتے تھے اور یہ دونوں گروہ ایک دوسرے کے گویا جانی دشمن ہو رہے تھے۔ اور ایک دوسرے کے خلاف فتوی بازی کا بازار گرم تھا۔ حضرت مسیح موعود گو دراصل دعوی سے

قبل بھی کسی گروہ سے تعلق نہیں رکھتے تھے جس سے تعصب یا جتھ بندی کا رنگ ظاہر ہو لیکن اصولاً آپ ہمیشہ اپنے کو حنفی ظاہر فرماتے تھے۔ آپ نے اپنے لیے کسی زمانہ میں بھی اہل حدیث کا نام پسند نہیں فرمایا۔

(مرزا بشیر احمد سیرۃ المہدی، حصہ دوم صفحہ 48-49)

اسی سیرۃ المہدی میں مرزا بشیر احمد صاحب مرزا غلام احمد صاحب کے ایک مرید میاں عبداللہ کا بیان نقل کرتے ہیں جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ حنفی ہی نہیں بلکہ حنفی گر تھے۔ لکھا ہے:

بیان کیا مجھ (بشیر احمد) سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ اوائل میں سخت غیر مقلد تھا اور رفع یدین اور آمین بالجہر کا بہت پابند تھا اور حضرت صاحب کی ملاقات کے بعد بھی میں نے یہ طریق مدت تک جاری رکھا۔ عرصہ کے بعد ایک دفعہ جب میں نے آپ کے پیچھے نماز پڑھی تو نماز کے بعد آپ نے مجھ سے مسکرا کر فرمایا کہ میاں عبداللہ اب تو اس سنت پر بہت عمل ہو چکا ہے اور اشارہ رفع یدین کی طرف تھا۔ میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ اس دن سے میں نے رفع یدین کرنا ترک کر دیا بلکہ آمین بالجہر کہنا بھی چھوڑ دیا اور میاں عبداللہ کہتے ہیں کہ میں نے حضرت صاحب کو کبھی رفع یدین کرتے یا آمین بالجہر کہتے نہیں سنا۔ (سیرۃ المہدی 162/1)

مولوی محمد علی ایم اے، مرزا غلام احمد قادیانی کے بہت قریبی ساتھیوں میں سے تھے۔ انہوں نے بھی اپنی کتاب تحریک احمدیت میں مرزا صاحب کے حنفی ہونے کی شہادت دی ہے وہ لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جو اہل حدیث کے لیڈر تھے آپ کی کتاب براہین احمدیہ پر (ریویو) کیا۔ یہ ریویو اس لحاظ سے اور بھی حیرت انگیز ہے کہ حضرت مرزا صاحب ابتدا سے آخر زندگی تک علی الاعلان حنفی مذہب رہے۔

(تحریک احمدیت از مولوی محمد علی ایم اے لاہور 1931 حصہ اول صفحہ 7)

تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں پیر مہر علی شاہ صاحب کی کتاب سیف چشتیائی ایک نمایاں مقام کی حامل ہے۔ ہم بھی مناسب موقع پر اس کتاب کا ذرا تفصیل سے ذکر کریں گے۔ آج کی نشست میں ہم اس کتاب کے طبع چہارم کے پیش لفظ میں سے ایک عبارت نقل کرنا چاہتے ہیں جو اس بات کی شہادت ہے کہ مرزا صاحب حنفی المسلک تھے۔ یہ پیش لفظ لکھنے والے محمد حیات خان صاحب کہتے ہیں:

جہاں تک معلوم ہو سکا ہے ان (مرزا غلام احمد) کے آباء واجداد حنفی المسلک مسلمان تھے۔ اور خود مرزا صاحب بھی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بقدم چلتے رہے۔

(سیف چشتیائی۔ از پیر مہر علی شاہ گولڑوی، پیش لفظ از محمد حیات خاں، طبع چہارم 1981 گولڑہ صفحہ۔ت)

مرزا صاحب کے اپنے ملفوظات، ان کے بیٹے کی شہادت، اور ان کے دو نہایت قریبی مریدوں کی گواہی کے علاوہ دربار گولڑہ شریف کی مہر تصدیق کے باعث اب اس بات پر تو کسی قسم کے شک وشبہ کی گنجائش نہیں رہ جاتی کہ مرزا صاحب دعاوی سے قبل بھی حنفی تھے اور دعاوی کے بعد بھی حنفی المسلک ہی رہے۔ تاہم ایک اور بات کا تذکرہ شائد دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا صاحب اپنے حنفی مسلک کی طرف سے مناظر کے طور پر بھی کام کرتے رہے۔ ان کا ایک مناظرہ 1868 یا 1869 ء میں (جب کہ انہوں نے ابھی دعوی مسیحیت نہیں کیا تھا) مولانا محمد حسین بٹالوی سے بٹالہ میں ان مسائل پر ہوا جو اہل حدیث اور احناف میں مابہ النزاع ہیں۔ مرزا قادیانی خود لکھتے ہیں:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی جو کسی زمانہ میں اس عاجز کے ہم مکتب تھے جب نئے نئے مولوی ہو کر بٹالہ آئے تو بٹالیوں کو ان کے خیالات گراں گزرے تو تب ایک شخص نے مولوی صاحب ممدوح سے کسی اختلافی مسئلہ میں بحث کرنیکے لیے اس ناچیز کو بہت مجبور کیا۔ چنانچہ اس کے کہنے کہانے سے یہ عاجز شام کے وقت اس شخص کے ہمراہ مولوی صاحب ممدوح کے مکان پر گیا اور مولوی صاحب کو مع ان کے والد صاحب کے مسجد میں پایا پھر خلاصہ یہ کہ اس احقر نے مولوی

صاحب موصوف کی اس وقت کی تقریر سن کر معلوم کرلیا کہ ان کی تقریر میں کوئی ایسی زیادتی نہیں کہ قابل اعتراض ہو۔اس لیے خاص اللہ کے لیے بحث کو ترک کیا گیا۔

(تذکرہ صفحہ 9-10 بحوالہ براہین احمدیہ حصہ چہارم صفحہ 521-520)

اسی واقعہ کو مرزا صاحب کے فرزند مرزا بشیر احمد صاحب نے یوں بیان کیا ہے:

ایک دفعہ قبل دعوی مسیحیت لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی اور وہابی مسائل کی بحث کیلیے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس بحث کے سننے کے لیے جمع ہو گیا اور مولوی محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کردی اور وہ حضرت صاحب کا جواب سننے کے لیے ہمہ تن انتظار ہو گئے۔مگر حضرت صاحب نے سامنے سے صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی بات نظر نہیں آئی جو قابل اعتراض ہو۔اس لیے میں اس کے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق کرنا ہے۔

آپ کے اس جواب نے جو مایوسی اور استہزاء کی لہر لوگوں کے اندر پیدا کی ہوگی وہ ظاہر ہے،مگر آپ نے حق کے مقابلہ میں اپنی ذاتی شہرت و نام و نمود کی پرواہ نہیں کی اور ڈر گئے، بھاگ گئے، ذلیل ہو گئے، کے طعنے سنتے ہوئے وہاں سے اٹھ آئے۔

(مرزا بشیر احمد، سیرۃ المہدی، حصہ دوم طبع قادیان 1935 صفحہ 91)

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب تاعمر (اپنے دعاوی سے قبل اور بعد میں) حنفی مسلک پر کاربند رہے اور وہ نہ صرف خود حنفی تھے بلکہ حنفی گر اور حنفی مناظر بھی تھے۔اور شائد یہی وجہ ہے کہ جب اہل حدیث علماء ان کے خلاف جدوجہد میں مصروف تھے احناف کے بعض نامی گرامی علماء ان کے لیے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے جس کا ہم آئندہ ذکر کریں گے۔ان شاء اللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جون ۱۹۹۶ء ص ۱۷۔۲۰)

تحریک کے حقیقی بانی وقائدین کون ہیں؟

(۸)

ماہنامہ الرشید دیوبند نمبر کے پیش لفظ نگار ڈاکٹر خالد محمود آف مانچسٹر لکھتے ہیں:

علمائے حق نے مسلمانوں کو اس (قادیانی) فتنے سے خبردار کیا۔ سرخیل اکابر دیوبند حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکی نے اپنے خلفاء حضرت مولانا محمد اشرف علی تھانوی اور حضرت پیر مہری علی شاہ گولڑوی کو اس طرف متوجہ فرمایا۔ پیر صاحب حجاز ہجرت کے ارادے سے آئے تھے۔ حضرت حاجی صاحب کی نظر بھانپ رہی تھی کہ حضرت گولڑوی کو مرزا غلام احمد کے مقابلہ میں کام کرنا ہے۔ آپ نے پیر صاحب کو واپس ہندوستان جانے کا امر فرمایا۔ شیخ الہند کے شاگرد امام العصر حضرت علامہ انور شاہ کشمیری، شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی، مناظر اسلام مولانا مرتضی حسن چاند پوری اور مولانا محمد عالم عاصی امرتسری اور مناظر اسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری میدان میں نکلے اور ناقابل فراموش خدمات انجام دیں۔ شاہ صاحب مرحوم نے اس سلسلے میں عربی اور فارسی میں کتابیں لکھ کر دوسرے ممالک کو بھی اس فتنے سے خبر کیا۔ اور پھر شاہ صاحب کے شاگرد حضرت مولانا سید بدر عالم میرٹھی، مولانا مفتی محمد شفیع، مولانا مناظر احسن گیلانی، مولانا ادریس کاندھلوی، مولانا قاری طیب صاحب اور مولانا محمد یوسف بنوری نے پوری قوت سے فتنہ انکار ختم نبوت کا مقابلہ کیا۔ اور عقائد اسلام کے تحفظ کے لئے مسلمانان ہند اور دیگر مسلم ممالک کو وہ علمی اور تحقیقی مواد مہیا کیا کہ منکرین ختم نبوت دم بخود رہ گئے۔ مولانا مناظر احسن گیلانی کے شاگرد رشید پروفیسر الیاس برنی کی کتاب قادیانی مذہب اب بھی قادیانی نظریات کا انسائیکلوپیڈیا سمجھی جاتی ہے۔

شیخ الہند کے شاگردوں میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مسائل فقہیہ میں شیخ کے مسلک پر نہ تھے لیکن ختم نبوت کے لیے آپ کے ارشاد پر جان چھڑکتے تھے۔ حضرت شیخ الہند نے مولانا امرتسری کے ذریعے اہل حدیث کے پورے حلقے میں مرزائیت کے خلاف بیداری پیدا کردی۔ اور مولانا امرتسری نے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا داؤد غزنوی کو بھی اس پلیٹ فارم پر لا کھڑا کیا۔ فجزاھم اللہ احسن الجزاء

میدان تبلیغ امیر شریعت مولانا سید عطاء اللہ شاہ بخاری کی شعلہ نوائی سے نصف صدی کے قریب گرم رہا۔ شاہ صاحب آخر دم تک مرزائیت کے خلاف نبرد آزما رہے۔ اور ان کے سروں پر تیغ براں بن کر لٹکتے رہے۔

آپ کے بعد مولانا قاضی احسان احمد شجاع آبادی اور مولانا محمد علی جالندھری نے اس مورچہ کو سنبھالا اور اپنی زندگی اس محاذ پر لگادی۔

۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں صدر مولانا ابوالحسنات خطیب جامع مسجد وزیر خان لاہور تھے، مگر موصوف میں یہ ولولہ پیدا کرنے والے اور انہیں صدارت کے لئے تیار کرنے والے خود مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری تھے۔ اور تحریک کی زمام کار حضرت شاہ صاحب کے ہاتھ میں تھی۔

جب وہ وقت قریب آیا کہ مرزائیت قانونی طور پر غیر مسلم اقلیت قرار پائے تو اللہ رب العزت نے مجلس تحفظ ختم نبوت کے صدر کے طور پر محدث العصر حضرت مولانا محمد یوسف بنوری کا انتخاب فرمالیا۔ پھر ۱۹۷۴ء میں تمام مسلم جماعتوں نے حضرت مولانا بنوری کو مجلس عمل کا صدر منتخب کیا۔ ملک میں ہمہ گیر تحریک چلی۔ پاکستانی قومی اسمبلی نے مرزائیوں کو قانونی طور پر مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دیا.. اور تحفظ ختم نبوت کا جو کام حاجی امداد اللہ اور علامہ انور شاہ کے الف سے شروع ہوا، مولانا بنوری کی یا پر پایہ تکمیل تک پہنچ گیا۔

(الرشید دارالعلوم دیوبند نمبر۔ ترجمان جامعہ رشیدیہ ساہیوال۔ فروری مارچ ۱۹۷۶ء ص ۱۲۲۔۱۲۳)

ڈاکٹر خالد محمود صاحب کی یہ تحریر، تاریخ سازی کی بدترین مثال ہے اور واقعات کی جو ترتیب انہوں نے بیان کی ہے وہ حقائق کے یکسر خلاف ہے۔ جن بزرگوں کو انہوں نے بانیان تحریک قرار دیا ہے ان کی

حیثیت درحقیقت مقتدیوں کی سی ہے کیونکہ آغاز کار اور قیادت کا شرف صرف اور صرف اہل حدیث علماء کو حاصل ہوا ہے، کسی اور کو نہیں۔ حاجی امداد اللہ مرحوم کا ادب واحترام سرآنکھوں پر، لیکن تحریک ختم نبوت میں ان کا سرے سے کوئی کردار نہیں ہے۔ ان کی کوئی تحریر، یا تقریر، یا کوئی اور سرگرمی تحریک کے ریکارڈ پر موجود نہیں ہے۔ ان کے شاگردوں یا مریدوں نے کوئی قابل ذکر کام کیا ہے، تو اسے ان کے کھاتے میں ڈال کر تحریک ختم نبوت کو ان کے نام کی الف سے شروع کرنا دیانت داری کے خلاف ہے۔

پیش لفظ نگار نے مولانا سید انور شاہ کشمیری مرحوم کی خدمات کا ذکر کرتے ہوئے انہیں بھی بانیان تحریک میں شامل کیا ہے۔

یہ بھی واقعات کی من مانی تعبیر ہے کیونکہ 1891ء یعنی جس سال تحریک شروع ہوئی مولانا انور شاہ کشمیری دارالعلوم دیوبند میں بحیثیت طالب علم داخل ہوئے ہیں جب کہ ان کی عمر شریف ابھی صرف 15 سال تھی۔ چار سال بعد انہوں نے مولانا محمود حسن سے دورہ حدیث مکمل کیا۔ اس کے بعد وہ استفادہ کے لیے مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم کی خدمت میں چلے گئے۔ تحریک ختم نبوت 1891ء میں شریک ہو چکی تھی اور ان کے سند فراغ حاصل کرنے تک مرزا غلام احمد سے مسلمان علماء کے مناظرے مباحثے اور مباہلے تک وقوع پذیر ہو چکے تھے۔ اور یہ حقیقت ہے کہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں مولانا انور شاہ کشمیری صاحب کی کوئی قابل ذکر سرگرمی یا تحریر سامنے نہیں آئی تھی۔ ہمیں ان کی ان خدمات سے انکار نہیں ہے جو انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد انجام دیں لیکن اس وقت تک تحریک تحفظ ختم نبوت شروع ہوئے ایک چوتھائی صدی گزر چکی تھی ایسی شخصیت کے نام کے الف کو تحریک کا آغاز قرار دینا تاریخی حقائق پر ظلم کے مترادف ہے۔

پیش لفظ نگار نے تحریک کے اولین قائدین میں پیر مہر علی شاہ صاحب کا بھی محبت وعقیدت سے ذکر کیا ہے۔ ہمیں بھی پیر صاحب سے ان کی علمی اور تبلیغی خدمات کے باعث عقیدت ہے اور ان کی تحریک ختم نبوت میں خدمات سے بھی ہمیں قطعاً انکار نہیں ہے، لیکن انہیں بھی اولیت کا شرف حاصل نہیں ہے۔ وہ تحریک کی صفوں میں 1900 کے گردو پیش شامل ہوئے جبکہ تحریک شروع ہوئے 9 سال گزر چکے تھے، پیر صاحب کی

تالیف سیف چشتیائی کے پیش لفظ نگار مولوی محمد حیات خان صاحب نے لکھا ہے کہ حضرت پیر مہر علی صاحب کا رسالہ شمس الہدایت (جو مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف ان کی پہلی تحریر ہے)1900 میں شائع ہوا اور ان کی کتاب سیف چشتیائی 1902ء میں شائع ہوئی۔.انہیں تحریک کا بانی قرار دینا یا حقیقی بانیوں کو فراموش کر کے صرف انہیں کے گن گاتے رہنا حبك الشئي يعمي و يصم کی ایک واضح مثال ہے جس کی ایسے لوگوں سے توقع نہیں رکھی جا سکتی جنہیں محقق ہونیکا دعوی ہو،اور تاریخ پر گہری نظر رکھنے کا بھی جنہیں ادعا ہو۔

جہاں تک مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کا تعلق ہے (جنہیں بقول پیش لفظ نگار حاجی امداد اللہ صاحب نے مرزا قادیانی کے خلاف کام کرنیکے لیے متوجہ کیا تھا) مرزا صاحب کے دوران حیات تحریک ختم نبوت میں ان کی سرے سے کوئی خدمت نہیں ہے۔وہ تو ایک طرح سے مرزا صاحب کی حمایت کرتے رہے ان سے پوچھا گیا:

سوال:اکثر مرزائی لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ کتب دینیات میں یہ مسئلہ ہے کہ اگر کسی شخص میں ننانوے وجہ کفر کی پائی جاویں اور ایک وجہ اس میں اسلام کی ہو تو اس کو کافر نہ کہا جاوے اور حدیث میں ارشاد ہے کہ کلمہ گو اور اہل قبلہ کو کافر نہ کہنا چاہیے۔تو مرزا غلام احمد قادیانی بھی اہل قبلہ اور کلمہ گو ہے تو علماء دین اس پر کفر کا فتوی کیوں لگاتے ہیں۔اس کا شافی طور پر جواب ارقام فرماویں؟

جواب:جس شخص میں کفر کی کوئی قطعی وجہ ہوگی کافر کہا جاوے گا اور حدیثیں اس شخص کے بارے میں ہیں جن میں کوئی قطعی وجہ نہ ہو۔اور اس مسئلہ کے یہ معنی ہیں کہ اگر کوئی امر قولی یا فعلی ایسا ہو کہ محتمل کفر و عدم کفر دونوں کو ہو،اگر احتمال کفر غالب اور اکثر ہو تب بھی تکفیر نہ کریں گے کیونکہ کافر کے یہ معنی نہیں کہ اس میں تمام وجوہ کفر کی جمع ہوں ورنہ جن کا کفر منصوص ہے وہ بھی کافر نہ ہوں گے۔باقی خاص مرزا کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہیں۔

(ذی قعد 1325ھ فتاوی امدادیہ از مولانا اشرف علی تھانوی جلد 4 صفحہ 116)

یاد رہے کہ مرزا غلام احمد صاحب 24 ربیع الثانی 1326ھ 26 مئی 1908ء کو فوت ہوئے اور مولانا تھانوی مرحوم کا یہ فتوی اس کی وفات سے صرف گیارہ ماہ قبل کا ہے جب کہ ان کا کفر روز روشن کی طرح عیاں

ہو چکا تھا۔انہیں دعوی مسیحیت کیے سولہ برس اور دعوی نبوت کیے 7 برس گزر چکے تھے۔مولانا تھانوی پر مرزا قادیانی کی حقیقت مخفی رہی کہ نہ تو انہیں مرزا صاحب کے لٹریچر تک رسائی حاصل تھی اور نہ ہی انہیں علماء اسلام کے مرزا صاحب سے مناظروں اور مباحثوں کا علم ہو سکا۔

پیش لفظ نگار نے اپنے پیش لفظ میں دیو بندی حضرات کے شیخ الہند کا ذکر بھی فرمایا ہے۔اس بزرگ شخصیت سے اہل دیو بند بہت محبت رکھتے ہیں۔ہمیں بھی ان کے علمی و دینی خدمات کا اعتراف ہے لیکن اس بات کا کیا کیا جائے کہ مولانا محمود حسن کا مرزا صاحب کی زندگی میں مرزائیت کے خلاف کوئی خاص کام تحریک کے ریکارڈ پر نہیں ہے۔پیش لفظ نگار بھی ان کے کسی کارنامے کا ذکر نہیں فرماتے ، ماسوائے اس کے کہ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری کے ذریعے اہل حدیث کے پورے حلقے میں مرزائیت کے خلاف بیداری پیدا کر دی ہے۔یہ دعوی بھی نہ صرف بلا دلیل ہے بلکہ حقائق کا منہ چڑانے کے مترادف ہے۔کیونکہ اہل حدیث حضرات تو 1891ء سے مرزائیت کے خلاف سید نذیر حسین اور مولانا محمد حسین بٹالوی کی قیادت میں سرگرم عمل تھے جبکہ مولانا ثناء اللہ تا حال طلب علم میں مصروف تھے۔مولانا ثناء اللہ کے منظر عام پر آنے سے پہلے مذکورہ بالا دونوں بزرگوں کے علاوہ اہل حدیث کے بے شمار افراد مرزائیت کے خلاف لا زوال کارنامے سرانجام دیے جا چکے تھے۔جیسا کہ مولانا محمد بشیر سہسوانی ، مولانا عبدالحق غزنوی ، امام عبدالجبار غزنوی ، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کی خدمات کا اجمالی ذکر ہم پہلے کر چکے ہیں۔پھر مولانا ثناء اللہ بھی ان اور ان ہی جیسے دیگر علماء اہل حدیث کے زیر اثر تحریک ختم نبوت میں داخل ہوئے تھے نہ کہ علمائے دیو بند کے زیر اثر جن کی اکثریت تا حال میدان کارزار میں اترنے کی بجائے گوشہ عافیت میں بیٹھی ہوئی تھی۔

لگتا ہے کہ پیش لفظ نگار صاحب نے مرزائی لٹریچر کا مطالعہ کیے بغیر محض اپنے بزرگوں سے عقیدت کے زیر اثر وہ عبارات لکھ دی ہیں جن کا ہم نے اس قسط کے آغاز میں ذکر کیا ہے۔اگر انہوں نے قادیانی لٹریچر کا مطالعہ کیا ہوتا تو کس طرح ممکن تھا کہ وہ حاجی امداد اللہ صاحب یا مولانا انور کشمیری صاحب کو تحریک ختم نبوت کا بانی قرار دیتے جب کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنی کتابوں میں چیخ چیخ کر کہہ رہا ہے کہ اس کے خلاف تحریک شروع کرنے والے مولانا محمد حسین بٹالوی ، سید نذیر حسین محدث اور ان کے ہم خیال علماء ہیں ، اور

احناف تو ان کی دیکھا دیکھی تحریک میں شامل ہوئے ہیں۔

ذیل میں ہم اپنے قارئین کی دلچسپی اور پیش لفظ نگار اور ان کے ہم نواؤں کو تصویر کا صحیح رخ دکھانے کے لیے مرزا غلام احمد قادیانی کے لٹریچر سے کچھ اقتباسات درج کرتے ہیں جن سے معلوم ہوگا کہ تحریک ختم نبوت کے حقیقی بانی اور قائدین کون ہیں۔

ہم اپنی گزارشات کا آغاز مرزا غلام احمد کی کتاب نشان آسمانی کے ایک اقتباس سے کرتے ہیں جس میں وہ اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اس کی تکفیر کرنے والے مختلف گروہوں میں سے موحدین اول المکفرین ہیں اور مقلدین ان کی اتباع سے ہیں (نشان آسمانی، مصنفہ 1892ء)

یعنی اس کے عقائد و نظریات کا جائزہ لے کے سب سے پہلے اہل حدیث علماء نے اسے کافر قرار دیا ہے۔اور احناف مقلدین اس معاملے میں ان کے پیروکار ہیں۔

اسی بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ انہوں نے انجام آتھم میں یوں بیان کیا چونکہ علمائے پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے گزر گیا ہے۔اس تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا گناہ یہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوے کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق و تنقیح کے ایمان لے آئے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 11 انجام آتھم صفحہ 45)

ایک اور جگہ اپنے مخالفین کا ذکر کرتے ہوئے وہ حضرت شیخ الکل میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کو اپنا سب سے بڑا مخالف قرار دیتے ہوئے لکھتا ہے:

نذیر حسین دہلوی جو ان سب کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعوین ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22۔حقیقۃ الوحی صفحہ 454)

ہم حکیم نوردین کے ایک مکتوب سے ایک اقتباس پہلے کسی جگہ نقل کر چکے ہیں جس میں وہ کہتے ہیں کہ

اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی، میاں عبدالحق غزنوی اور مولوی عبدالرحمٰن لکھوی پنجاب میں تین ایسے آدمی ہیں جن کو مرزا جی کی مخالفت میں بڑا جوش ہے۔ (روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 630)

اس پس منظر میں مرزا صاحب کا درج ذیل ارشاد ملاحظہ فرمائیں، لکھا ہے:

سہارنپور وغیرہ میں جو لوگ اس سلسلہ کو بری نظر سے دیکھتے ہیں اس کی بڑی وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی طرف سے تکفیر کا فتوی تیار ہوا ہے اور پنجاب والوں نے پیش دستی کی ہے اور تہمتیں لگا کر بدنام کیا ہے۔

(ملفوظات مرزا غلام احمد جلد 3 صفحہ 454)

اس فتوی تکفیر کے متعلق ہم ذرا وضاحت سے ذکر کرنا چاہتے ہیں کہ یہ کس نے دیا، کس نے تیار کیا۔ کیونکہ دیوبندی اہل قلم یا تو یہ اعزاز مکمل طور پر اپنے دامن میں ڈال لیتے ہیں اور اگر کہیں ان کو حقائق سے مجبور ہو کر اہل حدیث اکابرین کا ذکر کرنا ہی پڑ جائے تو انہیں ثانوی درجے میں شمار کرتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ فتوی تکفیر دراصل کارنامہ ہی اہل حدیث حضرات کا ہے۔ جیسا کہ مرزا صاحب لکھتے ہیں:

نذیر حسین دہلوی علیہ ما یستحقہ نے تکفیر کی بنیاد ڈالی، محمد حسین بٹالوی نے کفار مکہ کی طرح یہ خدمت اپنے ذمہ لے کر تمام مشاہیر اور غیر مشاہیر سے کفر کے فتوے اس پر لگوائے۔

(روحانی خزائن جلد 12 سراج منیر صفحہ 75)

شیخ محمد حسین صاحب رسالہ اشاعۃ السنۃ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین دہلوی کے بعد تمام مکفروں کے گناہ کا بوجھ ہے۔

(روحانی خزائن جلد 12 سراج منیر)

مولوی محمد حسین بٹالوی نے جب جرأت کے ساتھ زبان کھول کر میرا نام دجال رکھا اور میرے پر کفر کا فتوی لکھوا کر صدہا پنجاب و ہندوستان کے مولویوں سے مجھے گالیاں دلوائیں اور مجھے یہود و نصاری سے بدتر قرار دیا۔

(روحانی خزائن جلد 22 حقیقۃ الوحی صفحہ 453:)

یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتوی لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لیے اس فتنہ کی آگ بھڑکا۔ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتوی تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا دے اور میرے کفر کی نسبت فتو دے دے، اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے۔ مولوی محمد حسین.... جو اول المکفرین بنے بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔

(روحانی خزائن (تحفۃ گولڑویہ) جلد 17 صفحہ 215)

نذیر حسین دہلوی جو ظالم طبع اور تکفیر کا بانی ہے۔

(روحانی خزائن جلد 18 صفحہ 238)

مولوی محمد حسین صاحب وہ شخص ہیں کہ ان سے بڑھ کر کسی نے عداوت کا نمبر نہیں لیا۔ انہوں نے بنارس تک پھر کر کفر کا فتو حاصل کیا اور ہر قسم کی مخالفت میں انہوں نے کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کیا اور کوئی کسر نہیں چھوڑی۔ (ملفوظات جلد 7 صفحہ 165)

دوسرا فتنہ حقیقت میں محمد حسین بٹالوی کی طرف سے ہوا جس نے مسلمانوں کے خیالات کو اسی عاجز کی نسبت بھڑکتی ہوئی آگ کے حکم میں کر دیا۔

(روحانی خزائن جلد 12 (سراج منیر)، صفحہ 57:)

اس فتنہ اندازی کے اصل بانی مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں۔ شیخ صاحب کی فطرت کو تدبر اور غور اور حسن ظن کا حصہ قسام ازل سے بہت ہی کم ملا ہے۔ اسی وجہ سے سب سے پہلے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر یک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھایا اور بٹالوی کے استفتا کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا۔

میاں صاحب موصوف اب ارذل العمر میں ہیں اور بجز زیادت غضب اور طیش اور غصہ کے اور کوئی عمدہ قوت غور اور خوض کی ان میں باقی نہیں رہی۔ بلکہ میں اگر غلطی نہیں کرتا تو میری رائے میں اب بباعث پیر

فرتوت ہو جانے کے ان کے حواس بھی کسی قدر قریب الاختلال ہیں۔غرض بانی استفتا بطالوی صاحب اوراول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی صاحب کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کے حق استادی کی رعایت سے ان کے قدم پر قدم رکھے گئے۔

(روحانی خزائن جلد5 صفحہ 30-31)

اور یاد کرو وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کرے گا جو تیرے ایمان سے انکاری ہوگا اور کہے گا کہ اے بامان میرے لیے آگ بھڑکا (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا، بامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں۔

حاشیہ میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

فرعون سے مراد محمد حسین ہے۔خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت به بنو اسرائیل۔یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔(روحانی خزائن جلد12 (استفتا) صفحہ 130)

اور یاد کرو وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتویٰ دے گا۔(یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی ہے کہ ایک زمانہ آتا ہے جب کہ وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر کا کاغذ تیار کرے گا)۔اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتویٰ سے سب کو برافروختہ کر سکتا ہے۔سو تو سب سے پہلے اس کفر نامہ پر مہر لگا تا کہ سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی) ابولہب ہلاک ہو گیا اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا۔اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے اور جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے، جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے تو بڑا فتنہ ہوگا۔اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتا لکھنے والے کا نام فرعون

رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا، ہامان۔

(روحانی خزائن (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) جلد 17 صفحہ 64-67)

اور یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک ایسا شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا یعنی کافر بنانے کے لیے فتوی دے۔ میں چاہتا ہوں کہ موسی کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے۔ اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسی رکھا یا اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت حقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسی کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اس کو ہلاک کروں گا یہی طریق محمد حسین نے اختیار کیا۔ اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسی کی مانند فرعون پر حاصل ہوگی۔

(روحانی خزائن جلد 18 (نزول المسیح) صفحہ 530:)

جس طرح یہودیوں کے علماء نے حضرت عیسی پر فتوی تکفیر کا لگایا اور ایک فاضل یہودی نے وہ استفتا تیار کیا اور دوسرے فاضلوں نے اس پر فتوی دیا۔ یہاں تک کہ بیت المقدس کے صدہا عالم فاضل جو اکثر اہل حدیث تھے انہوں نے حضرت عیسی پر تکفیر کی مہریں لگا دیں۔ یہی معاملہ مجھ سے ہوا۔ اور پھر جیسا کہ اس تکفیر کے بعد جو حضرت عیسی کی نسبت کی گئی تھی۔ ان کو بہت ستایا گیا۔ سخت گالیاں دی گئیں ہجو اور بدگوئی میں کتابیں لکھی گئیں۔ یہی صورت اس جگہ پیش آئی۔ گویا اٹھارہ سو برس کے بعد وہی عیسی پھر پیدا ہو گیا اور وہی یہودی پیدا ہو گئے۔

(روحانی خزائن جلد 19 (کشتی نوح) صفحہ 50-51)

آج سے 26 برس پہلے ان دونوں صاحبوں کو بطور پیش گوئی کے فرعون اور ہامان کہا گیا ہے چنانچہ براہین احمدیہ کے صفحہ 510-511 میں یہ عبارت درج ہے واذ یمکر بك الذی۔ یاد کر وہ زمانہ جب کہ ایک فرعون تجھے کافر ٹھہرائے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ تو تکفیر کی آگ بھڑکا دے یعنی ایسا تیز فتوی لکھ کہ لوگ اس فتوی کو دیکھ کر اس شخص کے جانی دشمن ہو جائیں اور کافر سمجھنے لگیں تا کہ میں دیکھوں کہ موسی کا خدا اس کی

کچھ مدد کرتا ہے یا نہیں اور میں تو اس کو جھوٹا خیال کرتا ہوں۔...اب اس جگہ آنکھ کھول کر دیکھ لو کہ خدا نے مجھے اس جگہ موسیٰ ٹھہرایا اور مستفتی اور مفتی کو فرعون اور ہامان ٹھہرایا۔

(روحانی خزائن جلد 22 (حقیقت الوحی) 369-367)

اس بے چارے (محمد حسین بٹالوی) نے میری بدخواہی کے لیے اپنا آرام حرام کر دیا، بٹالہ سے بنارس تک اپنا قابل شرم استفتا لے کر میرے کفر کی نسبت مہریں لگواتا پھرا۔

(روحانی خزائن (حقیقت المھدی) جلد 14 صفحہ 435)

گورنمنٹ نے اس حاسد (محمد حسین) کی باتوں کی طرف کچھ توجہ نہ کی تو پھر اپنی قوم کو اکسانا شروع کیا اور میری نسبت یہ فتوی شائع کیا کہ اس شخص کا قتل کرنا موجب ثواب ہے۔ چنانچہ اس فتوی کو دیکھ کر اور کئی مولویوں نے بھی قتل کا فتوی دے دیا۔ پس بلاشبہ یہ سچ ہے کہ اگر خدا تعالیٰ اپنے فضل سے یہ سامان پیدا نہ کرتا کہ اس گورنمنٹ عالیہ کے زیر سایہ مجھے پناہ دیتا، تو معلوم نہیں کہ ایسے غازی مجاہد اب تک کیا کچھ نہ دکھاتے۔ یہ شخص بار بار مجھے امیر کابل کی دھمکی دیتا رہا ہے کہ وہاں چلو تو پھر زندہ نہ آؤ گے۔ یہ تو ہمیں معلوم تھا کہ یہ شخص امیر کابل کے پاس ضرور گیا تھا مگر یہ بھید اب تک نہیں کھلا کہ امیر نے اس شخص کو میرے قتل کی نسبت کیوں اور کس وجہ سے وعدہ دیا۔

(روحانی خزائن (حقیقت المھدی) جلد 14 صفحہ 6-435)

ومن المعترضين المذكورين شيخ ضال بطالوی و جار غوی يقال له محمد حسين و قد سبق الكل فی الكذب والمين. و انه ابی و استكبر، و اشاع الكبر واظهر حتی قيل انه امام المستكبرين و رئيس المعتدين وراس الغاوين هوالذی كفر نی قبل ان يكفر الآ خرون.

(فارسی از مرزا صاحب): و یکے از اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست او رمحمد حسین مے گوئند، واز ہمہ در دروغ و ناراستی سبقت بردہ است و او انکار کرد و تکبر نمود۔ تکبر را اشائع کرد و ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبران و رئیس تجاوز کنندگان، و سر گمراہان است، او ہماں شخص است کے

پیش از ہمہ مرا کافر گفت۔

(روحانی خزائن جلد 11 (انجام آتھم)، صفحہ 241)

اور میرے معترضین میں میرا ایک گمراہ ہمسایہ محمد حسین بٹالوی ہے جو مجھ پر جھوٹ بولنے میں سب سے بڑھ کر ہے۔ یہ میرا منکر اور اتنا بڑا منکر ہے کہ امام متکبراں بن چکا ہے۔ یہ شخص تمام گمراہوں کا سردار ہے اور اسی نے سب سے پہلے مجھے کافر کہا۔

ایک جگہ مرزا غلام احمد صاحب نے اپنا ایک عربی الہام یوں درج فرمایا (اردو ترجمہ بھی انہی کا ہے):

واذ یمکربك الذی کفر او قد لی یا ھامان لعلی اطلع علی اله موسی انی لا ظنه من الکاذبین۔ تبت یدا ابی لھب و تب۔ ما کان له ان یدخل فیھا الا خائفا۔

اور یاد کر وہ وقت جب تجھ سے وہ شخص مکر کرے گا جس نے تکفیر کی اور تجھے کافر ٹھہرایا اور کہا اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا تا میں موسیٰ کے خدا پر اطلاع پاؤں اور میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں۔ ہلاک ہو گئے دونوں ہاتھ ابولہب کے اور وہ آپ ہلاک ہو گیا اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس معاملے میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے۔

الہام اور ترجمہ خود مرزا صاحب کا ہے جو انہوں نے حقیقۃ الوحی باب چہارم صفحہ 83-84 پر درج کیا ہے۔اس کے حاشیے میں وہ خود ہی لکھتے ہیں:

مکفر سے مراد مولوی ابوسعید حسین بٹالوی ہے کیونکہ اس نے استفتا لکھ کر نذیر حسین کے سامنے پیش کیا اور اس ملک میں تکفیر کی آگ بھڑکانے والا نذیر حسین ہی تھا۔علیہ مایستحقہ۔

اس جگہ ابولہب سے مراد ایک دہلوی مولوی ہے جو فوت ہو چکا ہے اور یہ پیش گوئی 25 برس کی ہے جو براہین احمدیہ میں درج ہے اور یہ اس زمانہ میں شائع ہو چکی ہے جب میری نسبت تکفیر کا فتویٰ بھی ان مولویوں کی طرف سے نکلا تھا۔تکفیر کے فتویٰ کا بانی بھی وہی دہلی کا مولوی تھا جس کا نام خدا تعالیٰ نے ابولہب رکھا اور تکفیر سے ایک مدت دراز پہلے یہ خبر دے دی جو براہین احمدیہ میں درج ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22 (حقیقۃ الوحی) صفحہ 83-84:)

ایک جگہ مرزا بشیر احمد قادیانی، مولانا محمد حسین کے متعلق لکھتا ہے کہ

سب سے پہلا شخص جو کفر کا استفتا لے کر ملک میں ادھر ادھر بھاگا اور بعض بیعت کنندے بھی متزلزل ہو گئے۔(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 107)

ایک جگہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

قوم کے علماء نے میرے ساتھ کیا برتاؤ کیا؟...ان مولویوں میں سے ایک شخص محمد حسین نام جو ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ اور ساکن بٹالہ ضلع گورداسپور ہے۔ میرے پر ایک کفر کا فتوی لکھا اور بہت سے مولویوں کے اس پر دستخط کرائے اور مجھے کافر اور دجال ٹھہرایا۔ یہاں تک کہ یہ فتوی دیا گیا کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔ چنانچہ اشتہار مورخہ 29 رمضان 1308 مطبوعہ مطبع حقانی لودیانہ اور رسالہ سیف مسلول مطبوعہ مطبع ایجرٹن پریس راولپنڈی کی پشت پر جو محمد حسین کی تحریک سے لکھے گئے ہیں، یہ دونوں فتوی موجود ہیں۔ مگر جب رعب گورنمنٹ سے ان فتووں پر عمل درآمد نہ ہو سکا، تو محمد حسین نے ایک اور تدبیر سوچی کہ اس شخص (مرزا) کو نہایت سخت گالیوں اور دلازار کلمات سے ہمیشہ رنج دینا چاہیے جیسا کہ اس نے اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ مطبوعہ 1898 میں کئی جگہ اس بات کا خود اظہار کیا ہے۔ اس قسم کی گالیوں اور بدزبانیوں کا سلسلہ جاری رکھنے کیلیے ایک چالاک شخص کو جس کا نام محمد بخش جعفر زٹلی ہے اور لاہور میں رہتا ہے مقرر کیا۔ اور ہر ایک قسم کے گندے اشتہار خود لکھ کر اس کے نام سے چھپوائے اور در پردہ وہ سب کارروائی خود محمد حسین نے کی۔...ان اشتہارات میں سے جو 12 اگست 1898ء کا اشتہار ہے جو مطبع تاج الہند میں چھپا ہے اور ایسا ہی ایک دوسرا اشتہار جو 25 ستمبر 1898ء میں مطبع فخر الدین پریس لاہور میں طبع ہوا اور ایسا ہی ایک تیسرا اشتہار اور ضمیمہ 11 جون 1897 کا جو اسی مطبع سے طبع ہوا ہے۔....ان کے متواتر زخموں کے بعد مجھے اشتہار 21 نومبر 1898 لکھنا پڑا جس میں جھوٹے کی ذلت خدا تعالیٰ سے طلب کی ہے۔ پس جبکہ یہ ظلم محمد حسین اور اس کے گروہ یعنی محمد بخش جعفر زٹلی وغیرہ کا حد سے زیادہ گذر گیا اور مجھے اس حد تک ذلیل کیا گیا کہ کوئی

ایسالفظ ذلت کا نہ چھوڑا جو میری نسبت استعمال نہ کیا گیا اور پھر مباہلہ کے لیے متواتر درخواست بھیجی تو بالآخر میں نے اشتہار 21 نومبر 1898ء جاری کیا۔

(روحانی خزائن (کشف الغطاء) جلد 14 صفحہ 198-196)

اور پھر حکومت کو متوجہ کرنے کے لیے مرزا صاحب لکھتے ہیں:

بالآخر ایک اور ضروری امر گورنمنٹ کی توجہ کے لیے یہ ہے کہ محمد حسین نے اپنے رسالہ اشاعة السنہ جلد 18 نمبر 3 صفحہ 95 میں میری نسبت اپنے گروہ کو اکسایا ہے کہ یہ شخص واجب القتل ہے۔پس جب کہ ایک قوم کا سرگروہ میری نسبت واجب القتل ہونیکا فتوی دیتا ہے،تو مجھے گورنمنٹ عالیہ کے انصاف سے امید ہے کہ جو کچھ ایسے شخص کی نسبت قانونی سلوک ہونا چاہیے وہ بلا توقف ظہور میں آوے تا کہ اس کے معتقد ثواب حاصل کرنے کے لیے اقدام قتل کے منصوبے نہ کریں۔فقط راقم خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان 287 دسمبر 1898ء۔ (روحانی خزائن۔(کشف الغطاء)۔جلد 16 صفحہ 226)

ایک جگہ مرزا غلام احمد قادیانی لکھتے ہیں:

اس عاجز کی بھی مسیح کی طرح ذلت کی گئی ہے۔کوئی کافر کہتا ہے اور کوئی ملحد اور کوئی بے ایمان نام رکھتا ہے اور فقیہہ اور مولوی صلیب دینے کو بھی تیار ہیں جیسا کہ میاں عبدالحق اپنے اشتہار میں لکھتے ہیں کہ اس شخص کے لیے مسلمانوں کو کچھ ہاتھ سے بھی کام لینا چاہیے۔

(روحانی خزائن جلد 3 (ازالہ اوہام حصہ اول) صفحہ 300)

سید نذیر حسین محدث کی وفات پر مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔وہی میری نسبت سب سے پہلے فتوی دینے والے تھے جنہوں نے میرے کفر کا فتوی دیا تھا اور مولوی محمد حسین بٹالوی کے استاد تھے۔اورانہوں نے مولوی ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے استفتا پر یہ کلمات میری

نسبت لکھے تھے کہ ایسا شخص ضال مضل اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ اور ایسے لوگوں کو مسلمانوں کی قبروں میں دفن نہیں کرنا چاہیے اور اس مولوی نے یہ فتوی دے کر تمام پنجاب میں آگ لگا دی تھی اور لوگ اس قدر ڈر گئے تھے کہ ہم سے مصافحہ کرنے سے بھی بیزار ہو گئے تھے کہ شاید اس قدر تعلق سے بھی ہم کافر ہو جائیں گے۔

(روحانی خزائن جلد 22 (حقیقۃ الوحی) صفحہ 259-258)

قارئین ہم نے مذکورہ بالا چند حوالہ جات صرف اس غرض سے درج کیے ہیں کہ آپ کو یہ معلوم ہو جائے کہ تحریک ختم نبوت شروع کرنے والے کون ہیں؟ اہلحدیث اکابرین یا علمائے احناف؟

مرزا غلام احمد کی تصانیف کو کھنگالا جائے تو اس طرح کی بے شمار عبارات بھی نکل آئیں گی جن سے یہ بات روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ مرزا کے خلاف تحریک اور اس کے خلاف متفقہ فتوی تکفیر کی اولیت و سعادت اہل حدیث اکابرین کو حاصل ہوئی ہے۔ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مرزا صاحب اپنی دعاوی سے قبل اور بعد حنفی المسلک رہے ہیں۔ اس لیے کئی علماء احناف تو ایک لحاظ سے اپنے دل میں ان کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے۔ جیسا کہ حضرات دیوبند کے ایک انتہائی محترم شیخ جناب مولانا رشید احمد گنگوہی ایک جگہ مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

گو کتاب براہین احمدیہ کے بعض اقوال میں کچھ خلجان سے ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے۔ صاحب براہین کا کون سا ایسا قول ہے جو معتزلہ اور شیعہ کے قول کے برابر ہو۔ اور اس کی تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (مرزا صاحب) کو کافر فاسق نہیں کہتا اس کو مجدد وولی بھی نہیں کہہ سکتا۔ صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔ فقط والسلام رشید احمد

(منقول از رئیس قادیان۔ رفیق دلاوری جلد 2 صفحہ 5-3)

ہم نے یہ اقتباس ایک دیوبندی عالم جناب ابو القاسم رفیق دلاوری صاحب کی کتاب سے دیا ہے۔ جس کے مطابق مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم نے مرزا غلام احمد کو براہین احمدیہ کے دور (یعنی فتح اسلام اور توضیح مرام کی اشاعت سے قبل کے زمانے) میں ایک مرد صالح قرار دیا ہے اور مولانا رشید احمد وہ شخصیت ہیں جن کو

اپنے متعلق یہ دعوی ہے کہ جو کچھ وہ کہیں، وہی حق ہے۔ جیسا کہ ان کے سوانح نگار دیوبندی عالم مولانا عاشق الٰہی میرٹھی ان کا ارشاد یوں نقل فرماتے ہیں:

سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانے میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

(عاشق الٰہی میرٹھی تذکرہ الرشید لاهور 1986 جلد 2 صفحہ 17)

جب اس مقام ومرتبہ کی شخصیت مرزا غلام احمد کو مرد صالح قرار دے تو پھر باقی علماء دیوبند جو اکثر وبیشتر ان کے فیض یافتہ اورخوشہ چین تھے مرزا صاحب کے خلاف کیا کر سکتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ جب دارالعلوم دیوبند میں علماء کے درمیان مرزا صاحب کی تکفیر کے بارے میں بحث ہوئی تو اس وقت کے دیوبند کے شیخ الحدیث مولانا محمد یعقوب نانوتوی مرزا صاحب کو سوائے لا مذہب کہنے اور کچھ نہ کہہ سکے۔ اور قارئین کو معلوم ہوگا کہ اس زمانے کے لٹریچر میں لا مذہب کی اصطلاح غیر مقلدین کے لیے استعمال ہوتی تھی۔ کافروں کیلیے نہیں۔ مولانا رفیق دلاوری نے مولانا یعقوب نانوتوی کی یہ رائے بایں الفاظ نقل کی ہے:

میں غلام احمد کو اپنی تحقیق میں ایک آزاد خیال لا مذہب جانتا ہوں۔

(رئیس قادیان جلد 1 صفحہ 9)

مولانا اشرف علی تھانوی کا مرزا صاحب کے بارے میں ایک فتوی تو ہم پہلے نقل کر چکے ہیں۔ ان کی زندگی کا ایک اور واقعہ مولانا عبدالماجد دریابادی نے یوں بیان فرمایا ہے:

یہ غالباً 1930ء تھا۔ حکیم الامت حضرت تھانوی کی ایک محفل خصوصی میں نماز چاشت کے وقت حاضری کی سعادت تھی۔ ذکر مرزا قادیانی اور ان کی جماعت کا تھا۔ اور ظاہر ہے ذکر، ذکر خیر نہ تھا۔ حاضرین میں سے ایک صاحب بڑے جوش سے بولے:

حضرت ان لوگوں کا دین بھی کوئی دین ہے؟ خدا کو مانیں، نہ رسول کو۔

حضرت (مولانا تھانوی) نے معاً لہجہ بدلا۔ فرمایا کہ زیادتی ہے۔ توحید میں ہمارا ان کا کوئی اختلاف نہیں۔ اختلاف رسالت میں ہے۔ بات کو بات کی جگہ رکھنا چاہیے۔ جو شخص ایک جرم کا مجرم ہو تو ضروری نہیں

کہ دوسرے جرائم کا بھی ہو۔(منقول از نصیحت سلفی بحوالہ سیف حنفی حکیم محمود گوجرانوالہ صفحہ 17۔
نیز دیکھیے سچی باتیں۔صفحہ 213یا313ازمولانا عبدالماجد دریابادی)

یہ تو احناف کے ایک گروہ یعنی بعض اہل دیو بند کا حال تھا،بعض بریلوی حضرات کا معاملہ بھی ابتداء میں کچھ زیادہ مختلف نہیں تھا۔وہ بھی مرزا غلام احمد صاحب کو اپنا حنفی بھائی سمجھتے اوران کے لیے اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے تھے۔

جب علماء نے مرزا صاحب کے خلاف لکھنا شروع کیا تو خواجہ (غلام فرید چشتی چاچڑاں شریف والے) نے فرمایا کہ یہ شخص (مرزا غلام احمد) حمایت دین پر کمر بستہ ہےاور علماء مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔حالانکہ وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے۔اور صراط مستقیم پر ہے۔

(مہرمنیر از فیض احمد فیض آف گولڑہ شریف صفحہ 205)

ایک شخص نے خواجہ غلام فرید صاحب کی مجلس میں مرزا صاحب کی تعریف کی تو خواجہ صاحب بہت زیادہ خوش ہوئے اور فرمایا مرزا صاحب تمام اوقات خدا کی عبادت نماز یا تلاوت قرآن شریف میں گزارتے ہیں۔اس نے دین کی حمایت میں کمر باندھی ہوئی ہے۔علماء وقت کو دیکھو کہ مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر ایسے شخص کے درپے ہو گئے ہیں جو بڑا نیک مرد اور اہل سنت والجماعت سے ہے۔اور صراط مستقیم پر ہے اور ہدایت کی تلقین کرتا ہے۔اس پر کفر کا فتوی لگا رہے ہیں۔اس کا عربی کلام دیکھو جس کا مقابلہ کرنا انسان کی طاقت سے باہر ہے اور اس کا تمام کلام حقائق ومعرفت وہدایت سے بھرا ہوا ہے اور وہ اہل سنت والجماعت کے عقائد اور ضروریات دین کا ہرگز منکر نہیں ہے۔

(اشارات فریدی مرتبہ مولوی رکن الدین جلد 3 صفحہ 69-70 مطبوعہ آگرہ 1320ھ)

خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ بیان 29 شعبان 1314ھ کا ہے۔یعنی جب مرزا غلام احمد قادیانی کو دعوی مسیحیت کئے چھ سال گزر چکے تھے۔قارئین آج ہم نے آپ کا بہت وقت لے لیا ہے۔آئندہ قسط میں ہم ان شاءاللہ 1892ء میں داخل ہو کر اس سال کے واقعات بیان کریں گے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جولائی ۱۹۹۶ء ص ۹۔۱۴)

تحریک ختم نبوت کے امیر کارواں

پیر مہر علی شاہ گولڑوی یا مولانا محمد حسین بٹالوی؟

16 جولائی 1996ء کے روزنامہ جنگ لندن میں حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی کے حالات زندگی پر ایک مضمون شائع ہوا جس میں قابل مضمون نگار نے پیر صاحب کو تحریک ختم نبوت کا امیر کارواں اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو مرزا غلام احمد صاحب کا ثناخواں بتاتے ہوئے لکھا:

غیر مقلدین کے نامور عالم دین مولوی محمد حسین بٹالوی نے اپنے رسالہ میں مرزا (غلام احمد) کی تصنیف براہین احمدیہ پر تبصرہ کرتے ہوئے اس کتاب کو ایک شاہکار اور مرزا کو عالم دین اور ولی اللہ قرار دیا۔

ہم اس اقتباس اور مضمون نگار کے درج بالا دعوی کہ

پیر صاحب تحریک ختم نبوت کے میر کارواں تھے،

پر اپنی گزارشات پیش کرنا چاہتے ہیں۔ لیکن اس سے قبل یہ بتا دینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جن لوگوں کو مضمون نگار نے غیر مقلد کے لقب سے یاد کیا ہے وہ اگر کسی امام کے مقلد نہیں ہیں، تو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کی آراء کے بھی پابند نہیں ہیں۔ وہ چاروں اماموں اور تمام سلف صالحین کا یکساں احترام کرتے ہوئے ہر آن اللہ کی بارگاہ میں دعا گو تو رہتے ہیں کہ اللہ ان سب کو ان کی عظیم دینی خدمات کا جزیل اجر عطا فرمائے لیکن وہ کسی امام، مولوی، پیر یا فقیر کو معصوم اور خطا سے مبرا نہیں سمجھتے۔ اس لیے کہ ان کے نزدیک یہ مقام صرف اور صرف انبیاء کرام کو حاصل ہے۔ اسی طرح دوسرے لوگ تمام علماء حق بشمول مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا

پورا پورا ادب کرتے ہیں لیکن اگر ان میں سے کسی سے کوئی غلطی یا فکری لغزش سرزد ہو گئی ہو، تو نہ اسے اپنے خلاف حجت سمجھتے ہیں، نہ اس کے پابند ہیں۔ نہ اس کی وجہ سے پریشان ہوتے ہیں، بلکہ اللہ کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلا دیتے ہیں کہ وہ رحیم و کریم آقا اپنے اس اور تمام بندوں کی غلطیوں سے درگزر کرتے ہوئے سب کو اپنی رحمت کی چادر میں چھپا لے۔

قارئین! مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم انیسویں صدی کے نصف آخر کے ایک نامور اہل علم تھے۔ وہ ایک بسیار نویس اہل قلم، ایک کامیاب صحافی، انتہائی موثر خطیب، تفسیر حدیث اور فقہ کے انتہائی محترم استاد اور کامیاب مناظر اسلام تھے۔ انہوں نے عیسائیت، آریہ سماج، سرسید احمد خان کے نظریات، مولوی عبداللہ چکڑالوی کے فتنہ انکار حدیث اور مرزا غلام احمد کی قادیانیت کے خلاف اتنا وقیع کام کیا ہے کہ ان کے معاصرین میں ایسی مثال مشکل ہی ملے گی۔ جہاں تک مرزا غلام احمد صاحب اور مولانا محمد حسین بٹالوی کے باہم تعلقات کی بات ہے، قارئین کو معلوم ہوگا کہ مولانا محمد حسین کا وطن مالوف بٹالہ ضلع گورداسپور تھا۔ مرزا غلام احمد کا گاؤں قادیان بٹالہ سے چند میل کی مسافت پر تھا۔ مرزا صاحب کے والد بٹالہ میں مطب بھی کرتے رہے جس کی وجہ سے مرزا صاحب کے بچپن اور اوائل عمری کا ایک حصہ بٹالہ میں ہی گزرا جہاں وہ مختلف اساتذہ سے تعلیم بھی حاصل کرتے رہے۔ مولانا محمد حسین بٹالوی اور مرزا غلام احمد صاحب کی تقریباً ہم عمر تھے۔ اس لیے ایک شہر میں ہونے کے باعث یہ دونوں کچھ عرصہ ہم درس بھی رہے۔ بعد میں دونوں کے علمی راستے جدا ہو گئے۔ مرزا غلام احمد صاحب حنفی مقلد تھے وہ اپنے مکتب فکر کی تعلیم حاصل کرتے رہے، مولانا بٹالوی اعلی تعلیم کے لیے دہلی چلے گئے جہاں انہوں نے حضرت سید محمد نذیر حسین محدث سے کسب فیض کیا۔ تحصیل علم کے بعد بٹالہ آئے تو مرزا صاحب حنفی مناظر کی حیثیت سے شہرت حاصل کر چکے تھے۔ 69-1868 میں دونوں کا ایک مناظرہ بٹالہ میں حنفی اہل حدیث مابہ الامتیاز مسائل میں سے ایک مسئلہ پر ہوا جس میں مرزا صاحب کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔ مسلک کے اختلاف کے باوجود چونکہ دونوں حضرات قریب الوطن تھے، اس لیے باہم تعلق اور ملاقاتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ لیکن 1891ء میں مرزا غلام احمد صاحب کا دعوی مسیحیت سامنے آنے پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے الحب للہ و البغض للہ پر عمل پیرا ہوتے ہوئے تعلقات مودت ختم کر دیئے اور ختم

نبوت کی تحریک کا آغاز کر کے اپنے استاد گرامی سید نذیر حسین محدث کی قیادت میں مرزا صاحب کو علمی فکری اور روحانی میدانوں میں زچ کر کے رکھ دیا۔ یہ ایک طویل داستان ہے جس کے بیان کا یہ موقع نہیں ہے۔

جس دور میں مرزا غلام احمد نے براہین احمدیہ (پہلے چار حصے) لکھی ہے وہ مسیحیت، مہدویت یا نبوت کے دعووں کے ساتھ سامنے نہیں آئے تھے۔ اس دور میں وہ ایک حنفی مقلد، پیر اور مناظر اسلام کی حیثیت سے پہچانے جاتے تھے۔ براہین احمدیہ بھی انہوں نے بقول خود اسلام کے دفاع اور غیر اسلامی نظریات کے تدارک کے لیے لکھی تھی اور اس لیے ہندوستان بھر کے مسلمانوں نے اس کی طباعت واشاعت کے لیے پیشگی قیمت یا عطیات کی صورت میں مدد کی تھی اور اس کے شائع ہونے پر اگرچہ نواب سید صدیق حسن آف بھوپال اور استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنان محدث وزیر آبادو غیرہ علماء نے اس پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تھا لیکن بہت سے علماء ایسے بھی تھے جنہوں نے اس کتاب کو اچھا قرار دیا اور اس کا دفاع کیا۔ ایسے علماء میں مقلدین کے اس دور کے سب سے معروف اہل علم مولانا رشید احمد گنگوہی سب سے نمایاں ہیں۔

جیسا کہ مولانا ابو القاسم رفیق دلاوری حنفی لکھتے ہیں کہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس (مقالہ) کو حضرات مکفرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا اور اس مضمون کی ایک نقل مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے پاس بھی روانہ کی جو مولانا ممدوح کے مرید تھے۔ مولوی شاہ دین نے یہ تحریر سر بازار لوگوں کو سنادی اور اس سے وہ افراد جو مرزا صاحب کے مجدد مان چکے تھے اور ان سے حسن اعتقاد رکھتے تھے بہت خوت ہوئے۔ (رئیس قادیان جلد 2 ص 3)

نیز مولانا رشید احمد گنگوہی فرماتے ہیں:

صاحب براہین (مرزا غلام احمد) کا کون سا ایسا قول ہے جو معتزلہ اور شیعہ کے قول کے برابر ہو اور اس کی تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (مرزا) کو کافر فاسق نہیں کہتا، اس کو مجدد و ولی بھی نہیں کہہ سکتا۔ صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔ (رئیس قادیان جلد 2 ص 3-5)

مولانا دلاوری مزید لکھتے ہیں کہ 1301 میں دیوبند کے جلسہ دستار بندی میں یہ (مرزا صاحب) کا مسئلہ پھر زیر بحث آیا۔ مولانا محمد یعقوب نانوتوی شیخ الحدیث دیوبند نے علماء کی ایک مجلس جس میں مولانا

گنگوہی بھی موجود تھے فرمایا اگر مرزا غلام احمد پر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ الہامات کا درود ہو تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔

(رئیس قادیان از ابوالقاسم دلاوری جلد2 ص9)

مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں یہ تو مقلد علماء کا طرز عمل تھا جہاں تک مقلد فقراء کا تعلق ہے وہ بھی تقریباً ایسا ہی تھا۔ اس زمانے کے ہندوستان کے ان علاقوں میں جسے اب پاکستان کہا جاتا ہے دو پیروں کا بڑا نام تھا۔ ایک گولڑہ کے پیر مہر علی صاحب، دوسرے خواجہ غلام فرید چاچڑاں والے۔

پیر مہر علی گولڑوی صاحب کے ایک مرید بابو فیروز علی سٹیشن ماسٹر گولڑہ (جو حنفی مقلد تھے) نے 1892ء کے گرد و پیش ایک مرتبہ پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں دریافت کیا تو انہوں نے فرمایا:

امام جلال الدین سیوطی فرماتے ہیں کہ بعض مقامات منازل سلوک ایسے ہیں کہ وہاں اکثر بندگان خدا پہنچ کر مسیح و مہدی بن جاتے ہیں۔ بعض ان کے ہم رنگ ہو جاتے ہیں۔ میں یہ نہیں کہہ سکتا کہ یہ شخص (مرزا غلام احمد قادیانی) منازل سلوک میں اس مقام پر ہے یا حقیقتاً وہی مہدی ہے جس کا وعدہ جناب سرور کائنات ﷺ نے اس امت سے کیا ہے۔ مذاہب باطلہ کے واسطے یہ شخص شمشیر براں کا کام کر رہا ہے اور یقیناً تائید یافتہ ہے۔

بابو فیروز علی کی یہ روایت قادیانی اخبار الحکم کے 24 جون 1904ء کے شمارے میں شائع ہوئی تھی۔ پیر صاحب اس وقت زندہ تھے۔ ہوسکتا ہے انہوں نے اس کی تردید شائع کروائی ہو جو ہمارے علم میں نہیں ہے۔ ہمیں اپنے قصور علم کا مکمل اعتراف ہے۔ کوئی صاحبِ علم اگر پیر صاحب کی جانب سے اس کی تردید کی تحریری شہادت مہیا فرما دیں تو ہم اس اقتباس کو واپس لیتے ہوئے اس اہل علم کے شکر گزار بھی ہوں گے۔ تردید کے موجود نہ ہونے کا مطلب یہ ہوگا کہ 1897-1896ء میں جب کہ مرزا صاحب کو مسیح بنے 6 سال ہو چکے تھے پیر مہر علی انہیں بہت اونچے مقام و مرتبے کا حامل اور خدائی تائید یافتہ بزرگ سمجھتے تھے۔

یہی وہ وقت ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی کتاب انجام آتھم میں علماء و مشائخ کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا۔

مباہلے کے لیے مدعو مشائخ کی فہرست میں چودھویں نمبر پیر مہر علی صاحب کا اور پانچویں نمبر پر خواجہ غلام فرید چشتی چاچڑاں والے کا اسم گرامی ہے۔

پیر مہر علی شاہ چونکہ درج بالا اقتباس کے مطابق مرزا صاحب کو خدائی تائید یافتہ بزرگ سمجھتے تھے اس لیے میدان مباہلہ میں آنے سے پہلو بچا گئے۔

جہاں تک خواجہ غلام فرید چشتی کے ردعمل کا تعلق ہے وہ ہم دوسری جگہ نقل کریں گے۔ یہاں صرف اتنا بیان کیے جاتے ہیں کہ مباہلے کا یہ چیلنج مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا احمد علی سہارنپوری، حاجی عابد حسین دیوبندی، خواجہ سلیمان تونسوی، سجادہ نشین پھلواری شریف، سجادہ نشین مہارانوالہ، اور گدی نشین اوچ شریف جیسے مقلد علماء ومشائخ کو بھی دیا گیا تھا۔ ہم وجوہات سے تولاعلم ہیں لیکن جہاں تک ہماری معلومات کا تعلق ہے۔ ان میں سے کوئی بھی مباہلے کے لیے میدان میں نہیں آیا۔ یاد رہے کہ مرزا صاحب نے ایک سو سے زائد علماء ومشائخ کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا اور عجیب اتفاق ہے کہ اس طویل فہرست میں شاہ احمد رضا خان صاحب کا اسم گرامی کہیں نظر نہیں آیا۔ محسوس ہوتا ہے کہ یا تو ان کا علمی قد کاٹھ ابھی اتنا بلند نہیں ہوا تھا کہ انہیں اکابرین میں شامل کیا جاتا یا مرزا صاحب کے خلاف تحریک میں ابھی ان کا کوئی ایسا کام ہی سامنے نہیں آیا تھا کہ مرزا صاحب قادیانی انہیں چیلنج کے قابل سمجھتے۔

مرزا صاحب کے دور کے ایک دوسرے نامور حنفی مقلد پیر طریقت حضرت خوراجہ غلام فرید چاچڑاں شریف والے بھی مرزا صاحب کے بارے میں بہت اچھی رائے رکھتے تھے۔ جیسا کہ مہر منیر کے صفحہ 205 پر مولوی فیض احمد نے لکھا ہے:

جب علماء نے مرزا صاحب کے خلاف لکھنا شروع کیا تو خواجہ (غلام فرید چشتی حنفی) نے فرمایا کہ یہ شخص (مرزا غلام احمد) حمایت دین پر قمر بستہ ہے اور علماء مذاہب باطلہ کو چھوڑ کر اس نیک آدمی کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہیں۔ حالانکہ وہ اہل سنت والجماعت میں سے ہے اور صراط مستقیم پر ہے۔

نیز اشارات فریدی میں مولوی رکن الدین نے بیان کیا ہے ایک شخص نے خواجہ غلام فرید کی مجلس میں مرزا صاحب کی تعریف کی تو خواجہ صاحب بہت خوش ہوئے اور فرمایا مرزا صاحب تمام اوقات خدا کی عبادت

نماز یا تلاوت قرآن شریف میں گزارتے ہیں۔اس نے دین کی حمایت میں کمر باندھی ہوئی ہے۔(وہ) نیک مرد اور اہل سنت والجماعت سے ہے۔اس کا تمام کلام حقائق و معرفت و ہدایت سے بھرا پڑا ہے۔

(اشارات فریدی مطبوعہ آگرہ 1320ھ جلد 3 صفحہ 70-69)

یاد رہے کہ خواجہ غلام فرید صاحب کا یہ بیان شعبان 1314ھ کا ہے جب کہ مرزا صاحب براہین احمدیہ کے دور سے آگے نکل چکے تھے اور انہیں مسیح بنے بھی 6 سال ہو چکے تھے۔

جب مرزا غلام احمد صاحب نے 1897ء میں علماء و مشائخ کو مباہلے کا چیلنج کیا تو خواجہ صاحب نے فارسی زبان میں مرزا صاحب کو خط لکھا جو مرزا غلام احمد کی کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں بمع ترجمہ موجود ہے۔ہم اردو ترجمہ سے اقتباس پیش کرتے ہیں۔

خواجہ غلام فرید مرحوم لکھتے ہیں:

مجھے آپ (مرزا) کی وہ کتاب پہنچی جس میں مباہلہ کے لیے جواب طلب کیا گیا ہے۔اور اگرچہ میں عدیم الفرصت تھا تاہم میں نے اس کتاب کی ایک جز کو جو حسین خطاب اور طریق عتاب پر مشتمل تھی پڑھی ہے سوائے ہر یک حبیب سے عزیز تر تجھے معلوم ہو کہ میں ابتدا سے تیرے لیے تعظیم کرنے کے مقام پر کھڑا ہوں، تا کہ مجھے ثواب حاصل ہو اور کبھی میری زبان پر بجز تعظیم اور تکریم اور رعایت آداب کے تیرے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا اور اب میں مطلع کرتا ہوں کہ میں بلا شبہ تیرے نیک حال کا معترف ہوں اور میں یقین رکھتا ہوں کہ تو خدا کے صالح بندوں میں سے ہے میرے لیے عاقبت بالخیر کی دعا کر، والسلام۔

(روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 324)

یہ خط 27 رجب 1314ھ کا ہے۔خواجہ غلام فرید صاحب کا ایک اور خط جو 27 شعبان 1314ھ کا ہے جو یوں شروع ہوتا ہے:

بخدمت جناب مرزا صاحب علی مراتب مجموعہ محاسن بیکراں، مستجمع اوصاف بے پایاں، مکرم معظم برگزیدہ خدائے جناب مرزا غلام احمد۔

خواجہ غلام فرید صاحب نے مرزا غلام احمد صاحب کو ایک خط 18 شوال 1314ھ کو بھی لکھا۔ جو یوں

شروع ہوتا ہے:

بخدمت جناب معافی آگاہ، معارف پناہ، حقائق نگاہ، شریعت انتباہ، المستظہر باللہ المعرض ماسواہ المویدمن اللہ الصمد جناب مرزا غلام احمد

(دیکھیے روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 90 اور 102)

قارئین درج بالا اقتباسات میں مقلد علماء و مشائخ نے مرزا صاحب کو مجموعہ محاسن۔ مرد صالح، ملہم، بزرگ، خدائی تائید یافتہ، اہل سنت والجماعت، عابد و زاہد، معارف پناہ، حامی دین، ہر یک حبیب سے عزیز تر، مذاہب باطلہ کے واسطے شمشیر براں وغیرہ قرار دیا ہے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی جیسے بزرگ جن کو اپنے متعلق دعوی ہے کہ ان کی زبان سے جو کچھ نکلتا ہے وہی حق ہے۔ مرزا صاحب کے دفاع میں مضامین لکھتے ہیں اور ان کے مرید حنفی علماء ایسی تحریروں کو عام مجمعوں میں پڑھ پڑھ کر لوگوں کو سناتے ہیں۔ ایسے ماحول میں اگر ایک غیر مقلد نے بھی براہین احمدیہ کی تعریف کر دی تو اسے دھاندلی کے سوا اور کیا کہا جا سکتا ہے کہ محمد حسین کو تو مجرم سمجھا جاتا رہے اور مولانا رشید گنگوہی، مولانا یعقوب نانوتوی، پیر مہر علی گولڑوی، خواجہ غلام فرید اور مذکورہ بالا علماء لدھیانہ کو قطب الارشاد، قطب عام، قبلہ عالم، علماء حق، مشائخ عظام، تحریک ختم نبوت کے بانیوں اور سالاروں کے القابات و خطابات سے یاد کیا جاتا رہے۔ جرم ہے تو سب کا یکساں ہے۔ معافی دینا مقصود ہے تو وہ شخص معافی کا سب سے زیادہ مستحق ہے جس کے بارے میں 1891ء میں دعوی مسیحیت کے بعد خود مرزا غلام احمد مسلم 17 سال تک یہ کہتا رہا کہ محمد حسین اس کو سب سے پہلے کافر قرار دینے والا، اس کا سب سے بڑا مخالف، اس کی مخالفت میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کرنے والا، اس کے حق میں مسلمانوں کے خیالات کو بھڑکتی ہوئی آگ کی مانند کر دینے والا، تمام گمراہوں کا سردار اور امام متکبراں، اس کے خلاف بھاگ دوڑ میں اپنی جوتیاں گھسا دینے والا اور امت مرزائیہ کا فرعون ہے۔

روزنامہ جنگ میں پیر مہر علی گولڑوی صاحب پر مضمون لکھنے والے مقلد دوست کو چاہیے تھا کہ وہ مولانا محمد حسین بٹالوی کو الزام دینے سے پہلے اپنے ایک مقلد بھائی کی کتاب کی یہ عبارت بھی ملاحظہ فرما لیتے:

قادیانی صاحب 1301ء میں اپنے دہلوی خسر کے پاس لدھیانہ گئے اور پہنچتے ہی اپنی مجددیت کا نغمہ چھیڑ دیا۔ میر عباس علی، منشی احمد جان مع مریداں، مولوی محمد حسین، مولوی شاہ دین، مولوی نور محمد مہتمم مدرسہ حقانی اور مولوی عبدالقادر وغیرہ نے اس دعوی کو تسلیم کر کے ہر طرح سے امداد پر کمر ہمت باندھی۔ شاہزادہ صفدر بیگ کے مکان پر مدرسہ اسلامیہ کے اہتمام کے متعلق ایک جلسہ تھا۔ اس میں منشی احمد جان، مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر صاحبان نے بیان کیا کہ کل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لدھیانہ تشریف لائیں گے۔ ان کی مدح وستائش میں سخت مبالغہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا وہ گویا اول المسلمین ہو گا۔

(رئیس قادیان از مولانا رفیق دلاوری جلد دوم صفحہ 1)

اس عبارت میں جتنے لوگوں کا ذکر ہوا یہ سب طبقہ مقلدین سے تعلق رکھتے ہیں۔ یہ لوگ نہ صرف خود مرزا صاحب کے حلقہ بیعت میں داخل ہوئے بلکہ اپنے مریدوں کو بھی اپنے ساتھ لے گئے۔ اس پر مستزاد یہ کہ وہ مرزا کے مبلغ بن گئے اور لوگوں کو اول المسلمین (برعکس نام نہند زنگی کافور) بننے کی ترغیب دینے لگے۔

قارئین شائد آپ یہ سمجھیں کہ اوپر ذکر کردہ لوگوں کو ہم نے بغیر کسی شہادت کے حنفی مقلد قرار دے دیا ہے۔ اس لیے ہم ایک مقلد کی کتاب سے اقتباس پیش کیے دیتے ہیں جو ہماری بات کی تصدیق کریں گے۔

مولانا رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

لدھیانہ میں احمد جان نام کا ایک شخص پیری مریدی کرتا تھا، بدنصیبی سے وہ شخص کسی طرح قادیان کے دام تزویر میں پھنس گیا اور قبول مرزائیت کے تھوڑے ہی دن بعد دنیا سے رخصت ہو گیا۔ اب نے بارہ تیرہ سال کی ایک نہایت حسینہ لڑکی پیچھے چھوڑی تھی۔ الہامی (قادیانی) صاحب نے اپنے مرید خاص میر عباس علی لدھیانوی کو لکھا کہ حکیم نور دین صاحب کے لیے اس لڑکی کی بات چیت کرو۔ میر عباس علی نے لڑکی کی ماں اور بھائی سے گفتگو کی اور بہلا پھسلا کر ان کو راضی کر لیا لیکن انہوں نے اس ازدواج کو اس شرط کے ساتھ مشروط کیا کہ وہ حنفی ہوں۔

(رئیس قادیان جلد اول صفحہ 157)

ان میر عباس علی وغیرہ کے متعلق خود مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

میر (عباس علی شاہ) صاحب حنفی ہیں اور میرے مخلص دوست منشی احمد جان صاحب جن کی بابرکت لڑکی ہے یہ تجویز (حکیم نوردین کی دوسری شادی) درپیش ہے پکے حنفی تھے اوران کے مرید جو اس علاقہ میں بکثرت پائے جاتے ہیں سب حنفی ہیں۔منشی احمد جان مرحوم جب تک زندہ رہے خدمت کرتے رہے۔ دوسرے تیسرے مہینے کسی قدر روپے اپنے رزق خداداد سے مجھے بھیجتے رہے۔(انکے لڑکے) صاجزادہ افتخار احمد صاحب (مرزا صاحب کے مرید) اوران کے تمام اعزہ و متعلقین کے دل پر تقلید حنفی کا بڑا رعب ہے۔

(اقتباسات ازمکتوبات مرزا،منقول ازرئیس قادیان جلداول صفحہ 158)

اور جہاں تک خود مرزا صاحب کا تعلق ہے وہ باقرار خود حنفی المذہب تھے۔ہم حوالے کے لیے ان کی کوئی عبارت پیش نہیں کرتے بلکہ دربار گولڑہ شریف سے اپنی بات کی تصدیق کراتے ہیں،لکھا ہے:

جہاں تک معلوم ہوسکا ہے ان (مرزا غلام احمد) کے آباء واجداد حنفی المذہب مسلمان تھے اور خود مرزا صاحب بھی اوائل زندگی میں انہی کے قدم بہ قدم چلتے رہے۔اس وقت تک مرزا صاحب کے عقائد وہی تھے جو ایک صحیح العقیدہ مسلمان کے ہونے چاہئیں،

(سیف چشتیائی طبع چہارم،1981 گولڑہ پیش لفظ ازمحمد حیات)۔

جس شخص کو گولڑہ دربار سے صحیح العقیدہ مسلمان ہونے کی سند ملے اس کی کتاب براہین احمدیہ کی جو اس نے بقول خود حمایت اسلام میں لکھی تھی مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے تعریف کردی تو بتایئے مجرم کون ہے؟ مرزا کو صحیح العقیدہ مسلمان قرار دینے والے یا ایک۔صحیح العقیدہ،مسلمان کی کتاب کی تعریف کرنے والا۔

قارئین جنگ کے مضمون نگار نے پیر مہر علی گولڑوی کو تحریک ختم نبوت کا میر کاروان بھی قرار دیا ہے۔ اس سلسلے میں ہماری گزارشات حسب ذیل ہیں۔

مرزا غلام احمد کا دعوی مسیحیت 1891ء کے آغا میں منظر عام پر آیا اوران کے معاً بعد مولانا محمد حسین بٹالوی نے انہیں مباحثے کا چیلنج دے دیا۔جس کے نتیجہ میں جولائی 1891ء میں لدھیانہ میں 12 روز تک دونوں کے درمیان مباحثہ ہوتا رہا۔اسی سال یعنی فروری 1891ء ایک اور غیر مقلد بزرگ مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا صاحب کو مباہلے کا چیلنج دے دیا لیکن مرزا صاحب پہلو بچا گئے۔(یہ مباہلہ پھر ۱۸۹۳ء میں

امرتسر میں وقوع پذیر ہوا)۔مناظرے اور مباہلے کے چیلنج کے ساتھ ہی تحریک ختم نبوت کا کاروان چل نکلا اور تحریر وتقریر، رسائل، اشتہارات، مناظرے، مباحثے، مباہلے، عوامی جلسوں اور فتوؤں کا ایک سلسلہ چل نکلا۔ حضرت پیر مہر علی صاحب اس ابتدائی اور انتہائی اہم دور میں تحریک کی کسی بھی صف میں نظر نہیں آتے۔ میر کاروان ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔ان کا نام ان مفتیان کرام کی فہرست میں بھی شامل نہیں ہے۔ جنہوں نے 1892ء والا مشہور فتوی تکفیر مرزا غلام احمد صاحب کے بارے میں دیا تھا۔

تاریخ تحریک ختم نبوت کا مطالعہ کرنے سے پتہ چلتا ہے کہ 1897ء میں مرزا غلام احمد نے پیر صاحب کو اپنے مخالفین کی صفوں میں لانے کی ایک کوشش کی تھی جو ناکامی سے دوچار ہوگئی۔تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ جب مرزا غلام احمد نے اپنی کتاب انجام آتھم میں علماء ومشائخ کو مباہلے کا چیلنج دیا تو مشائخ کی فہرست میں چودھویں نمبر پر پیر مہر علی صاحب کا نام بھی درج کر دیا۔ پیر مہر علی صاحب نے تاہم مرزا صاحب کو شائد منہ لگانا پسند نہ فرمایا، اور وہ مباہلے کے لیے میدان میں آنے اور تحریک ختم نبوت کے کاروان میں شامل ہونے سے پہلو بچا گئے۔

1900ء کے لگ بھگ البتہ مہر علی صاحب کاروان تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو گئے تھے اور اس کے بعد ان کی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں۔ پیر مہر علی صاحب تحریک میں شامل کیسے ہوئے اس بارے میں ہمارے سامنے دو روایات ہیں۔ایک وہ جو روزنامہ جنگ لندن کے 16 جولائی 92ء کے مضمون نگار؟ نے ملفوظات طیبات سے نقل کی ہے جس کے مطابق حضرت گولڑوی صاحب نے فرمایا کہ

عالم رویا میں نبی پاک ﷺ نے مجھے مرزا قادیانی کی تردید کا حکم کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث میں تاویلیں کر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔

اور پھر بقول مضمون نگار گولڑوی مرحوم نے شمس الہدایت تالیف فرمائی۔

دوسری روایت سیف چشتیائی کے پیش لفظ میں محمد حیات خان صاحب نے بایں الفاظ بیان کی ہے۔

علماء کی درخواست پر حضرت قبلہ عالم اس طرف متوجہ ہوئے اور باطنی ارشادات کی تعمیل میں 1317ھ یعنی 1899-1900 ماہ شعبان ورمضان المبارک میں اوراد واشغال روزمرہ سے کچھ وقت بچا کر ایک رسالہ

بعنوان شمس الهدایت فی اثباۃ حیاۃ المسیح منشی عبدالجبار کاتب اخبار چودھویں صدی راولپنڈی کو قلم بند کرایا جو رمضان شریف ہی میں طبع ہو کر سارے ہندوستان کے علماء و مشائخ میں تقسیم کرا دیا گیا۔

(سیف چشتیائی بار چہارم 1981ء گولڑہ۔ پیش لفظ ص 3)

اس روایت سے بھی یہی نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ مرزا صاحب کے خلاف جب 1891ء میں تحریک شروع ہوئی تو پیر صاحب اس میں شامل نہیں تھے وہ کامل نو برس تک اس سے لاتعلق رہ کر اپنے اوراد و اشغال میں مصروف رہے۔ 1900ء میں علماء امت ان کی خدمت میں یہ درخواست لے کر حاضر ہوئے کہ یا حضرت یہ خانقاہوں اور حجروں کا کام ذرا موخر کیجیے اور امت پر فتنہ قادیانیت کی صورتمیں جو نازک وقت آیا ہے اس فتنہ کی بیخ کنی یہ تحریک کی صفوں میں شامل ہو کر اپنا کردار ادا کیجیے۔ پیر صاحب نے اس درخواست کو منظور فرماتے ہوئے شمس الہدایت تالیف فرما دی جو 1900ء میں شائع کر دی گئی قارئین! درج بالا دونوں روایات پیر مہر علی صاحب کے معتقدین کے ذریعہ ہم تک پہنچی ہیں۔ دونوں کے مطابق تحریک ختم نبوت میں پیر صاحب کا ورود 1900ء میں ہوا۔ تاہم ایک روایت کے مطابق پیر صاحب کو میدان میں لانے کا موجب علماء کی درخواست بنی اور دوسری کے مطابق حضور نبی کریم ﷺ کا عالم رویا میں ارشاد گرامی پیر صاحب کے معتقدین بتائیں کہ ان میں سے کون سی روایت درست ہے اور کون سی نادرست؟

نیز یہ کہ اگر دونوں روایات درست ہیں تو بتایا جائے کہ علماء درخواست لے کر پہلے پیر مہر علی صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے یا جناب رسالتمآب ﷺ کی جانب سے حکم پیر صاحب کو پہلے ملا۔ ان سوالات کے جواب مل جائیں تو اس موضوع پر ہم مزید گزارشات پیش کریں گے۔ ان شاءاللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر ۱۹۹۶ء۔ ص ۱۰۔۱۳)

(فتوی تکفیر قسط نمبر ۱۱۔ کے ساتھ صراط مستقیم کے شمارے میں یہ مضمون بھی ہے۔)

سید محمد نذیر حسین محدثؒ دہلوی

(۹)

آج کی نشست کا آغاز ہم تحریک ختم نبوت کے ان واقعات کے ذکر سے کرنا چاہتے تھے جو 1892ء سے متعلق ہیں، پھر ہم نے سوچا کہ اب تک اقساط میں حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کا ذکر تو بہت مرتبہ آچکا ہے لیکن ان کے حالات زندگی ہم اپنے قارئین کے سامنے نہیں رکھ سکے۔ اس کمی کو پورا کرنے کے لیے آج کی نشست کا ابتدائی حصہ ان کے ذکر خیر میں صرف کرنا چاہیے۔

حضرت میاں صاحب ایک جامع الصفات شخصیت ہیں۔ تاہم ان کی حیاۃ مبارکہ کے کچھ پہلو تو عوام کے سامنے ہیں اور کچھ پہلو ایسے ہیں جو عوام کی نظروں سے بوجوہ اوجھل ہیں۔ مثلاً آپ کو لوگ ایک محدث کی حیثیت سے تو جانتے ہیں کہ جس نے تقریباً 60 برس تک خاندانی ولی اللہی کی مسند پر بیٹھ کر صحاح ستہ کا درس اس شان سے دیا کہ دہلی جیسے علمی اور تہذیبی مرکز میں ان کے بالمقابل کسی اور کا چراغ نہ جل سکا۔ لوگ انہیں ایک نابغہ روزگار فقیہہ کی حیثیت سے بھی جانتے ہیں جس نے ہدایہ جیسی بڑی اور معروف کتاب کو اس کثرت سے پڑھایا کہ خود فرماتے ہیں کہ پرانے وقتوں میں جو عالم ہدایہ پڑھایا کرتا تھا اس کے گھر پر بطور اعزاز جھنڈا لہرایا کرتا تھا، ہم نے اسے: کریما ما مقیماں، بنادیا ہے۔ اور جس نے مکہ معظّمہ میں حاکم وقت کے سامنے علماء احناف کو چیلنج کیا (جن میں حاجی امداداللہ مہاجر، مولوی رحمت اللہ کیرانوی اور مولوی عبدالقادر بدایونی وغیرھم شامل تھے) کہ یہ بھی ہدایہ پڑھائیں۔ ہم بھی سامنے بیٹھ کر ہدایہ پڑھاتے ہیں پھر دیکھیں گے

اودھر جاتا ہے دیکھیں یا اِدھر پروانہ آتا ہے۔

قارئین! صرف ہم ہی نہیں، ایک زمانہ حضرت میاں صاحب کے علم و فضل کا معترف ہے۔ مثلاً مشہور حنفی عالم مولانا مناظر احسن گیلانی لکھتے ہیں:

میاں (نذیر حسین) صاحب اس زمانہ میں جب مولانا (قاسم) نانوتوی نے دلی میں کافیہ شروع کی تھی دلی کے عام حلقوں میں باوجود آفاقی ہونے کے کافی امتیاز حاصل کر چکے تھے۔ 1263 میں یعنی مولانا (قاسم) نانوتوی کی (دلی) آمد کے تین سال بعد سید احمد خاں کی آثار الصنادید نامی جو کتاب شائع ہوئی تھے اس میں میاں نذیر حسین صاحب کا ذکر کرتے ہوئے سید (احمد) صاحب نے لکھا کہ

مولوی نذیر حسین صاحب بہت صاحب استعداد ہیں۔ خصوصاً فقہ میں ایسی استعداد کامل بہم پہنچائی ہے کہ اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں۔ فن روایت میں آج بے نظیر ہیں۔ باعتبار سن کے جوان اور باعتبار طبیعت حلیم اور وضع متین کے پیر۔

(سوانح قاسمی از مناظر احسن گیلانی، لاهور جلد اول)

قارئین! یاد رہے کہ سید نذیر حسین کے بارے میں سر سید احمد کے یہ ریمارکس اس وقت کے ہیں جب میاں صاحب کی عمر مبارک تقریباً 43 سال تھی۔ اور وہ اس کے بعد تقریباً 57 سال تک زندہ رہے اور درس و تدریس میں مصروف رہے۔ جب 43 سال کی عمر میں ان کے متعلق یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ فقہ میں اپنے نظائر واقران سے گوئے سبقت لے گئے ہیں (ان اقران میں حاجی امداد اللہ اور مولانا مملوک علی شامل ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ اصاغر میں تھے اور مولانا محمود حسن، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا احمد رضا خان صاحب تو اس وقت کسی شمار میں نہ تھے) اور یہ کہ وہ فن روایت (حدیث) میں بے نظر ہیں، تو اپنی حیاۃ دنیوی کے آخر برسوں میں ان کے علمی مدارج کا اندازہ کرنا کوئی سہل بات نہیں ہوسکتی۔ ہماری اس بات سے ملتی جلتی بات خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں نے بھی کہی جب ان کی مجلس میں میاں صاحب کا ایک مرتبہ ذکر ہوا۔ یہ خواجہ صاحب پاکستان کے سرائیکی علاقوں میں ماضی قریب کے بزرگوں میں انتہائی اہم مقام کے حامل ہیں۔ یہ حنفی المسلک صوفی بزرگ ہیں جن کی کافیاں سرائیکی علاقوں میں زبان زد خاص و عام ہیں۔ ان کے ملفوظات کا مرتب کنندہ لکھتا ہے:

اس کے بعد مولانا نذیر حسین محدث کا ذکر ہونے لگا۔قطب الموحدین حضرت خواجہ محمد بخش نے عرض کیا کہ حضور لوگ مولوی نذیر حسین کو غیر مقلد اور وہابی کہتے ہیں، وہ کیسے ہیں؟ آپ (خواجہ غلام فرید) نے فرمایا کہ سبحان اللہ، وہ تو ایک صحابی معلوم ہوتے ہیں۔آپ نے فرمایا کہ کسی شخص کی عظمت کے لیے یہی دلیل کافی ہے کہ دنیا میں اس کی مانند کوئی نہ ہو۔چنانچہ آج کل کے زمانے میں علم حدیث میں ان کی کوئی نظیر نہیں ہے۔نیز وہ اس قدر بے نفس ہیں کہ اہل اسلام کے کسی فرقے کو برا نہیں کہتے۔اگرچہ لوگ ان کو ان کے منہ پر برا بھلا کہتے ہیں لیکن وہ کسی کو برا نہیں کہتے۔یہ بات کس میں ہے؟ اب اگرچہ وہ ضعیف ہو چکے ہیں تاہم وہ اپنا کام خود کرتے ہیں، حتی کہ مہمان کو کھانا بھی خود اٹھا کر دیتے ہیں۔وہ کسی شخص سے یہ نہیں پوچھتے کہ تم صوفی ہو یا کیا مذہب رکھتے ہو۔(مقابیس المجالس، ملفوظات خواجہ غلام فرید جمع وترتیب مولانا رکن الدین، تحقیق کپتان واحد بخش سیال۔لاھور، صفحہ 796:)

قارئین اٹھارہ سوستاون کی جنگ آزادی کے دوران ایک روز بہادر شاہ ظفر کے دربار میں بھی آپ کا ذکر خیر ہوا جس کی روداد اس روز نامچہ میں موجود ہے جس کو عبداللطیف نے مرتب کیا جو ایک ثقہ تاریخی دستاویز کی حیثیت سے اہل علم میں معروف ہے۔لکھا ہے:

> معز الملک مرزا محمد قدرت اللہ بیگ غمزدہ ہوکر آئے اور بادشاہ سے عرض کیا کہ مولوی سید نذیر حسین آل رسول سے ہیں۔پارسا اور پرہیزگار ہیں۔میرے ماموں مولوی محمد عبدالخالق مرحوم کی جگہ دن رات درس وتدریس کا ہنگامہ گرم رکھتے ہیں۔آج ظالموں نے ایک عیسائی عورت کو پناہ دینے کا ان پر شبہ کیا اور ان سے بدظن ہو گئے۔ان کے مکان پر بیہودہ شورش اور غیر سنجیدہ حرکتیں کیں۔
>
> بادشاہ ان کی کجروی پر غصہ ہوئے اور شاہزادوں سے فرمایا کہ
>
> مولوی سید نذیر حسین کو جو نالائقوں کی سختی سے پریشاں حال ہیں نجات دلائیں اور ان کے بے جا اور ناجائز غلبہ کو ختم کریں۔
>
> (مولوی صاحب سے) ہمارے لیے دعا کی استدعا کریں۔

یقیناً مولانا از سادات حسنی و حسینی است در حدیث پایہ اجتہاد گرفت ۔ در فقہ برتری مایہ ۔ در اصلو
آ گاہی کمال دارد ۔ در علم تفسیر بے مثال است ، امروز در علم و عمل بے نظیر است ۔ شب باز و
سفید کار است ، ہر آئینہ در پرستش ایزدی بزرگی گرفت

کہ یقیناً مولانا سادات حسنی و حسینی ہیں ۔ حدیث میں انہوں نے مجتہد کا مرتبہ حاصل کیا ہے ۔
فقہ واصول فقہ میں بھی کمال بہم پہنچایا ہے ۔ علم تفسیر میں وہ بے مثال ہیں ، موجود زمانے میں علم
وعمل میں وہ بے نظیر ہیں ۔ شب بیدار اور نیکو کار ہیں ۔ بے شبہ عبادت الٰہی میں انہوں نے بزرگی
حاصل کی ہے ۔

(۱۸۵۷ء کا تاریخی روزنامچہ از عبداللطیف ، بروز ۱۲ محرم ۱۲۷۴ھ مطابق ۳ ستمبر ۱۸۵۷ء شائع کردہ ندوۃ المصنفین دہلی صفحہ ۱۰۳ ، ۱۰۴ ۔ ۱۷۰)

اس اقتباس کا ایک ایک لفظ بتا رہا ہے کہ بادشاہ وقت اس درویش کو کتنی وقعت کی نظر سے دیکھتا تھا اوران کے علم وفضل ارزہد وتقوی کا کس قدر معترف تھا ۔ یاد رہے کہ سید نذیر حسین صاحب اس واقعہ کے بعد 45 سال تک زندہ رہے ۔ اور علوم قرآن وسنت کی اس انہماک سے خدمت کرتے رہے کہ تحریک مجاہدین میں حصہ لینے کے جرم میں جو عرصہ انہوں نے راولپنڈی وغیرہ نظر بندی میں گزارا ، اس دوران بھی انہوں نے درس وتدریس کے معمولات میں فرق نہیں آنے دیا ۔

اب لوگ سید صاحب کو تحریک آزادی کے مجاہد کے طور پر بھی کچھ کچھ جانتے ہیں جس کی وجہ اس لٹریچر کا سامنے آنا ہے جو اس بات کا ثبوت مہیا کرتا ہے کہ آپ نے صرف 1857 ء کی جنگ آزادی میں پیش پیش تھے بلکہ اس کے بعد کے بھی کئی عشروں میں وہ تحریک مجاہدین کے سربرآوردہ قائدین میں شامل رہے ہیں جس کی وجہ سے خفیہ پولیس کی نگرانی اور قید وبند کی سعادتوں سے بھی وہ سرفراز ہوئے ۔ ایسے لٹریچر کی وجہ سے لوگوں کی آنکھوں سے تعصب کا وہ پردہ بھی کچھ کچھ ہٹ رہا ہے جس نے مولانا حسین احمد مدنی صاحب جیسے صاحب علم کی بینائی کو اس قدر دھندلا دیا تھا کہ 1857 ء میں دہلی سے جاری ہونے والے فتوی جہاد کی جس دستاویز پر انہیں مفتی صدرالدین ، مولوی فیض احمد بدایونی اور مولوی وزیر خان وغیرھم کے اسماء گرامی تو نظر آ گئے لیکن جو

شخص نہ صرف اس وقت، بلکہ آج بھی ان بزرگوں سے زیادہ معروف تھا (یعنی سید نذیر حسین محدث) اس کا اسم گرامی اسماء مفتیان میں اس دستاویز پر انہیں نظر نہیں آسکا تھا۔

(دیکھیے نقش حیاۃ از مولانا حسین احمد مدنی جلد دوم صفحہ 456)

اب تو لوگ اس شخصیت کو سرحد پر لڑنے والے وہابیوں کے مدار المہام کی حیثیت سے بھی جاننے لگے ہیں۔ جو پیہم خفیہ پولیس کی نگرانی میں رہتا تھا لیکن مجاہدین بھرتی کرنے کا کام اور سرحد پر لڑنے والے وہابیوں کے لیے سرمایا اکٹھا کرنے اور پھر اسے سرحد پر پہنچانے کا کام اس قدر خفیہ طریق سے کرتا تھا کہ دلی جیسے مقام پر اس کی سرگرمیوں کا سراغ لگانا ممکن نہیں ہوا، اور خود انگریز افسروں کو اعتراف کرنا پڑا کہ وہ اس قدر بااثر شخص تھا کہ اس کے خلاف شہادتیں حاصل کرنا ممکن نہیں۔ تفصیلات کے لیے دیکھیے ڈاکٹر قیام الدین کی کتاب: ہندوستان میں وہابی تحریک۔

یہ شخصیت جو اپنی ذات میں انجمن تھی۔ اپنے مدرسہ کے شعبہ افتاء کی سربراہ بھی خود ہی تھی۔ شیخ التفسیر بھی خود، شیخ الحدیث بھی خود، شیخ الفقہ بھی خود، مہتمم بھی خود اور افسر مہمان داری بھی خود ہی تھی۔ صبح کے درسی معمولات کے بعد ہم انہیں خریداری کیلیے بازار جاتے ہوئے اس حال میں دیکھتے ہیں کہ محلے میں بلند آواز سے کہتے جاتے ہیں نذیر حسین بازار جارہا ہے کسی نے کچھ منگوایا ہے تو بتاؤ۔ اور محلے کی عورتیں کپڑے کے پلو میں سے پیسے باندھ کر اشیاء ضرورت کی فہرست تھمائے دیتی ہیں کہ ہمارے لئے یہ اور یہ لے آئیں۔ اور واپسی پر لدے پھندے نذیر حسین کو دروازے کھٹکھٹا کر خرید کی ہوئی اشیا اور پیسوں کا حساب لوگوں کو دیتے ہوئے دیکھتے ہیں۔ عصر کی نماز کے بعد اسی نذیر حسین کو دہلی کے تانگوں کے اڈے پر منڈلاتے ہوئے دیکھا جاتا ہے۔ جو آنے والے مسافروں کا سامان اٹھا اٹھا کر ان کی منازل پر پہنچا رہا ہے۔ جیسا کہ بیان کیا جاتا ہے کہ عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی جب حضرت میاں صاحب سے کسب فیض کے لیے دہلی آئے تو دہلی کے اڈے پر ایک شخص سے میاں صاحب کے مدرسے کا پوچھا۔ اس شخص نے کہا چلو میں تمہیں چھوڑ آتا ہوں۔ مدرسے میں پہنچ کر سامان رکھ کر وہ شخص چلا گیا تو مولانا عبداللہ غزنوی نے طلباء سے پوچھا: میاں صاحب کہاں ہیں، اور ان سے کب ملاقات ہوگی۔، بتایا گیا کہ جو شخص تمہارا سامان اٹھا کر لایا ہے وہ میاں صاحب ہی تو تھے۔

ہمارے یہ سید محمد نذیر حسین صوبہ بہار کے ایک موضع سورج گڑھ ضلع مونگیر میں سید جواد علی کے گھر ۱۲۲۰ھ مطابق ۱۸۰۵ء میں پیدا ہوئے۔ ۱۷ برس کی عمر میں وطن چھوڑا اور عظیم آباد پٹنہ میں سید احمد شہید کے ایک مرید شاہ محمد حسین سے ابتدائی کتب اور مشکوۃ شریف نیز ترجمہ قرآن پاک پڑھا۔ پٹنہ میں آپ کے دوران تعلیم وہاں حضرت سید احمد شہید دورے پر تشریف لائے جب کہ حضرت شاہ محمد اسماعیل شہید بھی ان کے ہمراہ تھے۔

سید نذیر حسین کو ان دونوں بزرگوں کی صحبت میں بیٹھنے اور ان کے مواعظ سے مستفید ہونے کا موقع ملا۔ 1243ھ میں آپ اعلی تعلیم کے حصول کے لیے دہلی چلے آئے جہاں انہوں نے ابتداء میں مولانا عبدالخالق سے مسجد اورنگ آبادی میں کسب فیض کیا۔ پھر شاہ محمد اسحاق مہاجر نبیرہ شاہ عبدالعزیز محدث سے تکمیل حدیث کی اور شاہ اسحاق کے مع اہل خاندان 1257ھ 1841ء میں مکہ معظّمہ ہجرت کر جانے کے بعد آپ نے دہلی کے مسجد اورنگ آبادی میں حدیث تفسیر اور فقہ کا درس شروع کیا۔۱۲۷۳ھ۔ ۱۸۵۷ء کی جنگ کے بعد انگریزوں نے اس مسجد اور مدرسے کو گرا کر اس جگہ کو ریلوے اسٹیشن کی حدود میں شامل کر لیا تو آپ پھاٹک حبش خان میں منتقل ہو گئے جہاں اپنی وفات 1320ھ 1902ء تک علوم قرآن وسنت کی اشاعت میں اس شان استغنا کے ساتھ روز وشب مصروف رہے کہ جب انہیں ریاست بھوپال کی قضاۃ کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے فرمایا نہیں صاحب اس طرح تو ہمیں وہاں مسند لگا کر بیٹھنا پڑے گا اور یہ غریب چٹائی پر بیٹھ کر پڑھنے والے طالب علم ہمیں کہاں ڈھونڈتے پھریں گے۔اس فقیر کے استغنا اور توکل علی اللہ کا زندگی بھر یہ عالم رہا کہ مدرسے کے اخراجات کے لیے کبھی دست طلب دراز نہیں فرمایا۔ بلکہ جب سی ریاست کی طرف سے باقاعدہ مالی معاونت کی پیش کش ہوئی تو انہوں نے فرمایا: نہیں صاحب، ہمیں ایسی چیزوں کی فکر نہیں ہے۔ میں تو اللہ کے گھر کے دروازے پر بیٹھ کر پڑھاتا ہوں اور وہی اپنے خزانے سے سارے اخراجات پورے کرتا ہے۔

بھوپال ریاست کی نوکری سے انکار کی اہمیت اور سید نذیر حسین صاحب کی حقیقی شان استغنا اس وقت مزید اجاگر ہو جاتی ہے جب ہم مولانا حسین احمد مدنی دیو بندی کی کتاب نقش حیاۃ کے درج ذیل اندراجات

ملاحظہ کرتے ہیں جس میں وہ اپنے آپ کو خصفہ کا رکن اور اس وجہ سے ریاستوں کے حکمرانوں کے لیے دعا گوئی کے عوض وظیفہ خوار کی حیثیت سے متعارف کرتاتے ہیں۔ لکھتے ہیں:

خصفہ اس جماعت کو کہتے ہیں کہ جو وقت معین پر مسجد نبوی میں جمع ہو کر قرآن شریف، بخاری شریف، دلائل الخیرات یا حزب اعظم وغیرہ پڑھ کر صاحب خیرات کے لیے دعا کرتی ہے۔ اور ماہوار ان کو تنخواہ دی جاتی ہے۔ اس دعا گوئی کی جماعتوں کی بہت بڑی تعداد (مدینہ منورہ میں) ہمیشہ رہتی تھی۔

(صفحہ 80 نقش حیات۔ جلد اول)

اور یہ کہ ریاست بھوپال اور حیدر آباد سے بھی خصفے وہاں جاری تھے۔ بالخصوص رئیس بھوپال نواب سلطان جہان بیگم مرحومہ کے جانے کے بعد بھوپال سے یہ خیرات بہ نسبت سابق زیادہ ہوگئی تھی۔ مکہ معظّمہ میں تو اس کا سلسلہ نواب سکندر جہاں بیگم مرحومہ والدہ ماجدہ نواب شاہجہان بیگم مرحومہ والیہ ریاست بھوپال کے زمانہ سے جاری تھا۔ مگر مدینہ منورہ میں بہت تھوڑی مقدار پر نواب شاہجہان بیگم نے جاری کیا تھا۔ ریاست حیدر آباد کی طرف سے پہلے سے بڑے پیمانہ پر اس قسم کے خیرات کے مختلف سلسلے جاری تھے۔

(صفحہ 81 نقش حیات جلد اول)

آگے چل کر مولانا حسین احمد مدنی صاحب لکھتے ہیں:

خلاصہ کلام یہ کہ 1320ھ میں بعض کرم فرماؤں کی عنایت اور توجہ سے حضرت والد صاحب مرحوم کے لیے پندرہ بیس روپیہ ماہوار کا وظیفہ دعا گوئی بھوپال سے مقرر ہو گیا۔ جس سے بڑی ڈھارس پیدا ہوگئی۔ نواب سلطان جہاں بیگم مرحوم کی آمد پر لوگوں نے ان کو خصفہ بنانے کی ترغیب دی۔ چنانچہ انہوں نے دس بارہ آدمیوں کو بخاری شریف روزانہ پڑھنے اور دعا کرنے کے لیے مقرر کیا۔ ان میں کچھ اہل مدینہ تھے اور کچھ ہندوستانی۔ ہندوستانیوں میں بڑے بھائی صاحب اور میرا نام بھی تھا اور کچھ عرصہ بعد بھائی سید احمد صاحب کا نام بھی آ گیا۔ ہر شخص کو دس دس روپیہ مقرر کیا گیا تھا۔

(حسین احمد مدنی نقش حیات کراچی جلد اول، صفحہ 83)

اسی طرح مدرسے کے اخراجات کے سلسلہ میں ایک ریاست (اور وہ بھی مسلمان) کی مدد قبول کرنے سے انکار کی اہمیت اور میاں صاحب کے توکل علی اللہ کی حقیقی شان اس وقت واضح ہوتی ہے جب ہم دارالعلوم دیوبند کے ذرائع آمدنی کے سلسلہ میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کی سوانح حیات سوانح قاسمی کے مرتب مولانا مناظر احسن گیلانی کی درج ذیل تحریر دیکھتے ہیں:

چندہ کی کوئی حد مقرر نہیں اور نہ خصوصیت مذہب وملت۔ اس کے ساتھ ان ہی رواداروں میں چندہ دینے والوں کی فہرست بھی دیکھ لیجیے۔ اسلامی ناموں کے پہلو بہ پہلو منشی تلسی رام، رام سہائے، منشی ہردواری لال، لالہ بیج ناتھ، پنڈت سری رام، منشی موتی لال، سیوارام سوار، وغیرہ اسماء بھی مسلسل ملتے چلے جاتے ہیں۔ سرسری نظر ڈال کر مثلاً چند نام سامنے آگئے وہ چن لیے گئے۔ ظاہر ہے دیوبند مسلمانوں کا خالص دینی مدرسہ تھا۔ اس مدرسہ کی امداد میں کسی مذہب وملت کی خصوصیت کو قطعی طور پر ختم کر کے مسلمانوں کے سوا ملک کے دوسرے مذہبی اقوام وطبقات کے لیے دروازہ کھلے رکھنے کی پہلے ہمت ہی کیسے کی گئی اور کسی مصلحت سے لکھنے کو اگر لکھ دیا جاتا تھا تو عملاً غیر مسلم اقوام کی امداد اس دینی کام کے لیے قبول ہی کیسے کی گئی۔ اور اس سے بھی زیادہ تعجب اس پر ہوتا ہے کہ لینے والے لینے پر کسی وجہ سے آمادہ بھی ہو گئے تھے تو یہ جانتے ہوئے کہ دیوبند کے مدرسہ میں مسلمانوں کے خالص دینی علوم پڑھائے جاتے ہیں غیر اسلامی دائرے کے افراد کی طرف سے امدادی رقم کیسے پیش ہو رہی تھیں۔ میں یہ مانتا ہوں کہ چندہ دینے والوں میں جیسا کہ چاہیے تھا زیادہ اور بہت زیادہ تعداد مسلمانوں کی تھی۔ مسلمانوں ہی کا یہ مدرسہ تھا وہ اس کی امداد نہ کرتے تو اور کون کرتا۔ لیکن بایں ہمہ جو مسلمان نہ تھے وہ اس مدرسہ کی مدد کیوں کرتے تھے۔ مزید حیرت اس بات پر ہوتی ہے کہ عموماً ان غیر مسلم افراد کے چندوں کی نوعیت وقتی چندے کی نظر نہیں آتی، بلکہ دوامی چندہ دینے والوں کی فہرست میں ان میں اکثر ناموں کو پاتے ہیں۔ میرے لیے یہ سارے سوالات آج معمہ بنے ہوئے ہیں۔ آج کیا ہے، کل کیا تھا؟ آج کی تاریخ کل کی تاریخ سے کیوں بدل گئی۔ کیسے بدل گئی اور کس حد تک بدل گئی۔ اللہ اللہ! دل ان باتوں کو سوچتا ہے اور سوچ کر دم بخود رہ جاتا ہے۔ اف۔

(سوانح قاسمی، از مناظر احسن گیلانی، مکتبہ رحمانیہ لاہور جلد ۲ صفحہ ۳۱۷)

قارئین: حضرت سید نذیر حسین محدث کی حیاۃ مبارکہ پر تحقیق جس قدر آگے بڑھ رہی ہے ان کی جامع الصفات شخصیت کے نئے نئے پہلو سامنے آتے جا رہے ہیں۔ اس کی ایک مثال تحریک تحفظ ختم نبوت میں ان کا قائدانہ کردار ہے۔ آج تک ہمیں یہی باور کرانے کی کوشش کی جاتی رہی ہے کہ یہ تحریک اکابرین دیوبند نے شروع کی تھی۔ بطور احسان یا برائے وزن بیت تحریک کے کارکنوں یا ثانوی درجے کے قائدین میں مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر کر دیا جاتا ہے کہ علماء دیوبند کی اقتداء میں انہوں نے اور پھر ان کی وساطت سے چند دیگر اہل حدیث علماء مثل مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی اور مولانا داؤد غزنوی بھی اس تحریک میں کام کرتے رہے ہیں۔ تاہم قیادت تو علماء دیوبند کی میراث رہی ہے۔

حقائق کیا کہتے ہیں؟ قارئین آپ اس مضمون کی 8 اقساط ملاحظہ فرما چکے ہیں۔ آپ نے غور کیا ہوگا کہ کوئی بھی قسط حضرت سید نذیر حسین محدث کے ذکر جمیل سے خالی نہیں ہے اور 1891ء کے واقعات کو ملاحظہ کرنے کے بعد آپ کو بخوبی معلوم ہو گیا ہے کہ تحریک کے آغاز کا سہرا جن دو اکابر کے سر باندھا جا سکتا ہے سید نذیر حسین صاحب ان میں سے ایک ہیں اور دوسرے ان کے شاگرد حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی ہیں۔

قارئین! کسی گذشتہ شمارے میں آپ مرزا غلام احمد صاحب کی تحریروں سے بہت سے اقتباسات ملاحظہ کر چکے ہیں جن میں مرزا صاحب نے حضرت سید نذیر حسین صاحب کو سرگروہ مخالفین قرار دیا ہے۔ دراصل مرزا صاحب کو سید صاحب پر اس قدر غصہ تھا کہ جب سید صاحب تقریباً سو سال کی عمر پا کر اس جہان فانی سے رخصت ہو گئے تو پھر بھی ٹھنڈا نہیں ہوا۔ حالانکہ موت کے بعد دشمنوں کو بھی عام طور پر اچھے یا کم از کم نرم الفاظ سے یاد کیا جاتا ہے۔ ذیل میں چند اقتباسات پیش کرتے ہیں جن سے یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ سید نذیر حسین صاحب کی وفات جو 1902ء میں ہوئی (جب کہ مرزا صاحب کے خلاف تحریک شروع ہوئے 11 سال ہو چکے تھے) سید صاحب کی سرگروہ مخالفین مرزا کی حیثیت بدستور قائم تھی اور ان گیارہ سالوں میں کوئی بھی یہ مقام ان سے نہیں چھین سکا۔

مرزا صاحب اپنی صداقت کے نشانات بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

ستانواں نشان

یہ ایک پیش گوئی اخبار الحکم اور البدر میں چھپ کر شائع ہوچکی ہے کہ تخرج الصدور الی القبور۔ اس کے معنوں کی تفہیم خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ ہوئی تھی کہ پنجاب کے صدر نشین مولوی جو اپنی اپنی جگہ مفتی سمجھے جاتے ہیں جو ماتحت مولویوں کے استاد اور شیخ ہیں اور وہ بعد اس الہام کے قبروں کی طرف انتقال کریں گے۔ سو بعد ان کے تمام مولویوں کے شیخ المشائخ مولوی نذیر حسین دہلوی اس دنیا کو چھوڑ گئے۔

(روحانی خزائن جلد 22 حقیقت الوحی، صفحہ 258)

اسی کتاب میں دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

نذیر حسین دہلوی جو ان کا سرغنہ تھا جو دعوت مباہلہ میں اول المدعووین ہے اپنے لائق بیٹے کی موت دیکھ کر ابتر ہونے کی حالت میں دنیا سے گزر گیا۔

(روحانی خزائن جلد 22 حقیقۃ الوحی صفحہ 454:)

قارئین! دشمنی ایک طرف لیکن عوام اہل اسلام میں حضرت سید صاحب کا مقام اس قدر بلند تھا کہ مرزا صاحب تا عمر اس کوشش میں رہے کہ سید صاحب ان کے حلقہ بگوش ہوجائیں۔ مرزا صاحب کی یہ مراد کبھی بر نہ آئی لیکن سید صاحب کو اپنے حلقہ مریدین میں دیکھنے کی خواہش ان کی موت کے بعد بھی ختم نہ ہوئی۔ وہ جانتے تھے کہ اتنے بڑے آدمی کا وزن جس پلڑے میں بھی ڈال دیا جائے گا وہ یقیناً جھک جائے گا۔ اس لیے اگرچہ سید صاحب کی وفات کی خبر آنے پر وہ ایک مرتبہ کہہ چکے تھے:

مات ضالا ھائما۔ ایک گمراہ شخص سرگردانی کی حالت میں مارا گیا۔

(تذکرہ، صفحہ 433 :)

لیکن تھوڑے ہی دنوں بعد پینترا بدل کر فرمانے لگے:

اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ (نذیر حسین) ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہوگیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔

(ملفوظات مرزا غلام احمد قادیانی جلد 4 ربوہ، نومبر 1984 صفحہ 86:)

اے بسا آرزو کہ خاک شدہ۔

جیسا کہ ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ اس قسط سے ہم 1892ء کے واقعات تحریک کا بیان شروع کرنا چاہتے ہیں اس لیے اب سب سے پہلے ہم مرزا غلام احمد کے بیٹے بشیر احمد کی ایک تحریر آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس میں انہوں نے اجمالی طور پر 1892ء کے ابتدائی مہینوں کے واقعات کا ذکر کیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں:

1892ء کے شروع میں آپ پھر عازم سفر ہوئے اور سب سے پہلے لاہور تشریف لے گئے جہاں 31 جنوری کو آپ کی ایک پبلک تقریر ہوئی اور مولوی عبدالحکیم صاحب کلانوری کے ساتھ ایک مباحثہ بھی ہوا جو 3 فروری 1892 کو ختم ہوا۔ لاہور سے آپ سیالکوٹ اور سیالکوٹ سے جالندھر اور جالندھر سے آپ واپس قادیان تشریف لائے اور اس طرح آپ کے دعوی مسیحیت کے بعد کے ابتدائی سفروں کا اختتام ہوا۔

(سیرۃ المھد ی۔ حصہ دوم۔ صفحہ 92)

اس اقتباس میں تین واقعات کا ذکر ہوا ہے۔

1 لاہور میں مرزا صاحب کی ایک پبلک تقریر۔

2 لاہور میں مولوی عبدالحکیم صاحب کے ساتھ مباحثہ۔

3 لاہور، سیالکوٹ، جالندھر میں مرزا صاحب کا ورود۔

ان تینوں واقعات کی تفصیل حسب ذیل ہے۔

پبلک تقریر کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب نے خود جو اشتہار شائع کروایا اور جسے ہم ذیل میں درج بھی کریں گے قارئین کو مرزا غلام احمد صاحب کے طریق تبلیغ سے کسی حد تک روشناس کرائے گا۔ آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ وہ صرف اپنی سنانے کے خواہش مند ہوا کرتے تھے اور چاہا کرتے تھے کہ باقی صمٌ بکمٌ ہو کر سنتے رہیں۔ اشتہار یہ ہے:

عام اطلاع

اس عاجز نے عوام کے اوہام اور وساوس دور کرنے کے لیے یہ بات قرین مصلحت سمجھی ہے کہ ایک جلسہ عام میں ان الزامات کا شافی جواب سنایا جاوے جو علماء اس عاجز پر لگاتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اپنی کتابوں میں نبوت کا دعوی کیا ہے۔ کواکب کو ملائک قرار دیا ہے۔ معجزات اور

لیلۃ القدر سے انکار ہے وغیرہ وغیرہ۔

سوان بے جا الزامات کے رفع دفع کے لیے یہ تقریر سنائی جائے گی اور تمام صاحبوں پر واضح رہے کہ اس جلسہ میں کوئی بحث نہیں ہوگی۔ بحث اور سوالات کے جواب دوسرے وقتوں میں ہو سکتے ہیں۔ اس جلسہ میں صرف اپنی تقریر سنائی جائے گی۔ لہذا عام اطلاع دی جاتی ہے کہ جو صاحب اس شرط سے تشریف لانا چاہیں کہ صرف اس عاجز کی تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ نکالیں وہ اس تقریر کے سننے کے لیے چونی منڈی کوٹھی منشی میراں بخش صاحب میونسپل کمشنر میں بتاریخ 31 جنوری 1892ء بروز یک شنبہ بوقت ڈیڑھ بجے دن تشریف لائیں۔ المطلع مرزا غلام احمد، مقام لاہور، مورخہ 28 جنوری 1892ء

(مجموعہ اشتہارات طبع 1986ء جلد اول صفحہ 311-312)

قارئین! کیا پبلک تقریر اسے کہتے ہیں کہ صرف وہ لوگ آنے کے مجاز ہوں گے جو صرف اس عاجز کی تقریر کو سنیں اور اپنی طرف سے کوئی کلمہ منہ سے نہ بولیں۔ آخر وہ شخص کیا کرے گا جو اپنے ان شبہات کے ازالے کے لیے آنا چاہے جو اس کے دل میں پہلے سے موجود ہیں یا تقریر سن کر اس کو دل میں پیدا ہوں۔ مرزا صاحب کو ایسی باتوں سے کوئی غرض نہیں ہوا کرتی تھی، وہ تو ہم کہیں اور سنا کرے کوئی والا معاملہ چاہتے تھے اور وہ اپنی پیش کردہ شرائط کو بھی حرف آخر بنا کر پیش کرتے تھے اور ان پر کسی سمجھوتے کے قائل نہ تھے جیسا کہ ان کے درج ذیل اشتہار سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے ایک دفعہ مولانا محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے شائع کیا تھا۔

اگر آپ کی یہ خواہش ہے کہ بحث ہونی چاہیے تو یہ عاجز بسر وچشم حاضر ہے۔ صرف تحریری بحث ہونی چاہیے۔ اور وہ یوں ہو کہ سادہ طور پر چار ورق کاغذ پر آپ جو چاہیں لکھ کر پیش کریں اور لوگوں کو باواز بلند سنا دیں اور ایک نقل اس کی اپنے دستخط سے مجھے دے دیں۔ پھر بعد اس کے میں بھی چار ورق پر اسکا جواب لکھوں اور لوگوں کو سنا دوں۔ ان دونوں پرچوں پر بحث ختم ہو جاوے اور فریقین میں سے کوئی ایک کلمہ تک تقریری طور پر اس بحث کے بارے میں نہ کرے۔

اگر آپ کو ایسا منظور ہو تو میں لاہور آ سکتا ہوں۔ اس بات کو خوب یاد رکھیں کہ پرچہ صرف دو ہوں گے۔ اول آپ کی طرف سے میرے ان دونوں بیانات کا رد ہوگا جو میں نے لکھا ہے کہ میں مثیل مسیح ہوں اور نیز یہ کہ حضرت ابن مریم درحقیقت وفات پا گئے ہیں۔ پھر اس رد کے ردالرد کے لیے میری طرف سے تحریر ہوگی۔ اور کوئی طریق اس عاجز کو منظور نہیں۔ اگر یہ طریق منظور نہ ہو تو پھر ہماری طرف سے یہ اخیر تحریر یا خط تصور فرمائیں اور خود بھی خط لکھنے کی تکلیف روانہ رکھیں۔

اور بحالت انکار ہرگز ہرگز کوئی تحریر یا خط میری طرف نہ لکھیں اور اگر پوری پوری وکامل طور پر بلا کم و بیش میری رائے ہی منظور ہو تو صرف اسی حالت میں جواب تحریر فرمائیں، ورنہ نہیں۔

(مجموعہ اشتہارات۔ جلد اول 604-206 طبع 1986)

اشتہار از لدھیانہ 16 اپریل 1891 در ضمیمہ اخبار پنجاب گزٹ سیالکوٹ 25 اپریل 1891ء)

یہ اشتہار جو 1891ء کا ہے ہم نے محض اس لیے نقل کر دیا ہے کہ آپ کو مرزا صاحب کا طریق بحث معلوم ہو جائے جب بھی کسی مسئلہ پر فریقین میں اختلاف ہو تو اسے حل کرنے کے لیے بحث ونظر کا جو طریق اپنایا جاتا ہے وہ فریق کے باہمی مشورے سے طے ہوتا ہے اور کچھ لو کچھ دو کی بنیاد پر طے کیا جاتا ہے نہ کہ ایک فریق کے پیش کردہ شرائط کو حرف آخر سمجھ لیا جائے۔ مرزا صاحب اس طرح کی باتیں اس لیے کرتے تھے کہ فریق مخالف میدان میں نہ نکل سکے اور پھر وہ اپنے مریدوں میں پروپیگنڈہ کر سکیں کہ دیکھو میں نے فلاں فلاں کو میدان سے بھگا دیا ہے یا یہ کہ کسی کو میرے مقابلے میں نکلنے کی ہمت نہیں ہو رہی ہے۔ اس موضوع پر ہم اس وقت مزید گزارشات کریں گے جب شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر خیر شروع ہوگا۔ اس وقت ہم واپس ان واقعات کی طرف چلتے ہیں جو اوائل 1892ء میں پیش ہوئے اور مولانا عبدالحکیم سے ہونے والا مباحثہ ان میں سے ایک ہے۔

اس واقعہ کو مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری نے رئیس قادیان حصہ دوم کے صفحہ 78 سے 84 پر تفصیل سے بیان کیا ہے، ہم اس کی تلخیص ذیل میں درج کرتے ہیں۔

جب مرزا غلام احمد جنوری 1892ء میں لاہور تشریف لائے تو لاہور کے ایک اہل علم مولانا عبدالحکیم

کلانوری ان کی قیام گاہ واقعہ چونے منڈی ان سے ملنے چلے آئے اور مرزا صاحب کے ان کے دعوی محدث ہونے جو ان کے بقول ایک حیثیت سے نبی اور ایک حیثیت سے امتی ہوتا ہے، پر بحث شروع کردی۔ مرزا صاحب نے تجویز کیا کہ اس پر باقاعدہ مناظرہ ہونا چاہیے جو تحریری ہو۔ مولانا کلانوری تحریری بحث کے خلاف تھے کہ اس میں وقت بھی بہت صرف ہوتا ہے اور فریقین کے ایک مقام پر ہونے کی بھی ضرورت نہیں ہوتی۔ ان کا کہنا تھا کہ ہم دونوں آمنے سامنے ہیں۔ زبانی بحث کر کے کیوں نہ فیصلہ کرلیں۔ مرزا صاحب کو تحریری بحث پر اصرار رہا تو مولانا بھی اس پر مان گئے۔ موضوع بحث یہ تھا: محدث کسی حیثیت سے نبی ہوتا ہے یا نہیں؟ مرزا صاحب مدعی تھے کہ وہ ایک حیثیت سے نبی ہوتا ہے۔ تحریری بحث شروع ہوئی ابھی مولانا کلانوری کی طرف تیسرا تحریری پرچہ لکھا ہی جارہا تھا کہ جناب مرزا صاحب نے اپنی شکست تسلیم کرلی۔ مولانا نے مطالبہ کیا کہ انہیں تحریر لکھ کر دی جائے۔ اس سے آگے کی بات مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد 1 صفحہ 313-314 سے نقل کی جاتی ہے۔

۸ گواہوں کے دستخطوں کے بعد مرزا صاحب کی تحریر یوں ہے:

اما بعد۔ تمام مسلمانوں کی خدمت میں گزارش ہے کہ اس عاجز کے رسالہ فتح الاسلام و توضیح مرام و ازالہ اوہام میں جس قدر ایسے الفاظ موجود ہیں کہ محدث ایک معنی میں نبی ہوتا ہے یا یہ کہ محدثیت جزوی نبوت ہے یا یہ کہ محدثیت نبوت ناقصہ ہے۔ یہ تمام الفاظ حقیقی معنوں پر محمول نہیں ہیں۔ مجھے نبوت حقیقی کا ہرگز دعوی نہیں ہے۔ میں تمام مسلمان بھائیوں کی خدمت میں واضح کرنا چاہتا ہوں کہ اگر وہ ان لفظوں سے ناراض ہیں تو وہ ان الفاظ کو ترمیم شدہ تصور فرما کر بجائے اس کے محدث کا لفظ میری طرف سے سمجھ لیں۔ بجائے لفظ نبی کے محدث کا لفظ ہر ایک جگہ سمجھ لیں اور اس کو (یعنی لفظ نبی کو) کاٹا ہوا خیال فرمائیں۔ نیز عنقریب یہ عاجز ایک مستقل رسالہ نکالنے والا ہے جس میں ان شبہات کی تفصیل اور بسط کے ساتھ تشریح کی جائے گی جو میری کتابوں کے پڑھنے والوں کے دلوں میں پیدا ہوتے ہیں اور میری بعض تحریرات کو خلاف عقائد اہل سنت والجماعت خیال کرتے ہیں سو میں انشاءاللہ عنقریب ان اوہام کے ازالہ کے

لیے پوری تشریح کے ساتھ اس رسالہ میں لکھ دوں گا اور مطابق اہل سنت والجماعت کے بیان کردوں گا۔

(راقم مرزا غلام احمد قادیانی 3 فروری 1892ء)

قارئین درج بالا عبارت کو دوبارہ پڑھیے۔ آپ دیکھیں گے کہ کس بے بسی کے ساتھ مرزا صاحب اعتراف شکست کر رہے ہیں۔ اپنے موقف سے رجوع کر رہے ہیں۔ اپنی ان عبارتوں میں ترمیم کا کہہ رہے ہیں جو ان کے اور ان کے پیروکاروں کے نزدیک الہامی ہیں۔ الہامی عبارتوں میں قطع و برید کسی انسان کو کسی طرح زیب نہیں دے سکتا؟ لیکن درصل مرزا صاحب کو یہ سزا ملی تھی اللہ کی بارگاہ سے اس دریدہ ذہنی کی جو انہوں نے مباحثہ دہلی سے پہلے اور اس کے بعد حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث جیسے درویش منشی اہل علم کی شان میں کی تھی۔

مولانا عبدالحکیم سے مناظرہ اوائل 1892ء کے اسفار کے دوران کا ایک واقعہ ہے۔ اسی عرصہ میں مرزا صاحب کو چند اور واقعات بھی پیش آئے جو مولانا محمد حسین بٹالوی کی خدمات تحریک سے متعلق ہیں۔ جن کی تفصیل مولانا دلاوری نے یوں بیان فرمائی ہے۔

مرزا صاحب (لاہور میں) ابھی ستانے بھی نہ پائے تھے کہ مولوی محمد حسین بٹالوی کا پیغام مباحثہ پیام اجل کی طرح آ پہنچا۔ اس بم نے ان کے چھکے چھڑا دیئے اور مباحثہ سے انکار کر دیا گیا بایں ہمہ انکار و اعراض دوسری مجلسوں میں مناظرہ کرنے کی شیخیاں بھی بگھارتے رہے۔ یہ سن کر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب نے تین دوسرے علماء لاہور کی طرف سے بھی مباحثہ کا نوٹس بھجوا دیا جسے مرزا صاحب نے لینے سے نکار کر دیا۔ مولوی صاحب نے وہی نوٹس چھپوا کر قادیانی صاحب کے دروازے پر چسپاں کرا دیا۔ یہ دیکھ کر مرزا صاحب نے قیام لاہور کو موجب خسران سمجھا اور رات کو نو بجے سیالکوٹ چلے گئے تاہم وہاں بھی پرائیویٹ جلسوں میں دعوی مباحثہ نہ چھوڑا۔ اس لیے 17 فروری کو لاہور سے ایک اور نوٹس ان کے نام بھجوایا گیا لیکن 21 فروری 1892 تک اس کا کوئی جواب نہ آیا تو مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب خود سیالکوٹ جا پہنچے۔ یہ سننا

تھا کہ مرزا صاحب نے رات کی گاڑی سے وہاں سے بھی کوچ کر دیا۔

(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 77)

مولانا دلاوری مزید لکھتے ہیں کہ مرزا صاحب کی سیالکوٹ سے روانگی سے قبل معززین شہر کا ایک وفد مرزا صاحب کے پاس پہنچا اور درخواست کی کہ مولوی محمد حسین سے ایک آدھ مناظرہ کرتے جائیں۔ مگر مرزا صاحب نے یہ عذر کر کے انکار کر دیا کہ مولوی محمد حسین مجھے کافر سمجھتے ہیں اور مجھے گالیاں دیتے ہیں۔ لوگوں نے کہا کہ جن گالیوں کا آپ کو کھٹکا ہے اگر وہ مجلس مناظرہ میں دی گئیں تو وہ سو روپیہ فی گالی جرمانہ دینے کو تیار ہیں۔ مگر مرزا صاحب تیار نہ ہوئے۔ اس پر ملک قطب الدین خان ایکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر سیالکوٹ نے مباحثہ کی یہ تجویز نکالی کہ فریقین جدا جدا بیٹھیں اور اپنے سوال و جواب بذریعہ تحریر پیش کریں۔ وکلا اور بیرسٹروں کی ایک جماعت موجود ہو جو پیش کیے جانے سے پیشتر دیکھ لے کہ یہ سوال یا جواب جائز و موزوں ہے یا نہیں اور اگر وہ غیر موزوں یا مبحث سے خارج ہو تو وہ راقم کو واپس کر دے اور اس کو ملزم قرار دے۔ مرزا صاحب اس پر بھی آمادہ نہ ہوئے اور یہ کہہ کر ریلوے اسٹیشن کا راستہ لیا کہ ہمارے دیر کرنے سے ہماری زمین خراب ہو رہی ہے مگر سیالکوٹ سے چل کر کپورتھلہ پہنچ گئے جہاں ان کی کوئی زمین نہیں تھی۔

(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 77-78)

مرزا صاحب کپورتھلہ پہنچے تو مولانا بٹالوی نے ایک اشتہار چھپوا کر مسلمانان کپورتھلہ کے پاس بھیج دیا جس میں قادیانی صاحب کو مناظرہ کی دعوت دی گئی تھی۔ اس پر مرزا صاحب کپورتھلہ سے نکل کر جالندھر چلے گئے۔ جالندھر میں مسلمانوں نے بٹالوی کو آنے اور مرزا صاحب سے مناظرہ کرنے کا لکھا تو مولانا نے فرمایا کہ مرزا صاحب سے دریافت کر لو اگر وہ تیار ہوں تو میں معاً پہنچتا ہوں۔ مرزا غلام احمد صاحب سے رابطہ کیا گیا تو انہوں نے میدان مناظرہ میں اترنے سے انکار کر دیا۔ اس پر جالندھر سے ماسٹر فتح الدین خان اور حاجی بدرالدین صاحبان نے مولانا کو بذریعہ خط اطلاع دے دی کہ مرزا غلام احمد صاحب نے آپ سے گفتگو کرنے سے انکار کر دیا ہے۔

(تفصیلات کے لیے ملاحظہ فرمائیں ماہنامہ اشاعۃ السنۃ جلد 14 صفحہ 10-12 منقول از رئیس قادیان

حصہ دوم صفحہ 78)

قارئین کرام! آج کی نشست کا اختتام ہم آغا عبدالکریم شورش مرحوم کی کتاب تحریک ختم نبوت کی اس عبارت سے کرتے ہیں جس کا ایک حصہ ہم پہلے کسی شمارے میں درج کر چکے ہیں۔ آج والے حصے میں آغا صاحب نے مرزا صاحب کے سفر لاہور، سیالکوٹ، کپورتھلہ اور جالندھر کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ کس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی اس سارے عرصے میں سائے کی طرح ان ان کا پیچھا کرتے ہوئے جگہ جگہ ان کی شکست کے سامان مہیا کرتے رہے۔ آغا عبدالکریم شورش صاحب لکھتے ہیں:

مولانا بٹالوی نے اوائل فروری 1892ء میں مرزا صاحب کی لاہور آمد پر ایک اور چیلنج کیا لیکن مرزا صاحب الہام کی آڑ لے کر سیالکوٹ چلے گئے۔ مولانا بٹالوی پیچھے گئے۔ مرزا صاحب نے سیالکوٹ سے کوچ کرنے کی ٹھانی تو کئی ایک معززین نے روکا کہ مولانا سے مناظرہ کیجئے۔ مرزا صاحب نے عذر کیا کہ وہ مجھے کافر کہتا ہے اور گالیاں دیتا ہے۔ اس سے مناظرہ جائز نہیں۔ المختصر مرزا صاحب سیالکوٹ سے اڑ گئے۔ کپورتھلہ پہنچے۔ مولانا بٹالوی نے وہاں بھی تعاقب کیا۔ مقامی علماء نے مرزا کو گھیر لیا تو وہاں سے جالندھر چلے گئے۔ مولانا بٹالوی نے جالندھر کے علماء کو لکھا لیکن مرزا صاحب ان کا نام سنتے ہی اڑنچھو ہو گئے۔

(آغا عبدالکریم شورش کاشمیری، تحریک ختم نبوت، صفحہ 39-40)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اگست ۱۹۹۶ء ص ۶ تا ۱۱ اور ۲۵)

نشان آسمانی

(۱۰)

مضمون ہذا کی ساتویں قسط میں مرزا غلام احمد صاحب کے رسالہ آسمانی فیصلہ اور روحانی نشان دکھانے کا چیلنج مذکور ہو چکا ہے۔اس کی تفصیلات مرزا صاحب قادیانی کی تحریر بعنوان جواب نشان آسمانی (جو روحانی خزائن جلد 4 کے صفحہ 395-396 پر موجود ہے) مولانا محمد حسین بٹالوی کے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ کی جلد 14 اور دیوبندی عالم مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی تصنیف رئیس قادیان میں بھی موجود ہیں۔اس چیلنج بازی کی روئیداد مختصراً حسب ذیل ہے:

مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے مرزا غلام احمد صاحب کے رسالہ آسمانی فیصلہ کا مفصل جواب دیا جس پر مرزا صاحب نے تبصرہ بھی فرمایا، جو روحانی خزائن جلد 4 کے آخر پر موجود ہے۔اس تبصرے سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا بٹالویؒ نے مرزا صاحب قادیانی کی مقرر کی ہوئی ایک سال کی مدت پر اعتراض کر کے کہا تھا کہ جو کچھ دکھانا ہے ایک ہفتہ میں دکھاؤ۔کسی مجذوم کو اچھا کر کے،کسی کانے کو دوسری آنکھ دے کر،جلتی ہوئی آگ میں کود کر،یا لکڑی کا سانپ بنا کر،یا کسی خشک درخت کو ہرا کر کے،یا آسمان سے من وسلویٰ اتار کر دکھائیں۔یا ایسا ہی کوئی اور نشان جو انبیاء سے ظاہر ہوا ہو۔

اشاعۃ السنۃ کے مطابق انہوں نے یہ بھی فرمایا کہ

اگر یہ عذر ہو کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے خلاف ہے،تو آپ (مرزا صاحب) اس کے تصفیہ کے لیے ہم سے بحث کرلیں۔اگر ہم نے آپ پر ثابت کر دیا کہ ایسے نشان دکھانا قانون قدرت کے خلاف نہیں اور اس کا ثبوت آپ ہی کی کتابوں سے نکال دیا تو آپ کو ایسے نشان دکھانا لازم ہوگا۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 14 منقول از رئیس قادیان جلد اول صفحہ 203)

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے اسی پر اکتفا نہیں کیا بلکہ ایک عارف باللہ کا یہ اعلان بھی اپنے رسالے میں شائع کر دیا کہ

اگر مرزا صاحب کو درگاہ خداوندی میں اپنے مقبول ہونے اور علماء اسلام کے مردود ہونے کا زعم ہے، تو اس کو واجب ہے کہ کوئی ایسی کرامت دکھائے جو اس کے دعوی کی مصدق ہو۔ کرامت ایسی ہونی چاہیے جس کو روئے زمین کے ذی علم اور طبعی و فلاسفر بھی کرامت تسلیم کر لیں۔ اور دکھانے سے پہلے یہ ضروری شرط ہے کہ اس کے جزوی و کلی حالات ایسی وضاحت سے مشتہر کیے جائیں کہ عوام و خاص، جاہل و عالم ہر شخص اس کی کیفیت اور صورت واقعہ اچھی طرح سمجھ لے۔ حتی کہ سمجھنے اور دیکھنے میں اس کی کیفیت کے اندر کسی کو اختلاف نہ ہو۔

اگر مرزا صاحب اس شرط کے ساتھ کوئی آسمانی کرامت و نشان دس ہفتہ ہی میں دکھلا دے تو اس کی بڑی نوازش ہوگی۔ اور اگر اس میعاد کے اندر ایسی کرامت دکھلانے سے عاجز آجائے تو اس کے اعتراف عجز کے بعد ان شاء اللہ العزیز میں وہی کرامت اور آسمانی نشان جو مرزا طلب کرے گا، دس کے بجائے پانچ ہی ہفتہ کے اندر دکھا دوں گا اور ایسا آسمانی نشان دیکھنے کے بعد مرزا پر صرف یہ واجب ہوگا کہ وہ اپنے مبتدعانہ عقائد سے توبہ کرے گا اور توبہ نامہ شائع کر دے گا۔،

مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اس اعلان کے بعد لکھا کہ

انہوں نے اس اہل اللہ کا نام و پتہ از خود قلم انداز کیا ہے۔ نام و پتہ ان کے پاس محفوظ ہے اور یہ اس وقت شائع کیا جائے گا جب قادیانی صاحب اس شرط کے ساتھ نشان دکھلانا یا دیکھنا منظور کر کے کسی اخبار میں اس کا اعلان کر دیں گے۔

انہوں نے مزید لکھا کہ

اگر اس اہل اللہ کا اسم گرامی ہم ابھی سے مشتہر کر دیں تو مرزا صاحب کسی قسم کی جرح نکال کر ٹال مٹول شروع کر دیں گے جیسی کہ ان کی قدیم عادت ہے۔

(منقول از رئیس قادیان جلد اول صفحہ 204)

اشاعۃ السنۃ کا یہ اعلان سن کر مرزا صاحب کو گویا سانپ سونگھ گیا۔ عوام اہل اسلام قادیان کی طرف کان لگائے بیٹھے رہے کہ دیکھیں کب مرزا صاحب اس چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان کرتے ہیں لیکن انہوں نے رسید تک نہ دی۔ آخر ایک خط انہیں انہی کے سابق مرید میر عباس علی لدھیانوی (جن کے ذکر پہلے بھی آ چکا ہے) نے لکھا جس کا جواب اور جواب الجواب وغیرہ ہم خود مرزا صاحب قادیانی کے مجموعہ اشتہارات جلد اول طبع 1986ء سے نقل کرتے ہیں۔

از جانب عباس علی بخدمت مرزا غلام احمد قادیانی

عرض ہے کہ جواب فیصلہ آسمانی مندرجہ اشاعۃ السنۃ صفحہ 51 جو ایک صوفی صاحب بالمقابل آپ سے بموجب آپ کے وعدہ کے کرامت دیکھنے یا دکھلانے کی درخواست کرتے ہیں، بھیج کر التماس ہے کہ آپ کو اس میں جو کچھ منظور ہو تحریر فرما دیں کہ اس کے موافق عمل درآمد کیا جائے۔ اور مضمون صفحہ 51 بغور ملاحظہ ہو کر فریق ثانی آپ کے عاجز ہونے پر کام شروع کرے گا۔

الراقم عباس علی از لودھیانہ 6 مئی 1892ء۔

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اس کے جواب میں لکھا:

بخدمت میر عباس علی صاحب واضح ہو کہ آپ کا رقعہ پہنچا، اس کا جواب میری طرف سے یہ ہے کہ اگر درحقیقت کوئی صوفی صاحب اس عاجز کے مقابلہ پر اٹھے ہیں اور جو کچھ فیصلہ آسمانی میں اس عاجز نے لکھا ہے اس کو قبول کر کے تصفیہ حق اور باطل کا چاہتے ہیں، تو سب سے پہلے یہ لازم ہے کہ وہ چوروں کی طرح کاروائی نہ کریں، پردہ سے اپنا منہ باہر نکالیں، اور مرد میدان بن کر ایک اشتہار دیں۔ اسی اشتہار میں بتصریح اپنا نام لکھیں۔... چوروں اور نامردوں اور مخنثوں کی طرح کاروائی کرنا کسی صوفی صافی کا کام نہیں ہے۔ کیا یہ شخص مرد ہے یا عورت جو اپنے تئیں صوفی کے نام سے ظاہر کرتا ہے۔ جس حالت میں میری طرف سے مردانہ کاروائی ہے اور کھلے کھلے طور پر اپنا نام لکھا ہے، تو یہ صوفی کیوں چھپتا پھرتا ہے۔ مناسب ہے کہ اس طرح مقابل پر اپنا نام

لکھیں کہ میں ہوں فلاں بن فلاں، ساکن بلدہ فلاں۔ جس وقت اس صوفی محجوب پردہ نشین کا چھپا ہوا اشتہار میری نظر سے گزرے گا اس وقت اس کی درخواست کا مفصل جواب دوں گا۔ ابھی تک میرے خیال میں ایسے صوفی اور عنقا میں کچھ فرق معلوم نہیں ہوتا۔

فقط۔ الراقم: خاکسار غلام احمد 7 مئی 1892ء۔

میر عباس علی شاہ صاحب (جو مرزائیت سے تائب ہونے کے بعد مولانا بٹالویؒ کے حلقہ احباب میں شامل تھے) نے جواباً مرزا صاحب قادیانی کو لکھا:

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب۔ سلام مسنون۔

آپ کا عنایت نامہ مورخہ 7 مئی میرے نیاز نامہ کے جواب میں وارد ہوا۔ اسے اول سے آخر تک پڑھ کر سخت افسوس ہوا کہ آپ نے دانستہ ٹالنے کے واسطے سوال از آسمان جواب از ریسمان کے موافق عمل کر کے بچنا چاہا ہے۔ اصل مطلب تو آپ نے چھوڑ دیا۔ یعنی آزمائش کے واسطے وقت اور مقام مقرر نہیں کیا۔ بلکہ پھر آپ نے اپنی عادت قدیمہ کے مطابق کاغذی گھوڑے دوڑانے شروع کر دیئے۔

جناب من! جس طرح آپ نے فیصلہ آسمانی میں چھاپا تھا اسی طرح اشاعۃ السنۃ میں ان صوفی صاحب نے جواب ترکی بہ ترکی شائع کر دیا ہے۔ آپ کو تو غیرت کر کے بلا تحریک دیگرے خود ہی طیار ہو جانا چاہیے تھا۔ برعکس اس کے تحریک کرنے پر بھی آپ بہانہ کرتے ہیں اور ٹلاتے ہیں۔ صوفی صاحب نے خود قصداً اپنا نام پوشیدہ نہیں رکھا بلکہ مولوی محمد حسین صاحب نے کسی مصلحت سے ظاہر نہیں کیا۔ ناحق آپ نے کلمات گستاخانہ صوفی صاحب کی نسبت لکھ کر ارتکاب عصیان کیا۔ سو آپ کو اس سے کیا بحث ہے، آپ کو تو اپنے دعویٰ کے موافق تیار ہونا چاہیے۔ مولوی محمد حسین صاحب خود ذمہ دار ہیں، فوراً مقابلہ پر موجود کر دیں گے۔

لہٰذا اب آپ ٹلائیں نہیں۔ مرد میدان بنیں اور صاف لکھیں کہ فلاں وقت اور فلاں جگہ پر موجود ہو کر سلسلہ آزمائش و اظہار کرامت مستدعویہ شروع کیا جائے گا۔

یہ عاجز بصد عجز و نیاز عرض کرتا ہے کہ آپ اپنے دعوی میں اگر سچے ہو تو حیلہ بہانہ کیوں کرتے ہو۔ میدان میں آؤ۔ دیکھو یا دکھاؤ۔ صاف باطن لوگ دغل باز نہیں ہوتے۔ حیلہ بہانہ نہیں کیا کرتے۔ برکات آسمانی والے کمیٹیاں مقرر کیا کرتے ہیں؟۔ رجسٹر کھلوایا کرتے ہیں؟۔ اس قسم کی کاروائی صرف دھوکہ دینا اور دفع الوقتی پر مبنی ہے۔ افسوس صد افسوس۔ اللہ سے ڈرو۔ قیامت پیش نظر رکھو۔ ایسی مریدی پیری پر خاک ڈالو۔

جس مطبع میں آپ اپنا مضمون چھاپنے کے لیے بھیجیں اس عاجز کے مضمون کو بھی زیر قدم چھاپ دیں۔

میر عباس علی از لدھیانہ روز دوشنبہ 9 مئی 1892ء۔

بات تو سیدھی تھی اور آسان بھی۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو مرزا صاحب کی مرادوں کے بر آنے کا وقت آ گیا تھا۔ اگر صوفی صاحب کا کوئی وجود نہیں تھا اور یہ صرف مولانا محمد حسین بٹالوی کے ذہن کی اختراع اور گیڈر بھبکی تھی، تو ایک سادہ اعلان کہ ہم اس چیلنج کو قبول کرتے ہیں مولانا محمد حسین بٹالوی کے غبارے سے ہوا نکال دیتا۔

مولانا بٹالوی یہ اعلان اپنے ماہنامہ اشاعۃ السنۃ میں کر چکے تھے اور ملک کے طول و عرض میں یہ اعلان پہنچ چکا تھا۔ ان کو جھوٹا کرنے اور شکست دینے کا اس سے بہتر موقع اور کیا ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب کہیں آؤ دو دو ہاتھ ہو جائیں۔ ان کے صرف اتنا کہہ دینے سے مولانا بٹالوی پر گھڑوں پانی پڑ جاتا کیونکہ جس صوفی صاحب کا بقول مرزا صاحب قادیانی وجود ہی نہ تھا۔ اسے مولانا بٹالوی کہاں سے پیش کرتے۔ اور اگر صوفی صاحب واقعتاً موجود تھے تو یہ بھی مرزا صاحب کی ترقی درجات کا ذریعہ بنتا کہ وہ میدان میں آتے، مقابلہ ہوتا۔ چونکہ وہ خود کو مامور من اللہ سمجھتے تھے۔ خدا ان کی مدد کرتا، صوفی صاحب ذلیل و خوار ہوتے۔ سارا ہندوستان ان کا گواہ بنتا۔ بٹالوی صاحب اور ان کے ساتھیوں کی زبان ہمیشہ کے لیے بند ہو جاتی۔ مرزا صاحب کو اور کیا چاہیے تھا۔ تاہم مقام افسوس ہے کہ مرزا صاحب اپنے ہی چیلنج پر پورے نہ اتر سکے۔ ایک اہل اللہ سے مقابلے کے لیے میدان میں نکلنے کی بجائے آئیں بائیں شائیں کر کے رہ گئے۔ اس سلسلے میں ان کا آخری خط ذیل میں درج کیا جاتا ہے۔

بخدمت میر عباس علی صاحب،

واضح ہو کہ آپ کا جواب الجواب مجھ کو ملا جس کے پڑھنے سے بہت ہی افسوس ہوا۔ صاحب! میں نے کب اور کس وقت حیلہ بہانہ کیا۔ کیا آپ کے نزدیک وہ صوفی صاحب جن کے نام کا بھی اب تک کچھ پتہ نشان نہیں، میدان میں کھڑے ہیں۔ میں کیونکر اور کن وجوہ سے اس بات پر تسلی پذیر ہو جاؤں کہ آپ یا شیخ بٹالوی اس صوفی گمنام کی طرف سے وکیل بن گئے ہیں۔ کوئی وکالت نامہ نہ آپ نے پیش کیا اور نہ بٹالوی نے۔ اور اب تک مجھے معلوم نہیں ہوا کہ اس صوفی پردہ نشین کو وکیلوں کی ضرورت کیوں پڑی۔ کیا وہ خود ستر میں ہے یا دیوانہ یا نابالغ۔ بجز اس کے کیا سمجھنا چاہیے کہ اگر فرض کے طور پر کوئی صوفی ہی ہے تو کوئی فضول گو آدمی ہے جو بوجہ اپنی مفلسی اور بے سرمائگی کے اپنی شکل دکھانی نہیں چاہتا۔ میں پھر.. کہتا ہوں کہ بٹالوی کی تحریر سے مجھ کو سخت شبہ ہے اور اس کے ہر روزہ افتراء پر خیال کر کے میرے دل میں یہی جما ہوا ہے کہ یہ صوفی کا تذکرہ محض فرضی طور پر اس نے اپنی اشاعۃ السنۃ میں لکھ دیا ہے، ورنہ مقابلہ کا دم مارنا اور پھر پردہ میں رہنا کیا راست باز آدمیوں کا کام ہے۔ اس صوفی کو چاہیے کہ میری طرح کھلے اشتہار دے کہ میں حسب دعوت فیصلہ آسمانی تمہارے مقابل پر آیا ہوں۔ پس اگر یہ صوفی درحقیقت کوئی انسان ہے تو محمد حسین کی ناجائز وکالتوں کے برقع میں مخفی نہ رہے، اور خدا تعالیٰ کی لعنت سے ڈرے۔ اگر اس کے پاس حق ہے تو حق کو لے کر میدان میں آجائے۔ جبکہ مجھ کو کوئی معین شخص سامنے نظر نہیں آتا تو میں کس سے مقابلہ کروں۔ کیا مردہ سے، یا ایک فرضی نام سے؟۔ میری نظر میں صرف یہ ایک فرضی نام ہے جس کا میرے خیال میں خارج میں وجود ہی نہیں۔ الراقم مرزا غلام احمد۔

مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ جب یہ تحریریں چھپ جائیں گی منصف لوگ خود معلوم کر لیں گے کہ کس کی بات انصاف پر مبنی ہے اور کس کی سراسر ظلم اور تعصب سے بھری ہوئی ہے۔ مرزا غلام احمد 9 مئی 1892ء۔

(مجموعہ اشتہارات مرزا غلام احمد جلد اول طبع 1986 صفحہ 317-322)

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

کوئی وجہ نہ تھی کہ الہامی (مرزا قادیانی) صاحب اتنی غیرت دلانے کے باوجود مقابلہ پر آمادہ نہ ہوتے۔ لیکن خانہ ساز مسیح نے حسب معمول اب کی مرتبہ بھی مقابلہ پر فرار کو ترجیح دی اور باوجود یکہ میر صاحب نے صاف لکھ دیا تھا کہ مولوی محمد حسین صوفی صاحب کو مقابلہ پر لانے کے لیے خود ذمہ دار ہیں لیکن الہامی صاحب نے مکرر سہ کرر یہی رٹ لگائی کہ صوفی پردے سے باہر کیوں نہیں آتا۔ تاہم اس مطالبہ کے بعد مرزا صاحب کو خیال آیا کہ فریق مقابل کہیں سچ مچ صوفی صاحب کو مقابلہ پر نہ لا کھڑا کرے۔ اس لیے چھٹی کے آخر میں یہ لکھ کر اپنی شان دار پسپائی پر مہر تصدیق ثبت کردی کہ: مکرر واضح رہے کہ اب اتمام حجت کر دیا گیا۔ آئندہ ہماری طرف ایسی پر تعصب تحریریں ہرگز ارسال نہ کریں۔ (رئیس قادیان حصہ اول صفحہ 205)

مرزا صاحب نے خط و کتابت کا سلسلہ بند کرنے کا تو اعلان کر دیا لیکن وہ کچی گولیاں نہیں کھیلے ہوئے تھے۔ وہ ڈرتے تھے کہ کہیں مولانا محمد حسین بٹالوی، صوفی صاحب کو لے کر قادیان ہی نہ پہنچ جائیں، اس لیے انہوں نے جون 1892ء میں چھپنے والے جواب نشان آسمانی میں جو روحانی خزائن جلد 4 کے صفحہ 395-396 پر موجود ہے مقابلے کو مزید شرائط سے مشروط کر دیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں ان صوفی صاحب سے تبھی مقابلہ کروں گا جب وہ ایسی دو پیش گوئیاں پیش کریں گے جو ان کے حق میں گزشتہ ادوار کے اولیاء کرام نے فرمائی ہوں جیسا کہ خود ان (مرزا صاحب) کے حق میں (بقول مرزا صاحب) نعمت اللہ شاہ ولی اور گلاب شاہ نے کی ہوئی ہیں، گویا نہ: نو من تیل ہوگا اور نہ رادھا ناچے گی۔

آسمانی نشان دکھانے کا چیلنج مرزا صاحب نے ہندوستان کے تمام علماء اور صلحاء کو دیا تھا جس میں احناف کے دونوں گروہ بھی شامل تھے۔ شیعہ بھی اور اہل حدیث بھی۔ اور اس وقت ہندوستان میں ایسے لوگ

بھی موجود تھے جنہیں ان کے معتقدین قطب الارشاد، قطب عالم، قبلہ عالم، مجتہد العصر، حکیم الامت، مجددہ ماتہ حاضرہ وغیرہ کے القابات سے یاد کرتے ہیں لیکن اللہ کی عنایت ہے کہ جس طرح اس نے مرزا صاحب سے مناظروں، مباحثوں اور مباہلوں میں اولیت کا شرف اہل حدیث علماء وصلحاء کو عطا فرمایا، اسی طرح روحانی، آسمانی نشانات دکھانے کا چیلنج قبول کر کے مرزا صاحب کا ناطقہ بند کرنے کی سعادت بھی ایک اہل حدیث صوفی کا حاصل ہوئی۔

ان صوفی صاحب کا نام نامی اسم گرامی عارف باللہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی ہے جن کا کچھ ذکر خیر ایک گزشتہ قسط میں ہو چکا ہے۔ ذیل میں ان کے کچھ مزید حالات درج کیے جاتے ہیں۔

آپ 1253ھ میں بمقام لکھو کے ضلع فیروز پور میں پیدا ہوئے۔ آپ پنجابی زبان میں لکھی جانے والی پہلی منظوم تفسیر قرآن یعنی تفسیری محمدی کے مصنف مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ کے صاجزادہ ہیں۔ 7 سال کی عمر میں آپ نے قرآن کریم حفظ کیا اور 17 سال کی عمر میں علوم درسیہ سے فراغت پائی۔ طبیعت شروع سے ہی تصوف کی طرف مائل تھی اور مرشد کامل کی تلاش کرتے کرتے غزنی جا پہنچے اور 22 سال کی عمر میں عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی سے بیعت ہو گئے۔ یہ تعلق دونوں بزرگوں میں تاعمر قائم رہا اور غزنوی صاحب کو آپ سے اس قدر تعلق خاطر تھا کہ اکثر فرمایا کرتے : ماو عبدالرحمٰن یکیست۔

اور کبھی کبھی لکھوی صاحب کو مخاطب کر کے یہ بھی فرمایا کرتے:

درمیان ماو شما نسبت در ازل بود۔

مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی صاحب الہام بزرگ تھے۔ آخری عمر میں آپ کو الہام ہوا

یا ایتھا النفس المطمئنة ارجعی الی ربك راضية مرضية فادخلی فی عبادی وادخلی جنتی۔

اس الہام کے بعد آپ حج کے لیے تشریف لے گئے اور مدینہ منورہ پہنچ کر زیارت روضہ نبوی کے بعد آپ نے حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ والی دعا:

اللهم ارزقنی شهادة فی سبیلك واجعل موتی ببلد رسولك۔

نہایت خشوع وخصوع سے کی جو اللہ نے قبول فرما لی اور آپ 60 سال کی عمر میں 15 ذی قعد 1314ھ کو بروز جمعہ مدینۃ الرسول میں فوت ہو کر جنت البقیع میں مدفون ہوئے۔ اللھم اغفرلہ وارحمہ۔

حضرت مولانا غلام نبی الربانی سوہدروی مرحوم کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ انہوں نے حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی سے پوچھا کہ وہ صوفی صاحب کون تھے جن کا چیلنج مرزا صاحب قادیانی کے نام اشاعۃ السنۃ میں بسلسلہ آسمانی نشان شائع ہوا تھا۔ مولانا بٹالوی نے اس کے جواب میں بتایا تھا کہ وہ بزرگ عارف باللہ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی تھے۔

(دیکھیے سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی، محمدی اکیڈیمی، منڈی بہاء الدین ضلع گجرات 1981ء صفحات 74-79)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم ستمبر ۱۹۹۶ء ص ۱۲۔۱۴)

فتویِ تکفیر

(۱۱)

1892ء میں جاری ہونے والے علمائے اسلام کے متفقہ فتوی تکفیر کے بارے میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رقم طراز ہیں:

میں اپنے طور پر روحانی امور کی دعوت کرتا تھا اور کبھی میں نے محمد حسین کو مخاطب نہیں کیا تھا کہ یکدفعہ اس نے خود بخود میرے لیے استفتاء طیار کیا اور یہ کوشش کرنا چاہا کہ لوگ مجھے کافر اور دجال قرار دیں۔ پہلے وہ فتوی اپنے استاد نذیر حسین دہلوی کے سامنے پیش کیا۔ چونکہ نذیر حسین مذکور اسی کا ہم مشرب اور ہم مادہ ہے اور حواس بھی پیرانہ سالی کے ہیں اور فطرۃً کوتاہ اندیش ملاؤں کی طرح بغض اور بخل بھی بہت ہے۔ اس لیے فی الفور بلا توقف میرے کفر پر گواہی دی۔ پس پھر کیا تھا تمام اس کے فضلہ خوار شاگردوں نے تکفیر کا فتوی دے دیا۔...مرنے کے بعد ہر ایک شخص معلوم کر لے گا کہ کون کافر اور کون مومن ہے لیکن اس جگہ صرف ایک بات ظاہر کرنا منظور ہے کہ محمد حسین نے خواہ مخواہ سراسر عناد کی وجہ سے فتوی طیار کیا اور ہندوستان میں جا بجا سیر کر کے اس پر مہریں لگوائیں کہ یہ شخص کافر اور دجال ہے۔

(روحانی خزائن جلد 16 حقیقت المھدی صفحہ 439-438)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

تھوڑا عرصہ گزرا کہ اس عاجز نے خدا تعالیٰ کی توفیق پا کر تین رسالے تائید اسلام میں تالیف کیے تھے۔ جن میں سے پہلے کا نام فتح اسلام اور دوسرے کا نام توضیح مرام اور تیسرے کا نام

ازالہ اوہام ہے۔ ان رسالوں میں حسب ایمان اور الہام اور القاء ربانی اس مرتبہ مثیل مسیح ہونے کا بھی ذکر تھا جو اس عاجز کو عطا کیا گیا۔ ایسا ہی ان دقائق وحقائق و معارف عالیہ کا بیان تھا جو اسلام اور قرآن کریم کی اعلیٰ حقیقتیں اور مسلمانوں کے لیے بمقابلہ مخالفین جائے فخر تھیں۔ امید تھی کہ عقل مند لوگ ان کتابوں کو شکر گزاری کی نظر سے دیکھیں گے۔ لیکن افسوس کہ بعض علماء کی فتنہ اندازی کی وجہ سے معاملہ برعکس ہوا اور بجائے اس کے کہ لوگ خدا تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ایک شور اور غوغا سخت ناشکری کا ایسا برپا کر دیا گیا کہ وہ تمام حقائق اور لطائف اور نکات اور معارف الٰہیہ کلمات کفر قرار دیئے گئے اور اسی بنا پر اس عاجز کا نام بھی کافر اور ملحد اور زندیق اور دجال رکھا گیا۔ بلکہ دنیا کے تمام کافروں اور دجالوں سے بدتر قرار دیا گیا۔ اس فتنہ کے اصل بیان مبانی ایک شیخ صاحب محمد حسین نام ہیں جو بٹالہ ضلع گورداسپور میں رہتے ہیں۔ پہلے سب سے استفتا کا کاغذ ہاتھ میں لے کر ہر یک طرف یہی صاحب دوڑے۔ چنانچہ سب سے پہلے کافر اور مرتد ٹھہرانے میں میاں نذیر حسین صاحب دہلوی نے قلم اٹھائی اور بٹالوی صاحب کے استفتا کو اپنی کفر کی شہادت سے مزین کیا۔

غرض بانی استفتا بٹالوی صاحب اور اول المکفرین میاں نذیر حسین صاحب ہیں اور باقی سب ان کے پیرو ہیں جو اکثر بٹالوی کی دلجوئی اور دہلوی صاحب کے حق استاد کی رعایت میں ان کے قدم پر قدم رکھے گئے۔ علماء مکفرین پر یہ افسوس ہے کہ انہوں نے بلاتفتیش و تحقیق بٹالوی صاحب کے کفرنامہ پر مہریں لگا دیں اور اول سے آخر تک میری کتابیں نہ دیکھیں، اور بذریعہ خط و کتابت مجھ سے کچھ دریافت نہ کیا۔ اگر وہ نیک نیتی سے مہریں لگاتے تو ان کا نور قلب ضرور ان کو اس بات کی طرف مضطر کرتا کہ پہلے مجھ سے دریافت کرتے اور میرے الفاظ کے حل معانی بھی مجھ سے ہی چاہتے۔ پھر اگر بعد تحقیق وہ کلمات درحقیقت کفر کے کلمات ہی ثابت ہوتے تو ایک بھائی کی نسبت افسوس ناک دل کے ساتھ کفر کی شہادت لکھ دیتے۔ اگر وہ ایسا کرتے اور عجلت سے کام نہ لیتے تو [illegible] ٹھہرتے اور عنداللہ ایک تکفیر کے

شتاب باز پر ہو سکتے ہیں مگر افسوس کہ انہوں نے ایسا نہیں کیا۔ بلکہ جیسے ایک بھیڑ دوسری بھیڑ کے پیچھے چلی جاتی ہے اور کچھ وہ کھانے لگتی ہے اس پر یہ بھی دانت مارتی ہے یہی طریق اس تکفیر میں ہمارے بعض علماء نے بھی اختیار کیا۔

(روحانی خزائن جلد 5 مقدمہ دافع الوساوس صفحہ 30-33)

ان تحریروں میں مرزا صاحب نے فرمایا ہے کہ ان پر فتوی تکفیر مولانا محمد حسین بٹالوی نے محض عناد کی وجہ سے بلا تحقیق و تفتیش جلد بازی میں اور انہیں اپنے عقائد و عبارات کی وضاحت کا موقع دیئے بغیر تیار کر کے جاری کر دیا ہے جو قطعاً نامناسب ہے۔ دوسری طرف ہم دیکھتے ہیں کہ اس فتوی کی تیاری میں تقریباً ایک سال صرف ہوا اور تیاری اور مختلف مراحل میں اس کی اشاعت کے دوران بار بار مرزا صاحب کو موقع دیا گیا کہ وہ مجلس علماء میں اپنے عقائد کی وضاحت کریں اور عقائد غلط ثابت ہونے پر توبہ کر لیں۔ لیکن مرزا صاحب نے کسی بھی موقع سے فائدہ نہیں اٹھایا اور انجام کار علماء اسلام کو اپنی ذمہ داری نبھانی پڑی۔ یہ داستان خود مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم و مغفور کی زبان ملاحظہ فرمائیے۔ لکھتے ہیں:

کادیانی نے اپنے رسالہ فتح الاسلام میں اپنے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو اس سے اہل اسلام کی پبلک میں ایک عام شور برپا ہو گیا۔ اس شور کو مٹانے اور اس دعوی کی توضیح کے لیے اس نے ایک رسالہ توضیح مرام مشتہر کیا تو اس نے شور کی آگ کو اور بھی تیز کر دیا اور خوب بھڑکایا کیونکہ فتح الاسلام میں تو اس نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا، توضیح مرام میں اپنے نبی ہونے کا دعوی کیا۔ اور علاوہ برآں بہت سے عقائد کفریہ کا اظہار کیا جو عقائد اسلام کے بالکل مخالف ہیں اور عقائد نیچریہ، فلاسفہ، ہنود اور یہود و نصاری کے عین مطابق و موافق۔

اس رسالے کی اشاعت سے وہ شور بڑھا تو اس کے ازالے کے لیے اس نے ایک اور رسالہ ازالہ اوہام کے بعض حصص و مضامین کو اپنے حواریوں میں متداول کیا اور انہوں نے بذریعہ رسائل و مجالس ان کو پبلک میں مشتہر کیا۔ ان مضامین نے اس شور کی بھڑکتی ہوئی آگ پر کیروسین آئل (مٹی کا تیل) ڈال دیا کیونکہ

اس رسالے میں اس نے مسیحیت اور نبوت کے ساتھ رسالت کا بھی دعوی کیا ہے۔ رسالت بھی کیسی، جس کی بشارت وشہادت نص القرآن (و مبشراً برسول یاتی من بعدی اسمه احمد) میں آچکی ہے۔ اور علاوہ برآن بہت سے کفریات کا زہر اگلا۔ معجزات حضرت مسیح وغیرہ انبیاء سے بہ تاویل وتحریف انکار کیا۔ پھر تو وہ شور عالم گیر ہوگیا اور چاروں طرف سے نعرہ تکفیر نفرین بلند ہونے لگا۔

ان رسائل ثلاثہ سے قادیانی نے اچھا اثر نہ دیکھا تو اشاعت رسالہ توضیح مرام ہی کے وقت سے مباحثہ کا اشتہار بھی دے دیا۔ اور اشتہار 26 مارچ 1891ء میں یہ مشتہر کیا کہ علمائے وقت جب تک میرے عقائد و مقالات میں جن کو وہ کفر و گمراہی سمجھتے ہیں مجھ سے مباحثہ نہ کرلیں تب تک اپنی زبان کو تکفیر اور طعن سے روک رکھیں۔ اور اس مباحثے کو ایسی پیچیدہ اور مشکل اور ناممکن الوقوع شروط سے مقید کر دیا کہ نہ وہ شرطیں وقوع میں آویں اور نہ مباحثے کی نوبت پہنچے۔ جس سے اس کا مقصود یہ تھا کہ جتنے دنوں تک مباحثہ ملتوی رہے اور ٹل سکے، اتنے ہی دن طعن وتحقیر سے لوگوں کی زبان بند رہے اور اس کے عقائد و دعاوی کا کچھ اثر اس کے اتباع اور ناواقف مسلمانوں پر ہوتا رہے۔ علمائے وقت نے وقتاً فوقتاً اس کی ناجائز شروط کے ابطال اور جائز کی تسلیم و اقبال سے مباحثہ کے لیے مستعدی کا اظہار کیا مگر کادیانی سے بجز گریز وفرار جو اس کی اصل منشا و مقصود تھا کچھ ظہور میں نہ آیا۔ یہاں تک کہ قضا و قدر نے اس کو دوڑنے بھاگنے کے ساتھ جبراً پنجے میں پھنسا دیا اور لدھیانہ کے مقام میں ہمارا اس سے مباحثہ کرا دیا جس کی کس قدر کیفیت (اشاعۃ السنۃ) نمبر 4 وغیرہ جلد 13 میں شائع ہوئی ہے۔

اس مباحثے میں جو اس نے شکست و ہزیمت پائی وہ ناظرین پرچہ بائے مذکور پر مخفی نہ ہوگی۔ مگر اس کی دلیری اور بہادری دیکھو اور اس پر صد آفرین کہو کہ شکست پا کر بھی وہ دعوی مباحثہ سے دست بردار نہ ہوا اور اشتہار یکم اگست اور اکتوبر 1891 میں پھر مدعی مباحثہ ہوا اور دہلی جا کر خم ٹھوک کر کھڑا ہوگیا۔ اور اس پر دہلی پہنچ کر اس کا تعاقب کیا گیا اور اس کی جملہ شروط جائزہ کو منظور کر کے منظوری مباحثہ کا اشتہار دیا گیا تو پھر اس نے مباحثہ سے انکار کیا جس کی تفصیل (اشاعۃ السنۃ) جلد 14 میں ہے۔ مگر پھر اسکی شرم وحوصلہ کو دیکھو اور اس پر ہزار آفرین کہو کہ دہلی سے بھاگ کر کادیان میں پہنچ کر وہ اس شکست و ہزیمت کو بھول گیا اور ایک آسمانی فیصلہ

(جو درحقیقت شیطانی فیصلہ ہے) اس نے لکھ مارا اور اس میں پھر مباحثہ کا مدعی بن بیٹھا اور الٹا گریز وفرار کا الزام علماء وقت پر قائم کیا۔ اس پر لاہور وسیالکوٹ پہنچ کر اس کا تعاقب کیا اور متعدد نوٹسوں کے ذریعے اس کو مباحثے کی طرف بلایا گیا مگر وہ میدان مباحثہ میں نہ آیا بلکہ جہاں خاکسار پہنچا وہاں سے فوراً بھاگا جس کی کیفیت (اشاعۃ السنۃ) نمبر 1 تا 4 میں ہے۔

خاکسار (محمد حسین بٹالوی) ابتداء ہی سے اس کی بے جا اور ناممکن الوقوع شروط کو پیش کرنے سے اس کے مباحثہ سے مایوس ہو چکا تھا مگر قطع حجت کادیانی کی غرض سے لدھیانہ کے مباحثہ تک اس کے حق میں تمام علماء اہل اسلام کی رائے ظاہر ومشتہر کرنے سے رکا رہا اور جب لدھیانہ کے مباحثہ کو وہ ناتمام چھوڑ کر بھاگا تو اور بھی مایوسی نے جلوہ دکھایا۔ تب خاکسار نے بمقام دہلی پہنچ کر استفتا مرتب کیا جس میں کادیانی کے خیالات و مقالات درج کر کے ان کی تصدیق وشہادت کے لیے اس کی تصنیفات کی اصل عبارات کو بقید صفحات نقل کر دیا اور اس استفتا کا جواب بقیۃ السلف حجۃ الخلف شیخنا وشیخ الکل حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب محدث دہلوی سے حاصل کیا اور ایک خاص سفر از دہلی تا بقرب کلکتہ وبھوپال وغیرہ اختیار کر کے اکثر مشہور بلاد ہندوستان کے علماء و فضلاء مختلف مذاہب کا توافق رائے حاصل کیا۔ پھر لاہور پہنچ کر اس استفتا اور اس کے جواب کو رسالے کی صورت میں چھپوا کر دور دراز مقامات ہندوستان و پنجاب میں جہاں خاکسار خود نہیں پہنچا تھا، متداول کیا۔ اور اس پر ان مقامات کے سکناء کی شہادت وتائیدات کو مرتب کرایا۔ فتوی پر مکمل اتفاق علمائے ہندوستان و پنجاب ہو چکا تھا مگر اس کی اشاعت عام میں اس وجہ سے توقف والتواء ہوا کہ اگر کادیانی کو ان باتوں کی نسبت جن کو علماء وقت نے کفر وضلالت کادیانی پر دلیل ٹھہرایا ہے کچھ عذر ہو تو اس کو مجمع علماء میں پیش کرے اور ان میں وہ مباحثہ کرنا چاہتا ہے تو کرے اور اس پیالہ تکفیر وتضلیل کو جو بہ اتفاق علماء اس کے لیے تیار کیا گیا ہے کسی حیلہ سے ٹلا سکتا ہے تو ٹلا وے۔ یعنی ان باتوں کا اپنی تصانیف میں پایا نہ جانا یا اگر وہ ان میں موجود ہوں تو ان کا موجب کفر وضلالت نہ ہونا ثابت کر دے۔ آخری دفعہ اس امر کی طرف اس کو جواب فیصلہ آسمانی میں بلایا گیا اور اس جواب کو چھاپ کر اس کے پاس بھیجا گیا اور انتظار مدت جواب تک اشاعت فتوی کو ملتوی کیا گیا۔ مگر پھر اس نے اس طرف رخ نہ کیا اور مباحثہ کا نام لینا بھی چھوڑ دیا۔ لہذا اس فتوی کا اب عام

اہل اسلام میں مشتہر کرنا ضروری سمجھا گیا ہے۔

(استفتاء میں) اصل سوال یہ ہے کہ عقائد کادیانی مندرجہ سوال اسلامی عقائد ہیں یا نہیں؟ اور ان عقائد میں کادیانی پابند و پیرو اسلام ہے یا اس کی پابندی سے خارج۔ اور ایسے عقائد والا ولی، مجدد، ملہم، محدث ہوسکتا ہے یا وہ ان عقائد کے سبب دجال کہلانے کا مستحق ہے؟ اس اصل سوال کا جواب جو حضرت مولانا سید محمد نذیر حسین صاحب کی طرف سے ہے صرف یہ ہے کہ یہ عقائد اسلامی نہیں اور کادیانی ان عقائد میں پابندی اسلام سے خارج ہے اور ایسے عقائد والا محدث، مجدد، ملہم، ولی نہیں ہوسکتا بلکہ من جملہ دجالین ایک دجال ہے۔

کادیانی اور اس کے اتباع اس فتوی کے جواب میں کہہ رہے ہیں اور کہیں گے جو باتیں ہمارے ذمہ لگائی گئی ہیں ہم نے نہیں کہیں (اور) یہ کہ ہاں کہی تو ہیں مگر ان کے معنی اور ہیں۔ (کادیانیوں کی) ان باتوں کا جواب حسب تفصیل ذیل ہے۔

جن باتوں کو کادیانی کے ذمہ لگایا گیا ہے ان کے ثبوت میں ہم نے اصل عبارات کادیانی کو نقل کر دیا ہے وہ عبارتیں اس کی کتابوں سے نہ نکلیں اور ان کی نقل میں ہماری غلط بیانی ثابت ہو تو فی عبارت ایک سو روپیہ جرمانہ دینے کو ہم حاضر ہیں۔ مگر اس امر کا تصفیہ مجرد انکار کادیانی اور اس کے اتباع سے نہیں ہوسکتا۔ ان کا یہ انکار محض کذب ہے اور کذب ان کے مذہب اور ہر ایک عمل درآمد کا اصل اصول ہے۔ اس کے تصفیہ کے لیے ایک مجلس کا منعقد ہونا ضروری ہے جس میں ہم ان عبارات کا تصانیف کادیانی میں پایا جانا ثابت کریں اور وہ انکار کی وجہ بتا دے اور روز روشن میں آفتاب کو چھپا کر دکھاوے۔ دوسری بات کا جواب (یعنی) معنی کا تصفیہ بھی اسی مجلس میں ہوسکتا ہے۔ اسی مجلس میں اگر اس کی عبارات کے وہ ظاہری معنی بشہادت لغت محاورہ اہل لسان نہ نکلے جو مفتیوں نے سمجھے ہیں تو اس پر بھی ہم فی عبارت سو روپیہ جرمانہ دینے کو حاضر ہیں۔ کادیانی تو ان عبارات کو جو معنی چاہے بنا سکتا ہے، جو شخص خنزیر سے انسان مراد لے اور دمشق سے کادیان وغیرہ، اس کو ایک کلام کے ایسے معنی جو ظاہر کے مخاطب اور معنی در بطن شاعر کا مصداق ہوں بیان کرنا کیا مشکل ہے۔

قارئین! یہ طویل عبارت دراصل فتوی تکفیر کی تمہید ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے فتوی کی اشاعت کے ساتھ اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ میں لکھی ہے۔ اصل فتوی مولانا بٹالوی کے طویل سوال اور 82 صفحات پر

مشتمل حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کے جواب پر مشتمل تھا۔اس کے بعد تقریباً 2 صد علماء اسلام نے تائیدی نوٹ کے ساتھ یا نوٹ کے بغیر تائیدی دستخط فرمائے ہیں۔ ذیل میں ہم سید نذیر حسین محدث کی تاریخی تحریر کی تلخیص مولانا دلاوری کی رئیس قادیان سے نقل کرتے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی اسلام خصوصاً مذہب اہل سنت سے خارج ہے۔اس کے بعض عقائد و مقالات یونانی فلاسفہ کے ہیں۔بعض پیروان ویدیعنی ہنود سے لیے گئے ہیں۔بعض نصاری سے ماخوذ ہیں۔اس کا طریقہ ملحدین باطنیہ وغیرہ اہل ضلال کا سا ہے۔اس کا دعوی نبوت اور اشاعت کا ذیب اور ملحدانہ طریق کی وجہ سے وہ یقیناً ان تیس دجالوں میں سے ہے جن کی اطلاع حضرت مخبر صادق ﷺ نے دی تھی۔اوراس کے پیرو ہم مشرب ذریت دجال ہیں۔اگر اس عمل و اعتقاد کا شخص خدا کا ملہم و مخاطب ہو تو انبیاء و ملہمین سابقین کا الہام پایہ اعتبار سے ساقط ہو جاتا ہے۔قادیانی کا کواکب و سیارات و افلاک کے لیے نفوس و ارواح تجویز کرنا، یونانی کے فلاسفہ اشراقین اور ہنود کا مذہب ہے۔چنانچہ قادیانی نے توضیح المرام کے صفحہ 33 پر اپنا یہی عقیدہ لکھا ہے۔

قادیانی کا بطور استعارہ ابن اللہ کہلانے کو تجویز کرنا پوری نصرانیت ہے۔ بائبل سے ثابت ہے کہ عیسائیوں نے بھی استعارہ کے طور پر خدا کے پیارے اور مطیع بندوں کو ابن اللہ کہا ہے۔اور قرآن میں ان کے اس قول کی حکایت کہ ہم خدا کے بیٹے اور اس کے پیارے ہیں، اسی کی طرف اشارہ ہے۔مگر یہی استعارہ ان لوگوں کے مشرک ہو جانے اور مخلوق کو حقیقتاً خدا کا بیٹا قرار دینے کا موجب ہوا تو قرآن و اسلام آیا، اور اس محاورہ کو دور کیا۔اب قادیانی نے پھر اس محاورہ کو رائج کرنا چاہا ہے۔اور قادیانی کے محدث ہونے کا دعوی کرنا اور اس ذریعہ سے ایک قسم کا نبی کہلانا اور نبوت جزئی کے دروازے کو مفتوح کہنا بھی قرآن کا انکار ہے۔قادیانی کا حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھایا جانا تجویز کرنا نص قرآن وماقتلوہ ما صلبوہ سے انکار ہے اور اس میں اس نے نیچریوں کی تقلید کی ہے جو عیسائیوں کے مقلد ہیں۔

قادیانی کا حضرت مسیح کے معجزات سے انکار کرنا قرآن کا انکار کرنا ہے۔قادیانی کا حدیث نبوی کو مفسر قرآن نہ ماننا ضلالت ہے۔اہل سنت و جماعت میں مسلم ہے کہ حدیث قرآن کی مفسر اور اس کے اجمال کی مبین ہے۔قادیانی کا اپنی پیروی کو مدار نجات ٹھہرانا بھی انتہا درجہ کی گمراہی ہے کیونکہ ایسا دعوی انبیاء کے سوا کسی

کونہیں پہنچتا۔قادیانی کا یہ کہنا کہ حیات مسیح کا اعتقاد رکھنا شرک ہے۔اس کا ان تمام صحابہ وتابعین وتبع تابعین اور آئمہ مجتہدین اور آنحضرت کے عہد مبارک سے آج تک کے تمام مسلمانوں کو جو حضرت مسیح کو زندہ سمجھتے ہیں اور قیامت سے پہلے ان کے نزول کے معتقد ہیں مشکوک بنانا ہے۔قادیانی کا یہ عقیدہ جیسا کفر ہے۔محتاج تشریح نہیں۔غرض یہ شخص اسلام سے قطعاً خارج ہے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 57 طبع 1977)

فتوی کے اجرا کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی :

شیخ بٹالوی صاحب کے فتوی تکفیر کی کیفیت،

کے عنوان سے لکھتے ہیں:

اس فتوی کو میں نے اول سے آخر تک دیکھا۔جن الزامات کی بنا پر یہ فتوی لکھا ہے انشاء اللہ بہت جلد ان الزامات کے غلط اور خلاف واقعہ ہونے کے بارے میں ایک رسالہ اس عاجز کی طرف سے شائع ہونے والا ہے جس کا نام دافع الوساوس ہے۔ باایں ہمہ مجھ کو ان لوگوں کے لعن طعن پر کچھ افسوس نہیں اور نہ کچھ اندیشہ۔ بلکہ میں خوش ہوں کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی اور ان کے اتباع نے مجھ کو کافر اور مردود اور ملعون اور دجال اور ضلال اور بے ایمان اور جہنمی اور اکفر کہہ کر اپنے دل کے بخارات نکال لیے جو دیانت اور امانت اور تقوی کے التزام سے ہرگز نہیں نکل سکتے تھے اور جس قدر میری اتمام حجت اور میری سچائی کی تلخی سے ان حضرات کو زخم پر زخم پہنچا۔اس صدمہ عظیمہ کا غم غلط کرنے کے لیے کوئی اور طریق بھی تو نہیں تھا۔بجز اس کے کہ لعنتوں پر آجاتے۔ مجھے اس بات کو سوچ کر بھی خوشی ہے کہ جو کچھ یہودیوں کے فقیہوں اور مولویوں نے آخر کار حضرت مسیح کو تحفہ دیا تھا وہ بھی تو یہی لعنتیں اور تکفیر تھی جیسا کہ اہل کتاب کی تاریخ اور ہر چہار انجیل سے ظاہر ہے تو پھر مجھے مثل مسیح ہونے کی حالت میں ان لعنتوں کی آوازیں سن کر بہت ہی خوش ہونا چاہیے۔مگر افسوس یہ ہے کہ میاں نذیر حسین اور شیخ بٹالوی نے اس تکفیر میں جلسازی سے بہت کام ہے اور طرح طرح کے افتراء کر کے اپنی عاقبت درست کر لی ہے۔

(مجموعہ اشتہارات مرزا جلد اول طبع 1986 صفحہ 330-332)

درج بالاتحریر کے مطابق مرزا صاحب اس فتوی تکفیر سے خوش تھے۔ دیگر مقامات پر انہوں نے اس فتوی کو اپنی صداقت کے نشانات میں شمار کرتے ہوئے اسے اپنی کامیابیوں کا زینہ قرار دیا ہے۔ مثال کے طور پر انہوں نے سالانہ جلسہ قادیان 1891ء اور 1892ء کا موازنہ کرتے ہوئے ایک جگہ لکھا:

سال گزشتہ میں جب ابھی فتوی تکفیر میاں بٹالوی صاحب کا طیار نہیں ہوا تھا۔ تو صرف 75 احباب اور مخلصین تاریخ جلسہ پر قادیان تشریف لائے تھے مگر اب جب کہ فتوی طیار ہو گیا اور بٹالوی صاحب نے ناخنوں تک زور لگا کر اور آپ بصد مشقت ہر جگہ پہنچ کر اور سفر کی ہر روزہ مصیبتوں سے کوفتہ ہو کر اپنے ہم خیال علماء سے اس فتوی پر مہریں ثبت کرائیں تو اس سالانہ جلسہ 1892ء میں بجائے 75 کے 327 احباب شامل ہوئے۔ میاں بٹالوی کے پنجاب اور ہندوستان میں پھرتے پھرتے پاؤں بھی گھس گئے لیکن انجام کار خدا تعالیٰ نے ان کو دکھلا دیا کہ کیسے اس کے ارادے انسان کے ارادوں پر غالب ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 5 ضمیمہ آئینہ کمالات اسلام صفحہ 30,29 مجموعہ اشتہارات طبع 1986 جلد 1 صفحہ 366)

اس تحریر میں مرزا صاحب نے اس بات پر خوشی کا اظہار کیا ہے کہ فتوی کے بعد ان کے سلسلہ کو ترقی عطا ہوئی ہے اور اس کے سالانہ جلسہ کے حاضرین کی تعداد 75 سے 327 یعنی چار گنا سے بھی بڑھ گئی ہے۔ لیکن مرزا صاحب کی یہ خوشی عارضی ثابت ہوئی اس لیے کہ اس سے اگلے سال یعنی دسمبر 1893ء کا جلسہ انہیں یہ کہتے ہوئے منسوخ کرنا پڑا:

جلسہ کا مدعا اور مطلب یہ تھا کہ ہماری جماعت کے لوگوں کے اندر خدا تعالیٰ کا خوف پیدا ہو۔ وہ زہد، تقوی، خدا ترسی، پرہیز گاری وغیرہ میں دوسروں کے لیے ایک نمونہ بن جائیں اور انکسار اور تواضع اور راست بازی ان میں پیدا ہو۔ لیکن اس پہلے جلسہ کے بعد ایسا اثر نہیں دیکھا گیا بلکہ خاص جلسہ کے دنوں میں ہی بعض کی شکایت سنی گئی کہ وہ اپنے بھائیوں کی بدخوئی سے شاکی ہیں۔ بعض اس مجمع کثیر میں اپنے اپنے آرام کے لیے دوسرے لوگوں سے کج خلقی کرتے ہیں گویا وہ مجمع ہی ان کے لیے موجب ابتلا ہو گیا اور پھر میں دیکھتا ہوں کہ اس جلسہ کے بعد کوئی بہت عمدہ اور نیک اثر اس جماعت کے بعض لوگوں میں ظاہر نہیں ہوا۔ ایسا جلسہ صرف

فضول ہی نہیں بلکہ اس علم کے بعد ہر اس اجتماع سے نیک نتائج پیدا نہیں ہوتے ایک معصیت اور طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ ہے۔

(مجموعہ اشتہارات قادیانی 1986ء جلد 1 صفحہ 439-441)

اس تحریر میں مرزا غلام احمد صاحب 1892ء والے جلسہ کو فضول، معصیت، طریق ضلالت اور بدعت شنیعہ قرار دیتے ہیں۔ وہ جلسہ خود مرزا صاحب نے منعقد کیا تھا اور اشتہارات اور خطوط کے ذریعے لوگوں کو اس میں شرکت کے لیے بلایا تھا اور واپسی پر غریب مسافروں کو اپنی طرف سے زادراہ دیا گیا۔ بعض کو تیس تیس یا چالیس چالیس روپیہ دیا گیا۔

(دیکھئے مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد 1 صفحہ 446-447)

یہ تیس چالیس روپے اس زمانے میں بہت بڑی رقم ہوا کرتی تھی اور اس کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب جب خود سیالکوٹ کچہری میں ملازم تھے تو انہیں 15 روپے ماہانہ تنخواہ ملا کرتی تھی۔ گویا دو دو تین تین ماہ کی تنخواہ کے برابر لوگوں کو رقوم دے کر مجمع اکٹھا کیا گیا۔ اور اسے پہلے تو فتوی کا مثبت ردعمل قرار دیتے ہوئے بزعم خود مولانا بٹالوی وغیرھم کو طمانچہ رسید کرنے کی کوشش کی گئی لیکن اگلے ہی سال اس اجتماع کو ضلالت، معصیت اور بدعت شنیعہ قرار دے کر وہ طمانچہ خود اپنی ذات گرامی پر جمالیا اور ساتھ ہی عاصی اور بدعتی ہونے کا اقرار بھی کرلیا۔ مرزا صاحب کہا تو یہ کرتے تھے کہ انہیں مولانا محمد حسین بٹالوی کے متعلق مهين من اراد اهانتك کا الہام ہوا ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتے ہیں، اے مرزا میں تیرے مخالف محمد حسین کو ذلیل کروں گا۔ لیکن ایک ہی اجتماع کو اپنی کامیابی قرار دے کر پھر بدعت اور معصیت قرار دے دینا اور اس میں شرکت اور اس کے اہتمام کے باعث خود ہی بدعتی اور عاصی ہونے کا اقرار کر لینا، مولانا محمد حسین مرحوم بٹالوی کے مقابلے میں خود مرزا صاحب کی ذلت واہانت کا ایسا ثبوت ہے جو انہوں نے خود اپنی ہی تحریروں میں مہیا کر دیا ہے۔ ویسے اس اہانت والے الہام کا مفصل ذکر ہم آئندہ کسی نشست میں کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر ۱۹۹۶ء ص ۲۴۔۲۷)

مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم

(۱۲)

قادیانی تاریخ محمدی بیگم کے ذکر کے بغیر مکمل نہیں ہوتی، مرزا غلام احمد کا کہنا تھا کہ آسمان پر اللہ تعالیٰ نے اس خاتون سے ان کا نکاح کر رکھا ہے اور وہ چاہتے تھے کہ زمین پر بھی یہ عقد بندھ جائے، انہوں نے کئی مرتبہ الہامی پیش گوئیاں بھی فرمائیں کہ ان کی حیاۃ دنیوی میں یہ نکاح ہو کر رہے گا اور انہیں اپنے الہامات کی صداقت پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ انہوں نے اس شادی کو اپنے صدق وکذب کا معیار قرار دے رکھا تھا۔ آج کی نشست قادیانیت کی تاریخ کے اسی باب کی نذر کی جارہی ہے۔

محمدی بیگم، مرزا غلام احمد کے ایک قریبی عزیز مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی صاجزادی تھی۔ جب وہ سن بلوغ کو پہنچیں تو مرزا غلام احمد صاحب نے ان کے والدین کو شادی کا پیغام دیا، جسے مسترد کر کے انہوں نے اپنی بیٹی کی شادی پٹی ضلع لاہور کے مرزا سلطان محمد سے کر دی۔ مرزا غلام احمد صاحب بہت سیخ پا ہوئے۔ تاہم امید کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور پیش گوئیاں کرنے لگے کہ عنقریب یہ خاتون بیوہ ہو جائے گی اور پھر میرے نکاح میں اسے آنا ہی ہوگا، یہ بات خدا تعالیٰ نے تقدیر مبرم قرار دے رکھی ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی۔

مرزا غلام احمد صاحب 1908ء میں اس حال میں فوت ہوئے کہ محترمہ محمدی بیگم اپنے شوہر مرزا سلطان محمد کے ساتھ ہنسی خوشی زندگی گزار رہی تھیں، ان کے شوہر مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی وفات کے 41 سال بعد یعنی 1949ء میں لاہور میں فوت ہوئے جبکہ وہ خود 90 سال سے زائد کی عمر پا کر 1966ء میں لاہور میں فوت ہوئیں۔

محترمہ محمدی بیگم سے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی شادی کی آرزو اور پھر شکست آرزو ایک طویل داستان ہے جس کا آغاز قادیانیوں کے مطابق 1881 (تخمیناً) میں ہونے والے مرزا صاحب کے ایک الہام سے اور اختتام 1908ء میں مرزا صاحب قادیانی کی موت سے ہوتا ہے۔ 1881ء سے 1908ء کے درمیان کا سارا عرصہ اس طویل داستان کے مختلف واقعات سے مزین ہے۔ تاہم سہولت کے لیے ہم اس داستان کو دو حصوں میں تقسیم کر سکتے ہیں۔

1892ء سے پہلے کا دور جب کہ ابھی محترم محمدی بیگم کی کسی جگہ شادی نہیں ہوئی تھی اور مرزا صاحب قادیانی ایک کنواری خاتون کو اپنے حبالہ عقد میں لانا چاہتے تھے۔

1892ء کے بعد کا دور جب محترمہ محمدی بیگم کی شادی مرزا سلطان محمد سے ہو گئی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی یہ آرزو کرتے رہے کہ اس خاتون کا سہاگ اجڑ جائے اور یہ بیوہ ہو کر ان کے نکاح میں آ جائے اور ان کے حرم کی زینت بن جائے۔

اس لحاظ سے 1892ء اس طویل داستان کا اہم سال ہے اور اسی وجہ سے ہم اپنے مضمون کے 1892ء کے واقعات میں اس داستان کو بیان کر رہے ہیں۔

ہم نے اوپر لکھا کہ قادیانی حضرات اس داستان کا آغاز 1881ء (تخمیناً) سے کرتے ہیں، یہ وہ وقت تھا جب مرزا صاحب قادیانی نے ابھی مسیحیت، مہدویت یا نبوت وغیرہ کا کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اس کا تعارف ایک مسلمان اہل علم کا تھا اور اسی ناطے ان کے تعلقات دیگر علماء اسلام سے قائم تھے۔ ایسے ہی علماء میں مولانا محمد حسین بٹالویؒ بھی شامل تھے اور مرزا صاحب قادیانی کا ان کے ہاں آنا جانا رہتا تھا، ایسے ہی ایک موقع پر 1881ء میں پیش آنے والے ایک واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

مجھے کسی تقریب سے مولوی محمد حسین بٹالوی ایڈیٹر رسالہ اشاعۃ السنۃ کے مکان پر جانے کا اتفاق ہوا۔ اس نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل کوئی الہام ہوا ہے۔ میں نے اس کو یہ الہام سنایا جس کو میں کئی دفعہ مخلصوں کو سنا چکا تھا اور وہ یہ ہے

بکرو ثیّب

جس کے یہ معنی ان کے آگے اور نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا۔ ایک بکر (کنواری) ہوگی اور دوسری بیوہ۔

ہم نے یہ واقعہ قادیانی تذکرہ (چوتھا ایڈیشن) طبع ربوہ کے صفحہ 39 سے نقل کیا ہے۔ تذکرہ کے مرتب نے اسے مرزا غلام احمد صاحب کی تصنیف تریاق القلوب کے صفحہ 34 سے نقل کیا ہے، جو 1899ء کی تصنیف ہے۔ درج بالا عبارت کے بعد تریاق القلوب میں 1899ء میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

چنانچہ یہ الہام جو بکر کے متعلق تھا پورا ہو گیا اور اس وقت بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

(نیز دیکھئے روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 201)

مذکورہ بالا الہام اور مرزا صاحب کے تبصرے کے درمیان 18 سال کا فاصلہ ہے۔ اس دوران 1884ء میں مرزا صاحب کی شادی دہلی میں میر ناصر کی صاحبزادی مسماۃ نصرت بیگم سے ہو چکی تھی۔ جو نکاح کے وقت کنواری تھیں اور بعد میں مرزا صاحب قادیانی کے کئی بچوں کی ماں بنیں۔ (یاد رہے کہ یہ مرزا صاحب قادیانی کی دوسری شادی تھی)۔ مذکورہ بالا الہام کے مطابق بیوہ خاتون سے تاہم مرزا صاحب قادیانی کو شادی کا ابھی انتظار تھا اور اس دوران انہیں اس بارے میں دیگر الہامات بھی ہوتے رہے۔ جیسا کہ انہوں نے اپنے 20 فروری 1886ء والے اشتہار میں فرمایا:

پھر خدائے کریم جل شانہ نے مجھے بشارت دے کر کہا کہ تیرا گھر برکت سے بھرے گا اور میں اپنی نعمتیں تجھ پر پوری کروں گا اور خواتین مبارکہ سے جن میں سے تو بعض کو اس کے بعد پائے گا تیری نسل بہت ہوگی۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی طبع 1986 جلد اول صفحہ 102)

اور 8 جون 1886ء کو مرزا غلام احمد صاحب نے حکیم نور دین صاحب کو خط میں لکھا:

جو عنایات خداوند کریم جل شانہ کی اس عاجز کے شامل حال ہیں ان کے بارہ میں ہمیشہ یہی دل چاہتا ہے کہ اپنے دوستوں سے کچھ اس میں سے بیان کرتا رہوں۔ سو آپ سے بھی جو میرے

مخلص دوست ہیں ایک راز پیش گوئی کا بیان کرتا ہوں، شائد 4 ماہ کا عرصہ ہوا کہ اس عاجز پر ظاہر کیا گیا تھا کہ ایک فرزند قوی الطاقتین کامل الظاہر والباطن تم کو عطا کیا جائے گا، سو اس کا نام (عنموائیل اور) بشیر ہوگا۔ اب تک میرا خیال تھا کہ شائد وہ فرزند مبارک اسی اہلیہ (نصرت بیگم) سے ہوگا، اب زیادہ الہام اس بات میں ہو رہے ہیں کہ عنقریب ایک اور نکاح تمہیں کرنا پڑے گا اور جناب الٰہی میں یہ بات قرار پا چکی ہے کہ ایک پارسا طبع اور نیک سیرت اہلیہ تمہیں عطا ہوگی، وہ صاحب اولاد ہوگی۔

اس میں تعجب کی بات یہ ہے کہ جب الہام ہوا تو ایک کشفی عالم میں چار پھل مجھ کو دیئے گئے۔ تین ان میں سے تو آم کے تھے، مگر ایک پھل سبز رنگ بہت بڑا تھا، وہ اس جہاں کے پھلوں میں سے نہیں ہے۔ وہی مبارک لڑکا ہے، کیونکہ پھلوں سے مراد اولاد ہے اور جبکہ ایک پارسا طبع اہلیہ کی بشارت دی گئی اور ساتھ ہی کشفی طور پر چار پھل دیئے گئے ہیں جن میں ایک پھل الگ وضع کا ہے تو یہی سمجھا جاتا ہے۔ اب مخالفین آنکھوں کے اندھے اعتراض کرتے ہیں کہ کیوں اب کی دفعہ لڑکا پیدا نہیں ہوا، میری دانست میں اس لڑکے کے تولد سے پہلے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ یہ تیسری شادی ہو جائے کیونکہ اس تیسری شادی میں اولاد ہونے کے اشارات پائے جاتے ہیں۔ غالباً اس تیسری کا وقت نزدیک ہے۔ اب دیکھیں کہ کس جگہ ارادہ ازل نے اس کا ظہور مقرر کر رکھا ہے۔ الہامات اس بارے میں کثرت سے ہو رہے ہیں اور ربانی ارادہ میں جوش سا پایا جاتا ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد 5 نمبر 2 صفحہ 5-6 منقول از رئیس قادیان جلد اول صفحہ 9-108)

اور 20 جون 1886ء کو مرزا صاحب نے جو چٹھی حکیم نور دین کے نام روانہ کی اس میں لکھا کہ اس عاجز نے جو آپ کی طرف لکھا تھا وہ صرف دوستانہ طور پر بعض اسرار الہامیہ پر مطلع کرنے کی غرض سے لکھا گیا کیونکہ اس عاجز کی یہ عادت ہے کہ اپنے احباب کو ان کی قوت ایمان بڑھانے کی غرض سے کچھ کچھ امور غیبیہ بتا دیتا ہے۔ دراصل حال اس عاجز کا یہ ہے کہ جب سے اس تیسرے نکاح کے لیے اشارہ غیبی ہوا ہے تب سے طبیعت

متفکر و متردد ہے اور حکم الٰہی سے گریز کسی جگہ نہیں مگر بالطبع کارہ ہے اور ہر چند اول اول یہ چاہا کہ یہ امر غیبی موقوف رہے لیکن متواتر الہامات کشوف اس بات پر دلالت کر رہے ہیں کہ یہ تقدیر مبرم ہے۔

(مکتوبات احمدیہ جلد 5 جلد 5 نمبر 2 صفحہ 8 منقول از رئیس قادیان جلد 1 صفحہ 109)

مرزا صاحب کی تحریروں سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف تیسری شادی تقدیر مبرم تھی بلکہ یہ بھی اللہ تعالیٰ نے طے کر دیا تھا کہ وہ شادی محمدی بیگم سے ہوگی، جیسا کہ ان کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو انہوں نے محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کو لکھا تھا۔ یہ خط مرزا صاحب کی کتاب آئینہ کمالات اسلام کے عربی حصہ میں اور روحانی خزائن جلد 5 کے صفحہ 573-574 پر موجود ہے، تذکرہ کے قادیانی مرتب نے تذکرہ کے صفحہ 8-157 پر اس خط کی عبارت اور حاشیہ پر اس کا ترجمہ بھی دیا ہے، ہم اس خط کا مفہوم مولانا دلاوری کی رئیس قادیان جلد اول کے صفحہ 146 سے نقل کرتے ہیں جس کے مطابق مرزا غلام احمد صاحب فرماتے ہیں:

میں نے حق تعالیٰ کے ایما اور اشارہ سے مرزا احمد بیگ کے نام ایک چٹھی میں لکھا کہ اے عزیز سنیے۔ اس کی کیا وجہ ہے کہ آپ میری سنجیدہ عرضداشت کو لغو خیال کرتے ہیں اور میری بات کا اعتبار نہیں کرتے، بخدا میں آپ کو کسی طرح سے تکلیف دینا نہیں چاہتا، انشاء اللہ آپ دیکھیں گے کہ میں آپ کے ساتھ کس قدر احسان کرتا ہوں۔ اگر آپ نے میرے خاندان کے خلاف مرضی میری درخواست کو شرف قبول بخشا تو میں آپ سے قسمی وعدہ کرتا ہوں کہ میں اپنی زمین اور باغ میں سے آپ کو حصہ دوں گا۔ آپ کی صاحبزادی کو اپنی زمین اور دوسرے مملوکات کی تہائی کا مالک بنا دوں گا اور میں سچ کہتا ہوں کہ اس میں سے جو کچھ مانگیں گے میں آپ کو دوں گا۔

آپ مجھے اپنی مشکلات میں اپنا معاون و دستگیر پائیں گے آپ کے ہر بوجھ کو اٹھاؤں گا۔ اس لیے انکار میں وقت ضائع نہ کیجیے اور شک وشبہ کو راہ نہ دیجیے۔ میں یہ خط اپنی مرضی سے نہیں بلکہ اپنے پروردگار کے حکم سے لکھ رہا ہوں، یہ خط بڑے سچے اور امین کی طرف سے ہے، اس کو اپنے صندوق میں محفوظ رکھیے۔ جو کچھ میں نے آپ سے وعدہ کیا ہے وہ اللہ کی طرف سے ہے اور میں نے اپنی طرف سے کچھ نہیں کہا، بلکہ جو کچھ کہا ہے حق تعالیٰ نے مجھ سے اپنے الہام سے کہلوایا ہے۔ یہ مجھے میرے رب کی وصیت تھی جسے میں نے پورا کیا۔ ورنہ مجھے

آپ کی یا آپ کی لڑکی کی کچھ ضرورت نہیں تھی۔ اگر اس الہام کی مدت گزر جائے اور سچائی ظاہر نہ ہو تو میرے گلے میں رسی اور پاؤں میں زنجیر میں ڈال دینا اور مجھے ایسی سزا دینا کہ دنیا میں کسی کو نہ دی گئی ہو۔

مرزا غلام احمد اس وقت کافی معمر تھے اور دو بیویوں کے شوہر تھے اس لیے اپنی نوعمر صاحبزادی کے لیے مرزا احمد بیگ کو مرزا غلام احمد کی درخواست برائے رشتہ پسند نہ آئی بلکہ اس قدر ناراض ہوئے کہ انہوں نے مرزا صاحب کا خط 10 مئی 1888ء کے اخبار نور افشاں میں شائع کروا دیا۔ اس کے ردعمل میں مرزا صاحب نے 10 جولائی 1888ء کو ایک طویل اشتہار شائع کیا جس میں علاوہ دیگر باتوں کے آپ نے فرمایا:

جاننا چاہیے کہ جس خط کو 10 مئی 1888ء کے نور افشاں میں فریق مخالف نے چھپوایا ہے، وہ خط محض ربانی اشارہ سے لکھا گیا۔ یہ لوگ (میرے عزیز) جو مجھ کو میرے دعوی الہام میں مکار اور دروغ گو خیال کرتے تھے، اور مجھ سے کوئی آسمانی نشان مانگتے تھے، تو اس وجہ سے کئی دفعہ ان کے لیے دعا بھی کی گئی، سو وہ قبول ہو کر خدا تعالیٰ نے یہ تقریب قائم کی کہ والد اس دختر کا ایک اپنے ضروری کام کے لیے ہماری طرف ملتجی ہوا۔ تفصیل اس کی یہ ہے کہ نامبردہ کی ایک ہمشیرہ ہمارے ایک چچا زاد بھائی غلام حسین نام کو بیاہی گئی تھی، غلام حسین عرصہ 25 سال سے کہیں چلا گیا ہے اور مفقود الخبر ہے، اس کی زمین ملکیت جس کا ہمیں حق پہنچتا ہے، نامبردہ کی ہمشیرہ کے نام کاغذات سرکاری میں درج کرا دی گئی تھی۔ اب حال کے بندوبست میں جو ضلع گورداسپورہ میں جاری ہے نامبردہ یعنی ہمارے خط کے مکتوب الیہ (مرزا احمد بیگ) نے اپنی ہمشیرہ کی اجازت سے یہ چاہا کہ وہ زمین جو چار پانچ ہزار روپیہ کی قیمت کی ہے اپنے بیٹے محمد بیگ کے نام بطور ہبہ منتقل کرا دیں، چنانچہ ان کی ہمشیرہ کی طرف سے یہ ہبہ نامہ لکھا گیا، چونکہ وہ ہبہ بجز ہماری رضامندی کے بے کار تھا، اس لیے مکتوب الیہ نے بتمامتر عجز و انکسار ہماری طرف رجوع کیا تا ہم اس ہبہ پر راضی ہو کر اس ہبہ نامہ پر دستخط کر دیں۔

اس خدائے قادر و حکیم مطلق نے مجھے فرمایا کہ اس شخص کی دختر کلاں کے نکاح کے لیے سلسلہ جنبانی کر اور اس کو کہہ دے کہ تمام سلوک و مروت تم سے اس شرط سے کیا جائے گا۔ اور یہ نکاح تمہارے لیے موجب برکت اور ایک رحمت کا نشان ہوگا اور ان تمام برکتوں اور رحمتوں سے حصہ پاؤ گے جو اشتہار 20 فروری 1888ء میں درج ہیں لیکن اگر نکاح سے انحراف کیا تو اس لڑکی کا انجام نہایت ہی برا ہوگا، اور جس کسی دوسرے

شخص سے بیاہی جائے گی وہ روز نکاح سے ڈھائی سال تک اور ایسا والد اس دختر کا تین سال تک فوت ہو جائے گا۔ اور ان کے گھر پر تفرقہ اور تنگی اور مصیبت پڑے گی اور درمیانی زمانہ میں بھی اس دختر کے لیے کئی کراہت اور غم کے امر پیش آئیں گے۔ خدا تعالیٰ نے یہ مقرر کر رکھا ہے کہ وہ مکتوب الیہ کی دختر کلاں کو جس کی نسبت درخواست کی گئی تھی ہر ایک روک دور کرنے کے بعد انجام کار اس عاجز کے نکاح میں لاوے گا۔ خدا تعالیٰ ان سب کے تدارک کے لیے جو اس کا کو روک رہے ہیں تمہارا مددگار ہوگا اور انجام کار اس کی اس لڑکی کو تمہاری طرف واپس لائے گا۔ کوئی نہیں جو خدا کی باتوں کو ٹال سکے۔ خاکسار مرزا غلام احمد از قادیان 10 جولائی 1888ء۔

(منقول از روحانی خزائن جلد 5 (دافع الوساوس) صفحہ ۲۸۵۔۲۸۷ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 157-158۔ تذکرہ صفحہ 156-159)

10 جولائی 1888ء کے گرد و پیش کے زمانہ میں تذکرہ کے قادیانی مرتب نے مرزا صاحب کے ایک اور الہام کا ذکر کیا ہے جو اس نے کرامات الصادقین، جو 1893ء کی تصنیف ہے، سے نقل کیا ہے۔ الہام عربی میں ہے اور مرتب نے اس کا ترجمہ بھی دیا ہے جو ہم تذکرہ کے صفحہ 160 سے نقل کرتے ہیں:

اور بتایا کہ ان کی ایک لڑکی کو ان کے حق میں نشان بناؤں گا اور اس کی تعین کی کہ وہ بیوہ ہو جائے گی اور اس کا خاوند اور اس کا باپ روز نکاح سے تین سال کے اندر اندر مر جائیں گے اور ان کی موت کے بعد ہم اسے (محمدی بیگم کو) تیری طرف لوٹائیں گے، اللہ تعالیٰ کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔

مرزا غلام احمد کے عزیزوں میں ایک مرزا علی شیر بیگ تھے یہ صاحب مرزا صاحب کے حقیقی ماموں زاد بھائی تھے۔ مرزا صاحب کی پہلی بیوی جسے نہ طلاق دیتے تھے نہ گھر میں رکھتے تھے، انہی مرزا علی شیر بیگ کی بہن تھیں، اس کے علاوہ مرزا علی شیر کی بیوی مرزا احمد بیگ کی حقیقی بہن تھیں، اور محمدی بیگم مرزا احمد بیگ کی بیٹی تھی۔ مرزا صاحب نے اس خاندان سے فرداً فرداً خط و کتابت کر کے انہیں اپنی تجویز پر رضامند کرنے کی از حد کوشش کی لیکن چونکہ اسی خاندان کی ایک خاتون کو مرزا صاحب نے باوجود اپنی منکوحہ ہونے کے معلقہ بنا رکھا تھا اور نان و نفقہ بھی بند کر کے بے کسی کی زندگی بسر کرنے پر مجبور کر رکھا تھا، اس لیے انہوں نے محمدی بیگم کا رشتہ

دینے سے صاف انکار کر دیا تھا اور تو اور مرزا صاحب کی پہلی بیوی اور ان کے بیٹے خصوصاً مرزا سلطان احمد محمدی بیگم کا رشتہ کسی اور جگہ کرنے کی کوششوں میں پیش پیش رہے اور ضلع لاہور میں ایک شخص سے نسبت بھی طے کروا دی۔ مرزا غلام احمد کو معلوم ہوا تو ضبط کے سب بندھن ٹوٹ گئے اور انہوں نے درج ذیل اشتہار جاری کر دیا:

خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی مقدر اور قرار یافتہ ہے کہ وہ لڑکی اس عاجز کے نکاح میں آئے گی خواہ پہلے ہی باکرہ ہونے کی حالت میں آجائے یا خدا تعالیٰ بیوہ کر کے اس کو میری طرف لے آئے۔

باعث تحریر اشتہار ھذا یہ ہے کہ میرا بیٹا سلطان احمد نام جو نائب تحصیل دار لاہور میں ہے اور اس کی تائی صاحبہ جنہوں نے اس کو بیٹا بنایا ہوا ہے وہی اس مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں اور یہ سارا کام اپنے ہاتھ میں لے کر اس تجویز میں ہیں کہ عید کے دن یا اس کے بعد اس لڑکی (محمدی بیگم) کا کسی سے نکاح کیا جائے۔ ہر چند سلطان احمد کو سمجھایا اور بہت تاکیدی خط لکھے کہ تو اور تیری والدہ اس کام سے الگ ہو جائیں ورنہ میں تم سے جدا ہو جاؤں گا اور تمہارا کوئی حق نہیں رہے گا، مگر انہوں نے میرے خط کا جواب نہ دیا۔

لہٰذا میں آج کی تاریخ کہ دوسری مئی 1891ء ہے عوام وخواص پر بذریعہ اشتہار ھذا ظاہر کرتا ہوں کہ اگر یہ لوگ اس ارادہ سے باز نہ آئے اور وہ تجویز جو اس لڑکی کے ناطہ اور نکاح کرنے کی اپنے ہاتھ سے یہ کر رہے ہیں، اس کو موقوف نہ کر دیا اور جس شخص کو انہوں نے نکاح کے لیے تجویز کیا ہے، اس کو رد نہ کیا، بلکہ اسی شخص کے ساتھ نکاح ہو گیا تو اسی نکاح کے دن سے سلطان احمد عاق اور محروم الارث ہوگا، اور اسی روز سے اس کی والدہ پر میری طرف سے طلاق ہے۔ اگر اس کا بھائی فضل احمد جس کے گھر میں مرزا احمد بیگ والد لڑکی کی بھانجی ہے اپنی اس بیوی کو اسی دن جو اس کو نکاح کی خبر ہو طلاق نہ دیوے تو پھر وہ بھی عاق اور محروم الارث ہوگا، اور آئندہ ان سب کا کوئی حق میرے پر نہیں رہے گا اور اس نکاح کے بعد تمام تعلقات خویشی وقرابت وہمدردی دور ہو جائے گی۔ (المشتہر مرزا غلام احمد لودیانہ 20 مئی 1891ء

(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 221-219)

یہ دھمکیاں موثر نہ ہو سکیں تو مرزا غلام احمد صاحب نے سلطان محمد یعنی محمدی بیگم کے منگیتر کو ڈرانا دھمکانا شروع کر دیا کہ وہ نسبت توڑ دے، لیکن مرزا صاحب اس میں بھی کامیاب نہ ہو سکے۔ وہ خود لکھتے ہیں:

احمد بیگ کے داماد (مرزا سلطان محمد) کا یہ قصور تھا کہ اس نے تخویف کا اشتہار دیکھ کر اس کی پرواہ نہ کی، خط پر خط بھیجے گئے، ان سے کچھ نہ ڈرا، پیغام بھیج کر سمجھایا گیا، کسی نے اس طرف ذرا التفات نہ کی اور احمد بیگ سے ترک تعلق نہ چاہا بلکہ وہ سب گستاخی اور استہزا میں شریک ہوئے۔ سو یہی قصور تھا کہ پیش گوئی سن کر پھر ناطہ کرنے پر راضی ہوئے۔

(روحانی خزائن جلد 9 انوار الاسلام صفحہ 103-102 بر حاشیہ)

اور پھر مرزا سلطان محمد اور محترمہ محمدی بیگم شادی کے بندھن میں بندھ گئے۔ یہ واقعہ 7۔اپریل 1892ء کا ہے جو مرزا صاحب کے لیے ایک حادثہ جانکاہ کی حیثیت رکھتا ہے۔ اس واقعہ کی بدولت دیگر باتوں کے علاوہ مرزا صاحب کی شخصیت کا ایک انتہائی مکروہ پہلو سامنے آیا، یعنی انہوں نے ایک غیر کی منکوحہ سے اپنے خوابوں کو سجانا شروع کر دیا، کم از کم دو ایسی خوابوں کا انہوں نے تحریری اقرار کیا ہے، جو درج ذیل ہیں:

1 25 جولائی 1892ء مطابق 2 ذی 1309 بروز دوشنبہ۔ آج (مرزا غلام احمد نے) بوقت صبح صادق ساڑھے چار بجے دن کے خواب میں دیکھا کہ ایک حویلی ہے، اس میں میری بیوی (والدہ محمود) اور ایک عورت بیٹھی ہے۔ تب میں نے ایک مشک سفید رنگ میں پانی بھرا ہے اور اس مشک کو اٹھا کر لایا ہوں، اور وہ پانی لا کر ایک اپنے گھڑے میں ڈال دیا ہے، میں پانی کو ڈال چکا تھا کہ وہ عورت جو بیٹھی ہوئی تھی یکا یک سرخ اور خوش رنگ لباس پہنے ہوئے میرے پاس آ گئی، کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جوان عورت ہے۔ پیروں سے سر تک سرخ لباس پہنے ہوئے شاید جالی کا کپڑا ہے۔ میں نے دل میں خیال کیا کہ وہی عورت ہے جس کے لیے اشتہار دیئے تھے، لیکن اس کی صورت میری بیوی کی صورت معلوم ہوئی، گویا اس نے کہا، یا دل میں کہا کہ میں آ گئی ہوں، میں نے کہا یا اللہ آ جاوے اور پھر وہ عورت مجھ سے بغلگیر ہوئی، اس کے بغل گیر ہوتے ہی میری آنکھ کھل گئی۔ فالحمد للہ علی ذالک۔ (تذکرہ چوتھا ایڈیشن صفحہ 97)

2 14 اگست 1892 بمطابق 20 محرم 1309ھ آج خواب میں میں نے دیکھا کہ محمدی بیگم جس کی نسبت پیش گوئی ہے۔ باہر کسی تکیہ میں معہ چند کس کے بیٹھی ہوئی ہے اور سر اس کا شائد منڈا ہوا ہے اور بدن سے ننگی ہے اور نہایت مکروہ شکل ہے۔ میں نے اس کو تین مرتبہ کہا ہے کہ تیرے سر منڈی ہونے کی یہ تعبیر

ہے کہ تیرا خاوند مر جائے گا اور میں نے دونوں ہاتھ اس کے سر پر اتارے؟ ہیں، اور پھر خواب میں میں نے یہی تعبیر کی ہے اور اس رات والدہ محمود نے خواب میں دیکھا کہ محمدی بیگم سے میرا نکاح ہو گیا ہے۔ اور ایک کاغذ مہران کے ہاتھ میں ہے جس پر ہزار روپیہ مہر لکھا ہے اور شیرانی منگوائی ہے اور پھر میرے پاس وہ خواب میں کھڑی ہے۔ (تذکرہ صفحہ 198-199 چوتھا ایڈیشن)

مرزا صاحب کی پیش گوئی یہ تھی کہ محمدی بیگم کے نکاح کے روز سے ڈھائی سال کے اندر اس کا خاوند مر جائے گا اور تین سال کے اندر اس کا باپ احمد بیگ مر جائے گا۔ اور پھر محترمہ محمدی بیگم بیوہ (اور یتیم) ہو کر مرزا صاحب کے نکاح میں آئیں گی۔ پیش گوئی کے مدنظر عوام محترمہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت کا انتظار کرنے لگے کیونکہ مرزا صاحب قادیانی نے کہہ رکھا تھا:

مجھے اپنے رب کی قسم، کہ یہ سچ ہے اور تم اس بات کو وقوع میں آنے سے روک نہیں سکتے۔ ہم نے خود تیرا عقد نکاح باندھ دیا ہے، میری باتوں کو ٹالا نہیں جا سکتا۔

(تذکرہ چوتھا ایڈیشن صفحہ 161۔ اشتہار 27 دسمبر 1891ء ملحق بہ آسمانی فیصلہ)

نیز یہ کہ یہ درست ہے کہ اس عورت کا نکاح آسمان پر میرے ساتھ پڑھایا گیا ہے۔ (روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 570)

کنواری محمدی بیگم صاحبہ سے تو نکاح نہ ہو سکا اس لیے اب اس کے بیوہ ہونے یعنی مرزا سلطان محمد بیگ کے مرنے کا شدید انتظار ہو رہا تھا تاکہ آسمان پر لکھا ہوا پورا ہو سکے۔ ہوا یہ کہ مرزا سلطان محمد صاحب تو نہ مرے، مرزا احمد بیگ جنہوں نے سلطان محمد کے بعد مرنا تھا ستمبر 1892ء میں دار فانی سے رخصت ہو گئے۔ مرزا صاحب نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ موت ان کی الہامی پیش گوئی کے مطابق ہوئی ہے اور سلطان محمد کا وقت آخر بھی اب آیا ہی چاہتا ہے۔

پیش گوئی میں جن دو افراد کے مرنے کا ذکر تھا ان میں ایک مر جائے (اگرچہ ترتیب الٹ ہی تھی) تو ایک عام قسم کے دنیاوی مقابلے میں لوگ کہتے ہیں کہ اپریل 1892ء سے ڈھائی سال یعنی اکتوبر 1894ء تک کا انتظار کر لینا چاہیے۔ کیا معلوم مرزا سلطان محمد بھی مر جائے اور مرزا صاحب (کم از کم) اپنی اس پیش گوئی

میں سچے ثابت ہوجائیں تو ہم کیا کریں گے۔لیکن مرزا صاحب کا مقابلہ جس شخص (محمد حسین بٹالوی) سے تھا، اسے مرزا صاحب کے کذاب ہونے پر اس قدر پختہ یقین تھا کہ اس نے اکتوبر 1894ء تک کا انتظار فضول سمجھتے ہوئے مرزا صاحب کو تحریری چیلنج کیا کہ آؤ اور اپنا دعوی ثابت کرو کہ احمد بیگ کی موت تمہاری الہامی پیش گوئی کی وجہ سے ہوئی ہے۔اس سلسلے میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے یکم جنوری 1893ء کو ایک مفصل خط لکھا جس میں انہوں نے فرمایا:

آپ جن تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں ان میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ہونے پر میں آپ کو ملہم مان لوں گا، وہ تین الہام یہ ہیں، دیانند سرستی کی موت کی نسبت الہام۔ شیخ مہر علی کی رہائی کی نسبت الہام، دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام۔ یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی موت والا الہام ہی کسی ایسی مجلس میں سچا ثابت کردیں جس میں جانبین کے مساوی اشخاص ہوں اور مختلف مذاہب یا آزاد مشرب کے تین منصف موجود ہوں تو میں آپ کو ملہم مان لوں گا۔

(دیکھیے مولانا بٹالوی کا مکتوب مندرجہ روحانی خزائن دافع الوساوس جلد 5 صفحہ 310-319)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے 6 صفحات کا طویل خط لکھا لیکن مولانا بٹالوی کے چیلنج کے جواب میں راہ فرار اختیار کرتے ہوئے یہی کہنے پر اکتفا کیا کہ مجھے اس کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی (مرزا احمد بیگ کی موت والی) کی آزمائش کے لیے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔

(روحانی خزائن جلد 5 صفحات مذکورہ بالا)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم نومبر ۱۹۹۶ء ص ۱۹۔۲۲)

مرزا غلام احمد اور محمدی بیگم

(۱۳)

دوسری طرف وقت گزرتا رہا، محترمہ محمدی بیگم کی شادی کو اڑھائی سال گزر گئے، یہ چیلنج بازی ہوتی رہی اور وہ بیوہ نہ ہوئی تو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے یہ موقف اختیار کیا کہ مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی موت سے مرزا سلطان محمد ڈر گیا تھا، ڈرنے سے عذاب موخر کر دیا گیا ہے، تاہم اسے موت آ کر رہے گی، محمدی بیگم بیوہ ہوگی اور ان کے نکاح میں ضرور آئیگی، اس موقف کی وضاحت کے لیے انہوں نے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا:

چونکہ بہت سے لوگ دریافت کرتے ہیں کہ اس پیش گوئی کی معیاد پوری ہوگئی اور ابھی پیش گوئی کے پورے ہونے کا نام ونشان نہیں، اس لیے ان کو اصل حقیقت پر مطلع کرنے کے لیے لکھا جاتا ہے کہ اس پیش گوئی کے دو حصہ تھے، پہلا اور بڑا حصہ مرزا احمد کی بیگ کی وفات۔ اور دوسرا حصہ اس کے داماد کی وفات کے نسبت تھا، جو سلطان محمد ساکن پٹی ہے۔، یہ دونوں حصے ایک ہی پیش گوئی اور ایک ہی الہام میں داخل تھے۔ چنانچہ مدت دو سال گزر چکی جو مرزا احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا۔... باقی رہا دوسرا حصہ جو احمد بیگ کے داماد کی وفات ہے۔ ہم کئی بار لکھ چکے ہیں جو تخویف اور انذار کی پیش گوئیاں جس قدر ہوتی ہیں.... ان کی تاریخیں اور میعادیں تقدیر مبرم کی طرح نہیں ہوتیں، بلکہ تقدیر معلق کی طرح ہوتی ہیں، اس (احمد بیگ) کا داماد جو اڑھائی سال کے اندر فوت نہ ہوا، تو اس کی یہی وجہ تھی جو اس عبرت انگیز واقعہ کے بعد جو احمد بیگ اس کے خسر کی وفات تھی، ایک شدید خوف اور حزن اس کے دل پر وارد ہو گیا۔... گویا وہ جیتا ہی مر گیا، عذاب کی میعاد ایک تقدیر معلق ہوتی ہے جو خوف اور رجوع سے دوسرے وقت پر جا پڑتی ہے۔ لیکن نفس پیش گوئی یعنی اس عورت کا اس عاجز

کے نکاح میں آنا یہ تقدیر مبرم ہے جو کسی طرح ٹل نہیں سکتی کیونکہ اس کے لیے الہام الٰہی میں یہ فقرہ موجود ہے لا تبدیل لکلمات اللہ۔(وہ)اس طرح کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا کہ میں اس عورت کو اس کے نکاح کے بعد واپس لاؤں گا اور تجھے دوں گا اور میری تقدیر کبھی نہیں بدلے گی اور میرے آگے کوئی بات انہونی نہیں اور میں سب روکوں کو اٹھا دوں گا جو اس حکم کے نفاذ سے مانع ہوں۔اے بدفطر تو! اپنی فطرتیں دکھلاؤ، لعنتیں بھیجو، ٹھٹھے کرواور صادقوں کا نام کاذب اور دروغ گو رکھو، لیکن عنقریب دیکھو گے کہ کیا ہوتا ہے۔

(مجموعہ اشتہارات اشتہار نمبر 120 جلد 2 صفحہ 39-44 اشتہار 6 اکتوبر 1894ء)

احمد بیگ کی موت کے بارے میں جو کچھ مرزا صاحب نے لکھا ہے اسے مولانا بٹالوی کے یکم جنوری 1893ء والے چیلنج اور مرزا صاحب کے فرار کی روشنی میں پڑھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ مرزا صاحب گھر بیٹھے شیر تھے، گھر سے گیدڑ بھبکیاں مارتے رہنا ان کا شیوہ تھا لیکن جب اپنا موقف ثابت کرنے کے لئے انہیں کہا گیا کہ وہ ایسی مجالس میں آئیں جہاں فریقین کی تعداد مساوی ہو اور فیصلہ کرنے کے لیے تین غیر جانبدار منصف موجود ہوں، تو انہوں نے صاف کہہ دیا کہ وہ ایسی کسی مجلس میں آنے کو تیار نہیں ہیں۔جہاں تک مرزا سلطان محمد کے(بقول مرزا صاحب) ڈر جانے کے باعث ان پر عذاب یعنی موت کو موخر کر دیئے جانے کا تعلق ہے تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب قادیانی کے اس موقف کو بھی چیلنج کیا، مرزا صاحب خود لکھتے ہیں:

ہم کو ایک مخلص کے ذریعہ سے معلوم ہوا ہے کہ بٹالوی صاحب نے اس (آتھم والی) پیش گوئی کے متعلق اور نیز اشتہار 6 اکتوبر 1894ء کے متعلق جو احمد بیگ کے داماد کی نسبت شائع کیا گیا تھا چند اعتراض کیے ہیں جن کا جواب مع تصریح اعتراض ذیل میں لکھتا ہوں:...

قولہ (یعنی بٹالوی صاحب کہتے ہیں) یہ قرآن میں نہیں کہ عذاب کا وعدہ آیا اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا۔

الجواب (از مرزا صاحب) تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے کہ اگر توبہ و استغفار قبل نزول عذاب ہو، تو نزول عذاب ٹل جاتا ہے۔بائبل میں ایک بنی اسرائیل کے بادشاہ کی نسبت لکھا ہے.... یہ قصہ مفسرین نے بھی لکھا ہے... اکابر صوفیہ کا مذہب ہے....

(اور پھر اگلے اعتراض کا جواب شروع ہو جاتا ہے۔ آخر میں لکھتے ہیں)

ہم اس مضمون کو اس پر ختم کرتے ہیں کہ اگر ہم سچے ہیں تو خدا تعالیٰ ان پیش گوئیوں (آتھم اور محمدی بیگم والی) کو پورا کرے گا۔ اور اگر یہ باتیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہیں تو ہمارا انجام نہایت بد ہوگا اور ہرگز یہ پیش گوئیاں پوری نہیں ہوں گی۔ اور اگر اے خداوند! یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔

(مجموعہ اشتہارات جلد دوم اشتہار مطبوعہ 27 اکتوبر 1894 صفحہ 106-116۔

روحانی خزائن جلد 9 (انوار الاسلام) صفحہ 115-125)

درج بالا اقتباسات مرزا صاحب کے طریق استدلال کا ایک عمدہ نمونہ ہیں، وہ دعوی کچھ کرتے ہیں اور دلائل اور طرح کے دیتے ہیں، مولانا محمد حسین بٹالوی کا اعتراض تو یہ تھا کہ قرآن میں کہاں مذکور ہے کہ عذاب کا وعدہ آچکا ہو اور کسی قدر خوف سے ٹل گیا ہو (جیسا کہ مرزا غلام احمد صاحب، سلطان محمد بیگ کے معاملے میں دعوی کر رہے تھے) جواب میں مرزا صاحب نے لکھا کہ تمام قرآن اس تعلیم سے بھرا پڑا ہے۔ دعوی کی دلیل میں حوالے دیئے بائبل کے اور صوفیا کے اقوال کے، قرآن کریم سے وہ ایک دلیل بھی پیش نہ کر سکے۔

مرزا سلطان محمد کے ڈر جانے کا دعوی بھی واقعتاً غلط تھا جیسا کہ مولانا دلاوری لکھتے ہیں:

جب مولوی محمد حسین صاحب مرحوم بٹالوی نے مرزا صاحب کی یہ تحریر پڑھی کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا۔ اس لیے اس کی موت ملتوی ہوگئی، تو انہوں نے اس بیان کی تنقیح کا قصد کیا۔ اس وقت مرزا سلطان محمد راولپنڈی میں سرکاری فوج کے رسالہ میں ملازم تھے، مولوی محمد حسین نے اپنے ایک دوست منشی محمد سعید نقشہ نویس کو خط لکھا کہ مرزا سلطان محمد سے مل کر ان سے اس کے متعلق دریافت کریں۔ منشی محمد سعید صاحب رسالہ میں جا کر ان سے ملے اور ڈرنے کے متعلق ان کے خیالات معلوم کیے۔ انہوں نے ڈر جانے کے دعوی کی صداقت سے انکار کیا اور یہ تحریر لکھ دی:

میں مرزا غلام احمد کو جھوٹا اور دروغ گو جانتا تھا اور جانتا ہوں، اور میں مسلمان آدمی ہوں۔ خدا کا ہر وقت شکر گزار رہوں۔

(سلطان محمد بیگ بقلم خود اشاعۃ السنۃ جلد 16 صفحہ 191)

یہ خط اشاعت السنۃ میں قادیان کے مسیح صاحب کے عین حیاۃ یعنی اواخر 1894ء میں شائع ہوا،لیکن مسیح صاحب نے اس کی کوئی تردید شائع نہیں کی۔اس کے بعد بھی مرزا غلام احمد صاحب چودہ سال تک اس عبرت کدہ عالم میں موجود رہے لیکن سلطان محمد بیگ کے بیان کی تردید کی کبھی جرات نہ ہوئی۔

(رئیس قادیان جلد اول صفحہ 164)

اس خط کے بعد مرزا سلطان محمد صاحب کے دو اور خطوط مختلف مواقع پر اخبار اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوئے جو اگرچہ مرزا صاحب کی موت کے بعد کے واقعات ہیں لیکن چونکہ وہ اسی موضوع سے متعلق ہیں جو زیر بحث ہے(کہ آیا مرزا سلطان محمد صاحب اپنے خسر کی موت کی وجہ سے مرزا غلام احمد صاحب کی الہامی پیش گوئی سے ڈر گئے تھے)اس لیے ہم انہیں بھی ذیل میں درج کیے دیتے ہیں، پہلے خط میں جو 14 مارچ 1924 کو اہل حدیث امرتسر میں شائع ہو،سلطان محمد نے لکھا:

جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جو میری موت کی پیش گوئی فرمائی تھی، میں نے اس میں ان کی تصدیق کبھی نہیں کی، نہ میں اس پیش گوئی سے کبھی ڈرا، میں ہمیشہ سے اور اب بھی اپنے بزرگان اسلام کا پیرو رہا ہوں۔

سلطان محمد بیگ 3 مارچ 1924ء

مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری نے اہل حدیث میں اعلان کیا تھا کہ جو مرزائی اس چٹھی کو غیر صحیح ثابت کردے اسے وہی تین سو روپیہ انعام دیا جائے گا جو میں نے لدھیانہ میں میر قاسم علی مرزائی سے جیتا تھا۔اس اعلان پر سب مرزائی دم بخود ہو گئے اور کسی کو جرات نہ ہوئی کہ اس کے خلاف لب کشائی یا خامہ فرسائی کرتا۔

(رئیس قادیان جلد اول صفحہ 164-165)

شاہ محمد شریف گھڑیالوی امیر جماعت اہل حدیث پنجاب نے 1930ء میں مرزا سلطان محمد کو خط لکھ کر ان کے حالات وخیالات معلوم کیے تو مرزا سلطان محمد نے لکھا:

السلام علیکم میں تادم تحریر تندرست اور بفضل خدا زندہ ہو، خدا کے فضل سے ملازمت کے دوران بھی تندرست رہا ہوں، میں اس وقت بعہدہ رسالداری پنشن پر ہوں۔ 135 روپے ماہوار پنشن ملتی ہے، گورنمنٹ کی طرف سے پانچ مربع اراضی عطا ہوئی ہے، قصبہ پٹی میں میری جدی زمین بھی میرے حصہ میں قریباً سو بیگھ آئی ہے، ضلع شیخوپورہ میں بھی تین مربع زمین ہے، میرے چھ لڑکے ہیں، ایک لاہور میں پڑھتا ہے، حکومت کی طرف اس کو 25 روپے ماہوار وظیفہ ملتا ہے، دوسرا لڑکا پٹی میں انٹرنس میں تعلیم پاتا ہے، میں خدا کے فضل سے اہل سنت والجماعت ہوں، میں احمدی مذہب کو برا سمجھتا ہوں، میں اس کا پیرو نہیں، اس کا دین جھوٹا سمجھتا ہوں۔

والسلام، تابعدار سلطان محمد بیگ، پنشنر پٹی ضلع لاہور۔

یہ خط 14 نومبر 1930ء کے ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر میں شائع ہوا۔

ان خطوط سے مرزا غلام احمد صاحب کا یہ دعوی غلط ثابت ہوجاتا ہے کہ مرزا سلطان محمد ڈر گیا تھا، لیکن جیسا کہ ہم پہلے بھی ایک جگہ لکھ چکے ہیں کہ مرزا صاحب قادیانی: ملاں آں باشد کہ چپ نہ شود گرچہ دروغ گوئد، کی مجسم تصویر تھے، جھوٹا ثابت ہوجانے پر بھی جھوٹ کی پورے زور وشور سے تبلیغ کیے جاتے تھے، یہی صورت محترمہ محمدی بیگم کے خاوند کی موت اور اس کے بعد ان سے نکاح کے دعوؤں میں نظر آتی ہے، جیسا کہ انہوں ۱۸۹۶ء کی تصنیف انجام آتھم میں لکھا:

باقی رہی احمد بیگ کی موت اور اسکے داماد کی موت کی نسبت پیش گوئی، سو احمد بیگ تو پیش گوئی کی میعاد کے اندر فوت ہوگیا جس سے ہمارے کسی مخالف کو انکار نہیں، گویا پیش گوئی کی دو ٹانگوں میں سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی۔ رہا داماد اس کا، سو وہ اس رفیق اور خسر کی موت کے حادثہ سے اس قدر خوف سے بھر گیا تھا کہ گویا قبل از وقت مرگیا، لہذا سنت اللہ کے موافق اس وعید کی میعاد میں تخلف ہوگیا۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے، اس کا انتظار کرو اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آجائے گی۔

(روحانی خزائن 11 (انجام آتھم) صفحہ 29-31 برحاشیہ)

میں تم سے یہ نہیں کہتا کہ یہ کام (مرزا صاحب کا محمدی بیگم سے نکاح) ہو گیا، یہ کام ابھی باقی ہے۔ اس کو کوئی بھی کسی حیلہ سے رد نہیں کر سکتا۔ اور یہ تقدیر مبرم ہے۔ اس کا وقت آئے گا۔ قسم خدا کی جس نے حضرت محمد ﷺ کو بھیجا ہے، یہ بالکل سچ ہے تم دیکھ لو گے اور میں اس جز کو اپنے جھوٹے اور سچے ہونے کا معیار بناتا ہوں اور میں نے جو کہا ہے یہ خدا سے خبر پا کر کہا ہے۔

(اصل عبارت عربی میں ہے، ہم نے اس کا اردو ترجمہ مولانا صفی الرحمٰن اعظمی کی کتاب قادیانیت اپنے آئینہ میں، کے صفحہ 133 سے نقل کیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 11 انجام آتھم صفحہ 223)

میں بار بار کہتا ہوں کہ نفس پیش گوئی داماد احمد بیگ کی تقدیر مبرم ہے، اس کا انتظار کرو، اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی اور میری موت آ جائے گی اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس کو بھی ایسا ہی پوری کر دے گا، جیسا کہ احمد بیگ اور آتھم کی پیش گوئی پوری ہوگئی۔

(روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد 11 برحاشیہ صفحہ 31)

اور مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کرتے ہوئے ذی الحجہ 1897)1314ء) میں اپنی کتاب حجۃ اللہ میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

پھر تمہارا دوسرا اعتراض یہ ہے کہ احمد بیگ کا داماد اب تک زندہ ہے۔ سو میں کہتا ہوں کہ اے نابکار قوم! کب تک تو اندھی اور گونگی اور بہری رہے گی؟ کب تک تیری آنکھیں اس نور کو نہیں دیکھیں گی جو اتارا گیا؟ سن اور سمجھ کہ اس الہام کے دو ٹکڑے تھے، ایک احمد بیگ کے متعلق اور ایک اس کے داماد کے متعلق، سو تم سن چکے ہو کہ احمد بیگ میعاد کے اندر فوت ہو گیا، اور وہ دن آتا ہے کہ تم سن لو گے کہ اس کے داماد کی نسبت بھی پیش گوئی پوری ہوگئی۔ خدا کی باتیں ٹل نہیں سکتیں۔ پس اس وقت اس کا وعدہ پورا ہوگا، جب یہ سب کچھ پورا ہوگا تب نہ میں بلکہ ہر ایک دانا تم پر لعنت بھیجے گا کیونکہ تم نے خدا کا مقابلہ کیا۔ (روحانی خزائن (حجۃ اللہ)

جلد 12 صفحہ 159)

27 ستمبر 1900ء کوانہوں نے اپنی پیش گوئی فسیکفیکھم اللّٰہ و یردھا الیك۔ کی وضاحت میں مرزا صاحب نے لکھا:

یہ پیش گوئی اس نکاح کی نسبت ہے جس پر نادان مخالف جہالت اور تعصب سے اعتراض کرتے ہیں، حالانکہ فقرہ یردھا الیك سے صاف ظاہر ہے کہ ایک مرتبہ اس عورت کا جانا اور پھر واپس آنا شرط ہے اور بعد اس کے زوجناك ہے کیونکہ اول وہ عورت قرابت قریبہ کی وجہ سے قریب تھی پھر دور چلی گئی اور پھر واپس آئے گی۔

(روحانی خزائن جلد 17 صفحہ 382)

1901ء میں ایک عدالتی بیان میں مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

احمد بیگ کی دختر کی نسبت جو پیش گوئی ہے وہ اشتہار میں درج ہے۔ وہ عورت میرے ساتھ بیاہی نہیں گئی مگر میرے ساتھ اس کا بیاہ ضرور ہوگا جیسا کہ پیش گوئی میں درج ہے۔ عورت اب تک زندہ ہے میرے نکاح میں ضرور آئے گی، امید کیسی؟ یقین کامل ہے، یہ خدا کی باتیں ہیں، ٹلتی نہیں، ہو کر رہیں گی۔ (اخبار الحکم قادیان 10 اگست 1901 صفحہ 14)

1905ء میں مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا الہام الٰہی کے یہ لفظ ہیں:

فسیکفیکھم اللّٰہ و یردھا الیك۔ یعنی خدا تیرے ان مخالفوں کا مقابلہ کرے گا اور اس (محمدی بیگم) کو تیری طرف لائے گا۔ وعدہ یہ ہے کہ پھر وہ نکاح کے تعلق سے واپس آئے گی، سو ایسا ہی ہوگا۔

(الحکم قادیان 30 جون 1905 منقول از قادیانیت اپنے آئینہ میں صفحہ 134)

لیکن: اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

قارئین: مجھے خدشہ ہے کہ آج کا موضوع نسبتاً پیچیدہ ہونے کے باعث آپ کہیں اکتاہٹ کا شکار ہوکر بھول بھلیوں میں نہ الجھ گئے ہو،اس لیے میں آخر میں آج کی بحث کا خلاصہ بیان کیے دیتا ہوں جو یوں ہے:

1881ء میں مرزا صاحب نے الہامی پیش گوئی فرمائی کہ وہ اپنی باقی ماندہ زندگی میں دو مرتبہ دولہا بنیں گے،ان کی ایک دلہن کنواری ہوگی اور دوسری بیوہ۔یاد رہے کہ اس وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی عمر تقریباً 42 سال تھی اور ان کی ایک بیوی پہلے سے موجود تھی جس سے مرزا سلطان احمد اور مرزا افضل احمد نامی ان کے دو صاجزادے بھی موجود تھے۔

20 فروری 1886ء کو انہوں نے الہامی پیش گوئی ایک اشتہار میں شائع فرمائی کہ اشتہار کے بعد یعنی فروری 1886ء کے بعد ان کے نکاح میں خواتین مبارکہ آئیں گی اور ان خواتین سے مرزا غلام احمد صاحب کی اولاد بھی پیدا ہوگی۔

اس اشتہار کے بعد واقعہ یہ ہے کہ خواتین تو ایک طرف کوئی ایک خاتون بھی ان کے نکاح میں نہیں آئی۔ہمیں افسوس ہے مرزا صاحب کے قادیانی مریدوں پر کہ وہ جاں نثاری کے دعوؤں اور لاکھوں کی تعداد میں ہونے کے باوجود اپنی جماعت میں سے کوئی جوان اور کنواری عورت تو ایک طرف کسی عمر رسیدہ، مطلقہ، بیوہ یا معذور عورت تک سے مرزا صاحب قادیانی کا نکاح نہ کروا سکے۔

جون 1986ء میں انہوں نے حکیم نوردین کو بتایا کہ انہیں بکثرت الہام ہو رہے ہیں کہ عنقریب ان کی ایک شادی ہونے والی ہے، وہ خاتون پارسا نیک سیرت اور مرزا صاحب کی اولاد (خصوصاً ایک لڑکے) کی ماں بنے گی۔

مرزا صاحب نے مزید لکھا کہ اس شادی کے بارے میں الہامات اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ معلوم ہوتا ہے یہ شادی تقدیر مبرم (نہ ٹلنے والی) ہے۔

یاد رہے کہ مرزا صاحب کی کوئی شادی اس خط کے بعد نہیں ہوئی۔اس لیے نہ صرف ان کی شادی کی الہامی پیش گوئی غلط ثابت ہوئی بلکہ ایسی شادی سے ایک لڑکا پیدا ہونے کی پیش گوئی بھی غلط نکلی۔

1888ء میں مرزا صاحب نے مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کو لکھا کہ اگرچہ انہیں (مرزا صاحب

قادیانی) نہ مرزا احمد بیگ سے کوئی غرض ہے، نہ اس کی لڑکی محمدی بیگم سے، لیکن وہ الہام کے ہاتھوں مجبور ہو کر درخواست کر رہے ہیں کہ محمدی بیگم کا ہاتھ ان (مرزا صاحب) کے ہاتھ میں دے دیا جائے۔ انہوں نے یہ بھی لکھا کہ وہ احسان ناسناش نہیں ہیں، وہ اس کرم فرمائی کی قدر کریں گے، مادی اور روحانی طور پر اس احسان کا شکریہ ادا کریں گے۔،

مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری اور اس کے عزیروں نے یہ خط اخبار نور افشاں کے 10 مئی 1888ء کے شمارہ میں شائع کروا دیا۔

مرزا صاحب نے کرامات الصادقین میں عربی الہام شائع فرمایا کہ اگر محمدی بیگم کو ان کے نکاح میں نہ دیا گیا تو ان سے برا کوئی نہیں ہوگا، نہ وہ کھیلیں گے، نہ کھیلنے دیں گے۔ ان کا الہام کنندہ لڑکی کو بیوہ اور یتیم کر کے مرزا صاحب کے رحم وکرم پر چھوڑ دے گا اور محمدی بیگم ان کے حرم کی زینت بن کر رہے گی۔

10 جولائی 1888ء میں مرزا صاحب نے اب تک کے حالات وواقعات کا دوبارہ پیش گوئی کا خلاصہ ایک اشتہار میں شائع کیا، مرزا احمد بیگ سے اپنے خاندانی روابط، طلب رشتہ کا پس منظر، رشتہ سے انکار کے نتائج اور رشتہ دے دین کے فوائد گنواتے ہوئے کہا کہ خدا نے فیصلہ کر رکھا ہے کہ محمدی بیگم انجام کار ان کے نکاح میں آ کر رہے گی، اور خدا کی باتیں ٹالی نہیں جاسکتیں۔

2 مئی 1891ء کو مرزا صاحب نے اپنی پہلی بیوی کے بیٹے مرزا سلطان احمد کو اس بنا پر عاق کر دیا کہ وہ اور اس کی تائی محمدی بیگم کا نکاح کسی دوسری جگہ کروانے کی کوشش میں باوجود منع کرنے کے لگے ہوئے ہیں ساتھ ہی انہوں نے اپنی پہلی بیوی سے دوسرے لڑکے مرزا افضل احمد نوٹس دیا کہ اگر محمدی بیگم کی شادی کسی اور جگہ ہوگئی اور اس نے اپنی بیوی کو (جو محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ کی بھانجی ہے) طلاق نہ دی تو وہ بھی عاق ہوگا اور ساتھ ہی لکھا کہ زمانہ جو چاہے کر لے محمدی بیگم سے ان کی (مرزا صاحب) شادی ایک نہ ایک دن ہو کر رہے گی۔

دسمبر 1891ء میں مرزا غلام احمد صاحب کا نکاح آسمان پر بقول ان کے محمدی بیگم کے ساتھ خود خدا نے پڑھا دیا۔

7اپریل 1892ء کو محمدی بیگم دختر مرزا احمد بیگ ہوشیار پوری کی شادی پٹی ضلع لاہور کے مرزا سلطان محمد سے انجام پائی۔

25 جولائی 1892ء کو خواب میں مرزا غلام احمد صاحب کی ملاقات محمدی بیگم سے ہوئی اور وہ ایک غیر کی منکوحہ سے جو سر سے پیر تک سرخ جالی کا لباس پہنے ہوئی تھی بغل گیر ہوئے۔

14 اگست 1892ء کو خواب میں مرزا صاحب کی ملاقات ایک مرتبہ پھر محمدی بیگم سے اس حال میں ہوئی کہ اب کی بار جالی کا لباس بھی مرزا صاحب اور ان کی آسمانی منکوحہ کے درمیان حائل نہیں تھا۔

اس کے بعد لگتا ہے کہ مرزا صاحب ساری عمر انگاروں پر تڑپتے رہے ہیں، نہ ان کی زندگی میں مرزا سلطان محمد مرا، نہ سلطان محمد اور محمدی بیگم کے درمیان کسی قسم کی ناچاکی پیدا ہوئی، اس لیے مرزا صاحب اپنے مخالفین کے استہزا کا نشانہ بنے رہے، وہ بار بار کہتے رہے کہ مرزا سلطان محمد اپنے باپ کی موت سے ڈر گیا ہے، اس لیے اس کی موت موخر ہو گئی ہے، تاہم موت آئے گی ضرور، مرزا صاحب کی زندگی میں اور پھر محمدی بیگم بیوہ ہو کر ان کے نکاح میں آ کر رہے گی، اگر ایسا نہ ہو تو ان سے بڑا جھوٹا کوئی نہ ہو۔ حقیقت یہ ہے کہ نہ تو احمد بیگ کی موت ان کی پیش گوئی کے مطابق ہوئی جیسا کہ اس چیلنج کو قبول نہ کرنے سے ظاہر ہو جاتا ہے، جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے انہیں کیا تھا۔ نہ ہی مرزا سلطان محمد پر کسی قسم کا خوف طاری ہوا، جیسا کہ اس خط سے ظاہر ہے جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے 1894ء کے اواخر میں اشاعۃ السنۃ میں شائع فرمایا، نہ ہی مرزا سلطان نے مرزائیت قبول کی اور نہ ہی وہ دائرہ اسلام سے نکلا جیسا کہ ان کے خطوط سے واضح ہوتا ہے جو اہل حدیث امرتسر میں 1924ء اور 1930ء میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے شائع فرمائے۔ (دیکھیے مولانا کا مکتوب یکم جنوری 1893ء)

محمدی بیگم مرزا صاحب کے بعد 58 سال تک زندہ رہیں اور نوے (۹۰) برس سے زائد کی عمر پا کر 19 نومبر 1966ء کو لاہور میں انتقال فرمایا اور مرتے وقت انہوں نے وصیت فرمائی کہ کوئی قادیانی ان کے جنازے میں نہ آئے۔

(ہفت روزہ الاعتصام لاہور 7 اپریل 1967ء)

اس ساری داستان کو مرزا غلام احمد صاحب کے درج ذیل فرامین اور دعاؤں کی روشنی میں پڑھا جائے۔کسی انسان خاص کو مدعی الہام کا اپنی پیش گوئی میں جھوٹا نکلنا خود تمام رسوائیوں سے بڑھ کر ہے۔

(تریاق القلوب طبع اول صفحہ 107 طبع دوم صفحہ 268 منقول از محمدیہ پاکٹ بک از مولانا محمد عبداللہ معمار طبع ششم، لاھور)

اور ہمارا صدق یا کذب جاننے کو ہماری پیش گوئی سے بڑھ کر اور کوئی محک امتحان نہیں ہوسکتا۔

(اشتہار 10 جولائی 1888 مندرجہ آئینہ کمالات اسلام طبع اول صفحہ 288 طبع دوم صفحہ 231 روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 288)

اور اگر میں سچا ہوں تو خدا تعالیٰ ضرور اس پیش گوئی کو پورا کرے گا۔

(روحانی خزائن انجام آتھم جلد 11 صفحہ 31 حاشیہ)

اور اگر میں جھوٹا ہوں تو یہ پیش گوئی پوری نہیں ہوگی، اور میری موت آجائے گی۔(روحانی خزائن انجام آتھم جلد 11 صفحہ 29-31 حاشیہ)

اور اگر اے خداوند یہ پیش گوئیاں تیری طرف سے نہیں ہیں تو مجھے نامرادی اور ذلت کے ساتھ ہلاک کر۔ (مجموعہ اشتہارات جلد دوم اشتہار مطبوعہ 28 اکتوبر 1894 صفحہ 115-116)

قارئین: مرزا غلام احمد صاحب نے کہا تھا کہ اگر محمدی بیگم کا ان سے نکاح نہ ہوا تو اس لڑکی کا انجام بہت برا ہوگیا۔مرزا صاحب کی یہ پیش گوئی بھی غلط نکلی کیونکہ 57 سال تک اپنے خاوند کے ساتھ صحت و عافیت کی زندگی گزارنا اور خاوند کی وفات کے بعد مزید 17 سال تک اپنے بیٹے بیٹیوں پوتے پوتیوں اور نواسے نواسیوں کے ہنستے مسکراتے گلشن کی بہاروں سے متمتع ہوکر ۹۰ سال سے زائد کی عمر میں حالت ایمان میں اس دنیا سے رخصت ہونا کسی بھی زمانے کے مسلمان معاشرے میں ایک عورت کا برا انجام نہیں سمجھا گیا، میں تو اس محترم خاتون کو قادیانیت کے خلاف آیت من آیات اللہ سمجھتا ہوں کہ بلوغ کے بعد جس کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مفتری علی اللہ ہونے کی گواہی دے رہا ہے۔اللھم اغفر لھا و ارحمھا۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم دسمبر ۱۹۹۶ء ص ۲۲۔۲۵)

منذر الہام بابت مولانا بٹالوی

(۱۴)

محترمہ محمدی بیگم اور مرزا غلام احمد کے نکاح آسمانی سے متعلق واقعات کے بیان کے بعد ہم 1892ء کے واقعات کا سلسلہ ختم کرتے ہیں اور اپنے قارئین کو 1893ء میں لیے چلتے ہیں، یہ عجیب اتفاق ہے کہ 1892ء کا اختتام مرزا غلام احمد کے ایک خط سے ہوتا ہے جو انہوں نے 31 دسمبر کو شیخ الاسلام مولانا بٹالوی مرحوم کو لکھا تھا اور 1893ء کا آغاز حضرت شیخ الاسلام کے اس مکتوب گرامی سے ہوتا ہے جو انہوں نے یکم جنوری 1893ء کو مرزا غلام احمد کو جواباً لکھا۔ خط و کتابت کا یہ سلسلہ ہم مرزا غلام احمد کے روحانی خزائن سے نقل کرتے ہیں۔

مرزا صاحب، شیخ الاسلام محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے لکھتے ہیں:

بسم اللہ الرحمن الرحیم نحمدہ و نصلی،

الحمدللہ والسلام علی عبادہ الذین اصطفی، اما بعد۔

میں افسوس سے لکھتا ہوں کہ میں آپ کے فتوی تکفیر کی وجہ سے جس کا یقینی نتیجہ احد الفریقین کا کافر ہونا ہے، اس خط میں سلام مسنون یعنی السلام علیکم سے ابتدا نہیں کر سکا، لیکن چونکہ آپ کی نسبت مجھے ایک منذر الہام ہوا ہے اور چند مسلمان بھائیوں نے بھی مجھ کو آپ کی نسبت ایسی خوابیں سنائیں جن کی وجہ سے میں آپ کے خطرناک انجام سے بہت ڈر گیا۔ تب بوجہ آپ کے ان حقوق کے جو بنی نوع کو اپنے نوع انسان سے ہوتے ہیں اور نیز بوجہ آپ کی ہم وطنی اور قرب و جوار کے میرا رحم آپ کی اس حالت پر بہت جنبش میں آیا اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا

کر کہتا ہوں کہ مجھے آپ کی حالت پر نہایت رحم ہے اور ڈرتا ہوں کہ آپ کو وہ امور پیش نہ آ جائیں جو ہمیشہ صادقوں کے مکذبوں کو پیش آتے رہے ہیں، اسی وجہ سے میں آج رات کو سوچتا سوچتا ایک گرداب تفکر میں پڑ گیا کہ آپ کی ہم دردی کے لیے کیا کروں۔ آخر مجھے دل کے فتوے نے یہی صلاح دی کہ پھر دعوت الی اللہ کے لیے ایک خط آپ کی خدمت میں لکھوں، کیا تعجب کہ اسی تقریب سے خدا تعالیٰ آپ پر فضل کر دیوے، اور اس خطرناک حالت سے نجات بخشے۔

سو عزیز من! آپ خدا تعالیٰ کی رحمت سے نومیدہ نہ ہوں، وہ بڑا قادر ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے، اگر آپ طالب حق بن کر میری سوانح زندگی پر نظر ڈالیں تو آپ پر قطعی ثبوتوں سے یہ بات کھل سکتی ہے کہ خدا تعالیٰ ہمیشہ کذب کی ناپاکی سے مجھ کو محفوظ رکھتا رہا ہے۔ یہاں تک کہ بعض وقت انگریزی عدالتوں میں میری جان اور عزت ایسے خطرہ میں پڑ گئی کہ بجز استعمال کذب اور کوئی صلاح کسی وکیل نے مجھے نہ دی، لیکن اللہ جل شانہ کی توفیق سے میں سچ کے لیے اپنی جان اور عزت سے دستبردار ہو گیا اور بسا اوقات مالی مقدمات میں محض سچ کے لیے میں نے بڑے بڑے نقصان اٹھائے، اور بسا اوقات محض خدا تعالیٰ کے خوف سے اپنے والد اور اپنے بھائی کے برخلاف گواہی دی اور سچ کو ہاتھ سے نہ چھوڑا۔ اس گاؤں میں اور نیز بٹالہ میں بھی میری ایک عمر گزر گئی ہے مگر کون ثابت کر سکتا ہے کہ کبھی میرے منہ سے جھوٹ نکلا ہے۔ پھر جب میں نے محض للہ انسانوں پر جھوٹ بولنا ابتداء سے متروک کر رکھا ہے اور بارہا اپنی جان اور مال کو صدق پر قربان کیا تو پھر میں خدا تعالیٰ پر کیوں جھوٹ بولتا اور اگر آپ کو یہ خیال گزرے کہ یہ دعوی کتاب اللہ اور سنت کے برخلاف ہے تو اس کے جواب میں باادب عرض کرتا ہوں کہ یہ خیال محض کم فہمی کی وجہ سے آپ کے دل میں ہے۔

اگر آپ مولویانہ جنگ وجدال کو ترک کر کے چندروز طالب حق بن کر میرے پاس رہیں تو میں امید رکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ آپ کی تمام غلطیاں دور کر دے گا اور مطمئن کر دے گا اور اگر آپ کو

اس بات کی بھی برداشت نہیں تو آپ جانتے ہیں کہ پھر آخری علاج فیصلہ آسمانی ہے۔ مجھے اجمالی طور پر آپ کی نسبت کچھ معلوم ہوا ہے، اگر آپ چاہیں تو میں چند روز توجہ کر کے اور تفصیل پر بفضلہٖ تعالیٰ اطلاع پا کر چند اخباروں میں شائع کر دوں۔ اس شائع کرنے کے لیے آپ کی خاص تحریر سے مجھ کو اجازت ہونی چاہیے، میں اس خط کو محض آپ پر رحم کر کے لکھتا ہوں اور بہ ثبت شہادت چند کس آپ کی خدمت میں روانہ کرتا ہوں اور آخر دعا پر ختم کرتا ہوں۔

ربنا افتح بيننا و بين قومنا بالحق و انت خير الفاتحين، آمین۔

(الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپورہ 31 دسمبر 1892)

(روحانی خزائن جلد 5 (دفع الوساوس) صفحہ 289-291)

حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے یہ خط ملتے ہی یعنی یکم جنوری 1893ء کو بٹالہ ضلع گورداسپور سے مرزا صاحب قادیانی کو مخاطب کرتے ہوئے لکھا:

بسم الله الرحمن الرحيم۔

مرزا غلام احمد قادیانی، خدا آپ کو ہدایت کرے اور راہ راست پر لائے،

سلام على من اتبع الهدى،

آپ کا خط 31 دسمبر 1892ء میں نے تعجب سے پڑھا، میں آپ کی ان گیدڑ بھبکیوں سے نہیں ڈرتا بلکہ اس ڈرنے کو شرک سمجھتا ہوں، میں قرآن اور پہلی کتابوں کو اور دین اسلام اور پہلے دینوں کو، اور نبی آخر الزمان اور پہلے نبیوں کو سچا جانتا اور مانتا ہوں اور اس کا لازمہ اور شرط ہے کہ آپ کو جھوٹا جانوں اور آپ کا منکر ہوں، کیونکہ آپ کے عقائد، آپ کی تعلیمات، آپ کے اخلاق و عادات، پہلی کتابوں اور پہلے دینوں اور پہلے نبیوں کے مخالف اور متناقض ہیں۔ لہذا ان کتابوں، دینوں اور نبیوں کو ماننا تب ہی صحیح اور سچا ہو سکتا ہے جبکہ آپ کے عقائد اور تعلیمات کو جھوٹا اور آپ کو گمراہ سمجھوں۔ آپ تین ہزار الہامات کے صادق ہونے کے مدعی ہیں، میں ان تین ہزار میں سے صرف تین الہاموں کے صادق ٹھہرنے پر آپ کو ملہم مان لوں گا۔ ان تین ہزار میں سے جن تین الہاموں کو آپ بیّن الصدق سمجھتے ہیں مثلاً دیانند سرستی کی موت کے متعلق الہام، یا شیخ مہر علی کی رہائی

کی نسبت الہام یا دلیپ سنگھ کی ناکامی سے واپس ہونے کی نسبت الہام یا آپ کے آئندہ اور فرضی خسر (محمدی بیگم کے والد مرزا احمد بیگ) کے فوت ہو جانے کی نسبت الہام وامثال ذالک، ان کو آپ کسی ایسی مجلس میں جس میں جانبین کے اشخاص مساوی ہوں اور تین منصف مختلف مذاہب کے یا آزاد مشرب ہوں ثابت کر دیں اور آسانی سے کامیاب ہوں۔ تین نہ سہی ایک ہی اپنے خیالی الہام آخری کا (مرزا احمد بیگ والا) جس کو آپ نے اپنے سالانہ جلسہ میں معتقدوں اور دام افتادگان میں جو اکثر عوام بے علم تھے۔ بڑی شدومد سے بیان کیا تھا واقعی الہام ہونا ثابت کر دیں۔

اب مرد میدان ہیں تو میدان میں نکلیں، ورنہ ان لن ترانیوں سے شرم کریں، اپنے دریائے رحمت کے جوش وجنبش میں آنے کا جو آپ نے ذکر کیا ہے اس میں بھی آپ نے اپنی سنت قدیم کذب ودھوکہ دہی سے کام لیا ہے، آپ کو رحمت سے کیا نسبت۔ آپ پرلے سرے کے بے رحم اور خود غرض جانی اور نفسانی آدمی ہیں، آپ کی زبان اور حجاج بن یوسف کی تلوار دونوں توام ہیں۔ آپ نے اپنے مخالفین اور معترضین کو اس حالت اور وقت میں جبکہ آپ ان کو مخدومی، اخوی کے خطاب سے یاد کرتے اور ان کی نیک نیتی کے معترف تھے بے حیاء، بے ایمان، درندہ، منہ سے جھاگ نکالنے والا کتا، کلب یموت علی الکلب، سفلہ، کمینہ، وحشی وغیرہ وغیرہ الفاظ سے یاد کیا ہے، کیا رحمت اور انسانی نوع کی ہمدردی یہی معنی رکھتی ہے۔

آپ مسلمانوں کا دس ہزار سے زیادہ روپیہ کتاب براہین احمدیہ کی قیمت اور قبولیت دعاؤں کی طمع دے کر خورد برد کر چکے ہیں اور کتاب براہین ہنوز وربطن شاعر کا مصداق ہے، اور قبولیت دعاؤں کے امیدوار آپ کا منہ دیکھ رہے ہیں، کیا ہمدردی ورحم اسی کا نام ہے؟

جب مجھے آپ سے آپ کے امکانی ولی ہونے کی نظر سے حسن ظنی تھی تو میں نے آپ سے بارہا التجا کی کہ مجھے آپ اپنے پاس ٹھہرا کر رحمت وبرکت کے آثار دکھائیں، آپ نے کبھی ہاں نہ کی۔ پھر جب آپ نے مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تو میں نے اپنا خلاف ظاہر کر کے آپ کے پاس آنا اور دوستانہ پرائیویٹ گفتگو کرنا چاہا، تو آپ بلانے کا وعدہ دیتے دیتے لدھیانہ میں جا براجے اور وہاں جا کر مخاصمانہ بحث کا اکھاڑہ جما کرنا جائز اور بحث کو ٹلانے والے شروط سے پناہ گزین ہوئے۔ پھر جب بمقام لدھیانہ آپ کے گھر پر پہنچ کر آپ کو مجبور

کیا تو آپ نے اس با امن گفتگو کو ناتمام چھوڑ کر پھر مخاصمانہ اکھاڑہ جمانے کا اہتمام کیا اور دہلی، پٹیالہ، لاہور سیالکوٹ وغیرہ میں مخاصمانہ بحث کا علم بلند کیا اور پھر بحث سے گریز کر کے انواع واتہام وا کاذیب کا اشتہار کیا اور اسی اثنا میں فیصلہ آسمانی لکھ مارا جس میں کوئی دقیقہ بے رحمی وبدگوئی کا فروگذاشت نہ کیا۔

(اب) آپ کا خاکسار کو اپنے پاس بلانا اگر اس غرض سے ہے کہ میں آپ سے کچھ دریافت کروں تو اس نظر سے آنا فضول ہے، ہم مسلمانوں کو آپ کے عقائد باطلہ کے بطلان میں اب کوئی شک نہیں ہے، لہذا اس میں کچھ دریافت کرنے کی کوئی ضرورت وحاجت باقی نہیں رہی۔ ہاں آپ کو کچھ اشتباہ ہو تو آپ جس وقت چاہیں حسب عادت قدیم غریب خانہ پر تشریف لاویں، دستور قدیم کے موافق آپ کی مدارات ہوگی اور آپ کی تسلی کی جاوے گی، انشاء اللہ۔ اگر خاکسار کو اپنے پاس بلانا اس غرض سے ہے کہ آپ مجھے کوئی نشان آسمانی دیکھائیں گے تو اس نظر سے آنا نہ صرف بے فائدہ ہے بلکہ گناہ اور موجب نقصان ہے، جس شخص کے عقائد اسلام اور سابق ادیان کے مخالف ہوں اس سے نشان آسمانی کا متوقع ہونا مومن کا کام نہیں۔ ہاں اس غرض سے میرا وہاں پہنچنا جائز بلکہ موجب ثواب ہے کہ میں وہاں (قادیان) پہنچ کر آپ کا عجز اظہار نشان آسمانی سے لوگوں پر ظاہر کروں اور مسلمانوں پر آپ کا جھوٹ اور فریب ظاہر کروں۔ لیکن اس صورت میں قادیان پہنچنے میں اندیشہ ہے کہ آپ میری جان کو نقصان پہنچانے میں کوشش کریں گے، پس اگر آپ میری اس غرض کو پیش نظر رکھ کر مجھے اپنے پاس بلانا چاہتے ہیں تو میرے اس اندیشہ کو ایک باضابطہ تحریر سے جو عدالت میں رجسٹر ہوا ٹھاویں۔ آپ نے اس ذمہ داری کو منظور کیا تو اس کا مسودہ آپ کی خدمت میں بھیجا جائے گا۔ اس صورت میں یہ خاکسار قادیان میں حاضر ہوگا اور جو کام آپ کی خدمت گزاری کا یہاں کرتا ہے وہاں بیٹھ کر کرے گا۔

آپ نے اپنے اور اپنے تابعین کے الہامات ومنامات کے جو میری نسبت ہوتے ہیں (شائع کرنے کی) اجازت چاہی ہے۔ اس سے مجھے تعجب آیا اور یقین ہوا کہ آپ دعوی الہام میں کذاب ہیں۔ خدا کے الہام کی اشاعت وتبلیغ کے لیے اوروں کی اجازت کے کیا معنی؟ اگر آپ کا ملہم آپ کو ایسے الہام کرتا ہے جس کی اشاعت تا نظر ثانی وحکم ثانی جائز نہیں، تو آپ اپنے ملہم ہی سے کیوں نہیں پوچھ لیتے کہ میں اس الہام کو شائع

کروں یا نہ؟۔اور اگر کروں گا تو کسی قانون کے شکنجہ میں تو نہ پھنسایا جاؤں گا؟۔آپ کی اس اجازت چاہنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ الہام کی آڑ میں مجھے گالیاں دینا چاہتے ہیں اور ایسے الفاظ لکھنے اور مشتہر کرنے کا ارادہ رکھتے ہیں جس سے میری حیثیت عرفی کا ازالہ ہو، لہذا میں ایسے الہام کی اشاعت کی اجازت عام نہیں دے سکتا۔ ہاں اس قسم کی اجازت سے میں رک بھی نہیں سکتا کہ آپ اپنے تابعین کے الہامات کو جہاں تک قانون ان کی اجازت دیتا ہے شائع کریں۔...میں یہ کہنا بھی نامناسب نہیں سمجھتا کہ اگر آپ خدا سے ہم کلام ہونے کا شرف رکھتے ہیں اور خدا تعالیٰ سے مجملات کی تفصیل پوچھ سکتے ہیں اور مع ہذا بنی نوع سے ہمدردی رکھتے ہیں (جیسا کہ آپ نے اپنے خط میں دعوی کیا ہے) تو بجائے مجھے دھمکانے اور ڈرانے کے آپ میری نسبت خدا تعالیٰ سے پہلے یہ دریافت کریں کہ جو منذر الہام آپ کو اس شخص کی نسبت ہوا ہے وہ مبرم اور قطعی الوقوع ہے یا اس کا وقوع معلق ہے۔اور جو ڈر یا عذاب اس میں بیان کیا گیا ہے وہ درصورت اس کے تابع ہو جانے کے اس شخص سے اٹھ سکتا ہے۔

پس اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ بتا دے کہ وہ مبرم نہیں معلق ہے، تو آپ خدا کی جناب میں دعا کریں کہ وہ مجھے آپ کی شناخت کی توفیق دے اور آپ کے تابع کر دے اور مجھ سے وہ عذاب اٹھا لے اور اس امر میں اپنے دریائے رحمت کو جوش میں لاویں۔اور اگر خدا تعالیٰ آپ کو یہ خبر دے کہ یہ الہام مبرم اور قطعی الوقوع ہے تو پھر آپ میری دعوت سے دستبردار ہوں اور اپنے تابعین کو وہ الہام سنا کر ان پر اپنی نبوت وولایت ثابت کریں۔، اس صورت میں مجھے دعوت کرنا فضول ہے کیونکہ قطعی وعدہ عذاب کے بعد کسی نبی نے دعوت نہیں کی۔ میں اخیر میں یہ بھی آپ کو اطلاع دیتا ہوں کہ اگر میں آپ کی مخالفت میں نیک نیت اور حق پر ہوں اور دین اسلام کی حمایت کر رہا ہوں اور نفسانیت کو اس میں دخل نہیں دیتا، تو خدا تعالیٰ میری مدد کرے گا اور آپ کو ہدایت کر کے تابع حق اور دین اسلام کرے گا، ورنہ سخت عذاب میں مبتلا کر کے ہلاک کر دے گا اور اگر میری نیت میں فساد ہے تو خدا مجھے اس کا بدلہ خود دے گا، آپ کا ڈرانا اور دھمکانا عبث وفضول ہے۔خصوصاً ایسی حالت میں کہ آپ کو کذاب جانتا ہوں اور اس اعتقاد کو دین اسلام کا جز سمجھتا ہوں۔۔لہذا بہتر ہے کہ آپ ان گیدڑ بھبکیوں سے باز آجائیں اور حق کے تابع ہو جائیں، آئندہ اختیار ہے۔و ما علینا الا البلاغ المبین۔

الراقم ابوسعید محمد حسین عفی اللہ عنہ۔

(روحانی خزائن جلد 5 (دافع الوساوس) صفحہ 309-310)

اس کے جواب میں مرزا صاحب نے 6 سے زائد صفحات پر مشتمل خط لکھا جس میں باقی سب باتوں کو چھوڑ کر صرف مرزا احمد بیگ کی موت اور اس کی لڑکی محمدی بیگم سے نکاح والی پیش گوئی پر بحث کرتے ہوئے اسے سچا ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ یاد رہے کہ مولانا بٹالوی نے لکھا تھا کہ یہ کام ایک ایسی مجلس میں ہونا چاہیے جس میں فریقین کے مساوی لوگ ہوں اور تین غیر جانبدار منصف فریقین کے دلائل سن کر فیصلہ کرنے کے لیے موجود ہوں۔ مرزا صاحب اس طرح کی مجالس میں آنا پسند نہیں کرتے تھے اور گھر بیٹھے کاغذی گھوڑے دوڑاتے رہنے کے قائل تھے۔ انہوں نے مولانا بٹالوی کی تجویز کو رد کرتے ہوئے صاف طور پر اپنے خط میں لکھا:

مجھے اس بات کی ضرورت نہیں کہ اس الہامی پیش گوئی کی آزمائش کے لیے بٹالہ میں کوئی مجلس مقرر کروں۔ (روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 323)

اور میدان سے بھاگ کھڑے ہوئے۔

قارئین کرام ہم آگے بڑھنے سے قبل آج کی نشست کا بقیہ حصہ حضرت شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی کے ذکر خیر میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔

آپ کا اسم گرامی محمد حسین، کنیت ابوسعید اور والد کا نام عبدالرحیم عرف رحیم بخش تھا۔ آپ کی ولادت 17 محرم 1256 مطابق 10 فروری 1841ء بٹالہ ضلع گورداسپور میں ہوئی آپ کے والد قانون گو تھے۔

اپنے وطن میں ابتدائی تعلیم کے حصول کے بعد آپ نے اعلی تعلیم کے لیے علی گڑھ، لکھنو اور دہلی کا سفر کیا، دہلی میں مولانا مفتی صدر الدین آزردہ (ف 1285) مولانا گلشن علی جونپوری اور مولانا نور الحسن کاندھلوی سے علوم معقول ومنقول۔ فقہ اور اصول فقہ کی تعلیم حاصل کی۔ مفتی صدر الدین، جناب سید صدیق حسن کے بھی استاد ہیں گویا مولانا محمد حسین بٹالوی اور نواب صدیق حسن آپس میں استاد بھائی بھی ہیں۔

آپ کے اساتذہ میں سب سے نامور شخصیت حضرت سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کی ہے جن سے

آپ نے موطا اور کتب صحاح پڑھ کر 1282ھ میں سند فراغ حاصل کی۔ تکمیل تعلیم کے بعد آپ نے پنجاب واپس آ کر امرتسر بٹالہ اور لاہور میں علوم قرآن وسنت کی خدمت کی، لاہور کی چینیا نوالی مسجد میں مدتوں خطیب اور شیخ الحدیث کے منصب پر فائز رہے، آپ کے نامور تلامذہ میں استاد پنجاب حافظ الحدیث حافظ عبدالمنان وزیرآبادی جیسے جیسے اکابر شامل ہیں۔

حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کی عادت مبارکہ تھی کہ وہ بعد نماز فجر عوام (اور اہل علم) کے لیے قرآن پاک کا درس دیا کرتے تھے۔ مقصود یہ ہوتا تھا کہ وہ لوگ جو مدارس میں باقاعدہ داخلہ لے کر سالوں پر محیط طویل نصاب نہیں پڑھ سکتے، وہ نماز فجر کے بعد بیس تیس منٹ کا وقت نکال کر علوم قرآن سے فیض یاب ہو سکیں، اس درس میں دین کے ضروری مسائل بیان ہوتے اور عوام کی دینی معلومات میں اضافہ ہوتا، حضرت میاں صاحب کے اکثر و بیشتر شاگردوں نے ان سے تحصیل علم کے بعد اپنے اپنے علاقوں میں جا کر اپنے استاد کے اس معمول کو جاری کیا، مولانا بٹالوی لاہور اور بٹالہ میں تاعمر یہ دینی خدمت سرانجام دیتے رہے۔ شیخ الاسلام بٹالوی کا دور متبعین کتاب وسنت کے لیے بڑا کٹھن دور تھا، مقلدین کے بڑے بڑے علماء و مشائخ ان کی مخالفت پر کمر بستر ہو کر لوگوں سے کہہ رہے تھے کہ نہ صرف ان کا معاشرتی مقاطعہ کر کے ان کو مساجد سے نکال دیا جائے بلکہ حکام وقت کے پاس مقدمات قائم کر کے ان کی جان و مال کو بھی نقصان پہنچایا جائے، جیسا کہ حاجی امداداللہ صاحب نے فرمایا:

غیر مقلد لوگ کہ فی زمانا دعوی حدیث دانی وعمل بالحدیث کرتے ہیں، حاشا وکلا حقانیت سے بہرہ نہیں رکھتے تو اہل حدیث کے زمرے میں کب شامل ہو سکتے ہیں، بلکہ ایسے لوگ دین کے راہزن ہیں، ان کے اختلاط سے احتیاط کرنا چاہیے۔

(شمائم امدادیہ مرتبہ مولانا اشرف علی تھانوی، طبع ملتان 1405ھ صفحہ 28)

اور مولوی حبیب الرحمٰن لدھیانوی کے دادا مولوی محمد بن عبدالقادر نے 5-1864 میں ایک رسالہ لکھا جس کا نام انہوں نے انتظام المساجد باخراج اہل الفتن عن المساجد رکھا، جس میں انہوں نے اہل حدیث کے مسجدوں سے اخراج پر زور دیا اور فرمایا حکام اہل اسلام کو لازم ہے کہ ان غیر مقلدوں کو قتل کریں، اگر وہ لاعلمی

کے عذر سے توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ ہوگی، عوام اہل اسلام کو لازم ہے کہ مدعی و گواہ ہو کر حکام وقت سے ان کی سزایابی میں کوئی دقیقہ فروگذاشت نہ کریں۔

ایک صاحب نے ایک رسالہ جامع الشواہد لکھ کر شائع کیا جس میں نہایت مکروہ قسم کے عقائد اہل حدیث سے منسوب کر کے برصغیر ہندوستان کو فدائین سنت کے لیے تپتا ہوا تنور بنا دیا گیا، مساجد میں اہل حدیث کا داخلہ بند کیا گیا، کوئی اہل حدیث، احناف کی مسجد میں چلا گیا تو وہ مسجد دھوئی گئی، بعض جگہ مٹی بھی کھود کو نکالی گئی، مسجدوں میں نہ صرف اعلان ہوئے بلکہ پتھر پر کندہ کر کے کتبے لگائے گئے کہ اس مسجد میں وہابیوں کا داخلہ منع ہے۔

ان حالات میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے متبعین کتاب وسنت کے دفاع کا بیڑہ اٹھایا، اس سلسلے میں انہوں نے دس مسائل پر مشتمل ایک اشتہار شائع کیا اور لدھیانہ کے علماء احناف مثل مولوی محمد، مولوی عبدالعزیز اور مولوی اسماعیل وغیرہ سے مطالبہ کیا کہ اگر ان کے پاس ان مسائل پر قطعی دلائل ہیں تو پیش کریں اور ہر دلیل کے عوض دس روپے انعام حاصل کریں۔

1877ء میں شائع ہونے والے اس اشتہار نے برصغیر ہند میں بحث ونظر کا ایک دروازہ کھول دیا اور احناف کی طرف سے بہت سے اہل علم نے قلم اٹھایا جن کے جوابات امرتسر کے ایک اخبار سفیر ہندوستان میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے چھپوانے شروع کیے۔ اور جب یہ سلسلہ کافی طویل ہوگیا تو انہوں نے اشاعۃ السنۃ کے نام سے انجمن بنائی جو مئی 1877ء سے مئی 1878ء تک پہلے ضمیمہ اخبار سفیر ہندوستان اور پھر تتمہ سفیر ہند کے نام سے ان جوابات کو چھپواتی رہی، بعد ازاں جون 1878ء میں چھپنے والے شمارے کو اشاعۃ السنۃ کا نام دے دیا گیا۔ اس رسالے کے اغراض ومقاصد کا تعارف کرواتے ہوئے مولانا محمد حسین بٹالوی نے ایک موقع پر تحریر فرمایا:

اس رسالے کی اشاعت ان لوگوں کی طرف سے ہے جو تحقیق وتقلید میں حد اعتدال پر ہیں، نہ مقلدین زمانہ حال جیسے مقلد ہیں کہ جو کچھ پہلے علماء نے کیا ہے اسی لکیر کے فقیر ہو رہیں۔ اپنے فہم وعقل کو دلائل (کتاب وسنت) کے سمجھنے میں دخل نہ دیں، نہ نیچریہ جیسے محقق ہیں کہ اپنی تحقیق کے سامنے خدا اور رسول کی بھی نہ

سنیں اوران کی تقلید سے بھی انکاری ہوبیٹھیں۔لہذا دونوں فریق کی افراط وتفریط کی اصلاح اس رسالہ کے بانیوں کا مقصد ہے،اوراس کے اجراء سے صرف یہی غرض ومطلب ہے۔

(اشاعۃ السنۃ جلد3 صفحہ 2 جنوری 1880ء)

نیز انتظام المساجد والوں کومخاطب کرتے ہوئے انہوں نے اشاعۃ السنۃ جلد 1 نمبر1 میں بطور خاص لکھا:

متشددین اہل تقلید کے خطاب و بحث کامقصود یہ تھا کہ وہ لوگ عاملین بالحدیث پر بے جا تشدد کرنا چھوڑ دیں،جن مسائل میں ان کے برخلاف عمل کرتے ہیں،ان مسائل کی قوت دلائل ملاحظہ فرما کران کے عمل و ترویج میں ان کومعذور سمجھ کرمعافی دیں اوراس عمل کے سبب ان کو دین اسلام سے خارج نہ سمجھیں۔

اوراشاعۃ السنۃ کی جلد6 جلد5 بابت مئی 1883 کے سرورق پرامور مندرجہ جامع الشواہد منسوبہ بجانب اہل حدیث کولکھ کراہل حدیث کی کتب متمسکہ سے ثابت کردینے پرمولانا محمد حسین بٹالوی نے ہزارروپیہ انعام دینے کا اعلان کیا۔

شیخ الاسلام مولانا محمد حسین بٹالوی صرف تقلید جامد کے خلاف ہی نہیں لڑتے رہے،بلکہ ان کے دور میں جوفتنہ بھی منظر عام پرآیا،آپ نے اس کے خلاف سینہ سپر ہوکرعلوم وعقائد اسلامیہ کا بھرپوردفاع کیا،جیسا کہ سر سیداحمدخان اوران کے ہم نواؤں کی طرف اپنی عنان توجہ موڑتے ہوئے مولانا بٹالویؒ فرماتے ہیں۔

پہلے ان (انجمن اشاعۃ السنۃ) کی توجہ اس رسالہ اورتحریرات مندرجہ ضمیمہ اخبار ہند میں مقلدین کی طرف رہی اورمئی 1877ء سے فروری 1879ء تک ان ہی کی فہمائش عمل میں آتی رہی۔جب اس سعی کا کچھ اثر اس گروہ میں ظاہر ہوا،اوران کی طرف سے فی الجملہ طمانیت ہوئی،یعنی تقلید کی برائی بہت لوگوں کے خیال میں آگئی توان (انجمن) کی توجہ دوسرے گروہ (یعنی نیچریہ) کی طرف مصروف ہوگئی۔اس تحویل کی یہ وجہ بھی ہوئی کہ تقلید کاضرر اسلام میں ایسا نہ تھا،جونیچریہ کی تحقیق کاضرر پھیلنے لگا،تقلید سے صرف فروع اسلام کا اتباع چھوٹتا تھا،تحقیق نیچریہ سے اصول اسلام کا اتباع بھی لوگوں سے چھوٹنے لگا تھا،لہذا تصفیہ مقدمہ تقلید کو ویسا ہی نامکمل چھوڑ کرنیچریہ کا افہام یا افحام نہایت ہی ضروری قرار دیا گیا۔اورمارچ 1879ء سے ان کا خطاب شروع ہوگیا۔

(اشاعۃ السنۃ جلد3 صفحہ 2)

اور جب قادیانیت کا فتنہ نمودار ہوا تو انہوں نے باقی تمام امور سے کم وبیش صرف نظر کر کے اپنی تمام توانائیاں اس فتنہ کے سد باب کے لیے وقف فرما دیں جیسا کہ جلال الدین شمس قادیانی مرتب روحانی خزائن لکھتے ہیں:

مولوی محمد حسین بٹالوی نے ان رسائل (فتح اسلام، توضیح مرام) کو پڑھ کر اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں حضرت مسیح موعود کا ذکر کرتے ہوئے لکھا کہ وہ اہل اسلام کی پبلک میں کہتا ہے کہ مسیح موعود جس کے قیامت پہلے آنے کی قرآن وحدیث میں خبر ہے میں ہوں اور حضرت مسیح ابن مریم نبی اللہ فوت ہو چکے ہیں، اس صورت میں اشاعۃ السنۃ کا خصوصیت کے ساتھ فرض ہے کہ وہ اس فتنہ کو روکے، اور جملہ مضامین سابقہ کو چھوڑ کر بہمہ تن اسی کے دعاوی کے رد کے درپے ہو، اس کے اصول باطلہ کا ابطال کرے اور اصول حقہ اسلامیہ کی حمایت عمل میں لاوے، اس کی موجودہ جماعت وجمعیت کر تتر بتر کرنے میں کوشش کرے اور آئندہ مسلمانوں خصوصا اہل حدیث کو جن کا یہ خادم ہے اس جماعت میں داخل ہونے سے بچاوے۔

(مقدمہ روحانی خزائن جلد 3 صفحہ 5-6)

1891ء میں مرزا غلام احمد کے دعوی مسیحیت سامنے آنے کے بعد مولانا بٹالوی اس کے دعاوی کے ردّ کی جو ذمہ داری اٹھائی اسے انہوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی میں اس خوبی سے نبھایا کہ جب وہ 1920ء میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے تو قادیانی اخبار الحکم کے ایڈیٹر نے لکھا:

مولوی محمد حسین بٹالوی کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج وافسوس سے پڑھی، ہر چند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک نہایت زبردست عالم اور اپنے عہد کا ذی علم مناظر اور اہل قلم تھا۔ سلسلہ کے ساتھ ان کی مخالفت کی تاریخ ایک دلچسپ باب اور 28 سال کی ایک طویل داستان ہے۔

(الحکم قادیان ماخوذ از اہل حدیث امرتسر 9 اپریل 1920ء الفضل ما شهدت به الاعداء)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۱۹۹۷ء ص ۲۱۔۲۴)

لاہور اور امرتسر میں مباہلے

(۱۵)

1891ء کے واقعات بیان کرتے ہوئے یہ ذکر ہو چکا ہے کہ مرزا غلام احمد کو سب سے پہلے مباہلے کا چیلنج ایک اہل حدیث بزرگ نے دیا تھا، اس بزرگ کا نام مولانا عبدالحق غزنوی ہے اور چیلنج کا اجراء فروری 1891ء میں ہوا۔ اس سلسلے کی ابتدائی خط و کتابت بھی درج ہو چکی ہے۔ اور قارئین کرام کو یہ بھی یاد ہوگا کہ ہم نے لکھا تھا کہ چونکہ مباہلے کا وقوع 1893ء میں ہوا، اس لیے ہم باقی تفصیلات اپنے مناسب مقام یعنی 1893ء کے واقعات میں بیان کریں گے، آج کی نشست ہم اس مباہلے کے لیے وقف کرتے ہیں۔

مباہلہ کے معنی بقول مرزا غلام احمد قادیانی، لغت عرب کی رو سے اور نیز شرعی اصطلاح کی رو سے یہ ہیں کہ دو فریق مخالف ایک دوسرے کے لیے عذاب اور خدا کی لعنت چاہئیں۔

(روحانی خزائن جلد 17 (اربعین نمبر 2 حاشیہ) صفحہ 377)

مرزا غلام احمد صاحب کو فروری 1891ء میں جب ایسے مباہلے کا چیلنج دیا گیا تو انہوں نے اسے قبول نہیں فرمایا، جس کی وجوہ انہوں نے اس خط میں بیان کی ہیں جو ہم پہلے درج کر چکے ہیں۔ دوسری طرف مولانا عبدالحق غزنوی کا اصرار جاری رہا کہ مرزا صاحب بحث مباحثے چھوڑ کر میدان مباہلہ میں فیصلہ کے لیے آویں۔ جوں جوں مولانا کا اصرار بڑھتا رہا مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے مریدین بھی مرزا صاحب پر زور دینے لگے کہ وہ میدان میں نکلیں۔ اس دو طرفہ یلغار سے مجبور ہو کر مرزا صاحب نے مباہلے کا اشتہار دے دیا جو درج ذیل ہے:

پہلے صرف اس وجہ سے میں نے مباہلہ سے اعراض کیا تھا کہ میں جانتا تھا کہ مسلمانوں سے ملاعنہ جائز نہیں، مگر اب مجھ کو بتلایا گیا ہے کہ جو مسلمان کو کافر کہتا ہے وہ خود دائرہ اسلام سے خارج ہے، سو میں مامور ہوں کہ ایسے لوگوں سے جو آئمۃ التکفیر ہیں اور مفتی اور مولوی اور محدث کہلاتے ہیں اور ابناء اور نساء بھی رکھتے ہیں، مباہلہ کروں، اور پہلے ایک عام مجلس میں ایک مفصل تقریر کے ذریعے ان کو اپنے دلائل سمجھا دوں اور اسی مجلس میں ان تمام الزامات اور شبہات کا جو ان کے دل میں خلجان کرتے ہیں جواب بھی دے دوں اور پھر اگر وہ کافر کہنے سے باز نہ آویں تو ان سے مباہلہ کروں۔سو اب میں مامور ہوں جو انہیں لوگوں سے جو آئمۃ التکفیر ہیں یعنی نذیر حسین دہلوی اور شیخ محمد حسین بٹالوی اور جو ان کے ہم رتبہ اور ہم خیال ہیں مباہلہ کی درخواست کروں، لہذا ان آئمۃ التکفیر کے نام مباہلہ کا اشتہار ذیل میں شائع کیا جاتا ہے:

ان تمام مولویوں اور مفتیوں کی خدمت میں جو اس عاجز کو جزئی اختلافات کی وجہ سے یا اپنی نافہمی کے باعث سے کافر ٹھہراتے ہیں، عرض کیا جاتا ہے کہ اب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے مامور ہو گیا ہوں تاکہ میں آپ لوگوں سے مباہلہ کی درخواست کروں اور اس طرح پر کہ اول آپ کو مجلس مباہلہ میں اپنے عقائد کے دلائل از روئے قرآن اور حدیث کے سناؤں، اگر پھر بھی آپ لوگ تکفیر سے باز نہ آویں، تو اسی مجلس میں مباہلہ کروں۔سو میرے پہلے مخاطب میاں نذیر حسین دہلوی ہیں اور اگر وہ انکار کریں تو پھر شیخ محمد حسین بطالوی اور اگر وہ انکار کریں تو پھر بعد اس کے تمام وہ مولوی صاحبان جو مجھ کو کافر ٹھہراتے اور مسلمانوں میں سرگروہ سمجھے جاتے ہیں۔اور میں ان تمام بزرگوں کو آج کی تاریخ سے جو دہم دسمبر 1892ء ہے چار ماہ تک مہلت دیتا ہوں۔اگر چار ماہ تک ان لوگوں نے مجھ سے بشرائط متذکرہ بالا مباہلہ نہ کیا اور نہ کافر کہنے سے باز آئے تو پھر اللہ تعالیٰ کی حجت ان پر پوری ہو گی۔

(روحانی خزائن جلد 5 (دافع الوساوس) آئینہ کمالات اسلام صفحہ 256-262)

جب حضرت مولانا ابو سعید محمد حسین بٹالوی کو اس چیلنج کی خبر ہوئی تو انہوں نے اپنے رسالے اشاعۃ السنۃ میں لکھا:

مرزا صاحب مجھے آپ کا چیلنج منظور ہے، آپ جس وقت چاہیں اور قادیان چھوڑ کر جہاں آپ کا مسکن

ہونے کی وجہ سے فساد کا اندیشہ ہے، لاہور، بٹالہ یا جس مقام پر چاہیں مجلس مباہلہ منعقد کرلیں۔ آپ اس مجلس میں شوق سے اپنے عقائد کے دلائل پیش کریں، پھر میں اسی مجلس میں آپ کی کتابوں کی نسبت دعویٰ کروں گا کہ یہ کفر اور کذب سے بھری ہوئی ہیں اور پھر جھوٹے پر ایک نہیں ہزار دفعہ لعنت کروں گا، وہ الفاظ جن پر آپ قسم کھائیں گے اور پھر جھوٹے پر لعنت کریں گے، یہ ہوں گے:

میں غلام احمد قادیانی خدا کی قسم کھاتا ہوں کہ جو عقائد میں نے آجکل ظاہر کیے ہیں کہ قرآن اور حدیث کی قطعی شہادت سے حضرت عیسیٰ بن مریم انتقال فرما گئے ہیں اور مسیح موعود کی ذات سے خدا اور رسول خدا کی مراد میری ہی ذات ہے، جبریل امین خود انبیاء کے پاس کبھی نہیں آئے بلکہ وہ آسمان اور سورج سے کبھی جدا نہیں ہو سکتے۔ اسی طرح ملک الموت وغیرہ۔ مطلق نبوت کا خاتمہ نہیں ہوا وغیرہ عقائد جو رسالہ اشاعۃ السنۃ میں آپ کی تصانیف سے نکل کر شائع ہوئے ہیں۔ خدا اور اس کے رسول کے نزدیک صحیح اسلامی عقائد ہیں، قرآن و حدیث میں ان عقائد کے متعلق جو الفاظ وارد ہیں ان کے یہی معنی خدا و رسول کی مراد ہیں جو میں (غلام احمد قادیانی) نے مراد لیے ہیں اور ان الفاظ و نصوص سے یہی معنی آنحضرت کے اصحاب تابعین اور آئمہ دین نے جو قرون ثلاثہ میں گزرے ہیں سمجھے تھے، اگر میں قادیانی اس بیان میں جھوٹا ہوں تو مجھ غلام احمد قادیانی پر وہ لعنت نازل ہو جو آج تک کسی ملعون پر نازل نہیں ہوئی۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 15 صفحہ 163-167 منقول از رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 115-116)

قارئین! مرزا صاحب نے مباہلے والا اشتہار دافع الوساوس میں شائع کیا تھا جو اگرچہ 1892ء کے آخر کی تصنیف ہے لیکن وہ فروری 1893ء میں طبع ہو کر منظر عام پر آئی۔ گویا جس چیلنج کے قبول کرنے کے لیے انہوں نے دہم دسمبر 1892ء سے چار ماہ دیئے تھے اس عرصے کے دو ڈھائی ماہ تو انہوں نے خود ہی ہضم کر لیے۔ انکا خیال تھا کہ کتاب دیر سے باہر نکلے تو دیر سے لوگوں کو ملے گی۔ چھ سات سو صفحے کی اس کتاب کو پڑھنے اور اس میں درج عقائد و نظریات کا جائزہ لینے میں بھی علماء کا وقت صرف ہوگا اور جب تک وہ مباہلے کے چیلنج کا جواب دینے کے قابل ہو سکیں گے 4 ماہ کی مدت دہم دسمبر 1892ء سے شروع ہو چکی تھی، ختم ہو چکی ہوگی، اور پھر وہ اپنے حلقہ مریدین میں اپنی فتح کے ڈنکے بجائیں گے کہ دیکھو کوئی میدان میں نہیں

نکلا۔ لیکن خدا کا کرنا یہ ہوا کہ حضرت شیخ الاسلام مولانا بٹالوی نے کتاب پڑھ کر ایک لمحے کی دیر نہیں کی اور اپنے رسالے میں درج بالا جوابی چیلنج شائع فرما دیا جس سے مرزا صاحب پر گھڑوں پانی پڑ گیا اور ان کی سٹی گم ہو کر رہ گئی، اور انہوں نے اس موضوع پر مکمل خاموشی اختیار فرمالی۔

تاہم اب مباہلے کی بات چل نکلی تھی، لوگ مرزا صاحب کے مریدوں کو بھی طعنے دینے لگے کہ دیکھو تمہارا سربراہ میدان میں نکلنے سے کترا رہا ہے، لہذا تم جھوٹے ہو، ایسے ہی طعنوں سے تنگ آ کر مرزا غلام احمد صاحب کے ایک مرید حافظ محمد یوسف صاحب نے حضرت مولانا عبدالحق غزنوی سے مرزا صاحب قادیانی اور ان کے متبعین کے کذب وصدق پر مباہلہ کرلیا، مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو معلوم ہوا تو انہوں نے اپنے مرید کو شاباش دی اور اس فعل کو سند قبول عطا فرمانے کے لیے 25 اپریل 1893ء کو ایک اشتہار شائع فرمایا جو درج ذیل ہے:

اشتہار مباہلہ۔ میاں عبدالحق غزنوی وحافظ محمد یوسف صاحب

ناظرین کو معلوم ہوگا کہ کچھ تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ غزنوی صاحبوں کی جماعت میں سے جو امرتسر میں رہتے ہیں ایک صاحب عبدالحق نام نے اس عاجز کے مقابلہ پر مباہلہ کے لیے اشتہار دیا تھا مگر چونکہ اس وقت یہ خیال تھا کہ یہ لوگ کلمہ گو اور اہل قبلہ ہیں، ان کو لعنتوں کا نشانہ بنانا جائز نہیں، اس لیے اس درخواست کے قبول کرنے سے اس وقت تک تامل رہا، جب تک کہ ان لوگوں نے کافر ٹھہرانے میں اصرار کیا اور پھر تکفیر کا فتوی تیار ہونے کے بعد اس طرف سے مباہلہ کا اشتہار دیا گیا، جو کتاب آئینہ کمالات اسلام کے ساتھ بھی شامل ہے اور ابھی تک کوئی شخص مباہلہ کے لیے مقابلہ پر نہیں آیا۔ مگر مجھ کو اس بات کے سننے سے بہت خوشی ہوئی کہ ہمارے ایک معزز دوست حافظ محمد یوسف صاحب نے ایمانی جوانمردی اور شجاعت کے ساتھ ہم سے پہلے اس ثواب کو حاصل کیا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے کہ حافظ صاحب اتفاقاً ایک مجلس میں بیان کر رہے تھے کہ مرزا صاحب یعنی اس عاجز سے کوئی آمادہ مناظرہ یا مباہلہ نہیں ہوتا۔ اور اس سلسلہ گفتگو میں حافظ صاحب نے یہ بھی فرمایا کہ عبدالحق نے جو مباہلہ کے لیے اشتہار دیا تھا، اب اگر وہ اپنے تئیں سچا جانتا ہے تو میرے مقابلہ پر آوے، میں اس مباہلہ کے لیے تیار ہوں۔ تب عبدالحق جو اسی جگہ کہیں موجود تھا، حافظ صاحب کے غیرت

دلانے والے لفظوں سے طوعاً وکرہاً مستعد ہو گیا اور حافظ صاحب کا ہاتھ پکڑ لیا کہ میں تم سے اسی وقت مباہلہ کرتا ہوں۔ مگر مباہلہ فقط اس بارہ میں کروں گا کہ میرا یقین ہے کہ مرزا غلام احمد و مولوی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن یہ تینوں مرتدین اور کذابین اور دجالین ہیں۔ حافظ صاحب نے فی الفور بلا تامل منظور کیا کہ میں اس بارہ میں مباہلہ کروں گا کیونکہ میرا یقین ہے کہ یہ تینوں مسلمان ہیں۔ تب اسی بات پر حافظ صاحب نے عبدالحق سے مباہلہ کیا اور گواہان مباہلہ منشی محمد یعقوب اور میاں نبی بخش اور میاں عبدالہادی اور میاں عبدالرحمٰن عمر پوری قرار پائے، اور چونکہ اس عاجز کی طرف سے مباہلہ کا اشتہار شائع ہو چکا ہے، لہذا اسی اشتہار میں خاص طور پر میاں محمد حسین بطالوی اور میاں محی الدین لکھو کے والہ اور مولوی عبدالجبار غزنوی اور ہر ایک نامی مولوی یا سجادہ نشین کو جو اس عاجز کو کافر سمجھتا ہو مخاطب کر کے عام طور پر شائع کیا جاتا ہے کہ اگر وہ اپنے تئیں صادق قرار دیتے ہیں تو اس عاجز سے مباہلہ کریں۔ اس مباہلہ کے لیے اشخاص مندرجہ ذیل بھی خاص مخاطب ہیں: محمد علی واعظ، ظہور الحسن سجادہ نشین بٹالہ، منشی سعد اللہ مدرس لدھیانہ، منشی محمد عمر سابق ملازم لدھیانہ، مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ، میاں نذیر حسین دہلوی، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، میاں پیر حیدر شاہ وزیر آبادی، میاں محمد اسحاق پٹیالوی، راقم مرزا غلام احمد قادیانی۔ 25 اپریل 1893ء

(منقول از مجموعہ اشتہارات جلد اول طبع 1986 صفحہ 395-399)

یاد رہے کہ مباہلے کا پہلا چیلنج مولانا عبدالحق غزنوی صاحب نے دیا جو فروری 1891ء کی بات ہے۔ مولانا عبدالحق غزنوی اس کے بعد سے اس سلسلے میں مرزا صاحب کی تمام تحریروں پر نظر رکھتے تھے کہ کب مرزا صاحب چیلنج قبول کر کے میدان میں نکلتے ہیں۔ اپنے تازہ ترین اشتہار میں مرزا صاحب قادیانی نے مولانا عبدالحق کے چیلنج سے اعراض کرتے ہوئے دیگر بزرگوں کو مخاطب کیا تو مولانا عبدالحق بجا طور پر پھر سامنے آ گئے کہ پہلے میرے ساتھ حساب بے باک کریں پھر کسی اور کو دعوت دیں، اس سلسلے میں جو اشتہار انہوں نے شائع کیا وہ یہ ہے:

استدعا مباہلہ از مرزا قادیانی بذریعہ اشتہار۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ایک اشتہار مطبوعہ 25 اپریل 1893ء از جانب مرزا بتاریخ 19 شوال ۱۳۱۰ھ میری نظر سے گزرا جس

میں اس مباہلہ کا ذکر تھا جو بتاریخ 2 شوال 1310 میرے اور حافظ محمد یوسف کے درمیان مرزا اور اس کے چیلوں کے ارتداد کی بابت ہوا تھا، نیز اس میں استدعا مباہلہ علمائے اسلام سے تھی۔ مرزا صاحب قادیانی کا یہ اشتہار حسب عادت پراز کذب وبہتان وافترا ہے۔

ارے مرزا جب تجھے کلام اللہ اور حدیث رسول اللہ ﷺ اور چودہ برس کے مسلمانوں کو جھٹلاتے شرم نہ آئی تو ہم سے کیا شرم، اذا لم تستحی فاضع ماشئت۔

طعنہ گیرد در سخن سر بایزید
تنگ دارد از درون او یزید

جو لوگ بمضمون سلام علیکم لا نبتغی الجاھلین، جاہلوں اور یاوہ گوؤں کے جھگڑوں سے بچتے اور کنارہ کرتے ہیں اور آیت خذ العفو و امر بالمعروف واعرض عن الجاھلین پر عامل اور گوشہ نشینی اور خلوت گزینی کی طرف مائل ہیں، ان سے مباحثہ اور مباہلہ کی درخواست ہے اور جو لوگ شاہ سوار میدان ہیں اور بار بار مباہلے اور مباحثے کی اشتہارات چھپوا کر اور رجسٹری شدہ خطوط اور دستی خطوط معتبر اشخاص کی وساطت سے پہنچا کر دل وجان سے تیرے لقاء کے مباحثہ ومباہلہ میں شائق ومشتاق ہیں، ان سے کیوں گریز اور روپوشی کرتے ہو اور مصداق:

کانھم حمر مستنفرۃ فرت من قسورۃ۔ بنتے ہو:

اے دل عشاق بہ دام تو صید
ما بہ تو مشغول تو با عمر و زید

اگر ان اشتہاروں سے آنکھوں پر پردہ اور گوش باطل نیوش بہرے ہو گئے ہوں تو ناظرین کے ملاحظے اور اتمام حجت کے لیے پھر ان کا ذکر کر دیتے ہیں (اس کے بعد بہت سے خطوط اور اشتہارات کا ذکر کر کے مولانا عبدالحق لکھتے ہیں) اب اتنے اشتہارات متفرق علماء نے متفرق شہروں میں دیئے، تم نے کس سے بحث کی اور کس جگہ میدان میں آئے۔

ایک اور ابلہ فریبی اور شعبدہ بازی کاریگر (مرزا) کی سنیے۔ ایک اشتہار مورخہ 30 مارچ 1893ء میں

خامہ فرسائی کی ہے کہ ایک سورۃ کی تفسیر عربی میں لکھتا ہوں اور ایک جانب مخالف لکھے اور اس میں ایسے معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ لکھے جائیں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں۔

ارے مخبوط الحواس ہم تو اسی سبب سے تجھے ملحد اور ضال اور مضل اور زندیق کہتے ہیں کہ تم وہ معانی قرآن اور حدیث کے کرتے ہو جو آج تک کسی مفسر و محدث متبع سنت نے نہیں کیے، پھر اور جو کوئی مسلمان ایسے معانی کرے گا تو وہ بھی آپ کا ہی بھائی ہوگا۔

نیز اسی اشتہار میں لکھا ہے کہ آخر میں 100 شعر لطیف بلیغ و فصیح عربی میں بطور قصیدہ فریقین بناویں، پھر دیکھیں کہ کس کا قصیدہ عمدہ و پسندیدہ ہے۔ قصیدہ و شعر گوئی تو کوئی فضیلت اور بزرگی اور حقانیت اور علمیت کا معیار و مدار نہیں۔ تک بندی اور قافیہ سازی ایک ملکہ ہے جو فساق اور فجار اور بے دینوں کو بھی دیا جاتا ہے، بلکہ ایک طرح کا نقص ہے، اسی لیے اللہ تبارک وتعالیٰ نے رسول اللہ کو اس سے بچایا۔

وما علمناه الشعر و ما ينبغي له

اگر کچھ فضیلت اور حقیقت کی بات ہوتی تو اول رسول اللہ ﷺ کو دی جاتی، کچھ مردانگی بھی چاہیے، مخنثوں کی طرح بے ہودہ سمع خراشی اور بکواس کیوں کرتے ہو۔

حافظ کے مباہلہ کی تفصیل یہ ہے کہ حافظ محمد یوسف جو مرزا صاحب کا اول درجہ کا ناصر و موید و مددگار ہے، اس نے 2 شوال بوقت شب مجھ سے بار بار درخواست مباہلہ کی۔ آخر الامر اس بات پر مباہلہ ہوا کہ مرزا اور نور دین و محمد احسن امروہی یہ تینوں مرتد اور دجال اور کذاب ہیں۔

چونکہ تاہنوز لعنت کا اثر ظاہرا اس پر نمودار نہیں ہوا لہذا پیر جی کو بھی گرمی آ گئی اور عام طور پر اشتہار مباہلہ دے دیا، ذرا صبر تو کرو دیکھو اللہ کیا کرتا ہے۔

اب بذریعہ اشتہار بدست خط خود مطلع کرتا ہوں اور سب جہان کو گواہ کرتا ہوں کہ اگر تمہارے ساتھ مباہلہ کرنے سے مجھ پر کچھ لعنت کا اثر صریح طور پر جو عموماً سمجھا جاوے کہ بیشک یہ مباہلہ کا اثر ہوا ہے تو میں فوراً تمہارے کافر کہنے سے تائب ہو جاؤں گا، اب حسب اشتہار خود مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر آؤ، مباہلہ اس بات پر ہوگا کہ تم اور تمہارے سب اتباع دجالین، کذابین، ملاحدہ، زنادقہ، باطنیہ ہیں اور میدان مباہلہ عیدگاہ

ہوگا۔تاریخ جوتم مقرر کرو،اب بھی تم بموجب اشتہار خود میرے ساتھ مباہلہ کے واسطے بمقام امرتسر نہ آئے تو پھراور علماؤں سے درخواست مباہلہ اول درجہ کی بے شرمی اور پرلے سرے کی بے حیائی ہے۔

المشتھر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب 26 شوال 1310ھ

(منقول از مجموعہ اشتھارات قادیانی طبع 1986ء جلد 1 برحاشیہ صفحہ 420-426)

اس اشتہار نے مرزا صاحب قادیانی کو مولانا عبدالحق غزنوی صاحب کے مقابلے میں نکلنے پر مجبور کر دیا اور انہوں نے درج ذیل اشتہار شائع فرمایا:

اعلان مباہلہ بجواب اشتہار عبدالحق غزنوی مورخہ 26 شوال 1310ھ

ایک اشتہار مباہلہ 26 شوال 1310ھ شائع کردہ عبدالحق غزنوی میری نظر سے گزرا،سواس لیے یہ اشتہار شائع کیا جاتا ہے کہ مجھ کو اس شخص اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے مباہلہ منظور ہے۔ اور میں امید رکھتا ہوں کہ انشاء اللہ القدیر میں تیسری یا چوتھی ذی قعد 1310ھ تک امرتسر میں پہنچ جاؤں گا اور تاریخ مباہلہ دہم ذی قعد اور یا بصورت بارش وغیرہ کسی ضروری وجہ سے گیارھویں ذی قعد 1310ھ قرار پائی ہے جس سے کسی صورت میں تخلف لازم نہیں ہوگا۔اور مقام مباہلہ عیدگاہ جو قریب مسجد خان بہادر محمد شاہ مرحوم قرار پایا ہے۔یاد رہے کہ مباہلہ سے پہلے ہمارا حق ہوگا کہ ہم مکفرین کے سامنے جلسہ عام میں اپنے اسلام کے وجوہات پیش کریں۔

المشتہر خاکسار مرزا غلام احمد۔30 شوال 1310ھ مطابق مئی 1893ء

(مجموعہ اشتھارات جلد 1 صفحہ 420-426)

مرزا غلام احمد صاحب کا یہ اشتہار شائع ہوا تو مولانا عبدالحق غزنوی نے نہایت مسرت کا اظہار فرمایا کہ جس کام کی انہوں نے تقریباً اڑھائی سال قبل مرزا صاحب کو دعوت دی تھی اب وہ وقوع پذیر ہونے کو ہے۔،تاہم مرزا صاحب چونکہ ان دنوں عیسائیوں کے ساتھ ایک مباحثے میں مصروف تھے اس لیے مولانا عبدالحق غزنوی نے تجویز کیا تھا کہ تاریخ جون کے مہینہ کی مقرر کی جائے۔،مرزا صاحب نے مئی کی تاریخ پر اصرار کیا،مولانا نے پھر مرزا صاحب ہی کی تاریخ کو قبول کرلیا،کیونکہ وہ چاہتے تھے کہ مرزا صاحب کو بھاگنے کا

بہانہ نہ مل جائے۔ تاریخ کے تعین کے سلسلہ میں باہم جو خط و کتابت ہوئی مولانا عبدالحق صاحب غزنوی نے اسے اشتہار کی شکل میں شائع کر کے تحریک ختم نبوت کے طالب علموں کے لیے محفوظ کر دیا۔ یہ اشتہار حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی کتاب تاریخ مرزا میں شامل کر دیا ہے اور قارئین کی دلچسپی کے لیے اسے یہاں درج کیا جاتا ہے۔

اطلاع عام برائے اہل اسلام
(از مولوی صوفی عبدالحق غزنوی مباہل مرزا)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ اس میں کچھ شک نہیں کہ میں مرزا کے مباہلہ کا مدت سے پیاسا ہوں اور تین برس سے اس سے یہی درخواست ہے کہ اپنے کفریات پر جو تو نے اپنی کتابوں میں شائع کیے ہیں مجھ سے مباہلہ کر۔ مگر چونکہ خاص کران دنوں میں وہ پادریوں کے مقابلہ میں اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو اس موقع پر میں نے اور میرے اور بھائی مسلمانوں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ مرزا سے اس موقع پر مباہلہ یا مباحثہ یا کسی اور قسم کی چھیڑ چھاڑ کی جائے تاکہ وہ پادریوں کے مقابلہ میں کمزور نہ ہو جاوے، لہذا میں نے یہ خط بطور الذیل بتاریخ ذی قعد 1310ھ ارسال کیا کہ ہم کو آپ سے مباہلہ بدل و جان منظور ہے مگر تاریخ بدل دو، وہ خط یہ ہے:

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ مرزا غلام احمد قادیانی۔ السلام علی من اتبع الھدیٰ۔

چونکہ آپ آج کل اسلام کی طرف سے مخالفین اسلام کے ساتھ مقابلہ کرتے ہو اور اہل اسلام کی مدد میں ہو، لہذا اس موقع پر کسی مسلمان کو آپ پر حملہ کرنا یا آپ کے ساتھ مقابلہ یا مباہلہ میں پیش آنا نہایت نامناسب اور بہت ہی خلاف مصلحت معلوم ہوتا ہے اور اس امر کی عقل اور عرف اجازت نہیں دیتی کیونکہ اس میں اسلام اور اہل اسلام کی ذلت اور بدنامی ہے، لہذا یہ تاریخ مقررہ آپ کی بے موقع ہے، اس تاریخ کا بدلنا ضروری ہے۔، ہم کو مباہلہ کرنا آپ سے بدل و جان منظور ہے، رسالہ موسوم بہ: سچائی کا اظہار، میں آپ لکھتے ہیں کہ عنقریب ایک جلسہ مباحثہ علمائے لاہور سے 15 جون تک ہونے والا ہے، اس لیے ضروری ہے کہ مباہلہ اس مباحثہ کے بعد ہو جبکہ آپ اسلام کے مقابلہ پر ہوں، نیز آپ کا لیکچر اس موقع پر ہمیں بالکل منظور نہیں، کیونکہ جب آپ اپنی صفائی ظاہر کریں گے تو ہم بھی آپ کی تردید کریں گے، پھر تو مباحثہ ہوا نہ مباہلہ۔ یہ

بحثوں کے جھگڑے تو ختم ہونے والے نہیں، مقام مباہلہ میں فقط فریقین یہی دعا کریں گے کہ اللہ تعالیٰ جھوٹے پر لعنت کرے، فقط، اس کا جواب حاملان رقعہ ھذا بھیج دیں۔

راقم عبدالحق غزنوی بقلم خود 7 ذی قعد 1310ھ

(اس کے بعد مولانا عبدالحق غزنوی لکھتے ہیں کہ)

میرے اس خط کا جو مرزا صاحب قادیانی نے جواب بھیجا وہ بھی بعینہ نقل کیا جاتا ہے۔

بسم الله الرحمن الرحيم۔ نحمده و نصلی۔

از طرف عاجز عبداللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ وایدہ

میاں عبدالحق غزنوی کو واضح ہو کہ اب حسب درخواست آپ کے جس میں آپ نے قطعی طور پر مجھ کو کافر اور دجال لکھا ہے، مباہلہ کی تاریخ مقرر ہو چکی ہے اور میرے امرتسر میں آنے کے لیے دو ہی غرضیں تھیں، ایک عیسائیوں سے مباحثہ اور دوسرے آپ سے مباہلہ۔، میں بعد استخارہ مسنونہ انہی دو غرضوں کے لیے معہ اپنے قبائل کے آیا ہوں اور جماعت کثیر دوستوں کی جو میرے ساتھ کا فر ٹھہرائی گئی ہیں ساتھ لایا ہوں۔ اور اشتہارات شائع کر چکا ہوں اور متخلف پر لعنت بھیج چکا ہوں۔، اب جس کا جی چاہے لعنت سے حصہ لے۔، میں تو حسب وعدہ میدان مباہلہ یعنی عیدگاہ میں حاضر ہو جاؤں گا، خدا تعالیٰ کاذب اور کافر کو ہلاک کرے،

ولا تقف ما ليس لك به علم، ان السمع والبصر والفواد كل اولئك كان عنه مسئولا۔

یہ بھی واضح رہے کہ میں 15 جون 1893 کے مباحثہ میں نہیں جاؤں گا، بلکہ میری طرف سے اخویم حضرت حکیم مولوی نور الدین صاحب یا حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب بحث کے لیے جاویں گے۔

ہاں مجھے یہ منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں، صرف یہ دعا ہو گی کہ میں مسلمان اور اللہ رسول کا متبع ہوں، اگر میں اس قول میں جھوٹا ہوں تو اللہ تعالیٰ میرے پر لعنت کرے اور آپ کی طرف سے یہ دعا ہو گی کہ یہ شخص درحقیقت کافر اور کذاب اور دجال اور مفتری ہے اور اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو خدا تعالیٰ میرے پر لعنت کرے۔ اور اگر یہ الفاظ میری دعا کے آپ کی نظر میں ناکافی ہوں تو جو آپ تقوی کی راہ سے

لکھیں گے کہ دعا کے وقت یہ کہا جاوے، وہی لکھ دوں گا، مگر اب ہرگز ہرگز تاریخ مباہلہ تبدیل نہ ہوگی۔ لعنة الله على من تخلف منا و ما حضر فی ذالك التاريخ واليوم والوقت، والسلام على عباده الذين اصطفى۔

خاکسار غلام احمد از امرتسر ہفتم ذی قعد 1310ھ

(مولانا عبدالحق غزنوی اس کے بعد لکھتے ہیں) غرض یہ ہے کہ اب میں بری الذمہ ہو گیا ہوں اور مجھ پر کسی قسم کی ملامت نہیں کیونکہ میں نے تاریخ کا بدلنا تو اسی سبب سے چاہا تھا کہ اگرچہ میں اور دیگر مسلمان مرزا کو کیسا ہی گمراہ سمجھیں مگر جب وہ اسلام کی طرف سے لڑتا ہے تو ہم سب کو بجائے بددعا کے دعا اور مدد دینی چاہیے۔ مگر مرزا نے وہ تاریخ یعنی دہم ذی قعد نہیں بدلی۔ اب میں بھی اس وقت معینہ پر کہ دہم ذی قعد بوقت دو بجے دن کے اپنا حاضر ہونا مباہلہ کے واسطے مقام مباہلہ میں فرض سمجھتا ہوں۔ اور وہاں جا کر لیکچر یا وعظ یا اظہار صفائی طرفین سے مطلق نہ ہوگا جیسا کہ اس نے اپنے خط میں بھی وعدہ کرلیا ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں گا۔ مقام عیدگاہ میں مباہلہ اس طریق پر بدین الفاظ ہوگا۔

میں یعنی عبدالحق تین بار بآواز بلند کہوں گا کہ یا اللہ میں مرزا کو ضال، مضل، ملحد، دجال، کذاب، مفتری، محرف کلام اللہ واحادیث رسول اللہ سمجھتا ہوں، اگر میں اس بات میں جھوٹا ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو، مرزا تین دفعہ بآواز بلند کہے، یا اللہ اگر میں ضال و مضل و ملحد دجال و کذاب و مفتری و محرف کتاب اللہ واحادیث رسول اللہ ہوں تو مجھ پر وہ لعنت کر جو کسی کافر پر تو نے آج تک نہ کی ہو۔

بعدہ، روبقبلہ ہو کر دیر تک ابتہال و عاجزی کریں گے کہ یا اللہ جھوٹے کو رسوا کر اور سب حاضرین مجلس آمین کہیں۔

المشتھر عبدالحق غزنوی از امرتسر پنجاب مورخہ 8 ذی قعد 1310ھ۔

اس اشتہار کے اگلے روز مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا ایک اشتہار شائع ہوا جس میں انہوں نے اہل اسلام کو اس سے اگلے روز مقام مباہلہ میں حاضری کی دعوت دی، یہ اشتہار یوں ہے۔

اعلان عام

اس مباہلہ کی اہل اسلام کو اطلاع جو دہم ذی قعد بروز شنبہ کو بمقام امرتسر عید گاہ متصل مسجد خان بہادر حاجی محمد شاہ صاحب مرحوم ہوگا۔

اے برادران اسلام کل دہم ذی قعد روز شنبہ کو بمقام مندرجہ عنوان میاں عبدالحق غزنوی اور بعض دیگر علماء جیسا کہ انہوں نے وعدہ کیا ہے اس عاجز سے اس بات پر مباہلہ کریں گے کہ وہ لوگ اس عاجز کو کافر اور دجال اور بے دین اور دشمن اللہ جل شانہ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا سمجھتے ہیں۔ اور اس طرف یہ عاجز نہ صرف اپنے تئیں مسلمان جانتا ہے بلکہ اپنے وجود کو اللہ اور رسول کی راہ میں فدا کیے بیٹھا ہے، لہذا ان لوگوں کی درخواست پر یہ مباہلہ تاریخ مذکورہ بالا میں قرار پایا ہے۔ بڑے ثواب کی بات ہوگی، اگر آپ صاحبان کل دہم ذی قعد کو دو بجے کے وقت عید گاہ میں مباہلہ پر آمین کہنے کے لیے تشریف لائیں۔

خاکسار غلام احمد قادیانی 9 ذی قعد 1310ھ

(مجموعہ اشتہارات قادیانی جلد 1 صفحہ 426-427)

اور پھر اگلے روز مرزا غلام احمد قادیانی اور مولانا عبدالحق غزنوی کے مابین مباہلہ منعقد ہوا جیسا کہ مرزا صاحب کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے لکھا:

10 ذی قعد 1310ھ مطابق 27 مئی 1893 کو مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ امرتسر کی عید گاہ کے میدان میں (مرزا غلام احمد نے) مباہلہ فرمایا۔

(سیرۃ المھدی طبع قادیان 1935ء حصہ دوم صفحہ 92)

اور شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

عید گاہ امرتسر میں دونوں صاحبوں (مرزا غلام احمد اور مولانا عبدالحق غزنوی) کا مباہلہ ہوا اور دونوں فریق امن امان سے واپس آ گئے۔

(تاریخ مرزا۔ از مولانا امرتسری صفحہ 42)

خود مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

عبدالحق غزنوی ثم امرتسری نے مجھ سے مباہلہ چاہا مگر میں مدت تک اعراض کرتا رہا، آخر اس کے نہایت اصرار سے مباہلہ ہوا۔

(روحانی خزائن جلد 11 (انجام آتھم) طبع 1984 ربوہ صفحہ ۲۶)

۱۹۰۲ء میں شائع ہونے والی کتاب نزول المسیح میں مرزا صاحب نے لکھا:

صدہا مخالف مولویوں کو مباہلہ کے لیے بلایا گیا تھا جن میں سے صرف عبدالحق غزنوی میدان میں نکلا۔

پچھلے دنوں کسی صاحب نے اخبار جنگ میں مراسلہ شائع کرایا تھا جس میں انہوں نے دعوی کیا تھا کہ مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کے درمیان مباہلے کی بات تو چلتی رہی ہے لیکن مباہلہ منعقد نہیں ہوا تھا، یہ رائے رکھنے والے حضرات سے گزارش ہے کہ وہ وقوع مباہلہ کے متعلق دیئے گئے درج بالا حوالوں کے علاوہ روحانی خزائن جلد 9 (انوار الاسلام) صفحہ 32-33

روحانی خزائن جلد 22 صفحہ 365-366

روحانی خزائن جلد 15 صفحہ 547

روحانی خزائن (انجام آتھم) جلد 11 صفحہ 304-316 ملاحظہ فرمالیں۔

قارئین کرام! آج کی نشست میں دو مباہلوں کا ذکر ہوا ہے ایک وہ جو مرزا صاحب کے ایک مرید حافظ محمد یوسف صاحب ضلع دار نہر نے مولانا عبدالحق غزنوی سے کیا اور دوسرا وہ جو خود مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق غزنوی صاحب سے کیا۔

حافظ محمد یوسف والے مباہلے کا نتیجہ یہ ہوا کہ حافظ صاحب موصوف مباہلے سے کچھ ہی عرصہ بعد مرزائیت سے تائب ہو کر حلقہ بگوش اسلام ہو گئے اور مولانا بٹالوی اور دیگر علماء کی قیادت میں اہل حدیث کی صفوں میں شامل ہو کر تحریک ختم نبوت میں مرزا قادیانی کے خلاف سرگرم عمل ہو گئے۔ وہ مرزا کے دعاوی کی

تکذیب میں اس مقام و مرتبہ تک پہنچ گئے کہ مرزا صاحب کو ان کا نام لے کر انکے خلاف اشتہار چھپوانے پڑے، جیسا کہ روحانی خزائن جلد 17 میں ضمیمہ تحفہ گولڑویہ کے طور پر وہ اشتہار شائع ہوا جسکا عنوان یوں ہے

اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ بنام حافظ محمد یوسف صاحب، ضلع دار نہر۔

دوسرا مباہلہ وہ ہے جو مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کے درمیان امرتسر میں ہوا۔ مباہلے کے بعد مرزا صاحب تقریباً 15 سال تک زندہ رہے اور انہوں نے مولانا غزنوی کے شب و روز پر کڑی نگاہ رکھی، مولانا کو زکام بھی ہو جاتا تو کہتے کہ یہ مباہلے کا اثر ہے، مولانا عبدالحق نے ایک بیوہ سے شادی کی تو فرمایا کہ یہ بھی ان کی ذلت کا نشان اور مباہلے میں شکست کا ثبوت ہے۔ حالانکہ بیوہ سے شادی کرنا نہ صرف یہ کہ معیوب نہیں ہے بلکہ خود حضرت مرزا صاحب تا عمر ایک عورت کے بارے میں دعائیں کرتے رہے کہ وہ بیوہ ہو جائے اور پھر ان کے نکاح میں آ جائے۔ گویا خود ایک بیوہ سے شادی کی حسرت دل میں لے کر دنیا سے اٹھ جائیں تو ان کے صدق و کذب پر کوئی اثر نہ ہو، اور مولانا عبدالحق کو خدا تعالیٰ ایک بیوہ سے شادی کی توفیق دیں تو وہ مباہلے کا منفی اثر۔ غرض 15 سال تک مرزا صاحب یونہی الٹی سیدھی ہانکتے رہے اور آخری نتیجہ یہ ہوا کہ مرزا صاحب اپنے مباہل کی موجودگی میں 26 مئی 1908 مطابق 24 ربیع الثانی 1326ھ کو فوت ہو گئے اور مولوی عبدالحق غزنوی مرزا صاحب سے کئی سال بعد 23 رجب 1335ھ مطابق 16 مئی 1918ء کو یعنی پورے نو سال بعد فوت ہوئے۔ تاریخ مرزا از مولانا ثناء اللہ امرتسری صفحہ 43۔

ایک مباہل کی زندگی میں دوسرے مباہل کی موت خود مرزا غلام احمد قادیانی کے اپنے فرمان کے مطابق پہلے مرنے والے کے کذب کی دلیل ہے، مرزا غلام احمد نے ایک مرتبہ فرمایا:

> یہ کہاں لکھا ہے کہ جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے، ہم نے تو اپنی تصانیف میں ایسا نہیں لکھا، لاؤ پیش کرو، وہ کون سی کتاب ہے جس میں ہم نے ایسا لکھا ہے۔ ہم نے تو یہ لکھا ہوا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔ ہاں اتنی بات صحیح ہے کہ سچے کے ساتھ جو جھوٹے مباہلہ کرتے ہیں وہ سچے کی زندگی میں ہی ہلاک ہوتے ہیں۔ (ملفوظات مرزا غلام احمد، جلد 9 صفحہ 440-441)

قادیانیوں کے ساتھ مباہلہ اورغزنوی خاندان

(۱۶)

ان دنوں قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر احمد کے ساتھ مباہلے کے چیلنج کا چرچا ہو رہا ہے جو دراصل گزشتہ ایک دہائی سے وقتاً فوقتاً سامنے آ رہا ہے، مرزا طاہر احمد کا کہنا ہے کہ انہوں نے 1988ء میں گھر بیٹھے اپنے مخالفین سے مباہلہ کرلیا تھا اور پاکستان کے اس وقت کے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کی ہوائی حادثے میں وفات اسی مباہلے کے زیراثر ہوئی، نیز یہ کہ (بقول مرزا طاہر احمد) مولویوں کو جو ذلت اور خواری ان دنوں نصیب ہو رہی ہے وہ بھی اس مباہلے کا اثر ہے اور قادیانیت کے برحق ہونے کا ثبوت ہے۔

دوسری طرف ہمارے موجودہ علماء احناف کہہ رہے ہیں کہ مرزا طاہر احمد سے کوئی مباہلہ نہیں ہوا، بلکہ ان کی طرف سے یہ چیلنج ہنوز قبول کیا جانا باقی ہے کہ مرزا طاہر جگہ اور وقت کا تعین کر کے اپنے گھر سے نکل کر مقام معین پر جہاں فریقین آمنے سامنے ہوں، جھوٹے پر لعنت بھیجیں۔لگتا ہے کہ بحث ونظر میں یہ معاملہ یوں ہی لٹکا رہے گا۔مرزا طاہر احمد شاید کبھی میدان مباہلہ میں اپنے مخالفین کے سامنے نہیں آئیں گے، گھر بیٹھے اجمالی قسم کی دعائیں کرتے رہیں گے کہ ان کے مخالفین ہلاک ہوں اور انہیں ذلت نصیب ہو اور پھر کوئی نہ کوئی تو مرے گا، اس لیے کہ ہر ایک نے انجام کار مرنا تو ہے ہی، کوئی نہ کوئی کسی نہ کسی وجہ سے ذلیل بھی ہوگا اس لیے کہ دنیا میں سبھی لوگوں کو تمام وقت عزت ہی نہیں ملی رہتی، برے دن بھی آتے ہیں، بیماری بھی آتی ہے، خاندان، برادری اور جماعتوں میں جھگڑے بھی ہوتے ہیں، عہدہ و منصب سے تنزلیاں اور برطرفیاں بھی ہوتی ہیں، غرض کہیں بھی کوئی بھی مرزا طاہر احمد کے حسب منشا واقعہ ہوگیا تو فوراً اسے اس مباہلے کا اثر قرار دے دیا جائے

گا جوانہوں نے بقول خود گھر بیٹھے اجمالی انداز میں اپنے مخالفین سے کر رکھا ہے یا آئندہ کریں گے اور ایسے کسی نتیجے کو علماء احناف ظاہر ہے کہ قبول نہیں کریں گے اور دونوں طرف سے چیلنج بازی کا سلسلہ یوں ہی چلتا رہے گا۔ مجھے حیرت ہے کہ ایک فیصلہ شدہ معاملے کو ہمارے یہ علماء کیوں الجھا رہے ہیں اور متنازعہ بنانے پر تلے ہوئے ہیں، معاملے کا فیصلہ تو ہو چکا ہے کہ قادیانی عقائد غلط ہیں اور مرزا غلام احمد ایک مفتری تھا۔ یہ فیصلہ ان مباہلوں کے نتیجہ میں دنیا بھر کے سامنے آچکا ہے، جو مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا غلام احمد کے ایک چہیتے مرید حافظ محمد یوسف مرزائی اور خود مرزا غلام احمد سے کئے تھے۔ مولانا غزنوی نے جو مباہلہ حافظ یوسف مرزائی سے کیا تھا وہ یہ تھا کہ

مرزا غلام احمد اور اس کے دو سب سے بڑے مرید یعنی حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن مرتد کذاب اور دجال ہیں یا مسلمان، اگر وہ مسلمان ہیں تو خدا عبدالحق غزنوی پر لعنت کرے اور اگر وہ کذاب دجال اور مرتد ہیں تو خدا حافظ یوسف پر لعنت کرے۔

اس مباہلے کے تھوڑے عرصہ بعد خود مرزا غلام احمد نے اپنے مرید حافظ یوسف کے فعل پر خوشنودی کا اظہار کیا اور اسے اپنی طرف سے سند قبول عطا فرمائی۔

پھر ہوا یہ کہ حافظ یوسف مرزائیت سے تائب ہو کر مسلمان ہو گئے یعنی قادیانیوں کے خیال کے مطابق مرتد ہو گئے اور مرتد ہر مذہب میں لعنتی شمار ہوتا ہے، یعنی خود قادیانیوں نے تسلیم کر لیا کہ یوسف پر خدا کی لعنت پڑ گئی جو (بقول ان کے) وہ راہ راست سے بھٹک کر قادیانیت سے نکل گیا، یہ لعنت گویا اس دعا کی قبولیت بن گئی جو خود حافظ یوسف نے کی تھی کہ اگر مرزا غلام احمد، حکیم نور دین اور مولوی محمد احسن کذاب دجال اور مرتد ہیں تو خدا اس پر لعنت کرے اور مرزائیت سے ارتداد کی یہ لعنت اس بات کا ثبوت بن گئی کہ تینوں مذکورہ افراد دجال کذاب اور مرتد ہیں۔

مولانا عبدالحق غزنوی صاحب نے دوسرا مباہلہ خود مرزا غلام احمد سے کیا تھا، اس مباہلے میں قادیانیت کا بانی خود ایک فریق کے طور پر آیا تھا، اس نے خود دعا کی تھی، یہ سب کچھ علی رؤس الاشھاد ایک کھلے میدان میں جانبین کی باہمی رضامندی سے مقرر کردہ مقام اور وقت پر ہوا تھا، اور پھر خود مرزا غلام احمد نے کہہ

بھی دیا تھا کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہلاک ہوا کرتا ہے۔

قادیانیت کا بانی خود مباہلہ کر کے، خود ہی یہ لکھ کر کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جو جھوٹا ہوتا ہے وہ پہلے مرتا ہے، پہلے مرگیا، اس کی موت 1908ء میں ہوئی اور جو سچا تھا یعنی عبدالحق غزنوی وہ 1917ء میں فوت ہوا۔

یہ دونوں مباہلے تاریخ کا حصہ بن چکے ہیں اور نتائج کے اعتبار سے بھی واضح ہیں۔ ہمارے آج کے علماء کو چاہیے کہ قادیانیت کے صدق و کذب کو جانچنے کے لیے نئے سرے سے مباہلوں کا چیلنج کرنے کی بجائے ان گزشتہ مباہلوں کو اس معاملے میں حرف آخر کے طور پر پیش کریں۔

جب حافظ یوسف کا مرزائیت سے ارتداد اور مرزا غلام احمد کی اپنے مقابل مباہل کی زندگی میں موت قادیانیت کے کذب کا حتمی فیصلہ کر چکی ہے تو اب مزید ثبوتوں کی کیا ضرورت ہے۔

قارئین! مولانا عبدالحق غزنوی جن کے مباہلوں کا ذکر ہو رہا ہے غزنوی خاندان کے وابستگان میں سے ہیں، چونکہ اس خاندان نے تحریک ختم نبوت میں نہایت قابل قدر خدمات انجام دی ہیں اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ تحریک ختم نبوت کے اس مضمون میں اس موقع پر کچھ وقت اس خاندان سعادت کے ذکر خیر پر صرف کر دیا جائے۔

برصغیر ہند میں غزنوی علماء کے خاندان کے سربراہ عارف باللہ مولانا عبداللہ غزنوی ہیں جو مضافات غزنی میں 1230ھ مطابق 1811ء پیدا ہوئے تھے۔ والدین نے آپ کا نام محمد اعظم رکھا، آپ بڑے ہوئے تو نام بدل کر عبداللہ رکھ لیا۔ فرماتے تھے:

محمد کہ اعظم از کائنات افضل از مخلوقات است ہماں رسول اللہ ہست، تسمیہ ما بعبداللہ خوب است۔

کہ محمد کا اسم گرامی حضور ﷺ کو ہی زیبا ہے، جو ساری کائنات سے زیادہ عظمت رکھنے والے اور تمام مخلوقات سے افضل ہیں، میرا نام عبداللہ ہی بہتر ہے۔

ابتدائی تعلیم آپ نے غزنی کے علماء سے حاصل کی، پھر قندھار جا کر شیخ حبیب اللہ قندھاری سے کسب فیض کیا۔ بدعات اور شرکیہ امور سے نفرت کرتے تھے اور عوام کو اتباع سنت کی تلقین کرتے تھے۔ افغانستان

کے علماء نے اس بنا پر آپ کے خلاف محاذ قائم کرلیا۔ قید و بند اور مار پیٹ بھی ہوئی، اس پر آپ افغانستان سے ہند چلے آئے اور دہلی جا کر حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کے سامنے زانوئے تلمذ طے کیا، میاں صاحب آپ کے روحانی مقام و مرتبے سے خوب آگاہ تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ عبداللہ حدیث مجھ سے پڑھ گیا اور مجھے نماز پڑھنا سکھا گیا۔

میاں صاحب سے کسب فیض کے بعد اتباع سنت اور رد شرک و بدعت کا جذبہ اور بھی زور پکڑ گیا آپ واپس افغانستان چلے گئے اور قرآن وسنت کی تبلیغ میں پھر مصروف ہو گئے۔ معاصر علماء نے حضور شاہ میں چغلیاں کھا کر وہاں آپ کا جینا حرام کر دیا، مولانا غلام رسول مہر لکھتے ہیں:

مولانا سید عبداللہ غزنوی نے حق و صداقت کی راہمیں جو مشقتیں اور اذیتیں اٹھائیں، ان کا تصور بھی دل پر لرزہ طاری کر دیتا ہے، وہ تنہا ایک طرف اور پوری مملکت (افغانستان) دوسری طرف، مگر مولانا سید عبداللہ مرحوم و مغفور کے پائے ثبات واستقلال میں خفیف سی سرزش بھی رونما نہ ہوئی، گھر بار چھوڑ دیا، وطن سے نکل آئے، عزیزوں اور خویشوں سے مفارقت گوارا کر لی لیکن جن باتوں کو وہ حق سمجھتے تھے ان سے تمسک برابر ان سے برابر قائم رکھا۔

(سوانح مولانا داود غزنوی مرتبہ سید ابوبکر غزنوی صفحہ 31)

افغانستان سے ہجرت کر کے آپ اپنے خاندان کے ہمراہ ہند چلے گئے، آغا عبدالکریم شورش مرحوم نے لکھا ہے:

مولانا عبداللہ غزنوی افغانستان سے جلا وطن ہو کر آئے تھے، ابتداء دہلی میں رہے، پھر لاہور چلے آئے، آخر امرتسر کو اپنی مستقل قیام گناہ بنالیا اور وہیں کے ہو کر رہ گئے۔ ان کی نیک نفسی، روحانی بلندی اور جرأت واستغناء کے متعلق بے شمار واقعات زبان زد عام ہیں، دو روائتیں علامہ اقبال کی ہیں۔

دہلی میں تھے تو 1857ء کی ساڑھ ستی کا زمانہ تھا، گورا فوج نے چاروں طرف گولیوں سے ہلاکت کا طوفان اٹھا رکھا تھا مسجدیں اور ان کے گردونواح کا علاقہ خصوصیت سے اس قتل عام کا مرکز تھا، ظہر

کی نماز کا وقت ہوا تو آپ مسجد کے حوض پر آ گئے، گولیاں چلتی رہیں، رائی برابر کھٹکا محسوس نہ کیا، اس معجز نما جرأت کو دیکھ کر مقتدیوں نے بھی حوصلہ کیا اور گولیوں کی بوچھاڑ میں وضو کر کے نماز میں لگ گئے۔

دوسرا واقعہ علامہ اقبال نے ایک مکتوب میں لکھا ہے کہ حدیث کا سبق پڑھا رہے تھے، کسی نے مطلع کیا، آپ کا بیٹا قتل ہو گیا ہے، آپ نے یہ اندوہ ناک خبر سنی۔ ایک منٹ خاموش رہے پھر درس دینے لگے۔

(سوانح مولانا داود غزنوی مرتبہ ابوبکر غزنوی صفحہ 65:)

صاحب نزھۃ الخواطر نے آپ کا ذکر ان الفاظ میں کیا ہے:

الشیخ الامام العالم المحدث عبداللہ بن محمد بن شریف الغزنوی، الشیخ محمد اعظم الزاھد المجاھد الساعی فی مرضاۃ اللہ الموثر فی رضوانہ علی نفسہ واھلہ و مالہ و اوطانہ صاحب المقامات الشھیرۃ والمعارف العظیمۃ الکبیرۃ. (نزھۃ الخواطر جلد ھفتم)

اور مولانا سید ابوالحسن علی ندوی، ناظم ندوۃ العلماء لکھنو رکن شوری دارالعلوم دیوبند لکھتے ہیں:

غزنوی خاندان سے ہمارے خاندان کے روابط بہت قدیم اور عزیزانہ ہیں۔ ہندوستان میں اس خاندان کے نامور اور مخلص بانی مولانا سید عبداللہ غزنوی سلوک میں مولانا حبیب اللہ قندھاری کے خلیفہ تھے اور مولانا حبیب اللہ قندھاری کا روحانی تعلق وتلمذ حضرت سید احمد شہید سے تھا۔ مولانا سید عبداللہ غزنوی اور ان کے فرزند ارجمند مولانا سید عبدالجبار غزنوی کا ذکر خیر ان کے اخلاص وتوکل اور ان کی تجرید وتوحید کے دلآویز واقعات میں نے بچپن ہی میں اپنے خاندان کے بزرگوں سے سنے تھے۔ والد ماجد مولانا حکیم سید عبدالحی کی شہرہ آفاق، عربی تصنیف نزھۃ الخواطر کی آٹھویں جلد میں مولانا سید عبداللہ غزنوی صاحب کا بہت اچھا ترجمہ ہے، مصنف نے اس ترجمہ میں نہایت بلند کلمات جو اکابر اولیاء اللہ کے متعلق استعمال کرتے ہیں استعمال کیے ہیں۔

مولانا عبدالجبار صاحب کے متعلق میں نے عرصہ ہوا دو واقعات سنے تھے، جن کے راوی نواب صدر یار جنگ مولانا حبیب الرحمٰن خان شیروانی مرحوم ہیں، ایک واقعہ تو یہ کہ جب ندوۃ العلماء کا امرتسر میں پہلا جلسہ ہوا تو مولانا سید عبدالجبار صاحب بقید حیات تھے اور قرآن مجید کا درس دیتے تھے۔ یہ درس بہت سادہ اور بے تکلف ہوتا تھا، مولانا شبلی نعمانی ایک مرتبہ اس درس میں شریک ہوئے۔ واپس آ کر انہوں نے شیروانی صاحب سے بیان کیا کہ مولانا عبدالجبار اپنی زبان سے جب اللہ تعالیٰ کا نام لیتے ہیں اور نام پاک اللہ ان کی زبان سے نکلتا تھا تو بے اختیار یہ جی چاہتا تھا کہ سر ان کے قدموں پر رکھ دیا جائے۔

دوسرا واقعہ یہ تھا کہ ندوۃ العلماء کے جلسہ میں شریک ہونے والے علماء کے مہمانوں کی کسی جگہ دعوت تھی، ایک بہت بڑا طویل دالان تھا، جس میں کئی درجے تھے، ایک طرف کے بیٹھنے والے دوسری طرف کے بیٹھنے والوں کو دیکھ نہیں سکتے تھے، ایک درجہ میں مولانا سید محمد علی مونگیری بانی و ناظم ندوۃ العلماء شریک دسترخوان تھے، دوسری طرف ایک دوسرے درجہ میں کچھ اور مہمان تھے، کھانے سے فارغ ہونے کے بعد مولانا محمد علی صاحب مونگیری نے شیروانی صاحب سے پوچھا کہ جس طرف آپ بیٹھے ہوئے تھے اس طرف اور کون کون تھا، انہوں نے چند معززین علماء کا نام لیا، مولانا محمد علی صاحب ہر ایک نام پر فرماتے جاتے تھے کہ کوئی اور بھی تھا؟ جب انہوں نے مولانا عبدالجبار صاحب غزنوی کا نام لیا تو مولانا نے فرمایا کہ ہاں اسی وجہ سے میرا دل بے اختیار اس طرف کھنچ رہا تھا۔(سوانح مولانا داود غزنوی، مرتبہ ابوبکر غزنوی طبع لاھور 1974 صفحہ 23-24)

قارئین! حضرت مولانا عبداللہ غزنوی کثیر العیال تھے اور انہوں نے اپنے کئی صاحبزادوں کو حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث کی خدمت میں کسب فیض کے لیے بھیجا اور وہ سب آسمان علم وفضل کے آفتاب و ماہتاب بنے، ان میں سے سب زیادہ قبول عام امام عبدالجبار غزنوی کو حاصل ہوا جو اپنے باپ کے جانشین بھی ہوئے، ان کے زہد وعبادت اور دینی خدمات کی ایک جھلک دکھانے کے لیے ہم ایک واقعہ بروایت ملک حسن علی جامعی بیان کرتے ہیں، ملک صاحب لکھتے ہیں:

مولانا شہاب الدین فاضل دیوبند خطیب جامع گورنمنٹ کوارٹرز چوبرجی گارڈنز لاہور نے ایک واقعہ بیان کیا کہ میں جب دیوبند میں زیر تعلیم تھا تو ایک دفعہ ایک ماہ کی رخصتوں کے لیے دارالعلوم بند ہوگیا، مہتمم دارالعلوم نے طلبہ کو اپیل کی کہ واپسی کے وقت اپنے اپنے علاقوں سے دارالعلوم کے لیے امدادی رقوم فراہم کر کے لائیں، میں امرتسر کے سٹیشن پر اتر پڑا اور رات گزارنے کے لیے غزنویوں کی مسجد میں جا ٹھہرا، رات کے دو بجے تہجد کی نماز کے لیے ایک شخص مسجد میں آیا، خشیت و خوف الٰہی کی وجہ سے اس کی آنکھوں سے آنسو مسجد کی چٹائی پر اس طرح ٹپک رہے تھے جس طرح بارش کی وجہ سے چھت سے قطرات ٹپکتے ہیں، چونکہ مسجد میں اندھیرا تھا میں نے دیا سلائی جلا کر معلوم کرنا چاہا کہ یہ کون صاحب ہیں؟ معلوم ہوا مولانا عبدالجبار غزنوی ہیں، مولانا عبدالجبار صاحب اس وقت نماز ختم کر کے مسجد سے نکل گئے تھے، صبح میں ان کی خدمت میں حاضر ہوا اور مدعا بیان کیا کہ حضرت میں دیوبند سے آیا ہوں، طالب علم ہوں، اپنے دارالعلوم کے لیے کچھ امداد کا طالب ہوں، حضرت مولانا عبدالجبار نے جمعہ کے خطبہ میں چندہ کے لیے اپیل کی، چندہ جمع ہوا اور میرے حوالے کیا۔

(سوانح مولانا داود غزنوی، مرتبہ ابوبکر غزنوی صفحہ 112:)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ امام عبدالجبار غزنوی کی عالی نفسی اور غیر متعصب طبیعت سے دارالعلوم دیوبند بھی فیض یاب ہوا اور ذیل سے معلوم ہوگا کہ ان کے چشمہ فیض سے علماء احناف بھی فیض یاب ہو رہے ہیں:

لاہور میں احناف کے مشہور ترین مدرسہ جامعہ اشرفیہ کے بانی مفتی محمد حسن امام عبدالجبار کے شاگرد تھے، اور جو لوگ مفتی صاحب کے شاگرد اور شاگرد در شاگرد ہوں گے امام عبدالجبار ان کے دادا اور پڑدادا استاد ہوں گے (اور چونکہ امام عبدالجبار کے شاگردوں کے دادا استاد بنتے ہیں شاید اسی وجہ کی باعث سید نذیر حسین صاحب کو وقت کا شیخ الکل بھی کہا گیا ہے۔) ان مفتی محمد حسن کے صاحبزادے حافظ عبدالرحمٰن صاحب پروفیسر خالد بزمی کو ایک انٹرویو میں فرماتے

ہیں حضرت مفتی محمد حسن صاحب حضرت مولانا داوٗد غزنوی کے والد گرامی حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی کے شاگرد تھے، مفتی صاحب ایک زمانے میں ہزارہ میں اپنے ایک استاد مولانا محمد معصوم صاحب سے پڑھتے تھے، کچھ عرصہ بعد حضرت مولانا عبدالجبار غزنوی نے مولانا محمد معصوم کو مدرس کی حیثیت سے اپنے مدرسہ غزنویہ میں بلا لیا، مفتی صاحب اپنے پہلے استاد مولانا محمد معصوم کے ساتھ ہی اس مدرسے میں چلے آئے ، یہاں انہیں مولانا عبدالجبار غزنوی سے پڑھنے کا موقع ملا اور انہوں نے دورہ حدیث کی تکمیل یہیں کی ، یہاں مولانا داوٗد غزنوی اور مفتی محمد حسن صاحب دونوں ہم درس تھے۔

(سوانح مولانا داود غزنوی مرتبہ ابوبکر غزنوی صفحہ 189-190:)

قارئین! امام عبدالجبار کا مقام تحریک ختم نبوت میں بہت ارفع ہے، آپ فروری 1891ء ہی سے مرزا غلام احمد کے مقابل سرگرم عمل ہو گئے تھے، جیسا کہ مرزا صاحب کے اس خط سے ظاہر ہوتا ہے جو ہم اس مضمون کی پہلی قسط میں درج کر چکے ہیں، جب مولانا عبدالحق نے مرزا کو مباہلے کا چیلنج کیا تو اس وقت بھی مرزا کا یہی خیال تھا کہ یہ چیلنج امام عبدالجبار صاحب ہی کی سرپرستی میں دیا گیا ہے، آپ کا اسم گرامی ان مفتیان کرام میں بھی شامل ہے جنہوں نے 1892ء میں مرزا کے خلاف متفقہ فتوی تکفیر دیا تھا اور مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتب میں جا بجا آپ کا ذکر کرتے رہے ہیں، بطور مثال ان کی ایک عبارت ملاحظہ فرمالیجیے۔

اے گمراہ عبدالجبار نام تو خدا کے قہر سے کیوں نہیں ڈرتا، کیا تو گھن دار داڑھی کے ساتھ تکبر کرتا ہے، یا تیرا مشیخیت پر ناز ہے، کیا تو اپنے تئیں عورتوں کی طرح چھپاتا ہے اور اپنے جرو کو ہمارے پر چھوڑتا ہے کیا اس مکر کے ساتھ لوگ تیری شان بلند خیال کریں گے، یا تیری معرفت بہت خیال کی جائے گی ، ہر گز نہیں ، بلکہ وہ تیری ذلت کا موجب ہے اور تیرے خسران کا سبب ہے۔ اپنے تئیں تو بہت نیک آدمیوں میں سے خیال کرتا ہے اور بد بختوں کے طریق پر چلتا ہے، فاسقوں کی طرح تو زندگی بسر کرتا ہے، اے گمراہ یہ وقت توبہ کا ہے، تیرا دل زنگ پکڑ گیا، تیرے عملوں اور تیرے مال نے تجھے ہلاک کیا، یہاں تک کہ تیرے تکبر نے تیری شکل کو بدل ڈالا اور تیری باطنی پلیدی نے تیری صورت

کو متغیر کر دیا، تو ایک بھیڑیا ہے، نہ انسان کی قسم اور شریروں میں سے ہے۔

(روحانی خزائن جلد 12 حجۃ اللہ صفحہ 202-203:)

ایک اور عبارت سے اقتباسات بھی ملاحظہ فرما لیجیے جس میں مرزا صاحب نے امام عبدالجبار اور مولانا عبدالحق غزنوی یعنی دونوں کا ذکر کیا ہے، لکھتے ہیں:

عبدالحق و عبدالجبار غزنویان وغیرہ مخالف مولویوں نے بھی وہ نجاست دکھائی، اے بدذات یہودی صفت (عبدالحق) اے خبیث تو کب تک جئے گا، رئیس الدجالین عبدالحق غزنوی اور اس کا تمام گروہ علیھم نعال لعن الله الف الف مره (ان پر دس لاکھ مرتبہ خدا کی لعنتوں کے جوتے پڑیں)۔ اے نادانو! آنکھوں کے اندھو، مولویت کو بدنام کرنے والو، یہودیوں کے لیے خدا نے اس گدھے کی مثال لکھی ہے جس پر کتابیں لدی ہوں، مگر یہ (غزنوی) خالی گدھے ہیں۔ اے کسی جنگل کے وحشی (عبدالحق) اے بدذات خبیث، اے بدبخت مفتریو، یہ جاہل اور وحشی فرقہ (غزنویاں) اب تک کیوں شرم و حیا سے کام نہیں لیتا، کیا اب تک عبدالحق کا منہ کالا نہیں ہوا، کیا اب تک غزنویوں کی جماعت پر لعنت نہیں پڑی، بے شک خدا نے ان لوگوں کو ذلت کی روسیاہی کے اندر غرق کر دیا۔ عبدالحق غزنوی اور عبدالجبار جو اپنی شرارت اور خباثت سے تکفیر اور گالیوں پر زور دے رہے ہیں، اب عبدالحق غزنوی کو کچھ کھا کر مر جانا چاہیے۔

(روحانی خزائن جلد 11 انجام آتھم صفحہ 329-344:)

چلتے چلتے یہ بھی ملاحظہ فرما لیجیے، مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

عبدالحق غزنوی ایک چوہا ہے، شیروں کو اپنے سوراخ میں آواز سے ڈراتا ہے۔ شیطان نے اس کی آنکھ پر مارا پس آنکھ نکال دی اور وہ مرغی کی طرح آواز کر رہا ہے۔ ظالموں کے طریق پر چلتا ہے، اس کو غزنویوں میں سے ایک اور شیطان نے سکھایا ہے (امام عبدالجبار کی طرف اشارہ ہے) تو نے مجھے دکھ دیا، پس خدا تجھے ہلاک کرے تو نے مجھ سے دشمنی کی پس خدا تجھے تباہ کرے، تو نے کوئی دقیقہ گالی اور ایذا کا اٹھا نہیں رکھا تو مجھ کو دکھ دیا پس اس امر کو انتہا تک پہنچا دیا، اے غزنی کے

بندر آتھم کہاں ہے، اس کے قبیلہ سے پوچھ، مگر تو کتوں کی طرح تھا، کیا تو وہی نہیں جس کو میں زمانہ قدیم سے جانتا ہوں، فطرت کا غبی، دل کا سفیہہ، بہت بک بک کرنے والا، اے احمقوں کے فضلے، پس ہمیں بتلا کہ کب تو پانی میں سے نکلا۔ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مر جاتا ہے، تو نے بدکار عورتوں کی طرح اپنی زبان دراز کی، اے دیو تو نے اپنے پر ظلم کیا۔ تو خنزیر کی طرح حملہ کرتا ہے اور گدھوں کی طرح آواز دیتا ہے، تو نے بدکار عورت کی طرح رقص کیا۔ میں تمہیں بھیڑیئے کی طرح دیکھتا ہوں یا کتے کی طرح حملہ میں، اور تمہارا کلام گدھے کے آواز سے مشابہ ہے، میں نے بہت لیئم دیکھے مگر میں نے تیرے جیسا بدخو کوئی نہیں دیکھا۔

(روحانی خزائن جلد 12 حجۃ اللہ 9 صفحہ 174-240:)

قارئین! آگے بڑھنے سے قبل یہ بات سمجھ لیجیے کہ درج بالا عبارت میں مرزا صاحب نے مولانا عبدالحق غزنوی کو مخاطب کر کے لکھا، مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے اور کاذب جھوٹ کے زہر سے مر جاتا ہے، یہ عبارت 1897ء کی ہے، مولانا عبدالحق اس کے بیس سال بعد فوت ہوئے اور مرزا صاحب گیارہ سال بعد، کاذب اور مفتری کون ہوا؟ پہلے مرنے والا یا بعد میں مرنے والا؟

قارئین! معلوم ہے آپ کو کہ مرزا صاحب کا ذہن کیوں بگڑا ہوا تھا، اس لیے کہ غزنویوں نے نہ صرف ان سے مباہلہ کر رکھا تھا بلکہ ایسے ایسے چیلنج بھی دے رکھے تھے جنہیں صرف وہی شخص منظور کر سکتا تھا جو روحانیت کے اعلیٰ مدارج پر فائز ہو، مرزا صاحب جس طرح کی شخصیت تھے ان کے بس سے معاملہ باہر تھا، اس لیے وہ اپنے دل کا غبار ایسی عبارتوں کی صورت میں نکال لیا کرتے تھے جن چیلنجوں کا میں نے ابھی ذکر کیا وہ اس اشتہار میں دیے گئے تھے جو 1897ء میں حضرت مولانا عبدالحق غزنوی نے ضرب النعال علی وجه الدجال کے عنوان سے شائع کیا تھا، مرزا صاحب کو جب یہ اشتہار موصول ہوا تو انہوں نے ذب المفترین کے عنوان سے اس پر تبصرہ فرمایا جو ان کی کتاب حجۃ اللہ میں شامل ہے جو 24 ذی الحجہ 1314 کو شائع ہوئی، اس تبصرے میں مرزا صاحب نے مولانا غزنوی کے اشتہار سے اقتباسات نقل کیے ہیں جن سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عبدالحق صاحب نے مرزا صاحب کو کہا تھا کہ

چلو ہم دونوں پانی میں قدم رکھیں جو جھوٹا ہوگا ڈوب جائے گا، اور سچے کے لیے خدا تعالیٰ پانی پر راستہ بنا دے گا، یا آؤ دونوں جلتی آگ میں داخل ہو جائیں جو جھوٹا ہوگا جل جائے گا اور سچے کے لیے آگ گلزار بن جائے گی یا آؤ ہم دونوں ایک مہینہ تک کسی کوٹھڑی میں بند ہو جائیں جو جھوٹا ہوگا بھوک سے مر جائے گا اور سچے کو خدا تعالیٰ غیب سے رزق مہیا کر کے زندہ رکھے گا

(دیکھئے روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 153 اور 220)

اس چیلنج پر مرزا غلام احمد کی بے بسی دیکھنے کے قابل ہے، انہوں نے سو صفحات سے زائد عربی اور اردو نظم ونثر میں سیاہ کر دیے۔ جس میں مولانا عبدالحق غزنوی اور امام عبدالجبار غزنوی کو برا بھلا کہنے میں تو کوئی کسر نہیں چھوڑی (جس کا نمونہ قارئین ملاحظہ فرما چکے ہیں) لیکن ان کے قلم سے ایک بھی ایسی سطر نہیں نکل سکی جس میں کہا گیا ہو کہ مجھے یہ چیلنج منظور ہے، مقام اور وقت کا تعین کر کے مجھے اطلاع دے دی جائے، میں پہنچ جاؤں گا۔

قارئین! آج کی نشست ختم کرنے سے پہلے ہم ایک نئی تحقیق کی جانب آپ کی توجہ مبذول کرانا چاہتے ہیں جو ایک معاصر اہل علم نے حال ہی میں مولانا عبداللہ غزنوی کے بارے میں پیش فرمائی ہے، محترم معاصر نے لکھا ہے:

حضرت گنگوہی ہوں یا مولانا نذیر حسین دہلوی حضرت نانوتوی ہوں یا مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبداللہ غزنوی ہوں یا حضرت تھانوی سب کا یہی فتوی رہا کہ مرزا غلام احمد کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں رہا، اس فتوی تکفیر کے بعد نہ حضرت گنگوہی نے اپنی رائے بدلی نہ مولانا نذیر حسین صاحب نے، نہ مولانا یعقوب نانوتوی نے، نہ مولانا عبداللہ صاحب غزنوی نے۔

اس تحریر سے معلوم ہوتا ہے کہ مکرم معاصر یہ کہنا چاہتے ہیں کہ جس طرح باقی مذکورہ علماء نے مرزا غلام احمد کے کفر کا فتوی دیا تھا حضرت مولانا عبداللہ غزنوی نے بھی تکفیر مرزا کا فتوی دیا تھا، جس سے انہوں نے بعد میں رجوع بھی نہیں کیا، ہم مکرم معاصر سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس فتوی تکفیر کو سامنے لائیں جو ان کی تحقیق کے مطابق مولانا عبداللہ غزنوی نے مرزا غلام احمد کی تکفیر کے بارے میں دیا تھا، نیز بتائیں کہ وہ فتوی کب دیا گیا اور کہاں شائع ہوا تھا۔ (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم مارچ ۱۹۹۷ء ص ۱۳۔۱۷)

ہمیں کسی نئے مباہلے کی ضرورت نہیں

پاکستان نے قادیانیوں کا ناطقہ بند کیا تو وہ اپنے پیشوا سمیت برطانیہ میں آ بسے یہاں اسلام آباد نامی بستی بھی قائم کی مگر ان کو وہ شہرت عام حاصل نہ ہو سکی جس کے وہ طلب گار تھے، چنانچہ عوام الناس کو اپنے وجود کا احساس دلانے اور چھیڑ جاری رکھنے کی غرض سے کبھی کبھار ان کی جانب سے ایسے بیانات شائع ہوتے رہتے ہیں جن کے جوابات علماء حق کی جانب سے متعدد بار دیئے جا چکے ہیں۔

اسی طرز کا ایک بیان سابقہ روزنامہ نیشن میں بھی رشید احمد چوہدری کی جانب سے شائع ہوا تھا جس کا مدلل جواب روزنامہ نیشن ہی میں برائے اشاعت ہمارے فاضل دوست ڈاکٹر بہاء الدین صاحب کی جانب سے ارسال کر دیا گیا اور اس کے بعد ادھر سے اصرار اور ادھر سے ہزار وعدوں کے باوجود یہ بات اشاعت سے محروم ہی رکھا گیا، واللہ اعلم باسرارہ۔ بالآخر اس مضمون کی افادیت نے ہمیں مجبور کر دیا کہ اس کو کم از کم قارئین صراط مستقیم کو ہدیہ کر دیا جائے۔ (ادارہ ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)

قادیانیوں کے ترجمان رشید احمد چوہدری صاحب کا ایک بیان نیشن لندن کے 8 ستمبر 1998ء کے شمارے میں ہماری نظر سے گزرا، اس بیان میں رشید احمد صاحب نے بعض علماء کی طرف سے قادیانیوں کے موجودہ سربراہ مرزا طاہر صاحب قادیانی کو دیئے گئے مباہلے کے ایک حالیہ چیلنج پر تبصرہ کیا گیا ہے، رشید صاحب کا کہنا ہے کہ

1 ان کے مرزا طاہر صاحب 156 ممالک میں موجود احمدیوں کے سربراہ ہیں۔ موجود احمدیوں کے سربراہ ہیں، ان کو چیلنج کرنے والے علماء کا حدود اربعہ چونکہ غیر واضح ہے اس لیے ان کا یہ حق نہیں کہ وہ مرزا صاحب کو چیلنج کریں۔

۲ مرزا طاہر نے 1988ء میں مباہلہ کا چیلنج دیا تھا جس کے نتیجہ میں ایک مولوی پر قتل کی سازش کا مقدمہ درج ہوا، ایک مولوی کو بدکاری کے جرم میں قید ہوئی اور ایک مولوی ٹریفک حادثے میں ہلاک ہو گیا۔

۳ مباہلہ خدا کی عدالت میں معاملے کو لے جانے کا نام ہے کہ کون سچا ہے اور کون جھوٹا، مقام یا وقت کا تعین کر کے فریقین کا جمع ہو کر دعا کرنا ضروری نہیں، کیونکہ قرآن میں اس کا سرے سے وجود نہیں۔

۴ مرزا طاہر کا طریق مباہلہ جو قرآن وسنت پر مبنی ہے یہ ہے کہ حلفیہ تحریر لکھ کر فریق مخالف کو بھجوا دی جائے اور اخبارات میں اس کا اعلان کر کے فیصلہ خدا پر چھوڑ دیا جائے۔

۵ یہ کہ مباہلہ اس بات پر ہو کہ احمدی کلمے میں محمد رسول اللہ سے مراد غلام احمد لیتے ہیں اور احمدی آیت خاتم النبین کے منکر ہیں وغیرہ۔

رشید احمد چوہدری صاحب پر یہ واضح ہونا چاہیے کہ مرزا غلام احمد نے ہر خاص وعام کو دعوت دی تھی کہ اسے مسیح موعود اور نبی تسلیم کیا جائے، اس کے مخاطب کالے، گورے، ہندو، مسلمان، عیسائی، سکھ سبھی تھے۔اور ہر مدعو کو یہ حق تھا کہ داعی سے اس کے دعوی کا ثبوت طلب کرے، مرزے کو کوئی حق نہیں تھا کہ وہ ثبوت مانگنے والوں سے پوچھے کہ تم کس مسجد کے امام یا کس تنظیم کے سربراہ ہو، کب مندر کے پجاری یا کس ملک کے آرچ بشپ ہو، اب مرزا کلاں زندہ نہیں ہے تو اس کے خوردوں کو بھی یہ حق نہیں ہے کہ وہ ثبوت کے طلب گاروں سے ان کا حدود اربعہ دریافت کریں، اس کے جانشینوں پر یہ ذمہ داری عائد ہوتی ہے کہ وہ اپنے دادے کے مسیح موعود اور نبی ہونے کا ثبوت پیش کریں، اگر وہ یہ ذمہ داری نہیں پوری کرنا چاہتے یا کر نہیں سکتے تو جانشینی کا حق ادا نہیں کر رہے۔

رشید چوہدری صاحب کا کہنا ہے کہ ان کے مرزا طاہر نے 1988 میں علماء کو مباہلے کا چیلنج دیا تھا، مباہلہ ہوا تو نہیں لیکن چیلنج کی وجہ سے مولویوں کی ذلت کا سامنا کرنا پڑا، بھلے آدمی جب مباہلہ ہوا ہی نہیں تو کسی کی موت یا ذلت قادیانیوں کی صداقت کا ثبوت کیسے بن گئی، ویسے ہم یہ بھی بتاتے چلیں کہ (بغیر مباہلے کے) کسی کا حادثے میں مر جانا اگر اس کے مخالف کی صداقت کا ثبوت ہے تو ذرا بتاؤ کہ تمہارے حکیم الامت مولوی نوردین کا گھوڑے سے گر کر زخمی ہونا، اس مباہلے کی وجہ سے کیوں نہ سمجھا جائے جو مولانا عبدالحق

غزنوی (اہل حدیث) اور حافظ محمد یوسف (مرزائی) کے درمیان 1893ء میں مرزا غلام احمد، نور دین اور مولوی محمد احسن کے مرتد، کذاب اور دجال ہونے پر ہوا تھا۔ کیا یہ مرزائیت کے باطل اور گمراہ ہونے کا نشان نہیں تھا؟

غلام رسول چشتی بدکاری کے جرم میں قید ہوا، اپنی سزا بھگت رہا ہے، وہ اب مسلمانوں کی کسی تنظیم کا سربراہ تو ایک طرف کسی مسجد کا امام تک نہیں ہے، کوئی مسلمان اسے اپنا مقتدا اور رہنما نہیں سمجھتا، ذرا اپنے گریبان میں جھانک کر دیکھو، تم نے حکیم نور دین بھیروی کی موت کے بعد پچاس برس تک جس شخص کو اپنا خلیفہ بنائے رکھا، اس کے کرتوت کیا تھے۔ اگر تمہیں یاد نہیں رہے تو علامہ احسان الٰہی ظہیر کی کتاب مرزائیت اور اسلام، مطبوعہ ستمبر 1993ء لاہور کا صفحہ 143 سے 160 پڑھ کر اپنی یاداشت تازہ کرلو، تف ہے تم پر کہ ایسے کردار کے شخص کو تم بشیر الدین، فضل عمر، مصلح موعود اور خلیفۃ المسیح الثانی مانتے ہو۔

ایک پیر پر قتل کا مقدمہ ہوا، ہم اس کی وکالت نہیں کرتے، جس نے جو جرم کیا اس کی سزا پائے گا، ہمارا اس سے کیا لینا دینا، ذرا اپنی تاریخ بھی پڑھی ہوتی، آپ تو قاتلوں کو غازی کہہ کر ہندوستان میں بیٹھ کر پریوی کونسل تک مقدمے لڑتے رہے ہو۔

رشید صاحب کہتے ہیں کہ وقت اور مقام کا تعین کر کے فریقین کا ایک جگہ جمع ہو کر مباہلہ کرنا قرآن میں نہیں ہے، اگر بات یوں ہے تو ذرا بتایا جائے کہ مئی 1893ء میں امرتسر میں کیا ہوا تھا؟ مولانا عبدالحق غزنوی کو کس نے بذریعہ اشتہار مقام اور وقت متعین کر کے کہا تھا کہ وہاں پہنچو اور مباہلہ کرو کہ میں قادیان سے مع قبائل آیا ہوں، رشید صاحب بتائیں کہ وقت اور مقام متعین کر کے مباہلہ کرنا اگر قرآن وسنت کے مطابق نہیں ہے تو ان کے مرزے نے ایسا کیوں کہا؟ اگر یہ اقدام درست تھا تو جناب رشید چوہدری یا اس کے سربراہ مرزا طاہر کو یہ حق کہاں سے ملا کہ وہ نہ صرف اپنے نبی کے اسوہ کی مخالفت کریں بلکہ اسے قرآن وسنت کے بھی مخالف قرار دیں۔

جناب رشید صاحب کہتے ہیں کہ قرآن وسنت کے مطابق مباہلے کا طریق یہ ہے کہ معاملے کو خدا کی عدالت میں لے جائیں، خلیفہ تحریر فریق مخالف کو بھجوا دیں اور اخبارات میں اس کا اعلان کر کے فیصلہ خدا پر

چھوڑ دیں، مباہلے کا یہ طریق قرآن وسنت کے مطابق ہے یا نہیں؟ یہ الگ بہت ہے جس میں اس وقت ہم پڑنا نہیں چاہتے، آج صرف اس قدر بتانا ضروری سمجھتے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے دعا کا یہ طریق بھی آزمایا تھا، اس نے 1907 میں ایک اشتہار شائع کیا جس کا خلاصہ یہ ہے اے اللہ مولوی ثناء اللہ نے مجھے بہت ستایا ہے، وہ میرے قلعے کو منہدم کرنا چاہتا ہے اور لوگوں کو میری طرف آنے سے روکتا ہے، اس لیے میں تیری درگاہ میں دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں میں سچا فیصلہ فرما، اس فیصلے کی صورت یہ ہے کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے اس کو سچے کی زندگی میں فوت کردے۔

مرزا کلاں نے یہ اشتہار 15 اپریل 1907ء کو شائع کر کے مولانا ثناء اللہ امرتسری کو اس درخواست کے ساتھ بھیجا تھا کہ وہ اسے اپنے اخبار اہل حدیث میں شائع کر دیں، مولانا نے اسے اہل حدیث میں شائع فرما دیا، یاد رہے کہ یہ مباہلہ نہیں تھا، یکطرفہ دعا تھی جسے مرزا صاحب نے خدا کے ہاں رجسٹری بھی کروایا اور اس کے جواب میں اجیب دعوة الداع کا الہام ہوا اور اس دعا کا جو نتیجہ برآمد ہوا وہ دنیا جانتی ہے۔

رشید صاحب! آخری فیصلے کو تمہارے بڑے میاں نے اپنا معیار بنا کر شائع کیا اپنا صدق وکذب اس پر موقوف رکھا، جس کے صاف معنی یہ ہیں کہ اس کے طے ہونے سے تمام مباحث کا طے ہونا تمہاری بانی سلسلہ احمدیہ نے تسلیم کیا ہے، تم کیسے احمدی ہو کہ اپنے ہی گورو کے طریق فیصلہ سے منہ پھیرتے ہو، کیا تمہیں معلوم نہیں کہ مرزا صاحب 1908ء میں اس دنیا سے منہ موڑ گئے تھے جبکہ مولانا ثناء اللہ 1948ء تک حیات رہے۔ اور رشید صاحب یہ باتیں فروعی ہیں کہ مرزائی کلمہ کس نیت سے پڑھتے ہیں اور آیت خاتم النبین کو مانتے ہیں یا نہیں۔ ان باتوں پر مباہلے کی دعوت خلط مبحث اور کھلونوں سے بہلانے کے مترادف ہے، مکر وفریب کے ڈرامے کا مرکزی کردار مرزا غلام احمد ہے جس نے خود کو مسیح موعود اور نبی قرار دیا، جب تم نے اسے سچا مان لیا تو تمہاری حیثیت اس کے متبعین کی ہے۔

آپ کے عقائد کے درست ونادرست ہونے کا سوال تو اس وقت پیدا ہوگا جب یہ ثابت ہو جائے کہ وہ شخص جس کے آپ پیرو ہو وہ اپنی دعاوی میں سچا تھا، اس کے دعاوی ہی کا ثبوت اس سے طلب کیا جاتا تھا اور یہی ثبوت اس کے جانشینوں سے مانگا جا رہا ہے، مرزا طاہر جانشین ہیں، وہ سامنے آئیں، آپ کو چلمن بنا کر مت

چھپیں، ہاں اگر ان کے پاؤں میں مہندی لگی ہوئی ہے تو صاف بتا دیں، شائقین جمال یعنی ان سے مباہلے کے طلب گار علماء یقیناً مہندی کے سوکھنے کا انتظار فرمالیں گے۔

جہاں تک ہمارا تعلق ہے ہمیں تو کسی نئے مباہلے کی ضرورت نہیں ہے، تاریخ نے صدق و کذب کا فیصلہ مولوی عبدالحق غزنوی کے ان مباہلوں کی صورت میں جو انھوں نے حافظ محمد یوسف اور مرزا غلام احمد سے 1893ء میں کیے تھے اور اس دعا کے نتیجے کی صورت میں کر دیا ہوا ہے جو مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ کے بالمقابل 1907ء میں کی تھی۔ ہاں اگر ہمارے ساتھ کسی بحث کا سلسلہ شروع کرنا چاہتے ہیں تو مرزا طاہر صاحب درج ذیل امور پر خود یا اپنے سیکرٹری کے ذریعے اپنی رائے کا اظہار فرمائیں:

1893 میں مولانا عبدالحق غزنوی اور حافظ محمد یوسف کے درمیان کس بات پر مباہلہ ہوا تھا؟ اور اس مباہلے کا کیا نتیجہ برآمد ہوا؟

1893 میں مولانا عبدالحق غزنوی اور مرزا غلام احمد کے درمیان کس بات پر مباہلہ ہوا تھا؟ اس مباہلے کے لیے مقام اور وقت کس نے طے کیا تھا؟

کیا مرزا غلام احمد نے یہ کہا ہے کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے جھوٹا سچے کی زندگی میں مر جاتا ہے؟ اس مباہلے کے فریقین میں سے کون کب مرا؟

1907 میں مرزا غلام احمد نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلے کا اشتہار شائع کیا تھا یا نہیں؟

اخبار بدر کے اپریل 1907ء کے ایک شمارہ میں مرزا غلام احمد کا یہ فرمان موجود ہے کہ نہیں کہ ہم نے جب ثناء اللہ کے لیے بددعا کی تو یہ الہام ہوا۔ اجیب دعوۃ الداع۔

کیا تمہارے ایک پیش رو نے جیسا کہ تشحیذ الاذہان میں موجود ہے یہ نہیں کہا کہ حضرت اقدس (مرزا) نے ثناء اللہ کی نسبت دعا کی اور خدا نے ان کو اس کی ہلاکت کی خبر دی تو وہ ایک وعید کی پیشگوئی ہو گئی۔، جناب مرزا طاہر احمد قادیانی کی رائے سامنے آنے پر ہم اپنی گزارشات پیش کریں گے، ان شاء اللہ۔

....

بٹالوی رجوع بارے قادیانی پیشگوئی

(۱۷)

آج کی نشست میں ہم مرزا غلام احمد کی ان خوابوں اور پیش گوئیوں کا ذکر کرنا چاہتے ہیں جن میں کہا گیا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی قادیانیت کی تردید ترک کر کے خود قادیانی ہو جائیں گے۔لیکن قبل اس کے کہ ہم اصل موضوع کو چھیڑیں ہم آپ کو ایک خواب سناتے ہیں جو مرزا صاحب کے بارے میں ان کے ایک معاصر نے دیکھا تھا۔اس خواب کو خود مرزا صاحب نے اپنی کتاب تحفہ گولڑویہ میں محفوظ کر دیا ہے، ہم اسے اسی کتاب سے مرزا صاحب قادیانی کی زبانی نقل کرتے ہیں، لکھا ہے:

> ایک بزرگ اپنے ایک واجب التعظیم مرشد کی ایک خواب جس کو اس زمانہ کا قطب الاقطاب اور امام الابدال خیال کرتے ہیں یہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے پیغمبر خدا کو خواب میں دیکھا اور آپ ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ارد گرد تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان گویا بڑی تعظیم کے ساتھ کرسیوں پر بٹھائے گئے تھے، اور تب یہ شخص جو مسیح موعود کہلاتا ہے، آنحضرت ﷺ کے سامنے آ کھڑا ہوا جو نہایت کریہہ شکل اور میلے کچیلے کپڑوں میں تھا۔آپ ﷺ نے فرمایا یہ کون ہے؟ تب ایک عالم ربانی اٹھا اور اس نے عرض کیا کہ یا حضرت! یہی شخص مسیح موعود ہونے کا دعوی کرتا ہے۔، آپ ﷺ نے فرمایا یہ تو دجال ہے۔، تب آپ ﷺ کے فرمانے سے اسی وقت اس کے سر پر جوتے لگنے شروع ہو گئے جن کا کچھ حساب اور اندازہ نہ رہا۔اور آپ ﷺ نے ان تمام علمائے پنجاب اور ہندوستان کی بہت تعریف کی جنہوں نے اس شخص کو کافر اور دجال ٹھہرایا اور آپ ﷺ بار بار پیار کرتے تھے اور کہتے تھے کہ یہ میرے علماء ربانی ہیں جن کے وجود سے مجھے فخر ہے۔

(روحانی خزائن تحفہ گولڑویہ جلد 17 صفحہ 117)

اس کے بعد مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اس جگہ کرسی نشینی کی ترتیب کا کچھ ذکر نہیں کیا، مگر میں گمان کرتا ہوں کہ اس کی ترتیب شائد یہ ہوگی کہ وہ غیر مرئی نورانی وجود جس نے اپنے تئیں اپنی قدیم طاقت کی وجہ سے خواب میں ظاہر کیا تھا کہ میں محمد ﷺ ہوں، جو ایک سونے کے تخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس کے اس سونے کے تخت کے قریب مولوی ابو سعید محمد حسین صاحب بٹالوی کی کرسی ہوگی، ساتھ ہی میاں عبدالحق غزنوی کی، اس کے پہلو پر مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کی اور اس کرسی سے ملی ہوئی ایک اور کرسی جس پر زینت بخش مولوی عبدالواحد صاحب غزنوی تھے اور کچھ فاصلہ سے مولوی رسل بابا امرتسری کی کرسی تھی اور ان دونوں کرسیوں کے درمیان ایک اور کرسی تھی جس کا اندر سے کچھ اور رنگ تھا اور باہر سے کچھ اور، تھوڑی سی تحریک کے ساتھ ہل بھی جاتی تھی، اور کچھ ٹوٹی ہوئی بھی تھی، یہ کرسی مولوی احمد اللہ امرتسری کی تھی۔ اور اس کرسی کے ساتھ ایک چھوٹی سی بنچ پر میاں چٹو لاہوری بیٹھے ہوئے تھے جو اس دربار کے شریک تھے۔ اور مولوی محمد حسین بٹالوی کی کرسی کے پاس ایک اور کرسی تھی جس پر ایک بڈھا نود سالہ بیٹھا ہوا تھا جس کو لوگ نذیر حسین کہتے تھے۔ اس کی کرسی نے مولوی محمد حسین بٹالوی کو ایک بچہ کی طرف اپنی گود میں لیا ہوا تھا۔ پھر اس کے بعد مولوی محمد اور مولوی عبدالعزیز لدھیانوی کی کرسیاں تھیں، جن کے اندر سے بڑے زور کے ساتھ آواز آرہی تھی کہ یہ پنجاب کے تمام مولویوں سے تکفیر میں بڑے بہادر ہیں اور پیغمبر صاحب ﷺ اس آواز سے بڑے خوش ہو رہے تھے اور بار بار پیار سے ان کے ہاتھ نیز مولوی محمد حسین کے ہاتھ چوم کر کہہ رہے تھے کہ یہ ہاتھ مجھے بڑے پیارے معلوم ہوتے ہیں۔

پھر آگے چل کر ایک اور کرسی تھی اور اس پر ایک اور مولوی صاحب کچھ چھپ کر بیٹھے ہوئے تھے اور آواز آرہی تھی کہ یہی ہیں خلیفہ شیخ بٹالوی محمد حسن لدھیانوی اور ساتھ ان کے ایک اور کرسی تھی اور لوگ کہتے تھے کہ یہ مولوی واعظ محمود شاہ کی کرسی ہے جو کسی قدر مولوی محمد حسین کے ساتھ

بچھائی گئی۔اور سب سے پیچھے ایک نابینا وزیرآبادی تھا جس کو عبدالمنان کہتے تھے اوراس کرسی سے انا المکفر کی زور کے ساتھ آواز آرہی تھی۔غرض یہ خواب ہے جس میں ان تمام کرسی نشین مولوی صاحبوں کا ذکر ہے،مگر یہ کرسیوں کی ترتیب میری طرف سے ہے۔

(روحانی خزائن۔تحفہ گولڑویہ جلد 17 صفحہ 177-178:)

ہم نے اس خواب کا اس لیے ذکر کیا کہ اس خواب میں جو کسی حنفی بزرگ کو آیا ہوگا (کیونکہ امام الابدال اورقطب الاقطاب جیسے القاب ومراتب احناف ہی میں استعمال ہوتے ہیں)ان علماء کے نام ملتے ہیں جو تحفہ گولڑویہ کی تصنیف کے وقت تک تحریک ختم نبوت میں اپنی خدمات کے باعث شہرت حاصل کر چکے تھے۔اور آپ اس فہرست پر پھر نظر ڈال لیں تو معلوم ہوجائے گا کہ نہ صرف ان میں اکثریت اہل حدیث کی ہے بلکہ اس میں معروف علماء بریلی یا علماء دیوبند مثل مولانا احمد رضا خان،مولانا محمود حسن،مولانا اشرف علی تھانوی اورمولانا انورشاہ وغیرھم کے اسماء گرامی نہیں ملتے۔جس سے محسوس ہوتا ہے کہ انیسویں صدی کے آخری سالوں تک ابھی ان علماء کی کوئی ایسی خدمات سامنےنہیں آئی تھیں کہ تحریک ختم نبوت میں انہیں کوئی نمایاں مقام دیا جاسکتا۔

مرزا صاحب نے اس خواب کو بیان کرتے ہوئے ایک اور بات کی وضاحت بھی کردی ہے۔یعنی بتا دیا ہے کہ تحریک میں کون کس قدر سرگرم تھا اوراس کے مخالفین میں کون کس مقام ومرتبے کا حامل تھا۔، یہ بات مرزا صاحب نے علماء کی کرسیوں کی ترتیب سے ظاہر کردی ہے جواس نے خود دی ہے۔،یعنی جس کو حضور اقدس ﷺ کی بارگاہ میں آپ کے زیادہ قریب جگہ نصیب ہوئی ہے،مرزا صاحب کے خلاف تحریک میں اس کا مقام اسی قدر اونچا ہے،اس وضاحت کے بعد آپ کرسیوں کی ترتیب دوبارہ ملاحظہ فرمالیجیے۔

اب ہم آج کے اصل موضوع کی جانب آجاتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کا کہنا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہوجائیں گے،اس سلسلے میں انہوں نے متعدد مرتبہ پیش گوئی فرمائی جس کی تفصیل مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری صاحب نے رئیس قادیان کے صفحات 131-133 پر بیان کی ہے،ہم یہ روئیداد جناب دلاوری کی کتاب اورخود مرزا غلام احمد کی تصنیفات

سے اخذ کر کے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں، کیونکہ اس کا آغاز 1893ء ہی سے ہوتا ہے جس کے واقعات ان دنوں ہم بیان کر رہے ہیں۔

مئی 1893ء میں مرزا غلام احمد قادیانی نے ایک اشتہار بعنوان

شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ایک پیش گوئی

شائع فرمایا۔ یہ اشتہار ان کے ایک خواب کی بنیاد پر شائع کیا گیا تھا، جس کے مطابق مولانا محمد حسین بٹالوی (معاذ اللہ) ارتداد اختیار کر کے مرزائی ہو گئے تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا:

شیخ محمد حسین ابو سعید کی آج کل ایک نازک حالت ہے، یہ شخص اس عاجز کو کافر سمجھتا ہے، اپنے بوڑھے استاد نذیر حسین دہلوی کو بھی اس نے اسی بلا میں ڈال دیا ہے، سبحان اللہ کافر ٹھہرانے کے لیے اس بے چارے نے کیا کچھ افترا کیے ہیں، انہیں غموں میں مر رہا ہے کہ کس طرح ایک مسلمان کو تمام خلق اللہ کافر سمجھ لے، اگر کسی کے منہ سے نکل جائے کہ میاں کیوں کلمہ گوؤں کو کافر بناتے ہو، کچھ خدا سے ڈرو، تو دیوانہ کی طرح اس کے گرد ہو جاتا ہے، اور بہت سی گالیاں اس عاجز کو نکال کر کہتا ہے وہ ضرور کافر اور سب کافروں سے بدتر ہے۔ ہم اس کے خیر خواہوں سے ملتجی ہیں کہ اس نازک وقت میں ضرور اس کے حق میں دعا کریں، اب کشتی اس کی ایک ایسے گرداب میں ہے جس سے جانبر ہونا بظاہر محال ہے،

وانی رایت ان ھذا الرجل یومن بایمانی قبل موته ورأیت کانه ترك قول التکفیر وتاب۔ وھذه رویائی وارجو ان یجعلھا ربی حقا، والسلام علی من اتبع الھدی۔

راقم خاکسار غلام احمد از قادیان ضلع گورداسپور 4 مئی 1893ء

(روحانی خزائن جلد 6 حجۃ الاسلام صفحہ 58-59:۔ مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 415-416:)

اس اشتہار میں عربی عبارت کا مفہوم یہ ہے کہ میں (مرزا) نے دیکھا کہ محمد حسین بٹالوی نے میری تکفیر ترک کر دی ہے اور یہ اپنی موت سے پہلے مجھ پر ایمان لے آئے گا، یہ میرا خواب ہے اور مجھے امید ہے کہ میرا

رب اس خواب کو سچا کریگا۔

اس خواب کے 19 ماہ مرزا صاحب کو اسی مضمون کا ایک اور خواب آیا جو تذکرہ میں 13 دسمبر 1894ء کے تحت درج ہوا ہے، اس کے مطابق مرزا صاحب کہتے ہیں:

ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ گویا میں محمد حسین بٹالوی کے مکان پر گیا ہوں اور میرے ساتھ ایک جماعت ہے اور ہم نے وہیں نماز پڑھی، جب ہم نماز سے فارغ ہوئے تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ محمد حسین ہمارے مقابل پر بیٹھا ہے اور اس وقت مجھے اسکا سیاہ رنگ معلوم ہوتا ہے اور بلکل برہنہ ہے پس مجھے شرم آئی کہ میں اس کی طرف نظر کروں۔ پس اسی حال میں وہ میرے پاس آگیا۔ میں نے اسے کہا کہ کیا وقت نہیں آیا کہ تو صلح کرے اور کیا تو چاہتا ہے کہ تجھ سے صلح کیجائے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ پس بہت نزدیک آیا اور بغلگیر ہوا۔ اور وہ اس وقت چھوٹے بچے کی طرح تھا۔ پھر میں نے کہا کہ اگر تو چاہے تو ان باتوں سے درگزر کرو جو میں نے تیرے حق میں کہیں، جن سے تجھے دکھ پہنچا، اس نے کہا میں نے درگزر کی۔ تب میں نے کہا کہ گواہ رہ کہ میں نے وہ تمام باتیں تجھے بخش دیں جو تیری زبان پر جاری ہوئیں، تیری تکفیر اور تکذیب کو میں نے معاف کیا۔ اس کے بعد ہی وہ اپنے اصلی قد پر نظر آیا اور سفید کپڑے نظر آئے۔ پھر میں نے کہا جیسا کہ میں نے خواب میں دیکھا تھا، آج وہ پورا ہوا گیا، پھر ایک آواز دینے والے نے آواز دی کہ ایک شخص جس کا نام سلطان بیگ ہے جان کندن میں ہے۔ میں نے کہا کہ اب عنقریب وہ مرجائے گا، کیونکہ مجھے خواب میں دکھلایا گیا ہے کہ اس کی موت کے دن صلح ہوگی۔

(تذکرہ چوتھا ایڈیشن صفحہ 267-268:۔ روحانی خزائن جلد 12 (سراج منیر) صفحہ 80-81)

لگتا ہے کہ ان خوابوں کے علاوہ مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو دیگر مواقع پر بھی ان کے الہام کنندہ نے بتایا تھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہوجائیں گے، جیسا کہ انہوں نے اپنی 1897ء کی تصنیف سراج منیر میں لکھا ہے:

شیخ محمد حسین بٹالوی صاحب رسالہ اشاعۃ السنۃ جو بانی مبانی تکفیر ہے اور جس کی گردن پر نذیر حسین

دہلوی کے بعد تمام منکروں کے گناہ کا بوجھ ہے اور جس کے آثار بظاہر نہایت ردی اور یاس کی حالت کے ہیں، اس کی نسبت تین مرتبہ مجھے معلوم ہوا ہے کہ وہ اپنی اس حالت پر ضلالت سے رجوع کرے گا اور پھر خدا اس کی آنکھیں کھولیگا، واللہ علی کل شی قدیر۔

(روحانی خزائن جلد12 (سراج منیر) طبع 1984 صفحہ 80)

مرزا صاحب کو اپنی ان خوابوں اور الہامات کی وجہ سے بقول مولانا دلاوری کامل وثوق تھا کہ مولانا بٹالوی کسی نہ کسی دن قادیان کے نظر فریب دام زندقہ میں پھنسیں گے، لیکن مولانا مرحوم کو مرزائیت کے استیصال میں غیر معمولی شغف تھا اور جس اولوالعزمی کے ساتھ وہ اس فتنہ کے معدوم کرنے میں کوشاں تھے اس سے مرزا قادیانی پر اس خواب کا صدق مشتبہ ہو جاتا تھا اور انہیں خیال ہوتا تھا کہ شاید یہ خواب اضغاث احلام کی قسم سے ہوگا۔ لیکن قادیانی صاحب نے اپنا یہ خواب مشتہر کر کے مولانا ممدوح کے قبول مرزائیت کی پیش گوئی کر رکھی تھی، اس لیے اس کے بعض ارادات مند کبھی کبھی مولانا بٹالوی کی مرزائیت شکن سرگرمیوں سے ملول ہو کر مرزا صاحب سے سوال کر بیٹھتے کہ حضرت والا مولوی محمد حسین کے رجوع الی الحق کے متعلق آپ کی پیش گوئی کا کب ظہور ہوگا۔، اس پر مرزا صاحب اس دفتر بے معنی کا تذکرہ بلطائف الحیل ٹال جاتے تھے۔، آخر خواب کے قریباً چار سال بعد انہوں نے مولوی محمد حسین بٹالوی کے قبول مرزائیت کی ایک مزید ارتوجیہ کی اور اپنے رسالہ استفتاء میں جو 16 مئی 1897ء کو شائع کیا لکھا:

مجھے معلوم نہیں کہ مولوی محمد حسین کا ایمان فرعون کی طرح ہوگا یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔،

مرزا صاحب کے ملفوظات میں بھی اس کی وضاحت کی گئی ہے، لکھا ہے:

ابوسعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی پیش گوئی یقیناً خدا تعالی کی طرف سے ہے۔ فرمایا (مرزا صاحب نے) اس میں کیا شک ہے، زور کے ساتھ یہ دعوی کیا گیا ہے کہ وہ رجوع کرے گا اور اللہ تعالی نے ایسا ہی مقدر کیا تھا، اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک طرح کی خود پسندی تھی۔، پس اللہ تعالٰی نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے، یہ اس کے لیے استفراغ ہے۔، براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس کا نام

فرعون رکھا گیا ہے،اس نے بھی آخر یہی کیا تھا کہ آمنت انه لا اله الا الذی اس لیے اس (محمد حسین) کے لیے بھی آمنت بالذی کا وقت مقرر ہے۔

(ملفوظات جلد 4 ربوہ 1984 صفحہ 252-253)

بقول مولانا دلاوری ان بیانات سے مرزا غلام احمد کی ہوشیاری اور موقع شناسی مترشح ہوتی تھی اور انہوں نے اپنے اور اپنے پیروؤں کے لیے یہ کہنے کی گنجائش رکھ لی تھی کہ فرعون کی طرح مرنے سے پہلے مولانا بٹالوی بھی اپنا عقیدہ تبدیل کرلیں گے لیکن مولانا دلاوری کہتے ہیں کہ وہ ذات شریف (شیطان) جس نے اپنے مطرود ہونے کے دن سے بنی آدم کو گزند پہنچانے کا عزم کر رکھا ہے اور اپنے ملہموں کو ذلت اور رسوائی کے گڑھے میں دھکیلنا اس کا دل پسند مشغلہ ہے، قطعاً گوارا نہیں کرسکتی تھی کہ حضرت مسیح موعود صاحب اور ان کی پیروکسی پیش گوئی میں منہ کی کھانے اور ذلت اٹھانے سے بچ سکیں، اس لیے اب اس نے قادیانی صاحب پر یہ القاء کرنا شروع کیا کہ محمد حسین کا ایمان سعید لوگوں کی طرح ہوگا۔ چنانچہ اس القاء کے بموجب مرزا صاحب اپنی کتاب اعجاز احمدی میں جو 15 نومبر 1902 کو شائع ہوئی، مولانا بٹالوی کے قبول مرزائیت پر کامل وثوق کا اظہار فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:

کیا میری کتاب اعجاز المسیح کی محمد حسین نے غلطیاں نکالیں؟ یہ کہاں ہوسکتا ہے اور محمد حسین کی کیا طاقت ہے، کیا وہ ہنسی کر رہا ہے؟ اگر وہ میرے پاس آئے گا تو اسے صبح ہدایت کا پیالہ پلاؤں گا۔ پس اس کو لکھنے کے لیے حاضر کر، اگر وہ لکھنے کی طاقت رکھتا ہے؟ کیا تو اس کو زندہ سمجھتا ہے اور بخدا میں اس کو اس شخص کی مثل دیکھتا ہوں جو مر کر قبر میں داخل ہوگیا۔ اگر میرا خدا چاہتا تو وہ ہدایت قبول کرتا اور اگر میرا خدا چاہتا تو وہ مجھے پہچان لیتا اور ہم اس کے ایمان سے ناامید نہیں ہوتے، بلکہ امید بہت ہے، اسی طرح خدا کی وحی خبر دے رہی ہے اور خدا کا حکم مرد راہ کو بھولتا نہیں، اس کے لیے پوشیدہ راز ہیں کہ کوئی فکر کرنے والا ان کو دیکھ نہیں سکتا، تجھ پر خدا تعالیٰ تیرے دوست محمد حسین کا مقسوم ظاہر کرے گا، سعید ہے پس روز مقدر اس کو فراموش نہیں کرے گا اور خدا کے ہاتھوں سے زندہ کیا جائے گا، اور خدا قادر ہے اور رشد کا زمانہ آئے گا اور گناہ بخش دیا جائے گا۔ پس پاکیزگی اور

طہارت کا پانی اسے پلائیں گے اور نسیم صبا خوشبو لائے گی اور معطر کر دے گی، اور میرا کلام سچا ہے اور میرے خدا کا قول ہے اور جو شخص تم میں سے کچھ زمانہ زندہ رہے گا وہ دیکھ لے گا۔

کیا تو اس سے تعجب کرے گا؟ پس کچھ تعجب نہ کر یہ خدا کا کلام ہے اور پاک وحی ہے اور میں نے اپنے ہی دل سے اٹکل سے بات نہیں کی بلکہ کشفی طور پر مجھے دکھلایا گیا اور میں اس سے حیران ہوں، کیا محمد حسین کا دل ہدایت پر آجائے گا؟ یہ کون گمان کر سکتا ہے؟ عجیب بات ہے اور خدا کے نزدیک سہل اور آسان ہے۔، تین آدمی اس کے ساتھ اور ہیں۔ایک ان میں سے الٰہی بخش اکونٹنٹ ہے۔ پس سن اور سنا دے، تیری قسم کہ ہم نے بغیر گناہ کے ان کے نیزوں کا مزہ چکھا۔ پس ہمیں یہی اچھا معلوم ہوا کہ ان کے حق میں دعا کرتے ہیں، جب وہ ذکر کیے جاتے ہیں تو میرا دل غمناک ہو جاتا ہے، کیونکہ یاد آتا ہے کہ ایک دن ہم ملاقات سے خوش ہوتے تھے۔

(اعجاز احمدی مولفہ مرزا غلام احمد صفحہ 10-51 روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 162-1623:)

مرزا صاحب یہ الہامی پیش گوئی کر کے کہ مولانا بٹالوی کا ایمان (قبول مرزائیت) فرعون کی طرح نہیں بلکہ سعید لوگوں کی طرح ہوگا خود اپنے ہی بنائے ہوئے جال میں پھنس گئے۔ مولانا کے شب و روز تردید مرزائیت میں صرف ہوتے رہے، مرزا صاحب اور ان کے مرید انگاروں پر لوٹتے رہے اور تاویلیں کرتے اور ایک دوسرے کو تسلیاں دیتے رہے، جیسا کہ مرزا صاحب کے 3 جنوری 1903ء کے ملفوظات میں :

محمد حسین اور اس کا رجوع۔

کے عنوان سے لکھا ہے:

اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے (محمد حسین) کیا سمجھیں۔ فرمایا (مرزا صاحب نے کہا) اب تو حکم حالت موجودہ پر ہی ہوگا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اس کا انسان بن جاوے، مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے۔ آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے، یہی حال اس کا ہے، سر دست تو وہ اس سلسلے کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 354:)

یہ ملفوظ ہمارے ان احباب کی آنکھیں کھول دینے کے لیے بھی کافی ہے جو یہ کہتے پھر رہے ہیں کہ مولانا بٹالوی نے 1900ء کے گردو پیش مرزائیت کی مخالفت ترک کردی تھی۔ یہ ملفوظ مرزا قادیانی اور مرزائیوں کی بے بسی کے ساتھ ساتھ اس بات کی بقول مرزا شہادت ہے کہ ہمارے احباب کے پروپیگنڈے میں حقیقت کا کوئی عنصر نہیں ہے۔ اس ملفوظ کے چار سال بعد بھی مولانا بٹالوی مرزا صاحب کے مخالف ہی تھے، جیسا مرزا صاحب نے 11 مئی 1907ء کا ایک خواب یوں بیان کیا ہے:

مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کو دیکھا کہ وہ ہمارے مکان میں ایک جگہ بیٹھے ہوئے ہیں، میں نے اپنے کسی آدمی کو کہا کہ مولوی صاحب کو خاطر داری سے کھانا کھلانا چاہیے۔ ان کو کوئی تکلیف نہ ہو۔

اس رؤیا سے معلوم ہوتا ہے واللہ اعلم کہ وہ دن نزدیک ہے کہ خدا تعالیٰ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب کو خود رہنمائی کرے کیوں کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ یہ بھی ایک الہام سے معلوم ہوا کہ خدا تعالیٰ آخر وقت میں ان کو سمجھا دے گا کہ انکار کرنا ان کی غلطی تھی اور یہ کہ میں اپنے دعویٰ مسیح موعود میں حق پر ہوں، مگر معلوم نہیں کہ آخر وقت کے کیا معنی ہیں۔

(بدر جلد 6 نمبر 20 مورخہ 16 مئی 1907 صفحہ 104 الحکم جلد 11 نمبر 17 مورخہ 17 مئی 1907 صفحہ 7۔ منقول از تذکرہ، چوتھا ایڈیشن ربوہ صفحہ 718)

اور پھر ایک مرتبہ لاچار ہوکر مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

معلوم نہیں وہ کون سی بدی تھی جس نے اس کو سلسلہ کی شناخت سے محروم رکھا، تاہم جب تک وہ زندہ ہے ہم اس پیش گوئی کی کوئی تاویل نہیں کرتے، جو اس کے متعلق ہے کہ وہ آخر رجوع کریگا۔ اس میں دوسرے مولویوں کی نسبت ایک بات تو ہے وہ یہ کہ جب کسی بات کو مان لے تو دلیری کے ساتھ اس کا اعلان کرتا ہے۔

قارئین! آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مرزا غلام احمد 1893ء سے اپنی زندگی کے آخر تک مولانا محمد حسین بٹالوی کے قبول مرزائیت کی پیش گوئیاں کرتے رہے، انہیں خواب بھی آتے رہے اور بقول ان کے وحی بھی آتی

رہی کہ مولانا مرزائی ہو جائیں گے۔ایک وحی میں تو ان سے یہ بھی کہہ دیا گیا کہ نہ صرف مولانا بٹالوی بلکہ ان کے ایک اور مخالف منشی الٰہی بخش اکاؤنٹنٹ بھی مرزائی ہو جائیں گے۔ ہم منشی الٰہی بخش کا ذکر جمیل کسی اور نشست پر اٹھا رکھتے ہیں، آج ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ کیا مرزا صاحب کی یہ الہامی پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں۔اس ضمن میں مولانا دلاوری لکھتے ہیں:

منشی الٰہی بخش قادیان شکنی میں کسی سے پیچھے نہیں رہے، کتاب عصائے موسیٰ لکھ کر قادیانی صاحب کو خوب رگیدا اور اس خوبی سے مرزائیت کے بخیئے ادھیڑے کہ اگر قادیان صاحب کا طالع سعید ہوتا تو اس کتاب کو پڑھ کر ضرور تائب ہو جاتے۔

منشی صاحب جب مرض الموت میں مبتلا ہوئے تو قادیانیوں کو فکر پڑ گیا کہ اگر وہ قبول مرزائیت کے بغیر فوت ہو گئے تو مرزا غلام احمد صاحب کی پیشین گوئی کا کیا بنے گا۔سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ 291 پر مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے:

میاں امام دین صاحب سیکھوانی نے مجھ سے بیان کیا مصنف عصائے موسیٰ (منشی الٰہی بخش) کو جب لاہور میں طاعون ہوا تو حضرت مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کے پاس یہ بات پیش ہوئی کہ حضور نے اعجاز احمدی میں لکھا ہے کہ مولوی محمد حسین اور مصنف عصائے موسیٰ رجوع کر لیں، اس پر آپ نے فرمایا ان کو مرنے دو، خدائی کلام کی تاویل بھی ہو سکتی ہے۔

غرض منشی صاحب اس دنیا سے اس حال میں رخصت ہوئے کہ وہ مرزائے قادیان کے شدید مخالف اور تحریک ختم نبوت کے سرگرم کارکن تھے، جہاں تک مولانا بٹالوی کا تعلق ہے مولانا دلاوری لکھتے ہیں کہ

تردید مرزائیت ان کا دن رات کا مشغلہ تھا اور مولانا اور منشی الٰہی بخش صاحب نے نہ صرف قبول مرزائیت سے اعراض کیا بلکہ مرزائیت کا بپتسمہ لینے کے بجائے الٹا تا خیر وقت تک مرزائیت کے جسم پر چرکے لگاتے اور الہامی صاحب کے سینہ پر مونگ دلتے رہے۔

(رئیس قادیان، صفحہ 133:)

اور مولانا کی وفات (جو 1920ء میں ہوئی) پر مرزائی اخبار الحکم کے ایڈیٹر نے جو کچھ لکھا وہ ہم قسط نمبر 14 میں درج کر چکے ہیں، پھر ملاحظہ کر لیجیے، لکھا ہے:

مولوی محمد حسین کی موت کی خبر میں نے فی الحقیقت رنج و افسوس سے پڑھی ہر چند وہ ہمارے سلسلہ کا دشمن اول تھا لیکن اس میں کوئی شبہ نہیں کہ وہ ایک زبردست عالم اور اپنے عہد کا ذی علم مناظر اور اہل قلم تھا، سلسلہ کے ساتھ ان کی مخالفت کی تاریخ ایک دلچسپ باب اور 28 سال کی ایک طویل داستان ہے۔

یہ تحریر نہ صرف اس بات کی شہادت ہے کہ مولانا بٹالوی 1891ء سے 1920ء تک مسلسل مرزائیت کے سدباب میں منہمک رہے اور انہوں نے تاعمر مرزائیت قبول نہیں کی بلکہ اس بات کی بھی شہادت ہے کہ مرزا صاحب کی دوسری بہت سی پیش گوئیوں کی طرح یہ پیش گوئی بھی غلط نکلی کہ مولانا بٹالوی رجوع کر کے مرزائی ہو جائیں گے۔

قارئین! جیسا کہ ہم نے پہلے کسی قسط میں لکھا ہے کہ محمدی بیگم سے مرزا صاحب کی شادی کی پیش گوئی کے بعد سے محترمہ محمدی بیگم کی زندگی کا ایک ایک لمحہ مرزا صاحب کے کذب کی شہادت دے رہا ہے (کیونکہ یہ پیش گوئی کبھی بھی پوری نہیں ہوئی) اسی طرح مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھی یہ شرف حاصل ہے کہ 1893ء میں مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد کہ مولانا مرزائی ہو جائیں گے، ان کی زندگی کا ایک ایک لمحہ اس بات کی شہادت دے رہا ہے کہ مرزا صاحب مفتری علی اللہ تھے، کیونکہ مولانا کبھی دائرہ مرزائیت میں داخل نہیں ہوئے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اپریل ۱۹۹۷ء ص ۲۲۔۲۵)

موسیٰ وفرعون

(۱۸)

قارئین! ہم آج آپ کو اس مضمون کی ساتویں قسط کی جانب لیے چلتے ہیں جس میں ہم نے وعدہ کیا تھا کہ کسی مناسب موقع پر ہم تحریک ختم نبوت کے موسیٰ وفرعون کے موضوع پر اپنی گذارشات پیش کریں گے، اس قسط میں ہم نے حضرت مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی کا ایک مکتوب بنام اہل اسلام شائع کیا تھا، جس میں انہوں نے الہامی طور پر مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون قرار دیا ہے، یہ خط آپ کے ملاحظہ کے لیے پھر سے پیش خدمت ہے:

بسم الله الرحمن الرحيم حامدا و مصليا۔اما بعد

ازعبدالرحمٰن محی الدین بجمیع اہل اسلام عرض یہ ہے کہ اس عاجز نے دعا کی

یا خبیراخبرنی ۔مرزا کا کیا حال ہے،

خواب میں یہ الہام ہوا.

ان فرعون و هامان و جنود هماكانوا خاطئين و ان شانئك هوالابتر۔

مرزا صاحب کی طرف سے جواب آیا کہ یہ الہام محتمل المعانی ہیں اوراس میں میرا نام نہیں اور بڑے زور سے دعویٰ کیا، میرے نام سے الہام نہ بخشا جائے گا اور ہر دو الہام مذکورہ ماہ صفر کو ہوئے تھے جب مرزا کا جواب آگیا بعدازاں ماہ صفر کو یہ الہام خواب میں ہوا: مرزا صاحب فرعون..

الحمدلله علی ذالک ۔اب مرزا کا دعویٰ بھی غلط ہوگیا اور مرزا صاحب مراد کو پہنچ گئے اور جس

وقت مجھ کو پہلا الہام ہوا تھا بیدار ہوتے ہی یہ تعبیر دل میں آئی کہ فرعون مرزا صاحب ہیں اور ہامان نور دین، مجھے اہل اسلام کی خیر خواہی کے لیے اطلاع دینی ضرور تھی۔

العبد عبدالرحمٰن محی الدین لکھوکے بقلمہ بتاریخ 21 ماہ ربیع الاول 1312ھ،

(روحانی خزائن جلد 22 صفحہ\367-368)۔

اس مکتوب میں مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی مرحوم نے مرزا غلام احمد قادیانی کو فرعون قرار دیا ہے، تاہم انہوں نے یہ ذکر نہیں کیا کہ اس فرعون کے مدمقابل موسی کون ہے لیکن جب مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی دیار حرم میں 1314ھ میں اپنے خالق حقیقی سے جا ملے تو مرزا غلام احمد نے یہ کہنا شروع کر دیا کہ لکھوی صاحب انہیں فرعون اور خود کو موسی قرار دے کر مجھ سے پہلے مر گئے ہیں، حالانکہ اگر وہ موسی تھے تو میرے بعد مرنا چاہیے تھا، یہ کیا ہوا کہ فرعون تو زندہ ہے اور موسی مر گیا، اس بات کا انہوں نے خوب پروپیگنڈہ کیا اور لکھا:

تعجب یہ کہ میں تو الہام کی رو سے فرعون ٹھہرا اور محی الدین صاحب قائم مقام موسی ہوئے، پس چاہیے تھا کہ موسی کی زندگی میں میں مر جاتا، نہ کہ موسی ہی ہلاک ہو جاتا..کیا یہ عجیب نہیں کہ جس کو انہوں نے فرعون قرار دیا تھا وہ تو اب تک زندہ ہے، بول رہا ہے۔۔۔مگر وہ جو موسی کے مشابہ اپنے تئیں سمجھتا تھا وہ کئی سال ہو گئے کہ اس دنیا سے گذر گیا اور اب اس کا زمین پر نام و نشان نہیں، یہ کیسا موسی تھا کہ فرعون کے سامنے ہی اس جہان کو چھوڑ گیا.غرض یہ الہام انکا بھی جو مباہلہ کے رنگ میں تھا انہیں پڑ پڑا اور جو معنی واقعات نے ظاہر کیے ہیں وہ یہی ہیں کہ جو پہلے ہلاک ہونے والا ہے وہی فرعون ہے..حج کرنا بھی اس کو مفید نہ ہوا، اور مکہ اور مدینہ کی راہ میں ہی فوت ہو گیا...سو چونکہ عبدالرحمٰن محی الدین نے میرے ذلیل کرنے کے لیے تمام مسلمانان پنجاب کی طرف ایک عام سرکلر جاری کیا اور کہا کہ یہ مفتری ہے، کذاب ہے، منافق ہے، کافر ہے، فرعون ہے۔۔۔سو (اس کی) اس سے زیادہ کیا ذلت ہوگی کہ وہ میری زندگی میں ہی ہلاک ہو گیا، اگر میں اس کے الہام کے مطابق فرعون تھا تو چاہیے تھا کہ میں اس کے سامنے ہلاک ہوتا، نہ کہ وہ۔

(روحانی خزائن جلد 22 حقیقۃ الوحی صفحہ 370-373)

ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب قادیانی نے یوں ارشاد فرمایا:

مولوی محی الدین صاحب کے خط میں بتصریح موجود ہے کہ انہوں نے مجھے فرعون قرار دیا ہے اور اخویم حکیم نور دین صاحب کو ہامان قرار دیا ہے، آپ موسیٰ صفات بنے ہیں، مگر تعجب کی بات یہ ہے کہ فرعون و ہامان تو اب تک زندہ ہیں اور موسیٰ اس جہان سے گزر گیا، چاہیے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لیے ہمیں ہلاک کر کے مرتے، مگر یہ کیا ہے کہ آپ ہی ہلاک ہو گئے، کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے۔

(روحانی خزائن جلد 22 حقیقۃ الوحی صفحہ 369)

مرزا صاحب قادیانی کی اس تعلّی کا جواب اس خط میں موجود ہے جس کو بنیاد بنا کر انہوں نے درج بالا عبارات لکھی ہیں کیونکہ مولانا لکھوی کے مکتوب گرامی میں کہیں اس بات کا اشارہ تک موجود نہیں ہے کہ وہ خود کو موسیٰ سمجھتے ہوں۔ خط کو ایک مرتبہ پھر پڑھ لیجیے۔ اس میں آپ کو مرزا غلام احمد کے فرعون اور حکیم نور دین کے ہامان ہونے کا ذکر تو ملتا ہے لیکن یہ کہیں ذکر نہیں ہے کہ وہ خود بمنزلہ موسیٰ ہیں اور جب انہوں نے خود کو موسیٰ قرار ہی نہیں دیا تو ان کی وفات سے وہ نتیجہ نکالنا جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے نکالا ہے، سراسر غلط ہے۔

تاہم اس بحث میں مرزا صاحب نے یہ اصول بیان فرما دیا ہے کہ جب جب کسی کے موسیٰ و فرعون ہونے کی بحث چھڑے گی فیصلہ اس بات پر ہوگا کہ پہلے کون مرا؟ ان کا کہنا یہ ہے کہ جس طرح اصل فرعون کی موت موسیٰؑ کی زندگی میں ہوئی اسی طرح ہر وہ شخص جو بمنزلہ فرعون ہوگا اس شخص کی زندگی میں مریگا جو بمنزلہ موسیٰ ہوگا، اسی لیے وہ مولانا لکھوی کی وفات کے بعد للکار للکار کر کہہ رہے ہیں کہ دیکھو وہ لاش کس کی پڑی ہوئی ہے اور یہ ادھر کون بول رہا ہے، دیکھو جو فرعون تھا (یعنی مولانا لکھوی) وہ تو مرا پڑا ہے اور ادھر میں جو بمنزلہ موسیٰ ہوں تاحال زندہ ہوں۔

قارئین! اب آیئے، مرزا غلام احمد صاحب کے اس اصول کہ موسیٰ و فرعون کی کشمکش میں فرعون پہلے مرتا ہے اور موسیٰ بعد میں، ان عبارات کو دیکھیں جن میں وہ خود کو موسیٰ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون قرار دے رہے ہیں، لکھتے ہیں:

واذ يـمـكـر بك الـذى كفر، او قدلى يا هامان لعلى اطلع الى اله موسى و انى لا ظنه من الكاذبين۔

اور وہ زمانہ یاد کر جب ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا اور اپنے رفیق ہامان کو کہے گا کہ فتنہ انگیزی کی آگ بڑھا، اس جگہ فرعون سے مراد شیخ محمد حسین بٹالوی ہے اور ہامان سے مراد نو مسلم سعد اللہ ہے..

اور پھر فرمایا کہ یہ فرعون ہلاک ہو گیا اور دونوں ہاتھ اس کے ہلاک ہو گئے، یعنی یہ شخص ذلیل کیا جائے گا۔

(روحانی خزائن جلد 11 انجام آتھم ضمیمہ صفحہ 340:)

سراج منیر میں مرزا غلام احمد صاحب لکھتے ہیں:

دوسرا فتنہ وہ ہے جو براہین احمدیہ کے صفحہ 510 میں مذکور ہے اور وہ یہ ہے: واذ يمكر بك الذى كفر...

یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مکفر تجھ سے مکر کرے گا اور تیرے ایمان سے انکاری ہے اور کہے گا کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا (یعنی تکفیر کی آگ بھڑکا، ہامان سے مراد نذیر حسین دہلوی ہے) میں چاہتا ہوں کہ موسی کے خدا پر اطلاع پاؤں، کیونکہ میں خیال کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے...

(پھر حاشیہ میں مرزا صاحب لکھتے ہیں) فرعون سے مراد محمد حسین ہے، خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ بالآخر ایمان لائے گا مگر مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان فرعون کی طرح صرف اسی قدر ہوگا کہ آمنت بالذی آمنت به بنواسرائیل یا پرہیزگار لوگوں کی طرح واللہ اعلم۔

(روحانی خزائن جلد 12 صفحہ 130 سراج منیر)

تحفہ گولڑویہ کے ضمیمہ میں مرزا غلام احمد قادیانی نے لکھا:

اور یاد کر وہ وقت جب تیرے پر ایک شخص سراسر مکر سے تکفیر کا فتوی دے گا۔ (یہ ایک پیش گوئی ہے جس میں ایک بدقسمت مولوی کی نسبت خبر دی گئی ہے جب وہ مسیح موعود کی نسبت تکفیر

کا کاغذ تیار کرے گا) اور پھر فرمایا کہ وہ اپنے بزرگ ہامان کو کہے گا کہ اس تکفیر کی بنیاد تو ڈال کہ تیرا اثر لوگوں پر بہت ہے اور تو اپنے فتوی سے سب کو افروختہ کر سکتا ہے، سو تو سب سے پہلے اس کفر نامہ پر مہر لگا تا، سب علماء بھڑک اٹھیں اور تیری مہر کو دیکھ کر وہ بھی مہریں لگا دیں اور تا میں دیکھوں کہ خدا اس شخص کے ساتھ ہے یا نہیں،

کیونکہ میں اس کو جھوٹا سمجھتا ہوں (تب اس نے مہر لگا دی) ابولہب ہلاک ہو گیا، اور اس کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گئے (ایک وہ ہاتھ جس کے ساتھ تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ پکڑا اور دوسرا وہ ہاتھ جس کے ساتھ مہر لگائی یا تکفیر نامہ لکھا) اس کو نہیں چاہیے تھا کہ اس کام میں دخل دیتا مگر ڈرتے ڈرتے اور جو تجھے رنج پہنچے گا وہ تو خدا کی طرف سے ہے، جب وہ ہامان تکفیر نامہ پر مہر لگا دے گا تو بڑا فتنہ ہو گا.. اس الہام میں خدا تعالیٰ نے استفتا لکھنے والے کا نام فرعون رکھا اور فتوی دینے والے کا نام جس نے اول فتوی دیا ہامان، پس تعجب نہیں کہ یہ اس بات کی طرف اشارہ ہو کہ ہامان اپنے کفر پر مرے گا لیکن فرعون کسی وقت جب خدا کا ارادہ ہو کہے گا امنت بالذی امنت به بنو اسرائیل.

(روحانی خزائن ضمیمہ تحفہ گولڑویہ صفحہ 64-74 جلد 17)

اور تحفہ گولڑویہ میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

آج سے بیس سال قبل براہین احمدیہ کے صفحہ 510 میں یہی آیت (تبت یدا) بطور الہام اس عاجز کے حق میں موجود ہے۔

اذ یمکر بك الذی کفر، او قد لی یاھامان لعلی اطلع علی اله موسی و انی لاظنه من الکاذبین تبت یدا ابی لھب.

یعنی یاد کر وہ زمانہ جب ایک مولوی تجھ پر کفر کا فتوی لگائے گا اور اپنے کسی حامی کو جس کا اثر لوگوں پر پڑ سکے کہے گا کہ میرے لیے اس فتنہ کی آگ بھڑکا.. یعنی جبکہ مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب نے یہ فتویٰ تکفیر لکھا اور میاں نذیر حسین دہلوی کو کہا کہ سب سے پہلے اس پر مہر لگا اور میرے کفر کی

نسبت فتوی دے دے اور تمام مسلمانوں میں میرا کافر ہونا شائع کر دے،

مولوی محمد حسین ..اول المکفرین بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔(روحانی خزائن (تحفہ گولڑویہ) جلد 17 صفحہ 215)

مرزا صاحب کے ملفوظات میں ان کا یہ فرمان موجود ہے:

محمد حسین کو فرعون کہا گیا اور نذیر حسین کو ہامان، ہامان کو ایمان نصیب نہ ہوا، اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا اور میرا استنباط ہے کہ جس طرح فرعون نے آمنت انه لا اله الا الذی آمنت به بنواسرائیل کہا تھا، ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہے گا۔محی الدین صاحب ابن عربی نے لکھا ہے کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جائے گا، یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا، شائد یہ رعایت اس کے ساتھ اس لیے ہے کہ اس نے موسی کو پالا، پرورش کیا، تعلیم دلوائی، تربیت کی۔

(قادیانی ملفوظات جلد 4 صفحہ 244-245)

اپنی کتاب نزول المسیح میں مرزا غلام احمد صاحب نے واضح طور پر خود کو موسی قرار دیا، لکھتے ہیں:

اور یاد کر وہ زمانہ جبکہ ایک شخص تجھ سے مکر کرے گا کہ جو تیری تکفیر کا بانی ہوگا اور اقرار کے بعد منکر ہو جائے گا (یعنی مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی) اور وہ اپنے رفیق کو کہے گا (یعنی مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی کو) کہ اے ہامان میرے لیے آگ بھڑکا، یعنی کافر بنانے کے لیے فتوی دے، میں چاہتا ہوں کہ موسی کے خدا کی تفتیش کروں اور میں گمان کرتا ہوں کہ وہ جھوٹا ہے، اس جگہ خدا تعالیٰ نے میرا نام موسی رکھا تا کہ اس بات کی طرف اشارہ کرے کہ جس نظر سے یعنی نہایت تحقیر اور استخفاف سے فرعون نے موسی کو دیکھا تھا اور کہتا تھا کہ یہ میرا ہی پرورش یافتہ ہے اور میں ہی اسکو ہلاک کروں گا اور نیز اس فتح کی طرف اشارہ ہے جو مقدر تھا کہ مجھے موسی کی مانند فرعون پر حالت ؟؟ ہوگی۔(روحانی خزائن (نزول المسیح) جلد 18 صفحہ 530)

ان عبارات میں خود کو موسیٰ اور مولانا محمد حسین بٹالوی کو فرعون قرار دے کر ہوا یہ کہ مرزا صاحب خود 1908ء میں چل بسے جبکہ مولانا بٹالوی ان کے بعد ایک عشرہ سے زائد زندہ رہے۔ اس تاریخی حقیقت کی روشنی میں آپ مرزا صاحب کی وہ عبارات دوبارہ ملاحظہ فرمائیں جو انہوں نے مولانا لکھوی کی وفات کے بعد بڑے طمطراق سے لکھی تھیں کہ دیکھو کون مرا پڑا ہے؟ اور کون زندہ ہے؟ مولانا لکھوی نے تو خود کو کبھی موسیٰ قرار ہی نہیں دیا جبکہ مرزا صاحب نے واضح طور پر خود کو موسیٰ قرار دیا اور مولانا بٹالوی کو فرعون۔ اب اگر مرزا صاحب خود اپنے الہام کے مطابق موسیٰ تھے اور مولانا محمد حسین بٹالوی فرعون تھے تو چاہیے تھا کہ الہامی تشبیہ کو پورا کرنے کے لیے مرزا صاحب، مولانا محمد حسین بٹالوی کی وفات کے بعد مرتے، مگر یہ کیا کہ محمد حسین بٹالوی صاحب زندہ تھے اور مرزا غلام احمد صاحب خود ہی ہلاک ہو گئے، ہم مرزا صاحب کے اپنے الفاظ میں پوچھتے ہیں کہ کیا کوئی اس کا جواب دے سکتا ہے؟

دراصل مرزا صاحب کے الہامات کہ وہ بمنزلہ موسیٰ اور مولانا بٹالوی فرعون ہیں خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھے، اگر وہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتے تو مرزا صاحب خود اپنے وضع کردہ اصول کے مطابق بعد میں مرتے اور مولانا پہلے، مرزا صاحب پہلے مر کر نہ صرف یہ ثابت کر گئے کہ ان کا الہام کنندہ اللہ کے سوا کوئی اور ہے بلکہ یہ بھی ثابت کر گئے کہ وہ خود فرعون تھے اور مولانا بٹالوی بمنزلہ موسیٰ۔

جہاں تک مولانا لکھوی کا تعلق ہے، ہم بتا چکے ہیں کہ انہوں نے کبھی خود کو بمنزلہ موسیٰ قرار دیا نہیں بلکہ وہ اپنے فرمان میں جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بھیجا تھا اس جانب اشارہ کر چکے تھے کہ وہ مولانا بٹالوی ہی کو بمنزلہ موسیٰ سمجھتے ہیں جیسا کہ مولانا بٹالوی لکھتے ہیں:

> آپ (مولانا لکھوی) نے خاکسار کو یہ فرمایا کہ میں نے ان لوگوں کے مقابلہ میں تیرے قائم دائم رہنے کی بابت خدا تعالیٰ سے بطور استخارہ دعا کی تھی، اس کے جواب میں مجھے الہام ہوا ہے:
>
> لكل فرعون موسى۔ یعنی ہر فرعونے را موسیٰ۔
>
> لہذا آپ اس مقابلہ کے لیے قائم اور مستعد رہیں۔ ہم خدا تعالیٰ سے دعا کرتے رہیں گے کہ وہ خدا تمہاری مدد کرے اور اس پر قائم اور مستقیم رکھے۔

اور پھر زمانے نے دیکھا کہ دورِ حاضر کا فرعون اپنے موسیٰ کے سامنے مرا اور مرا بھی کہاں؟ لاہور میں، جب کہ خود اس پیش گوئی کر رکھی تھی کہ ہم مکے میں مریں گے یا مدینے میں۔

(تذکرہ چوتھا ایڈیشن، صفحہ 591)

قارئین! آج کی نشست کا اختتام کرنے سے قبل ہم یہ ذکر کیے جاتے ہیں کہ آج کل ہمارے بعض معاصرین کو یہ ثابت کرنے کا شوق چرایا ہوا ہے کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی کے تیار کردہ فتویٰ تکفیر دوبارہ مرزا غلام احمد سے پہلے لدھیانہ کے چند علماء مرزا غلام احمد کو کافر قرار دے چکے تھے، گویا اولیت کا شرف مولانا بٹالوی کو حاصل نہیں ہے، اس کے علاوہ یہ ثابت کرنے کی کوششیں بھی جاری ہیں کہ مولانا بٹالوی نے (علماء لدھیانہ کے بعد) مرزا غلام احمد کے کفر کا فتویٰ دیا تو تھا، لیکن بعد ازاں وہ مرزا کی مخالفت سے باز آ گئے تھے۔

جہاں تک اس حقیقت کا تعلق ہے کہ مرزا غلام احمد قادیانی پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ کس نے لگایا، ہم آپ کے سامنے خود مرزا صاحب قادیانی کی ایک تحریر رکھتے ہیں، یہ تحریر عربی میں بھی ہے اور فارسی میں بھی اور ہم اردو میں اس کا ترجمہ نہیں کریں گے کہ ہمارے معاصرین کو یہ کہنے کا موقع نہ مل جائے کہ ترجمے میں گڑبڑ کی گئی ہے، اصل عبارت یوں ہے:

وکان فی ھذہ الدیار تسعة رھط من الاشرار وکانوا مفسدین فی الارض ولا ینتھجون مھجة الخیار وما کانوا صالحین و وجدتھم فی الکبر والاباء کالجملة المتناسبه الاجزا او کامراض متشابھة فی الخبث والایذاء ورئیت کانھم من المعادین المعتدین فمنھم رجل امر تسری یقال له رسل بابا انه امرء لا یعرف صدقا ولا صوابا.... ومن التسعة الذین اشرت الیھم رجیل یقال له اصغر۔ وانه یزعم فی محافل واملاء فسیعلم کیف یجعل من الاصغرین ....ومن المعترضین المذکورین شیخ ضال بطالوی و جارغوی یقال له محمد حسین وقد سبق الکل فی الکذب والمین وانه ابی واستکبر واشاع

الکبر واظهر حتی قیل انه امامالمستکبرین ورئیس المعتدین ورأس الغاوین هوالذی کفرنی قبل ان یکفر الآخرون.... فیا ایها الشیخ والمفتری البطال الم یان لك ان تتوب وتلین البال.... ثم اعلم ایها الشیخ الضال والدجال البطال ان الثمانیة الذین هم ثمار عودك و وقود وقودك الذین ادخلوا فی التسعة المخاطبین فمنهم شیخك الضال الکاذب نذیر المبشرین ثم الدهلوی عبد الحق رئیس المتصلفین ثم عبد الله التونکی ثم احمد علی السهارنپوری من المقلدین ثم سلطان المتکبرین الذی اضاع دینه بالکبر و التوهین ثم الحسن الامروهی الذی اقبل علی اقبال من لبس الصفافة وخلع الصداقة واعتلقت اظفاره بعرضی کالذئاب. وآخرهم الشیطان الاعمی والغول الاغوی یقال له رشید الجنجوهی وهو شقی کالامروهی ومن الملعونین فهولاء تسعة رهط کفرونا او سبونا وکانوا مفسدین. فایها الشیخ انی اعلم انك رئیس هذه الثمانیة وکمثل امام لتلك الفئة الباغیة وهم لك کالتلا میذ فی الغوایة او کالمسحورین.

(مکتوب احمد طبع خامس ربوہ۱۹۶۳ء‘صفحہ۹۱-۱۰۵‘روحانی خزائن جلد۱۱(انجام آتھم)صفحہ۲۳۶)

(فارسی عبارت بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی ہے)۔

دریں دیار نہ(۹) کس از شریران بودند کہ در زمین فساد میکردند وطریق نیکاں اختیار نمی نمودند..پس از آنہا شخصے است باشندہ امرتسر کہ او را رسل بابا می گوئند،او مردے است کہ راہ صدق وصواب را نمی شناسند..ویکے از اعتراض کنندگان شیخ گمراہ ساکن بٹالہ است کہ ہمسایہ گمراہ ماست، او را محمد حسین [illegible] وتکبر راشا

ئع کرد و ظاہر ساخت تا آنکہ گفتہ شد کہ او امام متکبراں است و رئیس تجاوز کنندگان و سر گمرا ہان است او ہماں شخص است کہ پیش از ہمہ مرا کافر گفت۔ پس گفتم کہ اے شیخ احمقاں و دشمن عقل و دانش.. باز اے شیخ گمراہ و دجال بطال بدانکہ آں ہشت کہ میوہ ہائے شاخ تو و ہیزم آتش افروختہ تو ہستند آنانکہ در نہ(۹) مخاطبان داخل اند، پس یکے از آنہا شیخ گمراہ در دروغ گوتست نذیر حسین است کہ بشارت یافتگان رامی ترساند، باز عبدالحق دہلوی کہ رئیس لاف زنان است، باز عبداللہ ٹونکی، باز مولوی احمد علی سہارنپوری از مقلدان، باز مولوی سلطان الدین جیپوری است کہ از تکبر و توہین دین خود را ضائع کرد، باز محمد حسن امروہی کہ سوئے من ہمچو بے حیایان متوجہ شد و از راستی خود را دور افگند..و از ہمہ آخر شیطان کور است و دیو گمراہ کہ او را رشید احمد گنگوہی مے گویند، و او ہمچو محمد حسن بد بخت است و زیر لعنت خداتعالی است ..پس اے شیخ من می دانم کہ تو رئیس ایں ہشت کس ہستی، و ایں گروہ باغی را مثل امام قائم شدی، و ایں مردم ترا مثل شاگردان در گمراہی ہستند، یا ہم چو کسانے کہ بر ایشاں جادو کردہ باشد۔

(روحانی خزائن جلد 11 انجام آتھم، صفحہ 241:

اور ہاں چلتے چلتے مرزا صاحب کی درج ذیل تحریر بھی دیکھتے چلیں۔لکھا ہے:

مولوی محمد حسین جو بارہ برس کے بعد اول المکفرین بنے، بانی تکفیر کے وہی تھے اور اس آگ کو اپنی شہرت کی وجہ سے تمام ملک میں سلگانے والے میاں نذیر حسین صاحب دہلوی تھے۔

(چوتھا ایڈیشن، بر حاشیہ صفحہ 87-8۔)

یہ عبارات صاف طور پر بتا رہی ہیں کہ مرزا غلام احمد پر خود اس کی معلومات کے مطابق جو پہلا متفقہ فتوی تکفیر جاری ہوا وہ مولانا بٹالوی کا تھا، اور ان کی عبارات کی روشنی میں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر بٹالوی صاحب کے فتوی سے پہلے کسی نے کفر کا کوئی فتوی دے رکھا تھا تو یا تو وہ مرزا صاحب تک پہنچا نہیں تھا یا پھر اس فتوے اور اس کے مفتیوں کی مرزا صاحب قادیانی کے نزدیک کوئی حیثیت ہی نہیں تھی۔

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ مولانا بٹالوی نے بعدازاں تکفیر مرزا سے رجوع کر کے مرزائیت کی مخالفت ترک کردی تھی، یہ بات ان حقائق کے خلاف ہے جو ہم اس مضمون کی قسط نمبر 17 میں درج کر چکے ہیں، وہ حقائق بتاتے ہیں کہ خود مرزا صاحب اس حسرت میں رہے کہ ان کی وہ پیش گوئیاں پوری ہوجائیں جوانہوں نے کررکھی تھیں کہ مولانا بٹالوی بالآخران پر ایمان لے آئیں گے، ہم بتا چکے ہیں کہ مرزا صاحب کے مریدین بھی ان سے پوچھا کرتے ہیں کہ حضرت آپ کی پیش گوئیاں کب پوری ہوں گی اور مولانا بٹالوی کب دائرہ مرزائیت میں داخل ہوں گے؟ کب ان سے صلح ہوگی؟ لیکن ان باتوں کا مرزا صاحب کے پاس کوئی جواب نہ ہوتا۔ 1907ء تک وہ یہی کہتے رہے کہ ٹھیک ہے ابھی تک مولانا ہمارے مخالف ہیں لیکن میری پیش گوئی ضرور پوری ہوگی تاہم واحسرتا، کہ یہ کبھی پوری نہیں ہوئی، جیسا کہ 1920ء میں مولانا کی وفات پر الحکم میں شائع ہونے والے مرزائی ایڈیٹر کے نوٹ (دیکھیے قسط نمبر 14) سے ہم نے آپ کو بتایا تھا کہ خود مرزائیوں کو اقرار تھا کہ مولانا کی سلسلہ قادیانیت سے مخالفت کی تاریخ 28 سال پر محیط ہے، 1920ء (جب مولانا کی وفات ہوئی) سے پیچھے 28 سال کا حساب لگایا جائے تو 1891ء ہی بنتا ہے گویا آپ 1891ء سے 1920ء سلسلہ قادیانیت کے مخالف رہے ہیں اور یہ وہ فضیلت ہے جس کی شہادت دشمن بھی دے رہے ہیں۔ آج مولانا بٹالوی کی تکفیر مرزا سے رجوع کی باتیں کرنا دراصل قادیانیوں کے ہاتھوں میں کھیلنے کے مترادف ہے، مرزا کی پیش گوئیاں تھیں کہ محمد حسین ان کی مخالفت چھوڑ دے گا، ان پر ایمان لے آئے گا، تکفیر سے باز آجائے گا، صلح کرلے گا وغیرہ وغیرہ، قادیانیوں کے لیے اس سے زیادہ خوشی کی کیا بات ہوسکتی ہے کہ مسلمانوں کا ایک طبقہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرے کہ محمد حسین کے رجوع کے بارہ میں مرزا غلام احمد کی پیش گوئیاں پوری ہوچکی ہیں۔

سلطنت برطانیہ تاہشت سال

(۱۹)

تاریخ تحریک ختم نبوت میں ایک کہانی جناب مرزا غلام احمد قادیانی کے الہامی دعوے: دولت برطانیہ تاہشت سال، کے گرد گھومتی ہے۔اس کہانی کا آغاز اگرچہ 2-1891 سے ہوتا ہے اور ہم ان دنوں 1893ء کے واقعات بیان کر رہے ہیں، لیکن چونکہ یہ کہانی ہم پہلے بیان کرنا بھول گئے تھے اس لیے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ آگے بڑھنے سے قبل یہ قصہ یہیں نپٹاتے چلیں۔

ہوا یوں کہ ایک مرتبہ مرزا غلام احمد نے اپنے حلقہ مریدین میں فرمایا کہ انہیں الہام ہوا ہے:

دولت برطانیہ تاہشت سال بعد ازاں آثار ضعف واختلال

کہ سلطنت برطانیہ بس آٹھ سال تک ہے، پھر اس میں ضعف واختلال رونما ہو جائے گا۔

مرزا صاحب نے یہ بات اپنے خاص حلقے میں کہی اور وہ چاہتے تھے کہ یہ عام نہ ہو۔مرزا صاحب کے مرید پیٹ کے ہلکے نکلے اور کرنا خدا کا یہ ہوا کہ حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے علم میں بھی یہ بات آ گئی کہ مرزا صاحب نے درج بالا الہامی پیش گوئی فرمائی ہے۔بات اب تک زبانی چل رہی تھی، نہ تو پیش گوئی تا حال قید تحریر میں آئی تھی، اور نہ ہی کوئی تحریری شہادت اس بات پر وجود میں آئی تھی کہ مولانا بٹالوی کو کب، کیسے اور کس ذریعے سے یہ خبر پہنچی ہے، اتنی بات بہرحال مرزا صاحب سمجھ چکے تھے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کسی نہ کسی طرح اس الہامی دعوے سے واقف ہو چکے ہیں جس کا امین انہوں نے اپنے خاص مریدوں کو ہی بنایا تھا۔

بات باہر نکل جانے پر مرزا غلام احمد صاحب کو فکر دامن گیر ہوگئی کہ اگر مولانا محمد حسین بٹالویؒ نے اس پیش گوئی کو مشتہر کر دیا تو حکومت برطانیہ ان سے ناراض ہو جائے گی۔وہ نہ صرف اپنے خود کاشتہ پودے کی

آبیاری بند کردے گی بلکہ ہوسکتا ہے اسے جڑوں سے اکھاڑ کر اس کی جگہ کوئی اور پودا کاشت کرلے۔ اسی پریشانی کے عالم میں حفظ ماتقدم کے طور پر انہوں نے ایک رسالہ موسومہ کشف الغطاء تصنیف فرمایا جس میں پہلے تو چاپلوسی کرتے ہوئے لکھا:

اے قادر خدا! اس گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کو ہماری طرف سے نیک جزا دے اور اس سے نیکی کر جیسا کہ اس نے ہم سے کی۔ آمین۔

پھر خوشامد کرتے ہوئے کہا:

یہ مولف تاج عزت جناب ملکہ معظّمہ قیصرہ ہند دام اقبالھا کا واسطہ ڈال کر بخدمت گورنمنٹ عالیہ انگلشیہ کے اعلیٰ افسروں اور معزز حکام سے باادب گزارش کرتا ہے کہ براہ غریب پروری و کرم گستری اس رسالہ کو اول سے آخر تک پڑھا جائے یا سن لیا جائے۔

(منقول از رئیس قادیان جلد 1 صفحہ 179:)

ادھر مولانا محمد حسین بٹالوی نے بھی مرزا صاحب قادیانی کے الہام کو اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں شائع کردیا۔ پھر مرزا صاحب پر جو گذری اسکا صحیح حال تو خدا ہی جانتا ہے کچھ کچھ اظہار ان کی اس تحریر سے ہوتا ہے:

میرے پاس وہ الفاظ نہیں جن سے میں اپنی عاجزانہ عرض گورنمنٹ پر ظاہر کروں کہ مجھے اس شخص (مولوی محمد حسین) کے ان خلاف واقعہ کلمات سے کس قدر صدمہ پہنچا ہے اور کیسے درد رسان زخم لگے ہیں۔ افسوس کہ اس شخص نے عمداً اور دانستہ گورنمنٹ کی خدمت میں میری نسبت نہایت ظلم سے بھرا ہوا جھوٹ بولا ہے اور میری تمام خدمات کو برباد کرنا چاہا ہے۔

(کشف الغطا، منقول از رئیس قادیان جلد اول صفحہ 179)

مرزا صاحب کو یہ بھی خطرہ تھا کہ ایسا نہ ہو مولوی محمد حسین صاحب زبانی شہادت پیش کردیں، لہذا پیش بندی کے طور پر یہ بھی لکھا:

گورنمنٹ عالیہ محمد حسین کے اس فریب سے خبردار رہے کہ یہ شخص اپنے اس جھوٹے بیان کی تائید کے لئے یہ تدبیر نہ کرے کہ اپنی جماعت اور اپنے گروہ میں سے ہی جو مجھ سے اختلاف مذہب کی

وجہ سے دلی عناد رکھتے ہیں جھوٹے بیان گورنمنٹ تک پہنچائے۔اس شخص اوراس کے ہم خیال لوگوں کی میرے ساتھ کچھ آمدورفت اور ملاقات نہیں،تا میں نے ان کوزبانی کچھ کہا ہو۔

(کشف الغطا منقول از رئیس قادیان جلداول صفحہ 180)۔

ایک اور جگہ مرزا صاحب قادیانی نے مولانا محمد حسین بٹالوی کی تکذیب کرتے ہوئے لکھا:

ہر یک باحیا شخص اپنی دشمنی میں کسی حد تک جا کر ٹھہر جاتا ہے اور ایسے جھوٹوں کے استعمال سے اس کو شرم آجاتی ہے جن کی اصلیت کچھ بھی نہ ہو،مگر افسوس کہ شیخ صاحب نے کچھ بھی اس انسانی شرم سے کام نہیں لیا۔،جہاں تک ضرر رسانی کے وسائل ان کے ذہن میں آئے انہوں نے سب استعمال کیے اور کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا،اول تو لوگوں کو اٹھایا کہ یہ شخص کافر ہے،دجال ہے،اس کی ملاقات سے پرہیز کرو اور جہاں تک ہو سکے اس کو ایذا دو۔اور ہر یک ظلم سے اس کو دکھ دو،سب ثواب کی بات ہے۔اور جب اس تدبیر میں ناکام رہے تو گورنمنٹ انگریزی کو مشتعل کرنے کے لیے کیسے کیسے جھوٹ بنائے،کیسے کیسے مفتریات سے مدد لی،لیکن یہ گورنمنٹ دراصل دور اندیش اور مردم شناس گورنمنٹ ہے،سکھوں کے قدم پر نہیں چلتی کہ دشمن اور خودغرض کے منہ سے ایک بات سن کر افروختہ ہو جائے بلکہ اپنی خداداد عقل سے کام لیتی ہے۔سو گورنمنٹ دانش مند نے اس شخص کی تحریروں پر کچھ توجہ نہ کی اور کیونکر توجہ کرتی،اس کو معلوم تھا کہ ایک خودغرض دشمن نفسانی جوش سے جھوٹی مخبری کر رہا ہے،گورنمنٹ کو اس عاجز کے خاندان کے خیر خواہ ہونے پر بصیرت کامل تھی۔

(روحانی خزائن جلد 8۔سر الخلافہ طبع اول محرم 1312ھ 1894ء صفحہ 71۔مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 20)

ناظرین!مرزا صاحب کے الہامی دعوے کا جیسا کہ پہلے ذکر ہوا ہے مولانا بٹالوی کے پاس کوئی تحریری ثبوت نہ تھا اور جب مرزا صاحب نے کانوں کو ہاتھ لگا کر حکومت کو یقین دلا دیا کہ انہوں نے ہرگز ایسی کوئی پیش گوئی نہیں کی بلکہ محض دشمنوں نے مجھ پر افترا پردازی کی ہے تو بٹالوی صاحب بیچارے مجبور ہو کر چپ ہو رہے،وہ سچے تو تھے لیکن کوئی شہادت زبانی یا تحریری پیش نہ کر سکتے تھے،اس صورت حال کی بنا پر مرزا صاحب

اپنی باقی ماندہ زندگی اس موضوع پر مولانا کو رگیدتے رہے اور مولانا محمد حسین اپنی وفات تک (1920ء) اس مسئلے میں جھوٹے شمار ہوتے رہے تا آنکہ بیسویں صدی کی تیسری دہائی میں خود مرزا غلام احمد صاحب کے بیٹوں نے شهد شاهد من اهلها کے مصداق اپنے باپ کے جھوٹ کا پول کھولا۔ جیسا کہ مرزا بشیر احمد بن مرزا غلام احمد سیرۃ المھدی میں لکھتے ہیں:

بیان کیا ہم سے حاجی عبدالمجید صاحب نے کہ ایک دفعہ جب ازالہ اوہام شائع ہوئی ہے۔ حضرت صاحب لدھیانہ میں باہر جہل قدمی کے لیے تشریف لے گئے۔ میں اور حافظ حامد علی ساتھ تھے۔ راستہ میں حافظ حامد علی نے مجھ سے کہا کہ آج رات یا کہا ان دنوں میں حضرت صاحب کو الہام ہوا ہے کہ: سلطنت برطانیہ تا ہشت سال، بعد ازاں ضعف واختلال۔،

خاکسار (مرزا بشیر احمد) عرض کرتا ہے کہ اس مجلس میں جس میں حاجی عبدالمجید صاحب نے یہ روایت بیان کی میاں عبداللہ صاحب سنوری نے بیان کیا کہ میرے خیال میں یہ الہام اس زمانہ سے بھی پرانا ہے۔، حضرت صاحب نے خود مجھے اور حافظ حامد علی کو یہ الہام سنایا تھا اور مجھے الہام اسطرح یاد ہے،

سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف واختلال،

میاں عبداللہ صاحب بیان کرتے ہیں کہ دوسرا مصرعہ تو مجھے پتھر کی لکیر کی طرح یاد ہے کہ یہی تھا اور ہفت کا لفظ بھی یاد ہے، جب الہام ہمیں حضرت صاحب نے سنایا تو اس وقت مولوی محمد حسین بٹالوی مخالف نہیں تھا، شیخ حامد علی نے اسے بھی جا سنایا، پھر جب وہ مخالف ہوا تو اس نے حضرت صاحب کے خلاف گورنمنٹ کو بدظن کرنے کے لیے اپنے رسالہ میں شائع کیا کہ مرزا صاحب نے یہ الہام شائع کیا ہے، خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ اور حاجی عبدالمجید صاحب کی روایت میں جو اختلاف ہے وہ اگر کسی صاحب کے ضعف حافظہ پر مبنی نہیں تو یہ بھی ممکن ہے کہ یہ الہام حضور کو دو وقتوں میں دو مختلف قرأتوں پر ہوا ہو۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 75)

مرزا بشیر احمد کے علاوہ قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد نے بھی شہادت دی ہے کہ ان کے باپ مرزا غلام احمد کو سلطنت برطانیہ والا الہام ہوا تھا، جیسا کہ تذکرہ میں بحوالہ الفضل جلد 16 نمبر 78 مورخہ 5 اپریل 1929ء مرزا محمود احمد نے خطبہ جمعہ میں کہا

ملکہ وکٹوریہ کے زمانہ میں خدا تعالیٰ نے خبر دے دی، سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ضعف وفساد و اختلاف اور یہ آٹھ سال جا کر ملکہ وکٹوریہ کی وفات (جو 22 جنوری 1901ء کو ہوئی) پر پورے ہو گئے۔ تذکرہ کے مطابق یہ الہام 1892ء میں ہوا تھا۔ (تذکرہ چوتھا ایڈیشن صفحہ 766)۔

تذکرہ ہی کے مطابق حافظ حامد علی نے کہا کہ

حضرت صاحب کو الہام ہوا، سلطنت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال (صفحہ 766)

اور میاں عبداللہ سنوری کی روایت کے مطابق الہام یوں تھا، سلطنت برطانیہ تا ہفت سال بعد ازاں باشد خلاف اختلال (تذکرہ صفحہ 766)

اور بقول پیر سراج الحق نعمانی الہام کے الفاظ یہ تھے:

قوت برطانیہ تا ہشت سال بعد ازاں ایام ضعف و اختلال۔ (تذکرہ صفحہ 767)۔

قارئین، مرزا غلام احمد قادیانی نے چالاکی یہ کی تھی کہ انہوں نے ہشت سالہ پیش گوئی زبانی تو سنا دی تھی لیکن اسے شائع نہیں فرمایا تھا پھر جن کے سامنے سنائی تھی وہ ان کے اپنے خاص آدمی تھے جو ان کے خلاف اور مولانا بٹالوی کی حمایت میں کسی پبلک مقام پر یا عدالت میں گواہی دینے پر تیار نہ تھے، اپنے عزیزوں، پیاروں یا سربراہوں کے خلاف حق کی شہادت اہل حق ہی کا کام ہوتا ہے، باطل کے پرستار ایسا نہیں کر سکتے، حامد علی، سراج الحق، عبدالمجید اور میاں عبداللہ کو صاف نظر آ رہا تھا کہ ان کا سربراہ جھوٹ بول رہا ہے۔ واقعتاً کہی ہوئی بات کا انکار کر رہا ہے اور الٹا محمد حسین بٹالوی کو جھوٹا قرار دے رہا ہے، لیکن افسوس ہوتا ہے کہ قادیانیوں کے یہ چاروں نامور حضرات منہ میں گھنگھنیاں ڈال کر بیٹھے رہے، منہ میں زبان رکھنے کے باوجود گونگے بنے رہے اور ان کا پیر چور ہوتے ہوئے کوتوال کو ڈانٹتا رہا، مولانا بٹالوی کو اس معاملے میں جھوٹا سمجھا جاتا رہا اور وہ

یہ داغ اپنے ساتھ ہی لے کر 1920ء میں اس دنیا سے رخصت ہوئے، پھر خدا کی رحمت جوش میں آئی قادیانیوں پر اللہ کا عذاب نازل ہوا اور خدا نے اپنے پیغمبر آخر الزمان کی ختم نبوت کے سپاہی کی بریت ثابت کرنے کے لیے متنبّی قادیان کے بیٹوں سے ایک نہیں دو گواہیاں دلوا دیں۔ قارئین! ہشت سال والی اس پیش گوئی کے ضمن میں چند باتوں کی وضاحت کر دینا مناسب معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر مرزا بشیر اور مرزا محمود احمد کی عبارات میں ہوا ہے۔

بتایا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنے روایت کے مطابق پیش گوئی اس وقت کی تھی جب ابھی مولانا بٹالوی سے مخالفت کا سلسلہ شروع نہیں ہوا تھا، یعنی یہ 31 جنوری 1891ء سے پہلے کسی وقت کی بات ہے، جیسا کہ میاں عبداللہ نے بیان کیا ہے، اس روایت میں ہشت کے بجائے ہفت (یعنی سات سال) کا ذکر ہے۔

دوسری روایت کے مطابق جو حاجی عبدالمجید کی زبانی مذکورہ، مرزا صاحب نے یہ پیش گوئی ان دنوں بیان فرمائی ہے جب ازالہ اوہام شائع ہوئی تھی اور یہ واقعہ لدھیانہ کا ہے، اس روایت کے مطابق یہ پیش گوئی جولائی 1891ء یا اس سے پہلے کی ہے، کیونکہ مرزا غلام احمد صاحب جولائی 1891ء میں لدھیانہ میں تھے اور ازالہ اوہام شائع ہو چکی تھی۔

تذکرہ کے مرتب نے اس پیش گوئی کو 1892ء کا واقعہ بیان کیا ہے اور مرزا محمود احمد کے کہنے کے مطابق یہ آٹھ سال ملکہ وکٹوریہ کی وفات یعنی جنوری 1901ء میں پورے ہو گئے تھے، ہمیں اس وقت نہ تو اس بات سے غرض ہے کہ پیش گوئی ہشت سالہ تھی یا ہفت سالہ، نہ ہی ہم اس بحث میں پڑنا چاہتے کہ یہ 31 جنوری 1891ء سے پہلے کی گئی یا جولائی 1891ء میں یا 1892ء میں۔ ہم صرف قارئین کے سامنے ایک بات رکھنا چاہتے ہیں وہ یہ کہ مرزا صاحب کے دونوں بیٹوں نے اس بات کی شہادت دی ہے کہ اس مضمون کی پیش گوئی ان کے باپ نے واقعتاً کی تھی اور ان کا انکار کر کے اس نے جھوٹ بولا جو اس کے کذاب ہونے کا ثبوت ہے اور یہ کہ اس کا مدمقابل اس کا حریف محمد حسین بٹالوی ایک سچا انسان تھا۔

اور ہاں یہ پیش گوئی پوری ہوئی یا نہیں؟ مرزا محمود کا کہنا ہے کہ جنوری 1901ء میں ملکہ وکٹوریہ کی وفات پر اس کی مدت پوری ہو گئی، یعنی 1901ء کے بعد انگریزوں کی سلطنت کا دبدبہ، ہیبت، مضبوطی ختم ہو گئی، فساد،

ضعف، اضمحلال آ گیا، یہ بات اس لیے غلط ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے 13 سال بعد انگریزوں نے پہلی جنگ عظیم لڑی جو کئی سال تک جاری رہی اور اس میں فتح یاب ہوئے، جرمنی اور ترکوں کی عثمانی سلطنت پارہ پارہ ہوگئی اور ان کے بیشتر علاقے انگریزوں (اور اس کے اتحادیوں) کے قبضہ میں آئے، یعنی ان کے مقبوضات بھی بڑھے اور شوکت بھی، اس تاریخی حقیقت کو سامنے رکھتے ہوئے یہ کیسے کہا جا سکتا ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات سے لے کر 1819ء تک (جب پہلی جنگ عظیم ختم ہوئی) انگریزوں کی سلطنت ضعف واضمحلال وفساد کا شکار تھی۔ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے معاً بعد سلطنت برطانیہ میں ضعف واضمحلال پیدا ہونے کو اس لیے بھی درست قرار نہیں دیا جا سکتا کہ 1901ء سے 1908ء تک ابھی خود مرزا غلام احمد زندہ تھے اور ان کے اپنے بقول ان کی حیثیت حکومت برطانیہ کے لیے تعویز کی سی تھی، جیسا کہ تذکرہ میں 1894ء کے الہامات میں یہ الہام موجود ہے۔

ولی ان اقول اننی حرز لها و حصن حافظ من الافات و بشرنی ربی وقال ما کان الله لیعذبهم و انت فیهم۔

اور میں کہہ سکتا ہوں کہ میں اس گورنمنٹ کے لیے بطور ایک تعویذ کے ہوں اور بطور ایک پناہ گاہ کے ہوں، جو آفتوں سے بچاوے اور خدا نے مجھے بشارت دی ہے اور کہا کہ خدا ایسا نہیں کہ ان کو دکھ نہیں پہنچاوے اور تو ان میں ہو۔

(تذکرہ صفحہ 253-252 روحانی خزائن (نور الحق) جلد 8 صفحہ 45)

یعنی مرزا صاحب زندہ موجود ہوں اور سلطنت برطانیہ اضمحلال، فساد اور آفتوں کا شکار ہو جائے یہ درج بالا الہام کی روشنی میں ممکن نہ تھا، اگر مرزا صاحب کی زندگی میں یعنی 1908ء تک حکومت برطانیہ میں ضعف، فساد، اضمحلال کے آثار پیدا ہونا شروع ہو گئے تھے تو یہ الہام کہ وہ حکومت کے لیے تعویذ ہیں، جھوٹ تھا، اگر ایسے آثار پیدا نہیں ہوئے تو پھر مرزا غلام احمد کا ہشت سال والا الہامی دعوی جھوٹا ہے۔ اگر مرزا محمود احمد کے کہنے کے مطابق ہشت سال والی پیش گوئی کو 1901ء میں پورا ہو جانا مان لیا جائے تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ حکومت برطانیہ کی حفاظت کا تعویذ یا تو چھٹی پر چلا گیا تھا یا اسے دیمک کھا گئی تھی، تعویذ اور ہشت سال والے

الہامات نے ایک دوسرے کی تردید کر کے قادیانیوں کا پاؤں زلف یار میں الجھا دیا ہے یا یوں سمجھیں کہ چھپکلی گلے میں پھنس گئی ہے اور سانپ کے لیے نہ اسے نگلنا ممکن ہے نہ اگلنا...

مرزا بشیر احمد کو اس الجھن کا خوب احساس تھا، اسی لیے وہ لکھتا ہے:

خاکسار عرض کرتا ہے کہ اس (ہشت سالہ) الہام کے مختلف معنی کیے گئے ہیں، بعضوں نے تاریخ الہام سے میعاد شمار کی ہے۔ بعضوں نے کہا کہ ملکہ وکٹوریہ کی وفات کے بعد سے اس کی میعاد شمار ہوتی ہے، کیونکہ ملکہ کے لیے حضور نے بہت دعائیں کی تھیں۔ (سیرۃ المھدی طبع 1935 صفحہ 75)

مدت شمار کرنے کی مختلف آراء کے باوجود ایک بات تو یقینی طور پر ثابت ہو جاتی ہے کہ مرزا صاحب نے ہشت سال والی پیش گوئی فرمائی تھی اور پھر عمر بھر جھوٹ کہہ کر اس سے انکار کرتے رہے اور مولانا بٹالوی کو ناحق جھوٹا کہتے رہے۔

قارئین! آج کی نشست کا باقی حصہ ہم سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدثؒ پر کیے جانے والے ایک اعتراض کے ذکر میں صرف کرنا چاہتے ہیں۔

ہوا یہ کہ ستائیس محرم 1302ھ بمطابق نومبر 1884ء میں انہوں نے دہلی کی ایک خاتون مسماۃ نصرت بیگم کا قادیان کے مرزا غلام احمد سے نکاح پڑھایا جس کی بنا پر بعض لوگ حضرت میاں صاحب دہلوی کی شخصیت کو غبار آلود کرنے کی کوشش کرتے ہوئے اور اہل حدیث حضرات کو طعنہ دیتے ہوئے پوچھتے ہیں:

مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح کس جماعت کے شیخ الکل نے پڑھایا تھا...

اب ان لوگوں کو کون سمجھائے کہ تاریخی واقعات کو وجہ اعتراض بنانے کے لیے تاریخ کے شعور کی بھی ضرورت ہوتی ہے، انہیں معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد کی زندگی کے مختلف ادوار ہیں 1884ء میں وہ خود کو مناظر اسلام کے طور پر پیش کرتا تھا، اسلام کے لیے غیر مسلموں کے ساتھ بحث مباحثوں میں مصروف دکھائی دیتا تھا، وہ خود کو اہل سنت قرار دیتا اور حنفی مناظر اور پیر کی حیثیت سے خود کو متعارف کراتا تھا، اس دور کے مرزا غلام احمد کو مولانا رشید احمد گنگوہی مرد صالح اور گولڑہ شریف والے (مہر منیر صفحہ 166) صحیح العقیدہ سنی مسلمان سمجھتے تھے۔

1891ء میں جب اس نے مثیل مسیح پھر مسیح موعود اور بعد ازاں نبوت کا دعویٰ کر دیا تو یہ شخص نہ مرد صالح رہا، نہ

اہل سنت اور نہ مسلمان بلکہ وہ دائرہ اسلام سے خارج ہو گیا، اس دائرے سے خروج سے پہلے جبکہ وہ حنفی، اہل سنت اور مرد صالح تھا دہلی میں حضرت سید نذیر حسین کے روبرو دو زانو ہو کر بغرض نکاح بیٹھا اور آپ نے یہ نکاح پڑھایا تو وہ کسی متنبّی، کذاب اور مرتد کا نکاح نہیں پڑھا رہے تھے وہ تو ایک حنفی المسلک، مسلمان کا نکاح پڑھا رہے تھے۔ صحیح العقیدہ سنی اور ایک مرد صالح کا نکاح پڑھا رہے تھے۔

مرزا غلام احمد کے وہ دعاوی جنہوں نے اسے اسلام سے خارج کیا 1891ء میں شروع ہوئے۔ میاں صاحب کو علم غیب نہیں تھا کہ انہیں معلوم ہوتا کہ ان کے سامنے یہ شخص جو مودب ہو کر بیٹھا ہے، سات سال بعد دائرہ اسلام سے خارج ہو جائے گا، ایسی باتیں جو ابھی وقوع پذیر ہی نہیں ہوئیں ان کی بنا پر دنیا کی کوئی عدالت کوئی حکم نہیں لگا سکتی، حکم ظاہر اور حال یا ماضی پر لگتا ہے، 1884ء تک مرزا صاحب کی جو قابل ذکر کتاب سامنے آئی تھی وہ براہین احمدیہ ہے۔ جس کی تالیف واشاعت کا سلسلہ 1880ء سے 1884ء تک جاری رہا، اس کی پہلی اور دوسری جلد 1880ء میں شائع ہوئی۔ تیسری جلد 1882ء میں، چوتھی جلد 1884ء میں۔ چوتھے حصے پر یہ سلسلہ رک گیا اور پانچواں حصہ جو کتاب کا آخری حصہ ہے، آغاز تصنیف کے پورے 25 برس بعد 1905ء میں مکمل ہوا اور مرزا صاحب کی وفات کے بعد 1908ء میں شائع ہوا، اس پانچویں جلد میں مرزا صاحب نے لکھا

> پہلے پچاس حصے لکھنے کا ارادہ تھا، مگر پچاس سے پانچ پر اکتفا کیا گیا اور چونکہ پچاس اور پانچ کے عدد میں صرف ایک نقطہ کا فرق ہے اس لیے پانچ حصوں سے وہ وعدہ پورا ہو گیا۔
>
> (دیباچہ براہین احمدیہ جلد 5 صفحہ 4 ناشر احمدیہ انجمن اشاعت اسلام لاہور)

یہ پانچ اور پچاس سال کی بات فی الحال ہمارے موضوع سے خارج ہے اور نہ ہی ہمیں فی الوقت براہین کی پانچویں جلد سے کوئی غرض ہے، ہمیں اس وقت 1884ء کے مرزا غلام احمد سے واسطہ ہے جب کہ ابھی صرف پہلی چار جلدیں ہی شائع ہوئی تھیں، ان چار جلدوں کے مضامین پر تبصرہ فرماتے ہوئے ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظم اور دار العلوم دیو بند کی مجلس شوری کے رکن مولانا ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں:

اس کتاب میں ان (مرزا صاحب) کو حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا بھی اقرار ہے، خود مرزا صاحب نے نزول المسیح کے ضمیمہ میں جو 1902ء کی تالیف ہے اور براہین احمدیہ حصہ پنجم میں جو 1905ء کی تصنیف ہے اس کا اعتراف اور اس امر پر اظہار تعجب کیا ہے کہ وہ اس وقت تک عقیدہ رفع ونزول مسیح کے قائل تھے، براہین احمدیہ میں مرزا صاحب بڑی شدومد سے کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا انکار کرتے ہیں، اس لیے کہ قرآن مجید اور اس کی تعلیمات کو کسی تحریف کا خطرہ نہیں اور نہ مسلمانوں کے دور بت پرستی ومخلوق پرستی کی طرف واپس جانے کا کوئی اندیشہ ہے، بلکہ اس کے برعکس مشرکین کی طبیعتیں بباعث متواتر استماع تعلیم فرمائی اور دائمی صحبت اہل توحید کچھ کچھ توحید کی طرف میل کرتی جاتی ہیں اور نبوت ووحی کا کام انہیں دونوں خطرات کا سد باب کرنا اور انہیں دونوں خرابیوں کی اصلاح ہے، اس لیے اب کسی جدید شریعت اور کسی نئے الہام کی ضرورت نہیں اور یہ ثابت ہو گیا کہ رسول اللہ ﷺ خاتم رسل ہیں، وہ لکھتے ہیں اور جبکہ فرقان مجید کے اصول حقہ کا محرف ومبدل ہو جانا یا پھر ساتھ اس کے تمام خلف؟؟ پر تاریکی شرک اور مخلوق پرستی کا بھی چھا جانا، عندالعقل محال وممتنع ہوا تو نئی شریعت ونئے الہام کے نازل ہونے میں بھی امتناع عقل لازم آیا، کیونکہ جو امر مستلزم محال ہو وہ بھی محال ہوتا ہے، پس ثابت ہوا کہ آنحضرت ﷺ حقیقت میں خاتم رسل ہیں۔(حاشیہ براہین احمدیہ جلد 4 صفحہ 111 قادیانیت مطالعہ وجائزہ لکھنو 1922 صفحہ 58-59)۔

اس کے بعد مولانا ابوالحسن علی ندوی لکھتے ہیں:

معلوم ہوتا ہے کہ ہندوستان کے بہت سے علمی و دینی حلقوں میں اس کتاب کا پرجوش استقبال کیا گیا، حقیقت یہ ہے کہ یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی، مرزا صاحب اور ان کے دوستوں نے اس کی تشہیر وتبلیغ بھی جوش وخروش سے کی تھی، اس کتاب کی کامیابی اور اس کی تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی (قادیانیت از مولانا ابوالحسن علی ندوی طبع دوم صفحہ 59)

قارئین! ملاحظہ فرمائیں کہ دارالعلوم دیوبند کی شوری کے رکن، ندوہ کے ناظم اور دور حاضر کے احناف کے انتہائی مقبول ومحترم اہل علم 1884ء کے مرزا غلام احمد کو رفع ونزول مسیح کا قائل، ختم نبوت کا قائل، کسی قسم کی جدید نبوت یا جدید وحی کا منکر قرار دیتے ہیں اور یہ وہ عقائد ہیں جو مسلمانوں کے عمومی عقائد ہیں، ان عقائد کا حامل شخص بارات لے کر دہلی جائے، ایسے شہر میں جہاں اللہ نے میاں صاحب سید نذیر حسین کو ایسی محبوبیت عطا کر رکھی تھی کہ ہر خاص وعام کی خواہش ہوتی تھی کہ ان کے نکاح آپ ہی پڑھائیں، جیسا کہ ہم نے حال ہی میں کہیں پڑھا کہ ایک خاتون آپ کے پاس آئی جس کا اپنے عزیزوں کے ساتھ وراثت کا کوئی جھگڑا چل رہا تھا، وہ اپنے موقف کے حق میں آپ کو دلیلیں دے کر قائل کرنے کی کوشش کرتی رہی، آپ سنتے رہے، اس کا موقف درست نہ تھا، وہ مانتی بھی نہ تھی، آپ نے اس پر فرمایا:

ہم نے تیری نانی کا نکاح پڑھایا، پھر تمہاری ماں کا نکاح پڑھایا، پھر ہم نے تیرا نکاح پڑھایا، اوراب تو اتنی بد ذات ہوگئی ہے کہ ہمارے سامنے زبان چلاتی ہے۔عورت آبدیدہ ہوگئی کہنے لگی، میاں صاحب جو آپ فرمائیں گے بلا چون وچرا مان لونگی۔

تو میں کہہ یہ رہا تھا کہ ایسے شہر میں ایک سید خاندان، لڑکی کے نکاح کے لیے آپ کو تشریف آوری کے لیے درخواست کرے اور آپ جا کر ان کی لڑکی کا نکاح ایک صحیح العقیدہ سنی اور مرد صالح سے پڑھا دیں تو اس میں طعن وتشنیع والی کون سی بات ہے. ہمیں افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ معترض حضرات طعن وتشنیع کے لیے ایسی شخصیت کا انتخاب کرتے ہیں جن سے خود احناف کے اکابرین نے بھی کسب فیض کیا ہے، انہیں معلوم ہوگا کہ مشہور حنفی عالم مولانا عبدالحق حقانی مولف تفسیر حقانی حضرت میاں صاحب کے براہ راست شاگرد ہیں۔ احناف کے امام انقلاب مولانا عبیداللہ سندھی کسب فیض کے لیے حضرت میاں صاحب کے حلقہ درس میں دو زانو بیٹھتے رہے ہیں اورانھوں نے آپ سے صحیح بخاری اور جامع ترمذی کا استماع کیا۔

(افادات وملفوظات مولانا عبداللہ سندھی مرتبہ محمد سرور لاہور 1966 صفحہ 8 نیز نقش حیات از حسین احمد مدنی، جلد 2 صفحہ 557)۔

پاکستان کے علماء احناف کی ایک کثیر تعداد کے بلا واسطہ یا بالواسطہ استاد جناب مولانا مفتی محمد حسن بانی جامعہ اشرفیہ لاہور حضرت الامام عبدالجبار غزنوی کے واسطے سے حضرت میاں صاحب کے پوتے شاگرد ہیں اور حیاۃ عبدالحی از مولانا علی میاں کراچی 1985ء صفحہ 81 اور 118 کے مطابق آپ کے مولانا حکیم سید عبدالحی نابق ناظم ندوۃ العلماء بھی سید نذیر حسین کے شاگرد ہیں، جنہوں نے 1894ء میں آپ کے درس میں شریک ہو کر صحاح اور اس کے ملحقات کی سند حاصل کی، یہ واقعہ مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کے دس سال بعد کا ہے اور اگر وہ نکاح پڑھا کر میاں صاحب نے کوئی جرم کیا تھا تو آپ کا اتنا بڑا آدمی ان کے پاس کسب فیض کے لیے کیوں گیا۔

حضرت مولانا اشرف علی تھانوی کے خلیفہ خاص جناب سید سلیمان ندوی حضرت میاں نذیر حسین صاحب کے پڑپوتے شاگرد ہیں، وہ خود لکھتے ہیں

> ہمارے استاد مولانا حفیظ اللہ صاحب مولانا سلامت اللہ جیراج پوری کے ابتدائی شاگردوں میں ہیں، مولانا سلامت اللہ جیراج پوری نے دہلی پہنچ کر مولانا نذیر حسین صاحب سے حدیث پڑی تھی۔(حیاۃ شبلی، طبع چہارم، صفحہ 100)۔

اور تو اور احناف کے حکیم الامت مجدد ملت مولانا اشرف علی تھانوی جیسے بزرگ بھی حضرت میاں نذیر حسین صاحب محدث کی خدمت میں نیاز مندانہ حاضری دیتے رہے ہیں جیسا کہ مولانا تھانوی کی سوانح عمری میں مذکور ہے:

> جناب مولانا نذیر حسین صاحب دہلوی سے بھی جو اہل حدیث کے بہت سر برآوردہ علماء میں سے تھے (مولانا اشرف علی) ایک بار تو زمانہ طالب علمی میں بمقام دہلی ملے، بوقت ملاقات (سید نذیر حسین صاحب نے) حضرت والا (اشرف علی) سے پوچھا، آپ کس غرض سے تشریف لائے ہیں، حضرت والا نے فرمایا کہ آپ سے ملنے کی غرض سے آیا ہوں، مدرسہ دیوبند میں پڑھتا ہوں، اس پر مولوی (نذیر حسین) صاحب نے فرمایا کہ آپ کہاں ٹھہرے ہیں؟ حضرت والا نے فرمایا کہ

اپنے ایک عزیز کے ہاں ٹھہر گیا ہوں، غائت عنایت سے (سید نذیر حسین نے) فرمایا کہ مجھے آپ سے شکایت ہے، آپ ملنے تو آئے مجھ سے اور ٹھہرے دوسری جگہ۔ پھر ایک بار حضرت والا (مولانا اشرف علی صاحب) بمقام آرہ مقیم تھے کہ اتفاق سے مولوی نذیر حسین صاحب وہاں تشریف لے آئے، حضرت والا ان کے قیام گاہ پر ملنے کے لیے تشریف لے گئے۔

(اشرف السوانح صفحہ 124-123 منقول از نتائج التقلید، مصنفہ حکیم محمد اشرف، بلوکی 1958، صفحہ 31)

مولانا اشرف علی تھانوی کا ذکر خیر ہوا تو ہمیں ان کا ایک فرمان بھی یاد آ گیا جس کا ذکر پروفیسر محمد اسلم سابق صدر شعبہ تاریخ پنجاب یونیورسٹی لاہور نے اپنے سفر نامہ ہند میں لکھا ہے:

اب تو ہمارے ہاں ہر ملائے مسجد اپنے نام سے پہلے بڑی ڈھٹائی کے ساتھ علامہ لکھنے لگا ہے اور اگر میری بات کا یقین نہ آئے تو عید کے روز اخبارات میں نماز عید کے اوقات کے کالم میں پڑھ لیجیے کہ فلاں فلاں علامہ صاحب کون کون سی مسجد میں امامت فرمائیں گے، ایک ایسے ہی اشتہاری علامہ کے بارے میں لوگوں نے پاکستان کے دورے پر آئے ہوئے سعودی عرب کے ایک عالم سے استفسار کیا تو اس نے لگی لپٹی رکھے بغیر کہا: ماوجدت فیه شیئا الا انا۔

حضرت مولانا اشروف علی تھانوی کے ملفوظات میں مرقوم ہے کہ انہوں نے ایک مجلس میں فرمایا ہم نے اپنے اکابر کو دیکھا ہے، ان کے نام کے ساتھ مولوی، زیادہ ہوا تو مولانا لکھا ہوتا تھا، اب اس زمانے میں چار چار سطروں میں مولویوں کے القاب پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ گویا اپنے زمانے کے سب کچھ یہی ہیں، لیکن یاد رکھیے کہ یہ لوگ ان القاب کے نیچے اپنی جہالت کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔

(سفر نامہ ہند مولفہ پروفیسر محمد اسلم لاھور 195 منقول از الفضل انٹرنیشنل 21 فروری 1997ء)۔

قارئین کرام! اس اقتباس کو بزرگوں کا تبرک تصور فرما لیجیے یا جملہ معترضہ موضوع ہمارا 1884ء میں مرزا غلام احمد کے نکاح ثانی سے متعلق تھا اور ہم یہ کہہ رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے ایک ایسے شخص

کا نکاح پڑھا کر کوئی جرم نہیں کیا جو بوقت نکاح اہل سنت کے عقائد کا حامل اور حنفی مسلک پر کار بند تھا، ہاں یہ بھی یاد رہے کہ یہ نذیر حسین صاحب وہی ہیں جنہوں نے اسی مرزا غلام احمد کے کفر کا فتوی دینے میں ایک لمحے کے لیے بھی تردد نہیں کیا جب اس کے عقائد تبدیل اور مسیحیت وغیرہ کے دعاوی سامنے آنا شروع ہو گئے اور یہ وہی شخص ہے جو 90 سال کی عمر میں 1891ء میں ڈولی میں بیٹھ کر عقیدت مندوں کے سہارے چلتا ہوا مرزا غلام احمد کے ساتھ اس کے کفریہ عقائد پر مناظرہ کے لیے دہلی کی جامع مسجد میں پہنچ گیا تھا اور پھر اس کے بعد سے اپنی باقی ماندہ عمر (میاں صاحب 1902ء میں فوت ہوئے) مرزا غلام احمد سے ہامان، ابولہب، مخبوط الحواس وغیرہ خطابات پاتا رہا، ذرا اس شخص کی خوش بختی پر غور تو کرو جو روز محشر حضور رسالتمآب ﷺ کے دربار میں اس حال میں پیش ہونے کا شرف حاصل کرے گا کہ ختم المرسلین کی ختم نبوت کے تحفظ کے جدوجہد میں متنبّی قادیان کی طرف سے دیے ہوئے ہامان ابولہب، مخبوط الحواس وغیرہ کے خطابات اور تمغوں سے اس کا سینہ سجا ہوا ہوگا۔ اولئك آبائی فجئنا بمثلھم۔

اگر کچھ لوگ اس وضاحت کے باوجود سید نذیر حسین محدث دہلوی کے مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھانے کو قابل اعتراض سمجھنے پر مصر ہوں تو انہیں یہ معلوم ہونا چاہیے کہ 1884ء میں پڑھا جانے والا یہ نکاح مرزا غلام احمد کی دوسری شادی تھی جبکہ 1852ء یا 1853ء میں بھی ان کی ایک شادی ہو چکی تھی، وہ نکاح بھی تو کسی نے پڑھایا ہوگا، ذرا تحقیق کریں اور کھوج نکالیں کہ وہ نکاح خوان کون تھا؟ اور ہاں اگر وہ تحقیق کے لیے نکلیں تو یہ بھی پتہ کرتے آئیں کہ ہندو خواتین سے اکبر بادشاہ کے نکاح پڑھانے والے کس فقہی مکتب فکر کے بزرگ تھے؟

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جون ۱۹۹۷ء ص ۱۸۔۲۲)

مقابلہ تفسیر نویسی

(۲۰)

1893ء کے دوران تحریک ختم نبوت کا ایک اہم واقعہ وہ چیلنج ہے جو ایک دوسرے کے بالمقابل تفسیر نویسی کے لیے مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کو دیا تھا۔ اس چیلنج کے ساتھ مرزا صاحب نے مولانا بٹالویؒ کی اہانت کی ایک الہامی پیش گوئی بھی فرمائی تھی۔ آج کی نشست میں اسی چیلنج اور پیش گوئی اوران کے انجام کی روئیداد نذر قارئین کی جاتی ہے۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کو مخاطب کر کے مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

جس قدر آپ اس عاجز کی نسبت بباعث اپنی نادانی کے دروغ گوئی کے الزام لگاتے ہیں وہ اسی قسم کے اعتراض میں جو اس سے پہلے نابکار لوگوں نے انبیاء پر کیے ہیں۔ مگر آپ پر تکبر اور غرور اور خود پسندی کا اعتراض ہے جو اسی معلم الملکوت کا خاصہ ہے جو آپ کے قرین دائمی ہے۔ اب میں اللہ جل شانہ کی قسم اٹھا کر کہتا ہوں جس کے ہاتھ میں میری جان ہے، جو بدکار مفتری کو بے سزا نہیں چھوڑے گا کہ خدا تعالیٰ نے جیسے مجھے مسیح ابن مریم قرار دیا، ایسا ہی آدم بھی قرار دیا اور فرمایا کہ: اردت ان استخلف فخلقت آدم۔ یعنی میں نے ارادہ کیا کہ دنیا میں اپنا خلیفہ مقرر کروں سو میں نے آدم کو پیدا کیا یعنی اس عاجز کو۔ سو جب کہ میں آدم ٹھہرا تو میرے لیے ایک نکتہ چین بھی چاہیے تھا، جو اول لوگوں کی نظر میں ملکوت میں داخل ہو، اور پھر الی یوم الدین کا جامہ پہنے، سو اب معلوم ہوا کہ وہ آپ ہی ہیں۔ (روحانی خزائن صفحہ 597 جلد 5)

اسی تحریر میں آگے چل کر مولانا بٹالوی کو تفسیر نویسی کا چیلنج دیا گیا، لکھا ہے:

ایک مختصر جلسہ ہو کہ منصفان تجویز کردہ اس جلسہ کے چند سورتیں قرآن کریم کی جن کی عبارت 80 آیت سے کم نہ ہو، تفسیر کے لیے منتخب کر کے پیش کریں اور پھر بطور قرعہ اندازی کے ایک سورۃ ان میں سے نکال کر اسی کی تفسیر معیار امتحان ٹھہرائی جائے اور اس تفسیر کے لیے یہ امر لازمی ٹھہرایا جاوے کہ بلیغ فصیح زبان عربی اور مقفی عبارت میں قلم بند ہو اور دس جزو سے کم نہ ہو۔ اور جس قدر اس میں حقائق اور معارف لکھے جائیں وہ نقل عبارت کی طرح نہ ہو بلکہ معارف جدیدہ اور لطائف غریبہ ہوں جو کسی دوسری کتاب میں نہ پائے جائیں، اور بایں ہمہ اصل تعلیم قرآنی سے مخالف نہ ہوں، بلکہ ان کی قوت اور شوکت ظاہر کرنے والے ہوں اور کتاب کے آخر میں سو شعر لطیف بلیغ اور فصیح عربی میں نعت اور مدح آنحضرت ﷺ میں بطور قصیدہ درج ہوں اور جس بحر میں وہ شعر ہونے چاہیں وہ بحر بھی بطور قرعہ اندازی کے اسی جلسہ میں تجویز کیا جاوے اور فریقین کو اس کام کے لیے چالیس دن کی مہلت دی جائے اور چالیس دن کے بعد جلسہ عام میں فریقین اپنی اپنی تفسیر اور اپنے اپنے اشعار جو عربی میں ہوں گے سناویں۔ پھر اگر یہ عاجز شیخ محمد حسین بٹالوی سے حقائق و معارف کے بیان کرنے اور عبارت عربی فصیح و بلیغ اور اشعار آبدار مدحیہ کے لکھنے میں قاصر اور کم درجہ پر رہا، یا یہ کہ شیخ محمد حسین اس عاجز سے برابر رہا، تو اس وقت یہ عاجز اپنی خطا کا اقرار کرے گا۔ (روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 602-603)

اس کے بعد مرزا غلام احمد صاحب قادیانی رقم طراز ہیں:

چند ماہ کا عرصہ ہوا ہے جس کی تاریخ مجھے یاد نہیں کہ ایک مضمون میں نے میاں محمد حسین بٹالوی کا دیکھا جس میں میری نسبت لکھا ہوا تھا کہ یہ شخص کذاب اور دجال اور بے ایمان اور بایں ہمہ سخت نادان اور جاہل اور علوم دینیہ سے بے خبر ہے۔ تب میں جناب الٰہی میں رویا کہ میری مدد کر۔ تو اس دعا کے بعد الہام ہوا کہ ادعونی استجب لکم یعنی دعا کرو کہ میں قبول کروں گا۔ مگر میں بالطبع نافر تھا کہ کسی کے عذاب کے لیے دعا کروں آج 29 شعبان 1310ھ ہے اس مضمون کے

لکھنے کے وقت خدا تعالیٰ نے دعا کے لیے دل کھول دیا۔سو میں نے اسی طرح رقت دل سے اسی مقابلہ میں فتح پانے کے لیے دعا کی اور میرا دل کھل گیا۔اور میں جانتا ہوں کہ وہ الہام جو مجھ کو میاں بٹالوی کی نسبت ہوا تھا کہ انی مهين من اراد اهانتك (میں اس شخص کو رسوا کروں گا جو تیری اہانت کا قصد کرے) وہ اسی موقع کے لیے ہوا تھا،میں اسی موقع کے لیے 40 دن کا عرصہ ٹھہرا کر دعا کی ہے اور وہی عرصہ میری زبان پر جاری ہوا۔

(روحانی خزائن جلد 5 صفحہ 604 مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 382-383 تذکرہ صفحہ 232)

یہ اشتہار 30 مارچ 1893ء کو شائع ہوا اور اس میں جس الہام کا ذکر ہوا ہے تذکرہ میں لکھا ہے کہ وہ الہام انی مهين من اراد اهانتك حضرت اقدس کو 1892ء میں بمقام لاہور شیخ محمد حسین بٹالوی کی نسبت ہوا تھا۔

(تذکرہ صفحہ 196 برحاشیہ از مرتب بحوالہ الحکم قادیان جلد 1 نمبر 6 مورخہ 30 نومبر 1897 صفحہ 2)

لاہور میں ہونے والے اس الہام کے متعلق مرزا غلام احمد صاحب قادیانی ایک اور جگہ فرماتے ہیں:

میں نے اس بیچارہ (محمد حسین) کو لاہور کے ایک بڑے جلسہ میں یہ الہام بھی سنا دیا کہ انی مهين من اراد اهانتك کہ میں اس کی اہانت کروں گا،جو تیری اہانت کے درپے ہو،مگر تعصب ایسا بڑھا ہوا تھا کہ یہ الہامی آواز اس کے کان تک نہ پہنچ سکی۔

(روحانی خزائن جلد 8 سر الخلافہ کے آخر پر ایک اشتہار صفحہ 398)۔

ان حوالہ جات سے معلوم ہوتا ہے کہ 1892ء میں لاہور میں مرزا غلام احمد صاحب کو الہام ہوا تھا کہ خدا محمد حسین کو ذلیل وخوار کرے گا،لیکن اس وقت یہ تعین نہیں کیا گیا تھا کہ ذلت وخواری کتنی مدت کے اندر ہوگی۔تفسیر نویسی کے چیلنج والے اشہار میں مدت کا تعین کر دیا گیا کہ وہ 29 شعبان 1310ھ سے شروع ہو کر 40 دن ہے۔

تفسیر نویسی کے اس چیلنج کے سلسلہ میں مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کو جو خط لکھا وہ مجموعہ اشتہارات جلد اول میں صفحہ 391-392 کے حاشیہ پر محفوظ ہے، ہم قارئین کے لیے ذیل میں درج کرتے ہیں۔

لاہور 18 اپریل 1893ء۔

غلام احمد قادیانی تمہارے چند اوراق کتاب وساوس کے ہم دست عزیزم مرزا خدا بخش اور دو رجسٹرڈ خط موصول ہوئے

ا۔ میں تمہاری اس کتاب کا جواب لکھنے میں مصروف تھا، اس لیے تمہارے خط کے جواب میں توقف ہوا، اب اس سے فارغ ہوا ہوں تو جواب لکھتا ہوں۔

۲۔ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لیے مستعد ہوں، مباہلہ کے لیے تیار ہوں، بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو بھی حاضر ہوں، میری نسبت جو تم کو الہام ہوا ہے اس کی اجازت دینے کو بھی مستعد ہوں، مگر ہر ایک بات کا جواب واجابت رسالہ میں چھاپ کر مشتہر کرنا چاہتا ہوں، جو انہی باقی ماندہ ایام اپریل میں ہوگا، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

۳۔ تمہارا سابق تحریرات میں یہ قید لگنا کہ دو ہفتہ میں جواب آوے اور آخری خط میں یہ لکھنا کہ 20 اپریل تک جواب ملے ورنہ گریز مشتہر کیا جائے گا، کمال درجہ کی خفت و وقاحت ہے، اگر بعد اشہار انکار ادھر سے اجابت کا اشتہار رہوا تو پھر کون شرمندہ ہوگا۔

۴۔ ہماری طرف سے جو جواب خط نمبری 21 مورخہ 9 جنوری 1893ء کے لیے ایک ماہ کی میعاد مقرر ہوئی تھی، اس کا لحاظ تم نے یہ کیا کہ تیسرے مہینے کے آخر میں جواب دیا، پھر اپنی طرف سے یہ حکومت کہ جواب دو ہفتہ یا 20 اپریل تک آوے، کیوں موجب شرم نہ ہوئی، تم نے اپنے آپ کو کیا سمجھا ہے؟ اور اس حکومت کی کیا وجہ ہے۔ جن پر تم حکومت کرتے ہو وہ تم کو دجال کذاب کافر و زندیق سمجھتے ہیں، پھر وہ ایسی حکومتوں کو کیونکر تسلیم کریں۔ کیا تم نے سب کو اپنا مرید ہی سمجھ رکھا ہے۔ ذرا عقل سے کام لو، کچھ تو شرم کرو، دین سے تعلق نہیں رہا تو کیا دنیا سے بھی بے تعلق ہو۔

اس خط کی رسید ڈاکخانہ سے لی گئی ہے، وصولی سے انکار کرو گے تو وہ رسید تمہاری مکذب ہوگی۔

ابوسعید محمد حسین عفا اللہ عنہ ایڈیٹر اشاعۃ السنۃ

مولانا بٹالویؒ کے خط کے جواب میں 19 اپریل کو مرزا صاحب قادیانی نے یہ اشتہار شائع کیا:

آپ کا خط دوسری شوال 1310ھ کو مجھ کو ملا، الحمدللہ والمنتہ کہ آپ نے میرے اشتہار مورخہ 30 مارچ 1893ء کے جواب میں بذریعہ اپنے خط 18 اپریل 1893ء کو مجھ کو مطلع کیا ہے کہ میں بالمقابلہ عربی عبارت میں تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں، خاص کر مجھے اس سے بہت خوشی ہوئی کہ آپ نے اپنے خط کی دفعہ 2 میں صاف لکھ دیا کہ میں تمہاری ہر ایک بات کی اجابت کے لیے مستعد ہوں، سو اس اشتہار کے متعلق باتیں جن کو آپ نے قبول کرلیا صرف تین ہی ہیں، زیادہ نہیں،

اول یہ کہ ایک مجلس قرار پا کر قرعہ اندازی کے ذریعہ سے قرآن کریم کی ایک سورۃ جس کی آیتیں 80 سے کم نہ ہوں تفسیر کے لیے قرار پاوے اور ایسا ہی قرعہ اندازی کے رو سے قصیدہ کا بحر تجویز کیا جائے۔

دوسری یہ کہ وہ تفسیر قرآن کریم کے ایسے حقائق و معارف پر مشتمل ہو جو جدید ہوں، اور منقولات کی مد میں داخل نہ ہوسکیں اور بایں ہمہ عقیدہ متفق علیھا اہل سنت والجماعت سے مخالف بھی نہ ہو اور یہ تفسیر عربی بلیغ، فصیح اور مقفی عبارت میں ہو اور ساتھ اس کے سو شعر عربی بطور قصیدہ حضرت نبی کریم ﷺ کی مدح میں ہو۔،

تیسری یہ کہ فریقین کے لیے چالیس دن کی مہلت ہو، اس مہلت میں جو کچھ لکھ سکتے ہوں لکھیں اور پھر ایک مجلس میں سنا دیں، مجھے اس بات سے بھی خوشی ہوئی کہ میری تحریر کے موافق آپ مباہلہ کے لیے بھی تیار ہیں، آپ کے خط کے ساتھ اس خط کو چھاپ کر آپ کی خدمت میں نذر کرتا ہوں اور ایفاء وعدہ کا منتظر ہوں۔ الراقم خاکسار غلام احمد از قادیان 19 اپریل 1893ء

ادھر مولانا محمد حسین بٹالوی نے اپنی دیگر مصروفیات سے فارغ ہوتے ہی اپنا ماہنامہ اشاعۃ السنۃ مرتب کر کے شائع فرما دیا جس میں تفسیر نویسی کے چیلنج کے بارے میں آپ نے کہا کہ

قادیانی کی یہ درخواست کوئی نیا چیلنج نہیں ہے، پہلے بھی وہ اپنے آسمانی فیصلہ کے صفحہ 12 پر یہ درخواست کر چکا ہے اور اس کا دندان شکن جواب اشاعۃ السنۃ جلد 14 نمبر اول کے صفحہ 27 پر دیا جا چکا ہے، اب میں اس چیلنج کا جواب دیتا ہوں کہ قادیانی صاحب میں آپ کے مقابلہ میں عربی تفسیر قرآن لکھنے کو حاضر ہوں، حاضر ہوں، حاضر ہوں، جب چاہیں اور قادیان کے سوا جہاں چاہیں لاہور میں خواہ بٹالہ میں، میں فوراً حاضر ہو جاؤں گا۔ اور اگر آپ نے قبول کیا یا اکثر ارکان مجلس نے پسند کیا تو اسی مجلس میں تفسیر نویسی کے مقابلہ سے پہلے آپ کی سابقہ عربی تحریریں مثلاً خطبہ وساوس جن پر آپ کو اور آپ کے پیروؤں کو بڑا ناز ہے پیش کیا جائے گا، اسی طرح آپ کے وہ اسرار و معارف وحقائق قرآن جو آپ نے اپنی کتابوں فتح اسلام، توضیح مرام، ازالہ اوہام اور وساوس میں بیان کیے ہیں بغرض تنقیح وتنقید اس مجلس علماء میں پیش کیے جائیں گے، اگر عربی کی ان مکروہ ونفرت انگیز عبارتوں کو سن کر جو آپ نے ان کتابوں میں درج کی ہیں، حاضرین بامذاق کی طبیعت متلا نہ جائے اور آپ کے بیان کردہ اسرار وحقائق کو خالص کفر والحاد نہ ثابت کروں تو کہنا، ایسی حالت میں آپ کو دوبارہ مقابلہ کی مصیبت اٹھانے اور چالیس دن تک اس تکلیف کے لیے کسی جگہ مقید رہنے کی حاجت نہ رہے گی اور آپ کی حقیقت ہر کس و ناکس کو معلوم ہو جائے گی، اب آپ اس مجلس مقابلہ کا انتظام واہتمام فرمائیے، توقف اور چون وچرا نہ کیجیے۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 15 صفحہ 189-191 منقول از رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 127)

اور چالیس روز کے اندر اہانت کی پیش گوئی کے انجام کے بارے میں مولانا نے اشاعۃ السنۃ میں لکھا:

ناظرین آج 13 شوال 1310ھ ہے، قادیانی کی مقررہ میعاد سے تین دن اوپر ہو چکے ہیں مگر میں خدائے برتر کے فضل وانعام کا مورد ہوں، میری صحت اچھی ہے، قوی صحیح سالم ہیں، اولاد میں قادیانی سے فائق ہوں، جائز و حلال آمدنی قادیانی سے زیادہ رکھتا ہوں، میری خداداد عزت کو

ترقی ہے، باقیات صالحات کے لیے توفیق رفیق ہے، اگر خدا ان کو قبول کرے تو میری نجات کے لیے کافی ہیں، دن بھر نصرت دین سید المرسلین ﷺ اور رد کفریات قادیانی کے لیے ایسی توفیق دیا گیا ہوں کہ اس سے پہلے کبھی نہیں ہوئی تھی، الغرض ان چالیس دنوں میں ہر طرح کی فرحت آسائش صحت عافیت اور توفیق شامل حال رہی۔ فالحمدللہ علی ذالک۔

(اشاعۃ السنۃ جلد 15 صفحہ 184-185 منقول از رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 113-114)

قارئین! اہانت کی پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ اس عبارت سے ظاہر ہے، تاہم مرزا غلام احمد صاحب نے اسے دل سے نہیں لگایا اور یہ ظاہر کرتے ہوئے کہ گویا مولانا بٹالوی خاموش ہو گئے ہیں، فرمایا:

واضح ہو کہ شیخ بٹالوی صاحب کی خدمت میں وہ اشتہار جس میں بالمقابل عربی تفسیر لکھنے کے لیے ان کو دعوت دی گئی تھی، بتاریخ یکم اپریل 1893ء پہنچایا گیا تھا، چنانچہ مرزا خدابخش صاحب جو اشتہار لے کر گئے تھے یہ پیغام لائے کہ بٹالوی صاحب نے وعدہ کر لیا ہے جو یکم اپریل سے دو ہفتہ تک جواب چھاپ کر بھیج دیں گے، سو دو ہفتہ تک انتظار جواب رہا اور کوئی جواب نہ آیا، پھر ان کو دوبارہ یاد دلایا گیا تو انہوں نے بذریعہ اپنے خط کے جو میرے اشتہار میں چھپ گیا ہے یہ جواب دیا کہ ہم اپریل کے اندر اندر جواب چھاپ کر روانہ کر دیں گے، چنانچہ اب اپریل بھی گزر گیا اور بٹالوی صاحب نے دو وعدے کر کے تخلف وعدہ کیا، ہم ان پر کوئی الزام نہیں لگاتے مگر انہیں آپ شرم کرنی چاہیے کہ وہ آپ تو دوسروں کا نام بلا تحقیق کاذب اور وعدہ شکن رکھتے ہیں اور اپنے وعدوں کا کچھ بھی پاس نہیں کرتے۔ تعجب کہ یہ جواب صرف ہاں یا نہیں ہو سکتا تھا مگر انہوں نے ایک مہینہ گزار دیا اور یہ مہینہ ہمارا صرف انتظار ہی میں ضائع ہوا۔ اب ہمیں بھی دو ضروری کام پیش آ گئے، ایک ڈاکٹر کلارک کے ساتھ مباحثہ، دوسرا ایک ضروری رسالہ کا تالیف کرنا جو تائید اسلام کیلیے بہت جلد امریکہ بھیجا جائے گا۔ جس کا یہ مطلب ہو گا کہ دنیا میں سچا اور زندہ مذہب صرف اسلام ہے۔، اس لیے میاں بٹالوی صاحب کو مطلع کیا جاتا ہے کہ اگر ان دونوں کاموں کی تکمیل کے پہلے آپ کا جواب آیا تو ناچار کوئی دوسری تاریخ [illegible] ان دونوں کاموں سے

فراغت کے بعد ہوگی۔ یہ اشتہار حجۃ الاسلام بار اول مطبوعہ ریاض ہند امرتسر 8 مئی 1893ء میں شائع ہوا۔ (منقول از مجموعہ اشتہارات (مرزا غلام احمد) جلد اول صفحہ 414-415)

مولانا بٹالوی تو اپنے رسالے میں جواب اور قبولیت چیلنج کا اشتہار شائع کر چکے تھے، مرزا صاحب نے اس کا ذکر نہیں کیا، اور اگر انہیں کسی وجہ سے تا حال وہ شمارہ نہیں ملا تھا تو بعد میں کسی نہ کسی وقت مل ہی گیا ہوگا یعنی انہیں مولانا کا جواب پہنچ گیا ہوگا کہ قادیان کے سوا کسی جگہ کا انتخاب کر کے اطلاع دو، ہم پہنچ جائیں گے اور باوجودیکہ مرزا صاحب اس اشتہار میں کہہ چکے ہیں کہ ہم مباحثے اور کتاب کی تیاری کے بعد تاریخ مقرر کریں گے انہوں نے ایسا نہیں کیا اور پہلو بچا کر نکل گئے۔

ناظرین کرام یہ روئیداد ہے، اس چیلنج اور اس کے انجام کی جو مرزا صاحب نے ۱۸۹۳ء میں اپنی علمیت، روحانیت اور مسیحیت ثابت کرنے کے لیے مولانا محمد حسین بٹالوی کو بالمقابل تفسیر نویسی کے لیے دیا تھا اور ساتھ ہی بتا رکھا تھا کہ 40 روز کے اندر مولانا بٹالوی کو ذلت وخواری سے دوچار ہونا پڑے گا، ہم نے اس واقعہ سے متعلق جانبین کی تحریریں آپ کے سامنے رکھ دی ہیں، فیصلہ خود فرما لیجیے کہ میدان سے فرار کون ہوا۔ آپ محسوس فرما لیں گے کہ مرزا صاحب نے مولانا بٹالوی کی آخری تحریر: تاریخ ومقام کا تعین کر کے اطلاع دو، کی رسید تک نہیں دی اور اپنے متبعین کو اشتہار مورخہ 8 مئی 1893ء کے ذریعہ یہی باور کرانے کی کوشش کی کہ مولانا گریز کر رہے ہیں حالانکہ مولانا کا وعدہ تھا کہ وہ جواب اپنے رسالے کے آنے والے شمارے میں دیں گے اور پھر انہوں نے حسب وعدہ چیلنج کی قبولیت کا اعلان کر کے مرزا صاحب سے کہہ دیا کہ وہ جگہ وتاریخ کا تعین کر کے اطلاع دیں، رسالہ اشاعۃ السنۃ ان کو جاتا تھا اور ان کے بعض مریدوں کو بھی، کبھی نہ کبھی تو متعلقہ شمارہ ان کی نظر سے گزرا ہوگا، لیکن انہوں نے یہ وعدہ کرنے کے باوجود کہ مولانا کا جواب آنے اور اپنے مباحثے وغیرہ سے فارغ ہونے کے بعد وہ تاریخ مقرر کر کے مولانا بٹالوی کو اطلاع دیں گے، ایسا کرنے میں ناکام رہے اور میدان سے بھاگ گئے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جولائی ۱۹۹۷ء ص ۱۷-۱۹)

براہین احمدیہ اور مولانا گنگوہی

(۲۱)

ناظرین ہمارے اس مضمون کی اب تک کی اقساط کے مطالعہ سے آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ 31 جنوری 1891ء کے بعد سے مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے روز و شب مرزا غلام احمد کے دعاوی اور عقائد کی تردید میں ہی گزر رہے تھے، ان کی تقریری و تحریری سرگرمیوں کا ہدف قادیان بنا ہوا تھا، انہوں نے مرزا صاحب اور ان کے مریدوں سے مباحثے کیے اور میدان سے بھگایا، انہوں نے مرزا صاحب کے آسمانی نشان کے چیلنج کا ایک صوفی صاحب کے ذریعہ مسکت جواب دیا، انہوں نے پورے ملک میں دوڑ دھوپ کر کے مرزا غلام احمد کی تکفیر کا فتویٰ تیار کر کے اسے مشتہر کیا، اس کی کتابوں کے جواب لکھے اور پچھلی نشست میں آپ نے دیکھا کہ اسے تفسیر نویسی کے مقابلے سے بھی راہ فرار اختیار کرنے پر مجبور کیا، تحریک ختم نبوت میں مولانا کی یہ اور دیگر بے شمار خدمات ایسی ہیں جو انہیں ہم سب کی طرف سے شکریہ کا مستحق بناتی ہیں لیکن برا ہو تعصب کا کہ آج کچھ لوگ ان کی خدمات کو فراموش کر کے انہیں طعن و تشنیع اور منفی تنقید کا ہدف بنانے ہوئے ہیں، جیسا کہ حال ہی میں ہمارے ایک معاصر نے ایک سنسنی خیز نکتہ پیدا کرتے ہوئے پوچھا ہے۔ مرزا غلام احمد کی کتاب کی مدح و توصیف میں کون اہل حدیث بزرگ سب سے آگے تھے؟

ہمارے خیال کے مطابق اس معاصر کا اشارہ مرزا غلام احمد کی کتاب براہین احمدیہ اور مولانا بٹالوی مرحوم کے اس پر لکھے گئے ریویو کی طرف ہے، اگر ہمارا یہ خیال درست ہے تو ہم معاصر موصوف کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ وہ ہمارے اس مضمون کی قسط نمبر 19 کو ملاحظہ فرمائیں جس میں ہم نے بتایا تھا کہ براہین کا زمانہ اشاعت 1880ء سے 1884ء (اس وقت براہین کی جلد 5 ہمارے موضوع سے خارج ہے

کیونکہ وہ 1905ء کی تصنیف اور 1908 کی شائع شدہ ہے)۔اس دور کا مرزا غلام احمد نے خود کو مسیح کہتا تھا ،نہ نبی، وہ خود کو حنفی اور اہل سنت ظاہر کرتا تھا اور یہ کتاب اس نے بدعوی خود منکرین اسلام پر اسلام کی حقانیت ثابت کرنے کے لیے لکھی تھی اور دار العلوم دیوبند کے رکن شوری اور ندوۃ العلماء لکھنو کے ناظم مولانا ابوالحسن علی ندوی مدظلہ العالی کے بقول یہ کتاب بہت صحیح وقت پر شائع ہوئی تھی اور اس کتاب کی کامیابی اور تاثیر کا ایک سبب یہ بھی تھا کہ اس میں دوسرے مذاہب کو چیلنج کیا گیا تھا اور کتاب جواب دہی کے بجائے حملہ آورانہ انداز میں لکھی گئی تھی۔ (قادیانیت از ابو الحسن علی ندوی صاحب صفحہ 59)

یہ تو ندوی صاحب فرماتے ہیں کہ وہ اس وقت تک عقیدہ رفع ونزول مسیح کے قائل تھے اور بڑی شدومد سے کسی جدید نبوت اور کسی جدید ولی کا انکار کرتے ہیں۔(قادیانیت از ابوالحسن علی ندوی صاحب،صفحہ 58)۔

ندوی صاحب کی کتاب قادیانیت کا جو ایڈیشن ہمارے سامنے ہے وہ 1966ء میں شائع ہوا، یعنی مرزا غلام احمد کے دعوی مسیحیت کے 75 سال اور دعوی نبوت کے 65 سال بعد جبکہ علماء اسلام اس کے عقائد کا تارو پود بکھیر کر اس کا کفر علی روس الاشھاد ثابت کر چکے تھے، اگر اس کے باوجود ندوی صاحب کو 1884ء تک شائع ہونے والی براہین احمدیہ کی چار جلدوں میں مرزا غلام احمد کا کفر نہیں نظر آیا نہ ہی اس کا دعوی مسیحیت یا دعوی نبوت نظر آیا ہے بلکہ انہیں وہ کتاب دوسرے مذاہب کے جواب میں حملہ آورانہ انداز لکھی ہوئی اور عین صحیح وقت پر شائع شدہ نظر آتی ہے تو پھر مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے کیا قصور کیا ہے جو انہوں نے 1884ء میں اس کتاب کی ایسے وقت میں تعریف کی جب کہ مذکورہ بالا دعووں میں سے کوئی دعوی سامنے نہیں تھا۔ اگر مرزا صاحب کے دل میں کچھ تھا، تو وہ دربطن شاعر تھا۔ حضرت مولانا محمد عبداللہ معمار نے اپنی کتاب محمدیہ پاکٹ بک میں ایسے ہی ایک اعتراض کے جواب میں لکھا تھا:

باقی رہا مولانا محمد حسین بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ صاحب کا مرزا پر ابتدا میں حسن ظن رکھنا، سو گزارش ہے کہ جب رسول اللہ ﷺ جیسے سید المرسلین کو بغیر وحی الہی کے معلوم نہ ہو سکا کہ ہمارے ارد گرد منافق بشکل مومنین منڈلاتے پھرتے ہیں، ومن اھل المدینہ مردوا علی النفاق لا تعلمھم، نحن نعلمھم اور اہل مدینہ سے کئی منافق ہیں جنہیں اے نبی آپ نہیں جانتے، ہم

جانتے ہیں۔،تو اس کے مقابلہ میں مذکورہ بزرگوں کو مرزا غلام احمد صاحب کی ظاہری شکل پر دھوکہ کھا جانا کون سی بڑی بات ہے۔(محمد یہ پاکٹ بک طبع ششم لاھور صفحہ 296)۔

قارئین! مولانا ابوالحسن علی ندوی صاحب کی درج بالا عبارات تو مرزا صاحب کی وفات کے بعد کی ہیں جب کہ مرزا صاحب کی زندگی میں بھی (ان کے دعوی مسیحیت سے پہلے) بعض علماء احناف مرزا غلام احمد اوراس کی کتاب براہین احمدیہ کا دفاع کر چکے ہیں، جیسا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم نے لکھا:

صاحب براہین کا کون سا ایسا قول ہے جو معتزلہ اور شیعہ کے کسی عقیدہ اور قول کے برابر ہو، اوراس میں تاویل کی کوئی گنجائش نہ ہو۔اور۔ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (مرزا صاحب) کو کافر فاسق نہیں کہتا اسکو مجدد و ولی بھی نہیں کہہ سکتا، صالح مسلمان سمجھتا ہوں۔رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 4-5:۔

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے یہ باتیں ایک مقالے میں فرمائی تھیں، جس کے جواب میں لدھیانہ والوں نے لکھا:

آپ جیسے اہل فضل اور صاحب کمال سے تعجب ہوا کہ کلمات کفریہ کی تاویلات کے درپے ہوئے اور مرزا غلام احمد کے حالات سے کماحقہ اطلاع حاصل کیے بغیر اس کو صالح مسلمان قرار دیا اور نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا۔(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 5)۔

گویا لدھیانہ والوں کے مطابق مولانا گنگوہی مرزا صاحب کو مرد صالح قرار دے کر اور براہین احمدیہ میں اس کے اقوال کی تاویل کر کے عوام کو گمراہ کر رہے تھے، معاصر موصوف کا اس بارے میں کیا خیال ہے؟

پھر یہ مسئلہ جمادی الاول 1301ھ میں دارالعلوم دیوبند میں زیر بحث آیا جہاں یہ لدھیانہ والے اور مولانا گنگوہی اور مولانا یعقوب نانوتوی شریک بحث ہوئے۔رئیس قادیان میں لکھا ہے کہ مولانا یعقوب صاحب نے لدھیانہ والوں کو مخاطب کر کے فرمایا۔آپ نے اس شخص (مرزا) کی کتاب براہین احمدیہ پڑھی ہے اور میں نے اور مولانا رشید احمد صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔،

ناظرین! یہ مطالعہ نہ کرنے کی بات بھی خوب منسوب ہوئی ہے مولانا یعقوب نانوتوی کی طرف کہ نہ انہوں نے براہین کا مطالعہ کیا تھا اور نہ ہی گنگوہی صاحب نے اور بحث ہو رہی تھی دیوبند میں اس کتاب کے

مندرجات پر۔ اور لدھیانہ والوں اور گنگوہی صاحب کے مابین خط و کتابت کے ذریعہ بحث ہوتی رہی تھی، اس کتاب میں درج مرزا صاحب کے اقوال اور الہامات وغیرہ پر۔ ہم نے اس طرح کا طریق بحث علماء دیوبند کے علاوہ اور کہیں نہیں دیکھا، لدھیانہ والے بھی دیوبند کے جلسے میں باقی امور میں شرکت کے علاوہ اسی کتاب کے مندرجات پر بحث کے لیے تشریف لے گئے تھے۔ خود تو چلے گئے کتاب ساتھ نہیں لے کر گئے ورنہ وہ مولانا یعقوب نانوتوی صاحب سے کہتے کہ حضرت یہ رہی کتاب پڑھ لیجیے۔ اور دیوبند کا مدرسہ بھی عجیب علمی مرکز تھا کہ وہاں کی لائبریری میں وہ کتاب موجود نہ تھی جو اس وقت کے ہندوستان میں عام متداول تھی اور جس کے مندرجات کی بنا پر مرزا صاحب کا کفر و اسلام زیر بحث آیا ہوا تھا۔ مولانا رشید گنگوہی نے تو اپنے مقالے میں اس کتاب میں درج اقوال کی تاویلیں کیں تھیں، اگر انہوں نے کتاب کو پڑھے یا سنے بغیر تاویلیں شروع کر دی تھیں تو اس سے زیادہ بے احتیاطی اور کیا ہو سکتی ہے۔

قارئین! دلاوری مرحوم کی کتاب رئیس قادیان میں اس واقع کی پوری تفصیل پڑھ جائیے۔ آپ کو کہیں یہ نہیں ملے گا کہ جب مولانا یعقوب نانوتوی نے کہا کہ میں نے اور رشید احمد صاحب نے براہین نہیں پڑھی تو کسی بھی جانب سے یہ کہا گیا ہو کہ بحث کو براہین پڑھ لینے تک موخر کر دیا جائے۔ کتاب مہیا کر لی جائے، اگر لائبریری میں نہیں تو کہیں سے خرید لی جائے یہ کتاب کوئی قدیم قلمی نسخہ نہیں تھا کہ کسی دور دراز ملک کی کسی لائبریری میں پڑا ہوا ہو جسے جا کر حاصل کرنا اور مجلس بحث میں لانا دشوار یا ناممکن ہو، یہ حال میں طبع شدہ کتاب تھی جو ملک میں کئی اہل علم کے پاس موجود بھی تھی اور اسے خریدا بھی جا سکتا تھا۔

ناظرین! یہ احناف کے بڑوں کی باتیں ہیں ہم ان پر کوئی رائے زنی نہیں کرنا چاہتے، تاہم آپ کے سامنے ایک بات غور و فکر کے لیے پیش کرنا چاہتے ہیں کہ 1301 بمطابق 1884ء کے اس واقعہ کی رو سے لدھیانہ والے بعض علماء مرزا صاحب کی کتاب براہین احمدیہ پر معترض اور مولانا رشید احمد گنگوہی اس کتاب کے مندرجات کی تاویل کر کے مرزا صاحب کو مرد صالح قرار دیتے نظر آتے ہیں، آپ اس بات پر غور فرمائیں کہ فریقین بحث میں سے بڑا کون تھا، لدھیانہ والے یا گنگوہی؟ فریقین میں سے کس کا دعوی تھا کہ اس کی زبان سے حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا، لدھیانہ والوں کا، یا حضرت گنگوہی کا؟ اور کس کی رائے دیوبندی احناف کی

رائے کہلا سکتی ہے، لدھیانہ والوں کی یا حضرت گنگوہی کی؟

قارئین! مرزا صاحب کے دعوی مسیحیت اور دعوی نبوت سے قبل براہین احمدیہ کے دور میں جب مولانا گنگوہی مرزا صاحب کے اقوال و دعاوی کی تاویلیں کر کے انہیں مرد صالح قرار دے رہے تھے تو مولانا بٹالوی نے بھی اگر براہین احمدیہ جو بقول مولانا ابوالحسن علی ندوی اسلام کے دفاع میں جارحانہ انداز میں عین وقت پر شائع ہوئی تھی، تعریف کردی تو جو جرم مولانا گنگوہی کا ہے وہی مولانا بٹالوی کا ہے، اگر ہمارے معترضین کے بقول مولانا بٹالوی کی 1880ء کی دہائی میں براہین وغیرہ کے متعلق تحریریں کسی کے لیے غلط فہمی کا باعث ہوئی ہیں تو علماء لدھیانہ کے بقول مرزا کے دفاع میں مولانا گنگوہی کی تحریر بھی عوام کی گمراہی کا سبب بنی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ اس وقت ابھی مرزا صاحب نے نہ مسیحیت کا دعوی کیا تھا نہ نبوت کا، اس لیے مولانا گنگوہی مرزا صاحب سے حسن ظن رکھتے تھے، جیسا کہ 20 بڑے مسلمان میں لکھا ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی جس زمانے میں براہین لکھ رہے تھے اور ان کا اخبارات میں چرچا ہو رہا تھا اس وقت تک ان کو حضرت امام ربانی (گنگوہی صاحب) سے عقیدت تھی، اس طرح جانے والوں سے پوچھا کرتے تھے کہ حضرت مولانا اچھی طرح ہیں؟ اور دہلی سے گنگوہ کتنے فاصلے پر ہے؟ راستہ کیا ہے؟ وغیرہ، اسی زمانے میں حضرت (گنگوہی) نے ایک دفعہ یوں فرمایا تھا کہ کام تو یہ شخص اچھا کر رہا ہے مگر پیر کی ضرورت ہے ورنہ گمراہی کا احتمال ہے (بیس بڑے مسلمان طبع پنجم 1986 صفحہ 223)

اور مولانا بٹالوی بھی مرزا صاحب کی حمایت اسلام میں سرگرمیوں کے باعث اس سے حسن ظن رکھتے تھے۔ تاہم جب مرزا کے حقیقی عزائم سامنے آ گئے اور اس نے مسیحیت کا دعوی کر دیا تو مولانا بٹالوی ایک لمحہ ضائع کیے بغیر متنبّی قادیان کے سامنے خم ٹھونک کر کھڑے ہوئے اور اپنی قابل قدر سرگرمیوں کے ذریعے یہ مقام حاصل کر لیا کہ عرصہ تک یہ حال رہا کہ ادھر مرزا کا کوئی نیا دعوی سامنے آتا یا اس کی کوئی نئی کتاب سامنے آتی، مسلمانوں کی طرف سے قادیانیوں پر پہلا وار بٹالوی صاحب کی طرف سے ہی ہوتا، ایک ایسی ہی سرگرمی کا ذکر رئیس قادیان کے مصنف مولانا دلاوری صاحب ان الفاظ میں کرتے ہیں:

مولوی محمد حسین مرحوم بٹالوی شائد اب سے پہلے عالم تھے جنھوں نے مرزا جی کی عربی تحریروں پر تنقیدی نگاہ ڈالی، انہوں نے سب سے پہلے مرزا جی کی کتاب دافع الوساوس یا آئینہ کمالات اسلام کا مطالعہ کیا اور اس میں سے 66 غلطیاں نکال کر شائع کیں، تقدس مآب مرزا جی اس اصلاح پر ممنون تو نہ ہوئے البتہ حسب عادت گالیاں دے کر کلیجہ ٹھنڈا کر لیا جو اس فہرست کو دیکھنے کے مشتاق ہوں وہ مولوی صاحب کے رسالہ اشاعۃ السنۃ جلد 15 صفحہ 316-328 کی طرف رجوع فرمائیں۔(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 140)

یعنی جب مرزا صاحب کے دعاوی سامنے آگئے تو حضرت مولانا بٹالوی مرحوم نے توالحب للہ والبغض للہ پر عمل کرتے ہوئے مرزا قادیانی کے خلاف مسلمانوں کی جانب سے محاذ سنبھال لیا۔ دوسری طرف ہمارے معاصر کے ایک بزرگ نبوت کے اس مدعی کی کتابوں کے اتنے گرویدہ نظر آتے ہیں کہ مضامین ہی نہیں بلکہ عبارتوں پر عبارتیں وہاں سے بلا تکلف نقل کیے جاتے ہیں۔ مرزا صاحب کی عبارات کو اپنی کتاب میں نقل کر کے حوالہ تک نہیں دیتے اور ظاہر کرتے ہیں کہ یہ ان کی اپنی عبارات و مضامین ہیں، یہ ایک ایسا معمہ ہے جو ان کے معتقدین کو سلجھانا مشکل ہو رہا ہے اور یہ ظاہر کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے کہ ان کے تھانوی صاحب نے مرزا صاحب کی کتاب سے نقل نہیں لگائی بلکہ کسی ایسی کتاب سے نقل کی ہے جو مرزا صاحب کے سامنے بھی تھی۔ گویا وہ کہنا یہ چاہتے ہیں کہ مرزا صاحب اور مولانا تھانوی کا ماخذ ایک ہی تھا، اور دونوں نے ایک ہی کتاب سے نقل لگائی ہے۔ ایسی وضاحت پیش کرنے والے خود ہی یہ بات تسلیم کر رہے ہیں کہ تھانوی صاحب نے (مرزا صاحب نہ سہی) کسی اور کی کتاب سے بلاحوالہ عبارتیں نقل کی ہیں، خیر وہ کتاب جس سے مرزا صاحب اور مولانا تھانوی صاحب نے نقل لگائی ہے سامنے آئے گی تو اس موضوع پر مزید کچھ کہا جا سکے گا، فی الحال جو کچھ سامنے ہے اس سے تو یہی معلوم ہوتا ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم کو مرزا صاحب کی اسلامی اصول کی فلاسفی کی عبارات اتنی اچھی لگیں کہ انہوں نے انہیں اپنی کتاب میں بلاحوالہ شائع فرما دیا۔

قارئین! قادیانی علم وفضل سے مرعوبیت کی یہ مثال اپنی نوعیت کی واحد مثال نہیں، ہمیں کچھ اور دیوبندی علماء بھی نظر آتے ہیں جو مرزا صاحب کے ایک مرید کے حضور حاضر ہوتے رہے ہیں جیسا کہ پروفیسر

محمد سرور نے لکھا ہے:

ڈاکٹر فضل الرحمان سابق ڈائریکٹر ادارہ تحقیقات اسلامی اسلام آباد نے بتایا کہ ایک دفعہ مولانا سندھی ہمارے مکان واقعہ چوبرجی لاہور میں آکر رہے، ڈاکٹر صاحب کے والد مولانا شہاب الدین (خطیب شاہی مسجد لاہور) اور مولانا سندھی ایک ہی زمانے میں دارالعلوم میں تھے اور دونوں میں کافی دوستی تھی، دونوں بزرگ ایک دفعہ ایک ساتھ حکیم نوردین صاحب سے ملنے قادیان گئے تھے۔ (افادات وملفوظات حضرت مولانا عبیداللہ سندھی، مرتبہ محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی لاہور 1994 صفحہ 127)

اور ایک دوسری جگہ یہی پروفیسر محمد سرور صاحب لکھتے ہیں:

(مولانا سندھی) فرمانے لگے میں حکیم صاحب سے قادیان میں متعدد بار ملا ہوں، واقعی وہ بہت بڑے عالم قرآن تھے، میں تم سے کہوں ہندوستان سے باہر میں کئی اسلامی ملکوں میں رہ چکا ہوں، اور یہاں مکہ معظّمہ میں مختلف ملکوں سے بڑے بڑے مسلمان علماء آتے رہتے ہیں، مجھے ان سے بھی ملنے کا اتفاق ہوتا ہے، میں کہتا ہوں کہ میں نے آج تک علوم قرآن کا اتنا بڑا عالم نہیں دیکھا جتنے حکیم نوردین تھے، باقی رہا وہ قادیانی کیوں ہوئے، اس پر بھی کبھی باتیں ہوں گی۔ (افادات وملفوظات مولانا عبیداللہ سندھی مرتبہ محمد سرور، سندھ ساگر اکیڈمی، لاھور 1966 صفحہ 34)

ناظرین! یہ مولانا سندھی جناب شیخ الہند مولانا محمود الحسن کے شاگرد اور ان کے انتہائی قریب رہے ہیں، یہ بزرگ شیخ الہند کے دیگر شاگردوں مثل مولانا تھانوی، مولانا حسین احمد مدنی، مولانا انور شاہ کشمیری کے علمی مقام ومرتبے سے بھی خوب واقف تھے، بایں ہمہ جب وہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حکیم نوردین سے بڑا کوئی عالم قرآن نہیں دیکھا، تو دراصل وہ حکیم صاحب کو (جو مرزا قادیانی کے پہلے جانشین ہوئے) شیخ الہند، حکیم الامت اور مولانا انور شاہ وغیرھم سے بھی بڑا عالم قرآن قرار دے رہے ہیں، قادیانی علم وفضل سے مرعوبیت کی اس سے بڑی مثال اور کیا ہوسکتی ہے جو اہل دیوبند کے امام انقلاب نے مہیا فرمائی ہے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ اگست ۱۹۹۷ء۔ ص ۱۸۔ ۲۰)

مولانا اشرف علی تھانوی کی خدمات تحریک

(۲۲)

اس مضمون کی آٹھویں قسط میں حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ کے ایک فتوی کا ذکر کیا گیا ہے جو مرزا غلام احمد کی موت سے گیارہ ماہ قبل 1907ء میں جاری ہوا جس میں تھانوی صاحب نے فرمایا تھا کہ انہیں مرزا غلام احمد صاحب کی بابت پوری تحقیق نہیں ہے کہ اس میں کوئی قطعی وجہ کفر کی ہے یا نہیں۔

ہم نے ایک تاریخی حقیقت بیان کی تھی، لیکن جو لوگ ماضی کے واقعات کو اپنے بزرگوں سے والہانہ عقیدت کے آئینے میں دیکھنے کے عادی ہیں اس پر بہت چیں بجبیں ہوئے اور ایک رسالے میں کئی صفحات مولانا اشرف علی تھانویؒ صاحب کے دفاع کی نذر کر دیے گئے اور لکھا:

جن علماء نے اسے (مرزا) اہمیت نہ دی، نہ اس کی ضرورت سمجھی، نہ ان کے سامنے یہ موضوع اٹھا، تو اگر وہ اس کے کفر کو نہ جان پائے ہوں، تو یہ کوئی تعجب کی بات نہیں۔ ان دنوں مرزا غلام احمد کی بھی کوئی اہمیت نہ تھی کہ ہر ہر عالم اس کے عقائد کی پڑتال کرتا پھرے، نہ اس کی ضرورت تھی کہ کوئی مقتدر عالم اپنے ہی حلقے کے دیگر عالم سے پوچھے کہ کیا انہوں نے اس پر کوئی تحقیق اور پڑتال کی ہے۔

نیز یہ کہ جو لوگ مرزا غلام احمد کے قریب الوطن تھے جیسے علماء لدھیانہ، علماء گورداسپور، علماء امرتسر وغیرہ، وہ تو یقیناً مرزا غلام احمد کے وجوہ کفر جان چکے ہوں گے، تبھی تو انہوں نے بلاتردد مرزا پر کفر کا فتوی دے دیا، لیکن دور کے علماء (1907ء تک) مرزا غلام احمد کو پوری طرح سمجھ نہ پائے تو محض ایک احتیاط تھی، اور یہ کہ حضرت تھانوی کو اگر ابتداء میں قادیانیوں کے عقائد و نظریات کا پتہ نہ لگا تو اس میں کون سا جرم ہے؟

یعنی ہمارے معاصرین اس بات سے انکار تو نہیں فرما سکے کہ 1907ء تک مولانا اشرف علی تھانوی کو مرزا غلام احمد میں کفر کی کوئی قطعی وجہ نظر نہیں آ رہی تھی، نہ ہی وہ یہ کہنے کی ہمت کر سکے ہیں کہ ہم نے وہ فتوی مولانا تھانوی صاحب سے غلط طور پر منسوب کر دیا ہے۔ انہیں اس بات کا اقرار ہے کہ 1907ء تک تھانوی صاحب نے مرزا صاحب کو کافر قرار نہیں دیا تھا، جس کی وجہ یہ بتائی گئی ہے کہ چونکہ مولانا تھانوی، مرزا غلام احمد کے قریب الوطن نہیں تھے اس لیے دوری کے باعث انہیں مرزا صاحب قادیانی کے عقائد و نظریات و دعاوی سے ویسی واقفیت نہیں تھی جیسی ان کے قریب الوطن علماء کو تھی، اور یہ کہ 1907ء کے مرزا غلام احمد کی کوئی ایسی اہمیت بھی نہ تھی کہ مولانا اشرف علی تھانوی جیسا مقتدر عالم اس کے عقائد و نظریات کی جانچ پڑتال میں وقت صرف کرتا۔ نیز وہ قادیانیت کا ابتدائی دور تھا، اس دور میں ان کے عقائد کا پتہ نہ چل سکنا، مولانا اشرف علی تھانوی کا جرم نہیں کہلا سکتا۔

قارئین! ہم اپنی آج کی نشست اس وضاحت کے جائزے میں صرف کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مولف رئیس قادیان کے بقول مرزا غلام احمد علماء دیو بند کے درمیان اس وقت بھی زیر بحث تھا جب 1301ھ 1884ء کے جلسہ دستار بندی میں شرکت کے لیے لدھیانہ کے علماء دار العلوم دیو بند تشریف لے گئے تھے، اس جلسے میں لدھیانہ کے علماء اور مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب نانوتوی کے درمیان بڑی گرما گرم اور طویل بحث مرزا غلام احمد کے عقائد و نظریات پر ہوئی تھی، یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مولانا اشرف علی تھانوی بھی اس جلسے میں نہ صرف موجود تھے بلکہ ان خصوصی افراد میں شامل تھے جن کی دستار بندی کے لیے یہ محفل سجائی گئی تھی۔

(بیس بڑے مسلمان صفحہ 175)

اس جلسے میں ہونے والی بحث اور اس جلسے میں مولانا اشرف علی تھانوی کی نمایاں حیثیت میں شرکت سے یہ اندازہ لگانا بعید از قیاس نہیں ہے کہ مولانا تھانوی 1884ء ہی سے مرزا غلام احمد اور اس کے نظریات سے کسی نہ کسی حد تک واقف ہو چکے تھے، چہ جائیکہ یہ کہا جائے کہ وہ 1907ء میں بھی ناواقف تھے۔

پھر 1885ء میں مولانا اشرف علی تھانوی حج کے لیے تشریف لے گئے جہاں انہوں نے حاجی امداد

اللہ صاحب کے ہاتھ پر بیعت کی۔ ماہنامہ الرشید دیو بند نمبر کے پیش لفظ نگار نے لکھا ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے مولانا اشرف علی تھانوی کو قادیانی فتنے کی طرف متوجہ فرمایا۔

یہ بات یا تو اسی موقع پر، یا پھر 1899ء سے قبل کسی وقت ہوئی ہوگی کیونکہ حاجی صاحب 1899ء میں فوت ہو گئے تھے۔

یعنی اگر یہ بھی سمجھ لیا جائے کہ مولانا اشرف علی تھانوی کا قادیانیت کے موضوع سے تعارف 1884ء میں نہیں ہو سکا تھا، تو اس کے بعد انہوں نے اپنے مرشد کی ہدایت پر عمل کرتے ہوئے یقیناً اس موضوع سے متعلق ضروری معلومات حاصل کر لی ہوں گی اور 1899ء تک انہیں اس موضوع سے پوری طرح واقفیت ہونا چاہیے تھی۔

1907ء کے فتوے میں انہوں یہ فرما کر کہ انہیں مرزا غلام احمد قادیانی کے کفر و اسلام پر پوری تحقیق نہیں ہے، ایک الجھن پیدا کر دی ہے کیونکہ اس پس منظر میں ماہنامہ الرشید کے پیش لفظ نگار کا یہ کہنا کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے اپنے اس مرید کو فتنہ قادیانیت کی طرف متوجہ کیا تھا، درست معلوم نہیں ہوتا۔ اگر انہیں اپنی بات پر اصرار ہو تو پھر انہیں یا کسی اور کو یہ بھی وضاحت فرمانا ہوگی کہ وہ کون سے اہم تر امور تھے جن میں مشغولیت کے باعث مولانا اشرف علی تھانوی صاحب فتنہ انکار ختم نبوت کے متعلق معلومات حاصل کرنے اور اس کی بیخ کنی کی مہم میں شمولیت سے اپنے پیر (حاجی امداد اللہ) کے ارشاد کے باوجود 1907ء تک قاصر رہے۔

بعد مکانی کے بہانے سے بات کو ٹالنے کی کوشش کرنا اس لیے کار لا حاصل ہے کہ خود معاصر موصوف حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوری کے حوالے سے لکھ چکے ہیں کہ 1894ء میں حضرت گنگوہی کا فتوی در بارہ کفر قادیانی طبع ہو کر شائع ہو چکا تھا، اور بکثرت لوگوں کے پاس موجود تھا۔

(مولانا خلیل احمد کی اس تحریر پر تبصرہ ہم کسی اور موقع پر کریں گے، انشاء اللہ) کیا وجہ ہے کہ جس مرزا کے عقائد و دعاوی کی حقیقت 1894ء تک گنگوہ والوں پر کھل چکی تھی، سہارنپور والوں پر کھل چکی تھی، وہ تھانہ بھون والوں پر اس کے تیرہ سال بعد تک نہ کھل سکی۔ کیا سہارنپور اور گنگوہ سے تھانہ بھون اتنی دور ہے کہ وہ

مسافت 13 سال میں بھی طے نہ ہو سکی؟ مرزا غلام احمد کے بارے میں تو مکہ معظّمہ سے بھی فتوی تکفیر آ چکا تھا، جیسا کہ اس خود مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے:

عجیب حالت ہے کہ ایک طرف بد اندیش علماء مکہ سے فتوی لاتے ہیں کہ یہ شخص کافر ہے، پھر کہتے ہیں کہ حج کے لیے جاؤ اور خود جانتے ہیں کہ جبکہ مکہ والوں نے کفر کا فتوی دے دیا تو اب مکہ فتنہ سے خالی نہیں اور خدا فرماتا ہے کہ جہاں فتنہ ہو اس جگہ جانے سے پرہیز کرو۔

(روحانی خزائن (ایام الصلح) جلد 14 صفحہ 415)

قارئین! ہم نے اپنے مضمون کی آٹھویں قسط میں لکھا تھا:

کہ مرزا غلام احمد کے دوران حیات یعنی 1908ء تک فتنہ انکار ختم نبوت کے رد میں مولانا اشرف علی تھانوی کی کوئی خدمت ریکارڈ پر نہیں ہے۔،

ہمارے معاصر کئی صفحات ہماری تردید کی نذر کرنے کے باوجود مولانا تھانوی کا کوئی فتوی، کوئی تحریر، یا ملفوظ سامنے نہیں لا سکے جو 1908ء سے پہلے تردید قادیانیت میں پیش کیا جا سکے۔ یہ ایک وزنی پتھر ہے جو ان سے نہیں اٹھ سکا۔

اب ہم ان کی خدمت میں ایک خط پیش کرتے ہیں جو 1335ھ یعنی آج سے (ہجری تقویم کے لحاظ سے) ۱۰۵ برس قبل اور مرزا قادیانی کی موت کے 9 سال بعد ایک دیوبندی صاحب علم نے حضرت مولانا اشرف علی کی خدمت میں تحریر کیا تھا، یہ خط ہم الامداد بابت ماہ صفر 1336ھ مطبوعہ امداد المطابع تھانہ بھون سے من وعن نقل کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

جناب مخدومنا ومولانا عم فیوضہم وعلیکم السلام ورحمۃ اللہ وبرکاتہ،

مکرمت نامہ وارد ہو کر باعث اعزاز ہوا۔ یہ ناچیز حضرت جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کا بڑا نواسہ مولوی..صاحب مرحوم کا لڑکا ہے۔ اس میں شبہ نہیں کہ جناب نے ضروریات زمانہ کے لحاظ سے دینی خدمت بہت کی ہے اور بہت سے رسائل مفیدہ دینیات میں تصنیف فرما کر لوگوں کو مستفیض

فرمایا، مگر آپ سے صاحب فضل اور دین کے پیشواؤں کو تو ہر وقت کی ضرورتوں کو ملحوظ خاطر فرما کر دین متین کی اصلاح اوراس کی حفاظت میں پوری توجہ سے کوشش فرمانا فرض ہے، خصوصاً ایسے نازک وقت میں جبکہ اندرونی و بیرونی ہر طرح کے حملے زوروں پر ہورہے ہیں، یہ وقت ہے علماء امتی کا بنیاء بنی اسرائیل کا نظارہ دکھانے کا، ہمارے اندرونی دشمن جو اسلامی پیرایہ میں در پردہ اسلام کی بیخ کنی کرنے میں پوری کوشش اور سرگرمی سے مصروف ہیں زیادہ خطرناک ہیں بہ نسبت بیرونی دشمنوں کے۔ پھر جب تک اس کا متفقہ قوت سے مقابلہ نہ کیا جاوے اس وقت تک انکا دفعیہ غیر ممکن ہے۔، ایک دو آدمی کی توجہ اور کوشش سے کام نہیں چل سکتا۔ چونکہ آنجناب کو اس طرف پوری توجہ نہیں ہے اس لیے ان کی پوری حالت نہیں معلوم کہ یہ لوگ کیا کر رہے ہیں، اور غالباً مرزا کی کتابیں بھی ملاحظہ سے نہیں گزری ہیں ورنہ جناب کو معلوم ہوتا کہ اس نے در پردہ رسول اکرم ﷺ کی نبوت اور مذہب اسلام کو بالکل اڑا دینا چاہا ہے، یعنی محمدیت کو۔ اور اپنا مذہب یعنی بقول ان کے احمدیت مرزائیت کو پھیلانا چاہا ہے۔ اور یہی کوشش ان کی جماعت کی بھی ہے۔، اس میں جان توڑ کوشش کر رہے ہیں۔، ان کی طرف سے سینکڑوں مبلغین مرد و عورت صرف بہکانے پر مقرر ہیں اور تنخواہ پاتے ہیں۔ تمام لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہیں۔ صرف ہندوستان ہی میں نہیں، افریقہ وغیرہ بلکہ تمام دنیا میں پھیلے ہوئے ہیں۔، ان کا ہر شخص اپنے مذہب کے پھیلانے میں سرگرم ہے، ادنی سے لے کر اعلی سب اپنی حیثیت کے موافق چندہ دیتے ہیں۔ جو لوگ امیر ہیں وہ سینکڑوں روپے ماہوار قادیان بھیجتے ہیں، حیدر آباد دکن میں ایک تاجر... ہے وہ قادیانی ہو گیا ہے، بہت صرف کرتا ہے۔، اسی طرح اور بھی ہیں حیدر آباد میں۔ اور سہارنپور کی طرف کوئی جگہ سادھوڑا ہے، وہاں کے بعض مشائخ در پردہ قادیانی ہیں۔، ان کے ماننے والے بہت ہیں۔، اسی طرح ہر طرف یہ گمراہی پھیل رہی ہے۔ اب فرمائیے کہ ہماری طرف سے اس کے مقابلہ میں کون کھڑا ہوا جو پوری کوشش و توجہ سے ان کا مقابلہ کرتا۔، اگر اس طرف سے بھی پوری کوشش ہوتی تو آج گمراہی کی یہ حالت نہ ہوتی۔ فلاں مولوی صاحب و فلاں مولوی صاحب نے کچھ مقابلہ کیا وہ ذاتی غرض سے وہ بھی جب تک مولوی

...صاحب کا رسالہ اشاعت السنۃ نکلتا رہا، اس وقت تک وہ کچھ اس میں لکھتے رہے وہ بھی تقریباً انہیں کی جماعت میں محدود رہا۔اس پر بھی اس قدر قیمت رکھی گئی تھی کہ اسکو کوئی شائق بھی نہیں لے سکتا تھا۔ یا مولوی...صاحب نے اپنے اخبار میں کچھ مضمون لکھ دیا، یا بعض رسالے لکھ دیے تو آپ ہی فرمائیے کہ اس سے کہاں تک لوگ فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔، پھر ان کے مقابلہ میں جن کی کوشش کا یہ حال ہو کہ ساٹھ ہزار خطوط و اخبار و رسالے ماہواری مرزا کے وقت میں تمام (دنیا؟) میں شائع ہوتے تھے اور اب بھی بہت شائع ہوتے ہیں۔ اور اب ایک نیا طریقہ یہ نکالا ہے کہ مختلف زبانوں میں قرآن مجید کا ترجمہ تحریف کر کے شائع کر رہے ہیں۔، اب آپ ہی فرمائیے کہ ادھر کس عالم کو توجہ ہے جو اس فتنہ کی طرف متوجہ ہو، بجز ہمارے جد امجد قبلہ عالم مدظلہ العالی کے۔ مگر اب کچھ ایسی حالت رہتی ہے اور ضعف ونسیان غایت درجہ ہو گیا ہے جس کی وجہ سے اب بہت مجبور ہو گئے ہیں اور کوئی معین مددگار بھی نہیں ہے جو کسی قسم کی مدد کر سکے۔

اس وقت جناب کا اور حضرات علماء دیوبند کا بہت اثر ہے، اگر آپ حضرات کی خاص توجہ اس طرف ہوتی تو لوگوں پر زیادہ اثر ہوتا اور لوگوں کو یہ خیال ہوتا کہ واقعی یہ فتنہ ہے، اس سے بچنا ضروری ہے۔، اب تو لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ سب مولویوں کے جھگڑے ہیں، اس وجہ سے ہمارے رسالوں کو کوئی دیکھتا بھی نہیں، آپ نے تو یہ فرما کر ٹال دیا کہ رسالہ الامداد سے مجھے کوئی تعلق نہیں، علماء دیوبند نے اپنے رسالوں میں اس قسم کا مضمون لکھنے سے انکار کیا، حالانکہ اس میں بھی آپ ہی کی سرپرستی لکھی ہے، اور الامداد آپ کے معتقدین کا ضروری ہے، پھر یہ ناممکن ہے کہ آپ ان حضرات سے فرمائیں اور وہ انکار کریں۔ مگر ہاں توجہ خاص کے بغیر کام چلنا ناممکن ہے۔، جب آپ ہی جیسے حضرات اس سے پہلو تہی فرمائیں گے تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ ہے۔، جناب جد امجد قبلہ عالم کا کام تو آپ حضرات کے گوش گزار کر دینا ہے، اب جناب کو اختیار ہے اس فرض کو ادا کیجیے یا نہیں۔ جناب قبلہ عالم کا کرامت نامہ بھی ملفوف ہذا ہے، ختم نبوت کے بارے میں ادھر سے کافی بحث لکھی جا چکی ہے مگر ابھی اس موضوع پر ایک کتاب حقیقت ختم نبوت لکھی گئی جس کے حصے ہیں، مگر

قادیانی ہم کو نہیں دیتے۔ جو رسائل جناب کے ملاحظہ کے لیے بھیجے گئے ہیں اگر ان میں کوئی بات آپ کے خیال میں پسندیدہ نہ ہو تو اس سے ضرور عزت افزائی فرمادیں اور یہ بھی تحریر فرمائیں کہ ان میں کون سا رسالہ زیادہ مفید ہے، اس ناچیز کو کانپور میں کئی مرتبہ ملازمت حاصل ہوئی ہے اور چند بار مواعظ سننے کا موقع حاصل ہوا ہے، مولوی...صاحب مرحوم کے ایک صاجزادے ہیں...نام ہے۔ مجھے امید قوی ہے کہ اس کے جواب باصواب سے عزت افزائی فرمائیں گے۔ والسلام۔

قارئین! اس خط کے جواب میں مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم نے جو کچھ تحریر فرمایا وہ بھی من وعن پیش خدمت ہے، آپ نے لکھا:

جامع الفضائل العلمیہ والعملیہ مولوی...صاحب سلمہ اللہ تعالیٰ

السلام علیکم ورحمۃ اللہ،

صحیفہ محبت نے ممنون فرمایا۔ آپ کا پورا پتہ معلوم کر کے مسرور ہوا، اللہ تعالیٰ آپ کو ظاہری و باطنی برکات عطا فرمادے۔ آپ کے صحیفہ کے دو جزو ہیں،

ایک متعلق امراء کے، اس میں تو ہم غرباء کا کچھ دخل ہی نہیں،

دوسرا متعلق طلباء کے وہ بے شک ہم لوگوں کے کرنے کا کام ہے اور فرض ہے مگر علی الکفایہ، لیکن اسی کی مثل اور بھی بہت کام فرض علی الکفایہ ہیں۔ ظاہر ہے کہ ہر شخص ہر کام پورے طور پر نہیں کرسکتا، بجز اس کے کوئی صورت نہیں کہ اہتماماً یا اتفاقاً کوئی کام کرے۔ جب ایک یا دو شخص سے ایک کام میں کفایت ہو جائے دوسرے سبکدوش ہو جاویں گے۔ ظاہراً رد قادیانی میں رسائل کافی ہو چکے ہیں، اس لیے دوسرے کا ذمہ اب مشغول نہیں ہے۔ لیکن آپ کو اس باب میں وسعت نظر زیادہ ہے، اگر اب بھی کوئی خدمت ضروری رہ گئی ہو تو اس کو معین و مشخص کر کے فرمائیں کیونکہ مبہم مضامین سے کشف حال نہیں ہوتا، اگر وہ خدمت مقدور ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اس کو اپنے ذمہ سمجھ کر انجام دیا جاوے گا

باقی رہا مطبع کے مالکوں کا معتقدین میں سے ہونا اور اس لیے میرے اذن کا لازم یا مستحسن ہونا، یہ ایک نہایت ظاہری حکم ہے، تعمق کے بعد میرے اس دخل نہ دینے کو انشاء اللہ تعالیٰ ترجیح دی جاوے گی۔ مصالح اس قدر کثیر ہیں کہ تحریر میں گنجائش نہیں، میں رسائل مرسلہ کے مطالعہ کی فکر میں ہوں، وقت نہیں ملا لیکن جس طرح بن پڑے گا دیکھوں گا اور دیکھ کر جو رائے ہوگی انشاء اللہ تعالیٰ اطلاح دوں گا، اس میں جتنی دیر ہوگی اس کا سبب تاخیر مطالعہ ہوگا، باقی آپ کی دلسوزی ومشورہ خیر پر دل سے آپ کے لیے دعائے برکت کرتا ہوں، والسلام

مکرر آنکہ ان رسالوں کے علاوہ اور رسائل رد قادیانی کے جو آپ کو معلوم ہوں ان کا نام ونشان فرمایئے تاکہ منگاؤں یا موجود ہوں تو عاریۃ دے دیجیے، ان سب کے مطالعہ میں شاید کوئی خدمت میرے ذہن میں بھی آ جاوے۔ 26 شوال 1335ھ۔

قارئین! مولانا محمد اشرف علی تھانوی مرحوم کو خط لکھنے والا کسی اہل علم گھرانے کا فرد معلوم ہوتا ہے، اور اس کے خط سے یہ تاثر ملتا ہے کہ اس کے خاندان نے رد قادیانیت کے سلسلہ میں کام بھی کیا ہے اور اسے خود بھی قادیانیت سے متعلقہ لٹریچر سے واقفیت ہے جس کا تذکرہ مولانا تھانوی صاحب نے بایں الفاظ میں کیا، آپ کو اس باب میں وسعت نظر زیادہ ہے۔،

ہمیں ایک عرصہ قبل لکھے جانے والے ایک دیوبندی اہل علم کے اس خط میں یہ اعتراف ملتا ہے کہ رد قادیانیت میں دیوبندیوں کی خدمات اوس وقت تک (مکتوب نگار کے جد امجد کے سوا) قطعاً قابل ذکر نہیں تھیں، جیسا کہ مکتوب نگار نے مولانا تھانوی سے پوچھا کہ ہماری طرف سے ان (مرزائیوں) کے مقابلے میں کون کھڑا ہوا؟ خود مولانا تھانوی صاحب سے شکوہ کیا گیا ہے کہ انہیں اس معاملے کی طرف پوری توجہ نہیں ہے۔ اور یہ کہ غالباً مرزا صاحب قادیانی کی کتابیں بھی ان کی نظر سے نہیں گزریں، اور یہ کہ جب آپ جیسے لوگ اس معاملے (رد قادیانیت) سے پہلوتہی کریں گے تو پھر اسلام کا خدا ہی حافظ ہے۔

خط میں یہ شکوہ بھی کیا گیا ہے کہ دیوبندی رسالوں میں ردقادیانیت پر مضامین شائع کرنے سے انکار کردیا جاتا ہے، اور جب مولانا اشرف علی تھانوی کی توجہ اس جانب دلائی گئی تو انہوں نے کہہ دیا کہ ان کا ایسے رسالے پر کوئی اثر و ورسوخ نہیں ہے، حالانکہ وہ رسالہ بقول مکتوب نگار خود مولانا اشرف علی تھانوی کی سرپرستی میں شائع ہوتا تھا۔

مولانا اشرف علی تھانوی نے اپنے جوابی مکتوب میں ردقادیانیت کو فرض کفایہ قرار دیتے ہوئے اعتراف کیا ہے کہ انہوں نے اس لیے تا حال (1335ھ تک) اس طرف توجہ دینے کی ضرورت نہیں محسوس فرمائی کہ کچھ لوگوں نے بخوبی یہ کام کردیا ہے اور خود ان کے کرنے کے لیے بے شمار دوسرے کام موجود ہیں، انہوں نے بین السطور میں بھی یہ نہیں لکھا کہ انہوں نے بھی ردقادیانیت میں کوئی کام کیا ہے، نہ انہوں نے کسی کتاب کا ذکر کیا، نہ فتوی یا تقریر کا، انہوں نے صرف یہ فرمایا کہ مجھے لٹریچر بھیجا جائے، میں پڑھوں گا پھر دیکھوں گا۔ اگر کوئی کام کیے جانے سے رہ گیا ہو، تو اسے سرانجام دینے کی کوشش کریں گے۔یعنی وہ مستقبل کی باتیں کرتے ہیں، ماضی کی نہیں۔اور یہ وہ شخص ہے جسے ہمارے معاصر کے بقول اس خط کے لکھے جانے برسوں قبل ان کے مرشد حاجی امداداللہ مرحوم، فتنہ قادیانیت کی طرف متوجہ فرما چکے ہیں۔

چلتے چلتے ہم ایک اور عرض بھی کرتے چلیں وہ یہ کہ اس خط وکتابت میں نہ تو ہمیں مولانا انور شاہ صاحب کا نام نظر آیا، یہ مولانا مرتضی حسن چاندپوری صاحب کا، نہ مولانا حسین احمد مدنی صاحب کا، نہ اس دور کے کسی اور بڑے دیوبندی بزرگ کا۔، اگر مکتوب نگار کے جدامجد کے سوا اس قبیلے کا کوئی اور فرد بھی اس میدان میں اس وقت سرگرم ہوتا تو مکتوب نگار (جو خود بھی دیوبندی ہیں) یہ کیسے لکھ سکتے تھے: اب فرمایئے ہماری طرف سے ان کے مقابلہ میں کون کھڑا ہوا، بجز ہمارے جدامجد کے..اور اگر مکتوب نگار کا یہ لکھنا ان کی عدم واقفیت کی بنا پر تھا اور کچھ بزرگان دیوبند واقعتاً اس میدان میں سرگرم تھے تو مولانا تھانوی اپنے جوابی مکتوب میں یقیناً ان کی

جانب اشارہ فرما دیتے کہ دیکھو ہمارے فلاں اور فلاں عالم نے فلاں خدمات انجام دی ہیں، مولانا اشرف علی تھانوی نے ایسا بالکل نہیں کیا جو اس بات کا ثبوت ہے کہ فتنہ انکار ختم نبوت کے سد باب کے اس دور میں علماء دیو بند کی خدمات مکتوب نگار اور مولانا تھانوی کے نزدیک ایسی وقیع نہیں تھیں جس انداز میں آج بیان کی جاتی ہیں۔ مکتوب نگار نے اپنے جد امجد کے سوا جن دو افراد کا تحریک ختم نبوت میں سرگرم افراد کی حیثیت سے ذکر کیا ہے اور جن کے نام الامداد والوں نے نکتے ڈال کر حذف کر دیے ہیں وہ ایک تو مولانا محمد حسین بٹالوی ہیں جن کے اشاعۃ السنۃ کا نام اوپر والے خط میں بھی موجود ہے، اور دوسرے مولانا ثناء اللہ امرتسری معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ اس دور میں جو شخص مرزائیوں کے خلاف رسالے بھی لکھتا تھا اور اپنے اخبار اہل حدیث میں ان کے خلاف مضامین بھی لکھتا تھا وہ ان کے سوا اور کوئی نہیں ہے.... اسے کہتے ہیں:

الفضل ما شهدت به الاعداء

اور مشک آنست کہ خود ببوید۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم ستمبر ۱۹۹۷ء ص ۲۳۔۲۵ و ۹)

۱۸۹۶ء کے مدعووین مباہلہ

(۲۳)

1893ء میں مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک مباہلہ حضرت مولانا عبدالحق غزنوی سے ہوا تھا، جس کی روئیداد ہم ہدیہ قارئین کر چکے ہیں۔ 1896ء میں مرزا صاحب نے پھر علماء و مشائخ کو مباہلے کا چیلنج دیا اور اسے اپنی کتاب انجام آتھم میں شائع فرمایا۔، ہم جس ترتیب سے واقعات بیان کر رہے ہیں اس کے متعلق ہم ابھی تک 1893ء سے باہر نہیں نکلے اس لیے 1896ء کے چیلنج کو فی الحال بیان کرنا قبل از وقت سمجھتے ہیں لیکن ہمارے ایک ناقد نے ہمیں کہا ہے کہ ہم انجام آتھم کے ان صفحات کا مطالعہ کریں جہاں ان لوگوں کے نام درج ہیں جن کو مرزا صاحب نے 1896ء میں مباہلے کا چیلنج دیا تھا اور پھر فیصلہ کریں کہ ان میں اکثریت مقلدین کی ہے یا غیر مقلدین کی۔

ہم نے انجام آتھم کے متعلق صفحات دیکھے۔ وہاں دو فہرستیں ہیں، ایک علماء کے اسماء گرامی پر مشتمل ہے اور دوسری سجادہ نشینوں پر۔ پہلی فہرست میں 55 سے زائد نام ہیں اور دوسری میں شائد 48۔ یہ لوگ کون تھے؟ دوسری فہرست کا معاملہ تو بہت سادہ ہے۔ ہمارے ناقد کو بھی معلوم ہے کہ پیر پرستی، قبر پرستی اور مردوں کی تجارت مقلدین ہی کے شعبے ہیں، یہ پوری کی پوری فہرست انہی کے اجداد و اسلاف پر مشتمل ہے، اس لیے مزاروں اور گدیوں کے سجادہ نشینوں کی فہرست میں اہل حدیثوں کا کیا کام ہوسکتا ہے۔ تاہم اس فہرست کا بنظر غائر جائزہ لیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اس فہرست میں موجود سب لوگ 1896ء میں مرزا غلام احمد کے مخالف اور تحفظ ختم نبوت کے کاروان میں شامل نہیں تھے۔، ان میں ایک ایسا پیر بھی شامل ہے جو اس وقت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے دعاوی کا مصدق تھا۔، ایک ایسا پیر بھی شامل ہے جو 1896ء میں (بلکہ کچھ عرصہ بعد تک بھی) مرزا صاحب قادیانی کی حمایت یا مخالفت کے بارے میں گومگو کا شکار تھا۔، اور ایک ایسا پیر بھی فہرست میں موجود ہے جو اس چیلنج کے کئی سال بعد بھی لوگوں کو مرزا غلام احمد قادیانی کی مخالفت سے باز رکھنے کی کوشش

میں مصروف نظر آتا ہے۔

پہلا پیر چاچڑاں کا خواجہ غلام فرید ہے۔ اس کے متعلق مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے:

کئی مولوی جیسے مولوی غلام دستگیر، خواجہ صاحب کو میرا مکذب بنانے کے لیے آپ کے گاؤں میں پہنچے جیسا کہ کتاب اشارات فریدی میں خواجہ صاحب نے خود یہ حالات بیان کیے ہیں۔ اور بعض غزنویوں کا بھی صاحب موصوف کے پاس خط پہنچا۔ مگر آپ نے کسی کی بھی پرواہ نہ کی اور ان خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیے کہ وہ ساکت ہوگئے۔

(روحانی خزائن (حقیقۃ الوحی) طبع 1984ء صفحہ 215-216)

اس بات کو ذرا وضاحت کے ساتھ حال ہی میں الفضل میں بایں الفاظ بیان کیا گیا ہے:

خواجہ غلام فرید صاحب وہ مرد مجاہد تھے جنہوں نے کھلے لفظوں میں آپ (مرزا صاحب) کی تصدیق فرمائی۔ چنانچہ انہوں نے دعوت مباہلہ کا اشتہار ملتے ہی 27 رجب 1314ھ بمطابق جنوری 1897ء کو حضرت اقدس (مرزا صاحب) کے نام عربی میں عقیدت مندی کے جذبات سے مکتوب بھیجا کہ مباہلہ کا سوال ہی کیا ہے، میں تو ابتداء ہی سے حضور کی تعظیم کرتا ہوں تا کہ مجھے ثواب حاصل ہو، اور کبھی میری زبان پر تعظیم وتکریم اور رعایت آداب کے سوا آپ کے حق میں کوئی کلمہ جاری نہیں ہوا...

یہ خط چھپا تو پہلے مولوی... غلام دستگیر صاحب اور پھر مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب ان کے گاؤں پہنچے اور غزنوی خاندان کے بعض علماء نے انہیں مکذب بنانے کے لیے خطوط بھی بھجوائے، مگر آپ چونکہ بزرگ اور پاک باطن تھے، اس لیے آپ نے کسی کی پرواہ نہ کی اور ان خشک ملاؤں کو ایسے دندان شکن جواب دیے کہ وہ ساکت ہوگئے اور خدا تعالیٰ کے فضل سے آپ کا خاتمہ مصدق ہونے کی حالت میں ہوا۔

(الفضل انٹرنیشنل 5-11 اپریل 1997 صفحہ 13)

ان پیر صاحب نے رجب، شعبان اور شوال 1314ھ میں یکے بعد دیگرے تین خطوط مرزا صاحب قادیانی کو تحریر فرمائے جو مرزا غلام احمد کی کتاب سراج منیر میں موجود ہیں۔ ان خطوط میں پیر صاحب نے مرزا صاحب قادیانی کو

مجموعہ محاسن بیکراں، مستجمع اوصاف بے پایاں، مکرم و معظم برگزیدہ خدائے احد، معارف پناہ، حقائق نگاہ، شریعت انتباہ، المستظہر باللہ وغیرہ خطابات سے یاد کیا ہے۔

یہ پیر صاحب 1901ء میں فوت ہوئے اور کہا جاتا ہے کہ مذکورہ بالا خطوط لکھنے کے کچھ عرصہ بعد انہوں نے مرزا صاحب سے بے زاری کا اظہار فرما دیا تھا، خدا کرے کہ ایسا ہی ہوا ہو، اگرچہ ہماری نظر سے خواجہ صاحب کی ایسی کوئی تحریر نہیں گزری جس سے یہ نتیجہ نکلتا ہو۔ جو بات یقینی ہے اور اس وقت کہنا مقصود ہے، وہ یہ ہے کہ جب مرزا صاحب نے ان کا نام 1896ء والے اشتہار مباہلہ میں شامل کیا تھا اس وقت وہ مرزا صاحب کے مکذب نہیں بلکہ مصدق تھے۔

دوسرے حنفی مقلد پیر گولڑہ کے جناب مہر علی شاہ صاحب گولڑوی تھے، ان کی سوانح عمری میں مولوی فیض احمد نے لکھا ہے:

> مرزا صاحب کا ایک مطبوعہ دعوت نامہ ان کے پیرو مولوی عبدالکریم سیالکوٹی نے حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کی خدمت میں بھیجا، دعوت نامہ کا مضمون یہ تھا کہ میں مسیح موعود ہوں اور خدائے تعالیٰ کی طرف سے احیائے دین اور عروج اسلام کے لیے مامور کیا گیا ہوں، آپ اس مشن میں میری اعانت کریں،
>
> حضرت نے جواب میں لکھوایا کہ میں آپ کو مسیح موعود اور مامور من اللہ نہیں مانتا، آپ اپنی توجہ حسب سابق غیر مسلموں کے ساتھ مناظرات اور تبلیغ اسلام پر مرکوز رکھیں اور عنداللہ ماجور ہوں۔
>
> (مہر منیر صفحہ 6-2)۔

یہ تحریر بتا رہی ہے کہ پیر مہر علی شاہ صاحب مرزا صاحب کو مامور من اللہ اور مسیح تو نہیں مانتے لیکن ان دعاوی کے باوجود وہ مرزا صاحب کو مسلمان ہی سمجھتے تھے، کافر نہیں۔ تبھی تو انہیں تبلیغ اسلام پر توجہ مرکوز رکھنے کی

ہدایت فرما رہے تھے، ایک غیر مسلم کا تبلیغ اسلام سے کیا تعلق ۔ نیز یہ بھی محسوس ہوتا ہے کہ پیر صاحب نہ صرف خود کاروان تحفظ ختم نبوت میں اس وقت تک شامل نہیں ہوئے تھے بلکہ وہ دوسروں کو بھی اس میں شمولیت سے منع کرتے تھے جیسا کہ وہ اپنی کتاب شمس الهدایت (جو 1900ء کی تصنیف ہے) میں اس کی وجہ تالیف بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

میری توجہ ان حقائق و معارف کی طرف دلائی گئی تھی جو تالیفات مثل ازالہ اوہام ودافع الوساوس اور ایام صلح میں مندرج ہیں، مگر میں علمائے کرام کو ان کی لعن طعن سے بدیں وجہ روکتا رہا کہ خلاف شعار اسلام ہے، (مہر منیر صفحہ 523)

ایام صلح نامی کتاب 1899ء کی تصنیف ہے، یہ تحریر بتاتی ہے کہ اس اور اس سے پہلے کی کتابوں میں مندرج مرزا صاحب کے عقائد ونظریات سامنے آنے کے باوجود پیر صاحب نہ صرف خود مرزا صاحب کے خلاف سرگرم نہیں ہوئے تھے بلکہ دوسروں کو بھی اس سے روکتے تھے، اس کے بعد کیا ہوا؟ یہ بھی مہر منیر کے مصنف کی زبانی سنیے۔

ملفوظات طیبات میں درج ہے کہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ نے فرمایا کہ عالم رویا میں آنحضرت ﷺ نے مجھے مرزائے قادیانی کی تردید کا حکم دیتے ہوئے ارشاد فرمایا کہ یہ شخص میری احادیث کو تاویل کی قینچی سے کتر رہا ہے اور تم خاموش بیٹھے ہو۔ (مہر منیر صفحہ 203)

یعنی حضور رسالتمآب ﷺ کو خود اس معاملہ میں مداخلت کرنا پڑی جس کے نتیجے میں یعنی حضور نبی کریم ﷺ سے عالم رویات میں حکم ملنے کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب تو کاروان تحفظ ختم نبوت میں شامل ہو گئے اور انہوں نے تحریری وتقریری محاذ پر قابل قدر خدمات دینا شروع کر دیں، لیکن اس پر ایک اور پیر جسے ہمارے ناقد معاصر نے بڑے فخر سے حنفی علماء میں شمار کیا ہے، ان سے ناراض ہو گیا۔ اس شخص کا نام خواجہ اللہ بخش تونسوی ہے۔ لکھا ہے

حضرت (پیر مہر علی شاہ) کے کسی معاصر نے حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی کی خدمت میں جا کر کہا کہ پیر صاحب گولڑہ شریف دیوبندی علماء سے علم حاصل کر آئے ہیں اور مولویوں کی طرح مرزا قادیانی

سے الجھ پڑے ہیں، ورنہ صوفیا کو مناظروں سے کیا واسطہ؟ چنانچہ حضرت خواجہ اللہ بخش تونسوی نے ان باتوں کا ذکر تونسہ شریف کے عرس پر حضرت ثانی سیالوی سے فرما کر غالباً یہ بھی کہا کہ آپ کے شاہ صاحب (یعنی حضرت قبلہ عالم قدس سرہ) یہاں کبھی نہیں آئے۔ حضرت ثانی نے سیال شریف کے عرس کے موقعہ پر حضرت قبلہ عالم سے یہ سارے واقعات بیان فرما کر مشورۃً کہا کہ کبھی تونسہ شریف بھی حاضری دے آئیں کیونکہ حضرت خواجہ صاحب کی طبع پر کچھ بار معلوم ہوتا ہے جس کا رفع کرنا ضروری ہے۔ حضرت نے کہا کہ میں یہیں سے چلا جاتا ہوں...(تونسہ پہنچنے پر) تحصیل کے قریب والی سرائے میں جہاں عام لوگ ٹھہرتے تھے، آپ کے قیام کا انتظام کیا گیا، حضرت خواجہ اللہ بخش سے پہلی ملاقات سرسری طور پر نماز کے بعد ہوئی اور اس میں رسمی سلام اور مزاج پرسی کے علاوہ اور کوئی بات نہ ہوئی۔

اگلے روز مجلس میں ملاقات پر حضرت خواجہ صاحب نے فرمایا سائیں کیویں آئے وے؟ یعنی صاحب کیسے آنا ہوا۔ آپ نے فرمایا از خود نہیں آیا، بھیجا گیا ہوں، اور اپنے پیرزادہ کے ارشاد کی تعمیل کر رہا ہوں۔ خواجہ صاحب نے تعلیم کے متعلق سوال کیا کہ کیا کچھ پڑھا ہے اور کہاں سے پڑھا ہے؟ جب جواب دیتے ہوئے دورہ حدیث کے ضمن میں حضرت نے اپنے استاد مولانا احمد علی سہارنپوری کا نام لیا تو خواجہ صاحب بولے، وہ تو بہت بڑا وہابی تھا۔ حضرت نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ ان پر رحمت فرمائے، وہ بہت بڑے حنفی تھے، البتہ صوفیائے کرام کی رسوم کے پابند نہ تھے۔ حضرت کے قادیانی مناظرات کے متعلق خواجہ صاحب نے اعتراض کیا تو حضرت نے فرمایا میں اس امر میں معذور ہوں، کیونکہ جس طرح مرزائی دلائل دیتے ہیں اگر کوئی اور صاحب علم ان کی تردید کر سکے تو مجھے مناظرات کی کیا ضرورت ہے، بصورت دیگر میرا سکوت نامناسب ہے۔ اگر مسلمان ہی نہیں رہیں گے تو صوفیائے کرام تصوف کی تعلیم کسے دیں گے۔

(مہر منیر صفحہ 304-305)

اس اقتباس سے مقلدین کی آنکھیں کھل جانا چاہیں کہ جس ماضی اور جن اکابر پر وہ فخر کرتے ہیں ان کی حقیقت کیا ہے ان کے اتنے بڑے بڑے بزرگ نہ صرف کاروان ختم نبوت میں شامل نہیں تھے بلکہ کاروان کے غبار سے بھی خود کو دور رکھنا چاہتے تھے، اور اپنے متعلقین کو بھی ایسی ہی تلقین کرتے تھے۔، وہ تو بھلا ہو چند بے سروسامان اہل حدیث علماء کا جو قلت تعداد، قلت سامعین اور قلت وسائل کے باوجود نہ صرف اٹھ کھڑے ہوئے تھے بلکہ برسوں اکیلے ہی مرزا کا نام میں دم کیے رہے، خواجہ اللہ بخش تونسوی، پیر مہر علی شاہ صاحب سے درج بالا ملاقات کے کچھ ہی عرصہ بعد 1901ء میں فوت ہو گئے تھے اور ہمیں اس بات کی کوئی شہادت نہیں ملتی کہ ملاقات اور وفات کے درمیانے عرصہ میں انہوں نے مرزا قادیانی کے خلاف کسی سرگرمی میں حصہ لیا ہو۔، اگر ایسا ہوا بھی ہو تو یہ (یعنی ملاقات) کے بعد کی بات ہو گی اور انجام آتھم والہ اشتہار مباہلہ تو 1896ء کی بات ہے، جس وقت وہ یقیناً کاروان ختم نبوت میں شامل نہیں تھے۔

قارئین! بعض حنفی مشائخ وسجادہ نشینوں کا حال 1900ء تک ہی نہیں بلکہ اس کے بہت بعد تک بھی درست نظر نہیں آتا، الامداد بابت صفر 1336ھ میں (یعنی مرزا کی وفات کے بعد) ایک دیوبندی بزرگ کا خط مولانا اشرف علی تھانوی کے نام درج ہے اس میں مکتوب نگار لکھتے ہیں:

سہارنپور کی طرف کوئی جگہ ساڈھورا ہے وہاں کے بعض مشائخ درپردہ قادیانی ہیں، ان کے ماننے والے بہت ہیں۔(صفحہ 36)

اور دہلی میں حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کی درگاہ کے سجادہ نشین خواجہ حسن نظامی (جو پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی سے بھی بیعت تھے) کے متعلق مولوی فیض احمد صاحب نے مہر منیر میں لکھا ہے:

خواجہ صاحب اپنے رسالہ منادی میں ہمیشہ حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کو اپنا شیخ طریقت تسلیم فرماتے رہے... خواجہ صاحب بیحد روادار طبیعت اور مرنجان مرنج قسم کے انسان تھے، ابتداءً قادیانیوں کے حق میں نرم خیالی کے باعث علماء میں معتوب تھے۔ مگر بالآخر 17 جون 1935ء کے پرچہ میں اعلان کیا کہ میرے پیرو مرشد حضرت سید مہر علی شاہ چشتی نظامی سجادہ نشین گولڑہ شریف کا ایک بیان میری نظر سے گزرا جس میں حضرت اقدس نے ایک فیصلہ کن حکم صادر فرمایا ہے اور وہ یہ کہ قادیانی

اپنے عقائد مخصوصہ کے سبب مسلمان نہیں کہلا سکتے، اس واسطے سے کسی مسلمان کو ان سے کسی قسم کا تعاون جائز نہیں۔(مہر منیر صفحہ 293)

یعنی 1935ء یعنی مرزا غلام احمد کی وفات کے 27 سال بعد تک وہ قادیانیوں کے حق میں نرم خیال تھے اور چوہدری ظفر اللہ نے کہا خواجہ صاحب کے حضرت (مرزا محمود احمد) صاحب کے ساتھ بڑے دوستانہ تعلقات ہوگئے، بلایا، دعوت تبھی کی، ہمارے پیچھے نماز پڑھ لیتے تھے۔

(سیاسی اتار چڑھاؤ، از منیر احمد۔لاھور 1989ء صفحہ 119)

اور پیر جماعت علی شاہ صاحب علی پوری کو مخاطب فرماتے ہوئے شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ایک مرتبہ لکھا:

شاہ صاحب! تبلیغ دین اور اشاعت اسلام ہر مسلمان خصوصاً آل رسول پر فرض مقدم ہے، پھر کیا وجہ ہے کہ آپ اتنے اوصاف کے مالک ہو کر اس ضروری کام خاص کر تردید مرزا پر بھی توجہ نہیں کرتے، کیا اس لیے کہ (بقول مرزا محمود خلیفہ قادیان) آپ کو ان سے کبھی کام پڑتا ہے اور آپ ان سے کچھ امید خیر رکھتے ہیں، چنانچہ مرزا محمود احمد قادیانی نے لکھا ہے:

اتفاقاً ریل گاڑی میں ایک ہی جگہ مجھے اور جماعت علیشاہ صاحب کو بیٹھنا پڑا، جب گاڑی چلی تو انہوں نے پوچھا آپ کہاں جائیں گے؟ میں نے کہا بٹالہ جا رہا ہوں۔ پھر انہوں نے پوچھا خاص بٹالہ جائیں گے یا کسی گاؤں میں؟ میں نے کہا گاؤں میں جاؤں گا۔ پھر پوچھا کون سے گاؤں میں؟ میں نے کہا قادیان میں۔ کہنے لگے کیا آپ قادیان کے رہنے والے ہیں؟ میں نے کہا ہاں قادیان کا رہنے والا ہوں۔ کہنے لگے آپ کا مرزا صاحب کے ساتھ کوئی رشتہ بھی ہے؟ میں نے کہا میں ان کا بیٹا ہوں۔ اس پر پیر صاحب نے بڑے تپاک کا اظہار کیا، اور کہا کہ میں تو بڑی مدت سے آپ کی ملاقات کا شائق تھا۔ بہت خوشی ہوئی کہ آپ کی ملاقات ہوگئی۔ ان دنوں ان کا ایک احمدی سے مقدمہ تھا، وہ چاہتے تھے کہ کسی احمدی سے ملاقات ہو تو اس کے ذریعہ مقدمہ میں سفارش کرائیں۔۔۔ مجھے نزلہ تھا میں نے عذر کیا، کہنے لگے یہ تو یونہی باتیں ہیں جو کچھ ہونا ہوتا ہے وہ تو ہو ہی

جاتا ہے۔

(الفضل 21 فروری 1931 صفحہ 28 منقول از اہل حدیث امرتسر 24 جولائی 1931 صفحہ 4)۔

ایک اور پیر کا حال الفضل میں یوں مرقوم ہے:

حضرت صاحبزادہ پیر محمد سراج الحق نعمانی کا تعلق سرساوہ ضلع سہارنپور سے تھا۔ آپ کا خاندان نسل درنسل گدی نشین چلا آرہا تھا۔ جب 1889ء میں (مرزا غلام احمد کی) بیعت ہوئی تو آپ لدھیانہ میں تھے اور آپ کی اس درخواست کو حضرت اقدس (مرزا صاحب) نے قبول فرمایا کہ آپ قادیان پہنچ کر بیعت کریں گے۔، چنانچہ آپ نے 23 دسمبر 1889ء کو بیعت کی سعادت حاصل کی۔، حضرت صاحبزادہ صاحب کو 1882ء سے تعلق خاطر تھا۔، ستمبر 1899ء میں آپ ہجرت کر کے قادیان آبسے..آپ خود گدی نشین اور پیر خاندان سے تھے، قبول احمدیت کی سعادت پانے کے بعد آپ نے اپنے سلسلہ پیری مریدی کو ختم کر دیا تھا، اور پھر آپ نے کئی علماء اور گدی نشینوں کو دعوت حق بھی دی، جن میں آپ کے ہم زلف مولوی رشید گنگوہی بھی شامل تھے۔، حضرت صاحبزادہ صاحب کو حضور کے پاؤں دبانے کی سعادت بھی بارہا حاصل ہوئی۔، قادیان کے ساتھ دارالامان لکھنے کی تجویز بھی آپ ہی کی تھی۔، جماعت کا نام احمدی رکھنے کی تجویز بھی آپ ہی نے 1901ء کی مردم شماری کے موقع پر خدمت اقدس میں پیش کی تھی۔

(الفضل انٹرنیشنل 27 دسمبر 1996۔2 جنوری 1997ء صفحہ 14)۔

قارئین! اب ہم پہلی فہرست کی طرف آتے ہیں جس میں 58 علماء کے نام مرزا غلام احمد نے مدعودین مباہلہ کے طور پر لکھے ہیں، ان میں سب سے پہلا نام حضرت میاں صاحب سید محمد نذیر حسین محدث دہلوی کا ہے اور دوسرا انہی کے شاگرد مولانا محمد حسین بٹالوی کا جہاں تک باقی علماء کا تعلق ہے، ان کے بارے میں مرزا صاحب اسی اشتہار مباہلہ کے شروع میں لکھتے ہیں۔

چونکہ علماء پنجاب اور ہندوستان کی طرف سے فتنہ تکفیر و تکذیب حد سے گزر گیا ہے اور یہ فقط علماء بلکہ فقراء اور سجادہ نشین بھی اس عاجز کے کافر اور کاذب ٹھہرانے میں مولویوں کی ہاں میں ہاں ملا رہے

ہیں اور ایسا ہی ان مولویوں کے اغواء سے ہزار ہا لوگ ایسے پائے جاتے ہیں کہ وہ ہمیں نصاری اور یہود اور ہنود سے بھی اکفر سمجھتے ہیں۔ اگر چہ اس تمام فتنہ تکفیر کا بوجھ نذیر حسین دہلوی کی گردن پر ہے مگر تاہم دوسرے مولویوں کا یہ گناہ ہے کہ انہوں نے اس نازک امر تکفیر مسلمانوں میں اپنی عقل اور اپنی تفتیش سے کام نہیں لیا بلکہ نذیر حسین کے دجالانہ فتوی کو دیکھ کر جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا بغیر تحقیق اور تنقیح کے اس پر ایمان لے آئے۔

(روحانی خزائن جلد 11 صفحہ 45 مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 257)

مرزا غلام احمد کے اشتہار مباہلہ کی اس تعارفی عبارت کا مطلب یہ ہے کہ اس نے مولانا رشید احمد گنگوہی، مولوی اصغر علی، مولوی غلام رسول، مولوی محمد حسین، مولوی سعد اللہ، مولوی احمد اللہ، مولوی محمد، مولوی عبد العزیز، مولوی غلام دستگیر، مولوی عبد اللہ ٹونکی، مولوی عبد الجبار غزنوی، مولوی عبد المنان وزیر آبادی، مولوی ابراہیم وغیرھم کو محض اس لیے اس فہرست میں شامل کیا ہے کہ وہ اپنی تحقیق و تفتیش کے بغیر سید نذیر حسین کے اس فتوی تکفیر مرزا پر ایمان لے آئے ہیں جو محمد حسین بٹالوی نے تیار کیا تھا۔ ہم اپنے ناقد کی خدمت میں گزارش کرنا چاہتے ہیں کہ ان کے کہنے پر ہم نے انجام آتھم میں اشتہار مباہلہ اور مدعوین مباہلہ کی فہرستیں دیکھ لی ہیں، اب ان سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ مرزا صاحب قادیانی کا شکریہ ادا کریں کہ اس نے ان فہرستوں میں آپ کے شیخ الہند، محدث عصر، حکیم الامت، مجدد ماۃ حاضرۃ وغیرھم کے نام نہیں لکھ دیے۔ اگر وہ آپ کے ان اکابرین کے نام بھی لکھ دیتا تو وہ بھی ان لوگوں میں شمار ہو جاتے جو ایک غیر مقلد کے تیار کردہ فتوی تکفیر پر اپنی تحقیق و تفتیش کے بغیر ایمان لے آئے تھے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ اکتوبر ۱۹۹۷ء ص ۲۱۔۲۳)

مرزا غلام احمد کا فقہی مسلک

(۲۴)

اس مضمون میں ایک جگہ جب ہم نے لکھا کہ مرزا غلام احمد قادیانی اپنے دعوی مسیحیت ونبوت سے قبل حنفی المسلک تھا تو ہمارے معاصر احناف اس پر سخت ناراض ہوئے اور ایک صاحب نے ہماری بات کی تردید کرتے ہوئے لکھا:

مقلد تو اپنے آپ کو مجتہد کے درجے میں بھی نہیں لاتا، وہ نبوت کا دعوی کیسے کرے گا۔

ہم اس بزرگ کی خدمت میں یہ عرض کرتے ہیں کہ وہ کچھ وقت نکال کر برصغیر ہندو پاک میں احناف کے تاریخی لٹریچر کا مطالعہ فرمائیں، انہیں ایک نہیں بے شمار مثالیں مل جائیں گی، جب مقلدین نے اجتہاد ہی نہیں، اس سے بھی بڑھ کر دعوے کیے ہیں، چند ایک مثالیں تو ہم پیش کیے دیتے ہیں۔

ہمارے محترم معاصر مولانا انور شاہ صاحب کشمیری سے تو واقف ہی ہوں گے۔ وہی مولانا انور شاہ جو شیخ الہند مولانا محمود حسن کے نامور شاگرد اور محدث عصر کے لقب سے ملقب ہیں اور جن کے متعلق الرشید دیوبند نمبر (صفحہ 384) میں لکھا ہے کہ علماء کا متفقہ فیصلہ ہے کہ گزشتہ پانچ چھ صدیوں میں اس شان کا عالم منصۂ شہود پر نہیں آیا۔

وہی مولانا انور شاہ صاحب جو 1919ء سے 1926ء تک مقلدین کے سب سے بڑے مدرسے دارالعلوم دیوبند کے صدر مدرس کے منصب پر فائز رہے اور جنہوں نے خود فرمایا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اس عہد میں حنفیت کے استحکام کے لیے پیدا کیا اور یہ کہ میں نے حنفیت کو اس قدر مستحکم کر دیا کہ اب ان شاءاللہ سو سال تک اس کی بنیادیں غیر متزلزل رہیں گی۔ (الرشید دیوبند نمبر صفحہ 314)

ان مولانا انور شاہ صاحب کا ایک اہل حدیث عالم سے ایک مناظرہ ہوا۔ جناب عبدالرشید ارشد کی مرتب کردہ کتاب بیس بڑے مسلمان کے صفحہ 383 پر لکھا ہے:

اہل حدیث عالم نے پوچھا کہ آپ امام ابوحنیفہؒ کے مقلد ہیں؟ (مولانا انور شاہ صاحب نے) فرمایا نہیں، میں خود مجتہد ہوں اور اپنی تحقیق پر عمل کرتا ہوں۔ اس (اہل حدیث عالم) نے کہا کہ آپ تو ہر مسئلہ میں فقہ حنفی ہی کی تائید کر رہے ہیں، پھر مجتہد کیسے؟ فرمایا کہ حسن اتفاق ہے کہ میرا ہر اجتہاد کلیۃً امام ابوحنیفہ کے اجتہاد کے مطابق پڑتا ہے۔

قارئین! جناب عبدالرشید ارشد صاحب حنفی مقلد ہیں، اور بیس بڑے مسلمان، احناف کی کتاب ہے۔ اس کے مطابق مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نے فرمایا کہ وہ مجتہد ہیں۔ اب ہمارے معاصرین فرمائیں، کیا مولانا انور شاہ صاحب کشمیری مقلد تھے؟ اگر جواب ہاں میں ہے تو انہوں نے کیوں فرمایا کہ وہ مجتہد ہیں، کیوں کہ مقلد تو اپنے آپ کو مجتہد کے درجے میں بھی نہیں لاتا، یا وہ اہل حدیث عالم کی علمی گرفت سے نکلنے کے لیے اس مناظرے میں اپنے آپ کو وہ کچھ ظاہر کر رہے تھے جو حقیقتاً وہ نہیں تھے۔

اگر ہمارے سوال کا جواب نہیں میں ہے، یعنی یہ کہ مولانا انور شاہ کشمیری غیر مقلد ہیں تو کیا ہمارے معاصرین اپنے سارے لٹریچر پر نظر ثانی کرنا پسند فرمائیں گے جس میں کشمیری صاحب کو مقلد بتایا گیا ہے، اور دارالعلوم دیوبند کو بھی یہ وضاحت کرنا ہوگی کہ انہوں نے کس مجبوری کی بنا پر ایک غیر مقلد عالم کو صدر مدرس کی مسند پر فائز کرنا ضروری سمجھا۔ کیا اس دور میں پوری دنیا میں کوئی ایسا مقلد موجود نہیں تھا جسے دیوبند کا صدر مدرس بنایا جاتا۔ اور کیا ہمارے معاصرین ان خدمات کو غیر مقلدین کے حساب میں شمار کرنا پسند فرمائیں گے، جو ایک غیر مقلد مولانا انور شاہ کشمیری صاحب نے ایک خاص دور میں تحریک ختم نبوت میں انجام دی ہیں۔

اور ہاں اگر ہمارے بزرگان احناف میں سے کوئی اس موضوع پر قلم اٹھائے تو یہ بھی بتا دے کہ وہ متفقہ فیصلہ کب ہوا تھا جس کی رو سے مولانا انور شاہ کے متعلق قرار دیا گیا کہ گزشتہ پانچ چھ صدیوں میں اس شان کا عالم منصۂ شہود پر نہیں آیا۔ یہ فیصلہ کہاں ہوا تھا، اور کس کس مسلک کے کون کون سے ملکوں کے کون کون علماء اس مجلس میں موجود تھے، جہاں یہ فیصلہ ہوا۔

نیز یہ کہ کیا مولانا انور شاہ صاحب اپنے استاد شیخ الہند مولانا محمود حسن، دادا استاد، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا رشید احمد گنگوہی، نیز مولانا مملوک علی، شاہ اسحاق دہلوی، شاہ عبدالعزیز محدث، شاہ ولی اللہ محدث، حضرت مجدد الف ثانی وغیرھم سے بھی بڑے عالم تھے، کیونکہ یہ سب حضرات انہی پانچ چھ صدیوں میں ہوئے ہیں، جن میں آپ کی شان کا کوئی عالم (اس فیصلے کی رو سے) نہیں آیا ہے۔

ہم دوسری مثال مولانا رشید احمد گنگوہی کے حالات سے پیش کرتے ہیں، مولانا گنگوہی وہ ہیں جن کے لیے دیوبندی لٹریچر کے مطابق خود حضور نبی کریم ﷺ نے کھانا پکانا چاہا، مولانا عاشق الٰہی میرٹھی لکھتے ہیں:

ایک دن اعلی حضرت (حاجی امداد اللہ صاحب) نے خواب دیکھا کہ آپ کی بھاوج آپ کے مہمانوں کا کھانا پکا رہی ہیں کہ جناب رسول مقبول تشریف لائے اور آپ کی بھاوج سے فرمایا کہ اٹھ تو اس قابل نہیں کہ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا پکائے، اس کے مہمان علماء ہیں، اس کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا۔ اعلی حضرت کے اس مبارک خواب کی تعبیر حضرت امام ربانی محدث گنگوہی قدس سرہ سے شروع ہوئی، اس لیے کہ علماء میں آپ ہی پہلے عالم ہیں جو آنحضرت حاجی صاحب کے ہاتھ پر بیعت ہوئے۔

(تذکرہ الرشید از مولانا عاشق الٰہی میرٹھی، لاہور 1986 صفحہ 46 جلد 1)

شیخ الحدیث مولانا ذکریا صاحب کے مطابق یہ خواب حاجی امداد اللہ صاحب کی بھاوج نے دیکھا تھا۔ وہ لکھتے ہیں:

ابھی چند ہی آدمی حضرت (حاجی امداد اللہ) کے ہاتھ پر بیعت ہوئے تھے کہ حضرت کی بھاوج کے اس خواب کی تعبیر کا وقت آیا کہ انہوں نے آنحضرت فخر الموجودات ﷺ کو خواب میں یہ ارشاد فرماتے دیکھا تھا کہ اٹھ امداد اللہ کے مہمانوں کا کھانا میں پکاؤں گا، ان کے مہمان علماء ہیں۔ علماء کی جماعت میں سب سے اول حضرت اقدس فخر المحدثین مولانا رشید احمد گنگوہی قدس سرہ العزیز نے غالباً 1363ھ میں بیعت کی، اور اس کے کچھ دنوں بعد حضرت اقدس فخر المتکلمین مولانا محمد قاسم نانوتوی بانی دارالعلوم دیوبند نور اللہ مرقدہ نے بیعت کی۔

(تاریخ مشائخ چشت، کراچی 1397ھ صفحہ 248)

قارئین! نہ تو حاجی امداد اللہ صاحب یا ان کی بھاوجہ کو ایسا خواب دیکھتے ہوئے بارگاہ رسالت میں گستاخی سرزد ہونے کا خیال آیا، نہ بیان کرتے ہوئے، مولوی عاشق میرٹھی اور مولانا زکریا کاندھلوی کو بھی یہ خواب اپنی کتابوں میں درج کرتے ہوئے کوئی جھجک محسوس ہوئی، اور ان کے پیروکاروں کو بھی یہ توفیق نہیں ہوئی کہ وہ خواب دیکھنے والوں، بیان کرنے والوں اور اپنی کتابوں میں درج کرنے والوں کو یہ کہتے کہ تم کون ہوتے ہو ایسے خواب دیکھنے اور بیان کرنے والے جبکہ حضور علیہ السلام کے ادنی اشارے پر جان نذر کر دینا ایک مسلمان کی سب سے بڑی خواہش اور ان کی بارگاہ میں کسی خدمت کے قابل شمار کر لیا جانا زندگی کی سب سے بڑی سعادت ہے۔،

یہ وضاحت ہم دور حاضر میں ان کے پیروکاروں کے ذمے چھوڑتے ہوئے آج یہ بتانا چاہتے ہیں کہ مولانا انور شاہ صاحب کشمیری نے تو اجتہاد ہی کا دعوی فرمایا تھا اور علماء جانتے ہیں کہ مجتہد اپنی اجتہادی کاوش کے نتیجہ میں غلطی کا ارتکاب بھی کر سکتا ہے لیکن مولانا رشید احمد گنگوہی نے ایسے مقام پر فائز ہونے کا دعوی کر رکھا تھا جہاں غلطی کا صدور ممکن نہیں رہ جاتا، جیسا کہ مولانا عاشق الٰہی میرٹھی نے لکھا ہے کہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا:

سن لو حق وہی ہے جو رشید احمد کی زبان سے نکلتا ہے اور بقسم کہتا ہوں کہ میں کچھ نہیں ہوں مگر اس زمانہ میں ہدایت ونجات موقوف ہے میرے اتباع پر۔

(تذکرۃ الرشید، مطبوعہ لاہور 1986ء جلد 2 صفحہ 17)۔

تھوڑا عرصہ ہوا ایک مقلد اہل قلم نے یہ کہہ کر اس دعوی کی اہمیت کو کم کرنے کی کوشش فرمائی تھی کہ یہ الفاظ حضرت گنگوہی کی زبان سے حالت جذب میں نکل گئے تھے۔

(مطالعہ بریلویت از خالد محمود مانچسٹر جلد 2 لاہور 1986 صفحہ 32)

ہم کہتے ہیں کہ اگر بات یوں ہے تو مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کبھی نہ کبھی تو حالت جذب سے باہر آئے ہوں گے، کیا انہوں نے اسوقت اس دعوی کی تردید یا وضاحت فرمائی؟ کیا ان کے سامعین نے ان

سے اس کی وضاحت طلب کی؟ کیا ان کے معاصر علماء دیوبند نے گنگوہی صاحب کو اس دعوی پر ٹوکا؟ اور کیا آج کے علماء دیوبند یہ کہنے کو تیار ہیں کہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نے ایسا دعوی کر کے غلطی کا ارتکاب کیا تھا؟

بقول مولانا میرٹھی (جو خود بھی حنفی مقلد تھے) حضرت گنگوہی صاحب نے یہ دعوی ایک نہیں، کئی مرتبہ کیا تھا۔ جس سے ویسے ہی اس وضاحت کے غبارے سے ہوا نکل جاتی ہے کہ دعوی حالت جذب میں ہوا تھا۔، بار بار اس دعوی کو دہرانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب خود کو ایسے مقام پر فائز سمجھتے تھے کہ حق وہی ہے جو ان کی زبان سے نکلے اور یہ کہ ہدایت ونجات ان کے اتباع پر موقوف کر دی گئی تھی، یہ مقام درجہ اجتہاد سے بہت اونچا ہے، اگر ایک مقلد ایسے مرتبے پر فائز ہوسکتا ہے تو اس دلیل میں کیا وزن رہ جاتا ہے کہ مقلد تو خود کو اجتہاد کے درجہ میں بھی نہیں لاتا۔

اس مقام پر ہم اپنے ناقدین سے یہ پوچھنا بھی مناسب سمجھتے ہیں کہ جب وہ اپنے مسلک کو شاہ ولی اللہ کے مسلک کا تسلسل قرار دیتے ہیں تو وہ بتائیں کہ شاہ ولی اللہ کے درج ذیل فرمان کی روشنی میں ان کا مولانا رشید احمد گنگوہی کے بارے میں کیا خیال ہے۔شاہ صاحب کا فرمان ہے:

> میں اللہ کے نام کے ساتھ اس کی قسم کھاتا ہوں کہ امت کے کسی آدمی کا جو خطا اور ثواب دونوں کا مرتکب ہوسکتا ہے، یہ خیال کرنا کہ اس کا اتباع واجب ہے اور جسے یہ واجب کہے وہی امر واجب ہے، یہ اللہ تعالی کے ساتھ کفر کے برابر ہے۔

(تفہیمات جلد اول صفحہ 211 منقول از تحریک آزادی فکر از مولانا اسماعیل سلفی، لاھور، صفحہ 113)

مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب سے آگے چلیں تو ہمیں ایک اور شخصیت نظر آتی ہے جسے مقلدین ہند اپنا مقتدی سمجھتے اور دار العلوم دیوبند کو اسی کے مسلک کا تسلسل و ترجمان قرار دیتے ہیں، یہ شخصیت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی کی ہے،ان کے متعلق مولانا انظر شاہ کشمیری لکھتے ہیں:

> شاہ ولی اللہ حنفی نقطہ نظر سے ہم آہنگی کے باوجود کیونکہ خود اجتہاد کا دعوی رکھتے تھے اس لیے حنفیت کو حضرت شاہ صاحب کی غزارہ علمی سے ممکن ومتوقع فائدہ نہیں ہوسکتا۔

(الرشید دیوبند نمبر صفحہ 314)۔

مولانا انظر شاہ کشمیری، مولانا انور شاہ کشمیری کے فرزند اور اکابرین دیوبند میں سے ہیں، حنفی المسلک مقلد ہیں اور اس بات کی شہادت دے رہے ہیں کہ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی دعوی اجتہاد رکھتے تھے۔ فرمائیں ہمارے معاصرین کہ اگر مقلد خود کو مجتہد کے درجے میں نہیں لاتا تو کیا مولانا انظر شاہ صاحب غلط بیانی کر رہے ہیں یا پھر شاہ ولی اللہ غیر مقلد تھے؟

شاہ ولی اللہ محدث سے آگے چلیں تو ہمیں مغل بادشاہ محمد اکبر نظر آتا ہے جس نے نہ صرف مجتہد ہونے بلکہ امام زمان ہونے کا بھی دعوی کیا تھا، اسے امام وقت اور مجتہد روزگار قرار دینے والوں میں مخدوم الملک شیخ عبدالنبی، قاضی جلال الدین اور قاضی خان بدخشی جیسے علماء شامل تھے اور اس کے لیے سجدہ جائز قرار دینے والوں میں تاج العارفین، ثانی شیخ ابن عربی، شیخ تاج الدین اجودھنی اور قاضی خان بدخشی شامل تھے۔ اکبر اور اس کے حاشیہ نشین علماء کون تھے؟ غیر مقلدیت تو ہمارے معاصرین کے بقول ایک جدید فتنہ ہے۔ اس لیے اکبر اور اس کے مذکورہ بالا علماء غیر مقلد تو نہیں ہو سکتے، ان میں سے شیعہ بھی کوئی نہیں تھا۔ ہمیں تو یہ سب حنفی مقلد ہی لگتے ہیں۔ یعنی اجتہاد اور امامت کا دعوی کرنے والا بھی مقلد تھا اور اس سے یہ دعاوی کروانے اور پھر انہیں ماننے والے بھی مقلد ہی تھے۔

قارئین اگلی مثال سید محمد جونپوری کی ہے، ان بزرگ کو اسد العلماء اور اعظم اولیائے کبار کہا جاتا تھا، ان کا کہنا تھا کہ وہ مادی آنکھوں سے خدا تعالیٰ کی زیارت کروا سکتے ہیں، آپ 1495ء میں حج کے لیے تشریف لے گئے اور وہاں حرم مکہ میں کھڑے ہو کر امام مہدی ہونے کا دعوی فرمایا، یہ بزرگ حنفی المسلک عالم اور پیر طریقت تھے، ہم اپنے معاصر سے پوچھتے ہیں کہ جب ان کے بزرگ مہدی ہونے کا دعوی بھی فرماتے رہے ہیں تو ان کی اس دلیل میں کیا وزن رہ جاتا ہے کہ مرزا غلام احمد کو اس لیے حنفی قرار نہیں دیا جا سکتا کہ مقلد تو اپنے آپ کو مجتہد کے درجے میں بھی نہیں لاتا۔

اس موقع پر ہم مرزا غلام احمد قادیانی کا ایک ملفوظ درج کر دینا مناسب سمجھتے ہیں جس میں وہ خود کو حنفی قرار دیتا ہے، یہ ملفوظ اس کے ملفوظات کی جلد 9 کے صفحہ 170 سے نقل کیا جا رہا ہے، مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

اگرکوئی مسئلہ ان دونوں (قرآن وسنت) میں نہ ملے تو میرا مذہب تو یہی ہے کہ حنفی مذہب پر عمل کیا جاوے۔

یاد رہے کہ ملفوظات کی جلد 9 مرزا غلام احمد صاحب کے جولائی 1906 سے اکتوبر 1907ء تک کے ارشادات وغیرہ پر مشتمل ہے، جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ قبل دعوی میسحیت ونبوت ہی نہیں، بلکہ ان دعاوی کے بعد اور اپنی زندگی کے آخری سالوں میں بھی فقہ حنفی ہی کے نام لیوا نظر آتے ہیں۔۔ یہ بات لاہور مرزائیوں کے امیر مولوی محمد علی ایم اے نے بایں الفاظ بیان کی ہے۔

حضرت مرزا (غلام احمد) صاحب ابتداء سے آخر زندگی تک علی الاعلان حنفی المذہب رہے۔

(تحریک احمدیت از محمد علی لاھوری۔ 1931 صفحہ 7)۔

ناظرین چلتے چلتے ایک بالکل نئے مدعی نبوت کا بھی ذکر سنتے جائیں، ہوا یہ کہ اپریل 1996ء میں لاہور شہر کی نواحی بستی فتح گڑھ کے 70 سالہ بوڑھے محمد اسماعیل نے نبوت کا اعلان کرتے ہوئے کہا کہ میں (نعوذ باللہ) نبی ہوں اور میری نبوت کی تصدیق قرآن سے ہوتی ہے۔۔ میری جائے نبوت فتح گڑھ ہے، اس لیے فتح گڑھ کو مدینہ قرار دیتا ہوں، جبکہ میرے مرشد گولڑہ شریف ہیں، لہذا یہ جگہ مکہ ہوگی اور آئندہ سال سے یہاں حج ہوا کرے گا...وہ اپنا نام سید محمد مختار علی شاہ صاحب چشتی رکھ رہا ہے، میری والدہ کا نام برکت بی بی تھا لیکن میں نبی ہوں اس لیے میرے والدہ کا نام بی بی حاجرہ ہے میری ذات مہر علی گولڑہ شریف سے میرے مکان تک ہے۔ (ھفت روزہ ختم نبوت ۳ تا ۹ مئی ۱۹۹۶ صفحہ ۴)

ختم نبوت مقلدین احناف کا رسالہ ہے، جہاں سے ہم نے یہ اقتباس نقل کیا ہے اور جھوٹا مدعی نبوت گولڑہ شریف والوں کا مرید ہے جو سکہ بند حنفی مقلد ہیں، اس مثال کو ملاحظہ کر کے ہمارے معاصر فرمائیں کہ کیا شاعر نے درج ذیل مصرع انہیں کے لیے تو نہیں کہا تھا: چہ دلاور است دزدے کہ بکف چراغ دارد

ناظرین! ہم پر ایک اعتراض یہ کیا گیا ہے کہ ہم نے اپنے اس مضمون کا عنوان تحریک ختم نبوت کیوں رکھ دیا، کہا گیا کہ ہم باتیں تو کر رہے ہیں انیسویں صدی کے دسویں عشرے کی اور مرزا غلام احمد کا دعوی نبوت 1901ء میں کھل کر سامنے آیا، اب آپ ہی سوچیں کہ جب مرزا غلام احمد نے دعوی نبوت ہی نہیں کیا تھا

اور ابھی یہ فتنہ کھل کر ظہور میں ہی نہ آیا تھا تو اس وقت تحریک ختم نبوت کہاں سے چلتی۔

اور ہم نے جب یہ لکھا کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے سید الطائفہ میاں سید نذیر حسین محدث سے مرزا غلام احمد کی تکفیر کا فتویٰ حاصل کرنے کے بعد اسے مشتہر کر کے تحریک ختم نبوت میں ایک اہم خدمت سر انجام دی تو ہمارے بارے میں کہا گیا:

> مضمون نگار تحریک ختم نبوت کے نام سے مضمون لکھ رہے ہیں، لیکن انہیں یہ پتہ نہیں کہ مرزائی قادیانی ملعون کی زندگی میں زیادہ تر بحث مرزا کی ذات پر رہی، ختم نبوت کی باقاعدہ تحریک اس وقت چلی جب مرزا بشیر الدین نے دعویٰ کیا تھا کہ مرزا غلام احمد پر جبریل نے جبر کر کے اس سے پہلے عقائد چھڑا دیے تھے اور بتایا کہ وہ یقیناً نبی ہے..اب یہاں سے مسئلہ ختم نبوت نے ایک تحریک کی صورت اختیار کی (مضمون نگار کو ذات، فتویٰ اور تحریک کا فرق معلوم نہیں ہے) اس تحریک میں مرکزی کردار واقعی مولانا انور شاہ محدث دیوبند کا رہا۔

اور یہ بھی کہا گیا کہ تحریک ختم نبوت کا جنم مرزا غلام احمد کی موت کے بعد اس کے دوسرے جانشین مرزا محمود کے دور میں دیوبندی محدث مولوی انور شاہ کشمیری کا مرہون منت ہے، اس سے پہلے تحریک کا وجود نہیں تھا۔ لکھا گیا:

> مرزا غلام احمد قادیانی کے بعد قادیانیت جس دور میں بہت زیادہ کھلی، وہ دور مرزا بشیر الدین (محمود) کا دور تھا۔ اب مسئلہ صرف فتویٰ اور مخالفت کا نہ تھا، اس نازک موڑ پر اب ضرورت تھی کہ ایک ایسی تحریک کو جنم دیا جائے جو قادیانیوں کو اپنے منطقی انجام تک پہنچا کر ہی دم لے۔ اللہ تعالیٰ نے یہ سعادت دار العلوم دیوبند کے مایہ ناز محدث فرید العصر حضرت علامہ انور شاہ صاحب کشمیری کو عطا فرمائی۔ آپ نے سب سے پہلے تحریک کی ضرورت اور اس کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے مولانا سید عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو اس کام کے لیے تیار کیا۔

قارئین! تحریک ختم نبوت کب شروع ہوئی؟ مرزا غلام احمد کی زندگی میں یا اس کی موت کے بعد، اس

بات کی وضاحت کے لیے ہم اپنے ناقدین کے سامنے انہی کے مکتب فکر کی دو تحریریں پیش کرتے ہیں، ملاحظہ فرمائیں:

جناب مولانا اللہ وسایا کی کتاب تاریخی دستاویز 1974ء پر تبصرہ کرتے ہوئے ہفت روزہ ختم نبوت کراچی 3 تا 9 جنوری 1997ء کے شمارہ کے صفحہ 26 پر لکھا ہے:

7 ستمبر وہ تاریخی دن ہے جس دن عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت کی تحریک ختم نبوت 1974ء کامیابی سے ہم کنار ہوئی، جو گزشتہ 90 سال سے چل رہی تھی اور جس کا آغاز محدث العصر حضرت العلامہ مولانا انور شاہ کشمیری نے 1930ء میں فرمایا تھا اور جو تحریک 1889ء میں لدھیانہ میں اس وقت شروع کی گئی تھی جب مرزا غلام احمد قادیانی نے مسیح موعود کا دعویٰ کیا تھا۔

اور جناب مولوی محمد یوسف صاحب لدھیانوی نائب امیر عالمی مجلس تحفظ ختم نبوت لکھتے ہیں:

1880ء سے جب سے مرزا غلام احمد قادیانی کے ملہم، مجدد، مسیح موعود اور نبوت کا دعویٰ کیا تھا تو علماء حق کا یہ قافلہ نبی اکرم ﷺ کے عقیدہ ختم نبوت کی حفاظت کے لیے میدان میں اتر آیا اس طرح اس قافلے نے نبی اکرم ﷺ کے ذاتی محافظین کی حیثیت اختیار کر لی، اس وقت سے لے کر آج تک اس تحریک میں مختلف مراحل آئے لیکن الحمدللہ قافلہ ختم نبوت کے سپاہیوں کے قدم متزلزل نہیں ہوئے۔ (روزنامہ جنگ لندن صفحہ 5 شمارہ 5 اگست 1997ء)۔

دیکھ لیجیے ہفت روزہ ختم نبوت کا تبصرہ نگار تحریک ختم نبوت کو 1889ء سے شروع کر رہا ہے اور مولوی یوسف لدھیانوی اس سے بھی پہلے یعنی 1880ء سے شروع کر رہے ہیں۔ ان تحریروں کو شائع ہوئے ایک عرصہ ہو گیا۔ جو لوگ ہمارے پیچھے لٹھ لے کر پڑ گئے تھے کہ ہم نے تحریک ختم نبوت کا سال آغاز 1891ء کیوں قرار دے دیا، وہ ہفت روزہ ختم نبوت کے تبصرہ نگار اور جناب یوسف لدھیانوی صاحب کے بارے میں خاموش ہیں، کیوں؟ اپنی توپ کا دہانہ اس طرف کر کے دو چار گولے ادھر بھی تو داغے ہوتے، کیا ادھر کا رخ

کرتے ہوئے ان کے پر چلتے ہیں؟ یہ تو اس قوم کے طریق پر عمل ہے جو کمزوروں کو سزا دینے کے لیے پوتھیاں اٹھائے پھرا کرتی تھی، اور جب ان کا اپنا اور بڑا کسی جرم کا ارتکاب کر بیٹھتا تو متعلقہ سطور پر انگلیاں رکھ کر حق کو چھپا دیا کرتی تھی۔ ہمیں تو کہا گیا کہ مرزا کی زندگی میں جو کچھ ہوتا رہا وہ تحریک نہیں تھی اور یہ کہ ہمیں فتوی اور تحریک کے فرق کا علم نہیں ہے، کہ تحریک تو انور شاہ صاحب نے مرزا قادیانی کی موت کے کم از کم دو عشرے کے بعد جناب بخاری شاہ صاحب کی قیادت میں شروع کروائی تھی، لیکن کیا کریں کہ ہفت روزہ ختم نبوت کے تبصرہ نگار اور مولوی یوسف لدھیانوی صاحب کی تحریریں جو ہم پر کی جانے والی تنقید کے بعد شائع ہوئی ہیں، اس بات کا ثبوت ہیں کہ ان لوگوں کو بھی ہمارے ناقدین کے موقف سے اتفاق نہیں ہے۔ جبھی تو ایک تحریک کو 1889ء سے اور دوسرا 1880ء سے شروع کر رہا ہے، کیا ان لوگوں کو بھی فتوی اور تحریک کا فرق معلوم نہیں ہے؟ ان کے بارے میں آپ کی زبان گنگ کیوں ہوگئی ہے؟ بولیے مگر یاد رکھیے۔

مشکل بہت پڑے گی برابر کی چوٹ ہے
آئینہ دیکھئے گا ذرا دیکھ بھال کے

ویسے یہ بھی کیا حادثہ ہے کہ جب دشمن زندہ تھا اور پھنکار بھی رہا تھا، اس وقت اس کا سر کچلنے کی کوشش کرنے والوں کی ہمت اور حوصلے کی داد نہ دی جائے، ان کا شکریہ نہ ادا کیا جائے، ان کی خدمات کو ثانوی حیثیت دی جائے بلکہ فراموش ہی کر دیا جائے، اور جو لوگ مرے ہوئے دشمن کے سرہانے لاٹھی لے کر اسے للکار رہے ہوں، انہیں محرکین اور قائدین تحریک قرار دیا جائے، تمہاری زلف میں ہو تو حسن کہلائے، ہمارے نامہ اعمال میں سیاہی۔ یہ تمہارے زمانے میں دستور نکلا۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم نومبر ۱۹۹۷ء ص ۲۰۔۲۳)

نرم گوشہ

(۲۵)

ناظرین! ہم نے ایک جگہ لکھا تھا کہ گزشتہ صدی کے اواخر میں جب اہل حدیث علماء نے ردّ قادیانیت کا کام شروع کیا اس وقت احناف اکابرین کی اکثریت میدان کارزار میں اترنے کے بجائے گوشہ عافیت میں بیٹھی ہوئی تھی اور یہ کہ کئی علماء احناف ایک لحاظ سے اپنے دل میں مرزا صاحب کے لیے نرم گوشہ رکھتے تھے (یاد رہے کہ کتابت کی غلطی سے قسط نمبر 8 میں، تھے، کی جگہ، ہیں، لکھا گیا ہے جس پر ہم معذرت خواہ ہیں) اس تاریخی حقیقت کے بیان پر دور حاضر کے چند علماء احناف بہت برافروختہ ہوئے جس پر اپنے موقف کی تائید میں ہمیں بعد کی اقساط میں کئی ایک مثالیں پیش کرنا پڑیں، آج کی نشست کا آغاز بھی ہم ایسی ہی ایک مثال سے کرتے ہیں۔لکھا ہے:

> حضرت گنگوہی شروع میں نرم تھے، مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے، جب اس نے بالکل ہی صراحتہ نبوت کا دعوی اور دوسرے کفریات واضح کر دیے تو مجبور ہو کر تکفیر فرمائی۔
> (مجالس حکیم الامت مع ملفوظات مرتبہ مفتی محمد شفیع دہلی 1396ھ صفحہ 279)۔

قارئین! یہ مولانا اشرف علی تھانوی کا مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے بارے میں ملفوظ ہے اور مفتی شفیع مرحوم کی روایت سے ہم تک پہنچا ہے۔اس کی اسنادی حیثیت دیوبندی حلقوں میں سلسلۃ الذہب کی سی ہے۔اس کے مطابق مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب نہ صرف ایک خاص وقت تک مرزا غلام احمد کے بارے میں نرم تھے، بلکہ اس کی طرف سے تاویلیں کیا کرتے تھے۔اور جب مدرسہ دیوبند کے سرپرست اور دیوبندی احناف کے قدوۃ السالکین، قطب الارشاد امام ربانی حضرت گنگوہی مرزا غلام احمد کی وکالت اور اس کے عقائد

کی تاویلیں کر رہے ہوں ،تو اس دور کے دیوبندی حضرات کے عمومی طرز عمل کا انداہ لگانا دشوار نہیں ہونا چاہیے۔مولانا رشید احمد صاحب کے اسی نرم اور وکیلانہ طرز عمل کی وجہ سے ہی اس دور کے دیوبندی علماء و مشائخ (باستثنائے چند) کے متعلق عمومی طور پر کہا جانے لگا تھا کہ وہ مرزا غلام احمد کی تعریف کرتے اور اس سے محبت رکھتے ہیں جیسا کہ عقائد علمائے دیوبند اور حسام الحرمین کے صفحہ 268 پر دیوبندیوں سے کیا گیا سوال بایں الفاظ درج ہے:

> کیا کہتے ہو قادیانی کے بارے میں جو مسیح و نبی ہونے کا مدعی ہے، کیونکہ لوگ تمہاری طرف نسبت کرتے ہیں کہ اس سے محبت رکھتے اور اس کی تعریف کرتے ہو۔مولانا خلیل احمد سہارنپوری نے اس کے جواب میں فرمایا ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع شروع میں جب تک اس کی بدعقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمانوں کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔(کتاب مذکور ناشر دارالاشاعت کراچی ،صفحہ 268)۔

ناظرین! علامہ شبلی نعمانی ہمارے حنفی دوستوں کی ایک اور قابل فخر شخصیت ہیں۔یہ بزرگ اتنے سخت مقلد تھے کہ بقول شیخ اکرام فرمایا کرتے تھے کہ ایک مسلمان عیسائی ہو جائے تو ہو جائے لیکن غیر مقلد کیسے ہوسکتا ہے۔(موج کوثر ،لاہور 1992 صفحہ 2-71:)

مرزائیوں کے بارے میں ان کا رویہ معلوم کرنا ہو تو ان کی سوانح حیاۃ ملاحظہ فرمائی چاہیے جو خود ان کے شاگرد، دست راست اور مولانا اشرف علی صاحب تھانوی کے خلیفہ مولانا سید سلیمان ندوی نے مرتب کی ہے۔ہمارے سامنے اس حیاۃ شبلی کے اعظم گڑھ سے 1983ء میں شائع ہونے والے نسخے کا صفحہ ہے جہاں سید سلیمان ندوی 1912ء کے ماہ اپریل میں منعقد ہونے والے ندوہ کے اجلاس لکھنو کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ اس میں مولانا شبلی نے حاضرین کے سامنے اشاعت اسلام کے کام کی اہمیت اور اس سلسلے میں منصوبہ بندی کا ذکر کرتے ہوئے بڑی موثر تقریر فرمائی اور ساتھ خواجہ کمال الدین صاحب لاہوری

(مرزائی) اور مولوی ابوالکمال عبدالودود صاحب بریلوی کی تائیدی تقریریں بھی ہوئیں۔

اور یہ کہ مولانا (شبلی) یہ چاہتے تھے کہ اشاعت اسلام کے کام تمام فرقے مل کر کریں۔اسی لیے مرزا بشیر الدین محمود جواب خلیفہ قادیان ہیں (یعنی بوقت تصنیف کتاب) اور خواجہ کمال الدین صاحب تک کی شرکت سے انکار نہیں کیا گیا، اس پر اسی جلسہ کے دوران مولانا پر الزام رکھا گیا کہ انھوں نے قادیانوں کو جلسہ میں کیوں شریک کیا اور ان کی تقریر کی اجازت کیوں دی۔مگر مولانا شروانی کی ثالثی سے یہ بلا ٹلی۔

ناظرین! لاہوری مرزائیوں کے اس دور کے نمایاں ترین فرد خواجہ کمال الدین اور قادیانی مرزائیوں کے ہونے والے خلیفہ مرزا محمود بن مرزا غلام احمد کو اپنے جلسوں میں دعوت دے کر بلانا تبلیغ اسلام کے کاموں میں ان کو ساتھ لے کر چلنے کی خواہش رکھنا، اپنے جلسوں میں ان سے تقاریر کروانا اور دوسروں کے اعتراض کو بلا قرار دینا، قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ نہیں ہے تو کوئی ہمیں بتائے کہ اس طرز عمل کا کیا نام رکھا جائے۔

ناظرین! مرزائیوں کے بارے میں نرم رویہ صرف درج بالا واقعہ تک ہی محدود نہیں رہا بلکہ جب ہم سید سلیمان ندوی کی کتاب یادرفتگاں کھولتے ہیں تو کچھ اور بھی پڑھنے کو ملتا ہے۔سید سلیمان ندوی صاحب نے خواجہ کمال الدین لاہوری مرزائی کی وفات پر لکھا:

> 28 دسمبر 1933ء کو عیسوی مذہب کے سب سے بڑے نقاد اور عیسوی ممالک میں اسلام کے مشہور مبلغ خواجہ کمال الدین نے افسوس ہے کہ وفات پائی، احمدی جماعت میں ہمارے نزدیک وہ عام مسلمانوں سے سب سے زیادہ قریب تھے، اسی لیے ان کا مشن کا بار اٹھانے میں عام مسلمانوں نے اور امراء نے بھی شرکت کی اور شائد یہ راز نہ ہو کہ مسیح الملک حکیم اجمل خاں مرحوم اور مولانا شبلی مرحوم نے ان کی امدادی تحریکوں میں سب سے زیادہ دلچسپی لی، مولانا مرحوم نے ایک دفعہ علماء کے بالمقابل نوجوان تعلیم یافتوں میں سے خواجہ (کمال دین) صاحب کے عزم تبلیغ کو سامنے رکھ کر یہ شعر خود انہیں کے خط میں لکھا تھا:

کامل اس فرقہ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھ ہوئے تو یہی رندان قدح خوار ہوئے

گوہم کوخواجہ صاحب کے بہت سے خیالات وتاویلات سے اتفاق نہیں، تاہم یہ کہنا اظہار واقعہ ہے کہ انہوں نے 1912ء سے 1922ء تک اپنی پوری بیس برس کی زندگی اسلام کی تبلیغ اوراس کے محاسن کی اشاعت اور یورپ میں اسلامی لٹریچر کی فراہمی میں صرف کی...اللہ تعالیٰ ان کے اعمال صالحہ کے صدقہ میں ان کو اپنی مغفرت سے نوازے اوران کی لغزشوں سے درگزر فرمائے۔ رمضان 1315ھ

(یادرفتگان، ازسید سلیمان ندوی، کراچی 1983 صفحہ 151-150)

ناظرین! دیکھا آپ نے مولانا شبلی اوران کے ساتھیوں کا قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ، وہ نہ صرف انہیں مسلمان سمجھتے تھے بلکہ ان کی تبلیغ اسلام کی کاوشوں کوسراہتے بھی تھے اور مالی معاونت بھی کرتے تھے، یعنی دامے درمے سخنے ان کی مدد کرتے تھے اور خواجہ کمال الدین جیسے لوگوں کی موت پر دعائے مغفرت بھی کی گئی، کیا ایک کافر کے لیے دعائے مغفرت جائز ہے؟ علماء احناف وضاحت کی زحمت فرمائیں گے تو عنایت ہوگی۔

مولانا عبدالماجد دریابادی بھی احناف کی ایک مشہور شخصیت ہیں۔ آپ مولانا حسین احمد مدنی اورمولانا اشرف علی تھانوی کے مرید، اخبار سچ اور صدق جدید کے ایڈیٹر اور تفسیر ماجدی کے مصنف ہیں، قادیانیت کے بارے میں ان کا طرز عمل معلوم کرنا ہوتو ان کی آپ بیتی ملاحظہ کرنا مفید ہوگا، چند اقتباسات ہم پیش کیے دیتے ہیں۔

مولانا عبدالماجد دریابادی لکھتے ہیں:

10 اکتوبر 1920ء میں سفر دکن میں ایک عزیز ناظر یار جنگ جج کے ہاں اورنگ آباد میں قیام کا اتفاق ہوا، اوران کے انگریزی کتب خانہ میں نظر محمد علی لاہوری احمد (عرف عام میں قادیانی) کے انگریزی ترجمہ وتفسیر قرآن مجید پر پڑ گئی۔ بے تاب ہوکر الماری سے نکالا اور پڑھنا شروع کردیا، جوں جوں پڑھتا گیا الحمدللہ ایمان بڑھتا گیا، اللہ اس محمد علی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب کرے، اس کا عقیدہ مرزا صاحب کے متعلق غلط تھا یا صحیح، مجھے اس سے مطلق بحث نہیں، بہرحال میں

اپنے ذاتی تجربہ کو کیا کروں، میرے کفر وارتداد کے تابوت پر تو آخری کیل اسی نے ٹھونکی۔

(آپ بیتی، مولانا دریابادی، کراچی 1983 صفحہ 255-254)

قارئین! بتائیں محمد علی لاہوری مرزائی کو کروٹ کروٹ جنت نصیب ہونے کی دعائیں دنیا مرزائیوں کے لیے دل میں نرم گوشہ نہیں تو کیا ہے؟ پھر مرزائی ترجمہ وتفسیر سے مرعوبیت کے بھی کیا کہنے۔ اور درج ذیل عبارت سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ مرعوبیت مولانا دریابادی تک ہی محدود نہ تھی بلکہ دیوبندی حلقوں میں اس تفسیر کے اور بھی اسیر موجود تھے، اسی آپ بیتی میں دریابادی صاحب لکھتے ہیں:

33ء تھا اور اپنا قیام اس وقت تھانہ بھون کئی ہفتے کی مدت کے لیے تھا کہ ایک مقیم خانقاہ مولوی سراج الحق مچھلی شہری... سے ملاقات ہوئی اور تعلقات بڑھے، ایک روز انہوں نے باتوں میں کہا کہ بڑے افسوس کا مقام ہے کہ ہم اہل سنت و جمہور امت کی طرف سے قرآن مجید کا انگریزی ترجمہ ایک بھی موجود نہیں، آپ ضرور یہ کام کر ڈالیے۔ ان کی فرمائش پر دنگ ہی رہ گیا اور جواب کچھ اس طرح کا دیا کہ آپ نے حسن ظن کی حد کر دی، کہاں میں اور کہاں اتنا بڑا کام، کچھ تھوڑی بہت مناسبت بھی تو ہو؟ لیکن وہ کیا ماننے والے تھے، اصرار کیے گئے، آخر میں بولے، نیا ترجمہ نہ سہی، آخر محمد علی لاہوری کا ترجمہ تو موجود ہی ہے، اسی کو زمین بنا کر اسی کو ترمیم وتصرف کر کے کام چلائیے۔

(آپ بیتی مولانا دریابادی، کراچی 1983، صفحہ 292)

قارئین! دیکھا آپ نے خانقاہ تھانہ بھون میں کس طرح کے مشورے ہوتے تھے، صاحب خانقاہ بانی احمدیت کی کتابوں سے مخصوص انداز میں استفادہ کرتے تھے جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں اور ان کے مرید مرزا صاحب کے مریدوں کی کتابوں میں ترمیم وتصرف کر کے اپنا کام چلانے کی باتیں کرتے ہیں، خیر یہ تو ہم ایک جملہ معترضہ لکھ بیٹھے ہیں، دراصل ہم کہنا یہ چاہتے تھے کہ مولانا دریابادی قادیانی علم وفضل سے متاثر ومرعوب اور قادیانیوں کے حق میں اپنے دل میں نرم گوشہ رکھتے ہوئے ان کے لیے دعا گو تھے۔ یہی وجہ ہے کہ نہ وہ خود قادیانیوں کے بارے میں کوئی مخالفانہ بات لکھتے تھے بلکہ وہ یہ بھی چاہتے تھے کہ دوسرے علماء بھی اس موضوع

پر اپنی توانائیاں صرف نہ کریں وہ بہانے بہانے سے ایسے علماء کو ٹوکتے تھے جیسا کہ انہیں دنوں شائع ہونے والی مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کی تفسیر ثنائی جلد ہشتم پر تبصرہ فرماتے ہوئے انہوں نے لکھا:

> حواشی کی بڑی تعداد متکلمانہ مناظرانہ مضامین سے لبریز ہے کہیں آریوں کے جوابات ہیں، کہیں عیسائیوں اور ملحدوں کے، کہیں اہل بدعت کا رد ہے اور سب سے زیادہ اہل قادیان کا، اہل قادیان کا رد بجائے خود کیسا ہی اہم اور ضروری ہو، تفسیر میں اس کے اتنے زیادہ پھیلانے کا موقع نہ تھا، اس کے لیے دوسری کتابیں ہونی چاہئیں، تفسیر میں محض اشارات کافی تھے، کتاب فی الجملہ اردو خوانوں کے ہر طبقہ کے لیے مفید ہوگی، خصوصاً ان لوگوں کے لیے جنہیں بیرونی مخالفین اسلام سے یا اندرونی فرق باطلہ سے اکثر مقابلہ کا اتفاق ہوتا رہتا ہے، مولانا امرتسری کی ذات بحیثیت مجموعی اس وقت خدمات دین کے لیے بہت غنیمت ہے، خدا انہیں عرصہ دراز تک ان خدمات کے لیے زندہ سلامت رکھے۔ (اخبار سچ لکھنو 10 جولائی 1931 منقول از اہلحدیث امرتسر، 7 اگست 1931ء صفحہ 11)

ناظرین! قادیانیوں کے بارے میں مولانا دریابادی کے بارے میں نرم گوشہ نہ صرف 1930ء کی دہائی میں موجود تھا بلکہ اس کے بعد بھی موجود رہا، جیسا کہ 1947ء کے بعد مولانا ماہر القادری، مولانا دریابادی اور ان کے رسالے صدق جدید کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> قادیانیوں کا مدح آمیز لفظوں میں تذکرہ صدق جدید میں آنے لگا، قادیانیوں کے کافرانہ عقائد سے وہ متفق نہیں تھے اور مرزا غلام احمد کی دعوت نبوت کو درست نہیں سمجھتے تھے، مگر ان کی دوڑ دھوپ اور تنظیمی صلاحیت اور طرق کار کے مداح تھے ان کی تحریروں سے ایسا مترشح ہوتا تھا جیسے مرزا غلام احمد اور قادیانیت کی تکفیر کی تکرار انہیں کھٹکتی ہے، میں نے مولانا دریابادی کو دو خط لکھے اور ان کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ کی اس روش سے مسلمانوں میں بڑی بے چینی پائی جاتی ہے، مولانا نے میرے خطوں کا جواب نہیں دیا، ان کی اس روش سے تنگ آکر راقم الحروف نے ایک طویل عریضہ مولانا دریابادی کی خدمت میں ارسال کیا جس میں لکھا کہ.. نبوت کا پورا انسٹی ٹیوشن قادیان اور ربوہ میں قائم ہے، آخر میں لکھا کہ اگر قادیانیت کے بارے میں آپ کا یہی انداز فکر رہا تو خدانخواستہ کرے مجھے

آپ کی سوء خاتمہ کا اندیشہ ہے، میرے عریضہ کے جواب میں مولانا دریابادی کا عتاب نامہ آیا جس میں لکھا تھا کہ تمام تعلقات ختم، خط وکتابت موقوف۔

(یادرفتگان حصہ اول از ماھرالقادری لاھور 1986ء صفحہ 23-24)

اور جب پاکستان کی قومی اسمبلی میں 1974ء میں قادیانیوں کی تکفیر کا فیصلہ ہوگیا تو بھی مولانا دریابادی کے دل میں قادیانیوں کے بارے میں نرم گوشہ باقی رہا، جیسا کہ مولانا ماہرالقادری لکھتے ہیں:

حکومت پاکستان نے قادیانیوں کی تکفیر کا جو منصفانہ فیصلہ کیا جس کی تمام دنیا کے مسلمانوں نے تعریف وستائش کی جیسے ان کی دل کی تمنا بر آئی ہو، مگر اس کا شدید افسوس ہے کہ مولانا دریابادی نے اس فیصلے پر اپنے قلم سے چھینٹیں اڑائیں۔

(یادرفتگان، از ماہرالقادری، لاھور 1986 حصہ اول صفحہ 26)۔

اور معلوم ہوتا ہے کہ مولانا دریابادی کی وفات بھی ایسی حالت میں ہوئی کہ قادیانیت کے بارے میں نرم گوشہ ان کے دل میں موجود تھا جیسا کہ مفتی محمد شفیع دیوبندی مرحوم کے صاحبزادے مولانا تقی عثمانی جناب عبدالماجد دریابادی صاحب کے بارے میں لکھتے ہیں:

قادیانیت کے بارے میں ان کا نرم گوشہ پوری امت کے خلاف تھا اور بلاشبہ یہ ان کی سنگین ترین غلطی تھی جس پر اللہ ان کی مغفرت فرمائے، لیکن وہ پوری امت کی مخالفت کے باوجود اس پر ڈٹے رہے، عفا اللہ تعالیٰ عنہ وغفرلہ۔ (نقوش رفتگان، کراچی 1994 صفحہ 80)

قارئین! آج کی نشست کا اختتام ہم مولانا خالد محمود صاحب کی نگارشات سے کرتے ہیں، آپ لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان صاحب نے اسے (مسئلہ ختم نبوت) مختلف فیہ قرار دینے میں علماء دیوبند کو اس رائے کا حامل بتایا کہ حضور ﷺ کے بعد بھی نیا نبی آ سکتا ہے ...کیا یہ خاں صاحب کی مرزا غلام احمد کے مشن کی ایک خاموش خدمت نہ تھی؟ یہی نہیں بلکہ مسئلہ حیات مسیح میں جو مسلمانوں اور قادیانوں کے درمیان مدت سے ایک اختلافی مسئلہ چلا آتا تھا مولانا احمد رضا خان نے برملا کہا کہ اس کا منکر

کافر تو درکنار گمراہ بھی نہیں (استغفر اللہ) خاں صاحب لکھتے ہیں، حیاۃ و وفاۃ سیدنا عیسی رسول اللہ و علی نبینا الکریم وعلیہ صلوات اللہ وتسلیمات اللہ، جو خود ایک فرعی سہل خود مسلمانوں میں ایک نوع کا اختلافی مسئلہ ہے جس کا اقرار یا انکار تو درکنار ضلال بھی نہیں... مولانا احمد رضا خاں قادیانیوں کی کھلی تائید نہ کر سکتے تھے، چونکہ انہیں اور قادیانیوں (دونوں گروہوں) کو انگریزوں کی سرپرستی حاصل تھی، اس لیے اس مشترک رشتے میں قادیانیوں کے لیے نرم گوشہ پیدا کرنا اور انکار ختم نبوت کے دائرے کو وسیع تر کر کے پیش کرنا ان کی سیاسی ذمہ داری تھی۔

(مطالعہ بریلویت 466 جلد 3 دار المعارف لاهور 1988ء)۔

یعنی بقول مولانا خالد محمود صاحب مولانا احمد رضا خان کا مشن قادیانیوں کے لیے مسلمانوں کے دل میں نرم گوشہ پیدا کرنا تھا اور یہ کام تبھی ہوسکتا تھا جب پہلے خود مولانا احمد رضا کے دل میں قادیانیوں کے لئے نرم گوشہ ہو۔

مولانا خالد محمود مزید لکھتے ہیں:

مولانا احمد رضا خان نے ایسے وقت میں جب کہ دار العلوم دیوبند پورے عالم اسلام میں علم کی سند مانا جاتا تھا اور اس کی علمی شہرت مصر و شام اور سمرقند و بخارا تک پہنچی ہوئی تھی یہ بات مشہور کر دی کہ علماء دیوبند کی رائے میں حضور ﷺ آخری نبی نہیں ہیں۔ آپ کے بعد نبی آسکتا ہے (معاذ اللہ) بس پھر کیا تھا قادیانی جگہ جگہ مولانا احمد رضا خان کو پیش کرنے لگے کہ دیکھو ہم ہی نہیں کہتے کہ حضور کے بعد نیا نبی آسکتا ہے، دار العلوم دیوبند کا فتوی بھی یہی ہے، کئی نادان اس غلط لپیٹ میں آکر قادیانی ہو گئے، ان کے ذہن میں یہ بات سما گئی کہ اگر ختم نبوت کی اسلام میں کوئی بنیادی حیثیت ہوتی تو اتنا بڑا علمی مرکز کیوں یہ فتوی دیتا کہ حضور کے بعد نیا نبی آسکتا ہے، یہ بنائے فاسد علی الفاسد تھی، خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری اسی چکر میں قادیانی ہوئے اور جب انہیں پتہ چلا کہ علماء دیوبند تو ختم نبوت پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اس عقیدے کو ضروریات دین میں سے جانتے ہیں تو پھر انہوں نے مرزا غلام احمد کو نبی کی بجائے مجدد کہنا شروع کر دیا تاہم یہ بات لائق غور ضرور

ہے کہ جولوگ اس غلط افواہ سے قادیانی ہوئے ان کا کفر وارتداد کس کے نامہ اعمال میں جائے گا۔

(مطالعہ بریلویت حصہ سوم دارالمعارف لاهور 1988 صفحہ 465-464)

ان عبارات کا جو مطلب ہماری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ قادیانیت کے لیے نرم گوشہ پیدا کرنا شاہ احمد رضا خان صاحب کی سیاسی ذمہ داری تھی اور یہ کہ قادیانیت کی نشو ونما میں شاہ احمد رضا صاحب کے اس پروپیگنڈے نے مدد کی ہے کہ علماء دیوبند کے نزدیک آنحضرتﷺ کے بعد بھی نبی آسکتا ہے، بقول مولانا خالد محمود صاحب اس پروپیگنڈے کے باعث خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی لاہوری جیسے لوگ مرزا غلام احمد کے دامن سے وابستہ ہوگئے، مولانا خالد محمود صاحب پھر پوچھتے ہیں کہ جولوگ اس غلط افواہ سے قادیانی ہوئے ان کا کفر وارتداد کس کے نامہ اعمال میں جائے گا؟

اس سوال کا جواب اس بات کے تصفیے میں مضمر ہے کہ شاہ احمد رضا خاں جھوٹا پروپیگنڈہ کر رہے تھے یا وہ سچ بول رہے تھے۔ اگر وہ سچے تھے تو یہ کفر وارتداد اہل دیوبند کے نامہ اعمال میں جائے گا اور اگر ان کا پروپیگنڈہ غلط تھا تو بریلوی مکتب فکر کے نامہ اعمال میں۔ ہم کوئی فیصلہ کرنے کی پوزیشن میں نہیں ہیں، احناف کے دونوں گروہ اپنا تنازعہ کوئی علمی مجلس منعقد کر کے آپس میں طے کرلیں۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم دسمبر ۱۹۹۷ء ص ۲۵۔۲۷)

....

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین

و الحمد لله رب العالمين

فقیر بارگاہ صمدی ۔ محمد بهاء الدین۔ جون ۲۰۱۹ء

تحریکِ ختمِ نبوّت

ڈاکٹر محمد بہاؤالدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

انه من سلیما ن و انه بسم الله الرحمن الر حیم

صراط مستقیم برمنگھم میں شائع شدہ مضامین (۲)

تحریک تحفظ ختم نبوت

حصہ ہفتاد و چہارم (۷۴)

ڈاکٹر محمد بہاء الدین

احیاء التراث پبلی کیشنز

نام کتاب	صراط مستقیم برمنگھم میں شائع شدہ مضامین (۲)
	تحریک تحفظ ختم نبوت حصہ ہفتاد و چہارم (۷۴)
مولف	ڈاکٹر محمد بہاء الدین حفظہ اللہ
صفحات	۲۸۵
سال اشاعت	۲۰۲۰ء
زیر اہتمام	احیاء التراث پبلی کیشنز

فہرست عناوین

عنوان | صفحہ نمبر

عنوان	صفحہ نمبر
فاتحۃ الکتاب	۵
حافظ عنائت اللہ اثری وزیر آبادی ۔۲۶	۶
مباحثہ دیوبند 1884ء۔۲۷	۲۲
دامن تو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ ۔۲۸	۳۴
قاضی محمد سلیمان منصور پوری۔۲۹	۴۶
مولانا اسماعیل علی گڑھی۔۳۰	۵۴
غلام احمد قادیانی کا آتھم عیسائی سے مناظرہ۔(۱)	۶۸
غلام احمد قادیانی کا آتھم سے مناظرہ۔(۲)	۷۹
حاجی امداد اللہ صاحب۔۳۳	۹۲
علماء اہل حدیث کی تاریخی خدمات۔۳۴	۱۰۱
خانپور اور گھڑیالہ۔۳۵	۱۱۴
تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں۔۳۶	۱۲۴
وہابیوں کے اکابرین اور دیوبندیوں کے اکابرین۔۳۷	۱۳۵
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱)۔ ۳۸	۱۴۹

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔(۲)۔ ۳۹	۱۶۰
مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۳) ۔ ۴۰	۱۷۵
قسط ۴۱۔محمد عبداللہ، معمار مناظر۔۴۱	۱۸۰
بابو حبیب اللہ، کلرک مناظر۔ ۴۲	۱۹۴
مولانا ثناء اللہ امرتسری۔(۱)۔ ۴۳	۲۰۲
مولانا ثناء اللہ امرتسری۔(۲)۔ ۴۴	۲۱۰
مولانا گنگوہی اور فتوی تکفیر۔۴۵	۲۲۲
مرزا قادیانی کا سال ولادت۔۴۶	۲۳۴
مرزا قادیانی کی عمر۔ ۴۷	۲۴۷
مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات۔(۳)۔۴۸	۲۵۲
مولانا ثناء اللہ امرتسری کی خدمات۔(۴)۔۴۹	۲۶۵
کیا صراط مستقیم کی پالیسی بدل گئی ہے؟	۲۷۷

عرض مولف

للہ الحمد، تحریک ختم نبوت کی جلد چوہتر (۷۴) اہل علم کی خدمت میں پیش کی جارہی ہے۔

ناظرین وقارئین کو شائد معلوم ہوگا کہ تحریک ختم نبوت پر ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں اس عاجز کے ۶۰ سے زائد مضامین شائع ہوئے تھے۔ نظر ثانی کے بعد ان میں سے کچھ تو جلد ۷۳ میں شامل ہوئے ہیں اور کچھ اب جلد ۷۴ میں شامل کئے جارہے ہیں۔ باقی ماندہ کسی آئندہ جلد میں ان شاء اللہ شامل اشاعت ہوں گے، اوراوسی مقام پران کے بارے میں چندگزارشات بھی پیش کی جائیں گی۔ ان شاء اللہ

فی الوقت حضرت مولانا ثناءاللہ سیالکوٹی (سابق امیر مرکزی جمیعت اہل حدیث برطانیہ) کی ایک تحریر شامل اشاعت کی جارہی ہے جو کتاب ہذا میں شامل عاجز بہاءالدین کے آخری مضمون کے بعد نقل کی جارہی ہے۔ یہ تحریر جنوری ۲۰۰۱ء کے ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں نکلی تھی۔

جلد ۷۳ اور جلد ۷۴ میں شامل بیشتر مضامین کی کمپوزنگ برادر محترم رانا محمد شفیق خان پسروری اڈیشنل سکرٹری جنرل مرکزی جمیعت اہل حدیث پاکستان نے کچھ عرصہ قبل پاکستان سے کرواںبھیجی تھی، جس پر مزید محنت کرکے شائقین کی ضیافت طبع کا اہتمام کیا جارہا ہے۔

اہل علم سے درخواست ہے کہ پسند خاطر مضامین پر عاجز کے لئے دعائے خیر فرمادیویں، اور اغلاط اور کوتاہیوں پر کرام الناس کی سی شائستگی سے تنبیہ فرمادیویں۔

والسلام مع الاکرام ۔ فقیر بارگاہ صمدی ۔محمد بہاءالدین

حافظ عنایت اللہ اثری

(۲۶)

حافظ عنایت اللہ اثری وزیر آبادی ثم گجراتی کے متعلق ہمارے نقاد معاصرین کا کہنا ہے کہ وہ معروف غیر مقلد عالم تھے، قادیانیوں سے ان کے مراسم دوستانہ رہے ہیں، قادیانی علماء ان کے پاس اکثر آیا جایا کرتے تھے، ان کے ایک استاد قادیانی تھے اوراس غیر مقلد پیشوا نے مرزا بشیر الدین محمود سے ان کے یہاں قادیان میں نماز تراویح پڑھانے کی درخواست کی تھی۔

ہمارے معاصرین نے حافظ عنایت اللہ مرحوم اوران کے ذریعہ اہل حدیث حضرات کو الجسر البلیغ کے حوالے سے مورد طعن بنایا ہے جو حافظ صاحب کی خودنوشت سوانح حیات ہے اور جسے بعض کرم فرماؤں نے رسائل اہل حدیث جلد دوم میں شامل کر کے 1991ء میں لاہور سے شائع کیا ہے۔

اعتراضات کا جائزہ لینے سے قبل ہم حافظ عنایت اللہ اثری کے حالات زندگی مختصراً بیان کیے دیتے ہیں۔ آپ کی تاریخ ولادت 2 اگست 1898ء بمطابق 14 ربیع الاول 1316ھ ہے۔ آپ وزیر آباد میں پیدا ہوئے اور کپڑے سینا اور کپڑوں پر تلا چڑھانا ان کا ذریعہ روزگار تھا۔ الجسر البلیغ کے مطابق انہوں نے سلائی اور تلہ کاری کا کام ماسٹر کریم بخش سے سیکھا اور پھر کچھ عرصہ تک حافظ غلام محمد وزیر آبادی سے بھی سیکھا جو مرزائی خیال تھے اور جنہوں نے آپ کو ایک مرتبہ قادیان کے سالانہ جلسہ پر روانہ کر دیا۔

(کتاب مذکور صفحہ 2)۔

مارچ 1913ء سے فروری 1914ء تک کے عرصہ میں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا اوراس کے بعد کبھی تو آپ مختلف اساتذہ سے مختلف مقامات پر بلاترتیب درسی کتب پڑھتے اور کبھی سلائی وتلہ کاری سے

رزق حلال کماتے نظر آتے ہیں۔ 1916ء میں ان کا قادیان بھی جانا ہوا، جیسا کہ آپ لکھتے ہیں:

جمادی الاخری 1334ھ مطابق اپریل 1916ء میں مجھے قادیان جانا پڑا تو مولوی عبیداللہ احمدی وزیرآبادی کے یہاں قیام کیا۔ چونکہ کئی دنوں تک قیام کا ارادہ تھا، اس لیے دیگر سامان ضرورت کے ہمراہ ایک نیا جوتا بھی ہمراہ لے گیا تھا اور کبھی کبھی اسے بھی استعمال کرتا تھا کہ پاؤں کے ساتھ مانوس ہوجائے۔ ایک روز مسجد اقصی (قادیان) سے وہ چوری ہوگئی اور کافی تلاش پر بھی وہ دست یاب نہ ہوسکی۔، مولوی عبیداللہ صاحب نے دوستوں سے ذکر کیا کہ یہ میرے دوست بھی ہیں اور مہمان بھی ہیں اور ہیں بھی غیراحمدی، ان پر اس چوری کا کیا اثر ہوگا۔ تو انہوں نے فرمایا کہ انہیں جوتی ہم خرید دیتے ہیں۔ میں نے کہا نہیں، میں پرانی جوتی سے کام چلالوں گا.... حیرت تو اس بات کی ہے کہ یہاں احمدیوں کے سوا اور کوئی نہیں، چوری کیسے؟ قادیان کے سالانہ جلسوں میں دستور ہے کہ کسی کا اگر کچھ کھوجاتا ہے تو وہ سٹیج پر دستیاب ہوجاتا ہے، حالانکہ جلسہ میں احمدی اور غیراحمدی سب شامل ہوتے ہیں اور چوری اور لقطے سب دستیاب ہوجاتے ہیں۔ مگر جب خالص احمدی ہوں تو چوری ہوتی ہے اور دستیاب نہیں ہوتی۔ کیا یہ ہاتھی کے دانتوں کی طرح ہیں جو کہ کھانے کے اور ہوتے ہیں دکھانے کے اور ہوتے ہیں۔

(کتاب مذکور صفحہ 11-12)۔

حافظ عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

رمضان المبارک سے کچھ پیشتر میں نے میاں محمود احمد سے کہا کہ نماز تراویح مسجد اقصی یا کہ مسجد مبارک میں میں پڑھاؤنگا، آپ دوستوں میں اعلان فرما دیں۔، موصوف نے فرمایا کہ آپ کی اقتداء میں کوئی نماز نہیں پڑھے گا... میں نے عرض کیا کہ آپ اپنے خیال میں پختہ اور میں اپنے دین میں کمزور ثابت ہوا۔ اچھا آئندہ ان شاءاللہ کبھی بھی ایسی کمزوری ظاہر نہیں کروں گا۔

(کتاب مذکور صفحہ 12-13)۔

نیز لکھتے ہیں:

یہاں پر قیام کے دوران میں نے مولوی نورالدین صاحب کے کتب خانہ میں صحیح ابن حبان کا قلمی نسخہ بھی دیکھا ہے، مگر افسوس ہے کہ اسے طبع نہیں کرایا اور مرزا (گلام احمد) کی بے کار کتب شائع کر دیتے ہیں، الفت مرزا ہے، محمد رسول اللہ ﷺ نہیں.. العیاذ باللہ۔

اس کے بعد پھر اپنے حصول روزگار اور حصول علم کے حالات بیان کرتے ہوئے حافظ صاحب لکھتے ہیں کہ جب 1918ء میں وہ دہلی میں پڑھتے تھے تو

انہیں ایام میں مولانا حافظ محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی دہلی تشریف لائے اور حاجی علی جان مرحوم کے یہاں قیام فرمایا تو میں موصوف کی ملاقات کے لیے حاضر ہوا، تو آپ نے فرمایا کہ کیا پڑھتا ہے، میں نے عرض کی کہ بخاری شریف پڑھتا ہوں، فرمایا کہ صرف ونحو بھی کچھ پڑھی ہے یا کہ نہیں، تو میں نے عرض کیا کہ بالکل نہیں۔

اس کے بعد حافظ صاحب نے لکھا ہے کہ وہ اپنے استاد کے مشورہ سے علم صرف ونحو پڑھنے لکھو کے ضلع فیروز پور مولوی عطاء اللہ صاحب لکھوی کے پاس پہنچے لیکن بوجوہ کسب فیض نہ کر سکے اور واپس دہلی جا کر حدیث پڑھنے لگے اور ۲۷ جون ۱۹۱۹ء مطابق 27 رمضان 1337ھ کو دہلی سے فارغ ہو کر بھوانی ضلع حصار مدرس وخطیب مقرر ہو کر چلے گئے۔ (کتاب مذکور صفحہ 25)

اوپر کے اقتباسات کا خلاصہ یہ ہے کہ حافظ عنایت اللہ اثری 1316ھ بمطابق 1898ء میں پیدا ہوئے 1914ء یعنی سولہ سال کی عمر میں انہوں نے قرآن پاک حفظ کیا، روزی کمانے کے لیے انہوں نے درزی اور تلہ کاری کا کام سیکھا اور جن اساتذہ سے انہوں نے یہ فنون حاصل کیے ان میں ایک مرزائی تھے جنھوں نے حافظ صاحب کو مرزائی بنانے کے لیے ان پر ڈورے ڈالنے شروع کیے اور اسی سلسلے میں انہیں قادیان بھیجا جہاں ان کی رہائش کا بندوبست ایک ہم وطن مرزائی کے ہاں کیا گیا، دوران قیام قادیان حافظ صاحب نے حکیم نوردین کے کتب خانہ میں ایک کتاب حدیث کا قلمی نسخہ دیکھا تو مرزائیوں پر افسوس کیا کہ وہ مرزا کی فضول کتب شائع کرنے پر وافر سرمایہ خرچ کر دیتے ہیں لیکن حدیث رسول کی کتاب شائع کرنے کی

انہیں توفیق نہیں ہوتی، اس ناقدری پر وہ خدا کی پناہ مانگتے ہیں، قادیان میں قیام کے دوران اپنے جوتے گم ہوجانے پر، پھر نہ ملنے پر، تبصرہ کرتے ہوئے وہ مرزائیوں کی دیانت وامانت پر نہایت لطیف انداز میں طنز کرتے ہوئے انہیں چوروں کا گروہ قرار دیتے ہیں۔ نماز تراویح پڑھانے کی پیشکش کا ذکر کرتے ہوئے بتاتے ہیں کہ مرزا محمود احمد نے بتایا کہ چونکہ وہ حافظ صاحب کو کافر سمجھتے ہیں اس لیے کوئی ان کے پیچھے تراویح نہیں پڑھے گا، تو حافظ عنایت اللہ صاحب کو اپنی درخواست کی غلطی واضح ہوگئی، انہوں نے فوراً اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور آئندہ کے لیے ایسی کمزوری نہ دکھانے کا عہد کیا۔ اس واقعہ کے بعد وہ اپنے حصول تعلیم کے واقعات بیان کرتے ہوئے دہلی میں پڑھنے، لکھوکے میں حاضری دینے، 1919ء یعنی قادیان والے واقعہ کے تین سال بعد 21 سال کی عمر میں دہلی سے فارغ التحصیل ہوکر ضلع حصار میں بطور خطیب و مدرس اپنی تقرری کا ذکر کرتے ہیں۔

اس خلاصے سے معلوم ہوگا کہ قادیان میں تراویح پڑھانے کی پیش کش کرنے کا واقعہ 1916ء کا ہے جب ان کی عمر 18 سال تھی۔ وہ اس وقت کسی مدرسے کے باقاعدہ طالب علم نہیں تھے، قرآن پاک انہوں نے حفظ کرلیا تھا اور سلائی وتلہ کاری کا کام کرکے وہ اپنی روزی کماتے تھے۔ نہ وہ عالم دین تھے، نہ کسی مدرسے کے مدرس، اور نہ کسی مسجد کے امام وخطیب۔ اس وقت وہ محض ایک نوجوان درزی تھے، ان کا کوئی علمی مقام نہیں تھا کہ انہیں جماعت اہل حدیث کا ایک معروف عالم اور غیر مقلدوں کا پیشوا قرار دے کر ان کے افعال کو اہل حدیثوں پر حجت بنایا جائے۔ ایک اٹھارہ سالہ حافظ قرآن درزی نے جوانی کے جوش میں قادیان کے مرزائیوں کو تراویح پڑھانے کی پیش کش کی۔ اور جب اسے بتایا گیا کہ قادیانی تو انہیں کافر سمجھتے ہیں تو انہوں نے فوراً اپنی غلطی کو مان کر آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عہد کرلیا۔ کوئی بتائے کہ اس میں قابل طعن کون سی بات ہے، اور کیوں ناقدین کے پیٹ میں ابال اٹھ رہا ہے۔ اگر مبتدیوں، نوخیزوں اور طالب علموں کو پیشوا قرار دے کر ان کے ناپسندیدہ افعال کی بنیاد پر جماعتوں کو طعنے دیے جاسکتے ہیں، تو تاریخ کی ورق گردانی بھی کی ہوتی، مفتی محمد شفیع مرحوم کے بیٹے مولانا ناز کی کیفی کے حالات بھی پڑھے ہوتے، جناب ماہر القادری نے لکھا ہے کہ:

وہ اپنی جوانی کا ذکر کرتے ہوئے بولے کہ دیوبند میں بعض ایسے یار دوستوں کی صحبت میسر آگئی تھی کہ ہم مہینہ دو مہینہ میں سینما دیکھنے دلی جایا کرتے تھے اور تاش بھی کھیلتے تھے۔

(یادرفتگان حصہ اول لاہور 1986 صفحہ 246)

یعنی ایک مفتی اعظم کے صاجزادے، مولانا زکی کیفی ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند سے سینما دیکھنے دلی جایا کرتے تھے۔، دیوبندی ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند میں تاش کھیلا کرتے تھے، دیوبندی ساتھیوں کے ہمراہ دیوبند میں تاش کھیلا کرتے تھے۔

اور درج ذیل اقتباس کے مطابق مولانا ماہر القادری مرحوم کے ساتھ فلموں کی شوٹنگ دیکھتے ہوئے بھی دیکھے گئے، جیسا کہ قادری صاحب لکھتے ہیں:

1961ء کا واقعہ ہے، نخشب جارجوی مرحوم نوابزادہ شمشاد علی خان کی کوٹھی (فروزپور روڈ) میں ٹھہرے ہوئے تھے، میں بھی غالباً جہانیاں مشاعرہ پڑھ کر آیا تو انہیں کے ساتھ قیام کیا۔ انہی دنوں آغا گل صاحب کی کسی فلم کی شوٹنگ ہو رہی تھی، آغا صاحب نے چائے نوشی اور شوٹنگ دیکھنے کی دعوت دی۔ مغرب کے بعد نخشب جارجوی، زکی کیفی اور راقم الحروف (ماہر القادری) شوٹنگ دیکھ رہے تھے، اتنے میں حمید نظامی مدیر نوائے وقت اور آغا شورش کاشمیری وہاں تشریف لے آئے۔

(یادرفتگان از ماہر القادری لاہور 1986ء حصہ اول صفحہ 330)

ناظرین ہم اپنے ناقدین کی خدمت میں گزارش کرتے ہیں کہ وہ تاریخ کے اس باب کو بھی پڑھیں، اگر حافظ عنایت اللہ نامی ایک حافظ قرآن نوجوان درزی ایک غلط فعل سے فوراً توبہ کر لینے کے باوجود مطعون ہے اور اٹھارہ سال کی عمر میں جب کہ وہ کسی جگہ کا باقاعدہ طالب علم بھی نہیں ہے، اسے معروف اہل حدیث عالم اور غیر مقلدوں کا پیشوا قرار دے کر اس کے ایسے فعل سے جس کو اس نے آئندہ نہ کرنے کا عہد بھی کر لیا ہو، اہل حدیث حضرات کو طعنہ دینا جائز ہے تو مولانا زکی کیفی صاحب کے جوانی اور پختگی کے دور کے افعال اور مولانا ماہر القادری صاحب کے کہولت کے دور کے افعال کا آپ کے پاس کیا جواز ہے۔ سینما بینی، تاش بازی اور تماش بینی آپ کی صحاح کے کون سے نکتے ہیں؟ جواب دینے سے پہلے 30 مئی 1997ء کے ہفت روزہ ختم

نبوت کراچی کے شمارے میں مولانا یوسف لدھیانوی صاحب کا وہ فتوی ملاحظہ فرمالیجیے جس میں انہوں نے ٹی وی دیکھنے کو حرام قرار دیا ہے۔اوراس فتوے کی روشنی میں بتایئے کہ فلم بینی اور شوٹنگ میں زندہ ناچ گانے دیکھنا کیسا ہے؟ کیا آپ کے مولانا زکی کیفی صاحب اوران کے وہ احباب جن کیساتھ وہ سینما دیکھنے دلی جایا کرتے تھےاور ماہرالقادری صاحب افعال حرام کاارتکاب نہیں کرتے رہے؟ بول کہ لب آزاد ہیں تیرے

قارئین ! حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کوجس واقعے کی بناپر مورد طعن بنایا گیا ہےاس کی وضاحت ہم کر چکے ہیں۔ وہ اس واقعہ کے تین سال بعد فارغ التحصیل ہوئے اور پھراس کے بعد وہ تاعمر مرزائیت کے تعاقب میں مصروف رہے۔ ہمارے ناقدین کوتحریک ختم نبوت میں ان کی خدمات بوجہ تعصب نظرنہیں آتیں۔ اگرانہوں نے الجسر البلیغ کاصفحہ 27 بغور پڑھا ہوتا تو وہاں انہیں حافظ عنایت اللہ صاحب اثری کی یہ تحریر بھی نظر آجاتی:

> 1919ء میں میں نے خلیفہ قادیان (مرزا محمود احمد) کوعریضہ روانہ کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، میری اورآپ کی زندگی میں اسلام پرفوت ہوکرآپ کے باپ (مرزا غلام احمد) کی پیش گوئی کوجھوٹا ثابت کریں گے کہ وہ مرزائی ہوکر مریگا۔،
>
> جب میری یہ پیش گوئی ہرسہ قیود کے ساتھ پوری ہوئی (یعنی مولانا بٹالوی حالت اسلام میں، حافظ عنایت اللہ اور مرزا محمود احمد کی زندگی میں خالق حقیقی سے جاملے) تو میں نے اسے اہل حدیث (امرتسر) میں (اشاعت کے لیے) روانہ کیا۔،

یہ تو ہم پہلے بتا چکے ہیں کہ مرزا غلام احمد نے پیش گوئی کررکھی تھی کہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرزائی ہوجائیں گے۔۔ حافظ عنایت اللہ صاحب کومرزا قادیانی کے کذب پراس قدر پختہ یقین تھا کہ انہوں نے 1919ء میں یعنی فارغ التحصیل ہوتے ہی مرزا محمود احمد کوچیلنج دے دیا کہ مولانا بٹالوی انشاء اللہ حالت اسلام میں میری اورتمہاری زندگی میں راہی ملک عدم ہوں گے۔،اس پیش گوئی کی تین شرائط میں کوئی ایک بھی الٹی پڑ سکتی تھی۔یعنی حافظ عنایت اللہ صاحب بھی باقی دونوں کی زندگی میں فوت ہوجاتے ، یا مرزا محمود احمد بھی باقی دونوں کی زندگی میں مرجاتا۔لیکن اللہ تعالیٰ نے حافظ صاحب کی پیش گوئی پوری فرماکر مولانا بٹالوی کے ایمان

اور مرزا غلام احمد کے کذب پر مہر لگا دی۔

حافظ عنایت اللہ صاحب جو اس واقعہ سے پہلے ہی تحریک ختم نبوت میں سرگرم ہو چکے تھے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

اسی سال (۱۹۱۸ء) کے آخر پر اہل حدیث سلف صالحین کے دوسرے سالانہ جلسہ میں مرزائیوں سے میرا ایک کامیاب مناظرہ بھی ہوا۔ (الجسر البلیغ صفحہ 24)۔

اب مزید جوش وخروش سے متحرک ہو گئے اور پھر تادم زندگی مرزائیت کے خلاف تحریری وتقریری میدان میں سرگرم عمل رہے۔ اس سلسلے میں مرزائیوں سے ان کے بے شمار مناظروں کی تفصیلات ان کی سوانح حیات میں دیکھی جا سکتی ہیں۔ ان کے مشہور مناظروں میں 1923ء میں دہلی، 1930ء میں بنی پور نزد ننکانہ، 1931ء میں دیونہ ضلع گجرات، 1932ء میں رانی کھیت، 1934ء میں حافظ آباد، 1935ء میں شیخوپورہ، 1937ء میں جلالپور جٹاں کے مناظرے شامل ہیں۔

ناظرین! ہمارے ناقدین نے حافظ عنائت اللہ صاحب پر ایک الزام یہ لگایا کہ آپ کے مرزائیوں سے دوستانہ مراسم رہے ہیں اور یہ کہ قادیانی علماء کا آپ کے پاس آنا جانا رہتا تھا۔

اس میں کوئی شک نہیں کہ قادیانیوں سے ان کی ملاقات رہتی تھی لیکن انہوں نے ایسے مواقع کو ہمیشہ احقاق حق اور ردّ مرزائیت کے لیے استعمال کیا ہے۔ چند ایک واقعات ہم نذر قارئین کیے دیتے ہیں۔

حافظ عنایت اللہ صاحب 1923ء کے واقعات میں لکھتے ہیں:

غالباً انہی ایام میں حافظ غلام رسول صاحب وزیر آبادی (مرزائی) سے چاندنی چوک دہلی میں اتفاقاً ملاقات ہوئی تو میں نے کہا کہ آپ یہاں کیسے؟ فرمایا کہ حضرت اقدس میاں (محمود احمد) صاحب کے ہمراہ خادمانہ طور پر آیا ہوا ہوں، اگر آپ موصوف کی ملاقات کا خیال رکھتے ہوں تو میرے ساتھ تشریف لے چلیں۔

میں نے کہا کہ کسی مزار پر محض زیارت کے خیال سے حاضری کا مجھے شوق نہیں کہ میں اہل حدیث ہوں، پیر پرست نہیں۔ ہاں اگر وہ بات چیت کریں تو میں حاضر ہوسکتا ہوں، مگر ان سے اس کی

امید نہیں۔(حافظ غلام رسول نے) کہا کہ میں اس کا ذمہ لیتا ہوں تو میں موصوف کے ہمراہ خلیفہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا تو کچھ تھوڑی سی بات چیت کے بعد میاں صاحب نے مولوی شیر علی صاحب کو بلا کر فرمایا کہ ان سے بات چیت کریں اور آپ اٹھ کر اندر تشریف لے گئے۔، میں نے مولوی صاحب سے شکایت کی کہ آپ کس وعدہ پر مجھے یہاں لائے، کہا کہ میاں صاحب کو فرصت نہیں۔ مذہبی بات..آپ ان (مولوی شیر علی) سے بھی کر سکتے ہیں۔، میں نے کہا آپ لوگوں سے تو بات چیت ہوتی رہتی ہے۔ میاں محمود احمد صاحب سے بات کی ضرورت ہے، جس کے لیے آپ مجھے لائے ہیں۔ آپ لوگوں کے علم وایمان و دیانت پر جس قدر بھی افسوس کیا جائے کم ہے، میاں صاحب کو بیعت بازی کے سوا اور کیا شغل ہے۔ (الجسر البلیغ صفحہ 43۔)

1931ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

غالبًا انہی ایام کا ذکر ہے کہ میں کہیں سے آ رہا تھا کہ راستہ میں ایک سنی ایک قادیانی سے کہہ رہا تھا کہ اگر مرزا صاحب مسلمانوں کی تکفیر نہ کرتے، تو ارث اور نکاح اور نماز اور جنازہ جیسے اسلامی امور میں ان سے مقاطعہ نہ کرتے، تو وہ بھی دیگر فرقوں کی طرح اسلام میں مدغم ہو سکتے تھے۔

اور مرزائی یوں جواب دے رہا تھا کہ مرزا صاحب نے کسی کو بھی کافر قرار نہیں دیا بلکہ علماء نے انہیں کافر ٹھہرایا تو چونکہ حدیث میں ہے کہ جو کوئی کسی مسلمان کو کافر قرار دیتا ہے وہ اپنی تکفیر سے خود کافر ہو جاتا ہے، اس لیے یہ لوگ (مسلمان) اپنی تکفیر سے خود کافر ہوئے، مرزا صاحب کی طرف سے کوئی تکفیر نہیں ہوئی۔،

اتنے میں میں بھی قریب آ پہنچا تو انہوں نے مجھ سے اپنا مکالمہ بیان فرما کر دریافت کیا۔ تو میں نے جواب دیا کہ یہ عرصہ کی باتیں ہیں جن کو ہم نہیں جانتے، آپ مجھ سے فیصلہ کریں۔ میں اہل حدیث ہوں اور آپ احمدی ہیں۔ ہم اپنے اپنے مسلک پر رہ کر ایک دوسرے کو مسلم قرار دیں اور اسلامی معاملہ کریں۔ جسے (اس بات کو) ان لوگوں نے ناپسند کیا جو کہ یہاں جمع ہو گئے تھے، مگر قادیانی اور

وہ شخص دونوں تیار ہو گئے ۔مگر تھوڑی دیر بعد مرزائی نے سوچ سمجھ کر انکار کر دیا کہ اس کا تو یہ مطلب ہوا کہ مرزا صاحب نبی نہیں (اور یہ کہ) اسے کوئی مانے جب بھی مسلمان، اور نہ مانے جب بھی مسلمان۔

اسے (مرزائی) خیال ہوا ہوگا کہ چونکہ (مرزا) ہمارے نزدیک نبی ہے، اس لیے اس کا منکر کافر ہے۔،

بس پھر کیا تھا سارا مجمع اس کے خلاف ہو گیا کہ ہمیں دھوکہ دے رہا تھا۔اور میری بابت بھی ظاہر ہوا کہ میں نے مداہنت اختیار نہیں کی بلکہ باضابطہ اسے جکڑا ہے۔(الجسر البلیغ صفحہ 76)

1932ء میں رانی کھیت میں ایک مرزائی نے آپ سے بحث کرنا چاہی تو حافظ اثری نے فرمایا:

مجھے بحث کی ضرورت نہیں، میں احمدیت میں داخل ہوتا ہوں، مجھے آپ داخل فرمالیں۔۔ میں اسلام (قرآن وحدیث) کے جملہ اوامر ونواہی کا عموماً اور ارکان خمسہ کا خصوصاً پابند ہوں۔،اس کے علاوہ جو بات ہے کہ آپ ارشاد فرمائیں، آئندہ اس کی بھی ان شاء اللہ پابندی کروں گا۔، اس (مرزائی مبلغ) نے کہا کہ احمدیت میں بھی یہی امور ہیں، صرف آپ کو وفات مسیح علیہ الصلوۃ والسلام کا مزید اقرار کرنا پڑے گا۔، میں نے عرض کی کہ سرسید احمد خان مرحوم وفات کے قائل تھے کیا وہ احمدی تھے؟ فرمایا کہ نہیں، میں نے عرض کی کہ پھر احمدیت کیا ہے۔،فرمایا کہ نبوت مرزا صاحب کو آپ تسلیم کریں تو آپ احمدی ہوں گے۔۔ میں نے عرض کی کہ مولوی محمد علی ایم اے لاہوری نبوت مرزا کو تسلیم نہیں کرتے تو کیا وہ احمدی نہیں؟ فرمایا کہ وہ تو احمدی ہے۔، میں نے عرض کی کہ پھر احمدیت کیا ہے؟ صاف صاف بتائیں میں اس میں داخل ہوتا ہوں۔،آخر وہ بے چارہ اسی ردوکد میں بے حد پریشان ہو کر واپس ہوا (حافظ صاحب لکھتے ہیں) جب یہ لوگ بحث کیے بغیر بھی احمدیت کا امتیاز ظاہر نہیں کر سکتے تو بحث کیا خاک کریں گے۔ (الجسر البلیغ صفحہ 80-81)

1961ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب رقم طراز ہیں:

انہیں ایام میں مسجد احمدیہ مری روڈ راولپنڈی میں احمدیوں سے علمی مذاکرہ بھی ہوتا رہا۔، ایک مجلس میں میں نے دریافت کیا کہ وفات مسیح کی بابت آپ لوگوں کا خیال قرآن مجید میں منصوص اور مصرح ہے یا کہ استدلالی طریق ہے۔، انہوں نے آیت فلما توفیتنی پڑھ دی۔، میں نے کہا یہ دعوی ہے یا کہ اس کی دلیل ہے۔، فرمایا کہ دلیل ہے۔ میں نے کہا کہ میں دعوی دریافت کرتا ہوں۔، پھر اس کے بعد اگر ضرورت پڑی تو دلیل دریافت کروں گا۔، ایک گھنٹہ تک وہ بار بار آیت ہی پڑھتے رہے، مطالبہ کے مطابق انہوں نے دعوی نہیں کیا۔، اگر وہ استدلال کا دعوی کرتے تو اشتباہ پڑ جاتا اور اگر وہ نص وصراحت کا دعوی کرے تو میں تحفہ بغداد سے مرزا غلام احمد صاحب کا یہ بیان پیش کر دیتا کہ قرآن حدیث اور میری الہاموں میں اگرچہ وفات مسیح کا ذکر ہے، مگر چونکہ صریح اور واضح نہیں اس لیے میں نے وفات مسیح کو تسلیم نہیں کیا اور حیات ہی مانتا رہا اور انتظار کرتا رہا کہ اللہ پاک صریح اور واضح طور پر وفات بتائے گا تو میں تسلیم کرلوں گا اور کامل دس سال تک انتظار کی۔

(حافظ صاحب کہتے ہیں کہ مرزا کی یہ بات بتا کر میں مرزائیوں سے) دریافت کرتا کہ اس دس سال کے عرصہ میں قرآن وحدیث اور اپنے سابقہ الہاموں کے علاوہ جو صریح اور واضح الہام (مرزا پر) نازل ہوا جس کی بنا پر حیات کا خیال چھوڑا گیا، وہ کون سا ہے۔، مگر انہوں (مرزائیوں) نے کوئی شق بھی اختیار نہیں کی کہ جسے بھی اختیار کریں گے خیر نہیں۔،

کسی مجلس میں میں نے یہ بھی (ان مرزائیوں سے) دریافت کیا کہ اللہ پاک نے ہمیں رسول اللہ ﷺ پر درود شریف کا حکم فرمایا ہے جس کی ہم قال رسول اللہ ﷺ کہہ کر تعمیل کرتے رہتے ہیں۔، اوراس کا یعنی (اللہ تعالیٰ کا) بیان ہے کہ میں خود بھی درود بھیجتا ہوں، تو وہ (یعنی اللہ تعالیٰ) بھی صلی اللہ علیہ وسلم ہی پڑھتا رہتا ہے، یا اس کا درود اور طرح سے ہوتا ہے۔

(قادیانیوں نے) فرمایا کہ اس کا (یعنی اللہ تعالیٰ کا) درود عملاً ہوتا ہے۔ اس طرح پر نہیں کہ اس سے دوسرا خدا ثابت ہوتا ہے جو کہ شرک ہے۔

(اس پر) میں نے کہا کہ مرزا صاحب کا الہام ہے کہ کل بـركة من محمد صلی الله علیه وسلم فتبارك من علم و تعلم (حافظ صاحب کہتے ہیں کہ) بس پھر کیا تھا کہ (وہ مرزائی) لگے جوڑ توڑ کرنے۔ میں نے کہا کہ آپ نے پہلے جو کچھ فرما دیا (کہ یہ سمجھنا کہ اللہ تعالیٰ آنحضرت کے اسم مبارک کے ساتھ صلی اللہ علیہ وسلم کے الفاظ بھی فرماتے ہیں، شرک کا ارتکاب کرنا ہے) بس وہی ٹھیک ہے (یعنی مرزا صاحب اس الہام کو بیان کر کے شرک کے مرتکب ہو گئے ہیں) اس کی مرمت کی ضرورت نہیں۔ (العطر البلیغ صفحہ107-108.)

اس سے اگلے سال کا ایک واقعہ حافظ عنایت اللہ صاحب وزیر آبادی نے یوں بیان فرمایا ہے:

19: اگست 1962ء کو میں ظہر پڑھ کر مسٹر بدر الاسلام صاحب سٹوڈنٹ بی ایس سی، سال سوم کو بلوغ المرام پڑھا رہا تھا کہ دو مسافر تشریف لائے اور ظہر وعصر دونوں کو بصورت جمع پڑھا تو میں سمجھ گیا کہ یہ احمدی ہوں گے۔، چنانچہ فارغ ہو کر ایک صاحب نے فرمایا کہ میں ربوہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں، کیل الموفی لمن یکتال علیه معنی التوفی جو شائع ہوا ہے اس کی حدیث کو محولہ کتاب ترغیب ترہیب میں دیکھنا چاہتا ہوں کہ اس کا جواب میرے سپرد ہوا ہے..میں نے عرض کی کہ اس وقت دھوپ کی وجہ سے لائبریری میں شدت کی گرمی ہے، عصر کے بعد کتاب دکھائی جا سکے گی۔، فرمایا کہ بہت اچھا ہم عصر کے بعد حاضر ہوں گے۔ میں نے کہا کہ آپ اپنا نام و پتہ تحریر کر دیں کہ مجھے یاد رہے، چنانچہ انہوں نے مندرجہ ذیل پتے تحریر کر دیے۔

قاضی محمد نذیر لائلپوری، ربوہ 62-8-19۔

حکیم عبداللطیف شاہد مکان نمبر 14 مین بازار گرال منڈی لاھور۔

انہوں نے باتوں باتوں میں یوں بھی فرمایا تھا کہ اکثر اہل حدیث احمدی ہوئے ہیں، میں نے کہا مرزا صاحب تو حنفی تھے، فرمایا کہ نہیں وہ بھی اہل حدیث ہی تھے، چنانچہ ایک دفعہ لوگوں نے ان کی خدمت میں عرض کی کہ مولوی محمد حسین سے بحث کے لیے تیار ہوں، جب وہ تیار ہو کر بحث کے لیے

تشریف لے گئے تو مولوی صاحب وعظ فرما رہے تھے جسے آپ نے سن کر بحث کا خیال چھوڑ دیا۔،
میں نے کہا اس میں اتنا اور بڑھا دو کہ اس کے بعد آپ کو الہام ہوا کہ خدا تیرے اس فعل سے راضی ہوا۔،
فرمایا ہاں ٹھیک ہے۔ میں نے کہا اچھا ہوا کہ آپ نے میرے دعوی کا ثبوت پیش کر دیا ورنہ مجھے اسکی تلاش میں تکلیف ہوتی (اس کے بعد حافظ صاحب ان مرزائیوں کے اس دعوی کا کہ مرزا صاحب اہل حدیث تھے رد کرتے ہوئے انہیں بتاتے ہیں کہ) احناف کی درخواست پر آپ (مرزا صاحب) حنفی ہونے کی حیثیت سے بحث کے لیے تیار ہوئے۔ مگر مولوی (محمد حسین) صاحب کی حسن بیانی سے آپ نے بحث کا خیال چھوڑ دیا، جسے بقول موصوف اللہ پاک نے پسند فرمایا، مگر بعد میں آپ (مرزا) نے مولوی صاحب کا مقابلہ فرما کر اللہ پاک کو ناراض کیا ہے۔،
پھر اس کے بعد وہ (مرزائی لاجواب ہوکر) اٹھ کر چلے گئے، عصر کے بعد میں نے مولوی بشیر احمد صاحب طالب علم کو کتاب ترغیب ترہیب دے کر کہا کہ جب وہ واپس ہوں تو انہیں حدیث دکھا کر نقل کرا دیں، چنانچہ انہوں نے میرے بعد کتاب دیکھ کر حدیث نقل کر لی، اب رہا اس کا جواب تو وہ برسوں سے دے رہے ہیں اور دیتے رہیں گے وسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون (الشعراء)۔ (عطر البلیغ صفحہ 157)

حافظ عنایت اللہ صاحب کے اس طریق تبلیغ کے مثبت اثرات بھی برآمد ہوئے اور کئی مرزائیوں کو قبول اسلام کی خدا تعالیٰ نے توفیق عطا فرمائی جیسا کہ آپ 1942ء کے واقعات میں لکھتے ہیں:

انہیں ایام میں مولوی محمد حسین صاحب وراق گجراتی 80 سالہ اپنے صاحبزادوں بلکہ سب اہل خانہ کے ہمراہ میرے ہاتھ میں مرزائیت سے تائب ہوا، یہ گجرات میں پرانا مرزائی گھرانہ تھا، جسے اللہ پاک نے ہدایت بخشی پنج وقتہ نماز کے پابند اور جمعہ میں حاضر۔ (الجسر البلیغ صفحہ 126)

اور 1932ء کے واقعات میں حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

انہیں ایام کا ذکر ہے...حبیب اللہ صاحب درزی پرانا مرزائی تھا۔ جب (میں) ظہر کی نماز پڑھا کر طلبا کو حدیث پڑھاتا تو یہ بھی تنہا نماز پڑھ کر سماعت میں شریک ہوا کرتا، جب وہ بیمار ہوا تو اس نے مجھے بلا بھیجا اور کہا کہ میری چارپائی یہاں سے اٹھا کر اپنے گھر میں لے چلو کہ میں مرزائیت سے تائب ہوں، چنانچہ اس کی چارپائی بازار کی راہ سے میرے گھر لائی گئی جسے سب نے دیکھا تو مرزائیوں کی اس کے پاس آمدورفت شروع ہوئی اور انہوں نے بہت کچھ اسے سمجھایا مگر اس نے کہا کہ نہیں اب میں سچے دل سے تائب ہو چکا ہوں اب واپس نہیں جا سکتا۔، پھر چند دنوں بعد وہ میرے مکان پر ہی فوت ہوا اور میں نے ہی اس کی تجہیز و تکفین کی اور جنازہ پڑھ کر دفن کیا جو کہ مرزائیوں کے لیے درس عبرت تھا۔ (الجسر البلیغ صفحہ 82)

1928ء کے آخر کے واقعات کا ذکر فرماتے ہوئے حافظ صاحب لکھتے ہیں:

انہی ایام کا ذکر ہے کہ ایک دیوبندی مولوی صاحب جو کہ حکیم بھی تھے اور مسجد ککے زئیاں وزیرآباد میں امام اور مدرس بھی تھے، چونکہ ذی علم اور نیک تھے اس لیے میں جب کبھی وزیرآباد جاتا تو موصوف کے درس میں ضرور حاضر ہوتا، ایک روز درس کے بعد اتفاقاً فاتحہ خلف الامام پر مکالمہ شروع ہو گیا۔، موصوف نے فرمایا کہ نص قرآنی کی رو سے اس کا سماع ضروری ہے۔، میں نے کہا جب جہر ہی نہیں تو سماع کیسے؟ فرمایا کہ سرّی نمازوں میں (فاتحہ) پڑھ سکتا ہے، میں نے کہا کہ پنجگانہ نمازوں کی کل سترہ رکعات ہیں جن میں گیارہ رکعتوں میں آپ نے اجازت دے دی ہے۔ صرف چھ رکعتوں میں نہیں، اچھا تو جہری رکعتوں ی میں بہروں اور پچھلی صفوں کا کیا حکم ہے۔ چونکہ اصولاً سماع شرط قرار پا چکا تھا اس لیے موصوف کو فرمانا پڑا کہ وہ بھی پڑھ سکتے ہیں۔ میں نے کہ کہ امام کے سکتوں میں کیا حکم ہے، تو اس پر بہت دیر تک بات چیت کے بعد بالآخر فرمایا کہ اجازت ہے۔، تب میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ کا شکر ہے کہ مکالمہ بابرکت ختم ہوا جس پر ہم سب نے ہاتھ اٹھا کر دعا کی،

زوال کے قریب ہم واپس ہوئے اور یہ خبر شہر میں بجلی کی طرح پھیل گئی، موصوف سے جامع مسجد حنفیہ ریلوے روڈ میں جواب کا مطالبہ ہوا تو آپ نے فرمایا کہ میں نے حنفی مذہب کیخلاف کسی بات کا اقرار نہیں کیا، جس کسی نے کوئی بات کرنی ہے تو وہ میرے پاس گھر آئے، مگر سب جاہل تھے کون بات کرے، آخران لوگوں نے مولوی صاحب کو نکال دیا جس کا مجھے بے حد افسوس ہے کہ سچائی کے اقرار پر انکا اخراج ہوا۔ (الجسر البلیغ صفحہ 66-67)

اور 1913ء کے واقعات بیان کرتے ہوئے حافظ عنایت اللہ صاحب لکھتے ہیں:

انہی ایام کا ذکر ہے کہ میرے ایک دوست عبدالماجد صاحب وزیر آبادی بریلوی خیال ٹیلر ماسٹر نے مجھے کہا کہ میرے پیر صاحب بہت بڑے خدارسیدہ ہیں۔ اگر آپ ان کی زیارت کریں تو بہت متاثر ہوں۔، چنانچہ میں ان کے ہمراہ لاہور میاں میر پہنچا تو ٹیلر ماسٹر صاحب نے مٹھائی کی نوکری بطور تحفہ (پیر صاحب کی خدمت میں) پیش کی۔ اوران کی چارپائی پر پائنتی کی طرف بیٹھ گئے اور میں نیچے بیٹھ گیا۔ میں نے ایک ہاتھ سے مصافحہ کیا اور پیر صاحب نے دونوں ہاتھوں سے میرا ہاتھ پکڑے رکھا اور فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرو۔، میں نے کہا مجھے اسی طرح پر معلوم ہے، اگر حدیث ہے تو میں دونوں ہاتھ سے کرتا ہوں، فرمایا کہ حدیث ہے، میں نے کہا میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ تو فرمایا کہ کیا میں جھوٹ بولتا ہوں؟ میں نے کہا نہیں، میں کسی سے کیا کہوں گا، ثبوت تو آپ کے پاس ہے میرے پاس نہیں۔، جس پر وہ کتاب لاکر تلاش کرتے رہے۔ مگر حدیث دستیاب نہیں ہوئی۔، فرمایا کہ دونوں ہاتھوں سے مصافحہ کرلے، میں نے کہا کہ حدیث دستیاب ہونے پر کرلوں گا ورنہ نہیں۔، تو آپ نے مجھے وہابی کہہ کر طمانچہ رسید کیا۔ تو میں ان کے حجرہ سے اٹھ کر مسجد میں چلا گیا۔ تو (ٹیلر) ماسٹر صاحب نے ان سے عرض کی کہ میں تو اسے اس لیے ہمراہ لایا تھا کہ آپ کے اخلاق فاضلہ دیکھ کر وہ حنفی ہوجائیگا، مگر اب تو وہ اور بھی مخالفت کرے گا اور مجھے بدنام کرے گا۔، اتنے میں مسئلہ بھی دیکھ بھال کر نکال لیا، اور مجھے بلا بھیجا اور میں بھی چاروناچار حاضر ہوا تو آپ نے

اپنی غلط کاری کا اعتراف فرما کر معافی طلب کی اور حدیث پڑھ کر سنائی جس کی شرح میں کسی کا قول تھا کہ دو ہاتھ سے مصافحہ کرنا بہتر ہے۔ میں نے عرض کی کہ حدیث نبوی مطلوب ہے، کسی شارح کا خیال نہیں۔ بس پھر کیا تھا دونوں ہاتھوں سے مارا۔ اور پاؤں سے بھی خوب روندا۔ جسے سب حاضرین نے دیکھا۔ پھر میں وہاں سے اکیلا واپس ہوا کہ اب گھر پہنچ کر میری اور ٹیلر ماسٹر صاحب کی بات چیت ہوگی۔ یہاں میں انہیں کچھ نہیں کہتا۔ دوسرے روز کا ذکر ہے کہ میں مسجد میں فجر کی نماز باجماعت پڑھ رہا تھا کہ ماسٹر صاحب بھی دوسری رکعت میں میرے ساتھ آ کھڑے ہوئے۔ میں نے سلام پھیر کر انہیں جو دیکھا کہ وہ سینہ پر ہاتھ باندھ کر رفع الیدین سے نماز پڑھ رہے ہیں، تو میری ساری کلفت دور ہوئی اور غصہ ٹھنڈا ہوا کہ اللہ پاک نے ایک شخص کو ہدایت نصیب فرمائی، پھر وہ جماعت اہل حدیث وزیر آباد کے سرگرم رکن رہے۔

(الجسر البلیغ صفحہ 5-6)

حافظ عنایت اللہ صاحب اثری کے متعلق ہمارے نقادوں نے یہ بھی لکھا کہ ان کے ایک استاد مرزائی تھے۔ ہم حیران ہیں کہ اس میں طعنے کی بات کون سی ہو سکتی ہے۔ برطانیہ کے اسکولوں اور کالجوں میں مسلمانوں کے بچے تعلیم حاصل کرتے ہیں، اساتذہ کی اکثریت عیسائیوں اور یہودیوں پر مشتمل ہے، اس ملک کی یونیورسٹیوں کے عربی اور اسلامیات کے شعبوں میں پوری اسلامی دنیا سے مسلمان طلباء اعلیٰ تعلیم کے حصول کے لیے آتے ہیں اور پی ایچ ڈی کی ڈگریاں حاصل کر کے واپس جاتے اور وہاں مسلمانوں کی اگلی نسل کو پڑھاتے ہیں۔ حافظ عنایت اللہ صاحب کے اساتذہ میں اگر ایک شخص غیر مسلم تھا تو صرف انہی کو طعنہ کیوں دیا جائے، جب کہ انہوں نے غیر مسلم سے علم دین نہیں سیکھا تھا، درزی کا کام سیکھا تھا اور ان لوگوں کو پاک دامن کیوں قرار دیا جائے جنہوں نے غیر مسلم اساتذہ سے عربی اور اسلامیات کے علوم پڑھ کر ڈگریاں حاصل کی ہیں جن میں مانچسٹر کے مفکر اسلام سلطان المدققین رئیس المحققین حضرت علامہ ڈاکٹر خالد محمود بھی شامل ہیں۔

ناظرین: ہمارا یہ مضمون تحریک ختم نبوت پر ہے، حافظ عنایت اللہ اثری مرحوم کی تحریک میں نمایاں خدمات ہیں، اس لیے ہم نے اس مضمون میں ان کا ذکر بھی کیا اور ان پر بسلسلہ تحریک ہونے والی بے جا تنقید کا جائزہ بھی لیا۔ تاہم یہ کہنا غیر مناسب نہیں ہوگا کہ حافظ صاحب کے بعض دیگر خیالات و نظریات سے ہمیں اتفاق نہیں ہے۔ اور نہ ہی اہل حدیث کی اکثریت ان تفردات میں ان سے متفق ہے۔، ان کی زندگی میں ہی اہل حدیث نے ان کے ایسے خیالات سے برات کر دی تھی۔، بہت سے لوگ ان کی اقتداء میں نماز پڑھنا درست نہیں سمجھتے تھے۔، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے 1955ء میں ان کے خلاف ہو کر ان سے ملاقات سے انکار کر دیا تھا۔، مولانا احمد دین گکھڑوی جیسے بزرگ ان کے نظریات پر سخت تنقید کرتے تھے۔، اہل حدیث کے حلقوں میں انہیں رئیس الماولین بھی کہا گیا۔ مولانا مودودی مرحوم نے تاہم فتوی دیا تھا کہ

> حافظ عنایت اللہ صاحب نے اگر حضرت مسیح کی پیدائش کو بغیر باپ کے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے تو یہ فعل بالکل غلط ہے، مگر یہ تاویل کی غلطی ہے، اس کی وجہ سے نماز ان کے پیچھے ناجائز نہیں ہوتی۔ (عطر البلیغ صفحہ 183)
>
> (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۱۹۹۸ء ص ۲۰ـ۲۴)

مباحثہ دیوبند 1884ء

(۲۷)

ہم آج کی نشست میں قارئین کو دیوبند لے جانا چاہتے ہیں جہاں 1301ھ کے ماہ جمادی الاول میں بڑے بڑے علماء کرام کے درمیان ایک مباحثہ مرزا غلام احمد قادیانی کے عقائد ونظریات پر منعقد ہوا تھا،
دیوبند چلنے سے قبل ہمیں تھوڑی دیر کے لیے لدھیانہ بھی رکنا پڑے گا، اس لیے کہ دیوبند میں ہونے والے مباحثے کی ابتداء لدھیانہ کے مولوی محمد، مولوی عبداللہ، مولوی اسماعیل اور گنگوہ کے مولانا رشید احمد گنگوہی کے درمیان خط وکتابت سے اس وقت ہوئی تھی جب 1301ھ (1884) ء میں مرزا غلام احمد قادیانی لدھیانہ آئے تھے۔

ہم نے اپنے اس مضمون میں اس مباحثے کے بارے میں پہلے بھی کچھ گزارشات کی ہیں اور ہمارا ماخذ عمومی طور پر مولانا محمود حسن کے شاگرد اور مشہور حنفی بزرگ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی کتاب رئیس قادیان تھی۔، مولانا دلاوری نے اس مباحثے سے متعلق تفصیلات مولوی محمد لدھیانوی کی کتاب فتاوی قادریہ کے حوالے سے بیان کی ہیں۔، فتاوی قادریہ ہماری نظر سے نہیں گزری اس لیے ہم اس اعتماد پر اس مباحثے سے متعلق واقعات رئیس قادیان سے نقل کرتے رہے کہ مولانا دلاوری نے فتاوی قادریہ سے درست حوالے دیئے ہوں گے۔، ہمارے اس اعتماد کو اس وقت ٹھیس پہنچی جب حال ہی میں ہمیں مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی کتاب: سب سے پہلا فتوی تکفیر دیکھنے کو ملی۔، یہ کتاب جولائی 1997ء میں شائع ہوئی ہے، اسکے مصنف مولانا محمد لدھیانوی کے خاندان سے ہیں اور وہ یہ بھی کہتے ہیں کہ ان کی کتاب کا ایک ماخذ...

> فتاوی قادریہ ہے جو کہ مولانا محمد لدھیانوی نے مرتب کیا تھا، یہ چونکہ نایاب تھا اس کی تلاش میں کافی مشکلات پیش آئی تاہم ایک قریب عزیز سے مل گیا..(سب سے پہلا فتوی تکفیر صفحہ 31)

کتاب فتاوی قادریہ کو آنکھوں سے دیکھ کر اور اسے ماخذ بنا کر لکھی جانے والی کتاب: سب سے پہلا فتوی تکفیر، ہماری نظر سے گزری تو معلوم ہوا کہ مولانا رفیق دلاوری اور جناب ابن انیس کی بعض باتوں میں باہم مطابقت نہیں ہے۔ اس لیے ہم نے مباحثہ دیوبند سے متعلق واقعات کو از سر نو قارئین کے سامنے پیش کرنے کا فیصلہ کیا ہے، سنیے اور سر دھنیے:

مباحثہ دیوبند کا اختتام مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو حکم ماننے پر ہوا تھا جیسا کہ مولانا محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر تحفظ ختم نبوت لکھتے ہیں:

12: جمادی الاول 1301ھ کو علمائے لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں تشریف لے گئے اور قادیانی مسئلہ میں حضرت گنگوہی و دیگر اکابر سے بالمشافہ گفتگو ہوئی، رفع نزاع کے لیے دارالعلوم کے پہلے صدر مدرس حضرت مولانا محمد یعقوب نانوتوی کو، جو صاحب کشف تھے، حکم تسلیم کیا گیا۔ (الرشید۔ دارالعلوم دیوبند نمبر صفحہ 676)

اس مباحثے کا آغاز دراصل لدھیانہ میں ہی ہو گیا تھا جہاں

شاہزادہ صفدر بیگ کے مکان پر مدرسہ اسلامیہ کے اہتمام کے متعلق ایک جلسہ تھا جس میں منشی احمد جان، مولوی شاہ دین اور مولوی عبدالقادر صاحبان نے بیان کیا کہ کل حضرت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی لدھیانہ تشریف لائیں گے، اور ان کی مدح و ستائش میں سخت مبالغہ کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص ان پر ایمان لائے گا وہ گویا اول المسلمین ہوگا، یہ سن کر ایک اور عالم دین مولوی عبداللہ کھڑے ہو گئے اور کہا کہ اہل مجلس پر میرا یہ بیان شاق گزرے گا لیکن اس وقت جو بات حق تعالیٰ نے میرے دل میں القاء فرمائی ہے اس کے ظاہر کیے بغیر میری طبیعت کا اضطراب دور نہیں ہو سکتا، بات یہ ہے کہ مرزائے قادیان جس کو تم اس درجہ بڑھا چڑھا رہے ہو، وہ انتہا درجہ کا ملحد اور زندیق شخص ہے۔ منشی احمد جان بولے کہ میرا ایسے ہی خیال تھا کہ کسی نہ کسی مولوی صاحب یا صوفی صاحب کے دل میں مرزا صاحب کی طرف سے ضرور حسد پیدا ہوگا۔ جلسہ برخواست ہونے کے بعد مولوی عبداللہ کے بھائی مولوی محمد صاحب نے اپنے بھائی مولوی عبداللہ سے کہا کہ جب تک کوئی قطعی دلیل موجود

نہ ہو کسی شخص کے خلاف زبان طعن نہ کھولنی چاہیے، مولوی عبداللہ مرحوم نے فرمایا کہ میں نے اپنی طبیعت کو بہت روکا لیکن آخرالامر خدائے برتر نے اس موقع پر یہ الفاظ میرے منہ سے نکلوا دیے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 1-2)

اس اقتباس سے معلوم ہوتا ہے کہ لدھیانہ کے علماء کی اکثریت مرزا صاحب کے لیے دیدہ و دل فرش راہ کیے ہوئے تھی، ان کے استقبال کی تیاریاں کی جارہی تھیں اور ان کے دعوی تجدید کی حمایت اور اسے قبول کرنے کی لوگوں کو یہ کہہ کر ترغیب دی جارہی تھی کہ ایسا کرنے والا اول المسلمین ہوگا۔

لدھیانہ کے سارے علماء میں سے صرف ایک شخص نے باقی سے اختلاف کیا جس کا نام مولوی عبداللہ تھا۔

اس کے اختلاف کی وجہ کوئی نقلی دلیل یا مرزا غلام احمد صاحب کی کسی کتاب کی عبارت نہیں تھی، بلکہ مولوی عبداللہ صاحب کا اپنا الہام تھا جو ظاہر ہے کسی اور کے لیے حجت نہیں ہوسکتا تھا،

نیز مرزا صاحب کے لدھیانہ میں آنے سے ایک روز قبل تک خود مولوی محمد صاحب کے پاس بھی مرزا صاحب کے خلاف کوئی قطعی دلیل نہیں تھی۔ اس لیے انہوں نے مولوی عبداللہ صاحب کو بھی مرزا غلام احمد صاحب کے خلاف زبان طعن کھولنے سے روکا۔اس جلسہ عام کے اگلے روز جو کچھ ہوا وہ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری کی درج ذیل عبارت سے واضح ہوگا:

جس روز قادیانی صاحب لدھیانہ میں قدوم فرما ہوئے مولوی محمد، مولوی عبداللہ اور مولوی اسماعیل صاحبان نے کتاب براہین احمدیہ کا نظر غائر سے مطالعہ کیا، اس میں کلمات کفریہ کی بڑی کثرت و فراوانی پائی، اس کے بعد شہر میں اعلان کردیا کہ یہ شخص مجدد نہیں، بلکہ زندیق اور خارج از اسلام ہے۔اور فتوی چھپوا کر گردونواح کے شہروں میں روانہ کیے کہ یہ شخص مرتد ہے، آئندہ کوئی شخص اس کی کتاب نہ خریدے۔(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 2-3 بحوالہ فتاوی قادریہ صفحہ 3)

اس کے بعد مولانا رفیق دلاوری فرماتے ہیں:

جن حضرات نے فتوی تکفیر سے اختلاف کیا ان میں حضرت رشید احمد گنگوہی جو ان دنوں علمائے

حنفیہ میں ممتاز حیثیت رکھتے تھے...سب سے پیش پیش تھے،انہوں نے علماء لدھیانہ کے فتوی تکفیر کی مخالفت میں ایک مقالہ لکھ کر قادیانی صاحب کو ایک مرد صالح قرار دیا اور اس کو حضرات مکفرین کے پاس لدھیانہ روانہ کیا اور اس مضمون کی ایک نقل مولوی شاہ دین لدھیانوی اور مولوی عبدالقادر لدھیانوی کے پاس بھی روانہ کی جو مولانا ممدوح کے مرید تھے۔مولوی شاہ دین نے یہ تحریر برسر بازار لوگوں کو سنا دی اور اس سے وہ افراد جو مرزا صاحب کو مجدد مان چکے تھے اور ان سے حسن اعتقاد رکھتے تھے بہت خوش ہوئے۔مولوی عبداللہ صاحب لدھیانوی کو معلوم ہوا کہ مولانا رشید احمد صاحب نے ایک مرتد کو مرد صالح لکھ دیا ہے تو انہیں سخت تعجب ہوا۔تاہم مولوی عبدالعزیز صاحب نے جمعہ کے دن مولانا رشید کی تحریر کی مدلل جواب دیے۔(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 3)

اسکے بعد ان لدھیانوی بھائیوں نے مولانا رشید احمد گنگوہی کو ایک طویل مراسلہ ارسال کیا جس میں لکھا کہ انہوں نے

مرزا غلام احمد کو صالح مسلمان قرار دے کر نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا ہے۔

(رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 5 بحوالہ فتاوی قادریہ)

مولانا رشید احمد گنگوہی نے اس مراسلے کے جواب میں خاموشی اختیار کی لیکن انہی دنوں دیوبند کا جلسہ دستار بندی آ پہنچا اور لدھیانوی بھائی 12 جمادی الاول 1301ھ کو دیوبند پہنچ گئے جہاں ایک مجلس میں دوران بحث...مولانا محمد یعقوب صاحب نے ،جو ان دنوں دیوبند کے شیخ الحدیث تھے،فرمایا کہ اگر مرزا غلام احمد پر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ الہامات کا ورود ہو تو اس میں تعجب کی کون سی بات ہے۔گفتگو آگے بڑھی تو...مولانا محمد یعقوب نے فرمایا کہ میں غلام احمد کو اپنی تحقیق میں آزاد خیال لامذہب جانتا ہوں۔اور چونکہ آپ قریب الوطن ہونے کی وجہ سے اس کے تمام حالات سے بخوبی واقف ہیں،اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا،اس کے علاوہ آپ نے اس شخص کی کتاب براہین احمدیہ پڑھی ہے اور میں نے اور مولانا رشید احمد صاحب نے اس کتاب کا مطالعہ نہیں کیا۔ (رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 9 بحوالہ فتاوی قادریہ)

نزاع تاہم ختم نہیں ہوا، بحث اگلے روز بھی چلتی رہی اور پھر رفع نزاع کے لیے مولانا گنگوہی نے فرمایا

کہ مولانا محمد یعقوب (نانوتوی) ہم سب میں بڑے ہیں، جو کچھ یہ فرمائیں گے مجھے بسروچشم قبول ہوگا، مولوی محمد صاحب نے مولانا محمد یعقوب کی خدمت میں عرض کیا کہ آپ نے قادیانی کے متعلق جورائے کل ظاہر فرمائی تھی کیا آپ اس کو تحریر میں بھی لاسکیں گے۔، انہوں نے کہا ہاں میں لکھ دوں گا کہ قادیانی کے الہام اولیاء اللہ کے الہامات سے کوئی مناسبت نہیں رکھتے، لیکن بالفعل کاروبار جلسہ کی وجہ سے میں عدیم الفرصت ہوں، دوتین روز کے بعد لکھ کر روانہ کردوں گا۔

علماء لدھیانہ دیوبند سے مراجعت فرما ہوئے، دوتین دن کے بعد مولانا محمد یعقوب نے ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر بذریعہ ڈاک لدھیانہ بھیج دیا جس کا مضمون یہ تھا کہ یہ شخص میری دانست میں لامذہب معلوم ہوتا ہے، اس شخص نے اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا، معلوم نہیں اس کو کس طرح کی اویسیت ہے، مگراس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت اور علاقہ نہیں رکھتے۔ (رئیس قادیان جلد 2 صفحہ 9-10 بحوالہ فتاوی قادریہ)۔

اوپر کے اقتباسات ہم نے رئیس قادیان سے لیے ہیں اور رئیس قادیان کے مصنف نے یہ معلومات فتاوی قادریہ مرتبہ مولوی محمد لدھیانوی سے اخذ کی ہیں۔ ذیل میں ہم یہی واقعات محترم ابن انیس حبیب الرحمٰن کی کتاب سب سے پہلا فتوی تکفیر سے پیش کرتے ہیں اور ابن انیس کا بھی یہی کہنا ہے کہ ان کا ماخذ ان کے جد امجد مولانا محمد کا مرتب کردہ فتاوی قادریہ ہے وہ اپنے جدامجد سے نقل کرتے ہیں:

چنانچہ جس روز مرزا قادیانی شہر لدھیانہ میں وارد ہوا تھا، راقم الحروف مولوی محمد و مولوی عبداللہ و مولوی اسماعیل صاحب نے براہین کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار درانبار پائے گئے اور لوگوں کو قبل از دوپہر اطلاع کردی گئی کہ یہ شخص مجدد نہیں بلکہ زندیق اور ملحد ہے۔ برعکس نہند نام زنگی کافور۔

اور گردونواح کے شہروں میں فتوے تکفیر روانہ کیے گئے کہ یہ شخص مرتد ہے، اس کی کتاب کوئی نہ خریدے، اس پر اکثر نے تکفیر کی رائے کو تسلیم نہ کیا بلکہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی نے ہماری تردید میں ایک طومار لکھ کر ہمارے پاس روانہ کیا اور قادیانی کو مرد صالح قرار دیا۔ اور ایک نقل اس کی

مولوی شاہ دین، مولوی عبدالقادر اور اپنے مریدوں کے پاس روانہ کی۔ مولوی عبدالعزیز صاحب نے اس تحریر کی بروز جمعہ وعظ میں خوب دھجیاں اڑائیں۔ مولوی عبداللہ صاحب کو اس تحریر کا حال سن کر نہایت فکر ہوا کہ مولوی رشید احمد صاحب نے ایسے مرتد کو مرد صالح کیسے لکھ دیا، جناب باری میں دعا کر کے سو گئے، خواب میں معلوم ہوا کہ تیسری شب کا چاند بدشکل ہو کر لٹک پڑا، غیب سے آواز آئی کہ رشید احمد یہی ہے۔ اسی روز سے اکثر فتوے ان کے غلط، متناقض یکے بعد دیگرے وجود میں آنے لگے۔ (سب سے پہلا فتوی تکفیر فیصل آباد 1997ء صفحہ 70)۔

اس کے کچھ عرصہ بعد تینوں لدھیانوی بھائی دیوبند تشریف لے گئے، وہاں علماء دیوبند سے ملاقات کی تفصیل مولانا محمد لدھیانوی فتاوی قادریہ میں اس طرح درج کرتے ہیں:

پھر ہم تینوں (مولانا محمد، مولانا عبداللہ، مولانا محمد اسماعیل) اس تحریر کو لے کر جلسہ دستار بندی مدرسہ دیوبند بتاریخ 12 جمادی الاول ۱۳۰۱ھ میں پہنچے، دوسرے روز مولوی رشید احمد صاحب ملاقات کے واسطے تشریف لائے، بعد ازاں مولوی محمد یعقوب صاحب بھی براہ مہمان نوازی ملنے کو آئے، راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا، مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ اگر بطور ظلیت آنحضرت ﷺ اس پر ورود الہامات کا ہوتا ہو تو کیا عجب ہے۔ میں نے کہا کہ اگر اہل کتاب یہود و نصاری یہ اعتراض کریں کہ جیسا قادیانی پر بسبب ظلیت آیات قرآنی نازل ہو رہی ہے، ایسا ہی تمہارے پیشوا خود مستقل پیغمبر نہیں تھے، بلکہ بسبب اتباع ابراہیمؑ کے ان پر قرآن بطور الہام نازل ہوا ہوگا، تو پھر آپ کیا جواب دو گے۔ مولوی صاحب نے لاجواب ہو کر یہ فرمایا کہ میں اس شخص کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد جانتا ہوں اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا، کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں اور نیز آپ نے اس کی کتاب براہین کی ہر چہار جلد کو دیکھ لیا ہے، بعد ازاں ہم نے تحریر مذکورہ الصدر کو بتاریخ 14 جمادی الاول 1301ھ مولوی رشید احمد کی خدمت میں برسر عام جس میں مولوی محمد مظہر صاحب مرحوم وغیرہ علماء و فضلاء نامدار موجود تھے، پیش کیا۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک آتا تھا آپ کی

خدمت میں لکھ کر روانہ کر دیا تھا۔ میں نے عرض کیا کہ جو کچھ آپ کی تحریر پر اعتراضات وارد کیے گئے ہیں ان کو ملاحظہ فرما کر جواب سے مشرف فرما دیں۔، آپ نے فرمایا کہ مجھ کو جہاں تک علم تھا میں نے لکھ دیا تھا، زیادہ مجھ کو علم نہیں۔، مولوی عبداللہ صاحب نے دوبارہ اس تحریر کو مولوی صاحب کے ہاتھ میں دے کر آیت واما السائل فلا تنہر پڑھ کر فرمایا کہ آپ اس کا جواب عنایت فرما دیں۔، مولوی صاحب نے تحریر کو واپس دے کر فرمایا کہ ہمارے سب کے مولانا محمد یعقوب صاحب بڑے ہیں، اس باب میں جو ارشاد کریں مجھ کو منظور ہے۔، مولوی عبداللہ صاحب نے کھڑے ہو کر باآواز بلند فرمایا کہ جو لوگ اس مسئلہ خاص میں اپنا دین تباہ کر رہے ہیں اس کا وبال آپ کی گردن پر ہوگا یا ہماری گردن پر۔

بعدازاں ہم وہاں سے روانہ ہو کر مولانا محمد یعقوب صاحب کی خدمت میں پہنچے۔ فوراً مولوی رشید احمد صاحب کے بڑے صاجزادے نے معہ گروہ کثیر جس میں چند عالم مثل مولوی محمود الحسن مدرس مراد آباد وغیرہ داخل تھے آ کر شور وغل مچایا۔، مولانا محمد یعقوب صاحب نے فرمایا کہ سب کے سب شور مت کرو، صرف ایک شخص کلام کرے۔، مولوی محمود حسن صاحب نے بیان کیا کہ یہ تینوں مولوی تین روز سے پکار رہے ہیں کہ مرزا غلام احمد قادیانی کافر اور جو اس کو کافر نہ کہے وہ بھی کافر ہے۔، میں نے کہا کہ یہ امر غلط ہے۔، فریق ثانی نے کہا کہ اب انکار کرتے ہیں، میں نے آگے بڑھ کر کہا کہ وہ کون شخص ہے جس سے ہم نے خوف کھا کر انکار کیا۔، ہمارا اول سے یہی عقیدہ ہے کہ قادیانی کافر اور جو شخص اس کا ہم عقیدہ ہے وہ بھی کافر ہے جس کو حوصلہ گفتگو کا ہو وہ میدان گفتگو میں آ کر کسی ثالث کے مکان پر بحث کر لے۔، اس مکان پر بحث کرنے کا موقع نہیں کیونکہ یہاں پر یہ مثل مشہور صادق آ رہی ہے ایک ناک والا سات ناک کٹوں کے پاس جب پہنچا فوراً سب کے سب بول اٹھے کہ نا کو آیا۔،

یہ کلام سن کر سب خاموش ہو گئے، کسی نے گفتگو کا نام بھی نہیں لیا۔، پھر میں نے مولوی محمد یعقوب صاحب سے عرض کیا کہ جو آپ نے کل بوقت ملاقات قادیانی کے باب میں فرمایا تھا اس کو تحریر بھی

کردو گے۔ آپ نے فرمایا کہ میں یہ بھی لکھ دوں گا کہ اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ مناسبت نہیں رکھتے، لیکن فی الحال بسبب کاروبار جلسہ کے مجھ کو فراغت نہیں۔ دو تین روز کے بعد لکھ کر روانہ کر دوں گا یا آپ میری طرف سے تحریر کر لینا۔

چنانچہ مولانا صاحب نے حسب وعدہ ایک فتوی اپنے ہاتھ سے لکھ کر ہمارے پاس ڈاک میں ارسال فرمایا جس کا مضمون یہ تھا کہ:

یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا، معلوم نہیں کہ اس کو کس روح کی اویسیت ہے۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر فیصل آباد 1997ء صفحہ 86-84)

قارئین! ہمارے حنفی علماء جب تحریک ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہوئے براہین احمدیہ اور علماء لدھیانہ کی اس کتاب پر تنقید کا ذکر کرتے ہیں تو عموماً مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ومغفور کا ذکر بھی کیا جاتا ہے کہ انہوں نے براہین کی تعریف کی تھی اور علمائے لدھیانہ کی مخالفت۔ اوپر کے اقتباسات سے جو ہم نے مولانا دلاوری اور مولانا ابن انیس الرحمٰن کی کتابوں سے آپ کے سامنے پیش کیے ہیں، آپ کو معلوم ہو چکا ہوگا کہ لدھیانہ والوں کی مخالفت کون کر رہا تھا، کون ان کے خلاف طومار لکھ کر روانہ کر رہا تھا، وہ کس کے دلائل و مضامین کی دھجیاں اڑا رہے تھے وہ کس کو لا جواب کر رہے تھے، وہ کس کے ہاتھ میں اپنی تحریر دے کر، واما السائل فلا تنهر پڑھ کر اس کا جواب طلب کر رہے تھے۔ وہ کس کے متعلق کہہ رہے تھے کہ وہ مرزا کو مرد صالح قرار دے کر عوام کی گمراہی کا سبب بن رہا ہے، وہ کس گروہ کثیر کو شورہ غل مچانے کا مرتکب قرار دے رہے تھے، وہ کن کو میدان میں نکل کر کسی ثالث کے مکان پر مناظروں کے چیلنج دے رہے تھے، وہ کن کو ناک کٹے ہونے کا طعنہ دے رہے تھے۔

قارئین! آپ کو ان تمام اقتباسات میں جو دراصل ایک ہی مباحثے کے مختلف واقعات ہیں اور اپریل، مئی 1884ء کے مباحثے کے مختلف واقعات ہیں اور اپریل، مئی 1884ء کے واقعات ہیں، کہیں بھی مولانا محمد

حسین بٹالوی کا نام نظر نہیں آیا ہوگا۔

ناظرین! ہم مولانا محمد یوسف لدھیانوی کی زبانی آپ کو بتا چکے ہیں کہ اس مباحثے کا اختتام تحکیم پر ہوا، اور حکم نے جو تحریری فیصلہ دیا وہ دو روایتوں سے آپ کے سامنے پیش کیا جا چکا ہے۔، ایک روایت مولانا دلاوری کی ہے کہ مولانا یعقوب نے فرمایا یہ شخص میری دانست میں لا مذہب معلوم ہوتا ہے۔ مولانا دلاوری نے یہ فیصلہ فتاوی قادریہ کے حوالے سے نقل کیا ہے۔، دوسری روایت ابن انیس مولانا حبیب الرحمٰن کی ہے، اس کے مطابق مولانا یعقوب نانوتوی نے فرمایا، یہ شخص میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے۔ یہ فیصلہ بھی فتاوی قادریہ ہی کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے۔

کس کا یقین کیجیے کس کا نہ کیجیے
لائے ہیں بزم ناز سے یار خبر الگ الگ

ایک کے مطابق فتاوی قادریہ میں مولانا یعقوب نانوتوی نے مرزا غلام احمد کو لا مذہب قرار دیا ہے، دوسرے کے مطابق غیر مقلد قرار دیا ہے، کون غلط بیانی کر رہا ہے اور کون فتاوی قادریہ کی عبارت میں تحریف کا ارتکاب کر رہا ہے؟

مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن کا کہنا ہے کہ وہ علماء لدھیانہ کے خاندان سے ہیں اور انہوں نے فتاوی قادریہ نامی کتاب کو جو نایاب تھی خاندانی ذرائع سے حاصل کر کے اس سے استفادہ کیا ہے، ان کی اپنی کتاب اپنے موضوع پر جدید ترین تحقیقی کتاب ہے اس لیے ہم سمجھتے ہیں ان کی روایت زیادہ وزنی ہے اور فتاوی قادریہ میں مولانا یعقوب نانوتوی کا بطور حکم فیصلہ یہی ہے کہ 1884ء کا مرزا غلام احمد ان کے نزدیک غیر مقلد تھا، مولانا دلاوری نے غیر مقلد کی جگہ لا مذہب کا لفظ استعمال کر کے دانستہ یا نادانستہ تحریف کا ارتکاب کیا ہے اور پھر ان کی کتاب سے استفادہ کرنے والوں نے لا مذہب کو دہریہ اور کافر کا مترادف قرار دے کر یہ باور کرانے کی کوشش جاری رکھیں کہ مولانا یعقوب نے 1884ء میں مرزا کو کافر قرار دے دیا تھا، جیسا کہ مولانا یوسف لدھیانوی نے اس فیصلے کو یوں بیان کیا ہے۔ یہ شخص (مرزا غلام احمد) لا مذہب (دہریہ) معلوم ہوتا ہے۔ (الرشید دیوبند نمبر صفحہ 676)

اورحال ہی میں ہمارے ایک معاصر نے ہم پر حجت قائم کرنے کی کوشش فرماتے ہوئے لکھا کیا مولانا یعقوب نے اسے (مرزا کو) لامذہب تک نہیں کہہ دیا تھا؟

قارئین! ایک عرصہ سے چوری اور سینہ زوری کا یہ عمل جاری تھا، اللہ تعالیٰ کو یہ بات پسند نہیں آئی اوراس نے الیوم نختم علی افواھھم... کا ایک ہلکا سانمونہ اسی دنیا میں دکھادیا۔ فتاوی قادریہ نامی کتاب کے مصنف کے خاندان کا ایک فرد حق کی شہادت دینے کھڑا ہوگیا اوراس نے ثابت کردیا کہ اس کے جدامجد کی کتاب میں مولانا یعقوب نانوتوی کے فیصلے کے مطابق 1884ء کا مرزا غلام احمد لامذہب نہیں غیر مقلد تھا، جن لوگوں نے مولانا یعقوب کو حکم تسلیم کیا تھا، ان کے لیے یہ فیصلہ حجت ہے (ہمارے لیے نہیں) اوراس فیصلے کی رو سے حکم اور تنازع کے فریقین نے 1884ء کے مرزا غلام احمد کو گویا مسلمان تسلیم کیا تھا، کیونکہ غیر مقلدین کو حضرات دیوبند نہ صرف مسلمان بلکہ اہل سنت میں سے شمار کرتے ہیں۔ ذیل میں ہم مولانا داؤد راز مرحوم کی کتاب: ارباب دیوبند اوراہل حدیث۔، دارالاشاعت کرلا، بمبئی صفحہ 8-9 سے چار فتوے اس ضمن میں نقل کرتے ہیں۔

مولانا عزیز الرحمٰن مفتی دیوبند کا فتوی اخبار مہاجر 29 جون 1928ء میں شائع ہوا کہ اہل حدیث غیر مقلد مسلمان ہیں، کافر ومرتد کہنا ان کو جائز نہیں بلکہ حرام ومعصیت ہے۔

مولانا رشید احمد گنگنوہی نے فرمایا:

غیر مقلدین کا اہل سنت سے اعتقادی امر میں اختلاف نہیں، اس لیے یہ اہل سنت ہیں اوران کے پیچھے اقتداء درست ہے۔

مفتی کفایت اللہ صاحب فرماتے ہیں:

اہل حدیث مسلمان اوراہل سنت والجماعت میں داخل ہیں، شادی بیاہ کا معاملہ کرنا درست ہے، ترک تقلید سے اسلام میں فرق نہیں پڑتا اورنہ اہل سنت والجماعت سے تارک تقلید باہر ہوتا ہے۔

مولانا اشرف علی، اسعدالابرار صفحہ 135 ملفوظ نمبر دس میں فرماتے ہیں:

ہم علی الاطلاق غیر مقلدی کو برا نہیں کہتے، دیکھیے امام ابوحنیفہ خود مقلد نہ تھے مگر ہم ان کو اپنا پیشوا مانتے ہیں۔

ان کے علاوہ فتاوی رشیدیہ سے یہ فتوی بھی ملاحظہ فرمالیجیے۔

مولانا رشید احمد گنگوہی سے سوال ہوا:

مولانا سید نذیر حسین صاحب کو جو دہلی میں محدث ہیں جو لوگ ان کو مردود اور خارج اہل سنت جانتے ہیں اور لا مذہب کہتے ہیں، آیا یہ کہنا ان کا صحیح ہے یا نہیں۔ باوجود صحیح نہ ہونے کے ایسے لوگ فاسق بدکار ہیں یا نہیں۔ اور مولانا صاحب کے عقائد اور اعمال موافق اہل سنت والجماعت ہیں یا نہیں۔ اور حضرت سلمہ کے عقائد اور مولانا صاحب کے عقائد میں کچھ فرق ہے یا متفق ہیں؟

جواب: بندہ کو ان کا حال معلوم نہیں۔ نہ میرے ساتھ ان کی ملاقات ہے۔ لیکن جو لوگ ان کے حال کے بیان میں مختلف ہیں اگرچہ ان کو مردود اور خارج اہل سنت کہنا بھی سخت بے جا ہے، عقائد میں سب متحد مقلد یا غیر مقلد ہیں، البتہ اعمال میں مختلف ہوتے ہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ، کراچی 1985 صفحہ 239-238۔)

اور جب مفتی کفایت اللہ صاحب سے سوال ہوا کہ ناجی کون گروہ ہے، کل مسلمان یا ان میں کوئی خاص گروہ مراد ہے، ما انا علیه و اصحابی کا کیا مطلب ہے؟ تو آپ نے جواباً فرمایا:

ما انا علیہ واصحابی سے وہ طریقہ مراد ہے جو آنحضرت ﷺ کا طریقہ تھا۔ یعنی جو آج کل اہل السنّت والجماعت کا طریقہ ہے، اس میں حنفی، شافعی، مالکی، حنبلی، اہل حدیث سب داخل ہیں، البتہ مبتدع فرقہ ہائے ضالہ یعنی معتزلی، خارجی، مرجیہ، مشبہہ روافض وغیرہ اس سے خارج ہیں۔

(کفایت المفتی جلد دوم، طبع کراچی، صفحہ 114)

قارئین! اپریل مئی 1884ء میں لدھیانہ گنگوہ اور دیوبند کے علماء کے درمیان ہونے والے مباحثے اور تحکیم کے نتیجے میں جب مرزا غلام احمد کو سنی العقیدہ مسلمان اور اس حیثیت میں اس کی اقتدا میں نماز کو جائز

اوراس کے ساتھ شادی بیاہ کے تعلقات کو جائز قرار دے دیا گیا تو جون جولائی اگست 1884ء کے رسالہ اشاعۃ السنۃ کے شماروں مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم نے (بحوالہ سب سے پہلا فتوی تکفیر صفحہ 98) بھی براہین احمدیہ پر موافقانہ تبصرہ شائع فرمادیا، تاریخ کا شعور رکھنے والوں کو یہ بات سمجھنا دشوار نہیں ہوگی کہ دیوبند والوں نے 1884ء کے مرزا کے مسلمان ہونے کا فیصلہ پہلے دیا ہے۔ اس مسلمان کی کتاب پر مولانا محمد حسین بٹالوی نے موافقانہ تبصرہ بعد میں کیا ہے۔ اگر جرم سرزد ہوا ہے تو سوچنے کی بات یہ ہے کہ کس سے ہوا؟ 1884ء کے مرزا غلام احمد کو مسلمان قرار دینے والوں سے یا اس مسلمان کی اسلام کی حمایت میں لکھی جانے والی کتاب پر موافقانہ تبصرہ کرنے والے سے۔

ناظرین! آج کی نشست میں آپ نے مولانا محمد لدھیانوی کی زبان سنا کہ 1301ھ (1884)ء میں جس روز مرزا غلام احمد قادیانی وارد لدھیانہ ہوا، انہوں نے مولانا عبداللہ اور مولانا اسماعیل کے ساتھ مل کر براہین احمدیہ کا مطالعہ کر کے اور اس میں کلمات کفریہ کی بھر مار پا کر مرزا پر فتوی تکفیر جاری کر دیا تھا اور اس فتوی کی نقول ارد گرد کے شہروں میں بھجوا دی تھیں، 1301ھ (1884)ء) میں جاری ہونے والا یہ فتوی تا حال ہماری نظر سے نہیں گزرا، جس فتاوی قادریہ کا آج کی قسط میں ذکر ہوا ہے وہ تو ایک ایسی کتاب ہے جو 1891ء کے بعد کی تصنیف معلوم ہوتی ہے۔ اگر کوئی صاحب صراط مستقیم کے ذریعے ہماری رہنمائی فرماسکیں کہ اصل فتوی کہاں سے مل سکتا ہے تو ہم ممنون ہوں گے۔ کسی کتاب یا رسالے میں اس کا اصل اور پورا متن طبع ہوا ہو، تو اس کے حصول میں ہماری مدد فرمائی جاوے۔ ہمیں اس فتوے سے اقتباسات یا ان پر تبصروں سے غرض نہیں ہے، ہم وہ اصل فتوی دیکھنا چاہتے ہیں جو مولانا محمد لدھیانوی اور دیوبندی احباب کے بقول 1884ء میں مرزا غلام احمد کے ورود لدھیانہ کے روز جاری ہوا تھا، یہ دستاویز سامنے آنے پر ہم اس موضوع پر اپنی گزارشات نذر قارئین کریں گے۔ انشاءاللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری ۱۹۹۸ء ص ۲۰-۲۳)

دامن تو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

(۲۸)

مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے متعلق ہمارے ایک محترم معاصر نے الفضل 20 جولائی 1940ء کے حوالے سے لکھا ہے کہ اس بزرگ کے دو صاجزادے قادیان آئے اور مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر بیعت کر کے سب پرانی غلطیوں کی تلافی کر دی۔

اور یہ کہ لائق عبرت مرحلہ یہ ہے کہ مولانا بٹالوی کے دو صاجزادوں نے مرزا غلام احمد کے لڑکے اور قادیانی سربراہ مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر بیعت کی اور قادیان میں تعلیم حاصل کرتے رہے۔

اور یہ کہ مرزا بشیر الدین کا یہ بیان کہ مولانا بٹالوی کے دو لڑکے اس کے ہاتھ پر بیعت ہوئے بہت کچھ اگل کر رکھ دیتا ہے۔

ناظرین! لڑکوں کے حوالے سے حضرت مولانا محمد حسین بٹالویؒ پر کیے جانے والے اس طعن کی حقیقت بیان کرنے سے پہلے ہم ایک مشہور حنفی بزرگ حضرت مولانا مناظر احسن گیلانی مرحوم کی کتاب سوانح قاسمی سے ایک عبارت آپ کے سامنے پیش کرنا چاہتے ہیں، وہ عبارت یہ ہے:

> حضرت (مولانا محمد قاسم) نانوتوی دہلی سے دیوبند چلے آئے اور فرمایا کہ مجھ سے ان (انگریزوں) کی شوکت نہیں دیکھی جاتی، اس لیے دہلی سے دیوبند چلا آیا، کہ نہ دیکھوں گا، نہ کوفت ہوگی..
>
> نیز فرمایا کہ الحمدللہ اتنی طاقت تو ہے کہ سارا دربار درہم برہم کر دوں، مگر سنبھالنے والے نظر نہیں آتے، اس لیے دہلی چھوڑ کر چلا آیا کہ نہ ان کافروں کو دیکھوں گا، نہ کوفت و سوخت ہوگی۔
>
> (سوانح قاسمی مکتبہ رحمانیہ، اردو بازار۔ لاہور جلد 2 صفحہ 90)

یہ عبارت بتاتی ہے کہ حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم انگریزوں اور ان کی شوکت سے اس قدر متنفر تھے کہ دیکھنا تک گوارا نہ فرماتے تھے وہ دہلی چھوڑ کر دیوبند اس لیے چلے آئے تھے کہ دیوبند میں نہ انہیں انگریزوں کی شوکت نظر آئے گی، نہ کوفتہ اور سوختہ ہوں گے۔

ان مولانا محمد قاسم نانوتوی کے فرزندار جمند مولانا محمد احمد دارالعلوم دیوبند کے پانچویں مہتمم ہوئے اور بیس بڑے مسلمان صفحہ 67 کے مطابق

> آپ کا دوراہتمام جو 1896ء سے 1929ء تک محیط ہے، سابقہ تمام عہدوں سے پرشوکت اور پر ہیبت گزرا، اسی دور میں دیوبند کے مدرسہ نے دارالعلوم اور دارالعلوم سے ایک جامعہ کی صورت اختیار کی، انہی کے دوراہتمام میں دیوبند اور دیگر مقامات کے 500 علماء نے جن میں حضرت شیخ الہند بھی شامل تھے، حکومت سے موالات اور تعاون کو حرام قرار دیتے ہوئے سکول کالج کچہریوں کی ملازمت، وکالت کا پیشہ اور خطابات واعزازات قبول کرنے سے منع کیا۔ (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۸۰۶)
>
> اور جو لوگ پہلے سے خطاب یافتہ تھے ان کو خطاب واعزازات واپس کرنے کو کہا گیا۔
>
> (بیس بڑے مسلمان صفحہ ۸۰۳)

قارئین! آپ کو یہ جان کر حیرت ہوگی مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم جو انگریزوں کو دیکھنا گوارا نہ کرتے تھے، ان کا یہ صاحبزادہ، جو خود بھی علماء دیوبند میں اتنے بڑے مقام کا حامل ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا عشروں تک مہتمم رہا، انگریز کا خطاب یافتہ ہوگیا۔ اگر بیٹے کے اعمال کی ذمہ داری باپ پر ڈالی جاسکتی ہے تو پھر ہمارے معاصرین فرمائیں کہ کیا یہ مقام عبرت نہیں ہے کہ بڑے نانوتوی صاحب تو انگریز کو ایک نظر دیکھنا بھی گوارا نہ کریں، اور چھوٹے نانوتوی صاحب ان سے خطاب وصول کر کے انگریز گورنر کو دارالعلوم دیوبند میں مدعو کر کے اس کی خدمت میں سپاسنامے پیش کراتے پھریں، کیا مولانا محمد احمد مرحوم نے اپنے والد مرحوم کی غلطیوں کی تلافی کرتے ہوئے خطاب قبول کر کے بہت کچھ اگل کر تو نہیں رکھ دیا؟

آگے چلیں تو ہمیں حضرت مولانا زکریا کاندھلوی کی آپ بیتی میں یہ عبارت پڑھنے کو ملتی ہے:

حضرت مولانا الحاج الحافظ قاری محمد طیب دام مجدھم کے چھوٹے بھائی قاری محمد طاہر صاحبؒ دیوبند سے ایک اخبار نکالا کرتے تھے۔ غالباً الانصار۔ اس میں کوئی مضمون کسی اعلی افسر کے خلاف شائع ہوگیا، ان صاحب نے ہتک عزت کا دعوی کردیا، وہ چونکہ بڑے آدمی تھے اس لیے وکلاء کے مشورہ سے ان کے جواب دعوی کی تجویزیں کئی دن تک خوب ہوتی رہیں۔ مدعی کی کوشش تھی کہ وارنٹ بلا ضمانت کسی طرح سے جلدی جاری ہوجائے جس کی وجہ سے سبھی بڑوں چھوٹوں کو فکر تھا۔ کنور صاحب مظفر نگر سے دیوبند پہنچے، کہنے لگے طاہر بیٹا! اتنی سی چیز سے گھبرا گئے، جواب دعوی لکھ دو کہ میں تو ایک مہینے سے کنور صاحب کے یہاں شکار کھیلنے کے واسطے گیا ہوا تھا، میری غیبت میں یہ مضمون لکھا گیا۔ مدعی کو بھی عزیز طاہر مرحوم سے کچھ عداوت تھی، عزیز طاہر مرحوم نے کہا تایا جی! آپ عدالت میں کس طرح جھوٹی قسم کھاویں گے کہ یہ میرے ساتھ شکار میں تھے۔ کہنے لگے، اپنے مقدمہ میں ہزار جھوٹی قسمیں کھائی ہیں، مولانا محمد قاسم کے پوتے کے لیے اگر جھوٹی قسم کھالوں گا تو خدا کی قسم میری ساری جھوٹی قسموں کا کفارہ ہوجائے گا۔ چنانچہ دعوی میں یہی لکھا گیا کہ میں اس زمانہ میں کنور صاحب کے ساتھ کوئی شکار کے لیے گیا ہوا تھا اور کنور صاحب کی تصدیق پر مقدمہ خارج ہوگیا۔ (آپ بیتی، مولانا زکریا کاندھلوی، لاھور صفحہ 616-617 منقول از الفضل 18 اپریل 1997ء صفحہ 13)

قارئین! عدالت میں جھوٹا بیان دینے والے یعنی جھوٹ بولنے والے قاری محمد طاہر صاحب دارالعلوم دیوبند کے بانی مولانا محمد قاسم نانوتوی کے پوتے، دارالعلوم کے مہتمم خامس مولانا محمد احمد کے بیٹے اور دارالعلوم کے مہتمم سابع مولانا قاری طیب مرحوم کے بھائی ہیں۔ اگر مولانا محمد حسین بٹالویؒ کے بیٹوں کا جرم باپ کے کھاتے میں ڈالنا روا ہے، تو وضاحت فرمائی جاوے کہ اس روایت میں بیان کی گئی دروغ گوئی کا جرم کس کے کھاتے میں جائے گا۔ دادا کے، یا باپ کے، یا بھائی کے؟

چہ خواہی گفت قربانت شوم تا من ہمہ گویم

اگر قاری محمد طاہر مرحوم کے دروغ کی ذمہ داری ان کے باپ، یا دادا پر، اور مولانا محمد احمد مرحوم کے

افعال کی ذمہ داری ان کے والد گرامی قدر پرنہیں ڈالی جاسکتی ،تو اہل حدیث جماعت کو اس بات کا طعن کیوں کر روا ہوسکتا ہے کہ مولانا بٹالوی کے دو بیٹے مرزا بشیر الدین محمود کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے۔جبکہ یہ بیٹے نہ تو مولانا محمد احمد اور قاری محمد طاہر کی طرح اہل حدیثوں کے علماء میں شامل ہیں، نہ وہ ہمارے کسی مدرسہ کے مہتمم رہے ہیں، نہ کسی اخبار یا رسالے کے ایڈیٹر۔ہم نے کبھی بھی انہیں اپنے اکابر میں شامل نہیں کیا، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ ہمیں تو ان بیٹوں کے نام تک معلوم نہیں جو ہمارے معاصر یا مرزا بشیر الدین کے بقول مرزائی ہو گئے تھے۔

ہاں ایک شخص کا نام ہمیں معلوم ہے وہ مولوی ابونصر صاحب ہیں،مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم کے بڑے بھائی اور مولوی خیر دین کے صاجزادے۔یہ مولوی خیر دین اتنے متشدد حنفی تھے کہ شاہ احمد رضا خان صاحب کی حنفیت کو بھی خاطر میں نہیں لاتے تھے۔بیس بڑے مسلمان صفحہ 716 پر لکھا ہے کہ

> حضرت مولانا (ابوالکلام آزاد) کے والد کو علمائے وقت سے عام طور پر مذہبی سوء اعتقاد کی بدگمانی تھی۔اور یہ ڈر تھا کہ ان کی اولاد پر وہابیت کا کوئی اثر نہ پڑ جائے۔دوسری مشکل یہ تھی کہ علمی حیثیت سے بھی حضرت مولانا (آزاد) کے والد کی طبیعت میں ایسی بلندی واقع ہوئی تھی کہ کوئی بھی عالم فاضل شخص ان کی نگاہ میں نہ جچتا تھا،

اہل حدیثوں سے ان کو خدا واسطے کا بیر تھا۔،جب سید نذیر حسین محدث حج کے لیے گئے تو اس بزرگ نے مولوی رحمت اللہ کیرانوی وغیرہ کے ساتھ مل کر حکام مکہ کے ہاتھوں سید صاحب کو ایذائیں دینے کی کوشش بھی فرمائی تھی۔

قارئین اتنے متشدد مقلد عالم کا بیٹا مولوی ابونصر مرزائی ہوگیا تھا، ماہنامہ اخبار احمدیہ مارچ 1997ء صفحہ 2 پر لکھا ہے کہ مولوی ابونصر 2 مئی 1905ء کو حضرت اقدس مسیح موعود کی خدمت میں حاضر ہوئے اور حضور کے چہرہ مبارک کو دیکھ کر اتنے متاثر ہوئے کہ بیعت کر لی۔،مولانا ابوالنصر نے امرتسر کے اخبار وکیل میں سفر قادیان اور حضور کی زیارت کا ذکر بڑے وجد آفرین انداز میں کیا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے بیٹوں کا مرزا بشر الدین کی بیعت کرنا اگر کوئی راز اگل رہا ہے،کسی غلطی کی

تلافی کر رہا ہے اور لائق عبرت ہے، تو مولوی ابوالنصر کا مرزا غلام احمد کی بیعت کرنا کیا کہلائے گا؟ اس مقام عبرت پر بھی ذرا رک کر ہمارے معاصرین چند آنسو بہالیں۔

ناظرین! اوپر کی چند مثالیں ہم نے اپنے ناقدین کو ان کا حدود اربعہ سمجھانے کے لیے بیان کر دی ہیں ورنہ ہمارا اعتقاد۔لھا ماکسبت ولکم ما کسبتم۔ پر ہے اور ناقدین کو ہم بتائے دیتے ہیں کہ یخرج المیت من الحی۔ ہوتا ہی آیا ہے، حضرت نوح ؑ کا بیٹا کافر ہو جائے تو حضرت نوح ؑ کی عظمت میں کمی نہیں آتی۔ حضرت یعقوبؑ کے بعض بیٹے جھوٹے اور مکار ہو جائیں تو حضرت یعقوب ؑ پر اس کی ذمہ داری ڈالنا درست نہیں ہے۔

ناظرین! مرزا غلام احمد نے ایک نہیں، کئی پیش گوئیاں اس مضمون کی کر رکھی تھیں کہ مولانا محمد حسین بٹالویؒ مرزائی ہو جائیں گے۔ مرزا صاحب اس دنیا سے یہ حسرت لے کر رخصت ہو گئے، لیکن مولانا بٹالوی کو اللہ تعالیٰ نے راہ ہدایت پر ہی گامزن رکھا۔ مرزائیوں نے پھر توجیہیں شروع کر دیں کہ بیٹا بھی تو باپ کی مثل ہوتا ہے، کیا ہوا جو مولانا بٹالوی مرزائی نہیں ہوئے، ان کی اولاد میں سے کوئی نہ کوئی ہو جائے گا اور مرزا صاحب کی پیش گوئیاں سچ ہو کر رہیں گی۔ اس بارے میں مرزائیوں کے دوسرے سربراہ نے بروایت الفضل 20 جولائی 1940ء فرمایا کہ مولانا بٹالوی کے دو بیٹے اس کے ہاتھ پر بیعت ہو گئے تھے، پھر مرزائیوں کے چوتھے سربراہ مرزا طاہر احمد نے اپنے دادے کی پیش گوئی کو درست ثابت کرنے کے لیے ایک اور مرزائی کو مولانا بٹالوی کی اولاد میں سے ہونا قرار دے دیا جیسا کہ اس نے 4 اکتوبر 1996ء کے خطبہ جمعہ میں آفتاب احمد خاں امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کی وفات پر تعزیتی بیان میں کہا:

> آپ کے حالات زندگی یہ ہیں کہ 24 ستمبر 1924ء کو آپ محترم خان ثناء اللہ خاں صاحب اور محترمہ امۃ المجید صاحبہ کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کے نانا مکرم شیخ محمد صاحب (مرزا غلام احمد کے) صحابی تھے اور آفتاب احمد خاں صاحب مجھے بتایا کرتے تھے کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی آپ کے آباء واجداد میں سے کسی طرف سے ہیں...تو اب مسیح موعود (مرزا غلام احمد) کی محمد حسین صاحب بٹالوی کی اولاد میں سے تصدیق کرنے والے اور اول درجے پر خادم، خدمت کا مقام

حاصل کرنے والوں میں ایک ہمارے آفتاب خاں صاحب بھی بنتے ہیں۔

(الفضل انٹرنیشنل 22 نومبر 1996ء صفحہ 8)

ناظرین! مرزا طاہر احمد اپنے سامعین کو بتا رہے تھے کہ ان کے امیر برطانیہ آفتاب احمد خان، مولانا محمد حسین بٹالوی کی اولاد میں سے تھے۔ لیکن پھر گھر کے ایک بھیدی نے راز کھول دیا، یعنی اس خطبے کے بعد ایک مرزائی عبدالواسع نے لکھا کہ:

مرحوم (آفتاب احمد خاں) میری سب سے بڑی سگی پھوپھی کے بیٹے تھے، اس طرح حضرت شیخ مولوی محمد صاحب جو کہ مولوی صاحب مزنگ والے کے نام سے زیادہ معروف تھے، مرحوم (آفتاب) کے نانا اور میرے دادا تھے... قبل از بیعت (مرزا غلام احمد) حضرت مولوی محمد صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کے بڑے بھائی مولوی محمد علی صاحب کی دختر سے شادی کی تھی، اس شادی سے آپ کے دو بیٹے اور تین بیٹیاں تھیں۔ ان سب کو آپ قادیان لے کر جاتے تھے اور ان سب کی بیعت بھی آپ نے کروائی تھی۔ آپ کی اہلیہ کی وفات کے وقت آپ کی صاجزادیاں کم سن تھیں اس لیے آپ نے اپنے بڑے بیٹے شیخ عبدالعزیز مرحوم کی شادی مولوی محمد حسین بٹالوی صاحب کی دختر سے کی۔ مولوی (محمد) صاحب مرحوم نے دوسری شادی بعد از قبول احمدیت مکرم احمدہ بیگم سے کی۔ ان سے آپ کے چار بیٹے اور پانچ بیٹیاں پیدا ہوئیں۔ ان میں سے سب سے بڑی محترمہ امتہ المجید صاحبہ مرحوم آفتاب خانصاحب کی والدہ تھیں۔ اس طرح مرحوم (آفتاب) کا مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے خاندان سے یا مولوی محمد صاحب کی دوسری اولاد سے خونی رشتہ نہیں ہے۔ یہ امر یقیناً باعث افسوس ہے کہ بٹالوی خاندان سے تعلق کے باعث مولوی (محمد) صاحب کی پہلی اولاد آہستہ آہستہ احمدیت سے دور ہوتی چلی گئی، لیکن اللہ کا کرم ہے کہ آپ کی دوسری اولاد کا رشتہ احمدیت سے، مجموعی طور پر مضبوط ہے اور ان شاء اللہ رہے گا۔

اس تحریر سے دو باتوں کی وضاحت ہوتی ہے، ایک تو یہ کہ مرزا طاہر احمد کی روایت غلط ہے اور آفتاب احمد خاں مولانا محمد حسین بٹالوی کی اولاد میں سے یا ان کے خاندان سے نہیں ہیں، دوسرے یہ کہ ایک

مشہور مرزائی مولوی محمد کی پہلی اولاد اس وجہ سے مرزائیت سے دور ہوگئی کہ اس کا تعلق مولانا محمد حسین بٹالوی کے خاندان سے رہا۔ یہ تبھی ممکن ہے کہ ان کا خاندان خود مرزائیت سے دور رہا ہو، اگر مولانا بٹالوی کے بیٹے بقول مرزا بشیر الدین مرزائی ہوگئے تھے تو ان سے تعلق مرزائیت سے قرب کا باعث بننا چاہیے تھا، دوری کا نہیں۔

رہی قادیان میں جا کر پڑھنے کی بات، تو عرض ہے کہ قادیان صرف مرزائیوں کا قصبہ نہیں تھا، وہاں مسلمان بھی بستے تھے۔، وہاں کے دنیاوی تعلیمی اداروں میں مسلمانوں کے بچے بھی پڑھتے تھے، اور ارد گرد سے بھی مسلمانوں کے بچے وہاں پڑھنے آیا کرتے تھے اور وہاں کے تعلیمی اداروں کا حال تقریباً وہی تھا جو آج سے کچھ عرصہ قبل تک ربوہ کے اسکول اور کالج کا تھا کہ اگرچہ وہاں پڑھانے والوں کی اکثریت اور انتظامیہ مرزائیوں ہی کی ہوتی تھی لیکن وہاں پڑھنے والے طلباء میں ربوہ کے گرد و نواح کے مسلمان طلباء بھی شامل ہوتے تھے۔ قادیان میں مولانا محمد حسین بٹالوی کے بچوں کا جا کر پڑھنا مولانا بٹالوی کے لیے باعث طعن تب ہوسکتا ہے جب کہ مولانا نے انہیں وہاں مرزائیت کی تعلیم کے لیے بھیجا ہو، جب ایسا نہیں ہوا تو پھر طعنہ کس بات کا۔

قارئین! چلتے چلتے سوانح قاسمی کی اس عبارت پر ایک اور نظر ڈال لیجیے گا جو ہم نے اوپر نقل کی ہے، اس عبارت کا سادہ سا مطلب جو ہماری سمجھ میں آیا ہے وہ یہ ہے کہ مولانا محمد قاسم نانوتوی اس قدر طاقتور تھے کہ وہ انگریزوں کا جلوس نکال سکتے تھے، انگریزوں کی قوت و اقتدار کے عروج کے زمانے میں ان کی برصغیر میں سلطنت کو ملیا میٹ کر سکتے تھے، ان کے دربار و اقتدار کو درہم برہم کر سکتے تھے، تاہم انہوں نے یہ کام اس لئے نہیں کیا کہ انہیں انگریزوں کا بستر گول ہونے کے بعد ہندوستان کو سنبھالنے والے اور مملکت و سلطنت کو چلانے والے نظر نہیں آرہے تھے۔

حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی مرحوم بہت بڑے انسان تھے، انہیں حجۃ الاسلام بھی کہا گیا۔، ایسا آدمی اپنے بارے میں اس قسم کا غلط دعوی تو نہیں کرسکتا۔، انہوں نے اپنے بارے میں جو کچھ کہا، ناپ تول کر ہی کہا ہوگا۔ اور اتنی طاقت ہونے کے باوجود اگر انہوں نے انگریزوں کا تختہ نہیں الٹایا، ان کا دربار درہم برہم نہیں کیا

تو اس کی وجہ وہی ہوسکتی ہے جو انہوں نے خود بتائی کہ انہیں اپنے ساتھیوں اور شاگردوں میں سے ایسی صلاحیتوں کے حامل افراد نظر نہیں آئے جو کاروبارِ مملکت سنبھال سکیں۔ ان کے ساتھیوں میں مولانا گنگوہی، مولانا یعقوب نانوتوی، مولانا ذوالفقار علی وغیرھم اور شاگردوں میں مولانا محمود حسن وغیرہ شامل تھے۔، مولانا محمد قاسم نانوتوی کا یہ فرمان دراصل ان بزرگوں کی صلاحیتوں پر عدم اعتماد کا اظہار ہے۔

ناظرین! اگر ہم نے اس عبارت کا مطلب سمجھنے میں غلطی کی ہے تو معذرت خواہ ہیں اور اپنے معاصر احناف سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ اس کا صحیح مطلب بیان فرمادیں، ہم گوش برآواز رہیں گے۔

ناظرین! ہمارے ایک معاصر نے پہلے تو سنسنی خیز انداز میں پوچھا کہ جب بھاولپور میں نکاح قادیانی پر تاریخی مقدمہ چل رہا تھا، اس وقت کس اہل حدیث عالم نے کس نکاح کے جواز کا فتوی دیا؟

پھر خود ہی جواب دیتے ہوئے بتایا کہ جب 35-1926 میں بہاولپور میں ایک مسلمان خاتون کا اپنے مرزائی خاوند کے خلاف تنسیخ نکاح کا مقدمہ چل رہا تھا، انہی دنوں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے فتوی جاری فرمایا کہ اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو، میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔، پھر تبصرہ کرتے ہوئے معاصر موصوف لکھتا ہے کہ آپ ہی سوچیں کہ مولانا کے اس فتوی سے اس تاریخی مقدمہ پر کیا اثرات مرتب ہوسکتے تھے۔

قارئین! مولانا امرتسری پر اعتراض کی حقیقت سمجھنے کے لیے ہم آپ کے سامنے حضرات دیوبند کے مفتی کفایت اللہ صاحب کا مرزائیوں کے ذبیحہ کے بارے میں ایک فتوی پیش کرتے ہیں، مفتی صاحب مرحوم نے فرمایا:

> اگر کسی مرزائی کے ماں باپ یا ان میں سے کوئی ایک مرزائی تھا، تو یہ اہل کتاب کے حکم میں ہے اور اس کے ہاتھ کا ذبیحہ درست ہے۔ (کفایت المفتی جلد اول صفحہ ۳۱۳ منقول از قادیان تھانہ بھون میں۔ از ظفر علی خان مع اضافات محمد صادق گوجرانوالہ صفحہ ۱۵)

اس فتوے کی بازگشت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر ختم نبوت سے پوچھے گئے کوپن ہیگن کے محمد ادریس کے سوال میں بھی موجود ہے جب یہ کہا گیا مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب نے کفایت المفتی میں

قادیانیوں کی اولاد کواہل کتاب قرار دے کران کے ذبیحہ کوحلال قرار دیا ہے۔

(قادیانی ذبیحہ مولانا یوسف لدھیانوی ملتان، صفحہ ا)

اس فتوی کا مطلب یہ ہے کہ مفتی کفایت اللہ صاحب قادیانیت قبول کرنے والے مرتد کی اولاد کے ذبیحہ کواس لیے جائز سمجھتے ہیں کہ وہ ان کے نزدیک اہل کتاب کے حکم میں ہےاور جولوگ اہل کتاب کے حکم میں ہوں ان کی عورتوں سے شادی کے جواز کا فتوی تو حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی مرحوم نے بھی دے رکھا ہے۔، ان سے پوچھا گیا تھا:

روافض یا خوارج کو کافر کہنا جائز ہے یا نہیں اوران کے ساتھ عقد نکاح وغیرہ کرنا جائز ہے یا نہیں مکروہ تحریمی ہے یا تنزیہی، حرام ہے یا غیر حرام اور عندالتقوی کیا ہے؟ اس کے جواب میں انہوں نے کہا رافضی کے کفر میں خلاف ہے جو علماء کافر کہتے ہیں بعض نے اہل کتاب کا حکم دیا ہے، بعض نے مرتد کا، پس درصورت اہل کتاب ہونے کے عورت رافضیہ سے مردسنی کا نکاح درست ہےاور عکس اس کے نا جائز۔اور بصورت ارتداد ہر طرح نا جائز ہوگا۔۔اور جوان کوفاسق کہتے ہیں ان کے نزدیک ہر طرح درست ہے۔،مگر ترک بہرحال اولی ہے، فقط واللہ تعالیٰ اعلم۔

(فتاوی رشیدیہ کراچی 1985 صفحہ 56)

قارئین! اکابرین دیوبند کے درج بالا فتووں سے واضح ہوتا ہے کہ جولوگ اہل کتاب کے حکم میں ہوں ان کا ذبیحہ مسلمانوں کے لیے حلال اوران کی عورتوں سے شادی مسلمان مردوں کے لیے جائز ہے۔،اس پس منظر میں درج ذیل سوال ملاحظہ فرمایا جائے جو 1935ء میں مولانا ثناءاللہ امرتسریؒ سے ان کے اس فتوی کے شائع ہونے پر پوچھا گیا تھا جس کو ہمارے معاصرین نے نشانہ تنقید بنایا ہے۔

سوال یوں ہے:

اخبار اہل حدیث مورخہ ۲۵ نومبر ۱۹۳۴ء میں بجواب سوال نمبر 2 آپ نے فرمایا کہ باپ بیٹی اگر دونوں مرزائی ہوں تو مرد غیر مرزائی کا نکاح مرزائن سے درست ہے، کیونکہ عورت رسالت محمدیہ کی قائل ہے۔، بربنا اس فتوی کے سوال یہ ہے کہ مرزائی مرد کا نکاح غیر مرزائن سے بھی کیوں درست

نہ ہو، جبکہ مرزائی بھی رسالت محمدیہ ﷺ کے قائل ہیں، پابند صوم وصلوۃ ہیں، مرزائیوں کا ارتداد فی الفرقہ ہے نہ کہ فی الکفر۔ فی زمانہ مسلمانوں میں بدعتی فرقہ بھی موجود ہے جو ترقی میں حد شرک تک پہنچ گیا ہے، ان سے کوئی تعرض نہیں کرتا۔ لہذا اگر بعد نکاح احد الزوجین مرتد فی المرزائیت ہو جائے تو نکاح کیوں فسخ ہو۔

اس کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے لکھا:

حق تو یہ ہے کہ مرزائن سے بھی نکاح درست نہ ہو، کیونکہ وہ بھی ایک جدید نبی کی امت ہونے کی وجہ سے خالص قدیم اسلام سے الگ ہے، لیکن قرآن مجید میں ایک مثال ملتی ہے کہ عورت کتابیہ سے نکاح جائز ہے، اس لیے مرزائن سے جواز نکاح کا فتوی دیا جائے تو غالباً غلط نہ ہوگا، ارتداد فی الفرقہ کوئی چیز نہیں، ارتداد ہر حال میں ارتداد ہے۔

(اہل حدیث امرتسر 19 جنوری 1945 مطابق 27 رمضان 1353 صفحہ 23)

اس سوال و جواب سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزائی کی بیٹی سے مسلمان مرد کا نکاح اسے کتابیہ کے حکم میں شمار کر کے جائز قرار دیا۔ اور یہ فتوی اسی بنیاد پر ہے جس پر مولانا رشید احمد گنگوہی اور مفتی کفایت اللہ کے فتوے ہیں۔

ہمیں مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوی پر اصرار نہیں ہے اور نہ ہی ہم اہل حدیث علماء کو فرشتوں یا معصوموں کی جماعت سمجھتے ہیں، لیکن جن لوگوں نے تحریک ختم نبوت کے ایک انتہائی سرگرم کارکن مولانا ثناء اللہ امرتسری پر بازاری انداز میں تنقید کر کے سنسنی پیدا کرنے کی کوشش کی ہے، کاش انہوں نے اپنے اکابر کے درج بالا فتوے بھی دیکھے ہوتے۔

یہ بھی یاد رہے کہ بہاولپور میں مقدمہ مسلمان عورت کے مرزائی آدمی سے تنسیخ نکاح کا چل رہا تھا، مولانا ثناء اللہ امرتسری کا فتوی مسلمان عورت کے خلاف اور مرزائیوں کی حمایت میں نہیں تھا، بلکہ یہ تھا کہ مرزائی والدین کی لڑکی سے مسلمان مرد کا نکاح جائز ہے اور جس طرح ایک عیسائی خاتون سے مسلمان مرد کی شادی کے جواز کا یہ مطلب نہیں لیا جا سکتا کہ عیسائی مرد کی شادی بھی مسلمان عورت سے جائز ہے، اسی طرح

مولانا ثناء اللہ امرتسری کے فتوی سے یہ مطلب نکالنا یا اسے اس انداز میں پیش کرنا کہ شائد انہوں نے مسلمان عورت کا نکاح، مرزائی سے جائز قرار دے دیا تھا، عوام کو دھوکہ دینے کے مترادف ہے۔ انہوں نے تو ایسے نکاح کے ناجائز ہونے کا فتوی بہاولپور والے مقدمے سے برسوں پہلے یعنی 1918ء سے دے رکھا تھا ان کا کہنا تھا:

مرزائی سے محمدی خاتون کا نکاح نہ ہونا چاہیے، اگر ہو جائے تو فسخ کرا لینا چاہیے۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر مرتبہ ابن انیس لدھیانوی 1997ء صفحہ 200)

قارئین! بہاولپور والا مقدمہ میں مدعیہ خاتون نے اپنی طرف سے جن علماء کو بطور گواہ پیش کروایا تھا، ان میں مولانا مفتی شفیع، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا مرتضی حسن چاند پوری، مولانا غلام محمد گھوٹوی وغیرھم شامل تھے۔ ان بزرگوں نے بڑی محنت سے اپنے دلائل دیے، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ جج تشنگی محسوس کرتا رہا۔ بروایت طلوع اسلام، جج کہتا ہے کہ مدعیہ کی طرف سے نبی کی کوئی مناسب تعریف بیان نہیں کی گئی۔ میں اس جستجو میں رہا کہ نبی یا رسول کی کوئی ایسی تعریف مل جائے جو تصریحات قرآنی کی رو سے تمام لوازم نبوت پر حاوی ہو، آخر کار ایک مضمون از جناب چودھری غلام احمد پرویز میری نظر سے گزرا، نبوت کی جو حقیقت انہوں نے بیان کی ہے میری رائے میں اس سے بہتر اور کوئی بیان نہیں کی جا سکتی ...اور پھر طلوع اسلام میں لکھا ہے کہ

پرویز صاحب کی تصریحات کی بنیاد پر فاضل جج نے یہ فیصلہ صادر فرمایا کہ مدعا علیہ قادیانی عقائد اختیار کرنے کی وجہ سے مرتد ہو چکا ہے، لہذا اس کے ساتھ مدعیہ کا نکاح تاریخ ارتداد مدعا علیہ سے فسخ ہو چکا ہے۔ (طلوع اسلام لاہور اکتوبر 1983 صفحہ 4-22)

بہاولپور والا مقدمہ ایک طویل مقدمہ تھا جو مختلف عدالتوں میں 9 سال تک چلتا رہا اور بالآخر 1935ء میں محمد اکبر خان ڈسٹرکٹ جج بہاولنگر نے اس کا فیصلہ سنایا، ہمارے سامنے اس فیصلے کا مکمل متن موجود نہیں ہے، لیکن طلوع اسلام کی درج بالا عبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ جج کو صحیح فیصلے تک پہنچنے میں جن لوگوں نے مدد دی ان میں مدعیہ کے دیوبندی گواہوں کے علاوہ اور لوگ بھی تھے، آج ان کا کریڈٹ تنہا حضرات دیوبند سمیٹنا چاہتے ہیں، حالانکہ بقول طلوع اسلام یوں لگتا ہے کہ ان کے اکابر کی مفصل گواہیوں کے باوجود جج تشنگی محسوس کرتا رہا، بالآخر پرویز صاحب کا مضمون اس کا رہنما ہوا۔ ہمیں تو اس بات کی خوشی ہے کہ ایک صحیح فیصلہ صادر

ہوگیا، تاہم یہ کس کے دلائل کی بنا پر ہوا؟ ہمارے احباب، پرویز صاحب کے معتقدین سے بحث کر کے اس مسئلے کو حل فرمالیں۔

ناظرین کرام! آج کی نشست کے اختتام پر ہم دارالعلوم دیوبند کے مفتی جناب مولانا محمد شفیع مرحوم کا ایک فتوی آپ کے سامنے رکھتے ہیں جو انہوں نے مرتد ہو جانے والی منکوحہ عورت کے اپنے مسلمان خاوند سے نکاح کی حیثیت کے بارے میں دیا تھا، انہوں نے فرمایا:

ہندوستان میں بحالت موجودہ کہ حکومت مسلمانوں کی نہیں اس کے سوا مذہب حنفی پر عمل کرنا غیر ممکن ہے کہ مشائخ بلخ وسمرقند کے قول کے مطابق فتوی دیا جائے کہ عورت کے ارتداد سے نکاح فسخ ہی نہیں ہوتا بلکہ بدستور قائم رہتا ہے۔

(الحیلة الناجزة ازمولانا اشرف علی تھانوی صفحہ 100 منقول ازمعقولات حنفیہ ازمولانا ثناءاللہ امرتسری امرتسر 1936ء صفحہ 11)

ہمیں حیرت ہے کہ مولانا ثناءاللہ امرتسری کے فتوی (کہ کتابیہ کے حکم میں مرزائی خاتون سے مسلمان کا نکاح جائز ہے) پر تنقید کرنے والے وہ لوگ ہیں جن کے مفتی اعظم نے مسلمان خاوند کے اپنی مرتد ہو جانے والی بیوی سے نکاح کے قائم رہنے کا فتوی دے رکھا تھا، یعنی ان کے نزدیک میاں بیوی مسلمان ہوں، پھر بیوی مرزائی ہو جائے تو بھی دونوں بدستور میاں بیوی رہیں گے۔

ناظرین! ہمارے معاصرین نے اگر اپنے گنج عیوب میں نظر دوڑائی ہوتی تو انہیں نہ صرف مفتی شفیع صاحب کا یہ فتوی نظر آجاتا بلکہ انہیں اپنے وہ اسلاف بھی نظر آجاتے جنہوں نے ہندوخواتین کے نکاح اکبر بادشاہ سے پڑھا دیئے تھے، وہ عورتیں تو اہل کتاب بھی نہیں تھیں اور بوقت نکاح مسلمان بھی نہیں ہوئی تھیں، اوران سے نکاح پڑھانے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ وہ ایسے نکاح جائز سمجھتے تھے

فاعتبر وا یا اولی الابصار۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ مارچ۔ اپریل ۱۹۹۸ء ص ۵۰۔۵۳)

قاضی محمد سلیمان منصور پوری

(۲۹)

سید سلیمان ندوی لکھتے ہیں کہ

ندوہ کے ایک جلسہ میں چار سلیمان جمع ہو گئے ...اس پر حضرت شاہ سلیمان پھلواری نے فرمایا پہلے سلیمان فرد تھا (یعنی میں اکیلا سلیمان تھا) اب رباعی ہے، چار چار سلیمان (سید سلیمان ، قاضی سلیمان، شاہ سلیمان اور اشرف سلیمان) یکجا ہیں۔(یادرفتگاں کراچی 1983 صفحہ 160)

یعنی ایک وقت تھا جب ہندوستان کی علمی دنیا میں سلیمانوں کی دھوم مچی ہوئی تھی، پھر آہستہ آہستہ یہ بزرگ اپنی حیاۃ مستعار پوری کر کے جانا شروع ہو گئے تو سید سلیمان ندوی نے لکھا:

چار سلیمانوں کی رباعی قاضی محمد سلیمان صاحب مصنف رحمۃ للعالمین کی وفات سے مثلث ہو گئی تھی، شاہ سلیمان صاحب پھلواری کی رحلت سے وہ فرد بن گئی تھی، اب اخیر اپریل 1939ء میں مولانا سلیمان اشرف (استاد دینیات مسلم یونیورسٹی) کی موت سے مصرع ہو کر رہ گئی۔ دیکھنا یہ ہے کہ یہ مصرع (سلیمان ندوی) بھی دنیا کی زبان پر کب تک رہتا ہے۔

(یادرفتگان، کراچی 1983ء صفحہ 189)۔

قارئین! اگرچہ اس رباعی کا ہر ایک مصرع علمی دنیا کا آفتاب و ماہتاب تھا لیکن ایک مصرع بطور خاص اہم تھا، کیونکہ اس نے تحریک ختم نبوت میں بھی انتہائی وقیع خدمات سرانجام دی ہیں، اس لیے ہم اپنے اس مضمون میں ان کا تذکرہ کرنا چاہتے ہیں، یہ بزرگ حضرت قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری ہیں جن کو مصنف رحمۃ للعالمین کی حیثیت سے تو ایک زمانہ جانتا ہے لیکن تحریک تحفظ ختم نبوت کے ایک کارکن کی حیثیت

سے ان کی خدمات (جو ہیں بھی تحریک کے ابتدائی دور کی) پر زمانے نے گردوغبار ڈال کر نظروں سے اوجھل کر رکھا ہے۔

قاضی سلیمان صاحب کی خدمات تحریک آپ کے سامنے پیش کرنے سے قبل ان کے مختصر حالات زندگی پیش کیے دیتا ہوں۔

قاضی سلیمان صاحب منصور پور ریاست پٹیالہ میں پیدا ہوئے، والد بزرگوار قاضی احمد شاہ بن مولانا باقی باللہ نے لیلۃ القدر میں یہ دعا مانگی تھی کہ الٰہی بیٹا عطا فرما جو عالم باعمل، متقی پارسا اور دین و دنیا میں ذی عزت ہو۔، والدہ ماجدہ نے عہد کیا تھا کہ وہ اپنے بیٹے کو بلا وضو دودھ نہیں پلائیں گی۔، خدا نے بیٹا عطا فرمایا تو ماں نے ایسا ہی کیا۔، ابتدائی تعلیم قاضی صاحب نے اپنے والد گرامی سے پائی۔، عربی کتابیں مولوی سید محمد حسین صاحب رام پوری سے پڑھیں۔، حدیث کی سند دادا سے لی اور انہیں سے روحانی فیض پایا۔، منشی فاضل کا امتحان دیا اور پنجاب بھر میں اول رہے۔، ملازمت کا سلسلہ شروع کیا تو ترقی کرتے کرتے ریاست پٹیالہ میں سیشن جج ہو گئے اور وہیں سے پنشن یاب ہوئے۔، اثنائے ملازمت میں درس و تدریس بھی کرتے رہے، روزانہ صبح اپنی مسجد میں قرآن پاک کا درس دیتے اور جمعہ کے روز خطبہ جمعہ ارشاد فرماتے۔، تقریر کے علاوہ تحریر میں بھی ید طولی رکھتے تھے، غضب کے ذہین تھے۔ ایک بار جس کتاب کو دیکھ لیتے دوبارہ دیکھنے کی ضرورت محسوس نہ کرتے۔، تورات اور انجیل پر آپ کو بڑا عبور تھا۔، تاریخ میں تو امام وقت تھے۔، کئی کتابیں لکھیں جن میں کچھ مطبوع اور کچھ غیر مطبوع ہیں۔، شاعر بھی تھے۔، تبلیغ اسلام میں بھی آپ نے بڑے بڑے کام کیے۔، دینی خدمات کو مشہور کرنے کے عادی نہ تھے جو کام کرتے خاموشی سے کرتے۔، چنانچہ بڑے بڑے عیسائی اور ہندو آپ کی تبلیغ سے مسلمان ہوئے۔، غازی محمود دھرمپال، جو منہ پھٹ آریہ تھے محض آپ کی تبلیغ سے دوبارہ اسلام میں آئے۔، ڈاکٹر عبدالحکیم پٹیالوی جو مرزا قادیانی کے مخلص مرید تھے اور بیس ہزار روپیہ تبلیغ مرزائیت پر صرف کر چکے تھے، محض آپ کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوئے۔، قاضی صاحب سادہ زندگی بسر کرتے اور تنخواہ سے جو بچتا بیواؤں،

یتیموں اور ناداروں پر خرچ کر دیتے۔قومی اور اسلامی کاموں میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے۔ 1930ء میں دوسری مرتبہ حج پر تشریف لے گئے اور واپسی کے سفر میں جہاز میں انتقال فرمایا۔

(منقول از سوانح عمری مولانا عبداللہ غزنوی)۔

سید سلیمان ندوی جناب قاضی سلیمان صاحب کی مشہور عالم کتاب رحمۃ للعالمین کی تیسری جلد کے مقدمہ میں لکھتے ہیں:

رحمۃ للعالمین کے مصنف سے میں سب سے پہلے 1916ء میں واقف ہوا جب کہ حافظ عبدالعلیم صاحب تاجر کانپور نے اپنے وطن بسی میں سرہند کے قریب جو ریاست پٹیالہ میں واقع ایک یتیم خانہ کے افتتاح کی تقریب میں شرکت کی دعوت دی تھی۔مرحوم اس زمانہ میں ریاست پٹیالہ میں سیشن جج تھے، وہ بھی ریاست کے دوسرے عہدہ داروں کے ساتھ بستی کے جلسہ میں آئے اور مجھ سے خلوص ومحبت سے ملے۔اور دیر تک پادریوں اور عیسائیوں کے ساتھ اپنے مناظروں کا ذکر فرماتے رہے..مرحوم مجھ سے عمر میں بڑے تھے اور بزرگ تھے...ندوۃ العلماء کی مجلس کے ہم دونوں ممبر تھے اور اس تعلق سے سال میں ایک دفعہ ضرور یک جائی نصیب ہوتی۔،ایک دفعہ جب وہ اہل حدیث کانفرنس کے اجلاس مئو کے صدر ہو کر آئے تو اعظم گڑھ آ کر دارالمصنفین میں بھی دو راتیں بسر کیں۔ اور یہ پہلا موقع تھا کہ میں نے جانا کہ موصوف عامل بالحدیث ہیں...مرحوم میں روشن خیالی کیساتھ روشن ضمیری اور دماغی قابلیت کے ساتھ روحانی کیفیت یک جا تھی۔،وہ علم کے ملا اور دل کے صوفی تھے۔تبلیغ کے دلدادہ تھے،صلح پسند اور خاکسار تھے۔،علم کی نمائش پسند خاطر نہ تھی،ان سب سے بالاتر جو وصف تھا وہ ذات پاک رسالت مآب ﷺ کے ساتھ شیفتگی اور عقیدت تھی۔،مرحوم نے اسلام کے فضائل اور تفسیر وتاریخ میں اپنے بعد اپنی متعدد یادگاریں چھوڑیں،مگر ان سب میں بہتر اور جامع ان کی تصنیف رحمۃ للعالمین ہے(جس کی) بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مصنف کے ذوق کے مطابق سوانح اور واقعات کے ساتھ غیر مذاہب کے اعتراضات کے جوابات اور دوسرے صحف آسمانی کے ساتھ موازنہ اور خصوصیت سے یہود ونصاری کے دعاوی کا ابطال بھی اس میں جابجا

ہے۔ مناظرانہ تصنیف میں سنجیدگی اور متانت کا برقرار رکھنا مشکل کام ہے۔ مگر جس طرح خود مصنف مرحوم اس وصف میں ممتاز تھے، اسی طرح ان کی یہ تصنیف بھی اس وصف میں امتیاز خاص رکھتی ہے، پوری کتاب مناظرہ اور احقاق حق کی رودادوں سے لبریز ہے، تاہم کہیں تہذیب اور مذاق سلیم کو حرف گیری کا موقع نہیں ملتا۔

سید سلیمان ندوی نے قاضی سلیمان صاحب کو یادرفتگان میں بھی خراج تحسین پیش کیا ہے، لکھتے ہیں:

قاضی محمد سلیمان منصور پوری... علم وعمل، زہد وکمال اور فضل وورع دونوں کے جامع تھے۔، ان کے قدیم وجدید دونوں خیالات اعتدال پر تھے۔، عربی زبان اور علوم دین کے مبصر تھے... بلند قامت، خوش رو، خوش لباس، وجیہہ، گھنی داڑھی، سپید صافہ باندھا کرتے تھے، ان کی مستقل تصانیف میں رحمۃ للعالمین، الجمال والکمال (تفسیر سورۃ یوسف) اور سفرنامہ حجاز یادگار ہیں. رحمۃ للعالمین ...اسلامی مدرسوں میں داخل ہوئی، کورسوں میں شامل ہوئی، لوگوں نے ذوق وشوق سے پڑھا، خدا رحمۃ للعالمین کے مصنف کو اپنی رحمت عالم سے نوازے۔

(یادرفتگان، کراچی 1983 صفحہ 107-106)

اوپر مذکور کتابوں کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب بھی تصنیف فرمائیں۔

سید البشر۔معراج المومنین ۔ برہان جس میں تورات وانجیل اور قرآنی تعلیم کا فرق بیان کر کے سیدنا حضرت عیسی ، سیدنا حضرت موسی اور سیدنا محمد ﷺ کے مراتب کی توضیح کی گئی ہے۔تبیان الاسلام اس کتاب میں مسلمانوں کے علمی وتمدنی واقتصادی مسائل اور اصلاح احوال کی تجاویز درج ذیل ہیں۔، انجیلوں میں خدا کا بیٹا۔اس کتاب میں اصطلاح خدا کا بیٹا کی تحقیق پیش کی گئی ہے۔

اسماء الحسنی ،اس میں اسماء الحسنی کی تشریح وتفصیل بیان ہوئی۔

البدر و البدور جس میں بدر اور اصحاب بدر کا ذکر ہے۔

اس کے علاوہ ان کی کتب میں استقامت بھی شامل ہیں۔

تحریک ختم نبوت کے حوالے سے ان کا شاہکار تصانیف غایت المرام اور تائید الاسلام ہیں۔ پہلی

کتاب 1893ء میں شائع ہوئی اور یہ مسلمانوں کی طرف سے مرزا صاحب کی کتابوں توضیح مرام، فتح اسلام، اورازالہ اوہام کا جواب ہے، مرزا صاحب کو اس کے جواب کی توفیق تو نہ ہو سکی لیکن اس نے الہامی مار دینے کی ضرور کوشش فرمائی، جیسا کہ 5 اپریل 1893ء کو اسے ایک الہام ہوا۔ پشت بر قبلہ مے کند نماز۔ مرزائیوں کے تذکرے کا مرتب لکھتا ہے کہ

یہ الہام مرزا صاحب کو قاضی محمد سلیمان صاحب منصور پوری کے بارے میں ہوا تھا کہ وہ قبلہ کو پیٹھ دے کر نماز ادا کرتے ہیں۔ (تذکرہ صفحہ 768)

قاضی صاحب نے رد مرزائیت میں اپنی دوسری کتاب تائید الاسلام 1898ء میں شائع فرمائی، مولانا ارشاد الحق صاحب اثری (فیصل آباد) اس کتاب کا ذکر کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ اس میں حضرت قاضی صاحب قدس اللہ روحہ نے حضرت عیسیٰؑ کی علامات بیان کرتے ہوئے بہانگ دہل اس بات کا اعلان فرمایا کہ میں نہایت جزم سے بآواز بلند کہتا ہوں کہ حج بیت اللہ مرزا صاحب کے نصیب میں نہیں۔ میری اس پیش گوئی کو سب یاد رکھیں۔ (صفحہ 116 طبع دوم، تائید الاسلام)

مرزا غلام احمد، حضرت قاضی سلیمان صاحب کی اس پیش گوئی کے بعد دس سال زندہ رہ کر 26 مئی 1908ء کو واصل جہنم ہوئے، مگر انہیں حج بیت اللہ نصیب نہ ہو سکا۔

(سوانح مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی، مرتبہ قاضی اسلم سیف ماموں کانجن 1994ء صفحہ 56-55)

قارئین اوپر کے اقتباس میں حضرت عیسی کی علامات جو ذکر ہوا ہے اس کی وضاحت کے لیے کتب حدیث سے رجوع کریں تو مندرجہ ذیل حدیث سامنے آتی ہے جو حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنی 1923ء میں لکھی جانے والی کتاب: شہادات مرزا، میں درج کر کے مرزائیوں پر حجت قائم فرمائی تھی، مولانا امرتسری نے حدیث کا ترجمہ یوں بیان فرمایا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا مسیح موعود فج الروحاء سے (جو مکہ اور مدینہ کے درمیان جگہ ہے) حج کا احرام باندھیں گے۔

یہ حدیث مبارکہ نقل فرمانے کے بعد مولانا ثناء اللہ لکھتے ہیں:

یہ حدیث حضرت مسیح موعود کی تشریف آوری کے بعد ان کے حج کرنے اور ان کے احرام باندھنے

کے لیے مقام کا تعین کرتی ہے، مرزا (غلام احمد) صاحب کی بابت تو بلا اختلاف مسلمہ ہے کہ وہ حج کو نہیں گئے، مقام معین سے احرام باندھنا تو کجا، حیرت ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب اور ان کی احمدی امت نے اور حدیثوں کے جوابات دینے پر تو توجہ کی، چاہے کسی قسم کی ہو، مگر اس حدیث کا نام بھی ان کی تحریرات میں ہم نہیں دیکھا، حالانکہ اخبار اہل حدیث (امرتسر ۵ شوال (یکم جون 1923ء) میں یہ حدیث نقل کر کے (مرزائیوں سے) جواب طلب کیا گیا تھا۔

(شہادات مرزا صفحہ 8 منقول از تصانیف فاتح قادیان ناشر عبدالعلیم یزدانی جھنگ 1988ء)۔

قارئین! مرزا غلام احمد صاحب نے قاضی سلیمان صاحب کی پیش گوئی کے جواب میں 14 جنوری 1906ء کو یہ الہامی دعوی فرمایا کہ: ہم مکہ میں مریں گے یا مدینہ میں۔

مگر مرزا صاحب قادیانی نہ تو حج پر جا سکے اور نہ ہی حرمین میں انہیں موت نصیب ہوئی اور جب وہ قاضی سلیمان صاحب منصور پوری کی پیش گوئی کے مطابق بغیر حج کیے پنجاب کے ایک شہر لاہور میں داعی اجل کو لبیک کہہ گئے تو مرزائیوں کے لیے مکہ یا مدینہ میں مرنے والے الہام کی تشریح ایک مصیبت بن گئی۔ تذکرے کا مرتب اس الہام کی وضاحت کرتے ہوئے واضح طور پر مصیبت کا شکار نظر آتا ہے۔، وہ لکھتا ہے:

اس (الہام) کے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مکی فتح نصیب ہوگی، جیسا کہ وہاں دشمنوں کو قہر کے ساتھ مغلوب کیا گیا تھا، اسی طرح یہاں بھی دشمن قہری نشانوں سے مغلوب کیے جائیں گے۔ دوسرے یہ معنی ہیں کہ قبل از موت مدنی فتح نصیب ہوگی۔ خود بخود لوگوں کے دل ہماری طرف مائل ہو جائیں گے۔ (تذکرہ چوتھا ایڈیشن، صفحہ 591)

قارئین مکے یا مدینے میں مرنے والے الہام کی یہ تشریح اسی طرح بے سروپا ہے جس طرح بکر و ثیّب والے اس الہام کی تشریح ہے جو مرزا غلام احمد صاحب کو 1881ء میں ہوا تھا اور جس کے متعلق خود انہوں نے 1897ء میں فرمایا کہ

اس کے یہ معنی ان (مولانا محمد حسین بٹالوی) کے، نیز ہر ایک کے آگے میں نے ظاہر کیے کہ خدا تعالیٰ کا ارادہ ہے کہ وہ دو عورتیں میرے نکاح میں لائے گا، ایک بکر (کنواری) ہو گی اور دوسری بیوہ ۔چنانچہ یہ الہام جو بکر کے بارے میں تھا پورا ہو گیا اور اس وقت 1897ء میں) بفضلہٖ تعالیٰ چار پسر اس بیوی سے موجود ہیں اور بیوہ کے الہام کی انتظار ہے۔

(تریاق القلوب صفحہ 34 تذکرہ چوتھا ایڈیشن، ربوہ صفحہ 39)

ناظرین ۱۸۸۱ء میں جس بیوہ سے شادی کا الہام ہوا تھا اس نے پورے 27 سال تک (مرزا صاحب کی وفات ۱۹۰۸ء میں ہوئی)، مرزا صاحب کو انتظار میں رکھا، رخ روشن سے پردہ نہیں اٹھایا۔محسوس یہ ہوتا ہے کہ وہ بیوہ سرد گرم چشیدہ تھی، اس نے دراصل شاعر کے محبوب کی طرف پانچویں دن ملاقات کا وعدہ کیا تھا:

مرے محبوب نے وعدہ کیا ہے پانچویں دن کا
کسی سے سن لیا ہوگا یہ دنیا چار دن کی ہے

قارئین! مرزا صاحب خود تو محبوب بیوہ کی بے وفائی کا صدمہ ساتھ لے کر دنیا سے اٹھ گئے لیکن قادیانیوں کے لیے مصیبت کھڑی کر گئے، ان سے بات بنتے نہیں بنتی، وضاحتیں کرتے ہیں لیکن خود انہیں بھی یقین ہے کہ ان کی وضاحتیں کوئی قبول نہیں کرے گا، اس لیے کہ نہ ان کا سر ہے نہ پیر۔مرزا صاحب کو تو دو عورتوں سے شادی کا الہام ہوا تھا، ایک ان میں کنواری ہونا تھی اور دوسری بیوہ۔کنواری یعنی دہلی کی نصرت بیگم سے تو شادی ہو گئی، بیوہ ان کے حبالہ عقد میں نہ آئی، اس پر قادیانی تذکرے کا مرتب لکھتا ہے:

خاکسار کی رائے میں یہ الہام الٰہی اپنے دونوں پہلوؤں سے حضرت ام المومنین (نصرت بیگم دہلی والی) کی ذات میں ہی پورا ہوا ہے، جو بــکــر یعنی کنواری آئیں اور ثیــب یعنی بیوہ ہو گئیں۔

(تذکرہ صفحہ 39)

قارئین! یہ قادیانی امت اپنے نبی کے الہامات کو مرزا صاحب سے بھی زیادہ سمجھتی ہے۔، وہ تو دو عورتوں کا خواہش مند تھے، یہ کہتے ہیں بس ایک پر ہی گزارہ کرو۔اب ایک اور دو کیسے برابر ہو سکتے ہیں۔اگر اس وضاحت کو تسلیم کر لیا جائے تو دنیا کا ہر وہ شخص جو اپنی بیوی سے پہلے مر جائے دو عورتوں کا شوہر کہلائے گا۔

یعنی ایک کنواری کا، (اپنی زندگی میں ایک کنواری سے شادی کر کے) اور ایک بیوہ کا (اپنی موت سے اس بیوی کو بیوہ بنا کر) یہ تو وہی بات ہے۔

الٹا کار سب ہے کہ کر کیوں بنے
الٹا یار الٹی بات الٹے ہم

قارئین: آج کی نشست کے اختتام پر ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ پیر مہر علی شاہ صاحب نے بھی پیش گوئی کی تھی کہ مرزا صاحب مدینہ نہیں جائیں گے جیسا کہ لکھا ہے:

سیف چشتیائی میں حضرت قبلہ عالم (مہر علی شاہ صاحب) قدس سرہ نے ابن عساکر کی حدیث نزول ابن مریم روایت کردہ حضرت ابو ہریرہ درج فرما کر لکھا تھا کہ اسی حدیث کے آخر میں حاجا او معتمر ا ولیقفن علی قبری و یسلمن علی ولاردن علیه ۔موجود ہے اور ہم پیش گوئی کرتے ہیں کہ مدینہ منورہ زادھا اللہ شرفا میں حاضر ہو کر سلام عرض کرنے اور جواب سلام سے مشرف ہونے کی نعمت قادیانی کو کبھی نصیب نہ ہوگی۔ (اس کے بعد مہر علی شاہ صاحب کا سوانح نگار لکھتا ہے) چنانچہ یہ پیش گوئی پوری ہوئی اور مرزا صاحب کو نہ تو حج نصیب ہوا، اور نہ مدینہ منورہ کی حاضری، جو اس حدیث کی رو سے حضرت مسیح ابن مریم یعنی مسیح موعود کے لیے ایک نہایت ضروری نشان ہے۔ (مہر منیر۔ فصل 5 صفحہ 251)

حضرت پیر مہر علی شاہ صاحب کی یہ پیش گوئی سیف چشتیائی میں مذکور ہے جو 1902ء میں پہلی مرتبہ شائع ہوئی تھی مولانا ارشاد الحق صاحب اثری قاضی سلیمان صاحب اور پیر مہر علی شاہ کی پیش گوئیوں پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

قاضی صاحب کی پیش گوئی 1898ء کی ہے اور مہر علی شاہ صاحب کی پیش گوئی 1902ء کی ہے۔ والفضل للمتقدم۔ (سوانح مولانا محمد ابراہیم میر، ماموں کانجن، 1994 صفحہ 56)۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ مئی۔ جون ۱۹۹۸ء ص ۱۷۔۱۹)

مولانا اسماعیل علی گڑھی

(۳۰)

1889ء میں یعنی دعوی مسیحیت سے دوسال قبل مرزا غلام احمد صاحب اپنے مریدوں میر عباس علی لدھیانوی اور شیخ حامد علی کے ساتھ علی گڑھ تشریف لے گئے۔، ان کے دوران قیام مسلمانان علی گڑھ نے وہاں ان کی منظوری سے ان کی تقریر کا انتظام کیا۔ بعدازاں مرزا صاحب نے یہ کہہ کرانکار کردیا کہ انہیں الہام ہوا ہے کہ تقریر نہ کریں۔،علی گڑھ کے مسلمانوں نے بہت کوشش کی لیکن مرزا صاحب قادیانی انکار کے بعد پھر آمادہ نہ ہوئے۔،مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری مرحوم اس واقعہ کا تذکرہ فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ

> جب علی گڑھ میں مرزائی تقریر کے متعلق لوگوں کی تمام کوششیں بے سود ہوئیں تو مولوی اسماعیل صاحب علی گڑھی کے کسی ملاقاتی ڈاکٹر جمال الدین کے منہ سے نکل گیا کہ مرزا صاحب علمی قابلیت سے محروم ہیں اور اپنی عجز بیانی اور خوف امتحانی کی وجہ سے تقریر سے انکار کردیا ہے۔ یہ سن کر مجدد (مرزا قادیانی) صاحب مارِدم بریدہ کی طرح پیچ وتاب کھانے لگے اور اس کا غصہ مولوی اسماعیل صاحب کو ہدف بنا کراتارا۔ (رئیس قادیان جلد اول صفحہ 169)۔

اس واقعہ کے دوسال بعد یعنی 1891ء میں مرزا صاحب قادیانی نے فتح اسلام نامی اپنی وہ کتاب شائع فرمائی جس میں انہوں نے پہلی مرتبہ دعوی مسیحیت عوام کے سامنے پیش کیا۔اس کتاب میں مرزا صاحب نے اپنے سفر علی گڑھ کا واقعہ بیان فرمایا اور وہاں مولانا اسماعیل علی گڑھی کے بالمقابل پیش آنے والے حالات کا ذکر کیا۔مولانا اسماعیل صاحب نے اس کتاب کا جواب شائع فرما کر تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون

میں اپنا نام درج کروالیا۔آج کی نشست میں ہم آپ کے سامنے مولانا محمد اسماعیل علی گڈھی کے حالات اور ان کی خدمات تحریک پیش کریں گے،لیکن سب سے پہلے سفرعلی گڑھ کا واقعہ مرزا صاحب قادیانی کی زبانی سن لیجیے۔وہ لکھتے ہیں:

ایک دفعہ مجھے علی گڑھ جانے کا اتفاق ہوا اور مرض ضعف دماغ کی وجہ سے جس کا قادیان میں کچھ مدت پہلے دورہ ہو چکا تھا میں اس لائق نہیں تھا کہ زیادہ گفتگو یا اور کوئی دماغی محنت کا کام کرسکتا۔اور ابھی میری یہی حالت ہے کہ میں زیادہ بات کرنی یا حد سے زیادہ فکر اور خوض کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں علی گڑھ کے ایک مولوی صاحب محمد اسماعیل نام مجھ سے ملے اور انہوں نے نہایت انکساری سے وعظ کے لیے درخواست کی اور کہا کہ لوگ مدت سے آپ کے شائق ہیں۔بہتر ہے کہ سب لوگ ایک مکان میں جمع ہوں اور آپ کچھ وعظ فرما دیں۔ چونکہ مجھے ہمیشہ سے یہی عشق اور یہی خواہش ہے کہ حق باتوں کو لوگوں پر ظاہر کروں، اس لیے میں نے اس درخواست کو بشوق دل قبول کیا اور چاہا کہ لوگوں کو عام مجمع میں اسلام کی حقیقت بیان کروں کہ اسلام کیا چیز ہے اور اب لوگ اس کو کیا سمجھ رہے ہیں، اور مولوی صاحب کو کہا بھی گیا کہ ان شاء اللہ اسلام کی حقیقت بیان کی جائے گی۔ لیکن بعد اس کے میں خدا تعالیٰ کی طرف سے روکا گیا۔ مجھے یقین ہے کہ چونکہ میری صحت کی حالت اچھی نہیں تھی اس لیے خدا تعالیٰ نے چاہا کہ زیادہ مغز خواری کر کے کسی جسمانی بلا میں پڑوں، اس لیے اس نے وعظ کرنے سے مجھے روک دیا...مولوی صاحب کی خدمت میں عذر کر دیا گیا اور یہ عذر واقعی سچا تھا مگر افسوس کہ باوجودیکہ ہر مومن حسن ظن کے لیے مامور ہے، مولوی صاحب نے میرے اس عذر کو نیک ظنی سے دل میں جگہ نہیں دی، بلکہ غائت درجہ کی بدگمانی کر کے دروغ گوئی پر حمل کیا۔ چنانچہ ان کی ساری وہ تقریر جس کو ایک ڈاکٹر جمال الدین نام ان کے دوست نے ان کی اجازت سے تحریر کر کے لوگوں میں پھیلایا...

(اور کہا کہ مرزا نے) بہ سبب عجز بیانی وخوف امتحانی (تقریر سے) انکار کر دیا ہے..(مرزا صاحب پوچھتے ہیں) کیا یہ ممکن نہیں کہ خدا تعالیٰ اپنے کسی ملہم بندہ کو کسی مصلحت کی وجہ سے ایک کام کرنے

سے روک دے۔ اور شائد اس کا دوسرا سبب یہ بھی ہوگا کہ تا آپ کی اندرونی خاصیتوں کا امتحان ہو جائے۔ اور جو لوگ آپ کے ہم رنگ اور آپ کے ہم ظرف ہیں ان کے مواد خبیثہ بھی اس تقریب سے باہر نکل آویں۔۔ رہی یہ بات کہ آپ کی عالمانہ عظمت اور ہیبت سے میں ڈر گیا ہوں، تو اس کے جواب میں آپ یقیناً سمجھیں کہ جو لوگ تاریکی اور نفسانی ظلمتوں میں مبتلا ہیں اگر وہ دنیا کے تمام فلسفہ اور طبعی کے جامع بھی ہوں تب بھی میری نگاہ میں ایک مرے ہوئے کیڑے سے ان کی زیادہ وقعت نہیں، مگر آپ اس مرتبہ علم کے آدمی بھی نہیں، صرف پرانے خیال کے ایک خشک ملا ہیں اور وہی کمینگی جو تاریک خیال ملاؤں میں ہوا کرتی ہے، آپ کے اندر موجود ہے۔ اور آپکو یاد رہے کہ اکثر میرے پاس محقق اور جامع فنون اور معلومات وسیع رکھنے والے آتے اور اسرار و معارف سے فائدہ اٹھاتے رہتے ہیں، اگر میں ان کے مقابل پر آپ کو طفل مکتب بھی کہوں تو اس قدر کلمہ سے بھی آپ کو وہ عزت دوں گا جس کے آپ مستحق نہیں۔

(فتح اسلام مولفہ مرزا غلام احمد صفحہ 19-20 منقول از روحانی خزائن جلد 3)

قارئین! معلوم ہوتا ہے کہ تقریر کا وعدہ کر کے مکر جانیکے علاوہ مرزا صاحب بعض دیگر وجوہ سے بھی علی گڑھ میں موضوع تنقید بنے تھے، ان میں ایک وجہ وہاں دوران قیام مساجد میں بغرض قیام صلوۃ حاضری میں سستی کے متعلق تھی، اس کے بارے میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

یہ عاجز صرف چند روز تک مسافرانہ طور پر علی گڑھ میں ٹھہرا تھا... میں اس سے بھی انکار نہیں کر سکتا کہ میں نے ان چند دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے کا بکلی التزام نہیں کیا، مگر باوجود اپنی علالت طبع اور سفر کی حالت کے بکلی ترک بھی نہیں کیا، چنانچہ مولوی (اسماعیل) صاحب کو معلوم ہوگا کہ ان کے پیچھے بھی جمعہ کی نماز پڑھی تھی جس کے ادا ہو جانے میں اب مجھے شک ہے۔۔ یہ سچ اور بالکل سچ ہے کہ میں ہمیشہ اپنے سفر کے دنوں میں مسجدوں میں حاضر ہونے سے کراہت ہی کرتا ہوں، مگر معاذ اللہ اس کی وجہ کسل یا استخفاف احکام الٰہی نہیں بلکہ اصل وجہ یہ ہے کہ اس زمانہ میں ہمارے ملک میں اکثر مساجد کا حال نہایت ابتر اور قابل افسوس ہو رہا ہے، اگر ان مسجدوں میں جا کر آپ امامت کا

ارادہ کیا جائے تو وہ جو امامت کا منصب رکھتے ہیں، ازبس ناراض اور نیلے پیلے ہو جاتے ہیں اور اگر ان کا اقتداء کیا جائے تو نماز کے ادا ہو جانے میں مجھے شبہ ہے۔ کیونکہ علانیہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ انہوں نے امامت کا ایک پیشہ اختیار کر رکھا ہے اور وہ پانچ وقت جا کر نماز نہیں پڑھتے بلکہ ایک دکان ہے کہ ان وقتوں میں جا کر کھولتے ہیں... پس یہ امامت نہیں یہ حرام خوری کا ایک مکروہ طریقہ ہے... مساجد میں منافقین کا جمع ہونا جو احادیث نبویہ میں آخری زمانہ کے حالات میں بیان کیا گیا ہے وہ پیش گوئی انہیں ملا صاحبوں کے متعلق ہے جو محراب میں کھڑے ہو کر زبان سے قرآن شریف پڑھتے اور دل میں روٹیاں گنتے ہیں۔

(روحانی خزائن جلد 3 فتح الاسلام صفحہ 25-26)۔

قارئین! مرزا صاحب نے کہا کہ وہ حالت سفر میں مساجد میں جانے سے اس لیے کراہت کرتے ہیں کہ مساجد کے ائمہ نے امامت کو ذریعہ معاش بنا رکھا ہے اور وہ نماز کے دوران روٹیاں گنتے ہیں۔ مرزا صاحب علماء کو اس طرح بنظر حقارت دیکھا کرتے تھے، مولانا ثناء اللہ امرتسری کو بھی انہوں نے ایسا ہی طعنہ دیا تھا کہ ان کا ذریعہ روزگار مردوں کا کفن دفن ہے۔، مولانا نے چیلنج کیا تو مرزا صاحب بھیگی بلی بن گئے تھے اور بذریعہ اشتہار انہیں تھوکا ہوا چاٹنا پڑا اور لکھا:

چونکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا، اور وہ اپنی تجارت سے گزارا کرتے ہیں، اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا۔ یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجد سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں، اب جبکہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور درحقیقت ہماری مرضی اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا

ہے،کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا، وہ سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

(المشتھر مرزا غلام احمد از قادیان ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء۔منقول از مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 482)

مرزا صاحب معاش سے متعلق اعتراضات تو دوسروں پر کرتے ہیں لیکن خود انہیں ہر طرف پیسہ ہی پیسہ نظر آتا تھا۔معاش ان کے سر پر ہمیشہ سوار رہتی تھی۔ان کے الہامات کا ایک کثیر حصہ روپے کی آمد سے متعلق ہے۔اوران کے اشتہارات وخط وکتابت کا معتد بہ حصہ چندہ مانگنے سے تعلق رکھتا ہے۔مولانا علی گڑھی ایک خاندانی رئیس آدمی تھے۔امامت ان کا ذریعہ معاش نہ تھی۔ایسے شخص کو روٹیاں گننے والوں میں شمار کرنا ویسی ہی بدگمانی ہے جس کے متعلق خود مرزا صاحب نے اسی تحریر میں کہا ہے کہ سخت ممنوعات شرعیہ میں سے ہے اور نیک سرشت آدمیوں کا کام نہیں ہے۔، وہ الہام ہونیکا بہانہ بنا کر علی گڑھ سے بغیر تقریر کیے چلے آئے ،تاہم انہیں بخوبی معلوم تھا کہ اس کے اثرات زائل ہونا مشکل ہے،اسی لیے علی گڑھ سے واپسی کے دوسال بعد لکھی جانے والی اس کتاب فتح الاسلام میں اپنی گلی میں کھڑے ہوکر مولانا کو یوں للکارتے ہیں:

> اب بھی اگر آپ کی قوت واہمہ فرو ہونے میں نہ آوے اور بدظنی کے جذبات کم نہ ہوں تو پھر خدا تعالیٰ کی مدد اور رحمت سے آپ کے مقابل پر تقریر کرنے کو بھی حاضر ہوں، میں بباعث بیماری اب کوئی سفر دور دراز تو نہیں کرسکتا لیکن اگر آپ راضی ہوں تو اپنے کرایہ سے لاہور جیسے پنجاب کے صدر مقام میں آپ کو اس کام اور اس امتحان کے لیے تکلیف دے سکتا ہوں اور یہ عہد پختہ عزم سے کرتا ہوں اور آپ کا جواب کا منتظر ہوں۔ (فتح الاسلام صفحہ 20-21)۔

مرزا صاحب نے 1889ء میں تقریر کا وعدہ کیا تھا تو اعلان اور تیاری ہوئی تھی پھر بقول ان کے انہیں الہامی طور پر منع کردیا گیا، اب مرزا صاحب کس بل بوتے پر چیلنج کر رہے ہیں اور پختہ عزم کا اظہار کر رہے ہیں۔،ان کے پاس کیا گارنٹی تھی کہ ان کا الہام کنندہ پھر انہیں منع نہیں کردے گا؟

مقام تقریر لاہور تجویز کیا گیا کہ وہ دور دراز کا سفر نہیں کرسکتے ، یہ بھی خوب رہی، حالانکہ اس کتاب کی اشاعت کے بعد انہوں نے کم از کم دوسفر تو دہلی کے کیے (ایک اکتوبر 1891ء اور دوسرا 1905ء میں)ایک سفر انہوں نے ملتان کا کیا اور ایک سفر جہلم کا۔، دہلی، ملتان اور جہلم، قادیان کے قرب وجوار میں نہیں بلکہ دور

درازواقع تھے،اگر مرزاصاحب وہاں جاسکتے تھےتو علی گڑھ جانے میں کیا مانع تھا؟

قارئین!مرزاصاحب کے سفر علی گڑھ کا واقعہ ان کے صاجزادے مرزا بشیر احمد نے بھی بیان کیا ہے، آپ یہ روایت بھی ملاحظہ فرمالیجیے،مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ لدھیانہ میں پہلی دفعہ بیعت لے کر یعنی ابتداء 1889ء میں حضرت (مرزا) صاحب علی گڑھ تشریف لے گئے تھے، میں اور میر عباس علی اور شیخ حامد علی ساتھ تھے۔حضرت صاحب، سید تفضّل حسین صاحب تحصیل دار کے مکان پر ٹھہرے...علی گڑھ میں لوگوں نے حضرت صاحب سے عرض کر کے حضور کے ایک لیکچر کا انتظام کیا تھا اور حضور نے منظور کرلیا تھا۔ جب اشتہار ہو گیا اور سب تیاری ہوگئی اور لیکچر کا وقت قریب آیا تو حضرت صاحب نے تفضّل حسین صاحب سے فرمایا کہ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے الہام ہوا ہے کہ میں لیکچر نہ دوں۔اس لیے اب میں لیکچر نہیں دوں گا۔،انہوں نے کہا اب تو سب کچھ ہو چکا ہے،لوگوں میں بڑی ہتک ہوگی۔،حضرت (مرزا) صاحب نے فرمایا خواہ کچھ ہو، ہم خدا کے حکم کے مطابق کریں گے۔، پھر اور لوگوں نے بھی حضرت صاحب سے بڑے اصرار سے عرض کیا،مگر حضرت صاحب نے نہ مانا اور فرمایا یہ کس طرح ہوسکتا ہے کہ میں خدا کے حکم کو چھوڑ دوں۔اس کے حکم کے مقابل میں کسی ذلت کی پرواہ نہیں کرتا۔غرض حضرت صاحب نے لیکچر نہیں دیا،اور قریباً سات دن وہاں ٹھہر کر واپس لدھیانہ تشریف لے آئے۔(سیرۃ المھدی از مرزا بشیر احمد،حصہ اول 79-78)

صاجزادے نے پورے واقعہ میں مرزاصاحب کے اس دورہ مرض کا ذکر نہیں کیا جس کا مرزاصاحب نے رونا روتے ہوئے تقریر نہ کرنے کے الہام کے پس منظر کے طور پر ذکر کیا تھا۔لگتا ہے کہ وہ یہ بہانہ حسب ضرورت استعمال کر لیتے تھے،مولانا محمد حسین بٹالوی کے مدمقابل خط وکتابت کا سلسلہ منقطع کرنے کے لیے بھی اسے استعمال کیا گیا تھا۔(دیکھئے قسط نمبر 1 مضمون ہذا)۔جہاں تک الہام کا معاملہ ہے نہ خود مرزاصاحب

نے ،اورنہ ہی ان کے صاحبزادے نے وہ الفاظ بیان یانقل کیے ہیں جوتقریر سے روکنے کے لیے الہام ہوئے تھے۔ اگر الہام ہوا تھا تو وہ دونوں میں سے کسی نے نقل کیوں نہیں کیا؟ اس وضاحت کو ہم دور حاضر کے قادیانیوں کے لیے چھوڑتے ہوئے مولانا اسماعیل کی خدمات تحریک کی جانب بڑھتے ہیں۔

قارئین! مولانا اسماعیل علی گڑھی نے مرزا صاحب کی کتاب فتح اسلام کا جواب بھی لکھا(جس کا ذکر آگے آئے گا)اوراس فتوی تکفیر پر دستخط بھی فرمائے جومولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کر کے سیدنذیر حسین محدث دہلوی کے دستخطوں سے مزین کروا کرعلمائے اسلام کے اتفاق سے جاری کیا تھا،اس فتوی میں مولانا اسماعیل نے لکھا:

چونکہ یہ امر ثابت ہو چکا ہے کہ قادیانی وجود ملائکہ کا جو آنحضرت ﷺ نے بیان کیا ہے،منکر ہے،اور نزول جبریل کا منکر ہےاوراس امر کا قائل ہے کہ ملائکہ ستاروں کی ارواح اورنفوس فلکیہ ہیں اوروہ قائل ہے کہ حضرت عیسی کا اپنے جسم سے آسمان پر جانا اورنازل ہونا محال ہےاوروہ قائل ہے کہ ختم نبوت سے نئی شریعت والی نبوت کا ختم ہونا مراد ہے، نہ مطلق نبوت کا ختم ہونا،اوروہ قائل ہے کہ جس مسیح کے آنے کا شریعت محمدیہ میں وعدہ دیا گیا ہےاس سے (مراد)عیسی بن مریم نہیں جوفوت ہو چکا ہے، بلکہ اسکا مثیل قادیانی مراد ہے جس کوخدا نے قادیان میں اتارا ہےاور قائل ہے کہ دجال سےاس کے منکر مراد ہیں اورقائل ہے کہ قرآن وحدیث ظاہر معانی سے بھرا ہواہےاورخداتعالیٰ اپنی مرادکو ہمیشہ استعاروں میں بیان کرتا ہے، ایسے ہی اورخرافات باطلہ اس سے ثابت ہو چکے ہیں، لہذا میرے نزدیک اس کے کفر میں کوئی شک نہیں ہے، وہ کافر ہے ، بدکردار ،شریعت محمدیہ کا مخالف،اس کو باطل کرنا چاہتا ہے،خدااس کا منہ کالا کرے۔(علمائے اسلام کا اولین متفقہ فتوی، مرتبہ مولانا محمد حسین بٹالوی دارالدعوۃ السّلفیہ،لاھور 1986ء صفحہ 93)

اس فتوی تکفیر کےعلاوہ مولانا اسماعیل نے مرزا قادیانی کی کتاب فتح اسلام کا جواب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح کےعنوان سےرقم فرما کر 1892ء میں شائع فرمایا۔مولانا اسماعیل علی

گڈھی 1894ء میں فوت ہوگئے اوران کی زندگی میں مرزا غلام احمد صاحب اعلاء الحق الصریح کے بارے میں خاموشی اختیار کیے رہے۔ جب ان کی وفات ہوگئی تو مرزا غلام احمد صاحب نے کہنا شروع کردیا کہ اس کتاب میں مولانا اسماعیل علی گڈھی نے ان سے یک طرفہ مباہلہ کیا تھا اور چونکہ وہ جھوٹے تھے اس لیے یک طرفہ مباہلہ کرنے کے بعد میری زندگی میں مرگئے۔ اس بات کا جواب مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم نے دیا تھا، ہم بطور تبرک مولانا امرتسری کی تحریر نذر قارئین کرتے ہیں جو درج ذیل ہے:

مرزا صاحب نے جو (بقول اتباع خود) اپنا علم کلام ایجاد کیا تھا، اس میں ایک طریق استدلال یہ تھا کہ کوئی مخالف مرجاتا تو فوراً آپ اس کی بابت لکھ دیتے کہ اس نے کہا تھا کہ ہم میں سے جھوٹا مرجائے گا، چناچہ وہ مرگیا، اس لیے وہ جھوٹا تھا اور میں سچا ہوں۔ چاہے متوفی کو یہ مضمون خواب میں بھی نہ سوجھا ہو۔ ہمارے پاس اس کی مثالیں بکثرت ہیں۔ پیغام صلح (لاہوری مرزائیوں کا رسالہ) لاہور نے مولانا اسماعیل علی گڑھی مرحوم کا ذکر کیا ہے، اس لیے آج ہم اس مثال پر بحث کرتے ہیں۔

مولانا (اسماعیل) مرحوم جماعت اہل حدیث میں بڑے ذی اقتدار عالم اور رئیس تھے۔ مرزا صاحب قادیانی نے 1308ء (1891ء) میں دعوی مسیحیت کیا تو مرحوم نے فوراً 1309ھ (1892)ء میں ان کی تردید میں ایک رسالہ لکھا، جس کا نام ہے اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح۔ اس کتاب کا جواب مرزا صاحب کی طرف سے ہم نے نہیں دیکھا، مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) شوال 1311ھ مطابق مئی 1894ء میں فوت ہوگئے، رحمہ اللہ۔ یعنی کتاب کی اشاعت کے دوسال بعد... ناظرین! یہ تمہیدی نوٹ یاد رکھیں اور آگے چلیں۔

مرزا صاحب نے اپنے جدید علم کلام سے (دوسرے لفظوں میں جس کا معزز لقب افترا پردازی ہے) جھٹ لکھ دیا، مولوی اسماعیل نے صفائی سے خدا تعالیٰ کے روبرو یہ درخواست کی کہ ہم دونوں میں سے جو جھوٹا ہے وہ مرجائے۔ سو خدا نے اس کو بھی اس جہان سے جلدتر رخصت کردیا۔ ان وفات یافتہ مولویوں کا ایسی دعاؤں کے بعد مرجانا، خداترس مسلمانوں کے لیے کافی ہے۔

(اشتہار انعامی پانچ سو روپیہ صفحہ 7)

مضمون صاف ہے ہم نے مرزا صاحب کی زندگی ہی میں یہ سوال اٹھایا تھا کہ مولوی اسماعیل صاحب کی عبارت کا حوالہ بتائیں (جہاں انہوں نے خدا سے درج بالا درخواست کی ہو)۔ مرزا صاحب نے اس کا ثبوت نہ دیا، ہم نے سمجھا کہ یہ سب کرشمے قادیانی جدید علم کلام کے ہیں، جس کے موجد مرزا صاحب ہیں۔

حال ہی میں (یعنی 1942ء میں) کسی معترض نے مولانا علی گڑھی کی بابت یہ سوال اٹھایا تو پیغام صلح لاہور نے اپنے پیشوا اور اپنے مجدد سلطان القلم کی حمایت میں جو لکھا وہ کذب بیانی میں اصل سے بھی بدرجہا ترقی پذیر ہے، چنانچہ پیغام صلح لاہور کا نامہ نگار لکھتا ہے:

رہا مولوی محمد اسماعیل علی گڑھی کا معاملہ، یہ صرف آپ جیسے مولویوں کی بد دیانتی اور ناخدا ترسی کا نتیجہ ہے کہ ان کی کتاب کے وہ الفاظ اور وہ بد دعا جو ان کی موت کا باعث ہوئی، آج ہمارے سامنے نہیں، کیونکہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا اور حضرت مرزا صاحب کی صداقت کا ثبوت اپنے پیچھے چھوڑ گیا۔ اس کی موت کے بعد مولویوں نے اس خیال سے کہ وہ الفاظ حضرت مرزا صاحب کی صداقت کے لیے ایک زبردست گواہ کا کام دیں گے، انہیں کتاب سے نکال دیا۔ اصل کتاب کو ایک احمدی مولوی عبداللہ سنوری نے دیکھا تھا جن کی شہادت کی بنا پر حضرت مرزا صاحب نے حقیقت الوحی میں لکھا کہ مولوی محمد اسماعیل نے اپنے ایک رسالہ میں میری موت کے لیے بد دعا کی تھی۔، پھر بعد اس بد دعا کے جلد مر گیا اور اس کی بد دعا اسی پر پڑ گئی۔، اگر یہ صحیح نہیں تو چاہیے تھا کہ مرزا صاحب کی زندگی میں آپ پر اعتراض کیا جاتا، لیکن اس وقت تمام آپ جیسے معترضین کو سانپ سونگھ گیا، اب آپ کی وفات کے پچیس تیس سال بعد اس کو جھوٹ قرار دینا اپنے جھوٹا ہونے کی شہادت دینا ہے۔ (پیغام صلح 3 ستمبر 1942ء صفحہ 9)

(مولانا ثناء اللہ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں) ہم نے حکماء کا یہ مقولہ نہ سنا ہوتا کہ ایک جھوٹ

کے ثابت کرنے کے لیے کئی جھوٹوں کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے تو بھی وہ جھوٹ ثابت نہیں ہوتا، تو ہمیں اس مضمون نگار کی بدگوئی اور کذب بیانی پر تعجب ہوتا، مگر اس قسم کی باتیں ہمارے کانوں میں نئی داخل نہیں ہوئیں بلکہ ہم نے اخلاق نویس استادوں سے سنا ہوا ہے:

چو حجت نماند جفائے جوئے را
بہ پیکار گردن کشد روئے را

کوئی قادیانی مسیح کے حواریوں سے پوچھے کہ تمہارے اس بیان کا ثبوت کچھ ہے جس کو تم نے بددیانت مولویوں کی طرف منسوب کر کے اپنی اور اپنے قافلہ سالار کی غلط بیانی کو مٹانا چاہا، او ظالمو! کب تک نادانوں کی آنکھوں میں خاک ڈالو گے، یہ کتنا جھوٹ ہے جو تم نے لکھا ہے کہ کتاب ابھی زیر طبع تھی کہ مولوی اسماعیل مر گیا۔، او عقلمندو! کیا تم سمجھتے ہو کہ مرحوم کی کتاب نایاب ہوگئی ہے۔، سنو دفتر اہل حدیث (امرتسر) میں بچشم خود دیکھ لو، اس پر سنہ طباعت 1309ھ (1892) ءلکھا ہے اور مرحوم (مولانا اسماعیل علی گڑھی) کی تاریخ وفات کا ثبوت درکار ہو تو مرحوم کے صاحبزادہ کی تحریر دیکھ لو یعنی دو سال بعد وفات ہوئی۔، علاوہ اس کے مولانا مرحوم کوئی معمولی آدمی نہ تھے، علی گڑھ میں عالمانہ اور رئیسانہ حیثیت رکھتے تھے، اب بھی آپ لوگ علی گڑھ میں جا کر موتی مسجد کے متولی خاندان سے مرحوم کی تاریخ وفات معلوم کر سکتے ہو۔ مگر اس تحقیق کے بعد یہ ظاہر کرنا ہوگا کہ مرزا صاحب نے غلط لکھا ہے، ہاں 1309ھ سے پہلے کی کوئی مطبوعہ کتاب ان کی ہو تو پیش کرو۔ مگر یاد رہے کہ مرزا صاحب نے 1308ھ میں دعوی کیا، دعوی سے پہلے تردیدی کتاب شائع نہیں ہوسکتی۔

(منقول از اخبار اہل حدیث امرتسر 18 ستمبر 1942 صفحہ 4-5)

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی اس تحریر کا جواب قادیانی حضرات نہیں دے سکے، دے بھی کیا سکتے ہیں

مولانا اسماعیل کی کوئی کتاب ہی ایسی موجود نہیں جس کی اشاعت اول ان کی وفات کے بعد ہوئی ہو۔ کوئی مسودہ ایسا دنیا میں موجود نہیں جس میں وہ الفاظ موجود ہوں جن کا ذکر مرزا صاحب نے بسلسلہ یک طرفہ مباہلہ کیا ہے۔ اور خواجے کے جس گواہ کا ذکر کیا گیا ہے کہ انہوں نے وہ عبارت مولانا اسماعیل علی گڑھی کے مسودے میں دیکھی تھی، ان کے حافظے کا یہ حال ہے کہ انہیں یہ بھی یاد نہیں تھا کہ مرزا غلام احمد اور اس نے علی گڑھ کا سفر کب کیا تھا؟ جیسا کہ مرزا بشیر احمد لکھتے ہیں:

> خاکسار عرض کرتا ہے کہ میاں عبداللہ صاحب نے جب پہلے پہل یہ روایت بیان کی تو یہ بیان کیا کہ یہ سفر حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے 1884ء میں کیا تھا، خاکسار نے والدہ صاحبہ سے عرض کیا تو انہوں نے اس کی تردید کیا اور کہا یہ سفر میاں (حضرت خلیفۃ المسیح الثانی) کی پیدائش (12 جنوری 1889ء) بلکہ ابتدائی بیعت کے بعد ہوا تھا۔ جب میں نے والدہ صاحبہ کی یہ روایت میاں عبداللہ صاحب کے پاس بیان کی تو انہوں نے پہلے تو اپنے خیال کی صحت پر اصرار کیا لیکن آخر ان کو یاد آ گیا کہ یہی درست ہے۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 79)

کتاب اعلاء الحق الصریح مرزا صاحب کے دعویٰ مسیحیت کے بعد ہی لکھی گئی تھی، یہ دعوی 1891ء کی بات ہے، کتاب 1892ء میں شائع ہوئی 1891ء یا 1892ء میں میاں عبداللہ سنوری کے ایسے سفر علی گڑھ کا ثبوت تا حال قادیانیت کے ذمے ہے جس میں اسے قبل اشاعت مولانا علی گڑھی کے پاس علی گڑھ میں کتاب کا مسودہ دیکھنے کا موقع ملا ہو۔ یہ ثبوت ہوگا تو اس موضوع پر مزید بات ہوگی۔ انشاء اللہ۔

قارئین! آج کی نشست میں آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ مولانا اسماعیل نہ صرف تحریک ختم نبوت کے سابقون الاولون میں سے ہیں بلکہ ان کا مرزا صاحب سے پنجہ آزمائی کا معاملہ 1889ء یعنی دعوی مسیحیت سے دو سال قبل ہی شروع ہو گیا تھا۔ انہیں یہ اعزاز حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کو علی گڑھ سے خوار کر کے نکالا اور قادیانی ابھی تک وہ الہام بھی منظر عام پر نہیں لا سکے جس میں مرزا صاحب کو علی گڑھ میں تقریر کرنے سے منع کیا گیا ہو۔ مولانا کی کتاب اعلاء الحق کا جواب مرزا صاحب قرض لے کر اس دنیا سے چل بسے اور آج

تک ان کی امت بھی اسکا جواب نہیں لکھ سکی ہے۔پھر مولانا اسماعیل علی گڑھی ایسی شخصیت ہیں جن کے ذریعے اللہ تعالیٰ نے مرزا غلام احمد کے کذاب ہونے کا ایک ثبوت دنیا کے سامنے پیش کیا ہے کہ نہ کوئی ایسی کتاب موجود ہے، نہ کوئی ایسا غیر مطبوعہ مسودہ موجود ہے جس میں مولانا نے بقول مرزا غلام احمد یک طرفہ مباہلہ کیا ہو۔ مرزا صاحب نے یہ سفید جھوٹ گھڑا تھا اور مرزائیت اس کی وضاحت نہیں کر سکتی۔

آخر میں آج ہم ان مولانا اسماعیل کے کچھ حالات زندگی تراجم علمائے حدیث ہند سے آپ کے سامنے رکھتے ہیں۔صاحب تراجم نے لکھا ہے کہ

علی گڑھ میں ایک بزرگ بنام مولانا شاہ عبدالجلیل شہیدؒ اکابر علماء سے تھے جو علوم ظاہر کے ساتھ فیوض باطن سے بھی متمتع تھے، معقولات میں مولانا بزرگ علی مارہروی کے شاگرد اور حدیث وفقہ میں مولانا شاہ محمد اسحاق صاحب دہلوی سے مستفیض تھے۔ خلافت حضرت سید احمد بریلوی نے عطا فرمائی تھی۔ جامع مسجد علی گڑھ کی امامت تفویض تھی کہ اس وقت کے معیار کے مطابق یہ سب سے بڑا منصب تھا۔ ان مولانا شاہ عبدالجلیل کو 1857ء کی جنگ آزادی کی علم برداری نصیب ہوئی۔ میدان دغا میں اترے۔ جہاد کیا، یہ جنگ سونپال کے باغ (جو پختہ سڑک آگرہ کو گئی ہے) پر ہوئی جس میں فائز بہ شہادت ہوئے۔ مسلمانان علی گڑھ نے آپ کی نعش مبارک آپ کے دوسرے ہمراہوں کی لاشوں کے ساتھ جامع مسجد میں دفن کی، سال شہادت 1273ھ ہے۔ ہمارے مولانا محمد اسماعیل آپ کے خلف الصدق ہیں جن کا سن ولادت 1264ھ ہے۔ ایسے جلیل القدر باپ کے فرزند اس پر دینی وجاہت کے موقر، دولت علم سے مالا مال، آپ نے قرآن مجید بچپن ہی میں حفظ کرلیا، فارسی اپنے والد شاہ صاحب سے پڑھی تھی کہ 1857ء کا ہنگامہ برپا ہوا، جس میں شاہ (عبدالجلیل) صاحب نے جام شہادت پی لیا، آپ مع والدہ اور بھائیوں کے تین برس تک چھپے پھرے، یہ گردش اس وقت سکون میں آئی جب معافی عام کا اعلان ہوگیا، مگر اس وقت تک آپ کے جملہ مکانات مسکونہ ودیگر املاک نیلام ہوچکی تھی، جس کے بعد مادی زندگی کا سہارا صرف ریاست

چھتاری کا وظیفہ تھا مگر اتنا کافی تھا کہ جس کے پس انداز سے نیلام شدہ مکانات نئے مالکوں سے از سرنو خرید لیے گئے۔ عزت علی خاں صاحب نے نیلام خرید کر کے مولوی محمد اسماعیل صاحب کو بذریعہ بیع واپس کر دیا...

شہر کی جامع مسجد کی امامت آپ ہی کو تفویض تھی اور ابھی تک دستور قدیم کے مطابق علی طریق الاحناف نماز بھی پڑھاتے تھے کہ بریلی کے ایک بزرگ حافظ ظہور صاحب نے جامع مسجد کی ایک جہری نماز میں آمین بالجہر کہہ ڈالی، جس سے تمام مقتدی چراغ پا ہونے لگے۔ مولوی صاحب نے ہر چند سمجھایا کہ اگر واقعی تمہاری غرض اس (آمین) کے روکنے کی ہے تو معاملہ کو طول نہ دو، مگر کچھ اثر نہ ہوا، آخر گھر گھر آمین کے چرچے ہونے لگے۔ اس عرصہ میں ملا خدا بخش، حاجی وزیر محمد اور حافظ محمد تقی چند اشخاص کی معیت میں مولوی (اسماعیل) صاحب کی خدمت میں استفتا آمین بالجہر لیکر حاضر ہوئے جس پر آپ نے بلا تامل صاد کر دیا۔ اب شہر کی اکثر مسجدوں میں یہ سنت جاری ہوگئی۔ مگر ادھر مخالفین کا دباؤ بھی بڑھتا گیا، تا آنکہ مولوی لطف اللہ مرحوم (حنفی عالم) نے تحریری مقابلہ شروع کر دیا، جس میں جواب الجواب تک نوبت پہنچی۔ اس کے بعد حریفوں نے کلکٹر ضلع کو شاہ عبدالجلیل کے جرم شہادت پر توجہ دلاتے ہوئے ان کے صاجزادے (مولانا اسماعیل) کے خلاف بھڑکایا مگر اس میں بھی پوری ناکامی ہوئی۔ اس وقت تک مولوی (اسماعیل) صاحب بالکل کھل چکے تھے، اب جماعت (اہل حدیث) کو یوماً فیوماً ترقی ہونے لگی، مگر جامع مسجد اور عیدگاہ کے امام آپ ہی رہے، ادارہ انسٹی ٹیوٹ گزٹ علی گڑھ میں برسوں رہے، تا آنکہ سرسید احمد خان سے کسی بات پر چل گئی، جس کے بعد سید صاحب کے اصرار پر بھی راضی نہ ہوئے۔

آپ کی تصانیف میں

اثبات الجهر بالتامين عن الاحناف المحققين،

الكلام الرزين فى الرد على القول المتين، مقلدین کے رد میں،

اور اعلاء الحق الصريح بتكذيب مثيل المسيح، مرزا صاحب قادیانی کی تردید میں،

اور رفع الالتباس عن بعض الناس، امام بخاری کی نصرت میں لکھیں۔

مولوی اسماعیل صاحب کا زمانہ حیاۃ حضرت والا جاہ نواب صدیق حسن مرحوم کی علمی سرگرمیوں اوراہل علم کی قدرافزائیوں کا تھا، مولانا اسماعیل کے تبحر علمی کی دھوم بھوپال تک پہنچ گئی، نواب صاحب نے قاضی شہر کا عہدہ پیش کیا، مگرآپ کو اپنے سر پرست قدیم نواب محمد علی خان (چھتاری) کی مفارقت گوارا نہ ہوئی...تاریخ وفات 17 شوال 1311ھ ہے، چار صاحبزادے چھوڑے جن میں سے مسند علم وتبلیغ پر مولوی پر محمد عثمان صاحب متمکن ہوئے...(بعدازاں) مولوی محمد عثمان صاحب جامع مسجد وعیدگاہ کی امامت کے منصب سے خود ہی دستبردار ہوکر اہل حدیث (موتی) مسجد میں امام وخطیب ہوگئے۔

خدارحمت کنند ایں عاشقان پاک طینت را

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ جولائی ۱۹۹۸ء۔ص۲۰۔۲۴)

غلام احمد قادیانی کا آتھم سے مناظرہ (۱)

(۳۱)

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے والد مرزا غلام احمد نے باقاعدہ مناظرے صرف پانچ کیے ہیں:

ایک وہ جو اس نے آریوں (ہندوؤں) سے کیا، جسکا ذکر سرمہ چشم آریہ میں ہے، دوسرا وہ جو مولوی محمد حسین بٹالوی کے ساتھ بمقام لدھیانہ جولائی 1891ء میں کیا، تیسرا وہ جو مولوی محمد بشیر بھوپالوی کے ساتھ بمقام دہلی اکتوبر 1891ء میں کیا۔ چوتھا وہ جو مولوی عبدالحکیم کلانوری کے ساتھ بمقام لاہور جنوری وفروری 1892ء میں کیا اور پانچواں مناظرہ مرزا غلام احمد نے ڈپٹی عبداللہ آتھم مسیحی کے ساتھ بمقام امرتسر مئی وجون 1893ء میں کیا۔

مرزا بشیر احمد قادیانی مزید لکھتے ہیں کہ

اس کے علاوہ دو اور جگہ مباحثہ کی صورت پیدا ہو کر رہ گئی۔ اول مولوی ابوسعید محمد حسین صاحب بٹالوی کے ساتھ بمقام بٹالہ 1868ء یا 1869ء میں، دوسرے مولوی سید نذیر حسین صاحب شیخ الکل دہلوی کے ساتھ بمقام جامع مسجد دہلی بتاریخ 20 اکتوبر 1891ء۔

(سیرۃ المھدی جلد اول صفحہ 239)۔

آج کی نشست میں ہمارا مقصد اس مناظرے کا ذکر کرنا ہے جو مرزا غلام احمد نے 1893ء میں ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی سے کیا تھا، تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ سیرۃ المھدی سے دیے گئے اس اقتباس پر پہلے

ایک اور طریق سے نظر ڈال لی جائے۔

ہمارے قارئین کو معلوم ہوگا کہ مرزا غلام احمد کے دور کے ہند میں حکمائے امت اور مجددین ملت کی کوئی کمی نہ تھی۔ عرب و عجم کے شیوخ اور محدثین عصر بھی یہاں موجود تھے۔ مرزا غلام احمد نے انہیں چیلنج بھی دیے تھے اور بایں سلسلہ مولانا رشید احمد گنگوہی اور لدھیانہ کے علماء خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی سے مناظرے کی بات بھی چلی۔ مرزا غلام احمد قادیانی کہتا تھا کہ مناظرہ تحریری ہو، گنگوہی مرحوم زبانی مباحثے پر اصرار کرتے تھے۔ پھر بقول مولوی عبدالحق بشیر بن مولانا محمد سرفراز خان صفدر، مرزا قادیانی نے کہا کہ ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں مگر اس شرط پر کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص لکھتا جائے اور جب تک تقریر ختم نہ ہو دوسرا فریق یا کوئی اور دوران تقریر نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع کر دی جائیں اور مناظرہ لاہور میں ہو۔ مولوی عبدالحق بشیر کے مطابق مولانا رشید احمد گنگوہی نے جواب دیا کہ تقریر زبانی ہوگی، لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی اجازت نہ ہوگی اور حاضرین میں سے جس کسی کے جی میں جو آئے وہ دفع اعتراض اور شک دور کرنے کے لیے بولے گا اور مناظرہ سہارن پور میں ہوگا۔

یوں بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی اور مناظرہ نہ ہو سکا۔

اور جب مرزا غلام احمد نے لدھیانہ کے عالموں کو چیلنج دیا تو لدھیانہ والوں نے یہ شرائط پیش فرما دیں:

مرزا قادیانی سرکار سے خود اجازت طلب کرے، اول اپنا اسلام ثابت کرے۔ ہمارے ساتھ بلا خرچ مکہ معظّمہ چلے یا سلطان روم کی خدمت میں حاضر ہو کر اپنا مدعا بیان کرے، تا اہل حق کو تاج نصرت سے سرفرازی حاصل ہو، اگر مرزا کو مباحثہ منظور ہے تو عید جمعہ کے مجمع میں حاضر ہو کر مستفید ہو، چونکہ مناظرہ میں دونوں بحث کنندوں کا علم میں برابر ہونا امر ضروری ہے، لہذا کتب مروجہ درسی میں فریقین کا امتحان لیا جائے گا۔ (سیف حنفی از عبدالحق بشیر، صفحہ 177 منقول از نصیحت سلفی، حکیم محمود صاحب صفحہ 32-33)

اور پھر یہ مباحثہ بھی نہ ہو سکا، بات شرائط کے گورکھ دھندے میں الجھ کر رہ گئی۔

قارئین! اس پس منظر میں ملاحظہ فرمائیں کہ بقول مرزا بشیر احمد اس کے باپ کی آنکھوں میں آنکھیں

ڈال کر مسلمانوں میں سے کس نے بات کی ہے؟ جو نام اس نے دیے ہیں ہم پھر لکھے دیتے ہیں۔ وہ سید نذیر حسین محدث اور اس کے تین شاگردوں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد بشیر سہسوانی اور مولانا عبد الحکیم کلانوری کے علاوہ اور کوئی نہیں ہیں۔ ، خاتم المرسلین علیہ السلام کے ان غلاموں کو: سلام ما بر سانید ہر کجا ہستند

چلتے چلتے ہم ایک اور بات کی جانب اشارہ بھی کیے جاتے ہیں وہ یہ کہ ہمارے بعض بزرگ جب تحریک تحفظ ختم نبوت کی تاریخ بیان کرتے ہیں تو کہتے ہیں کہ اس کے ابتدائی دور میں علمائے لدھیانہ کا حصہ بہت نمایاں ہے، وہ علمائے لدھیانہ کو دیوبندی یا علمائے دیوبند کے منتسبین گردان کر لدھیانہ والوں کی خدمات اپنے کھاتے میں ڈال لیتے ہیں جیسا کہ مولوی محمد یوسف لدھیانوی نائب امیر مجلس تحفظ ختم نبوت لکھتے ہیں:

> اکابر دیوبند کو یہ شرف بھی حاصل ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا تعاقب سب سے پہلے شروع کیا اور 1301ھ میں جب مرزا قادیانی نے مجددیت کے پردے میں اپنے الہامات کو وحی الہی کی حیثیت سے براہین احمدیہ میں شائع کیا تو لدھیانہ کے علماء (مولانا محمد، مولانا عبداللہ، مولانا اسماعیل نے جو حضرات دیوبند کے منتسبین میں سے تھے) نے فتوی صادر فرمایا کہ یہ شخص مسلمان نہیں بلکہ اپنے عقائد ونظریات کے اعتبار سے زندیق اور خارج از اسلام ہے۔ (الرشید دیوبند نمبر صفحہ 676 مضمون: دار العلوم اور تحفظ ختم نبوت از محمد یوسف لدھیانوی)۔

آج ہم آپ کے سامنے ان علماء لدھیانہ کے خاندان کے ایک فرد مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن کی ایک تحریر پیش کرتے ہیں جو یہ ہے:

> ہمارے بعض مخلص حضرات یہ سمجھتے ہیں کہ اکابر علمائے لدھیانہ (مولانا عبد القادر، مولانا سیف الرحمٰن، مولانا محمد، مولانا عبد العزیز مولانا عبداللہ اسی طریقہ سے دوسرے ہم عصر علمائے لدھیانہ) اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد یا منتسبین میں سے ہیں، یہ محض غلط فہمی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اکابر علمائے لدھیانہ نہ تو اکابر علمائے دیوبند کے شاگرد ہیں اور نہ ہی منتسبین میں سے ہیں۔ بلکہ وہ خود ایک مکتب فکر کی حیثیت رکھتے تھے۔ یہ حضرات علمائے لدھیانہ تعلیم سے فارغ ہو چکے تھے، اس

وقت تک تو دارالعلوم دیوبند وجود میں ہی نہیں آیا تھا۔

(سب سے پہلا فتوی تکفیر فیصل آباد 1997ء صفحہ 27)۔

لدھیانہ کے یہ علماء دیوبندی تھے یا نہیں، اس کا فیصلہ ہم حضرات دیوبند پر چھوڑتے ہوئے ایک اور بات بھی قارئین کے سامنے رکھے جاتے ہیں، وہ یہ کہ لدھیانہ سے قادیانیوں کو ایک قسم کی مدد بھی ملتی رہی ہے، اس بات کی وضاحت مولوی سرور شاہ قادیانی کی اس تحریر سے ہوتی ہے جس میں وہ اپنے ابتدائی حالات کا ذکر کرتے ہوئے لکھتا ہے:

جن دنوں میں حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب نے شروع شروع میں مسیح موعود ہونے کا دعوی کیا تھا میں طالب علم تھا اور لاہور میں پڑھتا تھا۔ ان دنوں میں حضرت مولوی نوردین صاحب حضرت صاحب کو ملنے کیلیے جموں سے آئے اور راستہ میں لاہور ٹھہرے۔، چونکہ مولوی صاحب کے میرے والد صاحب کے بہت تعلقات تھے اور وہ مجھے تاکید فرماتے رہتے تھے کہ مولوی صاحب سے ضرور ملتے رہا کرو، اس لیے میں مولوی صاحب سے ملنے کے لیے گیا۔، مولوی صاحب ان دنوں نماز چونیاں (چینیا نوالی) کی مسجد میں پڑھا کرتے تھے، وہاں مولوی صاحب نماز پڑھنے گئے اور حوض پر بیٹھ کر وضو کرنے لگے، تو ادھر سے مولوی محمد حسین بٹالوی بھی آ گیا اور اس نے مولوی (نوردین)صاحب کو دیکھتے ہی کہا کہ مولوی صاحب! تعجب ہے آپ جیسا شخص بھی مرزا کے ساتھ ہو گیا..اس پر باہم بات ہوتی رہی۔، آخر مولوی محمد حسین نے کہا کہ اب میں آپ کو لاہور سے جانے نہیں دوں گا، حتی کہ آپ میرے ساتھ اس معاملہ میں بحث کرلیں۔ مولوی (نوردین) صاحب نے فرمایا اچھا میں تیار ہوں۔، اس پر اگلا دن بحث کے لیے مقرر ہو گیا۔

دوسرے دن مولوی صاحب کی مولوی محمد حسین کے ساتھ بحث ہوئی لیکن ابھی بحث ختم نہ ہونے پائی تھی کہ مولوی (نوردین) صاحب کو جموں سے مہاراج کا تار آ گیا کہ فوراً چلے آؤ، چناچہ مولوی (نور دین) صاحب فوراً لاہور سے بطرف لدھیانہ روانہ ہو گئے تاکہ حضرت (مرزا غلام احمد) صاحب سے ملاقات کر کے واپس تشریف لے جائیں۔، اس کے کچھ عرصہ بعد میں لاہور سے بغرض تعلیم

دیوبند جانے لگا تو راستہ میں اپنے ایک غیر احمدی دوست مولوی ابراہیم کے ہاں لدھیانہ ٹھہرا۔ وہاں مجھے مولوی ابراہیم نے بتایا کہ آج کل مرزا صاحب قادیانی یہی ہیں، میں نے اسے کہا کہ چلو پھر ان سے چل کر ملیں اور ان کے حالات دیکھیں۔ اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی مخالفت بہت ہے اور میرے یہاں لوگوں کے ساتھ تعلقات ہیں، اس لیے میں تو نہیں جاسکتا، لیکن آپ کے ساتھ اپنا ایک طالب علم بھیج دیتا ہوں جو آپ کو مرزا صاحب کے مکان کا راستہ بتادے گا۔

(سیرۃ المھدی از مرزا بشیر احمد، حصہ اول صفحہ 279)۔

یہ سرور شاہ صاحب وہی ہیں جو بعد میں قادیانیوں کے مشہور مناظر ہوئے اور انہیں کو قادیانیوں نے مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کے سامنے کھڑا کیا تھا۔ اس مناظرے میں سرور شاہ صاحب کو عبرت ناک شکست سے دوچار ہونا پڑا تھا، جسکا ذکر ہم مناسب مقام پر کریں گے، یہاں یہ بتانا مقصود ہے کہ ایک شخص کو جو بغرض تعلیم دیوبند جارہا تھا، مرزا غلام احمد کی جانب روانہ کرنے والا لدھیانہ ہی کا ایک مولوی تھا، اسی لیے ہم کہتے ہیں:

کیا چیز ہو تم، خود تمہیں معلوم نہیں ہے

قارئین! ان جملہ ہائے معترضہ کے بعد آج کے اصل موضوع کے طرف چلیں جو مرزا غلام احمد کے عبداللہ آتھم عیسائی سے مناظرے سے متعلق ہے۔، اس مناظرے کا منتظم ایک عیسائی پادری ڈاکٹر مارٹن کلارک اور جنڈیالہ ضلع امرتسر کا ایک حنفی المسلک مسلمان منشی محمد اسماعیل تھا۔، یہ مناظرہ خط وکتابت اور اشتہار بازی کے بعد مئی جون 1893ء میں امرتسر میں ہوا تھا۔، ہم اس کا مختصر حال مولانا رفیق دلاوری کی تالیف رئیس قادیان سے ملخصاً بیان کرتے ہیں۔

مولانا رفیق دلاوری لکھتے ہیں:

جنڈیالہ ضلع امرتسر کے بعض مسلمان وقتاً فوقتاً دین مسیحی کی کمزوریاں دکھا دکھا کر پادریوں کے دانت کھٹے کرتے رہتے تھے۔ پادریوں نے تنگ آکر مسلمانان جنڈیالہ کو مناظرہ کا چیلنج دیا تو انہوں نے پادریوں کے مقابلہ میں قادیانی صاحب کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے کھڑا کرنے کا فیصلہ کرلیا۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کو اس انتخاب کا علم ہوا تو انہوں نے منشی اسماعیل کے نام خط بھیج کر مسلمانان جنڈیالہ کی اس خودرائی اور کج روی پر مذمت کی اور بتایا کہ ملحد و زندیق ہونے کے علاوہ مرزا میں اتنی علمی قابلیت نہیں ہے کہ وہ نصاریٰ کے مقابلہ سے عہدہ برا ہو سکے۔ منشی اسماعیل اور دوسرے مسلمانان جنڈیالہ جو خوش اعتقادی کے سنہری جال میں پھنسے ہوئے تھے، کہنے لگے کہ علمی استعداد کیسی گھٹیا کیوں نہ ہو، لیکن مرزا صاحب کم از کم پادریوں کو کوئی آسمانی نشان (معجزہ) دکھا کر ضرور سرنگوں کر لیں گے۔ مولانا محمد حسین مرحوم نے فرمایا کہ مرزا غلام احمد مسلمانوں کا سینکڑوں روپیہ اس مباحثہ کے بہانے سے برباد کر دے گا اور اسے آسمانی نشان دکھانے میں سخت ناکامی ہوگی۔ اس ہزیمت و نامرادی سے خود تو شرمندہ نہ ہوگا مگر مسلمانان جنڈیالہ کو جو اسے نمائندہ کی حیثیت سے نصاریٰ کے مقابلے میں کھڑا کریں گے یقیناً ذلیل اور شرمسار ہونا پڑے گا۔

(اشاعۃ السنہ جلد 16 صفحہ 212)۔

لیکن جنڈیالہ کے مسلمانوں نے مولوی صاحب کی ایک نہ سنی اور برابر قادیانی صاحب ہی کے کھڑا ہونے پر مصر رہے... اس کے بعد مولانا بٹالوی نے رسالہ اشاعۃ السنۃ میں مسلمانان جنڈیالہ کو خطاب کرتے ہوئے لکھا:

...اے میرے سیدھے سادھے بھائیو! اسلام کے نادان دوستو! قادیانی نے آج تک کس کس مخالف اسلام سے مباحثہ کر کے اس پر فتح حاصل کی؟ مخالفین اسلام کے کس اصول پر بحث کر کے اس کی تردید کی؟ اس نے وعدہ کیا تھا کہ کتاب براہین احمدیہ میں حقیت اسلام کے تین سو دلائل پیش کروں گا، مسلمانوں کا دس ہزار روپیہ کھا گیا مگر اس کتاب میں ایک دلیل کی بھی تکمیل نہ کی۔ کتاب سرمہ چشم آریہ میں ایک آریہ سے مباحثہ کر کے دو پرچوں میں مباحثہ کو محدود کر دیا اور اس کو اپنے باقی ماندہ دلائل پیش کرنے اور اپنی طرف سے ان کی تردید کرنے کا موقع نہ دیا۔ اور نہ خود آریوں کے عقلی دلائل بیان کر کے ان کے جوابات دیے۔ اسی رسالے میں تناسخ کی بحث کو چھیڑا تو اس کو بھی ادھورا چھوڑ دیا۔ تحقیقی دلائل عقلیہ سے اس کا بھی استیصال نہ کر سکا۔ اشتہارات اور متفرق

تحریرات میں ہمیشہ آسمانی نشان نمائی کا دعوی کیا مگر شرمناک شرائط اور قیود پر قیود لگا کر اور لمبی چوڑی میعادیں مقرر کرنے کے باوجود آج تک کوئی نشان نہ دکھا سکا اور ہمیشہ مخالفین اسلام کو اسلام پر ہنسایا۔ اے میرے غفلت شعار بھائیو! ان حقائق پر غور کر کے مجھے بتاؤ کہ وہ اسلام اور مسلمانوں کو فائدہ پہنچا رہا ہے، یا سراسر نقصان؟

منشی اسماعیل نے مولانا بٹالوی سے دریافت کیا کہ اگر قادیانی اس مناظرہ کا اہل نہیں ہے تو پھر دوسرا کون ہے جو نصاری کا کامیاب مقابلہ کر سکے؟ مولانا بٹالوی نے کہا کہ ایک نہیں بلکہ لاہور، امرتسر اور پنجاب کے دوسرے مقامات میں بہت سے علماء اسلام موجود ہیں جو پہلے سے تقریراً اور تحریراً پادریوں سے مناظرے کر رہے ہیں، اگر پادریوں کو منظور ہو تو ان میں سے جس کسی سے چاہیں خط و کتابت کریں، پادریوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کس قدر علمائے اسلام اس چیلنج کو منظور کرتے ہیں، پادری صاحبان دور کیوں جاتے ہیں، سب سے پہلے اسی خادم دین (محمد حسین) کو اپنا مخاطب بنائیں اور شرائط مناظرہ طے کریں۔

چونکہ مسلمانان جنڈیالہ اس غلط فہمی کا شکار ہو رہے تھے کہ اگر مرزا صاحب مباحثہ میں پادریوں کو مغلوب نہ کر سکیں گے تو انبیا و اولیاء کی طرح کوئی معجزہ اور کرامت دکھا کر ہی پادریوں کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیں گے، اس لیے انہوں نے مولوی محمد حسین کی نصیحت پر عمل نہ کیا اور مرزا صاحب ہی کو اپنا نمائندہ مقرر کرنے پر مصر رہے۔ مولوی محمد حسین نے لکھا کہ اہل جنڈیالہ اس حماقت کے جال میں پھنسے ہیں کہ قادیانی کوئی نشان دکھا کر ہی پادریوں کو مطیع کر سکے گا، حالانکہ ان کا یہ خیال محض غلط فہمی پر مبنی ہے، قادیانی کے ہاتھ سے کسی آسمانی نشانی کا ظاہر ہونا ایسا ہی ناممکن ہے جیسا سوئی کے سوراخ سے اونٹ کا نکل جانا عادۃً محال ہے، کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کے سوا کوئی نہیں دکھا سکتا، اور یہ حقیقت باتفاق جمہور علمائے ہندوستان مسلم ہے کہ قادیانی مرتد اور دائرہ اسلام سے خارج ہے۔ پس اس کا آسمانی نشان دکھانا بالکل ناممکن ہے۔ اگر اس کو آسمانی نشان دکھانے کی قدرت ہوتی تو وہ آج تک لاکھوں کروڑوں ہندوؤں اور عیسائیوں کو مسلمان کر لیتا، اور نہیں تو کم از کم ڈاکٹر جگن ناتھ

سول سرجن ملازم ریاست جموں وکشمیر جیسے مدعیان تسلیم وتصدیق کو ہی کوئی نشان دکھا کر دائرہ اسلام میں لے آتا لیکن اس سے آج تک ایسا نہ ہوسکا، یہ اس بات کی بین دلیل ہے کہ آسمانی نشان اس کے بس کا روگ نہیں۔ (رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 155-157)

مولانا دلاوری کی اس طویل عبارت کی بنیاد عمومی طور پر مولانا محمد حسین بٹالوی کی نگارشات ہیں جو اشاعۃ السنہ جلد 16 میں شائع ہوئی تھیں، اوران سے واضح ہوتا ہے کہ جوں ہی چند ناسمجھ مسلمانوں نے مرزا غلام احمد کو اسلامی مناظر کی حیثیت سے عیسائیوں کے مقابل کھڑا کرنے کی تجویز پیش کی، مولانا بٹالوی نے فوراً انہیں متنبہ کرنا ضروری سمجھا اور بتایا کہ مرزا قادیانی تو خود دائرہ اسلام سے خارج ہے وہ اسلام کا دفاع کرنے کا اہل نہیں ہے۔، اگر مسلمانوں اور عیسائیوں کا علمی مناظرہ کروانا مقصود ہے تو عیسائیوں کے سامنے مرزا غلام احمد کی بجائے کسی مسلمان عالم دین کو لایا جائے اور اگر مجوزین اور عیسائی اس بات پر رضا مند ہوں تو وہ خود اس مناظرے کے لیے تیار ہیں۔ جنڈیالہ کے لوگ عیسائیوں کے مقابلے میں اسلام کے دفاع کے لیے مرزا صاحب ہی کو کھڑا کرنے پر مصر رہے تو مولانا محمد حسین بٹالوی نے پھر انہیں کہا کہ یہ شخص نہ تو علمی طور پر عیسائیوں کا مقابلہ کرسکتا ہے اور نہ ہی کسی آسمانی نشان سے انہیں قائل کرسکتا ہے، کیونکہ آسمانی نشان اہل اسلام کو ملتے ہیں کافروں کو نہیں۔

قارئین! اس تمام بحث وتمحیص کے باوجود جنڈیالہ والوں نے مرزا غلام احمد کو اہل اسلام کی طرف سے پیش کرنے کی تجویز ختم نہ کی تو خود عیسائیوں نے بھی کہنا شروع کردیا کہ جس شخص کو اہل اسلام کی اکثریت اپنے سے الگ سمجھتی ہے اسے مسلمانوں کا نمائندہ تسلیم کرکے اس کے ساتھ وہ مناظرہ نہیں کرنا چاہیے جیسا کہ مارٹن کلارک پادری نے 12 مئی 1893ء کو ایک اشتہار میں لکھا کہ

چونکہ علمائے اسلام مرزا غلام احمد کو مرتد اور خارج از اسلام قرار دیتے ہیں، اس لیے ہم ان کو نمائندہ اسلام کی حیثیت سے اپنے مقابلہ پر آنے کی اجازت نہیں دے سکتے۔

اس اشتہار کے جواب میں مرزا غلام احمد قادیانی صاحب نے اپنے کو مسلمان ثابت کرنے کی کوشش

میں لکھا کہ

ڈاکٹر (مارٹن کلارک) صاحب نے اپنے اشتہار 12 مئی 1893ء میں جو بطور ضمیمہ نور افشاں لدھیانہ میں شائع ہوا ہے، شیخ (مولوی محمد حسین) بٹالوی کی کتاب اشاعۃ السنۃ سے دھوکا کھایا ہے، یا لوگوں کو دھوکہ دینا چاہا ہے کہ گویا مستند علماء اسلام کے اس عاجز کو کافر قرار دیتے ہیں اس لیے خاص و عام کی اطلاع کے لیے لکھا جاتا ہے کہ تمام مستند علماء اسلام میرے ساتھ ہیں اور اس وقت چالیس کے قریب ہیں اور فریق ثانی کے ساتھ اکثر ایسے لوگ ہیں جو صرف نام کے مولوی اور علمی و عملی کمالات سے تہی دست ہیں... (سچائی کا اظہار از مرزا غلام احمد صفحہ 4)

اس کے جواب میں ڈاکٹر مارٹن کلارک نے لکھا...

چونکہ اسلام کے بڑے مستند علماء آپ (مرزا قادیانی) کو کسی اسلامی فرقے میں داخل نہیں کرتے بلکہ دائرہ اسلام ہی سے جس میں تمام اسلامی فرقے شامل ہیں خارج کرتے ہیں، ایسی حالت میں آپ اسلام کے مقتدا ہو کر اس مباحثہ میں نہیں آسکتے، جنڈیالہ کے مسلمانوں نے آپ کو پیش کیا لیکن جیسی ان کی عقل ہے اس کو آپ جانتے ہیں چنانچہ آپ خود بھی لکھ چکے ہیں، اس لحاظ سے تو میں اہل اسلام کی طرف سے آپ کو قبول نہیں کرسکتا، تاہم جس حال میں کہ آپ اپنے کو مسلمان قرار دیتے ہوئے مباحثہ پر آمادہ ہیں اور قرآن کی رو سے کلام کریں گے، آپ کو مباحثہ کی اجازت دی جاتی ہے۔
(اشاعۃ السنۃ جلد 16 صفحہ 207 منقول از رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 159)۔

مناظرے کی بات چیت کے دنوں میں مرزا غلام احمد صاحب نے مارٹن کلارک کو ایک سفارت بھی بھیجی تھی، وہ لکھتے ہیں:

ہماری عین مراد ہے کہ یہ جنگ وقوع میں آکر حق اور باطل میں کھلا کھلا فرق ہو جائے اور نہ صرف اسی پر کفایت کی گئی بلکہ چند معزز دوست بطور سفیران پیغام جنگ ڈاکٹر (کلارک) صاحب کی خدمت میں امرتسر بھیجے گئے جن کے نام یہ ہیں 1: مرزا خدا بخش 2 منشی عبدالحق 3 میاں محمد یوسف خان

4 میاں محمد اسماعیل ..(مجموعہ اشتہارات جلد اول صفحہ 9-408)

ان تیاریوں کے بعد ہونیوالے مباحثے کے دوران یعنی 10 ذی قعد 1310ھ بمطابق 27 مئی 1893ء کو امرتسر ہی میں مولوی عبدالحق صاحب غزنوی نے قادیانی کے ساتھ مباہلہ کیا جو اس بات پر تھا کہ مرزا غلام احمد کذاب اور دجال ہے۔ گویا عیسائیوں سے مناظرے سے پہلے بھی اہل حدیثوں نے واضح کر دیا تھا کہ مرزا غلام احمد مسلمان نہیں ہے اور اسے مسلمانوں کی نمائندگی کا حق نہیں ہے اور مناظرے کے دوران بھی اس سے مباہلہ کر کے واضح کر دیا کہ وہ اسے کافر سمجھتے ہیں اور مناظرے کو قادیانیوں اور عیسائیوں کے درمیان سمجھتے ہیں، مسلمانوں اور عیسائیوں کے درمیان نہیں۔

اس مناظرے کی حسب ذیل شرائط تھیں

مناظرہ 22 مئی 1893ء سے تحریری بمقام امرتسر ہوگا۔

عیساؤں کی طرف سے عبداللہ آتھم سابق اکسٹرا اسسٹنٹ کمشنر مناظر ہونگے۔

وقت مباحثہ ہر روز صبح 6 بجے سے 11 بجے تک ہوگا۔

فریقین تین تین معاون اپنے ساتھ رکھنے کے مجاز ہوں گے۔

داخلہ بذریعہ ٹکٹ ہوگا اور فریقین اپنی اپنی قوم کے پچاس پچاس آدمی اجلاس میں لاسکیں گے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 160 بحوالہ تبلیغ رسالت جلد 3 صفحہ 37)۔

یہ مناظرہ ڈاکٹر مارٹن کلارک کی کوٹھی واقع امرتسر میں منعقد ہوا، مرزا غلام احمد صاحب کے معاون حکیم نوردین، مولوی محمد احسن امروہی اور شیخ اللہ دیا تھے، اور پادری ٹھاکر داس، پادری ٹامس ہاؤل، ڈپٹی عبداللہ آتھم کے مددگار تھے، یہ مناظرہ 22 مئی سے 5 جون تک یعنی 15 دن جاری رہا۔ چونکہ عیسائی مناظر عبداللہ آتھم کو تپ دق کا عارضہ لاحق تھا اور 29 مئی کو اس کی طبیعت زیادہ علیل ہوگئی تھی اس لیے اس روز وہ نہ آسکا اور اس کی جگہ ڈاکٹر مارٹن کلارک نے جوابات لکھوائے، مناظرے کے پندرھویں روز مرزا صاحب نے کہا:

میں حیران تھا کہ اس بحث میں کیوں مجھے آنے کا اتفاق پڑا۔ معمولی بحثیں تو اور لوگ بھی کرتے ہیں۔ اب یہ حقیقت کھلی کہ اس نشان کیلیے وقت تھا۔ میں اس وقت اقرار کرتا ہوں کہ اگر یہ پیش گوئی جھوٹی نکلی یعنی وہ فریق جو خدا تعالیٰ کے نزدیک جھوٹ پر ہے وہ پندرہ ماہ کے عرصہ میں آج کی تاریخ سے بہ سزائے موت ہاویہ میں نہ پڑے تو ہر ایک سزا کے اٹھانے کے لیے تیار ہوں، مجھ کو ذلیل کیا جائے، روسیاہ کیا جائے، میرے گلے میں رسہ ڈالا جائے، مجھ کو پھانسی دی جائے، ہر ایک بات کے لیے تیار ہوں اور میں اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ وہ ضرور ایسا ہی کرے گا، زمین آسمان ٹل جائیں پر اسکی باتیں نہ ٹلیں گی۔

(ہفت روزہ اہلحدیث امرتسر 22 نومبر 1940 صفحہ 5-6 بحوالہ جنگ مقدس)

مرزا صاحب کی اس پیش گوئی کے ساتھ مناظرہ ختم ہو گیا گویا نتیجے کو پیش گوئی پر منحصر کر دیا گیا اور اس بات کا اقرار کر لیا گیا کہ دوران مناظرہ تو عیسائیوں کا ناطقہ بند نہیں کیا جا سکا لیکن جب پیش گوئی پوری ہو گی تو دنیا دیکھ لے گی کہ قادیانیوں اور عیسائیوں میں سے سچا کون ہے اور جھوٹا کون۔ اس پیش گوئی کا جو حال ہوا وہ ہم انشاءاللہ آئندہ بیان کریں گے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ اگست ۱۹۹۸ء ص ۲۸۔۳۱)

غلام احمد قادیانی کا آتھم سے مناظرہ (۲)

(۳۲)

مرزا غلام احمد اور آتھم کا مناظرہ 5 جون 1893ء کو مرزا کی اس پیش گوئی کے ساتھ ختم ہوا کہ 15 ماہ کے اندر جھوٹے کو ہاویہ میں گرایا جاوے گا اور اسے موت آ جائے گی۔، پیش گوئی کی میعاد 4 ستمبر 1894ء تک تھی، اب لوگ انتظار میں لگ گئے کہ دیکھیں پردہ غیب سے کیا ظہور میں آتا ہے۔ اسی دوران مرزا غلام احمد کا ایک نہایت قریبی مرید عیسائی ہو گیا تو لوگوں نے کہنا شروع کر دیا کہ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا قادیانی کو شکست ہو گئی ہے اور یہ تبدیلی مذہب اس کی ذلت کا نشان ہے، مرزا صاحب طیش میں آ گئے اور فرمایا:

سنا گیا ہے کہ امرتسر کے بعض ایسے آدمی جن پر مادہ بدظنی یا تذبذب غالب ہے ایک افغان محمد یوسف خان نام کے عیسائی ہو جانے سے جس نے اب اپنا نام یوسف خان رکھوایا ہے یہ وہم بصورت اعتراض پیش کرتے ہیں کہ یہ شخص یوسف خان اس عاجز کی جماعت میں داخل تھا، پھر وہ کیوں کر عیسائی ہو گیا۔، ایسا سمجھنا سراسر ظلم اور غلطی ہے کہ گویا یہ شخص ہمارے خاص بیعت کنندوں میں سے تھا۔ ہم نے نہ یوسف خان کو بہشتی ٹھہرایا، نہ کنجیاں دیں۔ بلکہ اس میں نااہلی کی بو پا کر اس کی طرف توجہ کرنا چھوڑ دیا۔۔ ہماری طرف ایسے عوام الناس ہر روز آتے ہیں۔، پس کیا حرج ہے ہم کسی ایک کو اس کی جگہ سمجھ لیں گے۔، ایسے آدمیوں کے مرتد ہونے سے کوئی بدنتیجہ نکالنا بداندیشوں کا کام ہے جن کی نظر گزشتہ تاریخوں پر بھی پھری نہیں۔ حکم خواتیم پر ہوتا ہے، نہ درمیانی امور پر۔

(اشتہار 27 مئی 1894ء منقول از مجموعہ اشتہارات جلد دوم صفحہ 8-13)

قارئین یہ محمد یوسف کوئی عام مرزائی نہیں تھا، آپ گزشتہ قسط میں وہ نام دوبارہ ملاحظہ فرمالیجیے جن کو مرزاغلام احمد نے اس مناظرے سے قبل بطورسفیران جنگ ڈاکٹر مارٹن کلارک کے پاس بھیجا تھا، یوسف خان کا نام ان میں شامل ہے۔، اس طرح نہ صرف یہ کہ یہ شخص مرزا غلام احمد کا انتہائی خاص آدمی تھا، بلکہ اس کا مناظرے کے انتظامات کے موقع پر بطورسفیر جنگ بھیجا جانا اس بات کا ثبوت ہے کہ اسے آخر وقت تک مرزا قادیانی کا اعتماد حاصل رہا۔، اس پس منظر میں مرزا کا یہ کہنا کہ ہم نے اس میں نااہلی کی بو پا کراس پر توجہ کرنا چھوڑ دیا تھا بالکل غلط ہے۔، اس کے علاوہ مرزاغلام احمد کا ایک سفیر حافظ محمد یوسف تھا۔، کرنا خدا کا یہ ہوا کہ اس مناظرے کے بعد وہ بھی مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوگیا۔، ڈپٹی آتھم کو البتہ کچھ نہ ہوا وہ زندہ اور صحت مند رہا جیسا کہ مرزاغلام احمد صاحب ایک خط میں لکھتے ہیں:

مکرمی اخویم منشی رستم علی صاحب السلام علیکم و رحمۃ اللہ و برکاتہ عنایت نامہ مع کارڈ پہنچا۔ اب تو صرف چندروز پیش گوئی میں رہ گئے ہیں دعا کرتے رہیں کہ اللہ تعالی اپنے بندوں کوامتحان سے بچائے۔ شخص معلوم فیروز پور میں ہے اور تندرست وفربہ ہے، خدا تعالی اپنے ضعیف بندوں کو ابتلا سے بچاوے، آمین ثم آمین،

باقی خیریت ہے مولوی صاحب کو بھی لکھیں کہ اس دعا میں شریک رہیں..

والسلام، خاکسار غلام احمد از قادیان 22 اگست 1894ء

نوٹ از مولف مکتوبات احمدیہ...

یہ آتھم کی پیش گوئی کے متعلق ہے، حضرت اقدس (مرزا صاحب) کا ایمان خدا تعالی کی بے نیازی اور استغناء ذاتی پر قابل رشک ہے۔ آپ کو مخلوق کے ابتلاء کا خیال ہے۔(

مکتوبات احمدیہ جلد پنجم نمبر 3 صفحہ 128 مولفہ یعقوب علی قادیانی، منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ از الیاس برنی، صفحہ 324۔)

یہ خط 22 اگست 1894ء یعنی میعاد کے اختتام سے صرف تیرہ دن قبل کا ہے اس کے مطابق عبداللہ

آتھم زندہ اور صحت مند تھا اور مرزا صاحب قادیانی دعائیں کر رہے تھے کہ وہ مرجائے۔ یہ سلسلہ جاری رہا، تا آنکہ پیش گوئی کا آخری روز آن پہنچا مرزا بشیر احمد لکھتا ہے:

بیان کیا مجھ سے میاں عبداللہ صاحب سنوری نے کہ جب آتھم کی میعاد میں صرف ایک دن باقی رہ گیا تو حضرت مسیح موعود (مرزا) نے مجھ سے اور میاں حامد علی صاحب مرحوم سے فرمایا کہ اتنے چنے لے لو، اوران پر فلاں سورت کا وظیفہ اتنی تعداد میں پڑھو۔ یہ وظیفہ ختم ہونے پر ہم وہ دانے حضرت صاحب کے پاس لے گئے، کیونکہ آپ نے فرمایا تھا کہ وظیفہ ختم ہونے پر یہ دانے میرے پاس لے آنا، اس کے بعد حضرت صاحب ہم دونوں کو قادیان سے باہر غالبًا شمال کی طرف لے گئے اور فرمایا یہ دانے کسی غیر آباد کنویں میں ڈالے جائیں گے۔ اور فرمایا کہ جب میں دانے کنویں میں پھینک دوں تو ہم سب کو سرعت کے ساتھ منہ پھیر کر واپس لوٹ آنا چاہیے اور مڑ کر نہیں دیکھنا چاہیے۔ چنانچہ حضرت صاحب نے ایک غیر آباد کنویں میں ان دانوں کو پھینک دیا اور پھر جلدی سے منہ پھیر کر سرعت کے ساتھ واپس لوٹ آئے اور ہم بھی آپ کے ساتھ جلدی جلدی واپس چلے آئے اور کسی نے منہ پھیر کر پیچھے کی طرف نہیں دیکھا۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 159 منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 324)

اور مرزا محمود احمد نے 1940ء میں فرمایا:

جب آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن تھا تو کتنے کرب واضطراب سے دعائیں کی گئیں، میں نے محرم کا ماتم بھی اتنا سخت نہیں دیکھا۔ حضرت (مرزا) صاحب ایک طرف دعا میں مشغول تھے اور بزرگان سلسلہ مسجد میں اور نوجوان خلیفہ اول (حکیم نور دین) کی دکان میں، اور عورتیں بھی بین کرتیں اور چیخیں مارتی تھیں، جن کی آواز سوسو گز پر جاتی تھی اور ہر ایک زبان پر یہی فقرہ تھا کہ یا اللہ آتھم مرجائے، یا اللہ آتھم مرجائے۔

(الفضل 20 جولائی 1940 الفضل 15 اکتوبر 1942ء منقول از فسانہ قادیان، از مولانا محمد ابراہیم

کمیر پوری ملتان 1991ء صفحہ 140)۔

قارئین! یہ اقتباسات بتاتے ہیں کہ پیش گوئی کے آخری روز تک آتھم نے رجوع الی الحق نہیں کیا تھا، تبھی تو مرزا غلام احمد اور اس کی جماعت اس کی موت کے لیے دعائیں اور وظیفے پڑھ رہے تھے۔ محرم کی طرح ماتم ہو رہا تھا اور عورتوں کی چیخ و پکار کے ساتھ دعائیں جاری تھیں، اگر وہ رجوع الی الحق کر چکا ہوتا تو بات ختم ہو چکی ہوتی، مرزا کی پیش گوئی پوری ہو چکی ہوتی، وظیفوں، چلوں دعاؤں چیخ و پکار کا مطلب اس کے سوا اور کچھ نہیں ہے کہ ڈپٹی عبداللہ آتھم آخری روز تک انہیں عقائد و نظریات کا حامل تھا جن کے ساتھ اس نے مرزا غلام احمد قادیانی سے مناظرہ کیا تھا۔ اگر رجوع ہو چکا ہوتا تو اس کی موت پر شرطیں نہ لگتیں جیسا کہ شیخ یعقوب علی قادیانی لکھتا ہے

آتھم کی پیش گوئی کا آخری دن آ گیا اور جماعت میں لوگوں کے چہرے پژمردہ ہیں اور دل سخت منقبض ہیں، بعض لوگ ناواقفی کے باعث مخالفین سے اس کی موت پر شرطیں لگا چکے ہیں، ہر طرف سے اداسی اور مایوسی کے آثار ظاہر ہیں۔ لوگ نمازوں میں چیخ چیخ کر رو رہے ہیں کہ اے خداوند ہمیں رسوا مت کریو، غرض ایسا کہرام مچ رہا ہے کہ غیروں کے رنگ بھی فق ہو رہے ہیں۔

(سیرۃ مسیح موعود از یعقوب علی قادیانی صفحہ 7 منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 325)

اور پھر 4 ستمبر 1894ء آیا اور گزر گیا، آتھم کو موت نہیں آئی، مرزا قادیانی کے ایک نہایت قریبی مرید نے بڑے دکھ اور اضطراب کے ساتھ مرزا کو خط لکھ کر پوچھا،

اب کیا یہ پیش گوئی آپ کی تشریح کے موافق پوری ہو گئی۔ نہیں ہرگز نہیں، عبداللہ آتھم اب تک صحیح و سلام موجود ہے، اور اس کو یہ سزائے موت ہاویہ میں نہیں گرایا گیا، میرے خیال میں اب کوئی تاویل نہیں ہو سکتی.. راقم محمد علی خان از مالیر کوٹلہ۔

(خط بنام مرزا صاحب مندرجہ آئینہ حق نما صفحہ 100-101 مولفہ یعقوب علی قادیانی منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 327)

قارئین! مرزا صاحب نہ جانے کس مٹی سے بنے ہوئے تھے، آتھم زندہ پھر رہا تھا، میعاد گزر چکی تھی،

پیش گوئی جھوٹی ثابت ہو چکی تھی۔اس کے باوجود فرماتے ہیں:

واضح ہو کہ وہ پیش گوئی جو امرتسر کے عیسائیوں کے ساتھ مباحثہ ہو کر 5 جون 1893ء میں کی گئی تھی جس کی آخری تاریخ 5 ستمبر 1894ء تھی وہ خدا تعالی کے ارادہ اور حکم کے موافق ایسے طور پر ایسی صفائی سے میعاد کے اندر پوری ہوگئی کہ ایک منصف اور دانا کو بجز اس کے ماننے کے کچھ بن نہیں پڑتا۔(اشتہار نمبر 119 از مجموعہ اشتہارات جلد 2 صفحہ 23)۔

اور وجہ یہ بتائی کہ دراصل پیش گوئی کے اعلان کے بعد عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی رجوع کرلیا تھا۔(سیرۃ المھدی حصہ سوم صفحہ 216)۔

اگر عبداللہ آتھم نے جلسہ گاہ مباحثہ میں ہی یعنی 5 جون 1893ء کو رجوع کرلیا تھا تو 15 ماہ انتظار کس بات کا ہوتا رہا، وظیفے کس بات کے پڑھے جاتے رہے، کنویں میں چنے کیوں گرائے جاتے رہے، ماتم اور بین اور دعائیں کس بات کے لیے ہوتی رہیں، جب رستم علی نے اگست میں پوچھا تو جواب میں بتا دیا جاتا کہ انتظار کی کوئی ضرورت نہیں، پیش گوئی پوری ہو چکی ہے، کیونکہ آتھم نے رجوع کرلیا ہوا ہے۔اگست 1894ء والے خط میں تو اس کی موت کی دعا کرنے کی درخواست کی جارہی ہے اور 5 ستمبر 1894 کے بعد بتایا جارہا ہے کہ 15 ماہ پہلے ہی رجوع ہو چکا تھا، اس الٹی منطق کے قربان جایئے، مرزا صاحب کا کاروبار ایسے ہی علم الکلام کے سہارے چل رہا تھا۔

قارئین! ہم بتا چکے ہیں آتھم کے ساتھ مرزا غلام احمد کے مناظرے کے دوران مولانا عبدالحق غزنوی نے مرزا سے مباہلہ کیا تھا، اس مباہلے کے بعد دونوں ایک دوسرے کے شب و روز پر نگاہ رکھتے تھے کہ دیکھیں کس پر خدا کی مار پڑتی ہے، جب آتھم والی پیش گوئی پوری نہ ہونے پر مرزا صاحب پر لعن طعن شروع ہوئی تو مولانا غزنوی نے بھی مرزا غلام احمد کو لکھا آپ جو فرماتے تھے کہ مباہلہ کے بعد جو باطل ہوگا وہ ذلیل و روسیاہ ہو گا، اب بتایئے کہ ہم دونوں میں سے باطل پر کون ہے اور ذلیل و روسیاہ کون ہوا ہے؟ آپ نے مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی کو لکھا تھا کہ میں اپنے الہام پر ایسا ہی ایمان رکھتا ہوں جیسے کتاب اللہ پر، مرگ آتھم کی پیش گوئی کے جھوٹا نکلنے پر بھی تمہیں اپنے الہام پر وہی ایمان ہے یا کچھ فرق آ گیا؟ پنڈتوں جوتشیوں اور

برہمنوں کی بھی کوئی نہ کوئی پیش گوئی صحیح نکل آتی ہے لیکن آپ کو اپنی پیش گوئیوں میں ہمیشہ ذلت ونامرادی کی بھیانک صورت دیکھنی نصیب ہوتی ہے، پیش گوئی کی میعاد گزر چکی، آتھم اب پہلے سے زیادہ قومی، تندرست اور صحیح المزاج ہے تمہاری یہ ذلت ورسوائی مباہلہ کا اثر نہیں تو اور کیا ہے؟ اس کے مولانا عبدالحق غزنوی نے لکھا:

اب میں مسلمانوں کو عموماً اور مرزائیوں کو خصوصاً قسم دیتا ہوں کہ میرے اور مرزا کے حال کو دیکھ کر خود ہی اندازہ کرلو کہ مباہلہ کو پندرہ ماہ گزر گئے، اب میرے اوپر مباہلہ کی تاثیر پڑی یا مرزا پر؟ میں ہمیشہ بیمار رہتا تھا، اب کے سال اللہ کے فضل سے میرے بدن پر پھوڑا پھنسی تک نہیں نکلا اور وہ باطنی نعمتیں اللہ عزوجل نے اس عاجز کو عطا کی ہیں جو نہ بیان کرسکتا ہوں اور نہ مناسب جانتا ہوں کہ ان کا اظہار کروں۔ اور مرزا کا حال تو ظاہر ہے اور اس کے مریدوں کا یہ حال ہے کہ اسماعیل ساکن جنڈیالہ بانی مباحثہ امرتسر جس نے مرزا کو مباحثہ کے واسطہ منتخب کیا تھا اور یوسف خان سرحدی جو مدت سے مرزا کا مرید تھا اور محمد سعید خالہ زاد بھائی مرزا کی بی بی کا، یہ سب عیسائی ہو گئے۔

(رئیس قادیان جلد دوم صفحہ 190-191۔)

مولانا غزنوی کا یہ اشتہار بروایت مولانا دلاوری مطبع صدیقی لاہور میں چھپا تھا اور اس پر 14 ربیع الثانی 1312 کی تاریخ درج تھی۔

ناظرین! اس عبارت میں جس اسماعیل کا ذکر ہے یہ وہی شخص ہے جس نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے منع کرنے کے باوجود مرزا غلام احمد کو مناظرے کے لیے تجویز کیا تھا، اس کا عیسائی ہوجانا کیا اس بات کی دلیل نہیں ہے کہ عبداللہ آتھم عیسائی کے مقابلہ میں قادیانیت شکست کھا گئی تھی، محمد یوسف خان اور حافظ یوسف نامی سفراء کے مرزائیت سے نکل جانے کے بعد اسماعیل کا عیسائی ہوجانا مرزا غلام احمد پر ایک بہت سخت طمانچہ تھا، لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ ایسی باتوں کو دل سے نہیں لگاتے تھے، بس اپنی کہے جاتے تھے۔

ناظرین! جو شخص دنیا میں آیا ہے، اس نے واپس بھی جانا ہے، آتھم بھی اس دنیا سے رخصت ہوا لیکن کب؟ یہ بات مرزا صاحب کی زبانی سنیے وہ کہتے ہیں

مسٹر عبداللہ آتھم 27 جولائی 1896ء کو بمقام فیروز پور فوت ہو گئے۔ (انجام آتھم صفحہ 1)۔

قارئین! جب جولائی 1896ء میں آتھم مر گیا تو مرزا صاحب کو توجیہات پیش کرنے کا ایک اور موقع ہاتھ آ گیا۔ وہ لکھتے ہیں

ہمارے مخالفوں کو اس میں تو شک نہیں کہ آتھم مر گیا، جیسا کہ لیکھرام مر گیا اور جیسا کہ احمد بیگ مر گیا، لیکن اپنی نابینائی سے کہتے ہیں کہ آتھم میعاد کے اندر نہیں مرا۔ اے نالائق قوم جو شخص خدا کی وعید کے بموجب مر چکا، اب اس کی میعاد، غیر میعاد کی بحث کرنے کی حاجت۔ بھلا دکھلاؤ کہ اب وہ کہاں اور کس شہر میں بیٹھا ہے۔

(حقیقۃ الوحی صفحہ 155 منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ صفحہ 327)

یہ مرزا صاحب قادیانی کا جدید اور انوکھا علم کلام تھا کہ مر تو گیا، کیا ہوا کہ پیش گوئی کے اندر نہیں مرا، بھلے آدمی پھر پیش گوئی کا کیا مطلب۔ مرنا تو ہر ایک نے ہے، کسی نہ کسی روز۔ بس ان کی منطق عجیب تھی، جیسا کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

قادیان کی اصطلاح ہی جدید ہے، ان کے نزدیک 15 اور 24 ایک ہی ہوتے ہیں، ناظرین حیران ہو کر پوچھیں گے کہ یہ کیا چیستان ہے اور کس طرح اشارہ ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا صاحب نے ڈپٹی آتھم (عیسائی پادری) کی موت کے متعلق پندرہ ماہیہ پیش گوئی کی تھی مگر ان کی زندگی اس سے متجاوز ہو گئی تو مرزا صاحب نے منجملہ اور جوابات کے ایک جواب یہ بھی دیا تھا کہ کسی شخص کے حق میں پیش گوئی کی جائے کہ پندرہ ماہ کے اندر کوڑھی ہو جائے گا، اگر وہ پندرہ کی بجائے چوبیس میں ہو جائے تو کیا حرج ہے، وقوعہ تو ہو گیا، وقت کی پابندی کیا چیز ہے (حقیقۃ الوحی) ناظرین کرام اس اصول کے مطابق کوئی بھی پیش گوئی کرنے والا جھوٹا نہیں ٹھہر سکتا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 19 جنوری 1940 صفحہ 7)

ایک دوسری جگہ مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں کہ

ڈپٹی آتھم مقررہ میعاد سے ایک سال پونے گیارہ مہینے زیادہ گزار کر فوت ہوئے، گویا سود اصل رقم سے زیادہ ہو گیا، اس کے باوجود مرزا صاحب کا کمال دیکھیے کہ آپ اپنے مخالفین کو للکارتے ہوئے

کہتے ہیں کہ بتاؤ اب ڈپٹی آتھم کہاں ہے؟

سنو اسی انداز میں اگر کوئی مخالف تم (مرزائیوں) سے پوچھے کہ بتاؤ اب مرزا صاحب کہاں ہیں تو تم کیا جواب دو گے؟(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 22 نومبر 1940 صفحہ 5-6)۔

قارئین! آگے بڑھنے سے قبل ہم اس بات کی وضاحت کر دینا چاہتے ہیں کہ آتھم نے رجوع الی الحق کیا تھا یا نہیں؟ وہ خود باقی ماندہ عمر یہی کہتا رہا کہ جو کچھ وہ پہلے تھا اب بھی وہی ہوں، لیکن مرزا صاحب اصرار کرتے رہے کہ اس نے رجوع کر لیا تھا، اس لیے بچ گیا، آج کی نشست میں ہم مرزا صاحب کا ایک فرمان آپ کے سامنے رکھتے ہیں جس سے معلوم ہوگا کہ ان کا اپنا اصرار مصنوعی تھا، وہ جھوٹ پر تھے اور آتھم نے رجوع الی الحق نہیں کیا تھا، یہ بات انہوں نے مغضوب اور ضال کی وضاحت کرتے ہوئے فرمائی ہے جیسا کہ ان کے ملفوظات میں لکھا ہے۔

مغضوب علیھم کا آخر موت ہے، اسی طرح والضالین کا بھی آخر موت ہے، مگر آہستہ آہستہ کیونکہ ضلالت کے معنی ہیں راستے سے بہک جانا، بھٹکتے پھرنا، ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں، لیکھ رام (ہندو) مغضوب علیہ تھا، اور آتھم ضال، کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سسکتا ہوا مرا۔ (ملفوظات جلد 4 طبع نومبر 1984 صفحہ 84)

مرزا قادیانی کا یہ ملفوظ اس بات پر دلیل ہے کہ خود مرزا قادیانی کے نزدیک آتھم ضلالت اور گمراہی کی حالت میں مرا ہے اور اس نے رجوع الی الحق نہیں کیا اور جب وہ رجوع نہ کرنے کے باوجود پیش گوئی کی میعاد (چار ستمبر ۱۸۹۴ء) کے اندر مرا بھی نہیں تو اس کا نتیجہ اس کے سوا اور کیا ہو سکتا ہے کہ مرزا کی پیش گوئی جھوٹی نکلی۔

قارئین! آتھم کا معاملہ مرزائیوں کے گلے میں پھانس کی طرح اٹکا ہوا ہے، مد کے مناظرے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس معاملے میں مرزائیوں کے مناظروں کو آڑے ہاتھوں لیا تھا۔ اور جب وہ شکست کھا کر واپس قادیان پہنچے تو مرزا صاحب کئی روز تک ان کی دلجوئی میں مصروف رہے۔ یہ 1902ء کی بات ہے اور ہم اس کی تفصیلات اس کے اپنے مقام پر عرض کریں گے، آج ہم یہ بتانا چاہتے ہیں کہ جب آتھم

والی پیش گوئی جھوٹی نکلنے پر چاروں طرف سے مرزا صاحب پر حملوں کی بوچھاڑ ہونے لگی تو انہوں نے 1896ء میں ایک کتاب انجام آتھم لکھ کر اس میں کچھ علماء و مشائخ کو مباہلہ کی دعوت دے دی، اس چیلنج کی تفصیلات بھی اگرچہ ہم مناسب مقام پر پیش کریں گے تاہم آج بھی اس سے متعلق کچھ باتیں قارئین کے سامنے رکھے دیتے ہیں۔، سب سے پہلے آپ ان علماء کے اسماء گرامی ملاحظہ فرمالیجیے جن کو مخاطب کیا گیا تھا۔ یہ بزرگ تحریک ختم نبوت میں نمایاں مقام کے حامل ہیں، اس لیے ہم چاہتے ہیں کہ ان کے نام بھی ہمارے مضمون کا حصہ بن جائیں، ناموں کی ترتیب وہی ہے جو مرزا صاحب نے دی ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی۔ شیخ محمد حسین بٹالوی اڈیٹر اشاعت السنہ۔ مولوی عبدالحمید دہلوی مہتمم مطبع انصاری۔ مولوی رشید احمد گنگوہی۔ مولوی عبدالحق دہلوی مولف تفسیر حقانی۔ مولوی عبدالعزیز لدھیانوی۔ مولوی محمد لدھیانوی۔ مولوی محمد حسن رئیس لدھیانہ۔ سعداللہ نومسلم مدرس لدھیانہ۔ مولوی احمداللہ امرتسری۔ مولوی ثناءاللہ امرتسری۔ مولوی غلام رسول عرف رسل بابا امرتسری۔ مولوی عبدالجبار غزنوی۔ مولوی عبدالواحد غزنوی ۔مولوی عبدالحق غزنوی۔ محمد علی بوپڑی واعظ۔ مولوی غلام دستگیر قصور ضلع لاہور۔ مولوی عبداللہ ٹونکی۔ مولوی اصغر علی لاہور۔ حافظ عبدالمنان وزیرآباد۔ مولوی محمد بشیر بھوپالی۔ شیخ حسین عرب یمانی۔ مولوی محمد ابراہیم آرہ۔ مولوی محمد حسن مولف تفسیر امروہہ۔ مولوی احتشام الدین مرادآبادی۔ مولوی محمد اسحاق اجراوری۔ مولوی عین القضاۃ صاحب لکھنو فرنگی محلی ۔ مولوی محمد فاروق کان پور۔ مولوی عبدالوہاب کان پور۔ مولوی سعیدالدین کان پور رام پوری۔ مولوی حافظ محمد رمضان پشوری۔ مولوی دلدار علی الور مسجد دائرہ۔ مولوی محمد رحیم اللہ مدرس مدرسہ اکبرآباد۔ مولوی ابوالانوار نواب محمد رستم علی خان چشتی۔ مولوی ابوالموید امروہی مالک رسالہ مظہرالاسلام اجمیر۔ مولوی محمد حسین کوئلہ والا دہلی۔ مولوی احمد حسن صاحب شوکت مالک اخبار شحنہ ہند میرٹھ۔ مولوی نذیر حسین ولد امیر علی انبیٹھ ضلع سہارن پور۔ مولوی احمد علی صاحب سہارن پور۔ مولوی عبدالعزیز دینانگر ضلع گورداسپور۔ قاضی عبدالاحد خان پور ضلع راولپنڈی۔ مولوی احمد رامپور ضلع سہارن پور محلّہ محل۔ مولوی محمد شفیع رام پور ضلع سہارن پور۔ مولوی فقیر اللہ مدرس مدرسہ نصرت الاسلام واقعہ لال مسجد بنگلور۔ مولوی محمد امین

صاحب بنگلور۔ مولوی قاضی حاجی شاہ عبدالقدوس صاحب پیش امام جامع مسجد بنگلور۔ مولوی عبدالغفار صاحب فرزند قاضی شاہ عبدالقدوس صاحب بنگلور۔ مولوی محمد ابراہیم صاحب ویلوری حال مقیم بنگلور۔ مولوی عبدالقادر صاحب پیارم پیٹی ساکن پیارم پیٹ علاقہ بنگلور۔ مولوی محمد عباس صاحب ساکن دانمباڑی علاقہ بنگلور۔ مولوی گل حسن شاہ صاحب میرٹھ۔ مولوی امیر علی شاہ صاحب اجمیر۔ مولوی احمد حسن صاحب کنجپوری حال دہلی خاص جامع مسجد۔ مولوی محمد عمر صاحب دہلی فراش خانہ۔ مولوی مستعان شاہ صاحب سانبھر علاقہ جے پور۔ مولوی حفیظ الدین صاحب دوجانہ ضلع رہتک۔ مولوی فضل کریم صاحب نیازی غازی پور زمینا۔ مولوی حاجی عابد حسین صاحب دیوبند۔

مباہلہ کے اس چیلنج اور مدعو علماء کا ذکر کرتے ہوئے مرزائی مورخ دوست محمد لکھتا ہے:

حضور (مرزا) نے خدا کے حکم سے اس سال (۱۸۹۶ء میں) ہندوستان کے تمام قابل ذکر علماء اور سجادہ نشینوں کے نام لے لے کر ان کو مباہلہ کی فیصلہ کن دعوت دی۔ گو مباہلہ کی نوبت نہیں آئی لیکن یہ عجیب کرشمہ قدرت ہے کہ آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ بے اثر ثابت نہیں ہوئے چنانچہ ۱۹۰۶ء تک ان مخالفین کی اکثریت کا خاتمہ ہو چکا تھا اور باون میں سے صرف بیس زندہ تھے اور وہ بھی کسی نہ کسی بلاء میں گرفتار تھے۔ آپ کی وفات کے بعد مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری سلسلہ کے عروج کا مشاہدہ کرنے کے لئے لمبی دیر تک زندہ رہے۔ (الفضل انٹرنیشنل ۱۵۔ اپریل ۱۹۹۶ء ص ۱۳ بحوالہ تاریخ احمدیت از دوست محمد شاہد)

اور مرزا غلام احمد صاحب کے چوتھے جانشین مرزا طاہر احمد صاحب نے اس معاملے کا ذکر ایک درس قرآن میں کیا جس کی رپورٹ الفضل میں یوں دی گئی ہے:

درس قرآن نمبر ۲۵ میں مباہلہ سے متعلق مضمون جاری رہا۔ حضور (مرزا طاہر) نے بتایا یہاں نساءنا ونساءکم سے مراد صرف بیویاں نہیں بلکہ قوم کی عورتیں مراد ہیں۔ حضرت مسیح موعود (قادیانی) کے

مباہلوں کی کیفیت اور تفصیل بیان کرتے ہوئے حضور انور (طاہر احمد) نے فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کی طرف سے ۱۸۹۶ء میں ۱۰۶ لوگوں کے نام بنام مباہلہ کا چیلنج ایک لسٹ میں شائع کیا گیا۔ ان کے نام انجام آتھم میں جو ۱۸۹۶ء میں شائع ہوئی موجود ہیں۔ان میں ۵۶ مولویوں اور ۴۸ بڑے بڑے پیروں اور سجادہ نشینوں کے نام تھے۔آپ نے تحدی اور جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ وہ میری زندگی میں ہلاک ہوں گے۔ان میں آمنا سامنا ضروری قرار نہیں دیا۔اپنا مسلک ان پر اچھی طرح کھولا۔چیلنج کے ساتھ ایک سال کی شرط نہ تھی اور نہ ہی کسی خاص جگہ کی۔ حضور (مرزا طاہر احمد) نے فرمایا ۱۹۰۷ء تک اس لسٹ میں سے صرف بیس لوگ باقی رہ گئے تھے یعنی دو تہائی مر گئے اور باقی ماندہ آپ کی زندگی میں اس جہان سے رخصت ہوئے اور جو چند بچے ان کے متعلق نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو۔

(مختصرات مرزا طاہر احمد۔الفضل لندن ۱۳ فروری ۱۹۹۸ء ص ۱۰)

ہم مباہلہ کے مدعووین والی فہرست میں شامل سب حضرات کی تاریخ وفات سے تو آگاہ نہیں ہیں تا ہم اتنا جانتے ہیں کہ حاجی عابد حسین دیوبندی کی تاریخ وفات ۱۴ نومبر ۱۸۹۴ء (جمادی الاول ۱۳۱۲ھ) ہے۔نہ معلوم مرزا صاحب نے انہیں ۱۸۹۶ء میں مباہلے کا چیلنج کیوں دیا تھا؟

ہمیں معلوم ہے کہ اس چیلنج کے بعد مرزا صاحب کے دوران حیات سید نذیر حسین محدث (ف ۱۹۰۲ء)، مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد لدھیانوی، مولانا عبدالعزیز لدھیانوی، مولوی سعد اللہ نومسلم، مولوی غلام رسول عرف رسل بابا، مولوی غلام دستگیر قصوری (ف ۱۸۹۶ء) مولوی محمد ابراہیم آروی وفات پا گئے تھے اور بھی ہوں گے جو فوت ہو چکے ہوں۔لیکن کچھ لوگ مرزا صاحب کی وفات کے وقت یقیناً زندہ تھے جن میں سے کچھ کے نام یہ ہیں۔

مولانا محمد حسین بٹالوی۔مولانا احمد اللہ امرتسری (ف ۱۹۱۸ء)۔مولانا ثناء اللہ امرتسری (ف ۱۹۴۸ء)۔ مولانا عبدالجبار غزنوی (ف ۱۹۱۲ء)۔مولانا عبدالواحد غزنوی (جو مولانا عبدالجبار کے بعد فوت ہوئے

)۔مولانا عبدالحق غزنوی (ف ۱۹۱۷ء)۔مولانا محمد علی بھوپڑی (ف ۱۹۲۴ء)۔حافظ عبدالمنان وزیرآبادی (ف ۱۹۱۶ء)۔مولانا محمد بشیر سہسوانی (ف ۱۹۱۱ء)۔شیخ حسین عرب یمانی (ف ۱۹۱۰ء)۔مولانا حافظ محمد رمضان پشاوری (ف ۱۹۲۰ء) مولانا عبدالحق حقانی (ف ۱۳۳۵ھ)

قارئین! یہ تو وہ لوگ ہیں جو سید نذیر حسین محدث کے شاگرد ہیں یا ان کے معاصر اہل حدیث ہیں، ان کے علاوہ اور لوگ بھی زندہ ہوں گے جن کا ہمیں علم نہیں ہے اور ہم یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہ مباہلہ چونکہ ہوا نہیں تھا اس لئے اس چیلنج کے بعد مرنے یا زندہ رہنے والے کسی کے کذب یا صدق کا نشان نہیں ہیں۔لیکن مرزائی خود ہی زیر دام آتے ہیں جب وہ اس فہرست میں شامل ان افراد کی موت جو مرزا غلام احمد کی زندگی میں مر گئے تھے، اپنی صداقت کا ثبوت بتاتے ہیں جیسا کہ روحانی خزائن کا مرتب لکھتا ہے:

انجام آتھم میں حضور نے جن ۶۴ سے زائد علماء اور گدی نشینوں کو مباہلہ کے لئے بلایا تھا حقیقت الوحی کی تصنیف تک ان میں سے صرف ۲۰ زندہ تھے اور وہ بھی طرح طرح کے ابتلاؤں اور خدائی غضب کا نشانہ بن کر حضور کے الہام انّی مہین من اراد اہانتک کی تصدیق کر رہے تھے۔
(روحانی خزائن ج ۲۲ (حقیقت الوحی) ص ب)

اور مرزا طاہر احمد نے کہا کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے تحدی جلال اور پورے یقین کے ساتھ چیلنج دیا کہ فہرست میں داخل مخالفین اس کی زندگی میں ہلاک ہوں گے، بایں صورت کیا ہم بچ جانے والوں کو اللہ تعالی کی نشانیاں تصور نہ کریں کہ مرزا غلام احمد کی موت کے بعد ان کی زندگیاں اس کی تحدی اور جلال کا مذاق اڑاتی رہی ہیں۔مرزا طاہر احمد کہتا ہے کہ جو بچ گئے، نہیں کہا جا سکتا کہ انہوں نے دل میں توبہ کر لی ہو۔کیا وہ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری، مولانا عبدالحق غزنوی، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا حافظ رمضان پشاوری وغیرھم دل سے مرزائی ہو گئے تھے؟

اگر ایسی بات ہے تو مولانا ثناء اللہ صاحب سے عمر بھر مناظرے کس بات پر ہوتے رہے، اور غزنویوں

کو گالیاں کس جرم میں دی جاتی رہیں؟

یہ بھی کیا خوب ہے کہ دوست محمد شاہد کہتا ہے کہ محمد حسین بٹالوی اور مولوی ثناء اللہ امرتسری مرزائیت کا عروج مشاہدہ کرنے کے لئے زندہ رکھے گئے۔

جناب شیخ کا نقش قدم یوں بھی ہے اور یوں بھی

یعنی جو مر گئے وہ بھی تمہاری صداقت کی نشانی اور جو بچ گئے وہ بھی تمہاری صداقت کی نشانی، تو پھر پیش گوئی کیا تھی، چیلنج کس بات کا تھا؟

جہاں تک اس بات کا تعلق ہے کہ بچ جانے والے کسی نہ کسی بلاء میں گرفتار تھے، تو کسی دوسرے کا ذکر کرنے کے بجائے خود مرزا صاحب قادیانی کی زندگی کا مشاہدہ کیا ہوتا، وہ تو کہتے ہیں کہ انہیں رات کو یا دن کو سو سو مرتبہ پیشاب آتا تھا۔

(ضمیمہ اربعین نمبر ۱۔۳۔منقول از قومی ڈائجسٹ قادیانیت نمبر لاہور ص ۳۱)

یعنی اگر رات کو اوسط دس گھنٹے شمار کر لیا جائے تو ہر چھ منٹ کے بعد انہیں بیت الخلاء جانا پڑتا ہوگا۔ کیا اس سے بڑی کوئی بلا بھی ہو سکتی ہے کہ وہ بیت الخلا جائیں، ایک دو منٹ فراغت میں لگ جائیں، واپس آئیں تو چار پانچ منٹ بعد دوبارہ یرجع الی اصلہ کا نمونہ بن جائیں۔ نیند گئی آرام گیا، کی صورت بنے ہوئے مرقع عبرت مرزا صاحب اپنا بستر ہی شائد بیت الخلاء میں لگا لیتے ہوں گے کہ کون بار بار اٹھ کر آتا رہے۔ اور کیا ان کی رحلت کا واقعہ اس بلاء ہی کی ایک شکل نہیں بن گیا تھا؟

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ستمبر ۱۹۹۸ء ص ۲۲۔۲۶)

حاجی امداداللہ صاحب

(۳۳)

قارئین! آج کی نشست حاجی امداداللہ صاحب مہاجر مکی کے ذکر کے لیے مخصوص کی جارہی ہے۔

حاجی صاحب 1817ء بمطابق 1233ھ نانوتہ میں پیدا ہوئے، دہلی میں کچھ تعلیم حاصل کی، پھر حضرت میاں نور محمد جھنجھانوی سے بیعت ہوئے جس کا سبب یہ بیان کیا گیا ہے کہ آپ نے خواب میں دیکھا کہ جناب سرور کائنات ﷺ کی مجلس آراستہ ہے۔آپ بھی حاضر ہونا چاہتے ہیں، لیکن غایت ادب سے قدم آگے نہیں بڑھتے۔، اچانک آپ کے جدامجد حافظ بلاقی تشریف لائے اور آپ کا ہاتھ پکڑ کر بارگاہ نبوی میں پہنچا دیا۔، آنحضرت ﷺ نے دست مبارک میں آپ کا ہاتھ لے کر حضرت میاں نور محمد کے حوالے فرما دیا۔

(بیس بڑے مسلمان صفحہ 87)

حاجی امداداللہ صاحب 1260ھ میں حج کے لیے تشریف لے گئے، لکھا ہے

آپ نے خواب میں دیکھا کہ حضور سرور کائنات ﷺ آپ کو طلب فرما رہے ہیں، فرط شوق میں زادراہ کا بندوبست بھی نہ کر سکے اور خالی ہاتھ روانہ ہو گئے 1262ھ (بمطابق 1846ء) مکہ مکرمہ سے واپسی ہوئی۔ (کتاب مذکور صفحہ 93)۔

1857ء کی جنگ کے بعد آپ کچھ عرصہ روپوش رہے اور جب ہندوستان کی زمین و آسمان کو اپنے اوپر تنگ دیکھا تو 1859ء میں ہندوستان سے ہجرت فرما کر حرم کعبہ میں پناہ گزین ہو گئے۔

(کتاب مذکور صفحہ 95)۔

آپ 1317ھ (بمطابق 1899ء) مکہ مکرمہ میں فوت ہوکر وہیں دفن ہوئے اور اکابر علماء ومشائخ مثل مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا محمد یعقوب نانوتوی اور پیر مہر علی شاہ گولڑوی آپ کے مریدوں میں شامل ہیں۔

پیر مہر علی شاہ صاحب اپنے سفر حج کے دوران حاجی صاحب سے بیعت ہوئے جو 1307ھ بمطابق 1890ء کا واقعہ ہے، پیر مہر علی صاحب فرماتے ہیں:

عرب شریف قیام کے دوران ایک وقت ایسا بھی آیا تھا کہ مجھے اسی جگہ رہائش اختیار کر لینے کا خیال پیدا ہوگیا مگر حاجی (امداد اللہ) صاحب نے ارشاد فرمایا کہ پنجاب میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا جس کا سد باب صرف آپ کی ذات سے متعلق ہے، اگر اس وقت آپ محض اپنے گھر میں خاموش ہی بیٹھے رہے تو بھی علماء عصر کے عقائد محفوظ رہیں گے اور وہ فتنہ زور نہ پکڑ سکے گا۔ (پیر صاحب کا سوانح نگار پھر کہتا ہے) جیسا کہ آپ کی تصنیفات وملفوظات سے ظاہر ہوتا ہے آپ پر بعد میں انکشاف ہوا کہ اس فتنہ سے مراد قادیانیت تھی۔

(مہر منیر۔ مرتبہ مولوی فیض احمد طبع 1987ء صفحہ 129)۔

مولوی عبدالرشید ارشد صاحب نے: بیس بڑے مسلمان، میں پیر مہر علی شاہ کو حاجی صاحب کا ارشاد بایں الفاظ نقل کیا ہے:

ہندوستان میں عنقریب ایک فتنہ نمودار ہوگا، تم ضرور اپنے وطن چلے جاؤ، اگر بالفرض تم ہندوستان میں خاموش بھی بیٹھے رہو، تو وہ فتنہ ترقی نہ کرے گا اور ملک میں سکون رہے گا۔ (صفحہ 98)

ناظرین! یہ 1890ء کی بات ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب نے سید مہر علی گولڑوی صاحب کو ایک فتنے سے آگاہ فرمایا جو عنقریب ظاہر ہونے والا تھا۔ اس کشف کو بعد ازاں فتنہ قادیانیت پر چسپاں کیا گیا جس سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ حاجی صاحب کی روحانی معلومات کے مطابق 1890ء تک قادیانیت کا فتنہ ظاہر نہیں ہوا تھا اور مرزا غلام احمد کے کوئی ایسے عقائد اس وقت تک سامنے نہیں آئے تھے جن کی بنا پر اسے کافر اور فتنے کا بانی قرار دیا جا سکے۔

حضرت علی مرتضیٰؓ سے کہا گیا تھا کہ ابن ملجم کے ارادے خطرناک لگتے ہیں (یہ وہی شخص ہے کہ جس نے کچھ وقت بعد حضرت علیؓ کو شہید کیا)۔ آپؓ نے فرمایا کہ ارادے خطرناک ہیں تو میں کیا کروں؟ سزا جرم کے ارتکاب پر دی جاتی ہے، امکان پر نہیں دی جاتی۔

حاجی امداد اللہ صاحب 1890ء میں کہہ رہے تھے کہ مرزا غلام احمد نے تاحال جرم نہیں کیا۔ ہاں عنقریب وہ جرم کرے گا۔ اور احناف کے بقول ان کے لدھیانوی علماء نے 1884ء میں اسے سزا بھی سنا دی۔ کیا احناف یہ کہنا چاہتے ہیں کہ ان کے شیخ المشائخ کا کشف خام تھا، یا وہ ماضی اور مستقبل میں فرق نہیں کر سکے اور یا احناف، لدھیانہ والوں کو اس بزرگ شخصیت کے علوم و معارف و اختیارات (خواہ جزوی طور پر سہی) کا حامل سمجھتے ہیں جن کا ذکر قرآن پاک کی سورۃ کہف میں ہوا ہے کہ انہوں نے ایک لڑکے کو اس لیے مار دیا تھا کہ کہیں وہ اپنی سرکشی اور کفر سے اپنے والدین کو عاجز اور پریشان نہ کر دے۔ بینوا و توجروا۔

پیر مہر علی گولڑوی کو کیے جانے والے ارشاد سے معلوم ہوتا ہے کہ حاجی امداد اللہ صاحب کو پتہ چل چکا تھا کہ قادیانیت کا فتنہ ظاہر ہونے والا ہے۔ یہ فتنہ 1891ء میں مرزا غلام احمد کے دعویٰ مسیحیت کے بعد سامنے آ گیا۔ حاجی امداد اللہ صاحب اس فتنے کے ظہور کے بعد آٹھ سال تک بقید حیات رہے، لیکن اس کی بیخ کنی کے لیے ہند تشریف نہیں لائے۔ ختم نبوت کی مقدس رداء کی جانب ناپاک ہاتھ ہند میں بڑھ رہے تھے، لیکن شیخ المشائخ حجاز میں مثنوی مولانا روم کے درس میں مصروف رہے۔ ان کے ہند نہ آنے کی وجہ ان کا جنگ آزادی میں حصہ لینا قرار دی جائے کہ وہ گرفتاری کے ڈر سے واپس نہیں آنا چاہتے تھے تو بات نہیں بنے گی، اس لیے کہ احناف کے بقول مولانا رشید احمد گنگوہی، مولانا محمد قاسم نانوتوی اور لدھیانہ کے علماء نے بھی 1857ء کی جنگ آزادی میں حصہ لیا تھا، اور اگر یہ لوگ ابتدائی پکڑ دھکڑ اور روپوشی کے بعد اس برصغیر میں تاعمر امن و امان سے رہے ہیں اور ان کے جان و مال سے انگریزوں نے تعرض نہیں کیا، تو حاجی امداد اللہ صاحب سے کون سا ایسا خصوصی قصور ہو گیا تھا جس کی بنا پر ان کا خون مباح کر دیا گیا ہو، اور وہ ساری عمر ہند واپسی کا سوچ بھی نہ سکے ہوں۔

ویسے، اگر انگریزوں نے حاجی صاحب کو نقصان پہنچانا ہوتا، تو یہ کام وہ حجاز میں بھی کروا سکتے تھے۔ مولانا محمود حسن کو بھی تو انگریزوں نے حجاز ہی سے مالٹا بھجوایا تھا، ہند سے تو وہ نکل ہی گئے تھے، جیسا کہ تاریخ سندھ میں لکھا ہے کہ

جب ریشمی خطوط پنجاب کے گورنر مائیکل ایڈوائر تک پہنچ گئے تو شیخ عبدالرحیم کا پیچھا کیا گیا حضرت شیخ الہند نے پولیس کے مظالم سے مجبور ہو کر اپنی داڑھی منڈوادی اور بھیس بدل کر پولیس کے چنگل سے نکل گئے۔

(سندھ کوارٹرلی 1977ء نمبر 2 مضمون مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی صفحہ 19-7۔منقول از تاریخ سندھ اعجاز الحق قدوسی جلد سوم، اردو سائنس بورڈ لاہور 1984 صفحہ 193-192)

قارئین! شیخ الہند کو اگر حجاز سے گرفتار کروا کے انگریز مالٹا لے جا سکتے تھے تو حاجی امداد اللہ صاحب کو اگر وہ گرفتار کرنا چاہتے تو کون سی مشکل پیش آسکتی تھی۔ ہم کہنا یہ چاہتے ہیں کہ اگر یہ کہا جائے کہ حاجی صاحب تحریک ختم نبوت یعنی اس فتنے کی سرکوبی میں اپنا حصہ ڈالنے کے لیے، جس کے نمودار ہونے کی خبر انہیں دی جا چکی تھی، اس لیے ہند نہیں آئے کہ تحریک آزادی میں حصہ لینے کی وجہ سے انہیں ہند واپسی پر گرفتاری کا ڈر تھا، تو یہ کوئی معقول وجہ نہیں ہے۔ ہاں اگر واقعتاً وہ گرفتاری سے ڈرتے تھے لیکن تحریک ختم نبوت میں حصہ لینا بھی چاہتے تھے تو وہ اپنے بعض مریدوں کے انگریزوں سے خصوصی تعلقات کا فائدہ اٹھا سکتے تھے۔، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے حافظ محمد احمد جو دارالعلوم دیوبند کے مہتمم تھے انگریزوں سے بڑے اچھے تعلقات رکھتے تھے، جیسا کہ جناب ابوسلمان شاہ جہان پوری نے لکھا ہے:

حافظ محمد احمد، مولانا محمد قاسم نانوتوی کے بیٹے تھے۔ 1279ھ 1863ء میں بہ مقام نانوتہ ضلع سہارنپور پیدا ہوئے، سہارن پور، بلندشہر، مرادآباد میں وقت کے اکابر علماء سے تحصیل علمی کی، حضرت مولانا نانوتوی کے علاوہ حضرت شیخ الہند سے بھی نسبت تلمذ رکھتے تھے۔

1886ء میں بحیثیت مدرس دارالعلوم عملی زندگی کا آغاز کیا، 1896ء میں دارالعلوم (دیوبند) کے

مہتمم بنائے گئے، مولانا عبیداللہ سندھی کے خلاف مولانا شبیر احمد عثمانی کو آمادہ پیکار کرنے اور ان پر کفر کا فتویٰ لگوانے میں آپ ہی کا دست کرم پوشیدہ تھا۔ حضرت شیخ الہند کے لیے آپ متعدد مصائب اور تکالیف کا باعث ہوئے، حضرت کے خلاف سہارنپور کے کلکٹر کی معرفت گورنمنٹ کو آپ کی رپورٹیں شائع ہو چکی ہیں، ریشمی خطوط سازش کیس کی ڈائریکٹری میں انہیں انگریزی حکام نے اپنا آدمی بتایا ہے، برٹش حکومت کی خدمات کے صلے میں انہیں شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا تھا۔ حیدر آباد دکن میں عدالت العالیہ کے عہدہ مفتی پر فائز ہو گئے تھے۔ وہیں انتقال ہوا ۔ 4 ربیع الاول 1347ھ مطابق 21 اگست 1928ء کو حیدر آباد ہی میں سپرد خاک کیے گئے۔ (حضرت شیخ الہند محمود الحسن از ابوسلمان شاہجہانپوری، کراچی 198 صفحہ 8\\167-8)

قارئین نہ صرف حافظ محمد احمد صاحب انگریزوں سے اچھے تعلقات رکھتے تھے بلکہ ان کے نائب اور جانشین کا بھی یہی حال تھا۔ لکھا ہے:

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانی، مولانا شبیر احمد عثمانی کے بھائی اور مولانا فضل الرحمٰن کے بیٹے تھے۔ تعلیم شروع سے آخر تک دارالعلوم دیوبند میں ہوئی، وہیں مدرس ہوئے، پھر نائب مہتمم بنائے گئے اور حافظ محمد احمد کے بعد صدر مہتمم ہوئے۔ حافظ محمد احمد کے نہ صرف نائب بلکہ ہم خیال و ہم مسلک تھے، ریشمی رومال سازش کیس کی ڈائریکٹری میں حکام نے انہیں بھی حکومت کے وفاداروں میں شامل کیا ہے۔ منتظمین دارالعلوم دیوبند سے مراد یہی دونوں بزرگ ہیں جو حضرت شیخ الہند کو انگریزوں کے قدموں میں جھکانا اور حضرت سے معافی منگوانا چاہتے تھے، انا للہ وانا الیہ راجعون۔ (شیخ الہند مولانا محمود حسن، از ابوسلمان شاہجہانپوری، کراچی 1988 صفحہ 8-167)

اور لاہور سے شائع ہونے والے المعارف کے ایک شمارے میں مولانا عبیداللہ سندھی پر شائع ہونے والے ایک مضمون میں ڈاکٹر غلام محمد جعفر نے لکھا ہے کہ

حافظ محمد احمد یوپی حکومت سے خوشگوار تعلق رکھتے تھے اور مولانا محمود حسن کی سیاسی سرگرمیوں سے

حکومت کو آگاہ کرتے رہتے تھے۔ پہلی جنگ عظیم میں مولانا محمود حسن ترک رہنماؤں سے مل کر آزادی ہند سے متعلق جو پروگرام بنانا چاہتے تھے حافظ صاحب نے مختلف ذرائع سے اس پروگرام کا سراغ لگالیا اوراس سے صوبائی گورنر کو آگاہ کردیا۔ بعد میں حافظ صاحب مرحوم کو شمس العلماء کے خطاب سے نوازا گیا۔ حافظ مرحوم کے عہد تک دارالعلوم دیوبند کے ارباب حل وعقد حکومت وقت سے خوشگوار تعلقات رکھتے تھے۔

(رسالہ مذکورہ صفحہ 71 بحوالہ برطانوی ہند میں مسلمانوں کا نظام تعلیم، دارالعلوم دیوبند جلد اول اسلام آباد 1989 صفحہ 8-247 نیشنل بک فاؤنڈیشن بحوالہ شان محمد: ہندوستانی مسلمان۔ ایک دستاویزی ریکارڈ۔ جلد 5 صفحہ 4-51)

قارئین: اوپر کی گزارشات سے یہ واضح کرنا ہمارا مقصد ہے کہ حاجی صاحب کے ہند نہ آنے کی وجہ یہ نہیں ہوسکتی کہ 1857ء کے بعد کا عشرہ دار و گیر گذر جانے کے بعد بھی انہیں انگریزوں کے عتاب کا ڈر تھا۔ ہمارا خیال ہے کہ وہ اس لیے واپس ہند آکر تحریک ختم نبوت کے کارکنوں میں اپنا نام لکھوانے کی سعادت سے محروم رہے ہیں کہ وہاں ذکر وفکر اور مثنوی میں گم ہوکر وقت کی نزاکت کا احساس نہ کرسکے۔ جس طرح ان کے مرید مہر علی شاہ صاحب فتنہ کے نمودار ہوچکنے کے بعد 9 سال تک اس سے لاتعلق رہے اوران کے دوسرے مرید مولانا اشرف علی صاحب تقریباً 20 سال تک لاتعلق رہے حضرت حاجی امداداللہ صاحب تا عمر 1899ء تک تحریک سے الگ تھلگ رہ کر حجاز میں بیٹھے رہے۔ مکہ معظّمہ ایک مقدس جگہ ہے، وہاں قیام اور عبادات کی اپنی ایک شان ہے۔ لیکن جیسا کہ حضرت رسول اکرم ﷺ نے اپنے اس صحابی کو جو لشکر سے پیچھے اس لیے رہ گیا تھا کہ وہ مدینہ میں قیام اور نمازیں ادا کر کے بعد میں لشکر سے جا ملے گا، فرمایا تھا کہ جب تمہاری ضرورت لشکر میں ہے تو تمہیں اسکے ساتھ موجود ہونا چاہیے نہ کہ مدینے میں (اوکما قال)۔ اسی طرح جب ہند میں ختم نبوت کی مقدس رداء کی طرف ناپاک ہاتھ بڑھ رہے تھے تو حاجی صاحب کا مکہ معظّمہ میں بیٹھے رہنا غیر مناسب تھا۔ اگر انہیں واقعتاً فتنے کی ظہور کی خبر دے دی گئی تھی تو اس کا مقصد اور کیا ہوسکتا ہے کہ دراصل انہیں یہ کہا گیا تھا کہ واپس ہند جاؤ اور تحفظ ختم نبوت کے لئے کام کرو۔

ہمیں افسوس ہے کہ احناف کے شیخ العرب والعجم اور مرشد عالم جن کے شان میں مبالغہ آرائی کرتے ہوئے کبھی کہا جاتا ہے کہ ان کے مہمانوں کے لیے باورچی خانے میں جا کر کھانا پکانے کی خواہش کا اظہار خود حضور نبی کریم ﷺ نے کیا۔ (دیکھیے قسط 24 مضمون ہذا۔) اور کبھی کہا جاتا ہے کہ وہ حضور ﷺ کو اپنے یہاں بلا سکتے تھے، ختم نبوت کے تحفظ کی تحریک میں حصہ نہ لے سکے۔

یہ جو ہم نے حضور ﷺ کو اپنے یہاں بلانے کی بات لکھ دی ہے وہ قاری محمد طیب سابق مہتمم دارالعلوم دیوبند کی ایک روایت سے اخذ کی گئی ہے جس کے مطابق قاری صاحب فرماتے ہیں:

احقر نے اپنے حضرت والد صاحب قبلہ (مولانا محمد احمد بن مولانا قاسم نانوتوی) سے ذیل کا واقعہ سنا ہے۔

فرماتے تھے کہ جس زمانہ میں فیصلہ ہفت مسئلہ چھپا اور اس کی نسبت حضرت مرشد عالم حاجی امداد اللہ قدس سرہ کی طرف تھی، اس لیے ہم لوگوں کو سخت ضیق پیش آئی، موافقت کر نہیں سکتے تھے اور مخالفت میں حضرت کی نسبت سامنے آتی تھی۔ حیرانی تھی۔ اسی دوران میں میں (حضرت والد صاحب) نے خواب دیکھا کہ ایک بڑا دیوان خانہ ہے اور اس میں حضرت حاجی صاحب تشریف رکھتے ہیں۔ میں بھی حاضر ہوں۔ اور ہفت مسئلہ کا تذکرہ ہے۔، حضرت حاجی صاحب ارشاد فرمارہے ہیں کہ بھائی علماء اس میں تشدد کیوں کر رہے ہیں، گنجائش تو ہے۔ میں عرض کر رہا ہوں کہ حضرت گنجائش نہیں ہے...اسی ردوقدح میں آخر حضرت (حاجی صاحب) نے ارشاد فرمایا کہ اچھا بات مختصر کرو، اگر خود صاحب شریعت فیصلہ فرمادیں پھر؟ میں نے عرض کیا حضرت اس کے بعد کس کی مجال ہے کہ خلاف چل سکے۔ فرمایا کہ اچھا انشاء اللہ اسی جگہ خود حضرت صاحب شریعت ہی ہمارے تمہارے درمیان میں فیصلہ فرمادیں گے۔، والد صاحب نے فرمایا کہ اس بات سے مجھے بے غائت مسرت ہو رہی ہے کہ آج الحمدللہ حضرت صاحبِ شریعت ﷺ کی زیارت نصیب ہوگی ۔اور اسی کے ساتھ حضرت حاجی صاحب کی عظمت اور زیادہ قلب میں بڑھ گئی کہ حق تعالی نے ہمارے بزرگوں کو یہ درجہ عطا فرمایا ہے کہ وہ اپنے معاملات میں براہ راست حضور ﷺ کی طرف

رجوع بھی کر سکتے ہیں اور حضور کو اپنے یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔تھوڑی دیر میں حاجی صاحب نے ارشاد فرمایا کہ لو تیار ہو بیٹھو، حضورﷺ تشریف لا رہے ہیں۔، اتنے میں دیکھا کہ دیوان خانہ کے سامنے ایک عظیم الشان مجمع نمایاں ہوا۔قریب آنے پر میں نے دیکھا کہ آگے آگے حضرتﷺ ہیں، اور پیچھے پیچھے تمام صحابہ رضوان اللہ علیھم اجمعین کا مجمع ہے۔حضور کی شان ہے کہ حلیہ مبارک ہو بہو حضرت گنگوہی ﷺ کا ہے۔آپ نے فرمایا ہم نے مولانا گنگوہی کا حلیہ اس لیے اختیار کیا کہ تمہیں ان سے محبت اور مناسبت سے ..(پھر) حضور نے ارشاد فرمایا کہ حاجی صاحب اب ہمیں اجازت ہے؟ حاجی صاحب نے ادب سے عرض کیا کہ جو مرضی مبارک ہو۔پس حضور مع سارے مجمع کے اسی راہ سے تشریف لے گئے جس راستے سے تشریف لائے تھےاور میری آنکھ کھل گئی۔(اشرف السوانح جلد3 صفحہ 8-357)

قارئین!ملاحظہ فرمائیں نہ صرف یہ کہ وہ شخصیت جو مولائے کائنات ہے ان کی زبان مبارک سے گنگوہی صاحب کو مولانا کہلوایا جا رہا ہے، بلکہ جس کی بارگاہ میں حاضری کی سعادت کو حاصل زندگی سمجھا جاتا ہے انہیں حاجی صاحب اپنے دیوان خانے میں بلا رہے ہیں۔ملاحظہ فرمایئے قاری طیب صاحب کی روایت سے حافظ محمد احمد صاحب کے الفاظ کہ حاجی صاحب حضور کو یہاں بلا بھی سکتے ہیں۔اپنے بزرگوں کی شان میں غلو کرتے ہوئے یہ لوگ فراموش کر دیتے ہیں کہ نبی کی خدمت میں تو سر کے بل چل کے حاضری دی جاتی ہے انہیں بلایا نہیں جاتا،ان کی خدمت میں درخواستیں کی جاتی ہیں کہ وہ اپنے بابرکت قدموں سے ہماری کٹیاؤں کو عزت بخشیں۔، جو لوگ انہیں اپنے دیوان خانوں میں بلانے کی باتیں کرتے ہیں وہ مقام نبوت سے آگاہ نہیں ہیں۔، ہمارے احباب پیر پرستی کے اندھے غار میں گر چکے ہیں وہ پہلے تو حاجی صاحب کو حضور نبی کریم ﷺ کی زیر ہدایت میاں نور محمد سے بیعت کروا کے خانقاہی تصوف کو جناب رسالتمآب کی منظوری عطا کرواتے ہیں، پھر حاجی صاحب کے مریدوں کے لیے کہتے ہیں کہ خود رسول اکرمﷺ نے کھانا پکانے کی خواہش کا اظہار فرمایا۔پھر حاجی صاحب کی وفات کے بعد ان کی قبر پرستی رسول سے صفائی کروائی جاتی ہے جیسا کہ مہر منیر میں مولوی احمد حسن کانپوری کے متعلق لکھا ہے:

مکہ معظّمہ میں اپنے شیخ حاجی امداداللہ مہاجر مکی کے مزار پر چھ ماہ قیام کیا اور ہر روز اپنی ریش مبارک سے مزار کو صاف کیا کرتے تھے۔ سبحان اللہ اپنے وقت کے استادالکل (مولوی احمد حسن) کی اپنے شیخ کے ساتھ یہ نسبت نیاز اور عقیدت۔ (مہر منیر صفحہ 3-72)

قارئین! بتائیے یہ سبحان اللہ کا مقام ہے یا اناللہ وانا الیہ راجعون کا۔ پیر پرستی کے جوش میں سنت رسول کی اس قدر بے ادبی اور وہ بھی ایک استادالکل کے ہاتھوں مولد رسول میں۔، چوں کفر از کعبہ برخیزد کجا ماند مسلمانی

قارئین! آخر میں ہم کہنا چاہتے ہیں کہ بعض احناف تحریک ختم نبوت کے آغاز اور اس کے ابتدائی دور میں کام کرنے کا کم وبیش سارا اعزاز اپنے اسلاف کے نامہ اعمال میں ڈال دیتے ہیں جب کہ حقیقت یہ ہے کہ ان کے شیخ المشائخ حاجی امداداللہ جو انگریزوں کے ڈر سے ہندوستان سے بھاگ گئے تھے اور جنہیں مکہ معظّمہ میں بقول ان کے فتنہ قادیانیت کے عنقریب ظہور کی اطلاع دے دی گئی تھی اور جن کے نام کی الف سے ہمارے دوست تحریک ختم نبوت کا آغاز کرتے ہیں۔ وہ کاروان ختم نبوت کی قیادت یا اس میں شمولیت تو درکنار اس کے غبار سے بھی کوسوں دور بیٹھے رہے۔

چلتے چلتے حاجی امداداللہ صاحب کے فرمان کو ایک دفعہ پھر دیکھ جائیے،

لکھا ہے کہ فتنے کا سدباب صرف آپ (مہر علی) کی ذات سے متعلق ہے

اگر یہ بات درست ہے تو پھر آپ (اہل حدیث کارکنان تحریک ختم نبوت کی بات تو چھوڑیں) صرف یہ بتادیں کہ آپ کے لدھیانوی، گنگوہی، تھانوی، سہارنپوری، دیوبندی علماء کے پلے میں کیا رہ جاتا ہے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر ۱۹۹۸ء ص ۲۶_۲۸ اور ۲۱)

علماء اہل حدیث کی تاریخی خدمات

اور ایک مفتی صاحب کی تاریخ سے ناواقفیت

(۳۴)

7 ستمبر 1998ء کے روزنامہ جنگ لندن میں ایک معاصر بزرگ جناب مفتی محمد جمیل خاں صاحب کا تحریک ختم نبوت پر ایک مضمون شائع ہوا ہے، آج کی نشست میں ہم اس پر ایک نظر ڈالنا چاہتے ہیں۔

مفتی جمیل خان صاحب نے مرزا غلام احمد قادیانی کے دعاوی اور تحریک کے مختلف مراحل کا ذکر فرماتے ہوئے لکھا ہے:

> مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدد ہونے پر بیعت کرنے کے لیے لدھیانہ کا انتخاب کیا، کیونکہ وہاں پر اس کے سسرالی رشتہ دار تھے۔ ان لوگوں نے اس کے دعوی مجددیت کو تسلیم کر کے امداد کا وعدہ کیا۔ 1881ء کو ایک عام اجلاس رکھا گیا جس میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے مجدد ہونے کا اعلان کیا۔ جس پر لدھیانہ کے ممتاز عالم دین مولانا عبداللہ نے سختی سے اس کی تردید کی...لدھیانہ کے علماء کرام کو مولانا عبداللہ لدھیانوی نے جمع کیا اور براہین احمدیہ کا بغور مطالعہ کیا اور اس میں تمام کفریہ عبارات اور غلط عقائد کو جمع کیا۔ اس کی روشنی میں علماء کرام سے استفتاء طلب کیا گیا، جس پر تمام علماء کرام نے متفقہ فتوی دے کر اعلان کر دیا کہ مرزا غلام احمد قادیانی مجدد یا ملہم من اللہ نہیں بلکہ کفریہ عقائد کی وجہ سے دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

(قادیانیت، تحریک ختم نبوت کا جائزہ۔ از مفتی محمد جمیل خاں روزنامہ جنگ لندن 7 ستمبر 1998)

قارئین مرزا غلام احمد کی پہلی شادی 1850ء کے عشرے میں ہوئی اور پہلی بیوی کا میکہ لدھیانہ نہیں تھا۔ اس لیے اس شادی کی بنیاد پر لدھیانہ کو مرزا صاحب کا سسرالی شہر قرار نہیں دیا جاسکتا۔ پھر مرزا غلام احمد صاحب کے اپنی اس بیوی سے تعلقات 1880ء کے عشرے میں منقطع تھے اور اس کے میکے والے مرزا صاحب سے نالاں تھے نہ کہ ان کے حمائتی۔

مرزا صاحب کی دوسری شادی 27 محرم 1302ھ بمطابق نومبر 1884ء دہلی میں خواجہ میر درد کے خاندان میں ہوئی اور اس شادی کی بات چیت ،لگتا ہے کہ، 1884ء کے وسط میں کسی وقت شروع ہوئی۔ 1881ء میں اس شادی کا دور ونزدیک نشان تک نہ تھا۔ ہم حیران ہیں کہ کس شادی اور کن سسرالی رشتہ داروں کی وجہ سے مفتی جمیل صاحب 1881ء کے لدھیانہ کو مرزا صاحب کا سسرالی شہر قرار دے کر اور پھر ان سسرالی رشتہ داروں کی امدد کے وعدہ پر 1881ء میں وہاں اجلاس عام منعقد کروا کر مولوی عبداللہ اور دیگر علماء لدھیانہ سے مرزا پر تکفیر کا فتوی جاری کروار ہے ہیں۔ ہم جناب مفتی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ وہ ذرا تفصیل کے ساتھ اور بدلائل بتائیں کہ

وہ کس بنا پر 1881ء کے لدھیانہ کو مرزا غلام احمد قادیانی کا سسرالی شہر قرار دے رہے ہیں۔ اور ان کے کون سے سسرالی رشتہ دار وہاں مقیم تھے جنہوں نے مرزا کے دعوی مجددیت کو 1881ء میں تسلیم کر کے مدد کا وعدہ کیا تھا۔

۱۸۸۱ء میں ہونے والے اس اجلاس عام کی قدرے تفصیلات بھی بہم پہنچا دیں تو نوازش ہوگی کہ یہ اجلاس لدھیانہ میں کس مقام پر ہوا تھا۔ وغیرہ۔

نیز یہ کہ 1881ء تک مرزا غلام احمد کے کون سے ایسے عقائد سامنے آچکے تھے جن کو بنیاد بنا کر فتوی تکفیر جاری کیا گیا اور وہ فتوی کہاں ہے۔

مفتی جمیل خان صاحب کی ایک اور عبارت پیش خدمت ہے، فرماتے ہیں:

مولانا داؤد غزنوی اور قاضی ثناء اللہ پانی پتی نے مرزا غلام احمد کا تعاقب شروع کیا۔ یہ سلسلہ اسی طرح چلتا رہا کہ 1883ء میں مرزا غلام احمد نے اپنی نجی مجلس میں اپنے آپ کو عیسی بن مریم اور مسیح

موعود کہنا شروع کر دیا۔ (روز نامہ جنگ لندن 7 ستمبر 1998ء)

قارئین! مولانا داؤد غزنوی کی سوانح حیات ان کے صاحبزادے مرحوم سید ابوبکر غزنوی نے مرتب کر کے دسمبر 1974ء میں لاہور سے شائع کروائی تھی، اس میں سید ابوبکر غزنوی صاحب لکھتے ہیں:

حضرت والد (مولانا داؤد) ۱۸۹۵ء میں بمقام امرتسر پیدا ہوئے۔ ان کی ایک بیاض جسے وہ بیاض احمر کہتے تھے کے پہلے صفحہ پر ان کے ہاتھ سے لکھی ہوئی یہ عبارت ملی ہے:

اس عاجز (داؤد غزنوی) کی پیدائش کی تاریخ قطعی طور پر تو معلوم نہیں ہو سکی لیکن حکیم عبدالشافی صاحب غزنوی کی تاریخ پیدائش جو میونسپل کمیٹی امرتسر کے دفتر سے معلوم ہو سکی وہ 23 جون 1896ء ہے، ان کی والدہ مرحومہ فرماتی تھیں کہ تم (داؤد) گیارہ ماہ حکیم عبدالشافی سے بڑے ہو، اس حساب سے میری (داؤد) پیدائش اگست 1895ء کے پہلے ہفتہ یا جولائی 1895ء کے آخری ہفتہ میں ہوئی ہے۔ والعلم عند اللہ ۔ (کتاب مذکورہ صفحہ 239)۔

قارئین! تاریخ سے ناواقفیت کا یہ حال ہے کو جو شخص 1895ء میں پیدا ہوا، ہمارے مفتی جمیل صاحب اسے 1883ء بلکہ اس سے بھی پہلے مرزا غلام احمد کے تعاقب میں مصروف دکھا رہے ہیں۔ کاش وہ اپنے مضامین بغرض اشاعت اخبارات و رسائل کو بھیجنے سے قبل اپنے مکتب فکر کے ثقہ اہل علم کو دکھا لیا کریں۔ مولانا داؤد غزنوی کی خدماتِ تحریک ناقابل فراموش ہیں لیکن وہ بیسویں صدی کی بات ہے۔ انیسویں صدی کی نہیں۔ ان کی خدمات میں ایک نمایاں خدمت مولانا عطاء اللہ شاہ صاحب بخاری کو میدان میں لانا ہے، جیسا کہ: بیس بڑے مسلمان، نامی کتاب میں خود ایک دیوبندی عالم نے لکھا ہے:

اس وقت شاہ (عطاء اللہ) صاحب صرف اصلاح رسوم پر ہی وعظ کہتے تھے یا دوستوں کی محفلوں میں بذلہ سنجی یا لطیفہ گوئی تک ہی اپنے اوقات کو محدود کیے ہوئے تھے جس کی دو وجوہات تھیں۔ اول تو شاہ صاحب مذہبی لٹریچر سے بہت زیادہ شغف رکھنے کی وجہ سے اخبار بینی کی طرف بہت کم راغب تھے، دوسرے واعظ و خطیب کی حیثیت میں کامیابی حاصل کرنے کے بعد سوئے اتفاق یا سوچی سمجھی سکیم کے تحت آپ کا تعلق ایک تھانیدار سے اس قدر زیادہ ہو گیا اور باہمی اعتمادی کیفیت یہاں تک

بڑھی کہ نوجوان شاہ جی اس کو اپنا مخلص دوست اور بہی خواہ سمجھتے ہوئے اس کی پسند وناپسند کو ترجیح دیا کرتے تھے۔ یہ سلسلہ شائد ایک لمبے عرصے تک جاری رہتا لیکن درمیان میں مولانا داؤد غزنوی اور دوسرے سیاسی ذہن رکھنے والے دوستوں سے تبادلہ خیالات نے اپنا اثر چھوڑنا شروع کیا۔ جس کے نتیجہ میں شاہ جی یکا یک خلافت کمیٹی کے اسٹیج سے مسلمانوں کی آواز بن کر سیاسی و مذہبی افق پر چمکنا شروع ہوگئے۔ یہاں تک کہ 1921ء میں مسجد خیر الدین کی ایک تقریر کی پاداش میں تین سال کے لیے میانوالی جیل میں بھیج دیے گئے۔ (بیس بڑے مسلمان۔ صفحہ 5-874)۔

اور آغا عبدالکریم شورش کاشمیری لکھتے ہیں:

اس حقیقت سے شاید کم لوگ واقف ہوں گے پنجاب کے علماء میں سے وہ (مولانا داؤد غزنوی) پہلے عالم دین تھے جنہوں نے تحریک خلافت کے زمانہ میں انگریزی حکومت کے خلاف اپنا پرچم کھولا۔ پہلے شخص تھے جنہوں نے امرتسر میں انگریزی حکومت کے خلاف وعظ وارشاد کا سلسلہ شروع کیا اور یہ شرف تاریخ نے ان کے سپرد کیا کہ وہ سید عطاء اللہ شاہ بخاری کو منبر ومحراب کے جمود سے کھینچ کر جہد وغزا کے میدان میں اٹھا لائے۔ خود شاہ جی بھی اعتراف فرماتے تھے۔ یہ واقعہ ہے کہ امرتسر کی دینی زندگی میں سیاسی ہلچل ڈالنے کا آغاز انہیں کی بدولت ہوا۔ انہیں پنجاب کے علماء کی جنگ آزادی کا پہلا سالار کہا جا سکتا ہے۔

(شورش کاشمیری کی تحریر مندرجہ سوانح مولانا داود غزنوی۔ مرتبہ سید ابوبکر غزنوی صفحہ 5-64)۔

قارئین! مولانا محمد داود غزنوی کی خدماتِ تحریک کا یہ ایک گوشہ ہے کہ انہوں نے حضرت شاہ عطاء اللہ بخاری مرحوم کو بھی میدان میں لا کھڑا کیا، جنہیں بعد میں بعض حضرات نے امیر شریعت بنا دیا، 1930ء کے بعد ان کی خدمات تاریخ کا ایک حصہ ہیں جس کا وہ خدا سے ان شاء اللہ اجر پائیں گے اور اس کے ساتھ ہی مولانا محمد داود غزنوی کو بھی اجر ملے گا کہ مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری صاحب کو میدان میں وہی لائے تھے،۔ الدال علی الخیر کفاعله۔

ان گزارشات کے بعد ہم واپس چلتے ہیں اور آپ کو یہ بتانا چاہتے ہیں کہ یہ سب کچھ بیسوی صدی کی

باتیں ہیں، انیسویں صدی میں مولانا محمد داؤد غزنوی کا تحریک میں کوئی حصہ نہیں ہے، اس لیے کہ وہ تو پیدا ہی 1895 میں ہوئے تھے۔ جناب مفتی محمد جمیل صاحب نے تاریخ سے ناواقفیت کی بنا پر اپنے مضمون میں ایک غلط بات لکھ دی ہے۔ ایسی ہی ایک بات دسمبر 1996ء میں برطانیہ سے شائع ہونے والے دیوبندی حضرات کے ایک رسالے میں ایک اور بزرگ نے فرمائی تھی جب انہوں نے لکھا:

> حضرت گنگوہی ہوں یا مولانا نذیر حسین دہلوی، حضرت نانوتوی ہوں، یا مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبداللہ غزنوی ہوں یا حضرت تھانوی، سب کا یہی فتوی رہا کہ مرزا غلام احمد کو اسلام سے کوئی تعلق نہیں۔ اس فتوی تکفیر کے بعد نہ حضرت گنگوہی نے اپنی رائے بدلی، نہ مولانا نذیر حسین صاحب نے، نہ مولانا محمد یعقوب نانوتوی نے، نہ مولانا عبداللہ غزنوی نے۔

ہم نے مارچ 1997ء کے ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم میں پوچھا تھا کہ اس فتوی تکفیر کو سامنے لایا جائے جو مرزا غلام احمد کے بارے میں مولانا عبداللہ غزنوی نے دیا تھا کیونکہ درج بالا عبارت سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ محرر کی تحقیق کے مطابق مولانا عبداللہ غزنوی نے بھی مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کا فتوی دیا تھا۔ ہمارے اس سوال کو ڈیڑھ سال سے اوپر ہو گیا۔ ہمارے مخاطب سے لگتا ہے گویائی چھن گئی ہے، اس سوال کا جواب نہیں دیا جا سکا اور دیں بھی کیسے؟ مولانا عبداللہ غزنوی تو 15 فروری 1881ء کو فوت ہو گئے تھے، اس وقت تک نہ مرزا غلام احمد قادیانی نے مجدد ہونے کا دعوی کیا تھا، نہ مسیح و مہدی ہونے کا۔ اس وقت تک اس کا کفر و اسلام زیر بحث ہی نہیں آیا تھا، کفر کا فتوی کون دیتا۔

مولانا عبداللہ غزنوی مرحوم کا کوئی فتوی تکفیر دربارہ مرزا غلام احمد اس کرہ ارض پر موجود ہی نہیں ہے، سامنے کیسے لائیں گے؟ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر مضامین لکھنے والے اگر اپنی نگارشات ثقہ اہل علم کو اشاعت سے پہلے دکھا لیا کریں تو مناسب رہے گا۔

یہ کتنا بڑا حادثہ ہے کہ وہ لوگ تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر مضامین لکھ رہے ہیں جن کو یہ بھی معلوم نہیں کہ حکیم نور دین کی موت کے بعد جو شخص مرزائیوں کا دوسرا سربراہ بنا وہ مرزا بشیر احمد ایم اے نہیں بلکہ مرزا بشیر الدین محمود تھا، جیسا کہ جنگ لندن 7 ستمبر 1998ء کے مضمون میں انہوں نے لکھ دیا ہے:

1914ء میں حکیم نوردین رخصت ہوا، تو مرا غلام احمد قادیانی کا بیٹا مرزا بشیر احمد ایم اے خلیفہ مقرر ہوا۔ حالانکہ یہ بشیر احمد ایم اے اپنے باپ کی سوانح حیات سیرۃ المھدی کا مرتب تو ہے لیکن اسے کبھی خلافت امت مرزائیہ کے قریب نہیں آنے دیا گیا، سربراہی کا منصب مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا محمود احمد کے پاس رہا جسے بشیر الدین محمود بھی کہا جاتا ہے اور یہ شخص ایم اے، بی اے تو کیا، شاید میٹرک پاس بھی نہیں تھا۔

قارئین! ہم مفتی جمیل خان صاحب سے عرض کرنا چاہتے ہیں کہ مولانا محمد داؤد غزنوی کی خدمات اگرچہ تحریک ختم نبوت میں نہایت وقیع ہیں لیکن وہ تحریک کے سابقون الاولون میں نہیں ہیں، یہ مقام جن لوگوں کو حاصل ہے انہیں مفتی صاحب اور ان کے ہم قبیلہ فراموش کیے ہوئے ہیں۔ ہم ذیل میں ان چند اہل حدیث بزرگوں کا ذکر کرتے ہیں جنہوں نے انیسویں صدی کے آخری عشرے اور اس کے بعد بیسوی صدی کے ان آٹھ برسوں میں قادیانیت کے ردّ میں کام کیا جب کہ مرزا غلام احمد زندہ تھا۔ ان بزرگوں میں سب سے نمایاں نام مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کا ہے جیسا کہ مرزا غلام احمد نے ایک مرتبہ مولانا محمد حسین بٹالوی کی تحریروں سے تنگ آکر لکھا تھا:

دنیا میں کسی قوم میں کوئی ایسا شریف نہیں ہے کہ اگر وہ تمام گندے کاغذ جن کا نام اشاعۃ السنۃ اس نے رکھا ہے مع ان اخباروں کے پرچوں کے جو وقتاً فوقتاً اس شخص کے دوست ہم جنس جعفر زٹلی نے نکالے جن میں یہ گندی باتیں ہیں اس کے سامنے رکھی جائیں تو وہ یہ رائے ظاہر کر سکے کہ کوئی بھلا مانس اور نیک فطرت اور نیک اصل اور متقی اور شریف ایسی تحریروں کو روا بھی رکھ سکتا ہے... تمام تحریریں اس شخص اور اس کے دوست جعفر زٹلی کی موجود ہیں جس وقت کوئی مانگے میں پیش کر سکتا ہوں یہی شخص ہے جو فرقہ موحدین کا ایڈووکیٹ کہلاتا ہے، پس جب کہ اس فرقہ کے ایڈووکیٹ کے یہ حالات ہیں تو ان لوگوں کے حالات جن پر ان کا اثر ہے خود قیاس کر لیں، میں اس شخص (مولانا بٹالوی) کی سخت بدزبانیوں، گندہ دہنیوں سے سخت مظلوم اور ضرر رسیدہ ہوں۔

(روحانی خزائن جلد 15 تریاق القلوب صفحہ 328)

قارئین! مرزا غلام احمد کے دعوی مسیحیت کے بعد مولانا محمد حسین بٹالوی کے شب و روز اس کی تردید

میں گزرتے رہے،تقریر کے ذریعے،مباحثوں کے ذریعے،مضامین کے ذریعے،اخباری بیانات کے ذریعے، مرزااور مسلمانوں کو لکھے گئے خطوط کے ذریعے، دوردراز کے تبلیغی اسفار کے ذریعے،وہ تحریک ختم نبوت کے کام کو چلاتے اور آگے بڑھاتے رہے۔

نیز اس ضخیم فتوے کے علاوہ جو مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرتب کر کے حضرت سید محمد نذیر حسین محدث کی مہر کے ساتھ مرزا غلام احمد قادیانی کی تکفیر کے بارے میں شائع کرایا تھا اس کی درج ذیل تحریریں بھی تحریک ختم نبوت کے ابتدائی دور میں سامنے آئی تھیں۔قادیانی کی گیدڑ بھبکی۔اعاذہ رحمانی اور وساوس قادیانی۔درخواست مباہلہ۔اعتراض ودشنام دہی کا جواب۔قادیانی کی تازہ دروغ گوئی۔تبدیلی ناگہانی۔قادیانی پر فتح یابی اشاعۃ السنۃ کا شکرانہ۔لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔تکملہ مضمون لعنۃ اللہ علی الکاذبین۔حرام زادہ کے متعلق ایک سوال اوراس کا جواب۔فرضی زوجہ۔قادیانی اور عیسائیوں کی باہمی جنگ۔جنگ مقدس (مرزا کی تصنیف) پر اسلامی رائے۔خیالی مسیح اوراس کے فرضی حواری سے گفتگو۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کی یہ سب تحریریں انیسویں صدی کے آخری عشرے کی ہیں جب مرزا غلام احمد قادیانی خود زندہ تھا۔

مولانا محمد حسین بٹالوی کے علاوہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں جن اہل حدیث بزرگوں نے اس کے خلاف جہاد کیا ان میں یہ حضرات بھی شامل ہیں۔

حضرت سید نذیر حسین محدث جن کا فتوی تکفیر مشہور عالم ہے۔

مولانا اسماعیل علی گڑھی جن کی کتاب اعلاء الحق الصریح بتکذیب مثیل المسیح ہے۔

مولانا قاضی سلیمان منصور پوری جن کی کتابیں غایت المرام ۱۸۹۳ء اور تائید الاسلام ۱۸۹۸ء قادیانیوں کے تعاقب میں شائع ہوئیں۔

شیخ حسین بن محسن انصاری نزیل بھوپال جن کی کتاب الفتح الربانی مرزا کی زندگی میں شائع ہوئی۔

مولانا جعفر تھانیسری جنکی تائید آسمانی دررد نشان آسمانی 1892ء میں شائع ہوئی

مولانا محمد بشیر سھسوانی جن کی کتاب الحق الصریح فی اثباۃ حیاۃ المسیح 1891ء میں

دہلی میں ہونے والے مباحثہ کی روئیداد ہے۔

مولانا منشی الٰہی بخش لاہوری جن کی کتاب عصائے موسیٰ، مرزا غلام احمد کی زندگی میں شائع ہوئی۔

اس کے علاوہ مولانا عبدالحق غزنوی کے اشتہارات مرزا قادیانی کے خلاف شائع ہوتے رہے۔ایک اشتہار کا عنوان تھا ضرب النعال علی وجہ الدجال جو 1897ء میں شائع ہوا۔ڈاکٹر عبدالحکیم خان جو کسی خاص مسلک سے وابستہ معلوم نہیں ہوتے، لیکن وہ مولانا قاضی سلیمان منصور پوری کی تبلیغ سے مرزائیت سے تائب ہوکر مسلمان ہوئے تھے، المسیح الدجال نامی کتاب کے مصنف ہیں، جو مرزا غلام احمد کی زندگی میں شائع ہوئی۔

مولانا ابوالوفا ثناء اللہ امرتسری کی بے شمار کتابیں تردید مرزائیت میں موجود ہیں جو اکثر مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد شائع ہوئی تھیں لیکن کم از کم دو کتابیں مرزا کی زندگی میں سامنے آئیں جو یہ ہیں: الہامات مرزا۔ہفوات مرزا۔اس کے علاوہ اہل حدیث امرتسر میں ان کے مضامین مرزا کے خلاف مرزا غلام احمد کی زندگی میں شائع ہوتے رہے ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کی وہ تصانیف جو مرزا کی زندگی میں شائع ہوئیں وہ یہ ہیں۔تردید مغالطات مرزائیت (1902ء)۔سلم الوصول فی اسرار اسراء الرسول و نزول الملائکہ (1905ء) الخبر الصحیح عن قبر المسیح (1907ء) ختم النبوۃ بعموم الدعوۃ جامعۃ الشریعہ (1907ء) شہادۃ القرآن حصہ اول 1321ھ میں اور حصہ دوم 1323ھ ہیں۔

ان بزرگوں کے علاوہ جو اصحاب علم وفضل مرزا کی زندگی میں تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے، ان میں لکھوی خاندان کے مولانا حافظ محمد بن بارک اللہ، مولانا محمد حسین بن محمد بن بارک اللہ اور مولانا محی الدین عبدالرحمٰن شامل ہیں، ان علماء نے سید نذیر حسین محدث والے فتوی پر دستخط فرمائے اور تحریر وتقریر سے تحریک میں سرگرم رہے، مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی اپنے عقیدت مندوں کو لکھے جانے والے خطوط کے ذریعے بھی تحریک کا کام آگے بڑھاتے رہے اور آپ نے مرزا غلام احمد قادیانی کے نشان آسمانی والے چیلنج کا بھی دندان شکن جواب دیا تھا، جس کی تفصیلات اس مضمون سے پہلے گزر چکی ہیں۔

غزنوی خاندان کے جو علماء مرزا کی زندگی میں مرزائیت کے خلاف سرگرم عمل رہے ان میں امام عبدالجبار غزنوی، مولانا احمد بن عبداللہ غزنوی، مولانا عبدالصمد غزنوی، مولانا عبدالواحد غزنوی، مولانا عبدالرحیم غزنوی، مولانا عبدالغفور بن محمد بن عبداللہ غزنوی اوراس خاندان کے وابستگان میں سے مولانا عبدالحق غزنوی مباہل مرزا قادیان شامل ہیں۔ان غزنوی بزرگوں نے مرزا پر لگنے والے فتوی تکفیر پر دستخط فرمائے۔اپنے عقیدت مندوں اورعوام اہل اسلام کوتقریری طریق پراس فتنے سے آگاہ کیا۔ادھرادھر لکھے جانے والے خطوط اوراشتہارات کے ذریعے تحریک چلائی۔چاچڑاں والے پیرخواجہ غلام فرید کواس فتنے سے آگاہ کرنے کی کوشش فرمائی۔گولڑہ والے پیرصاحب جب 1900ء میں میدان میں اترے توان کے کاموں کی تحسین فرماکرانہیں اخلاقی حمایت فراہم کی اورمرزا غلام احمد سے امرتسر میں مباہلہ کر کے اسے انجام تک پہنچایا۔

قارئین!اہل حدیث علماء کاایک خاندان خان پورضلع ہزارہ میں آباد تھا جنہیں قاضیان خانپور بھی کہاجاتا ہے۔اس خاندان کے قاضی عبدالاحد بن قاضی محمد حسن، قاضی ابواسماعیل یوسف حسین اور قاضی محمد بن محمد حسن خانپوری تحریک ختم نبوت میں مرزا کے دوران حیات سرگرم رہے۔ان بزرگوں نے ہزارہ اور پنجاب کے علاقوں میں پوری جانفشانی سے تقریری اور تحریری محاذ پر کام کیا،اسی طرح راولپنڈی کے مولانا ہدایت اللہ اور پشاور کے مولانا حافظ محمد رمضان تلمیذ سید نذیر حسین محدث نے مرزا کی زندگی میں ردمرزائیت میں قابل قدر کام کیا۔اور جیراج پور کے مولانا سلامت اللہ اور رئیس لدھیانہ مولانا محمد حسن بھی اس محاذ پر سرگرم رہے۔،ان بزرگوں نے تکفیر مرزا کے فتوی پر دستخط بھی فرمائے۔دہلی سے مولانا عبدالمجید، مولانا حفیظ اللہ خان، سید ابوالحسن، سید عبدالسلام، مولانا تلطف حسین مرزا کی زندگی میں تحریری وتقریری محاذ پر سرگرم عمل رہے۔امرتسر میں مولانا ثناء اللہ مرحوم کے علاوہ مولانا احمد اللہ امرتسری، تحریک ختم نبوت میں سرگرم رہے اوران کا اسم گرامی ان بزرگوں میں شامل ہے جن کومرزا نے ۱۸۹۶ء کے مباہلے والے اشتہار میں مخاطب کیا ہے۔بنارس کے جو علماء مرزا کے دوران حیات اس کے خلاف سرگرم رہے ان میں مولانا محمد عبدالرحمٰن بنارسی اور مولانا حکیم محمد حسین بنارسی شامل ہیں۔عظیم آباد کے محدث حضرت مولانا محمد شمس الحق صاحب عون المعبوداور مولانا محمد اشرف علی بھی

تحریک کے سابقون الاولون میں شامل ہیں۔اورغازی پور کے استاد العلماء حافظ عبداللہ محدث (ف 1918ء)اور رحیم آباد کے مجاہد آزادی اور فاتح مناظرہ مرشد آباد مولانا عبدالعزیز (ف 1918ء) کو بھی تحریک کے ابتدائی دور سے ہی مرزا کا تعاقب کرنے کی سعادت حاصل ہے۔ بانی مدرسہ احمدیہ آرہ مولانا محمد ابراہیم تلمیذ شیخ الکل اور استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی بھی مرزا کے دوران حیات تحریک میں سرگرم رہے، ان بزرگوں نے فتوی تکفیر پر دستخط بھی فرمائے اور تقریری محاذ پر بھی گراں قدر کام کیا، پنجاب کے دیگر علماء اہل حدیث جن کو مرزا کی زندگی میں اس کے خلاف کام کی سعادت حاصل ہے ان میں مولانا عبیداللہ المعروف غلام حسن سیالکوٹی، مولانا محمد شاہ دین سوہدروی، مولانا حافظ محمد حسین مسجد چینیا نوالی لاہور، مولانا رحیم بخش مصنف سلسلہ تعلیم الاسلام اور مولانا محمد علی واعظ بوپڑی شامل ہیں۔

قارئین! اوپر جعفر زٹلی صاحب کا ذکر ہوا ہے، یہ مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے شاگرد اور دوست تھے۔ان کے ایک اور ساتھی ابوالحسن تبّتی تھے۔ یہ دونوں بزرگ قادیانیت کے تعاقب میں سرگرم رہتے تھے۔ تحریک میں ان کا کام بہت سے ایسے علماء سے زیادہ ہے جن کو اس میدان میں قائدین کی حیثیت سے پیش کیا جاتا ہے۔ مرزا صاحب ان سے از حد نالاں تھے، ان بزرگوں کی جانب سے شائع شدہ اشتہارات کی فہرست اس نے اپنی کتاب کشف الغطا (روحانی خزائن جلد 14 صفحہ 4-203) میں دی ہے اور ایک اشتہار اس نے اپنی ایک کتاب میں بطور نمونہ درج کیا ہے۔ہم اسے یہاں نقل کرتے ہیں، جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بزرگ کس طمطراق سے تحریک میں سرگرم تھے۔

> دجال کادیانی کو ڈگلس صاحب بہادر ڈپٹی کمشنر گورداسپورہ نے دبایا اور اس سے عہد لے لیا کہ آئندہ دل آزار الفاظ سے زبان کو بند رکھے (چنانچہ اشاعۃ السنۃ نمبر 9 جلد 18 کے صفحہ 259 میں بتفصیل بیان ہوا ہے) اور اس وجہ سے اس کو مجبوراً الہام کے ذریعہ لوگوں کی دل آزاری کو بند کرنا پڑا اور الہامی گولے چلانا، یا یوں کہو کہ گوز چھوڑنا ترک کرنا ضروری ہوا۔ اور پھر الہامی دلآزاری کے سوا اس کا کام بند ہونے لگا اور اس کی دوکانداری میں نقصان واقع ہوا تو یہ کام اس نے اپنے نائبین کے ذریعہ شروع کر دیا..اس کے چند نائبین ...لاہور ولدھیانہ وپٹیالہ وشملہ نے مولانا ابوسعید محمد...

حسین صاحب کے نام اس مضمون کے اشتہار جاری کیے ہیں کہ وہ بمقام بٹالہ کادیانی کے ساتھ مباہلہ کرلیں اور اس مباہلہ کا اثر ظاہر نہ ہونے کی صورت میں آٹھ سو پچیس روپئہ انعام لیں...میں ان لوگں کی جرات وحیا پر تعجب کرتا ہوں کہ باوجودیکہ مولانا مولوی صاحب اشاعۃ السنۃ نمبر 12,8 جلد 15 کے صفحہ 313,188,166 اور نمبر 3 جلد 18 کے صفحہ 86 اور دیگر مقامات میں کادیانی سے مباہلہ کے لیے مستعدی ظاہر کر چکے ہیں اور اس سے گریز وانکار اس کادیانی بدکار کی طرف سے ہوا ہے نہ مولانا موصوف کی طرف سے، پھر یہ لوگ کس منہ سے مولانا صاحب کو مباہلہ کے لیے بلاتے ہیں اور شرم وحیا سے کچھ کام نہیں لیتے۔اسی وجہ سے مولوی صاحب ان مجاہیل کی فضول لاف و گزاف کی طرف توجہ نہیں کرتے اور ان لوگوں کو مخاطب بنانا نہیں چاہتے۔البتہ ان کے مرشد دجال اکبر، اکذب العصر، سے مباہلہ کرنے کے لیے ہر وقت بغیر کسی شرط کے مستعد و تیار ہیں۔اگر کادیانی اپنی طرف سے دعوت مباہلہ کا اشتہار دے یا کم سے کم یہ مشتہر کر دے کہ اس کے مریدوں نے جو اشتہار دیے ہیں وہ اس کی رضامندی وترغیب سے دیے ہیں، اس میں مولوی صاحب ممدوح اپنی طرف سے کوئی شرط پیش نہیں کرتے، صرف کادیانی کی شرط و میعاد ایک سال کو اڑا کر یہ چاہتے ہیں کہ اثر مباہلہ اسی مجلس میں ظاہر ہو یا زیادہ سے زیادہ تین روز میں...اور قبل از مباہلہ کادیانی اس اثر کی تعیین بھی کر دے کہ وہ کیا ہوگا...اور درصورت نہ ہونے ظاہر اثر مباہلہ کی مولوی صاحب کچھ نقد انعام لینا نہیں چاہتے صرف وہی سزا تجویز فرماتے ہیں جو کادیانی نے عبداللہ آتھم کے متعلق پیشگوئی پوری نہ ہونے کی صورت میں اپنے لیے خود تجویز کی تھی کہ اس کا منہ کالا کیا جاوے، اس کو ذلیل کیا جاوے (دیکھو جنگ مقدس میں آخری پرچہ قادیانی کا صفحہ اخیر) پس ہم کو یہ شرط منظور ہے لیکن اس روسیاہی کے بعد اس کو گدھے پر سوار کر کے کوچہ بکوچہ ان چاروں شہروں میں پھرایا جاوے اور بجائے دینے جرمانہ یا انعام آٹھ سو پچیس روپئہ کے صرف آٹھ سو پچیس جوتے...حضرت اقدس (اکذب) کے سر مبارک پر رسید ہوں جن کو انہیں چاروں مواضع کے مرید...آپ کی نذر کریں اور اس کفش کاری اور پاپوش بازی کے بعد پھر گدھے کی سواری پر آپ کا جلوس نکلے اور آگے

آگے آپ کے مخلص مرید بطور مرثیہ خوانی یہ مصرع پڑھتے جاویں:

چرا کارے کند عاقل کہ باز آید پشیمانی.

اور یہ بیت اردو

اڑاتا خاک سر پر جھومتا مستانہ آتا ہے

یہ کھاتا جوتیاں سر پر مرا دیوانہ آتا ہے

راقم سید ابوالحسن تبّتی حال وارد کوہ شملہ سنجولی 31 اکتوبر 1898ء

ضروری نوٹ۔ یادداشتیں

عربی نویسی میں دجال کادیانی کا مقابلہ کرنے سے گریز یا اعراض کو جوان نائبین دجال نے مولوی صاحب موصوف کی طرف منسوب کیا ہے اس میں بھی ان گمناموں نے دجال اکبر کی سنت پر عمل کیا ہے، مولوی صاحب موصوف اپنے رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر 8 جلد 15 کے صفحہ 159 میں کادیانی کو عربی میں مقابلہ کے لیے للکار چکے تھے، پھر نمبر 12 جلد 15 میں کادیانی کی عربی نویسی کا اچھی طرح بخیہ ادھیڑ چکے ہیں مگر اس گروہ بے شکوہ نے شرم وحیا کو نصیب اعداء سمجھ کر ان دعاوی باطلہ و اغلیط عاطلہ کادیانی کا اعادہ کر کے گڑے مردے اکھاڑنے کو عمل میں لا کر لوگوں کو دھوکہ دیا ہے، ان میں ذرہ شرم ہوتی تو وہ اشاعۃ السنۃ کے ان مقامات کو پڑھ کر ڈوب مرجاتے اور پھر عربی نویسی کا دعوی زبان پر نہ لائے مگر یہاں شرم کہاں..

کادیانی کا مستجاب الدعوات ہونے کا جو ان شیخ چلی کے شاگردوں نے دعوی کر کے اس میں مولوی صاحب سے مقابلہ چاہا ہے اسکا جواب مولوی صاحب اشاعۃ السنۃ نمبر 1 جلد 14 میں 1891ء اور نمبر 1 جلد 16 بابت 1895ء کے صفحہ 145 وغیرہ میں دے چکے ہیں۔ مگر ان حیا کے دشمنوں نے حیا سے قسم کھا کر انہی پچھلی باتوں کا اعادہ شروع کر دیا ہے، ہم کہاں تک جوابات کا اعادہ کرتے جاویں۔

مولوی سید ابوالحسن صاحب تبّتی نے جواباً 825 روپیہ انعام کے بدلے آٹھ سو پچیس جوتے کادیانی کے لیے تجویز کیے ہیں، اس پر حضور اینجانب کی صاد ہے لیکن ساتھ ہی اس کے اس قدر رعایت ضروری ہے کہ اگر حضرت اقدس (اکذب) کادیانی اس قدر جوتوں کے بذات شریف ونفس نفیس متحمل نہ ہوسکیں اور سر مبارک حضرت اکذب کا گنجہ ہوجاوے یا جوتوں کی مار سے آپ کو الہامی قبض لاحق ہوجاوے تو باقی ماندہ آپ کے نائبین جنہوں نے گمنام اشتہارات دیے ہیں آپس میں اس طرح بانٹ لیں کہ لاہور والے مخلص گمنام پٹیالہ والوں کو اور لدھیانہ والے شملہ والوں کو اور پٹیالہ والے لدھیانہ والوں کو اور اس طرح وہ ایک دوسرے کو بطور ہمدردی مدد دیں، ہم اس پر اصرار نہیں کرتے کہ وہ سب کے سب جوتے حضرت اقدس (اکذب) ہی کے سر پر پورے کیے جاویں، یہ امر بحکم آیت: لا یکلّف الله نفساً الا وسعها ۔ہم کو پسندیدہ نہیں اور عام ہمدردی انسانی اور اصول اخلاق کے بھی مخالف ہے۔

.الراقم احقر العباد ملہم ربانی ملا محمد بخش لاہور 10 نومبر 1898ء

محمد بخش قادر مینجر اخبار جعفر زٹلی تاج الہند پریس، لاہور۔

قارئین! یہ تو وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں ہم جانتے ہیں کہ انہوں نے مرزا کو برسر میدان للکارا تھا، مفتی جمیل خان صاحب نے بھی ایک ایسے شخص کا ذکر کیا ہے لیکن ہمیں معلوم نہیں کہ اس شخصیت کی تحریک ختم نبوت میں کیا خدمات ہیں۔آپ ان کے مضمون سے دیے گئے اقتباسات میں سے وہ اقتباس دیکھیں جہاں انہوں نے مولانا داؤد غزنوی کے ساتھ قاضی ثناء اللہ پانی پتی کا ذکر کیا ہے اور ہم مفتی صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ ہماری معلومات میں اضافے کی خاطر براہ کرم اپنی کسی آئندہ تحریر میں پانی پتی صاحب کی خدمات تحریک پر بھی روشنی ڈال دیں، ممنون ہوں گے۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔نومبر دسمبر ۱۹۹۸ء۔ص۲۲۔۲۶)

خانپوراور گھڑیالہ

(۳۵)

تحریک ختم نبوت میں خانپور (ہزارہ، پاکستان) کے قاضی محمد حسن کے دو بیٹے قاضی محمد اور قاضی عبدالاحد، السابقون الاولون کے زمرہ میں شامل ہیں، آج کی نشست میں ہم ان کے مختصر حالات زندگی اور خدماتِ تحریک کا ذکر کرتے ہیں۔

قاضی محمد 3 مئی 1854ء بمطابق شعبان 1270ھ میں پیدا ہوئے، قاضی عبدالاحد ان کے بھائی ہیں، مقامی علماء سے پڑھ کر دونوں بھائی امرتسر امام عبدالجبار غزنوی اور وزیرآباد استاد پنجاب حافظ عبدالمنان کے پاس حاضر ہوئے اور زانوئے تلمذ طے کیا۔ تکمیل کے لیے دونوں بھائی شیخ الکل سیدنذیرحسین محدث کے ہاں دہلی حاضر ہوئے اور 1292ھ (1875)ء میں سندفراغت حاصل کی، اس کے بعدانہوں نے جموں جا کر حکیم نوردین سے (فتنہ مرزائیت کے ظہور سے قبل) علم طب کی تحصیل کی۔

1891ء میں مرزا غلام احمد کا دعوی مسیحیت سامنے آیا تو اہل حدیث علماء اپنے شیخ مولانا سیدنذیرحسین کی قیادت میں اس فتنے کی بیخ کنی کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے، مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم ومغفور نے تکفیر مرزا کا فتوی مرتب کیا اور اسے سیدنذیرحسین مرحوم کی مہر سے مزین کرایا۔ اسے جاری کرنے سے قبل جن علماء سے اس پر تائیدی دستخط کروائے ان میں خانپور کے یہ دونوں بھائی بھی شامل ہیں، یہ 1891ء کی بات ہے۔ ان دستخطوں کے باعث یہ دونوں سابقون الاولون میں شامل ہوگئے اور پھر تقریر وتحریر کے ذریعے تحریک میں سرگرم رہے۔ 1896ء میں وہ اس مقام پر پہنچ چکے تھے کہ مرزا غلام احمد قادیانی نے جن علماء عصر کو مباہلے کا چیلنج دیا ان میں قاضی عبدالاحد کا اسم گرامی بھی شامل ہے۔

قاضی عبدالاحد صاحب ایک مدت تک زیرہ میں مقیم رہے جہاں مرزائیوں کا بہت زور تھا، وہاں انہوں نے ایک مرزائی سے مباہلہ کیا اوران کا زور توڑ کر واپس وطن گئے، جب 1900ء میں پیر مہر علی شاہ صاحب مرزا کے مقابل ہوئے تو قاضی عبدالاحد نے ان کی ہر ممکن اعانت اور حوصلہ افزائی کی، یہ داستان پیر صاحب کے نام لکھے گئے اس خط میں محفوظ ہے جو قاضی صاحب نے 14 اگست 1907ء کو بذریعہ رجسٹری بھیجا تھا اور جس کی نقل انہوں نے اپنے رسالہ عشرہ کاملہ کے آخر میں درج فرمائی ہے۔ یہ خط اس وقت کا ہے جب پیر صاحب اور قاضی صاحب کے درمیان بعض معاملات میں اختلافات پیدا ہو گئے تھے، قاضی عبدالاحد صاحب نے پیر مہر علی شاہ صاحب کو مخاطب کرتے ہوئے اس خط میں لکھا:

میرے آپ کے دوستانہ تعلقات دیرینہ موجود تھے، مرزائیوں کے مقابلہ میں میں آپ کا دست راست بنا رہا، مرزا کے مقابلہ میں آپ کی ڈھارس بندھائی یہ کہہ کر کہ مقابلہ ہوا تو ہم خود کریں گے۔ 1900)ء میں لاہور آپ کا ہمراہی بن کر گیا، سیف چشتیائی کی تالیف میں آپ کی علمی مدد کی، مولانا محمد بشیر سہسوانی کی تصنیف ردمرزا (الحق الصریح فی اثباۃ حیاۃ المسیح) میں نے آپ کو مہیا کی جس سے آپ نے بھرپور استفادہ کیا لیکن اس کا ذکر کتاب میں نہ کیا۔ مرزا قادیانی کے قابل اعتراض اقوال کو اس کی متعدد تصانیف سے مولانا ہدایت اللہ صاحب صدر راولپنڈی سے یکجا لکھوا کر آپ کو دیے، حالانکہ آپ کے لیے یہ کام اگر محال نہ تھا تو مشکل ضرور تھا اور میں نے آپ کو کئی قلمی کتابیں برائے مطالعہ دیں اور بعض علمی کتابیں آپ کو بطور ہدیہ دیں۔

(تذکرہ علمائے خانپور، از قاضی محمد عبداللہ۔ لاھور 1985ء صفحہ 2-41)۔

قارئین! اس خط سے اہل حدیث بزرگوں کے طریق عمل پر روشنی پڑتی ہے، معلوم ہوتا ہے کہ نہ صرف وہ خود تحریک میں بڑھ چڑھ کر حصہ لیتے تھے، بلکہ دوسروں کو ساتھ لے کر چلنے کی کوشش بھی فرماتے تھے۔ اور جہاں انہیں امید ہوتی کہ چراغ جل اٹھے گا، دیا سلائی لے کر پہنچ جاتے تھے۔ عوام اور علماء کو سمجھاتے، انہیں

فتنے سے آگاہ فرماتے۔خواجہ غلام فرید آف چاچڑاں کو غزنویوں نے خط لکھے۔مولانا محمد حسین بٹالوی خود ان کے گاؤں سمجھانے کے لیے پہنچے۔پیر مہر علی شاہ کو خانپوریوں نے علمی مدد بہم پہنچائی،انہیں لاہور لاکر اس کے شانہ بشانہ کھڑے ہوئے۔اس سے پہلے مولانا بٹالوی نے برصغیر کے کونے کونے کا سفر کر کے علماء کو فتنہ قادیانیت سے آگاہ کیا۔سید نذیر حسین محدث کا فتوی ان کے سامنے رکھ کر معاملے کی حقیقت سمجھائی، 1891ء کے برصغیر میں نہ آج کے ذرائع رسل و رسائل تھے، نہ ہر طرف ریل گاڑیاں جاتی تھیں، نہ سڑکوں کا کوئی مربوط نظام تھا، نہ تیز رفتار کاریں تھیں،اس کے باوجود مولانا محمد حسین بٹالوی نے جون جولائی اگست ستمبر کے مہینوں میں ہزاروں میل کا سفر کیا، وہ لکھنو بنارس اور دہلی گئے، وہ پٹنہ، سیالکوٹ اور پنڈی گئے، وہ کسی تنظیم کے نمائندے نہیں تھے جو ان کے اخراجات برداشت کرتی ، اپنے اموال اور اوقات صرف کر کے اتنے دور دراز کے سفر اس لیے اختیار کیے کہ برصغیر کے علماء کو ساتھ لے کر چلا جائے۔وہ جہاں جہاں گئے وہاں کے علماء کے سامنے سید نذیر حسین محدث والا فتوی رکھا اور زبانی وضاحتیں فرما کر علماء سے تائیدی دستخط کروائے۔

قارئین!اس فتوی سے پہلے کسی قابل ذکر دیوبندی بزرگ کی کوئی تحریر یا فتوی مرزا کے خلاف موجود نہیں ہے۔(لدھیانہ والوں کو اس کے وارث دیو بندی یا دیوبند کے منتسبین میں سے شمار نہیں کرتے) اور مولانا خلیل احمد سہارنپوری مرحوم نے تو اقرار کر لیا تھا کہ ہمارے مشائخ شروع میں مرزا کے ساتھ ...حسن ظن رکھتے اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محل حسن پر حمل کرتے رہے اور مولانا اشرف علی تھانوی نے فرمایا تھا:

حضرت گنگوہی شروع میں نرم تھے،مرزا کی طرف سے تاویلیں کرتے تھے۔،

اللہ بھلا کرے مولانا محمد حسین بٹالوی کا کہ انہوں نے ان دیوبندی بزرگوں کو سید نذیر حسین محدث کا فتوی دکھا کر مرزا کے کذاب اور دجال ہونیکا قائل کیا اور جب ان بزرگوں نے مسند الوقت کا فتوی دیکھ لیا تو اس پر: یہ جواب (سید نذیر حسین کا) صحیح ہے۔، لکھتے ہیں۔یاد رہے کہ یہ الفاظ اس بزرگ کے ہیں جو اس فتوی سے پہلے مرزا غلام احمد کو مرد صالح قرار دیا کرتے تھے۔

قارئین!مولانا محمد حسین بٹالوی حضرت شیخ الکل کا فتوی ہر کس و ناکس کے پاس نہیں لے گئے تھے۔وہ

خود کہتے ہیں کہ بعض لوگ ایسے ہیں کہ وہ فیس پانچ روپئہ یا اس سے کمتر لے کر جو کوئی چاہے فتوی لکھ دیتے ہیں..ہم نے ایسے دستخط کرانا مصلحت نہیں سمجھا،بعض ایسے ہیں جن کی طرف سے ہم نے رجوع نہیں کیا...

(مقدمہ فتوی تکفیر مطبوعہ لاہور)

گویا جن لوگوں سے مولانا محمد حسین بٹالوی نے دستخط کرائے ہیں انہیں دراصل تحریک کے سابقون میں شامل ہونے کے اعزازات بانٹے ہیں۔ورنہ اس سے پہلے مولانا رشید احمد گنگوہی کی کوئی ایسی تحریر موجود نہیں تھی جس میں مرزا قادیانی کو کافر دجال یا کذاب قرار دیا گیا ہو،اسی لیے مرزا قادیانی کہا کرتا تھا کہ فتنہ تکفیر کا تمام تر بوجھ نذیر حسین کی گردن پر ہے، باقی لوگوں نے تو اس کی مطابقت میں یا اس کے اغوا سے فتوی پر دستخط کر دیئے ہیں اور اسی لیے ہم کہتے ہیں کہ انیسویں صدی کے آخری عشرے میں تحریک کی قیادت اور زمام کار اہل حدیثوں کے پاس تھی دوسرے لوگ ان کی مطابقت میں تحریک میں شامل ہوئے۔

قارئین!ہماری گزارشات میں یہ جملہ ہائے معترضہ آ گئے ہیں،اس پر ہم معذرت خواہ ہیں اور اس خط کی طرف چلتے ہیں جو قاضی عبدالاحد نے پیر مہر علی شاہ کو لکھا تھا۔پیر مہر علی صاحب گولڑوی اس خط میں درج حقائق کی تردید نہ فرما سکے،لیکن ان کے مریدوں کے لیے یہ بات برداشت سے باہر تھی، کیونکہ ان کے نزدیک ان کے پیر قبلہ عالم ہیں،یہی نہیں بلکہ ایک مرید ان کی عقیدت میں غلو کرتے ہوئے یہاں تک کہتا ہے:

میں نے خانہ کعبہ کو حضرت قبلہ عالم قدس سرہ کے گرد طواف کرتے دیکھا اور عرفات میں لوگوں کے حج آپ ہی کے توسل سے بارگاہ الہی میں پیش ہو کر مقبول ہوتے نظر آئے۔(مہر منیر صفحہ 130)۔

ایسے لوگ کس طرح برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے پیر صاحب کو ایک غیر مقلد کی جانب سے علمی امداد قبول کرنے کی ضرورت پڑے،انہوں نے واقعات کی تعبیر ہی الٹ دی اور لکھ دیا:

مولوی عبدالاحد خانپور ضلع ہزارہ کے باشندے تھے،طبابت کرتے تھے اور وہابیت کے الزام میں ترک وطن پر مجبور ہو کر راولپنڈی آ گئے تھے، جہاں گزر اوقات کی معقول سبیل نہ پا کر مولوی عبدالجبار غزنوی امرتسری کی سفارش پر دربار گولڑہ شریف میں چندے بطور مہمان اور طالب علم قیام پذیر رہے تھے، قادیانی معرکہ میں حضرت (پیر صاحب) کے ہمراہ لاہور بھی گئے تھے اور بعض

کتابوں کا سبق لینے کے لیے آپ کے درس میں بھی شامل ہوتے رہے۔ (مہر منیر صفحہ 265)۔

اب دیکھیے کہ مولوی عبدالاحد صاحب جناب امام عبدالجبار غزنوی استاد پنجاب حافظ عبدالمنان وزیر آبادی اور میاں صاحب دہلوی سے کسب فیض کر کے 1292ھ (1875ء) میں فارغ التحصیل ہوئے جب کہ پیر مہر علی صاحب ابھی طالب علم تھے۔ وہ اس کے تین سال بعد فارغ التحصیل ہوئے۔ گویا قاضی صاحب پیر صاحب سے عمر میں بڑے تھے۔ طالب علمی کے دوران بھی ان سے سینئر تھے اور ان سے پہلے فارغ التحصیل بھی ہو چکے تھے۔ اور اسکے بعد جموں جا کر طب بھی پڑھ آئے تھے۔ لیکن مہر منیر کا مرتب انہیں یوں پیش کرتا ہے کہ علم طب کی تکمیل کے بعد بھی وہ مہر علی شاہ صاحب کے حلقہ درس میں بطور طالب علم نظر آتے ہیں۔ کیا تانگے کو گھوڑے کی آگے باندھنے کی اس سے بہتر مثال بھی ہو سکتی ہے؟

قارئین! قاضی عبدالاحد نے ردمرزائیت میں نہایت قابل قدر تحریری کام بھی کیا۔ تذکرہ علمائے خانپور میں درج ذیل کتب، اشتہارات کے نام محفوظ ہیں۔

السیف المسلول فی نحر شاتم الرسول، صفحات 40 طبع راولپنڈی۔

اظہار مخادعت مسیلمہ قادیانی بجواب اشتہار مصالحت بولس ثانی صفحہ 32 طبع راولپنڈی 1901۔،

اغاثة الملهوف المكروب المسجون فی مصائد القادیانی المجنون۔، اشتہار کلما خرجت العقرب فاالنعل حاضرة۔ جب بھی بچھو اپنی بل سے باہر نکلے تو جوتا حاضر ہے۔

قارئین! خانپوریوں کے لیے اللہ کی بارگاہ میں جزائے خیر کی دعا کر کے اب ہم گھریالہ چلتے ہیں جہاں ایک بزرگ کا سطور ذیل میں آپ سے تعارف ہوگا۔

ان دنوں قادیانیوں کی طرف سے مباہلوں کے چیلنج سامنے آتے رہتے ہیں، ہم نے گزشتہ شمارے میں اس سلسلہ میں کچھ گزارشات کی تھیں آج کی نشست کے باقی ماندہ حصے میں ۱۹۳۱ء میں ہونے والی ایسی ہی ایک چیلنج بازی کی روئیداد سناتے ہیں جو قادیانیوں کو آئینہ دکھانے کی غرض سے حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناءاللہ

امرتسری کی تحریروں سے اقتباسات کی صورت میں پیش کی جا رہی ہے۔

ہوا یہ تھا کہ مرزائیوں کی طرف سے مباہلوں کے چیلنج سن سن کر بقول مولانا امرتسری جلسہ اہل حدیث بٹالہ میں سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی نے میاں محمود (خلیفہ قادیان) کو دعوت مباہلہ دی جس کے لیے وہی مقام (امرتسر) جہاں ان کے والد مرزا (غلام احمد) متوفی نے (مولانا عبدالحق غزنوی سے) مباہلہ معین کیا تھا اور تاریخ بارہ جون 1931ء مقرر کی۔

اس کے جواب میں میاں محمود احمد صاحب قادیانی نے بذریعہ اشتہار اعلان کیا کہ میں مباہلہ کرنے کو تیار ہوں، مگر بشرائط ذیل:

1۔ ہر فریق اپنے اتباع میں سے ہزار یا پانچ سو آدمی ساتھ لائے جو مباہلہ میں شریک ہوں، ان کے نام اور پتے پہلے بتائے جائیں۔

2۔ ہر فریق دو گھنٹے پہلے تقریر کرے جس میں مسئلہ حیات و وفات مسیح پر اور صداقت یا بطالت مرزا پر بحث ہو۔

3۔ یہ دو امر تو قطعی لاتبدیل ہیں، ان کے علاوہ اور امور کے تصفیہ کے لیے ایک کمیٹی بنے جس میں دو ممبر فریقین کے اور تین ممبران چاروں کے انتخاب سے کل سات ممبروں کی کمیٹی مبادی مباہلہ کا فیصلہ کرے۔

(مولانا امرتسری فرماتے ہیں) ہماری رائے میں جو بالکل واقعات پر مبنی ہے، میاں صاحب قادیانی نے بظاہر مباہلہ کا اقرار کیا ہے لیکن درحقیقت فرار۔

اس کی تفصیل بتانے کے لیے ہم پہلے مباہلہ کے تاریخی واقعات سناتے ہیں۔

کچھ شک نہیں کہ مباہلہ کا مسئلہ قرآن شریف میں آیا ہے، جہاں عیسائیوں کو کہا گیا ہے کہ ثم نبتهل فنجعل لعنة الله على الكاذبين ، آؤ ہم دونوں فریق اپنے اپنے عیال کو ساتھ لے کر بالمقابل دعا کریں جس میں جھوٹوں پر لعنت کریں۔

اس آیت کے اترنے کے بعد آنحضرت ﷺ نے یوں عمل کیا کہ حضرات علی، فاطمہؓ اور حسنؓ و حسینؓ کو ساتھ لیا اور فرمایا جب میں دعا کروں گا تو تم نے آمین کہنا (تفسیر معالم وغیرہ)۔ ہاں بطور خود شرکت کرنے والے اور اصحاب بھی موجود تھے۔ میاں محمود احمد صاحب نے ابن عساکر سے حضرات ابوبکر عمر عثمان وغیرہ کا ساتھ نکلنا نقل کیا ہے، وہ بطور شرکت تھا، بطور شرط نہیں تھا۔ اسی طرح ابوحیان سے کسی جماعت کا منقول قول بھی بطور واقعہ کے نہیں ہے بلکہ محض اس قائل کا خیال ہے واقعہ صرف یہی ہے جو تفسیر معالم وغیرہ میں مذکور ہے کہ حضور مع عیال خود میدان کی طرف تشریف لے گئے، مگر عیسائی نہ آئے، انہوں نے اس میں اپنی ہلاکت سمجھی۔ یہ تو ہے سنت نبویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیہ۔

اب سنیے مرزا صاحب نے مولوی عبدالحق غزنوی کے ساتھ مباہلہ کیسے کیا۔

مباہلہ سے پہلے کوئی تقریر نہیں کی کیونکہ مرزا صاحب سے اس بات کا فیصلہ ہو گیا تھا کہ تقریر کوئی نہ ہو۔ چنانچہ مرزا صاحب قادیانی کے الفاظ یہ ہیں:

مجھے منظور ہے کہ مقام مباہلہ میں کوئی وعظ نہ کروں گا۔

مولوی عبدالحق اکیلے تھے کیونکہ مرزا صاحب نے اعلان کیا ہوا تھا کہ مجھ کو اس شخص (غزنوی) اور ایسا ہی ہر ایک مکفر سے جو عالم یا مولوی کہلاتا ہے، مباہلہ منظور ہے۔

(اشتہار مئی 1893ء مندرجہ تبلیغ رسالت جلد 3 صفحہ 49۔)

اسی لیے میاں محمود احمد نے بھی حال ہی میں تسلیم کیا ہے کہ..حضرت مسیح موعود کے زمانہ میں ایک ایک آدمی کے ساتھ مباہلے ہوئے (الفضل 11 جولائی 1931ء صفحہ 7)۔ پس ہزار پانسو کی تعداد بطور شرط کے مقرر کرنا خلاف سنت نبویہ علی صاحبھا الصلوٰۃ والتحیہ اور اعمال مرزا کے بھی مخالف ہے، لہذا یہ اقرار نہیں بلکہ فرار ہے۔

ایک بات میاں محمود نے یہ بھی کہی ہے کہ سید محمد شریف صاحب نے تاریخ از خود مقرر کر لی اور مقام مباہلہ بھی خود ہی مقرر کر دیا جو ہم کو منظور نہیں۔ ہم دیکھتے ہیں میاں (محمود) صاحب اس عذر میں بھی راستی پر نہیں کیونکہ مرزا صاحب نے بھی (مولانا غزنوی والے مباہلے میں) مقام اور تاریخ خود ہی

مقرر کی تھی۔(تبلیغ رسالت جلد۳ص۵۰)

مرزا صاحب متوفی نے اپنی مقرر کردہ تاریخ پر یہاں تک اصرار کیا تھا کہ غزنوی مرحوم نے جب کسی وجہ سے تاریخ میں تبدیلی چاہی تو مرزا صاحب نے جواب میں لکھا اب ہرگز تاریخ تبدیل نہیں ہوگی، لعنة الله على من تخلّف منّا و ما حضر فى ذالك التاريخ واليوم والوقت (جو فریق مقررہ تاریخ اور وقت پر نہ آئے اس پر اللہ کی لعنت ہو)۔

نتیجہ: واقعات نبوی علی صاحبھا الصلوۃ والتحیہ اور افعال مرزائیہ سے مندرجہ ذیل نتائج صاف صاف نکلتے ہیں:

مباہلہ اکیلے ہوسکتا ہے۔

مباہلہ میں کوئی تقریر نہیں ہوگی۔

تاریخ اور وقت مقرر کرنا داعی کا حق ہے۔

پس ان وجوہ سے ہم خدا لگتی کہتے ہیں کہ میاں محمود صاحب مباہلہ کو ٹالتے ہیں جس کی وجہ بجز اس کے کوئی نہیں کہ انہوں نے اپنے باپ کی موت دیکھی ہوئی ہے، اس لیے وہ موت سے گھبراتے ہیں اور سید (محمد شریف) صاحب بزبان حال ان کو کہتے ہیں.

ان الموت الذى تفرون منه فانه ملاقيكم۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 7 اگست 1931 صفحہ 5-7)

مولانا ثناء اللہ امرتسری اس مباہلے کے چیلنج پر تبصرہ کرتے ہوئے ایک دوسرے مقام پر لکھتے ہیں:

عرصہ ہوا سری نگر کشمیر کے ایک دوست نے بتایا کہ ایک جگہ راستہ اتنا تنگ تھا کہ ایک ہی گھوڑا سوار گزر سکتا تھا۔ایک طرف سے انگریز آیا دوسری طرف سے ایک پٹھان سوار تھا، انگریز نے آواز دی، ہٹو پٹھان نے للکارا تم ہٹو، دو تین مرتبہ ایسا ہونے کے بعد انگریز نے کہا تم کون؟ پٹھان نے کہا ہم آفریدی، انگریز نے آفریدی نام سن کر ازراہ شفقت کہا، آئیے خان صاحب چلے آئیے۔

یہ ایک قصہ عبرت انگیز ہے، اس کی مثال آج ہمیں قادیان سے ملتی ہے، قادیانی جماعت ایک باقاعدہ جنگ جو ہے، جنگ سے مراد مذہبی مقابلہ ہے ہر ایک مذہب والے سے ان کا مقابلہ رہتا ہے، مقابلہ کی نوعیتیں دو ہیں، مباہلہ اور مباحثہ ہر ایک مخالف کو للکارا کرتے ہیں کہ آؤ ہم سے مناظرہ یا مباہلہ کرلو ورنہ ہم دعا کریں گے تم برباد ہو جاؤ گے، گویا قادیانی دعاؤں کا اثر بارہا معلوم ہو چکا ہے، خصوصاً محمد علی قاتل کی رہائی کے لیے جو تہجدیں پڑھ پڑھ کر دعایں مانگی گئیں، خلیفہ قادیان رو رو کر دعائیں مانگتے رہے، مگر جواب جو ملا وہ سب کو معلوم ہے کہ قاتل مذکور کو کھلے بندوں پھانسی دی گئی، باوجود اس کے قادیانیوں کا دعوی دعا گوئی ختم نہ ہوا، یہاں تک کہ خدا نے ایک آفریدی صفت بشکل سید محمد شریف ساکن گھریالہ کو آمادہ کیا جنہوں نے خلیفہ قادیان کو مباہلہ کی دعوت دی، جس کے جواب میں خلیفہ صاحب نے بڑی سوچ بچار سے خوب شرط شروط لگائیں جن میں بڑی ضروری شرط یہ تھی کہ فریقین کے ساتھ ہزار ہزار آدمی خاص اتباع سے شریک مباہلہ ہوں، لیکن جب اس کا جواب اہل حدیث 7 اگست 1931ء میں دیا گیا جس میں بتایا گیا کہ یہ شرط سنت نبویہ اور فعل مرزا کے بھی خلاف ہے تو آفریدی کے سامنے سے انگریز ہٹ گیا۔ پہلے تو اخبار الفضل میں بڑے زور سے لکھا جاتا تھا کہ مباہلہ میں شریک ہونے والوں کی بڑی تعداد میں مردوں بلکہ عورتوں کی بھی درخواستیں آرہی ہیں مگر افسوس ہے کہ اب نہ وہ مرد نظر آتے ہیں نہ عورتیں، نہ بوڑھے نہ جوان۔ وجہ کیا؟ یہی کہ اپنے والد ماجد کی موت کو یاد کر کے ڈرتے ہیں جو خواب میں ان کو کہتے ہوں گے من نکردم شما حذر بکنید۔

(اہل حدیث امرتسر 28 اگست 1931ء صفحہ 5-6)۔

اور غیر ضروری شرطیں عائد کر کے جب مرزا محمود صاحب مباہلے سے بھاگ گئے تو حکیم عبدالعزیز سیکرٹری انصار احمدیہ قادیان کی طرف سے ایک ٹریکٹ شائع ہوا جو مرزا محمود احمد کو مخاطب کر کے لکھا گیا تھا، اس کے چند فقرے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اہل حدیث امرتسر میں شائع فرمائے ملاحظہ فرمایئے۔

اگر آپ کو اللہ تعالی کے حضور خاص مرتبہ حاصل ہوتا تو سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی کے بالمقابل میدان مباہلہ میں نکلنے کی بجائے آپ ٹال مٹول نہ کرتے۔ اگر آپ کو اللہ تعالی کا غیر معمولی قرب حاصل ہوتا تو مولوی ثناء اللہ صاحب کے بالمقابل تفسیر نویسی سے راہ فرار نہ ڈھونڈتے۔

(اہل حدیث امرتسر 23 اگست 1940ء صفحہ 6)۔

قارئین! یہ سید محمد شریف صاحب گھڑیالوی جن کے مقابلے میں مباہلہ سے قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرزا محمود احمد قادیانی نے فرار اختیار کیا تھا، پنجاب کے نامور اہل حدیث علماء میں سے تھے، ضلع لاہور میں واقع گھڑیالہ کے یہ صوفی مشرب عالم دین متحدہ پنجاب کی جماعت اہل حدیث کے امیر تھے اور ان کا انتخاب 30 جولائی 1930ء کو موضع کیر پور ضلع امرتسر میں منعقد ہونے والے ایک اجلاس میں ہوا تھا ان کے مقام و مرتبے کا اندازہ اس بات سے بھی لگایا جاسکتا ہے کہ جب تنظیم کے یہ امیر منتخب ہوئے تھے مولانا محمد داؤد غزنوی اور مولانا محمد اسماعیل سلفی آف گوجرانوالہ اس کے کارکن علماء میں شامل تھے، آپ کی وفات 1944ء میں ہوئی۔ اللهم اغفرله وارحمه۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔جنوری ۱۹۹۹ء ص ۲۵۔۲۸)

تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں

(۳۶)

ناظرین کرام! ہماری گزارشات کا سلسلہ تین سال قبل شروع ہوا تھا۔ ہم چاہتے تھے کہ 1891ء یعنی تحریک ختم نبوت کے سال آغاز سے آپ کو بتائیں کہ ابتداء کن بزرگوں نے کی، پھر 1892ء میں کون سے دیگر اکابرین تعاونوا علی البر پر عمل کرتے ہوئے تحریک کی صفوں میں شامل ہوئے اور ان کی کیا خدمات رہیں، 1893ء میں کن مزید اہل علم کو تحریک میں کام کرنے کی سعادت حاصل ہوئی اور اس طرح سن وار تحریک کی تاریخ کم از کم مرزا غلام احمد کی موت (1908) ء تک بیان کی جائے۔

چونکہ 1891ء در حقیقت اہل حدیث کارکنوں کی مساعی جمیلہ کا سال ہے اور تقریباً یہی حال 1892 کا ہے، اس لیے ہمارے مضمون کی ابتدائی اقساط میں زیادہ تر حضرت مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا عبدالحق غزنوی (مع دیگر غزنوی اکابرین) مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی، مولانا محمد بشیر سھسوانی اور حضرت میاں صاحب محدث دہلوی کا ذکر ہوا۔ یہ وہ بزرگ ہیں جنہیں تحریک کے عام تذکروں میں ہمارے حنفی دوست یا تو شامل ہی نہیں کرتے، یا پھر مقصدان میں سے بعض کی تنقیص ہوتا ہے نہ کہ اعتراف خدمت۔ ان بزرگوں کی جگہ جن اکابرین کا ذکر ہوتا ہے وہ پیر مہر علی شاہ، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا انور شاہ کشمیری، مولانا عطاء اللہ شاہ وغیرھم ہیں۔ ہم نے اپنی ابتدائی اقساط میں ان کا ذکر اس لیے نہیں کیا کہ ان بزرگوں کی خدمات بعد کے برسوں کی ہیں، ہم ان کا ذکر مناسب موقع پر کرنا چاہتے تھے، تاہم بعض بزرگان کو ہماری یہ روش پسند نہ آئی کیونکہ اس طرح السابقون الاولون ہونے نیز تحریک کے محرکین اور قائدین ہونے کا اعزاز پیر مہر علی گولڑوی، مولانا سید انور کشمیری، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرھم کی بجائے درج بالا علمائے

اہل حدیث کے نامہ اعمال میں سج جاتا۔انہوں نے برطانیہ سے شائع ہونے والے ایک رسالے کا خصوصی شمارہ ہماری نذر کردیا جسے شکریہ کے ساتھ قبول کرنے کے سوا ہم کچھ نہ کر سکے۔اس رسالے میں لایعنی اور بچگانہ اعتراضات میزائلوں کی صورت ہماری طرف داغ کر چھ نکات کھڑے کیے گئے اور

تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں ایسے تو حالات نہیں

پھر ہمیں اپنے اصل موضوع کے ساتھ ساتھ یہ حسابات بھی چکانے پڑے،اس پر ہندوستان سے شائع ہونے والے ایک رسالے میں ایک حنفی بزرگ ناصح کے روپ میں جلوہ گر ہوگئے۔انہوں نے اہل حدیثوں کو ایک طرح سے مشورہ دیا کہ قادیانیت کے تعاقب کی تحریک کا ذکر اہل دیوبند اگر اس طرح کرتے ہیں کہ جیسے اس میں ان کے بزرگوں کے سوا کسی اور حصہ کا نہ ہو،تو تم پھر بھی چپ کر کے سنتے رہو کہ تمہارے بولنے سے اتحاد امت پر ضرب پڑتی ہے۔اور انہوں نے دیوبندیوں کو کہا کہ یہ جو تمہارے کہنے کے مطابق اہل حدیث کی خدمات تحریک ختم نبوت میں صفر ہی نہیں بلکہ (وہ) قادیانیت اور قادیانی کے معاون اور مددگار رہے ہیں، واقعہ بھی ہے،تو کہنے کا نہیں ہے۔

کاش اس بزرگ ناصح نے بھوپال (ہند) سے شائع ہونے والے دین مبین کا جولائی 1997ء کا تحفظ ختم نبوت کے سلسلے میں 96 صفحات پر مشتمل خصوصی شمارہ بھی دیکھا ہوتا۔یہ رسالہ جو دیوبندی ادارے جامع عربیہ اسلامیہ کا نقیب ہے اور قاسمی حضرات کے زیر ادارت شائع ہوتا ہے،اس کے خصوصی شمارے میں ہفت روزہ ترجمان دہلی 3 نومبر 1997ء کے مطابق قادیانیت اور اس کے افکار و عقائد پر بحث کی گئی ہے، قادیانیت کی سرکوبی کے لیے جو کچھ کیا گیا اس کا بھی ذکر کیا گیا ہے لیکن شروع سے آخر تک کہیں بھی علماء اہل حدیث کی خدمات یا کم از کم علامہ محمد حسین بٹالوی یا شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا ذکر یا نام تک نہیں آیا ہے۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ مرتبین کی نگاہ سے اس میدان میں علماء اہل حدیث کی خدمات کا کوئی ورق نہیں گزرا..دلچسپ بات یہ ہے کہ اس خصوصی شمارہ میں رد قادیانیت کا انسائیکلو پیڈیا مرتب کرتے وقت حلقہ ادارت کو حوصلہ نہیں ہوا کہ وہ مرزا غلام احمد قادیانی کے انتقال کا اہم ترین واقعہ درج کرتے،محض اس ڈر سے کہ اس میں شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نام اور ان کی ذات والا صفات زیر بحث آئے گی کہ اس عظیم شخصیت

نے مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کے دین کو منطقی انجام تک پہنچایا۔

ہمارے بزرگ ناصح نے اس دیوبندی رسالے کو دیکھا ہوتا اور تحریک ختم نبوت کے مستند لٹریچر کا مطالعہ بھی کیا ہوتا تو وہ ہمیں اور اپنے دیوبندی بھائیوں کو درج بالا نصیحتیں نہ کرتے، اس کی بجائے وہ ہمیں فرماتے کہ بہاء الدین تم اپنی اقساط کا حجم بڑھاؤ اور جلد جلد انیسویں صدی کا آخری اور بیسویں صدی کا پہلا عشرہ ختم کرو، اور پھر دوسرے تیسرے اور چوتھے عشرے میں مولانا سید انور شاہ کشمیری، مولانا مرتضیٰ حسن چاند پوری، مولانا عطاء اللہ شاہ بخاری وغیرھم کا ذکر کرو۔ اپنے دیوبندی بھائیوں کو فرماتے کہ تم اپنے تذکروں میں لکھو کہ

1۔ مرزا غلام احمد کی فتح اسلام وغیرہ طبع ہونے سے پہلے ہی مولانا محمد حسین بٹالوی جنوری، فروری 1891ء میں اس کے دعویٰ مسیحیت کی تردید کی خاطر خم ٹھونک کر میدان میں نکل پڑے تھے۔

2۔ مولانا محمد حسین بٹالوی جولائی 1891ء میں لدھیانہ میں مرزا غلام احمد کے ساتھ علمی طور پر بھی دو دو ہاتھ کر چکے تھے۔

3۔ مولانا محمد بشیر سھسوانی اکتوبر 1891 میں دہلی میں ہونے والے مباحثے میں مرزا غلام احمد کو چاروں شانے چت گرا چکے تھے۔

4۔ مولانا محی الدین عبدالرحمٰن لکھوی 1892ء میں روحانی مقابلے کا چیلنج قبول کر کے مرزا قادیانی کو مرقع عبرت بنا چکے تھے۔

5۔ مولانا عبدالحق غزنوی، مرزا غلام احمد سے 1893ء میں دوبدو مباہلہ فرما چکے تھے۔

6۔ انہی ابتدائی سالوں میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مرزا غلام احمد کے تفسیر نویسی کے چیلنج کو قبول کر کے اس سے راہ فرار اختیار کروا چکے تھے۔

۷۔ مولانا ثناء اللہ امرتسری مرزا کا تفسیر نویسی کا چیلنج قبول فرما چکے تھے۔

8۔ اعجاز احمدی میں دیے گئے چیلنج کہ مولوی ثناء اللہ مباحثہ کے لیے قادیان نہیں آئے گا، کے جواب میں مولانا ثناء اللہ امرتسری قادیان پہنچ کر مرزا کو فبهت الذی کفر کی زندہ تصویر بنا چکے تھے۔

9۔ مرزا غلام احمد کی موت سے ایک روز قبل لاہور میں مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے مسلمانوں کی

طرف سے آخری چیلنج کر کے مرزا کو اس قدر لاچار کر دیا تھا کہ وہ اذ کففت بنی اسرائیل عنك (اے عیسی اس احسان کو بھی یاد کیجیے کہ میں نے بنی اسرائیل کو تم پر قابو نہ پانے دیا) کی روشنی میں کیے گئے سوال کا جواب اپنی امت پر قرض چھوڑ کر دنیا سے رخصت ہو گیا تھا۔

10۔زیارت حرمین کیے بغیر لاہور میں مرزا غلام احمد کا مر جانا قاضی سلیمان منصور پوری کی اس پیش گوئی کی تصدیق تھا کہ چونکہ مرزا مسیح موعود نہیں ہے اس لیے اسے حج نصیب نہیں ہوگا۔

نیز ہمارے بزرگ ناصح کو چونکہ اتحاد امت میں پڑنے والی دراڑوں کی بہت فکر ہے اس لیے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس کے سد باب کے لیے یہ تجویز بھی فرماتے کہ دیو بندی، بریلوی، اہل حدیث اور مسلمانوں کے دیگر طبقات، جن کے اکابرین نے کسی بھی صورت یا دور میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا ہو، اپنے نمائندگان پر مشتمل ایک بورڈ بنائیں، موصوف بورڈ سیکرٹری کے فرائض سرانجام دیں گے، پھر نمائندہ اہل علم کی مجالس منعقد ہوں، جن میں تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر وجود میں آنے والے سارے لٹریچر کا جائزہ لیا جائے اور اس کے بعد ایک مستند اور حتی الامکان متفقہ دستاویز تیار کی جائے، جس میں نہ اکابر پرستی ہو، نہ تاریخ سازی، نہ کسی کے حقیقی کام کو مسخ کیا جائے، نہ کسی کے چہرے پر لیپا پوتی کی جائے، الفرقان والے اب بھی توجہ فرمائیں۔اگر پہلے کسی وجہ سے وہ یہ تجویز نہیں دے سکے تو اپنے دیو بندی اور بریلوی اخوان سے مشورے کے بعد اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھائیں، ہم انتظار کریں گے۔

قارئین! جیسا کہ ہم کہہ چکے ہیں کہ ہمارا ارادہ سن وار تحریک کی تاریخ بیان کرنا تھا، تاہم ناقدین کے جوابات کی صورت میں جملہ ہائے معترضہ درمیان میں آتے گئے اور ہم اس وجہ سے 1893ء سے تا حال باہر نہیں نکل سکے۔اب ہم چاہتے ہیں کہ 1893ء تک کا قصہ جلد نپٹا دیں تا کہ آگے بڑھا جا سکے، اس لیے آج کی نشست میں چند گزارشات مرزا غلام احمد کی کتاب ازالہ اوہام پر جو 1891ء میں شائع ہوئی تھی اور چند گزارشات لدھیانہ کے علماء کے اس فتوی پر کرتے ہیں جو دیو بندی حضرات کے بقول 1884ء میں جاری ہوا تھا۔

ازالہ اوہام میں مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنے نشانوں میں سے ایک نشان یہ لکھا ہے کہ جس طرح یہود

کی بے عملی اور بد عملی کے زمانے میں حضرت مسیح ؑ حضرت موسیٰؑ سے چودہ سو سال بعد آئے تھے، اسی طرح میں بھی مسلمانوں کی بدعملی کے زمانے میں آنحضرت ﷺ سے چودہ سو سال بعد مسیح موعود ہو کر آیا ہوں۔ اس بارے میں اس کے اصل الفاظ یہ ہیں:

جب توریت کا مغز یہودیوں کے دلوں سے اٹھ گیا تھا وہ زمانہ حضرت موسی سے چودہ سو برس بعد تھا، تو مسیح ابن مریم یہودیوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا۔ پس ایسے ہی زمانہ میں یہ عاجز (مرزا) آیا جبکہ قرآن کا مغز مسلمانوں کے دلوں سے اٹھایا گیا، یہ زمانہ بھی اس زمانہ کے قریب قریب گزر چکا تھا جو حضرت موسی اور عیسی کے درمیان تھا۔ (ازالہ اوہام طبع اول صفحہ 692)

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں یہ عبارت بآواز بلند کہہ رہی ہے کہ مسیح محمدی کی تشریف آوری کا زمانہ بقول مرزا پندرھویں صدی ہجری ہے اور مرزا جو تیرھویں صدی میں آیا تھا کس طرح مسیح موعود ہو سکتا ہے، اس کا جواب دیتے ہوئے الفضل 7 جنوری 1940 صفحہ 1 پر مرزائیوں نے لکھا کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب نے اصل دلیل کے خلاف تو ایک لفظ نہیں لکھا اور ضمنی بات سے یہ استدلال کرنا اپنا کارنامہ سمجھ لیا کہ مسیح موعود کی تشریف آوری کا زمانہ آنحضرت ﷺ کے انتقال سے چودہ سو سال بعد یعنی پندرھویں صدی ہجری ہے، حالانکہ کسی چیز کی مماثلت ثابت کے لیے دونوں کا ہو بہو ہونا ضروری نہیں۔

مولانا نے جواباً فرمایا اچھا صاحب ہم مانے لیتے ہیں کہ تعداد سنین کا لحاظ ضروری نہیں صرف گمراہی کا زمانہ مراد ہے۔ کیا آپ کو معلوم نہیں کہ مرزا صاحب نے گمراہی کے زمانے کی بابت کیا لکھا ہے اور کس زمانے کو سخت ترین گمراہی کا زمانہ قرار دیا ہے... مرزا صاحب متوفی نے دنیا کی کل عمر 7 ہزار سال بتا کر لکھا ہے کہ ہزار ششم ضلالت کا ہزار ہے اور چودھویں کے سر تک ختم ہوتا ہے۔ (لیکچر سیالکوٹ صفحہ 7)

اس حوالے کے بعد مولانا ثناء اللہ، مرزائیوں کو یوں مخاطب کرتے ہیں۔

اگر بقول آپ کے زمانے کی تحدید ضروری نہیں بلکہ گمراہی کے زمانے میں مصلح آنا چاہیے تو مرزا صاحب کو مسیح موعود بن کر چھٹے ہزار میں آنا چاہیے تھا۔ لیکن آپ تشریف لائے تو ساتویں ہزار میں۔ چنانچہ آپ

کے الفاظ یہ ہیں کہ

ساتواں ہزار ہدایت کا ہے جس میں ہم موجود ہیں۔

(حوالہ مذکور اہل حدیث امرتسر 19-26 جنوری 1940ء صفحہ 6-7)

مولانا ثناء اللہ امرتسری مزید فرماتے ہیں قضیہ مرکبہ کی نقیض رفع احد الجزئین سے ہو جاتی ہے... منطق کی کتب میں یہ مسئلہ مصرح ملتا ہے۔

نقلی (شرعی) دلیل چاہو تو سنو نماز چند اجزا (قیام، رکوع، سجود، قعدہ) سے مرکب ہے، کیا یہ صحیح نہیں کہ ایک جز کے عدم سے نماز کا عدم لازم آئے گا؟

بالکل ٹھیک ہے۔ ہر کہ شک آرد کافر گردد

اہل علم غور فرمائیں کہ علامت دو جزؤں سے مرکب ہے، ایک جزء بقول مرزا صاحب مسلمانوں کی قرآن شریف سے جہالت (مغز اٹھا لیا گیا ہے)۔ دوسرا جزء اس زمانے میں مساوات (حضرت موسی اور حضرت عیسی کے درمیان فاصلہ) پوری یا قریب قریب۔ مرکب کے دو جزؤں میں سے اگر بقول جماعت قادیانیہ ایک جزء جہالت مسلمانوں میں پایا جا رہا ہے تو دوسرے جزء کا کیا ثبوت کہ مرزا صاحب چودہ سو سال کے بعد آنا تو کیا ان کو تو تشریف لے گئے ہوئے بھی بتیس سال ہو گئے۔ (یعنی وہ آنے کے وقت سے برسوں پہلے ہی رخصت بھی ہو گئے، یاد رہے کہ مرزا صاحب 1325ھ میں مر گئے تھے)۔ اس لیے یہ مرکب کیسے صادق آ سکتا ہے۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری پھر کہتے ہیں ہمارا اعتراض تو یہ ہے کہ مرزا صاحب چودہ سو سال بعد نہیں آئے بلکہ پہلے آئے۔ ابھی ہم نے ان کے آنیکا زمانہ نہیں بتایا تھا کہ قادیانی اخبار الفضل نے جواب دیتے ہوئے اوکھلی میں سر رکھ دیا، یعنی خود ہی ایک اور آفت میں پھنس گئے، لکھتے ہیں کہ چودہ سو سال بعد مسیح کا آنا عیسائیوں کا خیال ہے، یہودیوں کا اس کے خلاف ہے، یہودی حضرت عیسی کی بابت چودھویں صدی میں آنا کہتے ہیں، چنانچہ اخبار الفضل آپ ہی حقیقۃ الوحی سے نقل کرتا ہے کہ.. مرزا صاحب 1290ھ میں شریف مکالمہ پا چکے تھے۔ اور پھر کس دلیری سے لکھتا ہے کہ تیرھویں صدی کے خاتمے پر جو کام ہو وہ چودھویں صدی میں گنا جاتا

ہے۔(الفضل 11 جنوری 1940ء) (مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں) مرزا صاحب خود اپنے شرف مکالمہ الہیہ کا زمانہ 1274ھ لکھتے ہیں:

ازالہ اوہام صفحہ 675 تقطیع خرد طبع اول..اس لحاظ سے آپ بجائے پندرھویں صدی کے تیرھویں صدی میں تشریف لے آئے، کیا تیرھویں صدی کو پندرھویں صدی کہہ دینا جائز ہے؟ بیشک اس جماعت کے نزدیک جائز ہے جو دمشق کو قادیان کہنا جائز سمجھتی ہے؟(اہل حدیث امرتسر 2 فروری 1940 صفحہ 6-7)

قارئین! اسی ازالہ اوہام کے صفحہ 155 پر مرزا صاحب لکھتے ہیں

اگر یہ عاجز مسیح موعود ہونے کے دعوی میں غلطی پر ہے تو آپ لوگ کوشش کریں کہ مسیح موعود جو آپ کے خیال میں ہے انہی دنوں میں آسمان سے اتر آئے کیونکہ میں تو اس وقت موجود ہوں مگر جس کے انتظار میں آپ لوگ ہیں وہ موجود نہیں اور میرے دعوی کا ٹوٹنا صرف اسی صورت میں متصور ہے کہ اب وہ آسمان سے اتر آئے تا میں ملزم ٹھہر سکوں۔آپ لوگ اگر سچ پر ہیں سب مل کر دعا کریں کہ مسیح ابن مریم جلد آسمان سے اترتا دکھائی دے۔اگر آپ حق پر ہیں تو یہ دعا قبول ہو جائے گی، کیونکہ اہل حق کی دعا مبطلین کے مقابلہ میں قبول ہو جایا کرتی ہے، لیکن آپ یقین سمجھیں کہ یہ دعا ہرگز قبول نہیں ہوگی، کیونکہ آپ غلطی پر ہیں۔

اس پر شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری پہلے تو پوچھتے ہیں کہ

کیا آپ کی دعا محمدی بیگم کے حق میں قبول ہوئی؟ پھر کہتے ہیں غور کرنے کا مقام ہے کہ اگر کوئی فرعون خدائی دعوی کر کے یہی دلیل پیش کرے کہ اگر میں خدا نہیں تو دعا کر کے خدا اتار لاؤ۔تو کیا اس کا جواب ایسا ہی مشکل نہ ہوگا جیسا کہ مرزا صاحب کے اس سوال کا کہ اگر مسیح زندہ ہے تو اس کو ابھی آسمان سے اتار لاؤ مشکل ہے، کیونکہ کسی میں ایسی طاقت نہیں کہ خدا کو یا مسیح کو اتار سکے۔، پھر کیا اس عجز سے اس فرعون کا دعوی ثابت ہو جائے گا۔اور مرزا صاحب جو فرماتے تھے کہ میں تو اس وقت موجود ہوں، اگر عیسی اس وقت نہ اترے تو میرا دعوی نہیں ٹوٹ سکتا۔اب یہ بات کون کہے گا کہ مرزا صاحب تو آنجہانی بن گئے۔(اہل حدیث امرتسر 24 جولائی 1931ء صفحہ 5-6)

قارئین! ازالہ اوہام کی بات چل رہی ہے اس لیے اس کے مندرجات کے متعلق مولانا امرتسری کی ایک اور تحریر پڑھتے چلیں، مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

مرزا صاحب نے اپنے ازالہ (اوہام) میں ایک چیلنج دیا ہوا ہے کہ جو شخص بتائے کہ توفی فعل کا فاعل اللہ ہو اور مفعول ذی روح ہو، اس وقت اس کے معنی سوائے موت کے کچھ اور بھی ہوتے ہیں، تو اس کو ایک ہزار روپیہ انعام دیا جائے گا، یہی چیلنج مباحثہ مونگ (نزد منڈی بہاؤ الدین) میں قادیانی مناظر نے میرے سامنے کیا تھا، جس میں ایک سو اپنا بھی ملایا تھا، میں نے وہ چیلنج پر سر اجلاس منظور کر کے کہا تھا کہ انعام رقم امین کے پاس رکھواؤ اور جواب کی تنقید کے لیے کوئی منصف منظور کرو، یہ جواب سن کر ساری پارٹی ایسی مبہوت ہوگئی کہ آج تک اسے ہوش نہیں آیا۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 27 فروری 1931ء صفحہ 11)۔

قارئین! ازالہ اوہام کے چند اقتباسات پر تبصروں کے بعد اب ہم لدھیانہ چلتے ہیں۔ کہتے ہیں کہ وہاں کے علماء نے 1301ھ 1884ء میں مرزا غلام احمد پر کفر کا فتوی دیا تھا، ہم نے کچھ عرصہ قبل پوچھا تھا کہ وہ فتوی کہاں ہے؟ اس سوال کا جواب ہم نے تو تاحال نہیں سنا، قارئین میں سے کسی نے سنا ہو تو ہمیں بھی بتا دیں، نہیں سنا تو ہمارے ساتھ مل کر علمائے دیوبند سے درخواست کریں کہ جس فتوی کو آپ نے اتنے برسوں سے امام غائب کی طرح چھپا رکھا ہے، گھڑی بھر کے لیے ہی باہر لے آؤ، لحظہ بھر ہی کے لیے اس کے رخ روشن سے نقاب اٹھا دو، مانا کہ وہ تمہاری بہت قیمتی دستاویز ہے، تم اس پر کسی کا سایہ بھی نہیں پڑے دینا چاہتے، چلو دور سے ہی دکھا دو، اس کی فوٹو کاپی شائع کر دو، ہم اتنے پر ہی اکتفا کر لیں گے دیکھیں تو سہی وہ دستاویز کتنی بڑی ہے، کس کس کی مہر سے مزین ہے، کون کون سے دلائل سے مرزا قادیانی کے کس کس دعوی کی تردید کی گئی ہے اور کس بنا پر 1884ء کے مرزا غلام احمد کو کافر قرار دیا گیا ہے، ابھی تک تو یہ دستاویز سامنے نہیں لائی گئی، نہ معلوم کتنا انتظار کرنا پڑے گا۔

ناظرین! مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی نامی ایک بزرگ نے تا ہم ہمارے درج بالا سوال سے پہلے اس موضوع پر قلم اٹھایا تھا، وہ فرماتے ہیں:

اب یہاں پر علماء لدھیانہ کی طرف سے مرزا غلام احمد قادیانی پر فتوی تکفیر کی تفصیلات بیان کی جاتی ہیں، مرزا کا اپنے آپ کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار اور پیغمبروں کی نانیاں دادیاں کو فاحشہ بتلانا (فتاوی قادریہ صفحہ 25) فتاوی قادریہ کے مصنف مولانا محمد لدھیانوی صفحہ 26 پر مختصراً وجہ تکفیر بیان فرماتے ہیں... یعنی جو کفریات اس کے صاف صاف آیات قطعیات کے مخالف ہیں، ان پر ان کے ایمان کی بنیاد ہے، جیسا کہ ازالہ اوہام میں عیسی علی نبینا وعلیہ الصلوۃ والسلام کو یوسف نجار کا بیٹا لکھا ہے اور جو خدا تعالی جل شانہ نے ان کے معجزات مثل احیاء اموات ...وغیرہ وغیرہ جن کا ذکر قرآن شریف میں موجود ہے ان سب کو اس قادیانی نے مشرکانہ خیال لکھ کر منکر قرآن ہو کر اپنا کفر ظاہر کر کے زمرہ مرتدین میں داخل ہوا۔ (فتاوی قادریہ صفحہ 26) مولانا محمد لدھیانوی کی اس تحریر سے پتہ چل سکتا ہے کہ کس بنیاد پر مرزا غلام احمد پر کفر کا فتوی دیا گیا۔

(پہلا فتوی تکفیر، مرتبہ ابن انیس حبیب الرحمٰن ۱۹۹۷ء صفحہ ۶۷)

یعنی جن وجوہ کی بنا پر 1301ھ 1884ء میں لدھیانہ کے علماء نے بقول ابن انیس مرزا پر فتوی کفر لگایا تھا وہ درج ذیل ہیں:

مرزا کا خود کو مسیح موعود کہنا، معجزات قرآن کا انکار، پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کو فاحشہ بتلانا، مسیح کو یوسف نجار کا بیٹا قرار دینا وغیرہ۔

اب ہم اس بات کا جائزہ لیں گے کہ آیا واقعتاً یہ وجوہ 1301ھ 1884ء میں منظر عام پر آ چکی تھیں، یا ابھی تک مضمون در بطن شاعر تھا۔

قارئین ۱۸۸۴ء تک مرزا کی کتاب براہین (چہار جلد) کے سوا کوئی اور قابل ذکر کتاب شائع نہیں ہوئی تھی اور اس کتاب کے متعلق ابوالحسن علی ندوی فرماتے ہیں کہ

اس میں مرزا صاحب حضرت مسیح کے آسمان پر جانے اور دوبارہ اترنے کا اقرار کرتے ہیں، یعنی وہ حیات مسیح کے قائل ہیں اور خود مسیح یا مثیل مسیح ہونے کے قائل نہیں، نیز یہ کہ مرزا صاحب حضور نبی کریم ﷺ کی ختم نبوت کے قائل اور کسی جدید نبوت اور کسی جدید وحی کا انکار کرتے ہیں۔

(قادیانیت، مطالعہ وجائزہ لکھنو 1966ء صفحہ 9-58)

اور خود مرزا غلام احمد قادیانی لکھتا ہے میں نے براہین احمدیہ میں یہ بھی اعتقاد ظاہر کیا تھا کہ حضرت عیسی پھر واپس آئیں گے۔ (روحانی خزائن ایام الصلح، تصنیف جنوری 1899ء جلد 14 صفحہ 272)

گویا براہین کے زمانے کا مرزا غلام احمد نہ وفات مسیح کا قائل تھا، اور نہ خود مسیح ہونے کا دعویدار۔ مسیح ہونے کا دعوی اس نے پہلی مرتبہ فتح اسلام اور توضیح مرام میں کیا جو 1891ء میں طبع ہوئیں، پیغمبروں کی نانیوں دادیوں کے متعلق اس کے غلط ریمارکس اس کے بھی بعد کی بات ہے اور وہ ضمیمہ انجام آتھم میں شائع ہوئے جو 1896ء کی تصنیف ہے، ازالہ اوہام نامی کتاب جس کا ذکر مولانا ابن انیس حبیب الرحمٰن لدھیانوی کی تحریر میں کیا گیا ہے وہ 1891ء کے نصف آخر یعنی ستمبر 1891ء میں طبع ہوئی، گویا وہ باتیں جن کی بنا پر بقول ابن انیس صاحب، مرزا غلام احمد پر 1884ء میں فتوی تکفیر لگایا گیا تھا وہ 1884ء میں موجود نہیں تھیں بلکہ 1891ء اور 1896ء میں سامنے آئیں۔ 1884ء میں جب بنیاد موجود نہ تھی تو عمارت کیسی؟ کیا وہ یہ باور کرانا چاہتے ہیں کہ 1891ء اور 1896ء کے سال 1884ء سے پہلے آگئے تھے؟ قارئین ہم آسٹرونومسٹ ہیں نہ نیورولوجسٹ، اس لیے کچھ کہنے سے قاصر ہیں کہ کیلنڈر الٹا چل رہا تھا یا کسی کا میٹر۔

قارئین! بحث کا اختتام ہم ایک دیوبندی بزرگ ہی کی تحریر سے کرتے ہیں، یہ بزرگ مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوری ہیں، جو مرزا غلام احمد قادیانی کی دوسری شادی کا ذکر کرتے ہوئے دہلی جانے والی بارات کے شرکاء کے متعلق لکھتے ہیں:

یہ بات سمجھ نہیں آتی کہ مرزا صاحب ایسے وقت میں جبکہ علماء امت نے ہنوز مرزا کے کفر وارتداد کا فتوی صادر نہیں کیا تھا اور مرزا صاحب بھی اب تک اپنے نہ ماننے والوں کو کافر قرار نہیں دیتے تھے، کسی مسلمان کو (بارات کے ساتھ دہلی) ساتھ نہ لے گئے ہوں۔

(رئیس قادیان جلد اول صفحہ 86)

یہ نکاح 27 محرم 1302ھ بروز پیر نومبر 1884ء ھوا تھا۔

(سیرۃ المھدی حصہ اول صفحہ 8-57)

ابن انیس مولانا حبیب الرحمان کہتے ہیں کہ 1301ھ میں لدھیانہ کے علماء نے فتوی تکفیر مرزا جاری کر دیا تھا، مولانا رفیق دلاوری فرماتے ہیں کہ 1302ھ میں بھی علماء امت کی طرف سے تکفیر مرزا کا فتوی صادر نہیں ہوا، ہم کیا کہیں؟ یا تو فتوی موجود نہیں تھا یا مولانا رفیق دلاوری لدھیانہ والوں کو زمرہ علماء میں شامل نہیں سمجھتے، کوئی صاحب دیوبندی بزرگوں کی ان تحریروں سے جنم لینے والے معمے کو حل کرنے میں ہماری مدد فرمائے تو ہم ممنون ہوں گے۔

قارئین: چلتے چلتے ہم آپ کو بتاتے چلیں کہ لدھیانہ والوں کے ایک فتوے کا ہمیں بھی علم ہے جو مولوی محمد لدھیانوی نے 1300ھ میں دیا تھا۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جیسے لہسن کھانے والے کو مسجد میں داخلہ دینا منع ہے، اسی طرح غیر مقلدوں کو، کیونکہ ان کے آنے سے مسجد میں فتنہ فساد برپا ہو جاتا ہے اور خدا مفسدوں کو پسند نہیں کرتا، یہ فتوی جامع الشواہد نامی کتاب میں موجود ہے، غیر مقلدوں کو مسجدوں میں داخلہ سے روکنے کا فتوی دینے کا مطلب یہ ہے کہ ان لدھیانویوں کی مسجد میں حضرت الامام ابوحنیفہ آنا چاہیں تو ان کے لیے دروازہ بند ہوگا، حضرت امام مالک وہاں نماز کی ادائیگی کے لیے چلے جائیں تو لدھیانوی انہیں دھکے مار کر نکال دیں گے، صحابہ یا تابعین میں سے کوئی بزرگ ادھر آنکلیں تو وہاں، غیر مقلدوں کا داخلہ بند ہے کا بورڈ لگا ہوا دیکھ کر لوٹ جائیں گے اور خلفاء راشدین کو تو میلوں دور سے ہی وارننگ دے دی جائے گی کہ اس طرف قدم بڑھانے کی بھی جرات نہ فرمایئے گا کیونکہ یہ شخصیات غیر مقلد ہونے کی وجہ سے لہسن والے اس فتوے کی زد میں آتی ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری ۱۹۹۹ء ص ۱۳۔ ۱۶)

وہابیوں کے اکابرین اور دیو بندیوں کے اکابرین

(۳۷)

دہلی یونیورسٹی کے ڈاکٹر کے ایم اشرف لکھتے ہیں

1803ء میں دہلی میں لارڈ لیک کی آمد کے ساتھ علماء کی تاریخ میں ایک نئے باب کا آغاز ہوا، جب انہیں قرآن کے اصولوں اور احکام شریعت کی روشنی میں برطانوی حکمرانوں کی نسبت مسلمانوں کی شرعی حیثیت کی وضاحت کرنے کو کہا گیا۔ یہ کوئی آسان کام نہ تھا، کیونکہ شریعت میں کوئی ایسا تصور ہی نہیں ہے کہ جہاں مسلمانوں کے محکوم ہونے کا سوال ہو۔ خوش قسمتی سے شاہ ولی اللہ کی جانشینی قابل اور نڈر شاہ عبدالعزیز کے حصے میں آئی، جس نے بلا تامل اعلان کیا کہ دہلی سے کلکتہ تک سارا ملک نصرانیوں کے قبضہ میں چلا گیا ہے، وہ مطلق العنان اور اعلی اقتدار کے مالک ہیں، جبکہ حیدرآباد، لکھنو اور رام پور کے نام نہاد مسلمان حکمران ان کے رحم و کرم پر ہیں، دوسرے لفظوں میں ہندوستان شرع کی رو سے دارالسلام نہیں رہا اور اب اسے دارالحرب تصور کرنا ہوگا۔

ڈاکٹر اشرف صاحب مزید لکھتے ہیں:

اس سے کلیۃً ایک نئی اور نازک صورت حال پیدا ہوگئی کیونکہ جب ہندوستان کو دارالحرب قرار دیا گیا تو مسلمانوں پر یہ فرض ہوگیا کہ وہ یا تو انگریزوں کے خلاف جہاد کریں یا کسی آزاد مسلم ملک کو ہجرت کر جائیں۔ اس کے سوا کوئی اور چارہ نہیں تھا۔ اگر کسی ناگریز سبب کی بنا پر انہیں انگریزوں کے تحت رہنا ہی پڑے تو انہیں انگریزی حکومت کا تختہ الٹنے کے لئے ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے۔
(انقلاب 1857 لاھور 1995ء صفحہ 101-102۔)

اس فتوے کی بنیاد پر حضرت سید احمد بریلوی نے خاندان ولی اللہی کے نامور فرزند شاہ محمد اسماعیل کے ساتھ مل کر وہ عظیم تحریک شروع فرمائی جسے تحریک مجاہدین اور وہابی تحریک کے نام سے یاد کیا جاتا ہے، یہ تحریک انیسویں صدی کی تیسری دہائی سے بیسویں صدی کی پانچویں دہائی تک کبھی دھیمے انداز میں، کبھی زور وشور کے ساتھ، استخلاص وطن از بیگانگان بعید الوطن کے مقصد سے جاری رہی۔ ہندوستان میں مسلمانوں کا ایک طبقہ اوپر ذکر کردہ صورتوں میں سے کسی نہ کسی صورت میں اس تحریک میں کام کرتا رہا۔ یعنی کچھ لوگ ہند چھوڑ کر آزاد علاقوں میں نکل گئے اور وہاں انگریز کے خلاف میدان کارزار گرم کیے رہے، کچھ لوگ ان سرگرم کار مجاہدین کے لیے مال ورسد کی سپلائی اور نئے رنگروٹوں کی بھرتی کے لیے پورے ملک میں خفیہ طور پر گھومتے رہتے اور کچھ لوگ اپنے گھروں میں رہتے ہوئے دامے درمے سخنے اس تحریک سے خفیہ تعاون کرتے رہے۔

قارئین: لکھوی خاندان کے کچھ علماء، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا محمد ابراہیم آروی، مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور (عام خیال کے برعکس) مولانا محمد حسین بٹالوی ایسے لوگ ہیں جو تحریک مجاہدین کی صفوں میں خفیہ طور پر شامل تھے اور تحریک ختم نبوت کے السابقون الاولون میں بھی شامل ہیں۔ اور تحریک مجاہدین کے وہ لوگ جو منظر عام پر آ گئے تھے، ان میں بھی ایک شخصیت ایسی ہے جو تحریک ختم نبوت کے سابقون میں شامل ہے، ان کا اسم گرامی محمد جعفر تھانیسری ہے، آج کی نشست میں اسی شخصیت اور اس کے حوالے سے کچھ مجاہدین کی تحریک کا ذکر قارئین کی نذر کرنا مقصود ہے۔

آپ کا نام محمد جعفر، والد کا نام میاں جیون، اور آپ تھانیسر ضلع انبالہ میں 1832ء میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں ہی والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ 1856ء تک تحریک مجاہدین میں باقاعدہ طور پر داخل ہو چکے تھے۔ خاندان سعادت علماء صادق پور کے معتمد علیہ اور تحریک کے رازہائے سربستہ کے امین تھے۔ سرحد میں برسر پیکار مجاہدین کو روپیہ اور افراد کی فراہمی آپ کے ذمہ تھی، اپنی کتاب کالا پانی میں لکھتے ہیں:

> 1863ء کے آخر کی بات ہے کہ مغربی ہند کی سرحد کے قریب انگریزی سرکار کی زبردستی کی وجہ سے ایک عظیم جنگ شروع ہوگئی، جنرل چیمبرلین صاحب اس جنگ کے سپہ سالار تھے، امبیلے کی گھاٹی میں پہنچ کر سرکاری فوج کو شدید مشکلات کا سامنا کرنا پڑا، تقریبا سات ہزار کشت وخون میں تڑپ

گئے، خود جنرل چیمبرلین شدید مجروح ہوئے، پنجاب کی تمام چھاؤنیوں کی فوج کو اس جنگ میں جھونک دیا گیا تھا۔ وائسرائے ہند اپنی اس حرکت پر نادم ہو کر راہی ملک عدم ہوا۔ اور ہندوستان بے گورنر ہو گیا، ایسے نازک وقت میں 11 دسمبر 1863ء کو ایک ولائتی افغان غزن خان نے (مخبری کی کہ) تھانیسر کا نمبردار محمد جعفر مجاہدین کی روپیہ اور آدمیوں سے مدد کر رہا ہے۔

اس اطلاع کے بعد آپ کی گرفتاری علی گڑھ سے عمل میں آئی اور آپ کو بیڑیاں ہتھکڑیاں اور طوق مع زنجیر پہنا کر دہلی پہنچایا گیا، جہاں اقرار جرم اور مجاہدین کے نام و پتے بتانے کے لیے آپ پر کئی روز تک اس قدر تشدد کیا گیا کہ ایک روز کا حال لکھتے ہوئے خود فرماتے ہیں:

آٹھ بجے صبح سے لے کر آٹھ بجے رات تک مجھ پر اس قدر مار پیٹ ہوئی کہ شائد کسی پر ہوئی ہو۔ لیکن بفضلہٖ تعالیٰ میں نے سب کچھ برداشت کر لیا اور ہر دم اپنے رب سے دعا کی۔ اے رب ذوالجلال یہ امتحان کا وقت ہے تو مجھے ثابت قدم رہنے کی توفیق عنایت فرما۔

اپریل 1864ء میں انبالہ میں مقدمہ شروع ہوا، آپ کے علاوہ مولانا عبدالرحیم صادق پوری، مولانا یحیی علی صادقپوری وغیرھم بھی ملزمین کے کٹہرے میں تھے 2 مئی 1864ء کو سیشن جج نے فیصلہ سنایا، مولانا جعفر فرماتے ہیں کہ

جج نے سب سے پہلے میری طرف مخاطب ہو کر کہا کہ تم بہت عقل مند، ذی علم، قانون دان، نمبردار اور رئیس ہو، تم نے اپنی ساری عقل مندی اور قانون دانی کو سرکار کی مخالفت میں خرچ کیا، تمہارے ذریعے سے سرکار کے دشمنوں کو آدمی اور روپیہ جاتا تھا، تم نے انکار بحث سے کام لیا اور سرکار کی خیر خواہی کا قطعاً دم نہیں بھرا، اور فہمائش کے باوجود تم نے قطعاً سرکار کی خیر خواہی نہ کی، لہذا تمہیں پھانسی دی جائے گی، تمہاری کل جائیداد بحق سرکار ضبط ہوگی، تمہاری لاش بھی وارثوں کو نہیں دی جائے گی، بلکہ نہایت ذلت کے ساتھ جیل کے گورستان میں گاڑ دی جائے گی اور تمہیں پھانسی پر لٹکتا ہوا دیکھ کر بہت خوش ہوں گا۔ (کالا پانی۔ صفحہ 67)۔

فیصلہ سن کر آپ نے فرمایا: جان لینا اور دینا خدا کا کام ہے، آپ کے اختیار میں نہیں ہے، وہ رب

العزت قادر ہے کہ میرے مرنے سے پہلے آپ کو ہلاک کردیے،

مولانا کہتے ہیں کہ کرنا خدا کا یہ ہوا کہ جج چند ہی دن بعد نا گہانی موت سے راہی ملک عدم ہوگیا۔،

مزید فرماتے ہیں کہ

پھانسی کا حکم سننے پر اتنی خوشی ہوئی کہ شاید ہفت اقلم کی سلطنت ملنے پر بھی اس قدر مسرور نہ ہوتا، میرے بعد مولانا یحیی علی صاحب کو یہی سزا ہوئی اوران کو بھی میں نے نہایت ہشاش بشاش پایا، اس روز ضلع انبالہ کی کچہری کا تمام احاطہ خلقت سے بھرا ہوا تھا، جب جج حکم سنا کر خاموش ہوا تو سپاہی مجھے کہنے لگے کہ تمہیں تو پھانی کا حکم ملا ہے، لہذا تمہیں تو رونا چاہیے لیکن تم ہشاش بشاش ہو، میں نے جواب دیا، میری یہ بشاشت شہادت کی امید کی وجہ سے ہے، جوسب سے بڑی نعمت ہے۔

فرماتے ہیں:

16 ستمبر تک ہم پھانسی گھروں میں رہے، صدہا صاحب لوگ اور میم ہمیں دیکھنے کے لیے روزانہ پھانسی گھروں میں آتے اور پوچھتے کہ تمہیں تو بہت جلد پھانسی ہوگی پھر تم اس قدر خوشی کا اظہار کیوں کرتے ہو، ہم کہتے کہ ہمارے مذہب میں خدا کی راہ میں مارے جانے پر شہادت کا درجہ ملتا ہے اوراس وجہ سے ہم خوش ہیں، 16 ستمبر کو ڈپٹی کمشنر انبالہ پھانسی گھروں میں تشریف لائے اور چیف کورٹ کا حکم پڑھ کر سنایا کہ تم لوگ پھانسی کی سزا کو بہت محبوب سمجھتے ہو اوراسے شہادت تصور کرتے ہو اس لیے حکومت تمہیں تمہاری پسندیدہ سزا دینے کیلیے تیار نہیں، لہذا تمہاری پھانسی کی یہ سزا حبس دوام بعبور دریائے شور سے بدلی جاتی ہے،۔

اس حکم کے ساتھ ہی ہمیں پھانسی گھروں سے نکال کر دوسرے قیدیوں کی بارکوں میں بھیج دیا گیا۔اور جیل خانہ کے دستور کے مطابق ہماری داڑھی مونچھ اورسر کے بال تراش کر ایک منڈی بھیڑ کی طرح بنادیا۔،

میں نے اس وقت دیکھا کہ مولانا یحیی علی صاحب اپنی داڑھی کے کترے ہوئے بالوں کو اٹھا کر کہتے تھے، افسوس نہ کر، تو خدا کی راہ میں پکڑی گئی اوراسی کے واسطے کتری گئی۔

مولانا جعفر تھانیسری مزید فرماتے ہیں کہ

22 فروری 1865ء کو ہم لاہور جیل کی طرف روانہ ہوئے۔ جوگیانہ گیروانہ لباس زیب تن، کالا کمبل اوڑھے ہوئے بیڑی و ہتھکڑی کے زیور سے آراستہ و پیراستہ منزل در منزل اور کوچ در کوچ یہ قافلہ عشاق سوئے منزل رواں دواں تھا، ہم ہرنوں کی طرح چوکڑیاں بھرتے چلے جاتے تھے، لدھیانہ، پھلور، جالندھر اور امرتسر سے ہوتے ہوئے لاہور پہنچے۔ جب شالامار باغ کے سامنے پہنچے تو ہر ایک نے اپنا اپنا من بھر کر جو جی چاہا سو کھایا، کیونکہ جیل کی کال کوٹھڑیوں میں معمول کے کھانے کے علاوہ اور چیزیں ملنی محال بلکہ جرم تھیں ...سینٹرل جیل لاہور میں پہلے سے موجود بیڑیوں اور ہتھکڑیوں کے علاوہ سپرنٹنڈنٹ کے حکم سے ہمارے دونوں پاؤں کے دونوں کڑوں کے درمیان ایک لمبا آڑہ ڈنڈا بھی ڈال دیا گیا جس کی وجہ سے چلنا پھرنا، اٹھنا بیٹھنا نہایت مشکل ہو گیا اور رات کو پاؤں پسار کر سونا بھی نہایت محال ہو گیا، لاہور سے ملتان لے جایا گیا اور وہاں سے ایک کشتی کے ذریعے کراچی روانہ کر دیا گیا۔

اس سفر میں مولانا فرماتے ہیں کہ

بیڑی ہتھکڑی اور ڈنڈے تو پہلے سے زیب تن تھے یہاں ایک بڑی موٹی آہنی زنجیر ہماری بیڑیوں کے درمیان پھنسا دی گئی، جس کی وجہ سے اٹھنا بیٹھنا محال تھا، پاخانہ پیشاب بھی اپنی اپنی جگہوں پر بیٹھے ہوئے کرتے تھے، اس وقت تقریباً آدھا آدھا من لوہا ہمارے جسم پر تھا، اگرچہ دریائے سندھ ہمارے زیر پا ٹھاٹھیں مار رہا تھا لیکن ہم اس قدر مجبور تھے کہ وضو کرنے کی بھی توفیق نہ تھی، لہذا پڑے پڑے تیمّم سے نمازیں پڑھتے تھے۔ ایک ہفتہ کراچی میں ٹھہرے اور پھر آٹھویں روز ہمیں بحری جہاز میں بوریوں کی طرح بھر کر بمبئی بھیج دیا گیا۔ 8 دسمبر 1865ء کو بمبئی سے بذریعہ جہاز کالا پانی روانگی ہوئی اور 11 جنوری 1966ء کو جہاز پورٹ بلیر انڈمان پہنچ گیا۔

ناظرین! جس انڈیمان (کالا پانی) میں مولانا محمد جعفر تھانیسری نے تقریباً 18 سال قید کاٹی اس کے متعلق ہم مولانا فضل حق خیر آبادی کی کتاب الثورۃ الہندیہ سے ایک اقتباس پیش کرتے ہیں جس سے آپ کو

معلوم ہوگا کہ یہ کرب وبلا کا کیا مقام تھا، وہ لکھتے ہیں:

کالا پانی وہ جگہ ہے جہاں سورج ہمیشہ سر پر ہی رہتا تھا....اس کی نسیم صبح بھی گرم وتیز ہوا سے زیادہ سخت، اوراس کی نعمت زہر ہلاہل سے زیادہ مضر تھی، اس کی غذا حنظل سے زیادہ کڑوی، اس کا پانی سانپوں کے زہر سے بڑھ کر ضرر رساں، اس کا آسمان غموں کی بارش کرنے والا، اس کا بادل رنج وغم برسانے والا، اس کی زمین آبلہ دار، اس کے سنگریزے بدن کی پھنسیاں اوراس کی ہوا ذلت وخواری کی وجہ سے ٹیڑھی چلنے والی تھی...ہوا بدبودار اور بیماری کا مخزن تھی، مرض سستا اور دوا گراں، بیمار کے علاج، تندرست کی بقاء صحت اور زخم کے اندر مال کی کوئی صورت نہ تھی، بخار موت کا پیغام۔ جب کوئی مرجاتا ہے تو نجس وناپاک خاکروب...اس کی ٹانگ پکڑ کر کھینچتا ہوا غسل وکفن کے بغیر اس کے کپڑے اتار کر ریگ کے تودے میں دبا دیتا ہے۔

(الثورۃ الہندیہ باغی ہندوستان از فضل حق خیرآبادی ترجمہ عبدالشاہد شروانی، مکتبہ قادریہ لاہور 1974 صفحہ 93-291۔)

قارئین: اس جگہ کو انگریزوں نے وہابیوں کی کالونی بنا دیا تھا، وہابی مجاہدین کے بڑے بڑے لیڈران جرائر میں مصائب وآلام اور ظلم وستم کا تختہ مشق بنے رہے۔ بہت سے یہیں آسودہ خاک ہوگئے، وہاں اے کلاس یا بی کلاس قید کا رواج نہیں تھا، لیکن کسی نے معافی نہیں مانگی، نہ لالچ کو قبول کر کے حق کا ساتھ چھوڑا، نہ ہی مصائب سے گھبرا کر راہ حق سے ہٹنا پسند کیا، خود ہنٹر کہتا ہے کہ انہوں نے کبھی وفاداری کا اظہار کیا نہ ہم سے کوئی رعایت طلب کی۔(ھمارے ہندوستانی مسلمان)۔

قارئین: وہابی مقدمات کے تقریبا پچاس سال بعد کچھ لوگ حجاز سے گرفتار کروا کر انگریزوں نے مالٹا میں نظر بند کیے تھے، ان بزرگوں کو ان کے معتقدین شیخ الہند، شیخ الاسلام، شیخ العرب والعجم وغیرہ کے القاب سے نوازتے ہیں اور مالٹا کی اسیری کی بنا پر انہیں تحریک آزادی کے نمایاں ترین لیڈروں میں شمار کرتے ہیں۔، ہمیں ان بزرگوں کی خدمات سے انکار نہیں ہے لیکن کیا کیجیے کہ یہ بزرگ کوئی مشقت کرنے کے بجائے وہاں وقتاً فوقتاً انگریز حاکموں کے حضور رعائتوں کے حصول کے لیے درخواستیں دیتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں۔اور

یہ روایات بھی خود ان اسیروں میں سے ایک یعنی مولانا حسین احمد مدنی کی زبانی ہیں، آپ ملاحظہ فرمائیں اور خود فیصلہ کیجیے کہ وہابیوں کے اکابرین اور دیوبندیوں کے اکابرین میں سے تحریک آزادی میں خدمات اور قربانیوں کے ضمن میں کون کس مقام پر کھڑا ہے، مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں:

ایک روز مولانا (محمود الحسن) کو آفس میں بلایا گیا اور کمانڈر نے کہا کہ ہمارے پاس آپ کے لیے خاص طور پر حکم آیا ہے کہ آپ کی خاطر داری غائت درجہ کریں اور جو مراعات اور حقوق فوجی کپتان کے کیے جاتے ہیں وہ آپ کے ساتھ ملحوظ ہوں، اس لیے ہم آئندہ ان کا اہتمام کریں گے، اگر آپ کو کوئی ضرورت یا شکایت ہو تو بیان فرمایئے.. ہم نے اگلے دن ایک مفصل عرضی لکھی جس کا خلاصہ یہ تھا کہ ہم گرم ملک کے رہنے والے ہیں، مالٹا نہایت سرد جگہ ہے۔ ہم لوگوں کو ان سرد ملکوں میں آب و ہوا مناسب نہیں ہوتی، جبکہ میں کسی قسم کا واقع میں مجرم نہیں ہوں تو جلد آزاد کر دیا جاؤں (یا) ہندوستان منتقل کر دیا جاؤ، (یا) مصر کے ان شہروں میں مجھ کو رکھا جائے جہاں پر سردی زیادہ نہیں ہوتی، مجھ کو میرے رفقاء کو کھانے کی سخت تکلیف ہے۔ ہم گوشت کھانے کے عادی ہیں مگر موجودہ گوشت ہمارے مذہب کے بالکل خلاف ہے، مالٹا سے اگرچہ زیادہ حیوان منگانے کی ہم کو اجازت دے دی گئی ہے مگر وہ اس قدر گراں ہے کہ ہمارا موجودہ سرمایہ بہت احتیاط سے صرف کرنے میں بھی اکثر خرچ ہو گیا۔

پھر ایک اور افسر مسٹر برن مولانا محمود الحسن سے ملنے آیا، اس کے پاس بھی ایسی ہی شکایات کی گئی ہیں تو مولانا مدنی لکھتے ہیں مسٹر برن نے کوشش کی کہ ان لوگوں کو روزانہ ڈیڑھ شلنگ اور مولانا (محمود الحسن) مرحوم کو تین شلنگ دیا جایا کرے، اور علاوہ اس کے روٹی، کوئلہ، شمع، صابن حسب عادت سابقہ ملنے کا حکم جاری کر دیا، مسٹر برن نے سردی کی شکایت کی بنا پر جاڑوں کے لیے کوئلہ کی زیادہ مقدار مقرر کرا دی جس سے ہم اپنے کمرہ کو روزانہ گرم کر سکتے تھے۔

ادھر مولانا محمود الحسن کی اہلیہ نے ہند میں غالبًا گورنر یو پی کے پاس عرضی بھیجی کہ جو مقدار مولانا کے لیے مقرر کی گئی ہے وہ مالٹا کی گرانی کی وجہ سے کافی نہیں ہے، اس لیے یا تو تم خود ان کے لیے کافی

مقدار پہنچاؤ، یا ہم کو اجازت دو۔ وہاں سے جواب آیا کہ تم فکر مت کرو، ہم خود انتظام کریں گے، وہاں سے حکم مالٹا میں زیادتی کا پہنچ ،آفس نے مولانا اور کاتب الحروف (مولانا حسین احمد مدنی) کو طلب کیا اور مصاریف کی قلت کی نسبت دریافت کیا، مولانا نے جواب دیا کہ آپ کو معلوم ہے کہ انسان کا مدار زندگی گوشت پر ہے، ہم یہاں کی گرانی کی وجہ سے بہت زیادہ کفائت کرتے ہوئے ہفتہ میں فقط تین دن گوشت کھا سکتے ہیں، گھی یہاں ملتا ہی نہیں، بجائے اس کے زیتون کا تیل استعمال کیا جاتا ہے...اس (افسر) نے اس وقت فی کس دو شلنگ یومیہ اور مولانا کے لیے چار شلنگ یومیہ کر دیے۔

مولانا حسین احمد مدنی لکھتے ہیں کہ اس کے بعد

ہندوستان سے بہت سے خطوط آئے جن میں حضرت مولانا عبدالرحیم صاحب مرحوم، مولانا خلیل احمد صاحب، مولانا حبیب الرحمٰن صاحب، مولانا حافظ محمد احمد صاحب کے خطوط تھے، سب نے بتاکید لکھا کہ مسٹر برن چیف سیکرٹری مسٹن گورنر یو پی کی پیش کردہ شروط کو قبول فرما کر بہت جلد ہندوستان تشریف لائیں، ہرگز ان کے مطالیب کو رد نہ فرمائیں، ہماری استدعا پر گورنمنٹ نے یہ صورت قبول کی ہے، یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ حسب اشارہ احباب نے ایک وفد علماء کا گورنمنٹ کے پاس مولانا (محمود الحسن) کی رہائی کے لیے پیش کیا تھا، اس کے بعد بعض امور میں ہماری خاص خاص رعائتیں کی گئیں۔

(اسیر مالٹا، از مولانا حسین احمد مدنی مکی دار الکتب لاھور۔ص 180-179)۔

قارئین: ہندوستان کے ایک بزرگ عالم دین مولانا وحید الدین خان صاحب مالٹا کے ان اسیروں کا ذکر کرتے ہوئے ایک مقام پر لکھتے ہیں:

دسمبر 1916ء میں مولانا محمود حسن صاحب کو گرفتار کر لیا گیا، انہیں ساڑھے تین سال تک مالٹا میں نظر بند رکھا گیا۔ جون 1920ء میں وہ رہا کیے گئے، اس نظر بندی کے زمانہ میں مولانا موصوف کے شاگرد خاص مولانا حسین احمد مدنی بھی ان کے ساتھ تھے، اس سلسلہ میں جو واقعات بیان کیے

جاتے ہیں ان میں سے ایک واقعہ یہ ہے:

حضرت شیخ الہند کے زمانہ نظر بندی میں جو لوگ ساتھ رہے ان میں حضرت مولانا حسین احمد مدنی کا نام خاص طور پر اہمیت رکھتا ہے۔، آپ نے حضرت شیخ کی خدمت کرنے اور زیادہ سے زیادہ آرام پہنچانے میں دن رات ایک کر دیا، ایک ادنی سا واقعہ ہے، مالٹا میں شدت کی سردی میں حضرت شیخ کے سرد پانی سے وضو کرنے کی تکلیف آپ سے دیکھی نہ گئی، تو آپ نے گرم پانی مہیا کرنے کا انتظام اور التزام اس طرح کیا کہ ساری رات ٹھنڈے پانی کا لوٹا سینے سے لگائے لحاف اوڑھے بیٹھے رہتے اور جسم کی حرارت سے گرم شدہ پانی کا لوٹا فجر کے وضو کے لیے حضرت شیخ کی خدمت میں پیش کر دیتے۔، یہ سلسلہ ایک یا دو دن نہیں، پورے تین سال 5 مہینے تک چلا۔(مولانا وحید الدین خان لکھتے ہیں) اس واقعہ کو ماننے کے لیے یہ بھی ماننا پڑے گا کہ پورے تین سال پانچ مہینے تک مالٹا میں متواتر شدت کی سردی پڑتی رہی، عام قاعدہ کے خلاف وہاں موسم تبدیل نہیں ہوا، اس سے قطع نظر خود یہ بات بڑی عجیب ہے کہ مولانا کا ایک شاگرد ان کے پاس پوری رات بیٹھے رہنے کی مصیبت اٹھا رہا ہے مگر مولانا اس کو منع نہیں فرماتے، اگر مولانا نے جانتے ہوئے منع نہیں کیا تو یہ ان کی شرافت کے خلاف ہے اور اگر یہ کہا جائے کہ مولانا کو اس واقعہ کا علم نہیں ہو سکا تو یہ اور بھی زیادہ عجیب ہے، کیونکہ جو شخص اپنے گھر کے ایک واقعہ سے ساڑھے تین سال تک بے خبر رہے وہ عالمی حالات سے کیوں کر باخبر ہو سکتا ہے، جن کو جاننا برٹش ایمپائر کے خلاف تحریک چلانے کے لیے ضروری تھا، ایک صورت میں مولانا کی شرافت مشتبہ ہوتی ہے اور دوسری صورت میں مولانا کی فراست، اب یہ مولانا کے معتقدین کو فیصلہ کرنا ہے کہ وہ دونوں میں سے کس صورت کو ترجیح دیتے ہیں۔ (الرسالہ۔اگست 1992 دہلی صفحہ 35-36)

قارئین: مولانا وحید الدین خان کی زبانی آپ نے ان مصائب اور شدائد کی حقیقت کسی حد تک ملاحظہ فرمالی جو مالٹا کے اسیروں کے پہلے سے بلند مقامات کو بلند تر کرنے کے لیے بیان کیے جاتے ہیں، دوسری طرف آپ مولانا یحیی علی صادق پوری کا حال بھی ملاحظہ فرمالیجیے کہ کالا پانی کے مصنف ہی نے لکھا ہے

کہ جب وہ جیل میں تھے تو ان سے رہٹ چلانے کی مشقت لی جاتی تھی، جس کی وجہ سے انہیں خون کے پیشاب آنے لگے تھے اور ان بزرگوں کی جو مار پیٹ ہوئی وہ تحریک مجاہدین کا سرمایہ اور انگریز حاکموں کی بربریت اور وحشت کا ثبوت ہیں لیکن قارئین ان ناگفتہ بہ حالات کے باوجود ان کے ان لوگوں نے جو جیل خانوں سے باہر تھے انگریزوں کے خلاف سارے ملک میں تحریک چلا رکھی تھی، ہنٹر لکھتا ہے:

پٹنہ کا مرکز تبلیغ ہمیشہ اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہندوستانی مسلمانوں کے لیے اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچانے کے لیے دو ہی راستے ہیں یا تو وہ کافروں کے ساتھ جہاد کریں اور یا اس زمین سے ہجرت کر جائیں کیونکہ سچا دین دار اپنی روح خراب کیے بغیر اس حکومت کا وفادار نہیں رہ سکتا، جو جہاد یا ہجرت سے منع کرتے ہیں وہ دل کے منافق ہیں۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان۔صفحہ 109)

ہنٹر نے ایک دوسری جگہ کہا:

ہمارے زندان کے پھاٹک ان جوق در جوق نامراد شوریدہ سر باغیوں کے لیے بند ہو گئے، ہماری عدالتوں نے جماعتوں کے سرغنوں کو یکے بعد دیگرے سمندر پار خاموش جزیروں میں بھیج دیا، پھر بھی سارا ملک ہماری سرحد پر اسلام کے یاس زدہ لوگوں کو روپے اور آدمی بھیجے جاتا ہے۔

(ہمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ 3-122)

نیز

جب بھی وہ دیکھتے کہ تحریک تباہ ہو رہی ہے وہ خاک سے جہاد کا علم بلند کر دیتے وہ اپنی حفاظت سے بے نیاز تھے۔ان کی زندگی داغوں سے پاک تھی، ان کے سینے میں ایک شعلہ فروزاں تھا کہ انگریز کافروں کا تختہ الٹ دیا جائے اور جہاں تک روپیہ اور رنگروٹ فراہم کرنے کے لیے ایک مستقل نظام قائم کرنے کا تعلق تھا وہ اس میں بہت ماہر تھے، پٹنہ کے خلیفہ اس فرقے میں ایک نمونے کی شخصیت کے مالک تھے، ان کی زیادہ تر تعلیمات اغلاط سے پاک تھیں، انہوں نے ہزار ہا ہم وطنوں کو خدا کے ایک بہتر تصور سے آشنا کیا اور انہیں ایک زیادہ پاکیزہ زندگی بسر کرنے پر ابھارا، میں

یقین کے ساتھ کہہ سکتا ہوں کہ جہاں تک میرے تجربے کا تعلق ہے اس فرقے کے سب سے زیادہ روحانی اور کم از کم خود غرض نمونے کی نمائندگی صرف وہابی مبلغ ہی کرسکتا ہے، ایک وہابی کے سامنے ایک چیز ہے اور وہ یہ کہ دین محمدیہ کی تطہیر کا عظیم الشان کام سرانجام دیا جائے، اس راستے پر گامزن ہوتے ہوئے وہ نہ کسی سے ڈرتا ہے اور نہ کسی پر رحم کرسکتا ہے، زندگی میں اس کا راستہ واضح اور بین ہے اور کسی قسم کی تنبیہ یا سزا اسے اس راستے سے ہٹنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔

(ماخوذ از ہنٹر منقول از شاہ اسمٰعیل شہید مرتبہ عبداللہ بٹ مضمون ڈاکٹر تصدیق حسین خالد بارایٹ لا، صفحہ 2-101)

اور پھر مکمل حالات کا جائزہ پیش کر کے ہنٹر اپنی حکومت کو مشورہ دیتا ہے کہ لہذا

اگر یہ مصیبت (سرحد پر لڑائیاں) پھر ہماری قسمت میں لکھی ہے تو سب سے پہلے اندرون ملک میں وہابیوں کی سازش کو کلی طور پر نیست و نابود کرنا ایک بہت بڑے خطرے کو رفع کرنے کے مترادف ہوگا۔ (ھمارے ہندوستانی مسلمان صفحہ 160)۔

اور بقول ڈاکٹر تصدق حسین خالد

انگریزوں کو احساس ہوا کہ اس تحریک کو محض تشدد سے نہیں دبایا جاسکتا انہوں نے غور کیا کہ اس تحریک کو توڑنے کے لیے اور کون سے ذرائع اختیار کیے جاسکتے ہیں، وہ اس نتیجہ پر پہنچے کہ وہ غرض مند طبقات پر بھروسہ کر سکتے ہیں، چنانچہ بڑے بڑے زمین داروں، سرمایہ داروں اور علماء کی طرف رجوع کیا گیا اور ان کا تعاون حاصل کیا گیا، بقول ہنٹر ایسے فتوؤں کا ایک انبار اکٹھا کیا گیا جن میں اعلان کیا گیا کہ وہابی کافر ہیں اس طرح عوام کو بغاوت کے خطرناک راستے سے الگ اور وہابیوں سے متنفر کر دیا گیا، سرمایہ دار طبقات نے کلکتے کے خان بہادر عبداللطیف کی رہنمائی میں ایک سوسائٹی قائم کی اور 23 نومبر 1870ء کو علماء نے قانون پر بحث کی اور برطانویوں کے حق میں فتوی دے دیا، مسلمان زمین داروں اور علماء کو ان انگریزوں نے یقین دلایا کہ ان کے مفاد صرف اس صورت میں محفوظ رکھ سکتے ہیں کہ وہابیوں کی تحریک ناکام ہو جائے، اس کا نتیجہ کیا نکلا، ہنٹر لکھتا ہے کہ ہر

مسلمان مولوی جس کی مسجد یا خانقاہ کے ساتھ ایک درجن ایکٹر زمین تھی وہابیوں کے خلاف چلانے لگا اور پچاس سال تک اسی کام میں مصروف رہا۔ (شاہ اسماعیل شہید صفحہ 3-102)

قارئین! وہابیوں کو نیست و نابود کرنے کے لیے ضروری تھا کہ ان کی نشان دہی ہو، ان کا معاشرتی بائیکاٹ ہو، عوام کے دل میں ان سے نفرت پیدا ہو، حکومت کو وہ گھر دور سے نظر آ جائے گا جس کے باسیوں کو محلے کی مسجد میں آنے کی اجازت نہ ہو اور محلّہ داروں کی شادی غمی میں شریک نہ ہونے دیا جاتا ہو، جن سے لین دین منع ہو، پھر ایسے لوگوں کو پکڑ کر دار پر چڑھانا حکومت کے لیے کس قدر آسان ہوگا؟ کون احتجاج کرے گا؟ یہ کام ہمارے بعض حنفی بزرگوں نے بڑی خوبی سے انجام دیا، انہوں نے نہ صرف اہل حدیث مجاہدین کو وہابی کہہ کر ان کا ناطقہ بند کروایا بلکہ لفظ وہابی کو اردو لغت کا مکروہ ترین لفظ بنا کر اپنے ہر قسم کے دشمنوں کے لیے کامیابی کے ساتھ استعمال کرنا بھی شروع کر دیا، اسکی مثال حضرت مولانا حسین احمد مدنی کی ایک روایت ہے جو انہوں نے اپنی کتاب نقش حیات میں بایں الفاظ بیان کی ہے، فرماتے ہیں:

مجھ کو بخوبی یاد ہے کہ غالباً 1925ء یا اسی کے قریبی زمانہ میں پنجاب میں اخباروں میں ایک واقعہ چھپا تھا کہ کسی گاؤں کا امام وہاں کے ایک ہندو بنیے کا مقروض تھا، قرضہ بڑھ گیا تھا، بنیے نے تقاضا کیا اور آئندہ قرض دینا بند کر دیا، امام صاحب نے اسے سمجھایا مگر وہ بنیا نہ مانا اور کہا کہ جب تک پہلا قرض ادا نہ کرو میں تم کو کچھ قرض نہ دوں گا، امام صاحب دھمکی دے کر چلے گئے اور مسجد میں بعد نماز جمعہ اعلان کیا کہ فلاں بنیا وہابی ہوگیا ہے اس لیے کسی قسم کا معاملہ خرید وفروخت آمد ورفت کا جائز نہیں ہے، تمام باشندگان دیہات نے بنیے کا بائیکاٹ کر دیا، بنیا بے چارہ دن بھر دوکان پر ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھا رہتا تھا، کوئی آدمی اس کی دوکان پر نہیں آتا تھا، اس نے بعض لوگوں سے پوچھا تو انہوں نے جواب دیا کہ امام صاحب فرماتے ہیں کہ تو وہابی ہوگیا ہے اس لیے ہم تجھ سے لین دین نہیں کر سکتے، بالآخر بنیے نے جا کر امام صاحب صلح کر لی تو امام صاحب نے اگلے جمعہ کو اعلان کر دیا کہ بنیے نے وہابیت سے توبہ کر لی ہے، اب لین دین جاری کر دو، چنانچہ بازار کھل گیا، خیال کیجیے کہ بنیے کا ہندو اور بت پرست مشرک ہونا تو لین دین میں خارج نہ تھا مگر وہابی ہونا ہوگیا۔

(نقش حیات جلد اول کراچی صفحہ 127)

قارئین: اہل حدیث حضرات کو بدنام کرنے کی مہم میں لدھیانہ کے مولوی محمد نے بہار کے دارالحکومت اور مجاہدین کے مرکز پٹنہ جا کر فتوی شائع کیا کہ غیر مقلد اہل حدیث مرتد ہیں اگر یہ توبہ کریں تو ان کی توبہ قبول نہ کی جائے ان کو مساجد میں نہ آنے دیا جائے، حکام کو چاہیے کہ ان کو پکڑ کر قتل کر دیں۔

ناظرین: پٹنہ خاندان سعادت مجاہدین صادق پور کا شہر تھا، ان کے بزرگوں کو شاہ جہان بادشاہ نے 1039ھ میں موضع صادق پور سنگرام پرگنہ حویلی عظیم آباد رقبہ ایک ہزر بیگھہ عطا فرمائی تھی۔ اس موضع صادق پور کے نام سے جو دراصل عظیم آباد یعنی پٹنہ کا ایک محلّہ تھا اس خاندان کو صادق پور خاندان کہا جاتا ہے، بعدازاں اورنگ زیب عالمگیر نے 1068ھ میں اس خاندان کو مزید چالیس بیگھہ زمین عطا فرمائی اور محمد فرخ سیر بادشاہ نے 1124ھ میں مزید ایک ہزار بیگھہ زمین عطا فرمائی۔

(تذکرہ صادقہ از عبدالرحیم صادق پوری، کراچی 1996 صفحہ 5-33)

صادق پور کی بیشتر جائیداد صوبائی دارالحکومت پٹنہ کے قلب میں واقع تھی، اس کی قیمت کا اندازہ وہ لوگ بخوبی لگا سکتے ہیں جنہیں شہری جائیدادوں کی خرید و فروخت کا تجربہ ہو۔ جس وقت لدھیانے کے مولوی محمد صاحب نے طویل سفر کر کے وہاں جا کر اوپر ذکر کردہ انتظام المساجد نامی فتوی مشتہر کیا، صادق پوریوں کی یہ جائیداد ضبط ہو چکی تھی، ان کے کچھ لوگ کالا پانی میں قید تھے اور کچھ سرحد میں مصروف پیکار تھے، ان کے مکانوں کی بنیادیں کھود کر ہل چلا دیے گئے تھے، ان کا قبرستان اکھاڑ دیا گیا تھا، وہاں بازار اور میونسپلٹی کے دفاتر بنا دیے گئے تھے، عین عید کے روز ان کی خواتین کو بے دخل کر کے گھروں سے نکال دیا گیا تھا، اور جب یہ خبر مولانا یحیی علی صادق پوری کو کالا پانی میں پہنچائی گئی تو انہوں نے اپنی اہلیہ کو جو خط لکھا وہ کچھ یوں ہے۔

رات خواب میں حضور سرور کائنات ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل ہوا، آپ تبسم کناں تھے۔ اب غم کا ہے کا۔

قارئین: ایسے لوگوں کے متعلق آغا شورش کاشمیری نے لکھا ہے:

جن علماء کو تختہ دار پر بھیجا گیا ان میں استقامت کی ایسی تصویریں بھی تھیں کہ عدالتوں نے ان کی

سزائے موت کو صرف اس لیے عمر قید میں تبدیل کیا کہ وہ لوگ شہادت کو عزیز رکھتے تھے اور موت کی سزا اسن کران کا وزن بڑھ گیا تھا، علمائے صادق پور کے مقدمات عدالتوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر کلمہ حق کہنے کی ایک ایسی نظیر ہے کہ مادر گیتی اس قسم کے انسان شاذ ہی جنتی ہیں۔

(ابوالکلام آزاد، از شورش کاشمیری 1994ء لاھور صفحہ 263)۔

ناظرین: یہ وہابیان ہند تحریک آزادی کی پیشانی کا جھومر ہیں، ان کے شہر پٹنہ میں جا کر جو فتوی دیا گیا وہ دلیل کم نظری کے سوا اور کیا کہلا سکتا ہے، کاش دور حاضر کے احناف میں سے کوئی رجل رشید اپنے اجداد کی طرف سے معذرت کرتے ہوئے اس فتوی سے بیزاری کا اظہار فرما دے، اس لیے کہ اگر مجاہدین صادق پور اور دوسرے وہابیوں کو اسلام سے خارج کر دیا جائے تو 1860ء سے 1910ء کے عرصے میں ہندی مسلمانوں کا دامن تحریک آزادی میں خدمات کے ضمن میں بالکل خالی رہ جاتا ہے۔

قارئین: ان وہابیوں (اہل حدیثوں) کا ایک آدمی 18 سال کالا پانی میں قید کاٹ کر 1883ء میں واپس ہند آیا، اس کا نام محمد جعفر تھانیسری تھا، تھوڑے عرصے بعد اسے معلوم ہوا کہ مسلمانوں میں سے جذبہ جہاد ختم کرنے کے لیے انگریزوں نے ایک پودہ کاشت کیا ہے، جہاد وہابی تحریک کی روح تھا، روح کو ختم کرنے کے اس منصوبے کا جب جعفر تھانیسری کو پتہ چلا تو اپنی تحریک کی بقاء کے لیے (پوری اٹھارہ سال جیل کاٹنے اور پولیس کا بے پناہ تشدد برداشت کرنے کے باوجود) وہ پھر انگریز کی اس چال کو ناکام بنانے کے لیے خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا۔ مرزا غلام احمد نے جب نشان آسمانی نامی تحریک لکھی تو 1892ء میں مولانا جعفر تھانیسری نے اس کے جواب میں تائید آسمانی در رد نشان آسمانی نامی کتاب لکھ کر اپنا نام تحریک ختم نبوت کے سابقون میں درج کروالیا۔ یہ کتاب اختر ہند پریس ہال بزار امرتسر سے 1892ء میں شائع ہوئی۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم مارچ ۱۹۹۹ء۔ص ۱۴۔۱۸)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۱)

(۳۸)

قارئین! ایک حنفی بزرگ مولانا محمد میاں نے انڈیا آفس لندن میں موجود ریکارڈ کی بنا پر ریشمی رومال سازش کیس کو: تحریک شیخ الہند، کے نام سے مرتب کیا ہے، یہ کتاب مکتبہ محمودیہ لاہور سے ۱۹۸۸ء میں شائع ہوئی تھی۔ اس کتاب کے مطابق اس تحریک کے فوجی ونگ میں جن افراد کو لیفٹیننٹ جنرل کا عہدہ دیا گیا تھا ان میں مولوی عبدالکریم، رئیس المجاہدین، مولوی عبدالعزیز رحیم آبادی، حافظ عبداللہ غازی پوری، مولانا ابوالکلام اور مولوی عبدالقادر قصوری شامل تھے، جن بزرگوں کو میجر جنرل کا عہدہ دیا گیا تھا ان میں مولوی محمد بشیر رئیس المجاہدین، مولوی محمد علی قصوری، مولانا ثناء اللہ امرتسری اور سید سلیمان ندوی وغیرہ ہم شامل تھے، کرنلوں کی فہرست میں مولوی ولی محمد (فتوحی والہ) مولوی عبدالحق لاہور اور مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کے نام ہیں۔

مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی نہ صرف بقول مولوی محمد میاں تحریک شیخ الہند کے کرنیلوں میں شامل تھے بلکہ تحریک مجاہدین اور ریشمی خطوط کیس کے خفیہ کارکن ہونے کے ساتھ ساتھ تحریک ختم نبوت کے بھی نہایت سربرآوردہ ارکان میں شمار ہوتے ہیں، ان کی حیثیت تحریک ختم نبوت میں باقی تمام بزرگوں سے اس لئے بھی نمایاں ہے کہ جس طرح مولانا محمد حسین بٹالوی وہ شخص ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کا دعویٰ مسیحیت منظر عام پر آتے ہی ان کا تعاقب شروع کر دیا تھا، مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی وہ شخصیت ہیں جنہوں نے مرزا غلام احمد کو اس کی حیاۃ دنیوی کے آخری روز اور آخری ساعتوں میں پیغام حق پہنچانے کے ساتھ ساتھ اسے اس کی زندگی کا آخری چیلنج بھی دیا جس کا جواب اپنے ذمے ادھار لے کر وہ اس دنیا سے رخصت ہو گیا تھا جیسا کہ

آج کی نشست میں بیان ہوگا۔

قارئین! تحریک ختم نبوت کے اولین میر کارواں حضرت سید محمد نذیر حسین محدث ۱۹۰۲ء میں اس جہان فانی سے رخصت ہوئے۔ ان کے دور آخر کے شاگرد مولانا ابرہیم میر اپنی تحریکی سرگرمیوں بارے میں لکھتے ہیں:

۱۹۰۲ء میں شہر سیالکوٹ میں بمواقع کثیرہ بعض احباب کے اصرار سے حضرت مسیح (ابن مریم) علیہ السلام کی حیات فی السماء کو مع دیگر مسائل (معراج وغیرہ) بنصوص قرآنیہ بیان کیا جس سے اللہ تعالیٰ نے منکرین (حیاۃ مسیح) کو بالکل پست کر دیا اور بہت سے مذبذبین اور مترددین کو شاہراہ عقیدت پر چلایا، رفتہ رفتہ دوسرے شہروں میں آواز بلند ہوا اور خطوط طلبی آنے لگی، لہذا برادران دینی کی استدعا کو بسر وچشم منظور کر کے محض تبلیغ دین کے لئے کئی سفر کئے، چنانچہ وزیر آباد اور ضلع گجرات ،شہر جہلم ،شہر راولپنڈی، امرتسر اور پشاور میں سفر کر کے اس قدر وعظ کئے کہ اکثر لوگ مطمئن ہو گئے اور بعض مرزائی تائب ہو گئے ،فرقہ مرزائیہ کے بعض مدعیان علم سے پسرور، سیالکوٹ، وزیر آباد، کھاریاں، موضوع کملا (تحصیل کھاریاں) اور شہر جہلم میں مباحثات و مناظرات بھی ہوئے (شھادۃ القرآن کی تصنیف سے پہلے) اور شھادۃ القرآن کے بعد بھی کئی ایک مقامات پر قادیانی علماء سے مباحثات ہوئے، مثلاً چنیوٹ، لاہور، مونگیر (بہار) گوجرانوالہ، ڈیرہ بابا نانک، ان سب مقامات پر خدا تعالیٰ نے خاکسار کی مدد کی اور نمایاں فتح دی، مخالفین کو حجت میں مغلوب کیا، چنانچہ بعض کو ہلاک کیا۔ (مثلاً مولوی قائم الدین صاحب سیالکوٹی اور شیخ چراغ دیں صاحب گجراتی) اور بعض کو بیماری میں مبتلا کیا (مثلاً مولوی مبارک صاحب کو مباحثہ جہلم میں) بعض کو ندامت کے دریا میں غرق کیا، (مثلاً مولوی مبارک علی صاحب سیالکوٹی کو پسرور میں اور فضل دین صاحب کو کھاریاں میں) جہلم میں، جب مرزا غلام احمد صاحب مولوی کرم الدین صاحب کے استغاثہ پر تشریف لائے تو ان کے سامنے کھڑا ہو کر صدہا مسلمانوں کے درمیان مسئلہ حیات و رفع مسیح علیہ السلام صرف قرآن شریف سے بیان کیا اور مرزا صاحب لاہور میں فوت ہوئے اس سے ایک روز بیشتر ان کو میری طرف سے بوساطت ڈاکٹر ایم اے سعید صاحب دعوت مناظرہ کا خط پہنچ چکا تھا وہ خط کیا تھا

گویا پیغام اجل تھا کہ دوسرے روز مرزا صاحب فوت ہو گئے۔(شھادۃ القرآن (دیباچہ طبع ثالث،ازمولانامیر سیالکوٹی) طبع چہارم۔ص۔۱۱۔۱۲)

ناظرین! مرزا صاحب قادیانی ۲۶ مئی ۱۹۰۸ءکوفوت ہوئے تھے۔ان کی موت سے ایک روزقبل کے جس واقعہ کا حضرت مولانا میر سیالکوٹی نے اوپر ذکر کیا فرمایا ہے،اسے مرزا صاحب کی زندگی کے آخری واقعہ کےطور پرمرزا صاحب کے ملفوظات کے مرزائی مرتب نے یوں بیان کیا ہے:

۲۵مئی ۱۹۰۸ءقبل نماز عصر مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے حضرت اقدس کی خدمت میں بذریعہ اپنے کسی خاص قاصد کے ایک خط بھیجا جس میں بعض مسائل مختلفہ پرزبانی گفتگوکرنے کی اجازت چاہی اور وعدہ کیا کہ میں بہت نرمی اور پاس ادب سے گفتگو کروں گا۔ حضرت اقدس نےقبل عصر حضرت مولانا سید محمد احسن صاحب سے ان کے متعلق دریافت کیا کہ وہ اخلاق کے کیسے ہیں،مغلوب الغضب اورفوراًجوش میں آجانے والے یا بھڑک اٹھنے والی طبیعت کےتونہیں؟اس کے جواب میں بعض اصحاب نے عرض کیا کہ حضور ایسے تونہیں،ان کی طبیعت میں نرمی پائی جاتی ہے،حضرت اقدس خود چونکہ پیغام صلح لکھنے میں مصروف تھے اورفرصت نہ تھی،اس لئے حضرت اقدس نے مولانا مولوی محمداحسن صاحب سےفرمایا کہ آپ ان کے خط کا جواب لکھ دیں۔،اصل خط ان کا ہم بھیج دیں گےاور بےشک نرمی سےاور آہستگی سےان مسائل پرگفتگوکریں،البتہ اس بات کا خیال رکھیں کہ ان کے ہمراہ سوائے دوچارمعززاورشریف آدمیوں کےاورزیادہ ہجوم نہ ہو۔

(قادیانی ملفوظات۔جلد۱۰۔ص۴۵۴۔۴۵۳)۔

اسی واقعہ کومرزاغلام احمد قادیانی کے بیٹے مرزابشیراحمدایم اے قادیانی نے بایں الفاظ بیان کیا ہے:

خاکسارعرض کرتا ہے کہ ۲۵ مئی ۱۹۰۸ءکوعصر کی نماز کے بعدیعنی اپنی وفات سے صرف چند گھنٹے پیشترحضور نے لاہور میں خواجہ کمال الدین صاحب کے مکان پر جہاں نماز ہوا کرتی تھی ایک بڑی

پر جوش تقریر فرمائی جس کی وجہ یہ تھی کہ مولوی ابراہیم سیالکوٹی کی طرف سے ایک شخص مباحثہ کا چیلنج لے کر آپ کے پاس آیا تھا، آپ نے مباحثہ کی شرائط کے لئے مولوی محمد احسن صاحب کو مقرر فرمایا، پھر اس شخص کی موجودگی میں ایک نہایت زبردست تقریر فرمائی اور جس طرح جوش کے وقت آپ کا چہرہ سرخ ہو جایا کرتا تھا اسی طرح اس وقت بھی یہی حال تھا، اس تقریر کے بعض فقرے اب تک میرے کانوں میں گونجتے ہیں، فرمایا تم عیسیٰ کو مرنے دو کہ اسی میں اسلام کی زندگی ہے، نیز فرمایا، اب ہم تو اپنا کام ختم کر چکے ہیں

(سیرۃ المھدی جلد اول۔ص ۴۷۔مطبوعہ قادیان ۱۹۳۵ء)

قارئین! مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی کا چیلنج مباحثہ وصول کرنے کے چند گھنٹے بعد مرزا صاحب اس دنیا سے چل بسے، اس چیلنج سے قبل مرزا کی زندگی میں جون ۱۹۰۲ء میں آپ نے اسے ایک اشتہار بھیجا تھا کہ اگر مرزا صاحب قرآن پاک سے حضرت مسیح ؑ کا صلیب پر چڑھایا جانا ثابت کر دیں تو ان کی تحقیق کے ممنون ہو کر مسیح ؑ کی وفات کو تسلیم کر لیا جائے گا اور کہا گیا تھا کہ اس مسئلہ کا فیصلہ جس طور پر بھی مرزا صاحب کرنا چاہیں مولانا تیار ہوں گے۔۔مرزا صاحب نے اس اشتہار کے جواب میں خاموشی اختیار کی تھی، البتہ ان کے مرید مبارک علی سیالکوٹی نے جواب باصواب کے نام سے اس کا جواب لکھا۔مولانا ابراہیم نے اس پر شھادۃ القرآن نامی کتاب شائع فرمائی جس میں اپنا اشتہار اور مبارک علی کا جواب درج کر کے اپنا جواب الجواب لکھا۔ یہ کتاب دو حصوں میں ہے۔ پہلا حصہ رجب ۱۳۲۱ھ میں طبع ہوا، اور دوسرا بھی مرزا قادیانی کی زندگی میں ہی رمضان ۱۳۲۲ھ میں شائع ہوا۔مرزا صاحب اس کے بعد کئی سال تک زندہ رہے مگر نہ خود انہیں اور نہ ہی کسی مرید کو اس کا جواب دینے کی ہمت ہوئی۔ اس کتاب کے بارے میں مزید گزارشات ہم تھوڑی دیر بعد کریں گے،

اس کتاب کے علاوہ مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے مرزا قادیانی کی زندگی میں سلم الوصول الی اسرار اسراء الرسول (طبع ۱۹۰۵ء یا ۱۹۰۶ء) ختم النبوۃ لعموم الدعوۃ جامعۃ الشریعہ (۱۹۰۷ء) الجزا الصحیح عن قبر المسیح (۱۹۰۷ء) نامی کتابیں ردقادیانیت میں رقم فرمائیں۔مرزا غلام احمد کی وفات کے بعد بھی آپ تحریری اور تقریری طور پر

قادیانیت کے خلاف سرگرم رہے، جیسا کہ سطور ذیل سے ظاہر ہوگا۔

وسط اپریل ۱۹۱۲ء کو لدھیانہ میں مولوی قاسم علی دہلوی (مرزائی) اور مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مابین ایک مباحثہ ہوا، یہ مباحثہ مرزا غلام احمد قادیانی کے مولوی ثناء اللہ صاحب کے ساتھ آخری فیصلہ والے اشتہار کے بارے میں تھا اور مرزائیوں نے مولانا کو جیت جانے کی صورت میں تین سو روپیہ انعام دینے کا وعدہ کر کے یہ رقم مولانا محمد حسن رئیس لدھیانہ کے پاس رکھوائی تھی۔۔اس مباحثہ کے نتیجہ کے تعین کے لئے دونوں فریقوں نے اپنی اپنی طرف سے ایک ایک منصف نامزد کیا تھا اور اتفاق رائے سے ایک سکھ سردار بچن سنگھ بی اے ایل ایل بی گورنمنٹ پلیڈر سرپنچ مقرر کیا تھا جو دونوں منصفوں کے درمیان اختلاف کی صورت میں اپنا فیصلہ دے سکے اور جس کا فیصلہ حتمی تصور ہو۔ قادیانیوں کی طرف سے منصف منشی فرزند علی ہیڈ کلرک قلعہ میگزین فیروز پور تھے اور مسلمانوں کی طرف سے مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی۔

مولانا ابراہیم میر نے اپنا فیصلہ اپریل کی شام کو سرپنچ کے حوالے کر دیا جس میں انہوں نے مباحثہ کے تمام پہلوؤں کا مفصل تحلیل و تجزیہ کر کے مولانا امرتسری کو فاتح قرار دیا، قادیانی منصف نے جو فیصلہ لکھا وہ بڑی حد تک مبہم تھا، تاہم اس نے لکھا کہ جو جواب اس سوال کا میر قاسم صاحب نے دیا اس کی صحت پر مجھے اطمینان نہیں ہوا...اور میر (قاسم علی) صاحب کا بیان صرف قیاس پر مبنی ہے جو حجت نہیں ہو سکتا۔

اس کے بعد سردار بچن سنگھ نے اپنا فیصلہ لکھ کر ۲۱ اپریل ۱۹۱۲ء کو شام کے وقت فریقین کے حوالے کر دیا جس میں صاف اور صریح الفاظ میں مولانا امرتسری کو فاتح قرار دے کر انعامی رقم ان کے حوالے کر دی گئی۔

(فتنہ قادیانیت اور مولانا امرتسری۔ص۔۱۱۳۔۱۱۰)

قارئین! آگے بڑھنے سے قبل ہم ایک دلچسپ بات کی جانب اشارہ کئے جاتے ہیں، وہ یہ کہ عام طور پر کہا جاتا ہے کہ لدھیانہ کے حنفی علماء مرزا قادیانی کے خلاف بہت سرگرم رہے ہیں لیکن عجیب بات ہے کہ لدھیانہ میں مرزا اور مرزائیوں سے جتنے بھی معروف مناظرے مسلمانوں کے ہوئے ہیں وہ دوسرے شہروں

کے اہل حدیث علماء نے وہاں جا کر کئے ہیں، جیسا کہ ۱۸۹۱ء میں مرزا غلام احمد سے مولانا محمد حسین بٹالوی نے لدھیانہ جا کر مباحثہ کیا اور ۱۹۱۲ء میں مرزائیوں سے مولانا ثناء اللہ نے امرتسری سے جا کر وہاں مناظرہ کیا جس کے ایک منصف مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے۔

۱۹۱۶ء کے شروع میں ایک قادیانی مبلغ مولوی غلام رسول راجیکی نے امرتسر میں خاص اودھم مچائی، اس کے جواب میں انجمن حفظ المسلمین قائم ہوئی اور اس کے زیر اہتمام مولانا ثناء اللہ امرتسری کی دو تقریریں ہوئیں جس میں موصوف نے مرزا صاحب کے الہامات کی خوب قلعی کھولی۔ اسی اثنا میں مولانا ابراہیم سیالکوٹی کسی ضرورت سے امرتسری تشریف لائے تو اہالی امرتسر کے اصرار پر موصوف نے بھی متعدد تقریریں کیں اور قادیانیت کے بخیئے ادھیڑے۔ (فتنہ قادیانیت۔ص ۱۲۰)

ناظرین! مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری مرحوم امیر جمیعت اہل حدیث ہند فرماتے ہیں:

قادیانیوں کے دوسرے سربراہ مرز بشیر الدین محمود نے جب قادیان میں رہنے والے مسلمانوں پر عرصہ حیات تنگ کرنا شروع کیا تو مسلمانوں کی دینی غیرت اور ملی حمیت بیدار ہوئی اور انہوں نے وہاں ایک اسلامی انجمن قائم کی جس کے اصل محرک مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم تھے، اس انجمن کے اغراض ومقاصد اور طریقہ کار کی تعین بھی انہوں نے ہی فرمائی تھی، اس انجمن نے روز اول سے ہی اپنے پروگرام میں یہ بات شامل کر لی تھی کہ قادیان اور اس کے گرد ونواح میں کام کرنے کے لئے ایک مستقل مبلغ رکھا جائے اور ہر سال بڑے پیمانے پر خود قادیان میں اسلامی جلسہ کیا جائے، پہلے مقصد کے لئے مولانا امرتسری نے ایک مستقل مبلغ (مولوی میر محمد) فراہم کر دیا تھا اور دوسرے مقصد کے لئے انجمن کے قیام کے جلد ہی بعد ۲۴۔۲۵ نومبر ۱۹۱۷ء کو جلسہ منعقد کرنے کا پروگرام طے ہو گیا، اس وقت وہاں کے مسلمانوں کی جو حیثیت تھی اس کے مدنظر اس جلسہ کے متعلق جو اندازہ کیا جا رہا تھا وہ مولانا امرتسری کے الفاظ میں یہ تھا:

قادیان میں اسلامی جلسہ کی خبر سن کر بہت سے لوگوں نے اس کو دل لگی سمجھا، یہاں تک کہ قادیانی اخبار الفضل نے بھی کمال جسارت سے لکھا تھا کہ اس قسم کے لوگ یہاں (قادیان) تو دیکھے سنے

نہیں جاتے جو جلسہ کریں...۔لیکن اس کے علی الرغم یہ جلسہ ہوا اور اس شان سے منعقد ہوا کہ ۲۴ اور ۲۵ نومبر دو دنوں جو کچھ قادیان میں رونق دیکھی ہوگئی اس کی نسبت عالم بالا سے انہیں خطاب ہوتا ہوگا،افسحر هذا ام انتم لا تبصرون جس کے جواب میں وہ کہتے ہوں گے:

خواب تھا جو کچھ کہ دیکھا جو سنا افسانہ تھا

مولانا امرتسری پوری ایک جماعت کے ساتھ ۲۴ نومبر ہی کو امرتسر سے قادیان کے لئے روانہ ہوئے، آپ کے ہمراہ اہل حدیث کانفرنس کے مبلغین مولوی عبدالغنی اور مولوی محمد امین بھی تھے۔،قادیان میں آپ کی تقریر فتح قادیان کی داستان لذیذ سے لبریز تھی اور آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات پر بھی تبصرے فرمائے۔ قادیان میں اہل اسلام کا یہ پہلا باقاعدہ جلسہ تھا جسے رد قادیانیت کی تاریخ میں سنگ میل کی حیثیت حاصل ہے۔

۱۹۱۸ء میں قادیان میں جلسے کی تیاری شروع ہوئی تو قادیانیوں نے کوشش کر کے حکومت کی طرف سے پابندی عائد کروادی۔،اگلے دو سال بھی جلسہ منعقد نہ ہو سکا،تاہم ۱۹۲۱ء میں جلسہ کی اجازت مل جانے پر دوسرا اسلامی جلسہ منعقد ہوا جو ۱۹ سے ۲۱ مارچ تک بڑے تزک واحتشام سے ہوا، اس جلسہ میں اہل حدیث اور دیوبندی علماء کا مشترکہ اجتماع تھا، اہل حدیث کی طرف سے دوسروں کے علاوہ مولانا ثناءاللہ امرتسری اور مولانا ابرہیم میر سیالکوٹی شامل ہوئے۔،مولانا سیالکوٹی نے مسئلہ حیاۃ مسیح پر متعدد تقریریں کیں اور مولانا ثناءاللہ امرتسری کی: مرزا صاحب اور ہم، قادیان اور ہم، وغیرہ موضوعات پر کل چار تقریریں ہوئیں،جن میں ایک قادیان کے سکھوں کی فرمائش پر خالص پنجابی زبان میں ہوئی۔(فتنہ قادیانیت ص ۱۴۸۔۱۵۰۔بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ و یکم اپریل ۱۹۲۱ء۔نیز اخبار اتحاد امرتسر جلد ۵ شمارہ ۱۵۔۱۷)

۱۹۲۱ء والے جلسے کے دوران قادیانیوں کے میر قاسم علی نے مولانا ثناءاللہ امرتسری کو چیلنج کیا کہ مولانا اگر موکد بعذاب قسم کھائیں کہ مرزا غلام احمد کی وہ اشتہاری دعا (آخری فیصلے والی) ان کے

بقول خدا کے حکم سے تھی اوراس کے مطابق وہ پہلے مر کر جھوٹے ثابت ہوئے تو ہم انہیں ایک سو روپیہ انعام دیں گے۔،مولانا امرتسری نے فرمایا میں بالکل تیار ہوں ،بس تم اپنے خلیفہ کی نیابت (منظوری) حاصل کر کے آؤ تاکہ پھر کسی کو اعتراض کی گنجائش نہ رہے۔،میر قاسم علی یہ نہ کرسکے۔ پھر انہوں نے اشتہار شائع کیا کہ مولوی ثناء اللہ دراصل دل سے حضرت عیسیٰ کا اظہار کرتے ہیں، اگر سچے ہیں تو موکد بعذاب قسم کھائیں اور دوسو انعام لیں۔،مولانا امرتسری نے فرمایا کہ دوسو روپیہ فلاں شخص کے پاس رکھواؤ اور نوعیت عذاب اور مدت عذاب کی تعین کرو، میں قسم کھاتا ہوں۔،قاسم علی صاحب نے دوسو روپیہ جمع کروادیا لیکن مدت اور نوعیت عذاب کے تعین سے انکار کر دیا۔، یہ واقعہ ۲۱ مارچ کو مولانا امرتسری کی تقریر کے دوران پیش آیا تھا۔،آپ کے بعد مولانا سیالکوٹی نے خاص اسی قسم اور تعین نوعیت و مدت عذاب پر پرمغز تقریر فرمائی جس کے دوران مولانا امرتسری نے اٹھ کر فرمایا:

اچھا روپیہ دینے کو تو یہ شرط شروط لگاتے ہیں، میں بغیر روپیہ لئے ہی ان کی تسلی کر دیتا ہوں،(اس کے بعد فرمایا) میں خدا کی تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میرا عقیدہ کہ حضرت عیسیٰ زندہ ہیں اور مرزا اپنے دعوے میں جھوٹا ہے،۔مولانا امرتسری کے بعد مولانا سیالکوٹی نے بھی ایسے ہی الفاظ میں قسم کھائی اور کہا کہ جن تیس دجالوں کی خبر حدیث میں وارد ہے،ان میں سے ایک ہم مرزا صاحب قادیانی کو مانتے ہیں کہ وہ بھی انہیں کی طرح جھوٹا ہے۔

ان دونوں بزرگوں کا قسم کھانا تھا کہ سارے جلسہ میں شادمانی کی لہر دوڑ گئی،مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ جب ہمارے قسم کھانے کے بعد جلسہ برخواست ہوا تو بفحوائے آیت، ورایت الناس یدخلون فی دین الله افواجا، لوگ جوق درجوق توبہ کرنے کو آتے تھے۔

(فتنہ قادیانیت، ۱۴۸۔۱۵۲ بحوالہ اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۵ مارچ اور یکم اپریل ۱۹۲۱ء نیز اخبار اتحاد امرتسر جلد ۵ شمارہ ۱۵۔۱۷)۔

قارئین! مولانا میر سیالکوٹی اپنی وفات تک تبلیغی اسفار کے ذریعے اشاعت دین اور تردید فرق باطلہ میں مصروف رہے، ۱۹۴۷ء تک ان کا دائرہ عمل پورے برصغیر کو محیط رہا اور قیام پاکستان کے بعد پاکستان کے عوام ان سے مستفید ہوتے رہے۔ ان تبلیغی اسفار میں انہوں نے قادیانیوں کے عقائد کی تردید، احقاق حق اور ان سے مناظروں اور مباحثوں کا سلسلہ جاری رکھا، ان کی ایک خوبی یہ تھی کہ وہ ان میدانوں میں دوسروں کی حوصلہ افزائی بھی فرماتے تھے اور اپنی رہنمائی اور نگرانی میں اپنے شاگردوں اور جونیئرز کے پروگرام مرتب کروا کے ان سے بھی ردقادیانیت پر تقاریر کرواتے۔ ہمیں افسوس ہے کہ ہمیں ریکارڈ نہیں مل رہا اور ہمارے سامنے صرف چند ہی واقعات موجود رہ گئے ہیں جو ہم مولانا صفی الرحمٰن صاحب مبارکپوری کی مذکورہ بالا کتاب فتنہ قادیانیت اور مولانا حفظ عنائت اللہ صاحب وزیر آبادی کی الجسر البلیغ سے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں:

۱۹۔۲۰ جنوری ۱۹۱۸ء قادیانیوں نے گوجرانوالہ میں ایک جلسہ منعقد کیا، اس موقع پر انجمن اہل حدیث گوجرانوالہ نے مولانا ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی اور مولانا امرتسری کو مدعو کر لیا، پہلے روز مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی نے حیاۃ و دفاۃ مسیح کے مسئلہ پر اور دوسرے روز مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ختم نبوت اور صداقت مرزا کے موضوع پر مناظرہ کیا۔ دونوں دن رات کو انجمن اہل حدیث کے زیر اہتمام جلسہ بھی ہوا پہلے روز مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے اور دوسرے روز مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اپنے اپنے مضمون پر تقریریں فرمائیں۔ شہر گوجرانوالہ اور گردونواح میں ان مباحثوں اور تقریروں کا ایسا اثر ہوا کہ بائد شائد (فتنہ قادیانیت۔ص۱۲۶، ۱۲۷)

یکم اور ۲ مارچ ۱۹۱۹ء کو گوجرانوالہ میں بڑے پیمانہ پر جلسہ ہوا۔ پہلے دن مولانا محمد ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے قادیانیوں سے م، ناظرہ کیا۔

(فتنہ قادیانیت ص ۱۴۱۔ بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۴ مارچ ۱۹۱۹ء)

۳۰۔ اپریل اور یکم مئی ۱۹۲۱ء کو انجمن اہل حدیث جہلم کا سالانہ اجلاس ہوا مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے مختلف عنوانات کے علاوہ ردقادیانیت پر بھی تقریریں کیں اور سوال وجواب کے موقع بھی رہے لیکن قادیانی حضرات اس طرح خاموش رہے گویا وہ شہر میں ہی نہیں۔

(فتنہ قادیانیت بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۱۳ مئی ۱۹۲۱ء)

مولانا صفی الرحمٰن رقم طراز ہیں:

ضلع گجرات (پاکستان) میں ایک قصبہ ہے موونگ یہاں مرزائی حضرات نے بڑی شورش مچار کھی تھی جس کے دفعیہ کے لئے ۱۱ اور ۱۲ اکتوبر ۱۹۳۰ء کو بڑے زبردست پیمانے پر مناظرہ ہوا کل تین مجلسیں منعقد ہوئیں پہلی اور دوسری مجلس کے اسلامی مناظر مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی تھے موضوع بحث علی الترتیب حیات مسیح اور ختم نبوت تھا۔ مولانا سیالکوٹی کی گرفتوں سے مرزائی مناظر اس طرح زچ ہوئے کہ خاموشی کے سوا کوئی راہ نہ مل سکی۔

(فتنہ قادیانیت ص ۱۹۹ بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۲۴۔ اکتوبر ۱۹۳۰ء)

حافظ عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں:

۲۰۔ ۲۱ مارچ ۱۹۳۲ء کو بمقام روپڑ (ضلع انبالہ) اہل حدیث اور مرزائیوں میں مناظرہ قرار پایا جس میں مولوی عبدالمجید صاحب کی دعوت پر خاکسار (عنایت اللہ) بھی شیخ عبداللہ صاحب کے ہمراہ حاضر ہوا۔ مناظرہ مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے کیا اور کامیاب مناظرہ ہوا۔

(الجسر البلیغ ص ۷۸)

یہ واقعہ بھی مولانا صفی الرحمٰن کا بیان فرمودہ ہے کہ:

ضلع لاہور میں گنج نامی مقام پر ۱۷۔ جولائی ۱۹۳۲ء کو وفات مسیح، ختم نبوت اور صداقت مرزا پر مرزائیوں سے اہل حدیث علماء کا ایک مناظرہ ہوا جس کے صدر مولانا ابراہیم سیالکوٹی تھے مولانا امرتسری بھی سٹیج پر تشریف فرما رہے اور مناظرین کی رہنمائی فرماتے رہے۔

(فتنہ قادیانیت۔ ص ۲۰۵)

درج ذیل دو واقعات حافظ عنایت اللہ اثری نے بیان فرمائے ہیں:

۲۷۔۲۸مئی ۱۹۳۳ءکومولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی دعوت پر سیالکوٹ پہنچ کر مرزائیوں کے خلاف کئی ایک تقریریں کیں کہ مرزائی چیلنج دے کر بھاگ گئے تھے۔(الجسر البلیغ ص ۸۷۔۸۸)

۱۲مئی ۱۹۳۴ء کومولانا ابراہیم صاحب کی دعوت پر (میں) سیالکوٹ پہنچا۔موصوف کے زیر اہتمام رام تلائی میں آریوں عیسائیوں اور مرزائیوں کے خلاف میری تقریریں ہوئیں جن میں میں نے ثابت کیا کہ ان ہر سہ گروہوں میں مذہباً اتفاق ہے۔(الجسر البلیغ۔ص ۹۳)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی نے تقاریر اور مناظروں کے علاوہ ردقادیانیت میں انتہائی قابل قدر تحریری کام بھی کیا ہے ان کی چند ایک تصانیف کا ذکر اوپر ہو چکا ہے۔ان کے علاوہ آپ نے درج ذیل کتب بھی ردقادیانیت میں تحریر فرمائی ہیں

نزول الملائکۃ والروح، آئینہ قادیانیت (مطبوعہ ۱۹۱۰ء)، مرقع قادیانی (۱۹۰۹ء)

فیصلہ ربانی برمرگ قادیانی (۱۹۰۸ء) رحلت قادیانی (۱۹۰۸ء)

صدائے حق (مطبوعہ ۱۹۳۲ء) رسائل ثلاثہ (۱۹۳۷ء)

تردید مغالطات مرزائیہ۔نص ختم نبوت (۱۹۳۹ء)

ختم نبوت، کھلی چٹھی نمبر ۱، اور ۲۔ختم نبوت اور مرزا قادیان۔

قادیانی مذہب مع ضمیمہ خلاصہ مسائل قادیانیت (۱۹۴۸ء)۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اپریل مئی ۱۹۹۹ء ص ۲۴۔۲۷)

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۲)

(۳۹)

ناظرین! پچھلی قسط میں مولانا محمد ابراہیم میر کی کتاب شہادۃ القرآن کا مختصراً ذکر ہوا، مولانا ارشاد الحق اثری (فیصل آباد) فرماتے ہیں کہ

یہ عظیم الشان کتاب دو حصوں پر مشتمل ہے، حصہ اول میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی حیات پر بحث ہے اور دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے ان دلائل کا جواب ہے جنہیں اس نے بزعم خود تیس آیات قرآنیہ کی روشنی میں اپنے ازالہ اوہام میں وفات مسیحؑ بارے میں پیش کیا ہے، مرزا صاحب خود اس کتاب کا جواب دینے سے قاصر رہے، اس کی وفات کے کئی سال بعد شہادۃ القرآن کے صرف حصہ اول کا جواب ایک مرزائی قاضی ظہور الدین اکمل نامی نے دینے کی کوشش کی اور اس کا نام شہادۃ الفرقان رکھا، کچھ عرصہ بعد جب شہادت القرآن کی طباعت کی پھر ضرورت محسوس ہوئی تو حضرت میر صاحب نے اس کے حصہ اول کے حواشی میں قاضی اکمل کے اعتراضات باردہ کا مسکت اور تسلی بخش جواب دیا اور اس کا نام ہے شہادۃ الفرقان بکشف لطائف شہادت القرآن۔ یہ حواشی دیکھنے سے حضرت میر صاحب رحمہ اللہ تعالیٰ کی اس بات کی حرف بہ حرف تائید ہوتی ہے کہ:

حقیقت میں وہ شہادت القرآن کا جواب نہیں، اس لئے خود ان کی جماعت میں بھی اس کی کوئی اہمیت نہیں دی گئی، اسکی دو وجہیں ہیں، اول یہ کہ مولوی محمد اکمل صاحب شہادۃ القرآن کے مطالب عالیہ اور لطائف علمیہ کو سمجھ نہیں سکے بلکہ جن امور کو بالتصریح بیان کیا گیا ہے ان کو بھی خیال میں نہیں

رکھ سکے، بلکہ جو باتیں مرزا صاحب خود بیان کرتے تھے وہی دہرادی ہیں، حالانکہ ان کی تردید شہادت القرآن میں کی جاچکی ہے، خاکسار نے اس کتاب کو اس اہتمام سے لکھا تھا کہ مرزا قادیانی اوران کی جماعت کے علماء اس کے جواب سے عاجز رہیں اور اگر کچھ ان کی طرف سے اس کا جواب نکلے تو اس کی شہادت القرآن ہی میں ہو، مجھے نیا جواب لکھنے کی ضرورت نہ پڑے۔

قاصد کے آتے آتے میں خط اور لکھ رکھوں

میں جانتا ہوں جو وہ لکھیں گے جواب میں

سوالحمداللہ میرا یہ خیال درست نکلا، مرزا قادیانی اوراس کی ذریت اس کے دلائل کا توڑ نہ کرسکی اور جواب میں جو آیا، مجھے اس کے جواب الجواب کے لئے شہادت القرآن سے باہر نہ جانا پڑا۔

مولانا ارشادالحق اثری سوانح مولانا میر میں مزید لکھتے ہیں کہ

آپ نے شہادۃ القرآن کے حصہ اول کی پہلی فصل میں قرآن پاک کی چار آیات سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰ کو صلیب نہیں دی گئی، دوسری فصل میں حضرت عیسیٰ کی حیاۃ اوران کی روح مع الجسد آسمان میں اٹھائے جانے اور قرب قیامت کے وقت آسمان سے نازل ہونے اوراس کے بارے میں حکمت الہیہ کے بیان پر مشتمل ہے جس میں قرآن پاک کی نو آیات مبارکہ اوراس موضوع کی احادیث متواترہ میں سے اختصار کے پیش نظر صرف پانچ احادیث سے استدلال کیا ہے اوراس پر واردشدہ اعتراضات باردہ کا شافی وکافی جواب دیا ہے۔مرزا قادیانی نے لفظ توفی کے معانی بیان کرنے میں جس طرح پیچ در پیچ غلطیوں کا ارتکاب کیا ہے انہیں بڑی خوش اسلوبی سے طشت ازبام کیا ہے اور توفی کے مادہ سے جو باب زبان عرب میں مستعمل ہیں ان سب کا نقشہ مع امثلہ کے بیان کر کے مرزا قادیانی کی غلط فہمی دور کردی ہے، اسی طرح توفی کے تمام مشتقات جو قرآن پاک میں وارد ہوئے ہیں ان کے معانی ومفہوم کو دلائل وقرآن سے متعین کیا ہے، یوں توفی کی یہ بحث...صفحات میں پھیلی ہوئی ہے، اسی طرح اللہ تعالیٰ کے فرمان ورافعك الى، اوربل رفعه الله اليه، کے بارے میں جو تفصیل شہادت القرآن میں مذکورہ ہے اس کا کسی اور کتاب میں تلاش

کر نا بے سود ہے، آخر میں اسی مسئلہ کے بارے میں علمائے سلف کے حوالوں سے ثابت کیا ہے کہ حضرت عیسیٰؑ کی حیات اور رفع الی السماء پھر قرب قیامت میں آسمان سے نازل ہونے کا مسئلہ امت کا اجماعی و اتفاقی مسئلہ ہے اور قادیانی موقف محض شہادت و مغالطات پر مبنی ہے جو قواعد علمیہ کے بھی خلاف ہیں۔

دوسرے حصہ میں مرزا قادیانی کے پیش کردہ ان دلائل کا جواب ہے جو اس نے تیس آیات کی روشنی میں ازالہ اوہام میں حضرت عیسیٰؑ کی وفات کے ثبوت میں پیش کئے ہیں، اس حصہ ثانی در ازالہ اوہام قادیانی و دفع وساوس شیطانیہ حصہ.... صفحات پر مشتمل ہے جس سے مرزا قادیانی کے اوہام کا ازالہ ایسا بحسن وخوبی ہو جاتا ہے کہ کسی اور کتاب کی طرف التفات کی ضرورت ہی محسوس نہیں ہوتی۔

مولانا ارشادالحق اثری مزید لکھتے ہیں،

شھادۃ القرآن میں مولانا میر نے منکرین معجزات کی سب سے بڑی دلیل سنۃ اللہ کی وضاحت کی ہے، منکرین کے استدلال کی بنیاد یہ ہے کہ وہ کارخانہ قدرت میں ایک خاص نظام کو دیکھتے ہیں مثلاً انسان کا ماں باپ کے اختلاط سے شکم مادر سے پیدا ہونا، بچپن، جوانی، بڑھاپا زمین پر بسر کرنا، کھانا پینا اور حوائج ضروریہ سے دوچار ہونا، اور بالآخر مر کر قبر میں دفن ہو جانا، اس نظام کو وہ سنت اللہ سے تعبیر کرتے ہیں اور دعویٰ کرتے ہیں کہ فرمان باری تعالیٰ ہے کہ لن تجد لسنة الله تبديلا، یعنی سنت اللہ بدلا نہیں کرتی، اسی بنیاد پر حضرت عیسیٰؑ کا بغیر باپ ہونا اور پھر آسمان پر اٹھائے جانے کا انکار ہے کہ یہ انسان کے بارے میں جو سنۃ اللہ ہے اس کے خلاف ہے، حضرت سیالکوٹی نے مقدمہ ثانی میں اصطلاح سنۃ اللہ کی وضاحت کی ہے اور قرآن پاک میں جہاں جہاں یہ الفاظ آتے ہیں ان کے تناظر میں اس عقدہ کی گرہ کشائی کی ہے کہ اس سے مراد انبیاء کرام علیہم السلام کی نصرت اور ان کے مقابلے میں دشمنوں کی تباہی و بربادی مراد ہے پھر کسی معاملے کو خود سنۃ اللہ باور کر لینے سے یہ کیسے لازم آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ یا رسول اللہ ﷺ کے نزدیک بھی یہی سنۃ اللہ ہے، دعویٰ بلا

دلیل قابل سماعت نہیں، جب انسان اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کے اسرار ورموز اوراس کے نظام کو نہ مل کامل دلی طور پر سمجھ سکتا ہے اور نہ ہی ان کا احاطہ کر سکتا ہے تو پھر بلا دلیل کسی نظام کو سنۃ اللہ قرار دینا کیونکر درست ہوسکتا ہے۔ مقدمہ ثالث میں حضرت عیسیٰؑ کی خصوصیات پر بحث ہے کہ عیسیٰؑ کی ذات بابرکات ولادت سے لے کر آسمان پرن اٹھائے جانے تک سراپا معجزات خوارق پر مبنی ہے، اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انہیں آیۃً اور مثلاً قرار دے کر اپنی قدرت کاملہ کا نشان قرار دیا ہے، ان کی ولادت بچپن میں حکیمانہ تعلیم فی المھد، ان کے معجزات، رفع آسمانی اور آسمان سے نزول سب اللہ تبارک و تعالیٰ کی قدرت کاملہ کے نشانات ہیں، ایک مومن صادق کے لئے آخری دونوں باتوں سے انکار کی گنجائش بھی نہیں رہتی مگر ہدایت اللہ سبحانہ وتعالیٰ کے ہاتھ میں، یضل بہ کثیرا ویھدی بہ کثیرا۔ (سوانح مولانا میر)

قارئین! مولانا محمد ابراہیم میر کی شھادۃ القرآن کو جو قبول عام حاصل ہوا وہ شائد رد قادیانیت میں لکھی گئی کسی اور کتاب کو نہیں ہوا، احناف نے بھی اسے قدر کی نگاہ سے دیکھا اوراس کی اشاعت میں حصہ لیا، جیسا کہ مولوی ابن انیس حبیب الرحمان لدھیانوی لکھتے ہیں کہ :

حضرت شاہ عبدالقادر رائے پوری، مولانا ابراہیم صاحب سیالکوٹی کی کتاب شہادت القرآن کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے تھے، اسے کئی بار مجالس میں پڑھوایا تھا، اوراس کی دوبارہ اشاعت کا اہتمام کیا..مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی جنہوں نے قادیانیت کی تردید میں بڑا کام کیا، انہوں نے ایک کتاب قادیانیت کی تردید میں شھادۃ القرآن لکھی تھی، جو ایک بڑا علمی اثاثہ تھا، حضرت مولانا شاہ عبدالقادر رائے پوری کی مجالس میں بھی کئی بار پڑھی گئی، یہ کتاب نایاب ہوگئی تھی، حضرت رائے پوری کی خواہش تھی کہ اس کو دوبارہ شائع کیا جائے، اس پر حضرت رائے پوری کے خلیفہ مجاز مرشدی ومولائی حضرت سید انور حسین نفیس رقم نے حضرت کے حکم پر کوشش کی...حضرت رائے پوری نے حضرت مولانا محمد علی جالندھری کو بلا کر اس کتاب کی اشاعت کے متعلق فرمایا، حضرت مولانا محمد علی جالندھری نے اس کتاب کی طباعت کا تمام کام حضرت سید نفیس شاہ صاحب کے ذمہ

لگایا، حضرت نفیس شاہ صاحب نے دن رات محنت کر کے اس کی کتابت وطباعت کا انتظام فرمایا۔
(سب سے پہلا فتوی تکفیر،)

یہ اس کتاب کی طبع چہارم تھی، اس کے حرف اول میں مجلس تحفظ ختم نبوت کی طرف سے لکھا گیا:

اثبات حیات المسیح علیہ السلام کے عنوان سے حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب میر سیالکوٹی کی معرکہ آراء تصنیف محتاج تعارف نہیں، اس کتاب کی مقبولیت کا اندازہ لگایئے کہ یکے بعد دیگرے چند مرتبہ اشاعت کے باوجود بازار سے نایاب ہوگئی اور ان اس کے بعد پھر زیور طبع سے آراستہ نہ ہوسکی، حسن اتفاق سے کتاب کا ایک نسخہ شیخ المشائخ قطب العالم حضرت اقدس مولانا شاہ عبدالقادر مدظلہ العالی کی خدمت اقدس میں پیش کیا گیا تو حضرت اقدس زیدہ مجدہ نے موضوع کی عظمت اور مضامین میں بلندی اور دلائل کی پختگی سے متاثر ہوکر اس کتاب کو مختلف مجالس میں بالاقساط پڑھوایا، سماعت کے بعد حضرت اقدس زیدہ مجدہ نے اس کتاب کی فوری اشاعت کی خواہش ظاہر فرمائی، چنانچہ عقیدہ ختم نبوت کے تحفظ اور تردید مرزائیت کے سلسلے میں موضوع کی مناسبت سے اس کتاب کی اشاعت کے اہتمام وانصرام کی سعادت حضرت اقدس کی خواہش کے مطابق مجلس مرکزیہ تحفظ ختم نبوت پاکستان ملتان کونصیب ہوئی... دنیدار عوام سے عموماً علماء کرام اور مشائخ عظام سے خصوصاً استدعا ہے کہ اپنا دینی اور اخلاقی فرض پہچانتے ہوئے اس مفید ترین علمی تحفظ اور مؤثر تبلیغی ہدیہ کی بڑھ چڑھ کر قدر افزائی کریں... (شهادة القرآن طبع چہارم)

قارئین! مولانا عبدالقادر رائے پوری اور مجلس تحفظ ختم نبوت کی یہ رائے شہادت القرآن کی عظمت کا واضح ثبوت ہے، حیاۃ مسیح کے موضوع پر احناف نے بھی بلاشبہ کتابیں لکھیں، مگر شہادۃ القرآن میں جس جامعیت اور دلائل کی ندرت کا اہتمام کیا گیا ہے وہ کسی اور کتاب میں نظر نہیں آتا اور مجلس تحفظ ختم نبوت نے اسی حقیقت کا کھلے دل سے اعتراف کیا ہے۔

ومليحة شهدت لها ضراتها

حسینہ وہ ہے جس کے حسن کا اعتراف سوکن بھی کرے

ناظرین! ایک حالیہ شمارے میں اس فتوے کا ذکر ہوا جو لدھیانہ کے ایک مولوی صاحب نے پٹنہ جا کر وہابیوں کے خلاف دیا تھا، یہ فتویٰ ایک طویل مہم کا حصہ تھا، جو برصغیر میں اہل حدیثوں کی بیخ کنی کے لئے برسوں تک جاری رہی، برادران یوسف نے مقدور بھر اس میں حصہ لیا تھا، چھاج بھی بولے اور چھاننیاں بھی نغمہ سرا ہوئیں، یوپی کے شیوخ نے بھی محضر پر دستخط فرمائے اور پنجاب کے ایک حلوائی نے بھی تھانے رپٹ لکھوائی، کشمیر بھی برصغیر ہی کا حصہ تھا، اس لئے جنت ارضی ہونے کے باوجود اسے بھی مہم چلانے والوں نے عاملین سنت کے لئے تپتا ہوا تندور بنایا اور بیسویں صدی کے تیسرے عشرے کے آغاز میں ایک شتر قد پوسٹر شائع کر کے کشمیر کے کونے کونے میں پہنچایا گیا جس میں رفع الیدین، آمین بالجہر اور خطبہ میں نماز دوگانہ تین مسائل کے خلاف نو بڑے مفتیان کرام کے دستخطوں سے ایک متفقہ فتوی صادر کیا گیا، اسی دوران عید گاہ میں مسلمانوں کے ساتھ اہل حدیث کا نماز عید میں شامل ہونے کے بارے میں بھی ممانعت وعدم جواز کا ایک اور فتویٰ جاری کیا گیا، پھر فتوی پر ہی اکتفانہ کیا گیا، بلکہ پولیس اور حکومت سے سہارا لینے کی بھی بھرپور کوشش کی گئی، چنانچہ عالی مسجد میں پولیس کا پہرہ بٹھا دیا گیا، عاملین سنت کو انصاف گرفتاری کے وارنٹ بھی نکلوائے گئے، شہیدان سنت کو انصاف کا دروازہ کھٹکھٹانے پر مجبور کیا...خدا شرے برانگیزد کہ درآں خیر ما باشد، کے مصداق فتویٰ کے در سے موحدین کو عزت وراحت ملی، یہ معرکتہ الآرا مقدمہ کم وبیش چار سال تک چلتا رہا اور (ء میں) عدالت نے فیصلہ اہل حدیث کے حق میں سنایا۔

(تاریخ اہل حدیث جموں کشمیر، صوفی احمد مسلم ۔سری نگر)۔

قارئین: دوران مقدمہ جو اہل حدیث علماء بطور گواہ سری نگر کی عدالت میں پیش ہوئے ان میں مولانا ثناء اللہ امرتسری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل ہیں، ان دونوں بزرگوں کے مفصل بیانات تاریخ اہل حدیث جموں وکشمیر میں مندرج ہیں، ہم چونکہ ان دنوں حضرت مولانا میر کی خدمات تحریک ختم نبوت کا ذکر کر رہے ہیں اس لئے مناسب سمجھتے ہیں کہ ان کے عمومی حالات زندگی کا بھی کسی حد تک احاطہ کر لیا جائے اور چونکہ انہوں نے سری نگر کی عدالت میں دیئے گئے اپنے بیان میں اپنا نام ونسب وغیرہ خود بیان فرمایا تھا اس لئے بطور تبرک ہم درج ذیل پیرا گراف جو ان کے اپنے کوائف پر مشتمل ہے انہی کے الفاظ میں نقل کر دیتے ہیں،

فرماتے ہیں:

میرا نام محمد ابراہیم ولد حاجی قادر بخش میر ساکن سیالکوٹ، پیشہ تدریس و زمین داری، آباؤ اجداد کا وطن کنڈی کے علاقہ میں تھا، میں سردار اہل حدیث (مولانا ثناء اللہ امرتسری) کا مشیر ہوں، خدا کے فضل سے دینی علوم سے فارغ التحصیل ہوں، مکہ معظّمہ کی زیارت خدا کے فضل سے کی ہے، ایک دفعہ اٹھانوے روز وہاں رہا، دوسری دفعہ پورے دو مہینے، بیت المقدس، حیفہ، یافہ، دمشق وغیرہ شہروں میں پھرا ہوں، مفتی محمد عبدہ کی جماعت کے لوگ میرے پاس ہوٹل میں جہاں میں ٹھہرا ہوا تھا آتے تھے، وہ اپنے آپ کو اہل حدیث کہتے تھے، حرم کعبہ میں وعظ کی اجازت شریف مکہ صاحب سے مجھے ملی تھی (کتاب مذکور، از صوفی احمد مسلم، سری نگر،)

اس تبرک کے بعد مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی کے مزید حالات حضرت مولانا محمد اسحٰق بھٹی صاحب کی زبانی سنئے۔

آپ ۔۔ سیالکوٹ کے محلّہ میانہ پورہ میں پیدا ہوئے، آپ کے والد کا شمار سیالکوٹ کے اصحاب ثروت میں ہوتا تھا، مولانا نے قرآن مجید گھر میں پڑھا، اس کے بعد مشن ہائی سکول میں داخل ہوئے جو گندم منڈی میں واقع تھا، ...ء میں میٹرک کا امتحان پاس کیا، اس اثنا میں دینی تعلیم بھی حاصل کرتے رہے، اس کے لئے سیالکوٹ کے مشہور عالم دین غلام حسن کے سامنے زانوئے شاگردی تہ کیا، مولانا غلام حسن سیالکوٹی کے پردادا سے مولانا ابراہیم صاحب کے دادا میاں حیات بخش میر نے حصول علم کیا تھا، اس طرح مولانا ابراہیم سیالکوٹی اور مولانا غلام حسن سیالکوٹی کا شاگردی اور استادی کا تعلق خاندانی تھا جس کا سلسلہ تین پشتوں سے چلا آ رہا تھا۔ میٹرک کے بعد مولانا نے مرے کالج (سیالکوٹ) میں داخلہ لیا اور مولانا میر حسن سے بھی خوب استفادہ کیا، یہ وہ زمانہ تھا جب کہ ضلع گوجرانوالہ کے شہر وزیر آباد میں حضرت حافظ عبدالمنان کی مسند تدریس حدیث آراستہ تھی اور استاذ پنجاب کی حیثیت سے وہ پورے ہندوستان میں شہرت حاصل کر چکے تھے، مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی کے والد محترم قادر بخش مرحوم سے حافظ صاحب کے دوستانہ مراسم تھے،

ایک دفعہ وہ سیالکوٹ تشریف لائے تو اپنے دوست سے کہا کہ تم اپنے بیٹے ابراہیم کو ہمارے پاس وزیرآباد بھیج دو، ہم اسے دینی تعلیم دینا چاہتے ہیں، اس وقت مولانا کومرے کالج میں داخل ہوئے ایک سال ہو چکا تھا، قادر بخش صاحب نے بیٹے کا مرے کالج کی تعلیم روک دی اور انہیں حضرت حافظ صاحب کی خدمت میں وزیرآباد بھیج دیا، یہ.....ء کا واقعہ ہے، وہاں انہوں نے تفسیر وحدیث اور مروجہ دینی تعلیم مکمل کی۔ مولانا سیالکوٹی بڑے ذہین وفطین تھے اور اللہ نے ان کو قوت حافظہ سے خوب نوازا تھا، ایک مرتبہ ماہ شعبان کے آخری دنوں میں ان کی والدہ مکرمہ نے بیٹے سے تمنا کا اظہار کیا کہ رمضان المبارک کی نماز تراویح میں وہ قرآن مجید سنائیں، لائق بیٹے نے ماں کی تمنا حیرت انگیز طریقے سے پوری کی، وہ دن کو روزے کے ساتھ روزانہ ایک سپارہ یاد کرتے اور تراویح میں اسے سناتے، اس طرح ایک مہینے میں پورا قرآن مجید یاد کر کے نماز تراویح میں سنا دیا۔

حضرت حافظ عبدالمنان وزیرآبادی سے حصول علم کے بعد عازم دہلی ہوئے اور حضرت شیخ الکل میاں سید نذیر حسین محدث دہلوی کی خدمت میں حاضری دی، کچھ عرصہ ان کی خدمت میں رہے اور سند واجازہ حدیث سے مفتخر ہوئے، حضرت میاں صاحب کے یہ آخری دور کے شاگرد ہیں، فارغ التحصیل ہونے کے بعد واپس اپنے وطن سیالکوٹ تشریف لائے اور اپنے محلے میانہ پورہ کی اس مسجد میں جو ان کے والد مکرم نے تعمیر کروائی تھی، درس وتدریس کا سلسلہ شروع کیا، یہ سلسلہ مولانا کی مصروفیات کی وجہ سے کئی دفعہ بند ہوا اور کئی دفعہ جاری ہوا۔ درس وتدریس کے دوران انہوں نے ایک ماہانہ رسالہ الہادی کا اجرا بھی عمل میں لایا گیا، ان میں بڑے علمی اور تحقیقی مضامین شائع ہوتے تھے، یہ رسالے مستقل طور سے جاری نہ رہ سکے۔

ہندوستان میں جماعت اہل حدیث کے نظم ونسق کے لئے مولانا سیالکوٹی نے بڑی تگ ودو کی، دسمبر ۱۹۰۶ء میں آرہ (صوبہ بہار) میں جماعت اہل حدیث کا ایک جلسہ ہوا، جس میں اس مسلک کے بہت سے علمائے کرام اور زعمائے عظام نے شرکت کی گئی تھی، اس کے پہلے صدر مولانا حافظ عبداللہ غازی پوری کو اور ناظم اعلیٰ مولانا ثناء اللہ امرتسری کو منتخب کیا گیا تھا اور اس کا مرکزی دفتر دہلی میں قائم

کیا گیا تھا۔ کانفرنس کے تعارف اوراس کومنظّم کرنے کی غرض سے پورے ہندوستان کا دورہ کرنے کے لئے جو وفد ترتیب دیا گیا تھا وہ مولانا عبدالعزیز رحیم آبادی مولانا ثناء اللہ امرتسری (ف مارچ ۱۹۴۸ء)اور مولانا میر سیالکوٹی پر مشتمل تھا۔

ان دنوں لاہور میں جماعت اہل حدیث سے تعلق رکھنے والے حضرات کی تعداد بہت کم تھی، پروفیسر عبدالقیوم کے نانا مولوی سلطان احمد اور والد گرامی منشی فضل الدین موچی دروازے میں رہتے تھے۔ ۱۹۰۱ء میں انہوں نے اپنے مکان پر اہل حدیث حضرات کو جمع کیا اور حلقہ اہل حدیث کے نام سے ان کی تنظیم قائم کی، جس کا صدر مولوی سلطان احمد کو بنایا گیا، اس کے بعد ....ء میں اس کا نام حلقہ احباب اہل حدیث رکھا گیا۔ ۱۰۔اپریل ۱۹۰۹ء کو پنجاب کے مشہور اور جلیل القدر علمائے اہل حدیث کا اجلاس پروفیسر صاحب کے نانا اور والد نے اپنے مکان پر منعقد کیا، ان علمائے کرام میں مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا احمد اللہ امرتسری، مولانا محمد علی لکھوی، مولانا حافظ عبدالمنان وزیر آبادی، مولانا عطاء اللہ لکھوی، مولانا محمد حسین لکھوی، مولانا غلام حسن سیالکوٹی، مولانا ثناء اللہ امرتسری، قاضی عبدالاحد خانپوری اور مولانا محمد ابراہیم سیالکوٹی شامل تھے، ان سب حضرات کی متفقہ رائے سے لاہور کی جماعت اہل حدیث کا نام انجمن اہل حدیث رکھا گیا اور اب تک مسجد مبارک کا انتظام جو ۱۹۲۰ء میں تعمیر کی گئی تھی اسی انجمن کے سپرد ہے۔

(سوانح مولانا میر، مضمون از مولانا محمد اسحاق)

صوبائی سطح پر جماعتی تنظیم کے لئے نومبر ۱۹۲۱ء کو اعیان اہل حدیث صوبہ پنجاب کا اجلاس ہوا اور صدر انجمن اہل حدیث صوبہ پنجاب کے نام سے ایک تنظیم قائم کی گئی، جس کا صدر مقام لاہور اور صدر مولانا ثناء اللہ امرتسری مقرر ہوئے، مولانا سیالکوٹی مشیر منتخب ہوئے، بعد میں انجمن کے صدر مولانا عبدالقادر قصور اور ناظم اعلیٰ مولانا امرتسری قرار پائے اور انجمن کے سلسلہ میں اعلان کرنے والے میر سیالکوٹی تھے اور ان کے قلم سے تمام کاروائی شائع ہوئی تھی (مضمون مولانا محمد عبدہ)

جماعتی سرگرمیوں کے علاوہ مولانا ملکی سیاست میں بھی حصہ لیتے تھے، جیسا کہ مولانا محمد اسحاق بھٹی

رقمطراز ہیں:

مولانا ثناء اللہ امرتسری کی سعی و تجویز سے ۱۹۱۹ء کے آخر میں ہندوستان کے علمائے کرام کی تنظیم جمعیت علمائے ہند قائم ہوئی تو مولانا ابراہیم سیالکوٹی اس میں شامل تھے اور اسی دور میں انہوں نے ملک کی سیاست میں حصہ لینا شروع کیا تھا، سیاسی اعتبار سے وہ ملک کا پر آشوب اور نازک دور تھا، اس دور میں افق ہند پر بہت سے اہم مسائل ابھر آئے تھے، جن کے حل و کشود کے لئے علمائے دین نے رہنمائی حاصل کرنا ضروری قرار پا گیا تھا، مثلاً مسئلہ ہجرت، مسئلہ خلافت، ترک موالات، انگریزی حکومت سے مکمل عدم تعاون، انگریزوں کے اسکولوں، کالجوں، یونیورسٹیوں اور عدالتوں کا بائیکاٹ اور ولایتی مال کے بجائے ملکی مصنوعات کے فروغ و استعمال کا معاملہ وغیرہ نہایت اہم امور تھے جن کے بارے میں علمائے کرام سے رائے لینا اور ان سے شرعی نقطہ نظر معلوم کرنا ضروری تھا، مولانا سیالکوٹی کا شمار چونکہ اس عہد کے اجل علماء میں ہوتا تھا جن میں اس قسم کے مسائل زیر بحث آتے تھے۔ پھر ایک وقت آیا کہ ملکی سیاسیات میں جمعیت علمائے ہند سے علیحدگی اختیار کر لی اور مولانا شبیر احمد عثمانی کے ساتھ مل کر جمعیت علمائے اسلام قائم کر لی۔۔۔ جمعیت علمائے اسلام کلکتہ میں قائم کی گئی تھی اور اس کا پہلا اجلاس بھی وہیں.... ہوا تھا، اس کا صدر مولانا عثمانی کو اور نائب صدر مولانا سیالکوٹی کو بنایا گیا تھا، یہ بھی عجیب اتفاق ہے کہ مولانا شبیر احمد عثمانی ناسازی طبع کی بنا پر جمعیت علمائے اسلام کے پہلے اجلاس میں شرکت نہیں فرما سکے تھے، اس کی صدارت مولانا ابراہیم سیالکوٹی نے کی تھی۔ (سوانح مولانا میر)

مولانا محمد ابراہیم میر نے تحریک آزادی میں ناقابل فراموش خدمات انجام دی ہیں، شاہ اسماعیل شہید کے قافلہ کے مجاہدین کے ساتھ بقول مولانا ساجد میر سیالکوٹی ان کا گہرا رابطہ رہا جن کے لئے وہ پنجاب سے امدادی رقوم کی فراہمی بھی فرمایا کرتے تھے، سیالکوٹ کی مقامی سیاست میں بھی وہ عملی حصہ لیتے رہے اور اس زمانے میں میونسپل کمشنر ہوئے جب یہ ایک بہت بڑا اعزاز سمجھا جاتا تھا۔ (سوانح مولانا میر ص ۹۷۔۹۸)

قارئین! ہم مولانا ابراہیم میر کی تحریک ختم نبوت میں خدمات کا کچھ ذکر کر چکے ہیں، ہم نے بتایا تھا کہ

ریکارڈ کی عدم دستیابی کے باعث ہم زیادہ تفصیل نہیں بتا سکتے، تاہم گزشتہ شمارے میں ذکر کردہ مناظروں کے علاوہ مولانا کے تین مزید مناظروں کا ذکر تاریخ احمدیت مصنفہ دوست محمد شاہد میں موجود ہے، یہ مناظرے مولوی غلام رسول راجیکی مرزائی سے مانگٹ اونچے گوجرانوالہ اور جہلم اور چنیوٹ میں ہوئے تھے۔ حقیقت یہ ہے کہ برصغیر کا طول وعرض پورے چالیس سال تک آپ کی مناظرانہ گھن گرج سے گونجتا رہا ہے، عام طور پر مرزائیوں سے مناظروں میں مولانا ثناءاللہ امرتسری کا ذکر ہوتا ہے، جو ایک حقیقت ہے، لیکن مولانا میر بھی اس میدان میں کچھ زیادہ پیچھے نہیں تھے، یہ دونوں بزرگ جلسوں اور مناظروں میں عام طور پر ایک ساتھ شرکت فرماتے تھے، ایک دوسرے سے علمی تعاون کرتے، اخلاقی حمایت مہیا فرماتے اور پروگراموں کی تشکیل میں بھی مدد فرماتے، اس کی ایک مثال وہ واقعہ ہے جب مولانا امرتسری نے مئی.... ء کے اہل حدیث امرتسر میں جماعت مرزائیہ کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہ ہمارے سامنے آ کر اس موضوع پر بحث کریں کہ مرزا (غلام احمد) صاحب ایک قابل مصنف تھے یا نہیں؟ منفی جانب کے مدعی ہم ہوں گے، مثبت جانب کے مدعی اتباع مرزا ہوں گے، ہمیں یہ بھی منظور ہے کہ یہ مباحثہ احمدیہ بلڈنگ لاہور میں ہو، اگر اس مباحثہ میں جماعت احمدیہ کی تمام پارٹیاں مل کر ہمارے سامنے آئیں تو ہم بہت خوش ہوں گے، اگر خدانخواستہ احمدیہ بلڈنگ میں انتظام نہ ہوسکے یا بلڈنگ والے اجازت نہ دیں تو اس کے سامنے ہی مسجد مبارک میں اس مباحثے کا انتظام ہوسکتا ہے، مباحثہ تحریری ہو یا تقریری دونوں صورتیں ہمیں منظور ہیں اس چیلنج کے حاشیے پر مولانا ابراہیم میر لکھواتے ہیں:

> میں عاجز محمد ابراہیم میر سیالکوٹی جو اس وقت اتفاق سے دفتر اہل حدیث میں موجود ہوں، اس تجویز مباحثہ کو پسند کرتا ہوں لیکن اتنی ترمیم عرض کرتا ہوں کہ یہ مباحثہ بجائے لاہور کے سیالکوٹ میں ہونا چاہیے کیونکہ لاہور میں آج کل جنگی توجہات کی وجہ سے مباحثہ کا انتظام مشکل ہوگا نیز مرزا صاحب سیالکوٹ میں بسلسلہ ملازمت سرکاری عرصہ تک اقامت فرما چکے ہیں، سیالکوٹ میں مباحثہ ہونے کی صورت میں جملہ انتظامات مجھ عاجز کے ذمہ ہوں گے۔ (محمد ابراہیم میر بقلم خود، نزیل امرتسر)

اس چیلنج کے ردعمل کا ذکر فرماتے ہوئے مولانا ثناءاللہ امرتسری اہل حدیث میں رقم طراز ہیں:

> ہمارے اس چیلنج پر قادیان کے رسالہ ریویو آف ریلی جنز بابت جولائی...ء میں توجہ کی گئی ہے، ادھر

ادھر کی حشو دزوائد باتیں کرنے کے بعد لکھا ہے کہ ہمیں یہ مباحثہ منظور ہے مگر تحریری ہونا چاہیے جس کی صورت یہ بتائی ہے کہ ایک طرف اہل حدیث میں مباحثے کے پرچے شائع ہوتے رہیں، دوسری طرف ہم ریویو میں شائع کرتے رہیں گے (مولانا نے پھر فرمایا) تحریری مباحثہ ہمیں منظور ہے مگر اس طرح نہیں جس طرح ایڈیٹر صاحب ریویو نے لکھا ہے، اس طریق سے مباحثہ بہت طویل ہوتا چلا جائے گا، کیونکہ اہل حدیث ہفتہ وار ہے اور ریویو ماہوار، مثلاً اہل حدیث یکم جنوری میں جو مضمون چھپے گا یکم فروری تک اس کا انتظار کرنا پڑے گا، لہذا ہم ایک ایسی تجویز پیش کرتے ہیں جس سے انکار کرنا جماعت مرزائیہ کو عموماً اور جماعت قادیانیہ کو خصوصاً ہرگز جائز نہیں، وہ یہ ہے کہ تحریری مباحثہ اس طرح ہو جس طرح مرزا صاحب نے امرتسر میں ڈپٹی آتھم عیسائی سے کیا تھا جس کی صورت یہ تھی کہ ہر ایک مناظر بصورت املاء تقریر کرتا جاتا تھا اور فریقین کے محرر لکھتے جاتے تھے اور پرچہ مکمل ہونے کے بعد سب کو سنا دیا جاتا تھا، اسی طریق سے تحریری مباحثہ ہمیں منظور ہے پس ہم نے قادیانیوں کے سامنے ان کے نبی کا اسوہ حسنہ پیش کر دیا ہے جس سے انکار کرنا ان کے لئے کسی طرح زیبا نہیں، بلکہ جائز بھی نہیں اور اس کے بعد مرزائی خاموش ہو گئے۔

ناظرین: مولانا میر کی مناظرانہ سرگرمیوں کا میدان مرزائیوں تک ہی محدود نہ تھا، وہ برصغیر میں عیسائیوں، ہندوؤں چکڑالویوں وغیرہ سے بھی علمی مباحثات و مذاکرات کرتے رہے ہیں، جیسا کہ مولانا حافظ عنایت اللہ اثری لکھتے ہیں: انجمن اہل حدیث لاہور کا جلسہ منعقد ہوا، اس میں مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی نے مولوی حشمت علی چکڑالوی سے مناظرہ بھی کیا (الجسر البلیغ)

ایک اور واقعہ کا ذکر کرتے ہوئے مولانا عنائیت اللہ اثری لکھتے ہیں:

اکتوبر ۱۹۲۹ء میں آریہ سماج گجرات کا جلسہ تھا جس میں انہوں نے مسلمانوں کا تبادلہ خیالات کی دعوت دی تو مرزائیوں نے میری (عنایت وزیر آبادی) بابت اڑایا کہ یہ ہمارے خلاف تو لکھتا بولتا ہے، آریوں کے مقابلہ میں کھڑا نہیں ہوتا، چنانچہ میں نے مولوی ابراہیم صاحب سیالکوٹی کو دعوت دے کر آریوں سے بات چیت شروع کر دی تو شرائط مناظرہ میں اختلاف ہو کر مناظرہ رک گیا،

موصوف (سیالکوٹی) کو میں نے اطلاع دی کہ اگرچہ مناظرہ رک گیا ہے مگر آپ بہر حال تشریف لائیں، ایسا نہ ہو کہ آریہ کوئی شرارت کریں، چنانچہ موصوف حسب استدعا تشریف لے آئے، مگر میں نے دوسروں کو تو کیا خود اپنی جماعت کو بھی موصوف کی آمد سے آگاہ نہیں کیا اور انہیں ایک علیحدہ مخفی جگہ میں ٹھہرائے رکھا، جلسہ کے آخر دن مغرب کی اذان تیار تھی کہ آریہ نے اطلاع دی کہ آپ کی پیش کردہ شرائط پر مناظرہ منظور ہے اور آج ہی رات پہلے آپ کا وقت ہے، بس پھر کیا تھا کہ شہر میں بجلی کی طرح خبر پھیل گئی، اپنی جماعت اور دیگر مسلمان حیران کہ اب کیا کیا جا سکتا، مرزائیوں نے کہا کہ ہمارا مبلغ آیا ہوا ہے وہ حافظ صاحب کی طرف سے ان کی مقرر کردہ شرائط پر کھڑا ہو سکتا ہے اور دیگر احباب بھی اس پر مائل ہو گئے اور میں خاموش، کچھ جواب نہیں، عام خیال تھا کہ یہ خود کھڑا ہو گا، میں نے سماج میں اسلامی اسٹیج بنوا دی اور ضروری کتابیں بھی رکھوا دیں، عین وقت پر جب مولوی (ابراہیم) صاحب سٹیج پر تشریف فرما ہوئے تو لوگ حیران ہو گئے کہ انہیں کب سے بلوایا تھا۔ القصہ یہ کہ مناظرہ ہوا اور شاندار ہوا کہ دھاک بیٹھ گئی، آریہ صدر نے مولوی صاحب کے طرز بیان کی بے حد تعریف کی بلکہ آریہ مناظر خود کچھ دنوں بعد مسلمان ہو گیا (الجسر البلیغ)۔

مولانا سیالکوٹی قرآنی علوم و معارف کے فاضل اور اسرار و رموز کے ماہر تھے، انہوں نے حالات کا بغور جائزہ لے کے فارغ التحصیل اور ذہین علماء کو قرآن کی روشنی میں فرق باطلہ کی تردید کے لئے تربیتی کورس شروع کیا وہ برصغیر میں پہلی شخصیت ہیں جنہوں نے دورہ مضامین قرآن کا آغاز فرمایا، بعد میں مولانا احمد علی لاہور مرحوم نے بھی قرآن کو اسی انداز میں پیش کرنے کے لئے لاہور میں دورہ تفسیر کی طرح ڈالی، مولانا سیالکوٹی کے درس میں نہ کوئی نو خیز شامل ہو سکتا تھا اور نہ کوئی مبتدی، ان کے یہاں درس نظامی کے فضلا اور نوجوان علماء داخل ہوتے تھے، مولانا سیالکوٹی ان پر خوب محنت کرتے، ختم نبوت، رد قادیانیت، رد عیسائیت، رد نیچریت، رد انکار حدیث، رد تقلید، رد بدعت، رد انکار صحابہ، رد ممات مسیح پر مولانا سیالکوٹی کے عالمانہ، فاضلانہ، محققانہ، محدثانہ اور مناظرانہ خطابات ہوتے، اسی طرح قرآن کی روشنی میں سکھوں، مجوسیوں، یہودیوں، آریہ، سماجیوں، سناتن

دھرمیوں اور بدھ مت کی مدلل تردید کرتے ، یہ کریڈٹ بھی اہل حدیث ہی کو جاتا ہے کہ ان کے ایک فرزند جلیل نے اسلام کے تحفظ ، دین کے دفاع ، سنت کے احیاء ، شرک کی تردید اور عظمت قرآن کے لئے خدمت دین کی نئی طرح ڈالی۔

(سوانح مولانا میر سیالکوٹی ، مضمون مولانا حفیظ الرحمٰن سندھو)۔

قارئین! میں سمجھتا ہوں کہ مولانا میر کی مناسبت سے سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کی تحریک کا بھی ذکر ہو جائے تو نا مناسب نہیں ہوگا ، سیالکوٹ ہمیشہ سے مردم خیز علاقہ رہا ہے ، یہاں سے علم وعمل کے اساطین نے ظہور فرمایا اور اس سرزمین کو سید الطائفہ حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث کی قدم بوسی کا شرف بھی حاصل ہوا ، جیسا کہ خود مولانا ابراہیم میر سیالکوٹی لکھتے ہیں:

غالباً ۱۸۸۹ء یا ۱۸۹۰ء کا ذکر ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی کے بیٹے شیخ عبدالسلام کی شادی تھی ، برات غالباً بٹالہ ضلع گورداسپور سے پسرور ضلع سیالکوٹ جانے والی تھی ، مولانا بٹالوی نے حضرت شیخ الکل سید نذیر حسین محدث دہلوی کو بھی اس تقریب میں شمولیت کی دعوت دی جو حضرت میاں صاحب نے منظور فرمالی ، مولانا ابوسعید محمد حسین بٹالوی کی برادری شیخ قانون گودھاروال شہر سیالکوٹ میں کثرت سے آباد تھی ، برات اسی محلّہ میں اتری ، حضرت میاں صاحب کی زیارت کے لئے اہل حدیث اور دیگر حضرات جوق در جوق آتے رہے اور حضرت میاں صاحب ان کو قرآن و حدیث کی تابعداری کے وعظ سناتے رہے ، پسرور سے واپسی پر میاں صاحب نے پھر اسی محلّہ میں نزول فرمایا اور مغرب کی نماز آپ نے سیالکوٹ کے اسٹیشن کے میدان میں ادا کی جس میں مقتدیوں کا شمار ہزاروں میں تھا ، قرآت میں آپ نے سورۃ حشر کی آخری آیات تلاوت فرمائیں ، جو حاضرین پر اثر انداز ہوئیں ، اس نماز کا اثر آج تک میرے (محمد ابراہیم میر) دل میں باقی ہے۔ (تاریخ اہل حدیث۔ لاہور ، ص ۴۳۳۔۴۳۴)

سیالکوٹ میں حضرت میاں صاحب کے نزول اجلال سے کچھ عرصہ قبل ان کے شاگردوں مثل مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی اور مولانا محمد حسین بٹالوی وغیرہما کی کاوشوں سے اس شہر علم وفضل میں عمل بالحدیث

کی کونپلیں پھوٹنا شروع ہو چکی تھی، حافظ وزیر آبادی اور مولانا بٹالوی کے ایک شاگرد مولوی محمد رمضان نے یہاں غلغلہ توحید بلند کرنا شروع کر دیا ہوا تھا مولانا احمد دین حضرت میر سیالکوٹی کے رشتہ داروں میں سے تھے اور کہا جاتا ہے کہ انہیں کی برکت سے میر خاندان میں توحید وسنت کا رواج ہوا (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر)

مولوی محمد رمضان صاحب نے سیالکوٹ تشریف لا کر خطبات جمعہ اور تقاریر میں عمل بالحدیث کی تبلیغ شروع کر دی، مخالفتیں بھی ہوئیں اور کوٹلی لوہاراں (سیالکوٹ) اور ء میں سیالکوٹ شہر میں احناف سے مناظروں کی بات چلی، اہل حدیث کی طرف سے مولوی محمد رمضان اور حافظ وزیر آبادی۔

مناظرے کے لئے تشریف لائے جب کہ احناف کی طرف سے مولوی حبیب اللہ پشاوری تشریف لائے، یہ مناظرہ تو نہ ہو سکا تاہم مولانا غلام حسن سیالکوٹی اعلانیہ طور پر اشاعت سنت کے لئے کمر بستہ ہو گئے، ء والے مناظرے میں اہل حدیث کی طرف سے مولوی غلام حسن، حافظ عبدالمنان وزیر آبادی وغیرہ ھما موجود تھے اور احناف کی طرف سے مولوی غلام قادر بھیروی مع ساتھیوں کے آئے، یہ مناظرہ بھی بالفعل منعقد نہ ہوا تاہم مسلک اہل حدیث کی قبولیت میں اضافہ کو موجب بن گیا۔(تلخیص از سوانح مولانا میر سیالکوٹی۔مضمون مولانا محمد عبدہ الفلاح)

ان بزرگوں کے بعد سیالکوٹ میں عمل بالحدیث کی تحریک مولانا ابراہیم میر نے تقریر و تحریر اور تدریس کے ذریعہ جاری رکھی اور ان کی کاوشوں سے سیالکوٹ اور اس کے گردو نواح میں عمل بالحدیث کو خوب فروغ ہوا جس کا وہ خدا سے اجر پائیں گے، انشاء اللہ۔آپ کے تلامذہ میں شیخ الحدیث مولانا محمد اسماعیل سلفی، (ف .....ء) مولانا عبدالمجید سوہدروی، مولانا حکیم محمد صادق سیالکوٹ، مولانا حافظ محمد شریف سیالکوٹی، مولانا محمد عبداللہ ثانی، مولانا عبدالعزیز اوکاڑوی، مولانا محمد صدیق کرپالوی ثم فیصل آبادی، مولانا حافظ احمد اللہ بڈھیمالوی، مولانا معین الدین لکھوی، مولانا ابوحفص عثمانی (سابق ناظم جامعہ سلفیہ فیصلہ آباد) جیسے اکابر علماء شامل ہیں..آپ کی تاریخ وفات جنوری ء ہے۔حضرت حافظ محمد عبداللہ محدث روپڑی نے نماز جنازہ پڑھائی اور سیالکوٹ میں دفن ہوئے، آپ کی چھوٹی بڑی تصانیف کی تعداد ۰ کے قریب ہے، تفسیر سورہ فاتحہ، تاریخ اہل حدیث، تفسیر سورہ کہف، سیرۃ محمدی خصوصی طور پر قابل ذکر ہیں۔اللھم اغفر لہ وارحمہ

مولانا محمد ابراہیم میر سیالکوٹی (۳)

(۴۰)

قارئین! ایک انتہائی محترم اہل علم کی مہربانی سے ہمیں حال ہی میں اہل حدیث امرتسر کا ۲۹ نومبر ۱۹۴۰ء کا شمارہ دیکھنے کو ملا، اس شمارے میں حسن اتفاق سے حضرت مولانا میر سیالکوٹی کے کچھ حالات زندگی خود انہی کے قلم سے اپنی کہانی اور اپنی زبانی کے عنوان سے شائع ہوئے ہیں۔، ہم چونکہ مولانا میر ہی کا ذکر کر رہے تھے اس لئے مناسب جانا کہ تاریخ کو ایک جگہ محفوظ رکھنے کی غرض سے آگے بڑھنے سے قبل حضرت میر صاحب کے خودنوشت حالات بھی یہاں درج کر دیئے جائیں، فرماتے ہیں:

الحمدللہ کہ میری ولادت پابند شرع خاندان میں ہوئی، والدہ مرحومہ فرمایا کرتی تھیں کہ جس دن تم صبح کو پیدا ہوئے اس روز میرے والد (مولانا میر کے نانا جان) نے مجھے آکر فرمایا کہ رات کو خواب میں مجھے آنحضرت رسول کریم ﷺ نے گلاب کا پھول دیا ہے، میرے ددھیال اور ننھیال ہر دو عبادت گزار اور خدا یاد تھے۔، والد ماجد کو خدا تعالی نے بے انداز مال دولت کے ساتھ نعمت دینداری وخاکساری بھی عطا کر رکھی تھی۔، والد ماجدہ اوصاف حمیدہ واخلاق فاضلہ میں اپنا جواب آپ تھیں۔، ایسے ماں باپ سے جنم و پرورش پا کر توحید وسنت کے گرویدہ اور علم میں کامل و پختہ اساتذہ سے تعلیم وتربیت حاصل کی۔، باوجود غائت درجے کے تنعم میں پرورش پانے کے اس تخمی و تشکمی تاثیر اور مقدس فیض صحبت کے اثر سے بچپن ہی سے طبع کا میلان تصوف و دینی علم وعمل کی طرف تھا۔، خدا کا شکر ہے کہ جہالت وبدعت کی ظلمت مجھ پر ایک دم کے لئے بھی نہ آسکی۔، چونکہ

گھر میں آسودگی تھی اس لئے مجھے انگریزی سکول میں بٹھایا گیا۔طبع کی ذہانت اوراستدلال کی خوبی اور جواب کی برجستگی سے اقارب کی رائے اس پر تھی کہ لڑکا وکیل بنے گا یا مجسٹریٹ۔،سکول کے خارج کے وقت میں گھر میں قرآن شریف و مذہبی کتب کی تعلیم بھی جاری رہی۔، چنانچہ حضرت مولانا ابوعبداللہ عبیداللہ غلام حسن سیالکوٹی رحمہ اللہ (جن کے متعلق حاشیہ میں مولانا سیالکوٹی فرماتے ہیں کہ ان کی توصیف مشکل ہے،مختصر یہ کہ آپ علم وعمل ،تقوی و ذہانت ، ذکر عبادت، صورت وسیرت ، اخلاق و معاملات،وقار وعظمت استغنا وسیر وچشمی ،سخاوت وشفقت اورشریں کلامی وحق گوئی میں نمونہ سلف تھے،میری آنکھوں نے حضرت میاں صاحب مرحوم دہلوی کے بعد ان جیسی جامعیت کا دوسرا شخص نہیں دیکھا) کے درس مین حاضری لازمی تھی،حتیٰ کہ انہی حالات میں میں نے ۱۸۹۵ء میں امتحان انٹرنس یعنی میٹرک پاس کیا۔،کالج میں داخل ہوکرایک سال ایف اے کلاس میں بھی گزارلیا تھا کہ قائدازلی نے یکا یک میری باگ کلیۃً دینی علوم کی طرف موڑ دی اور شوق اتنا غالب ہوتا گیا کہ میں کالج کو خیر باد کہنے پر مجبور ہوگیا۔، میں نے سیدھا وزیرآباد (سیالکوٹ سے جانب مغرب ۲۷ میل) کا رخ کیا،اور وہاں جناب حافظ عبدالمنان صاحب محدث (جوظاہری آنکھوں سے معذور تھے) کی خدمت میں حاضر ہوکرعرض کیا کہ آپ میرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے چلیں اور میرے والد ماجد سے کہیں کہ وہ مجھے علم حدیث پڑھنے کی اجازت بخشیں۔حافظ صاحب ممدوح میرے اس شوق وذہانت کوبخوبی جانتے تھے بلکہ چاہتے تھے کہ میں ان سے علم حدیث پڑھوں اور حضرت والد صاحب مرحوم ان کی اور میرے استاد ومرشد جناب مولانا ابوعبداللہ غلام حسن صاحب سیالکوٹی سے بغایت عقیدت رکھتے تھے،حافظ صاحب میری گزارش سن کرمیرے ساتھ سیالکوٹ تشریف لے آئے اورنماز عشاء کے بعد مسجد میں بیٹھے ہوئے دیگر معتقدین کے حلقہ میں بغیر کسی تمہید کے جناب والد صاحب سے یوں گویا ہوئے ،مستری جی! آپ بڑے بیٹے اللہ دتہ سے دنیا کی کھیتی لیتے ہیں،ابراہیم سے عاقبت کی کھیتی لیں اور مجھے دے دیں۔،والد صاحب مرحوم سیالکوٹ کے معزز اصحاب میں سے تھے،خدا جانے میرے انگریزی

پڑھانے میں ان کو کیا کیا آرزوئیں اورامیدیں ہوں گی ،آپ نے ان سب کو دل ہی میں رکھ کر بغیر کوئی لفظ بولنے کے میرا دایاں بازو پکڑا اور حافظ صاحب کے ہاتھ میں پکڑا دیا۔حافظ صاحب نے خوشی سے میری پیٹھ ٹھونکی اور فرمایا: بس بھائی ،اب تو راضی ہو گئے ہو؟

میں نے عرض کیا کہ ہاں جی ،جسمانی باپ سے تو اجازت مل گئی ہے اب روحانی باپ یعنی مولانا (غلام حسن) صاحب سے بھی اجازت لے کر مجھے اپنے ساتھ وزیرآباد لے چلئے۔مولانا صاحب اور حافظ صاحب آپس میں سمدھی تھے۔حافظ صاحب فرمانے لگے وہ تو گھر کی بات ہے،اس میں کیا دیر لگے گی۔خیر رات نہایت بے تابی سے گزری اور صبح کو درس قرآن ناشتہ سے فارغ ہو کر حافظ صاحب میرے ہمراہ جناب مولانا (غلام حسن) صاحب کے پاس تشریف لے گئے اوران سے کہنے لگے کہ ابراہیم مجھے دے دیں۔مولانا (غلام حسن) صاحب بہت با مذاق تھے،فرمانے لگے کیا ابراہیم کی بھی بانٹ ہوگی۔میرا کیا اور آپ کا کیا؟ آپ کا اختیار ہے،حافظ صاحب اسی روز دس بجے کی ٹرین سے مجھے وزیرآباد لے آئے۔ میں ترجمہ قرآن اور تفسیر جلالین، بلوغ المرام، مشکوۃ، جامع ترمذی مع رسائل صرف ونحو اور کتب نحو بیان اور منطق واصول فقہ کے سیالکوٹ میں حضرت مولانا (غلام حسن) صاحب سے پڑھ چکا تھا، حافظ (عبدالمنان) صاحب نے پہلے صحیح مسلم اور الفیہ ابن مالک، پھر صحیح بخاری اور سنن ابی داؤد، شرح نخبہ اور الفیہ عراقی شروع کرائی۔ ۱۸۹۶ء کے ماہ ستمبر کی اکیسویں تاریخ تھی اور پیر کا دن تھا کہ سبق شروع ہوئے۔

میں نہ تو حافظ صاحب کے تبحر علمی کا اندازہ لگا سکتا ہوں اور نہ سبق کے وقت کی اپنی کیفیت بتا سکتا ہوں، ہاں اتنا کہ سکتا ہوں کہ مجھے اپنے وجدان میں ایک سبق پر یہ معلوم ہوتا تھا کہ میں نے آج ایک مہینے کے سبق پڑھے ہیں اور جس روز میری قرأت کی نوبت ہوتی تھی، حافظ صاحب ممدوح میرے سر سے اپنا سر جوڑ کر اور میری پشت پر اپنے دونوں ہاتھ رکھ کر میری قرات سنتے رہتے تھے،

اس وقت اثنائے قرأت میں مجھ پر ایک عجیب کیفیت فیض قدس کی طاری ہو جاتی تھی اور بعض وقت میرے سامنے عالم جوّ میں تیس کا ہندسہ بھی لکھا ہوا نظر آ جاتا تھا، الحمدللہ کہ بہت تھوڑے عرصہ میں جو کچھ مقدر تھا اس سے اپنا دامن بھر لیا۔

اس کے بعد چالیس سال سے زائد عرصہ مناظرہ و مدافعت اسلامی اور تبلیغ توحید و سنت اور تصنیف کتب اور تدریس و تذکیر کے کام میں زندگی بسر کر رہا ہوں اور میرے دل میں دنیا کمانے کا کبھی خیال بھی پیدا نہیں ہوا۔ وجہ معاش کی صورت یوں ہے کہ والد صاحب کی زندگی میں تو مجھے کوئی فکر نہیں ہو سکتا تھا لیکن الحمدللہ کہ ان کے بعد بھی یہی صورت قائم ہے، دسمبر ۱۹۱۴ء میں جناب والد مرحوم فوت ہو گئے اور مجھے اپنے برادر بزرگ اور ہمشیرگان کے ساتھ جس قدر حصہ وراثت ترکہ میں ملا وہ خدا کے فضل سے اتنا وافر ہے کہ مجھے کوئی پیشہ اختیار کرنے کی ضرورت نہیں پڑی، خدا کا بے محنت دیا ہوا رزق کھاتا ہوں اور اس کا دین اس کے بندوں کو پہنچاتا ہوں۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی
منت بداں ازو کہ بخدمت گذاشت

اب میری عمر چھیاسٹھ سال کی ہو گئی ہے، الحمدللہ کہ میرے سارے دانت سلامت ہیں، آنکھیں بھی روشن ہیں، معدہ بھی قوی ہے، اپنے ہم عصروں کی نسبت توانا ہوں۔ خدا نے مال دیا ہے تو اپنی مخصوص اور قیمتی اراضی زرعی میں سے ایک بیگہ میں جماعت اہل حدیث کے لئے عیدگاہ بنائی ہے اور اس میں پھلدار درختوں اور پھولوں کا باغ بھی لگوایا ہے، حضرت والد مرحوم نے بصرف خاص جو دو منزلہ جامع مسجد اہل حدیث کے لئے بنائی تھی اسے نمازیوں کی کثرت کی وجہ سے پورا دگنا کیا ہے، الحمدللہ کہ یہ مسجد سیالکوٹ میں اول نمبر پر ہے اور منزل بالا میں عورتیں اور منزل زیریں میں مرد نماز پڑھتے ہیں۔، داخل خارج کے راستے اور عبادت اور وضو کی جگہیں عورتوں اور مردوں کے لئے الگ

ہیں۔، یہ نقشہ حضرت والد صاحب مرحوم کا ایجاد کردہ ہے، اب مثل دوسرے شہروں کے اہل حدیث بھی اسی نقشہ کی مسجدیں بنوار ہے ہیں۔

اسلامی مدافعت اور نصرت میں بہت سی مفید اور مقبول کتابیں بھی تصنیف کی ہیں اور بہت سے طلباء کو علوم تفسیر وحدیث بھی مع ان کے خدام کے پڑھائے ہیں جو خدا کے فضل سے ملک پنجاب و ہندوستان کے دور ونزدیک کے بہت سے شہروں میں تعلیم وتدریس یا وعظ وتذکیر کی خدمات باحسن صورت انجام دے رہے ہیں، الحمدللہ میرے اپنے اوقات عام طور پر دینی اشغال ذکر وعبادت، تلاوت قرآن، تدریس وتعلیم، تصنیف ومطالعہ کتب اور وعظ وتذکیر اور خلق اللہ کی بے عوض خدمات میں گزرتے ہیں اور بہت کم ہے کہ میرا کوئی وقت کسی لایعنی کام میں ضائع ہو۔ فالحمدللہ علی ذالک

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر۔ شمارہ مذکورہ ص ۹۔۱۱)

محمد عبداللہ: معمار مناظر

(۴۱)

قارئین! مولانا میر کے ذکر کے بعد ہم چاہتے ہیں کہ اب چند نشستیں حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری رحمہ اللہ کے لئے مخصوص کر دی جائیں تاہم اس سے پہلے ان کے چند شاگردوں کا ذکر دینا بھی نامناسب نہیں ہوگا، جن کی تحریک ختم نبوت میں خدمات بعض معروف اور قد آور علماء کی خدمات سے بھی کہیں زیادہ ہیں لیکن تحریک کے تذکروں میں ان کا ذکر کما حقہ نہیں ملتا۔ ان شاگردوں میں منشی محمد عبداللہ جو پیشے کے لحاظ سے معمار تھے اور جناب حبیب اللہ صاحب جو محکمہ نہر کے ایک دفتر میں کلرک تھے خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ مولانا صفی الرحمان اعظمی امیر، جمعیت اہل حدیث ہند اپنی کتاب فتنہ قادیانیت میں لکھتے ہیں:

مولانا محمد عبداللہ معمار اور بابو حبیب اللہ صاحب کلرک مولانا ثناء اللہ امرتسری کے خصوصی تلامذہ اور تربیت یافتگان میں سے تھے اور دونوں ہی نرالے طرز نگارش کے مالک تھے۔ دونوں حضرات کی سکونت چونکہ امرتسر ہی میں تھی اس لئے انہیں مولانا سے فیضیاب ہونے کے بہتر اور زیادہ مواقع حاصل تھے۔ بیسویں صدی کے ربع ثانی میں یہ دونوں شخصیتیں نمایاں طور پر ابھر چکی تھیں، اخبار اہل حدیث امرتسر میں رد قادیانیت پر ان کے مضامین تقریباً مسلسل شائع ہوتے تھے جن سے قادیانی حلقوں میں ہلچل مچ جایا کرتی تھی۔ جب کوئی اہم مناظرہ درپیش ہوتا اور مولانا امرتسری اپنی بے پایاں اخباری اور جماعتی مصروفیات یا بیماری و ناسازی طبع کے باعث حاضر ہونے سے معذور ہوتے تو عموماً ان ہی دونوں میں سے کسی ایک کو بھیج دیتے تھے۔ بلکہ بعض اوقات خود رہتے ہوئے بھی ان میں سے کسی ایک کو مناظرہ کے لئے کھڑا کر دیتے اور خود نگرانی و رہنمائی فرماتے رہتے تھے۔ ان دونوں حضرات میں سے بھی آپ کی نگہ انتخاب عموماً مولانا عبداللہ صاحب معمار پر پڑتی تھی اور حق یہ ہے کہ موصوف اپنے استاد (مولانا امرتسری) کی نیابت کا حق پورا پورا ادا کر دیتے تھے۔

بیسویں صدی کے تیسرے عشرے میں جب مولانا امرتسری قویٰ کے اضمحلال اور بعض طویل امراض کے سبب زیادہ تگ ودو نہ کر سکتے تھے، مذکورہ بالا دونوں حضرات کی گردش بہت تیز نظر آتی ہے اور وہ میدان کارزار کے صف اول کے مجاہدین میں بھی نمایاں نظر آتے ہیں۔

مضامین ومناظرات کے علاوہ ان دونوں حضرات نے ردقادیانیت کے موضوع پر تصنیفات ورسائل کی بھی خاصی مقدار چھوڑی ہے، مولوی حبیب اللہ صاحب کلرک دفتر نہر امرتسر کے رسائل جو مجھے اس وقت دستیاب ہیں ان کی تعداد سترہ ہے، یہ سب کے سب مولانا امرتسری کے صاحبزادے مولوی ابورضا عطا اللہ صاحب کے زیراہتمام ثنائی برقی پریس کے چھپے ہوئے ہیں، میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ بابو حبیب اللہ صاحب کے تالیف کردہ کل رسائل کی تعداد سترہ ہی ہے، کیونکہ ان میں سے صرف ایک رسالہ ۱۹۲۹ء کا شائع شدہ ہے، بقیہ رسائل صرف ڈھائی سال کے دوران (یعنی دسمبر ۱۹۳۲ء سے وسط ۱۹۳۵ء) کے طبع شدہ ہیں، حالانکہ ان کی تقریری یا تحریری خدمات کا دائرہ ان ہی میں ڈھائی برسوں میں محدود نہیں ہے۔

مولانا عبداللہ صاحب معمار امرتسری مرحوم کو تحریری میدان میں بھی امتیازی حیثیت حاصل ہے اور انہیں کم از کم قادیانیت کے موضوع پر مولانا کا صحیح جانشین کہا جا سکتا ہے، وہی انداز استدلال، وہی طرز گفتگو، وہی زور وقوت، وہی زیر وبم اور وہی لطافت وظرافت، گویا شاگرد نے استاد کی خوبیوں اور کمالات کا نہایت کامیاب تتبع کیا ہے۔ ہمیں ردقادیانیت کے موضوع پر مولانا معمار کی نہ تو جملہ تالیفات ہی دستیاب ہو سکیں، اور نہ ان کی جامع فہرست ہی مل سکی بلکہ ان کی صرف پانچ تالیفات کا ہمیں علم ہوسکا ہے جن میں سے تین عدد فی الحال دستیاب ہیں، ظاہر ہے کہ اس صورت میں ان کی تالیفات کی ٹھیک ٹھیک صحیح اور یقینی تعداد بتلانی مشکل ہے، ممکن ہے موصوف کی تالیفات کی تعداد زیادہ نہ ہو، لیکن یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ ان کی صرف ایک ہی تالیف سینکڑوں تالیفات پر بھاری ہے، کون ہوگا جسے قادیانیت کے موضوع سے دلچسپی ہو اور اس نے محمدیہ پاکٹ بک کا نام نہ سنا ہو، یہ کتاب مولانا عبداللہ صاحب معمار ہی کے اشہب قلم کا شاہکار ہے، یہ چھوٹی سائز کے سات سو صفحات پر پھیلی ہوئی ہے، اور ہر صفحہ باریک خط میں سطروں پر مشتمل ہے، اس میں ۳۵۸ عنوانات کے تحت قادیانیت کے موضوع سے متعلق تمام مباحث پر فیصلہ کن گفتگو کی گئی ہے اور کسی بحث کا کوئی گوشہ تشنہ

نہیں چھوڑا گیا ہے، درحقیقت یہ کتاب قادیانیت کے موضوع پر سب سے زیادہ جامع اور ہمہ گیر کتاب ہے، اسے قادیانی اسلامی مباحث کے دائرۃ المعارف (انسائیکلو پیڈیا) کی حیثیت حاصل ہے اور یہ عرب کی مشہور کہاوت کل الصیدفی جوف القراء (یعنی ہر شکار نیل گائے کے پیٹ میں ہے) کے مصداق ہے۔

یہ کتاب پہلی مرتبہ ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی۔ دوسرا ایڈیشن ۱۹۳۶ء میں نکلا۔ (اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۳۴۱ھ میں نکلا) تقسیم برصغیر کے بعد یہ کتاب ناپید ہو رہی تھی جبکہ قادیانیوں کی سرگرمیاں اندرون پاکستان تیز سے تیز تر ہو رہی تھیں، اس لئے اس کی طباعت و اشاعت کی ضرورت شدت سے محسوس کی جا رہی تھی، بالآخر یہ بیڑہ حضرت مولانا عطاء اللہ صاحب حنیف نے اٹھایا، اور المکتبہ السّلفیہ لاہور نے جولائی ۱۹۶۴ء میں اس کا چوتھا ایڈیشن شائع کیا۔ مولانا عبداللہ صاحب معمار نے جو تقسیم ملک کے بعد گوجرانوالہ پاکستان میں متوطن ہو گئے تھے (اور وہیں ۲۶ اپریل ۱۹۵۰ء مطابق ۷ رجب ۱۳۶۹ھ یوم چہارم شنبہ کو انتقال کیا) اپنی اس کتاب پر نظر ثانی کی تھی، چوتھے ایڈیشن میں اس کی اہم ترامیم بھی شامل ہیں اور اس کے آخر میں مولانا ثناء اللہ کا مشہور رسالہ تاریخ مرزا بھی شامل ہے۔

مولانا معمار کی دوسری اہم کتاب خاتم النبین ہے جو ختم نبوت کے موضوع پر عقلی و نقلی دلائل کی جامع ہے اور حرف آخر کی حیثیت رکھتی ہے، اس کا تعارفی اشتہار موصوف ہی کے ایک رسالہ عالم کباب مرزا کے ٹائٹل کے پچھلے اور آخری صفحہ پر دستیاب ہوا ہے جو اس کی طباعت سے پہلے کا ہے۔ سے زیادہ اس کے بارے میں ہمیں کوئی علم نہیں ہو سکا۔ (فتنہ قادیانیت ص ۷، ۲۷۴)

ناظرین! مغالطات مرزا عرف الہامی بوتل منشی محمد عبداللہ صاحب کی ایک اور تالیف ہے جس میں مرزا صاحب کے پانچ الہامات کی حقیقت الم نشرح کی گئی ہے، جن کو وہ مختلف مواقع پر چسپاں کر کے خلق خدا کو اپنے دام تزویر میں پھنساتے تھے، ان پانچ الہامات میں سب سے پر لطف وہ الہام ہے جو براہین احمدیہ میں یا آدم اسکن انت وزو جك الجنة کے الفاظ سے درج ہوا ہے۔

مولانا معمار کی ایک کتاب عالم کباب مرزا ہے جو پہلی مرتبہ ۱۸ صفحات پر ۱۹۳۷ء میں شائع ہوئی تھی، یہ کتاب ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی کی ایک پیش گوئی کے بارے میں تھی، اس کی مختصراً کیفیت یوں ہے۔

فروری ۱۹۰۶ء میں مرزا قادیانی کے ایک مرید میاں منظور محمد کی اہلیہ حاملہ تھیں، مرزا صاحب نے فرمایا:

دیکھا کہ منظور محمد کے ہاں لڑکا پیدا ہوا ہے، دریافت کرتے ہیں کہ اس لڑکے کا کیا نام رکھا جائے ،تب خواب سے حالت الہام کی طرف چلی گئی اور یہ معلوم ہوا کہ بشیر الدولہ۔فرمایا کئی آدمیوں کے واسطے دعا کی جاتی ہے، معلوم نہیں کہ منظور محمد کے لفظ سے کس کی طرف اشارہ ہے۔

(ریویو آف ریلی جنز۔ماہ مارچ ۱۹۰۶ء ص ۱۲۲)

اس کے قریباً ساڑھے چار ماہ بعد مرزا صاحب قادیانی نے فرمایا:

۷ جون ۱۹۰۶ء بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوا کہ میاں منظور محمد صاحب کے گھر یعنی محمدی بیگم (زوجہ منظور محمد) کا ایک لڑکا ہوگا، جس کے دو نام ہوں گے، بشیر الدولہ، عالم کباب، یہ دو نام بذریعہ الہام الٰہی معلوم ہوئے، بشیر الدولہ سے مراد ہماری دولت و اقبال کے لئے بشارت دینے والا۔عالم کباب سے یہ مراد ہے کہ چند ماہ بعد تک یا جب تک کہ وہ اپنی برائی بھلائی شناخت کرے، دنیا پر ایک سخت تباہی آئے گی، گویا دنیا کا خاتمہ ہو جائے گا، خدا کے الہام سے معلوم ہوتا ہے کہ اگر دنیا کے سرکش لوگوں کے لئے کچھ اور مہلت منظور ہے، تب بالفعل لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوگی اور لڑکا بعد میں پیدا ہوگا، مگر ضرور ہوگا، کیونکہ وہ خدا کا نشان ہے۔

(ملخص ریویو آف ریلی جنز ماہ جون ۱۹۰۶ء)

میاں منظور کے گھر مورخہ ۱۷ جولائی ۱۹۰۶ء کو لڑکی پیدا ہوئی۔لڑکا جس نے ضرور پیدا ہونا تھا وہ کہاں گیا؟ سنیئے، مرزا کی موت کے بعد ان کے الہامات کو ان کے ایک مرید محمد منظور الٰہی نے مولوی نور دین کے عہد خلافت میں جمع کر کے ایک کتاب البشری مرتب کی، اس میں عالم کباب والے الہام کو درج کر کے لکھا ہے:

اللہ تعالیٰ بہتر جانتا ہے کہ پیش گوئی کب اور کس رنگ میں پوری ہوگی، گو حضرت اقدس نے اس کا وقوعہ محمدی بیگم (زوجہ میاں منظور محمد) کے ذریعہ فرمایا تھا مگر چونکہ وہ فوت ہو چکی ہے، اس لئے اب نام کی تخصیص نہ رہی، بہر صورت یہ پیش گوئی متشابہات میں سے ہے (البشری جلد ۲ ص ۱۱۶)۔

(مولانا عبداللہ معمار فرماتے ہیں)

یہ الفاظ جس انتہائی بے حسی اور بے بسی کا اظہار کر رہے ہیں محتاج تشریح نہیں، باقی رہا یہ عذر کہ یہ پیش گوئی متشابہات میں سے ہے اس کے متعلق اتنا لکھنا کافی ہے کہ اگر باوجود لڑکے کا نام، اس کے والد کا نام، والدہ کا نام، وہ بھی بخیال خود نہیں بلکہ از روئے الہام، درج ہونے کے بھی متشابہات میں داخل ہے، تو کوئی ایسی پیش گوئی بتاؤ جو متشابہات کی اس انوکھی تعریف سے بالا ہو۔

(محمدیہ پاکٹ، طبع ششم ص ۷۳،۵)۔

قارئین! مولانا عبداللہ معمار نے مرزائیوں کے خلاف انتہائی قابل قدر تحریری کام کے علاوہ بہت سی تقریریں اور مناظرے بھی کیئے، ان میں سے چند ایک کا ذیل میں ذکر کیا جاتا ہے:

۲۵ اکتوبر ۱۹۳۲ء کو امرتسر میں قادیانیوں سے مولانا عبداللہ معمار کا مناظرہ ہوا، مولانا معمار نے قادیانی مناظر کا ناطقہ اس طرح بند کیا کہ بے چارے سے ان کا کوئی جواب ہی نہ بن سکا، اس کیفیت نے سامعین پر نہایت خوشگوار اثر ڈالا۔

(اہل حدیث امرتسر، نومبر ء ۔منقول از فتنہ قادیانیت ص ۲۰۶)

لاہور میں جنوری ۱۹۳۴ء میں قادیانیوں سے ایک تاریخی مناظرہ ہوا، اس مناظرے کے دو حصے تھے، پہلا حصہ مولانا عبداللہ معمار کے سپرد تھا جو اس وقت تک فاضل مرزائیات کے لقب سے ملقب ہو چکے تھے، موصوف کا موضوع بحث یہ تھا کہ مرزا صاحب نے انبیاء کرام بالخصوص حضرت عیسیٰ کی توہین کی ہے۔، اس موضوع پر موصوف نے اجلاس کی پہلی نشست میں ایک گھنٹہ تقریر فرمائی اور اس کے بعد ایک گھنٹہ مناظرہ ہوا۔ دوسرے حصے میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے تقریر فرمائی اور مناظرہ ہوا۔ یہ واقعہ باغ بیرون موچی دروازہ کا ہے اور حاضرین کی تعداد ہزاروں میں بیان کی گئی ہے، مرزائیوں کو شکست سے دوچار ہونا پڑا۔

(فتنہ قادیانیت ص، بحوالہ اہل حدیث امرتسر ۵، اور ۱۲ جنوری ۱۹۳۴ء)

۲۶ مئی ۱۹۳۴ء کو امرتسر میں ردقایانیت کے سلسلہ میں زبردست جلسہ ہوا، آغاز میں مولوی عبداللہ صاحب معمار نے مرزا غلام احمد صاحب کا تعارف کرایا، بعد ازاں مولانا ثناء اللہ امرتسری جلوہ آرائے سٹیج ہوئے، آخری فیصلہ والا اشتہار پڑھ کر سنایا اور اس پر مفصل تقریر فرمائی، قادیانیوں کو مناظرہ کے لئے وقت دیا

گیا، مولوی جلال الدین قادیانی کھڑے ہوئے اور شکست سے دو چار ہوئے ...تھوڑے عرصے بعد امرتسر میں پھر ایک مناظرہ ہوا،

۳۰ ستمبر ۱۹۳۴ء کو انجمن اہل حدیث کے جلسہ میں، مولوی عبداللہ صاحب معمار نے نکاح مرزا کے عنوان پر تقریر فرمائی، پھر مولانا امرتسری نے عمر مرزا پر مختصر تقریر کی، قادیانیوں کو سوال و جواب کا وقت دیا گیا تو مولوی جلال الدین شمس مدمقابل آئے اور ناکام ہوئے۔

۲۸ اکتوبر کو قایانیوں نے اپنی خفت مٹانے کے لئے جلسہ کیا اور آخری فیصلہ پر بحث کی دعوت دی، مولانا امرتسری گلے کی تکلیف کے باعث بول نہ سکتے تھے، اس لئے آپ کے شاگرد مولوی عبداللہ صاحب معمار نے مباحثہ کیا اور اس موضوع پر رہی سہی کسر بھی پوری کر دی

(فتنہ قادیانیت ص ۲۱۰۔ بحوالہ اہل حدیث امرتسر یکم جون۔۵ اکتوبر۔۲ نومبر ۱۹۳۴ء)

ینگ مین محمدیہ ایسوسی ایشن گوجرانوالہ کی دعوت پر مئورخہ ۲۰ جون ۱۹۳۶ء کو منشی محمد عبداللہ معمار امرتسری اہل حدیث اور مولوی اللہ دتہ جالندھری مرزائی کے درمیان ایک بند مکان میں آخری فیصلہ پر دو گھنٹہ مناظرہ ہوا، منشی محمد عبداللہ صاحب نے پہلی تقریر میں اشتہار آخری فیصلہ سنایا اور فرمایا کہ مرزا صاحب فوت ہو گئے اور ہمارے محترم استاد (مولانا ثناء اللہ) آج تک بفضل خدا سلامت ہیں۔، مولوی اللہ دتہ نے جواب دیا کہ یہ مباہلہ تھا جسے مولوی ثناء اللہ صاحب نے منظور نہ کیا، لہذا فیصلہ مسترد ہو گیا، اس کے جواب میں منشی صاحب موصوف نے متعدد دلائل سے ثابت کر دیا کہ یہ مباہلہ نہیں بلکہ محض دعا مبنی پر چال ہے، جن کا صحیح جواب احمدی مولوی صاحب سے نہ ہو سکا، اس کے بعد کھلے جلسہ میں رات کو منشی صاحب نے مرزا صاحب کے الہامات کی پرزور تردید کی۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۶ جون ۱۹۳۶ء ص ۲)

مئورخہ ۴۔۵ جولائی ۱۹۳۶ء کو جماعت مرزائیہ موضع شاہ مسکین کے سالانہ جلسہ پر جماعت اہل حدیث موضع قریشیانوالہ نے تقریباً چھ گھنٹے مسئلہ حیاۃ مسیح و نبوت مرزا پر مرزائیوں سے مناظرہ کیا، اہل حدیث کے مناظرہ مولانا محمد عبداللہ معمار تھے جنہوں نے قرآن پاک کی تیرہ آیات سے حیاۃ مسیح کو ثابت کیا جن کا کوئی جواب احمدی مناظر سے نہ بن سکا، مولانا معمار کا طریق استدلال بالکل صاف اور سادہ تھا یعنی قرآن شریف

کی آیت پیش کر کے اس کا صحیح ترجمہ مطابق عقائد اہل سنت والجماعت خود مرزا صاحب کی کتب سے دکھایا جاتا، اس طرز سے احمدی مناظر بہت ہی پریشان ہوا، اگر وہ مولانا معمار کے ترجمہ کو غلط کہتا تو چونکہ وہ مسلمہ مرزا ہوتا تھا، لہذا اس کی زد براہ راست مرزا پر پڑتی تھی اور اگر صحیح کہتا تو حیاۃ مسیح ؑ مرزائیت کے تاروبود کو بکھیر دیتی تھی، غرض مناظرہ کذب وصدق مرزا پر تھا، اس کا تو (مولانا معمار لکھتے ہیں) عجیب ہی سماں تھا، گویا جلسہ گاہ کی زمین وہاں کی فضاء سٹیج وکرسی بآواز پکار رہے تھے کہ

رسول قادیانی کی رسالت، ضلالت ہے ضلالت ہے ضلالت

الحمدللہ اس مناظرہ میں مرزائیت کو مکمل ذلت کی شکست ہوئی۔

(اہل حدیث، امرتسر ۱۷ جولائی ۱۹۳۶ء ص۱۴)۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جولائی ۱۹۹۹ء۔ص ۲۱۔۲۴)

(محمد عبداللہ، معمار مناظر۔۴۱)

قارئین! مرزائیوں کے دو گروہ ہیں، ایک قادیانی، دوسرا لاہوری۔، قادیانی مرزا غلام احمد کو نبی مانتے ہیں اور لاہوری کہتے ہیں کہ مرزا صاحب نبی تو نہیں تھے، مجدد تھے۔، دونوں گروہوں میں باہم سر پھٹول رہی ہے۔ کیونکہ قادیانی گروہ کے نزدیک نبوت مرزا کا منکر کافر ہے اور لاہوری گروہ کے نزدیک بعد نبوت محمدیہ کسی شخص کو نبی ماننے والا کافر ہے۔، نتیجہ ظاہر ہے کہ قادیانیوں کے نزدیک لاہوری کافر ہیں اور لاہوری مرزائیوں کے نزدیک قادیانی کافر ہیں۔ لاہوری گروہ مسلمانوں سے بھی یہ بحث کرتا رہا ہے کہ مرزا صاحب کے لٹریچر سے یہ ثابت نہیں کیا جاسکتا کہ مرزا صاحب نے دعوی نبوت کیا ہے اور جو ایسا کہتا ہے وہ مرزا صاحب سے ایک غلط بات منسوب کرتا ہے۔، اس پس منظر میں لاہوری مرزائیوں نے اپنے سالانہ جلسہ منعقدہ 24 دسمبر 1934ء میں مدثر شاہ احمدی کی تقریر: حضرت مسیح موعود کی طرف دعوی نبوت منسوب کرنا افتراء ہے۔، پر سوال وجواب کے لیے وقت رکھا۔ مگر صرف آدھا گھنٹہ۔، انجمن اہل حدیث لاہور نے اس قلیل وقت کو منظور کر لیا اور مولانا محمد عبداللہ معمار مسلمانوں کی طرف سے پیش ہوئے، موعودہ وقت کو پانچ پانچ منٹ تقسیم کر کے تین تین تقریروں کی اجازت دی گئی، مولانا معمار کی دو ہی تقریریں ہوئی تھیں کہ صدر جلسہ نے اپنے مناظر کی کمزوری اور اہل حدیث

مناظر کی واضح فتح دیکھ کر قبل از وقت ہی مناظرہ بند کر دیا۔

قارئین! ہم آپ کو اس مناظرے کی روئیداد سناتے ہیں جس سے آپ کو معلوم ہوگا کہ مولانا عبداللہ معمار کے ساتھ مناظروں میں مرزائیوں کی کیا درگت بنا کرتی تھی۔ مولانا عبداللہ معمار لکھتے ہیں:

ہم نے آیت خاتم النبیین اور فرمان نبوی ﷺ سیکون فی امتی ثلاثون ...(الحدیث) تلاوت کر کے کہا کہ چونکہ حسب فرمان قرآن وحدیث بعد آنخضرت ﷺ کے کوئی نبی پیدا نہ ہوگا۔ بدیں وجہ لاہوری مرزائی کوشاں ہیں کہ مرزا جی کے دعوی نبوت کو ملیا میٹ کر کے انہیں اسلام کا سچا خادم ظاہر کر کے ان کی مریدی کی آڑ میں کام کریں، حالانکہ اگر ایک طرف مرزا جی نے مدعی نبوت کو ملعون خسر الدنیا والآخرہ، مسیلمہ کذاب کا بھائی وغیرہ کہا ہے (انجام آتھم) تو دوسری طرف انہوں نے کھلم کھلا نبوت کا دعوی کیا ہے۔ ملاحظہ ہو مرزا جی کا تمسک آیت لو تقول علینا بعض الاقاویل (آیت) اعتقاد تھا کہ ہر ایک جھوٹا مدعی بہت جلد موت کے گھاٹ اتر جاتا ہے۔ (شہادۃ المسلمین، انجام آتھم وغیرہ)

دوسری جگہ انہوں نے یہ شرط بڑھائی ہے کہ ایسا شخص مدعی نبوت ہونا چاہیے بلکہ مدعی نبوت کے علاوہ کسی دیگر مدعی الہام کی صداقت پر اس آیت سے تمسک کرنے والے کو مرزا صاحب نے بے ایمان وغیرہ کہا ہے، پھر خود مرزا جی نے اپنے دعوی پر اس سے تمسک کر کے کہا ہے کہ میں صادق ہوں، کیونکہ میں مارا نہیں گیا، چنانچہ ان کے الفاظ ملاحظہ ہوں:

میں نے اپنے رسالہ اربعین میں شائع کیا ہے کہ مجھ کو کاذب کہنے والے سوچیں کہ یہ ہر ایک پہلو سے فضل خدا کا جو مجھ پر ہے ممکن نہیں کہ بجز نہایت درجہ کے مقرب اللہ کے کسی معمولی ملہم پر ہو سکے، خدا کی ساری پاک کتابیں گواہی دیتی ہیں کہ مفتری جلد ہلاک کیا جاتا ہے، اس کو وہ عمر ہرگز نہیں ملتی جو صادق کو مل سکتی ہے، تمام صادقوں کا بادشاہ ہمارا نبی ﷺ ہے، اس کو 23 برس کی عمر ملی، یہ عمر قیامت تک صادقوں کا پیمانہ ہے۔ (صفحہ 1 ضمیمہ اربعین نمبر 4)۔

نیز خدا تعالی کی تمام پاک کتابیں اس بات پر متفق ہیں کہ جھوٹا نبی ہلاک کیا جاتا ہے، اب اس کے

مقابل پر یہ پیش کرنا کہ اکبر بادشاہ نے نبوت کا دعویٰ کیا یا روشن دین جالندھری نے دعویٰ کیا اور وہ ہلاک نہ ہوئے، یہ دوسری حماقت ہے جو ظاہر کی جاتی ہے۔ بھلا اگر یہ سچ ہے تو پہلے ان لوگوں کی تحریر سے ان کا دعویٰ ثابت کرنا چاہیے اور وہ الہام پیش کرنا چاہیے جو الہام انہوں نے خدا کے نام پر لوگوں کو سنایا یعنی یہ کہا کہ ان لفظوں کے ساتھ میرے پر وحی نازل ہوئی کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ اصل لفظ ان کی وحی کے کامل ثبوت کے ساتھ پیش کرنے چاہیں کیونکہ ہماری تمام بحث وحی نبوت میں ہے۔ غرض پہلے تو یہ ثبوت دینا چاہیے کہ کون سا کلام الٰہی اس نے پیش کیا ہے، جس نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے۔ جب تک ایسا ثبوت نہ ہو تب تک بے ایمانوں کی طرح قرآن شریف پر حملہ کرنا اور آیت لو تقول کو ہنسی ٹھٹھے میں اڑانا ان شریر لوگوں کا کام ہے جن کو خدا تعالیٰ پر بھی ایمان نہیں ،صرف زبان سے کلمہ پڑھتے اور باطن میں اسلام سے بھی منکر ہیں۔

(ضمیمہ اربعین 3/4 صفحہ 11)۔

مرزا صاحب کی یہ تحریر صاف شاہد ہے کہ آیت لو تقول سے استدلال صرف مدعی نبوت کے حق میں ہوسکتا ہے، کسی دوسرے ملہم کے متعلق اس سے استدلال کرنا بے ایمان بلکہ دہریہ کا کام ہے۔ اور خود مرزا جی اس آیت سے اپنی نبوت اور نبوت بھی کوئی گھٹیا نہیں بلکہ اسلامی اصطلاحی مذکورہ قرآن شریف پر دلیل پکڑی ہے لہذا یا تو آج آپ لوگ (لاہوری مرزائی) یہ تسلیم کریں کہ مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت تھا یا یہ کہ مرزا صاحب بے ایمان دہریے تھے کہ انہوں نے غیر نبی ہو کر اس آیت سے تمسک کیا جو مدعیان نبوت کے متعلق ہے۔

دوسری دلیل مرزا صاحب کے ایک مرید سے پوچھا گیا کہ کیا مرزا جی مدعی رسالت ہیں، اس نے جواب دیا کہ مرزا صاحب کا یہ شعر ہے۔

من نیستم رسول و نیاوردہ ام کتاب
ہاں ملہم ہستم و ز خداوند منذرم

یہ واقعہ اس شخص نے مرزا صاحب کے گوش گزار کیا تو مرزا صاحب نے کہا کہ اس کی تشریح کر دینا تھا کہ ایسا رسول ہونے سے انکار کیا گیا ہے جو صاحب کتاب ہو، دیکھو جو امور سماوی ہوتے ہیں ان کے بیان کرنے میں ڈرنا نہیں چاہیے اور کسی قسم کا خوف کرنا اہل حق کا قاعدہ نہیں، صحابہ کرام کے طرز عمل پر نظر کر و وہ بادشاہوں کے درباروں میں گئے اور جو کچھ ان کا عقیدہ تھا وہ صاف صاف کہہ دیا اور حق کہنے سے ذرا نہیں جھجکے، جبھی تو لا یخافون لومۃ لائم۔ کے مصداق ہوئے، ہمارا دعوی ہے کہ ہم نبی اور رسول ہیں، دراصل یہ نزاع لفظی ہے، خدا تعالی جس کے ساتھ ایسا مکالمہ مخاطبہ کرے جو بلحاظ کمیت و کیفیت دوسروں سے بہت بڑھ کر ہو اور اس میں پیش گوئیاں بھی کثرت سے ہوں، اسے نبی کہتے ہیں اور یہ تعریف ہم پر صادق آتی ہے پس ہم نبی ہیں (مگر یہ) نبوت تشریعی نہیں جو کتاب اللہ کو منسوخ کرے اور نئی کتاب لائے ایسے دعوے کو ہم کفر سمجھتے ہیں بنی اسرائیل میں کئی ایسے نبی ہوئے جن پر کوئی کتاب نازل نہیں ہوئی، صرف خدا کی طرف سے پیش گوئیاں کرتے تھے جن سے موسوی دین کی شوکت وصداقت کا اظہار ہو، وہ نبی کہلائے، یہی حال اس سلسلہ میں ہے بھلا ہم اگر نبی نہ کہلائیں تو اس کے لیے اور کون سا امتیازی لفظ ہے جو دوسرے ملہموں سے ممتاز کرے، آپ کو سمجھانا تو یہ چاہیے تھا کہ وہ کس قسم کی نبوت کے مدعی ہیں، ہمارا مذہب تو یہ ہے کہ جس دین میں نبوت کا سلسلہ نہ ہو وہ مردہ ہے، یہودیوں، عیسائیوں، ہندوؤں کے دین کو جو ہم مردہ کہتے ہیں تو اسی لیے کہ ان میں اب کوئی نبی نہیں ہوتا اگر اسلام کا بھی یہی حال ہوتا تو پھر ہم بھی قصہ گو ٹھہرتے، آخر کوئی امتیاز بھی تو ہونا چاہیے، معمولی ایک دو خوابوں یا الہاموں سے کوئی مدعی رسالت ہو تو وہ جھوٹا ہے، ہم پر کئی سالوں سے وحی نازل ہو رہی ہے، اس لیے ہم نبی ہیں۔(اخبار بدر قادیان 5 مارچ 1908 صفحہ 2)۔

مولانا عبداللہ معمار فرماتے ہیں کہ ہماری اس تقریر کا مرزائی مناظر نے کوئی جواب نہ دیا۔صرف یہ نامعقول عذر کیا کہ اخبار بدر والی تحریر مرزا صاحب کی ڈائری ہے جو مستند نہیں ہو سکتی، مرزا جی کا دعوی ظلی، بروزی، مجازی وغیرہ نبوت کا تھا چنانچہ مرزائی مناظر نے اس قسم کی چند تحریرات میں اپنی نبوت

کومجازی وغیرہ کہا ہے تو ہم اس کے جواب دہ نہیں، یہ مرزا سے پوچھیے گا کہ آپ کی تحریرات میں اختلاف کیوں ہے؟ کہیں حضور (مرزا صاحب) دماغی مرض میں تو مبتلا نہ تھے، صاحب من! اگر مرزا جی اپنی نبوت کو محض مجازی بطور استعارہ وغیرہ قرار دیا ہے تو ایک جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ بغیر کسی جدید شریعت اس طور کا نبی کہلانے سے میں نے کبھی انکار نہیں کیا۔ (ایک غلطی کا ازالہ صفحہ 4)

الغرض اس قسم کے بیسوں اختلافات ان کے کلام میں موجود ہیں، جن کے جواب دہ بھی آپ ہیں، ہمارا فرض یہ تھا کہ حسب دعوی خود مرزا جی کے اقوال سے ان کا دعوی نبوت دکھا دیں جو ہم نے دکھا دیا، باقی رہا آپ کا یہ کہنا کہ ڈائری مستند نہیں ہے، اس کا جواب یہ ہے کہ ڈائری آپ کے ہاں اس کو کہا جاتا ہے کہ مرزا صاحب مجلس احباب میں جو وقتاً فوقتاً گفتگو کیا کرتے تھے جسے ان کے راسخ مرید جو بقول مرزا صاحب صحابہ رسول اللہ میں داخل تھے (معاذ اللہ! چہ نسبت خاک را بہ عالم پاک) ملاحظہ ہو خطبہ الہامیہ صفحہ 171 اس وقت قلم بند کر لیتے تھے پھر اخباروں میں شائع کر دیتے۔ پس میں (معمار) بلکہ جملہ اہل علم مومن آپ کے اس عذر کی علت کو سمجھنے سے قاصر ہیں کہ یہ ڈائری کیوں غیر مستند قرار دی گئی ہے، کیا مرزا جی کے مرید کوئی منافق تھے کہ وہ عمداً غلط باتیں مرزا جی کے نام سے منسوب کر کے انہیں شائع کر دیتے تھے، پھر کیا کبھی مرزا جی نے اس ڈائری کے متعلق کوئی اعتراض اٹھایا ہے؟ اگر نہیں تو پھر اس کے مستند ہونے کا انکار کیوں؟

کیا آنحضرت ﷺ کی احادیث جن کو آپ بلکہ جملہ اہل اسلام مستند کلمات نبویہ مانتے ہیں حضور نے خود تحریر کی ہیں، نہیں وہ صحابہ کرام کی روایات سے ہی مسلم ومقبول ومعمول بہا ہیں، پس کوئی وجہ نہیں کہ آپ احادیث مرزا کو (جو ما ینطق عن الهوی) کا مدعی تھا (اربعین 3 صفحہ 43) غیر مستند کہیں یہ سب عذر ڈوبتے کو تنکے کا سہارا کے مصداق ہیں پھر ہم (معمار) نے مرزا جی کی خود نوشت تحریر جو اربعین سے تھی، ان کا دعوی نبوت ثابت کر دیا ہے جس کا کوئی جواب آپ (لاہور مرزائی مناظر) نے نہیں دیا اور ہم اس قسم کی بیسوں تحریریں پیش کر سکتے ہیں مگر افسوس ہے کہ آپ نے وقت ہی نہیں رکھا، ہاں یہ جو آپ نے کہا کہ مرزا صاحب کی نبوت محض ظلی تھی تو اس کا جواب یہ ہے کہ مرزا

جی نبوت دوطرح کی مانتے تھے، ایک کتاب وشریعت والی جس کا نام ان کی اصطلاح میں حقیقی نبوت اور مستقل نبوت وغیرہ تھا، دوسری بغیر شریعت کے نبوت جو رسول صاحب شریعت کی اتباع سے حاصل ہو، مرزا صاحب دعوی سوائے چند تحریرات کے اسی نبوت کا تھا جسے وہ ظلی کہتے تھے، حاصل یہ ہے کہ ظلی نبوت باصطلاح مرزا یہ ہے کہ جو صاحب شریعت رسول کے فیض سے حاصل ہو۔ (ملاحظہ ہو حقیقت الوحی۔ص ۲۸)

اور یہ نبوت کوئی گھٹیا یا ناقص نہیں بلکہ بقول مرزا صاحب یہ نبوت بعینہ ایسی ہے جیسی انبیاء بنی اسرائیل کی جن کے متعلق قرآن کریم میں لکھا ہے (انا انزلنا التوراة فيها هدى و نور يحكم بها النبيون ، الاية) ہم نے تورات اتاری جس میں نور اور ہدایت تھی جس پر نبی حکم کرتے رہے، چنانچہ اخبار الحکم 24 نومبر 1902ء میں مرزا صاحب کا فرمان مسطور ہے حضرت موسی کی اتباع سے ان کی امت میں ہزاروں نبی ہوئے۔

پس (اے لاہوری مرزائیو) تمہارا یہ جواب محض ضد پر مبنی ہے، حصال یہ ہے کہ مرزا صاحب اسی قسم کی نبوت کے مدعی تھے جو بنی اسرائیل کے ہزار ہا انبیاء کو ملی، حالانکہ آنحضرت ﷺ کے بعد مدعی نبوت بموجب حدیث شریف دجال وکذاب ہے۔

مولانا معمار فرماتے ہیں کہ یہ ہیں ہمارے وہ مختصر دلائل جو ہم نے جلسہ مرزائیہ لاہور میں پیش کیے جس کا کوئی تسلی بخش جواب مرزائی مناظر نہ دے سکا اور نہ ہی دے سکتے ہیں۔ ولو كان بعضهم لبعض ظهيرا۔

چنانچہ اس کمزوری کو محسوس کر کے صدر جلسہ نے قبل از وقت مناظرہ بند کر دیا، فلله الحمد

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری مناظرے کی یہ کاروائی اپنے اخبار حدیث 25 جنوری 1935ء میں درج فرما کر لکھتے ہیں کہ

ہم تو اس مناظرے کی کامیابی (مرزائیوں کے رسالے) پیغام کے ایک فقرے سے سمجھ گئے تھے کہ ایک جاہل اہل حدیث مناظرے کو آیا، بالکل سچ ہے جو مرزا جی کو نہ مانے وہ عالم کیسے ہوسکتا

ہے۔

قارئین! مولانا محمد عبداللہ معمار کی ردمرزائیت سے متعلق ایک سرگرمی کا ذکر حضرت مولانا محمد حنیف یزدانی نے بروایت مولانا محمد عطاء اللہ حنیف محشی نسائی شریف کیا ہے، وہ لکھتے ہیں:

1935ء کا واقعہ ہے کہ کوٹ کپورہ (ریاست فرید کوٹ) میں ایک مرزائی لڑکی کی شادی تھی، بارات غالباً قادیان سے آئی تھی، ان میں ایک صاحب عبدالغفور مناظر بھی تھے، انہوں نے مرزا صاحب کی نبوت کے ثبوت میں رات کو ایک تقریر کی، مسلمانوں پر اسکا اثر الٹا ہوا، اس زمانے میں مولانا عطاء اللہ حنیف وہیں تشریف رکھتے تھے، وہ امرتسر سے مولانا عبداللہ معمار کو لے کر شام کی ٹرین سے کوٹ کپورہ پہنچ گئے، مولانا عطاء اللہ فرماتے تھے کہ میں جب ان کو لینے کے لیے گیا وہ کسی کا مکان بنا رہے تھے، مرزائیوں کی شرارت کا سنتے ہی فوراً تیار ہو گئے، شہر میں منادی ہوگئی لوگوں کے ہجوم سے عیدگاہ کا میدان بھر گیا، مولانا نے مسلسل دو گھنٹے تقریر کی اور مرزا کی کتابوں کی عبارت زبانی پڑھ پڑھ کر سنائیں۔

(مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث، مکتبہ نذیریہ چیچہ وطنی صفحہ 89-90)

اس واقعہ کے دو سال بعد ہونے والے مولانا معمار کے ایک مناظرے کا ذکر اخبار اہل حدیث امرتسر 15 مارچ 1940 کے صفحہ 6 پر موجود ہے لکھا ہے:

اپریل 1937ء میں سٹیم رول فلور اینڈ آئل ملز میں مولوی عمر الدین احمدی اور منشی محمد عبداللہ معمار کے درمیان ایک مباحثہ ہوا جس کا موضوع مرزا غلام احمد صاحب کا آخری فیصلہ تھا۔

اور مولانا محمد عبداللہ معمار کے حالات زندگی کا مختصراً ذکر کرتے ہوئے مولانا حنیف یزدانی لکھتے ہیں:

مولانا معمار امرتسر میں پیدا ہوئے، گھر میں غربت تھی، چار جماعت سے آگے سکول کی تعلیم نہ حاصل کر سکے، محنت مزدوری کر کے اپنا پیٹ پالتے اور مولانا ثناء اللہ مرحوم کے جلسوں اور مناظروں میں بحیثیت

سامع شریک ہوتے، ان مجالس کی شرکت کے باعث تحقیق وجستجو اور مطالعے کا شوق پیدا ہوا، کام عمارت سازی کا کرتے اور فارغ اوقات میں مرزا غلام احمد کی تصنیفات کا مطالعہ کرتے، ذہین تھے، بہت تھوڑی مدت میں مرزائی لٹریچر کے مالہ وماعلیہ پر عبور حاصل کرلیا اور مرزائیوں کے خلاف پبلک جلسوں میں تقریریں کرنا شروع کردیں، مولانا امرتسری کی مجالس میں حاضری نے سونے پر سہاگے کا کام کیا اور فاضل مرزائیات کے لقب سے ملقب ہوئے، خود مولانا ثناء اللہ مرحوم ان کی حوصلہ افزائی فرماتے اور جلسوں اور مناظروں میں ان کو کھڑا کرتے، آپ کا انداز بیان اس طرح کا تھا کہ مخالف کے سامنے دلائل و براہین کے انبار لگا دیتے، کبھی آپے سے باہر نہ ہوتے، نہایت منکسر المزاج تھے اور مرزا صاحب نے جو جو عجائبات اپنے ترکہ میں چھوڑے ہیں وہ سب ان کے ذہن میں محفوظ تھے۔ (مرزائے قادیان اور علمائے اہل حدیث صفحہ 88-87)

قیام پاکستان کے بعد مولانا معمار گوجرانوالہ میں آباد ہوئے اس دوران چنیوٹ میں بھی آپ کا کچھ عرصہ قیام رہا، جہاں آپ ردمرزائیت میں مصروف رہے۔ آپ کی وفات 26 اپریل 1950ء کو بعمر 55 سال ہوئی، مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم نے نماز جنازہ پڑھائی۔ اللهم اغفرله وارحمه۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ اکتوبر ۱۹۹۹ء۔ ص ۲۱۔۲۳)

بابو حبیب اللہ، کلرک مناظر

(۴۲)

حضرت شیخ الاسلام مولانا ثناء اللہ امرتسری کے جس دوسرے شاگرد کا ذکر ایک گزشتہ قسط میں ہوا تھا وہ بابو حبیب اللہ ہیں جو محکمہ نہر میں کلرک تھے۔ رد مرزائیت میں ان کی تصانیف کے فہرست ہم حضرت مخدوم مولانا محمد مستقیم سلفی (بنارس) کی کتاب اہل حدیث کی تصنیفی خدمات (مطبوعہ بنارس 1992ء) میں سے یہاں نقل کرتے ہیں:

عمر مرزا۔ صفحات 22 طبع اول 1924ء اس رسالہ میں بیس دلائل سے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد کی عمر 74 سال سے کم ہوئی ہے، حالانکہ وہ متعدد جگہ لکھ چکے تھے کہ بذریعہ وحی اطلاع دی گئی ہے کہ ان کی عمر 74 اور 84 کے درمیان ہوگی۔

مرزائیت کی تردید بطرز جدید، صفحات 108 طبع اول امرتسر 1351ھ اس کتاب میں مرزا کی قرآن فہمی پر بحث کرتے ہوئے نبی ﷺ کے معجزہ شق القمر و دیگر معجزات اور مسمر بزم میں فرق بتایا گیا ہے اور بدلائل مرزا کے معجزات کی تردید کی گئی ہے

نزول المسیح حصہ اول صفحات 42 طبع اول امرتسر 1352ھ اس رسالہ میں آیت وعندہ علم الساعة کی تفسیر کرتے ہوئے احادیث رسول اقوال صحابہ و تابعین سے قیامت سے پہلے عیسی کا آسمان سے نازل ہونا ثابت کیا گیا ہے اور مرزا کے دعوی کی تردید کی گئی ہے۔

مرزا قادیانی نبی نہ تھے مع رسالہ غذائے مرزا، صفحات 22 طبع اول، امرتسر 1352ھ اس کتاب میں

مرزا غلام احمد کے دعوی نبوت ورسالت کی تردید ہے اور ساتھ ہی غذائے مرزا مصنفہ بہاء اللہ امرتسری کو بھی شامل کردیا گیا ہے، جس میں مرزا کے دعوی بروزی رنگ میں تمام کمالات محمدی مع نبوت محمد میر آئینہ ظلیت میں منعکس ہیں کی تردید ہے۔

بشارت احمدی، صفحات 86 طبع اول امرتسر 1352ھ، اس کتاب میں پہلے یہ ثابت کیا گیا ہے کہ اللہ کی جانب سے بشارت (من بعدی اسمه احمد) کے حقیقی مصداق محمد ﷺ ہی ہیں۔اس کے بعد قادیانی مذہب اور میاں محمود کی کتاب انوار خلافت والقول الفیصل کی تردید کی گئی ہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی اور اس کی قرآن دانی مع رسالہ واقعات نادرہ صفحات 28 امرتسر طبع اول 1352 اس رسالہ میں ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا غلام احمد نے اپنی کتابوں میں اکاون آیات غلط لکھی ہیں اور جو شخص آیات قرآن صحیح نہ لکھ سکے وہ نبی، مسیح یا مہدی کیوں کر ہوسکتا ہے۔

سنت کے معنی مع واقعات نادرہ 16 صفحات امرتسر طبع ثانی 1934ء مرزائیوں نے مسلمانوں کے بعض عقائد پر اعتراض کرتے ہوئے یہ کہا کہ یہ عقائد سنت اللہ اور قانون قدرت کے خلاف ہیں، اس رسالہ میں اس طرح کے تمام اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

معجزہ مسمریزم میں فرق۔28 صفحات امرتسر طبع اول 1353ھ اس رسالہ میں قرآن مجید کی آیات سے حضرت عیسی کے حالات زندگی لکھے گئے ہیں اور آپ کے معجزات کا ذکر کرتے ہوئے معجزہ اور مسمریزم کا فرق واضح کیا گیا ہے، اس کے بعد مرزا کے عقائد کی تردید کی گئی ہے۔

حلیہ مسیح مع رسالہ ایک غلطی کا ازالہ۔صفحات 24 امرتسر طبع اول 1353ھ اس رسالہ میں قرآن و حدیث سے عیسی کے رفع ونزول کا ثبوت دیا گیا ہے اور آپ کے حلیہ مبارک پر مفصل بحث کرتے ہوئے بہاؤں اور مرزائیوں کی تردید کی گئی ہے۔

عیسی کا حج کرنا اور مرزا قادیانی کا حج کے بغیر مرنا، صفحات 18 طبع اول امرتسر 1353ھ اس رسالہ میں بتایا گیا ہے کہ حضرت عیسی آسمان سے اترنے کے بعد حج کرنے گئے، مرزا غلام احمد کو حج کی توفیق نہیں ہوئی،

اس لیے یہ عیسی موعود نہیں ہے۔

حضرت عیسی کا رفع اور آمد ثانی حافظ ابن تیمیہ حرانی کی زبانی، صفحات 16 امرتسر طبع اول 1353ھ مرزا غلام احمد اور اس کے مریدوں نے علامہ ابن تیمیہ، ابن قیم، ابن عربی، ابن حزم وغیرھم کا نام لے کر لکھا ہے کہ یہ حضرات وفات مسیح کے قائل ہیں، اس رسالہ میں اس کا جواب دیا گیا ہے۔

مرزا قادیانی مثیل مسیح نہیں، صفحات 16 طبع اول امرتسر 1353ھ

اس رسالہ میں چوبیس دلیلوں سے ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا قادیانی مثیل ابن مریم نہیں ہے، نیز عیسی کی جائے نزول کے متعلق بحث کرتے ہوئے مرزائیوں کے اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔

حضرت مسیح کی قبر کشمیر میں نہیں ہے۔ صفحات 64 طبع اول امرتسر 1351ھ اس کتاب میں یہ ثابت کیا گیا ہے کہ سری نگر کشمیر میں جو شہزادہ یوز آسف کی قبر ہے وہ حضرت عیسی کی نہیں ہے اور مرزا صاحب اور ان کے مریدوں کے خیالات غلط ہیں نیز شہزادہ کے حالات لکھے ہیں۔

مرزا قادیانی کی کہانی، مرزا اور مرزائیوں کی زبانی۔ صفحات 26 طبع اول امرتسر 1354ھ،

اس رسالہ میں مرزا قادیانی کا خاندان، شجرہ نسب، پیدائش، بچپن، جوانی اور امراض (ہسٹیریا، مراق کثرت بول وغیرہ) مرزا صاحب اور اس کے مولویوں کی کتابوں سے نقل کیے گئے ہیں اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ مرزا مسیح موعود یا نبی نہیں ہے۔

عون المعبود تر دید اوہام مرزا محمود، یہ کتاب مرزا محمود کی کتاب القول الفیصل کے جواب میں لکھی گئی۔

قارئین! ان تحریری خدمات کے علاوہ بابو حبیب اللہ صاحب نے تقریری اور مناظروں کے میدان میں بھی تحریک ختم نبوت میں گراں قدر خدمات انجام دی ہیں اور ان کے چند مناظروں کا ذکر تاریخ احمدیت مرتبہ دوست محمد شاہد میں موجود ہے،

لکھا ہے کہ 1925ء میں ماسٹر محمد علی اشرف مرزائی کے ساتھ نادون میں بابو حبیب اللہ صاحب کا مناظرہ ہوا (تاریخ احمدیت جلد 5 صفحہ 561)

اور 21 جولائی 1931ء کو مولوی یار محمد عارف مرزائی کے ساتھ حیاۃ ووفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مسلمانوں سے مناظرہ ہوا، مسلمانوں کی طرف سے مولوی احمد دین گھکھڑوی، مولوی نور حسین گرجاکھی اور حافظ حبیب اللہ امرتسری مناظر تھے۔(تاریخ احمدیت جلد6 صفحہ 279۔)

اسی طرح ان کی ایک تقریر دربار قادیانیت کا ذکر حافظ عنایت اللہ صاحب اثر کی الجسر البلیغ کے صفحہ 3-82 پر ملتا ہے، ان کی مزید تقریری اور مناظرانہ سرگرمیوں کا ریکارڈ ہمیں کبھی مل گیا تو ہم انشاء اللہ نذر قارئین کریں گے تاہم آج کی بقیہ نشست میں چند ایسے مناظرات کا ذکر کرتے ہیں جو ان اہل حدیث علماء نے مرزائیوں کے ساتھ وقتاً فوقتاً کیے ہیں جن کا ذکر تحریک کے عمومی تذکروں میں نامور کارکنوں کے طور پر نہیں کیا جاتا، ان مناظرانہ سرگرمیوں سے آپ کو معلوم ہوگا کہ یہ بظاہر کم معروف علماء بھی درحقیقت بہت قد آور علماء سے آگے ہیں۔

1920ء میں عالم پور کوٹلہ میں مولوی جلال دین شمس کے ساتھ مولوی محمد امین صاحب واعظ اہل حدیث کا ایک مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد5 صفحہ 273)

انہی مولوی جلال دین صاحب سے 1924ء میں خاریاں میں مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی (جو مولانا محمد حسین بٹالوی مرحوم کے داماد بتائے جاتے ہیں) کا مناظرہ ہوا (تاریخ احمدیت جلد۵ صفحہ۴۷۴)

... 1925ء میں شیخوپورہ میں مولوی غلام احمد بدوملہوی مرزائی کے ساتھ اہل حدیثوں کا ایک مناظرہ ہوا اور اسی سال دہلی میں مولوی جلال دین شمس سے مولوی عبدالرحمٰن اہل حدیث کا مناظرہ ہوا، اسی سال گجرات اور دلاور چیمہ ضلع گوجرانوالہ میں مولوی جلال دین شمس سے مولانا محمد حسین کولوتارڑوی کے دو مناظرے ہوئے (تاریخ احمدیت جلد5 صفحہ 534)

.. 1926ء میں پٹی ضلع لاہور میں مولوی ابوالعطا جالندھری مرزائی سے مولانا عبدالرحیم صاحب لکھو والے اہلحدیث کا مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد5 صفحہ 561)

...اور 1928ء میں شیخوپورہ میں مولوی صاحب یار محمد عارف مرزائی کے ساتھ مولانا نور حسین گرجاکھی کا مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 134)

... 7 نومبر 1928ء کو ماڑی بچیاں ضلع گورداسپور میں مولوی ابو العطا جالندھری مرزائی سے مولوی محمد امین صاحب واعظ اہل حدیث کا مناظرہ ہوا

(،تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 6-135)

... 1928ء میں ہی مولانا نور حسین گرجاکھی نے باغ مہاں سنگھ گوجرانوالہ میں مولوی ابو العطا جالندھری سے مناظرہ کیا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 136)

22 اگست 1929ء کو موضع میانوالی ضلع سیالکوٹ میں مولوی غلام احمد بدوملہوی مرزائی کے ساتھ مولوی عبدالرحیم شاہ صاحب کا مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 196)

... 3 اکتوبر 1929ء کو لالہ موسیٰ ضلع گجرات میں ملک عبدالرحمٰن خادم مرزائی سے اہل حدیث عالم حافظ فضل الرحمٰن نے مناظرہ کیا (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 195)

ستمبر 1930ء میں نارووال میں مولوی عبداللہ مرزائی اور مولوی خیر دین مرزائی سے اہل حدیث عالم مولوی عبدالرحیم اور مولوی غلام رسول نے حیاۃ وناۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مناظرہ کیا جو تین دن جاری رہا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 280/6۔)

آڑہ ضلع گجرات میں 31 دسمبر 1930 اور یکم جنوری 1931 کو مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی نے ملک عبدالرحمٰن مرزائی سے صداقت مرزا اور حیاۃ و وفاۃ مسیح پر مناظرہ کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 280-1/16)

... 31 دسمبر 1930 ار یکم جنوری 1931ء کو کرولیاں ضلع گورداسپور میں مولوی ابو العطا جالندھری مرزائی مولوی یار محمد عارف اور مولوی عبدالغفور مرزائی کے ساتھ مولانا نور حسین گرجاکھی اور مولوی محمد امین اور مولوی عبدالرحیم صاحب نے ختم نبوت، حیاۃ و وفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مناظرہ کیا۔ (تاریخ احمدیت 281-6)

4-3 جنوری 1931ء کو دھرگ ضلع سیالکوٹ میں مولوی اللہ دیا اور محمد یار مرزائی کے ساتھ مولوی عبدالرحیم شاہ واعظ اہل حدیث کانفرنس اور مولوی محمد امین امرتسری کا مناظرہ ہوا، مسلمان کامیاب رہے۔
(اہل حدیث امرتسر 16 جنوری 1931ء صفحہ 14)

بروائت تاریخ احمدیت دھرگ میانہ تحصیل نارووال ضلع سیالکوٹ کا یہ مناظرہ مولوی ابو العطا، مولوی ظہور حسین، مولوی محمد یار صاحب عارف نے مولوی محمد امین صاحب اور مولوی عبدالرحیم صاحب سے کیا تھا اور موضوع حیات ووفاۃ اور صدق وکذب مرزا تھا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 350)

29 مارچ 1931ؑ کو لیسراواں متصل قادیان پروفیسر مبارک احمد مرزائی کے ساتھ الہامات مسیح موعود کے عنوان پر مولوی محمد حسین صاحب کولوتارڑوی نے مناظرہ کیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 351)۔

30-29 جون 1931ء کو مولوی محمد عارف مرزائی مولوی یوسف امرتسری مرزائی اور ابو العطاء جالندھری سے مولانا احمد دین گکھڑوی نے گلاب خان قاضیاں تحصیل بٹالہ میں حیاۃ ووفاۃ مسیح اور صداقت مرزا پر مناظرہ ہوا، (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 351)

10-9 جولائی 1931ء کو ڈگری (سندھ) میں بابو اللہ داد احمدی کے ساتھ مولانا عبدالعزیز ملتانی کا حیاۃ وفاۃ مسیح پر مناظرہ ہوا۔ (تاریخ احمدیت جلد 6 صفحہ 351/6)

موضع مہاوی ناتو متصل پل دریا راوی نزد ڈیرہ بابا نانک میں بتاریخ 2 اگست 1931ء مرزائیوں سے اہل حدیثوں کا مباحثہ ہوا جس میں خدا نے اہل حدیثوں کو فتح یاب کیا، (اخبار اہل حدیث 14 اگست 1931)

7 اگست 1931ء کو بمقام پکھو کے معماراں مولوی محمد شفیع صاحب محمدی کا مولوی محمد سلیم مرزائی سے مباحثہ ہوا، جس میں حق کو فتح حاصل ہوئی، (اخبار اہل حدیث امرتسر 28 اگست 1931ء)

30 اپریل 1932ء کو ٹمن برج وزیر آباد میں مرزائیوں سے اہل حدیث کا ایک کامیاب مناظرہ ہوا،

اہل حدیثوں کی طرف سے مولوی احمد دین صاحب (گکھڑوی) مناظر تھے، اس مناظرہ میں ایک مرزائی تائب بھی ہوا، (الجسر البلیغ صفحہ 86)۔

مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری (ف 1990ء) بھی اپنی کتاب میں دو مناظروں کا ذکر کرتے ہیں، فرماتے ہیں 33-1932ء میں جب یہ عاجز اپنے گاؤں کے مدرسہ حفظ القرآن اور پرائمری سکول میں زیر تعلیم تھا، ہمارے ایک قریبی گاؤں کے مولوی محمد حسین مرزائی ہوگئے، اس واقعہ سے علاقہ بھر میں اضطراب پھیل گیا، مناظرہ کے لیے چیلنج بازی اور اجنالہ کی مرزائی جماعت سے طویل خط وکتاب کے بعد اجنالہ ہی میں مناظرہ ہوا، اہل اسلام کی طرف سے برادر محترم حافظ عبدالقادر روپڑی اور مولانا احمد دین صاحب مرحوم مناظر تھے، میری عمر اس وقت گیارہ بارہ سال تھی، مجھے صرف اتنا یاد ہے کہ سامعین مولانا گکھڑوی اور حافظ صاحب روپڑی کی تقریر پر دل کھول کر داد دیتے اور مرزائی مناظرین بڑے پریشان نظر آتے۔ (فسانہ قادیان 1991ء ملتان صفحہ 32)

اور بٹالہ میں مناظرہ کے عنوان سے مولانا کمیرپوری لکھتے ہیں قیام پاکستان سے ایک دوسال پہلے کی بات ہے کہ بٹالہ میں اہل حدیث تبلیغی کانفرنس میں مرزائیوں کے ساتھ حیاۃ مسیح کے موضوع پر بھرپور مناظرہ ہوا، اسلامیان بٹالہ کی طرف سے مرحوم مولانا محمد یوسف دینا نگری اور مرزائیوں کی جانب سے غالبًا جلال الدین شمس میں معرکہ آرائی تھی، جلال الدین صاحب کا قادیانی مناظرین میں صف اول کے دوتین اصحاب میں شمار ہوتا تھا، خاصے منجھے ہوئے اپنے معتقدات میں دعوی و دلائل اور دفاع میں پوری مہارت رکھتے اور مناظرہ بقائمی ہوش حواس کیا کرتے تھے، مولانا یوسف دینا نگری اپنے دور کی عظیم علمی شخصیت تھے۔ علوم عالیہ اور آلیہ پر یکساں عبور تھا، امرتسر کے علمی وتدریسی حلقوں میں ممتاز حیثیت کے حامل تھے، شکل وصورت کے لحاظ سے پرشکوہ ہی نہیں جاذب نظر بھی تھے، مناظرانہ سرگرمیوں اور علمی نکتہ آفرینیوں میں ید طولی رکھتے تھے، حقیقت یہ ہے کہ اس دور میں مولانا ثناء اللہ کے بعد وہی اس میدان کے غازی سمجھے جاتے تھے، مرحوم 6-1935ء میں

امرتسر سے کلکتہ چلے گئے، وہاں انہوں نے تبلیغ اسلام کے لیے ایک انجمن بنائی اور بنگالی کے وسیع وعریض صوبہ میں آریہ سماج کے خلاف معرکہ آراء رہے، پھران پر کاروباری مصروفیات غالب آگئیں اور قادیانی لٹریچر میں استحضار میں پہلے جیسی مہارت نہ رہی، مناظرہ بٹالہ میں آیت متوفيك و رافعك کے ضمن میں بحث اس مقام پر آگئی کہ واوٴ عاطفہ میں ترتیب ضروری ہے یانہیں؟ دونوں مناظر اپنے اپنے مفید مطلب آیات سے استدلال کررہے تھے کہ میں (ابراہیم کمیر پوری) نے مولانا دینا نگری ثم کلکتوی کونحو کی مشہور کتاب رضی شرح کافیہ کی یہ عبارت لکھ کران کے ہاتھ میں تھمادی۔

لو كانت الواو للترتيب لناقض قوله تعالى و ادخلو الباب سجدا و قولوا حطة مع توله تعالى قولو حطة و ادخلو الباب سجدا ذا القصة واحدة۔

مولانا کلکتوی مرحوم نے اس عبارت کو پورے جاہ وجلال سے پڑھا اور زوردار الفاظ میں اپنے موقف پر استدلال کیا، شمس مرزائی لاجواب ہوگیا اور مناظرہ بخیروخوبی اختتام پذیر ہوا۔(فسانہ قادیان صفحہ 39-41)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم نومبر دسمبر ۱۹۹۹ء)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی خدمات (۱)

(۴۳)

آپ جون 1868ء میں امرتسر کے اندر پیدا ہوئے، آبائی وطن کشمیر کے ضلع اسلام آباد (اننت ناگ) کا علاقہ ڈور تھا، آپ ے والد کا نام محمد خضر یا خضر جو تھا، وہ پشمینہ کے تاجر تھے اور غالبًا 1860ء سے امرتسر متوطن ہو گئے تھے، آپ کا خاندان کشمیری النسل برہمنوں کی شاخ منٹو سے تعلق رکھتا تھا اور یہ معلوم نہیں ہو سکا کہ آپ کے آباء میں سے کون سب سے پہلے مسلمان ہوا، نو سال کی عمر میں والد کا سایہ سر سے اٹھ گیا اور گھر میں غربت نے ڈیرہ ڈال دیا، آپ نے رفوگری کا فن سیکھا اور اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی کوشش میں مصروف ہو گئے، چودہ سال کی عمر تھی کہ والدہ کا سایہ بھی سر اٹھ گیا، اور یہی عمر تھی جب آپ نے رفوگری کے ساتھ ساتھ حصول علم کا سلسلہ شروع کیا، ابتدائی تعلیم مولانا احمد اللہ امرتسری سے حاصل کی، پھر استاد پنجاب مولانا حافظ عبدالمنا محدث کے پاس وزیرآباد چلے گئے اور ان سے 1889ء میں سند فراغ حاصل کی، وہاں سے دہلی گئے اور حضرت میاں صاحب سید نذیر حسین محدث کے سامنے زانوائے تلمذ طے کیا، پھر چند روز سہارنپور قیام کر کے دیوبند چلے گئے، جہاں مولانا محمود الحسن کے شاگرد ہوئے، وہاں سیمدرسہ فیض عام کانپور گئے اور مولانا احمد حسن سیکسب فیض کر کے 1892ء میں دستار فضیلت حاصل کی، درس نظامی کے علاوہ آپن ے علم طب بھی حاصل کیا اور اس فن میں آپ کے استاد حکیم فضل اللہ کانپوری تھے۔

تعلیم سے فارغ ہو کر آپ نے اسلامی علوم کی ترویج اور اسلام اور مسلمانوں کے دفاع کا کام پورے وروشور سے شروع کر دیا، اس سلسلے میں انہوں نے آریہ عیسائی اور قادیانیوں کے خلاف معرکے سرانجام دیے یہ

سرگزشت بہت طویل ہے اور ہمارا یہ مضمون چونکہ تحریک ختم نبوت پر ہے اس لیے ہم صرف اسی میدان میں آپ کی خدمات کا ذکر کرتے ہیں اور اپنی گزارشات کا آغاز مرزا غلام احمد کے ایک خط سے کرتے ہیں جس میں انہوں نے ایک مرید منشی رستم علی کو لکھا:

بات یہ ہے کہ جب یہ عاجز (مرزا) امرتسر گیا اور جاتے ہی عاجز نے ایک خط رجسٹری کرا کر عبدالحق (غزنوی) کو مباہلہ کے لیے بھیجا کہ تم اس وقت مجھ سے مباہلہ کرلو۔۔۔۔تاریخ مقرر پر عبدالحق مباہلہ پر آ گیا اور امرتسر میں جو بیرون دروازہ رام باغ عیدگاہ متصل مسجد ہے اس میں مباہلہ ہوا اور کئی سو آدمی جمع ہوئے، یہاں تک کہ بعض انگریز پادری بھی آئے اور ہماری جماعت کے احباب شاید چالیس کے قریب تھے، اب جب تک پہلے مباہلہ کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ کیوں کر ہو..غلام احمد 19 اگست 1893ء ۔(مکتوبات احمدیہ جلد 5 صفحہ 121-122)

قارئین! اس خط کا پس منظر یہ ہے کہ مرزا غلام احمد نے جون 1893ء میں مولانا عبدالحق غزنوی سے مباہلہ کیا تھا، چونکہ ابھی تک کوئی نتیجہ برآمد نہیں ہوا تھا اور لوگ نئے مباہلے کی بات چلانے کی کوشش کررہے تھے، اس لیے مرزا صاحب نے کہا کہ پہلے مباہلے کے نتیجے کا انتظار کیا جائے۔

تاہم یہ بات قابل غور ہے کہ اگر ایک مباہلے کا فیصلہ ہوجائے تو دوبارہ مباہلے کا مطلب اس کے سوا اور کیا ہوسکتا ہے کہ خدا تعالی سے کہا جائے کہ اے خدا تو اپنے فیصلہ پر نظر ثانی فرما، خدا کا فیصلہ غلط تو ہو نہیں سکتا کہ اس کی بارگاہ میں دوبارہ مقدمہ دائر کرنے یا نظر ثانی کی درخواست دینے کی ضرورت ہو؟ گویا مرزا صاحب کا اپنے مرید کو دوسرے مباہلے کی بات لکھنا ہی غیر مناسب تھا، تاہم اس خط سے یہ بات ہر حال ثابت ہوجاتی ہے کہ 19 اگست 1893ء تک اس قادیانی اور غزنوی مباہلے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اور اس خط سے مرزا صاحب کا یہ موقف بھی معلوم ہوجاتا ہے کہ جب تک پہلے مباہلے کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ بلاضرورت ہے اور مباہلے کا فیصلہ خود ان کے مطابق اسی صورت میں ہونا تھا کہ مباہلہ کرنے والوں میں سے ایک مرجائے اور مرنے والا جھوٹا اور زندہ رہنے والا سچا قرار دیا جائے۔

قارئین کو معلوم ہے کہ مرزا صاحب 1908ء میں فوت ہوئے اور مولوی عبدالحق صاحب 1917ء

میں فوت ہوئے یعنی 1896ء تک بھی اس مباہلے کا فیصلہ نہیں ہوا تھا اس لیے جب تک پہلے مباہلہ کا فیصلہ نہ ہو دوسرا مباہلہ کیوں کر ہو، والا معاملہ تھا، لیکن دوسری طرف مرزا صاحب کی دوکان پھیکی پڑتی جا رہی تھی اور اس کی رونق بڑھانے کے لیے اشتہار بازی کی ضرورت تھی، اس لیے مرزا صاحب نے اپنے سابقہ موقف کی نفی کرتے ہوئے (اشتہاری شہرت حاصل کرنے کے لیے) بڑے بڑے علماء اور مشائخ کو مخاطب کر کے 1892ء میں مباہلے کا نیا چیلنج شائع کر دیا جس میں مولانا ثناء اللہ صاحب کو بھی مخاطب کیا جن کی عمر اس وقت صرف 28 سال تھی اور تعلیم سے فراغت حاصل کیے ابھی 4 سال ہی ہوئے تھے، ان کا نام ایک سو سے زائد علماء ومشائخ کی فہرست مدعووین میں گیارہوں نمبر پر اور بڑے بڑے معروف بزرگوں کے ناموں سے پہلے درج ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ہی وہ تحریک ختم نبوت کے حلقوں میں اپنی خدمات کے باعث ایک ممتاز مقام حاصل کر چکے تھے۔

مولانا امرتسری نے جب مباہلے کے چیلنج کو قبول کرنے کا اعلان فرمایا تو مرزا صاحب نے بات بدل دی اور فرمایا میں نے سنا ہے بلکہ مولوی ثناء اللہ امرتسری کی دستخطی میں نے دیکھی ہے جس میں وہ یہ درخواست کرتا ہے کہ میں اس طور کے فیصلہ کے لیے بدل خواہشمند ہوں کہ فریقین یعنی میں اور وہ یہ دعا کریں کہ جو شخص ہم سے جھوٹا ہے وہ سچے کی زندگی میں ہی مر جائے۔

(روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح المعروف اعجاز احمدی صفحہ 121)۔

اور پھر مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

ہم موت کے مباہلہ میں اپنی طرف سے کوئی چیلنج نہیں کر سکتے کیونکہ حکومت کا معاہدہ ایسے چیلنج سے ہمیں مانع ہے، ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب اور دوسرے مخالفوں کو منع نہیں کرتے کہ ایسے چیلنج سے ہمیں جواب دینے کے لیے مجبور کریں، اور چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب اپنی تحریر کی رو سے ایسے چیلنج کے لیے تیار بیٹھے معلوم ہوتے ہیں پس ہمیں اس سے کوئی انکار نہیں کہ وہ ایسا چیلنج دیں مگر شرط یہ ہوگی کہ کوئی موت قتل کی رو سے واقع نہ ہو بلکہ محض بیماری کے ذریعے سے ہو، مثلاً طاعون سے یا ہیضہ سے یا کسی اور بیماری سے..پس اگر مولوی ثناء اللہ صاحب ایسے چیلنج کے لیے مستعد ہوں تو

صرف تحریری خط کافی نہ ہوگا بلکہ ان کو چاہیے کہ ایک چھپا ہوا اشتہار اس مضمون کا شائع کریں کہ اس شخص کو میں کذاب اور دجال اور کافر سمجھتا ہوں اور جو کچھ یہ شخص مسیح موعود ہونے اور صاحب الہام اور وحی ہونے کا دعوی کرتا ہے اس دعوی کا میں جھوٹا ہونا یقین رکھتا ہوں، اگر یہ شخص فی الواقع مسیح موعود ہے اور فی الواقع عیسی فوت ہو گئے ہیں تو مجھے اس شخص سے پہلے موت دے اور اگر میں اس عقیدہ میں صادق ہوں اور یہ شخص درحقیقت دجال اور بے ایمان کافر مرتد ہے اور حضرت عیسی آسمان پر زندہ موجود ہیں جو کسی نامعلوم وقت میں پھر آئیں گے تو اس شخص کو ہلاک کر... یہ چیلنج جو درحقیقت ایک مباہلہ کا مضمون ہے اس کو لفظ بلفظ نمونہ مذکورہ کے مطابق لکھنا ہوگا جو اوپر میں نے لکھ دیا ہے، ایک لفظ کم یا زیادہ نہ کرنا ہوگا... پھر ایسے اشتہار مباہلہ پر کم سے کم پچاس معزز آدمیوں کے دستخط ہونے چاہئیں اور کم سے کم اس مضمون کا سات سو اشتہار ملک میں شائع ہونا چاہیے اور بیس اشتہار بذریعہ رجسٹری مجھے بھی بھیج دیں... مجھے کچھ ضرورت نہیں کہ میں انہیں مباہلہ کے لیے چیلنج کروں یا ان کے بالمقابل مباہلہ کرو۔ (روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 121-123)

قارئین! مباہلہ دو فریقوں کے درمیان ہوتا ہے جب وہ ایک دوسرے کے لیے بد دعا کرتے ہیں، مرزا صاحب نے چیلنج تو دے دیا تھا لیکن جب مولانا نے اس کے قبول کرنے کا اعلان کیا تو وہ سرے سے مکر گئے اور حکومتی معاہدے کی آڑ لے کر میدان سے بھاگ گئے۔

قارئین! مباہلے کی بات کرنے کے بعد ہم آپ کو ایک چیلنج کا حال بتاتے ہیں جو مولانا امرتسری، پیر مہر علی شاہ گولڑوی اور بہت سے علماء عصر کو 1900ء میں مرزا صاحب نے اپنے مقابلے میں تفسیر لکھنے کے لیے دیا تھا، مرزائیوں کا کہنا ہے کہ کوئی مسلمان مقابلے میں نہیں آیا، جیسا کہ مولوی نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے:

No body accepted the invitation (Books of Promised Messiah P85)

اس سے پہلے دیگر مرزائی بھی یہ پروپیگنڈہ کرتے رہے ہیں، جیسا کہ مولانا امرتسری کی زندگی میں ایک مرزائی نے پیغام صلح لاہور 12 دسمبر 1940ء کے شمارے میں لکھا کہ علماء اسلام مقالے میں آنے سے کتراتے رہے ہیں، اس پر مولانا امرتسری نے اس مرزائی سے پوچھا کہ آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا

صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا، کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے کیا وہ صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، کیونکہ ان خاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے، میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ 20 جولائی 1900 جو جواب میں 26 جولائی 1900ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا، پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے.. پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور میں جمع ہو گئے تھے، مولانا عبدالجبار غزنوی، مولوی محمد علی بھوپڑوی، قاضی عبدالاحد خانپوری، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا.. (یعنی) مرزا صاحب کے چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب ہی مقابلے میں نہ آئے کیونکہ آئے۔

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدا را بہانہ ساخت

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر 27 دسمبر 1940ء صفحہ 6-7)

تفسیر نویسی کے لیے مرزا صاحب کی لاہور آمد سے مایوسی کے بعد باشاہی مسجد لاہور میں مسلمانوں کا ایک جلسہ عام منعقد ہوا، جس میں 10 علماء نے تقاریر فرمائیں تھیں، پہلی تقریر حضرت امام عبدالجبار غزنوی کی تھی اور ساتویں تقریر مولانا امرتسری نے فرمائی، مہر منیر میں لکھا ہے کہ مولانا نے مرزا صاحب کی تمام پیشگوئیوں کے غلط ہونے کی نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علماء کرام کی ہتک اوران کی شان سے بعید ہے۔

(مہر منیر از مولوی فیض احمد صفحہ 236)

بادشاہی مسجد لاہور میں ہونے والے اس جلسے کے بعد ایک قرارداد بھی پاس ہوئی، جس میں کہا گیا کہ مرزا غلام احمد شرمناک دروغ گوئی سے اپنی دکان چلانا چاہتا ہے، اس نے شرفاء کی پگڑیاں اتارنے اور بازاری و عامیانہ حرکات سے اپنی روزی کمانے کا پاکھنڈ بنا رکھا ہے، اس کے عقائد وغیرہ بالکل خلاف اسلام

ہیں اس قرارداد پر انسٹھ علماء ومشائخ کے دستخط ہیں اوران میں نانویں نمبر پر مولانا امرتسری کا اسم گرامی ہے۔(مہر منیر صفحہ 237-238)

قارئین!تفسیر نویسی اور مباہلے کے چیلنج قبول کرنے کے ساتھ مولانا امرتسری نے مرزا غلام احمد کے خلاف تحریر کے محاذ پر بھی اپنی علمی عمر کے ابتدائی دور میں ہی کام شروع کر دیا تھا اورآپ نے 1901ء میں دو رسالے شائع کیے،ایک کا نام

ہفوات مرزا ہے جو دس صفحات پر مشتمل تھا،اس میں مرزا غلام احمد کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کیےاور دلائل کے ساتھ بتایا کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک الہامی نبی کے ہاتھوں ممکن نہیں۔

(اہل حدیث کی تصنیفی خدمات طبع بنارس صفحہ 722)

دوسرے رسالے کا نام آپ نے الہامات مرزا رکھا اور بعد میں اس کے کئی ایڈیشن اضافات کے ساتھ شائع ہوئے۔ 1904ء میں اس کا جو تیسرا ایڈیشن شائع ہوا تھااس کے متعلق مولانا محمد مستقیم بتاتے ہیں کہ وہ 132 صفحات پر مشتمل تھا،اس کتاب میں آپ نے مرزا قادیانی کے الہامات اور پیشگوئیوں کا تذکرہ کرتے ہوئے بتایا کہ وہ بناوٹی ہیں اور مرزا قادیانی اپنے دعوے میں جھوٹے ہیں۔

(اہل حدیث کی تصنیفی خدمات صفحہ 715)

مولانا صفی الرحمٰن اعظمی نے فتنہ قادیانیت (صفحہ 76) میں لکھا ہے کہ الہامات مرزا کے پہلے ایڈیشن میں مرزا صاحب کوچیلنج دیا گیا تا کہ وہ اس کا جواب لکھیں تو پانچ سو روپیہ انعام پائیں،دوسرے ایڈیشن میں یہ رقم ایک ہزاراور تیسرے میں دو ہزار کر دی گئی لیکن مرزا صاحب کا قلم مرتے دم تک حرکت میں نہ آسکا۔

ان تصنیفات کے بعد ایک اہم واقعہ رونما ہوا جو تحریک ختم نبوت میں سنگ میل کی حیثیت رکھتا ہے، یہ واقعہ 1902ء میں مدنامی موضع میں مولانا امرتسری کا مرزائیوں سے ایک مناظرہ ہے اس کی جو تفصیلات ہمیں میسر آسکیں ہیں ہم اپنے قارئین کے سامنے رکھتے ہیں۔

مرزائیوں کی تاریخ احمدیت میں اس کا قادیانی مرتب مولوی دوست محمد شاہد لکھتا ہے کہ مد ضلع امرتسر میں ایک گاؤں ہے، یہاں رہنے والے میاں محمد یوسف محمد احسن اور میاں محمد یعقوب نامی تین بھائیوں نے

1901ء میں مرزا غلام احمد کی بیعت کی، اس پر گاؤں کی فضا کشیدہ ہوگئی، بعدازاں مسلمانوں اور مرزائیوں کی رضامندی سے فیصلہ ہوا کہ متنازعہ مسائل کے تصفیہ کے لیے علماء کا مناظرہ ہو، جب مناظرہ کی بات پختہ ہوگئی تو میاں یوسف صاحب قادیان گئے اور مرزا غلام احمد صاحب کی خدمت میں واقعات پیش کر کے علماء بھجوانے کی درخواست کی یہ 24 اکتوبر 1902ء کی بات ہے۔ مرزا صاحب نے (بروایت مولوی دوست محمد) فرمایا کہ ایسے مباحث سے فائدہ نہیں ہوتا مگر منشی یوسف صاحب کا اصرار دیکھا تو سید سرور شاہ قادیانی کو مد بھیجنے کا ارشاد فرمایا کہ وہاں تبلیغ امدیت کریں اور اگر ضرورت پڑے تو مباحثہ کریں، مولوی سرور شاہ کے ساتھ مولوی عبداللہ کشمیری کو بھی روانگی کا حکم دیا اور یہ دونوں یکہ پر قادیان سے امرتسر اور وہاں سے اجنالہ کے رستہ سے مد پہنچے، فیصلہ کے مطابق مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری بھی آ گئے، مباحثہ کے لیے منادی کر دی گئی، لوگ گاؤں کے غربی حصہ میں ایک درخت کے نیچے جمع ہوئے، حاضرین کی عتداد چھ سات سو تک پہنچ گئی، مباحثہ کی شرائط کا رحلہ پیش آیا تو فریقین میں متنازعہ مسائل کے متعلق تحریری مباحثہ ہونا قرار پایا، پھر مولوی ثناء اللہ صاحب اڑ گئے کہ پرچہ کے لیے صرف بیس بیس منٹ کی باری ہو، مولوی سرور شاہ نے زور دیا کہ پرچہ کے لیے کم ازکم ایک گھنٹہ ہونا چاہیے، اس بحث وتکرار میں (بقول مولوی دوست محمد) مولوی ثناء اللہ اوران کے ساتھیوں کی ہنگامہ آرائی سے مجمع بے قابو ہورہا تھا، اس لیے احمدی بامر مجبوری بیس منٹ کے وقت پر راضی ہو گئے، مباحثہ شروع ہوا، ہر فریق بیس منٹ تک لکھتا اور سنا دیتا، پھر ایک دوسرے کا دونوں جواب لکھتے، اس طرح مباحثہ دو دن یعنی 29 اور 30 اکتوبر جاری رہا۔ (مولوی دوست محمد مزید لکھتے ہیں) کہ سامعین عموماً دیہاتی لوگ تھے، اس لیے وہ باریک علمی بحث تو پوری طرح نہ سمجھ کے ہاں مولوی ثناء اللہ کی گالیوں اور بھبتیوں سے انہوں نے خوب لطف اٹھایا۔ (تاہم مولوی دوست محمد لکھتے ہیں) مولوی سرور شاہ صاحب مباحثہ میں کامیاب وکامران ہوکر یکم نومبر 1902ء کو قادیان پہنچے اور مرزا غلام احمد کے سامنے مناظرہ کی تفصیل عرض کی اوران کی مجالس میں کئی روز تک اس مناظرہ کا چرچا رہا، نیز انہوں نے اس امر پر افسوس کا اظہار کیا کہ پرچہ لکھنے کیلئے صرف بیس بیس منٹ وقت مقرر کیا گیا اور یہ کہ مرزائی علماء کو عوام الناس کے سامنے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں رکھنی چاہئیں، اس کے بعد مولوی دوست محمد صاحب لکھتے ہیں کہ اس مباحثہ کے تحریری پرچے شیخ یعقوب علی تراب (مرزائی) نے

لے لیے تھے تاکہ ان کو شائع کریں لیکن افسوس ہے کہ وہ گم ہو گئے اور یہ قیمتی مواد شائع نہ ہو سکا۔

(تاریخ احمدیت ادارۃ المصنفین ربوہ جلد سوم صفحہ 234--237۔)

خود مرزا غلام احمد قادیانی مباحثہ مد کے نتیجہ کے بارے میں فرماتے ہیں درحقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے، صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے، ان کو باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی، مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخرت کا رخ ہماری ہے۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 162)

اور ایک دوسرے موقع پر مرزا صاحب نے فرمایا اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ مباحثہ (مد) کی کاروائی الحکم (قادیانی اخبار) وغیرہ میں نہ چھپے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔ (ملفوظات جلد 4 صفحہ 163)۔

روحانی خزائن جلد 19 کے پیش لفظ میں اس کا مرزائی مرتب لکھتا ہے کہ مباحثہ مد کے دو دن بعد مولوی سید سرور شاہ صاحب مع اپنے دوستوں کے 2 نومبر 1902ء کو واپس قادیان پہنچ گئے اور مباحثہ کی مکمل روئیداد مرزا صاحب کو سنادی، مولوی ثناء اللہ صاحب نے دوران مباحثہ ایک یہ اعتراض کیا تھا کہ مرزا صاحب کی سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں، دوسرے یہ کہا تھا کہ مرزا صاحب سے مباہلے کے لیے تیار ہوں، اس پر مرزا صاحب نے اعجاز احمدی نامی کتاب تالیف فرمائی۔

اعجاز احمدی میں مرزا غلام احمد نے مولانا امرتسری کو خوب جلی کٹی سنائیں اور مختلف چیلنج دیے، اس کے علاوہ اس میں انہوں نے عربی میں شاعری بھی فرمائی جسے انہوں نے اعجازی قرار دیا، اس شاعری میں بھی انہوں نے مولانا کو خوب کوسا۔

قارئین کی ضیافت طبع کی خاطر آئندہ نشست میں ہم اس میں سے چند اشعار نقل کریں گے کیونکہ ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مد میں مولانا امرتسری نے مرزائیوں کا کس بری طرح ناطقہ بند کر کے انہیں عبرتناک شکست سے دوچار کیا تھا اور جس کے نتیجہ میں مرزائیت کا بانی اپنے ہوش وحواس کم کر کے بدزبانی پر اتر آیا تھا۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۲۰۰۰ء ص ۱۶۔۱۸ اور ۳۱)

مولانا ثناءاللہ امرتسری (۲)

(۴۴)

قارئین! گزشتہ نشست میں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کے اعجازی قصیدے کا ذکر کیا تھا، آج ہم آپ کو اس میں سے چند اشعار مع اردو ترجمہ (جو خود انہی کا ہے) سناتے ہیں، سنیے اور سر دھنیے، فرماتے ہیں:

ایــــا ارض مـــد قـــد دفـــاك مـــدمـــر

و ارداك ضـــلـــيـــل و اغـــــراك مـــوغـــر

اے مد کی زمین ایک ہلاک شدہ نے تیری خستگی کی حالت میں تجھے ہلاک کیا اور سخت گمراہ کرنے والے نے تجھے مارا اور ایک غصہ دلانے والے نے تجھے برانگیختہ کیا۔

دعـــوت کـــذوبـــا مـــفـــسـدا صيـــدے الـــذی

کـــحـــوت غـــريـــد اخـــذه لا يـــعـــزر

تو نے ایک جھوٹے مفسد، میرے شکار کو بلالیا جس کا پکڑنا ڈھاب کی مچھلی کی طرح بڑا کام نہیں۔

فـــظـــل اســـاريـــكـــم اســـارى تـــعـــصـــب

يـــريـــدون مـــن يـــعـــوى کـــذئـــب و يـــختـــر

پس تم میں سے جو لوگ تعصب کے قیدی تھے انہوں نے چاہا کہ ایسا شخص تلاش کریں جو بھیڑیئے کی طرح چیخے اور فریب کرے۔

فجاء وا بذنب بعد جهد ازابهم

و نعني ثناء الله منه و نظهر

پھر بہت کوشش کے بعد ایک بھیڑیئے کولائے اور مراد ہماری اس سے ثناء اللہ ہے اور ہم ظاہر کرتے ہیں۔

تكلم كاجلاف من غير فطنة

ويأتيك الاخبار من كان ينظر

اس نے کمینوں کی طرح بغیر دانائی کے کلام کیا اور دیکھنے والوں سے تو خود سن لے گا۔

فلما التقى الجمعان للبحث والوغا

ونودی بين الناس والخلق احضروا

پس جب دونوں فریق بحث کے لیے جمع ہو گئے اور لوگوں میں منادی کرائی گئی اور لوگ حاضر ہو گئے

و اوجس خيفة شره بعض رفقتي

لما عرفوا من خبث قوم تنمروا

اور پوشیدہ طور پر میرے بعض رفیقوں کے دلوں میں خوف ہوا کیونکہ قوم کی درندگی انہوں نے معلوم کرلی تھی۔

فكان ثناء الله مقبول قومه

ومنا تصدى للتخاصم سرور

اور ثناء اللہ اس کی قوم کی طرف سے مقبول تھا اور ہماری طرف سے مولوی سید محمد سرور شاہ پیش ہوئے۔

كان مقام البحث كان كاجمة

به الذئب يعوى و الغضنفر يزء ر

گویا مقام بحث ایک ایسے بن کی طرح تھا جس میں ایک طرف بھیڑیا چیختا تھا اور ایک طرف شیر غراتا تھا۔

وقـــام ثـــنـــاء الـــلــــه يــغـــوی جـــنـــوده

ویـــغـــری عـــلـــی صـــحبـــی لـــئـــامـــا و یـهـذر

اور کھڑا ہوا ثناء اللہ اپنی جماعت کو اغوا کر رہا تھا اور میرے دوستوں پر برانگیختہ کرتا تھا۔

دفـــاھـــم عـــمـــایـــات الانـــاس و حـــمـــقھـــم

رئـــوا مـــد قـــوم والـــمـــدی قـــد شـھـــروا

قوم کی جہالتوں نے ان کو خستہ کر دیا، موضع مد کو انہوں نے ایسی صورت میں دیکھا جو چھریئیں نکالی ہوئی ہیں۔

فـــمـــاروا بـــمـــد لـــلـــرمـــاح دریة

و یـــعـــلـــمـھـــا احـــمـــد عـــلـــی الـــمـــدبـــر

پس میرے دوست مد میں نیزوں کے نشانے بن گئے اور اس بات کو احمد علی جو میر مجلس تھا خوب جانتا تھا۔

وکـــان ثـــنـــاء الـــلــــه فـــی کـــل ســـاعة

یـــاحـــج نـیـــران الـــفـســـاد و یـسـعـــر

اور ثناء اللہ ہر ایک گھڑی فساد کی آگ بھڑکا رہا تھا۔

اری مـــنـــطـــقـــا مـــا یـــنـبـح الـــکـــلـــب مثـلـــه

و فـــی قـــلـبـــه کـــان الـھـــوی یـتـــزخـــر

ایسی باتیں کیں کہ ایک کتا اس طرح آواز نہیں نکالے گا اور اس کے دل میں ہوا و ہوس جوش مار رہی تھی۔

و لـــمـــا اعـتـــدی الامـــر تسـری بـــمـــکـــائـــد

و اغـــری عـــلـــی صـــحـبـــی لـــئـــامـــا وکـــفـــروا

اور جب ثناء اللہ اپنے فریبوں سے حد سے گزر گیا اور لوگوں کو میرے دوستوں پر برانگیختہ کیا۔

و قـــام ثـــنـــــاء الـــلــــه فـــى الــقــوم واعــظــا

فـــصـــاروا بــوعــظ الــغــول قــومــا تــنــمــروا

اور ثناء اللہ نے قوم میں وعظ کیا پس ایک غول کے وعظ سے وہ ایک پلنگ کی طرح ہو گئے۔

فـــطــــائـــفة قـــد كـــفـــرونـــى بـــوعـــظ

و طــــائـــفة قـــالـــوا كـــذوب يـــزور

پس ایک گروہ نے اس کے وعظ پر مجھے کافر ٹھہرایا اور ایک گروہ نے کہا کہ یہ شخص جھوٹ بیان کر رہا ہے۔

فـــافـــردت افـــراد الـــحـسيـــن بـــكـــربـــلا

وفـــى الـــحـــى صـــرنـــا مثـل مـــن كـــان يـقـبـــر

پس اس جگہ میں اکیلا رہ گیا جیسا کہ حسین کربلا میں اور اس قوم میں ہم ایسے ہو گئے جیسا کہ مردہ دفن کیا جاتا ہے۔

تـــصـــدى لانـــكـــارى و انـــكـــار آيتـــى

و كـــان لـــحـــقـــد كـــالـــعـــقـــاب يـــابـــر

میرے انکار اور میرے نشانوں کے انکار کیلیے پیش آیا اور وہ کینہ سے کژدم کی طرح نیش زنی کرتا تھا

ســـمـــئـــنـــا تـــكـــاليف التـــظـــاول مـــن عـــدا

تـــمـــادت ليـــالـــى الـــجـــور يـــابـــى انـــصـــر

ہم نے ظلم کی تکلیفیں دشمنوں سے اٹھائیں اور ظلم کی رات لمبی ہوگئی، اے خدا مدد کر۔

الا رب خـــصـــم قـــد رئيـــت جـــدالـــه

ومـــا ان رئيـــنـــا مثـــلـــه مـــن يـــزور

خبردار ہو میں نے بہت سے بحث کرنے والے دیکھے ہیں مگر اس (ثناء اللہ) جیسا فریبی میں نے نہیں

دیکھا۔

ء ارضعت من غول الفلا یا ابا الوفا

فما لك لا یخش و لا تتفکر

کیا تجھے جھوٹ کا دودھ پلایا گیا اے ثناء اللہ پس تجھے کیا ہو گیا کہ نہ ڈرتا ہے نہ فکر کرتا ہے۔

عقرت بمد صحبتی یا ابو الوفا

بسب وتوھین فیبی سیقھر

اے ثناء اللہ تو نے مد میں ہمارے دوستوں کو رنج پہنچایا، گالی سے اور توہین سے، پس میرا خدا عنقریب غالب ہو جائے گا۔

فلا تجعلوا کذبا علیکم عقوبة

ودع یا ثناء اللہ قولا تزور

پس تم جھوٹ کو اپنے لیے وبال کا ذریعہ مت ٹھہراؤ اور اے ثناء اللہ تو جھوٹ بولنا چھوڑ دے۔

ترکت طریق کرام قوم و خلقھم

حجرت بمد عامدا لتحقر

تو نے شریفوں کے خلق اور طریق کو چھوڑ دیا اور تو نے موضع مد میں قصداً ہماری ہجو کی تا تو تحقیر کرے۔

ترکنا حتی قیل لا یعرف القلی

فجئت خصیما ایھا المستکبر

ہم نے تو تجھے چھوڑ دیا تھا یہاں تک کہ تم لوگ کہتے تھے کہ اب کیوں نہیں لکھتے پس تو خود مقابلہ کے لیے آیا ہے، اے متکبر۔

فاوصیك یاردف الحسین ابا الوفا

انب واتق اللہ المحاسب و احذر

پس میں تجھے نصیحت کرتا ہوں اے محمد حسین (بٹالوی) کے پیچھے پیچھے چلنے والے ابوالوفا، خدا کی طرف

جھک اور حساب لینے والے اللہ سے خوف کھا اور ڈر۔

(روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح اعجاز احمدی صفحہ 150-194)۔

قارئین! جیسا کہ اوپر بتایا گیا ہے کہ مناظرہ مد کے پرچے مرزائیوں نے غائب کر دیے، اب جو جی چاہتا ہے کہتے پھرتے ہیں لیکن مرزا صاحب کے الفاظ کہ درحقیقت فتح ہماری ہوئی اور یہ کہ وہاں کے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی، اور ان کے درج بالا اشعار اس بات کا اعلان ہیں کہ مد میں برسر زمین قصہ مرزائیوں کی شکست سے ہی نمٹا تھا۔

مرزا صاحب نے اس قصیدے کو اعجازی کہا اور اعجاز احمدی کے نام سے شائع کیا، اس کے ساتھ یہ اشتہار بھی شائع کیا کہ اگر مولوی ثناء اللہ اتنی یہ ضخامت کا رسالہ اردو اور عربی نظم میں جیسا کہ میں نے بنایا ہے پانچ روز میں بنا دے تو میں دس ہزار روپیہ انعام دوں گا۔

دیکھیے تاریخ احمدیت جلد سوم صفحہ 239 نیز پیش لفظ روحانی خزائن جلد 19 صفحہ 8-9 ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 42 مندرجہ روحانی خزائن جلد 19۔

اعجاز احمدی میں مرزا غلام احمد صاحب نے مولانا ثناء اللہ صاحب کو ایک اور چیلنج بھی کیا تھا جو یوں تھا:

اور مولوی ثناء اللہ نے موضع مد میں بحث کے وقت یہی کہا تھا کہ سب پیش گوئیاں جھوٹی نکلیں، اس لیے ہم ان کو مدعو کرتے ہیں اور خدا کی قسم دیتے ہیں کہ وہ اس تحقیق کے لیے قادیان میں آویں اور تمام پیش گوئیوں کی پڑتال کریں اور ہم قسم کھا کر وعدہ کرتے ہیں کہ ہر ایک پیشگوئی کی نسبت جو منہاج نبوت کی رو سے جھوٹی ثابت ہو ایک ایک سو روپیہ ان کی نذر کریں گے، اور ہم آمد و رفت کا خرچہ بھی دیں گے اور کل پیش گوئیوں کی پڑتال کرنی ہوگی تا کہ آئندہ کوئی جھگڑا باقی نہ رہ جائے اور اسی شرط سے روپیہ ملے گا اور ثبوت ہمارے ذمہ ہوگا، یاد رہے کہ رسالہ نزول المسیح (جو دراصل مرزا صاحب نے شائع نہیں کیا تھا اور ایک لحاظ سے چھپائے پھر رہے تھے) میں ڈیڑھ سو پیش گوئی میں نے لکھی ہے تو گویا جھوٹ ہونے کی حالت میں پندرہ ہزار روپیہ مولوی ثناء اللہ صاحب لے جائیں گے اور در بدر کی گدائی کرنے سے نجات ہوگی بلکہ ہم اور پیش گوئیاں بھی مع ثبوت ان کے سامنے پیش کر دیں گے اور اسی وعدہ کے موافق فی پیشگوئی سو روپیہ دیتے جائیں۔، اس وقت ایک لاکھ سے

زیادہ میری جماعت ہے، پس اگر میں مولوی صاحب موصوف کے لیے ایک ایک روپیہ بھی اپنے مریدوں سے لوں گا تب بھی ایک لاکھ روپیہ ہوجائے گا وہ سب ان کی نذر ہوگا۔ جس حالت میں دو دو آنہ کے لیے وہ دربدر خراب ہوتے پھرتے ہیں اور خدا کا قہر نازل ہے اور مردوں کے کفن یا وعظ کے پیسوں پر گزارا ہے ایک لاکھ روپیہ حاصل ہوجانا ان کے لیے ایک بہشت ہے۔

(ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 131-132)

اور واضح رہے کہ مولوی ثناء اللہ کے ذریعے سے عنقریب تین نشان میرے ظاہر ہوں گے۔

۱۔ وہ قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے اور سچی پیش گوئیوں کی اپنے قلم سے تصدیق کرنا ان کے لیے موت ہوگی۔

۲۔ اگر اس چیلنج پر وہ مستعد ہوئے کہ کاذب صاحب سے پہلے مرجائے تو ضرور وہ پہلے مریں گے۔

۳۔ اور سب سے پہلے اس اردو مضمون اور عربی قصیدہ کے مقابلہ سے عاجز رہ کر جلد تر ان کی روسیاہی ثابت ہوجائیگی۔ (روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 148)

اور اسی کتاب ضمیمہ نزول المسیح میں مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں:

یہی باتیں مولوی ثناء اللہ نے مقام مد کے مباحثہ میں پیش کی تھیں، ان باتوں سے ہر ایک خدا ترس سمجھ سکتا ہے کہ کہاں تک ان مولوی صاحبوں کی نوبت پہنچ چکی ہے۔ وہ جوش تعصب سے منہاج نبوت کو اور اس معیار کو جو نبیوں کی شناخت کے لیے مقرر ہے پیش نظر نہیں رکھتے اور ہر ایک اعتراض ان کا سراسر جھوٹ اور شیطانی منصوبہ ہوتا ہے۔ اگر یہ سچے ہیں تو قادیان آکر کسی پیش گوئی کو جھوٹی تو ثابت کریں اور ہر ایک پیش گوئی کے لیے ایک ایک سو روپیہ انعام دیا جائے گا۔ (صفحہ 117-118 روحانی خزائن جلد 19)

اور جس قدر مولوی ثناء اللہ صاحب نے خلاف واقع اعتراضات اور جھوٹی قسموں سے موضع مد میں میری توہین کی ہے وہ تمام میرے شکوے خدا تعالی کے سامنے ہیں۔ (روحانی خزائن جلد 19 ضمیمہ نزول المسیح صفحہ 125)۔

قارئین !ایک طرف تو دریا دلی اور استغنا کا یہ حال تھا کہ دس ہزار روپے کے انعام کا اعلان ہو رہا ہے اور دوسری طرف حالت یہ تھی کہ نزول المسیح نامی کتاب (جو اسی زمانے کی تصنیف ہے) کو شائع کروانے کے لیے پیسے موجود نہیں تھے۔ تاریخ احمدیت میں ایک قادیانی سید ناصر شاہ کے حالات میں لکھا ہے کہ

ایک دفعہ جب کہ آپ (ناصر شاہ) کشمیر میں ایس ڈی او کے طور پر تعینات تھے، آپ کو عالم رویا میں خبر دی گئی کہ حضرت مسیح موعود کو آپ کی ضرورت ہے۔ قادیان پہنچے تو معلوم ہوا کہ کتاب نزول المسیح کی اشاعت روپیہ نہ ہونے کے باعث معرض التواء میں ہے۔ چنانچہ آپ نے اسی وقت ڈیڑھ ہزار کی رقم جو حج بیت اللہ کے لیے جمع کر رکھی تھی حضور کی خدمت میں پیش کر دی، نیز وعدہ کیا کہ طباعت کے بقیہ اخراجات کشمیر جا کر ارسال کروں گا۔ (تاریخ احمدیت جلد دوم صفحہ 19)۔

اسی موضوع پر پنڈت آتما نند کا ایک مضمون اخبار اہل حدیث امرتسر کے 29 دسمبر 1939ء کے ایڈیشن میں صفحہ 6 پر شائع ہوا جس میں لکھا تھا کہ مرزا غلام احمد نے بے مالی کی حیثیت میں دس ہزار روپے کا انعام شائع کیا تھا، اس بات کے ثبوت میں پنڈت صاحب نے مسیح موعود کے کارنامے، نامی کتاب کے صفحہ 22 پر سے مرزا محمود خلیفہ قادیان کی یہ تحریر نقل کی تھی جس میں وہ کہتا ہے میں (مرزا محمود) جلسہ کے موقع پر ایک کتاب دیکھ رہا تھا جس میں مسیح موعود نے لکھا ہے کہ سراج منیر ایک کتاب ہم شائع کریں گے مگر اس کی اشاعت میں تعویق ہوگئی ہے کیونکہ اس کے لیے روپیہ کی ضرورت ہے، گویا وہ کتاب ایک سو روپے کے لیے اس وقت رکی رہی، پنڈت صاحب لکھتے ہیں کہ اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا صاحب کے پاس اس وقت ایک سو روپیہ بھی نہیں تھا۔

قارئین !اوپر ذکر کردہ ناصر شاہ قادیانی کے گراں قدر عطیے کے باوجود معلوم ہوتا ہے کہ مرزا صاحب کی مالی حالت ان دنوں بہت ہی کمزور تھی، کیونکہ وہ پیسے بھی ہضم کر گئے اور کتاب جس کے لیے مرید نے پیسے دیے گئے تھے اسے زندگی بھر شائع بھی نہ کر سکے جیسا کہ اس کتاب (نزول المسیح) کے متعلق نسیم سیفی قادیانی نے لکھا ہے!

The Book was written in July/August 1902 but its final stages of printing and availability to the readers was, for one reason or the other, delayed unitl 25th August 1909 (almost a year after the passing away of Hazrat Ahmed. (The book of Promised Messiah Rabwah P92.)

جہاں تک اس قصیدہ کے اعجازی ہونے اوراس کے مقابلے میں قصیدہ لکھنے کے چیلنج کا عاملہ ہے تو مولانا امرتسری فرماتے ہیں میں نے 21 نومبر کو ایک اشتہار دیا جس کا خلاصہ 29 نومبر 1902ء کے پیسہ اخبار لاہور میں چھپا تھا کہ آپ (مرزاجی) پہلے ایک مجلس میں اس قصیدہ اعجازیہ کو ان غلطیوں سے جو میں پیش کروں گا صاف کردیں (یعنی پہلے اس کو اعجازی ثابت کردیں) تو پھر میں آپ کے زانو بزانو بیٹھ کر عربی نویسی کروں گا یہ کیا بات ہے کہ آگ گھر سے تمام زور لگا کر ایک مضمون اچھی خاصی مدت میں لکھیں اور مخاطب کو جسے آپ کی مہلت کا کوئی علم نہیں محدود وقت کا پابند کریں اگر واقعی آپ خدا کی طرف سے ہیں اور جدھر آپ کا منہ ہے ادھر خدا کا منہ ہے (جیسا کہ آپ کا دعوی ہے) تو کوئی وجہ نہیں کہ آپ میدان میں طبع آزمائی نہ کریں بلکہ بقول حکیم سلطان محمود ساکن راولپنڈی:

بنائی آڑ کیوں دیوار گھر کی۔ نکل دیکھیں تری ہم شعر خوانی

حرم سراء سے گولہ باری کریں۔

(الہامات مرزا صفحہ 99 منقول از فتنہ قادیانیت صفحہ 79-80)

مرزا غلام احمد میدان میں نہ آئے تو جیسا کہ مولانا امرتسری نے اپنے اشتہار میں لکھا تھا کہ اگر آپ مجلس میں اغلاط نہ سنیں گے تو میں اپنے رسالہ میں ان کا ذکر کروں گا، چنانچہ آپ نے الہامات مرزا کی اگلی اشاعتوں میں دکھلایا ہے کہ وہ قصیدہ جسے مرزا صاحب معجزہ قرار دے رہے تھے اس کے کم از کم پچاس اشعار فصاحت بلاغت تو درکنار صحت کے درجہ سے بھی گرے ہوئے ہیں اور شدید ترین فنی عیوب اور قباحتوں کا مرقع ہیں۔، باقی رہا عربی زبان وادب کا معاملہ، تو اس لحاظ سے تو پورا کا پورا قصیدہ ہی لچر پوچ ہے۔ وعظ کے پیسوں اور کفن سے آمدنی پر گزارا کرنے والے بیان کو چیلنج کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزا صاحب کو للکارا اور مطالبہ کیا کہ اس بات کا ثبوت پیش کیا جائے کہ مولوی ثناء اللہ ان ذرائع سے آمدنی حاصل کر کے اس پر

گزارہ کرتا ہے، اس پر مرزا صاحب قادیانی کو لینے کے دینے پڑ گئے اور انہیں تحریری طور پر اپنے بیان کی تردید کرنا پڑی اور لکھا۔

اصلاح حسب منشا کھلی چٹھی مولوی ثناء اللہ صاحب

چونکہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے اس بات سے انکار کیا ہے کہ کفن وغیرہ کی آمدنی جو اس ملک میں اکثر ملاؤں کو ہوا کرتی ہے کبھی ان کو اس سے تعلق نہیں ہوا اور وہ اپنی تجارت سے گزارہ کرتے ہیں، اس لیے ہمیں ان کی ان ذاتیات سے بحث نہیں اور ہم قبول کرتے ہیں کہ ایسا ہی ہوگا، یہ قول محض اس بنا پر تھا کہ ہمارے ملک میں اکثر ملا ایسے پائے جاتے ہیں کہ مسجدوں سے تعلق رکھتے اور پیشہ غسل اموات و جنازہ رکھتے ہیں اور اس کی آمدنی لیتے ہیں اب جب کہ وہ ظاہر کرتے ہیں کہ میں ان میں سے نہیں ہوں سو ہم اپنی اس قدر تحریر کے اس اشتہار سے اصلاح کر دیتے ہیں اور در حقیقت ہماری غرض اول سے الزام نہیں ہے کیونکہ صدہا ملا اس ملک میں ایسے پائے جاتے ہیں کہ یہ خدمت غسل اموات و جنازہ اپنے ذمہ لے لیتے ہیں، ان کو بھی ہم برا نہیں کہتے کہ قدیم سے یہ کام چلا آتا ہے، کوئی ان کو برا نہیں کہہ سکتا، سب اپنی اپنی جگہ پر عزت رکھتے ہیں۔

المشتہر مرزا غلام احمد از قادیان 20 دسمبر 1902۔

(مجموعہ اشتہارات جلد سوم صفحہ 482)۔

اس تحریر سے گویا مرزا صاحب نے تسلیم کر لیا کہ انہوں نے مولانا ثناء اللہ امرتسری پر الزام تراشی کرتے ہوئے جھوٹ بولا تھا اسی طرح مرزا صاحب نے اوپر کی تحریر میں یہ دعویٰ بھی کیا تھا کہ ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے، یہ بات بھی غلط تھی، کیونکہ 1931ء کی مردم شماری میں سارے پنجاب میں مرزائیوں کی تعداد 56 ہزار نکلی تھی۔ (الفضل 5 اگست 1934۔)

اور بقول مرزا محمود احمد دوسرے صوبہ جات ہند میں 25 ہزار مرزائی تھے۔

(الفضل 21 جون 1934 منقول از فسانہ قادیان، مولانا ابراہیم کمیر پوری صفحہ 232)

اس طرح 1931ء کے ہندوستان میں مرزائیوں کی کل تعداد 81 ہزار بنتی ہے اور مرزا صاحب 1902ء میں کہہ رہے تھے کہ ان کے مریدوں کی تعداد ایک لاکھ سے زیادہ ہے۔

قارئین! مرزا صاحب کے مختلف کذابات کا معاملہ یہیں چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں اور اعجاز احمدی والی تحریر سے جنم لینے والے ایک اور واقعہ کی طرف چلتے ہیں۔ تاریخ احمدیت کا مرتب اس تحریر پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے:

حضور (مرزا غلام احمد) نے یہ پیشگوئی فرمائی کہ وہ (ثناء اللہ) قادیان میں تمام پیشگوئیوں کی پڑتال کے لیے میرے پاس ہرگز نہیں آئیں گے، چنانچہ وہی کچھ ہوا جس کی خبر آپ نے قبل از وقت دے دی تھی، اس واقعہ کی تفصیل یہ ہے کہ مولوی ثناء اللہ امرتسری 10 جنوری 1903ء کو حضور کو اطلاع دیے بغیر بٹالہ سے دو تین سپاہیوں کی معیت میں قادیان آئے اور آریہ سماج کے مندر میں ٹھہرے، حضرت اقدس کو یہ سن کر بہت صدمہ ہوا کہ وہ براہ راست آپ کے پاس آنے کے بجائے آریہ سماج کے مندر میں کیوں مقیم ہوگئے۔ چنانچہ حضور نے ایک دوسرے موقع پر اس درد کا اظہار فرمایا کہ میں نے ثناء اللہ کو ہرگز نہیں کہا کہ میرے مکان پر نہ آوے، بلکہ وہ خود ان آریہ سماج والوں کے مکان پر اترا، وہ میرے دروازے پر نہیں آیا تا کہ میں اس کی خاطر داری کرتا بلکہ دشمنان نبی کریم کے دروازہ پر گیا۔ (تاریخ احمدیت جلد 3 صفحہ 282)

اور ملفوظات جلد 4 میں 10 جنوری 1903ء کی ڈیٹ لائن کے ساتھ زیر عنوان مولوی ثناء اللہ صاحب کا قادیان آنا لکھا ہے

عصر کے وقت خدا تعالی کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود کو یہ خبر ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری قادیان آئے ہوئے ہیں مگر آپ نے اس کے متعلق یہی فرمایا کہ ہزاروں لوگ راہرو آتے ہیں ہمیں اس سے کیا؟ مغرب کی نماز باجماعت ادا کر کے جب حضرت اقدس دولت سرا کو تشریف لے چلے تو ایک شخص نے ہاتھ میں قلم دوات لیے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ کاغذات پیش کیے، اس قلم دوات سے اس کی غرض یہ تھی کہ حضرت سے رقعہ کی رسید لے مگر حضرت نے توجہ نہ کی

اوراس کے وہ کاغذات لے کرتشریف لے لئے اور جب عشاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے تو فرمایا کہ ایک ہی مضمون کے دو رقعے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پہنچے ہیں، نہ معلوم دو رقعوں کی کیا غرض تھی اس وقت یہ عقدہ حل ہوا کہ غالباً دوسرا رقعہ دستخط یعنی رسید رقعہ لینے کی غرض سے تھا مگر قاصد کو رسید مانگنے کی جرات نہ ہوئے اور وہ رقعہ اس وقت سید سرور شاہ صاحب کے حوالہ کیا گیا کہ وہ اسے پڑھ کر اہل مجلس کو سنا دیوں، اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا ہم تیار ہیں، وہ ہفتہ عشرہ آرام سے باتیں سنے اور اگر اس کا منشا مباحثہ کا ہو تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اب مدت ہوئی ہم مباحثات کو بند کر چکے ہیں۔ اگر اس کو طلب حق کی ضرورت ہے تو وہ رفق اور آہستگی سے اپنی غلطی دور کروائے، طالب حق کے لیے ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے، ہاں جو شخص ایک منٹ رہ کر چلا جانا چاہتا ہے اور اسے فتح اور شکست اور ہار جیت کا خیال ہے وہ مستفید نہیں ہوسکتا، بجز ایسے شخص کے جو نیک بن کر آوے، ہم تو دوسرے کے ساتھ کلام کرنا بھی تصنیع اوقات خیال کرتے ہیں، ہمیں تعجب ہے کہ وہ کیوں گھمار کے ہاں جا کر اترے، چاہیے تھا کہ مستفیدوں کی طرح آتا اور ہمارے مہمان خانے میں اترتا، پھر فرمایا ہم اس واقعہ کا صبح کو جواب دیں گے، اس کے بعد حضرت اقدس نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو ثناء اللہ صاحب کے قاصد نے آواز دی کہ حضرت جی مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کا کیا جواب ہے، حضرت نے فرمایا کہ صبح کو دیا جائے گا، قاصد نے کہا کہ میں آ کر جواب لے جاؤں یا آپ بذریعہ ڈاک روانہ کریں گے، حضرت اقدس نے فرمایا خواہ تم آ کر لے جاؤ خواہ ثناء اللہ آ کر لے جاوے، پھر آپ نے قاصد کا نام پوچھا تو اس نے کہا محمد صدیق۔ (البدر ج 1 نمبر 12 مورخہ 16 جنوری 1903ء منقول از ملفوظات جلد 4 صفحہ 404-405۔)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم فروری مارچ ۲۰۰۰ء ص ۲۰۔۲۳)

مولانا گنگوہی اور فتوی تکفیر

(۴۵)

بریلوی احباب کے جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب نے ایک جگہ لکھ دیا کہ مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتاوی رشیدیہ یا لدھیانویوں کی کتاب فتاوی قادریہ میں کوئی ایسا فتوی نہیں ملتا جس میں مولانا گنگوہی نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا ہو،، یہ تحریر پڑھ کر دیوبندی احناف کے جناب مولوی عبدالحق بشیر ابن مولوی سرفراز صاحب (گوجرانوالہ) نے قلم اٹھایا اور: فتوی امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی، کے نام سے ایک کتاب تحریر فرمائی جو ۸۷ صفحات پر مشتمل ہے اور ۱۹۸۴ء میں شائع ہوئی۔۔ہم اس کی زیارت سے محروم رہے حتی کہ ۲۰۰۰ء میں برمنگھم کے ایک محترم دوست نے پڑھنے کے لئے ارسال فرمائی۔۔اس کتاب کا نام سن رکھا تھا،اس لئے اسے دلچسپی سے پڑھا۔۔اس کی وجہ تصنیف تو جناب شرف قادری صاحب کی مذکورہ بالا تحریر ہے،لیکن مولوی بشیر صاحب نے اس میں اپنے ہم فقہ بریلوی حضرات کے ساتھ ساتھ اہل حدیثوں کو بھی خوب رگیدا ہے اور مثبت انداز میں مولانا گنگوہی کی خدمات کا ذکر کرنے کے بجائے انہوں نے اس مولانا محمد حسین بٹالوی،مولانا ثناءاللہ امرتسری،سید نذیر حسین محدث اور دیگر اہل حدیث علماء پر کیچڑ اچھالا ہے۔۔ہم ان دنوں مولانا ثناءاللہ امرتسری کی خدمات کا ذکر کر رہے ہیں اور ہمارا ارادہ تھا کہ آئندہ کی چند نشستوں میں ان کی خدمات کا کسی حد تک احاطہ کرلیا جائے لیکن جناب مولوی بشیر صاحب کی کتاب دیکھ کر ہم نے مناسب سمجھا کہ اس میں کیئے گئے اعتراضات کا جواب آگے بڑھنے سے پہلے دے دیا جائے،اس لئے آج کی نشست ہم مولوی عبدالحق بشیر صاحب کی نذر کرتے ہیں۔

مولوی بشیر صاحب نے اپنی کتاب کے صفحہ ۷۲ سے ۷۶ تک چھ فتوؤں کا ذکر کیا ہے بقول مولوی بشیر صاحب مختلف مواقع پر مرزا قادیانی کے بارے میں مولانا گنگوہی نے دیئے ہیں اور لکھا ہے:

حضرت مولانا گنگوہی صاحب کا فتوی نہ صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے علمی حلقوں میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا تھا، اس لئے وہ فتوی کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے، مولانا (گنگوہی) نے اسی لئے ابتداء مرزا قادیانی پر فتوی کفر دینے سے گریز کیا اور بعد میں بھی یک لخت کفر کا فتوی نہیں دے دیا۔

اور اس کے بعد مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے یکے بعد دیگرے پانچ فتوے درج کر کے بتایا ہے کہ کس طرح مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے فتوے تدریجی مراحل سے گزرتے رہے، (جن میں کسی ایک میں بھی اسے کافر نہیں کہا) تاہم چھٹے فتوے کے تعارف میں بشیر صاحب لکھتے ہیں:

> جب مرزا قادیانی کھل کر سامنے آ گیا تو مولانا گنگوہی نے بھی اس پر صریح فتوی کفر جاری کر دیا... اور بٹالوی صاحب کے (تیار کردہ) فتوی کفر پر مولانا گنگوہی کے دستخط بھی موجود ہیں، جیسا کہ خود مولانا گنگوہی نے بھی اس طرف اشارہ فرمایا ہے، چنانچہ فرماتے ہیں، اس (مرزا قادیانی) کے باب میں مولوی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) نے فتوی طبع کیا ہے کہ عنقریب شائع ہونے والا ہے۔

یعنی یہ ہے مولانا رشید احمد گنگوہی کے فتوی کفر کی حقیقت، وہ مرزا قادیانی کو مختلف القابات سے نوازتے رہے، مرد صالح سے آغاز ہوا، لفظ گمراہ تک پہنچے، اسے اہل ہوا میں بھی شمار کیا، لیکن ان کی وہ پہلی تحریر جو قادیانی کے کفر کے بارے میں سامنے آئی وہ وہی تحریر ہے جو انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتا کے جواب میں سید نذیر حسین محدث کے فتوی پر: یہ جواب صحیح ہے،، کے الفاظ لکھ کر تائیدی دستخطوں سے جاری کی ہے۔ یعنی نہ مولانا محمد حسین بٹالوی، حضرت سید نذیر حسین محدث کا فتوی مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے رکھتے اور نہ: یہ جواب صحیح ہے ، والی تحریر لکھی جاتی۔

یہ مولانا محمد حسین بٹالوی کا دیوبندی بزرگوں پر احسان ہے کہ انہوں نے سید نذیر حسین صاحب والا فتوی مولانا رشید احمد گنگوہی کے سامنے پیش کر کے ان سے تائیدی تحریر اور دستخط لے لئے، ورنہ شائد دیوبندیوں کے پاس مستقل بالذات کوئی ایسی تحریر نہ ہوتی جسے مولانا رشید احمد گنگوہی کی جانب سے مرزا غلام

احمد پر فتوی تکفیر کہا جا سکتا اور اسی لئے مرزا غلام احمد کہا کرتا تھا کہ اس کی تکفیر کا تمام تر بوجھ سید نذیر حسین پر ہے، باقی لوگ تو اس کے اغواء سے یا اس کے حق استادی کا لحاظ کرتے ہوئے فتوی تکفیر پر دستخط کرنے کے جرم کے مرتکب ہوئے ہیں۔(دیکھئے انجام آتھم وغیرہ کتب مرزا)

اور قارئین کے لئے یہ بات دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ مولوی بشیر صاحب نے کتاب تو لکھی ہے جناب شرف قادری صاحب کی اس تحریر کے جواب میں کہ فتاوی رشیدیہ میں کوئی ایسا فتوی نہیں ملتا جس میں مولانا گنگوہی نے مرزا کو واضح طور پر کافر قرار دیا ہو، لیکن مولوی بشیر صاحب نے اپنی ۸۷ صفحات کی کتاب میں کسی جگہ یہ نہیں بتایا کہ فتاوی رشیدیہ میں فلاں صفحہ پر وہ فتوی موجود ہے جس میں مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار دیا گیا ہو۔

قرآن کریم کے خصائص میں سے ایک یہ بھی ہے کہ وہ اپنے سے پہلے منزل من اللہ کتب کی تصدیق کرتا ہے، اگر قرآن ایسا نہ کرتا تو یہود و نصاری کے لئے ان کا منزل من اللہ ثابت کرنا کسی حد تک مشکل ہوتا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتاء کے جواب میں لکھے ہوئے سید نذیر حسین محدث کے فتوی تکفیر مرزا کی خصوصیات یہ بھی ہے کہ وہ اس بات کی تصدیق کرتا اور ثبوت مہیا کرتا ہے کہ مولانا رشید احمد گنگوہی نے اپنے ۱۹۸۴ء والے موقف (کہ مرزا مرد صالح ہے) ۱۸۹۱ء میں رجوع کر لیا تھا اور اسے سید نذیر حسین محدث کی اقتداء میں کافر قرار دے دیا تھا۔

مولوی عبدالحق بشیر نے ایک بات یہ رقم فرمائی ہے کہ مرزا غلام احمد کا نکاح (ثانی) محرم ۱۲۰۲ھ میں سید نذیر حسین نے پڑھایا تھا اور اس وقت لدھیانہ کے علماء مرزا کو کافر قرار دے چکے تھے، اور اس فتوی کفر کی ملک میں شہرت ہو چکی تھی، اس پس منظر میں سید صاحب نے مرزا غلام احمد کا نکاح پڑھایا تو گویا ایک کافر کا نکاح پڑھایا ہے،۔

ہم اس موضوع پر اس مضمون کی قسط نمبر ۱۹ میں گزارشات پیش کر چکے ہیں، تاہم مولوی عبدالحق بشیر صاحب کی اطلاع کے لئے یہاں یہ عرض کرنا ہم مناسب سمجھتے ہیں کہ جس فتوی تکفیر کی وہ بات کر رہے ہیں اسے تو خود ان کے علماء دیوبند ہی نہیں تسلیم کرتے تھے، اور دیوبند کے امام ربانی قطب الارشاد مولانا رشید احمد

گنگوہی (جن کی زبان سے بقول خود، حق کے سوا کچھ نہیں نکلتا تھا)۔ ۵۔۱۸۸۴ء کے مرزا قادیانی کو مرد صالح قرار دیتے تھے۔ اور سید نذیر حسین مرحوم نے مولانا گنگوہی کے مرد صالح کا نکاح پڑھایا تھا۔، اگر غلط کیا تھا تو مولانا گنگوہی صاحب سے پوچھا جائے۔ شیشے کے محل میں بیٹھ کر دوسروں پر کنکر اندازی سے اجتناب کرنا چاہیئے

اور ہاں لدھیانوی علماء کے جس فتوی تکفیر کی بات کی جاتی ہے ہم کئی مرتبہ پوچھ چکے ہیں کہ وہ فتوی کہاں ہے۔ حال ہی میں ہفت روزہ الاعتصام لاہور کی ۲۸ جنوری ۲۰۰۰ء کی اشاعت میں بھی ہم نے یہ درخواست کی تھی کہ بہت انتظار کروالیا گیا ہے، امام غائب کی طرح چھپائے ہوئے فتوی کو خدارا اب باہر لے آیئے۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے تاریخ احمدیت کے حوالے سے بطور اعتراض یہ بھی لکھا ہے کہ مولوی ثناءاللہ امرتسری مرحوم ۱۷۔۱۸ سال کی عمر میں ۱۸۸۵ء میں مرزا صاحب کے دیدار کے لئے پا پیادہ قادیان گئے تھے۔ اس واقعے کو تاریخ احمدیت کے حوالے سے ذکر کرنے کی ضرورت تب تھی اگر مولانا ثناءاللہ امرتسری یا ہمیں اس واقعہ سے انکار ہوتا۔، مولانا امرتسری نے تو بذات خود اس واقعے کا ذکر کیا ہے اور ہمیں بھی اس کا اقرار ہے، آیئے ہم سے وضاحتی گزارشات سن لیجئے:

مولانا ثناءاللہ امرتسری نے ۱۴ سال کی عمر میں علوم دینیہ کی تحصیل کا آغاز کیا۔ ۱۷۔۱۸۔ سال کی عمر میں وہ کوئی عالم دین اور کسی مدرسے کے فارغ التحصیل نہ تھے بلکہ ابتدائی جماعتوں کے طالب بھی نہ تھے۔، گھر میں اس وقت غربت تھی، اس لئے جزوی طور پر طالب علم اور جزوی طور پر رفوگری کرتے تھے، یعنی ان کی علمی استعداد مدرسے کے تیسرے سال کے باقاعدہ طالب علم سے بھی کم تھی۔، ان دنوں انہوں نے لدھیانہ اور دیوبند کے علماء کی باہمی بحث کے سلسلے میں سنا کہ دیوبند کے امام ربانی اور قطب الارشاد قادیان میں رہنے والے ایک شخص کو مرد صالح قرار دیتے ہیں۔، اتنے بڑے آدمی کی طرف سے کسی کو مرد صالح کہہ دیا جانا کوئی معمولی بات نہ تھی۔، یہی بات ایک نو آموز طالب علم کے دل میں شوق پیدا کرنے کا باعث ہوئی اور وہ اسے دیکھنے کے لئے پا پیادہ قادیان پہنچ گئے کہ جیب میں (غربت کے باعث) ٹرانسپورٹ کے کرائے کے پیسے نہ

تھے۔

یہ سفر قادیان کسی معروف ومستند عالم دین کا سفر نہ تھا جسے اہل حدیث جماعت پر بطور اعتراض پیش کیا جائے۔، یہ سفر ایک مبتدی طالب علم کا سفر تھا اور یہ سفر ایک مرد صالح کو دیکھنے کے لئے تھا۔اور اگر غلط تھا تو اس سفر کا باعث وہ شخص ہوا ہے جو مرزا صاحب کو مرد صالح قرار دیتا تھا،اور جس کے بارے میں فتاوی قادریہ میں لدھیانوی علماء نے کہا تھا کہ اس نے مرزا غلام احمد کو صالح مسلمان قرار دے کر نادانستہ عوام کو گمراہی میں ڈالا ہے۔(رئیس قادیان۔جلد۲ص ۵)

یہ سفر ایک طالب علم کا سفر تھا، یہ طالب علم اس سفر کے کئی سال بعد دارالعلوم دیوبند میں داخلہ کے لئے گیا اور پھر وہاں مولانا محمود حسن سے پڑھتا رہا۔،اس وقت دیوبند میں مولانا محمد قاسم نانوتوی کے صاحبزادے مولانا محمد احمد بھی موجود تھے اور مدرسے کی سرپرستی مولانا رشید احمد گنگوہی فرمارہے تھے۔اگر مولانا ثناء اللہ امرتسری قادیان جاکر ۱۸۸۵ء میں کوئی جرم کر چکے تھے تو ان بزرگوں نے انہیں دیوبند میں داخلہ دے کر فضلائے دارالعلوم میں شامل ہونے کی سعادت کیوں بخشی۔،یاد رہے کہ طلبائے دارالعلوم دیوبند میں شمار ہوجانا اکابرین دیوبند کے نزدیک کوئی معمولی بات نہیں ہے۔،مولوی رفیع الدین مہتمم ثانی دیوبند کہتے ہیں کہ انہیں خواب میں دکھادیا گیا تھا کہ احاطہ مولسری دارالعلوم کا کنواں دودھ سے بھرا ہوا ہے اور اس کی من پر حضور نبی اکرم ﷺ تشریف فرما ہیں اور دودھ تقسیم فرمارہے ہیں۔،خواب کے بعد میں نے مراقبہ کیا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ کنواں دارالعلوم ہے اور دودھ لے جانے والے طلباء ہیں اور آنحضرت ﷺ تقسیم فرمارہے ہیں۔،

اس کے بعد رفیع الدین صاحب فرماتے ہیں کہ مدرسہ دیوبند میں جب داخلہ ہوتا ہے تو میں ہر ایک کو پہچان لیتا ہوں کہ یہ طالب علم بھی اس مجمع میں تھا۔،

قادری طیب صاحب کہتے ہیں کہ اس سے اندازہ ہوا کہ اس مدرسے کے لئے طلباء کا انتخاب بھی من جانب اللہ ہی ہوتا ہے۔،(الرشید دیوبند نمبر ص ۱۳۹۔۱۴۰)

یعنی دیوبندیوی اکابرین کے بقول مولوی ثناء اللہ صاحب ان خوش نصیبوں میں شامل ہیں جنہیں رسول اکرم ﷺ نے دودھ عنایت فرمایا،اور جن کا دیوبند میں داخلے کے لئے انتخاب بھی اللہ تعالی کی جانب سے

ہوا۔صد افسوس کہ مولوی بشیر صاحب ان مولوی ثناء اللہ پر طعنہ زن ہیں۔

اور ہاں مولوی ثناء اللہ صاحب تو اس وقت مرزا غلام احمد کو دیکھنے گئے تھے، جب وہ خود ایک مبتدی طالب علم تھے اور مرزا صاحب آپ کے امام ربانی کے نزدیک مرد صالح تھا،مولانا عبید اللہ سندھی اور شاہی مسجد لاہور کے سابق امام مولوی شہاب الدین صاحب کے بارے میں کیا خیال ہے جو مرزا قادیانی کی وفات کے بعد اس کے جانشین اول حکیم نوردین سے ملاقات کرنے (افادات وملفوظات مولانا عبید اللہ سندھی مرتبہ محمد سرور، طبع لاہور، ص ۳۴ اور ۱۲۷) اس سے علوم قرآن پڑھنے کے لئے قادیان گئے اور وہاں ایک عرصہ تک مقیم رہے۔اور یہ اس وقت کی بات ہے جب مرزا قادیانی اور مرزائی تمام مکاتیب فکر کی جانب سے کافر قرار دے چکے تھے۔،خود مولانا گنگوہی صاحب اپنی سابقہ رائے (کہ مرزا مرد صالح ہے) سے رجوع کر کے اسے کافر قرار دے چکے تھے۔چہ خواہی گفت قربانت شوم۔

مولوی عبد الحق بشیر نے یہ مسئلہ بھی اٹھایا ہے کہ مولانا ثناء اللہ امرتسری نے مرزائی عورت سے مسلمان مرد کے نکاح کو کیوں جائز قرار دیا تھا۔،ہم نے اس موضوع پر اس مضمون کی قسط نمبر ۲۸ میں گزارشات پیش کی ہیں، وہاں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مولوی عبد الحق بشیر صاحب نے اپنی کتاب میں یہ ثابت کرنے کی کوشش کی ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے تکفیر قادیانی سے رجوع کر لیا تھا۔،ہم نے اس موضوع پر اپنے اس مضمون میں متعدد مقامات پر گزارشات پیش کی ہیں، قارئین نے یقیناً پڑھی ہوں گی، اگر کسی دوست نے فرمائش کی تو ان کو اکٹھا کر کے ایک جگہ کر دیا جائے گا، بطور نمونہ قسط نمبر ۱۴ کا آخر اور قسط ۱۷ ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مولوی عبد الحق بشیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ مولانا محمد حسین بٹالوی نے مرزا غلام احمد اور اس کے اہل خانہ کی دعوت فرمائی تھی اور یہ واقعہ بشیر صاحب نے تاریخ احمدیت کے حوالے سے بیان کیا ہے کہ ۱۸۸۷ء کا ہے۔

،ہم کہتے ہیں کہ دیوبندیوں کے قطب الارشاد نے ۱۸۸۴ء میں مرزا غلام احمد کو مرد صالح قرار دیا تھا اور اپنی اس رائے کے خلاف پہلی باران کا موقف ۱۸۹۱ء میں سامنے آیا، جب انہوں نے مولانا محمد حسین بٹالوی کے استفتا کے جواب میں سید نذیر حسین محدث کے فتوی کی تائید کر کے مرزا کے کفر کا اعلان کیا تھا۔یعنی

۱۸۸۴ء سے لے کر ۱۸۹۱ء تک مرزا غلام احمد جناب مولانا رشید احمد گنگوہی صاحب کے نزدیک مرد صالح تھا، اور گنگوہی صاحب اپنے وقت میں دیوبندیوں کے امام تھے، ان کے سامنے نہ کسی کا چراغ جل سکتا تھا اور نہ ان کی رائے کے خلاف کسی دوسرے کی رائے کو زیادہ وقیع سمجھا جاتا تھا۔ مولانا محمد حسین بٹالوی نے ۱۸۸۷ء میں مولانا گنگوہی صاحب (اور ان کے اتباع میں دیوبندیوں) کے مرد صالح کی دعوت کی تھی، کسی کافر کی نہیں۔ دیوبندی اس قدر افزائی پر شکر گزار ہونے کے بجائے سیخ پا ہو رہے ہیں۔ اعتراض کرنا ہے تو مولانا گنگوہی پر کیجئے، گھر کی بات گھر میں رکھئے، اپنے پیٹ پر سے کپڑا اٹھا کر اپنا ننگ ظاہر مت کیجئے۔

اہل حدیث حضرات پر حجتیں قائم کرنے کے لئے مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے مرزائیوں کی کتاب تاریخ احمدیت سے بہت سے حوالے دیئے ہیں، آئینہ دکھانے کی غرض سے ہم بھی تاریخ احمدیت سے ایک اقتباس پیش کئے دیتے ہیں۔

لکھا ہے کہ قادیانیوں کے مرزا محمود احمد بن مرزا غلام احمد ایک قادیانی وفد کے ساتھ: ۲۵ اپریل ۱۹۱۲ء کو دارالعلوم دیوبند دیکھنے کے لئے گئے، جمیعتہ الانصار کے سیکرٹری مولوی عبیداللہ صاحب سندھی کے ذریعہ سے دیوبند کے مہتمم مولوی محمود الحسن صاحب، مولوی بشیر احمد صاحب اور دوسرے بزرگ علماء سے ملاقات ہوئی اور مدرسہ کا معائنہ کرنے اور مدرسہ کے متعلق تمام ضروری معلومات حاصل کرنے کا موقعہ ملا، ناظم مدرسہ (مولوی محمد احمد صاحب، خلاف الرشید حضرت مولانا محمد قاسم صاحب) بے حد اخلاق و مروت سے پیش آئے، اس طرح مولوی بشیر احمد صاحب بھی... دیوبند کی عظیم اسلامی درسگاہ دیکھنے کے بعد اپنے ساتھیوں سمیت سہارنپور تشریف لے گئے اور مشہور مدرسہ مظہر العلوم کا معائنہ کیا، مولوی عنائت علی صاحب مہتمم مدرسہ جو ایک خوش اخلاق بزرگ تھے، آخر تک ساتھ رہے۔ (تاریخ احمدیت جلد ۴ ص ۴۲۱۔۴۲۲)۔

قارئین! مولوی محمد حسین بٹالوی نے مرزا صاحب کو اپنے گھر میں اس وقت خوش آمدید کہا جب وہ بقول مولانا رشید احمد گنگوہی مرد صالح تھا، مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا محمود احمد اور اس کے مرزائی وفد کو دیوبند میں اس وقت خوش آمدید کہا گیا اور شیخ الہند نے امام انقلاب کے کہنے پر اس وقت اسے شرف باریابی بخشا اور مولانا قاسم نانوتوی کے فرزند ارجمند مولانا محمد احمد نے اس کے ساتھ اس وقت اخلاق و مروت کا سلوک کیا

جب مرزا، مرزائیوں اور مرزا کے صاحبزادے کا کفر طشت ازبام ہو چکا تھا، خود گنگوہی صاحب بھی ان کے کفر کا فتوی دے چکے تھے اور دیگر علماء دیوبند بھی مرزا کے کفر پر عمومی اتفاق کر چکے تھے۔ اگر ۱۸۸۷ء کے مرد صالح کو گھر میں خوش آمدید کہنا جرم ہے تو 1912ء کے ثابت شدہ کافروں کو اپنی مرکزی درس گاہ، جسے قاری طیب صاحب الہامی مدرسہ کہتے ہیں، الرشید دیوبند نمبر ص) میں خوش آمدید کہنا، معائنہ کرانا اور وہاں باریابی عطا کرنا کیسا ہے؟

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے ایک اعتراض یہ کیا ہے کہ مولوی عنائت اللہ اثری نے جامع مسجد اقصی ربوہ میں ۱۹۵۰ء کی دہائی میں نماز تراویح پڑھانے کی پیش کش کی تھی اور اس ضمن میں مولانا اثری کی کتاب الجسر البلیغ کا حوالہ دیا ہے، ہم نے بزرگوں سے سنا تھا کہ آدھا علم سوال میں ہوتا ہے، یعنی آدھا علم نہ ہو تو سوال بے ڈھب ہو کر رہ جاتا ہے۔ مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے یہ اعتراض آدھے علم کے بغیر ہی کر دیا ہے کیونکہ مولوی عنائت اللہ صاحب نے تراویح پڑھانے کی پیش کش ربوہ میں نہیں بلکہ قادیان میں کی تھی، قیام پاکستان کے بعد نہیں بلکہ اس سے بہت عرصہ پہلے ۱۹۱۴ء میں کی تھی جب کہ وہ ایک مبتدی طالب علم تھے، کوئی معروف اہل علم نہیں تھے اور جب انہیں مرزا محمود احمد نے بتایا کہ وہ انہیں کافر سمجھتے ہیں تو انہوں نے فوراً اپنی غلطی کو تسلیم کر کے آئندہ ایسی بات نہ کرنے کا عہد کر لیا۔ بہر صورت یہ ایک نوخیز مبتدی طالب علم کا کام تھا جو کسی جماعت پر حجت نہیں ہو سکتا اور ہم اس موضوع پر تفصیلی گزارشات اپنے اس مضمون کی قسط نمبر ۲۶ میں کر چکے ہیں۔

اور مولوی بشیر صاحب کتاب کے صفحہ ۳۷ سے ایک اقتباس ملاحظہ فرمائیے، لکھتے ہیں:

> مرزا قادیانی کی ابتدائی سرگرمیاں عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف تھیں، جن کی وجہ سے اسے مسلمانوں میں کافی شہرت حاصل ہوگئی، دیگر علماء امت حجۃ الاسلام حضرت مولانا قاسم نانوتوی... وغیرہ علماء حق نے عیسائیت و آریہ سماج کا قلع قمع کر کے اسلام کی حقانیت کا ڈنکا بجایا، علماء حق اس جدوجہد میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شریک ہوگئے، دیگر علماء امت کے علاوہ مرزا قادیانی کی مناظرانہ جدوجہد کو بھی اسلامی اور علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

عیسائیت کی اس بیخ کنی کو دیکھ کر فرنگی سامراج نے ان علماء حق کے ایمان اور ضمیر کا سودا کرنا چاہا، تا کہ عیسائیت کے خلاف ان کی قلمی ولسانی جدوجہد اور کوشش کو روک کر عیسائی مشنری کے لئے تبلیغ کا راستہ ہموار کیا جا سکے، لیکن انگریزی اقتدار ان علماء حق کے ایمان وضمیر کو خریدنے میں کامیاب نہ ہو سکا، بلکہ اسے بری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا اور یہ علماء حق اپنی تبلیغی کوششوں کے ساتھ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں بھی عملی طور پر کود پڑے۔

یہ تحریر بتا رہی ہے کہ ء سے قبل مولانا قاسم نانوتوی وغیرہ علماء عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف تحریر و تقریر اور مناظروں مباحثوں کی صورت میں مصروف کار تھے اور ان کے ساتھ مرزا غلام احمد صاحب بھی انہی سرگرمیوں میں شریک ہو گئے جس کی وجہ سے اسے مسلمانوں میں قدر و منزلت حاصل ہو گئی اور ان علماء کی سرگرمیاں اتنی موثر تھیں کہ عیسائیت و آریہ سماج کا قلع قمع ہو گیا جس سے پریشان ہو کر انگریزوں نے علماء کو خریدنے کی کوشش کی جس کے جواب میں یہ علماء الٹاء ۱۸۵۷ء کی تحریک آزادی میں شامل ہو گئے۔

ہم مولوی عبدالحق بشیر صاحب سے عرض کرتے ہیں کہ وہ مولانا محمد قاسم نانوتوی کے کسی ایک مناظرے یا مباحثے کی نشاندہی کر دیں جو انہوں نے ۱۸۵۷ء سے قبل عیسائیت اور آریہ سماج سے کیا ہو، یا مولانا قاسم کی کسی ایک تحریر کا پتہ بتا دیں جو انہوں نے ۱۸۵۷ء سے قبل آریہ اور عیسائیوں کے خلاف لکھی ہو۔ ہم ممنون ہوں گے۔

جہاں تک ہمیں معلوم ہو سکا ہے مولانا محمد قاسم نانوتوی یا مرزا غلام احمد کی عیسائیوں اور آریہ کے خلاف کوئی سرگرمی ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے کی نہیں ہے، انہوں نے اس میدان میں جو کچھ کیا ہے وہ اس کے بعد کا ہے۔ جو واقعات ۱۸۵۷ء کے بعد کے ہیں وہ ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی سے پہلے کے عرصہ میں ڈال دینا کم نگاہی اور تاریخ کے شعور سے تہی دامنی کا ثبوت ہیں۔ اور ہمیں افسوس ہے کہ علماء دیوبند میں تحقیق و تصنیف کی سطح اس قدر گر چکی ہے کہ تحریک ختم نبوت کی تاریخ سے متعلقہ عنوانات پر لکھنے کے لئے میدان میں ایسے لوگوں کے لئے چھوڑ دیا گیا ہے جنہیں تاریخ کا شعور ہی نہیں ہے، جنہیں یہ تک معلوم نہیں کہ جن سرگرمیوں کے باعث مولانا قاسم وغیرہ علماء کو خریدنے کی کوشش ہوئی ہو گی اور جس کوشش کے نتیجے میں وہ بقول مولوی

بشیر صاحب ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی میں شامل ہوئے وہ سرگرمیاں تو ۱۸۵۷ء تک هل اتی علی الانسان حین من الدهر لم یکن شیئا مذکورا کے زمرے میں تھیں۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے اپنی کتاب کا ایک حصہ (۱۲ صفحات) اس بات کو ثابت کرنے کے لئے صرف کر دیا ہے کہ مرزا صاحب قادیانی دعوی نبوت سے قبل حنفی المسلک نہیں بلکہ غیر مقلد تھے، ہم اس موضوع پر اپنے اس مضمون کی قسط ۷ اور ۲۴ میں گزارشات کر چکے تھے۔ وہاں ملاحظہ فرمالی جائیں۔

مولوی عبدالحق بشیر صاحب نے کچھ غیر متعلقہ باتیں بھی چھیڑی ہیں اور اپنے اکابرین کو استعمار دشمن اور اہل حدیث جماعت کو انگریزوں کی ایجنٹ قرار دیا ہے جیسا کہ وہ لکھتے ہیں:

> علماء دیوبند کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے مسلمانوں کے ایمان کو ان فرنگی لٹیروں اور اس کے حاشیہ برداروں (غیر مقلدوں) سے بچانے کے لئے باقاعدہ علمی جدوجہد کی۔ تمام جید علماء ہند اور علماء حجاز کی طرف سے یہ فتوی مشترکہ طور پر جاری ہوا کہ مساجد کے اندر فساد کرنے والے ان فسادی لوگوں (غیر مقلدین) کا داخلہ اہل سنت والجماعت کی مساجد میں بند کر دیا جائے، کیونکہ یہ انگریز ایجنٹ ہیں، علماء ہند اور علماء حجاز کا یہ فتوی پہلے انتظام المساجد کے نام سے اور دوسری بار جامع الشواہد کے نام سے شائع ہوا۔ (ص ۱۳)

یاد رہے کہ فتوی ۱۸۸۳ء میں دیا گیا اور لدھیانہ کے مولوی محمد صاحب نے پٹنہ جا کر شائع کیا تھا۔ اور یہ وہ دور ہے جب صادقپور پٹنہ کے وہابی اور مولانا جعفر تھانیسری عمر قید (۱۸ سال) کی سزا کاٹ کر کالا پانی سے پیرول پر رہا ہو کر آئے تھے، ان لوگوں پر معاشرے میں عرصہ حیات تنگ کرنے کے لئے جن لوگوں نے ومن اظلم ممن منع مساجدالله ان یذکر فیها اسمه کا مصداق بنتے ہوئے فتوے دیئے تھے غور کرنے کے قابل بات یہ ہے کہ انگریزوں کے ایجنٹ وہ تھے، یا انگریزی جیلوں سے قید کاٹ کر پیرول پر رہا ہو کر آنے والے۔

کوئی ہمیں بتائے کہ کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں کو پھانسیاں دیا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں کو عمر قید کی سزائیں دیا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں پر بغاوت کے مقدمات قائم کیا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ہی ایجنٹوں کو تشدد اور تھانوں میں مار پیٹ کا نشانہ بنایا کرتی ہے؟

کیا کوئی حکومت اپنے ایجنٹوں کے گھروں کی بنیادوں میں ہل چلا کر ان کے بیوی بچوں کو در بدر کیا کرتی ہے؟

یہ سارے کام انگریزوں نے ان لوگوں کے خلاف کئے تھے جنہیں مولوی عبدالحق بشیر صاحب انگریزوں کا ایجنٹ قرار دے رہے ہیں۔اگر واقعتاً اہل حدیث انگریزوں کے ایجنٹ اور دیوبندیوں کے اکابرین انگریزوں کے خلاف مصروف عمل تھے تو بتایا جائے اگر ۱۸۶۷ء سے انیسویں صدی کے آخری سال تک کسی دیوبندی عالم نے کالا پانی کی سزا کاٹی ہو، کسی کی جائیداد ضبط ہوئی ہو، کسی نے میدان جہاد میں جا کر اس سارے عرصہ میں قتال بالسیف کیا ہو۔

چلیں اتنا ہی بتا دیں کہ ۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء کے عرصہ میں کسی ایک دیوبندی عالم نے انگریزوں کے خلاف کسی بھی قسم کی تحریک یا سرگرمی میں حصہ لیا ہو۔،ہم نے ۱۸۶۷ء کی بات اس لئے کی ہے کہ دارالعلوم دیوبند کا قیام اس سال عمل میں آیا تھا اور دیوبندی اس کے بعد ہی وجود میں آئے تھے، اسلئے کہ ماں سے پہلے بیٹے کا وجود تسلیم نہیں کیا جا سکتا۔ ہاں اگر بانیان دارالعلوم دیوبند کو بھی دیوبندیوں میں شامل کرنا چاہیں تو ہم پوچھیں گے کہ چلو مولانا قاسم نانا توی، مولانا رشید احمد گنگوہی اور مولانا محمد یعقوب نانا توی کی کوئی ایسی سیاسی یا جہادی سرگرمی بتا دی جائے جو انہوں نے اس عرصہ (۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء) میں دکھائی ہو۔ہمیں جناب قمر احمد عثمانی دیوبندی کی یہ تحریر قارئین کے سامنے رکھ کر اس بات کو ختم کرنا ہے کہ

حضرت نانوتوی (قاسم) اس واقعہ ۱۸۵۷ء کے بعد تقریباً ۲۴ سال تک بقید حیات رہے اور حضرت مولانا رشید احمد تو اس ہنگامہ کے پچاس سال بعد تک بقید حیات رہے مگر ان دونوں حضرات کی کسی ملکی اور سیاسی تحریک میں

شرکت کرنا ثابت نہیں ہوتا ۔ (تذکرۃ الظفر ۱۹۷۷ء ، کمالیہ ص ۳۴۱)

مولوی عبدالحق بشیر صاحب کے متعلق بتایا گیا ہے کہ انہیں برصغیر کی تاریخ پر عبور حاصل ہے، ہم ان سے درخواست کرتے ہیں کہ ۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء کے ۳۳ برسوں میں دیوبندیوں کی ان سرگرمیوں کا پتہ بتائیں جو فرنگی سامراج کے خلاف تھیں، ان مقدمات کا بتائیں جو اس عرصہ میں کسی دیوبندی پر بغاوت کے الزام میں قائم کیئے گئے ۔ وہ ان زخموں کی نشان دہی فرمائیں جو راہ حق میں چلنے پر کسی دیوبندی مجاہد آزادی کو اس عرصہ میں لگے، وہ ان جائیدادوں کی نشان دہی فرمائیں جو ۱۸۶۷ء سے ۱۹۰۰ء کے عرصہ میں انگریزوں نے بجرم بغاوت یا دیگر ناپسندیدہ سرگرمیوں کے باعث دیوبندیوں سے ضبط کیں، وہ ان دیوبندی شہداء آزادی کے نام بتائیں جو اس عرصہ میں انگریزوں کے خلاف لڑتے ہوئے درجہ شہادت پر فائز ہوئے ،

یاددہانی کے لئے عرض ہے کہ اس طرح کے سوالات کئی سال قبل آپ سے حکیم محمود صاحب بن مولانا محمد اسماعیل سلفی مرحوم (گوجرانوالہ) نے کیئے تھے، ہماری نظر سے ان کے جوابات نہیں گزرے، اگر آپ نے جوابات دے دیئے ہیں تو اس کی بھی وضاحت فرمادیجئے ۔

ہاں اگر تحریک آزادی میں ان لوگوں کی سرگرمیاں کا ایک ہلکا سا عکس دیکھنا ہو جنہیں مولوی بشیر صاحب نے اپنی کتاب میں انگریزوں کے ایجنٹ کہا ہے تو ہمارے اس مضمون کی قسط نمبر ۳۷ ملاحظہ فرمالیں اور اپنی صحیح تصویر دیکھنا مقصود ہو تو قسط نمبر ۳۳ کا مطالعہ فائدہ مند ہوگا ۔

ہماری جوابی گزارشات میں مولوی عبدالحق بشیر کو کچھ تلخی محسوس ہو تو ہم یہ کہتے ہوئے ان سے معذرت چاہیں گے :

یہ جو ہلکا ہلکا سرور ہے، یہ تیری نظر کا قصور ہے

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم)

مرزا قادیانی کا سال ولادت

(۴۶)

ایک اہل علم دوست (شیر خان جمیل احمد) کی نوازش سے بدر قادیان کا وہ شمارہ دیکھنے کو ملا جو مسیح موعود نمبر کے طور پر دسمبر ۱۹۹۵ء میں شائع ہوا تھا۔ یہ شمارہ سرورق کے علاوہ ۱۳۶ صفحات پر مشتمل ہے اور اس میں مرزا غلام احمد کے عقائد ونظریات پر بہت سے معلوماتی مضامین ہیں۔ سرورق پر مرزا غلام احمد قادیانی کی تصویر ہے اور اس کے نیچے ان کا سال ولادت ۱۸۳۵ء اور سال وفات ۱۹۰۸ء درج ہے۔ اسے دیکھ کر ہم نے سوچا کہ آج کی نشست میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے سال ولادت اور ان کی عمر کی بحث ہو جائے تا کہ بدر کے مدیروں پر واضح ہو جائے کہ انہوں نے جو مواد اس شمارے میں شائع کیا ہے اس کی علمی حیثیت کیا ہے۔

سال ولادت کے سلسلہ میں مرزا صاحب اور مرزائی باہم دست بگریبان ہیں، مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں پیدا ہوئے اور آج کے مرزائی کہتے ہیں کہ مرزا صاحب غلطی پر ہیں کیونکہ وہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے تھے، جیسا کہ ہفت روزہ بدر قادیان کے علاوہ عزیز احمد چوہدری کی انگریزی کتاب مسیح موعود اور مہدی مطبوعہ ۱۹۹۶ء ٹلفورڈ سرے کے صفحہ ۱۱ پر بھی مرزا صاحب کا سال ولادت ۱۸۳۵ء درج کیا گیا ہے۔ سال ولادت کے اس تنازعے کے دونوں فریق سچے نہیں ہو سکتے کہ یہ ممکن نہیں کہ مرزا صاحب ایک مرتبہ ۱۸۳۵ء میں پیدا ہوئے ہوں اور ایک مرتبہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں۔ اس تنازعے، میں کون سچا ہے اور کون جھوٹا، اس کا فیصلہ مرزائی حضرات خود ہی کر لیں۔ اگر وہ خود کو سچا قرار دے لیں تو اس کا مطلب یہ ہے کہ مرزا غلام احمد جھوٹے ہیں اور اگر کسی غلط فہمی کے باعث مرزا صاحب نے اپنا سال ولادت غلط لکھ دیا تھا تو یہ اس بات کی شہادت ہے کہ مرزا صاحب کو وحی الٰہی کی رہنمائی حاصل نہیں تھی، ورنہ غلطی کی اصلاح کروادی جاتی۔

اگر مرزا صاحب اپنا سال ولادت بتانے میں سچے ہیں تو اس کی زد ان پیش گوئیوں پر پڑتی ہے جو انہوں نے اپنی عمر کے بارے میں کی ہوئی تھیں کہ ان کی عمر ۷۴ سال سے اوپر ہوگی۔ کیونکہ ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ان کی ولادت اور ۱۹۰۸ء میں وفات ہونے پر ان کی کل عمر ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے یعنی مرزا صاحب کا کذب ثابت ہوجاتا ہے۔ اگر سال ولادت کے تنازعے میں مرزائیوں کی بات کو درست سمجھ لیا جائے تو مرزا صاحب کی بد قسمتی کا ماتم کرنے کے سوا کوئی چارہ نہیں رہتا کہ خود ان کی امت کے لوگ انہیں سامنے بٹھا کر (یعنی بدر قادیان کے سرورق پر ان کی تصویر کے نیچے لکھ کر) کہتے ہیں کہ قبلہ آپ جھوٹ فرما رہے ہیں، ہم نے آپ کے کذب کا سراغ لگا لیا ہے۔ آپ تو کہتے ہیں کہ ۱۸۳۶ء اور ۱۸۳۷ء میں آپ مادر شکم میں بھی نہیں تھے، جبکہ ہم نے آپ کو ان سالوں میں بجسد عنصری اپنی والدہ کا دودھ پیتے ہوئے اور اپنے والد کی انگلی پکڑ کر چلنے کی مشق کرتے ہوئے دیکھا ہوا ہے۔

ان تمہیدی گزارشات کے بعد سنیئے وہ پیش گوئیاں جن میں مرزا صاحب نے اپنی عمر کا ذکر کیا ہے، مرزا بشیر احمد ایم اے لکھے ہیں:

حضرت مسیح موعود کو الہام الٰہی میں یہ بتایا گیا تھا کہ آپ کی عمر اسّی (۸۰) برس یا اس سے پانچ چار کم یا پانچ چار زیادہ ہوگی۔

(حقیقۃ الوحی ص ۹۶، سیرت المہدی جلد ۳ ص ۷۶)

اور مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم میں صفحہ ۹۷ پر یوں رقم طراز ہیں:

اور جو ظاہر الفاظ وحی کے وعدے کے متعلق ہیں وہ تو چوہتر اور چھیاسی کے اندر اندر عمر کی تعین کرتے ہیں۔

(منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص ۱۰۷ طبع ششم لاہور)۔

مواہب الرحمان میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

وموت ما خواستند ودر آن پیش گوئی کردند پس خدائے ما مارا بشارت ہشتاد سال داد بلکہ شائد ازیں زیادہ (منقول از محمدیہ پاکٹ بک، طبع ششم لاہور ص ۱۰۱)

کہ خدا نے مجھے بشارت دی کہ میری عمر ۸۰ سال بلکہ شائد اس سے بھی زیادہ ہوگی۔

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی رقم طراز ہیں:

یہ عاجز اپنی عمر کے چالیسویں برس میں دعوت حق کے لئے بالہام خاص مامور کیا گیا اور بشارت دی گئی کہ ۸۰ برس یا اس کے قریب تیری عمر ہے، سو اس الہام سے چالیس برس کامل گذر بھی گئے۔

(شهادة الملهمين طبع ۲ صفحہ ۱، منقول از محمدیہ پاکٹ بک ص۔۱۰۴)

یہ تحریر ماہ جون ۱۸۹۲ء کی ہے، جیسا کہ اس رسالہ شہادۃ الملہمین کے سرورق کے صفحہ اندرونی پر تحریر ثبت ہے، اب ۱۸۹۲ء میں تیس جمع کریں تو ۱۹۲۲ بنتے ہیں، یعنی انہیں ۱۹۲۲ ءتک زندہ رہنا چاہیئے تھا۔

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

چھتیسویں پیش گوئی یہ ہے جیسا کہ میں ازالہ اوہام میں لکھ چکا ہوں، خدا تعالیٰ نے مجھے خبر دی کہ تیری عمر ۸۰ برس یا اس سے کچھ کم یا کچھ زیادہ ہوگی اور یہ الہام تقریباً بیس یا بائیس برس کے عرصہ کا ہے، جس سے بہت لوگوں کو اطلاع دی گئی اور ازالہ اوہام میں درج ہو کر شائع ہو گیا۔

(سراج منیر۔ص ۷۹ روحانی خزائن جلد ۱۲ ص ۸۱)

یاد رہے کہ سراج منیر ۱۸۹۷ء کی تصنیف ہے۔

تریاق القوب کے صفحہ ۱۳ کے حاشیے پر مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں

خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا کہ میری پیش گوئی سے صرف اس زمانہ کے لوگ ہی فائدہ نہ اٹھائیں بلکہ بعض پیش گوئیاں ایسی ہوں کہ آئندہ زمانہ کے لوگوں کے لئے عظیم الشان نشان ہوں، جیسا کہ براہین احمدیہ وغیرہ میں یہ پیش گوئیاں کہ میں ۸۰ برس یا چند سال زیادہ یا اس سے کچھ کم عمر دوں گا۔

تحفہ ندوہ میں مرزا صاحب قادیانی نے لکھا ہے۔

میرے لئے بھی ۸۰ برس کی زندگی کی پیش گوئی ہے

(رسالہ تحفہ ندوہ ص ۲ مشمولہ روحانی خزائن جلد ۱۹ ار صفحہ ۹۳)

اور یہ تحریر ۲۔ اکتوبر ۱۹۰۲ء کی تحریر ہے۔ (دیکھئے تحفہ ندوہ ص ۱)۔

اپنی کتاب اربعین نمبر۴ میں جو ۱۹۰۰ کی تحریر ہے مرزا صاحب فرماتے ہیں:

میری اسّی (۸۰) برس کی عمر ہوگی (روحانی خزائن جلد ۱۷ص ۴۷۱)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی فرماتے ہیں :

خدا نے مجھے وعدہ دیا کہ میں اسی (۸۰) برس یا دو تین برس کم یا زیادہ تیری عمر دوں گا تا کہ لوگ کمی عمر سے کاذب ہونے کا نتیجہ نہ نکال سکیں۔

(روحانی خزائن جلد ۱۷ (ضمیمہ تحفہ گولڑویہ) ص ۴۴)

ایک جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

مجھے رؤیا ہوئی کہ میں ایک قبر پر بیٹھا ہوں، صاحب قبر میرے سامنے بیٹھا ہے، میرے دل میں آیا کہ آج بہت سی دعائیں مانگ لوں اور یہ شخص آمین کہتا جاوے۔ میں نے دعا مانگنی شروع کیں اور ہر ایک دعا پر وہ شخص بڑی شرح صدر سے آمین کہتا تھا۔ خیال آیا یہ بھی دعا مانگ لوں کہ میری عمر پچانوے سال ہو جاوے۔ میں نے دعا کی، اس نے آمین نہ کہی۔ میں نے وجہ پوچھی وہ خاموش رہا۔ پھر میں نے اس سے سخت تکرار اور اصرار شروع کیا، یہاں تک کہ اس سے ہاتھا پائی کرتا تھا۔ بہت عرصہ کے بعد اس نے کہا اچھا دعا کرو میں آمین کہوں گا۔ چنانچہ میں نے دعا کی کہ الٰہی میری عمر ۔۔۔ برس کی ہو جاوے۔ اس نے آمین کہی۔ میں نے اس سے کہا کہ ہر ایک دعا پر تو شرح صدر سے آمین کہتا تھا، اس دعا پر کیا ہو گیا۔ اس نے ایک دفتر عذروں کا بیان کیا۔ مفہوم بعض کا یہ تھا کہ جب ہم کسی امر کی نسبت آمین کہتے ہیں تو ہماری ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے۔

(مکاشفات مرتبہ منظور الٰہی قادیانی، ص ۳۴ منقول از محمدیہ پاکٹ بک، طبع ششم، لاہور ص ۹۳)

اور مرزا صاحب کا خود اپنے متعلق دعویٰ ہے کہ خدا نے ان کی دعائیں قبول کرنے کا وعدہ کر رکھا ہے، جیسا کہ وہ اپنا الہام یوں بیان کرتے ہیں:

اجیب کل دعائك الا فی شر کائك یعنی (اے مرزا) تیری سب دعائیں قبول کروں گا مگر شرکاء کے بارہ میں نہیں۔ (روحانی خزائن ص ۲۵۴ جلد ۲۲)

اوراس روَیامیں نہ صرف مرزا صاحب دعا فرما رہے ہیں بلکہ ایک ایسا شخص اس پر آمین کہہ رہا ہے جو آمین کہہ دینے کے بعد دعا کی قبولیت کی ذمہ داری بھی اٹھاتا ہے،جس کا مطلب یہ ہے کہ یہ دعا لازماً قبول ہوئی ہوگی اور مرزا صاحب کی عمر ۹۵ سال ہونا چاہیے۔

اس کے بعد پانچ سال کا اور اضافہ کرلیا جائے۔ یہ پانچ سال ایک مرید نے انہیں دیئے تھے۔جیسا کہ ازالہ اوبام صفحہ ۳۸۹ طبع دوم پر مرزا صاحب لکھتے ہیں:

اس جگہ اخویم مولوی مروان علی بھی ذکر کے لائق ہیں،مولوی صاحب لکھتے ہیں کہ میں نے سچے دل سے پانچ برس اپنی عمر سے آپ کے نام لگا دیئے،خدا ایثار کی جزا ان کو یہ بخشے کہ ان کی عمر دراز کرے۔

درج بالا حوالہ جات کی رو سے مرزا صاحب کے درج ذیل دعاوی سامنے آتے ہیں:،ان کی عمر اور سال کے اندر ہوگی۔،عمر ۸۰ سال ہوگی۔،عمر ۸۰ سال یا اس سے زائد ہوگی۔،عمر ۹۵ سال ہوگی۔،کسی کے ایثار کے پانچ سالوں کا اضافہ کر کے عمر ۱۰۰ سال بن جائے گی۔

اب سنیئے مرزا صاحب کے امتی ان کی عمر کے بارے میں کیا کہتے ہیں:

مرزا بشیر احمد نے لکھا ہے کہ اس کے والد مرزا غلام احمد کی تاریخ پیدائش اور عمر بوقت وفات کا سوال ایک عرصہ سے زیر غور چلا آتا ہے...بعض اندازوں کے لحاظ سے آپ کی پیدائش کا سال ۱۸۴۰ بنتا ہے اور بعض کے لحاظ سے ۱۸۳۱ء تک پہنچتا ہے اور اسی لئے یہ سوال ابھی تک زیر بحث چلا آیا ہے کہ صحیح تاریخ پیدائش کیا ہے۔،میں نے اس معاملہ میں کئی جہت سے غور کیا ہے..اب بعض حوالے اور بعض روایات ایسی ملی ہیں جن سے معین تاریخ کا پتہ لگ گیا ہے جو بروز جمعہ ۱۴ شوال ۱۲۵۰ھ مطابق ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء ہے۔(سیرۃ المھدی جلد ۳ ص ۷۴ منقول از ثبوت حاضر ہیں۔محمد متین خالد ص ۵۵۳ طبع نومبر ۱۹۹۷ء ملتان)

یعنی مرزا بشیر احمد کی تحقیق کے مطابق ان کے والد کی عمر ۷۳ سال دو ماہ تیرہ دن بنتی ہے اور لگتا ہے کہ اس تحقیق کو اختیار کر کے دوست محمد شاہد مورخ احمدیت لکھتا ہے:

وفات کے وقت حضور کی عمر سوا تہتر سال تھی، دن منگل کا تھا اور شمسی تاریخ مئی ۲۶ ء تھی۔ (تاریخ احمدیت جلد سوم ص ۵۴۹)

قارئین! آپ کو خود ہی پتہ چل رہا ہو گا کہ نہ ۷۴ سے ۸۶ سال عمر والی پیش گوئی پوری ہوئی، نہ ۸۰ سال والی، نہ ۹۵ سال والی اور نہ ہی ۹۵ سال میں ۵ سال کے ایثار کے شامل کر کے ۱۰۰ سال والی پیش گوئی پوری ہوئی۔

حضرت یوسفؑ کی بریت کے لئے اللہ تعالی نے مدعیہ کے گھر سے یوسفؑ کی بے گناہی ثابت کرنے والا گواہ پیدا کر دیا تھا، ادھر مرزا صاحب کی تکذیب کے لئے اللہ نے خود اس کے اپنے بیٹے کو کھڑا کر دیا اور بیٹا بھی کسی مخالف کیمپ کا نہیں بلکہ اپنا فرمانبردار اور دعاوی کا ماننے والا، وہ کہتا ہے کہ ابا حضور آپ کی عمر سو سال نہیں، ۷۶ سال بھی نہیں بلکہ ۷۵ سال بھی نہیں ہوئی، ۷۴ سال بھی نہیں ہوئی، ساڑھے تہتر سال بھی نہیں ہوئی کہ کوئی مرزائی نصف سال کو راونڈ فیگر بنا کر ۷۴ سال نہ بنا لے اور یہ کہہ دے کہ پیش گوئی پوری ہو گئی۔ اللہ نے ایسا انتظام فرمایا کہ سوا تہتر بھی پورے نہ ہونے دیئے اور اس شخص کو آنا فانا ختم کر دیا جو موت سے چند گھنٹے قبل اچھا بھلا تھا شام کو سیر کے لئے گیا، مریدوں کے سامنے تقریر کی اور چل بسا، اگر وہ چند مہینے اور زندہ رہ جاتا تو پھر اگلے ۲۶ سال تک (سو سال کی عمر تک) میدان کھلا تھا، جب بھی مرتا، کوئی نہ کوئی پیش گوئی پوری ہو جاتی۔ ، اللہ جل شانہ نے ایسا انتظام کیا کہ خود بیٹا مان رہا ہے کہ عمر کے بارے میں پیش گوئی پوری نہیں ہوئی، سب جھوٹی نکلیں، یعنی یہ تمام پیش گوئیاں پکار اٹھی ہیں کہ مرزا صاحب دروغ گو ہیں اور اس کا فیصلہ خود اس کے بیٹے نے کر دیا ہے۔ ہمارے سامنے بدر قادیان کا جو مسیح موعود نمبر ہے اس کے آخری سرورق پر مرزا طاہر احمد صاحب کی ایک تصویر اور ان کا ایک چیلنج شائع ہوا ہے کہ مسیح کو اس صدی (بیسویں) کے اختتام سے پہلے آسمان سے اتار کر فی مولوی ایک کروڑ روپیہ انعام حاصل کرے اور فرماتے ہیں کہ آنے والا تو آ چکا ہے۔ ہم مرزا طاہر احمد صاحب سے التماس کرتے ہیں کہ وہ ذرا اس بات پر روشنی ڈالیں کہ ان کے دادے نے اپنی عمر کے بارے میں

جو الہامی پیش گوئیاں کی تھیں اور جو دعا کی تھی وہ پوری ہوئیں؟ مرزا غلام احمد مسیح موعود تھے یا نہیں؟ یہ باتیں بعد کی ہیں، پہلے انہیں ایک سچا انسان ثابت کرنا ضروری ہے کیونکہ ایک دروغ گو جو اللہ تعالی پر جھوٹ باندھتا ہے اسے مرتبہ مسیحیت پر فائز کیا جانا تو دور کی بات ہے اس مرتبے کے لئے وہ شارٹ لسٹ بھی نہیں ہوسکتا۔

مرزا طاہر احمد صاحب ایک امیر آدمی ہیں، ایک ایک کروڑ روپے کی تھیلیوں کی پیش کش کرتے ہیں، ہم اتنی استطاعت نہیں رکھتے، ہاں یہ وعدہ کرتے ہیں کہ ۸۰ سے پانچ چار کم یا پانچ چار زیادہ روپے صراط مستقیم کی طرف سے بطور انعام ان کی نذر کر دیں گے اگر وہ ۷۴ سے ۸۶ کے اندر عمر والی پیش گوئی کا سچا ہونا ثابت کر دیں اور ہم ۹۵ روپے نذر کر دیں گے اگر وہ یہ ثابت کر دیں کہ ۹۵ سال عمر کے متعلق مرزا غلام احمد کی دعا قبول ہوگئی تھی۔

انہیں یہ بھی بتانا ہوگا کہ اگر ۹۵ سال والی دعا منظور نہیں ہوئی تو مرزا صاحب کے الہام، اجیب کل دعائك الا فی شرکائك کی کیا حیثیت ہے، یہ واقعتاً الہام تھا یا مرزا صاحب نے اللہ پر جھوٹ باندھا تھا۔ اگر واقعی الہام تھا تو مرزا صاحب کی یہ دعا قبول ہوکر ان کی عمر ۹۵ سال کیوں نہ ہوئی۔ اگر الہام نہیں تھا تو کیا خدا پر جھوٹ باندھنے والا شخص راست باز کہلا سکتا ہے؟ مسیح موعود ہونا تو بہت دور کی بات ہے۔

ہمارا یہ مودبانہ خطاب جناب مرزا طاہر احمد صاحب سے ہے، وہ چاہیں تو بنفس نفیس اور چاہیں تو اپنے نمائندے کے ذریعے جوب دے سکتے ہیں، لیکن جواب ان کی طرف سے ہونا چاہیے، کسی خودساختہ نمائندے کی بات قابل توجہ نہ ہو سکے گی اور ہم چاہیں گے کہ مرزا طاہر احمد صاحب جب ان پیش گوئیوں کے سلسلے میں کوئی تحقیقاتی بورڈ قائم فرمائیں تو اس بورڈ کے سامنے ہماری درج ذیل گزارشات بھی رکھ دیں تاکہ ان کی روشنی میں جواب مرتب ہوکر سامنے آجائے، ہماری گزارشات یہ ہیں:

مرزا غلام احمد کے جانشین مولوی حکیم نورالدین صاحب نے مرزا صاحب کی پیدائش ۱۸۴۰ء بتائی ہے (رسالہ نورالدین ص ۱۷۰-۱۷۱۔ منقول از شہادات مرزا مولانا ثناء اللہ امرتسری طبع ۱۹۲۳ء امرتسر ص ۱۵) ۔اس حساب سے وفات (۱۹۰۸ء) کے وقت مرزا غلام احمد صاحب کی عمر ۶۸ سال بنتی ہے۔

خودمرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

اب میرے ذاتی سوانح یہ ہیں کہ میری پیدائش ۱۸۳۹ءیا ۱۸۴۰ء میں سکھوں کے آخری وقت میں ہوئی ہے اور میں ۱۸۵۷ء میں سولہ برس کا یا سترہویں برس میں تھا اور ابھی ریش و برودت کا آغاز نہیں ہوا تھا۔

(کتاب البریۃ (حاشیہ) مندرجہ روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۱۷)

اس حساب سے مرزا صاحب قادیانی کی کل عمر ۶۸ یا ۶۹ سال ہوتی ہے۔

سیرۃ المھدی کے اس نسخہ کے صفحہ ۲۵۶ پر مرزا صاحب کا فرمان درج ہے جو مولانا عبداللہ معمار کے سامنے تھا کہ جب سلطان احمد (مرزا صاحب کا بڑا بیٹا) پیدا ہوا، اس وقت ہماری عمر صرف سولہ سال تھی۔ (محمدیہ پاکٹ طبع ششم لاہور ص ۱۰۶)

اور سیرۃ المھدی حصہ دوم ص ۱۵۰ (یہ نسخہ ہمارے سامنے ہے) پر مرزا بشیر لکھتے ہیں کہ سلطان احمد کی ولادت غالباً ۱۸۵۵ء یا ۱۸۵۶ء میں ہوئی،

اس لحاظ سے مرزا غلام احمد کی عمر بوقت وفات ۶۸ یا ۶۹ سال بنتی ہے۔

مرزا غلام احمد صاحب ایک انگریز لیفٹینٹ گورنر کے نام لکھی جانے والی درخواست میں رقم طراز ہیں:

میں ابتدائی عمر سے اس وقت جو تقریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں، اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تا کہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں

(تبلیغ رسالت جلد ہفتم، مولفہ میر قاسم علی ص ۱۰۔ منقول از قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ۔ ناشر اہل حدیث اکیڈمی لاہور۔ ص ۵۳۲)

نیز یہ درخواست مجموعہ اشتہارات جلد سوم میں بھی موجود ہے۔ یہ درخواست ۲۴ فروری ۱۸۹۸ء کو لکھی

گئی تھی اوراس کے مطابق مرزا صاحب کی عمراس وقت ۶۰ سال قریباً تھی، مرزا غلام احمد صاحب اس کے دس سال بعد فوت ہوئے جس سے ان کی عمر بوقت وفات قریباً ۷۰ سال بنتی ہے۔

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد لکھتے ہیں:

میں سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس زمانہ میں جوان تھا، اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی۔

(تتمہ حقیقت الوحی (روحانی خزائن جلد۲۲ص ۴۶۱)

اور تتمہ حقیقۃ الوحی پر تاریخ تصنیف ۷ اپریل ۱۹۰۷ء درج ہے،

(دیکھئے ص ۵۱۶ روحانی خزائن جلد۲۲)۔

مرزا صاحب اس کتاب کے ایک سال بعد فوت ہوئے، گویا ان کی عمر بوقت وفات ۷۰ سال سے چند ماہ کم وبیش بنتی ہے اور اکہتر سال سے زائد قطعاً نہیں بنتی۔

مرزا بشیر احمد ایم اے قادیانی لکھتے ہیں کہ کتاب

پنجاب چیفس یعنی تذکرہ رؤساء پنجاب میں جسے اولاً گریفن نے زیر ہدایت پنجاب گورنمنٹ تالیف کرنا شروع کیا، اس میں ہمارے خاندان کے متعلق درج ذیل نوٹ ہے: اس جگہ یہ بیان کرنا ضروری ہے کہ مرزا غلام احمد جو مرزا غلام مرتضی کا چھوٹا بیٹا تھا، ۱۸۳۹ء میں پیدا ہوا تھا۔ (سیرۃ المھدی حصہ اول ص ۱۱۰۔ ۱۱۷۔ منقول از قومی ڈائجسٹ طبع جولائی ۱۹۸۸ء ص ۱۱۹)۔

اس روایت کی رو سے مرزا صاحب کی کل عمر ۶۹ سال بنتی ہے۔

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد نے لکھا ہے:

میری عمر قریباً چونتیس یا پینتیس برس کی ہوگی جب حضرت والد صاحب کا انتقال ہوا، مجھے ایک خواب میں بتلایا گیا تھا کہ اب ان کے انتقال کا وقت قریب ہے، میں اس وقت لاہور میں تھا جب مجھے یہ خواب آیا تھا، تب میں جلدی سے قادیان پہنچا اور ان کو مرض زحیر میں مبتلا پایا لیکن یہ امید ہرگز

نہ تھی کہ وہ دوسرے دن میرے آنے سے فوت ہو جائیں گے، کیونکہ مرض کی شدت کم ہوگئی تھی اور وہ بڑے استقلال سے بیٹھے رہتے تھے۔ دوسرے دن شدت دوپہر کے وقت ہم سب عزیز ان کی خدمت میں حاضر تھے کہ مرزا صاحب نے مہربانی سے مجھے فرمایا کہ اس وقت تم ذرہ آرام کرلو کیونکہ جون کا مہینہ تھا اور گرمی سخت پڑتی تھی، تھوڑی سی غنودگی ہوکر مجھے الہام ہوا والسماء و الطارق ،یعنی قسم ہے آسمان کی جو قضا وقدر کا مبداء ہے اور قسم ہے اس حادثہ کی جو آج آفتاب کے غروب کے بعد نازل ہوگا اور مجھے سمجھایا گیا کہ یہ الہام بطور عزا پرسی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے اور حادثہ یہ ہے کہ آج ہی تمہارا والد آفتاب کے غروب کے بعد فوت ہو جائے گا، سبحان اللہ، کیا شان خداوند عظیم ہے کہ ایک شخص جو اپنی عمر ضائع ہونے پر حسرت کرتا ہوا فوت ہوا ہے کہ اس کی وفات کو عزا پرسی کے طور بیاں فرماتا ہے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۳ ص ۱۹۲)

ایک دوسری جگہ مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

میرے والد مرزا غلام مرتضیٰ صاحب مرحوم کی وفات کا وقت جب قریب آیا اور صرف چند پہر باقی رہ گئے تھے تو اللہ تعالیٰ نے مجھے ان کی وفات سے بدترین الفاظ خبر دی، والسماء والطارق یعنی قسم ہے آسمان کی اور اس حادثہ کی جو آفتاب کے غروب کے بعد ظہور میں آوے گا، سو یہ پیش گوئی اس طرح پوری ہوئی کہ بعد غروب آفتاب میرے والد صاحب مرحوم نے وفات پائی۔ (نزول المسیح ص ۲۱۹ ،روحانی خزائن جلد ۱۸ ص ۵۸۵) ۔

اس کتاب میں یہ بھی بتایا گیا ہے کہ یہ پیش گوئی ۲۰۔اگست ۱۸۷۵ء کو پوری ہوئی۔ اس روائت کو اوپر والی روائت سے ملا کر پڑھیں تو معلوم ہوگا کہ والد کی وفات کے وقت یعنی ۱۸۷۵ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ۳۴ یا ۳۵ برس تھی، اس کے بعد مرزا صاحب ۳۳ سال زندہ رہے اور اس طرح کل عمر ۶۷ یا ۶۸ سال بنتی ہے اور ان کا سال ولادت ۱۸۴۰ء یا ۱۸۴۱ء بنتا ہے۔

مرزا بشیر احمد نے سیرۃ المھد ی میں اپنے دادے کی تاریخ وفات ۱۸۷۶ء لکھی ہے۔(دیکھو سیرۃ المھد ی جلد ۲ ص ۱۵۰)۔اوراس کا مطلب یہ ہوگا کہ ۱۸۷۶ء میں مرزا غلام احمد کی عمر ۳۴ یا ۳۵ سال تھی ،اس حساب سے ان کا سال ولادت ۱۸۴۱ء یا ۱۸۴۲ء بنتا ہےاور بوقت وفات ان کی عمر ۶۶ یا ۶۷ سال بنتی ہے۔

ناظرین ،کسی کے سال ولادت میں اختلاف ہونا زندگی موت کا مسئلہ نہیں ہے ، بہت سی تاریخی شخصیات کے ساتھ یہ معاملہ ہے اور اسے محض علمی بحث سے زیادہ کوئی اہمیت نہیں دیتا،لیکن مرزا غلام احمد صاحب کے سال ولادت کا تنازعہ چیزے دیگر ہے کیونکہ اس کے ساتھ ان کی صداقت کا ایک نشان وابستہ ہے،انہوں نے بقول خود وحی الٰہی کی رہنمائی کے تحت اپنی عمر کے متعلق پیش گوئیاں کی تھیں ۔اب اگر ان کی عمر ان کے مطابق نہ ہوتو وہ جھوٹے شمار ہوتے ہیں ۔،مرزا صاحب کو قدرت کے اس وار سے بچانے کے لئے مرزائیوں نے ان کی نئی تاریخ ولادت ایجاد کی تا کہ مرنے کے وقت ان کی عمر اتنی بن جائے کہ کوئی پیش گوئی درست قرار دی جا سکے۔،فطرت کی تعزیزیں بہرحال بہت سخت ہوتی ہیں اور قدرت سے لڑنا کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔مرزائی حضرات اپنے ایک درد کا علاج کرتے ہوئے دوسرے درد کا شکار ہو گئے ہیں ،خود اپنی زبان سے مرزا صاحب کو جھوٹا کہہ رہے ہیں اور شائد مرزا صاحب دنیا کی واحد شخصیت ہیں جن کے کذب پر ہر فرد بشر متفق ہو چکا ہے،یعنی مرزائیوں کے علاوہ دیگر مذاہب وادیان کے لوگ تو پہلے ہی مرزا صاحب کے جھوٹا کہتے تھے اب ان کے ماننے والے مرزائی بھی ان کے منہ پر ان کو جھوٹا کہہ رہے ہیں۔

ہفت روزہ بدر قادیان مسیح موعود نمبر کے ایک مضمون میں مرزا صاحب کی زندگی کے ایک حصے کے بارے میں چیلنج کرتے ہوئے لکھا ہے:

> احمدی ،حضرت بانی جماعت احمدیہ کی صداقت اور سیرۃ طیبہ پر بات کرنے سے کبھی پیچھے نہیں ہٹتے مگر اس اصول پر کہ آپ کے دعویٰ سے پہلے کی زندگی پر بات ہوگی ۔۱۸۳۵ء سے ۱۸۸۲ء تک کی ۴۷ سالہ زندگی میں اگر کوئی عیب ہوتو نکال دکھاؤ۔
>
> دعویٰ کے بعد تو دعویٰ کی مخالفت کے نتیجہ میں تمہاری آنکھیں پھر گئیں ،تمہارے دیکھنے کا انداز بدل

گیا،اس لئے انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ اگر سیرت کے موضوع پر بحث کرنا ہوتو دعوی سے قبل کی زندگی پر بات کیجئے

(ازمنیراحمد خادم،منقول از بدر قادیان ص ۵۸۔۲۱۔۲۸دسمبر ۱۹۹۵ء)

ہم منیر احمد صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ جس حصہ زندگی کی تم بات کرتے ہو پہلے اسے ثابت کرو،اسے سامنے تو لاؤ،میدان میں پیش کرو،مرزا صاحب تو کہتے ہیں کہ وہ ۱۸۳۵ء، ۱۸۳۶ء، ۱۸۳۷ء، ۱۸۳۸ء میں لم یکن شیئا مذکورا تھے،آپ اس لم یکن شیئا مذکورا کوسکروٹنی کے لئے پیش کرتے ہیں جس چیز کا وجود ہی نہیں اسے عرصہ امتحان میں کیسے پیش کیا جا سکتا ہے۔

اور آخر میں ہم منیر احمد صاحب سے پوچھتے ہیں کہ ۱۸۶۸ء میں مرزا غلام احمد نے مولانا محمد حسین بٹالوی سے کن مسائل پر مناظرہ کیا تھا؟ آپ کی یاد دہانی کے لئے ہم مرزا بشیر احمد کی تحریر پیش کئے دیتے ہیں، لکھا ہے:

ایک دفعہ قبل دعویٰ مسیحیت لوگوں نے حضرت مسیح موعود کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مقابلہ میں بعض حنفی اور وہابی مسائل کی بحث کے لئے بلایا اور ایک بڑا مجمع لوگوں کا اس کے سننے کے لئے جمع ہو گیا اور مولوی محمد حسین نے ایک تقریر کر کے لوگوں کے دلوں میں ایک جوش کی حالت پیدا کر دی اور وہ حضرت صاحب کا جواب سننے کے لئے ہمہ تن انتظار ہو گئے،مگر حضرت صاحب نے سامنے آنے پر صرف اس قدر کہا کہ اس وقت کی تقریر میں جو کچھ مولوی صاحب نے بیان کیا ہے اس میں مجھے کوئی ایسی بات نظر نہیں آئی کہ جو قابل اعتراض ہو،اس لئے میں اس کے جواب میں کچھ نہیں کہنا چاہتا کیونکہ میرا مقصد خواہ مخواہ بحث کرنا نہیں بلکہ تحقیق حق کرنا ہے۔

(سیرۃ المھدی حصہ دوم۔ص۹۱طبع قادیان ۱۹۳۵ء)

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ مناظرہ حنفی وہابی مسائل پر تھا اور مولانا بٹالوی کی تقریر سن کر مرزا

صاحب کو معلوم ہو گیا کہ حق مولانا محمد حسین بٹالوی کے ساتھ ہے، ہم منیر صاحب سے پوچھتے ہیں کہ کیا تحقیق حق کے بعد مرزا صاحب نے ان مسائل میں مولانا بٹالوی کے عمل کے مطابق عمل شروع کر دیا تھا؟

اگر جوابات اثبات میں ہے تو بتایا جائے کہ وہ کون سے مسائل تھے جن میں مرزا صاحب نے اس مناظرے کے بعد تبدیلی کی؟ اور کیا آپ کو تسلیم ہے کہ ۱۸۶۸ء تک مرزا صاحب ان مسائل میں غلطی پر کاربند رہے؟ اگر جواب نفی میں ہے تو ایسے شخص کے بارے میں کیا خیال ہے جو جاننے کے باوجود حق پر عمل نہیں کرتا؟

مرزا غلام احمد نے تحفہ گولڑویہ میں لکھا تھا:

ایمان دار کے لئے صرف ایک آیت فلمّا توفیتنی اس بات پر کافی دلیل ہے کہ حضرت عیسیٰ فوت ہو گئے۔ (روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۹۰)

منیر صاحب اور دیگر قادیانی بتائیں کہ ۱۸۹۰ء تک مرزا صاحب کا حضرت عیسیٰ کی حیات و ممات کے بارے میں کیا عقیدہ تھا؟ وہ خود ایک جگہ لکھتے ہیں کہ مسیحؑ دوبارہ اس دنیا میں تشریف لائیں گے۔ (براہین احمدیہ ص ۴۸۰۔۴۸۹)

اورانہوں نے خود کہا کہ وہ مسیح کو زندہ مانتے رہے ہیں۔ ایک شخص جو پیدائش سے ۱۸۹۰ء تک باقرار خود بے ایمان رہا (یعنی اس آئت کی موجودگی میں مسیح کو زندہ مانتا رہا) تم اس کی زندگی کے بارے میں چیلنج کرتے ہو؟

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم مئی جون ۲۰۰۰ء ص ۱۷۔۲۱)

مرزا قادیانی کی عمر

(۴۷)

قارئین! گزشتہ شمارے میں ہم نے مرزا غلام احمد صاحب کی اس دعا کا ذکر کیا تھا جو انہوں نے ۹۵ سال عمر کے لئے کی تھی اور بتایا تھا کہ یہ دعا قبول نہیں ہوئی، چند روز قبل ہم مرزائیوں کے تذکرہ کا مطالعہ کر رہے تھے جو مرزا صاحب کے الہامات، دعاؤں اور پیش گوئیوں کا مجموعہ ہے، اس میں بھی ۹۵ سال والی دعا کا ذکر موجود ہے، جس کی وضاحت کرتے ہوئے کتاب کے مرزائی مرتب نے لکھا ہے:

> حضرت مسیح موعود کی عمر اگرچہ ظاہری رنگ میں ۹۵ سال کی نہ ہوئی مگر حضور کا یہ کشف ایک دوسرے رنگ میں اس طرح پورا ہوا کہ حضرت مصلح موعود (مرزا بشیر الدین محمود) جو حسن و احسان میں آپ کے نظیر تھے، انہوں نے ایک دفعہ فرمایا کہ حضرت مسیح موعود کا زمانہ میرے زمانہ تک ممتد ہے۔ حضرت مسیح موعود کی بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی، چنانچہ حضور فرماتے ہیں: ٹھیک بارہ سو نوے ہجری میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ عاجز شرف مکالمہ مخاطبہ پا چکا تھا
>
> (حقیقۃ الوحی ص، ۱۹۹۔۲۰۰)

اور حضرت مصلح موعود کی وفات ۱۳۸۵ھ میں ہوئی، اس طرح پورے پچانوے سال حضرت مسیح موعود کے ظہور سے مصلح موعود کی وفات تک ہوتے ہیں۔، یہ وہی عمر ہے جس کے لئے اتنے اصرار کے بعد بزرگ مذکور سے آمین کہلوائی گئی، مرتب (تذکرہ ص، حاشیہ) یعنی اس بات کو تسلیم کئے بغیر چارہ نہیں رہا کہ مرزا صاحب کی دعا قبول نہیں ہوئی اور ان کی عمر ۹۵ سال نہیں ہو سکی، لیکن مرزا صاحب کو کذاب کہنا مرزائیوں کے لئے ممکن نہیں ہے، اس لئے دور از کار تاویلات کی جاتی ہیں جن کی کمزوری ان تاویلات کے اندر ہی موجود

ہے،مثلاً سب کو معلوم ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب قمری نہیں بلکہ شمسی حساب کیا کرتے تھے اور ۱۲۹۰ھ سے ۱۳۸۵ھ تک ۹۵ سال قمری بنتے ہیں، شمسی حساب سے یہ ۹۲ سال بنتے ہیں اور یہ ۹۲ سال بھی کسی کی عمر نہیں ہے، نہ مرزا غلام احمد کی، نہ ان کے بیٹے کی ، نہ دونوں کی مشترکہ۔۔اور اگر اس دعا کو مرزا صاحب کے زمانہ مسیحیت پر لاگو کرنا ہے ،اور ۹۵ سال پورے کرنے کے لئے مرزا محمود کے زمانے کو مرزا غلام احمد کے ساتھ شامل کرنا ہے تو بعد کے خلیفوں میں کیا خرابی ہے؟ ،مرزا ناصر سے مرزا غلام احمد کو کیا ناراضگی ہے اور مرزا طاہر صاحب سے انہیں کیا دشمنی ہے؟ حقیقت یہ ہے کہ دعا کی عمر کے بارے میں ہے زمانہ مسیحیت کے بارے میں نہیں ،اور عمر بھی دوسروں کی نہیں بلکہ خود اپنی ، جو ظاہر ہے کہ نہ تو شمسی حساب سے سال ہوئی اور نہ قمری حساب سے ،اور جب مرتب تذکرہ خود اس دعائیہ واقعہ کو مرزا صاحب کا کشف قرار دے چکا ہے، تو اس کے سوا اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ یہ کشف غلط تھا اور اگر کوئی دعا ہوئی ہے تو وہ قبول نہیں ہوئی۔

قارئین! اس وضاحت میں مرزائیوں نے کہا ہے کہ مرزا صاحب کی بعثت ۱۲۹۰ھ میں ہوئی ۔۔اس بعثت سے اگر ان کا مطلب مرزا صاحب کا دعویٰ مسیحیت ہے تو وہ تو انہوں نے ۱۸۹۱ء۔۱۳۰۸ھ میں کیا تھا اور ۱۳۰۸ھ سے ۱۳۸۵ھ یعنی مرزا محمود کی وفات تک ۷۷ سال قمری اور ۷۵ سال شمسی بنتے ہیں نہ کہ ۹۵ سال ،اس لئے یہ وضاحت تسلیم نہیں ہوسکتی۔۔اگر بعثت مرزا سے مرزائیوں کی مراد مرزا صاحب پر (بقول ان کے) الہام کی ابتداء ہونا ہے ،تو پھر مرزا صاحب کی درج ذیل عبارت بتاتی ہے کہ ان پر الہام کی ابتداء ۱۸۶۵ء میں ہو چکی تھی۔

> چونکہ خدا تعالیٰ جانتا تھا کہ دشمن میری موت کی تمنا کریں گے تا یہ نتیجہ نکالیں کہ جھوٹا تھا تبھی جلدی مر گیا،اس لئے پہلے ہی سے اس نے مجھے مخاطب کر کے فرمایا ثمانین حولا اوقریبا من ذالک اور تزید علیہ سنینا ، وتری نسلا بعیدا ، یعنی تیری عمر اسی برس کی ہوگی یا دو چار کم یا چند سال زیادہ اور تو اس قدر عمر پائے گا کہ ایک دور کی نسل کو دیکھ لے گا۔،اور یہ الہام قریباً برس سے ہو چکا ہے۔
>
> (تذکرہ،بحوالہ اربعین نمبر ۳ مطبوعہ ۱۹۰۰ء وضمیمہ تحفہ گولڑیہ)

قارئین ! جس اربعین سے یہ حوالہ ہے وہ ۱۹۰۰ء میں شائع ہوئی، اس سے ۳۵ سال پہلے ۱۸۶۵ء تھا جو ۱۲۸۳ھ بنتا ہے، اور جب مرزا صاحب بقول خود ۱۲۸۳ھ سے صاحب الہام ہو چکے تھے تو ۱۲۸۳ھ سے ۱۳۸۵ھ تک قمری حساب سے ۱۰۲ سال بنتے ہیں اور شمسی حساب سے ۹۹ سال، ۹۵ سال کسی بھی حساب سے نہیں بنتے۔

ناظرین ! مرزا صاحب کی عمر کے بارے میں ہمیں چند اور تحریریں دست یاب ہوئی ہیں اور ہم مرزا طاہر صاحب سے درخواست کرتے ہیں کہ جب وہ اپنے دادا صاحب کی عمر کے تعین کے لئے کوئی بورڈ بنائیں تو یہ تحریریں بھی اس کے سامنے رکھیں تا کہ کسی فیصلے پر پہنچنے سے قبل بورڈ ان کا جائزہ بھی لے لے۔

مرزا صاحب ایک جگہ لکھتے ہیں:

لیکھرام کی عمر اس وقت شاید زیادہ سے زیادہ تیس برس کی ہوگی۔۔اور اس عاجز کی عمر اس وقت پچاس برس سے کچھ زیادہ ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۳۹۰ (تریاق القلوب)

یہ تحریر پہلی مرتبہ مرزا صاحب کی کتاب برکات الدعا کے ٹائٹل پیج پر چھپی، جو ۱۸۹۳ء میں شائع ہوئی اور تحریر ۲۵ مارچ ۱۸۹۳ء سے اپریل ۲۔ اپریل ۱۸۹۳ء تک کی ہے،۔

دیکھئے (تریاق القلوب) روحانی خزائن جلد ۱۵ ص ۳۹۰۔ اور ۳۹۴)

یعنی اپریل ۱۸۹۳ء میں مرزا صاحب بقول خود پچاس برس سے کچھ زائد عمر کے تھے، یعنی اکاون یا باون یا برس کے، سال بعد ان کی وفات ہوئی تو اس حساب سے وہ برس کے لگ بھگ تھے۔

ایک اور جگہ مرزا غلام احمد یوں رقم طراز ہیں:

اب دائم المرض اور پیرانہ سالی کے کنارے پر پہنچ گیا ہوں اور ساٹھ سال کے قریب ہوں

(روحانی خزائن جلد ۱۴ (کشف الغطاء) ص ۱۸۶)

کشف الغطاء کے ٹائٹل پر لکھا ہے:

یہ رسالہ تالیف ہو کر ۲۷ دسمبر ۱۸۹۸ء کو مطبوع ہوا اور تالیف ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء کے بعد کی ہے جیسا کہ

مرزا غلام صاحب اگلے صفحہ پر لکھتے ہیں:

میں اپنی تعلیم کو قریبا انیس برس سے شائع کر رہا ہوں اور پھر خلاصہ کے طور پر اشتہار ۲۹ مئی ۱۸۹۸ء اور نیز ۲۷ فروری ۱۸۹۵ء کے اشتہار میں ان تعلیموں کو شائع کیا ہے۔

(روحانی خزائن جلد ۱۴ ص ۱۸۷)۔

اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب بقول خود ۱۸۹۸ء میں ۶۰ برس کے تھے، ان کی موت اس کے دس سال بعد ۱۹۰۸ء میں ہوئی تو اس وقت وہ ستر برس کے قریب ہوں گے، ۷۰ سے زائد ہرگز نہیں ہو سکتے۔

مرزا غلام احمد قادیانی نے یہ بھی لکھا ہے:

ہزار ششم میں زمین پر ایک انقلاب عظیم آیا ہے، بالخصوص اس ساٹھ برس کی مدت میں کہ جو تخمیناً میری عمر کا اندازہ ہے، اس قدر صریح تغیر صفحہ ہستی پر ظہور پذیر ہے کہ گویا وہ دنیا ہی نہیں رہی۔

(تحفہ گولڑیہ ص ۲۰۰۔ روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۲۸۶)

اور تحفہ گولڑویہ جہاں سے یہ عبارت لی گئی ہے کے بارے میں مولوی جلال دین شمس کہتے ہیں

میرے نزدیک تحفہ گولڑویہ ۱۹۰۰ء میں تالیف ہوا، گو اس کی طباعت و اشاعت میں تاخیر ہو گئی...اور ۱۹۰۲ء میں شائع کی گئی۔ (جلال الدین شمس دیباچہ روحانی خزائن جلد ۱۷ ص ۲۳۔۲۴)۔

یعنی اس تحریر کے مطابق مرزا صاحب ۱۹۰۰ء میں تخمیناً ساٹھ برس کے تھے، آٹھ سال بعد یعنی ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر تخمیناً ۶۸ سال بنتی ہے۔

اور یہ بھی مرزا صاحب ہی کی تحریر ہے:

عمر کا اصل اندازہ تو خدا تعالیٰ کو معلوم ہے، مگر جہاں تک مجھے معلوم ہے اب اس وقت تک جو سن ۱۳۲۳ھ ہے، میری عمر ستر برس کے قریب ہے۔

(ص ۳۶۵ ضمیمہ براہین احمدیہ حصہ پنجم، روحانی خزائن جلد ۲۱)

اور مرزا صاحب کی وفات ۱۳۲۵ھ میں ہوئی یعنی دو سال بعد مرزا صاحب کی عمر ۷۲ برس کے قریب ہو گی یعنی پورے ۷۲ بھی نہیں۔

ایک جگہ مرزا غلام احمد صاحب رقمطراز ہیں:

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ جب سلسلہ الہامات کا شروع ہوا تو اس زمانہ میں میں جوان تھا اور اب میں بوڑھا ہوا اور ستر سال کے قریب عمر پہنچ گئی۔(حقیقت الوحی ص ۴۶۱، روحانی خزائن جلد ۲۲)۔

یہ تحریر ۸ فروری ۱۹۰۷ء کے بعد کی ہے، جیسا کہ اس کتاب کے صفحہ ۴۵۸ سے ظاہر ہوتا ہے اور اس تحریر کے مطابق ۱۹۰۷ء میں مرزا صاحب بقول خود ستر برس کے قریب عمر کے تھے، ایک سال بعد جب ان کی وفات ہوئی تو وہ ۷۰ برس کے ہوں گے یا زیادہ سے زیادہ ساڑھے ستر یا اکہتر برس کے۔

قارئین! آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کی تحریریں ملاحظہ کیں جو عمر کے بارے میں ان کی الہامی پیش گوئیوں اور دعاؤں پر مشتمل ہیں اور اس بات کی واقعاتی شہادتیں مہیا کرتی ہیں کہ کس سن میں ان کی عمر کیا تھی اور اس حساب سے ۱۹۰۸ء میں بوقت وفات ان کی عمر کیا ہوسکتی ہے۔ آپ نے ملاحظہ فرمایا کہ انہوں نے کسی جگہ یہ نہیں کہا کہ ان کی کل عمر ۶۸، ۶۹، ۷۰، ۷۱، ۷۲ یا ۷۳ سال ہوگی۔ اس کے برعکس انہوں نے پیش گوئیاں کی ہیں کہ ان کی عمر ۷۴ سال سے اوپر یعنی ۷۵، ۷۶، ۷۷، ۷۸، ۷۹، ۸۰، ۸۱، ۸۲، ۸۳، ۸۴، ۸۵، ۹۵ سال ہوگی۔

دوسری جانب واقعات بتاتے ہیں کہ ان کی عمر خود ان کی تحریروں کے مطابق فلاں سال میں اتنی تھی اور فلاں میں اتنی، جس کے مطابق سادہ جمع تفریق کے ذریعے ایک مبتدی طالب علم بھی معلوم کرسکتا ہے کہ ۱۹۰۸ء میں ان کی عمر کسی بھی صورت میں سے آگے نہیں بڑھتی بلکہ ۷۰ کے گرد و پیش گھومتی دکھائی دیتی ہے جو اس بات کا ثبوت ہے کہ مرزا صاحب نے اپنی عمر کے بارے میں جتنی بھی پیش گوئیاں کیں وہ غلط ثابت ہوئیں ہیں اور جتنی بھی دعائیں کی ہیں وہ شرف قبولیت نہیں پاسکی ہیں اور یہ اس بات کے ثبوت ہیں کہ وہ مستجاب الدعوات نہیں تھے اور یہ کہ ان کا الہام اجیب کل دعائك الافی شرکائك (کہ میں تیری سب دعائیں قبول کروں گا مگر شریکوں کے بارے میں نہیں) محض افتراء علی اللہ تھا اور ان کی پیش گوئیاں الہامات کی بنا پر نہ تھیں اور وہ ظن وتخمین اور جھوٹ کا سہارا لے رہے تھے اور ان خصوصیات کا حامل نہ مہدی ہوسکتا ہے نہ مسیح موعود اور نہ نبی۔ (ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جولائی اگست ۲۰۰۰ء ص ۲۴-۲۵)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی خدمات (۳)

(۴۸)

قارئین آج ہم اپنی گزارشات کا سلسلہ اس مضمون کی قسط نمبر ۴۴ سے جوڑتے ہیں جسے مولانا ثناءاللہ امرتسری کے اس رقعے کے ذکر پر ختم کیا گیا تھا جو آپ نے مرزا غلام احمد صاحب کے چیلنج کے جواب میں قادیان پہنچ کر انہیں محمد صدیق نامی قاصد کے ہاتھ بھجوایا تھا اس کی عبارت یہ ہے:

"بسم الله الرحمن الرحيم"

بخدمت مرزا غلام احمد صاحب رئیس قادیان

خاکسار آپ کی دعوت مندرجہ "اعجاز احمدی" صفحہ ۱۱-۲۳ کے مطابق اس وقت قادیان میں حاضر ہے۔ جناب کی دعوت قبول کرنے میں آج تک رمضان شریف مانع رہا ورنہ اتنی دیر نہ ہوتی۔ اللہ جل شانہ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ مجھے جناب سے کوئی ذاتی خصومت اور عناد نہیں چونکہ آپ بقول خود ایسے عہدہ جلیلہ پر ممتاز اور مامور ہیں جو تمام بنی نوع انسان کی ہدایت کے لیے عموماً اور مجھ جیسے مخلصین کے لیے خصوصاً ہے اس لیے مجھے قوی امید ہے کہ آپ میری تفہیم میں کوئی دقیقہ فروگزاشت نہ کریں گے اور حسب وعدہ مجھے اجازت بخشیں گے کہ میں مجمع میں آپ کی پیش گوئیوں کی نسبت اپنے خیالات کا اظہار کروں۔ میں مکرر آپ کو اپنے اخلاص اور صعوبت سفر کی طرف توجہ دلا کر اسی عہدہ جلیلہ کا واسطہ دے کر گزارش کرتا ہوں کہ آپ مجھے ضرور ہی موقع دیں گے۔

الراقم۔ ابوالوفا ثناءاللہ۔ ۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء بوقت سوا دو بجے دن۔ (فسانہ قادیان۔ صفحہ ۱۸۱)

مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے اگلے روز اس کا جواب دیا جیسا کہ ۱۱ جنوری کی ڈیٹ لائن کے ساتھ ''مولوی ثناء اللہ کے رقعہ کا جواب'' کے زیر عنوان ''ملفوظات جلد ۴' صفحہ ۴۰۵'' میں لکھا ہے:

فجر کی نماز کو جب حضرت اقدس تشریف لائے تو قبل از نماز آپ نے وہ رقعہ جو مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا احباب کو سنایا' وہ رقعہ یہ تھا:

بسم الله الرحمن الرحيم نحمده ونصلى على رسوله الكريم

ازطرف عایذ باللہ الصمد غلام احمد عافاہ اللہ واید۔

بخدمت مولوی ثناء اللہ صاحب

''آپ کا رقعہ پہنچا' اگر آپ لوگوں کی صدق دل سے یہ نیت ہو کہ اپنے شکوک وشبہات پیشگوئیوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہیں رفع کرا دیں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے اپنی کتاب ''انجام آتھم'' میں شائع کر چکا ہوں کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہیں کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لیے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تامل ہے کہ آپ اس دعویٰ پر قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بیہودہ مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثہ ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لیے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت ﷺ پر یا حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت موسیٰ علیہ السلام پر یا حضرت یونس علیہ السلام پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی پیشگوئیوں پر زد نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے صرف آپ مختصر ایک یا دو سطر تحریر دے دیں کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لیے لمبا لکھنے کی

ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے چوروں کی طرح آ گئے اور ہم ان دنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کالانعام کے روبرو آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا جیسے صم بکم ۔ یہ اس لیے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جائے اور صرف ایک پیش گوئی کی نسبت سوال کریں، میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹے کے بعد آپ کو متنبہ کیا جائے گا کہ ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سنائیں ہم خود پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں کیونکہ آپ تو شبہات دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شبہات دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں با آواز بلند لوگوں کو سناؤں گا کہ اس پیش گوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ کے دل میں یہ وسوسہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کرنے کا موقع دیا جائے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۴ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں بعد میں ۱۵ جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا' سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے لیکن ۱۴ جنوری تک آپ کے لیے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں اگر آپ لوگ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسمان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ والسلام علی من اتبع الھدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں اور میں وسوسہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے صدہا آدمی آتے ہیں اور وسوسہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا' اس کو وساوس دور کرانے ہیں اور کچھ غرض نہیں' لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تو نیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

مرزا غلام احمد

(مرتب ملفوظات لکھتا ہے کہ مرزا صاحب نے) فرمایا کہ یہ طریق بہت امن کا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو بدامنی اور بدنتیجہ کا اندیشہ ہے۔ اس کے بعد فجر کی نماز ہوئی تو حضرت اقدس نے قلم دوات طلب فرمائی اور فرمایا کہ تھوڑا سا اور اس رقعہ پر لکھنا ہے۔ اتنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے قاصد پھر آ موجود ہوئے اور جواب طلب کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی لکھ کر دیا جاتا ہے۔ پھر بقیہ حصہ آپ نے لکھ کر اپنے خدام کے حوالے کیا کہ اس کی نقل کر کے روانہ کردو''۔ وہ حصہ رقعہ کا یہ ہے:

بالآخر اس غرض کے لیے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ کے خالی نہ جائیں۔ دو قسموں کا ذکر کرتا ہوں۔ اول چونکہ انجام آتھم میں خدا سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ ان لوگوں سے قطعی بحث نہ کروں گا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی پیش گوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر لکھ کر پیش کریں۔ جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ پیش گوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ چکا ہوں ۔ پھر دوسرے دن دوسری پیش گوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے خدا تعالی کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جائیں اور ناحق فتنہ وفساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب ہم دونوں میں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین! سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت نبویہ ؐ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلتے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے ہیں۔ اور چاہیے کہ اول آپ اس عہد مؤکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں اور وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلا دیا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ کے شیطانی وساوس دور کر دیئے جاویں گے۔

(مرتب ملفوظات کہتا ہے کہ) رقعہ دے کر آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حضور نے کہلا بھیجا کہ

رقعہ وہاں جا کر ان کو سنا دیا جائے اور پھر ان کے حوالے کیا جائے۔ چنانچہ یہ رقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ (قادیانی ملفوظات' جلد۴)

مرزا غلام احمد صاحب کے رقعے پر تبصرہ کرتے ہوئے مولانا محمد ابراہیم کمیر پوری لکھتے ہیں کہ

دیکھئے کیسا مایوسانہ جواب ہے۔خود تحقیق حق یعنی بحث کے لیے بلایا ہے اور اس وقت اتنی دلیری ہے کہ انعام مقرر ہو رہا ہے۔الہام شائع کیا جا رہا ہے کہ ہرگز نہیں آئیں گے مگر جب حریف کو مد مقابل پایا تو حواس باختہ ہو کر فرماتے ہیں کہ چوروں کی طرح آ گئے ہیں۔ میں انجام آتھم مطبوعہ ۱۸۹۶ء میں خدا تعالیٰ سے عہد کر چکا ہوں کہ مباحثہ نہیں کروں گا۔مرزا جی سے کون پوچھے کہ اگر آپ ۱۸۹۶ء میں واقعی مباحثات ترک کرنے کا عہد کر چکے تھے تو آپ نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو نومبر ۱۹۰۲ء میں قادیان آنے کی دعوت ہی کیوں دی تھی۔مولوی صاحب تاہم مایوس نہیں ہوئے بلکہ اتمام حجت کے لیے جوابی رقعہ بھی خدمت مرزا میں پیش کر دیا۔

(فسانہ قادیان۔صفحہ ۱۸۵)

مولانا ثناء اللہ امرتسری مرحوم کا جواب حسب ذیل ہے:

الحمد لله وكفى وسلام على عباده الذين اصطفى

''امابعد! از خاکسار ثناء اللہ۔ بخدمت مرزا غلام احمد صاحب آپ کا طولانی رقعہ ملا مگر افسوس کہ جو کچھ تمام ملک کو گمان تھا، وہی ہوا۔

جناب والا! جب کہ میں حسب دعوت ''اعجاز احمدی'' حاضر ہوا ہوں اور اپنے پہلے رقعہ میں اس کا حوالہ بھی دے چکا ہوں تو پھر اتنی طول کلامی جو آپ نے کی ہے بجز عادت کے اور کیا معنی رکھتی ہے۔ جناب من! کس قدر افسوس کی بات ہے کہ آپ ''اعجاز احمدی'' میں اس عاجز کو تحقیق حق کے لیے بلاتے ہیں اور لکھتے ہیں کہ میری پیشگوئیوں کو غلط ثابت کرو تو مبلغ سو روپیہ فی پیشگوئی انعام لو اور اس رقعہ میں مجھے ایک دو سطریں لکھنے پر پابند کرتے ہیں۔ اور اپنے لیے تین گھنٹے تجویز کرتے ہیں۔ کیا

یہ انصاف ہے؟ بھلا یہ بھی کوئی تحقیق کا طریقہ ہے کہ میں تو دوسطریں لکھوں اور آپ تین گھنٹہ تقریر فرماتے جائیں۔اس سے تو صاف سمجھ میں آتا ہے کہ آپ مجھے دعوت دے کر پچھتا رہے ہیں اور اپنی دعوت سے انکاری اور تحقیق سے اعراض کر رہے ہیں جس کے لیے آپ نے مجھے در دولت پر حاضر ہونے کی دعوت دی تھی۔اس سے عمدہ تو میں امرتسر میں بیٹھے ہی کر سکتا تھا اور کر چکا ہوں۔مگر چونکہ میں اپنے سفر کی صعوبت یاد کر کے بلا نیل ومرام واپس جانا کسی صورت مناسب نہیں جانتا اس لیے میں آپ کی بے انصافی بھی قبول کرتا ہوں کہ میں دوتین سطر ہی لکھوں گا اور آپ بلاشک تین گھنٹے تقریر کریں مگر اتنی اصلاح ہوگی کہ میں دوتین سطریں مجمع میں خود پڑھ کر سناؤں گا اور ہر گھنٹہ کے بعد پانچ منٹ حد دس منٹ آپ کے جواب کی نسبت رائے ظاہر کروں گا اور چونکہ مجمع آپ پسند نہیں کرتے اس لیے فریقین کے پچیس پچیس آدمی ہوں گے۔آپ میرا بلا اطلاع آنا چوروں کی طرح فرماتے ہیں کیا مہمانوں کی خاطر اسی کو کہتے ہیں۔اطلاع دینا آپ نے شرط نہیں کیا تھا۔ علاوہ اس کے کہ آپ کو آسمانی اطلاع بھی ہوگئی ہوگی۔آپ جو مضمون سنائیں گے وہ اسی وقت مجھے دے دیا جائے گا۔کارروائی آج ہی شروع کر دی جائے۔میں آپ کا جواب آنے پر مختصر سوال بھیج دوں گا۔باقی لعنتوں کے متعلق وہی عرض ہے جو حدیث میں موجود ہے۔

ابوالوفاء ثناءاللہ ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

(فسانہ قادیان' صفحہ ۱۸۵۔۱۸۶)

ملفوظات کا مرزائی مرتب اس جواب کے بارے میں لکھتا ہے:

''یہ نامعقول اور اصل بحث سے بالکل دور جواب سن کر حضرت اقدس کو بہت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ ہم نے جو اسے خدا کی قسم دی تھی اس سے فائدہ اٹھاتا یہ نظر نہیں آتا۔اب خدا کی لعنت لے کر واپس جانا چاہتا ہے۔جس بات کو ہم بار بار لکھتے ہیں کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے جیسا کہ ہم انجام آتھم میں اپنا عہد دنیا میں شائع کر چکے ہیں تو اب اس کا منشا ہے کہ ہم خدا کے اس عہد کو توڑ دیں' یہ ہرگز نہ ہوگا' پھر اس رقعہ میں کس قدر افتراء سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جب ہم اسے اجازت دیتے

ہیں کہ ہر ایک گھنٹہ کے بعد وہ دو تین سطریں ہماری تقریر پر اپنے شبہات کی لکھ دے تو اس طرح سے خواہ اس کی دن میں تیس سطور ہو جائیں (نو سے زیادہ کس طرح ہو سکتی ہیں کیونکہ روزانہ کل وقت صرف تین گھنٹے تھا۔ ناقل) ہم کب گریز کرتے ہیں اور خواہ ایک ہی پیش گوئی پر وہ ہم سے دس دن تک سنتا رہتا (یعنی ۱۵۰۰ پیش گوئیوں کے لیے اس حساب سے پندرہ ہزار دن ہو گئے اور مرزا صاحب کے پاس تو صرف تین دن کا وقت تھا کیونکہ آپ جہلم جا رہے تھے۔ پھر مولانا امرتسریؒ کا قادیان میں گھر نہیں تھا کہ سالہا سال وہاں بیٹھے رہیں۔ ناقل) اور اپنے وساوس اس طرز سے پیش کرتا رہتا۔ اسے اختیار تھا' پھر ایک جھوٹ یہ بولا ہے کہ لکھتا ہے کہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے۔ بھلا ہم نے کب لکھا ہے کہ ہم مجمع پسند نہیں کرتے بلکہ ہم تو جلسہ عام چاہتے ہیں کہ تمام قادیان کے لوگ اور دوسرے بھی جس قدر ہوں جمع ہوں تاکہ ان لوگوں کی بے ایمانی کھلے کہ کس طرح یہ لوگوں کو فریب دے رہے ہیں۔ اگر اسے حق کی طلب ہوتی تو اسے ہماری شرائط ماننے میں کیا عذر تھا مگر یہ بدنصیب واپس جاتا نظر آتا ہے۔ پھر مولوی احسن صاحب کو حضور انور نے فرمایا کہ آپ اس کا جواب لکھ دیں مجھے فرصت نہیں میں کتاب لکھ رہا ہوں۔ یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے"۔ (ملفوظات' جلد ۴)

مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ فرماتے ہیں:

"چہ خوش۔ ہم تو آپ کی دعوت کے مطابق تکذیب کو آئے ہیں۔ آپ کا یہ کہنا کہ شبہات دور کرانے آئے ہیں آپ کی معمولی بات ہے، کیسی صفائی اور ہوشیاری کے ساتھ بحث سے انکار کرتے ہیں ،حالانکہ تحقیق حق کے لیے مجھے بلایا ہے جو بالکل بحث کے لیے ہم معنی لفظ ہے (دیکھو اعجاز احمدی) اور اب صاف منکر ہیں بلکہ مجھے ایسی خاموشی کا حکم دیتے ہیں کہ صم بکم (بہرہ گونگا) ہو کر آپ کا ایک لیکچر سنتا جاؤں۔ یہ نہ معلوم ہوا کہ بکم یعنی گونگا ہو کر تو میں سن سکتا ہوں۔ صم (بہرہ) ہو کر کیا سنوں گا؟ شاید یہ بھی معجزہ ہو"۔

(فتنہ قادیانیت صفحہ ۸۷' بحوالہ الہامات مرزا طبع ششم' صفحہ ۱۱۶-۱۲۳)

مولانا محمد ابراہیم کمیر پوریؒ لکھتے ہیں:

غور فرمائیے کہ مولوی (ثناء اللہ) صاحب نے (مرزا کے) اس مایوس کن رقعہ کا جو سراسر بے انصافی اور دفع الوقتی پر مبنی تھا کیسا معقول جواب دیا' معمولی سی اصلاح کے ساتھ مرزا جی کی تمام شرائط منظور کر لیں۔ مقصد صرف یہ تھا کہ سفر کر کے آیا ہوں افہام تفہیم کے بغیر نہ جاؤں' چونکہ مرزا جی کو اپنی کمزوریوں کا پوری طرح احساس تھا اور بحث کے نتائج کو آنکھوں سے دیکھ رہے تھے اس لیے مولوی صاحب کی معمولی ترمیم بھی منظور نہ ہوئی اور مریدوں سے آخری جواب لکھوا دیا جو یوں ہے:

بسم اللہ الرحمن الرحیم حامدا ومصلیا

مولوی ثناء اللہ صاحب! آپ کا رقعہ حضرت امام الزمان مسیح موعود مہدی معہود علیہ السلام کی خدمت مبارک میں سنا دیا گیا۔ چونکہ مضامین اس کے محض عناد اور تعصب آمیز تھے جو طلب حق سے بعد المشرقین کی دوری اس سے صاف ظاہر ہے لہٰذا حضرت اقدس کی طرف سے یہی جواب آپ کو کافی ہے کہ آپ کو تحقیق حق منظور نہیں ہے۔ اور حضرت انجام آتھم اور آپ کے جواب میں مرقوم خط میں قسم کھا چکے ہیں اور اللہ تعالیٰ سے عہد کر چکے ہیں کہ مباحثہ کی شان سے مخالفین کے ساتھ کوئی تقریر نہ کریں گے اور خلاف معاہدہ الٰہی کوئی مامور من اللہ کیونکر کسی فعل کا ارتکاب کر سکتا ہے۔ لہٰذا آپ کی اصلاح جو بطرز شان مناظرہ آپ نے لکھی تھی وہ ہرگز منظور نہیں ہے اور یہ بھی منظور نہیں فرماتے ہیں کہ جلسہ محدود ہو بلکہ فرماتے ہیں کہ کل قادیان وغیرہ کے اہل الرائے مجتمع ہوں تا کہ حق و باطل سب پر واضح ہو جائے۔ خاکسار محمد احسن بحکم امام زمان' ۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء۔

(فسانہ قادیان' صفحہ ۱۸۷' فتنہ قادیانیت صفحہ ۸۹-۹۰)

مرتب ملفوظات لکھتا ہے کہ

مولوی محمد احسن صاحب نے رقعہ کا جواب تحریر فرمایا۔ اس کے بعد کوئی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے نہ آیا اور وہ قادیان سے چلے گئے۔ (البدر جلد ۲' نمبر ۱ و ۲' مورخہ ۲۳ و ۳۰ جنوری

۱۹۰۳ء۔منقول از ملفوظات جلد ۴)

۱۸۹۶ء میں انجام آتھم والے عہد کی بات یوں غلط ہے کہ مرزا غلام احمد صاحب نے اس کے بعد یعنی ۲۵ مئی ۱۹۰۰ء کے اشتہار معیار الاخیار میں علماء کو مباحثہ کی دعوت دی ہے۔ یہ اشتہار مرزا صاحب کے مجموعہ اشتہارات جلد سوم میں موجود ہے اس میں سے ایک اقتباس پڑھ لیجئے۔مرزا صاحب قادیانی کہتے ہیں:

آپ لوگ اے اسلام کے علماء اب بھی اس قاعدہ کے موافق جو سچے نبیوں کی شناخت کیلئے مقرر کیا گیا ہے قادیان سے قریب کسی مقام میں جیسا کہ بٹالہ ہے یا اگر آپ کو انشراح صدر میسر آوے تو خود قادیان میں ایک مجلس مقرر کریں جس مجلس کے سرگروہ آپ کی طرف سے چند ایسے مولوی صاحبان ہوں کہ جو علم اور برداشت اور خوف باری تعالی میں آپ لوگوں کے نزدیک مسلّم ہوں پھر ان پر واجب ہوگا کہ منصفانہ طور پر بحث کریں اور انکا حق ہوگا کہ تین طور سے مجھ سے اپنی تسلی کرلیں

ا۔قرآن اور حدیث کی رو سے۔

۲۔عقل کی رو سے۔

۳۔سماوی تائیدات اور خوارق اور کرامت کی رو سے۔کیونکہ خدا تعالی نے اپنی کلام میں مامورین کے پرکھنے کے لئے یہی تین طریق بیان فرمائے ہیں پس اگر میں ان تینوں طوروں سے ان کی تسلی نہ کرسدکا یا اگر ان تینوں میں ایک یا دو طور سے تسلی کی تو تمام دنیا گواہ رہے کہ میں کاذب ٹھہروں گا۔ (کتاب مذکور۔ ص ۲۷۰)

اس کے بعد بھی مرزا صاحب قادیانی اپنے مخالفین کو دعوت مباحثہ دیتے رہے جیسا کہ انہوں نے ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو پیر مہر علی صاحب گولڑوی کے خلاف جو اشتہار شائع کیا اس میں فرمایا:

سو مناسب ہے کہ لاہور میں جو صدر مقام پنجاب ہے صادق اور کاذب کے پرکھنے کے لئے ایک جلسہ قرار دیا جائے اور اس طرح پر مجھ سے مباحثہ کریں کہ قرعہ اندازی کے طور پر قرآن شریف کی کوئی سورۃ نکالیں اور اس میں سے چالیس آیت یا ساری سورت (اگر چالیس آئت سے زیادہ نہ ہو) لے کر فریقین یعنی یہ عاجز اور مہر علی شاہ صاحب عربی میں اس کی تفسیر لکھنا شروع کریں۔زانو

بہ زانو لکھنا ہوگا، نہ کسی پردہ میں۔ لکھنے کے لئے فریقین کو سات گھنٹہ مہلت ملے گی۔

جب فریقین لکھ چکیں تو دونوں تفسیریں بعد دستخط تین اہل علم کو جن کا اہتمام حاضری وانتخاب پیر مہر علی شاہ صاحب کے ذمہ ہوگا سنائی جائیں گی ... یاد رہے مقام بحث بجز لاہور کے جو مرکز پنجاب ہے اور کوئی نہ ہوگا۔ انتظام مکان جلسہ پیر صاحب کے اختیار میں ہوگا اگر ضرورت ہوئی تو بعض پولیس افسر بلا لئے جائیں گے۔ (مجموعہ اشتہارات قادیانی۔ ج۳ ص ۳۲۷۔۳۳۱)

مرزا صاحب قادیانی نے اس اشتہار کا ضمیمہ بھی شائع کیا تھا جس میں لکھا:

ممکن ہے کہ اس ملک کے بعض علماء ناحق کی شیخی سے یہ خیال کریں کہ ہم قرآن مجید کے جاننے اور عربی زبان کے علم وادب میں پیر صاحب موصوف پر فوقیت رکھتے ہیں، اس لئے قرین مصلحت معلوم ہوا کہ ان تمام بزرگوں کو اس مقابلہ سے باہر نہ رکھا جائے۔ لہذا اس ضمیمہ کے ذریعہ پنجاب اور ہندوستان کے تمام ان مولویوں کو مدعو کیا جاتا ہے جو یہ خیال کرتے ہیں کہ وہ علم تفسیر قرآن اور عربی کے علم، ادب اور بلاغت فصاحت میں سرآمد روزگار ہیں۔ مقام مباحثہ لاہور ہوگا، بحث صرف ایک دن میں ہی ختم ہو جائے گی۔ جس قدر اس مقابلہ کے لئے مولوی صاحبان حاضر ہوں گے ان کے لئے ہرگز جائز نہیں ہوگا کہ ایک دوسرے کو کسی قسم کی مدد کریں اگر پیر صاحب اپنے مریدوں کو دریائے ندامت میں ڈال کر بھاگ جائیں اور اپنے لئے کنارہ کشی کا داغ قبول کرلیں تو کم سے کم چالیس نامی مولویوں کا ہونا ضروری ہے جو میدان میں آنے کی درخواست کریں۔

(کتاب مذکور۔ ص ۳۳۳۔۳۳۷)

پیر مہر علی شاہ صاحب کے نام ایک اور اشتہار میں مرزا صاحب قادیانی لکھتے ہیں:

ایک نادر سہل طریق ہے جو وہ طرز مباحثہ کی نہیں جو ترک کیلئے میرا وعدہ ہے اور وہ طریق یہ ہے:

مجمع عام میں جس میں ہر سہ رئیس موصوفین (یعنی شیخ غلام محبوب سبحانی، فتح علی شاہ صاحب، سید برکت علی صاحب) بھی ہوں تین گھنٹے تک اپنے دعوی اور دلائل کو پبلک کے سامنے بیان کروں۔

پیر مہر علی شاہ کی طرف سے کوئی خطاب نہ ہوگا اور جب میں تقریر ختم کر چکوں تو پھر مہر علی شاہ صاحب اٹھیں اور وہ بھی تین گھنٹے تک پبلک کو مخاطب کر کے یہ ثبوت دیں کہ حقیقت میں قرآن اور حدیث سے یہی ثابت ہے کہ آسمان سے مسیح آئے گا پھر بعد اس کے لوگ ان دونوں تقریروں کو خود موازنہ کر لیں گے۔

(قادیانی اشتہار ۲۸۔اگست ۱۹۰۰ء۔مجموعہ اشتہارات۔ج ۳ص ۳۵۴)

ان اقتباسات کا مطلب یہ ہے کہ اگر مرزا صاحب نے انجام آتھم میں کوئی وعدہ کیا بھی تھا تو وہ اسے پہلے ہی توڑ چکے تھے اور ٹوٹے ہوئے وعدے اور عہد کی بنا پر مولانا ثناء اللہ امرتسری سے کنی کترا جانا ان کی شکست کے سوا اور کچھ نہیں کہلا سکتا۔

قارئین مرزائی لوگ ابتداء ہی سے یہ کہتے چلے آئے ہیں کہ قادیان میں مرزا غلام احمد صاحب کو مولانا ثناء اللہ امرتسری کے مقابلے میں شکست نہیں ہوئی اور وہ اس واقعہ کی من مانی توجیہات بیان کرتے رہے ہیں جیسا کہ الفضل قادیان کے یکم اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں اپنے نقطہ نظر کے مطابق اس واقعہ کو بیان کیا تو مولانا امرتسری نے اپنے اخبار اہل حدیث امرتسر ۲۳۔اکتوبر ۱۹۴۲ء کے شمارے میں پہلے تو مرزائیوں کی منطق کا خلاصہ بیان کیا جو یوں تھا:

۱۔ جن شرائط پر مرزا صاحب قادیانی نے مولوی ثناء اللہ صاحب کو بلایا تھا مولوی صاحب نے ان کو پورا نہیں کیا۔

۲۔مرزا صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ فریقین کی گفتگو منہاج نبوت کے ماتحت ہوگی۔

۳۔ مرزا صاحب قادیانی نے لکھا تھا کہ مولوی صاحب بغرض تحقیق آئیں، مباحثہ کے لئے نہ آئیں، اس کے باوجود مولوی صاحب مجلس عام میں مباحثہ کرنا چاہتے تھے جس کی ضرورت نہ تھی۔

۴۔کتاب انجام آتھم میں مرزا صاحب نے خدا سے وعدہ کیا تھا کہ اب میں مولویوں سے مباحثہ نہیں کرونگا اس لئے مولوی ثناء اللہ کو کورا جواب دیا۔

اس خلاصے کے بعد مولانا ثناءاللہ امرتسری نے اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرمایا:

پہلے نمبر کا جواب یہ ہے کہ میں نے کسی ایسی شرط کے ماننے سے انکار نہیں کیا جو مرزا صاحب نے مجھے قادیان پہنچنے کی دعوت کے ساتھ لگائی ہو۔ دوسرے نمبر کے جواب میں لکھتے ہیں کہ میں نے منہاج نبوت کی تسلیم سے انکار نہیں کیا۔اور نہ انکار کرنا جائز سمجھتا ہوں ۔ یہ بھی مجھ پر افتراء ہے۔ تیسرے نمبر کے جواب میں آپ فرماتے ہیں: کہ مجلس میں گفتگو کرنا میرا مقصد تھا اس سے مرزا صاحب نے بھی انکار نہیں کیا ہاں اتنا کہا تھا کہ مجلس میں لمبی گفتگو نہیں کرنی ہوگی ۔ مجھے بھی اس کی ضرورت نہ تھی ۔انجام آتھم کے حوالے سے کیئے گئے دعوے کے جواب میں مولانا فرماتے ہیں: یہ دعوی محض جھوٹ ہے چاہے مرزا صاحب کے قلم سے نکلا ہو یا الفضل کے قلم سے۔اگر الفضل اپنے اس منقولہ فقرہ کو جو بقول اس کے مرزا صاحب کا مرقومہ ہے، کتاب انجام آتھم سے ثابت کردے تو ہم لدھیانہ کی انعامی رقم مبلغ تین سو روپئے میں سے ایک سو روپئہ اس کو بطور انعام دیں گے۔یاد رہے کہ کتاب انجام آتھم ہمارے پاس موجود ہے اس کے آخری صفحہ پر مرزا صاحب کے اصل عربی الفاظ یوں مرقوم ہیں:

از محنا ان لا نخا طب العلماء بعد هذه التو جيها ت و لو سبّو نا و هذه منّا خا تمة المخا طبا ت (انجام آتھم) یعنی ہم نے قصد کرلیا ہے کہ ان توجیہات کے بعد ہم علماء کو مخاطب نہیں کریں اور یہ رسالہ ہماری طرف سے علماء کے ساتھ خطابات کا خاتمہ ہے۔

اس عبارت میں نہ خدا کے ساتھ کوئی وعدہ ہے نہ کسی مباحثہ کا ذکر ہے بلکہ صرف اپنا ارادہ ظاہر کیا ہے کہ ہم علماء سے خطاب نہ کریں۔، یہ بات ہر طالب علم جانتا ہے کہ خطاب اور چیز ہے مباحثہ اور چیز ۔قرآن مجید میں کئی جگہ یا ايها الذين آ منوا ۔ ... يا ايها الذين كفروا وغیرہ الفاظ آئے ہیں یہ خطابات الہیہ ہیں مگر مباحثات الہیہ نہیں ہیں۔اب ہم بتاتے ہیں کہ مرزا صاحب اس بات پر بھی پختہ نہیں رہے واضح رہے کہ انجام آتھم ۱۸۹۶ء کا مطبوعہ ہے، چاہیے تو یہ تھا کہ مرزا صاحب

اپنے پختہ ارادہ کے ماتحت ۱۸۹۶ء کے بعد علماء کو نا قابل خطاب سمجھ کر ان کو شرف خطاب نہ بخشتے۔ لیکن واقعہ یہ ہے کہ اس کے بعد بھی آپ ہر تحریر میں علماء اسلام کو اپنی عادت حسنہ کے ماتحت الفاظ قبیحہ سے یاد کرتے رہے۔ چنانچہ اس کتاب کے بعد دوسری کتاب ضمیمہ انجام آتھم میں علماء کو ان لفظوں میں مخاطب فرماتے ہیں۔

عبدالحق غزنوی مولوی محمد حسین بٹالوی مولوی احمد اللہ امرتسری یا مولوی ثناء اللہ امرتسری قسم کھانے سے اپنا تقوی دکھائیں مگر کیا یہ لوگ قسم کھالیں گے، ہرگز نہیں۔ کیونکہ جھوٹے ہیں اور کتوں کی طرح جھوٹ کا مردار کھا رہے ہیں۔ (ضمیمہ انجام آتھم۔ ص ۲۵)

آپ کی ہر کتاب میں علماء کا ذکر اسی طرح ملتا ہے۔ اسی کتاب اعجاز احمدی کو سامنے رکھ لیجئے جو خاص مجھ کو مخاطب کر کے لکھی گئی تھی۔ یہ کتاب ۱۹۰۲ء کی مطبوعہ ہے۔ یعنی انجام آتھم کے چھ سال بعد طبع ہوئی تھی۔ اگر مرزا صاحب قادیانی اپنے ارادہ میں پختہ تھے تو آپ نے مجھے قادیان آنے کی دعوت کیوں دی تھی۔

پس الفضل مرزا صاحب کا دعوی انجام آتھم سے دکھا کر اپنی اور مرزا صاحب کی تصدیق کرے اور ہم سے سو روپیہ انعام پائے۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۳۔ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم اکتوبر نومبر ۲۰۰۰ء ص ۳۴۔ ۳۷)

مولانا ثناءاللہ امرتسری کی خدمات (۴)

(۴۹)

ایک مرتبہ مرزا غلام احمد نے چیلنج دیا کہ کوئی مسلمان ان کے مدمقابل کسی سورہ یا چند آیات کی آمنے سامنے بیٹھ کر تفسیر لکھے۔ اس چیلنج پر مبنی ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کو ایک اشتہار تیار کیا جو ۲۲ جولائی کو شائع ہو کر مشتہر ہوا۔ اس اشتہار کا سرعنوان یہ تھا:

پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی جو سخت مکذب ہیں ان کے ساتھ ایک طریق فیصلہ، مع ان علماء کے جن کے نام ضمیمہ اشتہار ہذا میں درج ذیل ہیں۔

اور اس اشتہار میں چیلنج یہ تھا کہ لاہور میں جلسہ ہو، مرزا صاحب اور فریق مخالف بالمقابل بیٹھ کر سات گھنٹہ تک لکھیں گے، کوئی دوسرا شخص اشارے کنائے تحریر تقریر سے مدد نہیں دے سکے گا، کم از کم بیس ورق لکھے جائیں گے، کل عبارت عربی میں ہوگی، بعد اختتام مضمون ایک ایک نقل مطابق اصل بہ ثبت دستخط کامل فریق تحریر کنندہ کے دوسرے فریق کو دی جاوے گی، بعد از تحریر اپنا مضمون جلسہ عام میں سنایا جاوے گا، بعد ازاں کسی کو ترمیم اصلاح یا کمی بیشی کا اختیار نہ ہوگا،، بعد ازاں تین مولوی یعنی محمد حسین بٹالوی، مولوی عبدالجبار غزنوی اور مولوی عبداللہ پروفیسر لاہوری، ان تحریرات پر رائے زنی کریں گے اور ان کو تین مرتبہ کی حلف قدف محتاط کے ساتھ دے کر دریافت کیا جائے اور وہ رائے قطعی ہوگی، جو طبع کرا کر تقسیم بھی کی جاوے گی۔

(مہر منیر، ص ۲۲۴۔ تاریخ احمدیت ج ۳ ص ۱۳۷۔۱۳۸)

اس اشتہار میں پیر مہر علی صاحب کے علاوہ ۸۶ لوگوں کو نام لے کر چیلنج کیا گیا تھا اور ناموں کی ترتیب ،حفظ مراتب کے لحاظ سے نہ تھی کیونکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری کا نام ۲۸ نمبر پر تھا، سید نذیر حسین کا نام ۳۱ پر، شیخ اللہ بخش تونسوی کا نام ۴۵ نمبر پر، مولانا بٹالوی کا نام ۵۲ نمبر پر، امام عبدالجبار کا اسم گرامی ۵۶ پر، حضرت مولانا گنگوہی کا نام ۶۵ نمبر پر، استاد پنجاب حافظ عبدالمنان محدث وزیر کا نام ۷۱ نمبر پر تھا اور حضرت شاہ احمد رضا خان صاحب بریلوی کا نام سرے سے موجود ہی نہیں تھا۔

مرزائی کہا کرتے ہیں کہ اس چیلنج کے جواب میں مسلمانوں نے چپ سادھ لی تھی اور اول تو کوئی مقابلے پر نہ آیا اور جب ایک عرصہ تک ٹال مٹول کے بعد کوئی سامنے آیا تو ایسی شرائط پیش کر دیں جو عملاً مقابلے سے فرار تھا۔ اس دعوی کا جواب مولانا ثناء اللہ مرحوم امرتسری اپنی زندگی میں ایک مرزائی مضمون نگار (پیغام صلح لاہور ۱۲۔؟ دسمبر ۱۹۴۰ء) کو خطاب کرتے ہوئے یوں دیتے ہیں کہ

> آپ نے یہ نہیں بتایا کہ جن علماء کو مرزا صاحب نے اپنے بالمقابل تفسیر نویسی کا چیلنج دیا تھا انہوں نے اس کا کیا جواب دیا۔ کیا وہ مرزا صاحب سے ڈر کر ہندوستان سے باہر چلے گئے تھے؟ یا صم بکم ہو کر بیٹھے رہے؟ ایسا ہرگز نہیں ہوا، کیونکہ ان مخاطبوں میں میرا نام بھی تھا اور پیر مہر علی صاحب گولڑہ والے بھی مخاطب تھے۔ میں نے مرزا صاحب کے اشتہار مورخہ ۲۰ جولائی ۱۹۰۰ء کے جواب میں ۲۶ جولائی ۱۹۰۰ء کو اپنی آمادگی کا اشتہار دیا۔ پیر صاحب نے تو یہاں تک آمادگی ظاہر کی کہ آپ حسب اعلان گولڑہ سے چل کر لاہور پہنچ گئے۔ پیر صاحب گولڑہ کی تشریف آوری کی تقریب پر علماء اسلام بھی لاہور جمع ہو گئے تھے۔ مولانا عبدالجبار غزنوی، مولوی محمد علی صاحب بھوپڑوی، قاضی عبدالاحد خانپوری، پیر جماعت علی شاہ علی پوری اور یہ خاکسار اور دوسرے علماء بکثرت شریک مجلس ہوئے۔ جب لوگ مرزا صاحب کا انتظار کرتے کرتے تھک گئے تو انہوں نے جامع مسجد لاہور میں ایک جلسہ منعقد کیا۔ مرزا صاحب کے چیلنج کو باقاعدہ قبول کیا گیا تھا مگر مرزا صاحب ہی مقابلے میں نہ آئے، کیوں نہ آئے،

زاہد نہ داشت تاب جمال پری رخاں
کنجے گرفت و ترس خدارا بہانہ ساخت
(اہل حدیث امرتسر ۲۷ دسمبر ۱۹۴۰ء ص ۶۔۷)

ناظرین! مرزا صاحب تفسیر نویسی کا چیلنج دے کر میدان میں تشریف نہ لائے، وہ قادیان میں: زمیں جنبد نہ جنبد گل محمد۔ کی عملی تصویر بن کر رہ گئے۔ اس واقعہ کی روئداد جو اس دور کے احناف نے شائع کی تھی (اور جسے مرزا فہیم اختر صاحب نے دور حاضر کے ایک بریلوی اہل علم کی مفصل تقدیم کے ساتھ برق مہریہ کے نام سے اچھرہ لاہور سے شائع کیا ہے) میں لکھا ہے:

باقی رہا مقابلہ، سواس کا جانگداز خیال مرزا کو لاہور، دہلی، لدھیانہ وغیرہ مقامات کا وہ پرانا اور پر درد نظارہ کا سماں (جس میں اس کی خفت اور بے عزتی میں کوئی دقیقہ باقی نہ رہا تھا) دکھلاتا تھا۔ اس لئے مرزا نے لاہور تک آنا گوارا نہ کیا، (برق مہریہ۔ ص ۳۸)

ادھر لاہور میں کئی دن تک مرزا غلام احمد قادیانی کا انتظار ہوتا رہا، آخر مایوس ہو کر مسلمانوں نے شاہی مسجد لاہور میں یک طرفہ جلسے کا اعلان کر دیا۔ برق مہریہ ہی میں لکھا ہے:

کہ آٹھ دس ہزار آدمی مسجد مذکورۃ الصدر (شاہی مسجد لاہور) میں جمع ہو گئے، جناب پیر مہر علی شاہ صاحب و دیگر مشائخ کرام و علماء عظام ساڑھے چھ بجے صبح کے تشریف لائے اور کاروائی جلسہ شروع ہوئی (برق مہریہ۔ ص ۳۹)

سب سے اول مولوی محمد علی صاحب نے دربارہ عقائد مرزا قادیانی وعظ فرمایا کہ یہ یہ اس کے عقائد ہیں جو صریحاً مخالف قرآن کریم و سنت و اجماع امت ہیں۔

اس کے بعد مولانا مولوی عبدالجبار صاحب بن مولوی عبداللہ صاحب مرحوم و مغفور غزنوی ثم امرتسری نے وعظ فرمایا جس کا ماحصل یہ تھا کہ رسول اکرم ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے اقوال و افعال یہ تھے، پس شخص ان کے مطابق چلنے والا ہے وہ ان کا پیرو ہے اور جو شخص ان کے مخالف ہے وہ مرتد اور کافر ہے۔ چنانچہ مرزا غلام قادیانی کے افعال و اقوال قطعاً مخالف سنت نبویہ و روش صحابہ کرام

ہیں،اس لئے اہل اسلام کواس سے بچنا چاہیے۔

ابوالوفا مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے مرزا کی تمام پیش گوئیوں کے غلط ثابت ہونے کے نسبت زبردست دلائل بیان فرمائے اور یہ بھی فرمایا کہ ایسے شخص کو مخاطب کرنا یا اس کی کسی تحریر کا جواب دینا بھی گویا علمائے کرام کی ہتک اوران کی شان سے بعید ہے۔

ان کے بعد مولانا حافظ سید جماعت علی شاہ صاحب سجادہ نشین نے عقائد مرزا کے متعلق تردید اور کچھ جناب پیر مہر علی شاہ صاحب کی تشریف آوری کی نسبت تائیدا نہایت عمدگی سے بیان فرمایا۔

ازاں بعد جناب مولانا مولوی مفتی محمد عبداللہ صاحب ٹونکی پروفیسر اورئینٹل کالج و پریذیڈنٹ انجمن حمائت اسلام لاہور نے چند آیات قرآن کریم واحادیث نبویہ اور نیز دلائل عقلیہ سے مرزا کے عقائد کی سخت تردید فرمائی

اور آخر میں حضرت پیر (مہر علی) صاحب نے دعائے خیر فرمائی اور تمام حاضرین نے آمین کے نعرے بلند کئے۔(مہر منیر۔ص ۲۳۵۔۲۳۶۔برق مہریہ۔ص ۳۸۔۵۰)

جلسہ کے اختتام پر علماء مشائخ کی طرف سے ایک مشترکہ اعلامیہ جاری کیا گیا جس پر ۵۹ علماء کے دستخط ہیں،ان میں مولانا حافظ عبدالمنان وزیرآبادی،قاضی عبدالاحد خانپوری،مولانا عبدالحق غزنوی،مولانا ثناءاللہ امرتسری،مولانا محمد علی واعظ،مولانا حافظ محمد حسین امام مسجد چینیا نوالی اور امام عبدالجبار غزنوی وغیرہ ھم نے دستخط کر کے تحریک ختمِ نبوت کے اس اولین دور کے کارکنوں میں اپنا نام لکھوایا۔

ناظرین! جلسہ لاہور کے کچھ عرصہ بعد مولانا ثناءاللہ امرتسری نے ردقادیانیت میں اپنی پہلی کتاب تصنیف فرمائی،اس کتاب کا نام :الہامات مرزا، رکھا۔اور یہ پہلی مرتبہ ۱۹۰۱ء میں شائع ہوئی،اس کا تیسرا ایڈیشن ۱۹۰۴ء میں ۱۳۲ صفحات پر شائع ہوا۔اس میں مرزا صاحب کے مقرر کئے ہوئے معیار پر ان کے صدق وکذب کو جانچا گیا ہے۔اوراس میں مرزا صاحب کی درج ذیل پیش گوئیوں پر بحث کی گئی ہے۔

متعلقہ ڈپٹی عبداللہ آتھم عیسائی ،متعلقہ پنڈت لیکھرام پشاوری ،متعلقہ محمدی بیگم واحمد بیگ وسلطان محمد، متعلقہ مولانا محمد حسین بٹالوی ، ملا محمد بخش لاہوری اور مولانا ابوالحسن تبتی ،متعلقہ نشان آسمانی ،معیادی سہ سالہ، متعلقہ طاعون پنجاب ،متعلقہ حفاظت قادیان ،مولانا ثناء اللہ امرتسری کے قادیان نہ جانے کی پیش گوئی اور عجیب پیش گوئی،

بعد کے ایڈیشنوں میں مولانا امرتسری نے مرزا غلام احمد قادیانی کی اپنی عمر سے متعلق پیش گوئی اور آخری فیصلہ کے عنوانات کو بھی اس میں شامل کر دیا۔ پہلے دوسرے اور تیسرے ایڈیشنوں میں جو مرزا صاحب قادیانی کی زندگی میں شائع ہوئے تھے، جواب دینے پر ۵۰۰، ۱۰۰۰ اور ۲۰۰۰ روپے کے انعامات کا اعلان کیا گیا تھا،لیکن قادیانی کیمپ میں اس معاملے میں خاموشی طاری رہی۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں کہ

> ردمرزائیت میں پہلا رسالہ الہامات مرزا میں نے بڑی محنت سے لکھا جو اتنا مقبول ہوا کہ بڑے بڑے مصنفوں نے اس کی عبارات اپنی تصنیفات میں نقل کیں۔، پنجاب کے پیر صاحب گولڑہ نے سیف چشتیائی میں ،حیدر آباد دکن کے مولانا انوار اللہ مرحوم نے افادۃ الافہام میں الہامات مرزا سے فائدہ حاصل کیا،(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۴ مئی ۱۹۳۵ء)

ناظرین! الہامات مرزا کے متعلق مولانا ثناء اللہ امرتسری کی یہ تحریر ۱۹۳۵ء میں شائع ہوئی،اس میں انہوں نے واضح طور لکھا ہے حضرت پیر صاحب گولڑہ شریف نے بھی اپنی کتاب سیف چشتیائی لکھتے ہوئے اس سے استفادہ کیا تھا۔، پیر مہر علی صاحب یا ان کے جانشین کی طرف سے کبھی اس کی تردید نہیں ہوئی۔، یہ حقیقت دور حاضر کے ان بزرگوں کے غور کے قابل ہے جو کہتے ہیں کہ

> غیر مقلدین نے بھی سیف چشتیائی کی بارگاہ علم میں سجود نیاز لٹائے ہیں ،چنانچہ مولوی عبد الجبار غزنوی ،مولوی ثناء اللہ امرتسری ،مولوی عبداللہ معمار وغیرہ حضرات نے قادیانی سے ہتھ جوڑی صرف سیف چشتیائی کے فیض سے کی۔(برق مہریہ،تقدیم۔ص ۱۷)

یعنی پیر مہر علی صاحب تو اپنی کتاب تالیف کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ امرتسری سے فیض حاصل

کرتے ہیں اور پیر صاحب کے معتقدین الٹا مولانا امرتسری کو پیر صاحب کی کتاب سے فیض حاصل کر کے قادیانی کا مقابلہ کرتا ہوا دکھاتے ہیں۔

خیر اس بات کو کسی اور موقع کے لئے چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں۔ بات مولانا ثناء اللہ امرتسری کی تصانیف درتر دید قادیانیت ہو رہی ہے۔ آپ نے پہلی کتاب الہامات مرزا کے نام سے لکھی اور دوسری کتاب ہفوات مرزا ہے جو ۱۰ اصفحات پر مشتمل کلکتہ سے شائع ہوئی۔ اس میں مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے کچھ عقائد اور تناقضات بیان کئے گئے ہیں اور بدلائل ثابت کیا گیا ہے کہ اس قسم کے اختلافات کا رونما ہونا ایک نبی سے ممکن نہیں۔ یہ رسالہ پہلی مرتبہ الہامات مرزا کی اشاعت اول کے فوراً بعد شائع ہوا تھا، دوسری بار ۱۹۰۴ء میں شائع ہوا۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ردقادنیت کے موضوع پر اور بھی بہت سی کتابیں تصنیف فرمائی ہیں لیکن وہ مرزا کی وفات کے بعد کی ہیں۔ اس لئے ان کا ذکر کسی اور موقع کے لئے چھوڑتے ہوئے ہم آگے بڑھتے ہیں اور آپ کے جاری کردہ ہفت وار اہل حدیث کے ذکر کی طرف آتے ہیں۔

ہفت روزہ اہل حدیث ۲۳ شعبان مطابق ۱۳ نومبر ۱۹۰۳ء کو جاری ہوا۔ اس کا آخری شمارہ ۱۳ رمضان ۱۳۶۶ھ مطابق یکم اگست ۱۹۴۷ء کو شائع ہوا۔ درمیان میں ایک بار حکومت پنجاب نے اس کی ضمانت ضبط کر لی اور آئندہ کے لئے دو ہزار کی ضمانت کا مطالبہ کیا گیا۔ اس طرح ۱۹ دسمبر ۱۹۱۳ء سے ۱۰ اپریل ۱۹۱۴ء تک اس کی اشاعت بند رہی اور ضمانت جمع کروانے پر دوبارہ شروع ہوئی۔ ان تین مہینوں میں آپ نے گلدستہ ثنائی اور مخزن ثنائی کے نام سے پندرہ روزہ کل چھ پرچے شائع کئے۔ بعد میں دو مرتبہ چند ہفتوں کے لئے پریس کی تبدیلی کے باعث اس کی اشاعت کا ناغہ ہوا لیکن اس دوران بھی آپ گلدستہ ثنائی کے عنوان سے قارئین کی ضیافت طبع کا اہتمام کرتے رہے۔

اخبار اہل حدیث کے ذریعے آپ کتاب وسنت کی ترویج کرتے رہے، ادیان باطلہ سے برسر پیکار رہے۔ ہندوؤں اور عیسائیوں وغیرہ سے معرکے ہوتے رہے اور قادیانیوں کی سرکوبی اس کا شعار بنا رہا۔ یہ اخبار اسلام کا داعی اور تحریک اہل حدیث کی پاسبانی کرتا رہا۔ مرزا غلام احمد کی اس بھرپور انداز میں آپ نے

اس اخبار کے ذریعے تردید کی کہ وہ چیخ اٹھا اور اپنے اشتہار آخری فیصلہ کے ذریعے اپنا مقدمہ خداتعالیٰ کے حضور لے جانے پر مجبور ہوگیا۔ اس بات کی شہادت مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کے اشتہار میں اس کے یہ الفاظ ہیں:

آپ کے پرچہ اہل حدیث میں میری تکذیب وتفسیق کا سلسلہ جاری ہے، ہمیشہ مجھے آپ اپنے پرچہ میں مردود کذاب دجال مفسد کے نام سے منسوب کرتے ہیں، میں نے آپ سے بہت دکھ اٹھایا۔

مرزا غلام احمد قادیانی کی موت کے بعد بھی یہ اخبار اگست ۱۹۴۷ء تک قادیانیت کی تردید میں مصروف رہا اور قادیانی مشن کے عنوان سے لکھے جانے والے مضامین قارئین کی ضیافت طبع کا باعث بنتے رہے۔

ناظرین! اخبار اہل حدیث نے ردقادیانیت کے سلسلہ میں جو قابل قدر خدمات سرانجام دی ہیں اس کا ایک لحاظ سے اعتراف مرزائیوں کو بھی ہے، جیسا کہ مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر احمد نے ایک مرتبہ لکھا:

مولوی ثناء اللہ صاحب کی مخالفت دن بدن اور بھی تیز ہوتی گئی اور حضرت مسیح موعود کے آخری ایام میں تو وہ گویا ایک طرح مخالفانہ تحریک کے لیڈر بن گئے اور ان کا اخبار اہل حدیث امرتسر سلسلہ احمدیہ کے خلاف تحقیر آمیز پراپیگنڈے سے بھرا ہوا ہوتا، اس پر حضرت مسیح موعود (مرزا) نے ۱۹۰۷ء کو مولوی ثناء اللہ صاحب کے متعلق ایک اشتہار شائع کیا جس میں لکھا کہ لمبی قیل وقال سے کیا حاصل ہے، فیصلہ کی آسان صورت یہ ہے کہ...

میں خدا سے دعا کرتا ہوں کہ ہم دونوں سے جو فریق جھوٹا ہے خدا اسے سچے کی زندگی میں ہلاک کرے، (سلسہ احمدیہ مطبوعہ قادیان ۱۹۳۹ء ص ۱۳۵ منقول از القول الفصیح ۳۶۔۳۷)۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری اخبار اہل حدیث کے ذریعے قادیانیت پر نظر رکھتے تھے، جیسا کہ مولانا صفی الرحمٰن اعظمی لکھتے ہیں کہ ہفتہ بھر میں جو کچھ قادیانیوں کی طرف سے شائع ہوتا تھا مولانا امرتسری اس کی قلعی کھولتے۔ اس سلسلے نے اہل اسلام کو زبردست فائدہ پہنچایا، خصوصاً ۱۹۰۴ء کے طاعون کے سلسلہ میں مرزا صاحب اور ان کی امت کے پھندے اس طرح چاک ہوئے کہ وہ اپنی ساری تگ ودو اور حرفت بازیوں کے

باوجود کوئی قابل ذکر کامیابی حاصل نہ کرسکے۔

مولانا صفی الرحمٰن نے اپنی اس تحریر میں طاعون کا ذکر کیا ہے جو برصغیر میں ۱۹۰۴ء میں پھیلا ،مرزا صاحب نے اسے اپنی صداقت کا نشان قرار دیا تھا اور جانبین سے اشتہار بازی ہوتی رہی۔،جوں ہی کوئی طاعون سے مرتا،مرزا صاحب فرماتے کہ میری تکذیب کے باعث اس پر طاعونی موت وارد ہوئی ہے اور وہ کہتے تھے کہ جب تک لوگ انہیں مان نہیں لیں گے،طاعون دور نہیں ہوگا،

مولانا ثناءاللہ امرتسری ردمرزا میں مصروف رہے اور جب مرزا صاحب مرگئے اور طاعون بھی ختم ہوگیا تو انہوں نے ایک مرتبہ لکھا:

آج کل ہمارے ملک پنجاب میں خصوصاً اور ہندوستان میں عموماً طاعون بفضلہٖ تعالیٰ معدوم ہے،نہ کسی اخبار میں طاعون کا ذکر ہوتا ہے نہ سرکاری رپوٹوں میں،(للہ الحمد)اب سنئے،اپنے مجدد ،اپنے نبی و رسول جناب مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کا قول خدا نے یہ ارادہ فرمایا ہے کہ اس بلائے طاعون کو ہرگز دور نہیں کرے گا جب تک لوگ ان خیالات کو دور نہ کرلیں جو ان کے دلوں میں ہیں ،یعنی جب تک وہ خدا کے ماموراور رسول (یعنی خود بدولت) کو نہ مان لیں ،تب تک طاعون دور نہیں ہوگا،(رسالہ دافع البلاء ص ۵)پس ہمارا سوال (قادیانیوں سے)یہ ہے کہ ہندوستان کے سب باشندوں نے کیا رسول قادیانی کو مان لیا؟اگر نہیں مانا تو کیا قادیان کے لوگوں نے مان لیا ؟ہاں یہ بھی بتادیجئے کہ پنجاب کے احرار بھی مرزا صاحب کی رسالت پر ایمان لے آئے؟اگر لے آئے تو پھر کیوں ہر جمعہ کو خطبہ ان کے نام کا پڑھا جاتا ہے؟ صاف صاف جواب دو اور ایمان سے بتاؤ کہ عذاب بقول تمہارے نبی اور رسول (مرزا صاحب) کے انکار کی وجہ سے آیا تھا،وہ اسی انکار پر اصرار کرنے سے کیسے ہٹ گیا اور اس قول مرزا کے کیا معنی ہیں جو ہم نے اوپر نقل کیا۔،واقعات سے تو یہی ثابت ہوتا ہے کہ یہ الہام بھی غلط ہے اور صاحب الہام بھی۔

(اہل حدیث امرتسر ۲۱ فروری ۱۹۳۶ ءص ۷)

قارئین! طاعون کی بات بھی کسی اور موقع کے لئے چھوڑ کر ہم آگے بڑھتے ہیں، اور بتاتے ہیں کہ مرزا غلام احمد کی زندگی میں مولانا ثناء اللہ امرتسری نے ردقادیانیت کے سلسلہ میں اہل حدیث کے علاوہ ایک اور اخبار بھی جاری فرمایا تھا جس کا نام مرقع قادیانی ہے، اس کی اشاعت کا پس منظر یوں ہے:

۱۵اپریل ۱۹۰۷ء کو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی نے جب اپنی طرف سے یک طرفہ دعا والا اشتہار جاری کیا تو مولانا ثناء اللہ امرتسریؒ نے اہل حدیث امرتسر کے ۲۶۔اپریل ۱۹۰۷ء کے شمارے میں اس کا جواب دیتے ہوئے لکھا:

چونکہ قادیانی کرشن کا فتنہ بہت بڑھتا جاتا ہے اور اخبار (اہل حدیث) میں اتنی گنجائش نہیں کہ اس کے تمام متعلقات کو درج کیا جائے، اس لئے مدت سے خیال تھا کہ اس معاملہ کا کسی احسن صورت میں فیصلہ کیا جاوے۔ خاکسار ایڈیٹر کی رائے میں رسالہ ماہواری بہت اچھا ہے، سردست رسالہ ۱۶ صفحات پر ہوگا، ناظرین اپنی اپنی آراء سے اطلاع بخشیں اور نام بھی تجویز کریں،

(ملخص از ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۶اپریل ۱۹۰۷ء ص ۸)

اور ۳ مئی ۱۹۰۷ء کے اخبار اہل حدیث امرتسر میں آپ نے لکھا کہ

مرزا قادیانی کا فتنہ روز بروز ترقی پر ہے اس کا تعاقب کرنا بہت ضروری ہے۔ اہل حدیث میں اس کے پورے تعاقب کے لئے جگہ نہیں ہوتی، نیز اہل حدیث کے بہت سے خریدار اس بحث سے دلچسپی نہیں رکھتے کیونکہ ان علاقوں میں یہ وبا نہیں، اس لئے ضرورت محسوس ہوئی ہے کہ ایک مستقل رسالہ خاص اسی موضوع کے لئے الگ جاری کیا جائے، چنانچہ وہ ارادہ خیال سے عزم بالجزم تک پہنچ چکا ہے، اس لئے اس کا نام بھی مرقع قادیانی تجویز ہوا ہے،

پھر ۱۰۔ اور ۱۷ مئی کے اہل حدیث کے شماروں میں مجوزہ اخبار کے بارے میں تجاویز اور درخواستیں وصول ہونے کے اعلان شائع ہوئے، ۳۱ مئی ۱۹۰۷ء کے اہل حدیث کے ذریعہ ناظرین کو مرقع قادیانی کے حسب وعدہ شائع ہونے کی خوشخبری سنائی گئی، چنانچہ یکم جون ۱۹۰۷ء کو اس کا پہلا شمارہ شائع ہوا۔

مئی ۱۹۰۸ء میں مرزا غلام احمد صاحب اس دنیا سے چل بسے تو اس رسالہ کی چنداں ضرورت نہ رہی، اس لئے اکتوبر ۱۹۰۸ء کے بعد اس کی اشاعت ختم کر دی گئی۔، کچھ عرصہ کے بعد پھر ضرورت کے پیش نظر اپریل ۱۹۳۱ء میں اس کی اشاعت کا اہتمام کیا، لیکن اپریل ۱۹۳۲ء کے شمارے کے بعد پھر بند کر دیا۔

پہلے دور کے سترہ مہینوں میں تیرہ شمارے شائع کئے، ان میں سے چار شمارے دوگنا حجم کے تھے۔، ان تیرہ شماروں میں مولانا نے ۲۵ سے زائد عنوانات کے تحت قادیانی مذہب وتحریک پر گفتگو کی۔، آپ کے یہ مضامین ۲۲۶ صفحات پر پھیلے ہوئے ہیں، ان شماروں میں دوسرے اہل علم نے بھی مضامین لکھے ہیں جو ۸ عنوانات پر ۴۵ صفحات پر محیط ہیں۔ اور اس دور میں آپ کے شاگردوں خصوصاً مولانا عبداللہ معمار اور مولانا حبیب اللہ کلرک کے مضامین بھی شامل ہیں۔

(منقول از القول الفصیح ،مولانا داؤد ارشد، نارنگ منڈی ۱۹۸۸ء۔ حضرت مولانا ثناء اللہ امرتسری از مولانا فضل الرحمٰن بن میاں محمد، دارالدعوۃ السّلفیہ لاہور جون ۱۹۸۷ء اور فتنہ قادیانیت از مولانا صفی الرحمٰن اعظمی، بنارس ۱۹۷۹ء)

قارئین! مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں چند زلزلے بھی آئے اور انہوں نے چند زلزلوں کی پیشگوئی بھی فرمائی۔، مرزا غلام احمد صاحب ان زلزلوں کو اپنی صداقت کے نشانات قرار دیتے تھے، جبکہ مولانا ثناء اللہ امرتسری ان سے مرزا صاحب قادیانی کا کذب ثابت کرتے تھے، یہ داستان بہت طویل ہے اور آج ہم آپ کو اس کی ہلکی سی جھلک دکھاتے ہیں۔

مولانا ثناء اللہ امرتسری لکھتے ہیں:

> مرزا صاحب بڑے ہوشیار اور زمانہ شناس تھے، آپ کی امت بھی اسی قدر ہوشیار ہے کوئی موقع نہیں چوکتے۔، جونہی دنیا میں کوئی حادثہ ہوا انہوں نے سر اٹھایا اور فوراً اعلان کر دیا کہ ہمارا دعویٰ ثابت ، چاول سفید ہوں یا سرخ، زمین بہر حال گول ہے۔ ۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء سے ۳۱ مئی ۱۹۳۵ء تک ہندوستان میں تین سخت زلزلے آئے، ان تینوں زلزلوں کو مرزا اور امت مرزا نے اپنے صدق کی دلیل بتایا۔
>
> پہلے زلزلہ (اپریل ۱۹۰۵ء) کے وقت مرزا صاحب خود زندہ تھے، انہوں نے اسی روز (۴

۔اپریل)ہی کوایک طویل اشتہار دیا جس میں بقوائے تو جان نہ جان میں تیرا مہمان، کھینچ تان کر اپنے الہاموں سے زلزلہ کی پیشگوئی ثابت کی جس کا جواب اسی زمانہ میں اہل حدیث مورخہ ۱۴ اپریل ۱۹۰۵ء میں دیا گیا۔ (ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۲۔اگست ۱۹۳۵ء)

اس کے بعد مولانا ثناء اللہ امرتسری نے اس شمارے میں اپنا پرانا مضمون شائع کیا ہے، جو مرزا غلام احمد صاحب قادیانی کی زندگی میں مرزا کو مخاطب کر کے آپ نے لکھا تھا، مضمون یوں ہے:

خدا کی شان جب بھی ملک میں کوئی آفت بندوں کی شامت اعمال سے آتی ہے ہمارے کرشن جی مہاراج (مرزا قادیانی) اس کو اپنی ہی بدولت قرار دیتے ہیں، گویا وہ اسی طاق میں رہتے ہیں کہ کہیں نہ کہیں سے کوئی بری آواز آئے تو احمقوں کی آنکھوں میں مٹی ڈالنے کا موقع ان کو ملے، اسی لئے ہم نے اہل حدیث مورخہ ۷ اپریل ۱۹۰۵ء میں اندیشہ ظاہر کیا تھا کہ دیکھیں قادیانی کرشن جی اپنے الہامی تھیلے (براہین احمدیہ) سے زلزلہ کی بابت کون سا الہام بتائیں گے۔ چنانچہ ۴۔ اپریل کے بھونچال کی بابت بھی آپ نے ایک اشتہار الدعوۃ دیا ہے جس میں لکھتے ہیں کہ یہ زلزلہ میرے مکذبوں کی سزا ہے اور میں نے براہین احمدیہ میں یہ پیش گوئی لکھی ہوئی ہے۔ اور اشتہار الوصیت میں جو اخبار الحکم ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء میں شائع ہوا ہے میں نے لکھ دیا تھا کہ مجھے الہام ہوا کہ موتا موتی لگ رہی ہے اور مجھے دکھایا گیا ہے کہ ملک عذاب الٰہی سے مٹ جانے کو ہے، نہ مستقل سکونت امن کی جگہ رہے گی نہ عارضی سکونت، مقاموں پر اور عارضی سکونت گاہوں پر آفت آئے گی۔

(مولانا امرتسری کہتے ہیں) مگر افسوس ہے کہ ابھی تک دنیا میں دانا اور محقق موجود ہیں۔ سارا اشتہار الوصیت ہمارے پاس موجود ہے اس میں عبارت مذکورہ کے ساتھ ہی یہ بھی لکھا ہوا ہے: یعنی طاعون کی وبا ہر جگہ طور پر پڑے گی اور سخت پڑے گی۔ یہ فقرہ صاف بتا رہا ہے کہ آپ کا اشتہار الوصیت طاعون کی خبر دیتا ہے نہ کہ بھونچال کی۔ لیکن جب آپ نے دیکھا کہ بھونچال سخت آیا ہے تو اس کو بھی نعمت غیر مترقبہ جان کر فوراً اشتہار دے دیا کہ میں نے پہلے ہی براہین احمدیہ کہہ دیا تھا۔ کوئی پوچھے کیا کہا تھا؟ کہاں کہا تھا؟ کوئی نشان نہیں، کیا کوئی کرشن پنتھی ہم کو الہامی تھیلا (براہین احمدیہ

) سے وہ الفاظ بتلا سکتا ہے جو اس زلزلہ کے متعلق کرشن جی نے کہے ہیں۔

پھر لکھتے ہیں کہ مارچ کے مہینے میں مجھے خدا نے بذریعہ وحی کے بتلا دیا تھا کہ مکذبوں کو ایک نشان دکھایا جاوے گا۔، خدا نے مکذبوں کو ایک نشان دکھایا ہے ۔، کون پوچھے کہ (بقول الحکم قادیان مورخہ ۲۴ فروری ۱۹۰۵ء ص ۹) کرشن جی کے خطرناک دشمن امرتسری میں خاندان غزنویہ، مولوی احمد اللہ صاحب اور یہ خاکسار ہیں۔ بٹالہ میں جناب مولوی محمد حسین صاحب ہیں۔، لیکن یہ کس قدر آپ کے حق میں افسوس کا مقام ہے کہ سب کے سب خطرناک دشمن بلکل بخیر وعافیت ہیں۔ لیکن بجائے اس کے گورنمنٹ کے اعلیٰ افسر یورپین اور فوج بھاگسو میں زلزلہ کی بھینٹ چڑھی۔ تو بتلاؤ یہ نشان مکذبوں کو دکھایا گیا۔، ہاں یاد آیا گورنمنٹ انگریزی وہی تو ہے جس کو آپ رسالہ راز حقیقت میں اولوالامر قرار دے کر اپنے مریدوں کو حکم دیتے ہیں کہ انگریزی گورنمنٹ کو اپنا اولوالامر سمجھ کر اطاعت کریں۔، پس بتلاؤ ایسی مکذب گورنمنٹ کو اولوالامر قرار دینا منافقانہ خوش آمد تو نہیں؟ کیا ہی لطیفہ ہے کہ مکذبوں کو نشان دکھانے کو بھونچال آوے مگر خود بدولت پر بھی اس کا یہ اثر ہوا کہ آپ اپنا پختہ مکان چھوڑ کر جنگل میں ڈیرہ ڈالے بیٹھے ہیں۔، کیوں نہ ہو، آخر خوف ہوگا کہ نشان دکھاتے دکھاتے خود بھی نہ دیکھ لیں۔

(ہفت روزہ اہل حدیث امرتسر ۱۴۔ اپریل ۱۹۰۵ء)

ناظرین! یہ واقعہ اور مولانا کی تحریر مرزا کی زندگی سے تعلق رکھتا ہے، اس لئے ہم نے اسے یہاں نقل کر دیا ہے۔، زلزلوں کے بارے میں جو کچھ مرزا کی موت کے بعد لکھا جاتا رہا ہے وہ ہم کسی آئندہ نشست میں نذر قارئین کریں گے۔ ان شاء اللہ۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم جنوری ۲۰۰۱ء ص ۲۹۔۳۲)

کیا صراط مستقیم کی پالیسی بدل گئی ہے؟

مولانا ثناءاللہ سیالکوٹی (سابق امیر مرکزی جمعیت اہل حدیث برطانیہ)

یہ سوال دیوبندی مکتب فکر کے مشہور عالم دین ماہنامہ الفرقان کے ذمہ دار مولانا عتیق الرحمٰن سنبھلی صاحب نے جمعیت اہل حدیث برطانیہ سے متعلق احباب سے پوچھا ہے۔

مولانا محترم سے غائبانہ تعارف اس وقت ہوا جب انہوں نے ڈاکٹر ابومعاذ طارق صاحب کے ایک مضمون کا تعاقب کرتے ہوئے صراط مستقیم کے اڈیٹر مولانا محمود احمد میرپوری کو ایک مفصل خط لکھا جو شائع بھی ہوا تھا۔ پھر گاہے گاہے ان کے مضامین روزنامہ جنگ لندن اور دیگر رسائل میں پڑھنے کا اتفاق ہوتا رہا۔ پھر ان کی ایک علمی اور تحقیقی کتاب، واقعہ کربلا اور اس کا پس منظر، پر تبصرہ کرنے کا شرف بھی حاصل ہوا۔ مولانا محترم سے ابھی تک بالمشافہ ملاقات نہیں ہوئی لیکن ان کی شخصیت علمیت کا تصور ذہن میں مرتسم ہے وہ بڑے سنجیدہ فکر، حالات حاضرہ پر نظر رکھنے والے، اختلافی مسائل پر عمدہ پیرائے میں لکھنے والے عالم دین ہیں مگر کچھ عرصہ سے جماعت اہل حدیث کے خلاف ان کے بیانات پڑھ کر دل کو بڑا دھچکا لگا اور اس نظریہ کو بڑی ٹھیس پہنچی جو ان کے بارے میں قائم تھا۔۔ پھر ایک پمفلٹ، اہل حدیث عوام کی عدالت میں ایک مقدمہ، پڑھ کر دکھ کا احساس اپنی انتہاء کو چھونے لگا۔ انہوں نے دیوبندی مکتب فکر کا کیس انتہائی چابک دستی سے جانبدارانہ انداز میں پیش کیا ہے۔ پھر قاضی صاحب کا رول ادا کرتے ہوئے انہوں نے جماعت اہل حدیث کو موردالزام ٹھہرایا، انہوں نے دیوبندی مکتب فکر کے بزرگوں کے خلاف صراط مستقیم کی موجودہ تبدیلی پر بھی بڑے دکھ کا اظہار کیا۔ انہوں نے، تحریک ختم نبوت کا آغاز، مضمان پر بھی برہمی ظاہر کی کہ ایک علمی مضمون نے ۱۹۹۶ء میں اچانک اپنا روٹ کیوں بدل لیا؟،

جی تو نہیں چاہتا تھا کہ اس وقت جب کہ امت ایک نازک دور سے گزر رہی ہے اور مسلمانوں میں اتحاد و اتفاق کی فضا اور حالات برقورار رکھنا بہت ہی زیادہ ضروری ہوگیا ہے، ایسے موقع پر کوئی ایسی بات کہی جائے جس سے اتحاد امت کی یہ فضا مکدر ہو، لیکن مولانائے محترم اور ان کے ہم مکتبہ فکر مختلف لوگوں کے مسلسل یک طرف بیانات نے ہمیں مجبور کر دیا کہ ہم اظہار حقیقت کے طور پر تصویر کا دوسرا رخ بھی ضروری حد تک پیش کر دیں ورنہ یک طرف بیانات سے غلط فہمیاں اور شکوک وشبہات جس تیزی سے پھیلتے ہیں اس کا اندازہ ان پیغامات اور فون کالز سے لگایا جاسکتا ہے جو مجھے اور میرے رفقاء کار کو موصول ہوتے رہے۔ اور ان حقائق کا اظہار بھی صرف اس لئے کیا جارہا ہے تاکہ ہم ایک دوسرے سے زیادہ دور نہ ہوں اور نہ ہی قریب آئیں تو اس طرح کہ ذہن و دماغ ایک دوسرے سے کھنچے ہوئے ہوں۔

مولانا محترم! ادارہ صراط مستقیم کی، پالیسی نہیں بدلی نہ ہی جماعت کے احباب کے خیالات بدلے ہیں۔ جب جماعت اہل حدیث کے خلاف مہم تیز ہوجاتی ہے، ان پر طرح طرح کے الزامات کی بارش شروع ہوجاتی ہے انہیں بدنام، کرنے کے حربے اختیار کئے جاتے ہیں ان کے بزرگوں کو کوسا جاتا ہے تو پھر مجبوراً اپنے دفاع کے لئے کچھ قدم اٹھانا پڑتا ہے۔ آپ ماشاء اللہ ایک رسالے کے ذمہ دار ہیں اس لئے تمام مکاتب فکر کے رسائل آپ کی نظر سے گزرتے ہوں گے خصوصاً دیوبندی مکتب فکر کے رسالوں پر تو آپ کی کڑی نظر ہوگی، اگر وہ رسالے آپ نے پڑھے ہیں تو پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی کہ یہ تبدیلی کیوں آئی، ہمارا حسن ظن ہے وہ چبھتے ہوئے سوالات، جوابات آپ کی نظر سے نہیں گزرے ہوں گے وگرنہ آپ کا کیس بھی خود دیوبندی مکتب فکر کی عدالت میں پیش کرتے ہمیں تو ایسا نظر آتا ہے کہ کچھ علماء کرام اہل حدیث جماعت کو بدنام کرنے کے لئے حیلے بہانے تلاش کرتے رہتے ہیں ان کے خلاف کوئی نہ کوئی محاذ قائم ہی رکھا جائے تاکہ انہیں ان مسائل ہی میں الجھائے رکھا جائے۔

مولانا محترم! ہم آپ کی توجہ کے لئے بادل نخواستہ چند سوالات و جوابات دہرا دیتے ہیں تاکہ آپ کو پتہ چل جائے کہ ٹریفک ون وے نہیں رہی۔ مانچسٹر سے ماہنامہ الہال، مولانا خالد محمود صاحب کی زیرسرپرستی اور حافظ محمد اقبال رنگونی صاحب کی ادارت میں شائع ہوتا رہا۔ اس میں کئی مضامین مسائل اہل حدیث جماعت

کے خلاف ہی ہوتے تھے۔۱۹۹۴ء کے ایک رسالہ میں مولانا خالد محمود صاحب سے بیس سوالات کسی سائل نے کئے۔سوالات سے لگتا تھا کہ خودساختہ ہیں۔پھران کے جوجوابات مولانا خالد محمود صاحب نے دیئے ہیں وہ حسب ذیل ہیں:

اہل حدیث ایک بدعتی فرقہ ہے۔سعودی عرب سے ان کے تعلقات تیل نکلنے کے بعد استوار ہیوئے ہیں عدم تقلید ہی کی وجہ سے کاذبین نبوت،منکرین حدیث ہوئے ہیں۔دوسرے الفاظ میں انہیں پہلے اہل حدیث ہونا پڑتا ہے۔اہل حدیث کوئی مکتب فکرنہیں،یہ محدثین کا نام ہے۔نیز اہل حدیث،اہل سنت والجماعت سے خارج ہیں کیونکہ اہل سنت صرف چارا اماموں کی تقلید کرنے والے کہا جاتا ہے۔،

تقریباً یہ بیس سوالات اہل حدیث کے خلاف تھے۔کیا یہ بہتر نہ تھا کہ اگر جماعت اہل حدیث کے بارے میں یہ سوالات تھے تو ان کے جوابات بھی اہل حدیث ہی دیتے۔انہیں وکالت کی کیا ضرورت تھی۔ مولانا عبدالہادی صاحب نے،خودساختہ علامہ کے خودساختہ سوال وجواب،مضمون لکھا۔پھرراقم الحروف نے ، قصورا پنا نکل آیا،مضمون لکھا۔جلد۱۶شمارہ۵۵، ۱۹۹۵ءصراط مستقیم۔حافظ صاحب نے،قصوران کا نکل آیا، لکھا۔ان سوالات کے جواب ڈاکٹرصہیب حسن صاحب سے بھی طلب کئے۔ہم نے فیصلہ کیا کہ اس بحث کوختم کردینا چاہیےاور پھرہماری طرف سے خاموشی ہوگئی۔

اس کے بعد جب،تحریک ختم نبوت کا نقطہ آغاز،مضمون شائع ہونا شروع ہوا کہ مرزا صاحب کوسب سے پہلے کافر کہنے والے اہل حدیث علماء تھے،کفر کا فتوی انہوں نے لگایا تھا جواشاعت السنہ میں شائع ہوا،اس پر دستخط کرنے والے بھی اکثر اہل حدیث تھے

صراط مستقیم کے صفحات گواہ ہیں اور حالیہ آپ کی تحریراس بات کا بین ثبوت ہے کہ تحریک ختم نبوت کے حوالے سے شائع کئے جانے والے مضامین کو ہم نے انتہائی مثبت انداز دیا ہوا تھا ہماری قطعاً یہ نیت نہ تھی اور نہ ہی اب ہے کہ امت مسلمہ کے علماء کرام پر بے جا تنقید کی جائے یا ان کے مقام ومنصب کا لحاظ رکھے بغیر ان کا ذکر ہو،نہ ہی ہم نے اس موضوع کے حوالے سے کسی اور فریق کی اس فائل کو کھولنے کا پروگرام ترتیب دے رکھا تھا جس کو آپ حضرات کی چھیڑخانی نے کھولنے پر مجبور کیا۔

بہر حال ختم نبوت کے حوالے سے جب ہم نے انتہائی مثبت انداز میں تاریخ اہل حدیث مرتب کرنے کی کوشش کی تو علماء دیوبند کی نگاہوں میں ہمارا یہ اقدام ایک ایسی جسارت بن گیا جو نا قابل معافی تھا۔ یعنی جمیعت (اہل حدیث) کو یہ استحقاق حاصل نہیں تھا کہ وہ اپنی تاریخ مرتب کرے، کیونکہ موجودہ علماء دیوبند کی تقاریر اور بیانات کے مطابق تحریک ختم نبوت پر بلاشرکت غیرے ان ہی کا حق ہے۔ ممکن ہے یہ جملہ آپ بھی اپنے علماء سے اکثر سنا ہوگا کہ

یہ تحریک مولانا امداد اللہ مہاجر مکی کی الف سے شروع ہوکر مولانا محمد یوسف بنوری کی ی پر مکمل ہوئی۔

یعنی الف سے ی تک صرف علماء دیوبند کا کارنامہ ہے۔

اور جب ہمارے اس مضمون کے ذریعہ حقائق سامنے آنے لگے تو توپ کے دہانوں کی طرح قلم بھی کھلتے چلے گئے۔ الزام تراشیوں کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا حتی کہ الہلال کا خصوصی نمبر شائع کیا گیا جس کی پہلے تشہیر بھی کی گئی کہ ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں گے۔ سوالات آپ بھی ملاحظہ فرمالیں:

۱۔ مرزا غلام احمد کی کتاب (براہین احمدیہ) کی مدح وتوصیف میں کون سے اہل حدیث بزرگ سب سے آگے تھے؟

۲۔ مرزا غلام احمد قادیانی کا نکاح کس جماعت کے شیخ الکل نے پڑھایا تھا۔

۳۔ لدھیانہ کے علماء نے جب مرزا قادیانی پر کفر کا فتوی دیا تو اہل حدیث عالم نے ان کی کس طرح تردید کی؟

۴۔ مرزا بشیر الدین کے ہاتھ پر کس اہل حدیث بزرگ کے صاحبزادوں نے بیعت کی تھی؟

۵۔ مرزا بشیر الدین سے کس اہل حدیث عالم نے درخواست کی تھی کہ قادیان میں وہ تراویح پڑھائیں گے؟

۶۔ جب بہاولپور میں نکاح قادیانی پر تاریخی مقدمہ چل رہا، اس وقت کس اہل حدیث عالم نے کس نکاح کے جواز کا فتوی دیا تھا؟

(جلد ۱۰۔ شمارہ ۱۲۔ الہلال مانچسٹر۔ دسمبر ۱۹۹۶ء)

مولانا محترم! آپ ان بیس سوالات، پھر چھ سوالات کو پڑھیں اب آپ ہی بتائیں ان حالت میں کیا کرنا چاہیے۔ آپ ایک قاضی کی حیثیت سے فیصلہ کریں، کیا خاموشی اختیار کرنی چاہیے تھی یا جیسا کہ

انہوں نے الہلال کا خصوصی نمبر نکالا تھا ہم بھی صراط مستقیم کا خصوصی نمبر نکالا تے۔ان سوالات کے جوابات دیئے جا تے۔اس خصوصی نمبر پر بحث ہوتی۔مگ ہم نے فیصلہ کیا کہ بجائے خصوصی نمبر نکالنے کے ضمنی طور پر ان سوالات کے جوابات دیئے جائیں۔ چنانچہ ڈاکٹر بہاء الدین صاحب نے ضمنی طور پر ان سوالات کے جوابات دینے شروع کئے۔اس میں جہاں دیوبندی مکتب فکر کے علماء کا تذکرہ آیا ہے تو کچھ آئینہ دکھانے کے لئے ، وہ بھی دلائل کے ساتھ، تا کہ بتایا جائے جو اعتراضات آپ اہل حدیث علماء پر کرتے ہیں وہی اعتراضات آپ کے مکتب فکر کے علماء پر بھی کئے جاسکتے ہیں

ہم آہ بھی کرتے ہیں تو ہو جاتے ہیں بدنام
وہ قتل بھی کرتے ہیں تو چرچا نہیں ہوتا

مولانا مکرم آپ غور فرمائیں یہ تبدیلی صراط مستقیم میں اچانک نہیں ہوئی بلکہ تسلسل کے ساتھ جماعت اہل حدیث اوران کے اکابرین کو بدنام کرنے کے نتیجے میں ہوئی ہے۔آپ نے اپنی حالیہ تحریر میں جہاں غیر محسوس طریقے سے جمعیت کے علماء اور عام اراکین میں فرق تسد .Divide and Rule..جیسی پالیسی اپنانے کی کوشش کی وہ کسی بھی شکل میں آپ کے شایان شانہیں ۔ جہاں تک اہل حدیث عوام کا تعلق ہے بحمداللہ کہ وہ اپنے علماء کے ساتھ متحد ومتفق ہیں ہم جو بھی فیصلے کرتے ہیں مجلس شوری اور مجلس عاملہ کے اجلاس میں پیش کرتے ہیں پھران پر بحث ہوتی ہے کیونکہ جماعت اہل حدیث برطانیہ ایک باقاعدہ رجسٹرڈ جماعت ہے جس کا اپنا لائحہ عمل اور تنظیمی ڈھانچہ ہے۔اس کے اپنے صدر اور ذیلی دفاتر ہیں یہ ان جماعتوں کی طرح نہیں کہ جن کا نہ کوئی تنظیمی ڈھانچہ ہے نہ کوئی صدر دفتر اور نہ ہی کوئی لائحہ عمل ۔ بلکہ اخباری بیانات ۔اور برمنگھم میں آپ کی زیرسرپرستی ہونے والے ایک اجتماع کے حوالے سے آپ ہی کے ایک مشہور مولانا سے گفتگو ہوئی تو انہوں نے بہت سے نام لے کر کہا کہ فلاں اور فلاں کا نہ جماعت سے تعلق ہے اور نہ ہی وہ دیوبندی علماء کی نمائندگی کرتے ہیں۔البتہ ہم سے ان کا تعلق صرف اتنا ہے کہ فقہی طور پر وہ اور ہم ایک ہی مکتبہ فکر سے وابستہ ہیں۔ ویسے اس سال رمضان کے آغاز میں رویت ہلال کے سلسلہ میں دیوبندی مکتبہ فکر کے علماء کے مختلف اور متضاد بیانات اور اسلوب وبیان کی تیزی جو اخبار جنگ میں چھپتی رہی یقیناً آپ کی نظر سے گزری

ہوگی جو جماعت کے تنظیمی ڈھانچہ کو سمجھنے کے لئے کافی ہے

اس طرح اہل حدیث عوام کو ہماری ساری باتوں کا علم ہوتا ہے پھر بھی بعض باتیں پڑھ کر اگر ان کے دلوں میں کچھ شکوت وشبہات پیدا ہوتے ہیں تو ہم انہیں آگاہ کرتے ہیں۔ اگر ایک مکتبہ فکر کے کچھ علماء کرام جماعت اہل حدیث کو بدعتی قرار دیں، انہیں تیل کی پیداوار بتائیں، انہیں اہل سنت والجماعت سے خارج قرار دیں، منکرین نبوت قرار دیں، اہل حدیث کوئی مکتب فکر نہیں یہ محدثین کے نام ہیں کہیں، ان کے علماء کو جنہوں نے مرزا پر سب سے پہلے کفر کا فتویٰ لگایا تھا ان سے مباہلے کئے، اس کے خلاف کتابیں لکھیں، ان کی بددعاوں سے مرزا قادیانی ان سے چالیس سال پہلے فوت ہوا، ان کے گھر جا کر للکارا، فاتح قادیان کا ٹائٹل انہیں قوم نے دیا، مرزا نے جنہیں گالیاں دی ہوں، ایسے اکابرین کے بارے میں کہا جائے وہ مرزا کی کتابوں کی مدح کرنے والے ہیں، جھوٹے نبی کا نکاح پڑھانے والے ہیں، وہ مرزائیوں کو کافر قرار نہیں دیتے ، وہ انگریزوں کی حمایت کرتے ہیں، انہوں نے جہاد ختم کیا۔

اہل حدیث عوام بہتر طور پر فیصلہ کر سکتے ہیں کہ زیادتی کرنے والے کون ہیں مذہبی فضا کو مکدر کرنے والے کون ہیں، ابتداء کرنے والے کون ہیں۔ اپنا دفاع کرنے والے کون ہیں۔ وہ اس بات سے بھی آگاہ ہیں کہ جماعت اہل حدیث اور ان کے علماء کے خلاف سعودی سفارت خانے میں کس مکتب فکر کے علماء نے خطوط لکھے ہیں کہ اہل حدیث کی تعداد تھوڑی سی ہے ان کی کوئی حیثیت نہیں، انہیں کون جانتا ہے۔

آپ اپنی تحریر میں اپنے خطوط یا آراء کی صراط مستقیم میں عدم اشاعت پر بھی شکوہ کناں ہیں۔ محترم یہ ہماری یہ بے بضاعتی ہے کہ برطانیہ میں جماعت کے پاس ایک ہی پرچہ صراط مستقیم ہے جو انتہائی محدود صفحات میں شائع کیا جاتا ہے الحمدللہ آپ حضرات کے ہاں تو پرچوں کی کمی نہیں۔ آپ خود ایک معیاری پرچہ کے کرتا دھرتا ہیں۔ اگر ختم نبوت کے حوالے سے ہم سے کوئی علمی اور تاریخی سہو ہو گیا تھا تو اسی طرح اپنے کسی پرچے میں شائع کروا دیتے جس طرح آپ نے وقتاً فوقتاً اپنے پرچے میں صراط مستقیم پر تنقیدی آراء شائع کی ہیں۔ یا بھارت سے شائع کئے جانے والے دیوبندی مکتب فکر کے پرچوں میں جمعیت اہل حدیث برطانیہ کے خلاف مضامین کی اشاعت کا سلسلہ جاری ہے۔ اسی حوالے سے شائد اس تحریر کا ذکر بھی غیر مناسب نہیں جو دارالعلوم دیوبند کے

آرگن ماہانہ، دارالعلوم، میں کچھ عرصہ قبل ہمارے سلسلہ مضامین تحریک ختم نبوت کے جواب میں مسلسل دو اشاعتوں میں شائع کی گئی تھی۔ بلکہ دو شمارے اسی تحریر کے لئے خاص کئے گئے تھے۔ اس ضمن میں تحریک ختم نبوت کے حوالے سے صراط مستقیم میں شائع کی جانے والی تحریروں کی روشنی میں اپنی جوابی گزارشات کی تلخیص اتنے ہی صفحات میں محدود کر دیں گے جتنے صفحات دارالعلوم نے ہم پر تنقید کے ضمن میں وقف کئے تھے۔ ہماری آپ سے مودبانہ گزارش ہے کہ آپ فراخ دلی کا ثبوت دیتے ہوئے ہماری گزارشات کو دارالعلوم میں شائع فرمادیں اگر یہ ناممکن ہو تو کیا آپ کم از کم اپنے ماہنامے میں شائع کرنے کی ذمہ داری تو لے سکتے ہیں۔

آپ کو یہ اعتراض ہے کہ ہم نے جواب نہیں دیا۔ جب کہ ہم تو جواب دیتے رہے خاموشی تو آپ نے اختیار کی ہوئی تھی۔ اس سلسلے میں صراط مستقیم شمارہ ۶۵ جلد ۲۰۔ فروری ۱۹۹۹ء میں شائع کردہ مقالہ: تم پوچھو اور ہم نہ بتائیں، ملاحظہ فرمایئے۔ ہمیں یقین ہے کہ مذکورہ مقالہ آپ کی نظر سے گزرا ہوگا، اگر نہیں تو دوبادہ ملاحظہ فرماسکتے ہیں۔ اس میں ہم نے آپ ہی کو مخاطب کرتے ہوئے اپنی گزارشات اس انداز میں پیش کی تھیں:

نیز ہمارے بزرگ ناصح کو چونکہ اتحاد امت میں پڑنے والی دراڑوں کی بہت فکر ہے اس لئے کیا ہی اچھا ہوتا اگر وہ اس کے سدباب کے لئے یہ تجویز بھی فرماتے کہ دیوبندی بریلوی اہل حدیث اور مسلمانوں کے دیگر طبقات جن کے اکابرین نے کسی بھی صورت یا دور میں تحریک ختم نبوت میں حصہ لیا ہوا پنے نمائندگان پر مشتمل ایک بورڈ بنائیں۔ موصوف بورڈ سکرٹری کے فرائض سرانجام دیں۔ پھر نمائندہ اہل علم کی مجالس منعقد ہوں جن میں تحریک ختم نبوت کی تاریخ پر وجود میں آنے والے سارے لٹریچر کا جائزہ لیا جائے اور اس کے بعد ایک مستند اور حتی الامکان متفقہ دستاویز تیار کی جائے۔ جس میں نہ اکابر پرستی ہو نہ تاریخ سازی نہ کسی کے حقیقی کام کو مسخ کیا جائے نہ کسی کے چہرے پر لیپا پوتی کی جائے۔ الفرقان والے اب بھی توجہ فرمائیں۔ اگر پہلے کسی وجہ سے وہ یہ تجویز نہیں دے سکے تو اب اپنے دیوبندی اور بریلوی اخوان سے مشورے کے بعد اس سلسلے میں کوئی قدم اٹھائیں... ہم انتظار کریں گے۔،

مذکورہ بالا گزارشات میں ہم نے اپنی اس دلی خواہش کا اظہار کیا تھا کہ اس ضمن میں مکمل تاریخ کی تدوین کا بیڑا آپ اٹھائیں۔ انفرادی سطح پر نہیں بلکہ جماعتی انداز میں۔ ہم آپ کے ساتھ ہیں، مگر افسوس کہ اس ضمن میں

آپ کی جانب سے ہماری اس رائے پر موافقت کا ادنی اشارہ بھی ہمیں نہیں ملا۔

اور یہ بات بھی قارئین کے لئے باعث دلچسپی ہوگی کہ بعض اوقات برطانیہ سے شائع ہونے والے رسالہ صراط مستقیم پر تنقید بھارت سے شائع ہونے والے الفرقان میں یک طرفہ طور پر کی گئی جب کہ صراط مستقیم کے قارئین کی غالب اکثریت برطانیہ میں رہتی ہے اور الفرقان کی بھارت میں۔ گویا سوال ایران سے، تو جواب توران سے۔ اگر ہمیں آپ سے حسن ظن نہ ہوتا تو کیا ہم یہ نہیں کہہ سکتے کہ قارئین الفرقان کو برطانیہ کی جمیعت اہل حدیث کے متعلق یک طرفہ غلط تاثر دینے کی کوشش کی گئی کیونکہ آپ کے تنقیدی مضامین کے ذریعہ یہی تاثر ملتا ہے۔ کیا یہ بہتر نہ ہوتا کہ الفرقان لکھنو میں تنقید شائع کرنے سے پہلے اصلی مضمون بھی چھاپ دیا جاتا، تاکہ لوگ تنقیدی مضمون سے پہلے اصلی مضمون ملاحظہ فرما لیتے، ورنہ ان مضامین کی حیثیت اس طرح نہیں ہوگی جیسے وکیل جیوری کے سامنے اپنا یک طرفہ کیس پیش کرتا ہے۔ کیا یہ کسی معیاری پرچہ کے لئے درست ہے کہ کسی خاص جماعت یا پرچہ کے متعلق اصلی حقائق کو پیش کئے بغیر صرف اس کے خلاف تنقید شائع کر دے اور بعض اوقات تنقید بھی اتنی غیر متوازن کہ حسن ظن کے باوجود تاویل کی گنجائش نہ رہے۔ صراط مستقیم کا خصوصی شمارہ، شیخ بن باز نمبر، جس کے بارے میں آپ نے اپنے مقدمہ میں ذکر کیا ہے، اس پر آپ نے ایک تنقیدی مضمون الفرقان میں لکھا، لیکن اس پورے معیاری شمارہ کے متعلق تو کوئی کلمہ خیر نہیں البتہ اس کے ایک پیراگراف وہ بھی مبنی بر حقیقت جو شاہ فہد کی بعض خوبیوں سے متعلق تھا اس پر آپ نے خوب تنقید کی۔ ویسے کسی ذاتی خط میں تعریف کرنا اور ہے، عوام کے لئے لکھے جانے والے مضمون میں تعریف کرنا اور ہے۔ نیز آپ عموماً سعودی مبعوثین کا جس انداز میں ذکر کرتے ہیں کیا یہ کسی معتدل مزاج رکھنے والے سنجیدہ عالم کی شایان شان ہے۔

مولانا محترم ہماری پھر بھی خواہش ہے کہ ہم مل جل کر بیٹھیں۔ عوام کو اس میں ملوث نہ کریں۔ جیسے پہلے کانفرنسیں اکٹھی ہوتی تھیں اب بھی ایسے کریں۔ اجتماعی مسائل میں مشترکہ موقف اختیار کریں۔ خصوصاً ختم نبوت کے مسئلہ میں کئی کئی جلسے کرانے کی بجائے ایک ہی مشترکہ کانفرنس کرائیں۔ جہاں تک اپنے فقہی مسائل ہیں یہ نہ حل ہوتے ہیں نہ ہی شائد ہوں، ان پر آزادی دلائل کی روشنی میں اپنے رسائل میں ان مسائل کا جس طرح چاہے کوئی تذکرہ کرے۔ اپنے بزرگوں کے کارناموں کو کوئی جس طرح چاہے اجاگر کرے

بشرطیکہ دوسروں کو موردالزام نہ ٹھہرائے ۔ نہ ان کی خدمات سے انکار کرے ۔ جو کام جس نے جس وقت کیا اسے وہاں تک ہی رہنے دیا جائے۔ علمی مسائل کو ان کے مقام پر رہنے دیا جائے ذاتی تعلقات میں وہ روکاوٹ نہیں ہونے چاہییں پہلے علماء کرام بھی تو باوجود نظریاتی اختلافات کے اکٹھے ملتے جلتے ایک دوسرے کے ہاں آتے جاتے ، ان کی دعوتیں کرتے ، خوشی غمی میں شریک ہوتے رہے۔ کاش اس طرف بھی توجہ دیں۔ آخر میں دعا ہے کہ اللہ تعالی ہمارا حامی و ناصر ہو۔ ہمیں وسعت ظرف سے نوازے ۔ ہماری کمزوریوں اور کوتاہیوں کو معاف کرے۔

آمین۔ هذا ما عندی و الله اعلم با لصواب۔

(ماہنامہ صراط مستقیم برمنگھم۔ جنوری۔۲۰۰۱ء۔ص ۷۔۸۔۹۔و۲۸)

☆☆☆☆☆

و الصلوة و السلام علی خیر خلقه محمد و علی آله و صحبه اجمعین
و الحمد لله ر ب العا لمین

فقیر بار گاه صمدی ۔ محمد بهاء الدین۔ جو ن ۲۰۱۹ء